گفتگو سیریز/واصف علی واصف

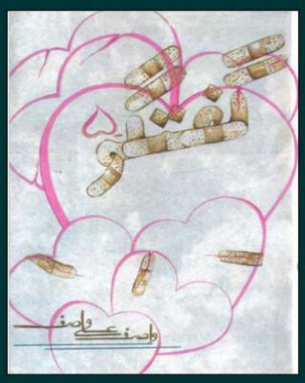
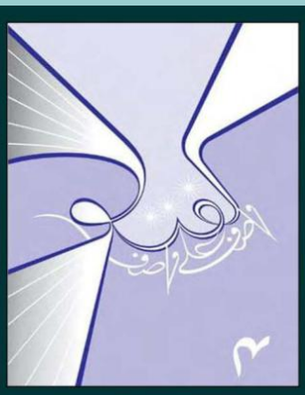
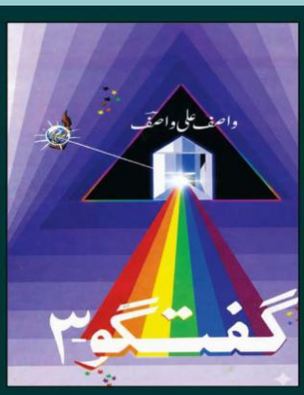



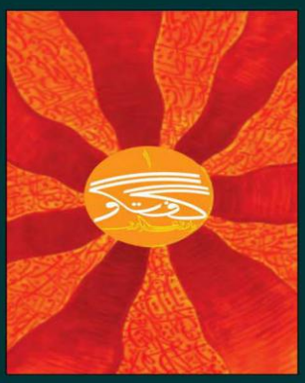
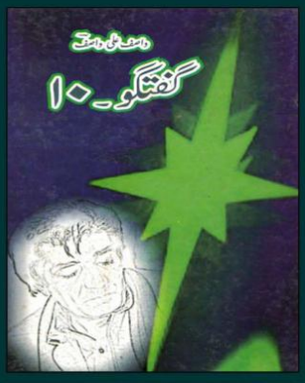

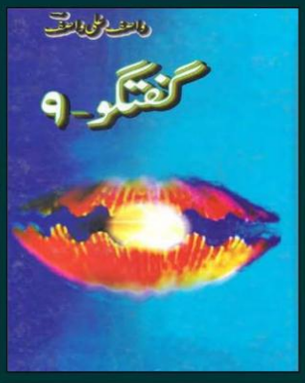

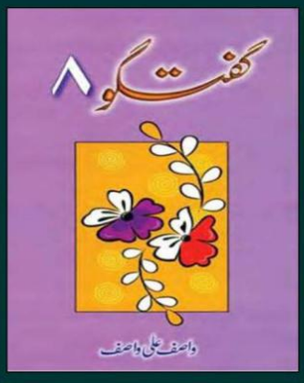

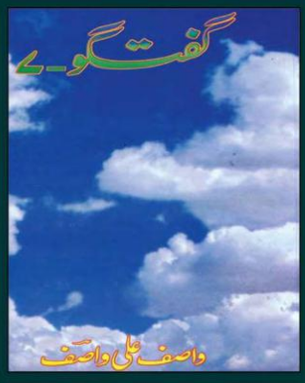

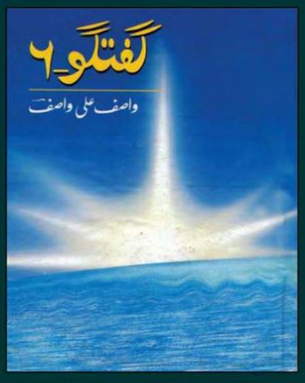

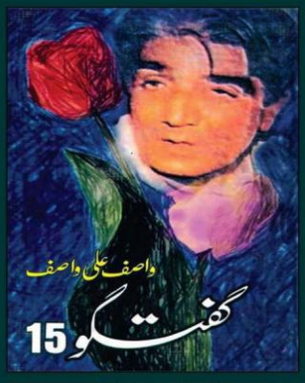



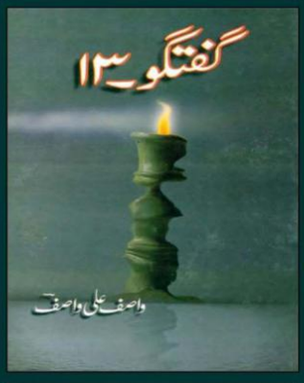

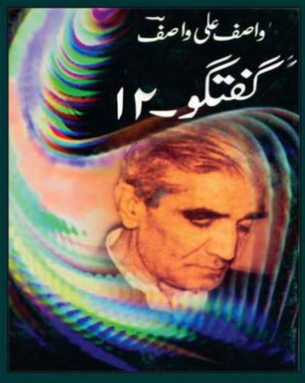



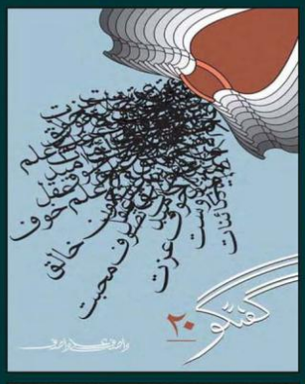









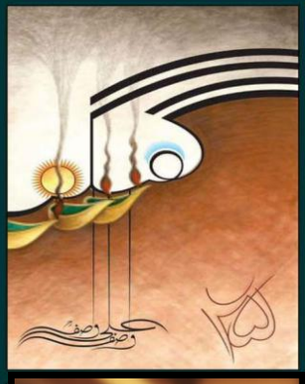

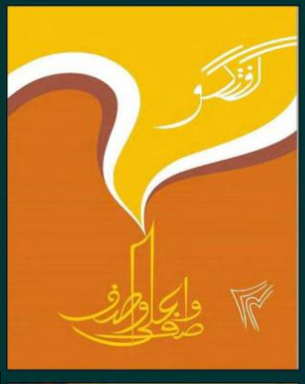





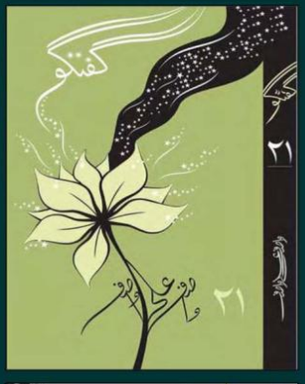

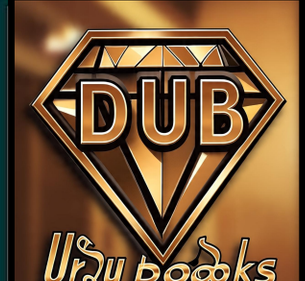









ڈائمنڈ اردو بکس

DiamondUrduBooks.com

اردو ادب، علم اور ثقافت کا بہترین آن لائن ڈیجیٹل ذخیرہ

✦ ویب سائٹ کا جامع تعارف

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کردہ ایک ممتاز اور بین الاقوامی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد دنیا بھر میں موجود اردو دان طبقے، بالخصوص قارئین، محققین، اور طلبہ کو اعلیٰ معیار کی کتب بالخصوص تاریخی، مذہبی، اصلاحی، جاسوسی اور ادبی شاہکار پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں بالکل مفت اور آسان رسائی کے ساتھ فراہم کرنا ہے۔

✦ ڈائمنڈ اردو بکس کی نمایاں خصوصیات

📚 وسیع ڈیجیٹل لائبریری

ہزاروں کی تعداد میں تاریخی، اسلامی، رومانی اور جاسوسی ناولز کا اعلیٰ ذخیرہ۔

⚡ ایچ ڈی (HD) کوالٹی

تمام کتب انتہائی صاف ستھرے اور ایچ ڈی پی ڈی ایف فارمیٹ میں دستیاب ہیں۔

📱 آسان اور تیز رسائی

موبائل اور کمپیوٹر پر بغیر کسی دشواری کے آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ۔

💎 مفت مطالعہ سروس

قارئین کے لیے تمام مواد مکمل طور پر مفت دستیاب ہے تاکہ علم ہر جگہ پہنچے۔

💡 ہمارا بنیادی عزم و مقصد

اردو زبان کی بقا اور کتاب سے دوستی کے کلچر کو عام کرنا ہمارا اولین مقصد ہے۔ ہم جدید ترین ڈیجیٹل ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اردو ادب کو ہر جگہ پہنچانے کے لیے کوشاں ہیں۔

دستیاب کتب و تحاریر کی اقسام

DiamondUrduBooks.com

✦ دستیاب کتب کے اہم شعبہ جات

شعبہ / کیٹیگری	موضوعات	قارئین کی پسندیدگی
تاریخی ناولز	اسلامی تاریخ، فاتحین کے کارنامے اور عظیم سلطنتیں	★★★★★ (بہت اعلیٰ)
سلسلہ وار کتب	اسلم راہی ایم اے، عنایت اللہ التمش وغیرہ	★★★★★ (ممتاز)
شاعری و ادب	کلاسک اور جدید شعراء کے منتخب مجموعے	★★★★☆ (بہترین)
مذہبی و اصلاحی	تربیتی کتب، سیرت النبی ﷺ اور سوانح حیات	★★★★★ (مقبول)

مصنفین، شعراء اور اہل قلم کو دعوت!

کیا آپ ایک مصنف، ناول نگار، شاعر یا کالم نگار ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر یا کتاب دنیا بھر کے لاکھوں اردو قارئین تک پہنچے؟

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) تمام نئے اور تجربہ کار لکھاریوں کو یہ سنہری موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کو ہماری معتبر ویب سائٹ اور پلیٹ فارم کے ذریعے قارئین تک پہنچائیں۔

ہم درج ذیل شعبہ جات میں تحاریر کا خیر مقدم کرتے ہیں:

اردو ناولز (تاریخی و معاشرتی) | شاعری و غزلیں | افسانے و کہانیاں | مذہبی و اصلاحی مضامین | تحقیقی مقالے

ہمارے پلیٹ فارم کے ساتھ جڑیں

DiamondUrduBooks.com

✦ مصنفین کے لیے خصوصی سہولیات

🌐 عالمی سطح پر رسائی
آپ کی تحریر پاکستان سمیت پوری دنیا کے اردو قارئین تک فوری پہنچے گی۔

🛡️ محفوظ پی ڈی ایف پیشکش
آپ کے نام، تعارف اور حقوق کے مکمل احترام کے ساتھ کتاب کی پیشکش۔

📈 مفت شائعات اور تشہیر
ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر آپ کی تحریر کی مفت تشہیر۔

🤝 مستقل تعاون
نئے اور ابھرتے ہوئے قلمکاروں کی مکمل حوصلہ افزائی اور رہنمائی۔

رابطہ کریں اور اپنی تحریر پہنچائیں

اپنی کتاب، مقالہ، شاعری یا تحریر بھیجنے کے لیے ہماری ایڈمن ٹیم سے واٹس ایپ پر براہ راست رابطہ کریں۔

👇 واٹس ایپ پر آٹو پیغام بھیجنے کے لیے نیچے کلک کریں 👇

واٹس ایپ نمبر: 03176699066

✓ بٹن پر کلک کرنے پر آٹو پیغام کے ساتھ واٹس ایپ چیٹ اوپن ہو جائے گی۔

💎 ڈائمنڈ اردو بکس 💎

آفیشل سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، واٹس ایپ گروپس ڈائریکٹری

🌐 مرکزی پورٹل و آفیشل چینل

آفیشل ویب سائٹ
آن لائن پی ڈی ایف کتب کا وسیع ذخیرہ

ویب سائٹ وزٹ کریں 🔗

آفیشل واٹس ایپ چینل
اہم ترین اپڈیٹس اور خبریں

چینل فالو کریں 📢

💬 آفیشل واٹس ایپ گروپس

ڈائمنڈ اردو بکس 1️⃣
مرکزی کتابی بحث و شیئرنگ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ اردو بکس 2️⃣
ثانوی کتابی اپڈیٹس گروپ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ بکس کمیونٹی
مرکزی کمیونٹی حب

کمیونٹی جوائن کریں 🌐

اردو تحاریر کا گلدستہ
منتخب ادبی تحاریر

گروپ جوائن کریں ✍️

کاروان شعر و ادب
شاعری اور شاہکار ادب

گروپ جوائن کریں 📜

کتابوں پر تبصرے
ادبی ریویوز اور تبصرے

گروپ جوائن کریں 📚

ڈی یو بی میڈیا
جنرل پوسٹنگ گروپ

گروپ جوائن کریں 🎬

ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
مختلف مفید لنکس کا مجموعہ

گروپ جوائن کریں 🔗

حمد و نعت آفیشل

اسلامی حمد، نعت و کلام

گروپ جوائن کریں 🕌

بچوں کا کارواں

بچوں کا ادب اور کہانیاں

گروپ جوائن کریں 🎈

📱 دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس

ٹیلی گرام چینل

ڈائریکٹ پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈز

ٹیلی گرام چینل 🚀

ٹیلی گرام گروپ

ڈسکشن اور گفتگو گروپ

ٹیلی گرام گروپ 💬

فیس بک پیج

آفیشل فیس بک اپڈیٹس

فیس بک پیج 👍

فیس بک گروپ

کمیونٹی فیس بک گروپ

فیس بک گروپ 👨‍👩‍👧‍👦

انسٹاگرام

بصری اقتباسات اور پوسٹرز

انسٹاگرام فالو کریں 📸

ٹک ٹاک

مختصر ویڈیو اپڈیٹس

ٹک ٹاک فالو کریں 🎵

⚠️ کسی بھی لنک کے کام نہ کرنے یا ری سیٹ ہونے کی صورت میں فوری رابطہ کریں:

رابطہ منتظم: شاہ زر خان | +92 317 6699066

© 2026 ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس — تمام حقوق محفوظ ہیں۔


واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-1

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱، اے جوہر ٹاؤن۔ لاہور

واصفؔ مجھے ازل سے ملی منزلِ ابد
ہر دور پر محیط ہوں جس زاویے میں ہوں

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب واصف صاحبؒ کے ان ارشادات پر مبنی ہے جو انہوں نے لوگوں کے مختلف سوالات کی وضاحت میں فرمائے۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو جب آپؒ کے علم و عرفان کا احساس ہوا تو وہ جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے۔ انفرادی ملاقاتوں سے بات آگے نکل کے ''محفل'' کی صورت اختیار کر گئی۔ ان محفلوں میں اصحاب جمع ہوتے' بعد از نمازِ مغرب تقریب کا آغاز تلاوت سے ہوتا اور پھر آپؒ لوگوں کو دعوت دیتے کہ سوالات پوچھیں۔ یوں تو سوالات وسیع موضوعات پر مبنی ہوا کرتے مگر آپ اکثر فرماتے کہ مروج علوم تو کتابوں میں موجود ہیں' ایسے سوالات پوچھا کریں جن کا تعلق آپ کی اپنی ذات اور ذاتی الجھن یا تکلیف سے ہو اور جن کا جواب کتاب میں نہ ملے اور یہ بھی کہا کرتے کہ آپ کو اس زمانے میں اللہ کے راستے پر چلنے میں جو جو دشواری پیش آ رہی ہو اس کے حل کے لیے سوال پوچھا کرو۔ سوال کا جواب اس وضاحت سے فرماتے کہ پھر محفل میں موجود باقی اشخاص کی الجھنیں بھی دور ہو

جاتیں۔ جب جب یہ گفتگو پڑھی جائے گی تو بھی ہر شخص کا یہی تاثر ہوگا۔ یہ گفتگو ساتھ ساتھ ریکارڈ ہوتی گئی۔ ان کے حکم کے مطابق اسے کاغذ پہ منتقل کیا گیا اور اب اس کی پہلی جلد پیش کی جارہی ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ سلسلہ اب چل پڑا ہے تو اللہ کے فضل سے چلتا ہی جائے گا۔

فہرست

[1]

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟	27
2	حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟	30
3	کسی پر احسان کرنے کے کتنے درجے ہیں؟	35
4	کیا احسان فرد کی سطح پر ہوتا ہے؟	40
5	جو صاحبِ عرفان ہیں وہ اپنے آستانے شہروں سے باہر کیوں بنائے بیٹھے ہیں؟	43

[2]

1	یہ جو نفس ہے کیا یہ انسان کے وجود اور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ ان دو سے الگ کوئی تیسری چیز ہے؟	59

[3]

1 سکونِ قلب خواہش پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش ترک کرنے کا؟ 87

2 ''ایمان کی سلامتی سب مانگتے ہیں مگر عشق کی کوئی کوئی'' اس کی تشریح فرمادیں؟ 96

[4]

1 یہ جو مولویوں کے آپس کے جھگڑے ہیں یہ بہت پریشان کرتے ہیں؟ 111

2 نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں یا اگر گھر میں زیادہ توجہ حاصل ہو تو گھر میں پڑھیں؟ 111

3 شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟ 113

4 اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟ 113

5 آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟ 114

6 دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی' ان کی پہچان کیسے ہوگی؟ 116

7 اتنے فرقوں کی موجودگی میں صراط مستقیم کیسے پا سکتے ہیں؟ 118

8 مردِ حق کی بڑی تلاش ہے' وہ کیسے ملتا ہے؟ 128

[5]

1 کیا جنت نام کی کوئی چیز اس دنیا میں مل سکتی ہے بے شک 135
اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہوں؟
2 موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟ 138
3 تصورِ شیخ کی وضاحت فرمادیں؟ 143
4 اللہ کا غیر اور اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟ 145

[6]

1 چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟ 157
2 جس شخصیت کے بارے میں ہم دور سے سوچتے ہیں' کیا 157
اس تک ہماری توجہ پہنچتی ہے؟
3 کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے یہ کیسے حاصل کی جاتی ہے 164
یا خود ملتی ہے؟

[7]

1	خودداری' خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟	187
2	علم الاعداد کے مطابق مختلف حروف کی جو طاقتیں ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟	190
3	جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟	191
4	نوچندی جمعرات کی کیا حقیقت ہے؟	192
5	خدا نے موسیٰؑ کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا' اس میں کیا راز ہے؟	197
6	بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے کیا یہ درست ہے یا صرف وہم؟	199
7	جلوہ کیا چیز ہے؟	203
8	کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں؟	206
9	کیا قرآن مجید سے تعویز لکھے جا سکتے ہیں؟	207

[8]

1	استخارہ کیا ہوتا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟	215
2	لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے یا نہیں؟	215
3	اطمینانِ خاطر کے متعلق کوئی راہنمائی فرمائیں؟	215
4	اس معاشرے میں رہ کر اس معاشرے کی ضروریات کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟	227

[9]

1	یہ جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اس کے پھولوں کے ڈیزائن سے لگتا ہے کہ اللہ لکھا ہوا ہے؟	244
2	کچھ لوگ تصوف کے حامی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفیاء کی بہت سی باتیں شریعت سے ٹکراتی ہیں؟	245
3	کوئی ایسی نصیحت فرمائیں کہ ہماری زندگی آسان ہو جائے؟	255
4	شر کو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟	259

[10]

1	حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے لیکن سورہ ماعون میں ہے کہ سائل کو نہ جھڑکو؟	267
2	جس ذات کے پاس مکمل علم موجود ہو وہ کیوں دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما؟	277
3	نفس کے شر سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟	283

تعارف

انسان جسم اور روح کا خوبصورت پیکر ہے۔ اللہ نے جب خاک سے انسان بنایا تو اس کے اندر روح پھونک دی۔ جسم کا تعلق ہماری عناصر اربعہ کی یعنی آگ مٹی ہوا اور پانی کی دنیا سے ہے اور روح کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ کوئی بھی انسان ہو' اس کے اندر روح اپنے عمل میں مصروف کار رہتی ہے۔ روح حسین منظر دیکھ کے خوش ہوتی ہے' اچھی خوشبو سے مہک جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کسی حسین خیال سے معطر ہو جاتی ہے۔ ایک لطیف بات سن کر انسان کا سارا دن بلکہ کئی کئی دن خوشگوار گزر جاتے ہیں اور پھر واصف صاحبؒ کے پاس تو ایسے حسین الفاظ کا بے انت خزانہ تھا۔ آپ کی روزمرہ گفتگو سن کر یہ احساس ہوتا تھا کہ ہر وقت ٹیپ آن رہنی چاہیے تاکہ یہ خزانے محفوظ ہوتے چلیں۔ شاید آپ کے انداز کا نتیجہ تھا کہ اوائل عمری ہی سے لوگ آپ سے سوال کرنے لگے تھے۔ آپ کمال کے حاضر جواب تھے اور حافظہ بے مثل پایا تھا۔ آخری عمر میں بھی آپ کو ابتدائی کلاسوں کے سبق' اشعار اور کہانیاں یاد تھیں۔ آپ سے پہلا سوال نہ جانے کب اور کس نے پوچھا ہوگا' یہ تو شاید آپ کے سوا کوئی اور نہ بتا سکے مگر آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میرے والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ دیکھو اگر باپ بیٹے سے کہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہاری قربانی پیش کر رہا ہوں' اب بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ کے والد صاحب کا اشارہ حضرت ابراہیمؑ کی طرف تھا۔ آپ نے جو جواب دیا اس کا مطلب یہ بنتا تھا کہ پیغمبر کے مقام پر

اس طرح کا خواب دیکھنا بھی سچ ہے اور تعبیر دینے والا بیٹا بھی پیغمبر ہے' ان کا جواب بھی حق ہے کہ اے ابا آپ وہی کرو جس کا آپ کو حکم ہے۔ ہاں اگر عام انسان کی سطح کا تعلق ہوتا تو پھر اور بات تھی۔ آپ کے والد صاحب آپ کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد جب بچوں کو پڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا تو پھر سوال تھے اور جواب _____ یہیں سے ''گفتگو'' کا رنگ نکلنا شروع ہو گیا۔ ایک روز کی بات ہے کہ آپ سے طلباء نے پوچھا کہ Short Story یعنی افسانے کی کیا تعریف لکھیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا ''ایسی سٹوری جو شارٹ ہو' شارٹ سٹوری کہلاتی ہے'' بس یہ آغاز تھا آپ کے اسی سٹائل کا جس کے ذریعے آپ نے حکمت کا دریا علم کے کوزے میں بند کرنا شروع کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی مختصر باتوں کے ذریعے آپ نے بڑی بڑی عقدہ کشائیاں کیں۔ کالج کے دنوں میں طلباء کے علاوہ سینکڑوں دوسرے لوگ سوال بن آتے اور مشکلیں' کشا کرا کے لوٹ جاتے۔ سوال و جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ محفل اپنے ارتقاء کے مراحل طے کرتی جا رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ سوال اور سوالی بڑھتے چلے گئے۔ بات چل نکلی تھی لہٰذا ضرورت محسوس کی گئی کہ کسی ایک مقام پر لوگوں کو اکٹھا کر دیا جائے' جہاں آپؒ بیٹھ کے ان کی الجھنیں سلجھا سکیں۔ بس اسی ضرورت کے تحت محفل کی باقاعدہ شکل بن گئی۔ کچھ عرصہ کے لیے لاہور شہر کے مشہور لکشمی چوک میں ایک جگہ مرکز بنا رہا۔ پھر قذافی سٹیڈیم میں فزیکل ٹریننگ کالج میں محفلوں کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ یہ دور آپ کے علم کے دریا کا وہ حصہ تھا جو کہیں رک ہی نہیں پاتا تھا۔ عشاء کے بعد بیان شروع ہوتا اور سردی گرمی رات گئے تک سب اس میں محو رہتے۔ بعض اوقات سامعین کو ہوش تک نہ رہتا اور صبح کی اذان ہو جاتی۔ محفل میں حاضرین کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔ یہ محفلیں تقریباً ایک ہزار راتوں تک جاری رہیں۔ بعد کی محفلیں ایک یا دو گھنٹے کی ہوا کرتی تھیں۔ یہ محفلیں وقت کی قید سے آزاد تھیں' نہ بولنے والے نے دم لیا اور نہ سننے والوں میں کوئی اضمحلال آیا۔ آج ان کا حال سن کر جہاں ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے وہاں ایک اور پہلو سے بڑا رنج ہوتا ہے' وہ یہ کہ وہ محفلیں مکمل طور پر ریکارڈ نہیں ہو سکی تھیں۔ اس

طرح ایک گنج گرانمایہ سے محرومی کا جو احساس ہوتا ہے وہ اس بات سے ذرا ہلکا ہو جاتا ہے کہ بعد کی محفلوں کی ریکارڈنگ تو موجود ہے۔ قذافی سٹیڈیم کی اس محفل کے بعد آپ نے اپنی قیام گاہ پر یہ محفل شروع کی۔ شروع شروع میں یہ محفل آپ کے ''دفتر'' میں ہوا کرتی تھی' اس میں دس سے بارہ آدمیوں تک کے لیے کرسیوں کی گنجائش تھی۔ جمعرات کو مغرب کے بعد آپ جلوہ افروز ہوا کرتے۔ اس کے بعد سامعین کی تعداد بڑھنے لگی تو محفل بڑے کمرے یعنی ''ہال'' میں منتقل ہوگئی۔ آپ کی کرسی میز کے سامنے کرسیاں لگ جاتیں اور بیان شروع ہو جاتا۔ محفل میں دعوت کے لیے نہ تو کوئی اعلان ہوتا اور نہ اشتہار یا اطلاع چھپا کرتی۔ آپ سے ملاقات تو بہت سے لوگوں کی تھی مگر محفل میں شرکت کے لیے آپ کی باقاعدہ اجازت کی ضرورت تھی جو صرف کچھ لوگوں کو ملا کرتی۔ بعض اوقات کوئی شخص اپنے کسی دوست کے لیے اجازت طلب کر لیتا تھا مگر اس شخص سے بھی اکثر پہلے ملاقات کر لیتے تھے۔ چند چہرے اکثر وہاں دیکھے گئے۔ ورنہ لوگ آتے اور جاتے رہتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ جو لوگ محفل میں نہیں آ رہے ہوتے تھے' ان کا آپ سے تعلق اسی طرح برقرار رہتا تھا مگر یہ بات کسی الگ راز کا حصہ تھی۔ آپ سے جو ملا وہ پھر آپ سے مل گیا اور ملا رہا۔ آپ خود فرماتے تھے کہ میں جس سے ملا' اس کی زندگی کا حصہ بن گیا اور یہ کہ میں نے کبھی کسی شخص کو اپنی محفل سے خارج نہیں کیا۔ آپ ''ہال'' میں داخل ہوتے تو یک دم سب حاضرین تعظیم میں کھڑے ہو جاتے' ان کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور پھر آپ کرسی پر جلوہ افروز ہوتے۔ ''ہال'' میں Pindrop Silence کا سماں ہوتا۔ سر جھک جاتے اور نگاہیں موذب ہو جاتیں۔ آپ چند لمحوں کے لیے سر جھکا کے اور آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتے۔ پھر تلاوت کے لیے کسی کی طرف اشارہ کرتے۔ تلاوت کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی۔ اس وقت نہایت لطیف آواز سے آپ آہستگی سے فرماتے کہ سوال کرو_____ شاید کبھی کوئی ایسا موقع آیا ہو کہ آپ نے از خود خطاب شروع کیا ہو ورنہ ہمیشہ آپ نے سوال کی دعوت دی اور جواب میں گویا ہوئے۔ ایک مرتبہ ریڈیو پاکستان پر سیرت کے موضوع پر آپ نے لکھا ہوا

مقالہ پڑھا تھا مگر اس کے آخر میں آپ نے حاضرین کے سوالات کے جواب بھی دیے۔ ''کرن کرن سورج'' کی تقریب رونمائی ہوئی تو جب تقریب کے آخر میں آپ کو خطاب کے لیے دعوت دی گئی' آپ نے چند الفاظ بولے' پھر خاموش ہو گئے_____ لوگوں نے سمجھا شاید بول نہیں پا رہے تو فوراً ہی فرمایا کہ میں گھبرا نہیں گیا بلکہ آپ لوگ پوچھیں تو میں بولوں_____ تب کسی نے عرض کی کہ توبہ کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ اس کے بعد پھر آپ کا بیان چل پڑا_____ یہ کیفیت محفل میں ہمیشہ رہی۔

جیسے ہی آپ سوال کی دعوت دیتے لوگ سوچ میں پڑ جاتے۔ خاموشی برقرار رہتی۔ پھر آپ نام لے لے کر پکارتے اور ان اصحاب سے کہتے کہ سوال کریں۔ پھر لوگ سوال کرتے_____ یہ سوال مختلف موضوعات سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر آپ فرماتے کہ مختلف مسائل اور علوم سے کتابیں بھری پڑی ہیں' آپ کے اکثر سوالوں کے جواب ان میں موجود ہیں' میں اس سوال کی دعوت دے رہا ہوں جس کا جواب اور کہیں سے نہ ملے' آپ بڑے بڑے سفر کریں' مقامات پر جائیں' وہاں اکثر آپ کے سوال کا جواب نہیں ملے گا' یہاں تو دعوت دی جا رہی ہے کہ پوچھو' پوچھو! ایک مرتبہ تو یہاں تک فرمایا کہ تاریخ میں ایسا موقع ہی کم آیا ہے کہ کسی نے بار بار کہا ہو کہ مجھ سے سوال کرو' پوچھ لو' تمہیں یہ موقع ملا ہے' پوچھ لو_____ پھر لوگ سوال بتاتے اور پوچھتے۔ یہ سوال بھی اپنی نوعیت کے ہوا کرتے۔ آپ پھر فرماتے کہ میں وضاحت کرتا ہوں کہ سوال کسے کہتے ہیں۔ آپ لوگ مسلمان ہیں' اسلام پر چلنا چاہتے ہیں' زمانہ بدل چکا ہے' دین پر چلتے چلتے کہیں آپ کے خیال میں یا عمل میں رکاوٹ آ جاتی ہے تو اپنی اس الجھن کو بیان کریں تا کہ اس طرح اپنے دین کو اپنانے میں آسانی آ جائے_____ پھر یہ بھی فرمایا کرتے کہ تم میں سے جو شخص ایک سوال کرتا ہے وہ دراصل ہزاروں انسانوں کے دلوں میں موجود ہوتا ہے' اس طرح اس ایک سوال اور اس کے جواب سے ان تمام لوگوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا جن کے دل میں یہ سوال ہوگا۔ اس طرح بار بار اصرار کر کے آپ لوگوں سے سوال ''اگلوا'' لیا کرتے۔

بارہا ایسا ہوا کہ پانچ چھ اصحاب نے مختلف سوال کیے اور آپ انہیں سنتے گئے۔ پھر ساری محفل میں ایک ایک کر کے سب سوالوں کے جواب دے دیتے' سننے والے آپ کے حافظے' گفتگو اور خیال پر گرفت کا اندازہ لگا کر حیران رہ جاتے۔ یوں تو آپ ان سوالات کے علاوہ بھی تقریباً ہر موضوع پر لوگوں کے سوالوں کے جواب دیتے تھے مگر زیادہ زور اس بات پر دیتے تھے کہ وہ علم جو ابھی کتابوں میں نہیں آیا اور جس کی آج کے انسانوں کو اشد ضرورت ہے' اب باہر آ جانا چاہیے' تا کہ فقراء نے اللہ کا جو علم اپنے سینوں میں محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا ہے' وہ محفوظ طریقے سے ہماری نسلوں تک پہنچ جائے۔

سوال ختم ہوتے ہی بیان شروع ہو جاتا اور پھر ایک دریا چل پڑتا' کبھی پتھروں سے ٹکرا کر شور کرتا ہوا تو کبھی میدان کے اندر سکون سے گزرتا ہوا_____ الفاظ کے انتخاب میں آپ کمال رکھتے تھے۔ یہ فیصلہ کرنے میں اکثر دشواری پیش آیا کرتی کہ آپ بولتے زیادہ اچھا تھے یا لکھتے زیادہ خوب تھے۔ یہ فیصلہ کبھی نہ ہو سکا۔ جب آپ کی تحریر پڑھی تو محسوس ہوتا کہ لکھتے بہترین ہیں اور جب محفل کا فسوں طاری ہوتا تو تحریر بھول جاتی۔ فقرے چھوٹے چھوٹے ہوا کرتے تھے' ان میں ایسی ایسی باتیں ہوا کرتیں کہ عام آدمی تو کیا بڑے بڑے شعراء اور ادیب ششدر رہ جاتے اور عش عش کر اُٹھتے۔ ایک تو الفاظ بہت خوبصورت ہوا کرتے' پھر ان میں معنی کا ایک جہاں آباد ہوتا' مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی تاثیر بڑی دیرپا اور دوررس ہوا کرتی۔ آج بھی لوگوں کے دلوں میں یہ الفاظ اس طرح زندہ ہیں کہ ان کو دہراتے ہی قلوب وجد میں آ جاتے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں بعض اوقات طویل فقرے بول جاتے تھے' یہ پانچ چھ لائنوں کا ایک فقرہ ہوا کرتا' جو مربوط بھی ہوا کرتا اور مؤثر بھی۔ ادائیگی اور کنٹرول کا یہ عالم دیدنی تھا۔ حیرت کا ایک جہاں تھا۔ سوال آتے ہی آپ اس کا تجزیہ کرتے' پہلے سائل کو یہ سمجھایا جاتا کہ اس نے یہ جو پوچھا ہے' دراصل اس کے من میں کیا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے' پھر جواب کے تانے بانے بنے جاتے' اس دوران آپ اشعار' چھوٹی چھوٹی کہانیوں اور صوفیاء کرام کے واقعات سے بیان کی

وضاحت کرتے' فرمایا کرتے کہ شعر سن لو' شعر سے ساری کیفیت Sumup ہو جاتی ہے۔ محفل میں اکثر بابا فرید الدین گنج شکرؒ' حضرت خواجہ غلام فریدؒ' بابا بلھے شاہؒ' پیر مہر علی شاہؒ' میاں محمد بخشؒ' وارث شاہؒ اور سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے کلام سے حوالے دیا کرتے تھے۔ امیر خسروؒ کے ذکر پر طبیعت خسروانہ ہو جاتی تھی۔ اُردو شاعری میں غالب اور دوسرے حوالوں کے علاوہ فارسی' انگریزی اور ہندی کا بے شمار کلام زبانی یاد تھا اور بعض اوقات محفلوں میں بھی بیان ہوتا۔ ''شب چراغ'' اور ''شب راز'' سے بہت سے شعر محفل کا حصہ بنے۔

اشعار کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کہانیوں سے بھی اپنے بیان کی وضاحت فرماتے۔ محفل میں بلاشبہ سب سے زیادہ ذکر حضرت داتا گنج بخشؒ کا ہوا کرتا۔ آپ فرمایا کرتے کہ لاہور میں کئی بادشاہ آئے اور گئے مگر حضور داتا صاحبؒ کی حکومت نہ بدلی ہے نہ بدلے گی۔ پھر آپ فرماتے کہ آج لوگ بادشاہ کے مزار پر نہیں جاتے' اپنے باپ دادا کی قبر پر نہیں جاتے مگر داتا دربار کی رونق دیکھو' ہمیشہ سے بڑھتی جا رہی ہے اور وہاں دن رات قرآن اور درود پڑھا جا رہا ہے۔ فرمایا کرتے کہ ابھی قیامت نہیں آئی' حساب کتاب کا فیصلہ ہونا باقی ہے مگر لوگوں نے فیصلہ دے دیا ہے کہ داتا صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا یعنی'' انعمت علیھم ''اور جن کے بارے میں ہر کوئی کہتا ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت ہو چکی ہے۔ یعنی'' رحمتہ اللہ علیہ'' محفل میں داتا صاحبؒ کے اقوال اور واقعات بڑے تواتر سے آتے رہتے تھے۔ ''کشف المحجوب'' ان دو چار کتابوں میں سے ایک ہے جس کے بارے میں آپ پڑھنے کا حکم اور اذن دیا کرتے۔

مختلف موضوعات پر آپ کے تبحر علمی کا اندازہ یہ کتاب پڑھ کر ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تعارف اس کتاب کے مندرجات کو سمجھنے میں آسانی پیدا کرنے کے لیے دیا گیا ہے تا کہ قاری کو کچھ اندازہ ہو سکے کہ وہ جن محفلوں کی ''گفتگو'' سے روشناس ہونے والا ہے ان کی اجمالی نوعیت کیا تھی۔ یہ تعارف صاحبِ کتاب کے تبحر علمی اور حکمت و دانش کا قطعاً احاطہ

نہیں کر سکتا بلکہ اس کی حیثیت شاہراہ کے اس اشارے جیسی ہے جو راستے کا پتہ تو دے سکتا ہے، مقام کا تعارف نہیں کرا سکتا۔

ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

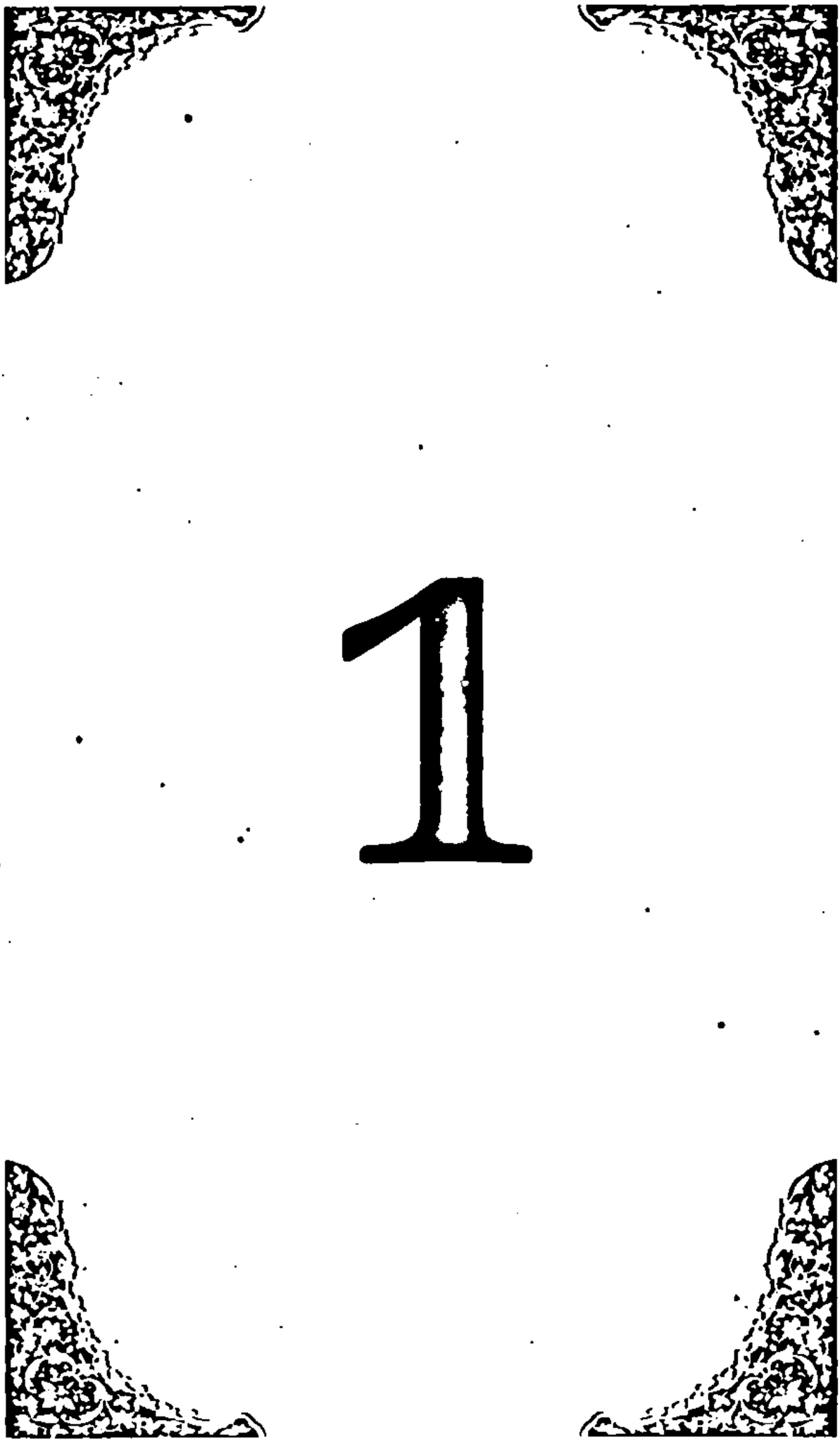

1. کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟
2. حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟
3. کسی پر احسان کرنے کے کتنے درجے ہیں؟
4. کیا احسان فرد کی سطح پر ہوتا ہے؟
5. جو صاحبِ عرفان ہیں وہ اپنے آستانے شہروں سے باہر کیوں بنائے بیٹھے ہیں؟

کیا آپ کو پتہ ہے کہ بولنا کیا ہے' بولنے کی اہمیت کیا ہے' سوال کیا ہے' جواب تو بعد کی بات ہے۔ آپ Interested ہوں تو سوال پیدا ہوتا ہے' جب تک Interested نہیں ہوں گے تو سوال نہیں پیدا ہوگا۔ جس میں شوق نہیں ہوگا' اس میں سوال نہیں پیدا ہوگا۔ جس کے اندر شوق' خواہش ہوگی' اسی کے اندر رکاوٹ آئے گی _____ کہتا ہے ایک بات سمجھ نہیں آئی' رستے میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ ہے _____ پتہ کرو کہ کیا رکاوٹ ہے؟ جس نے کہیں جانا ہی نہیں' اس کو رکاوٹ ہی کوئی نہیں۔ رکاوٹ کس کو ہے؟ جانے والوں کی۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس کے گھر کے راستے میں بڑے دریا ہیں' پہاڑ بھی ہیں۔ کہتا ہے اس کے گھر جاتے ہی نہیں ہیں' اب دریا کون عبور کرتا رہے۔ پھر کہتا ہے کہ کسی اور رستے سے چلے جائیں گے یا کسی اور کے گھر چلے جائیں گے _____ یا تو تم اللہ کے گھر تک پہنچ گئے ہو' اس کو میں ماننے کے لیے تیار نہیں' پہنچا تو آج تک کوئی نہیں ہے۔ پہنچا وہ آپ یا اس کا محبوبؐ' تو پہنچا کوئی نہیں ہے' سارے چل رہے ہیں اور صرف چل رہے ہیں اور فاصلے ختم نہیں ہوتے۔ چلتے جا رہے ہیں۔ کیا تم مسافر ہو؟ کیا تمہارے کاروبار میں برکت کی دُعا کروں؟ اگر کاروبار کامیاب ہو گیا تو کیا ہو جاؤ گے؟ غافل ہو جاؤ گے۔ اس لیے تم ذرا ہوشیار ہو جاؤ' خیال کرو۔ شوق جو ہے وہ کبھی سوال سے الگ نہیں ہوگا' وہ تو سوالوں میں الجھا رہتا ہے' شوق میں تو کوئی رکاوٹ' کوئی سوال' کوئی الجھن کوئی دقت' کچھ نہ کچھ تو ہوتا ہی رہے گا۔ اس لیے کہ یہ شوق جو ہوا۔ بے شوق ہونا جو ہے یہاں پر بڑی گستاخی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ

کوئی جا کے کہہ دو ذرا اسے کہ جو باز رکھتا تھا دین سے
نہ رہی غرض تیرے دین کی میرا دور ہی سے سلام ہے

یہ تو گمراہی کی بات ہے۔ اس لیے آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ رکاوٹ کہاں پر ہے۔ کیا اب آپ بولیں گے؟ کیا آپ پوچھنے کے لیے تیار ہیں؟_____ یہ کسی مضمون کی بات نہیں بلکہ سوال کی بات ہے۔ اور سوال جو ہے وہ Clearly Announced بلکہ Pronounced اور Well Defined ہونا چاہیے۔ یعنی کہ یہ کیا ہے' وہ کیوں ہے' ایسا کیا ہوگا؟ یہ سوالات ہونے چاہییں ورنہ Ambiguity رہتی ہے۔ کوئی کہتا ہے ہم سوال تو سوچتے ہیں مگر کھانے کا ٹائم آجاتا ہے_____ شوق میں کھانے کا ٹائم ہی نہیں ہوتا۔ تم بولو تو سہی_____ سوال بناؤ_____ یہ عام انسان کی بات نہیں' چاہنے والے کی بات کرو' ہم کوئی نصیحتیں نہیں کر رہے کہ انسان اچھا ہونا چاہیے' محلے میں ٹھیک ہو' گھر میں ٹھیک ہو' پیسے جمع کرے' پھر خرچ کرے اور پھر چلتا پھرتا' لوگوں کو قبروں میں پہنچاتا پہنچاتا اپنی قبر میں پہنچ جائے یعنی محلے کے جنازے' محلے کے شادیاں Attend کرے اور پھر اپنی شادی جنازہ کرتا ہوا ختم ہو جائے۔ یہ مسلمان کی بات ہے کہ اس دنیا میں بھی اچھا رہے اور آخرت میں بھی اچھا' مومن ہونا چاہیے' نمازیں پڑھنی چاہییں_____ شوق کے لیے تو ایک ہی کہانی ہے کہ ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اس میں تو سوالات ہی سوالات ہیں' الجھنیں ہی الجھنیں ہیں۔ تو آپ اپنے ذاتی سوالات پوچھیں۔

سوال:

یہ جو دینی معاملات ہیں ان میں بعض اوقات تعطل آجاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

دین میں معاملات تو ہوتے ہی نہیں ہیں بلکہ صرف ایک ہی معاملہ ہوتا ہے' شوق

میں بھی صرف ایک معاملہ ہوگا_____ صرف سنگل رخ ہوگا'۔

من قبلہ راست کردم بر سمت یار

اس میں قبلہ راست ہوتا ہے۔اوراس قبلہ تک پہنچنے میں دیر لگ جائے تو سوال پیدا ہو جاتا ہے۔آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں؟ مطلب یہ کہ ایک آدمی خدانخواستہ بیمار ہو جائے' اسے جا کے کہو کہ اللہ میاں ہسپتال میں تشریف لائے ہیں_____ تو وہ کیا کہے گا؟ میری شفا ہو جائے۔یہ نہیں کہے گا کہ میں نے لاٹری ڈالی ہوئی ہے اور پرائز بانڈ ہیں۔وہ کیا مانگے گا؟ صحت۔اس کا پرابلم کیا ہے؟ صحت۔اس کی الجھن یہی ہے ناں؟ بیمار کی الجھن کیا ہے؟ صحت۔اگر اللہ اس کو کہیں مل جائے تو کیا کہے گا؟ صحت دے دو۔اگر اسے کہیں کہ پلاٹ لے لو' مکان لے لو' زمین لے لو' چار مربعے اور لے لو تو کہتا ہے نہیں' صحت چاہیے۔بہت سارے سوالات سے نکل کر جب آپ ایک سوال مین داخل ہو جاؤ تو آپ کا سفر Define ہو جاتا ہے۔سوالات میں پڑا ہوا بندہ تو غافل ہے چاہے کتنا عاقل ہو' چاہے بڑا تہجد گزار ہو' اگر زکوٰۃ دینے کا وقت آ گیا تو وہ کہتا ہے واصف صاحب زیور پہ زکوٰۃ لگتی ہے؟ مکان پہ زکوٰۃ لگتی ہے؟ وہ جو پیسہ پڑا ہوا' اس پہ لگتی ہے؟_____ میں نے کہا پچھلے سال زکوٰۃ کے پیسے کہاں ہیں' کہتا ہے زکوٰۃ لگ گئی تھی' جمع کرا دیئے تھے۔تو اس پہ پھر زکوٰۃ لگ گئی۔کہتا ہے دو زکاتیں لگ چکی ہیں' کیا اب پیسہ جائز ہو گیا؟_____ ایسی عجیب وغریب باتیں کرتے رہتے ہیں لوگ میرے ساتھ۔''بیتابیٔ دل'' کے کتنے ہی سوالات بنتے ہیں' آپ پڑھے لکھے لوگ ہو۔کب کیا تھا آپ نے ایم اے؟ 1964ء میں اور اس کے بعد چار ایم اے آپ اور کر سکتے ہیں۔بیتابیٔ دل کا کیا علاج ہے؟ دیدارِ دوست۔اس لیے اب آپ سوال کرو _____ بولو_____

سوال:

دنیا میں کامیاب انسان کون ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو بحث ہو جائے گی' بولنا تو بہت آسان ہے' اپنا ذاتی سوال بتاؤ۔ میں آپ کو ''کامیابی'' کے بارے میں مضمون لکھ کے دے چکا ہوں۔ جو چیز لکھی جا چکی ہے اور آپ نے پڑھ لی ہے' اب ہم اس سے آگے چل رہے ہیں۔ ہم وہ کتاب لکھ رہے ہیں جو ابھی نہیں لکھی گئی _____ اور جو لکھی ہوئی ہے' مثلاً ''صاحب حال کون ہوتا ہے'' تو کتنے ہی صفحات تو میں نے وہاں لکھے ہیں اور وہ چھپ گیا ہے۔ وہ نہ پوچھو۔ ''کامیابی'' کا مضمون میں نے واضح بتا دیا ہے۔ اصل کامیابی ایک اور شے ہے۔ اس کامیابی کی بات اور ہوتی ہے۔

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز
بڑا مزا ہے کلیجے میں تیر کھانے میں

یہ اور طرح کی کامیابی ہے۔ آپ دنیا داروں والی بات کرتے ہیں' تو آپ کو اللہ تعالیٰ ترقی دے دے' اللہ آپ کو کامیابی دے دے' آپ کی دولت میں اللہ اور دولت جمع کرا دے' خدا آپ کے بینکوں کو بھرتا جائے' مگر یہ تو غفلت ہے _____ بینک سرمائے سے بھر گیا اور دل غفلت سے بھر گیا' گمراہی ہو گئی۔ اس سے بہتر ہے کہ خالی بینک' خالی پیٹ لیکن دل بھرا ہوا _____ نورٌ علیٰ نور! _____ اور وہ فاقہ بہتر ہے جو دل کو بیدار کر دے۔ تو وہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ فاقہ ٹالتے ٹالتے دل ہی ٹل جائے _____ پھر آپ کہو گے کہ ''دل مر گیا جی' کیا ہوا'' میں آپ کو بات بتا رہا ہوں اور آپ کو سمجھ ہی نہیں آتی۔

آپ لوگ اور کوئی سوال کرو _____ اب سوال کرو۔ اپنا ذاتی سوال ہو

سوال:

حضور یہ مراقبہ جو ہوتا ہے _____

جواب:

کس نے آپ کو کہا ہے کہ مراقبہ کرو۔ آپ موٹے موٹے نام لے کے آ جاتے ہیں مثلاً یہ کہ ''مکاشفہ کسے کہتے ہیں''؟ جو محجوب ہے وہ مکشوف کی ضد ہے اور جو مکشوف ہے وہ محجوب کی ضد ہے'' مکشوف کیا ہوتا ہے؟ جو کشف میں آ جائے۔ محجوب کیا ہے؟ جو حجاب میں رہے۔ حجاب کیا ہوتا ہے؟ یہ دل والوں کی بات ہے۔ دیدار آیا اور دیدار کے لیے حجاب آ گیا' اگر کوئی چاند کی خواہش کر رہا ہو اور اوپر سے بادل آ جائیں تو حجاب آ گیا۔ آپ کو تو نہ چاند کی ضرورت ہے اور نہ حجاب کا ڈر ہے۔ تو حجاب کیا ہوتا ہے؟ _____

چام چٹھ وانگو ں اناں آپ ہو یوں
آفتاب دا کجھ قصور ناہیں

چام چٹھ کو آفتاب کی کیا ضرورت ہے۔ ''چام چٹھ'' کیا ہوتا ہے؟ یہ دیسی لوگ کہتے ہیں چمگاڈر کو۔ لیکن ''چام چٹھ'' بہت اچھا لفظ ہے۔

سوال:

سر انسان بہت مصیبت میں ہوتا ہے اور جب اللہ سے مدد مانگتا ہے تو کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے' اللہ تعالیٰ کو تو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں ہے _____

جواب:

اللہ کو پتہ ہے کہ یہ مشکل میں نہیں ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ جو میں نے نعمتیں دی ہیں ان کا یہی شکر ہے کہ انسان تکلیف برداشت کرے۔ اور جو نعمتیں اللہ نے دی ہوئی ہیں انسان کو پتہ ہے کہ اللہ نے اس کی رسید بھی نہیں بھیجی۔ اگر آپ کی کوئی نعمت اللہ واپس لے لے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف تو وہ ہے جو آپ کے ساتھ ہوئی نہیں۔ آپ کو تو پتہ ہی نہیں کہ تکلیف کیا ہوتی ہے۔ تکلیف یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی محبوب ہو تو' اور وہ محبوب ناراض ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ویسے ہی بچایا ہوا ہے' نہ محبت ہے' نہ تڑپ ہے' نہ درد ہے' نہ سوز ہے' نہ گدازی قلب ہے' نہ اشک ندامت ہے _____ تو پھر

ہے کیا؟ پیسہ ہی پیسہ ہے۔ وہ تو ایک ہی جھپٹ سے آپ سے نکال لے گا_____

سوال:

حکمت کیا ہے اور کیسے حاصل ہوتی ہے؟

جواب:

حکمت جو ہے وہ علم سے آگے کی ایک چیز ہے۔ علم جو ہے وہ معلوم کا نام ہے۔ دین کا علم بہتر علم ہے۔ وہ جو فرمایا گیا کہ ''علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے'' جو علم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے در تک پہنچے وہی اصل علم ہے۔ تو علم کے آگے حکمت ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم و یعلمھم الکتب والحکمۃ نمبر ون یہ کہ تزکیہ ہو جائے اس آدمی کا۔ تزکیہ کا مطلب کیا ہے؟ کہ انسان لالچ اور خوف سے آزاد ہو جائے یعنی دنیاوی لالچ اور خوف سے۔ نہ امیر ہونا چاہے اور نہ غریب ہونے کا ڈر ہو _____ آپ یہ کہیں کہ نہ امیر ہونے کی دعا کریں گے اور نہ غریب ہونے کا ڈر کریں گے۔ تیسرے دن آپ اپنی دُعا توڑ بیٹھیں گے اور امیر ہونے کی خواہش کریں گے۔ تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو نقصان پہنچانے کی صلاحیت ختم ہو جائے' انسان دنیا میں آرام سے رہے' پاکیزگی میں رہے' مصفّٰی قلب ہو جائے' دل میں بغض نہ ہو' عناد نہ ہو' لالچ نہ ہو_____ مقصد یہ کہ اگر دل کے اندر یہ سب آ گیا تو وہ تو پاگل ہو گیا' مر گیا' فنافی السقر ہو گیا' تباہ ہو گیا' برباد ہو گیا۔ جس کے خیالات ایسے ناپاک ہوں' ناپاک عزائم 'ناپاک ارادے' ناپاک خواب ہوں تو وہ برباد ہو گیا_____ تو اس کا تزکیہ ہونا چاہیے' پھر اس کو کتاب اللہ کا علم ہو۔ اور پھر اس کے بعد کیا ہو گا؟ حکمت ہو گی۔ تو تزکیۂ نفس ہو اور قرآن کا پورا علم ہو' اور وہ تلاوت سے آشنا ہو_____ ہر شے تلاوت کر رہی ہے' یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض تسبیح بیان کرتی ہے کائنات میں جو چیز بھی ہے۔ کس کی تسبیح کر رہی ہے؟ اللہ کی۔ اس تسبیح کا آپ کو پتہ ہو کہ کیا کر رہی ہے' رات کا سناٹا ہے لیکن رات تلاوت کر رہی ہے' سبحان اللہ' رات بول رہی ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ!! رات کے

سناٹے بول رہے ہیں۔یعنی کہ ہر چیز تلاوت کر رہی ہے' درخت شجر' حجر' وحوش' طیور یعنی وحشی' پرندے' جانور' سناٹے' ویرانیاں' آوازیں _____ ہر شے بول رہی ہے۔ کیا بول رہی ہے؟ تسبیح بیان کر رہی ہے۔ اپنا' بیگانہ' خویش' اقارب' سب لوگ ۔ یہ واقعہ ہو رہا ہے کہ تلاوت کو سنیں۔ آگے کیا ہے؟ یتلوا علیھم ایتنا کہ اللہ کی نشانیاں بول رہی ہیں _____ صرف یہ بات دیکھو کہ اگر جنگل میں آپ جا رہے ہو اور دور سے دھواں اٹھ رہا ہے تو یہ نشانی ہے کہ آگ جلائی ہو گی کسی نے' کوئی مسافر بیٹھا ہو گا' پتہ نہیں' تہاڈے انتظار اچ ہووے _____ کیا پتہ کیا ہو _____ بہرحال یہ نشان دہی ہے ۔ رات کو اندھیرے میں' دور سے چراغ روشن ہو تو پتہ چلتا کہ اس میں آبادی کے امکانات ہیں ورنہ جنگل میں کون چراغ جلائے گا۔ یا کسی درویش کی قبر ہے جو کہ خود ہی روشن ہے۔ تو یہ نشانیاں ہیں' منظر سے وجوہات معلوم کر لینا کہ یہ منظر کیسا ہے؟ یعنی کہ ہم اپنے گھروں میں پھول لگاتے ہیں' لگتے نہیں ہے' روز مرجھا جاتے ہیں اور ان کی قبروں کو دیکھو' روشن ہیں' چمکتی ہیں' رونقیں ہیں' میلہ ہے۔ ہم روز سیاست میں میلہ لگاتے ہیں اور لگتا نہیں ہے' اجتماع کرنا بڑا مشکل ہے' کبھی کسی کو کہتے ہیں' کبھی P.R.O. کو کہتے ہیں کہ یار جلسہ کرادو _____ وہ کہتا ہے آج کل جلسہ بڑے خرچے کی بات ہے' دس لاکھ میں چھوٹا سا جلسہ ہوتا ہے' کارنر میٹنگ ۔ ایک آدمی کا میں نے بل پڑھا' سٹیج کے ساڑھے تین لاکھ' اور سٹیج بنائی' ساڑھے سات لاکھ۔ سٹیج والا کیا کرتا ہے' سٹیج بنا دیا اور سامان اپنا واپس لے گیا' اور گورنمنٹ کو پانچ لاکھ سات لاکھ پڑ گئے۔ سارے اداروں میں ایسا ہے۔ تو اس سے کہا کہ ہزار آدمی کا جلسہ کرادو! کہتا ہے پانچ لاکھ لگیں گے۔ کہتا ہے کہ دس ہزار کا جلسہ کرادو' کہتا ہے زیادہ لگیں گے _____ یہ ایک الگ ادارہ ہے' اسے آپ آرڈر دیتے ہو۔ یہ ادارہ سیاسی نہیں ہوتا' کاروباری ہوتا ہے۔ کیا آرڈر دیتے ہو؟ کہ ایک لاکھ کا جلسہ کرنا ہے موچی گیٹ میں' بس سارا انتظار تیرے ذمے ہے۔ کہتا ہے تم پچاس لاکھ جمع کرادو۔ اور پھر وہ لوگوں کو کہتا ہے کہ آؤ۔ اور پھر سب کو ملا کے میلہ کر دیا۔ اور ادھر چاہے کوئی درویش ہو نہ ہو' فقیر نہیں ہے' ویسے

ہی میلا لگانا ہے' تو وہ جائے گا' ڈھول والے کو لے آئے گا' طبلے والے کو لے آئے گا' گانے والے کو لے آئے گا' سب کو لے آئے گا' پھر جو نتیجہ نکلے _____ ہر شے کا ایک ادارہ ہے' یہ ہیں Specified چیزیں۔ لیکن ان سب کے علاوہ جو نشانیاں ہیں' اگر کہیں روشنی ہو یا میلہ لگا ہو تو یہ اور بات ہے۔ یہ جو لوگ عام جلسہ کرتے ہیں وہ ہزاروں لاکھوں روپے لگاتے ہیں مگر نہیں ہوتا اور فقیروں کے ہاں بڑے جلسے ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ ''داتا صاحبؒ جانا ہے لیکن جس دن تنہائی ہو'' _____ تو یہ جانا ہی نہیں چاہتا' یہ کیسے جائے گا داتا صاحبؒ' تنہائی کدھر سے آئے گی' تنہائی تو کوئی کرنے نہیں دے گا ان کو۔ لہٰذا وہ تنہا نہیں ہوتے۔ اور دوسری طرف ادھر کوئی بندہ اکٹھا نہیں ہوتا۔ تو یہ اللہ والوں کے واقعات ہیں' نشانیاں ہیں۔ نشانیاں حاصل ہو جائیں' تلاوتیں حاصل ہو جائیں تو پھر سارا علم حاصل ہو جائے گا۔ پھر اس کے بعد اگر دانائی ملے تو وہ حکمت ہوتی ہے۔ دانائی کا معنٰی ؟ ماہیتِ اشیاء جاننے کے بعد' حقیقتِ اشیاء سے آشنا ہو کر' سارے واقعات جاننے کے بعد پھر تم دیکھو کہ رضائے الٰہی کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جہاں سے رضائے الٰہی شروع ہوتی ہے' وہاں سے Wisdom شروع ہوتی ہے۔ دانائی میں' Wisdom میں' حکمت میں' سارا دنیاوی علم ختم ہو جاتا ہے۔ تو ساری چیز الٹ گئی۔ یعنی کہ انسان دُعا کرتا ہے اپنی دنیا کو آباد کرنے کی اور جب وہ دانائی میں جاتا ہے یا رضا میں جاتا ہے تو ہر شے اڑ جاتی ہے۔ بچوں کی جان بچانا یا بچے قربان کرنا؟ واستعینو بالصبر و الصلوٰۃ اللہ سے مدد مانگو صبر اور نماز کے ساتھ۔ حکمت کی بات ہے۔ خالی نماز کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ صبر کے ساتھ ہو۔ اب یہ الگ بات ہو گئی' خالی یہ نہیں کہ نماز پڑھ کے آئے گا' مسجد کی اذان دے کر' بلکہ صبر والی صلوٰۃ ہو۔ تو مومن جو ہے اس کی نماز ہوتی ہے ''صلوٰۃ With صبر'' اب آپ دیکھو کہ آپ خوشبودار کپڑے پہن کر عید مناتے پھرتے ہیں' اب جو صبر کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں' یہ ہیں صبر والے لوگ' حکمت والے لوگ _____ واستعینو بالصبر و الصلوٰۃ _____ اور پھر اللہ نے کیا انعام دیا _____ ان اللّٰہ مع الصابرین کہ میں ان صبر والے لوگوں

کے ساتھ ہوں‘ان کا انعام تو اللہ ہے_____ تو صبر کے ساتھ نماز ادا کرو۔ تکلیف میں نماز پڑھنے والے کا انعام کون ہے؟ اللہ!_____ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء اور پھر دنیاداروں کو کہا’’یہ اگر میری راہ میں مر جائیں تو تم انہیں مردہ نہ کہو‘ یہ زندہ ہیں‘‘ یہ زندہ کیوں ہیں؟ کہتا ہے جو میرے ساتھ لگ گیا وہ زندہ ہی زندہ ہے۔ تو زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ وابستہ ہونا زندگی ہے‘ اور خدا سے غافل ہونا موت ہے‘ چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہے_____ موت کیا ہے؟ غفلت من اللہ۔ اور زندگی کیا ہے؟ بیدار مع اللہ! زندگی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ ہونا‘ بیدار ہونا۔ موت کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا‘ چاہے یہ اسی زندگی کے اندر ہو‘ چاہے آپ میلے کے اندر ہیں۔ ’’ولنبلونکم بشیء من الخوف‘‘ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی آزمائش دیکھو‘ غور کرو‘ یہ درجے کیوں ہیں‘ یہ صاحبان حکمت کیوں بنے ہیں‘’’ان لوگوں کو میں نے آزمایا ہے خوف سے‘‘۔ اگر آپ لوگوں کو اپنا خوف معلوم ہو تو آپ کو اپنا نام پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کون ہیں۔ کہتا ہے بڑا خوف ہے Devaluation ہو گئی‘ بینک میں پڑے پیسے کم ہو گئے۔ اب یہ آدمی کون ہے؟ کاروباری بندہ ہے۔ اس کا خوف کیا ہے؟ پیسہ۔ خوف سے انسان کا مرتبہ پتہ چل جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ ہم مر نہ جائیں_____ یہ خوف کوئی ذاتی قسم کا ہے۔ خوف یہ بھی ہے کہ ملک پاکستان کہیں آگے پیچھے نہ ہو جائے‘ چلو یہ بہتر قسم کا خوف ہے۔ یہ بندہ بہتر ہے‘ ذاتی کی بجائے ملی طور پر بات کر رہا ہے‘ اس کا خوف بہتر خوف ہے‘ ذاتی خوف سے باہر نکل گیا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے خوف ہے کہ اسلام نہ مٹ جائے۔ اب یہ جو ہے یہ اسلام کا محافظ ہے۔ کربلا میں اگر آپ دیکھو تو خوف اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی ظالم بادشاہ مسلمانوں کے نام پر نہ آ جائے لہٰذا وہاں Stand لینا ضروری تھا۔ تو خوف کے مقام سے صاحب مقام پہچانا جاتا ہے۔ خوف کے درجے کیا ہیں؟’’الجوع‘‘ بھوک! اب بڑے آدمی کو کیا بھوک لگنی ہے اور کیا پیاس لگنی ہے۔ تو پیاس سے بچہ اگر آواز دے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ پیاس کیا ہے۔ تو خوف‘ بھوک اور پیاس‘ یہ واقعہ اس مقام کی طرف لے جا رہا ہے

_____ خوف بھی بلند اور بھوک بھی بلند' باقیوں سے نرالی ہے۔ ''جوع'' ہر طرح کی بھوک ' ملنے کی بھوک' جانے والوں کی بھوک' گزر جانے والوں کی بھوک' حادثے میں شہید ہونے والوں کی بھوک _____ تو بھوک بھی بلند' خوف بھی بلند اور شوق بھی بلند۔ ونقص من الاموال سارا مال بھی گیا۔ ماضی کا جمع کیا ہوا اور حال کا جمع کیا ہوا۔ یعنی کہ اگر وطن سے بے وطنی ہو جائے تو مال تو گیا۔ ایک آدمی جو ہمارے ہاں خانقاہ کا مجاور ہوتا ہے' آپ اس کو بھی تھوڑا سا پیش کر دیتے ہیں' اب آپ دیکھو کہ اللہ کے گھر میں شوق سے رہنے والے' اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانے کے مالک' اگر ان کو کربلا کی دھوپ میں دن اور رات آجائے تو بے بسی تو یہ ہے۔ کہاں سے آیا تھا وہ انسان؟ یعنی جس کے رہنے کا آستانہ اور مقام' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ ہو' مالک ہیں آستانے کے' اور اللہ کے آستانے کے بھی مالک ہیں' دونوں کے مالک ہیں' ان کو وہاں سے نکال کر' اس بے وطنی کے سفر میں لے آئے۔ اس لمبی مسافرت میں آ گئے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ مقام کیا ہے؟ بات سمجھ آئی؟ بھوک' مال کا نقص اور جان۔ اب دیکھو کہ جان بھی کیسی کیسی قربان ہوئی' بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے' جان جا رہی ہے _____ والثمرات _____ محفوظ کیا ہوا پھل' پکا ہوا پھل' یعنی کہ جو پھل پکا ہوا ہے اس کا قبل از وقت' بے وقت ضائع ہو جانا _____ اللہ کیا کہتا ہے؟ میں نے آزمایا یا آزماؤں گا۔ اب یہاں پر کیا ہے _____ یہ اللہ آزما رہا ہے۔ اگر کوئی انسان آزمائے تو کیا کریں گے؟ فائٹ کریں گے۔ اب پتہ لگ گیا کہ یہ تو اللہ کر رہا ہے۔ وبشر الصابرین اور صبر والے کیا ہیں اذا اصابتھم مصیبتہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کیا کہتے ہیں؟ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' ہمارا دنیا میں ہے ہی کیا۔ اصلی مسافرت یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ ہم ادھر سے آئے ہیں' ادھر ہی جانا ہے' یہاں ہمارا ہے ہی کیا _____ یعنی اس نے بھیجا سفر پر اور اس نے بلا لیا سفر سے' ہمارا ہے ہی کیا _____ یہ ''ہمارا کیا ہے؟'' سے کیا مراد ہے؟ کہ اپنے تعلقات سے لاتعلق ہو گئے۔ کہتا ہے ''آپ کا بیٹا گیا'' کہتا ہے اس

نے بھیجا تھا' بیٹا ادھر ہے تو میں بھی ادھر' اس نے بلایا ہے تو جا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ کے جا رہا ہوں' کہتا ہے بلانے والوں کے پاس جا رہا ہوں' بھیجنے والے کے پاس جا رہا ہوں۔ چھوڑنا تو تب ہے جب تم مال کے مالک ہو' گویا کہ مال کا مالک ہونے کا احساس بھی یہاں رہ گیا' ایسے لوگوں پر اللہ کی طرف سے سلام ہے۔ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ ادھر سے ہدایت کب ہوگی؟ اور یہ حکمت کہاں سے ملے گی؟ حکمت کربلا سے ملے گی۔ اگر کربلا کا Head کہا جائے علیؑ کو تو حکمت علیؑ سے ملے گی اور اگر علیؑ کو نبیصلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا دروازہ کہا جائے تو پھر کہاں سے ملے گی؟ نبیصلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت علیؑ کے ذریعے ۔تفسیر کہاں ہے؟ کربلا کے ذریعے ۔ اور آج کل تو صرف سوالات ہی سوالات ہیں' بس ایسے ہی باتیں ہیں۔ تو Wisdom وہاں سے ملے گی اور Wisdom کا یہ طریقہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ بڑوں کی بڑی قربانی اور تمہارے لیے تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ روزہ رکھا ہے تو میں اس کا انعام ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ہے اصل Wisdom۔ تمہارے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے' تمہارے لیے بہتر ہے نماز پڑھنا' جتنے جتنے درجے ہیں' جوں جوں درجات طے کرو گے' پھر اور بات آجائے گی۔ تو دانائی کیا ہے؟ دانا کی تابعداری اور حکمت والے کی تابعداری۔

سوال:

سر! کسی پر احسان کرنے کے کیا کیا درجے ہیں' اس کی وضاحت فرمادیں

جواب:

پہلا درجہ یہ ہے کہ غصہ نہ کیا جائے ۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ جس عمل نے' اس کی جس بدعملی نے آپ کے اندر ناپسندیدگی کا اظہار پیدا کیا' یعنی غصہ پیدا کیا' اسے معاف کر دیا جائے۔ اور پھر تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس پر ہو سکے تو احسان کر دیا جائے۔ احسان' معافی کا اگلا درجہ ہے۔ وہ کیا درجہ ہوگا؟ کہ اگر چور آجائے تو ایک تو غصہ

نہ کیا جائے' اس کو معاف کر دیا جائے' رپورٹ نہ کی جائے' ہو سکے تو اس کو پیسے دے دیئے جائیں جس کے لیے وہ آیا ہے۔ تھوڑی سی رعایت کر دی جائے اس کے ساتھ۔ پھر وہ انسان بن جائے گا۔ یہ ہے احسان۔ احسان کا معنٰی یہ ہے کہ اس کے عمل اور نیت کے برعکس آپ کا عمل ہو۔ جو آپ کی طرف بری نیت کے ساتھ آیا وہ آپ کی طرف سے اچھا عمل لے کے جائے۔ احسان یہ ہے۔ دوسروں کے حقوق سے زیادہ دینا احسان ہے۔ ابتدائی عمل اس کا یہ ہے کہ اپنا حق لوگوں پر واجب ہو اور وہ چھوڑ دے۔ پہلا حق بنتا ہے سلام کرانے کا' وہ چھوڑ دیا جائے' Acknowledgement جس کو آپ کہتے ہو' اس کی خواہش چھوڑ دی جائے اور سماجی' معاشی' معاشرتی' نفسیاتی اور دوسری قسم کے جو حقوق ہوتے ہیں' ان حقوق کو ترک کر دیا جائے' یعنی کہ چھوڑ دیا جائے' اور دوسروں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ تو احسان یہ ہے کہ کسی کا حق تو نہیں ہے لیکن ہمیں احسان کا حکم ہے۔ یاد رکھنا' دوسرے کا حق انسان ہونے کی حیثیت سے معافی تک ہے۔ Punishment کا حق بھی ہے قانون کی حیثیت سے' لیکن آپ قانون نہ بنو' آپ انسان بنو۔ قانون ایک اور معاملہ ہے۔ State ایک اور معاملہ ہے' انسان ایک اور چیز ہے۔ انسان بن کے اگر یہاں سے نکل جاؤ تو آپ کامیاب ہو گئے۔ اس لیے اللہ کریم نے ان کو Address نہیں کیا جو عام "کالا نعام" ہوتے ہیں بلکہ انسان کو Address کیا ہے اور Non-Believers میں سے بھی وہ انسان "یاایھاالناس" جو ہیں۔ Believer یا Non-Believer کچھ بھی ہو' انسان ہونے کا درجہ جو ہے' یہ بڑا مقام ہے۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کے پاس سانس کے ساتھ ساتھ احساس بھی موجود ہو۔ تو وہ انسان ہے۔ انسان وہ ہے جس کے پاس تھوڑی سی ماضی کی یاد ہو اور مستقبل کا خیال ہو۔ جس کے پاس ماضی کی یاد نہیں اور مستقبل کا اندیشہ نہیں ہے' اس کو آپ انسان نہیں کہیں گے۔ جانوروں اور انسانوں میں ایک چیز کا ضرور فرق رہتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں کے پاس وہ یاداشت نہیں ہے جو آپ کے ہاں ہے' کہ بچہ انگلینڈ گیا اور خط کا انتظار ہی کرتے جاؤ دروازے پہ کھڑے ہو کے۔ ان کا بچہ اڑ گیا سو اڑ گیا' پتہ نہیں

پھر کدھر گیا' ان کے ہاں اور کہانی ہے' ان کا ماضی نہیں ہوتا اور ان کا مستقبل بھی نہیں ہوتا کہ وہ پہلے پروگرام بناتے جائیں Calculate کرتے جائیں۔ انسان ہم اس کو کہیں گے جس کا ماضی محفوظ ہے اور جس کا مستقبل اس کے زیر غور ہے۔ تو انسان کا حق آپ پر یہ ہے کہ آپ انسان سے اس کے عمل کی وجہ سے' غصہ آنے کے باوجود غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اظہار نہ کرنا' غصہ تو آ رہا ہے لیکن اظہار نہ کرنا۔ یعنی کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ تم غصے میں کوئی نامبارک الفاظ کہہ دو کیونکہ وہ جو لفظ ہے' اس کے اندر یاد بن جائے گی۔ لفظ کی ناگوار یاد نہ چھوڑنا۔ اچھے عمل کی یاد کو ایک برا لفظ ہمیشہ کے لئے تباہ کر سکتا ہے۔ اچھا عمل جہاں یاد میں محفوظ ہوتا ہے وہاں برا لفظ اسے اڑا کے رکھ دیتا ہے۔ یہ تو ایٹم ہے اس کے لئے۔ اس لئے آپ اس کا حق ادا کریں۔ کیسے؟ الفاظ کی ناگواریت اس پر نہ پھینکنا۔ آپ نے احسان کیا' اس پر ویسے ہی مہربانیاں کرتے رہتے ہو' لیکن کبھی سخت لفظ نہ کہنا۔ سخت لفظ سے تمہیں Relief محسوس ہوتا ہے' تمہارا Relief محسوس کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس پر دباؤ پڑ گیا۔ لہٰذا اس کا انسان ہونے کی حیثیت سے یہ حق ہے کہ اس کی غلطی کو معاف کر دیا جائے۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے' اچھے انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کے لئے یہ مناسب ہے کہ آپ اس پر احسان کر دیں۔ اب اس کی مثال یوں ہے کہ حضرت امام حسنؑ کے پاس ایک غلام تھا' غلام سے کوئی غلطی ہوئی' آپ نے اسے ڈانٹا' مزاج میں تھوڑی سی تیزی آ گئی۔ غلام نے بسم اللہ کر کے پڑھا" والکاظمین الغیظ" تو آپؑ خاموش ہو گئے۔ پھر اس نے پڑھا " والعافین عن الناس" آپؑ نے کہا جا میں نے تجھے معاف کیا۔ اس نے پڑھا" واللہ یحب المحسنین" آپؑ نے فرمایا جا تجھے آزاد کیا' پیسے بھی لے جا ساتھ _____ ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ سلوک کا درجہ یہ ہے کہ ان کے حکم کے آگے اُف بھی نہ کرنا" اُف" کا معنی کیا ہے؟ مطلب یہ کہ ان کے کہنے پر تھوڑا سا چیں بہ جبیں بھی نہ ہونا۔ ولا تقل لھما اف تو اللہ کریم نے سوچا کہ یہ انسان ہے' شاید بات پوری طرح نہ سمجھے' اس لیے فرمایا ولا تنھر ھما اور ان

کو جھڑکی بھی نہ دینا۔ پھر ایک وضاحت ہے کہ "قولوا قولاً کریما" ان کے ساتھ کریم الفاظ میں بات کرنا۔ اللہ کریم نے یہاں "کریم" کا لفظ بہت اچھا استعمال کیا ہے اور پھر آگے فرمایا کہ جب یہ بوڑھے ہو جائیں تو تمہارے جوان بازو ان کے لئے رحمت کا سایہ بن جائیں یا بن جانا چاہییں اور جب ان کے پاس اپنی دیکھ بھال کا کوئی سامان نہ رہے تو ان پر احسان کرنا۔ وہاں لفظ ہے "احسان" یعنی کہ دیکھ بھال کا ان کے پاس آسرا نہیں ہے' یعنی دیکھ بھال کا شعور بھی چھن گیا ان سے' ختم ہوگئی بات' اب آپ کیا کرو؟ آپ ان پہ احسان کرو یعنی کہ آپ سارا حق ادا کر رہے ہیں' زندگی میں آمدن ہے' تنخواہیں ہیں' دوسرے واقعات ہیں' ان کے کہنے پر آپ نے زندگی کی تھوڑی سی دقتیں بھی گزاری ہیں' اور اس طرح یہ ساری زندگی ہے۔ لیکن احسان کیا ہے؟ احسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ اس وقت بھی مکمل طور پر رعایت کرنا۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی دیگر یاد کو دل سے نکال کر اس آدمی کے بارے میں ایک اچھا تصور آباد کیا جائے۔ احسان یہ ہے۔ آپ اپنے دل میں دیکھیں' بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کر گئے ہوں گے' تو آپ میں رنجش' افسوس یا غصہ موجود ہوگا۔ اب احسان کرنے والا آدمی جو ہے' ان لوگوں کی بدنما یاد کی جگہ پر' انہی لوگوں کے حوالے سے اچھی چیز تحریر کرتا ہے تاکہ وہ لوگ آپ کو دوبارہ زندگی میں اچھے نظر آئیں' یا ان کی یاد کم از کم اچھی ہو جائے۔ بس یہ احسان ہے کہ کسی برے آدمی کی یاد کو اس طرح Register کرنا کہ وہ آدمی آپ کی زندگی میں اچھا نظر آئے۔ احسان حق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنکھ کا بدلہ آنکھ' جان کا بدلہ جان' ایک کا بدلہ ایک' دو کا بدلہ دو' لیکن اگر تم احسان کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اگر تم معاف کر دو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ اس لیے یہ جو احسان کا مقام ہے تو دوسرے کے عمل سے بے نیاز آپ اپنا حسن عمل جاری رکھو۔ احسان یہ ہے' اور آپ کے لیے یہ کرنا آسان ہے۔ ہر آدمی جس کے گھر میں بچہ پیدا ہو' وہ جانتا ہے کہ احسان کیا ہے۔ احسان کا شعور اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ کہ آپ کا احسان پیدا ہونے والے بچے کے عمل سے بے نیاز ہے' آپ اس کے لیے سایہ کرتے رہتے ہو' بیمار

ہے یا اور حرکات ہیں' بچے ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہی رہتے ہیں۔ آپ بچوں کی ناپسندیدہ حرکتوں پر جب تھوڑا سا بنتے ہو' کہ بچہ ہے' تو وہ احسان ہے۔ کوئی اور بچہ ہوتا تو پہلے سزا ہوتی' پھر آپ بتاتے کہ حرکت کیا ہے۔ تو یہ احسان ہے۔ احسان کا مطلب ہی یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ دینا' انصاف سے زیادہ دینا' اس کے عمل سے بے نیاز ہو کے عمل کرنا' یہ سارا احسان کرنا ہے۔ احسان جو ہے یہ دراصل آپ نے اپنے آپ پر کرنا ہے۔ احسان کرنے والا کس پر احسان کرتا ہے؟ اپنے آپ پر احسان کرتا ہے۔ دوسرے پر احسان دراصل اپنے آپ پر احسان ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا دراصل اپنے آپ کو معاف کرنا ہے' کیونکہ اپنے اندر سے وہ ناسور نکالنا ہے جو ناپسندیدگی کا ہے نارضامندی کا ہے اور دوسرے کی بے وقوفی کا ہے اور دوسرے کے ظلم کے خیال کا ہے۔ پھوڑا تو آپ کے اندر ہوتا ہے۔ اس لیے پھر یہ ایک خاص واقعہ بن جاتا ہے۔ بڑا آسان ہے جی یہ احسان کا عمل۔ انسان کر سکتا ہے۔

سوال:

یہ Individual کا تو سمجھ آ گیا مگر Society کا کیا کریں؟

جواب:

سوسائٹی میں تو ایک قانون ہے۔ سوسائٹی میں قانون ہے تاکہ عبرت ہو' سوسائٹی چوروں کو کیسے معاف کرنے لگ جائے گی' سوسائٹی میں ایک ناظم اعلیٰ ہے' منتظم کرنے والی طاقت ہے' اس کا کام انتظام قائم رکھنا۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ کیا کرو اور کیا نہ کرو' چور کا ہاتھ کاٹ لو' یہ کام کرو یا نہ کرو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احسان جو ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کرنا ہے۔ یعنی آپ اس کو سزا دے سکتے تھے' غلطی موجود تھی' آپ کے پاس سزا کا اختیار تھا' اور اگر سزا دیتے تو یہ بات بری بھی نہ کہلاتی مگر آپ نے اچھا کیا کہ آپ نے احسان کر دیا۔ یہ انسان کی بات ہو رہی ہے' اگر کوئی حاکم وقت ہو یا محتسب اعلیٰ ہو یا کوئی Lordship ہو یا جسٹس ہو' تو وہ اگر مجرموں پر احسان کرنے لگ جائے تو یہ تو الٹ

واقعہ ہو جائے گا۔ سوسائٹی کے طور پر آپ خود سوچو کہ کیا کرنا ہے' معاف کرنا ہے کہ نہیں _____ ہم سوسائٹی کی بات نہیں کرتے' بلکہ ہم تو Pure اپنی بات کرتے ہیں جو آپ کی اپنی ذات تک ہے۔ یہ کہ اپنی تکمیل ذات کے لیے' نا مناسب معاشرے میں سے ایک مناسب رپورٹ لے کے نکل جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے مسلمانوں کے لیے _____ کہ معاشرہ برا ہے یا اچھا ہے' آپ اپنے لیے کم از کم کوئی بہتر صورت حال پیدا کر کے نکل جاؤ۔ نکلنا تو ضرور ہے آپ نے۔ آپ کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہ Set ہو جائے' غریبوں کو دولت مل جائے' بادشاہی مل جائے۔ اور اگر آپ کی عاقبت نا مناسب ہو' تو پھر یہ بات غور طلب ہے۔ اس لیے بڑا غور کرنا اس بات پر۔ اسلام کے حوالے سے' آپ اللہ کے مناسب جواب دہ ہو۔ کسی انسان کو اپنے سامنے جوابدہ نہ کرنا جب تک آپ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پوری طرح جواب دہ نہ پاؤ۔

معاشرے کا نظام تو چل رہا ہے' اسے چلنے دیا جائے۔ معاشرہ' سماج' سوسائٹی' اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اپنے اصول ہوتے ہیں۔ ہم اپنی تکمیلِ ذات کی بات کر رہے ہیں۔ اپنی شخصیت کا ارتقاء کہہ لو' یا اس کی پہچان کہہ لو' یا اس کے اندر آپ یہ کہہ لو کہ اپنے اندر کوئی شعورِ ذات ہو تو خدا کے حوالے سے ہو۔ خالی ذات کا شعور نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ذات کو پہچاننا' بلکہ اسے خدا کے حوالے سے پہچاننا اور وہ خدا جو مسلمانوں کا خدا ہے۔ وہ خدا کہ جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خدا ہے۔ اور کائنات کے سب کام ہو رہے ہیں' وہی کرنے والا ہے اور جو نہیں ہو رہے وہ بھی وہی کرنے والا ہے۔ انجیل کی باتیں بھی ہو سکتی ہیں مگر آپ کے لیے اسلام کا راستہ ہے۔ آپ اس راستے پر اپنی ذات کو اس دنیا میں بہتر رکھتے ہوئے اور محفوظ لے جاتے ہوئے چلیں بس یہ آسان سا راستہ ہے۔

ہاں جی بولو آپ _____ حنیف صاحب

سوال:

جناب کیا احسان صرف فرد کی سطح پر ہو سکتا ہے' کیا یہ معاشرے کی سطح پر کارفرما

نہیں ہوسکتا؟

جواب:

یہ وہی پچھلا سوال ہے اختر صاحب والا_____ سوال یہ ہے کہ احسان کس پر کیا جارہا ہے۔ کون کرتا ہے یا ''کس پر'' ہونے والی بات نہیں ہورہی۔ یہ بات ضرور سمجھنے والی ہے کہ احسان کرنے والا کون ہے؟ احسان کرنے والا ''ایک انسان'' ہے۔ یہ گروہ کی بات نہیں ہورہی کہ چار آدمی مل کے احسان کریں ایک آدمی پر۔ ایک انسان ہے اور وہ قانون بھی ہے' میں نے یہ کہا تھا کہ سماج بھی نہیں ہے بلکہ صرف ایک انسان ہے_____ وہ انسان جو اپنی تکمیل کے لیے الٰہیات کے راستے کو چنتا ہے' اس کی بات ہورہی ہے' دوسرے کی بات نہیں ہورہی ہے۔

سوال:

جناب اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ قرآن کی بات ہورہی ہے تو قرآن میں ہے۔ ان اللّٰہ یامرکم بالعدل و الاحسان اللہ تعالیٰ سب کو حکم دے رہا ہے کہ تم عدل کرو اور احسان کرو۔ تو یہاں احساس ہوتا ہے کہ معاشرتی سطح پر بھی احسان کا حکم ہے

جواب:

آپ بات نہیں سمجھے_____ اس بات پر غور کرلیں کہ دین کے اندر' اسلام کے اندر' تمام احکامات جمع کے ہیں_____ یہ تمام کے تمام حکم جو ہیں' یہ تمام کے تمام حقوق جو ہیں آپ یہ اولی الامر کے پاس جمع کردیتے ہیں_____ اسلامی معاشرے پر جب غور کریں گے تو وہ اطیعو اللّٰہ و اطیعو الرسول و اُولی الامر منکم آپ اپنے حقوق اس کے پاس تفویض کردیتے ہیں۔ جب اللہ کریم کہتا ہے کہ اجتماعی طور آپ ایسا کام کرو' چور کے ہاتھ کاٹو تو آپ گھر میں کسی کے ہاتھ نہیں کاٹ سکتے۔ ایک چور آپ کے گھر میں آجائے اور آپ اس کے ہاتھ کاٹنے لگ جاؤ' یہ بڑی سزا کی بات ہے۔ مطلب یہ کہ جو

اجتماعی حکم ہوتا ہے یہ اولی الامر ہی پورا کرتا ہے۔تو وہاں پر وہ قانون ہے۔ذاتی سطح پر آپ تکمیل کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں کہ آپ احسان کر سکتے ہیں۔تو اللہ کریم نے آپ کو بتایا کہ آپ احسان کرو تو یہ ذاتی احسان کی بات ہے' ان لوگوں کی بات ہے جنہوں نے زندگی کے اندر ہی اس راستے کو اپنا راستہ بنایا۔سماجی سطح پر تو حکومت اپنا کام چلا رہی ہے۔حکومت میں تو آپ انصاف کرو_____

سوال:

سر! انصاف ایک چیز ہے' بات احسان کی ہو رہی ہے' انصاف تو ہر حکومت چاہتی ہے' لیکن احسان اس سے آگے ہے_____

جواب:

ہم آسان سی بات کر رہے ہیں' وقت کو بچایا جائے کیونکہ وقت آپ ہی ہو' آپ ہی کا نام وقت ہے' زندگی آپ ہی ہو۔اسلامی انداز گفتگو میں جو چیز حکومت ہے اس کا ایک شعور ہے۔اسے کیسے کرنا چاہیے' وہ بتایا ہوا ہے۔وہ سوال ہی اور ہے کہ حکومت اور اسلام کے اندر مدعا کیا ہے یعنی جس کو Address کیا گیا ہے' یا جہاں اجتماع کا لفظ ہے۔کیا وہ لوگ ہیں یا ایک آدمی ہے؟

فی الحال تو آپ کا انفرادی سفر ہے اور اجتماعی تشکیل حیات نہیں ہے۔آپ یہ کہیں کہ ہم اجتماعی شکل بن رہے ہیں' پھر آپ کو حکم کی سمجھ آجائے گی کہ یہ ہے کیا_____ کہ اللہ تعالیٰ کا منشا کیا ہے_____ آپ کی جماعت ٹوٹ گئی ہے' سب سے بڑی دقت یہی ہے۔آپ ایمانداری کی بات دیکھو' ایک مسجد' چھوٹی سی مسجد' اس مسجد میں پچیس آدمی لے لو' اگر ایک محلے کے رہنے والے پچیس آدمی' ایمانداری سے بھائی بن کے رہیں تو کوئی دقت' آفت آسکتی ہے شہر میں؟ تو ان میں سے جو بہتر ہے وہ ان لوگوں کا امام کہلائے' قائد کہلائے۔پھر کیا کوئی دقت پیدا ہو سکتی ہے لیڈر شپ کے بارے میں؟ یہ واقعہ تو ہوا نہیں _____ اگر کوئی واقعہ ایسا ہو کہ جس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں' اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی آپ کی محبت ہو' اطاعت ہو_____ اگر کوئی ایسا آدمی اولی الامر کے نام پر بادشاہ ہو' جس کا ادب آپ ایسے ہی محسوس کریں جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہو تو کیا دقت رہ جائے گی؟ اس کے ساتھ محبت بھی ہو' ادب بھی ہو' کہنا خود بخود مانا جائے گا_____ اور اس کا کہنا' قرآن وسنت کے عین مطابق بھی ہو _____ پھر تو پورا سفر مکمل ہو گیا ناں_____ یہی تو واقعہ نہیں ہو رہا۔ تبھی تو آپ کو پریشانیاں ہو رہی ہیں_____ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ جو جاننے والے ہیں وہ اختیار سے باہر ہیں' جو اختیار کے اندر ہوتے ہیں وہ جانتے نہیں_____ اختیار والے بیچاروں کو اختیار کا سنبھالنا ہی پرابلم ہے یعنی اختیار میں آنا' اختیار میں رہنا' اختیار کو سنبھالنا _____ جاننے والا جانتا ہے کہ کہاں کتنا بکھیڑا ہے' چلو ہم چھڑا کے' بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جاتے ہیں۔

پھر چھوڑ دیا سب_____ وہ شہر سے باہر چپکے سے آباد ہو گئے' ویرانے میں آستانے بنائے۔ بات یہ ہوئی کہ عقیدت جو ہے وہ وہاں وابستہ ہے اور شہر کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے' یہ اس کے مطابق نہیں۔ آج کے انسان کو پریشانی کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کس کس کو Obey کروں۔ اللہ کی بات مان' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھی وہی ہے _____ آگے ہر بات دوسری بات سے مختلف ہے۔ قائداعظم کا ارشاد لکھا ہوتا ہے' اس کی بات مانو۔ کہتا ہے علامہ اقبال کی بات ہے' مانو_____ دوسرے ایک بزرگ کی بات مانو _____ ایک اور کی مان لو_____ اس لیے آج کا انسان تکلیف میں ہے کہ اس کے پاس ماننے کے لیے بہت کچھ ہے' اگر کوئی ایک چیز ہو ماننے کے لیے تو وہ مان سکتا ہے _____ آج کے انسان کو یہ دقت ہے۔ یہ کوئی خوشی کی بات نہیں ہے کہ کافر ہو کے ایک طرف ہو گیا اور وہ کہتا ہے میں کس کس کی بات مانوں' کدھر جاؤں۔

سوال:

لیکن یہ بھی خوشی کی بات ہے کہ جو جانتا ہے وہ اپنا آستانہ شہر سے باہر بنا لے۔

جواب:

یہ آپ کا گلہ' جھگڑا مناسب حد تک جائز ہے لیکن اس وقت تک انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ ان لوگوں سے بچ کے عمل کیا جائے۔ ان پر تاثیر ڈالی جائے' ان کو سمجھایا جائے تاکہ ''حق'' محفوظ رہے۔ کچھ نہ کچھ کیا ان لوگوں نے۔ لیکن وہ اس لائن میں نہیں آئے۔ ہاں' آپ کا زمانہ اگر آتا ہے تو آپ یہ کام کرو _____ لیکن آپ کو ان بزرگوں جیسا علم تو جاننا چاہیے۔ پھر وہ علم لے کے آپ چلو۔ یہ نہ ہو کہ پھر آپ لوگوں جیسے ہی چل پڑو۔ ان جیسی حکومت کرنی ہے تو ہر دور کی حکومت اچھی حکومت کرتی ہے _____ یہی آپ کا مسئلہ ہے کہ فقیری بادشاہت کے ساتھ کیوں نہیں آئی اور انہوں نے لوگوں کو کیوں چھوڑ دیا' ان لوگوں کے رحم و کرم پر۔ یہ سوال بڑا پرانا سوال ہے کہ تاثیر والا مذہب اسلام جو ہے' یہ تاثیروں کے باوجود بے تاثیر کیوں ہو گیا۔ اس لیے کہ مرتبہ جس کے پاس تھا اس کے پاس علم نہیں تھا اور جس کے پاس علم تھا اس نے مرتبے سے گریز کر لیا۔ اور اگر علم والا مرتبے کی تمنا بھی کر لیتا تو اس کے لیے پھر ایک دار کا مقام تھا۔ جھوٹے انسان سے ووٹ لینے کا طریقہ' کسی سچے آدمی کے لیے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اگر جھوٹوں کو یقین ہو جائے کہ یہ آدمی سچا ہے اور حکومت چاہتا ہے تو میرا خیال ہے کہ پرانے طریقے سے وہی ایک فارمولا چلا آ رہا ہے _____ کربلا ہو کہ سقراط ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں _____ ایک ہی طریقہ چلا آ رہا ہے _____ منصورؒ ہی لے لو' ادھر آپ سرمدؒ لے لو _____ سارا ایک ہی واقعہ ہے۔ کیا واقعہ ہے؟ کہ اگر جہالت کے زمانوں میں صداقت ایک آدمی میں نمایاں ہو گئی' وہ اگر زیادہ نمایاں ہو کر Powerful ہونے لگ گیا تو ساری جہالت اکٹھی ہو کے اسے پھانسی لگا دے گی۔ درجات تو بلند رہتے ہی ہیں ان کے' لیکن یہ واقعہ بھی ضرور ہو گا۔ اب اس کے اندر کوئی ایسا ہونا چاہیے اور کرنے والے کر سکتے ہیں کہ اس دور کے اندر رہ کر اپنے علم کو رائج کیا جائے اور سب کو ساتھ چلایا جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

بہر حال احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق سے زیادہ رعایت کرنا'

Forgive بھی کر دینا اور Forget بھی کر دینا۔ تو آپ ضرور احسان کرو۔

سوال:

اپنے حق سے کم لینا بھی تو احسان ہے؟

جواب:

اپنا آپ بھی چھوڑ دیں اور اپنا حق بھی چھوڑ دیں۔

سوال:

حق کی خاطر تو ہم ڈٹ جاتے ہیں' ایک تو اصولوں پہ سمجھوتہ نہیں کرتے' Truth اور حق کی خاطر تو ہم لڑتے ہیں۔ فرض کیجیے کسی شخص کے دل میں یہ ارادہ پیدا ہو تو ساتھ والے سمجھاتے ہیں کہ یہ تو ایک رہبانیت سی ہو گئی' اپنے حق کی خاطر تو ضرور لڑنا چاہیے

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ فطرت کی عظیم اشیاء جو ہیں وہ اپنا حق کس طرح لیتی ہیں' سورج کی روشنی کو نمایاں ہونے کے لیے جو حق درکار ہے' وہ تاریکی ہے اور وہ اسے وافر مقدار میں ملتی ہے۔ اور اگر سورج کو روشنی ملنے لگ جائے تو کچھ اور ہی قصہ بن جائے گا ____ آپ جس کو حق سمجھ رہے ہو وہ حق نہیں ہے۔ حق تو یہی ہے کہ آپ نے اپنا حق پہچان لیا۔ جس طرح آپ کے اندر حق پیدا ہوا' اسی طرح فطرت آپ کو حق کی ادائیگی بھی کرتی رہے گی۔ اور یہ ایک عجب بات ہے کہ جاہل زمانوں میں ہمیشہ عالم پیدا ہوئے۔ جو لوگ آنے والے زمانے کے تھے وہ بھی اسی زمانے میں پیدا ہوئے۔ زمانہ سارے کا سارا خاموش رہا اور اسی زمانے میں' اپنے دور سے کتنی دور آگے جا کے کوئی پیغمبر پیدا ہو گیا۔ جتنے عظیم لوگ تھے' وہ غیر عظیم زمانوں میں پیدا ہوئے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ یہاں پتہ چلتا ہے کہ اصلی عظیم کون ہے؟ وہ آدمی جو ان جاہلوں پر اپنی عظمت کو جتاتا رہا' وہ محروم ہو گیا ____ اور وہ عظیم انسان جس نے ان جاہلوں کی خدمت شروع کر دی' کہ ان میں سے

پیدا ہوا ہوں اور یہ محروم ہیں اور ان کو علم دے دیا جائے_____ تو انہوں نے آنے والے زمانوں میں بھی بادشاہی کی۔

سوال:

بات تو صحیح ہے لیکن ہمارا ''جگرا'' نہیں پڑتا_____

جواب:

''جگرے'' کی بات نہیں ہے' علم میں ''جگرے'' نہیں ہوتے۔ یہیں سے پھر غور کر لو کہ ایک آدمی نے اپنے دور میں یہ پہچان لیا کہ میں ذرا اس دور سے بڑا ہوں۔ تو بڑا ہونے کی حیثیت سے وہاں اس نے Assert کرنا شروع کر دیا کہ میں بڑا ہوں' Acknowledge کرو' خراج ادا کرو' یہ کرو' وہ کرو_____ اسی چھوٹے دور نے اس کی عظمت کو وہیں تباہ کر دیا_____ اور جو صحیح معنی میں بڑا تھا' اس نے کہا میں ان میں بڑا پیدا ہو گیا' اس چھوٹے سے خاندان میں ذرا بڑا پیدا ہو گیا' آؤ اس چھوٹے خاندان کو بھی ہم بلند کر دیں۔ اور جو چھوٹا آدمی تھا' اس نے خاندان پر رعب ڈالنا شروع کر دیا'' ''اے چھوٹے خاندان کے کمزور کیڑے مکوڑو' دیکھو میں ہاتھی پیدا ہو گیا''_____ اور ہاتھی کو چیونٹی کھا گئی _____ تباہی ہو گئی_____ اور جو شخص کہتا ہے کہ آج میں تم میں سے ذرا فروغ پا گیا ہوں' یہ حسن اتفاق ہے مگر یہ سب آپ ہی کے لیے ہے تو اس نے لوگوں کے دلوں پر بادشاہی کی۔ تو وہ پیغمبر ہوئے' اولیائے کرام ہوئے۔ حتی کہ دین میں اولیائے کرام کا درجہ پانا اور شرعی طور پر شریعت ساری کی ساری بظاہر نفاذ کے بغیر' ولی اللہ کہلانا' یہ کمال ہے ان کا _____ یعنی کہ اللہ کا ولی' دینی طور پر اللہ کا ولی ہے' لیکن اس نے وہ عمل نہیں کیے جو مولوی صاحب کر رہے ہیں۔ بس یہ راز کی بات ہے' تم کیا جانو_____ مولوی صاحب بتاتے جا رہے ہیں کہ ''گٹے'' سے شلوار نیچے نہیں ہونی چاہیے' موت کا منظر مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے اور وہ لنگوٹ باندھ کے دریا کے کنارے بیٹھ گیا' یہ ولی اللہ ہے۔ یہ ''سائیں صاحب'' ہیں۔ وہ مکمل طور پہ ولی بن کے بیٹھ گیا۔ یہ کمال ان لوگوں میں ہے کہ اسی ماحول

میں سے ایک اور ماحول' محبت کے ساتھ بنایا یعنی اس'' کانواں والے'' کا کمال دیکھو کہ پرندوں میں سب سے زیادہ غیر خوشنما پرندہ کوا ہے' وہ بہت غیر خوشنما ہے اور اس سے محبت کر کے اسے پاس رکھا۔ یعنی کوے سے محبت ایسے کی کہ وہ وہاں سے اڑتا نہیں۔ تو یہ ہے محبت کی انتہا کی بات۔ ان لوگوں نے اس دور میں اللہ کے حکم کے ساتھ ولایت کی ہے کہ جس دور میں لوگ اس قسم کے ماننے والے نہیں تھے۔ عظمت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ماحول سے الگ ہونا۔ دنیاوی طور پر بڑا آدمی کون ہوتا ہے؟ جو ماحول کو چھوٹا سمجھے یا اپنے آپ کو بڑا سمجھے یا اپنے اور ماحول کے درمیان کوئی فاصلہ دیکھے۔ اگر وہ ماحول کو چھوٹا سمجھتا ہے تو گر جائے گا' اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے' تب بھی گر جائے گا۔ اور اگر'' میں ماحول کی پیداوار ہوں ماحول کی بہتری کے لیے'' تو وہ بچ جائے گا۔ بس یہ راز ہے۔

سوال:

اس میں یہ بھی تو خطرہ ہے کہ آدمی صرف خدمت کرتا رہ جائے اور اُسے کچھ نہ ملے_____

جواب:

نہیں' تیری صفت ہی خدمت کرنا ہے ورنہ تیری عظمت کوئی نہیں۔ عظمت ہے ہی کوئی نہیں۔ اتنا بڑا پھول ہے گوبھی کا' اس نے کیا خوشبو دینی ہے۔ اور چھوٹا سا گلاب دیکھو _____ یہی تیری عظمت ہے اور عظمت ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے دیکھو اس میں خوشبو ہے۔ اب جن لوگوں کے پاس خوشبو نہیں ہے وہ سارے کے سارے بیکار ہیں۔ یہ خوشبو خدمت ہی ہے۔ خدمت میں Acknowledge ہونا شروع ہو جائے تو یہ Greatness کہلاتی ہے' اور Greatness کوئی نہیں ہے۔

سوال:

مثلاً میں چار گھروں میں خدمت کرتا رہا اور کوئی سیاست دان میرے سے بہت آگے نکل گیا تو میرا اس کا مقابلہ کیا ہے؟ طاقت بھی اس کے پاس' شہرت بھی' لیڈری بھی۔

جواب:

وہ اور مقام ہے' حکومت ہے' قانون ہے اور سیاست ہے۔ اس کا دلوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ اور واقعہ ہے کیونکہ اس کا دلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ میں دل کی بات بتا رہا ہوں کہ خدمت کرنا' کیونکہ خدمت کرنے والا دلوں کے اندر جا کے سما جاتا ہے۔ یہی اس کا مقام ہے' یہی اس کی Greatness ہے۔ اب کمال کی بات یہ ہے' جسے آپ خود دیکھ رہے ہو' کہ آپ لوگ' آج بیٹھے ہو انیس سو نوے میں' آج بھی آپ کلمہ پڑھتے ہو ایک انسان کا۔ تو یہ اس انسان کا کمال ہے۔ یہ کمال ہے کہ چودہ سو سال بعد لوگ آپؐ کے نام پر آج بھی سر نگوں ہیں۔ یہ کمال ہے Greatness یہ ہے Acknowledgement یہ ہے۔ پھر اور بزرگوں کو لے لو داتا صاحبؒ کو لے لو' آپ نے دیکھا بھی نہیں ہے لیکن آپ کے اندر احترام آج بھی ہے۔ وہ اتنے بڑے ہیں کہ آج بھی احترام ہے۔ یہ جو Greatness ہے' یہ احترام پیدا کرنے والی ہے۔ اور دنیاداروالی Greatness جسے آپ کہہ رہے ہو وہ Fear پیدا کرتی ہے اور ڈر پیدا کرنے والی Greatness جو ہے یہ برباد ہو جاتی ہے' تو وہ دنیاوی عظمت جو عظمت کہلاتی ہے اور اس کا تحفظ خوف کے ذریعے کیا جاتا ہے' وہ عظمت Short Lived ہے' وہ عظمت بھی نہیں چلتی۔ وہ عظمت جس کے ساتھ محبت کا عنصر شامل ہے' ہم اس کو عظمت کہتے ہیں' وہ قائم رہتی ہے' دائم رہتی ہے۔ آپ کے مرنے کے بعد بھی اور آپ کے یاد کرنے والوں کے مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ جب آپ نے ایک سیاسی آدمی کا نام لیا' تو مرنے کے بعد فیصلہ کریں گے' مرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس دور کو بدلنے دو _____ یہ تو سیاست میں آسان سی بات ہے کہ آج کے دور میں پچھلا دور جو ہے وہ چاہے کوئی بھی ہو Mention نہیں ہو سکتا۔

سوال:

علمی اعتبار سے جو بندہ ایسے ہی معروف ہو گیا اور وہ کافی لوگوں کے سر جھکا گیا' وہ بھی بڑی چیز ہے' حالانکہ عملاً یا خدمتاً یا انساناً تو کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن اس کی بھی بڑی

ٹھیکیداری چل جاتی ہے' یہ کیسے ہے؟

جواب:

علم کے ذریعے عالموں کا رعب ان لوگوں پہ ہوتا ہے جو اتنا علم حاصل نہیں کر سکتے اور یہ بڑی ہی طاقت والی شے ہے۔ جاہل کے اندر' جو کہ قوم کا زیادہ حصہ ہوتا ہے' اس آدمی کے علم کا کوئی احترام نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک خاص طبقہ ہے جو سمجھتا ہے کہ جو ہم نے ہونا چاہا' ہم نہ ہو سکے' اور یہ آدمی پہلے ہو گیا۔ یہ وہیں پر دقت ہو رہی ہے' مشہور ہو یا کہ شہرت ہو۔ وہاں یہ سارے کے سارے نفی ہو جاتے ہیں۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ماضی کی کتابوں سے تم نے کتنا علم اٹھایا ہے۔ آپ کا سارا علم ماضی کا ہے۔ اس لیے وہ شہرت نہیں ہے جسے آپ شہرت کہہ رہے ہو بلکہ وہ صرف آپ کے اندر' آپ چند لوگوں کے اندر ہے_____ مثلاً ایک آدمی تنقید کر رہا ہے ایک اجلاس کے اندر' اوٹ پٹانگ کتابوں کا نام لیا کہ یہ لکھی ہوئی ہے اور وہ لکھی ہوئی ہے_____ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ یہ تو بہت کچھ جانتا ہے _____ وہ سارا Ancient چلا آ رہا ہے۔ اب یہ جو کتابوں میں لکھا ہوا ہے' اس کو اگر دیکھا جائے تو یہ جاننے والا نہیں ہے' یہ شہرت نہیں ہے۔ شہرت یہ ہے کہ آپ جس خوبی کو Acknowledge کرانا چاہتے ہیں' خوبی کسی کے کام آئی کہ نہ آئی۔

سوال:

میں تو فی زمانہ یہ بات کر رہا ہوں کہ جو لوگ علم' فضل اور دانش میں معتبر ہیں وہی معتبر ٹھہرتے ہیں۔

جواب:

ایسا ہوا کہ کوئی محترم ہو گیا مگر پھر احترام سے باہر ہو گیا۔ آپ کے سامنے یہ واقعہ ہوا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے جشن برباد ہو گئے' ٹوٹ پھوٹ ہو گئی_____ تو وہ ایک اور قسم کا علم ہے یعنی خدمت کا علم اور ہے اور اللہ سے محبت کا علم اور ہے' اس راہ کا علم اور ہے اور آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے' بار بار اللہ نے کہا کہ خدا کے بندو' یہ دیکھو کہ یہ عارضی زندگی

ہے' کہیں اس میں مبتلا نہ ہو جانا' یہاں تو چند عرصہ کا قیام ہے' پھر آپ نے ہمارے پاس بہت روز رہنا ہے' اس لیے یہاں سے رخ صحیح کر کے آنا' کہیں ایسا نہ ہو کہ تھوڑے دنوں کے لیے بہت بڑا سرمایہ ضائع کر کے آ جاؤ۔ یہ چار دن کا میلہ ہے' گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ماضی میں دیکھو کہ کتنے واقعات آئے اور کتنے واقعات چلے گئے' کتنے باغ لگے اور سوکھ کر چلے گئے۔ تو عاقبت کی خیر مناؤ۔ آگے کیا ہونا ہے؟ آگے وہاں پر اچھے اچھے لوگ آپ کا انتظار کریں گے' وہاں جائیں گے ہم' میلے ہوں گے' محفلیں ہوں گی' رونقیں ہوں گی _____ آپ دل میں فیصلہ کر لو اور آپ ان لوگوں کے علم کو علم کہو جن کی عاقبت آپ اپنے لیے پسند کرتے ہو۔ آپ ان کے ساتھ علم حاصل کر لو _____ کہ یا اللہ مجھے اس شخص کا علم دے دے' جس کی عاقبت بھی مجھے مل جائے۔ پھر عاقبت ہی لینی ہے' علم کیا کرنا ہے۔

سوال:

مثال کے طور پر اس وقت ہمارے دانشور لوگوں میں سب سے پڑھا لکھا آدمی ہنری کسنجر ہے' ہم نے یہ ماڈل رکھا ہوا ہے' ہم اپنے بچوں کو بھی کہتے ہیں کہ یہ ہو جائے تو کیا بات ہے' لیکن ہم اس کی عاقبت کو قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں _____ اس ماڈل کو کیسے توڑیں؟

جواب:

اصل میں بات یہ ہے کہ آپ اپنی موجودگی سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔ کبھی کسنجر بن جاتے ہیں' کبھی ریگن بن جاتے ہیں' کبھی اور بن جاتے ہیں' کبھی ایسا بن جاتے ہیں' ویسا بن جاتے ہیں۔ یہ زندگی آپ کو پریشان کر رہی ہے۔ اس زندگی سے جب تک محبت نہیں کرو گے تو آپ کو راستہ نہیں ملے گا۔ فرض کرو کہ آپ کچھ بننا چاہتے ہو' تو بن گئے ہوتے' میں نے کوئی منع کیا ہے آپ کو؟ میں تو آج آپ سے ملا ہوں' آپ کہیں کسنجر بنے ہوتے' میں آپ سے بات کرتا کہ سنا کیا حال ہے پاکستان کے کسنجر صاحب! آپ ابھی تک صرف بننا چاہتے ہو' اب خدا کے لیے نہ بننا۔ یعنی کہ ابھی تک آپ بننا چاہتے ہو اور بیٹھے کسی اور جگہ

ہو یعنی بن نہیں سکے ہو۔ پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہو؟ یہ ہے آپ سب لوگوں کی حالت۔ خدا کے بندو جو بنے ہوئے ہو یہی بنے رہو تو کیسی اچھی بات ہے۔ گھر اپنا اچھا گھر ہے۔ کیا کچھ اور بننا چاہتے ہو؟ آپ گھر میں بنے رہو گھر والے بنے رہو چھوٹا سا گھر ہے جیسا بھی گھر ہے اس میں قائم رہو اپنے بچوں میں آپ قائم رہو _____ وہ ماحول آپ کو نہیں ملے گا جس ماحول کا علم آپ کے پاس ہے۔ کسنجر کی ایک Fame ہے وہ دنیا کے اندر کہیں جائے اس کی شہرت اور مشہوری ہے _____ اللہ تعالیٰ نے بار بار فیصلہ کر دیا کہ شہرت اور مشہوری کوئی ایسی چیز نہیں ہے طاقت اور دبدبہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے فرعون کو عاقبت میں اللہ تعالیٰ نے کیا دیا؟

آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی یہ بات؟ آسان کب ہوتی ہے بات؟ جب وہ ساتھی ساتھ ہو جائے۔ دشوار کب ہوتی ہے بات؟ کہتا ہے جب سے آپ گئے ہیں کام میں جی نہیں لگتا۔ کیا دوست کام کا نام ہے؟ کہتا ہے کام میں جی نہیں لگتا۔ وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کہتا ہے ٹھنڈا سرمہ ڈالو اکسیر بصر ڈالو۔ کہتا ہے آنکھوں کی ٹھنڈک تو دوست ہے دل کا چین ہے قرار ہے مقصدِ زندگی ہے اور تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے زندگی ختم ہو گئی آپ کے جانے کے بعد آپ ہی تو زندگی ہیں۔ اب تو جینا اور ہے زندگی اور ہے۔ جو سانس لے رہا ہے وہ اور ہے جو زندگی ہے اور ہے۔ اگر وہ زندگی مل جائے تو پھر تو یہ زندگی ہے _____ خدا کرے اسے محبت ہو جائے کہانی کا اسے پتہ لگے۔ اسے تو محبت ہونی نہیں ہے اس لیے کہ وہ کاروباری بندہ ہے _____ اس کے لیے دعا کرو اس کو محبت ہو جائے اور دیکھو کہ محبت والوں کا حشر کیا ہوا کدھر گئے وہ بیچارے ایسے کے تیسے ہو گئے۔ کئی ماہ بعد پتہ چلتا ہے اور انسان ہوش میں آتا ہے اس لیے آپ ان کے لیے دعا کیا کرو _____ کم از کم آشنائی تو ہونی چاہیے۔ یہ بھی کیا بات ہے کہ سارے کے سارے کاروباری بندے ہو گئے۔ اگر محبت ہو گئی تو بات تو سمجھ آ جائے گی۔ محبت کی نشانی بتاتا ہوں کہ کب محبت ہو گی _____ جو چیز آپ حاصل کر رہے ہو اور مبارک دیتے ہو اپنے آپ کو

آج میں نے یہ حاصل کرلیا اور وہ حاصل کرلیا' کہ میں یہ لے آیا اور وہ لے آیا مثلاً ایک بڑا لمبا ٹیبل لیمپ لے آیا آسمان سے باتیں کرنے والا' لائٹ ہاؤس بنالیا گھر کو اور جب دوست مل گیا تو اسے ''لائٹ ہاؤس'' پیش کر دیا' وہ ٹیبل لیمپ ہی پیش کر دیا' گھر میں جو سب سے اچھی چیز تھی' پیش کر دی۔ جو حاصل کی جانے والی چیزیں ہوں اگر انہیں قربان کرنے کی خواہش ہو جائے تو سمجھو کہ دوستی ہوگئی' محبت ہوگئی۔ تو محبت کب ہوتی ہے؟ پہلے جو چیز حاصل کر رہے ہو' وہی چیزیں نثار کرنا شروع کر دو تو یہ محبت ہے۔ محبت ہو جائے تو سمجھ آجاتی ہے کہ آسانی کب پیدا ہوتی ہے_____ تو شریعت کب آسان ہوتی ہے؟ جب محبوب کا ساتھ ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے پیدل بازار جانا ہے مگر تھکا ہوا ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ چلوں گا_____ تو بات آسان ہوگئی' صرف ساتھ ہونے سے تھکاوٹ ختم ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے کچھ اور نہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے لو۔ جب لکڑی ہاتھ میں پکڑ کے چل پڑا تو سفر آسان ہوگیا۔ ہاتھ میں چھوٹی سی چھڑی لے لو تو یہ ساتھی ہوگیا' تسبیح لے لو تو سفر آسان ہوگیا_____ تو اگر ساتھی مل گیا' محبوب مل گیا تو آسانی ہو جائے گی _____ اگر محبوب ساتھی ہو تو شریعت کی دشواری پیدا نہیں ہوتی' سفر آسان ہو جاتا ہے۔ ساتھی ہو تو آسانی پیدا ہو جاتی ہے اور ساتھی نہ ہو تو آسان بھی دشوار ہو جاتا ہے_____ میں نے اپنی ایک نعت میں بتایا تھا کہ اگر آپؐ نگاہِ لطف نہ کریں تو یہ زندگی طوفان ہے' اگر آپؐ کی نگاہِ لطف ہو جائے تو یہی زندگی آسان ہے۔

تُو نظر پھیرے تو طوفان زندگی
تُو نظر کر دے تو بیڑا پار ہے

تو وہی زندگی طوفان ہو جاتی ہے اور اگر نظر کر دیں تو بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ تو یہ ہے ساتھ اور تقرب۔ تو دعا کرو کہ آپ کو تقرب سمجھ آجائے۔ تقرب اور محبوب کے کئی درجے ہیں۔ تقرب محبوب کے نزدیک آنے کا نام ہے یا تمہارا اس کے قریب جانے کا نام ہے۔ اس لیے ہر شے آسان ہو جاتی ہے' جان دینا بھی آسان ہو جاتی ہے۔ اُسے کہیں کہ اس نے

جان مانگی ہے تو وہ کہتا ہے کہ جان لے لو_____ تو دوست ساتھ ہو تو جان دینا آسان ہے۔ اگر محبوب نظر آجائے تو دار پر چڑھنا آسان ہے_____ پھر دار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو مہربانیاں ہو گئیں۔ اگر محبوب نظر آئے تو سنگِ در پر سر سجدے میں جھک جاتا ہے اور اگر محبوب نظر آجائے دار پر تو سر چڑھتا ہے دار پر۔ تو یہ جو درجے ہیں یہ محبوب کی نگاہ میں ہیں۔ سر اکڑا تو سمجھو محبوب سے دور ہو گیا۔ اکڑا ہوا سر محبوب سے محرومی کا نام ہے اور جھکا ہوا سر محبوب کے قریب ہے اور دار پہ چڑھا ہوا محبوب کے بہت ہی قریب ہے۔

ہاں بولو اور_____ کیا کہتے ہیں آپ_____ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آپ سے بچائے' آپ ہی اپنے دشمن ہو' خدا ان چیزوں کا شوق نہ دے جو چیزیں اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالتی ہیں' اونچی آواز سے بولو_____ آمین_____ اللہ تعالیٰ وہ شوق نہ دے جو اللہ کے شوق میں رکاوٹ ڈالے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رستے کا شوق دے' اللہ تعالیٰ اپنی منزلوں کا مسافر کرے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے آپ کی محبت کرا دے' اپنے بندوں سے دوستی کرا دے' اپنے بندوں کا قرب عطا کر دے_____ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

آخر میں دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر تو بھی راضی ہو اور ہم بھی راضی رہیں۔

امین برحمتک یا ارحم الرٰحمین

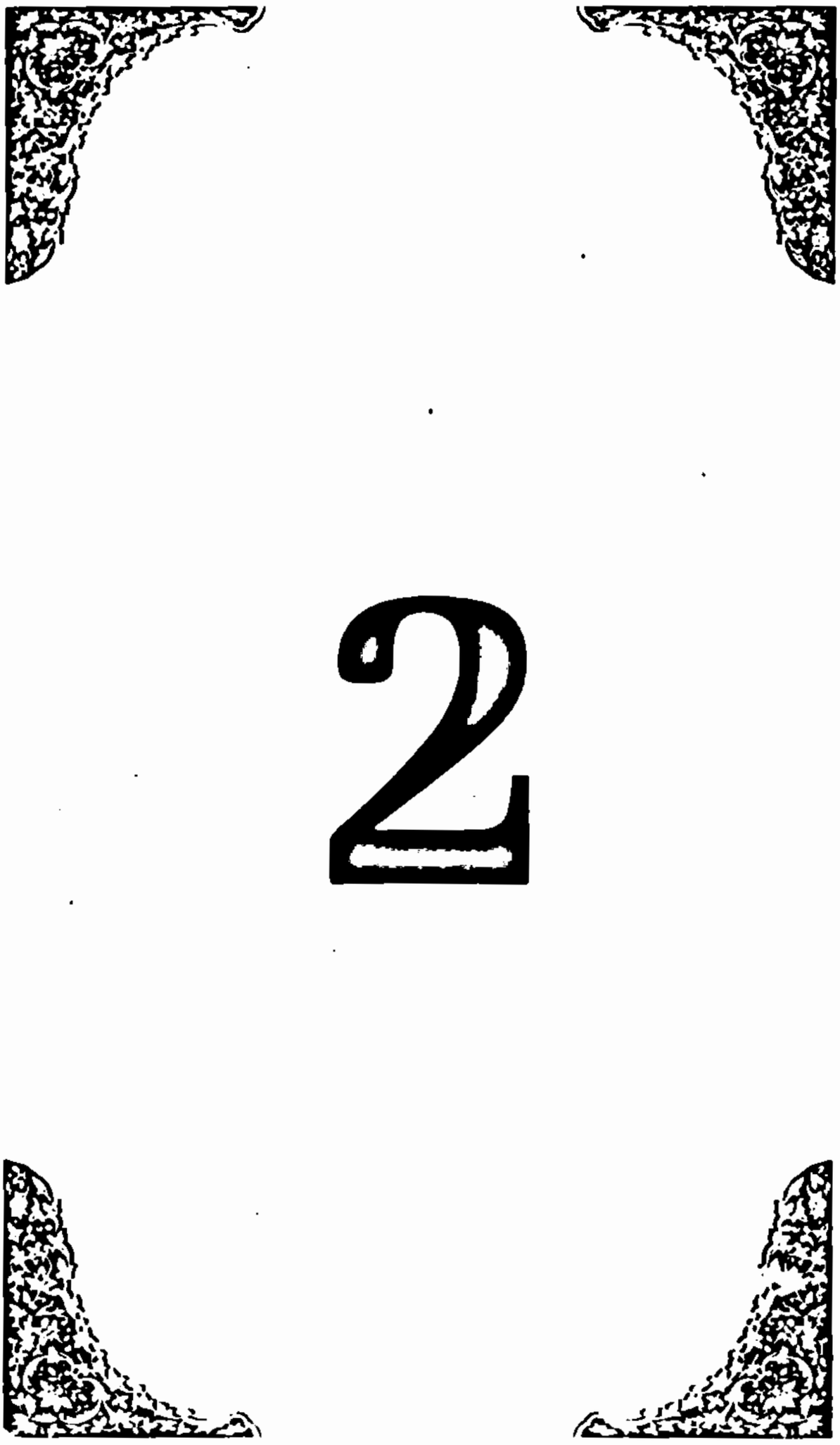

1 یہ جو نفس ہے کیا یہ انسان کے وجود اور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ' ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟

سوال:

یہ جو نفس ہے کیا یہ انسان کے وجود اور روح کی کیفیات ہیں اور کیا نفس امارہ اور نفس مطمئنہ' ان دو سے الگ کوئی تیسری کوئی چیز ہے؟ اس پر کچھ روشنی ڈالیں۔

جواب:

اب جو نفس کی قسموں کی بات آ گئی ہے تو پھر غور کرنا پڑے گا کہ نفس ہے کیا؟ اصل میں یہ روح اور مادہ کا امتزاج ہے۔ تو یہ جو امتزاج ہے' یہ نفس ہے۔ جس طرح ہم لفظ ''انسان'' کہتے ہیں تو وہ انسان نہ خالی روح ہے اور نہ خالی مادہ ہے بلکہ روح اور مادہ ایک پیکر میں جب اکھٹے ہوتے ہیں تو وہ انسان کہلاتا ہے۔ تو یہ ''لوامہ'' انسان کی ایک قسم ہے' انسانوں کی ایک قسم ہے اور یہ صرف نفس کی قسم نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ کے اندر نفس کی چاروں قسمیں ہوں۔ اگر آپ میں نفس کی چاروں اقسام ہوں تو کبھی آپ ''لوامہ'' ہوں گے' کبھی آپ ''مطمئنہ'' ہوں گے' مگر ایسا نہیں ہے۔ تو آپ کو ایک صفت والے لوگ ملیں گے۔ مدعا یہ ہے کہ جسم اور روح جب کبھی ایک پیکر میں اکھٹے ہوں تو اس کو نفس کہا جا سکتا ہے۔ نفس جو ہے وہ Unity یا Harmony ہے جو Soul اور Body کے درمیان ہے۔ یہ جو Harmony یا یہ جو Bond ہے' یہ جو رشتہ ہے' یہ رشتہ فانی ہے اور اس کو موت ہے۔ مادہ کبھی زندہ نہیں ہوتا' اس نے مرنا کیا ہے اور روح کو تو موت ہے ہی نہیں ہے بلکہ روح اور جسم کے درمیان جو رشتہ ہے اس کو موت ہے۔ جسم تو پہلے ہی مردہ ہے اس کو موت کی کیا ضرورت ہے۔ کبھی مردہ بھی مرا ہے؟ تو مردہ تو مرتا نہیں ہے۔ روح جو ہے وہ زندہ ہے' لہٰذا

اس کو موت نہیں۔ تو کون سی چیز ہے جس کو موت ہے؟ وہ اس رشتے کا نام ہے یعنی یہ جو رشتہ ہے Soul اور Body کا' یہ ختم ہو جائے گا۔ یعنی Man اس رشتے کا نام ہے As a man یا As a human being اب آپ غور کریں کہ آپ لوگوں کو نفس واحد سے پیدا کیا گیا ہے یعنی ایک انسان سے۔ یہاں پر "نفس" سے مراد انسان ہے۔ تو کل نفس ذائقة الموت جہاں تک سارے انسان ہیں وہ سب انسانی پیکر میں ہیں اور یہ Body اور Soul کا Combination ہے۔ اس نے ایک دفعہ موت کو چکھنا ضرور ہے۔ یعنی یہ جو Unity ہے یہ ٹوٹے گی ضرور کیونکہ یہ عارضی ہے Soul Permanent ہے' مادہ کی حقیقت یہ ہے کہ جسم مٹی سے آیا ہے' مٹی میں واپس چلے جانا ہے اور روح لامکاں کی مسافر ہے' اسے لامکاں میں واپس چلے جانا ہے۔ اس کی مثال لوگ یوں دیتے ہیں کہ اگر کوئی تیز رفتار اڑنے والا پرندہ مثلاً شاہین زمین پر کوئی چیز دیکھے تو اس نے جھپٹا مارا اور اس چیز کو اُٹھایا' پھر اس نے دیکھا کہ یہ تو مری ہوئی چیز ہے' اس نے واپس پھینک دی اور وہ چیز واپس گر گئی۔ اب جتنی دیر وہ مری ہوئی چیز اسکے پنجے میں تھی اڑتی رہی تھی اور جب اس نے پنجے میں سے چھوڑ دیا تو وہ مردہ' مردوں میں جاملا۔ تو جب تک آپ کی روح اس مادے کو چلانے والی ہے اور اس گھوڑے کی سوار ہے وہ اسے چلا رہی ہے۔ اور جب سوار نے گھوڑا چھوڑ دیا تو گھوڑا تو لکڑی کا ہے' وہ وہیں بیٹھ جائے گا۔ اس لیے یہ Combination تو یہیں ختم ہو جانا ہے اور جب کبھی آپ سے سوال پوچھا جائے گا کہ بتاؤ کہ تم نے دنیا میں کیا کھایا پیا ہے' تو یہ Combination قائم ہونا ضروری ہے۔ دوبارہ زندگی کا مطلب یہ ہے کہ روح تو مری نہیں اس نے زندہ کس لیے ہونا ہے وہ تو Already exist کر رہی ہے اور جس روح نے ایک بار مٹی کا پیکر استعمال کیا اور انسان بنی وہ دوبارہ بھی پیکر استعمال کر لے گی۔ تو پھر آپ اس Form میں آجائیں گے اور اس کیفیت میں آجائیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی انسان دانا ہے اور وہ دانا ایک غلطی کرے تو اس کی دانائی میں ایک سوال ہو سکتا ہے۔ آپ اگر اب بوڑھے ہو گئے ہیں اور بچپن میں آپ نے کوئی غلط کام کیا تھا تو اس کا اب سوال نہیں کر سکتے کہ تم نے

کیوں کیا؟ اُسے اگر یوں کہیں کہ جب تو بچہ تھا تو یہ کام کر کے بھاگا کیوں تھا؟ تو وہ کہے گا کہ ''وہ تو بچہ تھا' میں کہاں تھا' بھاگا تو بچہ تھا'' بچہ جب ختم ہو گیا تو اب آپ اس سے بچپن کے بارے میں سوال نہیں کر سکتے کیونکہ اب وہ بچپن نہیں ہے۔ تو جس عمر میں آپ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اسی عمر میں سوال ہوگا۔ آپ کے اعمال کی باز پرس اس وقت ہوگی' جب آپ کو اعمال کی کیفیات عطا کی جائیں۔ یعنی جس وقت آپ سے پوچھا جائے گا کہ یہ بات کیوں کی ہے تو پھر آپ کو وہی حالت عطا کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو دوبارہ اسی جامے میں' اسی حالت میں پیش کیا جائے گا تا کہ آپ جواب دہ ہوں۔ تو بچپن کے اعمال بچپن کے اندر۔ آپ کے بچپن کے بارے میں جب پوچھا جائے گا تو آپ کو بچپن دے کر پوچھا جائے گا اور جوانی کے بارے میں پوچھا جائے گا تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا کیونکہ پہلے جوانی میں آپ سے عمل ہوا ہے۔ اب اللہ کریم نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے پہلے جوانی دی ہے' دوبارہ جوانی دے کر پوچھ لوں گا۔ بوڑھے آدمی سے جوانی کے اعمال نہیں پوچھ سکتے۔ پوچھیں گے ''کون آدمی تھا؟'' کہے گا ''جوان تھا''۔ اگر جوانی کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے کہ ''تو نے اتنا کھایا پیا کیوں تھا؟'' تو وہ کہے گا ''پہلے بدہضمی ہے' کھانے پینے کا ذکر کہاں سے کر رہے ہو''۔ اس لیے جوانی کی حالت میں جوانی کا سوال ہوگا' بڑھاپے کی حالت میں بڑھاپے کا سوال ہوگا۔ جب یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے اولاد کے ساتھ کیا نیکیاں کی ہیں تو پھر آپ کو صاحب اولاد بنا کر پوچھا جائے گا۔ گویا کہ اللہ کریم جب زندگی کے بارے میں آپ سے سوالات کریں گے تو زندگی کی بتدریج نفس کی حالتوں میں سوال ہوں گے۔ یہ نہیں کہ کس عمر کی بات ہے اور کس عمر میں پوچھ رہے ہیں۔ کہیں گے ''وہ جو سامنے درخت ہے تو نے اس کا پھل کیوں توڑا تھا؟''۔ کہتا ہے ''اب تو بینائی نہیں ہے' اب درختوں کی بات کیوں کر رہے ہو''۔ تو یہ سوال بینائی دے کر پوچھا جائے گا۔ لہٰذا سائل کو اور Candidate کو' جس کو سوال' محاسبہ ہونا ہے' اس کو اس حالت میں رکھ کر پوچھا جائے گا کہ بتا اب کیا کیفیت ہے' اس وقت تو تم نے نہیں غور کیا لیکن اب تو میں موجود ہوں'

اب غور کر کہ غلطی ہے کہ نہیں ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ غلطی ہو گئی ہے۔ ''تم نے پہلے غلطی کیوں نہ مانی'' پھر وہ کہتا ہے ''جی معافی دے دیں''۔ تو اس کا کل معاف ہو جائے گا۔ اللہ کریم جو ہے وہ ایسے چھوڑے گا نہیں یعنی Realize ضرور کرائے گا۔ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جوانی میں یہ واقعہ ہو گیا تھا یا کہ بچپن میں' تو جوانی دے کر پوچھا جائے گا۔ اور پہلے ہی اللہ نے آپ کو اطلاع کی ہوئی ہے کہ اللہ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کو غائب سمجھ کر اُس سے ڈرے یہ لوگ اللہ کو حاضر سمجھتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے جو لوگ ڈرتے ہیں اور اللہ کو غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں' وہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں۔ یعنی کہ اللہ کو یہ جانتے ہوئے کہ اللہ موجود ہے' گرچہ وہ ہماری نگاہوں میں نہیں ہے' اس کو اس طرح غائب سمجھ کر ڈرتے ہیں تو یہ لوگ بڑے ایمان والے ہیں اور اس وقت اللہ حاضر ہو گا اور نگاہوں کے سامنے موجود ہو گا۔ پھر آپ کو معلوم ہو گا کہ کیا فرق تھا۔ کہ اللہ کی اطلاع اللہ کے بارے میں جو تھی' اس وقت تم نے ایسا محسوس نہ کیا اور اب اللہ موجود ہے ذلک الیوم الحق ''آج کا دن حق ہے''۔ اب بتاؤ کہ ایسا کام کیوں ہوا؟ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پتہ نہیں کیا تھا اور کیا نہیں تھا۔ پھر آپ اپنی غلطیوں کو اس وقت Realize کریں گے۔ اس لیے وہ لوگ مومن کہلائیں گے جو غائب ماننے کے بعد اُس کیفیت میں ڈریں۔ آپ جس کو غائب کہہ رہے ہیں وہی تو حاضر ہے اور جسے حاضر سمجھ رہے ہیں یہ غائب ہے۔ تو جس کو آپ غائب سمجھ رہے ہیں حقیقت میں وہی حاضر ہے اور جس چیز کو آپ حاضر سمجھ رہے ہیں اس نے غائب ہو جانا ہے کیونکہ یہ فانی ہے اور اللہ باقی ہے۔ باقی ہمیشہ حاضر ہے اور فانی ہمیشہ ہی غیر حاضر ہے۔ لہٰذا اتنا سا فرق آپ طے کر لیں تو آپ کو نفس کی پہچان ہو جاتی ہے کہ نفس ہے کیا۔ تو نفس کی پہچان کی Stages کے زمانے ہیں' ارتقاء کے زمانے ہیں' اعمال کے زمانے ہیں اور افعال کے زمانے ہیں۔ یعنی جسم' روح اور مادہ کا Combination جو ہے اس جسم پر اعمال' ارتقاء اور افعال کے زمانے' یہ سارے نفس کے زمانے ہیں۔ اب آپ جسے نفس مطمئنہ کہہ رہے ہیں تو یہ ایک انسان کے نفس کی ایک زمانے کی حالت ہو سکتی ہے۔ دوسرے زمانے میں دوسری

حالت ہوسکتی ہے' لیکن کچھ انسانوں کے ساتھ یہی حالت چلتی رہتی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے نفس مطمئنہ ہوتے ہیں۔ کچھ انسان ذکر کے ذریعے مطمئنہ ہوگئے' کچھ کسی اور طرح سے ہوگئے۔ تو نفس کو جاننے کا مطلب یہ ہے کہ جسم اور جان کے رشتے کو اللہ کا احسان سمجھ کر اس کو پہچانو کہ یہ کیا چیز ہے۔ اور یہ Permanent نہیں ہے' ہمیشہ رہنے والی چیز نہیں ہے' یہ جدا ہو جائے گا۔ یہ رشتہ جدا ہو جائے گا کیونکہ یہ ٹھہرنے والا نہیں ہے اور یہ Force کیا ہوا Combination ہے۔ یعنی کہ یہ اجزا اور مختلف قسم کے عناصر کا مرکب ہے۔ ایک فانی ہے اور ایک Eternal ہے' روح جو ہے خدا نہیں لیکن اس کی ابتداء ہے۔ اللہ اور روح میں یہ فرق ہے کہ اللہ ہر ابتداء سے پہلے ہے اور ہر انتہا کے بعد ہے لیکن روح جو ہے پیدا کی گئی ہے لیکن فانی نہیں ہے۔ اس لیے روح ایک کنارے کا سمندر ہے' ایک کنارا ہے اور اللہ کے ہاں کنارا نہیں ہے کیونکہ اللہ ہر طرح سے لامحدود ہے۔ اس لیے روح مخلوق ہے لیکن Eternal ہے' ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس لیے آپ کی روحیں جو ہیں As such قائم رہیں گی اور اپنے جسم کا' دوبارہ لبادہ کا' انتظار کریں گی اور پھر وہ واپس لایا جائے گا اور پھر سوال جواب کا سلسلہ ہوگا۔ اس لیے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس نے اللہ کریم کے احکامات کو کس طرح مانا' کس طور پر مانا' اور وہ کس طرح کی کیفیت تھی۔ کیونکہ ماننے کا زمانہ آپ کی یہی زندگی ہے۔ زندگی کے بعد تو ماننا نہیں ہے۔ جس طرح بوڑھا آدمی بچپن کی بات نہیں مان سکتا اور بچہ جوانی کی کیفیات نہیں مان سکتا کہ اللہ کریم کا حکم ہے کہ نکاح ہونا چاہیے' اب بچے کو کیا پتہ کہ نکاح کیا ہوتا ہے۔ اس لیے بچے کے احکامات بچے کے ساتھ' جوانی کے احکامات جوانی کے ساتھ' بڑھاپے کے احکامات بڑھاپے کے ساتھ اور مرنے والوں کے احکامات' یہ نفس کی Stages ہیں۔ پھر نفس کے درجات رکھے ہوئے ہیں' وہ چاروں کیفیات جو ہیں نفس کے درجے ہیں اور ایک انسان میں بتدریج آسکتے ہیں' یا ایک انسان میں کسی ایک کیفیت کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ اس کو پہچاننا ہے۔ اور مکمل طور پر یہ پہچاننا کہ اللہ کریم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ اس کو پہچاننے کا طریقہ جو ہے اپنے آپ کو پہچاننا'

ذکر کے ذریعے پہچاننا' حکم کی اطاعت کے ذریعے پہچاننا' کسی کے کہنے پر پہچاننا' اپنے علاوہ دنیا کا مشاہدہ کر کے پہچاننا' پھر اپنا مشاہدہ کر کے پہچاننا اور مر کے پہچاننا' زندگی کے ذریعے پہچاننا_____ تو جن انسانوں کو زندگی میں ہی موت سے آشنائی ہوگئی' ان کی موت کے ساتھ پہچان ذرا جلدی ہو جاتی ہے۔ کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ موجود ہے' سارے کا سارا سامان اللہ کے سپرد کر دیا جائے۔ بچپن تو اپنے System کے لحاظ سے ترک ہوا اور یہ آپ نے ترک نہیں کیا بلکہ Evolution کے ساتھ ترک ہوا اور جوانی اپنے ارتقاء کے لحاظ سے ترک ہوگئی' آپ کو پتہ نہیں چلا کہ بچپن کے بعد جوانی آ گئی۔ مطلب یہ کہ درجات Evolution کے ساتھ ختم ہوتے ہیں اور زندگی موت کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ لیکن اب اس کو سمجھنا ہو تو اپنی بھرپور زندگی کے اندر سے ہٹ کر اسے پہچانو۔ اب بھرپور زندگی سے ہٹنا جو ہے یہ اصل معراج ہے۔ اس سے کیسے ہٹا جائے؟ ہم آپ کو کہتے ہیں کہ دیکھو ایسے کام میں Involve نہ ہونا جس سے نقصان ہو جیسے آگ میں Involve ہونے سے ہاتھ جل جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ بجلی کا کوئی شاک لگے' آپ اس کو ہاتھ ہی نہ لگائیں۔ تو یہ داناؤں کی بات ہوتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے۔ جو مرنے سے پہلے مر گئے تو ان کو ایک اور شعور حاصل ہوا۔ وہ شعور عرفانِ نفس کہلاتا ہے۔ کہ وہ مرنے سے پہلے مر گئے' یعنی اپنی کیفیات سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے آپ کو اللہ کے ماتحت کر دیا۔ اور پھر جب ایک نیا شعور حاصل ہوگا تو اسے آپ کہیں گے عرفان۔ مقصد یہ کہ ہم میں سے ہر آدمی اللہ کریم کی تابعداری میں ہے۔ تابعداری میں اس طرح ہے کہ کوئی انسان گھوڑا نہیں بن سکتا۔ اب انسان ہونے کی مہر لگا دی اللہ نے۔ تو ہم انسان ہی رہیں گے۔ تابعداری تو ہوگئی۔ مقصد یہ ہے کہ ہم سارے تابعداری میں ہیں کہ جب تک انسان' انسان ہے وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی اپنے قد سے باہر نہیں نکل سکتا' اس طرح وہ تابعداری میں ہے۔ کوئی آدمی نیند ترک نہیں کر سکتا' تو یہ تابعداری ہے۔ کوئی انسان بچوں کی محبت سے گریز نہیں کر سکتا' یہ تابعداری تو فطری طور پر ہر انسان میں ہے۔ اب اس کے بعد مذہب کی کیفیت پیدا ہوئی۔ فطری طور پر ہر آدمی اپنی

ضروریات کا غلام ہے' یا مجبوریوں کے ماتحت ہے۔ مجبوریاں فطری ہوں' مجبوریاں دنیاوی ہوں' سماجی ہوں' معاشرتی ہوں' چاہے سیاسی بھی ہوں _____ مجبوری جو ہے وہ بے بس کرتی ہے۔ ہر انسان کو مجبوریوں کی بے بسی ہے۔ مثلاً آپ کو کیا مجبوری ہے؟ نیند آئے گی تو آپ سو جائیں گے۔ بستر تلاش کریں گے۔ ''کیا کر رہے ہو''۔ ''بس جی مصیبت بن گئی''۔ ''کیا مصیبت بن گئی''۔ ''جی نیند آ گئی''۔ پھر کھانا تلاش کر رہے ہیں ''بھوگ لگ گئی ہے''۔ یہ بھی مجبوری ہے۔ اس طرح انسان مجبوری میں چیزیں تلاش کرتا پھر رہا ہے۔ پھر کبھی چڑیا کو آپ دیکھیں' وہ چڑیا ڈھونڈتی ڈھونڈتی ایک تنکا تلاش کر رہی ہے۔ تنکا کس لئے؟ اس سے آشیانہ بنے گا کیونکہ انڈے دینے کا وقت آ گیا۔ مطلب یہ کہ ان کی اپنی مجبوری ہے۔ آشیانہ بنانے کے بے شمار طریقے ہیں' ہر پرندے کے الگ الگ System ہیں۔ یعنی یہ مجبوریاں فطری طور پر ہیں کہ بچھو کو ڈنگ دیا گیا ہے اور کسی کو آواز دی گئی ہے' کوئل کو بہت اچھی آواز دی گئی ہے' سانپ کو اور کام دیا گیا ہے' پرندوں کو اور کام دیا گیا ہے' بلند پرواز کو بلند پرواز دی ہے' شاہین سے اگر آپ یہ کہیں کہ یہ چیز کھالے اور اڑنا بند کر دے تو وہ کہے گا کہ کھانے کا میں نے کیا کرنا ہے۔ وہ بس پرواز کرتا رہے گا چاہے بھوکا ہی رہے کیونکہ پرواز اس کی فطرت ہے۔ شیر سے کہا جائے کہ تو گھاس کھالے تجھے فلاں چیز بھی ساتھ دیں گے' تو وہ کہے گا کہ گوشت کھاؤں گا ورنہ کچھ نہیں کھاؤں گا۔ مطلب یہ کہ یہ مجبوریاں ہیں۔ زندگی کی مجبوریوں کو پہچاننا' یہ نفس کی پہچان ہے۔ کیا آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ نفس کی پہچان یہ ہے کہ کون سا انسان کس مقام پر جسم کے تقاضوں سے کیسے بے بس ہو گیا۔ جسم کیا ہے؟ روح اور مادہ کا امتزاج۔ جسم کے تقاضوں میں فطری محبت بھی ہے' ماں باپ کی محبت بھی ہے' اولاد کی محبت بھی ہے' کھانا بھی ہے' دوسری ضرورت بھی ہے' مکان بھی بنانا ہے۔ تو یہ سارے کا سارا کاروبار فطری ہے اور یہ سارا نفسانی ہے۔ اب جتنا کاروبار Secular ہے' لامذہب دنیا کا سارا کارخانہ جو ہے' یہ سارا عرفانِ نفس ہے جس میں Space کو دریافت کرنا' چاند پر جانا' سائنس کو دریافت کرنا' زمین کی پہنائیوں میں جانا' یہ ساری Zoology

Science, Botany, ساری Social Sciences' نفسیات' فلسفہ' وجودیت' موجودیت' یہ سارے کا سارا نفس ہے۔ اس میں کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہے۔ انسانی ذہن کی رفتار ہر رفتار سے زیادہ ہے۔ ہر رفتار سے اس طرح زیادہ ہے کہ ابھی میں سوچ رہا تھا کہ ایفل ٹاور کہاں ہے اور پھر میں نے کہا آپ یہ بتاؤ کہ تاج محل کہاں ہے؟ ایفل ٹاور کدھر اور تاج محل کدھر۔ منٹ نہیں لگا ذہن کو' ذہن وہاں چلا گیا اور پھر ذہن یہاں چلا گیا۔ یعنی پہلے پیرس چلا گیا' پھر آگرہ چلا گیا۔ اب ذہن جہاں مرضی چلا جائے۔

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں
میرا حق ہے فصل بہار پر

تو ذہن ہر جگہ جا سکتا ہے' ذہن کی پرواز اور ذہن کا سفر لامحدود ہے۔ کوئی انسانی غم کسی طرح کا ہو' آنسو ایک جیسے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ کل تو تجھے چوٹ لگی تھی اور تو رو رہا تھا اور آج تجھے کوئی اور تکلیف ہوئی تو تُو رو رہا ہے۔ کہتا ہے کہ تکلیف جس طرح کی ہو رونا میں نے اسی طرح ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی رونا جو ہے ہر طور پر غم کا باعث ہوگا۔ مطلب یہ کہ انسان کی آنکھ نے رونا ضرور ہے اور مذہب والے ہوں یا لامذہب ہوں' سب کی آنکھ میں آنسو یکساں ہوں گے اور روتے ہوئے شکل تھوڑی سی خراب ہو جاتی ہے۔ تو یہ سارا نفس ہے۔ اور قہقہہ لگانا بھی نفس ہے' دوڑنا نفس ہے' آرام کرنا نفس ہے' کسی کے ساتھ نیکی کرنے کی فطری خواہش' بدی کرنے کی فطری خواہش' شہر چھوڑنے کی خواہش' شہر بسانے کی خواہش' سفر کرنے کی خواہش' مقیم رہنے کی خواہش' یہ سارا ہی نفس ہے۔ یہ زمین کا جتنا کارخانہ سجایا گیا ہے یہ سارا نفس ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اب اس Combination کو چھوڑ کے دیکھو اور کبھی روح کا زیادہ خیال رکھو۔ پھر لوگوں نے کیا کام کیا؟ جسم کو لاغر کر کے دیکھا۔ یہ دیکھنے کے لیے جسم کو لاغر کیا کہ گھوڑا اگر نہ ہو تو کیا سوار چل بھی سکتا ہے۔ تو جسم کو لاغر کیا۔ پھر سوار کو دیکھا تو مضبوط تھا۔ اب یہ روح کی دنیا ہے۔ یعنی جسم کو لاغر کر کے دیکھا' جسم کو کمزور کر کے دیکھا' فاقہ کر کے دیکھا' تو پھر اندر طاقت محسوس ہوئی' روح کی طاقت

محسوس ہوئی۔ اگر روزے رکھو یا فاقہ کرو تو روح کے لیے تقویت ہوگی۔ کم سونا شروع کر دو روح میں تقویت ہو جائے گی' کم بولنا شروع کر دو روح میں تقویت ہو جائے گی۔ سارے پٹ بند کر دو یعنی وجود کے جتنے بھی سوراخ ہیں سارے دروازے جو ہیں سب کو بند کر دو یعنی جتنے بھی Apertures ہیں سارے بند کر دو جسم کے دروازے بند کر دو تو پھر آپ کو نرنجن خود بخود ہی آئے گا۔ کیوں نہیں ہوگا۔ اگر آنکھ بند رکھو بینائی قائم ہے مگر آنکھ بند ہے تو نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ سماعت قائم ہے مگر کان بند ہیں تو سنائی دینا شروع ہو جائے گا۔ جب سنائی دینا شروع ہو جائے گا پھر کان بند کرنے کے باوجود بھی سماعت قائم ہوگی۔ یہ سارا روح کا کام ہے۔ تو روح کی دنیا جو ہے وہ جسم کے افعال کو اقوال کو ایک اور انداز سے پہچاننا ہے۔ نفس کو پہچاننے کے لیے جب انسان روح کی دنیا میں آتا ہے تو پھر نفس کو Dictate کرنا شروع کرتا ہے۔ Dictate کا معنی حکم لگانا _____ نفسانی دنیا میں یعنی نفس کی دنیا میں کھانا کھاؤ گے تو صحت قائم رہے گی اور روح کی دنیا میں کھانا نہ کھاؤ تو صحت قائم رہے گی۔ نفس کی دنیا میں جو سوئے گا وہ صحت مند ہوگا اور روح کی دنیا میں جو سوئے گا وہ بیمار ہو جائے گا۔ یہ جو ہنسنا ہے' یہ انسانی صحت کے لیے نفس کی دنیا میں بہت ضروری ہے۔ روح کی دنیا میں کم ہنسے گا' بلکہ ہنسے گا ہی نہیں _____ اللہ کا فرمان ہے کہ ''وہ کم ہنستے ہیں اور روتے زیادہ ہیں'' گویا کہ نفس کی دنیا اور پیمانہ ہے اور روح کی دنیا اور پیمانہ ہے۔ یہ پرانے مذاہب' اسلام سے پہلے کے مذاہب روح تک' روح کے اعلانات تک لے آئے۔ یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ اور مذہب سے پہلے کا زمانہ جو ہے یعنی مذہب نہ شامل ہو تو پھر اگر انسان محنت کرے' غور و فکر کرے تو انسان کہاں تک پہنچے گا؟ نفس کی پہچان تک پہنچے گا۔ اگر اسلام سے پہلے کے مذاہب پر انسان غور کرے گا یعنی عیسائیت' ہندو' بدھ مت پر تو یہ صرف روح کی پہچان تک ہیں۔ اسلام نے اس میں جو اضافہ کیا' وہ یہ ہے کہ اس نے کہا بات یہ ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ نفس کی پہچان بھی ہونی چاہیے' روح کی پہچان بھی ہونی چاہیے مگر اس سارے کے اندر ایک نئی چیز ہے۔ کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ مادہ تو مادہ ہے'

روح تو روح ہے' روح اور مادہ کی جو کیفیات ہیں یہ بھی ہیں لیکن ایک اور چیز پر غور کرو کہ تیری آنکھ کے اندر ایک بینائی ہے اور کائنات کے اندر ایک روشنی بھی ہے۔ تو اسلام نے نیا تصور دیا' وہ تھا نور کا تصور' نورانی اللہ کا جو تصور ہے یہ اسلام نے شامل کر دیا۔ پھر نفس بھی پیچھے رہ گیا' روح بھی پیچھے رہ گئی۔ اب آپ نور من نور اللہ کی طرف آؤ۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ پہچان کا سب سے انتہائی درجہ ہے کہ آپ نور کو پہچانو مثلاً یہ کہ یہ کائنات مرقع نور ہے۔ یعنی کہ مرقع وجود تو تھا ہی سہی اور مرقع روح آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر چلتا پھرتا جہان ہے لیکن اصل میں یہ کائنات مرقعِ جمال ہے۔ اب جمال کو جب پہچاننا ہے تو روح مادہ اور نفس سارے ہی اس کے تابع ہو گئے' کیونکہ آگے جمال ہے اور جمال کے آگے کچھ اور نہیں ہے۔ تو یہ عشاق کی دنیا ہے' یہ لگن کی دنیا ہے۔ جس طرح آپ کا دوست ہے' وہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو' دوست جو ہے یہ نفس ہے اور دوستی کرنے والا بھی نفس ہے۔ لیکن اگر دوستی کی لگن تیز ہو جائے' روح کے اندر داخل ہو جائے' اس کے اندر فضل الٰہی شامل ہو جائے' مجاز سے حقیقت بن جائے تو وہ نور میں شامل ہو گیا۔ تو جب تک رانجھا اپنے ''پنڈ'' میں تھا نفس تھا۔ ہیر اپنے ''پنڈ'' میں تھی تو نفس تھی۔ محبت شروع ہو گئی تو روح کی دنیا شروع ہو گئی' لیکن جب

رانجھا رانجھا کر دی نی میں آپے رانجھا ہوئی

تو پھر یہ نور کی کیفیت شروع ہو گئی۔ گویا کہ جب نور کی کیفیت شروع ہو جائے وہاں مقام اور ہو جاتا ہے۔ فنا بھی پیچھے اور بقا بھی پیچھے۔ تو مادہ فنا' نفس فنا' روح بقاء اور نور فنا و بقاء دونوں سے ماوراء۔ اب آپ کو بات سمجھ آنی چاہیے کہ ہم جب تک اللہ کی صفات کی پوجا کرتے ہیں تو ہم زیادہ سے زیادہ بقا کی پوجا کرتے ہیں۔ بقاء سے ماوراء کی طرف ہم نہیں جا سکتے۔ ہم صفات مان رہے ہیں کہ اللہ کریم کو رازق ہونے کی حیثیت سے مانا' کہ مجھے رزق مل گیا' اللہ کریم کی بڑی مہربانی ہو گئی' اگر آپ اس سے بلند ہو کر دیکھو تو نور کا مقام ہے جہاں نہ رزق ہے' نہ لینا ہے نہ دینا ہے۔ یہ تو نور کی کیفیت ہے۔ اللہ تو اللہ ہے' اللہ جو ہے یہ مذہب سے

بلند ہے۔ اللہ نے آپ کے لیے اسلام رکھا' آپ اسلام میں رہو کیونکہ آپ کو حکم میں رہنا ہے۔ آپ کے لئے یہ اسلام کا حکم ہے لیکن اسلام کے علاوہ بھی کائنات ہے' اب چاند مسلمان ہے کہ کافر؟ آپ بتاؤ! چاند نہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ اب اگر چاند سے محبت ہوگئی ہے تو آپ چاند میں مست ہوگئے' آپ نہ کافر رہے نہ مومن رہے۔ سورج سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ کائنات سے محبت ہوگئی' نہ آپ کافر رہے نہ مومن رہے۔ یعنی خالق کی تخلیق سے یا مخلوق سے ہمہ رنگ یک رنگ ہوگئے۔ جب ہمہ رنگ یک رنگ ہوجائے تو آپ کا مذہب کیا ہوگیا؟ آپ مذہب سے ماوراء ہوگئے اور یہ اتنا مشکل مقام ہے کہ اس کے اندر انسان سر کے بل گرتا ہے۔ ساتھ ہی یہاں پر وارننگ ہے۔ اس لیے بڑے بڑے فقیر جب اپنی مستی میں بلند ہوتے ہیں تو کہہ جاتے ہیں کہ ؎

کافر عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں

اور فقر سکھانے والے پیر خانے کے لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے کفر اور کیا ہے اسلام' ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں کہ اللہ کا امر چل رہا ہے اور وہ چاہے تو اسلام ہی اسلام ہے اور وہ چاہے تو کفر ہی کفر ہے۔ ہم کافر کو مارتے رہیں اور آپ اسے خوراکیں دیتے رہیں' آپ انہیں اسلحہ دیتے جائیں اور ہم بددعا دیتے جائیں۔ تو بددعا کیا کرے گی' اللہ مارنا چاہے تو خود ہی مار دے۔ اب آپ یہ غور کریں کہ اللہ کے بارے میں انسان کا جو نقطہ نظر ہے' خیال ہے وہ ہر انسان کا الگ ہے' حالانکہ اللہ ایک ہے۔ جس انسان کو ماپ کے تول کے خوراک ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بہت ''ڈاہڈا'' ہے اور جس انسان کو بغیر حساب کے ملا ہے' وہ کہے گا کہ اللہ ہی اللہ ہے' رونقیں ہی رونقیں ہیں۔ یہ اس لیے کہ اسے بغیر حساب کے ملا ہے۔ اب جس آدمی کو شکل خوبصورت ملی ہے وہ کہے گا کہ اللہ بڑا سخی ہے۔ اگر شکل میں ذرا کمزوری ملی ہے تو وہ کہے گا کہ اللہ کریم پتہ نہیں کہ کیا کیا کرتا رہتا ہے۔ اور اگر اس شکل کو چاہنے والا مل جائے تو ساتھ ہی اسی شکل کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس لیے اللہ کریم نے ایک بات بتائی ہے کہ دین کی پابندی میں یہ دین کے مقامات ہیں اور اللہ آپ ان مقامات سے

بلند ہے کہ ہمارا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہے اور اللہ تمہارے دل میں _____ اور اگر یہ بات ہو کہ مومن کا دل عرش اللہ ہے تو پھر آپ دل کی دنیا میں داخل ہوئے' پھر آپ باہر کے مسافر تو نہ رہ گئے بلکہ آپ تو اندر کے مسافر ہو گئے۔ اب یہ مقام عجیب سا مقام ہے کہ اللہ کو دریافت کرنا ہے' اللہ کے حوالے سے۔ ہم صفات کے حوالے سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ قہار ہے' یہ جبار ہے' یہ رؤف ہے' یہ رحیم ہے' یہ گناہ ہے' یہ معافی ہے' یہ غلطی ہے اور یہ توبہ ہے۔ اللہ کریم ان سب سے ماوراء ہے' بلند ہے۔ اب اللہ کی صفات کو ماننے والا صفات تک پہنچے گا اور صفات جو ہیں اس سے متضاد بھی اللہ کی ہیں۔ اس لیے اللہ آپ کو سمجھ نہیں آتا۔ ایک آدمی عبادت کرتا رہتا ہے تو اس کو قرار ملتا ہے' سکون ملتا ہے۔ دوسرے کو کچھ حاصل ہوا' دس روپے مل گئے' عبادت کرنے کے بعد دوکان چل پڑی۔ اس نے بڑی عبادت کی ہے اور ساتھ والا جو پڑوسی ہے اس کی دوکان بغیر عبادت کے چل رہی ہے۔ اور ''ہم پر اللہ نے بڑا فضل کیا پیر صاحب خوش ہو گئے'' ایک انگریز آتا ہے اور کتنے ہی پیسے وہ پھینک کر چلا جاتا ہے۔ یعنی ہم بڑی دعا کرتے ہیں' وظیفے پڑھتے ہیں' پھر دستِ غیب سے پچاس ہزار روپے مل گئے اور ادھر سے American Aid آ گئی ہے کہ تین ارب روپے دے دو پاکستان کو' واپس نہیں مانگنا۔ ہماری کیفیات میں ''غوث'' کا لفظ جو ہے' عطا کرنے والے' سخی کی بات ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ اور روس والے کافر ہیں اور کروڑوں روپے مفت دے دیتے ہیں کہ آپ کو ایڈ چاہیے' چلو یہ لے لو' دو ارب روپے فی الحال لے لو باقی بعد میں دے دیں گے' کوئی مسئلہ نہیں۔ یعنی وہاں تو مزے ہو رہے ہیں حالانکہ کافر ہیں۔ لہٰذا اگر ہم اللہ سے بھی مدد منسوب کرتے ہیں تو وہ مدد کافر بھی کر دیتا ہے۔ اللہ شفا دینے والا ہے تو U.C.H کیا کر رہا ہے یعنی امریکن ہسپتال۔ تو آپ کو ہسپتال کی ضرورت کیا ہے اگر اللہ شفاء دینے والا ہے۔ گویا کہ یا تو ہمیں یہ یقین نہیں ہے کہ اللہ شفا دیتا ہے' یا پھر ہسپتال بھی شفاء دیتا ہے۔ اگر ہسپتال بھی شفا دیتا ہے تو پھر آپ یہ نہ کہو کہ اللہ شفا دیتا ہے۔ شفاء کا تعلق ڈاکٹر کے ساتھ ہے اور اللہ کا تعلق کسی اور بات سے ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ بڑی مشکل سے بچے

میڈیکل کالج میں داخل کراتے ہیں' گویا کہ ڈاکٹر بنے گا' شفاء ہوگی' اور مریضوں کا پیسہ بھی صاف کرے گا اور بیماری بھی صاف کرے گا یعنی دونوں کام کرے گا۔ جو بھی صفت آپ اللہ کی بیان کریں' کوئی سی بھی آپ بات کریں' وہ صفت کہیں نہ کہیں انسانوں میں پائی جائے گی۔ اللہ ذات جو ہے وہ صفات سے ماورا ہے۔ اللہ کریم نے آپ کے سمجھنے کے لیے کچھ صفات بتائی ہیں کہ میں معاف کرنے والا ہوں' رؤف ہوں' رحیم ہوں اور اول بھی ہوں آخر بھی ہوں' ظاہر بھی ہوں' اور باطن بھی ہوں۔ اب ظاہر بھی وہ ہے' باطن بھی وہ ہے اور اگر ہم اسے اندر سمجھیں' تو باہر کون ہے؟ باہر دیکھیں تو پھر اندر کون ہے؟ تو پھر اندر بھی وہ ہے' باہر بھی وہ ہے' پھر میں کون ہوں؟ بات تو اتنی سی رہ گئی کہ اندر بھی وہ ہے' باہر بھی وہ ہے' پھر درمیان میں ''میں'' کون ہے؟ تو یہ صفات کی دنیا ہے اور اگر آپ ذات کی دنیا میں داخل ہو جائیں تو جلوۂ ذات سے ذات کی دنیا میں پہنچنے والا مقامِ نور سے متعارف ہوتا ہے۔ نور جو ہے نفس اور روح دونوں سے بلند ہے گویا کہ دنیا کا سفر' پہلا سفر نفس کا سفر ہے اور ضرورت کا سفر ہے۔ کھانے کا تعلق بھوک سے ہے' سونے کا تعلق نیند سے ہے' بارش کے ساتھ مکان کا تعلق ہے اور مجبوریوں کا علاج کرتا رہا بیچارہ انسان لیکن پھر سوچا کہ اب روح کی بات کریں تا کہ کچھ لطافت' کچھ کیفیات ہوں اور پھر فائنل سٹیج آ گئی یعنی اسلام۔ کیونکہ نور کے آگے مقام کوئی نہیں ہے لہٰذا اسلام کے بعد مذہب کوئی نہیں ہے۔ اب نور کے آگے کیا مقام ہو سکتا ہے! اس لیے اسلام کے بعد کوئی مذہب نہیں آئے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا' کیونکہ مقامِ نور بیان ہو گیا۔ مقامِ نور کا معنی ہے جلوۂ نور اور اللہ کریم کی ذات۔ تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کے آگے کوئی مقام ہی نہیں۔ اس لیے ہم اپنے دل میں جب کبھی اللہ کا تصور کرتے ہیں تو ہم اگر ضرورت کے لیے اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو ابھی ہم نفس کی دنیا میں ہیں اور نفس کی تکلیف میں ہیں۔ نفس کی تکلیف ہو تو انسان' انسان کی دور کر سکتا ہے یعنی اگر آپ کو نیند نہیں آتی تو ہم آپ کو دوائی دے دیتے ہیں کہ دوائی کھا لی جائے تو نیند آ جائے گی۔ نفس کی بیماری کا علاج انسان کر سکتا ہے یعنی کوئی دوسرا

انسان۔ اگر آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے تو کسی بھائی سے مانگ لو۔ یہ نفس کا علاج ہو گیا۔ چھوٹے موٹے نقائص ہیں یہ دور ہو جائیں گے۔ نفس کا علاج' نفس کی ضروریات' نفس کی مجبوریاں' دوسرا انسان ایک انسان کے لیے پوری کر سکتا ہے۔ یہاں پر انسان ہی قادر ہے یعنی نفس کی دنیا میں۔ نفس کی دنیا میں انسان وہ تکلیف دُور کر سکتا ہے کہ جو تکلیف نقصان کا باعث ہے۔ روح کی دنیا میں دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک انسان کو دوسرے انسان سے محبت ہو گئی اور وہ انسان جو عام لگتا ہے' اب ہماری طرف مائل نہیں ہوتا۔ یہاں پر دعا کی ضرورت پڑ گئی تو وہ انسان جو ہے اس کو باقی انسانوں سے ممتاز بنا رہا ہے کیونکہ محبت ہو گئی ہے۔ اگر سارے بچے زندہ ہیں تو کوئی پتہ نہیں اور جب اپنا بچہ بیمار ہوا تو اس نے کہا کہ ساری دنیا بیمار ہے۔ اب یہ روح کا رشتہ ہو گیا۔ تو روح کے رشتے میں اپنائیت آ گئی۔ تو نور کے رشتے میں الٰہیات آ جاتی ہے' بس اللہ کے حوالے سے بات کرنی ہے' دشمنی بھی اس کے حوالے سے اور دوستی بھی اس کے حوالے سے۔ اور نور کا رشتہ جو ہے یہ پھر اور ہی کیفیت ہے کہ اس کو زیادہ دے دو اور اس کو کم دے دو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم دونوں ایک وقت پر آئے ہیں، لیکن اس کو زیادہ کیوں دیا گیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ فرق تو خدا کی طرف سے ہے' تم نہیں سمجھ سکتے حالانکہ دونوں اکھٹے آئے' کمرے میں اکھٹے داخل ہوئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک کو ساری بادشاہی دے دو اور دوسرے کو کہتے ہیں کہ تم پھر کبھی آ جانا_____ اس میں انصاف کی بات نہیں ہوتی ہے بلکہ اس میں مشیت کی بات ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امیر خسروؒ جائے تو یہ دلبر ہو کر باہر نکلے اور باقی لوگ جائیں تو پھر وہ خالی رہ جائیں۔ وہاں اور کیفیات ہوتی ہیں۔ الٰہیات کے حساب سے نور کی دنیا میں اللہ کا منشاء ہے۔ اسلام کے احکامات جو ہیں یہ درمیانے لوگوں کے لیے ہیں تا کہ آپ کی روح درست رہے' آپ صاف ستھرے رہو' ایک ملت بن جاؤ' دنیا میں کامیاب ہو جاؤ۔ یہ تو کوئی کام نہیں کہ مسلمان ہندوؤں پر حاوی ہو جائیں اور ہندو کلمہ پڑھ لیں اور مسلمان ہو جائیں' تو اللہ کریم کو کیا فرق پڑا۔ اگر یہی اللہ کا شوق ہو کہ کلمہ سب کو پڑھانا ہے تو اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ ایک

ساعت میں اللہ ہی اللہ ہے' کوئی انکار کرسکتا ہے کیا؟ یہ ایک بات ہے اسلام سمجھانے کے لیے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ آپ صفات سے نکل کر ذات کے دائرے میں داخل ہوں۔ تو یہ نور ہے۔ اپنے وجود سے نکلو تو یہ نفس ہے اور محبت میں داخل ہو جاؤ تو یہ روح ہے اور اللہ کی مشیت میں چلے جاؤ تو یہ نور ہے۔

وہ لوگ جو اللہ سے ڈرتے رہے' غائب میں ان کے لیے مغفرت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتے رہے' کہ ہم اللہ سے ڈرتے ہیں حالانکہ اللہ سامنے نہیں آیا۔ تو وہ لوگ جو اللہ کے سامنے نہ آنے سے ڈرتے رہتے ہیں' وہ لوگ اس وقت نہیں ڈریں گے جب اللہ سامنے ہوگا۔ اب ہے ڈرنے کا وقت اور آج اسے ڈر نہیں ہے کیونکہ غائب میں ڈرنے والا صرف وہی ہوتا ہے جس کو شوق ہو۔ وہ صرف قانونی طور پر تو نہیں ڈرتا اور کبھی اللہ سے چھپ کر اپنا کام کر لیتا ہے۔ اور جس کو اللہ کا شوق ہو وہ کبھی ایسی بات نہیں کرے گا' ڈرتا رہے گا' اس کا شوق قائم رہے گا تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا تعلق کمزور ہو جائے۔

وہ ایمان سے آگے کی بات ہے۔ جس طرح سلطان العارفینؒ نے کہا ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا
تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی جو عشق سلامت مانگے' یہ اسلام سے آگے کی بات ہے۔ جہاں عشق جاتا ہے وہاں ایمان کو خبر نہیں ہوتی۔ عشقِ الٰہی نور ہے' اس لیے یہ مقام قائم کیا گیا ہے اور وہ لوگ اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

بزرگوں نے ڈر کی دو قسم کی مثالیں دی ہیں۔ ؎

سب سیاں رل پانی نوں چلیاں
تے کوئی کوئی آسی بھر کے
جنہاں نے بھر کے سر تے رکھیا
او پیر دھرن ڈر ڈر کے

یعنی سب سہیلیاں مل کے پانی بھرنے چلی ہیں مگر ان میں کوئی کوئی بھر کے آئے گی اور جو بھر

کے آئے گی وہ زمین پر احتیاط سے پاؤں رکھ کے چلے گی۔ خوف ان کو ہوتا ہے جن کے پاس مال ہوتا ہے۔ خوف اس کو ہوتا ہے جس کے پیٹ میں بچہ ہو' کہ رفتار اور چال میں احتیاط رکھے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کی موجودگی جو ہے ایسا خوف پیدا کرتی ہے' اس قسم کا میٹھا خوف ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ رشتہ میری غلطی سے منقطع ہو جائے۔ ایسی غلطی نہ ہو' اور وہ ایسی غلطی اس لیے نہیں کرتا کہ کہیں یہ کیفیت ختم نہ ہو جائے۔ باقی کیفیت نفس ہے' تو نفس وہی ہے جب مجبوریاں پیش آ جائیں گی اور روح کی حالت میں مجبوریاں ختم ہو جائیں گی۔ اب اگر شطرنج کا شوق ہو' تو مجبوریاں غائب ہو جاتی ہیں اگر انسان مجبوری کا بندہ ہے تو سمجھو کہ نفسانی بندہ ہے بیچارہ۔ تو وہ کہتا ہے وہاں پر جانا ضرور ہے' دیکھو مجھے دوائی چاہیے' تو علاج بھی کرلو اور دعا بھی کرلو۔ وہاں جانا ہے' شادی پر جانا ہے' چاہے ادھار لے کر جائے۔ تو یہ نفسانی بندھن ہیں' مجبوریاں ہیں۔ اگر مہمانوں کے لیے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے تو کسی سے قرضہ لے کر کھانا نہ پکاؤ' آپ کے گھر میں اگر کوئی آئے تو جتنا کچھ ہے آپ اتنا ہی کرو بجائے اس کے کہ آپ اِدھر اُدھر کی باتیں کرو۔ تو نفس جو ہے یہ مجبوریوں کا نام ہے۔ آپ دیکھو کہ آدمی کی زیادہ دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی جکڑی ہوئی ہے' انسان بھاگا جا رہا ہے' آ رہا ہے جا رہا ہے' صبح سے دوڑ رہا ہے بیچارہ۔ آگے آگے خواہش ہوتی ہے اور پیچھے پیچھے بندہ ہوتا ہے' کبھی مجبوری آگے آگے بھاگتی ہے اور بندہ پیچھے ہوتا ہے' کبھی مجبوری چابک لیے پیچھے آتی ہے اور بندہ آگے آگے بھاگ رہا ہوتا ہے۔ مجبوری کے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے اور یہ بھگاتی ہے انسان کو کہ اِدھر جاؤ اُدھر جاؤ۔ پھر وہ سوچتا پھرتا ہے کہ قرضہ دینا ہے' مجبوری ہے۔ پھر کوئی بات یاد آتی رہتی ہے' یہ سوچنے کی مجبوری ہے۔ تو مجبوری چین سے نہیں بیٹھنے دیتی اور یہ ساری نفس کی بات ہے۔ اگر دوست مل جائے' مجبوری بے شک قائم ہو' تو چین آ جاتا ہے۔ مجبوری وہی ہے' غریب ہی ہے' امیر نہیں ہوا' لیکن دوست مل گیا' کہتا ہے جی دوست مل گیا ہے' اب غریبی کا ڈر نہیں۔ حالانکہ دوست کوئی پیسہ تو نہیں ہے۔ لیکن وہ کیفیت بدل گئی۔ اور اگر اللہ کے ساتھ رشتہ ہو جائے تو پھر یہ سمجھ آتی ہے کہ دینے والے نے

غریبی دی ہے' اس کا بڑا شکر ہے کہ غریبی اس نے دی ہے تمہیں امیری جس نے دی ہے' تم امیری کا شکر ادا کرو اور ہم غریبی کا شکر ادا کریں' چٹھی تو ایک طرف سے آئی ہے' تیری چٹھی پر اور لفظ لکھے ہوئے ہیں جبکہ میری چٹھی پر اور حرف لکھے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر بھیجنے والا ایک ہی ہے تو چٹھی جو بھی آئی ہے' شکر کی بات ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو جو منشاء آشناء ہو جاتے ہیں انہیں اور لطف آ جاتا ہے' مجبوریاں ختم ہو جاتی ہیں' اور وہ ایسے نظام میں داخل ہو جاتے ہیں کہ وہاں کائنات میں آزاد ہوتے ہیں۔ پابندیوں کے باوجود وہ پابند نہیں ہوتے۔ کہتا ہے ''کون''؟ جواب دیا ''عزرائیل'' ''بسم اللہ جی' تھوڑی سی چائے تو پی لو' پھر تمہارے ساتھ چلتے ہیں'' مطلب یہ ہے کہ اتنا ہی فرق ہوتا ہے' ان کو اور کوئی لمبی چوڑی پابندی نہیں ہوتی کہ ٹھہر جا کوئی چابیاں اٹھالوں' کوئی وصیت کرلوں۔ تو کیسی وصیت اور کیسے نامے' بس وہاں چلے جاؤ کہ وہاں پہلے ہی انتظار ہے' یہ ہوتی ہے نور کی دنیا۔ اس لیے آدھی دنیا مجبوریوں کی دنیا ہے' نفس کی دنیا ہے اور کم لوگ ہیں جو وابستگی کی دنیا سے ہیں' وہ روح ہوتی ہے اور مذہب سے تعلق ہوتا ہے۔ پھر اسلام کے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس میں نور داخل ہو گیا کہ اللہ کی طرف سے کتاب بھی آئی' روح بھی آئی یعنی کہ اسلام کے اندر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو ہے یہ آپ کو نور آشنا کرائے گی' اللہ کی محبت پابندیاں کرائے گی' اللہ کی محبت جو ہوئی۔ سجدے کر کے ماتھا گھس گیا ؎

بندگی کردیاں متھڑا گھس گیا

یہ ایک مقام ہے اللہ کریم کی محبت کا اور جب آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو جائے گی تو پھر آپ کو ایک اور کیفیت محسوس ہوگی' پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ کائنات جو ہے یہ مرقع نور ہے' مرقع جمال ہے' بلکہ ساری کی ساری عین نور ہے' پھر اس کے بعد یہ کائنات مظہرِ انوار ہے۔ جب مظہرِ انوار تک آپ پہنچ جائیں گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ اب آپ مظہرِ نورِ خدا کہو یا کچھ کہو' جو مرضی کہو' سب ٹھیک ہے۔ اس لیے یہ ایک مقام ہے نفس کو پہچاننے کا' یہی ایک ذریعہ ہے۔ نفس کو پہچانو گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ بات کیا ہے' اللہ

کے ساتھ جو تعلق ہے وہ نفس کی پہچان کا بھی ہے اور روح کی پہچان کا بھی ہے' اور نور کی پہچان کا بھی ہے۔ یہ تینوں مقام بیان فرمائے گئے ہیں۔ روح کا جو مقام ہے وہ یوم یقوم الروح ایک دن یہ روحیں اپنے مقام پر قائم ہو جائیں گی۔ تو روح کے بعد ملائکہ کا درجہ ہے اور پھر آگے مقام ہے نور کا۔

رب کی جمع ارباب ہے اور اللہ کی جمع نہیں ہے۔ رب تو بہت سارے ہو سکتے ہیں۔ اللہ تو رب الارباب ہے۔ ماں رب ہے یعنی پالنے والی۔ زمین کے پاس ربوبیت ہے تمہارے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کا جو جیلر تھا اس کا نام ''رب السجن'' یعنی کہ قید خانے کا رب۔ تو رب کا لفظ بے شمار جگہ پر استعمال ہوا ہے' اور اللہ بھی رب ہے بلکہ رب الارباب ہے یعنی سب سے بڑا رب' پالنے والا۔ تو پالنے والا جو ہے اس کو آپ پہچان سکتے ہیں۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ ملوک

تو رازق کو پہچانو۔ رازق جو ہے یہ آپ کے رزق کے ذریعے آپ تک رسائی کرتا ہے اور مالک جو ہے' چاہے آپ کے پاس رزق پہنچے نہ پہنچے' اس نے سجدہ کرا لینا ہے۔ تو چاہے غریب ہو چاہے امیر ہو' آپ سجدہ کرو' ہم اس بات کو نہیں جانتے۔ تو اللہ اور مقام ہے۔ اللہ ذات ہے اور رب اس کی صفت ہے۔ تو آپ اپنے رب کو پہچان سکتے ہیں۔ مثلاً نیند ہے' اب آپ اپنے رب کو پہچانو کہ غنودگی آ رہی ہے۔ اب آپ یہ پہچان رہے ہیں کہ آپ کے جسم کی بحالی ہو رہی ہے۔ کہ تھکے ہوئے آپ کے سارے اعضاء Organs' وہ سارے نیند میں Rehabilitate ہو رہے ہیں اور آرام آ رہا ہے۔ اب یہ بغیر خوراک کے ہو رہا ہے اور آپ دوبارہ Restore ہوتے جا رہے ہیں۔ تو آپ رب کو پہچانو' کہ اللہ کریم نے کیا System بنایا ہے' اور اس کا پرچار کرتے رہو۔ پھر جب آپ عبادت کے حوالے سے چلیں گے تو آپ اللہ کی عبادت کریں گے۔ رب کا مقام اور ہے' رب ہے پالنے والا ساری کائنات کا' رب کی تعریف کرتے ہیں اور عبادت اللہ کی کرتے ہیں' رب کی ثناء ہے پھر وہ

اللہ ہی ہے' میرا مطلب ہے کہ وہی پالنے والا ہے' پیدا کرنے والا' ٹھہرانے والا' قائم کرنے والا Sustain کرنے والا Maintain کرنے والا Create کرنے والا Recreate کرنے والا۔ تو وہ رب ہی ہے اور وہ ہے اللہ ہی۔ لیکن رب اس کی ایک صفت ہے۔ رحیم اللہ بھی ہے رحیم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ صفات جو ہیں یہ انسانوں میں بھی ہوسکتی ہے مثلاً پالنے والی صفت۔ اس لیے ان کے حوالے سے آپ اللہ کی رسائی چاہو کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ اللہ کی رسائی آپ سمجھ نہیں سکتے جب تک آپ کسی جاننے والے سے نہ پوچھو اور جاننے والی اس کائنات میں سوائے ایک ہستی کے کوئی اور ہستی نہیں ہے۔ بس باقی سارے اندازے ہیں۔ باقی صرف اندازے ہی ہیں اور ان اندازوں کے حوالے سے بچنے کے لیے آپ یہ کہو کہ جاننا انہی کو مبارک اور ہمیں ماننا مبارک' وہ جانتے رہیں اور ہم مانتے رہیں' ہم تو ماننے والے لوگ ہیں۔ اس لیے آسانی یہ ہے کہ اللہ کریم نے جو ارشاد فرمایا وہ منظور ہے۔ سمجھ داری منظور کرنے میں ہے کیونکہ ہم کہاں پہچان سکتے ہیں کہ کیا مفہوم ہے۔ اس لیے معرفت الٰہی مشکل ہے۔ فرشتے جو ہیں وہ ایک صفت کے قیدی ہیں' جو فرشتہ رکوع میں ہے' وہ ہمیشہ رکوع میں رہے گا اور جو سجدے مین ہے' وہ سجدے میں رہے گا۔ یہ اُن کی عبادت ہے' لمبی عبادت _____ اس میں کوئی Change نہیں ہے' وہاں پر نفس نہیں ہے' لطیف سی کیفیات ہیں اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ ہیں۔ مثلاً پہاڑ کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو وہ بیچارہ ایک حال میں کھڑا رہے گا۔ یہ بجلی جو چمکتی ہے' صاعقہ' اگر فرشتے کا نام صاعقہ بھی کہہ دیا جائے تو بیچاری ہمیشہ چمکے گی۔ ایک صفت کی قیدی رہے گی۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ گائے کو فرشتہ کہہ دیا جائے تو جو حالت پہلے والی ہے' وہی رہے گی' سر جھکا کے چلنے والی' دودھ دینے والی۔ اللہ کریم کو آدم کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے کہا کہ یہ فساد کرے گا تو وہاں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ گویا کہ فرشتے نہیں جانتے۔ اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اللہ کریم کی طرف سے کوئی نہ کوئی حکم سخت آتا رہا کہ یہ تمہیں نہیں پتہ _____ یہ دیکھو _____

آدم علیہ السلام بہشت کے اندر مالک تھے' اکیلے تھے' حکم نہ مانا' پھر آدم علیہ السلام نے کہا کہ معاف کردیں غلطی ہوگئی _____ یہ انکار نہیں تھا بلکہ غفلت ہوگئی' تو وہاں سے یہاں آ گئے۔ مقصد یہ ہے کہ مشیت کے کیا کیا مقامات ہیں۔ جب اللہ نے کہہ دیا کہ یہ نہ ہو تو وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح کسی پیغمبر کی واضح طور پر کوئی دعا منظور نہیں ہوئی لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دعا کی ہی نہیں جو منظور نہ ہوئی ہو کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ کی منشاء کیا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے' آپؐ کی زبان سے کوئی بات نکلے اور وہ نہ ہو۔ اس حد تک مشیت آشناء ہیں' واحد ذات ہیں جن کے لفظ کی صداقت کبھی کمزور نہیں ہوئی۔ اس لیے عرفان الٰہی کا یہ نور کا مقام آپؐ ہی کا ہے کہ آپؐ اس مقام تک پہنچے۔ باقیوں نے اللہ کریم کا جلوہ دنیا میں دیکھا' آپؐ نے جلوہ سے ذات تک رسائی کی' باقیوں نے ذات کا جلوہ دیکھا' آپؐ نے جلوے والی ذات دیکھی۔ کہ واحد ذات آپؐ ہیں کہ باقی جلوے دیکھتے رہے' ظاہر جلوے سارے' جلوے جیسے بھی ہیں اللہ کے اور آپؐ نے جلوے والی ذات کا دیدار کیا۔ اس لیے یہ واحد آپؐ کی ذات گرامی ہے کہ جو اس مقام تک پہنچی ہے۔ اس لیے آپؐ جانتے ہیں اور ہم مانتے ہیں۔

کس طرح پردہ اٹھائے گا کوئی اس راز سے
بے خبر جبریل تک ہے آپؐ کی پرواز سے
آپؐ کی ذات گرامی' ہر بلندی سے بلند
پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

بس یہی ایک واحد ذات ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ اپنی آوازوں کو آپؐ کی آواز سے مدھم رکھنا ورنہ اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ یعنی کہ آواز بھی اونچی نہیں نکالنی آپؐ کے سامنے۔ تو یہ مقام صرف آپؐ کا ہی مقام ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے کہ رب کو پہچاننے کے لیے نفس کی پہچان کرو۔ اس طرح رب کو پہچاننا آسان ہے۔ تو اللہ کی پہچان' اللہ کی اطاعت

ہی ہوتی ہے۔ سب کے لیے یہ جاننا کوئی لازمی بھی نہیں کہ نفس کیا ہے' روح کیا ہے اور نور کیا ہے۔ یہ سب کے لیے ضروری نہیں ہے' لیکن جن کے لیے ضروری ہے ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دعوت عام Open نہیں کرتے کہ وہ لوگ آئیں اور ہم یہ سمجھائیں کہ کیا چیز ہے کیا چیز نہیں ہے' غور کسے کہتے ہیں' اور یہ واقعات کیا ہیں_____ یہ ہر ایک آدمی کے لیے ضروری نہیں ہے جس کی مسائل پر نگاہ ہو' یا گردش لیل ونہار پر نگاہ ہو۔ یہ ان کے مسائل ہوتے ہیں جو صاحبانِ ذکر ہیں وہ بتاتے ہیں کہ اگر ذکر میں کچھ دھاگہ ٹوٹ گیا تو وہ دھاگہ تم جوڑلو_____ تو ذکر جو ہے یہ مذکور کا قرب ہے_____ عین ممکن ہے آدمی ذاکر ہو' وِرد جاری ہو اور اس سے غلطی ہو جائے۔ اس لیے کہ اس کا تصور صفات کا ہے' ذات کا تصور نہیں ہے۔ اس لیے ذکر کے اندر گم رہنے والا انسان ضروری نہیں کہ جلوے سے آشناء ہو۔ ذکر کرنے والے بے شمار سائل' فقیر' مانگنے والے ہوتے ہیں۔ ورد جاری ہوتا ہے' ذکر کرتے جا رہے ہیں' مانگتے چلے جاتے ہیں مدعا یہ ہے کہ ذکر آپ کو Absorb کرتا ہے' محویت دیتا ہے مگر جب تک اندر سے صفات نہ بدلیں' ذکر اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں دیتا۔ جب آپ مرنے سے پہلے اگر مر چکے ہوں تو پھر ذکر کی کیفیت اور ہے۔ تو ذات آشناء ہونے کے لیے ایک اور مقام ہے۔ اس لیے ذکر کے ساتھ پیر کا ہونا لازمی ہے' جسے تصور کہتے ہیں۔ تصور ہو تو پھر بات اور ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ جو مقامات ہیں غور کے' فکر کے' یہ رسائی وغیرہ' یہ ہر ایک کا مسئلہ نہیں ہے اور یہ کسی زمانے میں بھی نہیں ہوا۔ تو یہ صرف کچھ لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ عام مسائل یہی ہوتے ہیں کہ ''یہ کیا مسئلہ ہے'' ''میں غصے میں بیوی کو یہ کہہ بیٹھا' اب کفارہ کیا ہوگا'' '' کچھ حالات میرے ایسے ہو گئے ہیں' خرچ زیادہ ہو گیا آمدن سے' اب کیا کیا جائے'' یا تو وہ خرچ کم کرے یا آمدن زیادہ کرے اور اگر دونوں نہیں ہوتے تو تیسری بات یہ ہے اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی سبب بنائے۔ جس آدمی کا رزق ضرورت سے کم ہو گیا جیسا کہ عام طور پر ہو جاتا ہے' یا تو اس کی Compensation کرو' رزق اگر کم ہو گیا' جیب خرچ کم

ہوگیا' تو پھر اور کوئی رزق آپ کو ملا ہوگا مثلاً ایمان کا رزق مل گیا ہوگا' نور کا رزق مل گیا ہوگا' کوئی دوست مل گیا جس سے غریبی دور ہوگئی۔ حالانکہ دوست بھی غریب ہی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غریبی ختم ہوگئی۔ اُسے دیکھ کے کہتے ہیں'' آپ آ گئے' کوئی کمی نہیں رہ گئی''۔ حالانکہ کمی وہی ہے جو پہلے تھی۔ اس لیے اللہ کریم کبھی انسان کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ ایک چیز ہوتی ہے دوستی اور یہ چیز کہیں نہ کہیں موجود ہوتی ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ آپ کے لیے دریاؤں میں' بارشوں میں' آسمانوں میں' زمینوں میں رزق ہے۔ جلوہ نگاہ کا رزق وہی ہے جسے آپ حسن کہتے ہیں۔ رعنائی نگاہ کو رزق مل گیا کہ کہیں پھول نظر آ گئے' کہیں ستارے نظر آ گئے' کہیں بادل نظر آ گئے' کہیں چہرے نظر آ گئے۔ تو یہ آنکھ کو رزق مل رہا ہے۔ اب پیٹ کا رزق ہے کھانے سے' باقی رزق تو سارے فری ہیں۔ تو ایک رزق میں اتنا شور مچاتے جا رہے ہیں کہ رزق نہیں ملتا جی' پیاز نہیں کھاتے کیونکہ مہنگے ہوگئے ہیں' پیاز نہ کھاؤ تب بھی رزق چلتا رہتا ہے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب کا رزق فراخ کرے' سب کی ضرورت کے مطابق پورا کرے۔ اس لیے دعا ضروری ہے' دعا ضرور کیا کریں' باقی تو ہمہ وقت حالات ہی ایسے ہیں۔ ہم لوگ جس دنیا میں ہیں اس میں ایسے ہی رہیں گے' امریکہ میں بڑا مال ہے' وہاں ایمان نہیں ہے اور سعودی عرب اور عربوں کے پاس بڑا مال ہے لیکن بڑا غرور ہے اور اسلام اور مسلمان ہونے کے باوجود ان کی عادتیں وہی ہیں جو غیر مسلموں کی ہیں یعنی غرور' خودسری اور پتہ نہیں کیا سے کیا' نہ خانہ کعبہ کی عزت کرتے ہیں نہ دوسرے مقامات کی عزت کرتے ہیں۔ لے دے کر زمین پر آپ ہی لوگ ہیں یعنی ہندوستان اور پاکستان کے لوگ۔ اصل میں اسلام کے صحیح چاہنے اور ماننے والے لوگ یہی ہیں کیونکہ ان کے خمیر میں بزرگوں نے یا فقیروں نے آ کر اسلام پھیلایا۔ اور بڑی محبت کے ساتھ پھیلایا۔ تو آپ یہ لوگ جو مسلمان ہیں یہ بڑے ہی صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔ اور آج کی نسل تک اسلامیات ہی پہنچی ہے اسلام نہیں پہنچا اور جلسے جلوس ہی پہنچے ہیں۔ بے چاروں کے پاس صحیح بات نہیں پہنچی' ان کو بھی سمجھا دیا جائے گا کسی وقت۔ جو آدمی اللہ کے بارے میں کچھ

دریافت کر چکا ہے تو وہ اس کی اپنی دریافت ہے' یہ اندازہ ہے' دوسرے پر مسلط نہ کرے۔ اللہ کریم نے جس کو بادشاہی دی ہے' اسے دی ہے' تو پھر آگے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے' کیونکہ بادشاہ اگر یہ کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہے دیتا ہے تو پھر عوام یہ کہتے ہیں کہ اللہ جس سے چاہتا ہے لے بھی لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ تو ٹھیک کہتا ہے' جب اس کا ہاتھ دوسرے کی گردن پر پڑا تو کہتا ہے کہ اب بول' جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ تو کمزور آدمی یہ نہیں کہتا کہ جو کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ طاقتور یہی کہتا ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ کمزور آدمی کا اگر بس چلا تو طاقتور کو اڑا دے گا۔ اس لیے امیروں اور غریبوں کے اور حوالے ہیں۔ پھر بھی اس کے باجود پاکستان میں محبت کے ساتھ عبادت کرنے والے لوگ اسلام میں ضرور ملیں گے۔ پاکستان کے اندر غور کر لو' شہروں میں شہر لاہور ہی سب سے اچھا ہے' فقیروں میں بھی سب سے بڑا فقیر ادھر ہی ہے' داتا صاحبؒ بھی ہیں' آپ خود ہی ادھر اُدھر دیکھ لو پھر کے' آپ خود ہی اچھے ہو' اپنے آپ کی قدر کرو کہ آپ اچھے زمانے میں موجود ہو۔ آپ اچھی عبادتیں کر رہے ہو' اچھا سوچ رہے ہو' یہ زمانہ جب کہ غریب الوطنی کا زمانہ ہے' فکر کا زمانہ ہے' تفکرات کا زمانہ ہے' کھانے میں فیض نہیں ہے' پیسے کمزور ہیں چاہے جتنے بھی ہوں' وفا نہیں ہے' ساتھی نہیں ہے' بچے گستاخ ہیں' بیویاں کہنا نہیں مانتیں' مانتی ہیں تو پھر منواتی رہتی ہیں' خرچے زیادہ' آمدن کم' بڑی پریشانی کا زمانہ ہے' اس کے اندر اگر آپ اسلام اور محبت کی بات کر رہے ہو تو بڑی بات ہے ورنہ یہ تو پریشانی کا زمانہ ہے۔ جو اخبار پڑھتا ہے' وہ اخبار کی قیمت ادا نہیں کر سکتا کیونکہ مہنگائی کا زمانہ ہے' مہنگی ہے ہر چیز۔ آپ کی ساری آمدن میں سے پانی والا بل لے جائے گا' واپڈا والا بل لے جائے گا' سوئی گیس والے لے جائیں گے۔ بس بل ہی چلے جائیں گے' بچے گا کچھ نہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ آپ کی آمدن میں ڈاکٹر بھی شامل ہو گیا۔ خوراک تو خوراک ہے' دوائی بھی کھانی پڑ رہی ہے۔ گویا کہ خوراک کی بجائے دوائیاں کھانی پڑ رہی ہیں' فکر پیدا ہو گئی' مجبوریاں ایسی آ گئی ہیں کہ بڑی ہی مجبوریاں ہیں' گمراہی کے

مضمون ہیں ہر طرف۔ جن لوگوں نے غیب کے ساتھ اللہ کو مانا اور ڈرنے والے ہیں ان لوگوں کے لیے مغفرت ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کے پاس اللہ کریم کا بہت سارا رزق نہیں آیا۔ منی آرڈر نہیں آیا ہے لیکن پھر بھی آپ ڈرتے ہیں' مانتے ہیں۔ یہ مبارک ہو۔ اللہ کریم آپ کے حالات میں بہتری کرے' آپ کو بھی آسانیاں عطا ہوں' یہ تو میں نہیں کہتا کہ آپ کے گھر سے تیل نکلے لیکن یہ کہ مال تو آنا چاہیے' ایک آدھ بچہ باہر چلا جائے یا گھر بیٹھے مل جائے تب بھی ٹھیک ہے' ضرور تم نے بچہ باہر بھیجنا ہے۔ جدائیاں کیا کرنی ہیں' اللہ سبب بنانے والا ہے۔

ہاں جی چغتائی صاحب اور کوئی بات _____ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہر چیز ہر ایک کے لیے نہیں ہے لیکن جن کے لیے ہے ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس لیے اس کا Parameter بنانا بہت ضروری ہے۔ یہ خیال بڑا عرصہ بہت سے لوگ تلاش کرتے رہے ہیں۔ اللہ نے مہربانی کی ہے کہ آپ کو بیٹھے بٹھائے بات مل گئی ہے۔ تاریخ میں بہت کم بلکہ چند مقام پر یہ بات آئی ہے جب کہا جائے کہ سوال کرو ورنہ عام طور پر ایسا نہیں ہوا ورنہ تو لوگ بتاتے ہیں کہ یہاں پر صرف یہ سوال کرنا ہے۔ یہاں ایسا نہیں ہے۔

چلو اب دعا کرو' دل سے اور سب کے لیے' اللہ کریم سب کو آسانیاں عطا فرمائے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے رزق میں برکت ہو' رزق میں برکت آجائے تو بڑی رحمت ہو جاتی ہے' تعاون کرنے والے دوست بن جاتے ہیں۔ تو اسی زندگی کے اندر ہی انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ مہربانی کرنے پر آجائے تو بڑی ہی مہربانی ہو جاتی ہے۔ اس لیے جلد حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں _____ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین.

آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین.

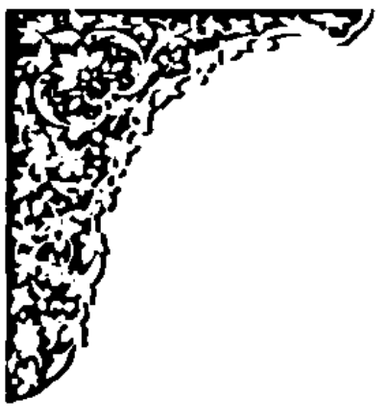


3




1 سکونِ قلب خواہش پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش ترک کرنے کا؟

2 ''ایمان کی سلامتی سب مانگتے ہیں مگر عشق کی کوئی کوئی'' اس کی تشریح فرمادیں؟

3 اہل باطن لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

سوال:

سکون قلب خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے؟

جواب:

سکون قلب کسی چیز کا نام نہیں ہے' اللہ کے فضل کا نام ہے۔ اللہ فضل کرے تو اس کا نام سکون قلب ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کا فضل جب نازل ہو جائے تو آپ کو سکون قلب محسوس ہوتا ہے۔ پھر خواہشات کی فراوانی والا بھی مطمئن رہا اور خواہشات پوری نہ کرنے والا بھی۔ جس نے زندگی خوشحالی میں گزاری' اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ جس نے زندگی اللہ کے نام کی گزاری اس کو بھی سکون قلب مل گیا۔ فاقہ میں بھی مل گیا اور لنگر خانوں میں بھی مل گیا۔ مطلب یہ ہے کہ سکون قلب کسی فارمولے کا نام نہیں ہے۔ فارمولے تو ویسے ہی بچوں کے لیے ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ مٹھائی بنالی'' یہ سکون قلب ہے' مٹھائی کھالو''۔ کسی کا سکون قلب برباد نہ کرو تو سکون قلب مل جائے گا' دوسروں کو خوش رکھا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' پیسوں سے محبت نہ کیا کرو تو سکون قلب مل جائے گا' خواہشات کو ضد کی حد تک نہ اچھالا کرو تو سکون قلب مل جائے گا۔ دعا پر بھی ضد نہ کرو۔ اگر منظور کر لیتا ہے تو سبحان اللہ۔ جب فیصلہ اللہ کی منظوری پر ہے تو نامنظور بھی منظور ہے۔ نامنظور بھی اسی نے کیا۔ نامنظور خواہش کا اتنا احترام کرو جتنا منظور کا۔ اگر یہ فرق سمجھ میں نہیں آتا تو سکون قلب نہیں ملے گا۔ اب بات سمجھ آئی؟ مقصد یہ ہے کہ اللہ کا آپ کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے _____ ستم کا یا کرم کا' دونوں ہی کرم ہیں۔ اگر آپ اپنی کسی بات پر ضد کر رہے ہیں' خواہش کر رہے ہیں

یا یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کر دے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا تو یہ آپ کا کام ہے اور آپ کے کسی کام کے مکمل ہونے کا نام سکون قلب نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہو رہا ہے اگر آپ اس کو پسند کر کے چلنا شروع کر دیں تو سکون قلب مل جائے گا۔ زندگی میں اللہ کے پروگرام میں اپنے پروگرام کے حوالے سے مداخلت نہ کرنا' اس لیے کہ تمہیں ایک سائیڈ کا پتہ ہے۔ اول تو ایک سائیڈ کا بھی پتہ نہیں۔ دیوار کے پرے کیا ہے' اس کا تو کسی کو پتہ نہیں۔ دیوار کے ادھر کیا کیا واقعات ہیں' وہ بھی پتہ نہیں۔ مثلاً بھوک لگی ہے' کھانے کا پتہ ہے تو بھوک مٹ جاتی ہے مگر کھانا کن ذرائع سے آ رہا ہے' کون انسان پکا رہے ہیں' اس کی تاثیریں کیا ہیں' اس کی ضرورتیں کیا ہیں' کھانا جو ہے وہ مجھ سے زیادہ کن کن لوگوں کے لیے ضروری ہے' اگر یہ نہ سمجھ آئے تو اپنی خواہش کے پورا ہونے سے بھی سکون قلب نہیں مل سکتا۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ راز کی بات ہے۔ یا تو کوئی خواہش Locate کر لو۔ اپنے اندر آپ کی خواہش ہے اور Locate بھی آپ ہی نے کیا۔ اگر وہ پوری فرما دے تو اس کے بعد ہر خواہش حرام ہو جائے گی۔ پھر ہم اس خواہش کو سکون قلب سے متعلق کرتے ہیں کہ اگر یہ ہماری' پہلی' آخری' ابتدائی' انتہائی خواہش پوری ہو جائے تو سکون قلب مل جائے گا۔ اگر آپ وہ خواہش دریافت کر لیں اور پوری نہ ہو تو بھی سکون قلب مل جائے گا۔ جب تک وہ اصل خواہش آپ نے دریافت نہیں کی ہے' جتنی مرضی اور خواہشات دریافت کرتے رہو' سکون قلب نہیں ملے گا۔ سکون قلب ہے ایک واحد خواہش کا دریافت کرنا جس پر باقی تمام خواہشات قربان ہو جائیں۔ اُسے ضرور دریافت کر لینا! اگر وہ دریافت کر لی تو خواہش پوری ہو جائے تب سکون قلب ہو گا اور نہ پوری ہو تب سکون قلب ہو گا۔ گویا سکون جو ہے وہ اپنے اندر پھیلاؤ کی خواہش کو سمٹانے کا نام ہے۔ اس لیے پھیلاؤ جو ہے اس کو سمیٹا جائے۔

ہم بعض اوقات نیکی کے نام پر بے سکون ہو جاتے ہیں۔ ''میں تو نیکی کے لیے مسجد بنا رہا ہوں' اس کے لیے اینٹیں درکار ہیں' گارا چاہیے''۔ اب یہ مسجد کے نام پر پریشان ہے۔ مسجد اللہ کی' انتظام اللہ کا اور اپنی ہستی کے اندر رہ کے ہستی سے باہر تو اپنے آپ پر بوجھ

ڈال رہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان پر اس کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ کا کام ہی نہیں مسجد بنانا۔ آپ البتہ نماز پڑھ لیں۔ مسجد بنانے کی ہمت نہیں ہے' نماز کی تو ہمت ہے' تو آپ وہ پڑھ لو۔ اگر بہت قیمتی کپڑے نہیں ہیں تو عید نماز سادہ کپڑوں میں پڑھ لو۔ تو یہ اپنی استعداد کے اندر رہ کر کرو۔

ایک سے بڑھ کے ایک خواہش Modern Man کو زندگی کے اندر یہ بڑی سزا ہے۔ اس کو جب بھی مارا' اس کی خواہشات نے مارا' خواہشات کے چابکوں نے مارا۔ وہ اپنے اندر یہ ایک ہنٹر بنالیتا ہے' اچانک نکال لیتا ہے' پھر اپنے نفس کو کہتا ہے کہ مار مجھے۔ نفس اسے خواہش سے مارتا رہتا ہے' نیکی کے نام پر بھی مارتا ہے۔ برائی کا تو عام آدمی کو بھی پتہ ہے کہ برائی کیا چیز ہے مگر اکثر یہ حجاب ہوتا ہے کہ نیکی کے نام پر اپنے آپ کو تکلیف میں مبتلا کر لینا' جس نیکی کا شعور نہیں' جس نیکی کی اجازت نہیں' جس نیکی کے سیاق وسباق کا پتہ نہیں' ایسی نیکی کا پرچارک بن جانا۔ دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر سکتا ہے' تم اسے خواہ مخواہ اس کام میں لگا دیتے ہو جس کام کے لیے وہ بنا نہیں ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ نیکی ہے کہ کسان کو اس کے ہل چلانے سے منع کر دیا جائے اور اسے عبادت گاہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس طرح تو تمام نظامِ عالم بھوکا مر جائے گا۔ آپ نے کتنی تبلیغ کی ہے مگر جو ہل چلانے والا ہے اس سے پوچھو کہ کیا آپ لوگوں تک کلمہ پہنچا ہے؟ آپ صبح شام تبلیغ کرتے ہو' لاؤڈ سپیکر بجاتے ہو' لیکن یہ پوچھو کہ ہمارے ہاں لوگوں میں سے کسی کو دعائے قنوت آتی ہے؟ کسی سے پوچھو کلمہ نمبر چار یا پانچ آتا ہے' گیارہویں سپارے کا کیا نام ہے؟ ویسے تو اسلام وارد ہوا پڑا ہے لیکن بعض اوقات لوگوں کو مبادیات کا بھی پتہ نہیں۔ اسلام کی تعلیم جو ہے جس جس کے حق میں جو جو اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے' ملتا جا رہا ہے۔ باقی ساری کی ساری تبلیغ ہی ہے جو آپ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ وہی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے جو مزدور مکان بنا رہا ہے وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر روزہ رکھے تو درمیان میں اسے Relief چاہیے مگر آپ آرام کرنے نہیں دو گے' کہو گے ''دیہاڑی پوری کر''۔ مطلب یہ کہ آپ روزے کی عزت

کرواور کہو چونکہ روزہ ہے لہٰذا تمہیں دن کے پیسے ملتے رہیں گے' رمضان شریف میں تو اتنا کام نہ کر۔ وہ روزہ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا' آپ نے یہ کہنا ہے کہ میں نے کام پورا لینا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پورا کام پورے روزے کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس کے اوپر یہ الزام تو نہ لگاؤ کہ تو نے کھانا کھالیا' چائے پی لی' تُو تو بڑا بے ایمان ہے' کام چور ہے۔ تو مزدور کو کبھی کہتے ہو روزہ خور ہے' کبھی کہتے ہو تو کام چور ہے۔ تو آپ کو سکون کدھر سے ملے گا۔ سکون یہ ہے کہ پہلے آپ لوگوں کی کیفیت پہچانو' پھر اپنی کیفیت پہچانو۔ اگر ایک ایسی خواہش پیدا کردی جائے جس کا تعلق دنیا سے نہ ہو لیکن عاقبت پوری ہو تو یہ سکون ہے۔ مثلاً حج کی خواہش ہو' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس آدمی میں حج کرنے کی خواہش شدت سے ہے' اس کا حج ہوگیا۔ پرانے زمانے میں لوگ کہتے تھے میں یہاں ہوں' آپؐ وہاں ہیں مدینے میں' مدینہ دور ہے' ہند کی سرزمین ہے' میرے مولا بلا لو مجھے۔ یعنی کہ وہ جو خواہش ہے' خواہش بذاتِ خود کعبہ ہے۔ وہ خود ایک نیکی ہے۔ نیکی کی خواہش پوری نہ ہو تو بھی نیکی ہے۔ یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ نیکی خواہش میں آجائے تو نیکی کہلاتی ہے اور بدی خواہش میں آجائے تو بدی نہیں کہلاتی بلکہ بدی ہو جائے تب بدی کہلاتی ہے۔ اگر بدی ابھی خواہش میں ہے' اندر سے ٹوٹ پھوٹ جائے تو سزا نہیں ہے اور نیکی خواہش میں آجائے تو نیکی ہوگی۔

کون سی خواہش ہے جو آپ کو سکون قلب دے گی؟ وہ خواہش جس کی Direction زندگی کے بعد کی ہو' جس کی ڈائریکشن دین کی ہو' جس کی ڈائریکشن عقیدت کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو اور اگر وہ ڈائریکشن دولت کے حاصل کرنے کی ہو' رن کے اوپر اور رن' سنچری کے بعد ایک اور سنچری تو وہ سکون نہیں ہے بلکہ وہ ایک ابتلاء ہے' سزا ہے کہ آپ دوسروں کا پیسہ گنتے چلے جاؤ۔ دوسرے کون ہو سکتے ہیں؟ اولاد ہو سکتی ہے اور اولاد کی غلطیاں ہو سکتی ہیں کہ وہ دولت کو کہاں خرچ کریں گے' کیا کریں گے۔ اس لیے سکون جو ہے وہ ایک ایسی خواہش کا نام

ہے جو خواہش اللہ کی رضا پر قربان ہو اگر وہ پوری ہو جائے تب سکون ہے' پوری نہ ہو تو تب سکون ہے۔

آپ نے سوال کیا کہ سکون خواہش ترک کرنے کا نام ہے یا خواہش سیراب ہونے کا نام ہے تو سکون کا خواہش کے ساتھ تعلق کوئی نہیں ہے۔ سکون کا تعلق اللہ کے فضل کے ساتھ ہے' اس کی مہربانی کے ساتھ ہے' وہ جب کبھی کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر سکون نازل کر دیتا ہے۔ پھر انسان محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر سکون آ گیا ہے اور خواہش کے اندر ٹھہراؤ آ گیا ہے۔ اس کو ٹھہراؤ میں سکون آ گیا ہے۔ تو زندگی کو اللہ کا فضل ماننے والا سکون دریافت کر گیا۔ جس آدمی کے پاس بہت سی دعائیں ہیں کہ کبھی اللہ مل جائے تو بہت ساری دعائیں پوری کرانی ہیں' اس کو سکون نہیں ملتا۔ دنیا کی دعائیں جو ہیں' اس میں سکون نہیں ملتا۔ وہ دعائیں جو دنیا سے متعلق ہیں ان میں سکون نہیں۔ جو آدمی کہتا ہے ''زندگی بڑی اچھی ہے' اللہ کا بڑا فضل ہے لیکن _____'' جس نے ''لیکن'' لگا لیا اسے سکون نہ ملا۔ ''بڑی مہربانی ہے' پہلے بڑا فضل ہو گیا' بڑے واقعات ہیں لیکن _____'' ''لیکن'' بے سکونی کا نام ہے۔ اور ''اگر مگر'' بے سکونی کا نام ہے۔ ''کاش'' بے سکونی کا نام ہے۔ ''Wish'' بے سکونی کا نام ہے Had it been اور Otherwise بے سکونی کا نام ہے If جو ہے بے سکونی کا نام ہے But بے سکونی کا نام ہے۔ یہ سب بے سکونی ہے _____ بے سکون زندگی جو ہے وہ مشروط زندگی ہے' شرطوں سے بھری ہوئی زندگی ہے۔ ''کاش ایسا ہوتا تو کیا ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دیتا''۔ اس لیے میں پہلے بار بار بتا رہا ہوں' امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم کس بات کی ہے؟ امیر وہ ہے جو اللہ کے فضل کو مانتا ہے۔ اس کا مطلب ہوا اصل سکون ہے اللہ کا فضل' اس کی مہربانی' اور یہ مہربانی کیسے محسوس ہوتی ہے؟ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی محرومیاں نکال دو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ جس Process سے انسان کی شروع ہوئی ہے' یہ ابتدا ہی آپ کی نہیں ہے' وہ زمین اللہ کی بنائی ہوئی ہے' بھوک اس نے بنائی ہے' پیٹ اس نے بنایا ہے' وہ کھانا پیدا کرتا ہے' تمہارے ہاں

بھوک پیدا کرتا ہے' کھانے کا شعور پیدا کرتا ہے' نظام عالم وہ چلا رہا ہے' تم ایسے ہی شور مچاتے ہو کہ بھوک لگی بھوک لگی حالانکہ بھوک لگانے والا کھانے کا انتظام کر چکا ہے۔ تو یہ سارا نظام اس کا اپنا پیدا کیا ہوا ہے۔ اس نے یہ آنکھ بنائی' آپ کہتے ہیں کہ آنکھ کی بینائی میں تھوڑی سی کمزوری آ گئی ہے اور جب کمزوری نہیں تھی تب کیا آپ نے اللہ کا فضل دریافت کیا تھا؟ ہر شے نے کمزور تو ہونا ہے اور آخر میں ختم ہو جانا ہے۔ جب نعمت موجود تھی تو کیا نعمت سے منعم کا سفر دریافت کیا آپ نے؟ اگر ایک نعمت ذرا کمزور ہو جاتی ہے تو آپ باقی نعمتوں کا شکر کر لو۔ جوں جوں عمر گزرتی جائے گی ایک ایک کر کے نقص پیدا ہوتا جائے گا۔ اس لیے جو نعمتیں محفوظ ہیں ان نعمتوں سے منعم کی راہ اختیار کرو۔ مقصد یہ ہے کہ عام آدمی اصل میں اللہ تعالیٰ کو دریافت نہیں کرتا ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جو اللہ' جو ذات آپ کے ہاں بیان ہو کر آ گئی' اس سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ سجدہ تو کرو گے' اللہ مسجود ہے سجدے کے لیے لیکن آپ بتاؤ کہ وہ ہے کہاں جو یہ سجدہ قبول کر رہا ہے۔ اگر یہیں موجود ہے' اتنا قریب ہے' آپ کے قریب وہاں پر ہے جہاں سجدہ کر رہے ہو تو تھوڑی سی دیر میں دور کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اتنا پاس ہوتا ہے اور پھر دور ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہو کہ جب آپ نماز پڑھتے ہو تو آپ کے قریب ہے اور جو بھائی نماز نہیں پڑھ رہا اس سے دور ہے یعنی میرے پاس ہے اس وقت کیونکہ میں سجدہ کر رہا ہوں اور جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کے پاس نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک کے پاس ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو' کبھی قریب آ جائے' کبھی دور چلا جائے۔ وہ اللہ ہے! آپ جن شعبوں سے' جن صفات سے اسے دریافت کرتے ہیں' یہی آپ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اب بات سمجھ رہے ہیں آپ؟ آپ زمین پر سجدہ کرو' سمجھو کہ آسمان قریب ہے' تو پھر سجدہ آسمان پر ہو گیا۔ آپ نے اپنے جسم کے اندر اسے دریافت کرنا ہے' اپنے دل کی خواہشات سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے ارادوں سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے اعمال سے اسے دریافت کرنا ہے۔ گویا کہ اس کی پہچان' اس کی دریافت' آپ کے عمل کا نام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سب علم کا نام نہیں

ہے' عمل کا نام ہے۔ آپ کے دل کے اندر جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے' یہ سمجھو کہ وہیں کی ہے۔ اس نے کہا کہ میں شہ رگ کے قریب ہوں۔ اور وہ اتنا قریب ہے کہ ملتا نہیں ساری زندگی! شہ رگ سے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شہ رگ میں سے دنیا کی ساری خواہشات کو نکال دو' خود بخود اس کا ڈیرہ نظر آجائے گا' پہچان ہو جائے گی۔ سکون کی بات دراصل یہ ہے کہ سکون کی تلاش اللہ کے فضل کی تلاش ہے اور اللہ ہی کی تلاش ہے۔ اس کا فارمولا نہیں ہے۔ اگر آپ کو خرچ کر کے اللہ کی راہ ملتی ہے تو اگر پیسے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرو' سکون مل جائے گا۔ پیسے نہیں ہیں تو پیسے والوں کو معاف کر دو' انہیں برا نہ کہو۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں' غریبی ہے' تو پھر ان کو برا کیوں کہتے ہو۔ اگر ان کے پاس زیادہ ہیں تو ان کی آزمائش پیسے میں ہو رہی ہے اور تمہاری آزمائش غریبی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے وہ بات جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس میں دخل نہ دو۔ جو بات بس میں ہے وہاں اپنی جواب دہی پوری کرو' سکون مل جائے گا۔ اگر دل اللہ کی یاد سے آباد ہو جائے تو وہ دل سکون والا ہے۔ اگر آپ کی نیت درست ہے تو سکون مل جائے گا۔ یہاں ٹھہرنے کی بجائے نکلنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو سکون مل جائے گا۔ اگر آپ کا Option پوچھا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے کہ جانا ہے' تو اگر جانا ہے تو سکون مل جائے گا۔ اگر وہ کہے کہ چلو واپس جانے کا وقت آ گیا ہے تو واپس آ جاؤ۔ جو کہے کہ ہم یہیں ٹھہریں گے تو سکون نہیں ملے گا اس کو۔ مطلب یہ کہ اللہ سے ملنے کی تمنا کی بجائے آپ کو یہاں ٹھہرنے کی تمنا ہو گی۔ وصال کے بغیر تو دوری ہے' یہ کیا تمنا ہوئی کہ یا اللہ اپنے پاس نہ بلانا۔ یہ تو دور رہنے کی خواہش ہے۔ پھر سکون کہاں سے ملے گا۔ یہ اللہ کے قرب میں ملے گا' اس کی یاد میں ملے گا' اس کے فضل میں ملے گا' خواہشات کے پھیلاؤ کو روکنے سے ملے گا۔ جس کو آپ نے اللہ مانا ہے' اس کو دل سے یاد کرو' اس کا ذکر کرو جیسے بھی ذکر کرو' آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کے بے شمار طریقے ہیں۔ بڑے فارمولے ہیں۔ اصل فارمولا یہ ہے کہ یہ دعا کرو کہ یا اللہ مجھے سکون دے۔ خواہش پوری نہ کرانا۔ خواہش پوری کرنے والا انسان اور ہوتا ہے اور خواہشات ایسی چیز ہیں کہ ایک پہاڑی پر

ایک اور پہاڑی رکھ دی اور پھر دھڑام سے ساری گر جائیں گی۔ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کی خواہش کا سفر رکا ہو' پہلے یہ خواہش پوری ہو' پھر یہ خواہش پوری ہو' وہ خواہش پوری ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کو آپ نے خواہشات پوری کرانے میں لگایا ہوا ہے۔ اللہ کی محبت کے لیے اگر تھوڑی دیر کے لیے آپ خواہشات چھوڑ دو تو وہ اصل خواہش پیدا ہو جائے گی۔ جس سے تم نعمتیں مانگ رہے ہو اس سے تم اسی کو مانگو۔ نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی جب منعم آپ کے ساتھ ہے۔ سٹور سے کوئی چیز کیوں لیتے ہو' سٹور کی پرچی لے لو پکی اور یہاں سے صرف چند چیزیں نہ اٹھاؤ۔ دل سے خواہش کا چور نکال دو کہ میری دنیاوی خواہش پوری ہو جائے' ایک اور خواہش پوری ہو جائے۔ اس کے بعد دو تین خواہشیں رہ جائیں گی' پھر قصہ ختم' زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے سکون کے معنی کیا ہیں؟ اپنے آپ پر رحم کرنا۔ آزاد ہو جاؤ' جیسے مر گئے ہو زندگی میں۔ زندگی کی خواہش جو ہے اسے تھوڑی دیر کے لیے ترک کر دو' جب مر ہی جانا ہے تو یہاں کچھ بھی نہیں کرنا۔ میرے بعد کیسے چلے گی یہ دنیا؟ تیرے آنے سے پہلے کیسے چلتی تھی یہ دنیا۔ تیرے آنے سے پہلے' اخباروں میں لکھا ہوا ہے' تاریخوں میں لکھا ہوا ہے' یہ دنیا کروڑوں سال سے چل رہی ہے' پہلے بھی چل رہی تھی' تیرے بعد بھی چلے گی' تیرے ابا جی کے بعد چل گئی' تیرے بعد بھی چلے گی' پیغمبروں کے بعد بھی چل گئی' ولیوں کے بعد بھی چل گئی دنیا' والدین کے بعد چل گئی تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی۔ اس لیے یہ دنیا چلتی رہے گی۔ بچوں کا کیا ہو گا؟ ہوتا ہی رہے گا' پالنے والا پالتا ہی رہے گا' آپ اپنی جان بچاؤ۔ اس طرح بھی آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کی تمنا ہے تو ضد نکال دو' غصہ نکال دو۔ خواہش نہ ہو تو غیر اللہ کی خواہش شرک کے قریب لے جاتی ہے۔ اس لیے خواہش کو ترک کر دو کیونکہ اس طرح پرستش ہو جاتی ہے۔ خواہش کے اندر یہ بڑی خوبی ہے کہ خواہش چلتے چلتے ایک قسم کا معبود بن جاتی ہے اور یہ پوری کی پوری شرک کی کہانی بن جاتی ہے۔ ''میری خواہش یہ ہے کہ میں نے سیاست کرنی ہے' یہ پرائم منسٹر کس قابل ہے' ہم اس قابل ہیں'' ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں اس قابل ہوں' تم کیا ہو میں ہی ہوں۔

ہر آدمی کے دل میں یہ خیال ہے کہ صبح اٹھوں گا تو میرا نام ہوگا۔ تو جو چل رہا ہے وہ نظام چلنے دو۔ تم اپنے آپ کو دیکھو کہ تمہارا کیا حال ہے' خیال کیا ہے' نیکی کیا ہے' پیسے کی تمنا' پیسے کا خیال حد میں رکھو' اپنے قد میں رہو' جب پیسہ نہیں تھا' تھوڑا تھا' اس وقت بھی تو زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اب زیادہ ہو گیا تو کون سا زندگی کو سرخاب کے پر لگ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کے بزرگ ہوتے تھے' چچا' ماموں سارے ہوتے تھے' کتنی رونق ہوتی تھی زندگی میں اور آپ نے ان سب کو نکال کر باقی کیا رکھ لیے؟ پیسے۔ بچوں کو آپ کا دم حاصل ہے' اس لیے بچوں کے لیے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا فضل کرے۔ ان کے لیے رابطے نہ بناتے پھرو کہ یہ رابطہ ہو جائے' دوکان میں نے لی ہے' ان کے لیے الاٹ کروا رہا ہوں۔ ان کے لیے ہزار ہا کروڑ ہا دوکانیں' شہر بھرے پڑے ہیں دکانداروں سے۔ وہ سارے تو مطمئن نہیں ہیں۔ اس لئے تو اگر سمجھتا ہے کہ کاروبار سے مطمئن ہو جائے گا تو کاروبار چلتے چلتے فرعون کے گھر تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ انسان عام طور پر تنہائی میں' اللہ کی یاد میں' خاص طور پر درود شریف میں' اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے میں' پیسے کی محبت سے باز رہنے میں' یہاں ٹھہرنے کی خواہش ذرا مدھم کرنے میں' لوگوں سے دھوکہ نہ کرنے میں' یعنی ان بڑی آسان باتوں کو اختیار کرنے سے سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ایسی خواہش دریافت کر لو جو سب پر حاوی ہو تو باقی خواہشیں اس پر نثار ہو جائیں گی۔ تو کوئی ایسی بھی خواہش دل میں رکھ لو کہ میری یہ ایک خواہش ہے جس پر باقی خواہشات قربان۔ وہ خواہش دریافت ہو جائے تو اس کا پورا ہونا' نہ ہونا دونوں ہی سکون کا باعث ہیں۔ جیسے میں نے کہا' دل میں شوق ہو تو حج کا شوق ہی حج ہے اور اگر شوق نہ ہو تو بیس بار حج کر کے آؤ۔ وہ حج پہ گیا تو وہی تھا اور وہ آیا تو ویسے ہی آیا۔ حج کرنے جیسے گیا ویسے آ گیا۔ اگر دل کے اندر حج نہ ہو تو انسان حج نہیں کر سکتا۔ مدعا یہ کہ آپ جس طرف بھی چلیں' نیکی کی طرف چلیں۔

اب آپ باقی لوگ بولو _____ سوال کا جواب تو ہو گیا _____

سوال:

''ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو'' برائے مہربانی اس کی تشریح فرمادیں۔

جواب:

جب تک واردات نہ ہو ''عشق'' ایک لفظ ہی ہے۔ عشق کہہ لو محبت کہہ لو اگر محبت محسوس ہو جائے تو پھر اس لفظ کا معنٰی بنتا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ان کے ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کا حصہ اڑھائی فیصد نکال دیا۔ اڑھائی فیصد نکالنے کے بعد سائل آ گیا کہ دو کچھ اللہ کے نام پر۔ وہ کہتا ہے کہ میں دے چکا ہوں اللہ کے نام پر۔ سائل جتنا بھی زور لگائے' وہ جیب سے کچھ پیسے نہیں نکالے گا کیونکہ اس کا حصہ ایمان کا حصہ ہے عشق کا نہیں ہے۔ عشق ہوتا تو اس کے پاس زکوٰۃ کے لیے پیسہ نہیں ہوتا بلکہ پیسہ ہوگا ہی نہیں' یہ سائل کو دے گا یا اس کے ساتھ چلے گا۔ مطلب یہ کہ عشق کی بات اور ہوتی ہے' ہزار بار سوال ہو وہ ہزار بار دے دے گا۔ ایمان والا کہے گا کہ میں نے پوری پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں اب اس کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہوگئی ہے۔ جن کو محبت ہوتی ہے وہ عبادت کرتے ہی رہتے ہیں۔ روایت چلی آ رہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تمہیں سمجھ آ گئی ہے کہ ایمان کیا ہے؟ بولے اللہ پر ایمان رکھنا' فرشتوں پر ایمان' پرانی کتابوں پر ایمان' آپؐ پر نازل کتاب پر ایمان' پیغمبروں پر ایمان _____ یہی ایمان ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہمیں تو یہی سمجھ آئی ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ اب یہ اور بات ہے۔ دل سے پوچھو تو ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو عشق کی بات اور ہے۔ اللہ پر جان دینے والا شہید ہوگا' اسلام پر جان دینے والا بھی شہید ہوگا اور پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے والا بھی شہید ہوگا۔ دوسرا شاید نہیں مانے گا۔ خالی ایمان سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اس بات کو یوں سمجھو' ایمان سب کلمہ پڑھنے والوں کا ایمان ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کربلا کے اندر یزید اینڈ کمپنی مسلمان ہیں' ایمان والے ہیں مگر

عشق والے نہیں ہیں۔ اب ایک طرف نماز پڑھی جارہی ہے' امام پاکؒ نماز پڑھا رہے ہیں اور دوسری طرف بھی لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرق دیکھ لو کیا ہے؟ عشق کی نماز اور ہے' خالی ایمان کی نماز اور ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے غلام یزید نام رکھا ہوا ہے' یزید کو شہید کہتے ہیں' یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگوں کا یہ کہہ دینا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بالکل ہماری طرح بشر ہیں' کہتے ہیں اس میں ایمان کی رُو سے تعجب کی بات نہیں' اس کے پیچھے بھی ایمان کی سند ہے۔ بشر مثلکم ٹھیک ہے' لکھا ہوا ہے مگر یہ کب کا واقعہ ہے؟ جب لوگ متاثر ہوئے اور غور کیا کہ ہمیں بات سمجھ آنے لگی ہے کہ آپ ہی وہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ نہ سمجھ لینا مجھے۔

جب تک محبت نہ ہو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں جبکہ اللہ کے ہاں ساری کائنات برابر کی ہے۔ آپؐ پر درود کب سے کب تک بھیجیں گے؟ یہ بات ایمان کی نہیں' عشق کی بات ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی عارضی ہے۔ بات سمجھ میں آئی؟ یہ عین ممکن ہے کہ ایمان صحیح ہو اور اپنا کام صحیح نہ ہو' آواز دینے والا اللہ کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور جواب دینے والا یہ کہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ عشق نہ ہو تو آپ اس آواز کے سامنے اونچی آواز نکال سکتے ہو اور کہو گے کہ میں ٹھہر کے آؤں گا۔ بس تب سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ یعنی کہ وہ ایسی ذات گرامی ہے کہ ان کے سامنے اونچی آواز نکالنا اپنے اعمال اور عبادات کو ضائع کرنا ہے۔ یہ ہے عشق کا مقام۔ عشق کی کم از کم ایک بات ضرور ہے کہ عشق اپنے دین کو بڑے ادب سے قبول کرتا ہے۔ شوق سے قبول کرنے سے عبادت شوق میں داخل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سمجھو کہ عشق ہے عبادت کا شوق اور عبادت کی محبت۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اطاعت بھی ہو اور محبت بھی۔

سرمد سگ تو بندہ تو عاشق تو

سرمد آپ کا کتا بھی ہے' بندہ بھی ہے اور عشق بھی کرتا ہے۔ اللہ سے مانگ جو کچھ بھی مانگنا ہے۔ اگر اللہ اڑھائی فیصد لینا چاہتا ہے تو دے دو۔ اور اگر اللہ کہتا ہے کہ سب کچھ دے دو تو

وہ کہتا ہے' لے لو۔ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا ہے کہ سب کچھ دے جاؤ میں اللہ ہوں لیکن یہ تو لکھا ہوا ہے کہ اڑھائی فیصد دے دو۔ شوق والے کہتے ہیں کہ ؎

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہ عشق والے کی بات ہے۔ اللہ کی طرف سے غریبی آجائے تو ایمان والے کہتے ہیں کہ اسلام کو استعفیٰ دے دو۔ مقصد یہ کہ اگر عشق ہو تو اللہ جو کر رہا ہے وہ منظور ہے' ستم ہے تب بھی کرم ہے' کرم ہے تب بھی کرم ہے' وہ مجھے اس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں خوش ہوں اور مجھے اُس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اس میں بھی خوش ہوں۔ میں نے تو راضی رہنا ہے' میں نے جی میں ٹھان لی ہے کہ وہ جس حال میں رکھ رہا ہے میں اس میں خوش ہوں۔ عشق والوں کا محبوب کون ہوتا ہے؟ محبوب اگر تقاضا کرے' کوئی چیز مانگ لے' پھر آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ شکر ہے اس نے مانگ لی اور اگر وہ جان مانگ لے تو شکر ہے کہ اس نے مانگ لی۔ میرے محبوب' جان دینے والے آپ ہی ہو' تو پھر گلہ تو کوئی نہ رہ گیا۔ پھر آپ یہ نہیں کہتے کہ ٹھہر کر آئیں گے۔ ایمان والوں میں عام طور پر تذبذب ہوتا ہے' عشق والوں میں تذبذب نہیں ہوتا۔ ؎

عشق کی ایک ہی جست نے کر دیا قصہ تمام

اور یہ کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

تو یہ بھی عشق کا مقام ہے۔ عشق جو ہے وہ سنتا نہیں۔ اسی لیے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

؎ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

جو کہتا ہے کہ میں کھڑا ہوں' بات تو کرلوں' اسے کیا پتہ عشق کیا ہے۔ عشق جو ہے وہ محبوب کی آواز پر ہر حال میں لبیک کہنا ہے۔ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ شریعت اور عشق میں تھوڑا فاصلہ پایا جاتا ہے۔ وہ عبادت اور طرح سے کرتے ہیں' کئی درویش ملے

عبادت کے بغیر مگر وہ تنہائی میں کر گئے تا کہ ان کا راز فاش نہ ہو جائے۔ عشق کے معنی جاں نثاری کر دینا اور انتہاء سے زیادہ کر دینا اور محبوب کی آواز پر لبیک کہہ دینا۔

سوال:

اہل باطن یا اہل عشق لوگ اتنے کم کیوں ہوتے ہیں؟ کیا ہم اہل ظاہر کو مانیں یا اہل باطن کو؟

جواب:

دین اسلام اللہ کا دین ہے۔ اے اللہ! آپ ہی قادر ہو' آپ ہی مالک کائنات ہو' پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی دنیا کے اندر لوگوں کی زیادہ تعداد اسلام میں داخل نہیں ہوئی جبکہ یہ دین سچا بھی ہے اور قدرت بھی آپ کے پاس ہے' پیسے آپ ان کو دے دیتے ہو جو نہیں ماننے والے اور بیچارہ مسلمان پریشان ہے' اس کی کوئی وجہ آپ بتاؤ۔ یہ بات لوگوں نے پوچھی اللہ سے۔ اللہ کریم نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ اس بات میں پریشان نہ ہونا کہ کون سی بات کثرت میں ہے اور کون سی قلت میں ہے۔ اس طرح باطن سب لوگوں پر آشکار ہے یا نہیں ہے' یہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کی مہربانی ہو جائے تو اہل اللہ اور اہل ظاہر میں کوئی فرق نہیں ہے' اور یہ دونوں الگ الگ طبقے نہیں ہیں۔ اہل ظاہر کی اگر اصلاح نفس ہو جائے تو سارے اہل باطن ہی ہوں گے۔ فرق اس لیے محسوس ہوا کہ کچھ عرصہ سے اہل باطن کے نام پر کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر سے بالکل عاری تھے' اس لیے یہ راستہ رک گیا یعنی کہ نظامِ ظاہر کے قابل ہی نہیں رہے۔ کچھ ہندو تہذیب مل گئی' کچھ اور تہذیبیں مل گئیں۔ یہ تھا اہل ظاہر اور اہل باطن کا مسئلہ۔ سارے اہل باطن لوگ اہل ظاہر بھی تھے' جہاں بزرگوں کا نام آتا ہے' کسی بزرگ کا نام لو' مسجد پاس ہوگی' داتا صاحبؒ کو لے لو' خواجہ صاحبؒ کو لے لو' سارے کے سارے عبادت کے نظام کو پھیلاتے رہے تھے اور لوگوں کی تعلیم کرتے تھے۔ پھر یہ بات ہو گئی کہ کچھ خانقاہیں ایسی ہیں جہاں ظاہری عبادت نہیں ہوتی رہی۔ اس لیے یہ فرق پڑ گیا۔ اگر کوئی ایسا مقام مل جائے کہ ظاہر اور باطن

مل جائیں اور انتخاب کا موقع آجائے تو ظاہر کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ عبادت کے نظام کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ باطن جو ہے اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے۔ ظاہر کے نظام کو سختی سے کرنا' ماننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ہوئی ہے ان لوگوں سے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اس لیے پانچ نمازیں سب پڑھتے ہیں' دل کھول کر پڑھتے ہیں۔ لیکن باطن والے لوگ بہت کم ہیں۔ جس جس کو یہ شعور ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ سارے لوگ جو ہیں وہ پیسہ جمع کرنا پسند نہیں کرتے۔ کچھ لوگ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں مگر ایسے بہت کم لوگ ہوں گے۔ اب ایسے لوگ بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے جن کو کم مقدار میں رکھا۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دراصل سچے انسان ایک ہی ہیں سارے' دین کے حوالے سے اچھی نیت والے ایک ہی ہیں' وہ اہل ظاہر ہوں یا اہل باطن ہوں' ایک ہی ہیں۔ مقصد سب کا رضائے الٰہی ہے۔ یہ جو درمیان میں ہے نا Class' بریلوی' دیوبندی والی' یہ درمیان میں غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے' بات ٹھیک ہو جائے گی یہ اللہ تعالیٰ کی بات ہے کہ باطن کن کن کو عطا کر دے۔ بلکہ ان کے خیال میں تو یہ بھی نہیں۔ مسلک الگ الگ ہیں تو بھی اکھٹے ہو جاؤ۔ ایک ہی مسلک بنالو۔ اللہ کریم نے جن جن کو جو رکھا ہوا ہے اُسے چھوڑ دو۔ اس میں منشاء اس کا اپنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ یہ آدمیوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ تعداد کو بڑھا دیں یا قلت پیدا کر دیں۔ یا اہل ظاہر کو تبلیغ کر دے کہ دلوں کے ساتھ محبت کریں۔ جتنا جتنا کسی کو اختیار ملا اتنا اتنا چلے گا۔ اس میں کوئی فکر والی بات نہیں۔ اس کی مہربانی سے چل رہا ہے۔ اگر خواہش کا رخ' Direction اللہ ہے تو یہ خواہش من اللہ ہے۔ خواہش کا رخ اگر من اللہ ہے تو خواہش بھی من اللہ ہے۔ اگر خواہش یہیں کی یہیں رہ جانی ہے تو یہ خواہش تمہاری اپنی ہے۔ اس کا مرکز جو ہے وہ نفس ہے۔ مرکز کو دریافت کرنا ہے کیونکہ خواہش تو صبح شام پیدا ہوتی رہتی ہے' پتہ ہے بزرگ لوگ کیا کہتے ہیں کہ دل' یہ دل ایک قسم کا خانہ کعبہ ہے جو اسلام سے پہلے والا ہے اور اس میں خواہشات کے بت پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں توڑ کے تم آزاد کر دو تو پھر یہ کعبہ بن جائے گا۔ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھ جاؤ' اب اس میں خواہش آئی

ہے' خواہش کیا ہے؟ کہ ہم یہاں ترقی کریں گے۔ دنیا کی ترقی کی یہ خواہش نفس کی ہوسکتی ہے' یہ خواہش غیر کی ہوسکتی ہے۔ اگر خواہش یہ ہو کہ ہم زمین کے مالک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کی طرف سے آئی ہے' ادھر ہی جانا چاہتی ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون وہ خواہش جو ہے من اللہ ہے اور اللہ کا فضل چاہتی ہے۔ زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی خواہش کی بہت کثرت ہوتی ہے۔ مگر انسان نظر انداز کرتا ہے' بھولتا رہتا ہے۔ اس کو معلوم کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ٹھہرنے کی خواہش ہے تمہاری' انسانوں کی خدمت کرنے کی خواہش ہے اس کی' یہاں قوت حاصل کرنا تمہاری خواہش ہے اور خدمت کا جذبہ پیدا کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ بس وہ خواہشات جو بزرگوں کو' پیغمبروں کو اللہ کریم نے عطا کی ہے۔

یہ سن کر رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ کریم نے کہا ہے کہ وہ اللہ ہے' پہلے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بناتا ہے' پھر واقعات کی سیر و کرواتا ہے' افلاک کی سیر کرواتا ہے' سارے زمانوں کی سیر کرواتا ہے' حال کی' مستقبل کی۔ پھر اللہ بن جاتا ہے' یہ دیکھنے کے لیے کہ میں نے جو محبت کی ہے اس کے جواب میں کیا محبت ہے۔ اور جب وہ تکلیف کی وادی سے گزرے تو اللہ نے پوچھا کہ کہیں تو اب ان کا حشر کر دیا جائے۔ کیونکہ پہلی امتوں میں یہ ہوتا رہا ہے۔ مگر آپؐ نہیں مانے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر بھی رحمت ہے۔ اللہ نے کہا کہ اگر آپؐ راضی ہو تو سب ٹھیک ہے اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ ان کی اولادیں پوری کی پوری مسلمان ہوگئیں۔ یہ واقعہ ہوا حضرت نوح علیہ اسلام کے ساتھ' نہیں مانا لوگوں نے' ان کی تبلیغ ہوئی پوری نو سو سال' پھر حضرت نوح علیہ اسلام نے تجویز دی کہ مانتے نہیں' ہیں ان کو Destroy ہی کر دیا جائے۔ اللہ خالق ہے سب کا۔ اللہ نے کہا کہ اگر نہیں مانتے تو سب کو ختم کر دیتے ہیں۔ نہ ماننے والوں میں ان کا بیٹا بھی ہے۔ انہوں نے کہا اسے چھوڑ دیا جائے۔ کیوں بھئی؟ یہ میرا

بیٹا ہے۔ باقی اوروں کے بیٹے ہیں' وہ گئے تو اسے بھی جانے دو۔ جب نہ ماننے والوں کو بھیجا جا رہا ہے تو پھر نہ ماننے والوں سے کیا رشتہ داریاں ہیں۔ وہ رشتے دار نہیں جو نہیں مانتا۔ یہ واقعہ جو ہے نہ ماننے والوں کو سزا دلوانے کا واقعہ' آپؐ کی ذات واحد ذات ہے جنہوں نے نہ ماننے والوں کی سزا تجویز نہیں کی۔ یہ ہے ایک اور مزاج۔ جو پیغمبروں کے ہاں خواہشات رہی ہیں اگر اس قسم کی آپ کے ہاں پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی ظلم کر کے چلا گیا' بددعا کی تیاری ہو رہی ہے' اب طاقتور بددعا نکالنا چاہتا ہوں' پھر خیال آیا معاف ہی کر دوں۔ اب معاف کر دینے کی خواہش جو ہے جبکہ بددعا کی تیاری ہو چکی ہے' یہ خواہش اللہ کی طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو پیغمبروں کی اطاعت میں ہے اللہ کی طرف سے ہے اور جس خواہش کا مقصد فرعونیت کی اطاعت میں ہو وہ آپ کے نفس کی بات ہے۔ خواہش پیدا ہوتی رہتی ہے اور اس خواہش کو پہچاننا زندگی ہے۔ تو آپ خواہش کو پہچانتے جاؤ کیونکہ خواہش آتی جائے گی۔ یہ جو خواہش ہے اگر یہ اصلی خواہش ہے تو اس کو آنے دو۔ مثلاً آپ خود ہی اپنے آپ کا جائزہ بن جاؤ کہ کون سی خواہش ہے جو پوری کرنے کے قابل ہے۔ ایک واقعہ ہے داتا صاحبؒ کا' آپ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جا رہے تھے' کردستان کے علاقے میں پہنچے' کردستان کا ایک ڈاکو وہاں آ گیا' ہماری جماعت کا ایک امیر تھا جس کو ہم نے منتخب کیا تھا۔ ڈاکو نے آ کے کہا کہ جو کچھ ہے نکال دو۔ سب نے پیسے نکال دیئے۔ اس نے رکھ لیے۔ پھر ڈاکوؤں کے امیر نے کہا تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی۔ ہمارے امیر کے پاس سے سامان نکل آیا۔ ڈاکوؤں نے سزا سنائی کہ قافلے کے امیر کو قتل کر دو۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ تب میں نے مداخلت کی کہ یہ تو ہمارا امیر ہے' امیر قتل ہو گیا تو کیا بات رہ گئی۔ ڈاکوؤں نے کہا یہ کیسا امیر ہے جو ڈاکوؤں سے دھوکا کرتا ہے اور بچوں کا امیر جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے! تب اس نے بتایا کہ ہم ڈاکو تو ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو متوکل بنا کر بھیجیں۔

بات یہ ہے کہ آپ اس خواہش کو نکال دیں کہ جمع مال و عدده چھپ چھپ

خزانہ گنتے جانا ختم کرو۔ تنہائی میں بیٹھ کر نوحہ کرتے جانا ختم کرو۔ کسی کے خلاف تیز تلوار' بددعا جیسی خواہش اگر دل میں ہے تو وہ ٹھیک ہو جانی چاہیے۔ آپ دل میں کہتے ہیں کہ دیکھو اس نے بڑا ظلم کیا ہے' میرا خیال ہے اس کا زندگی گزارنا مشکل ہوگا۔ یعنی اس کے لیے کسی برائی کا انتظار کرنا' یہ بددعا ہے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ یا اللہ میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ کیا ابھی ابھی دل سے یہ دعا مانگ سکتے ہیں کہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو اپنے لیے چاہوں۔ اب بات سمجھ رہے ہو؟ اگر اچھائی چاہو گے تو اچھائی ملے گی اور برائی چاہو گے تو یہ تمھارے اپنے لیے ہوگی۔ وہ خواہش جو کسی کے لیے برائی کی تمنا کرتی ہے یہ بھی کیا خواہش ہے۔ آپ کی اپنی جانب سے وہ خواہش جو جمع اور حاصل کی خواہش ہے' وہ خواہش جو ٹھہرنے اور طاقتور ہونے کی خواہش ہے' وہ خواہش جو فرعونی خواہش ہے وہ سب تمہاری طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو اللہ کی طرف سے ہے وہ اللہ کی طرف لے چلے گی۔ ''لے چلی بوئے علیؑ سوئے علیؑ''۔ جدھر سے آئی ادھر ہی جائے گی۔ بس بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آئے گا وہ اُدھر ہی لے جائے گا۔ اُدھر سے آنے والی ہر چیز اِدھر نہیں رہنے دے گی آپ کو۔ خواہش کا مطلب ہے ایسی دعوت جو اُدھر لے جانے والی ہے۔ جدھر کی دعوت آئے گی ادھر آپ کا رخ ہو جائے گا۔ خواہش کے بعد اپنا رخ دریافت کر لیا کرو' پہچان لیا کرو کہ یہ خواہش کدھر سے آئی ہے۔ بس پھر خواہش کا علاج ہو جائے گا۔ خواہشات ہی کا تو خیال کرنا ہے۔ دنیا میں لمبی چوڑی عبادت کا مقام نہیں ہے۔ کتنی عبادت کرو گے ساٹھ سال میں۔ میں نے پہلے گن کر بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی ہے' سوتے ہو تو نیند کی نذر بیس سال ہو گئے۔ پہلے بچپن کے کتنے سال جہالت کی نظر ہو گئے' بڑھاپا بیماری اور پرانی یادوں کی نظر ہو گئے' کچھ سال ہم بیچ دیتے ہیں رزق کمانے کے لیے' دوکان سامان دفتر وغیرہ' کپڑے بدلنے میں آپ کے تین سال لگتے ہیں' کھانا کھانے کے چار سال لگ جاتے ہیں' آپ کھانے کی ٹیبل پر پانچ سال کھاتے ہو' باقی بچ بچا کر آپ کے پاس تین چار سال رہتے ہیں' اس میں بھی ہزار کام [illegible] عبادت کتنی کرے گا

انسان؟ عبادت کا ایک لمحہ ہوتا ہے۔ ایک سجدہ قبول ہو جائے تو پوری عبادت ہو جاتی ہے۔ ایک بات اللہ کو نامنظور ہو جائے تو آپ کی ساری زندگی ضائع ہو گئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک کلمہ احتیاط بغیر کہہ گئے تو وہ لوگ مارے گئے۔ اس ذات کے آگے کوئی بے احتیاط فقرہ نہ کہنا۔ اللہ سے ڈرنا جو ہے اگر یہ ڈر قبول ہو گیا تو یہ عبادت ہے۔ اللہ قبول کرے۔ بعض اوقات تیری نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ وہ تو اللہ ہے۔ تمہاری نماز بھی ماری جائے گی۔ اس لیے عبادت کی طوالت پر نہ جانا۔ ایک قبول ہو جائے تو سارا مدعا قبول ہو گیا۔ ابھی ابھی ایک آدمی ملا' اس نے بات کی' آپ نے کہا میں اس کو دوست مانتا ہوں۔ حالانکہ اس کے پیچھے اتنا بڑا ماضی ہے جو آپ نہیں جانتے اور اس کے آگے اتنا بڑا مستقبل ہے جو آپ نہیں جانتے۔ وہ کون سا آدمی ہے جسے تم جانتے نہیں مگر دوست بنالیا _____ اب دوستی نبھاؤ گے۔ اس طرح اللہ کریم جو ہے بعض اوقات آپ کی ایک ادا کو پسند فرما کر سرفراز کر دیتا ہے۔

حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص اور بہشت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور انسان دوزخ میں جا گرے۔ عبادت غرور پیدا کرے تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ گناہ عاجزی پیدا کر جائے تو شکر ہے' بچ گئے۔ اس لیے کوئی پتہ نہیں اس کے فضل کا۔

ایک شخص تھے' ان کے بارے میں اعلان ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کر دی ہے' باطن میں داخل ہو گئے' ولی ہو گئے' سارے درویش گئے' السلام علیکم کہا۔ بولے میں تو شرابی کبابی آدمی ہوں' کہاں سے ولی ہو گیا' مجھے کیوں بے وقوف بناتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم خود ہی آئے ہیں' بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں' تیرے پاس کیا ہے جو اللہ نے ترقی دے دی ہے؟ بولے بات یہ ہے کہ رات کو ہم نے بہت شراب پی تھی' اسی حالت میں آ رہے تھے' سڑک پر ایک کاغذ گرا دیکھا' اس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' ہم نے کہا تیری زندگی میں نیکی کی کوئی گنجائش تو ہے ہی نہیں' کاغذ کو اٹھایا' اللہ کے نام کو خوشبو لگائی اور رکھ دیا سنبھال کے۔

انہوں نے کہا پھر اللہ کا جواب سن لے۔ ''تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا ہے' ہم تمہارے نام کو خوشبودار بنا دیں گے''۔ تو فرق یہاں سے محسوس کرو۔ اس لیے یاد رکھنا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا' چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نہ سمجھنا' چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا نہ سمجھنا' چھوٹی لغزش کو کبھی چھوٹی لغزش نہ سمجھنا' چھوٹی نیکی کو کبھی نہ چھوڑنا۔ نیکی قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو دل میں راضی رکھا کرو۔ راضی رکھنے کا اصول بتاتا ہوں۔ طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں تنہا بیٹھ کر یہ سوچا کرو کہ کیا آپ اللہ پر راضی ہو؟ اللہ پر راضی وہ انسان ہوا ہے جس نے اللہ سے کچھ نہیں لینا' مانگنا نہیں۔ بس ہم راضی ہو گئے جی' ہم نے ہاتھ اٹھا لیے دعا سے۔ اگر آپ راضی ہو گئے تو سمجھ لو وہ راضی ہو چکا ہے۔ اللہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ جو اللہ پر راضی نہیں ہوتے سمجھ لو اللہ ان پر راضی نہیں ہے۔ کبھی انسان آئینہ ہے' کبھی اللہ آئینہ ہے۔ اپنی کیفیت کے حوالے سے جو حالت ہے وہی کیفیت اللہ کی ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے یہ کیا ہے' آپ قریب آتے ہیں تو وہ قریب آ چکا ہوتا ہے۔ تبھی آپ قریب آتے ہیں۔ آپ دور ہو گئے تب وہ دور ہو گیا۔ وہ دور ہو گیا تو آپ دور ہو گئے کبھی آپ Cause ہو اور وہ Effect ہے' کبھی وہ Cause ہے اور آپ Effect ہو۔ کبھی وجہ وہ نتیجہ آپ' کبھی نتیجہ وہ وجہ آپ۔ وہ دونوں باتوں میں راضی ہے۔ جو کچھ زندگی میں ہے' کمزوری' کمی بیشی' آپ راضی رہیں۔ آپ مکمل طور پر راضی ہیں تو آپ کا اللہ راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہے اللہ اس پر راضی رہے گا۔ یہ بات تنہائی میں دریافت کرو۔ مثلاً یہ چیز اللہ نے بتائی ہے' کبھی آپ کے دشمن بنا دیئے تو اس کے دشمن بنانے کے عمل پر راضی رہو۔ کافروں کو بنایا' رزق بھی دیتا ہے' راضی رہو۔ اگر آپ کو اس کائنات پر اختیار مل جائے پانچ منٹ کے لیے' پانچ منٹ کے بعد جب آپ کائنات واپس کرو تو اس میں رتی برابر تبدیلی نہ ہو۔ یہ ہے راضی انسان کی خوبی۔ پانچ منٹ کائنات میرے قبضے میں رہی ہے اور جیسی تھی ویسی رہی ہے' میں نے اس میں دخل نہیں دیا' وہ بہتر جانتا ہے' ہم اس کے کام میں دخل نہیں دیتے۔ راضی رہنے والا انسان وہ ہے جو اس کے کام میں دخل نہ

دے۔ سمجھو کہ اللہ راضی ہو گیا۔ آپ راضی ہو جاؤ' اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ یہ بڑی نشانی ہے۔ اپنی زندگی میں دیکھو۔ اصلاح کی کوشش ضرور کرو۔ جب تک شیطان کا لفظ قرآن میں ہے شیطان رہے گا۔ جو لفظ قرآن کے اندر ہیں وہ رہیں گے۔ کافر کا لفظ ہے' کافر رہے گا۔ مومن کا لفظ ہے' مومن رہے گا۔ ہم رہیں گے' وہ رہے گا۔ ایمانداری سے کوشش کر لو' اگر آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو گیا تو تنہائی میں غور کرو کہ کیا یقین مکمل ہے۔ پھر اپنے بھائی کو شامل کرنا چاہتے ہو؟ آپ کے دل میں بخشش کا یقین ہے۔ تو جو آپ کا سگا بھائی ہے' اس کو شامل کرنا چاہیے۔ اس کو اپنی بخشش میں شامل کرنا چاہتے ہو' بہشت میں شامل کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے پیسے میں شامل کر لو' جب پیسے میں تم شامل نہیں کرتے' خالی بہشت میں شامل کرتے ہو' یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس میں زندگی کا احساس بھی شامل کر لو۔ سمجھ لو زندگی میں تم نے شامل کر لیا اور آخرت میں شامل کر لیا۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولٰنا حبیبناو شفیعنا محمد والہ واصحابہ اجمعین.

امین برحمتک یاارحم الرٰحمین.




4


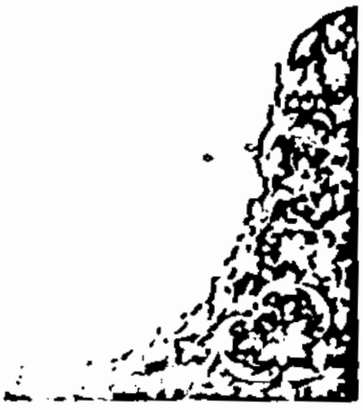

1 یہ جو مولویوں کے آپس کے جھگڑے ہیں یہ بہت پریشان کرتے ہیں؟

2 نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں یا اگر گھر میں زیادہ توجہ حاصل ہو تو گھر میں پڑھیں؟

3 شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

4 اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

5 آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی، ایسے میں ہم کیا کریں؟

6 دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی، ان کی پہچان کیسے ہو گی؟

7 اتنے فرقوں کی موجودگی میں صراط مستقیم کیسے پا سکتے ہیں؟

8 مرد حق کی بڑی تلاش ہے، وہ کیسے ملتا ہے؟

سوال:

یہ جولوگ آپس میں لڑتے رہتے ہیں' اس سے بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ خاص طور پر مولویوں کے آپس کے جھگڑے _____

جواب:

لوگوں کے جھگڑے آپ کو پریشان کررہے ہیں جبکہ آپ سے آپ کے اپنے بارے میں پوچھا جائے گا۔ آپ اپنے عمل کی اصلاح کرو۔

سوال:

نماز جماعت کے ساتھ بڑی فضیلت والی ہوتی ہے' اگر کسی کو اپنے حجرے میں زیادہ توجہ ہو تو پھر _____

جواب:

مطلب یہ کہ نیت اچھی ہونی چاہیے۔ آپ علیحدہ پڑھ سکتے ہو تو علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ اگر تو اکٹھا پڑھنے سے نماز میں حرج ہو رہا ہے تو پھر بہتر ہے کہ آپ علیحدہ پڑھ لیا کرو۔ مقصد یہ کہ نماز ضرور ہونی چاہیے' علیحدہ ہو یا جماعت کے ساتھ' اس میں دِقت والی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال:

تسلیم میں سکون ہے یا کہ اس محفل میں ہے' اذہان میں جو تضاد _____

جواب:

دیکھو یہ غلطی کہاں سے ہورہی ہے۔ ''ذہن'' کی بجائے لفظ ''اذہان'' استعمال کررہے ہیں آپ۔ لفظ ''اذہان'' میں دِقت رہے گی۔ اپنے ذہن کی بات کرو یعنی آپ کا ذہن۔ آپ اپنے اللہ کو یاد کرو' آپ کے ذہن میں سکون آجائے گا۔ اب دوسروں کو نہیں آرہا تو دوسرے جانیں اور اُن کا کام جانے۔ پہلے آپ اپنے سکون کی تلاش کرو۔ گروہ بندی نہ کرو۔ گروہ دو ہی ہوتے ہیں' ایک خیر کا اور ایک شر کا۔ باقی درمیان میں منافقت ہی ہوتی ہے۔ منافقت دونوں طرف مقبول ہونا چاہتی ہے' خیر میں بھی مشہور ہے اور شر میں بھی مشہور ہے' اُس کو چھوڑ دو۔ آپ یہ دیکھو کہ خیر والے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحماء بینھم ہونے چاہییں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ جھگڑا کہاں پر ہے؟ جھگڑا جہالت کا نام ہے۔ سورج نے کبھی ثبوت نہیں دیا اور وہ اتنا ثابت شدہ ہے کہ اُسے روشنی کو ثابت کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ ہر بار اسلام کا ثبوت دیتے ہو' اللہ کے سچا ہونے کا ثبوت دیتے ہو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کو ثابت کرنے والا بھی اُتنا ہی جھوٹا ہے جتنا اللہ کو نہ ثابت کرنیوالا۔ کیا سمجھے؟ اللہ ہے! وہ ثابت نہیں ہوتا لیکن ہے۔ صرف مانا جاتا ہے' ثابت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ یہ ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے تو دوسرا کہے گا پھر زندگی لی کس نے ہے۔ جو بات ثبوت میں آتی ہے وہ اُس کے برعکس بھی آتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماننے والی بات ہے' جاننے والی بات نہیں۔ اللہ کا ثبوت نہ دو۔ لوگوں کو ایسی بات مت بتاؤ جو سمجھا نہیں سکتے۔ لوگوں کو ایک ہی ذات پر اعتماد کرنے کی تلقین کرو اور وہ ذات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ریفرنس وہی ذات ہے۔ اور اس ذات کے بے شمار پہلو ہیں۔ آپ لوگوں کو جو دِقت ہورہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہے باقی کی آدھی زندگی کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ کون سی آدھی زندگی؟ آدھی زندگی جو رات کی ہے' اُس کا ریکارڈ ہی کوئی نہیں۔ آپؐ کی شفقت کا ریکارڈ نہیں ہے تم لوگوں کے پاس۔ آپ لوگوں نے کہا کہ

جہاد کرو کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کیا تھا۔ تلوار اٹھاؤ' کافروں کو' دشمنوں کو زیروزبر کردو۔ یہ آپ کبھی نہیں بتاؤ گے کہ آپؐ نے معاف کر دیا۔

سوال:

شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

شریعت اور طریقت کا فرق یہ ہے کہ شریعت یعنی اللہ کی اطاعت' محبت کے ساتھ اطاعت کرنا طریقت بن جاتی ہے۔ فرض کے طور پر عبادت کرنا شریعت بن جاتی ہے اور شوق میں عبادت کرنا طریقت ہے۔ شوق میں مزید عبادت کرنا اور طریقت ہے۔ آپ خود ہی بتاتے ہو کہ کربلا میں شہادتِ امام عالی مقامؑ کے بعد شہید کرنے والوں نے اللہ کی نماز پڑھی اور شہید ہونے والوں نے بھی نماز پڑھی۔ یہ فرق ہے شریعت اور طریقت میں۔ بات سمجھ آئی؟ شریعت کی نماز قاتل بھی پڑھتا ہے اور مقتول بھی پڑھتا ہے' ظالم بھی پڑھتا ہے' مظلوم بھی پڑھتا ہے' لیکن طریقت کے ذریعے دل میں بات آجائے تو آپ ظالم نہیں ہو سکتے۔ آپ اپنا خیال رکھو' سب دنیا سے جھگڑا نہیں ہے۔

اور پوچھو _____ اب بتاؤ سوال کیا ہے _____ اپنا ذاتی سوال پوچھو

سوال:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے کیا کریں؟

جواب:

اپنے آپ کو صحیح کرنے کے لیے جتنا ممکن ہو سکے اللہ کے کہنے پر عمل کرو۔ نہ عمل ہو سکے تو توبہ کرو۔ جتنا ممکن ہو سکے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر چلو۔ ناممکن ہو سکے تو توبہ کرو۔ اپنے دور میں کسی انسان کی تلاش کرو' انعمت علیھم کے حساب میں۔ کہیں مل جائے تو اس کا کہنا مانتے چلے جاؤ۔ جو صفت آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ

کردو۔ صفت اگر علم ہے تو علم خرچ کرو۔ صفت اگر مال ہے تو مال خرچ کرو' مرتبہ ہے تو مرتبہ خرچ کرو۔ جو کچھ آپ کے پاس ہے اللہ کی راہ میں خرچ کردو اور اِدھر سے اُدھر نکل جاؤ۔ بس جھگڑا یہاں ٹھہرنے کا ہے۔ نکلنے والے جھگڑا نہیں کرتے۔ اگر یہ پتہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد سارے کے سارے بکرے ذبح ہو جائیں گے تو اب کیا لڑنا تم نے۔ جہالت لڑتی ہے' علم نہیں لڑتا۔

سوال:

آج کا معاشرہ اتنا ظالم ہو گیا ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی' ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

آپ کہتے ہیں کہ اتنا ظالم معاشرہ ہے کہ اس میں نیکی نہیں ہو سکتی' اور اس دور میں بھی جہاں نیکی نہیں ہو سکتی' عبادت نہیں ہو سکتی' آج بھی آپ کو مساجد بھری ہوئی ملیں گی۔ دیکھا آپ نے؟ آج بھی آپ کو خانقاہیں بھری ہوئی ملیں گی۔ پھر یہ کہ سینما ہال بھی بھرا ہو ملے گا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ اپنا اپنا Taste ہے' ہر چیز بھری ہوئی ملے گی۔ برائی کا راستہ جو ہے نیک ماحول میں مل جاتا ہے اور نیکی کا راستہ بھی بُرے ماحول میں مل جاتا ہے۔ اپنے سفر کی شرط ہے۔ انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے نیکی کا موقع ہی نہیں ملا۔ بدی نہ کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔ بد ماحول میں' بدی کے مواقع میں اگر بدی نہ کرو تو یہ بڑی نیکی ہے۔ اس لیے یہ آپ گلہ نہیں کر سکتے۔ اگر یہ گلہ ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہوتا کہ 1988ء تک نماز پڑھو' اُس کے بعد چونکہ وقت مشکل ہو جائے گا اس لیے نماز کی رعایت ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہے۔ یہ جواب ہو ہی نہیں سکتا کہ جی حالات ایسے تھے۔ غریب کہے گا کہ میں غریب تھا' نماز نہیں پڑھتا تھا' مگر غریبوں کے پاس غریبی جواز نہیں ہے۔ دولت مند کے پاس اتنی دولت تھی' کہتا ہے میں کیا کرتا' نماز کا ٹائم نہیں تھا۔

اُس نے دین عطا فرمایا تمہیں جس نے زندگی دی ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ

اِس زندگی میں یہ سب ہوسکتا ہے یا نہیں ہوسکتا۔ یہ ہوسکتا ہے! لہٰذا آپ وقت محسوس نہ کرو، پریشان نہ ہونا۔ آپ چلتے جاؤ_____

ہاں جی آپ بولو_____بولو_____پوچھو_____

سوال:

جناب ہم اللہ تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں، الٰہ العالمین مانتے ہیں۔ ہم تک پہنچی ہے یہ بات، اِسے پھیلاتے ہیں لیکن اپنی طرف سے اُس کی بارگاہ میں عجز اور شکستگی پیش کرنے کے لیے کونسا بہترین طریقہ ہے؟

جواب:

دیکھو ایک طریقہ تو اُس نے بتا دیا کہ آپ اس کو بلند ماننا۔ علی العظیم، ربی الاعلیٰ یہ دونوں اسماء بلند ہیں۔ بلندی کا اظہار کرتے وقت آپ جھکے ہوتے ہو۔ اس سے بہتر کوئی اظہار نہیں ہے کہ اللہ کی بلندی یہ ہے کہ ہم سجدے میں ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں نا؟ آپ جب کہتے ہو سبحان ربی الاعلیٰ تو آپ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آپ سجدے میں ہوتے ہو۔ اِس لیے اپنے عجز کے اظہار کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ اُس کی بلندی یا عظمت کے اظہار کے وقت آپ جھکے ہوئے ہوتے ہو۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرے طریقے یہ ہیں کہ آپ اُس کے خوف سے کوئی ایسا کام زندگی سے نکال دو جو اس کی ناراضگی کا باعث ہوسکتا ہو۔ زندگی Pure کرلو۔ کوئی کام ایسا کرنا شروع کردو جو اللہ کے شوق میں ہو۔ یہ اظہار ہو کہ یہ کام فی سبیل اللہ ہم کرتے ہیں۔ کوئی کام اللہ کی خاطر کرو تو ساری زندگی اللہ کی خاطر ہو جائے گی۔ مثال کے طور پر آپ غور کرو کہ اگر یہ ہاتھ، ایک ہاتھ اللہ کے لیے رکھ دو تو سارا وجود ہی اللہ کے لیے ہو جائے گا۔ خود بخود، باقی جگہ آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہو جائے گی۔ آپ گھر میں اللہ کے لیے ایک جگہ بنا لو تو آپ کا وہاں جانا، وہاں بیٹھنا، سارے کا سارا ماحول آہستہ آہستہ اللہ کے لیے ہو جائے گا۔ اگر آپ دل کو اللہ کے لیے رکھ دو تو اس میں خواہش اللہ کے علاوہ نہیں آئے گی۔ اب جو خواہشات ہیں وہ بتلا دو کیونکہ دل

کس کے لیے رکھا ہے؟ اللہ کے لیے۔ اب خواہش کیا آتی ہے؟ مکان بنانا ہے۔ ایک طریقہ یہی ہوا کہ آپ اس کے لیے اپنا کوئی ایک حصہ رکھ چھوڑو۔ کوئی Spot مقرر کرو جہاں اللہ کو آپ یاد کیا کرو۔ کچھ لوگوں نے اپنے عجز کا اظہار کیا' زندگی میں قبرستانوں کے قریب رہے۔ ایک یہ بھی عجز کا اظہار ہے۔ عاجزی کا اظہار یہ ہے کہ سائل کو پیسے دیئے' ساتھ ہی اس کا شکریہ ادا کیا کہ تیری مہربانی کہ تو نے مجھے سخاوت کا موقع دیا۔ عجز یہ ہے کہ تو نے مجھے محسن بنایا' یہ تیری مہربانی ہے کہ مجھ جیسا بخیل آدمی محسن ہو گیا۔ اس کا بھی شکر ادا کرو۔ باقی اللہ تعالیٰ نے بے شمار طریقے بتائے ہیں۔ اس کے تکبر کو بیان کر کے اپنے عجز کا اظہار کرنا چاہیے' اللہ اکبر' یہی آپ کا عجز ہے۔ اُس کے آگے تکبر نہیں ہے۔ عجز لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ''ہم ذرہ ہیں' ہم کچھ بھی نہیں ہیں''۔

سوال:

دنیا میں ظالم بھی ہیں اور مظلوم بھی ہیں۔ ظالم اپنا کام کر رہا ہے' مظلوم اپنا کام کر رہا ہے۔ ان کی پہچان کیسے ہوگی؟

جواب:

اس کی پہچان یوں ہے کہ ایک آدمی کے ساتھ ایسا واقعہ ہو گیا کہ وہ مظلوم ہو گیا اور کہتے ہیں کہ وہ دِلی کی شاہی مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگ گیا کہ ظالم کا انتظام کیا جائے' انصاف کیا جائے' میں مظلوم ہوں' اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس کے شیخ نے آواز دی کہ جو تو تحقیق چاہتا ہے کہ دودھ پانی کی تقسیم ہو تو اس کے لیے ایک دن مقرر ہے' وہ دن مقرر ہے جب ظالم اور مظلوم الگ الگ تقسیم ہو جائیں گے' اُس سے پہلے یہ چلتا جائے گا' اس سے پہلے اپنی جان بچا! یہاں ظالم بھی رہے گا' مظلوم بھی رہے گا۔ تم خود دیکھو کہ تمہارے ہاتھ سے ظلم سرزد نہ ہو بلکہ مشورہ یہی دوں گا کہ ظالم ہونے کی بجائے مظلوم ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ ظالم نہ ہونا۔ اس کی تحقیق کوئی نہیں ہے۔ اس کی پہچان کوئی نہیں ہے۔ چپکے سے چلتے جاؤ۔ اس کے لیے ایک وقت مقرر رکھا گیا ہے کہ یہ وہ وقت ہے کہ آج دودھ کا دودھ ہو گا'

پانی کا پانی ہوگا' چھپے ہوئے گناہ ظاہر ہو جائیں گے' مخفیات جو ہیں یہ مظہر بن جائیں گی۔ کون سا دن مقرر ہے؟ ذلک الیوم الحق ایسا دن آئے گا لمن الملک الیوم آج کس کی حکومت ہے؟ تو سارے کہیں گے للّٰہ الواحد القھار قہار تو اس دن ہوگا جب انصاف کرے گا۔ اب تک تو رحم ہی ہے۔ رحم کرے تو وہ قہار نہیں کہلائے گا' انصاف کرے تو وہ قہار کہلائے گا۔ قرآن پاک میں ایک جگہ آتا ہے انا انذر نکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ماقدمت یدٰہ ویقول الکافر یلتنی کنت ترابا ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایسے عذاب سے جو قریب ہے جب انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھ نے آگے کیا بھیجا تھا اور کافر کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا۔ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ مل گیا تو یہ عذاب ہوگا۔ گویا کہ اعمال کے نتیجے نے فروغ نہیں پانا بلکہ آپ کو اس کے فضل نے Accomodate کرنا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا کہ کبھی اپنے عمل پہ بھروسہ کر کے' دلیر ہو کے نہ جانا' حساب کتاب زیرو ہوا پڑا ہے۔ اُس کے فضل کا حساب رکھو۔ اس لیے کبھی انصاف نہ مانگنا۔ یہ ایک عذاب ہوگا اس کا اپنا حساب ہے۔ ظالم کی' مظلوم کی تحقیق نہیں کرنی' بس آپ ظلم نہ کرنا۔ اپنا حصہ آپ چھوڑ دو اور دوسرے کا حصہ اسے دے دو۔ پھر بات آسان ہو جائے گی اور کوئی مشکل نہیں رہے گی۔

اور بولو_____

سوال:

یہ جو کہا گیا ہے کہ بشرھم بعذاب علیم تو کیا عذاب کی بھی بشارت یا خوش خبری ہوتی ہے؟

جواب:

بشارت لفظ ہے ''اطلاع'' کا۔ خوشخبری تمہارے لیے ہے' مومنوں کے لیے' جو نہیں مانتے ان کے لیے عذاب ہے اور یہ ان کے لیے کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں کسی جگہ مومنوں کے لیے دوزخ کا نام نہیں لکھا گیا' آپ نے سارا قرآن پڑھ لیا ہے۔

کافر بچ جائیں گے یا نہیں بچ جائیں گے' اصلی بچنا آپ کا ہے۔ سماج میں

انقلاب پیدا نہ کرو بلکہ اپنا انقلاب پیدا کرو۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی بجا آوری اگر خوش دلی سے کی جائے تو بہت ہی مبارک بات ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑی بے دلی اور جبر کے ساتھ یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ کہیں یہ بلا تو نہیں؟

جواب:

دیکھو اگر Willingly عبادت کی جائے تو یہ اس نے خود کرائی ہے اور اگر جبر میں کی جائے تو یہ آپ نے کی ہے۔ اور یہ اچھی بات ہے۔ حالات سازگار نہیں ہیں اور پھر عبادت کی ہے نماز میں لطف بھی نہیں آیا لیکن فرض سمجھ کر آپ نے عبادت کی ہے تو یہ آپ کا عمل ہے، مستحسن ہے۔ وہ جو اس کا کیفیت دینے والا عمل ہے تو وہ تو ہر آدمی کرے گا۔ اللہ جس کو کیفیت دے دے وہ نماز پڑھنا شروع کر دے گا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر نماز کی افادیت کا پتہ چل جائے تو دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو نماز نہ پڑھے۔ یعنی افادیت آشکار ہو جائے تو آپ اس کو پڑھتے جاؤ گے۔ یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ نماز میں کیفیت فرض نہیں ہے، نماز فرض ہے۔ کیفیت اس کی مہربانی ہے۔ اس لیے جبر کے اندر جو آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو وہ بھی نماز ہے۔ کہ ہم اتنے الجھے ہوئے تھے، پھر بھی ہم آ گئے۔

لوٹ آیا ہوں میں دنیا کے ویرانوں سے

بڑی بات ہے۔ اس لیے یہ اچھا ہے۔

سوال بولتے جاؤ _____ میں نے آپ کو ٹائم دیا ہے _____ پوچھو

سوال:

موجودہ دور میں صراط مستقیم آدمی کس طرح پا سکتا ہے جبکہ آج کل اتنے فرقے ہیں کہ آدمی ایک کے پاس جاتا ہے تو کچھ اور سیکھتا ہے، اہلحدیث اور کہتے ہیں، سنی کچھ اور،

شیعہ کچھ اور۔ کافروں کے پاس جاتا ہے آدمی' قادیانیوں کے پاس جاتا ہے تو وہ کچھ اور بتاتے ہیں۔

جواب:

آدمی کو ایک کام ضرور کرنا چاہیے' کہ جب تک Patient یعنی مریض شفایاب نہ ہو ڈاکٹر کی تلاش چھوڑنی نہیں چاہیے۔ ایک بات تو یہ یاد رکھو۔ پھر آپ یہ گلہ کریں گے کہ وہ ہومیو پیتھک ہے' یہ حکیم صاحب ہیں' یہ ڈاکٹر صاحب ہیں لیکن جب تک مریض صحت یاب نہ ہو ڈاکٹر کی تلاش ضرور رکھو۔ یہ بات سمجھ آگئی آپ کو؟ دوسرا یہ کہ اسلام بڑا آسان مذہب ہے۔ جس دن اور جس وقت اعلان فرمایا گیا' اسلام دینے والے نے کہا کہ آج کے دن ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور نعمت کی انتہا کر دی۔ جب دین مکمل ہو گیا تو یہ ایک خاص وقت ہے۔ اس کے بعد مکمل دین میں جو اضافہ کیا گیا آپ وہ نکال دو۔ مکمل میں اضافہ مکمل کے خلاف ہے۔ اور اس میں تخفیف بھی نہ کرو۔ قرآن پاک اللہ کا کلام ہے۔ اس میں ''خنزیر'' کا لفظ ہے' شیطان کا لفظ بھی موجود ہے۔ ''شہوات'' کا لفظ بھی موجود ہے اور علیٰ ہذا القیاس' ہر شے ہی موجود ہے لیکن ہے قرآن۔ مقدس اس لیے ہے کہ اس کا لکھنے والا یاد دینے والا اللہ ہے۔ اگر اس کتاب کا مصنف کوئی اور ہوتا تو یہ ملی جلی کتاب ہوتی۔ جب تک آپ خود سچے نہیں ہوتے آپ کے لیے سچ کی تلاش بے معنی سفر ہے۔ جب تک آپ کسی ایک کو سچا نہیں مانتے تب تک کسی کے راستے پر چلنا بے معنی ہے۔ اب دو چیزیں آپ کو کرنی ہیں۔ نمبر ایک کسی کو سچا مانو۔ اس کی تعریف کیا ہے؟ فرض کرو کہ وہ جھوٹ کہے تب بھی سچ ہے۔ ٹیچر بتاتا ہے کہ اس کو ایسے پڑھو' کہتا ہے اس کو ایسے کیوں پڑھیں؟ وہ کہتا ہے کہ اس کا فارمولا ہی ایسے ہے۔ تو آپ اس فارمولے کے عین مطابق پڑھو۔ استاد اس کو مان لو یا خود استاد بنو۔ جب ایک استاد نے الف سے آگے ب پڑھایا تو وہ کہتا ہے ملا جی الف کے بعد ب ہم نے نہیں پڑھنا۔

الف سانوں کلا نظر آیا
اسی ب نوں بنے لایا

یعنی ہمیں تو الف اکیلا نظر آیا ہے اس لیے ہم نے ب کو ایک طرف کر دیا ہے۔ اگر تم نے چاول نہیں دیکھے تو دوکاندار نے جو دیا تم وہ لے کے آجاؤ گے۔ جو چیز لینے چلے ہو اس سے آشنائی ضروری ہے۔ اب دین میں فرق نہیں ہے' شریعت میں کہیں بھی فرق نہیں ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اللہ کو مالک مانو' پھر کہیں دقت نہیں ہے۔ کسی چیز کے اندر دقت نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اسلام کو مذہب مانو' کوئی دقت نہیں آئے گی۔ اپنے آپ کا بھی تھوڑا سا احترام کرو۔

میرا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

چار دن بعد مٹی میں مل جانا ہے' کچھ تو خیال رکھ لو۔ ایک وقت کے بعد چلے جانا ہے۔ اب کہیں نہ کہیں اصلاح چاہیے۔ اصلاح کے دو فارمولے استعمال کرنے والا کبھی اصلاح نہیں کر سکتا۔ ایک فارمولے سے اصلاح ہوگی۔ ایک استاد بناؤ Any one۔ اب دیکھو اہلِ حدیث بھی ٹھیک ہیں' بریلوی حضرات بھی ٹھیک ہیں' اہل فکر بھی ٹھیک ہیں' اہل ذکر بھی ٹھیک ہیں لیکن وہ آدمی جھوٹا ہے جو اہل فکر میں بھی بیٹھتا ہے اور اہل ذکر میں بھی بیٹھتا ہے' بریلوی میں بھی بیٹھتا ہے' دیوبندی میں بھی' وہ آدمی جھوٹا ہے۔ یہ چاروں پانچوں طبقے اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ اگر کوئی چاروں میں بیٹھتا ہے تو وہ جھوٹا ہو جائے گا۔ اس لیے کہیں Settle Down ہو جاؤ۔ پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی کہ زندگی کا میلہ کیا ہے۔ Try to settle down, somewhere پھر آپ پر بات آشکار ہوگی۔ اس کی مثال یوں دیتے ہیں کہ اندھوں نے ہاتھی دیکھا' اب بیٹھ کر موازنہ کر رہے ہیں۔ اندھے ہیں بے چارے' سونڈ والے نے کچھ دیکھا' جسم والے نے کچھ' جس نے پورا ہاتھی دیکھا وہ کہتا ہے تم ''جھلے'' ہو تم سارے سچ کہہ رہے ہو لیکن سچ اس سے بڑا ہے۔ اس لیے جس نے جتنا جتنا سچ دیکھا ہے اس کو اتنی اتنی سمجھ آرہی ہے۔ آپ کوشش کرو کہ آپ ذرا Variety میں آؤ اور پورا سچ دیکھو۔ اور ان لوگوں کی زندگی کو آسان بناؤ' یہ بے چارے بدنیت نہیں ہیں' کچھ اپنی اپنی مجبوریوں

میں ہیں۔ آپ مسلمان لوگ ہو' یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اصلی سچ کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' اللہ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمہارا تعلق ہے' قرآن پاک کے ساتھ تلاوت کا تعلق ہے اور زندگی کے ساتھ محبت کا تعلق ہے' اس کو لطف کے ساتھ گزارو' بحث نہیں کرو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی ایک طرف لگ جاؤ' کسی ایک طرف۔

سوال:

اسی طرح اگر کوئی حق کی تلاش میں نکل جاتا ہے تو فرض کریں کہ وہ قادیانیوں کے پاس پہنچ جاتا ہے_____

جواب:

آپ تو نہیں جاسکتے' آپ صرف بحث کر سکتے ہو۔ آپ ان کے پاس کبھی نہیں جاسکتے۔ جب آپ نہیں گئے تو آپ نہیں کہہ سکتے کہ فرض کریں میں ان کے پاس چلا جاتا۔ کیسے چلا جاتا' وہاں تو تم تھے ہی نہیں۔ ''فرض کریں میں ایکسیڈنٹ کی جگہ پر ہوتا تو مر جاتا وہاں پر''۔ لیکن تو وہاں تھا ہی نہیں' اب کیا کہتا ہے تُو قادیانیوں کے پاس نہیں گیا' تُو اگر وہاں جاتا تو کیا ہوتا؟ یہ ہے Which - Event ایسا Imaginary Accident does not happen اگر Happen ہوتا تو اور چیز Happen ہو جاتی۔ لہٰذا یہ سب مفروضے ہیں۔ آپ نے اللہ کا سفر کرنا ہے' زندگی کے اندر کرنا ہے' چار دن کی زندگی ہے' اس کو زیادہ مبالغہ آرائی میں ضائع نہ کرو۔ عقیدت کا سفر ہے' آرام سے طے کرلو' انسانوں کے ساتھ Dealing اچھی کرلو اور ان کے ساتھ سلوک بہتر کرو۔ اللہ آپ پر بہت خوش ہے۔ اللہ اس طرح Deal نہیں کرتا جس طرح کہ لوگ کہتے ہیں۔ آپ سنی بن جاؤ' شیعہ بن جاؤ' سارے ہی چلتے آرہے ہیں' لیکن جھوٹا شیعہ بڑا جھوٹا ہے' جھوٹا سنی بڑا ''مکڑ'' ہے اور جھوٹا کافر بھی بڑی بُری شے ہے۔ سچا کافر بھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر شکست کھا جائے تو کلمہ ضرور پڑھتا ہے۔ یہاں پر یہی ہوا' پہلے فقیر آئے' درویش آئے' کافروں سے مقابلہ کیا'

جوگیوں سے مقابلہ کیا' وہ شکست کھا گئے تو بولے سرکار اب ہم کلمہ پڑھیں گے۔ آج کا مسلمان دس مرتبہ شکست کھائے گا اور پھر بھی کلمہ نہیں پڑھے گا۔ کوئی منافقت والی بات آ گئی ہے۔ اس لیے آپ منافق نہ بننا۔ آپ ایک طرف چلتے جاؤ اور باقی لوگوں کے لیے دعا کرو' اچھا رستہ مل جائے گا خیر سے۔

سوال:

قرآن پاک کی ایک آیت ہے' اس کے مطابق ہر گروہ ہے جو اپنے Knowldege کے مطابق خوش ہے' صحیح ہے یا غلط ہے۔ لیکن ایک آدمی جو بی ایس سی یا ایم ایس سی کرتا ہے اسے عام طور پر اسلام کا پتہ نہیں ہوتا۔ وہ جب اسلام کی جستجو میں نکلتا ہے تو کس طرح کس کے پاس جائے؟

جواب:

دیکھو آپ قریب قریب ہو اگر تھوڑی بات سمجھو تو سمجھنے کا آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ سمجھانا نہ شروع کر دینا' یہ پہلی بات ہے۔ سمجھانے کی کوشش نہ کرو تو آپ سمجھنا شروع کر دو گے۔ کسی تلاش' کسی سفر' کسی ضرورت کی جب تک اندر سے Urge پیدا نہ ہو وہ بے معنی ہے' گمراہی ہے۔ اب آپ کسی کے کہنے پر سفر کر رہے ہو تو بات بے معنی ہو جائے گی۔ کسی نے کہا کہ بھینس بیمار ہے۔ بولا یہ دوائی پلا دو۔ اس نے دوائی پلا دی۔ بھینس مر گئی۔ اس نے کہا کہ یہ کیا دوائی پلا دی ہے' کہتا ہے میں نے بھی اپنی بھینس کو یہی دوائی پلائی تھی۔ پوچھا کہ تیری بھینس کا کیا بنا تھا؟ کہتا ہے کہ میری بھینس بھی مر گئی تھی۔ بات یہ ہے کہ تم کس کے کہنے پر اللہ کا سفر کر رہے ہو؟ یہ کوئی چھوٹا سفر نہیں ہے کہ بغیر دلیل کے اللہ کی تلاش میں چل پڑا۔ چھوٹی سی چیز لینی ہوتی ہے بازار سے تو پوچھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے' کہاں جانا ہے' اس کے کیا انتظامات ہیں' کیا واقعات ہیں؟ اور آپ گھر سے نکل کر بی ایس سی سے پہلے بلکہ رزلٹ سے پہلے اللہ کی تلاش میں نکل پڑے کہ تھوڑا سا وقت ہے ابھی رزلٹ آنے میں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو اللہ کو تلاش کرنے سے پہلے کم از کم کچھ تو محرم ہونا چاہیے' اور اپنی

ضرورت کےGenuine ہونے کا شعور ہونا چاہیے' اور پھر تیسری چیز یہ ہے کہ کوئی انسان آپ کے سامنے ایسا ضرور ہونا چاہیے جس نے اس سفر میں آپ سے پہلے راستہ طے کیا ہوا ہو۔ چوتھی بات ضرور یاد رکھنا کہ اللہ کے پاس جانے کے لیے جب بھی پہنچو گے انسان کے پاس پہنچو گے۔ اللہ کا سفر انسان پر ہی ختم ہوتا ہے۔ یہ راز کی بات ہے' بعد میں سمجھ آئے گی۔ یہ بات جان لو کہ کچھ حقائق تیس سال تک سمجھ آتے ہیں' کچھ حقائق چالیس سال کے بعد سمجھ آتے ہیں۔ کچھ حقیقتیں عمر کے ساتھ سمجھ آتی ہیں' ٹائم کے ساتھ سمجھ آتی ہیں۔ جس نے بیٹی بیاہی ہے اس کا واقعہ اور ہے' جس نے بیٹا بیاہا ہے اس کی کہانی اور ہے۔ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔ اس لیے بڑے صبر کے ساتھ' بڑے تحمل کے ساتھ اس سفر کوConfusion سے بچانا۔ آپ اس کو جا کے دیکھو' دوسرے کو جا کے دیکھو۔ آپ اپنے لیے فیصلہ کرلو۔ یہ نہ ہو کہ آپ دیکھتے ہی رہ جائیں اور میلہ ختم ہو جائے۔ کہیں نہ کہیں وابستہ ہو جاؤ اور اپنا سفر جاری رکھو۔ باقیوں کو چھوڑ دو۔ کہیں نہ کہیں' جیسے جہاں مرضی ہو وابستہ ہو جاؤ۔ آپ ہمارے پاس تو ویسے بھی آسکتے ہو۔ آپ کہیں وابستہ ہو آؤ۔ ہو آؤ تو یہ بہتر ہے۔ گھبرانا نہیں ہے۔ بحث نہیں کرنی۔ دین میں بحث نہ کرو۔ خدا کوProve نہ کرو۔ مذہب پر بحث بند کرو۔ اسلام کوDiscuss کرنا بند کردو۔ اسلام علم نہیں ہے' اسلام عمل ہے۔ بس عمل کرتے جاؤ' کسی کو معاف کردو' کس سے معافی مانگ لو۔ کسی کی تھوڑی سی خدمت کردو' یہ عمل ہے۔ دھیان کرو' آسان سی بات ہے' گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بہتر وقت آجائے گا۔

اب اور سوال پوچھو_____ ہاں جی بولو!

سوال:

آج کل جو تبلیغ ہوتی ہے' کتابوں کے ذریعے یا لاؤڈ سپیکر سے' اس کا لُبِ لباب یہ ہوتا ہے کہ دنیا کی زندگی بڑی مختصر سی ہے' اس کے بعد موت ہے' پھر آخرت ہے' آخرت میں ایک جنت ہے اور ایک دوزخ۔ آپ اچھے کام کریں تو آپ جنت میں جائیں گے نہیں تو دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اب یہ والی جو تبلیغ ہے وہ ایک ماڈرن Thinking آدمی کو

اپیل نہیں کرتی۔ اگر تبلیغ ہم اس طرح کریں کہ اسلام میں آپ داخل ہو جائیں تو یہ زندگی آپ کی بڑی خوشگوار گزرے گی تو کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب:

ایک درویش تھے بڑے جید درویش اور ان کے ایک مرید تھے۔ ان کے وہ مرید ایک یہودی کے پاس گئے کہ بھائی اسلام لے آؤ بڑی اچھی بات ہو جائے گی۔ یہودی نے کہا اگر تو اسلام ہے تمہارے پیر والا تو ہم اس کے قابل نہیں ہیں اور اگر اسلام تمہارے والا ہے تو یہ ہمارے قابل نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مبلغوں سے جان بچاؤ تبلیغ سے اسلام کو بچاؤ مسجدوں کو مولویوں سے بچاؤ خانقاہوں کو پیر سے بچاؤ استادوں سے علم کو بچاؤ تباہی تو یہاں ہوئی ہے۔ اب آپ لوگ ذرا دھیان کرو اور اپنا رستہ سوچ کے طے کرو۔ تبلیغ نہیں کرنی ہے اپنا رستہ لینا ہے۔ ایک جنت ہے ایک دوزخ ہے۔ یہ آپ کو اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ جنت دوزخ ہے۔ کافروں سے تو اللہ نے بات ہی نہیں کی۔ کافروں کو آپ بتا رہے ہو کہ جنت دوزخ ہے۔ وہ تو خدا کو نہیں مانتے خدا کی بنائی ہوئی جنت کو کہاں مانیں گے۔ کیا خداوند تعالیٰ Does God want to see everyone a musl دنیا میں رہنے والے تمام انسانوں کو مسلمان دیکھنا چاہتا ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ اپنی اس چاہت پر قادر ہے؟ کیا خدا کو کسی نے روکا ہوا ہے؟ کیا خدا کے پاس زمینوں اور آسمانوں کے خزانے نہیں ہیں؟ للہ جنود السموت والارض کیا مسلمان غریب نہیں ہیں؟ کیا مسلمانوں کے پاس پریشانیاں نہیں ہیں؟ اگر آپ کسی ہندو کو مسلمان کر لو گے تو بڑی سے بڑی بات یہ کہ اسے اپنا جیسا کر لو گے بیمار بیزار پریشان۔ اور تم نے جو تبلیغ کر رکھی ہے اس کے مطابق تو مسلمانوں نے بھی جنت میں نہیں جانا۔ ''مرنے کا منظر موت کے بعد'' وغیرہ۔ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔ کتاب والوں نے لکھا ہے کہ آپ لوگ دوزخ میں جاؤ گے۔ پھر آپ دوزخ میں جاؤ گے تو ہندو کہے گا کہ شکر ہے یار میں نے تمہارا کہنا نہیں مانا۔ تو نے یہاں ہی آنا تھا تو اتنا ''اوکھا'' کیوں ہوا تھا۔

اس لیے تبلیغ کی بات نہیں ہے' یہ ایمان کی بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کافر کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ہم نہیں برداشت کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہو کر 3/4 مخلوق کو برداشت کرتا ہے' روز رزق دیتا ہے' اور تم برداشت نہیں کر سکتے' تم کیسے ہو بھئی۔ پوری دنیا کے اندر 75 فیصد لوگ اللہ کو نہیں مانتے اور وہ ان کو رزق دیتا ہے کہ اچھا مان نہ مان' روٹی کھالے' یہ پیسے بھی لے لے' اور بھی واقعات کر لے۔ اور تم سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ کہ ہم نہیں برداشت کر سکتے' یہ مشکل بات ہے۔ تو یہ واقعہ ہے۔

آپ برداشت کرو کیونکہ آپ کا مالک بھی برداشت کر رہا ہے۔ تبلیغ سے بچنے کی کوشش کرو۔ اپنی اصلاح کا سوچو۔ اللہ کا جن لوگوں پر احسان ہوا اگر ان کو انٹرویو کرو تو دیکھو گے کہ ایک آدمی کہتا ہے میری والدہ نے دعا کی تھی' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ اب یہ عبادت تو کوئی نہیں ہے۔ ماں اس کے لیے صرف دعا ہی کر گئی اور وہ ولی بن گیا۔ ایسا ہوا ہے۔ کسی نے کتے کے پلے کو سردی میں بارش سے بھیگنے سے بچایا' گھر لایا' گرم کیا' ولی ہو گیا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز والے بھی اللہ کے قریب ہو گئے' حج والے بھی ہو گئے' قرآن والے بھی ہو گئے' پیسے والے بھی ہو گئے' یہ بے شمار رخ ہیں اللہ کے قرب کے۔ راز کی بات یہ ہے کہ اپنے وجود کی کائنات' اختیار کی کائنات میں آپ نے اللہ کا کتنا حصہ رکھا ہوا ہے' اتنا ہی آپ اللہ سے لے لو۔ بس۔ اس کی کائنات میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے مثلاً ایک فیصد رکھا ہوا ہے' آدھا فیصد رکھا ہوا ہے یا صرف باتوں تک رکھا ہوا ہے۔ واللہ خیر الماکرین وہ پھر تمہیں اڑا کر رکھ دے گا۔ آپ خلوص سے اس کی طرف مائل نہیں ہوئے' مائل ہو جاؤ تو کائنات آپ کی ہے۔

ہاں جی اور سوال بولو _____ پوچھو _____

سوال:

تبلیغ سے بچو اور تبلیغ نہ کرو۔ اس بات کی سمجھ نہیں آئی۔

جواب:

جب تک تمہیں صداقت کا شعور نہ ہو تو تم صداقت کو بیان نہ کرو۔ جھوٹا انسان سچے قرآن کو بیان کرے گا تو تاثیر نہیں ہوگی۔ قرآن میں پہلے ہی وارننگ دی ہوئی ہے' ھدی للمتقین یعنی یہ کتاب ہے' متقی پہلے بنو' پھر یہ تمہیں ہدایت دے گی ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیرا کتنے ہی لوگ قرآن پڑھ کر گمراہ ہوئے۔ قرآن سے لوگوں نے عمل نکالا' رمل نکالا' تعویذ نکالا' مسلمانوں کو تکلیف دینے کے لیے اس میں سے وظیفے نکالے' حساب نکالے' یاقھار اپنے بھائیوں کے راستے میں دیواریں بنائیں۔ ''اور ان کے سامنے بھی دیوار ہے اور ان کے پیچھے بھی دیوار ہے'' سورہ یٰسین میں ہے' وجعلنا من بین ایدیھم سداً ومن خلفھم سداً وظیفہ پڑھ کے اندھا کر دیا۔ یہ سارے واقعات ہیں' اس لیے تبلیغ کرنے سے پہلے Understand کرو That you are a soldier of God سولجر آف گاڈ یعنی آنریری سولجر' پیسے مانگنے والا نہیں۔ تو آپ اللہ کے دین کو اللہ کے لوگوں میں فی سبیل اللہ پھیلاؤ۔ کب؟ Try to Know پہلے جانو۔ یہاں پر Raw Material اٹھ کے کھڑا ہو جاتا ہے اور شروع ہو جاتا ہے۔

بندر کو کہیں سے ہلدی کا ٹکڑا ملا۔ کہنے لگا دوکان بناؤں گا۔ اب ہلدی کے ٹکڑے سے دوکان تو نہیں بنا کرتی۔ کچھ تو آپ بھی سوچو۔ اقبالؒ کا شعر سنو ؎

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے پہلو میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پھر بات خود بخود نکلے گی' Spontaneous Eruption پھر تبلیغ خود بخود ہو جائے گی۔ تبلیغ اس وقت ہوتی ہے جب تمہارے آنسو Genuine ہو جائیں' مگرمچھ کے آنسو مرنے دو' جو آنسو بچ جائیں گے تب لوگ خود بخود تمہارے ساتھ آ جائیں گے۔ کوئی کسی کو مارنا چاہتا ہے' گالی دینا چاہتا ہے تو کہے گا تُو نماز نہیں پڑھتا۔ اور کوئی طریقہ نہیں تھا' بس کہتا ہے تو نماز نہیں پڑھتا' تو گدھا ہے _____ وہ شخص تبلیغ کرے جس کو اپنی نماز کے منظور ہونے کی کم از کم

تھوڑی سی گارنٹی ہو۔ اور جس کی نماز لوٹا کے اس کے منہ پر دے ماری جارہی ہے وہ کیا تبلیغ کررہا ہے۔ جس شخص کو جنت میں جانے کی اپنی تھوڑی سی گارنٹی ہو وہ جنت میں دوسرے کو لے جائے۔ تیسری بات یہ کہ آپ جنت میں جس کو شریک کرنا چاہتے ہو اس سے آپ کو محبت ہو۔ جبھی تو آپ کہو گے کہ اے میرے بھائی' پیارے بھائی' میں جنت میں جارہا ہوں' ''تسی میرے نال چلو'' اور ثبوت کیا ہے پیار کا؟ اس کو تھوڑی سی دولت بھی دے دو۔ کہتا ہے کہ دولت میں نہیں دیتا' جنت میں شریک کرتا ہوں۔ تو یہ جھوٹا ہے۔ یہاں شریک نہیں کرتے' یہاں اس کو دیتے نہیں ہو اور جنت میں اس کو مکان دے رہے ہو' یہ غلط بات ہے۔ اس لیے تبلیغ کی بات کیا ہے First of all, understand what you are going to preach نمبر دو' جس آدمی کو تبلیغ کرنی ہے' بے تعلق تبلیغ نہ کرنا۔ بے تعلق تبلیغ کیا ہے'' صاحبان' مہربان' اللہ تعالیٰ نے فرمایا _____ وغیرہ'' نہ میں نے جانا کہ وہ کون ہے اور نہ اسے معلوم کہ میں کون ہوں۔ پھر سب چلے گئے۔ تعلق ہونا چاہیے۔ تعلق کے ساتھ اس کے کان میں Whisper کردے کہ بھائی یہ کام چھوڑ دو۔ تو تبلیغ کیسی؟ مسلمانوں کو مسلمان بنانے کا شغل بند کردو۔ یہ تبلیغ کا شارٹ سرکٹ ہے۔ تیرا نام کیا ہے؟ ذوالفقار علی ہے۔ تُو تو مجھے شیعہ لگتا ہے' کون ہو؟ مسلمان ہو' بسم اللہ۔ لیکن یہ نہ کہنا کہ تو اور مسلمان ہو جا۔ اپنے آپ کو دیکھ' اپنا جائزہ لے۔

اُودیاں اوجانے تو اپنی توڑ نبھا

پہلے تُو اپنے آپ کو دیکھ کہ تیرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ ولا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ None will be allowed to bear the burden of anyone else کسی کو اجازت نہیں ملے گی۔ اپنے بوجھ کو دیکھ کہ کیا بنا پڑا ہے تیرے ساتھ' کہیں قرآن کے دو لفظ پڑھ کر تبلیغ نہ شروع کر دینا۔'' صاحبان' مہربان' مجھے اللہ تعالیٰ نے دو عنایات دی ہیں' ایک تو میری یادداشت بڑی اچھی ہے' دوسرا' پتہ نہیں کیا تھا' وہ تو بھول ہی گیا ہوں''۔ ایسا نہ ہو کہ دو آیتیں پڑھ کر شروع ہو جاؤ۔

نصیحت کیا ہے؟ اب تبلیغ نہ کرو۔ اور جس نے قرآن پڑھایا ہے زندگی بھر اس کو یادرکھو۔ اشکرلی ولوالدی میرا شکرادا کرو والدین کا شکرادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ جس نے اپنے محسن کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے میرا کیا شکرادا کرنا ہے۔ اپنے محسن کو تلاش کرو۔ یہ زندگی میں آسان راستہ ہے۔ جس نے تجھ پر احسان کیا ہے' کون ہے جس نے تجھے Bless کیا' بس اس کو تلاش کرو۔ اس کے نام سے کہانی شروع ہو جائے گی۔ بس تبلیغ بہتر ہو جائے گی۔ تبلیغ تعلق کے ساتھ ہے' محبت کے ساتھ ہے' بحث کرنے میں نہیں ہے۔ تبلیغ کو حکم نہ بناؤ' تبلیغ کو مشورہ نہ بناؤ' تبلیغ کو محبت ہی بناؤ۔ بس پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ بیمار کے پاس جا رہے ہو' اس کو دوائی دے دو' بس پھر وہ تمہارے دین پر آ گیا۔ خود ہی آ جائے گا۔ آپ یہ کرتے ہو کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے' مجھے اس کے لیے کچھ پیسے چاہییں' آپ کہیں گے کہ پہلے کلمہ سناؤ' نماز پڑھو۔ اس کو پیسہ نہیں دے گا' قرآن پڑھائے گا' نمازیں پڑھائے گا' اس کا مسئلہ حل نہیں کرے گا۔ ایسی تبلیغ نہیں ہونی چاہیے۔ تبلیغ یہ ہو کہ اس کا مسئلہ بھی حل کرو اور اس کو ایمان بھی دو۔ چور کا ہاتھ ضرور کاٹو لیکن پہلے اس کا فاقہ کاٹو۔ اگر فاقہ نہیں تھا اور اس نے چوری کی ہے تو پھر اس کا ہاتھ کاٹ سکتے ہو۔

سوال:

مردِ حق کی بڑی تلاش ہے۔ لوگ کہتے ہیں یہ چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ کیوں چھپے ہوئے ہیں' کہاں چھپے ہوئے ہیں_____

جواب:

ایک آدمی نے کسی اور آدمی سے پوچھا کہ مردِ حق کی پہچان کیا ہے؟ اس نے کہا کہ کیا تو نے اسے شہید کرنا ہے؟ مردِ حق سے تیرا کیا تعلق ہے؟ مردِ حق وہ ہے اور تجھے اس سے کیا واسطہ۔ جب تک تو حق نہیں بنے گا مردِ حق تیرے لیے کچھ نہیں ہے' تو ذبح کر دے گا اس کو۔ نا آشناؤں نے مردانِ حق کو ہمیشہ شہید کیا ہے۔ تو اللہ کرے کہ تجھے مردِ حق سے آشنائی نہ ہو۔ یا مردِ حق تجھے اس وقت ملے جب تو حق آشنا ہو جائے تا کہ تو اس کے مقابلے

میں نہ آجائے۔ اس لیے ذرا یہ دیکھو کہ سینگوں والا بیل پوچھے کہ مردِ حق کہاں ہے' شیر پوچھے کہ بکری کہاں ہے' تو بڑی پریشانی والی بات ہے۔ اس لیے مردِ حق کا اس وقت پوچھو جب حق آشنا بن جاؤ۔ تیری حق آشنائی کا انعام ہے مردِ حق۔ اس سے پہلے وہ ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ اب سیانا ہو گیا ہے یعنی مردِ حق سیانا ہو گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم ہمیشہ ذبح ہوتے آرہے ہیں' اس مرتبہ ہم نے ذبح نہیں ہونا۔ آج کل وہ قابو نہیں آتا۔ جب بھی نظر آیا وہ شہید کر دیا جاتا ہے اور یہ لوگ فوراً پہچان لیتے ہیں کہ مردِ حق آ گیا ہے۔ کہتے ہیں مردِ حق کو ڈھونڈو' پوچھتے ہیں کہ کیا آپ مردِ حق ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا فضل ہے۔ کہتے ہیں دیکھ تیرا انتظام کرتے ہیں' بعد میں مقبرہ بنا دیتے ہیں۔ اس لیے مردِ حق اب سیانے ہو گئے ہیں۔ کسی نے پوچھا آپ مردِ حق ہیں؟ کہنے لگے کہ ہم مردِ حق نہیں ہیں۔ آپ اسلام میں نہیں ہو؟ کہتا ہے کہ ہم تو یہودی لوگ ہیں۔ وہ چھپ کے ملے گا اور جب آپ سے اس کو خطرہ نہ رہا وہ پھر خود کو ظاہر کر دے گا۔ ورنہ آپ نے تو بڑے لوگوں کو ذبح کیا۔ جہاں کہیں اچھا سا جانور ہو آپ اس کو نہیں چھوڑتے' پکڑ لیتے ہو۔ کہیں بھی کوئی اچھی چیز ہو پنجرے میں بند کرنا آپ کا پرانا شغف ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ مردِ حق آپ سے بچا ہی رہے۔ ویسے اگر آپ محبت سے کہہ رہے ہیں تو خدا آپ کو حق کے راستے پر چلائے۔ اس راستے کے بغیر مردِ حق نہیں ملے گا۔ حق کے راستے پر جو شخص آپ کو چلائے گا وہ مردِ حق ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں نا؟ کہیں ایسا نہ کرنا کہ آپ اس کے مقابلے میں کھڑے ہو جاؤ۔

سوال:

آج کل کے معاشرے میں بہت رشوت ہے اور اس کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتے۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب:

مان لیا جائے کہ رشوت کے بغیر جائز کام بھی نہیں ہوتا' رشوت دینا ضروری ہے تو سوال کا یہ حصہ Clear ہے کہ جہاں دینے کا تعلق ہے' آپ نے مجبوری میں دے دیا اور

اپنا جائز رستہ لے لیا' اب آپ توبہ کرلو کہ اس کے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں۔ جہاں لینے کا مقام آتا ہے تو وہاں اگر جواز دے رہے ہو تو غلطی ہے۔ آپ کبھی رشوت لینے والے نہ بنو۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی دینے والے بھی نہیں رہو گے۔ اگر رشوت لینے کو جواز بنا رہے ہو تو ایک اور کام کرو' رشوت اپنے معصوم بچوں کو نہ کھلانا۔ یہ لوگ برباد ہو جائیں گے۔ بس یہ نصیحت ہے۔ اولاد گستاخ ہو جائے گی' گمراہ ہو جائے گی' گنہگار ہو جائے گی۔ رشوت نہ لو' لی ہے تو پھر بچوں کو نہ کھلاؤ۔ جہاں تک رشوت دینے کا تعلق ہے تو کہتا ہے کہ ویزہ نہیں لگ رہا تھا' کہاں جانا ہے؟'' روزے دی جالی چم لین دے'' چل پھر محبت میں یہ ٹھیک ہے۔ سماج کے اندر اگر برائی ہو رہی ہے تو اسی سماج کے اندر نیک بندے بھی موجود ہیں۔ آج بھی سماج کے اندر برے لوگ موجود ہیں' آج بھی سماج کے اندر نیک لوگ موجود ہیں۔ اس گئے گزرے دور میں ہر چیز موجود ہے' آج بھی لوگ محبت سے نعت کہہ رہے ہیں' آج بھی قتل کرنے والے ہیں۔ یہ وقت نہیں آیا کہ نیکی پر راستہ بند ہو گیا ہے۔ اگر آپ نیک وقت گزارنا چاہو تو گزر سکتا ہے۔ جواز کوئی نہیں ہے۔ آج بھی آپ رشوت کے بغیر زندگی بسر کر سکتے ہو' رشوت کا جواز نہیں ہے' بسر کر سکتے ہو' کوشش کرو' بسر کرنے کے لیے توبہ کرو۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمارے لیے اپنا راستہ آسان فرما! راستے کی مشکلات دور فرما!

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و اله و اصحابه اجمعین.

آمین _____ برحمتک یا ارحم الرحمین




5




1 کیا جنت نام کی کوئی چیز اس دنیا میں مل سکتی ہے' بے شک اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہوں؟

2 موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

3 تصور شیخ کی وضاحت فرمادیں؟

4 اللہ کا غیر اور اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

سوال:

یہ جو جنت ہے' بڑے دائمی سرور اور سکون کی جگہ' جو روز محشر حساب کتاب کے بعد اللہ تعالیٰ عطا کریں گے' کیا جنت نام کی کوئی چیز ہمیں اس دنیا' اس زندگی میں مل سکتی ہے' بے شک اس میں حوریں اور دوسری چیزیں نہ ہو؟

جواب:

اپنا سوال سوچ کے کیا کریں' یہ جو سوال ہے' اس سوال میں غلطی یہ ہے کہ ''جنت نام کی چیز'' ''جنت نام کا مقام'' تو ''نام'' کا لفظ بھی نکال دو۔ ماننے والے ایسا نہیں کہتے۔ جنت اور جنت نام کی چیز میں فرق ہے۔ زبان کے حساب سے کیا فرق ہے؟ ایک ہے جنت اور ایک ہے جنت نام کی شے۔ ''جنت نام کی شے'' میں بولنے والا' اپنے آپ کو تھوڑا سا لاتعلق محسوس کرتا ہے۔ مثلاً ''باپ نام کا آدمی'' اور ''باپ'' میں فرق ہے۔ ''باپ نام کا آدمی آیا ہوا ہے'' اور ''ابا آیا ہوا ہے'' میں فرق سمجھو۔ پوچھا آپ کیوں پریشان ہیں۔ کہتا ہے اُولاد نام کی کسی شے نے پریشان کیا ہوا ہے۔ ''اولاد'' میں اور ''اولاد نام کی چیز'' میں کیا فرق ہے' یہ مدنظر رکھو۔ اب سوال کیا بنا؟ جنت کا ایک مقام ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا' پھر آپ نے جنت کی وضاحت کر دی کہ یہ دائمی سرور کا مقام ہے۔ آپ نے کیسے وضاحت کر لی؟

سوال:

ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے۔

جواب:

ٹھیک ہے! کتابوں میں جو مقام پڑھا ہے اس میں دائمی سرور ہے یا مقام حور ہے' اب اس میں سے آپ تلخیص کر رہے ہیں کہ اس میں حور بے شک نہ ہو۔ آپ کون ہیں ترمیم کرنے والے۔ لہٰذا آپ جنت کا اپنا تصور بنا رہے ہیں کہ اس میں سے حوریں نکال دو جی! کیوں نکال دو جی؟ یا یہ کہیں گے کہ اس میں کوئی شے ڈال دو۔ وہ کوئی مقام ہے' جو بھی ہے' جنت ہے' تو جیسی ہے' درخت بے شک نہ ہوں' دودھ کی نہریں جو ہیں' دودھ تو ہمیں راس نہیں آتا' ہضم نہیں ہوتا۔ اب یہ بیان کا مقام نہیں ہے۔ حوریں کیا کریں گی' وہ تو بچوں جیسی ہوں گی' ہم لوگ عمر رسیدہ ہوں گے' چلنے کے لیے لاٹھی چاہیے ہوگی' نہ یہ بات کرنے والی ہے' نہ یہ بات سمجھنے والی۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ جنت دائمی شباب کا مقام ہے۔ جس یقین کے ساتھ آپ کو اعتماد ہے کہ آپ کو یہ مقام حاصل ہوگا' یہ یقین کیسے ملا؟ جب کہ جنت سے تعارف نہیں ہے' حاصل نہیں ہے' تو اس کا اعتماد کس بات پر ہے؟ جنت کے حاصل ہونے کی توقع اس زندگی میں' اس کے حاصل ہونے سے پہلے کیسے ہے؟ سوال تو یہ ہے کہ کیا ایسی جنت اس زندگی میں حاصل ہو سکتی ہے؟ جنت کی اگر تفصیل بیان کریں تو تفصیل تو آپ کو سمجھنے سے قاصر رکھے گی۔ تفصیل جیسے بیان ہوئی کہ اس میں نہریں ہیں' جس کو پیاس نہ ہو اس کو دودھ کی نہریں کیا کریں گی؛ سایہ دار درخت ہوں گے' پہلے اگر کوئی سردی میں ہے اسے سایہ دار درخت کی کیا ضرورت ہے؛ ٹھنڈے موسم ہوں گے' اور جو دھوپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ کیا کریں۔ وہاں پر بارشیں ہوں گی اور جن لوگوں کو پہلے بارشوں سے نقصان پہنچا ہو وہ کیا سمجھیں گے اس بات کو۔ جنت کو سمجھنے کے لیے اس کا دیکھنا ضروری ہے اور سمجھنے کے لیے جنتی ہونے کی کیفیت کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک جنتی ہونے کی کیفیت نہ ہو' آپ کو اس زندگی میں جنت کا مقام نہیں مل سکتا اور اگر جنتی ہونے کی کیفیت سمجھ آئے تو آپ کو یہ مقام یہاں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر یوں تعریف کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا تقرب جنت ہے اور اللہ تعالیٰ سے دوری دوزخ ہے تو یہ اس زندگی میں حاصل ہوتا ہے۔

سوال:

بڑا اچھا جواب ہے!

جواب:

مقصد یہ ہے کہ جو اللہ سے قریب ہے' وہ جنت میں ہے اور اگر یہاں سمجھ نہیں آتی کہ اللہ سے قرب کیا ہے تو جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہے وہ جنت میں ہے' جو آپؐ سے دور ہیں خود بخود دوزخ میں ہیں۔ تو عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہے اور عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری دوزخ ہے۔ اس طرح آپ کو بات سمجھ آ جائے گی' جنت مقام کا نام ہے' خیال کا نام ہے' عمل کا نام ہے' حاصل کا نام ہے۔ جنت میں بے شمار چیزیں ہیں مگر سب سے بڑی بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار عطا ہوگا جو اس زندگی میں نہیں ہوتا۔ جن کو یہاں تقرب الٰہی حاصل ہو جائے ان کے لیے جنت ہی جنت ہے۔ پھر کہا گیا ہے کہ ''جنتین'' ''جنتان'' یعنی ایک نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ جب موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ آ جائے تو موت کے بعد ملنے والے انعام موت سے پہلے ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جب تک مرنے سے پہلے نہ مرو تو مرنے کے بعد کا مقام آپ کو پہلے کیسے حاصل ہو۔ اس لیے جنت ملتی تو ہے مگر موت کے بعد۔ آپ اگر زندگی میں ہی موت کا مقام حاصل کر لیں تو جنت حاصل ہو جائے گی۔ تو وقت کو سمجھنے کے لیے وقت سے نکلنا پڑتا ہے۔ اتنی سی شرط ہے۔ جو یہاں سے نکل گیا' مقام پا گیا۔ دنیا میں رہ کر' دنیا کی محبت سے اگر انسان آزاد ہو جائے تو دنیا کے بعد کا نقشہ پا سکتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے' جنت میں جانے والوں کو جنت کی بشارت دنیا میں مل سکتی ہے' یعنی جیسے عشرہ مبشرہ۔ جن کو جنت میں جانے کی بشارت مل جائے وہ یہیں سے جنت میں ہیں۔ ویسے یہ اللہ کی مہربانی ہے' جس کو جنت میں لے جانا ہو اس کا سفر یہیں سے آسان ہو جاتا ہے' یہ نہیں کہ اس کو یہاں عذاب میں رکھا جائے اور آگے جا کر جنت میں بھیج دیا جائے۔ جو یہاں تسلیم کر گیا' وہ جنت کا حصہ دار ہو گیا۔ پھر بزرگوں نے بہشتی دروازہ یہیں لگا دیا' یعنی بابا صاحبؒ نے۔ ایک بزرگ کو خواب

میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس دروازے سے گزرا وہ جنت میں جائے گا۔ اعتراض کرنے والوں نے بابا صاحبؒ سے پوچھا کہ جنت تو بعد کا مقام ہے' یہاں کیسے؟ آپؒ نے فرمایا کہ جس کو یہاں سے دروازہ نہیں ملا تو آگے کہاں سے ملنا ہے۔ جنت کا دروازہ ادھر ہی ہے۔ ادھر نہ ملا تو آئندہ کہاں ملے گا' اچانک تھوڑی ہو جائے گا۔ جنت کی تمنا' جنت کا حصول ادھر ہی ہے' جو یہاں داخل ہو گیا وہی وہاں پہنچے گا۔

سوال:

یہاں تھوڑی سی وضاحت فرما دیں کہ موت سے پہلے موت کیا ہوتی ہے؟

جواب:

اتنا تو آپ نے سنا ہوا ہے کہ موت سے پہلے ایک مقام ہے موت کا ذائقہ۔ تو وہ ہوتا کیا ہے؟ اگر آپ تفصیل بیان کریں زندگی کی کہ زندگی کیا ہوتی ہے تو پھر آپ کو موت سے پہلے موت کا ذائقہ سمجھ آ سکتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آرزو سے نکل جانا' آرزو بھی فطری۔ یعنی خوشیاں حاصل کرنا' خوش نمائیاں حاصل کرنا' انعام حاصل کرنا' اگر اس تمنا سے انسان کسی طریقے سے نکل جائے تو کہتے ہیں کہ زندگی مرنے سے پہلے مر گئی۔ مقصد یہ ہے کہ اپنی آزادی کسی کی غلامی میں دے دی جائے۔ تو وہ مرنے سے پہلے مر گیا۔ کچھ سبق آپ کو یہاں سے سمجھ آ سکتا ہے کہ رمضان شریف میں آپ کھانا پینا ترک کرتے ہو' زندگی موت میں چلی جاتی ہے۔ اس طرح جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے وہ فطری موت مرنے سے پہلے اللہ کی راہ میں مر گئے۔ روحانی طور پر یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کی رضا کی تحویل میں دے دینا۔ یہ ہے موت سے پہلے مرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دریا کے کنارے ایک بزرگ تھے۔ اُن کو دوسرے درویش نے کھانا بھجوایا' کھانا کھایا' برتن واپس لوٹائے اور کہا اس کو جا کے میرا سلام کہنا اور اسے بتانا کہ وہ آدمی تجھے سلام بھیجتا ہے جس نے قسمیہ طور پر آج تک کھانا نہیں کھایا۔ کھانا کھانے کے بعد یہ بات ہوئی' پیغام لے جانے والا اَنک گیا۔ کہنے لگا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ نے میرے سامنے کھانا کھایا اور پیغام

یہ بھیج رہے ہیں۔اس نے جواب دیا میں نے آج تک سائل بن کر یا متمنی بن کر کھانا نہیں کھایا' نہ میں نے آج تک کما کر کھایا ہے' نہ منگوا کے کھایا' اس نے کھلایا ہے تو میں نے کھایا ہے۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا ایک منظر۔یعنی اپنی ضرورت کو اس کی مرضی کے تابع کر دینا۔

اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا

یہ اپنے وجود کی منزل ہوتی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ کھانا طاقت کا ذریعہ ہے۔ایک مقام پر یہ بھی دین کے خلاف ہے یعنی کہ کھانا طاقت کا ذریعہ نہیں۔طاقت کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے' چاہے تو کھانے کے ذریعے طاقت دے' چاہے تو کھانا کھانے کے بغیر طاقت دے۔وہ کھلائے بغیر بھی طاقت دے سکتا ہے۔ایسے ایسے واقعات آئے ہیں' لوگوں نے کئی کئی سال تک نہیں کھایا مگر طاقت موجود رہی ہے۔اللہ تعالیٰ جب آپ کو ایسی چیز عطا کرے کہ آپ کا وجود آپ کے قبضے میں ہو تو پھر نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے گا۔جب نتیجہ وجوہات سے آزاد ہو جائے تو سمجھو کہ انسان موت سے پہلے مر گیا۔نتیجہ ملا ہے' وجہ کوئی نہیں تھی' تو یہ مرنے سے پہلے مرنے کا مقام ہے۔تو ایسے واقعات ہو سکتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیا' اپنی زندگی کو اس کے ماتحت کر دیا' اپنا زندہ رہنا اس کے فضل پر چھوڑ دیا تو ان کے لیے مرنا جینا برابر ہو گیا۔یعنی روز مرتے ہیں روز جیتے ہیں' ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس کے اور بھی پراسرار راز ہیں کہ درحقیقت مر جانا ہے اور پھر وہ زندہ ہو جاتے ہیں۔اب یہ حقیقی مر جانا اور زندہ ہو جانا ایک عمل بھی ہو سکتا ہے اور ایک ''علامت'' بھی ہو سکتی ہے۔فی الحال علامتاً بات سمجھ لی جائے کہ اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہتے۔ایک درویش کی کہانی ہے کہ ایک درویش فقیر بنا ہوا' سائل' کسی آدمی کے پاس گیا۔دوکان میں بیٹھا تھا وہ آدمی' دوکان عطار کی تھی۔صدا لگائی اللہ کے نام کی۔عطار' جڑی بوٹیوں والے پنساری یا حکیم سمجھ لو' بہت مصروف تھے کہا مصروف ہوں' ٹھہر جا۔تھوڑی دیر بعد پھر صدا لگائی' اس نے کہا ٹھہر جا۔

سائل کو غصہ آ گیا اس نے کہا ''تو اتنا مصروف ہے تو تُو مرے گا کیسے''۔ اس نے جواب دیا ''تو بتا تو کیسے مرے گا''۔ سائل نے کلمہ پڑھا' چادر بچھائی اور مر گیا۔ اتنی بات سے اُن کے اندر انقلاب پیدا ہو گیا اور وہ آدمی فریدالدین عطارؒ بن گئے۔ انہوں نے سوچا کہ مرنا تو بہت آسان ہے' اور ہم مر مر کے مرتے ہیں اور جی جی کے مرتے ہیں۔ یہ راز اُنھیں سمجھا گیا وہ سائل۔

ایک اور کہانی ہے موت سے پہلے مرنے کی۔ ایک آدمی نے طوطا رکھا ہوا تھا۔ طوطا باتیں کرتا تھا۔ اس آدمی نے کہا میں دور کے سفر پر چلا ہوں' وہاں سے کوئی چیز منگوانی ہو تو بتا۔ طوطے نے کہا کہ وہاں تو طوطوں کا جنگل ہے' وہاں ہمارے گرو رہتے ہیں' ہمارے ساتھی رہتے ہیں۔ وہاں جانا اور گرو طوطے کو میرا سلام کہنا اور کہنا ایک غلام طوطا' پنجرے میں رہنے والا' غلامی میں پابند' پابندِ قفس آپ کے آزاد طوطوں کو سلام کرتا ہے' پرنام کرتا ہے' آپ کی آزادیوں کو سلام کہتا ہے۔ سوداگر وہاں پہنچا اور اس نے جا کر یہ پیغام دیا۔ اچانک جنگل میں پھڑ پھڑ کی آواز آئی' ایک طوطا گرا' دوسرا گرا اور پھر سارا جنگل ہی مر گیا۔ سوداگر بڑا حیران کہ یہ پیغام کیا تھا' قیامت ہی تھی۔ اداس ہو کے چلا آیا۔ واپسی پر طوطے نے پوچھا کہ کیا میرا سلام دیا تھا۔ اس نے کہا کہ بڑی اداس بات ہے' سلام تو میں نے پہنچا دیا مگر تیرا گرو مر گیا اور سارے چیلے بھی مر گئے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ طوطا بھی مر گیا۔ سوداگر کو بڑا افسوس ہوا۔ اس نے مردہ طوطے کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ طوطا فوراً اڑ گیا اور جا کر شاخ پر بیٹھ گیا۔ اس نے پوچھا یہ کیا؟ طوطے نے کہا بات یہ ہے کہ میں نے اپنے گرو سے پوچھا تھا کہ پنجرے سے بچنے کا طریقہ بتا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے مر جا۔ اور جب میں مرنے سے پہلے مر گیا تو پنجرے سے بچ گیا۔ اس دنیا کے قفس سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس دنیا سے مر جا۔ فنا فی الذات اور بقا باللہ' اپنے آپ سے فنا ہو جا اور اللہ کی راہ میں بقاء حاصل کر۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مرنے کا طریقہ۔ اپنے آپ سے فنا ہو جانا اور اللہ کی ذات میں باقی ہو جانا۔ جب تیری نسبت باقی کے ساتھ ہو جائے گی تو تو باقی ہو جائے گا۔

اب تیری نسبت فانی کے ساتھ ہے تو تُو فانی ہے۔ فنا سے نسبت اٹھا کے بقا میں لگا دے تو سب آسان ہو جائے گا۔

یہ راز سمجھ کہ خواہش ایک غلامی ہے چاہے تبلیغ کی خواہش کیوں نہ ہو۔ اکثر ہم لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے میں اپنی انا شامل کر بیٹھتے ہیں چاہے فی سبیل اللہ ہی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ انا ہو' مثلاً ایک شخص جو آپ کو نہیں مانتا' آپ کو اچھا نہیں سمجھتا' جب کہ دین کو اچھا سمجھتا ہے' آپ اس کے ساتھ اپنا تعلق کیسے معلوم کریں گے۔ ہم عام طور پر اپنے تعلق کے ساتھ ہی اللہ کا فضل مخصوص سمجھتے ہیں۔ ایک آدمی جسے ہم تبلیغ کرتے ہیں کہ تو اللہ کی راہ پر چل' اگر وہ ہمارے ساتھ تعلق نہیں رکھتا' ہمارے ساتھ ناراض ہے' تو اب ہم اسے اسلام کے نام پر برا بھلا کہتے ہیں۔ پہچاننے والی بات یہ ہے کہ اس کو اسلام کا اتنا پیغام دو جتنا اللہ کا حکم ہے کہ ایسا کرو۔ اسے اپنا ذاتی پیغام نہ دو یعنی دھمکانا' برا بھلا کہنا _____ یہاں سے پھر راستہ بنے گا کہ تم کس حد تک اللہ کے نام پر سفر کر رہے ہو یعنی اپنے آپ سے فنا ہونا۔ بس اپنی ذات کو شامل نہ کرنا۔ یہ چٹھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے' پہنچانی اس کو ہے' ساتھ رسید نہ لو کہ تم کون ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ پیغام تو تم نے اچھا دیا ہے' ساتھ ہی تمہیں برا بھلا کہہ رہا ہے۔ اسے کہنے دو۔ وہ مبلغ جو ذاتی طور پر برا بھلا سننے پر تیار ہے' اللہ کا پیغام سنانے کے لیے سفر کر رہا ہے' وہ ہے اصل مبلغ۔

اپنی ذات سے فنا ہونے کا مطلب ہے اپنی خواہش سے فنا ہونا' اپنے ارادوں کو اللہ کے ارادے میں داخل کرنا' اپنی انا کو محفوظ کرنا اور ساری کی ساری خواہشات اللہ کے حوالے کرنا۔ تو انسان کی زندگی فنا سے نکل کر بقاء میں آسکتی ہے بشرطیکہ وہ موت سے پہلے مرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بڑا مشکل ہے لیکن کوئی تیار ہو جائے تو بہت آسان ہے۔ مرنا تو ہے ہی آخر۔ مرنے سے پہلے مرنے کا راز ایسا ہے کہ جس نے سمجھ لیا وہ مر گیا اور جس نے نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ بات صرف اتنی سی ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مارے جائیں' اپنی خوشی سے مر جاؤ۔

تاڑی مار اڈا نہ باہو اساں آپے اڈن ہارے ہو

بجائے اس کے کہ پکڑ کے لے جائیں' ایسے بن جاؤ کہ "وہ بلا رہا ہے تو ہم تو پہلے سے تیار تھے"۔ اگر انسان ایسی تیاری کرے تو وہ زندگی اور یہ زندگی ایک ہی زندگی ہے۔ اور بچے اتنے پیارے نہ ہوں کہ ماں باپ سے زیادہ پیارے ہوں۔ اُدھر ماں باپ ہیں' اِدھر اولادیں ہیں' دونوں ہی اپنے ہیں۔ یہاں بیٹھو تو اپنی اولادوں کے پاس بیٹھو' وہاں بیٹھو تو اپنے ماں باپ کے پاس بیٹھو' سب برابر ہیں۔ یہاں اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی یادیں ہیں' وہاں ان کا دیدار ہے۔ مسلمان کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ وہ زندگی سے پیار کرتا ہے اور موت سے ڈرتا نہیں۔ تو موت جو ہے یہ وصال کا ایک ذریعہ ہے ؎

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
اپنی منزل آپ جو طے کر گیا
وہ یہاں مرنے سے پہلے مر گیا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

ایک چیز رہنی ہے' اللہ کا نام' باقی تو کچھ رہنا ہی نہیں ہے' رہنے دینا ہی نہیں اس نے۔ اس سے پہلے کہ شور مچا کے جاؤ' زبردستی سے جاؤ' اپنی مرضی سے تیار ہو جاؤ۔ وہ شخص جو ہر وقت تیار رہا اس کا وہ سفر بھی آسان ہے' یہ سفر بھی آسان ہے۔ پتہ چلا کہ بلا رہے ہیں' فوراً کہے گا کہ آ رہا ہوں۔ آنا سفر ہے' جانا سفر ہے' بھیجنے والے نے بھیجا کہ جا میلہ دیکھ آ' آ تو گیا مگر جب وقت ختم ہو گیا تو کہتا ہے کہ اب نہیں جاتا۔ جس طرح بچے شو دیکھ لیتے ہیں' اور ختم ہونے پر کہتے ہیں کہ ہم نہیں جاتے۔ تو مرنے سے پہلے مرنا زندگی کا راز پانے کے برابر ہے اور سچ پوچھو تو

آپ روز مرتے ہیں۔ رات کو آپ سو جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے پتہ نہیں کہ اس کی روح کدھر چلی گئی ہے اور کہتا ہے کہ میں ہوں' حالانکہ نہیں ہے۔ اور دیکھتا ہے خواب اور سمجھتا ہے سچ۔ خواب کے اندر کتنے خواب دیکھتا ہے۔ آپ کے پاس وقت نہیں ہوتا' شکر کرو کہ وقت نہیں ہوتا ورنہ پریشان ہی ہو جاتے کہ جو کچھ دیکھا ہوا ہے' اگر دوبارہ نہ دیکھو تو سارے کا سارا منظر نامکمل ہوتا جاتا ہے۔ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ' ایک ایک کر کے رخصت ہوتا جا رہا ہے۔ کچھ آپ کے حالات' آپ کی صحت کے حالات' دوستی کے حالات' واقعات سب رخصت ہوتے جا رہے ہیں' واقفیتیں ختم ہو جاتی ہیں' دم توڑ جاتی ہیں۔ آج سے دس سال پہلے انسان اور تھا' بیس سال پہلے اور۔ اس طرح آہستہ آہستہ اور ہوتا جائے گا اور یہ واقعہ تو ہو کے رہے گا۔ بجائے اس کے کہ آپ تذبذب میں رہیں' تسلیم میں داخل ہو جائیں۔ تو تذبذب کو تسلیم کرانا موت سے پہلے مرنے کی بات ہے۔ یہ نصیب والوں کو عطا ہوتی ہے۔

سوال:

حضور! تصورِ شیخ کی وضاحت فرما دیں

جواب:

تصورِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو بھی کام کر رہے ہیں' اگر شیخ موجود ہوتا تو وہ اس کام کو کیسا ہونا پسند کرتا۔ ایسی کیفیت کا مرتب ہونا تصورِ شیخ کہلاتا ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں شیخ کی عدم موجودگی میں بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو' جس طرح کہ استاد کا تصور امتحان کے دوران پرچے حل کرا سکتا ہے۔ تصور کا مطلب ہے کیفیت کا چھایا رہنا' اس کے مطابق سفر کرنا اور سفر میں فاؤل نہ کرنا۔ یعنی یہ بات احساس پر سوار ہو جاتی ہے' ہر وقت انسان اس کے بارے میں سوچتا رہے اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس جیسا سوچنے لگ جاتا ہے' اس جیسا کرنے لگ جاتا ہے۔ جب خیال' خیال کے مطابق ہو جاتا ہے' عمل بالعموم عمل کے مطابق ہو جاتا ہے اور نتیجہ بالخصوص نتیجے کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم

علم، ہم عمل ہو جاتے ہیں اور ایک مقام پر ایسا ہو جاتا ہے کہ ہم شکل بن جاتے ہیں، اگر چہ آج کل یہ بہت نایاب ہے لیکن ان کی صورت کا ایک جیسا ہو جانا ممکن ہے۔ صورت ایک جیسی ہو جاتی ہے، آواز ایک جیسی ہو جاتی ہے، نتیجہ ایک جیسا ہو جاتا ہے، پھر ایک مقام آتا ہے کہ اس کو نظر عطا ہو جاتی ہے، اس کو پتہ چلتا ہے کہ ساری صورتیں اصل میں ایک ہی صورت ہے۔ تمام انسان ایک ہی انسان ہے۔ اندر سے انسان ایک ہی ہے، وہی آزردہ ہوتا ہے، وہی خوش ہوتا ہے، وہی اداس ہوتا ہے، وہی راہ نما ہو جاتا ہے، وہی مسافر ہوتا ہے۔

بات دراصل ایک ہے، ایک خالق ہے اور ایک مخلوق ہے۔ خالق بنانے والا ہے اور بندہ مخلوق ہے۔ فن کار ایک ہے اور فن ایک ہے۔ آنسو ویسے کے ویسے ہیں، خوشیاں ویسی کی ویسی ہیں۔ غور کرنے سے محسوس ہوگا کہ اسی نے کفر کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ کافر سے پہلے کفر پیدا فرمایا، کافر بعد میں پیدا ہوا۔ یہ سڑک اس نے بنادی ہے، کفر کی، اس پر کوئی نہ کوئی تو چلے گا، اب اس پر بھی تو رونق لگنی ہے، میلہ لگے گا، ادھر بھی میلہ لگے گا، اُدھر بھی میلہ لگے گا، مندر بنا ہے، وہاں گھنٹی لگی ہوئی ہے، وہاں پہ کچھ لوگ بیٹھیں گے کہ نہیں؟ ایک دوزخ بنائی ہے، جنت بنائی ہے، رونق میلہ، کچھ اِدھر کچھ اُدھر۔ بات دراصل خالق کی اپنی مرضی کی ہے۔ وہ جب چاہے راضی ہو جائے، تو اِدھر کے لوگ اُدھر ہو جائیں اور راضی نہ ہو تو اُدھر کے لوگ ادھر ہو جائیں۔ اس کا اپنا کھیل ہے، اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، جیسے چاہے پہچانا جائے۔ اس لیے بات آسان ہے۔ تصور سے سمجھ آتا ہے کہ اصل میں بات کیا ہے۔ جو جس کا خیال ہو وہی بات نظر آجاتی ہے۔

زندگی میں جب کبھی دو راستے آجائیں اور تذبذب پیدا ہو جائے، جس راستے پر آپ محسوس کریں کہ شیخ سے دور ہو رہے ہیں تو دوسرے راستے سے پتہ چلے گا کہ آپ شیخ کے قریب آرہے ہیں۔ یعنی وہ اگر موجود ہو تو بات آسان ہو جاتی ہے کہ فلاں سفر ٹھیک ہے۔ اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ یہ کہ یہاں پر تصور پرورش پاتا ہے اور یہاں پر تصور کٹ جاتا ہے۔ وہ پھر آپ کو بالکل اسی کیفیت کے روپ میں عطا بھی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ قوالی میں

بیٹھیں تو انہیں نیند آ جاتی ہے' کچھ لوگ گانے میں بیٹھیں تو پریشان ہو جاتے ہیں' کہتے ہیں بیمار ہو گیا۔ کچھ لوگ زیادہ کھائیں تو بیمار ہو جاتے ہیں۔ اپنے اپنے مزاج کی بات ہے۔ زندگی کے اندر ذائقہ اور کیفیت بدلتے رہتے ہیں۔ شیخ آپ کی کیفیت کے اندر رہنے والے احساس کا نام ہے۔ یہی خیال آپ کو زندگی کے تذبذب کے لمحوں سے بچاتا ہے۔ تصور شیخ زندگی میں لحہ بہ لحہ رہنمائی کرتا رہتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ تصور شیخ فارمولا بھی ہے' کوشش بھی ہے' عطا بھی ہے۔ وہ شخص سلام کر کے چلا جاتا اور پھر واپس آ جاتا ہے۔ کہتا ہے دل چاہتا تھا دوبارہ سلام کر آؤں۔ سمجھو کہ اس شخص کو تصور مل گیا۔

شیخ کا تصور انسان کے دل سے ہر نقش محو کر دیتا ہے' سب پریشانیاں دور کر دیتا ہے' یہ ایسا تصور ہے جو باقی ہر تصور سے آزاد کر دیتا ہے' محو کر دیتا ہے' نہ کوئی خیال ہے اور نہ کوئی وہم۔ نہ ہونا ہے اور نہ ناں ہونا ہے' وہ جگر نے کہا ہے کہ

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

شیخ نے آزاد کر دیا اور آزادی میں اسیری عطا کر دی کہ اس تصور میں رہے گا' اسی خیال میں رہے گا' اسی احساس میں رہے گا۔ یہ اسیری ہی نجات ہے کہ یہ آدمی لغزش سے محفوظ ہو گیا۔ یہ اسیری اس کا حاصل ہے۔

سوال:

اللہ کا غیر' اللہ کا دشمن' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

اللہ سمجھ آ جائے تو غیر اللہ سمجھ آ سکتا ہے' اللہ سمجھ نہ آئے تو غیر اللہ سمجھ نہیں آ سکتا۔ یہ سوال مشکل ہے لیکن اللہ کی مہربانیوں سے سمجھ آ سکتا ہے۔ پہلے لفظ ''اللہ'' کو دیکھو' اللہ ذات بھی ہے' صفت بھی ہے' اسم بھی ہے' یہ اسم اپنے اسماء میں ایک ذات ہے۔ ''اللہ'' کا لفظ بھی ایک ذات ہے۔ یہ لفظ بھی ایسے کارگر ہے جیسے ذات۔ ذات کا نام نہ پتہ ہو تب بھی ذات

ہے۔ جس کو ہم اللہ کہہ رہے ہیں اگر اس کا نام نہ پتہ ہو تب بھی وہ اللہ ہے۔ ''اللہ'' اسم کا اگر اصل مسمّٰی نہ پتہ ہو تب بھی یہ اتنا ہی موثر ہے۔ یہ ایک واحد لفظ ہے جو اپنی ذات کی طرح مقدس ہے۔ باقی اسماء صفات کے مطابق ہوں گے۔ آپ کے اندر صفات ہوں گی تو آپ ہوں گے' صفات نہیں ہوں گی تو آپ نہیں ہوں گے۔ اب آپ دیکھو جو لفظ اللہ تعالیٰ نے استعمال کئے عدو اللّٰہ اللہ کا دشمن' اب اللہ کا دشمن کون ہو سکتا ہے جب کہ لِلّٰہ جنود السمٰوٰت والارض کہ اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمینوں کے۔ اب اس کا دشمن کون ہو سکتا ہے' کس نے پیدا کیا تھا' کدھر سے آیا' کیا مدد چاہیے اللہ کو؟ اللہ کو تو مدد چاہیے ہی نہیں۔ اللہ وہ ہے نہیں کہ جس کو مدد کے لیے تمہاری فوج کی ضرورت ہو۔ اللہ تو غنی' مستغنی' نہ اس کو دفاع کی ضرورت ہے' نہ اس کو Offense کی ضرورت ہے' نہ اسے بے گھر ہونے کا اندیشہ' نہ تختہ الٹے جانے کا ڈر' وہ مالک ہے لیکن پھر بھی اس نے لفظ عدو اللّٰہ آپ کو دیا کہ اللہ کا دشمن۔ پھر اس نے ایک اور لفظ کہا ''اللہ کا دوست'' اولیاء اللہ' ولی اللہ۔ ایک لفظ اس نے یہ دیا ''من دون اللہ'' یعنی علاوہ اللہ کے' ماسواء اللہ۔ اللہ کے علاوہ جسے آپ ''غیر اللہ'' کہہ رہے ہو اور اللہ کے ساتھ والے ''عند اللہ'' ''مع اللہ'' ''من اللہ'' یہ سارے لفظ غور کے قابل ہیں۔ اور جب تک آپ ''اللہ'' نہ سمجھو آپ کو بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس لیے موٹی موٹی بات سمجھنے کے لیے آپ یہ دیکھو کہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ چیز جو اللہ کی محبت کے علاوہ ہے وہ غیر اللہ کی محبت ہو سکتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کو اولاد کی محبت زیادہ ہو جائے تو یہ محبت غیر اللہ کی محبت ہو سکتی ہے اور اگر اولاد کی محبت اللہ کی محبت پر نثار ہو جائے تو یہ غیر اللہ نہیں ہے۔ پھر وہی محبت اللہ کی راہ میں موجود رہتی ہے مثلاً اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کا واقعہ۔ ایک محبت یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ غیر اللہ سے محبت نہ کرو اور ایک پیغمبر علیہ السلام اپنے بیٹے کی محبت میں اتنا جدا ہوئے کہ رو رو کے بینائی سے محروم ہو گئے۔ یہ واقعہ اللہ نے خود بیان فرمایا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کو جو محبت ہے یہ محبت غیر اللہ کی ہے کیا؟ یہ غیر اللہ کی محبت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے' اور دونوں باپ بیٹا پیغمبر ہیں۔ گویا کہ کسی انسان کی انسان سے

محبت غیر اللہ ہو سکتی ہے' لیکن انسان کی انسان سے محبت عین اللہ بھی ہے۔ اب جب تک یہ پہچان نہ ہو غیر اللہ سمجھ نہیں آتا۔ غیر اللہ وہ مقام ہے جو اللہ کے راستے سے دور کر دے چاہے وہ عبادت ہی ہو۔ عبادت حجاب بن جائے گی اگر آپ اصلی اللہ کو بھول کر عبادت میں ہی لگے رہے۔ اگر آپ عبادت کر رہے ہیں اور دوسرے نے نہیں کی' تو آپ نے اُسے گولی مار دینی ہے۔ مثلاً ایک دفعہ منافقین نے مسجد بنائی' عبادت کے لیے' مسجد وہی تھی جو ہوتی ہے' نقشہ بھی وہی' رنگ بھی وہی۔ اللہ کریم نے کہا کہ اس مسجد کو گرا دو۔ گویا کہ عبادت نما عمل بھی غیر اللہ ہو سکتا ہے۔ اللہ کے نام پر اکثر لوگ اللہ سے دوری کا سفر طے کرتے ہیں' اکثر ایسا ہو سکتا ہے' مثلاً اللہ کے نام پر آپ کوئی چندہ اکٹھا کرو اور اس کو اپنے نفس پر استعمال کر دو تو یہ سارا جو اللہ کے نام پر آپ نے کیا ہے غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے لوگوں سے اللہ کی محبت کو نکالنا۔ اور جو لوگ انسانوں میں اللہ کی محبت کو رائج کریں گے' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے ہیں' انہی کے لیے کہا گیا ہے'' انعمت علیھم'' یعنی کہ ان لوگوں کے قریب رہو جو تمہارے دل میں اللہ کی محبت کو تیز کریں' ان پر اللہ کا انعام ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی محبت کو دل سے نکال دیں وہ غیر اللہ ہیں چاہے وہ کسی بھی لباس میں ہیں۔ تو غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کی محبت کو نکال دے۔ بعض اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے اسے اللہ کے نام پر مسجد آنے کی دعوت دی تھی' وہ نہیں آیا' اس لیے میں نے اسے مار دیا ہے۔ اب قتل کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی' صرف تبلیغ کی دی ہے۔ غیر اللہ اور عدو اللہ تب سمجھ آتا ہے جب اللہ کا دوست سمجھ آتا ہے۔ غیر اللہ وہ آدمی' مقام یا سفر ہے جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جائے۔ اللہ سے دوری سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا مقام کیا ہے' اللہ کیا ہے' عند اللہ کیا ہے' مع اللہ کیا ہے' من اللہ کیا ہے' عدو اللہ کیا ہے' غیر اللہ کیا ہے' ماسوا اللہ کیا ہے' فنا فی اللہ کیا ہے' بقا باللہ کیا ہے' یہ سارے مقام سمجھ آنے چاہییں۔ ایک مقام ہے ''صبغت اللہ'' یعنی اللہ کا رنگ' کیا ہے اللہ کا رنگ؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑے بڑے اسماء دیئے' جو اللہ سے متعلق اور اللہ کو جاننے کے لیے ہیں۔ اللہ کے

رنگ کا مطلب ہے اللہ کی یاد کا رنگ۔ اس طرح نہیں کہ کالا رنگ ہو یا پیلا رنگ۔ اسی طرح ''وجہ اللّٰہ'' ہے یعنی اللہ کا چہرہ۔ جب کہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے' پھر اللہ کا چہرہ کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ باتیں سمجھائی ہیں اس لیے کہ آپ پہچان جاؤ کہ ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ سے دور لے جائے وہ غیر اللہ ہے' چاہے وہ دین کے نام پر کیوں نہ ہو۔ منافق ملے گا دین کے رنگ میں اور کافر ملے گا سیدھا مخالف۔ وہ منافق سے اچھا ہے۔ کافر کی پہچان ہو سکتی ہے' منافق کی نہیں۔ سب سے خطرناک دشمن وہ ہے جو دوست بن کے آئے' وہ ہے منافق۔ اس لیے منافق کو ضرور پہچانو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کے نام پر اللہ کے علاوہ عمل شروع کر دے۔ اگر بے ایمانی بھی کرنی ہو تو اللہ کے نام پر نہ کرنا' اس سے ضرور گریز کرنا۔ اس طرح کے کئی آدمی ہوئے ہیں جو اللہ کے نام پر ضرور ڈرتے تھے۔ شیطان نے بھی کہا انی اخاف اللّٰہ ''مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے'' آپ کو دین کی آسانی کی طرف لے جانے والا' اللہ تعالیٰ کی محبت عطا کرنے والا' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے کی طرف اشارہ کرنے والا' یہ سارے کے سارے اللہ کے دوست ہیں' نشانیاں ہیں۔ اور ان راستوں سے دور لے جانے والے ہیں عدو اللہ۔ پیسہ جمع کرنا اور گننا عدو اللہ ہے' اولاد کی محبت عدو اللہ ہے' مکانوں کی زینت و زیبائش عدو اللہ ہے' اپنی انا کا سفر عدو اللہ ہے' اللہ کے دین کو ہی اللہ کی راہ میں کھڑا کرنا عدو اللہ ہے۔ اس کا سمجھنا بڑا ہی مشکل ہے۔ یہ سمجھ آ جائے تو انسان کا سفر بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ مثلاً والد یا والدہ فوت ہو رہے ہیں اور وہ کہتا ہے میں ذرا نماز ادا کر لوں تو یہ کیسی نماز جب کہ اصل قضا ہو رہی ہے۔ یہ ہے عدو اللہ' غیر اللہ۔ باقی اللہ کا غیر ہے ہی نہیں۔ شرک کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غیر وہ ہے جو تمہیں اللہ سے محروم کر دے' باقی غیر تو ہے ہی نہیں' کائنات میں بنایا ہی نہیں۔ سارا راز ہی راز ہے' غیر نہیں ہے۔ اس کی اپنی کائنات میں ہر شے اس کی اپنی ہے' غیر صرف وہ ہے جو تجھ سے محبت الٰہی نکال دے' مٹا دے ''خشیت اللہ'' یعنی اللہ کا ڈر نکال دے' اللہ کی محبت نکال دے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نکال دے۔ غیر اللہ یہ نہیں ہے جسے ہم بندے کی محبت سمجھ رہے ہیں۔ بندے کی

محبت ہے ہی عین اللہ' اللہ تعالیٰ کو تو آپ نے دیکھا نہیں ہے' کیسے سمجھ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کیا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ اللہ کی ساری محبت ہے ہی ادھر۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا اللہ سے محبت کرنا ہے۔ اور یہ فرق یاد رکھنا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نہیں ہیں۔ اللہ خالق ہے۔ خالق وہ جو نہ پیدا ہوا' نہ مرے گا اور نہ نظر آئے گا' نہ اس کی کوئی شکل ہے' نہ اس کی کوئی صورت ہے بلکہ ہر صورت میں جلوہ گر ہے' ہر شکل میں نظر آتا رہے گا۔ مگر اس کو دیکھنا آسان نہیں۔ مخلوق وہ ہے جو ایک خاص تاریخ پر دنیا میں ظاہر ہوا اور ایک خاص تاریخ کے بعد روپوش ہو جائے۔ بس یہ مقام ہے مخلوق کا۔ خالق ہر مخلوق کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور مخلوق اپنے دور تک ہے۔ اب اس کے روحانی باپ الگ ہیں۔ خالق کے دل میں رہنے والے' کب سے ہیں' کب تک ہیں' ہمیشہ سے ہیں' ہمیشہ تک ہیں' یہ الگ بات ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مخلوق کو خالق سمجھ لو۔ ممکن ہے ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق مان لیتے' اللہ مان لیتے لیکن جب ہم دیکھتے ہیں' کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو جس کی نماز پڑھ رہے ہیں وہ اللہ ہے۔ اس لیے آپ اپنا مقام خود بیان فرما گئے' اب دوسرا کوئی نہیں کہ آپ کا مقام بیان کر سکے۔ مقام بیان کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اس طرح امام علی علیہ السلام کو کچھ لوگ خدا مانتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام نے اللہ کو سجدہ کیا' ضرور کیا۔ جس شخص نے اللہ کو سجدہ کیا وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔ عبد کا اپنا مقام ہے' معبود کا اپنا۔ عبد' عبادت کرنے والا' معبود وہ ہے جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ معبود ہے' تم سب عبادت میں رہو۔ غیر اللہ وہ ہے جو اس راستے سے ہٹائے' اس راستے میں رکاوٹ ڈالے' اس کی محبت سے آپ کو الگ کرے' ہٹائے' جس انداز سے بھی کرے۔

سوال:

اصحاب کہف نو سو سال سوئے رہے' جب جگائے گئے تو ان کا مطالبہ خوراک کا تھا۔

جواب:

یہاں بتایا یہ گیا ہے کہ جس خیال میں وہ سوئے اسی میں اٹھے۔ یہ نہیں کہ انہیں تین سو سال بھوک لگتی رہی ہے۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جس خیال میں آپ سوئیں گے اسی میں اٹھیں گے۔ یہ موت کا نقشہ بتایا گیا ہے کہ جس خیال میں مرے گا اسی خیال میں اٹھے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ مرتے وقت خیال درست ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت آپ ایک دو تین ہی گنتے جاؤ۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ مرتے وقت کلمہ پڑھو' تو بے چارے کو یاد ہی نہیں ہوتا۔ وہ کسی اور چکر میں ہوتا ہے۔ تو آخری سانس جس میں آپ مریں گے اسی حالت میں آپ اٹھیں گے۔ اس لیے یہ کہتے ہیں کہ آخری سانس میں کلمہ نصیب ہو۔ کلمہ پڑھتے ہوئے مرے گا تو کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ کھانے کے انتظار میں مرے گا' تو کھانے کے انتظار میں اٹھے گا۔ موت کا مقام کوئی بھی ہوسکتا ہے' اس لیے اپنے خیال کی اصلاح کرو۔ جو آدمی درود شریف میں مر گیا وہ درود شریف میں اٹھے گا۔ باوضو ہو کے انسان سو جائے تو ساری نیند عبادت ہے۔ اگر باوضو ہو کے مر جائے تو جاگنے تک ساری موت عبادت ہے۔ جس حالت میں آپ رخصت ہوں گے' وہی حالت جاری رہے گی۔ اس لیے کوشش کرتے ہیں کہ ناپاک نہ جائیں' اس کے قرضے ادا کردو' حالات درست کرلو' ناراض شخص سے معافی کرالو۔ تاکہ وہ شخص آگے پریشان نہ کرے۔ جس نے زندگی ہی میں سب کو راضی کرلیا' اس کی بات آسان ہوگئی۔ تو مرتے وقت جو کیفیت ہے وہی جاگتے وقت ہوگی۔ کبھی آپ غور کرو تو سوتے وقت جو کیفیت ہوتی ہے وہی صبح جاگتے وقت ہوتی ہے۔ نیند چاہے پانچ سو سال کی ہو' چاہے سو سال کی ہو یہ اللہ کے کام ہیں کہ جتنا مرضی سلائے' جتنا مرضی جگائے۔ یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ ہر قانون ایک مرتبہ Exception سے گزارا گیا۔ باپ کے بغیر بچہ پیدا نہیں ہوگا لیکن باپ کے بغیر بچہ پیدا ہوا۔ پہلا بھی ہوا' دوبارہ بھی ہوا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آدم علیہ السلام باپ کے بغیر ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ قانون ہے

کہ بچہ باپ کے بغیر نہیں ہونا اور قانون خود توڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب تک کماؤ گے نہیں تمہیں کھانا نہیں ملے گا' کمائے بغیر کھانا ابتداء میں خود کھلایا اس نے' بچہ پیدا ہوا' خود بخود کھلایا اس نے۔ ہر قانون خود ہی توڑا فطرت نے۔ جو بھی قانون ہے ایک بار اس نے مستثنیٰ کر کے دکھایا۔ بارش ہوگی تو فصل اگے گی' بارش کے بغیر بھی اگا' محنت کے بغیر بھی ہوگا' نیکی کرو گے تو بخشے جاؤ گے اور بعض اوقات بد کو بخش دیا اس نے۔ کبھی دیکھا آپ نے؟ بیچارہ گمراہ ہوگیا تھا' مگر چور کو قطب بنا دیا اس نے۔ موقع ایسا تھا' اطلاع آئی کہ فلاں جگہ کا قطب فوت ہوگیا ہے' جناب جلدی نامزد فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا اس وقت تو بندہ ملنا بہت مشکل ہے' یہ جو بیٹھا ہے' چوری کے لیے آیا ہے' کیوں نہ اسے نامزد کر دوں۔ چور کو بلایا اور کہا کہ ادھر سے خالی ہاتھ نہ جا' ایک موقع ہے' اگر تو چاہے تو تمہیں بنا دیں۔ چور تو ضرورت کا نام ہے۔ اندر سے بندہ برا نہیں ہوتا' ضرورت برا کرتی ہے' ضرورت ہی نیک کرتی ہے۔ بندہ اندر سے دراصل نیک ہے۔ ضرورت نکال دو' بندہ ٹھیک ہے' مجبوری ہٹا دو بندہ صحیح ہے۔ مجبوری انسان کو خراب کرتی ہے۔ جس کے پاس فراوانی ہے کم از کم چوری تو نہیں کرے گا۔

بس آپ کسی کو برا نہ کہا کرو۔ برائی سے نفرت کرو' برے آدمی سے نہیں۔ برے سے محبت کے ساتھ پیش آؤ' اس کا عمل خود بخود بدلنا شروع ہو جائے گا' اللہ کی رحمت ہو جائے گی۔

اللہ آپ سب کو سلامت رکھے۔ سب خیر سے اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔ سب کے لیے دعا ہے ـــــــ آمین ـــــــ برحمتک یا ارحم الرحمین

6

1 چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟

2 جس شخصیت کے بارے میں ہم دور سے سوچتے ہیں کیا اس تک ہماری توجہ پہنچتی ہے؟

3 کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے یہ کیسے حاصل کی جاتی ہے یا خود ملتی ہے؟

جو بات آپ کو سمجھ نہ آئے وہ پوچھیں۔ دوسروں کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے علم اور عمل کا پوچھیں۔ بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں' بڑے بڑے نامناسب واقعات ہیں' اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اپنے بارے میں سوال ہو۔ اپنی ذات کا سوال ہو۔

پہلا سوال:

وہ جو چور کو قطب بنانے والی بات ہے ظاہر ہے تصوف سے ہے۔ تصوف وہ ہے جو اللہ کے نیک بندے اللہ کی اجازت سے فرماتے ہیں' یہ صرف نصیب ہی کی بات ہے' یا اس صاحب تعلق سے درخواست وگزارش کی جاسکتی ہے۔

دوسرا سوال:

جس وقت ہم فاصلے کے باوجود سوچتے ہیں مثلاً میں اپنے بیٹے کے بارے میں سوچتا ہوں۔ اس سوچنے سے اسے دعا کی شکل میں کچھ فیض پہنچتا ہے کیا؟

تیسرا سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ آپ کے علم اور عمل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے' اس کی وضاحت فرمائیں؟

جواب:

سارے سوال ایک ہی سوال ہے۔ انسان کے بارے میں ہیں' عمل کتنا ہے' فکر کتنا ہے' عمل اور فکر میں نسبت کیا ہے' تو یہ کیا ہے' کیا یہ علم کا حصہ ہے یا کوئی مافوق العلم چیز

ہے اور روحانی مرتبت کیا ہے اور فکر اور توجہ کی پہنچ کہاں تک ہے؟ یہ ہیں سارے سوال۔ سوال ایک ہی بنتا ہے کہ اصل میں جو انسان ہے اس کا نام اگر انسان کی بجائے غوث رکھ دیا جائے تو اس کی زندگی میں کیا فرق پڑے گا؟ اگر انسانوں میں آپ کو ولی کہہ دیا جائے تو پھر آپ پر کون سا اثر پڑ جائے گا؟ اور کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک نارمل انسان کو کوئی اہلیت کا مقام عطا کیا جائے۔ بات اصل میں بڑی آسان سی ہے۔ پہلے تو آپ کا سوال کہ آپ کے خیال میں دُور بیٹھا ہوا آپ سے متعلق جو انسان ہے اس پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ جب اس کے دور ہونے سے آپ پر اثر پڑ رہا ہے تو اس پر اثر کیوں نہیں پڑے گا۔ اس لیے یہ سوال اپنے جواب کے پاس ہی بیٹھا ہے۔ یہ مشکل بات نہیں ہے۔ ویسے بھی کہتے یہ ہیں کہ دُور کی توجہ بڑی موثر ہوتی ہے۔ توجہ کی Range کا تعلق فاصلے سے نہیں ہے۔ فاصلے دو طرح کے ہوتے ہیں' جغرافیائی یعنی میلوں کے حساب سے اور وقت کے فاصلے' صدیوں کے فاصلے۔ تو یہ بات واضح ہوگئی؟ فاصلے دو قسم کے ہوتے ہیں' ایک زماں کا اور دوسرا مکاں کا۔ اصل زمان و مکاں کو اگر فاصلوں میں ناپو تو بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ مثلاً جو آپ کا متعلق انسان امریکہ میں ہے' یہ فاصلہ مکان کا ہے' Distance ہے جغرافیہ کا۔ جو آپ اکبر بادشاہ کا ذکر پڑھ رہے ہیں' یہ تاریخ کا فاصلہ ہے۔ یہ دو فاصلے ہی ہماری زندگی میں اثر انداز ہوتے ہیں اور ہم کو Confuse کرتے رہتے ہیں اور ہم ان فاصلوں میں Confuse ہوتے رہتے ہیں۔

جس ذات کو ہم یاد کر رہے ہیں اگر وہ جغرافیائی فاصلے میں موجود ہو تو یہ جغرافیائی فاصلہ ہے اور اگر وہ ذات ہم نے تاریخ سے حاصل کی ہے تو یہ وقت کا فاصلہ ہے۔ پھر بھی وہ ذات توجہ کے ساتھ متعلق ہوگی۔ توجہ یہ ہوتی ہے کہ جب آپ پکارتے ہو کسی اسم کو' یا حرف ندا کے ساتھ کوئی اسم گرامی پکارو تو وہ اسم گرامی اپنی ذات کے ساتھ اس زمانے میں موجود نہیں ہے۔ فریاد اس زمانے میں ہے۔ اول تو آپ سمجھیں کہ اس ذات کا فیض ہے کہ اس زمانے میں آپ اس کو پکار رہے ہیں۔ تو اس تعلق کو پکار بنایا گیا' انہوں نے یہ پکار خود

عطا کی ہے۔ آپ اگر سمجھ دار ہوں تو جان لیں کہ جو حرف پہچان بغیر زبان پر آیا تو یہ آپ کا کام نہیں ہے' یہ عطا ہوگئی ہے۔ جب آپ جانتے نہیں ہیں تو آپ نے کیسے پکارا اور "یا علیؑ" کہہ دیا۔ کیا آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ ملے؟ نہیں۔ کوئی اشارہ؟ نہیں۔ کہتا ہے اندر سے بات نکلی۔ جو اندر سے بات نکلی ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ گویا کہ جو اسم آپ پکار رہے ہیں اسم ذات میں توجہ کر کے آپ کو اس اسم کی آواز بلند کرنے کا حکم ہوا۔ جب آپ پکارتے ہیں تو وہ اسم اپنی ذات کو پکارتا ہے۔ پھر اس اسم کے مطابق وہ ذات ویسے ہی فیض دیتی ہے۔ تو دونوں کام ذات کے اپنے ہو گئے یعنی اس ذات نے پہلے پکار دی اور پھر پکار پر لبیک کہا۔ تو اللہ کریم جب آپ کو اپنا نام پکارنے دے تو یہ دو باتیں یاد رکھو کہ پہلے نام دیا اور پھر نام لینے کے بعد جواب دیا' پھر احسان کر دیا۔ اللہ نے پہلے آپ کو دعا کا شعور دیا اور دعا کی ضرورت بن کر پھر دعا منظور بھی اس نے آپ ہی کرنی ہے۔ یہ جو اجازت ہے اس میں دونوں فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ جب آپ ماضی کے کسی بزرگ کو پکارتے ہیں تو تاریخ کا فاصلہ مکمل ہو جاتا ہے۔ درمیان میں صدیوں کا فاصلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ کے پاس وہ فریاد ایسی ہے جیسے آپ کسی زندہ انسان کو پکار رہے ہوں کہ جہاں پناہ' بادشاہ سلامت! آپ ذات کو پکارتے ہو حالانکہ درمیان میں فاصلہ جغرافیہ کا بھی ہے' تاریخ کا بھی ہے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ توجہ حاصل کرنا یا توجہ دینا' اس کا تعلق صرف تعلق کے ساتھ ہے۔ جو ذات آپ سے متعلق ہے وہ چاہے تاریخ کے فاصلے میں ہو' چاہے جغرافیہ کے فاصلے میں ہو' وہ آپ سے متعلق رہے گی۔ اس لیے آپ اپنی پکار کو ضرور دیکھا کریں کہ یہ تاریخ کے فاصلے طے کر رہی ہے' اس میں Distance جو ہے وہ Matter نہیں کرتا۔ اس میں صرف خلوص Matter کرتا ہے۔ آپ کو آج بھی ایسے لوگ ملیں گے جنہوں نے پکارا ہے

ڈوب جانے کے جب آثار نظر آتے ہیں
کالی کملی میں وہ سرکارؐ نظر آتے ہیں

تو وہ نظر آتے ہیں اور یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ توجہ سے' پکار سے' فریاد سے' خلوص سے رابطہ

قائم ہو جاتا ہے۔ دونوں چیزیں ہو جاتی ہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہو گیا کہ دور Far رہنے والے آپ کے اندر بصورت یاد رہتے ہیں اور Correspondingly آپ سے یاد لیتے ہیں' آپ کو توجہ سے پکارتے ہیں اور مقابلے میں آپ سے توجہ میں پکار حاصل کر لیتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہو گیا کہ جس کو آپ یاد کر رہے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی صورت میں آپ کو یاد کر رہا ہے۔ اور یہ تعلق چونکہ نیکی کا تعلق ہے اس لیے وہ پکار رہا ہے۔ آپ کو ضرورت کا احساس ہو رہا ہے' یہ خالی پکار نہیں ہے۔ بچہ ماں کو پکارتا ہے تو ماں اسے سلا تو نہیں دیتی بلکہ اس بچے کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر وہ پکار رہا ہے تو ماں سمجھ جاتی ہے کہ یہ کون سی پکار ہے۔ یعنی بچہ ماں کو پکار رہا ہے تو وہ سمجھ جاتی ہے کہ اس وقت دودھ کی پکار ہے یا اس وقت کسی اور ضرورت کی فریاد ہے۔ بچہ جب جوان ہو کر پکارتا ہے تو اور ضرورتوں کی فریاد کرتا ہے کہ دیکھو ہماری زندگی کے بارے میں کچھ غور و فکر کرو۔ گویا کہ پکار' ندا' اپنے اندر تمام ضروریات سمیٹتی ہے اور جس کو پکارا جائے وہ ضروریات کے مطابق اس کا جواب دیتا ہے یا جواب بن جاتا ہے۔ باقی رہ گیا سوال عمل کا' عمل اگر عمل کے ساتھ Correspondent نہ ہو' علم ہر چند کہ علم سے متعلق ہو' وہ علم ویسا نہیں ہو گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سچی بات کر دی جائے تو ہر آدمی صاحبِ تاثیر نہیں بن جاتا۔ جھوٹا آدمی بھی وہی کہے گا' زیادہ جھوٹ نہیں بولے گا کہ یہ واقعات ہیں' یہ تاریخ ہے' یہ جغرافیہ ہے' قرآن کریم کی شرح غلط نہیں کرے گا' ٹھیک ہی کرے گا مگر اس کا باطن شاید اتنی صداقت میں نہ ہو۔ وہ صاحبِ تاثیر نہیں بنتا اگرچہ یہ کلام تاثیر والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی اس بات' اس علم' کے لیے ایک عمل درکار ہے۔ جس ذات صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہو وہ ذات کتاب سے کم مقدس نہیں ہے۔ اس ذات کا عمل بھی کلام مجید کی ایک آیت ہی سمجھو۔ اب یہ جو قرآن آپ بول رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں' اس قران کا ایک Correspondent عمل ہے جو اس کے علم کے ساتھ ہے۔ اگر وہ عمل آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہو تو پھر یہ عین ممکن ہے کہ ہدایت بھی آپ کے لیے گمراہی کا سامان ہو۔

آپ صرف ایسا علم بیان کر رہے ہیں' جس کا آپ نے عمل نہیں دیکھا۔ معاف کر دینا ایک علم ہے۔ علم کیا ہے؟ سب کو معاف کر دینا' درگزر کر دینا' اس علم کا عمل؟ انہوں نے جب معاف کیا تو برملا کہا کہ ہم درگزر کر رہے ہیں' معاف کر رہے ہیں اور وہ جو حق بنتا تھا اس کو بھی معاف کر رہے ہیں۔ مقابلے میں جنگ کرنے والوں کو معاف کر رہے ہیں کہ '' آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا' تم جانتے ہو؟'''' ہمیں علم نہیں ہے کہ آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے''۔ '' میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو میرے بھائی یوسفؑ نے مجھ سے پہلے کیا۔ آج کے دن تمہیں کوئی گرفت نہیں ہے' میں یہ سلوک کروں گا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا''۔

وہ جو سلوک ہے سزا کے وقت معاف کرنے کا تو وہ کر کے دکھایا کہ یوں معاف کیا جاتا ہے۔ اب جب تک یہ عمل آپ کی نگاہ میں نہ ہو' معاف کرنے کا علم آپ کو سمجھ نہیں آ سکتا۔ معاف کیسے کیا کرتے ہیں؟ آپ کہیں گے کہ اس کو کیسے معاف کرتے' وہ تو میرے مقابلے میں کھڑا تھا۔ مقابلے میں جتنے کھڑے تھے انہوں نے سب کو معاف کیا۔ بلکہ مقابلے والے کو پہچاننا ہے کہ یہ جو دشمن ہے' صلاحیت والا ہے' دعا کی' اسے مسلمان کر دیا جائے' یہ آدمی جو ہے خلافِ اسلام ہے' اسے سیفِ اسلام بنانا ہے' سیف اللہ بنانا ہے۔ اب وہ جو خلافِ اسلام ہے' بہت جوہر والا ہے' جوہر آبدار ہے' اس کو سیف الاسلام بنانا ہے ۔ گویا کہ مخالف کے اندر یا مخالفت کے اندر جو Genius نظر آیا' اسلام میں لانے کی کوشش کی۔ معاف اتنا کیا کہ محبت کی اس سے کہ وہ آدمی جو دشمن ہونا چاہیے' وہ آدمی تو دوست ہونے کے قابل ہے۔ آپؐ کا حکم ہے کہ غلاموں کو درگزر کرو' آپؐ سے پوچھا گیا کہ دن میں ایک غلام کی غلطی کتنی بار معاف کریں۔ آپؐ نے فرمایا ستر بار تو ضرور معاف کرو۔ اس حد تک شفقت و شفیق' معاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ معاف کر کے دکھایا گیا ہے۔ جس چیز کا حکم کیا وہ کر کے دکھایا۔ یعنی کہ علم کا شاہد عمل دکھایا گیا۔ اگر آپ کے علم کا شاہد عمل نہ ہو تو وہ علم آپ کے لیے حجاب اکبر ہے۔ العلم حجاب الاکبر وہ علم بڑا حجاب ہے جس نے اپنا

عمل نہ دیکھا۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ہے ''ایسے علم سے پناہ مانگتے ہیں جو نفع نہ دے''۔ نفع سے کیا مراد ہے؟ جو عمل میں نہ آئے۔ تو خالی علم' عمل کے بغیر' آپ فیصلہ کرلو' وہ علم جس کا عمل نہیں دیکھا' ایسے صاحب علم کا وہ علم حجاب ہے۔

ایک اور جگہ کہا گیا کہ ایسا علم جاہل گدھے پر کتابوں کا بوجھ ہے۔ گدھا جاہل رہنا چاہیے' اس پر کتابوں کا بوجھ ہے جو اس کے عمل میں نہیں آتا۔ اس لیے علم کو عمل بنانے کے لیے جو علم آپ نے Acquire کیا' اس آدمی کے پاس علم کو عمل بنانے کے ساتھ وابستگی عمل موجود ہے۔ ہر نصیحت کا ایک عمل موجود ہے' ہر علم کا عمل موجود ہے۔ کتاب العلم جو کتاب اللہ ہے اس کا علم جو ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پہلے وہاں سے عمل Acquire کرو پھر کلام اللہ سے علم لو۔ جب تک علم عمل کے تابع نہ ہو علم' علم نہیں رہتا' وہ علم ویسے نہیں رہتا جیسے نظر آرہا ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ علم' علم نہیں رہتا جب تک عمل' عمل کے تابع نہ ہو۔ علم جو آپ کے Reaction کی بولی ہے یہ تو آپ ہر روز دیکھتے رہتے ہو کہ کسی نے Dialogue بولا ہے تو کسی کو وہ ڈائیلاگ تاثیر دیتا ہے' کسی کو نہیں دیتا۔ جس نے تاثیر کے ساتھ بولا وہ تاثیر میں آگئے۔ دل سے بولا تو دل تک بات آگئی۔ اس بات کے ساتھ ایک عمل موجود ہے۔ اس لیے جھوٹا آدمی اگر سچ بھی بولے تو وہ سچ بے اثر ہو جائے گا۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ منافق اگر گواہی بھی دے دے' کلمہ بھی پڑھ لے' اس کلمے کے بارے میں اللہ کریم گواہی دیتا ہے کہ یہ کلمہ بھی جھوٹا پڑھ رہا ہے۔

لہٰذا عمل' عمل کے تابع ہو تو پھر وہ علم حاصل ہوتا ہے جو منفعت بخش ہے۔ پھر وہ آپ کو نسخہ بتا دیتے ہیں کہ یہاں یوں کرنا ہے۔ عمل جو ہے مشاہدے میں دکھا دیا جاتا ہے کہ یہاں یہ کرنا ہے۔ ہر وقت' ہر زمانے میں بہت سارے لوگ اللہ کے دین میں آئے جنہوں نے عمل دکھایا' اپنا عمل کر کے دکھایا۔ آج کل مشکل ہے کہ جتنے بھی دین کے احکام ہیں وہ کوئی عمل میں دکھائے۔ ایسے بھی ہزار ہا لوگ ملیں گے کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو یہ ولی کہاں ہے' مدت گزر گئی کوئی کرامت نظر نہیں آئی جب کہ میں تو آیا تھا کرامت دیکھنے کے لیے۔

بولے کیا کوئی بات خلافِ شرع دیکھی ہے؟ بولا نہیں۔ فرمایا اتنی ہی کرامت ہے میری۔ ہر آدمی نے یہ بات دکھائی' سمجھائی۔ اپنے علم کو اپنے عمل تک رکھایا اپنے عمل کو اپنے علم تک پہنچایا۔ علم زیادہ مل گیا تو اپنا عمل بھی زیادہ کیا کہ اِس کو کیسے کرنا ہے اور اُس کو کیسے کرنا ہے اور یہ سب قرآن کریم کے مطابق کیا۔ قرآن میں آدھے سے زیادہ تو ارشادات ہی ہیں' کچھ بیانات ہیں پچھلی امتوں کے' آپ کی اطلاع کے لیے کہ اس امت نے یہاں عمل کی غلطی کی' یہاں سزا نے اس کو آلیا' یہاں یہ غلطی کی' کہنا نہیں مانا' یہاں یہ سزا آگئی' پھر اللہ کریم کے ارشادات ہیں کہ ایسا کرو' ایسا نہ ہونا چاہیے' تم اس کو یوں کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات فرمائے ہیں ان احکام کو آپ اگر عمل میں دیکھو تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔ یعنی کہ اس حکم کی افادیت کیا ہے اور کیا یہ حکم عمل میں آسکتا ہے یا نہیں آسکتا۔ لوگوں میں یہ بڑا سوال ہے کہ اتنی بڑی مصروف زندگی میں پانچ نمازیں کس طرح ہوسکتی ہیں؟ سائنس کا زمانہ ہے' ترقی کا دور ہے' ہر وقت نمازیں ہی نمازیں ہیں۔ آپ کو اسی سائنس کی دور میں بے شمار لوگ مل جائیں گے جو پانچ وقت کی مکمل نمازیں ادا کرتے ہیں۔ بے شمار مساجد مل جائیں گی جن میں آج بھی پانچ وقت اذان اور نماز ہو رہی ہے۔ جہاں آپ کو نہ ہونے کی تاکید کی جاتی ہے وہاں آپ کو ہونے والے لوگ مل جائیں گے۔ اگر آپ نے عمل جاری رکھنا ہے تو اس عمل سے آپ کو منفعت مل جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام جو ہے علم بعد میں ہے اور عمل پہلے ہے۔ اگر ہم کہیں کہ اے اللہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور ادھر کوئی اور سلسلہ شروع کردیں' اللہ سے کوئی اور بات کریں' دنیا سے کوئی اور بات کریں' اس طرح ہمارے اندر علم اور عمل کا تضاد پیدا ہوجائے گا۔ علم اور عمل کے درمیان فاصلہ کم کرنا ہی ولایت ہے۔ یہی شریعت ہے' یہی ولایت ہے کہ اپنے علم کو Willingly عمل کے تابع کرنا۔ جتنا تم Willingly علم کو عمل کے تابع کرو گے اتنے ہی تم درویش ہوتے جاؤ گے۔ شریعت کیا ہے' عمل ہے' حکم ہے' صرف علم نہیں ہے' حکم ہے کہ بڑھے چلو' درویش آیا تو اس نے کہا کہ اگر یہ حکم ہے تو یہی میری خوشی ہے۔ حکم کو خوشی بنانے والا درویش ہے۔ وہ حکم کی اطاعت کرتا

ہے۔ ہر آدمی حکومت کا حکم مانتا ہے مگر ہر آدمی حکومت کو پسند نہیں کرتا۔ حکومت کا حکم کیسے مانتے ہیں؟ آپ نے جو قانون بنا دیا اس کو مانتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن دل سے کچھ لوگ پسند کرتے ہیں کچھ نہیں کرتے۔ ناپسندیدگی کے عالم میں بھی اطاعت ہے۔ اور وہ حکومت کے لیے برا ہوگا یا پھر آپ کے لیے برا ہوگا' کسی ایک کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔

دین یہ ہے کہ جو علم آپ نے Acquire کیا اس کا عمل آپ خوشی کے ساتھ Yes کر دو۔ پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا_____

سوال:

کسی درویش کی توجہ کیا ہوتی ہے؟ کیا یہ Acquire کی جاتی ہے یا خود بخود دی جاتی ہے اور اس کی Range کیا ہے؟ اور اس کی افادیت کیا؟

جواب:

آپ توجہ کو یوں سمجھیں کہ آپ اپنے لیے ایک مقصد حیات رکھتے ہیں ہستی کا ایک منصوبہ رکھتے ہیں۔ وہ ہر وقت آپ کے ذہن میں قائم رہتا ہے کہ ہم نے ایسا کرنا ہے' ایسا ہونا چاہیے۔ آپ کے ذہن میں خیال ہوتا ہے کہ کاش ایسا ہو جائے یا ویسا ہو جائے یا میں اس راہ پر چل نکلوں۔ آپ کے پاس اپنی ذات کے لیے ایک اندازہ موجود ہوتا ہے جسے آپ نصب العین کہتے ہیں۔ اگر یہ اندازہ اپنے سے زیادہ کسی سمجھ دار ذہن میں ڈال دو تو وہ اسے Watch کرتا ہے اور آپ اس کا نصب العین بن جاتے ہو۔ اگر والدین اولاد کا نصب العین ہوتے ہیں تو اولاد والدین کا نصب العین ہوتی ہے۔ والدین اولاد کے کسی راستے پر چلنے کے لیے اپنے طور پر دعا' دوا کرتے ہیں تو اولاد کے لیے آسانی ہو جاتی ہے۔ اگر والدین کا رگر ہوں تو اولاد کے لیے وہی راستہ بن جاتا ہے جو وہ کہہ رہے ہوں۔ اگر دونوں کا اتفاق ہو جائے تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے خیال کو جب کسی اور خیال کے حوالے یا ساتھ کر دیا جاتا ہے تو اس خیال کی تاثیر سے آپ کے اندر وہ عمل پیدا ہو جاتا ہے جو اس خیال کا منشا ہو اور آپ کے لیے ضروری اور باعثِ افادیت

ہو۔اب چور سے قطب کیسے بن جاتا ہے؟ سوال تو یہ تھا۔ تھا وہ قطب ہی مگر آیا تھا معذرت کے ساتھ۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آپ کی گلی کا کتا ہوں' اب وہ کتا تو نہیں ہے۔ لیکن میں شیروں کو پھاڑ ڈالتا ہوں' جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

پیش وائے تمام رندانم
کہ سگ کوئے شیر یزدانمؒ

ہے رندوں کا بادشاہ لیکن آپ سگِ کوئے شیر یزدانمؒ ہے یعنی کہ ؎

برا نہ مان اگر کہہ دیا ولی ہوں میں
نہیں ہے جرم کہ ادنیٰ سگِ علیؑ ہوں میں

اب یہ جو عاجزی ہے یہی تو Title ہے اس کا۔ ایک تو ہے اس کے نصیب کی بات اور ایک اس کی استعداد کی بات۔ تو لوگوں نے اس کا کھوج لگایا۔ چور کو قطب بنا کے ویسے بھی آپ نے کمال ہی کر دیا۔ تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ وہ تھا ہی قطب' آیا تھا اس حساب سے' اس انداز سے ؎

چوری کرتے بھن گھر رب دا
تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

اس انداز کا یہ جواز ہے۔ دوسرا جواز یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے۔ تو ایک مقام آتا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو کیا ہو جائے۔ مریدی لا تخف اللہ ربی ہم جو چاہیں کریں' ایک مزاج یہ بھی ہے' جسے آپ توجہ کہہ رہے ہیں۔ ایک مقام پر جب انسان کی دعا منظور ہو جاتی ہے تو وہاں خواہش بھی دعا بن جاتی ہے۔ ایک مشہور واقعہ ہے کسی بزرگ کا' انہوں نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی جا رہی ہے۔ انہوں نے اسے ذرا غور سے دیکھا۔ پھر انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس کو تو نے اتنا خوبصورت بنایا ہے اور پھر اس کو آگ میں جلا دینا ہے' یہ کیا بات ہوئی۔ تو دعا کی۔ اس نے وہاں پہ کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔

ایک اور مقام یہ بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ اطلاع آئی ہے کہ فلاں شہر کے

قطب اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں' جلدی نیا نامزد کرو۔ آپ نے کہا اس وقت Available نہیں ہے' ایک آدمی یہاں پڑا ہوا ہے' اس کا نام درج کر دیتے ہیں۔ وہ لپٹا ہوا تھا صف میں۔ اس کا نام ''قطب'' درج کر کے حالت بدل دی۔ اب یہ جو مقام ہے وہاں استعداد پہلے سے موجود ہے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر استعداد نہ ہو تو مرتبے سے بڑھ کر کوئی سزا نہیں۔ اس لیے یہ مرتبہ سزا کے طور پر نہیں ہے۔ جس کو قطب بنا دیا وہ چور کوئی Expert ہوگا جس نے ولی کا گھر توڑا۔ جس کو پتہ ہو کہ یہ بزرگ غوث ہے' مشہور آدمی ہے' آدھی دنیا تو مرید ہوگی' اس نے کہا کہ دیکھا جائے گا' آج ذرا غوث کے گھر بھی ہو آئیں۔ یہ ایک بڑی کمال کی بات ہے اور یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ مقابلے والا تلوار لے کے آ رہا ہے اور کلمہ پڑھ کر جا رہا ہے۔ کیا مجال ہے کہ چوری کرے۔ یہ اس کی ہمت کی داد دینے والی بات ہے کہ تو ہمارے ہاں آیا' اب تو خالی ہاتھ جا رہا ہے تو یہ ہماری شان نہیں کہ خالی ہاتھ واپس جائے' چلو اور کچھ نہیں تو قطب ہی بن جا۔ یہ دینے والے کے انداز ہیں کہ ہاتھ خالی نہ جانے دے۔ ویسے بھی دیکھا گیا ہے کہ بزرگ جو ہیں اپنے گھر میں بری نیت سے آنے والوں کو بھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے۔ خالی ہاتھ بھیجنے کا حکم ہے ہی نہیں۔ ان کی زندگی اور طرح کی زندگی ہوتی ہے' وہ اور ہی کہانی ہوتی ہے۔ کہ کوئی خالی ہاتھ نراش نہ جائے۔ کسی نے نراش جانا ہی نہیں ہے وہاں سے۔ اور یہ جو توجہ ہے ایک ایسی قسم کی چیز ہے جیسے آگ' اگر آگ لوہے پر توجہ کرے تو لوہے کو آگ بنا دیتی ہے اور لوہا جل کر آگ جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کو ایسی توجہ ہو جاتی ہے۔ توجہ والا انسان جو ہے' اس دوسرے انسان کو اپنے قریب کر لیتا ہے یا اپنے سا کر لیتا ہے۔

اپنی سی کر لی مجھ سے نیناں ملائی کے

سنا نہیں آپ نے کہ اپنی سی کر لی' اپنے جیسے بنا لیا' اپنا رنگ دے دیا' اپنا ڈھنگ دے دیا۔ ہر چشتی قوالی سنے گا اور اپنے جیسا ہوگا۔ جو رنگ ایک نے شروع کیا ہے وہ رنگ اس کے ماننے والے متعلقین سب میں کم و بیش جاری رہے گا۔ یہ جو ہوتا ہے یہ توجہ کا عمل ہوتا

ہے۔توجہ کا معنیٰ اپنے جیسے کر لینا۔اور آگ کے اندر جو لوہا ہے وہ آگ تو نہیں بنا' آگ جیسا ہو گیا۔ جب تک وہاں ہے ویسا ہی ہے۔ جدا ہو گا تو ایسے ہی ہو گا جیسا پہلے تھا۔تو توجہ تعلق عطا کرتی ہے۔اس تعلق میں توجہ دینے والا' توجہ لینے والا تقریباً برابر ہو جاتے ہیں۔آگ کے اندر یا طاقت کے اندر دونوں جو ہیں یکساں ہو جاتے ہیں۔

توجہ ملتی کیسے ہے؟اس طرح ملتی ہے جس طرح اللہ کے فضل سے چہرہ مل جاتا ہے' جیسے اللہ کے فضل سے ایمان مل جاتا ہے۔ایمان کہاں سے لیا؟ نہ ڈھونڈنے کی چیز ہے اور نہ تلاش کرنے کا نتیجہ ہے بلکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔

ایک آدمی کو مدت ہوئی کسی بزرگ کا انتظار کرتے کرتے' دریا کے کنارے بیٹھا رہا' مایوس ہونے لگا۔پھر وہ تشریف لے گئے۔اس کو بتایا۔واپسی کا سلام کیا۔اُس نے پوچھا آپ وہ ہی ہیں جی۔ بزرگ نے فرمایا ہاں وہی ہیں' آئندہ ملنا ہو تو میرا یہ ایڈریس ہے' آجانا' اس آدمی نے کہا کہ جس نے پہلے آپ کو بھیجا ہے اس نے دوبارہ بھی آپ کو بھیج دینا ہے' میرا کام ہے یاد کرنا' میرے پاس آنے کا ٹائم نہیں ہے کہ آپ کو تلاش کروں۔ یہ الگ الگ بزرگوں کی کہانی ہے۔

یاد کرنے والے جو ہیں وہ تلاش نہیں کرتے۔ کہتے ہیں یہ کام بھی آپ ہی کرو۔تو ایسے بھی ہوتا ہے۔وہ آپ ہی کام کرتے ہیں۔اس لیے یہ صرف توجہ والے کا اعجاز نہیں ہے بلکہ لینے والے کا بھی اعجاز ہے۔ یہ لینے والے کی کرامت ہے۔ یہ سائل کی کرامت ہے کہ آپ کا سامان ہی لے گیا' ایسی آواز نکالی کہ آپ نے لباس ہی اتار کر دے دیا۔تو یہ اس کا کمال ہے۔سائل کا سوال جو ہے وہی اس کی عطا ہے۔سو سائل کا سوال ایسی عطا ہے کہ دینے والا بے شک اپنی جگہ پر عطا کرنے والا ہو مگر وہ لینے کا بڑا اعجاز ہے۔ لینے پر آجائے تو اللہ کی رحمت لے لے اور اگر لینے پر آجائے تو عذاب بھی مانگ لے۔اس لیے یہ توجہ حاصل کرنے کا حجاب ہے۔آپ مسکین شکل بناؤ گے تو ہر آدمی کو رحم آجائے گا اور اگر آپ مغرور ہو کر آؤ گے تو ہر آدمی کہے گا کہ کیا ہو رہا ہے۔خود بخود آپ کے اندر برائی آجائے گی۔

یہ آپ کا اپنا کمال ہے' توجہ لینے کا اپنا کمال ہوتا ہے کہ اس پر نگاہ آجایا کرتی ہے اور وہ نگاہ جو ہے وہ کارساز نگاہ ہوا کرتی ہے۔ نگاہ سے مراد Attention ہو جانا' اور وہ رائے بھی دیتا ہے' دعا بھی دیتا ہے۔ رائے وہ ہوتی ہے کہ جو چیز آپ کی سمجھ میں آجائے۔ کہتا ہے کہ اس کام کو یوں کر دو' بات آسان ہو جائے گی۔

بلھے" کو سمجھ نہیں آرہی تھی گرچہ معمولی بات تھی۔ بزرگ پیاز کی پنیری لگا رہے تھے۔ بلھے" نے پوچھا کہ رب کی کوئی آسان سی بات بتایئے۔ انہوں نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے' پنیری اٹھا کر اِدھر سے اُدھر لگا دے۔

بُلھیا رب دا کی پاونا
ایدروں پٹنا تے اُودر لاونا

بلھے" کو بات سمجھ نہیں آئی۔ کہتا ہے کہ بات سمجھ نہیں آئی۔ فرمایا کہ اس دنیا سے دل اٹھا لے' دل خود بخود اُدھر لگ جائے گا۔ تو دل اِدھر نہ لگا۔ دنیا سے دل اچاٹ ہو کے اس طرف رجوع کر لینا ہی رب کو پانا ہے۔ رب ذات نہیں ہے کہ رب حاصل کر لو' رب سمت بھی نہیں ہے کہ اس پر کار بند ہو جاؤ' اس کی سمت اتنی لامحدود ہے کہ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ رب کو پانے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے برعکس والی چیز سے آپ نجات پاؤ' پھر تو رب ہی رب ہے۔ دنیا کی طرف سے آپ نے ہاتھ اٹھا لیا تو آپ رب کی طرف چل پڑے۔ صاحبانِ سفر جتنے ہیں کسی کو کوئی بات مل گئی۔ سارے مرتبے میں برابر نہیں ہیں۔ پیغمبر برابر نہیں' ولی کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ آپ کے مزاج کے مطابق دعا کرنی ہوتی ہے کہ آپ کی استعداد کے مطابق اور آپ کے مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو مرتبہ عطا فرمائے۔ ورنہ مرتبہ مل جائے اور استعداد نہ ہو تو اس سے بڑی اور کوئی آزمائش نہیں ہے۔ تاریخ میں دیکھا گیا' ایمان دار آدمی ہے' ایمان دار نیک انسان' دین کو سمجھے والا انسان' آزمائش یہ ڈال دی گئی کہ دنیا کی بادشاہی دے دی۔ دنیا کا تصور اس کو نہیں۔ اب وہ صرف دین میں کامیاب تھا' اسے میدان میں جا کرنا کام ہی ثابت ہونا ہے اور وہ ہو جائے گا کیونکہ یہ اس کا اپنا میدان نہیں ہے۔ اس لیے

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ آپ کو کسی ایسے میدان میں نہ ڈالا جائے جو آپ کا میدان نہ ہو' جو آپ کی استعداد نہ ہو۔ مثلاً کوئی آپ سے کہے'' آپ ہمارے دوست ہیں' بڑے اچھے ہیں' یہ گانا بڑا اچھا گاتے ہیں''۔ محفل خراب ہو جائے گی کیونکہ آپ گانا نہیں گاتے۔ ایسے مقام کی تعریف جو آپ میں نہیں ہے' یہی بدتہذیبی ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کریں کہ جو چیز آپ کی استعداد میں ہو وہی آپ کو کرنی پڑے۔ انصاف کی سیٹ پر بیٹھے ہو تو اپنے بیگانے کا فرق ذہن سے نکال دو۔ تب انصاف کی کرسی پر بیٹھنا ورنہ جس کو اپنے بیگانے کا پتہ چلتا ہے وہ انصاف کبھی نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کریم کا احسان ہونا چاہیے آپ کی ذات پر کہ آپ کو اپنی استعداد کے مطابق ملے۔ وہ قطب جو چور سے بنا تھا وہ قطبوں کا بھی قطب تھا۔ پھر اس کو وہ مقام ملا۔ توجہ کر کے' اس کو مرتبہ عطا ہو گیا۔ اگر آپ فقیروں سے ملیں' آپ میں استعداد نہ ہو اور ان کی توجہ ہو جائے' پھر کہتے یہ ہیں کہ اگر ظرف نہ ہو' تیزی ہو جائے' تو آدمی کی جان خطرے میں ہے اور بعض اوقات ایمان بھی خطرے میں ہے۔ نااہل کو اہلیت کا مقام مل جائے تو اس کا ایمان بھی خطرے میں ہوگا' جان بھی خطرے میں ہوگی۔ اس طرح کے بڑے واقعات ہوئے۔ نااہل پر توجہ کر دی گئی مگر اس کے پاس استعداد نہیں تھی۔ مثلاً ایک آدمی کوئی خوراک کھاتا ہے تو وہ اس کو تکلیف دیتی ہے' اور کھاتا ہے تو اس خوراک سے مر جاتا ہے۔ تھوڑی خوراک کھائے گا تو طاقت آئے گی اور وہی طاقت دینے والی چیز' وہی خوراک اگر زیادہ کھالی جائے تو طاقت چھن جاتی ہے۔ Quality وہی رہے چیز کی اور اگر مقدار بڑھا دی جائے تو کوالٹی برعکس ہو جاتی ہے۔ مفید چیز مقدار میں بڑھ جائے تو غیر مفید ہو جاتی ہے۔ اگر مقدار میں کم ہو جائے تو پھر کوئی بات نہیں۔ اس لیے خالی مقدار کے اضافے کے ساتھ معیار بدل سکتا ہے۔ تو چیز کا معیار بدل جاتا ہے ہر چند کہ چیز وہی رہی۔ کسی چیز کی کثرت کے باوجود اس میں کمی ہو سکتی ہے اس طرح کہ وہ چیز منفعت بخش نہ ہو۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا اچھا بنایا ہے کہ رات پڑتے ہی سو جاتے ہیں۔ گویا کہ آپ کے سارے جھگڑے' آپ کے سارے اندیشے' نعمتیں' رنج' راحت' Achievements اور آپ

کی محرومیاں' سب رات تک ہی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے آپ پر کہ آپ کے اندر فراموش کرنے کی ایک صلاحیت رکھی گئی ہے۔ جہاں یاد کرنے کی صلاحیت ہے وہاں بھول جانے کی صفت بھی ہے۔ آپ سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے یادداشت عطا کی' پھر آپ شکر ادا کریں کہ بھول جانے کی صفت دی ہے ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لیے غم بن جاتا۔ نہ ہمیں طویل عمر کے لیے خوشی چاہیے اور نہ غم ہمیشہ کے لیے چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات نازل فرما کر' نیند سے بھری رات نازل فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کے سارے دعوے شام تک ہی ہیں۔ لہٰذا آپ کی پریشانیاں شام تک ہی ہیں۔ صبح اٹھیں گے تو نئی پریشانی ہوگی' نئی خوشی ہوگی۔' اس لیے آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگا کریں۔ کوئی خیال مستقل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ وہ آپ کو اپنا خیال دے دے' ایسا خیال جو اتنے بڑے واقعات کے بعد' نیند کے بعد بھی جاری رہے۔ نیند کے کئی فائدے ہیں۔ نیند کے بارے میں بہت ساری باتیں پہلے بھی آپ کو بتائی تھیں' برے آدمی کے لیے نیند بڑی اچھی چیز ہے' مثلاً یہ کہ انسان برائی سے بچ جائے گا' نیک آدمی کے لیے نیند اچھی چیز نہیں ہے کہ نیکی سے محروم ہو جاتا ہے' نیند جو ہے راحت ہے ہر آدمی کے لیے' آپ کے اعمال کو نیند آ کر روک دیتی ہے' آپ جائزہ بھی لے سکتے ہیں اور اندازہ بھی کر سکتے ہیں کہ میں نے کیا کیا' کیا کھویا' اس میں موت کی تصویر بھی نظر آ سکتی ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو ہمیشہ جاگتا ہی جائے۔ یہ اللہ نے بڑا خاص احسان کیا ہے ورنہ انسان مر جاتا۔ تو اس لیے آپ یہ سمجھ لو کہ اگر مقدار بڑھ جائے تو معیار کی تاثیر گھٹ جاتی ہے۔ توجہ اگر زیادہ ہو جائے اور آدمی کا ظرف کم ہو' تو وہ برتن پھٹ سکتا ہے۔ تھوڑی توجہ سے اس کو فائدہ ہو سکتا ہے اور اگر ظرف نہ ہو تو عطا انسان کو مغرور بنا دیتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کبھی نیچ آدمی کو' کہ کم ظرف انسان کو جو بھی مرتبہ ملتا ہے اُسے مغرور بنا دیتا ہے۔ زیادہ ظرف والا آدمی جو ہے وہ مرتبے میں Humble ہو جاتا ہے۔ پھل دار درخت Humble ہو جاتے ہیں اور جو اپنے قد سے بڑھ جانے والے درخت ہیں' ہمیشہ بے ثمر ہی رہتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ کچھ لوگوں میں غرور پیدا ہوتا ہے یعنی کچھ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غرور پیدا کرتی ہیں اور جو Humble رہتے ہیں ان کا مقام اور ہوتا ہے۔

آپ چیزوں کی مقدار کو بڑے توازن میں رکھنا ورنہ اس کا اثر بڑا برعکس نکل آتا ہے۔ اور توجہ کی تمنا کبھی نہیں کرنی چاہیے' یہ مستند ہے' پکی بات ہے۔ توجہ کی تمنا اپنے لیے ایک ایسی چیز کی تمنا ہے جو موجود نہیں ہے اور اس سائل کا لباس نہیں ہے' اس لیے Size سے باہر کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اپنے راستے کی' اپنے مزاج کی' سچ کا سفر ہونے کی تمنا ہونی چاہیے۔ قطب بننے کی تمنا جو ہے اس کے لیے چور بننا لازم ہے۔ وہ آپ نہیں بن سکتے کیوں کہ وہ وقت والی بات ہے۔

کافر نہ شدی لذتِ ایماں چہ شناسی

اس کا ایک اور مقام یہ ہے کہ جو راستے پر چل رہا ہے عام طور پر اسے صرف شاباش چاہیے' Encouragement چاہیے' جو راستے سے بھٹک گیا اور ہے اچھے خاندان کا تو پھر توجہ چاہیے۔ حکم کے علاوہ کوئی توجہ نہیں کر سکتا یعنی اللہ کے حکم کے علاوہ توجہ نہیں ہو سکتی اور اللہ کا حکم ہی توجہ ہے' توجہ کا باعث ہے۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

یوں سمجھو کہ نگاہِ مردِ مومن ہی تقدیر ہے۔ اگر آپ کی تقدیر میں بدلنا لکھا ہے تو مردِ مومن آپ کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ تیری کتاب کو بدلنے کو میں حاضر ہو گیا۔ اس لیے اگر آپ کے مقدر میں بدلنا لکھا ہے تو مومن جو ہے وہ صاحبِ نگاہ دور سے چل کے آئے گا۔ اس لیے آپ اپنے نصیب کے ساتھ انتظار کرو' بڑے اطمینان اور یقین سے انتظار کرو۔ وہ خود بخود ہی آ جاتے ہیں جس طرح آپ کو روشنی دینے کے لیے سورج کہیں سے آ گیا۔ اور آپ کو خوراک عطا کرنے کے لیے آپ کی ٹیبل چل کر آئی' آپ کو کیا پتہ کہ کون سی مل سے کتنا آٹا آ گیا' کدھر سے کیا چیز آ گئی' آپ کے گھر میں کون سی چیز کہاں سے آئی سجانے کے لیے' کیا سے کیا واقعات ہو گئے۔ یہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔ یہ ہوائیں چل کر آئی ہیں'

بادل چل کر آئے ہیں۔ وہ جو آپ کی خواہش پوری فرمانے والا ہے وہ آپ کی خواہش خود بخود پوری فرمائے گا۔ صرف آپ استقامت کے ساتھ حسن انتظار پیدا کرو اس دور کے اندر سب سے بڑی کرامت استقامت سے بڑھ کر کوئی نہیں' آپ استقامت کرلو تو یہی بڑی کرامت ہے۔

آپؐ کی ذات مبارک کائنات کے لیے ہے' آپؐ کے ارشادات کائنات کے لیے ہیں' آپؐ کی چھوٹی سی بات بھی یاد رہ جائے تو لوگوں کی ساری زندگی راستہ پکڑ سکتی ہے۔ باتوں کو یاد کرنے کی بات نہیں ہے' ایسا فقرہ ضرور ہوگا۔ فقرہ' بتانے کی ضرورت نہیں کسی کو' آپ کلام اللہ پڑھو' اس میں ایک آیت ہے۔ فیہ ذکر کم اس میں تمہارا ذکر ہے اور یہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تم آپ ہی قاری ہو۔ اگر آپ اسے پڑھو کہ یہ کلام چونکہ اللہ کریم کا ہے جو میرا معبود بھی ہے' خالق بھی ہے اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں' لازمی بات ہے کہ اسی کے اندر آپ کے لیے نصیحت کی کوئی بات ہوگی۔ ساری نصیحتیں ہیں سب کے لیے' اور ایک بات خصوصاً آپ کے لیے ہوگی۔ آپ اس کو توجہ سے پڑھ رہے ہوں تو صرف ایک آیت یا ایک فقرہ آپ کے لیے ہوگا اور باقی قرآن پاک سے آپ کو الگ نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ چلتے چلتے وہاں رک جاؤ گے' اس کو دوبارہ پڑھو گے۔ چاہے آپ کوئی سی آیت پڑھ رہے ہوں' کوئی سی سورت پڑھ رہے ہوں' اس میں ایک تکرار آ جاتی ہے۔ جہاں آپ کے ذہن میں تکرار آ جائے آپ دوبارہ دوبارہ پڑھنے لگ جاؤ' تو اس بات پر غور کرو کہ یہ آپ کے لیے ہے۔ اسی طرح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور احادیث مبارک میں بھی ہوگا۔ اگر حدیث شریف صحیح بخاری لی جائے تو اس کے اندر کتنے صفحات ہیں' آپ گن لو' سارے صفحات کو یاد رکھنا سب کے لیے ممکن نہیں۔ ایک حدیث آپ کو نظر آئے گی' اس حدیث کی روشنی میں آپ نے زندگی بسر کر دینی ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ حدیث مبارک میں کون سی چیز آپ نے غور کی تو آپ کہہ سکتے ہیں میں نے اس حدیث کی روشنی میں زندگی گزاری۔ اس لیے وہ چیز جو آپ کے عمل میں آ رہی ہے وہ بات

آپ قائم رکھ لو۔ حدیث کو سنانا نہیں' یاد کر کے بتانا نہیں' وہ تو کتابوں میں لکھنے کا عمل ہے۔ اگر کتابوں میں نہ لکھی جاتی پھر یاد ہوتیں اور ہم یاد بھی کرتے۔ اس کو یاد رکھنا تھا ہمارے استاد نے اور اس نے بتا دیا تو ہمیں یاد ہو گئیں۔ جو حدیث آپ کو روشنی دے رہی ہے آپ اس کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دیں۔ ایک لفظ ہو' ایک فقرہ ہو' جو بھی آپؐ کا ارشاد ہو اس پر چل پڑو۔ جب کبھی آپ سفر کریں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس مقام پر آپؐ کا ارشاد یوں ہونا چاہیے۔ جب آپ مزاج کے تابع ہو جائیں گے' تب آپ کی فکر' فکر کے تابع ہو جائے گی۔ جب فکر' فکر کے تابع ہو جائے گی پھر آپ کی یادداشت کھل جائے گی۔ ورنہ آپ کو یادداشت کے لیے زور لگانا پڑے گا۔ زور لگانے والی چیز یاد نہیں آتی اور پسند والی چیز بھولتی نہیں۔ جب آپ اس فکر میں ڈھل گئے تو خود بخود ابواب روشن ہو جائیں گے اور پھر سارا علم آپ کو یاد ہو جائے گا۔

وہ جو روایت ہے کہ ایک بزرگ جو گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں' ایک رکاب سے پاؤں دوسری رکاب میں جانے تک قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں' یہ آسان ہے' یہ ہو سکتا ہے' ان کے لیے ہو سکتا ہے۔ جن کی نگاہ میں قرآن ہے' ان کی نگاہ میں قرآن ہے۔ کمپیوٹر میں گزار دیں تو سارا قرآن گزر جاتا ہے۔ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو زبان سے بولتے تو نہیں۔ پہلے آپ بچپن میں بولتے ہیں' الٓمٓ' پڑھ لیا سارا۔ اسی طرح دوسرا آدمی جب تیسرے کی طرف دیکھ رہا تھا' تو وہ قرآن پڑھ گیا' حالانکہ وہ دیکھ رہا ہے مگر پڑھائی ہو رہی ہے۔ تو صرف اس کو دیکھو اور پھر خیال آ رہا ہے اور خیال اتر رہا ہے۔ جو اس کا محرم ہے وہ باطن کا محرم ہے اور اس کو ساری کی ساری بات سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ ہے عطا کی بات۔ اللہ کریم اگر باطن کھول دے تو خود بخود آپ کو آشنائی ہو جاتی ہے۔

اس لیے جب آپ قرآن شریف پڑھتے ہو تو آپ خیال کرو' آپ کے اوپر یہ احسان ہے۔ اسی طرح حدیث شریف یاد ہو جائے گی۔ اب آپ کو عملی طور پر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگرچہ آپ کے پاس علم بہت زیادہ ہے' آپ کوئی ایک چیز' دین کا نسخہ' دین کے

مطابق' ایک عمل اپنی زندگی میں شامل کرلیں تو ساری کی ساری زندگی دین میں ڈھل جائے گی۔ مثلاً غم آ گیا' تکلیف آ گئی تو آپ کہیں کہ مجھے اتنا پتہ ہے کہ میں نے اللہ کے حکم کے مطابق عمل کیا' غم میں میں نے شور نہیں مچایا' اللہ کا حکم سمجھ کے صبر کرلیا۔ غم کو ہم اللہ کا حکم سمجھ کے خاموش ہو گئے۔ پھر تو آپ کی زندگی محفوظ ہوگئی۔ تو اپنی زندگی میں کوئی سا عمل اللہ کی رضا کے لیے شامل کرلو اور اس عمل کی حفاظت کرتے جاؤ' تکرار کرتے جاؤ۔ وہ ایک عمل ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے' جس طرح ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان بنا دیتا ہے۔ اگر کافر کلمے کے لفظ پڑھے گا تو مسلمان نہیں ہوگا۔ کافر کلمہ پڑھتا ہے' وہ جانتا ہے' کافرون نے یہاں عربی فارسی پڑھائی' انگریزوں نے سنسکرت پڑھائی ہے' عربی فارسی بھی پڑھائی ہے بلکہ قرآن کریم بھی پڑھاتے رہے مگر کافر صرف کلمہ پڑھ کے مسلمان نہیں ہوا گویا کہ کلمہ پڑھنے اور کلمہ ماننے میں بہت فرق ہے۔ جس نے یہ مان لیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں نے اور کسی کی پوجا نہیں کرنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں' آخری رسول ہیں' آخری اور پہلے کی بات تو ہم کریں گے ہی نہیں' جب آخری ہیں تو آخری پر کیا اصرار کرنا اور پھر اس میں کوئی شک ہے کیا؟ اس لیے جب اللہ کے رسول ہیں ہمہ حال ہیں' تا قیامت ہیں' پھر آخری تو آخری ہوئے' پہلے رسول بھی آپؐ ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول ہیں' رسولوں کے رسول ہیں۔ تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس گواہی پر آپ کی ساری زندگی کا عمل قائم ہے' آپ کے اعمال قائم ہیں' علم قائم ہے' نام قائم ہے' مرتبہ قائم ہے' اب آپ مسلمان ہو گئے۔ کون سی چیز آپ کے پاس آ گئی؟ کلمہ جو آپ نے پڑھا۔ اور اس میں نیت شامل ہوگئی۔ ایک کلمہ ساری زندگی کو مسلمان کر گیا۔ لفظ زندگی کو مسلمان کر گیا۔ اور آپ کا عمل زندگی کو فلاح میں لے گیا۔ اللہ کے نام کا خالی پودا ہی لگا دو۔ یہی آپ کی فلاح کا باعث ہے۔ کوئی درخت ہی لگا دو' آپ کی فلاح کا باعث ہو گیا۔ یہ اللہ اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ اس میں کوئی درمیان سے کیوں گزرے۔ کوئی کام کرتے ہو تو وہ اللہ کی رضا کے لیے۔ اللہ اور آپ جانو۔ یہ آپ کی فلاح ہو سکتا ہے اور ہوتا رہا ہے۔

اپنی زندگی کے اندر اللہ کے لیے کوئی عمل پیدا کرلو' وہ آپ کا اللہ ہے اور گواہی بھی آپ کی ہے۔ آپ کوئی ایک عمل اللہ کی رضا کے لیے اپنی زندگی میں جاری کردو۔ آپ بہتر جانتے ہو کہ آپ کے اندر کوئی خامی موجود ہے۔ صرف اللہ کو بتاؤ' انسان کی گواہی کے بغیر' اور اللہ کی رضا کے لیے' اس خامی کو ترک کردو۔ تو ایسے لوگ غائب میں اللہ سے ڈرتے ہیں۔ حاضر اللہ سے تو سب ڈرتے ہیں۔ وہ جو غائب اللہ سے ڈرتے ہیں' اللہ کے نام پر اپنے اندر ایک برائی' اس کی رضا کے لیے نکال دیں' پھر فلاح آپ کی ہے' گواہی اللہ کی ہے۔ زندگی میں ایک نیکی اللہ کے لیے شامل کرلو۔ تو یہ یہ نیکیاں ہیں' ان میں سے اپنے لیے کون کون سی اٹھاتے ہو اور یہ بدی ہے' کون سی آپ ترک کرتے ہو۔ بدی وہ نہیں جو آپ کو ناپسند ہو بلکہ بدی وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہو۔ یہ بڑی اہم بات ہے۔ نیکی وہ نہیں جو آپ کو پسند ہو بلکہ نیکی وہ ہے جو اللہ کو پسند ہو۔ اپنی پسند اور ناپسند سے بچ کر اللہ کی پسند ناپسند دریافت کرنا اور اس کی پسند کے لیے نیکی کا اجراء کرنا۔ اللہ کے لیے اپنے اندر سے برائی دور کردینا۔ پھر ساری زندگی کی اصلاح ہوجائے گی۔ اپنے آپ کو دیکھنا پھر۔ مثلاً آپ نہ ہوں تو ساری کائنات بے شک ولی ہوجائے تو ہوجائے' آپ کے دم تک ہی ساری رونقیں ہیں۔ نظارے نظر تک اور آوازیں سماعت تک ہیں۔ بات اتنی ساری ہے۔ تو یہ جو کچھ ہے آپ کے ہونے تک ہے۔ آپ نہ ہوئے تو پھر کیا ہوگا۔ اس لیے اپنی زندگی میں اپنے ہونے تک کوئی چیز کرڈالو یا نہ ہونے والی چیز ترک کرڈالو۔ آپ کبھی اقرار نہ کرنا کہ آپ کے پاس بڑا علم ہے۔ اس لیے عمل' عمل کے تابع کردو۔ اس اطاعت میں آپ کوئی عمل اختیار کرنا جو اس عمل کے مطابق Perfect بنے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جانوروں سے پیار کیا' آپ جانوروں سے پیار اس لیے شروع کردو کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ پھر آپ پر اللہ راضی ہو جائے گا۔ اللہ جس پر راضی ہے آپ اسی کی ادا اختیار کرلو' اللہ آپ پر راضی ہوجائے گا۔ آپ اس لیے سوانح حیات' سیرت پاک پڑھو۔ اس میں سے کوئی ایسا عمل جو آسانی سے آپ اختیار کرسکو' ان کی رضا کے لیے اختیار کرلو' کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کس طرح

تھی' آپؐ کتنے شفیق ہیں' کتنے رحم دل ہیں' وعدہ کیسے وفا کرتے ہیں' لین دین کس طرح کرتے ہیں' کافروں سے کس طرح ہر طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ تو ایسا کوئی عمل آپ اختیار کرلو' پھر عمل' عمل کے تابع ہوگیا۔ سارا نہیں تو کچھ حصہ۔ پھر آپ بچ گئے' فلاح پا گئے۔ جو چیز آپؐ کو ناپسند ہے' اور تمہاری زندگی میں موجود ہے' اُسے نکال دو۔ اتنا کام کرلو۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مطابق آپؐ کے عمل کی دنیا میں سے کوئی ایک عمل لے کر اپنے عمل کی دنیا میں اسے داخل کرلو' پھر آپ کی زندگی فلاح پا گئی۔ جو آپؐ کو ناپسند ہے وہ اپنی زندگی سے نکال دو' آپ کی زندگی فلاح پا گئی۔ کسی گواہی کی ضرورت نہیں ہے' اتنا تو آپ کو علم ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے قرآن مجید کے مطابق زندگی پیش کی ہے۔

اس عمل کی اطاعت میں کوئی ایک عمل اٹھا لو اور اس اطاعت میں کوئی ایک عمل اپنے سے نکال دو۔ پھر آپ بچ گئے اور بڑی ہی رونقیں لگ جائیں گی۔ اس لیے آج یہ وعدہ کیا جائے کہ اپنے آپ سے ہم ایک چیز نکال دیتے ہیں ان کی خوشنودی کے لیے اور ایک چیز ہم نئی شامل کر لیتے ہیں ان کی رضا کے لیے۔ اس بات کے وعدے کے ساتھ سب لوگ اگر چل پڑیں تو اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربان ہو جائے گا۔ اللہ ایک ادا پر مہربان ہو جاتا ہے' اللہ انتظار نہیں کرتا۔ بس ایک عمل آپ کا Check کیا' بس ایک دفعہ راضی ہوا تو راضی رہتا ہے۔ وہ راضی ہوگیا تو راضی ہی راضی ہے اور جس پر نہیں راضی اس کو اپنا نام لینے نہیں لینے دیتا۔ جو اس کا نام لیتے ہیں' وہ انہیں پہلے رضا دیتا ہے پھر وہ نام لیتے ہیں۔ اس راستے پر وہ چل نہیں سکتا جس پر اللہ راضی نہ ہو۔ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے' سفر بعد میں ملتا ہے۔ اس لیے جن لوگوں کو یہ سفر ملا وہ اللہ کے راضی ہونے کا یوں یقین کرلیں کہ اللہ راضی پہلے ہوتا ہے' سفر کا شوق بعد میں ملتا ہے۔ تو اس سفر کا شوق جو ہے یہ اللہ کی رضا کے بغیر نہیں ملتا۔ شوق اللہ کا ہے اور اللہ کہاں ہے' یہ ہمیں پتہ نہیں ہے۔

ایک آدمی جس کو یہ خیال ملا تھا' اسے اللہ کی تلاش کا شوق ہوگیا۔ اس کو کسی نے کہا

اللہ راستے میں مل جائے گا' چلا جا۔ وہ بیچارہ بھاگا گیا۔ جو چیز نظر نہیں آئی' سب کو سلام کیا' دیوار کو ہاتھ لگایا یا کبھی کھمبے کو ہاتھ لگایا' کبھی گائے کو' بیچارہ اللہ ہی سمجھتے ہوئے چلتا گیا۔ ان پڑھ تھا بیچارہ مگر شوق زیادہ تھا۔ کہتے ہیں وہ اس پہاڑ پر چلا گیا جہاں پر سات ہستیاں رہتی تھیں۔ جب وہاں پہنچا تو جنازہ رکھا ہوا تھا اور چھ ہستیاں زندہ تھیں۔ انہوں نے کہا سرکار آپ آ گئے ہو' جنازہ پڑھاؤ۔ ''سرکار'' تو ان پڑھ تھا۔ اس نے کہا میں تو اللہ کے شوق میں آ گیا اور آپ کہتے ہو کہ جنازہ پڑھاؤ' میرے پاس علم تو نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ پڑھاؤ تو سہی۔ اس نے محسوس کیا کہ علم آ گیا۔ اس نے پوچھا بات کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے امام ہیں اور ہم ساتوں ہستیاں کنٹرول کرنے والی ہیں' انہوں نے کہا تھا کہ میرا جنازہ وہ پڑھائے گا جو میری جگہ نامزد ہو کے آ رہا ہے۔ نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً جہالت کے زمانے ہو سکتے ہیں اور اس علم کی دنیا پر نامزد ہونے کے اولین زمانے تقریباً علم سے محروم زمانے ہیں۔ وہاں پر شوق ہے' علم نہیں ہے۔ اس لیے اگر شوق ہو جائے' علم نہ بھی ہو تب بھی یہ سمجھ لو کہ کوئی چیز آ رہی ہے۔ وہ چیز جب اللہ کی طرف سے آتی ہے تو شوق بن کر آتی ہے اور جب آ جائے تو علم بن کر ٹھہر جاتی ہے۔ شوق کی حفاظت کرو' علم اس کے اندر ہے۔ لہٰذا آپ شوق کی حفاظت کرو' بس علم اس کے اندر ہے۔ آپ لوگوں کو مقامِ شوق پہچاننے کے بعد بڑی مبارک ہے' سب کے لیے مبارک' یہ شوق سلامت رہے' یہ شوق ہمیشہ سلامت رہے۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

ایمان کی سلامتی تو ہر کوئی مانگتا ہے' اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔ تو ایمان سے پہلے شوق کی سلامتی مانگو۔ ایمان کی سلامتی شریعت ہے' شوق اور ایمان کی سلامتی فقر ہے۔ بس آپ اپنے شوق کی سلامتی مانگو۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے!

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا

ومولنا حبيبنا وشفيعنا محمد واله واصحابه اجمعين.

امين برحمتک يااارحم الرحمين.




7




1 خودداری، خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

2 علم الاعداد کے مطابق مختلف حروف کی جو طاقتیں ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

3 جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

4 نوچندی جمعرات کی کیا حقیقت ہے؟

5 خدا نے موسیٰؑ کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا اس میں کیا راز ہے؟

6 بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو ایسے لگتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، کیا یہ درست ہے یا صرف وہم؟

7 جلوہ کیا چیز ہے؟

8 کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

9 کیا قرآن مجید سے تعویز لکھے جا سکتے ہیں؟

یہ محفل اس لیے ہے کہ آپ لوگ سوال کریں۔ جس آدمی کے ذہن میں سوال نہیں اس کی Improvement کا کوئی حال نہیں۔ اس کی Improvement نہیں ہو سکتی۔ مثلاً آپ چلتے جا رہے ہیں اور زندگی میں کہیں دقت آ گئی کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ کس طرح ہوا؟ یہ کیسے ہو گیا؟ بعض اوقات تجربے کے بعد سمجھ آتی ہے۔ اگر پہلے سمجھ آ جائے تو تجربے کی زد سے انسان بچ سکتا ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ نے سمجھانا ہے تو وہ تو سمجھا ہی دیتا ہے۔ خود سمجھو گے تو تھوڑا سا ٹائم لگ جائے گا اور دقت پیش آئے گی۔ اگر آگاہ ہو جاؤ تو آگاہ ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ایک جگہ جاؤ اور پتہ چلے کہ وہاں تو دھوپ بڑی تیز ہے' اگر پہلے سے پتہ کر کے جاؤ گے تو دھوپ سے بچ جاؤ گے۔ بس اتنا فرق ہے۔ علم کا یہی فائدہ ہے۔ اگر تپش لگ گئی تو پھر آپ کہو گے کہ یہ کیا ہوا اور کیوں ہوا؟ اس کا نام گرمی ہے! گرمی کا کیا علاج ہے؟ کیا انتظام ہے۔ اس کا علاج سایہ ہوتا ہے اور پانی ہوتا ہے_____ اس لیے بہتر ہے کہ کسی سے پوچھ لیا جائے کہ سفر کیسا ہونے والا ہے' آگے کیا ہو گا؟ اگر گرمی ہو گی تو اس کا انتظام کرو' یہ یہ چیزیں ساتھ لے جاؤ' پانی ساتھ لے جاؤ' یہ یہ واقعات کرو تو بچ بچا ہو جائے گا۔ ایک تو یہ ہوتی ہے سوال کی ضرورت اور اہمیت! ایک یہ ہوتا ہے کہ فلاں جگہ تک تو ہم بات سمجھ گئے اس سے آگے سمجھ نہیں آتی کہ یہاں یہ مسئلہ کیسے ہے؟ نئی Date کی دریافت جو ہے اس کے لیے پہلے سوال پیدا ہوتا ہے کہ فلاں کتاب میں علم الاسماء ہے یعنی نام کا علم' نام کیوں رکھے جاتے ہیں چیزوں کے؟ چیز کا نام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ نام کی شے کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ اور یہ چیز بڑی ضروری ہوتی ہے۔ ''چاند'' کا لفظ ہے یا

''قمر'' کا لفظ ہے' آگے ''قمر'' کے ساتھ جو ہے چاند کا مشاہدہ اور چیز ''قمر'' کا ''منیر'' کا' لفظ اتنا ہی خوبصورت ہوتا ہے جتنی شے خوبصورت ہو۔ اور غصہ' خطرناک غصہ' ''غصہ'' بھی ایسا ہے تو لفظ بھی ایسا ہے یعنی جتنا بدنما غصہ ہوتا ہے اتنا ہی بدنما لفظ ''غصہ'' ہوتا ہے۔ جتنی خوشنما دعا ہوتی ہے اتنے ہی خوشنما الفاظ ''دعا'' ہوتے ہیں۔ ''شالا خیر تھیوے'' تو لفظ ہی بہت بھلا لگتا ہے۔ اسی طرح اشیاء کے نام ہیں اور نام کی اشیاء ہیں۔ دنیا میں ایسا کوئی اسم نہیں ہے جس کا مسمّٰی نہ ہو۔ مثلاً ایک لفظ ہے ''رحمت''۔ ''رحمت'' کا لفظ ایک لفظ بن گیا مگر لفظ تو رحمت نہیں ہے اس کا متبادل ایک عمل ہے اور اس عمل کا ہونا ''رحمت'' ہے۔ جس آدمی نے رحمت نہیں دیکھی اس نے رحمت کا لفظ کیا سمجھنا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں الحمدللّٰہ رب العالمین سب تعریفیں عالمین کے رب کے لیے ہیں۔ اگر تعریف کا مفہوم سمجھ نہ آیا یا شکریے کا مفہوم سمجھ نہ آیا تو خالی کہنے سے مفہوم ادا نہیں ہوا۔ آپ نے کہا ''تو ہمارا رب ہے'' ابھی تھوڑی دیر پہلے گلہ کر رہے تھے کہ پیسے نہیں ہیں اور اب جا کے اس کے سامنے جھوٹ بولتے ہو کہ تو ہمارا رب ہے۔ تو وہ رب ہے اور آپ کہتے ہیں کہ تو سب عالمین کا رب ہے' ہمارا بھی رب ہے' ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں _____ اور ابھی ابھی شور مچا رہے تھے' ہنگامہ ہائے سود و زیاں تھا۔ ''اِدھر یہ لے آ' اُدھر وہ لے آ' یہ کر وہ کر'' _____ اس طرح شور مچاتا رہتا ہے انسان۔ اگر ''ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں'' تو مدد اسی سے مانگو اور دوسرا لفظ نہ کہو۔ لہٰذا بہت سارے لوگوں کا اسلام قبول کرنے کے بعد بھی الفاظ کے طور پر ہے اور اس کے مفاہیم کے طور پر بات ادا نہیں ہوتی۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بہت ضروری بات ہے۔ اس پہ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں تو میرا خیال ہے سارے واقعات خود بخود درست ہو جائیں گے۔ اور کچھ نہ کرو اور یہ جو الفاظ بولتے ہیں آپ صرف ان کے مفاہیم بولو' لفظ کا مفہوم اگر ادا ہو گیا تو یہ سمجھو کہ سارے کا سارا واقعہ ٹھیک ہو گیا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ''یہ وظیفہ کرو اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ'' اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہوتا ہے کہ اکتالیس دن ایک ہزار مرتبہ روزانہ ادا کرنے سے شاید لفظ کی صفت تمہارے اندر پیدا ہو جائے یا

صفت کا مفہوم پیدا ہو جائے۔ اگر وظیفہ کرتے ہو ''یا کریم'' تم بھی تو سوچتے ہو گے کہ ''کریم'' کیا لفظ ہے۔ پھر پوچھو گے کہ ''کرم'' ہوتا کیا ہے؟ ''کرم'' اگر خالی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے تو پھر کرم کیا ہے' وہ تو نتیجہ ہو گیا۔ گویا نمبر ون اس میں یہ ہے کہ ''کرم'' کو سمجھو کہ کرم کیا ہوتا ہے اور پھر کرم کرنے والے کی ڈگری کیا ہوتی ہے' مرتبے کے لحاظ سے؟ کون کرم کر سکتا ہے اور کس پر کرتا ہے؟ وظیفے سے اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو آپ کو ''کرم'' سمجھ آ گیا اور جس کو کرم سمجھ آ گیا اس پہ کرم ہو گیا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ آپ رحمت کو پکارتے ہو_____ اگر مفہوم سمجھ آ گیا تو پھر رحمت ہو گی۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ رحم اور شفقت۔ جس طرح ماں اپنے بچے کے ساتھ انصاف نہیں کرتی بلکہ رعایت کرتی ہے' وہ انصاف کرنے لگ جائے تو پھر اس بچے کی حرکتوں کے مطابق جواب دیتی جائے_____ وہ بچہ غلطی کرتا ہے' ٹھیک طرح پرورش نہیں پاتا۔ اور ماں اس کو ٹھیک کرتی جاتی ہے۔ اور پھر وہ اور طرح سے پرورش پاتا جاتا ہے۔ تو رحم کا تعلق ماں کی شفقت کے ساتھ ہوا۔ رحم کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کو اس کے اعمال کی زد سے بچائے' اس کے اپنے اعمال کی زد سے بچائے۔ اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو سمجھ لو کہ رحمت سمجھ آ گئی اور رحمت کا مفہوم ادا ہو گیا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ الفاظ کو ان کے معانی کی نسبت سے پہچانا کرو۔ اگر یہ پہچان ہو گئی تو بہت سارا کام آسان ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ بے ترتیب الفاظ بولتے چلے جاؤ_____ تو اسلام نے یہ بڑی رعایت کی ہے کہ الفاظ بھی وہی دیے ہیں جو مفہوم کی طرح بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اور سب سے اچھا لفظ جو ہے ''محمدؐ'' وہ لفظ ہی ''تعریف کیا گیا'' ہے۔ جو ذات صلی اللہ علیہ وسلم تعریف کی گئی ہے اس کا لفظ بھی تعریف کیا گیا ہے اس کا نام بھی تعریف کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نام بھی اتنا ہی بلند ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے' نام بھی اتنا خوبصورت ہوتا ہے جتنی ذات ہوتی ہے۔ اس لیے آپ الفاظ کے معاملے میں ذرا غور کیا کرو کہ یہ لفظ ہوتا کیا ہے؟ ''معراج'' لفظ ہی عروج والا ہے اور ذات صلی اللہ علیہ وسلم ہی عروج والی ہے۔ کبھی آپ غور کرو تو لفظ کے اندر ہی سارا واقعہ سمجھ آ جاتا ہے۔ ''ذلت'' لفظ ہی نیچے گر رہا ہے اور ''عزت'' لفظ ہی

عزت والا ہے۔ یہ ہیں الفاظ کی Phonetics الفاظ کی آواز' الفاظ کا مضمون۔ آگے پھر عمل کا مضمون ہے کہ اس کے ساتھ کیا عمل وابستہ ہے۔ تو ہر لفظ کے ساتھ ایک ذات وابستہ ہے۔ اور ہر لفظ کے ساتھ ایک عمل بھی وابستہ ہے۔ ہر لفظ کے ساتھ پکارنے کا ایک انداز وابستہ ہے اور پکارنے والا اگر الفاظ سمجھ جائے تو وہ مفہوم بھی سمجھ جاتا ہے۔ آپ ان الفاظ کا مفہوم سوچا کریں جو آپ ادا کرتے رہتے ہیں _____ ہاں بولو۔ آپ لوگ سوال پوچھو

سوال:

انسان جب نماز پڑھتا ہے تو وہ جو پڑھ رہا ہوتا ہے اگر اس کے مفہوم کو سمجھ کر پڑھے تو اس کا ذہن کہیں اور منتشر نہیں ہوگا اگر نماز میں انسان یہ سمجھ لے کہ مجھ سے کیا کہلوایا جا رہا ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں تو اس کا ذہن کہیں اور تو نہیں جائے گا۔

جواب:

جب آپ بغیر خیال کے بے ربط باتیں کرتے ہو تو پھر آپ کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ پہلے دعا کی کہ یا اللہ رحم فرما اور اللہ کو رحم کی درخواست دے دی' اور ادھر مدد کے لیے پکارتے گئے۔ "تو ہمیں پالنے والا ہے" اور پھر لگاتار ہڑتالیں کر دیں کہ کئی دن سے تنخواہ نہیں ملی۔ کہتے ہو "اللہ تو پالنے والا ہے" اور اگر کارخانہ نہ ہو تو پھر _____ یہ ہے نیت کی بات۔ مقصد یہ کہ ساری نیت جو ہے اگر آپ کی ندا کے برابر نہ ہو تو سمجھو کہ ایمان میں کوئی خلل رہ گیا۔ آپ حرف ندا میں کچھ اور کہہ رہے ہیں اور ارادہ کچھ اور ہے۔ اللہ اگر نظر آنے والی بات ہوتی تو پھر آپ کے لیے آسانی ہوتی۔ اللہ تو نظر آنے والی بات نہیں ہے بلکہ ندا کے طور پر ہے۔ لوگوں کو عام طور پر ندا کا مفہوم سمجھ نہیں آتا _____ یعنی دعا کے طور پر اللہ کو چٹھی لکھی ہے مگر اب پتہ نہیں ہے کہ چٹھی باہر جانی ہے کہ چٹھی اندر آنی ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا باہر کی طرف رخ ہے یا اندر کی طرف رخ ہے' آسمان کی طرف بھیج رہے ہو یا کسی بندے کی طرف بھیج رہے ہو۔ تو یہ کیا ہے؟ تو جب تک یہ مفہوم نہ سمجھ آئے کہ Location'

اتھارٹی ہے کہاں پر اور دعا کا مفہوم کیا ہوگا اور ندا کس سپیڈ سے جائے گی اور کہنے والے کا کتنا اثر ہوتا ہے تو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ایک دعا ایک آدمی کرتا ہے اور دوسرا آدمی بھی وہی دعا کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ دوسرے کی منظور ہوگئی۔ اب اللہ برابر کا سلوک کرنے والا ہے تو دوسرے کی دعا کیوں منظور ہوگئی؟ اس لیے کہ اس دوسرے کا اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ کہ وہ الفاظ کے اندر مفہوم کا تصور رکھتا ہے۔ تو جس نے الفاظ کا مفہوم سمجھا اس کی بات منظور ہوگئی۔ مقصد یہ کہ اگر کوئی شخص بے جان ہوگا تو اس پر بولنے والے کا اثر تو نہیں ہوگا۔ ہر لفظ جو ہے اس کا معنٰی ہوتا ہے آپ کے نام کا معنٰی ہوتا ہے۔ اپنے نام کے الفاظ پر غور کیا کرو کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اگر کردار اس نام کے مفہوم کے برابر شروع کردو گے تو پھر کامیابی ہو جائے گی ورنہ دقت ہی ہوتی جائے گی hard ہو جاؤ گے' مختلف ہو جاؤ گے۔ اور سوال بولو _____ پوچھو _____

سوال:

خودداری' خودی اور غرور میں کیا فرق ہے؟

جواب:

عام طور پر اس میں جو فرق ہے اس سلسلے میں دو چیزوں پر غور کرو۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ دونوں ایک Category کی ہونی چاہییں یا مخالف Category ہونی چاہیے۔ رات اور دن میں کیا فرق ہے؟ یہ ہو سکتا ہے۔ شام اور رات میں کیا فرق ہے؟ یہ بھی ہو سکتا ہے مگر آپ نے خودی کدھر لگائی' خودداری کہاں لگائی اور غرور کہاں لگا دیا۔ ممکن ہے یہ الگ الگ ہوں۔ آپ پوچھنا کیا چاہتے ہیں؟ بہتر ہے کہ آپ وہی چیز پوچھیں کہ جس سے آپ کا ذاتی مسئلہ حل ہو _____

سوال:

یہ لفظ میں استعمال کرنا چاہتا ہوں کہ کہاں کیا لگانا ہے۔

جواب:

کیوں استعمال کرنا چاہتے ہیں؟ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کا آپ کی ذات سے کیا تعلق ہے؟ ''غرور'' ایک لفظ ہے ''خودی'' ایک اور لفظ ہے ''خودداری'' بالکل ہی ایک اور لفظ ہے۔ یعنی آپ کی ذات کے ساتھ اس کا Operational link کیا ہے؟ یا علم کی وضاحت کے طور پر کر رہے ہو؟ علم کی وضاحت بعد میں کر لیں گے۔ وہ تھیوری کے پرابلم ہیں۔ آپ کی ذات کے ساتھ جو پرابلم ہیں ان پہ ذرا غور کر لو۔ یا علم کی وہ وضاحت جس کا آپ کی ذات کے ساتھ کوئی تعلق ہو اس کے بارے میں پوچھو_____

سوال:

دراصل یہ صاحب خودداری کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں۔

جواب:

آپ جواب نہ دیں' ان کے ساتھ میری بات چلتی ہے۔ آپ اپنے ذاتی سوال کی شکل بنائیں' آپ اپنا سوال بنائیں۔ جو کہ آپ کا اپنا ذاتی سوال ہو۔ جو آپ کے ذہن میں سوال ہو اور جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور جس کے جواب سے آپ کو کوئی آسانی ہو وہ سوال پوچھیں۔ دوسروں کی دقت حل نہ کریں' یہ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں۔ دوسرں کی دقت کے حل کے لیے ضروری ہے کہ دوسروں کے ساتھ آپ کی محبت ہو اور دوسرے آپ سے محبت کریں۔ بعض اوقات محبت ہی علاج ہوتا ہے۔ تیسرا بندہ گھر میں جا کے میاں بیوی کے جھگڑے کی صلح کرانا چاہتا ہے تو وہ کون ہے صلح کرانے والا۔ اس طرح تو تجھے دونوں ماریں گے۔ پرائے گھر میں دخل نہ دو۔ دوسرں کی Discussions میں دخل نہ دو۔ دو آدمی پتہ نہیں کیا Discuss کر رہے ہیں' ان کو کرنے دو' یہ ان کی Equation چل رہی ہے' ان کے درمیان عروج پیدا ہو رہا ہے لطف پیدا ہو رہا ہے۔ جب تک آپ ان کے اندر مقبول شخص نہ ہوں ان کو مشورہ نہ دینا۔ استاد مت بنو جب تک کہ آپ کی کوئی کلاس نہ بنے اور مبلغ نہ بنو جب تک کوئی آپ سے نہ پوچھے۔ بے تعلق تبلیغ سے توبہ کرو۔ وہ

اپنے کام سے کہیں جا رہا ہے اور تو ''سامعین مہربان قدر دان_____'' شروع کر دیتا ہے۔ مت کروایسی باتیں_____ تو ہر چیز کا ایک مفہوم ہوتا ہے۔ آپ لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔ اور اگر ایک اجنبی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں اتنے سارے' دانا' ذہین قسم کے بندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر سارے چپ کر کے بیٹھے ہیں اور کوئی عقلمند آدمی آ جائے تو کہے گا کہ یہاں کوئی خدانخواستہ فوت تو نہیں ہو گیا_____ یہ چپ کر کے کیوں بیٹھے ہیں؟ بات یہی ہے کہ ہم ختم ہونے والے دن کا ماتم کرتے ہیں اور ہر صبح کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ہماری کہانی اور ہے۔ دن گیا' افسوس ہوا' نیا دن آ گیا' مبارکیں ہو گئیں۔ کیسی بات ہے! اس لیے اس کا مفہوم سمجھو کہ یہ سب کیا ہے۔ پھر آپ اس کے اندر رہ کر سوچو اور غور کرو کہ آپ کا پرابلم کیا ہے۔ ایک یہ بڑے دعوے کی بات ہے کہ اگر کوئی سوال ہو تو پوچھو' پرابلم ہو تو بولو! اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کو اگر ذاتی طور پر خیال کی پرابلم ہو' الجھن ہو' تو بتاؤ۔ پیسے کی الجھن نہیں' اگر کوئی ذاتی پرابلم ہو تو بتاؤ۔ کوئی ذاتی خیال ہو تو پوچھو۔ کوئی ایسی بات جس کی آپ وضاحت چاہتے ہوں اور جس کی وضاحت سے آپ کو فائدہ ہو۔

سوال:

حضور میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مسمّی تو ایک ہوتا ہے لیکن اس کے اسم ہزارہا ہوتے ہیں' جیسے چاند ہے اس کو چاند کہنے سے آواز ایک طرف جا رہی ہے اور Phonetics کے حساب سے انگریزی میں کہیں تو اور طرف جائے گی۔

جواب:

آپ اس کو یوں سمجھیں کہ جس نے پہلے اس کا نام رکھا ہے تو پہلا نام جو ہے یہ شے کے ساتھ نازل ہوتا ہے۔ باقی ہم اس کی شناخت بنا لیتے ہیں۔ چاند کو تم کیکر کہہ لو' ہو سکتا ہے کسی زبان میں ایسا بھی ہو' لیکن چاند بنانے والے نے اس کا ایک نام ساتھ بھیجا ہے۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں کہ اس نام کے اندر اس کی صفت تقریباً موجود ہوتی ہے۔ یہ نام ہم نہیں رکھ رہے کہ اس بیماری کا یہ نام رکھ دو' وہ رکھ دو۔ عام طور پر جو نزول کا سلسلہ ہے وہ

اشیاء کے ساتھ اسماء کا بھی ہے۔ اگر اسماء سمجھ آ جائیں تو اشیاء سمجھ آ جاتی ہے۔ مثلاً یہ جو لفظ ہے' اس کا مطلب کیا ہے؟'' شدید العقاب!'' یہ تو کوئی سخت لفظ ہے' اس میں آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ کوئی سخت بات ہے۔

سوال:

حضور! یہ جو اعداد والے ہیں انہوں نے حروف کی طاقتیں مقرر کی ہوئی ہیں' کیا اس میں بھی کوئی حقیقت ہے؟

جواب:

یہ جو علم ہے یہ علم غلط نہیں ہے' اس کا استعمال بہت سارے لوگ غلط کرتے ہیں ورنہ یہ اس کی Mathematical Form ہے' ایک مکمل واقعہ ہے اس علم کا' علم کو غلط نہ کہو' یہ Revealed علوم میں سے ہے' نجوم بھی Revealed علوم میں سے ہے۔ بعض اوقات صرف مشاہدہ ہوتا ہے' مثلاً آپ نے ایک بندہ دیکھا اور اسے کہہ دیا کہ آپ کو کیا تکلیف ہے؟ اب یہاں نہ عدد کام آیا' نہ ہاتھ اس نے دیکھا' نہ Astrology کا وقت پہچانا' نہ زائچہ بنایا۔ یہ علم بھی عطا ہوتا ہے۔ بعض اوقات نگاہ کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات غور کا علم ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایک آدمی دوسرے آدمی کو دیکھتا ہے' اُسے کچھ سمجھ نہیں آتی' کہتا ہے کہ معاف کرنا میں بھول گیا تھا' بات دراصل یہ ہے کہ _____ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو پرندوں کو علوم سے نوازے' پرندے کئی دفعہ بات کرتے ہیں' مثلاً ''ہُدہُد'' نے کمال کر دی' بڑی بات کر دی۔ اور اللہ نے بعض اوقات چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بھی صفات سے نواز دیا۔ بھڑ کو اور شہد کی مکھی کو دیکھو' اس نے اپنا کام کرنا ہے' اُس نے اپنا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اس کو میں نے الہام عطا کر دیا ہے' یعنی شہد کی مکھی کو الہام ہو گیا کہ اندر فیکٹری لگا دو! اس نے کیا کام کیا! شہد بنا دیا۔ آپ ہزار Artificial شہد بناؤ' وہ نہیں بنے گا' یہ گلوکوز ہے اور یہ فرکٹوس ہے' اور پتہ نہیں کیا کیا ہے' ہزار بار وہی چیزیں ملا دو مگر نہ وہ ذائقہ ہو سکتا اور نہ وہ بات ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک

فیکٹری لگادی ہے۔اور ایک ان پڑھ گائے ہے' غور کرو کہ گھاس کو دودھ بنانا کتنا بڑا کارنامہ ہے' اور پھر دودھ کا پاکیزہ رہنا' خون اور گوبر کے درمیان ایک نہر جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ غور کرو تو تمہیں سمجھ آجائے کہ بات ہے کیا' اتنا بڑا واقعہ ہو رہا ہے کہ گھاس کھاتی جارہی ہے اور دودھ دیتی جارہی ہے جو اس کی اپنی اولاد کے لیے بھی کافی ہے اور تمہاری اولادوں کے لیے بھی کافی ہے۔ان باتوں پہ غور کرو کہ یہ کیا واقعات ہو رہے ہیں_____

سوال:

جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ جانوروں اور پرندوں کی بولیاں ہیں' اس طرح کیا جمادات اور نباتات کی بولیاں ہیں؟

جواب:

جتنی بوٹیوں کا علم ہے' عقاقیر کا علم' یہ سارے کا سارا Revealed ہے' بوٹیاں بولی ہیں کہ مجھ میں یہ صفت ہے' اس کو تین دفعہ کھرل کرو' اس میں یہ ڈالو تو ہم آپ کی فلاں بیماری کے کام آئیں گے۔ایک واقعہ لکھا ہے کسی بزرگ نے' بڑا عجیب واقعہ ہے۔ایک آدمی ایک دفعہ باہر اس علاقے میں گیا جہاں بوٹیاں ہوتی ہیں' کہتا ہے میں وہاں بیٹھا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک چھوٹا سا پودا اگا' اور وہ بڑھتا گیا آہستہ آہستہ' ایک فٹ کے قد پر آگیا' اس پر ایک پھول لگا۔ میں نے سوچا یہ کوئی بڑی طاقتور چیز ہے' میں نے پھول توڑا اور کھا گیا۔ وہ ساٹھ سال کا بابا تھا۔ گھر جا کے اس بوڑھے کو بخار ہو گیا' اس کا جسم پھول گیا' کچھ دیر بعد اس کا جسم پرزے پرزے ہونا شروع ہو گیا ''لیر اں لیر اں'' ہو گیا۔ پھر وہ پھولا ہوا جسم کٹ گیا' اتر گیا اور اندر سے سولہ سال کا جوان نکل آیا۔ بات یہ ہے کہ اتنی بڑی معجزانہ طور پر اگنے والی جو بوٹی ہے' اس نے کوئی معجزانہ کام ہی کرنا ہے۔اس نے یہ بتایا کہ مجھے Exception دیا گیا ہے' مجھے استعمال کرو' میں کوئی فارمولے کی بوٹی نہیں ہوں' میں فارمولے سے باہر کی بوٹی ہوں' مجھ سے فارمولے سے باہر کا کام لے لو۔ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ بوٹیوں نے خود بتایا۔ جس طرح آپ جانتے ہیں کہ بعض کیمیا گر لوگ

ہوتے ہیں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ تو یہ ایک علم ہے' فضل بھی ہے۔ علم تحقیق سے ملے گا' فضل اللہ کرے گا جو مالک ہے۔ ایسا واقعہ ہوا ہے۔ بوٹیوں میں ایک بوٹی رات کو روشن ہوتی ہے۔ اس کو کسی نے سوچا کہ یہ روشن کیوں ہے تو اس کا نام ''شب چراغ'' رکھ دیا۔ اس بوٹی کو استعمال کیا گیا' اس کی خاصیت یہ بتائی کہ ''پارے کو قائم کرتی ہے' تانبے کو Convert کرتی ہے اور وزن برابر کرتی ہے'' یہ ان حکیموں کے محاورے ہیں' مثلاً وزن برابر' چوڑا بناتی ہے۔ بوٹیاں سونا بناتی ہیں' ان کے اندر علاج بھی ہے۔ ایک ہے بچھو بوٹی' اس کو ہاتھ لگ جائے تو یوں لگتا ہے جیسے بچھو کاٹ گیا ہے اور پھر دور جانے کی کوئی بات نہیں' اس بوٹی کے پہلو میں ایک اور بوٹی ہوتی ہے' وہاں سے توڑ کر اوپر لگا دو' آرام آجائے گا _____ سنیاسی لوگ ایسا کرتے ہیں۔ ایک آدمی کو دیکھا گیا' سردی کا موسم' شملہ میں' وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا' بغیر لباس کے' لنگوٹ باندھے ہوئے' نہ اس پر سردی اثر کرتی ہے' نہ گرمی اثر کرتی ہے He is going on nicely ایک آدمی اس کے پاس رہا' اس نے کہا بابا مجھے اور فیض نہیں چاہیے' مجھے یہی دے دے کہ جہاں موسم ہی اثر نہ کرے۔ اس نے ایک گولی دے دی' پھر اثر ہو گیا۔ اس نے کہا گولی کا نام بتا دے' اس نے کہا وہ بوٹی' سامنے اگی ہوئی۔ اب یہ اس کا فنکشن بتا رہا ہے کہ نوچندی جمعرات کو فلاں وقت اس کو توڑو اور پھر اس کو کھرل کر کے کھا جاؤ _____

سوال:

حضور! اب سوال یہ ہے کہ یہ نوچندی جمعرات کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:

پہلے یہ دیکھو کہ چاند کا اثر ہوتا ہے' کیوں ہوتا ہے؟ Full Moon کا اثر ہوگا۔ انسانوں کے مزاج پر ہوگا' سمندر کی طرح سطح پر ہوگا اور حاملہ عورت پر ہوگا۔ گرہن کا بھی اثر ہوگا۔ جس طرح گرہن کا اثر ہوگا اسی طرح Full Moon کا اثر ہوگا۔ اسی طرح وہ راتیں جو اماوس کی راتیں کہلاتی ہیں' When there is no moon وہ تاثیر میں ذرا کمزور راتیں

ہوتی ہیں اور جو New Moon کی راتیں ہیں یہ تاثیر میں طاقتور راتیں ہوتی ہیں۔ تو بچہ پیدا ہو گیا New Moon میں پیدا ہو گیا' ادھر سے چاند نکلا اور ایک اور چاند پیدا ہو گیا۔ یہ کوئی اور ہی کام کرے گا۔ گرہن کے وقت پیدا ہوا تو خاندان کے لیے اللہ اچھا ہی کرے' شاید نہ اچھا ہو۔ سارے واقعات میں آسمان کے مدار ہیں' جیسے چاند کا _____ اس میں ایک نوچندی جمعرات ہے اور یہ ایک اہم دن ہے۔ جس طرح دن ہیں' یہ ہم نے نہیں بنائے' سات دنوں کے اندر کائنات کا پورا کمپیوٹر پیدا ہو گیا۔ سات دنوں کے اندر پورا کیلنڈر آ گیا۔ اب یہ ایسا کیوں ہے' جمعرات کیوں ہے اور Why not جمعہ؟ عام طور پر بزرگان دین نے ایک دن مقرر کر لیا کہ باقی دن کام کرتے رہیں گے' اس دن وہاں خانقاہ میں جا کے اکھٹے ہو جائیں گے۔ پہلے وہ بیچارے آتے تھے اور پوچھتے تھے کہ بابا جی کہاں ہے؟ کہتا ہے بابا جی چلے گئے۔ پوچھا وہ کب آئیں گے؟ کہتا ہے وہ کل آئیں گے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے' ایک پہلے چلا گیا دوسرا کل آئے گا _____ کہتا ہے کہ کوئی دن مقرر کر لو' انہوں نے کوئی اور دن مقرر کیا' انہوں نے پھر کہا کہ کوئی خاص دن مقرر کر لو کہ جمعہ پڑھ کے نکلیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ جمعرات ٹھیک ہے _____ کہتا ہے بابا جی ہم تو مہینے میں ایک دفعہ آ سکتے ہیں' تو پھر تم نوچندی جمعرات کو آ جاؤ _____ تو سب نے مل کر نوچندی جمعرات کو مقرر کر دیا۔ اسی طرح اس کی اہمیت بن گئی۔ اب اہمیت وہ ہے جو بزرگوں نے دی۔ تو بزرگوں نے اس کو بزرگ بنا دیا _____ آگے جا کے سارے سنیاسی' مسلمانوں اور ہندو ایک ہو جاتے ہیں۔ یہ بوٹیوں کے ساتھ بوٹی ہو جاتے ہیں۔ کیا بات بتائی؟ حالانکہ نہیں ہونا چاہیے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم بوٹی ہیں۔ تو بوٹیوں کی زبان بن جاتے ہیں۔ ان کا دین اور کوئی نہیں ہوتا' اللہ ہی ان کا دین ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ بتا' یہ کچھ بولی ہے؟ کہتا ہے ہاں یہ بولی ہے' سو طرح کا علاج بتایا ہے اس نے' باقی یاد نہیں رہا۔ کہتا ہے چل یہی بتا' باقی باتیں پوچھنے کوئی اور آ جائے گا۔ کیونکہ یہ کبھی کبھی بولتی ہیں۔ تو بوٹیاں بولتی ہیں۔ اس حد تک واقعہ ریکارڈ کیا گیا ہے کہ ایک درخت جس کو پھل نہ آتا ہو' اس کے پاس کھڑے ہو کر

آواز دے دو کہ اب کے پھل نہ آیا تو ہم نے تجھے کاٹ دینا ہے۔ پھر امکان ہو جاتا ہے کہ اگلی دفعہ پھل آ جائے گا۔ جس طرح زمین بے جان ہے مگر زمین سنتی ہے۔ ہاں یہ سنتی ہے۔ زمین میں امانت دفن کرو تو چھ دن تک مردہ تازہ واپس لو' بلکہ سال تک مردہ صحیح رہے گا۔ بلکہ کئی سال تک زمین جرات نہیں کرتی کہ اس کے اندر اپنا کیڑا بھیجے۔ اب زمین جو ہے اس نے سن لی آپ کی بات کہ ''اے زمین! آپ کے پاس ہماری یہ امانت ہے' اس لیے احتیاط کرنا' جو زمین دوز چیزیں ہیں انہیں مت بھیجنا'' بے شمار چیزیں ہوتی ہیں' سیہ ہوتا ہے' کیڑے مکوڑے' پتہ نہیں کیا کیا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ میانی صاحب میں مردہ دفن کرنے لگے' اس میں سے ''جاہ'' نکل آیا' اسے مارنے لگے۔ کسی نے کہا اسے نہ مارو' اس نے بڑا کام کرنا ہے۔ یہاں دنیا تک کے کام مولوی صاحب کریں گے یا پیر صاحب کریں گے اور اگلا تزکیہ وجود کا' وہ یہی کرتا ہے۔ یعنی وجود کا تزکیہ کیا ہوتا ہے؟ وہ جو فالتو ماس ہے اس کی بات ہے۔ عام طور پر فقراء کا جسد خاکی جو ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے' ان کا مقام محفوظ ہو جاتا ہے۔ باقی کوئی محفوظ نہیں ہے' سارے غیر محفوظ ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ ساری باتیں غور والی ہیں' اب آپ یہ سمجھو کہ ہر شے کے اندر ہر دوسری شے آ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ آپ ایسے انسان ہو' اللہ کا ذکر کرتے ہو' تو اللہ کو پتہ تو چلتا ہے۔ اس نے فرمایا کہ تم میرا ذکر کرو' ہم تمہارا ذکر کریں گے' تم محفل میں کرو گے' ہم محفل میں کریں گے' ہم نے پوری محفل لگائی ہے' تم تنہائی میں کرو گے' ہم تنہائی میں کریں گے۔ تم خفی کرو گے' ہم خفی کریں گے' جلی کرو گے' ہم جلی کریں گے' جو تم کرو گے' ہم بھی وہی کریں گے۔ بندے نے زندگی میں اللہ کو یاد کیا' اللہ نے زندگی کے بعد اس بندے کی یاد قائم کر دی _____ سب لوگ فاتحہ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہو؟ داتا صاحبؒ جا رہے ہیں' خواجہ صاحبؒ جا رہے ہیں' کربلا جا رہے ہیں۔ کربلا کیا ہوتی ہے؟ یاد۔ یاد کا مفہوم آپ کہتے ہو کہ یوں نہیں ہوئی تھی بلکہ کربلا ایسے ہوئی تھی _____ مطلب یہ کہ ایک بات یہ ہو رہی ہے کہ کربلا کیا ہے؟ جس نے اللہ کو یاد رکھا' وہ دنیا کی یاد میں آیا' اور ضرور آیا' اور وہ دنیا کی یاد سے بچ نہیں سکتا۔ اللہ کی یہ جو مشینری ہوتی

ہے یعنی انسان' اس نے ہمیشہ ہی اس کو برملا' یا تو زندگی میں پہچان لیا' یا پھر مرنے کے بعد پہچانا۔ انہوں نے صرف یہ کام کیا تھا کہ اللہ کو یاد رکھا اور لوگوں نے اُن کو یاد رکھا۔ یہ آپ کے پاس راز چلا آ رہا ہے۔ ایسے لوگ بادشاہوں کے محلوں کی پرواہ نہیں کرتے' ایسے ایسے لوگ یہاں اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں کہ بادشاہوں کے محلوں کے پاس سے گزرے اور کہا کہ

زبادشاہ وگدا فارغم بحمداللہ

اس کو بادشاہ نے کہا' وزیراعظم نے کہا کہ ہمارے ہاں چائے پیو تو اس نے کہا ہم چائے پینا ہی بند کر گئے۔ اور پھر چھوٹی سی خانقاہ دیکھی تو بولا ٹھہر جاؤ' بابا جی کو سلام کر لیں۔ یہ بابا جی کدھر سے آ گئے؟ بس یہ ہے ان لوگوں کا کمال' کہ انہوں نے ان لوگوں کو جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتے' Captivate کر لیا۔ تو یہ ساری باتیں جو ہیں غور والی ہیں' راز ہیں' بشرطیکہ آپ کے پاس ٹائم ہو۔ تم تو اپنے خیال میں لپٹے ہوئے ہو' اب ذرا غور کرو

انا یا خودی جس کو آپ کہتے ہیں' یہ ہوتی ہے اپنی کسی صفت کو پہچاننا_____

آپ خودی کی تعریف سن لو' خودی کسی شے کا وہ جوہر خاص ہے جس کے نہ ہونے سے وہ شے نہیں ہوتی ہے' اور بہت کچھ ہوتا ہے مگر وہ نہیں ہوتی۔ شیر اگر پنجہ نہ رکھے' ناخن نہ ہوں' نہ کوئی دانت ہو' تو یہ سب کچھ تو ہے لیکن شیر نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ صفت جو اس کی خاص صفت ہے' جو اس کی پہچان ہے' وہ ہے اس کا جوہر۔ جوہر ذاتی اس کو بولیں گے۔ انسان اگر انسانیت سے عاری ہے تو اس کی شکل بے شک انسان کی ہو لیکن اس کا کام کچھ اور ہی ہے۔ تو یہ خاص جوہر ہے جس کا نام خودی رکھا گیا ہے۔ اگر تم اپنے اس جوہر سے متعارف ہو جاؤ تو تمہارا جو اپنا جوہر ہے وہ تمہاری انا ہے۔ یہ خودی کی پہچان ہے۔ اس نے کہا کہ سب کچھ چھوڑ دوں گا لیکن یہ نہیں چھوڑ سکتا' کیونکہ یہ تو میں ہوں' باقی ہر شے مجھ سے ہے۔ باقی اور چیزیں ہیں۔ دوسرا انسان کہتا ہے کہ پیٹ کی روٹی ملے نہ ملے' مجھے وہ بات ملے' کیونکہ وہ میرا مضمون ہے۔ وہ جوہر ہے اس کا' جس کے بغیر اس کی زندگی ہونے کے باوجود نہ رہے۔ اگر کوئی

شخص آپ میں سے محبت کرے' تو وہ کہتا ہے کہ یہ دنیا مکمل ضرور ہے لیکن یار کے بغیر میرے لیے کبھی مکمل نہیں ہو سکتی۔ اب اس کا جوہر اس آدمی کے اندر چلا گیا۔ اب اس کی جان کہاں چلی گئی؟ طوطے میں' دوسرے میں' اور انسان میں' اور وجود میں۔ ایسے انسان نے دیکھا کہ یہ تو سارے فانی انسان ہیں جن کے ساتھ میری محبت ہے' اس طرح تو میری محبت مٹی ہو جائے گی' اس نے پھر اس سے محبت کی جو فانی نہیں ہے۔ اور پھر سب سے بزرگ ہستی کے ساتھ محبت کر لی اور اس طرح وہ محبت بھی قائم رہ گئی' شاید اس کی وجہ سے وہ آپ بھی قائم رہ جائے۔ تو قائم سے محبت کرو تو قائم ہو جاؤ' حی و قیوم سے محبت کرو گے تو شاید آپ بھی زندگی میں قائم ہو جاؤ۔ فانی سے محبت آپ کو فنا کر دے گی' باقی سے محبت آپ کو شاید بقا دے دے گی' شاید نہیں بلکہ یقیناً! تو یہ ہے واقعہ' آپ اس پر غور کرو_____

''غرور'' ہوتا ہے ایک ایسی صفت جو آپ نے دنیا سے Acquire کی ہے' اس کو افتخار کا ذریعہ سمجھنا' اور جو مٹ جائے یا مٹ سکے۔ مثلاً جو دولت ہے' آپ کے پاس بہت دولت آ گئی ہے' پھر آپ نے مزاجاً نقلی قسم کی ایک چیز' انا پیدا کر لی۔ یہ عارضی چیز ہے' نکل جائے گی۔ تو یہ غرور ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو Inherited ہے اس کے علاوہ کسی بات پر فخر کرنا۔ خودی جس کو کہتے ہیں' وہ اور چیز ہے۔ لیکن دین والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان چکروں میں نہ پڑو کہ خودی کیا ہے بلکہ یہاں بے خودی اچھی ہے۔ کہتا ہے نہ پتہ ہم کو کہ ہم کون ہیں اور نہ پتہ تمہارا کہ تم کون ہو' اب تو ہمیں یہ بھی پتہ نہیں کہ تم کون ہو' جس کے پاس جا رہے ہیں' اس کا بھی نہیں پتہ' مطلب یہ کہ تیرا عشق اس مقام پہ لایا کہ اب نہ تیرا نام رہ گیا اور نہ میرا نام رہ گیا۔ تو وہ اور مقام ہے۔ طالبوں کے لیے اور مقام ہے۔ نہ خودی ہے' نہ انا ہے' نہ غرور ہے' نہ تفاخر ہے' نہ کوئی اور مزاج ہے۔ ان کا کام ہے بس اللہ کے امر پہ چلتے رہنا۔ کہتا ہے تمہارا نام کیا ہے؟ کہتا ہے مطیع' امر کا مطیع۔ کہتا ہے تیرا نام تو کچھ اور تھا' کہتا ہے کہ میں میرا نام تو کچھ اور تھا مگر اب مطیع الشیخ ہو گیا۔ کہتا ہے کہ ادھر کیوں گیا تھا؟ کہتا ہے کہ میں بھیج دیا گیا تھا۔ اب جو شخص اطاعت میں ہے وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ امر تو گمراہ نہیں

کرتا۔ اور جو اپنے مزاج میں ہے' اُسے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اپنے مزاج سے اپنے آپ کو علیحدہ کرنا اور کسی اطاعت میں جانا' یہ Safest راستہ ہے' محفوظ ترین راستہ ہے۔ اس نے چلایا تو چل دیئے' اس نے بٹھایا تو بیٹھ گئے۔ اس نے کہا جان دے دو تو جان دے دی۔ اس کو شہادت کا بھی شوق ہے اور اطاعت کا بھی شوق ہے۔ اس لیے نہیں کہ شہادت کا درجہ مل جائے گا' ہم بڑے ہو جائیں گے' افتخار مل جائے گا' فخر ہو جائے گا بلکہ یہ اس کا شوق ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جیسے وہ کہے' جو وہ کہے' ہم کر گزریں گے' وہ ہنسائے تو ہنسنے کو تیار ہیں' وہ رلائے تو رونے کو تیار ہیں' وہ بھلا دے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' وہ یاد رکھے تو اس بات کے لیے تیار ہیں' جیسا چاہے' جو کرے' ہم راضی ہیں۔ یہ ایسی بات ہے _____ یہ لوگ بے خودی میں پہنچ جاتے ہیں' چلتے چلے جا رہے ہیں' بعض اوقات اپنا نام بھی پتہ نہیں۔ یہ اور کہانی ہے۔ ان کا علم اور ہوتا ہے۔ ان کا علم ہوتا ہے' پہچان! کہتا ہے کہ کیا علم تیرے پاس ہے؟ کہتا ہے بہت علم۔ ان کو دوست کی خوشبو آ جاتی ہے۔ یہ درجے اور ہیں۔ میاں محمد صاحبؒ نے ''سیف الملوک'' لکھی ہے' ایک آدمی نے محبوب کا نام سنا' تعریف سنی اور محبت پیدا ہو گئی۔ سن کر محبت ہونا' یہ بڑے راز کی بات ہے۔ یعنی کہ محبوب کا ذکر سنا اور محبت پیدا ہو گئی' یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اور جن کو نہیں ملتا' ان کو دیکھنے کے بعد بھی نہیں ملا۔ ابوجہل کے ابوجہل ہی رہے۔ اور جن کو دیکھے بغیر ملا' اویس قرنیؓ بھی ہو گئے' دور سے بھی آ گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہو گئے _____ یہ نصیبوں کی باتیں ہیں _____ اور کوئی بات _____ کوئی سوال _____

سوال:

خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کرایا تو جلوہ جھاڑی پہ ڈال دیا' اس میں کیا راز ہے؟

جواب:

اس کا راز یہ ہے کہ اگر اللہ نے ایسا کیا ہے تو ایسا ہی ہے۔ تمام ظاہر علوم بیان فرمانے والا اللہ آپ ہے۔ باطن کا شعبہ دینے والا بھی اللہ ہے۔ باطن کا بیان فرمانے والا

بھی اللہ ہے۔ اللہ اگر باطن کو بیان کرے تو اتنا ظاہر بھی نہیں ہوتا۔ یہ راز کیا ہے؟ طور Symbol ہے۔ پھر بعد میں لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کیا Symbol ہے' طور کیا سمبل ہے' یہ کیا واقعہ ہے؟ ایک تو اس میں یہ راز بتایا گیا کہ وہ اللہ جو اپنے بیان کے مطابق یہ فرما رہے ہیں کہ ہم نے اپنا جلوہ وہاں دکھایا' یا وہاں سے آواز آئی' پھر اس کی تصدیق کہاں سے آئی؟ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ گویا کہ اس بات میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ جلوہ ہی تھا۔ جلوہ درخت سے اگر بول سکتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ جلوہ انسان سے نہ بول سکے۔ اس میں ایک بات تو یہ سمجھائی گئی ہے کہ اللہ جہاں چاہے' جب چاہے' وہاں سے بول سکتا ہے۔ ثبوت کے طور یہ بتایا گیا کہ درخت سے بولا اور تصدیق آپ سب نے کی ہے۔ ایسا ہوا۔ اگر ایسا ہوا تو پھر کئی دفعہ ہو سکتا ہے اور کہاں کہاں سے ہو سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے کہ مضمون کیا ہے' دوسرا سمجھ آنے والا جو خلاصہ بتایا لوگوں نے' کہ کوہِ طور یا جسے آپ جھاڑی کہہ رہے ہو یا درخت ہو' وہ مقامِ دل ہے۔ اور یہ جو دیکھنے والا ہے یا خواہش والا ہے' وہ مقامِ عقل ہے۔ جلوے کے سامنے مقامِ عقل بے ہوش ہو جاتا ہے اور مقامِ دل جلوہ برداشت کر سکتا ہے۔ تو طور کو دل ہی کہو۔ اس کی وضاحت کچھ ہی عرصہ بعد سمجھ آ جائے گی۔ اس پر جلوہ گزار دیا جائے تو قائم رہ سکتا ہے۔ اور یہ جو سوال کرنے والا ہے اس پر اگر جواب Direct آشکار کر دیا جائے' تو ناممکن ہے کیونکہ وہ ٹھہر نہیں سکتا اور اندازہ نہیں کر سکتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی مرضی ہے' اس کو پتہ ہے کہ میں نے کتنی پاور کا بنایا موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کا جلوہ کتنی پاور کا ہے' پاور کی جھلک تھوڑی سی دے دی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ دینے کے لیے' جو جلوؤں سے منور ذات ہے' وہ اور بھی ہو سکتی ہے' اللہ کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔ جلوے کا شعبہ اور بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کچھ شوق والے لوگ کہتے ہیں کہ وہ تیرا ہی جلوہ تھا یا رسول اللہؐ! مطلب یہ کہ ہم تیرے ہی جلوے کو اس کا جلوہ سمجھتے ہیں' تیرا جلوہ تیرے ہی روپ کے اندر موجود ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بتاتے ہیں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ پوچھو اس سے کیونکہ اللہ موجود ہے۔ آپ کو جواب مل جائے گا۔

سوال:

حضور عرض یہ ہے کہ بعض اوقات جب انسان تنہائی میں ہوتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی موجود ہے' کیا یہ وہم ہے یا کوئی اور ہوتا ہے؟

جواب:

تعجب اس بات پہ نہیں کہ تمہیں تنہائی میں دوسری ذات محسوس ہوتی ہے' تعجب اس بات پہ ہے کہ تمہیں دوسرے وقت کیوں نہیں محسوس ہوتی' ہمیشہ ایسا کیوں نہیں ہوتا۔ اس کا احساس نہ ہونا افسوس کی بات ہے' احساس کا ہونا تعجب کی بات نہیں۔

سوال:

میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ میں کسی فریب میں تو نہیں مبتلا ہوا؟

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا ہونا لازم ہے۔ میں لازم کہہ رہا ہوں اور آپ کہتے ہو کہ بندہ غلطی پہ تو نہیں' میں کہتا ہوں لازم ہے' وہ لازم ہے! اگر نہ ہو تو پھر شور مچاؤ' مجھ سے پوچھو _____ کیوں نہ ہو _____ ہونا جو ہے اپنا ہے' نہ ہونے کا سوال بعد میں ہوگا۔ یہ غلط فہمی نہیں ہے' یہ ہوتا ہے اور یہ ضرور ہے۔

سوال:

بعض اوقات یہ مختلف صورتوں میں ہوتا ہے' ایسا کیوں ہے؟

جواب:

یہ مختلف صورتوں میں ہی ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دماغ کھلا ہوا ہوتا ہے' بعض اوقات تمہارا دل کھلا ہوتا ہے' کبھی حالات کچھ اور ہوتے ہیں' اس کے مطابق وہ واقعہ چلتا جاتا ہے _____

سوال:

بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ کوئی چیز نظر بھی آتی ہے۔

جواب:

اب جب آپ یہ کہنے والے ہو گئے کہ کوئی اور ذات محسوس ہوتی ہے تو جب آپ یقین میں پہنچو گے تو پھر جواب شروع ہوگا۔ تو وہ ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کا ایک دوست ہے' اگر آپ کی شادی میں شامل ہو تو کہتے ہیں خوشیاں دوبالا ہو گئیں' غم میں شامل ہوا تو غم تقسیم ہو گیا۔ خوشی Multiply ہو گئی' غم Divide ہو گیا' یہ Division اور Multiplication کے فارمولے ہو رہے ہیں _____ دوست ہمارے رنگ کو اپنا اور رنگ دے دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے مزاج کے مطابق آپ کا دوست جس رنگ میں آیا' نیا رنگ ہی آیا _____ اس نے دل میں اور ہی رنگ بنایا۔ تو یہ جو چیز ہوتی ہے' کسی کا خیال' کسی کا عرفان' یا پہچان' یا کسی اور کا ہونا' یہ ہر حال میں جلوہ ہے۔

روپ انوکھے حسن ازل کے
آیا ہے ہر رنگ میں ڈھل کے

تو مدعا یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ

اس دنیا سے اُس دنیا میں
جانا ہوگا بھیس بدل کے

مطلب یہ کہ یہ ایسی کہانی ہے۔ یہ اس کے روپ ہیں' وہ ہر حال میں آتا ہے' جلوہ دیتا ہے۔ جلوے کا متلاشی جلوہ لے گا۔ ایک آدمی کی عجیب وغریب کہانی سناتا ہوں آپ کو _____ ایک بزرگ دیدارِ حق کے لیے چالیس سال جاگتے رہے' بڑا مجاہدہ ہے' بڑا کٹھن مجاہدہ ہے' بڑی Will Powers کے ساتھ' بڑی محنتیں' بڑے بزرگوں کا فیض ساتھ تھا۔ چالیس سال تک کچھ نظر نہیں آیا۔ کہنے لگے ایسے ہی وقت ضائع ہو گیا' جلوہ نظر نہیں آیا' لو اب سو جاؤ۔ سو گئے تو دیدار ہو گیا _____ اب شور مچا دیا کہ دیکھو میں کیا کرتا رہا ہوں چالیس سال' اور نیند میں ساری بات ہو گئی۔ ان کے بزرگوں نے پکڑ لیا ان کو اور کہا کہ وہ چالیس سال کا جاگنا ہی تجھے نیند میں فیض یاب بنا گیا۔

بات تو یہ ہے کہ تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ قصہ کیا ہے۔ وہ تو ایسا ہے کہ وہ چاہے تو دیدار کرادے' چاہے تو نیند میں کرادے' چاہے تو پاس آجائے' چاہے تو اپنے پاس بلالے' اس کی مرضی ہے' چاہے تو غم سے نواز دے' یہ بھی اللہ کا جلوہ ہے' یاد رکھنا' کہ غم سے نواز دے اور چاہے تو خوشی سے نواز دے' چاہے تو بازاروں میں بٹھا کے اکیلا کر دے۔ یہ اس کے کام ہیں۔ جلوہ بہر حال جلوہ ہے۔ جلوہ غور کرنے والے کا نام ہے' دیکھنے والے کا نام ہے' محسوس کرنے والے کا نام ہے۔ جس نے کان پیدا کئے ہیں' کیا اس کو آوازوں کا پتہ نہیں' آپ ہی بتادو۔ اگر شوق کے کان کھلے ہوں تو آواز کیسی ہوگی؟ آہٹ ہوگی۔

سن رہا ہوں میں آہٹیں تیری
تو کہیں آس پاس ہے آجا

اگر آنکھ کھلی ہو تو کوئی اور جلوہ دے دے گا۔ عام آدمی کہتا ہے کہ وہ کوئی جلوہ تو نہیں تھا' وہ تو روشنی سی گزری تھی' عام بات تھی۔ اس کے لیے کوئی خاص بات نہیں ہوتی لیکن جلوے والے کے لیے بڑی عجیب بات ہوتی ہے۔ اللہ چاہے تو آنکھوں کے ذریعے جلوہ دکھادے' کانوں کے ذریعے جلوہ دکھادے' احساس کے ذریعے جلوہ دکھادے' حیرت کدہ عقل میں جلوہ دکھا دے۔ ایک الجھا ہوا سوال حل کر دے تو جلوہ ہوگیا۔ ناممکن مسئلہ حل ہو جائے' جلوہ ہوگیا۔ جلوہ جو ہے یہ طالب کے مزاج کے مطابق ملتا ہے اور کبھی اپنے مزاج کے مطابق عبادت گزاروں کو دیتا ہے' یعنی چکی پسا کے۔ کہتے ہیں کہ کام ہوگیا۔ کبھی اپنے طالبوں کو اس Process سے گزارتا ہے۔ وہ Process اور ہے۔ کبھی لوگ پکارتے ہیں' جنگل میں پکارتے ہیں' جب کوئی جنگل میں پکارتا ہے تو ادھر سے ایک آدمی آجاتا ہے کہ یہ کیا کر رہا ہے' جنگل میں پکار رہا ہے' یہ کام یوں کیوں نہیں کر لیتا۔ تو یہ ہے جلوہ۔ وہ بندہ پرابلم یوں حل کر گیا! ایک اور شخص کہتا ہے کہ ادھر کدھر اللہ کو پکارتا جا رہا ہے' چھوٹی سی بات ہے' یوں کرلو' آنکھوں کے لیے سرمہ چاہئے۔ تو اس طرح سرمے سے آنکھ کھل جائے گی اور بصیرت مل جا۔ اس لیے آپ جب استعداد سے بڑھ کے مانگتے ہیں تو وہ آپ کی استعداد کے

مطابق' آپ کے تمام قویٰ کو سرفراز فرماتا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف آنکھ کے ذریعے جلوہ آ گیا' بلکہ آپ کے تمام قویٰ کو آسانیاں عطا فرماتا ہے۔ تو یہ ہے جلوے کی استطاعت۔ اس لیے وہ جب چاہے' جہاں سے چاہے' اپنے جلوے کو ظاہر فرما دے۔ عین ممکن ہے اس کا جلوہ دینے کے لیے' آگے اس کے نمائندے ہوں۔ تو یہ عین ممکن ہے۔ پیروں کو ماننے والے کہتے ہیں کہ جلوہ پیر سے ملا ہے۔ تو وہ یہ کہتے ہیں _____ لوگ کہتے ہیں کہ پیر سے ملتا ہے کیونکہ وہ صورتِ ظلِ الٰہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں سے ملا' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں وہاں سے ملا' ایک کہتا ہے کہ ہمیں تو ایک مسافر مل گیا تھا' وہ جانے والا تھا' اس نے کہا یہ چیز لے لو' تمہارے کام آئے گی _____ یوں بھی ہوتا ہے کہ کسی کی خدمت کر دو اور وہ مسافر جاتے ہوئے کہے کہ یہ چیز پاس رکھ لو' کام آئے گی۔ اللہ چاہے تو مسافروں سے عطا کروا دے' چاہے تو مقیم سے نواز دے۔ جو چاہے کرا دے۔ طالب کو صادق ہونا چاہیے' صادق ہو گیا تو طلب ویسے ہی پوری ہو گئی۔ صادق اس کو بنایا جاتا ہے جو منظور ہو جائے' ورنہ صدیق بنایا نہیں جاتا۔ طلبِ صادق اس کی ہوتی ہے جس کو منزل سے نوازنا ہو۔ ورنہ عام آدمی سے کہو کہ پہاڑ کی چوٹی پر جا رہے ہیں' تو وہ کہے گا چھوڑو' آرام سے بیٹھو' چائے وائے پیو' میرا خیال ہے پہاڑ کی فوٹو لے لیں گے۔ اور جس کی طلب صادق ہو تو اس کو وہ نوازتا ہے۔ جس کا شوق اچھا ہو اس کو نواز دیا جاتا ہے۔ اب یہ شوق کبھی ختم نہیں ہو گا کیونکہ اس کا جذبہ منظور ہو گیا۔ اگر شوق کی منزل نہ ہو تو پھر ساری ذمہ داری آدمی کی اپنی ہے۔ شوق کی منزل کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا گلہ نہ کیا ہو۔ یہ شوق کی منزلیں ہیں۔ مطلب یہ کہ انہوں نے زندگی کا ایک ذریعہ نکال دیا' زندگی کا دوسرا ذریعہ نکال دیا اور وہ خود آپ آ کے بیٹھ گیا۔ یہ شوق کی منزلیں ہیں۔ تو اس کو کبھی آنکھ میں جلوہ نظر آیا' کبھی کچھ اور _____ شوق والوں کی داستان ایک الگ فارمولا ہے اور محنت والوں کی داستان اور فارمولا ہے۔ عام بندہ کہتا ہے ''ہم نے آپ کے لیے یہ وظیفہ کیا ہے' اس کا انعام ہونا چاہیے''۔ یہ ''وظیفہ'' ضروریات کا نام ہے۔ جلوہ بھی ضرورت ہوتا ہے اور وہ صرف جلوے کے لیے وظیفہ کرتے ہیں۔ اب اس کا

اور طریقہ ہے۔ وہ چل ہی پڑتے ہیں' روز ازل کے مسافر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اور کہانی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ وہ جب چاہے آپ کو پیمانے میں تولنا شروع کرادے' جب چاہے نوازش کردے' جب چاہے قہر کردے۔ میں کہتا ہوں کہ جن کا عشق منظور ہو جائے' ان کو طالب صادق بنا دیا۔ صادق ہونا منظوری ہے' صادق بنانا' منظوری کی سند ہے۔ لگن صحیح ہو جائے تو سمجھو کہ اس کو منظور کر لیا گیا۔ یہ منظوری کی دلیل ہے ۔اور کوئی سوال پوچھو_____ پوچھو_____ سعید صاحب بولیں_____

سوال:

جلوہ بذات خود کیا چیز ہے؟

جواب:

جلوہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی زندگی کے حالات کی اصلاح کرنے کی ضرورت سے نکل کر جب آپ کا شوق کسی اور چیز کی تمنا کرے' جس کا براہ راست آپ کی زندگی سے کوئی ضروری تعلق نہ ہو' کوئی اور شوق ہو' مثلاً یہ شوق کہ میں اس وقت چاند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہتا ہے دفتر کا ٹائم ہو گیا' صبح ہو گئی' اب جاؤ۔ کہتا ہے نہیں' میں کچھ اور ہی دیکھ رہا ہوں۔ سمندر کے کنارے بیٹھا ہوا' لہریں گنتا جا رہا ہے' اس کی دوکان کا ٹائم ہے' پرواہ نہیں کرتا۔ اب یہ جو شوق ہے یہ ضروریات زندگی سے ماورا ہے۔ اس شوق کے اندر اب کسی خالق کا یا کسی ذات کا یا کسی نورانی ذات کا جلوہ ہوتا ہے' اس کو ہم کہیں گے جلوے کی تمنا۔ اب جلوہ خود کیا ہے؟ جلوہ بہت خوبصورت چیز ہے۔ مثلاً چاند جو ہے بذات خود روشنی نہیں ہے مگر چاندنی جو ہے یہ جلوہ ہے_____ فرض کرو ایک شکل ہے' آپ کا محبوب بیٹا' یا محبوب دوست۔ اب جو دوست تھا اس کی کتنی آنکھیں ہیں۔ دو کان' ناک' قد_____ اس میں بات کیا ہے' وہی دو آنکھیں' کان' ناک وغیرہ جو دوسروں کا ہے_____ کیا اس کا رنگ سفید تھا؟ سفید رنگ کے تو کئی لوگ پھرتے ہیں۔ تو پھر کیا تھا؟ یوں سمجھ لو کہ ماں کے لیے بیٹا کیا ہوتا ہے؟ وہ جلوہ ہوتا ہے۔ چھوٹا سا بچہ پیدا ہوا' اس کی ''ٹنڈ'' بھی چھوٹی سی ہے' ماں

سے پوچھو کہ یہ کیا ہے؟ یہ جلوہ ہوتا ہے۔ رحمتیں ہیں۔ وہ چیز جو آپ کے لیے پورے انہماک کا باعث ہو جائے وہ جلوہ ہوتا ہے' یعنی شکل کے اندر ایک اور شکل ہوتی ہے جو محبوب کی شکل ہوتی ہے۔ وہ چیز جو آپ کو Direct اپنی طرف متوجہ کر دے' کشش کر لے' یعنی آپ جب یہ سمجھیں کہ اس کائنات میں اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے تو صرف اس چیز کی ضرورت ہے۔ کہتے ہیں کہ لیلیٰ کا رنگ ذرا پختہ تھا' لوگوں کو یہ رنگ پسند ہی نہیں ہے' اور مجنوں سے پوچھا کہ سنا بھئی دنیا دیکھی۔ کہتا ہے نہیں۔ کیوں؟ کہتا ہے ہم نے لیلیٰ ہی دیکھی ہے۔

جب درد سے ہوتا تھا مضطر کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

اس کے لیے بس ایک ہی جلوہ ہے اور وہ ہے لیلیٰ۔ لہٰذا وہ چیز جلوہ ہے جو آپ کو اپنے آپ کو نثار کرنے پر خوشی سے راضی کر لے۔ آپ کو کوئی کہے کہ ایک لاکھ روپے جمع کرا دو تو آپ کہیں گے کہ دو روپے سے کام ہو جائے تو بہتر ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ جان دے دو تو آپ کہتے ہیں کہ بسم اللہ' اور کوئی چیز مانگو' یہ تو ہم پہلے ہی نثار کرنے کے لیے تیار تھے۔ جس کے لیے آپ اپنی جان نثار کرنے کو خوشی سے تیار ہو جائیں' وہ جلوہ ہے۔ اس کو جلوہ کہتے ہیں۔ پھر آگے آپ جلوؤں کا سفر کرو گے' سب سے بڑا جلوہ' سب سے بڑی ذات کا ہوگا' وہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا۔ پھر آگے اور واقعات عالم' چلتے چلتے وہاں جائیں گے۔ جلوہ کا وجود پہلے ہے' کیسے ہو سکتا ہے کہ آنکھ دینے والا جاذبیت نہ دے۔ اس نے آنکھ بنانے سے پہلے رنگ پیدا کر رکھے ہیں' باغ سجا رکھے ہیں' آنکھ تو بعد میں بنائی ہے اس نے۔ اس نے آپ کے کان بعد میں پیدا کیے اور چہکار اور مہکار پہلے پیدا کیے۔ میوزک ہی میوزک ہے کائنات میں' پھر آپ کو کان عطا کیے۔ جلوہ عطا فرمایا۔ نگاہوں کو جلوے کی رعنائی عطا فرمائی ہے۔ زبان کو اس نے گویائیاں عطا فرمائیں' ذائقہ آپ کے منہ میں ہے اور پھل باہر اگے ہوئے ہیں' ذائقے دار پھل۔ اور دل ہے سرشار کرنے کے لیے' چھوٹا سا دل' پھر دلبر کی کہیں نہ کہیں سے رونق لگا دی۔ چھوٹی سی دنیا میں یہ کھیل کر دیا۔

پھر بڑے بڑے جلوے' بڑے بڑے دلبر' بڑے بڑے واقعات' بڑے کھیل _____ اور یہاں سے وسعتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات ایسے نہیں پیدا کردی ہے کہ کھاؤ پیو اور مرتے چلے جاؤ' قبریں بناتے جاؤ_____!!!.No. یہ بڑے راز کی داستان ہے' عقل مند کی بات ہے۔ کہ جہاں پر اس کا ہونا ہوتا ہے تبھی تو تمہارا ہونا ہے۔ اس نے مخلوق کو بالکل چھوڑ نہیں دیا کہ مخلوق ہے' چابی دے دی' بالکل سیٹ کر دیا کائنات کو' ٹک ٹک ٹکا ٹک ہوتی جارہی ہے_____ ناں! اس نے بڑے سسٹم کے ساتھ یہ سب بنایا۔ ہر دل کے ساتھ دھڑکنوں کو گنتا ہے' وہ آنسو کی خبر رکھتا ہے' اور رات کی تاریکی میں' سیاہ راتوں کی سیاہ تاریکی میں' کالے پہاڑ پر چلنے والی چھوٹی چیونٹی کے دل کی دھڑکن کی آواز سنتا ہے' اسے دیکھتا ہے' وہ اتنا باخبر ہے۔ پتھر کے اندر جو کیڑا ہے اس کو بھی پانی پہنچا دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے اور کیا کیا نہیں کرتا' یہ سب جلوے ہیں۔ اب جلوے کو دیکھنے کا طریقہ_____ جلوے کا مفہوم سمجھ آ گیا' تم صاحبِ عقل ہو تو واقعات کے نتائج اور سبب پر غور کرو' آپ کو جلوہ عقل میں مل جائے گا۔ اگر تمہارے کان کام کرتے ہیں تو نغمات کی تلاش میں رہو' وہ نغمہ جو تمہیں دم بخود کر دے' وہاں جلوہ ہوگا۔ کہتا ہے پتہ نہیں کیا تھا' بلبل تھا کہ پرندہ تھا۔ کہتا ہے پھر؟ کہتا ہے پھر آگے نہیں چل سکے' وہاں ٹھہر گئے۔ کسی کی آواز تھی بھئی؟ کہتا ہے کہ بس آواز تھی' اس وقت زمین نے قدم پکڑ لیے۔ جہاں زمین نے تمہارے قدم پکڑ لیے ہیں' وہاں جلوہ ہے۔ سمجھے بات! اسی طرح چلتے چلتے نگاہ میں اچانک کوئی بندہ آ گیا' کہتا ہے پھر؟ کہتا ہے سفر ختم ہو گیا' پھر آگے نہیں گئے۔ اس نے کہا پڑھو قرآن شریف' بسم اللہ۔ بسم اللہ پڑھی اور آگے بند کر دیا۔ مُلّا نے اس کو کہا کہ پڑھو ''الف''۔ اس نے پڑھا۔ پھر اس نے کہا پڑھو ''ب'' اس نے کہا ''ب'' کی کیا ضرورت ہے' سبق بند ہی کر دیا۔ کہتا ہے ''ب'' نوں بنے لاؤ۔ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی آئے۔ یہ سب جلوے کی کہانیاں ہیں۔ اور یہ کائنات جلوے کا جلوہ ہے۔ آپ غور کیا کرو کہ اس کائنات کے اندر جلوہ تلاش کرنے والی پوری کائنات ہے۔ تاریخ کے اندر بادشاہ ہی بادشاہ ہیں حالانکہ وہ انسانوں کی تاریخ ہے' قوموں

کی تاریخ ہے مثلاً ابراہیم لودھی اور بابر کے درمیان جنگ ہوگئی ہے' حالانکہ فوجیں کٹ رہی تھیں مگر نام بادشاہوں کا ہے۔ اس لیے تاریخ ہے انسانوں کی' تاریخ ہے اور قسم کے لوگوں کی' جلوؤں کی تاریخ ہے' دنیا میں بے شمار جلوے آئے۔ ایک آدمی آیا' اس نے کہا تخت چھوڑ دو' ہم بادشاہت نہیں کر سکتے۔ اس نے کہا جہاں پناہ بادشاہ سلامت' تخت مل رہا ہے برطانیہ کا! And you are going to rule. پھر وہ جو عورت ہے' کہیں اور چلی جائے گی۔ کہتا ہے No. Not at all تخت کو چھوڑ دو' ہمیں نہیں چاہیے I can't do it without the help of a person whom I lov تو اس نے چھوڑ دیا تخت۔ یہ جلوہ ہے۔ ایک اور جلوہ نظر آیا اس آدمی کو۔

سوال:

کیا عیسائی کو کافر کہہ سکتے ہیں حضور؟

جواب:

اسلام کے بعد عیسائی کہاں رہ گیا۔ جب اللہ نے کہا کہ عیسائی اچھے لوگ ہیں' صحیح لوگ ہیں اور یہ فائنل مذہب ہے تو اب عیسائی کدھر سے رہ گئے۔ اب جو دین پرانا چلا آرہا ہے' جس کو نئے دین سے آشنا کیا گیا ہے' اور پھر وہ پرانے دین پہ اصرار کرے تو کافر سے بدتر ہے۔ اب اس کی عزت اللہ تعالیٰ نے اس لیے کی ہے کہ شادی وغیرہ کرلو کیونکہ اس کی نام کی نسبت رہی ہے۔ ورنہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے عیسائیت کا دین سرفراز ہوا' مقدس ہوا اور جب اللہ فائنل کر دے تو یہ اس میں نہ آئے۔ پھر وہ کیسے عیسائی رہ گیا' عیسائی نہیں رہ گیا۔ عیسائی ہوتا تو اللہ کا حکم مانتا' کسی پیغمبر کی بات مانتا' اب جب فائنل پیغمبر بھیج دیا گیا تو پھر اس کا اپنی جگہ پہ اصرار کرنے سے کیا مطلب۔ محروم ہوگیا _____ تو میں جلوے کی بات کر رہا تھا۔ ایک آدمی نے ایک ہرنی کا بچہ پکڑ لیا اور اس کو لے کے چلا گھر۔ پیچھے مڑ کے دیکھا تو اس کی ماں آرہی ہے۔ بچہ پکڑا ہوا ہے۔ ماں فریادی شکل میں ساتھ ساتھ چلی آرہی ہے' کوئی زنجیر نہیں' کوئی اور بات نہیں ہے۔ اب ماں

اس زمرے میں آرہی ہے کہ بچہ لے کے جارہا ہے اور وہ بچے کے پیچھے ہے۔ اس آدمی کے دل میں ایک اور جذبہ پیدا ہوا' اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ یہ بڑا جلوہ ہے کہ کس طرح ماں بچے کے پیچھے آرہی ہے' سبحان اللہ! بڑی محبت کی باتیں ہیں۔ اس بندے کے دل میں محبت پیدا ہوئی' اس کو اس نے چھوڑ دیا۔ اس رات کو ایک اور جلوہ پیدا ہو گیا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج سے تم ہمارے محبوب ہو۔ محبت کی اتنی قدر کی گئی ہے۔ جلوے ہی جلوے ہیں' رونقیں ہی رونقیں ہیں' محبتوں کی قدریں ہیں' محبت والے لوگ ہیں سارے۔ یہ اور قسم کے لوگ ہوتے ہیں' ان کے ہاں گنتی کا مال نہیں ہوتا۔ یہ محبت کے بڑے بڑے جلوے ہیں۔ کبھی آپ نگاہ کرو تو اس کائنات کے اندر ایک اور کائنات نظر آئے گی۔ غور یہ کرو _____ کوئی اور سوال پوچھو _____ بولو آپ _____

سوال:

کیا قرآن کی آیات سے تعویز لکھے جاسکتے ہیں؟

جواب:

نہیں' قرآن پاک کو تعویز بنانے سے بچو۔ تعویز بنانا' عملیات کے لیے استعمال کرنا' رمل کے لیے استعمال کرنا' اثر تو ضرور ہوگا لیکن اس بات کے لیے آپ قرآن کو Use نہ کرو۔ تعویز دینے والے جو ہیں وہ تعویز دیتے ہیں' تاثیر ہوتی ہے لیکن آپ جو اللہ تعالیٰ کو ماننے والے ہو' آپ ان باتوں سے تھوڑا سا گریز کرو۔ اعداد جو ہوتے ہیں' یہ اعداد ٹھیک ہیں' ایک جگہ ہے اربعین لیلیٰ یعنی چالیس راتیں' تمام اسماء کا' تمام اعداد کا ذکر ہے۔ کہ اول' ایک خدا' دو کا مقام' تین کا مقام' چار کا مقام' پانچ کا مقام ہے' تو یہ ذکر آتا ہے۔ یہ ذکر ایک رات آتا ہے اور یہ کہ ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اعداد میں راز ہے کہ نو انسان ہوں تو اور بات بنتی ہے' گیارہ انسان ہو تو اور بات بنتی ہے۔ ایک خاص راز کی بات بتائی گئی ہے کہ بستی میں گنتی کے اگر اتنے آدمی اللہ والے بن جائیں تو ایک خاص انقلاب

آ سکتا ہے۔ ایک اور بات کہتے ہیں درویش لوگ کہ اگر ننانوے عامل پیدا ہو جائیں' اور وہ ننانوے اسمائے الٰہی کے عامل ہوں' ایک کا کام یہ ہے کہ یا مبین کرتا جائے' دوسرا یا حی یا قیوم کرتا جائے' اس طرح دوسرے اسماء پڑھتے جائیں۔ اگر سارے عامل اکھٹے ایک مقام پر ہوں تو یہ کامل ورد ہو گیا۔ یہ آدمی جو ہے تاثیر پیدا کر سکتا ہے_____

اب نام کے اعداد کیسے نکالتے ہیں؟ نام کے حروف کے اعداد جمع کر لیتے ہیں اور اس کو اللہ کے اسم کا وظیفہ دیتے ہیں کہ یہ پڑھتے جاؤ' تو تاثیر ہو جاتی ہے۔ عدد جب عدد سے ٹیلی کر گیا تو نام تاثیر میں آ گیا۔ لیکن آپ اس بات سے گریز کرو' آپ اللہ کے بندے ہو' اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ ہر مشکل ٹل جائے گی۔ دنیا میں بچے پیدا ہونے ہیں' آدھے مرد اور آدھی عورتیں۔ جس کو پیر صاحب نے بیٹا دیا' وہ سکولوں میں جا کے دیکھے کہ کتنے بیٹے ہوتے ہیں اور کارپوریشن میں جا کے پتہ کریں کہ روز کتنے بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں نہ کوئی پیر ہے اور نہ مرید ہے' بیٹے ہی بیٹے ہیں۔ بیٹے بھی پیدا ہو گئے' بیٹیاں پیدا ہو گئیں۔ لمبی چوڑی کہانی کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ غریب ہیں اور وظیفہ کرتے جا رہے ہیں' غریب ہیں تو آپ سے زیادہ غریب لوگ بھی ہیں' یہ اور کہانی ہے۔ بس اپنے رجوع کو ٹھیک کرو' حالات کو ٹھیک کرنے کی بات نہیں' حالات تو ٹھیک ہو جائیں گے' محنت کے ساتھ چلتے جاؤ گزارہ کرتے جاؤ۔ یہ ایسی بات ہے کہ ؎

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

کبھی تنخواہ کم رہ جاتی ہے' کبھی خرچ بڑھ جاتا ہے' غریب آدمی کی زندگی کیسے پوری ہو۔ غریب کی بات سن لو' وہ ترقی کے بعد بھی غریب ہوتا ہے۔ آپ بھڑ کو لے لو' کوئی دن یا کوئی مہینہ ایسا نہیں ہو گا کہ بھڑوں نے ڈسنا چھوڑ دیا ہو یا بھول گئی ہوں۔ یہ اس کا مزاج ہے۔ بھڑ پر اچھا وقت آ گیا تو کیا وہ ڈسنا چھوڑ دے گی؟ برا وقت آ گیا تو بھی نہیں چھوڑے گی۔ ایک رات آندھی آئی اور آشیانے اڑ گئے' گھونسلے اڑ گئے اور بیچاری چڑیا بڑی پریشان ہوئی کہ

آشیانے اڑ گئے مگر صبح اٹھی تو اس نے وہی حمد گائی جو روز گاتی تھی۔ یہ ہے مزاج! اگر آپ مزاج اتنا ہی بنالو کہ آشیانے اڑ گئے' چار تنکے اڑ گئے' اپنی حمد جاری رکھو تو آپ کو بات سمجھ آجائے گی کہ اصل میں کیا بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اگر تم بدلنے والے' متلون مزاج ہو گئے کہ کل کو میرے حالات بہتر ہو جائیں' تو حالات کبھی بہتر نہیں ہوتے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ تخت پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی نیند حرام ہو رہی ہے' آج کل تو دیکھ رہے ہو کہ لوگوں کے پاس بادشاہت ہے' پلاٹ الاٹ ہوتے جا رہے ہیں' واقعات بنتے جا رہے ہیں مگر حالات اور نیندیں خراب ہوتی جا رہی ہیں یعنی کہ سایہ اپنے اصل سے ڈر رہا ہے' اصل سائے سے ڈر رہا ہے۔ راستے میں ایک شجر گرا پڑا ہے اور انا کا سایہ قائم ہے' درخت کٹ گیا اور انا قائم ہے۔ گر پڑے ہیں اور انا' اکڑ قائم ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آج کل آپ پوچھو کسی سے کہ تخت ہے اور نیند کیوں نہیں آئی۔ ڈرانے والا' اندر سے ڈرتا ہے۔ تو جو ڈرا رہا ہے اصل میں اندر سے وہ ڈر رہا ہے۔ سارے دوسروں کو ڈرا رہے ہیں اور اندر سے خود ڈر رہے ہیں۔ یہ میں آپ کی سیاست کی بات کہہ رہا ہوں۔ اصل میں ڈرتا کون نہیں ہے؟ وہ جو اللہ پر راضی ہو گیا۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں کل خوش ہو جاؤں گا وہ کبھی خوش نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ حالات بہتر کرنے والا قید خانے سے نکل کر پرائم منسٹر بن گیا اور انڈسٹری سے نکل کر چیف منسٹر بن گیا اور فلاں جگہ سے نکل کر فلاں جگہ پہنچ گیا۔ سکون آیا؟ سکون پہلے دن کا نام ہے اور آخری دن کا نام ہے۔ سکون کس کا نام ہے؟ مزاج کا۔ ہم نے ایسے آدمی دیکھے کہ غریبی میں سکون اور دولت مل گئی تو دولت میں سکون۔ مہمان آ گئے' ٹین خالی ہے آٹے کا تو سکون۔ ہے تو سکون' نہیں ہے تب بھی سکون۔ آپ اس پہ غور کر لو کہ اصل میں کیا بات ہے۔ سکون کیا ہے؟ جس کا آج سکون میں گزرا' اس کا کل بھی سکون میں ہوگا۔ اگر دولت میں مزاج کے حالات نہ بدلیں' غریبی میں بھی نہیں بدلیں گے۔ تو آپ سکون کے لیے یہ کہو کہ ہم ازل سے راضی ہیں' کچھ ہے تب راضی ہیں' نہیں ہے تب بھی راضی ہوں گے' ہر روز راضی ہیں' ہر صبح راضی ہیں۔ ہر شام راضی ہیں۔ اب حالات کیا ہیں؟ آپ کا حال' آپ کا خیال' آپ کا Soul'

روح۔ یہ کام جاری رکھو_____

اب نتیجہ کیا ملا؟ نتیجہ یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے بے قرار روحیں پیدا کی ہیں۔ وہ ہر حال میں بے قرار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نفوس مطمئنہ پیدا کئے ہیں' وہ ہر حال میں مطمئن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزار ازلی پیدا کئے ہیں' وہ ہر حال میں اطاعت کرتے ہیں' باغی بھی ازلی پیدا کئے ہیں۔ آپ دیکھتے جاؤ اور لطف لیتے جاؤ۔ بس آپ باغی لوگوں میں نہ ہونا اور ناشکرے لوگوں میں نہ ہونا۔ آج شکر ادا کرنا شروع کردو حالات آج سے ہی بہتر ہو جائیں گے۔ جس وقت سے تم نے شکر کا کلمہ کہا' حالات بہتر ہو گئے۔ حالات کب بہتر ہوں گے؟ جب شکر کرو گے۔ تو آپ شکر کیا کرو۔ بس اب دعا کرو_____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبناو شفیعنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

آمین برحمتک یاارحم الرٰحمین.

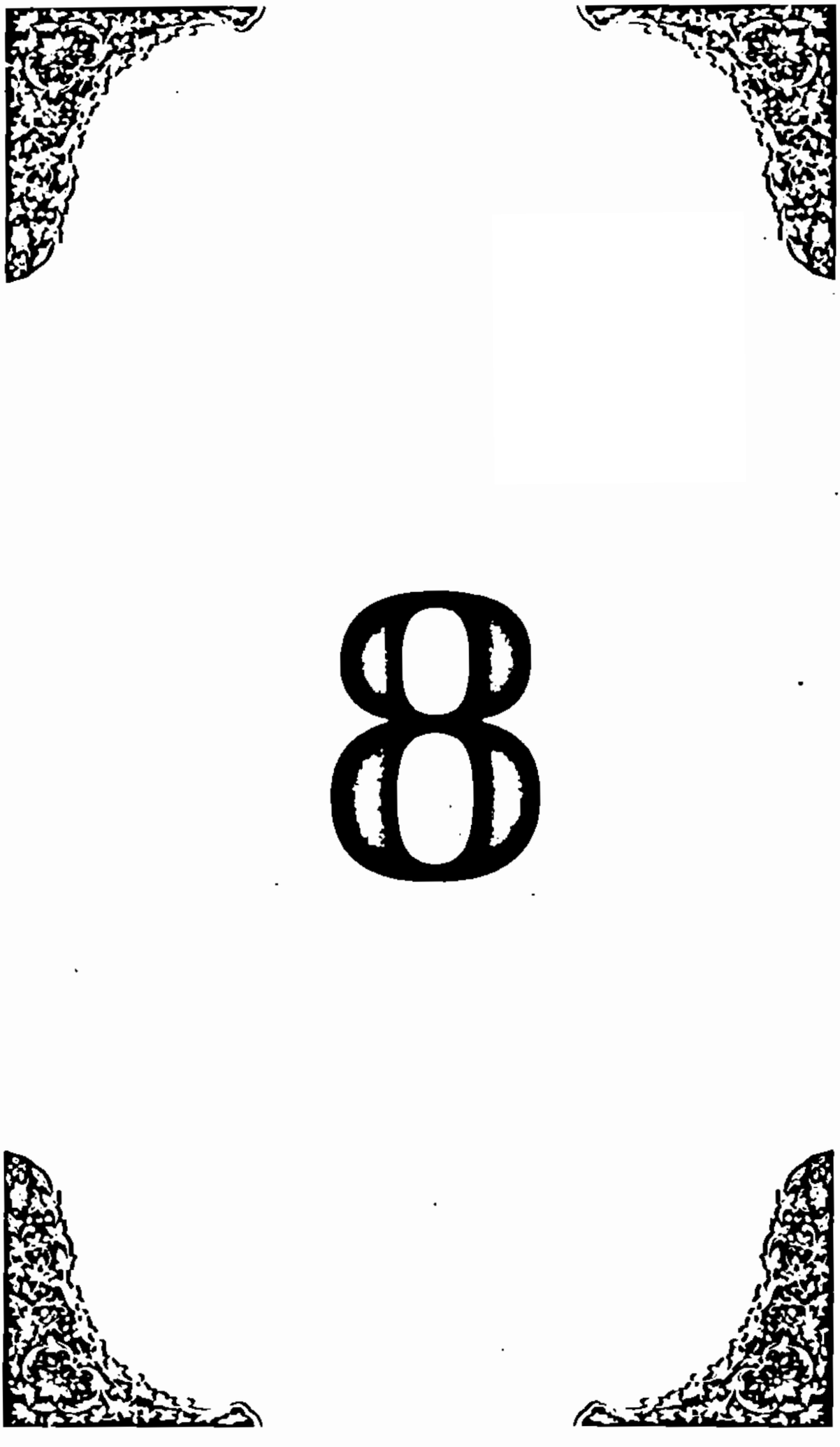

1 استخارہ کیا ہوتا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟

2 لوگوں سے میل جول رکھنا چاہیے یا نہیں؟

3 اطمینان خاطر، سکون کے متعلق کوئی راہنمائی فرمائیں؟

4 اس معاشرے میں رہ کر اس معاشرے کی ضروریات کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

پہلا سوال:

گزارش ہے کہ استخارہ کے متعلق فرمائیں کہ یہ کیا ہوتا ہے اور کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:

کوئی دوسرا سوال_____ فاروقی صاحب بولیں_____

دوسرا سوال:

جناب میں یہ کہتا ہوں کہ انسان عمر کے آخری حصے میں لوگوں سے کم میل جول رکھے، تنہائی میں رہے اور کچھ پڑھتا رہے۔ میل ملاقات میں تو ایسی باتیں آجاتی ہیں جو پریشانی کا باعث بھی بنتی ہیں اور بعض اوقات Destruction بھی پیدا کرتی ہیں۔ اس میں ضرور توجہ فرمائیں تاکہ ایسا کوئی تخلیہ وغیرہ میسر آسکے۔

جواب:

اور کوئی سوال_____ اقبال صاحب! کوئی بات پوچھیں_____

تیسرا سوال:

سر یہ جو اطمینان خاطر ہے، سکون ہے، اس کے متعلق کوئی راہنمائی فرمائیں۔

جواب:

حافظ صاحب جو استخارے کے بارے میں کہہ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ انسان کو زندگی میں بعض اوقات سمجھ نہیں آتی کہ اب کیا کیا جائے اگر تو زندگی میں ایک راستہ ہو تو پھر سوچنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ جہاں دو راستے آتے ہیں وہاں سوچ آتی ہے، یعنی جہاں

Choices ہوں' دو راستے ہوں کہ اب ہم کس راستے سے جائیں؟ جس آدمی کے پاس راستہ ہی ایک ہو' اسے سوچنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ دعا کرو کہ زندگی میں ایک ہی راستے کا سفر ملے کیونکہ دو راستوں میں سے ایک چننا پڑتا ہے۔ استخارہ تذبذب سے نجات کی راہ ہے۔ جہاں تذبذب پیدا ہو جائے کہ اب ہم کیا کریں تو استخارہ کرتے ہیں_____ اور زندگی میں ہر مقام پر تذبذب آ سکتا ہے۔ یہ مزاج ہوتا ہے۔ جس مزاج میں تذبذب ہو وہ کہتا ہے کہ یہ بات اچھی ہے' کر لی جائے۔ پھر سوچتا ہے کہ یہ کیا بات ہے؟_____ مثال بتائی گئی ہے دو پاگلوں کی۔ وہ کہنے لگے آؤ ہم مل کے بیڈمنٹن کھیلیں۔ نیٹ لگایا' ریکٹ منگائے' پھر کہنے لگے کہ چھوڑو یار' نہیں کھیلتے' لوگ سمجھیں گے ہم پاگل ہیں' کھیل بند ہی کر دو_____ تھے تو وہ پاگل ہی۔ تو دوسرا خیال جو ہے وہ پہلے خیال کو کاٹتا ہے۔ دو ساتھیوں کے خیال جب آپس میں Tally نہ کریں' مثلاً میاں بیوی جن کے مزاج میں باہمی رفاقت نہ ہو' وہاں دوسری آواز آ جاتی ہے۔ یا جہاں خاندان میں اختلاف ہو' وہاں سوچ پڑ جاتی ہے کہ اب کیا کیا جائے۔ ایک طریقہ تو یہ بتایا بزرگوں نے کہ جو پہلا خیال ہے اسے پورا کر دو' دوسرا خیال چھوڑتے جاؤ۔ آسان استخارہ تو یہ ہے۔ تو جو خیال آپ کے پاس پہلے آئے اُسے مان لو' دوسرا خیال چونکہ دوسری دفعہ آیا' اب ہم اسے نہیں مانتے چاہے وہ صحیح ہو۔ اب صحیح کیا ہوا؟ جو چیز پہلے آ گئی۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ پہلے تو دو چار غلطیاں ہوں گی' پھر اس کے بعد صحیح خیال ہی پہلے آیا کرے گا۔ پھر دوسرا خیال آنا بند ہو جائے گا۔ یہ دوسرا خیال جسے After Thought کہتے ہیں' یہ نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ تجربہ بڑا مشکل ہے' ٹریننگ مشکل ہے کہ گھر سے نکلا کہ چلو باہر لوگوں میں جایا جائے' جب بندوں میں پہنچا ہے تو کہتا ہے کہ کیا ملنا ہے' چھوڑو پرے' چلو گھر ہی بیٹھا جائے۔ پھر درمیان میں رہتا ہے' کبھی گھر' کبھی لوگوں میں' کبھی گھر_____ اس طرح تذبذب پیدا ہو جاتا ہے اور یہیں آ کے انسان کا سکون Disturb ہوتا ہے۔ استخارہ کا جو شرعی طریقہ ہے اس کی دعا کے الفاظ اس طرح سے ہیں۔ اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک

بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولااقدر وتعلم ولااعلم وانت علام الغیوب وستار العیوب ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه لی وان کنت تعلم ان ھذالا مرشرالی فی دینی ومعاشی وعاقبه امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به

اے اللہ میں تم سے سوال کرتا ہوں' تیرے علم کے ذریعے' تیری قدرتوں سے سوال کرتا ہوں' میں تیرے عظیم فضل سے تجھ سے سوال کرتا ہوں' تو قدرت رکھتا ہے' میں قدرت نہیں رکھتا' تو جانتا ہے میں نہیں جانتا' تو مخفی کو جانتا ہے' تو چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے' تو عیب چھپانے والا ہے' اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین اور معاش اور عاقبت کے لیے بہتر ہے تو اس کام کو میرے لیے آسان فرمادے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے دین' معاش اور عاقبت کے لیے اچھا نہیں ہے تو اس کام کو مجھ سے اور مجھے اس کام سے باز رکھ۔ اسے مجھ سے دور کر' مجھے اس سے دور کر اور میرے لیے نیکی کی راہ طے کر' آسانی مقرر فرما اور پھر مجھے اس راہ پر راضی رہنے کی توفیق دے۔

یہ ہے اس کی دعا۔ عشاء کے بعد دو نفل استخارے کے پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگی جاتی ہے۔ اگر عربی میں پڑھی جائے تو جیسے میں نے بتائی ہے۔ اگر عربی میں یاد نہ ہو تو Language میں نے بتائی ہے وہ کرلو۔ کہ تیرے علم اور تیری قدرت کے حوالے سے' لایا ہوں سوال اپنا' تیری بارگاہ میں' کہ تو جانتا ہے اور قدرت رکھتا ہے اور میں جانتا بھی نہیں اور قدرت بھی نہیں رکھتا' اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے آسان یا اچھا ہے' نیکی کے لیے' تو اس کام کو اور آسان فرمادے اور اسے مقرر کردے' اگر تو سمجھتا ہے کہ میرے لیے یہ کام مناسب نہیں تو اسے مجھ سے' مجھے اس سے جدا کردے' میرے لیے نیکی کی ایک راہ طے کر' مقرر کر اور پھر مجھے اس پر راضی رکھ۔ یہ دعا کرکے' کہتے یہ ہیں کہ اسی مصلے پر سو جاؤ۔ خواب میں اشارہ ہو جائے گا۔ ایک دن کرو' دوسرے دن کرو' ضرور اشارہ ہو جائے گا یا

کیفیت مرتب ہوجائے گی یا آواز سنی جائے گی یا ایسا حادثہ ہوجائے گا کہ دوسرا کام بند ہوجائے گا۔ یا یہ کام آپ سے چھن جائے گا۔ فیصلہ بہرحال ہوجائے گا۔ تین دن کے اندر اندر فیصلہ ہوجاتا ہے۔ یہ ہے استخارے کا طریقہ۔ اس کا دوسرا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ہم نے تو کرلیا فیصلہ' اب تو اس کو آسان فرما۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جنہوں نے استخارہ نہیں کیا' فیصلہ کرلیا۔ کہ'' یہ کام ہم نے کرلیا جی' اب اس کو تو کامیاب کر''۔ ایک بزرگ تھے' ان کا وصال ہوگیا' انہوں نے زندگی میں بہت سارے لوگوں کو خلافت عطا فرمائی۔ بزرگ بڑے مشہور تھے۔ جب آپ کا وصال ہوا تو ایک مرید صرف جنازے میں پہنچ سکے۔ خلافت اُن کی متوقع تھی لیکن دستار بندی نہیں ہوئی تھی۔ وہ وہاں پہنچے تو پیر صاحب کو سپرد خاک کیا جارہا تھا۔ انہوں نے کہا میری خلافت تو ہوئی نہیں ہے' لہٰذا توکلت علی اللہ اس چارپائی کی پائنتی جو تھی وہ نکال کے انہوں نے خود ہی اپنی دستار بندی کردی' خود ہی خلافت طے کرلی اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ اور جس آدمی نے پائنتی لپیٹی اپنے سر پر' ان کا نام تھا خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ۔ آپ جانتے ہیں ان کو کہ دین میں ان کی کتنی Contribution ہے اور پیر صاحب کا نام تھا محبوب الٰہی' سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ یا تو اپنے اعتماد سے کرگزرو کہ ہم نے توکلت علی اللہ تعالیٰ کام کردیا۔ اگر غلط ہے تب بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ یا پھر اس سے پوچھ کے چلو۔ اگر پوچھ کے چلو تو ہمیشہ پوچھ کے چلو۔ ورنہ یہ ہوگا کہ کبھی کبھی اللہ کو تکلیف دی' دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا بھی تو کیا پوچھا۔ کہتا ہے کہ'' جی چوری کروں یا ڈاکہ ڈالوں' یہ سوچ رہا ہوں' آپ ہی بتادو''۔ اگر دونوں کام ایسے ہی ہیں تو یہ کیا تم نے توکل کیا اور کیا تم نے اللہ کے بارے میں پوچھا۔ اگر نیکی میں شبہ ہو تو پوچھو۔ دنیاوی معاملات میں جو چاہو کرلو' چاہے دوکان بنالو' چاہے ہوٹل بنالو۔ میرا مطلب ہے کہ اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں پوچھنے لگ جاتے ہو' دوکان بناؤں کہ ہوٹل بناؤں' پیسہ گھر میں رکھوں کہ بنک میں رکھوں؟ تو یہ تو کوئی پوچھنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو کرنے والے کام ہیں' خود ہی کرلیا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ سے وہ بات پوچھو جس کا

تعلق دین سے ہو۔ دنیاوی کام تو خود ہی طے کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے خود تمہیں حق دیا ہے' مثلاً ''میں اپنی جائیداد پیسہ اولاد میں تقسیم کردوں یا نہ کروں''۔ یہ کیا پوچھنے والی بات ہے' ضرور کردو! نہیں کرنا چاہتے تو پھر کسی اور کو دے دو۔ یہ ہے آپ کا مسئلہ۔ آپ کا یہ مسئلہ بھی ہے کہ مرجاؤں تو پیچھے پیسہ وہ لے لے گا۔ یہ تو پھر ہوگا۔ کہتا ہے ''مرنے پہ مجھے اعتراض نہیں ہے مگر پیسہ کیسے دے کے جاؤں'' تو پیسہ پہلے دے دے۔ یہ اچھی بات ہے۔ تو بوڑھا آدمی لوگوں میں رہے یا گھر میں رہے اس کا دارومدار اس کے اپنے اوپر ہے۔ اگر گھر میں رہے لوگوں سے بچنے کے لیے' اور گھر میں رہنے کا اور کوئی جواز نہ ہو' تعلق باللہ نہ ہو تو بہتر ہے کہ تعلق بالدنیا ہی ہو۔ صرف تنہا رہنا' بغیر خیال کے' یہ تو ایک سزا ہے۔ اگر آپ کا تعلق ہو اللہ کے ساتھ تو پھر محفل ہو یا تنہائی ہو' دونوں ٹھیک ہیں۔ اگر اللہ سے تعلق نہیں ہے تو پھر تنہائی بھی عذاب ہے اور محفل بھی عذاب۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا تعلق کس ذات سے ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ پبلک سے ڈرنے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پیغمبروں کے لیے بھی اللہ نے یہی دنیا رکھی' کہ اسی کے اندر پیغمبری ہونی ہے' اسی کے اندر ولایت ہونی ہے' اسی کے اندر اللہ کی راہ اور نیکی کی راہ طے ہونی ہے۔ ایک مقام پر ہے کہ دنیا کو برا نہ کہو' زمانے کو برا نہ کہو' یہ سارے کا سارا اللہ کا رنگ ہے۔ ایک اور مقام پر ہے کہ زمانے کو بہت اچھا نہ سمجھو' یہ سارا غیر اللہ ہے۔ اب اس کے درمیان ہے ساری کہانی۔ اب اسی دنیا کو خیر بھی کہا گیا ہے' اسی دنیا کو شر بھی کہا گیا ہے۔ اسی کو عین حقیقت کہا گیا ہے' اسی کو غیر حقیقت کہا گیا ہے کہ دنیا جو ہے یہ چند روزہ کھیل ہے لیکن یہ بھی کہا گیا کہ وما ھو بالھزل یہ ہزل بھی نہیں ہے' رونق ہے۔ باطل بھی نہیں ہے اور عین حقیقت بھی نہیں ہے۔ یہ کائنات عکس حقیقت بھی ہے اور حجاب حقیقت بھی ہے۔ ''اس دنیا میں تم حقیقت نہیں پا سکتے'' اس کا جواب کیا ہے؟ کہ سماج آپ کو کبھی اللہ کے پاس جانے نہیں دے گا اور سماج ہی سے تم نے اللہ کا راستہ لینا ہے۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ اب آپ کے اپنے عقیدے پر دارومدار ہے کہ آپ کیا کریں گے' کیسے چلیں گے۔ اس لیے نیکی کا راستہ کوئی خاص راہ نہیں ہے کہ ''یہ جی ٹی روڈ نیکی کی طرف

جاتی ہے'' نیکی جو ہے آپ کے مزاج کا سفر ہے کہ آپ کہاں پر کیا کرتے ہیں_____ لوگوں کے ساتھ نیکی کرو' یہ بہتر ہے۔ جس طرح نیند کے بارے میں کہا گیا کہ نیند جو ہے وہ برے کے لیے بہت اچھی شے ہے اور اچھے آدمی کے لیے بہت بری شے ہے۔ برے آدمی کے لیے اس لیے اچھی ہے کہ وہ برائی سے بچ جاتا ہے اور اچھے آدمی کے لیے اس لیے بری ہے کہ جب وہ سو جاتا ہے تو اچھائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کے اعمال نیک ہوں' تو نہ سونا' نیکی جاری رکھنا اور اگر اعمال بد ہیں تو بہتر ہے کہ سو جاؤ۔ اسی طرح پبلک میں جانا ہے' لوگوں سے ملنے میں اگر نیکی بہتر ہوتی ہے تو پھر کرتے جاؤ اور اگر بدی کے بڑھنے کا امکان ہے تو نہ جاؤ۔ اس کا فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ سماج نہ نیک ہے نہ بد ہے' یہ آپ کے اپنے فیصلے کا نام ہے۔

باقی جو ہے سکون خاطر کی بات' وہ بہت مشکل سوال ہے۔ مطلب یہ کہ اطمینان کیسے ہو؟ پہلی بات تو یہ ہے کہ اطمینان کی تلاش اس بات کا ثبوت ہے کہ زندگی میں بے اطمینانی آ گئی ہے۔ بے اطمینانی کیوں آتی ہے؟ اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کے ذکر سے انسان کسی نہ کسی طور پر غافل ہو گیا۔ ایک جگہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ہمارے ذکر سے غافل ہو جائے تو اس کی معیشت' زندگی کی گاڑی کھینچنا جو ہے اس میں ہم دقت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی بلا سبب مشکل پیدا ہو گئی' پیسے اتنے ہی ہیں جتنے تم لاتے تھے لیکن دقت پیدا ہو رہی ہے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہونا' اللہ تعالیٰ کو رازق نہ ماننا اور اپنی محنت کو رازق ماننا_____ تو پھر محنت تک مشکل ہو جائے گی' دقت پیدا ہو جائے گی' پھر تذبذب پیدا ہو جائے گا' یا پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ اللہ کے ذکر کا مطلب ہے کہ جو الٰہیات کے فرائض ہیں وہ پورے کرتے جاؤ تو زندگی کے اندر سکون آ جائے گا۔ سکون کے اور بھی بہت سارے نسخے میں نے تجویز کئے ہیں آپ کے لیے۔ سکون کا آسان اور آخری نسخہ یہ ہے کہ سکون حاصل کرنا چھوڑ دو' سکون دینے کا فکر کرو کہ تم کتنی دنیا کو سکون دے رہے ہو۔ جو شخص

سکون دینا شروع کر دیتا ہے' اس کو سکون خود بخود ملنے لگ جاتا ہے۔ دوسروں کو سکون دو' کسی بے سکون کو سکون دو۔ جب آپ کی زندگی سکون ساز ہو جائے گی' سکون دینے والی ہو جائے گی تو خود بخود سکون ملنا شروع ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جاری رکھنا۔ ذکر ایک تو یہ ہے کہ اللہ اللہ کرنا' لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنا۔ ایک ذکر یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں پر تنقید نہ کرنا۔ یہ ذکر کا حصہ ہے۔ ذکر یہ ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کر رہے ہو' اللہ کو یاد کر رہے ہو' اتنے میں اطلاع آئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر میں چوری کرا دی' اب آپ اللہ کو یاد کر رہے ہو' اس کو مان رہے ہو' اب اس کے عمل پر اعتراض کرنا چھوڑ دو۔ ذکر کی یہ کیفیت ہے کہ جو تیری رضا ہے سو میری رضا ہے' جو تو کر رہا ہے میں اس پر راضی ہوں۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو زندگی میں سکون نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی بے سکونی رہتی نہیں ہے۔ بے سکونی تمنا کا نام ہے۔ جب تمنا تابعِ فرمانِ الٰہی ہو جائے تو سکون شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے کوئی اضطراب نہیں رہتا' خواہش نکل جائے تو اضطراب ختم ہو جاتا ہے۔ ایک اور آسان نسخہ یہ ہے کہ کہنا مان کے چلنے والا سکون میں رہتا ہے۔ اب اس کا اپنا عمل ہی کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنا مانتا ہے۔ کہ ''یہاں بیٹھ جاؤ'' تو وہ بیٹھ جاتا ہے'' ''یہاں سے اٹھ جاؤ'' تو وہ اٹھ جاتا ہے۔ اب سکون ہی سکون ہے۔ تو اپنے عمل سے اپنا آپ نکال دو۔ آپ کا عمل' آپ کا اپنا ارادہ نہ ہو' اپنے عمل کو کسی اور کا ارادہ بنا لو' زندگی میں سکون آ جائے گا۔ اور اس کا تیسرا نسخہ یہ ہے کہ وہ چیز جو زندگی میں آپ کو سب سے اچھی نظر آتی ہے' اسے تقسیم کرنا شروع کر دو' سکون آ جائے گا۔ جس چیز کو آج تک اکٹھا کرتے آ رہے ہوں اور پتہ چلا کہ سکون نہیں دے رہی ہے' اب اسے تقسیم کرنا شروع کر دو تو سکون ہو جائے گا۔ جو آپ نے اکٹھے کیے' پیسے کی شکل میں' اشیاء کی شکل میں' حالات کی شکل میں' اب تقسیم کرو گے تو سکون مل جائے گا۔ کسی ایسے آدمی کو ڈھونڈو جس کو آپ کے تعاون کی ضرورت ہو اور اس کی زندگی کو آسان بنا دو۔ آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے' اس کا نسخہ نہیں ہے۔ راضی رکھنے والوں کو سکون مل جاتا ہے۔ تقاضہ ترک کر دینے والوں

کو سکون مل جاتا ہے۔ شکایت چھوڑنے والوں کو سکون مل جاتا ہے۔ پیسے سے محبت بند کر دینے والوں کو سکون مل جاتا ہے' بڑوں کے ادب سے سکون مل جاتا ہے اور اپنی آخرت اور عاقبت اور موت کو یاد رکھنے والوں کو سکون مل جاتا ہے۔ جس کو موت یاد ہو جائے اس کو سکون ضرور مل جاتا ہے۔ لوگ اپنے بزرگوں کے پاس نسخہ پوچھنے کے لیے گئے کہ نسخہ بتائیں کہ سکون مل جائے۔ انہوں نے کہا ایک کام ضرور کرو کہ موت کو ساتھ لے کے سویا کرو۔ کہ آپ سونے جا رہے ہیں' اب پتہ نہیں اٹھنا ہے کہ نہیں اٹھنا' اللہ کے نام کو جپو اور سو جاؤ' پھر سکون ہی سکون ہے۔ سکون کا معنی ہے اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی تمنا ترک کر دینا۔ مضبوط کا کوئی سوال نہیں ہوتا ہے' اللہ حافظ ہے' کہ بچانے والا جو ہے وہ مارنے والے سے زیادہ طاقتور ہے۔ کبھی یہ محسوس ہو جائے تو سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی کا حق غصب نہ کیا جائے تو سکون آ جاتا ہے۔ اپنے مال کا جائزہ لیا جائے' اس کے اندر یتیم کا مال نہ کھاؤ۔ یتیم کا مال نہیں آنا چاہیے۔ کہتے ہیں کسی ایسے آدمی کا مال آپ کے مال میں شامل نہ ہو جو آزردہ انسان ہو' یا کسی تنگ دل کا مال نہ کھاؤ۔ اس کے ہاں کھانا بھی نہ کھاؤ۔ تنگ دل انسان سے بچ کر رہو تو سکون مل جائے گا۔ سخی دل انسان سے ملا کرو۔ سخی دل سے تم کچھ لے بھی لو گے تو بھی وہ تمہارے لیے دعا کرے گا کہ یہ دیکھو کتنا اچھا انسان ہے' اس نے چیز پسند کی اور ہم نے دے دی۔ تنگ دل سے بچو۔ اور باقی یہ ہے کہ سکون کے لیے درود شریف پڑھو۔ سب سے اچھی بات یہ ہے۔ اور جب ایک جگہ سکون نہ ملے تو کسی دوسری جگہ چلے جاؤ۔ ایک کہانی سنائی تھی آپ کو؟ ایک آدمی کو گھر میں سکون نہیں تھا۔ گھر کے جو افراد تھے مثلاً بیگم صاحبہ کے ساتھ سکون والی بات ذرا مشکل تھی۔ ایک دن وہ کہنے لگا'' بات یہ ہے بھلے مانس' میں سکون قلب کے لیے سفر کرنا چاہتا ہوں' میں جا رہا ہوں یہاں سے کسی اور علاقے میں تا کہ کچھ عرصہ اللہ کو یاد کروں اور سکون قلب کی تلاش کروں' میرے لیے دعا کر کہ میں وہاں پہنچ جاؤں'' بیوی سمجھ گئی کہ یہ مجھ سے بیزار ہے۔ کہتی ہے'' بات یہ ہے کہ نیکی کا سفر ہے' میں بھی تیرے ساتھ چلتی ہوں' دونوں کو سکون ملے گا'' کہتا ہے'' رہنے دو' میری قسمت میں سکون

نہیں ہے' میں یہیں مروں گا'' تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اردگرد کے افراد پسند نہیں ہوتے اور ہم سمجھتے ہیں کہ سکون کہیں اور ڈھونڈنا ہے۔ یہ جو اردگرد کے'' بے وقوف'' چہرے ہیں' ان کو اگر پسند کرلو تو سکون مل جائے گا۔ کیا ہے؟ اردگرد کے'' بے وقوف'' چہرے' مانوس چہرے' یہ جو بچے ہیں' ان کی ماں ہے' بھائی ہے۔ تمہارے لیے یہ سارے کے سارے'' بے وقوف'' لوگ ہیں' ان'' بے وقوفوں'' کے ساتھ صحیح گزارہ کرنے کی تمنا ہو جائے تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ داناؤں نے جاہلوں کے ساتھ گزارہ کیا اور پیغمبروں نے منکروں کے ساتھ Deal کیا اور بڑوں نے چھوٹوں کے ساتھ وقت گزارا۔ دانائی کی بات یہ ہے کہ بڑا غرور نہ کرے۔ لوگوں نے بڑی بڑی کہانیاں لکھی ہیں' بڑے اور چھوٹے کی بات پر۔ ایک دفعہ ایک جگہ بڑ کا درخت تھا' بہت اونچا' بہت بلند۔ اس کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پھول کا پودا اگا۔ پھول اپنی خوشبو میں مست اور وہ درخت اپنی بلندی میں۔ دونوں کا ڈائیلاگ ہو گیا۔ اس نے کہا ہم بہتر ہیں' اُس نے کہا ہم بہتر ہیں۔ پھول نے کہا بات یہ ہے کہ تیرے پاس خوشبو نہیں' میرے پاس خوشبو ہے' پھول نے ذرا غرور کیا' درخت نے مائنڈ کیا' بڑا تھا ناں' اس کے اوپر ہی گر گیا۔ نہ وہ رہا' نہ وہ رہا۔ کہتے ہیں کہ تم جس طرح ہو' دوسرے کو Acknowledge کرو ورنہ وہ تمہارا سکون برباد کر دے گا۔ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو ورنہ وہ تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔ بڑی دقت پیدا کر سکتا ہے۔

اس لیے یہ سارے سکون کے نسخے ہیں۔ یہ سارا ہنگامہ جو آپ کے گرد پھیلا ہوا ہے' یہ سارا سکون ہے۔ اس سارے پر Agree کرو' سب پہ اعتبار کرو' نالائق بچوں کو پسند کرو' تاکہ آپ کی لیاقت ظاہر ہو۔ اور جو اردگرد کا محلہ ہے'' گندہ محلہ'' اس کو ذرا اچھا سمجھو۔ دوست سارے بے وقوف ہیں؟ ان کو دانا سمجھو۔'' فٹافٹ ہی گھر آ کے چائے پی جاتے ہیں'' اگر وہ چائے پی جاتے ہیں تو چائے پلانے کی استعداد کو اللہ کی رحمت سمجھو۔ سکون آپ کے علاوہ جگہ کا نام نہیں ہے۔ اسی جگہ کے اندر خوش ہونے کا نام ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ سکون کل ملے گا' اسے کبھی نہیں ملے گا۔ سکون آج ملے گا۔ کب ملتا ہے؟ جب یہ کہے کہ یہ جو

کچھ میرے سامنے ہے میں اس پہ راضی ہوں۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو ماحول سے بلند سمجھتا ہے سکون نہیں پائے گا۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے ماحول سے نیچا سمجھتا ہے وہ بھی سکون نہیں پائے گا۔

چھوٹے چھوٹے مسئلوں کی خاطر بے سکون نہ ہو جایا کرو' اب جیسے بچوں کی شادی کا مسئلہ ہے تو تیرے باپ کی شادی ہو گئی تھی' تیرے بچوں کی بھی ہو جائے گی۔ شادی پیسوں سے ہوتی ہے یا کہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے؟ جو شخص بچوں کی شادی کے لیے تذبذب میں پڑتا ہے' دقت میں پڑتا ہے' اس کا ایمان کمزور ہے۔ ''اب ہم کیا کریں گے؟'' جس نے پیدا فرمایا وہ انتظام فرمائے گا۔ کبھی اس بات کی تشویش نہ کرنا۔ یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ سکون کے اندر پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ رزق کے بارے میں ایمان کی پریشانی کو دو چیزوں سے بچایا گیا ہے' رزق کے بارے میں پریشان نہ ہونا اور موت سے ڈرنا ناں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا رزق مقرر ہے۔ وما من دابة فی الارض الاعلی اللّٰہ رزقھا جو کچھ زمین میں تخلیق ہو گیا ہے اللہ کے پاس ہے اس کا رزق۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ رزق اللہ کے پاس ہے تو پھر رزق کی تلاش نہ کرو' کیونکہ یہ غیر ہے۔ آپ پھر اللہ کو تلاش کرو جس کے پاس تمہارا رزق ہے۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ اور جو موت کی بات ہے' زندگی جو ہے پوری کی پوری' حفاظت کے باوجود' آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ یہ واقعہ آج ہو' کل ہو' گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ پرانے لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہوا' انہوں نے حفاظتوں کے اندر زندگی کو محفوظ رکھا' دوائیاں دیں' خوراکیں دیں مگر زندگی نکل گئی۔ ڈاکٹر صاحب بھی چلے گئے' مریض صاحب بھی چلے گئے۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

پرانے باغ بھی چلے گئے۔ اس لیے موت کا ڈر نہ رکھو' غریب ہونے کا ڈر نہ رکھو۔ سکون مل جائے گا۔ سکون کا مطلب صرف یہی ہوتا ہے کہ اپنے ماحول میں اپنے آپ کو Adjust رکھنا۔ نہ زیادہ کی تمنا کرنا' نہ کم کی۔ اس لیے بہت ضروری ہے کہ اپنے آپ کو سکون میں

رکھو۔ سکون کب خراب ہوتا ہے؟ جب تمنا حال سے بڑھ جائے۔ جس آدمی کا خرچ آمدن سے ایک روپیہ زیادہ ہوگیا تو سمجھو کہ پریشانی شروع ہوگئی۔ اگر آپ آمدن نہیں بڑھا سکتے تو خرچ کم کردو۔ تو آسانی ہوجائے گی۔ سکون پیدا ہوجائے گا۔ سکون اصل میں رضا کا نام ہے۔ خواہش اور حاصل جب دونوں برابر ہوجاتے ہیں تو سکون ہوجاتا ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے تابع رکھو' سکون مل جائے گا۔ کسی کو سکون دینے سے سکون مل جائے گا۔ کسی نہ کسی بزرگ کے کہنے پر اگر چلو گے تو سکون مل ہی جائے گا۔ تو سکون کے بڑے بڑے نسخے ہیں۔ تو سکون قلب جو ہے یہ اللہ کی رحمت ہے' خیرات سے مل جاتا ہے' سخاوت سے مل جاتا ہے' کسی کو معاف کردینے سے مل جاتا ہے' کسی سے معافی مانگنے سے مل جاتا ہے۔ دو کام آپ ضرور کرو' ہر روز کسی کو معاف کرو' ہر روز کسی سے معافی مانگتے چلے جاؤ' سکون ہی سکون ہے' اور جس کو تم نے معاف نہیں کرنا' اس کو بھی معاف کردو۔ جس نے آپ کے گھر چوری کی' اس کو بھی معاف کردو۔ اور جو آپ نے کیا ہے وہ بھی معاف کرالو۔ سکون ہی سکون ہے۔ یہاں اپنا کچھ ہے ہی نہیں صرف سکون ہی سکون ہے_____ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ عزرائیل ایک آدمی کے پاس گیا اور کہا سلام۔ بندہ اپنے پیسے گن رہا تھا کہتا ہے کہ تو کون ہے؟ کہتا ہے میں ہی تو ہوں' عزرائیل' ٹائم ہوگیا چلو۔ کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ مجھے سمجھ تو آگئی کہ تم ساتھ لے کے جاؤ گے لیکن یہ سامان تو آگے پہنچادو' یہ میں کیسے چھوڑ جاؤں۔ عزرائیل کہتا ہے کہ یہ سامان تو نہیں جاسکتا۔ تو بات یہ ہے کہ تم نے جانا ہے' سامان نے نہیں جانا۔ سامان کو وقت سے پہلے چھوڑ دو۔ سکون کیا ہے؟ تمہارے ہاتھ جو ہیں چیزوں کو پکڑنے میں مصروف ہیں' اور چیزیں یہیں رہ جائیں گی۔ ایک بار اگر ان چیزوں کو چھوڑ دو' خیال چھوڑ دو' واقعات کو بھی چھوڑ دو' اولاد کو بھی چھوڑ دو' چلتے جاؤ' خواہش کو آزاد چھوڑ دو' تو پھر تمہیں سکون سمجھ آئے۔ سکون اس کے لیے ہے جو اپنی ذات کے لیے زیادہ تمنا نہ رکھے۔ اللہ کے فضل کی خواہش ہوجائے تو انسان سکون میں رہے گا۔ تو سکون اللہ کے فضل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کیا کرو۔ ذکر جو ہے بغیر خواہش کے ہونا چاہیے۔ جب اللہ کا ذکر

کر رہے ہو' تنہائی میں بیٹھے ہو یا محفل میں' پھر ذکر کے بعد دعا نہ کیا کرو کہ یا اللہ کچھ پیسے ویسے دے دے۔ پھر ذکر تم نے کیا کیا۔ تو محبت کو کاروبار نہ بناؤ۔ کیا کہا؟ محبت کو صرف محبت کی حد تک رکھو۔ اللہ تعالیٰ اگر کبھی محبت کا جواب دے دے تو تم فٹافٹ ہی اس سے تقاضہ کرو گے کہ یہ دے دو' وہ دے دو۔ اللہ تعالیٰ سے اللہ کی رضا کے علاوہ کچھ نہ مانگو۔ اس کی رضا' اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے۔ اشیاء نہ مانگو۔ پھر سکون ہی سکون ہے۔

اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ سب لوگوں کے سکون کے لیے سب لوگ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سکون نازل فرمائے۔ زمانے کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ اس زمانے میں سکون ہو۔ اس زمانے میں سکون کی آرزو ؎

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرض حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال
اس زمانے میں سکوں کی آرزو
اس زمانے میں سکوں ملنا محال

اس زمانے میں سکون ذرا مشکل سے ملتا ہے۔ تو اسی زمانے میں ہی سکون چاہیے۔ پھر وہی پرانا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔

لا پھر وہی بادہ و جام اے ساقی

سکون کا وہی طریقہ ہے جو بزرگوں نے بتایا تھا۔ پھر اس قسم کی سادہ زندگی بنالو' اسی طرح ایکا بنالو' پھر ایک دوسرے کا احترام کرنا شروع کردو' ٹوٹے ہوئے خاندانوں کو جوڑنا شروع کردو' سکون آنا شروع ہو جائے گا۔ تم اپنے اصل سے بھاگے ہوئے ہو' کوئی اپنے گاؤں سے بھاگ کے شہر آ گیا'' ہمارے وہ چچے مامے ان پڑھ لوگ ہیں' ہم تو بڑے اعلیٰ لوگ ہیں' پڑھے لکھے لوگ ہیں'' اگر آپ اپنے پرانے تعلقات کو بحال کر لو تو پھر سکون آ جائے گا۔ سکون ہی سکون ہے۔ پرانے رشتوں کا احترام کرو۔ بھائی جو ہے اگر کمزور ہے تو اس کو بھائی

سمجھنا شروع کردو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سکون مل جائے گا۔ دوسروں کو حق دے دو' اپنا حق معاف کردو' سکون مل جائے گا۔

اور سوال کرو _____ ڈاکٹر صاحب بولو _____ بولو بولو شاباش _____ پوچھو _____

سوال:

اس معاشرے میں رہ کر اس کی ضروریات کو کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

جواب:

اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس کو چھوڑنا' آپ ذرا سوال کی وضاحت کرو۔ سوال کو اور Elaborate کرو۔

سوال:

ایک انسان رزق کما رہا ہے دوکان پر۔ عملاً اس کی کوئی خواہش نہیں ہے کہ رزق کمائے _____

جواب:

یہ بات نہیں ہے۔ اگر رزق کمانے کا عمل آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرو تو پھر آپ کو ایک بات سمجھ آجائے گی۔ ایک آدمی ملا' کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کی ہے ہمارے بزرگوں نے' جب سے دعا کی ہے' کامیابی سے کاروبار چل رہا ہے اور بہت آمدن ہوتی ہے۔ اب وہ جو مقصد حاصل کر رہا ہے اس کو نفع بھائیوں سے ملنا ہے' تھوڑی چیز کو تھوڑی Investment کے ساتھ زیادہ Return جو ہے وہ اس دکاندار کو حاصل ہو رہی ہے۔ اب یہ جتنا بھی مال آرہا ہے یہ کسی اور کے ہاتھ سے آرہا ہے۔ سکون کی بات یہ ہے اور تضاد یہاں نکل جاتا ہے کہ آپ اپنی اس سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں تو انصاف کرنا شروع کردو _____ کہ یہ حق ہے' یہ حق نہیں ہے۔ اب وہیں پر اپنے لیے چھوٹا سا محاسبہ شروع کردو تو سکون ہو جائے گا' تضاد نہیں آئے گا۔ اس معاشرے میں رہ کر بھی آپ اس معاشرے کی

برائیوں سے نجات پا سکتے ہو۔ اس لیے ملوث نہ ہو جاؤ۔ اس نالے کے اندر بہہ نہ جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ کبھی ایسا وقت آئے' حالات ایسے ہو جائیں اور تمہاری زندگیاں بڑی مصروف ہو جائیں' تم نے VCR بھی دیکھنا ہو' ٹیلی ویژن بھی دیکھنا ہو تو اس زمانے میں تین نمازیں پڑھ لینا۔ وہ حکم جوں کا توں ہے۔ پیدائش جوں کی توں ہے' موت اپنے ٹائم پر جوں کی توں ہے' بیماریاں اپنے مقام پر کھڑی ہیں' صحت اپنی جگہ ہے۔ بنیادی سوال ویسے کا ویسا ہے' انسان کی زندگی کتنی بھی ماڈرن ہو گئی ہو وہ کھاتا اسی طرح ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں آیا۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ آج کا معاشرہ مختلف ہے' تو یہ کوئی مختلف معاشرہ نہیں ہے۔ آج کا معاشرہ اس صورت میں مختلف ہوتا کہ آج کے Developed شہر میں قبرستان نہ ہوتے۔ سائنس نے بہت کچھ کیا لیکن شہر سے قبرستان نہیں نکال سکی۔ یہ عجیب سی بات ہے کہ اتنے انسان حفاظت کرتے ہیں' ڈاکٹر حفاظت کرتے ہیں' سارے ہسپتال حفاظت کرتے ہیں' ہر طرح سے انسان کا خیال کرتے کرتے' پھر انسان ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ یہ جواب دہی جو ہے' آپ سماج کو جواب دو نہیں ہیں' بلکہ آپ اللہ کو جواب دہ ہیں۔ ایک بار یہ سمجھ آ جائے کہ میں تمہارا جواب دہ نہیں ہوں' اللہ کا جواب دہ ہوں' پھر یہ تضاد نہیں رہے گا۔ تضاد ہوتا ہی کوئی نہیں ہے۔ رزق آپ کمار ہے ہو' اولاد کے لیے' اپنے کام کے لیے اور اگر رزق جمع کرنے کے لیے کمار ہے ہو تو یہاں پر خطرہ ہے۔ اس کو استعمال کے لیے کماؤ۔ پھر کوئی تضاد نہیں ہو گا۔ جتنی آپ کو ضرورت ہو گی ملتا جائے گا۔ جتنا کمالیا اب اس کو مناسب استعمال کرو تا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کرے۔ اس زمانے میں بھی وہی زمانہ چل رہا ہے جو پہلا زمانہ مقرر تھا۔ جس نے دین آپ پر واضح فرمایا اس کا دین آج بھی ویسے کا ویسا چل رہا ہے۔ قرآن کی Condensed Form نہیں آئی ابھی تک۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ خلاصہ ہوتا' کہ بڑی کتاب تھی' اب ہم نے اس میں سے مشکل چیزیں نکال دی ہیں' آج کے بعد یہ قرآن ہونا چاہیے _____ یہ نہیں ہوا۔ کوئی کہے ڈائجسٹ ہونا چاہیے' کوئی نہیں آیا۔ قرآن ویسے کا ویسا ہے۔ نمازیں ویسی کی

ویسی ہیں' حج ویسے کا ویسا ہے_____ تو دین کے حوالے سے بنیادی عقائد وہی ہیں' واقعات وہی ہیں' دین کے حوالے سے زندگیDevelop نہیں ہوئی ہے' زندگی وہی کی وہی ہے۔ بلکہ آج کی زندگی' دین کے حوالے سے محروم ہوگئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں تضاد کوئی نہیں ہے۔ تضاد اس میں تب ہوگا جب سائنس اور مذہب کا مقابلہ کروگے۔ پھر بڑا تضاد پیدا ہوگا۔ سائنس اور مذہب میں فرق کیا ہے؟ سائنس مستقبل کی طرف لے جانا چاہتی ہے' مذہب ماضی کی طرف لے جانا چاہتا ہے' بس سوچ لو جانا کدھر ہے۔ سائنس مستقبل کی طرف اشارہ بتائے گی کہ تمہاری زندگی میں یہ آجائے گا' وہ آجائے گا' پھر تمہاری زندگیاں آسان ہوجائیں گی' سب کے پاس موٹریں آجائیں گی' انسان بہتDeveloped ہوجائے گا۔ مذہب کہتا ہے کہ آ تمہیں پرانی بارگاہوں میں لے چلیں' تمہیں ان مقامات تک لے چلیں' وہاں اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ تو اس مقام کی طرف چلو۔ مذہب ہمیشہ ماضی کی طرف چلتا ہے' ماضی کی آسان زندگی کی طرف چلتا ہے اور سائنس جو ہے مستقبل کیComplication کی طرف لے جاتی ہے۔ آج کا انسان درمیان میں کھڑے کا کھڑا ہے کہ میں کس کی لاج نبھاؤں۔ اس کا حل یہ ہے کہ سائنس سے آسانی حاصل کرتے جاؤ اور مذہب سے رجوع کرتے جاؤ۔ تو مذہب کیا ہے؟ ماضی کی طرف دیکھنا۔ ماضی آپ کا کب شروع ہوتا ہے؟ سال ہجری کی ابتدا سے۔ یہ آپ کا ماضی ہے۔ آپ کا ماضی' مذہب کا ماضی جو ہے' یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے شروع ہوگا۔ اب یہ فاصلہ جو چودہ سو سال کا ہے' اس کو طے کرنا مذہب ہے۔ ادھر رجوع کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے' یہ کل مذہب ہے۔ مذہب کا معنی یہ ہے کہ زمین سے خدا کا فاصلہ کم کرو اور آج سے چودہ سو سال پہلے کا فاصلہ طے کرو۔ یہ کل مذہب ہوگا۔ سائنس آپ کو کہے گی کہ اس کو چھوڑو' دنیا کے عنوانات دیکھو' آسمان کی سیر کرو' ستاروں کو دیکھو' سیاروں کو دیکھو' اور آنے والے زمانوں کو دیکھو' برق رفتاریاں دیکھو' چاند پر انسان کیسے Land کرتا ہے_____ سائنس گلیمر دیتی ہے' آپ کو چمک دیتی ہے اور مذہب جو ہے

آپ کو حقیقت آشنا کراتا ہے۔ اقبال نے ایک شعر کہا تھا ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنا اور بات ہے' زندگی کی شب تاریک کو سحر کرنا اور چیز ہے۔ بلندی پر جاؤ تو یہ یاد رکھنا کہ آنا آپ نے میانی صاحب میں ہے' آخری سٹیشن' پلیٹ فارم نمبر چار۔ اس سے آگے آپ نے جانا نہیں ہے جتنا مرضی بھاگو۔ میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی کے گھر چوری ہوگئی' چور ملتا نہیں تھا' وہ آدمی سیانا تھا' میانی صاحب کے قبرستان جا کر بیٹھ گیا_____ کہتا ہے آئے گا تو آخر یہیں پر_____ بات تو یہ ہے کہ آخر جانا وہاں ہے۔ اس لیے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ یہ مقابلہ ہوتا ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا' میں پیچھے رہ جاؤں گا' اصل میں یہ مقابلے وغیرہ نہیں ہوتا۔ سارے یہیں رہتے ہیں اور پھر سارے یہاں سے نکل جاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ پچاس سال اور کا کھیل ہے' کچھ دقتیں ہیں' کچھ آنسو ہیں' کچھ مسکراہٹیں ہیں_____ پھر سارے کا سارا پلیٹ فارم اٹھ جائے گا۔ میں نے کہا تھا کہ شہر بھرے رہتے ہیں اور بندے نہیں ملتے۔ کبھی آپ نے دیکھا' کبھی اپنے شہر میں جاؤ' اپنے گاؤں میں جاؤ' بھرا ہوا بازار ہوگا لیکن وہ چہرے جو آپ کے آشنا ہوں گے وہ نہیں ملیں گے۔ تو اس بات کو یاد رکھو کہ شہر خالی ہو جاتے ہیں اور شہر بھرے رہتے ہیں۔ بھرے ہوئے خالی کیسے ہوگئے؟ کہتا ہے بس بھرے ہوئے ہیں' لوگ ہی لوگ ہیں' لیکن آشنا لوگ کوئی نہیں رہ گئے۔ تم گنو' آشنا لوگ کیسے تمہارے سامنے ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ جب آشنا ختم ہو گئے تو بھرے بازار کو ہم کیا کریں گے۔ اس لیے یہ کہتا ہے کہ شہر میں ویرانی بڑی ہے۔ شہر میں لوگ بڑے ہیں پر ویرانی بھی بڑی ہے۔ بھیڑ ہی بھیڑ ہے اور شہر خالی ہے۔ تو وہ چہرہ' وہ صورتیں جو آپ کی آشنا تھیں' ایک ایک کر کے رخصت

ہوگئیں۔ اب چہرے ہیں لیکن صورت کوئی نہیں رہ گئی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ اس بات کو سمجھو تو پھر اس میں تضاد کوئی نہیں آئے گا۔ تو آپ اس بات کو دیکھو میلہ دیکھو میلہ دیکھنا ہے اس میں دوکان نہیں بنالینی۔ میلہ ہے بس جا کے دیکھو۔ کہ بندے ہیں اور بندہ کوئی نہیں ملتا۔ بندے موجود ہیں اور اپنا بندہ کوئی نہیں ملتا۔ شہر بھرے ہوئے ہیں اور شہر خالی ہیں۔ بہت زیادہ تکلیف نہ کرو کہ ہم نے یہ کرنا ہے اور ہم نے وہ کرنا ہے۔ کہاں پورا ہوسکتا ہے انسان۔ عبادت میں زیادہ دِقت کی بات نہیں ہے نیت صاف کرلو۔ صرف نیت صاف کرلو۔ اور صاف نیت کے بعد جو عبادت ہے وہ اللہ تعالیٰ بہت منظور فرماتا ہے۔ نیت کا معنی یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دو اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کردو کہ میں لوٹ آیا دنیا کے ویرانوں سے آپ کے حضور سکون پانے کے لیے۔ پھر جس کو اللہ کی یاد مل گئی اس کو سکون ہی سکون ہے۔

میں پھر یاد کراتا ہوں _____ دوسرے کی خامی تمہاری خوبی نہیں ہوتی۔ دوسرے کی خامیاں نوٹ کرنا بند کردو۔ وہ گدھا ہے تو اسے گدھا رہنے دو۔ وہ کون ہے اس کو رہنے دو۔ تم دیکھو کہ تم گھوڑے ہو کہ نہیں ہو۔ تو خامیاں نوٹ کرنا چھوڑ دو اپنی خوبی دریافت کرو۔ اور اگر تم اللہ کہ راہ پر چلنا چاہو تو زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اس لیے صرف راستہ دریافت کرنا چاہیے۔ اللہ تو موجود ہے حسن نیت سے چلنے والے کے لیے اللہ انتظام فرما دیتا ہے۔ نیت اچھی ہے تو کہیں نہ کہیں سے کوئی نہ کوئی آدمی آپ کی رہنمائی کرے گا وگرنہ جھوٹا مرید جو ہے وہ ہر بار پیر کو جھوٹا کہہ کے غائب ہوتا جائے گا۔ اس لیے آپ اپنا صداقت کا سفر کرو اور صادق ہو کے سفر کرو۔ آپ کا اپنا سفر ہے اپنا اللہ ہے اپنی دنیا ہے موجیں کرو۔ اللہ اگر اپنا ہے تو اب کیا مشکل ہے۔ آپ کا اپنا اللہ ہے۔ نیت صاف ہے تو تمہیں کون پیر روک سکتا ہے۔ جس آدمی کی نیت صاف ہے اور اللہ کے لیے نیت صاف ہے تو اس کو کوئی رکاوٹ نہیں آسکتی۔ جس کی نیت اللہ کے ساتھ بھی صاف نہیں ہے اس کا کوئی پیر ساتھ نہیں دے سکتا۔ کسی نے دعا کے لیے پیر صاحب سے کہا پیر صاحب نے کہا کہ

تمہارے لیے دعا کی تھی' اللہ نے کہا دیکھو اس کی تو میرے ساتھ لڑائی ہے _____ تم نہ صلح کرو تو پیر کیا صلح کرائے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ خود ہی اللہ تعالیٰ کو Approach کرو اور خود ہی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور خود ہی اپنا حساب طے کرو۔ تب پیر کی دعا بھی کام آئے گی۔ بس دعا دینے والا کوئی نہ کوئی پیدا ہو جائے گا۔ پہلے اپنے آپ میں صداقت پیدا کر لو' راستہ صاف ہے' بالکل صاف ہے۔ اللہ کا راستہ صاف نہیں تو پھر ہے کیا دنیا میں۔ اس راستے میں کہاں الجھن ہے۔ جتنا اللہ نے بتایا اتنا صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جس وقت بندے کی جان ختم ہوتی ہے تو تمہیں نہیں پتہ اس وقت یہ مجھ سے کیا بات کرتا ہے' جب اس کی جان حلقوم میں ہوتی ہے' حلق میں ہوتی ہے تو پھر میری طرف بڑا رجوع کرتا ہے مگر اس وقت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ تو اس وقت سے پہلے رجوع کر لیا جائے کیونکہ جب جان حلق میں ہوتی ہے تو اس وقت کیا رجوع کرنا۔ جس طرح کشتی ڈوبنے لگ جاتی ہے تو پھر رجوع الی اللہ کرتے ہیں اور کشتی کنارے پہ لگ جائے تو پھر اللہ کو یاد کرو ناں۔ تو زندگی کے اندر جب جوانیاں محفوظ ہوں' جب آپ کی زندگی کاروبار میں مصروف ہو تو اس وقت اللہ کو یاد کرو۔ یہ وقت ہے اللہ کا۔ بس اللہ کے ساتھ صلح کرو۔ صبح کے وقت آشیانے سے پرندے نکلتے ہیں' خالی جیب نکلتے ہیں اور بھرا ہوا پیٹ واپس آتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اور ساری رات اگر طوفان چلے' گھونسلے اڑ جاتے ہیں' آشیانے برباد ہو جاتے ہیں اور پرندے صبح کے وقت پھر کہتے ہیں کہ ''سبحان تیری قدرت''، تسبیح بیان کر رہے ہوتے ہیں' راضی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر راضی ہو جاؤ' اس نے تمہارے لیے انتظام کر رکھا ہے' اس نے آنکھوں کو بینائی دی ہے اور ان کے لیے جلووں کا رزق مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ جلوے تیری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں۔ تو کون و مکاں کے جلوے دیکھو۔ آپ کے منہ میں ذائقہ رکھا اور کھانے کے انتظام ہو گئے۔ دیکھو تو سہی کہ یہ کیا ہو گیا' کیا کھیل ہے یہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں انسان بنایا۔ وہ جو چھپکلیاں بناتا ہے اور جانور بناتا ہے' تمہیں اس نے انسان بنایا' اس کا شکر ادا کرو۔ اور پھر اس نے

تمہیں مسلمان بنایا' شکر ادا کرو۔ اور پھر اس نے اپنی محبت سے نوازا' شکر ادا کرو۔ بڑے احسانات کئے' شکر ادا کرو۔ ناشکری نہ کرو۔ ناشکری کب ہوتی ہے؟ جب اللہ کے کئے ہوئے احسان سے غلط فائدہ اٹھایا۔ اللہ نے ذہن دیا' ذہن اس نے برائی میں لگا دیا۔ اللہ نے مرتبہ دیا' مرتبہ اس نے ناانصافی میں لگا دیا۔ ناشکری سے بچنا چاہیے۔ بس پھر اللہ کی راہ بہت آسان ہے۔ دنیا میں سب سے آسان راہ اللہ کی ہے۔ آسان راہ یہ ہے کہ چلتے چلے جاؤ کہ اللہ کا سفر ہے۔ تیرا اللہ اور تم' دونوں جانتے ہو کہ یہ سفر کیا ہے۔ تیری نیت اگر صاف ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ ہی اللہ ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے قریب کر دو یعنی کہ دنیا سے دور کر دو۔ بس پھر اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اپنے دل پر خود دربان بن جاؤ۔ دل کے دروازے پر دربان بن جاؤ' اپنی خواہشات کا جائزہ لو' کہ یہ خواہش کیا کہتی ہے۔ اگر خواہش دنیا میں ٹھہرنے کے لیے ہے تو اسے نکال دو۔ ومنکم من یرید الدنیا دنیا کا ارادہ چھوڑ دو۔ ومنکم من یرید الاخرۃ اور آخرت کی تمنا کر لو۔ بس پھر تمہارا سفر ٹھیک ہو گیا۔ آسان راستہ یہ ہے کہ تم نعمتوں کے ذریعے نیکیاں خرید سکتے ہو یعنی جو اللہ نے تم پر آسانیاں کی ہیں ان کے ذریعے غریبوں کے ساتھ نیکی کرو' محسنوں کو پہچانو' جس نے احسان کیا اسے پہچانو۔ یہ بزرگوں کا قول چلا آ رہا ہے کہ جس نے جو بھی احسان کیا اسے یاد رکھو۔ اس کا احسان ہمیشہ یاد رکھو۔ اپنے محسن کو یاد رکھنا اس طرح ہے جس طرح خدا کو یاد رکھنا ہے۔ ایسا کہو کہ ''اس نے مجھ پر احسان کیا' اس نے مجھے یہ لفظ بتایا' مجھے یہ بات بتائی' اس نے مجھے یہ راستہ بتایا''۔ اس کا احسان یاد رکھو' اس سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

اور سوال پوچھو _____ سعید صاحب بولو _____

سوال:

گزارش یہ ہے کہ آپ کی محفل میں آتے تو منتشر خیالات کے ساتھ ہیں' آپ ایسی نیت یا ارادہ بتائیں کہ ہم وہ نیت کر لیں اور اس کا اثر بھی رہے _____ آپ یہ ـــ

لیے کوئی نیت یا ارادہ متعین فرمادیں کہ میں ایک ارادہ اور مقصد لے کے یہاں حاضر ہوجاؤں۔

جواب:

ہاں آپ کا یہ سوال ٹھیک ہے۔اس کا جواب بھی آپ کو مل جائے گا۔''کہ کیوں آؤں میں یہاں پر' آنے کے لیے کوئی نہ کوئی جواز ملنا چاہیے' کوئی Relation ملنا چاہیے' اب تو میں آ گیا یہاں Scattered ہو کے'اس کے اندر کوئی پابندی ہونی چاہیے'واقعات ہونے چاہیں''۔ٹھیک ہے' سب ہوجائے گا۔ایک بات آپ یادرکھو کہ یہ ایک عجب چیز ہے کہ اخبار میں ہم نے یہاں اکٹھا ہونے کا اعلان نہیں کیااور کسی نہ کسی طریقے سے' By Somehow or other ہم یہاں اکھٹے ہوگئے' یہ حسن اتفاق دیکھو۔اس اتفاق کی تحقیق کرو کہ یہ کیا ہے۔یعنی کہ آپ Scattered ہو' بالکل منتشر ہو ٹھیک بات ہے'اور بھی جگہ جاتے ہو۔ یہ دیکھو کہ کس قسم کی نظم وضبط سے یہ انجمن بن گئی۔اس کا اشتہار بھی نہیں ہے' پروگرام بھی نہیں ہے' ممبر سازی بھی نہیں ہے' فارم بھی نہیں چھپتے اور کوئی Introduce کرانے والا بھی نہیں ہے' کوآپریٹو سوسائٹی بھی نہیں ہے'اس میں کوئی فنڈز بھی Involved نہیں ہیں۔تو آپ یہ دیکھو کہ یہ کیسے ہوگیا کہ اڑتا اڑتا پنچھی جو ہے وہ یہاں آرام سے آ کے بیٹھ گیا۔اس واقعہ کی طرف غور کرو'اس کی ذرا تحقیق کرو۔اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ یہ کیا ہوا' ہم کہیں اور جارہے تھے اور کہیں اور پہنچ گئے۔ہمیں کوئی ایسا واقعہ بھی سمجھ نہیں آیا کہ یہ کوئی خاص واقعہ ہے اور نہ اس کا اخبار سے تعلق ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے۔بس جو آپ کہہ رہے ہو وہی اس کی حقیقت ہے۔نہ کوئی پابندی ہے' نہ اس کی کوئی ضرورت ہے کہ پابند کرلیا جائے' اس کو مرید نمبر فلاں کردیا جائے' یہ نہیں ہے۔پابند نہیں کرنا۔جب آ گئے ہو تو آپ کے لیے دعا ہے' جب نہیں آئے' تب بھی آپ کے لیے دعا ہے۔پابند ہم نے کرنا نہیں ہے۔اس شخص کے حق میں [illegible]۔اگر آپ زندگی میں کبھی خدانخواستہ بیمار ہوئے ہوں' اس وقت جو آپ کی نیت اللہ تعالیٰ کے [illegible] ہوئی ہو یعنی بیماری کے اندر اللہ تعالیٰ کے

ساتھCommunication ہوئی ہو' جس کو اور کوئی نہیں جانتا' اس کیفیت کو دنیا میں لے کے جاؤ' جس محفل میں اس سے ملتی جلتی کیفیت ملے' وہ محفل آپ کی ہے۔ کوئی گواہ نہیں اس کا۔ بس تم اور تمہارا اللہ' بیماری کے عالم میں' تخلیے کے عالم میں بھی ہوسکتا ہے' بندہ جب اللہ کے ساتھCommunication کرتا ہے' رابطہ کرتا ہے تو ایک کیفیت مرتب ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات تو وہ بندہ وعدہ کرتا ہے کہ یا اللہ تو مجھے اس دفعہ چانس دے دے' میں تیری محبت میں زندگی بسر کروں گا' مجھےExtension دے۔ وہ کیفیت آپ کے پاس ''میٹر'' ہوتا ہے۔ اس ''میٹر'' کی کیفیت کے قریب قریب جہاں محفل ملے' وہاں ضرور جانا۔ کیفیت پہلے ہوتی ہے' آشنائی پہلے ہوجاتی ہے آپ کو۔ تو آشنائی کا راز یہ ہے کہ جہاں پر اللہ آپ کے قریب تھا یا آپ اللہ کے قریب تھے' جو کیفیات وہاں ہوئی ہوں' اس کیفیت کے خلاف کیفیت نہ حاصل کرو' اس کے مطابق یا قریب قریب جہاں کیفیت ہو وہ آپ کی انجمن ہوتی ہے۔ یہ اس کا راز ہوتا ہے۔ آپ نے ضرور اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کیا ہوا ہے' یہ حقیقت ہے کہ نہیں ہے؟ آپ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھCommunication ہوئی ہے' ہوئی ہے کہ نہیں ہوئی ہے؟ اور وعدہ بھی کیا ہوا ہے۔ وہ کیفیت جہاں ہوتی ہے وہاں سے آپ ضرور گزرو۔ آپ کو اب پابند یہ کردیا کہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کی وفا کی پابندی ہوگئی۔ بس یہ پابندی ہے آپ پر کہ تنہائی میں اللہ سے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو۔ بس آسانی ہوجائے گی۔ سلامتی ہوجائے گی۔

بس اب دعا کرو۔ آپ سب کے لیے سلامتی ہو_____

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین

آمین برحمتک یاارحم الرحمین




9




1 یہ جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اس کے پھولوں کے ڈیزائن سے لگتا ہے کہ اللہ لکھا ہوا ہے؟

2 کچھ لوگ تصوف کے حامی ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفیاء کی بہت سی باتیں شریعت سے ٹکراتی ہیں؟

3 کوئی ایسی نصیحت فرمائیں کہ ہماری زندگی آسان ہو جائے؟

4 شر کو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟

کتنی ہی کتابیں ہیں' لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔اس شہر میں لائبریریاں ہیں' دوسرے شہر میں بھی لائبریریاں ہیں۔علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔بعض اوقات علم میں اضافہ ہونے کے باوجود کہیں کوئی بات اٹک جاتی ہے' کہیں کوئی الجھن آ جاتی ہے۔کہتا ہے جی عبادت کی ساری بات سمجھ آتی ہے' نماز بھی سمجھ آتی ہے' حج بھی سمجھ آتا ہے' روزہ بھی سمجھ آتا ہے' زکوٰۃ بھی سمجھ آتی ہے۔اب سچویشن یہ پیدا ہوگئی ہے کہ دماغ الجھ گیا ہے۔وہاں اطلاع لینی چاہیے۔کہ جہاں الجھن ہے وہاں سے نکل جاؤ۔علم میں اضافہ کرنے کی خواہش جو ہے یہ کوئی اتنی مفید بھی نہیں ہے کہ صرف علم میں شامل ہوگیا' عمل نہ کیا اور پھر علم کا علم ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ ذات ہے' اب آپ ذات کی طرف رجوع کرو۔تو آپ کے پاس طریقہ کیا ہے؟ آپ اسے معبود مانتے ہوئے اس کی عبادت کرو' گلہ نہ کرو' بس عبادت کرتے جاؤ' تو پوری زندگی عبادت میں گزر جائے گی۔کہتا ہے اور تو ہمیں پتہ نہیں ہے' ہم اللہ تعالیٰ کے حوالے سے' اس کے حکم کے مطابق اور اس کی خواہش اور آرزو کے مطابق اور اس کے کہنے کے مطابق اور اپنی فلاح کے مطابق' اس کی عبادت کرتے رہے۔کب تک کرتے رہے؟ ہمیشہ کے لیے کرتے رہے۔اب اس میں کوئی شخص آپ سے یہ پوچھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی بات سمجھ آتی ہے؟'' سمجھنے کی کوئی بات نہیں' عبادت کی بات ہے۔ہم عبادت کرتے رہ گئے'' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو بندگی کرتے کرتے ماتھا گھس گیا' عمر گزر گئی لیکن سمجھ نہیں آئی کہ معبود کون ہے؟ یہ بھی کچھ لوگوں کا خیال ہوتا ہے۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ ہم جو زندگی گزار رہے ہیں' عبادت اللہ کی کرتے ہیں اور تلاش ہم انسان کی مدد کی کرتے

ہیں۔اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہم تیری مدد چاہتے ہیں' تیرے راستے پر چلتے ہیں' تو ہی ہمیں عطا فرما! اور یہاں قدم قدم پر To the Sir ہوتا جاتا ہے' درخواستیں دیتے ہیں' سوال کرتے ہیں' Request کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک جائز ہے؟ الجھ گیا ناں دماغ۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب ہم دیکھتے ہیں اسلام کو کہ یہ سچا دین ہے اور پھر دیکھتے ہیں مسلمانوں کو کہ سچے نہیں ہیں تو سوچ میں پڑ جاتے ہیں کہ اسلام میں کچھ فرق ہے' یا مسلمانوں میں کچھ فرق ہے' یا علماء میں فرق ہے یا مشائخ میں فرق ہے' یا کتابوں میں فرق ہے یا کچھ ہم ہی بے وقوف ہیں۔ تب انسان کو الجھن آ جاتی ہے۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان صحیح راستے پر چلتا جا رہا ہے' آگے سے غلط آدمی نے آ کر اس کو پریشان کر دیا۔ کہتا ہے کہ صحیح آدمی تھا' اللہ تعالیٰ کے پورے احکامات بجالائے مگر بیچارہ مسلمان پس گیا۔ کوئی نہ کوئی واقعہ پیش آ گیا۔ بیمار ہو گیا۔ کہتا ہے کہ دیکھو مسلمان ہے' تہجد گزار ہے' پھر بھی پس گیا' بڑا اچھا اور نیک آدمی ہے لیکن اس کے ساتھ حادثہ ہو گیا۔ کیا نیک آدمی کے ساتھ بھی حادثہ ہوتا ہے؟ یہ سوالات زندگی میں آتے رہتے ہیں۔ زندگی میں یہ سوالات بھی آتے رہتے ہیں کہ اللہ کریم کی جو عبادت کرنے والے ہیں' ان کے علاوہ لوگ بادشاہی کرتے ہیں جب کہ اللہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کے لیے سرفرازی ہے جو میرا حکم مانتے ہیں۔ ہم نے تو ان کو بادشاہ کبھی نہیں دیکھا۔ چھوٹی سی سیاست میں دیکھ لو' اسلامی جماعتیں ہیں اور حکومت غیر اسلامی جماعتیں کرتی ہیں' اسلامی جماعتیں کم ہی حکومت کرتی ہیں۔ پریذیڈنٹ میں نے یحییٰ خان کو دیکھا اور وہ شراب پیتا تھا' شاید لوگ جھوٹ بولتے ہوں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یحییٰ خان کے بعد جو لوگ آئے وہ بھی شراب پیتے تھے' شاید جھوٹ کہتے ہوں گے لوگ۔ لیکن نہیں' جھوٹ نہیں۔ اس نے خود ہی جلسے میں کہا تھا کہ میں شراب پیتا ہوں۔ یہ اخبار میں لکھا ہوا تھا۔ تو بادشاہی کرنے والے اس قسم کے لوگ تھے اور جو اسلام جاننے والے تھے ان بیچاروں کو بادشاہی نہیں ملی' کسی قسم کا اسلامی گروپ آگے آ جاتا' خاکسار ہی آ جاتے۔ حکومت کرنے والے انگریزی میڈیم سکولوں سے نکلتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھو کہ یہ چوئیشن کیا ہے۔ آپ

بات سمجھے؟ جو ڈپٹی کمشنر قسم کے لوگ ہوتے ہیں کیا وہ دارالعلوم سے ہوتے ہیں؟ تو کیا جو اسلامی ذہن رکھنے والے یا اسلامی تعلیمات والے ہیں ان کو ہمیشہ ہی محکوم ہونے کا شوق ہے؟ پھر جو آدمی سمجھ دار ہوتا ہے وہ کہتا ہے بچے کو اسلامی سکول میں نہ داخل کرانا' کیونکہ اسے کبھی حکومت نہیں ملے گی' اس کو کبھی اچھی نوکری نہیں ملے گی۔ اچھی نوکریوں پر ہم نے دیکھا کہ اچھے سکولوں والے ہوتے ہیں۔ یہ سوالات عام طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی شعور اور اسلامی فکر رکھنے والے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ زندگی میں اگر ناکام ہونا چاہتے ہو تو اسلامی طرز کی زندگی گزار لو۔ آہستہ آہستہ سے الگ ہوتے ہوتے شہر سے الگ ہو جاؤ گے۔ وہ چیز تمہیں نہیں ملے گی جو ان لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ عام طور پر ابھی تک تو ہماری فوج میں بھی داڑھی کی کوئی زیادہ گنجائش نہیں تھی یعنی کچھ عرصہ پہلے۔ اب شاید رکھ لیتے ہوں گے۔ پہلے تو عام حالت میں اجازت کم ہی ہوتی تھی۔ تو یہ ہیں غور کرنے والے سوالات۔ آپ کو زندگی میں کبھی ایسے سوالات سے دوچار ہونا پڑے تو پھر سوال پوچھنے چاہییں۔ یہ سوال نہیں ہونا چاہیے کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ شیعہ کیا ہوتا ہے اور سنی کیا ہوتا ہے؟ شیعہ کیوں ہوتے ہیں اور سنی سنی کیوں ہوتے ہیں؟ بکرا بکرا کیوں ہوتا ہے اور بھینس بھینس کیوں ہوتی ہے؟ بس یہ ہوتے ہیں۔ پرندے پرندے کیوں ہوتے ہیں؟ بس یہ ہوتے ہیں۔ پرندوں میں قسمیں کیوں ہوتی ہیں؟ ہوتی ہیں! یہ خالق کے کام ہیں۔ تو خیال وسیع کرنے سے پہلے ذاتی طور پر الجھنوں پر غور کر لینا چاہیے۔ اس کے بعد پھر سوچا جائے کہ یہودی کیا ہوتا ہے' عیسائی کیا ہوتا ہے' حبشی کیا ہوتا ہے' یہ کون ہوتا ہے' وہ قبیلہ کیسے ہوتا ہے' یہ قبیلہ کیسے ہوتا ہے' دنیا میں آنے کی بات پھر سوچتے ہیں۔ اس لیے آپ سوالوں پہ غور کریں۔ کوئی سوال ایسا مل جائے جو آپ کی ذاتی الجھن ہو تو وہ پوچھو۔ صرف علم میں اضافے کے سوال نہ کرنا۔

اب آپ غور کرو کہ کیا سوال پوچھنا ہے۔ آپ بولیں _____ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ زندگی میں اتنے الجھاؤ ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ الجھن میں رک جاؤ۔ چلتے

چلتے کہیں کوئی چیز نہ پکڑ لے کہ اس الجھن نے آپ کو پکڑ لیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں رشوت نہیں لیتا' دفتر کا پورا ٹائم کام کرتے ہیں' پھر پارٹ ٹائم جا کے کام کرتے ہیں' اوور ٹائم لگاتے ہیں' کیا یہ رزق حرام ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز حرام ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں وہ چیز حرام ہے۔ اب بچوں کو تعلیم دینی ہے' لہٰذا یہ کس حد تک جائز ہے۔ یہ سارے واقعات پریشانی والے ہیں۔ آپ یہ سوچیں کہ آپ کے ذہن میں کیا ہو رہا ہے' آپ کے حال حالات میں کیا ہو رہا ہے۔ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ اپنے ذاتی سوال کو دریافت کریں _____ ہاں جی بولیں _____ کوئی سوال کسی کے ذہن میں آئے۔ کوئی بات _____ پوچھیں _____

سوال:

یہ جس قالین پر ہم بیٹھے ہیں اس کے پھولوں کے ڈیزائن سے لگتا ہے کہ اللہ لکھا ہوا ہے۔

جواب:

اب یہ دیکھو کہ اس کمپنی نے اللہ بنایا یا نہیں بنایا۔ اگر ڈیزائن میں بن گیا تو یہ اللہ نہیں ہے۔ پہلے دیکھنا یہ ہے کہ بنانے والے نے بنایا ہو' اور دوسری بات یہ کہ بنانے والے نے بدنیتی سے بنایا ہو۔ اور اگر حسن نیت سے بھی بنایا ہو تو پھر یہ تیسری بات ہو گی۔ اور اگر سوچا جائے تو ایک وقت میں آپ کو اللہ ہی اللہ نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ یہ آپ کا اچھا خیال ہے۔ اور اللہ کا یہ نہیں ہوتا جس طرح آپ سمجھ رہے ہو۔ اللہ دل میں ہوتا ہے یا دماغ میں؟ وہ ہر جگہ ہی ہوتا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ صرف لکھا ہوا اسم نہیں ہے' ''اللہ'' اسم بھی نہیں ہے یعنی لفظ ''اللہ'' اللہ نہیں ہے' آپ کی پکار اللہ نہیں ہے بلکہ آپ ''اللہ'' کو ذات مانو۔ اس ذات کا اسم کیا ہے؟ ''اللہ'' اب یہ ذات کہیں بھی ہو' اسم اس کی پکار ہے۔ اگر آپ کاغذ پر لکھ رہے ہو ''اللہ'' تو یہ اللہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہزار دفعہ کاغذ پر لکھو تو یہ ''اللہ'' نہیں ہے' ذات کا ذکر بھی نہیں ہے۔ کوئی ذکر کر رہا ہے اللہ ہو کا' Pure ذکر کر رہا

ہے اللہ کا' یہ ذکر نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ مذکور اللہ ہوسکتا ہے' ذاکر اللہ نہیں ہے' ذکر اللہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر لکھا ہوا ہے تو یہ اللہ کی شان ہے۔ اگر ستاروں میں اللہ لکھا ہوا ہے' خیالات میں اللہ لکھا ہوا ہے تو اچھی بات ہے۔ میرا مطلب ہے ہاتھ میں تو اللہ ہے ہی سہی' یہ اچھی بات ہے' ہونا چاہئے۔ تو آپ کا یہ خیال درست ہے کہ اللہ ہونا چاہیے۔ مصلے پر اگر کعبہ بنا ہوا ہے تو یہ تو کعبہ نہیں ہے۔ اگر جائے نماز پر کچھ ہے تو وہ تو نہیں ہے۔ کچھ تھوڑی سی Association آپ کے ذہن میں آئی ہے مگر ہمارے ذہن میں تو نہیں آئی۔ مطلب یہ کہ واضح نیت سے کسی نے نہیں لکھا' پھر یہ جو گھنٹہ بھر میں نے سمجھایا کہ سوال کون سا کرنا ہے؟ جس سے آپ کی ذاتی الجھن دور ہو جائے۔ آپ کی الجھن' آپ کے راستے کی الجھن' زندگی میں' خیال میں دیکھو _____ پھر بولو _____ پوچھو _____

سوال:

جب ہم تصوف کی کتابیں پڑھتے ہیں تو کچھ لوگ اس کے حامی ہوتے ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہوتے ہیں' مخالفین کی ایک بات آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ صوفیاء کی بہت سی باتیں جو ہیں وہ شریعت سے ٹکراتی ہیں۔

جواب:

یہ تو مخالفین کی بات ہے' اور موافقین کیا کہتے ہیں؟ اصل میں صوفیاء کوئی قبیلہ نہیں ہے' پہلی بات تو یہ سمجھ لو۔ اسلام میں کوئی اور قبیلہ نہیں ہے بلکہ اسلام میں صرف اسلام ہے۔ صوفیاء کرام کو آپ اگر ایک ٹولے کے طور پر دیکھیں گے تو غلطی ہی غلطی ہے۔ اسلام کو صوفیاء اور غیر صوفیاء میں تقسیم نہ کرو۔ اسلام مسلمانوں کا دین ہے اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے ہے۔ کچھ لوگ جن کو اصلاحِ باطن کسی طریقے سے میسر آ جائے تو وہ پھر اصلاح باطن کے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کو صوفی کہہ دیا جاتا ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ صوفیاء کرام کا یا ہر صوفی کا الگ الگ طریقہ ہے اور الگ واقعات ہیں۔ جو اچھی نیت سے سفر کر گیا اس کو کہیں تضاد نظر نہیں آیا۔ تضاد والا سفر نہیں کرتا۔ تضاد والا تضاد ہی دیکھتا رہ جاتا ہے اور سفر کرنے والا سفر

کر جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ سفر کریں۔ کسی ایک راستے پہ سفر کرنا شروع کر دیں' پھر آپ کو منزل کی بات سمجھ آ جائے گی کہ اصل میں ہے کیا۔ Comparison بالکل نہ کرنا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ بالکل درست نہیں ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ بہتر ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ فرقہ بہتر ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں وہ فرقہ بہتر ہے' تو انہیں کہنے دو۔ آپ کسی ایک کے ساتھ مل جاؤ حتی کہ آپ کو وہاں سے نصیب کی منزل مل جائے۔ نصیب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود ہی سارا کام کیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خود پیدا فرمایا ہے اور پھر خود ہی انسان سے کہتا ہے کہ تم نے نوٹ کیا ہے کبھی کہ تم کیوں پیدا کیے گئے ہو' تم کیا مغرور پھرتے ہو جس طرح کہ مقابلے میں کوئی طاقت نہیں ہے۔ یعنی کہ انسان کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے' پیدا بھی خود ہی کرتا ہے۔ ماغرق بربک الکریم یہ کیا ہو گیا؟ کبھی اپنی پیدائش پر غور کرو' تو ایک ناپاک قطرہ تھا' تو اور کیا تھا' تو بالکل ہی اسفل السافلین ہے' تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور کبھی لطف میں اپنی تخلیق کا اظہار فرمایا کہ ہم نے احسن تقویم پیدا فرمایا' ہم نے کیا خوبصورت انسان بنایا۔ خود ہی بنانے والا ہے' خود ہی تکمیل تخلیق ہے اور خود ہی بعض اوقات اسے Degrade کر کے حالت ظاہر کرتا ہے کہ اپنی اوقات سمجھو کہ تم ہو کیا' ہڈیوں کے ڈھانچے ہو' آخر ختم ہو جانا ہے' تمہارا اصل کیا ہے' بنا کیا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر ساری کائنات کی صفائی کر دے تو ایک مذہب رہ جائے۔ میرا خیال ہے شاید اس کو ایک مذہب قبول ہی نہ ہو۔ یہ جتنے مذاہب پیدا کیے ہیں' اللہ کی ذات نے پیدا کیے ہیں۔ اللہ کے نام پر ہی تو سارے مذاہب بنے ہیں۔ اور طاقت اسی کے پاس ہے۔ اگر وہ چاہے تو کسی کی کیا مجال کہ اس کے خلاف ہو جائے۔ نہ ماننے والے کیسے رہ سکتے ہیں۔ پھر انسان جو ایک معمولی سی طاقت ہے اس کے سامنے کیسے رہ سکتی ہے۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور اس کے کام اس کے حوالے رہنے دو۔ آپ اپنے اندر کا تضاد دور کرو' تخلیق کا تضاد خود ہی دور ہو جائے گا۔ آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ یہ اتنی بڑی کائنات ہے' اتنی بھری ہوئی کائنات ہے' اتنی روشن کائنات ہے' آپ کے پاس جتنا بھی علم آ جائے' مکمل نہیں آ سکتا۔

آپ کے پاس جتنا بھی رخ درست ہو جائے' پورا نہیں ہو سکتا۔ آپ کچھ بھی کر لو' سارا کچھ نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ آپ ایک کتاب پڑھ لو گے' دوسری پھر رہ جائے گی۔ یہ ہے انسان کا واقعہ کہ انسان جو ہے وہ پہچان نہیں کر سکتا کہ کتنا کام کیا جائے۔ کہتا ہے میں وہ کتاب پڑھ لوں' تو پڑھ لو۔ اب ایک اور کتاب پڑھ لو' اور پھر جب وہ بتاتا ہے کہ کتابیں بہت ہیں ہمارے پاس' کوئی آٹھ دس ہزار کتابیں ہیں تو وہ پوچھتا ہے کہ کیا ساری پڑھنی پڑیں گی؟ یہ تو بہت مشکل بات ہے۔ نہیں پڑھ سکتا انسان۔ دفتر پورا نہیں کر سکتا' مکان زندگی بھر پورا نہیں ہو سکتا' دوستوں کے تعلقات پورے نہیں ہو سکتے' رشتے داروں کی رشتہ داریاں پوری نہیں ہو سکتیں' ایک شہر کا علم پورا نہیں ہو سکتا اور پاکستان کے کل شہر کتنے ہیں۔ ذرا حساب لگا کے بتانا۔ یعنی کہ یہ حساب نہیں لگا سکتا کہ کل شہر کتنے ہیں۔ پاکستان کے کل ریلوے اسٹیشن یا جنکشن کتنے ہیں؟ یہ بھی بتا دو تو بات آسان ہو جائے گی۔ ممکن نہیں۔ گویا کہ یہ علم حاصل نہیں ہو سکتا۔ دین کے علاوہ علوم کتنے ہیں؟ سائنس کتنی ہے' بے شمار ہے۔ آرٹس کتنے ہیں؟ بے شمار ہیں۔ آنرالوجی کتنی ہے' آسٹرانومی کتنی ہے' ستارے کتنے ہیں' سیارے کتنے ہیں؟ تو ہزار واقعات ہیں زندگی کے اندر اور یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ ہم کیا کیا جان پائیں گے۔ جب اسے یہ پتہ چل گیا کہ اسے یہ کرانے والا کہتا ہے کہ یہ سمندر ہے اور یہ ریت کے ذرے ہیں جو آپ نے گننے ہیں' اس کے بعد آپ کو آزادی ہے۔ تو وہ وہیں مر جائے گا۔ ''یہ کائنات تم نے دیکھی ہے'' ''کتنے ستارے ہیں جو میں نے دیکھنے ہیں'' ''لیکن صرف ایک نظر دیکھتے دیکھتے تو ہزار ہا عمریں گزر جائیں گی''۔ وہ نظر میں نہیں آ سکتا۔ ہر آدمی پر آپ کی نگاہ نہیں پڑ سکتی' خالی نگاہ' صرف ایک جھلک۔ یعنی جاننا تو دور کی بات ہے' آپ آدمی کو صرف ایک بار دیکھ کے گزر جاؤ' یہ بھی آپ کو پتہ ہے کہ ایک جھلک میں آپ ہزار آدمی دیکھ سکتے ہو مگر کروڑ آدمی دیکھ لو' لیکن سب آدمیوں پر آپ کی نگاہ بھی نہیں پڑ سکتی۔ آپ کے پاس اتنی کم عمر ہے اور اتنے وسیع واقعات ہیں۔ لہٰذا انتخاب میں دیر نہ کرنا۔ انتخاب میں تذبذب نہ کرنا۔ اپنے انتخاب کو الٹانا ناں کیونکہ اس میں Second

Chance ہوتا ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ سب Live ہے' وہ گیا تو پھر گیا۔ اگر آپ نے تذبذب کیا تو رہ گئے۔ ایک آدمی اپنے کاروبار کا انتخاب نہیں کر پاتا'' میرا خیال ہے میں یہ کروں' پیسہ لے کے ریڑھی لگاؤں لیکن ریڑھی سے تو کچھ نہیں بنتا' میرا خیال ہے دوکان ہی لگالوں۔ چلو دوکان تو مشکل بات ہے' کوئی اور ہی کام لیتے ہیں'' '' جو کچھ کرو ٹھیک ہے' لیکن کچھ تو کرو اور جو کرنے کا فیصلہ کرلو اس پہ Stick کر جاؤ اور پھر ناکامی یا کامیابی ہے' بس پھر زندگی ختم ہو جائے گی۔ کہیں زندگی فیصلہ کرتے کرتے نہ بسر ہو جائے۔ غلط فیصلہ نہ کرلو' لیکن فیصلہ کرلو' تاکہ زندگی چلے۔ اس لیے غلط نہ ہی کرو' صحیح کرلو۔ بہر حال فیصلہ ضرور کرلو۔ یہ نہ ہو کہ ایک آدمی فیصلہ کرتے کرتے عمر ہی گزار دے اور کچھ نہ کرے۔ فیصلہ کرتے کرتے عمر ہی گزار دے کہ '' میں کون سا پیشہ اختیار کروں' سب پیشے اختیار کرسکتا ہوں' ڈگریاں ہیں ہمارے پاس' ایم ایس سی بھی کی ہوئی ہے' پی ایچ ڈی بھی کی ہوئی ہے' اور واقعات بھی ہیں' اصل میں ٹائپ بھی ہم جانتے ہیں' شارٹ ہینڈ بھی ہم جانتے ہیں _____ اب کیا کیا جائے؟'' تو آرام ہی کر!'' یہاں پر ہمارے ایک بڑے محترم تھے ڈاکٹر تھے' ناموس نام تھا ان کا' ان کے پاس کتنی ڈگریاں تھیں؟ کئی ایم اے تھے ان کے پاس۔ زندگی میں کیا تھے؟ یہاں سے پیدل چلے گئے' وہاں سے سٹیشن چلے گئے' وہاں سے گھر واپس آ گئے' یہ مقام ہے اور کل کائنات اتنی تھی ان کی۔ بس ان کے ذہن میں یہ آ گیا کہ کرتے جانا ہے' کرتے جانا ہے' بس خیال میں یہ آ گیا۔ اور گھر میں آزردگی اتنی زیادہ کہ بیان سے باہر۔ گھر اس شخص کا بے گھر تھا' اور ادھر سے Achievemen اتنی تھی کہ بے حساب تھی۔ بات کیا بنی' دنیا کو کمانڈ کرنے والا اپنے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔ نپولین نام کا ایک آدمی آپ نے سنا ہوگا۔ نپولین بونا پارٹ' وہ جس وقت فتوحات کرتا جا رہا تھا تو ایک مرتبہ واپس آیا' میلان Milan کا رہنے والا تھا' میلان ایک جگہ کا نام ہے' ایک شہر ہے' وہاں جب آیا تو لوگ اس سے بات کرنے کے لیے آئے' رشتہ دار بھی' غیر رشتہ دار بھی' کیونکہ اس وقت تک وہ بڑا مشہور جرنیل بن چکا تھا۔ جو چہرہ وہ دیکھنا چاہتا تھا وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ وہاں

اس نے خط لکھا جو بعد میں کتابوں میں چھپ گیا Napolian to Josephine' پھر وہ اس کے گھر گیا تو وہ لڑکی وہاں بھی نہیں تھی۔ خط دو لائنوں کا ہے۔ ''میں میلان میں آیا' دنیا استقبال میں تھی' آپ نظر نہیں آئے ہم آپ کے گھر آئے' آپ کہیں اور گئے ہوئے تھے' ساری دنیا خوش ہے کہ آج نپولین خوش ہے اور اصل میں میں ہی جانتا ہوں کہ میں آج بہت اداس ہوں''

یہ دو لائنوں کی بات ہے۔ لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ بڑا Conquerer ہے' فتوحات کرنے والا ہے' لیکن کہتا ہے میں شکست تسلیم کرتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ بڑی فتوحات کرنے والے بھی' کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ' شکست تسلیم کر گئے۔ تو یہ ہے انسان کی زندگی' کہ بڑے بڑے واقعات رکھتا ہے اور اُسے آزردہ کرنے کے لیے کوئی چھوٹی سی چیز بھی کافی ہے۔ کہتے ہیں کہ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو' آنکھ میں پڑ جائے گا۔ آپ تو پھر جانتے ہی ہیں کہ کیا ہو جاتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ انسان کو اتنے علوم بھی حاصل نہیں کرنے چاہییں۔ اتنا علم حاصل کرو جس سے زندگی گزر جائے۔

تو یہ جو شریعت کا علم ہے' یہ حاصل کرو۔ کرنا ہے' کر ڈالو۔ تصوف کرنا ہے تو کر ڈالو' صرف علم نہ حاصل کرنا۔ تصوف علم نہیں ہے۔ یہ عمل ہے' صرف عمل ہے' کرنے والے کا عمل ہے' لکھنے والی بات ہی نہیں ہے۔ اس لیے لکھنے سے بچو۔ اب اپنے آپ کو دیکھو کہ اللہ کریم نے انسان کے لیے جو کچھ فرمایا وہ عین حق ہے۔ کہ یہ انسان ہے' کبھی ''احسن تقویم'' ہے' کبھی ''اسفل السافلین'' ہے' انتہا کی پستی ہے اور ادھر سے انتہا کا عروج ہے۔ کہ ایک انسان محبوبؐ ہے معبود کا' انتہا یہ ہے۔ اور ادھر سے ایک انسان باغی' فرعون' طاغوت ہے۔ اس لیے اس کے درمیان اپنا مقام دریافت کرو۔ کہ محبوب کے مقام سے لے کر فرعون کے مقام تک' مقامِ ملعون تک سارے مقامات کے درمیان میں سے کسی کو آپ چن لو۔ اس سے باہر نہیں جانا۔ تو یہ آپ کے لیے ہے کہ کوئی سی چیز آپ چن لو اور پھر اس پر Stick کر جاؤ۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ اللہ پر بھروسہ کر کے چل پڑو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر معبود سمجھ نہیں آتا تو پھر رازق کہاں سے سمجھ آئے گا۔ یہ تو اللہ کی کہانی ہے۔ اگر اللہ وصف

رازق کے طور پر دیکھو تو وہ کیسے بارش سے رزق شروع کرتا ہے۔ ساری کائنات میں بارش کے ذریعے رزق دیتا ہے۔ بارش رزق لائی' دولت لائی۔ یعنی کہ سونا برسا۔ بارش سے فصل اور فصل سے پھر دوسرے واقعات۔ صرف درخت کو دیکھو تو لکڑی ہے' کارخانہ ہے' کارخانہ دار ہے' لکڑی کے کاروبار پر کتنے آدمی پل رہے ہیں' آپ خود دیکھ لو۔ پھر آپ دیکھو کہ جانوروں پر پلنے والی کائنات کتنی ہے۔ اون' کارخانے' گوشت اور بے شمار دوسرے واقعات۔ آپ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے کام کیسے ہیں۔ ایک رزق دوسرے سے وابستہ ہے۔ ایک کی موت دوسرے کی زندگی ہے۔ انسان آہستہ آہستہ تحلیل ہو جاتا ہے' کمزور ہو جاتا ہے' طاقت دیتا ہوا کمزور ہو جاتا ہے' ماں باپ بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں اور بچے جوان ہوتے جا رہے ہیں اور پھر ایک دن انا للہ و انا الیہ راجعون پھر کہتا ہے' بڑے بزرگ تھے ہمارے ابا جان! اور پھر صرف یاد رہ جاتی ہے۔ بچہ ماں باپ کی سیٹ پر براجمان ہو جاتا ہے۔ کتنی عارضی ہے؟ بہت عارضی ہے یہ داستان۔ پچاس ساٹھ سال کی بات ہے۔ لہٰذا فیصلے میں آپ دیر نہ کرنا۔ اور فیصلے کو دوسرے سے منسوب نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ یہ نہ کہنا کہ میں وہاں بھی گیا' کچھ نہ بنا' علماء کے پاس گیا' کچھ نہ بنا' مشائخ کے پاس رہا' کچھ نہ بنا' تبلیغی جماعت کے ساتھ بارہ سال گزارے' کچھ نہ بنا'' بس یہ تیری بدنصیبی کی داستان ہے' اور کیا ہے۔ جو شخص ایسے ہے کہ

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

اس کو کیا نصیب ملنا ہے جو صرف دیکھتا ہی رہا۔ اس لیے ایک راہ پر چل جانا ہی زندگی ہے۔ خوش نیت انسان برے قافلے میں بھی کامیاب ہو جاتا ہے۔ نیت صحیح ہونی چاہیے۔

اللہ کا ملنا آسان ہے' مشکل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسانوں کے جو مقامات ہیں' محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر فرعون تک' اس کے درمیان کہیں ٹھہرو۔ لہٰذا انتخاب کرو' حسن انتخاب کرو' حسن استقامت سے کام لو اور چل پڑو اللہ کی [redacted] میں۔ پھر دیکھا

جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ منزل پھر مل جائے گی۔ کوئی کچھ نہیں ہے' لیکن تو بڑی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ ؎

ان کو اتنی نہ کر عطا عزت
تو حقیقت ہے سب فسانے ہیں

تو اپنے آپ کو حقیقت سمجھ۔ ؎

تازگی ہے تیری عبادت میں
آئینے تو بہت پرانے ہیں

تم اپنی عبادت گاہ میں چلو۔ اللہ کو دریافت کرو کہ اللہ سے تیرا کیا تعلق ہے۔ تیری پیشانی میں کہیں اس کا کوئی جلوہ ہوگا۔ تو عبادت کرتا جا۔ کسی نہ کسی جگہ تمہارے ساتھ اس کا رابطہ ہے اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ کا راستہ آپ کے پاس ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ صوفیاء کرام کیا کرتے ہیں۔ صوفیاء کرام کوئی جنس تھوڑی ہیں۔ اچھا آدمی اچھا ہی ہوتا ہے۔ اچھا خیال اچھا ہی ہوتا ہے۔ تم اچھے ہو جاؤ' یہ اچھی بات ہے' آئندہ یہ بھی خیال رکھنا کہ کسی فرقے کی اچھائی برائی نہ کرنا۔ نہ شیعہ کی' نہ سنی کی۔ وہ درست ہے جس کی آخرت درست ہے ؎

بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

پتہ نہیں ''توڑ'' کس نے چڑھنا ہے۔ آپ راستے ہی میں فیصلے کرنے لگ جاتے ہو کہ یہ ہے وہ ہے۔ ''بڑا رنگیلا گھڑا ہے اس کا'''' پتہ نہیں پتھر اسی کو لگ جائے'' منزل پر کس نے پہنچنا ہے' یہ دیکھو۔ یہ بات بڑے غور کرنے والی ہے کہ دیکھنا یہ ہے کہ منزل پر کون پہنچتا ہے۔ یہاں پر تو سفر ہی سفر ہے' آگے منزل ہے۔ تم منزل سے پہلے درمیان میں ہی الجھ رہے ہو۔ عین ممکن ہے دونوں ہی محروم ہوں۔ اس لیے دعا کیا کرو کہ ہمیں اچھی آخرت ملنی چاہیے' آخرت کی خیر ہو' آخرت ان لوگوں کے ساتھ ہو جن کے ساتھ ہماری محبت ہے اور ہماری محبت ان سے ہونی چاہیے جن سے اللہ کی محبت ہے۔ یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ بس پھر

قافلہ پکا ہوگیا۔ یا اللہ تو ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رہنے والوں کے ساتھ محبت میں رکھ' اس قافلے میں ہمیں شامل کردے! بحث نہیں کرنی کہ اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک مضمون لکھا ہے تو ہم بھی لکھنا شروع کردیں۔ جس کو اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے ہیں وہ لکھ لیتا ہے' انسانوں سے مقابلہ نہ کرنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا چراغ جلاتا ہے تو تم بھی جلانا شروع کردو' یہ نہ کرنا۔ جو بات تمہارے شعور میں آتی ہے وہی کرو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جیسے آپ کے خیال میں بات آتی ہے ویسے کرو۔ وہ خود ہی آپ کو آگاہ کریں گے۔ لوگوں کی نقل کرنا نہ سیکھو۔ ہر آدمی کو انہوں نے حسانؓ نہیں بنایا یعنی اپنا نعت خوان۔ ہر آدم نوری ظہوری قصوری نہ بن جائے۔ جس کے پاس لحن ہے وہ لحن کی بات کرے' جس کے پاس خاموشی ہے وہ خاموشی کی بات کرے۔ یہ سب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شانیں ہیں' ان میں سے کوئی شان آپ Copy نہ کرو۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کو موذن بنایا۔ اب آپ یہ دیکھو کہ اس کی ایک وجہ ہے کہ ایک تو وہ خلوص کے پیکر اور پھر آواز ایسی جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دیکھ لی کہ حبشہ کے رہنے والوں کی آواز کیسی ہے۔ آج بھی یہ لوگ دنیا کو Rule کر رہے ہیں۔ وہ آواز ایسی تھی کہ تمام کا دل نکال لینے والی آواز تھی۔ پھر اس آواز کے بارے میں کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اذان پسند ہے اور بندہ بدلنے سے اذان نہیں ہوتی۔ تو ان کو بدلنے سے اذان نہیں ہوتی' لہٰذا وہ اذان دیں۔ مثنوی میں مولانا رومؒ نے لکھا ہے یعنی جلال الدین رومیؒ نے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ایک قافلہ تھا مسلمانوں کا۔ صحرا میں آ کے رکا' ساتھ میں یہودیوں کا ایک قافلہ آ کے رکا۔ صبح کا وقت تھا۔ مسلمان قافلے نے اذان کہی' جماعت ہوگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ساتھ والے قافلے کی طرف سے ایک شخص آیا' ٹرے میں زیورات' جواہرات کا تحفہ رکھے ہوئے۔ اس نے کہا آپ کا سالار کہاں ہے؟ سالار سے کہا کہ میں سامنے والے قافلے سے آیا ہوں' میں اس قافلے کا سالار ہوں' یہ آپ کی خدمت میں تحفہ پیش ہے' بڑے

عرصے کی الجھن یہ تھی کہ میری بیٹی کہیں در پردہ مسلمان ہوگئی' میں یہودی ہوں اور یہ قافلہ میرا ہے' بڑا زور لگایا' آگ میں پھینکنے کی دھمکی دی مگر وہ نہیں مانی' بس وہ یہی کہتی کہ میں نے اسلام پہ ہی چلنا ہے۔ پھر اتفاق کی بات ہے کہ مسئلہ آپ نے حل کر دیا۔ آج صبح جو آپ کے موذن نے اذان کہی تو اس کا دل اسلام سے چل گیا' اتنی کرخت آواز میں اذان کہی گئی ہے کہ اس کا دل اسلام سے بدظن ہو گیا اور آج وہ ہمارے دین میں واپس آ گئی ہے ــــــ مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ اگر اذان کہنی ہے تو ایسی نہ ہو کہ یہودی لوگ اسلام چھوڑ کر واپس اپنے دین میں چلے جائیں۔ تو اسلام کی تبلیغ میں لحن والا موذن بھی شامل ہے۔ جس کے گلے میں سوز ہو وہ بھی شامل ہے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے وہی استعمال کرو۔ اور جس کے پاس پیسہ ہے وہ پیسہ استعمال کرے۔ جس کے پاس خاموشی ہے وہ خاموشی اختیار کرے۔

آپ کو میں کہتا ہوں کہ یہ سب یاد رکھ لینا کہ ؎

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بلندی پر پہنچے اپنے کمال سے' اندھیرے دور ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال سے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل خصلتیں احسن ہیں اور درود ہو آپؐ پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر۔ اگر یہ کہا جائے کہ بلغ العلی یا العلی بکمالہ' یعنی اگر مسجد میں سے اس طرح کی آواز آئے تو لفظ تو غلط ہو گیا۔ یا کشف الدجی یا خصالہ وغیرہ کہا جائے تو اس کے اور معنی ہیں۔

یہ نہیں ہے کہ ہر آدمی گستاخ ہی ہوتا جائے۔ نہ اس کے پاس وہ واقعہ ہے جو وہ بیان کر رہا ہے اور نہ وہ علم ہے جو وہ بیان کر رہا ہے' قرآن پاک کی آیتیں منبر سے غلط پڑھتے

ہوئے ہم نے سنا ہے لوگوں کو۔ یعنی زبر غلط ہے' زیر غلط ہے' واقعات غلط ہیں۔ اسی طرح اور باتیں ہیں۔ اس منبر پر چڑھنے سے پہلے سوچ لیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شروع کیا تھا۔ اس پر چڑھ جانے سے پہلے سوچ لیا کرو کہ کیا آپ اس منبر پر بیٹھنے کے اہل ہو؟ بس' یہ میری نصیحت ہے آپ لوگوں کو۔ جو اس منبر سے بول رہے ہیں کیا وہی بول رہے ہیں کیا یہ لفظ عین وہی لفظ ہیں جو عربی میں ہیں یا وہ لفظ نہیں ہیں۔ اگر وہ لفظ نہیں ہیں تو پھر ٹھہر جاؤ۔ تو پھر یہ علم کی بجائے گمراہی والی بات ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ لفظ بلغ العلیٰ اگر ''العلی'' ہو جائے تو وہاں آپ ضرور چیک کر سکتے ہو۔ ایک بار پھر دیکھ لو کہ کتابوں میں کیا لفظ ہے۔ تو آپ کو جتنی عطا ہو اتنی باتیں کیا کرو۔ یعنی یہ نہ ہو کہ منبر پر چڑھ کے شروع ہو جاؤ۔'' قال _____ ''بس جتنے آپ مامور ہو' اتنی بات کرو' مامور کا معنی؟ مامور فرمایا گیا۔ ''قطب الاقطاب'' بھی ایک لفظ ہوتا ہے۔ قطب کا کیا معنی ہے؟ وہ جو چکی چلتی ہے اس کے نیچے Pivot ہوتا ہے' اسے قطب کہتے ہیں۔ قطب کا معنی ہے ٹھہرنے والا۔ اس کے متعلق فقراء نے بتایا کہ قطب مدار ہے' قطب ارشاد ہے' مختلف قسم کے قطب ہوتے ہیں' ''ارشاد'' کی ایک قسم ہے' ہر شخص کو بولنے کے لیے مامور نہیں کیا گیا۔ بے شمار لوگوں کو نظارہ خاموشی سے دکھایا گیا۔ ''چپ کر' نہیں بولنا' آرام سے دیکھتے جاؤ' یہ دیکھ کیا ہے' یہ سب نوادرات ہیں اور ان نوادرات میں سے ہوتے ہوئے گزر جاؤ''۔

آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے دل لگی نہیں

بس پھر خاموش نظارہ دیکھتے جاؤ۔ کچھ لوگوں کو بولنے کے لیے کہا گیا کہ بولتے جاؤ۔ کچھ لوگوں میں کتابیں پڑھنے کے بعد بولنے کا فن پیدا ہو گیا۔ ان کی اپنی ذمہ داری ہے۔ صرف کتاب پڑھ کے بولتے وقت آپ کی اپنی ذمہ داری ہے کہ آپ لفظ کو صحیح تلفظ میں بولنا' صحیح پس منظر میں پیش کرنا ورنہ نیکی کی بجائے گمراہی کی دلیل پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً اگر شعر پڑھنا ہے غالبؔ یا اقبالؔ کا تو اس شعر میں کمی بیشی نہ کرنا۔ ''جس کھیت سے دہقان کو روٹی

میسر نہ ہو'' _____ یہ شعر تو غلط ہو گیا۔ اقبال کے ساتھ کم از کم یہ بات نہ کرو۔ غالب کے ساتھ یہ بات نہ کرو۔ جو چیز تحریر میں آ گئی ہے اس کو ویسا ہی اٹھاؤ جیسا کہ تحریر میں آ گئی ہے۔ یہ بھی آپ کے لیے نیکی کا باعث ہے۔ جو عربی میں تحریر آ گئی ہے اس کو عربی میں ویسا اٹھاؤ۔ اگر قرآن پاک کی تحریر آ گئی ہے اس کو ویسا اٹھاؤ۔ نہیں اٹھا سکتے ہو نہیں بیان کر سکتے ہو تو اس کو ویسے ہی رہنے دو۔ خاموش ہو جانا بڑی نیکی ہے۔ تبلیغ کے باب میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ آئندہ جب آپ کوئی بات کرو، تبلیغ کرو تو اتنی بات کرو جتنا آپ کو علم ہو۔ علم نہ ہو تو پھر خاموش رہ جاؤ۔ ہر کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ انسان رکھا ہوا ہے۔ اس حد تک کہ اذان بھی وہی کہے جس کی اذان میں گداز ہو ورنہ جس شخص کا جگرا ہو محلے داروں کے ساتھ، وہ اذان کیا کہے گا۔ اس لیے موذن کے لیے ضروری ہے کہ اس میں محبت ہو، رواداری ہو۔ اس نے سب کو بلانا ہے اس لیے خدائی آواز بناؤ اور ہر ایک کے ساتھ خدائی رشتہ ہونا چاہیے۔ تو جو تبلیغ کرنے والا ہے اس کی ہر ایک کے ساتھ محبت ہونی چاہیے تا کہ لوگ محبت کے ساتھ اس کی باتیں سنیں۔ اس طرح انسان کہے تو بات بن جاتی ہے ورنہ بے تعلق تبلیغ بے اثر ہو جاتی ہے۔ اسلام میں یہیں فرق پڑ گیا۔

ہاں اور بولو _____ کوئی اور بات _____ چوہدری صاحب آپ بولو

سوال:

کوئی ایسی نصیحت فرمائیں کہ ہماری زندگی آسان ہو جائے۔

جواب:

فیصلہ دو دفعہ کرنے کا وقت نہیں ہے۔ غلطی Repeat کرنے کا آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ پہلی بات یہ کہ غلطی نہ کرو۔ لائف میں Rectification کا ٹائم نہیں ہے۔ ''پھر اپنے شہر چلا گیا، گاؤں واپس چلا گیا'' آنا تو گاؤں تک ہی تھا جس میں آپ واپس آئے۔ تم بھی مختلف ہو، وہ بھی مختلف ہے۔

اس انقلاب کو کہتے ہیں ارتقائے حیات
کہ میں بھی میں نہیں، تو بھی کب رہا ہے تو

ہر شے بدل گئی۔اس لیے یاد رکھنا کہ زندگی میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ آپ پہلے کسی کو اپنا دوست بناؤ، پھر اس کے ساتھ جھگڑا کرو اور پھر ایک اور دوست بنانے کے چکر میں چلے جاؤ۔ پہلے ہی دوست کے بغیر گزارہ کرو یا دوست کو قائم رکھو۔ غلطی کے باوجود قائم رکھو۔ اپنی کوتاہی کے باوجود قائم رکھو۔ یہ نمبر دو بات ہے۔تو پہلی بات، اپنے فیصلے Repeat نہ کرنا، غلطی کی گنجائش نہیں ہے۔ دوست بنانے سے پہلے، دوست Announce کرنے سے پہلے دس ہزار مرتبہ سوچ لو اور جب دوست کہہ لیا تو پھر اسے ہمیشہ کے لیے نبھاؤ۔ غلطی ہے تو غلطی سہی، بس اپنی بات پہ قائم رہو۔ دوسری بات یہ سمجھنے والی ہے کہ زندگی میں تمام علوم حاصل کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ یہ کہنے والی بات نہیں ہے لیکن کوئی بزرگ سے بزرگ نام لے لو غالب تھا ناں اردو کا شاعر۔لیکن انگریزی کا شاعر نہیں تھا۔فیل ہو گیا۔تو بات یہ ہے کہ جو اردو کا شاعر ہوتا ہے وہ انگریزی کا شاعر نہیں ہوتا۔اس لیے جو ایک جگہ پہ رہتا ہے وہ مسافر نہیں بن سکتا اور جو مسافر ہے وہ مقیم نہیں بن سکتا۔لہٰذا تمہارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ تم سارے ہی فیصلے کرتے جاؤ۔تو اپنی زندگی میں زیادہ علم حاصل کرنے کی کوشش آپ نہ کرنا Workable System کی کہانی سنی ہے آپ نے۔وہ بھی مولانا رومؒ نے لکھی ہے۔ایک آدمی تھا عروضی، صرف ونحو جاننے والا، صرفی نحوی کہہ لو، گرامر جاننے والا آدمی، ایک کشتی میں سوار ہو گیا، مولوی تھا، شریعت کا زیادہ علم جاننے والا۔وہ کشتی میں بیٹھا تو پوچھا کہ اے کشتی والے، تو نے صرف نحو یاد کی ہے۔اس نے کہا میں نے صرف نحو یاد نہیں کی، میں ان پڑھ آدمی ہوں، ادھر سے مسافروں کو لاتا ہوں اور دریا کے پار چھوڑ آتا ہوں، چکر لگانا اور آنا جانا، دریا کے آر پار، میں صرف دریا کے پار لے جاتا ہوں، مجھے ٹائم ہی نہیں ملا کسی شے کے پڑھنے کا، علوم بلند پڑھنے کا_____ تو مولانا کہنے لگے کہ دیکھو تمہاری آدھی زندگی برباد ہو گئی۔خیر وہ بیچارہ برداشت کر گیا۔کشتی دریا میں گئی تو کچھ تلاطم پیدا ہو گیا، ہچکولے کا

وقت آ گیا۔ کشتی والے نے مولانا سے پوچھا کہ تیرنا آتا ہے؟ مولانا نے کہا کہ مجھے تیرنا نہیں آتا۔ کہنے لگا کہ میری آدھی زندگی برباد ہوئی تھی مگر تیری پوری زندگی برباد ہوگئی ــــــــ بات یہ ہے کہ زندگی میں صِرف صَرف ونحو نہ کرتے رہنا' تیرنا بھی سیکھنا۔ صرف نحو آدھی زندگی ہے تو تیرنا پوری زندگی ہے۔ زندگی میں سے تیر کے نکل جانا بھی سیکھ لینا۔ خالی گرائمر نہ پڑھتے جانا' گرائمر کا معنی یہ ہے کہ جو منشور مقرر ہے' وہ تو اپنی جگہ ہے لیکن برے لوگوں کو جاننا بھی علم ہے' اچھائی کو اچھا جاننا چاہیے لیکن اچھائی جاننے کے لیے شر کو پہچاننا ضرور چاہیے تا کہ شر سے محفوظ رہ سکو۔ شر کرنا نہیں چاہیے لیکن آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ شر ہے۔ مثال کے طور پر یہ دیکھو کہ وحدت الوجود کا علم یعنی وحدت الوجود کا مطلب ہے کہ ہر شے اللہ ہے' سب اللہ ہی اللہ۔ تو بزرگ کہتے ہیں کہ ہر شے تو اللہ ہی اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ ''بسم اللہ'' سے پہلے ''اعوذ'' کا سبق سیکھو۔ ''من الشیطن الرجیم'' پڑھا کرو۔ گویا کہ میرے پاس آنے سے پہلے اس علم کو بھی پکا کر لیا کرو کہ یہ شیطان ہے اور یہ ہمارے مخالفین ہیں۔ آپ ہی پیدا کیے ہیں اس نے' اس لیے ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ یہ ہمارے مخالفین ہیں'' ''عدو اللہ'' تو عدو اللہ کیسے ہو سکتا ہے ؟ اللہ نے کیا کیا کہ محبوب پیدا فرما دیے' اچھے لوگ پیدا فرما دیے' خوبصورت نقش ونگار پیدا فرما دیے پھر کہا کہ چلو دشمن بھی پیدا کر دیا جائے۔'' آپ کی بات مانتا ہے؟'' ''نہیں مانتا'' چلو جیسے بھی ہے۔ تبھی تو رونق ہے ناں کائنات میں' خیر شر' دن رات۔ وہ تضادات کا مالک ہے۔ جہاں رات پیدا کی وہاں دن پیدا کر دیا۔ ایک طرف صحرا' ایک طرف سمندر' ہے ناں خوبی کی بات۔ یعنی صحرا ہے تو اتنا کہ پیاسا ہی پیاسا ہے اور سمندر ہے تو اتنا کہ سیراب ہی سیراب ہے۔ بڑی پیاس ہے صحرا کی۔ صحرا فریاد کر رہا ہے کہ دو مجھے بارش' پانی دو' میں پیاسا مر گیا اور سمندر ہے کہ اٹھتا چلا جا رہا ہے' دونوں کا خالق ایک ہے' اللہ میاں اپنی شان بیان فرماتا ہے۔ کہتا ہے کبھی تم نے دیکھا پہاڑوں کی جانب' کیسے ہم نے ان کو بلند رکھا' پکے پہاڑ ہیں' دیکھو غور سے۔ پھر پہاڑ کے دامن میں پتھر کے ساتھ مٹی شروع ہو گئی۔ پھر دریا نکال دیا'

دیکھا تم نے۔ کیا دیکھا تم نے؟ کبھی تم نے اونٹ کو دیکھا' کیسے میں نے اس کو پیدا کیا' دیکھو اس کو غور سے۔ بزرگانِ دین یہاں تک کہہ گئے کہ اگر تم چمگادڑ کو دیکھو تو تمہیں پورا عرفانِ حقیقت مل جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھنے کی بات ہے۔ آپ نے پڑھا ہوگا قرآن میں کہ آسمان کو دیکھو' تمہاری نگاہ واپس لوٹ آئے گی' خیرہ ہو کے لوٹ آئے گی۔ پھر اسے دیکھو' کیا اس میں کوئی نقص ہے' کوئی کجی ہے' کائنات Perfect' کائنات کی باقی اشیاء پرفیکٹ' ہر چیز مکمل' انسان کیوں نہیں پرفیکٹ' ہر چیز مکمل' انسان کیوں نہیں مکمل۔ اس کائنات کا شعور' اللہ اس کو آگاہ کرتا ہے اور انسان یا اِدھر نکل جاتا ہے یا اُدھر نکل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خیال رکھو' شر کو Avoid کرتے جاؤ' جانو گے تو Avoid کرو گے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے پتہ نہیں چلا' میں دھوکا کھا گیا تھا۔ یہ کوئی دانائی نہیں ہے۔ تو دانا آدمی دھوکے کے پوائنٹ سے بھی آگاہ ہوتا ہے۔ دھوکا کرتا بھی نہیں اور دھوکا کھاتا بھی نہیں۔ دانائی کی تعریف یہی ہے کہ دھوکا کھائے بھی ناں اور دھوکا کرے بھی ناں۔

تو یہ زندگی کے متعلق موٹے موٹے پوائنٹ ہیں' سمجھ آ رہے ہیں آپ کو؟ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت تجربے نہیں کرنے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان ہی بن جانا۔ اللہ کے ساتھ تین درجے بتائے بزرگوں نے ؎

سرمد بندہ تو' سگِ تو' عاشق تو

ناچیز اتنے کہ تیرے کوچے کے ہم سگ ہیں۔ اور بندہ اس لیے کہ تو معبود ہے اور ہم تیرے غلام ہیں۔ جو چیز تو نے دی ہے' جو کچھ دیا ہے' سمجھ آتی ہے کہ نہیں آتی' ہم پابند ہیں' کاربند ہیں۔ طلب تیری ہے' تیرے علاوہ ہم کسی اور شے کے طلب گار نہیں ہیں کیونکہ ہر شے فانی ہے' دھوکا دے گی۔ ہر تمنا آپ کو گمراہی میں لے جائے گی اور اولاد کی محبت تو یقیناً گمراہ کرے گی۔ کتابوں میں یہ لکھا جائے کہ اولاد کی محبت ضرور گمراہ کرے گی اور بیوی کے محبت آپ کو ضرور پیسے کے اندر ہیر پھیر سکھائے گی۔ کیونکہ وہ ہے دنیا کی تمنا۔ صرف اللہ کی محبت ایسی ہے جو آپ کو توازن رکھنا سکھائے گی۔

تو یہ باتیں نوٹ کرلو۔ استادوں کی کثیر تعداد مت بناؤ۔ بہت سارے لیڈر مت بنایا کرو۔ آرام سے چلتے جاؤ۔ چار دن کا میلہ ہے' اس میں شرارتیں نہیں کرنی ہیں۔ ایسی چیز کسی انسان کے ساتھ نہ کرو جو تم نہیں چاہتے کہ تمہارے ساتھ ویسی ہو۔ کسی انسان کے ساتھ کوئی کام ایسا نہ ہو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔ کسی انسان سے ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے ساتھ نہیں چاہتے۔ بس اتنا سارا انصاف کرلو۔ دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کرو جس کی دوسروں سے تمہیں توقع ہے۔ پھر یہ دانائی ہے_____ اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف محبت سے رجوع کرو۔ پھر سب آسان ہوگیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ادب سے پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی کتابِ فطرت کو بھی ادب سے پڑھا کرو۔ اس کائنات پہ غور کیا کرو۔ سبحان اللہ! ایک بار آپ کا پھیرا لگا ہے جوگی والا۔ پھر تو آپ نے آنا نہیں ہے۔ غور سے دیکھو اس کائنات کو۔ خالی دیکھنا ہی عبادت ہے۔ دھیان سے دیکھو۔ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی بنایا جیسے بنایا ہے۔ یہ کیا راز ہے؟ سائنس کیا ہے؟ وہ سائنس جانے۔ ہم سائنس نہیں جانتے' ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاند بنایا اور خوبصورت بنایا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا خوبصورت چاند ہے۔ بس ایک ہی بار دیکھنے سے آپ وارفتہ ہوگئے۔ اس لیے حسنِ تخلیق کی داد دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ دیکھو کائنات کو' غور کرو۔'' ہم نے غور کیا۔ سبحان اللہ! کیا چیز ہے۔ یا اللہ یہ آپ ہی بنا سکتے ہیں'' بس اتنی بات دیکھنے کا نام ہے زندگی اور یہ ایک ہی بار ہو جاتا ہے اور بار بار نہیں ہونا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو آباد رکھے۔

اور بات پوچھو_____ میری بات سمجھ گئے آپ؟ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی دیر رکھا ہوا ہے اُس پر غور کرے_____ اور کوئی بات کرو_____ بولو_____ پوچھو_____

سوال:

شر کو جاننے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

شر کو جانو' خیر کے حوالے سے۔ خیر کی ضد کا نام ہے شر۔ مثلاً خیر یہ ہے کہ تمہارا دوست کہہ رہا ہے کہ چوہدری رشید میرا دوست ہے تو چوہدری رشید کے دشمن شر ہیں۔ جو اس راستے سے روکے وہ سارا شر ہے۔ جب تم نے خیر کا راستہ چن لیا تو اس راہ سے روکنے والا سارا شر ہے۔ مثلاً ایک آدمی حج پہ گیا۔ اب دیکھو شر کیسے سمجھ آتا ہے۔ پیدل جا رہا ہے قافلہ' حج پہ' چار پانچ آدمی کا۔ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے جس زمانے میں راستے تھے ہی نہیں راستے میں کردستان کا علاقہ آ گیا' ڈاکو آ گئے۔ ڈاکو نے کہا آپ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے وہ نکال دو۔ سب رکھ دیا گیا۔ اس نے کہا تمہارا قافلہ سالار؟ انہوں نے کہا یہ قافلہ سالار ہے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا ''دیکھو آپ سے جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب رکھ دیا؟'' کہا ''ہاں رکھ دیا'' ''اور کوئی چیز نہیں ہے؟'' ''اور کوئی چیز نہیں ہے'' اس نے کہا کہ قافلہ سالار کی تلاشی لے لو۔ تو قافلے کے سردار کے اندر کی جیب سے کچھ مال نکل آیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اسے قتل کر دو' پھانسی لگا دو۔ قافلے میں ایک آدمی تھا' اس نے کہا یہ Already ہمارا سردار ہے' اسے قتل نہ کرو' ہم سفارش کرتے ہیں۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارا سردار ہو کیونکہ سچوں کا سردار جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ حالانکہ سردار بنا ہوا تھا لیکن تھا شر۔

شر کی ایک پہچان یہ ہے کہ بعض اوقات قافلے کا سالار ہوتا ہے مگر ہوتا شر ہے۔ پھر اس آدمی نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا کہ جناب آپ خود ہی شر ہو' ہمارا مال ہم سے چھین رہے ہو۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا یہی تو میں تمہیں بتانے کے لیے آیا ہوں' شر میں نہیں ہوں جو مال چھین رہا ہوں' شر وہ مال ہے جو تمہیں حج کے لیے ضروری نظر آ رہا ہے' اس سے نکل کہ مال کی محبت تم پر اس راستے میں غالب آ گئی۔ تو شر تو وہ مال ہے جو تمہیں اس صداقت سے روک رہا ہے۔ ہم تو تمہیں نجات دے کر حج پہ بھیجیں گے۔ ہمیں تو مامور کیا گیا ہے اس کام پر کہ آپ کو ایسا سبق سکھائیں۔ اب راز کیا ہے؟ شر یہ نہیں ہے بلکہ شر وہ ہے ؎

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں راہزن کو

خدا سلامت رکھے ڈاکو کو کہ اب آرام سے نیند آتی ہے' بے فکر ہو گیا ہوں کہ مال ہی نہیں رہا _____ تو شر کی بات سمجھ آتی ہے صرف شر کے حوالے سے۔ خیر کی راہ کی رکاوٹ کا نام ہے شر۔ اب پتہ چل جائے گا۔ تو نماز میں سستی کا نام شر ہے۔ کسی نیک کام میں رکاوٹ شر ہے۔ بعض اوقات کسی بظاہر نیک کام میں رکاوٹ ایک اور نیکی بن جاتی ہے۔ مثلاً جھوٹی نیکی ہے۔ ''کیا آپ حج پہ جا رہے ہیں؟'' کسی بچے نے کہا کہ'' دیکھو جی ہمارے لیے بڑا ضروری ہے' شادی کا سامان چاہیے' یہ بھی نیکی ہے''۔ یہاں نیکی کو پہچاننا چاہیے۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم پر اپنی پہچان آسان فرمائے اور شر سے محفوظ رکھے۔ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر وہ بھی راضی ہو اور ہم بھی راضی رہیں۔ دعا کرو اور اپنے اپنے گھروں کو جاؤ _____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا شفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الرٰحمین.

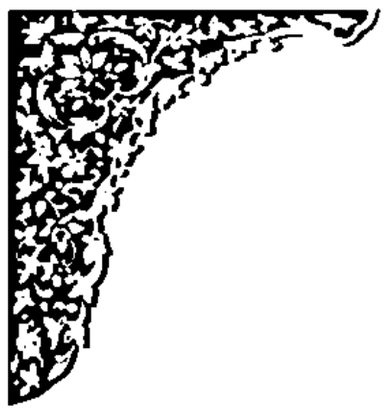


10




1 حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے لیکن سورہ ماعون میں ہے کہ سائل کو نہ جھڑکو؟

2 جس ذات کے پاس مکمل علم موجود ہو وہ کیوں دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما؟

3 نفس کے شر سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

سوال:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گداگری کی مذمت فرمائی ہے لیکن قرآن پاک میں سورہ الماعون کے آخر میں آتا ہے کہ سائل کو جھڑکا نہ کرو۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں۔

جواب:

گداگری پیشہ ہے۔ سائل ایک ضرورت ہے۔ یہ آسان سی بات ہے۔ تو پیشہ اختیار نہ کرو۔ ضرورت کا سوال کرو مگر اس کو پیشہ نہ بناؤ۔ سوال تو منع نہیں ہے۔ سوال تو ہو سکتا ہے۔ سائل کو جھڑکی نہ دو یہ تو ضروری ہے۔ ضرورت تو موجود رہے گی۔ سائل رہے گا اور سخی بھی رہے گا۔ سخی حبیب اللہ تب ہے جب کوئی لینے والا ہو۔ زکوۃ تب ادا ہوتی ہے جب کوئی لینے والا ہو ورنہ زکوۃ کا Function ہی کوئی نہیں۔ زکوۃ مستحق کو جائے گی اور مستحقین کون ہوتے ہیں؟ جو ضرورت رکھتے ہوں اور انتظام نہ رکھتے ہوں۔ جس کے پاس ضرورت ہے اور انتظام نہیں ہے' آپ اس کو ضرور دو۔ اب جسے ہم سائل کہہ رہے ہیں تو سائل بعض اوقات سوال سمیت ہوتا ہے' یعنی سوال کا اعلان ہوتا ہے اور بعض اوقات سوال کا اعلان نہیں ہوتا۔ اور شکل پر بھی سوال لکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات اگر آپ کو سمجھ ہو' عرفان ہو تو سوال محسوس ہوتا ہے۔ ایک امیر بھائی جب غریب بھائی کو دیکھتا ہے تو اب پوچھتا کیا ہے کہ سوال کیا ہے۔ اب پوچھنے والی کوئی بات تو نہیں ہے۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ تو میرے کارخانے میں ملازم ہو جا اور میں پھر بھی تیرا بھائی ہی رہوں گا تو اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔ ایسا بھائی

برابری نہیں کرتا۔ اب سوال کو کہنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ میں سائل اس کو کہتا ہوں جس نے سوال کیا یا نہ کیا لیکن ضرورت موجود ہو اور انتظام موجود نہ ہو۔ مسکین بھی ہم اس کو کہیں گے جو محنت پوری کرے اور گزارہ پورا نہ کرے۔ آدھی قوم تو مسکین ہو گئی ہے خیر سے' کہ محنت پوری کرتے ہیں اور گزارہ پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے بھی آگے بات ہے کہ کہتے ہیں کہ جی آپ حلال کی بات کر رہے ہو' یہاں حرام سے بھی گزارہ نہیں ہوتا۔ تو حلال تو بہت پیچھے رہ گیا۔ مطلب یہ کہ اس حد تک کہ ایمان بیچا' تب بھی گزارہ نہیں ہو رہا۔ تو سائل کا ہونا بڑی مبارک بات ہے_____ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس آیا۔ وہ سائل تھا۔ سوال کیا۔ اس نے کہا ''اللہ کے نام پر معاف کرو'' کہا ''معاف کیا کروں' مجھے تُو نے پہچانا ہی نہیں''۔ کہتا ہے ''میں نے واقعی آپ کو نہیں پہچانا''۔ ''دیکھ میں بڑی دور سے آیا ہوں اور تیرے لیے آیا ہوں''۔ ''تُو تو سائل ہے' میرے لیے کیسے آیا ہے؟'' کہتا ہے ''میں تجھ جیسے بخیل کو سخی بنانے کے لیے آیا ہوں''۔ میں سوال لے کے آیا ہوں تا کہ تجھ جیسے آدمی کو سخی بنا دوں ورنہ بخیل ہی مر جاؤ گے_____ ایک اور سائل کا سوال دیکھو' اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہا معاف کرو۔ اس نے کہا معاف کرنے والی تو بات ہی نہیں' اگر ہے تو دے دو' نہیں تو تُو بھی مانگنے والا بن جا۔ اس لیے گداگری ایک ایسا پیشہ ہے جس میں ضروری نہیں کہ گداگر فاقے سے ہو' گداگر کا بینک بیلنس ہو سکتا ہے۔ گداگر کے پاس پیسہ وافر ہو سکتا ہے۔ گداگر سڑک پر گدا کرے اور گھر میں آسائش کا بنگلہ ہو' یہ ہو سکتا ہے۔ تو گداگری کا پیشہ اختیار کرنے سے منع کیا گیا کہ یہ پیشہ نہ ہو۔ سائل ہو جانا جو ہے تو کسی وقت بھی بندہ سائل ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی صاحب حیثیت آدمی ہو تو وہ بھی سائل ہو سکتا ہے۔ کوئی مریض ہو اور ڈاکٹر کے پاس چلا جائے۔ ڈاکٹر نے اگر کہا کہ مصروفیت ہے تو وہ منت کرے گا' سماجت کرے گا' سائل ہو جائے گا۔ کوئی اپنے حقوق پر بھی سائل ہو سکتا ہے کہ حقوق جائز طریقے سے پورے نہیں ہوتے تو سوال بن گیا' منت بن گئی' سماجت بن گئی۔ تو بعض اوقات حقوق حاصل کرنے کے لیے بھی سوال کرنا پڑتا ہے۔ تو سائل ہونا مبارک اور سخی ہونا مبارک مگر گدا

گر ہونا اچھا نہیں۔ تو گداگری سے ہر انسان دوسرے کو روکے گا۔ یہ جو شعبہ آپ نے بنایا ہے زکوۃ کا' یہ کیوں بنایا ہے؟ کہ گداگری پیشہ نہ بنے۔ مساکین کا شعبہ بنایا تا کہ گداگری پیشہ نہ بنے۔ یعنی کہ ان لوگوں کی ضرورت آپ پیشہ بننے سے پہلے پوری کر دیا کرو۔ اگر سماج میں گداگری کہیں پیشہ بن جائے تو صاحبانِ حیثیت جو ہیں یہ گرفت میں آجاتے ہیں۔ ان پر گرفت آجائے گی کہ تم لوگوں نے ان کا خیال نہیں کیا اور ان لوگوں کو تم نے یہ پیشے کے طور پر اختیار کرنے دیا۔ پیشہ Discourage ہونا چاہیے اور سائل Encourage ہونا چاہیے۔ سائل مل جائے تو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ یتیم ہو' مسکین ہو' ابن السبیل ہو یعنی راستے کا مسافر' اس کی مدد کرنی چاہیے۔ گداگر وہ ہوتا ہے جو ہر روز ایک مقام پر ایک جیسی صدا لگاتا رہتا ہے۔ بندے بدلتے رہتے ہیں' وہ نہیں بدلتا کیونکہ وہ گداگر ہو گیا۔ اس لیے گداگری کو بند کرنا' یہ بالکل صحیح فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے والے کی مدد کا جو حکم فرمایا وہ بالکل ٹھیک فرمایا۔

ایک بات یاد رکھنا۔ کبھی کسی آدمی سے ایسا سوال نہ پوچھنا جس میں ایک طرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہو اور دوسری طرف اللہ کی بات ہو۔ کیونکہ یہ خیال کہ دونوں میں سے کس نے صحیح کہا' تمہیں ایمان سے محروم کر دے گا۔ دونوں نے صحیح فرمایا ہے۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ حدیث شریف یہ ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے' آپ اب کیا کہتے ہیں؟ بس تیرا ایمان چلا گیا۔ حدیث ٹھیک کہہ رہی ہے اور قرآن بھی سچ کہہ رہا ہے۔ بات صرف سمجھنے کی ہے۔ اس لیے یہ یاد رکھنا کہ بات صرف سمجھنے کی ہے۔ تو پہلے اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ قرآن کی بات اگر قرآن کے مقابلے میں آجائے تو دونوں باتیں ٹھیک ہیں کہ ''تم پر تکلیف آتی ہے مگر اللہ کے حکم سے آتی ہے''۔ اور قرآن کا حکم ہے ''تم پر تکلیف نہیں آتی مگر تمہارے اعمال کی وجہ سے''۔ کون سی بات سچی ہے؟ دونوں باتیں' بیک وقت۔ ''انسان جتنی محنت کرے گا اتنا ہی حاصل کرے گا''۔ لیس للانسان الاماسعٰی یہ بالکل ٹھیک ہے اور الاماشاء اللہ اور جو اللہ چاہے گا'' یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو دونوں ٹھیک ہیں۔ انسان کیا ہے؟ جو اللہ چاہے۔ انسان کیا

ہے؟ جو وہ محنت کرے۔ یہ سب صحیح ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر صرف ایک آدمی ہو تو ایک راز معلوم کرے۔ مگر اتنے انسان ہیں' اتنے رموز ہیں کہ ہر آدمی کے لیے ہر چیز Apply ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تم یہ دیکھو کہ تمہارے لیے کیا ہے؟ کوشش کا راستہ' ایک راستہ ہے۔ کوشش کا راستہ کیا ہے' آؤ جاؤ' کھاؤ پیو' ادھر اُدھر' پیسہ کماؤ' مشکل وقت کے لیے جمع کرو اور پھر مشکل وقت کا انتظار کرو اور مشکل وقت پھر آ جائے گا۔ ایک بندے نے اگر مشکل وقت کے لیے جمع ہی نہیں کیا' تو یہ ایک اور بات ہے۔ ایک ایسا بھی آدمی ہے کہ اس نے کوئی کام بھی نہیں کیا' صرف اچھے وقت کا انتظار کیا' یہ بذات خود ایک کام ہے۔ اچھے وقت کا انتظار بذاتِ خود ایک کام ہے۔ اور ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نصیب کا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ بھی عمل ہے' اچھے نصیب کا انتظار ایک عمل ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ صحیح بات کیا ہے۔ ایک واقعہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ کبھی دوزخ میں آنے والوں سے انٹرویو کریں کہ تم کیسے آئے ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم نے جو چاہا وہ کیا اور پھر یہاں پر پہنچ گئے یعنی دوزخ میں۔ جنت والوں سے پوچھو کہ یہاں کیسے آئے' تو کہیں گے کہ جو ہم نے چاہا وہ نہیں ہوا اور ہم یہاں پہنچ گئے۔ تو جنت میں جانے والے وہ تھے جو اپنی خواہشات سے بچ گئے۔ کہتا ہے شکر کرو جو ہم نے چاہا نہیں ملا اور اس طرح بچ گئے' بڑی کوشش کی کہ وہ رشوت والی سیٹ مل جائے' نہیں ملی' بچ گئے' اگر میری خواہش پوری ہو جاتی تو دوسری طرف ہی ہوتا۔ تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا نصیب مل جاتا ہے کہ جو تمہاری کوشش کے باوجود ملتا ہے اور انسان اپنی کوشش کے باوجود جنت میں چلا جاتا ہے اور _____ اپنی کوشش کے باوجود دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کوشش کہاں لے جاتی ہے تو یہ راستہ صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ لیس للانسان الا ما سعیٰ ایک اور جگہ فقراء نے راز بتایا۔ یہ سننے والی بات ہے ''اگر تم شکر کرو تو میں اس میں اضافہ کروں گا''۔ کیا ہے آیت حافظ صاحب؟ لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم لوگ شکر کرو میں اس کو مزید کروں گا''۔ اب یہ بڑی بات ہے کہ نعمت پر شکر کرو تو نعمت بڑھ جائے گی۔ شکر سے نعمت محفوظ بھی ہو جائے گی اور نعمت مزید بھی

ہو جائے گی۔ اب فقراء نے اس کی بڑی خوبصورت تشریح کی کہ انسان کو پتہ تو ہے نہیں کہ میرے لیے اچھی کیا چیز ہے' تو وہ بعض اوقات غلطی پر شکر ادا کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ غلطی بڑھ جاتی ہے۔ شکر کرنے سے پہلے ضرور سوچ لینا کہ یہ شکر والی بات تھی یا استغفار والی بات تھی۔ ایسے شکر نہ کر دینا' ورنہ تکلیف بڑھ جائے گی۔ کہ اچانک بیٹھے بیٹھے کہیں سے خیال آیا اور صبح صبح دعا مانگی' گھر میں حالات کمزور ہیں' یا اللہ کوئی سبب بنا۔ دفتر گئے تو پٹواری صاحب آ گئے اور پھر انتقال ہو گیا زمین کا' حالات بہتر ہو گئے کہ پیسے تمہارے نام ہو گئے' نتیجہ یہ کہ بڑا شکر ہو گیا۔ یہ شکر والی بات نہیں ہے' استغفار والی بات ہے۔ اسی طرح یہ ھـذا من فضل ربی جو مکانوں پر لکھتے ہو' شکر کے طور پر _____ اس لیے فقراء کہتے ہیں کہ تم نے غلط راستے سے آنے والی کسی شے کو شکر کے طور پر قبول کیا تو وہ شے بڑھ جائے گی' نجات نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ تم شکر ادا کرو گے تو میں وہ چیز بڑھا دوں گا۔ یہ خاص راز ہے کہ انسان اپنے شکر کے ذریعے بھی بعض اوقات عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس لیے شکر بھی احتیاط کے ساتھ کرو اور کسی چیز کا شکر کرنا ہے تو پوچھ لو کہ یہ شکر والی بات ہے یا نہیں۔ کہتا ہے ہمارے گھر میں دو بھینسیں آ گئی ہیں' حالات بہتر ہو گئے ہیں' دودھ بڑا ہے۔ پتہ نہیں یہ مصیبت بن جائیں۔ اس لیے جو چیز تم شکر کے طور پر مانگ رہے ہو' عین ممکن ہے وہ تمہارے لیے وبال جان بن جائے۔ اس لیے اپنے شکر کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ تم شکر کرو' میں اس میں اضافہ کروں گا۔ جس دن بادشاہ بنا' بادشاہ شکر کرتا ہے کہ تم نے مجھے بادشاہی دی ہے۔ وہ آدمی جس کا آنا اچھا تھا اور جانا اچھا نہیں تھا' جب وہ بادشاہ بنا ہو گا تو شکر کیا ہو گا۔ آنا تو اچھا ہوتا ہی ہے سب کا' لیکن جانا اچھا ہے یا نہیں ہے۔ تاریخ کی کتاب پڑھو کہ جس آدمی کا آنا اچھا ہو اور جانا اچھا نہ ہو' جس دن وہ آیا ہو گا' اس نے شکر ادا کیا ہو گا۔ شکر سے اس کا Stay رہا ہو گا۔ بعد میں وہ شکر جو ہے وہ ایک گرفت بن گئی۔ آپ یہ بات بھی سن لو کہ مرتبہ عذاب بھی ہے اور انعام بھی ہے۔ مرتبہ عذاب کب ہے؟ فرعون کے پاس مرتبہ ہے اور اللہ کے محبوبوں کے پاس مرتبہ ہے۔ دونوں مرتبے ہیں۔ مرتبہ عذاب

کب ہے اور مرتبہ انعام کب ہے؟ مرتبہ عذاب اس وقت ہے جب صاحبِ مرتبہ مغرور ہو جائے اور مرتبے میں مصروف ہو جائے اور مرتبہ اس کو یادِ الٰہی سے غافل کر دے' جب وہ اپنے آپ کو دیکھتا رہے' نمایاں کرتا رہے اور یادِ حق کو فراموش کر دے۔ اور مرتبہ نعمت اس وقت ہے جب وہ مرتبے کی وسعت اور اختیار کے ساتھ عوام کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔ مرتبہ اس وقت انعام ہے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ آپ کے مرتبے' آپ کے جاہ' آپ کے مال' سب کچھ' عذاب بھی ہو سکتے ہیں۔ اور انعام بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کی باتوں میں اگر کہیں آپ کو تضاد یا Paradox نظر آ جائے تو سمجھو کہ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے بیک وقت بھی صحیح ہیں کہ آپ نے زندگی کے مختلف Phases میں سے گزرنا ہے اور ہر آدمی کے لیے Simultaneously صحیح ہیں۔ یہ بات سمجھ آئی آپ کو؟ وہ بات ان لوگوں کے لیے صحیح ہے اور اُن لوگوں کے لیے دوسری بات صحیح ہے۔ اور ایک آدمی کے لیے دونوں باتیں بھی صحیح ہو سکتی ہیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی آپ وہاں اُس شعبے میں بیٹھے اور کبھی اِس شعبے میں بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم اپنے اپنے گھروں میں قیام کیا کرو' یہ بالکل ٹھیک ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سیروا فی الارض زمین کی سیر کرو۔ فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین کہ دیکھو جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی ہے۔ سیر بھی صحیح ہے' گھر میں رہنا بھی صحیح ہے' اور سیر کر کے عاقبت دیکھنا بھی صحیح ہے۔ یہ دیکھو کہ تمہارے اندر جذبہ کون سا ہے۔ اس کے مطابق خواہش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنے کے باوجود لوگ Apply کرنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ Application نہیں ہوتی ہے' ہر چیز ہر ایک کے ساتھ Apply کرنا شروع کر دو گے تو پھر دقت ہو جائے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم کون سے Phase میں ہو۔ قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ بتا رہا ہوں آپ کو' قرآن پڑھنے سے پہلے اپنا نام رکھو۔ تم منافق ہو؟ نہیں ہم نہیں۔ تم کون ہو؟ سائل ہو؟ سخی ہو؟ متقی ہو؟ مومن ہو؟ مسلم ہو؟ کافر ہو؟ یاایھاالکافرون ہو؟ جب تک تمہیں اپنا نام پتہ نہ چلے گا تم قرآن میں Confusion پیدا کرتے رہو گے۔ متقی ہو؟ کہتا ہے متقی تو ہم نہیں ہیں۔ پھر

قرآن سے تمہیں فیض نہیں مل سکتا کیونکہ قرآن میں شرط لگی پڑی ہے ھدی للمتقین یہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔ متقی پہلے ہونا ہے' جب تک تمہیں متقی ہونا نہیں آیا' پرہیزگاری نہیں آئی' اللہ پر اعتماد نہیں آیا' تو تم قرآن سے کیا لینے جاؤ گے' عین ممکن ہے تم قرآن سے گمراہی لے کے آجاؤ۔ آپ آج چودہ سو سال بعد کی بات کر رہے ہیں اور سب سے بڑی آرزو کیا ہے؟ کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہو جائے۔ اور وہ لوگ جو کافر تھے دیدار کے باوجود جنگ کرتے رہے ہیں۔ گمراہی سمجھ آئی آپ کو۔ گویا کہ اس ذاتؐ کے ساتھ جنگ کرنا جس کو دیکھنا آپ لوگوں کی محبت کی انتہا ہے' مطلب یہ ہے کہ جو چیز آپ کے ایمان کا ذریعہ ہے یعنی دیدار تو وہی چیز ان لوگوں کے لیے کفر کا ذریعہ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ لوگ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کافر ہوئے' آپؐ کو برداشت نہیں کیا اور کہا کہ آپؐ کے ساتھ جنگ کرنی ہے۔ جانتے ہیں کہ صادق ہیں' امین ہیں' سب کچھ ثابت شدہ ہیں' سب تعریفیں کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں لائے۔ فرمایا اب تو ایمان لاؤ۔ کہنے لگے کہ آپؐ سچے ہیں' آپؐ کی بات سچی ہے لیکن کیا کریں' ہمارا کفر پکا ہے۔ آپ بات سمجھے؟ گویا کہ جب تک کوئی متقی نہ ہو قرآن سے فیض نہیں ملے گا۔ متقی کون ہوتا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہے تو متقی نے کیا کہا؟ اللہ ہے۔ تو متقی نے گواہی کو Endorse کر دیا۔ تو فرمانے والے نے اللہ کو دیکھا ہوگا اور یہ آپ کا تجربہ تو ہے ہی نہیں۔ آپ کو یقین کیسے ہے کہ اللہ ہے؟ آپ سماعت پر یقین رکھتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے۔ کس سے سنا ہے؟ معتبر ذات سے سنا ہے۔ اب یہ قابل اعتبار بات ہے۔ تو اللہ ہے' ہر چند کہ ہمارا تجربہ نہیں ہے۔ گویا کہ آپ کے متقی ہونے کا امکان ہے۔ فرشتے بھی ہیں! دیکھے ہیں آپ نے؟ اور اگر کوئی شخص کہہ دے کہ ثبوت دے دو تو ان باتوں کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان باتوں کا ایمان ہی ہے۔ تو فرشتے ہیں' اللہ ہے' دوزخ ہے' جنت ہے _____ لیکن آپ کیسے کہتے ہیں؟ آپ تو ادھر بیٹھے ہیں۔ یہ بڑا راز ہے کہ جنت کی خبر اور دوزخ کی خبر تو مرنے کے بعد کا مقام ہے اور بتایا کب جا رہا ہے؟ زندگی سے پہلے۔ یہ کیسے

ہوسکتا ہے؟ اس Mind کے ساتھ' اس ذہن کے ساتھ جو زندگی کا ہے' آپ مرنے کے بعد کی حالت کیسے پہچانیں گے؟ اور آپ کہتے ہیں کہ جنت ہے اور دوزخ بھی ہے' حالانکہ یہ مرنے کے بعد کا مقام اور یہ مرنے کے بعد دیکھا جائے گا۔ لوگوں نے کہا ؎

جب حشر کا دن آئے گا
اس وقت دیکھا جائے گا

لوگ بڑے گھبرائے کیونکہ انہیں بات سمجھ نہیں آئی۔ ماننے والے کو بات سمجھ آ گئی۔ اس نے کہا جو فرمانے والے فرما رہے ہیں ٹھیک فرما رہے ہیں۔ سب ہے' سب کچھ ہے۔ ''سمجھ آتی ہے؟'' ''سمجھ کی ضرورت ہی نہیں ہے'' ''اس میں چشمے ہوں گے'' ''ہیں'' ''اچھا یہ گرم علاقے کے لیے جنت ہے' سرد علاقے والوں کے لیے تو اس میں ہیٹر ہونے چاہیے تھے'' ''ایسے ہیں جیسے ہیں'' اب یہ بات صرف کسی متقی کو تسلیم ہوگی۔ باقی کے لیے تحقیق ہوگی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج ہوگیا۔ لوگ گئے آپؐ کے ماننے والوں کے پاس کہ اب بولو ایسی بات فرمائی ہے آپؐ نے کہ معراج ہوگیا' اللہ کے پاس چلے گئے' سدرۃ المنتہٰی کا مقام ہوگیا بلکہ اس سے آگے کا مقام ہوگیا' قاب قوسین کا مقام ہوگیا' اللہ سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کون فرما رہے ہیں۔ ''آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں''۔ ''اگر انہوں نے فرمایا تو ٹھیک ہے'' معراج کیا ہے؟ بس ہے! اس پہ بحث کی بات کیا ہے' جسمانی ہو یا روحانی۔ تمہیں روحانی ہونے سے کیا فائدہ ہوگا' جسمانی ہونے سے تمہیں کیا تکلیف ہوتی ہے۔ یعنی کہ اللہ کا دین جو بتا رہے ہیں' جو اللہ کے ساتھ ملا کے آپ کو کلمہ پڑھا رہے ہیں' وہ جسمانی معراج کریں تو آپ کو کیا حرج ہے اور اگر روحانی ہو جائے تب آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ یہ کس نے پیدا کیا؟ بعد کے بھیجے ہوئے علماء نے۔ جسمانی کیسے ہوسکتا ہے جی؟ Transportation کیسے ہوسکتی ہے جی؟ وہاں کا Medium کیا ہے؟ میڈیم یہ ہے کہ جس میڈیم کے ذریعے الہام آ رہا ہے اس میڈیم کے ذریعے بندہ بھی جا رہا ہے۔ کلام آتا ہے' چل کے آتا ہے یا گاڑی میں آتا ہے؟ کوئی شے آتی ہے تو پھر آتی

ہے۔اس آنے جانے میں آپ کو کیا دقت ہے۔دوسری بات یہ کہ یہ کلام کس کا ہے''میں نے اپنے بندے کو سیر کرائی' سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی آج رات''_____ اللہ سیر کرانا چاہے تو کوئی روک سکتا ہے؟ اللہ سیر کرانا چاہے تو جو مرضی کرائے۔ اللہ چاہے تو انہیں مستقبل سے آگاہ کر دے' تمہیں کیا تکلیف ہے۔ غائب کا جاننا یا نہ جاننا' غیب کی بات تم کر رہے ہو۔ ساری کائنات کے اندر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں اور غیب ہی چھپا کے بیٹھے ہیں؟ یہ سوچنے والی بات ہے۔ درود بھیجتے جا رہے ہیں' کلمہ پڑھاتے جا رہے ہیں' اور تسلیم بھیجتے جا رہے ہیں اور غیب چھپا دیا ہے انہوں نے؟ چھپا کے کیا کرنا ہے انہوں نے جب کہ کچھ عرصہ بعد وہ ہو ہی جانا ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے۔ ان باتوں کو سمجھو۔ دوسرا اس کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو ذات یہاں سے بلندی کو پرواز کرتی ہے' یہ Vertical پرواز ہے' کیا وہ Horizontal پرواز نہیں کرے گی؟ مستقبل کیا ان کے لیے مشکل ہے؟ ماضی کا آپ کو پتہ ہے کہ امام الانبیاء بھی آپؐ ہیں' کلمہ بھی آپؐ ہیں' ملاقات کے بغیر بھی امام ہیں' جو ذات ماضی کے انبیاء کی امام ہے وہ مستقبل کے اولیاء کی بھی امام ہے۔ پھر فکر کیا۔ بفرضِ محال ایک ذات موجود نہیں ہے تو آپ کا کلمہ جائز ہی نہیں ہے۔ آپ کلمہ حال کا پڑھ رہے ہو کہ ماضی کا پڑھ رہے ہو۔''نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ رسول تھے''اس طرح تو کلمہ نہیں بنتا۔ تو کب ہیں؟ اگر آج ہیں تو ان کا تو مستقبل بنا پڑا ہے۔ آپ کیوں کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کو چھپا کے رکھ دیا۔ غیب جان لیں تو تمہیں کیا حرج ہے' اگر نہ جان لیں تو تمہیں کیا حرج ہے۔ اگر تم دل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لو تو اُن کی صفات کو ماننے میں تمہیں دقت کیا ہے۔ صفات کے اندر جھگڑا کیا ہے؟ دراصل تم نے دل سے قبول ہی نہیں کیا۔ تمہیں موقع ملے تو تم نبی بنو۔ تین دفعہ بنے ہو' چار دفعہ بنے ہو' جھوٹے بن کے باہر نکل گئے ہو' اب کیا نبی بننا ہے تم نے۔ تو_____ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں مبالغہ جائز ہے۔ کیا کہا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں مبالغہ بھی جائز ہے جس طرح کہ محبوت کی صفات

بیان کی جاتی ہیں۔ اللہ کی شان ہے کہ ادھر سے تعریف فرما رہے ہیں اور ادھر سے گزار رہے ہیں مچھلی کے پیٹ سے اور کہتے ہیں سلام علی یونسؑ' سلام علی نوحؑ نوح پر سلام اور بیٹا دریا کی نذر ہو رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہیاں ہیں۔ سلام اپنی جگہ پر۔ لہٰذا اللہ کی عطا دیکھو کہ ''میں نے یہ کائنات نہیں بنانی تھی مگر آپؐ کے لیے'' اب کائنات میں مستقبل ہے یا نہیں ہے۔ جس کائنات کے باعثِ تخلیق آپؐ ہوں تو باعثِ مستقبل بھی آپؐ ہوئے۔ تو ''باعث'' جو ہے وہ بے خبر ہو سکتا ہے؟ ''باعث'' بے خبر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس میں دقت والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ قرآن پاک کو سمجھنے سے پہلے آپ اپنا مقام مقرر کرو کہ تم ہو کون؟ منافق ہو تو قرآن سے منافق بن کے ہی نکلو گے۔ اگر تحقیق کے لیے گئے ہو تو تحقیق قرآن سے نہیں ملے گی' تحقیق ذات سے ہو گی۔ بیان سے آپ تحقیق نہیں کر سکتے' یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ کلام نہ ماننے کے بعد آپ کو یہ ساری دقت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پہ جو فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے اور دوسرے مقام پہ جو فرمایا ہے وہ بھی ٹھیک ہے۔ دونوں باتیں بیک وقت صحیح ہے۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ کبھی ایسا سوال آ جائے کہ حدیث پاک کی بات اور لگے' قرآن پاک کی بات اور لگے تو ایسا سوال بنا کے کسی کے سامنے پیش نہ کرنا۔ یا تو اس کا ایمان نہیں رہے گا' یا تمہارا ایمان نہیں رہے گا۔ دونوں باتیں صحیح ہیں' بس بات سمجھنی چاہیے۔ تو کبھی مقابلہ نہیں کرنا۔ کبھی مقام کا مقابلہ نہیں کرنا کہ اللہ کا مقام کیا ہے؟ پیغمبر کا مقام کیا ہے؟ ان دونوں میں بڑا کون ہے؟ اگر آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ہے اور وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ یہی مقام ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں' تو اللہ معبود ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم عابد ہوئے۔ اس لیے جو سجدہ کرنے والا ہے' اس کا مقام کیا ہے؟ ساجد کا۔ جس کو سجدہ کر رہا ہے اس کا مقام مسجود کا ہے۔ یہ سب طے ہو گیا۔ دونوں ہی بلند ہیں' بہت بلند' لیکن آپ یہ دیکھیں کہ سورج کی نسبت سے نچلی منزل دور ہے یا اوپر والی منزل دور ہے۔ سورج کے لیے سب برابر ہے یعنی سورج کے مقابلے میں'

Infinity کے مقابلے میں۔ سمندر میں سے ایک دریا نکل جائے تو کتنا فرق پڑے گا؟ کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اگر چار دریا مل جائیں' کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اللہ بھی بلند سے بلند ہے اور اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بھی بلند سے بلند ہے۔ ان دونوں کا احاطہ ہو سکے تو ہم ماپ کے بتائیں' ہمارے لیے دونوں ہی برابر ہیں۔ کبھی ذاتوں کا مقابلہ نہ کرنا۔ دونوں کے دم سے ہمارا کلمہ مکمل ہوتا ہے۔ تو سوال بتانے سے پہلے کبھی نہ کہنا کہ وہ بات کیا ہے اور یہ بات کیا ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔ قرآن پاک کی تضاد کی باتیں بھی صحیح ہیں۔ پہلے اللہ نے یہ فرمادیا' پھر اللہ نے وہ فرمادیا۔ پہلے بنی اسرائیل کے لیے خیر کے کلمات فرمادیے پھر کہا تم گمراہ ہو گئے ہو۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ سب باتیں صحیح ہیں۔ اللہ نے جو فرمایا وہ کیا ہے؟ صحیح ہے' سمجھ آئے تب صحیح ہے' نہ سمجھ آئے تب صحیح ہے_____

ہاں اب آپ بولو سوال_____ پوچھو_____ کسی کے دل میں سوال ہو تو بولو_____ سوال کرو گے تو جواب آئے گا۔

سوال:

جس ذات کے پاس مکمل علم موجود ہو تو وہ اگر علم میں اضافے کے لیے دعا مانگے تو اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:

علم میں اضافہ مانگنا آپ کے لیے ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ یہ فارمولا ہے اھدنا الصراط المستقیم پیغمبر بھی یہ دعا پڑھیں۔ تو کیا انہوں نے صراط مستقیم کو ابھی دیکھنا ہے؟ ہدایت ہو چکی ہے یا ہونی ہے؟ جس کو ہو چکی ہے وہ بھی یہی پڑھے گا' خود ہدایت یافتہ بھی یہ پڑھے گا۔ یہ تو فارمولا بنایا گیا ہے تاکہ سب لوگوں کو ایک راستہ مل جائے۔ جو خود راستے والا ہے وہ بھی یہی پڑھے گا۔ اھدنا الصراط المستقیم اس لیے اس میں بحث نہیں ہے کہ جب سارے کے سارے لوگ یہ کہیں کہ دعا کرو کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' بچپن سے دعا کرتے آرہے ہو' کیا دیکھی ہے سیدھی راہ؟ سیدھی راہ یہی ہے کہ اس جگہ جا کے یہی

سوال کرنا کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ یہی سیدھی راہ ہے کہ یہ بات بار بار آپ کہتے جائیں۔ اس لیے علم میں اضافہ یہ ہے کہ آپ اللہ سے علم مانگتے جاؤ۔ اضافے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسعتیں' بے شمار وسعتیں ہیں اور شوق کی وسعت بے پناہ ہوتی ہے' دعا کے ذریعے اس میں اضافہ کرتے جاؤ۔ ایک مقام ہے یہاں پر' اس مقام کو دیکھنا چاہیے کہ جہاں علم جو ہے یہی عمل ہے۔ ایک مقام ہے جہاں معلوم اور حاصل نصیب ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ چلتے جا رہے ہو' حتیٰ کہ پڑھتے پڑھتے آپ لاہور میں پہنچ گئے۔ اب آپ پڑھنا بند کر دو۔ Now you are in it اس لیے ایسا مقام آتا ہے کہ ذکر کرتے کرتے آپ مذکور تک پہنچ جاتے ہیں' جب مذکور تک پہنچ جائیں تو پھر ذکر نہ کرنا۔ اللہ کے سامنے ہو تو ''اللہ ہو'' نہیں کر دینا۔ پھر آپ دیکھو' یا سجدہ کرو یا کچھ اور کرو' اب تو تسبیح کی بات نہیں ہے۔ مشاہدے کے وقت تسبیح نہیں ہے۔ By the way یہ بات کر رہا ہوں۔ مشاہدہ تو مشاہدہ ہے۔ وہاں پر تسبیح نہیں ہوتی ہے۔ وہاں اور ہی مقام آ جاتا ہے۔ اس لیے جب آپ سفر کر رہے ہوں تو علم ایک ایسے مقام پر لے جائے گا جہاں وہی علم ہوتا ہے اور وہی عمل ہے' کہ اس کے بعد آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ تو وہ کون سا مقام تھا جہاں آپ کو وہ چیز حاصل ہو گئی۔ اب ایک بات یاد رکھنی ہے کہ اگر آپ کوئی چیز ایسی حاصل کر رہے ہیں جس کے بعد بھی حاصل کی تمنا ہے تو مقصدِ حیات کیا ہوا؟ اس کے ذریعہ جو چیز چاہیے۔ مثلاً روشنی چاہیے' کمرے میں بلب چاہیے۔ بلب بھی مقصدِ حیات نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد روشنی چاہیے۔ اب مقصدِ حیات پڑھنا بھی نہیں ہے بلکہ آپ اللہ کی بات پڑھنا چاہتے ہو' اللہ کی بات پڑھنا بھی مقصد نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے اللہ کے قریب ہونے کی خواہش ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نہ تو پیسے لے' نہ بلب لگا' نہ روشنی کر' تو اللہ کے قریب ہی ہو جا تو آپ کا مقصد حل ہو گیا۔ اس لیے آپ اپنا Ultimate مقصد دریافت نہیں کرتے اور راستے کے مقاصد بیان کرتے رہتے ہیں کہ یہ کریں گے' وہ کریں گے۔ ایک آدمی نے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہو؟ کہتا ہے میرا پروگرام ہے کہ ذرا سفر کروں'' ''کر لو'' ''تھوڑا سا کاروبار کر لوں'' ''کر لو''

''کیا کرو گے؟'' اس سے مجھے Income ہو جائے گی''۔ ''پھر؟'' ''مکان بنائیں گے' رہیں گے' رونق ہو جائے گی''۔ ''پھر'' ''اس کے بعد مجھے پتہ نہیں'' ''اس کے بعد یہ ہوگا کہ تو اس مکان کو چھوڑے گا' تجھے لوگ لے چلیں گے مکان سے نکال کر' تیرا سامان اتار لیں گے' تیرا نام بدل دیں گے' تیرے زیورات' انگوٹھیاں اتار لیں گے اور پھر تو بولے بغیر چل پڑے گا اور پھر چلتا ہی جائے گا' کبھی تیرا سفر ختم ہی نہیں ہوگا اور پھر تو مکان کو چھوڑے گا' اور اگر چھوڑنا ہے تو نے تو پکڑا ہوا کیا ہے؟ تو انسان اپنا وجود چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔ روح ہے نا اندر _____ روح کی بڑی سواری ہے' گھوڑا بن کے جسم پر سوار ہے' راکب ہے' سواری کرتے کرتے Suddenly چھوڑ کے چلا جاتا ہے اور پھر روح ایسی جاتی ہے کہ کبھی مڑ کے اس کی خبر نہیں لیتی _____ تو جب آپ بیٹھ کے مستقبل کا خیال کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ اصلی مقصدِ حیات کیا ہے۔ سب سے اچھا مقصدِ حیات یہ ہے کہ جب کسی کی خوشنودی کے لیے کام ہو کہ ہم یہ کام کر رہے ہیں _____ واہ واہ _____ بہت خوش ہوتا ہے وہ _____ کہتا ہے اس سے میرے بھائی صاحب خوش ہوں گے۔ تو پھر بھائی صاحب مقصدِ حیات ہیں۔ کہتا ہے اس سے لوگ خوش ہوں گے۔ اب مقصدِ حیات کون ہوا؟ لوگ۔ کہتا ہے کہ میں خود خوش ہوں گا _____ یہ انا ہے _____ ''اس سے اللہ خوش ہو گا'' آدھے لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں میں حج کرنے جا رہا ہوں' اللہ خوش ہوگا۔ اس کو کہو کہ حج کے پیسے کسی غریب کو دے دے' کبھی نہیں دے گا۔ خوش کون ہوا؟ آپ خود ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ کے نام پر انسان انا کا سفر کرتا ہے اور اللہ کے نام پر اللہ کے بندوں کو مارتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھو کہ جو کام تم کر رہے ہو' کس کی خوشنودی کے لیے کام کر رہے ہو' کس خوشنودی کے لیے؟ اگر محض انا ہے Competition ہے With the World' تو یہ سمجھو کہ اس کی سزا یہی ہے کہ تم کبھی خوش نہیں ہو گے۔ نصیب کا مقابلہ کرنے والا کبھی خوش نہیں ہوگا۔ اگر تم یہ اللہ کی رضا کے لیے کر رہے ہو تو پھر زندگی اللہ کی رضا کے لیے ہو جائے گی۔ یہ جس طرح میں نے بتایا کہ کچھ لوگ عادت کی نماز پڑھتے ہیں' کچھ لوگ سماج کی نماز پڑھتے ہیں یعنی

دوزخ اور جنت کے حوالے سے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ کی خوشی کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ محض اللہ کی رضا کے لیے جو نماز پڑھے گا وہ زندگی ضرور اللہ کی رضا کے لیے گزارے گا۔ جس آدمی کی زندگی اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہے اس آدمی کی نماز بھی اللہ کی رضا کے لیے نہیں ہے۔ تو نماز یا عبادت اس وقت اللہ کی رضا بنتی ہے جب آپ کی زندگی بھی اللہ کی رضا کے لیے ہو۔ اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنا ہے کہ آپ کا علم یا عمل کس کے لیے ہے؟ جس کی خوشنودی آپ چاہتے ہو۔ اگر آپ یہ اللہ کے لیے کر رہے ہو تو باقی کام بھی اللہ کے لیے کرو۔ اللہ کے لیے یہ کرنا مشکل ہے' اللہ کو سمجھنا بڑا مشکل ہے' حالات ایسے ہوتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ اب اللہ کیا چاہتا ہے۔ پھر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ بھئی اس وقت اللہ کیا چاہتا ہے' سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کی مرضی کیا ہے۔ معمولی معمولی بات پہ غصہ آ گیا' انا بن گئی' جھگڑا ہو گیا اور آپس میں ٹھن گئی۔ بعض اوقات انتقام پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انسان نہیں سمجھتا کہ اللہ کی کیا مرضی ہے' بس کہتا ہے کہ یا اللہ اس کو غرق کر دے' اب اللہ کس کی بات مانے۔ اگر اس کے کہنے میں آئے تو تمہیں غرق کر دے۔ مسلمان' مسلمان کے غرق ہونے کی دعا کرتا ہے تو دونوں کمزور ہو جاتے ہیں' ختم ہو جاتے ہیں۔ اگر اللہ مسلمان ہوتا تو اور بات تھی۔ شکر ہے کہ اللہ' اللہ ہے' تمہارے قبیلے کا نہیں ہے۔ اللہ نہ شیعہ ہے نہ سنی ہے' وہ تو اللہ ہی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نہ شیعہ ہیں نہ سنی ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ شیعہ سنی تو تم لوگ ہو۔ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ ایک طبقہ کا ہوتا تو اور بات تھی۔ چونکہ اللہ تو اللہ ہے' وہ کسی ایک طبقے کا ہوتا تو اور بات تھی۔ چونکہ اللہ تو اللہ ہے' اس لیے اس نے کسی ایک طبقے میں آ کے دوسرے طبقے کے خلاف ایکشن نہیں لینا بلکہ Action تو لیتا ہی نہیں۔ شیطان نے جب انکار کر دیا' انسان ہوتا تو شیطان کو اڑا کے ہی رکھ دیتا کیونکہ اس نے بھری محفل میں انکار کر دیا' فرشوں کی Gathering میں سب نے کہا کہ ہم اطاعت کرتے ہیں مگر شیطان نے کہا کہ میں نہیں کرتا۔ کون کہہ رہا ہے؟ وہ متکبر خود کہہ رہا ہے ابی و استکبر و کان من

الکافرین اور اس نے بڑا تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ انکار تو کر گیا وہ۔ آپ یہ بتاؤ کہ قوت وہاں پر کیوں کام نہ آئی؟ یہ ایک راز ہے۔ قدرت میں کوئی کمی نہیں' قوت میں کوئی کمی نہیں' بس یہ راز ہے کہ اللہ جو ہے وہ دشمن کو فنا نہیں کرتا۔ یہ بندہ ہے جو فنا کرتا ہے۔ آپ لوگ اس بات کو برداشت نہیں کرتے۔ وہ نہ ماننے والوں کو کہتا ہے تمہارا ہمارا حساب آگے ہوگا' ایک یومِ معلوم ہے' اس دن بات ہو جائے گی' فی الحال تم کھانا قبول کرو۔ God is great because he serves all اللہ گریٹ اس لیے ہے کہ وہ سب کی خدمت کرتا ہے' سب کچھ دیتا ہے' کھانا پینا بھی دیتا ہے۔ کافروں پہ زیادہ احسانات ہوتے ہیں کیونکہ ان بیچاروں کو آگے بڑی سزا ملنی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس بات کی پروا نہیں کرتا مگر انسان کا مزاج اور ہے_____ تو آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو جاننا بڑا مشکل ہے۔ کسی جاننے والے سے پوچھنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس وقت کیا چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو Deal کرنا تھوڑا سا مشکل ہے۔ اللہ کے کہنے کے مطابق چلتے جاؤ' اس کی خوشنودی دیکھتے جاؤ کہ وہ کیا فرما رہے ہیں اور اس کے مطابق چلتے جاؤ۔ باقی یہ کہ اللہ تعالیٰ سب کا اللہ ہے' تمہارے قاتل کا بھی وہی اللہ ہے اور تمہارا بھی وہی اللہ ہے' ہندو کا بھی اللہ ہے' سب کا اللہ ہے' اللہ خالی مسلمانوں کا نہیں۔ یہی بات تو سمجھانی ہے آپ کو۔ کیا اللہ آج کل قادر ہے؟ ضرور ہے۔ ہمارا ہمیشہ سے یہ ایمان ہے' پکا ایمان ہے۔ علیٰ کل شی قدیر ہے۔ کیا آپ لوگ امام علی علیہ السلام کو جانتے ہیں؟ جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں کیونکہ آپ ان کے خاص فقیر ہیں اور ان کے بازو کی طاقت مانتے ہیں' خیبر شکن' مشکل کشا بھی آپ کو مانتے ہیں۔ مگر وہ آپ شہید ہو گئے' بظاہر طاقت' قدرت کام نہیں آئی۔ کہ کام آئی؟ اب رضا کی بات آپ کریں گے۔ لیکن قوت جو ہے وہ شہید کیسے ہوتی ہے؟ اصل قوت یہ ہے کہ شہادت کی موجودگی میں اپنی قوت سمیٹتے ہوئے اپنے قاتل کو معاف کرنے کا اعلان کر ڈالا۔ تو قوت یہ ہے! یوسف علیہ السلام کا آپ کو پتہ ہے کہ پیغمبر ہیں' خود پیغمبر ہیں اور باپ بھی پیغمبر ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے

ہوئے ہیں۔ باپ پیغمبر ہیں اور پیغمبر باپ کا پیغمبر بیٹا کنوئیں میں ہے۔ چاہیے تو یہ کہ وہ پیغمبری سے استعفیٰ دے دیں۔ مگر خبر نہیں آئی بیٹے کی۔ بیٹے کی جدائی میں آنکھیں چلی گئیں لیکن اطاعت نہیں گئی۔ تو قوت کیا ہے؟ اللہ کی اطاعت۔ ان میں اطاعت کی قوت موجود ہے۔ پھر ایسی بینائی آئی کہ بیٹے کی قمیض کی خوشبو کے ساتھ بینائی آ گئی ہے۔ بیٹے پہ الزام ہو گیا' لیکن پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیا۔ پھر جیل بھی ہوگئی۔ تو اللہ کے کام یہ ہیں کہ ادھر بظاہر دنیا میں ابتلا ہوتی ہے اور اندر سے اُس کے ساتھ محبت نامہ ہوتا ہے' باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ کے ساتھ رابطہ نہ ہو تو ان کٹھن مراحل سے گزرنا ناممکن ہے۔ ہر عظیم آدمی جو ہے کٹھن مراحل سے گزرا' ہر عظیم آدمی پر سے کربلا گزری ہے' جتنی زیادہ گزری ہے اتنا زیادہ وہ اللہ سے قریب ہے۔ تو تقرب جو ہے یہی قوتِ برداشت عطا کرتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر تو رب نہ ہو تو قوتِ برداشت ختم ہو جاتی ہے۔ تقرب ہو تو غصہ نہیں آئے گا' تقرب ہو تو انا نہیں آئے گی اور تقرب ہو تو انسان ابتلاء سے تقرب کے سہارے خاموشی سے گزر جائے گا۔ جن لوگوں کے پاس تقرب نہیں ہے' باقی ساری صفات ہیں' ان کو غصہ آ جاتا ہے۔ وہ تقرب کی بات جانتے نہیں کہ تقرب کیا ہوتا ہے۔ اس لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے حکم کے مطابق ڈھال دو' اپنے آپ کو اپنے آپ سے نکال دو' اپنی انا کو کل پر ٹال دو' دیکھا جائے گا۔ پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ تقرب ہے کیا۔ تو تقرب میں ہر حال قابلِ برداشت ہو جاتا ہے بلکہ پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آپ ان باتوں کا خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی باتوں میں آنے والا نہیں ہے کہ آپ کہیں تو وہ کافروں کو اڑا دے۔ وہ یوں نہیں اڑاتا۔ اس کی اپنی تخلیق ہے' اس کا اپنا مال ہے۔ آپ کے لیے یہ بات ہے کہ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہوتے' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والے ہوتے' دل سے' مکمل طور پر' تو آپ میں فرقے نہ بنتے۔ فرقے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ فرقہ صحیح ہے جو تمہارا ہے' باقی فرقے غلط ہیں۔ باقی بھی تو تمہارے بھائی ہیں۔ تم ایسے باپ کے بیٹے ہو کہ صرف تم ہی صحیح ہو اور تمہارا باپ اچھا ہے' ایک بیٹا صحیح ہے اور باقی ستر بیٹے غلط

ہو گئے ہیں۔ ہوا کیا ہے؟ کہیں نہ کہیں ملاوٹ ہو گئی۔ ملاوٹ تم لوگ ہو۔ اگر آپ لوگ اپنے آپ کو نکال دو اور اللہ کا حکم ماننا شروع کر دو تو کلمے کی وحدت پر تم لوگ واحد ہو سکتے ہو' اکٹھے ہو سکتے ہو۔ اتنا ہی کافی ہے۔ آپ خیال کرو۔ ان کو سمجھاؤ' آپ تصفیہ نہ کیا کرو' دوست کی بات مانو اور خیال کی حدت پیدا کرو۔ اور پھر اللہ کے قرب کو حاصل کرو۔ قرب جو ہے یہ جھگڑتا نہیں ہے' دوری جھگڑتی ہے۔ جھگڑا کب ہوتا ہے؟ دوری کا نام ہے جھگڑا اور جب قرب ہوتا ہے تو جھگڑا نہیں ہوتا۔ قرب خاموشی پیدا کر دیتا ہے۔

اور بات کرو _____ پوچھو _____ مظہر صاحب آپ پوچھیں گے؟

سوال:

جناب عالی! نفس کے شر سے اور شیطان سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب:

اگر آپ کے عمل کا امام امرِ الٰہی ہے تو آپ نفس سے بچ گئے۔ اگر عمل کا امام تمہاری اپنی ذاتی انا ہے تو تم شرِ نفس سے بچ نہیں سکتے۔ شیطان کی تعریف یہ ہے کہ وسوسہ ڈالنا' دین میں وسوسہ''' کدھر کو جانا ہے' رہنا تو ادھر ہی ہے'' وسوسہ ہوتا ہے زندگی کو اللہ کے حکم سے علیحدہ خیال دینا۔ حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ ایک خاص Appointed ٹائم پر دنیا میں آئے اور ایک Predestined ٹائم کے بعد آپ چلے جائیں گے' ایک خاص دن مقرر ہے۔ اور یہ دو دن مقرر ہیں' ایک کے اندر آنا اور پھر جانا۔ درمیان میں پھر کیا آزادی ہے۔ پہلے بھی پابند اور جانے کے لیے بھی پابند۔ اگر آپ اللہ کی رضا کے مطابق عمل شروع کر دیں گے تو پھر نفس جو ہے آپ پر عمل نہیں کرے گا اور شیطان سے آپ محفوظ رہیں گے اور اگر غرور نہیں ہے' اور اگر آپ لوگوں پر Comparatively اپنا آپ Assert نہیں کرتے تو آپ شیطان سے بچ گئے۔ اگر آپ باپ کے سادہ لوح ہونے کے باوجود اس کا حکم پورے طور پر مانتے ہیں تو سمجھو کہ شیطان آپ پر غالب نہیں آئے گا۔ شیطان یہ وسوسہ دیتا ہے کہ انا خیر منہ یعنی میں اس سے بہتر ہوں۔ جب آپ یہ کہتے جائیں گے کہ میں

اس سے بہتر ہوں تو یہ شیطان ہے۔ اور اگر یہ کہیں گے کہ ''وہ مجھ سے بہتر ہے'' تو یہ فقرہ ہے اپنے ایمان کا Brother thy need is greater than mine اگر کوئی گمراہ ہے اور آپ راہ والے ہیں تو اب یہ آپ کی ذمہ داری بن گیا ہے۔ بات سمجھے؟ بجائے اس کے کہ اس گمراہ سے نفرت کرو اسے ساتھ لے چلو۔ ایک شخص کو ایک کافر مل گیا۔ اس نے کہا کافر کا بچہ ہے' کلمہ پڑھ۔ اس نے کہا کہ پڑھا۔ کہتا ہے کہ تو بچ گیا' قسمت والا ہے' مجھے خود کلمہ نہیں آتا۔ تو بات اتنی ساری ہے۔ اسے کلمہ پڑھانا چاہتے ہو اور خود راستہ نہیں جانتے۔ اگر راستہ جانتے ہو تو اسے راستے پر پہنچا دینا ہی کافی ہے Sufficien ہے۔ لہٰذا کسی کو گمراہ کہنے سے پہلے اپنی راہبری دکھا۔ جو شخص دوسرے کو گمراہ کہتا ہے اور راستہ نہیں دکھاتا' وہ خود گمراہ ہے۔ کہتا ہے تم اندھیرے میں ہو۔ وہ کہتا ہے کہ چراغ صاحب بولو! تم ''چراغ'' بولتے نہیں ہو اور اسے کہتے ہو کہ تُو اندھیرے میں ہے۔ پہلے تُو روشنی دکھا۔ اگر تُو کہتا ہے کہ ظالم ہے۔ اگر اس کو پتہ نہیں' تجھے پتہ ہے' تو اُسے بتا دے! کہتا ہے کہ میں خود بھی نہیں جانتا۔ اس لیے ان باتوں کا خیال رکھو۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ ہے کہ یہ فقرہ دل میں نہ آنے دے کہ انا خیر منہ میں اس سے بہتر ہوں۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس نعمت پر تمہیں فخر یا خوشی ہوتی ہے' اس نعمت کو لوگوں کے استعمال میں آنے دو۔ اگر تم پیسے والے ہو تو اپنا پیسہ غریبوں کے کام آنے دو' اس طرح شیطان سے بچ جاؤ گے۔ شیطان وسوسہ پیدا کرے گا' آپ کے دین میں آپ کا اعتبار ختم کر دے گا۔ شیطان عام طور پر ایک آدمی کے روپ میں ہوتا ہے جو تمہیں Tickle کرتا رہتا ہے۔ اس کو چھوڑو۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ ہے ذکر۔ کہتے ہیں کہ ذکر ایک ایسی چیز ہے' ذکر میں انہماک ایک ایسی چیز ہے کہ شیطان بھاگ جاتا ہے اور نفس بھی کنٹرول ہو جاتا ہے۔ نفس کو کنٹرول کرنے کا' تزکیہ نفس کا آسان طریقہ کیا ہے؟ ذکر۔ ذکر میں گم ہو جانا۔

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

پھر اس کی یاد میں ایسا گم ہوا کہ نفس کی بات ختم ہوگئی۔ تو جب تک آپ کسی کی یاد میں اور خیال میں گم نہیں ہوتے ہیں' نفس سے بچنا مشکل ہے۔ نفس سے آپ یکتائی کے ذریعے بچتے ہیں' یکسوئی کے ذریعے بچتے ہیں۔ ایسا آدمی جب جا رہا ہوتا ہے تو اس کو باقی چیزوں کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ ''دیکھا تم نے' دنیا میں کتنے گناہ ہو رہے ہیں'' وہ کہتا ہے مجھے پتہ ہی نہیں' مجھے صرف اللہ کا خیال ہے۔ ایک بزرگ پیغمبر کی بات سنو۔ نوح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ کی زندگی نو سو سال یا گیارہ سو سال تھی' چودہ سو سال بھی لکھتے ہیں۔ جب آپ کے پاس عزرائیل علیہ السلام آئے کہ یا نوح میں جان لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں تو انہوں نے کہا کہ تشریف لے آؤ۔ عزرائیل نے پوچھا زندگی کی کوئی بات بتائیں' اتنی آپ نے عمر پائی ہے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی زندگی عطا فرمائی تو زندگی کی کوئی خاص بات بتائیں۔ آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے' وہاں سے دھوپ میں ہو گئے۔ پھر کہتے ہیں کہ زندگی اتنی ساری تھی کہ درخت کے نیچے بیٹھے تھے اور پھر دھوپ میں آ گئے اور سچ پوچھو تو ہم نے یہ تیرے انتظار میں گزاری ہے۔ یعنی وہ سارے سال تیرے انتظار میں گزارے ہیں۔ کہتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے زندگی میں مکان نہیں بنایا کہ جانے زندگی کب ختم ہو جائے۔ آپ بات سمجھے! زندگی جو ہے وہ اس کے انتظار میں! ایسے ہو کہ کسی بھی وقت دروازہ کھڑکے اور وہ آ جائے۔ جب آپ اس کے انتظار میں تیار ہوں تو سمجھ لو شرِ نفس سے بچ گئے۔ جب وہ اچانک آ کے جھپٹے گا تو آپ شرِ نفس میں مبتلا ہوں گے۔ اگر آپ زندگی چھوڑنے کے لیے تیار ہیں تو آپ بچ گئے۔ اگر زندگی چھین لی جائے تو آپ ابھی بچے نہیں۔ اس لیے نفس سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی دوست کو ساتھ لے لو۔ اس طرح نفس سے بچ جاؤ گے۔ کسی ساتھی کو ساتھ لے لو' کسی بزرگ کا کہنا ماننا شروع کر دو' اللہ کے عمل کے تابع ہو جاؤ' درود شریف پڑھنے لگ جاؤ' درود شریف جب وارد ہو گیا' تو آپ نفس سے بچ گئے۔ نفس کی دو خرابیاں ہوتی ہیں' اگر یہ دو خرابیاں نہ ہوں تو آپ نفس سے بچ جائیں گے۔ ایک یہ کہ نفس جو ہے یہ جسمانی مسرتوں کی تمنا کا نام ہے۔ اگر جسمانی

مسرتوں کی تمنا کمزور کر دو یا کنٹرول کر لو تو نفس کے شر سے بچ جاؤ گے۔ شیطان سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے دین پہ وسوسہ نہ آئے اور یقین آ جائے کہ یہی دین برحق ہے۔ تو شیطان سے آپ بچ جاؤ گے۔ شیطان کا کام شر پیدا کرنا اور اللہ کی رحمت سے مایوس کرنا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اپنا مستقبل یقین میں نظر نہیں آتا۔ جس شخص کو اپنے مستقبل میں شک پیدا ہو جائے تو وہ سمجھ لے کہ شیطان کی Grip میں ہے۔ شیطان اندیشہ پیدا کرتا ہے ''ہم تو کلمہ پڑھ پڑھ کے تھک گئے' کیا بنا ہمارا' چھ سال سے نماز پڑھتے جا رہے ہیں' ایک گاڑی مانگی ہے اللہ سے''_____ نماز کا گاڑی کے ساتھ کیا تعلق۔ اکثر آپ یہ Confusion پیدا کرتے رہتے ہیں کہ دعا کے ذریعے اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جو کافروں کو بغیر اسلام کے مل گئی۔ آپ لوگ اس بات کو سمجھو کہ آپ کیا کر رہے ہو۔ کافروں کو تو اسلام کے بغیر ہر چیز مل گئی ہے کیونکہ ان کے پاس سسٹم ایسا ہے اور آپ وہ چیز حاصل کرنے کے لیے دعاؤں کا استعمال کرتے جا رہے ہیں' یا اللہ مجھے تو وہ چیز دے دے جو کافروں کو تم نے دی ہے۔ تو کافر والی بات کے لیے مومن کو اگر دعا مانگنی پڑ جائے تو سمجھو کہ ایمان کمزور ہو گیا۔ اس لیے ایمان والا یہ کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے بچا ان آزمائشوں سے جن میں کافر مبتلا ہے' جو انہیں ایمان میں نہیں آنے دیتی۔ آپ وہی چیز مانگتے ہو تو پھر آپ کا ایمان کمزور ہوتا ہے' شیطان کا ساتھ بھی ہوتا ہے۔ شیطان آپ کا نام ہے۔ نفس آپ کا نام ہے۔ شر آپ کا نام ہے اور ایک وقت میں راہنمائی بھی آپ کا نام ہے اور پھر ایک وقت میں مالک بھی آپ کا نام ہے' مخلوق بھی آپ کا نام ہے' آگے چل کے جنت بھی آپ ہو' دوزخ بھی آپ ہو' گناہ بھی آپ ہو' ثواب بھی آپ ہو' کھیل آپ کا اپنا ہے' بیٹھے بیٹھے انسان خوش ہو گیا' آپ کا نام خوشی ہے۔ پھر رونے لگ گیا' آپ کا نام غم ہے۔ کہتا ہے آج بڑے عبادت والے بنے پڑے ہو' اب آپ کا نام تبرک ہو گیا۔ کبھی بڑا نیک بنا بیٹھا ہے اور کبھی بگلا بھگت بنا بیٹھا ہے' اب یہ منافق ہے۔ سارے نام آپ کے اپنے ہیں۔

تو قرآن پڑھنے سے پہلے اپنا نام رکھ لو۔ دل میں سوچ لو کہ تم ہو کیا؟ سچے ہو؟ تو یہ سچا دین ہے' سچوں کے کام آئے گا۔ منافق ہو تو بچو اس سے' اس میں منافقوں کے لیے بڑی سزا ہے۔ اس دین سے پرے ہٹ جاؤ' یہ منافق کو مارے گا۔ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں' سچ بولتا ہوں' امانت کا خیال رکھتا ہوں۔ مومن ہو تو دھیان کرنا' باقی مومنوں کے لیے دعا کرنا۔ کہتا ہے کہ ان سے تو میں نفرت کرتا ہوں۔ پھر تو بچ جا اس دین سے کیونکہ باقی مومن تمہیں قابل نفرت نظر آتے ہیں۔ تو کہتا ہے کہ میں اس میں اکیلا ہی رہوں اور وہ جو مالک ہیں وہ لوگوں کو دین میں جمع کر رہے ہیں یدخلون فی دین اللہ افواجا ادھر سے وہ دین میں فوجیں اکٹھی کر رہے ہیں اور ادھر سے تم بھگا رہے ہو۔ وہ بلائے جا رہے ہیں اور یہ بھگاتا جا رہا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ نہ پڑھنے والو' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کا علم نہ ماننے والو' تمہاری زندگی بھی کیا ہے۔ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کسے سنا رہے ہو؟

اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تو اور بات تھی۔ یہ تو تم کسی بندے کو سنا رہے ہو۔ یہ ہے Tragedy of Modern Times یہ کیا ٹریجڈی ہے؟ اگر کوئی نعت کہتا ہے تو کسی بندے کو سناتا ہے۔ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی نعت ہے' اب تُو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ۔ مگر وہ نہیں سنائے گا۔ کہتا ہے میں نے یہ شعر عرض کیا ہے۔ سنا کس کو رہا ہے؟ جلسے کو۔ ان کی تسکین کے لیے۔ تو اگر نعت کا شعر ہے' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا گیا ہے تو لوگوں کو تو ابلاغ ہو جائے گا' خود بخود سمجھ آ جائے گا۔ اس لیے یہ خیال رکھو کہ انتشار تمہارا اپنا نام ہے۔ اگر تم انتشار سے بچ جاؤ تو وحدتِ فکر پیدا ہو جائے گی۔ وحدتِ فکر پیدا ہو گئی تو وحدتِ عمل کا پیدا ہونا بہت آسان ہے۔ وحدتِ عمل پیدا ہو گئی تو دس دفعہ آپ کامیاب ہو_____ ایک آخری بات سن لو_____ غلام ہندوستان میں' غلام مسلمان' چند لاکھ بے سروسامان تھے مگر انہوں نے پاکستان بنا لیا۔ یہ ہے وحدتِ عمل۔ اور آپ دس کروڑ آزاد مسلمان' طاقت ور مسلمان' سرمایہ پرست مسلمان'

سرمایہ مست مسلمان' ہر شے آپ کے پاس موجود ہے' ہندوستان میں آج بھی اتنے مسلمان ہیں جتنے پہلے تھے' بنگلہ دیش مسلمانوں کا ہے مگر اب کیا ہے؟ ڈر ہے۔ وہ مسلمان جو تھے انہیں ڈر نہیں تھا' انہوں نے پاکستان بنایا۔ کن لوگوں نے؟ ان تھوڑے سے لوگوں نے۔ اور آپ ڈر رہے ہو کیونکہ شر آپ کے پاس موجود ہے۔ اس لیے کہ آپ کا یقین کمزور ہو گیا۔ آج آپ اپنے ہی گھر میں ڈر رہے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے اندر وحدتِ فکر ختم ہو گئی ہے۔ وحدتِ فکر تب ختم ہو جاتی ہے جب آپ جمع مال و عدده مال جمع کرتے جا رہے ہو اور گنتے جا رہے ہو۔ کل تک آپ کے بڑوں کے پاس کچھ نہ تھا اور آج کل آپ خدا جانے کیا سے کیا ہو گئے۔ اپنے آپ کو کیا سے کیا سمجھتے ہو۔ کوئی آدمی یہ نہیں کہتا کہ ہماری پچھلی نسل غریب تھی۔ یہ ماننا بڑا مشکل ہو رہا ہے۔ غریب ماننے کو آپ تیار نہیں ہو اور امیر ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ امیر وہ جو غریب کے کام آئے۔ امیر کون ہے؟ غریب کو دکھانے کے لیے نہیں بلکہ غریب کے کام کرنے کے لیے۔ آپ کی گاڑی ہوتی ہے تو مٹی اڑانے کے لیے ہوتی ہے اور غریبوں کو دکھانے کے لیے ہوتی ہے' غریبوں پر رعب کے لیے ہوتی ہے۔ مال ہوتا ہے تو صرف تماشہ کرنے کے لیے۔ دکھانے کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ بات جمیع مسلمانوں کے لیے کمزوری کا باعث ہے۔ آپ کیا کیا کرو؟ آپ دوسرے کی خدمت کیا کرو۔ مسلمان کون ہے؟ آپ کے علاوہ سارے ہیں۔ آپ کب ہوں گے؟ جب آپ ان کی خدمت کرو۔ آپ کب مسلمان ہوں گے؟ جب وہ سامنے والی' ''ان لوگوں والی'' مسجد بھی ٹھیک ہے' جب سب ٹھیک ہیں۔ ورنہ موقع ملے تو آپ سب کو اڑا کے رکھ دو گے۔ ''وہ دوسروں والی مسجد' وہ دوسرا عقیدہ ہے' پتہ نہیں کون ہیں یہ لوگ اور کیا کہتے ہیں''۔ تو یہ کیا کرو اس بات سے۔ میں آپ کو ایک مثال دے رہا ہوں' اسے یاد رکھنا _____ ایک جگہ مسجد میں نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا Actual واقعہ ہے یہ۔ مغرب کی نماز تھی' مسجد بھی کوئی بہت بڑی نہیں تھی۔ وہ چھوٹی سی تھی' خوبصورت مسجد تھی۔ سب لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ جماعت ہوئی' ادھر سے میں Last میں' دوسری صف میں کھڑا

تھا۔ اتنے میں کوئی مسافر آیا' ہاتھ میں سامان تھا۔ امام نے کہا۔ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین سب نے اونچی آواز میں کہا'' آمین'' وہ مسافر بولا لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور سامان اٹھا کے بھاگ گیا۔ اب اسے کون روکے کہ جماعت ہو رہی ہے۔ اسے یہ سکھایا گیا تھا کہ جہاں اونچی'' آمین'' ہوتی ہے وہاں لاحول ولا قوۃ پڑھا کرتے ہیں۔ یہ ہے آپ کی Production کہ آپ بریلوی ہو اور آپ لوگوں نے اپنے طبقہ خیال کو سکھایا کہ جہاں اونچی آمین ہو' وہاں سے بھاگ جایا کرتے ہیں۔ جو لوگ اذان سے پہلے درود نہیں پڑھتے آپ انہیں کافر کہتے ہو۔ اگر اذان ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کہہ رہے ہیں تو جو اذان آپ کے زمانے میں کہی گئی وہی کہو۔ اگر اس وقت اذان سے پہلے درود کہا گیا تو آپ کہو۔ اگر جو اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی' اس سے پہلے درود کہا گیا تو آپ کہو۔ تو جو بات کہی گئی ہے اس کے مطابق چلو_____ اس لیے نہ وہ اس بات میں آئیں اور نہ آپ اس بات میں آئیں۔ میں بار بار کتابوں میں لکھ کے آپ کو بتا رہا ہوں کہ مسجد سے لاؤڈ سپیکر نکال دو' مسجدیں آباد ہو جائیں گی۔ لاؤڈ سپیکر لگا ہوا' ٹیپ ریکارڈر لگا کے گھر چلے جاتے ہیں_____ اکثر ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ ٹیپ لگے ہوئے ہیں۔ کیا پرانے زمانے میں محلے کی مسجد کی آواز نہیں آیا کرتی تھی؟ ایک باریک سی آواز والا بابا پکارا کرتا تھا اور سب کو اذان کی آواز آتی تھی۔ سب کشاں کشاں چلے جا رہے ہیں۔ آپ کی رات پوری طرح سیر گاہوں میں گزرتی ہے' اس لیے آپ کے پاس وہ واقعہ نہیں ہے۔ صبح قرآن پڑھنے کی بجائے اخبار پڑھنے کی مصیبت ہوتی ہے' کیسے واقعات ہیں' پریزیڈنٹ رہتے ہیں کہ نہیں رہتے' پتہ نہیں جمہوریت آتی ہے کہ نہیں آتی' پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ اس بات کو سمجھو کہ کیا ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا۔ چل سو چل کا میلہ ہے' ہر آدمی جو آ رہا ہے اس نے چلے جانا ہے۔ ان باتوں کا خیال رکھو تو شاید بہت سی آسانی پیدا ہو جائے۔

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شیطان سے بچائے' اپنے دین پر بدگمانی کرنے سے بچائے' اللہ تعالیٰ آپ کو نفس کے شر سے بچائے' نفس کے شر کا مطلب ہے دنیا

کی محبت سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے پر چلائے۔ اللہ کے راستے کا مطلب کیا ہے؟ اللہ کے پسندیدہ لوگوں کا راستہ۔ اللہ اس راستے پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا پسندیدہ بندہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا میں سے آسانی کے ساتھ نکالے اور اپنی راہ پر چلادے کہ آپ کو تکلیف بھی نہ ہو اور ایسی زندگی عطا فرمائے کہ آپ بھی راضی رہیں اور اللہ کریم بھی راضی رہے۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمدو آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین.

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

اللّٰہ

- جتنا تم اللہ پر راضی ہو اتنا اللہ تم پر راضی ہے۔
- اللہ کی عطاؤں پر الحمدللہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہیے۔
- اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔
- اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے لیکن خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کفر تک ہے۔
- جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا' اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔
- اللہ ہر آخر کا اوّل اور ہر اوّل کا آخر ہے۔
- اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لیے غم بن جاتا۔
- اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔
- اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

http://www.wasifaliwasif.org

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

واصف علی واصفؒ

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

http://www.wasifaliwasif.org

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	کرن کرن سورج (ڈیلکس ایڈیشن)	(نثر پارے)
3	دل دریا سمندر	(مضامین)
4	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
13	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
14	دریچے	(نثر پارے)
15	ذکرِ حبیبؐ	
16	واصفیات	(مضامین)
17	گفتگو۔1	(سوال جواب)
18	گفتگو۔2	(سوال جواب)
19	گفتگو۔3	(سوال جواب)
20	گفتگو۔4	(سوال جواب)
21	گفتگو۔5	(سوال جواب)

22	گفتگو۔6	(سوال جواب)
23	گفتگو۔7	(سوال جواب)
24	گفتگو۔8	(سوال جواب)
25	گفتگو۔9	(سوال جواب)
26	گفتگو۔10	(سوال جواب)
27	گفتگو۔11	(سوال جواب)
28	گفتگو۔12	(سوال جواب)
29	گفتگو۔13	(سوال جواب)
30	گفتگو۔14	(سوال جواب)
31	گفتگو۔15	(سوال جواب)
32	گفتگو۔16	(سوال جواب)
33	گفتگو۔17	(سوال جواب)
34	گفتگو۔18	(سوال جواب)
35	گفتگو۔19	(سوال جواب)
36	گفتگو۔20	(سوال جواب)
37	گفتگو۔21	(سوال جواب)
38	گفتگو۔22	(سوال جواب)
39	گفتگو۔23	(سوال جواب)
40	گفتگو۔24	(سوال جواب)
41	گفتگو۔25	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز

A-301، جوہر ٹاؤن، لاہور

http://www.wasifaliwasif.org


رسول
واصف علی واصف رح


بسم الله
الرحمن الرحيم

واصف علی واصف

گفتگو-2

کاشف پبلی کیشنز

A-301 جوہر ٹاؤن، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب گفتگو-2

مصنف واصف علی واصفؒ

قیمت

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

301-اے، جوہر ٹاؤن، لاہور

ڈھلتا رہا خیال مرا حرف و صوت میں
تحلیلِ جاں کے بعد ملا گوہرِ سخن

(واصف علی واصفؒ)

فہرست

[1]

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
1	اگر کوئی شخص ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟	25
2	زندگی کی حقیقت اور کائنات کے جو راز ہیں انہیں راز کیوں رکھا گیا ہے اور یہ راز صرف چند لوگوں پر ہی کیوں منکشف کیے جاتے ہیں؟	35
3	دنیا میں تو کئی مذاہب موجود ہیں مگر.....	39
4	اگر ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ مسلمان ہے اور ہندو کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ ہندو ہے۔ اس کے متعلق وضاحت فرما دیں۔	40
5	ذکرِ الٰہی کی مقدار کیا ہے؟	49
6	اپنی ذات کے ساتھ Sincere کیسے ہوا جا سکتا ہے؟	51
7	سید میں اور عام مسلمان میں کیا فرق ہے؟	55
8	کسی نعمت کا یا کسی شخص کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟	56

9	جوآدمی احسان فراموش ہواس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟	58

[2]

1	اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ چاہے تو ہر جگہ اس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی رضا ہے اور رضا سے کیا مراد ہے؟	67
2	کیا ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کا راستہ ایک ہی ہے یا ہر شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ راستے بنائے ہیں؟	75
3	کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق انفرادی ہے؟	78
4	کیا معاشرے کی تعمیر فرد سے شروع ہوتی ہے؟	79
5	ایسا کیوں ہوتا ہے کہ معاشرے کو دیدہ وَر کے لیے ہزاروں سال منتظر رہنا پڑتا ہے؟	80
6	اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور مجیب بھی، سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے، ہم دعائیں تو مانگتے ہیں۔ مگر جواب کے اعتبار سے اس کو بہت کم پہچانتے ہیں۔	80
7	دین میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو منطق پر پوری نہیں اترتی لیکن ہم انہیں بحیثیت مسلمان مانتے ہیں، اس کی وضاحت فرمادیں۔	82

8	جب اللہ تعالیٰ نے جاننے کی صلاحیت دی ہے تو پھر جاننا اور ماننا آپس میں ٹکرا کیوں جاتے ہیں؟	83
9	اپنے آپ کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟	84
10	اس صدی میں میں اکنامکس نے انسان کو بچایا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟	85
11	ارواح کے متعلق فرمائیں۔ کیا روحیں ہوتی ہیں؟	86
12	اللہ تعالیٰ Introduce کس نے کرایا ہے؟	87
13	فوت ہونے کا خوف دل سے کیوں نہیں نکلتا؟	88
14	غیر اللہ کیا ہے اور کیا غیر اللہ سے محبت روا ہے؟	91
15	حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے پدری محبت پر روشنی ڈالیں۔	93

[3]

1	آج کل جو کابل کے حالات ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمایئے۔	101
2	حضور پاک ﷺ کا رشتہ کس نے تلاش کیا تھا اور اس زمانے میں نکاح کس نے پڑھایا تھا؟	102
3	انسان دوسرے کو تبلیغ کرتا ہے مگر اس پر اثر نہیں ہوتا تو ایسی تاثیر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟	105

4	جناب میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں۔	114
5	آپ نے فرمایا تھا کہ جناب دس باتیں صحیح بتاتے ہیں لیکن گیارہویں بات میں دھوکا دے جاتے ہیں۔ کیا یہ چیز ان کی فطرت میں ہے؟	118
6	مؤکلات کیا ہوتے ہیں؟	121
7	بزرگانِ دین کے واقعات کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی غیر مستند اور نا قابل یقین باتیں پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں۔	123
8	کیا ہم خدا کو جان سکتے ہیں؟	125
9	سائنس کی رُو سے ذہن میں خیال آتا ہے جب کہ دین میں دل میں دل کا ذکر زیادہ ہے۔	127

[4]

1	کوئی اس طرح کی جامع وضاحت فرمائیں کہ عبادت کا مفہوم بھی سمجھ آ جائے اور ہم اسے اپنی ذاتی زندگی میں آسانی سے نافذ بھی کر سکیں!	137
2	اللہ نے انسان کو اپنی فطرت کے مطابق بنایا ہے۔ اس فطرت کے اندر رہ کر عبادت کرنے کا کیا مفہوم ہے؟	164
3	قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا بیان پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟	166

4 اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کائنات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟ 172

[5]

1 میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید میلاد النبی ﷺ جو آج کل مناتے ہیں اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کیا اس طرح سے منانا صحیح ہے؟ 181

[6]

1 صوفیاء میں ایک بڑا مشہور نظریہ ''وحدت الوجود'' ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ 207
2 وحدت الوجود کے ضمن میں حضور پاک ﷺ کے مقامات پر مختلف بیان ہیں اور خود فرمایا گیا ہے کہ انا بشر مثلکم۔ 217
3 اصل علم کیا ہے؟ 220
4 واردات کا علم کیسے آتا ہے؟ 222

[7]

1 براہِ مہربانی ذکر کے بارے میں کچھ فرمادیں۔ 231

2	آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے۔ جب کہ دعا مانگنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔	240
3	موت کا وقت مقرر ہے لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اسے زندگی عطا فرما تو کیا دعا سے زندگی بڑھ جاتی ہے؟	244
4	حکم یہ ہے کہ ذکر میں گم ہو جائیں لیکن اس زمانے میں ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟	246
5	کیا فقیر بننے کی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے یا کوشش کرنی چاہیے؟	249

[8]

1	ہمیں اس بات کا فکر لگا رہتا ہے کہ پاکستان کا کیا بنے گا؟	255
2	صلاحیت کی تعریف کیا ہے؟	269
3	کیا پلاننگ کرنی چاہیے؟	269
4	کیا ماننے والے اور چاہنے والے کے فرائض مختلف ہوتے ہیں؟	272
5	کہتے ہیں کہ سنگت بدلنی چاہیے؟	274
6	عطا کیا ہوتی ہے؟	275

•••

عرضِ حال

لب پہ آ کر رہ گئی ہے عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال
(واصف علی واصفؒ)

واصف صاحبؒ کی گفتگو کی محفل کا جب اختتام ہو جاتا تو محفل کے شرکاء کو اپنے اپنے گھر جانے کی اجازت مل جاتی مگر صرف چند اصحاب وہاں سے روانہ ہوتے اور باقی لوگ اسی طرح سر جھکائے اور زبان بند کیے اپنی کیفیت میں سرشار بیٹھے رہتے۔ دیکھنے والے کو صاف نظر آتا کہ گفتگو کی تاثیر نے وہ جادو کیا ہے کہ پاؤں بنا زنجیر کے زمین کے ساتھ جکڑے گئے ہیں۔ اس صورت حال کو بھانپ کر قبلہ واصف صاحبؒ فرداً فرداً سب سے کچھ گفتگو کرتے' کوئی بات پوچھ لیتے یا گھر واپس جانے کے لیے سواری کے بارے میں دریافت کرتے۔ یوں ایک ایک کر کے سب کو روانہ کرتے۔ محفل کی گفتگو سے پیدا ہونے والی وارفتگی کو جنون بننے سے پہلے ہی آپ اس کی ترفیع اور تشفی فرما دیتے۔ اس طرح کا منظر بہت ہی عرصہ بعد دیکھنے میں آیا تھا' ایسا منظر جس نے لاہور کی ادبی' علمی اور روحانی فضا کو معطّر اور منوّر کر دیا

تھا۔ان کا علم اس قدر بے کراں تھا کہ بعض اوقات خود ان کو دشواری پیش آتی تھی کہ اس لدُنی بارش کے کس کس حصے کو چھپائیں اور کس کو بیان کریں کیونکہ انہیں سامعین کے ظرف اور ضرورت کا مکمل احساس ہوتا تھا۔ان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی تھی کہ علم بیان کرنے کے دوران اپنی ذات اور اپنے مقام کو مکمل اخفاء میں رکھیں اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب تھے۔مگر روشنی اور خوشبو کو کون روک سکتا ہے۔لوگ جوق در جوق تلاش علم کے لیے آ نکلتے۔انہوں نے اس علم کا زیادہ تر وہ حصہ بیان کیا ہے جس کے بیان کرنے سے اللہ کی مخلوق کی مشکل حل ہو جائے۔فرمایا کرتے تھے کہ ایسا سوال کرو جس کا جواب کسی کتاب سے نہ مل سکے اور پھر جواب بھی ایسا دیا کرتے تھے جو کسی اور کتاب میں اس صورت سے ابھی تک نہیں آ سکا۔ان کی حد درجہ کوشش یہ ہوتی تھی کہ جواب مختصر ہو الفاظ سادہ ہوں اور ایک ایک نقطے کی وضاحت ہوتا کہ ابلاغ ہر سطح کے ذہن تک بغیر کسی دقّت کے ہو سکے۔وہ یہ سب کچھ اس لیے کرتے تھے کیونکہ آپ کا فرمان تھا کہ جب کوئی شخص ایک سوال پوچھتا ہے تو دراصل یہ سوال صرف اس کا ذاتی سوال ہی نہیں ہوتا بلکہ ہزاروں لاکھوں دوسرے انسانوں کو بھی اس دقّت کا سامنا ہوتا ہے۔آپ کی گفتگو کی محفل میں خاص اور باِذن اصحاب شریک ہوتے تھے اس لیے سوالات گوناگوں اور وسیع پس منظر کے حامل ہوا کرتے تھے۔اس صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ گفتگو کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کی جائے تا کہ باقی کے سب لوگ بھی اپنے اپنے سوال کا جواب پائیں

اوران کی مشکلیں حل ہوں۔اسی حکم کے پیش نظر ''گفتگو'' کا دوسرا والیوم پیش کیا جارہا ہے تا کہ علم وادب اور عرفان وآ گہی کی یہ امانت اپنے اپنے حق دار تک پہنچ جائے۔

◆◆◆

سوال یہ ہے کہ ۔۔۔۔ ۔

(ایک محفل کے شروع میں قبلہ واصف صاحبؒ کے بیان سے اقتباس)

''ایسا سوال کرو جس کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو اور واقعی اس کا حل آپ کو نہ ملا ہو۔ زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے ہیں کہ باطن کے حوالے سے کوئی سوال حل نہیں ہوتا۔ جب زندگی میں ہی ایسے سوال کا حل کوئی شخص پیش کر دے' چاہے ایک لفظ میں کر دے' تو ایسے لمحات بڑے خوشگوار ہوتے ہیں۔ آپ کو جو علم آتا ہے اپنی جگہ بجا' اپنے استعمال میں رکھو' جب کبھی اس علم کے اندر واقعی کمی محسوس ہو' کمی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی کمی یا ضرورت جس کی قیمت پوری زندگی بھی ہو تو تمہیں منظور ہو۔ جب کوئی ایسا سوال اٹک جائے تو اس کا جواب دینے کے لیے سب لوگ مل کر دعا کر سکتے ہیں۔ آئندہ بھی آپ آئیں' خوشی کی بات ہے۔ کوئی ایسا سوال ہو جو آپ کے خیال کے سفر کے درمیان اچانک پیش آئے اور آسودگی نہ پائے۔ ورنہ وہ سوال جو کتاب میں ملتا ہے اس کا جواب بھی کتاب میں ملتا ہے اور جس کے جواب میں کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ہم سب پڑھ چکے ہیں۔ ہم ان سوالوں پر Concentration کر رہے ہیں جن کا جواب واقعی کتابوں سے اخذ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا' یہ وہ سوال ہیں' زندگی میں ہماری صداقت کے سوال ہیں' ہماری مجبوریوں کے سوال ہیں اور ان سوالوں کو ہم بڑی احتیاط سے Deal کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک خاص

وقت بلکہ محدود وقت ہے' ان سوالوں کے علاوہ علمی سطح پر بھی بہت سا علم ہے مگر ہمارے ہاں ایک خاص انداز کی بات ہے اور یہ ایک خاص انداز کے مطابق ہو رہی ہے_____"

◆◆◆

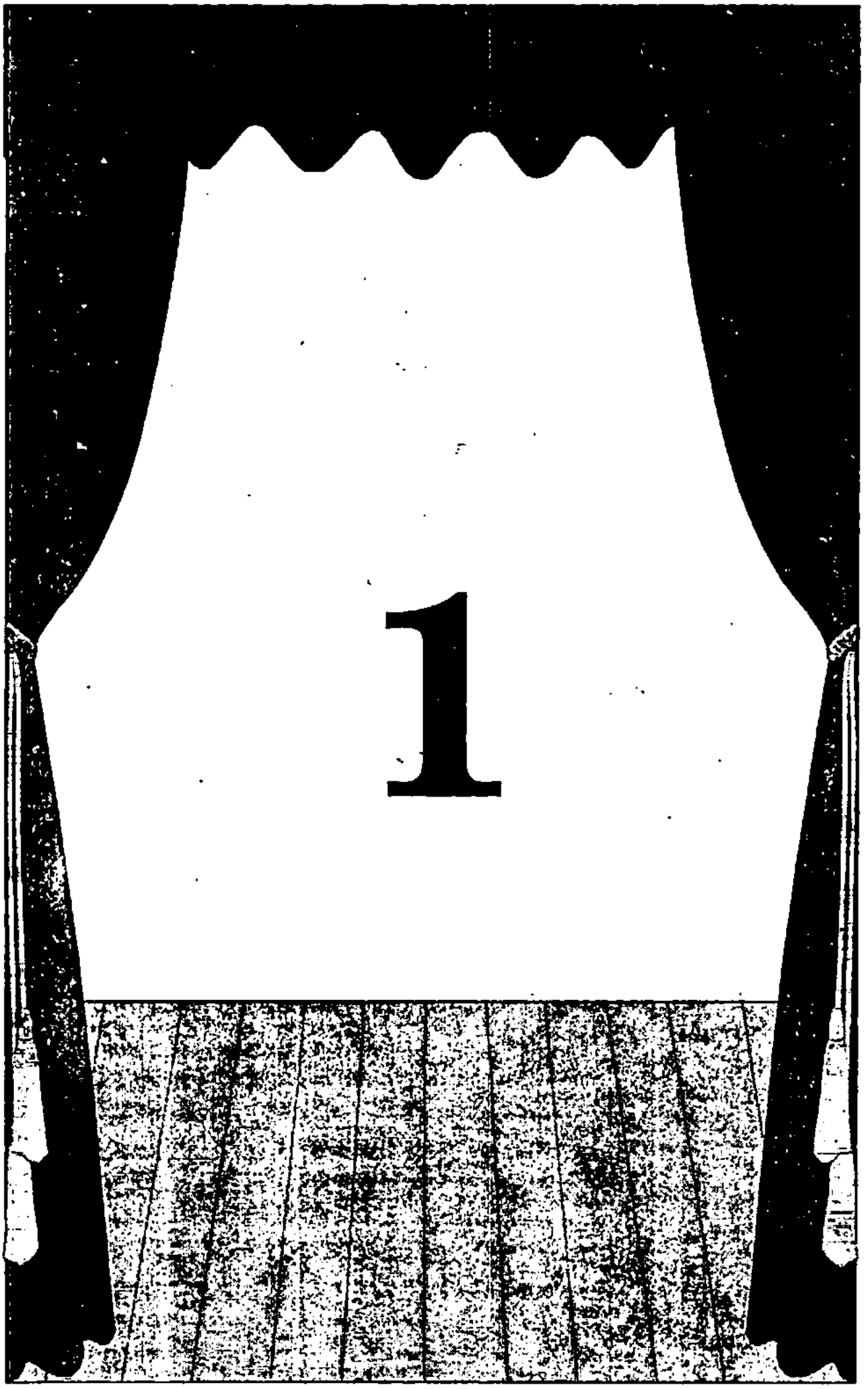
1

1 اگر کوئی شخص ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

2 زندگی کی حقیقت اور کائنات کے جو راز ہیں انہیں راز کیوں رکھا گیا ہے اور یہ راز صرف چند لوگوں پر ہی کیوں منکشف کیے جاتے ہیں؟

3 دنیا میں تو کئی مذاہب موجود ہیں مگر.....

4 اگر ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ مسلمان ہے اور ہندو کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ ہندو ہے۔ اس کے متعلق وضاحت فرما دیں۔

5 ذکر الٰہی کی مقدار کیا ہے؟

6 اپنی ذات کے ساتھ Sincere کیسے ہوا جا سکتا ہے؟

7 سید میں اور عام مسلمان میں کیا فرق ہے؟

8 کسی نعمت کا یا کسی شخص کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟

9 جو آدمی احسان فراموش ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال:

اگر کوئی شخص ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

جب کوئی شخص آپ سے دعا کے لیے کہے تو ایک چیز پر غور کر لیں کہ آپ نے اس کو یہ Impression کہاں سے دیا ہے کہ وہ آپ کو دعا کے لیے کہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری آپ نے اپنے ذمے کیسے لگالی؟ کہیں اس میں بناوٹ تو نہیں؟ کہیں اس میں کچھ نقل تو نہیں آ گئی؟ مقصد یہ ہے کہ کہیں آپ نے اپنے بارے میں کوئی ایسا Impession تو Create نہیں کر دیا کہ آپ دعا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ جو شخص دعا کے لیے کہہ رہا ہے اس کو آپ پر یہ اعتماد کیسے ہوا کہ وہ آپ کو دعا کے لیے کہے۔ کہیں آپ نے اپنے آپ کو غلطی سے نیک تو مشہور نہیں کر دیا۔ اس کو کہاں سے مشاہدہ ہو گیا؟ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں دعا کے لیے کہنے والے۔ ایک وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کو اشارہ ہو گیا کہ تیرے مسئلے کا حل فلاں شخص کے پاس ہے۔ یا پھر یہ کہ وہ شخص دعا کرے تو تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اشارہ غائبانہ طور پر بھی ہو سکتا ہے' خواب کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک کہانی سن لو۔ ایک آدمی درویش تھا۔ اس کا ایک دوست تھا' جو

شادی شدہ تھا۔ دوست سفر پر جانے لگا تو اس نے سوچا میں سفر پر جا رہا ہوں' اپنی بیوی کو میں کہاں بھیجوں۔ اس نے سوچا فلاں درویش میرے دوست ہیں' ان کی امان میں چھوڑ جاتا ہوں' اس طرح میں باہر کا سفر کر کے واپس آ جاؤں گا۔ صوفی صاحب نے اس عورت سے کہا کہ تو زنان خانے میں چلی جا۔ اس طرح وہ شخص سفر پر چلا گیا۔ وہ عورت زنان خانے میں رہنے لگی اور صوفی اپنی عبادت گاہ میں رہا۔ اس نے ایک دن پانی مانگا۔ اس کی اپنی بیوی کی بجائے اس مہمان خاتون نے اس کو پانی کا گلاس پیش کیا۔ اب صوفی نے اس کا ہاتھ دیکھا۔ ہاتھ کے حوالے سے ذہنی طور پر کوئی تصویر بنائی۔ لکھنے والے لکھتے ہیں یا کہنے والے کہتے ہیں کہ اس کا تقویٰ اور تصوّف کا سارا قلعہ جو تھا وہ ٹوٹ گیا' اس طرح کہ وہ محروم ہو گیا۔ اب وہ چلّانے لگ گیا کہ یہ کیا ہو گیا؟ اس وقت تو سمجھ نہیں آئی کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے' آخر کیا واقعہ ہو گیا ہے؟ وہ بے تاب ہو گیا کہ جگنو اڑ گئے' پرندے اڑ گئے' خیال چلا گیا اور تصوّر خالی ہو گیا۔ خیال کی نعمت سے خالی ہو جانے کے بعد انسان کو سمجھ آتی ہے کہ اس نے کیا کھو دیا ہے۔ اگر میزبان کے پاس کھانا ختم ہو جائے تو سب سے برا آدمی کون ہے؟ مہمان! کیونکہ اب میزبان اس سے Avoid کرے گا۔ جس آدمی کے پاس کھانا ختم ہو جائے وہ مہمان کو پسند نہیں کرے گا۔ جس کے پاس بات ختم ہو جائے وہ سامع کو پسند نہیں کرے گا۔ جس کے پاس جو چیز ختم ہو جائے وہ اس کے حاصل کرنے والوں کو پسند نہیں کرے گا۔ یہ اصول کی بات ہے۔ دوکان ختم ہو گئی تو اب گاہک کو کیا کرنا ہے؟ گاہک تو پھر مصیبت ہے۔ اس صوفی درویش نے محسوس کیا کہ اس کا تصوف کمزور

ہو گیا ہے پھر وہ وہاں سے پریشان ہو کے نکلا' اس چیز کی تلاش میں جو کھو گئی تھی' ضائع ہو گئی تھی جہاں بھی گیا' کسی نے اس کو تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ ایک مجذوب درویش اسے ملا۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ آپ کوئی چیز ضائع کر بیٹھے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں بہت کچھ ضائع کر بیٹھا ہوں۔ اس نے کہا تمہارا علاج جو ہے فلاں آدمی کے پاس ہے' اگر وہ دعا کرے تو تیرا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ وہ اس آدمی کے پاس گیا۔ آگے جا کے اس نے کوئی اور ہی منظر دیکھا' وہاں دیکھا کہ ایک مجذوب قسم کا آدمی بیٹھا ہے۔ اس کے پاس ایک چھوٹا سا خوب صورت لڑکا ہے' وہ اس بچے سے پیار کرتا ہے' اور اس کے پاس شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے۔ وہ بچے کو شراب پلاتا ہے' خود بھی شراب پیتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے اور بوسہ بھی دیتا ہے۔ وہ یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ صوفی نے سوچا یہاں سے واپس چلو کیونکہ یہ وہ آدمی نہیں ہو سکتا۔ تب اس آدمی نے صوفی کو آواز دی کہ بابا کدھر جا رہا ہے؟ اس نے کہا میں آیا تھا کسی کام سے' لیکن لگتا ہے میں غلط جگہ پہ آ گیا ہوں۔ اس نے کہا تو غلط جگہ پہ نہیں' بلکہ صحیح جگہ پر آ گیا ہے' میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں تیرا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس بزرگ نے دعا کی اور مسئلہ حل ہو گیا۔ صوفی کو اپنا Contact واپس مل گیا۔ صوفی صاحب نے کہا اب ایک اور سوال پیدا ہو گیا ہے۔ سوال اب یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ کیا ہے؟ جب آپ نے میرا اتنا بڑا مسئلہ حل کر دیا تو محسن ہونے کی حیثیت سے یہ بتایئے کہ یہ کیا ہے؟ جو آپ کر رہے ہیں یہ کیا ہے؟ جو آپ نے میرے ساتھ کر دیا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بڑی آسان سی بات ہے' بات یہ ہے کہ یہ ہے میرا بیٹا اور یہ ہے شربت۔ بچے

سے پیار کرتا ہوں کہ میرا بیٹا ہے اور شربت پی رہا ہوں کہ یہ میری خوراک ہے۔ اس نے کہا یہ سب ایسا کیوں ہے؟ دیکھنے میں تو ایسا لگتا ہے جیسے شراب پی رہے ہیں۔ اصل میں یہ کیا واقعہ ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ سب اس لیے رکھا ہوا ہے کہ کوئی آدمی جاتے ہوئے اپنی بیوی میرے پاس نہ رکھ جائے !! تو یہ ہیں دعا کے راز ___ اگر آپ نے ویسے ہی مشہور کر رکھا ہے کہ میں صاحب دعا ہوں تو پھر آپ کو توبہ کرنی چاہیے' ایسی مشہوری نہیں کرنی چاہیے کہ لوگ کہیں کہ ہمارے لیے دعا کرو! اگر Genuinely آپ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کسی نے دعا کے لیے کہا ہے' تو دعا کر دو صرف فرض کے طور پر کہا ہے تو فرضی طور پر دعا کر دو' اس نے By the way کہا ہے تو اس کے لیے By the way دعا کر دو۔ جتنا اس شخص کو آپ پر اعتماد ہے وہ اعتماد دراصل آپ نے Create کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ''ہم تو عاجز ہیں' ہم کیا کر سکتے ہیں'' اب یہ شخص اپنا Impression دوسرے پر Create کر رہا ہے۔ Impression اگر Create کیا ہے تو کبھی غلط نہ کرنا۔ اس کے لیے آپ کی گرفت ہوگی۔ اب سوال یہ ہے کہ کوئی ہم سے دعا کے لیے کہے تو ہم کیا کریں۔ تمہیں دعا کے لیے کیوں کہے کوئی؟ سوال یہ ہے۔ اس فلاں شخص کو تو نہیں کہتے دعا کے لیے' اس دوسرے شخص کو تو نہیں کہتے دعا کے لیے اور تمہیں کیوں کہتے ہیں؟ اگر کوئی Impression Create کیا ہوا ہے تو اس کے لیے جواز مہیا کرو۔ ہم کسی سے دعا کے لیے اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مسئلہ اتنا تیز ہو جائے کہ ہمیں سمجھ نہ آئے کہ کس سے کہیں۔ مجبور آدمی ہر ایک سے دعا کے لیے کہتا ہے۔ ہر ایک سے اس لیے کہتا ہے کیونکہ اس کو

پتہ نہیں ہوتا کہ اصل میں کس سے کہنا ہے۔ انسان خدا کی تلاش میں کبھی خانقاہ کے پاس چلا جاتا ہے۔ تلاش خدا کی بتاتا ہے اور مسئلہ اس کی صحت کا ہوتا ہے۔ چاہیے کیا؟ شفا! گیا کہاں؟ خانقاہ میں یا کسی بندے کے پاس یا ڈاکٹر کے پاس یا حکیم کے پاس ____ گویا کہ تکلیف والا آدمی بلاوجہ بھی آپ سے دعا کے لیے کہہ سکتا ہے۔ جب آپ کو تکلیف ہوتی ہے تو آپ دعا کا سہارا لیتے ہیں جو کہ دراصل خدا کا سہارا ہے۔ دعا کے لیے کسی کو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے لیے درخواست ہے کہ اگر اللہ سے تمہارا تعلق ہے تو تم میرے لیے دعا کرو۔ کسی سے دعا کے لیے کہنا اچھی بات ہے لیکن دعا کو مشہور ہونے کے لیے جواز چاہیے۔ یہ میری وارننگ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم مشہور کردو کہ تم دعا کرتے ہو۔ باقی جہاں تک دعا کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دعا کرنے سے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ آدھی زندگی کی مشکل تو دعا سے ہی حل ہوجاتی ہے۔ باقی کوشش سے ہے۔ اس بات کو آپ یوں کہہ لو کہ زندگی میں دو چیزیں ہیں' ایک کوشش ہے اور ایک نصیب ہے۔ کوشش سے بہت کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن جو بنیادی نصیب ہے یہ دعا کا حصہ ہے' دعا کی تاثیر ہے' یہ کوشش سے حاصل نہیں ہوتا۔ کوشش سے آپ کوئی Achievement کرلو گے لیکن دوسرے شخص کا دل مائل ہونا نصیب کی بات ہے۔ سفر کا انجام اچھا ہونا نصیب کی بات ہے۔ اس منزل پر جانے والے کئی مسافر راستے میں رک گئے ۔

آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

تو کئی لوگ راستے میں رہ گئے۔نصیب جو ہے یہ دعا سے بنتا ہے۔کامیابیاں بے شک کوشش سے بنتی جائیں مگر وہ کامیابیاں جو کوشش سے بنتی ہیں' بعض اوقات نصیب کے برعکس بھی ہوسکتی ہیں۔بات سمجھ میں نہیں آئی کیا؟ یہ بہت غور کرنے والی بات ہے کہ ایک آدمی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور کامیاب ہوتے ہی زندگی میں فیل ہوگیا۔کبھی ایسی مثالیں دیکھی ہیں آپ نے؟ تاریخ عالم میں دیکھا ہوگا اور تاریخ پاکستان میں دیکھا ہوگا کہ مقصد کامیاب ہوگیا اور زندگی ناکام ہوگئی۔اگر گناہ گار کا مقصد کامیاب ہوجائے تو وہ گناہ گار ہوجاتا ہے اور مقصد ناکام ہوجائے تو گناہ سے بچ جاتا ہے۔چور کا منصوبہ کامیاب ہوجائے تو چور لیکن وہ زندگی میں فیل ہوجاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہر برائی اگر Achievement میں کامیاب ہوجائے تو وہ اپنے اصل مدعا میں فیل ہوجاتی ہے۔لہٰذا ضروری نہیں کہ ہر کامیابی اصل کامیابی ہو۔اگر مقصد برا ہو تو کامیابی بہت بری چیز ہے۔اگر مقصد اچھا ہے تو ناکامی بھی بہتر ہے۔مدعا یہ ہے کہ مقصد کا انتخاب نہ ہو تو پھر کامیابی اور ناکامی دونوں Meaningless ہیں۔دعا کے ذریعے آپ مقصد کے انتخاب میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔تو اس بات کی دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے مقصد کا انتخاب کرنے میں آسانی فرما۔یا یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے کوئی صاحب دعا ملا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ساری باتیں دعا کے ذریعے بتائی ہیں کہ یہ دعا کیا کرو' مجھ سے یہ چیز مانگا کرو۔اسے خوشی ہوتی ہے۔فرماتا ہے کہ مجھے یہ کہا کرو کہ اھدنا الصراط المستقیم اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کا راستہ جن

پر تیرا انعام ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بتا دیا کہ یہ راہ ان انسانوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ گویا کہ جب اللہ مہربان ہو جائے تو انسانوں کی راہ سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی راہ ہو اور کوئی آدمی چلا نہ ہو آج تک۔ کوئی نہ کوئی ضرور چلا ہو گا۔ ان لوگوں کے نقوشِ پا دیکھو جو اللہ کی راہ پر چلے ہیں۔ ان لوگوں کو دیکھو جو اللہ کی راہ چل رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے تو آپ یہ سمجھ لو کہ اللہ کے راستے کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ یہ جو کہنا ہے کہ اللہ کو کہ سیدھی راہ دکھا' اصل میں اس کا راستہ دیکھنے والی بات ہے۔ سب سے زیادہ کامیاب راہ بلکہ ایک ہی راہ ہے اللہ کی اور وہ ہے وہ راستہ جو اللہ کے محبوب ﷺ کی طرف سے وہی راستہ صحیح ہے' باقی سب راہیں غلط ہیں۔ زندگی میں آپ جو کامیابی حاصل کر رہے ہو یہ Meaningless ہو سکتی ہے' شہرت حاصل کرتے ہو' یہ دھوکہ دے سکتی ہے' دولت حاصل کرتے ہو' یہ نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ راستہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی طرف لے جائے۔ اور اس راہ پر چلنے والے جب آپ ﷺ کے ساتھ چلیں گے تو صرف وہی راستہ صحیح ہو گا' ورنہ راستہ نہیں ملے گا۔ کہیں ایسا نہ بننا کہ شہرت کے لیے آپ اپنے آپ کو اور حقیقت کو زخمی کر لو۔ دولت اور شہرت کے علاوہ ایک تیسری چیز بھی ہو سکتی ہے۔ تیسری چیز جو ہے اسے کہتے ہیں لذتِ وجود۔ تو اب تین چیزیں ہو گئیں یعنی دولت' شہرت اور لذتِ وجودِ نفس ____ ان تینوں میں اگر احتیاط کی جائے اور ان تینوں کو اگر کلمہ پڑھا دیا جائے تو سمجھو کہ آپ کا راستہ آسان ہو گیا۔ یہی تین مقامات ہیں جہاں سے آپ کو خطرہ ہے اور چوتھا مقام ہی کوئی نہیں۔ شہرت حاصل کرنے کے خیال کی

اصلاح کرو، دولت حاصل کرنے کی تیز رفتاریوں کو دھیما کرو اور اپنی لذّتِ وجود کی جو خواہشات ہیں ان کو ٹھیک کرو۔ یہ تین کام آپ کر لو تو آپ کی زندگی کامیاب ہو جائے گی۔

یہ تینوں کام جو ہیں اکثر ان میں مشکل ہو جاتی ہے انسان کو اور وہ تینوں ہی سے نقصان اٹھاتا ہے اور پھر انسان ایسے ہوتا ہے جیسے زخمی پرندہ، نہ وہ اڑنے کے قابل اور نہ واپس جانے کے قابل، تو وہ نہ شکار کے کام آیا اور نہ شکاری کے کام آیا۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کر کیا رہے ہیں؟ جب کوئی دعا کے لیے کہے تو آپ دیکھو کہ اس نے کیوں کہا؟ اگر کوئی تعلق کے بغیر دعا کے لیے کہتا ہے تو وہ ایسے ہی سرسری کہہ رہا ہے۔ آپ بھی کہہ دیں کہ اچھا میں دعا کر دوں گا۔ دعا بھی کر دو کہ یا اللہ بہتری فرما! کچھ لوگوں نے ایسا بھی کہا کہ یا اللہ یہ آدمی مجھے نیک سمجھتا ہے اور دعا کے لیے کہتا ہے، تو مجھ کو سچ مچ کا نیک بنا دے۔ ایک تو یہ مقام ہے، پھر اس کے لیے دعا کرو! یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کسی کے لیے دعا کریں اور پھر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ تو اس شخص کے لیے دعا کر رہا ہے جو میرا باغی ہے اور میری بات نہیں مانتا۔

جب تک وہ اللہ کے ساتھ تعلق نہ بنائے تو اللہ کیسے اس کی بات مانے؟ کوئی شخص ایسا نہیں ہو سکتا جو کسی باغی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کا جواب لا سکے۔ دعا یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ باغیوں کو اطاعت میں لے آئے تاکہ ان کی دعائیں منظور ہو جائیں۔ دعا اس شخص کی منظور ہوتی ہے جو تمہاری بغاوت دور کرے اور تمہاری اصلاحِ احوال کرے تاکہ تم بھی اللہ کی راہ پر چل پڑو۔ ورنہ یہ

رواج بن جائے گا۔ یہ صرف رسم بن جائے گی اور رواج بن جائے گا کہ باغی کو فیض دیا جائے۔ ایسا تو ہوا نہیں ہے آج تک! باغی کو فیض نہیں ملا آج تک۔ اس پہ ذرا صاحبانِ فکر غور کریں کہ پاکستان میں لاکھوں کے حساب سے پیر خانے ہیں' اور انہیں دیکھا جائے تو وہی کام کر رہے ہیں جو بزرگوں نے کیا۔ دعا کرتے ہیں اور دعا دیتے ہیں۔ جہاں قوالی ہوتی تھی وہاں قوالی جاری ہے۔ جہاں محفلِ ذکر تھی وہاں محفلِ ذکر جاری ہے۔ ہر وہ کام ہو رہا ہے۔ اب ایک شخص پیر صاحب کے پاس گیا کہ جناب دعا کریں تو انہوں نے دعا کر دی۔ فرض کرو دعا منظور ہو گئی اور اگر بچے سے قتل ہو گیا اور بچے کی ماں نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ دعا کریں میرا بیٹا بری ہو جائے۔ پیر صاحب نے Genuinely دعا کی اور بیٹا بری ہو گیا۔ اب مقتول کا حق جو ہے وہ کدھر گیا؟ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں! اس لیے دعا کرنے والا یہ خیال کرے کہ اس کی دعا کرنے کے عمل سے کسی اور کا حق ختم نہ ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دعا کے پورا ہونے سے کوئی اور شخص کسی چیز سے محروم ہو جائے۔ عام طور پر یہاں آ کر دِقّت پیدا ہوئی کہ مشائخ نے ہر ایک کے لیے دعا کر دی' ہر ایک کے لیے دعا' اور ناجائز خواہش کے لیے دعا۔ آ کر کہتے ہیں کہ نمبر نکل آئے' کوئی لاٹری نکل آئے۔ اگر Genuine دعا کر دی اور لاٹری نکل آئی تو پھر یہ سارا نظام ہی غلط ہو گیا۔ لوگ آ کر کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ گھوڑا ڈربی ریس جیت جائے۔ دعا کا مقام یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والوں کو جب کوئی بات سمجھ نہ آئے' تو دعا کے ذریعے اس کا حاصل انہیں لا دو۔ اس کے علاوہ جو بات ہے وہ دعا کا مقام نہیں ہے۔ جس

ذات سے دعا کر رہے ہو اس ذات نے راستہ بتا دیا ہے۔ اس راستے کے مطابق چلو۔ دعا کا یہ مقام ہے کہ دعا اللہ کی طرف جاتی ہے اور اللہ سے تاثیر لاتی ہے۔ ایک شخص جو یتیم کا مال ہضم کر گیا' کہتا ہے کہ دعا کرو کہ بس اللہ مجھ پر رحم کرے۔ اللہ تجھ پر تب رحم کرے گا جب تو یتیم کا مال واپس کر دے گا۔ اب تو ظلم کرنے کے بعد رحم مانگ رہا ہے تو یہ تو بڑی غلط بات ہے۔ اس لیے دعا کے پردے میں بڑے ظلم ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے! اب آپ دعا کرنی بند ہی کر دو۔ اب آپ جنرل دعا کرو۔ قوم کے لیے دعا کرو' ملت کے لیے دعا کرو کہ یہ بچ جائے اور وہ لوگ جنہوں نے ملک کو کھایا ان کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ یہ حصہ ان کو ہضم نہ ہو۔ دعا کرو کہ جس نے یتیم کا مال کھایا ہے اس کو ہضم نہ ہو۔ اس کو خود ہی پیٹ میں درد ہو تا کہ یہ واپس کر دے۔ ایک دوسرے کا مال ہضم کرنے کی بجائے اس کی عادت اب بدل جائے گی۔ آپ ایک دوسرے کے مال نہ کھایا کرو۔ مالِ یتیم نہ کھاؤ۔ ایک دوسرے کا مال بھی نہ کھاؤ اور دھوکہ نہ کرو۔ جتنی باتیں اللہ تعالیٰ نے منع کی ہیں ان باتوں سے بچو۔ پھر دعا کا مقام یہ ہے کہ جہاں کوشش نہیں پہنچاتی وہاں دعا پہنچائے گی۔ مریض کوشش کر کے تھک چکا ہے' ڈاکٹر دوا دے چکے ہیں اور اب دعا کی ضرورت ہے۔ یا پھر وہ آدمی دعا کرے جو ڈاکٹر کے پاس شروع سے ہی نہ جائے۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ دیکھا جائے گا۔ دعا کے ذریعے چلنے والے بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے آج تک ڈاکٹر کی ایک گولی بھی نہیں کھائی۔ وہ دعا کے قائل ہیں اور دعا کو مانتے ہیں۔ اس لیے یہ دیکھو کہ اللہ کے ساتھ تمہارے تعلق کی جتنی Range ہے اتنی ہی دعا کی Range ہے ____

اور بولو ____ اور سوال ____ چلو اور سوال پوچھو ____

سوال:

جناب یہ زندگی کی حقیقت اور کائنات کے راز جو ہیں انہیں راز کیوں رکھا گیا ہے اور پھر راز صرف چند لوگوں پر ہی کیوں منکشف کیے جاتے ہیں' سب کے لیے ایسا کیوں نہیں ہے؟

جواب:

یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ پہلی بات تو یہ دیکھو کہ جس Capacity میں آپ سوال کر رہے ہو وہ Capacity ایک ماننے والے کی ہے یا کہ ایک غور و فکر کرنے والے کی ہے۔ جو غور و فکر والا ہے لیکن قرآن کو نہیں مانتا اس کے لیے اس سوال کا جواب اور ہے' ماننے والے کے لیے اور ہے۔ آپ اپنی Capacity بتاؤ! کیا آپ مسلمان ہونے کی حیثیت سے بات کر رہے ہیں؟ جو کافر ہو کے بات کرے اس کا جواب Clear ہے۔ ماننے والوں کے لیے اس کا جواب اور ہے۔ پہلے Capacity بنالو۔ قرآن پاک مسلمانوں کے لیے اللہ کا کلام ہے اور اللہ جو ہے خالق ہے کائنات کا۔ اور تضادات کے باوجود اللہ' اللہ ہی ہے' خالق ہے' مالک ہے' اگر کوئی بات' ہمیں سمجھ آتی ہے تب بھی وہ مالک ہے اور اگر سمجھ نہیں آتی ہے تب بھی وہ مالک ہے۔ آپ نے ابھی اس کے ایک حصہ پر غور کیا ہے۔ کبھی دوسرے رخ پہ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر ہیں' اللہ کے نبی ہیں' قریبی ہیں اور بڑی تکلیف سے گزر رہے ہیں۔ یہ کافروں نے سوال کیا ہے کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو اتنی تکلیف کس بات کی ہے' آپ تو غریب ہیں' پھر بھی پیغمبر ہیں'

آپ کنویں میں گر گئے ہیں' جیل جانا ہوا پھر بھی پیغمبر ہیں' درد ہو گیا پھر بھی پیغمبر ہیں' بیمار ہو گئے' جسم میں کیڑے پڑ گئے' پھر بھی پیغمبر ہیں! کبھی کسی پیغمبر نے گلہ نہیں کیا۔ کسی پیغمبر نے کبھی استعفیٰ نہیں دیا۔ یہ خاص راز ہے۔ اس طرح جو شہید ہیں وہ اللہ کی راہ میں مرتے جا رہے ہیں' اور تسلیم کرتے جا رہے ہیں' انہوں نے کبھی کچھ نہیں کہا' گلہ نہیں کیا۔ گلہ ہے صرف دیکھنے والے کا۔ اور اگر دیکھنے والا اس خیال سے وابستہ نہ ہو تو اس کو گلہ ہی رہے گا۔ اس لیے جب اللہ کریم کی بات دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں قادرِ مطلق ہوں' میرے اختیار سے کسی کے باہر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اس شیطان نے اللہ کا کہنا نہیں مانا۔ آپ سوچو کہ اگر شیطان نے کہنا نہیں مانا تو پھر ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا وہ اللہ کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے جس نے نہیں مانا؟ یہ راز بعد میں سمجھ آئے گا۔ آپ یہ دیکھو کہ زمین کے اندر سونا ہے' مٹی کے اندر ایک Ore ہے' اس کے بعد آپ اس Ore کو Process کرتے ہو' پھر اس کو آپ Furnace میں لے جاتے ہو' Melt کرتے ہو' پھر جا کے سونا نکلتا ہے۔ یہ سونا جو ہے جب Ore کی حالت میں ہوتا ہے ایک راز ہوتا ہے۔ اس وقت آپ اسے نہیں پہچان سکتے۔ کائنات کے راز کو دریافت کرنے کے لیے' راز سے متعلق سوالات کے جواب لینے کے لیے سب سے پہلے اپنے وجود کا راز دریافت کرو۔ آپ کی آنکھ کے اندر ایک چیز موجود ہے' اس کا نام ہے بینائی اور وہ تمہیں نظر نہیں آئی آج تک۔ اس کو پہچانو۔ تمہارے جسم میں جو جان ہے وہ کہاں ہے' وہ کیا ہے؟ تمہارے اپنے پاس جو روح ہے وہ کہاں پر ہے' اس کو پہچانو۔ یہ جو گویائی ہے یہ کدھر سے آتی ہے اور

کہاں چلی جاتی ہے' اس کو پہچانو۔ تمہارے پاس روزِ روشن کی طرح خیال ہے' خیال آتا ہے' خیال جاتا ہے' خیال بجھتا ہے' خیال چھپتا ہے' اس کو پہچانو کہ یہ کیا ہے؟ اچانک خیال آ گیا' اچانک غم آ گیا' اچانک خوشی آ گئی' اچانک آنسو آنے شروع ہو گئے' اچانک مسکراہٹ آ گئی' قہقہہ آ گیا' یہ سب کیا ہے؟ پہلے تم اپنی کائنات کا ذاتی راز دریافت کرو۔ پھر اس کائنات کے راز دریافت کرنے کا امکان پیدا ہو جائے گا۔ ورنہ شہید کے بارے میں ہم سوال پوچھیں گے اور اللہ نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ اب اللہ مالک ہے' خالق ہے اور بنانے والا ہے' وہ بتا رہا ہے کہ یہ تمہارے بس میں نہیں ہے۔ مخلوق کے پاس خالق کے ادراک کا شعبہ اتنا نہیں ہے جتنا تم چاہتے ہو۔ کیونکہ ابھی تو تمہارے پاس تمہارا اپنا اِدراک نہیں ہے اور تم اس کے پردہ ہائے راز اور سربستہ رازِ کائنات دریافت کرنے چلے ہو۔ اس لیے یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے جواب دیا کہ یٰمعشر الجن والانس ان استتعطم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن کہ اے انسانوں اور جنوں کے گروہ تم نکل کے دکھاؤ آسمانوں اور زمین کی حدوں سے مگر نہیں نکل سکتے سوائے اس کی طاقت کے۔ اِس لیے اُس کی طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔ اگر تم نے طاقت لینی ہو تو میری نصیحت ہے کہ کبھی بے باکی سے نہ لینا' کبھی گستاخی سے نہ لینا۔ طاقت ملتی ہے صرف انکساری میں' عاجزی میں اور مہربانی میں۔ پھر یہ راز دریافت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ماننے والوں نے راز دریافت کر لیا اور اس کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ آپ چلتے جاؤ' چلتے جاؤ' عاجزی کے ساتھ' سجدے کے ساتھ'

انکساری کے ساتھ' پھر راز سے پردہ اٹھ جائے گا! ضرور اٹھ جائے گا! یہ واقعہ یوں نہیں ہوتا کہ تم پوچھو کہ یہ سب ایسے کیوں رکھا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ یہ کیوں ہے بلکہ یہ یاد رکھنا کہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے ایسے زندگی کیوں گزاری بل ھم یسئلون یعنی تمہی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کام کیوں کیا۔ مومنوں کے لیے یہ حکم ہے' باقی جو شخص ایمان سے باہر ہے اس کو تو اللہ نے کچھ کہا ہی نہیں ہے کہ یہ راز ہے کہ نہیں' اس سے تو اللہ کی Communication نہیں ہے۔ اب پریشان کون شخص ہے؟ وہ مسلمان پریشان ہے جو باہر والوں کا ذہن رکھتا ہے اور اندر والوں میں رہتا ہے۔ خیال کرو کہیں منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ دھیان کرو یہ منافقت کی نشانی ہے۔ اس مسلمان کے لیے خطرہ ہے جس کا ذہن باہر والا ہے اور رہائش اندر ہے۔ یہی Problem ہے آپ کی قوم کی' آپ کے مسلمان ملکوں کی' اور آپ کی ملت کی کہ آپ رہتے اندر ہو اور خیال باہر والا ہے۔ دِقّت یہاں ہو رہی ہے۔ ورنہ تم جو اندر رہنے والے ہو تمہی تو جواب ہو اس سوال کا۔ یہ جو شخص سوال کر رہا ہے' تمہی تو اس سوال کا جواب ہو۔ اس لیے تم اپنے آپ کو دیکھو۔ پہلے اپنے مقام کا تعین کرو۔ جب تک اپنے مقام کا تعین نہ ہو گا اس سوال کا جواب' دوسرے سوالوں کے جواب' عاقبت کا جواب اور حساب کتاب کا جواب نہیں ملے گا۔ اس لیے آپ لوگوں کو نصیحت یہی ہے کہ جب آپ اندر بیٹھے ہو تو آپ اندر ہی رہو۔ باہر ہو تو باہر ہی رہو۔ درمیان کی لائن پر رہنا' منافقت ہے۔ یہ منافقت کی لائن ہے۔ اس سے بڑی تباہی ہو سکتی ہے۔ بڑا خطرہ ہو سکتا ہے اس لیے درویش کہا کرتے ہیں کہ ممکن

ہے کافروں کو اللہ معاف کردے، ممکن ہے مسلمانوں کو معاف کردے لیکن یہ ممکن نہیں کہ اللہ منافق کو معاف کردے یہ بات ناممکن ہے۔ آپ لوگ ذرا غور سے دیکھو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا یہ سوال بنتا ہے کہ نہیں بنتا۔ اس بات کو پہچانا جائے پھر جواب سمجھ آ جائے گا۔

سوال:

دنیا میں کئی مذاہب موجود ہیں.....

جواب:

نہیں اس بات کو چھوڑو۔ Comparative Study of Religion نہ کرو۔ میں آپ کو سمجھاتا ہوں تاکہ آپ کا سفر آسان ہو جائے۔ دنیا میں کئی مذاہب آئے، سارے صادق، سب صحیح، سب سچ۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تو ہم کہتے ہیں ناں۔ لیکن مذہب ایک ہی چلا آ رہا ہے یعنی اللہ کا دین جو کبھی تبدیل نہیں ہوا..... اس میں وہی زندگی، وہی موت، وہی احکام، وہی حاصل، وہی محرومیاں ہوتی ہیں۔ آپ چلتے چلتے اس Diversity سے ایک دین میں داخل ہو گئے۔ اب یہ ذکر غلط ہے کہ دنیا میں کئی اور مذہب بھی موجود ہیں۔ اب دوسرے مذاہب کا ذکر کرنے والا دراصل اپنے مذہب سے بیزار لگ رہا ہے، پھر اس کو وہی Problem پیدا ہو گیا۔ مسلمان ہو تو پھر مسجد ہی رہے گی۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ ''بے شمار مذاہب ہیں، کوئی شخص بھگتی کرتا ہے، کوئی گیان کرتا ہے، کوئی دھیان کرتا ہے، کوئی Meditation کرتا ہے، کوئی لاس اینجلز میں بیٹھا ہوا ہے، کوئی کہیں اور بیٹھا ہوا ہے، بے شمار لوگ ہیں، اللہ کے راستے بے شمار ہیں'' یہ

بات بالکل ٹھیک ہے۔ اللہ کے پاس جانے کے بے شمار راستے ہیں۔ لیکن تمہارے لیے صرف ایک راستہ ہے۔ ماننے والے کے لیے صرف ایک راستہ ہے۔ فرض کرو دوسرا بھی اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی لارڈ کرشنا کا پجاری بھی وہاں پہنچ گیا۔ لارڈ کرشنا کا پجاری بے شک پہنچ جائے لیکن تم کرشنا کے راستے کے ذریعے نہیں پہنچ سکتے۔ یہی تو وارننگ ہے آپ کے لیے! کوئی شخص کہتا ہے کہ کیا خیال ہے بھگت کبیر کے بارے میں؟ وہ پہنچ گیا ہوگا اللہ کے پاس۔ لیکن اب تم اس کے راستے پر چل کر نہیں پہنچ سکتے۔ گورونانک جی مہاراج اللہ کے پاس پہنچ گیا ہوگا لیکن اگر تم اس کے دین پر چلو گے تو گمراہ ہو کے مرجاؤ گے۔ جس ہندو نے نعت کہی ہے وہ بخشا جاسکتا ہے۔ اگر تم ہندو ہو کے یہ بات کہو تو تم نہیں بخشے جا سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ تمہارا دین اس قسم کا ہے کہ غیر بھی آ کے پناہ لے تو بخشا جائے گا' اور تم اس دین سے غیر ہو کے نکلو گے تو منافق اور خارجی ہو جاؤ گے۔ مارے جاؤ گے۔ اس لیے یہ سوال کی Range نہیں ہے۔ ماننے والے کا انداز اور ہے' یہ صرف مفروضے نہیں ہیں کہ ایسا ہو تو کیسا ہو جائے گا۔

سوال:

میری عرض یہ ہے کہ جس طرح ایک شخص مسلمان کے گھر پیدا ہو گیا تو وہ مسلمان ہے اور ہندو کے گھر پیدا ہو گیا تو ہندو' اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

جواب:

یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ ہندو کے گھر ہندو پیدا ہوگا اور مسلمان کے گھر

مسلمان پیدا ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ اس اتفاق میں حسنِ اتفاق سے تم کہاں پیدا ہوئے؟ تم مسلمان پیدا ہوئے تو اب تم ہندو والے اتفاق کو نہ ڈھونڈو۔ اب اس کو رہنے دو، ہندو کو رہنے دو، اس کو چھوڑو، وہ چاہے جس مذہب میں پیدا ہوا۔ تم تو مسلمان پیدا ہوگئے۔ اب کیا مفروضہ کرنا۔ تم مسلمان ہو تو تم مسلمان رہو۔ مسلمان کی عقل وہ ہے جو اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ اب سوال یہ ہوسکتا ہے کہ اگر میں ہندو پیدا ہوتا تو؟ سوال یہ ہے کہ جو تم ہوگئے ہو اب اس سے باہر نہ نکلو۔ اگر نہیں مانتے تو پھر اس سے باہر نکل جاؤ! بے شمار لوگوں نے ایسا کیا ہے کہ مجھے اسلام سمجھ نہیں آیا اور پھر اسلام کو چھوڑ دیا۔ اب کافر ہو کے اس مسئلے کا حل تلاش کرو کہ اسلام ہے کہ نہیں ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ منافق ہونے سے بچو۔ کافر ہونے سے میں منع نہیں کر رہا ہوں۔ بے شک کافر ہو جاؤ' کہو میں اسلام کو نہیں مانتا۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ فرشتے کدھر ہیں؟ ہمیں تو نظر ہی کوئی نہیں آیا۔ یہ تو وہ بات ہوئی کہ کسی نے کہا دیکھو یہ شعر غالب کا ہے اور وہ بڑا مشہور شاعر تھا۔ کہتا ہے کیسا مشہور تھا' مجھے پتہ نہیں ہے کہ وہ کون ہے؟ اس کی بات ٹھیک ہے۔ وہ مشہور کیسے ہوسکتا ہے جس کا آپ کو پتہ نہیں ہے۔ وہ راز جو آپ کو سمجھ آ جائے وہ کب راز رہتا ہے' راز وہ ہے جو آپ کو بالکل سمجھ نہ آئے۔ کسی بھی راز کو دریافت کرنے سے پہلے اپنا ذاتی راز دریافت کرو کہ آپ خود کیا ہو؟ آپ کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کدھر کو جا رہے ہو؟ یہاں ہونا کیا ہے اور کب تک ہونا ہے؟ اور ہونے میں نہ ہونا کیسے ہوتا جا رہا ہے؟ نہ ہونے میں ہونا کیسے ہوتا جا رہا ہے؟ اور آپ کے پرانے لوگ کہاں چلے گئے؟ آپ

انہیں کہاں چھوڑ کے آ رہے ہیں اور نئے لوگ بڑے کیسے ہو گئے ہیں' بچہ جو ہے وہ بڑا کس طرح ہو گیا؟ اور بڑا رخصت کیسے ہو گیا؟ اور تمام وسائل کے باوجود آنکھوں میں آنسو کدھر سے آ گئے؟ کہتا ہے آپ تو بیمار نہیں ہو' ٹھیک ٹھاک ہو' رو کیوں رہے ہو؟ کہتا ہے مجھے کوئی نقصان تو نہیں ہوا' میں تو ٹھیک ہوں' بس صرف دوست مر گیا۔ یہ سارے واقعات سوچنے والے میں۔ تمہاری خوشی بھری زندگی میں کسی اور کا غم کدھر سے آ گیا؟ خط بن کے آ گیا' ٹیلی گرام بن کے آ گیا' اور تمہاری غمگین زندگی میں خوشی کہاں سے آ گئی۔ ان کو پہچانو۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ باتیں سوچنے والی ہیں' تم نے آسمان کے ستاروں کی چالیں درست نہیں کرنی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان پر پاؤں رکھتے رکھتے راستہ ہی پاؤں سے نکل جائے یا پاؤں راستے سے نکل جائیں! یہ دھیان کرنا چاہیے کہ یہ زندگی ہے' اس کے اندر اپنی حدود کو اور اپنی قیود کو اور اپنی Dimensions کو پہچانو! پھر یہ بات دریافت کرو کہ اے اللہ تعالیٰ اب تو بتا کہ تو کون ہے؟ اگر اس حال میں پوچھو گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ بے باکی جو ہے وہ گستاخی بن جائے۔ اس طرح تم برباد ہو جاؤ گے۔ بے باکی جائز ہے صرف ماننے والوں کے لیے! سجدے میں سر ہو اور سوال ہو کہ یا اللہ تو ہی اس راز سے پردہ اٹھا کہ قصہ کیا ہے؟ اور اگر یوں بات پوچھو گے جیسے اب پوچھ رہے ہو تو پھر تو بڑے بڑے اس راز کو نہ پا سکے۔ اس نے حیرت میں ایسا گم کر دیا کہ الجھ کے مر گئے۔ وہ اللہ ہے' وہ خیر الماکرین ہے' وہ پھر ایسی چال چلتا ہے کہ تمہاری سب تدبیریں توڑ کے رکھ دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ وقت کب آئے گا' وہ گھڑی کب

آئے گی' اس بڑی خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں کہ وہ آئے گی کہ نہیں آئے گی۔ ان کو یہ بتاؤ کہ پہاڑوں پر کبھی غور کیا ہے؟ پہاڑ کا راز الگ ہے۔ پہلے یہ دیکھو کہ زمین کا اپنا راز ہے' پہاڑ کو دیکھو کہ یہ میخوں کی طرح کیسے گاڑے گئے۔ آسمان کو دیکھا کبھی غور سے؟ کبھی دریا کو روانی میں دیکھا؟ کبھی طغیانی میں دیکھا؟ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ آنکھ میں آنسو کس طرح سفر طے کر رہا ہے؟ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ سارا واقعہ کیا ہے؟ اس بے حس دنیا کے اندر احساس کس طرح پل رہا ہے؟ یہ کبھی دیکھا؟ بھائیوں میں محبت کیسے ہوتی ہے؟ جدائی کیسے ہوتی ہے؟ یہ چھوٹے چھوٹے واقعات دیکھو! ایک شخص ہرنی کے بچے کو پکڑ کے لے گیا اور پیچھے اس کی ماں چلی آ رہی ہے۔ اس آدمی پر رِقّت طاری ہوگئی' رو رو کے درویش ہو گیا کہ یا اللہ اس بے حس دنیا میں اتنی محبت ابھی باقی ہے! اس محبت کا جلوہ دیکھ کر اس کو خدا یاد آ گیا۔ خدا کو یاد کرنے کے' ماننے کے بڑے بڑے Process ہیں۔ ایک بات یاد رکھنا! یہ راز ان لوگوں پر آشکار ہوتا ہے جو وابستگی میں مکمل ہوں۔ یہ راز وابستہ شخص پر آشکار ہوتا ہے۔ یہ سربستہ راز وابستہ شخص پہ آشکار ہوگا' غیر پر تو ہو ہی نہیں سکتا۔

پہلے تُو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے نقاب سے

بات یہ ہے کہ تم نے ڈھونڈنا کہیں نہیں ہے' صرف اپنے دل کو پالش کرتے جانا ہے۔ Suddenly one fine morning اس کے اندر تصویر نظر آ جائے گی۔ وہ کہے گی میں راز ہوں' بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ راز چھپنا نہیں چاہتا'

وہ دریافت ہونا چاہتا ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے ''میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں پس میں نے انسان کو پیدا کر دیا''۔ وہ راز خود ظاہر ہونا چاہتا تھا۔ اب تم درمیان میں اپنی کاریگری بند کرو۔ اپنی کاروائیاں' کاریگریاں اور دانائیاں بند کرو۔ پھر یہ حجاب کھلے گا۔ خاموشی سے تسلیم کرتے چلے جاؤ اس کو۔ اللہ کہتا ہے کہ میں زندگی دیتا ہوں' تم کہو کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ ''ہم زندگی لیتے ہیں''۔ سچ کہہ رہے ہیں۔ ''میں انسانوں کو خوش کرتا ہوں'' سچ کہہ رہے ہیں۔ ''میں غم دیتا ہوں'' سچ کہہ رہے ہیں۔ اللہ کو مانتے جاؤ۔ اللہ جو کہتا ہے تم مانتے جاؤ' تم ہر بات تسلیم کرلو۔ جب ہر بات تسلیم کرلو گے تو اللہ دیکھے گا کہ یہ تو ماننے والا ہے' پھر کہے گا چلو اس پر سے حجاب ہٹا دو۔ پھر راز اور حجاب اٹھ جاتا ہے۔ محمود کا راز کس پر کھلے گا؟ ایاز پر۔ باقی لوگوں کے لیے محمود ایک بادشاہ ہے' ایاز کے لیے یار ہے' دوست ہے! محمود نے دوسروں سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو مگر سب جھجک گئے اور ہیرا نہ توڑا۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تم یہ ہیرا توڑ دو' اس نے وہ ہیرا توڑ دیا۔ محمود کہتا ہے یہ تم نے کیا کیا؟ ایاز کہتا ہے کہ غلطی ہوگئی آقا! تب محمود نے کہا تم سب لوگوں نے ہیرا نہ توڑا مگر میرا حکم توڑ دیا اور ایاز نے ہیرا توڑ دیا مگر میرا حکم نہ توڑا۔ اللہ میاں نے سب فرشتوں سے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرنا۔ سب نے کہا کہ بالکل بجا ہے۔ پھر ایک دن اللہ نے کہا کہ اس انسان کے آگے سجدہ کرو۔ سب جھک گئے۔ شیطان نے کہا کہ کل آپ نے فرمایا تھا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ سجدہ کرنا ہے۔ اللہ نے کہا کہ باہر نکل جاؤ اور وہ لعین ورجیم ہوگیا۔ اللہ فرماتا ہے کہ بات یہ ہے کہ کل

بھی میرا حکم تھا اور آج بھی میرا حکم ہے' کل مانا ہے تو آج بھی مان' تجھے اس بات سے کیا بحث ہے کہ وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے؟ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی ایک دن بیٹھا غور کر رہا تھا' اس نے آسمان کو دیکھا' پہاڑوں کو دیکھا' دریاؤں کو دیکھا' سامنے پہاڑ نظر آئے' کہتا ہے یا اللہ اگر یہ پہاڑ نہ ہوں تو جو اُدھر کے رہنے والے لوگ ہیں ان کو بھی ہم تیرا کلام پہنچائیں' تیرے نام کو ہم لے چلیں وہاں پر' یہ پہاڑ درمیان میں رکاوٹ ہیں۔ آواز آئی۔ ''مردود میری تخلیق کی ہوئی چیز میں نقص نکالتا ہے۔ جا ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا''۔ وہ بندہ سیانا تھا۔ اس نے سر جھکایا اور کہا کہ جہاں آپ لکھیں ہم تسلیم کرتے ہیں آپ کی مرضی ہے' ہم تابعدار ہیں اور سجدے میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ بات پسند آئی۔ فرمایا جا ہم نے آج سے تمہیں Promotion دے دی اور تمہیں مقرب بنا لیا۔ بات اتنی سی ہے کہ جھک جانے سے بات بن جاتی ہے۔ آپ دیکھو ابلیس اور آدم علیہ السلام کو۔ ابلیس سے انکار ہوا یا اس نے انکار کیا' آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ **ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين** ''۔ خبردار! اس درخت کے قریب نہیں جانا وگرنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ آدمؑ درخت کے قریب چلے گئے۔ اس طرح Fall ہو گیا اور سزا ہو گئی۔ اب آدم جو ہیں ان کی فضیلت دیکھو۔ ابلیس کو توبہ نہیں ملی ہے اور آدم کو توبہ مل گئی۔ **ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنكونن من الخسرين** ''۔ معافی دے دو اللہ میاں بس غلطی ہو گئی! اب یہ ہے آدم علیہ السلام کی فضیلت۔ آدمؑ احسن تقویم ہیں اور شیطان اس لیے رجیم ہے کہ اس پر توبہ آشکار نہیں ہوئی ہے۔ تو دونوں میں یہ فرق ہے۔ جھک جانے والے پر یہ راز

آشکار ہوتا ہے۔ جھک جانے والا رات کو جاگنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سونے والے کو جاگنے والے کا علم مل جائے؟ اس لیے یہ بات جاگ کے کی جاتی ہے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ کائنات کیا ہے؟ یہ راز کیا ہے؟ اس راز سے پردہ اٹھا۔ ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟ کون کیا ہے؟ بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون پال رہا ہے؟ ان سارے سوالات سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ جن لوگوں نے سوال کا جواب ڈھونڈا' انہوں نے خالی پیٹ ڈھونڈا' انہوں نے آنکھ بند نہیں کی ہے' اور سوال کا جواب ڈھونڈنے کے لیے چلتے رہے کہ وہ کہاں ہے؟ میرا اللہ کہاں ہے؟ پھر جب وقت آیا تو اس نے کہا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ ہی اللہ ہے' راز ہی راز ہے اور یہ سارا آشکار ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ آرام سے بیٹھے رہو اور کہو کہ اللہ میاں کدھر ہے۔ اللہ میاں یوں کب ملتا ہے' یہ واقعہ سینہ چاک کر کے ملے گا۔ سینہ چاک ہوگا تب جا کے یہ راز کھلے گا۔ تو پہلے اپنا سینہ کھول۔ راز اس وقت کھلتا ہے جب آپ مکمل طور پر اپنے آپ سے باہر ہو جاتے ہیں۔ راز اس کیفیت میں آشکار نہیں ہوگا بلکہ سینہ چاک والی کیفیت میں ہوگا۔ یہ راز کب کھلتا ہے؟ جب انسان کا دل اس زندگی سے بھر جاتا ہے پھر یہ راز کھلتا ہے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک سوداگر کے پاس پنجرے میں ایک بولنے والا طوطا تھا' سوداگر سفر پر جانے لگا' اس نے طوطے سے کہا کہ بولو تمہارے لیے کیا چیز لاؤں۔ اس نے کہا کہ جنگل میں ہمارا گروطوطا ہے' اس کو جا کے ہمارا سلام کہنا۔ اسے کہنا کہ آزاد فضاؤں کے رہنے والو! ایک غلام پنجرے میں ہے اور آپ کو سلام بھیجتا ہے۔ وہ سوداگر جنگل میں گیا۔ وہاں

گروطوطے کو اس نے کہا کہ ایک پنچھی جو پنجرے میں ہے آپ کو سلام کہہ رہا ہے۔ گروطوطا پھڑ پھڑ کرتے ہوئے نیچے گر گیا۔ جنگل کے سارے طوطے نیچے گر گئے اور مر گئے۔ سوداگر کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔ واپس گیا۔ طوطے نے پوچھا میرا پیغام دیا تھا؟ کہنے لگا کہ بڑا ظلم ہو گیا' تمہارا پیغام سنتے ہی گروطوطا بھی مر گیا اور باقی مرید طوطے بھی سب مر گئے۔ اس نے کہا پھر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں اور وہ بھی مر گیا۔ سوداگر حیران رہ گیا۔ اس نے مردہ طوطے کو نکال کے باہر پھینک دیا۔ وہ مردہ طوطا فوراً اڑ گیا۔ سوداگر نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ طوطے نے کہا کہ مجھے گرو نے تیرے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تو مرنے سے پہلے مر جائے گا تو یہ راز کھلے گا۔ یہ جو خیال کا پنجرہ ہے' دماغ کا پنجرہ ہے' اس سے آزاد ہونے کا ایک ہی راستہ ہے' مرجا!!! تو جو لوگ مرنے سے پہلے مر گئے وہ راز پا گئے۔ اس کے علاوہ راز نہیں ملتا۔ اس حالت میں راز کیسے ملے تجھے کیونکہ راز تو اُس حالت میں ہوتا ہے۔ ایک آدمی کسی کے پاس گیا اور اُس Tattoo کرنے والے سے کہا کہ جناب میری پشت پر ایک شیر بنا دو۔ وہ آدمی سوئی سے شیر بنانے لگا۔ اس آدمی کو سوئی کی درد ہوئی۔ پوچھا کہ شیر کا کون سا حصہ بنا رہے ہو۔ بولا کہ دُم بنا رہا ہوں۔ وہ آدمی بولا دم کو رہنے دے باقی کا شیر بنا۔ اس نے پھر سوئی لگائی تو بڑا درد ہوا۔ کہتا ہے کہ اب کیا بنا رہے ہو؟ بولا گردن کے بال بنا رہا ہوں' کہتا ہے کہ بال چھوڑ دے باقی کا حصہ بنا' غرض جہاں بھی وہ سوئی لگاتا درد ضرور ہوتا۔ کاریگر بولا بھائی بات سن' تو شیر نہیں بنوا سکتا کیونکہ تو درد برداشت نہیں کر سکتا اور یہ شیر درد کے بغیر بنتا نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ راز مرے بغیر

نہیں ملتا اور یہ وہ راز ہے کہ اس وقت آشکار ہوتا ہے جب تو اپنے آپ سے باہر نکل جائے۔ کہیں بے تاب ہو کے سوال ترک نہ کر بیٹھنا۔ اس کو آرام سے دل میں رکھو۔ کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کے جواب کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ ایک چھوٹا سا بچہ اگر ماں باپ سے کہے کہ یہ بتاؤ شادی کیا ہوتی ہے تو ماں باپ کیا بتائیں گے۔ کیونکہ جب تک وہ جوانی کے اندر داخل نہیں ہوتا اسے اس کا مفہوم سمجھ نہیں آ سکتا۔ نابالغ ذہن یہ بات سمجھ نہیں سکتا کہ بلوغت کا راز کیا ہے؟ کائنات کا راز Immature آدمی پر کبھی آشکار نہیں ہوتا۔ اس راز سے پردہ کیسے اٹھتا ہے' اس شعر سے آپ کو سمجھ آ جائے گی ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

یہ راز کسی سنگِ در سے ملتا ہے۔ رازِ کائنات اپنی پیشانی سے ملے گا اور سنگِ در سے ملے گا۔ اس راز کو آشکار کرنے کے لیے کسی کا غلام ہونا چاہیے ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

اس کے اندر غلام ہونا بہت ضروری ہے۔ یہ راز اس شخص سے پوچھو جس کے ہاتھ میں آپ بک چکے ہو اور جس کے ہاتھ میں اور تحویل میں آپ جا چکے ہو۔ اگر تم نے اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں نہیں دیا تو یہ جواب نہیں مل سکتا' اس کا جواب صرف وہی شخص دے سکتا ہے۔ جب تم اپنے آپ سے مر جاتے ہو اور خود کو اس کے حوالے کر دیتے ہو تو پھر وہ اس سوال کا جواب لکھتا ہے اور وہ یہ

جواب تمہاری پیشانی پر' قلب پر اور تمہارے احساس پر لکھتا رہتا ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ پہلے تم اپنے آپ سے نکل کے خود کو اس کے حوالے کر دو .....

اور سوال پوچھو ..... بولو .....

سوال:

سر! ذکر کیا ہے اور ذکرِ الٰہی کی مقدار کیا ہے؟

جواب:

ذکرِ الٰہی کی مقدار تو کوئی نہیں ہے۔ لامحدود اللہ کے لیے لامحدود یاد ہے۔ ذکرِ الٰہی جو ہے الفاظ بھی ہیں' احساس بھی ہے' خیال بھی ہے' اور اس کو بے شمار بتایا گیا ہے۔ اللہ والوں نے بتایا ہے کہ ذکرِ الٰہی کیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ آواز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اسم پکارا جائے۔ سانس کے اندر اور باہر جانے کے ساتھ اللہ اللہ کیا جائے۔ اس کو ''پاس انفاس'' کہتے ہیں۔ اپنے سانس کی حفاظت کی جائے اور سانس کے آتے ''اللہ ہو'' کہا جائے اور سانس کے جاتے ''اللہ ہو'' کہا جائے۔ اس کا پورا احساس کیا جائے' خیال رکھا جائے اور ''اللہ ہو'' کہا جائے۔ اور ''لاالٰہ الااللہ'' بھی ذکر ہے اور ذکر کی ایک بات یہ بھی ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری۔ یعنی نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔ اور اللہ کے ذکر کے بے شمار طریقے بتائے گئے ہیں۔ اللہ کی راہ میں چلنے والا محبت کے ساتھ جو عمل کر رہا ہے وہ بھی ذکر ہے۔ اور اللہ کی راہ میں فکر کرنا جو ہے یہ بھی ذکر ہے ''تفکرون'' بھی ذکر ہے۔ ''تدبرون'' بھی ذکر ہی ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ذکر ہے۔ اگر پیسے والا آدمی ذکر کر رہا ہو تو اللہ اسے کہے گا کہ تو اللہ ہو کہتا

جارہا ہے اور پیسہ خرچ نہیں کرتا' لہٰذا تمہارا ذکر قبول نہیں ہوگا۔ اللہ کا حکم ہے کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ۔یعنی انسان ہرگز' ہرگز نہیں فلاح پائے گا جب خرچ نہیں کرے گا وہ چیز جو پسند ہے اس کو۔ غریب آدمی کیا خرچ کرے گا؟ غریب آدمی اپنے دکھ پر خاموش ہوجائے تو یہ بھی ایک طرح کا خرچ ہے۔ اس خاموشی کی بدولت غریب غنی ہوجاتا ہے۔ غریب اگر اپنے دکھ پر خاموش ہو جائے تو وہ غریب غنی ہوجاتا ہے۔ کبھی بھی اپنے دکھ پر لوگوں کی گواہی نہ لو۔ دکھ کو خاموش کردو اور اپنے غم کو پی جاؤ اللہ کے لیے اور اللہ کی راہ میں یہ سوچ کر کہ یہ مصیبت اس کی طرف سے آئی ہے۔ خدا کی طرف سے آنے والی چیز کا مخلوق کے سامنے گلہ نہ کرو اور مخلوق کے ظلم کا اللہ کے سامنے گلہ نہ کرو۔ یہ غریب آدمی کی سخاوت ہے۔ ایسا کرنے سے اس کا ذکر شروع ہوجاتا ہے۔ ذکر کا معنی ہے کہ اللہ کی راہ میں چلنے کا شعور پیدا ہوجائے۔ اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب کچھ ذکر میں شامل ہے' خیرات بھی ذکر میں شامل ہے' چلنا بھی ذکر میں شامل ہے' اللہ کے ذاکرین کے لیے روٹی پکانے والا تندروچی بھی ذکر میں شامل ہے۔ یہ پورے کا پورا ذکر ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے بتایا ہے کہ اصلی ذکر یہ ہے کہ انسان زمان و مکان سے الگ ہوکر خالق کون و مکان کے ذکر میں ایسا گم ہوجائے کہ لامکان بن جائے۔ بلکہ بالکل اس کے عالم میں محو ہو جائے۔ یہ ذکر کی کیفیت ہے۔ انسان اس حال میں ہمہ حال ہوجاتا ہے۔ ایک آدمی ذکر میں بڑا محو کردیا گیا' چلتے چلتے اس کو کہیں ٹھوکر لگی تو خون نکل آیا' اس خون میں سے بھی ذکر کی آواز آتی تھی۔ اللہ کے ذکر کی حد آپ کا شیخ مقرر کرتا

ہے۔ مثلاً شیخ نے کہا کہ اب ذکر بند کر دے' اب یہ ذکر بند کرنا جو ہے یہ اطاعت ہے۔ جس ذکر سے منع کیا جائے وہ ذکر بذاتِ خود آپ کو اطاعت سے باہر لے جائے گا۔ یہ میں وارننگ کی بات بتا رہا ہوں۔ مثلاً کوئی شخص ذکر میں بہت محو ہو جائے گا تو نماز کے قریب نہیں جائے گا اور اللہ ہو کے ذکر میں اتنا محو ہو جائے گا کہ درود شریف سے بھاگے گا۔ یہ میں غور کرنے والی بات بتا رہا ہوں۔ جو انسان ذکر میں زیادہ مست ہو جائے' اس کے قریب جا کے پھر درود شریف پڑھتے ہیں تو اس کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے' ورنہ وہ درود شریف نہیں سنتا۔ حالانکہ درود شریف کا معنی ادب ہے۔ شیخ کے حکم کے علاوہ ذکر بے باکی میں لے جاتا ہے' تیزی میں لے جاتا ہے' اڑا کے لے جاتا ہے' اِدھر کا اُدھر کر دیتا ہے' اُدھر کا اِدھر کر دیتا ہے۔ اس لیے ذکر کے لیے شیخ کا امر ہونا چاہیے۔ اور جس کا امر ہو اس کی حفاظت میں ہونا چاہیے اور اس کی سرپرستی میں ہونا چاہیے۔ بے باکی میں ذکر کرتے کرتے بعض اوقات انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ذکر بھی کرتے جائیں اور گمراہ بھی ہو جائیں۔ اس لیے یہ ضروری بات ہے کہ کہیں آپ کا ذاکر ہونا شریعت سے ٹکرا نہ جائے۔ ایسے لوگ دیکھے ہیں ہم نے۔ اس لیے ذکر کرتے وقت بڑی احتیاط چاہیے۔ ذکر شریعت کے اندر رہ کے کیا جائے اور کسی شیخ کے حکم سے کیا جائے اور کسی شیخ کی پناہ میں کیا جائے اور اس کے سہارے سے کیا جائے' تاکہ منزل آسانی سے مل جائے۔

سوال:

اپنی ذات کے ساتھ کیسے Sincere ہوا جا سکتا ہے؟

جواب:

سب سے پہلے اپنے رشتوں کو پہچانو۔ان رشتوں کے ساتھ صداقت کا تعلق رکھو۔ پھر جو آپ کا Self ہے' آپ کا Your Self بلکہ Your Real Self ہے اس کو پہچانو۔اس میں سب سے پہلے آپ کے رشتے آتے ہیں۔سب سے پہلے اپنے رشتوں کو پہچانو۔جو لوگ آپ سے تعلق رکھتے ہیں وہ آپ کا Self ہیں' ان کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔آپ کے خیال کے مطابق' آپ کے مرنے پر جن لوگوں کو غم ہونے کا امکان ہے' اپنی زندگی میں ان لوگوں کو خوشی ضرور دے جاؤ' یہ میری نصیحت ہے۔ان لوگوں کو بعد میں صرف رونے کے لیے نہ چھوڑ جانا' ان کو تھوڑا سا رونے کا حوصلہ بھی دے جاؤ۔ بس اتنا سا کام کر لو تو یہ Sincerity ہے آپ کی اپنے Self کے ساتھ۔ذرا جائزہ لو کہ آپ کے مرنے کے بعد کون افسوس کرے گا؟ انہیں اپنی زندگی میں ہی خوشی دے جاؤ۔جس کو اپنی موت کا غم دے کے جانا ہے اسے زندگی میں خوشی بھی دے جاؤ۔جب موت کا غم دے کے جاؤ گے تو زندگی کی خوشی بھی تو دے کے جاؤ۔تو یہ ہے Sincerity' اپنے Behaviour میں Sincere ہو جاؤ یعنی جو آپ کہہ رہے ہو وہی کرو اور جو آپ کر رہے ہو وہی کہو۔الفاظ اور اعمال میں تضاد نہ ہو' یہ Sincerity to yourself ہے۔یعنی جو آپ کہہ رہے ہو وہی کرو اور جو آپ کر رہے ہو وہی ہونا چاہیے۔آپ کے الفاظ آپ کا باطن ہوں اور آپ کا باطن الفاظ میں آئے۔ آپ کا قال آپ کا حال ہو اور آپ کا حال آپ کا قال ہو۔یعنی کہ اگر آپ اندر سے خوش ہو تو اوپر سے غم کی بات نہ بولو اور اگر آپ کا اندر غمگین ہے تو اوپر سے

خوشی کی بات نہ بولو۔ یہ ہے Sincerity ۔آپ کے الفاظ اور آپ کے حال میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔آپ کے ظاہر باطن کا فرق نہیں ہونا چاہیے۔اس لیے پہلے آپ اپنے کو پہچانو۔ Be True to Yourself کا مطلب ہے آپ کا خیال' احساس' پھیلاؤ' پیسہ' وابستگیاں۔ وابستگیوں میں محبت بھی ہے' رشتے بھی ہیں' بزرگ بھی ہیں اور اولادیں بھی ہیں۔ جو تعلق تمہاری Range میں آئے وہاں Sincere ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ Sincere آدمی جو ہے' He is the part of everyone whom he meets لوگوں سے وہ اس قدر Sincere ہو جاتا ہے کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس سے ملے اور پھر اس کی انتہائی شکل جو ہے وہ رحمۃ اللعالمین ﷺ ہیں۔ یہ Sincerity کی انتہاء ہے کہ ہر انسان کے لیے رحمت کا دعویٰ آپ ﷺ ہیں۔

جب آپ اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہو جاؤ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ آپ مبالغہ کرو' نہ کسرِ نفسی کرو' یہ دونوں غلط باتیں ہیں۔ کسرِ نفسی جو ہے یہ بعض اوقات پسند نہیں کی جاتی۔ اتنی کسرِ نفسی نہ کرو کہ تحقیرِ ذات ہو جائے۔ اپنے ساتھ حقارت کے الفاظ مت استعمال کرو اور مبالغہ بھی نہ کرو کہ ''دونوں جہاں ہیں آج میرے اختیار میں'' یہ نکتہ کہنے والا ہر بے چارہ دنیا چھوڑ کے چلا گیا' یہ بھی نہ کہا کرو۔ نہ مبالغہ ہو' نہ کسرِ نفسی ہو' نہ کنجوس بنو اور نہ فضول خرچ بنو۔ یہ ہے اپنی ذات سے Sincere ہونا۔ یعنی ماضی کا خیال رہے اور مستقبل بھی نظر سے اوجھل نہ ہو' جو آپ کی تحویل میں ہیں' وہ بھی خوش رہیں اور جن کی تحویل میں تم ہو' وہ بھی خوش رہیں۔ تم جن کے ہو وہ بھی خوش رہیں' جو تمہارے ہیں وہ بھی خوش

رہیں۔بس اتنی بات یاد کرلو تمہاری ذات Sincere ہوجائے گی یعنی تم جن کے ہو وہ خوش رہیں اور جو تمہارے ہیں وہ خوش رہیں جتنا تمہارا پھیلاؤ ہے وہاں تک خوشی ہو وہاں تک Sincerity ہو اور دشمن کے ساتھ دشمنی کرو اور دوست کے ساتھ دوستی کرو یہ ہے Sincerity۔ Sincerity کا مطلب ہے کہ Dissimulation نہ ہو اور Simulation نہ ہو یہ دونوں لفظ نہ ہوں۔ Dissimulation کا مطلب ہے کہ Showing what you have not اور Simulation کا مطلب ہے کہ Concealing what you have to be یہ دونوں کام نہ ہوں۔حقیقت جو ہے اسے چھپاؤ نہیں اور جھوٹ جو ہے اسے بیان نہ کرو۔اپنے بارے میں خوش گمانیاں نہ پھیلاؤ اور اپنے بارے میں بد گمانیاں نہ پھیلاؤ تم اندر سے جتنے ہو اس سے کم ظاہر کرو یہ ہے Sincerity۔ جتنا علم ہے اس سے ذرا کم بولو جتنی دولت ہے اس سے اپنے آپ کو کم امیر ظاہر کرو۔دولت چھپاؤ نہیں لیکن مبالغہ نہ پیدا ہوجائے۔یہ ہے Sincerity۔اور اگر زندگی میں Sincerity ہو تو موت کے ساتھ بھی Sincere ہوجاؤ۔بس دونوں کام کرلو۔زندہ رہو تو مرنے کا انتظار رہے اور موت سے اتنا نہ ڈرو کہ زندگی ناممکن ہوجائے۔زندگی گزارو یقین کے ساتھ اور موت پر اعتماد رکھو۔موت سے اتنا ڈرنا نہیں ہے کہ زندگی سے مایوس ہوجاؤ اور یہ بھی نہ ہو کہ موت سے غافل ہو جاؤ یہ ہے Sincerity۔تو بڑی اچھی بات ہے اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہونا اپنی ذات کی وابستگیوں کے ساتھ Sincere ہونا اور ہر ایک کے ساتھ Sincere ہونا۔اچھے لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔

بولو ____ شاباش ____ کچھ بولو ____ کوئی اور سوال ذہن میں آ رہا ہے تو پوچھو۔

سوال:

سیّد میں اور عام مسلمان میں کیا فرق ہے؟

جواب:

سیّد میں اور عام مسلمان میں سب سے پہلا تو یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ہم نے تمہیں قبیلوں میں اور شاخون میں پیدا کیا۔ انا خلقنکم من نفس واحدة وجعلنا شعوبا وقبائل لتعارفوا ۔تا کہ تم پہچانے جاؤ۔ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ۔اللہ کے نزدیک بہتر تو وہ ہے جو متقی ہو۔ اگر سید متقی نہ ہو تو یہ اچھی بات نہیں ہے اور اگر متقی بھی ہو اور سید ہو تو یہ بہت بہتر بات ہے۔ سید کا معنی سربراہ ہونا یا آلِ مصطفیٰ ﷺ سے ہونا۔ آلِ مصطفیٰ ﷺ نے اگر کردارِ مصطفیٰ ﷺ کو Follow نہیں کیا تو میراث نبی نہیں آئے گی۔ اگر سید بھی ہو اور اس کی میراث کردار میں آئے، علم میں آئے اور اخلاق میں آئے، تو اس کی بہت عزت کرنی چاہیے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کا یقین ہو جائے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے خاندان سے ہیں تو ان لوگوں کی عزت کرنی چاہیے بلکہ ضرور کرنی چاہیے اور اگر یہ دیکھو کہ ان کے اعمال میں بہت کمی ہے تو ان کی اصلاح کرنی چاہیے، ورنہ ان کو Avoid کرو۔ تو آل جو ہے وہ کردار کی آل ہے، آل جو ہے دین کی آل ہے، آل جو ہے فرمان کی آل ہے، اس بات کا ذرا خیال رہے۔ عام مسلمان اور سیّد کو دیکھیں تو ان میں فرق ایسے نہیں ہیں کیونکہ

وہ بھی مسلمان ہے اور وہ بھی مسلمان ہے۔ ان دونوں میں فرق یوں نہیں ہے اور نہ فرق آگے جا کے یوں نکلتا ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ جب جنس بھی اچھی ہو اور کردار بھی اچھا ہو تو لازمی بات ہے کہ نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ نسل کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ مرغوں کی نسل ہوتی ہے' جانوروں کی نسل ہوتی ہے اور پھر انسانوں کی بھی نسل ہے۔ نسل اچھی ہونا اچھی بات ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ دین کا کوئی بھی حکم جو ہے اس سے کسی کو استثناء نہیں ہے اور دین دینے والے نے یہ کہا ہے کہ کبھی یہ نہ سمجھ لینا کہ تم ہماری اولاد ہو' ہماری بیٹیاں ہو' ہمارے بیٹے ہو' یہ فرض اللہ کی طرف سے ہے' ہم خود جھکے ہوئے ہیں اس کی راہ میں۔ اس لیے یہ خیال رہے کہ دین کی جہاں تک بات ہے وہ احکام کے Obey کرنے میں ہے۔ اللہ کے احکام بجالانا ہی دین ہے۔ دین کے حوالے سے جو تقویٰ میں قریب ہوگا وہی اللہ کے قریب ہوگا۔ یہ دین کا حوالہ ہے' باقی دنیا کے اندر جو مرضی کرو تم۔

ہاں جی اور بولو ..... کوئی اور سوال!

سوال:

سر' کسی نعمت کا یا کسی شخص کا شکریہ ادا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

اس شخص کی جو مہربانی ہوتی ہے اس مہربانی کے اندر شکریہ ادا کرنے کا فارمولا موجود ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نے یہ مہربانی کی کہ آپ کو پیسوں کی تھیلی دی' اب شکریہ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے اندر پیسے کی فراوانی آئی ہے'

آپ اس کی راہ میں پیسہ ہی خرچ کردو' اب اس کا شکریہ ادا ہو گیا۔ جس قسم کا فیض ہوتا ہے' ویسا ہی شکریہ ہوتا ہے۔ اگر اس نے آپ کو اللہ کی راہ میں لگا دیا تو جب اللہ کی راہ میں چلو تب اس کا شکریہ ادا کرو۔ یہ شکریہ ہے اس کا۔ یعنی جو چیز اس نے عطا کی ہے' اس کے مطابق ہی شکریہ ہوتا ہے۔ دوست کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ایک تو یہ ہے کہ دوست کے ساتھ دوستی قائم رہے' پھر الفاظ سے اور دل سے اسے محسوس کیا جائے اور جتنا بھی ہو سکے' اس بات کا ممنون ہونا چاہیے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا' اس نے اللہ کا شکریہ کیا ادا کرنا ہے۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے کہ انسانوں کو آپ کے پاس بھیجا جاتا ہے کہ وہ ایسا کام کر دیں کہ آپ پر شکریہ ادا کرنا واجب ہو جائے۔ اس انسان سے یہ کہنا چاہیے کہ ''میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو نے یہ بات بتائی ہے اور اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے تجھے یہ بات بتانے کو بھیجا ہے''۔ شکریہ ادا کرنے والا ہمیشہ ہی سرفراز ہوگا۔ دعا یہ مانگا کرو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے شکر کرنے والا بنایا۔ شکر کرنے والا دوسروں کے قصور معاف کیے رکھتا ہے اور کرتا ہی چلا جاتا ہے۔ تو شکریہ کیا ہے؟ دوسروں کے قصور معاف کرتے جانا۔ قصور وار کو معافی مانگنے سے پہلے معاف کر دو' یہ ہے شکریہ۔ کسی انسان سے کوئی قصور ہو گیا' اب انسانوں سے قصور ہوتا رہے گا اور شکریے والا بندہ معاف کرتا چلا جائے گا۔ ایک دفعہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کی یارسولؐ اللہ آپ فرماتے ہیں کہ اپنے غلاموں کو بار بار معاف کر دیا کرو' آپؐ یہ فرمائیں کہ دن میں کتنی مرتبہ غلاموں کو معاف کریں۔ آپؐ نے فرمایا ستر مرتبہ تو

ضرور معاف کرو! یعنی یہ ہے اس دین کا شکر یہ کہ غلام کی لغزشوں کو ستر مرتبہ Daily معاف کر دیا کرو۔ گویا کہ شکر یہ ادا کرنے والے جو ہیں وہ ہمیشہ صرف معاف کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ ہی ساجدین رہتے ہیں اور شاکرین رہتے ہیں۔ یہ نسخہ یاد رکھو کہ جو شاکرین ہیں وہ ہمیشہ ساجدین رہتے ہیں۔ شکر کرنے والے کا سر ہمیشہ سجدے میں ہوتا ہے۔

اور بولو ..... کوئی اور سوال پوچھو .....

سوال:

حضور! جو آدمی احسان فراموش ہو اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب:

احسان فراموش کے ساتھ بہتر سلوک کرنا؟ احسان فراموش کے ساتھ جو بہتر سلوک کرے، اصل میں وہی شخص بہتر ہے۔ اس میں یاد رکھنے والا ایک بڑا نسخہ ہے، کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہو وہ تو اس کو یاد رکھے، اور جس شخص نے احسان کیا، وہ شکریے کا انتظار نہ کرے۔ اس لیے احسان فراموش شخص ہو یا کوئی اور شخص ہو، احسان کرنے والے کا کام ہے احسان کرنا، لوگ مانیں یا نہ مانیں، اس کا کام ہے لوگوں پہ احسان کرتے جانا، اللہ تعالیٰ کا اس طرح فرمان ہے کہ تم نہیں مانتے، لیکن کھانا تو لے لو..... تم مجھے نہیں مانتے، نہ مان، دیکھا جائے گا، تمہارا ہمارا ایک دن مقرر ہو گیا، پھر ہم کہیں گے؟ ذٰلک الیوم الحق کہ یہ وہ دن ہے انصاف کا، آج تم لائے گئے ہو اس مقام پر جس کے تم انکاری تھے، لیکن فی الحال

کھانا پینا قبول کرلو ..... تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ احسان کرنے والے کا یہ کام ہے کہ کوئی احسان فراموش ہو یا یاد رکھنے والا ہو' ان پہ احسان کرتے جانا۔ ایک دفعہ وارننگ آئی ہے' اور یہ بات بتانے والی تو نہیں ہے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں' کہ بعض اوقات برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ایسے بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نیک آدمی کے ساتھ برائی ہو۔ مثلاً سانپ کے ساتھ نیکی کرتے جاؤ اور اس کی جان بچاتے جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے بھائی کو ڈس لے۔ یہ خیال رہے۔ اس لیے احسان کرنے والے' احسان کے Field کے Area کو طے کر لیتے ہیں کہ جس پہ وہ احسان کررہے ہیں وہ شخص کم از کم Harmless ہونا چاہیے۔ دشمن کی تلوار پر احسان کرو گے تو بھائی کی گردن کا نقصان ہوگا۔ اس کا خیال رہے۔ باقی یہ کہ احسان کرنا بہت اچھی بات ہے۔

سوال:

جناب زندگی کو موت پر فتح کیوں دی گئی ہے.....

جواب:

کس نے کہا؟

سوال:

جناب یہ ایک حقیقت ہے.....

جواب:

حقیقت تو آپ کہہ رہے ہوناں! فارمولا بھی بنالیا آپ نے' جب کہ دیکھتے اس کے برعکس ہیں۔ تو پھر فارمولا کیسے بنالیا؟ موت اپنے وقت پہ ہے'

زندگی اپنے وقت پہ ہے۔ یہ مقابلہ کرنا ضروری تو نہیں ہے کہ میز کو کرسی پر فتح ہے۔ یہ میز ہے' اور وہ کرسی ہے۔ موت اپنے وقت کا نام ہے اور زندگی کی اپنی Duration ہے۔ زندگی اور موت کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہو رہی۔ موت زندگی کا ایک روپ ہے۔ یہ کوئی جنگ نہیں کہ ادھر سے موت آ رہی ہے اور ادھر سے زندگی ..... زندگی نہیں مرتی ہے' موت صرف اس کا نام ہے۔ یہ دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں کہ کہیں آپ خدانخواستہ یہ سمجھ لو کہ یہ ایک موت ہے اور ایک زندگی۔ زندگی کا ایک نام بدل جاتا ہے اور وہ نام ہے موت! کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ اس نے کہا کہ موت کی صورت تیری اپنی صورت ہے کہ یہ تیری صورت جو خوب صورت ہے' اس کا نام میت ہے۔ اور اسی خوب صورت کا نام بدل جائے گا اور میت کہلائے گا۔ اس لیے زندگی اور موت کے درمیان کشمکش نہیں ہے ۔

روزِ اوّل سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اِک مرحلہ

اور جس کو آپ زندگی موت کہہ رہے ہیں وہ ایک فرد کی بات کہہ رہے ہیں۔ Total Life جو ہے اس کو ابھی Total Death نہیں آئی۔ وہ Life جاری ہے۔ لائف جو ہے وہ پوری طرح چل رہی ہے' انسان موجود ہے' انسان مرتے رہتے ہیں لیکن انسان موجود ہے۔ زندگی ختم ہوتی رہتی ہے لیکن زندگی جاری ہے۔ وہ زندگی چلتی جا رہی ہے' اس کو Death نہیں آئی ابھی تک۔ اور Death ابھی آنی نہیں ہے غالباً۔ دیکھا جائے تو ہر انسان میں پہلے انسان کی کسی نہ کسی طور

پرخون کی شمولیت موجود ہے' وہ زندہ ہے' مرنے والا اگر خون زندہ چھوڑ جائے تو زندہ ہے' زندگی اپنے Original Level میں قائم چلی جارہی ہے' قائم اور حی و قیوم چلی آرہی ہے۔ یہ لمبی کہانی بن جائے گی' اس کو سمجھو تو پھر سمجھ آئے گی کہ زندگی حی و قیوم چلی آرہی ہے اور دائماً ابداً چلی آرہی ہے' ابھی اس کو موت نہیں آئی' جب موت آئے گی' Total زندگی ختم ہو جائے گی تو دیکھا جائے گا۔ اس لیے زندگی اور موت ایک دوسرے سے جنگ کی شکل میں نہیں ہیں۔ ایک کا نام یہ ہے' ایک کا نام وہ ہے۔ خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ ہم نے دونوں کو پیدا اس لیے کیا کہ دیکھیں تمہارے اعمال کیا ہوتے ہیں۔ اصل میں موت Daily عمل کا نام ہے۔ کسی نے پوچھا موت کی عمر کتنی ہے؟ کہتا ہے جتنی میری زندگی کی عمر ہے اتنی میری موت کی عمر ہے۔ بچپن مر گیا' جوانی مر گئی' دوست مر گئے' ماں باپ چلے گئے' بزرگ چلے گئے' ہر شے چلتی جارہی ہے۔ آخری موت سانس کی موت ہے' اس سے پہلے ہزار موتیں ہوتی ہیں۔ اس لیے وہ موت نہیں ہوتی جس کو تم موت کہہ رہے ہو اور جس کو تم زندگی کہہ رہے ہو' یہ وہ زندگی نہیں ہوتی۔ یہ راز ہے سربستہ' کہ اسے زندگی کہوں کہ اسے موت کہوں۔ اگر تم لوگوں کے دلوں میں یاد رہ گئے تو مرنے کے بعد بھی زندہ رہو گے۔ اگر آج بھی لوگ تمہیں بھول گئے تو آج بھی مر سکتے ہو۔ اگر کوئی چاہنے والا نہ ملا تو کیا زندگی ہے؟ اور اگر چاہنے والے کے مرنے کے بعد قبروں کے ساتھ زندہ رہے تو زندہ رہو گے۔ زندہ وہ ہے جو دلوں میں زندہ رہے' مردہ گیا جو فراموش کر دیا گیا۔

اب دعا کرو ___ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ سب حاضرین پر رحم

فرمائے' آپ کے گھروں میں سکون عطا فرمائے' اور گھروں میں رہنے والوں کو سکون عطا فرمائے' گھروں میں رہنے والوں کو خوشی عطا فرمائے' جن صاحبان کے حالات میں کوئی کمی بیشی ہے اسے اللہ تعالیٰ پورا فرمائے' خدا آپ کو بہت خوشیاں اور بہت کامیابیاں عطا فرمائے .....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

◆◆◆


2

1 اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ چاہے تو ہر جگہ اس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی رضا ہے اور رضا سے کیا مراد ہے؟

2 کیا ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کا راستہ ایک ہی ہے یا ہر شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ راستے بنائے ہیں؟

3 کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق انفرادی ہے؟

4 کیا معاشرے کی تعمیر فرد سے شروع ہوتی ہے؟

5 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ معاشرے کو دیدہ ور کے لیے ہزاروں سال منتظر رہنا پڑتا ہے؟

6 اللہ تعالیٰ سمیع بھی اور اور مجیب بھی، سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے، ہم دعائیں تو مانگتے ہیں مگر جواب کے اعتبار سے اس کو بہت کم پہچانتے ہیں۔

7 دین میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو منطق پر پوری نہیں اترتی لیکن ہم انہیں بحیثیت مسلمان مانتے ہیں، اس کی وضاحت فرمادیں۔

8 جب اللہ نے جاننے کی صلاحیت دی ہے تو پھر جاننا اور ماننا آپس میں ٹکرا کیوں جاتے ہیں؟

9 اپنے آپ کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

10 اس صدی میں اکنامکس نے انسان کو بچایا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

11 ارواح کے متعلق فرمائیں۔ کیا روحیں ہوتی ہیں؟

12 اللہ تعالیٰ کو Introduce کس نے کرایا ہے؟

13 فوت ہونے کا خوف دل سے کیوں نہیں نکلتا؟

14 غیر اللہ کیا ہے اور کیا غیر اللہ سے محبت روا ہے؟

15 حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام سے پدری محبت پر روشنی ڈالیں۔

سوال:

سر! میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ چاہے تو ہر جگہ اس کا حکم نافذ ہوسکتا ہے' مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی رضا ہے۔ مزید یہ فرمائیں کہ رضا سے کیا مراد ہے؟

جواب:

یہ بڑے غور والی بات ہے۔ سوالوں کا جو سلسلہ ہے اس میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ اللہ کریم کو کون سا دین پسند ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا نفاذ چاہتا ہے یا نہیں؟ کیا اللہ اپنی چاہت کو پورا کرنے میں قادر ہے کہ نہیں؟ اگر اللہ ہر شے پر قادر ہے تو وہ واقعہ کیوں نہیں ہوا۔ یہ ایک اہم سوال ہے کہ اللہ کی دنیا ہو' اللہ خالق ہو اور مخلوق اللہ کو نہ مانے اور پھر بھی مخلوق کو اس کا رزق پہنچ رہا ہو۔ پھر منشائے خالق کیا ہے؟ اس سوال کو اس طرح سے سمجھو کہ اگر چار دن آپ کا عمل منشائے الٰہی کے عین مطابق ہو جائے تو آپ کو رضا سمجھ آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء کیا ہے؟ جب تک آپ اپنی منشا کو اس کی منشا کے ساتھ مکمل طور پر منسلک نہیں کرتے یا استعمال میں نہیں لاتے تو اتنا بڑا سوال آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتا' چاہے جواب کچھ بھی دیا جائے۔ اس کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ

اپنی ذات کا جائزہ لیں۔ آپ کے وجود کی جو کائنات ہے کیا اس پر اللہ کا حکم نافذ ہے؟ آپ کو یہ مثال دے رہا ہوں کہ کوئی شخص اگر بیماری میں یا حالات کی کمزوری میں اللہ کا تقرب حاصل کر لے تو بہت بڑی بات ہے۔ ایسا شخص اگر غریب ہو جائے یا امیر ہو جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اسے یہ کہا جائے کہ تجھے دولت بھی مل جائے گی اور تو اللہ سے الگ بھی نہیں رہے گا اور یہ کہ تمہیں غریبی مل جائے گی تو بھی تعلق اللہ سے قائم رہے گا' اس وقت اس کا کیا Choice ہوگا؟ غریبی کے ساتھ اللہ کے تقرب میں رہنے کا جذبہ کتنے لوگوں میں ہے؟ ابتلاء کی موجودگی میں اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے کی خواہش کتنے لوگوں میں ہے؟ جب تک یہ بات سمجھ میں نہ آئے کچھ نہیں بن سکتا۔ آپ کی خواہش ہے کہ مثالی معاشرہ ہونا چاہیئے' یہ بہت اچھی خواہش ہے' ایسا ہونا چاہیے۔ ایسا معاشرہ کبھی قائم ہوا کہ نہیں ہوا' یہ الگ بات ہے۔ فی الحال تو اتنی بات مانو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی رضا ہے۔ کوئی کام رضا سے باہر نہیں ہو رہا ہے۔ یہ دین' آپ کا دین' یہ آپ کی کوششوں کا نام ہے اور یہ آپ کے جہاد کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو کلمہ پڑھانا چاہے تو پڑھا سکتا ہے۔ آپ کے لیے یہ حکم ہے کہ آپ کلمہ پڑھو اور اس کے مطابق زندگی گزارو۔ جب آپ کا معاشرہ دینی لحاظ سے مضبوط ہو جائے تو پھر دین کی دعوت بن کر نکلو اور لوگوں کو اللہ کی رضا کے متعلق بتاؤ۔ مشکل تو یہ ہے کہ ماننے والے ابھی تک اپنی ہی بات کر رہے ہیں اور دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جب تک آپ اپنے یقین کو کوئی سمت نہ دو تب تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ آپ اپنے آپ میں یقین پیدا کر لو تو

اسلامی معاشرہ قائم ہوجائے گا۔ معاشرہ قائم کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ معاشرہ کون شخص قائم کرے گا؟ جو شخص اپنی ذات' اپنی انا اور اپنی خواہشات اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کردے یا اپنی خواہشات کو نکال دے۔ پھر ایسا معاشرہ قائم ہو جائے گا۔ نہ تو کوئی بادشاہ معاشرہ قائم کرسکتا ہے اور نہ اپنی انا کا سفر کرنے والا ایسا معاشرہ قائم کرسکتا ہے اور نہ وہ شخص کرسکتا ہے جس کو حاصل اور محرومی میں فرق لگے اور جسے اپنے اور بیگانے میں فرق لگے۔ ایسے شخص نے کیا کام کرنا ہے۔ اس نے صرف یہ کرنا ہے کہ ''یہ بیگانے ہیں اور یہ میرے اپنے ہیں' ان کو جنت میں داخل نہ ہونے دینا' ان کو دوزخ میں نہ جانے دینا'' یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ناں۔ آج اگر بفرضِ محال کسی کو عبادت کی توفیق مل جائے تو پتہ ہے وہ کیا کہتا ہے'' میں عابد ہوگیا ہوں اور میرا خیال ہے کہ یہ لوگ جو میرے ساتھ نہیں رہتے ان کا مقام دوزخ ہے''۔ وہ ذہنی طور پر دوزخ Allot کرتا رہتا ہے۔ آپ کو کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ یا اللہ مجھے جنت میں اس وقت تک نہ بھیج جب تک میرے احباب اور رشتے دار جنت میں نہ جائیں۔ آپ سب لوگ دعا کریں کہ آسانی ہوجائے۔ پھر ایسا معاشرہ قائم ہوجائے گا۔ باقی رضائے الٰہی تو وہی ہے جو موجودہ حالات ہیں۔

کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا تھا کہ یہ سب کیا ہورہا ہے اور یہ ٹھیک کیسے ہوگا؟ انہوں نے کہا لگتا ہے تُو ہم سے زیادہ جلدی میں ہے' ہم جاننے والے تو خاموش بیٹھے ہیں اور تُو بولتا جارہا ہے ___ تو کام کرنے والے خاموش بیٹھے ہیں' طاقتیں خاموش ہیں لیکن کمزور کو کیسے سمجھائیں۔ اس لیے اس طرح کا

سوال کرنے میں بڑی احتیاط چاہیے۔ مثلاً یہ سوال کہ اللہ تعالیٰ کافر کو کیوں پیدا کر رہا ہے جب کہ کفر کو پسند نہیں کرتا۔ جب تک رضا سمجھ نہ آئے اللہ کی منشاء سمجھ نہ آئے' آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی۔ آپ یہ کرو کہ اللہ کے نام پر معاشرہ قائم کر لو۔ رضائے الٰہی کی بات کرتے ہو تو ایک راز سے رضائے الٰہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ تسلیم کرنے کی مکمل صلاحیت پیدا کرو۔ اس کا ایک آسان نسخہ بتا دیتا ہوں۔ آپ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا گلہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اگر کچھ لے لے تو رونا نہیں اور افسوس نہیں کرنا اور اس سے کچھ مانگنا بھی نہیں۔ دو کام آپ کر لو' ایک Demand بند کر دو اور ایک Complaint ختم کر دو۔ یہ بات صرف اس شخص کے لیے ہے جس نے رضا کے بارے میں اپنا ذاتی سوال کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی رضا سے پردہ اٹھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں دو چیزیں ترک کر دو' Demand اور Complaint۔

اگر خواہش نہ کرو گے اور شکایت نہ کرو گے تو رضا سمجھ آجائے گی۔ یہ عمل کر کے دیکھو تو رضا پوری طرح سمجھ آجائے گی۔ جس چیز کو آپ غم سمجھ رہے ہیں عین ممکن ہے وہ غم نہ ہو۔ جس چیز کو آپ خوشی سمجھ رہے ہیں عین ممکن ہے وہ خوشی نہ ہو۔ ایک اور بات بتاتا ہوں یعنی ایک اور نسخہ بتا رہا ہوں' آپ دو چیزیں اپنی زندگی سے نکال دو' تسکینِ وجود اور پیسے کی محبت۔ پیسے کے آنے کو پسند کرنا اور پیسے کے جانے کو ناپسند کرنا یا یہ کہ پیسے کو پوجا کی حد تک پسند کرنا' اس چیز سے گریز کیا جائے۔ دوسری بات یہ کہ آپ Gratification یعنی تسکینِ وجود کو کم کر دو

اور ہو سکے تو ختم ہی کر دو۔ جب بات رضا کی ہو رہی ہے تو یہ دیکھو کہ رضا روح کا شعبہ ہے اور اسے جسم سمجھ نہیں سکتا۔ جسم کائنات کو سمجھے گا اور روح رضا کو سمجھے گی۔ رُوح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ پیسے کی لگن اور وجود کی تسکین کو زندگی کے تمام شعبوں میں روکا جائے۔ تب رضا سمجھ آ جاتی ہے۔ رضا کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ پسندیدہ سے جدائی برداشت کی جائے اور ناپسندیدہ کا ساتھ گوارا کیا جائے۔ رضا تب سمجھ آ سکتی ہے جس وقت آپ Wealth کا محبت نامہ' وجود کی تسکین' پسندیدہ کی جدائی' ناپسندیدہ کا ساتھ گوارا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور زندگی کو اپنے پاس رکھنا یا اللہ کو واپس کرنا دونوں ہی آپ کے لیے برابر ہو جائیں اس لیے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ پہلے کہتا ہے زندگی لے جاؤ اور پھر کہتا ہے زندگی واپس لے آؤ۔ دونوں ہی اس ذات کے حکم ہیں۔ آپ حکم کی اطاعت کرو۔ ایک حکم کی اطاعت کرنے والا اور اس کے مخالف حکم کی اطاعت نہ کرنے والا ابلیس بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو یہ کرتا ہی رہتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا کہ جاؤ زندگی لے جاؤ اور پھر پچاس ساٹھ سال بعد حکم دیا کہ زندگی واپس دے جاؤ۔ اب جو زندگی واپس دینے میں ضد کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ زندگی دینے والا پہلا حکم تو آپ کا صحیح ہے' مگر واپس دینے والی بات نہ کریں۔ یہ چیز ابلیس میں تھی۔ اللہ نے کہا میرے علاوہ کسی کا سجدہ نہ کرنا۔ ابلیس بولا پکی بات ہے۔ کئی کروڑ سال اس بات پہ پکا رہا۔ پھر اللہ نے کہا انسان کو سجدہ کرو۔ ابلیس نے کہا کہ یہ بات تو پہلے حکم کے علاوہ ہے۔ اللہ نے کہا اگر یہ بات حکم کے علاوہ ہے تو تم جنت کے علاوہ ہو۔ یہ ہے رضا کی بات! رضا یہ ہے کہ اس کائنات میں ہونے

والے واقعات کو اللہ کا حکم سمجھ کے تسلیم و رضا کے طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ یہ عین حق ہے۔ کافر کا کافر ہونا حق ہے۔ مومن کا مومن رہنا حق ہے۔ سورج اپنے مقام پر حق ہے۔ چاند اپنی جگہ پر حق ہے۔ زندگی عین حق ہے۔ موت اس سے زیادہ حق ہے۔ اور یہ کہنا حق ہے کہ **ربنا ما خلقت هذا باطلاً** یعنی اے ہمارے رب تو نے کوئی شے باطل تخلیق نہیں کی۔ دس دن اس کیفیت میں رہ جاؤ اور یہ سمجھتے رہو کہ اللہ نے کوئی شے باطل نہیں بنائی۔ **ربنا ما خلقت هذا باطلا** پھر آپ کو اللہ کا غیر نظر نہیں آئے گا۔ پھر اگر آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہو اور دوکان دار باہر بیٹھا رہتا ہے اور مسجد کے اندر نہیں آتا تو وہ آپ کو باطل نظر نہیں آئے گا۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ راز کیا ہے۔ جس چیز کو تسلیم نہ کرنے میں کبھی جو خوشی ہوتی تھی اب اس کو تسلیم کرنے میں خوشی محسوس کرو گے۔ جس چیز کو حاصل کرنے میں جو خوشی ہوتی تھی آج اس کو جدا کرنے میں خوشی محسوس کرو گے۔ رضا والوں نے بڑے بڑے طریقے اپنائے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنا آخری مقام یعنی مقبرہ اپنے ہاتھ سے بنایا۔ بولے "یہ ہے میرا آستانہ عالیہ یعنی میری قبر شریف" اور پھر اوپر نام بھی لکھا اور تختی بھی لکھی۔ رضا کو سمجھنا بہت آسان ہے بشرطیکہ آپ اپنی رضا نکال دو۔ باقی کچھ عملی شکلیں ہیں وہ بھی میں آپ کو بتا دوں گا۔ رضا کو سمجھنے والے اگر کسی کا نام لیا جائے' کوئی ایسی طاقت والی شخصیت جسے آپ مانتے ہیں کہ وہ "لا سیف اور لا فتٰی" والی ایک طاقت ہے' رضا والا آدمی اللہ کی دی ہوئی طاقت کو اپنے Defence میں کبھی استعمال نہیں کرتا۔ حضرت علیؓ کو اللہ کی دی ہوئی ایک طاقت کا نام "ذولفقار" ہے

اور انہوں نے یہ طاقت اپنے Defence کے لیے استعمال نہیں کی اور خود شہادت سے گزر گئے۔ تسلیم والوں کے پاس سب سے بڑی طاقت برداشت کی طاقت ہے' اپنے Defence کی نہیں۔ ایسا صرف وہ کر سکتا ہے جس کے پاس طاقت ہو۔ ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس گیا اور کہا دعا کریں' میرا بچہ بیمار ہے۔ انہوں نے دعا کی اور بچہ ٹھیک ہو گیا۔ اس شخص نے کہا سرکار! آپ بھی بیمار ہیں' اپنے لیے بھی دعا کریں۔ بولے ''دعا تو میں نے کی تھی اپنے لیے' مجھے آواز آئی پہلے یہ فیصلہ کرو کہ یہ وجود تمہارا ہے یا ہمارا ہے'' تو یہ ہے تسلیم والوں کی بات۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور کہا مجھے اسمِ اعظم دیں۔ انہوں نے کہا کہ کل دیں گے' آج باہر جا کر سیر تفریح کرو' دیکھو اور کائنات کا مشاہدہ کرو۔ وہ آدمی شہر کے باہر گیا' کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی پر ظلم کر رہا تھا۔ ایک بوڑھا اور غریب لکڑہارا تھا۔ اس پر شہر کے کوتوال نے حملہ کر دیا تھا۔ کوتوال بڑا ظلم کر گیا' اسے مارا پیٹا اور لکڑی بھی لے گیا۔ پیر صاحب نے اس واقعے کے بارے میں پوچھا کہ تیرے پاس اگر اسمِ اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ بولا میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا' بوڑھے پر کوتوال نے بہت ظلم کیا۔ پیر صاحب بولے ''میری بات سن! وہ بوڑھا میرا پیر ہے اور میں نے اسمِ اعظم اس سے لیا ہے''۔

تو اسمِ اعظم کی طاقتیں رکھنے والے ظاہر کے تماشے نہیں کرتے۔ اگر آپ کے پاس دولت ہو اور دولت کا اظہار نہ ہو تو پھر رضا سمجھ میں آئے گی۔ اگر آپ کے پاس علم ہو اور آپ علم کا تماشا یا اظہار نہ کرو تب آپ کو رضا سمجھ میں آئے گی۔ اسی طرح غم کا موقع ہو اور غم کا بیان نہ ہو تو رضا سمجھ میں آئے گی۔ نہ غم

بیان کرو، نہ علم بیان کرو، نہ طاقت بیان کرو، نہ دولت بیان کرو، نہ اپنا مرتبہ بیان کرو، نہ اپنی انا کے چرچے کرو تو پھر آپ کو رضا سمجھ آجائے گی اور فنا کے دیس میں رہنے کا مقام سمجھ میں آجائے گا۔ اس وقت رضا سمجھ میں آجاتی ہے ؎

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل

یہ بات مسافر کو سمجھ آتی ہے۔ آپ بس رضا کو مان لو۔ Complaint اور Demand اللہ کے حوالے کردو۔ جس آدمی نے زیادتی کی اس کو بھی اللہ کے حوالے کردو۔ نہ اللہ کی شکایت بندوں کے سامنے کرو اور نہ بندوں کی شکایت اللہ کے سامنے کرنا۔ نہ بھائی کا گلہ کرو اور نہ بھائی کے دوست کا گلہ کرو۔ یہ کہو کہ ''مجھ کو جو کچھ ملا میری قسمت۔ تو نے جو کچھ کیا تیری اپنی مرضی'' یہ ہے رضا۔ رضا کا آخری سفر موت کی وادی سے گزرنا ہے ؎

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

رضا والے اس امید پر رہتے ہیں کہ وہ کبھی نہ کبھی ہمیں شکار کرنے آئے گا۔ یہ ہے تسلیم و رضا۔ تسلیم و رضا کا راستہ نہ مانگنا' آپ مہربانی کا راستہ مانگو۔ رضا کا عمل نہ مانگنا' اس عمل کے بعد دوسرا عمل حرام ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی نے اپنے شیخ سے سوال کیا تھا کہ تسلیم کیا ہے اور رضا کیا ہے؟ انہوں نے شعر کا پہلا مصرعہ سنتے ہی اپنی جان نذر کردی۔ وہ مصرعہ یہ تھا ع

کشتگان خنجر تسلیم را

دوسرا مصرعہ سننے کی نوبت نہیں آئی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ آج بھی اس آستانے پر قوالی کا حکم نامہ بند ہے۔ دوسرا مصرعہ کیا ہے؟

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

بس تسلیم کا نام آتے ہی وہ تسلیم ہوگئے ۔

تو آں قاتل کہ از بحرِ تماشہ خونِ من ریزی
مناں بسمل کہ زیر خنجرِ یار می رقصم

تسلیم و رضا والے کہتے ہیں کہ اللہ جس انداز سے گزارے میں راضی ہوں۔ یہ ہے تسلیم والوں کی بات۔ اللہ جو کر رہا ہے یہ اس کا کام ہے اور وہ جو کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے ____

اور کوئی سوال ____ بولو۔

سوال:

کیا ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کا راستہ ایک ہی ہے یا ہر شخص کے لیے اللہ تعالیٰ نے الگ الگ راستے بنائے ہیں؟

جواب:

ہر شخص کے لیے تسلیم و رضا کے لیے راستے الگ الگ ہیں لیکن رضائے الٰہی اور منشائے الٰہی کا طریقہ ایک ہے۔ تسلیم اس حوالے سے اللہ کی پہچان کے لیے ہے۔ جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں نے رضائے الٰہی کو پہچاننا ہے اس کے لیے تسلیم کا یہی راستہ ہے۔

سوال:

اس کے لیے یا سب کے لیے؟

جواب:

جب رضا کا سوال آ جائے کہ اللہ کی منشاء کیا ہے تو اس کا اظہار نہ کرنا علم بیان کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ کون سی چیز کب بیان کرنی ہے' کس کے سامنے بیان کرنی ہے' کس انداز سے بیان کرنی ہے' کیا کیا چیز کب کہنی ہے' اس وقت اللہ کی منشاء کو پہچان جاؤ۔ کوئی بزرگ یا پیغمبر مشکل سے گزرے تو انہوں نے وہ دعا نہیں پڑھی جو ہمیں بتائی ہے۔ وہ وہاں اپنے علم کا اظہار کر سکتے تھے لیکن نہیں کیا۔ وہاں تسلیم کا راستہ اپنایا۔

سوال:

حضور! کیا یہاں آپ ''اظہار'' کا لفظ نمائش کے معنوں میں استعمال کر رہے ہیں؟

جواب:

بالکل! نمائش کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دولت کو بھی میں نے نمائش کے معنوں میں کہا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ وہ چیز جو آپ کے لیے تعریف کا سبب بنتی ہے اس سے گریز کرو۔ اس بات کو یوں سمجھو کہ لوگوں سے ستائش اور تعریف کی تمنا عام طور پر انسان کو Mislead کر جاتی ہے۔ اس مصیبت سے بچنے کے لیے بزرگوں نے ملامت کا طریقہ اختیار کیا۔ ملامت کا طریقہ Extreme نہیں ہے کیونکہ جو اس کو اختیار کر جائے اس کے لیے کوئی Extreme نہیں

ہے۔ دیکھنے والا اسے Extreme سمجھتا ہے۔ جو ملامت کے راستے پر عمل کر جائے اس کا تو وہی راستہ ہے' اس کے لیے Extreme کس بات کی۔ جو طاقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے آپ تسلیم و رضا میں اسے اپنے لیے استعمال نہیں کر سکتے۔ جو کچھ آپ کر سکتے ہیں کرتے جائیں۔ نیکی کر سکتے ہو' کرتے جاؤ۔ ایک آدمی چاہتا ہے کہ میں رضا کو پہچانوں تو رضا کو پہچاننے کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ چلو آپ اپنا Defence کر لو اور اپنی طاقت استعمال کر لو مگر اس کی شرط یہ ہے کہ آپ اپنے اندر سے اپنا Defence کر لو۔ یہ Defence آپ کیسے کرو گے؟ دو دن کے بعد یا تین دن کے بعد آپ کی Security خود ہی Insecure ہوتی جائے گی۔ آپ نے اپنے لیے ہزارہا Defence بنائے مگر ایک دن ایسا آجاتا ہے جب وہ Defence والا آدمی چلا جاتا ہے۔ اس لیے جب تک آپ کو آگے جانے کا علم نہ آئے آپ نے یہاں پر رکنے کا علم کیا سیکھنا ہے! یہاں پر ٹھہرنے کا علم وہ شخص سیکھے جس کو یہاں سے جانے کا علم آئے۔ ایسی صورت میں آپ بے شک یہاں ٹھہرو اور رونقیں لگاؤ۔ مگر کیا رونقیں لگاؤ گے اور کیا میلے لگاؤ گے' میلہ تو اب ختم ہونے والا ہے' سب رخصت ہونے والے ہیں۔ جس خوشی سے آئے تھے اسی خوشی سے چلے جا رہے ہیں۔ جب تک آنے اور جانے' ان دونوں میں فرق ہے آپ کو مشکل رہے گی۔ آپ کو آسان بات بتاتا ہوں۔ آپ کو رضا کا مضمون سمجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ اسے اللہ کا حکم ہی سمجھو۔ اللہ کا جو حکم جتنا سمجھ میں آئے' تعمیل کرتے جاؤ۔ مثلاً حکم یہ ہے کہ تم عبادت کرو اور رضا یہ ہے کہ وہ کافروں کو پیدا کر رہا ہے' یہاں پر

آپ میں اور اللہ کی رضا میں بڑا فرق ہے۔ آپ ہوں تو کافروں کو اڑا دیں۔ رضا سمجھنے والے کو یہ بات سمجھنی ہے کہ اللہ کا منشاء کیا ہے۔ یہ اس کی منشاء ہے کہ وہ یتیم پیدا کرتا ہے اور آپ کو حکم دیتا ہے کہ اسے کھانا کھلاؤ۔

سوال:

کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق انفرادی ہے؟

جواب:

آپ کا تعلق کائناتی ہے' وہ آپ کا خالق ہے اور خالق کا نام اللہ ہے اور وہ پوری کائنات کا خالق ہے۔ آپ جس اللہ کی عبادت کر رہے ہو اس کے ہر عمل کی عزت کرو۔ وہ چیزیں بناتا ہے' اگر وہ کسی ایسے جانور کو پیدا کرتا ہے جو حرام ہے تو پیدا کرنے کا یہ عمل تو اس کی احسن تخلیق ہے' اس چیز کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیدا کیا اور ساتھ ہی آپ کو حکم دے دیا کہ اس کا گوشت نہ کھاؤ' اب تم گوشت نہ کھاؤ لیکن اس کی تخلیق میں نقص نہ نکالو۔ ہر چیز کا خالق وہ ایک اللہ ہے۔ خالق کے ہر عمل کو پسند کرنا ہی رضا ہے۔ یہاں میں رضا کی بات کر رہا ہوں' اس کے حکم کی بات نہیں کر رہا۔ حکم تو یہ ہے کہ جہاد کرو۔ فرعون اور موسیٰ علیہ السلام دونوں کو خود پیدا کرتا ہے۔ پھر فرعون کو فرعون بنا دیا اور موسیٰ کو موسیٰ علیہ السلام بنا دیا۔ اس کے اس احسان کو پہچانو کہ تمہیں ماننے والوں میں پیدا کیا۔ اس کائنات میں جہاں نہ ماننے والے بے شمار ہیں وہاں آپ کو ماننے والا بنایا۔ اس کائنات میں جہاں جانور ہیں' بچھو ہیں' چھپکلیاں ہیں' اللہ نے آپ کو انسان بنایا اور پھر مسلمان بنایا۔ اس بات پہ اس کا شکر ادا کرو اور عبادت کرتے جاؤ۔ معاشرہ اس طرح بنتا

ہے کہ اپنے بھائی کو اس کا حق دو بلکہ ہو سکے تو اپنا حق بھی دے دو۔ اس طرح معاشرہ بن جائے گا۔ تم نے تو اس کا حق دیا ہی نہیں اور اسلامی معاشرہ بنانے چلے ہو، تم کہاں سے بناؤ گے۔ محسن کی قدر کرو، دوست کی قدر کرو، اپنوں کی قدر کرو، ایثار سیکھو اور گلہ چھوڑ دو۔ اللہ کا سجدہ کرو۔ ساری کائنات کا احترام کرو۔ اپنا بھی احترام کرو۔ فنا کی محبت دل سے نکال دو تا کہ آپ کو بقا کا سبق ملے۔ فانی کی محبت فنا کر دے گی۔ آپ اپنی محبت پر تنہائی میں غور کرو کہ کس چیز سے محبت ہے؟ کیا یہ چیز فانی ہے یا باقی ہے؟ فانی سے تو بہتر ہے کہ آپ پہاڑ سے محبت کرو کیوں کہ یہ آپ کے بعد بھی زندہ رہے گا اور ستاروں سے ہی محبت کر لو کیوں کہ وہ بھی آپ کے مقابلے میں زیادہ باقی رہنے والے ہیں۔ ستارے دو چار کروڑ سال اور رہیں گے۔ اصل بقاء اس ذات کو ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے۔ اس ذات یعنی اللہ کو دیکھو، آپ سے پہلے بھی اس کا ذکر تھا اور آپ کے بعد بھی اس کا ذکر رہے گا۔

سوال:

کیا معاشرے کی تعمیر بھی فرد سے شروع ہوتی ہے؟

جواب:

معاشرے کی تعمیر کے سلسلے میں ضروری بات یہ دیکھو کہ دو طرح کا معاشرہ ہوتا ہے۔ ایک تو ہوتا ہے ارتقائی، یعنی بنتے بنتے معاشرہ کسی مقام پر جا کر خوب صورت بن گیا۔ عام طور پر کوئی ایک شخصیت معاشرہ ساز ہوتی ہے۔ بالعموم آپ دنیا کی تاریخ میں دیکھو، معاشرہ انسان کو جنم دیتا ہے اور انسان معاشرے کو جنم دیتا ہے۔ ایک انسان کی بات کر رہا ہوں۔ ایک انسان ایسا ہوتا ہے جس پر

لوگوں کا اعتبار ہوتا ہے۔ اسے آپ Reformer کہتے ہیں۔ اور Reformation والی جماعتیں نہیں ہوتی یعنی Reformation کسی جماعت سے نہیں بنتی بلکہ ریفارمیشن کرنے والا ہمیشہ ایک آدمی ہوتا ہے جس پر لوگوں کو Confidence ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دیکھو آج کے بعد چوری نہ کرو تو لوگ کہتے ہیں اس نے فرمادیا ہے چوری نہ کرو۔ وہ اس اعتماد پہ چوری چھوڑ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر انسان اپنے باپ کے ساتھ بچت کرے تو پھر اطاعت کس کی کرے گا۔ اگر باپ کا حکم ماننا ایمان ہوجائے تو اصلاح ہوجاتی ہے۔ معاشرہ ساز ادارے ایک واحد شخص کے مرہونِ منت ہوتے ہیں۔ کوئی واحد شخص ہوتا ہے جو سماج کو بدل دیتا ہے۔ اس میں رسول بھی ہیں، پیغمبر بھی ہیں اور Reformer بھی ہیں۔

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ معاشرے کو ایسے دیدہ ور کے لیے ہزاروں سال منتظر رہنا پڑتا ہے؟

جواب:

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آپ یوں سمجھ لو کہ سبزیاں جلدی اگ آتی ہیں، پیڑ بہت دیر کے بعد اگتا ہے ۔

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

سوال:

اللہ تعالیٰ سمیع بھی ہے اور مجیب بھی، سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا

ہے۔ سننے کے اعتبار سے ہم بہت دعائیں مانگتے ہیں لیکن اس کے جواب دینے کے اعتبار سے ہم اس کو بہت کم پہچانتے ہیں۔

جواب:

یہ ہر آدمی کے لیے الگ الگ شعبہ ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو کہ سنتا نہیں ہے تو پھر آپ کبھی دعا نہ مانگتے۔ دعا مانگنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سنتا ہے۔ وہ بولتا ہے کہ نہیں بولتا ہے اور دعائیں منظور ہوں یا نہ ہوں تو یہ ایک الگ کہانی ہے۔ دعا مانگنے والے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اللہ کے ہر حکم کو قبول کرے یعنی اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں قرآن پڑھتا رہا لیکن مجھے فیض نہیں ہوا تو وہ شخص قرآن شریف پڑھنے سے پہلے یہ طے کرے کہ میں متقی ہوں اور مجھے ہدایت ملے گی۔ اور اگر کوئی متقی نہیں اور وہ کہتا ہے کہ میں نے قرآن مجید پڑھا' انگریزی میں بھی پڑھا اور فارسی میں بھی پڑھا مگر فیض نہیں ملا تو اس کو یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن کا اعلان ہے کہ ہدایت صرف متقی لوگوں کے لیے ہے۔ قرآن سے فیض لینے کے لیے متقی ہونا چاہیے۔ متقی کون ہے؟ جو غیب پر ایمان لائے' غیب کی تعریف کیا ہے؟ اگر کوئی شے علم میں آ گئی تو وہ حاضر ہو گئی' وہ غیب نہیں ہے اور اللہ کے لیے تو کچھ غیب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن پاک سے فیض لینے کے لیے ضروری ہے کہ متقی ہو' اور صرف متقی ہونا ضروری نہیں بلکہ ہدایت یافتہ ہو' متقی شخص اسلام کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے مثلاً کرسچین ہو سکتا ہے' اس لیے وہ شخص مسلمان متقی ہو تو قرآن سے ہدایت ملے گی ____ آگے سوال بولو! ____

سوال:

دین میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جو منطق پر پورے نہیں اترتے لیکن ہم انہیں بحیثیت مسلمان مانتے ہیں جیسے غیب کو۔ لیکن بعض جگہ کافی دقت ہوتی ہے مثلاً شہید کا ذکر منطقی طور پر سمجھ نہیں آتا کہ وہ زندہ ہے اور ہمیں شعور نہیں ہے اس کی زندگی کا۔ کبھی کبھی یہ دیکھیں کہ مغرب میں تین رکعتیں ہوتی ہیں اور عشاء میں چار۔ یہ بات بھی منطق پر پوری نہیں اترتی۔ اور اسی بات پر بڑی حیرانی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ جو میرا مارا ہوا جانور ہے اس کو نہ کھانا اور انسان کا مارا ہوا کھانا جائز ہے، وہ حلال ہے؟

جواب:

آپ کو تو واضح طور پر کہا گیا ہے کہ آپ ایمان لاؤ غیب پر۔ آپ نے منطق پہلے رکھ لی، اب منطق کہاں چلے گی۔ جو ایمان لے آیا وہ منطق کو رد کر دیتا ہے۔

سوال:

بس یہی ہے جی انسانی ذہن کی اختراع۔ کئی دفعہ ذہن میں آتا ہے کہ عورتوں کے لیے دو گواہیاں اور مرد کے لیے ایک کر دی گئی ہے؟

جواب:

جتنا کچھ بھی ہے اس کے لیے واضح بات ہے کہ اللہ نے پہلے ہی دن یہ کہہ دیا کہ آپ ایمان لائیں غیب پر۔ غیب آپ کا مشاہدہ نہیں ہے اور یہ کہ آپ [illegible] کو مان لیں اور راستے میں منطق پیدا کرنا آپ کے لیے بہت وقت کا باعث ہے۔ [illegible] کا آسان حل یہ ہے کہ آپ نے صرف ماننا ہے۔ جو کچھ آپ نے ماننا

ہے اس کو صحیح طور پر مان لو اور پھر یقین بنالو۔ اس طرح آپ کو بہت اچھا رزلٹ ملے گا۔ ایمان میں آ گئے ہو تو یقین کے ساتھ رہنا۔ اپنی مانی ہوئی چیز پر شک نہ کرنا۔ اب اپنے یقین کو اللہ بنا کے دکھاؤ۔ آپ کا یقین ہی تو اللہ ہے۔

سوال:

جگہ جگہ کئی الجھنیں اور خیال کی مشکلیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

جواب:

یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے تضادات ہیں۔ اس نے بتایا ہے کہ میں وہ اللہ ہوں جو رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہے' میں زندگی سے موت اور موت سے زندگی پیدا کرتا ہوں' میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں اور جس کو ہم ہدایت دیں اس کو گمراہ کوئی نہیں کر سکتا اور جس کو ہم گمراہ کریں اس کو ہدایت کوئی نہیں دے سکتا' ہم زندگی دینے والے ہیں' لینے والے بھی ہم ہی ہیں۔ اب یہ ساری باتیں جاننا بہت مشکل ہیں اور انہیں مان لینا بہت آسان ہے۔

سوال:

جب اللہ نے جاننے کی صلاحیت دی ہے تو پھر جاننا اور ماننا آپس میں ٹکرا کیوں جاتے ہیں؟

جواب:

نہیں ٹکراتے! آپ پہلے اپنے ہونے کو جانو۔ آپ پہلے کیا تھے اور اب آپ کس طرح ہوتے جا رہے ہو۔ اس کا ہونا بعد میں سوچنا۔ سب سے پہلے اپنا آپ پہچانو۔ اپنے آپ کو پہچان لو گے تو پھر جاننے اور ماننے کا تضاد ختم ہو جائے گا۔

سوال:

سر! اپنے آپ کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟

جواب:

آپ یہ پہچانو کہ آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ یہاں کس لیے ہو؟ آپ کا شب و روز کیا ہے؟ آپ کا ظاہر کیا ہے؟ باطن کیا ہے؟ آپ کے ساتھ کیا کیا وابستگیاں ہیں؟ سفر اکیلے چلے تھے اور کتنی وابستگیاں ساتھ کر لی ہیں۔ اس کو پہچانو آپ! آپ کو اگر زندگی میں کوئی اچھی چیز ملی ہے مثلاً آپ کہتے ہیں کہ میرا دل بہت اچھا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو جس نے یہ دل پیدا کیا۔ اگر آپ کی شکل اچھی ہے تو بھی یہ آپ کی اپنی نہیں' یہ اللہ کا شکر ادا کرنے کا وقت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اپنی کسی صفت کی پہچان کرو گے تو پھر اللہ کا شکر ادا کرنے کا موقع پیدا ہو جائے گا۔ آپ خدا سے اس وقت دور ہو جاتے ہو جب آپ اپنا آپ پسند کرتے ہو اور خود کو پوجنا شروع کر دیتے ہو اور اس پر مغرور ہو جاتے ہو۔ پہلے اپنے آپ کو پہچانو۔ اگر اپنے آپ میں کوئی چیز پسند ہے تو یہ دیکھو کہ یہ پسندیدہ چیز جو آپ میں ہے کس نے دی ہے؟ یہ اللہ نے دی ہے' اب اس کا شکر ادا کرو۔ آپ جب کمائی کرتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ ہم نے خود کمایا ہے' دینے والا کوئی نہیں ہے۔ کمایا کیا تم نے؟ کیا بینائی تم نے خود کمائی ہے؟ اب بینائی دینے والے کا شکر ادا کرو۔ کبھی ایک دفعہ شکر ادا کر لو! اس سے پہلے کہ بینائی کے چراغ مدہم ہو جائیں بینائی دینے والے کا شکریہ تو ادا کر لو۔ تو عملی شکل کیا ہو گی؟ سب سے پہلے اپنی غلطی اور کوتاہی پر توبہ کرنی چاہیے اور ان نعمتوں پر جن پر آپ کو

فخر کرنے کا حق ہے' ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ زندگی کا خالق اللہ ہے۔ آپ کی زندگی میں جو صفات اللہ نے پیدا کی ہیں وہ اللہ کی مہربانی ہے۔ آپ کی شکل صورت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی ہے' یہ کبھی مہربان ہوتی ہے اور کبھی مشکل یا عذاب لاتی ہے۔ سب سے بڑا صحیفہ یہ ہے۔ اس کو پہچانو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پورا کام کر دیا ہے۔ آپ کو ایسی اکائی دی ہے کہ آپ جیسی شکل نہ پہلے کائنات میں آئی ہے اور نہ آئندہ آنے کا امکان ہے۔ آپ کو شکل کے لحاظ سے واحد کر دیا۔ شکل کے اعتبار سے آپ کا مکمل سانچہ الگ بنا دیا۔ آپ کو بینائی دینے سے پہلے پھول' نظارے پیدا کر دیے۔ بینائی بعد میں دی ہے اور بینائی کی خوراک پہلے اگا رکھی ہے۔ آپ Enjoy کرو' کائنات کو دیکھو۔ اللہ آپ کو پھول دیتا ہے اور آپ گلاب کا نظارہ کرنے کی بجائے اس کی گلقند بنا دیتے ہو۔ اس کی قیمت لگاتے ہو اور کاروبار کرتے ہو۔ آپ نظاروں کو پیسوں میں Convert کرتے ہو۔ یہ پرانی بیماری ہے آپ کی۔ نظارے کو نظر دے کر اور مشاہدہ کر کے گزر جاؤ۔ کوئی چیز کہیں سے اٹھانی نہیں ہے۔ آپ کو اٹھانے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ محبت کی قیمت نہ لگاؤ' محبت بس محبت ہے۔ میلہ دیکھو' میلے پر دوکان نہ بناؤ۔

سوال:

قیمت کی بات سے مجھے یاد آیا ہے کہ اس صدی میں اکنامکس نے ہی انسان کو بچایا ہے____

جواب:

آپ سے اگر کوئی یہ کہے کہ اپنا ایک بچہ دے دو اور پچاس کروڑ روپیہ لے لو تو آپ ایسی اکنامکس کو کیا کرو گے۔ محبت کو ترک کرنا بہت مشکل ہے اور زندگی کو خالی اکنامکس بنا لینا بڑا مشکل ہے۔ اکنامکس میں چھوٹے موٹے مسائل حل کر لو۔ اپنی ناہمواری دور کر لو۔ یہ نہیں ہے کہ اکنامکس سب کچھ ہے۔ اگر سب لوگوں میں پیسہ برابر بھی کر لو تو کل کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس کا چہرہ زیادہ خوب صورت ہے' اب چہرہ کبھی برابر نہیں ہوگا' ذہانت برابر نہیں ہوگی اور گفتگو برابر نہیں ہوگی۔ اسی طرح ہزار ہا غیر برابر چیزیں پیدا ہو جائیں گی۔ فی الحال معاشرہ چونکہ بہت حد تک محروم ہے اس لیے یہ عقیدہ بنا ہوا ہے۔ خدا کے بندے پہلے غریب کو دوائی تو دو پھر اس کے بعد تم اپنا مکان بنانا۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ غریب کو آپ تھوڑی سی بے فکری دے دو۔ غریب کو محروم ہونے سے بچاؤ۔ تمہیں یہ کسی نے نہیں بتایا کہ جس آدمی کے پاس عقل نہیں ہے اس کو عقل کہاں سے دو گے۔ یہ خدا داد خاصیت ہے۔ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو نصیحت کرنے والا اور کسی کو سننے والا بنایا۔

سوال:

ارواح کے متعلق فرمائیں۔ کیا روحیں ہوتی ہیں؟

جواب:

ہاں روحیں ہوتی ہیں۔ جس آدمی میں کوئی فضیلت ہے وہ اس کی رُوح کی فضیلت ہے۔ اس نسبت سے وہ یہاں بھی افضل ہے اور یہاں آنے سے

پہلے بھی افضل تھا۔ سب روحوں کی عمر ایک ہے۔ چھوٹا بڑا کوئی نہیں ہوتا۔ وہاں سب درجہ بدرجہ ہیں۔ خالق نے اس طرح روحیں پیدا کی ہیں کہ ایک کو چاند بنا دیا اور دوسرے کو سورج بنا دیا اور کسی کو ستارہ بنا دیا' کسی دوسرے کو رات بنا دیا۔ رات کی اپنی ایک روح ہے۔ اندھیرے سے روشنی میں لانے والا درجہ بدرجہ روحیں بناتا ہے۔ اس میں آپ کو کیا اعتراض ہے۔ جبریل امین علیہ السلام اور ہیں اور باقی ملائیکہ اور فرشتے اور ہیں۔ آپ کے ساتھ دو دو فرشتے بیٹھے ہیں۔ اس کمرے میں جتنے آدمی ہیں ان سے دوگنا فرشتے ہیں۔ روحیں ہمیں اس طرح نظر نہیں آسکتیں۔ ویسے اگر تمہیں نظر آجائیں تو تمہارا تو ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کو Introduce کس نے کرایا؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کو انسان کے ساتھ Introduce کس نے کروایا؟ یہ تعارف اللہ تعالیٰ آپ Direct کرواتا ہے۔ اللہ خود انسان کو تعارف کرواتا ہے' اور عبادت بھی سکھاتا ہے۔ و علم آدم اسماء اور آدم کو سارے اسماء سکھائے۔ تعارف والا اسم بھی سکھایا۔ اسم سکھانے کے بعد کہا کہ اب تو میری پہچان کرا اور دنیا کو کروا۔ اللہ نے انسان کو Language عطا کر کے' زبان دے کر اپنا تعارف کروایا۔ آدم علیہ السلام نے غلطی کی اور سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ کھیل وہ آپ کرتا ہے۔ سارے کھیل اللہ تعالیٰ کے اپنے ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کہاں پر اس قافلے میں شامل ہوئے ہو' اور اس قافلے میں آپ نے وراثت کے طور پر کیا لیا ہے۔

سوال:

فوت ہونے کا خوف دل سے نہیں نکلتا' اس بارے میں فرمائیں۔

جواب:

گریز ہی خوف ہے۔ گریز نہ کرو تو خوف نہیں ہے۔ اللہ سے گریز نہ کرو تو یہ خوف نہیں ہوگا۔

سوال:

موت کے خوف سے زیادہ یہ تأسف ہوتا ہے کہ جو کچھ گھر جائیداد بنائی ہے وہ چھوڑ کے جانا پڑے گا۔

جواب:

اگر آپ کو یہ کہہ دیا جائے کہ آپ یہاں سے بہتر جگہ جا رہے ہو تو پھر تأسف بالکل نہیں ہوگا۔ آپ کو موت کا افسوس اس لیے ہوتا ہے کہ بیٹوں سے اور اولاد سے جدائی ہو رہی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ اپنے ماں باپ سے ملنے جا رہے ہو تو پھر غم کس بات کا۔

سوال:

میں وہاں صرف اکیلا ہی سرگرداں تو نہیں پھروں گا؟

جواب:

آپ اکیلے نہیں ہوں گے۔ یہ یقین کر لیں۔

سوال:

ماں باپ جنت میں ہوں اور ہمیں جہنم میں بھیج دیا جائے؟

جواب:

آپ جنت میں جائیں گے۔جہنم کا مذاق ہمیں گوارا نہیں ہے۔جہنم ہمارے لیے نہیں ہے۔اس بات کی سب کی طرف سے استغفار کرلو کہ ہم جہنم میں نہیں جائیں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور ہم اس سے فضل مانگنے والے ہیں۔ہم اس سے فریاد کرنے والے ہیں۔اس لیے کبھی جہنم والی باتوں میں نہ آنا' ہم سیدھے جنت والے لوگ ہیں بلکہ یہاں بھی جنت کا کچھ حصہ دیکھ لیا ہے اور باقی وہاں جا کر دیکھ لیں گے۔خوش رہنے والا شخص جنت میں ہے۔اللہ کے فضل پر یقین رکھنے والا جنت میں ہے۔

سوال:

سر! دراصل یہاں کی Achievements جو ہیں ان کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے۔

جواب:

ان چیزوں کو آپ نے چھوڑنا کہاں ہے۔انہیں صرف Handover کرنا ہے۔ یہ چیزیں آپ نے کسی سے Receive کی ہیں اور پھر کسی اور کو ان کا Charge دیں گے۔آپ روز دفتر جاتے ہو۔ یہ دفتر آپ نے کسی سے لیا تھا اور اس کا چارج سنبھالا تھا اور ایک روز چارج دے کر چلے جاؤ گے۔

سوال:

یہ سب بہت مشکل لگتا ہے۔

جواب:

آپ کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے؟ آپ نے جو چیز جتنی خوشی سے حاصل کی ہے اسے اتنی خوشی سے دے دو۔ آپ اس قسم کا سوال کرتے ہو جس کا تعلق مقرر شدہ اصول سے نہیں ہے۔ مقرر شدہ اصول یہ ہے کہ شریعت نے ہر میدان میں آپ کو واضح حکم دے رکھا ہے کہ آپ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اگر آپ ماننے والے ہو تو آپ کو سوال کی کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ پھر آپ آتے ہو رضائے الٰہی کی طرف اور اس کا آپ نسخہ پوچھتے ہو۔ اس کے بعد جب نسخہ بتا دیا جائے تو پھر کوئی سوال نہیں رہ جانا چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی میں یہ واقعہ ہوا' لہٰذا یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ علم تو وہی ہے جو آپ ﷺ نے فرما دیا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا کوئی ارشاد جب آپ نے سن لیا تو یہ آپ کے علم میں آیا۔ اب اس پر عمل کرو۔ جب تک اپنے عمل کو اس فرمان کے تابع نہیں کرو گے' علم علم کے مطابق نہیں ہوگا' ہر چند کے الفاظ وہی ہیں۔ عمل عمل کے تابع نہ ہو تو علم علم کے مطابق نہیں رہے گا چاہے Language برابر ہی ہو۔ جب حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور آپ بھی کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے تو ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ ''اللہ ہمارا رب ہے''۔ یہ بات ایک یقین والا شخص کہتا ہے اور ایک شک والا شخص کہتا ہے تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ ہر چند کہ الفاظ وہی ہیں۔ آدمی جھوٹا ہو اور سچا قرآن پڑھ رہا ہو تو تاثیر نہیں رہے گی۔ قرآن حق ہے' عین حق ہے لیکن اس کے لیے بنیادی طور پر انسان کو سچا ہونا چاہیے۔ مثلاً آپ یہ دیکھو کہ آپ نے صرف دفتر جانا ہوتا ہے تو لباس بدلتے رہتے ہو اور

معراج شریف پر جانا ہو اور لباس میں پیوند لگا رہے ہوں تو یہ صرف آپ ﷺ ہی کی شان ہے۔ میرا مطلب ہے آپ لوگ اُن جیسی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اصل علم یہ ہے کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ پہلے اپنے عمل کو ان کے عمل کے تابع کر لو۔ اگر وہ عمل تابع نہیں ہوتا تو پھر اور راستہ لو' جیسے ہوتا ہے کرتے جاؤ۔ پھر یہ نہ کہنا کہ ہماری زندگی شریعت کے مطابق ہے۔ آپؐ اللہ کے محبوبؐ ہوں اور زندگی میں فاقہ ہو' یہ ان کی شان ہے۔ محبوب پیغمبر ہوں اور ابتلاء سے گزر رہے ہوں' ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! پیغمبر ہوں اور کنوئیں میں ہوں ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! پیغمبر ہوں اور بینائی سے محروم ہوں' ایسا ہو سکتا ہے' ہوا ہے! اللہ کہتا ہے کہ غیر اللہ سے محبت نہ کرنا اور یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کی محبت میں بینائی سے محروم ہو گئے' اب آپ یہ بتائیں کہ کیا یوسف علیہ السلام غیر اللہ ہیں؟ کوئی بھی پیغمبر غیر اللہ میں مبتلاء نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ غیر اللہ کی محبت میں بینائی سے محروم ہوتے تو اللہ کی طرف سے سرزنش ہوتی کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ مگر یوسف علیہ السلام کا قصہ تو احسن القصص ہے' عین منشائے ایزدی ہے۔ جب یہ راز آپ کو سمجھ نہیں آتا تو دقت ہو جاتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں بینائی سے محروم ہوئے۔ یہ اپنے بیٹے کی محبت جو ہے یہ ہرگز غیر اللہ کی محبت نہیں ہے۔

سوال:

غیر اللہ کیا ہے اور کیا غیر اللہ سے محبت روا ہے؟

جواب:

یہ محبت عین رضائے الٰہی میں شامل ہے' یہ واقعہ احسن القصص ہے اور

اللہ کا پسندیدہ قصہ ہے۔اس واقعے کو غیر اللہ کسی جگہ نہیں کہا گیا۔دو پیغمبر غیر اللہ نہیں ہو سکتے' باپ بھی پیغمبر اور بیٹا بھی پیغمبر۔ یہاں سے آپ کی مشکل شروع ہو جاتی ہے اور چیزیں آپ کو مشکل لگتی ہیں۔ یہاں سے آپ کی پہچان ختم ہو جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو کہ مجھے سیدھی راہ دکھا' صراطِ مستقیم' یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔تو سیدھی راہ صرف انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ کیا انعام یافتہ لوگ غیر اللہ ہیں؟ ہرگز نہیں ہیں۔نوح علیہ السلام کا بیٹا غیر اللہ ہو سکتا ہے۔وہاں دعا منظور نہیں ہوتی۔ یہ فرق پہچانو۔نہیں پہچانو گے تو پھر کہو گے کہ مشکل ہے۔اللہ ایک ہے اور باقی ہر شے غیر اللہ ہے لیکن عین اللہ بھی ہو سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ درود پڑھتا ہے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ہمہ حال حضور پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ایسی باتوں کے متعلق اپنے عقیدے کی اصلاح کرو پھر مشکل نہیں ہوگی۔ وہ ذات گرامی کیا ہے جس پر ہمہ حال درود پڑھا جا رہا ہے۔آپ کو بھی درود کا حکم ہے۔کہیں ان کو اپنی طرح بشر نہ سمجھ لینا انا بشر مثلکم۔یعنی ''میں تمہاری طرح کا بشر ہوں''۔حکم ہے لیکن اتنا بھی ''مثلکم'' نہیں ہے جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ یہ ادب کا اعلیٰ مقام ہے۔حضور پاک ﷺ کا جو نام ہے جو ان کا اسم ''محمد'' ہے یہ آپ کا ایمان ہے۔اب آپ دیکھو کہ کتنا فرق ہے' حضور پاک ﷺ کا نام جو ہے وہ آپ کا کلمہ ہے۔اتنا ''مثلکم'' کیسے ہو سکتا ہے۔ یعنی آپ کی طرح کے بشر کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ جیسے کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ کا نام ہے اور ہمارا کلمہ ہے' ہمارا ایمان ہے اور ہماری عاقبت ہے۔ یہ فرق ہے اور اس فرق کو پہچانو۔پھر مشکل نہیں ہوگی۔اس لیے کوئی بھی فیصلہ کرنے میں جلدی نہ

کرنا۔ شریعت کے معاملے میں سب انسان برابر ہیں لیکن اتنے بھی برابر نہیں ہوتے۔ بات سمجھ آئی۔ اللہ کے علاوہ ہر شے غیر اللہ نہیں ہے۔ بس یہ سمجھو کہ غیر اللہ وہ ہے جو اللہ کے راستے سے روکے۔ باقی سارا راستہ اللہ کا راستہ ہے اور عین حق ہے۔ جس استاد نے قرآن پڑھا دیا وہ غیر اللہ نہیں کیونکہ وہ تو اللہ کی راہ دکھا رہا ہے۔

سوال:

وہ جو یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے لیے پدری محبت ہے اس نے انہیں مجبور کیا اور وہ روتے رہے اور بینائی ضائع کی۔ آپ سے درخواست ہے اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب:

یہ واقعہ قرآن مجید میں Produce ہوا اور اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شروع میں ہی فرما دیا کہ احسن القصص ہے یعنی سب سے بڑا اور خوب صورت واقعہ ہے' اس واقعہ میں غیر اللہ کی بحث نہیں ہے اس میں یوسف علیہ السلام کی بھی تعریف ہے اور ان کے باپ کے ساتھ ہونے والا واقعہ بھی ہے۔ اس میں پہلی بات یہ بتائی گئی کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ کے سپرد کرنا تھا اور یہ ذمہ داری ان کے بھائیوں کے ذمے نہیں لگائی۔ پھر بینائی چلی گئی۔ بیٹے کی جدائی میں رونا فطری بات تھی۔ ایک پیغمبر کے دل میں جو فطری محبت پیدا ہو گئی ہے' وہ غیر اللہ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے دل میں امت کی محبت پیدا ہو گئی ہے تو پھر امت غیر اللہ نہیں ہے۔ غیر اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ کو روکے۔ وہ غیر اللہ نہیں ہے جو اللہ کے راستے کی طرف لے جائے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ

جوآدمی اللہ کے قریب ہے اس کے دل میں رہنے والی چیز غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ اللہ والے کے دل کی یاد غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ اللہ والا ہے ہی وہی جس کا دل اللہ کی طرف ہو۔ ایسے شخص کے دل میں جو چیز ہوتی ہے وہ اللہ کے خلاف نہیں ہوسکتی۔ آسان سی بات ہے۔ یعقوب علیہ السلام پیغمبر ہیں' ان کی محبت غیر اللہ نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت غیر اللہ نہیں ہوسکتی۔ آپ کی اپنے ماں باپ سے محبت غیر اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ماں باپ کی اطاعت کرو' ان کے آگے اف نہ کرو' جھڑکی نہ دو' نرم لفظ میں بات کرو' اب اگر آپ ماں باپ کی اطاعت کرتے ہو تو یہ غیر اللہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ عبادت صرف یہی نہیں جو آپ شریعت کے ارکان پورے کرتے ہو بلکہ اللہ کے ہر حکم کو ماننا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جو احکام آپ کو زندگی کے حوالے سے ملیں ان سب کا ماننا عبادت ہے' ضروریات کے حوالے سے بھی ہوں تو بھی ان کا ماننا عبادت ہے۔ بزرگوں کا ادب بھی عبادت میں شامل ہے۔ یہ شریعت نے جو عبادت مقرر رکھی ہے یہ اسلامی معاشرے کے قیام کا ذریعہ ہے اور فرض ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی مسجد کے باہر والی جو زندگی ہے اس کو مسجد کے اندر والی زندگی کے برابر کردو۔ اگر مسجد میں اللہ کے قریب ہے تو باہر بھی اللہ قریب رہنا چاہیے۔ مسجد میں اللہ کے قریب ہیں تو مسجد کے باہر بھی قریب رہیں۔ انسان دعا میں یہ سمجھتا ہے کہ اللہ بہت قریب ہے اور گناہ کے وقت سمجھتا ہے کہ اللہ بہت دور ہے۔ اس مقام پر آکر انسان جھوٹا ہو جاتا ہے۔ اللہ قریب ہے اور ہمیشہ ہی قریب ہے۔ زندگی میں آپ اللہ کو قریب رکھو۔ اللہ کو دعا کے وقت قریب سمجھنے والا زندگی میں بھی اللہ کو قریب

سمجھے۔ اللہ کی راہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ جن لوگوں پر آپ کے خیال میں انعام ہوا' ان پر کیا انعام ہوا ہوگا۔ آپ کے خیال میں کیا کوئی انسان ہے جو انعام یافتہ ہو؟ اگر آپ کا یقین ہے کہ کوئی ایسی شخصیت گزری ہے جسے آپ ''رحمۃ اللہ علیہ'' بھی کہتے ہیں تو وہ انعام یافتہ ہے۔ یہ یقین ہونا چاہیے۔ آپ نے اس شخصیت کے بارے میں کیسے معلوم کیا؟ اپنے یقین کے ذریعے۔ اور اب آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ ابھی تو ان کا فیصلہ قیامت کے دن ہونا تھا لیکن آپ نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ بخشے گئے اور ان کی فلاح ہوگئی۔ جس عمل کی وجہ سے فلاح ہوگئی ہے وہ عمل آپ اپنے لیے کرو۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا وہ انعام یافتہ ہیں؟ کوئی چیز ضرور ہے جو ان لوگوں کو انعام یافتہ کرتی ہے' بس یہ راز ہے۔ جس طرح وقت سے پہلے' قیامت سے پہلے' حساب کتاب سے پہلے' آپ کو یقین آ گیا کہ وہ فلاح پا گئے اور ان پر انعام ہو گیا اسی طرح آپ نے اپنے بارے میں اسی زندگی میں فیصلہ کر کے جانا ہے۔ یہ ہے راز' یہ نسخہ بتا رہا ہوں' فیصلہ کر کے جانا تا کہ '' انعمت علیھم'' کے خزانے میں شامل کیے جاؤ۔ آپ یہ سمجھ لو کہ جس آدمی کی رخصت کے وقت چالیس آدمی گواہی دے دیں کہ یہ خیریت کے ساتھ گیا ہے سمجھو کہ اس کی خیریت ہے۔ گویا کہ مرنے سے پہلے اپنے چالیس گواہ ضرور بنا لینا جو آخری وقت گواہی دے دیں کہ یہ اچھا آدمی ہے۔ اس گواہی کا واقعہ جنازے کے وقت شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ بڑے بے باک ہوتے ہیں اور لوگ بڑے تیز ہوتے ہیں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب پر اور ان پر بھی جو لوگ یہاں نہیں ہیں' اپنا


3

1 آج کل جو کابل کے حالات ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمایئے۔

2 حضور پاک ﷺ کا رشتہ کس نے تلاش کیا تھا اور اس زمانے میں نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

3 انسان دوسرے کو تبلیغ کرتا ہے مگر اس پر اثر نہیں ہوتا تو ایسی تاثیر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

4 جناب میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں۔

5 آپ نے فرمایا تھا کہ جنات دس باتیں صحیح بتاتے ہیں لیکن گیارہویں بات میں دھوکا دے جاتے ہیں۔ کیا یہ چیز ان کی فطرت میں ہے؟

6 مئوکلات کیا ہوتے ہیں؟

7 بزرگانِ دین کے واقعات کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی غیر مستند اور ناقابلِ یقین باتیں پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں۔

8 کیا ہم خدا کو جان سکتے ہیں؟

9 سائنس کی رو سے ذہن میں خیال آتا ہے کہ جب کہ دین میں دل کا ذکر زیادہ ہے۔

سوال:

سر! آج کل جو کابل کے حالات ہیں ان کے بارے میں کچھ فرمایئے؟

جواب:

کابل کے حالات کے بارے میں؟ اور کوئی سوال کریں۔ کوئی ذاتی سوال ____ کوئی ایسی چیز پوچھیں جس کے جواب سے آپ کے عمل کو کوئی فرق پڑ سکے یا جس سے آپ کے علم کو فرق پڑ سکتا ہو۔ دنیا میں ہونے والے واقعات' قریب ترین ہونے والے واقعات' پڑوسیوں کے ہاں ہونے والے واقعات سے اگر آپ کی زندگی میں فرق نہیں پڑتا تو ان کے بارے میں علم اضافی ہے۔ علم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کی زندگی متاثر ہو رہی ہو یا متاثر ہو سکتی ہو۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کی موت متاثر ہو رہی ہو یا موت متاثر ہو سکتی ہو۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جس سے آپ کے موت کے بعد کے حالات متاثر ہو رہے ہوں یا متاثر ہو سکتے ہوں۔ علم وہ حاصل کرو جس سے آپ کی اولادوں کو تاثیر مل سکے' یا وہ متاثر ہو رہی ہوں یا متاثر ہو سکتی ہوں۔ علم اس چیز کا حاصل کرو جو آپ کے عمل کی اصلاح کرنے کے قابل ہو اور اس عمل کی اصلاح کرو جس سے آپ کو وقت پیدا ہونے کے امکانات

ہوں۔اس لیے جب اس Unit کی صفائی ہو جائے تو پھر انسان بیرونی منظر دیکھ لیتا ہے۔اگر آپ کو ذاتی طور پر فائدہ نہیں ہو رہا تو پھر امریکہ میں کیا ہو رہا ہے' اردگرد کیا ہو رہا ہے' اور کون سے پہاڑ پر کون سا درخت اگ رہا ہے' تو یہ تو صرف اطلاع ہے۔اس لیے اس سوال کو تلاش کیا جائے جس سے آپ کی ذاتی زندگی کے متاثر ہونے کے کوئی امکانات ہوں۔ ایسا کوئی سوال پوچھو! آپ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہو' کچھ سوچو____ اور کوئی سوال پوچھو!____

سوال:

حضور ﷺ کا رشتہ کس نے تلاش کیا تھا اور اس زمانے میں نکاح کس نے پڑھایا تھا؟

جواب:

اگر اس سوال کا جواب دے دیا جائے تو پھر آپ کا اگلا سوال یہ ہوگا کہ اسلام سے پہلے نکاح اسلامی کیسے تھا؟ اسلام سے پہلے کون سا اسلام تھا؟ اس سوال کے بارے میں وضاحت کر دی جائے گی۔ پہلے آپ میری بات سن لو۔ سوال اس چیز کے متعلق کرو کہ جو اس وقت آپ کو متاثر کر رہی ہو۔اگر میں یہ کہوں کہ حضور اکرم ﷺ کا نکاح اللہ میاں نے پڑھایا تو یہ بڑی آسان بات ہے۔آپ ﷺ کے لیے گفتگو کس نے کی تھی؟ اللہ میاں نے۔اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ آپ ﷺ تو بولتے نہیں جب تک ہم نہ بلوائیں اور آپؐ کا کوئی عمل نہیں جب تک ہم نہ کروائیں۔حضور پاک ﷺ کی زندگی ایسی زندگی ہے کہ جس زندگی کا کوئی بھی عمل' آپ کو انسانی Level پہ نہیں سوچنا چاہیے۔مسلمانوں کو اس نکتے پہ آ

کے دقت ہوتی ہے' یہ دقت اب دور ہونی چاہیے۔ آپؐ کے عمل اور انسانوں کے عمل برابر بھی ہوں تب بھی کوئی چیز برابر نہیں ہو سکتی۔ کافروں کو یہی بات تو سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ بازاروں میں جاتے ہیں اور سودا لیتے ہیں' ان کے ساتھ تو فرشتے ہونے چاہیے تھے۔ اللہ میاں نے کہا کہ اگر آپؐ کے ساتھ فرشتے ہوں گے تب بھی کافروں کو سمجھ نہیں آئے گی۔ ماننے والے مانتے رہیں گے' نہ ماننے والے پھر بھی نہیں مانیں گے۔ معجزہ رونما ہو جائے گا تو کافر پھر بھی نہیں مانیں گے۔ ایک زندگی جو ہے' حضور پاک ﷺ کی زندگی' وہ ایسی ہے کہ میرے حساب سے اس میں آپ تحقیق نہ کرو۔ سیرت کی کتابیں بھی نہ پڑھو۔ بس آپ انہیں مانتے چلے جاؤ اور یہ کہو کہ آپؐ نے جو کچھ کیا' ٹھیک کیا' آپؐ سے جو ہوا صحیح ہوا' آپؐ کی زندگی کا ہر شعبہ صحیح ہے' ہر مقام صحیح ہے۔ وہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ لوگ پوچھ سکتے ہیں کہ اعلانِ نبوت سے پہلے کی آپؐ کی زندگی کیا تھی؟ وہ بھی نبوت کی زندگی تھی۔ اگر حضور پاک ﷺ کی نبوت کا اعلان ہو جائے تب نبوت ہے اور اگر اعلان نہ ہو تب نبوت ہے۔ تو نبوت سے پہلے کی زندگی کیا ہے؟ وہ بھی نبوت ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہو کہ آدم علیہ السلام ابھی تخلیق نہیں ہوئے اور حضور ﷺ نبی ہیں۔ بس یہ بات یاد رکھو' اصل ایمان یہی ہے۔ اس وقت جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جلوے کا اظہار نہیں کیا تھا' آپؐ نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء حضور پاک ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت حضور پاک ﷺ کے نام سے ہے۔ وگرنہ آپ تاریخ دیکھیں گے تو کہیں نام آئے گا ورقہ بن نوفل کا' کہیں اور نام آئیں گے' کہیں اور بزرگ آئیں گے۔ پھر اور سوال نکل آئیں گے۔ کیا اویس

قرنیؓ سے آپ کی ملاقات ہوئی تھی کہ نہیں ہوئی تھی؟ یہ سب تاریخی واقعات چھوڑ دو۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی' ساری کی ساری' اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق ہے' اللہ تعالیٰ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ آپؐ نے جو کچھ کیا وہ اللہ ہی نے کیا۔ آپؐ کا ہر کام اللہ کی طرف سے ہے۔ اس زندگی کی ہرگز ایسے تحقیق نہ کرنا جیسی کتابوں نے لکھی ہے۔ کتابوں نے حضور پاک ﷺ کی آدھی زندگی لکھی ہے۔ کتابوں نے وہ زندگی لکھی ہے جو دن کی روشنی والی ہے۔ رات کی زندگی لکھی ہی کسی نے نہیں۔ رات کی زندگی پوری طرح ایک راز ہے اور پھر آپؐ کے ظاہر وجود کی زندگی لکھی ہوئی ہے اور اس ظاہری زندگی کے بعد آپؐ کا عمل جاری ہے اور آج بھی جاری ہے۔ آج بھی بے شمار لوگوں کو اسی طرح نصیحت ہوتی ہے اور فیض ملتا ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ حدیث وہ ہے جو حضور پاک ﷺ ارشاد فرمائیں اگر آج کسی کو ارشاد فرمائیں تو یہ حدیثِ تازہ ہے اور مکمل حدیث ہے۔ اس لیے اس بات کی بڑی ہی احتیاط کریں۔ اس ذات کے بارے میں آخری بات یہی ہے کہ ان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کا عمل ہے۔ قرآن میں اللہ کا فرمان ہے وما رمیت اذ رمیتؔ ولکن اللہ رمٰی: اے نبی! جو کچھ آپؐ نے پھینکا آپؐ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ آپؐ کا ہر عمل اللہ کے منشاء اور اللہ کے حکم کے مطابق ہے۔

تو ایسا سوال ڈھونڈو جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو اور جس سے اصلاحِ عمل ہونے کا تعلق ہو۔

سوال:

انسان دوسرے کو تبلیغ کرنا چاہتا ہے' کسی چیز پہ مائل کرنا چاہتا ہے اور یہ فرض بھی ہے اور خود اس کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے لیکن بعض اوقات دوسرے آدمی پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ تو اس طرح تاثیر نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

اس سوال کو آپ لے جاؤ ماضی میں یعنی دور تک لے جاؤ۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج کے دن تمہارے لیے دین مکمل ہو گیا تو کیا اللہ کا اتنا ہی منشا تھا لوگوں کو دین پر لانے کا۔ یا اس کے علاوہ بھی کوئی منشا تھا۔ یہ غور والی بات ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں جتنے بھی مسلمان ہو چکے تھے کیا اتنے ہی مسلمان کرنے کا منشا ہے یا اس کے علاوہ ہے ____ یعنی کہ ایک پیغمبر اپنی زندگی میں جتنے لوگوں کو اپنے دین پر لاتے ہیں کیا ان کا منشا اتنے ہی لوگ ہوتے ہیں یا زیادہ ہوتے ہیں؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی پیغمبر کا مشن مکمل ہو جاتا ہے یا نامکمل رہتا ہے؟ خاص طور پر حضور اکرم ﷺ کا مشن دیکھیں کہ کیا آپؐ کا مشن مکمل ہو گیا تھا یا کچھ مکمل ہونا رہ گیا تھا۔ یہ جو خواہش ہے کہ باقی لوگ بھی دین میں شامل ہوں اور وہ شامل نہیں ہوتے تو اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ آپ کا کام ہے ابلاغ کرنا اور اس کے اندر آپ ملال نہ کرو۔ ابھی ابھی آپ نے پڑھا کہ **سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذر ھم لایومنون** ۔ کہ اے میرے حبیب ﷺ ان کے لیے برابر ہے کہ ان کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لیے

آپ ملال نہ کرو۔ ان کو چاہے ڈراؤ یا ان کی اصلاح کرو اور ان کو اللہ کا کلام سناؤ لیکن انہوں نے ادھر نہیں آنا۔ اس کی وجہ؟ ختم اللہ علیٰ قلوبھم ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہوئی ہے۔ ان کی بصارتیں بند ہیں ان کی سماعت بند ہے اور یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ منشا کیا ہوا؟ منشا یہ ہوا کہ آپ کے ذمے' کسی انسان پر اس کی ہستی سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ اس بات پہ آزردہ نہ ہوا کرو کہ میں نے اپنے بھائی کو کہا تھا کہ میری طرح کے مسلمان ہو جاؤ' لیکن وہ میری طرح کا مسلمان نہیں۔ میں اس بات پر بڑا پریشان ہوں۔ اب اس کا بھائی کہتا ہے کہ تو کہاں مسلمان ہوتا پھرتا ہے' تو میری طرح کا ہو جا ___ اب دونوں کی اپنی اپنی سوچ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے؟ کہ آپ اخلاص کے ساتھ اپنی کوشش کرو اور نتیجہ Force نہ کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو مارنا شروع کر دو اور ان کے ساتھ جھگڑنا شروع کر دو اور ان کو گولی مار دو کیونکہ انہوں نے تمہارے خدا کو برا بھلا کہا تھا ___ تو کیا اپنے خدا کو تو نے بچانا ہے؟ حالانکہ خدا نے تجھے بچانا تھا۔ تم خدا کو بچانے کی اس طرح فکر نہ کرو۔ جہاں پہ حضور پاک ﷺ کی بات ہو وہاں اور بات ہے۔ وہاں نقلی طور پر غصہ نہ کرنا۔ اس مقام پر حضور پاک ﷺ کی شان کے بارے میں اصلی غصہ آ گیا تو پھر تمہاری بات بن گئی۔ اگر ویسے ہی تم نے اپنے پاس سے بات بنائی ہے تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے کبھی تم اسلام کو بچانے کی فکر نہ کرنا کیونکہ اسلام نے تمہیں بچانا ہے۔ کبھی نقلی غصہ نہ کرنا' یہ نہ کہنا کہ اس شخص نے اللہ کی شان میں کوئی گستاخی کی ہے اور یہ جو ہے غیر مسلمان ہے' اتنا عرصہ ہمارے پاس بیٹھا رہا ہمیں پتہ ہی نہیں چلا' اس کو تو ہم نے ویسے ہی

گولی ماردینی تھی۔ اصلاح کتنی کرنی ہے آپ نے؟ جتنا آپ کا حق ہو، جتنی آپ کی استعداد ہو، جتنا آپ کا شوق ہو اور جتنی آپ کی پہنچ ہو۔ آپ پوری کوشش کرو اور نتیجہ اگر Zero نکلے تب بھی گھبراؤ نہیں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نتیجہ کچھ عرصہ کے بعد نکلتا ہے۔ یہ واقعہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بھی ہوا۔ جب آپ ﷺ وادیِ طائف کی ابتلا سے گزرے، پھر ایک آواز آئی کہ اگر آپ ﷺ فرمائیں تو اس بستی کو اڑا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اس بستی کو رہنے دیا جائے، اگر یہ مسلمان نہیں ہو رہے تو عین ممکن ہے کہ ان کی نسلوں میں سے مسلمان ہو جائیں۔ اس لیے مسلمان صبر کرنے والے ہیں۔ اگر اللہ راضی ہے تو ہمیں ہر اذیت قبول ہے۔ اللہ ساتھ نہ چھوڑے تو ہمیں کسی کے ساتھ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس ساری گفتگو کا نتیجہ کیا نکلا؟ تبلیغ برائے رضائے الٰہی کرنی چاہیے اور تبلیغ برائے Conversion نہ کرنا۔ تبلیغ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ تبلیغ کے ذریعے خدا کو راضی کرو۔ تبلیغ کے ذریعے بندوں کو مائل نہیں کرنا بلکہ اللہ کو مائل کرنا ہے۔ آپ اتنی تبلیغ کرو جتنی اللہ نے آپ کو استعداد دی ہوئی ہے۔ اگر تبلیغ کے دوران کسی وقت آپ کا ذہن کام نہیں کرتا تو پھر آپ کا مُکا کام نہ کرے، یہ مہربانی ضرور کرنا۔ ایک آدمی نے بحث کے دوران دوسرے سے کہا، دیکھو اب تمہارا ذہن کام نہیں کر رہا۔ کہتا ہے دیکھو اگر میرا ذہن کام نہ کرے تو میرے ہاتھ کام کرتے ہیں۔ اس نے کہا ماشاء اللہ تیرا ذہن بہت اچھا کام کر رہا ہے، بس تو ہاتھ استعمال نہ کرنا۔ اس لیے یہ دیکھا گیا ہے کہ تبلیغ کرنے والا عام طور پر Irritate ہو جاتا ہے، غصہ کرتا ہے اور ناراض ہوتا ہے۔ یہاں سے تبلیغ فیل

ہوئی کہ غصہ کرنا' ناراض ہونا' پریشان ہونا' دوسرے کو نتیجے کی طرف لے کے آنا بلکہ زبردستی لے کر آنا' چابک سے لے کر آنا۔ برداشت کا مادہ بالکل نہیں ہے۔ تبلیغ میں یہ ضروری ہے کہ اس شخص کو پیغام دے دو کہ میں نے یہ سنا ہے' اصل بات یہ ہے' زندگی یوں ہے' پیغام یہ ہے اور آپ کے لیے بہتر ہے کہ آپ اس پر چلو۔ وہ اگر اس پر نہ چلے تو آرام سے کہو کہ و ما علینا الا البلاغ۔ یعنی ہمارا کام تو تم تک بات کو پہنچانا تھا۔ یہ نہیں کہ آپ کے پاس تاثیر کم ہے۔ جن کے پاس سب سے زیادہ تاثیر ہے انہوں نے بھی سارے لوگوں کو مسلمان نہیں کیا۔ یہ تو حضور اکرم ﷺ کی بات ہو رہی ہے۔ آپ بے شک اللہ کی بات کرو۔ اللہ قادر' قیم' قیوم' مطلق ہے۔ آپ یہ بتاؤ کہ اللہ کے اختیار سے باہر ہونا کیا کسی کی مجال ہے؟ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بنائی۔ آپ اچھی طرح یہ بات مانتے ہو۔ آپ یہ بھی مانتے ہو کہ اللہ نے خود فرمایا ہے للہ جنود السمٰوٰت والارض۔ کہ آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ کے لیے ہیں یعنی اللہ کے پاس آسمانوں کی فوجیں ہیں اور زمین کی فوجیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ جنات کا اللہ ہے' ملائکہ کا اللہ ہے اور انسانوں کا اللہ ہے یعنی سب کا اللہ ہے۔ اتنا بڑا قوی اللہ ہے کہ قیم اللہ ہے اور قیوم اللہ ہے۔ شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس کے حکم سے انکار کرے۔ اور اللہ خود یہ واقعہ سنانے والا ہے کہ شیطان نے انکار کیا تھا۔ اس نے انکار کیا ہے تو آپ اسے ٹھکانے لگا دو تا کہ دنیا آسان ہو جائے۔ اللہ نے کہا کہ میں نے ابھی اسے ٹھکانے نہیں لگانا اور تم نے بھی اسے ٹھکانے نہیں لگانا۔ شیطان اس طرح نہیں مرتا۔ آپ کنکر مارتے رہتے ہو تو کیا شیطان مرتا ہے؟ وہ

نہیں مرتا۔اس کا ایک راز ہے اور وہ راز یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں کا مالک اللہ ہے اور وہ دونوں کو رکھنا چاہتا ہے۔آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ خیر کے راستے پر چلو اور شر میں سے جتنے بھی لوگ نکال سکتے ہو انہیں نکال کے خیر میں داخل کرو۔اور جو آپ کی کوشش کے باوجود شر میں رہ جائے اس پہ آزردہ نہیں ہونا' پریشان نہیں ہونا۔ پھر اس کے لیے دعا کرو۔ دعا کرو کہ آپ کو استعداد مل جائے تا کہ آپ زیادہ لوگوں کو تاثیر دے سکو۔ وہ شخص زیادہ استعداد والا ہوتا ہے جو اپنے ذاتی مسائل پیش کرنے والا نہ ہو۔مثلاً آپ اللہ سے دعا کرتے ہو کہ یا اللہ میرا بھائی اس طرح کا مسلمان ہو جائے جس طرح میں اچھا مسلمان ہوں۔اس دعا کے ساتھ آپ اگر اللہ کے ہاں جاؤ گے تو اللہ کہے گا کہ یہ تو بھائی کو مسلمان بنانے والا ہے' اچھی بات کر رہا ہے اور اچھا بندہ ہے' دوسرے دن آپ نے اگر یہ کہا کہ یا اللہ میرا ایک پلاٹ نکل آنا چاہیے۔اللہ کہے گا یہ جھوٹا آدمی ہے' کبھی پلاٹ مانگتا ہے او کبھی بھائی کی بھلائی مانگتا ہے۔ ایسا آدمی نیکی کے نام پر اپنا کام کرانا چاہتا ہے۔ پہلے کہتا ہے یا اللہ لوگوں کو مسلمان بنا۔ جب اللہ نے یہ دعا قبول کر لی تو پھر دو چار اپنے کام بھی پیش کر دیے۔لوگوں میں یہ ایک بڑا مسئلہ ہے کہ پہلے دین کے نام پر ملتے ہیں اور پھر دنیاوی کام کرانا شروع کر دیتے ہیں۔اس لیے بات میں تاثیر نہیں ہوتی۔اس شخص کی بات میں تاثیر نہیں ہوتی جو فی سبیل اللہ کام کرتے کرتے دنیا کے کام شروع کر دے۔اس میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔تاثیر اس لیے نہیں ہوتی کہ تبلیغ والے دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں' ایک وہ جو اپنی مرضی سے تبلیغ کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے

تبلیغ کرنے کے لیے مامور ہوتے ہیں یعنی انہیں مقرر کیا جاتا ہے۔ جولوگ مامور ہوتے ہیں ان کی بات میں تاثیر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جب خطبہ دیتے تو لوگ قطار در قطار شامل ہوتے اور سنتے ہوئے زار و قطار ہو جاتے۔ آپ ایک بار بیمار ہو گئے' آپ نے اپنے صاحب زادے سے کہا کہ آج آپ خطبہ دے دیں۔ بیٹے نے سارے واقعات بیان کیے' پورا علم بیان کیا لیکن وہ بات اور وہ تاثیر نہیں ہوئی۔ پھر آپ خود تشریف لائے اور فرمایا دیکھو آج طبیعت ٹھیک نہیں ہے' ناساز ہے ____ بس آپ نے اتنی ہی بات کہی اور کہتے ہیں کہ لوگوں پہ اثر شروع ہو گیا اور ان پہ رقت طاری ہو گئی۔ آپ کی شخصیت صاحبِ تاثیر اس وقت بنتی ہے جب آپ اپنی تاثیر سے باہر کی چیزیں اٹھا کے گھر نہ لے آئیں۔ اس وقت آپ صاحبِ تاثیر ہو جاتے ہیں۔ جولوگ مامور ہوتے ہیں صرف ان کی باتوں میں تاثیر ہوتی ہے۔ یہ جن بزرگوں کے نام آپ کو یاد ہیں مثلاً داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ اور اسی طرح کے دوسرے بزرگ' یہ سارے کے سارے کوئی جادوگر لوگ نہیں تھے بلکہ یہ صاحبانِ تاثیر تھے۔ تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اب ان کی قبر ہے جو بولتی نہیں ہے اور لوگ پھر بھی تاثیر لے کے آجاتے ہیں۔ وہ لوگ بھی تاثیر لے کے آتے ہیں جو زیادہ ماننے والے نہیں ہوتے۔ ان کی تاثیر کا عالم یہ ہے کہ آج بھی وہ لوگ صاحبانِ تاثیر ہیں اگرچہ موجود نہیں ہیں۔ اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لیے جولوگ صاحبانِ تاثیر بننا چاہتے ہیں' ان کو تاثیر نہیں ملتی۔ یہ آج کل جتنے لوگ آپ دیکھتے ہیں کہ تاثیر کے ساتھ اپنی ذات کو نمایاں کرنا چاہتے ہیں' ان کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ اور یہ جو اصل تاثیر

والے لوگ ہیں، جن کے آستانے ہیں، یہ لوگ اپنے گھر سے دور آ گئے، اپنا وطن چھوڑ کے آ گئے اور میٹھی باتوں کے ساتھ تاثیر پیدا کی اور ایسی تاثیر کہ جو آج تک چلی آ رہی ہے۔ تاثیر اس وقت ملتی ہے جب آپ ضرورت سے آزاد ہو جاؤ۔ اگر آپ ضرورت سے نہ نکلو گے تو تاثیر کم ہی ملے گی اور اصل راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے تاثیر والا بنا دے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کی بات کا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ کوا بیچارہ بولتا رہتا ہے اور اثر نہیں ہوتا۔ بلبل بولتی ہے تو اثر ہو جاتا ہے۔ کوے بیچارے کے پاس تاثیر نہیں ہے۔ جتنا شور مچاتا جائے اس کا اثر نہیں ہوگا۔ تاثیر جو ہے یہ نصیب کی بات ہے، یہ ٹریننگ کی بات نہیں، یہ کوئی سبق کی بات نہیں۔ اگر چند لوگوں کو خطبہ یاد کرا دو اور سارے لوگ باری باری پڑھتے جائیں تو سب کی تاثیر نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک شخص کی تاثیر ہوگی۔ اگر سب لوگوں کو ایک جملہ کہنے کے لیے دے دیا جائے اور سارے آدمی ایک ہی جملہ کہیں تو صرف ایک آدمی صاحبِ تاثیر ہوگا جو اس جملے کو ادا کرتے کرتے تاثیر بنا دے گا۔ ہزار بندوں میں ایک بندہ تاثیر والا ہوگا۔ زندگی میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو دیکھا اور محبت ہو گئی۔ اس آدمی کو سب آدمیوں نے دیکھا اور کسی کو محبت نہیں ہوئی۔ یعنی دوسروں پہ تاثیر نہیں ہوئی۔ مطلب یہ کہ ایک نے دیکھا، محبت ہو گئی اور سب نے دیکھا تو سب کو نہیں ہوئی۔ لہٰذا ایک آدمی جس سے کسی کو محبت ہو جائے اس کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سب سے محبت کرے۔ یہی تو وجہ ہے کہ قرآن پاک کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انزلنا هٰذاالقرآن علٰی جبل الرایته خاشعاً

متصدعاً من خشية الله ۔یعنی اگر ہم یہ قرآن پاک پہاڑ پر نازل فرماتے تو اس پر اللہ کی خشیت سے لرزہ طاری ہو جاتا اور ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اور آپ خود دیکھتے ہو کہ چند روپوں کے لیے انسان قرآن کی جھوٹی قسم کھا کے آجاتا ہے' اس شخص پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر باطن درست نہ ہو تو قرآن بھی اثر نہیں کرتا۔ تاثیر کی بات ہر ایک کی بات نہیں ہے' یہ ان لوگوں کی بات ہے جن لوگوں کا نصیب اچھا ہو' جن لوگوں کے باطن کی اصلاح ہو اور جن کے رزق میں حلال شامل ہو۔ ایک دفعہ حضور ﷺ غصے میں فرمانے لگے کہ تم لوگ پوچھتے ہو کہ دعا میں اثر نہیں ہوتا' آپ ﷺ نے فرمایا ایسے آدمی کا اندازہ لگاؤ جس کا طعام حرام' جس کا خرام حرام' جس کا لباس حرام اور ناپاک ہو' اور جس کا وجود ناپاک ہو اور جس کے بال پریشان ہوں' جس کا لباس پریشان ہو اور جس کی شکل پراگندہ ہو' اب اس آدمی کی دعا کیسے قبول ہو! جس شخص کے لباس میں' خوراک میں' پیسے میں' رہائش میں ناپاکیزگی ہو' اس کی دعا پاکیزہ اللہ کے ہاں کیسے قبول ہو۔ اس لیے دعا کی جرأت کرنے سے پہلے کم از کم لقمہ حلال کی جستجو کرو۔ لقمہ حلال کے بعد دعا منظور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر لقمہ حلال نہیں ملتا تو فاقے کا لقمہ کر لو۔ تھوڑا فاقہ کر لو۔ تین دن کا فاقہ ہو تو کہتے ہیں دعا قبول ہو جاتی ہے۔ یہ حدیث شریف ہے ناں کہ آپ روزہ رکھو تو شام کو دعا قبول ہو جاتی ہے۔ روزہ رکھنے سے دن بھر آپ فقیر بنے رہتے ہو' درویش بنے رہتے ہو یعنی یہ کہ آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے اور آپ کھانا نہیں کھاتے۔ کھانا موجود ہے لیکن نہیں کھاتے۔ خوراک Available ہے' نہیں کھاتے۔ بس یہ فقیری ہوتی ہے فقیری کسے کہتے ہیں؟ چیز حاصل ہو اور

استعمال نہ ہو۔ یہی فقیری ہے۔ اسے فقیری بولتے ہیں۔ فقیری سے تاثیر ملتی ہے اور اپنے ملک میں دیکھو کہ کتنی تبلیغ ہو رہی ہے اور تاثیر کا کیا عالم ہے۔ اگر فرض کرو کہ ملک میں تین لاکھ مسجدیں ہیں تو اس حساب سے پندرہ لاکھ اذانیں روزانہ ہوتی ہیں اور قوم میں جو تعلیم ہو رہی ہے اور تاثیر ہو رہی ہے اس کا آپ خود اندازہ لگالو۔ اب تو ایک مسجد کو کئی مسجدوں کے برابر گنو۔ بڑے بڑے مائیکروفون اور یونٹ لگے ہوئے ہیں۔ گویا کہ مسجدیں Amplify ہو گئی ہیں ۔ دور تک آواز تو پھیل گئی ہے مگر تاثیر کم ہو گئی ہے۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ آواز کو ایمپلی فائر سے علیحدہ رکھو کیونکہ آواز جب سے مشین میں سے ہو کے جانے لگ گئی تو تاثیر کم ہو گئی ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے۔ اب یہ مغرب نے کہنا شروع کر دیا ہے کہ آواز کو مائیکروفون سے نکالو۔ اب تقریر کرنے والے بڑے بڑے ادارے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ آواز کو مائیکروفون سے علیحدہ رکھا جائے اور اتنا جلسہ کیا جائے جس تک آپ کی آواز پہنچ سکے۔ یہ واقعہ شروع ہو رہا ہے۔ مشین درمیان میں آئی تو تاثیر کم ہو گئی۔ شروع شروع میں لوگ کہتے تھے کہ لاؤڈ سپیکر شیطانی کام ہے۔ ویسے بھی آپ کو یاد ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں ایک آدمی کی اذان کی آواز ہوتی تھی جو آپ کے کانوں میں ضرور آتی تھی اور پتہ چل جاتا تھا کہ اذان ہو گئی ہے۔ حالانکہ مسجد دور ہوتی تھی۔ اب پاس لاؤڈ سپیکر ہوتا ہے' کوئی پوچھتا ہے کہ کیا اذان ہو گئی ہے؟ کہتا ہے کب ہوئی ہے؟ اتنے بڑے لاؤڈ سپیکر کے باوجود اذان کی آواز نہیں آتی۔ دراصل آپ کو اذان سننے کا شوق نہیں رہا۔ شوق کا نام ہے تاثیر۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ سینے کو کھول دے اور زبان کو تاثیر دے۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی لیکن آپ بڑے صاحبِ تاثیر تھے۔ گویا کہ اگر کسی میں زبان کی لکنت ہو تب بھی وہ صاحبِ تاثیر ہو سکتا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ کہیں مرصع طریقے سے بولنا پڑتا ہے تو میرے بھائی کو بھی بیان دے دیا جائے' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی کو پیغمبری دے دی اور تاثیر بھی۔ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ تاثیر ہونا پیغمبری شعبہ ہے لیکن پیغمبری نہیں ہوتی۔ ان لوگوں میں بڑی بڑی تاثیر ہوتی تھی۔ ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس گیا کہ دعا کریں کہ میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے' انہوں نے فرمایا کہ کل لے آنا۔ دوسرے دن گئے' انہوں نے کہا بیٹا گڑ نہ کھانا' وہ ٹھیک ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کل کیوں نہیں کہا تھا' انہوں نے کہا کہ کل ہم اس وقت خود گڑ کھا رہے تھے۔ بات یہ ہے کہ برائی خود میں ہے تو تاثیر کیسے ہو۔ اس لیے پہلے اپنی تاثیر اپنے اندر پیدا کرو' پھر اس کے بعد آپ باہر اثر پیدا کرو گے۔ اللہ کا فرمان ہے **لما تقولون ما لا تفعلون** مت کہو وہ بات جو تم نہیں کرتے۔ اس وقت تک تاثیر نہیں بنے گی' جب تک وہ چیز جو تم کہتے ہو' خود نہیں کرو گے۔ تب تاثیر ہو گی۔ دعا کرو تاثیر ہو جائے۔

اور سوال بولو ____ بولتے جائیں۔

سوال:

جناب میں اپنے بھائی کی بیماری کی وجہ سے بہت فکر مند ہوں

جواب:

دیکھو اس میں ایک ضروری بات' فقیرانہ بات کروں تو آپ اس کو اللہ

کے حوالے کردو اور اگر پیروں والی بات کروں تو دعا کرو کہ اس کا بھائی ٹھیک ہو جائے۔ یہ پیری والی بات ہے۔ فقیری والی بات یہ ہے کہ اللہ کے حوالے کردو اور آپ بھی اللہ کے حوالے ہو جاؤ۔ نہ اپنی زندگی بچانے کی فکر کرو اور نہ اس کی زندگی بچانے کی فکر کرو۔ یہ تو ہے فقیرانہ بات۔ میرے خیال میں آپ کو فقیر ہو جانا چاہیے۔ اگر اللہ کے علاوہ آپ کے بھائی کو کوئی لے گیا تو ہم اسے ضرور روک لیں گے۔ اگر اسے اللہ خود لے گیا تو تُو بھی قبول کر لے۔ اپنے پاس لے جانا اور یہاں رکھ لینا دونوں اللہ کے لیے برابر ہیں۔ میرے خیال میں آپ تو فقیر ہو' آپ کو تو کم از کم ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس طرح کی بات تو بھائی کی بیوی کرے یا بھائی کے بچے کریں۔ یہ بھائی کا فقیر بھائی تو اس طرح کی بات نہ کرے۔ تُو تو اللہ والا ہے' تُو یہ کہہ کہ یا اللہ تیری مہربانی ہے' اگر تو اسے رکھنا چاہتا ہے تو رکھ لے اور لے جانا چاہتا ہے تو لے جا' ویسے یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں اللہ اسے کتنا عرصہ اور رکھے؟ دس سال تک اور رکھ لے یا پندرہ سال تک اور رکھ لے؟ اس کے بعد؟ اس کے بعد بھی تو لے جائے گا۔ تو تُو اب اس کے ساتھ چل بلکہ ہم بھی سارے چلنے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے ہاں یعنی فقیروں کے ہاں زندگی سے اِدھر اور زندگی سے اُدھر برابر ہے۔ اِدھر بھی ہم اللہ کے ہیں' اُدھر بھی ہم اللہ کے ہیں۔ کہہ دو ''یا اللہ سب تیرے سپرد ہے' ہمارے ساتھ ذرا رعایت اور مہربانی فرما'' گھبرانا نہیں' بالکل فکر نہ کرنا۔ اس معاملے میں دخل نہ دو۔ یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ کی مرضی کے کام ہیں' آپ یہ دیکھو اور اللہ سے رعایت مانگو۔ فقراء کی اتنی ساری بات ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ رعایت کرے' رحم فرمائے۔

یہ واقعہ چلنے والا واقعہ ہے اور سارا قافلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ فضل کرتا رہتا ہے۔ آپ اس بات پہ غور کرو کہ پیدائش سے بہت پہلے تمام دن مقرر ہو چکے ہیں' ابھی بندہ پیدا ہی نہیں ہوا' ابھی شادیاں ہی نہیں ہوئی ہیں اور دن مقرر ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کیا کہتا ہے؟ اس بندے کو دنیا میں بھیج رہے ہیں۔ اس کی تاریخ پیدائش مقرر ہو گئی ہے۔ بلکہ تاریخ پیدائش چھوڑو' پہلے تاریخ وفات مقرر کرو۔ اس لیے تم گھبرایا نہ کرو۔ آپ بالکل بے فکر رہو' آپ درویش آدمی ہو۔ آپ لوگ ہر دم اللہ اللہ کیا کرو اور ان باتوں کا فکر نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' Extend کر دے یا Extend نہ کرے۔ ہم ہر حال میں قبول کرنے والے ہیں۔ اداس نہ ہونا۔ اداسی میں ایمان کی کمزوری ہو جاتی ہے۔ آپ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو اور اس سے کہو کہ یا اللہ تھوڑی مہربانی فرما۔ بس اللہ مہربانی فرمائے۔ ویسے یہ دعا ہے اور دعا دعویٰ نہیں ہے۔ اللہ مہربانی فرمائے۔ اللہ کی مرضی ہے قبول کر لے یا نہ قبول کرے۔ اللہ تو کہتا ہے کہ میں جھکانے والا ہوں اور ہر ایک کو جھکاتا ہوں' زمین و آسمان کو جھکا کے رکھ دیتا ہوں۔ اللہ ہر جگہ ہے اور کہیں بھی نہیں ہے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور میں تمہارے بس میں نہیں آؤں گا بلکہ تم میری تحویل میں رہو گے اور تم مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ بل ھم یسئلون یعنی مجھ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ میں نے ایسا کیوں کیا بلکہ میں تم سے پوچھوں گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم ہی لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ باقی یہ بزرگوں کا کام

ہے کہ فوری طور پر لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ ان کی خیریت ہو' ان کے بھائی کی خیریت ہو' ان کے سارے خاندان کی خیریت ہو' آپ سب کی خیریت ہو' آپ سب ہمیشہ سلامت رہو۔ ہمیشہ رونق لگی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی ہر شے قائم رکھے۔ لیکن تم جانتے ہو کہ کوئی شے ہمیشہ نہیں ہو سکتی۔ اصل میں بات یہ ہے کہ جو لوگ آگے چلے گئے ہیں یعنی آپ کے ماں باپ' وہ بڑی دیر سے وہاں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر ان کے پاس آپ چلے جائیں تو ادھر بچے اداس ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہم بچوں کے پاس رہتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد ماں باپ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ تو یہ سارا واقعہ جو ہے اس میں دور دراز کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک ہی فیملی ہے ساری۔ ادھر بھی جہاں آباد ہے اور ادھر بھی جہاں آباد ہے۔ یہ جہاں ہم نے آباد کیا ہوا ہے اور وہ جہاں پہلے سے آباد ہے۔ اس جہاں میں آپ کے ابا' اماں' نانا' نانی اور دادا دادی سب بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہاں رونقیں لگی ہوئی ہیں' وہاں پر میلے ہی میلے ہیں۔ پیغمبر وہاں پر ہیں' ولی وہاں پر ہیں' درویش وہاں پر ہیں' داتا صاحبؒ' خواجہ صاحبؒ' سارے لوگ اُدھر ہی ہیں۔ غرض یہ کہ کائنات کا ہر خوب صورت واقعہ اُدھر ہے۔ اِدھر صرف انتظار ہے۔ آپ کو ہم بتاتے ہیں کہ آؤ اُدھر کی سیر کر لو۔ جس دنیا میں آپ ہو یہاں پریشانی ہوتی ہے' مصیبت ہوتی ہے' ملاوٹ ہوتی ہے' گھبراہٹ ہوتی ہے' خرچہ ہوتا ہے' آمدن کم ہوتی ہے' کوئی قابل اعتبار نہیں ہوتا' لوگ دھوکا دے جاتے ہیں' یہ ہے تمہاری دنیا۔ اور اگلی دنیا کوئی ایسی نہیں ہوتی کہ تمہارے لیے غیر ہو۔ جو اللہ کے ساتھ ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم یہاں بھی اللہ کے پاس

ہو اور وہاں بھی اللہ ہے۔ یہ حادثات کی دنیا ہے' وہ حادثات کے خاتمے کی دنیا ہے۔ یہاں وہاں کا فرق نہیں ہے۔ ہم اِدھر کے اُدھر ہیں۔ ہم اِدھر کے بھی اُدھر ہیں اور وہ اُدھر جا کے بھی اِدھر ہیں۔ اور جو اِدھر ہے اگر حق پر نہیں ہے تو مرا ہوا ہے۔ کچھ لوگ زندگی میں مر جاتے ہیں' کچھ لوگ موت میں زندہ رہتے ہیں۔ تم مت گھبرایا کرو۔ ایمان میں کمزوری نہیں آنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کبھی وقت سے پہلے نہیں لے جاتا اور کبھی وقت کے بعد چھوڑتا نہیں ہے۔ اس دنیا میں تو آ کے انسان کا دماغ سٹ پٹا گیا ہے۔ موت کا راز آپ کو سمجھ نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا کہ یا اللہ ادھر سے تو درود بھیجا جا رہا ہے یعنی تیرا فرمان ہے کہ ''میں اور میرے فرشتے تو درود بھیجتے ہیں''۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ ''ان سے کہہ دیجئے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو''۔ تو پھر یہ موت کا کیا واقعہ ہے؟ اللہ فرماتا ہے کہ تم نہیں سمجھتے' یہ بھی محبت کا ایک حصہ ہے۔ گویا کہ وہ بھی محبت کا حصہ ہے۔ اگر اللہ اپنے محبوبوں کے ساتھ یہ واقعہ کرتا ہے تو یہ کوئی محبوبی فن ہے۔ اس لیے اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں' اور یہ کوئی ظلم نہیں ہے بلکہ یہ کوئی محبوبانہ بات ہے۔ اس راز کو دل میں رکھو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھو' اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ جنات دس باتیں صحیح بتاتے ہیں لیکن گیارہویں بات میں دھوکا دے جاتے ہیں۔ کیا ان کی فطرت میں یہ چیز ہے؟

جواب:

نہیں' ان کے علم میں یہ بات نہیں آتی۔ انسان اتنا بلند ہے کہ انسان ان کی گرفت میں نہیں آتا۔ یعنی جنات کی گرفت میں نہیں آتا۔ انسان کا جتنا ظاہر ہے وہ بیان کر لیتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ تم نے کل یہ کھایا تھا' آج یہ کھایا۔ یہ تمام چیزیں مؤکلات والے بتا سکتے ہیں۔ ایک بندہ مؤکلات والی ایک خاتون کے پاس گیا' وہ سورہ رحمٰن کی عامل تھی۔ جا کے پوچھا کہ ہماری ایک چیز گم ہوگئی ہے۔ اس نے کہا جو چیز گم ہوئی ہے وہ زیور تو فلاں کٹورے کے اندر رکھا ہوا ہے اور غلطی سے رکھا گیا ہے' کسی نے چوری نہیں کی ہے۔ اس شخص نے جا کے دیکھا تو زیور وہاں پڑا ہوا تھا۔ بعض اوقات مؤکل کو بات سمجھ نہیں آتی کہ ہے کیا۔ وہ پھر اپنی طرف سے لگاتا ہے کہ فلاں جگہ چلے جاؤ' ایسا ہوگا۔ فرض کرو ایک جن ہے جو آپ کو ساری باتیں بتاتا ہے۔ وہ آپ کو فٹافٹ بتا دے گا کہ فلاں چیز فلاں جگہ ہے۔ اور جب ضرورت ہوگی اور اسے سمجھ نہ آئی تو وہ کہے گا کہ میرے خیال میں آپ کے بھائی نے آپ کے ساتھ یہ واقعہ کیا ہے۔ تو آپ کا اپنے بھائی کے ساتھ فوراً جھگڑا ہو جائے گا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کو جن والے بابے نے بتایا کہ یہ جو تمہاری کتابیں چوری ہوئی ہیں یہ فلاں وکیل کے منشی نے چرائی ہیں۔ اس کو یقین آ گیا' وکیل صاحب نے مار کٹائی شروع کر دی اور پھر کتاب برآمد ہوگئی۔ لیکن کتاب پر اس آدمی کا نام نہیں تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایک چور پکڑا گیا' اس کے پاس سے وہ کتابیں برآمد ہوگئیں۔ اب وہ کہنے لگا کہ یہ کتابیں تو پہلے برآمد ہوگئی تھیں کیونکہ جن بابا نے بتا دیا تھا۔ پھر اس کو خیال آیا کہ میں نے تو کتاب کے صفحہ بیس پر نام

لکھا تھا۔ کتاب کھول کر دیکھی تو چوری سے برآمد ہونے والی کتاب صحیح نکلی۔ یہ ہے جن بابے کی بات۔ آپ کو کہے گا کہ یہ تالہ لگا دو' درخت کے ساتھ یہ رسی لگا دو' جب دھاگہ ہلے گا وہ فوراً واپس آ جائے گا۔ اور پھر کام پورا ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا ان کے ہاں اختیار بھی پورا نہیں ہوتا اور بعض اوقات اطلاع بھی پوری نہیں ہوتی۔ اس لیے ان کو ماننے والا اکثر دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنات کی آواز پر چلنے والا اخیر برباد ہو جاتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جنات دھوکا دے جاتے ہیں بلکہ وہ خود دھوکا کھا جاتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی ایسا ہے جو باتیں بتا دیتا ہے۔ زیادہ بولنے والا سچ تو بول جائے گا مگر اس میں کچھ جھوٹ بھی بول جائے گا کیونکہ اس کو زیادہ بولنے کی عادت ہے۔ مثلاً ایک شخص جو ہر ایک کو بتاتا ہو کہ تم یہ کرو' تم وہ کرو۔ اب اگر ایک مقام پر Blank Point آ گیا تو بات اس کی گرفت میں نہیں آئے گی۔ پھر جن ایک اور بات کر گیا کہ تیرے گھر میں فلاں بات ہے اور اصل میں وہ گپ تھی۔ جن جو ہوتا ہے وہ ضدی ہوتا ہے اور وہ کبھی نہیں کہتا کہ میں نہیں جانتا۔ وہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ وہ نہیں جانتا۔ انسان تو کہہ دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ تو انسان میں اس لحاظ سے بڑی عظمت ہے کہ وہ کہہ دیتا ہے اور اعتراف کر لیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ فرشتے بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے۔ ''لا علم لنا الا ما علمتنا ''یعنی کہ ہم نہیں جانتے سوائے آپ نے جتنا بتایا' بس اتنا ہم جانتے ہیں۔ ابلیس بھی جن تھا' نار سے بنا ہوا ہے' وہ کہتا ہے انا خیر منھم یعنی میں ان سب سے بہتر ہوں۔ وہ بہتر ہونے کا دعویٰ کرتا رہتا ہے اور طاقت کا دعویٰ کرتا رہتا ہے۔ اس لیے دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنات کو یا مؤکلات کو قابو کرنا

ایسے ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ثمنا قلیلا یعنی سستی قیمت میں بیچ دینا ہے ۔قرآن کو بالکل نہ بیچو۔ قرآن سے عمل نکالنا' رٹل نکالنا' جن نکالنا مؤکلات نکالنا اوراس کوعملیات بنانا' یہ سب غلط ہے۔قرآن اللہ کا کلام ہے' متبرک کلام۔ بس اسے متبرک بنا کے پڑھتے جاؤ۔ اس میں سے کچھ نہ نکالو۔ عملیات کو رہنے دو۔ بس یہ جو حضور اکرم ﷺ نے آپ کو چیز دی ہے اس کو پڑھتے جاؤ اوراس کے مطابق عمل کرو۔

سوال:

سر! مؤکلات کیا ہوتے ہیں؟

جواب:

مؤکلات ایک طاقت ہوتی ہے' ایک پاور ہوتی ہے۔ مؤکلات کے اندر ایک ایسی پاور ہوتی ہے جس پر وہ مامور ہوتے ہیں اور ہر ایک آیت کے Defence یعنی دفاع کے اوپر مامور ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں قرآن کی حفاظت کرتا ہوں اور مؤکلات جو ہیں وہ اللہ کی طرف سے اس ماسٹر کاپی کے محافظ ہوتے ہیں۔ یہ کبھی غلطی نہیں ہونے دیتے کیونکہ وہ اس کے اوپر مامور کیے گئے ہیں۔ مؤکلات ملائکہ کی ایک قسم ہے۔ جب آپ کہتے ہیں کہ کچھ ڈھونڈتے ہوئے اچانک مجھے خیال آیا کہ یہاں بھی دیکھ لو اور جب وہاں پر دیکھا تو وہی چیز موجود تھی۔ یہ کون تھا؟ یہ مؤکل تھا۔ اور انسان کہتا ہے کہ ''میں سویا ہوا تھا' اچانک ایک جھونکا آیا' جھٹکا لگا' میں نے دیکھا کہ کوئی بندہ ہے' بندہ تو کوئی تھا نہیں' دیکھا تو پورے تین بجے ہوئے تھے۔ میں نے کہا کہ تہجد کا وقت ہو گیا چلو

نماز پڑھ لو۔ اس رات بڑی قبولیت کی نماز تھی'' یہ یک لخت کیسے ہو گیا؟ یہ مؤکل تھا جس نے آپ کو جگایا۔ چیزوں کے بھی مؤکلات ہوتے ہیں' سورۂ رحمٰن کے اندر بھی ہیں' سورۂ یٰسین کے اندر بھی ہیں بلکہ ہر چیز میں اور طرح کے واقعات میں مؤکل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بغیر اذن کے نہیں کرنا چاہیے اور میں یہ کہتا ہوں کہ مؤکلات کے لیے قرآن پڑھنا ہی نہیں چاہیے۔ قرآن کو برکت کے لیے پڑھو' مؤکلات کے لیے نہ پڑھو اور اگر پتہ چل جائے کہ کہیں جنات ہیں تو ان سے بچو۔ ہمیشہ غیر جنس سے بچو۔ جنات اگر آپ سے مذاق بھی کریں گے تب بھی آپ کو اڑا کے رکھ دیں گے۔ جنات کو قابو کرنے والی بات بڑی مشکل ہے۔ جنات کی جنس اور ہے' بے جنس کے ساتھ دوستی نہ کرنا۔ ان کے ذریعے عرفان نہیں ہو سکتا۔ عرفان کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا۔ معرفتِ الٰہی جو ہے فرشتوں کو نہیں ہے کیونکہ انہوں نے منشائے الٰہی کو نہیں پہچانا کہ آدم علیہ السلام کیوں تخلیق ہوئے بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ تو فساد کرے گا اور ہم آپ کی عبادت کرتے ہیں۔ معرفتِ الٰہی ابلیس کو بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جان نہ سکا کہ اللہ کا منشا کیا ہے؟ معرفتِ الٰہی پیغمبروں میں بھی پوری نہیں ہوئی۔ ترتیب وار' بتدریج کہیں نہ کہیں آپ کو کمی نظر آ جائے گی۔ معرفتِ الٰہی جو ہے وہ مکمل طور پر صرف حضور پاک ﷺ کے پاس آئی اور آپؐ نے کیا کہا؟ آپؐ نے کہا کہ جو اللہ کی معرفت کا حق ہے وہ ہم ادا نہیں کر سکتے' اصل معرفت یہ ہے' باقی دعوے چلے آ رہے ہیں۔ دعوے جو ہیں یہ معرفت نہیں ہے۔ جن بھی ایک دعویٰ ہے۔ حقیقت میں اللہ کی معرفت کیا ہے؟ کہ ہم اس کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ وہ ایسی ذات

ہے کہ ہم اس کی معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ پھر درویشوں نے یہ کہا کہ اللہ کی معرفت یہ ہے کہ ہم اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے اور اس کی یہ پہچان ہے کہ ہم اس کی پہچان نہیں کر سکتے ____ اور کوئی سوال کرو ____

سوال:

بزرگانِ دین کے واقعات کے سلسلے میں بعض اوقات بڑی غیر مستند اور ناقابل یقین باتیں پڑھنے اور سننے میں آتی ہیں کہ اب جیسے آپ نے کہا کہ معرفتِ الٰہی حاصل ہو نہیں سکتی اور ایک مستند بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ساری کائنات کو اپنی ہتھیلی پر دیکھتا ہوں؟

جواب:

اس بزرگ نے یہ فرمایا ہے کہ میں کائنات کو اپنی ہتھیلی پہ دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کائنات کا کہا ہے اللہ کا تو نہیں کہا۔

سوال:

سر! کائنات بھی تو اللہ میاں کی ہے ناں!

جواب:

کائنات اللہ کی مخلوق ہے۔ اس کی معرفت مخلوق کی معرفت ہے۔ میں خالق کی معرفت کہہ رہا ہوں اور مخلوق کی معرفت کا ہونا ممکن ہے۔ یہ خالق کی معرفت کی بات ہو رہی ہے۔ مخلوق، مخلوق کی معرفت کی بات کر سکتی ہے۔ یہ بات شاید سلطان العارفینؒ نے کہی ہوگی۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کا کہنا ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم میری ہتھیلی پر ہیں۔ اور یہ بھی ان کا فرمان ہے کہ ؎

چودہ طبق دلیں دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو

یہ ساری باتیں جو کر رہے ہیں وہ آپ کے لیے کر رہے ہیں اور آپ کو سنانے کے لیے چونکہ آپ ان کی بات مانتے ہو' اب انہوں نے نہ چودہ ہزار گنوائے ہیں' نہ کسی کو چودہ طبق دکھائے ہیں' اور نہ اٹھارہ ہزار عالم کی بات سمجھائی ہے اور نہ رائی کا دانہ ہم نے ان کی ہتھیلی پر دیکھا ہے۔ مثلاً اگر تمہیں بات سمجھ آئے تو سارا آسمان تیری نگاہ میں ہے اور یہ واقعی تمہاری نگاہ میں ہے۔ اتنی سی تمہاری آنکھ اور اتنا بڑا آسمان اس کے اندر آ گیا اور ساری کائنات آنکھ کے تل میں ہے۔ کروڑوں ستاروں کو دیکھنے والی صرف آنکھ ہے۔ اب اگر یہ کہہ دیا کہ سارا آسمان میری آنکھ میں ہے اور نگاہ کو بھی آپ دل میں رکھ لو تو آپ کہہ سکتے ہو کہ سارا آسمان میری ہتھیلی پر ہے' یہ Symbol ہے۔ اب ایک ستارہ آپ لے لو تو اس کی روشنی زمین پر آنے میں کروڑوں سال لگ جائیں۔ کروڑوں سالِ نور چاہئیں اس کو۔ سالِ نور آپ کو پتہ ہوگا ہی۔ روشنی کی رفتار کیا ہے؟ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ' پھر گھنٹے بناؤ' سالوں کے سیکنڈ بناؤ' پھر ضرب دو۔ تو کروڑہا سال سے روشنی زمین پر ہے' انہوں نے کیسے دیکھ لیا؟ بس دیکھ لیا اور ادراک کر لیا۔ پھر وہ یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے یہ غیر ہے اور یہ سب وہم و خیال ہے' ہونا نہ ہونا' بات صرف اللہ کے امر کی ہے اور ہم امر کو جانتے ہیں۔ بات اتنی ساری ہے ؎

جلوے میری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں

جب تو مالک کون و مکان کے ساتھ ہو گیا تو تمہاری نگاہ میں جلوے کون و مکان کے ہی ہوں گے۔ یہ صرف ماننے والے کی بات ہے۔ نہ ماننے والے تو حضور

اکرم ﷺ کے بارے میں یہ نہیں مانتے کہ آپؐ سب کچھ جاننے والے ہیں۔ اس لیے آپ اس بات پہ گھبرایا نہ کرو کہ بزرگ جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ مثلاً میں ایک بات جانتا ہوں کہ ہر آدمی مر جائے گا۔ کیا اس بات میں کوئی دقت ہے؟ بلکہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ سارا عالم فانی ہے' جو پیدا ہوا وہ فانی ہے۔ اسی طرح علم بنتا ہے اور پھر بڑھتا جاتا ہے۔

سوال:

یہی تو میں کہہ رہا تھا جو آپ نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ عرفان کی حد ہے' تو یہ تو ایک عام آدمی بھی جانتا ہے کہ ہم خدا کو نہیں جان سکتے!

جواب:

ناں! ناں! اگر عام آدمی یہ بات کہے گا تو یہ گستاخی ہوگی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم خدا کو نہیں جان سکتے تو یہ بڑی گستاخی ہے۔ اللہ کو جاننے کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس کو جان نہیں سکتے تو یہ پہچان ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں۔ ایک عام آدمی اگر کہتا ہے کہ میں اللہ کو نہیں پہچانتا تو وہ گستاخ ہے اور کافر ہے۔ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ مجھے اللہ کو پہچاننے کی خواہش ہے تو کہو کہ اچھا کوشش کرتے ہیں۔ عمر گزری چلتے چلتے۔ قطرہ سمندر میں جا ملا اور پھر سمندر بہت وسیع نکلا۔ آخر کار قطرہ کہتا ہے کہ سمندر کی وسعت سمجھ نہیں آئی۔ لیکن یہ بات وہ اس راستے پہ چلنے کے بعد کہنے کے قابل ہوا اور یہ ادب سے کہا ہے۔ پہلا شخص جس نے سفر شروع ہی نہیں کیا وہ اگر ایسا بیان دے تو سمجھو وہ گستاخی سے کہہ رہا ہے۔ اس لیے کافر بھی یہ بات کہہ سکتا ہے کہ ہم اللہ کو

سمجھ نہیں سکتے' اور یہ جو علم والا کہے گا کہ ہم اللہ کو سمجھ نہیں سکتے' یہ ادب سے کہے گا۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے ابا کی کتنی طاقت ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ابا کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ تیرے ابا کی طاقت کتنی ہے؟ کہتا ہے ابا کے ساتھ تو محبت ہی محبت ہے' میں طاقت کو نہیں مانتا۔ اب سمجھ آئی کہ پہچان میں کیا فرق ہوتا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ تیرے دوست کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہم نے کبھی اپنے دوست کی طرف دیکھا ہی نہیں۔ یہ گستاخ آدمی ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ تیرے دوست کا کیا حال ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ اس کی طرف ہم کبھی دیکھ ہی نہیں سکتے۔ یہ شوق والا شخص ہے۔ تو دونوں نے دوست کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ایک نے گستاخی سے اور دوسرے نے ادب سے۔ گستاخ آدمی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا اور مؤدب بھی نہیں دیکھتا' اس فرق کو ضرور سمجھو۔ پھر بات سمجھ آئے گی۔ اس لیے پہچان کی بات عام آدمی کی بات نہیں ہو رہی۔ عام آدمی کا فارمولا اور ہے۔ اللہ کا منشاء ہے کہ میں پہچانا جاؤں' تو اس کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ پہلے اپنے آپ کو پہچانو گے تب اللہ کو پہچان پاؤ گے۔ میں نے آپ کو کتنی بار سمجھایا ہے کہ اگر آپ اپنے کان کو دیکھو تو یہ کوئی اور شے مانگتا ہے۔ کان کیا مانگے گا؟ آواز مانگے گا' کسی اور کی آواز مانگے گا۔ نگاہ جو ہے کسی اور طرح کے منظر مانگے۔ گویا کہ آپ کا تمام جسم جو ہے یہ غیر کائنات سے متعلق ہے یعنی باہر کی کائنات سے متعلق ہے۔ اس طرح دل بھی کسی دلبر کی اطاعت سے کائنات سے متعلق ہے اور رُوح کائنات کے مالک سے متعلق ہے۔ جب آپ مقام روح پہ آؤ گے تو آپ مالکِ کائنات سے متعلق ہو جاؤ گے۔ اگر اپنی

نگاہ تک رہو گے تو نظر تک پہنچو گے۔ نظر کیا مانگتی ہے؟ کسی اور کا جلوہ۔ کان کس کی آواز سننا چاہتا ہے؟ کسی اور کی' ذہن کیا سوچتا ہے؟ کسی کا خیال۔ دل کیا چاہتا ہے؟ کسی اور کی دلبری۔ رُوح جو ہے یہ مالک کی بات سنتی ہے کہ مالک کیا ہے۔ اپنی روح کو پہچان لو تو گویا آپ نے امرِ الٰہی پہچان لیا۔ جب آپ نے امرِ الٰہی پہچان لیا تو کچھ نہ کچھ اور آگے چلیں گے۔ پھر آپ یہ پوچھیں گے کہ ارادے بنتے کیسے ہیں' ارادے ٹوٹتے کیسے ہیں' دعا منظور کیسے ہوتی ہے' دعا نامنظور کیسے ہوتی ہے' اور پیغمبر پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے' اللہ کا منشاء کیا ہے' میرے ہونے کا کیا فائدہ' میرے نہ ہونے کا کیا فائدہ ہے' مجھے بھیجا کیوں گیا' پھر مجھے بلایا کیوں گیا' ان سوالوں کا جواب حاصل کرو گے تو ساری معرفت حاصل ہو جائے گی۔ اس لیے یہ جان لو کہ معرفتِ الٰہی آسان ہے ____ آگے بولو ____ اور سوال بولو ____ پوچھو۔

سوال:

سائنس کی رو سے ذہن میں خیال آتا ہے اور ذہن جو ہے وہ Reflexes کو کنٹرول کرتا ہے جب کہ دین میں دل کا زیادہ ذکر ہے۔

جواب:

دین کے اندر ذہن' دل اور روح کی ایک Boundry Line ہے' کوئی سائنس آج تک یہ طے نہیں کر سکی کہ یہاں ذہن ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے دل شروع ہوتا ہے۔ سائنس میں صرف ذہن اور دل اصطلاح ہے سائنس یہ نہیں بتا سکتی کہ ذہن میں جو خیال آتے ہیں وہ کہاں سے آتے ہیں اور کسی ذہن میں

آنے والا خیال تو کئی زمانوں پر محیط ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان بنانے کا خیال کس کو آیا اور کیسے آیا؟ یہ ایک آدمی کا خیال تھا اور ہمارے لوگوں کا نصیب بن گیا۔ اسی طرح کسی ایک آدمی کو جنگ کا خیال آیا اور بے شمار لوگوں کا نصیب خراب ہو گیا۔ جس طرح آنے والے زمانے کا خیال ہوتا ہے اسی طرح بعض اوقات گزرے ہوئے زمانوں کا خیال ہوتا ہے اور بعض اوقات حال کا خیال ہوتا ہے اور یہ اچانک ہوتا ہے۔ سائنس اور مذہب کا جو اختلاف ہے' وہ دراصل اختلاف ہے ہی نہیں' صرف سائنسی بندے اور مذہبی بندے میں اختلاف ہے۔ سائنس جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا نام ہے اور مذہب اللہ تعالیٰ کی عبادت کا درجہ ہے۔ یہ دونوں اللہ کی طرف سے مہربانیاں ہیں مگر بندوں نے اسے آپس میں اختلاف بنا دیا۔ آپ کے اندر دماغ اور دل ہے۔ اب دماغ اور دل کا فرق یہ ہے کہ جب آپ کوئی چیز حاصل کرنا چاہو گے تو یہ دماغ ہے اور جب آپ کوئی چیز دینا چاہو تو دل ہے۔ اگر آپ ایثار کرنا چاہو تو یہ دل ہے' اور اگر آپ حاصل کرنا چاہو تو یہ دماغ ہے۔ دماغ عام طور پر حاصل کرنے پر خوش ہوتا ہے اور دل عام طور پر دے کر خوش ہوتا ہے۔ سائنس اور مذہب کے فرق کو آپ اس طرح سمجھو کہ مستقبل کا خیال کرنے والی اور مستقبل کی آسائشوں کا خیال کرنے والی چیز کو سائنس کہتے ہیں اور مذہب ماضی کے رشتے جوڑنے والا ہوتا ہے۔ مذہب کسی کے ساتھ کلمہ پڑھ کے نسبت قائم رکھنے کو کہتے ہیں۔ مذہب عبادت کی طرف رجوع کرتا ہے' اور سائنس عبادت کی بات نہیں کرتی بلکہ سائنس آسائش کی بات کرتی ہے۔ دونوں میں فرق یوں سمجھ لو۔ اس فرق کو ایسے سمجھو کہ سائنس

ایک ایسا بحری جہاز بناتی ہے جو ڈوبے نہ۔ دماغ سے پوچھو تو وہ کہے گا یہ Ship ڈوبنے نہ پائے۔ اگر دماغ سے پوچھو کہ منزلِ مقصود کہاں ہے تو وہ یہ نہیں بتائے گا۔ منزلِ مقصود بتانا دل کا کام ہے۔ اگر دماغ سے پوچھیں کہ موسم کیسے بدل گئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہوا کی وجہ سے' سورج کی گردش کی وجہ سے اور زمین کی حرکت کی وجہ سے اور یہ خطِ جدی اور خطِ استوا کی وجہ سے اور سورج کی روشنی کی وجہ سے۔ دماغ کی یہ باتیں ٹھیک ہیں مگر دماغ سے اگر پوچھیں کہ یہ بتاؤ کہ سورج' سورج کیوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہاں ہم فیل ہیں۔ پھر پوچھو دن دن کیوں ہے اور رات رات کیوں ہے؟ تو وہ کہے گا کہ سورج کی حرکت سے دن رات پیدا ہو رہے ہیں اور زمین کی حرکت سے دن رات پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اگر اس سے پوچھو کہ زمین کو متحرک کس نے کیا؟ کہتا ہے کہ یہاں آ کر سائنس فیل ہو جاتی ہے۔

سائنس زمین کی حرکت کے نتیجے نکالتی رہتی ہے کہ کس طرح اس میں تغیر ہوگا' تبدل ہوگا۔ لیکن زمین کو حرکت دینے والی کیا شے ہے اور کون سی طاقت ہے؟ یہاں آ کر سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ سائنس فطرت تک پہنچتی ہے اور مذہب فاطر تک پہنچتا ہے اور اگر تم فاطر تک نہ پہنچو' تو پھر سائنس تمہاری گمراہی ہے۔ اب آپ دیکھو کہ سمندر' جہاز اور دوسرے واقعات سائنس کی بدولت ہیں مگر پھر بھنور کیا ہے۔ یہ مقدر ہے۔ یہ مقدر کس نے بنایا؟ یہاں سائنس فیل ہو جاتی ہے۔ سائنس کا علم کیا ہے؟ سب قوتیں جو ہیں یہ اپنا دفاع چاہتی ہیں اور اپنے دفاع کے لیے اور موت سے بچنے کے لیے دوسری قوموں پر Attack کی تیاری کر رہی

ہیں۔ یہ ہے تمہاری سائنس۔ بس سائنس کا اتنا سا علم ہے۔ سائنس کا کام یہ ہے کہ دفاع کو Attack سے کنٹرول کرتی ہے اور دوسرا ملک بھی دفاع کو Attack سے کنٹرول کرے گا تو

In order to have peace they are preparing for war and they will go to war سائنس بے چاری کا کل کنٹرول یہ ہے کہ امن کی خاطر جنگ لڑے گی' او یہ ہے اصل فساد۔ اگر ہم مذہب کی طرف جائیں تو مذہب میں دوسرے کا حق زیادہ ہے۔ یعنی دوسرے شخص کو حق دو۔ سائنس کو اگر Negativity سے بچالیا جائے اور نقصان دینے سے بچالیا جائے تو یہ سائنس مذہب ہے۔ جس طرح سائنس نے انسان کی خدمت کی ہے' اور زندگی کو آسانی دی ہے تو اگر زندگی سائنس کو قبول کر لے تو اس طرح کی سائنس عبادت ہے' مذہب ہے۔ لیکن ہماری زندگی نے سائنس قبول نہیں کی ہے۔ آسائش کی ساری باتیں دیکھ لو' آسائش اور آرام سے رہنا بیماری کا باعث ہے۔ اگر آپ ٹھنڈے کمرے میں بیٹھے ہو اور باہر گرمی میں نکل آؤ تو بیماری ہو سکتی ہے۔ ہماری Medicine بہت Develop کر گئی ہے' سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے مگر بیماری ختم نہیں ہو سکتی۔ لاہور کتنا بڑا میٹروپولیٹن سٹی ہے اور میٹروپولیٹن بڑا طاقت ور شہر ہوتا ہے لیکن آپ بھی جانتے ہیں' ہم بھی جانتے ہیں' کہ شہر میں مچھر بڑے ہیں۔ بڑی شرمندگی کی بات ہے۔ مکھیاں بڑی ہیں' کمروں میں چھپکلیاں ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور بڑی شرمندگی کی بات ہے۔ بیسویں صدی گزار رہے ہیں ہم لوگ اور ہم اتنے بڑے مہذب لوگ ہیں اور کمپیوٹر کی Age میں رہ

رہے ہیں مگر مچھر' مکھیاں اور چھپکلیاں اسی طرح زندہ ہیں۔ اب اصل بات کی طرف آؤ کہ سائنس نے آپ کو کیا دیا ہے اور کیا نہیں دیا' اور مذہب نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔ اس بات کو چھوڑو۔ اب یہ سوچو کہ آپ کی زندگی چار روزہ ہے۔ سائنس کے ذریعے اپنی زندگی Develop کرو اور مذہب کے ذریعے عبادت کرو اور آرام سے رخصت ہو جاؤ۔ بہتر بات یہ ہے کہ سائنس اور مذہب کو آپ ملا کر چلو۔ اپنی اس طرح کی گاڑی سے اپنے آخری مقام تک۔ اس لیے بہتر بات یہ ہے کہ ملا کے چلاؤ سائنس کو اور مذہب کو' یعنی کہ دل کو اور دماغ کو۔ اس طرح ساری باتیں ٹھیک ہو جائیں گی۔

اب آخر میں دعا کرو۔ دعا کیا کی جائے؟ پہلی دعا تو یہ کی جائے کہ یا اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو آخری وقت تک صحت اور عافیت سے رکھ۔ یا رب العالمین جو ہمارے عزیز بیمار ہیں ان کو شفا عطا فرما۔ یا ربّ العالمین جو لوگ اندیشے میں ہیں ان کے اندیشے دور فرما۔ یا رب العالمین جو لوگ ضرورت مند ہیں ان کی ضرورتیں پوری فرما اور جن کے حالات کمزور ہیں ان کے حالات بہتر فرما۔ یا ربّ العالمین ہمیں دین اور دنیا کے اندر بہتری عطا فرما اور استقامت عطا فرما۔

ہماری یہ زندگی اور وہ زندگی دونوں بہتر ہوں۔ اپنا فضل رکھ اور اپنے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے رکھ اور ملک کے حالات جو ہیں یہ بھی ایسے بہتر کر دے کہ ملک آنے والے زمانوں تک ہمیشہ رہے اور اسلامی تشخص کے ساتھ رہے۔ کابل کو ہمارے لیے اندیشہ نہ بنا۔ یا رب العالمین کابل کو اسلام کے حوالے سے آزاد فرما اور یہ بھی اسلامی تشخص کے ساتھ اپنی ترقی پر گامزن ہو۔ اور

یہاں سے لے کر وہاں تک پورے کا پورا اسلامی Belt بن جائے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و حبیبنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یاارحم الراحمین۔

——OOO——

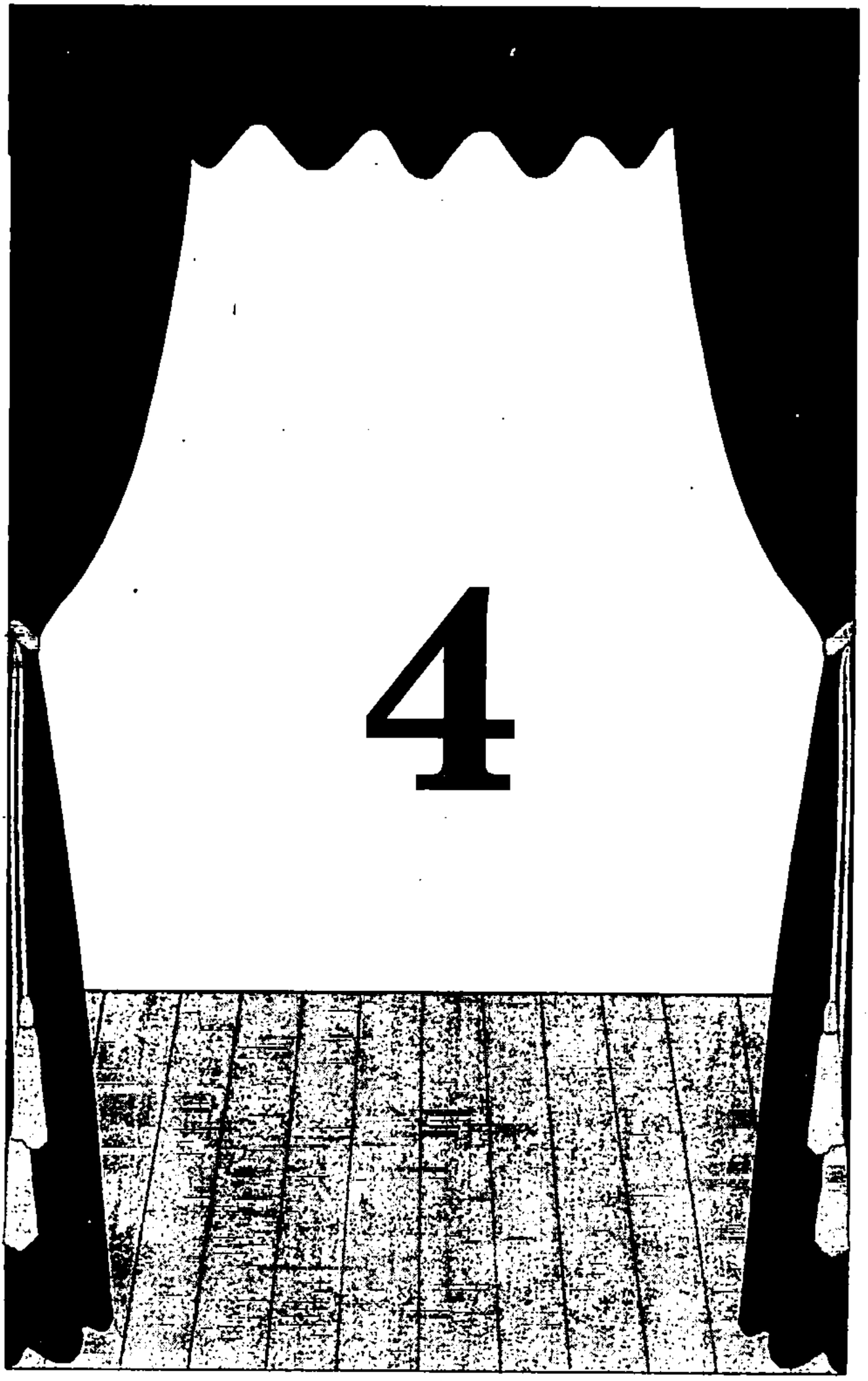
4

1 کوئی اس طرح کی جامع وضاحت فرمائیں کہ عبادت کا مفہوم بھی سمجھ آجائے اور ہم اسے اپنی ذاتی زندگی میں آسانی سے نافذ بھی کرسکیں!

2 اللہ نے انسان کو اپنی فطرت کے مطابق بنایا ہے۔ اس فطرت کے اندر رہ کر عبادت کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

3 قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر اللہ تعالیٰ کا بیان پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

4 اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کائنات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟

سوال:

گزارش یہ ہے کہ میں نے ایک حدیث رسول اللہ ﷺ پڑھی ہے (میری جان قربان ہو آپ ﷺ پر) فرمایا کہ پانچ زمانے ہوں گے' پہلا زمانہ دین کا' دوسرا حیا کا' تیسرا وفا کا' چوتھا مدارات کا' پانچواں ریا کا اور خودغرضی کا۔ اب دیکھئے ہم اس زمانے میں ہیں جس میں زیادہ تر Majority جو ہے وہ ریا اور خودغرضی میں ہے۔ اب Individual طریقے سے ہم سوچیں' شخصی طریقے سے سوچیں تو ہر آدمی کے لیے اپنی اپنی توبہ ہے' اپنے گناہوں سے توبہ کرے یا اپنے اعمال پر نظر ڈالے کہ اس کے اعمال کی قیمت کیا ہے' پانچ فیصد ہے' دس فیصد ہے کہ بیس فیصد ہے۔ اس پر فکر کرے اور اس کی قیمت لگائے۔ گناہ ہے تو اس سے توبہ کرے' اللہ غفور الرحیم ہے' اسے بخشے گا' یہ تو ہوئی ذاتی توبہ' اور اجتماعی توبہ کا مطلب ہے کہ یہ جو ہے ریا اور خودغرضی کا زمانہ' آپ کی اس مجلس میں بیٹھنے سے ایک فائدہ ضرور ہوگا کہ ہم ایک زمانہ پیچھے' مدارات کے زمانے میں داخل ہو جائیں گے یعنی کہ کسی کو تکلیف ہوگی تو اس کا ہم ساتھ دیں گے' کسی کو درد ہوگا تو اس کی دوا کریں گے' اگر کوئی گر گیا تو اس کو اٹھائیں گے۔ اگر اس سے پہلے بھی مل بیٹھیں گے تو وفا کا زمانہ آسکتا ہے۔ اب میں یہ نہیں کہتا کہ اچھے لوگ نہیں ہیں'

اس ریا اور خودغرضی کے دور میں بھی مدارات والے ہیں' ابھی بھی وفا والے ہیں' ابھی بھی حیا والے ہیں' اگر یہ نہ ہوں تو دنیا چل ہی نہ سکے۔ اجتماعی صورت میں مقصد حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے شروع کیا ہے۔ اس طرح ہم کم از کم ایک دور تو پیچھے چلے جائیں گے' اتنا تو ہو کہ ہم کسی کا دکھ درد سنیں' کسی کی جان چھڑوائیں ____

جواب:

سوال کا شکریہ۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ جو حضرات یہاں تشریف لاتے ہیں وہ Interest لیتے ہوئے ایک دوسرے کے لیے دعا کی حد تک اور اعمال کی حد تک کام کریں۔ فرض کرو ہمارا دعویٰ یا خواہش یہ ہو کہ ہم لوگ پھیل کر بہت دور تک جا سکتے ہیں' تو یہ تو بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اپنے متعلقین اور ساتھی مہیا کر سکتے ہو' اگر ہم یہاں کمرے میں بھر گئے تو خود بخود ہی باہر میدان میں نکل آئیں گے۔ اس لیے اس فکر کے پھیلنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اس خیال کے ساتھ چلو اور اطمینان سے ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ چلتا جائے' بات بن جائے گی' تعداد بن جائے گی۔ پہلے ہم یہاں تعداد میں Saturate ہوں تو پھر ہم دس بیس آدمی نکلنے کے قابل ہو جائیں گے' تو نکلنے سے پہلے تعداد کے اندر اضافہ کریں۔ مطلب یہ کہ اس طرح آہستہ آہستہ بات پھیلتی جائے گی ۔

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

مطلب یہ کہ بات اگر دل کی گہرائی سے نکلے تو خود بخود پھیلے گی۔ اب بجائے اس کے کہ ہم فاصلے طے کر کے لوگوں کو بتائیں ان کو پاس بلا کے کہہ سکتے ہیں۔ ہم خیال لوگوں کو بلانے کے لیے آپ لوگ کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پھر ایک آدھ آدمی چلتے چلتے' پردیسی پیدل' بس پہ' کہیں نہ کہیں سے آ سکتا ہے۔ اس طرح ایک صورت حال پیدا ہو جائے گی' پھر ہر طبقہِ خیال کے لوگ آ جائیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہیں خیال تکمیل پا جائے گا۔ ورنہ ہم اجلاس کریں' جلسہ کریں تو اس میں خیال کو ماننے والے' خیال کو مسترد کرنے والے' تائید کرنے والے' تنقید کرنے والے' بحث کرنے والے سب جمع ہو جائیں گے اور پھر لمبی چوڑی بحث کی صورت بن جائے گی۔ پہلے ہم اپنے Basic Group کو Sound کر لیں' اس کے بعد ہم باہر نکل سکتے ہیں۔

Let us try to make ourselves effective کیا خیال ہے آپ کا؟ اب کوئی دوسرا سوال کریں۔

سوال:

سر کوئی اس طرح کی جامع وضاحت فرمائیں کہ عبادت کا مفہوم بھی سمجھ آ جائے اور ہم اسے اپنی ذاتی زندگی میں آسانی سے نافذ بھی کر سکیں؟

جواب:

ہمارا مضمون جو اصل میں Throughout چلا آ رہا ہے' وہ یہ ہے کہ ہم انفرادی سطح پر خیال کو کس طور پر سمجھیں کہ ہماری ذاتی زندگی ہر قسم کی Disturbance سے آزاد ہو جائے اور ہماری عبادت جو ہے وہ بھی تفکرات سے

محفوظ ہو جائے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ زندگی بھی خوش گوار رہے اور یہاں سے رخصت بھی خوشگوار ہو۔ مدعا تو اتنا سارا ہے۔ اس مدعا کو سمجھنے کے لیے آپ اس مسئلے کی فلاسفی کو سمجھو' اس کا اصل سمجھو' جوہر سمجھو۔ ایک اہم سوال پر غور کرنا چاہیے کہ عبادت کیا ہے؟ اب عبادت کے سلسلے میں بحث کی کوئی بات نہیں۔ صرف اللہ کے حکم کو بجا لانا ہے! اس کو Define کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو فرائض اللہ نے مقرر فرمائے ہیں ان کی بجا آوری عبادت ہے۔ اللہ کریم کے احکامات' جو اللہ کریم کی طرف سے انسان پر نازل ہوتے ہیں' وہ اللہ کریم کے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ مختلف زمانوں میں پیغمبر آئے اور آخر میں ہمارے لیے سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی کی تشریف آوری ہوئی۔ وہ احکامات اور ارشادات' بلکہ جو بھی آپ ﷺ کا فرمانا ہے وہ ہمارے لیے اللہ کا حکم ہے۔ اگر اس میں کچھ کرنے کا کہا گیا ہے تو وہ کرنا عبادت ہے۔ کچھ نہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے تو اس کا نہ کرنا عبادت ہے' اس لیے ہمارے لیے عبادت کا مفہوم بڑا واضح ہے۔ انسان عبادت ضرور کرے گا۔ وہ اللہ کریم کی عبادت اس طریقے سے کرے گا جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہ اس انسان کا دین ہوگا۔ اس دین کے حوالے سے وہ عبادت کرے گا۔ انسان جو کام دین کے حوالے سے کرے گا وہ عبادت ہوگا۔ دین اللہ کے ارشادات کا نام ہے۔ ارشاد کو ہم براہِ راست سمجھ نہیں سکتے۔ اس لیے اگر ایک شخص پوچھتا ہے کہ جی میرے لیے کیا ارشاد ہے۔ ''تیرے لیے یہ ارشاد ہے کہ نماز پڑھو''۔ کوئی دوسرا شخص پوچھتا ہے کہ جی میرے لیے کیا ارشاد ہے؟ ''تیرے لیے یہ ارشاد ہے کہ پیسے خرچ کر کے آجا''۔ مطلب

یہ ہے کہ منع کی گئی باتوں سے رکنا اور حکم پورا کرنا ہے۔ چاہے انسان کو سمجھ آئے نہ آئے کہ یہ احکامات جو ہیں' Positive یا Negative ہیں' ان کا بجالانا عبادت ہے۔ یہ عبادت انسان نے کرنی ہے' اسی زندگی میں کرنی ہے اور اس زندگی سے ہٹ کر نہیں کرنی۔ اب یہاں صاحبانِ غور کے لیے ایک مسئلہ غور والا ہے کہ یہ عبادت یعنی اللہ کریم کے جو احکامات پیغمبروں کے ذریعے آئے ہیں اور یہ سارے کے سارے' سب لوگوں کے لیے بغیر کسی Exception کے Uniformly Applicable ہیں' یہ بڑا غور والا پوائنٹ ہے کہ اللہ کریم نے ہر مسلمان کے لیے بغیر کسی Exception کے نماز کو فرض قرار دیا اور اگر بات صرف یہیں تک ہوتی تو پھر سب لوگوں کو Uniform Character ملتا' کردار یکساں پیدا ہوتے یعنی اگر یکساں عمل ہو رہا ہے تو یکساں کردار پیدا ہوتے۔ ایک تو عمل برابر ہے' دوسرا حکم دینے والا وہی ایک ہی ہے تو زندگی یکساں پیدا ہوتی مگر زندگی یکساں پیدا نہیں ہو رہی۔ اب یہ بڑی Important بات ہے! دَور یکساں نہیں جیسا آپ نے پہلے کہا تھا کہ ادوار آئیں گے' سرکار ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ___ دَور یکساں نہیں' زندگی یکساں نہیں ___ اس لیے مختلف خیال اور کردار کے لوگوں کے Involve ہونے سے نتیجہ غیر برابر نکلتا ہے۔ کیونکہ زندگی Basically غیر برابر ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں' غور کر رہے ہیں؟ مثلاً ایک آدمی کو عبادت نے ولی بنا دیا' دوسرا عبادت میں لگا ہوا تھا' پیچھے چوری ہو گئی اب یا تو گارنٹی ہو کہ عبادت کے دوران چوری نہیں ہو گی یا پھر تالا چابی کا انتظام ہو۔ عبادت یکساں ہے' احکام یکساں ہیں' عبادت کے نتائج بھی یکساں ہیں لیکن عموماً

کردار یکساں نہیں ہیں' تو یکساں طرزِ عمل غیر یکساں نتیجہ برآمد کرے گا۔ جب یہ بات سمجھ نہیں آتی تو لوگ بحث کرتے ہیں۔ حالانکہ حکم ایک ہے اور منفعت ایک ہے اور اس حکم کی بجا آوری کا نتیجہ بھی ایک ہے۔ لیکن چونکہ حکم دینے والی ایک ایسی اتھارٹی ہے جس نے انسانوں کو الگ الگ ماحول میں پیدا کر دیا لیکن عبادت کے احکام ایک جیسے ہیں۔ اس لیے الگ الگ انسان جب اللہ کے احکام کو قبول کرتے ہیں تو نتیجہ ایک سا نہیں ہوتا۔ اللہ کریم کا ہر حکم جب بھی آپ بجا لائیں گے' عبادت ہوگا۔ اللہ کریم نے اپنے احکامات آپ تک پیغمبروں کے ذریعے بھیجے۔ اللہ کریم کے کچھ احکامات آپ کو اپنی زندگی کے حوالے سے ملتے ہیں مثلاً جو قدرت کی طرف سے فرض ہوا سے پورا کرنا عبادت ہے۔ اگر سانس لینا فرض ہے تو سانس کی حفاظت عبادت ہے۔ اگر اولاد کی پرورش کرنا فرض ہے تو ان کی دیکھ بھال بھی عبادت ہے۔ اگر آپ کا اپنے ماحول میں گزارہ کرنا فرض ہے تو پھر یہ عبادت ہے۔ اب یہاں ایک چیز بڑے غور والی ہے کہ وہ جو Uniform عبادت کی بات فرمائی گئی یعنی سب کے لیے برابر عبادت' وہ تو ایک ملت کے لیے عبادت کا Collective تصور ہے' Collective حکم ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ملت کے طور پر یہ آپ کا تشخص ہے اور ایک امت کے طور پر یہ آپ کے لیے فلاح کا راستہ ہے اور جب آپ نماز پڑھ چکو تو پھر آپ الگ الگ ہو جاؤ اور اپنے اپنے کاروبار میں لگ جاؤ۔ اب کوئی گاہک ہے' کوئی دوکاندار ہے' کوئی بندہ ہے' کوئی صاحب ہے۔ یہ سب الگ الگ ہیں مگر عبادت میں یہ سب ایک صف میں ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یہ شعر بڑا غور طلب ہے کہ جب سارے تیری سرکار میں ایک ہیں تو پھر بندہ و صاحب و محتاج کی تقسیم ہی کیوں ہے؟ جب بندہ و صاحب و محتاج نے عبادت میں ایک ہو جانا ہے تو پھر عبادت سے پہلے کیوں نہیں ایک ہو جاتے۔ دراصل سب مسلمانوں کا ایک ہو جانا ہی عبادت ہے اور عبادت کا اصل ہے ایک ہو جانا۔ تم تو پہلے ایاز اور غزنوی بناتے ہو اور پھر ایک ہوتے ہو۔ پہلے غزنوی کو توڑ پھر ایاز اور غزنوی کو برابر کر دے' یہ ہے عبادت! تو اللہ کی عبادت کا مفہوم غزنوی اور ایاز کو برابر صف میں کھڑا کرنا ہے۔ لہٰذا اللہ والوں کا مفہوم غزنوی کا مال اٹھا کے ایاز کو دے دینا ہے۔ جب عبادت کا مفہوم برابر کرنا ہے تو برابری ہی عبادت ہے۔ مدعا یہ ہے کہ سارے ہی ایک جیسے ہو گئے اور سب سے بڑے Reform کرنے والے' اللہ کی طرف سے تشریف لانے والے' کائنات کی تخلیق کے جو باعث ہیں' حضور پاک ﷺ آپؐ نے بھی پیٹ پر پتھر باندھا۔ یہ تم کہتے ہو کہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے عمل کر کے بتایا کہ آپؐ کی ذات گرامی باقیوں سے اسباب میں بہتر نہیں' احوال میں بہتر ہے' اقوال میں بہتر ہے اور مقامات میں بلند ہے۔ لیکن یہ جو حال ہے' دنیاوی حالات ہیں' اس میں آپ ﷺ نے اپنے آپ کو سب کے برابر رکھا۔ جب عبادت کا تصور دینے والے کا یہ

حال ہے تو آج عبادت بیان کرنے والے لوگ اگر اس حال کے علاوہ ہوں تو عبادت کو کیسے بیان کریں گے؟ لہٰذا عبادت کا مفہوم دینے والا اگر حالات میں عبادت کا تصور دینے والوں سے مختلف ہے تو اس کے لیے لوگوں کو یہ حکم دینا صحیح نہیں ہے کہ آپ عبادت میں آؤ ہر چند کہ عبادت کا نظام صحیح ہے۔ لہٰذا اس پہ غور کریں۔ یہاں ایک نکتہ بڑا ضروری ہے کہ عبادت نے ایک بڑا اہم کام یہ کیا ہے کہ جو شخص اپنے معاشرے سے یا اپنے مقام سے یا اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گیا یا ان سے مال زیادہ حاصل کر لیا' اس کو ایک یکساں Form of عبادت میں بلا کے اس کی تبدیلی کی گئی۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ایک واقعہ سنو کہ سرکار دو عالم ﷺ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے' ایک پختہ مکان بن رہا تھا' آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ نام بتایا گیا صحابی ؓ کا۔ وہ صحابی ؓ جب مسجد میں تشریف لائے اور سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ صحابی ؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے کیا؟ انہوں نے کہا اور بات تو کوئی نہیں' صرف تیرے مکان کے بارے میں پوچھا گیا تھا۔ وہ صحابی ؓ جا کے مکان گرا آئے۔ واپس آ کے حضور پاک ﷺ کو سلام کیا۔ آپؐ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ ''تم یہاں رہنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں''۔ مدعا یہ ہے کہ وہ جو عبادت کا تصور ہے اس کے اندر ایک عمل عبادت کے علاوہ بھی ہے جس پر کسی سازش کی وجہ سے آج تک گرد و غبار رکھا گیا اور وہ گرد و غبار کسی Reaction میں رکھا گیا ہے کہ کہیں اس میں سوشلزم نہ آ جائے' کمیونزم نہ آ جائے' کچھ اور واقعات نہ ہو جائیں کچھ یہ بھی ہوا کہ Capitalism کے ساتھ

ہی Mullahism شامل ہوگیا تھا' اس لیے بھی یہ بات گردوغبار میں رکھی گئی ہے کہ عبادت کے برابری کے تصور کے ساتھ ساتھ انسانوں کے ساتھ ہر حال میں یکساں سلوک ہو۔ ___ اور تمام وسائل کی تقسیم میں بھی یہ سلوک ہو ___ یہ عبادت کے لیے Condition ہے بلکہ Pre-condition ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ کریم نے کسی کو تین آنکھیں عطا نہیں فرمائی ہیں' دو دو آنکھیں ہیں' وہی چہرہ' پیدائش میں برابر' موت میں برابر' وہی زندگی' وہی آنسو' وہی مسکراہٹیں' اسی طرح اولاد' اسی طرح ماں باپ۔ یہ جو درمیان میں فارمولا ہے مختلف زندگی کا' یہ فارمولا تو اللہ کی پسند کا نہیں ہے۔ چونکہ انسانوں میں اخوت اور برادری کا رشتہ بنایا گیا اور اخوت کا ایسا رشتہ بنایا گیا ہے کہ تم اور بھائی' دونوں مل کر باہم برابر ہو جاؤ' کم از کم پچاس فیصد تم بھائی کے ساتھ برابر ہو جاؤ' اس کا مال اور اپنا مال ملا کے دو پہ تقسیم کر دو تو پھر یہ بھائی چارہ ہوگا۔ اسلام نے پوری ملتِ اسلامیہ کو وحدت میں رکھا۔ لہٰذا ملتِ اسلامیہ کی Total Earning یا ٹوٹل سرمایہ جو ہے یہ ٹوٹل افراد میں یکساں تقسیم ہو تو پھر عبادت بنتی ہے ورنہ عبادت کا تصور بنتا نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جیسا کہ میں نے کہا' عبادت کے تصور میں ایک اور بات بڑی قابل غور ہے کہ اللہ کریم کے احکام کی بجا آوری عبادت ہے۔ احکام آپ خود بھی پہچانتے ہو یعنی اگر بیماری آ گئی تو صحت کا خیال رکھنا۔ اس طرح ایک چیز یہاں بڑے غور والی ہے کہ جب اللہ کریم نے انسان کو پیدا کیا تو ایک صفت یا ایک صلاحیت' اس انسان میں باقیوں سے نمایاں طور پر الگ رکھ دی۔ جس طرح منصبِ پیغمبری ہے۔ پیغمبر کسی کوشش کا نام تو نہیں ہو سکتا۔ یہ تو

آپ بھی جانتے ہو اور یہ آپ کا عقیدہ بھی ہے۔ اگر پیغمبر کے لیے کوئی فارمولا بنادو گے کہ آپ یہ تھے' آپ یہ کرتے تھے' لہٰذا پیغمبر تھے' یہ تو بالکل گمراہی ہو جائے گی۔ جو پیغمبر تھے' ان کی ہر بات ہی صحیح ہے کیونکہ پیغمبر خود نہیں بن جاتا' اللہ کی طرف سے بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا منصبِ نبوت کے تحفظ کا تقاضا ہے کہ وہ Uniform عبادت کے تصور سے ماوراہو۔ لہٰذا پیغمبر کی عبادت ماوراہو گی۔ وہ خود عبادت کا Uniform تصور دے رہے ہیں اور آپ خود Uniform عبادت میں شامل ہو گئے تب بھی پیغمبر کی عبادت دوسروں سے الگ ہو گی' پیغمبر کی نماز الگ ہو گی' ہم Follow کریں گے' ہم Imitate کریں گے لیکن ہماری نماز ان کی نماز کے برابر کبھی نہیں آسکے گی کیونکہ وہ منصب اور ہے۔ عمل تو یہی ہے لیکن اس کا نتیجہ اور ہے۔ یہ اس لیے ہے چونکہ وہ مقام اور ہے۔ لہٰذا اگر ہم یہ کہیں کہ ہم بھی وہی عمل کر رہے ہیں کہ کتاب سناتے ہیں' کلام سناتے ہیں' تبلیغ کرتے ہیں' ویسے ہی کرتے ہیں جیسے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تو اس سے بڑی گمراہی کوئی اور ہے ہی نہیں۔ ویسے کرنے کے لیے ویسی طبیعت چاہیے۔ آپ اپنے طور پہ کرو گے تو آپ کی تبلیغ گمراہی پیدا کر سکتی ہے اور ان کی تبلیغ جو ہے وہ ہمیشہ اصلاح پیدا کرے گی' چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ایک خصوصی ذات ہیں اور ایک خصوصی پیغام ہیں اور ایک مخصوص شخصیت ہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ جس کے پاس کوئی صفت ہے اس صفت کا تحفظ کرنا عبادت ہے اور اگر وہ پیغمبر ہیں تو ان کی صفت کے اوپر مرمٹنا آپ کی عبادت ہے۔ اس صفت کے تحفظ میں اگر آپ جان دیتے ہو تو یہ آپ کی عبادت ہے۔ وہ ایک الگ عبادت ہے' باقی Uniform

فارمولا ہے۔ اپنی صفت کے تحفظ کی بات کے بعد اگلی بات پہ غور کرو۔ وہ جو بھیجنے والا ہے اگر شاہین کو قوت اور شوقِ پرواز عطا کرے اور شاہین عبادت کرتا رہے اور پرواز نہ کرے تو پھر عبادت غلط ہوگی۔ لہٰذا عبادت کا اصل یہ ہے کہ اس صلاحیت کا بھی تحفظ کر جو تجھے باقیوں سے الگ ملی ہے۔ اگر وہ صلاحیت تو نے توڑ دی ہے اور عبادت قائم رکھی ہے تو سمجھو کہ تو گمراہ ہو گیا۔ لہٰذا عبادت کرنے والا گمراہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں Exception صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ کے خاص بندے ہیں' جن کے مراتب اللہ خود مقرر کرتا ہے اور جو اپنے مرتبے کے خود ہی محافظ ہیں۔ لہٰذا جس کے منصب میں شہادت لکھی گئی ہے وہ شہادت اگر ترک کر دے تو پھر تو عبادت نہ ہوئی۔ اس کے لیے شہید ہونا عبادت ہے۔ اب آپ غور کرو کہ اللہ کریم نے ہر انسان کی فطرت میں ایک خاص صفت رکھی ہے۔ اس صفت کو آپ نے Locate کرنا ہے۔ عبادت تو Uniform ہے' برابر' سب کے ساتھ' اللہ کے عطا کردہ مفہوم کے مطابق' لیکن آپ کی ایک Special Distinction ہے کہ اگر آپ کو علم مل گیا' مرتبہ مل گیا' سوز مل گیا' فغاں مل گیا' آہ و فغانِ نیم شبی مل گئی اور جو بھی چیز مل گئی اس کا تحفظ کرنا ایک الگ عبادت ہے۔ آپ نے اس چیز کا تحفظ کرنا ہے۔ ایک آدمی جو اس صفت کا یا مرتبے کا تحفظ نہیں کرتا اور لوگوں میں عبادت کے نام پر مشہور رہتا ہے' کہ حاجی صاحب ہیں' عبادت گزار ہیں اور آٹے میں ملاوٹ کرتے ہیں' اگر وہ عبادت کرتے ہیں تو عبادت تو کوئی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ جو منصب ہے لوگوں کو' غریبوں کو' بھائیوں کو' مناسب دام میں آٹا کھلانے والا' تو وہ تو فیل ہو گیا۔ لہٰذا جتنی Uniform عبادت ہے وہ پیچھے رہ جاتی

ہے کیونکہ وہ شخص اصل میں مسلمانوں کا دشمن ہے۔اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کا دشمن اگر مسجد بنائے تو وہ مسجد گرادو۔مسلمانوں کا ایک دشمن منافق ہوتا ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر منافق یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں مگر یہ منافق جھوٹ بولتے ہیں۔لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ جھوٹا آدمی جو فطری طور پہ جھوٹا ہے اگر وہ عبادت کے حوالے سے سچ بھی کہہ رہا ہے تب بھی بے اثر ہے' تب بھی غلط ہے۔لہٰذا صداقت کے احکامات کو بیان کرنے کے لیے پہلی شرط تمہارا صادق ہونا ضروری ہے۔تب جا کے تم یہ بات کہہ سکتے ہو۔وہ جو فطرت نے تمہارے اندر سپیشل قسم کا ایک جوہر رکھا ہے اس کا تحفظ ضروری ہے۔مثلاً ایک شخص ڈاکٹر ہے اور اگر وہ عبادت کی وجہ سے ڈاکٹری کے اندر ملاوٹ کر گیا یعنی یہ کہتا ہے کہ Patient کو چھوڑو' نماز کا ٹائم ہو گیا ہے' نماز پڑھتا رہا اور اگر Patient مر گیا تو یہ اس کی عبادت جو ہے ناں At the cost of patient ہے۔لہٰذا عبادت کا جو اسلام نے مفہوم بنایا' یہ Common Form ہے Prayer کی۔اور آگے جو ہے وہ تمہارے اللہ کے ساتھ تمہاری Sincerity کی۔اگر تم اللہ کے سامنے Sincere نہیں ہو' اپنی ذات میں Sincere نہیں ہو تو یہ ظاہر کی جو عبادت ہے وہ تمہارے کام نہیں آئے گی۔لہٰذا اس عبادت کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ کو یہ پہچان ہونی چاہیے کہ خالی عبادت کی جو Form ہے یہ کام نہیں آئے گی جب تک کہ آپ فطری طور پر اور اصلی طور پر اس خیال کے ساتھ تعاون نہ کریں جس خیال نے آپ کو یہ چیز دی ہے اور جو فارم آپ ﷺ نے کر کے دکھائی ہے کہ

برابری کیسے ہے اور اخوت کیسے ہے' اس کے مطابق نہ چلو تو یہ عبادت نہیں۔ آپ نے پڑھا ہوا ہے کہ ایک جنگ میں زخمی ہونے والے کئی اصحاب ایک دوسرے پہ ایثار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے آپ پانی پیو' پہلے آپ پیو' اور پھر سارے ہی شہید ہو جاتے ہیں۔ مقصد یہ کہ Brother thy need is greater than mine کے مطابق وہ یہ کرتے کرتے سارے ہی شہید ہو گئے۔ اگر یہ ایثار موجود نہیں ہے بلکہ خود غرضی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ دھوکا ہے اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی خواہش ہے اور مال کا غرور ہے اور اعمال کا غرور ہے او دوسرے لوگوں کی Cost پر عبادت ہو رہی ہے تو عبادت Uniform نتیجہ کیسے پید اکر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عبادت کے باوجود اور اسلام کے باوجود' مسلمانوں کی حالت پست ہے۔ اگر آپ مانتے ہو کہ آپ کا اللہ واقعی وہ اللہ ہے جو کائنات کا بنانے والا ہے اور آپ یہ بھی مانتے ہو کہ وہ قادر ہے ''علیٰ کل شیء قدیر'' ہے اور یہ بھی مانتے ہو کہ اس کا پسندیدہ دین جو ہے وہ اسلام ہے اور آپ یہ بھی مانتے ہو کہ آپ اسلام میں ہیں' وہ اللہ جو مالک ہے' اپنی کی پسندیہ دینِ اسلام ہے' وہ اللہ آپ کے کام بالکل نہیں کرتا۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ آپ جو دین کے حوالے سے دین کے اندر بے دین لوگ اکٹھے ہو گئے ہو' یہ آپ کی سزا ہے۔ اس لیے پہلے اپنے اندر دین نافذ کرو ____ جب تک آپ اللہ کو واقعی نہیں مانتے' اس کی واقعی عبادت نہیں کرتے' یہ عبادت آپ کے لیے کچھ رنگ نہیں لائے گی۔ ایک جگہ ایک بزرگ تقریر کر رہے تھے کہ مسلمانو! تم نماز نہیں پڑھتے' عبادت نہیں کرتے' اگر تم لوگ نماز پڑھو اور عبادت کرو تو اللہ تعالیٰ

آپ کو بڑی برکت دے گا' تمہارے بھی ایٹم بم بن جائیں گے' تمہاری بھی بڑی فیکٹریاں لگ جائیں گی۔ ایک آدمی فی البدیہہ بولا کہ اگر نماز ہی ایٹم بم کی شرط ہے تو وہ لوگ جو بم بنا چکے ہیں وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ پس ماندہ ہونا اس لیے نہیں ہے کہ نماز نہیں پڑھتے۔ اصل میں جو منافق ہے وہ نماز کے باوجود بھی پسماندہ رہے گا۔ نماز آپ کے باطن کا خبث دور نہیں کرتی' صرف ظاہر کی بے حیائی ترک ہو جائے گی۔ جب آپ نماز میں ہیں اب اس دوران کیا بے حیائی ہوگی۔ اگر آپ واقعی نمازی ہیں تو آہستہ آہستہ ایک ''فارم'' بن جائے گی اور ایک معاشرہ بن جائے گا۔ لیکن وہ جو بنیادی Dishonesty ہے وہ کیسے دور ہوگی۔ اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ اس کی اصلاح کو تزکیہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اگر انسان متقی نہ ہو تو قرآن ہدایت نہیں دیتا! یعنی اللہ کا کلام اس آدمی پر اثر نہیں کرتا جو متقی نہ ہو۔ لہٰذا قرآن نے متقی نہیں بنایا' متقی نے قرآن کو سمجھنا ہے۔ تقویٰ تو Pre-condition ہے۔ پہلے آپ نے ایک اچھا انسان بننا ہے۔ اچھا انسان ہونے کی حیثیت سے آپ کے لیے نماز درجات کا ذریعہ ہے۔ نماز میں بڑے درجات ہیں' انتہا کا درجہ آپ کے لیے ہو سکتا ہے اگر آپ کے اندر وہ باطنی خرابی نہ ہو۔ ایک حدیث شریف یاد ہوگی آپ کو کہ ایک آدمی جس کا رزق حرام ہے' جس کے افکار حرام ہیں' جس کے بال پراگندہ ہیں' جس کا لباس ناپاک ہے' جس کی زندگی صحیح نہیں ہے' اگر وہ عبادت کرتا ہے اور دعا کرتا ہے تو وہ کیسے منظور ہو۔ کان یطعم حرام و یلبسوا حرام ۔ اس کا طعام حرام' لباس حرام' خیال حرام' اس کا فکر حرام' اس کی ساری زندگی حرام' اور اگر ذاتی زندگی میں

ساری کی ساری آلائشیں ہیں تو اس کی عبادت کیسے منظور ہو' تو عبادت ان لوگوں نے روکی ہوئی ہے جو عبادت کرتے ہیں اور اندر کا' باطن کا شر نہیں نکالتے۔ عبادت کا نتیجہ انہوں نے روکا ہوا ہے۔ اس طرح کہ کڑھائی میں دودھ گرم کیا اور ان کے اندر شرارت سے کوئی ناپاک چیز ڈال دی۔ بڑی مشہور مثال ہے کہ کنوئیں میں اگر کوئی ناپاک چیز گر جائے تو اتنے 'بوکے'' نکالو یعنی کتا گر جائے تو ایک سو ''بوکے'' نکالو۔ ایک دفعہ کنوئیں میں کتا گر گیا لوگوں نے کہا کہ سو ''بوکے'' نکال دیے ہیں۔ مولوی صاحب نے پوچھا کتا نکال دیا ہے؟ کہتے ہیں کتا تو اندر ہی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب تک کتا اندر سے نہ نکلے' کنواں ''بوکوں'' سے پاک کیسے ہو؟ اس لیے بہت ضروری ہے کہ پہلے مرا ہوا کتا باہر نکلے۔ پھر ''بوکے'' نکالنا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی کی زندگی میں حج کے بعد انقلاب نہیں آتا۔ ایک آدمی حج پہ گیا' اس نے بتایا کہ اس کی جیب کٹ گئی۔ اسے کسی نے کہا کہ اب تم معاف کر دو اس کو۔ کہتا ہے جی خانہ کعبہ میں جیب کٹ گئی' یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے خانہ کعبہ میں کاٹی ہے' اس نے تیری جیب سے پیسہ لیا ہے اور اللہ کے گھر میں لیا ہے اور تو نے بھی تو اللہ سے لیا ہوا تھا' اب اسے اللہ کے لیے معاف کر دو۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہاں تک بات پہنچی ہوئی ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر تک پہنچی ہوئی ہے۔ آپ لوگوں کے شر کا قصہ اللہ کے گھر تک پہنچا ہوا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کی عاقبت اور سزا فوری طور پر آئے' اب یہ مقام توبہ کرنے کا ہے کیونکہ یہ گستاخی وہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے خرابی ذاتی طور پر ہوتی ہے لیکن کسی ملک کے عالمِ دین میں کوئی شر ہو تو پھر

بات بہت دور تک نکل جاتی ہے۔ اگر کسی ملک کے عالمِ دین میں شر ہو تو پھر بھی بات بہت دور تک نکل جائے گی۔ کسی مسجد کے اندر کوئی نامناسب واقعہ ہو تو بات پھر دور تک نکل گئی۔ علم دینے والے اگر بے علمی پھیلاتے جائیں تو بات پھر دور تک نکل گئی۔ لہٰذا اس بات کا بڑا احساس کرنا پڑے گا کہ یہ کون لوگ ہیں جو عبادات کے باوجود سب سے بلند نظریہ رکھنے کے باوجود اور مسلمان ہونے کے باوجود ہلاکت ہی ہلاکت میں ہیں۔ نہ ہماری یہ زندگی بنی اور نہ وہ بنتی نظر آ رہی ہے۔ مسلمانوں کو مسلمان ہونے کا انعام یہ ملا ہے کہ ''موت کا منظر'' ان کے لیے لکھ دی گئی ہے۔ کافر تو پہلے سے ہی نہیں مانتا کہ موت کا منظر کیا ہوتا ہے۔ اب مسلمانوں کے لیے سزا یہ ہے کہ آپ لوگوں کے لیے ایسی کتابیں لکھی جائیں ''موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا'' اب آپ تک جنت کا تصور بھی نہیں آنے دیا گیا۔ ہماری عبادات اس حد تک آلودہ کر دی گئی ہیں۔ اس بات پہ بڑا غور کرنا چاہیے آپ کو۔ لہٰذا ایک تو عبادت وہ ہوئی جو سب کے لیے فرض کی گئی ہے' پھر وہ ذات پاک ﷻ کہ جس نے عبادت کا تصور دیا ان کی شخصیت پر مر مٹنے کی خواہش عبادت ہے اور تیسرا اس صفت کا تحفظ جو آپ کو اللہ کریم نے فرض کے طور پر دے رکھی ہے۔ مثال کے طور پر اولاد اور ماں باپ کا معاملہ دیکھو۔ اللہ کریم بار بار فرماتے ہیں کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرنا **ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقولوا قولا كريما**۔ ان کے سامنے اف نہ کرنا' نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے نرمی سے بات کرنا۔ اب نہ ماننے والا کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ ہم تو تیری عبادت کرتے ہیں' یہ ماں باپ کون سی مصیبت درمیان میں آ گئی ہے۔ لیکن آپ

اف نہ کرنا۔ مانتے جانا کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ لہٰذا وہ فرض بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اولاد کی پرورش بھی اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے۔ سانس کا سلسلہ قائم رکھنا بھی اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اپنے رزق کو صالح بنانا بھی اللہ کی طرف سے فرض ہے' اور آج کل رزق پورا ہوتا ہی نہیں۔ قوم مسکین ہوئی پڑی ہے۔ مسکین وہ ہوتا ہے جو محنت کے باوجود رزق پورا نہ کر سکے۔ اس لحاظ سے اکثر لوگ تو مسکین ہو گئے۔ اور وہ لوگ ظالم کہلاتے ہیں جن کے پاس پیسہ زیادہ اور خرچ کم ہو' ایسے لوگوں کے پاس پیسہ زیادہ ہے اور لوگوں پر پیسے کی وجہ سے فوقیت دکھاتے ہیں اور پھر دعوتِ اسلام کا شوق رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ سے گزارش یہ کرنی ہے کہ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کو ماننے کا نام ہے۔ اللہ وہ جس نے آپ کو زندگی عطا فرمائی۔ اللہ وہ جو منصب عطا فرماتا ہے۔ اگر آپ اپنا منصب اور اپنی صفت چھوڑ دو اور صرف عبادت کرو تو یہ صحیح نہیں ہے۔ مثلاً ماں باپ بیمار ہوں اور انہیں اکیلا چھوڑ جاؤ تو آپ کی عبادت بے معنی ہے۔ اگر کسی مکان کو آگ لگی ہوئی ہے اور آپ عبادت کرتے جا رہے ہو تو مکان تو جل کے راکھ ہو جائے گا۔ پھر آپ کی عبادت آپ کے لیے کیا نتیجہ لائے گی؟ یہ سب کو پتہ ہونا چاہیے۔ تو عبادت کا مقصد یہ ہے کہ سب کو ایک جگہ جمع کر کے برابر کیا جائے۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تو اس کی سرکار میں صرف نماز میں نہیں پہنچنا بلکہ ہر وقت پہنچنا ہے۔ کہیں یہ نہ کہنا

کہ نماز میں تو ہم ایک ہو جاتے ہیں لیکن بعد میں ہم الگ ہیں۔ وہ سرکار یعنی اللہ ہمیشہ ہی، ہر جگہ ہی موجود ہے، وہ اس لیے موجود ہے تا کہ آپ ہر حال میں ایک ہو جاؤ۔ تو یہ جو تقسیم ہے بندہ و صاحب و محتاج کی، یہ تقسیم عبادت میں ہمیشہ حائل رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے خود ایک دفعہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا آدمی، جو وقت کا بادشاہ تھا جب وقت پر نماز کے لیے پہنچ نہ سکا تو اس کے لیے جماعت لیٹ کر دی گئی۔ یہاں تک تو میں نے خود دیکھا ہے کہ مغرب کی اذان ہو چکی تھا اور پھر بھی جماعت لیٹ کر دی گئی کیونکہ صاحبِ اقتدار شخص ابھی نہیں پہنچا تھا۔ تو آپ کا مولوی یہاں تک لے گیا ہے کہ اسلام کو، کہ اب آپ کا اسلام جو ہے وہ Subservient to the Rulers ہو گیا۔ حکومتِ وقت کہتی ہے کہ آپ کوئی ایسی آیت پڑھو جو ہماری تقریر کے مطابق ہو اور یہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ اللہ کریم کے آگے دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں عبادت کرنے سے پہلے ہماری اندر کی خامی دور کرنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہمارا باطن اللہ کو مان لے۔ اگر صرف زبان سے اللہ اللہ کہنا کافی ہوتا تو پھر طوطا تو سارا دن اللہ اللہ کرتا رہتا ہے، پھر بھی طوطا ہی رہتا ہے، تو مدعا یہ ہے کہ صرف زبان سے ''اللہ'' کہنے سے بات نہیں بنتی۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک آدمی اللہ اللہ کرتا جائے اور پھر انصاف نہ کرے، رحم نہ کرے، احسان نہ کرے اور پیسے کے بل پر لوگوں میں ممتاز ہو جانا چاہے۔ اللہ کریم کا یہ حکم دیکھو کہ وہ لوگ جو مال جمع کرتے ہیں اور گنتے ہیں، ان کے لیے کیا عذاب ہے،

الذی جمع مال و عدده یحسب ان ماله اخلده کلا لینبذن فی الحطمة۔ جو لوگ مال جمع کرتے ہیں اور گن گن کر رکھتے ہیں اور یہ خیال کرتے

ہیں کہ یہ مال ہمیشہ ان کے پاس رہے گا' نہیں بلکہ وہ حطمہ میں پھینک دیا جائے گا۔ جب اللہ کا حکم ہے کہ نماز پڑھو تو یہ حکم بجالاؤ۔ اللہ نے ہی حکم دیا ہے کہ مال خرچ کرو' اب بندہ کہتا ہے کہ بعد میں دیکھیں گے۔ یہ شخص جھوٹا ہے۔ اللہ نے یہ حکم دیا کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ' تمہارے پیٹ میں آگ نہیں ہونی چاہیے' کہتا ہے یہ بعد میں دیکھیں گے' پہلے ہم حج کر کے آ جائیں۔ یتیم کے مال سے حج کر کے آ گیا۔ مالِ یتیم ایسے ہے کہ فی بطونھم ناراً۔ جیسے ان کے پیٹ میں آگ ہو۔ یہ کیسا مسلمان ہے جو یتیم کا مال کھا کے اللہ کے ہاں حج پہ جا رہا ہے' اب آپ غور سے دیکھو کہ حج اپنے اصل مفہوم سے الگ ہو گیا ہے۔ یتیم کا مال کھانے والا اللہ کے آگے بے دھڑک جاتا ہے اور پھر خانہ کعبہ میں بلیڈ لگا کے غلاف پھاڑ کے لایا کہ یہ تبرک ہے۔ وہاں اور بھی واقعات ہو جاتے ہیں۔ خانہ کعبہ سے جوتے اٹھا لیتے ہیں۔ ایک سوڈانی عورت تھی' اس نے گرہ میں پیسے باندھے ہوئے تھے' کسی نے گرہ کاٹنے کی کوشش کی تو چونکہ اس نے پیسے پیٹ سے باندھ رکھے تھے' لہٰذا اس بیچاری کا پیٹ زخمی ہو گیا۔ خانہ کعبہ میں گولی چلنے کا واقعہ تو خیر آپ نے اخبار میں پڑھا ہو گا۔ ایک آدمی نے خانہ کعبہ میں امام ہونے کا اعلان کیا' یا تو وہ جھوٹا ہے یا تم ظالم ہو۔ دونوں میں سے ایک سچا ہو گا۔ لیکن اسلام ٹوٹ گیا۔ اب اگر وہ امام جھوٹا ہے تو جھوٹا شخص خانہ کعبہ میں جھوٹ بول رہا ہے' بڑا ظالم ہے وہ۔ اگر وہ جھوٹا نہیں ہے تو پھر تم بہت ظالم ہو' تم نے سچے کو مار دیا اور خانہ کعبہ میں مار دیا۔ کہتے ہیں کہ پاکستان کو دیکھ لو' پاکستان میں تقریباً سارے ہی مسلمان ہیں۔ تو کیا ملاوٹ کوئی رام سنگ کرتا ہے؟ کوئی ہندو آتے ہیں؟ چوری بھی ہوتی

ہے' یہ مسلمان کرتے ہیں۔ ڈاکہ لگتا ہے' مسلمان لگاتے ہیں اور نواب پور کا واقعہ کتنا سنگین تھا۔ آپ سناتے ہیں ناں کہ سندھ میں محمد بن قاسم تشریف لائے کیونکہ مسلمان عورتوں سے کسی نے زیادتی کردی۔ عالمِ اسلام کو بڑا جلال آ گیا اور محمد بن قاسم جلالتِ کبریا بن کے آیا اور اس نے راجہ داہر کو تہس نہس کر دیا۔ اگر بالکل یہی واقعہ مسلمان عورتوں کے ساتھ مسلمان مرد کریں تو؟ بس یہاں پر سب خاموش ہیں! معاشرہ Collapse ہو گیا بلکہ Total Collapse ہو گیا۔ جب یہ ہو چکا ہے تو اب تم کون سے اسلام کو Stress کرتے جا رہے ہو۔ اس کا حل کیا ہے؟ تو پہلے کتا باہر نکالو۔ تم صرف ''بوکے'' نکالتے جا رہے ہو۔ خمیر اور ضمیر میں جو جھوٹ آ گیا ہے' اس سے بچنے کی کوشش کرو۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ عبادت میں ظاہری Form کو بھی قائم رکھو یعنی نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ' اور اللہ کی ذات سے وابستگی اتنی رکھو کہ آپ کو اس کی آن پر مر مٹنے کا کوئی موقع ملے تو اس کو غنیمت جانو۔ اس طرح نجات ہو جائے گی۔ حضور پاک ﷺ کی آن پر جان نثار کرنے کا کوئی موقع تلاش کرو' اگر ایسا موقع مل گیا تو بڑے نصیب کی بات ہو گی۔ اس عشق میں جان دے دینا بڑی بات ہے۔ پھر جو صفت خدا نے آپ کے اندر رکھی ہے اس کا تحفظ کرنا بھی بڑی عبادت ہے۔ اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دو' یہ عبادت ہے۔ وہ جو کام کرنے والا شخص ہے صحیح کام کرے' بنانے والا صحیح چیز بنائے' بیچنے والا صحیح بیچے' خریدنے والا صحیح خریدے' یہ سب عبادت ہی عبادت ہے۔ اس لیے عبادت کا بڑا خیال رکھو۔ آپ اپنی زندگی کا تحفظ کرو۔ یہ بھی عبادت ہے۔ لوگوں کی خدمت کرو' یہ عبادت ہے۔ یتیم کا مال نہ

کھاؤ' یہ عبادت ہے۔ ماں باپ کا ادب کرو' خدمت کرو' یہ عبادت ہے۔ اولاد کی پرورش کرو' عبادت ہے۔ وعدے پورے کرو' عبادت ہے' تم جب اسلام کی انتہا بیان کرتے ہو تو حضور پاک ﷺ کو ''صادق الوعد'' کہتے ہو کیونکہ آپ ﷺ سارے وعدے پورے کرتے ہیں' آپؐ امین ہیں' آپؐ صادق ہیں۔ تو پھر صادق کا دین ہو اور غیر صادق ماننے والے ہوں تو دین آپ کو کیا تاثیر دے گا۔ قرآن سچے اللہ کا کلام ہے اور اگر پڑھنے والا جھوٹا ہو تو اثر کیا کرے گا؟ اللہ کا کلام ہے اور اس کو غیر متقی شخص پڑھ رہا ہے' اب کیا اثر ہوگا۔ اس لیے قرآن پاک کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جو متقی نہ ہو۔ نماز کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جس کا دل ایمان نہ لایا ہو۔ اسی طرح حج کی تاثیر اس شخص پر بند ہے جس کا دل حاجی نہ ہو۔ اس لیے کم از کم آپ اپنے باطن کا جائزہ لو کہ کون سی عبادت ہے جو رہ گئی ہے۔ بہت سی عبادتیں ہیں' انسان سے پیار کرو' انسانوں کو Like کرو کیونکہ اللہ کریم نے یہ انسان پیدا کیے ہیں۔ ایک آدمی انسان سے نفرت کرتا ہے اور نماز سے پیار کرتا ہے' وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ عبادت ہے۔ اگر تم سڑک کے کنارے لگے ہوئے سایہ دار درخت کاٹتے جاؤ اور کہو کہ میں خدمت کر رہا ہوں تو یہ خدمت تو نہ ہوئی۔ انسانوں کے لیے آسائش پیدا کرو' چار دن کا میلہ ہے اور یہ گزر جانا ہے۔ اس زندگی میں انسانوں کے لیے کوئی خوبی اور کوئی بھلائی کر جاؤ۔ اللہ سے یہ نہ کہنا کہ میں نے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کر لیا ہے لیکن انسانوں کو تو آپ ہی سنبھال۔ حقیقت میں تمہارا دل جو ہے وہ زبان کے ساتھ شریک ہی نہیں۔ گلے کے اوپر سے کلمہ نکل رہا تھا اور تمہارے اندر کچھ اور ہی واقعات ہوئے پڑے

تھے۔اس لیے ان باتوں کا خیال رکھو۔عبادت اس خاصیت کا تحفظ ہے جو آپ سمجھتے ہو کہ اللہ کی طرف سے آپ کو ملی ہے۔مثلاً رات کو ایک مہمان آ گیا' آپ نے بلایا نہیں' اس نے آنے سے پہلے بتایا نہیں تھا۔اب تم سوچو کہ اگر مہمان خود آیا ہے تو بے شک باہر نکال دو اور اگر یہ سوچتے ہو کہ اللہ کریم نے اسے بھیجا ہے تو خدمت کرلو۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ کریم یہ کائنات چلا رہا ہے تو پھر بڑی احتیاط کرنا۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ کائنات خود چل رہی ہے پھر مذہب میں شامل ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔یہ ماڈرن لائف کافی ہے' اس کو چلنے دو' جس طرح چل رہی ہے۔آپ نے اپنی ذات کی Total اصلاح کرنی ہے کہ دل اس کو پیش کرنا ہے جس نے دین دیا ہے اور اگر پیش کرنے کے قابل نہیں ہے تو پھر آپ کی عبادت ہلاکت ہے۔میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اور کیا کیا عبادت ہے' آنکھ خراب ہے تو سرمہ ڈالنا عبادت ہے' نیند نہیں آتی ہے تو اس کی حفاظت کرنا عبادت ہے' سونے کا وقت ہے سو جاؤ' عبادت ہے' کھانا کھاؤ صحت کے لیے' عبادت ہے' ماں باپ کی خدمت کرو' عبادت کرو' گزرے ہوئے بزرگ جو رخصت ہو چکے ہیں ان کی قبر پر فاتحہ کہو' یہ عبادت ہے' اولاد کے حق میں دعا کرو' یہ عبادت ہے' ناراض بھائی کے ساتھ صلح کرو' عبادت ہے' زندگی کو آسان بناؤ' عبادت ہے' اللہ کریم کا شکر بجالاؤ' عبادت ہے' مسلمانوں کی وحدت ہونے کی تمنا کرو' یہ عبادت ہے' اللہ کی منشاء پوری کرنے کے لیے آپ کے اندر کوئی عمل پیدا ہو جائے تو یہ عبادت ہے۔Plus وہ عبادات تو ہیں ہی سہی ساری' حج روزہ زکوٰۃ نماز۔وہ تو ہر حال میں موجود ہیں۔لہٰذا اگر آپ کے دل میں ایک صحیح عقیدہ

ہوتو آپ کا ہر عمل عبادت ہے۔ صحیح مسلمان ہو جاؤ تو تمہارا ہر عمل عبادت ہے۔ اسلام کیا ہے؟ مسلمان کا عمل۔ مسلمان کا ہر عمل اسلام ہے۔ لہٰذا آپ مسلمان بن جاؤ' آپ کا ہر عمل اسلام ہے' آپ کا ہر فعل عبادت ہے' آپ عمومی طور پر عابد بن جاؤ' عابد کا مطلب ہے کہ ؎

میں منیا نال یقین دے
تے میں ویکھیا اکھیاں نال

یعنی اگر یقین کے ساتھ مان لو تو پھر تم اپنی آنکھوں سے سب دیکھ لو گے۔ یہ اصل عبادت ہے۔ مثلاً ایک چیز بڑے غور والی ہے کہ کوئی ایک فنکشن' جس فنکشن کو ہم نیکی کا فنکشن کہیں مثلاً یہ کہ یہاں پر میلاد شریف ہو رہا ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ اس فنکشن میں میلاد شریف پڑھنے والا نیک ہے' سننے والے پاکیزہ ہیں اور اس کے اندر جو جھاڑو دینے والا ہے' جس کو اس فنکشن کی کوئی سمجھ نہیں ہے وہ بھی اتنا ہی ثواب اور اتنا فیض لیے ہوئے ہے۔ اگر مستری نے مسجد میں باوضو ہو کے اینٹیں لگائی ہیں' ادب سے لگائی ہیں تو اس کو بھی مسجد بنانے والے' نماز پڑھنے والے اور نماز پڑھانے والے کی طرح ثواب ملے گا۔ لہٰذا اس فنکشن کے اندر شامل کوئی انسان جو بظاہر شامل نہیں ہوتا' اس کی شمولیت بھی لازمی گنی جائے گی۔ مثلاً آپ یہاں پر کسی بڑے فنکشن میں بیٹھے ہوئے دعا کر رہے ہیں اور مٹھائی تقسیم کر رہے ہیں' مٹھائی بنانے والے نے کہاں بنائی اور گندم اگانے والے نے کہاں اگائی۔ اس بے چارے کو تو کچھ نہیں پتہ کہ عبادت کیا ہے؟ وہ گندم اگا تا جا رہا ہے' وہ کارندہ ہے اور انسان کی شکل میں ہے۔ اللہ

کریم نے اس کو اس کام پر لگایا ہوا ہے اور وہ اپنا کام کرتا جا رہا ہے۔ اگر وہ کسان اپنا فنکشن صحیح ادا کرتا جا رہا ہے تو یہ فنکشن اس کی عبادت میں شامل ہے اگر وہ کسان کسی اور طرف نکل جائے تو اس کا اصل کام رہ جائے گا۔ اس لیے اگر ایک نیک آدمی جو نیکی کے سفر میں جا رہا ہے اسے راستے میں جس نے چائے پلائی وہ بھی اس کے سفر کا حصہ ہے۔ اتنی بات یاد رہے۔ اس لیے نیک لوگوں کی خدمت کرنا بھی نیکی ہے۔ لوگوں کے لیے دعا کرنا بھی عبادت ہے۔ عبادت آپ کی اپنی Sincerity کا نام ہے۔ آپ جب یقین کے ساتھ مان جاؤ تو آپ آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ پورا شعر کیا ہے؟

میں منیا نال یقین دے تے میں ویکھیا اکھیاں نال
اوہدے ہتھ کھنڈی لیسن دی اوہدے گھونگرو والے وال

تو بات اتنی ساری ہے۔ یقین کے ساتھ مانو تو آپ اللہ کو قریب پاؤ گے۔ اللہ کو نہ چھوڑنا' اللہ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ وہ عمل نہ کرو جس کے بعد آپ کو ندامت ہو۔ جس چیز سے اللہ نے منع کر دیا ہے اس سے بچنا۔ منع کی ہوئی بات سے بچنا عبادت ہے' اللہ کی ناراضگی سے بچنا عبادت ہے اور اللہ کی رضامندی کو چاہنا عبادت ہے۔ اب آسان سی بات ہے' عبادت کیا ہے؟ ''یا اللہ مسلمانوں کی فلاح فرما!'' مسلمانوں کی فلاح مانگنا عبادت ہے۔ ''یا اللہ مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرما!'' یہ کہنا عبادت ہے۔ ''یا اللہ مسلمانوں کو مسلمان ہی بنا دے!'' یہ عبادت ہے۔ ''ان کے باطن سے وہ چیز نکال دے جو بیماری ہے!'' یہ عبادت ہے۔ ''یا اللہ میرے حال پہ رحم فرما!'' یہ عبادت ہے۔ ''ماں باپ کی خدمت کی

توفیق عطا فرما!'' یہ عبادت ہے۔ ''اولاد کی خدمت کی توفیق عطا فرما!'' یہ عبادت ہے۔ ''یا اللہ میں اس صفت کا تحفظ کرلوں جو آپ نے عطا فرمائی ہے' جو میں جانتا ہوں اور آپ جانتے ہیں!'' یہ عبادت ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ وہ کیا صفت رکھتا ہے۔ گانے والا گانے سے محروم ہوجائے تو وہ عبادت سے محروم ہوگیا۔ میتھیمیٹکس والا اگر میتھیمیٹکس چھوڑ دے تو پھر عبادت سے محروم ہوگیا۔ اس لیے Mathematician اپنے میتھیمیٹکس میں Sincere ہوجائے' عربی دان عربی میں Sincere ہو جائے' فارسی دان اگر فارسی تک Sincere نہیں ہے' عبادت نہیں ہے۔ آپ اپنی فطرت کے اندر رہ کر پوری طرح Sincere ہو جاؤ۔

اس لیے اے مسلمانانِ عالم! آپ لوگ غور کرو کہ کیا وجہ ہے کہ مسلمان اکٹھے نہیں ہوتے۔ ایک آدمی فرانس جاتا ہے اور غریبی ہمارے ہاں آتی ہے اور کہتے یہ ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے دیس کے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی دعا سے حاصل ہونے والا تیل' حضور پاک ﷺ کی امت تک نہیں پہنچا۔ درمیان میں مسلمان حائل ہیں۔ سعودی عرب کی جو منفعت ہے وہ غریب پاکستان تک نہیں آئی۔ ہمیں مدد کہاں سے آرہی ہے' امریکہ سے Aid' یہودی سے مدد لے کر ہندو سے لڑنے کا پروگرام بنا رہے ہیں' ہم پہلے ہی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہودی سے مدد لے کے تو ہندو سے ہم نے کیا لڑنا ہے۔ مسلمان کا مال یہودیوں کے پاس جارہا ہے' تیل ادھر جارہا ہے' ادھر سے تعیش کا سامان آرہا ہے۔ کہتے ہیں کہ سعودی عرب کے رہنے والے Actual لوگوں کے گھروں کی

زندگی کیا ہے؟ آپ قبل از اسلام کے ہنگاموں کو بھول جاؤ۔ شکر کرو کہ بھرم ہی بھرم قائم ہے۔ اگر آپ کو وہاں رہنے کا اتفاق ہو تو پہلی خواہش آپ کی یہ ہوگی کہ ہم یہاں نہ رہیں' تو ان لوگوں کی زندگی ایسی ہے۔ آپ میں سے اگر کوئی چاہتا ہو کہ اسے سعودی عرب کی شہریت ملے تو ملے گی نہیں کیوں کہ آپ جاں نشین نہیں ہو۔ حالانکہ آپ ہی ہو جان نشین اس فکر کے۔ تو اس فکر کے جانشین جو ہیں' اس فکر کے قابضین کے لیے غیر ہیں اور وہ اس فکر پر قابو ہوئے بیٹھے ہیں اور آپ لوگ غیر ہو حالانکہ آپ جانشین ہو۔ اللہ کریم کوئی فیصلہ سنائے تا کہ آپ پر آسانیاں ہوں۔ آپ کی آدھی سے زیادہ زندگی روٹی میں گزرتی ہے' کھانے کے ٹائم سے پہلے پہلے آپ نے مرجانا ہے۔ کہتا ہے اللہ کا بڑا فضل ہے۔ کیا فضل ہے؟ کہتا ہے تنخواہ سے گزارہ پورا ہو جاتا ہے اور وہ جو عرب والے لوگ ہیں وہاں جا کے دیکھو تو منٹوں کے حساب سے سونا باہر نکل رہا ہے۔ Black Gold نکل رہا ہے مگر آپ کی طرف نہیں آیا۔ پاکستانی کو نکال دیں گے اس لیے کہ کوریا کی لیبر سستی ہوگی۔ آپ ہندو ہوں یا Non Muslim ہوں' بالکل سارا پیسے کا علم آیا پڑا ہے۔ اسلام کی وحدت عالمِ اسلام میں اندر سے پارہ پارہ ہو چکی ہے اس لیے دعا کرو کہ ایک بار پھر ؎

لا پھر وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی

(ﷺ) ساقی آپ ﷺ ہیں' کہ ایک بار پھر عطا ہو' کیونکہ ہم بے بس ہو گئے بلکہ ہم بس ہی ہو گئے' ہم ختم ہو گئے' Collapse ہو گئے۔ اب کسی مسلمان پر

کوئی مسلمان اعتماد نہیں کرتا۔ سارے واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ پرانے زمانے میں ہندو جو تھے پتہ ہے کیا کہتے تھے؟ کہ مسلمان ہو کے جھوٹ بولتے ہو' یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ہندوؤں کے لیے مسلمان کا جھوٹ بولنا بڑے تعجب کی بات ہوتی تھی اور آج مسلمان ہی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں وہ آپ کو پتہ ہے۔ کیا کہیں' گھر کی بات ہے' بھائیوں کو دیکھو' رشتہ داروں کو دیکھو' محلّہ داروں کو دیکھو۔ محلے میں میں رہنے والا اپنے محلے سے نا آشنا ہے۔ ایک مسجد میں نماز پڑھنے والے ایک دوسرے کے نام سے نا آشنا ہیں۔ اپنی ذاتی زندگی میں انسان اتنا محو ہے کہ ہر شے کھو چکا ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ کریم ہماری ان فرائض کی بجا آوری میں مدد فرمائے جو اللہ کریم نے ہم پر نافذ فرمائے ہیں' زندگی کی شکل میں' صفات کی شکل میں' حالاتِ زمانہ کی شکل میں' انٹرنیشنل صورت حال کی شکل میں اور دین اسلام کی شکل میں۔ جو فرائض Actual ہیں کہ یہ نماز روزہ حج زکوٰۃ ہے' ان کی شکل میں اور زندگی کی شکل میں۔ اس کا بھی بڑا تقدس ہے زندگی میں۔ ایک بار اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے آپ پر بڑا احسان کیا؟ کیا احسان کیا اللہ نے؟ ''میں نے آپ کو اسلام دیا'' ''بڑی مہربانی' شکر ہے۔'' ''آپ کو انسانی شکل دی'' ''بڑی مہربانی' شکر ہے کہ اللہ کریم ہی ہے چھپکلیوں کو بنانے والا' ہر چیز بنانے والا اور اس نے انسان بنایا۔ اور ہمارے علم اور تقاضے کے بغیر ہی ہمیں اسلام عطا فرمایا' شکر ہے اس کا۔ اور جو اللہ کریم نے زندگی عطا فرمائی' اس کا شکر کیسے کرو گے۔ یہ زندگی جو ہے یہ تذبذب کی بجائے آسانی میں گزار کے جاؤ' آپ بات سمجھ رہے ہو؟ اس زندگی کو بھی لطف کے ساتھ گزارو۔ اب یہ دیکھنا کہ

اس کو کیسے گزاریں۔ یا خواہش کم ہو اور حاصل اتنا ہی رہے' پھر بھی گزارہ چل جائے گا۔ حاصل نہیں بڑھتا تو خدا کے بندے خواہش ہی کم کردو۔ بھائی کی مدد نہیں درکار' یہ چھوڑ دو' یہ فیصلہ ہو گیا۔ اس کی تیل کی نالی ادھر نہیں آتی۔ وہ تو سعودی عرب کے اپنے واقعات ہیں' وہ تو مسلمان لوگ ہوئے ناں' آپ تو اسلام والے ہو' بعد میں آنے والے۔ بھائیوں کی سنگدلی کا یہ عالم ہے' بہر حال! اب آپ یا تو خواہش کم کردو' حاصل تو اتنا ہی رہے گا یا دعا کرو کہ حاصل بڑھ جائے۔ یا تو ملک کے اندر کوئی ایسی صورت حال پیدا ہو جائے کہ لوگ اپنے سرمائے سے نجات پائیں۔ کیسے نجات پائیں؟ سرمایہ اندر سے ڈنگ لگائے گا' تب کوئی احساس ہو گا ورنہ مسلمان ہو گا اور یتیم کا مال کھائے گا اور اللہ کے گھر جا کے سلام کرے گا۔ اللہ کے حکم کو توڑا ہے اور اللہ کے پاس آ گیا ہے' اتنا گستاخ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔ ناجائز مال لے آیا ہے' رشوت کا مال لے آیا ہے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو گیا ہے یعنی کہ یا تو اسے اللہ کی رحمت کا بھروسہ ہے یا پھر جانتا نہیں ہے کہ وہ اللہ ہے اور ساری غلطیاں کرنے کے بعد اللہ سے چھپنے کا وقت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں اور یہ سارے واقعات کرتا ہوں۔ اس لیے آپ لوگ توبہ کرو اور اپنی زندگی کا خیال رکھو۔ ان صفات کی قدر کرو جتنی اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔

سوال:

اللہ نے فرمایا کہ فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا۔ اللہ نے انسان کو اس فطرت کے مطابق بنایا جو اس کی اپنی فطرت تھی۔ اس فطرت کے

اندر رہ کر عبادت کرنے کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:

دیکھو اللہ تعالیٰ کو یکساں زمانے پسند ہوتے تو اسے کون روک سکتا تھا' صرف ایک ہی زمانہ چلا آتا' یکساں زمانہ ہوتا اور یکساں طرزِ حیات ہوتی تو اسے کیا فرق پڑتا تھا! وہ جو اس نے تمہیں یعنی انسان کو تخلیق کا مظہر بنایا ہے تو تم اس کا ئنات کو دیکھو۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہا میں تمہارا اللہ ہوں' میں نے آسمان بنایا تو تم آسمان کو دیکھو۔ اس نے دعویٰ سے کہا ہے کہ میں نے آسمان بنایا' میں نے زمین بنائی ہے' سورج چاند ستارے بنائے۔ اب جو کچھ وہ بیان فرما رہا ہے تم اس کا مشاہدہ کرو! حتیٰ کہ مچھر کی مثال بھی دی کہ دیکھو میں نے اس کو کیسے بنایا۔ اب اگر اللہ نے کہا کہ دیکھو میں نے اسے کیسے بنایا تو تم ضرور دیکھو۔ جب تم اس کے حکم کے مطابق اس کی بنائی ہوئی چیز کو دیکھ لو تو سمجھو کہ یہ عبادت ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ غور کرو کہ میں نے بچہ کیسے پیدا کیا اور اسے ماں کے پیٹ میں کیسے پالا۔ اگر ہم غور کرتے ہیں کہ اس نے بچہ کیسے پیدا کیا تو یہ عبادت ہے۔ کس ورائٹی میں اس نے کائنات کو بنایا' یہ دیکھنا عبادت ہے' کس طرح سیارے گردش کرتے ہیں اور کس طرح جمیل و جسیم نجومِ فلک اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں' ان کو دیکھنا عبادت ہے۔ اللہ کریم نے جس چیز کے بارے میں کہا ہے' اس کو دیکھنا عبادت ہے' سورج کو دیکھنا عبادت ہے' زمین و آسمان کو دیکھنا عبادت' دن اور رات کا فرق دیکھنا' یہ عبادت ہے۔ اگر آپ کو سمجھ آ گیا کہ دن اور رات میں کیا فرق ہے تو پھر آپ کو عبادت کا مفہوم سمجھ آ گیا۔ آپ کی عبادات کے وقت سورج مقرر کرتا ہے' فجر

ظہر عصر مغرب عشاء۔ سورج کی گردش سے پرے کا جو مقام ہے اور ہی کہانی ہے۔ وہاں کچھ اور ہی واقعات ہیں۔ فطرت کا اس طرح مشاہدہ کرنا اور فطرت سے فاطر کی شان پہچاننا بھی عبادت ہے۔

سوال:

قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر اللہ کا بیان پوری طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ اس میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟

جواب:

اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ میرے سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہیں' ان کا آپس میں ملنا مشکل ہے یعنی مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان ۔ یعنی ہمیں بتایا جا رہا ہے کہ ذرا غور کرو کہ سمندر کون کون سے ہیں' یہ سب کیا ہے؟ تشبیہ کیا ہے اور تلمیح کیا ہے' یہ سب جان کر لطف آ جائے گا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میں تمہیں آزماؤں گا موت سے' خوف سے' حزن سے اور مال کے نقص سے۔ و لنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات ۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے ڈر اور بھوک سے اور مالوں سے اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے۔ اللہ کریم ہمیں فرما رہے ہیں کہ یہ جو ''نقصِ اموال'' ہے یہ تمہیں نقصان بھی پہنچاتا ہے اور تم پہ اثر بھی کرتا ہے اور میں تمہیں آزماؤں گا۔ ورنہ اس کی اپنی ذات تو نقصِ اموال سے آزاد ہے۔ یہ باتیں ہمیں ہماری زبان میں اور ہمارے ماحول کے مطابق بیان فرمائی جا رہی ہیں' یہ اللہ کا بڑا احسان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمانوں کے تشخص کے لیے اور ان کی

مرکزیت کے لیے خانہ کعبہ بنایا ہے ورنہ میں تو رہتا ہوں تمہارے دل میں یا پھر میں رہتا ہوں لامکاں میں' اول تو میرا مکاں لامکاں ہے دوسرا تیرا قلب و جاں ہے' باقی یہ دیکھو کہ زمیں پر خانہ کعبہ میرا نشاں ہے۔ اس بات کو ذرا پہچانو کہ اللہ کریم کیا فرما رہے ہیں۔ اللہ کریم ساری باتیں آپ کو سمجھا رہے ہیں کہ یہ دیکھو کیا ہے' ان قوموں نے کیا کیا' یہ دریا ہے' پہاڑ ہیں۔ پہاڑوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ میں نے پہاڑ بنائے' دریا بنائے' زمینیں بنائیں۔ لوگ پوچھتے ہیں اس خبر کے بارے میں جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے۔ عم یتساء لون عن النبا العظیم هم فیه مختلفون ۔ یعنی لوگ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر کے بارے میں جس کے بارے میں یہ خود اختلاف رکھتے ہیں۔ اور یہ لوگ جان جائیں گے' بہت جلدی جان جائیں گے۔ آگے پھر اور بات بیان فرما دی کہ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ میں نے پہاڑ بنائے۔ پہلی آیت میں خبر کے بارے میں بات ہو رہی تھی کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ وہ خبر کب آئے گی جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے یعنی وہ آخری خبر' جس کے بعد اخبار بند ہو جائیں گے' وہ کب آئے گی؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے گا' اور ساتھ ہی یہ کہتا ہے کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے پہاڑ کیسے بنائے ہیں اور میں نے زمین کیسے بنائی' تمہارے لیے بچھونا بنا دیا! اب اس بات سے پہلی بات کا بظاہر کوئی تعلق نہیں لگتا۔ لوگ تو خبر کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جس کے بارے میں انہیں اختلاف ہے یعنی قیامت کے بارے میں' اور جواب یہ دیا کہ جان جاؤ گے اور کیا تم نے دیکھا نہیں کہ پہاڑ کیسے بنائے ہیں اور زمین کیسے بنائی۔ والجبال اوتاد ۔ اور پہاڑ کو

میخیں بنادیا۔ و خلقنکم ازواجاً۔اورتم کومیں نے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔اب اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ اس خبر کے سوال کا جواب کیا بنا۔ مفہوم یہ ہے کہ جب میں نے اتنا کچھ کرلیا تو میرے لیے قیامت کا دن لانا کیا مشکل ہے۔ الم نجعل الارض مهادا والجبال اوتادا و خلقنكم ازواجا و جعلنا الليل لباس و جعلنا النهار معاشا۔یعنی کیا تم نے نہیں دیکھا کہ زمین کو بچھونا بنایا' پہاڑوں کو میخیں بنایا اور تمہیں جوڑے پیدا کیا' رات کو لباس اور دن کو معاش کے لیے بنایا۔اللہ نے نیند کو تمہارا لباس بنا دیا ہے' معاش کے لیے دن پیدا کردیا۔دن کو تم معاشیات کے لیے بھاگتے ہو' تم مجبور ہو' رات کو معاشیات سے آزاد ہوجاتے ہو' کٹ جاتے ہو' رات آئی تو پھر نیند ہے یعنی کہ اللہ نے یہ کردیا کہ رات پہ آکے بات ختم ہوتی ہے' رات کو ایک طرح سے قیامت کا منظر کہتے ہیں۔جس طرح تیرے دن کے ہنگاموں کی قیامت رات میں آگئی ہے اس طرح تیری زندگی کے ہنگاموں کی قیامت بھی آجائے گی۔رات آناً فاناً آجاتی ہے اور انسان سوجاتا ہے۔زندگی کے ہنگاموں میں اتنا Involved آدمی کہتا ہے کہ میں پانچ منٹ نہیں دے سکتا' میرا کاروبار ہے' بڑا مشکل وقت ہے' میں بہت Busy ہوں۔اور جب رات آئی تو سب کاروبار چھوڑ دیتا ہے۔گھر آیا اور اپنے آپ کو بھی چھوڑ دیا اور سوگیا۔انسان ہر روز یہ تماشہ دیکھتا ہے اور پھر ہر روز پوچھتا ہے کہ کیا ہوا۔ ہر روز ہی دیکھ رہے ہو اور پھر ہر روز ہی پوچھتے ہو کہ کیا ہوا؟ کس نے تمہیں سلانے کے بعد صبح کے وقت جگایا۔تمہیں تو جاگنے کا علم نہیں آتا' تمہیں یا تو سورج نے' یا اللہ نے جگایا۔تم خود تو نہیں جاگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

بات یہ ہے کہ اس زندگی میں سلانا اور جگانا مجھے آتا ہے' اسی طرح ایک وقت اور آئے گا تب میں سُلا بھی لوں گا اور جگا بھی لوں گا۔ اس لیے جب اِس دنیا کے سونے اور جاگنے میں تمہیں اختلاف نہیں ہے تو اُس وقت کے سونے اور جاگنے میں اختلاف کیوں کر رہے ہو' وہ بھی میرا سلانا اور جگانا ہے' میں یوں سلا سکتا ہوں اور یوں جگا دیتا ہوں۔ اس میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ اس دنیا میں سارے سو جاتے ہیں' سارے جاگ اٹھتے ہیں۔ اس دنیا میں سارے سو جاؤ گے اور سارے جاگ اٹھو گے۔ اختلاف کس بات کا؟ میں نے پہاڑ میں کوئی اختلاف نہیں بنایا' میں نے میدان میں کوئی اختلاف نہیں بنایا' زمین کو بچھونا بنایا' اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا' بڑے سے بڑا انسان پہلی خواہش یہ کرے گا کہ بیٹا پیدا ہو۔ بسم اللہ! بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب؟ کہتا ہے کسی اور گھر میں بیٹی پیدا ہو کیونکہ بیٹے کی شادی کرنی ہے۔ ہر چیز فطری طور پر ہوتی چلی جا رہی ہے' حوالہ صرف وقت کا ہے' جب وقت بدل جاتا ہے تو تمہارا مزاج بھی بدل جاتا ہے۔ ذرا مزاج بدل جائے تو انسان کہتا ہے کہ میں نے شہر چھوڑ دیا' حالات چھوڑ دیے' دفتر چھوڑ دیا اور سب واقعات چھوڑ دیے۔ دن کو کتنی مصروف سڑکیں ہوتی ہیں اور رات کو اتنی ہی ویرانیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے اللہ کریم کہتا ہے کہ اب اس بات میں اختلاف نہیں ہے' تم دیکھتے جاؤ کہ کیا ہوتا ہے' جو کام مجھے پہلے مشکل نہیں لگا' میرے لیے دوبارہ کیسے مشکل ہوگا۔ میرے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک غیر ٹھوس' Liquid یعنی مائع وجود میں ٹھوس ہڈیاں پیدا کر دوں۔ تمہیں اتنی سی بات سمجھ نہیں آئی کہ تمہارے اندر اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا کہ ایک ایک دن بڑھتا

جارہا ہے' دراصل ایک ایک دن گھٹتا جارہا ہے' تمہاری بینائیاں Range سے باہر ہوتی جارہی ہیں۔ تمہاری اولادیں تمہارے اختیار سے باہر ہورہی ہیں۔ تمہارا حاصل تمہارے اختیار سے باہر ہورہا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ فلاں کام میں نے کیا تھا' بڑے لطف کا زمانہ تھا' اس سے بڑا سکون آتا تھا' اب سکون نہیں آتا ہے' تو تم نے یہ کیا کام کیا! جس میں پہلے سکون تھا اب اس میں سکون نہیں ہے۔ تمہارے خیال کا سفر آسمانوں تک جاتا ہے اور تو خود چارپائی کے ایک کنارے پر پڑا ہوا رات گزار دیتا ہے۔ یہ کل کائنات ہے تمہاری! تو پھیلتا ہے تو پھیلتا ہی چلا جاتا ہے' بات کرتا ہے تو بات ہی کرتا چلا جارہا ہے۔ جب سو جاتا ہے تو سب گواہیاں ختم ہوجاتی ہیں اور سب سفر ختم ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اللہ کہتا ہے کہ اس بات پہ غور کرو کہ میں نے کیا بنایا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم انسانوں سے انسانوں کی بات کرتا ہے' اگر وہ اپنی خدائی زبان بولے تو تمہیں خدائی زبان کیسے سمجھ آئے۔ پہاڑ نے پہاڑ سے کیا کہا' اللہ بہتر جانے۔ دریا نے دریا سے کیا کہا' اللہ بہتر جانے' یہ دریا جو ہے سمندر کے پاس پہاڑ کا کیا پیغام لے کے جارہا ہے' اللہ بہتر جانے۔ ساگر جوش میں آیا' اس نے بادل بھیجے اور پھر پہاڑ سے اس کا پیغام لے کے سمندر کی طرف چل پڑے۔ ان سب کے الگ پیغامات ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو پہچانو' خالق ایک ہے اور وہ اللہ ہے اور پہاڑ' دریا' میدان' بادل' سمندر اور اتنی ورائٹی کو پسند کرنے والا اللہ۔ شاہیں' گدھ' الو' فاختہ' شیر اور ریچھ سے لے کر گیدڑ تک سارے جانور پیدا کرنے والا یعنی اتنی ورائٹی پیدا کرنے والا' انسانوں میں یکسانیت پسند کرسکتا ہے؟ اس لیے وہ عبادت جو یکساں ہے وہ

ایک خاص وقت کی بات ہے کہ عبادت کرلو اور پھر بعد میں اپنی اپنی ورائٹی کا تحفظ کرلو۔ وہ جو عبادت ہے وہ تمہارا ذاتی تشخص ہے۔ اب ورائٹی کا تحفظ' اپنی شخصیت کا تحفظ کرنا بھی عبادت ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ بھی عبادت ہے کہ نصیحت کرنے والا نصیحت نہ چھوڑے' ماننے والا مانتا ہے کہ نہیں مانتا' تُو تو اپنی بات کر! آپ کو اللہ نے علم دیا ہے' آپ علم پھیلائیں۔ وہ شخص جو آنکھوں والا ہے' جب وہ دیکھتا ہے کہ اندھا کنوئیں کی طرف جا رہا ہے تو اس وقت اگر وہ نہ بولے گا تو عبادت سے محروم ہو جائے گا' تو آنکھوں کی عبادت یہ ہے کہ اندھے کو کنوئیں سے بچایا جائے۔ اس لیے آپ اپنی صفات کو اگر انسانوں کے حوالے سے ان کی خدمت میں لگا دیں گے تو یہ کیا ہوگا؟ عبادت! کچھ لوگ زمانے کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں اور کچھ لوگ خود کو زمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جو خود کو زمانے کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ عبادت کرتے ہیں اور جو زمانے کو اپنے لیے استعمال کرتے ہیں وہ بغاوت میں ہیں۔ کچھ لوگ اللہ سے مانگتے ہیں او کچھ لوگ اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اس لیے یہ زمانہ جو ہے اس نے ایسے رہنا ہے' اس میں تم نے کچھ حاصل نہیں کرنا۔ میں بار بار یہ مثال دیتا ہوں ایک بڑھیا کی' کہ بڑھیا بیٹھی رو رہی تھی کہ وہ آدمی میری گٹھڑی لے گیا' اس نے کہا پھر روتی کیوں ہے؟ کہتی ہے روتی اس بات پہ ہوں کہ اس نے گٹھڑی مجھ سے اٹھائی اور آگے جا کے پھینک دی اور خود غائب ہو گیا۔ جب پھینکنی ہی تھی تو چھینی کیوں! یہ دنیا ظالم ہے۔ جو کچھ آپ نے حاصل کیا' یہ چھوڑنا ہے۔ کوئی چیز ساتھ نہیں لے کے جا سکتے' آپ کے رشتے دار ہاتھوں کی انگوٹھی بھی اتار لیتے ہیں'

مرنے والے کا نام بھی چھین لیتے ہیں۔آپ نام رکھیں گے کہ فلاں فلاں شخص ہے اور لوگ کہیں گے کہ اس کا نام ''میت'' ہے۔کوئی بھی نہیں کہتا کہ ابا جی جا رہے' کہتے ہیں یہ میت ہے۔نام بھی چھین لیتے ہیں یعنی کہ پہلے اس کا سرمایہ چھین لیا جاتا ہے' اس کی جوانی والی شکل چھین لی جاتی ہے' ماحول کے ساتھ ہی رنگ بدل گیا' شکل بدل گئی' ماحول بدل گیا' ساتھی بدل گئے' لواحقین بدل گئے' وابستگیاں بدل گئیں' لوگ بڑے بے تاب ہوا کرتے تھے اس کے آنے کے لیے اور اب بڑے بے تاب ہیں اس کو لے جانے میں کہ میت کو دیر ہو رہی' جدائی نہ برداشت کرنے والے پیارے اس کو اللہ کے سپرد کر کے آجاتے ہیں۔بس یہ ہے قصہ انسان کا۔اب عبادت یہ ہے کہ وقت کو پہچانو۔میت کو لے جانے سے پہلے استغفار پڑھو' یہ عبادت ہے۔جو فرائض ضروری ہیں ان کا پورا کرنا عبادت ہے' تو اصل عبادت یہ ہے۔جو فرائض ضروری ہیں ان کا پورا کرنا عبادت ہے' تو اصل عبادت یہ ہے کہ انسان اس فطرت کو پہچانے۔

اب آپ اور سوال کر سکتے ہو____ بولو! اور سوال پوچھو!

سوال:

سر اپنی ذات کو سمجھنے کے لیے کائنات کو سمجھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب:

کائنات کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے کہ سبح للہ ما فی السمٰوٰت و الارض ۔زمین اور آسمان میں جو کچھ بھی ہے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔مثلاً شاہین اپنی صفت Preserve کرتا

ہے' اسی طرح آشیانہ بنائے گا' اسی طرح پرواز کرے گا' اسی طرح شکار کرے گا۔اس لیے جب آپ اپنے آپ کی شکلِ باطن میں دیکھیں گے تو انہی چیزوں میں سے ایک نظر آئے گی' بگلے کا ایک الگ مقام ہے' وہ منافق ہے' لگتا ہے عبادت کررہا ہے لیکن مقصد مچھلی پکڑنا ہے۔اس لیے غور کرو کہ انسان کے باطن کی آگہی ان جانوروں کی شکل میں ہوتی ہے اور انسان کو پتہ چلتا ہے کہ تیرا باطن ابھی یہاں تک آیا ہے۔اسی طرح گائے' فیضِ عام ہے' معصوم ہے' بھولی بھالی ہے۔ ہندوؤں نے اس لیے اس کو اپنی ممتا کا Symbol بنایا' کیونکہ یہ پالتی جارہی ہے' بیل دیتی ہے' کھیتوں میں ہل چلاتی ہے' دودھ دیتی ہے' اس کا دودھ ماں کے دودھ کے برابر ہے۔تو یہ ساری کائنات انسان کا مظہر ہے۔ یہ جو زمین کی سطح پر موجود دوسرے واقعات ہیں یہ بھی انسان کی صفات ہیں۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ وہ پہاڑ ہے' تو کیا ہے؟ اٹل ارادہ۔کوئی شخص دریا کی طرح ہے' اس میں دریا کی روانی ہے' آبِ رواں کی طرح ہے اور میٹھے پانی کی طرح ہے اور کوئی سمندر کی طرح کڑوا لیکن گہرا ہے۔ مثلاً مجذوب سمندر کی طرح کڑوا ہے لیکن گہرا ہے۔صحرا کا ذکر آئے تو یہ مکمل طور پر شاعروں کا لفظ ہے' ''دشتِ جنوں'''' ''دشتِ فکر''''یادوں کا صحرا'' اور ''صحرا کی پیاس'' ____ یہ سارے شاعروں کے واقعات ہیں۔ مطلب یہ کہ اس کائنات کے حوالے سے ہر آدمی کے لیے پہچان کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ہے مثلاً سورج ہے' چاند ہے' ستارے ہیں اور پھر ان کے حوالے سے یوسف علیہ السلام کا وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سورج' چاند اور گیارہ ستارے انہیں سجدہ کررہے ہیں۔ وہ خواب جو انسانوں کے

حوالے سے تھا وہ اجرامِ فلکی کے حوالے سے آیا۔ ثابت کیا ہوا؟ کہ یہ سارے کے سارے جو ہیں' انسان کی اصل صفات کے مظاہر ہیں۔ انسان اور کائنات میں ایک رابطہ ہے۔ کائنات کو سمجھنے کے لیے اپنے آپ کو سمجھنا ضروری ہے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس کے لیے کائنات ایک کھلا مشاہدہ ہے۔ بس یہ کائنات ایک راز ہے۔ دعا کرو کہ کوئی آپ کے لیے اس حجاب کو اٹھائے تا کہ ساری چیزیں اور اٹھارہ ہزار عالم آپ کو اپنے آپ میں نظر آئیں۔ اس لیے سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ تمہارے اپنے اندر اٹھارہ ہزار عالم ہیں۔

ایک بہت بڑے بزرگ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ جب میں نے عبادت میں بہت غور کیا' Concentration کی اور اپنے نفس پہ بڑا غور کیا تو مجھے پتہ چل گیا کہ میرا نفس کیا ہے؟ مجھے یہ پتہ چلا کہ میں مور ہوں یعنی کہ میں ابھی خود پسند ہوں' ابھی رنگوں کے اوپر میری جلوہ گری ہے۔ شاہین جو ہے مر جائے گا لیکن مردار نہیں کھائے گا' شیر مر جائے گا' گھاس نہیں کھائے گا۔ یعنی کہ ان فطرتوں کو اور ان صلاحیتوں کو ان کے مقام پر Preserve کرنا' یہ ان کی عبادت ہے۔ انسان انسانیت سے نیچے جائے گا تو گیدڑ بن جائے گا اور کبھی ریچھ بن جائے گا اور یہ بات بڑے راز کی ہے کہ انسان ہر جانور بن جاتا ہے۔ آپ کسی جانور کا نام لے لو مثلاً سانپ' تو سانپ جیسا انسان بھی ہے۔ گیدڑ جیسا ڈرپوک انسان بھی ہوتا ہے' لومڑی کی طرح مکار' شیر جیسا بہادر اور ''اسد اللہ'' یعنی اللہ کا شیر۔ ہر جانور میں انسانی شعور کی صفت ہوگی اور پرندے میں انسانی شعور کی صفت رکھی ہوئی ہے۔ مثلاً وہ گدھ ہے' مردار کھاتا ہے' اونچا اڑتا ہے۔ گدھ

انسانی مزاج کا نام بھی ہے۔شاہین ایک انسانی مزاج کا نام' کہ شاہیں چیونٹی سے کہتا ہے ۔

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں افلاک کو بھی نہیں لاتا نگاہ میں

چیونٹی نے پوچھا شاہین سے کہ کیا بات ہے' تیرا مقام کیوں بلند ہے تو شاہین نے کہا کہ تُو اپنا رزق خاکِ راہ میں ڈھونڈتی ہے اور میں آسمانوں کو نگاہ میں نہیں لاتا' بلند نگاہ ہوں' لہٰذا بلند مقام ہوں۔ یہ ساری صفات ہیں۔کوئی بھی پرندہ آپ لے لو' یہ سارے انسانی شعور کے درجات ہیں' Illustrations ہیں۔ آپ ان کو دیکھ کر اپنا مقام متعین کرو۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا وحبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یاارحم الراحمین۔

◆◆◆

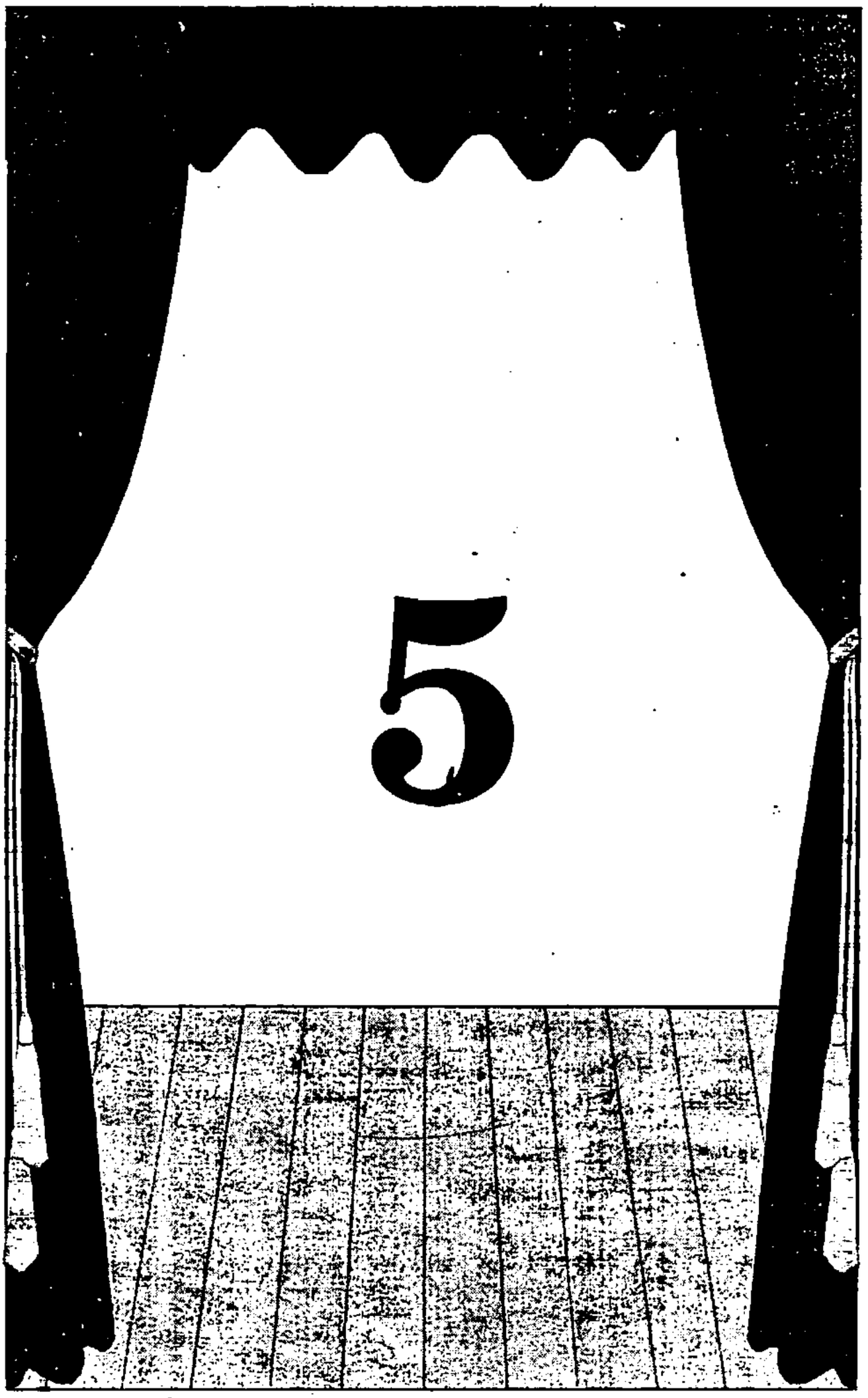
5

1 میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید میلاد النبی ﷺ جو آج کل ہم مناتے ہیں اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کیا اس طرح سے منانا صحیح ہے؟

سوال:

سر! میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ عید میلاد النبی ﷺ جو آج کل ہم مناتے ہیں اس کی ابتداء کب سے ہوئی اور کیا اس طرح سے منانا صحیح ہے؟

جواب:

یہ سوال بہت اچھا ہے اور اس کے پیچھے جو فکر ہے وہ قابلِ غور ہے۔ پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کے دن حضور پاک ﷺ کی ولادت ہوئی۔ یعنی آپ ﷺ آج کے دن آئے۔ لیکن حضور پاک ﷺ آج کے دن تو نہیں آئے۔ آج جو دن ہے وہ 1987ء کے نومبر کے مہینے کا دن ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ولادت کا دن تو ایک تھا۔ مسلمانوں کے لیے یہ غور کا مقام ہے کہ جب ایک مبارک دن آیا تو اس دن کو کسی اور دن میں متواتر دیکھنے کی جو خواہش ہے وہ عقیدت میں تو اضافہ کرتی ہے لیکن صداقت میں اضافہ نہیں کرتی۔ آپ کی عقیدت بالکل ٹھیک ہے۔ آج کا یہ جو دن ہے اس کے بارے میں ہم کہتے ہیں کہ آج کے دن حضور ﷺ تشریف لائے تو یہ دن آج کا دن تو نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو کچھ عرصہ پہلے ربیع الاوّل ہی کے مہینے میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی ولادت اسی دن کا واقعہ ہے لیکن وہ آج سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تاریخ میں کوئی

بھی دن، کوئی بھی ساعت دوبارہ نہیں آئی۔ اس بات کا ضرور لحاظ رہے۔ آپ یہ جو آج عید میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں وہ یاد کے طور پر منا رہے ہیں۔ یہ دن آج کا نہیں ہے۔ اب اس بات پر ذرا غور کریں۔ جب اس پر غور کریں گے تو پتہ چلے گا کہ ہم اس دن کو یاد کے طور پر مناتے رہے اور تقریب کے طور پر منا رہے ہیں۔ بزرگانِ دین کے زمانے میں اسے تقریب کے طور پر نہیں منایا گیا۔ یہ کوئی Recent History ہے۔ یہ واقعہ قریب کے دور میں یعنی ماضی قریب میں ہوا ہے یعنی ماضی قریب میں اس دن کو اس طرح منایا گیا ہے۔ پہلے بھی میلاد ہوتے تھے یعنی حضور پاک ﷺ کو یاد کرنا، نعت پڑھنا اور حضور پاک ﷺ کی سیرت پر ایک دن مقرر کرنا۔ میں اس جلوس کی بات کر رہا ہوں، ان واقعات کی بات کر رہا ہوں جن کا انداز حضور پاک ﷺ کی پسند کے علاوہ ہے۔ اس جلوس کو حق نہیں پہنچتا کہ حضور پاک ﷺ کے نام پر نکالا جائے کیونکہ اس کا انداز آپ ﷺ کی پسند کے علاوہ ہے۔

اور اگر ہمیں خوشی کا کوئی موقع ملے تو نور کو واپڈا کی روشنی سمجھتے ہیں۔ نور تو نور ہوتا ہے، اس کا روشنی سے تعلق نہیں ہے۔ یہ روشنیاں تمہارے زمانے کی ہیں۔ بعض اوقات کسی کو کوئی خواب آیا، خیال آیا، عرفان ہو گیا یا مکاشفہ ہوا۔ اس سے اگر پوچھیں کہ آپ کو کیا محسوس ہوا تھا؟ کہے گا میں ایک محفل میں گیا۔ ''وہاں کیا تھا''؟ ''نور ہی نور تھا''۔ ''کیسے؟''۔ بڑے بڑے نورانی بلب لگے ہوئے تھے''۔ اب یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ کیونکہ نور کا تعلق بلب سے نہیں۔ اِس زمانے میں اُس زمانے کی بات کو بیان کرنا اور اپنے عقیدے کے مطابق بیان کرنا، یہاں سے

آدمی غلطی کر جاتا ہے۔

ایک بات یاد رکھیں کہ مشاہدہ عین حق ہوتا ہے۔ جس بزرگ سے کبھی کسی کی ملاقات ہوئی، وہ جس زمانے میں ملاقات ہوئی، خواب میں یا عرفان میں، یا مشاہدے میں تو وہ ملاقات عین صحیح اسی زمانے کے ماحول میں ہوگی۔ یا آپ کے زمانے میں اگر وہ زندہ جاوید ہے تو آپ کے زمانے میں وہ آپ جیسی کوئی بات بتا کر چلا جائے گا۔ اس لیے آپ کا یہ سوال کہ میلاد کب سے منایا جا رہا ہے تو یہ حال ہی میں واقعہ ہوا ہے۔ میلاد منانا اچھی بات ہے لیکن بات غور طلب ہے۔ میلاد منانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم درود شریف پڑھو، باوضو بیٹھے رہو، حضور پاک ﷺ کے نام پر لوگوں پر رحمتیں کرو اور دشمنوں کو معافی دو اور دوستوں سے معافی مانگو؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف جلوس نکال لینا میلاد نہیں ہے۔ یہ صرف تقریب کے طور پر ہے۔ چونکہ ہم مسلمان ہیں اور ہم مقدس دنوں کے حساب سے چلتے ہیں، تو حضور پاک ﷺ کی یاد کوئی جیسے بھی منا رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی یاد منانا اور آپ ﷺ کی زندگی کے مطابق نہ چلنا، میرے خیال میں یہ درست نہیں ہے۔ جب یاد مناتے ہو تو آپ ﷺ کی تقلید بھی ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی تقلید بھی ہو اور ان کا بیان بھی ہو۔ اور یہ صحیح کہا گیا ہے کہ ذکرِ حبیبؐ کم نہیں وصلِ حبیبؐ سے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اگر ذکرِ حبیبؐ وصلِ حبیبؐ نہ دے، اگر ذکرِ حبیبؐ وصلِ حبیبؐ نہ بنے تو اس پر دوبارہ غور کرو کہ کیا ذکر کر رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوبارہ ذکر کرنا پڑ جائے۔ مقصد یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے نام پر دو علیحدہ بیانات ہو رہے ہیں۔ یہ غور طلب بات ہے۔ اصل بات کیا ہے؟

اس کو ذرا دیکھنا پڑے گا۔ تو ''یا رسولؐ اللہ'' کہنے اور ''یا رسولؐ اللہ'' نہ کہنے پر تمہارے ملک میں بڑا جھگڑا ہو چکا ہے۔ اس پر ذرا غور کرنا چاہیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عشق اور محبت کیا پیدا کر رہے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے معاملے میں یہ غور طلب بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے محبت جو ہے یعنی حضور پاک ﷺ سے جو محبت ہے وہ اسلام سے محبت ہے۔ لیکن اسلام سے محبت اور حضور پاک ﷺ سے محبت برابر نہیں ہو سکتی۔ محبت میں ذات کا ہونا ضروری ہے۔ تقلید کے لیے مذہب کا یا قانون کا ہونا ضروری ہے۔ اسلام کی اطاعت ہو سکتی ہے۔ محبت ذات سے ہوگی۔ اب بات سمجھ آ گئی آپ کو؟ اطاعت کس کی ہوگی؟ ڈسپلن کی' قانون کی اور بیان شدہ شریعت کی۔ محبت صرف ذات سے ہوگی۔ تو محبت کا تقاضا کیا ہے؟ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جہاں سے منع کیا گیا ہے وہاں منع ہو جاؤ اور جہاں چلنے کا حکم دیا گیا ہے وہاں چل پڑو اور رمل اور عمل سے منع کیا گیا ہے۔ رمل اور عمل بند کر دو۔ وہ آپ کرتے نہیں ہیں بلکہ قرآن سے فالیں نکال لیتے ہیں۔ آپ رملیات کرتے رہتے ہو' عملیات کرتے رہتے ہو' مقصد یہ ہے کہ جس بات سے آپ کو حضور پاک ﷺ نے منع کیا ہے آپ اس بات سے منع نہیں ہوئے۔ آپ کو منع کیا گیا کہ مزار پرستی نہ کرو لیکن آپ نہیں باز آ سکتے۔ آپ مجبور ہیں' کہتے ہیں محبت زیادہ ہو گئی ہے' اس لیے اب ہم مزار پرستی سے پرے نہیں رہتے۔ آپ کو منع کیا گیا بہت ساری باتوں سے اور آپ ان باتوں سے منع نہیں ہوتے اور آپ لوگ اس نام کا اور ذات کا سہارا لے کر' آپ ﷺ کی ذات کے کسی بتائے ہوئے اصول کے علاوہ عمل کر جاتے ہیں۔ اس لیے یہ غور رہے کہ

میلاد النبیؐ اصل میں یہ ہے کہ آپؐ کے فرمان پہ عمل کیا جائے۔ یہ جلوس کا نام نہیں ہے، روشنی کا نام نہیں ہے، اور بلب لگانے کا نام نہیں ہے۔ اصل میلاد حضور پاک ﷺ سے محبت کے نام پر ملتِ اسلامیہ یا امتِ محمدی ﷺ کی طرف رجوع کرنا اور اس میں ایک اجتماع پیدا کرنا ہے۔

ہمارے ہاں جتنے بھی سلاسل آئے ہیں ان میں حضور پاک ﷺ کی محبت کے مختلف طبقے آئے ہیں اور مختلف انداز آئے ہیں۔ کوئی حضور پاک ﷺ کی محبت میں قوالی کر رہا ہے اور کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے، کوئی تنہا پڑھ رہا ہے اور کوئی انجمن میں بیٹھا ہے۔ یہ سارے اپنی جگہ ٹھیک ہیں لیکن میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اس سے ملت منتشر ہوگئی۔ حضور پاک ﷺ کی یاد کا کوئی ایسا فارمولا نکالو کہ جس سے ملت ایک ہو جائے۔ یہ تو کوئی بات نہیں کہ آپ اکیلے ہی فلاح پا جاؤ۔ اگر آپ کا بھائی دوزخ میں گیا تو کیا یہ آپ کے لیے اچھی خبر ہوگی۔ دعا یہ کرو کہ تم جنت میں اپنے بھائی سمیت جاؤ۔ کون سا بھائی؟ وہ جو گمراہ ہو گیا ہے۔ اس لیے جنت میں جانے والے وہ لوگ ہوں گے جو دوسرے کی فلاح چاہیں گے۔ حضور پاک ﷺ کی یہ بات دیکھو کہ آپؐ نے کسی کے لیے بددعا کرنے کے موقع پر بھی بددعا نہیں فرمائی حالانکہ موقع تھا کہ جو شخص، جو ملت، طبقہ یا جو سوسائٹی اس وقت آپؐ کے ساتھ بے انتہا زیادتی کر رہی تھی اور اللہ کی طرف سے آپ کو اجازت تھی کہ آپ کہیں تو اس بستی کو غرق کر دیا جائے تو آپؐ نے کیا فرمایا؟ ؎

یہ سن کر رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

آپؐ نے فرمایا کہ اس بستی کو تباہ نہ کیا جائے کیونکہ اگر یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولادیں ضرور مسلمان ہو جائیں گی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا کہ ان لوگوں کی اولادیں مسلمان ہو گئیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی کسی بھی مقام پر اپنا ذاتی انتقام نہیں لیا۔ اے مسلمانانِ عالم! آپ سوچو! کیا آپ کے دلوں میں کوئی انتقام کا جذبہ ہے اور اگر آپ کے دلوں میں انتقام کے جذبات ہیں تو دن منانے سے بات نہیں بنے گی۔ دل کو صاف کرنے سے بات بنے گی۔ کیا آپ کے دل سے انتقام نکل گیا ہے؟ کیا آپ کے دل میں سے دنیا میں ٹھہرنے کا لالچ نکل گیا ہے اور کیا آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب رہنا چاہتی ہے۔ فرض کرو کہ آپ کو Option مل جائے اور یہ اختیار مل جائے کہ دونوں میں سے ایک چیز چن لو ایک طرف پیسہ ہے اور ایک طرف غریبی ہے اور غریبی کے ساتھ حضور پاک ﷺ کی محبت ہے تو آج کے زمانے میں بہت کم لوگ ایسے ہیں جو غریبی اور حضور پاک ﷺ کی محبت کو اکٹھا قبول کریں گے اور عام طور پر ؎

درد غربت کدے میں پلتا ہے

حضور پاک ﷺ کی محبت کے چراغ جہاں بھی جلے ہیں وہاں درد اور غربت بھی ضرور ملتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی محبت میں آپ زندگی کی تھوڑی سی ابتلاء بھی قبول کر لیا کرو۔ اگر آپ کے اندر جائز، ناجائز، خفیہ اور غیر خفیہ دولت کو حاصل کرنے کا جذبہ بند ہو جائے تو حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ آپ اپنے بھائیوں کے لیے دعا کرو تو حضور پاک ﷺ کی محبت بڑھ جاتی ہے۔

جس شخص نے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے قطع تعلق کر لیا تو

حضور پاک ﷺ کے مزاج میں وہ پسندیدہ شخص نہیں ہے۔ صلہ رحمی اور قطع رحمی کا پورا مضمون آپؐ نے فرمادیا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ کس کس طرح آپ نے لوگوں کو Deal کرنا ہے۔

حضور پاک ﷺ کی محبت یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت کی جائے اور اللہ کی محبت یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی اطاعت کی جائے اور ان سے محبت کی جائے۔ اس راستے پر چلنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کی جو تقریب ہم منا رہے ہیں یہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اس کے پیچھے سند نہیں ہے۔ جس طرح داتا صاحبؒ کے بارے میں یہ سند نہیں ہے کہ داتا صاحبؒ کسی مزار پر آئے تھے بلکہ مزار پر نہیں آئے تھے لیکن ہم ان کے مزار پر جاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ جب تشریف لائے تو وہ کسی آستانے پر نہیں آئے تھے بلکہ کوئی واقعہ کرنے آئے تھے۔ خواجہ غریب نوازؒ اجمیر شریف میں کسی آستانے پر نہیں گئے۔ اب یہ دو معتبر ہستیاں ہیں جو بغیر کسی آستانے کے کسی کام پر گئے۔ اب یہ بھی غور طلب بات ہے کہ داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ دو معتبر ہستیاں ہیں جو حضور پاک ﷺ کی محبت میں سرشار تھے۔ یہ کسی آستانے پر نہیں بلکہ کسی کام پر گئے یعنی کسی اسلامی کام پر گئے۔ جس شخص نے حضور پاک ﷺ کی امت کی فلاح کی دعا کی وہ حضور پاک ﷺ کو قبول ہوا' مقبول ہوا یعنی وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ ''یارب العالمین! اس امت پر رحم فرما''۔ تو امت کون ہے؟ جب آپ کہتے ہیں اس امت پر رحم فرما تو اس میں آپ کا وہ مخالف بھی شامل ہو گیا جو کلمہ پڑھ رہا ہے لیکن آپ کو نہیں مانتا یعنی ایسا بندہ جو اسلام کو اچھا سمجھتا ہے اور تمہیں اچھا نہیں سمجھتا

اب غور کرو اس بندے کا تمہارے ساتھ کیا تعلق بنتا ہے۔ یہ شخص اسلام کو تو اچھا سمجھتا ہے لیکن تمہیں اچھا نہیں سمجھتا۔ تمہارا مخالف ہے اور اسلام کے حق میں اچھا ہے۔ اب تم اس آدمی کے حق میں دعا نہیں کر سکتے' حالانکہ اس کے لیے دعا کا حکم ہے۔ کون آدمی؟ جو اسلام کو اچھا سمجھے اور تمہیں اچھا نہ سمجھے۔ تم اپنے ناپسند کرنے والے کے لیے کبھی دعا نہیں کر سکتے۔ یہ حضور پاک ﷺ کی محبت کا بڑا ضروری حصہ ہے۔ کون سا حصہ ضروری ہے؟ وہ آدمی جو تمہیں ذاتی طور پر پسند نہ کرتا ہو اور اسلام کو پسند کرتا ہو' اس کے لیے دعا کرو۔ اب یہ کب ہوگا کہ تم اس کے لیے دعا کرو؟ یہ تب ہوگا جب تم اس کو ناپسند نہ کرو گے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت میں یہ بہت ضروری ہے۔

اب یہ فارمولا بن گیا کہ اپنی پسند اور ناپسند کو بغیر حضور پاک ﷺ کی سند کے استعمال نہ کرو۔ جب تک وہ سند نہ ملے کسی کو ناپسند نہ کرنا۔ اگر وہ حضور پاک ﷺ کا پسندیدہ آدمی ہوا اور تم نے ناپسند کیا تو تم کبھی بھی حضور پاک ﷺ کے قریب نہیں جا سکتے۔ مثال کے طور پر حضور پاک ﷺ کے زمانے میں یہ بڑا Test ہوا کہ ایک سیاہ فام غلام حضور پاک ﷺ نے مسلمانوں کی سوسائٹی میں نازل فرما دیا۔ اب وہ عرب سوسائٹی بڑی نستعلیق سوسائٹی تھی۔ وہ لوگ رنگ کا خیال کرنے والے اور مرتبے کا خیال کرنے والے اور زبان کا خیال کرنے والے تھے۔ اور ادھر ایک غلام کو اتنی بڑی فوقیت مل گئی۔ اب ان کو یہ بتانا تھا کہ یہاں فوقیت حضور پاک ﷺ سے تقرب کی ہے اور خون کی نہیں ہے' فوقیت یہاں خدمت کی ہے نسل کی نہیں' فوقیت حضور پاک ﷺ کے مزاج کی ہے' تمہارے مزاج کی نہیں۔

اس لیے جب حضور پاک ﷺ کے مزاج کی فوقیت مان لو گے تو پھر آپ کا اپنا مزاج ختم ہو جائیگا۔ اپنے مزاج کو ان کے تابع کر دینے والا حضور پاک ﷺ سے محبت کر سکتا ہے۔ ورنہ ان کی محبت کا دم نہ بھرنا۔ اگر آپ کو کبھی دین اور دنیا کو Select کرنے کا Choice مل جائے تو دنیا کو ترک کر دینا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضور پاک ﷺ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ ایک صحابی ؓ مکان بنا رہے تھے۔ مکان کا گنبد ذرا پختہ او بلند ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ وہاں سے خاموش ہو کر چلے گئے۔ شام کو وہ صحابیؓ گئے' سلام کیا' آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ پھر سلام کیا' جواب نہیں دیا آپؐ نے۔ تو صحابیؓ کو سمجھ آ گئی کہ بات کیا ہے؟ باہر جا کر صحابہ کرام ؓ سے پوچھا کیا بات ہے' آج حضور پاک ﷺ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا' کیا مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا خطا تو کوئی نہیں ہوئی' تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے اور اسے حضور پاک ﷺ نے دیکھ کر کچھ ناپسند فرمایا۔ وہ صحابیؓ گئے اور انہوں نے وہ مکان گرا دیا۔ پھر واپس آ کر سلام کیا حضور پاک ﷺ نے جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا ''تم یہاں رہنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں''۔

بات اتنی ساری ہے کہ یہاں رہنے کا مقام ہی نہیں ہے۔ وہ شخص جو حضور پاک ﷺ کی محبت کا دم بھرتا ہے اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ حضور پاک ﷺ کی محبت جو ہے وہ اس دنیا سے فارغ ہونا ہے۔ اگر محبت مانگتے ہو تو ایک ایک کر کے اپنے ہاتھ کے سارے جذباتی کبوتر اڑا دو اور ایک ایک کر کے ہر شے کو چھوڑ دو۔ پھر اللہ جانے' اللہ کے کام جانیں ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

یعنی یہاں سے ساری وابستگی چھوڑ کر آپ حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑو تو یہ ہے حضور پاک ﷺ کی محبت۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ان لوگوں سے پوچھو جن لوگوں نے ساری عمر خربوزہ نہیں کھایا۔ ایک بزرگ خربوزہ ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے مگر کھاتے نہیں تھے۔ کسی نے پوچھا کہ خربوزہ نہیں کھاتے۔ فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں چل رہا کہ حضور پاک ﷺ خربوزہ کس طریقے سے کاٹتے تھے' جب تک مجھے سند نہ ملے کس طرح کھاؤں۔ اور پھر ساری عمر خربوزہ نہ کھایا۔ یعنی کہ حضور پاک ﷺ کی ایک عادت کو ساری عمر کا سفر نامہ بنالیا کہ اس کے مطابق سفر کرنا ہے۔ جہاں جہاں سے حضور پاک ﷺ گزرے ہیں ان لوگوں کو وہاں سے گزرنے کی خواہش اور تمنا رہی ہے۔ ان لوگوں کو پتہ تھا کہ حضور پاک ﷺ کی محبت کیا ہے۔ آپ لوگ خود دیکھیں کہ اس محبت کا اعجاز کیا ہے۔ آپس میں لڑنے والے اور سالہا سال لڑنے والے اور نسل در نسل لڑنے والے آخر کار ایک محفل میں آکر بیٹھ گئے۔ یہ حضور پاک ﷺ کا اعجاز تھا۔ آپؐ نے متفرق قبائل کو جمع کر دیا' تو متفرق کو اجتماع میں لانا حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے اور اب آپ لوگ پھر ایک قسم کی تفریق میں آگئے ہیں۔ اب آپ خود دیکھیں ہمارے اسلام میں کیا ہے؟ جمعیت نمبر ۱' جمعیت نمبر ۲' اول مسلم لیگ' دوم مسلم لیگ' سوم مسلم لیگ' اسلام کے نام پر بننے والے بے شمار جماعتیں۔ اور جماعت اسلامی بھی ایک جماعت ہے کہ اس کے بعد کسی کو اسلامی کہلانے کا حق نہیں ہے'

جماعت اسلامی کا ایک گروہ بن گیا۔ اب تم لوگ کون ہو؟ اس کے علاوہ ہی ہو گے۔ اور تمام مشائخ کرام اور ان کے تمام واقعات دیکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک حضور پاک ﷺ کا دیا ہوا دین ہے' ان کا پسندیدہ دین ہے اور اس کے ضابطے' حدود اور خطوط مقرر ہو چکے ہیں۔ اب اس حویلی کے اندر اپنے الگ الگ کمرے الاٹ کرانے سے کیا آپ حضور پاک ﷺ کو خوش کر رہے ہیں؟ آپ جب کہتے ہیں کہ یہ لوگ اور وہ لوگ' یہ کتاب اور وہ کتاب' تو کیا اس سے حضور پاک ﷺ کو خوشی ہو رہی ہے۔ یہ ساری کتابیں حضور پاک ﷺ کے بعد کی لکھی ہوئی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے زمانے کی کتاب صرف قرآن پاک ہے۔ قرآن کی تفسیر بھی بعد کی بات ہے۔ اگر تفسیر چھوڑ دو اور صرف قرآن پڑھو تو انشاء اللہ سب آپ کو سمجھ آ جائے گا۔ حضور پاک ﷺ کی سیرت پڑھا کرو اور محبت کا اعجاز یہ ہے کہ محبت سیرت آشنا کر دے گی۔ محبت کتاب سے نہیں بلکہ عطا سے ملتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ محبت کا اعجاز یہ ہے کہ محبت مزاج آشنا کر دے گی۔ مزاج کتاب سے نہیں ملے گا بلکہ توجہ سے ملے گا' آپ ؐ کی مہربانی سے ملے گا اور یہ مہربانی آج بھی ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ آنحضور ﷺ کی جو حدیث کتابوں میں ہے وہ بھی حدیث ہے اور آج بھی حدیث جاری ہے۔ جن جن لوگوں سے حضور پاک ﷺ جو کچھ فرما رہے ہیں اور آج کل فرما رہے ہیں' وہ بھی حدیث ہے۔ آپ ؐ کی سیرت اور آپ ؐ کے وصال کے بعد کی سیرت جو ہے یہ آج بھی جاری ہے۔ تبھی تو آپ قیامت تک کے لیے ہیں بلکہ قیامت سے بھی بعد کے لیے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ ؐ کا سایہ موجود رہے گا۔ اس بات کو ذہن میں

رکھو۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر حضور پاک ﷺ ایک دور سے شروع ہوتے ہیں اور ایک دور پر ان کا وصال ہو جاتا ہے تو گزرے ہوئے دور پر اتنی بڑی عمارت بنانا آپ کے بس کی بات نہیں۔ آپ کا دور ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور پھر درمیان میں ایک پردہ بھی ہے۔ یہ پردہ کیا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھیں کہ آپ سمندر کے کنارے بیٹھے ہیں اور سمندر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ابدی زندگی ہے۔ وہ جو پہلے گیا یا بعد میں گیا وہ برابر ہے' سمندر تو وہی ہے۔ جب زمان و مکاں سے آگے آ گئے تو وہاں پر تو وقت بھی نہیں ہے' وہاں کوئی سیکنڈ نہیں ہے' وہاں کوئی منٹ نہیں ہے۔ وہاں کے لمحات ہی اور ہیں۔ اس لیے یہ جو فاصلے ہیں ہماری نگاہ میں ہیں' یہ فاصلے ہمارا پردہ ہی ہیں' آج ہم ہیں اور ایک دن ہوگا کہ ہم نہیں ہوں گے۔ پھر اس ہونے اور نہ ہونے کے باوجود آپ حضور پاک ﷺ کی محبت میں رہو۔ اس طرح آپ حضور پاک ﷺ کے قریب آ سکتے ہو۔ ہونے اور نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ یعنی وصال کے وقت بھی' موت کے وقت بھی اور غم کے وقت بھی جس شخص کی محبت میں فرق نہ آیا وہی شخص حضور پاک ﷺ کی محبت کے قریب ہوگا اور جس شخص میں خوشی' غمی اور موت کے وقت فرق آ جائے وہ اس محبت کے قریب نہیں آ سکتا۔ اور اگلی بات یہ بتا رہا ہوں کہ کبھی حضور پاک ﷺ سے آپ کی ملاقات ہو جائے اور اللہ کرے ضرور ہو جائے تو وہ شخص جو حضور پاک ﷺ سے کسی دنیاوی آرزو کا سوال کرے اس کو محبت نہیں ہوگی۔ مقصد یہ کہ وہ جدا ہونے والا آدمی ہوگا' کوئی نقلی آدمی ہوگا کہ وہ آپؐ سے روشنی لے کر جانا چاہتا ہے۔ تو حضور پاک ﷺ کی محفل سے کسی کام کی غرض سے اُٹھ کر جانے والا

اس محفل کا آدمی نہیں رہے گا۔

حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والا کون ہے؟ جس کو آپؐ کا عشق نصیب ہو جائے وہ باقی عشقوں کو بھول جاتا ہے اور وہ باقی فرائض بھی بھول جاتا ہے' ایسے شخص کے فرائض بدل جاتے ہیں' اس کا عنوان بدل جاتا ہے اور اس کے واقعات بدل جاتے ہیں۔ اس لیے اس بات کا ضرور خیال رہے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کیا ہے۔ حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے کرتے ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ یہ محبت آپ کو جلوہ گر نظر آتی ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے ؎

خاک کو رفعت ملے' بے بال و پر کو پر ملے
نعتِ پیغمبرؐ سے جب عرفانِ پیغمبرؐ ملے
اس نظر میں فاصلے صدیوں کے بھی حائل نہیں
اپنے درویشوں سے وہ ہر دور میں آکر ملے

یہ جلسہ وجلوس سب اس لیے ہے کہ آپ کو ابھی عرفان اور ادراک نہیں ہو رہا۔ عجیب بے ترتیبی ہے' بیل گاڑیاں' ہلہ گلہ' بھاگم دوڑ' ہے جمالو ___ میرا تو شہر ہی چھوڑ جانے کو دل کرتا ہے۔ میں چونکہ سخت بات نہیں کہتا بلکہ نرم بات کرتا ہوں' حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ' سارا تمہارا اپنا ہی بنایا ہوا ہے اور اس میں حضور پاکؐ کے مزاج کی بات نہیں ہے یعنی یہ جو کچھ آپ کر رہے ہو اور جس طرح آپ کرنا چاہتے ہو۔ اب تو اس میں حکمران بھی شامل ہونے لگے ہیں۔ اگر حکمران ایسا نہ ہو تو اسے حضور پاک ﷺ کا نام لینا ہی نہیں چاہیے کیونکہ پہلی بات جو اس دین کے اندر حضور پاک ﷺ نے فرمائی ہے وہ صداقت اور امانت ہے۔ بادشاہ میں یہ

بات ہونی چاہیے کہ جس کی امانت ہو اس کو واپس کرے۔ عوام کی جو چیز ہے وہ عوام کو واپس ہونی چاہیے۔ صداقت کا معنی یہ ہے کہ اس سٹیج پر کوئی Statement' کوئی بیان غلط نہ ہو۔ اخباری بیان بھی غلط نہ ہو۔ تو یہ دو باتیں ہیں صداقت اور امانت جو اس دین کے آغاز سے بھی پہلے موجود تھیں اور یہ دو باتیں حضور پاک ﷺ کے نبوت کے اعلان سے پہلے ہی مشہور تھیں کہ آپؐ صادق ہیں' صادق الوعد ہیں اور امین ہیں اور آپؐ نے کافروں کو یہ بات تسلیم کرائی کہ اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے دشمن آرہا ہے تو کیا تم مان لو گے؟ سب نے کہا جی ہاں۔ ''اگر'' کا جو لفظ ہے اس پر غور کریں۔ بڑے خوب صورت انداز سے آپؐ نے بات فرمائی۔ ''اگر میں یہ کہوں کہ دشمن آرہا ہے'' جو کہ تمہیں معلوم ہے کہ نہیں آرہا ہے تو تم کیا کہو گے؟ کافروں نے کہا ہم آپؐ کی بات مان لیں گے۔ مطلب یہ کہ آپؐ نے صداقت کا اتنا اعتماد پیدا کرلیا کہ اگر غیر صادق بات کریں تب بھی صداقت ہے۔ تو صادق کی بات ہی صداقت ہوتی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے یہ ثابت کر دکھایا۔ کیا بات ثابت کی؟ کہ صادق کی بات صداقت ہے۔ جو آپؐ فرمائیں وہ صداقت ہے۔ دنیا کی جو صداقتیں ہیں ہم ان کو Verify کرتے ہیں اور تجزیہ کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ آپ کے گھر کے باہر ایک آدمی آیا ہوا ہے' اگر آپ کو کوئی شک ہے تو باہر جا کر دیکھ لو' اگر کوئی شخص نہیں آیا ہوگا تو وہ کہنے والا سچا نہیں ہوگا اور آیا ہوگا تو کہنے والا سچا ہوگا۔ یہ تو وہ بات ہوئی جس کا ہم تجزیہ کر سکتے ہیں اور جس کا ہم جائزہ لے سکتے ہیں اور جس کا ہم ثبوت مہیا کر سکتے ہیں۔ ایسی باتوں میں تو آپ صداقت پر غور کر سکتے ہو لیکن جب یہ کہا جائے کہ کیا اللہ

ہے؟ تو اس کا کیا ثبوت! یہاں پر پیغمبر ﷺ کی ذات پر اعتماد کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ اللہ کا ثبوت کیا ہے تو پیغمبر ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ہے چونکہ یہ بات میں کہہ رہا ہوں اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ ہے اور بس اللہ ہے۔ لہٰذا نہ ثابت ہو سکنے والی بات بھی اعتمادِ شخصیت کے ذریعے ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ کی ذات اتنی معتبر ہے کہ آپ کا فرمایا ہوا مستند ہے۔ آج تک کسی کو اللہ کا ثبوت نہیں ملا اور آج تک لوگ مانتے چلے آرہے ہیں کہ اللہ ہے۔ یہ اس لیے کہ فرمانے والا سچا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے قول کی خوبی یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہے جب کہ اللہ کا ثبوت نہیں ہے' اللہ کے واقعات نہیں ہیں اور اللہ ہمارا تجربہ نہیں ہے اور اللہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضو پاک ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہے تو بس ٹھیک ہے' اللہ ہوگا۔ پھر وہ فرماتے ہیں کہ اس کو سجدہ کرو' تو یہ بھی ٹھیک ہے اور اللہ حضور پاک ﷺ پر درود پڑھتا ہے' یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی دنیا پیدا فرمائی ہے اور صرف ایک ذات پر درود بھیجتا جارہا ہے' تو حضور پاک ﷺ کی بات اس حد تک صداقت ہے کہ وہ جو کہیں وہ سچ ہے۔ یہ بات حضور پاک ﷺ کی ذات پر اعتماد کے بغیر ممکن نہیں۔

پھر جب معراج شریف کا واقعہ ہوا او حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا کہ تمہارے نبی ﷺ یہ بات کہہ رہے ہیں تو انہوں نے کہا جب آپ ﷺ فرمارہے ہیں تو ٹھیک ہے' ایسا ہی ہوگا۔ اور یہی ایک راز ہے کہ جو بات حضور پاک ﷺ فرمارہے ہیں وہ ایسا ہی ہوگا۔ بہت سی باتیں ہیں جن کا ثبوت مہیا کرنا مشکل ہے۔ مثلاً مرنے کے بعد ایک زندگی ملے گی۔ اس کا ثبوت کسی کے پاس نہیں۔

کبھی کوئی مرا ہوا بندہ آپ کے پاس نہیں آیا ہوگا کہ وہاں یہ یہ ہو رہا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد کی زندگی ایمان ہے۔ ایسا ایمان جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اللہ اور اس پر اعتماد تو ہے لیکن جس کا ثبوت نہیں ہے' ایسے فرشتے جن کا ثبوت نہیں ہے' ایسے جبرائیل جن کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ سب ایمان ہی ایمان ہے' ایمان ہی ایمان ہے۔ یہ ایمان حضور پاک ﷺ کی صداقت والی شخصیت پر اعتماد کی وجہ سے ملا اور یہ حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے۔ آپ کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے خدا کو ایسا منوایا کہ جیسے ہم دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہم نے دیکھا نہیں ہے۔

آپ کی ذات پر اس طرح کا اعتماد ہونا چاہیے اور صرف جلوس نکالنے سے بات نہیں بنتی۔ اس جلوس میں مجھے ایک اچھی بات نظر آتی ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس ہو اور داتا صاحبؒ پر جا کر ختم ہو۔ اس بات سے داتا صاحبؒ کا حضور پاک ﷺ سے کوئی رشتہ ضرور ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ اس مقام پر جانے کا کیا سبب ہے' غالباً یہ ایک ہی واقعہ ہے کہ داتا صاحبؒ مظہرِ نورِ خدا ہیں۔ پھر اس میں ایک اور بات دیکھو کہ جب جاننے والے منانے کا کوئی پروگرام نہیں بنا رہے تو نہ جاننے والے کچھ نہ کچھ تو کریں گے۔ نہ جاننے والے ہلہ گلہ چاہتے ہیں' رونق چاہتے ہیں۔ اس لیے جاننے والوں کو چاہیے کہ کوئی نہ کوئی فنکشن جو حضور پاک ﷺ کے نام کا ہو' اسے بڑے مقدس انداز میں ضرور کیا کریں تا کہ لوگوں کے اندر شعور پیدا ہو ورنہ لوگ تو یہی کچھ کرتے رہیں گے' بیل گاڑی' زندہ باد' مردہ باد اور ڈھول ڈھمکے کرتے رہیں گے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ اب تو بزرگوں کے عرس پر

بھی ایسا ہوتا ہے مثلاً دھمال ہے' دھمال اسلام کے شعائر اللہ میں سے تو نہیں ہے۔ مادھولال حسینؒ کے دربار آپ کبھی گئے ہوں تو عجیب وغریب منظر ہوتا ہے' یہ اسلام کی بات نہیں ہے۔ اسلام کے اندر تو یہ واقعہ ہے کہ حضور پاکؐ کی یاد منانی ہو تو ہمیشہ یاد رہنی چاہیے' ہمیشہ ہی مناؤ اور اس طریقے سے مناؤ کہ اس کے اندر سنجیدگی پیدا ہو اور تقدیس پیدا ہو اور ادب پیدا ہوتا کہ بچوں کے اندر اور نئی نسل کے اندر روشنی پیدا ہو' یہ نہ ہو کہ آپ اسے بے ترتیب کر دو۔

اس جلوس سے حکومت والوں نے بھی فائدہ اٹھایا۔ اس سے حکومت کچھ دیر پا ہو جاتی ہے' لوگ سمجھتے ہیں کہ حکمران نیک لوگ ہیں' حضور پاک ﷺ کے جلوس میں شامل ہوئے ہیں' لوگ جھنڈیاں لے کر دیتے ہیں' ایسا شخص مہنگا بیچتا ہے اور بھائیوں کو نقصان پہنچاتا ہے' گھٹیا مال فروخت کرتا ہے اور مال میں ملاوٹ کرتا ہے' لیکن جھنڈیوں کے پیسے ضرور دیتا ہے کہ میلاد النبی ﷺ پہ لگا دو۔ ایسے آدمی کو اتنا کہو کہ غور کرے کہ وہ حضور پاک ﷺ کی امت کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ دیکھ بھئی تیرے کارخانے کی بنی ہوئی چائے ہم نے پی ہے لیکن اس میں کوئی ذائقہ نہیں نکلا۔ کہتا ہے کہ گلہ نہ کیا کر' تیرے کارخانے کی بنی ہلدی میں بھی تو کھا رہا ہوں بالکل زہر ہے۔ کھانا آپ نے دو وقت کا ہی کھانا ہے پھر رخصت ہو جانا ہے۔ کوئی آدمی آج تک ایسا نہیں ملا جو چار وقت کھانا کھا سکے۔ آپ کے معدے تو ویسے ہی خراب ہیں' آپ خوراک کی بجائے دوائی کھاتے رہتے ہو۔

ضرورت کے بعد آنے والا پیسہ صرف نظر آتا ہے محسوس نہیں ہوتا' ضرورت تک پیسہ پیسہ ہے لیکن ضرورت کے بعد آنے والا پیسہ بے کار سی چیز ہے' آتا ہے جاتا ہے۔ ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ میرا کاروبار نہیں چلتا تھا ہمارے پیر صاحب نے دعا کی اور کہا پھل فروٹ بیچو' میں نے فروٹ کی دوکان کھول لی' پہلے خربوزے بیچے' پھر دوسری چیزیں' اب اللہ کے فضل سے میری اپنی دوکان ہے اور روزانہ ہزار روپے کی آمدن ہو جاتی ہے' Sale بڑھتی ہے' آمدن بڑھتی ہے' رونق لگی ہے۔ اب وہ کرتا یہ تھا کہ بیس روپے والی چیز پچاس روپے میں بیچتا تھا۔ اب اپنے بھائی سے زیادہ منافع اپنے پیر صاحب کا نام لگا کر لے لیتا تھا۔ اس میں نہ تو پیر خوش ہوتا ہے اور نہ حضور پاک ﷺ خوش ہوں گے۔

کہیں تم حضور پاک ﷺ کے نام پر حضور پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ نہ چل پڑنا۔ اس بات کا اندیشہ ہے' اس کا خیال کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یاد مناتے ہوئے آپ بہک جاؤ اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیشہ کے لیے آپ پر یادیں منانے کی پابندی لگ جائے۔ آج جس طرح ہوتا ہے داتا صاحبؒ کے عرس پر کہ عرس منانے والے کسی آدمی نے ''کشف المحجوب'' نہیں پڑھی۔ منانے والے بھائی گیٹ تک جلیبی کھا کے آ گئے اور کہتے ہیں سبحان اللہ! داتا صاحبؒ کا عرس ہے' سبحان اللہ کیا جلیبی ہے۔ اب آپ ہی بتاؤ جلیبی سے کیا تعلق داتا صاحبؒ کا۔ پھر کہتا ہے کہ چلو رونق میلہ بھی دیکھیں۔ اب اس نے رونق میلے کا نام داتا صاحبؒ رکھ دیا ہے۔ اگر آپ کو حضورؐ پاک ﷺ کی یاد حضور پاک ﷺ کے قریب نہیں لے کے جا رہی تو پھر آپ کو احتیاط کرنی چاہیے اور غور کرنا چاہیے۔

پھر آج کا دن آپ کے لیے مبارک ہو گیا۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میں آج نصف شب کو حضور پاک ﷺ کے نام کے دو رکعت نفل ضرور پڑھوں گا اور میں فلاں وقت درود شریف پڑھوں گا اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا ہے تو میں تقلید کرتا ہوں اور میں بھائی کو معاف کرتا ہوں اور یہ کہے کہ ایک آدمی کو میں نے تکلیف دی تھی اور آج کی وجہ سے میں اس سے معافی مانگ لیتا ہوں۔ ایسی صورت میں آج کا دن مبارک ہے۔

آپ غصہ بھی کرتے ہو، لالچ بھی کرتے ہو، نفرتیں بھی کرتے ہو، مال جمع بھی کرتے ہو، اس کی گنتی بھی کرتے ہو، دنیا کی آرزو کے پیچھے بھاگے دوڑے پھرتے ہو اور پھر حضور پاک ﷺ کی محبت کا نام بھی لیتے ہو، یہ سب اتنا مکینیکل نہیں ہے یعنی یہ محبت مشین کی طرح نہیں ہے۔ آپ کا دل کہے اور آپ کی روح کہے کہ ''الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ''۔ یہ درود شریف پڑھا جائے، غور سے پڑھا جائے، آنسوؤں سے پڑھا جائے، میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ روزانہ پڑھا جائے۔

اب میں آپ کو حضور پاک ﷺ کے میلاد کی نظم سناتا ہوں:

مبارک اہلِ ایماں کو کہ ختم المرسلیںؐ آئے
مبارک صد مبارک بانیِ دینِ مبیںؐ آئے
مبارک ہو کہ دنیا میں شہِ دنیا و دیںؐ آئے
چراغِ طور آئے، زینتِ عرشِ بریں آئے

کہ حسنِ ذات، دینے کے لیے ذوقِ یقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے!
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی، نہ ثانی ہے!
فنا زیرِ قدم، ان کی بقا پر حکمرانی ہے
محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے
سراپا عشقِ حق بن کر حسینوں کے حسیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

وہی حٰم و طٰہٰ ہیں مدثر ہیں مزمل ہیں
وہ کرمنا بنی آدم کی تفسیرِ مکمل ہیں
امام الانبیاء ہیں، نور ہیں، انسانِ کامل ہیں
''خدا خود میرِ مجلس ہے محمدؐ شمعِ محفل ہیں''
دلوں کو نور دینے کے لیے نورِ مبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیںؐ آئے

دمِ عیسٰیؑ، یدِ بیضا، سے آگے ہے مقام ان کا
کلام اللہ کی تفسیر ہے گویا کلام ان کا
حیاتِ جاوداں دیتا ہے دنیا کو پیام ان کا
خدا ہی جانتا ہے کس قدر پیارا ہے نام ان کا

گناہ گارو نہ گھبراؤ شفیع المذنبیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے

در و دیوار طیبہ کے خوشی سے جگمگاتے ہیں
فضائیں رقص کرتی ہیں پرندے چہچہاتے ہیں
ملائک حور و غلماں راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں
کہ سلطانِ زمانہ دہر میں تشریف لاتے ہیں
جبینِ آسماں جھکتی ہوئی سوئے زمیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے

دو عالم کے دلوں کو نور دیتا ہے جمال ان کا
یہ جاں ان کی یہ دل ان کا صفت ان کی کمال ان کا
یہ دن ان کا چراغ ان کے فراق ان کا وصال ان کا
غلامِ کمتریں واصفؔ علی کو ہے خیال ان کا
محمد ؐ کی غلامی میں قلوب العاشقیں آئے
مبارک ہر جہاں کو رحمۃ اللعالمیں ؐ آئے

بات اتنی ساری ہے کہ آپ سب درود شریف پڑھو اور ہر آدمی حضور پاک ﷺ سے دعا کرے کہ یا رسول اللہ ﷺ امت پر رحم فرمائیں۔ اب وقت ایسا آ گیا ہے کہ انتشار ہو گیا ہے' آدمی' آدمی سے الگ ہو گیا ہے' فرقہ' فرقے سے الگ ہو گیا ہے' ایک دوسرے سے طبقے الگ الگ ہو گئے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ملت مٹ جائے۔

دعا یہ کرو کہ یا رب العالمین! یا رسول اللہ ﷺ! امت کو اکٹھا فرمائیں' ملت کو اکٹھا فرمائیں' ان کو پھر عہدِ رفتہ کی طرف رجوع عطا فرمایا جائے' جس طرح آپؐ پہلے رحمۃ اللعالمین بن کے تشریف لائے ہیں اسی طرح آج آپؐ کی یاد رحمۃ اللعالمینی کرے تا کہ ہمارے اندر سارے انتشار دور ہو جائیں۔ یہ دعا کیا کرو کہ یارب العالمین رحم فرما! یا اللہ تعالیٰ اس اُمت پر' ملت پر رحم فرما۔ حضور پاک ﷺ کی سب سے بڑی شان یہ ہے کہ آپؐ غریبوں میں غریب ہیں اور بادشاہوں میں بادشاہ۔ جس انداز سے Approach کرو گے آپ کو حضور پاک ﷺ کی شان ملے گی۔ محبت سے کرو' دل سے دنیاوی آرزو نکال دو' پھر اللہ تعالیٰ اور اللہ کے حبیب ﷺ رحم فرمائیں گے۔

سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی محبت فرما! حضور پاک ﷺ کی محبت کے چراغ روشن ہوں! واقعی چراغوں میں حضور پاک ﷺ کی محبت روشن ہو! یا اللہ ہم خالی تقریب منانے والی قوم نہ بن جائیں' خالی جلوس نکالنے والی قوم نہ بن جائیں' خالی جلسے کرنے والی قوم نہ بن جائیں' ان جلسوں اور جلوسوں میں اگر وہ روح ہے تو یہ جاری رہیں' اگر نہیں ہے تو انہیں بند کرا۔ یا رب العالمین! یا اللہ یا اللہ! روح والی بات نافذ فرما تا کہ صداقت کے ساتھ اسلام کا بول بالا ہو۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

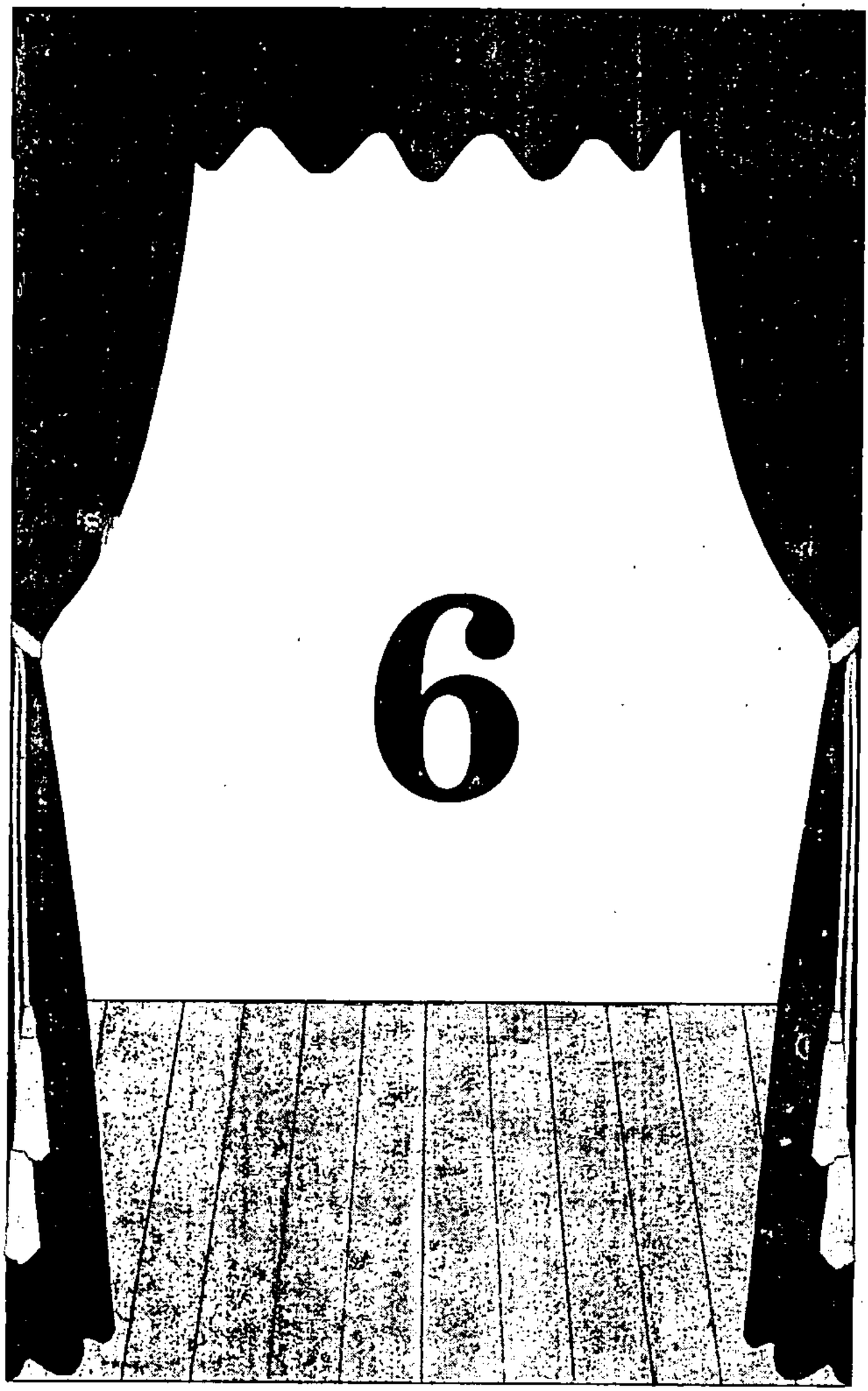
6

1 صوفیاء میں ایک بڑا مشہور نظریہ "وحدت الوجود" ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

2 وحدت الوجود کے ضمن میں حضور پاک ﷺ کے مقامات پر مختلف بیان ہیں اور خود فرمایا گیا ہے کہ انا بشر مثلکم۔

3 اصل علم کیا ہے؟

4 واردات کا علم کیسے آتا ہے؟

سوال:

صوفیاء میں ایک بڑا مشہور نظریہ "وحدت الوجود" ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب:

وحدت الوجود کا علم آپ کے ایمان کے لیے فرض نہیں۔ وحدت الوجود کا جو علم ہے اور علم کے طور پر رائج ہے اس پر آپ کا ایمان ہے یا نہیں؟ انسان کہاں تک مجبور ہے اور کہاں تک آزاد ہے یعنی تقدیر کہاں تک ہے اور تدبیر کہاں تک ہے؟ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ بات یہ ہے اور انسان دیکھتا ہے کہ بات کچھ اور ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں زمین و آسمان کا مالک ہوں جب کہ مکان کی رجسٹری آپ کے پاس ہے اور پھر رجسٹری یہاں رہ جاتی ہے اور آپ نے رجسٹرڈ ہو جانا ہے۔ زمین کو اپنے نام انتقال کرواتے کرواتے آپ انتقال کر جاؤ گے اور زمین یہیں رہ جائے گی۔ آپ مالک مکان ہو اور اللہ ملکیت کا مالک ہے اور آپ کی زندگی سے زیادہ ٹھہرنے والا ہے۔ اب آپ خود سوچو مالک بڑا ہو گا یا ملکیت بڑی ہو گی؟

اللہ کہتا ہے کہ میں اس کائنات سے پہلے بھی تھا اور اس کے ختم ہونے کے بعد بھی رہوں گا۔ اس کے مالک ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے پیدا

ہونے سے پہلے موجود تھا۔ جس اللہ کی عبادت آپ کے دادا جان نے کی' آپ کے پوتے بھی اسی کی عبادت کریں گے۔ اللہ کی بات سمجھنی ہے تو ادب سے سمجھو' پھر بات سمجھ آئے گی۔ یا پھر بے باک ہو کے سامنے آؤ۔

ایک آدمی نے کہا میں خدا ہوں۔ دوسرے نے کہا تم بے وقوف ہو جو اپنے آپ کو خدا کہتے ہو۔ اس نے کہا میں واقعی خدا ہوں' سارے کام میں نے کیے ہیں۔ اس نے کہا ثبوت دو' کہنے لگا اس خدا نے کون سا ثبوت دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم عام کی بات نہ مانو لیکن اللہ تعالیٰ جو کچھ کہہ چکا ہے اسے وہ پہلے منوا چکا ہے۔ اب اس سے آگے کی بات کرو۔ یاد رکھنا! تسلیم اللہ کی کہی ہوئی بات کا نام ہے۔ جس علم کو کسی پیغمبر نے اپنی سنت بنالیا اس پر تنقید کرنے سے ایمان ختم ہو جائے گا۔ بات صرف یہ نہیں کہ وہ پیغمبر ہیں بلکہ ہم سے ہر چیز میں زیادہ ہیں' علم میں زیادہ' دانائی میں زیادہ اور مرتبت میں تو ہیں ہی زیادہ۔

جب آپ کا کوئی استاد کہہ دے کہ یہ بات ہے' اور شاگرد نئی بات کہہ دے اور استاد کو سمجھانے لگ جائے تو آپ کہیں گے کہ شاگرد پاگل ہو گیا ہے۔

خدا تعالیٰ آپ کی دریافت نہیں ہے' آپ کی Discovery نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ پیغمبر کی دریافت اور اس کی ذمہ داری ہے۔ پیغمبر کے بارے میں' اللہ کے بارے میں' اللہ کے ارشادات کے بارے میں جو کچھ بیان آپ تک آیا اس میں اللہ کے حبیب ﷺ کی سند شامل ہے۔ اگر اللہ کے حبیب ﷺ نہ فرماتے تو آپ کو یقین نہ آتا کہ اللہ نے یہ کتاب بھیجی ہے۔ یہ آپ پر بھی نازل ہو سکتی تھی مگر آپ پر اس لیے نازل نہیں ہوئی کہ آپ سند نہیں ہیں' حالانکہ آپ جب پڑھتے

ہیں تو اس وقت یہ آپ پر ہی نازل ہوتی ہے۔ لیکن آپ سند نہیں۔ جب آپ قرآن کی بات کسی اور کو سناتے ہیں تو وہ شخص سوچتا ہے کہ یہ آدمی معانی غلط کر گیا ہوگا' اپنی طرف سے زیر زبر لگا گیا ہوگا۔ قرآن آپ کے پاس آ گیا ہے' محفوظ حالت میں آ گیا ہے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ گیا ہے' اللہ تعالیٰ کے بارے میں آ گیا ہے' اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہو گئے' اللہ تعالیٰ کے خواص بیان ہو گئے' اس میں اللہ کے محبوب ﷺ کی سند شامل ہے۔

اب اللہ کے بارے میں جو کچھ واضح ہونا تھا وہ پوری طرح واضح ہو گیا۔ اب اللہ کے ساتھ زیادہ بے تکلفی نہ دکھانا۔ اللہ نے کہا کہ میں رزق دیتا ہوں' ماننے والا مانتا ہے کہ اللہ رزق دیتا ہے' تحقیق کرنے والا جانتا ہے کہ رزق دفتر سے ملتا ہے' مہینے کی پہلی تاریخ کو تنخواہ ملتی ہے' کام کرتے ہیں' پیسے ملتے ہیں' کام نہ کریں' پیسے نہیں ملیں گے۔ اب آپ کا ایمان کیسے محفوظ ہو؟ اللہ نے کہا میں رزق دیتا ہوں تو یہ اللہ ہی ہے جو رزق دے رہا ہے' دھرتی سے جو لائے ہو اللہ دے رہا ہے' دفتر سے جو لائے ہو' اللہ دے رہا ہے' اللہ جو بھی ذریعہ بنا دے' دیتا وہ آپ اللہ ہی ہے۔ اللہ کے بیان کے مطابق اگر تمہیں مشاہدہ ہو جائے تو یہ تمہاری خوش قسمتی ہے اور اگر مشاہدہ نہ ہو تو بھی آپ کے ایمان میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اللہ کے ہونے کا ثبوت کوئی نہیں ہے' اس کا ثبوت صرف یہ ہے کہ انسانی زندگی میں سب سے بڑے انسان ﷺ نے جب کہہ دیا کہ اللہ ہے تو ہم مانتے ہیں کہ اللہ ہے۔ اس لیے ثبوت دینے والی کوئی بات نہیں۔

بعض لوگوں کو ثبوت ضروری لگتا ہے۔ جو بندہ اللہ کا ثبوت تلاش

کرتا ہے' کافر ہوکر مرے گا۔ جتنا وقت تُو اللہ کو ثابت کرنے میں ضائع کرے گا اتنی دیر میں دوسرا آدمی اللہ کے خلاف ثبوت دے دے گا۔ اللہ کو مان لو بے دلیل مان لو۔

ایک بزرگ کی شیطان سے بحث ہوگئی۔ شیطان نے پوچھا کہ تیرا اللہ کہاں ہے۔ بولے اللہ میرے پاس ہے۔ شیطان بولا تیرے پاس تو میں بھی کھڑا ہوں۔ پھر بولے اللہ زندگی دیتا ہے۔ شیطان نے کہا یہ جنازے؟ بولے اللہ صحت دیتا ہے۔ شیطان نے کہا پھر ہسپتال کیوں بیماروں سے بھرے پڑے ہیں۔ غرض یہ کہ بزرگ نے جو کچھ کہا کہ اللہ کرتا ہے' شیطان نے ثابت کر دیا کہ اس کے برعکس بھی اللہ کرتا ہے۔ بہت پریشانی کا عالم تھا۔ اب وہ کیسے ثابت کریں۔ لمبی چوڑی دلیلیں پیش کیں مگر سب کو شیطان نے توڑ کے رکھ دیا۔ ان بزرگ کے مرشد زندہ تھے' اس وقت وہ حاضر ہوئے' انہوں نے کہا کہ شیطان سے کہو کہ میں نے خدا کو بے دلیل مانا ہے۔ انہوں نے شیطان سے کہا کہ میں نے اللہ کو دلیل کے بغیر مانا۔ شیطان نے کہا تیرا مرشد کامل تجھے بچا گیا ورنہ تُو اللہ کو دلیل سے ڈھونڈتا ہے اور میں اس کو دلیل سے توڑتا ہوں۔

اس لیے آپ اللہ کو دلیل سے نہ ڈھونڈنا' آپ اس کو ایمان سے ڈھونڈنا۔ ایمان والے کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ایمان' ایمان ہی ہے اس لیے لوگ جو کہتے ہیں انہیں کہنے دو۔ آپ یہ کہو کہ میں نے ''وحدت الوجود'' کو مانا۔ ویسے میں نے اس بارے میں آپ کو روکا تھا۔ اپنی کتاب میں مَیں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وحدت الوجود علم نہیں ہے' یہ مشاہدہ ہے۔ اگر آپ

Pantheism کو مشاہدہ نہیں مانو گے تو یہ آپ کا علم نہیں بنے گا۔ آپ نے اسے یقین کے ساتھ ماننا ہے' ثبوت کے ساتھ نہیں۔ اب آپ ایمان کے ساتھ کہو کہ میں نے اللہ کو مانا دلیل کے بغیر اور اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا دلیل کے بغیر۔ مشاہدہ اس کے بعد آئے گا۔ آپ کا ایمان اب مضبوط ہو گیا۔ ثبوت دینے کی ضرورت کوئی نہیں اور ثبوت دینے کی کوشش بھی نہ کرنا' آپ یقین میں رہنا ''وحدت الوجود'' کو ماننے سے پہلے ایک بات ضروری ہے کہ آپ ''غیر اللہ'' کو پہچان لو۔ غیر کسے کہتے ہیں جب کہ کائنات میں اللہ کا غیر کوئی نہیں ہے؟ اللہ نے جس کو اپنا غیر کہہ دیا وہ اللہ کا غیر ہے۔ اللہ جس کو اپنا کہے وہی اللہ کا اپنا ہے۔ ورنہ وہ کہاں اور تم کہاں! اللہ کے اپنے کام ہیں چاہے پابندی ہو یا مجبوری ہو۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جو اپنے حاصل کیے ہوئے انعامات کو اللہ کا احسان کہے اور اللہ کی دی ہوئی محرومیوں کو اپنی خامی کہے' مثلاً محرومی قدرت کی طرف سے آ رہی ہے اور اس بات کا صاف پتہ چل رہا ہے یعنی اچانک کوئی حادثہ ہو جائے یا کوئی واقعہ ہو جائے' یا بیٹا پیدا نہیں ہو رہا اور صرف بیٹیاں ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ اس کو اپنی طرف منسوب کرو اور جو آپ نے حاصل کر لیا' اپنے حاصل کیے ہوئے انعام کو اللہ کا احسان مانو۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جو اس زندگی کو خوبیوں' خامیوں محرومیوں اور اتفاقات سمیت اسے اللہ کا احسان ثابت کر کے اس دنیا سے کامیابی کے ساتھ نکل جائے۔ خوش قسمت انسان کے لیے محرومیت بھی عطا ہو سکتی ہے' فراوانی بھی وہ اللہ ہی دیتا ہے۔ ہم غریب تو اس سے دعا مانگتے رہتے ہیں' اور پتہ نہیں ہوتا کہ کیا دعا مانگنی ہے۔ ایک آدمی دعا مانگ رہا تھا۔ پاس سے

فرشتہ گزرا۔اس نے پوچھا کیا مانگ رہا ہے' کہا میں دعا مانگ رہا ہوں' اس نے کہا دعا مجھے بتا دے' میں اللہ کو پہنچا دوں گا۔اس نے ایک ایک کر کے دعائیں گنوانا شروع کر دیں۔تب جبرائیل علیہ السلام نے کہا ''میں سمجھ گیا ہوں بات کیا ہے' میں اللہ سے کہہ دوں گا تیرا بندہ کہہ رہا تھا اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے''۔ یہ ہے تمہاری دعا۔اس کے علاوہ تم کچھ مانگ نہیں سکتے۔

اللہ' اللہ ہے۔اللہ دولت دے گا۔اللہ مرتبہ دے گا لیکن یہ عین ممکن ہے کہ دولت والے کا نام فرعون ہو' بات ایمان کی ہے۔اگر ایمان ہو تو گھر سے بے گھر ہونے والا شخص پیغمبر بھی ہو سکتا ہے۔یہ سب اللہ کے کام ہیں۔آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی کے ساتھ اللہ ناراض ہے اور اس وجہ سے وہ شخص غریب ہے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ امیر کے ساتھ ناراض ہو۔دولت مندوں کو ہم نے اکثر عذاب میں مبتلا دیکھا ہے۔یہ نہیں ہو سکتا کہ صرف غریب پر ناراض ہو۔غریب گلہ کرے گا تو عین ممکن ہے اس کی غریبی کافر ہو جائے۔بات اب واضح ہے' نہ غریبی کوئی شے ہے اور نہ امیری کوئی شے ہے۔اگر ایمان قائم ہو تو غریبی بھی اچھی چیز ہے اور امیری بھی اچھی چیز ہے۔اگر ایمان قائم نہ ہو تو غریبی بھی عذاب ہے اور امیری بھی عذاب ہے۔مقصد یہ ہے کہ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں ایمان کو کس طرح لاگو کیا ہے۔

عین ممکن ہے کہ اللہ گرمیوں میں گرم ریت کی عزت افزائی کر دے اور دریا کو شرمندہ کر دے۔یعنی یہ کربلا ہے' جو فتح کر رہے ہیں وہ فاتحین ہیں لیکن اللہ ان کو ہمیشہ کے لیے شرمندگی دے دیتا ہے۔اور جو بظاہر شکست میں ہیں ان

کے لیے ہمیشہ کے لیے سرفرازی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ ریت کو عزت دے اور فرات کو پشیمانی دے۔ ایسا ہوسکتا ہے' وہ اللہ جو ہوا' وہ مالک اللہ ہے' کمال کا اللہ ہے۔ ذرا اس کی بات دیکھو۔ کہتا ہے میں نے تمہیں سب کچھ دے دیا' پیسے بھی میں دیتا ہوں' اچھا ذرا ہمیں قرض حسنہ تو دو۔ دانا آدمی یہاں پاگل ہو جائے گا۔ وہ کہے گا یا اللہ اگر آپ پیسے دینے والے ہیں تو پھر پیسے مانگنے والے آپ کیوں ہیں۔ یہی راز ہے ؎

ہیں خالق کونین تیرے کام نرالے
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

جب اللہ مانگے تو اس کی راہ میں پیسہ دینا آپ کی عبادت ہے۔ اگر آپ کو پیسہ دے تو لینا آپ کی عبادت ہے۔ اس لیے اللہ کے بارے میں حتمی بات کہنا بہت مشکل ہے۔ مثلاً آپ یہ دیکھو کہ رحمان اس کا نام ہے' اس کی ایک صفت رحمان ہے لیکن ''قہار'' بھی تو اسی کا نام ہے۔ ایک ہی ذات کی دو صفات رحمٰن اور قہار' دونوں حق ہیں۔ قہار بھی اسی ذات کی صفت ہے اور وہ اتنا رحم والا ہے کہ ستم کرے تب بھی کرم ہے۔ اب جو کافر ہے اس پر کرم بھی ستم ہے۔ بے پناہ دولت ملی ہے لیکن وہ فرعون بن گیا ہے۔ اور مومن جو ہے وہ ہزار مشکلات سے گزرا' آزمائش سے گزرا' اس پر کرم ہی کرم ہے۔ ساری بات تعلق کی ہے۔ تعلق ہی کرم ہے۔ تعلق اگر قائم ہے تو ستم بھی کرم ہے۔ تعلق نہ ہو تو ہر عطا تمہیں خطا کی طرف لے جائے گی۔ اگر آپ اپنے حاصل کو اپنے قبضے میں رکھتے ہیں تو خدا کو آپ سمجھ نہیں سکتے۔ اللہ نے ٹھیک کہا ہے کہ پیسہ گننے والا حقیقت آشنا نہیں ہوسکتا۔ اللہ کا

گلہ کس لیے کررہے ہو؟ جو کچھ اس نے بنایا ٹھیک ہی بنایا ہے۔ انسانوں کا گلہ کیوں کررہے ہو؟ انسانوں کا آپ کے ساتھ عمل جو بھی ہے' اگر تم اللہ کی طرف جا رہے ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اب آپ دیکھو کہ اگر آپ کو عقل کے ذریعے کوئی خزانہ مل جائے تو یہ اللہ کی طرف سے ہوگا کیونکہ عقل اس نے دی ہے۔ مثلاً آپ مزدوری سے کچھ کما کر لے آئے ہو' اب مزدوری کی قوت دینے والا اللہ ہے لیکن آپ کے اندر بھوک اور کھانے کی لذت اس کی طرف سے ہے۔ جو بھوک کا حال ہے اس سے پوچھو جس کے پاس کھانا ہے لیکن بھوک نہیں۔ تیرے کھانے کو بھوک اور لذت میں Convert کرنے کا حق اللہ کے پاس ہے۔ تمہیں آنکھوں کا نور عطا کیا گیا ہے' اس نور سے نظر آنے والے جو نظارے اللہ نے عطا کیے ہیں' اس کا شکر ادا کرو۔ تمہیں دیکھنے والا بنایا' تمہارے دیکھنے کے لیے تمہارے خوب صورت بچے بنائے' ان بچوں سے پیار پیدا کیا' نظارے بنائے بلکہ ہر چیز بنائی اور تمہیں دیکھنے کے لیے مہلت عطا کی۔ پھر اس کے بعد نظارہ چھن جائے گا۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے کیا تم چھوڑنے کے لیے تیار ہو؟ بات اتنی ساری ہے' اگر تم چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہاں پر تمہاری کوئی ملکیت نہیں ہے۔ یہ شہر تلاش کا شہر ہے' تلاش بہت بڑی جگہ ہے۔ اگر آپ سود و زیاں کے چکر سے نکل جائیں تو پھر سود و زیاں کیا ہے' نفع نقصان کیا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی یا حق کی تلاش کر رہا ہے تو اس کا نفع نقصان کا چکر بند ہونا چاہیے۔ اللہ کو تلاش کرنے والے نفع کے چکر سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہمیں تو سجدے سے کام ہونا چاہیے' حاصل اور ناحاصل کی بات نہیں

ہے۔ جو آدمی سود و زیاں کے چکر سے نکل جائے وہ اللہ کے قریب جا سکتا ہے۔ انسان اگر اپنے حال کو اللہ کی عطا مان لے تو پھر اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اگر اس بات کا پتہ نہ چلے تو کسی تیسرے شخص کو درمیان میں رکھ لو اور اس سے پوچھو کہ کیا میں ٹھیک چل رہا ہوں؟ اس طرح انسان سوچ سے بچ جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات خود سمجھنے سے بات سمجھ نہیں آتی۔ ایک بات یاد رکھو اگر کبھی چار بھائی آپس میں بیٹھے ہوں تو آپ ضرور سوچا کرو کہ ہم میں سے ایک نے جنازہ بننا ہے اور باقی تین نے وہ جنازہ اٹھانا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک بھائی پہلے جا سکتا ہے۔ جانے والا جو بھی جائے گا وہ دوسروں کو غم دے کے جائے گا' اس کو جانے کا غم ہوگا' اور جو رہ جائیں گے ان کو رہ جانے کا غم ہوگا۔ چار میں سے ایک نے جانا ہے اور تین نے اس کو اٹھانا ہے۔ ہماری محفلیں' ہماری دوستیاں' ہمارے احباب' یہ سارے کے سارے' یہ ہمارے' جو خوشیوں میں شامل ہیں انہیں نے غم بننا ہے۔ یہ جو خوش چہرے ہوتے ہیں انہوں نے ایک دن غم زدہ بننا ہے۔ یہ سب چہرے' One fine morning غم زدہ ہوں گے۔ پھر وہ کہیں گے یا اللہ یہ کیا ہو گیا؟ جو ہونا ہے وہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اب اس علم کی گنجائش رکھو' اس کو سمجھو' پھر سارا علم آپ کو آ جائے گا۔ ہیرا پھیری کا علم بند کرو۔ اب وحدت الوجود کی بات بتاتا ہوں آپ کو۔ یہ بہت لمبا علم ہے' وہ اس کو سیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ جو شخص ابلیس کے عمل کو پہچان لے اور ابلیس کی آگاہی حاصل کر لے' وہ ''وحدت الوجود'' کا جلوہ دیکھ سکتا ہے۔ میں اس کی نشانی بتاتا ہوں آپ کو۔ ایک ایسا مشاہدہ ہو سکتا ہے کہ انسان پر ایک ایسا وقت آئے' چاہے وہ ایک منٹ کے لیے آئے' کہ وہ

جس طرف دیکھے اسے ایک ہی چہرہ نظر آئے۔ یہ وقت چند لمحات کا ہوسکتا ہے۔ وہ شخص ''وحدت الوجود'' کا فلسفہ بیان کرسکتا ہے۔ جس پر یہ کیفیت نہ آئی ہو وہ ''وحدت الوجود'' کی بات نہ کرے۔ بات سمجھ آئی! اپنے جلوے کا آپ شیدائی' آپ ہی حکم دے' آپ ہی عطا کرے' سرِ دلبراں بھی خود' آپ خود دلبر بنائے' خود دلبری پیدا کرے' خود محبت عطا کرے' خود محبوب عطا کرے' خود حسن پیدا کرے' خود محبّ پیدا کرے' اور پھر خود ہی جلوہ دیکھے اپنی آنکھوں سے ۔

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ ترا حائل نظر آیا

وہ ہماری آنکھ ہو نہیں سکتا' یہ الگ راز ہے۔ اس راز کو سرِ دلبراں کہتے ہیں۔ اگر اس وقت اور اس لمحے میں یہ کیفیت مل جائے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ علم گمراہ کردے گا ۔

یار کو ہم نے جابجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

یہ سارا واقعہ سوچنا نہیں ہے' اگر ہونا ہو تو پھر ہو جاتا ہے ۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

ایک چیز میں دوسری چیز کے ہونے کو ''ہمہ اوست'' کہتے ہیں ۔

شنیدم بہ صنم خانہ از زبان صنم
صنم پرست و صنم ہم صنم شکن ہمہ اوست

اگر آپ کو یقین ہو جائے کہ یہ جو پتھر آپ کے سر پر لگا ہے اس میں کسی ہاتھ کا قصور نہیں' یہ کہیں دور سے آیا ہے' اس میں بندے کا قصور نہیں' کسی کا گلہ نہ کرنا۔ پھر آپ کو وحدت الوجود سمجھ آ جائے گا ۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
حق تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

سوال:

وحدت الوجود کے ضمن میں حضور پاک ﷺ کے مقامات پر مختلف بیان موجود ہیں مگر خود فرمایا گیا ہے کہ انا بشر مثلکم۔

جواب:

گستاخ آدمی حقیقت کو کبھی نہیں پاتا۔ حضور پاک ﷺ کا مقام انتہائی ادب کا مقام ہے۔ یہ عام بات ہے کہ اپنے باپ سے زیادہ ادب اپنے دادا کا کرنا چاہیے۔ اصول کی بات ہے ناں۔ اپنے باپ کے باپ کا ادب زیادہ کرنا چاہیے اور اپنے ایمان سے زیادہ ایمان دینے والے کا ادب کرنا چاہیے۔ اپنے سجدوں سے زیادہ ادب اپنے مسجود کا کرو۔ جو اللہ اپنے فرشتوں سمیت اپنے

محبوب ﷺ پر درود بھیج رہا ہے اس ذات مبارک ﷺ کی شان کو دیکھو۔ وہ انسان تو ہیں مگر اتنے بھی نہیں کہ جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ ہیں تو انسان مگر یوں بھی نہیں۔ یہ بات کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں کہنے کی کب ضرورت پڑی؟ جب لوگوں نے کہا کہ ہم سمجھ گئے' آپ ﷺ ہی آپ ہو۔ فرمایا میں آپ ہی آپ نہیں بلکہ انا بشر مثلکم مگر تم یہ دیکھو کہ بات اس سے آگے ہے ؎

مثلکم ہی سہی انسان مگر آج کی رات
عرش پر کرنے گیا ہے وہ بسر آج کی رات

میرا مطلب ہے عرش پر جس کی رات بسر ہو رہی ہو وہ ''مثلکم'' تو ہے لیکن اتنا بھی نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک واقعہ ہے' میں ادب کی بات کر رہا ہوں' اس ذات پاک ﷺ کا ادب کرنا بہت لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ آپ کی آواز سے کوئی آواز بلند نہ ہو۔ یہ بات کہنے کی ضرورت کیا ہے؟ آواز کا بلند ہونا ادب کی کمی ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے سامنے آواز اونچی نہ کرو۔ یہ اتنا بڑا راز ہے ؎

کس طرح پردہ اٹھائے آدمی اس راز سے
بے خبر جبریل تک ہے آپؐ کی پرواز سے
آپؐ کی ذاتِ گرامی ہر بلندی سے بلند
پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

یہ راز کون بتائے' ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے پست ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ادب آپ لوگوں کا دین ہے۔ میرا دین کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کی ذات کا ادب۔ مجھے اور کچھ پتہ نہیں۔ فرشتے کچھ پوچھیں تو

کہنا مجھے کچھ پتہ نہیں' میں تو صرف اس ذات کا ادب کرتا ہوں۔ کس کی اطاعت کرتے ہو؟ کہو مجھے پتہ ہی نہیں' میں اس ذات پاک ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے علاوہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ میں اس ذات پاک ﷺ کا غلام ہوں۔ میں آپ کو اصل دین کی بات بتا رہا ہوں۔ بہت زیادہ لمبی چوڑی نمازوں پر بھروسہ نہ کرنا کیونکہ نجانے کس وقت کون سی نماز لوٹا دی جائے اور کون سے اعمال ضائع کر دیے جائیں۔ مگر ہر دم ادب میں اور محبت میں رہو۔ ہمہ حال درود شریف پڑھتے رہو۔ یہ بات سمجھنے والی ہے۔ اللہ کی بات کو غور سے سمجھا کرو۔ اللہ کی ہستی اور اس کی وضاحت نہیں کرنی چاہیے۔ بس اس ذات پاک ﷺ کے ادب میں رہو۔ ادب کی تعریف یہی ہے کہ درود شریف پڑھتے جاؤ۔ بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کا مقام ایسا مقام ہے کہ ؎

ادب گاہ ہیست زیرِ آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

ادب اور محبت میں یہ ہوتا ہے کہ ؎

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت

جس سے Love ہو اس کی صورت ہر چہرے میں نظر آتی ہے۔ مقام ایسا ہوتا ہے کہ وہ صورت ہر چہرے میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہ ہے ''وحدت الوجود'' کا مقام۔ اگر یہ صورتِ حال نہ ہو اور صرف علم ہو تو یہ مقام خطرناک ہے' وحدت الوجود ہو یا وحدت الشہود ___ کوئی اور بات کرو۔ ایسا سوال کرو جس کا

تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو اور واقعی اس کا حل آپ کو نہ ملا ہو۔ زندگی میں ایسے بے شمار واقعات آتے ہیں کہ باطن کے حوالے سے کوئی سوال حل نہیں ہوتا۔ جب زندگی میں ہی ایسے سوال کا حل کوئی شخص پیش کر دے تو ایسے لمحات بڑے خوش گوار ہوتے ہیں۔ جو کچھ آپ کو علم آتا ہے اپنی جگہ بجا' اپنے استعمال میں رکھو مگر جب کبھی اس علم کے اندر واقعی کمی محسوس ہو تو سوال پوچھو' کمی کی تعریف یہ ہے کہ ایسی کمی یا ضرورت جس کی قیمت پوری زندگی بھی ہو تو منظور ہو تمہیں۔ کوئی ایسا سوال اٹک جائے تو اس کا جواب دینے کے لیے سب لوگ مل کر دعا کر سکتے ہیں۔ آئندہ بھی آپ آئیں' خوشی کی بات ہے۔ کوئی ایسا سوال ہو جو آپ کے خیال کے سفر کے درمیان اچانک پیش آئے اور آسودگی نہ پائے۔ ورنہ وہ سوال جو کتاب میں ملتا ہے اس کا جواب بھی کتاب میں ملتا ہے اور جس کے جواب میں کتابیں لکھی گئی ہیں وہ ہم پڑھ چکے ہیں۔ ہم ان سوالوں پر Concentration کر رہے ہیں جن کا جواب واقعی کتابوں سے اخذ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔ یہ وہ سوال ہیں' ہماری مجبوریوں کے سوال ہیں اور ان سوالوں کو ہم بڑی احتیاط سے Deal کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک خاص وقت بلکہ محدود وقت ہے' ان سوالوں کے علاوہ علمی سطح پر بھی بہت سا علم ہے مگر ہمارے ہاں ایک خاص انداز کی بات ہے اور یہ ایک خاص انداز کے مطابق ہو رہی ہے۔

آپ کوئی اور سول کرو ____ بولو ____ موقع ہے پوچھ لو۔

سوال:

''رب زدنی علما'' رسول پاک ﷺ کو خدا تعالیٰ نے کیوں سکھایا؟ اور یہ

کہ اصل علم کیا ہے؟

جواب:

یہ ایک راز کی بات تھی کہ اے اللہ میرے علم کو بڑھا۔ اگر اللہ آپ کو وہ اصل علم عطا کر دے تو آپ اپنی ساری پراپرٹی کو قربان کرنا شروع کر دو گے۔ یہ علم پڑھنے کے لیے آپ دعا کرتے جاؤ۔ ہوسکتا ہے آپ کا علم کسی عمل کی صورت اختیار کر لے۔ یہ ممکن ہے کہ علم عمل بن جائے' ممکن ہے کہ علم معلومات بن جائے۔ اور ممکن ہے کہ علم تعلیم بن جائے۔ ہمارے پاس علم کی بے شمار تعریفیں ہیں۔ معلوم کو بھی ہم علم کہتے ہیں حالانکہ معلوم کی نفی کو بھی علم کہتے ہیں۔ ایسے علم بھی ہیں کہ کوئی شخص نگاہ ملا کر چلا گیا اور ہمارا علم بدل گیا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارے علم کی حد یادداشت تک ہے اور یادداشت تجربہ ہے۔ ہمارا علم لا دینیت سے باہر بھی آتا ہے۔ ہمارا علم ضرورت بھی ہے۔ اللہ کا علم بڑھے تو یقین حاصل ہو جاتا ہے اور یقین کو اگر مشاہدہ مل جائے تو یہ ''عین الیقین'' ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ کو اگر زندگی میں یقین مل جائے تو آپ کی زندگی کا حاصل Reliable بن جاتا ہے۔ اس یقین کے حاصل نہ ہونے تک زندگی کے وہ عام مشاغل بھی جاری رکھو گے جو عام طور پر ترک ہو جانے چاہئیں' ختم ہو جانے چاہئیں' جب تک اس حوالے سے انقلاب نہ آئے تو کوئی آپ کو کس طرح بات سمجھائے' آپ کا علم واردات کیسے بنے۔ آپ میرے ملنے کے لیے آتے ہو' اب یہ ہوگا کہ میرے ملنے سے آپ کی زندگی بدل جائے گی یا میرے ملنے کے بعد آپ کی زندگی میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ اگر تبدیلی نہیں آئی تو یہ ملاقات جھوٹ

ہےاور اگر آپ کی زندگی میں تبدیلی آئی ہے تو یہ واردات ہے۔

سوال:

سر! واردات کا علم کیسے آتا ہے اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ادب کیا ہے؟

جواب:

انسان جو بھی چیز ہے' ایک وجود کا نام ہے اور اس کا نام کوئی رکھ لو مثلاً عبدالمجید۔ جہاں تک انسانی وجود کا تعلق ہے وہ اپنے آپ کو انسان کہہ رہا ہے۔ ایک غم خدانخواستہ آ گیا' اس کا نام ہم نے غم زدہ رکھ لیا۔ آپ انسان ہو اور انسان کو پتہ نہیں چلتا کہ دکھ کہاں سے آ گیا۔ دکھ تین طرح سے ہو سکتا ہے۔ کسی چیز کے چھن جانے یا کسی کے نہ ہونے کا یا کسی کے چلے جانے کا۔ یعنی دکھ یہ ہے کہ کوئی آ گیا' کوئی چلا گیا یا کوئی نہ آیا۔ ان تین صورتوں میں سے کوئی بھی ایک صورت ہو تو انسان غمگین ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات آپ دیکھو گے کہ کسی وقت آپ کے ذہن کی کوئی گتھی کھل گئی اور آپ دانا ہو گئے' آپ Wise ہو گئے ورنہ آپ Otherwise تھے۔ ایسا ہوتا ہے کہ یکایک دانائی کھل گئی اور کیمیا گری آ گئی۔ اب جس آدمی میں دانائی آ گئی وہ Consciously اپنی زندگی بدلتا جاتا ہے۔ اگر کہیں سے خدانخواستہ غم آ جائے تو کہیں گے میں غم گین ہوں' غم میں ہوں' اس لیے کھانا نہیں کھاتا۔ یہ وہی انسان ہے جو پہلے کھانا کھاتا تھا۔ آج بھی وہی انسان ہے لیکن اب غم میں مبتلا ہے' اس لیے کھانے کے پروگرام بدل گئے۔

تھی وہ ایک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اب وہ کہاں کھانا کھائے کیونکہ غم آ گیا ہے۔ کھانے کا خیال بدل گیا۔ صحت بھی بدل گئی۔ ایک واقعہ سے ساری زندگی بدل گئی۔ ایسے ہی اچانک کسی دوسرے واقعہ کے بعد اب وہ چھوٹی چھوٹی باتیں Wisely بولے گا۔ اب وہ شخص اور طرح سے سوچے گا۔ اس کے اندر اور طرح سے فکر پیدا ہو جائے گی۔ وہ عبادت بھی اور طرح سے کرے گا۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ پھر شاید کوئی مشکل مقام آیا

اور یہ کہ ؎

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

اور پھر بات کچھ اور بن جائے گی۔ وہ سوچتا رہ جائے گا کہ ؎

سبزہ و گل کہاں سے آیا ہے
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے
اور وہ یہ کہے گا کہ یا اللہ!

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
موتیوں سے کس نے بھر دی خوشہ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

اب اس شخص کو پتہ چل گیا کہ یہ تو اور طرح کی زندگی ہے۔ کچھ ایسے ہی یہ زندگی ہے۔ اب وہ شخص Wise ہو گیا۔ سوچنے لگ گیا کہ اصل کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ اب وہ کھانا پینا بھی بھول گیا۔ جو انسانی فرائض تھے بھولتا جا رہا ہے۔ صرف ذہن کا کوئی پرزہ Develop ہوا اور اس کی ساری زندگی بدل گئی۔ اب اس کے دل کے اندر ایک لہر اٹھی ہے' اسے آپ محبت کی لہر کہتے ہیں۔ محبت کی لہر جب اٹھے تو اندر کی ساری زندگی بدل جاتی ہے۔ محبوب کے جمال کا پرتو جتنا ہوتا ہے انسان اتنا سہم جاتا ہے' اس کو ادب کہتے ہیں۔ آپ کے سہم جانے کا نام ادب ہے۔ رعبِ جلالِ محبوب اور رعبِ جمالِ محبوب سے انسان سہم جاتا ہے' ادب میں آ جاتا ہے۔ محبوب کا ملنا کتنی خوشی کی بات ہے مگر پھر اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ محبوب نازک مزاج شہنشاہ ہوتا ہے۔ بادشاہوں کے مزاج بڑے نازک ہوتے ہیں۔ وہ شخص اپنے محبوب کو بادشاہ سمجھتا ہے۔ اس کو ادب کہتے ہیں۔ ادب کا یہ قرینہ کسی نے خود نہیں سیکھا بلکہ یہ خود بخود Develop ہوتا جاتا ہے اور اپنی بے مائیگی' کم مائیگی اور بے چارگی کا احساس ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ چاہنے والوں کا ہمہ حال ایک ہی موسم ہوتا ہے' ہمہ حال مل کے رونا اور ہمہ حال رو کر ملنا۔ ان کی قسمت میں رونا لکھا گیا۔ وہ کہتا ہے آنسو بھی تم سے چھین لیے جائیں گے۔ بس بات ختم ہو گئی کہ اس کی متاعِ حیات بھی چھن گئی۔ یعنی آنسو بھی چھین لیے۔ اب اس نے اور کیا کرنا ہے ؎

مجھ سے مجھ کو جدا کیا تو نے
میرا بن کر یہ کیا کیا تو نے

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
کس قدر غم عطا کیا تو نے

ایسی صورت میں ادب خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ ادب اطاعت میں ڈھل جائے تو یہ شریعت بن جاتا ہے۔ ادب والا شخص اگر صرف ادب کرتا جائے اور دور سے ادب کرتا جائے' اطاعت میں بھی نہ ہو' پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ بن کے رہتا ہے۔ وہ ایک طرح کا مضمون بن جاتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر پاتا۔ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو صرف محبت میں چل رہے ہوں اور محبت کے ساتھ اطاعت میں نہیں آتے تو محبت ان کا حجاب بن جاتی ہے۔ اب وہ صرف حجاب سے محبت کرتے ہیں۔ اطاعت کا مضمون ان کو سمجھ نہیں آتا۔ اطاعت میں محبت ہو جائے تو یہ تو مومن کا مقام ہے۔ مومن کا کیا مقام ہے؟ اطاعت میں محبت۔ خالی محبت بھی تجسّس کا مقام ہے۔ خالی اطاعت جو ہے اس کے بارے میں بھی سوچا جا سکتا ہے لیکن اطاعت میں محبت سب سے اچھی چیز ہے۔ اطاعت بھی ہو اور محبت بھی ہو' یہ ادب کا قرینہ ہے۔ یہ قرینہ آپ کا دل آپ کو سکھاتا ہے' محبوب نہیں سکھاتا۔ یہ خود بخود ہی آپ میں پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً آپ بیٹھے ہوں گے' آپ سے بڑا کوئی شخص آئے گا تو آپ خود بخود ہی اس کے ادب میں کھڑے ہو جائیں گے۔ کسی کے ادب میں سر پہ ٹوپی پہن لی جاتی ہے۔ یہ واقعہ خود بخود ہوتا ہے۔ محبت ان کی طرف سے نشانی ہے' محبت ان کی مہربانی ہے' محبت یہ ہے کہ عبادت کے وقت رقت طاری ہو جائے' محبت کرنے والوں کی آنکھ ہمیشہ تر رہتی ہے۔ ہوس والی آنکھ اور ہے' ڈری ہوئی آنکھ اور ہے' قہر آنکھ اور ہے اور شرم و حیا سے محروم آنکھ

اورطرح کی ہے۔ یہ محبت اورادب کی باتیں ہیں۔

یہ ادب محبت سکھاتی ہے' تر آنکھ سکھاتی ہے' تنہائی سکھاتی ہے' اور اطاعتِ محبوب سکھاتی ہے۔ جب عشق کا اثر ہوجائے پھر اطاعت کا مضمون شروع ہوجاتا ہے ____ اب آخر میں دعا کرو ____

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

◆◆◆

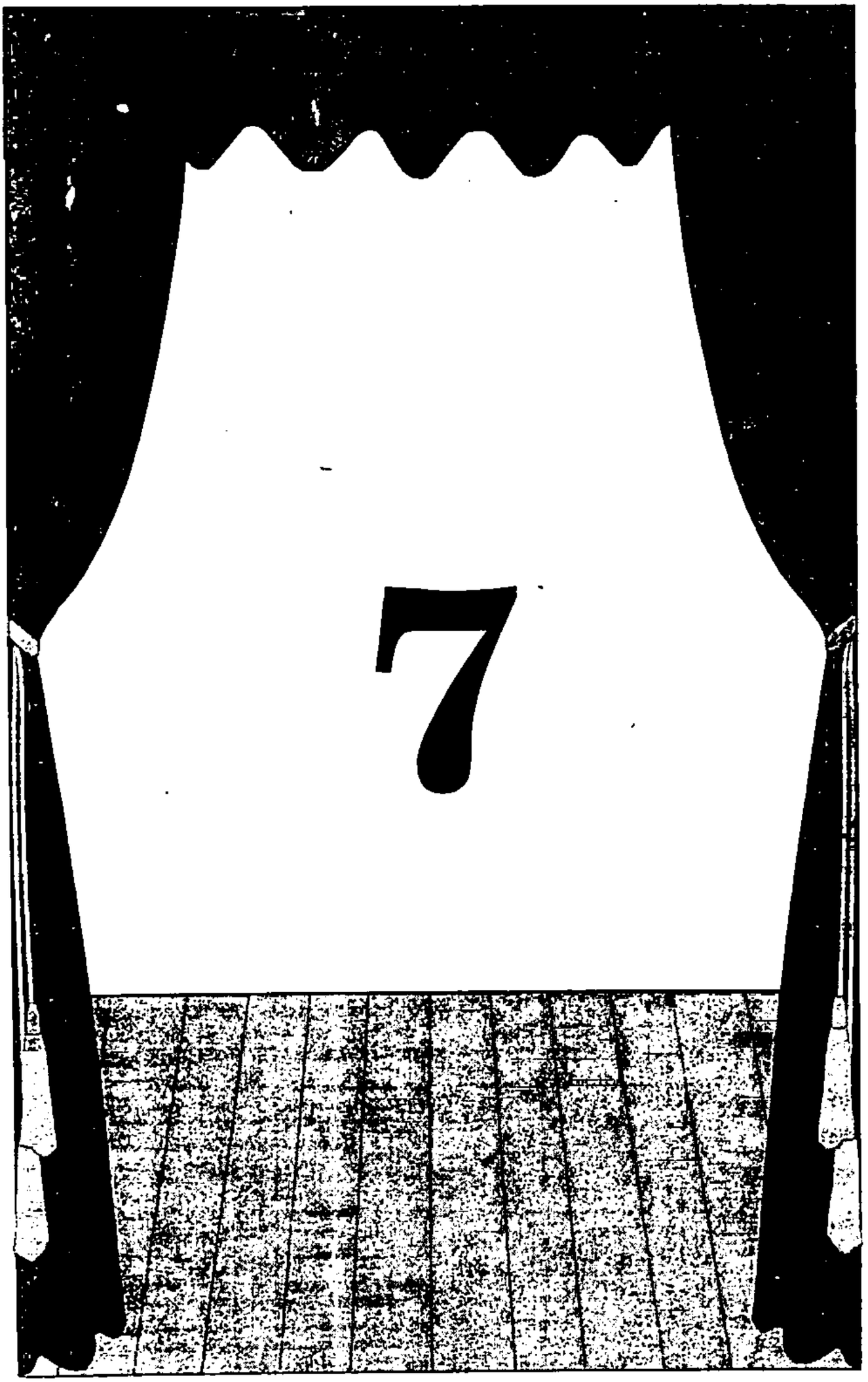
7

1 برائے مہربانی ذکر کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

2 آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے جب کہ دعا مانگنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

3 موت کا وقت مقرر ہے لیکن ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اسے زندگی عطا فرماتو کیا دعا سے زندگی بڑھ جاتی ہے؟

4 حکم یہ ہے کہ ذکر میں گم ہو جائیں لیکن اس زمانے میں ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

5 کیا فقیر بننے کی خواہش کا اظہار کرنا چاہیے یا کوشش کرنی چاہیے؟

سوال:

برائے مہربانی ذکر کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

جواب:

ذکر سے مراد ایک تو یہ ہے کہ آپ اللہ کا نام وِرد زبان کرنا شروع کردیں اور پھر وہ متواتر ہوجائے' اس طرح آپ کے اندر ذکر جاری ہوجائے گا۔ یہ جو لفظ ''اللہ'' ہے یہ ذات نہیں بلکہ نام ہے۔ لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا ہو یا بولا ہوا' یہ اس ذات کا نام ہے' اللہ خود نہیں ہے۔ اب بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مسلمان اللہ کے نام سے محبت شروع کردیتے ہیں۔ اگر نام سے محبت ہو اور ذات کی پہچان نہ ہو تو بات سمجھ نہیں آسکتی۔ اس لیے اکثر ذاکر اسم کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اس میں برکت ضرور ہے مگر غور والی بات یہ ہے کہ ذات کا اپنا منشاء کیا ہے' پہلے اس بات کا پتہ ہونا چاہیے۔ ذکر کے وقت' پکار کے وقت' شوق میں یا ابتلاء میں ''اللہ'' ایک ندا ہے' فریاد ہے۔ اب شوق میں اور ابتلاء میں پکارنے میں فرق ہے۔ ذکر کرنے والے کو اس فرق کا پتہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر ایک بچے کے ہاتھ میں تلوار یا پستول ہو تو یا تو کسی کو مار دے گا یا خودکشی کرلے گا۔ ذکر اتنی بڑی طاقت ہے کہ ذکر کرنے والے کا خیال خود ہی تقدیر ساز بن جاتا ہے کیونکہ ذکر سے انسان اس

مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں ذاکر کے ارادے اور مذکور کے ارادے میں فرق نہیں رہتا۔ اگر انسان اپنی تکلیف' خواہش یا ضرورت کے مداوا کے لیے ذکر استعمال کر لے تو یہ بڑے ہی غور والی بات ہے۔ اس لیے اکثر ذاکرین سے ذکر کی دولت علیحدہ رہتی ہے' ذکر شروع کر لیتے ہیں اور پھر جب ذکر بند ہو جاتا ہے تو انہیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہو گیا۔ پہلے ذکر کے آداب سیکھ لینے چاہئیں۔ اگر آپ کے اندر اپنی ضروریات' اپنی پسند' اپنی ناپسند' اپنا غصہ' اپنی آرزو' عزت اور بے عزتی کا خیال موجود ہے تو ذکر جاری نہیں ہو گا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اسمِ ''اللہ'' کے حوالے کر رہے ہیں تو پھر اللہ کا منشاء پہچاننا ضروری ہے۔ آپ کی خواہشات اور مقدر کے فیصلے میں بڑا فرق رہتا ہے۔ زندگی میں دعاؤں' تقاضوں اور نجات کی آرزو رہتی ہے اور پھر ایک مقام ایسا آتا ہے کہ انسان کہتا ہے ''چل تیری مرضی تو جہاں چاہے پھینک''۔ یعنی کہ اپنے آپ کو Willingly اللہ کے Handover کر دینے کو ذکر کہتے ہیں۔ ذکر کا منشاء یہ ہے کہ آپ اس کے اندر محویت اختیار کر لیں۔ پھر یہ آپ کے اندر اصلاحِ نفس پیدا کرے گا' آپ کو محویت عطا ہو گی اور پھر آپ ذکر کرتے جائیں گے۔ ''لا الہٰ الا اللہ'' بھی ذکر ہے' ''الا اللہ'' بھی ذکر ہے' ''اللہ ھو'' بھی ذکر ہے۔ جب آپ ذکر کرتے ہیں تو ایسا مقام بھی آجاتا ہے جہاں ذکر کرنے والا یعنی ''ذاکر'' اور جس کا ذکر ہو رہا ہو یعنی ''مذکور'' دونوں ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں یعنی ذکر' ذاکر اور مذکور ایک نکتے پر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ یہ نکتہ 'کن فیکون'' کا مقام ہے۔ حالانکہ یہ مقام اللہ کا مقام ہے مگر اللہ نے خود فرمایا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی کہ

اے رسول ﷺ جو کنکریاں آپ نے ماریں وہ آپ نے نہیں بلکہ اللہ نے ماری تھیں۔ اور یہ کہ وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی کہ نبی ﷺ اپنی مرضی سے نہیں بولتے بلکہ اللہ کہلواتا ہے' وحی آتی ہے۔ جب کسی صاحبِ ذکر پر کوئی مقام آتا ہے تو یہ اس کی اپنی مرضی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ اب آپ امام عالی مقام علیہ السلام کو دیکھیں کہ وہ انتہائی سلطان الذاکرین ہیں۔ جب آپ نے کربلا میں اپنی اولاد پر' قبیلے پر اور اپنے آپ پر ابتلاء کا وقت دیکھا تو As a man یہ دعا کا وقت تھا مگر As a Zakir اور مقام تھا یعنی کہ پاسبانِ ذکر ہونے کی حیثیت سے آپ نے وہی کام کرنا تھا جو منشائے ایزدی ہے۔ حالانکہ امام پاک علیہ السلام کے لیے ضروری تھا کہ آپ دعا فرماتے کہ اس ابتلاء سے اللہ بچائے مگر انہوں نے یہ دعا نہیں مانگی بلکہ یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اس آزمائش میں پورا اتار۔ اس وقت آپ نے آزمائش کو دور کرنے کی دعا نہیں مانگی۔ گویا صاحبِ ذکر خود ہی صاحبِ تقدیر ہوتے ہیں۔ وہ تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر کرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ ایسا سوچنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ ذکر کا مطلب ہے اپنے آپ کو تقدیر کے حوالے کر دینا یا قادر کے حوالے کر دینا۔ کیونکہ ذکر "قادر" کا ہو رہا ہے' اللہ کے نام کا ہو رہا ہے' ذکر کے ذریعے قادر کے قرب کی تمنا کی جا رہی ہے۔ اس طرح انسان تقدیر کو تسلیم کرنے کے مقام پر آجاتا ہے۔ اگر انسان تقدیر کا ساتھی ہو جائے تو پھر اس کو ذکر ملنا چاہیے۔ اگر کسی کا کوئی عزیز بیمار ہو اور وہ اس لیے ذکر کرے تو یہ کیسا ذکر ہوگا۔ کوئی شخص کرامت حاصل کرنے کے لیے ذکر کر رہا ہے تو یہ ذکر کا حجاب ہے۔ ذکر میں داخل ہونے سے پہلے آپ

فیصلہ کرو کہ میں کوئی ذاتی آرزو نہیں رکھوں گا۔ بعض اوقات اولاد کی ضرورتیں ذکر میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ اس لیے ذکر کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی توجہ سے ذکر شروع کر دیں۔ اس میں جب بھی تیزی آئے گی جذب شروع ہو جائے گا اور آپ اپنی زندگی سے غفلت اختیار کر جائیں گے۔ اس لیے جس نے ابھی کام کرنے ہیں وہ ذکر نہ کرے۔ یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ یا اللہ جو تیرا منشاء ہے وہ ہمارا بھی منشاء ہے۔ اس مقام پر پیغمبر بھی بعض اوقات سوال کر اٹھتے ہیں کہ ہم بچے کو مار تو دیں لیکن یہ تو بتائیں کہ کس لیے؟ حالانکہ ان سے کہا گیا ہے کہ سب کچھ دیکھتے جاؤ مگر سوال نہ کرنا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ آتا ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کرو۔ یہ بھی ایک ذکر ہے۔ ''اللہ'' ''لا الہ الا اللہ'' ''الا اللہ'' ''اللہُ اللہ'' یا پھر ''اللہ ھو'' ذکر ہے۔ اس طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے' دل بول اٹھتا ہے۔ جب ذکر سے محویت حاصل ہو جائے اور آپ مقامِ ذکر پر فائز ہو جائیں تو پھر اپنی خواہش بیان نہ کرنا۔ ذاکرین تقدیر کے Instruments ہیں' یہ اپنی خواہش نہیں رکھتے' اپنی تجویز نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو تقدیر کے ایجنٹ ہیں۔ ذاکر کو اگر کہا جائے کہ دس منٹ کے لیے یہ خدائی تمہیں دی جاتی ہے تو وہ دس منٹ کے بعد جوں کی توں واپس کر دے' نہ اس میں کوئی Change کرنی ہے' نہ آرزو داخل کرنی ہے' نہ اس میں سے کچھ نکالنا ہے۔ اچھا ذاکر وہ ہے جس کو اگر قوت مل جائے تو وہ اسے استعمال نہ کرے۔

ایک درویش اپنے مرشد کے پاس گیا اور کہا کہ آپ مجھے اسمِ اعظم کا ذکر دے دیں۔ مرشد نے فرمایا کہ آج سیر کرو' مشاہدہ کرلو' کل اسمِ اعظم کا ذکر بتا دیں

گے۔ درویش چلتے پھرتے جنگل میں پہنچا' کیا دیکھتا ہے کہ ایک بوڑھا لکڑہارا لکڑیاں لا رہا ہے اور اسے شہر کا کوتوال ملا۔ کوتوال نے کہا لکڑی مجھے دے دے۔ لکڑہارے نے کہا مجھے روپیہ دے دے' میں نے محنت کی ہے۔ اس نے کہا میں کوتوال ہوں' بوڑھے نے کہا میں غریب ہوں۔ کوتوال نے لکڑہارے سے لکڑی بھی لے لی اور اسے مارا بھی اور پیسے بھی نہ دیے۔ وہ درویش سیدھا اپنے مرشد کے پاس چلا گیا اور واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے پوچھا اگر تیرے پاس اسم اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا۔ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں' میں اس بوڑھے پر ظلم نہ ہونے دیتا۔ انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو' میں بھی یہی کہتا ہوں لیکن تمہیں ایک بات بتاؤں کہ وہ بوڑھا میرا مرشد ہے اور اسی نے اسمِ اعظم کا ذکر مجھے دیا ہے۔

بات اتنی ساری ہے کہ جن لوگوں کے پاس ظرف ہو وہ اس سمندر کا پانی پئیں۔ ورنہ ذکر سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ اب نماز جو ہے اس کو قائم کرنے کا حکم ہے۔ دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ جو کاروبار سے اٹھ کر نماز کی طرف جائے اور جس کی نماز قائم ہو گئی وہ نماز سے اٹھ کر کاروبار میں جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہے ہی نماز میں' بس کچھ دیر کے لیے کاروبار کے لیے جاتا ہے۔ تو نماز قائم کرنا بھی ایک طرح کا ذکر ہے۔

اللہ کا فرمان ہے کہ میری کائنات کو غور سے دیکھو' نگاہ کو اوپر اٹھاؤ اور زمین سے آسمان تک دیکھو' پھر تمہاری بینائی واپس لوٹ آئے گی کیونکہ اتنی بلندی تم کیسے دیکھ سکتے ہو۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ تم حیران رہ جاؤ گے' اب بتاؤ تجھے میری کائنات میں کوئی نقص نظر آیا۔ جب آپ کائنات کی Perfection دریافت

کرنے کے لیے متوجہ ہو جاؤ تو یہ مقام ذکر ہے۔ اس سے آگے بھی ایک مقام فرمایا کہ افلا یتفکرون یعنی تم فکر کیوں نہیں کرتے۔ فکر کے معنی غور و فہم کرو کہ تم کہاں سے آئے ہو' کون ہے جس نے تمہیں اس گمنام اور نہ سمجھ آنے والے سفر پر بھیجا ہے۔ آپ اپنی مرضی سے تو نہیں آئے۔ اپنی مرضی سے تو آپ نے اپنے Parents نہیں چنے' اپنی مرضی سے اپنی تاریخ پیدائش نہیں چنی۔ اپنی مرضی سے نام نہیں رکھا۔ اپنی مرضی سے اپنا انداز اختیار نہیں کیا۔ آپ نے اپنی مرضی سے وجود کی تشکیل نہیں کی۔ اس سفر پر روانہ کرنے والا کون ہے؟ جو روانہ کرنے والا ہے' وہی اس سفر کو Abruptly ختم کر سکتا ہے۔ وہ خدا ہے جس نے مجھے اس اجنبی دنیا میں ایک عجیب سفر پر روانہ فرمایا ہے اور وہی اس سفر کو کسی بھی لمحے بغیر وجہ بتائے ختم کر سکتا ہے' روک سکتا ہے۔ اللہ سے یہ مانگو "اے میرے اللہ میں غور کرنا چاہتا ہوں کہ میرا مقصد کیا ہے' اس میں میری مدد فرما' مجھے آگاہ کیا جائے کہ میری تخلیق کا مدعا کیا ہے" اور پھر آپ کو تخلیق کا مدعا نظر آنے لگے گا' عبادت کے حوالے سے اور Contemporary Life کے حوالے سے۔ Development of the Universe اللہ کا کام ہے' اب آپ اس میں کیا Part play کرتے ہو' Positive یا Negative۔ یہ بڑے غور کا مقام ہے کہ کیا آپ خالق کی منشاء کے مطابق چلتے ہو' اس میں معاون ہو یا رکاوٹ ہو۔ اللہ کریم کا ذاکر جو ہے وہ دعا کرتا ہے کہ اگر ہم اس طرف ہیں تو ہمیں گناہ والی دنیا سے نکال کر نیک دنیا میں داخل کر کیونکہ اس طرح ہم Process of life میں رکاوٹ بن رہے ہیں' اس پر ہم عذاب بنے ہوئے ہیں اور اس کے اندر ہم ظلم کر رہے ہیں' ہمیں Process

of life کا معاون بنا' ہمیں رکاوٹ بننے سے روک اور یہاں سے نکال کر معاونت کے Department میں بھیج د ... جہاں ہم Sinner کی بجائے Saint ہو جائیں۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ میں ظلمات سے نکال کر نور میں داس کرتا ہوں تو نور کے معنی ہیں تعاون' اللہ کے سائے میں چلنا' ____ جو شخص اپنے آپ کو اپنی زندگی کا مالک سمجھتا ہے تو وہ ظلمات میں ہے۔ یہ تو مالک ہے جو پروگرام کو حتمی شکل دے رہا ہے۔ جب انسان کی ابتداء مجبور ہے اور یومِ وصال بھی مجبور ہے تو درمیان میں ... ہے۔ ایک شخص کو اگر یہ کہیں کہ تم آزاد ہو' باہر گھومو پھرو لیکن چھ بجے واپس آجانا تو اب اس نے کیا آزاد ہونا ہے۔ یہ کیسی آزادی ہے جس کے دونوں سرے پابند ہیں۔ پیدائش اور موت کے درمیان جو محدود عرصہ ہے اس میں ہم نے کیا آزادی حاصل کرنی ہے۔ اس بات کو پہچاننا ذاکرین کا کام ہے۔ اس Process کو پہچاننا ذکر ہے جو انسان کے لیے سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

اگر اتفاق سے تمہارے والدین میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھو کہ ذکر مکمل ہو گیا۔ خدمت کر کے خوش کر دو اور اس طرح اللہ کی خوشنودی حاصل کرو۔ ہم اس وقت حضور پاک ﷺ کے زمانے میں نہیں ہیں' صحابہ کرامؓ کے زمانے میں بھی نہیں' بہت بڑے اولیائے کرام کے زمانے میں بھی نہیں ہیں' ہم اس کمزور زمانے میں ہیں کہ جب کوئی ایسا آدمی بھی نہیں جو بہت بڑا روحانیت کا حامل ہو۔ یہ ہمارا زمانہ سادگی کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں یہ کرو کہ سجدوں کی فراوانی کر دو۔ نماز کے سجدے تو ہو گئے' ویسے بھی سجدے کرو۔ ماں باپ کی

خدمت کرو' درود شریف کثرت سے پڑھو' اپنے فرائض کو اللہ کا حکم سمجھ کر پورا کرو' زندگی سے گلہ نکال دو' اگر غریب کر دیا ہے تو غریب ہو جا' دولت دے دی ہے تو تم دولت سے بچ نہیں سکتے' وہ حسن دے دے تو حسن مجبور ہے' عقل دے دے تو عقل مجبور ہے' اگر عقل لے لے تو وہ اس پر قادر ہے۔ تمہاری کوئی بھی خوبی تمہاری اپنی تخلیق نہیں ہے۔ جس طرح تمہارا چہرہ اللہ نے تخلیق فرمایا' تمہاری بینائی تخلیق فرمائی' تمہاری صفات بھی اس نے تخلیق فرمائیں۔ ان صفات کو پہچاننا دراصل اللہ تعالیٰ کو پہچاننا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایک لمحے کا غور کئی سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ غور کرنا بھی ذکر ہے۔ وگرنہ ایسے ذاکر بھی ہم نے دیکھے ہیں کہ جن کا ذکر جاری ہے اور کوئی غلط کام بھی کر رہے ہیں۔ یعنی کوئی سائل ہے' مانگ رہا ہے' جھوٹ بول رہا ہے اور ذکر اپنی جگہ پر جاری ہے۔ اب ذکر اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ یوں تو ساری کائنات ذکر کر رہی ہے' چرند پرند سب ذکر کر رہے ہیں' سب اللہ کی یاد میں مصروف ہیں یسبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض اس لیے آپ کا ذکر اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک کہ آنکھوں سے آنسو بہہ کر رخساروں تک نہ آئیں۔ پھر دعاؤں کا طویل سلسلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں ذکر عطا فرمایا اور تمہیں اپنا بنایا۔ جس کا نام ہے وہی ذکر عطا کرتا ہے آنکھ کا ذکر یہ ہے کہ وہ اللہ کی یاد میں جاری رہے۔ زبان کا ذکر ہے محوِ ثنائے کبریاء رہنا۔ جس طرح اللہ کی طرف رجوع کرنا ذکر ہے اسی طرح دنیا میں بے ضرر ہو کر رہنا ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا ذکر ہے' قرآن کو صرف دیکھتے رہنا بھی ذکر ہے۔ اللہ اسم ہے' ذات اس سے آگے ہے' اسم کو ذات سے

نسبت ہے۔ پہلے اسم آتا ہے پھر ذات آتی ہے۔ وہاں اسم نہیں ہوتا صرف ذات ہی ذات ہوتی ہے ۔

جلوہ ذات سے آگے ہے فقط ذات ہی ذات

جن لوگوں کو وہ ذکر عطا ہوا وہ جلوے سے بھی آگے نکل گئے' ان کے لیے بڑی مبارکیں ہیں۔ آپ بھی دعا کریں کہ آپ کا ذکر صرف جلوے میں نہ رہ جائے۔ جلوہ تو ایک طرح کا حجاب ہے' آپ جلوے سے نکل کر ذات میں گم ہو جائیں ۔

غم زدہ کائنات میں تنہا
گم ہوں میں تیری ذات میں تنہا

جب محویت مل جائے تو کسی قسم کی دعا کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ اب اس طرف سے آ رہے ہیں جس طرف سے قبولیت آ رہی ہے۔

جن کا نام مشکل کشا ہے انہوں نے اپنی مشکل کشائی نہیں کی۔ وہ خود تقدیر ہیں اور کاتبِ تقدیر ہیں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ بیمار ہوئے۔ ایک بیمار مرید نے ان سے اپنے لیے دعا کرائی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ تب اس نے درخواست کی کہ آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے' آپ بھی تو بیمار ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہم نے دعا کی تھی تو جواب ملا کہ پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ جسم تمہارا ہے یا ہمارا۔

ذکر یہ ہے کہ زمان و مکان سے بے نیاز ہو کر خالق کون و مکان کے تقرب کے خیال میں اس طرح گم ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اور دوسرے کی بھی خبر نہ رہے۔ ہماری طرف سے آپ کو ذکر کی اجازت ہے۔ صبح شام کیا کریں۔ پہلے توجہ دیں' کوشش کریں تو پھر یہ خود بخود کھل جائے گا۔ ذکر کے بعد

کبھی کسی کے لیے غصہ نہیں کرنا اور کسی کے لیے بددعا نہیں کرنا کیونکہ پھر اس کی باز پرس ہو جاتی ہے۔ ذکر کے بعد نہ بہن کے لیے دعا کرنی ہے' نہ بیوی کے لیے اور نہ موسم کے لیے۔ بس ذکر کا معنی یہ سمجھو کہ تقربِ حق کی ایک گھڑی یا لمحہ۔ یہ دیکھو کہ یہ ہوتا کیا ہے۔ کارسازی نہیں کرنی چاہیے' کارساز کے تقرب میں رہنا چاہیے۔ اس کے عمل کو دیکھو کہ کس طرح ہو رہا ہے۔ نماز والا ذکر بہت اچھا ذکر ہے' اگر اللہ نے پیسہ دیا ہے تو اسے اس کی راہ میں خرچ کرنا بھی ذکر ہے۔

صبح شام ذکر کرنے سے ذاکرین کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ ان کے دل سے ہر وقت فریاد نکلتی ہے جس طرح مثنوی مولانا رومؒ میں ہے کہ جدائی کا نغمہ بنسری کس طرح سنا رہی ہے۔ پھر انسان محسوس کرتا ہے کہ میں کسی اور دیس کا ہوں اور پردیس میں پھر رہا ہوں۔ پھر جب ذکر میں رقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ خوب ذکر کریں۔ چلتے چلتے سانس کے ساتھ کریں یا آواز کے ساتھ کریں' شروع میں بغیر آواز کے Silently بھی ہوتا ہے۔ حیرت کی حالت میں خاموش ہو جانا بھی بہت بڑا ذکر ہے۔ اپنے خلاف اللہ کا فیصلہ سن کر خاموش ہو جانا بھی بہت بڑا ذکر ہے۔

سوال:

آپ نے فرمایا کہ ذکر کے بعد دعا نہیں کرنی چاہیے جب کہ دعا مانگنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

جواب:

میں نے یہ کہا ہے کہ جب مقامِ ذکر پہ صاحبِ ذکر کا ذکر جاری ہو جائے

تو وہ اس حالت میں پہنچ جاتا ہے جیسے ذرہ صحرا میں اور قطرہ سمندر میں۔ اس حالت میں دعا کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ ذاکر کے لیے وہ مقام ہے جہاں اس پر حاصل حرام اور آتش حلال ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کے نعمت خانہ میں سب امانت ہے' نہ ہم نے اٹھانا ہے اور نہ اللہ نے اٹھانے دینا ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔ ورنہ تو دنیادار سب کرتا رہتا ہے' ذکر بھی کرتا ہے' بچے بھی ہو گئے' شادی بھی ہو گئی اور پھر اتنے بڑے فنکشن کے بعد One fine morning آپ جا رہے ہوتے ہیں۔ تو پھر اس وقت ٹھہر کے دکھاؤ۔ ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ٹائم ختم ہو گیا ___ تو ذاکر جو ہے وہ پہلے ہی سمجھ جاتا ہے کہ یہ جادونگری ہے' یہاں سے اٹھانا کچھ نہیں ہے' تو وہ سوتا بھی کم ہے' کھاتا بھی کم ہے' خواہش بھی کم رکھتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے جن کے دل میں اللہ کی محبت شدید ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہاں سے کچھ بھی حاصل نہیں کرتے۔ اللہ نے کہا پھر کیا کیا چاہیے تو کہتے ہیں بس تو نے پوچھ لیا' یہی کافی ہے ہمارے لیے ___ عام دنیادار کے لیے ضروری ہے کہ کچھ محنت سے حاصل کرے' کچھ دعا سے حاصل کرے' کچھ مانگ لے۔ ذکر والا کل جس حال میں تھا آج بھی اسی حال میں ہے' وہ حال کے ساتھ ہمہ حال ہے' وہ کل جس مقام پہ تھا آج بھی اسی مقام پر ہے۔ اس کے لیے نہ کوئی آغاز ہے' نہ انجام ہے' نہ کوئی ازل رہ جاتا ہے' نہ کوئی ابد رہ جاتا ہے۔ یہ ذکر والوں کی بات ہے' عام آدمی کی بات نہیں۔ عام آدمی کیوں ''کن فیکون'' کا راز دریافت کرنے چلا ہے؟ عام آدمی تو کمائی کرے' خرچ کرے اور یہ سفر آسانی سے گزارے۔ ذاکرین کی بات اور ہے۔ محبت کرنے والا

انسان اس وقت بہت خوش ہوتا ہے جب محبوب اس کی کوئی چیز قبول کر لے۔ دنیا دار حیران رہ جاتا ہے کہ تُو چیز اس کو دے کے آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ شکر کرو کہ اس نے قبول کر لی۔ وہ اسے کہتا ہے کہ تمہیں بل کا خیال کرنا چاہیے تھا' بڑی مہنگی چیز تھی مگر محبت کرنے والا کہتا ہے کہ شکر کرو اس نے قبول کر لی۔ یہ جو بات ہے یہ عام آدمی کو سمجھ نہیں آتی کہ عشق کے اندر حاصل کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ سے محبت کرنے والے کی بات ہے کہ اگر اللہ اس کی جان قبول کر لے تو سجدہ شکر کرتے ہیں۔ عام آدمی کے لیے جان بچانے کا حکم ہے کہ جان بچا' عافیت میں چل' سائے میں بیٹھ' نماز کے وقت اگر بھوک لگی ہے تو پہلے کھانا کھا لے' پھر نماز پڑھ لینا' اگر کسی مکان میں آگ لگی ہے تو پہلے آگ بجھا لو' پھر نماز پڑھ لینا۔ عام آدمی کے لیے آسانی رکھی گئی ہے۔ ذاکر کے لیے نماز ہے' اگر جنگل کا جنگل آگ میں ہے تو بے شک جل جائے' وہ کہتا ہے کہ اللہ آپ ہی ختم کر رہا ہے۔ ذاکر کو کہا جائے کہ شہر برباد ہو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ ہو جائے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے' جس کا شہر ہے وہ جانے اور شہر والے جانیں' ہمارا کیا تعلق ہے' اس میں ہمارا دخل ہی کوئی نہیں۔ ذاکر نے اپنے آپ سے اپنا آپ ہی نکال دیا ہے۔ یہ ان لوگوں کی بات ہے' باقی سب کے لیے نہیں۔

دعا کا مقام تو ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مقام ہی کوئی نہیں ہے تو یہ زیادتی کی بات ہے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ کوئی مقام ہے تو اس مقام کے لیے اور اس کے اظہار کے لیے اور اس کی Compensation کے لیے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ اس دن سے پہلے وہ دن نہیں ہونا چاہیے۔ ایک محشر کا مقام

ہے' انصاف کا دن ہے۔When your labours will be compensated
وہ ایک وقت ہے جب تمہاری قربانیوں کا انعام ملے گا' جب تمہاری محنتوں کا ریاض ملے گا اور جب تمہاری دعاؤں کا پتہ چلے گا کہ کیا کیا ہوتا رہا ہے۔ وہ ابا دن ہے جب ظالم کو اپنا ظلم ایک خوفناک شکل میں نظر آئے گا۔ وہ انعام یا انصاف کا دن ہوگا۔ اس دن سے پہلے وہ دن نہیں ہونا چاہیے۔

کوئی بھی شخص کوئی قربانی نہیں دے سکتا جب تک کہ اللہ خود ہمت نہ دے' طاقت نہ دے۔ انسان کو تو ایک پل میں پلٹ جانا ہے' ایک دم زمین پر گر جاتا ہے۔ اور جب وہ Wisdom یا شعور عطا فرما دے تو پھر سارا کچھ انسان کا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں کہ جو چاہے انسان کے حوالے کر دے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بیٹا پیدا ہونے کی دعا کروانے آئی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا تو نہیں ہو سکتا۔ وہ کسی اور کے پاس چلی گئی اور دعا کرائی تو بیٹا ہو گیا۔ وہ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ بیٹا نہیں ہے یہ کیسے ہو گیا؟ انہوں نے اللہ سے پوچھا۔ اللہ نے کہا کہ اس کے لیے فلاں آدمی نے دعا کی تھی' تو اس آدمی کو پہچان' شہر میں چکر لگاؤ اور کہو کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پاؤ انسانی گوشت مانگا ہے۔ سارے شہر میں پھرتے رہے' لوگوں نے کہا کہ اللہ کیسے مانگ سکتا ہے۔ اس آدمی کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً ہی گوشت کاٹ کے دے دیا۔ تب اللہ نے کہا کہ یہ آدمی اگر کہے کہ بیٹا دے دے تو میں بیٹا دیتا ہی جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کے اندر قربانی کا اتنا جوش ہو' اتنی فراوانی ہو' اس آدمی کی بات رد نہیں کی جا سکتی۔ یہ شوق کا مقام ہے۔

ایک تعلق ہوتا ہے عبد کا معبود کے ساتھ' ایک تعلق ہے خالق کا مخلوق کے ساتھ اور ایک تعلق یہ ہے کہ یہ بندہ ہے' عبادت گزار ہو گیا اور اللہ کا طالب ہو گیا۔ ایسا مقام ہو تو بات سمجھ میں آسکتی ہے ؎

سرمد سگِ تو بندۂ تو طالبِ تو

کہ سرمد آپ کے دیدار کا طالب ہے۔ اور آپ اگر اللہ کے پاس جائیں اور وہ آگے سے کہے کہ دیدار کی بجائے یہ چیک لے جاؤ تو آپ چیک لے کے واپس آجاؤ گے۔

سوال:

بیماری صحت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اگر ہم بیمار پڑ جائیں تو علاج کرانا سنت ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے لیکن ہم دعا کرتے ہیں یا اللہ اسے زندگی عطا فرما۔ تو کیا اللہ اس کی زندگی بڑھا دیتے ہیں یا دعا سے اس کی زندگی بڑھ جاتی ہے؟

جواب:

اگر زندگی ختم ہو جائے تو کوئی دعا نہیں مانگتا۔ دعا صرف لاعلمی سے مانگی جاتی ہے۔ اگر طالب علم کو وقت سے پہلے علم ہو جائے کہ وہ فیل ہو رہا ہے تو وہ کالج جانا بند کر دے گا۔ جب تک لاعلمی ہے تب تک دعا ہے۔ اگر مقدر کا علم ہو جائے تو دعا نہیں ہے۔ جس کو یقین ہو جائے کہ موت کا ایک دن معین ہے' نہ تو کوئی حادثہ اسے کچھ کر سکتا ہے نہ کوئی حفاظت اسے ٹال سکتی ہے' تو آدمی اس کے لیے دعا نہیں کرے گا۔ جو لوگ جانتے نہیں وہ کہتے ہیں کہ دعا کرو' اس سے زندگی بڑھ جائے گی' دو سال اور بڑھ جائیں گے۔ پھر دعا مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ مہربانی

کرے گا۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب دعا کارگر نہیں ہوتی۔ جب دعا کارگر نہ ہو تو وہ مقام تقدیر کہلاتا ہے۔ اس مقام سے آگے آپ نہیں جا سکتے۔ کوئی دعا آپ کو اس سے آگے نہیں لے جا سکتی۔ اسے کہتے ہیں Final day۔ اگر مقدر میں کچھ سال باقی ہیں تو پھر دعا کرنے والا بابا پیدا ہو جائے گا۔ اب بابا دیکھ لیتا ہے کہ اس کی زندگی کے دو سال باقی ہیں' تو وہ دعا مانگتا ہے۔ اس طرح وہ دعا مانگتے ہیں اور بیمار ٹھیک ہو جاتا ہے۔

جس آدمی کو یہ یقین ہو جائے کہ موت کا دن مقرر ہو گیا ہے' جس کو یہ یقین ہو جائے کہ میرا رزق اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور عزت ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے' تو پھر دعا کا کیا مقام رہ جاتا ہے۔ پھر بھی دعا کا مقام ہے۔ دعا مانگتے چلے جاؤ' دعا ایک ایسا عمل ہے جو آپ کو بارگاہِ الٰہی میں لے جاتا ہے۔ دعا وہاں جانے کا ایک ذریعہ ہے' سجدہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کا آخری اور واحد گر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جاؤ۔ آپ اللہ سے دعا کرتے رہو اور جو چیزیں مانگنے والی نہیں ہیں وہ بھی مانگتے رہو' تو دعا نامنظور بھی ہو سکتی ہے۔ مانگنا آپ کا کام ہے' آگے سے جواب دینا اللہ کا کام ہے۔ اتنی گفتگو جو ہے آپ کے لیے بڑا انعام ہے۔ آپ بس مانگتے چلے جاؤ'' ہم انسان ہیں مانگتے ہی رہیں گے' اللہ کچھ دے دے تو ہم لے لیں گے اور کچھ نہ دے تو اس کا متبادل مانگ لیں گے''۔ دعا کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادعونی استجب لکم واذا سالک عبادی عنی فانی

قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان .

اورحضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

جو دعا قبول ہو جائے اس کا شکر ادا کرو اور جو قبول نہ ہو اس پر غور کرو۔ وہ تو مالک ہے۔ ماننے پر آجائے تو گناہ گار کی بھی سن لے اور گناہ گاروں کو اپنے حبیب پاک ﷺ ساتھ ملا دے۔

سوال:

حکم یہ ہے کہ ذکر اتنا کریں کہ اس میں گم ہو جائیں۔ اس بارے میں وضاحت فرما دیں کہ اس زمانے میں ہم یہ کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب:

اگر اس طرح کا ذکر نہ ہو سکے تو درود شریف بھی ذکر ہے۔ سب سے ضروری ذکر نماز ہے۔ سجدہ بھی ذکر ہے۔ اللہ کی کائنات میں تفکر کرنا بھی ذکر ہے۔ ماں باپ کی خدمت کرنا بھی ذکر ہے۔ زندگی سے گلہ شکوہ نکال دینا بھی ذکر ہے۔ اگر آپ کے اندر اللہ کا عشق پیدا ہو جائے تو آپ کے اندر ذکر پیدا ہو جاتا ہے ۔

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ او نمی دانم کجا رفتم

انسان اللہ کے خیال میں غرق ہو جاتا ہے۔ کوئی اس سے پوچھتا ہے تمہارا نام کیا ہے تو وہ کہتا ہے کس کا نام؟ تو یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ ذکر کا ایک مقام یہ بھی ہے کہ جہاں اللہ کے علاوہ کوئی شے رہتی ہی نہیں' اسے ''ہو'' کا ویرانہ کہتے

ہیں۔ ہر طرح ''ہو ہو'' ہو جاتی ہے۔ اب حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے جو ذکر کیا وہ سلطان الاذکار ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی تجسیم یا مثال نہیں دے سکتے لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب صورتی کو چنبیلی کی خوب صورتی سے تشبیہہ دی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ بوٹی مخلوق ہے اور وہ خالق۔ آپ کسی چیز کو اللہ نہ کہنا کیونکہ یہ شرک اور گناہ ہے جب تک کہ آپ اس کو اس حالت میں نہ دیکھیں۔ کوئی شے اس سے باہر نہیں اور وہ کسی شے کے اندر نہیں۔ وہ کہاں ہے اور کیا ہے اس کا اندازہ کون لگائے۔ پھر ایک مقام آتا ہے ہمہ اوست کا ؎

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

اب جس نے یار کو جا بجا دیکھا ہے وہ یہ بات کہہ سکتا ہے۔ آپ یہ بات نہ کہنا۔ یہ آپ کا مشاہدہ نہیں ہے۔ اگر مشاہدہ ہو جائے تو ایک وقت ایسا آ جائے گا کہ سارے چہرے ایک ہی چہرہ بن جائیں گے۔ اگر کہیں ایسا مشاہدہ ہو جائے تو پھر آپ کہہ دیں کہ سارا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے۔ جب ماضی سارے کا سارا حال میں اتر جائے اور ہمارے چہرے بدل کے کئی سو سال پہلے کے چہرے بن جائیں تو پھر ہم کچھ اور ہی واقعہ کرنے لگ جائیں گے۔ اگر ایسا نہ ہو اور آپ بیان

کروتو یہ گمراہی ہوگی۔ گمراہی یہ ہے کہ حق سے زیادہ کسی چیز کو بیان کیا جائے اور ظلم یہ ہے کہ حق سے کم بیان کیا جائے۔ اگر اللہ نے آپ کو فقیر نہیں بنایا تو فقیر مت بنو۔ جب تک وہ نہ بنائے بات نہیں بنتی۔ اپنے بنانے سے بات نہیں بن سکتی۔ جس طرح کوئی نبی بنے تو وہ خود بنے گا تا کہ زمانے سے خراج یا تعریف وصول کرے لیکن اس کو تعریف کی بجائے لعنت ملتی ہے۔ اس طرح جب خود ساختہ ولی بنے گا تو اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ تم صرف انسان بن جاؤ' یہ بڑا مقام ہے۔ عبادت کے بغیر عابد بننے کا شوق نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ولی نہیں تو اس کو بیان کرنا گمراہی ہے۔ اور اگر یہ مقام عطا ہو گیا تو اس کو چھپاتے رہنا ظلم ہے۔ اس لیے اتنا بیان کرو جتنا اصل ہے۔ اگر آپ اتنا انصاف کریں اور صرف اتنا ہی بیان کریں جتنا اصل ہے تو اس سے بہت آسانی ہو جائے گی۔ Have more than you show یعنی کہ دکھائی ہوئی چیز سے زیادہ اندر رکھو تا کہ حقیقت سے آپ کا ظاہر کم ہو۔ پھر آپ یقیناً عافیت میں چلے جاؤ گے۔ اگر آپ اپنی حیثیت سے باہر ہو کر اظہار کر رہے ہو تو نقصان میں چلے جاؤ گے۔ پھر اس کو نبھانا مشکل ہو جائے گا۔ خواہ مخواہ تکلف کرتے جاؤ گے کہ آ بیل مجھے مار' کہ میں درویش وقت ہوں اور اگر اصل درویش سامنے آ گیا تو پھر کہاں جاؤ گے۔ اس لیے تم جتنے ہو اتنے رہو تا کہ تم' تم میں قائم رہو۔ اپنی ہستی کو پہچانو۔ صرف اتنا اظہار کرو جتنا آپ ہو۔ اگر ذکر کی خواہش ہے تو خواہش ہی ذکر بن جاتی ہے۔ دنیا کے اندر محبت کی جتنی بڑی کہانیاں ہیں سب جدائی کے قصے ہیں۔ اسی طرح اللہ سے محبت میں جدائی ہی کی بات ہے۔ وصالِ حق تو ہے ہی نہیں۔ نہ دیدار کا مقام ہے

نہ رویتِ عینی کا مقام ہے۔ صرف طلب کا مقام ہے اور دوری کا مقام ہے۔ لیکن دوری اور قربت اللہ کے سامنے ہے ہی نہیں۔ نہ اس کے کوئی قریب ہے نہ کوئی بعید۔ اس کے سامنے فاصلہ کیا ہے۔ سمندر سے دو چار دریا نکل جائیں تو اسے کیا فرق پڑے گا اور چار دریا اس میں داخل ہو جائیں تو بھی کیا فرق پڑے گا۔ اللہ کریم کے حوالے سے اپنے آپ کو پہچاننا آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ ملاوٹ چھوڑ دو تو آسان ہے' تکلف چھوڑ دو تو آسان ہے' اور اگر تکلف ہے تو ساری عمر پریشانی ہی پریشانی رہے گی۔ اللہ والا بننے کی خواہش نکال دو اور اللہ والا بننے کا عمل کرو۔ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پیش کر دو۔ اب جس راہ سے وہ گذارے وہی راہ آپ کے لیے حق کی راہ ہے۔

سوال:

کیا فقیر بننے کے لیے خواہش کا اظہار کرنا یا کوشش کرنی چاہیے۔

جواب:

اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ فقیر کی تعریف کیے بغیر اور فقیر کے مقام کو پہچانے بغیر یہ کیا خواہش کی جا رہی ہے۔ اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ فقیر کی دنیا میں بڑی آبرو کی جاتی ہے اور آپ اس لیے فقیر بننا چاہتے ہیں تو بے شمار فقراء ایسے گزرے ہیں جنہوں نے عزت اور آبرو سے گریز کیا اور ابتلاء سے گزرتے رہے۔

فقیر کا مطلب ہے اللہ کی رضا مندی کا محتاج ہو جانا اور اس کی طلب رکھنا۔ فقر کا ایک منصب اور ایک مقام بھی ہے۔ سارے فقیر صاحبِ ارشاد نہیں ہوتے۔ سارے اس میں مرتبہ حاصل نہیں کرتے۔ فقیری عطا ہوتی ہے تسلیم و رضا

کے بعد۔ آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ فقیر ''الا اللہ'' کی تفسیر ہے اور فقر سجدہ شبیری ہے۔ جب آپ اپنے گردوپیش کو تحفظ دینا چاہتے ہیں تو پھر وہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے مانگ لینی ہیں۔ اس مقام کے لیے وہ شخص خواہش رکھے جو یہ ہمت رکھتا ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

◆◆◆

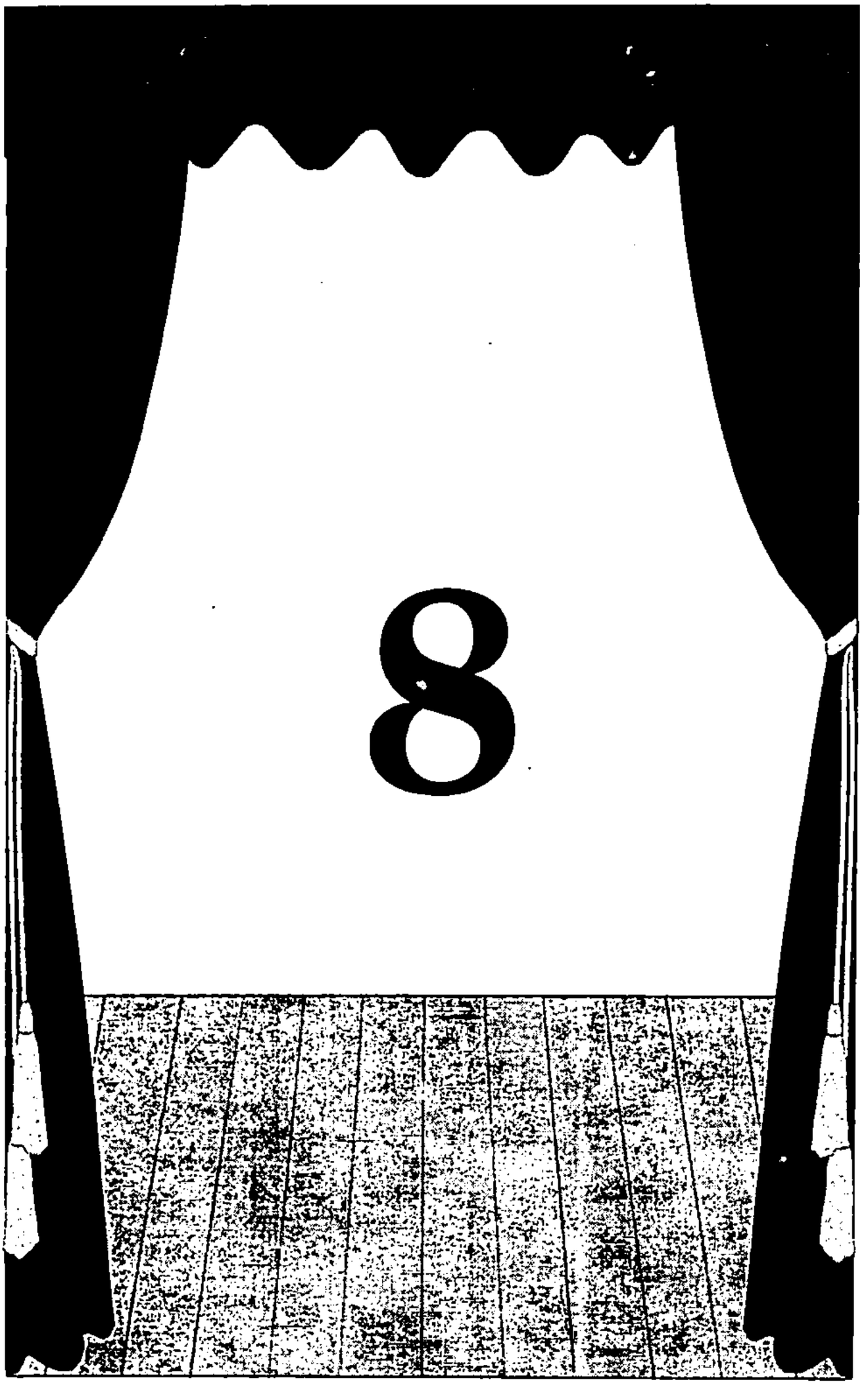
8

1 ہمیں اس بات کا بڑا فکر لگا رہتا ہے کہ پاکستان کا کیا بنے گا؟

2 صلاحیت کی تعریف کیا ہے؟

3 کیا پلاننگ کرنی چاہیے؟

4 کیا ماننے والے اور چاہنے والے کے فرائض مختلف ہوتے ہیں؟

5 کہتے ہیں کہ سنگت بدلنی چاہیے؟

6 عطا کیا ہوتی ہے؟

سوال:

سر! ہمیں اس بات کا بڑا فکر لگا رہتا ہے کہ پاکستان کا کیا بنے گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

جواب:

اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ دعا سکھائی ہے کہ یا اللہ ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے باہر ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ انسان خود کو کسی کام میں اس طرح Involve سمجھتا ہے کہ وہ کام اس کی ذمہ داری ہے حالانکہ وہ کام اس کی ذمہ داری نہیں ہوتا۔ یہاں سے بڑے بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور پھر انسان کے لیے ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اپنی حدود اور استعداد سے باہر کی خواہش نہیں ہونی چاہیے۔ جو چیز خواہش میں ہے لیکن اس کی استعداد نہیں ہے تو اس کو بیان کرنا تکلف ہی ہے یعنی جو چیز خواہش میں ہے لیکن استعداد میں نہیں تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ جو چیز خواہش میں ہو اور دسترس میں نہ ہو تو یا تو اپنی دسترس بڑھا لو یا پھر خواہش کو مختصر کر لو۔ آپ کبھی بیمار ہو جائیں تو اس کا علاج عام طور پر خود Try نہیں کرتے کیونکہ اس کے لیے الگ شعبہ ہے اس بارے میں ڈاکٹر سے یا حکیم سے پوچھا جائے۔ آدمی جانتا ہے کہ ''جس کا کام اسی کو ساجھے''۔

اسی طرح عدالت کا معاملہ ہوتو وکیل سے پوچھتے ہیں۔مگر جب کبھی آپ ملک' ریاست' سیاست یا بین الاقوامی طور پر سوچتے ہیں تو پھر اس کو اپنی ذمہ داری سمجھ لیتے ہیں۔اگر اس کو آپ نے اپنی ذمہ داری سمجھی ہے تو مبارک ہو اب اس کو پورا کرو! مثلاً اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں ہر روز پچاس آدمیوں کی خدمت کروں تو یہ اچھی بات ہے۔اب کرو! پھر گھبراتے کیوں ہو؟ یہاں پر وہ آدمی پریشان ہوگا جو خدمت کا دعویٰ بھی رکھتا ہے اور دل میں کچھ نفرت بھی موجود ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص ملکی معاملات کی اصلاح کی آرزو رکھتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔آرزو ضرور رکھو مگر خدمت کا آپ کے پاس شعور نہیں۔ایسا آدمی پھر اپنے لیے ہلاکت کا سامان پیدا کرتا ہے۔وہ ایسی چیز کی تمنا کرتا ہے جو اس کی ہستی میں نہیں۔کتنے ہی لوگ ہیں جو مہمان نوازی سے باہر جانے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر پریشان ہو جاتے ہیں۔اس کے گھر والے یہ گلہ کرتے ہیں کہ دوسروں کو بہت وقت دیتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ خواہش اور استعداد میں فرق ہو تو خواہش آپ کو ہلاک کر دے گی۔ایک آدمی اگر دوسرے پر زیادتی کر رہا ہے اور دونوں آپ کی دسترس سے باہر ہیں تو سوائے اس کے کہ آپ پریشان ہو جاؤ' آپ کے پاس کوئی عمل موجود نہیں ہے۔اس کا حل یہ ہے کہ آپ کے پاس قوت ہو اور آپ دونوں کی غلطی Find کر کے ان کی اصلاح کر دو۔اکثر مسائل ایسے ہوتے ہیں جن کی اصلاح آپ کے پاس نہیں ہوتی بلکہ معاملہ آپ کی سمجھ سے بالاتر رہتا ہے۔پہلے آپ زندگی کو زندگی کے حوالے سے دیکھو۔کیا آج کے موجودہ انسانوں سے پہلے کوئی انسان آیا؟ آج کل کے لاہور میں جتنے لوگ موجود ہیں کیا اس سے پہلے

لاہور میں کوئی انسان تھے؟ کیا آپ کے آباؤ اجداد یا کوئی اور لوگ تھے؟ وہ سب لوگ اپنا دور پورا کرتے ہوئے اور لاہور کو رونقوں کے حوالے کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہو گئے۔ اب اگلی بات دیکھو! کیا آپ کے بعد کوئی لوگ آنے والے ہیں؟ وہی تو آپ کے گھروں میں پل رہے ہیں اور یہی آپ کو رخصت کریں گے۔ اس میں گھبرانے والی کون سی بات ہے' یہ حقیقت ہے! جس طرح آپ لوگوں نے اپنے بزرگوں کو غم سے رخصت کیا اسی طرح آپ کے بچے آپ کو روانہ کریں گے۔ پھر آپ کے بعد یہ لوگ سارے کام کر لیں گے۔ آپ سے پہلے اس جہاں میں کتنے ہی باغ لگ لگ سوکھ گئے۔ پھر تم کون سا گلاب ہو! آپ اپنی ہستی کو اس وسیع کائنات کی ہستی کے تناظر میں دیکھو۔ آپ کی ہستی ایسے ہے جیسے جنگل کے اندر ایک مور ہے جو ناچنے کی فکر کر رہا ہے پھر نہ جنگل رہیں گے اور نہ مور۔ زمانے بدل جائیں گے۔ پہلے بھی کئی زمانے بدل گئے۔ آخر مر جانے کے علاوہ انسان کو اور کیا کرنا ہے۔ جن کو تم کندھا دیتے ہو ان کا غم اتنا ہوتا ہے کہ آرام سے مٹی ڈال کے آ جاتے ہو' دفن کرنے کے بعد فراغت کے ساتھ بیٹھ جاتے ہو جیسے کبھی کسی کو دفن ہوتے نہیں دیکھا۔ کہتے ہو بڑا قریبی آدمی تھا جو بہت دور چلا گیا ہے اور اب تیاری کرنی چاہیے کیونکہ شام کو پنڈی جانا ہے اور پھر اس غم کے اندر وہی باتیں' وہی چاول' وہی کھانا پینا' عجیب انسان ہے! غم ہو یا خوشی ہو' اس کا کاروبار چلتا رہتا ہے۔ غم کتنا ہی سنگین ہو' نیند سے پہلے کا ہے۔ پھر نیند کی بہار آ جاتی ہے۔ کوئی پوچھے کہ غمگین آدمی کہاں چلا گیا؟ کہتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر کی گولی کھا کر سو گیا۔ کوئی بھی غم ہو' تکلیف ہو' اذیت ہو' ذاتی مسئلہ ہو' ملک کا

مسئلہ ہو، حادثہ ہو یا آسمانی آفت ہو، آپ ان سب کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہو۔ مگر میرا خیال ہے کہ کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں ہے جو آدمی برداشت نہ کر سکے۔ اگر کوئی سے دو انسان ایک دوسرے کے لیے زندگی گزارنے کی تمنا کریں اور ایک دوسرے کے لیے زندہ رہنے کی خواہش رکھیں تو پھر کائنات میں کوئی غم نہیں۔ غم آپ کے گھر کے اندر دراڑ کا نام ہے اور پریشانی آپ کے اندازِ فکر کا نام ہے۔ ہم نے کوئی انسان ایسا نہیں دیکھا جو وسیع غم کی وجہ سے ذاتی زندگی ترک کر چکا ہو، ایسے بہت ہی کم لوگ ہوتے ہیں مثلاً مہاتما بدھ نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا۔ بڑے آرام سے انسان غم اور غم کی شدت کو ناپنے کے بعد برداشت کر کے پھر اپنی خوشیوں میں واپس چلا جاتا ہے، پھر وہی انسان وہ کر کے رہتا ہے جو چاہتا ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں کر کے رہتے ہیں اور اپنے عمل پر غالب ہیں۔ یہ عمل دریا کی طرح ہے کہ آرام سے مٹی پر سر رگڑتا ہوا چلتا ہے اور کبھی جی چاہے تو سر اٹھا لیتا ہے اور پھر کناروں سے باہر آجاتا ہے جس کو ہم سیلاب کہتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔ اب چھت گرنے کا وقت نہیں بلکہ آسمان گرنے لگا ہے۔ آسمان گرنے لگے تو بھاگنا بے کار ہے۔ شیر سامنے آجائے تو بھاگنا بے کار ہے۔ ڈرنے کی کیا بات ہے، چار آدمیوں کے ساتھ مل کر مرنا اور اکیلے مرنا دونوں برابر ہیں۔

موت اشتراک میں ہو یا تنہا ہو، اجتماعی ہو یا انفرادی، ایک ہی بات ہے جس شخص کو حالات کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ خطرہ قریب آرہا ہے اسے کہو کہ اب وقت ہے کہ تو اپنی خواہش دین کے لیے نثار کرنے کی فکر کر۔ مثلاً ایک شخص بہت

فکر مند ہے اور ملک کے لیے اتنا فکر مند ہے کہ رات کو نیند نہیں آئی اور اس میں حالات درست کرنے کی آرزو بھی موجود ہے۔ اگر ایسا شخص بہت بے تاب ہو جائے اور اس کی بیتابی والہانہ ہو جائے تو ایسے شخص کو راز سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اقبال بہت بیتاب ہوا تو راز آگاہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ میری آنکھ جو کچھ دیکھ رہی ہے وہ لب پہ نہیں آ سکتا۔ اس نے کوئی ایسی چیز دیکھ لی جو بیان میں نہیں آ سکتی۔ افلاک سے نالوں کا جواب عام آدمیوں کو نہیں آتا۔ اقبال کو ملت اسلامیہ کے حوالے سے کوئی خاص راحت والی خبر ملی۔ اسے آگاہ کر دیا گیا اور سکون پیدا ہو گیا۔ بیتابی جو ہے یہ بیان بن جاتی ہے۔ اگر آپ اس طرح کے بیتاب ہو تو پہلا کام یہ کرو کہ ملک کی خاطر اپنی صداقت کو الگ بیان کرو۔ اب یہ نہ دیکھنا کہ کون پریشان کر رہا ہے' کون پریشان ہو رہا ہے' کتنی فورسز میدان میں آ رہی ہیں۔ کوئی تو ایسا آدمی ہونا چاہیے جو ملکی پریشانی کے باعث فیصلہ کرے کہ میں آج سے جھوٹ نہیں بولوں گا' اور جھوٹا بیان نہیں دوں گا۔ آپ اتنے سمجھ دار لوگ ہو' لاہور کی Cream بیٹھے ہو' جھوٹ تو آپ کی شان کے لیے توہین ہونا چاہیے۔ لیکن سچ بولنا بہت مشکل ہے۔ آپ اپنی پریشانی خالق کے حوالے کرو تو راز مل سکتا ہے۔ یا اللہ ہم اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتے ہیں' ہمیں راز سے آگاہ کر ؎

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

اب وہ وقت آیا ہی پڑا ہے' آپ شہباز سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ لیکن ذرا بے چینی ہے کہ راز سے پردہ اٹھ نہیں رہا ؎

میں نے افکار کے چہرے سے اٹھایا پردہ
کم نگاہی کا تیرے ذہن پہ چھایا پردہ

پہلے آپ جاگو اور یہ دیکھو کہ کس بات پر فکر مند ہو؟ فکر میں ہم اپنی زندگی کو ترتیب دیتے ہیں۔ فکر کو جاری رہنا چاہیے۔ اگر فکر صحیح ہو تو یہ ہو نہیں سکتا کہ فطرت آگاہ نہ کرے۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کو اللہ نے آگاہ کر دیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو اور آپ کی ایک میعاد ہے اور ایک مقررہ مدت ہے جس کے لیے آپ کو دنیا میں بھیجا گیا اور پھر آپ اللہ کے پاس واپس لوٹا دیے جائیں گے' اس وقت آپ اللہ کے سامنے اپنے حساب کتاب کے جواب دہ ہوں گے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ فرانس میں کیا ہو رہا تھا بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ آپ کو جو صلاحیتیں دی گئی تھیں انہیں کہاں استعمال کیا اور آپ کے پاس جو پیسہ آیا اس میں حرام کا شبہ تو نہیں تھا اور کیا آپ کے پیٹ میں کسی یتیم کے مال کی آگ تو نہیں تھی؟ کیا آپ کے وعدے ایفا ہوتے تھے؟ کیا آپ نے اللہ کے فرمان میں ملاوٹ تو نہیں کی؟ کیا آپ نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ہمیشہ دنیا میں رہیں گے؟ کیا آپ کو اپنے سے پہلے رخصت ہونے والے نظر نہیں آئے؟ کیا آپ نے سچ کو باطل کا لباس تو نہیں پہنایا تھا؟ اور کیا آپ نے گفتگو میں ابہام کا راستہ تو اختیار نہیں کیا تھا؟ ابہام یہ ہوتا ہے کہ جب بات Clear نہ کی جائے مثلاً کہاں سے آرہے ہو''؟ ''میں وہاں سے آرہا ہوں'' ____ ''کدھر گئے تھے''؟ ____ وہاں گیا تھا''۔ ''کہاں رہتے ہو''؟ بڑی تکلیف میں رہتا ہوں''۔ یہ ساری مبہم باتیں ہیں اور مبہم بات منافقت کے قریب

ہے۔ وہ شخص جوان سوالوں کا جواب نہ دے سکے وہ کسی کی اصلاح نہیں کرسکتا۔ جس شخص نے اپنی زندگی کسی کام کے لیے وقف نہیں کی اور چاہتا ہے کہ اصلاح ہوجائے وہی تو مجرم ہے کیونکہ یہ شخص اپنی استعداد کو استعمال نہیں کرتا۔ اگر آپ اپنی استعداد کو فی سبیل اللہ اور فی سبیلِ ملک استعمال کرو تو آپ کے لیے کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا۔ اور آپ کے پاس جو بہتر اشیاء ہیں اس راہ میں خرچ کردو۔ بات ساری نیت کی ہے۔ مثلاً حج عمل کا نام نہیں نیت کا نام ہے۔ اگر دل میں عزت نہ ہو، احترام نہ ہو، اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت نہ ہو تو حج کا سفر دنیاداری ہے۔ اور اگر نیت صحیح ہو تو گھر میں حج موجود ہے کیونکہ اللہ تو آپ کے دلوں کے قریب رہتا ہے اور آپ کی نیت کے پاس رہتا ہے۔ اگر آپ کی نیت اللہ ہے تو وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بڑا راضی ہوجاتا ہے۔ آپ یہ مانتے ہو کہ آپ ایک چھوٹے سے اور فانی انسان ہو اور وہ اس وسیع کائنات کا مالک ہے اور وحدہٗ لاشریک۔ آپ دیکھو کہ آپ کی اہمیت کیا ہے؟ آپ کے لیے اس دنیا میں سب سے بڑے انسان یعنی حضور پاک ﷺ کو بھیجا، ان کے ذریعے اپنا آسمانی پیغام، تم زمینی آدمیوں تک پہنچا دیا۔ اتنی بڑی اور وسیع کائنات کا خالق اور مالک اللہ آپ کو نظر انداز نہیں کرتا اور آپ کی ذاتی زندگی اور دوسروں کے ساتھ لین دین کو جج کرتا رہتا ہے اور پھر اس نے آپ کا نمبر لگایا ہوا ہے تاکہ کوئی موت سے بچا نہ رہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی آدمی Miss ہوجائے اور موت سے نکل جائے۔ جو موت سے نہیں نکلا وہ خدا سے نہیں نکل سکتا۔ یہاں پر آپ کا ٹھہرنا پروگرام کے مطابق ہے اور پروگرام آسمانی ہے۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آتی کہ سفر زمین کا

ہے اور حکم آسمان سے آرہا ہے۔ جبریل امینؑ کے ذریعے اللہ نے اپنا ازلی امانت نامہ یعنی کلام مجید حضور پاک ﷺ تک پہنچایا۔ اب کوئی شخص چلتے چلتے کلمہ پڑھ گیا اور مسلمان ہو گیا تو کائنات میں اس کی دھوم مچ گئی۔ اور کوئی منافق رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ منافق جب اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ان سے مذاق کر رہے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کو یہ سب معلوم ہے کہ تنہائی میں کیا ہوا گناہ محفلوں میں جج ہوگا اور تنہائی میں کی ہوئی توبہ قبول ہو جائے گی۔ آپ سے اللہ تعالیٰ وہ بات نہیں پوچھے گا جو آپ کی استعداد میں نہیں ہے۔ مثلاً بوڑھے سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دوڑ لگا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ آپ سے آپ کی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق پوچھے گا۔ آپ کے اندر اندیشہ اس لیے پیدا ہو رہا ہے کہ جو وقت کی Call ہے آپ اس پر لبیک نہیں کہہ رہے بلکہ صرف گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس جتنا بھی عمل ہے اس کے مطابق چل پڑو۔ اگر اقبال کو کسی نے جگایا تھا تو وہی حالات اب آپ پر بھی آئے ہوئے ہیں۔ اقبال کو اقبال بنانے میں جو واقعہ موجود تھا وہ واقعہ آپ کے پاس بھی موجود ہے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس سے گزر گیا اور ایک واقعہ بن گیا حالانکہ وہ اور لوگوں کے پاس سے بھی گزرا ہوگا۔ واقعہ کب بنتا ہے؟ جب مشاہدہ کرنے والا کھرا مشاہدہ کرے۔ اگر آپ صحیح سوچ رہے ہیں اور صحیح غور کر رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ فطرت کی وجہ سے آپ کو راستہ نہ ملے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ہندوستان کے ۹، ۱۰ کروڑ پسماندہ مسلمان، گھبرائے ہوئے مسلمان، منتشر مسلمان اور سیاسی و سماجی ناہمواریوں سے پسے ہوئے مسلمان ایک ایسا شعور حاصل کر گئے

کہ یہ Country بنادی۔ دس کروڑ پریشان' غلام اور سیاسی اور معاشی طور پر کمزور مسلمانوں نے ایک طاقت ور مسلمان ملک بنا دیا اور آج آپ طاقت ور ہو اور مال و دولت کی فراوانیاں ہیں اور اندیشے آپ کا فیشن ہیں۔ آپ اندیشے بیان کرتے رہتے ہو اور اپنے مکان بھی بناتے رہتے ہو۔ اس ماں کا اندیشہ سچا ہوتا ہے جس کا بیٹا بیمار ہو۔ اس شخص کا اندیشہ صحیح ہوتا ہے جس کا دوست رخصت ہو رہا ہو' یہ ان کی Commitment ہے' اور آپ یہ دیکھو کہ آپ کی Commitment کیا ہے؟ آپ کی Commitment ملک کی تعمیر ہے یا اپنی تعمیر؟ اگر آپ ذاتی تعمیر کو ملک پر نثار کر دو تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اللہ کی بات دیکھو' ایک آدمی نے اسلام کا کوئی خاص علم بھی حاصل نہیں کیا' صرف مخلص تھا اور اس میں تھوڑا بہت سلوک موجود تھا' اللہ نے ایسی مہربانی کی کہ دس کروڑ افسردہ مسلمانوں کو اس کے ساتھ عقیدت ہو گئی' محبت ہو گئی اور وہ ان کا کنارہ بن گیا۔ آپ اگر لیڈر ہو تو آپ کے ساتھ آپ کے Follower کی محبت نہیں ہے۔ آپ اگر Follower ہو تو آپ کے اندر کسی لیڈر کا احترام نہیں ہے۔ آپ اس ملک کے آدمی ہو اور ملک کو توڑتے جا رہے ہو۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی تعمیر کو ملک کی تعمیر پر نثار کرے۔ ہر آدمی اپنے آپ کو پہلے اور ملک کو اپنے بعد رکھتا ہے۔ یہ تو خدا کا فضل ہے جس کی وجہ سے یہ Country بچا ہوا ہے اور آپ لوگوں کی حرکتوں کے باوجود بچا ہوا ہے۔ لوگوں نے اس ملک میں بہت ہی جھوٹ بولے ہیں' دعا کرو کہ اب ان کا انجام ہونا چاہیے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو اس کے حقیقی وارثوں کے پاس پہنچائے۔ ایک شخص ہجویر سے چل کر لاہور کی سرزمین میں آیا

اور بے شمار ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ آپ اس بات کو مانتے ہیں ناں! ان کا نام داتا صاحبؒ ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے اجمیر شریف میں لاکھوں مسلمان کیے۔ ان کا نام خواجہ غریب نوازؒ ہے۔ کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں۔ اگر آپ اس بات کو مانتے ہیں تو کیا یہ کمالات ختم ہو گئے ہیں؟ ختم تو نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسی بات ختم کرنا تو اس کی فطرت ہی نہیں ہے۔ قائداعظم کو دیکھو وہ ایسے لیڈر تھے جن کے سامنے مناسب لیڈر شپ والے لوگ ختم ہو گئے۔ آپ مذہبی طور پر مولانا ابوالکلام آزاد کے مقام سے انکار کر سکتے ہیں مگر Talent سے انکار کیسے ہو۔ اسی طرح اور بھی اس وقت کی شخصیات تھیں جن کی قابلیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر قائداعظم کو اللہ نے ایسا سورج بنایا کہ کوئی ستارہ اس کے سامنے چمک ہی نہ سکا۔ بڑے بڑے شہسوار تھے لیکن کسی کی ایک نہ چلی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب بڑے اچھے عالم تھے' خوب تقریر کیا کرتے تھے' دن کیا اور رات کیا۔ رلاتے بھی تھے اور ہنساتے بھی تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ تم نے اس جلسے میں شرکت کی' پیسے بھی دیئے' روئے بھی اور ہنسے بھی' میں جانتا ہوں کہ تم میرے جلسے میں آتے رہو گے مگر ووٹ مسلم لیگ کو دو گے۔ تو یہ تھا قائداعظم کا اعزاز۔ یہ اعزاز فطرت کی طرف سے تھا۔ فطرت نے ایسا واقعہ کر کے دکھایا' ایسا واقعہ دوبارہ نہیں ہو سکتا۔ اب آپ اپنے طور پر سوچو اور اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤ تا کہ اس طرح کا واقعہ ہو جائے۔ شاید آپ کو جواب مل جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک ایسا آدمی بھیجے گا کہ اس کے سامنے کسی کی بات نہیں چل سکے گی۔ اس وقت یہ واقعہ مکمل ہو جائے گا۔ وہ آدمی انصاف کرے گا۔ وہ انصاف کرتے وقت اپنے اور

غیر میں تمیز کرنا چھوڑ دے گا۔ ابھی آپ اپنے بارے میں انصاف کرو کہ جو چیز آپ اپنے بارے میں کہہ رہے ہو وہ دوسرے کے مقابلے میں کیا کہہ رہے ہو۔ آپ اپنے گھر میں کیا سوچتے ہو اور باہر نکل کے کیا سوچتے ہو۔ کسی نے آپ سے کیا کہا اور کسی سے آپ نے کیا کہا۔ آپ کے حق میں لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں اور آپ کے خلاف کیا فیصلے ہوتے ہیں۔ آپ کا دوست ایسا آدمی ہونا چاہیے جو اللہ کی طرف سے فیصلہ کر سکے۔ Wait for him, find him or become that person. دین کا علم علماء کے پاس زیادہ تھا' دنیا کا علم ہندوؤں کے پاس زیادہ تھا مگر نصیب کا علم قائداعظم کے پاس زیادہ تھا۔ آپ بھی نصیب کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ یا وہ آدمی بن جاؤ یا اس کو دریافت کرلو۔ باقی فکر کی کوئی بات نہیں۔ فکر اس کو ہوتی ہے جس کو نیند نہ آئے' جس کو نیند آجائے اسے فکر نہیں ہے بلکہ فکر کا فیشن ہے۔ اگر آپ کو پاکستان کی فکر لگ گئی تو خواہ مخواہ آپ کی نیندیں خراب ہو جائیں گی' پھر اپنا سامان پاکستان پر قربان کرنا شروع کردو گے اور چیزیں اکٹھی کرنا بند کردو گے۔ اپنا فکر کرنا بھول جاؤ گے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سرزمین اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر حاصل کی گئی تھی تو اس کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے۔ باقی لوگوں کو یہ احساس دلایا جائے کہ اگر یہ بڑا گھر نہ رہا تو تمہارے چھوٹے چھوٹے گھر بھی نہیں رہیں گے۔ لوگوں کو گھر کا احساس نہیں ہے۔ اندلس کو تو وہی فتح کرے گا جو کشتیاں جلا کر جائے گا۔ یہاں جو لوگ حکومت میں ہیں وہ کہتے ہیں یہ ہمارا ملک ہے اور اپنے مخالفوں کو غدار کہتے ہیں اور نااہل کہتے ہیں۔ جو حکومت کا طالب ہے وہ حکمران کے بارے میں کہے گا کہ ملک کو نقصان

پہنچا رہا ہے اور حکمران اسے غدار کہے گا اور انتشار پھیلانے والا کہے گا۔ یہ آپ کا تصور ہے۔ کوئی Reality تو ہے ہی نہیں۔ جو لوگ آج آپ کے جلسے میں آئیں گے وہ کل آپ کے مخالف کے جلسے میں بھی ہوں گے۔ یہ لوگ گھروں کے ستائے ہوئے ہیں' گھروں میں ویسے بھی گرمی ہوتی ہے' اس لیے جلسے میں زندہ باد مردہ باد کرنے آجاتے ہیں۔ ان جھوٹے انسانوں میں سچے آدمی کا میلہ کیسے ہوگا؟ سچے آدمیوں کو اکٹھا کرنے کے لیے پہلے اپنے اندر سچ پیدا کرو۔ یہ سچ آپ کی عبادت ہے ورنہ اپنی ہستی سے زیادہ اپنا نام نہ پھیلاؤ' نہیں تو پریشان ہو جاؤ گے۔ کیوں ہلاک کرتے ہو اپنے آپ کو؟ ایسی صورت میں بزرگوں کا قول ہے کہ ''ہمارے اونٹ تو واپس کرو' جس کا خانہ کعبہ ہے وہ خود اس کی حفاظت کر لے گا''۔ ایک دعا دل سے کرو جو کہ تم نے نہیں کرنی یعنی جو موجودہ حاکم ہے اللہ اس کی اصلاح فرمائے اور اس کو توفیق دے کہ وہ حکومت کرتا ہی چلا جائے اور ملک میں سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے۔ مگر تم دعا نہیں کرو گے کیونکہ اب حکومت میں تمہاری باری آنی ہے۔ یہ دعا آپ کے پاس ہے لیکن آپ نہیں کریں گے۔ آپ کہیں گے اسے اللہ نے تو معاف کر دیا میں معاف نہیں کروں گا۔ اس کو کہتے ہیں ذاتی عناد۔ اگر آپ نے ذاتی عناد رکھنا ہی ہے تو اپنے اندر صلاحیت بھی پیدا کر لو۔ اگر صرف آرزو ہو اور صلاحیت نہ ہو تو پریشانی ہو جائے گی۔ آپ تو فقیر کو پانچ روپے بلکہ پانچ چونیاں نہیں دے سکتے' پھر آپ ہی بتاؤ آپ کیا حق رکھتے ہو حکومت لینے کا۔ حکومت حاصل کرنے کے لیے یا تو اس بندے کو حاصل کر لو یا وہ بندہ آپ خود ہی بن جاؤ یا پھر کسی کا انتظار کر لو۔ ہیرو آپ بن نہیں سکتے کسی ہیرو والے کے

ساتھ مل جاؤ یا پھر انتظار کرو اور دعا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما اب بات ہمارے بس سے باہر ہے۔ بات اللہ کے حوالے کرو کشتی وہ جانے سمندر وہ جانے موجیں وہ جانے لہریں وہ جانے لنگر وہ جانے اور لنگر اندازیاں وہ جانے ____ یا پھر یہ کہو کہ یا اللہ آپ دخل نہ دینا میں خود ہی فیصلہ کرلوں گا۔ ایک کہانی آپ نے سنی ہوگی۔ ایک آدمی دوسرے شخص کو مارنے گیا۔ جب اس کا دشمن تلوار کی زد میں آ گیا تو اچانک بجلی گری اور اس کی کشتی ڈوب گئی۔ جس نے انتقام لینا تھا اس نے فطرت کی طرف اشارہ کیا کہ تو بڑا ظالم ہے تو نے اس کو مار دیا لیکن میری تلوار کے بغیر مارا میرا خون تب ٹھنڈا ہوتا جب یہ میری تلوار سے مرتا۔ اب مجھ میں ہمیشہ حسرت ہی رہے گی۔ تو یہ ہیں آپ کی خوبیاں۔ آپ کے انتقام کا جذبہ ختم ہی نہیں ہو رہا اور خواہش رکھتے ہو ملک چلانے کی۔ اپنی استعداد سے ماورا اور ماسوا خواہش نہ کیا کرو یہ ہلاکت ہے ____ ہلاکت کیا ہے؟ استعداد سے زیادہ کی تمنا۔ اور آسودگی کیا ہے؟ استعداد سے کم سفر ____ اللہ قادر ہے وہ ہمارا مسئلہ بھی ضرور حل کرے گا۔ دعا کیا کرو کہ انہی مسلمانوں سے کام لے لے۔ اپنی غیرت کو استعداد بنالو ____ ابھی انڈیا جانا ہے۔ کیا آپ میں کوئی ایسا ہے جو انڈیا سے آیا ہو اور آتے وقت یعنی Migration کے وقت یہ کہہ آیا ہو کہ ہم پھر آئیں گے فاتحین ہو کر آئیں گے۔ یہ بات بھی آپ بھول گئے۔ نہ دہلی یاد رہی نہ لاہور یاد رہا صرف پریشانیاں یاد رہ گئیں اپنے ذاتی کام یاد رہ گئے ذاتی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ آپ کو آپ کا حق دے۔ حق کیا ہے؟ استعداد کے مطابق حاصل ____ احسان کیا ہے؟ حق سے زیادہ مل جانا ____

محرومی کیا ہے؟ حق سے کم ملنا ____ تاریخ میں جو حکمران گزرے ہیں ان کا ارادہ ہوتا تھا کہ دنیا کو فتح کریں لیکن پھر زندگی مہلت نہیں دیتی۔ ایک فاتح کو ایک بزرگ نے بتایا کہ فتح کرنے کی خواہش کو فتح کر لو تو بچ جاؤ گے۔ زمین کو تو کوئی فتح نہیں کرتا' زمین تو ایسے ہی رہتی ہے' انسانوں کی فصلیں اگتی ہیں اور کٹتی ہیں لیکن زمین یہیں رہتی ہے۔ یہ کھنڈرات کبھی محل تھے اور آج کے محل بھی کھنڈر ہو جائیں گے۔ حاصل' محرومیاں اور اندیشے ختم ہو جائیں گے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پچاس سال میں بھرا ہو شہر اپنے موجود آدمیوں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور نئے سرے سے بھر جاتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ شہر آباد ہو گیا ہے مگر واقف چہرہ ایک بھی نہیں ملتا۔ اسی طرح آپ کبھی اپنے گاؤں جاؤ تو گاؤں بھرے ہوئے ہیں لیکن سنگی اور ساتھی کسی اور طرف چلے گئے ہیں۔ ہمیں بھی کسی اور طرف جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ چلے جاؤ آپ سچ بول جاؤ۔ کوئی سچا کام کر جاؤ جھوٹ نہ بولو' انتشار اور فساد نہ پھیلاؤ' اپنی استعداد کو بڑھاؤ اور آنے والی نسلوں کو سچ دے جاؤ۔ پیر بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے' مولوی بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے' استاد بھی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے اور سیاست دان تو بالکل ہی جھوٹا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ میں آپ کو وارننگ کے طور پر اطلاع دے رہا ہوں۔ جس کی بات جتنے ابلاغ میں جائے گی اس کا گناہ اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ ایک آدمی اگر Public Sector میں جھوٹ بولے گا تو جتنے سامعین ہوں گے اتنا ہی اس کا گناہ ہوگا۔ اس لیے کبھی سٹیج پر جھوٹ نہ بولنا۔ اب آپ کہو گے کہ اگر سیاست میں جھوٹ نہ ہو تو سیاست میں کیا رہ جاتا ہے؟ سیاسی تقریر اکثر یہ ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت نااہل ہے اور حکومت کہتی ہے

کہ یہ سارے شر پسند ہیں اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں اور اسلام کو نقصان دے رہے ہیں۔ اور اصل حالت یہ ہے کہ غریب آدمی کے حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں اور سرحدوں پر علیحدہ خطرہ ہے۔ حکمران ادھر عمرہ کرنے چلے جاتے ہیں یا حج کرنے چلے جاتے ہیں اور عاقبت یہاں ملک میں تباہ ہو رہی ہے۔ بادشاہ کو صرف نیک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اہل بھی ہونا چاہیے' بلکہ خوبیوں والا ہونا چاہیے۔ صلاحیت والا ہی صحیح کام کر سکتا ہے۔ صلاحیت کو شوق کے کناروں سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ اپنے شوق کو صلاحیت میں رکھو اور اپنے بیان کو صداقت میں رکھو اور اپنے تقاضے کو حقوق کے قریب رکھو اور اپنی زندگی کی اللہ کے حکم میں رکھو' اگر یہ اللہ کے حکم میں نہیں ہے تو پھر یہ نافرمانی ہوگی۔ ہماری یہی زندگی ہماری عاقبت ہے' ہماری اور کوئی عاقبت نہیں۔ اپنی عاقبت بنانے کے لیے اپنی صلاحیت استعمال کرو۔

سوال:

صلاحیت کی تعریف کیا ہے؟

جواب:

جس شخص کو محنت میں Pleasure محسوس ہو' وہ صلاحیت والا ہے اور جس کو محنت میں Pain ہو' وہ صلاحیت سے محروم ہے' بلکہ جس کو محنت میں اذیت ہو رہی ہو وہ صلاحیت سے محروم ہے۔

سوال:

سر! کیا Planning نہیں کرنی چاہیے؟ اور اگر کرنی چاہیے تو اس کے

بارے میں میں وضاحت فرمادیں۔

جواب:

میں آپ کو Planning سے نہیں روکتا۔ پلاننگ کا مقصد یہ ہے کہ جو چیز آپ کے پاس Available ہے اور آپ کے قبضے میں ہے یعنی آپ کی زندگی پر آپ کو پلاننگ کا حق ہے۔ جس چیز پر آپ کو اختیار نہیں' اس پر پلاننگ کیا۔ مثلاً آپ کو دل پہ اختیار نہیں تو اس حوالے سے پلاننگ چلتی نہیں۔ اچھی خاصی زندگی ہوتی ہے اور کوئی پاس سے گزر جائے تو آپ پریشان ہوجاتے ہیں۔ پلاننگ یہ ہے کہ اللہ پہ راضی رہنا سیکھو۔ زندگی پر راضی رہنا سیکھو۔ دوسروں کے عمل سے پریشان نہ ہوا کرو۔ دوسروں کا کام ہی پریشان کرنا ہے۔ جس نے دوسروں کے عمل کو اپنی پریشانی نہ بنایا وہ آدمی کامیاب ہے۔ ابھی تو آپ کو اپنے اعمال کی پریشانی شروع نہیں ہوئی' جو گُل آپ نے کھلایا ہے اب اس کی بھی پریشانی شروع ہونے والی ہے۔ اپنے ساتھ مہربانی کرو۔ اپنا عمل ایسا کرو کہ پریشانی نہ بنے۔ پلاننگ ضرور کرو مگر یہ بھی سوچو کہ اگر حالات اپنے اختیار میں نہ ہوں تو پھر پریشان نہ ہوجانا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے سوچا تو کچھ اور تھا بات کچھ اور ہوگئی۔ پلاننگ والے لوگ اکثر یہی کہتے ہیں کہ بات کہیں نہ کہیں رہ گئی۔ جب مکمل اختیار آتا ہے تو اس وقت زندگی ختم ہونے کو ہوتی ہے۔ تو پلاننگ کرو لیکن گھبرائے بغیر اور پریشان ہوئے بغیر۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر عذاب آنے والا ہو اور آیا نہ ہو تو وہی وقت ہے دعا کا۔ اس وقت جو دعا نہ مانگے وہ جھوٹا ہے۔ اگر عذاب آگیا تو اس وقت دعا چھن جائے گی۔ جب عذاب آنے کا وقت ہو تب

توبہ چھن جاتی ہے۔ عذاب آنے کا امکان ہوتو جو دعا نہ کرے وہ بہت ہی جھوٹا آدمی ہے اور بڑا منافق ہے۔ عذاب چونکہ اللہ کی گرفت کا نام ہے اور جو شخص معافی نہ مانگے تو سمجھو کہ بہت ہی باغی انسان ہے ہمیں تو ابھی تک کسی عذاب کے آنے کا اندیشہ نہیں ہے۔ آپ کو یہ اندیشہ کیسے ہو گیا کہ جس کی پلاننگ کا سوچ رہے ہو۔ اللہ کا عذاب اس وقت تک نہیں آتا جب تک عذاب سے ڈرانے والا نہیں آتا۔ یہ اس کی روایت ہے۔ پہلے بشیر و نذیر آتا ہے اور فرماتا ہے کہ ''اے لوگو! تم نے جو عمل کیے ہیں اس کی وجہ سے عذاب آنے والا ہے۔ لہٰذا اپنے اعمال سے نجات پاؤ''۔ جب بھی کوئی معاشرہ باغی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر عذاب آیا کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھتے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب کا معاشرہ بہت خراب تھا اور تباہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اللہ نے اللہ والا کام کیا اور اس معاشرے کو تباہ کرنے کی بجائے اس میں حضور پاک ﷺ کو رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیج دیا۔ آپ کا معاشرہ ابھی اتنا تباہ نہیں ہوا۔ اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی فرمائے۔ اس کی تھوڑی سی مہربانی سے بھی تمہارا گزارا ہو جائے گا۔ بس تم اپنی ہستی سے زیادہ چھلانگ نہ لگانا اور استعداد سے باہر عمل نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اگر شوق نہ ہو پھر بھی عمل نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ آپ میں شوق بھی نہیں، استعداد بھی نہیں اور عمل کرتے جا رہے ہو۔ آپ میں صرف گھبراہٹ اور شہر کا اندیشہ ہے کہ شہر کیسے چلے گا۔ اس طرح چلے گا جس طرح تم سے پہلے چل رہا تھا۔ انڈیا آپ کا دشمن ہے مگر اپنے عذاب میں مبتلا ہے۔ ان پر ایک وقت آیا ہوا ہے۔ آپ تو پھر بھی آسودہ بیٹھے ہو، وہاں بہت پریشانی ہے۔

آپ گھبرایا نہ کرو۔ کسی کشتی میں ایک آدمی بھی خوش نصیب ہو تو کشتی کو ڈوبنے کا حکم نہیں ہوتا۔ اگر آپ خوش نصیب نہیں ہیں تو آپ کے بچے ضرور خوش نصیب ہوں گے۔ آپ بدنصیبی کی آرزو نہ کیا کرو۔ اگر آپ کو یقین ہوتا کہ ہم تباہ ہونے والے ہیں تو آپ کی نیند اڑ جاتی۔ آپ تو کہتے ہو کہ یہ جلتا رہے اور میرا کاروبار چلتا رہے۔ جلسے میں آنے والے عوام نہیں ہوتے بلکہ سڑک پر کام کرنے والے مزدور عوام ہیں۔ آپ تقریروں میں عوام کا ذکر کرتے ہو اور مزدور آپ کا مکان بناتا جا رہا ہے۔ اب جھوٹ بولنا چھوڑ دیا جائے تو ملک بچ جائے گا۔ ملک جس کا ہے وہ اسے بچا لے گا۔ آپ اپنے دائرہ کار میں انصاف کرلو' گھر والوں کو خوش رکھو' اللہ خوش ہو جائے گا۔ اللہ سے جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی انسان کے فرائض بدلتے جائیں گے۔ اللہ کو خوش رکھنے کی پلاننگ ضرور کرو۔

سوال:

سر! کیا ماننے والے اور چاہنے والے کے فرائض مختلف ہوتے ہیں؟

جواب:

ماننے والے کے فرائض اور ہیں اور چاہنے والے کے فرائض اور ہیں۔ اگر آپ اللہ کو ماننے والے ہیں تو آپ پر زکوٰۃ اڑھائی فیصد ہے۔ چاہنے والے کے پاس پیسہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی اسی کی راہ میں دے چکا ہوتا ہے۔ چاہنے والا اپنی جان نثار کرتا ہے' وہ بیدار رہتا ہے۔ ماننے والے کے لیے نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ ہیں۔ چاہنے والا شہادت کے لیے بیدار رہتا ہے۔ باقی لوگ شہید کے پیچھے ہوتے ہیں اور خود شہید نہیں ہوتے۔ جاننے والا عام آدمی اللہ سے چیزیں

حاصل کرتا ہے مگر چاہنے والا اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی دیتا ہے۔ چاہنے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے' آنسو رکتے ہی نہیں۔ چاہنے والا کہتا ہے اس وقت یا تو رات ہے یا آپ کی یاد ہے' وہ آدھی رات کو چراغ جلائے گا' یہ اصل میں اس کی نماز کا وقت ہے۔ شوق ایسا فرض ہے جو محبوب کے فرائض کے سوا باقی فرائض حرام کر دیتا ہے۔

عشق پر آتش حلال' عشق پر حاصل حرام

چاہنے والا محبوب کے تقرب کے علاوہ کسی فرض کو اپنے لیے نہیں سمجھتا۔ چاہنے والا کربلاؤں سے گزرتا ہے۔ چاہنے والا اسی کا ہو جاتا ہے۔ چاہنے والا کہیں منصورؒ ہوگا' کہیں سرمدؒ ہوگا' کہیں صابرؒ ہوگا' کہیں فریدؒ ہوگا' کہیں خواجہ اجمیریؒ ہوگا اور کہیں داتا صاحبؒ ہوں گے۔ چاہنے والے کے فرض اور ہیں' ماننے والے کے فرض اور ہیں اور عوام الناس کے فرض اور ہیں۔ یہ شوق کی کہانیاں ہیں۔ شوق نصف شب کو چراغ ضرور جلاتا ہے۔ شوق نہ ہو تو عبادت بھی عبادت نہیں بلکہ سجدہ حرام ہے۔ اگر عشق نہیں ہے تو ؎

عشق نہ ہو اگر تیرا میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب' میرا سجود بھی حجاب

نماز حجاب ہو گئی تو باقی کیا رہ گیا۔ عشق کا شوق جو ہے یہ محبوب کے قریب رہنے کے فرض کے علاوہ کسی فرض کو نہیں مانتا بلکہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا۔ اگر عشق ہو جائے تو ایک ہی فرض ہوتا ہے اور وہ ہے جلوہ محبوب کی نیرنگیوں کا شوق۔ اسے اور کوئی شوق نہیں رہتا۔ مجنوں سے کہا گیا کہ کلمہ سنا تو اس نے کہا لیلیٰ ہی کلمہ

ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ دنیا میں کیا دیکھا ہے؟ اس نے کہا لیلیٰ۔ کوئی اور بات دیکھی؟ کہنے لگا کہ صرف لیلیٰ۔ لیلیٰ مجنوں کی کہانی کو امیر خسروؒ نے اور ہی رنگ سے لکھا ہے۔ یہ شوق والوں کی بات ہے اور آپ احتیاط کرنے والے لوگ ہو۔ آپ Accelarator بعد میں سوچتے ہو اور Break پہلے سوچتے ہو۔ آپ کو پتہ نہیں کہ حاصل کیا ہے؟ اصل حاصل وہ زندگی ہے جو ہاتھ سے نکل چکی ہے یا اصل زندگی وہ ہے جو ابھی آئی ہی نہیں۔ یہ زندگی تو حجاب ہے۔ یا تو زندگی جا چکی ہے یا زندگی آئی نہیں۔ اصل زندگی وہ ہے جو آپ نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دی' وہ آپ کے ساتھ جائے گی۔ جو چیز آپ نے اللہ سے لے کے رکھ لی ہے' یہ رکاوٹ بنے گی' بوجھ بنے گی۔ وہ فرائض جن کا تعلق اس دنیا سے اور دنیا کے اندر رہنے کے ساتھ ہے وہ شوق والوں کی دنیا میں حرام ہیں۔ شوق کا معنی ہے وہ جذبہ جس پر آپ زندگی نثار کرو۔ شریعت ہر آدمی کی برابر ہے لیکن شوق الگ الگ۔ آپ اپنی زندگی لوگوں کے Opinion کے مطابق بسر کرنا چھوڑ دو۔ آپ اپنی زندگی دوسروں کے حوالے سے گزارتے ہو اور پریشان ہو جاتے ہو۔ علم اور عمل کی پہچان کرتے جاؤ۔ علم وہ جو عمل میں آجائے۔ جس چیز کا اظہار کر رہے ہو اگر اس کے عمل کا وقت آجائے تو پیچھے نہ ہٹنا۔ مثلاً آپ اظہار یہ کر رہے ہو کہ غصہ نہ کرو' اور جب خود کو غصہ آجائے تو معاف کر دینا۔ آپ وہ علم سنبھال کے رکھو جو عمل کے وقت آپ کا پسندیدہ ہو۔ زندگی کو کچھ عطا کرو۔ زندگی سے حاصل کرنا تقریباً چھوڑ دو۔

سوال:

کہتے ہیں کہ سنگت بدلنی نہیں چاہیے' یہ بات سمجھ نہیں آئی!

جواب:

جو علم جس جگہ اور جس حوالے سے آپ پر آشکار ہو اس جگہ کو تبدیل نہ کرنا۔ مثلاً جنگل میں یا پہاڑ پر جو واقعہ شروع ہوا ہے وہ وہاں مکمل ہوگا۔ جہاں سے ابتداء ہوئی وہاں پر ہی اس کی انتہا ہوگی۔ جن دوستوں میں بیٹھ کر آپ پر خیال آشکار ہوں، انہیں دوستوں کے اندر ہی خیال مکمل ہوا کرتا ہے۔ جس دوست سے آپ کو محبت کا سبق ملا، اس دوست کو نہ چھوڑنا۔ جس ماحول میں جس بات کا شعور پیدا ہو، اس ماحول کو Maintain کرو۔ اس سنگت کو بقا دو اور قائم رکھو۔۔۔۔ سنگت بدلی تو مضمون بدل جائے گا اور آپ کا فیض بند ہو جائے گا۔ آپ جس حساب سے جہاں بھی جا رہے ہو وہ سنگت قائم رہنی چاہیے، پھر مضمون آشکار ہو جائے گا۔ کسی انعام یافتہ شخص کے قریب رہو تو انعام مل جائے گا۔ انعام میں حاصل کی ہوئی چیز کو انعام دینے والے کی رضا کے مطابق استعمال کرنا۔ اس کے علاوہ استعمال کرو گے تو انعام سے محروم ہو جاؤ گے۔ عطا کو اپنی مرضی سے استعمال کرنے والا عام طور پر خطا کر جاتا ہے۔ اس لیے عطا کی ہوئی شے کو عطا کرنے والے کی رضا کے مطابق استعمال کرو ورنہ عطا سے الگ ہو جاؤ گے۔

سوال:

عطا کیا ہوتی ہے؟

جواب:

عطا یہ ہوتی ہے کہ آپ کا حق نہیں تھا اور آپ کی پہنچ نہیں تھی، آپ کی رسائی نہیں تھی اور نہ آپ کی اس قسم کی عبادت تھی مگر اس نے انعام کر دیا۔ یہ آپ

کا حق نہیں بلکہ اس کی مہربانی ہے۔ عطا کی خوبی یہ ہے کہ یہ آپ کی طلب میں ہی نہیں ہوتی۔ اتنی طلب ہی نہیں ہوتی جتنا وہ دے دیتا ہے۔ عطا کو عطا کرنے والے کی اجازت کے مطابق استعمال کرنے سے عطا قائم ہوجاتی ہے۔ عطا امانت ہے' اس کو اجازت کے ساتھ استعمال کرو۔ اس میں ملاوٹ نہ کرو۔ اللہ نے اگر کسی کو فقیر نہیں بنایا اور اپنے آپ کو فقیر مشہور کردے تو اس کی عبرت کا اللہ کو پتہ ہے۔ یعنی کہ اللہ نے جس کام کے لیے آپ کو نہیں بنایا اور آپ اس کا اظہار کرو تو یہ اللہ پر بہتان ہے۔ اللہ کے ہاں اس بات پر بڑی گرفت ہے۔ اگر کسی نے جھوٹا خواب بیان کردیا تو اس پر اللہ کا عذاب آئے گا۔ ایسا خواب جو دیکھا نہیں اور بیان کردیا' یہ بہتان ہے۔ آپ پر عرفان بند ہوجائے گا۔ اس طرح انسان عطا سے دور ہوجاتا ہے۔ آپ اللہ کی عطا کا شکر ادا کرو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرلو۔ اپنے گھر کو آسان کرلو۔ جس شخص کا گھر آسان ہوگیا' اس کا وجود آسان ہوگیا اور زندگی آسان ہوگئی۔ آخرت میں عطا کیا ہوگی؟ جب اللہ آپ کو اپنے دیدار کے قریب لائے۔ زندگی میں عطا کیا ہے؟ جب آپ کے گھر میں آسانی ہو اور آپ کا ساتھی آپ کے ساتھ آسانی کرے۔ آپ کے ساتھی کا عمل اتنا خوب صورت ہو کہ آپ کے اعتماد کو تکلیف نہ ہو۔ آپ کا ساتھی ہر وقت آپ کے ساتھ نہیں رہتا۔ کبھی آپ کو باہر جانا پڑتا ہے اور کبھی اِدھر اُدھر۔ ساتھی کا Behaviour اور ساتھی کا خیال ایسا عمل بنتا ہے کہ آپ میں اعتماد کی فضا پیدا کر جاتا ہے۔ اور یہ بھی اللہ کی عطا ہے کہ آپ دوستوں پر اعتماد میں مرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعتماد والے ساتھی عطا کرے۔ اعتماد دو گے تو اعتماد ملے گا۔ اللہ تعالیٰ

آپ کو سلامت رکھے۔ چھوٹی سی زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابیاں دے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمودات: حضرت واصف علی واصفؒ

☆ سب سے بدقسمت وہ بوڑھا ہے جسے بڑھاپے میں گناہ کی تمنا ہو۔

☆ یتیم کا مال کھانے والا ہزار یتیم خانے بنائے' سکون نہیں پائے گا۔

☆ ہم لوگ عجیب حال میں ہیں گھر میں مادری زبان بولتے ہیں' محفلوں میں اردو' دفتروں میں انگریزی' عبادت عربی میں کرتے ہیں۔

☆ وہ مسافر جسے گاڑی میں سیٹ نہ ملے خود کو بدنصیب سمجھتا ہے اور جب گاڑی حادثے کا شکار ہوتی ہے تو وہی انسان اپنی خوش نصیبی پر فخر کرتا ہے۔

☆ صرف بزرگوں کی یاد منانے سے بزرگوں کا فیض نہیں ملتا' بزرگوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے سے بات بنتی ہے۔

☆ جہاز خطرے میں ہو تو مسافروں کو دعا سکھانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

☆ شہر بھرے کے بھرے رہتے ہیں لیکن ہر دس سال بعد چہرے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

☆ بادشاہ کو صرف نیک نہیں ہونا چاہیے بلکہ اہل بھی ہونا چاہیے۔

☆ پست خیال انسان آکاس بیل کی طرح خود پھیلتا ہے اور دوسروں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔

☆ ہم جسے برداشت نہیں کرتے اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔

☆ صحت خراب ہو تو کوئی بھی موسم خوشگوار نہیں اور صحت خوشگوار ہو تو کوئی موسم خراب نہیں۔

☆ لوگوں کے عیب چھپاؤ گے تو اللہ تمہارے عیب چھپائے گا۔

☆ سب سے بدقسمت وہ انسان ہے جو اپنے مستقبل سے خائف ہے۔

☆ ہمارے پاس ہر شے کی کثرت ہے صرف وقت کی قلت ہے۔

☆ جس پر حضور اکرم ﷺ مہربان ہوں اسے اللہ کا قرب ملتا ہے اور جس پر اللہ مہربان ہو اسے حضور اکرم ﷺ کا قرب ملتا ہے۔

☆ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

☆ مریض ہونا غریب ہونے کی ابتداء ہے۔

☆ عبادت وہاں نہیں پہنچاتی جہاں غم پہنچا دیتا ہے۔

☆ جب عذاب آنے والا ہو تو توبہ چھن جاتی ہے۔

☆ رشوت کی دولت سے اگر حج کیا جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی ہی نہیں اس کے نظام کے خلاف بغاوت بھی ہے۔

☆ خوراک تھوڑی کھائیں تو طاقت ملے گی اور اگر وہی خوراک زیادہ کھائیں تو طاقت چھن جائے گی۔

☆ اپنی ہستی سے زیادہ کام کرنا ہلاکت ہے اور اپنی ہستی سے کم کام کرنا بددیانتی ہے۔

☆ تنکے کو بھی حقیر نہ سمجھو ورنہ وہ تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔

☆ مسلمان وہ ہے جو ہندو کی نگاہوں میں مسلمان ہو ہندو یہ نہیں دیکھتا کہ شیعہ کون ہے اور سُنّی کون ہے؟

☆ اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

◆◆◆

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

خوش نصیب

۞ خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔

۞ آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔

۞ خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔

۞ حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔

۞ خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿حضرت واصف علی واصف﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿حضرت واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.pk

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف

حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	ذکرِ حبیبؐ	(سیرت)
14	دریچے	(نثر پارے)

15	گفتگو۔1	(سوال جواب)
16	گفتگو۔2	(سوال جواب)
17	گفتگو۔3	(سوال جواب)
18	گفتگو۔4	(سوال جواب)
19	گفتگو۔5	(سوال جواب)
20	گفتگو۔6	(سوال جواب)
21	گفتگو۔7	(سوال جواب)
22	گفتگو۔8	(سوال جواب)
23	گفتگو۔9	(سوال جواب)
24	گفتگو۔10	(سوال جواب)
25	گفتگو۔11	(سوال جواب)
26	گفتگو۔12	(سوال جواب)
27	گفتگو۔13	(سوال جواب)
28	گفتگو۔14	(سوال جواب)
29	گفتگو۔15	(سوال جواب)
30	گفتگو۔16	(سوال جواب)
31	گفتگو۔17	(سوال جواب)
32	گفتگو۔18	(سوال جواب)
33	گفتگو۔19	(سوال جواب)
34	گفتگو۔20	(سوال جواب)
35	گفتگو۔21	(سوال جواب)
36	گفتگو۔22	(سوال جواب)
37	گفتگو۔23	(سوال جواب)

38	گفتگو۔24	(سوال جواب)
39	گفتگو۔25	(سوال جواب)
40	گفتگو۔26	(سوال جواب)
41	گفتگو۔27	(سوال جواب)
42	گفتگو۔28	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

301-A، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.pk



- شوق ایسا فرض ہے کہ جو محبوب کے فرائض کے علاوہ سارے فرائض حرام کر دیتا ہے


واصف علی واصف
گفتگو ۳

واصف علی واصف

گفتگو - ۳

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱۔ اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو ۳
مصنف	.....	واصف علی واصف
سن اشاعت	.....	۱۹۹۹ء
ٹائیٹل	.....	فرح زیبا
قیمت	.....	[illegible]
تعداد	.....	۱۰۰۰
ناشر	.....	کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱_اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

ڈسٹری بیوٹرز:

خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار - لاہور ۳۷۳۱۴۱۶۹

تیرہ شبی حدود سے باہر نکل گئی

واصفؔ اب اپنے درد کا سُورج اچھال دے

(واصف علی واصفؒ)

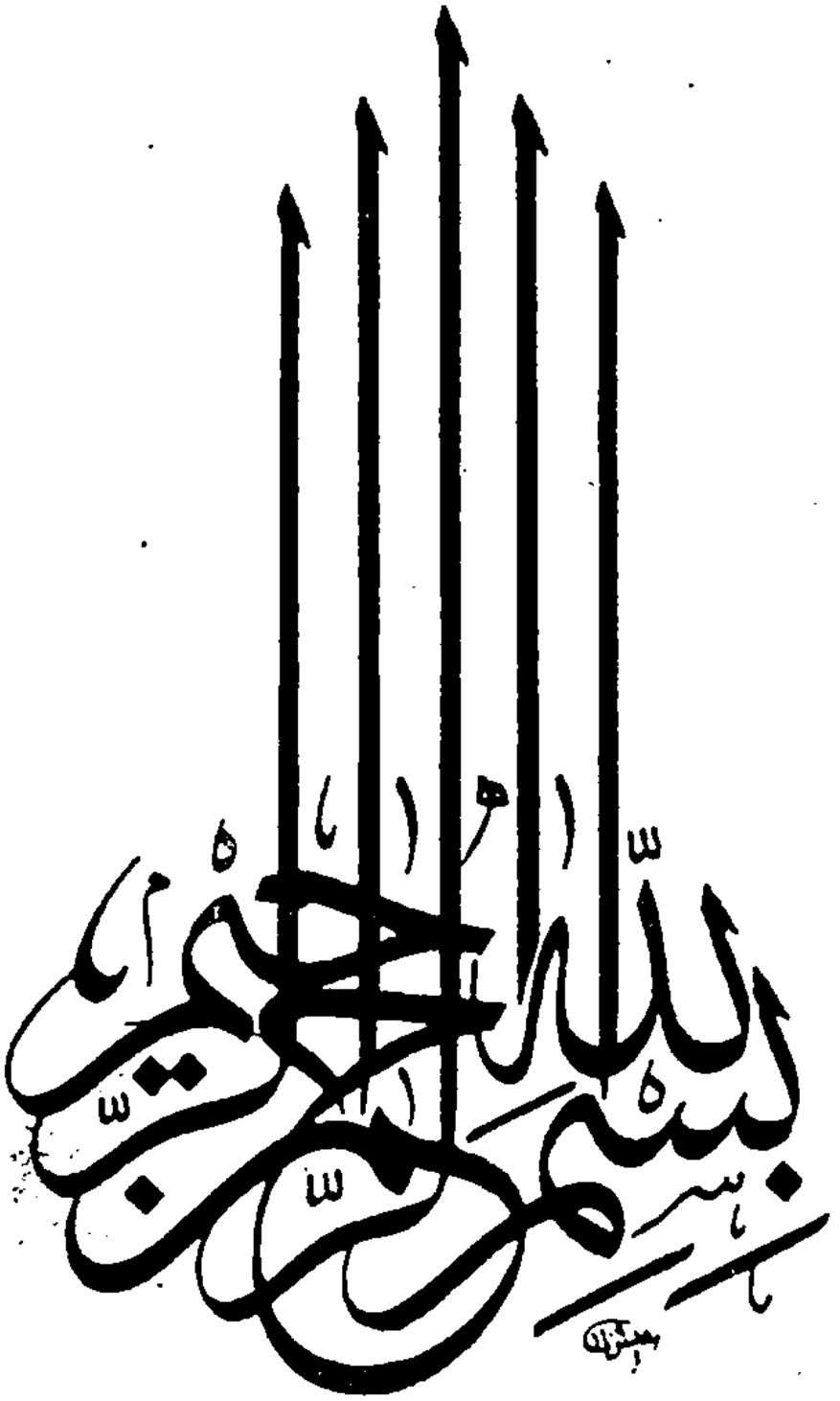
بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

(۱)

۱ اگر کسی آدمی کو کوئی تکلیف ہو اور پریشانی ہو تو اس کا کیا حل ہے؟ ۱۷

(۲)

۱ دینی لحاظ سے مہمان کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔ ۳۷

۲ سر! کن کن لوگوں سے تعلق رکھا جائے؟ ۴۹

۳ آج کل جس طرح کی زندگی جارہی ہے اس میں کیا عمل کیا جائے اور ایمان کیسے بچایا جائے ۵۱

(۳)

۱ موت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ ۵۹

۲ موت سے پہلے مرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۷۴

۳ قوالی سنتے سنتے کوئی بے ہوش ہو جائے تو کیا اسے موت سے پہلے مرنا کہہ سکتے ہیں؟ ۷۷

۴ اسلامی شریعت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟ ۷۸
۵ کیا قبر کا عذاب جسم پر ہوتا ہے یا روح پر؟ ۷۹
۶ سچے مرید کی کیا تعریف ہے؟ ۸۷

(۴)

۱ اگر کسی غیر مذہب پر اللہ کا کلام پھونکیں تو کیا اثر ہوگا؟ ۱۰۱
۲ ہم کلام اللہ کی تلاوت کے وقت کیا نیت کریں کیونکہ ایک مفسر دوسرے کے خلاف ہوتا ہے؟ ۱۰۳
۳ اپنے عمل کو آسان بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ ۱۱۳
۴ صاحب یقین کی معیت سے یقین کی دولت کیسے میسر آتی ہے؟ ۱۲۲
۵ ہمارا ملک اسلامی ہے لیکن دینی جماعتوں کو ووٹ کیوں نہیں ملتے؟ ۱۲۷
۶ حزب اللہ والے کس طرح دین کی طرف سے ووٹ مانگیں؟ ۱۳۱

(۵)

۱ تصوف کیا ہے اور زندگی میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ ۱۳۷
۲ باطن کے شعور کا مطلب کیا ہے؟ ۱۴۱
۳ اہلِ تکوین کون ہوتے ہیں؟ ۱۴۴
۴ کیا اہلِ تکوین ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟ ۱۴۸
۵ صوتِ سرمدی کا سینٹر کون سا ہے؟ ۱۴۹

۶ علم کیا ہے؟ ۱۵۲

۷ اہلِ تکوین بعض اوقات نہ سمجھ آنے والے فقرے
کہہ دیتے ہیں تو یہ کیا مقام ہے؟ ۱۵۲

۸ کیا یہ ممکن ہے کہ مرشد سب کچھ بدل دے؟ ۱۵۵

۹ عارف اور کامل میں سے کس کی راہ افضل ہے؟ ۱۵۸

۱۰ پرانے زمانے میں کوئی جھوٹا قرآن اٹھاتا تو کچھ نہ کچھ
ہو جاتا تھا' اب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟ ۱۶۵

۱۱ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے اہلِ باطن اس کو تبدیل
کیوں نہیں کرتے؟ ۱۶۷

۱۲ کیا اہلِ تکوین کی تنظیم کائنات میں کوئی دخل دیتی ہے؟ ۱۶۷

۱۳ کیا فقیر زندگی بڑھوا لیتے ہیں؟ ۱۶۸

۱۴ امام مہدی کا تصور جسمانی ہے یا روحانی؟ ۱۶۹

۱۵ امام کسے کہتے ہیں؟ ۱۷۰

(۶)

۱ کیا ہمارے بس میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکیں؟ ۱۷۳

۲ اگر ہم خود کو پہچان لیں تو کیا اللہ کے بارے میں
اندازہ سکتے ہیں؟ ۱۷۷

۳ انسان سمجھ دار تو ہے لیکن اتنی دیر سے کیوں سمجھتا ہے؟ ۱۹۵

۴ اپنی ذات کے ساتھ صلح کیسے کی جا سکتی ہے؟ ۲۰۰

۵ ہم اللہ کے راستے میں کس حد تک اور کیسے خرچ کریں؟ ۲۰۴
۶ ملک کے حقوق کے خلاف ہم سے جو کوتاہیاں
ہوئی ہیں ان کا مداوا کیسے کریں؟ ۲۰۸
۷ ہم روز مرہ زندگی میں کسی کی زیادتی کیسے
معاف کریں اور ہمیں کیا کیا کرنا چاہئے؟ ۲۱۲
۸ آپ نے فرمایا ہے کہ مسائل کو نظرانداز کر دیں تو مسائل
حل ہو جاتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟ ۲۱۵
۹ سر! کتابوں میں کتنا علم ہے؟ ۲۱۸
۱۰ تباہی سے کیا مراد ہے؟ ۲۱۹

(۷)

۱ علم نجوم اور علم جفر کی حقیقت کیا ہے اور اس علم کو
حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت فرمادیں ۲۲۷
۲ ملنگ کیا ہوتا ہے؟ ۲۳۶
۳ صادق القول کی بات اور تجربے سے حاصل کی
ہوئی بات میں کیا فرق ہے؟ ۲۴۱
۴ ہم ساری عبادات کرتے ہیں لیکن سب کے دل
میں حضور پاکؐ کی محبت پیدا کیوں نہیں ہوتی؟ ۲۵۰

بھی ہر دفعہ نئے خیال، نئی سوچ اور نئے علم سے آشنا ہوتے تھے۔ بہت ہی کم مواقع پر ایسا ہوا کہ پچھلی محفل کی باتیں یا موضوع دہرایا گیا ہو۔

محفل کے اختتام پر تقریباً" ہر شخص اپنے سوال کے بوجھ سے آزاد ہو کر آگہی اور سرشاری کے لطیف جذبات لے کر رخصت ہوتا تھا..... ان محفلوں کے احوال پر مشتمل دو کتابیں ادارہ پہلے ہی پیش کر چکا ہے۔ اب اس سلسلے کا تیسرا حصہ پیش خدمت ہے۔

○

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کا علم جب ضوفشاں ہوا تو لوگ جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے اور اپنے اپنے ظرف اور طلب کے مطابق فیض یاب ہوتے گئے۔ لوگ ان سے اپنے اپنے سوال کرتے اور وہ جواب دیتے چلے جاتے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا جب یہ صورت بن گئی کہ آنے والا ہر شخص ایک "سوال" ہوتا تھا اور واصف صاحبؒ ایک مکمل جواب۔ سوال و جواب کی یہ محفلیں تواتر سے منعقد ہونا شروع ہو گئیں۔ ان محافل میں واصف صاحبؒ سوالوں کے روایتی طور پر جواب نہیں دیتے تھے بلکہ سوال کرنے والے صاحب کے ساتھ ساتھ دوسرے اہلِ محفل کو بھی اپنی گفتگو میں شریک کر لیا کرتے۔ یوں محفل میں روایتی خطاب کی بجائے ایک ایسے مکالمے یا ڈائیلاگ کا رنگ نمایاں ہو جاتا تھا جس میں موجود ہر شخص ذاتی دلچسپی، شوق اور انہماک سے حصہ لیتا تھا۔ ان محفلوں کی دوسری خصوصیات کے علاوہ ایک نمایاں اور منفرد اعجاز یہ تھا کہ مستقل طور پر شرکت کرنے والے اصحاب

سوال کیا ہو؟

(ایک محفل میں واصف صاحبؒ کے بیان سے اقتباس)

اور سوال پوچھو ------ جلدی جلدی پوچھو۔ ہمارا بولنا اور پوچھنا یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے۔ آنے والے زمانوں میں بلکہ بہت دور کے زمانوں میں آج کی یہ پوچھی ہوئی بات کئی سوالوں کا جواب بن جائے گی۔ آپ صاحبان فکر ہیں اور اپنے دور میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنے زمانے میں کچھ سوالوں سے آشنائی ہوئی اور اس سوال کی کسی جواب سے آشنائی کرائی گئی اور پھر سوال اور جواب والے دونوں چلے جائیں گے مگر سوال جواب کا ریکارڈ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ یہ پھر آنے والے زمانوں میں آنے والے سوالوں کا جواب بن جائے گا۔ اس لئے آپ سوال سے گریز نہ کرو۔ بعض اوقات یہ آپ کا اپنا سوال ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ کسی اور کے لئے سوال ہوتا ہے۔ جب آنے والے زمانوں میں آپ کا سوال اور یہ جواب پہنچے گا تو پھر بات آگے سے آگے چلی جائے گی اور ان لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ جس جگہ پر کوئی تکلیف ہوتی ہے وہیں پر علاج پیدا ہو جاتا ہے' جہاں بیماری پیدا ہوتی ہے وہیں علاج پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالی حل فرمانا چاہے تو زمانے کے مسائل زمانے ہی میں حل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بے دریغ سوال کیا کرو۔

۱

اگر کسی آدمی کو کوئی تکلیف ہو اور پریشانی ہو تو اس کا کیا حل ہے؟

سوال :۔

اگر آدمی کو کوئی پریشانی ہو، کوئی تکلیف ہو اور اس کا حل بھی نظر نہ آتا ہو، تو پھر کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

پہلے آپ تکلیف کا مفہوم سمجھیں۔ تکلیف اس آدمی کو ہوتی ہے جو اپنے آپ کو کاریگر سمجھے، مطلق العنان جانے اور آزاد سمجھے یعنی کہ پابندیوں کے اندر اپنے آپ کو آزاد سمجھے۔ ہم جانتے ہیں کہ موت بھی مقرر ہے، یعنی مر بھی جانا ہے اور زندگی میں صحت اور بیماری بھی ہونی ہے۔ جب انسان کو اپنی بے بسی کا شعور ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کا خیال آتا ہے، اگر آپ کو اپنی بے بسی اور تکلیف اور مشکل کا حل نظر نہیں آرہا تو اس میں ایک چیز ضرور نظر آئے گی اور وہ یہ ہے کہ مشکلات اور حل نہ ہونے والی مشکلات یا انسان کو خدا سے دور کر دیں گی یا خدا کے قریب کر دیں گے۔ اگر مشکل آپ کو اللہ سے دور کر رہی ہے تو یہ مشکل کسی قدیم برے عمل کی سزا ہے، تو یہ مشکل ایک سزا ہے! وہ آدمی

جو مشکل میں بھی خدا کے پاس نہیں گیا اس کے لئے مشکل ایک سزا ہے اور اگر مشکلات میں کسی نے اپنے آپ کو خدا کے قریب کر دیا تو ایسی مشکلات تو ہزار بار آئیں۔ یہ مشکل بڑی مبارک ہے کہ جس مشکل نے خدا کے زیادہ قریب کر دیا۔ اب آپ اپنی مشکل کا جائزہ لو کہ آپ اللہ کے قریب ہو گئے ہو کہ دور ہو گئے؟ اگر غریبی اللہ کے قریب کر دے تو غریبی مبارک' اگر غریبی آپ کو باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے بلکہ دوہرا عذاب ہے کہ ایک تو غریبی ہے دوسرا اللہ سے بھی دور ہو گیا۔ تو اس لئے مشکلات نہ تو اچھی ہوتی ہیں اور نہ بری ہوتی ہیں۔ مشکلات اچھے آدمی کے لئے اچھی ہوتی ہیں اور برے آدمی کے لئے بری ہوتی ہیں۔ اولیائے کرام پر مشکلات آتی ہیں' شہدائے کرام پر مشکلات آتی ہیں۔ ایک آدمی کے لئے یہ عذاب ہے کہ وہ خدا کو نہیں مانتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں نے بڑی احتیاط کی اور احتیاط کے باوجود اندر سے معاملہ Slip کیسے ہو گیا۔ کہتا ہے کہ میں نے تالے لگائے تھے اور تالوں کے اندر سے گھوڑا چوری ہو گیا۔ اب یہ کیا ہے؟ آپ نے اردگرد پہرا لگایا' سارے اصول رکھے' فکر کیا' غور کیا اور بڑی حفاظتیں کی ہیں مگر حفاظت کے اندر سے صحت Slip کر گئی۔ اب یہ کون ہے جو یہ سب کر رہا ہے۔ اگر تو آپ خدا پر اعتبار کرتے ہو اور اس کی طاقتوں پر اعتبار کرتے ہو تو پھر تو یہ نہیں پوچھنا چاہئے کہ مشکل کا حل کیا ہے؟ مشکل کا حل پھر مشکل کشا ہی ہے' چاہے وہ مشکل حل کرے یا نہ کرے۔ کیا تم نے خود مشکل ڈالی ہے کہ اب اس مشکل کا حل خود ڈھونڈنے لگ گئے ہو؟ اب یہ دیکھو کہ مشکل آتی کیوں ہے؟ مشکل دنیادار پر تنگی حالات کی وجہ سے آتی ہے۔ حالات کا مطلب

یہ ہے کہ خواہش زیادہ ہو اور حاصل کم ہو۔ دنیا دار کے لئے یہ بڑی مشکل ہے۔ مشکل کیوں آتی ہے؟ جب خواہش زیادہ ہے اور آمدن کم ہے' حالات کمزور ہیں یعنی دکاندار کی آمدن کم ہے اور خرچہ ہی خرچہ ہے۔ دوسری مشکل رشتے داروں کی طرف سے آتی ہے۔ یہ اذیت ہوتی ہے جو یہ لوگ پہچانتے نہیں۔ ان کی طرف سے جائز ناجائز تقاضے ہوتے ہیں۔ شادی کا فنکشن ہو تو مشکل ہے اور خدانخواستہ موت ہو جائے تو مشکل۔ پھر انسان کے اوپر سماجی تقاضے اور ذاتی تقاضے ہیں' اپنی اولاد کے تقاضے ہیں' پھر بندوں کے تقاضے ہیں'خیال کے تقاضے ہیں' اور احوال کے تقاضے ہیں یعنی تقاضا ہی تقاضا ہے اور بیچارہ بندہ ایسے ہے جیسے حصار میں جکڑا گیا ہے اور رسیوں کے ساتھ بندھ گیا ہو۔ رسیاں کیا ہیں؟ یہ واجبات ہیں' جو آپ نے ادا کرنے ہیں۔ واجبات کیا ہوتے ہیں؟ جو آپ نے دینا ہے یعنی حال یا مال۔ بس آپ اس میں جکڑ کے رکھ دیئے گئے ہیں۔ کس نے جکڑ کے رکھ دیا ہے؟ اسے فطرت کہہ لو' اللہ کہہ لو' اب آپ اس حصار سے باہر نہیں نکل سکتے۔ یہ چیز دنیا دار کے لئے تکلیف بنتی ہے یعنی پیسے کی کمی اور وابستگیوں کی اذیت۔ اگر اچانک کوئی تکلیف آ جائے' اچانک زلزلہ آ جائے' بھونچال آ جائے' بارش آ جائے' سیلاب آ جائے۔ اللہ کی طرف سے یہ خوفناک اور Violent چیزیں آتی ہیں۔ یہ بڑی خوفناک چیزیں ہوتی ہیں اور ایک عام آدمی اس میں گھر جاتا ہے کہ میں کس عذاب سے دو چار ہو گیا ہوں' کبھی سیلاب میں پیاسا ہوں' کبھی دریا میں ڈوب رہا ہوں' کبھی تشنگی ہی تشنگی ہے' کبھی ایسی بات ہے کہ پانی ہی پانی ہے اور پینے کو ایک بوند بھی نہیں ہے۔ یہ کیا ہے' یا اللہ! اب وہ

پریشان رہتا ہے۔ یہیں سے تو اللہ پہچانا جاتا ہے۔ اگر اس کا میلان خدا کی طرف نہ ہو تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا یا پاگل ہو جائے گا۔ اللہ کا کام غور سے دیکھو۔ اللہ بہشت بناتا رہتا ہے اور جنت کے دروازے کھول کے بیٹھا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ بہشت کے راستے ہیں اور یہ بہشت کی خوبیاں ہیں' آپ یہاں بہشت میں آ سکتے ہو اور ایسا ہو سکتا ہے' لیکن بہشت کے ساتھ دوزخ کا دروازہ بھی کھلا ہے' وہ جانتا ہے کہ لوگوں نے بیان کے باوجود بہشت کو نہیں ماننا۔ پیغمبروں نے بیان کیا اور اولیائے کرام نے بیان کیا کہ یہ بہشت کے راستے ہیں۔ اولیائے کرام نے دنیا میں بہشتی دروازرے بھی لگا دئے ہیں۔ جیسے بابا صاحبؒ نے پاک پتن شریف میں ایک بہشتی دروازہ لگا دیا۔ اس کے باوجود' اتنی سہولتوں کے باوجود' اتنی نوازشوں اور عنائتوں کے باوجود کچھ بندے ادھر ہی رہ جائیں گے۔ آپ یہاں جتنا مرضی بیان کرو' جہاں جو مرضی بیان کر لو' چاہے جتنا الصلوٰۃ خیر من النوم کہتے جاؤ۔ لیکن " صاحب نوم " اپنی نوم یعنی نیند میں ہی رہے گا۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ بہشت کے بیان ہونے کے باوجود اور نیکوں کے لئے نیک راستوں کے باوجود اور ماں باپ کی دعاؤں اور ماں باپ کی نوازشوں کے باوجود' اولاد گمراہ ہو جاتی ہے۔ ماں باپ کہتے ہیں ایسا مت کرو' اور وہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کی فطرت میں سرکشی لکھ دی گئی ہے۔ جب سرکشی لکھ دی گئی ہے تو وہ انسان باغی ہو جائے گا اور اسی راستے پر چلے گا جس سے منع کیا گیا ہے۔ اور نتیجہ وہی ہو گا جو نہیں ہونا چاہئے۔ مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ اب تکلیف یا مشکل کیسے آئی؟ کہ تم نے اپنے آپ کو بیان شدہ راستے سے ہٹا کے کسی اور

راستے پر گامزن کر دیا۔ وہ راستہ کیا تھا؟ درمیانی راستہ۔ نہ نمائش کرو اور نہ کوئی واقعات کرو' نہ اپنی ہستی سے باہر سوچو۔ مطلب یہ ہے کہ سادہ زندگی گزارو۔ آمدن کے اندر خرچ کرو۔ آنے والے کا بھلا ہو اور جانے والے کی خیر ہو اور تم اپنی زندگی گزارو۔ اگر کوئی شخص سماج کی ضرورتوں کے ماتحت کسی بھی خواہش میں مبتلا ہو گیا اور کچھ کر بیٹھا تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دنیا دار کو تکلیف ہو گی۔ دنیادار کو تکلیف سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دین دار بن جائے۔ اسی دنیا میں دین دار لوگ رہتے ہیں جو جانتے ہیں کہ کسی نمائش کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ اصل کو دیکھنے لگ جاؤ تو بے شمار جھگڑوں سے بچ جاؤ گے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل چیز انسان کی اوقات ہے' کہ وہ کیا ہے؟ ضرورت کیا ہے؟ تم لوگ کون ہو؟ کہ جانا تم نے مٹی میں ہے مگر کیا رنگ جمائے ہوئے ہو؟ غرور کیوں کر رہے ہو؟ اس بات کو پہچانو تو تکلیف نہیں آئے گی۔ تکلیف کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا یعنی تکلیف نہیں آتی کسی انسان پر مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ گویا کہ تکلیف آتی ہے' تمہیں تمہاری وسعت کا تعارف کرانے کے لئے کہ تم کتنے وسیع ہو؟ اور اگر تم بے چین ہو گئے تو پھر تکلیف عذاب ہے

ایک جگہ اور فرمایا گیا کہ

تکلیف آتی ہے الا بما کسبت ایدیکم "یعنی مگر جو کچھ کیا تمہارے ہاتھوں نے"۔ اس لئے تکلیف آتی ہے۔ تکلیف کیوں آئی؟ تمہارے اعمال' تمہارے کسب کی وجہ سے کہ تم نے جو کچھ کیا' آج دیکھ تیرا نتیجہ کیا ہے؟ جو بویا اب کاٹ۔ تکلیف اس لئے آئی کہ اس کے پیچھے تمہارا

اپنا ہاتھ ہے۔ یہ بات سمجھ آئی؟ تکلیف کے پیچھے کون تھا؟ تم نے خود ہی تکلیفیں لکھی ہیں اور اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں۔ اپنی تکلیف کا انسان خود مصنف ہے۔ ایک اور جگہ تکلیف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے الا باذن اللّٰہ "مگر میرے حکم سے آتی ہے"۔ اب یہ تینوں باتیں نوٹ کرو۔ تکلیف آئی اللہ کے حکم سے اور تکلیف آتی ہے تمہارے کرتوتوں کی وجہ سے اور یہ تکلیف تمہارا اپنا کیا کرایا ہے اور یہ کہ تکلیف آتی ہے تیری وسعت کے مطابق' اب گلہ نہ کرو' شکر کرو۔ تکلیف جو ہے یہ تمہیں مقام صبر سے متعارف کرانے کے لئے آتی ہے۔ اور یہ یاد رہنا چاہئے کہ اللہ "صابرین" کے قریب ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ان اللّٰہ مع الصابرین تکلیف دے کر اللہ نے صبر سے تمہیں آشنا کرایا۔ اگر تکلیف پر تکلیف آ جائے تو یہ وقت صبر اور نماز سے گزارو۔ اگر تکلیف آ جائے تو انسان کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کا جواب یہ ہوا کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی استعانت مانگ صبر کے ساتھ' اور نماز کے ساتھ۔ تو آپ کی نماز اور آپ کا صبر جو ہے یہ اس تکلیف کا حل ہے۔ تو مشکل کا حل کیا نکلا؟ صبر اور استقامت کے ساتھ وقت گزارنا۔ تکلیف دے کر اللہ تعالیٰ نے صبر کے ساتھ تمہارا تعارف کرایا۔ مشکلات صبر سے تعارف کراتی ہیں۔ اور یہ مشکلات ایک اور نعمت کے ساتھ تعارف کراتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ تکلیف والے کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو گیا تو بڑی مبارک بات ہو گئی۔ اس کا ذرا دھیان کرنا چاہئے اور تکلیف آنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمہیں لوگوں کی تکلیف سے آشنائی مل جاتی ہے۔ یہ جو آج تیرے سر پر پڑی تو تیری چیخ

نکلی ہے اور وہ جو شخص کل تکلیف سے چلا رہا تھا' تم نے اس کی تکلیف کو نوٹ نہیں کیا۔ تو تکلیف جو ہے تمہیں دوسروں کے درد سے آشنا کرے گی۔ ہوا یہ کہ وہ چلاتا رہا اور تو نے غور نہیں کیا۔ تکلیف کے ذریعے تمہیں اس انسان کی تکلیف سے آشنا کرایا گیا اور جانوروں کی تکلیف سے آشنا کرایا گیا۔ یہ تکلیف اس لئے آتی ہے۔ کس لئے آتی ہے؟ تمہیں آشنا کرانے کے لئے' تمہیں تم سے آشنا کرانا' تمہیں تمہارے رب سے آشنا کرانا۔اور تکلیف تمہیں اپنے محسن کے ساتھ آشنا کراتی ہے کہ کون ہے جو تکلیف میں تمہارا ساتھ دیتا ہے۔ وہی تمہارا محسن ہے۔ اس دنیا میں جہاں غیر ہی غیر ہیں' کوئی کوئی اکا دکا محسن مل جائے گا اور جس نے محسن کی آشنائی کر لی تو یہ بڑی بات ہے۔ گویا کہ تکلیف جو ہے یہ سب سے بڑی Education ہے اور Quick Education ہے۔ یہ تعلیم نہ کتابوں سے ملتی ہے اور نہ دوسرے واقعات سے ملتی ہے۔ تکلیف کی یہ تعلیم سب سے زیادہ تیز ہے' فوری اور Effective اثر کرنے والی ہے۔ یہ انجکشن سے بھی تیز ہے۔ تکلیف کے بارے میں میاں محمد صاحبؒ نے ایک بڑی بات کی ہے۔

جے دکھ دے کے راضی ہوون تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

تو اگر وہ دکھ دے کر راضی ہوتا ہے تو ہمیں دکھ قبول ہے۔ اگر وہ دکھ دے کے راضی ہوتا ہے تو اور کیا چاہئے؟ زندگی لے کے بھی اگر راضی

ہوتا ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ تو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صرف اس تصور کے ساتھ خاموش وقت گزار دو کہ جاننے والا جانتا ہے اور وہ دیکھنے والا ہے اور دکھ بھیجنے والا بے خبر نہیں ہے۔ اتنی بات کر لو تو پھر تمہیں کمال حاصل ہو جائے گا' تب تکلیف کمال ہو گی۔ کہتے ہیں کہ یہ مقام دل ہے۔

یہ مقام دل ہے کہ الاماں' یہ کہاں نصیب قدسیاں
کہ فغاں گئی سوئے لامکاں' تو مکیں کا دل تھا ہلا ہوا

یعنی کہ اگر فریاد اس کے پاس جائے جس کے پاس سب فریادیں جاتی ہیں تو تکلیف والے کی فریاد عرش ہلا کے رکھ دیتی ہے۔ تو گویا کہ تکلیف نے تمہیں موثر کر دیا' Effective بنا دیا۔ تیری فغاں میں اثر پیدا ہو گیا۔ تیری فریاد میں تاثیر ہو گئی۔ گویا کہ درد نے تمہیں صاحب تاثیر بنا دیا۔ اور وہ بے وقوف آدمی ہے جو مار کھاتا جا رہا ہے اور اثر نہیں لیا اس نے۔ وہ ہر بار مار کھاتا جا رہا ہے اور پھر ایک بڑی تکلیف کا انتظار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف کے ذریعے اس کو قریب تر کرنا ہے۔ اب اسے چاہئے کہ اس غم پہ راضی ہو جائے۔ نہیں راضی ہوتا تو پھر اگلے غم کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر وہ یہیں قریب ہو جائے تو اگلے غم کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اب آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ تکلیف ہوتی کیا ہے؟ تکلیف کس چیز کا نام ہے؟ کیا یہاں کوئی بندہ ایسا ہے جو اپنے حالات پر پوری طرح راضی ہو؟ سب گلہ کرتے ہیں' کون آدمی ہے جس کو پیسہ نہیں چاہئے۔ سب کو چاہئے۔ ہر کوئی کہتا ہے دعا کریں تھوڑے

سے حالات بہتر ہو جائیں۔ حالات بہتر ہونے چاہئیں۔ حالات کیسے بہتر ہوتے ہیں؟ بچے ٹھیک ٹھاک ہوں اور تم ٹھیک رہو' ہر آدمی اپنے حالات سے بہتر حالات چاہتا ہے کیونکہ اپنے علاوہ اپنی زندگی چاہتا ہے کیوں کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی خواہش ہے۔ ایسا کوئی نہیں ہے جو ضرورت مند نہ ہو۔ اب اس ضرورت مند کو کیا تکلیف ہو گی؟ وہ چیختا جا رہا ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن پر قرضہ واجب الادا نہ ہو۔ کون ہے جو ہر طرح سے آسانی میں جا رہا ہو؟ کس کی زندگی آسان ہوئی ہے؟ آپ یہ بتاؤ کہ کون سی آنکھ آپ نے دیکھی ہے جو روئی نہ ہو؟ کیا آپ نے ایسی آنکھ دیکھی ہے؟ میں نے تو نہیں دیکھی۔

کون سی آنکھ ہے جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

جانے والے چلتے جا رہے ہیں' رونے والے روتے جا رہے ہیں۔ اگر جدائی ہو گئی ہے تو یہ اللہ کا کام ہے۔ اس نے ہر آنکھ میں آنسو رکھ دیا ہے۔ ہر انسان کی فطرت میں غم لکھ دیا ہے۔ غم ملے گا۔ غم کا حصہ ملے گا۔ غم ضرور ملے گا۔ اس نے لکھ دیا ہے کہ اتنا کام کرو گے تو اتنا غم ملے گا اور اتنی خوشی ملے گی۔ اب غم کی جو وجہ اور جو مرضی بنالو! جسے تم تکلیف کہہ رہے ہو اسے ہم تو نصیب کہتے ہیں۔ آگے تمہاری مرضی' جو کہہ لو۔ اب ادھر سے چٹھی آگئی ہے' وہ محبت کی چٹھی ہو یا تکلیف کی ہو' ہے تو آپ کے نام کی۔ محبت کی چٹھی وصول کر لیتے ہو اور غم کی چٹھی آگئی ہے تو کہتے ہو کہ وہ اسی کو واپس دو۔ عزرائیل صاحب آگئے تو

پھر کیا کرو گے؟

غم میں ہر انسان اپنے آپ کو بے کس کہتا ہے' غم کو بھی اسی طرح قبول کرو' جس طرح خوشیاں قبول کرتے ہو۔ رات بھی اتنی عزیز ہو جتنا دن ہے۔ بھیجنے والے نے دن بھیج دیا' پھر بھیجنے والے نے جدائی بھیج دی' اگر بھیجنے والا ایک ہے تو پھر یہ دونوں ایک ہیں۔ کون دونوں؟ غم اور خوشی' ایک ہی مصنف کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں۔ خوشی بھی قبول ہے' غم بھی قبول ہے' یہ بھی اللہ کی عنایت ہے' یہ اس کی نوازش ہے کہ غم بھیج دیا۔ اگر خدا کو نہ چھوڑو تو مشکلات تمہیں ترقی دیتی ہیں' تمہاری سختی کو موم بناتی ہیں اور تمہیں حساس طبیعت بناتی ہیں۔ اس لئے غم کی بڑی کاروائی یہ ہے کہ غم تمہیں بہت ہی نرم کر دیتا ہے۔ اگر غم نہ ہو تو انسان پتھر ہی رہتا ہے۔ اگر کسی کا باپ فوت ہو گیا۔ اللہ تعالی کی بات جب تک تم سمجھو گے نہیں تو تمہیں بات سمجھ نہیں آئے گی۔ ہمیشہ کے لئے دنیا میں رہنے کی اس نے اجازت نہیں دی۔ اللہ کہتا ہے' میں اور میرے فرشتے ہمیشہ سے حضور پاک ﷺ پر درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ اللہ کا کوئی عمل درمیان سے شروع نہیں ہوتا اور اللہ پتہ نہیں کب سے درود بھیجتا جا رہا ہے؟ تب سے بھیجتا جا رہا ہے' جب سے حضور پاک ﷺ کی شان موجود ہے۔ لہٰذا درمیان میں آنے والے حضور پاک ﷺ پہلے بھی موجود تھے کیونکہ اللہ تعالی بہر حال کہتا ہے کہ میں درود بھیجتا ہوں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور جب تک قرآن کریم موجود ہے' درود کا عمل بند نہیں ہو سکتا۔ اگر درود کا عمل بند نہیں ہونا ہے' تو رسالت کا عمل جاری ہے کیونکہ اللہ تعالی کا درود جاری ہے۔ میں

بندوں کے درود بھیجنے کی بات نہیں کر رہا۔ اب اللہ جو درود بھیجتا ہے اور درود بھیجتا ہی رہتا ہے اور ایک خاص میعاد کے بعد موت کا عمل جاری ہوتا ہے تو یہ کیا بات ہوئی کہ اللہ تعالی درود بھی بھیجتا جا رہا ہے اور پھر موت کے عمل سے بھی گزار رہا ہے۔ یعنی کہ اپنی محبوب ہستیوں کو بھی اس نے موت کے عمل سے گزار دیا۔ یہ اللہ کی شان بے نیازی ہے۔ اللہ تعالی کسی کو بھی Spare نہیں کرے گا۔ یہ اس کا کام ہے۔ مطلب یہ کہ تکلیف یا غم یا موت کا عمل جو ہے ہر آدمی اس میں سے گزرے گا اور اس میں اللہ کا قرب موجود رہتا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ یہ واقعہ ہو رہا ہے تو حضور پاک ﷺ سے زیادہ اللہ تعالی کے قریب اور کون ہو سکتا ہے؟ اس عمل سے وہ بھی گزر گئے۔ تکلیف کے عمل سے وہ بھی گزر گئے۔ آپ مسلمان ہو اور سیرت میں یہ بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ غریب تھے اور وہاں تم یہ بھی کہتے ہو کہ تمہیں حضور پاک ﷺ سے محبت ہے؟ سارے مسلمان حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ غریب تھے لیکن آپ لوگوں کو غریبی سے محبت نہیں ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ سے محبت ہے اور آپ خود ہی بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ غریب تھے تو تمہیں غریبی سے محبت کیوں نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں تو پھر تمہیں فاقہ کیوں پسند نہیں۔ یعنی کہ محبوب آدمی کی تو ہر چیز محبوب ہونی چاہئے۔ تمہاری محبت کے اندر ملاوٹ ہے۔ ہر شئے میں آپ ملاوٹ کرتے جا رہے ہو۔ محبوب کے پاس جو کچھ ہے' اسے بھی محبوب رکھو تو پھر بات

سمجھ آئے گی۔ ایک دفعہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پکا مکان بن رہا تھا' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا یہ کس کا مکان بن رہا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فلاں صحابی کا مکان ہے۔ پھر آپ مسجد گئے' کچھ نہیں فرمایا' اور کچھ عرصے کے بعد وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے' سلام کیا۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اس نے باقیوں سے پوچھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض سے لگتے ہیں' بات کیا ہے؟ مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا اتنی بات ہوئی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟ تو ہم نے بتایا کہ یہ آپ کا ہے۔ اس کے بعد یہ واقعہ ہو گیا۔ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور مکان گرا دیا۔ واپس آ کر السلام علیکم کہا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا وعلیکم السلام' اور فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہو یا تم یہاں سے رخصت ہونا چاہتے ہو۔ یعنی رخصت ہونے والے قافلے کا قیام سے کیا تعلق؟ تو مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہیں ساری باتوں کا ایک مربوط انداز میں علم حاصل نہ ہو تو تم پریشان رہو گے۔ آدھا سامان مغرب سے لیتے ہو' آدھا مشرق سے لیتے ہو۔ کلینک کا سارا سامان اور یہ الیکٹرونکس جاپان سے خریدتے ہو' کچھ ادھر سے لیتے ہو' کچھ ادھر سے لیتے ہو اور پھر کلمہ' نماز پڑھتے ہو' یہ تباہی ہے۔ اگر تمہیں کلمہ اور کلمہ والے پسند ہیں تو پھر وہ زندگی اختیار کرو' جو زندگی ان سے متعلق ہے۔ تو پھر تمہیں تکلیف نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پاش پاش ہو گئے۔ ایک مربہ سا تو بن گیا ہے۔ سب ملاوٹیں تو ہو گئی ہیں اور سب پریشان ہو گئے ہیں۔ اگر انسان کو یہاں سے رخصت ہونا یاد رہے تو وہ بہت ساری

تکلیفوں سے بچ جائے گا۔ وہ چیزیں کرو' وہ مقامات حاصل کرو' وہ سامان بناؤ' جو تمہیں رخصت ہونے میں مدد دیں ۔

ایک بندے نے مکان بنایا تو اپنے پیر صاحب کے پاس گیا کہ جناب میں نے مکان بنایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مبارک ہو۔ ایسا مکان بنانا کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو! اب تم نے کیا مکان بنانا ہے۔ جتنا اچھا بنے گا اتنا ہی چھوڑتے ہوئے تکلیف ہو گی۔ لہٰذا ہم جو کچھ حاصل کرتے رہتے ہیں اسے چھوڑنے میں تکلیف ہو گی۔ تکلیف تو ہر حال میں ہو گی' حاصل میں بھی تکلیف اور چھوڑنے میں بھی تکلیف۔ بڑی مشکل سے حاصل ہوا اور بڑی مشکل سے چھوڑا۔ آسانی سے حاصل کر لو اور آسانی سے چھوڑو۔ ایک درویش ایک آدمی کے پاس گیا کہ خدا کے لئے خیرات دو! اس نے کہا بابا جی ٹھہر جاؤ ابھی میں کام میں لگا ہوا ہوں' کافی دیر گزر گئی اس نے پھر سوال کیا' کہنے لگا لو جی تھوڑا سا کام اور رہ گیا' کام سے فارغ ہو کے تمہیں دوں گا۔ ابھی میں مصروف ہوں۔ وہ درویش غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ تم اتنے مصروف ہو تو مرو گے کیسے؟ وہ بھی آگے بولا جیسے تو مرے گا۔ درویش نے کہا' دیکھو' میں تو یوں مروں گا۔ درویش نے ایک چادر بچھائی' کلمہ پڑھا اور مر گیا۔ "ہماری موت تو اتنی آسان ہے' تو بتا کیسے مرے گا؟" درویش کے مرنے کے بعد اس کو خیال آیا اور اس پر اتنی ہیبت طاری ہو گئی کہ ساری دکان لٹا دی اور ہر شئے چھوڑ چھاڑ کے جنگلوں میں چلا گیا۔ وہ فریدالدین ایک عام آدمی تھا۔ اب وہ فریدالدین عطارؒ ہو گئے۔ ان پر راز آشکار ہو گیا اور مخفی آشکار ہو گیا۔ وہ بات سمجھ گئے کہ فقیر کون تھا؟ فقیر یہ بتانے کے لئے آیا تھا کہ تو اتنا Busy ہے کہ

تجھے مرنے کی سمجھ نہیں آ رہی' پھر تو موت کے وقت کیسے مرے گا؟ اگر آپ کو مرتے وقت عزرائیلؑ سے تھوڑی سی مہلت ملنے کا امکان ہو تو آپ اسے بھی یہ کہہ دو گے کہ ٹھہر جاؤ' ابھی دو چار خطوں کے جواب دینے ہیں' کسی کے پاس جانا ہے' آج تو فنکشن ہے' شادی ہو رہی ہے' ذرا چابیاں دے لوں اور وصیت نامہ لکھ دوں۔ مگر موت کی تکلیف کا ادراک رکھنے والے معرفت الٰہی کو پا جاتے ہیں۔ معرفت الٰہی کا جو چشمہ ہے وہ سمندر ہی سے نکل رہا ہے اور سمندر ہی میں واپس جا رہا ہے۔ دریا سمندر ہے کہ سمندر ہی دریا ہے اور سمندر عجیب شے ہے کہ اس میں سے چار دریا نکال لو' پھر سمندر کا سمندر ہے۔ پچیس دریا ڈال دو تو پھر بھی سمندر ہے۔ سمندر کچھ نکالنے سے کم نہیں ہوتا اور کچھ ڈالنے سے بڑھتا نہیں ہے۔ یہ تو بے نیاز ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ بے نیاز کی تعریف کیا ہے؟ کہ جس سے کچھ نکالا جائے یا اس میں کچھ ڈالا جائے تو نہ کمی ہو اور نہ اس میں بیشی ہو۔

اس لئے آنکھیں کھولنے والا' کوئی واقعہ اگر آپ کی آنکھ کھول دے تو سمجھ لو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کر رہا ہے۔ ہر شئے اللہ کے قریب جا رہی ہے۔ ہر چیز ادھر کو رواں دواں ہے۔ تو مطلب ہے کہ ہر برے آدمی کے لئے بات مشکل ہے اور تکلیف دہ ہے اور اچھے آدمی کے لئے ہر بات آسان ہے۔ ہر عمل پیغامِ دوست ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہر ہونے والا واقعہ اس اللہ کا مظہر ہے۔ صرف آپ نے ماننا ہے۔ دنیا میں ماننے والے بھی رہیں گے اور منکر بھی رہیں گے۔ تم یاد رکھو کہ ہر مقام اللہ تعالیٰ کا مقام ہے اور یہاں سجدہ کرو تو خبر وہاں ہو جائے گی۔ اصل میں

اللہ جو ہے وہ تیرے دل کے کعبے میں مکیں ہے۔ اپنے دل کے کعبے کی تلاشی لو' کہیں اس میں دنیا کی آرزو تو نہیں پھنسی ہوئی۔ اگر دل میں دنیاوی آرزوئیں ہیں تو تمہیں کعبہ کدھر سے ملے گا۔ پھر تو یہ دل بت کدہ بن گیا۔ اگر دل سے دنیا کی آرزو نکالو تو یہی کعبہ ہے اور کوئی کعبہ نہیں! اصل میں یہی کعبہ ہے۔

ہے زمیں پہ کعبہ میرا مکاں
میں فلک پہ رکھتا ہوں لامکاں
تیرے دل میں رہتا ہوں ہر زماں
ہے نشان ہی میرا جاوداں

کہتا ہے زمیں پہ کعبہ ہمارا ہے۔ کعبۃ اللہ' اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ آسمان پہ لا مکاں ہے۔ اصل میں رہائش ہے انسان کے دل میں' تو اپنے دل کو آرزوؤں سے خالی کر۔ اسے کعبہ بنا۔ کعبہ کیا ہے؟ وہ اس دل کا نام ہے جو دنیاوی آرزوؤں سے خالی ہو۔ پس یہ اتنا چھوٹا سا کام کرنا ہے آپ نے کہ دل کو آرزوؤں سے خالی کرو۔ اپنے آپ کو آرزوؤں سے خالی کرو۔ اپنے آپ کو اللہ کا بنا کے رکھو۔ اس کی طرف سے جو چیز آتی ہے وہ قبول کرو چاہے تکلیف دہ ہو

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

اگر وہ تمہارے دکھ میں راضی ہوتا ہے تو اور کیا چاہئے۔ اللہ کے ساتھ ہنگامہ نہ کیا کرو اور زیادہ لڑائی نہ کیا کرو۔ ایک کام ضرور کرو۔ گلہ کرنا چھوڑ دو۔ کسی انسان کا گلہ خدا کے پاس نہ کرنا اور خدا کا گلہ انسان

کے پاس نہ کرنا۔ یہ وعدہ کرو! کیا وعدہ؟ کہ گلہ نہیں کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ میرے حالات پھر خراب ہو گئے۔ یاد رکھو' اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو تو کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس لئے گلہ نہ کرو اور جاننے والے اللہ سے بار بار تقاضا نہ کرو۔ اللہ سب جانتا ہے۔

غالبؔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

وہ تیرے کہنے کے بغیر بھی جانتا ہے۔ دعا یہ کیا کرو کہ یا اللہ تو جانتا ہے اور تجھے پتہ ہے کہ میرے لئے تو نے کیا مقرر کر رکھا ہے اور جو تو نے مقرر کر رکھا ہے وہ مجھے مانگے بغیر دے دے اور جو تو نے مقرر نہیں کیا مجھے اس کے مانگنے کی توفیق نہ دے۔ بس آپ کی دعا منظور ہو جائے گی۔ کیا دعا کرنی ہے؟ کہ اے اللہ جو میرے لئے ہے مجھے مانگے بغیر دے دے اور جو میرے لئے نہیں ہے اس کے مانگنے کی توفیق نہ دے۔ آمین! آپ کی دعا قبول ہو گی۔ بس اتنا ہی کہنا جو ہے وہ مانگے بغیر مل جائے گا۔ جو نہیں ہے' وہ مانگنے کے باوجود بھی نہیں ملے گا۔ تو لہٰذا جو ہونا ہے ہونے دو' جو آتا ہے آنے دو' جو جاتا ہے جانے دو۔ تمہارا کام کیا ہے؟ راضی رہنا اور ہر حال میں راضی رہنا!

رہنا ہے ہر حال میں راضی
خالق سنگ ہے جیون بازی

ہر حال میں راضی رہنا تمہارا کام ہے اگر اس کے ساتھ بازی لگا رہے ہو تو پھر چلنے دو' کبھی وہ لے گیا اور کبھی وہ دے گیا۔ ہم ہر حال میں

راضی رہیں۔ ہر موسم میں راضی' بہاروں میں راضی' خوشیوں میں راضی' اور تکلیف آ جائے تو بھی راضی۔ اگر تکلیف آ جائے اور انسان بے بس ہو' دور دور تک حل نہ ہو تو بے چارہ انسان کیا کرے؟ اس کا حل یہ ہے کہ انسان راضی ہو جائے۔ پھر تکلیف تو تکلیف نہیں رہے گی۔ تکلیف جو ہے یہ جدائی کا نام ہے۔ تکلیف کیا ہے؟ جدائی کا نام ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک آدمی کو تکلیف ہو اور وہ راضی رہے۔ اب اگر اس کا دوست اس کے پاس آ کے بیٹھ گیا تو تکلیف کم ہو جائے گی۔ صرف دوست پاس آیا تو تکلیف کم ہو گئی اور اگر اللہ پاس آ جائے تو پھر تکلیف کیا ہے؟ اگر اللہ پاس ہو اور تکلیف ہو تو یہ بڑی ناشکری کی بات ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو تو تکلیف نہیں ہو گی۔ اب آپ دعا کرو۔ اچھے زمانے آئیں' اچھے حالات ہوں' خداوند تعالی آپ لوگوں کی صحت قائم رکھے' آپ لوگوں پر جو افتاد پڑی ہے یا مشکلات پڑی ہیں اللہ تعالی اپنے فضل سے آسان کرے اور اللہ تعالی آپ کو اپنے محسنوں کے قریب رکھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس مشکل زمانے میں ایمان قائم رہے اللہ آپ کا ایمان محفوظ کرے' ہم تو اس زمانے سے محفوظ نہیں رہ سکتے' ہمارے لئے تو اس میں بہت مشکل ہے۔ جس طرح کے حالات جا رہے ہیں یا اللہ! ہمارے ایمانوں کو تو ہی محفوظ کر اور غریبی کے باوجود ہمیں راضی رکھ۔ ہماری حفاظت تو آپ ہی کر! ہم اپنی کیا حفاظت کریں گے تو ہی ہماری حفاظت کر۔ تو مہربانی فرما! اللہ تعالی ہم پر احسان کر' آسانی عطا فرما' اور مہربانی کر۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء

والمرسلين حبيبنا شفيعنا سيدنا و مولانا محمد و آله
واصحابه اجمعين آمين۔



۲

۱ دینی لحاظ سے مہمان کے بارے میں وضاحت فرمائیں۔

۲ سرا کن کن لوگوں سے تعلق رکھا جائے؟

۳ آج کل جس طرح کی زندگی جا رہی ہے اس میں کیا عمل کیا جائے اور ایمان کیسے بچایا جائے؟

سوال:

مہمان کو رحمت کہتے ہیں لیکن ہر گھر میں کچھ قاعدے قانون ہوتے ہیں تو دینی لحاظ سے مہمان کے بارے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ مہمان وہ ہے جو اس علاقے کا رہنے والا نہ ہو جہاں سے وہ آیا ہے' اس جگہ رہنے کے لئے اس کے پاس آپ کے علاوہ کوئی وسائل نہ ہوں اور تیسرا یہ کہ وہ اپنے کام کے لئے نہ آیا ہو۔ آپ کے ہاں جو مہمان ہوتے ہیں وہ تعلقات کے حوالے سے مہمان ہوتے ہیں' یہ مہمان شریعت کے حساب سے نہیں آتے مثلاً" آپ نماز پڑھنے جا رہے ہیں اور اسے کہیں کہ نماز کے لئے چل مگر مہمان کہتا ہے کہ میں تو ٹھہر کر نماز پڑھوں گا۔ یہ تو آپ کے تعلق کی بات ہے' آپ لوگوں کے ہاں جتنے مہمان آتے ہیں یہ تعلقات کی بناء پر آتے ہیں۔ ویسے اس بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے کہ کچھ انسان مزاجاً" مہمان ہوتے ہیں. اور کچھ انسان مزاجاً" میزبان ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی انسان کا ایک مزاج ہے کہ کچھ لوگ خود کو گھر میں ہی مہمان سمجھتے ہیں اور کچھ

لوگ خود کو دنیا کے اندر مہمان سمجھتے ہیں کہ وہ آئے' ٹھہرے اور چلے گئے۔ دنیا دنیا کی رہی اور وہ واپس چلے گئے جہاں سے آئے تھے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور ہم مہمان ہیں' تو اب بات یہ بنی کہ مہمانوں کے گھر پر مہمان آ گئے اور پردیسی کے گھر دوسرے پردیسی آ گئے' اس طرح بات دور تک چلی جائے گی۔

آپ کی بات کا آسان جواب یہ ہے کہ جتنی دیر تک وہ شخص اپنے مہمان ہونے کے عمل سے آپ لوگوں کو گراں نہیں گزرتا' تب تک اسے مہمان نہ سمجھو اور اگر آپ کی برداشت آپ کی کمر توڑ رہی ہے تو پھر آپ اس سے معذرت کر لو۔ اگر وہ چاہت والا ہے تو دعا کرو کہ اور کچھ دن ٹھہر جائے یعنی اگر پسندیدہ ہے تو کچھ روز اور ٹھہرے اور اگر ناپسند ہے تو پھر اس کا آپ تکلف نہ رکھو کیونکہ آپ سے اس کا مزاج نہیں ملتا۔ پھر یہ نہ ہو کہ آپ اس کو ناپسند کرتے کرتے کچھ سخت بات کہہ بیٹھو کہ یہ اللہ نے کہا ہے تو میں نے تمہیں کھلا دیا ہے' ورنہ یہ بھی نہ کھلاتا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بندش میں نہ رکھو۔ مہمانوں کے ساتھ بڑے حساب سے رابطہ رکھو۔ وہ آدمی آپ کے ہاں مہمان ہونا اچھا لگتا ہے جس کے ہاں جا کے آپ خود ٹھہرنا پسند کریں۔ اگر آپ کو اس کے ہاں جا کے ٹھہرنا پسند نہیں ہے تو جب وہ آپ کے ہاں ٹھہرے گا تو آپ کو ناپسند ہو گا۔ یہ قرب والے کی بات ہے' اگر وہ نامحرم ہے تو اس کو گھر میں احتیاط سے رکھا جائے یا مہمان سرائے بنائی جائے یا اس طرح الگ رکھا جائے کہ یہ مردانہ ہے اور یہ زنانہ ہے' اور اگر ایسا واقعہ نہیں ہے اور انتظام نہیں تو پھر اس کو کہیں اور Stay کرا دیا جائے۔ تکلیف

سے مہمان نہ رکھا جائے۔ مہمان جو آپ کی زندگی پر Extra بوجھ بنے یعنی کہ جو آپ کی Normal Life سے ہٹ کے ہو تو وہ مہمان نہیں ہے۔ اگر آپ کے ہاں جو کچھ پکتا ہے اس کو بھی وہی کچھ کھلایا جائے اور آپ کے ہاں ایسے آئے جیسے آپ ہی کے ہاں رہتا ہے تو پھر وہ مہمان صحیح ہے اور اگر مہمان تکلف بن جائے' تکلیف بن جائے تو آپ اسے ایک آدھ دفعہ کھانا کھلا کے معذرت کر لیں تو بہتر ہے۔ اور اگر کوئی مہمان آپ کا رشتے دار' اپنا ہے اور کچھ زیادہ عرصہ ٹھہر رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کا خرچ بڑھ رہا ہے تو یہ کبھی نہ سوچنا' مثلاً" رشتے داروں میں بھانجا آگیا یا کوئی بھتیجا آگیا اور گھر میں آ کے مہمان ٹھہرا اور آپ کہو کہ سمجھتا ہی نہیں کہ حالات کیسے ہیں لیکن آپ یہ نہیں سمجھ رہے کہ اسے کیا مجبوری اور تکلیف ہے جس میں گاؤں کا یہ آدمی آیا ہے۔ اس وقت آپ اپنے مزاج میں گرانی نہ پیدا کرنا کیونکہ یہ اسلام کے خلاف ہے' جس نے آپ کو کھانا دیا ہے اسی نے مہمان کو بھیجا ہے۔ وہ آپ کو کھانا پہلے دے چکا ہے اور مہمان بعد میں بھیجا ہے' اس کا رزق لکھا ہوا۔ شکر کرو کہ وہ آپ کے دسترخوان پہ آیا ہے ورنہ رزق اس کا لکھا ہوتا اور کھاتے آپ رہتے۔ ایک درویش کے پاس ایک مہمان آیا' وہ کھانا لائے اور کہا بسم اللہ کیجئے۔ مہمان نے کہا میں تو بسم اللہ نہیں کہتا کیونکہ میں تو یہودی ہوں۔ درویش نے کہا اگر تو یہودی ہے تو چل دوڑ یہاں سے۔ جب تہجد کا وقت ہوا تو آواز آئی کہ آج کے بعد تیری نماز بند ہے' تو ہمارے کسی کام کا آدمی نہیں' جو شخص ہمیں نہیں مانتا ہم اسے ساٹھ سال سے رزق دیتے آ رہے ہیں' تمہارے پاس آیا اور تم نے

میرا بہانہ بنا کے اسے گھر سے نکال دیا۔ تو اللہ نے یہ کہا کہ رب ہونے میں یعنی پالنے میں دین نہیں ہے۔ ربوبیت کے عالم میں دین نہیں ہے۔ اگر بکری بھوکی مر جائے تو آپ پر سخت حساب آ سکتا ہے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ حکم آگیا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ اگر وہ ایمان والا نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ بھوکے کو بھوکا ہونا چاہئے' مومن اور کافر کی بات نہیں ہے۔ تو شرط یہ ہے کہ بھوکا ہونا چاہئے' اگر بھوکے کے پاس کھانا نہیں ہے تو اسے کھانا کھلاؤ جس طرح رب بھوکے کو کھانا دیتا ہے۔ رب کے معنی ہیں پالنے والا۔ آپ ربوبیت کے طور پر کھانا کھلاؤ یعنی یہ نہ ہو کہ اگر مسلمان ہے تو کھانا دینا ہے۔ اس طرح کھلاؤ جس طرح رب کھلا رہا ہے' سب کو' کافر کو بھی اور مومن کو بھی اور زمین پر رہنے والے ہر جاندار کو و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا۔ "یعنی جو بھی اس زمین پر مخلوق ہے اللہ کے پاس ہے اس کا رزق"۔ تو اللہ رب العالمین ہے۔ اللہ ذات ہے اور "رب" اس کی ایک صفت ہے یعنی پالنے والا۔ وہ صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ ساری کائنات کا رب ہے' وہ سورج کو روشنی دیتا ہے اور دریا کو پانی اور روانی دیتا ہے' مچھلیوں کو پالنے والا ہے اور ہر چیز کو پالنے والا ہے' وہ ہندو مسلم سب کائنات کا رب ہے۔ اللہ تمہارا اللہ ہے' یعنی کہ اللہ آپ کا معبود ہے اور رب جو ہے یہ سب کا ہے۔ جب آپ یہ مان لیں کہ آپ کو رزق رب نے دیا ہے' وہ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں اس کا نام بھی رب ہے' اس رزق میں سے اگر اس کی کائنات کا کوئی بھی ضرورت مند ذی جان انسان آپ سے تقاضا کرے تو کھانے کا انکار نہ کرنا'

جس طرح رب انکار نہیں کرتا۔ ربّ نے کبھی کسی سے انکار کے باوجود یہ نہیں کہا کہ تم مجھے مانتے نہیں ہو تو میں تجھے رزق نہیں دیتا۔ اللہ اس لئے اللہ ہے' Great اس لئے ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کو بھی Serve کرتا ہے بلکہ انہیں پہلے دیتا ہے اور زیادہ دیتا ہے تاکہ وہ یہ نہ کہے کہ نہ ماننے کی وجہ سے میں نے اسے کھانا نہیں دیا۔ اس لئے مومن کو چاہئے کہ ربوبیت کے عمل میں کہیں اسلامیت نہ ڈال دے۔ اگر کسی شخص کو کھانے کی ضرورت ہو اور آپ کے پاس آئے تو وہاں بڑی فیاضی کے ساتھ اسے کھانا کھلاؤ اور جو شخص صرف کھانے کی نیت سے آئے اس کو چیک کر لو۔ مثلاً" آپ باہر کے کسی ملک رہتے ہیں اور ایک شخص آکر کہتا ہے کہ مجھے ہوٹل میں ٹھہراؤ جب کہ اس کی جیب میں پیسے بھی ہیں تو اس کو Avoid کرو۔ کیونکہ یہ اس کا پیشہ ہے' اور پیشہ ور مہمان سے بچو' لیکن "پیشہ ور میزبان" ہو جاؤ۔ اپنا دسترخوان Open رکھو۔ اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ شام کا کھانا آپ نے اپنی ٹیبل پر کسی ایک اجنبی کے ساتھ کھانا ہے تو چالیس دن کے اندر آپ کو فقیری مل جائے گی۔ جس نیت سے آپ یہ عمل کر رہے ہیں کہ میں نے کسی اجنبی کے ساتھ کھانا ضرور کھانا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک دن ایسا اجنبی بھیجے گا جو آپ کو فیض دے جائے گا۔ فیض گھر میں ملا کرتا ہے۔ اللہ کسی فاصلے کا تو نام نہیں ہے۔ اللہ فاصلے سے آزاد ہے' اللہ نیت کا فاصلہ طے کراتا ہے' نیت گھر میں ہوتی ہے۔ نیت یہ ہے کہ آپ اگر اپنے اندر ہی اندر قبلہ رو ہو گئے تو قبلہ آپ کے روبرو ہو گیا۔ اس لئے جب آپ کی نیت اللہ ہو جائے تو آپ کوئی عمل کریں تو وہ اللہ کی رضا کے لئے ہو گا۔ کسی بزرگ کی نشانی

یہ بتائی جاتی ہے وہ سڑک پر بیٹھے مہمان کو تلاش کر رہے تھے' اس دن کوئی مہمان نہ آیا وہ بھوکے ہی سو گئے۔ ایسے لوگ مہمان نہ آنے پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ مہمان کی عزت کریں اور پیشہ ور مہمان سے بچیں۔

مہمان ضرورت مند ہونا چاہئے چاہے اس کا دین کچھ بھی ہو۔ لیکن جو رشتے دار آپ کے ہاں مہمان آتے ہیں ان کا ایک الگ شعبہ ہے' وہ شعبہ ذی القرباء کا ہے یعنی وہ اقربا ہیں' اس لحاظ سے آپ پر واجب ہے اور خون کے لحاظ سے آپ پر ان کا حق ہے کیونکہ کسی وسیلے سے وہ آپ کے خون کا حصہ ہے اور وہ آپ سے خون کے ان ذرات کا حصہ لینے آتے ہیں۔ ان کو Accommodate کیا کرو' بلکہ جاتے وقت ان کو کچھ ضرور دے دیا کرو۔ اگر آپ کے تعاون سے ان کو Encouragement مل جائے تو ان کے بے شمار مسائل Confidence کے ساتھ حل ہو جائیں گے کیونکہ وہ گاؤں سے نیا شہر آیا ہوتا ہے اور اگر آپ کا تعاون مل جائے تو اسے Confidence مل جاتا ہے اور وہ شہر میں اپنے امکانات کو Explore کر سکتا ہے۔ اس کو یہ موقعہ ملنا چاہئے۔ یہ بات کہ رشتے دار کون ہوتے ہیں تو آپ کے اور آپ کی بیوی کے رشتے دار۔ اس کی حد یہ ہے کہ آپ کے اور بیوی کے فرسٹ کزن ہونے چاہئیں۔ ان کو مہمانوں کے خانے میں نہ رکھنا۔ اگر استاد آ جائے تو وہ گھر کا مالک ہے' اسے مہمان نہ سمجھنا' چاہے وہ پرائمری کا استاد ہو۔ اسے کہنا کہ جو آپ نے پہلا سبق پڑھایا تھا' آج بھی اس سبق کا حصہ ہے۔ اس طرح اگر والد کا کوئی دوست مل جائے تو اسے والد

کی طرح سمجھنا' والدہ کی کوئی کلاس فیلو مل جائے تو اسی طرح سمجھنا۔ اس لئے مہمانوں کے بارے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ باقی اگر آپ کی آنکھ کھل جائے تو آپ اپنے پاس اپنے گھر میں ہی مہمان ہیں۔ مہمان وہ ہوتا ہے جس کا قیام عارضی ہو' تو میرا خیال ہے اگر دنیا کو مہمان سرائے کہا جائے تو آپ کی ملکیت کیا ہے؟ ایک آدمی نے گھر پر بڑا مضمون لکھا تھا' اس نے سوچا کہ چڑیا کے گھونسلے کو تباہ کر دیا جائے' پھر اسے خیال آیا کہ پتہ نہیں یہ گھر چڑیا کا ہو اور میں اس کے گھر میں رہتا ہوں' نہ کہ وہ میرے گھر میں رہتی ہے۔ تو پتہ نہیں اس کا بسیرا تو بعد میں رہے گا اس لئے چڑیا کو شوں کر کے اڑا نہ دیا کرو یہ پتہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ مالک ہے اور آپ اس کے مہمان ہو۔ اس لئے بڑے دھیان کے ساتھ ان باتوں کا خیال کرو کہ مہمان کون ہے' جو مالک نہ ہو وہ مہمان ہوتا ہے۔ اگر آپ اپنی ملکیت نہ جتاؤ تو آپ بھی مہمان ہو۔ ساری کی ساری ملکیت امانت ہے اور آپ مہمان ہو۔ ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقامو تتنزل علیھم الملٰئکۃ یعنی جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس بات پر قائم ہو گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ تم ڈرو نہیں' کھاؤ پیو' ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ ان کا میزبان ہوتا ہے ان کے لئے یہ دنیا بھی خوشی کی بات ہے اور آگے بھی جنت ہے' ان کو ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ کھلانے سے رزق کم نہیں ہو گا ایسے لوگوں سے اللہ کہتا ہے نحن اولیاؤکم کہ ہم تمہارے دوست ہیں' اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اب جس نے ایک بار اللہ کو رب کہا تو اللہ کی طرف سے میزبانی ہو گی۔ اگر انسان کی آنکھ کھل جائے

اور اسے اس بات کا پتہ چل جائے تو وہ دیوانہ وار مہمانوں کو ڈھونڈے گا' اگر گھر میں سکون نہ ہوا یا رحمت کی کمی محسوس ہوئی اور دین میں تسکین نہ ہوئی تو فوراً" مہمان کو تلاش کرے گا۔ تو مہمان رب کا ایک روپ ہے۔ اگر کسی نے ساری عمر مال جمع کیا اور گن گن کے رکھا جمع مال وعددہ اور اسے کہو کہ حج کیوں نہیں کیا تو کہے گا وقت نہیں ملا۔ ایسے شخص کے پاس رزق بے شمار ہے مگر اللہ نے اسے اپنے رستے میں قبول نہیں کیا۔ ساری عمر جمع کرتا رہا لیکن آخری وقت میں یہ جمع کس کام کی۔ اگر اللہ قبول نہ کرے تو آپ کے پاس پڑا ہوا پیسہ آپ میں بڑا غرور پیدا کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں ہوتا۔ یہ پیسہ عذاب ہے۔ جو پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ ہو وہ راحت جاں ہے۔ دعا کرو اللہ کی راہ والا آپ سے کچھ لینے کے لئے آ جائے۔ اس مہمان کا شکر ادا کرو جس کی وجہ سے اللہ کی راہ میں Compulsory خرچ کرنا پڑ گیا ورنہ اس کا امکان نہیں تھا۔ اسی طرح سائل کنجوس کو سخی بنانے آ جاتا ہے۔ شکر کرو کہ اللہ نے تمہیں دینے والا بنایا۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ میزبان کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے۔ جب سرکارؐ نے یہ فرمایا تو لوگ مہمان کو ڈھونڈتے تھے' بھوکے کو ڈھونڈ کے کھانا کھلاتے تھے۔ کچھ صحابہ کرامؓ یہ کرتے تھے کہ دو دن کی بھوک رکھ کر دوسرے صحابیؓ کے پاس چلے جاتے تھے تاکہ اس کو بھوکے کو کھانا کھلانے کا ثواب مل جائے۔ بھوکا آدمی کھانا کھاتا جائے گا اور ساتھ ساتھ دعا کرے گا کہ یا رب العالمین میری بھوک مٹ گئی ہے' اب اس شخص پر فضل کر۔اس لئے ڈھونڈ کر بھوکے کو کھلاؤ' ڈھونڈ کر سائل کو

پیسے دو۔ بھوکے کو کھانا کھلانا اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کے حکم کا کوئی متبادل نہیں۔ اللہ نے حکم دیا کہ روزہ رکھو اور اگر نہیں رکھ سکتے تو دس بھوکوں کو کھانا کھلا دو۔ حالانکہ اللہ کے حکم کا Alternate نہیں ہوتا مگر یہاں Alternate نکال دیا کہ بھوکے کو کھلاؤ' یتیم کو کھلاؤ اور فقیر کو کھلاؤ۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم غنی ہیں اور تم لوگ فقیر ہو۔ اپنے آپ کو فقیر سمجھو' غریب سمجھو' پھر آپ کو مہمان کی قدر ہو گی کہ وہ غریب بھی ہے اور غریب الدیار بھی ہے اور ضرورت مند بھی ہے۔ شکر کرو اللہ نے آپ کا پیسہ قبول فرمایا۔ پرانے درویش مہمانوں کی بڑی آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ ایک روز اپنے درویش کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی کہ شاید میری عبادت کمزور ہو گئی ہے' کوئی مہمان نہیں آیا۔ جو مستند درویش ہیں ان کے بعد بھی آج تک لنگر پکتے جا رہے ہیں اور لوگ کھاتے جا رہے ہیں۔ فقیری ہے ہی لنگر۔ لنگر کا جاری ہونا فقیری کی ایک خاص قسم کی سند ہے۔ اگر آپ پاکپتن میں بابا فریدؒ کے ہاں جاؤ تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں دو اڑھائی سیر اناج کھایا' لوگوں نے پوچھا کہ اتنا کم کیوں کھایا تو فرمایا میں ایک سیر بھی کھا سکتا تھا لیکن میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضور پاک ﷺ کے کھانے کے قریب پہنچ جاؤں' اس لئے میں نے زیادہ کھا لیا۔ اس طرح حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے ہاں جو دیگ پکتی ہے وہ بڑی مشہور دیگ ہے۔ ایک سو بیس من چاول ایک وقت میں پکتے ہیں۔ آپ اپنے گھر میں پانچ کلو چاول پکاتے ہو تو شور مچاتے ہو کہ دیگ پکا لی ہے۔ اور جس کا اتنا بڑا لنگر ہے وہ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو عبادت میں قائم ہیں۔ اس طرح تعلیم دی ہے انہوں نے۔ یہ فقیری

ہے۔ لفظ "غوث" کا کیا مطلب ہے؟ غوث کا معنی مدد کرنے والا اور معانی کے ساتھ یہ مرتبہ ہے۔ غریب نواز ایک Title ہے اور اس کا مطلب ہے غریبوں کے ساتھ نوازشیں کرنے والا۔ یہی ان کا مرتبہ ہے۔ داتا صاحبؒ کے لفظ "داتا" کا مطلب ہے دینے والا' یہ ہندی کا لفظ ہے۔ فارسی میں لفظ ہے "گنج بخش" یعنی خزانہ دینے والا۔ تو داتا کا مطلب ہے دین والا' دینے والا' یعنی کہ کھلانے والا' پلانے والا اور رونقیں لگانے والا۔ وہ خود اپنے حال میں اور فقیری میں ہیں لیکن آنے والے کے لئے لنگر خانہ موجود ہے۔ اسی طرح آپ تونسہ شریف چلے جاؤ تو لنگر خانہ موجود ہے۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ تم کون آدمی ہو؟ بس لنگر مل جائے گا۔ اسی طرح بری امام سرکارؒ پہ چلے جاؤ تو لنگر ہے۔ کہیں چلے جاؤ لنگر خانہ موجود ہے۔ یہ لنگر خانہ کیسے چلتا ہے؟ آپ کے پیسوں سے چلتا ہے مگر آپ پیسے نہ دو تب بھی لنگر چلتا ہے۔ کمال تو یہ ہے! اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی ایسا سسٹم ہے کہ جس سے وہاں پر ربوبیت کا Exhibition ہوتا ہے۔ آپ کے ہاں مہمان آ جائے تو آپ کہتے ہیں کہ اس مہینے کا بجٹ خراب ہو گیا۔ جس آدمی کو باطن کی کوئی تنگی آ جائے اور کوئی بات سمجھ نہ آئے تو اسے چاہئے کہ دسترخوان کو Open کر دے تو دل "اوپن" ہو جائے گا۔ آپ کی Dining Table جتنی کھلی ہو گی آپ کا دل اتنا Open ہو جائے گا' دل میں کشادگی آئے گی' رزق میں کشادگی آئے گی۔ اس لئے مہمان کو ڈھونڈ کر لایا کرو۔ کچھ مہمان خود بخود آ جائیں گے۔ تو مہمان برکت ہے' رحمت خداوندی کی نوید ہے' آپ کی کنجوسی میں سخاوت کا شعبہ ہے۔ مہمان اللہ کی مہربانی ہے کہ اللہ اپنا دیا ہوا پیسہ اپنی

راہ میں قبول کرتا ہے اور اس مہمان کے دم سے آپ کو عزت ملتی ہے۔ آنے والا بھی مہمان ہے اور آپ بھی یہاں پر مہمان ہو۔ اقبال نے کہا تھا:

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

کہتا ہے تو جانے والا ہے تو میں بھی جانے والا ہوں۔ جب آپ کو یہ یقین آ جائے کہ ہم سب جانے والے ہیں تو پھر کیا مہمان اور کیا میزبان۔ ہم سب مسافر ہیں:

مسافر ہیں دنیا میں بازار امکاں کے تماشائی

ہم سارے کے سارے مسافر ہیں اور یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔ کیا آپ اپنے ساتھ کچھ مال لائے تھے' اور جو شخص اپنے ساتھ مال لایا تھا' وہ اپنے ساتھ مال لے جا سکتا ہے لیکن جو یہاں کا ہے وہ یہاں رکھ دے۔ لایا تو صرف برہنگی کا لباس تھا اب اس لباس میں واپس ۔۔ یہاں کا یہیں رکھ جا اور اللہ کا حصہ اللہ کو دے دے' تو تیرے پاس تیرا اپنا حصہ کیا ہے؟ اگر کوئی کہے کہ میں نے اپنا ذہن لگایا ہے تو ذہن کس نے دیا۔ ہاتھ کی قوت کس نے دی' اللہ نے دی۔ تو آج جو تیرے پاس رزق ہے اگر تو مانتا ہے کہ اللہ کی طرف سے رزق ہے تو مہمان کو بھی اللہ کی طرف سے مان۔ اور یہ احتیاط رکھتے ہوئے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کوئی چور ہی ہو۔ یہ احتیاط بھی ہونی چاہئے۔ تو مہمان کی بہت عزت کرو' حتی الوسع اس کے ساتھ نرمی کرو اور اسے آزردہ نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وجہا من

.....- اس کی Insult نہ کرنا' Insult کا مطلب یہ ہے کہ مہمان سے یہ نہ کہنا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو' اس کو At home محسوس کرو' اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مہمان سمجھو' پھر بات Easy ہو جائے گی۔ بس یہ سمجھو کہ آپ اس کا رزق کھا رہے ہو۔ اس لئے اسے ادب سے اور شوق سے کھلاؤ۔

سوال:

سر! آپ نے کہا ہے کہ اجنبی کو ڈھونڈیں تو ہم لوگ اپنے دوستوں کو عام طور پر سوسائٹی میں ڈھونڈتے رہتے ہیں اور اس کے لئے Public Relationings کرتے ہیں۔

جواب:

یہ جو Public Relationing ہے' یہ بات مہمانوں کے شعبے میں نہیں آتی۔ اس میں وہ مہمان نہیں ہے اور نہ کوئی غریب الدیار ہے مثلاً" اپنے محلے کے آدمی کو شام کو بلا لیں تو وہ مہمان نہیں ہے۔ بیٹی کی شادی ہے اور ولیمہ ہے تو یہ مہمان نہیں ہوتے۔ لوگ شادی کا ولیمہ بڑے بڑے ہوٹلوں میں دیتے ہیں اور ادھار لے کر دیتے ہیں' وہاں پر Selected Gathering کرتے ہیں۔ وہ آپ کی اپنی شہرت اور نمائش کے لئے ہوتا ہے۔ تو مہمان اور چیز ہے اور Public Relationing اور چیز ہے۔ یہ الگ فنکشن ہے۔ یہ جو پریذیڈنٹ ہاؤس میں روز کھانے ہوتے ہیں' یہ مہمان کی بات نہیں' یہ اور مجبوریوں کی بات ہے بلکہ ابتلاء کی بات ہے۔ یہ فضول خرچی کے ضمن میں آتا ہے۔ کیونکہ اس میں

بے شمار خرچہ ہوتا ہے اور قوم میں غریبوں کی حالت اور ہے۔ کھانا فقیری کی صفت ہے۔ فقیری کی حفاظت مہمانوں کی خدمت سے کرو۔ جب فقیری کی حفاظت کرنی ہو تو پیسے لے کے باہر نکل جاؤ اور مہمانوں کی خدمت کرو۔

سوال:

سر! کل دو شخص باتیں کر رہے تھے' وہ باتیں تو کچھ اور کر رہے تھے لیکن ان کے دل میں کچھ اور تھا' اس شخص سے تعلق بھی ہے تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس کے علاوہ کن کن لوگوں سے تعلق رکھا جائے؟

جواب:

اگر کسی کے اندر ظاہر اور باطن کا فرق نظر آ جائے تو اس سے تعلق مدھم کر لو' تعلق کم کر دو۔ جس آدمی کے قول و فعل میں فرق ہو جائے تو وہاں تعلق سے گریز کر لو۔ تمہاری نجات اسی میں ہے کیونکہ تعلقات کا رنگ جو ہے بغیر عمل کے بھی اثر کرتا ہے' آپ کوئی عمل نہ کریں اور جس آدمی کے باطن اور ظاہر میں فرق ہو۔ جو کہتا کچھ اور ہو' کرتا کچھ اور ہو' اگر اس کا پتہ چل جائے تو ایک تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ کو انسان سے آگاہی ہو گئی' دوسرا یہ کہ اس سے نجات پانے کے لئے تھوڑا سا الگ ہو جائیں۔ اگر وہ شخص آپ کا رشتے دار ہو تو پھر سلام کہتے ہوئے اس کے ساتھ اتنا تعلق رکھو جتنا واجبی ہو۔ تعلق رشتے کا ہو تو نہ توڑنا اور اگر تعلق اپنا بنایا ہوا ہو تو بے شک توڑ دینا۔ جو

تعلق خدا نے بنایا ہے وہ نہ توڑنا۔ جو خدا نے تعلقات بنائے ہیں مثلاً" بہن بھائیوں کے تعلق خدا نے بنائے ہیں تو آپ اس کو نہیں توڑ سکتے۔ جو بنے بنائے رشتے آ رہے ہیں ان کا احترام ہر حال میں واجب ہے' تم اس کو توڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ اللہ نے منع کر دیا ہے۔ آپ ماں باپ کو ترک نہیں کر سکتے' بہنوں کو نہیں نکال سکتے' اس بیٹی کا رشتہ خدا نے بنا دیا ہے' ان سب کا احترام لازم ہے کیونکہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ اقربا Define ہو چکے ہیں۔ بیوی کے اقربا ہیں' اور خاوند کے اقربا ہیں۔ ان کا اور حق ہے' آپ کو اس تعلق کی آخری دم تک حفاظت کرنی پڑے گی۔ میاں بیوی کو اپنے Relation کا آخری دم تک خطرہ لاحق ہو گا' بعض اوقات بڑھاپے میں ایسا اختلاف ہو جاتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات میں فساد آ جاتا ہے۔ Human Relation میں جس کو ایک بار اپنا کہہ چکو پھر اس سے بگاڑ پیدا نہ کرو' یہ ہے انسان کی عظمت۔ دوست کو دوست کہنے سے پہلے تحقیق کر لو' ایک بار پھر تحقیق کر لو اور اگر دوست بن چکے ہو تو پھر اس کی حفاظت کرو۔ اگر دوست میں منافقت آ رہی ہے اور اس کے ظاہر اور باطن میں فرق ہے تو اس کا یہ فرق نکالو' اس کی یہ مصلحت بھی منافقت ہوتی ہے' اس لئے اس سے Fight کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لم تقولون مالا تفعلون یعنی وہ کہتے کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو۔ ظاہر کا اور باطن کا فرق نہیں ہونا چاہئے۔ منافق کی تعریف اللہ نے یہ کی ہے کہ منافق وہ ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس جائے تو کہتا ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جب اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ان کے ساتھ مذاق کر

رہے تھے' مسلمانوں سے تو By the way بات کی تھی' اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ منافق کی بات پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔ منافق حج کر آئے تو سمجھو جھوٹ ہے۔ اور اللہ تعالی نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر منافق آپ کے پاس آئیں اور آکر یہ کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے رسول ہیں تو میں تو جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں' لیکن جو یہ منافق کہہ رہا ہے کہ آپ سچے ہیں' یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ گویا کہ منافق سچ بولے تب بھی جھوٹ ہے' دھوکہ ہے۔ منافق کے سچ پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے منافق سے تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔

سوال:

آج کل جس طرح کی زندگی جا رہی ہے اس میں کیا عمل کیا جائے اور ایمان کو کیسے بچایا جائے؟

جواب:

اس دنیا کے اندر آپ کے پیدا ہوتے ہی خود بخود عمل شروع ہو جاتا ہے چاہے انسان کا کوئی بھی عقیدہ نہ ہو۔ آپ خود بخود سکول چلے جاتے ہیں۔ سکول کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ عربی میڈیم والے درس نظامی کے بعد مسجد کے امام بن جاتے ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اسلام کو پسند کرتے ہیں لیکن مسجد کے امام کو پسند نہیں کرتے' وہ اپنے بچے دارالعلوم میں نہیں بھیجتے بلکہ انگریزی سکول میں داخل کراتے ہیں۔ کچھ بچے اردو میڈیم سکولوں میں پڑھنے جاتے ہیں۔ پھر داخلے کے لئے دوڑ

دھوپ اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اس میں ایمان کی کیا ضرورت پڑی۔ صحت میں کوئی نقص ہو جائے تو اپنے علاقے کے کلینک جانا پڑتا ہے۔ اس میں ایمان کی کیا ضرورت ہے۔ ڈاکٹر کی فیس' سکول کی فیس بلکہ ٹیوشن کی فیس کے پیسے دینے پڑتے ہیں۔ پھر آپ کو کمانے کی ضرورت پڑ گئی' جائز ناجائز۔ سماج کے مطابق مکان بنانا' شادیوں کے معاملات' اچھے رشتے کی تلاش' اچھی سواری خریدنا۔ یہ سب واقعات ایمان کے بغیر ہو رہے ہیں۔ گویا کہ سماج ایسی مشین ہے کہ سب کام خود بخود Settle ہوتے جائیں گے اور آپ خودبخود عمل پہ مجبور ہو جائیں گے۔ صبح سے شام تک یعنی زندگی کی ابتداء سے لے کر انجام تک عمل جاری ہے' اس میں اسلام کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ دفتر جانا ہو' مشین چلانی ہو تو بجلی کی ضرورت ہو گی اس میں دین کی کیا ضرورت ہے۔

سورج سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟ تو اس نے کہا میرا مذہب تو صرف روشنی ہے۔ سورج کا مذہب صرف روشنی ہے' سورج مسلمان نہیں ہے۔ آپ مسلمان ہیں۔ مسلمان ہوتا ہے کسی کو ماننے والا اور اللہ کی عبادت کرنے والا۔ عبادت کرنے والا مومن ہوتا ہے۔ اللہ ساری کائنات کا پالنے والا ہے اور اس نے ہمیں اسلام کا راستہ دکھایا ہے اور ان حالات میں ایمان کو محفوظ رکھنا کمال ہے۔ لوگ یہ کرتے ہیں کہ یورپ جاتے ہیں تو کہتے ہیں ساتھ میں عمرے کا ویزا بھی لگوا لو۔ یہ اضافی عمرہ ہوتا ہے' اصل نہیں کیونکہ یہ روٹ میں آگیا ہے۔ یہ ہیں آپ کے ایمان کے اور دین کے واقعات۔ ورنہ اگر اصل ایمان ہو تو آپ کبھی وہ کام نہ کریں جو ایمان کے علاوہ ہو۔ یہ بڑی مشکل اور

کٹھن زندگی ہے' حالات زمانہ اور طرح کے ہیں' اس میں ایمان کی جوت کو محفوظ رکھنا بڑا مشکل ہے۔ دعا کرو کہ ان حالات میں آپ کا ایمان محفوظ رہ جائے۔ ایمان پر دو چیزیں حملہ کرتی ہیں۔ پہلی چیز ہے "تسکین وجود" یا "لذت وجود"۔ وجود کی لذت کے سارے زمرے اور شعبے ایمان میں حائل ہوں گے۔ دوسری چیز ہے پیسے کی محبت۔ اگر یہ دو چیزیں نکل جائیں تو ایمان محفوظ ہو جائے گا۔ لذت وجود کا مطلب ہے اپنے جسم یعنی Body کو Gratification یا تسکین میں لانا۔ زیادہ سونا اور زیادہ کھانا اور زندگی میں بہت زیادہ Involvement۔ یہ سب لذت وجود ہیں اور ایمان کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ اسی طرح پیسے کی محبت ہے۔ جس طرح کرکٹ میں سینچری بناتے ہوئے کوئی ننانوے پر آؤٹ ہو جائے تو ہارٹ فیل ہونے کا امکان ہوتا ہے' اسی طرح پیسے جمع کرنے والا بھی سینچری پہ سینچری بناتا ہے۔ یہ سینچریاں گننے کے کام آتی ہیں اور کھانے کے کام نہیں آتی۔ جو پیسہ جو صرف گننے کے کام آئے اور کھانے کے کام نہ آئے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ایسا پیسہ لذت تو دے گا لیکن ایمان میں رکاوٹ ہو گا۔ ایسی تمام چیزیں جو وجود کی لذت کا باعث ہیں وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اگر یہ دو چیزیں نکل جائیں تو باقی کا اسلام محفوظ ہو جائے گا۔ آپ غور کرو کہ آپ کی اصل نیت کیا ہے۔ اگر آپ شادی سنت نبوی ﷺ کے لئے کرتے ہیں تو فقیر کے لئے تو یہ حکم اور اگر شادی لذت کی خاطر کرتے ہیں تو یہ حرام ہے۔ فقیر کے لئے شادی حکم ہے اور اگر شادی لذت کے لئے ہو تو اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ایسا وقت آ جائے تو نکاح سے بھاگ جاؤ۔۔۔

داتا صاحبؒ کے بارے میں آپ جانتے ہو کہ وہ اللہ سے مکمل آشنا ہیں' اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شادی ہونے لگی مگر اللہ نے مہربانی کر دی۔ تو داتا گنج بخشؒ ایسی ہستی ہیں کہ شریعت کے خلاف بات نہیں کر سکتے۔ جیسا ان کا منصب تھا اسی طرح کے ان کے فرائض ہوتے ہیں۔ فقراء نے تو یہاں تک کہا ہے کہ شادی کے جو احکامات ہیں اگر وہ لذت کے لئے ہیں تو یہ اتنا ہی گناہ ہے جتنا نکاح کے بغیر۔ اگر اللہ کا حکم سمجھ کے کیا جائے تو پھر صحیح ہے۔ حضور پاکؐ کا فرمان ہے کہ نکاح ہماری سنت ہے اور جس نے سنت کو ترک کیا وہ ہم میں سے نہیں۔ تو ہم حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہونے کے لئے شادی کرتے ہیں۔ اگر یہ نیت نہیں تو پھر کوئی ثواب نہیں۔ ایک حدیث شریف سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔ کچھ صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ' جس طرح آپ کے حکم میں استثناء ہوتی ہے تو کیا شادی کے حکم میں بھی کوئی استثناء ہے؟ آپؐ نے فرمایا آج کے بہت عرصہ بعد ایک وقت آئے گا جب انسان کے ماں باپ اور اس کے بیوی بچے اس کو ہلاک کر دیں گے' اگر ایسا وقت آ جائے تو اس وقت کے لئے میں حکم دیتا ہوں کہ بہتر ہے کہ انسان پہاڑوں میں چلا جائے اور شادی نہ کرے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا ایسا وقت آ سکتا ہے کہ ماں باپ یا بیوی بچے' انسان کو ہلاک کر دیں گے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایسا وقت ہو گا کہ ماں باپ اور بیوی بچے' انسان کو اس کی غریبی پہ غیرت دلائیں گے اور اس کے پاس ایمان بیچنے کے لئے کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا۔ اگر ایسا وقت آ جائے تو شادی سے بھاگ جاؤ اور اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔

پیسے کی محبت ایمان سے دور کرے گی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی پیسہ تھا مگر وہ سخی تھے۔ سخی کی کیا تعریف ہے؟ سخی وہ ہوتا ہے جس کے پاس پیسہ ہوتا ہے لیکن پیسے سے محبت نہیں ہوتی۔ ان کی محبت اللہ کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ پیسہ اللہ کی راہ میں قربان کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے الھکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر۔ یعنی تمہیں کثرت مال نے غافل کر دیا حتی کہ تم قبروں میں جا گرے۔ مال کی کثرت غافل کر دیتی ہے۔ مال کی کثرت کی محبت اور وجود کی لذت سے بچ جائے تو انسان کا ایمان محفوظ ہو جاتا ہے۔ تو آپ وجود کی لذت سے بچو' نیند فرض ہے لیکن اگر نیند لذت کے لئے ہو تو اس سے بچو' بھوک ہے تو کھانا کھاؤ مگر بہت زیادہ کھانے سے بچو' جسم کی لذت کے مضامین سے بچو' پیسہ گننے کی لذت سے بچو' اس طرح آپ کا ایمان محفوظ ہو جائے گا۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانی عطا فرمائے اور مشکل آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو آسان اور خوش بنا دے۔ آمین۔

○

۳

۱ موت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

۲ موت سے پہلے مرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۳ قوالی سنتے سنتے کوئی بے ہوش ہوجائے تو کیا اسے موت سے پہلے مرنا کہہ سکتے ہیں؟

۴ اسلامی شریعت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟

سوال :۔

موت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

ہم الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں اور الفاظ کے مفاہیم جو ہیں وہ بعض اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ کچھ الفاظ ہم ایسے استعمال کرتے ہیں جن کا معنیٰ سمجھ نہیں آتا۔ مثلاً" ایک لفظ ہم کہہ دیتے ہیں "کعبہ شریف"۔ کبھی تو یہ " مقام " خیال میں آتا ہے اور کبھی جائے نماز پر بنا ہوا ایک نقشہ خیال میں آتا ہے کہ یہی کعبہ ہے مگر یہ تو کعبہ نہیں ہے۔ پہلے جائے نماز سے کعبہ کی تصویر ہٹا دو۔ یہ کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ یہ جو ہے کعبے کا فوٹو ہے۔ کعبہ تو مقدس چیز ہے اور جائے نماز پر بنا ہوا صحیح نہیں ہے۔ تو اگر دل میں کعبہ نہ ہو تو پھر وہ جائے نماز پر بنا ہوا کعبہ کیا ہوا۔ کعبہ تو وہی ہے جس کی طرف آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اسے نیچے نہیں ہونا چاہئے۔ تو جس طرح لفظ "کعبہ" کے معنی بدلتے رہتے ہیں اسی طرح لفظ "موت" کے معنی بھی اور ہو سکتے ہیں۔ زندگی میں سوالوں کے

جواب شروع شروع میں سمجھ آ جائیں تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اب موت کے بارے میں یہ ہے کہ موت جو ہے کسی ایک Moment کا نام نہیں ہے۔ Moment کا معنیٰ "لمحہ" یعنی موت کسی ایک لمحے کا نام نہیں ہے۔ موت کے عمل کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کے عمل کی عمر ہے۔ ساری زندگی کا عمل جو ہے' یہ اصل میں موت ہی کا عمل ہے۔ تو جب ہم کہتے ہیں کہ ہم زندہ ہیں' دراصل ہم مرتے جا رہے ہیں اور جو آخری لمحہ ہے اس کو ہم موت کہتے ہیں۔ اصل میں موت سارے Process کا نام ہے' مثلاً" بچپن کے آشنا چہرے بچپن میں ہی رخصت ہونا شروع ہو گئے دادا' دادی' نانا' نانی' محلے دار' رشتے دار سب رخصت ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو نگاہ' منظر اور یادوں کی موت ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ بہت سارے لوگ اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ تو اس طرح موت شروع ہو گئی' یعنی زندگی کے ساتھ ہی موت شروع ہو گئی' بچپن کے دوست گئے تو موت شروع ہو گئی' بچپن کا اپنا زمانہ بھی گیا تو موت شروع ہو گئی' سکول کے دن بھی گئے تو موت شروع ہو گئی۔ حاصل گم ہو گیا تو موت ہو گئی۔ حاصل گم ہونا پوری موت ہوتی ہے' جن لوگوں کا دوست یا محبوب جدا ہو جائے تو وہ تو پوری موت ہوتی ہے۔ عزرائیلؑ نے سسّیؔ سے ملاقات کی تو اسؔ نے کہا ہم عزرائیل ہیں اور تیری جان لینے آئے ہیں تو وہ کہتی ہے کہ "جان تو وہ لے چکا" "کون لے گیا؟ وہ "کیچ کا راجہ' مہاراجہ' پنوں! تیرے لئے میرے پاس ہے ہی کچھ نہیں"۔ عزرائیل کو سسّیؔ نے واپس کر دیا۔ تو ہوا یہ کہ ایک محبت کرنے والا انسان اگر جان لے جاتا ہے تو یہ بھی ایک موت ہے۔ سسّیؔ کی جان پنوں

کے پاس تھی۔ جان کس کے پاس ہوتی ہے؟ جان محبوب کے پاس ہوتی ہے۔ محبوب کا چلے جانا بھی ایسے ہے کہ موت شروع ہو گئی' آہستہ آہستہ عمر کا ڈھل جانا بھی موت ہے۔ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ اس نے کہا تیری اپنی شکل ہے اور اسی شکل نے میت بن جانا ہے! کہتے ہیں کہ وہ مر گیا' کل تک تو وہ شخص وہی تھا جو زندہ تھا۔ اب مرا کون؟ زندہ کون تھا؟ اور درمیان میں کیا واقعہ ہو گیا؟ جس کو تم مردہ کہہ رہے ہو' ابھی اس کو زندہ کہہ رہے تھے۔ اب وہ بولتا نہیں ہے ۔ زندگی میں بھی کئی دفعہ نہیں بولا' پھر بھی تم نے اسے زندہ کہا' وہ چلتا نہیں تھا کیونکہ سویا ہوا تھا لیکن پھر بھی اسے زندہ کہتے تھے۔ لیکن اب کوئی واقعہ اس کے اندر ہو گیا ہے۔ وہ واقعہ کیا ہے؟ روح نکل گئی ہے۔ روح تو مرتی نہیں ہے' پھر تم روتے کیوں ہو؟ کیا جسم چلا گیا! جسم تو زندہ تھا ہی نہیں وہ مرے گا کیا؟ تو پھر مطلب یہ ہے کہ موت ہے کیا؟ زندگی اور موت ہے کیا؟ روح اور جسم کی ملاقات کا نام زندگی ہے اور جدائی کا نام موت ہے۔ جب روح اور جسم الگ ہو جائیں تو اسے موت کہتے ہیں' جب روح اور جسم اکٹھے ہو جائیں تو اسے زندگی کہتے ہیں۔ اگر زندگی زندہ ہوتی ہے تو موت مرتی ہے' یہ کچھ بھی نہیں ہوتا' یہ صرف آپ کا خیال ہے۔ فرض کرو اگر انسان کہتا ہے کہ وہ مر گیا تو مرنے کے بعد وہ انسان اپنے ماں باپ کے پاس چلا گیا اور زندگی میں بچوں کے پاس رہا۔ وہ شخص مرا کب؟ وہاں بھی اپنے ہیں' یہاں بھی اپنے ہیں' یہاں کو ہم زندگی سمجھ رہے ہیں' وہاں کو ہم موت سمجھ رہے ہیں' حالانکہ وہ ماں باپ کی گود میں چلا جائے گا اور آرام سے بیٹھے گا' وہ کہیں گے اتنی دیر لگا کے کیوں آئے

ہو۔ یہ کہے گا کہ مکان کی رجسٹری کرانی تھی یا انتقال کرانا تھا۔ مکان کو منتقل کرتے کرتے آپ انتقال کر جاتے ہو۔ تو بچے کس کے حوالے کر جاؤ گے؟ جس کے حوالے آپ کے والدین آپ کو کر کے گئے تھے۔ "آپ ہمیں کس کے حوالے کر گئے تھے"؟ وہ کہیں گے "ہم تو اللہ کے حوالے کر کے آئے تھے"۔ "تو ہم بھی اللہ کے حوالے کر کے آئے ہیں"۔ میرے بعد دنیا میں کیا ہو گا؟ میرے سے پہلے دنیا میں کیا ہوتا رہا ہے؟ سارا کچھ جو پہلے ہو گیا ہے وہ بعد میں بھی ہو جائے گا۔ ہم ایسے ہی گھبراتے رہتے ہیں' پریشان کرتے رہتے ہیں اپنے آپ کو کہ پتہ نہیں کیا ہو جائے گا یعنی اگر ہم مر گئے تو پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ اصل میں موت جو ہے یہ کسی جرم کی سزا نہیں ہے اور کسی محنت کا انعام نہیں ہے' جدائی عارضی ہے' اس لئے گھبرانے کی بات کوئی نہیں ہے' کیونکہ امر الٰہی ہے' اس لئے فکر کی بات کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کا بیٹا جدا ہو کے انگلینڈ چلا جائے تو پھر آپ خوش ہوتے ہو' چاہے اس نے دس سال کے بعد آنا ہو اور اگر اللہ کے پاس چلا جائے تو تم گھبراتے ہو' چاہے دو مہینے کے بعد تمہیں بھی جانا پڑ جائے! میرا مقصد یہ ہے کہ اس میں کوئی گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ مسلمان کے لئے گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ پہلی بات یہ کہ یہ امر الٰہی ہو رہا ہے اور یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو واقعہ حضور پاکؐ کے ساتھ ہوا وہ واقعہ سب کے ساتھ ہو رہا ہے' اس میں گھبراہٹ کی بات کوئی نہیں ہے اور مرنے کے بعد نیکی کا سارا منظر جو ہے' آگے ہے اور رخصت ہونے پہ ہے یعنی مرنے کے بعد نظر آنا ہے۔ مشکل کشاؑ کو ماننے والے مشکل کشاؑ کو مرنے کے بعد ہی مل

سکتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ سے ملاقات بھی بعد میں ہو گی اللہ سے بھی بعد میں ہو گی' پردہ یہاں ہے اور حقیقت وہاں ہے۔ تو اس لئے جب پردہ ہستی چاک ہوتا ہے تو حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ تو حقیقت کی طرف چلے جانا موت تو نہ ہوئی ناں! بلکہ اصل موت جو ہے وہ حقیقت سے قرب ہے۔ یہ غفلت ہے جس میں ہم بیٹھے ہیں اور وہ بیداری ہے۔ جب آپ سونے لگیں تو سوتے وقت محسوس ہو گا کہ دن کے کچھ واقعات یاد ہیں' آہستہ آہستہ واقعات بھولتے جائیں گے۔ سونے کے بعد پھر ایک اور' نیا منظر خواب میں شروع ہو جائے گا۔ دیکھنے والا سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہے لیکن سو رہا ہے' ادھر میں نے دیکھا کہ میں خواب میں کہیں چلا گیا اور انسان خواب میں اپنے آپ کو پورا زندہ سمجھتا ہے' بیدار سمجھتا ہے' اور پھر جب اس کی انکھ کھلتی ہے تو سمجھ آتا ہے کہ یہ تو خواب تھا اور پھر وہ واپس زندگی میں آ جاتا ہے۔ بس اسی طرح جب زندگی ختم ہو گی پھر محسوس ہو گا کہ یہ خواب ہی تھا۔ تو خواب میں بڑے کاروبار کئے تھے' ساری چیزیں کدھر چلی گئیں؟ پتہ چلا سارے کا سارا سودا دھرا ہی رہ گیا کیونکہ جب خواب ختم ہو جائے گا تو پھر تو وہاں کچھ بھی نہیں ہو گا۔ خواب ختم ہونے کے بعد آپ ہی آپ ہوں گے اور خواب کے عمل کا حساب ہو جائے گا کہ تم نے کیا کیا۔ یہاں سے لینا دینا کچھ نہیں ہے صرف سودے کا انداز ہی آپ کا عمل ہے' سودا آپ کا عمل ہے یعنی کہ یہاں اگر آپ یہ سمجھیں کہ کوئی سودا وہاں لے کر جانا ہے' تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ کسی انسان کے ساتھ دھوکا تو نہیں کیا' یہ عمل ہے' کسی انسان کو نقصان تو نہیں پہنچایا' یہ عمل ہے' کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حکم ر

چلتے رہے' یہ عمل ہے! عمل یہ نہیں ہے کہ آپ نے کوئی چیز حاصل کر لی ہے بلکہ چیز حاصل کرنے کے انداز کا نام عمل ہے کیونکہ حاصل تو صرف یہ ہے کہ للّٰہ ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض یعنی "زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کے لئے ہے"۔ سارے کا سارا مال اللہ کا اپنا ہے۔ پھر آپ نے کیا حاصل کرنا ہے! تو اس جگہ سے حاصل کچھ بھی نہیں ہونا کیونکہ فنا کی بستی ہے۔ اس فنا کے دیس میں قیام کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کو آپ یوں سمجھ لو کہ چار دن کی زندگی ہے' انسان نے چلنا ضرور ہے کیونکہ کوئی ٹھہرا نہیں آج تک' اس لئے آپ موت کو زندگی کا انعام سمجھو:

روزِ اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ

اور یہ کہ:

موت کیا ہے' حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
پیر' پیغمبر' ولی' درویش' مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

مطلب یہ ہے کہ آپ ہر روز موت کا عمل دیکھ رہے ہیں' رات کی موت سورج کا نکلنا ہے' اور سورج کی موت شام کا آنا ہے' مقصد یہ ہے کہ یہ واقعہ ہر روز آپ دیکھ رہے ہو۔ موت پر اداس ہونے والا ایمان میں کمزور ہے۔ اس کو اللہ کا عمل سمجھ کے اس کو دیکھتے جاؤ کہ یہ

کیا ہے؟ کہ بلانے والے نے اپنے پاس بلا لیا' پہلے بلانے والے نے بھیج دیا اور کہا کہ جاؤ کام کے لئے اور جب کام ختم ہو گیا' وقت ختم ہو گیا تو اب واپس جاؤ۔ اب یہ ممکن نہیں کہ آپ واپس نہ جاؤ۔ آپ کے پاس ایک Specified period ہے' ایک Retirement کی Age ہے۔ ایک Tenure ہے' مثلاً" آپ نے دس سال کام کرنا ہے' محدود سالوں کی زندگی ہے' ایک Limited Time ہے۔ جس چیز کا آغاز ہو گیا اس کا انجام ضرور ہونا ہے۔ جو بنا' وہ ٹوٹے گا ضرور۔ بننے والی چیز ٹوٹے گی' پیدا ہونے والا مرے گا اور آنے والا جائے گا۔ جو ہمیشہ سے ہے وہ ہمیشہ رہے گا۔ جس کا یوم پیدائش ہے اس کا یوم وصال ضرور آئے گا۔ اللہ کا نہ یوم پیدائش ہے نہ یوم وصال۔ وہ اس لئے ہر پیدائش سے پہلے ہے اور ہر موت کے بعد ہے۔ ازل سے پہلے ہے' ابد کے بعد ہے' جو لازوال ہے' اسے ہی خدا کہیں گے۔ اب یہ بات بھی سمجھ لو کہ اللہ کس کو کہتے ہیں؟ جو پیدا نہ ہوا اور جس کو موت نہیں ہے۔ پیدا ہونے والی شے کو اللہ نہیں کہتے۔ اللہ وہ نہیں ہوتا جو پیدا ہو۔ تو اللہ وہ ہے جو پیدائش سے باہر ہو اور موت سے باہر ہو۔ جس کا یوم پیدائش ہو' وہ انسان ہوا اور جس کا یوم وصال ہو' وہ انسان ہوا۔ اب اللہ چاہے جس کا ذکر جتنا مرضی بلند کر دے۔ حضور پاک ﷺ کے بارے میں فرمایا"ورفعنالک ذکرک" یعنی ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ حضور پاکؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا' اور ہمیشہ کی زندگی عطا کر دی۔ اللہ جسے چاہے شہید بنا دے اور جسے چاہے شہیدوں کا سربراہ بنا دے۔ لیکن ہم یہ کہیں گے کہ انسان' انسان ہے' اللہ' اللہ ہے کبھی یہ Confuse نہ کرنا کہ اللہ اور انسان ایک ہیں۔

موت جو ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ جدائی کا نام ہے۔ اگر محبوب اس طرف ہے تو موت بہت افسوس والی بات ہے۔ اگر محبوب وہاں ہے تو موت خوشی کی بات ہے۔ اس لئے اپنے محبوب وہاں کے رکھا کرو۔ جن لوگوں کے محبوب وہاں ہیں وہ پردے سے باہر ہیں' وہ آئندہ کے لئے ہیں' وہ بزرگ ہیں' وہ نیک ہیں' ان کے لئے تمام واقعات ہیں' ان کے لئے موت کوئی غم نہیں ہے۔ جن کا محبوب فانی ہے' ان کے لئے موت بڑے افسوس کی بات ہے اور جن کا محبوب باقی ہے ان کو افسوس ہی کوئی نہیں ہے۔ پیسے سے محبت کرنے والا موت میں بڑا دکھی ہو گا۔ مکان سے محبت کرنے والا موت سے بڑا دکھی ہو گا۔ ایک آدمی نے مکان بنایا' مکان بنانے کے بعد اس نے کہا کہ میں نیاز دے دوں' داتا صاحبؒ کے نام کی نیاز دے دی۔ دیگ پکا کے درمیان میں رکھ دی گئی۔ وہ آیا اور دیگ تقسیم ہو گئی تب اس نے کہا یہ تم نے کیا کر دیا' میرا فرش خراب کر دیا' دیگ کی کالک لگ گئی ہے۔ ایک جاننے والے نے کہا تیری نیاز منظور نہیں ہوئی ہے' جس نام کی نیاز کر رہا ہے اس سے بھی تو Allergic ہے۔ اگر کسی کے نام کی نیاز ہو تو دیگ کی کالک گندی نہیں ہوتی' ان کا ادب نہیں ہے تو پھر تو نے پکایا کیا اور کھایا کیا؟ تعلق نہ رکھنے والا موت میں دکھی ہو گا۔

لہٰذا موت جو ہے اس میں دیکھنا یہ ہے کہ کس چیز سے جدائی ہو رہی ہے۔ موت جدائی بھی ہے' موت وصال بھی ہے۔ تم نے یہ دیکھنا ہے کہ محبوب کس طرف ہے۔ اگر محبوب دنیا میں رہ گیا ہے تو پھر موت بہت افسوس کی بات ہے' اور اگر محبوب آگے ہے تو موت وصال ہے۔

اس لئے اس کا نام وصال رکھا گیا' ایسی جدائی کا نام وصال ہے۔ اس لئے نہ کوئی انسان مرتا ہے' نہ کوئی جیتا ہے۔ یہ خیال کی بات ہے اور یہ واقعات کی بات ہے۔ جس گھر میں آپ رہتے ہیں' ہر وقت بچے آپ کے ساتھ تو نہیں رہتے' ہر روز آپ سو جاتے ہیں' ہر روز کام کرتے رہتے ہیں۔ تو موت جو ہے یہ اللہ کے پاس چلے جانے کا نام ہے۔ لیکن جو لوگ یہاں بھی اللہ کے پاس ہیں ان کے لئے موت جو ہے کوئی شے نہیں ہے' تو ایمان کی تعریف یہ ہے کہ انسان موت سے اداس نہ ہو' یہ امر ہے اللہ تعالیٰ کا' اور کہتے ہیں کہ موت جو ہے بعض اوقات برے آدمی کو گناہ سے بچا جاتی ہے کہ آئندہ گناہ نہ ہو گا کیونکہ وہ جلدی فارغ ہو گیا اور نیک آدمی کو کہتے ہیں کہ موت نیکی سے محروم کر دیتی ہے۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا عمل کیا ہے؟ تو ماننے والا چلا گیا' اس کے لئے اللہ کا امر آ گیا اور زندہ رہنے والے پر فرض یہ ہے کہ وہ اس کے لئے یاد کا تحفہ رکھے۔ اصل میں راز یہ ہے کہ جس کو تم بھول گئے وہ مر گیا اور جس کو تم نے یاد رکھا وہ کبھی نہ مرا۔ تو موت کیا ہے؟ فراموشی کا نام ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اگر تم کسی کو یاد رہے تو موت نہیں ہے۔ جتنے بزرگوں کو تم یاد کرتے جا رہے ہو وہ سارے زندہ ہیں۔ جن کے آستانے پہ جاتے ہو' جن کے مزار پہ جاتے ہو' جن کی آپ زیارتیں کرتے ہو' جن کے آپ حج کرتے ہو' وہ سب زندہ ہیں کیونکہ "زندہ" یاد کا نام ہے اور اگر یاد رخصت ہو گئی تو بندہ زندگی میں مر گیا۔ اگر کسی سے کہیں کہ آپ کے سارے دوست آپ کو بھول گئے ہیں' بس وہ مر گیا۔ کچھ لوگ زندگی میں مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ موت میں زندہ ہو جاتے

ہیں۔ اس لئے نہ کوئی موت ہے' نہ کوئی زندگی ہے۔ یہ سب رونق ہے' میلہ ہے' گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' یہ منظر روز ہی مرتا رہتا ہے' یہ روز ہی زندہ ہوتا رہتا ہے۔ یہ ایک Process چلا آ رہا ہے' ازل سے چلا آ رہا ہے' انسان مرتا آ رہا ہے اور انسان ابھی تک نہیں مرا یعنی مکمل طور پر انسان مر نہیں گئے۔ انسان کی ایک زمانے سے اکائی چلی آ رہی ہے یعنی ایک ایسی اکائی چلی آ رہی ہے کہ کب سے انسان مرتا ہی چلا جا رہا ہے لیکن پھیلتا بھی جا رہا ہے' مرتے مرتے پھیلتا جا رہا ہے۔ قبرستان بھی بڑھتے جا رہے ہیں' بندے بھی بڑھتے جا رہے ہیں۔ بندہ مرتا ہے اور زندہ ہے' مرتا ہے اور زندہ ہے' مرتا ہے اور زندہ ہے! وہ لوگ جو بے مقصد زندہ رہتے ہیں ان کو موت ستاتی ہے اور جو بامقصد رہتے ہیں ان کا موت کچھ نہیں کر سکتی۔ مقصد جو ہے یہی ایک چیز ہے جو موت سے بچاتی ہے' بامقصد زندگی موت سے آپ کو بچاتی ہے۔ مقصد کا آغاز ہو جائے تو انسان موت سے بچ جاتا ہے۔ کوئی مقصد' جسے Devotion کہتے ہیں اگر Devotion یا عقیدت یا عزم یا استقامت کسی کام کے لئے ہو جائے تو پھر اللہ کے فضل و کرم سے موت کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے حکم پر چل پڑو تو موت کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ محبت کے راستے پر چل پڑو تو وہاں بھی موت سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ کوئی اگر کہتا ہے کہ کون سا موسم ہے تو محبت کرنے ولا کہتا ہے کہ ایک ہی موسم ہے۔ محبت کرنے والوں کا ایک ہی موسم ہے' ان کے دو موسم ہوتے ہی نہیں ہیں۔

اب آپ غور کرو کہ یاد کا نام زندگی اور بھول جانے کا نام موت ہے' اور

وصال کا نام زندگی اور جدائی کا نام موت۔ محبوب اس طرف ہو تو موت ہے اور اگر آگے کی طرف ہو تو یہ زندگی ہے۔ اس لئے آپ اللہ کے فضل پر چلو۔ موت سزا نہیں ہے۔ بعض اوقات موت انعام بھی ہے یعنی دنیا کے اندر عظیم ہستیاں یعنی عظیم شہدائے کرام جو ہیں یہ موت کی ہی کہانی ہے' اگر عزم کے ساتھ ہو جائے تو یہ بڑی Great بات ہے' ہے تو یہ موت' لیکن اصل میں شہادت ہے۔ اس موت کا نام شہادت بن گیا۔ جب موت شہادت بن جائے گی تو یہ عظمت بن جائے گی حالانکہ یہ موت ہے۔ موت بے مقصد انسان کی ہوتی ہے۔ موت جو ہے دنیادار کی ہوتی ہے۔ موت دنیا کے طلبگار کی ہوتی ہے' جو یہاں ٹھہرنا چاہے اس کی موت ہوتی ہے' جو پہلے ہی نکلنا چاہے وہ اس طرح ہے کہ :

تاڑی مار اڈا نہ باہو
اسی آپے ای اڈن ہارے ہو

یعنی اے باہو ہمیں زبردستی نہ اڑا' ہم خود ہی اڑنے والے ہیں' ہم پہلے ہی موت کی طرف چلنے والے ہیں' اس لئے ہم تو پہلے ہی تیار بیٹھے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عزرائیلؑ حضرت نوحؑ کے پاس گئے' حضرت نوحؑ پہچان گئے۔ عزرائیلؑ نے کہا امر الٰہی آگیا' اس سے پہلے کہ روح اور جسم کی جدائی کا اللہ کا حکم میں پورا کروں آپ یہ فرمائیں کہ آپ نے طویل زندگی پائی' ۹۰۰ سال کی زندگی پائی' آپ نے زندگی کو کیسا پایا۔ انہوں نے کہا کہ واقعہ تو اتنا سارا ہے کہ یہ چند روزہ زندگی تھی جو میں نے تیرے انتظار میں گزاری ہے۔ میں نے یہ نو سو سال کی زندگی تیرے

انتظار میں گزاری ہے۔ بات اتنی ساری ہے کہ اگر زندگی نوسو سال کی ہو تب بھی جدائی آنی ہے کیونکہ عزرائیل کو آنا ہے بلکہ آپ کا اپنا ہی نام ہوتا ہے عزرائیل ۔ یہ اندر سے مرتا چلا جاتا ہے' باہر سے موت نہیں آتی ہے بلکہ اندر کا عمل جو ہے بند ہو جاتا ہے۔ اندر ہی اندر ایک Process بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مومن جو ہیں وہ موت سے گھبراتے نہیں اور آپ اندازہ لگاؤ درویشوں کے کمال کا' بزرگان دین کا۔ آپ کہتے ہو کہ آپ کی زندگی جو ہے مر چکی ہے' زندگی میں اداسیاں اور تاریکیاں ہیں اور وہاں ان کے مزار پہ' موت پہ میلہ لگا ہوا ہے۔ سارے آستانے جو ہیں یہ قبرستان ہیں' یہ مرے ہوئے لوگ ہیں۔ مثلاً" یہ مادھو لال حسینؒ ہیں' اندر قبر ہو گی' مطلب یہ ہے کہ بندہ مر چکا ہے لیکن وہاں میلہ ہے۔ موت کے اندر میلہ لگانا ہی تو فقیری ہے۔ درویشی کیا ہے؟ موت پہ میلہ لگا دینا۔ اور دنیا داری کیا ہے؟ میلے کے اندر موت۔ دنیا دار کہتا ہے مرتے وقت اتنا مال چھوڑ گیا اور زندگی میں کہتا ہے بڑا افسوس ہے' ہم غریب ہوتے جارہے ہیں کیونکہ اب صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ باقی رہ گیا ہے' پتہ نہیں ہمارا کیا ہو گا۔ اور کوئی دنیا دار یہ کہتا ہے کہ ترقی نہیں ہو رہی ہے' مدت ہو گئی ہے۔ حاکم وقت گھبراتا رہتا ہے کہ کیا ہو گیا؟ کہتا ہے پکی بات ہونی چاہئے۔ زندگی خود کچی ہے' ریت کی طرح ہے۔ ریت کے اندر کیا پکی بات ہو گی۔ برف کی سل میں کیا پکی بات ہو گی کیونکہ برف نے پگھل ہی جانا ہے۔ برف نے اندر ہی اندر پگھل جانا ہے اس لئے زندگی میں پکی بات کوئی نہیں ہے۔ یہ جو آپ میں Sense of Insecurity کا خیال آتا ہے تو لفظ Security کی تمنا ہی

تمہیں Insecure کرتی ہے۔ اصل میں Insecure کون کرتا ہے؟ Security کی تمنا۔ جتنا تم محفوظ ہونا چاہتے ہو' اتنا ہی غیر محفوظ ہوتے جاتے ہو۔ یہ یوں سمجھ لو کہ زندگی ایک بہت بڑی شاہراہ ہے یعنی Highway ہے۔ اس شاہراہ پر بڑے امکانات ہیں' بڑے راستے ہیں' بڑے واقعات ہیں' چلتے چلتے جاؤ۔ اب جب جوانی آئی تو یہ Highway بڑی وسیع ہے' آپ سب کچھ کر سکتے ہو' یعنی یہ بھی کر سکتے ہو۔ وہ بھی کر سکتے ہو ایک وقت تھا کہ آپ جہاں سے مرضی پلاٹ خرید لو۔ پھر انتخاب کرتے کرتے آپ نے ایک ہی پلاٹ منتخب کر لیا۔ اس طرح باقی سارے Chances ضائع ہو گئے کیونکہ آپ نے ایک چانس اختیار کر لیا' پھر ایک مکان بن گیا' پھر آپ نے ایک نقشہ بنا لیا تو باقی نقشے سارے مر گئے اور صرف ایک نقشہ رہ گیا۔ اس مکان میں آپ نے اپنی زندگی گزارنی ہے۔ اب یہ زندگی جو ہے ایک سڑک سے ایک گلی میں آ گئی یعنی ایک بند گلی میں' جہاں سے واپسی مشکل ہے۔ یہیں سے اس بندے نے یا بوڑھا ہو کے نکلنا ہے یا مر کے نکلنا ہے۔ اس طرح وہ شخص امکانات کی ہائی وے سے بند گلی میں پہنچ گیا۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا مکان بنا رہا ہوں' انہوں نے کہا بیٹا بہت اچھا مکان بناؤ۔ اس نے پوچھا کیسا بناؤں' پیر صاحب نے کہا بس ایسا بناؤ کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو' بس یہی کچھ ہم نے کرنا ہے کہ ایسا مکان بنانا ہے کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جنہیں چھوڑتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ ایک بادشاہ تھا' اس بادشاہ کا آخری وقت آ گیا تو جان نہیں نکل رہی تھی' اس وقت جان اٹک گئی' مولوی

اور حافظ سورۃ یٰسن پڑھتے رہے۔ آخر اس زمانے کے درویش کے پاس گئے اور کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ جہاں پناہ کی جان نہیں نکل رہی ہے' تیس چالیس دن ہو گئے ہیں' بڑے عذاب میں مبتلاء ہیں' اس سلسلے میں کیا کیا جائے۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ یہاں پر سورۃ یٰسن کام نہیں آئے گی' اس شخص کو وہ خزانہ دکھاؤ جو یہ ہندوستان سے لائے تھے۔ یہ محمود غزنوی کی بات ہے۔ جب اس کو خزانہ دکھایا گیا تو اس نے سوچا کہ میں یہ سب چھوڑ کے جا رہا ہوں اور اس بات سے اس کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ آپ کی پڑی ہوئی چیزیں جو ہیں ناں یہی آپ کو مارتی ہیں۔ قبر میں آپ کچھ ساتھ لے کر نہیں جا سکتے۔

تو زندگی صرف یہاں ہے۔ وہاں تو پھر آپ نے ہر شے سے نکل کر جانا ہے۔ اس لئے موت کیا ہے؟ اجزاء کا پریشاں ہونا۔ آپ اپنے حاصل سے الگ ہوتے جا رہے ہو اور آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ کسی آدمی کی نظر کمزور ہو جاتی ہے جو کہ کل تک ٹھیک تھی۔ اس کا نام موت ہے! کسی آدمی کا باضمہ خراب ہوا تو معدہ کی موت ہے' کسی آدمی کا دوست جدا ہوا تو یہ موت ہے! کسی آدمی کا کوئی بزرگ یعنی دادا' نانا مر گیا تو یہ اس کی اپنی موت ہے! کسی آدمی کے پیسے گم ہوئے' موت ہے! کسی کے جسم میں کوئی واقعہ ہو گیا تو یہ اس کی اپنی موت ہے! شہر میں اگر کوئی واقعہ ہو گیا تو یہ موت ہے! خیال میں کوئی منظر ٹوٹ گیا تو یہ موت ہے! موت تو لگا تار چلی آ رہی ہے۔ پھر زندگی کیا ہے؟ زندگی جو ہے آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ موت کیا ہے؟ یہ بھی آپ کا اپنا نام ہے۔ تو اپنے نام پر دھیان رکھا کرو۔ آپ مطمئن رہو' اس لئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ

اس زندگی میں انسان نے نہ کچھ کھونا ہے' نہ پانا ہے اس نے صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ آپ زندگی میں آ گئے ہیں اور اب جانے کا انتظار کرو۔ اس میں گھبرانا نہیں ہے کچھ لوگ چلے گئے ہیں' باقی جو ہیں وہ تیار بیٹھے ہیں۔ آپ نے تیار رہنا ہے اور گھبرانا نہیں ہے۔ جانے والوں کے لئے دعا کیا کرو اور انہیں بھول نہ جایا کرو۔ جانے والوں کا یہ بڑا کمال ہوتا ہے کہ زندہ رہنے والوں کو خدا کے ساتھ ملا جاتے ہیں' ایسا غم دے جاتے ہیں کہ زندہ رہنے والے خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔ کسی مولوی نے کبھی خدا کے قریب نہیں کیا' کسی بادشاہ کے شرعی قانون نے نہیں کیا بلکہ مرنے والا قریب کر گیا۔ ایسا غم دے گیا کہ خدا کے قریب کر گیا۔ یہ ہوتی ہے جانے والوں کی مہربانی کہ وہ جا کر آپ کو خدا کے قریب کر جاتے ہیں۔ اس لئے جانے والوں کو سلام' اور ٹھہرنے والے اپنی باری کا انتظار کریں' مگر گھبرانا نہیں ہے کیونکہ وقت پر جانا ہے اور اس وقت سے پہلے نہیں جا سکتے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ بڑے گھبرائے ہوئے آئے حضور پاک ﷺ کے پاس اور موت کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری موت ہی تمہاری حفاظت کرتی ہے۔ زندگی کی حفاظت کرنے والی شے موت ہے۔ موت نے زندگی کو کسی حادثے میں ختم نہیں ہونے دینا جب تک وہ وقت نہیں آ جاتا۔ تمہیں اس وقت تک موت نے بچا کے رکھنا ہے جب تک خود نہ آ کر تمہیں مل لے اور کہے السلام علیکم۔ کہتے ہیں ابھی ابھی بس کا ایک حادثہ ہوا اور ایک بندہ بچ گیا' پھر وہ جہاز میں گیا' جہاز کا حادثہ ہوا' سارے چلے گئے اور وہ بندہ پھر بچ گیا۔ سب دریا برد ہو گئے لیکن وہ بندہ پھر بچ گیا' ہر جگہ وہ بندہ بچ گیا بچ کے کنارے پہ آیا تو

وہاں عزرائیلؑ کھڑا تھا اور کہا کہ چلو وقت آگیا ہے۔ موت کا دن مقرر ہوتا ہے۔ نہ کوئی احتیاط اس سے بچا سکتی ہے اور نہ کوئی حادثہ اس کو ختم کر سکتا ہے کیونکہ اس کا ایک دن مقرر ہے۔ ایک دفعہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک آدمی بھاگا بھاگا آیا اور بولا آپ حاکم وقت ہیں' زمین اور آسمان کے بادشاہ ہیں' آپ مہربانی کر کے مجھے بچائیں' میرے پیچھے عزرائیلؑ لگا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر آپ کا کیا کیا جائے۔" آپ مجھے یہاں سے بہت دور ہندوستان بھیج دیں" انہوں نے اسے ہندوستان بھیج دیا۔ دوسرے دن عزرائیلؑ حضرت سلیمانؑ سے ملے تو پوچھا کہ کل ایک شخص آیا تھا' اس کا کیا بنا۔ انہوں نے کہا میں حیران پریشان تھا کہ اس بندے کی موت ہندوستان میں لکھی ہوئی ہے اور یہ ابھی تک یہاں بیٹھا ہوا ہے' ٹائم پورا ہو گیا ہے' اب کریں تو کیا کریں۔ یہ تو آپ نے مہربانی کی کہ اس کو وہاں پہنچا دیا اور میں نے وہاں اس کی روح قبض کر لی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں تمہیں کس وقت مرنا ہے' کسی کو نہیں پتہ کہ دفن کہاں ہونا ہے' کسی کو نہیں پتہ کہ سانس کہاں ختم ہونی ہے۔ اس لئے دعا کیا کرو کہ یا اللہ سلامت رکھ اور سب کے ساتھ سلامت رکھ۔ زندگی کیا ہے؟ سب کا ساتھ۔ اور جدائی کا نام موت ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دونوں کو سلامت رکھے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں مرنے سے پہلے مرنا' اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

مرنے سے پہلے مرنا' یہ آسان بات ہے۔ مرنے کے بعد جو کچھ تمہارے بغیر ہونا ہے وہ کچھ اپنی موجودگی میں کر لو۔ جو چیز مرنے کے بعد تمہارے بغیر چل جائے وہ چیز زندگی میں اپنے بغیر چلنے دو۔ اسے کہتے ہیں مرنے سے پہلے مرنا۔ یعنی آپ کے جانے کے بعد آپ کا گھر چل جائے گا اور لوگ گزارہ کریں گے یا نہیں کریں گے؟ یہ آپ کی موجودگی میں نہیں ہوتا۔ کبھی اپنے آپ کو Withdraw کر کے دیکھ لو۔ اس سے پہلے کہ آپ کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا جائے' آپ کیوں ناں تھوڑا سا ایک طرف ہو جاؤ۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مر جانا۔ ایک دن آپ نے کھانا چھوڑ دینا ہے' کھانے کی موجودگی میں ہاتھ کھینچ کے دیکھو۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مر جانا۔ گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی زندگی جیسے معطل ہوتی ہے اس کو زندگی کے اندر ہی تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دو۔ تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ بات کیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے ایک مقصد کے لئے اپنے آپ کو Devote کر دو تاکہ باقی مقاصد ہیچ ہو جائیں۔ بس یہیں سے آپ کو مل جائے گا مرنے سے پہلے مرنا اور موت سے پہلے موت۔ مثلاً" آپ نے ایک Cause بنا لیا' ایک بزرگ کے ساتھ نسبت کر لی۔ اب اگر آپ پیدل حج پہ جاتے ہو تو چھ مہینے جانے میں لگاؤ اور چھ مہینے آنے میں لگاؤ یعنی سال میں ایک حج یا دو سال میں ایک حج یا تین سال میں ایک حج۔ آپ چلتے جا رہے ہو اور آپ کا کام ہے چلتے رہنا' چلتے رہنا۔ اب

آپ مرنے سے پہلے مر گئے۔ باقی کے شعبۂ حیات کہاں گئے؟ گھر والے کس کے حوالے کر آئے ہو؟ کہتا ہے جس کے سفر میں جا رہا ہوں انہی کے حوالے کر آیا ہوں۔ مرنے سے پہلے مرنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کام میں ایسے لگ جانا کہ باقی کے سارے کام اللہ کے سپرد کر دینا۔ یہ ایک کیفیت میں گم ہو جانا ہے۔ یعنی ایک کیفیت میں ایسے گم ہو جانا کہ باقی ہر چیز سے بے خبر ہو جانا:

منم محوِ خیال اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی میں اس کے خیال میں ایسا گم ہوا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا اور اس کے وصال میں ایسا غرق ہوا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔

اس سے پوچھو کہ آپ کہاں جا رہے ہو؟ کہتا ہے مجھے نہیں پتہ کہاں جا رہا ہوں۔ تو وہ اس خیال میں گم ہو گیا۔ یہ ہے مرنے سے پہلے مر جانا' اپنے آپ سے علیحدہ ہو جانا۔ جدا ہو جانا' اپنے آپ کو چھوڑ دینا۔ جو چیزیں زندگی والے کرتے ہیں' وہ نہ کرنا۔ ایک آدمی " مرنے سے پہلے مرنے والا " درویش تھا' اس نے روزہ رکھا ہوا تھا' کسی شہر میں داخل ہو رہا تھا۔ وہاں لوگوں نے اس کے استقبال کے لئے ہجوم اکٹھا کر دیا۔ اس کو پتہ چلا سارے شہر کا ہجوم ہے' تو جب ہجوم کے قریب آیا تو اس نے کھانا شروع کر دیا۔ تو مریدوں نے کہا آپ نے لوگوں کے سامنے یہ کیا کر دیا ہے؟ درویش نے کہا لوگوں کے سامنے تو میں نے روزہ توڑ دیا اور اس کی قضا میرے لئے آسان ہے لیکن یہ جو تعریف کا جِن ہے یہ برداشت کرنا

میرے لئے مشکل ہے۔ تو اپنے آپ سے جو مرجاتے ہیں وہ شہرت سے الگ ہو جاتے ہیں' دولت سے بھی الگ ہو جاتے ہیں۔ نیک نامی اور بدنامی دونوں سے فارغ ہو جاتے ہیں' ایک مقصد میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مشاہدہ ہے' مرنے سے پہلے مرجانا ایک مشاہدہ ہے۔ یہ کرنا چاہئے لیکن یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اور سوال پوچھو ——————

سوال:

قوالی سنتے سنتے کوئی آدمی بے ہوش ہو جائے تو کیا اس کو موت سے پہلے مرنا کہہ سکتے ہیں؟

جواب:

ایک بزرگ قوالی سن رہے تھے۔ ایک مصرعہ آگیا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

یعنی تسلیم کے خنجر سے ہلاک ہونے والے کے لئے۔

جب یہ مصرعہ انہوں نے سنا تو ان کا وصال ہو گیا یعنی کہ اتنا سننا اور پھر اس کے ساتھ برابر ہو جانا' یہ ایک لمحے کا نہیں بلکہ زندگی بھر کا عمل ہے۔ عارضی طور پر گم ہو جانا مرنے سے پہلے مرنا نہیں ہے۔ مرنے سے پہلے مرنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے تاکہ وہ باقیوں سے بالکل جدا ہو۔ اب ان کے آستانے پر قوالی نہیں ہوتی۔ ان کا نام کیا ہے؟ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ۔ یہ ہیں موتوا قبل ان تموتوا یعنی موت

سے پہلے مرنے والے۔

سوال:

اسلامی شریعت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے یا نہیں؟

جواب:

یہ تو گورنمنٹ کے قانون ہیں۔ اسلام کے بارے میں اسلام کی باتیں موجود ہیں۔ اسلام کے اندر کوئی ایسی ویسی بات جائز نہیں ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ کوئی شخص غریبی کے ڈر سے اولاد کو ضائع کرتا ہے یا قتل کرتا ہے تو بڑی گرفت میں آئے گا۔ و لا تقتلوا اولادکم من خشیته املاک یعنی اولاد کو رزق کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ بای ذنب قتلت "میں کس گناہ میں قتل کی گئی"۔ کس طرح ان لوگوں نے اولادوں کو قتل کیا تھا۔ اسلام ان باتوں کو نہیں مانتا۔ اسلام غریبی سے نہیں ڈرتا بلکہ امیری سے ڈرتا ہے' یہ تمہاری بے ایمانیاں ہیں جو غریبی سے ڈرتی ہیں' اسلام غریبی سے نہیں ڈرتا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا ڈر نہ ہوتا تو تمہیں سونے اور چاندی کے مکانات دے دیتا لیکن تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میری امت جو ہے یہ شرک تو نہیں کرے گی لیکن یہ دولت کے اندر اتنی گم ہو جائے گی کہ اس کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اونٹوں کی مہار لے کر چلنے والے' اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے تو پھر مشکل وقت آ جائے گا۔ ایسا واقعہ آیا پڑا ہے۔ تو غریبی سے نہ ڈرو بلکہ دولت سے ڈرو۔ خطرہ کس سے ہے؟ دولت سے ہے' گمراہ تمہیں دولت نے کرنا ہے' غریبی نے نہیں کرنا۔ یہ

تقسیم بھی ہمیشہ کے لئے یاد رکھ لو کہ اسلام میں Good اور Bad اچھے اور برے کی تقسیم ہے' ایک اچھا امیر' دوسرا برا امیر۔ برا امیر وہ ہے جو پیسے کے ذریعے برائی کو خریدے' برائی کو فروغ دے' اچھا امیر وہ ہے جو پیسے کے ذریعے نیکی کو فروغ دے۔ برا غریب بہت برا ہے' برا غریب وہ ہے جو دوسروں کے مال پر قبضہ کرے اور فراڈ کرے' چوری کرے' ادھر کرے' ادھر کرے' لوگوں کے مال پر نگاہ رکھے۔ برا غریب ایک اور بھی ہے جو خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔ اچھا غریب وہ ہے جو یہ جانتا ہو کہ ہمارے بزرگوں نے بلکہ حضور پاکؐ نے غریبی کو پسند فرمایا ہے۔ تو غریب جو ہے اگر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو تو غریب ہی اللہ کے قریب ہے اور ایک جگہ پر غریب مایوس ہو جائے پھر وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ غریب بہت مشکل سے بچتا ہے جو مایوس ہو جائے۔ بس آپ اچھے امیر کا ذکر کرو اچھے غریب کا ذکر کرو۔ برا دونوں حالتوں میں برا ہے۔ اسلام کے اصول اٹل ہیں اور طے ہیں۔

سوال:

کوئی شخص مر جائے تو اس کے لئے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ کیا یہ عذاب اس کے جسم پر ہوتا ہے یا روح پر؟

جواب:

کسی شخص کے قبر کا عذاب جو ہے وہ بعد میں زندہ آدمی کے تصور میں ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ قبر کے عذاب سے محفوظ ہو جائے تو

اصل میں ہم بھی عذاب کے احساس سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ قبر کا عذاب اس کے ساتھ جو ہوا' سو ہوا' یہ تو زندہ آدمی کے ساتھ ہو رہا ہے' جو بعد میں ہے۔ دوزخ کیا ہے؟ مرنے کے بعد کا واقعہ ہے اور بتایا کب جا رہا ہے؟ زندگی میں۔ لہٰذا زندہ آدمی کے احساس کے اندر دوزخ آ گئی۔ اگر کوئی گناہ یا غلطی کرتا ہے' یہ دوزخ میں جائے گا۔ تو زندہ آدمی کو موت سے پہلے بتایا جا رہا ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ آگ کیا ہوتی ہے؟ زندہ آدمی کو بتایا جا رہا ہے کہ قبر جو ہے ناں یہ Tight ہو جائے گی حالانکہ مردہ آدمی کو کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے مردہ آدمی کو Tight کیا کرنا ہے' پھر بتایا جاتا ہے کہ وہاں اندھیرا ہو گا۔ جب آنکھیں ہی نہیں ہوں گی تو اندھیرا کیا ہو گا' یہ تو تمہیں بتایا جا رہا ہے' تمہارے احساس پہ غالب کیا جا رہا ہے کہ قبر جو ہے وہ بہت Tight کرنے والی چیز ہے۔ تو عذاب اس پر بھی ہوتا ہے جو مردہ ہے اور زندہ رہنے والے پر بھی ہوتا ہے۔ آپ کا حق ہے کہ آپ دعا کیا کرو کہ ان کا عذاب ٹل جائے' آپ دعا کیا کرو قرآن پاک پڑھ کر کہ ان کو سکون مل جائے اور اس طرح تمہیں قرآن کی توفیق مل جاتی ہے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ ان پر مہربان ہو جائے اور ان پر مہربانی ہو گی۔ اس لئے یہ قبر کا عذاب جسے بیان کیا گیا یہ مردے کو ہو گا۔ مردہ جو ہے اس کو اللہ زندہ حالت میں کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی بات آپ یاد رکھو کہ زندہ آدمی کو بتایا جا رہا ہے مردے کا عذاب! مردے سے بات نہیں ہوئی ہے' یہ آپ لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ مردے پر عذاب ہوتا ہے تاکہ زندہ آدمی یہ سمجھ لے کہ جانے والا اتنا دور بھی نہیں چلا گیا اور وہ تمہارے احساس میں موجود ہے۔ اس لئے آپ اس کا خیال کرو۔ آپ

اس کا دھیان کرو اور بھول نہ جاؤ۔ جانے والے نے کبھی یہ نہیں بتایا کہ میں عذاب میں ہوں۔ جو بھی خبر لینے کے لئے گیا ہے ابھی تک واپس نہیں آیا ہے۔ کوئی بتانے کے لئے آئے گا تو پھر دیکھیں گے' فی الحال تو یہ ہے کہ جس کے اعمال اچھے نہیں اس پر عذاب ہے۔ ایک مثال ملتی ہے کہ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ قبرستان تشریف لے گئے' ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے فرمایا یہ کس کی قبر ہے' صحابہؓ نے عرض کی فلاں کی ہے' آپؐ نے پوچھا اس کے خاندان سے کوئی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کی والدہ ہے' آپؐ نے فرمایا چلو اس کے پاس' آپؐ نے فرمایا بات یہ ہے کہ بیٹے کو معاف کردو۔ عورت غصے میں تھی۔ آپؐ نے اس سے کہا چلو قبرستان تک اور اسے ساتھ لے گئے اور وہ منظر دکھایا جو اس شخص کے ساتھ وہاں قبر میں ہو رہا تھا۔ وہ ماں تھی اس نے کہا یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ یہ ایک مثال ملتی ہے۔ احساس دلایا گیا کہ ماں کا حق جو ہے جانے والا ساتھ لے جائے تو اس کا جانا آسان نہیں ہے۔ ماں کو بتایا گیا کہ تیری بد دعا جو ہے قبر کا عذاب ہے۔ جانے والے کے لئے قبر کا عذاب کیا ہے؟ ماں کی بد دعا۔ تو یہ زندہ ماں کو بتایا جا رہا ہے کہ تیری بد دعا اس کے لئے عذاب نہ بن جائے' اس لئے تو دعا دے۔ قرضہ لینے والا جس نے قرضہ دیا ہوا ہے اسے بتایا جا رہا ہے کہ تو اسے قرضہ معاف کر دے۔ نہیں تو اس کے لئے عذاب بن جائے گا اور اگر اس کا کوئی وارث دے دے تو اسے فوراً" معافی دے دی جائے۔ اس لئے اگر جانے والے حق لے کے چلے گئے تو حق معاف کرا لیا جائے۔ پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ تو جانے والے کے لئے انتظام کرو کہ دینے والے کو معاف'

لینے والے کو معاف' بزرگوں سے معافی اور بچوں سے پیار یعنی کہ بالکل آزاد ہو کر جاؤ۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر وقت ہی آزاد رکھو۔ قرضہ خاص طور پر جو ہے یہ مرنے والے کے لئے سخت تکلیف دہ شے ہے اور ماں کی بد دعا میں مرنا' دل آزردہ کرنا اور خاص طور پر کوئی ایسی قباحتیں کرنا جسے آپ شرعی احکام کے خلاف کہتے ہو۔ اس لئے بتایا یہ جا رہا ہے کہ آپ توبہ کرتے رہا کرو تاکہ موت آئے تو گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف رکھے' توبہ کے بغیر موت نہ آ جائے۔ گناہ کی حالت میں موت نہ آنے دیا کرو۔ اس لئے فوری طور پر توبہ' ہر وقت توبہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے۔ کلمہ پڑھنے والے کے لئے خیریت ہے' بس اگر انسانوں کے لین دین صاف ہو جائیں تو قبر کا عذاب نہیں ہوتا۔ یہ آپ کو کسی مولوی نے بتایا ہو گا کہ موت کا منظر مرنے کے بعد کیا کیا ہوتا ہے۔ مومن کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ سارا اللہ کا رحم ہی ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کی اولاد میں سے کوئی ایک آدمی دعا مانگنے والا ہو کہ میرے والدین پر رحم کر دیں تو ان پر رحم ہو جاتا ہے۔ اس مرنے والے آدمی کے اپنے خاندان میں سے اگر کوئی پرانا بزرگ یہ کہے کہ میری اولادوں پر رحم کر دیں تو سمجھو رحم ہو گیا۔ امت کے لئے دعا کرنے والے ہزارہا فقیر بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ امت پر رحم کر دیں تو سمجھو رحم ہو گیا۔ مولوی جو بتاتا ہے کہ یہ قبر کا عذاب ہے' قبر کا عذاب اس نے دیکھا نہیں ہے' تو قبر کا عذاب بیان کرنے والا قبر کا عذاب غلط بیان کر رہا ہے۔ زندہ آدمی آپ کو بتا رہا ہے کہ دھیان کرو قبر میں عذاب ہو گا۔ لیکن یہ کسی نے نہیں کہا کہ فلاں قبر میں عذاب ہے۔

بس ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا تھا اور کسی نے نہیں کہا۔ اس لئے آپ ان باتوں سے نہ ڈرا کرو۔ ایسی کتابیں نہ پڑھا کرو۔ یہ جھوٹی بات ہے۔ مسلمان جس نے کلمہ پڑھا ہے اس کے بارے میں ایک حدیث ہے: "من قال لا الہ الا اللہ فقد دخل جنۃ"۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا"۔ حضور پاکؐ نے فرما دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعد میں حضور پاکؐ کے پاس گئے اور عرض کی سرکارؐ ایسے Openly نہ کہا جائے' ایسا نہ ہو کہ لوگ پھر عمل ہی نہ کریں' آپؐ نے فرما دیا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا بات ٹھیک ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیا' ایک دفعہ پورا کلمہ پڑھ لیا' وہ جنت میں داخل ہو گا۔ باقی رہ گیا دین کا نظام' نظامِ شریعت' اجتماع کا واقعہ' سوسائٹی' سماج' معاشرہ' حکومت' یہ سارا کام کرنا ہے اور کرنا چاہئے۔ اس کا نام شریعت ہے۔ اور ایمان کیا ہے؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ اللہ ایک ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر اس بات پر پورا ایمان آ جائے تو بندہ مسلمان ہو گیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ جب کوئی آدمی مسلمان ہونا چاہتا تو حضور پاکؐ کے پاس حاضر ہوتا۔ "یا رسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں"۔ آپؐ فرماتے چلو پڑھو کلمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ اگر تھوڑی دیر بعد وہ بندہ مر گیا تو کدھر چلا گیا؟ وہ جنت میں چلا گیا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی شخص مر گیا' وہ مسلمان ہی ہو گا اور جنت میں جائے گا۔ یہ آپ لوگوں اور آپ کے مولوی صاحبان کے درمیان جھگڑا

ہے کہ کلمہ پڑھ پڑھ کے مر جاؤ لیکن وہ جنت میں نہیں جانے دے گا آپ لوگوں کو۔ اصل میں آپ اپنا کلمہ ایک بار ہی پڑھ لو تو پھر آپ کی آخرت ساری خیریت کے ساتھ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو دوزخ میں ہی بھیجا جائے۔ اگر دوزخ میں بھیج دیا اللہ میاں نے' تو کافر کہیں گے چلو اچھا رہا تم تو ہمیں مسلمان بناتے تھے تم بھی ادھر آ گئے' ہم پھر اچھے رہے' عیش کرتے رہے۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے۔ مسلمان جنت میں ہی جائے گا۔ مسلمان ہونا ہی جنت ہے اور حضور پاکؐ پر ایمان لانا ہی جنت ہے۔ جو حضور پاکؐ کا دشمن ہے وہی دوزخ میں ہے۔ جن کو حضور پاکؐ سے نسبت ہے' ان کے لئے جنت ہے' حضور پاکؐ کا نام لینا ویسے بھی بڑی سعادت ہے۔ آپ کے دنیاوی محبوب کے کسی کام کی کوئی تعریف کرے تو آپ مہربان ہو جاتے ہو اور اللہ کے محبوبؐ کی تعریف کرنے والے پر اللہ مہربان نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا! سیدھی سادی بات ہے کہ بس اللہ کے محبوبؐ کی تعریف کرو اور تم پر اللہ مہربان ہو جائے گا۔ اللہ اور اس کے فرشتے مل کر حضور پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں تو آپ بھی بھیجو' تم بھی اللہ اور اللہ کے فرشتوں کے ساتھ ہو جاؤ اور درود بھیجو۔ جس نے درود بھیجا' دوزخ میں جا سکتا ہی نہیں ہے اور اسے دوزخ میں کوئی بھیج سکتا ہی نہیں ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبؐ کے چاہنے والے کو دوزخ میں بھیجے۔ یہ بیان مولوی کا ہے' اور کوئی نہیں ہے جو یہ کہے۔ مولوی صاحب کتابیں لکھنے کے شوق میں تمہیں دوزخ دکھا رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جو شخص حضور پاکؐ کا چاہنے والا ہو گا وہ دوزخ میں جا سکتا ہی نہیں۔ اسے دوزخ میں بھیجا جا سکتا ہی نہیں

ہے' اس بات کا حوالہ قرآن پاک کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے محبوبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب ڈالوں جب کہ ان میں آپؐ ہوں۔ جن میں آپؐ ہوں وہ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ جن کے دل میں آپؐ ہوں وہ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ " وانت فیھم " " کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ ان پر عذاب لائے جب کہ آپؐ ان میں ہوں" یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ Commitment فرما دی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں پر عذاب ہو جن میں آپؐ ہوں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا کہ آپ کو اس امت میں پیدا کر دیا' اس بات کا شکر ادا کرو' مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ نہ کیا کرو۔ دوزخ کے ڈر کا آپ کو اب Problem نہیں رہے گا۔ Problem زندگی کا ہے کہ یہ زندگی کیسے گزر رہی ہے' یہ تکلیف میں نہ گزرے' آخرت کا آپ کو اندیشہ نہیں ہو گا۔ اس آدمی کو آخرت کا اندیشہ ہے جس نے ماں کو ستایا یا باپ کو ستایا' اس آدمی کو اندیشہ ہے جس نے پیسہ سود پر اپنے ہاتھ سے دیا' ذاتی پیسہ سود پر لگا دیا' اس آدمی کو اندیشہ ہے جس نے حضور پاکؐ کی شان میں تھوڑا سا کمزور فقرہ کہہ دیا' ان سب کو اندیشہ ہے' باقی اندیشہ کوئی نہیں ہے۔ اس لئے آپ ایک خیال کرو' حضور پاکؐ کی شان کے بارے میں بہت احتیاط رکھو اور ان کے بارے میں بہت محبت کے لفظ رکھو' اور پیسوں کا استعمال جائز ہونا چاہئے اور ماں باپ کی قدر' حفاظت اور خدمت ہو۔ پھر عذاب نہیں ہے۔ قبر کا عذاب مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ مومن کلمہ پڑھ پڑھ تھک گئے ہیں اور یہ قبر کا عذاب لئے بیٹھے ہیں۔ ویسے بھی آپ سوچو کہ بہت سارے مذہبوں میں جب کبھی

کوئی نیا دین آتا ہے تو دعوت دینے کے وقت لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ دیکھو آپ ہمارے دین میں شامل ہو جاؤ تو آپ کے لئے بہتری ہو جائے گی' دنیا میں بہتری ہو جائے گی' آخرت اچھی ہو جائے گی' انہیں یہ تو نہیں کہا جائے گا کہ آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ' آپ کو قبر کا عذاب آ جائے گا۔ یہ تو بعد میں آ کے اس کی ذرا وضاحت کی گئی۔ سارے قرآن پاک کو آپ پڑھ ڈالو' کسی مسلمان کے لئے کہیں عذاب نہیں لکھا ہوا ہے۔ کسی مسلمان کے لئے قران پاک میں عذاب کا ذکر نہیں ہے۔ عذاب کس کے لئے؟ کافروں کے لئے' منافقوں کے لئے' منافق وہ جو مسلمان نام رکھتے ہیں اور کام کافروں والا کرتے ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے کوئی عذاب نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ فرمایا گیا کہ ان کو بشارت دے دو۔ ان کو ایسی جنت کی بشارت دے دو جس کے نیچے نہریں ہوتی ہیں۔ ان کو ہمیشہ خوش حالی کی بشارت دے دو۔ مسلمانوں پر Comparatively اللہ تعالی نے بڑی مہربانی فرما دی ہے۔ آپ نے ضرور عذاب لینا ہے! کوشش کر کے دیکھ لو پھر بھی آپ کو عذاب نہیں ملے گا۔ آپ کو عذاب نہیں آئے گا' اس امت پر بھی عذاب نہیں آئے گا۔بادشاہ ہزار غلطیاں کرے' رعایا ہزار غلطی کرے' سیاستداں ہزار غلطی کریں' پھر بھی عذاب نہیں آئے گا۔ اس امت کے لئے مہربانی ہے۔ اس کو تکلیف آتی ہے' عذاب نہیں۔ عذاب سے پہلی امتیں مسخ ہو گئیں' چہرے خراب ہو گئے۔ وہ عذاب تھے' آپ کو وارننگ آتی ہے' اطلاع کے لئے کہ خدا کے لئے ہوش کرو' انسان بنو۔

ہاں اب بولو ------ کوئی اور سوال پوچھو.....

سوال:

ایک آدمی کہتا ہے کہ آج کل کامل پیر نہیں ملتا۔ بزرگ جواب دیتے ہیں کہ کامل تو بہت ہیں لیکن سچے مرید نہیں ملتے۔ یہ سچے مرید کی کیا تعریف ہے؟

جواب:

مولانا رومؒ کا واقعہ ہے کہ آپ بڑے عالم دین تھے اور حدیث و فقہ پڑھاتے تھے۔ ان کا اپنا مدرسہ تھا۔ تو وہاں پر ایک دن پڑھا رہے تھے کہ ایک درویش آگیا' وہ ایک مجذوب درویش تھا۔ اس نے کہا یہ کتابیں کیا ہیں؟ مولانا رومؒ نے کہا تو درویش آدمی ہے تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ یہ بہت اعلیٰ باتیں ہیں' نوٹس ہیں' حدیث ہے' فقہ ہے' قرآن ہے' تفسیر ہے' اب میں تمہیں کیا بتاؤں یہ کیا کچھ ہے؟ تو اسے جانے دے اور تو جا۔ مجذوب نے کہا اچھا اور پھر یہ کام کیا کہ ساری کتابیں اٹھا کر تالاب کے پانی میں ڈال دیں جو کہ مسجد کے صحن میں تھا۔ مولانا نے چیخیں لگانی شروع کر دیں کہ میری زندگی بھر کی محنت چلی گئی ہے اور میری ساری زندگی کا حاصل غرق ہو گیا۔ مولانا روم جب بہت زیادہ روئے تو اس درویش نے ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں پانی سے نکال لیں۔ مولانا حیران رہ گئے اور کہا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ تو اپنا کاروبار کر۔ اتنا کہہ کے وہ آگے چلے گئے۔ کہتے ہیں دو تین سال مولانا اس کے پیچھے پیچھے اور وہ آگے چلتے رہے۔ بڑی مشکل سے مولانا نے انہیں جا کے پکڑا کہ خدا کے لئے مجھے معاف کر دیں' میں تین سال سے آپ کے

پیچھے پھر رہا ہوں کہ مجھے اپنا بنا لو' کہنے لگے "تو صرف تین سال سے میرے پیچھے ہے اور میں تو پچیس سال سے تیری تلاش میں ہوں"۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ جو سچا پیر ہوتا ہے وہ سچے مرید کی تلاش میں ہوتا ہے۔ سچا مرید بڑی Rare چیز ہوتا ہے۔ سچا پیر اور چیز ہے اور سچا مرید اور چیز ہے۔ ایک دفعہ ایک آدمی بابا فرید گنج شکرؒ کے پاس گیا اور انہوں نے آتے ہی اس کو سارا کچھ دے دیا۔ باقی کے مرید جو تھے جو پاس بیٹھے تھے' وہ کہنے لگے سرکار کمال ہے ہم یہاں اتنی مدت سے بیٹھے ہوئے ہیں' ہمیں یہ بات نہیں دی اور اس کو آتے ہی سب کچھ دے دیا۔ انہوں نے بڑا شور مچایا۔ آپ نے فرمایا وہ خشک لکڑیاں لے کر آیا تھا' آگ دکھانا میرا کام ہے' اس کی لکڑیاں خشک تھیں اور ان کو فوراً آگ لگ گئی' تم Wet Blanket ہو' گیلے کمبل' تمہیں تو دھواں ہی نہیں لگتا' اس میں میں کیا کروں۔ اچھا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو پیر کی بتائی ہوئی بات خود پہ لاگو کرے۔ برا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو پیر صاحب کو پکڑ کے بتاتا جائے کہ نوکری لے کے دے دو' فلاں چیز ملنی چاہئے' فلاں منسٹر سے کام کرادیں۔ اچھا پیر جو ہے وہ بالکل اور ہے' برا مرید بالکل اور ہے۔ مرید اچھا کون سا ہوتا ہے؟ ایک مرید یہاں پر میاں میر صاحبؒ کے ساتھ تھے' ان سے پوچھا گیا تیرا پیر کون ہے؟ کہنے لگا اللہ ہے۔ لوگوں نے بڑا Mind کیا کہ میاں میر صاحبؒ کو اللہ کہہ رہا ہے حالانکہ ان کو پتہ تھا کہ میاں میر صاحبؒ کا مرید ہے۔ لوگ کہنے لگے تو نے تو بڑا کلمہ کفر کہہ دیا ہے۔ ایک شخص میاں میر صاحبؒ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ آپ کا مرید آپ کو اللہ کہتا ہے۔ ہم نے پوچھا کہ اپنے پیر کا نام بتاؤ تو کہتا ہے اللہ۔

یہ تو آپ کو اللہ مانتا ہے۔ انہوں نے کہا دیکھو بات یہ ہے کہ میرے پاس آنے کا اس کا جو ارادہ ہے وہ اللہ ہے اور یہ اللہ کے لئے میرے پاس آیا ہے اور اس کی منزل اللہ ہے' تو اس کا عشق جو ہے وہ برائے اللہ ہے۔ تو اچھا مرید وہ ہوتا ہے جو اللہ کی خاطر ہی پیر صاحب کے پاس جائے۔ کیا بات سمجھ آئی؟ اگر یہ آرزو اور باقی دنیاوی آرزوئیں نکل جائیں اور انسان پیر کے پاس اللہ کی رضا کے لئے چلا جائے' وہ اچھا مرید ہو گا' تو مرید کا ارادہ تو اللہ کا ہونا چاہئے۔ تو جس مرید کا دنیا کے راستے کا ارادہ ہے' وہ تو رہ گیا۔ تو ارادہ کس بات کا ہونا چاہئے؟ اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا۔

اور اس کا یہی راستہ ہے۔ صحیح راستہ جو ہے یہی ہے۔ بعض اوقات لوگ کہتے ہیں کہ ہم پیر کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ ہمیں نہیں پتہ کہ اللہ کدھر ہے' رسولؐ کدھر ہیں' ہمارے لئے تو بس پیر ہی پیر ہیں' لا الہ الا اللہ پیر رسول اللہ۔ ایسی گمراہی سے بچ جاؤ۔ کیا کہتے ہیں لوگ؟ لا الہ الا اللہ پیر رسول اللہ' یا شیخ رسول اللہ۔ ایسی بات نہیں کہنی چاہئے۔ تو اصل منزل جو ہے وہ حق گوئی کی ہونی چاہئے اور اللہ کی منزل ہونی چاہئے۔ پیر کی تلاش کس لئے ہے؟ تاکہ راستہ آپ کا درست ہو جائے۔ تو اچھا مرید کون سا ہوتا ہے؟ جو دنیاوی آلائشوں سے نجات کے لئے پیر تلاش کرے اور دنیا کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے پیر تلاش کرے۔ اچھا مرید جو ہے یہ بڑی اچھی چیز ہوتا ہے۔ کچھ پیشہ ور مرید ہوتے ہیں۔ پیشہ ور مرید ہر وقت پیر کے پاس بیٹھے ہوتے ہیں' کہتے ہیں کہ "ہم پاس سے گزر رہے تھے سوچا آپ سے ملتے جائیں"

میں آپ کو منع نہیں کر رہا ہوں' آپ جہاں مرضی ہے جایا کرو۔ ایک دفعہ ہم نے ایک آدمی کو دیکھا' وہ ایک بزرگ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے' قوالی ہو رہی تھی' رات بھر قوالی ہوتی رہی :۔

نمی دانم چہ منزل بود
شب جائے کہ من بودم

اور وہ جو صاحب تھے انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اور قوالی پر وہ بھی جھوم رہے تھے۔ جو میرِ مجلس تھے وہ پیر صاحب چشتی خاندان سے تھے' صبح ہوئی' دعا ہوئی' وہ مولوی صاحب' پیر صاحب سے کہنے لگے کہ آپ میرے لئے بھی دعا کریں اللہ مجھ پر مہربانی کرے۔ پیر صاحب نے کہا کہ تو کون سے سلسلے میں ہے اور کس کے مرید ہو؟ کہنے لگے کہ میں نقشبندی سلسلے میں ہوں' پیر صاحب نے ان کو بہت برا بھلا کہا' اور کہا کہ تو دوبارہ جا کر بیعت کر کے آ' تجھے نقشبندی سلسلے میں بتایا گیا ہے کہ تو قوالی میں نہیں بیٹھنا اور تو پھر قوالی کی محفل میں بیٹھ گیا۔ پھر یہ تیرے لئے کوئی اچھی بات نہیں' تو اپنے پیر صاحب کا مجرم ہو گیا ہے! تو پیر صاحب جو بات بتائیں اس راستے پر چلو۔ ایک بات پر دوسری بات کو لگا دینے والا آدمی جو ہے وہ جھوٹا مرید ہے۔ اس لئے سچا مرید جو ہے وہ ہر جگہ سے منزل لے سکتا ہے بلکہ جھوٹے پیر سے بھی راستہ لے سکتا ہے۔ سچا مرید کیا کر سکتا ہے؟ جھوٹے پیر سے بھی منزل لے سکتا ہے' سچا' استقامت کے ساتھ' اللہ کے نام پر چلنے والا' سچا مرید بڑی "Rare" چیز ہے' مرید سچا ہو جائے تو پیر خود بخود سچا ہو جائے گا۔ بے شمار پیروں کو مریدوں نے سچا کیا' اور بے شمار پیروں کو مریدوں نے گمراہ کیا۔ اب آپ

لوگ خود سوچ لو کہ کیا ہوتا ہے مرید؟ مرید بڑی شے ہوتا ہے۔ تباہ کر کے رکھ دیتا ہے پیر کو' اور بنا کے رکھ دیتا ہے۔ فٹافٹ پیر صاحب کو ٹیلی فون کیا کہ جناب میرے لئے تو بڑی مشکل پیدا ہو چکی ہے' بچے پر کیس بن گیا ہے' فلاں شخص کو تو فون کریں۔ پیر صاحب نے فون کر کے مجرم بچے کو چھڑوا لیا۔ اس طرح جھوٹے مرید نے پیر صاحب کو گمراہ کر دیا۔ بڑا ظالم تھا۔ اس لئے کسی نے بڑی بات کی ہے کہ پیر عام طور پر ہر آنے والے کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی دعا کا عمل ہے اور ان میں سے اکثر پیر جو ہیں ان کی دعا منظور ہو جاتی ہے۔ تو عبادت ان کی دنیاوی ضرورت پورا کرتی ہے۔ جس آدمی کے پاس سو' پچاس بندے آتے جاتے رہتے ہوں وہ شخص بھلا کیا گمراہی کر سکتا ہے۔ اس کا گمراہی والا راستہ ہی بند ہو گیا۔ جس کو سارے شہر والے کہیں کہ یہ نیک آدمی ہے وہ شہر میں سینما بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سارے کہیں گے پیر صاحب سینما جا رہے ہیں۔ پیر صاحب ہونے کی وجہ سے بیچارہ خود بخود نیک ہو جاتا ہے اور پھر اس کا مزاج ہی نیک بن جاتا ہے' نیکی اس کی ضرورت بن جاتی ہے' تو پیروں کی عام طور پر دعا منظور ہو جاتی ہے۔ یہاں سے جھوٹے مرید نے پیر کو گمراہ ایسے کیا کہ اس نے قاتل کی نجات کے لئے دعا کر دی اور وہ قاتل آزاد ہو گیا۔ اب مقتول کا حق کدھر گیا؟ یہاں پہ آ کر پیروں کو مرید گمراہ کرتے ہیں کہ ان سے محبت کرتے ہیں' ان کے دوست بن جاتے ہیں پھر ایسی دعا کرواتے ہیں کہ اس میں کسی کا حق مجروح ہو جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لئے مریدوں کو کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دنیاوی نظام خود بخود ہی چلاؤ۔ پیر خانے جو ہیں یہاں سے ہی

ساری بات غرق ہوئی ہے کہ انہوں نے دنیاوی طور پر اپنے دوستوں کو' محبوبوں کو' سپورٹ کرنا شروع کر دیا اور باقی ساری بات آئی گئی ہو گئی۔ اصل بات یہ نہیں تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ خدا کے راستے کے لئے لوگوں میں تربیت پیدا ہو' اللہ اللہ کرنے کے لئے' اللہ کی راہ کے لئے' دنیاوی طور پر ایک دوسرے کو فروغ دینا کوئی مشکل بات نہیں ہے' کوئی جماعت بھی یہ کام کر سکتی ہے' جب کوئی ضروری سمجھتا ہے تو کسی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ جماعت' جماعت کو تقویت دیتی ہے۔ چھوٹی جماعت بہت کامیاب ہوتی ہے' جیسے قادیانی جماعت۔ اب کافر تو ہم کہہ رہے ہیں ناں ان کو' کہتے رہو ہزار بار' ان کا کوئی آدمی بیمار ہو جائے تو سارے اس کی خبر لیں گے' کوئی غریب ہو جائے تو سارے اس کے پاس جائیں گے اور جو وعدہ کریں گے تقریباً" پورا ہی کریں گے۔ مسلمان ہو کے جو وعدہ کرے گا اس کو یاد ہی نہیں رہے گا۔ آپ کے پاس آنا بھول گیا جبکہ آپ نے بتایا تھا کہ جنازہ پہ چار بجے جانا ہے مگر اس کو جنازہ بھی یاد نہیں ہے۔ جو چھوٹی جماعتیں ہیں وہ زیادہ Organized ہوتی ہیں' ایک دوسرے کی زیادہ معاون ہوتی ہیں اور مسلمانان عالم جو ہیں غرور میں آ کے آپس میں لڑتے ہیں' کبھی ایران عراق جھگڑا ہو جاتا ہے' یہ واقعہ کبھی یہاں ہو جاتا ہے کبھی وہاں ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے آ جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں غرور ابھی ختم نہیں ہوا۔ اس لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اچھا مرید وہ ہوتا ہے جو پیر سے شعبہ الٰہیات کی بات کرے۔ اچھا مرید کیا بات کرے؟ شعبہ الٰہیات کی بات کرے اور دنیا کی بات نہ کرے' کیونکہ پیروں کے پاس عام طور پر دنیا دار مرید بھی آتے

ہیں' بادشاہ بھی آتے ہیں جرنیل بھی آتے ہیں' تو مرید کہتے ہیں " ماشاء اللہ' ماشاء اللہ ہماری چھوٹی سی بات ہے' صرف ایک درخواست ہے۔" اگر آپ میں سے کوئی Effective آدمی ہو تو کچھ دیر کے بعد آپ دیکھو گے کہ اس Effective آدمی کے پاس اسی محفل کے لوگ جمع ہونا شروع ہو جائیں گے اور کہیں گے ہمارا یہ کام کر دیں' چھوٹا سا کام ہے۔ وہ بیچارہ محبت کے مارے یہ کام کرتا چلا جائے گا اور کام کرانے والا شخص کام کرا کے پھر نہیں آئے گا۔ دنیا دار مرید وہ ہوتا ہے جو پیر صاحب کے مریدوں سے بھی دنیا وصول کرے۔ پیر صاحب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مرضی چاہتے ہیں اور بندے اللہ کے نام پر اکٹھے کرتے ہیں اور ٹیکس وصول کون کرتا ہے؟ وہ جو جھوٹا مرید ہوتا ہے۔ یہ ہوتا ہے جھوٹا مرید' اور سچا مرید کون ہے؟ جو توحید کی بات کرے' اللہ کی بات کرے اور اللہ کے رسولؐ کی بات کرے۔ دنیاوی ضرورت کی بات ہے تو خود بخود یہ سارے کام ہوتے چلے جائیں گے۔ بہرحال نیت جو ہے اللہ ہونی چاہئے اور اللہ کا حبیبؐ ہونی چاہئے۔ یہ سچے مرید کی بات ہے۔ سچا مرید جو ہے' وہ Rare ہوتا ہے' نایاب ہوتا ہے' داتا صاحبؒ کے پاس کبھی عرس پہ چلے جاؤ' سارے مرید داتا صاحبؒ کے ہیں اور کہتے ہیں:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نور خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

آپ وہاں کھڑے ہو کے اندازہ لگاؤ' کہ داتا صاحبؒ اپنے عرس والے دن یہ کہتے ہیں میرے پاس بندہ آیا ہی کوئی نہیں ہے' سارے

جلوس آگے ہی آگے جا رہے ہیں' کوئی تو قوالی کے پاس جا رہا ہے' کوئی باہر لنگر کھانے کے لئے چلا جا رہا ہے' کوئی تھیٹر دیکھنے جا رہا ہے' میلہ لگا ہوا ہے' چکر ڈالتے ہیں' دھمال ڈالتے ہیں' داتا صاحبؒ سے کسی نے نہیں پوچھا جناب آپ کا کیا حکم ہے؟ یہ سارے ان کے مرید ہیں' کوئی چادریں لے کے جا رہا ہے' کوئی دستار بندی کرا رہا ہے۔ سارے کے سارے جھوٹے مرید ہیں۔ سچا مرید وہ ہوتا ہے جو یہ کہے کہ اپنے سفر سے کچھ حصہ مجھے بھی عطا فرمایا جائے۔ ایک سچا مرید آیا تھا' خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ آئے اور وہ منزل لے کر چلے گئے اور سارا ہندوستان مسلمان کر دیا۔ میاں شیر محمد صاحبؒ شرقپور شریف والے تشریف لائے اور کل عالم روشن ہو گیا۔ یہ تو ہو گئی سچے مریدوں کی بات۔ باقی یہ سارے کے سارے لنگر' پیسہ' واقعات' دستار بندیاں' اِدھر کے اُدھر' اُدھر کے اِدھر' کون سے کیا' جھگڑا' پریشانیاں' پشیمانیاں اور اس طرح کے حالات' یہ سارے کے سارے جھوٹے مرید ہیں۔ وہاں جا کے دعا مانگنی چاہئے' دعا کرنی چاہئے' گھر میں بیٹھ کے بھی دعا ہو سکتی ہے' اس بزرگ کو خوامخواہ تم نے Involve کرنا ہے' وہ جس کام کے لئے آئے تھے وہ کام تو تم نے کیا نہیں ہے۔ اس بزرگ کا تو تم نے کوئی کام نہیں کیا۔ وہ اللہ کے نام پر داتا صاحبؒ کی قبر پر آئے تھے۔ داتا صاحبؒ خود کسی کام پہ آئے تھے اور انہوں نے کام کیا' یعنی یہ اللہ کے نام کا واقعہ تھا۔ داتا صاحب کسی مزار پہ نہیں آئے تھے وہ اللہ کا نام لے کر تبلیغ کے لئے آئے تھے' دین بلند کرنے کے لئے آئے تھے۔ داتا صاحبؒ باقی معاملات کے لئے یہاں پر نہیں آئے تھے یہ تو سارے معاملات ہیں' کچھ دنیاوی مسائل ہیں' دنیا

دار کہتا ہے کہ وہاں مزار پہ دیکھیں کہ کون آیا ہے اور کون نہیں آیا؟ یہ گاڑی کس کی ہے؟ مشہور شخص کو دیکھ کر وہاں ایک آدمی آ جائے گا اور کہے گا آپ کون ہیں؟ آپ کو داتا صاحبؒ نے سلام کہا ہے! وہ بیچارا نیا نیا اس ماحول میں آیا ہوتا ہے' اس کو بتایا جاتا ہے کہ آپ کی دعا منظور ہو گئی ہے اور وہ الٹے پاؤں جاتا ہے اور داتا صاحبؒ کو سلام کرتا ہے' دوسرے دن دفتر میں بیٹھا ہوتا ہے اور وہی شخص دفتر میں کام کرانے پہنچ جاتا ہے۔ جھوٹے مرید کی لمبی کہانی ہے۔ ایک جگہ ایک جھوٹا پیر جھوٹے مریدوں میں بیٹھا ہوا تھا سارے دنیا داری کی باتیں کر رہے تھے' پیر بھی جھوٹا' مرید بھی جھوٹا اور اپنی تعریف کرتے جا رہے ہیں اور مرید اس کی تعریف کے شوشے اڑاتے جا رہے ہیں' واللہ آپ کی کیا بات ہے؟ ہم نے آپ کو رات خواب میں دیکھا تھا' میں نے آپ کو اڑتے ہوئے دیکھا' پیر صاحب نے مریدوں کو کہا سنو اس کی بات' یہ کیا کہتا ہے۔ اس کی بات سنو' کہتا ہے کہ میں نے آپ کو پرواز کرتے ہوئے دیکھا' میں آپ کے پیچھے پیچھے اڑتا رہا جیسے پرندہ ہو' آپ بہت بلند پرواز تھے اور میں بھی وہیں تھا' آپ نے آسمان کی بڑی سیر کرائی' آپ آگے آگے' میں آپ کے پیچھے پیچھے اور آپ نے مجھے بھی سیر کرائی' پیر صاحب نے کہا اس کی باتیں سنو یہ تو اجنبی ہے' اسے پتہ نہیں تھا کہ ہم اتنے بلند پرواز ہیں' دیکھو یہ کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ اس کے بعد پھر یک لخت پرواز ختم ہو گئی' ہم وہاں سے دونوں گرے' اور آپ شہد میں گرے اور میں کیچڑ میں گرا۔ پھر آپ مجھے چاٹنے لگ گئے اور میں آپ کو چاٹنے لگ گیا۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ بات یہ ہے کہ جھوٹا مرید جھوٹا ہوتا ہے اور سچا مرید

سچا ہوتا ہے' جھوٹا پیر جھوٹا ہوتا ہے' سچا پیر سچا ہوتا ہے۔ بہرحال انسان کو جھوٹا نہیں ہونا چاہئے۔

جھوٹے انسان کی سزا ہے خوشامد' جھوٹے کا عمل ہے خوشامد۔ خوشامد کرنے والا جھوٹ بولتا ہے اللہ کی راہ میں آپ کا حق ہے اللہ کی راہ طے کرنا' یہی ایک وقت ہے اللہ کی راہ طے کرنے کا' مرنے کے بعد یہ راہ نہیں ہو گی' پھر آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ تو آپ اللہ کی راہ میں مل کر بیٹھا کرو۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ تشریف لے گئے' کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے' آپ ﷺ نے ان سے کہا آپ لوگ کیا کر رہے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے آپؐ نے فرمایا اور کوئی بات نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے' کوئی دنیاوی کاروبار نہیں تھا' آپؐ نے فرمایا آپ کو مبارک ہو اور آپ کے لئے سلامتی ہو' اللہ تعالیٰ آپ پر بہت خوش ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مجھےؐ فرمایا کہ " جاؤ ان کو مبارک دے دو کہ وہ صرف میرا ذکر کر رہے ہیں اور ان کا ذکر بہت قبول ہوا ہے۔ جو میرے ذکر کے اندر دنیا کا ذکر نہیں لاتے وہی میرا ذکر کرنے والے ہیں "۔ دنیا دنیا ہے اور دین دین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو صرف اللہ کی راہ میں اللہ کے کام کے لئے چلے وہی لوگ فلاح پا گئے۔' باقی یہاں کا چھوٹا امیر آدمی اور بڑا امیر آدمی دونوں برابر ہیں' یہاں تو آپ کو میں نے پہلے بتایا ہے کہ پیسہ تو کھانا نہیں ہے' کھانا تو آٹا ہی ہے' وہی آٹا گندم کا' اور گندم وہی زمین سے اگنے والی' آپ کے لئے بہت شرمندگی' ندامت کی بات ہے کہ اتنی ترقی کر گئے اور کھاتے وہی گندم ہو اور پھر کھانے کے ساتھ جو حشر تم کرتے ہو

وہ بہت ندامت کی بات ہے۔ انسان تو اصل میں وہی کا وہی ہے' اللہ تعالیٰ نے یہاں آ کے بڑی سختی سے کہا کہ او بیوقوف لوگو! اپنی پیدائش پہ غور کیا! تم کس پانی سے بنے ہوئے ہو! تم نے غور کیا! تم ہو کیا چیز! اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم یہ جو کچھ بنے پھرتے ہو اصل میں تو تم وہی انسان ہو' ایک پانی سے پیدا ہونے والے' یہ تمہاری زندگی ہے' اور اس کے بعد تم نے مٹی اور ہڈیاں ہو جانا ہے اور تم نے کرنا کیا ہے؟ تو پھر جب تم اللہ کی راہ میں آ جاؤ تو راست ہو جاؤ۔ پھر وہ کہتا ہے میں نے تمہیں بلند کیا' ہم نے تجھے احسن التقویم بنا دیا' ہم تمہیں بلندی دکھاتے ہیں' اچھا آدمی کون ہے؟ جو دنیا کو واجبی واجبی کرتا جائے اور اللہ کی راہ میں صحیح صحیح چلتا جائے۔ اچھا پیر ہونا اچھی بات ہے اور اچھا مرید ہونا اچھی بات ہے' برا پیر بہت بری شے ہے' برا مرید بہت ہی بری شے ہے' عام طور پر پیروں کو مریدوں نے بہت گمراہ کیا' پیروں کے لئے ضرورتِ دنیا مریدوں نے بنائی ہے کہ پہلے اسے نذرانہ پیش کرتے ہیں پھر ادب سے بیٹھتے ہیں' پھر محفل میں بیٹھتے ہیں' پھر اس کو اپنے کام کی فرمائش کرتے رہتے ہیں۔ پیر صاحب اس کا کام کرا دیں گے۔ ان حالات میں جو سچے لوگ ہیں وہ پیروں کے پاس جانے سے گھبراتے ہیں۔ اگر کسی ادارے کا سربراہ کسی کا مرید ہو جائے تو اس دفتر کے باقی لوگ بھی وہاں جانا شروع کر دیتے ہیں اور پھر اپنا کام کراتے ہیں۔ بہرحال آپ کو میں بتا رہا ہوں' دنیا کے لئے پیر کی تلاش نہ کیا کرنا' دین کے لئے تلاش کرنا۔ دین کے لئے تلاش جو ہے بذات خود دین ہے۔ دعا کرو آپ کا سفر دین کے لئے ہو' دعا کرو آپ کی کوششیں دین کے لئے ہوں' دعا کرو کہ آپ کی زندگی دین کے لئے ہو

اور آپ کی زندگی کے عمل اللہ کی رضا کے لئے ہوں' اللہ کے محبوبؐ کی محبت کے لئے ہوں۔ آپ سب لوگ اس راستے پہ چلنے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو دنیاوی ضرورتوں میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے سے بچائے! یارب العالمین ہمارے کام تو آپ ہی سنبھال اور ہمیں اپنے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما! صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۴

۱ اگر کسی غیر مذہب پر اللہ کا کلام پھونکیں تو کیا اثر ہو گا؟

۲ ہم کلام اللہ کی تلاوت کے وقت کیا کریں کیونکہ ایک مفسر دوسرے کے خلاف ہوتا ہے؟

۳ اپنے عمل کو آسان بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

۴ صاحب یقین کی معیت سے یقین کی دولت کیسے میسر آتی ہے؟

۵ ہمارا ملک اسلامی ہے لیکن دینی جماعتوں کو ووٹ کیوں نہیں ملتے؟

۶ حزب اللہ والے کس طرح دین کی طرف سے ووٹ مانگیں؟

سوال:

ایک شخص اللہ کا کلام پڑھتا ہے اور بیمار پر پھونکتا ہے تو اس کو شفاء ہو جاتی ہے۔ اگر غیر مذہب کے کسی آدمی کو پھونک ماریں تو کیا اس کو بھی اتنا ہی فائدہ ہو گا؟

جواب:

غیر مذہب شخص تو پھر بھی غیر مذہب ہے اگر کوئی شخص دنیا سے گزرا ہوا ہو پھر بھی اثر ہو جاتا ہے۔ پرانی قبروں پر نئی پھونک مارو تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں بلکہ پرانی قبروں سے نئے بندے ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے' بڑی آسان بات ہے کہ جو کچھ تھا وہ اب بھی ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو دنیا سے نکل گئی ہو۔ ہر نکلی ہوئی چیز موجود ہے۔ بس آپ یہ یاد رکھیں! پہلے جو بھی تھا وہ موجود ہے اور یہی آپ کا ایمان ہے۔ اگر آج سے پہلے جتنا کچھ ہو چکا ہے' اسے بھول جاؤ تو پھر آپ کا ایمان' ایمان نہیں رہتا' آپ کے اسماء نہیں رہتے۔ کوئی پوچھے کہ کلام اللہ کا سن تصنیف کیا ہے یعنی قرآن شریف پہلی بار کب لکھا گیا؟ آپ کہیں گے کہ یہ آج سے پہلے کی بات ہے۔ اگر آپ آج سے پہلے کی بات کو چھوڑ دیں تو پھر آپ کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ یہ جتنی بھی چیزیں

ہیں' جو پہلے ہو چکی ہیں' وہ ساری کی ساری آج بھی ہو رہی ہیں۔ پرانے جہاد آج بھی لوگ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ شیعہ سنی کا جو جھگڑا ہوتا ہے وہ پرانی بات ہے لیکن یہ آج کی بھی بات ہے۔ اگر غنچہ کوئی پرانا واقعہ ہے تو یہ جب چاہے تازہ ہو سکتا ہے۔ کوئی بات بھی ہو سکتی ہے۔ آج اسلام کی تاثیر وہاں جا سکتی ہے اور وہاں کی تاثیر فوری طور پر یہاں آ سکتی ہے۔ قرآن شریف کی Range جو ہے وہ پڑھنے والے پر ہے۔ جو آج قرآن شریف پڑھ رہا ہے یہ اس کے مزاج پر ہے۔ پیغمبروں کی Range زمین سے آسمان تک ہے۔ یہاں کا اشارہ چاند کو وہاں آسمان پر دو ٹکڑے کر سکتا ہے۔ ورنہ عام طور پر تو دنیا کے اندر Rangeہونی چاہئے مگر آسمان تک ان کی Range ہے۔ جو نیک لوگ ہیں ان کی زمین پر ایسی Range ہے کہ فاصلہ جتنا مرضی جغرافیائی ہو' ان کے لئے فاصلہ ہے ہی نہیں' فاصلہ صرف آپ تک ہے۔ کلام الٰہی کا کوئی فاصلہ نہیں ہے' قرآن پاک سے اس کی سند ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے دربار میں جس شخص کو کتاب اللہ کا علم تھا' انہوں نے کہا کہ دور سے تخت منگوانا کون سی مشکل بات ہے اور پھر علم الکتاب نے دور سے تخت منگوا لیا۔ تو یہ علمِ کتاب کتنی دور تک اثر کرتا ہے؟ بہت دور تک اثر کرتا ہے۔ تو علم الکتاب ہونا چاہئے اور "علم الیقین الکتاب" بھی ہونا چاہئے۔ جب یہ علم آ جائے' یقین ہو جائے تو دور کے فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔ ہر شے قریب ہو جاتی ہے' کیونکہ دور قریب تو ہے ہی کوئی نہیں۔ جس طرح سورج کی نسبت سے کوئی دور قریب نہیں ہے جیسے آج یہاں دن ہے تو بیس میل پرے بھی دن ہی ہے۔ ایک جیسا سورج چمک رہا ہے۔ اگر آپ سورج

کے ذریعے پیغام دو تب بھی ہر جگہ پیغام Set ہو جائے گا۔ تو یہ فاصلے ایسے ہی ہیں۔ پیدل چلو تو فاصلے دور ہیں' اگر تیز رفتاری سے چلو تو فاصلے کم ہو جاتے ہیں۔ خیال کی رفتار جو ہے وہ ہزارہا کمپیوٹرز سے زیادہ ہے۔ کتنی زیادہ ہے؟ اس دنیا کے سارے ہی کمپیوٹر اکٹھے کر لو' اس سے زیادہ طاقت خیال کی ہے۔ مکمل طور پر جہاں بھی جو خیال ہے وہاں خیال پہنچ سکتا ہے۔ اِدھر آپ پھونک مارو اُدھر اثر ہو جاتا ہے' یہ اثر ہو سکتا ہے' یہ دعا کا اثر ہے کہ اگر کوئی شخص باہر کے ملک میں بیمار ہو اور اس کے ماں باپ یہاں بیٹھے دعا کرتے رہیں تو اس شخص کو وہاں شفاء ہو جاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں کے بچے باہر گئے ہوئے ہیں ان لوگوں کو چاہئے کہ وہ دعا کرتے رہا کریں۔ غیر ممالک میں رہنے والے دعا کی Range سے باہر نہیں گئے۔ دعا کی Range سے وہ اس وقت باہر جائیں گے اگر وہ خیال کی Range سے نکل گئے۔ جو چیز تمہارے خیال کے اندر ہے وہ دعا کے اندر ہے۔ اس لئے اپنے خیال کی بھی اصلاح کرو اور دعا کرتے رہا کرو' دعا ہر جگہ اثر کرتی ہے' دور تک اثر کرتی ہے اور سب پر اثر کرتی ہے۔

'اور سوال پوچھو..... بولو.....

سوال:

سر' آپ نے کلام اللہ کی بات کی ہے کہ یہ ازل سے ہے' جس وقت اس کی تلاوت کرتے ہیں' ہم متاثر ہوتے ہیں' اس کو چومتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں کہ یہ کلام اللہ ہے۔ لیکن اس کا مقام جو ہے اس کی کچھ سمجھ نہیں آتی کہ کیا تعین کریں۔ ایک مفسر اس کا مجموعی تاثر

نکال کر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں' دوسرے مفسر اپنی تفسیر کی ابتداء اس بات سے کرتے ہیں کہ وہ فلاں تفسیر جو ہے اس میں فلاں چیز غلط لکھی ہوئی ہے۔ آپ ہمیں یہ ارشاد فرمائیں کہ کلام اللہ کی تلاوت کے وقت ہم کیا تصور کریں' اور ذہن میں کیا بٹھائیں جس سے یہ ہمارے قلب پر وارد ہو۔

جواب:

دیکھو آپ کا سوال تو بڑا واضح ہے کہ وہ شخص جو عربی زبان سے آشنا بھی نہیں ہے' شان نزول سے بھی آشنا نہیں ہے کہ کون سی سورہ کب نازل ہوئی وہ اس کلام کو کیسے Receive کرے۔

آپ کا اللہ آپ کے آنے سے بہت پہلے موجود تھا' اسلام سے بھی بہت قدیم' بلکہ دنیا سے بھی پہلے تھا۔ آپ کا تعلق اللہ کریم سے ہے۔ اللہ کریم کی اگر کوئی کتاب ہو اور آپ کے سامنے آ جائے تو کتاب کی عزت جو ہے وہ مالک کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ ادب کرو گے تو مالک آپ کو دیکھ رہا ہے کہ اس نے میری کتاب کی تقدیس کی ہے تو وہیں پہ آپ کو اس کا فیض مل جائے گا۔ اب وہ لوگ جن کی زبان عربی نہیں ہے ان کے لئے بھی اس کا ادب کرنا باعث برکت ہے۔ یہ سوال کہ وہ کیسے Receive کرے' تو صرف دیکھنا بھی باعث برکت ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ قرآن پاک کو بامعنی آپ ایک دفعہ پڑھ لو۔ تفسیر کی بات پوچھتے ہو تو مفسرین نے قرآن کی تفسیر بیان کرتے کرتے دور جدید اور اپنی سیاسی ضرورتوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ آپ اس چیز سے نکل

جاؤ۔ اللہ کریم نے یہ کتاب دی ہے' اس کو آپ پڑھو تاکہ اللہ کریم آپ کو آشکار کرتا جائے کہ اس کے معنی کیا ہیں۔ اگر ایک مفسر نے دوسرے مفسر کے خلاف لکھا ہے تو یہ فرقے یہیں سے بنتے ہیں۔ آپ کیا کام کرو؟ آپ قرآن شریف پڑھو' اس کے معنی پڑھو' آپ پڑھتے جاؤ اور ادب کرتے جاؤ۔ اسی کے اندر آپ کی فلاح ہے۔ کسی تفسیر کا کسی اور تفسیر کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔ آپ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہے۔ اس لئے آپ اس جھگڑے میں ہی نہ پڑو کہ کون کیا کہتا ہے؟ یہ اللہ کا کلام ہے' اس کو Receive کرو۔

سوال:

آپ نے درست فرمایا۔ میں عرض کرنے لگا تھا کہ اس پہلو کی طرف ہم اس وقت مائل ہوتے ہیں جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ لوگ قرآن مجید پر غور کیوں نہیں کرتے۔ تو میں اپنی ہمت کے مطابق غور کرتا ہوں۔

جواب:

یہ اچھی بات ہے کہ آپ قرآن مجید میں غور کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں ذکر انسان کا ہے اور اس کے اندر ذکر اس کائنات کا ہے' اب اس کائنات کے ذکر پہ غور کرو اور انسانوں کے کاموں پہ غور کرو۔ عبادت اللہ کی کرو اور خدمت انسان کی کرو۔ اتنی بات آپ سمجھ لیں تو آپ کا مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن کے مفاہیم پر غور کرنے والی بات نہیں ہے۔ قرآن کا مطلب اگر اللہ آشکار کرے تو

آشکار ہو جاتا ہے' یہ کتاب پر غور سے نہیں ہو گا کہ آپ کتاب میں غور کرتے جاؤ کہ اس کے معنی کیا ہیں' اس کا نزول کیا ہے' اس کی عربی کا کیا معنی ہے' یہ لفظ کہاں استعمال ہوا' کہاں کا معلوم ہوتا ہے' یہ لفظ پہلے کن معنی میں استعمال ہوتا تھا' پھر قرآن پاک کی زبان میں کیسے آ گیا!! یہ تو Language of Quran نہیں۔ آپ قرآن اس طرح پڑھو کہ یہ میرے اللہ کا کلام ہے' اللہ موجود ہے اور آپ بھی موجود ہو' خود بخود فیصلہ ہو جائے گا اگر آپ پر اس نے آشکار کرنا ہے تو خود بخود آشکار ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ چلو' خلوص جتنا ہو گا' ادب جتنا ہو گا' قرآن آپ پر آشکار ہوتا چلا جائے گا۔ اصل میں قرآن پاک جو ہے یہ آپ کو زندگی کی آسانی عطا فرما رہا ہے' آپ کو کائنات کے مفاہیم بتا رہا ہے۔ قرآن کریم کا علم جو ہے یہ آپ کو زندگی کا علم دے رہا ہے۔ تو ایک اللہ کی بات کو مانتے ہوئے اس کو پڑھیں۔ اللہ پہلے کہتا ہے کہ یہ کلام متقی کے لئے ہے' تقویٰ اختیار کرو' معنی خود بخود آشکار ہو جائیں گے۔ آپ نے کتابوں سے معنی تلاش نہیں کرنے۔ معانی کے متعلق آپ یہ نسخہ دل میں یاد رکھ لو' پکا یاد رکھ لو اور پھر دوبارہ یہ سوال نہ پوچھنا' نسخہ یہ ہے کہ "الہامی کتاب کی تفسیر بغیر الہام کے نہیں ہو سکتی" تفسیر والا یہ بات کرتا ہے کہ یہاں میرے اللہ کا یہ ارادہ ہے اور وہ یہ کہہ رہا ہے اور اللہ کا یہاں پر یہ منشاء ہے۔ اللہ کا منشاء تو اللہ ہی بیان کرے' اگر تفسیر اتنی لازمی ہوتی تو کتاب کی تفسیر پیغمبر ﷺ خود ہی بیان فرما دیتے۔ اس کتاب کی تفسیر آپؐ کی زندگی ہے' آپؐ کی زندگی' سیرت پاکؐ پڑھو اور کتاب کی تلاوت کرتے جاؤ۔ کسی درویش نے اس کی

تفسیر کم ہی لکھی ہے' صحابہ کرام نے تفسیر کم ہی لکھی ہے' تفسیر علماء نے آکر لکھنی شروع کی ہے' قرآن کو Language میں پھنسا دیا ہے اور اسلام کو بھی۔ اور اس کے مفاہیم قرآن پاک میں بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ نقشہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل تھے' جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "یا بنی اسرائیل اذکرو نعمتی التی"۔ "اے بنی اسرائیل میری نعمتیں یاد کرو"۔ اب بنی اسرائیل کے علاقے کا نقشہ قرآن پاک میں آگیا۔ قرآن کی تفسیر میں لکھ رہے ہیں کہ یہاں پر اسرائیل ہے' یہاں پر یہ واقعہ ہوا ہے' یہاں موسیٰؑ تھے' یہاں سے یہاں تک گئے' یہ ساڑھے تین میل کا فاصلہ ہے' یہاں راستے میں چھوٹا سا دریا بھی آتا ہے' اور کچھ لوگوں نے فلم بنا دی موسیٰؑ اور فرعون پر۔ فرعون کو دکھا دیا اور موسیٰؑ کو دکھا دیا کہ یہاں سے قومیں گمراہ ہو گئیں تھیں' قرآن پاک کی کہانیاں بنا لیں' Stories of Quran کی فلم بنا لی۔ اسلام کو فلم بنا دیا۔ کیسٹ اور ویڈیو کیسٹ بنا دیئے۔ فلمیں بن رہی ہیں کہ کلام پاک کس طرح نازل ہوا اور پہلی وحی کس طرح آئی۔ یہ تو شکر ہے کہ کسی نے بھی محمد ﷺ کی زندگی کو Direct نہیں دکھایا' ورنہ فلم کے طور پر یہ دکھا دیتے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کا کلام ہے' اللہ کا حکم ہے' آپ قرآن کو پڑھو' بے شک معانی بھی نہ آتے ہوں۔ آپ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بڑے ادب کے ساتھ ان لوگوں نے فلمیں بنائی ہیں۔ اس کو ایسے مت سوچو۔ تفسیریں لکھنے والوں نے بھی لوگوں کو قرآن سے قریب نہیں کیا اور دین کی زیادہ وضاحتیں کرنے والوں نے بھی قریب نہیں کیا۔ دین عمل کا نام ہے۔ دین کیا ہے؟ عمل کا نام ہے' اس

کو علم سے باہر نکالو۔ کس سے باہر نکالو؟ علم سے باہر نکالو۔ اب آپ کو دین مل جائے گا۔ دین کو تم نے علم تک محدود کر دیا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا آپ نے وہ کتاب پڑھی ہے' دوسرا کہتا ہے میں نے دوسری کتاب پڑھی ہے۔ اب جو کتاب اس نے پڑھی ہے دوسرا اس سے مقابلہ کرے گا اور جو دوسرے نے پڑھی ہے وہ پہلے شخص سے اس کا مقابلہ کرے گا۔ دین جو ہے یہ کتاب پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے۔ اپنے قریب والے لوگوں سے تعلق رکھو۔ کسی کے ماں باپ خدانخواستہ بیمار ہوں اور وہ فقہ کی کتاب پڑھ رہا ہو اور تفسیر ہی پڑھ رہا ہو تو آپ کا کیا خیال ہے کہ یہ بات اللہ میاں کو پسند آئے گی کہ ماں باپ کی خدمت نہ کرے' ماں اس سے پانی مانگ رہی ہے "بیٹا پانی دو"۔ کہتا ہے "ٹھہر جا کلام اللہ پڑھ رہا ہوں' کلام اللہ کی تفسیر پڑھ رہا ہوں"۔ کیا دین میں اس کی اجازت ہے' دین نے نہیں دی اجازت! قرآن میں اللہ کریم کا کیا حکم ہے' اس کا مفہوم یہ ہے کہ تم یہاں چار دن کی زندگی کو اس انداز سے گزارو کہ یہاں کے واقعات تمہارے ذریعے اصلاح پذیر ہوں' قرآن پاک کو پڑھو' بڑے ادب سے پڑھو' غور سے پڑھو' اگر پڑھنا آتا ہے تو پڑھو' نہیں پڑھنا آتا تو سیکھ لو' اگر نہیں پڑھنا آتا تو اس کو دیکھتے ہی جاؤ' اگر آپ خانہ کعبہ جاؤ تو خانہ کعبہ کو دیکھتے جاؤ' یہ نہ پوچھنا کہ "یہاں پر اینٹ کیا بھاؤ ملی ہے' کس جگہ کی لگی ہوئی ہے' یہاں پر پہلی دفعہ دیکھی ہے' یہ پتھر کہاں سے آیا ہے' دمشق سے آیا ہے؟ دمشق کا یہاں سے فاصلہ کتنا ہے' یہ پتھر اونٹ پر لایا گیا تھا کہ گدھے پر' یہ جو پتھر وہاں پر ہے' یہ سنگ اسود ہے' سنگ اسود کہاں سے ملا تھا' تین پتھر آسمان سے آئے

تھے' سنگ اسود یہاں بھی ہے' انڈیا میں بھی ہو گا' ایک کسی اور جگہ پر ہو گا' تو یہ مقدس ہی ہونا چاہئے"۔ سنگ اسود کی ہسٹری شروع کر دیتے ہیں۔ ہسٹری کرنے سے تقدیس رہ جاتی ہے' بلکہ ایک دفعہ ایسا حکم ہوا صحابہ کرامؓ کو کہ جب حج کا موقعہ آئے تو حاجیوں کو حج کے فوراً" بعد واپس بھیج دو' ایسا نہ ہو کہ ادب جو ہے وہ پہلے مانوس ہو جائے پھر بے تکلف ہو جائے اور گستاخ ہو جائے۔ ادب گستاخ کیسے ہوتا ہے؟ زیادہ Familiarity کی وجہ سے' حاجی کہتے ہیں کہ ہمیں دس دن مکہ شریف میں رہنے کا اتفاق ہوا پھر گیارہواں دن بھی مکہ میں گزرا۔ اب "مکہ" رہ گیا' "شریف" گیا۔ پھر کہتے ہیں مکہ میں مہنگائی بڑی ہے' میرے روزانہ بہت پیسے لگ جاتے تھے' بڑا خرچہ ہو گیا' وہاں کے لوگ اچھے نہیں ہیں' بد مزاج ہیں' سنگلاخ چٹانیں ہیں۔ اب یہ شخص نزاکتوں کی بجائے کوئی اور چیز نوٹ کر رہا ہے۔ اس طرح وہ شخص ادب سے باہر نکل جاتا ہے۔ محبت والا یہ کہتا ہے کہ "دوست کے ساتھ گئے' بڑا لطف لیا' سلام کیا' حاضر ہوئے' وہ جو مالک کا گھر ہے' اس کے گھر کے کتے بھی اچھے لگتے ہیں' تو اچھا' تیرے غلام بھی اچھے"۔ اس شخص کا جھگڑا ختم ہو گیا۔ بجائے محبت کے تم لوگ تحقیق کرنی شروع کر دیتے ہو' تحقیق کرنے والا جو ہے ناں وہ تقدیس سے محروم ہو جاتا ہے' تحقیق میں آپ تقدیس بیان نہیں کرتے ہو' جب آپ یہ کہتے ہو کہ میں تقدیس کرتا ہوں تو تقدیس تفسیر نہیں بنتی۔ اس لئے اس کو ادب میں رکھو' آپ ادب میں رہو' اور یہ جو علم ہے صرف اتنے علم کو علم کہو جتنا آپ کے عمل میں آ رہا ہے۔ اللہ کریم نے پرانی قوموں کے متعلق جو فرمایا ہے وہ وہاں کی زبان اور

وہاں کی زندگی کے مطابق آیا۔ آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ پرانی قوموں کو یہ علم تھا اور یہ واقعات تھے' انہوں نے فلاں غلطی کی تو یہ سزا ہو گئی اور تم غلطی نہ کرنا' نہیں تو تمہیں سزا ہو جائے گی۔ اب آپ اس غلطی سے بچ کر آگے نکل جاؤ' آگے عمل ہے۔ تو جو متقی ہیں ان کے لئے یہ واقعہ ہے اور ان کے لئے فوز و فلاح ہے اور جو لوگ جھوٹے ہیں ان کے لئے بڑے خوف کی زندگی ہو گی۔ صرف بتانا مقصود نہیں ہے بلکہ کرنا مقصود ہے کہ آپ سجدے میں داخل ہو گئے ہو یا نہیں۔ آپ چلتے جاؤ۔ تو قرآن پاک کو تفسیر بنانا' تفسیر کا مقابلہ تفسیر سے کرنا' یہ ساری علم کی موشگافیاں ہیں' آپ صرف یہ سمجھو کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اس کا یہ معنی ہے' یہ مفہوم ہے' آنے والے لوگ اس پر عمل کریں۔ اگر فرض کرو کہ یہ موسیٰ اور فرعون کا واقعہ دیکھا جائے تو ہم کیا کہیں گے۔ موسیٰ اور فرعون کا واقعہ صرف ان کا واقعہ نہیں ہے۔ اگر یہ ان کا واقعہ ہوتا تو یہاں تک کیوں آتا؟ یہ تو آپ تک آ چکا ہے۔ یہ صرف کہانی نہیں ہے کہ فرعون کے جادوگر سانپ لے آئے اور موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینک دیا۔ اللہ کریم کا مقصد کہانی بتانا نہیں ہے بلکہ یہ بتایا جا رہا ہے کہ جہاں کہیں کوئی طاقت ور بادشاہ اللہ کی دی ہوئی طاقت کو طاغوت میں استعمال کرے گا تو ایک کمزور آدمی بھی اس کو اڑا کے رکھ دے گا۔ اللہ کے پاس ایسا علم ہے اور ایسی طاقت ہے۔ وہ اپنے پیغمبر کو اذن دے دیتا ہے کہ فرعون کو ختم کر دو۔ پیغمبر کہتا ہے میں نے تو اس کے گھر میں پرورش پائی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پالنے والے تو صرف ہم ہیں' اب اپنی عصا لے کے اس کے پاس جاؤ۔ اللہ نے پوچھا آپ کے ہاتھ میں کیا

ہے؟ موسیٰ نے کہا یہ عصا ہے' اللہ نے کہا اس سے تم کیا کرتے ہو؟ موسیٰ نے کہا اس درختوں کے پتے توڑتا ہوں اور بھیڑوں کے ہانکنے کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ جب جادوگروں کے سانپ سامنے آئے تو حکم ہوا کہ عصا پھینکو اور وہ یدِ بیضا بن گیا۔ فرعون طاغوت میں آگیا تھا۔ اس کی طاقت کا دارومدار جادو پر تھا' سامری اس کا جادوگر تھا۔ جادو کا توڑ "عصائے موسیٰ" آگیا اور کھیل ختم ہو گیا۔ اس طرح اللہ کریم نے بتایا ہے کہ عام طور پر جابروں کو چھوٹے چھوٹے واقعات کے ساتھ توڑا جاتا ہے۔ اب یہ واقعہ آپ تک آیا ہے تو پرانے لوگوں کے واقعات کو وہیں تک نہ سمجھو۔ اب اس چکر میں نہ پڑ جاؤ کہ "کون سا فرعون تھا اور اس کی قبر مصر میں کہاں ہے' اس کی ہڈیاں کہاں ہیں اور وہاں کتنا خزانہ ہے" ۔ اس بات کو چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ یہ میرے اللہ کی شان ہے کہ کمزور کو طاقت دے تو وہ بڑے جابر کو اڑا سکتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ کے راستے پر چلاؤ اور عمل کے راستے پر چلو اور جب آپ اللہ کے کلام کو پڑھتے ہو تو یہ یاد رکھو کہ یہ کلام اللہ کریم کا کلام ہے اور اللہ کریم کے محبوبؐ کی زبان سے آپ تک آیا ہے' بس اتنا کافی ہے! یعنی کہ اس کلام میں دو باتیں ہیں اور اس طرح آپ کا ایمان پورا ہو گیا اور کلمہ پورا ہو گیا کہ بھیجنے والا اللہ ہے اور سنانے والے اللہ کے محبوبؐ! اس حوالے سے آپ کو اور کیا چاہئے۔ جب آپ قرآن پڑھو گے تو آپ پر اس کی ہر چیز آشکار ہو جائے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ جو آدمی عربی نہیں جانتا اس کو عربی میں نماز کا حکم ہے' چاہے اس کی اپنی زبان کوئی بھی ہو۔ یہی اس کا اعجاز ہے کہ قرآن کو عربی میں پڑھو۔ یہ بات یہیں تک ہی

مکمل ہے۔ کسی جگہ پر یہ نہیں کہا گیا کہ تم اس کی تفسیریں کر لو۔ قرآن پاک جس دن مکمل ہوا اسی دن تک کا علم حاصل کرو۔ تفسیر بیان کرتے کرتے مفسر اپنے دور کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ آج کے زمانے کی بات یہ ہے کہ آج کل کیا ہو رہا ہے اور یہ نہیں ہونا چاہئے۔ قرآن پاک جہاں تک مکمل ہوا وہیں تک پڑھو۔ جہاں تک دین مکمل ہو گیا وہیں تک دین ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس میں اضافی شکل آئی ہے اس کو دیکھتے جاؤ۔ کتابوں کا کیا مقام ہے؟ آپ کو ہزار بار بتایا ہے کہ کتابوں کا وہاں پر مقام ہی کوئی نہیں ہے' اتنی کتابیں پڑھو جتنی اس دن تھیں جس دن اللہ کریم کا ارشاد ہوا کہ "آج کے دن دین مکمل ہو گیا"۔ اس دن جتنی کتابیں تھیں' کافی ہیں۔ کتنی کتابیں تھیں؟ اسلام کی لائبریری میں کوئی کتاب ہی نہیں تھی! بعد کی اسلامی کتابیں اس لئے ہیں کہ لوگوں کو علم کا لگاؤ ہو۔ علم کے لگاؤ کا نشہ عمل سے دور کر دیتا ہے۔ عمل بہت سادہ سی بات ہے۔ عمل کرتے جاؤ۔ تفسیروں کا مقابلہ نہ کرو' مفسرین جو مرضی کرتے جائیں۔ ایک نے دوسرے کے خلاف کہا' دوسرے نے تیسرے کے خلاف کہا۔ تو آپ اپنا راستہ لو۔ اسی طرح ڈاکٹروں کا فرق بیان نہ کرو' کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس جا کر بات کرو۔ اسی لئے تو لوگ تلاش کرتے ہیں' اگر ایک ڈاکٹر سے فائدہ نہیں تو کسی اور کے پاس چلا جا لیکن یہ ہے کہ اپنی دوائی ضرور لو۔ شفاء تو اللہ نے دینی ہے اور ڈاکٹروں کے متعلق جھگڑا نہ کرو کہ اس نے کیا کہا اور اس نے کیا کہا۔ اب کہیں مقابلہ نہ شروع کر دینا۔ ایسی بات نہ کرو' اپنا راستہ لو اور چلتے جاؤ' قرآن پاک کو پڑھو' یہ تمہارے اللہ کا کلام ہے اور اس کو بیان فرمانے والے اللہ کے

محبوبؐ کی زبان ہے۔ اس کے پڑھنے سے فیض ہو گا اور دونوں کی طرف رجوع ہو گا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جب آپ قرآن شریف پڑھو تو ایسے پڑھو جیسے قرآن شریف ابھی نازل ہو رہا ہے۔ ممکن ہے آپ کو یہ کیفیت مل جائے کہ قرآن شریف ابھی نازل ہو رہا ہے۔ آپ کے لئے تو ابھی نازل ہو رہا ہے کیونکہ آپ ابھی پڑھ رہے ہو۔ کتاب سمجھ کے نہ پڑھنا بلکہ اس کو اللہ کی زبان سمجھ کے پڑھنا۔ اس کو اللہ کا ارشاد سمجھ کے پڑھنا۔ تفسیروں والا قرآن شریف بھی نہ پڑھنا کہ کون سا پڑھنا ہے۔ یہ اللہ کی زبان ہے' اللہ کا کلام ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ کیسے بول رہا ہے! آپ یہ محسوس کرو کہ اللہ کے حبیبؐ کی طرف سے یہ بات آئی تو سارے انوار و تجلیات خود کھلتے جائیں گے۔ اب آخری بات کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم لائبریری میں زندگی کو تلاش کرو اور زندگی لائبریری کے دروازے سے باہر نکل جائے۔ یہ اس طرح ہے کہ آپ ماں باپ کے حقوق پر کتاب پڑھ رہے تھے جب کہ ماں باپ موجود تھے اور خدمت نہیں کی۔ بس قرآن پڑھتے جاؤ یہ خود بخود دل پر وارد ہو جائے گا۔

سوال:

اپنے عمل کو آسان بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

عمل کو آسان بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عمل کو Define کر لیا جائے کہ زندگی میں عمل کرنا کیا ہے؟ ایسا نہ ہو کہ عمل کے راستے میں چلتے چلتے ایک اور عمل پیدا ہو جائے۔ پہلی بات عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ

نے جیسے فرمایا کہ یہ نماز ہے' حج ہے' روزہ ہے' زکوٰۃ ہے اور کلمہ شریف ہے' یہ عمل جاری رکھو۔ یہ کمائی ہے' یہ خرچ ہے' اس کے اندر حلال حرام کی یہ تمیز ہے' اور جو رزق دیا گیا اس میں سے خرچ کرو اور نہ فضول خرچی ہو اور نہ کنجوسی ہو۔ یہ موٹی موٹی باتیں آپ کو سمجھ آ جائیں' اپنوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے' بیگانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے' یہ سب درجہ بدرجہ اللہ کریم نے فرما دیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے ساتھ کیسا سلوک کرنا ہے۔ ان اعمال کے قریب قریب رہو۔ تو پہلے عمل کو Define کر لیا اور پھر عمل کر لیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ سماج کے اندر مروجہ قوانین کے مطابق عمل کریں۔ یہ سماجی عمل ہے' اس میں اصلاح کرنا یا اصلاح لینا' سماج میں کسی سے Dealing کرنا سب شامل ہیں۔ پھر تنہائی میں آپ کو باطن کی دریافت کا عمل کرنا چاہئے۔ سماج کے ساتھ تو ظاہری رواداری کا تعلق ہے' تنہائی میں آپ کا باطن کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے۔ یہ اس لئے ہونا چاہئے کیونکہ آپ کے اعمال میں کچھ اعمال ظاہری ہیں اور کچھ باطنی ہیں۔ ظاہری اعمال کیا ہوتے ہیں؟ جب Actually آپ Move کرتے ہو' Deal کرتے ہو' لینا دینا کرتے ہو' بات چیت کرتے ہو' کلام کرتے ہو' پیدل چلتے ہو' سیاست کرتے ہو اور دوسرے عمل کرتے ہو۔ یہ عمل کیا ہیں؟ یہ ظاہری عمل ہیں! باطنی اعمال کیا ہیں؟ تقویٰ' پرہیزگاری' خوف خدا' عشق رسولؐ اور ضمیر کی آواز' قیامت کا انتظار' عاقبت پر یقین کرنا' اللہ پر بھروسہ کرنا' اندر کی چنتا کو دور کرنا اور اللہ کے قریب رہنا۔ یہ اندر کی بات ہے' ظاہر کی بات نہیں ہے۔ تو گویا کہ آپ کے باطنی اعمال بھی صحیح ہونے چاہئیں اور

اعمال ظاہری کی بھی اصلاح ہونی چاہئے۔ ان میں Confusion نہیں پیدا ہونی چاہئے۔ اعمال نیت میں باطنی ہیں اور عمل میں یہ ظاہری ہیں۔ نیت کا ایک اور عمل ہے۔ نیت جو ہے یہ باطن میں ہوتی ہے۔ اس کا بھی ایک عمل ہے۔ آپ کے باطن کا عمل یہ ہے کہ آپ کے اندر کی اصلاح ہونی چاہئے۔ اس کو تزکیہ کہتے ہیں' گویا کہ اپنا تزکیہ کرنا چاہئے۔ تزکیہ کیسے ہونا چاہئے؟ نفس کے شر سے بچنا چاہئے' اپنا باطن Clear ہونا چاہئے' خود پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ دو بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کے باطن کو خراب کرتی ہیں ایک تو پیسے کی ہوس' پیسے کی ہوس سے دل کی بیماری ہوتی ہے۔ پیسے کی ہوس یا پیسے سے محبت دل کی بیماری ہے اور یہ ضرورت کے نام پر پیدا کی جاتی ہے۔ انسان کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور اس طرح ضرورت کے نام پر انسان پیسے کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کا باطن کمزور ہو جاتا ہے۔ دوسری بیماری لذت وجود ہے یعنی اپنے وجود کو لذت کے قریب رکھنا۔ لذت کسی قسم کی بھی ہو سکتی ہے' کھانے کی ہو' سونے کی ہو' یا خواہشات میں رہنے کی ہو۔ یہ بھی باطن کی بیماری ہے۔ اگر آپ باطن کی بیماری سے بچ جاؤ اور ظاہر کے کام کرتے جاؤ تو پھر ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ تو دو قسم کے اعمال ہیں' اعمال ظاہری اور اعمال باطنی۔ ظاہری اعمال وہ ہیں جن کا مشاہدہ لوگ کر سکتے ہیں کہ آپ وہاں گئے تھے' جنازے میں آپ شامل ہوئے تھے' دوست کی شادی پر آپ گئے تھے' اس طرح کے اعمال ظاہری ہیں۔ باطن یہ ہے کہ آپ نے اللہ کو یاد کیا' آپ نے خوف خدا کیا' آپ نے اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضری دی اور اس کو کیسے کیسے یاد کیا۔ یہ سارے آپ کے باطنی اعمال

ہیں۔ آپ کا ارادہ نیک ہو جانا چاہئے۔ اگر ارادہ مسلمان ہو جائے' پھر آدمی مسلمان ہو جاتا ہے' اگر ارادہ مسلمان نہ ہو اور چاہے عمل جتنا مرضی مسلمان ہو تو وہ شخص مسلمان نہیں ہوتا بلکہ منافق ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمان کون ہے؟ جو تنہائی کا مسلمان ہے۔ آپ اور آپ کا اللہ جب آمنے سامنے ہوں تو آپ مسلمان ہو جاتے ہو۔ سماج میں مسلمان ہونا آسان ہے لیکن تنہائی کا مسلمان ہونا مشکل ہوتا ہے۔ تنہائی کا وہ وقت جب آپ کے پاس کوئی Visitor نہ ہو' آپ کو دیکھنے والا کوئی نہ ہو' صرف آپ ہوں اور آپ کی تنہائی ہو۔ پھر آپ مسلمان ہیں۔ یہ چھوٹی سی زندگی ہے' اس میں زیادہ سیکھنے کی کوئی بات نہیں۔ باطن یہ ہے کہ آپ کا عمل آپ کے ارادے کے ساتھ ہو جائے۔ اگر عمل خدا کی طرف جا رہا ہے تو ارادہ بھی خدا کی طرف جائے۔ اگر آپ حج کرنے جا رہے ہو' یہ نہ ہو کہ ارادہ پیچھے رہ جائے اور آپ حج کرنے آگے نکل جاؤ۔ نیت پیچھے رہ گئی اور آدمی حج پر چلا گیا۔ نیت بھی ساتھ ہونی چاہئے کیونکہ آپ اللہ کے پاس جا رہے ہو۔ آپ جوں جوں اللہ کے گھر کی طرف فاصلہ طے کرتے ہو اسی طرح آپ کا ارادہ اللہ کی طرف رجوع کرتا جاتا ہے۔ تو اگر اللہ کا ارادہ نہ ہو اور صرف سفر ہو تو یہ نیکی کا سفر نہیں ہے۔ نیکی کا سفر یہ ہے کہ ارادہ ہو' نیت ہو اور آپ کا دل بھی سفر کرے اور آپ کا وجود بھی سفر کرے۔ کام بس اتنا ہے کہ ظاہری اعمال باطنی ارادوں کے ساتھ چلیں۔ کام بہت آسان ہے کہ جو آپ کر رہے ہوں وہی آپ اصل میں ہوں۔ یعنی جو ظاہر کر رہے ہیں وہی آپ کا باطن ہونا چاہئے۔ اگر آپ ظاہری طور پر پارسا ہو تو باطنی طور پر بھی پارسا

ہو جاؤ۔ ظاہر باطن میں فرق نہیں ہونا چاہئے۔ اتنا آپ نے عمل کرنا ہے۔ اگر آپ قرآن شریف پڑھ رہے ہو' تو واقعی ایسا ہو کہ آپ قرآن شریف پڑھ رہے ہوں۔ اگر آپ نماز پڑھ رہے ہو تو واقعی آپ نماز پڑھ رہے ہوں۔ تو آپ کے ظاہر باطن کا فرق جتنا ہے اس کو مٹا دینا جو ہے یہ آپ کا عمل ہے۔ عمل کیا کرنا چاہئے! اس کی کیا Range ہے؟ آپ کے ظاہر باطن کا فرق مٹ جائے۔ آپ کے ظاہر باطن میں فرق اس طرح آتا ہے کہ آپ کسی اللہ والے کے پاس جاتے ہیں تاکہ اللہ کی یاد کے بارے میں پتہ کریں اور وہاں جا کر کاروبار ٹھیک کرنے کی دعا کروائیں گے۔ یہ ہے ظاہر اور باطن کا فرق۔ اسی طرح اللہ کے گھر جا کر حج کریں گے اور اس سے کہیں گے کہ مجھ پر کیا کیا مصیبتیں آتی ہیں' پیسے جمع کرتا ہوں' پھر ختم ہو جاتے ہیں' کوئی ایسا مال دیں کہ ہمیشہ کے لئے مال رہ جائے۔ اللہ کے گھر جا کر مال مانگ رہا ہے۔ تو یہ ہے ظاہر اور باطن کا فرق۔ اصل مانگنے والی چیز یہ تھی کہ اپنے پاس بلا' جب اس نے بلا لیا ہے تو یہ واپسی کی دعا مانگ رہا ہے۔ یہ فرق مٹا دینا چاہئے۔ یہ اصل عمل ہے اور آسان عمل ہے۔

اس لئے ظاہر باطن کا جو فرق ہے اسے مٹا دینا چاہئے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اصل میں مانگنے والی کیا چیز ہے؟ اگر اللہ سے مانگنا پڑے تو اللہ کے محبوبؐ کی محبت مانگو اور اللہ کے حبیبؐ سے کچھ مانگنا پڑے تو اللہ کی یاد مانگو۔ بس یہیں تک ہی مطلب ہے۔ زندگی کے اندر ظاہر باطن کا فرق جتنا ہے اسے مٹا دو۔ پھر آپ کی زندگی بہت آسان ہو جائے گی۔ عمل کی Range اتنی ہے۔ ہیرا پھیری بند ہونی چاہئے۔ ہیرا پھیری کیا

ہے؟ اپنے آپ کو دنیاوی طور پر طاقتور بنانے کی خواہش ہیرا پھیری ہے' طاقتور کیا ہوتا ہے؟ یعنی ہمارا جھنڈا لگا ہو' اور ہمارا "قلعہ" مضبوط ہونا چاہئے۔ آج کل سارے قلعے کھنڈرات بنے ہوئے ہیں۔ شاہی قلعہ کیا ہے؟ کھنڈر ہے۔ سارے محلات جن میں بادشاہ رہا کرتے تھے آج کل کھنڈر ہیں۔ اس وقت کے بادشاہ بے چارے بغیر ائیر کنڈیشنڈ کمرے کے' بغیر ٹیلی فون کے رہتے تھے' کئی کئی ہفتے گھوڑے پہ سفر کرتے تھے۔ اکبر بادشاہ کو دیکھ لو' ان کے خزانے میں دو چار لاکھ ہوتے تھے اور آج کل انفرادی اکاؤنٹ میں کتنی دولت ہوتی ہے۔ سکندرِ اعظم کہاں سے گھوڑے پہ سوار ہو کے آیا اورعذاب میں مبتلا ہو گیا۔ آج کل آپ بوئنگ اور سپر سانک جہازوں پر کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہو۔ اس وقت بادشاہ کسی سے بہت خوش ہوتے تھے تو گھوڑا دے دیتے تھے' مثلاً" کسی کو پرگنہ کا ضلع دے دیا' اب وہاں سے کیا آمدنی ہونی تھی۔ آپ اپنی زندگی کو دیکھو کہ اس میں کیا کیا ہے' گاڑیاں پھرتی ہیں اور آپ کے کیسے کیسے مکان ہیں۔ زمانہ کہاں پہنچ گیا ہے۔ ٹی وی چلا دیں تو انگلینڈ کی آواز آ جاتی ہے۔ آپ یہ سمجھو کہ اصلی زندگی کیا ہے اور اصل بات کیا ہے۔ یہ ہے غور والی بات! آپ اپنے آپ کو پہچانو کہ چار دن کی زندگی ہے' اس میں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ الجھ جائیں۔ آسان عمل کیا ہونا چاہئے؟ یہ کہ زندگی میں بیٹھنا بھی آسان ہو اور اسے چھوڑنا بھی آسان ہو۔ آپ دقت میں نہ پڑ جانا۔ زندگی کو چھوڑنا آسان ہونا چاہئے اس طرح کہ یہاں بیٹھے اور پھر یہاں سے چلے گئے' جیسے کوئی پنچھی دیوار پر بیٹھا' پھر ادھر سے دیوار والوں نے آواز دی اور وہ اڑ گیا۔ اس کو دِقت نہیں ہوئی۔ آپ

نے اڑا دیا اور پنچھی اڑ گیا۔ اسی طرح یہ پنجرہ خالی رہ جائے گا' پنچھی اڑ جائے گا۔ آپ پنچھی ہو' یہ پنچھی آپ کا باطن ہے۔ پنچھی کیا ہے؟ یہ آپ کا باطن ہے اور آپ کا ظاہر کون ہے؟ یہ پنجرہ جو آپ کا وجود ہے۔ تو وجود کی حفاظت کرو۔ کہیں یہ کمزور نہ ہو جائے اور پنچھی کا خیال کرو کیونکہ اس نے ساری کاروائی کرنی ہے۔ اصلی کہانی جو ہے' یہ ہے۔

اپنے اصل کو پہچانو۔ آپ کا اصل آپ کا باطن ہے۔ یہ جو پیسے کی محبت ہے' یہ آپ کو زیادہ سے زیادہ بادشاہ بنا دے گی' تب بھی بیکار ہے۔ آپ یہ پہچانا کرو کہ آپ سے پہلے دنیا میں لوگ کتنی کتنی تکلیفوں میں مبتلاء رہے ہیں۔ آپ کو بڑا اچھا زمانہ ملا ہے اور اچھے واقعات ملے ہیں اور آپ کی زندگی بہت اچھی ہے' آپ کو آسائشیں ملی ہیں' آسانیاں ملی ہیں' آپ کو Developed زمانے ملے ہیں اور آپ کا ماحول ایسا باخبر ہے کہ صبح آپ کے پاس اخبار چھپ کے آ جاتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' اس کا چھوٹے سے چھوٹا ریکارڈ بھی آپ کے پاس آ جاتا ہے' بس یہ لوگ ذرا اپنے مطلب کے لئے کہانی آگے پیچھے کر لیتے ہیں۔ تو آپ اپنے اللہ کی طرف رجوع کرو کیونکہ آپ یہاں سے نکلنے والے ہیں' جھوٹے نہ بننا' اور منافق نہ بننا۔ منافق کون ہوتا ہے؟ جس کے عمل اور ارادے میں فرق ہو۔ اگر آپ نیکی کا عمل کر رہے ہیں تو ارادہ بھی نیک ہونا چاہئے۔ عمل کی اتنی Range ہے۔ کہیں بادشاہوں والا عمل نہیں کرنا۔ یہ جتنے محلات تھے' سب کھنڈرات ہو گئے ہیں۔ سب لوگوں نے کھنڈر بن جانا ہے۔ میں مایوسی کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ آپ کو حقیقت کی بات بتا رہا ہوں کہ چار دن کی زندگی

کے اندر اس میلے کو غور سے دیکھو پھر یہ نہ ہو کہ آپ کی آنکھ اس وقت کھلے جب یہ بند ہونے کو ہو۔ اس وقت کوئی اور وقت نہیں ملے گا۔ No second time' لوگ کہیں گے یا اللہ ایک اور Term دے دو' اللہ تعالیٰ کہے گا اب کوئی Term نہیں ملے گی۔ کافر اس وقت بڑا چلائے گا' وہ کہے گا یا اللہ یہ کیا بات ہے؟ کاش میں مٹی ہوتا تو بہتر تھا! تو آپ انسان ہونے کا فائدہ اٹھاؤ' کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ۔ انسانوں کے ساتھ نیکی کیا ہے؟ آپ یہ کریں کہ کسی انسان پر اس کے حق سے زیادہ مہربانی کر دیں۔ کسی کی غلطی کو دل سے معاف کر دو' بہت زیادہ پہلوان بننے کی کوشش نہیں کرنا' سادہ سی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو اور زندگی جتنی سادہ ہو گی' اتنی عافیت ہو گی۔ زندگی اصل میں اندر سے سادہ ہی ہوتی ہے۔ آپ لوگ آج بھی گندم کھاتے ہو' ماڈرن دور ہے' کاش آپ کچھ اور کھاتے۔ ہیرے کھانے شروع کر دیتے مگر وہ کہتا ہے وہ تو پتھر ہیں' وہ کیسے ہم کھائیں گے' پتھر تو نہیں کھا سکتے! آپ نے کھانا گندم کو ہی ہے' رہنا آپ نے اپنے گھروں میں ہے' سونا آپ نے اسی طرح ہے جیسے تنہا انسان سوتا ہے' اور پیدا ویسے ہونا ہے' مرنا ویسے ہی ہے' آج کا انسان بھی اسی طرح روتا ہے' جیسے اس کے بڑے ابا روتے تھے' آنکھوں سے اسی طرح آنسو آئیں گے' آنسوؤں میں بھی Change نہیں آئی۔ پھر Development کیا ہوئی؟ کوئی Development نہیں ہوئی۔ اس Development کے نام پر گمراہ نہ ہو جانا۔ Development کے نام پر انسان پتہ ہے کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے سب کچھ تو وہی ہو رہا ہے' صرف ایک بات یہ ہے کہ خدا ہے ہی نہیں۔ اب وہ یہ بہتان شروع کر دے گا

اور پھر اللہ یہ کہتا ہے کہ یہ لوگ جب میرے روبرو آئیں گے پھر میں انہیں بتاؤں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اور اس کے بعد ان کے پاس کوئی چارہ نہیں ہو گا' اور وہ دن وہاں آئے گا اور وہ دن ضرور آئے گا۔ اور اپنے دل کو اطمینان بخشو' اطمینان کیا ہوتا ہے؟ جو مکان آپ کے پاس ہے' بہت اچھا ہے اور اس کو اور بھی اچھا کر لو۔ عمل کرنے کے لئے میرا خیال ہے زندگی بہت کافی ہے۔ خواہش اور حاصل کا فرق مٹا دو' جو ملا ہے اس پر قناعت کرو۔ زیادہ لے سکتے ہو تو لے لو۔ اپنی اولاد پر راضی رہو' اپنے ماں باپ کی اطاعت کرتے رہو اور آپ کے پاس جو علم ہے وہ بہت کافی علم ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں زندگی میں عافیت میں رہو اور یہاں سے رخصت ہونا بھی آسان ہو جائے۔ عمل صرف اتنا ہے۔ اس سے زیادہ عمل کوئی نہیں ہے' غم بھی ملے گا اور خوشی بھی ملے گی۔ آدمی اگر رخصت نہ ہوتا تو پھر بڑی بات تھی۔ اگر انسان نہ مرتا تو پھر یہ زندگی کچھ اور ہی ہو جاتی۔ یہ تو انسان کی غلطی ہے کہ وہ چلا جاتا ہے اور آپ سب عزیزوں کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے۔ آپ لوگ اور ہی کام کرتے رہتے ہیں' غور کرتے رہتے ہیں اور حقیقت نکل جاتی ہے۔ آپ آسمان کی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور پاؤں سے زمین نکل جاتی ہے۔ آسمان کو ضرور دیکھو مگر یہ خیال رہے کہ زمین پہ کھڑے ہو' کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین ہی پاؤں سے کھسک جائے۔ بس اتنی سی بات یاد رکھو' اللہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے' اور اس کی طرف رجوع کرنے سے آدمی فنا سے نکل جاتا ہے۔ ..... اور کوئی سوال ..... بولیں۔

سوال:

سر! صاحب یقین کی معیت سے یقین کی دولت اور نعمت کیسے میسر آتی ہے' اس کی کچھ وضاحت کریں؟

جواب:

آپ ایک اچھا لفظ استعمال کر گئے ہیں یعنی "معیت"۔ میں بتاتا ہوں کہ معیت کیا ہے؟ اگر آپ کسی صاحب یقین کے ساتھ چل رہے ہیں تو اس سے یقین کی دولت ملتی رہے گی۔ گھر میں بیوی بچوں کا جو ساتھ ہے آپ اس ساتھ کو صرف نبھاؤ اور اس ساتھ میں سے کوئی چیز نہ نکالو۔ مثلاً" آپ شادی کرتے ہو' اس طرح میاں بیوی دونوں کا تعلق ہو گیا۔ تو تعلق کو کسی کام کے لئے استعمال نہ کرو' اگر اس طرح کی عادت ہے تو یہ عادت نکال دو۔ اپنی زندگی سے کون سی عادت نکالنی چاہئے؟ کہ تعلق کو ذریعہ بنا کر کوئی کام نہ حاصل کرنا۔ اگر یہ بات چھوڑ دو تو تعلق جو ہے بذات خود بڑا کام ہے۔ تو صاحب یقین کے ساتھ تعلق ہی یقین ہے' تعلق کا نبھا جانا ہی یقین ہے۔ اگر کوئی کہے کہ مرشد کے ساتھ آپ کا تعلق کب تک رہا تو آپ کہیں کہ ہمیشہ سے تھا اور رہے گا۔ "کیا آپ کو اس سے کچھ ملا؟" تو آپ کہیں کہ ملنے کی بات نہیں بلکہ تعلق قائم ہے۔ تعلق میں فائدہ حاصل کرنا بڑی بیماری ہے۔ تعلق کو تعلق تک رکھو' کل بھی تعلق تھا' آج بھی تعلق ہے' کیا ہے؟ کل بھی تعلق تھا اور آج بھی تعلق ہے۔ خواہ کام ہو جائے یا کہ نہ ہو' تعلق کو قائم رکھو۔ مثلاً" آپ کو آپ کے بھائی نے بہت نقصان پہنچایا مگر بھائی ہونا ایک

تعلق ہے اور بیٹا بڑا گستاخ نکل آیا مگر بیٹا ہونا ہی تعلق ہے۔ اگر کسی دوست نے کام نہیں کیا تو نہ کرے' تعلق قائم رکھو۔ تعلق کو فائدے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اسی طرح مشائخ کرام کے ساتھ تعلق دراصل خدا کے ساتھ تعلق کا ذریعہ ہے۔ یہ تعلق کیا ہوتا ہے؟ مشائخ کے ذریعے اللہ کے ساتھ تعلق ہو گیا۔ کسی درویش نے اللہ کے بارے میں بتا دیا تو تعلق ہو گیا۔ تیسرے دن آپ نے اللہ تعالیٰ کو درخواستیں دینی شروع کر دیں۔ "یا اللہ ایک تو ہماری اچھی سی نوکری لگا' پھر کاروبار بہتر کر دے' دو دکانیں' چار کارخانے دے دے"۔ اب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اس سے بہتر ہے کہ تعلق ہی توڑ دو کیونکہ تم نے تعلق کو ہمیشہ ہی Application بنایا' تعلق کو ہمیشہ ہی درخواستیں بنایا اور ہمیشہ Demand کرتے رہے۔ کبھی تعلق کا Regard نہیں کیا کہ "یا اللہ تیری مہربانی ہے کہ آج ہم تیرے روبرو ہیں' یہ کافی بات ہے کہ ہم آج تیرے دربار میں حاضر ہو گئے"۔ ورنہ وہ شخص اللہ کے پاس بیٹھ کے بھی Type کرتا جا رہا ہے' چھ سال سے مانگ رہا ہے اور پتہ نہیں کیا کیا مانگ رہا ہے۔ آپ لوگ نظر کی خیر مناؤ' نظارے تو بڑے ہیں مگر نظر کمزور ہوتی جا رہی ہے اور آپ نظارے مانگ رہے ہیں۔ نگاہ کمزور ہو جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نظارے کی قدر کیا ہوتی ہے۔ جب تک نگاہ قائم ہے' دنیا کے نظاروں کا شکر کے ساتھ استقبال کر لو۔ جب تک ذہن موجود ہے' دنیا کو غور سے دیکھ لو اور کائنات پہ غور کرتے جاؤ' جب تک دل موجود ہے' کچھ دلبری کے کھیل کرتے جاؤ' صحت موجود ہے' تو خدمت کرتے جاؤ' وجود کے ساتھ پیسہ موجود ہے تو غریب کی خدمت کرتے جاؤ کیونکہ موجود اور

لاموجود برابر چلتا ہے' دنیا میں ہونا اور نہ ہونا ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے اپنے فن کے ساتھ' اپنے علم کے ساتھ' اپنے حاصل کے ساتھ اور اپنی زندگی کے ساتھ دوسروں کی خدمت کرتے جاؤ' یہی بڑی کافی بات ہے۔ لیکن آپ صرف مانگتے جاؤ گے' ایسا نہ ہو کہ آپ مانگتے چلے جاؤ اور جب جانے کا وقت آئے تو ساری بات ختم ہو جائے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کتابیں اکٹھی کر رہا ہے کہ میں پڑھوں گا' لائبریری بن گئی آج لائبریری مکمل ہو گئی مگر آج بندے کی زندگی مکمل ہو گئی۔ ایسے کبھی دیکھا آپ نے؟ ایک شخص نے دنیا میں بڑی شاندار بہشت بنائی اور جب اپنی بہشت میں داخل ہونے لگا تو دروازے پر عزرائیلؑ سے ملاقات ہو گئی۔ عزرائیل نے پوچھا تم کون ہو؟ کہتا ہے میں اس بہشت کا مالک ہوں۔ اس نے کہا آپ کون ہیں؟ عزرائیل نے کہا میں تمہاری جان کا مالک ہوں اور وہ اس کی جان لے کے چلا گیا۔ وہ ڈرا کے جان لے کے چلا جاتا ہے۔ آپ یہ کرو کہ اس کا انتظار کرو اور آرام سے چلے جاؤ' ورنہ وہ Death Warrant پر دستخط کرا لے گا۔ اس کے پاس ٹائم کم ہوتا ہے اور مختلف جگہوں سے بندوں کو لینا ہوتا ہے۔ اس لئے آپ یہ کرو کہ پہلے سے تیار ہو جاؤ۔ اس نے آپ کو ٹائم نہیں دینا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ آئے آپ کچھ کر جاؤ۔ پہلا کام یہ کرو کہ اپنی زندگی پر راضی ہونے کا اعلان کر جاؤ کہ یااللہ ہم اپنی زندگی پر راضی ہیں۔ یہ مکمل اعلان کر لو۔ کیا اعلان کرنا ہے؟ کہ ہم اپنے گردوپیش والے سماج پر راضی ہیں اور اگر تُو توفیق دے تو ہم ان کی اصلاح کر سکتے ہیں اور اگر توفیق نہ دے تو ہم اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ جتنی وہ طاقت

دے اتنا ہی آپ خیال رکھو۔ طاقت سے باہر جانا ہلاکت ہے۔ اور یہ کہو کہ یا رب العالمین ! ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کا عطا کیا ہوا' آپ کے پیغمبرؐ کی ذریعے بھیجا ہوا دین قبول کیا' دل و جان سے قبول کیا اور اس کے عمل میں جو کوتاہی ہوئی ہے وہ ہماری کمزوری ہے' لیکن ہمارے ارادے میں کوتاہی نہیں ہے' اس لئے ہماری غفلتوں کو تو درگذر فرما! اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا یہ کلام ہونا چاہئے۔ یہ اعلان کرتے جاؤ اور دعا کرتے جاؤ' جہاں موقع ہو انسان کی خدمت کرو اور اللہ کو یاد کرو۔ زندگی میں کوئی بھی واقعہ نظر انداز نہیں ہو گا' ہر کیا ہوا کام آپ کے راستے میں آئے گا۔ قبر میں جاؤ گے تو اچانک ایک چراغ جل جائے گا' آپ سوچو گے یہ اندھیرے میں چراغ کہاں سے آیا؟ پتہ چلے گا کہ جو تو نے فلاں آدمی کے ساتھ نیکی کی تھی' یہ اس کا چراغ بن گیا۔ کسی آدمی سے کوئی نیکی کی ہے تو وہ چراغ بن جائے گا۔ اور عشق حبیبؐ سے چراغاں ہو جائے گا۔ اس طرح قبر پر چراغاں ہوتے ہیں۔ آپ لوگوں کے لئے یہ زندگی بہت آسان ہے۔ اگر اللہ کو یاد کرتے جاؤ' بندوں کی خدمت کرتے جاؤ' آسانی سے چلتے جاؤ' اللہ کے کاموں پر راضی رہو' یہاں رہنے میں بھی رضامندی ہو اور جانا بھی رضا مندی سے' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس کا استعمال اچھی طرح کر جاؤ۔ اگر اس نے دماغ عطا کیا ہے تو اس کا استعمال اچھا ہو جائے' وجود دیا ہے' نگاہ دی ہے' پاؤں دیئے ہیں تو ان سب پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ یا رب العالمین ! تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں زندگی میں ان نظاروں کو دکھایا اور دیکھنے والی ہماری آنکھ بنائی' سوچنے والا دل بنایا اور محبت کرنے والا دل

بنایا' ہمارا یہاں رہنا جو ہے' تیری مہربانی سے ہے' پھر تو جب چاہے گا ہم تیرے دربار میں حاضر ہو جائیں گے' یا حاضر کر دیئے جائیں گے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ آدمی کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔ قریب کے آدمی اٹھ کر چلے جاتے ہیں' رشتے دار' عزیز' بھائی اور بہنیں بچھڑ جاتے ہیں اور انسان چپ کر کے بیٹھا رہتا ہے' روتا ہے تو رو بھی نہیں سکتا! کیا روئے گا؟ کب تک روئے گا۔ انسان ابھی پچھلے غموں کو رو رہا ہوتا ہے اور نیا غم سامنے آ جاتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ موت کا ڈر تو بڑی خطرناک چیز ہے لیکن اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے' آگے جب جاؤ گے تو وہاں آپ کے ماں باپ ہوں گے' دادا ہوں گے' باقی سب بزرگ وہاں ہوں گے۔ جن کو یہاں یاد کرتے ہو وہ وہاں ہوں گے۔ وہاں پر بڑے میلے ہوں گے۔ دنیا کے سارے عظیم واقعات وہاں ہوں گے۔ جو آپ کا سارا علم ہے ماضی کا' وہ وہاں پر حال ہو گا۔ اس لئے موت کوئی دِقّت والی بات نہیں ہے۔ یہ سارا آپ کا خیال ہے کہ وہاں کیا ہو گا' وہ تمام حال ہو گا۔ جس کو آپ یہاں یاد کر رہے ہیں وہاں پر اس کا دیدار ہو گا۔ وہاں پر یاد دیدار بن جائے گی اس لئے ایسی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ لیکن اگر سمجھ نہ آئے تو یہ بڑی مشکل بات ہے۔ کتنے ہی لوگ اعلان کرتے کرتے خدا بنے لیکن اپنے تک نہ پہنچ سکے اور آخر کار اللہ نے انہیں پکڑ لیا۔ تو اگر اللہ چاہے تو جہاں چاہے' انسان کو روک سکتا ہے۔ اللہ کی رحمت ہو تو اچانک رک جانے کا احتمال ہو جائے گا۔ وگرنہ ختم ہونے کا احتمال رہے گا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اچانک واقعہ ہو جائے' آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔ اچانک کوئی واقعہ کسی بھی

وقت ہو سکتا ہے۔ اس طرح یقین کی دولت میسر آ جاتی ہے اور یہ دولت "معیت" کی وجہ سے ملتی ہے۔

ہاں اور کوئی سوال پوچھو..... بولو.....جب کوئی سوال دل میں ہو تو بول دینا چاہئے۔

سوال:

سر! ہمارا ملک اسلامی ہے اور سارے مسلمان ہیں مگر کسی دینی جماعت کو ووٹ نہیں ملتے' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

بات بڑی آسان سی ہے' سوال کرنے کا موقع ہوتا ہے لیکن سوال نہیں ہو پاتا۔ بالکل اسی طرح اگر کوئی نیک جماعت یا نیک انسان اپنی نیکی کی Support غیر نیک لوگوں سے لینا چاہے تو اس کا یہی حشر ہو گا۔ نیکی کو صرف نیک آدمی اچھا سمجھے گا۔ آپ کی نیکی کو کون اچھا سمجھے گا؟ نیک انسان! مثلاً" ایک جماعت ہے' کوئی اسلامی جماعت ہے' وہ جماعت کسی غیر معتبر آدمی کو اپنا ممبر نہیں بناتی۔ غیر معتبر کے معنی ہیں جو شخص دین میں کمزور ہو۔ وہ اس کو ممبر نہیں بناتے اور ووٹ کہاں سے لینا پڑ گیا' ان لوگوں سے جو دین سے بیزار ہیں۔ اگر آج اپنے ملک میں ریفرنڈم کراؤ کہ اسلام ہمارا دین ہونا چاہئے کہ نہیں تو شاید جواب منفی نکلے۔ تو کیا اسلام صداقت سے محروم ہو گیا؟ آج دنیا کے اندر خدا کو ماننے والے اکثریت میں نہیں ہیں تو کیا خدا کی بات خدانخواستہ غلط ہو گئی؟ خدا کی بات اتنی ہی معتبر اور صادق ہے اور واقعہ اتنا ہی سچا ہے جتنا کہ پیغمبرؐ کے زمانے میں

غلا۔ اگر ساری دنیا جو ہے وہ مسلمان نہیں تو آپ کی صداقت میں کوئی فرق تو نہیں آتا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ سیاست اور صداقت میں بڑا فرق آ گیا ہے۔ سیاست جو ہے وہ غیر معتبر لوگوں اور ووٹروں کے پیچھے بھاگتی ہے اور صداقت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اللہؑ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ ہی آپ کو راستہ بتائے گا اور اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں سے ووٹ مانگنا جو ہے پھر تو اس کے لئے یہی ذریعہ ہو گا جو آج کل ہے' یعنی جو جمہوریت ہے۔ یہ اللہ کا مزاج نہیں ہے۔ آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ لوگوں کے ووٹ سے اللہ نے اللہ نہیں ہونا۔ اگر آپ نے اللہ کے حق میں ووٹ لینا ہے تو لوگوں نے ووٹ نہیں دینا۔ کیا سارے لوگ اللہ پر راضی ہیں؟ کبھی نہیں رہیں گے! جو انسانوں سے بیزار ہو گا وہ اللہ سے شاکی ہو گا اور جو باتیں معتبر ہیں وہ ووٹ میں آنی ہی نہیں چاہئیں کہ اللہ کے بارے میں ووٹ دو اور اسلام کے بارے میں ووٹ دو' اس نیک بندے کو ووٹ دو' تو لوگ کہیں گے "اس کو ووٹ نہ دینا کیونکہ اس نے کام ہی نہیں آنا' وہ تو نیک آدمی ہے اور اپنی عبادت میں لگا رہے گا' ادھر ہمارے حالات پریشان ہو جائیں گے"۔ لوگوں کو تو وہ آدمی چاہئے جو سیدھی اور ڈائرکٹ بات کرے کہ یہ کام ہو جائے گا' اور وہ جھوٹا وعدہ کرے گا۔ نیک آدمی تو جھوٹا وعدہ نہیں کر سکتا۔ ووٹ کی بات ہے تو نیک آدمی کیسے سامنے آئے گا' ووٹ کے ذریعے تو امیر آدمی آئے گا یا پھر انقلابی آدمی آئے گا' انقلاب کیا ہوتا ہے؟ "جو حاضر دور کے خلاف بولے اسے انقلاب کہتے ہیں"۔ ابھی وہ وقت آیا نہیں ہے جب نیک آدمی لوگوں کو Support کا مستحق قرار دیا جائے۔ شکر کرو کہ آپ

کے دور میں پیغمبر نہیں آئے ورنہ آپ نے ان کی جانچ پڑتال کر لینی تھی کہ یہ کہاں کے رہنے والے ہیں' کتنے Supporters ان کے ساتھ ہیں' پورے کا پورا حساب کتاب بنا لینا تھا' ایک جھوٹا نبی ان کے مقابلے میں آ جاتا اور کہتا ہم سچے نبی ہیں' پھر کہتا کہ آپ اگر سچے ہیں تو الیکشن کروا لو اور الیکشن میں جھوٹا نبی آ جاتا۔ اس سماج میں جو طاقتور اور پیسے والا ہوتا ہے وہ کہتا کہ سب کچھ تو ہمارے پاس ہے' آپ کیسے پیغمبر بنتے چلے جا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیغمبر کیسے بنا دیا' ہم میں سے کوئی پیغمبر ہوتا۔ اس لئے دین کا انداز جو ہے یہ جمہوری نہیں ہوتا۔ دین کا انداز کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے احسان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آپ لوگ اپنے دین پر چلتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا تو آپ کو کوئی نہ کوئی صحیح موقعہ مل جائے گا' ورنہ یہ نظام عالم ہے' ایسے چلتا جائے گا' امریکہ مداخلت کرے گا' روس مداخلت کرے گا' جب تک آپ کا بھروسہ اسلحہ پر ہے تب تک تو یہی کچھ چلے گا۔ اسلحہ سے نجات کا کوئی زمانہ آ سکتا ہے۔ کیا کوئی طاقت یا تلوار "ذوالفقارِ علیؑ" کہلاتی تھی؟ اس نام کی کوئی چیز ضرور ہوتی ہے۔ کیا "زور بازو" نام کی کوئی چیز ہوتی ہے؟ کیا کوئی دل کی طاقت ہوتی ہے؟ کیا کوئی دعا کی تاثیر ہوتی ہے؟ یہ سب باتیں ہوتی ہیں یا صرف اسلحہ ہوتا ہے؟ یا پیسہ ہوتا ہے؟ جب تک اسلحہ اور پیسہ طاقتور ہو گا تب تک یہی کچھ ہو گا۔ اس لئے آپ سیاست کی بنیاد کے لئے یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو یہ توفیق دے کہ آپ اللہ کے راستے پر سپورٹرز کے بغیر ہی چلتے جاؤ' راستہ اگر اللہ کا ہے تو سپورٹرز کی طرف نہ دیکھنا کہ لوگ آپ کو کیا کہتے ہیں' ان سے بے نیاز

ہو کے چلو' سپورٹرز کا راستہ جو ہے' یہ ضروری نہیں کہ خدا کا راستہ ہو۔ جمہور کا راستہ ضروری نہیں ہے کہ خدا کا ہو۔ اقبال نے کہا تھا:

سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
کاخِ امراء کے در و دیوار ہلا دو

اور

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

اور یہ کہ

میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو

تو اقبال نے کیا کہا؟ جب تک موجود تقدیس کے خلاف بات نہ کرو تو یہ انقلاب نہیں آتا' اس لئے میرے لئے مٹی کا حرم اور بنا دو' ہمیں یہ حرم ہی نہیں چاہئے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو یہ ہے انقلاب کی تعریف۔ تو یہ جمہور کی مجبوری ہے کہ اس میں ایسی بات بھی کرنی پڑتی ہے۔

آپ کی آبادی اگر پندرہ کروڑ ہے' تو اس میں سے نو کروڑ کو قرآن پاک پڑھنا نہیں آتا۔ بلکہ نو کروڑ سے زیادہ ہی ہوں گے۔ کتنے ہی لوگوں کو پورے کلمے نہیں آتے۔ کتنے لوگ ہیں جن کو قرآن پاک کی تفسیر کا پتہ ہی نہیں' پھر دین کے نام پر ووٹ کیسے ملے۔ آپ یہ دعا کرو کہ ایسا ہو جائے۔ دینی جماعتوں کی غلطی بھی سن لو۔ ان لوگوں نے جن

لوگوں کو برا کہا اور گھٹیا کہا اور بداخلاق کہا' یہ ان لوگوں سے ووٹ مانگنے جاتے ہیں۔ ووٹ کیسے ملیں!

سوال:

حضور والا! لوگ حزب اللہ اور شیطان کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں۔ حزب اللہ والے کس طرح دین کی طرف سے ووٹ مانگا کریں؟ اس کا علاج بتائیں اور اصلاح کا طریقہ بتائیں؟

جواب:

حزب اللہ جو ہیں اللہ کے نام پر ووٹ مانگتے ہیں لیکن حزب الشیطان سے مانگتے ہیں' ان کو ووٹ کون دے گا۔ ووٹ دین کی طرف سے مانگا ہے اور جن سے مانگا ہے وہ لوگ گمراہ ہیں اور گمراہ لوگ ووٹ نہیں دے رہے' گمراہوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ووٹ نہ مانگو' اور الیکشن نہ لڑو۔ اگر الیکشن لڑنا ہے تو ووٹر کے مزاج کے مطابق لڑو۔ اگر ڈاکٹر صاحب سارا سال تعلق کی بات کرتے جائیں اور غریب کی بیماری کا خیال نہ کریں اور پھر غریب کے پاس چلے جائیں کہ ووٹ دو تو ووٹ کیسے ملے گا۔ اتنا بھی تم خدا پرست نہ ہو جاؤ کہ غریب کو مات دے جاؤ۔ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی بات نہیں ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ہر انسان کا ایک مزاج ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کو حزب الشیطان کہتا ہے۔ ہمارے ہاں اس طرح کا فتویٰ موجود ہے۔ علماء کے ایک گروپ نے دوسرے گروپ کو شیطان کہا اور کافر کہا' قائد اعظم کو کافر کہا اور یہ کہا کہ اس کا نام قائد اعظم نہیں' کافر اعظم ہے۔ اگر

فرض کرو پاکستان میں آپ ہی حزب اللہ ہو' تو آپ یہ تو مانو کہ آپ اکثریت میں نہیں ہو۔ جو اللہ سے محبت میں گروہ بنے گا' حزب اللہ ہی کہلائے گا۔ دوسرے گروپ کو کچھ اور کہہ لو۔ جب آپ حزب اللہ ہو تو آپ اپنے گروہ کو اقلیت میں پاتے ہوئے بھی حزب اللہ رہو گے' شکست سے گزرو گے تب بھی حزب اللہ رہو گے۔ حزب اللہ ہونے کا بذات خود بھی آپ کو لطف نہیں آ رہا۔ آپ اس کے بعد کوئی اور چیز چاہتے ہو اور کہتے ہو " حزب اللہ تو ہم ہیں' اب ہم حکومت بھی بنائیں گے"۔ تو پھر حکومت تو نہیں بنے گی' حزب اللہ ہونا ہی کافی ہے۔

سوال:

یہ تو آپ صحیح فرماتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں ناں کہ حزب اللہ کے مدد مانگو کہ یا رب العالمین ہم جو کر سکتے تھے وہ ہم نے کیا۔ اب جو کرنا چاہئے آپ خود کریں۔ انسانی بس میں جو بات تھی وہ ہو گئی۔ باقی جو اللہ کی مرضی میں ہو گا' وہ ہو جائے گا۔ اس لئے دعا کرو' جو اللہ کریم کی مرضی ہے' وہ ہو جائے گی اور پھر یہ کام ہو کے رہے گا اور اللہ کا امر ہو کے رہتا ہے۔ " واللہ غالب علی امرہٖ "۔ اللہ اپنے امر پر غالب ہے۔ اس کی مرضی ہو کے رہے گی۔ اگر اللہ نے یہ ملک بنایا ہے تو وہ اس کی حفاظت کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ جو چاہے گا' وہ ہو گا' اللہ کے ارادوں کو اللہ کی مرضی پہ چھوڑ دو' آپ قبول کرنا شروع کر دو' انسانی کوشش آپ نے کر لی ہے۔ اب الجھنے کی کوئی ضرورت نہیں' گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' اب کیا ضرورت ہے؟ آپ کا اعتماد اللہ پر ہو۔ انسانی کام ختم ہو

پاس اقتدار ہونا چاہئے؟

جواب:

اقتدار لینے کا جو طریقہ ہے اور جن لوگوں سے آپ کو اقتدار چاہئے ان کے قریب جا کر دیکھو کہ ان کے کیا حالات ہیں۔ آپ ان کے قریب بھی نہیں جاتے اور ظالم بادشاہ کے خلاف جہاد بھی نہیں کرتے تو پھر حزب اللہ کی بات بننا تو مشکل ہے۔ آپ سارے کے سارے مجاہد بن گئے اور جہاد کو بھی نہیں گئے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم شہید ہونا چاہتے ہیں لیکن مرے بغیر کیسے شہید ہو جاؤ گے۔ آپ چاہتے ہیں کہ مرے بغیر شہید کا درجہ مل جائے اور مرنا بھی نہ پڑے۔ مرے بغیر شہادت کا درجہ نہیں مل سکتا' ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اب آپ یہ کیا کرو کہ اللہ تعالی سے گیا' اب آگے اس کی مرضی ہے۔ اپنے آپ کو بالکل بے یقینی میں نہ ڈالنا۔ ہمارے ذمہ یہ کام نہیں کہ ہم دریا کو روک لیں' ہمارے ذمہ یہ کام ہے کہ ہم دریافت کریں کہ کیا ہمارا سفر صحیح ہے؟ کیا ہماری نیت اچھی ہے؟ سفر صحیح ہے تو دوسرے مسافروں کی بات نہ کرو۔ تم اپنا کام کرو' اللہ آپ کو آپ کے سفر میں کامیاب کرے۔ یہ سفر جو ہے وہ اللہ کی طرف ہے۔

"اللہ کی طرف رجوع کرتے جاؤ۔ اپنے کام اس کے حوالے کر دو' اللہ بہتر کرے گا"۔ اگر اللہ والے خیریت میں نہ ہوں تو پھر یہ صبر سے گزرتے ہیں اگر آپ کی پسند کا دور نہ آئے تو آپ صبر سے گزرو اور اللہ تعالی مہربانی فرمائے گا تو اچھا دور آ جائے گا' اچھے لوگ آ جائیں گے'

اچھا کام ہو جائے گا' دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ملک کو سلامت رکھے' نیک لوگوں کو بھی سلامت رکھے' عافیت میں رکھے تاکہ آپ کی عاقبت بہتر ہو' اللہ تعالیٰ جب چاہے گا' انقلاب آ جائے گا' تو بدلنے کی بھی کوئی دیر نہیں لگتی' جس کو چاہے' بدل دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حالات بہتر ہی ہوں گے' Country کے حالات بہتر ہوں گے۔ گھبرانا نہیں اور مایوس نہ ہونا' اللہ اپنا فضل کرے گا اور سب پر فضل کرے گا' سب کی خیر مانگو' اللہ تعالیٰ سب لوگوں کی خیریت رکھے' اس ملک میں ہر آدمی سلامت رہے' اللہ سب لوگوں کو کامیاب کرے' اللہ اپنا فضل رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔

○

۵

۱ تصوف کیا ہے اور زندگی میں اس کی اہمیت کیا ہے؟

۲ باطن کے شعور کا مطلب کیا ہے؟

۳ اہل تکوین کون ہوتے ہیں؟

۴ کیا اہل تکوین ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟

۵ صوت سرمدی کا سینٹر کون سا ہے؟

۶ علم کیا ہے؟

۷ اہل تکوین بعض اوقات نہ سمجھ آنے والے فقرے کہہ دیتے ہیں تو یہ کیا مقام ہے؟

۸ کیا یہ ممکن ہے کہ مرشد سب کچھ بدل دے؟

۹ عارف اور کامل میں سے کس کی راہ افضل ہے؟

۱۰ پرانے زمانے میں کوئی جھوٹا قرآن اٹھاتا تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا' اب کچھ کیوں نہیں ہوتا؟

۱۱ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے اہل باطن اس کو تبدیل کیوں نہیں کرتے؟

۱۲ کیا اہل تکوین کی تنظیم کائنات میں کوئی دخل دیتی ہے؟

۱۳ کیا فقیر زندگی بڑھوا لیتے ہیں؟

۱۴ امام مہدی کا تصور جسمانی ہے یا روحانی؟

۱۵ امام کسے کہتے ہیں؟

سوال :۔

تصوّف کیا ہے اور زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے اور خود زندگی کی اپنی کیا اہمیت ہے؟

جواب :۔

حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پوچھا کہ فرعون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اللہ نے فرمایا " اسے ہماری طرف Dispatch کر دو۔ آپ نے پوچھا کہ اس کے بعد کیا کریں؟ اللہ نے فرمایا " پھر آپ بھی ہماری طرف آ جائیں "۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ ہم زندگی میں پہلے دوسروں کو بھیجتے ہیں' پھر خود چلے جاتے ہیں۔ ایک شخص باپ کے فوت ہونے پر بہت گھبرایا۔ گرو نے اس سے پوچھا " کیوں روتے ہو ؟ " کہنے لگا " والد فوت ہو گئے ہیں "۔ کہا " گھبراؤ نہیں' تم بھی آخر اس کے پاس پہنچ جاؤ گے ' جلدی ملاقات ہو جائے گی "

ساری کی ساری زندگی دو مرتبہ جدائی ہے بلکہ کئی مرتبہ جدائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی ہمارا عمل نہیں' پیدا کرنا ہمارا عمل نہیں' مرنا یا مارنا ہمارا عمل نہیں۔ اصل میں زندگی کا آغاز اور انجام ہمارا نہیں' کسی اور کا عمل ہے۔ اس آغاز اور انجام کے درمیان صرف ایک بھرم

ہے کہ ہم عمل کرتے ہیں لیکن وہ عمل بھی ہمارا نہیں۔ جس ذات نے ان دونوں سروں کو مقید کر رکھا ہے' اسی نے درمیان میں آزادی کا تصور دے رکھا ہے' ورنہ آزادی ہے ہی نہیں۔ اگر کوئی فرد صبح گھر سے نکلتا ہے اور شام ڈھلے لوٹ آتا ہے تو اس کی آزادی کیا ہے۔ جب آنا اور جانا دونوں پابند ہیں تو کیا آزادی ہوئی؟ یہ ایک پردہ ہے' بھرم ہے کہ ہم غلامی کو آزادی کے تصور سے گزار رہے ہیں۔ اصل میں یہ آزادی نہیں بلکہ غلامی ہے۔ جس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ غلامی ہے' وہ تو زندگی غلام بن کے گزارے گا اور اسی کے لئے یہ سارا کھیل ہے۔

اب آپ اس حقیقت کو پہچانو کہ آپ کی اس زندگی میں آپ کا اپنا کیا ہے؟ آپ کے اندر آپ کا کچھ بھی اپنا نہیں ہے۔ جب بینائی وہ اللہ دے' چہرے بھی وہ بنائے' محبت بھی وہی عطا کرے' عقل بھی دے' خیال بھی دے' صحت بھی دے تو یہ سب اسی کا تو ہے' آپ کی اپنی ملکیت کچھ بھی نہیں' چاہے افکار کی ملکیت ہو' کردار کی ملکیت ہو' یا فقر کی ملکیت ہو' یعنی کوئی بھی ملکیت ہو۔ آپ کی اپنی نہیں۔ بلکہ آپ اپنی ملکیت کی ملکیت ہیں۔ زندگی مالک نے بنائی ہے۔ صاحب فقر یہ پہچانتا ہے کہ ہماری زندگی ہماری نہیں' یہی پہچان تصوف کی ابتدا ہے اور یہاں سے فقر شروع ہوتا ہے۔

تصوف وہ علم ہے جو ہمیں اس حقیقت سے آشنا کرتا ہے کہ یہ زندگی ہماری نہیں ہے۔ زندگی کسی اور کی ہے اور گزار ہم رہے ہیں۔ یاد کسی اور کی اور دل ہمارا ہو' چہرہ کسی اور کا ہو اور نگاہ ہماری ہو تو پھر بات سمجھ آ جاتی ہے۔ بیٹھے ہم کہیں اور ہوتے ہیں' ہم سفر کسی اور کے

ساتھ ہوتے ہیں اور ہمارا خیال کسی اور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہم سفری کسی کے ساتھ ہوتی ہے اور انجام کسی اور کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہماری زندگی آزادی کے تصور کے باوجود زیرکر ، انسان کے لئے آزاد نہیں۔ جب انسان سوچتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ یہ آزادی بھی تو آزاد نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو حوصلہ دیتا ہے کہ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن " اے انسانوں اور جنوں کے گروہ' نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ آسمانوں اور زمینوں سے' مگر نہیں نکل سکو گے' سوائے اس کی طاقت کے "

اللہ نے جس کو طاقت دینا ہوتی ہے' اسے طاقت سے پہلے تسلیم کا شعور دیتا ہے۔ اگر تسلیم نہ ملے اور طاقت مل جائے تو انسان فرعون بن کر مرتا ہے یعنی طاغوت میں مرتا ہے۔ اس لئے طاقت کے نیک امید وار تسلیم سے ابتدا کرتے ہیں۔ تسلیم کے بعد ملنے والی طاقت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہماری حاصل کی ہوئی اور اللہ کی دی ہوئی طاقت میں فرق یہ ہے کہ جب ہم تسلیم سے چل رہے ہوں تو یہ طاقت اللہ کی دی ہوتی ہے اور جب کوئی اپنی طاقت سے چلے گا تو پھر انجام کار فرعون' شداد اور نمرود ہو گا۔ تو زندگی کے مختلف انداز ہائے ہستی میں سے ایک انداز تصوف کا ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ زندگی کی فی نفسہٖ کوئی اہمیت نہیں تو جو علم یہ بات بتا رہا ہے اسے تصوف کہتے ہیں۔

تصوف انسان کی انسان کے ساتھ آگہی اور مخلوق کے حوالے سے خالق کی پہچان ہے۔ گویا تصوف وحدت سے کثرت اور کثرت سے وحدت کا سفر ہے۔ وگرنہ ساری زندگی اپنے پروگراموں پر چلتی ہے۔ مذہب یا

دین اجتماع ہونے کا شعور ہے یعنی جمعہ' عید' جہاد' قتال' شہادت وغیرہ۔ مگر تصوّف کا کوئی فارمولا نہیں۔ یہ محبت کی دریافت ہے۔ تصوّف کا اگر کوئی فارمولا ہے تو صرف اللہ کے فضل کا ہے۔ یہ فضل ایسے ہی ہے جیسے دریا پہاڑ سے چل پڑتا ہے' کسی فارمولے کے بغیر' کسی منشور کے بغیر' گزرگاہ نہ ملے پھر بھی چلتا جاتا ہے اور پھر پیاسی ندی ساگر سے مل جاتی ہے۔

گویا کہ ایک پروگرام ہم رکھتے ہیں اور یہی ہماری غلط فہمی ہے۔ دراصل سارا پروگرام اللہ کا اپنا ہے۔ ہمارے پروگرام کا بھی اس کا اپنا ہے۔ ہم جس ذہن سے یہ پروگرام بناتے ہیں وہ بھی اسی کا عطا کردہ ہے۔ مکڑی جتنا ذہن لگا لے' جالا ہی تو بنے گی' مٹی اگلے گی اور مٹی نگلے گی۔ جالا بنانے کا مقصد کیا ہے؟ مکھی کھانا۔ شہد کی مکھی نے ذہن لگایا' شہد بنا دیا' اب اس کو دیکھو کہ نگلا کیا اور اگلا کیا؟ یہ سب اللہ کے پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے۔

تصوّف دراصل اپنی زندگی میں اللہ کے عمل کو دریافت کرنا ہے یا اس کے عمل کے حوالے سے اپنی زندگی کو دریافت کرنا ہے۔ تصوّف کی بڑی اہمیت ہے بلکہ تصوّف ہی زندگی ہے۔ ہم تصوف کو اسلام کے حوالے سے دریافت کرتے ہیں اور اس کے اوپر جھنڈا اسلامی لگایا ہوا ہے۔ تصوّف دراصل انسانی ہے' رحمانی ہے' ربی ہے۔ رب کائناتی ہے۔ اللہ آپ کا اپنا معبود ہے۔ آپ اللہ کی ایک صفت پر استحقاق رکھتے ہیں کہ وہ آپ کا معبود ہے مگر اللہ ساری کائنات کا رب ہے۔ تو یہ جو تصوّف ہے' رب کا ہے' ہم نے اسے صرف اللہ کا بنایا ہوا ہے تاکہ ہمارا سفر ہمارے بزرگوں کے حوالے سے چلتا رہے۔ کیونکہ ہمارا درود شریف

ہے' اور ہمارے اپنے اسماء ہیں۔ یہ سب اس لئے ہے تاکہ وحدت کے ساتھ امت میں ایک خیال لے کر چل پڑیں اور وہ خیال ہے زندگی کا باطنی شعور۔

سوال :۔

یہ جو باطن کا شعور ہے اس کا کیا مطلب ہے اور جس کو یہ شعور دینے والا پیر نہیں ملتا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب :۔

باطن کے شعور کا مطلب یہ ہے کہ وجود اور وجود کی وجوہات کو دریافت کیا جائے۔ وجود کا جواز باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ وجود کا انجام باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ وجود کا سبب باطن ہے اور وجود ظاہر ہے۔ گویا کہ اسباب' وجوہات' نتائج' جواز اور احساسات' سارے باطن ہیں۔ ظاہر سے باطن کو دریافت کرنا' بڑا راز ہے۔ اور اگر یہ سمجھ آ جائے تو تصوف ساتھ ہی کھڑا ہے۔ متلاشی دراصل خود کسی کی تلاش ہوتا ہے' اگر متلاشی کسی کی تلاش میں نہ ہو تو تلاش کبھی پیدا ہی نہ ہو۔ اگر آپ کو اپنی تلاش پر یقین ہے تو اس کا ملنا اور نہ ملنا دونوں بے معنی ہیں۔ تلاش فی نفسہٖ انجام ہے۔ جن لوگوں کو اس بات کا یقین ہے' وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز۔ تلاش ایسا مضمون ہے کہ متلاشی چاہتا ہے کہ ہمیشہ تلاش کرتا ہی جائے۔ یہ وہ سفر ہے جس کا انجام نہیں۔ یہ خود سفر ہے اور سفر کے بعد بھی سفر ہے۔ اس کا حاصل بھی سفر ہے اور انجام بھی سفر ہے۔ جنہیں راستے میں گرو نہیں ملتا' ان

کے سفر کا خیال ہی گرو ہے۔ سفر کا ذوق ہی گرو ہے۔ سفر کی لذت ہی گرو ہے۔ ان کا گرو عشق ہے۔ عشق جب امام بن جائے تو اسے کسی اور امام کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ شخص جسے بظاہر گرو نہیں ملتا اور وہ چل رہا ہوتا ہے' اس کی حالت ایسے ہے کہ

میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے
یہ حادثہ بھی میری زندگی میں ہونا تھا

یہ حادثہ دراصل اس کا شوق ہے۔ ایسا انسان برکت والا ہوتا ہے۔ اگر وہ چراغ آرزو جلتا رکھے اور اسے بجھنے نہ دے تو وہ پیروں فقیروں سے آگے گزر جاتا ہے۔ یہ وہ عشق ہے جس کی ایک ہی جست نے طے کر دیا قصہ تمام۔ وہ تمام فاصلے طے کر جاتا ہے۔ دعا کرو کہ ایسے شخص کو پیر نہ ملے جس کا شوق زندہ ہے۔ دراصل شوق ہی پیر ہے۔ یہ دیکھو کہ اس شخص کی کیا خوبی ہے کہ اسے اتنا بڑا مرتبہ تو ملا' پیر نہیں ملا۔ وہ خوش قسمت ہوتا ہے۔ پیر کا ملنا خوش قسمتی ہے۔ پیر آپ کے شوق کی زلفیں سنوار دیتا ہے اور اگر پیر نہ ملے تو شوق والہانہ انداز اختیار کر کے فاصلے طے کر جاتا ہے' وہ جذب بن جاتا ہے' جنون بن جاتا ہے اور سب کچھ طے کر جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دو صورتیں ہیں۔ وہ بڑی قسمت والے لوگ ہیں جنہیں پیر نہ ملے اور جنہیں مل جائے وہ اپنی جگہ قسمت والے ہیں' وہ سب کچھ پیر کے حوالے کر دیتے ہیں جیسے بیماری کو ڈاکٹر کے حوالے کر کے مریض خود سو جاتا ہے۔

اب اصل بات یہ ہے کہ کھیل پیر کے لئے نہیں بلکہ قادر کے

لئے ہے اور قادر سب کچھ جانتا ہے' آپ کے سفر کو جانتا ہے آپ کے مقصد کو جانتا ہے' آپ کی نیت کو جانتا ہے۔ آپ اپنی مرضی کو تقدیر سمجھ لیتے ہیں حالانکہ تقدیر آپ کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ آپ نیکی بدی کا تصوّر خود بنا لیتے ہیں حالانکہ نیکی بدی کا تصور اللہ نے خود بنایا ہوا ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ بری بات ہے' مگر بری بات وہ ہے جس کو وہ برا کہے' اچھی وہ جس کو وہ اچھا کہے' گناہ وہ جس کو وہ گناہ کہے اور خامی وہ جس کو وہ خامی کہے۔ ایک آدمی بڑا خوب صورت ہے اور اگر اپنے صاحب کو پسند ہی نہیں تو پھر کیا خوب صورت ہے۔ بات تو کوئی نہ بنی۔ جس کی تعریف یہ ہے کہ اسے قبول کرنے والا عشق موجود ہو۔ وہ حُسن کہ جسے عشق نہیں ملا' اس حسن کو ہم کیا کہیں' سوائے محرومی کے۔ اور اگر حسن نہیں ہے اور اسے عشق مل گیا تو عشق کا ملنا ہی حسن ہے ورنہ وہ حسن محرومی ہے۔ اگر محبوب کو طالب مل جائے تو وہ محبوب کہلاتا ہے' ورنہ محبوب کی اور کوئی صفت نہیں' سوائے اس کے کہ کوئی چاہنے والا ہو۔ اگر کوئی چاہنے ولا نہیں ہے تو کوئی کتنا ہی حسین ہو' بیکار ہے۔ اگر آپ کے اندر طلب کی تمنا نہ ہو تو آپ کتنے ہی اچھے ہو جائیں' بیکار ہے۔ گویا آپ کے اندر تضاد پیدا ہو گیا' تضاد کا پیدا ہونا دراصل محبت کی محرومی ہے۔ عشق خود ہی پیر ہے۔ حضرت میاں میرؒ سے کسی نے آکر کہا کہ آپ کا مرید کہتا ہے میرا پیر اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے اسے یہی تو تعلیم دی ہے۔ کہ پیر اللہ ہے یعنی اگر اللہ نہ ہو اور اللہ کا شوق نہ ہو تو پھر پیر کدھر سے آیا۔ اگر آپ سفر کی بات چھوڑ کر انجام کا ذکر کریں تو پیر انجام ہے' وگرنہ تو پیر راستہ ہے' سفر ہے اور ہم سفر ہے۔ اصل

مقصد اور انجام اللہ ہونا چاہئے۔ اس لئے بعض اوقات پیر کا نہ ملنا کوئی حرج کی بات نہیں۔ یہ کسی کا قصور نہیں بلکہ ایک طرح سے اس شخص کی خوبی ہو سکتا ہے۔

سوال :۔

اہل تکوین کا اس Set Up میں کیا مقام ہے اور ان کے جو مقامات ہیں ان میں فرد اور اجتماعیت کا کیا مصرف ہے؟

جواب :۔

اللہ کریم کسی لمحے غافل نہیں کہ اسے کسی لمحے Remind کرایا جائے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ جو اس نے کرنا ہو وہ نہ کرے۔ اس کا فرمان ہے فعال لما یرید "اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کرتا ہے"۔ یعنی اللہ کا ارادہ ہے اور عمل ہے۔ کرنی اس نے اپنی مرضی ہے اور عزتیں تمہیں دیتا ہے۔ کہتا ہے تم چار دن یہ میلہ دیکھ لو۔ میلہ دراصل فقیر کا نام ہے۔ کسی بزرگ کا میلہ ہو اور آپ دیکھتے ہو کہ دوکان چل رہی ہے تو دراصل اس بزرگ کی فقیری چل رہی ہے۔ اسی طرح خالق کی اپنی تخلیق کا عمل چل رہا ہے' اس کی ملکیت کا عمل چل رہا ہے' آپ کو عزت دی ہے کہ چار دن یہ کر لو' یہ مرتبہ تمہارا ہے' یہ مرتبہ کسی اور کا ہے۔ اہل تکوین وہ لوگ ہوتے ہیں جو خالق کی منشا کو اپنی منشا بنا کے پیش کر دیتے ہیں۔ وہ طاقت کے مالک ہوتے ہیں مگر گھر میں فاتح ہو کے نہیں آتے بلکہ اپنے ہی گھر میں بکنے آتے ہیں۔ یعنی مصر کا بادشاہ مصر میں غلام ہو کے آرہا ہے' بکنے کے لئے بازار میں آ رہا ہے۔ یوسف گھر کا

مالک ہے اور گھر والی کا مالک ہے۔ مگر یوسفؑ بکنے کے لئے آ رہا ہے۔ یہی اہل تکوین ہوتے ہیں کہ اپنے گھر میں بھی آئیں تو اللہ کی منشاء بن کے آئیں۔

سب سے بڑا طاقت ور فقر اور جید فقر، مشکل کشائی فقر ہے۔ مشکل کشاؑ کا فقر دنیا کے ہر فقر پر غالب ہے۔ وہ لفظ بھی غالب ہے اور نام بھی غالب ہے۔ لیکن مشکل کشاؑ نے اپنے تمام واقعات میں کسی جگہ اپنا غلبہ نہیں دکھایا۔ خود شہید ہو رہے ہیں مگر غلبہ اور قوت نہیں دکھائی۔ اپنے لئے ان کے پاس مشکل کشائی سے بھی بڑی قوت، ذوالفقار سے بھی زیادہ بڑی قوت ہے، یعنی سب سے بڑی قوتِ برداشت ہے۔

یعنی ہمارے لئے علیؑ مشکل کشا ہیں، ہم اگر ابتلاء میں ہوں اور ان کا نام لے لیں تو مشکل دور ہو جائے۔ مگر انہوں نے خود اپنی مشکل کشائی نہیں کی۔ وہاں رضا اختیار کی۔ خنجر آ رہا تھا تو آنے دیا۔ بیٹے ذبح ہو رہے ہیں اور شہید ہو رہے ہیں امام عالی مقامؑ وارثِ ذوالفقار ہیں، فقر بھی آپ کے پاس، ذوالفقار بھی آپ کے پاس، سرکار دو عالم ﷺ کا نواسہ ہونے کا حق آپ کے پاس اور اسلام پورے کا پورے Defend کرنا بھی آپ کے پاس۔ مگر امام حسینؑ ابتلاء سے گزر گئے۔ یہ ہے تکوین اور یہ ہوتے ہیں صاحبِ تکوین۔

جو اس مرتبے پر فائز ہوتے ہیں وہ اپنی مرضی سے آزاد ہو چکے ہوتے ہیں۔ وہ خود ہی اللہ کا منشا بن جاتے ہیں۔

عبث ہے شکوہ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

تو وہ خود تقدیرِ یزداں ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنا کام درمیان میں سے نکال لیتے ہیں۔ ہم بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ' امام عالی مقامؑ اور یزید کا واقعہ ہے' مگر دراصل یہ امام اور اللہ کا واقعہ ہے۔ یزید درمیان سے نکل گیا۔ ایک مالک ہے اور دوسرا ملکیت اور درمیان میں یہ کھیل ہو رہا ہے۔

زخموں پہ زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے دل لگی نہیں

مطلب یہ کہ دنیا کو برداشت کا واقعہ دکھایا گیا۔ یہ ہوتے ہیں "فائز" لوگ' جو مقام اور مرتبوں پر فائز ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر راضی ہو گئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ مجھے طاقت دیں' اسم اعظم عطا کریں۔ انہوں نے فرمایا "آج کا دن سیر و تفریح کر لو' کل دیکھیں گے"۔ وہ شخص پھرتا پھراتا جنگل میں چلا گیا۔ وہاں اس نے کیا دیکھا کہ ایک لکڑہارا' لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے چلا آ رہا ہے' تھکا تھکا آیا۔ وہاں سے شہر کا کوتوال گزرا۔ اس نے کہا "بابا! یہ لکڑیاں مجھے دے دو' مجھے ضرورت ہے"۔ بوڑھے نے اس سے معاوضہ مانگا۔ کوتوال نے کہا "تو مجھے جانتا نہیں' میں شہر کا کوتوال ہوں"۔ بوڑھے نے کہا "کوتوال ضرور ہو گا مگر پیسے تو دو"۔ قصہ کوتاہ' کوتوال نے بوڑھے کو مارا' پیسے بھی نہ دئے اور لکڑی بھی لے گیا۔ بے چارہ مرید دوسرے دن پیر کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا "تم نے کیا

دیکھا؟ مرید نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ انہوں نے دوبارہ فرمایا "اگر تمہارے پاس اسم اعظم ہوتا تو تم کیا کرتے" کہنے لگا "میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا"۔ فرمایا "بات سنو! وہ جو بوڑھا لکڑ ہارا ہے وہ میرا پیر ہے اور میں نے اسم اعظم اس سے لیا ہے"۔

بات یہ ہے کہ جو طاقت والے ہوتے ہیں وہ طاقت کا استعمال اپنی مرضی سے نہیں کر سکتے۔ طاقت اس کو ملتی ہے جو اپنی مرضی نکال چکا ہو۔ ورنہ یہ تو استعمال کرنے والے کی اپنی مرضی ہو جائے گی۔ اگر کبھی اہل دل کا سامنا اللہ سے ہو جائے اور اللہ کہے کہ کیا چاہئے تو اسے ہرگز کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے۔ بس یہ ہیں اہل مرتبہ کہ سوال نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ "آپ بہتر جانتے ہیں"

لب پہ آکر رہ گئی ہے عرض حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

یہ وہ مقام ہے جہاں پہ کوئی سوال نہیں بلکہ سب سوال ختم ہو جاتے ہیں۔

ہم ان کے پاس گئے حرف آرزو بن کر
حریم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو گویا صاحبانِ مقام وہ ہوتے ہیں جن کا ذاتی طور پر کوئی پروگرام نہیں ہوتا' وہ خود ہی مشیت الٰہی ہوتے ہیں۔ یہ ہوتے ہیں اہلِ تکوین۔ یہ بعد کے لوگوں نے بتایا کہ فلاں بزرگ صاحب مرتبہ تھا۔ انہوں نے خود کبھی اعلان نہیں کیا کہ میں صاحبِ مرتبہ ہوں۔ وہ تو اس طرح گم

رہتے ہیں جس طرح گم رہنے کا حق ہوتا ہے مثلاً" جیسے سب سے بڑا صاحب ِمرتبہ سورج ہے۔ سورج نے کبھی شور نہیں مچایا کہ میں سورج ہوں' روشنی دیتا ہوں۔ ہماری آنکھیں ہی سورج کا ثبوت ہیں۔ ورنہ سورج نے خود کبھی ثبوت نہیں دیا۔ صاحب مرتبہ اور اہل تکوین اللہ تعالیٰ کی اپنی طاقتیں ہیں۔ اللہ کی طاقتوں کا بندوں کی شکل میں اظہار ہوتا ہے۔ کبھی درخت سے بول پڑتا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں' کبھی بندوں میں بول پڑتا ہے' کبھی ہواؤں کے ذریعے بات کرتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کی صفات اور تجلیات ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ یہ تجلیات کبھی ہواؤں میں' کبھی دریاؤں میں' کبھی انسانوں میں اور کبھی چٹانوں میں خود بخود ہی مظہر ہوتی رہتی ہیں۔ وہ انسان جن میں اللہ کی قدرتیں نظر آتی ہیں وہ اہل تکوین ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا کوئی بھی عمل نہیں رکھتے۔ وہ خود ہی فطرت کا ارادہ ہوتے ہیں۔ فطرت کا ارادہ کون ہوتا ہے؟ جس کا اپنا کوئی ارادہ نہ ہو۔ اس سے اگر پوچھو کہ کہاں جا رہے ہو تو بولے گا جہاں وہ لے کے جا رہا ہے۔ پوچھو کہ کہاں سے آئے ہو تو کہتے ہیں جہاں سے وہ لا رہا ہے۔ یعنی کھانا کھایا اور کہنے لگے کہ قسم لے لو جو میں نے کبھی کھانا کھایا ہو۔ پوچھا ابھی تو میرے سامنے کھایا ہے۔ کہتا ہے نہیں' میں نے کبھی نہیں کھایا یعنی اپنی منشا سے نہیں کھایا اور اپنی مرضی سے نہیں کھایا۔

اہل مرتبہ وہ ہوتے ہیں جو اپنے مرتبے پر نازاں نہیں ہوتے۔ یہ اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں۔

سوال :۔

کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟

جواب :۔

یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو بعض اوقات جانتے ہیں اور بعض اوقات نہیں جانتے۔

سوال :۔

اچھا سر ایک اور سوال ہے کہ اہلِ تکوین صوتِ سرمدی کے ذریعے بارگاہ سے منسلک ہوتے ہیں یہ کون سا Center ہے؟

جواب :۔

یہ سوال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا کہ " آخر یہ شخص کون ہے' یہ کون سا علم ہے جس کے سامنے میں بول نہیں سکتا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ " وِگر " چیز ہے۔ اس کا نام ساری کائنات میں علم لدنی ہے' اسے صوتِ سرمدی بھی کہتے ہیں۔ اس کا صدر مقام مشکل کشا ہی ہیں۔ مشکل کشا کے آنے سے پہلے بھی مشکل کشاء' مشکل کشا ہی تھے' جس طرح سرکار ﷺ کے آنے سے پہلے بھی سرکار ﷺ' سرکار ﷺ ہی تھے۔ نبیوں نے گرچہ اب آپ کی امامت میں نماز پڑھی ہے مگر وہ تو پہلے دن ہی سے پڑھ کے آئے تھے۔ جس دن اللہ نے فرما دیا تھا " فاشھدوا انی معکم من الشاھدین " تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھنے والوں میں ہوں' یعنی اس دن ہم نے پیغمبروں کو اکٹھا کیا کہ ہم ایسی چیز پیدا کرنے والے ہیں اور جب کبھی آپ ﷺ سے ملاقات ہو تو نہایت ادب سے ملنا۔ یعنی کہ وہ بات تو دکھا

دی تھی۔ گویا سرکار ﷺ ہمارا عقیدہ ہی نہیں' حقیقت بھی ہیں کہ سرکار ﷺ ظاہری آمد سے پہلے بھی سرکار ﷺ ہی تھے۔ مشکل کشاؑ ظاہری آمد سے پہلے بھی مشکل کشاؑ ہی تھے۔ علمِ لدنی آپؑ سے چلتا ہے' نوائے سرمدی آپ سے چلتی ہے۔

عبادت گاہ کا فقر اور ہے' میدان کا فقر اور ہے' پیغمبروں کا فقر اور ہے۔ پیغمبر پورے فقیر ہوتے ہیں' مگر موسیٰؑ اور ہیں' خضرؑ اور۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ پورے نبی ہیں مگر معمولی ہدہد الگ علم رکھتا ہے' وہ ایک اور نوائے سرمدی ہے۔ انہی کے دربار میں اور آدمی بیٹھا ہے جو کہتا ہے تخت کیا چیز ہے' ہم علمِ کتاب رکھتے ہیں۔ وہ "دِگر" کتاب تھی۔ باطن کی کہانی الگ ہے۔ یہی نوائے سرمدی ہے۔

سوال :۔

اس کا مطلب ہے کہ انبیاء کے پاس بھی وہ علم نہیں تھا جو ان ہستیوں کے پاس ہوتا ہے؟

جواب :۔

یہ اللہ کے کام ہیں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ اللہ نے فرشتوں سے کہا انی اعلم ما لا تعلمون یعنی جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اور یہاں فرشتے ختم ہو گئے۔ آدم علیہ السلام لا تقربا ھٰذہ الشجرہ کا مقام نہیں پہچان سکے۔ گویا ان کو بھی معرفت اپنے حق کے مطابق نہ ہوئی۔ اگرچہ ان کو درجہ مل گیا اور ان کے مقام کی بلندی ہو گئی' کیونکہ معافی ہو گئی تھی۔

سوال :۔

مگر ان کو اسماء کا علم تو دے دیا گیا تھا۔

جواب :۔

اسماء کا علم تو دے دیا گیا تھا مگر پھر مشاہدہ باہر رہ گیا' مشیت باہر رہ گئی' امر باہر رہ گیا' مالک کی محبت باہر رہ گئی اور مالک خود باہر رہ گیا۔ اسم تو دے دیا مگر مسمیٰ باہر رہ گیا۔ یہ اللہ کے اپنے خاص کام ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ "میں دیکھنا چاہتا ہوں موت اور زندگی" مقصد یہ کہ سارا علم کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافی علم دے دیتا ہے مگر بہت سارا علم وہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے' سرکار ﷺ کی ذات گرامی کہ آپ ﷺ کے پاس وہ سارا علم ہے جتنا علم دنیا میں آیا اور جتنا علم دنیا میں آئے گا' جتنا نازل ہوا آپ ﷺ کے پاس ہے' جتنا نازل ہونا ہے آپ ﷺ کے پاس ہے۔

موت کا جو علم ہے' یہ علم نہیں آتا بندے کو۔ یہ ایسا مقام ہے کہ وہ اللہ ہے۔ اللہ محبت کرتا ہے' بہت کچھ کرتا ہے لیکن سجدہ ضرور کرا لیتا ہے۔ اللہ ہے ناں۔ کہتا ہے ٹھیک ہے آپ ﷺ محبوب ہیں لیکن ہمیں سجدہ کرانے کی خواہش ہے اور ہم نے سجدہ کرایا ہوا ہے۔

سوال :۔

اللہ کی ایک صفت ہے "علیم"۔ اس سے یہ شائبہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے نہیں جانتا تھا' اب جاننے لگا ہے اور اگر یہ صفت اللہ کی نہیں ہے

تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم کیا ہے؟

جواب :۔

علم معلوم کو جاننے والا ہوتا ہے۔ معلوم فانی ہے' حادث ہے' معلوم سے باہر بھی معلومات ہیں ایک صفت دو ذاتوں میں ہو تو دونوں جگہ اپنا جلوہ الگ الگ دکھائے گی۔ " رؤف و رحیم " سرکار ﷺ کے لئے بھی ہے اور اللہ کے لئے بھی۔ علم ہے معلوم سے باخبر ہونا۔ تصوف یہ کہتا ہے کہ معلوم کی نفی کر دو۔ ہم معلوم سے متعلق کو علم کہتے ہیں' یہ تصوف سے پہلے کی بات ہے ۔ جب تصوف میں داخل ہوتے ہیں پھر معلوم کی نفی کر دیتے ہیں۔ معلوم شے کی نفی کا نام ہے علم۔ علم اپنے معلوم سے بچنے کا نام ہے یعنی معلوم کو نکالتے جانے کا نام علم ہے۔ جب معلوم نکال دیا تو علم میں داخل ہو گئے۔ اگر معلوم دائرے کے اندر ہو تو جو دائرے کا محیط ہے وہ علم ہے اور دائرے سے باہر احساس جہالت ہے۔ جتنا دائرہ پھیلتا جائے گا' اتنا احساس جہالت بڑھتا جائے گا۔ علم اپنی لا علمی کے احساس کا نام ہے۔ جس شخص کا اپنی لا علمی کا احساس بڑھتا گیا' اس کا علم بڑھتا گیا اور جس کو معلوم پر فخر ہوتا گیا وہ علم سے محروم ہوتا گیا' تو معلوم پر فخر کرنا جہالت ہے اور نا معلوم کا احساس کرنا علم ہے۔ علم اس کے پاس زیادہ ہے جس کے پاس احساسِ لا علمی زیادہ ہے۔ جس کے پاس معلوم کا احساس زیادہ ہو گا' وہاں جہالت زیادہ ہو گی۔

سوال :۔

اچھا جناب' جب یہ اہلِ تکوین بعض مقامات پر نہ سمجھ آنے والے

یعنی ہم ہیں تو تیرا ذکر ہو رہا ہے' ہم نہ ہوں تو تیرا ذکر کون کرے۔ یہ سب باتیں اللہ سے ہو سکتی ہیں۔ لیکن حضور پاک ﷺ حضور پاک ﷺ ہیں' وہاں پر بس خاموش۔

ادب گاہ ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا نفس گم کردہ می آید

یہ ہے ولی کی تعریف' ولی علیؑ کے ساتھ ہے اور تصوف حضور پاک ﷺ کی غلامی کا نام ہے۔

سوال :۔

کشف و کرامات سے اتنا روکا کیوں گیا ہے اگرچہ یہ معجزے کی سنت ہے؟

جواب :۔

کرامت اور توجہ' حال کے ساتھ' انسانوں کے ساتھ' آنے والے کے ساتھ اور جانے والے کے ساتھ متوجہ کرتی ہے اور فقر متعلق کرتا ہے اللہ کے ساتھ۔ کرامت کو اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ صرف شوق پیدا کرنے کے لئے ہے۔ یعنی ابتداء میں کرامت دکھا دی گئی اور مشاہدہ کر دیا گیا اور جب وہ شخص یقین میں داخل ہو گیا تو پھر کرامت کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ کرامت حیلہ ہے لیکن جب وہ شخص Magnetic Field میں داخل ہو جائے تو پھر حیلہ واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ ابتدائی سفر کی باتیں ہیں اور ترغیب دینے کا عمل ہے

فقرے کہہ دیتے ہیں یہ کیا مقام ہے؟

جواب :۔

مثلاً" ایک فقرہ عربی کا نہیں ہے' اور بزرگوں کے علم کو بد نما کرنے کے لئے بعد میں داخل کیا گیا ہے۔ تصوف سے آشنائی رکھنے والا کوئی شخص اگر حضور پاک ﷺ کی خاکِ راہ بن جائے تو اس کے لئے بہت کافی ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے' ایسا راز ہے کہ جس مقام پر شان کی برابری کر دینا حبطت اعمالھم یعنی اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ حاسد لوگ' بزرگوں سے خود ساختہ باتیں منسوب کر لیتے ہیں۔ جب آپ الٰہیات سے وابستہ ہوں تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں خود ہی " وحدہ لا شریک " ہوں' اس لئے کہ آپ جیسا انسان کبھی آیا ہے نہ آئے گا' لا شریک تو ہیں۔ ایسی شکل ایک ہی بار آتی ہے' ہر شکل واحد ہے' وحدہ لا شریک ہے۔ واحد' مفرد۔ اس جیسا اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی جب یہ کہے کہ میری شان سب شانوں سے بلند ہے تو بجا ہے لیکن میری شان حضور پاک ﷺ کا فیضِ نظر ہے۔ بس اس بات کا خیال رکھنا کہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے تعلق' ماتحت کا تعلق ہے۔ آپ حضور پاک ﷺ کی ذات کے حوالے سے بے حد محتاط رہنا۔

بزرگ کہتے رہتے ہیں کہ دنیا ہمارے بغیر مکمل نہیں ہوتی' ہم نے آ کر دنیا کو مکمل کیا۔

ہمارے دم سے تیری انجمن اب تک سلامت ہے
تمہارا تذکرہ باقی ہماری داستاں تک ہے

اور جو خود چلنے کو تیار ہے اسے کرامت کی ضرورت نہیں۔ اس نے جانا ضرور ہے۔

کوئی ہووے سیوں کشتی مہانا
اساں سر بھر ماہی دے دیس جانا

جانے والے نے جانا ضرور ہے۔ لوگوں نے جان دے کر ہجر پالا ہے۔ وصال دور کی بات ہے' جاں دے کر فراق کو پالا ہے۔ آج تک جتنے پلے ہیں فراق پلے ہیں' ابھی وصال نہیں دیکھا ہم نے۔ سارے معروف قصے فراق کے ہیں۔ وصال آگے ہے۔ وصال کا کوئی قصہ ہو گیا تو کہانی اور کی اور ہو جائے گی۔ ابھی وہ نہیں ہوا۔

سوال :۔

حضرت سلطان باہُو فرماتے ہیں مرشد وہ ہے جو مرید کا ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی سب بدل دے۔ کیا یہ ممکن ہے؟

جواب :۔

بالکل ممکن ہے۔ مرشد اگر چاہے تو پلک جھپکنے میں مرید کا دل تبدیل کر دے۔

بلھیا رب دا کی پاونا
ایتھوں پٹنا تے اتھے لاونا

وہ مرید کو ایسی توجہ کرتے ہیں کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ میں نے کیا کرنا تھا۔ مرید کی آرزو تو جڑ ہی سے اکھڑ چکی ہوتی ہے۔ مرشد اگر دنیا ہی

پوری کرتا رہے تو بات تو صرف دنیا تک ہی رہ جائے گا۔ بس اس کا رخ موڑنے کی بات ہے۔ دیکھو حضور پاک ﷺ کا واقعہ۔

آپ ایک دفعہ تشریف لے جا رہے تھے۔ گلی کے کونے پر ایک اونچا مکان بن رہا تھا۔ شام کو جب وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ انہوں نے باقی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی۔ انہوں نے بتایا کہ جب تمہارے مکان سے گزرے تھے تو پوچھا تھا کس کا مکان ہے۔ وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور مکان گرا آئے۔ واپس آئے' سلام کیا تو آپ نے فرمایا "تم یہاں رہنا چاہتے ہو ہم تو یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں"۔ پھر وہ پیر ہی کیا جو مرید کو یہاں رہنے دے۔

سوال :۔

ایک راہ ہے عارف کا' دوسرا ہے عامل کا۔ اس دوراہے میں سے کون سی راہ افضل ہے۔

جواب :۔

عمل اور رمل منشائے قرآن نہیں ہر چند کہ قرآن میں عمل ہے اور رمل بھی نکلے گا۔ جب آپ عملیات کرتے ہیں تو اس وقت اپنی ذات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ عمل ذریعۂ حصولِ شہرت و زر ہے۔ شہرت چاہے نیکی کی ہو' وہ نفس ہے۔ اس لئے عمل و عملیات کو نقصان کہا گیا ہے کہ یہ چیزیں تمہیں یہاں محجوب کر دیں گی اور دنیا دار کی وفا پر کبھی اعتبار نہ کرنا۔

صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ عرض کی "یا رسول اللہ! ہم کس طرح دین سے محبت کریں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جس طرح دنیا دار دنیا سے محبت کرتا ہے"۔

دنیا دار کبھی نہیں چھوڑے گا دنیا کو۔ جس طرح نیک کی محبت نیکی کا راستہ بتائے گی' بد کے ساتھ چلو گے تو بدی پیدا ہو جائے گی۔ دنیا دار ایک بیماری ہے' چھوت کی بیماری۔ عملیات کرتے کرتے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو بیماری لگا جائے۔ آپ اس کے کام کرو گے' آسودگی پیدا ہو جائے گی' نذر آئے گی' نیاز آجائے گی' پیسہ آ جائے گا اور پھر وہ دنیا دار بعد میں آپ کو اپنے پاس بلا کے رکھ لے گا۔ With the Result کہ آپ کا اصل مقصد پیچھے رہ جائے گا۔ تو گویا ایک "عامل" کی نگاہ مخلوق کی طرف ہے اور عارف کی نگاہ خالق کی طرف۔ فیصلہ تیرے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح دکان تو چل جائے گی مگر سفر رک جائے گا۔ محروم ہونے والے کا قصور کوئی نہیں' وہ تو صرف محروم ہے۔ عملیات سے بچ جانا چاہئے۔ کسی عارف نے اس پر اصرار نہیں کیا۔ اگرچہ ہر عارف کے پاس "عمل" ہوتا ہے اور عامل کبھی عارف نہیں ہوتا۔ اگر انتخاب میں مجبوری ہے تو پھر تو وہ ہو جائے گا۔ اگر انتخاب میں ہوش قائم رہے تو پھر بچ جاؤ۔ نہ بچو تو پھر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بچ سکتے ہو تو بچ جاؤ۔ جب تک ہوش سلامت ہے بچ جانے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی عارفِ دین نے اس پر اصرار نہیں کیا اور ہر عارف کے پاس عمل ہوتا ہے اور عامل کے پاس عرفان نہیں ہوتا۔ عارف کے پاس "عمل" خود بخود آ جائے گا' اس کے پاس سارے لوازمات خود آ جاتے ہیں۔

سوال :۔

سوال یہ ہے کہ ایک تو صوت سرمدی باقاعدہ الاٹ ہوتی ہے' کچھ لوگوں کو اپنے شغل کے نتیجے میں یہ چیز ملتی ہے جیسا کہ خواجہ امیر خسروؒ نے نظم بھی کیا ہوا ہے' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل تکوین کے علاوہ لوگوں کو جو کچھ مل جاتا ہے مثلاً ہندوؤں میں' سکھوں میں' عیسائیوں میں' وہ کس سنٹر سے یہ چیز حاصل کرتے ہیں؟

جواب :۔

وہ آواز کے ذریعے حاصل کرتے ہیں بلکہ آواز کے ساتھ مشاہدہ بھی پورا ہوتا ہے۔ ہر آواز جو ہے وہ Partial ہے' اس میں نفیری وغیرہ سب کچھ ہے۔ انسان کی آواز تمام آوازوں کا اجتماع ہے' تکمیل ہے سب کی۔ ہر شے اس میں ہے۔ اس لئے صوت کی جو ابتدائی آوازیں ہیں وہ اشیاء کی آوازیں ہیں' اجسام کی آوازیں ہو سکتی ہیں لیکن جس وقت مکمل ہو جاتی ہیں' اس وقت انسان کی آواز بن جاتی ہے۔ اور انسان وہ جو آپ کا فیض رساں ہے' اس کی آواز آئے گی یا پھر تمہاری آواز میں آئے گی۔ تاکہ تم غلطی نہ کرو کیونکہ صرف اسی طرح تم بچ سکتے ہو۔

سوال :۔

واردات جو ہے کیا یہ اپنی کوشش کے مطابق چلتی ہے .....

جواب :۔

نہیں' واردات خواہش کے مطابق نہیں چلتی۔

سوال :۔

لیکن جو شغل کے مطابق آتی ہے وہ .....

جواب :۔

شغل آگے جا کے ختم ہو جاتا ہے' یہ داخلے کی حد تک ہے' آگے جو حاصل ہونا ہے یہ تو اسے پتہ ہی نہیں ہے۔

سوال :۔

میرا مطلب ہے Clairvoyance وغیرہ .....

جواب :۔

Clairvoyance وغیرہ جو ہیں ناں وہ نتیجے نکالتے رہتے ہیں۔ اس لئے تو کئی دفعہ غلطی کھا جاتے ہیں۔

سوال :۔

اس کا مطلب ہے کہ وہ ایک مقام پر Tune Up تو نہیں ہوتے' کبھی کوئی سٹیشن چل گیا .....

جواب :۔

ہاں ! کبھی کوئی سٹیشن چل گیا۔ کبھی کوئی ریڈنگ لے لی۔ تبھی تو World کنفیوز ہوئی پڑی ہے۔ Clairvoyance والے صرف آدھی بات بتا دیتے ہیں۔

سوال :۔

میرا خیال ہے اس میں ارواح کا بھی تعلق ہے؟

جواب :۔

ارواح بڑی Confusing ہوتی ہیں۔ ارواح کا جب پتہ چل جائے کہ یہ وہ روح ہے تو اندر سے کچھ اور نکل آتی ہے۔ روح بن کے آ جاتی ہیں اور تمہیں دھوکا دیتی ہیں اور بڑا تماشہ لگاتی ہیں پھر۔ تم بلاتے کچھ اور ہو' آتا کچھ اور ہے۔ تم نے بلایا کسی گزرے بندے کو' مثلاً" میر صاحب کو' وہ روح کہے گی ہاں میں وہی انڈیا والا میر ہوں' یہ میرا شعر ہے۔ آگے کچھ اور بات کہہ جائے گا۔

ایک بزرگ امام مسجد تھے۔ رات کو وہ علامہ اقبال کے مزار پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جو Clairvoyance تھا۔ اس نے اقبال کے بارے میں بہت باتیں سنائیں۔ مولانا صاحب بڑے حیران ہوئے' باتیں سب صحیح تھیں۔ وہ بیان کرتا رہا کہ یہ ہے' وہ ہے' اقبال کو یہاں فیض ملا' وہاں سے فیض ملا۔ ان دنوں قربانی کا موسم قریب تھا یعنی عید قربان۔ مولانا نے کہا یہ بتائیں کہ قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اس نے کہا قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مسلمان پیسہ ضائع کر رہے ہیں اور اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مولانا اس کی باتوں سے بہت متاثر ہو چکے تھے۔ کیونکہ سب باتیں حق تھیں۔ مولانا کو اس نے ذاتی پیغام بھی دیا کہ آپ کے ابا جان نے آپ کو پیسے دئے تھے' مگر آپ نے فلاں جگہ خرچ نہیں کئے۔ ساری باتیں بالکل حقیقت تھیں۔ انہوں

نے قربانی کے خلاف اپنے خطبے میں بیان دے دیا۔ اور مسجد کی خطابت سے Suspend ہو گئے۔ اب یہ بیان مسلمانوں میں نہیں دینا چاہئے تھا کہ قربانی بے مصرف ہے اور ضیاع ہے۔

سوال :۔

جی اس وقت پوری تحریک چل پڑی تھی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

جواب :۔

ہاں تحریک چل پڑی تھی ..... آپ سمجھ نہیں رہے کہ اس کی کیا وجہ تھی؟ تحریک کی وجہ یہ تھی کہ کچھ روحوں نے آنا تھا۔ بس ان روحوں نے یقین دلا کے یہ غلطی کرا دی۔

These instruments of soul convince us in honest trifles and then they deceive us in the ultimate consequences

اس طرح یہ چھوٹی بات کا یقین دلا دیتے ہیں اور بڑی بات میں دھوکا دے جائیں گے۔ اس لئے ابتدائی طور پر Convince کرنے والی روحوں کا یہی فنکشن ہوتا ہے' خاص طور پر Evil Soul کا یہ فنکشن ہوتا ہے کہ اس کو یقین دلاؤ۔ وہ پہلے یقین دلاتے ہیں اور پھر اپنا کام کر جاتے ہیں۔

سوال :۔

ابتدائی باتیں صحیح ہوتی ہیں ان کی؟

جواب :۔

ساری باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ ۹۱ بلکہ ۹۵ بلکہ ۹۹ باتیں ٹھیک ہوتی

ہیں ..... آخری بات غلط ہو گئی تو بات کیا رہ گئی۔ کہتا ہے ساری زندگی اچھی گزری ہے' صرف عاقبت ہی خراب ہوئی ہے۔ تو بات کیا رہ گئی۔

سوال :۔

شیکسپیر کا جو کیریکٹر تھا اس میں Witches نے ہی تو آخر میں مروا دیا تھا۔

جواب :۔

مطلب یہ کہ دو باتیں تو صحیح ہو گئیں اور تیسری غلط ہو گئی اور King کا Hereafter غلط ہو گیا۔ باطنی لوگ ظاہری طور پہ بھی اکٹھے ہو جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بہت عرصہ ہو گیا ہے لوگوں نے جلوہ نہیں دیکھا۔ اب جلوہ دیکھنا چاہئے۔ یقین کا جو علم ہے وہ ابھی تک مشاہدے میں نہیں آیا۔ آج کل اگر آپ کو یقین ہے تو یہ آپ کی اپنے ساتھ اپنی ذاتی مہربانی ہے اور اللہ کا فضل ہے۔ مقصد یہ کہ آپ کے ساتھ تعاون نہیں ہوا۔ آپ کو یقین کا چہرہ دکھایا نہیں گیا۔ آپ عبادت کرتے رہے ہیں لیکن آپ کو کوئی جواب نہیں ملا۔ یعنی آپ جب کبھی عبادت کرتے رہے' آپ کو کوئی جواب نہیں ملا یعنی ایسا نہیں ہوا کہ کبھی عبادت جواب لائی ہو' یا کبھی دعا کے بعد فوری طور پہ جواب مل گیا ہو کہ جا ہم نے تمہاری دعا منظور کی یا چلو نا منظور کی۔ یہ جواب بھی نہیں ملا۔ ہم تو اب تک اس طرح وقت گزارتے آ رہے ہیں کہ

ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

اس لئے ایک وقت آناچاہئے کہ جس میں مشاہدہ ہونا چاہئے۔

سوال :۔

بالفاظ دیگر علم الیقین کو عین الیقین ہونا چاہئے۔

جواب :۔

عین الیقین ہونے والا ہے۔ جس کو پہلے بات سمجھ آجاتی ہے وہ پہلے بول پڑتے ہیں۔ تبھی تو کچھ لوگ بول پڑتے ہیں۔ ورنہ تو یہ ایک ایسا علم اور ایسی صداقت ہے جو اگر عام انسانوں کی سمجھ سے باہر ہو تو وہ حماقت بھی ہو سکتی ہے اور عرفان بھی ہو سکتی ہے۔ یعنی کہ اگر بیان کے ساتھ آنے والے واقعات Tally کر جائیں تو یہ عرفان ہے۔ آنے والے واقعات اس طرح نہ ہوں تو یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے' اس لئے آنے والے واقعات جو ہیں وہ مہربان ہیں کیونکہ کبھی بھی کسی قوم یا ملت پر اللہ کی طرف سے اس وقت تک گرفت نہیں آئی جب تک کہ وارننگ نہ آئے۔ وارننگ بشکل عرفان آئے گی اور مشاہدہ آئے گا۔ پھر اگر لوگوں کا یقین نہ ٹھہرا تو بستی اڑا دی جائے گی۔

سوال :۔

اس کا مطلب اتمام حجت کرنا ہے۔

جواب :۔

ہاں

سوال :۔

اس کا ابھی کوئی تعین تو نہیں ہوا۔

جواب :۔

نہیں۔ تعین نہیں ہوا۔ جس وقت آپ کے علم، یعنی دینی علم یا عرفانی علم سے اگر اگلا علم آپ کی سماعت میں آ جائے اور آپ کے سامنے آ جائے تو پھر دست برداری کر دینا۔ اگر انسان دست برداری نہ کرے تو پھر مقابلہ کرتا ہے اور مقابلے کے بعد ایک فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جہاں دو علوم بیان ہو رہے ہوں، ٹکرا رہے ہوں وہاں پر مقابلہ ہوتا ہے اور پھر فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ہندو بھی یہی کچھ کرتے تھے۔ مقابلہ کرتے تھے۔ پہلے زمانے میں جوگی بڑے نیک ہوتے تھے، جوگی نے جب دیکھا کہ اس کے علم کا نیچا ہو رہا ہے تو اس نے فوراً کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ جوگی منافق نہیں ہوا۔ آج کے بندے کو آپ ہزار بار Convince کر لیں، وہ اپنی مرضی کرے گا۔ اس زمانے کے ہندو بھی بڑے نیک تھے۔ ہندو نے اسلام پہ ہمیشہ بہت احسان کیا ہے کیونکہ اس نے اسلام کو ہمیشہ خوراک دی، اپنے بندے دئے، ٹکراؤ دیا، Clash دیا اور اگر Clash کے بعد کوئی خوبی دیکھی تو تسلیم کر لیا۔ ہندو یہ کرتا رہا ہے۔ اب اسلام میں سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو اسلام پر شک پڑ گیا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے مشاہدہ ہو گا اور پھر اصلی محتسب آ جائے گا۔ مسلمان دنیا داروں کی طرح کامیاب نہیں ہوا، اور دین میں جو یقین کی دولت ہے وہ بھی مسلمان کو نہیں ملی۔ مسلمان اندر سے بھی آسودہ نہ ہوا اور وہ باہر سے بھی نہ ہوا۔ پھر عام مسلمان یہ کہہ سکتا ہے

کہ میری ناکامی کے اسباب مین سب سے بڑا اسلام ہے' حالانکہ اسلام ہی اس کی کامیابی کی وجہ ہے۔ تو نقص کیا ہو گیاہے؟ مسلمان ہونے کے باوجود چوری یہاں ہو رہی ہے' گناہ یہاں ہو رہا ہے۔ کیوں ہو رہا ہے؟ یہاں ہندو تو کوئی نہیں ہے۔ تو پھر چوری کس نے کی؟ اگر مسلمان غیر مسلموں والے اخلاق سے بھی محروم ہو اور مسلمانوں والے اخلاق سے بھی محروم ہو اور مسلمان بھی کہلائے تو بات کیا بنی۔ مطلب یہ کہ اگر مسلمان کی تباہی اسلام کی تباہی بنتی جا رہی ہے تو کیا وہ اس کو چھوڑ دے گا؟ کیونکہ یہ تو مسلمان ہے اور کلام الٰہی اس کے پاس ہے' اگر یہ ڈوبتا ہے تو کلام اس کے پاس ہے۔ اب اللہ کہتا ہے کہ مسلمان میرا کلام چھوڑے اور سیدھا انسان ہو کے مرنا ہے تو مرے یا پھر کلام سے وابستہ ہو جائے۔ بادشاہ جھوٹا ہو اور اسلام کے نام پر قائم ہو تو اسلام کا کیا قصور ہے؟ اس لئے سچا اسلام جو ہے اس کی پہلی Requirement یہ ہے کہ مسلمان سچا ہونا چاہئے۔ مسلمان سچا ہے نہیں' مولوی سچا ہے نہیں اور بیان سچا اسلام ہو رہا ہے تو وہ کیسے اثر کرے گا۔ اللہ کے کلام کے بارے میں فرمان یہ ہے کہ لو انزلنا ھٰذا القرآن علی جبل الرئتہ خاشعا متصدعا من خشیہ اللہ یعنی "اگر پہاڑوں پر یہ قرآن نازل ہو تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں" اور آج کل لوگ عدالت میں چند روپوں میں قرآن کی قسم کھا کے آ جاتے ہیں۔

سوال :۔

سر! پرانے زمانے میں اگر کوئی جھوٹا شخص قرآن کی قسم اٹھاتا تھا تو

اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہو جاتا تھا۔ آج کل تو کچھ بھی نہیں ہوتا!

جواب:۔

اب کچھ نہیں ہوتا۔ پرانے زمانے میں تاثیر ہوتی تھی اور وہ شخص مرجاتا تھا۔ اس کا مطلب ہے قرآن کی تاثیر غائب ہو گئی ہے۔ یعنی کہ Withdraw کرلی گئی۔ مسجد کا جو مقام ہے یہ بھی اللہ تعالی نے آباد کیا تھا' اب منبر کی تاثیر Withdraw ہو گئی' خانقاہ کی تاثیر Withdraw ہو گئی۔ استاد کا وہ فیض Withdraw ہو گیا جو کہ شاگردوں میں چلتا تھا۔ استاد کے تصور سے جو علم چلتا تھا وہ بھی Withdraw ہو گیا۔ ماں باپ کی بزرگی اولاد کے سامنے Withdraw ہو گئی۔ پہلے بچے ڈرتے تھے' اب ماں باپ ڈرتے ہیں کہ بے وقوف اور بے ادب بچے پیدا ہو گئے ہیں' ان کو سمجھائیں تو کیا سمجھائیں۔ مطلب یہ کہ جو لحاظ ہوتا تھا ماں بیٹی کا' بیٹے باپ کا' وہ سارا اب ختم ہو گیا ہے۔ جتنے بھی ادارے تھے' The Institutions' وہ سارے Corrupt ہو گئے ہیں یعنی کہ Fall ہو گئے ہیں۔ تو Institutions کا Fall آگیا' استاد گیا' عالم دین گیا' سیاست دان گیا' لیڈر گیا' حاکم وقت گیا کہ جھوٹ بولتا ہے' رشوت لیتا ہے اور اپنا مرتبہ نہیں پہچانتا' مسجد گئی' خانقاہ گئی' پیر صاحب گئے' پیر صاحب کے خلیفے گئے۔ کوئی شعبہ اپنے مقام پہ نہیں رہا۔ کتاب لکھنے والا جھوٹی کتاب لکھ رہا ہے' نقل کر کے کتاب لکھتا ہے' کہتا ہے میں مصنف ہو گیا ہوں۔ چار کتابیں رکھ کے مصنف بن جاتا ہے' دو کتابیں مل جائیں تو دو کو ملا کے تیسری لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے مصنف بھی Fall کر گیا

سوال :۔

یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے اہل باطن اس کو تبدیل کیوں نہیں کرتے!

جواب :۔

اہل باطن یہ کہتے ہیں کہ ہر چیز مرضی کے مطابق ہو رہی ہے۔ سارے واقعات آپ کو بتانے کے لئے ہو رہے ہیں کہ تم لوگ اسلام کو اسلام نہیں مان رہے' مسجد اقصیٰ کی کیا حالت ہے اور مسلمانوں کے واقعات کیسے جا رہے ہیں۔ یہ ہے موجود بات۔ اب باطن والے کیا کریں جب اللہ ہی نہ چاہے' باطن والے تو اللہ کے Instruments' Institutions ہیں۔ جب اللہ چاہے گا تو سارے باہر نکل آئیں گے یعنی کہ باطن والے مشیت کے برعکس نہیں چل سکتے۔ باطن ہے ہی یہی کچھ۔ اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہے کہ Adviser رکھے کہ چلو تم جو مرضی کرلو۔

سوال :۔

یہ جو ہم نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے تو ان کے مطابق لگتا ایسے ہے کہ اہل باطن کی کوئی Body ہوتی ہے جو اپنے طور پہ کائنات کو Govern کرتی ہے۔

جواب :۔

بالکل ٹھیک ہے' بجا ہے! جس طرح ستارے ہیں' یہ اس طرح Govern کرتے ہیں کہ ان کی اپنی کشش ثقل یعنی ستاروں کے درمیان جو Gravitational Force ہے اور جو ان کی Magnetic Field ہے' وہ Cover ہو گئی اور وہ چلتے جا رہے ہیں' یعنی اپنے اپنے مدار میں گردش کرتے جا رہے ہیں۔ کسی فقیر نے سورج کو اس طرح نہیں روکا ہے کہ دنیا یا کائنات کو تباہ کر دے۔ فلک کو تو رہنے دو اپنی جگہ پہ' آپ زمین کو لے لو' آپ نے کبھی یہ نہیں دیکھا ہو گا کہ ہمالہ جو ہے وہ سمندر میں جا گرا ہو۔ گویا کہ ان مظاہر فطرت میں بھی فقیر نے دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ ہندو کو دفن کیا گیا ہو اور مسلمان کا مردہ جلایا گیا ہو۔ گویا کہ اس Ritual میں بھی فقیر نے دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ اذان کے الفاظ بدلے ہوئے ہوں' وہاں بھی دخل نہیں دیا۔ آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک شخص بے چارہ بہت بیمار تھا اور مرنے لگا تو فقیر نے دخل دیا اور اس شخص کو دس سال کی Extension مل گئی ہو۔

سوال :۔

ویسے حضور کئی کتابوں میں یہ بھی ہے کہ فقیر نے زندگی کی Extension کرا دی!

جواب :۔

Extension جو ہے ناں وہ آپ کو بتانے کے لئے ہے ورنہ

Extension کوئی نہیں ہے۔ کوئی بھی قابل ذکر واقعہ کسی انسان نے آج تک نہیں کیا۔ انسان خود قابل ذکر ہوتا رہا ہے۔ کمال یہ ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ آپ کو بغیر کسی واقعہ کے اس نے قابل ذکر بنا دیا۔ اور اللہ تعالی کہتا ہے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شئی مذکورا کیا انسان کو یاد نہیں کہ اس پر ایک ایسا وقت بھی آیا تھا۔

When he was not a thing to be mentioned even.

آج آپ Mention ہو رہے ہو۔ اس بات کا شکر نہیں کرتے کہ آج تم شے مذکور ہو گئے۔ تو گویا کہ شے مذکور بنانے والا اللہ ہے! یہ تمہاری اپنی Achievement نہیں ہے۔

You are not your achievement تم خود ہی کسی اور کا By product ہو۔

اللہ تعالی نے اپنا نظام نہیں بدلنا۔ اس نے نظام نہیں بدلنا اور فقیر نے دخل نہیں دینا۔ بس ! دخل دینے کا وقت اس وقت آئے گا جب دخل دیں گے' فریادیں کریں گے' شور مچائیں گے ..... جس وقت آگے گرفت کا وقت آئے گا' پھر شور مچے گا۔ مقصد یہ کہ اس طرح تو ساری دنیا کا نظام نہیں چل سکتا' جس طرح کہ آج کل چل رہا ہے۔ یہ لاٹھی اور بھینس کا چکر ختم ہو گا اور حق ثابت کرنا پڑے گا۔ ابھی آپ کو یہ سمجھ نہیں آئے گا' جلوہ آپ نے دیکھا نہیں ہے۔ اب یہ جلد ہی ہونے والا ہے۔ یہ Before the end of this century. ہو جائے گا۔

سوال :۔

یہ امام مہدیؑ کا جو تصور ہے وہ روحانی ہے یا جسمانی ؟

جواب :۔

روحانی نہیں جسمانی ہے۔

سوال :۔

کیا وہ ایک فرد ہیں؟

جواب :۔

ہاں فرد ہیں۔

سوال :۔

امام کسے کہتے ہیں ؟

جواب :۔

جس کی لیڈر شپ آپ ایمان کے ساتھ قبول کرو۔ دین کے ساتھ قبول کرو۔ جو آپ کو حاضرو موجود سے بیگانہ کرے۔ آپ اپنا یقین بحال رکھو اور یقین قائم رکھو۔

آپ ہی کسی کی دعا کا اثر ہو۔ یہ دور ہی کسی کی دعا کا اثر ہے۔ انشاء اللہ تعالی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بات اب ہمارے بس کی نہیں رہ گئی۔ بات اب اس کے بس کی ہے' انشاء اللہ ہر چیز ضرور ٹھیک ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ بعد کی تو بات ہے۔

صلی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا شفیعنا سیدنا و مولانا محمد و آله واصحابه اجمعین آمین۔

٦

۱ کیا ہمارے بس میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکیں؟

۲ اگر ہم خود کو پہچان لیں تو کیا اللہ کے بارے میں اندازہ سکتے ہیں؟

۳ انسان سمجھ دار تو ہے لیکن اتنی دیر سے کیوں سمجھتا ہے؟

۴ اپنی ذات کے ساتھ صلح کیسے کی جاسکتی ہے؟

۵ ہم اللہ کے راستے میں کس حد تک اور کیسے خرچ کریں؟

٦ ملک کے حقوق کے خلاف ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کا مداوا کیسے کریں؟

۷ ہم روز مرہ زندگی میں کسی کی زیادتی کیسے معاف کریں اور ہمیں کیا کیا کرنا چاہیے؟

۸ آپ نے فرمایا ہے کہ مسائل کو نظر انداز کر دیں تو مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اس سے کیا مراد ہے؟

۹ سر! کتابوں میں کتنا علم ہے؟

۱۰ تباہی سے کیا مراد ہے؟

سوال:

کیا ہمارے بس میں ہے کہ ہم اپنے آپ کو پہچان سکیں؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے "ہمارے بس" کی بات کی ہے تو "ہمارے" کا سوال نہیں بنتا بلکہ "میرے" کا سوال بنتا ہے۔ یعنی آپ اپنے بارے میں پوچھیں۔ کون سی چیز ہے جو انسان کے بس میں ہے؟ اور کون سی چیز ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہے' اسی "بس" اور بے بسی کے درمیان ہی سارا سفر ہے۔ کون سا انسان کس مقام پر گرتا ہے اور کون سا انسان کس مقام پر بچ جاتا ہے؟ یہ پورا سفر ہے جو انسان "احسن تقویم" سے "اسفل السافلین" تک پورا کرتا ہے۔ انسان نے گرنا ہے' انسان نے تسلیم بھی کرنا ہے اور انسان نے جھگڑا بھی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی خیال میں کوئی اچانک چیز ڈال دی ہے اور وہ Visible نہیں ہے۔ انسان جو ہے اللہ کے ساتھ جھگڑا کرتا رہتا ہے' انسان اللہ کی بات مانتا رہتا ہے' انسان عبادت کرتا ہے' انسان بغاوت کرتا ہے۔ انسان پہچانتا

ہے اور انسان نہیں پہچانتا۔ انسان سارے کام کرتا ہے۔ کون سا کام ہے جو انسان نے نہیں کیا۔ یہ ہے ساری Range جس میں انسان سفر کرتا ہے' قیام بھی کرتا ہے' منزلیں طے کرتا ہے' منزلوں سے فرار بھی کرتا ہے' انسان نخلستان کا پڑاؤ بھی ہے' صحرا کی دھوپ بھی ہے۔ انسان ایسا انسان ہے۔ اب اس انسان کے اندر یا اس کے سفر کی Range میں کون سا انسان کیا کرتا ہے؟ یہ سوال ہے۔ اسی کا نام ہے سفر اور وہ اسی قدر دنیا میں مبتلاء ہے۔ سب کو پتہ ہے کہ انسان نے زندگی سے موت تک کا فاصلہ طے کرنا ہے۔ تقریباً" ہر ایک کو پتہ ہے کہ انسان نے زندہ رہنا ہے اور کچھ عرصے کے بعد اس نے مرجانا ہے۔ اس مرجانے کی خبر کے باوجود زندہ رہنے کی تمنا اس کے اندر آخری دم تک Allure کرتی رہے گی۔ ڈاکٹر خاموشی سے اس کو بتا رہے ہیں کہ وقت ختم ہو رہا ہے' پھر بھی اونچا اونچا بولے گا۔ یہ انسان کی خوبی ہے۔ اسے کوئی کہتا ہے کہ آپ اب کلمہ پڑھ لو تو وہ کہتا ہے کہ پاگل ہو' ابھی سے کلمہ پڑھا رہے ہو' ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ تو یہ انسان کا عالم ہے۔ اسی عالم کے اندر اس کی ایک معمولی سی زندگی ہے۔ آپ اپنی ذاتی زندگی دیکھو۔ کیا اس چھوٹی سی بے ربط زندگی میں آپ کبھی روئے ہیں؟ یہ دیکھنا چاہئے کہ آپ کب روئے ہیں؟ کیا آپ کبھی خوش ہوئے ہیں؟ کبھی آپ کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ آیا ہے؟ کبھی آپ کے پاس ضرورت سے کم پیسہ ہوا ہے؟ کبھی آپ نے اپنے آپ سے فرار کرنا چاہا؟ کبھی آپ نے اپنے آپ پہ راضی ہونا چاہا؟ کبھی آپ اپنے گھر میں سکھی رہے ہیں؟ کبھی دکھی رہے ہیں؟ اب آپ کو کیا کہا جائے کہ آپ کیا ہیں؟ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ دیکھنا یہ

ہے کہ آپ کی کون سی صفت آپ کی باقی صفات پر اتنی غالب ہے کہ اس صفت کے حوالے سے آپ پہچانے جائیں۔ یہ بات ضروری ہے۔ آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں؟ آپ کی کون سی صفت آپ کی زندگی کی باقی صفات کی وسیع اور بے ترتیب Range کے اندر اتنی نمایاں ہے کہ آپ اس صفت کے حوالے سے Locate ہو جائیں۔ مثلاً" ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ سیٹھ صاحب ہیں۔ حالانکہ ہزاروں اور آدمی سیٹھ ہیں لیکن ہزاروں شخصیات کے باوجود شخصیت کے حوالے سے وہ سیٹھ کیوں پہچانا جاتا ہے۔ تو اس شخص کی یہ صفت اس کی باقی صفات سے ممتاز ہو گئی ہے۔ لہٰذا دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی صفات آہستہ آہستہ دم توڑتے توڑتے کس طرح آپ کی ایک نمایاں صفت کو پالتی رہتی ہیں۔ تو وہ صفت آپ کا حوالہ بن جاتی ہے۔ بزرگ لوگ اس بات کو یوں سمجھاتے ہیں' کہ باقی صفات پہ لکڑیاں جلتی رہتی ہیں اور ہنڈیا ایک صفت کی پکتی رہتی ہے اور اس صفت کے حوالے سے انسان خوشبودار ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے کچھ بھی نہیں کیا اور ہر صفت کا ہر دوسری صفت کے ساتھ Compromise کیا' وہ برابر برابر مر گئے۔ برابر کا معنی؟ یعنی کہ انہوں نے کسی ایک صفت کو نمایاں حوالہ نہیں دینے دیا۔ یہ ہے Common man کی Common Lot۔ یہ ہے عام آدمی کا عام مقدر کہ اس نے کچھ کھایا' کچھ پیا' چلا پھرا' کچھ ادھر ادھر کیا' استغفار پڑھتے اور کلمہ پڑھتے آگے نکل گیا۔ یہ ایک عام آدمی کی بات ہے اور عام مسلمان کی بات ہے۔ بزرگوں نے کہا نماز پڑھ لو تو وہ کہتا ہے پڑھ لوں گا' اور نماز پڑھ لی' کوئی نیکی کر لی' کوئی عقل اور ہوش کی بات کر لی۔ یہ تو

Common آدمی کی بات ہے اور Common مسلمان کی بات ہے کہ اس کے پاس پیسے آ گئے ہیں تو حج کر لیا۔ یہ ہے Common Lot کی بات۔

کچھ لوگ خصوصیت کے ساتھ ایک صفت پہ چل پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ I want to know myself ' تو ایسا آدمی جو اپنے آپ کو جاننے کے سفر پر روانہ ہو' اگر وہ باقی صفات کے ساتھ Compromise کر لے گا تو وہ جھوٹا ہو گا۔ مثلاً" آپ پہاڑ کی چوٹی پر جانے والے ہیں' لیکن راستے میں بیٹھ گئے ہیں تو سفر کھوٹا ہو گیا۔ اگر آپ لوگ کہیں فتح کرنے جا رہے ہیں' وہاں تو زندگی اور موت کا معاملہ ہوتا ہے اور آپ راستے میں رک جائیں تو سب ختم ہو جائے گا۔ اگر عام طور پر Social Activity کرنے والا انسان اپنی پہچان کے سفر پر روانہ ہو جائے تو وہ جھوٹا ہو کے مر جاتا ہے۔ پہچان کے اس بڑے سفر میں چھوٹی ضروریات بلکہ چھوٹے فرائض بھی Matter نہیں کرتے۔

یہاں آ کے فرق پڑ جاتا ہے۔ جو لوگ

جنونی ہو جاتے ہیں یا مجذوب ہو جاتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر بڑے فرائض بھی Matter نہیں کرتے۔ وہ یاد میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ عصر کا ٹائم ہو گیا اور اذان بھی ہوئی مگر اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اب یہ جو کچھ لوگ ہیں وہ خیال میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ کسی بات کا ہوش نہیں رہتا۔ وہ جس کے خیال میں گم ہوتے ہیں اگر وہ کبھی پاس سے گزر بھی جائے تو انہیں پتہ نہیں چلتا۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ تیری تلاش مجھے اس مقام پر لائی ہے کہ جہاں میں تیری ملاقات سے بھی بے نیاز سا

ہو گیا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ پہلے تیری تلاش میں اپنے آپ سے بے نیاز ہوا اور اب تیری تلاش میں تجھ سے بھی بے نیاز ہو گیا ہوں۔ یہ خطرناک سفر ہے۔ اب آپ دوبارہ سوال کریں!

سوال:

میں یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا میں خود کو پہچان سکتا ہوں؟

جواب:

آپ کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ یہ پہچاننے کہ آپ کو اس امر کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ ضرورت یوں پیش آئی ہے کہ جو آپ کی زندگی ہے' وہ آپ کو پسند نہیں ہے۔ انسان اپنی زندگی میں اگر مطمئن ہو' تو یہ پہچان کافی ہے کہ آپ مطمئن جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر کی پہچان یہ بہت کافی ہے کہ وہ مریضوں کا علاج معالجہ کر رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو پہچاننے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی موجودہ زندگی کے علاوہ بھی کچھ اس کے پاس ہو۔ تو پہلا کام یہ ہے کہ موجود زندگی کو منسوخ کرنا پڑے گا۔ اگر موجود زندگی کو منسوخ کرنے کی ہمت نہ ہو' تو پہچان کا سفر اتنا ہی مشکل ہے جتنا ماؤنٹ ایورسٹ پر جانا۔ اب آپ سوچ لو کہ آپ پہچان کیا رکھتے ہیں اور آپ کیا پہچاننا چاہتے ہیں۔

سوال:

حضور! یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا' تو اگر ہم خود کو پہچان لیں گے تو اللہ کے بارے میں صحیح

اندازہ لگالیں گے۔

جواب:۔

اللہ کی ذات کو چھوڑیں۔ وہ تو ایک ذات ہے۔ اور آپ کو پتہ نہیں کہ وہ Abstract ذات ہے کہ Concrete ذات ہے۔ وہ اور بات ہے۔ جتنے بھی اس کے Attributes یعنی صفات ہیں، وہ سب اپنی تھوڑی تھوڑی Dimension میں انسان کے پاس موجود ہیں۔ مثلاً" ایک صفت ہے ربوبیت اور وہ رب ہے یعنی پالنے والا۔ آپ خود پالتے رہتے ہو، اپنے آپ کو بھی، اولادوں کو بھی، بلکہ غصے کو بھی پالتے رہتے ہو نعوذ باللہ من ذلک، آپ میں غصہ Nourish کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اور چیزیں پالتے رہتے ہو، محبت، Lust، Ill ۔ will، پیسہ، دولت وغیرہ۔ تو رب کا معنی یہ بھی ہے کہ کسی کام کا انچارج انسان۔ یوسف علیہ السلام کے قید خانے کا جو جیلر تھا اسے بھی "رب" کہا گیا یعنی "رب السجن"۔ "ربّ السّجن" کا مطلب ہے قید خانے کا رب۔ تو گویا کہ "رب" والی یہ صفت آپ جانتے ہو۔ سجود تو اللہ ہی رہے گا۔ سجدے کی اہمیت آپ جانتے ہو۔ کبھی کبھی انسان کو بھی مسجود بننے کی خواہش ہوتی ہے مثلاً" ایک آدمی آیا اور السلام علیکم کہا اور اس نے سر جھکایا اور آپ کے سر کے اندر وہ اکڑاہٹ رہی اور سلام کا جواب دینے کی بھی نوبت نہ آئی۔ تو یہ ایک قسم ہے مسجود بننے والی۔ اب اس میں دوسرے کو Prostrate کرانا تو نہیں ہے لیکن سجدے کی ایک قسم ہے کہ وہ شخص آپ کے سامنے جھک جائے۔ جو بڑے بڑے لوگ ہوتے ہیں وہ

عام طور پر چھوٹے چھوٹے لوگوں کو سلام کرنے پر مجبور کرتے ہیں' یہ ہوتی ہے "انا"۔ تو اللہ تعالیٰ کے اپنے نام کی تمام صفات جو ہیں' آپ کے اندر موجود ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اللہ وسیع ہے اور آپ بہت محدود ہو۔ اللہ غفورالرحیم ہے۔ اور اگر تم معاف کرنا شروع کر دو' کوئی بخشش والی بات کر دو' اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے آج تک کسی کو سزا نہیں دی تو اس میں معافی کی صفت پیدا ہو جائے گی۔ "رؤف الرحیم" اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے یہ لفظ اپنے لئے خود ہی استعمال کیا ہے۔ اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے بھی کہا ہے کہ وہ رؤف الرحیم ہیں یعنی کہ آپؐ بھی رؤف الرحیم ہیں۔ رحیم کا لفظ اللہ کی اپنی صفت ہے اور اللہ نے اپنی صفت جو ہے اپنے محبوب ﷺ کو دے دی۔ تمام زندگی میں آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ تو اپنی ان صفات کو پہچانیں۔ تو پہچاننا کس کو ہے۔اپنے آپ کو اگر آپ' کبھی اپنے آپ کو دیکھنے کی نیت سے' اپنے روبرو حاضر ہوں تو پہلا کام یہ ہے کہ آپ جتنے لوگوں سے اور جتنی Activities کے ساتھ وابستہ ہیں' سب کو ترک کر دو۔ ورنہ آپ اپنے روبرو آ ہی نہیں سکتے۔ صرف آئینے کی بات ہے کہ جب آئینے کے سامنے آپ محو ہوتے ہیں تو اس وقت آپ دوسرے کام نہیں کر سکتے' اس وقت آپ بڑے مجبور ہوتے ہیں اور آپ اپنے خیال میں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ پتہ نہیں چلتا کہ اب کیا سے کیا نظر آنا شروع ہو گیا ہے۔ یہ ایسی حالت ہے کہ تن ہر چیز سے کٹ جاتا ہے۔ اپنے سامنے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے علاوہ ہر چیز کے سامنے سے ہٹ جاؤ اور جب آپ اپنی آنکھ کو مشاہدہ کرنے والے Instrument کے طور پر

پہچاننے میں کامیاب ہو گئے' اور آپ کی آنکھ شاہد بن گئی تو پھر آپ نے مشاہدات دیکھ لئے اور مشاہدات کو پیدا کرنے والے کو دیکھ لیا اور یہ دیکھ لیا کہ اللہ نے کیا کیا پیدا کیا ہے۔ پھر یہ دونوں چیزیں بعد میں آپ کو دیکھتی ہیں اور یہ دیکھتی ہیں کہ اللہ نے آپ کے اندر آنکھ پیدا کی ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے رنگ پیدا کیا ہے۔ پیدا کرنے والے کا اپنا ہی کھیل ہے۔ یہاں سے پہچان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ تو پہچانا کس کو آپ نے؟ آنکھ کو' ملا کون؟ آنکھ پیدا کرنے والا اور نظارہ پیدا کرنے والا بلکہ آپ کی آنکھ پیدا کرنے والا اور محبوب کا چہرہ پیدا کرنے والا۔ وہ کبھی یہ چیز پیدا کرنے والا ہے اور کبھی اس کو پیدا کرنے والا ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ دل میرا ہے اور آرزو تیری ہے۔ یہ عجب کھیل ہے کہ دلبر بھی وہ خود ہے اور دلبری بھی وہ پیدا کرتا ہے اور آپ کو چاہنے والا بھی وہ بناتا ہے۔ تو کھیل سارا اس کا ہے:

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت
گر سر معرفت کو پاوے شعور تیرا

مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ نے اپنے آپ کو پہچانا اور پھر اپنے مالک کو پہچان لیا۔ اپنے مالک کو انسان ایسے پہچانتا ہے کہ اپنی حالت دیکھ کر کہتا ہے "یہ کیا ہے کہ ساری دنیا کو اس نے محتاج نہیں بنایا اور مجھے محتاج بنا دیا یعنی کہ ہماری کوئی بات نہیں پوری ہو رہی اور لوگوں کی ساری باتیں پوری ہو رہی ہیں"۔ کچھ وقت کے بعد آپ کی سمجھ میں آئے گا کہ میری آرزو جو ہے وہ میرے لئے نقصان دہ ہے۔ پھر جہاں آپ

ناراض تھے وہیں پہ آپ شکر ادا کرنے لگ جاؤ گے کہ یااللہ تیری مہربانی ہے' تو نے ہمیں بچا لیا ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچاننا' دراصل اپنے بنانے والے کو پہچاننا ہے اور یہ پہچاننا ہے اپنی آرزوؤں کے حوالے سے' اپنے حاصل کے حوالے سے' اپنی محرومیوں کے حوالے سے' اپنے یاروں کے حوالے سے' اپنے اغیاروں کے حوالے سے' اپنے چاہنے والوں کے حوالے سے اور اپنے چاہے جانے والوں کے حوالے سے۔ آپ کی زندگی میں آپ کا اتنا ہی کچھ ہے جس سے آپ کا تعلق ہے۔ باقی سارا جو ہے وہ نظر نہ آنے والا نظارہ ہے۔ اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔ سارے بازار بھرے بازار ہیں اور جب آپ بازار گئے تو سارے بازار میں صرف آپ کے لئے وہی چیز ہے جو آپ نے خریدی ہے۔ باقی تو صرف منظر ہی ہے۔ جو خریدنا تھا وہ آپ کا کام تھا یا جو دوست آپ کو وہاں ملا تھا وہ آپ کا منظر ہے۔ بلکہ اسے کہتے ہیں کسی چیز کا پا کر کھونا' سر بازار ملاقات ایک عجب بات ہوئی' یعنی کہ پا کر کھو گئے' اس کو بازار میں ملے اور وہ بازار کی بھیڑ میں گم ہو گیا اور کھو گیا۔ تو یہ جو آپ کے سامنے منظر ہوتا رہتا ہے یہ سارا اپنے آپ کی تلاش کا سفر ہے اور اپنے مالک کے پاس پہنچنے کا سفر ہی۔ جس نے اپنی پہچان کو مالک کی پہچان کا ذریعہ نہ بنایا' وہ پھر آدھے راستے میں گم ہو گیا۔ جیسے کہانیوں میں بتایا جاتا ہے کہ پیچھے سے آواز آئی اور اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو پتھر ہو گیا۔ کہتے ہیں انسان کا خون کب سفید ہوتا ہے؟ جب وہ اپنے چہرے کی سرخی پر مست ہو جائے۔ انسان اس وقت پاگل ہو جاتا ہے جب اپنی تعریف میں گم ہو جاتا ہے۔ سمجھو کہ اس وقت برباد ہو گیا۔ اگر انسان دوسرے کی تعریف میں گم ہو گیا تو

تھوڑا سا کمزور ہوتا ہے کیونکہ صنعت دیکھی ہے اور صانع نہیں دیکھا۔ سیانے لوگ وہ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ کارخانے کی بات چھوڑو' یہ بتاؤ کہ بنانے والا کون ہے اور کارخانہ کس کا ہے۔ کہتا ہے صرف کارخانے کی تعریف کرنا جو ہے یہ بے ایمانی ہے۔ تو پہچان والے صنعت گر کو دیکھتے ہیں۔ اپنی تلاش دراصل اس کی تلاش ہے۔ اپنی تلاش دراصل ہے ہی اسی کی تلاش۔ اور پھر سلسلے سے سلسلہ ملتا جاتا ہے۔ ورنہ تو اپنی تلاش ہے ہی کوئی نہیں۔ بلکہ اس کی تلاش ہی اپنی تلاش ہے۔ اس کی تلاش میں جب بھی وہ ملے گا تو تمہیں اپنا ہی کھوج ملے گا' وہ تو ملے گا ہی نہیں۔ اس کے نام پہ تلاش کرو یا اپنے نام پر تلاش کرو' تلاش ایک ہی ہے۔ تو مسافر نے سفر کو بھی پہچاننا ہے اور سفر ہی اس کی منزل ہے۔ منزل پر پہنچ کر نیا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ نئے سفر کے بعد ایک منزل آتی ہے اور ایک منزل کے بعد دوسرا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ گویا آپ کا سفر کیا ہے؟ سفر کے بعد منزل اور منزل کے بعد سفر اور سفر کے بعد پھر منزل۔ منزل در منزل اور سفر در سفر آپ چلتے جا رہے ہو۔ تو یہ ہے آپ کی کہانی۔ مالک کی بات یہ ہے کہ زندگی میں سفر ہو' موت میں سفر ہو ' اپنا سفر ہو' باطن کا سفر ہو' ظاہر کا سفر ہو۔ اگر آپ ظاہر کا سفر کریں گے تو کون سا سفر کریں گے؟ اپنی پہچان والا۔ اگر کوئی کہے کہ میں دنیا میں تلاش کرنے جا رہا ہوں تو تلاش کس کی ہے؟ اپنی۔ جا کہاں رہا ہے؟ دنیا میں۔ عجب بات ہے کہ اپنی تلاش کر رہا ہے اور دنیا میں جا رہا ہے۔ مثلاً" انسان ایک جگہ گیا اور وہاں بادشاہ کا محل یا قلعہ تھا۔ یہاں کون تھا؟ کہتا ہے یہاں بادشاہ سلامت رہتے تھے۔ اب یہاں ویرانیاں' بربادیاں' الو

اور چمگادڑیں ہیں' پہلے یہ بادشاہ کا محل تھا۔ آپ تھوڑا سا غور کرو اور اگر Wheel of time کو آپ واپس کر سکو اور بادشاہ کا وہ منظر آپ کے سامنے آ جائے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ بات ہے کیا اور قصہ کیا ہے! کتنے ہی باغ جہان میں لگے اور لگ کے سوکھ گئے کیا سے کیا واقعہ ہو گیا۔ اور تو کون سے باغ کی مولی ہے۔ آج کا انسان دراصل سارے ماضی کے کروڑہا زمانوں کے اندر کھڑا ہوا ہے اور اسے پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو اپنی تلاش میں باہر کا سفر بھی آپ کو اپنے روبرو کرے گا۔ تلاش کرتے کرتے جہاں آپ تھک جاؤ گے' بے بس ہو جاؤ گے' آپ کہو گے کہ بس اخیر ہو گئی' آگے سفر نہیں ہے۔ حالانکہ دنیا کا سفر ختم نہیں ہو گا' جس طرح پرندہ ہوا میں اڑتا جائے' ہوا ختم نہیں ہو گی اور مچھلی سمندر میں تیرتی جائے تو سمندر ختم نہیں ہو گا۔ انسان کائنات میں چلتا جائے' چلتا جائے' جہاں وہ بے بس ہو گیا' وہاں اس کی کائنات ختم ہو گئی۔ حالانکہ کائنات کبھی ختم نہیں ہوتی۔ یہ ہے اپنے سفر کی پہچان۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اپنی پہچان دراصل اپنی قبر کی پہچان ہے۔ آج ہم جلوہ گر ہیں' زمین ہے' مکان ہے' سامان ہے' کئی طرح کے واقعات ہیں اب آپ اس میں اپنی قبر کے لئے ایک جگہ بنا لو آپ کی یہ جگہ کہاں پر ہے؟ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہئے بلکہ اس کا مشاہدہ ہونا چاہئے' صرف یہ نہیں کہ جہاں اولاد چھوڑ آئے گی وہاں پر قبر ہو گی۔ اولاد کا کیا پتہ کہ اس دن کہاں چھوڑ آئے' آپ خود ہی اپنے آپ کو وہاں چھوڑ آؤ۔ جس کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ جگہ اس کا آخری مقام ہے اور وہ اس کو پہچان لے تو سند ہو گئی اور یوں اپنی پہچان شروع ہو گئی کہ یہ میرا اصلی

مقام ہے' یہ میرا آغاز ہے' یہ میرے راستے کا سفر ہے' میرے پاس آنسو ہیں' اتنی ہماری خوشیاں ہیں' یہ حاصل ہے' یہ محرومیاں ہیں' اتنے سجدے ہیں' تو پھر یہ مالک کا سفر ہے۔ دل کا سفر بھی مالک کا سفر ہوتا ہے کہ آپ کے دل کی رغبتیں کیا ہیں۔ اپنی پسند اور ناپسند کو دریافت کرو۔ یہاں سے پتہ چل جائے گا کہ آپ کس کے روبرو جا رہے ہو' دل کی چاہتیں کیا ہیں' دل کی رغبتیں کیا ہیں' آنکھ کا نظر آنا' منظر کو دیکھنا' کیا پسند ہے؟ کیا ناپسند ہے؟ زبان چاہتی کیا ہے؟ کھاتی کیا ہے؟ پیتی کیا ہے؟ جھوٹ کتنا ہے؟ سچ کتنا ہے؟ ذائقہ کتنا ہے؟ امانت کتنی ہے؟ خیانت کتنی ہے؟ مالک کا سارا سفر یہی ہے۔ ایک بار آنکھ کے ذریعے مشاہدہ کرو کہ یہ کیا کیا تماشے کرتی ہے۔ اور یہ آنکھ ایک روز آپ کو مالک کے روبرو لے جائے گی۔ اپنی کھوج کیا ہے؟ اپنے قواء کی کھوج اور اپنے حالات کی کھوج۔ کبھی اپنے ہاتھ کا مشاہدہ کرتے جاؤ کہ یہ دن بھر کیا کیا واقعات کرتا ہے۔ کبھی یہ بے جان اور معصوم ہاتھ بول پڑے گا تو آپ کانوں کو ہاتھ لگاؤ گے۔ یہ ہاتھ بتائیں گے کہ آپ نے کیا کیا لکھا ہے؟ اور تم نے کیا کیا واقعات کئے؟ یہ سارا سفر جو ہے اپنے مالک کا ہے۔ تو اپنی پہچان کا سفر' اپنے باطن کی پہچان کا سفر ہے۔ باطن کی پہچان بالکل Independent نہیں ہے' دل کا سفر دلبر کے ساتھ ہے' آنکھ کا سفر نظارے کے ساتھ ہے' آپ کی زبان کا سفر ذائقے کے ساتھ ہے یا گویائی کے ساتھ ہے' کان کا سفر نغمے کے ساتھ ہے' ایسے کان جو زیور کے لئے ہوں وہ اپنی ذات کا سفر نہیں ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ کان جو ہے یہ نغمے کا سفر ہے اور آواز کا سفر ہے یعنی:

از کجا می آید ایں آواز دوست

کہ دوست کی آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ تو کان کسی کی آواز کا سفر ہے۔ تو آپ کی ذات ساری کی ساری کسی اور پر دارومدار کر رہی ہے۔ آپ زبان رکھتے ہوں اور اگر دنیا کے کان بند ہو جائیں تو آپ کی زبان بیکار ہو جائے گی۔ اگر آپ کے کان موجود ہوں اور بولنے والا کوئی نہ ہو تو پھر آپ پاگل ہو جائیں گے۔ اگر آنکھ موجود ہو اور نظارہ ہی کوئی نہ ہو' پھر تو پریشانی ہو جائے گی۔ اگر دل چاہنے والا ہو اور محبوب نہ ہو تو پھر آپ کی حالت بگڑ جائے گی۔ تو یہ سارا سفر کیا ہے؟ اور سارا سفر کس کا ہے؟ یہ سارا اللہ کا سفر ہے۔ بنانے والے نے کھیل ہی ایسا بنایا ہے۔ لہٰذا ہم اپنے آپ کو دریافت کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اپنے Routine کی ضرورت اور فرائض کو ترک کر دیں تو پہچان کر سکتے ہیں۔ اگر Routinism میں انسان گم رہے تو وہ پہچان کے سفر میں کمزور ہو جائے گا۔ پہچان کا سفر ایسے ہے جیسے انسان ایک شاخ کا ٹوٹا ہوا پتہ ہو۔ اس سفر میں باقی سارے فرائض جو ہیں وہ ترک ہو جاتے ہیں' پیچھے رہ جاتے ہیں' آپ کی ہر چیز پیچھے رہ جاتی ہے' جس طرح کہ موت کے وقت زندگی ساری کی ساری پیچھے رہ جاتی ہے۔ اگر موت قریب آ جائے تو یہ بھول جائے گا کہ کون سا کام کرنا تھا۔ جب دوسرا وقت آ جائے تو ہم تیسرا وقت بھول جاتے ہیں۔ جس طرح آپ نیند میں ہر کام بھول جاتے ہیں۔ جب نیند آ گئی تو سب کام بند۔ اگر بھوک لگ گئی تو پھر بھاگ کر کھانے کو چلے گئے۔ کوئی مہمان آ جائے' پھر آپ کے حالات بدل جاتے ہیں' اگر کوئی ضروری بات

کر رہے تھے تو وہ ختم ہو گئی۔ کبھی کوئی ٹیلیفون آ جائے جو Top Priority کا ہو تو پھر آپ کا خیال بدل جاتا ہے۔ پہچان والا انسان:

ہر آہٹ پر کان لگا کے بیٹھا ہے انسان

نامعلوم آہٹ پر کان لگا کے رکھنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ نامعلوم منظر کو دیکھنے کی تمنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اپنے اندر کسی اور Exposure کے ہونے کا امکان دیکھنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ ہمارے اپنے اندر کوئی اور Any other دریافت کر لینا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اپنے وجود میں کسی اور وجود کی خوشی محسوس کرنا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ کبھی آپ کی تنہائی میں کسی آواز کا آ جانا' یہ پہچان کا سفر ہے۔ اگر ایک آدمی آئینے کے سامنے جا کے کھڑا ہو جائے تو کچھ دیر بعد اس کی شکل بدلنے لگے گی' انسان حیران رہ جائے گا اور اگر آئینے والا بول بھی پڑے تو اور سے اور کہانی ہو جائے گی۔ اسی طرح جب انسان تنہا ہو اور اس کو اپنے آپ سے آواز آ جائے یا اپنے علاوہ کوئی آواز آ جائے تو پھر پہچان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ:

کسے گر سینہ می گوید

اس کے سینے میں کوئی اور بولتا ہے۔ ایسے لگتا تھا کہ کسی نے اندر سے آواز دی کہ یہ ہم ہیں' ہم ہیں۔ یہ "ہم" کون ہے؟ کیا وہ "اور" آپ کے ساتھ ہے؟ کبھی مسجود نے آپ سے بات کی کہ آپ کا سجدہ قبول ہو گیا؟ اگر اچانک ایسا ہو جائے تو پھر تو بات بن گئی' ایک واقعہ ہو گیا

اور یہ واقعہ ہے پہچان کا۔ تو پہچان کا سفر ہر آدمی کر سکتا ہے' بشرطیکہ غیر پہچان کے سفر بند کر دو۔ ایک آدمی بیٹھا ہوا تاش کھیلتا جا رہا ہے' شطرنج کھیلتا جا رہا ہے' ٹی وی دیکھ رہا ہے' وی سی آر دیکھ رہا ہے اور کہتا ہے کہ پہچان کا سفر مشکل ہے۔

ایسے لوگوں کی عجیب و غریب کہانیاں ہیں۔ اب پہچان کا سفر جو ہے استقامت خیال کا نام ہے۔ پہچان ایک دعوی کا نام ہے۔ اور دعوی کرنے والا جو ہے وہ بڑی دلیل کے ساتھ دعوی کرتا ہے۔ اگر آپ کو اللہ اور اپنے پیسوں کے درمیان کسی کو چننا پڑ جائے تو آپ پیسے لے کے غائب ہو جاؤ گے۔ آپ کی مختصر سی زندگی ہے اور آپ چھوٹے چھوٹے یعنی Little Lords ہو اور The Lord of Universe بننا چاہتے ہو۔ کیا تمہاری جاگیر اور کیا تمہارے درجات' اس نے تمہیں چھوٹا سا اختیار دیا ہے' مثلاً" تمہاری تحویل میں ایک بیوی دی ہے اور اس کا تم نے حلیہ بگاڑ دیا ہے' ایک بچہ دیا اور تم نے اس کی تعلیم خراب کر دی' کوئی سا ایک واقعہ دیا اور تم نے اسے خراب کر دیا۔ اس نے پیسے کا شعور دیا' اور تم نے اسے حرام بنا دیا۔ تم لوگوں نے کیا کیا؟ تم اپنے آپ کو بگاڑتے چلے جاتے ہو۔ اور پھر یہ کہتے ہو کہ اللہ ہے تو پھر انتقام کیوں نہیں لیتا' اس کے جلال کو چیلنج کرتے جا رہے ہو کہ ہم تو غلطی کرتے جا رہے ہیں' اللہ اگر کہیں ہوتا تو بول نہ پڑتا۔ اس نے کیا بولنا ہے۔ وہ اپنے دشمنوں کو تباہ نہیں کرتا۔ اور تم جس چیز کے انتظار میں ہو' میرے اندازے کے مطابق یہ رحمت کا انتظار نہیں ہے' یہ کسی اور ہی چیز کا انتظار ہے۔ اپنا اعمال

نامہ تم نے Rectify نہیں کیا۔ میں بتا رہا ہوں' یہ Warning ہے اور حقیقت ہے کہ تم نے اپنا اعمال نامہ درست نہیں کیا۔ تم لوگوں نے غلطیوں کی معافی نہیں مانگی اور تم

Final Total Insult نکالنے کو تیار بیٹھے ہو۔ دیکھ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی سزا شروع ہو جائے اور End result نقصان دہ ہو۔ اپنے اعمال گزشتہ اور آئندہ اعمال کے لئے توبہ کرو اور اپنے پروگرام کی اصلاح کرو' ورنہ ایسا نہ ہو کہ پھر آپ کے پاس دوسرا چانس نہ رہے۔ پہچان کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ یہ دیکھ لو کہ سب سے زیادہ خطرناک وہ آدمی ہے جس نے اللہ کے احکام کو مذاق میں اڑایا اور اس کے بعد وہ آدمی اپنے لئے خطرناک ہے' جس نے مانا تو سہی لیکن اپنا عمل اس کے علاوہ رکھا' ڈرتا بھی رہا لیکن عمل نہ کیا' یہ بھی اپنے لئے خطرناک آدمی ہے' اپنے لئے نقصان دہ آدمی ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ میں مانتا ہوں۔ اچھی طرح اللہ کو مانتا ہوں' نہ ماننے کا امکان نہیں ہے۔ لیکن اس کا حکم ماننا ناممکن ہے کیونکہ حالات بڑے خراب ہیں' بے ایمانی کے علاوہ گزارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ماحول ہی ایسا ہے۔ آج کل معاشرے کی مشین ہی بڑی Complicated ہے' اس لئے عمل نہیں ہو سکتا۔ تو اس Complicated machine میں آپ کی تباہی لکھی گئی ہے۔ اس لئے جو مانتے جا رہے ہو' وہ کرتے جاؤ' یہی پہچان کا سفر ہے۔ پہچان کا سفر' یقین کا سفر ہے تاکہ ہم اللہ کے روبرو جائیں اور جو اللہ کے روبرو جانے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا جا رہا ہے' اس نے اللہ کو کیا پہچانا ہے۔ ایسے آدمی نے اپنے

ہاتھوں سے اپنے آپ کو کیا بنا دیا What a man has made a man
یعنی انسان نے انسان کو کیا بنا دیا۔ You started well آپ نے زندگی
اچھی شروع کی تھی اور پھر آپ نے اسے تباہ کر دیا۔ اس معصوم انسان کو
کہاں جا کے تم نے غرق کر دیا۔ آپ اچھے انسان تھے' اچھے لوگ تھے'
آپ کے اچھے افکار تھے اور آج آپ بحث' مباحثے اور جھگڑے میں
پریشان ہیں۔ اللہ کے افکار کو اور اللہ کے احکام کو بھی آپ چیلنج کرتے
ہیں۔ اس حد تک اپنے آپ کو بگاڑ لیا ہے۔ تو یہ کیا کر دیا آپ نے؟ اپنی
شکل' خیال کی شکل' کردار کی شکل' عمل کی شکل' اعتقاد کی شکل اور اندر
کی شکل یعنی باطن کی شکل آپ نے بگاڑ دی۔ اس کی اصلاح کرو کیونکہ
یہ پہچان کا سفر ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ جو آپ کرتے ہیں اس کا کوئی گواہ
نہیں ہے۔ آپ کے اندر گواہیاں پل رہی ہیں اور آپ کے خلاف
گواہیاں پل رہی ہیں۔ آپ کے پاس جو چھپی ہوئی چیز ہے وہی تو ظاہر ہو
رہی ہے اور وہ تو نظر آ رہی ہے۔ آپ کچھ چھپا نہیں سکتے' آپ کا باطن
اندر سے بول رہا ہے اور روشنی باہر بھیجتا جا رہا ہے۔ کوئی بھی چوری کی
چیز آپ ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ آپ اور کچھ نہیں کر سکتے' اپنے عمل
کی اصلاح نہیں کر سکتے تو توبہ تو کر سکتے ہیں۔ یہ توبہ پہچان کا سفر ہے۔
کیسا ہے اور کیا ہے؟ اپنے اندر کے داغ کو پہچانو۔ پھر Lord of
Universe کو دعوت دو۔ اس کو دعوت دینے سے پہلے گھر کی صفائی کرو' اس
کی اصلاح کرو' چھوٹے سے چھوٹا کوئی مہمان آنا ہوتا ہے تو گھر کو صاف
کرتے ہو۔ بچوں کی شادی کے معاملے میں آپ گھر کو پتہ نہیں کیا سے کیا

بنا دیتے ہو۔ تو اللہ کا سفر ہے اور اسے بلانا ہے تو پہلے اپنے اس ویران خانہ کی تھوڑی سی اصلاح کرو' اس گھر کو تھوڑا سا بہتر کرو' اللہ کے لئے گھر کو سجانا اور اس کی یاد میں سجانا' غیر کو نکالو' اپنی کوتاہیوں کو نکالو' کچھ استغفار کر لو' کچھ اور نیکیاں کرو' اللہ کی یاد میں کوئی ٹھہراؤ ہو جائے۔ اگر اللہ آپ کے گھر کبھی اتفاق سے آ جائے تو گھر میں ہیرا پھیری نہ ہو۔ آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو۔ اپنے آپ پہ تھوڑا سا رحم کرو۔

For gods sake have pity on you. کل کو یہ نہیں کہنا کہ بتایا نہیں تھا کسی نے۔ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ دیکھ بھائی تیری Back پہ ایک سانپ ہے۔ اس نے کہا یہ ایسے ہی کہتا رہتا ہے۔ جب سانپ نے ڈس لیا تو فریاد اور چیخ و پکار شروع کر دی اور کہتا ہے کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ اس نے کہا میں تو بار بار کہتا رہا کہ سانپ ہے۔ بولا یہ کوئی طریقہ ہے بتانے کا' تو آنکھوں والا تھا مجھے لاٹھی مار دیتا' دھکا دے دیتا' یا کچھ اور کر دیتا لیکن اس عذاب سے بچا لیتا اور موت سے بچا لیتا۔ اب میں آپ کو بتا رہا ہوں اور الفاظ میں بتا رہا ہوں کہ اپنے آپ کو کسی عذاب میں نہ ڈال لینا۔ آپ نے خود ہی اپنے نام کا عذاب بنانا ہے اور اپنے نام کا ثواب بنانا ہے۔ آپ خود ہی اپنے آپ ہو بلکہ آپ خود ہی خود ہو۔ جو اللہ نے لکھنا ہے وہ تم خود لکھ رہے ہو' Announcement وہ کرے گا۔ بہتر ہے کہ Announcement تم ہی کر دو' اپنا ہر ایک فیصلہ خود کرو' اپنے شعور سے جب فیصلہ کرتے ہو تو اپنے خلاف فیصلہ کئے بیٹھے ہوتے ہو' تمہاری چاہتوں نے تمہیں تمہارے خلاف کیا' تمہاری پیسے سے محبت نے

تمہیں خراب کیا' تمہاری شہرت کی محبت نے تمہیں خراب کیا' اولاد کے حوالے سے تمہاری مجبوریوں نے تمہیں خراب کیا' تمہاری انا نے تمہیں خراب کیا۔ اگر تم نے کسی معمولی سے معصوم انسان کو بلاوجہ دکھی کر دیا تو ساری کائنات کا دکھ جو ہے وہ تمہارے سر پر بلاوجہ آ جائے گا۔ تم میں معاف کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہے اور تم خود معافی مانگتے چلے جا رہے ہو۔ ایسے معافی نہیں ملے گی۔ اگرچہ تمہارا قصور تھوڑا ہے مگر پھر بھی معافی کے حوالے سے تمہیں اللہ کے رحم کی بڑی ضرورت ہے۔ جب تم کسی پر رحم نہیں کرتے ہو تو تم پر بھی رحم نہیں ہو گا' معاف کرنے کی بجائے تم اپنا Case سناتے رہتے ہو' بحث کرتے ہو' مباحثے کرتے ہو' غلط کو صحیح ثابت کرتے ہو' صحیح کو غلط ثابت کرتے ہو۔ یہ ساری کی ساری کاریگری وہاں ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں سیدھی سادی صداقت ہے۔ وہاں دو Case نہیں ہوتے۔ وہاں پر اس سے یہ نہیں بنا سکتے اور اس سے وہ نہیں بنا سکتے' غلط چیز کو صحیح نہیں ثابت کر سکتے اور صحیح کو غلط نہیں ثابت کر سکتے۔ اس لئے یاد رکھو کہ اپنی پہچان کا سفر' ہر آدمی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ہیرا پھیری ختم کر دے' بشرطیکہ دھوکہ کھانا اور دھوکہ دینا ختم کر دے' بے ایمانی کا سفر چھوڑ دے اور اپنے آپ کے ساتھ Sincere ہو جائے۔ اگر آپ انسان کے ساتھ پرخلوص ہو تو سمجھو مالک کے ساتھ پرخلوص ہو۔ اگر تم نے انسان سے وفا کی ہے تو خدا کے ساتھ وفا کی ہے۔ تو پہچان کا سفر بندے کی کہانی ہے۔ مثلاً" جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کہانی ہے۔ اس کا ذکر قرآن میں

ہے۔ یہ قرآن کیا ہے؟ This is the word of the Lord of Universe. یہ کائنات کے مالک کا کلام ہے اور کہانی بندوں کی ہے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے اور Evil man ' فرعون کا بھی ذکر ہے اور فرمایا: و اذ قال لقمان لابیہ ۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا۔ یابنی لاتشرک۔ بیٹے تو شرک نہ کرنا۔ یہ بھی انسان کا ذکر ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے اور یوسف اعرض۔ یعنی یوسف بچ جا۔ یہ سارے انسانوں کے واقعات قرآن ہی ہے۔ یہی تو قرآن ہے۔ تو قرآن اللہ کا کلام ہے اور تمہارا مشاہدہ ہے۔ اللہ کا کلام کیا ہے؟ تمہارا مشاہدہ۔

Your history is Quran and your future

and Hereafter is Quran.

یعنی تمہارا ماضی بھی قرآن ہے اور تمہاری عاقبت بھی قرآن ہے۔ پہلا حصہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہاری History قرآن ہے۔ تمہارا حال قرآن ہے۔ اب تمہارا Here-after بھی قرآن ہے۔ اللہ نے کہا کہ میرے ذکر کے بغیر تمہیں سکون نہیں ملے گا۔ تم روز دیکھتے ہو کہ اللہ کی یاد کے بغیر سکون نہیں ملتا۔ پھر اس نے کہا کہ تم میرے پاس لائے جاؤ گے اور پھر میں کہوں گا۔ ذلک الیوم الحق۔ یہ وہ دن ہے جو حق ہے۔ اب تم بچ نہیں سکتے۔ اس دن سے کوئی فرار نہیں ہے۔ اس دن جب یوم یقوم الروح والملٰئکتہ ..... "یہ وہ دن ہے جب روحیں قائم کر دی جائیں گی' کھڑی کر دی جائیں گی تمہارے سامنے اور صف در صف لوگ کھڑے ہو جائیں گے"۔ اس دن کا تم انکار کرتے تھے'

This is a day you denied یہ وہ دن ہے جس کا انتظار تھا۔ گویا کہ تمہاری یہ زندگی قرآن ہے اور تمہاری زندگی لکھنے والا اللہ ہے۔ زندگی کو پہچان لو تو مالک کو پہچان لیا۔ مالک ہے ہی تمہاری زندگی۔ تم واقعات سے گزرتے ہو اور وہ واقعات بیان کرتا ہے۔ تمہاری تاریخ ہے اور بیان اس کا ہے۔ تمہاری دنیا ہے اور ملکیت نامہ اس کا ہے۔ سب کچھ اس کا ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ للہ جنود السموات والارض۔ یعنی اللہ کے لئے ہی ہیں زمین اور آسمان کے لشکر۔ انسان کا ذکر آئے گا اور چلا جائے گا مگر اللہ کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔ پھر اس نے فرمایا ورفعنالک ذکرک۔ میں نے اپنے حبیبؐ کا ذکر بھی بلند کر رکھا ہے' تو ہندو ہو یا مسلمان ہو یا کوئی بھی ہو' وہ نعت تو لکھتا چلا جائے گا' اذان میں بھی اس کے حبیبؐ کا نام آتا رہے گا۔ کبھی مسلمان تھوڑے ہوں گے یا کبھی زیادہ ہوں گے' یہ بھی ایک رونق ہے۔ جو اپنی پہچان کا سفر جاری رکھے گا وہ ضرور منزل پر پہنچ جائے گا بشرطیکہ اپنے راستے سے اپنے آپ کو ہٹا دے۔

You are standing in your own way. آپ اپنے راستے پر خود ہی کھڑے ہو اور اپنے سائے سے خود ہی ڈر رہے ہو کیونکہ آپ اپنے آپ کو چھوڑتے نہیں' آپ اپنے حواس کو نہیں چھوڑتے' آپ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے اور پھر نتیجہ جو ہے وہ آپ کو ہی برداشت کرنا پڑتا ہے اور روتے بھی خود ہو۔ کسی کو رلانے والا خود روئے گا۔ مارنے والا مار کھائے گا' پریشان کرنے والا پریشان ہو گا' دھوکہ دینے والا دھوکہ

کھائے گا' رحم کرنے والے کے ساتھ رحم ہو گا' معافی دینے والے کو معاف کر دیا جائے گا۔ آپ پہچان سکتے ہیں کیونکہ آپ ہی تو پہچان والے ہیں۔ مالک نے انسان کو پہچان والا بنایا ہے۔ اگر انسان نہیں پہچانے گا تو اور کون پہچانے گا۔ انسان کو پہچانو۔ اگر کوئی انسان کو نہ پہچانا تو اللہ کو کیسے پہچانے گا۔ پہچانے گا انسان مگر ابھی تو یہ اپنے حالات سے دوچار ہے' بجٹ میں لگا ہوا ہے' یہ نہیں سوچتا کہ کتنے سانس باقی رہ گئے ہیں۔ سانسوں کے حساب کے لئے خود اپنے چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ بن جاؤ کہ اور کتنی زندگی گزارنی ہے۔ آسانیوں کے نام پر دشواریوں کا سفر نہ کرو۔ شادی کو غم کا ذریعہ نہ بناؤ۔ آپ کو کہیں اور بھیجا جاتا ہے اور آپ کچھ اور لے کر آ جاتے ہو' برف خریدنے جاتے ہو اور وہ راستے میں پگھل جاتی ہے۔ اس لئے اپنے آپ پر رحم کرو

For Gods sake have pity on you. کوئی

Permanent Nature کی بات کرو ---- یہ ہے پہچان کا سفر۔ دھوکے سے بچ جاؤ۔ آپ جتنے دانا آدمی ہو اتنی ہی آپ کے اندر خود کو دھوکا دینے کی Capacity موجود ہے' آپ نے سارے دشمن ختم کر دیئے مگر اب ایک اور دشمن آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے اور وہ دشمن

That is your own self. یعنی آپ خود ہیں۔ اس دشمن سے کیسے بچو گے۔ اس کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہمارے نفس کے شر سے بچا یعنی من شرور انفسنا اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ہماری بداعمالیوں سے بچا یعنی و من سیات اعمالنا اور ہمیں اپنے آپ سے بچا۔ تو آپ

کے سوال کا جواب کیا ہوا؟ انسان اپنی پہچان کا سفر کر سکتا ہے۔ ہر انسان کر سکتا ہے' بشرطیکہ اس کے لئے ٹائم دے' باقی Activities کو ترک کرے' حلال حرام کی تمیز کرے' جو حلال حرام کی تمیز نہیں کرے گا' پہچان نہیں سکے گا' خیراور شر کے درمیان ایک لائن ہے یعنی ' تلک حدود اللّٰہ فلا تقربوھا "یہ اللہ تعالی نے حدود مقرر کر رکھی ہے ان کے قریب نہ جانا"۔ اس لئے ان تمام باتوں کے ذریعے اللہ کی پہچان ہو سکتی ہے۔

سوال:

انسان ہے تو سمجھدار لیکن اتنی دیر سے کیوں سمجھتا ہے؟ اور اس کو کیسے سمجھ آ سکتی ہے؟

جواب:

انسان دیر سے نہیں بلکہ جلد ہی سمجھ جاتا ہے مگر اس کو کثرت ضروریات نے پریشان کر رکھا ہے۔ یہ بلاوجہ پھیل گیا ہے' منتشر ہو گیا ہے۔ مثلاً" اگر آپ فیصلہ کر لیں کہ گھر کی ایسی اشیاء جو کم استعمال ہوتی ہیں' ان سے بچ جائیں تو آپ کو کچھ آرام مل جائے گا۔ وہ اشیاء جو آپ سے چھن جانی ہیں ان سے بچ جاؤ اور وہ واقعات جو اللہ کے سفر میں کام نہیں آنے' ان سے بچ جاؤ۔ اگر اس طرح کی کوئی سی دو چار باتیں آپ کر لو تو آپ کو بات جلدی سمجھ آ جائے گی۔ایک مقصد اور ایک نصب العین رکھو۔ جب یکساں خیال کے ساتھ سفر کرتے جاؤ گے تو کامیابی ہی

کامیابی ہے۔ آپ کی Problem ہے Rash ہونا' آپ کہتے ہیں "ہم یہ کر کے رکھ دیں گے' وہ کر کے رکھ دیں گے"۔ مثلاً" مکان ابھی بنانے لگے ہیں' تھوڑا سا بنایا' پھر آپ تھک گئے۔ تو جو مقصد تھا مکان کو مکمل کرنے کا' آپ نے اس مقصد کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح مسجدیں بناتے ہو اور نمازی نہیں بنتے:

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

آپ Activities کرتے جاتے ہو اور ان کا مقصد نہیں سمجھتے اور پھر آپ ایک حرکت کے بعد دوسری حرکت اس کے عین متضاد کرتے ہو۔ ایک آدمی دس قدم Right چلا' دس قدم Left چلا' دس قدم آگے چلا اور دس قدم پیچھے چلا۔ آپ بتائیں کتنا سفر کیا اس نے؟ کچھ سفر نہیں کیا بیچارے نے۔ وہ سفر کو گیا ہی نہیں۔ حالانکہ چلتا رہا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی کے ہاتھ میں گھاس کی رسی تھی اور بنتا جا رہا تھا' اس کے پاس گدھا کھڑا ہوا تھا۔ گدھا رسی کھاتا جا رہا ہے اور وہ آدمی بنتا جا رہا ہے۔ سال کے بعد کتنی رسی بنی اس نے؟ وہ ٹکڑا جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس گدھے سے بچو۔ یہ گدھا ہی آپ کو کھائے جا رہا ہے۔ آپ کے ہاتھ کی بنی ہوئی رسیاں گدھا کھاتا جا رہا ہے۔ گدھے کو آپ چھوڑتے نہیں ہو۔ یہ آپ کی جو ہوس پرستیاں ہیں اور لالچ ہے یہ آپ کے شعور کی رسی کو کھاتے جا رہے ہیں۔ شعور آپ کے اندر ہے' آپ بالغ ہو اور سمجھدار ہو مگر ضرورت' مجبوریاں' Compromises آپ

کے شعور کو کھاتے جا رہے ہیں اور آپ Ultimately سارا وقت ضائع کر بیٹھتے ہیں اور محنت برباد کر بیٹھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کسی کی محنت نہ برباد کرے۔ محنت برباد کیسے ہوتی ہے؟ جب محنت کے مقابلے کی محنت آپ خود کرتے ہیں مثلاً" حاصل کی محنت یعنی پیسے جمع کرنے کی محنت۔ اگر آپ دنیا کی سیر کرنے جا رہے ہیں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اپنا مکان بیچ کے لوگوں کے مکان دیکھنے چلے جاؤ۔ یا غریب آدمی امریکہ میں پڑھنے کے لئے چلا جائے۔ بچہ پڑھنے کے لئے باھر بھیجتے ہو اور چاہتے ہو کہ نتیجہ اسلامی نکلے۔ اپنی ذات کے ساتھ آپ الجھ گئے ہیں۔

You have confused yourself. سارا سفر پھر آج سے شروع کرو۔

It is never too late. پچھلی بات پہ استغفار کرو کہ یا اللہ سارا پچھلا سفر معاف کر دے۔ جو کچھ بھی ہے توبہ ہو جائے اور آج سے بسم اللہ کرو اور آرام سے سفر کرنا شروع کر دو۔ پہلے خوب غور کر لو۔ سفر شروع کرنے کے بعد کچھ نہ کرو' اب اور بحثیں نہ کرو۔ اب اپنے آپ کے ساتھ رحم کرو۔ آپ نے ہی اپنے کو Pitiable بنا دیا ہے' خود ہی Pitiable بنایا ہے تو آپ اپنے آپ پر تو رحم کرو پھر یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ اندر سے کوئی چمک پیدا نہ ہو۔ جب آپ Miserable بن جاتے ہو تو مجھے افسوس ہوتا ہے۔ آپ خود اپنے آپ کو Miserable بناتے ہو اور آپ خود ہی Relentless ہو۔ آپ خود پر یہ ظلم کرتے ہو اور کبھی دوسروں پہ ظلم کرتے ہو اور پھر نتیجہ آپ کے سامنے آ جاتا ہے اور آپ خود ہی پریشان ہوتے ہو اور روتے ہو۔ جب آپ روتے ہو تو مجھے افسوس ہوتا

ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر اصلاح نہیں کر سکتے تو نظر انداز کرو۔ کسی صورت کے حالات کی اصلاح نہیں کرسکتے تو نظر انداز کر دو' صبر کر لو۔ کسی نے کچھ کہا ہے تو معاف کر دو۔

اپنے آپ کو ضائع نہ کرو۔ اس طرح آپ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو بنانا تھا اور آپ اپنے ہاتھوں کے افسوس بن گئے' آپ اپنے ہاتھوں سے پریشان ہو۔ آپ دانا ہو اور پریشان ہو لیکن دانائی کا دعوی ترک نہیں کرتے۔ آپ Great ہو اور چھوٹے آدمی کی طرح روتے ہو لیکن پھر آپ Greatness کا دعوی نہیں چھوڑتے۔ آپ کو کچھ بھی پتہ نہیں۔ آپ اس کی اصلاح نہ کرنا جو آپ کے ماتحت ہوتا ہے۔ آپ بیوقوف کے ساتھ Compromise کرنا نہیں جانتے۔ جہاں کسی کو چھوڑنا ہے وہاں نہیں چھوڑتے' بس یہ سمجھتے ہیں کہ جانتا ہوں اور سب کچھ جانتا ہوں۔ یہ کیا دانائی ہے کہ آپ چھوٹا سا Problem حل نہیں کر سکتے' تو یہ تسلیم کرو کہ ہم سے یہ حل نہیں ہوتا۔ پھر جو کچھ کہا جائے اس کے اوپر عمل کرو۔ اس طرح پرابلم حل ہو جائے گا۔ یا پھر حل کر کے دکھاؤ اور اگر آپ اپنی زندگی میں خوش ہیں تو اداسی کس بات کی ہے۔ رہتے اداس ہو اور شکل سے پریشان نظر آتے ہو۔ For Gods sake. اپنے آپ کو دھوکہ دینا چھوڑ دو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ ہماری Age کا کرب ہے۔ یہ ہمارے زمانے کا کرب ہے۔ یہ ان لوگوں کا کرب ہے جو اس وقت بڑی کثرت والی زندگی گزار رہے ہیں اور جن کے بیان اور عمل میں تضاد ہے اور جو کہیں پر مطمئن

نہیں ہوتے۔ آپ اسلام کے بارے میں بیان کرتے ہو کہ یہ "صادق الوعدؐ" کا اسلام ہے۔ اور یہ امینؐ کا دیا ہوا اسلام ہے اور خود نہ سچ بولتے ہو اور نہ آپ امانت کی حفاظت کرتے ہو۔ آپ حدود کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے آپ کی بھی حفاظت نہیں کرتے۔ اپنے ظاہر کی حفاظت نہیں کرتے اور اپنے باطن کی حفاظت بھی نہیں کرتے۔ اسلام کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ یہ سب کائنات سے سچا اور روشن دین ہے جو اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے اور کیا آپ سچ بولتے ہو؟ کہتا ہے ہم تو نہیں بولتے۔ دین سچا ہے اور آپ دین میں ہیں لیکن سچ نہیں بولتے۔ آپ کے دین کو یہ دعا کرنی پڑے گی کہ یااللہ مجھے جھوٹوں سے بچا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دین کا حامی دعا مانگے کہ یا اللہ مجھے جھوٹے Follower سے بچا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ وہ نہ کرے جو منافقین کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ تو اس وقت اسلام مسلمانوں سے بیزار ہے' جس طرح زمین اپنے اوپر والے بوجھ سے پریشان ہے' جس طرح اکثر لوگ اکثر لوگوں سے پریشان ہیں۔ اس کا علاج اب نافذ ہونے کا امکان ہے' میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ پھر اسلام کیونکہ Pure دین ہے' اس لئے یہ اپنے آپ کو Pure کرتا ہے اور اپنے آپ کو صاف رکھتا ہے۔ پھر جو Defy کرنے والے ہیں' ان کو جکڑ دے گا۔ سمندر کی خوبی ہے کہ وہ ہلاک ہونے کے بعد مردار کو باہر پھینک دیتا ہے۔ اب یہ کثرت جو ہے یہ بھی سمندر کی طرح ہے اور اس کے اندر جو مرے ہوئے مسلمان رہتے ہیں جن کے باطن میں تعفن میل ہے' جن کے ظاہر میں تعفن ہے اور جن کی نیتوں میں

تعفّن ہے وہ ان کو باہر پھینک دے گا۔ پھر آپ نہ کہنا کہ آپ کو بتایا نہیں تھا۔ آسان طریقہ بتاتا ہوں کہ آپ توبہ کر لو اور جو تم نے غلط قسم کے پیسے چھپا کے رکھے ہیں ان کو اللہ کی راہ میں Release کرتے جاؤ۔ پھر آپ کا آگے کا سفر چلتا جائے گا۔ اور سفر ہے ہی کوئی نہیں۔ تو ساری زندگی Train کی طرح گزرنی ہے۔ اگلا اسٹیشن آ جائے گا اور سامان پیچھے رہ جائے گا۔ آپ کی کچھ سواریاں پچھلے اسٹیشن پہ رہ گئی ہیں اور گاڑی چلتی جا رہی ہے' جو سامان لے کے جانا تھا وہ نہیں ہے اور آپ کچھ اور ہی چیز ساتھ لے چلے ہیں۔ اللہ پوچھے گا کہ میرے لئے کیا لائے ہو تو آپ کہیں گے کہ ہمیں تو اپنے لئے فرصت نہیں تھی۔ بس آپ ہوشیار ہو جائیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی واقعہ ہو' آپ لوگ توبہ کر لیں۔ شکر ادا کریں' تنہا بیٹھا کریں اور غور کیا کریں۔ اپنی ذات کے ساتھ صلح کر لیں یعنی اپنے آپ کے ساتھ صلح کر لیں اس طرح انسان کو سب سمجھ آ سکتی ہے۔

سوال:

سر! آپ کہہ رہے ہیں کہ اپنی ذات کے ساتھ صلح کر لو۔ یہ کیسے کی جاتی ہے؟

جواب:

اس طرح صلح کر لو جیسے جھگڑا کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے جو اعتقاد تسلیم کر لیا ہے اس پر عمل کر لو۔ جس علم کو آپ نے مانا

ہے، وہی عمل آپ زندگی میں نافذ کرو۔ یعنی کہ عقیدے کے مطابق عمل ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ کہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرو کہ اپنے ظاہر اور اپنے باطن کا فاصلہ کم کر دو۔ تیسری بات یہ ہے کہ اپنے گھر کو پرسکون بناؤ تاکہ آپ کا دل پرسکون رہے۔ چھوٹا سا گھر ہوتا ہے آپ کا اور اس میں نہ تو خواہشات کا زیادہ جھمگھٹا ہو اور نہ زیادہ پریشانیاں پیدا ہوں۔ یہ اپنے دل کو Approach کرنے کا خاص فارمولا ہے اور بڑا راز ہے۔ اس گھر کو اپنا دل بنا لو اور دل کو گھر بنا لو۔ اس طرح Disturbance نکل جائے گی، Compromise ہو جائے گا، صلح ہو جائے گی۔ آپ کی زندگی میں آپ کے عزیزوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کا اپنا۔ اب یہ گھر سب کا گھر ہے۔ آپ کا بیٹا جو آپ کے گھر میں پیدا ہوا وہ آپ کا وارث ہے اور وہ پیدا ہوتے ہی آپ کی دانائی کا بھی مالک بن بیٹھا۔ یہ ہے قدرت کا کھیل اور اس کھیل کو تم روک نہیں سکتے اور یہ استحقاق اسے قدرت نے دیا ہے۔ آپ اور آپ کی بیوی قدرت کا جوڑ ہے۔ اب آپ اس کو توڑ نہیں سکتے۔ زندگی کا یہ تعلق توڑنے کے بعد جہاں آپ پہنچو گے تو وہاں نہ کوئی چارہ ہو گا اور نہ کوئی علاج ہو گا۔ دکھ کو سمیٹنا ہی خوشی ہے، غم کو پی جاؤ:

ضبط غم کا شعور ہے شاید
مسکراہٹ کو اور کیا کہیے

اپنے غم کو ترک کر دو ورنہ یہ تمہیں پاگل کر دے گا۔ کون سا ایسا آدمی ہے جس نے سکھ اور دکھ نہ دیکھا ہو۔ ہر آدمی دکھ سکھ سے بھرا ہوا

ہے۔ اس لئے اچھلنے کی بجائے سمٹ جاؤ۔ اللہ کے کام کے اندر ہرگز دخل نہ دو۔ آپ کی جو زندگی ہے اور زندگی میں جو شریک ہے اس کے ساتھ اس زندگی سے گزر کر نکل جاؤ۔ یہ چار دن کا میلہ ہے اس میں مصیبت نہ پیدا کرو۔ یہ مسافرت کا وقت ہے اور اس میں قیام کی بات چھوڑ دو۔ یہ ایمرجنسی کا وقت ہے۔ اب پریشانی آپ کے دل میں آ گئی ہے۔ آج سے کئی سال پہلے آپ کو پریشانی ہوتی تھی' تب بھی سکون ہوتا تھا اور اب سکون ہو تب بھی پریشانی ہے تو اب

Something wrong some where. ہوا پڑا ہے۔ بلکہ اب تو

Some thing seriously wrong every where.

اور انسان Secure نہیں رہا۔ انسان کی Security کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ Security کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی آپ کو کسی آنے والے سانحہ کی خبر دے اور آپ وقت سے پہلے تیار ہو جائیں۔ آنے والی مصیبت کی اطلاع مل جانے پر توبہ کر لینی چاہئے۔ ایک وقت ایسا آنے والا ہے' جس میں شاید توبہ کا بھی موقع نہ ملے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے' توبہ کر لو۔ اس سے پہلے کہ آپ کے ہاتھ روک لئے جائیں' اپنے ہاتھوں کی اصلاح کر لو' خیال کی اصلاح کر لو' تھوڑا سا Easy ہو جاؤ' تھوڑا سا Comfortable ہو جاؤ' برداشت کر لو' اپنی ذات کے ساتھ جھگڑا نہ کرو۔ آپ کی ذات کیا ہے؟ بیوی بچے آپ کی ذات ہیں' آپ کے گردوپیش آپ کی ذات ہیں اور آپ کے دوست احباب آپ کی ذات ہیں۔ اپنی ذات کے ساتھ مت جھگڑا کرو۔ اپنی ذات کو آسان رکھو اور اپنی نیند کو پریشان نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

جب آپ سو جاؤ تو تمام Paradoxes اور تمام Complexes اللہ کے حوالے کر دو یعنی توبہ کر کے سو جاؤ۔ "یا اللہ آج کا دن' جیسے گزرا' جو بھی غلطی ہو گئی ہے' تو اسے معاف فرما اور اگر میری وجہ سے کسی انسان کا دل دکھ گیا ہے تو ناراض نہ ہونا اور مجھے اتنی مہلت دینا کہ میں اس انسان کے دل کو راحت پہنچا سکوں۔ کسی کا دل جتنا دکھی کرو گے تو اپنے لئے اتنی اذیت پیدا کرو گے۔ آپ کو ظلم کرتے وقت اذیت محسوس نہیں ہوتی لیکن ظالم جب اپنا ظلم کر چکا ہوتا ہے' تو کچھ دیر کے بعد اس کو اپنے اندر سے ایک آواز آ جاتی ہے اور سزا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ اپنی غلطی Revoke نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس سے پہلے کہ تم سختی کرو' اپنا لہجہ بدلو' توبہ تائب ہو جاؤ' Easy ہو جاؤ' Comfortable ہو جاؤ' شگفتہ ہو جاؤ' پربہار ہو جاؤ' اپنے لئے رحم دل ہو جاؤ' اپنی ذات کے ساتھ رحم کرو' خوش خوش رہو۔ اس سے ہمیں بھی خوشی ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خوش رہو' آپ خوش رہا کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو خوش رکھا کرو۔ خوش رہنے کا طریقہ کیا ہے؟ خوش رکھا کرو۔ اگر آپ یہ شرط لگاتے ہو کہ دوسرے مجھے خوش رکھیں تو دنیا والے تو آپ کو خوش نہیں رکھیں گے۔ آپ برداشت والے بنو۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی ظلم کرے تو آپ اس کے لئے دعا کریں۔ آپ ظالم کے ساتھ ظلم نہ کریں کیونکہ آپ اور طرح کے لوگ ہیں۔ آپ اپنی ذات کو دریافت کرنے والے ہیں' آپ ظالم کے ساتھ ظلم نہ کریں اور ہر ایک کو آسانی دیں' آپ اپنی قبر کے اندر آگ نہ ڈالیں کیونکہ آپ جتنے دل دکھی کرو گے' قبر میں اتنی آگ ہو گی۔ میں یہ تو بتا نہیں رہا

ہوں کہ کون سا وظیفہ پڑھنا ہے۔ میں تو آپ کو اور ہی وظیفہ بتا رہا ہوں کہ دلوں کو دکھی نہ کرو کیونکہ اس سے آپ کی قبر اذیت میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس طرح آپ کی اپنی ذات سے صلح ہو جائے گی اور ذات کی پہچان کا سفر آسان ہو جائے گا۔

سوال:

آپ نے اپنے کلام میں فرمایا تھا کہ جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کیا کرو۔ جس طرح ہمارے ملک کے حالات ہیں اس کے پیش نظر ہم Comparatively لاکھوں کروڑوں کے مقابلے میں بہتر حالت میں رہتے ہیں اور یقیناً" ہمارے پاس اس سے زیادہ ہے۔ تو ہم اللہ کے رستے میں کس حد تک اور کیسے خرچ کریں؟

جواب:

ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ رہن سہن کا فارمولا یہ ہے کہ آپ اس انداز سے رہو کہ کسی وقت اگر دروازے پر دستک ہو جائے تو آپ تیار پائے جاؤ۔ دستک دینے والا وہی ہے جو ہمیشہ آتا ہے' ہر گھر میں آتا ہے اور اس کا نام بھی وہی ہے۔ یہ وہ ہے جو دستک کے بعد اور کام نہیں کرنے دیتا۔ جب آتا ہے تو وہ ساتھ لے کے چلا جاتا ہے۔ بس یہ اس کی شان ہے۔ وہ کسی وقت بھی آ سکتا ہے اور اس کا نام ہے عزرائیل علیہ السلام۔ وہ بے وقت آ جاتا ہے اور کہتا ہے چلو۔ آپ اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ کل آنا۔ اس نے آنا ہے اور لے جانا ہے' اس کی گنجائش رکھتے جاؤ اور اب جیسے مرضی رہو۔ یعنی کہ جب وہ آئے تو آپ تیار

پائے جاؤ۔ بس پھر آپ کو سب آسانیاں ہوں گی۔ اگر آپ کے پاس پیسے کی شکل میں زیادہ اثاثہ ہے تو کسی ایسے انسان کو ڈھونڈ لو جس کی زندگی صرف دعا میں گزری ہے کہ یا اللہ پیسے کے معاملے میں میری مشکل حل کر۔ آپ اس کی مشکل کشائی کر دو۔ وہ بوجھ ہلکا کر دو' جو غریبی کی وجہ سے اس کے اوپر آیا پڑا ہے۔ یہ کام اس کے مطالبہ کرنے سے پہلے کر دو۔

تو وہ پیسہ' وہ افادیت اور وہ طاقت جو دوسروں سے آپ کے پاس زیادہ ہے اسے نیکی میں لگا دو۔ یہ دیکھو کہ وہ طاقت نیکی میں اضافہ کر رہی ہے یا بدی میں۔ مثلاً" اگر آپ وکیل ہیں تو کیا نیکی کی حفاظت کر رہے ہیں یا بدی کی۔ اگر بدی آپ کو پیسے زیادہ دے اور نیکی آپ کو پیسے تھوڑے دے تب بھی وہ نیکی کے Cause کی مدد کرے۔ آپ کا دنیاوی Action بھی دینی Action بننا چاہئے۔ اگر آپ کے اندر خشیت اللہ یعنی خوف الٰہی موجود ہے تو آپ کا عمل خود بخود نیکی ہو جائے گا۔ اگر اللہ کے خوف سے آپ پر لرزہ طاری ہے' اس خوف سے جو آپ کے اندر موجود ہے تو آپ کا ہر عمل نیکی ہے۔ اگر آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ کے فضل نے مجھے نوازا ہے تو جس پر فضل کی کمی ہے' اس کو جا کے تھوڑا سا دے دو۔ اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو کسی بدحال اور پریشان شخص سے اس کے دو لفظ سن لو' آپ اس کی باتیں سنتے جاؤ' تھوڑی دیر میں دونوں ہلکے ہو جاؤ گے ـــــ آپ کو غم دینے والا بھی انسان ہے اور آپ کا غم لینے والا بھی انسان ہو گا اور آپ کا غم ہلکا کون کرے گا؟ انسان! آپ کو بوجھل کون کرے گا؟ انسان! آپ کے اوپر مصیبت کون ڈالے

گا؟ انسان! آپ کے اوپر راحت کون ڈالے گا؟ انسان! بلکہ آپ خود ہی اپنے لئے مصیبت ہو اور اپنے لئے راحت ہو۔ جب آپ کسی کو Comfort پہنچاؤ گے تو وہ بھی آپ کو راحت دے گا' سانپ کو اگر راحت دو گے تو وہ بھی ڈسنا بند کر دے گا' شیر کا کانٹا نکالو گے تو تمہیں کھانے سے انکار کر دے گا۔ کسی کے ساتھ نیکی رائیگاں نہیں ہوتی اور اگر کسی کو تکلیف دو گے تو تنکا بھی حقیر نہیں ہے' تمہاری آنکھ میں پڑ جائے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو راحت والا بناؤ۔ میں بار بار یہ کہہ رہا ہوں۔

یہ نہ ہو کہ جو محنت آپ کرتے رہے ہیں وہ آپ کے لئے مصیبت بن جائے۔ چور چوری کے لئے بڑی محنت کرتا ہے اور گناہ والا گناہ کے لئے بڑی محنت کرتا ہے۔ آپ اپنی زندگی کو اپنے لئے راحت بناؤ۔ اپنی اولاد کے لئے دعا کیا کرو اور اپنے بزرگوں کے لئے دعا کیا کرو۔ آپ کا ہونا آپ کی اولاد کے لئے باعث رحمت ہونا چاہئے اور آپ کا ہونا آپ کے والدین کے لئے ندامت نہ ہو اور آپ کا مال نیکیوں کے کام آئے اور آپ کے اعمال نیکیوں کے کام آئیں' ان لوگوں کو تلاش کرو' جو لوگ سوال نہیں کر سکتے اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ضرور مدد کرو جن کا چہرہ سوال ہوتا ہے اور زبان بے سوال ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو تلاش کرو۔ تو یہ خدمت کیا کرو' ایک دوسرے کی خدمت کیا کرو' انسان کو انسان نے سکھی کرنا ہے' انسان کو انسان نے دکھ دینا ہے' انسان انسان کا نجات دہندہ ہے۔ انسان' انسان کا ثواب ہے' انسان' انسان کا عذاب ہے' آپ کے گناہ انسان کے ساتھ ہیں' آپ کی نیکیاں انسان

کے ساتھ ہیں' عاقبت انسان کے ساتھ ہے' راحت انسان کے ساتھ ہے' انسان کا کلمہ پڑھ کے آپ خدا کے دربار میں پہنچو گے۔ کلمہ اللہ کا ہے اور ہے انسان کے ذریعے۔ ماں بھی انسان ہے لیکن اگر وہ دعا کرے گی تو آپ خدا کو پا جاؤ گے۔ ماں کی دعا اولاد کے لئے بڑا کام کرتی ہے۔ باپ کی شفقت اپنی جگہ پہ کام کرتی ہے۔ تو یہ ضرور کیا کرو۔ سو قسم کے مسائل آپ کی دعا سے ٹل جائیں گے۔ آپ درود شریف سے پانی دم کر کے اپنے گھر کے چاروں کونوں میں وہ پانی پھینک دیا کرو۔ اس طرح گھر میں راحت اور آسانی پیدا ہو جائے گی۔ اور دعا کیا کرو کہ یااللہ اس گھر کو عافیت میں رکھ اور اس میں تیرے نام کا فضل ہونا چاہئے' ہم نہیں جانتے کہ تیرا فضل کیسے حاصل ہوتا ہے لیکن ہماری تمنا تیرا فضل ہے۔ تو مہربانی فرما"۔ یہ پتہ نہیں ہے کہ کل کا دن آئے گا۔ آپ آج کے دن کو ٹھیک کر لو۔ یہی آخری دن ہے۔ آج کی محفل کو آخری محفل سمجھو۔ یہی آخری ہوتی ہے۔ آخری اس لئے کہتے ہیں تاکہ آپ کو کچھ شعور مل جائے۔ پھر اگر ملیں گے تو نئی بات کریں گے۔ اس لئے اللہ کی بات پہ غور کیا کرو' اپنے آپ کے ساتھ راضی رہا کرو' اپنے آپ کے ساتھ سکھی رہا کرو' بے شمار مسائل نظرانداز کرنے سے حل ہو جاتے ہیں۔ اپنے گھر والوں اور دوسروں کے لئے عافیت بن جاؤ۔

سوال:

اللہ کے حقوق ہوتے ہیں اور بندے کے حقوق ہوتے ہیں اور State کے بھی حقوق ہیں۔ اگر بندے کے حقوق پورے کرنے میں کوئی

غفلت رہ جائے تو وہ بندہ ہی معاف کر سکتا ہے' اللہ کے حقوق میں کمی رہ جائے تو ہم اللہ سے معافی مانگتے ہیں' اگر State کے حقوق کے خلاف ہم سے جو کوتاہیاں ہو جائیں تو اس کا مداوا ہم کیسے کریں؟

جواب:

State کے حقوق کی بات ہے تو یہ تو State کا ہمیشہ فیصلہ ہے کہ جہاں کوئی Lapse ہو' وہاں تعزیر رکھی جائے' سزا رکھی جائے۔ State کا تو معاملہ ہی اور ہوتا ہے۔ State کے خلاف جو جرم ہوتا ہے اس میں کوتاہی جو ہے وہ تو Auditable ہے۔

سوال:

سر! یہ تو قانون اور جرم کی بات ہے مگر میرا مسئلہ ضمیر کی سوچ کا ہے۔ مثلاً" غریب لوگ پیسہ بینکوں میں جمع کراتے ہیں اور چند لوگ سفارش سے یہ پیسہ استعمال کرتے ہیں جب کہ مجھ جیسے بینک والے کو پتہ ہوتا ہے کہ یہ جو پیسہ لے کے جا رہا ہے اس نے واپس نہیں کرنا اور میں اس کا ذریعہ بن رہا ہوں --- اسی طرح ملک میں اور جگہوں پر بھی یہ مسئلہ ہے' اس صورت میں کیا کریں؟

جواب:

آپ کا سوال یہ کہتا ہے کہ State کی امانتوں میں خیانت کو ہم روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے' کیونکہ ہمیں کسی کے حکم کے مطابق کرنا پڑتا ہے اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ یہ پیسہ واپس Pay نہیں ہونا اور مجھے

مجبور کیا جا رہا ہے کہ اسے Payout کر دوں اور یہ چیز ملک کی تباہی کا باعث بن رہی ہے۔ غریب کا پیسہ تو غریب کو مل جائے گا' یہ پیسہ اور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کسی اور Cause کا Effect ہے۔ تو ہم یہاں تک آ گئے ہیں۔ آپ کو میں سوچنے کی دعوت دیتا ہوں کہ حالت یہ ہے کہ کچھ اور ہی آپ نے کیا ہوا ہے۔ ویسے ملک صرف اس طرح تباہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ملک تباہ اس وقت ہوتا ہے جب ملک میں کوئی قابل قدر کردار نہ رہ جائے۔ آج تو آپ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ یہ بری بات ہے اور کل کو یہ احساس ختم ہو جائے گا گویا کہ آپ اس چیز کو برا نہیں سمجھو گے۔ اس وقت ملک تباہ ہوتے ہیں۔ ابھی ملک کے زندہ رہنے کے امکانات ہیں۔ آپ ذاتی طور پر کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ تو صرف ایک بینک کا شعبہ ہے' ملک میں ہزارہا شعبے ایسے ہیں۔ اصلی سوال یہ ہے کہ جب ملک میں ایسا وقت آ جائے کہ برے انسان اگر بہتر Position میں ہوں تو ملک کے اچھے انسان کیا کریں؟

یہ سوال بڑا پرانا ہے کہ جمہوریت کے ذریعے یعنی بہت سے برے آدمیوں کے ذریعے اگر کچھ بڑے لیڈر حکومت میں آ جائیں تو اچھے آدمی جن کے پاس Supporters کی زیادہ تعداد نہیں ہے وہ کیا کریں؟ یہی سوال سب کا ہے۔ اب اللہ سے سب دعا کریں کہ یا اللہ موجودہ فارمولے سے تو اچھا آدمی حکومت میں نہیں آتا تیرے پاس جو خفیہ فارمولے ہیں' ان کی روشنی سے تو کوئی مہربانی فرما تاکہ کوئی اچھا وقت آ جائے۔ فطرت کے پاس اس کے دو طریقے ہیں' یا تو لوگوں کے کردار میں انقلاب آ جائے اور Rulers میں سے Suddenly کوئی آدمی یا کوئی

گروہ اچانک خوف خدا کے اندر مبتلا ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خوف خدا والا کوئی گروہ کسی اور طریقے سے اوپر آ جائے اور براجمان ہو جائے' یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی نیک آدمی چلتے چلتے اچانک اوپر آ جائے۔ اس مسئلے کا تدارک جو ہے اسی بات میں ہے کہ کوئی اچھا گروہ یا اچھے انسان آگے آئیں جو ملکی معاملات کی اصلاح کریں۔ فی الحال اچھے لوگ جو ہیں وہ دعا کریں اور ملک کے لئے بہتر صورت قائم کریں۔ برے گروہوں سے اور برے لوگوں سے ملک کو بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو Power کے ذریعے کیا جائے یا پھر کمزور کے لئے دعا کی جائے' اور درمیان والے آدمی کو چاہئے کہ کوشش کرے۔ درمیان والا آدمی کبھی دعا کرتا ہے اور کبھی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ کمزور ہو تو دعا کرو اور طاقتور ہو تو علاج کرو۔ بس ہم نے اللہ کی رحمتیں محسوس کی ہیں' انشاء اللہ تعالی اچھا وقت آئے گا۔ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ایک آواز میں سب کی آواز مل جاتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لئے حق کی آواز پھیلاتے جاؤ۔ عین ممکن ہے کہ دوسرے کا درد بھی بیدار ہو جائے۔ اگر آپ نے دیانت داری کا چراغ جلایا ہے تو دوسرے آدمی کے اندر یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس دور میں جو ایسی بات کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو شاید لوگوں کے اندر مخفی نیکی بیدار ہو جائے۔ حقوق انسان کے ہوں یا خدا کے ہوں' ساری بات کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کی فلاح ہونی چاہئے۔ ملک بچ جائے تو بھی آپ کی فلاح ہو گی۔ آپ بچ جاؤ' یہ آپ کی فلاح ہے۔ اپنی فلاح کا خیال رکھو۔ ملک بھی بچ جانا چاہئے اور آپ کو بھی بچنا چاہئے۔ ملک کو ایسا بناؤ کہ اس ملک کے رہنے والے خدا کے دربار میں سارے

سرخرو ہو جائیں۔ جس نے ناجائز مال رکھا ہوا ہے' میں اس آدمی کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ جو قوم کا درد بیان کرتا ہے اور خود اپنے عمل میں کوتاہی کرتا ہے۔ وہ بات میری سمجھ سے باہر ہے۔ جس نے کوئی چیز چھپا کے رکھی ہوئی ہے' امانت میں خیانت کرتا ہے اور قوم کے درد کو بیان کر رہا ہے' اس کا کوئی علاج نہیں ہے سوائے ایک آخری علاج کے' کہ وہ پہلے اپنا گھر صاف کر لے' ورنہ پھر اعلان ہو جائے گا کہ جس کے گھر میں بدی کے ذریعے سے حاصل کی گئی کوئی چیز پڑی ہوئی ہے' اس کے گھر میں سے نکالی جائے۔ اس سے پہلے کہ ایسا حکم ہو' تم اپنے گھروں کو صاف کر لو۔ بدی کی نشانیاں مٹا دو۔ جس کے گھر میں اب تک بدی ہوئی ہے اب نیکی بھی ہونی چاہئے۔ اگر گھروں میں خرابیاں ہوتی رہی ہیں تو اب گھروں میں آبادیاں تو ہونی چاہئیں' گھر کے جس کمرے میں کبھی نماز نہیں پڑھی اب اس کمرے میں نمازیں پڑھنی چاہئیں' جہاں خدا کا ذکر نہیں ہوا' وہاں خدا کا ذکر تو ہونا چاہئے! اگر آپ کے دل میں بدی کی خواہش نہیں ہے تو اپنے دل میں نیکی کی خواہش ضرور رکھو۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بلکہ دل اللہ سے مانوس ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ ملک اور آپ دونوں آباد رہو۔ لیڈرز اور قوم دونوں آباد رہیں۔ فی الحال دونوں بیک وقت آباد ہوتے نظر نہیں آتے۔ مسیحا اور بیمار دونوں بچتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ جو مسیحا علاج کر رہا ہے وہ بیمار نظر آ رہا ہے۔ اس لئے دعا کرو۔ ہمارا Problem یہ ہے کہ ہم مغرب کے علاج منگوا رہے ہیں اور مشرق کی قبروں کا ارادہ رکھ رہے ہیں۔ تہذیب ہماری مشرق کی ہے اور ارادے ہمارے مغرب کے ہیں۔ ہم ایک مذہب کے قائل ہیں اور

ادھر سے لامذہب جمہوریت کے قائل ہیں۔ مذہب کی جمہوریت کیا ہوتی ہے؟ مذہب میں جمہوریت کم ہی ہوتی ہے' جمہوریت کی رو سے یہ ہونا چاہئے تھا کہ پیغمبروں کو ووٹ سے بننا چاہئے تھا' نہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے ووٹ سے اللہ بننا ہے' نہ پیغمبر لوگوں کے ووٹ سے پیغمبر بنے' نہ اولیائے کرام لوگوں کے ووٹ لے کر اولیاء بنے' داتا صاحبؒ اور خواجہ صاحبؒ کسی کے ووٹ سے نہیں بنے' نہ کوئی والد اولاد سے ووٹ لے کر والد بنا ہے۔ یہ سب ہمارے ووٹ کے بغیر ہی بن گئے اور آج تک ہم ان کا ادب کرتے آ رہے ہیں۔ پیغمبروں اور رسولوں کی بات تو الگ ہے کیونکہ یہ ہمارا Follow کرنے کا طریقہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ قائد اعظم پہلے بنتا ہے اور Voter بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ اب آپ میں ایسی Leadership پیدا ہونی چاہئے کہ عوام کے ساتھ آپ کا رابطہ ہو اور اس کے بعد آپ قوم کو فلاح کی طرف لے جاؤ۔ شاید آپ میں سے کوئی انسان ایسا پیدا ہو جائے' اگر کبھی آپ لوگوں میں سے کوئی آدمی ایسا پیدا ہو جائے تو وہ خیال رکھے کہ قوم کو صحیح منزل دکھانی چاہئے جو عاقبت کی منزل ہو اور صحیح منزل ہو۔

سوال:

سر! یہ آپ کی تعلیم ہے کہ جس سے ہم زیادتی کریں اس سے معافی مانگیں۔ اگر روزمرہ زندگی میں ہمیں پتہ ہی نہ چلے کہ کسی سے زیادتی کر رہے ہیں تو ایسے میں کیا کرنا چاہئے؟ اس کے علاوہ ہمیں کیا کیا کرنا چاہئے؟

جواب:

جہاں آپ کو محسوس ہو جائے کہ زیادتی ہو گئی' وہاں معذرت کر لو۔ جہاں محسوس نہ ہو تو Generally اللہ سے یہ معافی مانگو کہ یا اللہ اگر کبھی ہم نے لاعلمی میں ذرا سی بھی کوئی زیادتی کی ہے تو ہمیں معاف فرما! یااللہ اگر تیرے کسی کمزور بندے کو ہم نے پاؤں کے نیچے روند دیا ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ اگر کوئی لاعلمی کا گناہ ہے' تو لاعلمی کا گناہ بھی بڑا ہوتا ہے اس لئے پھر اللہ سے معافی مانگو کہ یا اللہ ہمیں آگاہ کر کہ ہم نے کسی کے ساتھ زیادتی تو نہیں کی ہے۔ پھر پتہ چل جاتا ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہے' روش کیا ہے' ہم کیسے Deal کرتے ہیں' کیسے Behave کرتے ہیں' طبیعت میں ترشی ہے یا نرمی ہے۔ کتاب سے عمل کرنا بڑا مشکل ہے۔ میں آپ کو بار بار بتا رہا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ یہی تو یاد رکھنے والی بات ہے۔ آپ اس خیال میں اگر ڈھل جاؤ تو آپ کا Behaviour' آپ کا سلوک اور آپ کا کردار خود بخود بغیر کسی فارمولے کے چلتا جائے گا۔ اپنے آپ کو اللہ کے روبرو رکھو گے تو ہر وقت ہر آدمی کے ساتھ Deal کرنا آسان ہو جائے گا۔ یہ بات اچھی طرح یاد کر لو کہ جہاں دو آدمی ہیں وہاں تیسرا اللہ ہے۔ اگر آج اتنی بات مان لو تو زندگی کے اندر فارمولے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ جہاں کوئی دو انسان بیٹھے ہیں وہاں تیسرا اللہ ہے۔ پکی خبر ہے۔ اب ہمیں کوئی اور فارمولا پڑھنے کی ضرورت نہیں اور کوئی علم سیکھنے کی ضرورت نہیں۔ انسان کی کسی نیکی میں کمی ہو سکتی ہے' اگر دو آدمیوں میں گناہ ہوا ہے تو وہ گناہ مشہور ہوتا ہے اور دو سے ہی نیکی کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ذاتی

طور پر خیال خراب ہو سکتا ہے لیکن عمل نہیں خراب ہوتا۔ جو ذاتی عمل خراب ہوتا ہے' وہ معاشرے کو اتنا خراب نہیں کرتا۔ دو آدمیوں کے خراب واقعات معاشرے کو تباہ کرتے ہیں۔ اللہ کو معاشرہ کا بڑا خیال رہتا ہے۔ اس لئے اس نے پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ اصلاح کریں اور یہ معاشرے خراب نہ ہوں' حکمران ظالم نہ ہوں' آپ کے کامیاب ہونے سے آپ کے دل کے اندر سکون پیدا ہوتا ہے۔ آپ ہمہ حال ایک حال میں نہیں رہتے۔ اگر ایک ہی خیال ہو جائے اور افراد سے بے نیاز ہو کے ایسے احوال میں داخل ہو جاؤ' تو کامیابی ہے۔ افراد سے نکل کے احوال میں داخل ہو جاؤ۔ فرد سے نکل کر بڑے واقعے میں داخل ہو جاؤ اور اسے ٹھیک کر دو۔ اس طرح ملک کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ذاتی نفرت اور ذاتی رنجش سے آزاد ہو جاؤ۔ گناہ کو برا سمجھو لیکن گناہگار کو برا نہ سمجھو' پھر تم حالات ٹھیک کرنے کے قابل ہو جاؤ گے' اگر کوئی گناہگار گناہ چھوڑ دے تو اب اسے اچھا سمجھا کرو۔ جو برا کہلاتا تھا' اب اچھا ہو گا۔ کسی آدمی سے نفرت نہ کرنا کیونکہ آدمی کسی وقت ولی ہو سکتا ہے' برا آدمی کسی بھی وقت اچھا ہو سکتا ہے۔ یہی اسلام کا پیغام ہے کہ اگر کافر ساری عمر اسلام کے خلاف لڑتا رہا اور تمہیں زخم لگاتا رہا ہو اور آخر میں اگر تمہارے ہاتھ پر کلمہ پڑھ لیتا ہے تو تمہارا اتنا ہی بھائی ہے جتنا تمہارا اپنا بھائی ہے۔ جب وہ مسلمان ہو گیا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ جب مسئلہ حل ہو جائے تو پھر پرانی دقتیں بیان نہ کرو۔ جب بات Compromise میں آ جائے تو پرانی دقتیں بیان نہ کرو۔ جب کافر کلمے پڑھ جائیں تو پرانے کفر نہ بیان کرو۔ جب صلح ہو جائے تو پرانے جھگڑے نہ بیان کرو۔ اب جب

آپ کے پاس کھانے کی دقت نہیں ہے' تو پرانی غریبی کیا بیان کر رہے ہو۔ اب غریبی آ گئی ہے تو پرانی دولت کا ذکر کیا کرنا۔ بات کو ختم کرو۔ اپنے حال کے اندر رہو۔

سوال:

سر! آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ اگر مسائل کو نظرانداز کر دیا جائے تو مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔

جواب:

آپ کو یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے ناں کہ نوے فیصد' آپ کے مسائل' آپ کے الجھائے ہوئے مسائل ہیں:

رات دن گردش میں ہیں سات آسماں
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

یہ دن رات جو چل رہے ہیں یہ آپ کے حالات پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں اور حالات ٹھیک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ گردش زماں و مکاں آپ کو مسائل دینے کے لئے آئی ہے اور مسائل حل کرنے کے لئے آئی ہے۔ آپ تو خود الجھے ہوئے ہیں' مسائل کے حل کو چھوڑ دو۔ جو بات چلنے سے حاصل نہیں ہوتی وہ ٹھہرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ سکون کی تلاش میں آپ ایسی منزل پہ پہنچ گئے ہو جہاں سکون نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اب ان منزلوں سے نکلنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ تھوڑا سا خاموش ہو جاؤ' ٹھہر جاؤ' اس گھڑی کو نکلنے دو' آپ اپنے موجود

عمل سے نجات پالو اور اپنے آپ کو اپنے موجود الجھاؤ سے الگ کرلو۔ یہ جو آپ کی پھیلنے کی خواہش ہے اگر یہ آپ کے اندر کوئی دقت پیدا کر رہی ہے تو سمٹ جاؤ' ٹھہر جاؤ اور رک جاؤ۔ تو آپ کو سکون مل جائے گا۔ کسی چیز کو کبھی دوڑ کے تلاش کیا جاتا ہے' کبھی پاس جا کے اسے دیکھا جاتا ہے اور کبھی اپنے پاس بلا کے دیکھا جاتا ہے۔ اب اللہ کے تلاش کرنے والے اللہ کے آگے آگے بھاگے جا رہے ہیں اور اللہ پیچھے پیچھے ہے۔ آپ کبھی ٹھہر جاؤ تو وہ خود ہی آ جائے گا۔ اللہ کے لئے تو زمان و مکاں کچھ نہیں ہیں' وہ خود ہی آ جائے گا۔ اس لئے فضل جو ہے اگر تلاش میں نہیں ہے' تو ٹھہرنے میں ہے۔ فضل کی تلاش بھی فضل ہے اور فضل کا انتظار بھی فضل ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر آپ کو تلاش میں فضل دریافت نہیں ہوا تو آپ انتظار میں فضل لے لو اور ٹھہر جاؤ۔ ایک آدمی نے کہا "یا اللہ ہم تیری تلاش میں گئے' تجھے یہاں دیکھا' تجھے وہاں دیکھا' پتہ نہیں چلا' پھر ہم نے دیکھنا چھوڑ دیا اور آنکھ بند کرلی"۔ جب اس نے آنکھ بند کرلی تو نظر آنا شروع ہو گیا۔ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ تم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس نے کہا میں نے دیکھنا ضرور ہے۔ کہتا ہے پھر اس طرح کرنا کہ تم سونا نہیں کیونکہ پتہ نہیں وہ کس وقت چکر لگا لے۔ وہ بیچارہ اس خیال میں جاگتا رہا۔ کہتے یہ ہیں کہ وہ آدمی چالیس سال تک جاگتا رہا۔ آخر انسان تھا' اس کو اونگھ آ گئی اور اللہ کا دیدار ہو گیا۔ اٹھا تو رونے لگ گیا اور پیر صاحب کے پاس گیا کہ آپ نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور میری اتنی عمر ضائع کر دی' اگر مجھے پتہ ہوتا کہ اللہ نے سونے میں ملنا ہے تو میں کاہے کو جاگتا۔ انہوں

نے کہا کہ یہ تیرے اتنے جاگنے کا انعام ہے کہ تمہیں سونے میں ملا۔ بات یہ ہے کہ جاگنا بھی فضول نہیں تھا' یہ جاگنے کا انعام ہی تھا کہ اسے اللہ مل گیا۔ تو بات یہ ہے کہ جاگنا اس کی تلاش کی Investment ہے۔ اگر آپ اللہ کے لئے مزدوری کر رہے ہیں اور اب اللہ کہتا ہے کہ معاوضہ لے جاؤ لیکن یہ کہہ رہا ہے کہ میں کام کرتا ہی جاؤں گا۔ اب آپ کو ٹھہر جانا چاہئے۔ آپ پہلے بزرگوں کی دعا ہو' اب اور کیا دعا مانگتے جا رہے ہو۔ ان کی دعاؤں کی وصولی آپ لوگ ہو' اور اب وصولی لیتے نہیں ہو' اب اور دعائیں کرنے لگ جاتے ہو' اور تلاش کرنے لگ جاتے ہو۔ تمہارے باپ دادا کی دعا تمہارے کام آ رہی ہے۔ اگر صبح کا ناشتہ موجود ہو تو پھر وہ آدمی ایمان سے باہر ہے جو اور ناشتے کی کوشش کرے۔ آپ ماڈرن لوگ ہیں لیکن تھوڑا سایہ بھی کر کے دیکھیں۔ جس کو آج کے دن کی مزدوری مل گئی ہے' وہ آرام کرے۔ نیند کے لئے ہی تو آپ جاگ رہے تھے' اب نیند آئی ہے تو پریشان نہ ہونا۔ تمہاری پریشانی سے تمہیں حاصل کچھ نہ ہو گا' ایسا نہ ہو کہ پریشانی کرتے کرتے جب حاصل ہو جائے تو کھانے والا کوئی نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ صحت ہی خراب کر لیں' یہ نہ ہو کہ کھانا پکاتے بھوک ہی ختم ہو جائے۔ بس ایسی تلاش نہیں کرنی۔ اب ٹھہرنے کا وقت ہے۔ اس لئے زیادہ وقت میں نہ پڑو اور زیادہ بھاگم دوڑ نہ کرو۔ آپ کو گھر میں ہی ملے گا:

Fools may aimless roam

Loved and lovers meet at home.

آپ بھاگے چلے جا رہے ہو۔ اب آرام سے بیٹھو۔ بات گھر کی گھر میں ہی مل جائے گی' تمہارے سامنے آ جائے گی۔ اب بھاگنے کی بات نہیں ہے۔

سوال:

سر! کتابوں میں کتنا علم ہے؟

جواب:

دنیا کی ہر چیز علم ہے۔ کچھ چیزیں کتابوں میں آئی ہیں' کچھ کتابوں سے باہر ہیں۔ کتابیں Spoken words اور Written words کا ریکارڈ پیش کرتی ہیں۔ اور وہ علوم جو سوچ کی بات ہے اور الہامی بات ہے وہ علوم کتاب سے باہر رہیں گے۔ کتاب سے باہر اتنا ہی علم ہے جتنا کتاب کے اندر بلکہ علم سے باہر بھی اتنا ہی علم ہے۔ آج کا انسان سارا ماضی کا وارث ہے لیکن آج کا انسان نیا مستقبل دریافت کر سکتا ہے۔ ایسی کوئی بات کر سکتا ہے کہ سارا ماضی حیران پریشان رہ جائے۔ اگر آپ کے بزرگ زندہ ہو کر آئیں تو آپ کی گھریلو زندگی دیکھ کے پریشان ہو جائیں گے کہ آپ کیا کاریگر لوگ ہو گئے ہیں اور آپ نے بہت سی چیزیں ایجاد کر رکھی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے کا بندہ اگر آ جائے تو آپ کے شہروں پہ حیران' پریشان اور ششدر ہو جائے۔ ابھی چالیس سال پہلے لاہور میں کتنی کاریں ہوتی تھیں؟ آپ خود دیکھ لو۔ اب کچھ ہی عرصہ بعد آپ کے بچے عرفان بولنا شروع کر دیں گے' دانائی اور بزرگی کی بات بولنا شروع کر دیں گے اور آپ کو نصیحت کرنا شروع کر دیں گے۔ اس وقت

سمجھو کہ آپ کا Chapter بند ہونے والا ہے۔ جب بچے ایسی بات بولیں کہ ماں باپ ششدر رہ جائیں تو سمجھو کہ اب شعلہ بھڑک رہا ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کبھی ایسا واقعہ ہو تو پھر پہچان لینا۔ جب ان پڑھ آدمی کسی دانا کو علم سکھانے لگ جائے تو چوکنا ہو جانا چاہئے۔ جب انسان' خدا کی کائنات میں خدا بن کے مداخلت کرنے لگ جائے تو سمجھو کہ تباہی آ گئی۔ جب گردش زمانہ کسی مقام کو Change کرنے کی کوشش کرے تو تباہی آ جائے گی۔ جب کسی Main Planet کا رخ موڑنے کی کوشش کی جائے گی تو تباہی آ جائے گی۔ جب Normal کو بدلنے کی کوشش کی جائے گی تو تباہی آ جائے گی۔ یہ سارے واقعات آپ کے زمانے میں ہو سکتے ہیں اور آپ ان واقعات میں استغفار کا سہارا یاد رکھیں۔ آپ اگر اصلاح نہیں کریں گے تو آپ کے ساتھ ہر شے بہہ جائے گی۔ استغفار تباہی سے بچا لے گی۔ اس طرح مسئلے حل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

سوال:

تباہی سے کیا مراد ہے؟

جواب:

تباہی سے یہ مراد ہے کہ موجودہ مسلمانوں کا اسلام سے اخراج ہو جائے گا۔ آپ لوگوں کو منافق سمجھ کر اسلام باہر نکال دے گا اور آپ کی جگہ کوئی دوسری قوم آپ کے اسلام میں داخل کر دی جائے گی اور مسلط بھی ہو جائے گی۔ مقصد یہ ہے کہ جھوٹے کو مسلمان نہیں رہنا چاہئے۔

آپ کی اجتماعی تباہی یہ ہے کہ آپ لوگوں نے دین کو مانا نہیں ہے' صداقت کو نہیں مانا اور سچا ہونے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ یہ ہے تباہی۔ آپ کی زندگی کی پہلی ترجیح "اللہ" نہیں رہا۔ اپنے مقدس مقامات دیکھ لو' بیت المقدس کو دیکھ لو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے' مسلمانوں کی بربادی ہو رہی ہے۔ تباہی اس طرح ہوئی ہے کہ اعمال کرنے کی ہر چیز آپ کے پاس موجود تھی اور اس وقت آپ سے اعمال نہیں ہوئے۔ سکون کا ہر ذریعہ آپ کے پاس تھا لیکن آپ کو کوئی سکون نہیں ملا' آپ نے ہر طرح سے کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ آپ کے پاس ڈاکٹر اور شفاء خانے بہت تھے لیکن مریض شفایاب نہیں ہو سکا۔ آپ کے پاس Facilities جتنی زیادہ ہیں اتنی ہی تکلیف زیادہ ہے۔ آپ کو یہ دقت ہوئی پڑی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ ذرا دھیان کرو۔ آپ لوگ خدا کا خوف رکھتے ہوئے اچھے اعمال کرو۔ اپنے آپ کو آنے والے Danger سے بچاؤ۔ آپ غور کرو کہ کیا اللہ وہی ہے جو مسلمانوں کو اور ان کی فوجوں کو بچانے کے لئے آسمان سے فرشتے بھیجا کرتا تھا؟ کیا یہ اسلام وہی اسلام ہے جو مسلمانوں کو اپنے دامن میں پناہ دے کر ان کو دنیا کے اندر سرفراز فرمایا کرتا تھا؟ کیا یہ مسلمان انہی مسلمانوں کی اولاد ہیں' جنہوں نے:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

کیا یہ مسلمان وہی لوگ ہیں جو دنیا کے اندر حکمرانی کرنے والے

تھے؟ اگر ایسی بات نہیں ہے تو

Something wrong تو Something is wrong some where.

کہاں ہے؟ کیا اسلام میں نعوذ باللہ کوئی نقص آ گیا ہے یا مسلمانوں میں فتور آ گیا ہے۔ یا پھر خدا نے ان کو قبول نہیں کیا۔ یہ ہے اصل تباہی۔ بس اللہ مہربانی کرے اور اللہ معافی دے۔ دعا کرو یا اللہ اپنی قدرت کاملہ کو اظہار میں لا کر مسلمانوں کو سرفراز فرما! آمین۔

○

۷

۱ علم نجوم اور علم جفر کی حقیقت کیا ہے اور اس علم کو حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۲ ملنگ کیا ہوتا ہے؟

۳ صادق القول کی بات اور تجربے سے حاصل کی ہوئی بات میں کیا فرق ہے؟

۴ ہم ساری عبادات کرتے ہیں لیکن سب کے دل میں حضور پاکؐ کی محبت پیدا کیوں نہیں ہوتی؟

سوال :۔

علم نجوم اور علم جفر کی حقیقت کیا ہے اور اس علم کو حاصل کرنے کے بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

جس طرح دنیا میں دوسری صداقتیں ہیں' اسی طرح علم نجوم اور علم جفر کو ایک صداقت مان لینا چاہئے۔ جس طرح جنات کا وجود ہے تو یہ ضروری تو نہیں کہ ان کا علم حاصل کیا جائے۔ جنات کا علم حاصل کرتے کرتے آدمی آدھا جن تو خود ہو جاتا ہے۔ جس طرح جنات کا علم حاصل کرتے کرتے انسان جنات کی طرح کا ہو جاتا ہے اسی طرح انسان علم نجوم حاصل کرتے کرتے نجومی تو بن جاتا ہے' انسان کم ہی رہتا ہے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہے ان کو یہ فن بغیر علم کے ہی ودیعت ہے' ان لوگوں نے نہ تلاش کی اور نہ تحقیق کی بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم نجوم ودیعت کر دیا۔ وہ پیدائشی طور پر نجوم کا علم اور جفر کا علم جانتے ہیں۔ یہ طلب کرنے یا عمل کرنے کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ سیکھنا چاہتے ہیں تو جس آدمی کے پاس یہ اللہ کی طرف سے ودیعت ہو'

اس شخص سے فیض لے لو۔ یہ ایک علم ہے اور علم کیسے بنتا ہے؟ علم کتابوں سے ملتا ہے' استادوں سے ملتا ہے اور مدرسے سے ملتا ہے' کالج اور یونیورسٹیوں سے ملتا ہے۔ لوگ کسی نہ کسی طریقے سے علم حاصل کرتے ہیں۔ اب آپ غور کرو کہ دنیا میں جتنے علم دینے والے لوگ آئے وہ تقریبا سارے کے سارے کتابوں سے آزاد ہی تھے۔ مثلا" کسی نے جڑی بوٹیوں کا علم دیا تو اس سے پہلے جڑی بوٹیوں کا علم نہیں تھا۔ اس شخص سے پہلے جڑی بوٹیاں تو تھیں مگر ان کا علم نہیں تھا اور پھر اس شخص کو جڑی بوٹیوں کی زبان مل گئی۔ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی رات تکلیف میں گزرتی ہے اور اگر کسی کو کسی سے محبت ہو جائے تو کہتے ہیں کہ اس کی رات " اختر شماری " میں یعنی تارے گننے میں بسر ہوتی ہے۔ وہ شخص پھر کہتا ہے کہ " ستارو تم تو سوجاؤ ۔۔۔۔۔" اور " راتوں کو جاگتا ہوں تمہارے خیال میں ۔۔۔۔ " اور " تاروں سے پوچھ لو میری روداد زندگی "۔ تو انسان کی جس طرح کی کیفیت ہوتی ہے اسے اس طرح کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر کسی انسان کو اللہ سے محبت ہو گئی تو ایسے لوگوں کا کم و بیش ایک جیسا اظہار ہوتا ہے' ایک جیسی کیفیت ہوتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص اللہ والا ہے اور کھانا بہت کھاتا ہے تو آپ فورا" کہیں گے کہ یہ فقرہ صحیح نہیں ہے۔ تو اللہ والے کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ کم کھانے والا ہے۔ جو اللہ والا ہو جاتا ہے اس کو ویسا ہی علم آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو علم کا آغاز اصل میں کیفیت سے ہے۔ بس کیفیت ہی علم ہے۔ اور جس کے پاس کیفیت نہ ہو اور علم کی تمنا ہو' وہ شخص محنت کر کر کے برباد ہو جائے گا۔ مثلا" ایک بندہ اگر فقیری کا

سارا علم حاصل کر جائے تو بھی فقیر نہیں بن سکتا۔ تو محبت کرنے والا شخص کہتا ہے کہ میں محبت کرنے سے پہلے محبت کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا مگر جب سے میں محبت میں داخل ہوا تو اب میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ محبت میں داخل ہونے والا محبت پر بیان اور محبت پر مضمون بھول جاتا ہے' اس کا بیان خموش ہو جاتا ہے۔ جس نے سمندر کی لہریں دیکھیں تو وہ ان لہروں کے بڑے رموز بیان کرتا رہا کہ یہ لہریں ہیں' یہ جھاگ ہے' یہ پانی ہے' اس میں سیپ ہوتے ہیں' موتی ہوتے ہیں' مچھلیاں ہوتی ہیں' خزانے ہوتے ہیں اور جس شخص نے سارا سمندر دیکھ لیا' اس کا بیان ختم ہو گیا۔ جس نے شیر دور سے دیکھا وہ بیان کرے گا کہ وہ اس طرح تھا' اس کے چار پنجے تھے اور جس نے شیر کی جھپٹ دیکھ لی وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں کیا تھا۔ اس شخص کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ ایک کیفیت ایسی ہوتی ہے جس میں ایک مکمل علم ہوتا ہے اور وہ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ کیفیت نہ ہو۔ اسی طرح درویشی' محبت' تمنا اور طلب جیسے تمام علوم صرف اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب آپ اس کیفیت میں ڈھل جائیں۔ اگر ستارے تمہارے ساتھ آشنائی نہ کریں تو ستاروں کا علم حاصل نہ کرنا۔ اسی طرح نجوم' پامسٹری وغیرہ کا معاملہ ہے۔ علم جفر یعنی اعداد کا علم دیکھو' مثلاً" " الف " کا عدد " ایک " " ب " کے دو' " ج " کے تین اور " د " کے چار۔ یہ کیسے ہو گیا؟ سارے حروف کے نمبر ہو گئے۔ ان کے نمبر ہوتے ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے نمبر سات سو چھیاسی (۷۸۶) ہو گئے۔ تو جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ لفظ جو ہے یہ نمبر میں کیسے ڈھل رہا ہے' تب تک

اس کو Deal نہ کرنا کیونکہ اس طرح حساب غلط ہو جائے گا اور آپ دھوکا کھاؤ گے۔ جب تک ستارہ آپ کو اپنی گردش کا راز نہ بتائے' اس کا علم حاصل نہ کرنا۔ اب علم والے نے کہا کہ " اس وقت زحل لگا ہوا ہے' آپ اگلے مہینے بات کرنا " آپ کو اب پتہ نہیں کہ زحل کیا ہوتا ہے' لہٰذا اب کوئی بات نہ کرنا۔ ایک آدمی ایک نجومی کے پاس گیا اور کہا کہ جناب میں مکان بیچنا چاہتا ہوں' آپ دیکھیں کہ کیا میرا مکان بک جائے گا۔ اس نے کہا اس مہینے نہیں بکے گا۔ اگلے مہینے گیا تو اس نے کہا کہ اب بک جائے گا۔ تو مکان بک گیا۔ وہ پھر نجومی کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ تو بتا کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ مکان بک جائے گا۔ نجومی نے کہا کہ پچھلے مہینے میں نے تیرے ستارے دیکھے تو وہ خوش قسمتی میں تھے' اب تیرے ستارے بد قسمتی میں آگئے' لہٰذا مکان بک گیا۔ اگر تمہیں یہ پتہ چل جائے کہ مکان بکنا تمہارے لئے بد قسمتی ہے جسے تم خوش قسمتی سمجھ رہے تھے تو پھر تو ناکامی ہو گئی ناں۔ تو ستارہ جب زوال میں آ جائے تو پراپرٹی بکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کسی چیز کو صحیح Read نہ کر سکو تو علم نجوم نقصان دے گا۔ علم نجوم کی ایک زکوٰۃ یہ ہے یعنی رکھنے کا عمل یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں Play کرتا ہے جن کی زندگی اللہ کے لئے ہو۔ باقی لوگوں کو یہ علم کھا جاتا ہے۔ یعنی اگر انسان کی زندگی اللہ کے نام کی نہ ہو تو یہ علم اتنا بڑا علم ہے کہ اس کو کھا جائے گا۔ تو نجوم کا علم نجومی کو کھا جاتا ہے۔ ایک دفعہ مسلمانوں کا لشکر جنگ پہ گیا۔ ایک یہودی نجومی نے انہیں بتایا کہ اس معرکے میں تمہارے ستاروں میں شکست لکھی ہوئی ہے' وہ لشکر فتح کر کے واپس آیا اور نجومی سے کہا کہ

اب بولو' تم نے تو کہا تھا کہ شکست ہو گی' ہم تو فتح کر کے آئے ہیں۔ نجومی نے کہا تمہارے لشکر کے ساتھ علیؑ شامل ہو گا کیونکہ اس آدمی کے پاس جو قدرت ہے وہ ستاروں پر بھی حاوی ہے۔ یا تو تم ستاروں کی طاقت سے چلو یا پھر اسے کنٹرول کرنے والے بنو۔ اگر تم ستاروں کو کنٹرول کرنے والے نہیں ہو تو ستاروں کا علم وہیں کا وہیں رہ جائے گا۔ تو کمزور آدمی ستاروں کے مطابق چلتا ہے اور طاقت ور آدمی ستاروں کو اپنے مطابق چلا لیتا ہے۔ وہ شخص ستاروں سے باہر ہوتا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ نجوم کے مطابق یہ کام نہیں ہوتا تھا' آپ نے کیسے کر لیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ نجوم کا ماسٹر' (Master of the Path) یعنی راستے کا مالک ہمارے ساتھ ہے۔ اسی لئے اقبال نے کہا تھا

عبث ہے شکوہ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

اور یہ کہ

ستارہ کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

تو اللہ والا کہتا ہے کہ مجھے یہ سمجھ آئی ہے کہ میں ہی کاتبِ تقدیر ہوں۔ اگر تم یہ کہو گے تو تم جھوٹے ہو گے اور اگر اللہ والا کہے گا تو وہ صحیح ہو گا۔ کیونکہ وہ اللہ کے ہاتھ میں اس طرح چلا جاتا ہے کہ پھر اللہ کہتا ہے کہ یہ میرا ہے۔ تو سارے علم صحیح ہیں لیکن انہیں کس حد تک حاصل کرنا چاہئے؟ جب اللہ کے لئے زندہ رہنے کی تمنا ہو۔ اللہ کے لئے

زندہ رہنے کی تمنا جتنی کم ہو گی' اتنا ہی یہ علم کم ملے گا اور اگر کہیں Foul کیا تو یہ علم آپ کو کھا جائے گا۔ یہ علم ایسے ہے جیسے شیر کے پنجرے میں رہنا' ذرا شیر کی آنکھ سے آنکھ ہٹائی تو وہ حملہ کر دے گا' کھا جائے گا۔ تو اس علم میں شیر کے ساتھ آنکھ ملا کے چلنا پڑتا ہے اور اس کو استعمال کرنے والا اس وقت تک محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک وہ اللہ والا نہ ہو۔ ایک بزرگ کیمیا گری کرتے تھے یعنی ایسی چیز بناتے تھے جسے کسی دھات پہ لگائیں تو وہ سونا بن جاتی تھی۔ وہ اتنے ماہر تھے کہ ان کے عمل کی راکھ بھی لوگ دور دور سے آکر لے جاتے تھے کہ اس میں بھی کوئی راز ہو گا۔ ایک دفعہ ایک درویش ان کے پاس آیا اور چند دن قیام کیا۔ اس درویش نے دیکھا کہ لوگ ان کے پاس آتے ہیں اور فیض لے جاتے ہیں' لیکن یہ محسوس کیا کہ یہ بزرگ کیمیا گری کا نسخہ نہیں دیتا' پیسے دے دیتا ہے۔ ایک دن اس بزرگ نے درویش سے پوچھا کہ تمہیں آئے ہوئے دس دن ہو گئے ہیں لیکن تم نے ہم سے کچھ مانگا نہیں۔ درویش نے کہا کہ میں نے پہچان لیا ہے کہ تو محتاج ہے۔ اس نے پوچھا میں تو سخی ہوں' محتاج کیسے ہوں؟ درویش نے کہا کہ تو سخی تو ہے لیکن بنا کے دیتا ہے' بنے بنائے پر تیرا اختیار نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تو سخی اس لئے نہیں ہو سکتا کہ تو نسخہ تو دیتا نہیں اور مال دے دیتا ہے' اس طرح لوگوں کو بھکاری بنا رہا ہے اور میری بات یہ ہے کہ ہم بادشاہ لوگ ہیں' ہمیں سونے کی تمنا نہیں ہے۔ یہ ہے اصل کیمیا گری۔ اصل کیمیا گری یہ ہے کہ کیمیا کی تمنا چھوڑ دو۔ اصل دولت مندی کیا ہے؟ دولت کی تمنا چھوڑ دو' یہی سب سے بڑی دولت ہے۔ نجوم کے متعلق اصل

بات یہ ہے کہ ستارہ اپنا کام کرے اور تو آرام سے سو جائے' وہ صبح تک ٹھیک ہو جائے گا' نہیں تو اگلے دن تک ٹھیک ہو جائے گا۔ انسان کی شکل بننے کے بعد ستارہ بنتا ہے' ستاروں سے شکلیں نہیں بنتیں۔ شکل تو بن گئی' جس کو پسند آنی تھی اسے پسند آ گئی اور جس کو ناپسند آنی تھی اسے ناپسند ہو گئی' اب اس میں ستارہ کیا کرے گا۔ اب ستارہ کیا بتائے گا کہ تم دفتر جاؤ یا نہ جاؤ۔ دراصل تمہارا ارادہ ہی ستارہ ہے' تمہارا مزاج ہی ستارہ ہے' تمہاری شکل ہی ستارہ ہے' ماں باپ کی دعائیں ہی ستارہ ہیں اور بعض اوقات ماں باپ کی ناراضگی ہی ستارہ ہے۔ ستارے آسمان پہ ہی کیا ٹوٹتے ہیں' یہاں بھی ٹوٹتے رہتے ہیں۔ ایک آدمی اگر اپنی محفل سے بچھڑ گیا' دوست ناراض ہو گئے تو اس کے ستارے تو ختم ہو گئے۔ اصل ستارہ کیا ہے؟ تیرا اپنا مزاج۔ اپنے مزاج کو Study کر۔ اس لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ مال دولت حاصل کرنے کا وظیفہ بھی نہ کیا کرو۔ اگر وظیفے کے ذریعے دولت مل بھی جائے تو عین ممکن ہے کہ ٹانگ ٹوٹ جائے۔ وہ وظیفہ تو پیسے کے لئے تھا' اس میں یہ تو گارنٹی نہیں تھی کہ ٹانگ محفوظ رہ جائے گی۔ اس لئے ستارے کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ نجوم والوں کو ان کے حالات پر چھوڑ دو اور اپنے آپ کو اللہ کے حکم پر چھوڑ دو۔ علم کہاں سے حاصل کرنا ہے؟ جہاں سے سب کو ملا۔ علم کیسے ملتا ہے؟ ایک کیفیت ہے جو علم بن جاتی ہے' ایک مزاج ہے جو علم بن جاتا ہے اور ایک واقعہ ہے جو علم بن جاتا ہے۔ خدانخواستہ اگر شہر میں کہیں ہنگامہ ہو جائے تو ایک شخص پوری طرح اس واقعے کو تفصیل سے بیان کرتا جائے گا۔ تو جو بھی واقعہ ہوتا ہے وہ علم بن جاتا ہے' مزاج بھی علم

بن جاتا ہے' تقلید بھی علم بن جاتی ہے' اندر کی راحت علم بن جاتی ہے' محبت بھی علم بن جاتی ہے۔ تو علم کو اپنے مزاج سے حاصل کرو۔ علم کو اپنے خیال سے حاصل کرو۔ علم کو اپنے اندر سے حاصل کرو۔ دنیا میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' ایک وہ جن کے پاس علم ہے اور دوسرے وہ جن کو علم کی تمنا ہے' تیسری قسم والا انسان ہی نہیں ہے' بلکہ جانور ہے۔ اصل طریقت یہ ہے کہ علم کی تمنا والا علم والے کے پاس جائے۔ یہی طریقت ہے' یہی مزاج ہے' یہی راستہ ہے اور یہی سفر ہے۔ سفر یہی ہے کہ اگر علم کی تمنا ہے تو اس کے پاس جاؤ جس کے پاس علم ہو۔ اگر علم کی تمنا نہیں ہے تو صبح بسم اللہ پڑھ کے دوکان کھولو اور شام کو گھر آ جاؤ۔ ہندو صبح صبح دکان پر چھڑکاؤ ضرور کیا کرتا تھا اور پہلے گاہک کو بھگوان سمجھ کے پرنام کرتا تھا' اس سے پوچھا جاتا کہ بھگوان کی کرپا کون ہے تو وہ کہتا کہ گاہک' جو پیسہ لے آتا ہے۔ دوکاندار کے لئے اصلی رازق کون ہے؟ گاہک۔ اس لئے یا تو گنتی کے کام کرو' پیسہ' حالات' واقعات' مکان' دنیاداری' شہرت' عزت' سماج میں پہچان اور اپنی ذات کا خیال رکھنا۔ یہ ساری دوکانداری ہے بلکہ یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی دوکانداری کرتے ہیں کہ اللہ میاں ہم نے آپ کو اڑھائی فی صد دے دیا' تیرے نام کی خیرات کر دی۔ اب ہم پہ احسان کرو' فضل کرو۔ محبت والے یہ کہتے ہیں کہ تیری دی ہوئی جان ہے اور یہ تیرے حوالے ہے' اب اس کا بدلہ کیا لینا ہے' بس ہمارا کام مکمل ہو گیا' یہ قرضہ ادا ہو گیا۔ اس لئے دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ جن کو اللہ نے علم دے رکھا ہے اور دوسرے وہ جن کو علم کی تمنا دے رکھی ہے۔ یہ دو طرح کے لوگ طریقت کے

وارث ہوتے ہیں اور باقی سب دوکاندار ہوتے ہیں۔ اس لئے علم کی تمنا کے بغیر اور کسی بڑی دلیل کے بغیر کبھی فقیری کا سفر نہ کرو اور نہ ہی فقراء کے پاس جاؤ۔ اس لئے میں یہ منع کر رہا ہوں۔ فقراء آنے والے شخص کے لئے ضرور دعا کرتے ہیں اور اگر کبھی کسی فقیر نے دل سے دعا کر دی تو پھر پیسہ نہیں ملے گا۔ بلکہ وہ اسے اپنے راستے پر یعنی اللہ کے راستے پر چلائے گا۔ ایک درویش ایک شخص کے پاس گیا اور بولا کہ میں تمہیں دعا دینے کے لئے آیا ہوں' دعا یہ ہے کہ اللہ کرے تمہارے پاس کچھ نہ ہو۔ اس شخص نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ درویش نے کہا جس کے پاس کچھ نہ ہو اس کے پاس اللہ آپ ہی ہوتا ہے۔ تو جہاں پر اللہ کی ذات یا اللہ کی محبت ہو گی وہاں کچھ نہیں رہتا۔ دنیاوی طور پر بھی اگر کسی سے محبت ہو جائے تو بھی وہاں پر کچھ نہیں رہتا۔ عشق ایک آگ ہے اور یہ اپنے علاوہ سب کو جلا دیتی ہے۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ

عشق پر آتش حلال' عشق پر حاصل حرام

جن لوگوں کو حاصل کی تمنا ہو' ان کے لئے بہتر ہے کہ محبت کی وادی سے بھاگ جائیں' فقر سے بھاگ جائیں بلکہ فقیروں سے بھاگ جائیں۔ فقیر کے پاس نہ جانا' کہیں وہ گنتی کے دو چار سنگ ریزے نہ چھین لے جو کہ تمہارے ہاتھ میں ہیں یعنی پیسے' اکاؤنٹ' لیجر وغیرہ۔ اس لئے علم ان لوگوں سے حاصل کرو جن کو علم ودیعت کیا گیا' وہ پیدائشی طور پر علم والے ہوتے ہیں۔ جعفر بھی پیدائشی علم والوں کے پاس آیا اور ان کے فیض سے ملتا ہے۔ اس لئے یہ علم حاصل کرنے کے لئے ان صاحبِ علم

لوگوں سے ملنا چاہئے یا Avoid کیا جائے' ورنہ درمیان میں گم ہو جاؤ گے۔ اس لئے آپ کے لئے بہت ضروری بات ہے کہ کتابوں کے علم سے بچو' علم کیفیت کا نام ہے' دعا یہ کیا کرو کہ آپ کو وہ کیفیت مل جائے جس سے علم بنتا ہے۔ اس کیفیت سے پیسہ نہیں بنے گا بلکہ علم بنے گا۔ اگر محتاجی کی کیفیت ہو تو پھر پیسہ بنا لو۔ محتاجی کیا ہوتی ہے؟ پیسے گن کر رکھ دینا۔ دنیا میں ہمیشہ یہودی امیر رہے گا اور یہ دین اور اخلاق سے دور رہے گا' اس کا دل سخت ہو گا۔ آپ یہ فیصلہ کر لو کہ غلط جگہ سے صحیح چیز نہ لو اور صحیح جگہ سے غلط چیز نہ لو۔ اگر آپ کسی شہید کے مزار پہ چلے جائیں اور اسے کہیں کہ دعا کرو میرے بیٹے کی عمر دراز ہو تو وہ بھلا آپ کو کیا جواب دے گا۔ بات بنتی نہیں ہے۔ فتوحات کی کہانی اور ہے' قربانی کی داستان اور ہے۔ اس لئے جہاں جاؤ' اس جگہ کے مطابق جاؤ۔

سوال :۔

سر' ملنگ کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

درویشوں میں ایسی کوئی Category یا قسم نہیں ہے۔ ایک Category ہے جس کو مجذوب کہتے ہیں۔ مجذوب' جذب کی شدت کا نام ہے۔ ملنگ کیا ہوتا ہے؟ یہ تو اکثر ہوتا ہے کہ کسی نام کا ملنگ ہو' یعنی علی کا ملنگ ہو۔ آپ ملنگ کسے کہتے ہیں؟ مجذوب کی بات کرتے ہو تو اگر ایک آدمی محبت میں چلا' اس کی پہلی حالت مجاز ہے۔ انسان کو انسان سے محبت ہو گئی۔ چاہے ماں سے' باپ سے یا شیخ سے ہی ہو۔ اس کو

اپنے محبوب کی شکل اور محبوب کا نام یاد ہو گیا اور اس نام سے محبت ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد محبت جب شدت اختیار کر گئی تو ایسی سٹیج آگئی جب طالب مطلوب کے پاس سے پہچانے بغیر گزر جاتا ہے۔ یعنی کہ مطلوب کی طلب اتنی شدید تھی کہ وہ حدود سے نکل گیا اور اس مقام پر جا پہنچا جہاں اس کو اپنا ہوش بھی نہ رہا۔ محبت میں ایسا مقام آگیا کہ اس کو محبوب کا نام بھی یاد نہ رہا اور نہ اپنا نام یاد رہا۔ محبت میں چلتے چلتے انسان سراپا محبت ہو گیا۔ اس کو آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قطرہ' دریا' سمندر میں جا کر مل گیا۔ اگر قطرہ دریا میں مل گیا تو پھر اسے پتہ نہیں چلتا کہ میرا نام کیا ہے؟ اس بات کو ایک اور طریقے سے سمجھو کہ محبت میں دو ساتھی ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ ایک ساتھی چلتے چلتے دعا کے ذریعے یا کسی فقیر کے ذریعے کسی اور منزل پر پہنچ گیا۔ اب پہلی منزل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اگر دوسری منزل نے اس شخص کو مکمل طور پر نہ تھاما تو وہ شخص گر کے ملنگ یا مجذوب ہو جائے گا۔ اب حال یہ ہے کہ وہ شخص پہلے مقام سے تو نکل گیا مگر اگلے مقام نے اسے جگہ نہ دی یا جگہ دے کے چھوڑ دیا۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

یہ ہے مجذوب کا مقام۔ اس بات کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ انسان اللہ کے پاس سے آیا' اللہ نے کہا جاؤ' وہ چل پڑا' فراق شروع ہو گیا' اب انسان دنیا سے اللہ کو چٹھیاں لکھتا رہا ہے کہ جدائی ہے' فراق ہے۔ ایسے شخص کو اللہ جواب دیتا رہتا ہے۔ انسان اللہ کی باتیں کرتا ہے' اللہ انسان

کی باتیں کرتا ہے۔ ایک دن وصال ہو جاتا ہے۔ وصال اس مقام پر ہو گا جہاں پر فراق ہو اور یہ سفر مکمل سفر ہے۔ جب کسی کو راستے میں کہیں الجھن ہو جاتی ہے یا سفر کٹ جاتا ہے یا انسان فراموش کر بیٹھتا ہے' وہاں پر وہ شخص مجذوب ہو جاتا ہے۔ تو مجذوب کا معنی ہے شدت جذبات۔ جذبات کی شدت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ انسان ہوش سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ جو ہوش سے بیگانہ ہو جاتا ہے اسے نہ اپنا نام یاد رہتا ہے نہ کسی اور کا۔

میں تیری جستجو میں بڑی دور آگیا
تجھ سے بھی بے نیاز سا اب ہو گیا ہوں میں

یہ مقام ہوتا ہے مجذوب کا کہ نہ اپنا نام یاد ہے نہ دوسرے کا۔ اس کو کہتے ہیں "بے نیازِ آرزو"۔ سفر آرزو کا ہی ہوتا ہے' اس کو کہتے ہیں دشتِ آرزو۔ دشتِ آرزو میں چلتے چلتے محبت میں جا پہنچا۔ محبت اس نے انسان سے کی ہوتی ہے لیکن پھر بے خواہش دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام پر مجذوب پیدا ہو جاتا ہے۔ مجذوب اپنی خواہش دنیا میں نہیں رکھتا' اپنا ارادہ نہیں رکھتا' اس کو ارادہ کرانے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ مجذوب سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ آپ کو اِدھر کر دے اور ہو سکتا ہے وہ اُدھر کر دے۔ تو ان لوگوں سے بگڑی بن سکتی ہے اور بنی بگڑ سکتی ہے۔ ایک ایسے بھی مجذوب تھے کہ جن کے پاس کوئی جاتا تو سب سے پہلے وہ گالیاں شروع کر دیتے' پھر مارنا بھی شروع کر دیتے تھے اور اگر مار کے دوران انسان کچھ کہتا تو پھر اس کا کام خراب ہو جاتا تھا۔ یہ

بزرگ مری کے پاس رہتے تھے اور ان کا نام تھا لال بادشاہ۔ ان کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ جو بیان سے بھی باہر ہیں۔ اب یہ ان کا مزاج تھا۔ بعض اوقات مجذوب ہوش میں بھی آجاتا ہے۔ اب مجذوب کو ہوش میں لانے والا بھی وہی ہے جو اس کو بے ہوش کرنے والا ہے۔ مجذوب کا مقام وہ مقام ہے جہاں مذاہب مل جاتے ہیں۔ یہ بہت مشکل مقام ہے۔ اس میں صرف توحید رہ جاتی ہے۔ یہ کیا مقام ہے؟ کیسے ہوتا ہے؟ کیسے بنتا ہے؟ یہ سب باتیں چھوڑ دو۔ بس مجذوب ہوتا ہے۔ یہ فنا کا مقام ہے اور یہ بقا کے مسافر ہوتے ہیں۔ وہ اپنا سینہ چاک کر کے آتے ہیں اور اپنا نام گم کر کے آتے ہیں۔ انہیں نہ اپنا نام آتا ہے اور نہ کسی اور کا۔ نہ ان کی کوئی خواہش ہوتی ہے' نہ کوئی پروگرام ہوتا ہے' نہ کوئی نظام ہوتا ہے۔ تو مجذوب بھی ہوتا ہے' صاحبِ حال بھی ہوتا ہے اور صاحبِ واردات بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس کو اختیار بھی دیا جاتا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ حکومت بدل دو' چوپٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ اس کے مزاج کی مرضی ہوتی ہے کہ کبھی اِدھر کر دے اور کبھی اُدھر کر دے۔ آپ کے ملک میں ایسا ہوتا رہتا ہے' کبھی کسی کا مزاج آجاتا ہے اور کبھی کسی کا مزاج آجاتا ہے۔ متوازن مزاج ذرا کم ہی آتا ہے۔ ایک حکومت آتی ہے تو اس کے مخالف کہتے ہیں کہ ہم اس کو ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے ہمارے کام کرو مگر یہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم مخالف کا کام تمام کر لیں۔ حکومت کو چاہئے کہ لوگوں کے کام کرے۔ لوگ بڑے جج ہوتے ہیں' جو بہتر ہو گا وہ حکومت میں رہے گا۔ کام یہ نہیں کہ حکومت کی جائے بلکہ اصل کام یہ ہے کہ حکومت میں جا کے لوگوں کی

خدمت کی جائے۔ اگر حکومت یہ کہہ دے کہ بجلی کے بل میں پچیس پیسے فی یونٹ کمی ہو جائے گی تو لوگ اس کو درازی عمر کی دعا دیں گے۔ دونوں پارٹیوں کے پاس بڑا پیسہ ہے اور حکومت اور اپوزیشن دونوں بڑے قوی ہیں اور غریب آدمی اس انتظار میں ہے کہ مہنگائی کم ہو تو اسے روٹی مل سکے۔ اس لئے پیچھے کوئی مجذوب بیٹھ کے واقعہ کرتا رہتا ہے۔ جب کوئی اچھا سا روحانی نظام آ جائے تو حالات متوازن ہو جاتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اپنا کام کر گیا جیسے قائد اعظم۔ یعنی کہ ہندو اکثریت کے اندر' بے ہتھیار مسلمان اقلیت نے ملک Create کر لیا اور بڑی بات تھی اور پھر اتنا بڑا واقعہ ہو گیا کہ ملک ٹوٹ گیا اور آپ کو ابھی تک چین نہیں ہے۔ پچھلا دور گزر گیا' بھٹو صاحب فوت ہو گئے' ضیاء صاحب بھی چلے گئے مگر تم یہ کہتے جا رہے ہو کہ بھٹو نے کیا یہ تھا اور ضیاء نے یہ کیا تھا۔ تم یہ دیکھو کہ تم خود کیا کر رہے ہو؟ دونوں چین سے نہیں بیٹھ رہے۔

تو مجذوب کا مقام یہ ہے کہ وہ قانون سے باہر ہے' ضابطے سے باہر ہے' وہ اللہ کے ہاں قبول لوگ ہوتے ہیں' اللہ کے خیال میں اور اس حال میں گم ہو گئے' اس کو یوں سمجھ لو کہ۔

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

بس وہ مقام ہوتا ہے مجذوب کا۔ نہ قریب ہے' نہ دور ہے' نہ اپنا ہے' نہ بیگانہ ہے' شہر غرق ہو گیا تو اس کو پرواہ نہیں' چار شہر اور آباد ہو

جائیں تو اس کو پرواہ نہیں۔ اس کے پاس عنان حکومت نہیں ہونی چاہئے' کبھی کبھی ہو بھی جاتی ہے۔ اور سوال پوچھو ------ بولتے جاؤ ------

سوال :۔

ایک شخص کو کوئی صادق القول شخص ایک بات بتاتا ہے اور وہ یقین کر لیتا ہے اور ایک شخص تفکر اور تلاش کے ذریعے ویسی بات پا لیتا ہے۔ کیا ان دونوں باتوں میں کوئی فرق ہے؟

جواب :۔

ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے ! جو تفکر والا یقین ہے وہ اگلے حادثے میں ٹوٹ جاتا ہے جب تک کہ آپ کے پاس سند نہ ہو۔ سند آپ کو آپ کے اعتبار والا شخص ہی مہیا کرتا ہے۔ مثلاً" ایک شخص نے اللہ کو Discover کر لیا' اس نے حساب لگایا کہ اللہ ہے' زمین سے فصلیں اگتی ہیں تو " اللہ " ہو گا' انسان پیدا ہوتا ہے اور مرجاتا ہے تو " اللہ " ہو گا۔ ان باتوں سے ثابت ہوا کہ اللہ ہے۔ اب دوسرے شخص نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کے کہنے پر مان لیا کہ اللہ ہے۔ اب دونوں کا اللہ پر یقین ہے۔ جس شخص نے اپنے تفکر اور تبحر علمی سے اللہ کو دریافت کیا' اگر اس کو کہا جائے کہ عبادت کر ! اب تفکر سے تو عبادت سمجھ نہیں آئے گی تفکر سے اللہ سمجھ آئے گا مگر بولنے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا' عبادت کرانے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا اور زکوٰۃ دلوانے والا اللہ سمجھ نہیں آئے گا۔ تفکر کرنے والا شخص یہ کہے گا کہ تم پاگل ہو

گئے' ہر سال عید پر بکرے ضائع کرتے ہو' یہ رقم تم کسی فلڈ کنٹرول میں لگا دو۔ اب تفکر سے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا پھر بیٹے سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ قال یابت افعل ما تومر یعنی اے ابا وہ کرو جس کا آپ کو حکم دیا گیا۔ تفکر کے ذریعے ایک شخص دیکھے گا کہ مریض بیمار ہے' دعا ہوئی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ اب اس کو اللہ پر پکا یقین ہو گیا۔ کچھ روز بعد وہ مریض مر گیا' اب اس شخص کا اللہ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کہتا ہے " اللہ " تھا تو سہی مگر اب مریض ٹھیک نہیں ہوا۔ تو جو حالات اللہ کو اس طرح ثابت کرتے ہیں' دوسری طرف بھی اللہ ہی ہے۔ تفکر والا کہتا ہے کہ جب پیسے ملے ہیں تو اللہ ہے اور اگر چور پیسے لے جائے تو کہے گا کہ اللہ نہیں ہے۔ اس لئے حقیقت کو غور کے ذریعے دریافت کر کے ماننے والا اپنے ہی غور کی زد میں ہوتا ہے۔ انسان کا غور اس کے اپنے غور کو تباہ کرتا رہتا ہے' بچپن کا خیال جوانی کی زد میں آ گیا اور جوانی کا خیال بڑھاپے کی نذر ہو گیا اور ایک خیال دوسرے خیال کی زد میں آ گیا۔ ایک وقت تھا جب بھائیوں پر جان دیا کرتے تھے اور اب تم بھائیوں کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ ایک وقت تھا جب بہن بھائی مل کے کھانا کھایا کرتے تھے' اب شادیاں ہو گئیں تو ملاقات کبھی کبھی' گاہے گاہے' سر راہے۔ بھائی کہتا ہے کہ بہن کے پاس کیا جائیں اس کا خاوند بڑا بد تمیز ہے اور بہن کہتی ہے کہ بھائی کی بیوی بڑی بد تمیز ہے ------ نتیجہ یہ نکلا کہ بہن بھائیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ------ اب سارے عقیدے بدل گئے' سارے مزاج بدل گئے اور سارے تفکرات بدل گئے' سارا تبحر علمی تباہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ماں باپ کے سامنے اف نہ کرو۔ اللہ کو ماننے والا ماں باپ کی غلطیوں کے باوجود ان کی عزت کرے گا' تفکر والے کے ماں باپ اگر کوئی ایسی بات کریں جو اس کو پسند نہ ہو تو وہ کہے گا ماں باپ نے ہماری زندگی برباد کر دی ہے۔ زندگی برباد ہو یا آباد ہو' ماں باپ کے سامنے مت بولو ------ یہ ہے علم! یہ علم تفکر سے نہیں ملتا۔ تفکر والا اگر ترقی کر گیا' کسی ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ ہو گیا تو اگر اس کا والد اپنی پگڑی سمیت وہاں آ گیا تو اس نے کہنا ہے آپ باہر بیٹھیں۔ کسی نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اس نے آگے سے وہ جواب دیا جو اسے نہیں دینا چاہئے تھا۔ یہ سب Pure تفکر کی باتیں ہیں ------ اگر وہی شخص کہے کہ یہ ابا حضور ہیں اور ان کے پاس اللہ کا حکم نامہ ہے اور میں ان کی اطاعت میں کھڑا ہوں' ان کا Servant ہوں اور میرا یہ مرتبہ انہی کی عطا ہے تو پھر وہ علم آتا ہے جو اللہ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے ------ خبردار! خبردار! دریافت کی ہوئی صداقت سے بچنا!

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

ایک آدمی ایک خیال میں بیٹھا ہوا تھا' اس کے گھر بادشاہ مہمان تھا وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر بادشاہ کو قتل کر دیں تو میں بادشاہ بن جاؤں گا مگر اس کو اس قتل کا کوئی جواز نہیں مل رہا تھا۔ اس کو خیال آیا کہ یہ بادشاہ ہے' بزرگ ہے' معزز ہے اور مہمان ہے' اس کو کیسے قتل کر دیں؟ تفکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے ------ یکا یک اس کو خیال آیا کہ ایک

خنجر ہے اور اس پہ خون لگا ہوا ہے اب اس نے سوچا کہ میرے تفکر اور مشاہدے نے مجھے یہ سب کچھ دکھا کے اجازت دی ہے کہ بادشاہ کو قتل کر دیا جائے۔

اس شخص کو مشاہدے نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ دراصل اس کا مشاہدہ باطل تھا۔ اس نے آنکھوں سے جو دیکھا وہ باطل تھا۔ کبھی کبھی آپ کو آنکھیں غلط مشاہدہ دیں گی۔ یہ ابلیس کا دیا ہوا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی آپ دھوکا کھا جائیں گے' جو بات نظر آنی چاہئے وہ نظر نہیں آئے گی اور جو بات نظر نہیں آنی چاہئے وہ آپ دیکھنے لگ جاؤ گے۔ کبھی کبھی آپ کو نہ سنائے دینے والی بات سنائی دینے لگ جائے گی اور نہ دیکھنے والی بات دکھائی دینے لگ جائے گی یہ سارا ہی جھوٹ ہو گا۔ اس لئے آپ غور سے بات کو سمجھو' مثلاً" اگر آپ نے اس منزل پر جانا ہے جس منزل پر دو دفعہ نہیں جانا اور تجربہ کرنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ کوئی کہے گا یہ صحرا کا سفر ہے' وہاں پانی ہو گا' وہاں سے گزرنا اور تیسرے دن پار ہو جانا۔ تفکر والا کہے گا میں پوری تحقیق کروں گا۔ تحقیق کا وقت ہے ہی نہیں۔ کتنے لوگ تحقیق کرتے کرتے صحرا میں مر گئے۔ اس لئے جاننے والے سے پوچھ کے ماننا شروع کرو تمہارے پاس زندگی مختصر ہے۔ تحقیق سے کیسے مانو گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ زندگی ہے ہی مختصر سفر۔ اس میں تجربے کا ٹائم ہی کوئی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پیغمبر فکر کے ساتھ پیغمبر نہیں بنے' انہوں نے خدا کو فکر کے ساتھ دریافت نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے ساتھ تعلق سے بیان کیا۔ تو گویا کہ انسان فکر کر کے اللہ کی طرف نہیں جا رہا بلکہ اللہ انسانوں کو خود علم عطا کر رہا ہے۔ وہ

علم حاصل کرو جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے۔ اللہ کیسے علم نازل کرتا ہے؟ اللہ وہ ہے جس نے پرندوں کو اڑنا سکھایا' جس نے مچھلی کو تیرنا سکھایا' جس نے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے دودھ کا انتظام کیا' وہ کہتا ہے کہ انسان کی تخلیق کو تو دیکھو ------ تو یہ علم فکر سے نہیں بلکہ تخلیق سے ہے۔ فکر سے حاصل ہونے والی صداقت اپنی ہی فکر کی زد میں آ جائے گی۔ فکر کے ساتھ شیطان آ جاتا ہے۔ ایک بزرگ کا شیطان سے مکالمہ ہو گیا کہ اللہ کے ہونے کے یہ ثبوت ہیں۔ شیطان نے سارے ثبوت رد کر دیئے۔ تب ان کے مرشد نے آ کے کہا کہ تم شیطان سے جیت نہیں سکتے' تم اسے کہو کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے مانا۔ شیطان خود بہت بڑا فلسفی ہے۔ اس لئے بغیر تسلیم کے تفکر شیطان ہو سکتا ہے۔ تسلیم کبھی شیطان نہیں ہو سکتی۔ تسلیم کو کبھی نہ چھوڑنا۔ زندگی کا جو راستہ اختیار کرنا ہو جلدی اختیار کر لو۔ آخرت میں اللہ کو جواب دہ ہونا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دھوکہ کھا جاؤ ------ اپنے معمولات کو اللہ کے حوالے سے گزارو۔ اللہ کی محبت میں رہو' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت میں رہو اور غور کیا کرو' جس نے پورے یقین کے ساتھ' عمداً" نماز کو ترک کیا' اس نے کفر کیا۔ جہاں یہ پتہ چل جائے کہ حدیث شریف آ گئی ہے' اس کو Discuss نہ کرو بلکہ فوراً" مان لو۔ حدیث شریف کے ذریعے اپنی زندگی کی اصلاح کرتے رہا کرو۔ پھر آپ کو ایسی حدیث بھی ملے گی کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے' علم والے لوگ جو ہیں ان کی زندگی عبادت ہے' اور ان کا سانس لینا عبادت ہو گا۔ جوں جوں علم بڑھے گا آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ والے لوگ موجود ہیں۔ تو شریعت جو ہے یہ

اصل میں نظام ہے دین کا ----- شریعت کے بعد طریقت کا لفظ آتا ہے' یہ اعتقادات کے اندر کی بات ہے' آپ کی کیفیت کی بات ہے اور چلتے چلتے جب انسان طریقت میں داخل ہوتا ہے تو پھر' "حقیقت" آجاتی ہے' حقیقت یعنی Real Truth ' جس کے پاس آپ نے آگے جانا ہے۔ پھر جب آپ اس ذات کے پاس جاتے ہو تو وہ آپ کو منزلوں کی طرف سیر کرائے گا' اس کو آپ معرفت کہہ لو ----- یہاں آپ کو عرفان ہو گا ----- معرفت کو پانے والے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے ؟ وہاں انسان خموش ہو جاتا ہے۔ اس لئے طالب جو ہے وہ شریعت سے سفر شروع کرتا ہے۔ شریعت کی نفی کرنے والا طالب نہیں ہو سکتا۔ شریعت کا منکر اگر کہے کہ میں خدا کو تو مانتا ہوں لیکن نماز کو نہیں مانتا' ایسے مفکر کی تباہی قریب ہے۔ اللہ کو ماننے والا اللہ کے دین کو ضرور تسلیم کرے اور اس پر عمل کرنے کی ضرور کوشش کرے۔ شریعت میں داخل ہو جاؤ' طریقت پر عمل کرو' حقیقت کے قریب ہو جاؤ تو عرفان حاصل ہو جائے گا۔ اگر کر سکو تو کر لو۔ طریقت کی ضرورت یوں پڑتی ہے کہ ایک ہی مسجد میں نماز پڑھنے والے اپنے اپنے درجوں میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ ایک کھوٹے دل والا جتنی بھی عبادت کرے اس کا نتیجہ کھوٹ ہی نکلے گا۔ منافقت کا نتیجہ منافقت ہی نکلے گا' مسلمانوں میں بے شمار مرتبہ لارنس آف عربیہ پایا گیا' اسلام کے اندر بھی مسلمانوں کے دشمن موجود ہیں۔ طریقت سے یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ صداقت کا یعنی Truth کا سفر کیسے کرنا ہے۔ وگرنہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ ایک دین کو ماننے والے ایک دوسرے پر فوجیں چڑھا دیتے ہیں۔ اگر آپ کربلا کا راز

پہچانو تو خالی شریعت کو ماننے والے اور محبت مصطفیٰ ﷺ سے گریز کرنے والے کیا کیا کر گئے۔ لیکن جن لوگوں کے پاس طریقت کا علم تھا وہ آج تک کربلا کو کربلائے معلّٰی کہتے جا رہے ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ صرف خالی شریعت سے بات نہیں بنتی جب تک شریعت کی Spirit پیدا نہ ہو۔ یہ راستہ حضور پاک ﷺ کی محبت کا راستہ ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کی محبت نہ ہو تو پھر نظام کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے کچھ شقی انسان ایسے ہوتے ہیں جو نظام مصطفیٰ ﷺ کے تو قائل ہیں لیکن محبت مصطفیٰ ﷺ کے قائل نہیں۔ ان لوگوں سے بچنے کے لئے یہ بتایا گیا کہ ظاہر کی نماز سے بہتر ہے کہ تو دوسرے راستے پر چل۔ ورنہ نماز ترک کرنے کا کہیں بھی حکم نہیں ہے۔ فرمان ہے کہ لاصلوٰۃ الا بحضور قلب: جب تک دل حضور نہ ہو نماز نہیں ہوتی۔ بابا بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ:۔

نہ میں پاٹ تے پوجا کیتی' نہ میں گنگا نہایا
نہ میں تیہہ[۳۰] روزے رکھے' نہ میں پنج نماز کمایا
ناں میں تیرتھ نبے گیا تے ناں تسبا کھڑکایا
بلھے نوں مرشد کامل ملیا' جس چھیتی رب ملایا

ایسے لوگ بھی آئے جنہوں نے ایک اور راستے کی نشاندہی کی۔ اللہ کی راہ میں مرجانا شہادت ہے۔ اللہ کے عشق میں مرجانا بھی شہادت ہے۔ طریقت کا نظام شریعت کے متبادل نظام نہیں ہے۔ بعض اوقات کچھ مجذوب لوگ آئے جنہوں نے کچھ ایسی ویسی باتیں کر دیں۔ ایک بزرگ

تھے جو لباس کے بغیر پھرتے رہتے تھے۔ بادشاہ سلامت نے اسے دوشالہ دے دیا۔ چار دن کے بعد دیکھا تو سرمد پھر لباس کے بغیر ہے۔ پھر دوشالہ دے دیا۔ حتیٰ کہ فتویٰ لگا کے اس کی گردن اڑا دی۔ اورنگزیب عالمگیر سے سرمد نے کہا تھا کہ میں تمہارے لباس سے اپنا جسم چھپاؤں یا تمہارے قتل چھپاؤں۔ عالمگیر بادشاہ سے کچھ قتل ہو گئے تھے۔ ایک روز اس نے سرمد سے کہا کہ کلمہ سناؤ تو سرمد نے کہا کہ لا الہ الا اللہ بادشاہ نے کہا آگے سناؤ۔ سرمد نے کہا آگے کچھ نہیں۔ کیوں کہ سرمد کا لباس پورا نہیں تھا۔ اس لئے اس نے احترام کے مارے محمد رسول اللہ نہیں کہا۔ یہ ادب کا مقام ہے۔ جب سرمد کی گردن اڑا دی گئی تو پھر اس کے خون سے آواز نکلی محمد رسول اللہ بعض اوقات انسان ادب کے مارے نام نہیں لے سکتا۔

ایک درویش ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب اذان ہوئی تو اس نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔ جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا میں باوضو نہیں تھا اس لئے حضور پاک ﷺ کا نام کیسے سنتا۔ بظاہر تو یہ بغاوت تھی، لیکن اصل میں یہ محبت اور اطاعت تھی۔ ایسے بھی لوگ تھے جو کہتے تھے کہ میں درود شریف کی محفل میں نہیں بیٹھوں گا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ میں وضو سے نہیں ہوں۔ ایک بزرگ نے یہ کہا کہ پہلے میں دو دن فاقہ کروں گا پھر درود شریف کی محفل میں بیٹھوں گا یا تین شب بیداریوں کے بعد۔ یہ ادب کے مختلف درجات ہیں۔

بیانات اس وقت تک ہوتے ہیں جب تک انسان راستے میں ہو۔

جب جلوہ نظر آجائے تو بیان بند ہو جاتے ہیں۔ تفکر والا صرف بیانات تک رہتا ہے اور تسلیم کرنے والا حقیقت پا جاتا ہے۔

سوال :۔

انا کہ وصف حسن تو تفسیر می کند
خواب نادیدہ را تعبیر می کند

یعنی آپ کے جو اوصاف ہیں ان کی جو تفسیر لوگ کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ جیسے خواب دیکھا نہ ہو اور تعبیر کر دیں۔ اس شعر کا مطلب سمجھا دیجئے۔

جواب :۔

عام طور پر تعبیر وہی بیان کرتے ہیں جنہوں نے خواب نہیں دیکھا ہوتا۔ اور دیکھنے والا تعبیر کر نہیں سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالی کا بیان یعنی اللہ تعالی کے بارے میں بیان ہمیشہ نادیدہ ہے' یعنی غائب ہے اور جہاں پر مشاہدہ ہے وہاں پر بیان نہیں ہے' اس لئے رویت حق والے خاموش ہو جاتے ہیں۔ صرف کچھ لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ تم بیان کرو۔ جلوے کا بیان نہیں ہے' صرف راز کا بیان ہے' یہ آشنائی کا ایک درجہ ہے یعنی پہچان کا درجہ ہے۔ دیدار کا درجہ خاموشی سے شروع ہوتا ہے اس میں خاموشی' آنسو' رونا دھونا' آہ و بکا اور چاک گریبان ہو جاتے ہیں۔ دیدار کی منزلیں اور ہیں اور راز آشکار ہونا اور ہے۔ راز اس لئے بتایا جاتا ہے کہ جب کبھی شوق والا دیدار کی طرف چلے تو اس کو پتہ ہو کہ میں نے کیا کرنا ہے تاکہ وہ آشنائی کی منزلیں طے کرتا جائے اور وہ

حقیقت تک پہنچ جائے۔ جب دیدار کی منزل آتی ہے تو راز ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب جاننے والا شخص ہی ختم ہو جاتا ہے تو راز کہاں رہے گا' وہاں ہر شے ختم ہو جاتی ہے' یہ وہ مقام ہے جہاں قطرہ سمندر میں مل گیا ----- اور سوال پوچھو ----- جلدی جلدی پوچھو۔ ہمارا بولنا اور پوچھنا یہ سب ریکارڈ ہو رہا ہے۔ آنے والے زمانوں میں بلکہ بہت دور کے زمانوں میں آج کی یہ پوچھی ہوئی بات کئی سوالوں کا جواب بن جائے گی۔ آپ صاحبان فکر ہیں اور اپنے دور میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کو اپنے زمانے میں کچھ سوالوں سے آشنائی ہوئی اور اس سوال کی کسی جواب سے آشنائی کرائی گئی اور پھر سوال اور جواب والے دونوں چلے جائیں گے مگر سوال جواب کا ریکارڈ چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ یہ پھر آنے والے زمانوں میں آنے والے سوالوں کا جواب بن جائے گا۔ اس لئے آپ سوال سے گریز نہ کرو۔ بعض اوقات یہ آپ کا اپنا سوال ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ کسی اور کے لئے سوال ہوتا ہے۔ جب آنے والے زمانوں میں آپ کا سوال اور یہ جواب پہنچے گا تو پھر بات آگے سے آگے چلی جائے گی اور ان لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو جائے گی۔ جس جگہ پر کوئی تکلیف ہوتی ہے وہیں پہ علاج پیدا ہو جاتا ہے' جہاں بیماری پیدا ہوتی ہے وہیں علاج پیدا ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ حل فرمانا چاہے تو زمانے کے مسائل زمانے ہی میں حل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے بے دریغ سوال کیا کرو۔

سوال :۔

ہم نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ سب ادا کرتے ہیں لیکن سب کے دل میں

حضور پاک ﷺ کی محبت کیوں داخل نہیں ہوتی؟

جواب :۔

حضور پاک ﷺ کا عشق ہر مسلمان کو عطا نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک مقام ہے درجوں کا۔ جس طرح آپ کہتے ہیں کہ صالحین اور شہداء الگ الگ درجے ہیں' اولیاء الگ درجہ ہے' پیغمبر اور امتی الگ درجہ ہے حالانکہ پیغمبر اور امتی دونوں ہی اسلام میں ہیں۔ شروع زمانے میں دونوں ساتھ ساتھ رہتے تھے' جہاں پر حضور پاک ﷺ ہیں وہیں پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں لیکن درجے میں بہت فرق ہے۔ وہیں ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا اور محبت نہ کی اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے نہیں دیکھا اور محبت کی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ جس کو چاہے محبت عطا فرما دے اور جس کو چاہے اس کی آنکھ دیکھے بغیر بھی دیکھ لے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عطا آج تک چلی آرہی ہے کہ آپ ﷺ کے چاہنے والے آج تک چلے آرہے ہیں اور محبت عطا ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہے۔

سرمد غمِ عشق بوالہوس را نہ دہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

پروانے کا نصیب اور ہے' مگس کا نصیب اور۔ اللہ نے نظام چلانا ہوتا ہے۔ ساربان کی اور کیفیت ہے' کاروبار والے کی اور کیفیت ہے۔ اگر سب لوگ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے ہو کر بیٹھ جائیں تو بازار کون

چلائے گا۔ اگر ایک آدمی کار چلا رہا ہے،اور وہ عشق میں گم ہو جائے تو گاڑی حادثے کا شکار ہو جائے۔ تو ایسے شخص کو گاڑی' پٹرول' سڑک وغیرہ کا شعور دیا جاتا ہے۔ اس کا علم صرف یہی ہے۔ اگر تم اسے عشق کی منزل پر چلا دو تو کاروبار کون چلائے گا۔ اس لئے اللہ تعالی نے کچھ روحوں کو وقف کر رکھا ہے اپنے کام کے لئے اور ان پر یہ منزلیں آشکار ہوتی ہیں۔ ان کے لئے دنیا کا کاروبار اور چیز ہے۔ ان کے لئے کائنات بولتی ہے'نجوم بولتے ہیں' واقعات بولتے ہیں' غور و فکر ہوتا ہے' رات کے فاصلے سمٹ جاتے ہیں۔ ہر دور کے ساتھ ان کا تعلق ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے پھر خاص محفلیں ہوتی ہیں۔ یہ ہر ایک کے لئے نہیں ہوتا۔ ہر چیز ہر آدمی کے لئے نہیں ہے ورنہ یہ سوال بھی بن سکتا ہے کہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہر انسان کو اللہ سے محبت ہونی چاہئے تھی۔ یہ ایک راز ہے۔ خیر بھی ادھر سے ہے اور شر بھی۔ اللہ کو ماننے والا بھی ادھر سے ہے' ولی اللہ بھی ادھر سے ہے اور عدواللہ بھی اس کا ہے۔ اللہ سے تم نہیں پوچھ سکتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ بلکہ اللہ تم سے پوچھے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اللہ نے آپ سے جنات کی محفل کا ذکر نہیں کیا بلکہ انسانوں کی محفل کی بات بتائی ہے کہ یہ انسان ہیں' یہ مومن ہیں' یہ کافر ہیں۔ سب کے درجے بتائے ہیں کہ یہ منافق ہیں' یہ حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں اور یہ لوگ ہیں جو سرے سے خدا کو مانتے ہی نہیں۔ اگر اللہ سے "کیوں" کا لفظ پوچھا تو پھر خرابی ہو جائے گی۔ اللہ کے باب میں اور دین کے باب میں "کیوں" نہ پوچھنا۔ پھر سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جو لوگ آپ سے پہلے آئے اور دین میں

مکمل تھے انہوں نے کبھی "کیوں" نہیں پوچھا۔ کسی نے آج تک نہیں کہا کہ شیطان کو کیوں بنایا ہے یا شیطان کو معافی ملنی چاہئے۔ بزرگوں نے یہ ضرور کہا کہ وہ خود ہی فرعون بناتا ہے اور خود ہی موسیٰؑ' یہ اس کے کام ہیں۔ تمہارا کام ہے دیدار' ہمارا کام ہے حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے جانا۔ جب محبت اصل میں داخل ہو جاتی ہے تو وہ آگے چلتا جاتا ہے۔ یہ الگ لوگ ہیں۔ یہ دل والے لوگ ہیں۔ کسی کو دل والا بنایا' کسی کو دماغ والا بنایا' کسی کو نفس والا بنایا۔ اگر کسی بزرگ کے پاس جاؤ یا عرس پر جاؤ تو ہر قسم کا آدمی وہاں ملے گا۔ داتا صاحبؒ کے عرس پر جلیبی اور اندر سے بنانے والا کون ہے؟ گجرات سے آ کر برتن بیچنے والا کون ہے؟ تھیٹر والا کون ہے؟ قوالی والا بھی آ گیا ہے۔ قوال کلام فارسی میں گا رہا ہے اور لوگ پیسے دیتے جا رہے ہیں۔ اندر مولوی صاحب تقریر کرتے جا رہے ہیں۔ پھر گورنر یا وزیر اعلیٰ چادر چڑھانے آ رہے ہیں' ساتھ ریڈیو اور ٹیلی ویژن والے تصویریں بنانے آ رہے ہیں۔ لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔ دودھ کی سبیل چل رہی ہے۔ صرف چند آدمی ہوں گے جو علیحدہ بیٹھ کے داتا صاحبؒ سے بات کریں گے' داتا صاحبؒ فرمائیں گے اصل بات یہ ہے کہ میرے لئے تو کوئی نہیں آیا' یہ سب باتیں فالتو ہیں' یہ باتیں میری ہیں ہی نہیں' ان باتوں کے لئے ہم نہیں آئے تھے' یہ تو لوگوں نے کاروبار کے لئے باتیں بنا لی ہیں۔ اس کا صرف ایک فائدہ ہے کہ غریب لوگوں کو روزگار ملتا جا رہا ہے۔ عرس پہ خالص دودھ کی سبیل ختم ہی نہیں ہوتی اور لوگ پیتے جا رہے ہیں۔ عرس ختم ہوتے ہی دودھ میں پانی کی مقدار بڑھ جاتی ہے اور وہ کمی بھی پوری کر لیتے ہیں جو عرس کی وجہ سے

ہوئی تھی۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جو عرس پر تو خالص دودھ دے رہا ہو مگر باقی سارا سال بھی خالص دودھ دے۔ ایسا کوئی نہیں ملے گا۔ عرس کی شام قریب کی پولیس چوکی سے پتہ کرو کہ کتنے جیب کترے پکڑے گئے، کہتا ہے پینتیس۔ یہ تو صرف پکڑے جانے والے تھے۔ یہ سارے ہی مسلمان ہیں اور داتا صاحبؒ کو ماننے والے ہیں۔ ماننے والوں میں جاننے والوں کی عام طور پر کمی ہوتی ہے۔ داتا صاحبؒ کو جاننے والا ایک شخص تھا جو ان کو بڑی دیر کے بعد میسر آیا۔ وہ خواجہ غریب نوازؒ تھے جنہوں نے فرمایا:۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اور پھر انہوں نے اجمیر شریف جا کر اپنا یہ قول ثابت کر دیا۔ پرتھوی راج کی حکومت کو محمد غوری کے ذریعے فتح کرایا۔ یہاں سے مسلمانوں کے پہلے قدم کا آغاز کرایا۔ وہاں سے پھر اجودھن کو پاک پتن بنایا اور یہاں سے جا کر دہلی پر مسلمانوں نے قبضہ کیا۔ فقراء آتے گئے اور مسلمانوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ اسی تعداد کے حساب سے آپ کو پاکستان نصیب ہوا۔ علماء صرف بیان کرتے جاتے ہیں۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب
مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

علماء کے پاس خالی بیان ہے اور بیان برائے بیان ہے اور فقراء کے ہاں کیفیت ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی کی شرح کرنے والے

سب لوگ حضور پاک ﷺ سے محبت کرنے والے نہیں ہوتے۔

حضور اکرمؐ کی زندگی پر کتابیں لکھنا نہیں ہے عرفاں
کہ ایک کافر کتاب لکھ کر نہ آج تک ہو سکا مسلماں

کافروں نے بھی حضور اکرم ﷺ پر کتابیں لکھیں ہیں' ہندو نے نعت کہی ہے' لیکن ہندو ہی رہا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے دین کو ماننا' حضور پاک ﷺ کی ذات کو ماننا اور حضور پاک ﷺ کے خیال کو ماننا' کم لوگوں کے نصیب میں آیا ہے۔ اس لئے میں آج آپ کو ایک نئی بات بتا رہا ہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ نعت کہنے والا محبت کرنے والا بھی ہو اور نعت سننے والا بھی ضروری نہیں کہ محبت والا ہو حالانکہ نعتPure محبت کا تحفہ ہے۔ یہاں پر بھی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ نعت میں بھی ملاوٹ ہو گئی ہے۔ جامیؒ محبت میں نعت کہے گا' رومیؒ محبت میں نعت کہے گا' کچھ اور لوگ بھی محبت میں کہیں گے' باقی لوگ الفاظ کی بھرتی کرتے جائیں گے۔ ایسا ہوا ہے کہ ایک آدمی ایک دور میں نعت کے خلاف تھا اور جب کوئی اسلامی زمانہ آیا تو نعت لکھنی شروع کر دی۔ لوگ حاکم وقت کے مطابق چلتے ہیں' نعت کا زمانہ آجائے تو نعت کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں پر حضور پاک ﷺ کا فیض ہو' جب وہ نعت کہتے ہیں تو وہ اور ہی نعت ہوتی ہے۔ شیخ سعدیؒ تین دن تک یہ تین مصرعے لے کر پھرتے رہے۔

بلغ العلیٰ بکماله
کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله

اس سے آگے کوئی مصرعہ نہیں آتا تھا۔ وہ روتے رہے اور پھرتے رہے۔ پھر آپ کو حضور پاک ﷺ کا مشاہدہ ہوا' دیدار ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آگے لکھو۔

صلوا علیہ وآلہٖ

تو یہ ہوتی ہے محبت کی بات۔ یہ الگ بات ہوتی ہے۔ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی۔ یہ عطا ہوتی ہے۔ اگر اللہ مہربان ہو جائے تو حضور پاک ﷺ کی محبت مل جاتی ہے اور حضورپاک ﷺ کی مہربانی ہو جائے تو عبادت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ پس ان دونوں کی بات ہے۔ زمین سے اللہ کی طرف پیغام جاتا ہے لا الہ الا اللہ اور اوپر سے آواز آتی ہے محمد رسول اللہ۔ حضور پاک ﷺ کے پاس جائیں تو لا الہ الا اللہ اور اللہ کے پاس جائیں تو محمد رسول اللہ سارا کھیل یہیں ہے۔ یہ دو جگ کا کلمہ ہے۔ توحید صرف اس کو سمجھ آئے گی جس کو بات رسالت سے سمجھ آئے گی' رسالت اس کو سمجھ آئے گی جس کو توحید نے بتایا۔ اپنی آنکھ سے دیکھا تو آپ ہی آپ نظر آیا' تیری آنکھ سے تجھے دیکھا تو تُو ہی تو نظر آیا۔ اللہ کی آنکھ حضور پاکؐ کی آنکھ ہے اور اللہ کو دیکھنا ہو تو حضورپاکؐ کی آنکھ سے دیکھو ---- پھر آپ کو بات سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔ صرف بیان سے محبت نہیں ہوتی۔

اور سوال بولو ------ نہیں بولتے ؟ پھر دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یکسوئی عطا کرے یعنی ایک رخ عطا ہو جائے۔ زندگی کوئی لمبا کھیل نہیں ہوتا' اس میں پہلو بدلنے کا وقت بھی نہیں ہوتا۔ جس طرف لگے

ہو ایک طرف لگ جاؤ' اپنے فیصلوں پر کاربند ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ آپ کو سکونِ قلب عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر آخرت کی منزل آسان کرے۔ آخری بات ہمیشہ پہلے کیا کرو' جب مستقبل میں جا ہی رہے ہو تو وہ مستقبل نہ بھولنا جہاں سارا حال End ہو جائے گا' اس دن کے لئے آپ کو آسانی ہو' قبر میں اترنے کی آپ کو آسانی ہو۔ زندگی میں ہی یہ دعا کر کے جانا کہ یا اللہ ہمیں قبر میں اترنے کی آسانی ہو' تیرے پاس آنے کی ہمیں آسانی ہو' یہ زندگی چھوڑنے کی بھی ہمیں آسانی ہو ---- یا اللہ تیرے فضل سے ہی ہم زندگی کو چھوڑ سکتے ہیں اور تیرا فضل ہو تو ہم اپنے مزار میں اتر سکتے ہیں ----- مزار میں اترنا زندگی سے ہی سیکھو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

○



۱۔ اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا قریب ہے لیکن ہم اس سے اتنے دور کیوں ہیں؟

۲۔ جس شخص کو مشاہدہ حق حاصل ہو جائے تو اس کو اعمال کی کیا ضرورت ہے؟

۳۔ جو لوگ معاشرے میں انسانوں کی خدمت میں مصروف ہوں کیا انہیں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے؟

۴۔ اطاعت اور عبادت میں کیا فرق ہے؟

۵۔ اللہ کہتا ہے کہ مجھے مانو لیکن اللہ کو خوش کرنے کے لئے انسان کو کیوں خوش کرنا پڑتا ہے؟

۶۔ ہم گناہ اور جرم اس لئے نہیں کرتے کیونکہ اللہ حاضر ناظر ہے لیکن اس کو غفور الرحیم دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ اس نے معاف تو کر دینا ہے.....

۷۔ کیا پریکٹس سے محبوب بنایا جا سکتا ہے؟

۸۔ کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینے کا کوئی انعام ہے؟

۹۔ محبت خود کی جاتی ہے یا کسی کی عطا ہوتی ہے؟

۱۰۔ اگر محبت محبوب کی عطا ہے تو پھر ہمارے ذمے کیا رہ جاتا ہے؟

۱۱۔ اگر کوئی شخص ہمیں کچھ کہے اور ہم اخلاق کے مارے چپ رہیں تو وہ ہمیں بزدل سمجھتا ہے!

۱۲۔ بچوں کو اسلام کی تربیت دینے کے بارے میں بڑی پریشانی رہتی ہے؟ اس بارے میں کیا کریں؟

۱۳۔ ہماری زندگی میں بے شمار پریشرز ہیں' مذہبی طور پر ان کے لئے کیا حکم ہے؟

۱۴۔ ایک انداز سے گھریلو زندگی بڑی آسان ہے اور ایک انداز سے بڑی مشکل ہے۔ اس کا کیا حل ہے؟

سوال:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تو ہم سے اتنا قریب ہوتا ہے لیکن ہم اس سے کیوں اتنے دور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کہ مشاہدہ حق کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب:

اگر کوئی شخص یہ مان لے کہ اللہ کریم ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو اللہ اس سے دور نہیں ہوتا۔ اور جو اپنے آپ کو اللہ سے دور سمجھتا ہے وہ اس فقرے کو صحیح نہیں سمجھتا کہ اللہ شہ رگ سے قریب ہے۔ کیونکہ جب اللہ کریم آپ کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے تو آپ لازمی طور پر اس کے قریب ہو۔ اللہ کریم کہتا ہے تم مجھے پکارو تو میں بالکل تمہارے قریب ہوں۔ جو شخص اللہ کو پکارنے کے بعد اسے اپنے قریب سمجھے تو اللہ خود ہی اس کے قریب ہو گا۔ اس لئے یہ ایک راز ہے کہ اللہ جب شہ رگ سے قریب ہے تو پھر دور کون ہے؟ جسے

آپ اللہ کہہ رہے ہیں وہ تو شہ رگ سے قریب ہے اور جو اسے قریب سمجھ رہا ہے اللہ اسی کے قریب ہے۔ جو شخص اللہ کو دور سمجھ رہا ہے تو اللہ اس سے دور ہے۔ پھر تم قیامت تک ڈھونڈتے رہو' اللہ نہیں ملے گا۔ وہ کہتا ہے مجھے پکارو کیونکہ میں دعائیں منظور کرتا ہوں لیکن کتنی ہی دعائیں ہیں جو منظور نہیں ہوتیں۔ اب یہ پہچان کی بات ہے۔ بلکہ اللہ اس سے بھی قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ فی انفسکم میں تمہاری سانسوں میں ہوں۔ اب یہ کون ہے جو سانسوں سے زیادہ قریب ہے اور انسان سے اتنا دور ہے۔ یہ ایک راز ہے۔ یہ اور ہی کہانی ہے اور یہی تو کہانی ہے اور سارا راز یہی تو ہے کہ دور کون ہے اور قریب کون ہے؟ ایک اور پرانا سوال یہ ہے کہ جب سارا مکان اللہ کا ہے تو لامکان کیا ہے؟ یعنی جب سب مکاں اس کے ہیں تو پھر لامکاں کیوں ہے اور اگر وہ لامکاں میں ہے تو پھر یہاں دنیا میں اس کو تعارف کی کیا ضرورت تھی' وہ اپنے لامکاں کے اندر اپنی تنہائیوں میں رہتا۔ اگر آسمان پر رہنا ہے تو زمین پر حکمرانی کا کیا مطلب اور اگر زمین پر حکمرانی کرنی ہے تو پھر آسمان پر کیا مطلب؟ اور اگر یہی خواہش ہے اس کو کہ ایک دین کا نفاذ ہو اور ایک عقیدے کا پرچار ہو تو اس کی اپنی Contribution؟ اس طرح کے بے باک اور گستاخی والے سوال بھی پوچھے جاتے ہیں۔ اور اللہ خود ہی مالک ہے ہواؤں کا اور زمین و آسماں کے لشکروں کا تو مسلمانوں کو فوجیں بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر جب رزق کا ضامن وہ ہے تو ڈھائی فی صد زکوٰۃ کا مطلب کیا ہے؟ دینے والا وہ ہے تو لینے کون آ جاتا ہے؟ پھر اللہ یتیم کو یتیم خود پیدا کرتا ہے اور پیسے آپ سے مانگ کے دیتا ہے! آخر

قصہ کیا ہے؟ اگر انسان کے قریب ہے تو قریب رہے' پھر دور کیسے ہو جاتا ہے؟ یہی ایک راز ہے۔ کہانی اتنی ساری ہے کہ اللہ کو پالینے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جاتی ہے۔ بس یہ بات یاد رکھنا۔ راز یہ ہے کہ اللہ کو کوئی تلاش نہیں کر سکتا جب تک پہلے وہ اسے پا نہ لے۔ انسان پہلے اللہ کو پائے گا اور تلاش بعد میں کرے گا۔ تو راز کیا ہے؟ پانا سوز ہے اور تلاش بھی سوز ہی ہے۔ اللہ کو پانا دراصل اللہ کے فراق کا ادراک ہے اور اللہ کے فراق کا ادراک ہی اس کا وصال ہے۔ اس کا As such وصال کوئی نہیں ہوتا بلکہ اس کے فراق کا ادراک ہی وصال ہے۔ بس یہ بات یاد رکھنا! اللہ کو پا لینا یا Communion ہو جانا یا " انا الحق " کی حالت میں آ جانا ـــــ یہ سارا فراق ہی ہے۔ اللہ سے وصال صرف رخصت ہونے سے ہوتا ہے۔ اللہ کے وصال کا طریقہ کیا ہے؟ دنیا سے Departure کی صورت میں۔ تو انسان جب تک تو " انا الحق " کہتا ہے تب تک تو وہ فراق میں ہوتا ہے۔ " انا الحق " کہنے والے کو جب مکمل وصال کرنے کا وقت آیا تو للہ نے بڑی مہربانی کی کہ اس کو دار پہ چڑھا دیا۔ دار پہ چڑھانا اصل میں اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ نے کہا یہ " انا الحق " کہتا جا رہا ہے لیکن یہ نامکمل کہانی ہے' اللہ کے وصال تک دو قدم اور رہتے ہیں۔ اس نے کہا پھر وصال کیسے ہو گا؟ فرمایا جان جان آفریں کے سپرد کر دو۔ اور پھر اس کو دار پر چڑھا دیا اور یہاں آ کے وصال کی کہانی مکمل ہو گئی۔ تو اللہ شہ رگ سے قریب اس وقت تک ہے جب تک تم زندہ ہو۔ بیان کی حد تک وہ تم سے دور ہے اور مشاہدے کی حد جب شروع ہو گی جب تم اپنی جان سے رخصت ہو جاؤ گے۔ وصال

Less than that نہیں ہو گا۔ تو اللہ دور نہیں ہے بلکہ قریب ہے اور قریب ہونے کا واقعہ کب شروع ہوتا ہے؟ یہ تو بیان ہے کہ میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں' میں تمہارے بالکل قریب ہوں' دائیں ہوں اور بائیں ہوں اور سانسوں میں ہوں اور تمام واقعات میں ہی کر رہا ہوں۔ پھر بندے نے کہا یہ تو ہو گیا علم کہ آپ قریب ہیں اور اس کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ پھر وہی پرانا سوال ہے کہ

خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے

تم مچھلی کو اس کی موت سے پہلے دریا نہیں دکھا سکتے۔ اگر اسے دریا سے نکال کر ایک جھلک دکھا دو گے تو مچھلی اس کے بعد رخصت ہو جائے گی۔ مچھلی اگر دریا میں رہے گی تو زندہ رہے گی' لیکن اس صورت میں دریا کو نہیں دیکھ سکے گی۔ اگر باہر نکل کر دریا کو دیکھے گی تو دریا سے باہر ہو جائے گی اور مر جائے گی۔ اس لئے اللہ کریم کا دیدار یا وصال یا مشاہدہ قرب حق جب ہوا تو آپ کا اپنی زندگی سے فراق ہو جائے گا۔ تو وصال الی الحق یا وصال قدرت یعنی خدا کے ساتھ وصال اس وقت ہو گا جب آپ کا اپنی جان سے فراق ہو جائے گا۔ درمیان میں صرف علم ہے۔ مشاہدہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ جان سے ہاتھ دھوتے ہیں۔ یہ ہے جامہ ہستی کو چاک کر ڈالنا۔ جامہ ہستی کو چاک کئے بغیر حاصل ہستی نہیں ملے گا۔ یہ جامہ ہستی کیا ہے؟ جامہ ہستی سے مراد ہے کہ

اس جامہ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہر یزداں ہوئے ہم

مطلب یہ کہ وہ اب انسان کہاں رہا ہے اب تو وہ مظہر یزداں ہو گیا۔ جب جامہ ہستی چاک ہو گیا تو وہ شخص محویت میں چلا گیا اور جو محویت میں چلا گیا اس کو محویت میں اللہ نظر آیا۔ تو اللہ کو جاننے کا پہلا علم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں اور یہ علم کے طور پر ہم نے مان لیا کہ اللہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور وہ سانسوں میں ہے' یہ بھی ہم نے مان لیا' لیکن اس کا تجربہ یا مشاہدہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ انسان کو زندگی کی اس حالت میں مشاہدہ حق نہیں ہوتا۔ یعنی انسان کو اس عالم میں یعنی بشری عالم میں مشاہدہ حق نہیں ہوتا۔ مشاہدے کا تعلق آنکھ سے ہے اور وہ آنکھ اور ہے جس کے ذریعے سے اللہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حائل نظر آیا

اب ہماری اس آنکھ کو تو جلوہ حائل ہے۔ جس کو ہم نہیں دیکھ رہے وہی تو ہمیں دیکھ رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ روشنی Visible نہیں ہوتی بلکہ روشنی Visible بناتی ہے۔ تو یہ ہے راز روشنی کا کہ روشنی بذات خود' بغیر Medium کے نظر نہیں آئے گی۔ روشنی کیسے نظر آئے گی؟ جب وہ کہیں سے Reflect ہو گی اور جب کہیں Medium ہو گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا نور دیکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی میڈیم ضرور ہو گا اور یہ میڈیم وہ نسبت ہے جنہوں نے اللہ کو دیکھا۔ تو جن لوگوں نے اللہ کو اللہ کے محبوب ﷺ کی آنکھ سے دیکھا' ان کو کچھ جلوہ نظر آیا۔ اب اس

اور ماڈرن لائف اور حالات زمانہ کا ستایا ہوا ہو اور گھریلو ذمہ داریاں پوری کرتا ہو۔ وہ کیسے اللہ کے نور یا جلوے کا ادراک کرے؟ مسئلہ تو اصل میں یہ ہے کہ عام طور پر گھریلو زندگی جو گھبراہٹ کی زندگی ہے اور پریشانی کی زندگی ہے' اس میں ہم جامہ ہستی کو کیسے چاک کریں تاکہ ادراک حق ہو جائے اور ادراک جلوہ حق ہو جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محویت اللہ کی طرف سے ایک عطا ہے۔ محویت سے جلوہ قریب آ جاتا ہے۔ محویت کا مطلب یہ ہے کہ آپ تمام اطراف کے شعور کی بجائے ایک طرف کا شعور حاصل کرو۔ پھر ایک طرف کا شعور حاصل کرنے کے بعد ایک طرف سے بھی گم ہو جاؤ۔ مثلاً" کوئی آپ سے یہ کہے کہ آپ صرف ہمارے دوست بن جاؤ' تو آپ نے کہا "بن گئے اور ہم نے سب کو بھلا دیا"۔ کہتا ہے "اب مجھے بھی بھول جاؤ" یعنی کہ ایک کے دم سے سب کو چھوڑا اور پھر جس کے دم سے سب کو چھوڑا اور اس کو بھی چھوڑا' حتیٰ کہ چھوڑنے کے خیال کو بھی چھوڑا۔ اب یہ ہے محویت کا عالم۔ اب وہ کہتا ہے کہ "کون تھا جس کے لئے تم نے سب کو چھوڑا تھا" کہتا ہے "اب تو مجھے یاد ہی نہیں"۔ چلتے چلتے جس مقام پر شعور' شعور سے غافل ہو جائے' وہی مقام ہے محویت کا۔ جب آپ کے ہاتھ سے آپ کا شعور نکل جائے۔ یعنی آپ کا "دانم" آپ کا "نمی دانم" ہو جائے تو جلوہ حق نظر آ جائے گا۔ تو جلوہ حق کب نظر آئے گا؟ جب آپ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے بات کرو گے۔ جلوہ حق کا دوسرا طریقہ کیا ہے؟ جب انسان محویت میں آ جائے اور جانی ہوئی چیز کو انجانی کر جائے۔ یعنی اسے دوست ملا اور کہا میں آپ کا دوست ہوں۔ کہتا

الٰہ الا اللہ۔ یعنی کہ توحید نے رسالت نہیں سکھائی بلکہ رسالت نے توحید سکھائی ہے۔ ہمارا تعلق کس سے تھا؟ ہمارا تعلق رسالت سے تھا۔ ہمارا تعلق تو رسول خدا ﷺ سے تھا کہ انسان ہیں' کچھ فرما رہے ہیں' کچھ باتیں بتا رہے ہیں' کچھ Relation بتا رہے ہیں' کچھ Human Relation بتا رہے ہیں' کچھ Human Psychology بتا رہے ہیں' اور دوسری بڑی بڑی باتیں بتا رہے ہیں۔ ساتھ ہی لوگوں سے پوچھا کہ کیا کبھی ہم سے جھوٹی بات سنی؟ لوگوں نے کہا نہیں سنی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہم یہ کہہ دیں کہ دشمن آ رہا ہے تو؟ لوگوں نے کہا ہم مان لیں گے۔ "اور اگر ہم یہ کہہ دیں کہ ایسا نہیں ہے تو؟" "تو ایسا نہیں ہے"۔ اللہ پہ یہ اعتماد جو ہے آپ کو یہ اعتماد کس نے عطا کیا؟ یہ اعتماد حضور پاک ﷺ نے عطا کیا۔ آپ کا تعلق پہلے کس سے تھا؟ محمد رسول اللہؐ سے اور پیغام کیا ملا؟ لا الٰہ الا اللہ۔ وہ لوگ جو رسالت کے بغیر الٰہیات میں داخل ہوتے ہیں وہ غالباً" وہیں رہ جاتے ہیں۔ مثلاً" گورو نانک کا نام لو تو وہ صرف الٰہیات تک رہ گئے۔ تو رسالت کے ذریعے آپ شہ رگ کے قریب اللہ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ تو مشاہدہ کب ہوتا ہے؟ جب تم محمد رسول اللہؐ کے قریب ہو جاؤ۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ سوال کرنے والا بندہ اس کے بعد پھر پوچھتا ہے کہ یہ بھی مشکل مقام ہے' کچھ ادب کا مقام ہے' ہم سے تو نماز پڑھتے پڑھتے کمی بیشی ہو جاتی ہے' ان لوگوں کا مقام ہے جو بہت بلند حوصلے والے ہیں اور جن کی زندگی توبہ' توکل اور طہارت میں گزری ہے' یہ تو ان کی باتیں ہیں۔ ان لوگوں پر جلوہ حق آشکار ہوا ہو گا۔ تو ایک عام آدمی جو ضروریات زندگی

میں دین اور عبادات سب Involve ہو گئے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اے اللہ کے رسول ﷺ ! ان سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پیار کرتے ہیں تو آپ کی اطاعت کریں پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ وہ لوگ جو محویت میں ہیں اور حضور پاک ﷺ کی یاد میں ہیں' وہ رویت حق یا جلوہ حق دیکھ سکتے ہیں۔ یہ ایک مستند بات ہے کہ جلوہ حق غیر از جلوہ محبوب حق ﷺ نہیں ہو گا۔ یہ ایک خاص نقطہ ہے۔ اس نقطے کو یاد رکھیں۔ یہ شعبہ ان لوگوں کا ہے جن کے دین میں بڑے مقامات ہیں۔ دین کے ان مقامات میں' پوری زندگی دین کے مطابق اور وضو' تہجد گزاریاں' شب کی آہ و زاریاں اور باقی تمام بڑے بڑے واقعات شامل ہیں۔ ان لوگوں کے یہ مقامات ہیں جو کہہ سکتے ہیں کہ تیرا دربار' دربار الٰہی ہے' اور تیرا دربار' دربار مصطفائی ﷺ سے ہے۔ وہ اس مقام پہ ہوتے ہیں کہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ کعبے کا راستہ مدینہ سے ہو کے جاتا ہے بلکہ مدینے کا راستہ کعبے سے ہو کے جاتا ہے' کعبہ راستے میں ہے' مدینہ بعد میں ہے یا مدینہ راستے میں ہے کعبہ بعد میں ہے۔ اگر آپ لوگ Discussion کرو گے یا Differentiation کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ دونوں' دونوں کی راہ میں ہیں اور دونوں' دونوں کے ساتھ ہیں۔ اس لئے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کون کیا ہے؟ پہلے آپ نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا یا پہلے محمد رسول اللہ پڑھا؟ پڑھتے پہلے لا الٰہ الا اللہ ہیں اور سکھایا محمدؐ رسول اللہ نے ہے کہ اللہ کیا ہوتا ہے۔ تو محبت پہلے کس سے ہوئی ہے' محبت پہلے محمدؐ رسول اللہ سے ہوئی ہے اور پھر ان کا کیا پیغام ہے؟ لا

ہے کون سا دوست اور کس کا دوست۔ اس کا دوست کہتا ہے کہ "آپ کا نام یہی نہیں ہے کیا"؟ کہتا ہے "میرا نام یہ نہیں ہے" اپنا بھی نام بھول گیا اور تیرا بھی نام بھول گیا۔ یہ ہے اس کے راستے کی نشانی۔ اس میں ایک چیز اور دیکھو۔ وہ لوگ جو کسی کام میں گم ہو جاتے ہیں اور Concentration میں چلے جاتے ہیں' تو اللہ ان کا بنیادی شعور ہے۔ یعنی کہ کوئی شخص علم میں گم ہو گیا یا مطالعہ میں گم ہو گیا یا تحریر میں گم ہو گیا' یعنی کہ کسی بھی خیال کے اندر گم ہو گیا' کوئی بھی خیال اگر آپ کو اتنا مسحور کرے کہ آپ اس میں Captivate ہو جاؤ' کھو جاؤ تو اگر اللہ آپ کا بنیادی شعور ہے تو آپ کو جلوہ حق ملے گا۔ تو وہ تمام بزرگ جنہوں نے سیف الملوک' ہیر رانجھا' یوسف زلیخا اور لیلیٰ مجنوں لکھی ہیں' وہ تمام جلوہ حق کی داستانیں ہیں۔ حالانکہ ان داستانوں کا اللہ سے کیا واسطہ ہے' لیکن اس داستان کے اندر ہی انہوں نے جلوہ حق بند کر دیا۔ یہ تمام داستانیں جو ہیں وہ محویت بلکہ پوری محویت ہیں۔ ان کو لکھنے والے سارے اس کی ذات کے جلوے ہیں حتیٰ کہ سسی کا پنوں کے ساتھ تعلق بھی جلوہ حق ہے۔ یہ سب واقعات ایک ہی خیال میں گم اور حتیٰ کہ اس خیال سے بھی گم۔ یہ سارے کے سارے واقعات جو ہیں اللہ کے تقرب کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کا تقرب کب ملتا ہے؟ جب تم اپنے آپ سے باہر ہو جاؤ کیونکہ اللہ اس لباس میں نہیں ملتا۔ اس لباس میں تو علم ملتا ہے عرفان ملتا ہے اور خیال ملتا ہے۔ لیکن تقرب نہیں ملتا۔ مشاہدہ کب ملتا ہے؟ جب آپ اپنی اس ذات سے باہر ہو جائیں کیونکہ اس ذات کے اندر اس ذات کا شعور تو مل سکے گا لیکن اس ذات کا مشاہدہ

نہیں ملے گا۔ کیونکہ مشاہدہ کے لئے ایک شرط ہے کہ آپ اپنے جامہ ہستی سے الگ ہو جاؤ۔ اس راستے والا شخص مجذوب ہو جاتا ہے یا پھر دوسرا راستہ عبادت کا راستہ ہے یعنی حضور پاک ﷺ کے نقش قدم پر چل کر جلوہ حق مل سکتا ہے یا پھر محویت کے عالم میں اتنا گم ہو جاؤ کہ اپنا آپ بھی نہ رہے کہ نہ میں' میں رہے' نہ تو' تو رہے۔

آج سجدے کی انتہا کر دو
شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

اللہ کے دیدار کی تمنا میں بہتر ہے کہ دیدار کی تمنا ہونی چاہئے اور دیدار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ دیدار جو ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کا ہونا چاہئے۔ اللہ نے دکھانے کے لئے جو چیز بنائی ہے وہ اپنے محبوب ﷺ کا جلوہ ہے۔ اور اچھے انسان اور مسلمان کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ کہ وہ اللہ کے محبوب ﷺ کا جلوہ دیکھنے کی تمنا کرے۔ وہی آپ کی عاقبت کے لئے بہتر ہے' وہی آپ کی آخرت کے لئے بہتر ہے' وہی آپ کی تسکین روح کے لئے بہتر ہے اور وہی آپ کی تسکین جاں کے لئے بہتر ہے' کیونکہ دیدار حق جو ہے دراصل دیدار ذات محبوب حقؐ ہے۔ ایک اور آسان طریقہ ہے یعنی جن لوگوں کو حق کا دیدار ہوا' ان لوگوں کے تقرب کا نام بھی دیدار حق ہے۔ من رانی فقد رای اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ یہ حدیث شریف ہے کہ جس نے کبھی میرے دیکھنے والے کو دیکھا' اس نے مجھے دیکھا۔ حتی کہ یہ Sequence چلتے چلتے' سینہ بہ سینہ' نظر بہ نظر' اگر کبھی اس نظر سے

آپ کی نظر مل گئی تو پھر بنیاد تک تمام نظارہ' تمام کا تمام آپ پر آشکار ہونے کا امکان ہے' اس میں ایک نقطے پر غور کرو۔ کیونکہ ایسا بھی اک واقعہ تھا کہ کچھ لوگوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا لیکن انہوں نے اس طرح نہیں دیکھا مثلاً" ابو جہل نے نہیں دیکھا' کافروں نے نہیں دیکھا' حالانکہ وہ لوگ چچا تھے' ماموں تھے' رشتے دار تھے' عزیز تھے' شہر والے تھے' لیکن Non Believer تھے۔ سارے کے سارے تھے' وہ دیکھ رہے تھے لیکن نہیں دیکھ رہے تھے۔ اس میں راز یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس میں شوق اور ادب ضرور ہونا چاہئے ورنہ خالی دیکھنے کو مشاہدہ نہیں کہا جائے گا۔ اس مشاہدہ میں ادب ہو' شوق ہو اور کچھ عرصہ کا فراق ہو۔ یعنی کہ اس شوق میں کچھ وارفتگی ہو' کچھ تلاش پرانی ہو' کچھ آپ نے اس میں سفر کئے ہوں' اور شوق کا راستہ طے کرنے میں آپ نے ٹائم لگایا ہو اور اس میں یہ ساری Investment ہو تو پھر کبھی جا کے آپ کو پہچان ہو گی۔ اس میں ایک اور راز یہ ہے کہ اگر آپ کو تلاش کے دوران اللہ مل گیا' کیسے پہچانو گے کہ یہ اللہ ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کہے گا میں بھوکا تھا اور تمہارے گھر آیا تھا مگر تم نے کھانا نہیں کھلایا تھا اور میں نے آ کے سوال کیا تھا مگر تم نے پیسہ نہیں دیا تھا مجھے۔ تم کہو گے آپ کب آئے تھے ہمارے گھر؟ اللہ کہے گا ہم سائل بن کے آئے تھے ـــــ اللہ کی پہچان کے بارے میں میں نے آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا شوق اپنے وجود میں جہاں موجود پاؤ گے' وہیں جلوہ ہو گا۔ اگر آپ نے آنکھوں سے جلوہ دیکھنا ہے تو تصور محبوب کا آپ کو پتہ ہونا چاہئے۔ پھر جس جگہ آپ کو کسی حسن

نے مسحور کر کے کھڑا کر دیا تو وہیں پر اور وہیں سے جلوہ شروع ہو جائے گا۔ جن لوگوں کو کان کے ذریعے شعور ہے تو جہاں کہیں کوئی نغمہ محویت پیدا کر کے آپ کو آپ کی ذات سے گم کر دے تو وہ نغمہ اللہ کا نغمہ ہو گا اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے عالم ذہن کے اندر تحیر پیدا ہو جائے' پھر آپ کہہ اٹھیں گے سبحان اللہ! کیا بات ہے! یہ پہاڑ اسی ایک ذات نے بنائے ہیں جس نے دریا بنائے ہیں۔ پہاڑ کتنا بھاری اور پانی کتنا ہلکا۔ پہاڑ میخوں کی طرح گڑا ہوا ہے اور کتنی ہوائیں چلنے والی ہیں۔ چاہے جتنی تیز ہوائیں چلیں پہاڑ میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ سب بنانے والی ایک ہی ذات ہے؟ جی ہاں ایک ہی ذات ہے۔ اگر یہ تحیر پیدا ہو گیا تو یہ سمجھو کہ یہ جلوہ حق کی ابتداء ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کائنات کا مشاہدہ کرتے کرتے کبھی کوئی ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے کان میں کوئی آواز آئے یا آپ کے خیال میں تحیر پیدا ہو جائے یا آپ کے دل میں کسی اور محبوب کا کوئی اور جلوہ آ جائے تو یہ جلوہ پھیلتے پھیلتے روشنی بن جائے گا۔ اللہ محبوب بھی تو پیدا کرتا ہے۔ اللہ خود حسین ہے اور حسن پیدا کرتا ہے۔ اور اگر اللہ کا طالب اللہ کی مخلوق کا طالب نہیں ہے تو اللہ کا طالب کہاں سے ہوا۔ لہٰذا اللہ کے جلوے کا طالب اللہ کے بنائے ہوئے افراد اور اجسام کے جلوے کا طالب بھی ہو گا اور اگر یہ طالب صرف جلووں کا طالب نہ رہے بلکہ خود محویت میں گم ہو جائے تو جہاں پر محو ہو گا' وہاں سے الٰہیات کا سفر شروع ہو جائے گا۔ محویت کی تعریف یہ ہے کہ اپنا نام بھی بھول جائے اور محبوب کا نام بھی بھول جائے اور چل پڑے اس ذات کی طرف۔ وہ ذات خود ہی چلا لیتی ہے۔ تو جلوہ حق دیکھنے

کے راستے یہ ہوئے کہ محبوب ﷺ کے ذریعے جلوہ دیکھنا ہے یا اپنے محبوب کے اندر گم ہو جانے کے ذریعے دیکھنا اور اپنے آپ کو اپنے جہاں رنگ و بو سے بلند ہو کے دیکھنا ہے۔ ایسے شخص کے لئے کہا گیا ہے کہ:

نکل جا زمان و مکاں توڑ کر

جلوہ ماننے سے ملتا ہے۔ جلوے کی خوبی کیا ہے؟ جلوے کی خوبی یہ ہے کہ وہ شخص ماننے والا ہو اور عزت کرنے والا ہو اور کچھ عرصہ فراق کی آگ میں جلنے والا ہو' جس طرح یہ کہا گیا ہے کہ بنسری کی آواز اس کی جنگل کے پیڑ سے فراق کی آواز ہے۔ تو بنسری کی نے کیا کہہ رہی ہے؟ یہ نغمہ کہاں سے آگیا؟ یہ سوز کہاں سے آگیا؟ بنسری درد' سوز اور فراق کی داستان کہہ رہی ہے۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آواز دوست

اور یہ کہ:

بشنو از نَے چوں حکایت می کند
و ز جدائیہا شکایت می کند

یہ اندر ہی اندر کیا نغمہ بج رہا ہے؟ یہ سارے اللہ کے کام ہیں۔ اس کائنات کے اندر اس نے خوب ہی جلوہ دکھایا ہے۔ اس کو جلوہ نظر آتا ہے جس نے کبھی اللہ کی تخلیق پر کوئی اعتراض نہ کیا ہو اور بڑا مشکل

مقام ہے۔ اعتراض نہ کرنا سب سے زیادہ مشکل مقام ہے جب کہ آپ کے ہر طرف اعتراض کی وجوہات بکھری پڑی ہیں۔ اس کائنات میں اللہ کی تخلیق پر کبھی اعتراض نہ کرو تو جلوہ مل جائے گا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ دو کام ضرور کرو' نہ Demand کرو اور نہ Complaint کرو۔ بس شکایت بند کرو۔ جس کی شکایت کر رہے ہو پھر اس کے ساتھ تعلقات کیا رہیں گے۔ اگر یہ پتہ ہو کہ یہ کائنات اللہ نے بنائی ہے اور اسی کی کائنات میں تم پھر رہے ہو اور اسی کا جلوہ درکار ہے تو بادشاہ کے کام پر اعتراض کرنے والا بادشاہ کا قرب کیسے حاصل کرے گا۔ لہٰذا اعتراض نہ کرو۔ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جو محبت کرنے والے ہیں اور جلوے کی تمنائی ہیں۔ دعا یہ کرو کہ جو لوگ جلوے کے تمنائی ہیں ان کو جلوہ ملے۔ جلوہ بقدر ظرف نہیں ہوتا بلکہ بقدر عطا ہوتا ہے۔ عطا کرنے والے کی مہربانی سے ملتا ہے۔ انسان کے پاس ظرف نہیں ہوتا اور اگر اللہ مہربانی کر دے تو آپ کو اپنے جلوے سے آشنا کرے۔ جلوے کی بات یہ ہے کہ:

چار سو ہے مگر کہاں ہے تو
دل کے آئینے میں نہاں ہے تو

شاید تو دل کے آئینے میں رہتا ہے۔ چار سو ہے' مگر کہاں ہے۔ بات یہ ہے کہ:

میرا بھی اشک فرقت ہے
ڈھونڈ لیتا ہوں جہاں ہے تو

جو اشک فرقت ہے وہی تو ہے اس کو ڈھونڈنے والا' اسے اور کوئی نہیں ڈھونڈ سکتا بلکہ جدائی کے آنسو اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ وہ چار سو ہے اور نہاں ہے' عیاں ہے پھر بھی نہاں ہے۔ انسان اسے کب ڈھونڈے گا؟ جب اس کے پاس چراغ اشک ہو گا۔ چراغ اشک جو ہے یہی راستہ دکھانے والا ہے' آنسو چلتے چلے جاتے ہیں اور پھر انسان ان کے پیچھے پیچھے ہوتا ہوا یہ راز پا لیتا ہے کہ یہاں یہاں راستہ ہے۔ جہاں جہاں سے وہ گزرا وہیں وہیں آنسوؤں کے دیپ جلاتے جاؤ۔ آنسوؤں کا معنی ہی دیپ ہے۔ آنسوؤں کے دیپ اگر جلا لے تو پھر انسان اللہ کا جلوہ دیکھتا ہے۔ وہ دور ہو تب بھی رونا آتا ہے' قریب ہو تب بھی رونا آتا ہے۔ کمال تو اس کا یہ ہے کہ ملتا ہے تب لوگ روتے ہیں' اور بچھڑتا ہے تب لوگ روتے ہیں۔ تو الٰہیات کی تعریف یہ ہے' صداقت کی تعریف یہ ہے اور محبت کی صداقت کی تعریف یہ ہے کہ جب جلوہ حق ملے تب روتے ہیں اور جب جلوہ حق بچھڑے تب روتے ہیں۔ دنیا دار بھی روتا ہے لیکن غم میں اور مصیبت میں؟ لیکن اس کا رونا کیا ہے؟ گلہ' تقاضا اور ایک دوسرے پر الزام تراشیاں۔ اور جلوہ حق والا کیوں روتا ہے؟ وہ کہتا ہے وہ آئے ہیں تو روتا ہوں اور جا رہے ہیں تو روتا ہوں۔ وہ بہت بہتر لوگ ہیں جو جلوے کے اندر ہوتے ہیں ---- جلوہ اللہ تعالیٰ مہربانی کا نام ہے۔ ان تمام طریقوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا جلوہ دیکھنے کا ایک اور طریقہ ہے' اس کو بولتے ہیں Attributes کا راستہ' Justice کا راستہ' Peace کا راستہ' کسی کو معاف کر دینے کا راستہ' کسی کے ساتھ انصاف کرنے کا راستہ' پرندوں کے ساتھ محبت کرنے کا راستہ' انسانوں کے ساتھ محبت

کرنے کا راستہ' محروم' پسماندہ کی مدد کرنے کا راستہ' یہ سب اللہ کے راستے ہیں۔ یہ تمام راستے صفات الٰہیہ کے راستے ہیں۔ تو ان راستوں پر غور کریں جن کے ذریعے جلوہ حق ملتا ہے اور وہ محبوب کے ذریعے ہے اور ایک راستہ ذات کی طرف اپنی وارفتگی کے ذریعے ہے اور ایک راستہ ہے ذات خدا کی طرف صفات خدا کے ذریعے جانا۔ یہ بڑا خاص راستہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا تحفظ کرو کیونکہ پھر یہ راستہ چلتے چلتے ذات تک لے جائے گا۔ ایک اور راستہ ہے اور وہ ہے کثرت سے وحدت کا اور یہ راستہ بتاتا ہے کہ یہ ساری کثرت عین حق ہے بلکہ شیطان سمیت ہی عین حق ہے۔ تو سب کچھ عین حق ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے جلوے کی کہانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا جلوہ عطا فرمائے' تاکہ آپ اس زندگی کے اندر وہ زندگی دریافت کر سکو جو آپ کو اصلی زندگی درکار ہے ---- اور سوال بولو ---- پوچھو ----

سوال:

سر ہوتا یہ ہے کہ ہم زندگی میں تگ و دو کسی چیز کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ حق کو حاصل کرنے کے لئے' انعام کو حاصل کرنے کے لئے' جنت کو حاصل کرنے کے لئے' جس شخص کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے یا جنت حاصل ہو جائے تو پھر اس کے سامنے تو کوئی منزل نہیں رہ جاتی' پھر اس کو اعمال کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اب ان میں نہ تجسس ہے اور نہ شوق رہا ہے۔

جواب:

آپ کا سوال یہ ہے کہ اگر ہمیں دنیا میں ذات حق کا شعور یا ادراک نصیب ہو جائے تو اس سے آگے کوئی بھی منزل نہیں ہے' ذات حق کے مشاہدے کے بعد تو منزلیں ختم ہو جانی چاہئیں۔ آپ کا پہلا سوال یہ تھا کہ جو انسان خدا کی طرف جا رہا ہے اس کو تو ادراک ہو جائے گا' جو شخص سوال کرنے والا ہے اس کو تو اس بات کا ادراک ہی نہیں۔ اب آپ کا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو ادراک ہوا' اب وہ ادراک کے بعد کیا کر رہے ہیں؟ اور یہ کہ جن لوگوں کو ادراک حق ہو جاتا ہے' ان کو عرفان ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس شخص کو دنیاوی چیزوں کی کیا ضرورت رہتی ہے کیونکہ خدا تو اپنی ذات میں Sufficient ہے' اپنی ذات میں تنہا ہے' مخفی ہے' گنجینہ ہے اور کافی ہے۔ پھر اسے بشر کی کیا ضرورت ہے؟ پھر انسان کے ساتھ جھگڑا بھی ہے' دوستی بھی ہے' صلح بھی ہے' انسان کو دشمن بھی کہتا ہے اور دوست بھی کہتا ہے۔ اس راز کو سمجھو کہ کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ بننے کے بعد اب کافروں کے ساتھ کیوں الجھنا پڑ رہا ہے۔ تو راز یہ ہے کہ الجھن تو اب شروع ہوئی ہے اللہ کا محبوبؐ ہونے کے بعد ہی تو یہ کہانی شروع ہوئی ہے۔ پہلے اپنا محبوب بناتا ہے اس کے بعد کام کراتا ہے۔ کیونکہ اللہ کا کام تو اب شروع ہوا ہے۔ تو جو لوگ اللہ کے محبوب ہوئے وہی لوگ تو تکلیفیں برداشت کرتے ہیں مثلاً" محبوب ہونے کے بعد شہید ہونا پڑتا ہے۔ محبوب پہلے بنے گا اور پھر شہادت آ رہی ہے۔ محبوب پہلے بنے گا

اور بعد میں وطن چھوڑ کے تبلیغ کے لئے پیدل غزنی سے لاہور کی طرف جانا پڑے گا۔ گنج بخشؒ تو وہیں غزنی میں ہو گئے تھے، فیض عالم بھی ہو گئے تھے اور مظہر نور خدا بھی ہو گئے تھے لیکن غزنی سے لاہور پیدل چل کے آنا پڑے گا۔ حضور پاک ﷺ سے سوال کیا گیا تھا کہ جب آپ پر اللہ راضی ہیں اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ جو آپؐ سے محبت کرے اس پر بھی اللہ راضی ہے تو اب آپؐ رات کو کیوں جاگتے ہیں اور روتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ نہیں پسند کرتے کہ میں اس کے احسانات کا شکر ادا کروں۔ اب جن لوگوں کو دیدار حق ہوا یا دیدار عرفان حق ہوا، ان لوگوں پر یہ لازم ہے کہ جن لوگوں کو یہ نہیں ہوا وہ ان تک اللہ کا یہ رحم اور فضل Convey کریں۔ ان پر یہ فرض عائد بھی ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اللہ کی طرف سے عائد کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو افقی سفر عطا ہوتا ہے ان کو راسی سفر بھی ملتا ہے اور جن کا راسی سفر ہوتا ہے ان کو افقی سفر بھی ملتا ہے۔ جو اللہ کی بارگاہ میں جتنے ہی مقبول ہوتے ہیں وہ اللہ کی دنیا میں اتنے ہی مقبول ہوتے ہیں، ان کو دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور یہ واقعہ کیا جاتا ہے۔ اس لئے پیغمبروں کو کافروں سے تبلیغ کرنی پڑے گی اور اوّلیاء کرام کو غیر اوّلیاء سے بات کرنی پڑے گی اور غیر اوّلیاء کے لئے دعا بھی کرنی پڑے گی۔ ہوتا یہ ہے کہ کافر گستاخی کرتا جا رہا ہے اور ولی اللہ سنتا جاتا ہے کافر ڈھیٹ بن کے مسکراتا جا رہا ہے اور وہ ولی اللہ سے کہتا ہے کہ تحمل کرو اور وہ برداشت کرتا جا رہا ہے۔ ولی کی شان ہی یہ ہے کہ صداقت کے باوجود آگے سے دھیما رہتا ہے۔ لوگ زیادتیاں کرتے رہے ہیں لیکن طاقت ور لوگوں نے بڑے تحمل

سے زندگی گزاری ہے۔ تو وہ اپنا پورا شعبہ تحمل سے گزار گئے۔ انہوں نے بڑی بڑی محنتیں کی ہیں' لنگر پکاتے رہے' اور لوگوں کو کھانے کھلاتے رہے اور خود روزہ دار رہے اور شب بیدار رہے' اس لئے ان کو لوگوں نے خواجہ غریب نوازؒ کہا۔ اور وہ اپنا شعبہ پورا کر گئے' اپنا کام پورا کر گئے۔ انہیں اللہ کا قرب ملا اور اس کے بدلے میں انہوں نے اللہ کے بندوں کو اپنے قریب کیا۔ تو اگر اللہ کا قرب نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے بندوں کا قرب ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بندوں کا قرب ہو تو یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہو گا لیکن اللہ کا تقرب انسان کے تقرب کے لئے ہے اور انسان کی فلاح کے لئے ہے اور لوگوں کو نصیحت کرنے کے لئے ہے اور راز یہ ہے کہ جن لوگوں پر کوئی چیز آشکار ہو گئی' کوئی شعبہ آشکار ہو گیا یا کوئی راز آشکار ہو گیا اس کے بعد ان کی ڈیوٹی خود بخود بنتی رہتی ہے' اس کو بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ اب تمہاری یہ ڈیوٹی ہے۔ وہ کیفیت ہی ایسی ہوتی ہے۔ مثلاً" ایک کیفیت یہ ہے کہ جس آدمی کو چیخ مل جائے' تو وہ آدمی سناٹوں میں جائے گا اور شور مچائے گا۔ اب چیخ مارنا آدھی کہانی ہے۔ فرمان ہے کہ " اور پھر ایک چیخ آئی اور پوری بستی غائب ہو گئی۔ یعنی رات کو زندہ انسان سوئے اور آسمان کی طرف سے کوئی چیخ کی آواز آئی' اور وہ سارے کے سارے' کلھم سو گئے' بلکہ مر گئے۔ یہ چیخ کی کہانی ہے۔ اسی طرح ایک پیغمبر ایسے ہیں جنہیں لحن ملا اور سوز ملا اور وہ گاتے جا رہے ہیں اور تبلیغ کرتے جا رہے ہیں۔ کسی پیغمبر کو لوہے کا شعور ملا اور وہ لوہا پگھلاتے جا رہے ہیں اور اپنا کام کرتے جا رہے ہیں۔ اسی طرح کچھ پیغمبر دلوں کے واقعات کرنے

والے ہیں اور کچھ ذہن کے واقعات کرنے والے ہیں' کچھ طبیب ہیں اور حکیم ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہاتھ لگائیں تو بیماری دور ہو جائے' ہاتھ لگائیں تو کوڑھ کی بیماری دور ہو جاتی ہے' اب سارا راز یہ ہے کہ جب اللہ کا قرب مل جائے تو اللہ کے بندوں کے فرائض بھی شروع ہو جاتے ہیں یہ اللہ کا منشا ہے ---- اور بولو ---- کوئی سوال ----

سوال:

ایسے لوگ جو معاشرے میں ایسے کاموں میں مشغول نظر آتے ہیں جو دوسرے لوگوں کے فائدے کے لئے ہیں تو کیا وہ بھی اسی قسم کے ہوتے ہیں؟

جواب:

جو لوگ معاشرے میں مشغول ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ اللہ کے لئے مشغول ہوں لیکن جن کو اللہ نے شعور عطا کیا وہ معاشرے میں مصروف ہو سکتے ہیں۔ تو گویا کہ تقرب الٰہی جو ہے وہ تقرب دنیا ہو سکتا ہے لیکن اگر ان کی مصروفیت دنیا کے لئے ہو تو یہ ضروری نہیں کہ تقرب الٰہی کے لئے ہے۔ اس طرح کے لوگ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا کی خدمت کر رہے ہیں تو یہ تقرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ خدمت کا مقصد کیا ہے؟ اصل راز ہے اللہ کے منشا کے مطابق دنیا کی خدمت کرنا۔ ورنہ تو دنیا کی خدمت اپنی انا کے لئے ہو سکتی ہے اور اپنی ذات کے لئے ہو سکتی ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہو کہ ایک آدمی نے لوگوں کی خدمت کے لئے ہسپتال بنا رکھا ہے تو ہسپتال بنانے اور ایک دین دار

شخص کی لوگوں کی خدمت کرنے میں بڑا فرق ہے۔ مدعا یہ نہیں ہے کہ آپ ہسپتال بناؤ یا نہ بناؤ اور لوگوں کی خدمت کرو یا نہ کرو' بلکہ بات یہ ہے کہ تقرب الٰہی والا شخص عام طور پر دنیا کے لئے اور لوگوں کے لئے تقرب بن جاتا ہے۔ لیکن دنیا کا تقرب ضروری نہیں کہ یہ اللہ کا تقرب بنے۔ دنیا کا تقرب نفس کا واقعہ ہو سکتا ہے اور شر کا واقعہ ہو سکتا ہے کیونکہ بے شمار شر جو ہے وہ خیر کرتا ہے۔ شر اور خیر دو الگ الگ شعبے ہیں۔ بے شمار شر دنیا میں ایسے ہیں جو بظاہر خیر کے کاموں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ نیکی کرنے والے بڑے بدھو ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ان کے نیکی کرنے کے عمل میں بھی بدی کارگر ہو' اسی کو بولتے ہیں منافقت' Hypocricy' بہروپئے قسم کے لوگ' کہ بظاہر نیک ہوں لیکن باطن بدھو ---- اس لئے یہ بات واضح ہے کہ معاشرے میں خدمت کرنے والے لوگوں میں تقرب الٰہی والے صرف وہ ہوتے ہیں جن کی خدمت کی نیت اللہ کو راضی کرنا ہو۔

سوال:

اطاعت اور عبادت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

آپ نے اطاعت اور عبادت کو کہاں اکٹھے دیکھا ہے اور ان کو کہاں الگ دیکھا ہے؟ کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اطاعت کرنے اور عبادت کرنے میں فرق ہے؟ بہرحال عبادت میں اطاعت ضروری ہے۔ کیا آپ یہ چیز پوچھنا چاہ رہے ہو کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان خالی اطاعت

کرے اور عبادت نہ کرے؟ ایسا نہیں ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ جس لائف کی ڈیوٹی اور فرائض آپ نے Perform کیے' جس طرح آپ نے عبادت کے انداز اختیار کئے' ویسے ہی اطاعت کرو۔ اطاعت کا مطلب ہے دونوں شعبے یعنی زندگی اور دین پورے کئے جائیں۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف محبت کرتے ہیں اور دین کی اطاعت نہیں کرتے' ان کا ذکر نہ کرو کیونکہ وہ اور شعبہ ہے اور ان کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں ہے ---- ہاں بولو ---- اور سوال بولو! ----

سوال:

اللہ کہتا ہے کہ مجھے مانو لیکن اللہ کو خوش کرنے کے لئے تو انسان کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ اس بارے میں فرمائیے!

جواب:

اگر آپ خود کرتے ہیں تو نہ کریں۔ اگر اللہ کہے تو انسان کو خوش کر دو۔ یہاں تک کہ اگر اللہ کہے کہ اس کو قتل کر دو تو قتل کر دو۔ میں یہ بتا رہا ہو کہ ہمارا تعلق اللہ سے ہے اور اللہ جب کہے کہ فلاں شخص سے صلح کر لو تو آپ صلح کر لو اور اگر کہے کہ خوش کر دو تو خوش کر دو اور اگر کہے یقاتلوا تو قتل کر دو۔ اب اگر آپ اللہ کے کام پر اعتراض نہیں کرتے تو پھر ساری اس کی دنیا ہے اور وہ جو کہے اسے مانتے جاؤ۔ اللہ کا بندہ جب اللہ کی بات کو مانتا جا رہا ہے تو وہ اس بات کو بھی مانتا ہے جو سمجھ آئے اور اس بات کو مانتا جا رہا ہے جو سمجھ نہ آئے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اور وہ مان لی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ بھی سمجھ آ جائے گی کہ

اصل بات کیا تھی۔ تھوڑے عرصے بعد سب باتیں سمجھ آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ بس آپ اللہ پر بھروسہ کرو اور اس کی بات کو مانتے جاؤ' سمجھ آ جائے تب مانتے جاؤ اور نہ سمجھ آئے تب بھی مانتے جاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ عرصے بعد یہ ادراک بن جائے گا۔ اللہ سے پہلے یہ پوچھنا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم مغرب کی طرف کیوں منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور مشرق کی طرف کیوں نماز نہیں پڑھتے کیونکہ اگر مشرق کی طرف منہ کریں تب بھی کئی میل بعد خانہ کعبہ آ جائے گا! اور یہ کیا قصہ ہے کیونکہ کچھ میلوں کے بعد تو زمین ویسے ہی Curved ہو جاتی ہے اور ساٹھ میل بعد پتہ نہیں کیا کیا ہو جاتا ہے۔ اور یہ نہ پوچھنا کہ چار فرض کیوں ہیں؟ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ مساجد الگ الگ ہیں' رنگ الگ الگ ہیں' بیس تراویح سے کیا ہوتا ہے' آٹھ تراویح سے کیا فرق پڑتا ہے؟ --- بات یہ نہیں ہے بلکہ بات اللہ سے لگن کی ہے۔ اگر آپ لگن میں چلتے جاؤ تو آپ کو ایک ہی رنگ نظر آئے گا ---- آپ اطاعت بالمحبت میں داخل ہو جاؤ تو پھر آپ کو سارا رنگ سمجھ آ جائے گا کہ سارا رنگ کیا ہے۔ ہم دنیا میں صرف پڑھنے پڑھانے کے لئے نہیں آئے بلکہ کچھ دیکھنے کے لئے بھی آئے ہیں۔ آپ اللہ کے جلووں کو دیکھو اور ضرور دیکھو۔ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان بند رکھو' بحثیں نہ کرو' کسی سے دست و گریباں نہ ہوا کرو اور انسانوں کے ساتھ جھگڑے نہ کرو' اس لئے انسان کو خوش ضرور کرو مگر اس خوشی میں یہ خیال رہے کہ آپ کا یہ عمل اللہ کے لئے ہے۔

سوال:

میں نے جو اللہ کے شہ رگ سے قریب ہونے کا سوال کیا تھا تو میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ ہم مان تو لیتے ہیں اور کہہ بھی دیتے ہیں اور دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جانتے ہیں یعنی وہ ہمارے قریب ہوتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو ہم واقعی حاضر ناظر سمجھتے ہوں تو جو کچھ ہم گناہ اور جرم کے ذیل میں کرتے ہیں وہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ایک طرف تو ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر مانتے ہیں لیکن اس سے زیادہ ہم اس کو غفور الرحیم مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ معاف تو اس نے کر دینا ہے' اس لئے اگر دیکھ بھی رہا ہے تو کیا حرج ہے' کر لیتے ہیں ----

جواب:

نہیں یہ بات نہیں ہے۔ یہ محبت کی بات کی ہے اور ڈرانے کی بات نہیں کی ہے۔ اگر آپ اس بات کو نہیں مانتے ہو کہ خدا قریب ہے تو گناہ کیا ہے اور ثواب کیا۔ گناہ کر لیا' اب اللہ معاف کر دے گا۔ اگر آپ کے خیال میں اللہ ہے ہی نہیں تو کیا معاف کرے گا۔ جب اللہ کے قریب ہونے کا شعور مل جائے اور یقین مل جائے تو پھر گناہ کا واسطہ تو ختم ہو جاتا ہے۔

سوال:

سر! "قریب" کا لفظ ہو سکتا ہے ذرا مانوس ہو لیکن "حاضر ناظر" کا لفظ عام مسلمانوں کا رکھا ہوا ہے اور ہم لوگ اکثر یہ لفظ کہتے رہتے ہیں

جواب:

یہ تو کہنے کی بات ہے' ماننے کی بات نہیں ہے۔ مولوی صاحب آپ کو باتیں بتاتے ہیں اور آپ ان کا کہنا ماننا شروع کر دیتے ہو لیکن آپ کے سانس میں یا آپ کے خیال میں گناہ ہوتا ہے اور عمل میں گناہ ہوتا ہے آپ کے وجود کے اندر نفس ہے اور جس طرح وجود کے اندر نفس ہے' اسی طرح اللہ نے بتایا کہ تمہارے اندر میرا ادراک بھی ہونا چاہئے۔ حقیقت میں دونوں چیزیں اندر موجود ہیں اور جن کے لئے موجود ہیں ان کے لئے گناہ ہے ہی نہیں۔ وہ لوگ گناہ نہیں کرتے' ان کو اللہ کے بارے میں حاضر ناظر بتاؤ یا نہ بتاؤ تب بھی وہ گناہ نہیں کرتے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گناہ نہیں کرتے اور بے شمار لوگ ایسے ہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس بات پہ بحث کوئی نہیں ہے کہ یہ جو ہم کر رہے ہیں اگر اللہ کا بھروسہ ہوتا تو ہم کبھی نہ کرتے۔ اللہ پہ بھروسہ ہوتا ہی ان لوگوں کو ہے جو گناہ نہیں کرتے۔ ان کا مضمون ہی اور ہے محبت کرنے والا جو ہے وہ محبوب کی رضا کے خلاف نہیں چلتا اور وہ بے چارہ چل ہی نہیں سکتا۔ محبت کرنے والا تو پابند ہوتا ہے اس شکار کی طرح جو پھنس گیا ہو' اسے محبوب کہتا ہے کہ یہ کام مت کرو اور وہ نہیں کرتا۔ کہتا ہے اگلا حکم بھی فرمائیں۔ ایک حکم مانا' دوسرا بھی مانا' تیسرا بھی مانا۔ تو یہ جو بغیر محبت کی عبادت ہمارے ہاں رائج ہو گئی ہے' یہاں سے دقت شروع ہوئی ہے۔ اس لئے ایک بات غور سے سمجھنے والی ہے اور ل میں رکھنے والی ہے کہ ہمارا دور بھی اسلام کا دور ہے' اس میں وہی

کلمہ ہے لیکن ہمارے کلمے اور ان لوگوں کے کلمے میں بڑا فرق ہے جنہوں نے پہلے زمانے میں کلمہ پڑھا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں اسلام پر پابندی کے ساتھ یا خوشی کے ساتھ چلنے والی ایک زندگی نمونے کے لئے موجود تھی اور آپ کے پاس Unfotunately کوئی زندگی موجود نہیں ہے۔ اب آپ کے پاس صرف عقیدہ ہی عقیدہ ہے اور اس طرح کا عمل پیدا نہیں ہو سکتا۔ مثلاً" اگر آپ نے اپنا عقیدہ کسی کتاب سے بنایا ہے تو کتاب ہی سے گمراہ ہو گے۔ جس کتاب سے آپ نے علم حاصل کیا' دوسری کتاب اس علم کو توڑنے کے لئے لائبریری میں موجود ہو گی یا دو چار دن بعد آجائی ہے۔ تو کتاب ہی آپ کے عقیدے کو توڑے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کو عقیدہ مولوی صاحب سے ملا تو دوسری مسجد کا مولوی صاحب اس عقیدہ کو توڑے گا۔ آپ نے خود چنا ہے تو آپ خود توڑو گے۔ آپ کا عقیدہ روز ٹوٹتا ہے' اس لئے کہ آپ کے پاس عقیدہ دینے والی شخصیت کے ساتھ محبت سے قائم رہنے والا رشتہ موجود نہیں ہے۔ جس شخصیت نے آپ کو دین کا شعور دیا' اس کے ساتھ ہمیشہ رہنے والی محبت نہ ہو تو شعور ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ جس چیز کے ذریعے چاہے وہ کتاب ہو یا انسان ہو' آپ نے دین کا شعور حاصل کیا' اگر اس چیز اور ذات سے ہمیشہ رہنے والی محبت نہ ہو تو یہ شعور ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔ کتاب نے آپ کو دین سکھایا' کتاب سے ہمیشہ نسبت اور محبت نہیں ہو سکتی اور اسی طرح دین سے ہمیشہ محبت نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب نے دین سکھایا' لیکن مولوی صاحب سے ہماری محبت نہیں ہوتی ہے' اس لئے دین سے ہماری محبت نہیں ہو سکتی

سرکار دو عالم ﷺ نے دین سکھایا اور سرکار دو عالم ﷺ سے محبت ہمیشہ ہوتی ہے' اس لئے دین سے محبت ہمیشہ ہو گی۔ اب یہ دیکھو کہ تمہیں دین میں داخل کرنے والا کون تھا؟ اگر اس سے محبت نہیں ہے تو اس کے دیے ہوئے پیغام سے محبت نہیں ہو گی۔ یہ ہے آپ کی پریشانی کا اصل راز کہ آپ اپنے آپ کو خود ہی دین دیتے ہو اور خود ہی شاباش دیتے ہو۔ اپنے آپ کو خود ہی Encourage کرتے ہو۔ یہ آپ کی اصل پریشانی ہے' اس کا حل یہ ہے کہ دین میں داخل کرنے والا آپ کا جو محسن تھا وہی آپ کا محبوب ہو' وہ آپ کو محبت میں داخل کرتا۔ کاش دین میں آپ کے محبوب ہی آپ کے محسن ہوتے۔ جن لوگوں کے دین میں ان کے محسن ان کے محبوب ہیں' ان لوگوں کے ساتھ دین کی کہانی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ کیا کہا میں نے؟ جن کے محبوب دین میں محسن اور معلم ہیں' وہ لوگ دین میں ہمیشہ رہیں گے چونکہ وہ محبوب ہمیشہ ان کا رہے گا' یعنی ان کی محبت ہمیشہ رہے گی۔ تو محبت قائم ہو تو دین کا علم قائم رہتا ہے اگر محبت دینے والے سے محبت نہ ہو تو دین سے کیا محبت ہو گی؟ چٹھی دینے والے کو پہلے پسند کرو اور چٹھی بعد میں دیکھو کہ کیا لکھا ہوا ہے اور کیا نہیں لکھا ہوا۔ تو یہ دین کا علم محبوب کا دیا ہوا ہے۔ اس لئے محبوب کے ساتھ تعلق قائم ہونا چاہئے اگر یہ تعلق قائم ہو گیا تو پھر دین سے تعلق ہو گا۔ ہم Abstract دین کو Follow کرتے ہیں یعنی کتاب سے دیکھ لیا' کتاب سے پڑھ لیا' ایک اور کتاب کے پڑھنے سے پہلے مولوی صاحب سے پوچھ لیا' پھر دوسرے مولوی صاحب سے پوچھ لیا اور پھر تیسرے مولوی صاحب سے پوچھ لیا۔ پہلے نے اور عقیدہ بتا دیا'

دوسرے نے اور عقیدہ بتا دیا اور تیسرے نے اور عقیدہ بتادیا۔ آج ہمارے پاس اصل دین کی بجائے ہمارے پاس دین کا Patch Work رہ گیا ہے۔ اس لئے دعا کرو کہ آپ کو ایک واحد عقیدہ ملے ۔ آپ عقائد کا انبار لئے بیٹھے ہو' اس لئے آپ کو ایک عقیدہ نہیں ملا۔ کیونکہ آپ کا محبوب نہیں' اس لئے آپ کو لطف نہیں آتا اور سوز نہیں پیدا ہوتا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کا ایک محبوب نہیں ہے بلکہ اصل محبوب کوئی نہیں ہے۔ تو آپ اپنے معلم سے محبت کرو تو علم قائم رہے گا ورنہ نہیں رہے گا۔ کتاب کا دیا ہوا علم قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ دوسری کتاب اس کے خلاف اور لکھی پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس کچھ پڑھ کے آتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ علم ہے۔ دوسرا بھائی دوسری کتاب پڑھ کے آ جاتا ہے اور آپ کو پریشان کر جاتا ہے۔ پہلا بھائی آپ کو شیعہ بنا گیا اور دوسرا آپ کو سنی بنا گیا۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کو بات بتانے والا کون ہے؟ یا تو آپ تبلیغ بند کرا دو یا ایک شعبہ تبلیغ کا مقرر ہو جائے یا آپ کو کوئی محسن مل جائے' معلم مل جائے اور محبوب مل جائے۔ ایسا شخص ضرور پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہوا ہے' ایسا ہو گا اور ایسا ہونے والا ہے۔

سوال:

سر! یہ تو محبوب کا اعجاز ہے کہ وہ محبوب رہے۔ کیا پریکٹس سے بھی محبوب بنایا جا سکتا ہے؟

جواب:

محبوب کے اعجاز کو اگر آپ مانتے ہو تو صرف ایک ہی محبوب حقیقی ہے اور اسی کا اعجاز قائم ہے۔ اگر آپ اعجاز کی بات کرتے ہیں تو اعجاز پھر اسی کا ہے۔ بلکہ ساری کرامتیں اور سارے معجزے اسی کے ہیں۔ اولیاء کرام بھی اس کے کمال کے تحت ہیں۔ یہ سب چراغ اس کے جلائے ہوئے ہیں۔ آپ کے دل میں جو محبت ہے یہ اسی محبوب کی ہے۔ تو گویا کہ یاد حق یا دین حق ہو نہیں سکتا جب تک کہ محبت محبوب ﷺ حق نہ ہو۔ وہی ہیں محبوب جو سب چراغ جلاتے ہیں اور وہی روشنی کرتے ہیں اور وہی آپ کو دین دے رہے ہیں۔ اب بھی سب کچھ آپ ﷺ ہی دیتے ہیں۔ ساری کہانی ادھر سے ہے۔ اس لئے ادھر رجوع رکھا کرو۔ یہ سب انہی کا اعجاز ہے۔ سب فقیر انہی کے دم سے چلتے ہیں۔ سب درویش ان کے ہیں۔ سب مال ان کا ہے۔ ساری بات آپؐ کی طرف سے ہے۔ انسان کا اس میں کچھ نہیں ------ بات پوچھو ------

سوال:

ہمیں دین کا علم اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں علم بھی تو کتاب سے حاصل ہوا ہے ----

جواب:

نہیں۔ وہ علم آپ کو اگر کتاب سے نہ بھی حاصل ہو تو بھی ان کے اعجاز کی ایک الگ کہانی ہے۔ وہ ایک الگ شعبہ ہے۔ کتاب سے

محبت نہیں ہو سکتی اور کتاب سے بنائی ہوئی تصویر سے محبت نہیں ہو سکتی۔ کتاب میں اگر فوٹو بھی دیا ہو تب بھی محبت نہیں ہو سکتی۔ اگر دلوں میں حضور پاک ﷺ سے سچی محبت ہے تو یہ حضور پاک ﷺ کا اپنا ایک الگ شعبہ ہے کہ وہ اپنی امت کے کس کس آدمی سے' کب کب اور کس کس زمانے میں خود تشریف لا کے ملتے ہیں' کتنے کتنے آدمیوں کی تعلیم ہوتی ہے اور آپ یوں کہو کہ یہ جو آپ کی روح ہے اس کی عمر تو اتنی ہے جتنی دوسری روحوں کی ہے' حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آپ کے جانثاروں کی محفل میں یہ روحیں موجود تھیں' جو آج آپ ﷺ کے ذکر میں موجود ہیں تو یہ پرانا فیض ہے۔ جس طرح جن اس زمانے سے چلے آ رہے ہیں' اسی طرح روحیں بھی اسی زمانے سے چلی آ رہی ہیں۔ یہ بنے بنائے کھیل ہیں ہم نے کچھ نہیں بنایا۔ تو جن لوگوں کو حضور پاک ﷺ سے محبت ہے اور یہ محبت آج ہے تو یہ کتاب سے نہیں ہے بلکہ یہ ذات سے ہے۔ کتاب میں تو ایک نام Recollect ہو گیا اور آپ نے کہا اچھا حضور کا نام آ گیا ہے۔ اگلا قصہ جو ہے وہ پہلے سے ہو چکا ہے یا پہلے والوں سے ہو رہا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ آپ سیرت کی کتاب میں پڑھو گے کہ آپ ﷺ کونسی ہجری کو رخصت ہوئے اور کیا واقعہ ہوا اور کون سے دن میں کیا واقعہ ہوا' یہ ساری چیزیں آپ بولتے جاؤ گے۔ سیرت پاک پہ آپ بڑے مضمون بولو گے لیکن یاد رکھنا محبت صرف دینے والے کی طرف سے ملے گی' محبت کتاب سے نہیں ملے گی۔ کتاب کے بتائے ہوئے سیرت کے واقعات سے محبت نہیں ہو گی۔ محبت دینے والی

کچھ Agencies ہیں۔ یہ محبت حضور پاک ﷺ براہ راست عطا فرماتے ہیں۔ اللہ کریم جب کسی بندے کی ادا پر خوش ہو جاتا ہے تو اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرماتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت ملنے کے تین شعبے ہیں:۔ پہلا یہ کہ اللہ کسی پہ راضی ہو کے براہ راست محبت عطا فرماتا ہے۔ دوسرا حضور پاک ﷺ خود ہی اعجاز فرماتے ہیں اور جا کے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کے چراغ جلاتے ہیں یا پھر اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے محبوب جو ہیں وہ اپنے محبوبوں کو بھی اپنے حضور پاک ﷺ کی محبت عطا کر سکتے ہیں۔ کتاب کا اس میں کوئی کام نہیں ہے۔ جتنے لوگوں کو حضور پاک ﷺ سے محبت ہے تو کوئی نہ کوئی وہ محبت دینے والا ہے یعنی یا تو اللہ کریم خود ہے یا حضور پاک ﷺ خود یا حضور پاک کے کوئی چاہنے والے فقیر' چاہے وہ صاحب مزار ہوں یا گلی سے گزرنے والا ہو۔ وہ فقیر چاہے تو آپ کو سوال کے جواب میں کچھ دے جائے مثلاً" آپ نے کسی انسان سے نیکی کی اور اس نے کہ چل یہ لفظ پڑھا کر۔ آپ پڑھتے پڑھتے حضور پاک ﷺ کی محبت میں داخل ہو گئے۔ محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ ورنہ کتاب میں تو اور بھی بے شمار لوگوں کے احوال دیے ہوئے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی یہ خاص Exception ہے کہ وہ ایسی ذات ہے جس کی تمام لوگوں کو محبت عطا ہوئی ہے اور یہ بیان کی بات نہیں ہے۔ یہ الگ شعبہ ہے۔ جب تک قرآن زندہ ہے اور یہ ہمیشہ رہنا ہے تو حضور پاک ﷺ کی محبت پیدا ہوتی رہے گی۔ آپ ﷺ ایسی ہستی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص

انتظام فرمایا ہوا ہے۔ جس انسان کی روح سے جھگڑا ختم ہو جائے اس کو حضور پاک ﷺ کی محبت ملتی رہتی ہے۔ تو کتاب کا یہاں کوئی کام نہیں۔

سوال:

جب کوئی اسلام لاتا ہے تو اسے کہا جاتا ہے کلمہ پڑھو اور ایمان لاؤ۔ اس کے لئے یہ دل سے کہنا ضروری ہے اور زبان سے ادا کرنا ایک بالکل دوسری بات ہے اور دل سے محسوس کرنا بالکل اور بات ہے۔ اگر ایک جگہ کلمہ لکھا ہوا ہو اور ایک آدمی اسے زبان سے ادا نہیں کر رہا اور اسے دیکھ رہا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ یہ سچائی ہے جیسے ابو جہل کی مثال لے لیں' وہ مانتا تھا کہ بات سچ ہے' یہ جو کلمہ ہے یہ بھی سچ ہے مگر اس نے زبان سے اقرار نہیں کیا۔ تو اس کا کوئی انعام نہیں؟ کیا صرف زبان سے کہنے کا انعام ہے؟

جواب:

اب آپ یہ سوچو کہ جو آپ کہہ رہے ہو اس کی سند کیا ہے کہ وہ سچ مان رہا ہے' اس کو زبان سے ادا کرنے میں کیا چیز رکاوٹ ہے اور کیا مصلحت آڑے ہے۔ اس طرح کی مصلحت تو گمراہی ہے۔ دنیا کے ماننے کی اور بات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دنیا نہیں مان رہی' بلکہ آپ مسلمان بھی تو نہیں مان رہے۔ آپ دیکھو کہ آپ کہاں پہنچ گئے ہو؟ دنیا تو اسلام کی سچائی کو مان رہی ہے اور مسلمان ایک فیلڈ ہے جسے وہ کاٹتے رہتے ہیں اور ایک فصل ہے جسے ان کی درانتیاں کاٹتی جا رہی ہیں۔ مسلمان اگر

اپنے آپ کو سچا مان لے تو کہانی اور ہو جائے۔ ابھی تو آپ لوگ اسلام کو سچا نہیں مان رہے اور آپ خود اپنے آپ کو سچا نہیں مان رہے اور آپ ایک قوم کی وحدت کو بھی نہیں مان رہے۔ آدھی قوم اس طرف ہے آدھی اس طرف۔ سیاست میں بٹے پڑے ہو۔ پاکستان کے مسلمان ہیں تو " الامان والحفیظ "۔ اس لئے آپ کی سچائی جو ہے کیا یہ سچائی کے رنگ لا رہی ہے۔ گھروں کے اندر میاں بیوی آپس میں پریشان ہیں تو رحماء بینھم کدھر سے آئے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ دونوں جھوٹے ہیں بلکہ اگر یہ کہو کہ بیوی ہمیشہ سچی ہے تو وہ کہتا ہے کہ ایک تو جھوٹا ہے ہی۔ ایک سچا ہو گیا اور ایک جھوٹا ہو گیا' بات یہ ہو گئی ہے! یہ مسلمانوں کا حال ہے ---- تو گویا کہ حضور پاک ﷺ کی خواہش یہ ہے کہ جتنے مسلمان ہیں کاش یہ سچے مسلمان ہو جائیں۔ تو حضور پاک ﷺ کی طرف سے کلمے کا حکم ہو جائے کہ آپ کلمہ پڑھو' زبان سے بولو' قلب سے تصدیق کرو۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب زبان سے حقیقت کا اقرار کرو اور دل سے تصدیق کرو۔ ہم لوگ کون ہیں؟ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ ہمارا عقیدہ اسلام ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ تو کلمہ بیان کرو ---- لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ) یہ ہمارا کلمہ ہے اور ہم حضور پاک ﷺ کی امت میں ہونے کو اپنے لئے انتہائی شرف سمجھتے ہیں۔ ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے' بس!

سوال:

محبت خود کی جاتی ہے یا کسی کی عطا ہوتی ہے؟

جواب:

محبت محبوب کی عطا ہے۔ محبوب صرف ایک چیز دیتا ہے اور وہ ہے محبت' باقی چیزیں آپ عطا کرتے ہو۔ اب یہ جو محبوب کا حق ہے یہ اس کے پاس رہنے دو کہ محبوب جس پر چاہے مہربان ہو جائے' جسے چاہے فراق کے سفر پر روانہ کر دے اور جسے چاہے وصال کی حاضری کے لئے بلا لے۔ یہ سب محبوب کے کام ہیں۔ محبوب ایک ہی ہوتا ہے سب کا۔ محبوبوں کے نام الگ الگ ہوتے ہیں لیکن محبوب ایک ہی ہوتا ہے۔ تو محبوب جو ہیں وہ فراق میں بھی پرورش پاتے رہے ہیں اور وصال میں بھی پلتے رہے ہیں۔ محبتیں ان دیکھی بھی پلتی رہی ہیں اور دیکھ کے بھی پلتی رہی ہیں۔ تو محبت میں آخری بات یہی ہے کہ محبت جو ہے یہ محبوب کی عطا ہے۔ اور ایک شعبہ یہ بھی کہتا ہے کہ محبوب بھی محبت کی عطا ہے۔ اب یہ مجاز کی حد تک تو صحیح ہے' حقیقت میں جب انسان داخل ہوتا ہے تو پھر سب عطائیں محبوب کی ہیں' وہاں محب کچھ نہیں ہے۔

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے،
یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے

محبوب ایک ہے اور دو انسان دیکھنے والے ہیں' ایک کو محبت ہوتی ہے' دوسرے کو نہیں ہوتی۔۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ کہ محبوب نے ایک پر تو اپنا جلوہ آشکار کیا لیکن دوسرے پر نہیں کیا۔ تو محبوب جس پر چاہے اس پر اپنا جلوہ آشکار کر دے اور اسے محبوب بنا دے اور اس کو محبت ہو جائے گی۔ محبوب جس پر آشکار نہیں ہو گا اسے محبت نہیں ہو گی۔ محبت جو

ہے یہ عطائے جلوہ محبوب ہے۔

سوال:

سوال یہ ہے کہ محبت کے سوا تو ہے کچھ نہیں۔

جواب:

یہ بیان آپ کا ہے ورنہ بات ایسی نہیں ہے۔

سوال:

اگر محبوب حقیقی کی محبت نصیب نہیں ہوئی تو کچھ بھی نصیب نہیں ہوتا اور وہ ہمارے بس میں نہیں ہے اور اس کی عطا ہے تو پھر ہمارے ذمے کیا رہا۔ سوائے انکساری کے ـــــ میرا سوال یہ ہے!

جواب:

سوال اب بنا ہے۔ اور یہ وہ والا پہلا سوال نہیں بلکہ نیا بنا ہے۔ جن کو محبت عطا نہیں ہے' ان کا کیا کام ہے؟ میرا خیال ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے بھی آپ پر عطا ہے کہ آپ کی روح تشریف لانے سے پہلے سرگرداں تھی' عالم تحیر میں سرگرداں تھی کہ میں نے جانا ہے' مجھے کسی امت میں پیدا ہونا عطا کیا جائے تو محبوب نے عطا کر دیا کہ ہماری امت میں اسے پیدا کر دو تاکہ یہ ہماری نوازشات سے محروم نہ ہو۔ تو یہ تو بڑی عطا ہو گئی ہے آپ پر۔ پھر اپنا دین عطا ہو گیا ـــــ ہم جو بات کر رہے ہیں وہ صرف جلوے کی بات کر رہے ہیں' عطا کی کمی نہیں ہو رہی ہے' یہ عزم کی بات ہے اور نہ محبت میں معذرت کی بات ہو رہی ہے۔

یہ نہیں کہ جن کو محبت نہیں ہوئی ہے وہ محروم ہیں۔ وہ اپنی جگہ پر سرفراز ہیں کیونکہ امت کے اندر جو واقعات ہو رہے ہیں یہ امت کے کام آنے والی چیز ہے' حتی کہ جو آدمی مال جمع کر رہا ہے اور ارتکاز زر کر رہا ہے وہ بھی امت کے کام آئے گا۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' سارا کام ایک ہی ہے ---- ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ محبت کرنے والے جب جلوہ محبوب کا انتظار کر رہے ہیں' انتظار کے علاوہ ان پر اور کوئی کیفیت نہیں اور وہ انتظار ہی کریں گے۔ اور کام نہ کریں تو نہ کریں ---- انتظار ضرور کریں گے۔ یہ اس کے لئے ہے جس کو محبت کی ضرورت ہو' جس کو اور واقعات کی ضرورت ہو وہ اور واقعات کرتا جائے' یہ ان کی بات ہے جن کو خوراک ہی محبت ہے' مثلاً" پروانے کی خوراک روشنی ہے' یہ اور کہانی ہے۔ جس طرح کہ مجنوں سے کہا کہ تمہیں دھن دولت دیتے ہیں تو وہ کہے گا صرف لیلی سے بات کراؤ۔ اب یہ مجبوری ہے اس کی۔ وہ پیدا ہی ایسا ہوا۔ اسے دنیا میں اور کوئی چیز نہیں چاہئے۔ اسے حکومت دے دو تو وہ نہیں لے گا' وہ کہے گا مجھے تو صرف لیلیٰ چاہئے۔ اب لیلیٰ مجنوں کے لئے کیا اہمیت رکھتی ہے کہ وہ دھن دولت بھی چھوڑ گیا' بادشاہت بھی چھوڑ گیا' صحت بھی چھوڑ گیا اور دوسرے واقعات بھی چھوڑ گیا ---- یہ اور کہانی ہے اور یہ دگر بات ہے۔ اس لئے محبت کرنے والے جو ہیں وہ باقی چیزوں کا گلہ کر نہیں سکتے' ان کو تو ایک ہی چیز کی ضرورت ہے' محبت' محویت' جلوہ محبوب ---- کام کرنے والے کام کریں گے' لوگ باقی لوگوں کے لئے اور وہ محبوب کے لئے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اور آدمی اور کام کے لئے اور

وہ اس محبوب کے لئے۔ اگر آپ وہ محبت والے ہیں تو اس کا ذکر کرو اگر اور آدمی ہیں تو اور کام کرو اور کرتے جاؤ۔ جس دنیا میں ہیر رانجھے ہوئے اسی دنیا میں اور واقعات کرنے والے بھی ہیں' اسی دنیا میں تعمیر بھی ہو رہی ہے' مکان بھی بن رہے ہیں اور سڑکیں بھی بن رہی ہیں۔ یہ سب کام اپنی جگہ پر کہانی ہے اور جلوے والے جلوہ دیکھ رہے ہیں ——— ایک اور راز یہ ہے کہ محبوب کا جلوہ دیکھنے سے پہلے بھی دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ اگر دیکھنے سے پہلے نہ دیکھا ہوا ہو تو محبوب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ محبوب کی تو پہلی ملاقات میں یہ پہچان ہوتی ہے کہ "یہ تو وہ ہے جس کو میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے"۔ ورنہ پہلی ملاقات میں محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ تو پہلی ملاقات سے پہلے بھی کچھ ہوا پڑا ہے ورنہ پہلی ملاقات میں محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ پہلی ملاقات ہے اور پہلی بار دیکھا ہے اور احساس یہ ہوا ہے کہ اس کو تو میں نے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔ کہیں دیکھا ہوا ہے؟ شاید کوئی اور زندگی ہو اور دنیا میں آنے سے پہلے ہم کہیں اور ہوں۔ ابھی اس انسان کے ساتھ واقعات تو بعد میں ہونے ہیں۔ تو پہچان جو ہے یہ پہلے ہے۔ یعنی آدمی محبوب کے متعلق کہتا ہے کہ وہ اپنا سا لگتا ہے' غیر ہے لیکن اپنا سا لگتا ہے۔ یہ جو محبوب ہے یہ عجیب و غریب چیز ہے اور انسان Recognize کر لیتا ہے کہ یہ کوئی بات ضرور ہے۔ تبھی تو وہ اپنا لگتا ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں' پہچان ہو جاتی ہے ——— ہاں بولو ——— کوئی اور بات بولو! ———

سوال:

جناب اگر ہمیں کوئی شخص کچھ کہے اور ہم آگے سے چپ رہیں

تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ بزدل ہے' ہو سکتا ہے کہ ہم اخلاق کے مارے اسے جواب نہ دے رہے ہوں' اس صورت میں ہمارا رویہ کیا ہونا چاہئے؟

جواب:

اخلاق کا تعلق لوگوں کے سمجھنے سے نہیں ہے کہ لوگ کیا سمجھیں گے اور کیا نہ سمجھیں گے۔ صاحبان اخلاق جو ہیں وہ صاحبان اخلاق رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگ اسے بد اخلاق سمجھیں تب بھی وہ صاحبان اخلاق رہتے ہیں۔ اخلاق آپ کا شعبہ ہے لیکن خیال رکھنا کہ یہ نہ ہو کہ کسی انسان کو جواب دو اور کسی کو جواب نہ دو۔ بعض اوقات یہ بھی نفرت کی انتہا ہوتی ہے کہ جواب ہی نہیں دیا۔ کہتے ہیں اس نے ہمیں برا بھلا کہا' ہم نے آگے سے جواب ہی نہ دیا کیونکہ ہم اس کو اتنا برا سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب دینا ضروی نہیں سمجھا۔ یہ بڑی بد اخلاقی کی بات ہے اگر آپ کا اخلاق ہے تو لوگ اس کو بزدلی نہیں کہیں گے بلکہ اخلاق ہی کہیں گے۔ اخلاق جو ہے پہچانا جاتا ہے۔ بزدلی پہچانی جاتی ہے اور غصہ پہچانا جاتا ہے۔ اخلاق یہ ہے کہ اللہ کی رضا کے لئے اپنے مزاج کو بد اخلاق نہ ہونے دینا۔ اپنے عمل کا منشاء رضائے الٰہی رکھنا چاہئے۔ لوگوں کو خوش کرنے کی بات نہیں ہو رہی۔ لوگ جو مرضی کہیں' آپ پروا نہ کرو۔ اگر اخلاق ہے تو اخلاق ہی رہے' لوگوں کی رضا کی بات نہیں ـــــ ہاں بولو ـــــ اور کوئی سوال ـــــ

سوال:

بچوں کو اسلام کی تربیت دینے کے بارے میں بڑی پریشانی رہتی ہے۔ اس کے لئے کیا کریں؟

جواب:

یہ آپ اکیلے کی نہیں سب کی پریشانی ہے۔ اس کے لئے میں نے پہلے بھی تفصیل سے بتایا تھا کہ اب آپ لوگوں کو محسوس ہونا شروع ہوا کہ بچوں کے آنے سے پہلے آپ نے کم از کم اپنی زندگی کو اسلام میں ڈھالنا تھا۔ آپ نے یہ اپنی زندگی اسلام میں ڈھالنی تھی۔ یہ بچوں کے مسئلے کی بات نہیں ہے بلکہ آپ کی اپنی کمزوریوں کی بات ہے۔ یہ تو ہمارا پہلے دن سے فیصلہ ہے کہ بچوں نے ہم سے علم نہیں سیکھنا بلکہ انہوں نے ہمارے عمل کا مشاہدہ کرنا ہے اور گواہ ہیں موقعہ کے' کہ آپ کرتے کیا ہو ـــــ آپ ان کو جتنا مرضی سچ بولنے کی تلقین کرتے جاؤ' جب تک تمہیں سچ بولتے ہوئے نہیں دیکھیں گے' وہ نہیں مانیں گے۔ تو اس لئے تم نے بچوں کو کیا علم دینا ہے بلکہ تمہاری زندگی ہی بچوں کا علم ہے۔ اپنی زندگی کو اپنے بچوں کے مستقبل کے لئے آج ہی ڈھال لو۔ بچوں کو علم دینا بند کر دو' ان کے سامنے اپنی زندگی ایسی بناؤ کہ بچوں کو کم از کم اس میں ایسی چیز نظر آئے کہ بچے راضی ہو جائیں۔ علم کیا دو ان کو؟ مشاہدے کا علم دو۔ وہ آپ کے اچھے عمل کا مشاہدہ کر کے خود ایسا کرنے پر مائل ہوجائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا اثر پڑے گا کیونکہ وہ آپ کا خون ہے۔ آپ کی طرف سے جلدی اثر ہو گا۔ آپ ان کو صحیح قسم کی زندگی

گزار کے دکھا دو' آپ کا اثر پڑے گا اور دوسروں کا اثر نہیں پڑے گا۔ دوسرے بھی انشاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ تو سماج کی گمراہی ہے کہ ہر طرف برائی ہے اور بچے کہتے ہیں کہ ہم گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو بچوں کو راستہ دکھانے والے بنو۔ انہیں اپنی زندگی کا راستہ دکھاؤ۔ اور اس طرح اسلام کی بات بتاؤ۔ ان کے کان میں بات پڑ جائے تو اگر آج عمل نہیں کریں گے تو کچھ عرصہ بعد بات عمل آ جائے گی۔ اب دعا کرو بچوں کے لئے۔ اگر آپ اللہ کے لئے نماز نہیں پڑھتے ہو تو کم از کم بچوں کے مستقبل کے لئے نماز پڑھو۔ بچوں کے لئے دعا کرو کہ یا اللہ ہماری غلطیوں کی سزا ہمارے بچوں کو نہ ملے۔ ہمیں پاکستان بزرگوں کے فیض سے ملا' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پاکستان دے بیٹھیں اور ہمارے بچے پھر محروم ہو جائیں۔ اس لئے یا اللہ ہمارے ملک کو ہمارے بچوں کے لئے محفوظ فرما! ہم سب یہ دعا کرتے ہیں۔ اور ہمیں اسلام پر چلنے کی اتنی توفیق عطا فرما کہ ہمارے بچوں کو اسلام کی دولت سے محرومی نہ ہو۔ باقی یہ کہ گرد و پیش کیا ہو رہا ہے' VCR پہ کیا ہونے والا ہے۔ گھروں میں کیا ہونے والا ہے' ہر طرف بڑا خطرہ ہے ! اب اللہ ہی مہربانی کرے۔ دعا کرو کہ اللہ مہربانی فرمائے ـــــ اور سوال بولو ـــــ

سوال:

سر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہماری زندگی میں بے شمار پریشرز ہیں' کیا آدمی انہیں Resist کرے یا دوسرا یہ کہ Yield کر جائے یا Retreat کر جائے۔ مذہبی طور پر اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:

مذہبی طور پور تو بڑا واضح حکم ہے' مذہب میں امیر بھی ہے اور غریب بھی ہے اور سب کے لئے علیحدہ علیحدہ Code ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ جب زندگی میں حالات بہتر کرنے کے لئے چوری ہی ایک ذریعہ رہ جائے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو چوری نہیں کریں گے اور زندگی غربت میں ہی گزار لیں گے اور کچھ لوگ ہیں جو چوری کر لیں گے۔ تو یہ کیا فرق ہے؟ جب چوری کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا اور ڈاکے کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تو ایک آدمی ایسا بھی ہو گا جو آپ کو کہے گا کہ ہم ڈاکا نہیں ڈالیں گے بلکہ ہم غریبانہ گزارہ کر لیں گے۔ آپ کو ایسے انسان ضرور ملیں گے۔ تو Resist کرنے کا جو نام ہے یہ پھر کمزوری کی بات ہے۔ Resist کرنا اور گمراہی کو Temptation کہنا کمزور آدمی کی بات ہے۔ ہم اسے Temptation نہیں کہتے کیونکہ جو راستہ بند ہے وہ بند ہے۔ Temptation کا لفظ کہتے ہی آپ کمزور ہو جاتے ہیں۔ جو چیز اللہ نے بند کر دی ہے وہ اب بند ہے۔ مثلاً" یہ آپ کا گھر ہے اور وہ اس کا گھر ہے' یہ ہمارے حقوق ہیں' سو ہمارے حقوق ہیں اور وہ تمہارے حقوق ہیں' سو تمہارے حقوق ہیں۔ Temptation کیا ہوتی ہے؟ یہ ترغیبات' خواہش اور گناہ کی خواہش کو کہتے ہیں۔ گناہ کی خواہش کب ہوتی ہے؟ گناہ کی خواہش تب ہوتی ہے جب گناہ کو Judge کرنے والے کے ساتھ محبت نہ ہو۔ ہم نے دیکھا ہے کہ غریب رہنے والے بھی اللہ کے بڑے قریب رہے۔ تو جب تک آپ کی سوچ کا معیار اور آپ کی زندگی اللہ کے لئے نہیں ہوں گے' آپ کبھی نہیں بچ سکتے۔ زندگی کو

اللہ کے لئے بسر کرو تو سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر اللہ کے لئے نہیں کرنی تو پھر اپنے لئے زندگی بسر کر کے دکھاؤ! وہ تم کر نہیں سکتے۔ کب تک بسر کرو گے اپنی زندگی؟ جو چاہتے تھے وہ کر لیا ہوتا۔ اب تک تو آپ نہیں کر سکے۔ اب تک جو کیا سو غلط کیا۔ یا تو آپ اپنی مرضی سے زندگی خوش گزار لیتے' اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کتنی زندگی اور چاہئے تو آپ کہیں گے اتنی اور چاہئے جتنی ہم گزار آئے ہیں۔ اگر اتنی اور مل جائے پھر بھی آپ یہی کرتے رہو گے۔ اب بجائے اس کے کہ اتنی زندگی اور ہو اور آپ پھر سے یہی غلطیاں کرتے جائیں' اس کو یہیں سے کوئی موڑ دو اور اپنا راستہ بناؤ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

آپ کو صحیح خبر دے رہا ہوں کہ اس دنیا سے نکل جاؤ۔ اور اللہ کے آگے سر جھکا دو کہ یا اللہ ہم گھبرا گئے ہیں' تو ہمیں معاف کر دے اور ہمیں سکون کی دولت عطا فرما' چھوٹی موٹی ضروریات بھی پوری کرتا رہ' اور ہمیں سکون بھی عطا فرما ——— بے سکون نہیں ہونا چاہئے آپ لوگوں کو۔ Temptation جو ہیں ان کو آپ Temptation نہ کہو' جو حق ہے وہ کرو' جو حق نہیں ہے وہ نہ کرو۔ گمراہی نہ کرو۔ نیک راہ پہ چلو ——— ہاں بولو ——— اپنا اپنا سوال بولو ———

سوال:

ایک انداز سے اپنی گھریلو زندگی کو دیکھا جائے تو یہ بہت آسان اور آسودہ ہے' ایک انداز سے ساری چیزیں گڑ بڑ ہو جاتی ہیں۔ اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

میں کچھ اور بتانا چاہ رہا ہوں اور آپ کچھ اور طرح سے سوچتے جا رہے ہیں۔ آپ اپنے کام ہی سوچتے رہتے ہیں۔ یہ ایک اور ہی شعبہ ہے۔ سوچا جائے تو زندگی ایک انداز سے یوں ہے اور دوسرے انداز سے یوں ہے۔ اگر تم زندگی اپنی مرضی سے گزار رہے ہو تو گلہ نہ کرنا' کیونکہ جب تم اپنی مرضی سے گزار رہے ہو تو گلہ کس بات کا۔ گلہ وہ آدمی کرے جو دوسرے کی مرضی پر زندگی گزار رہا ہو۔ وہ گلہ کر سکتا ہے کہ تم نے ہمیں ایسا کام کرنے کو کہا تھا' ہم نے وہ کیا لیکن وہ اس طرح ہو گیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ اپنی مرضی سے گزارنے والا کوئی گلہ نہیں کر سکتا' جو لوگ تمہیں تنگ کر رہے ہیں دراصل تم ان کو تنگ کر رہے ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ جن کا گلہ تم کر رہے ہو انہیں بھی تم سے گلہ ہے' تیسری بات یہ ہے کہ اگر تم خدا کو اپنی زندگی سے یا اپنے دل کی زندگی سے نکال رہے ہو تو خدا تمہارے دل سے Peace of mind نکال دے گا۔ یہ پکی خبر ہے۔ Peace of mind نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی جب تک خود اللہ نہ دے۔ اس کا نام ہی Peace of mind ہے۔ اگر اللہ دل میں آ جائے یعنی گھر والا گھر میں آ جائے تو

Peace of mind آ جائے گا۔ اور اگر تم نے اس کو دل سے نکال دیا تو Peace of mind نکل جائے گا۔ اللہ کو پہچاننے کی ضرورت کوئی نہیں' اس کے ساتھ ویسے ہی عاجزی کرتے رہا کرو کہ یا اللہ یہ مہربانی کر' یا اللہ وہ مہربانی کر ـــــ آگے سے جواب ملے نہ ملے' تم بولتے جایا کرو! ـــــ حتیٰ کہ زندگی کی چھوٹی چیز بھی اس سے مانگتے رہا کرو۔ کبھی مسکین کے ساتھ ظلم نہ کرنا' کسی غریب کے ساتھ زیادتی نہ کرنا' جو آپ کے اختیار میں لوگ ہیں ان پر ظلم نہ کرنا۔ تو میں سختی سے منع کر رہا ہوں۔ اور میں اس وقت منع کر رہا ہوں جب آپ لوگوں سے ظلم سرزد ہونے کا خطرہ موجود ہے۔ تو کیا میرا پیغام واضح ہو گیا؟ آپ کو میں کوئی مضمون نہیں سناتا بلکہ آپ کو میں کام کی باتیں بتاتا ہوں۔ آپ پیغام سن لو ـــــ پیغام یہ ہے کہ آپ لوگ ظلم نہ کرو۔ دوسرا میں نے پیغام یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے اور اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت رکھا کرو اور آپ لوگ اچھے مستقبل کا اچھی طرح انتظار کرو۔ آپ لوگوں نے میرے ملنے سے پہلے شادیاں کی ہوئی تھیں۔ اب اگر آپ میاں بیوی ایک دوسرے کا گلہ کرتے ہیں تو یہ تو میرے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو اس لئے میں Simultaneously دونوں کو Dislike کرتا ہوں۔ مقصد یہ کہ میرے لئے سب سے بڑی دِقت والا بندہ وہ ہے جس کے گھر میں اختلاف ہو۔ میرے لئے سوائے اس کے اور کوئی دِقت نہیں ہے۔ آپ لوگوں نے اپنے گھروں میں خوشگوار ماحول نہیں رکھا ہوا۔ لہٰذا آپ لوگوں کے اندر ہم دخل کیا دیں۔ مجھے آپ میں کم آدمی ایسے نظر آئے جن کے گھروں میں کسی قسم کا چھوٹا موٹا اختلاف نہ ہو۔

اب آپ لوگ ذاتی طور پر مجھے بتاؤ کہ کتنے لوگ ہیں آپ میں ایسے کہ جن کے گھروں میں چھوٹا موٹا اختلاف نہ ہو اور میں ان کے گھر ضرور جاتا ہوں۔ اختلاف کو ہم Avoid کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کم از کم میری بات کو سمجھنے کے لئے' مجھ سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک کام ضرور کرو کہ گھروں کے اندر جھگڑا بند کرو ـــــ اور ایک دوسرے کو خوشی سے قبول کرو۔ اب تو آپ کے بچے بھی ہو گئے ہیں۔ زندگی بھی بن گئی ہے۔ اختلافات دور کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اصلاح کرنے کی بجائے قبول کرو۔ یہ ہے میرا پیغام۔

سوال:

گھر میں جھگڑے نہ کریں اور کوئی جیسا بھی ہے اسے قبول کریں' اس کی عملی شکل کیا بنے گے؟

جواب:

اگر گھر کے اندر ایک فریق سچا ہو تب بھی میں دونوں کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ کیا کہا میں نے؟ اگر ایک سچا ہے پھر بھی اس کا مطلب ہے کہ گھر میں جھگڑا موجود ہے۔ ایک سچا ہے تو دوسرا ساتھی جھوٹا ہے ـــــ جس نے ساتھی کو جھوٹا ثابت کر دیا اس نے اس سے بڑا اور کیا جھوٹ بولنا ہے کہ ساری Energy اس نے ساتھی کو جھوٹا ثابت کرنے میں لگا دی۔اس نے اپنے ساتھی کو سچا نہیں بنایا بلکہ جھوٹا ثابت کر دیا۔ ساتھی کے ساتھ مہربانی کیا کرو ـــــ آپ تو اس طرح زندگی گزار رہے

ہو جیسے ساتھی کو پکڑ کے اللہ کے دربار میں لے کے جا رہے ہو کہ یہ ہے وہ عذاب جو میرے اوپر تو نے گرایا ہے۔ آپ کا ساتھی اللہ کی مہربانی ہے اور اس کی عطا ہے۔ اس بات کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ گھر راضی ہونا چاہئے۔ دعا کرنی چاہئے کہ جو تعلق بنا لئے ان پر اللہ کا رحم رہے۔ گھر میں تعلق خوشگوار بنا لو۔ ناگوار کو گوارہ کر لو۔ مطلب یہ کہ اگر ذہنی طور پر لاتعلقی ہو چکی ہے اور سب اپنی اپنی لائین چل رہے ہیں' وہ اپنی لائن چل رہے ہیں اور ہم اپنی لائن چل رہے ہیں تو اس تعلق کو سنوارنے کی کوشش کرو۔ بس یہ محنت کر لو۔ مشکل بات تو کوئی نہیں۔ تھوڑی سی محنت کر لو۔ جس طرح کبھی پہلے زمانے میں کی ہو گی' پھر وہی پرانی یادیں بحال کرو۔

مٹ گئے میری امیدوں کی طرح حرف مگر
آج تک تیرے خطوں سے تیری خوشبو نہ گئی

پرانے خط جو خوشبو دار تھے انہیں دوبارہ ٹھیک کر لو۔ میں تو آپ کو واضح طور پہ بتا رہا ہوں کہ میرے لئے مشکل یہ ہے کہ جب کبھی ہاؤس Divide ہو گا تو وہاں دنیا کا کوئی آدمی گفتگو نہیں کر سکتا۔ Divided House میں کوئی شخص دل جمعی سے بات نہیں کر سکتا۔ Divided House میں مہمانوں کے ساتھ بڑی توہین ہوتی ہے اور ہم سب بڑے Respected مہمان ہیں۔ مہمان بلانے کا تقاضا یہ ہے گھر ماحول Respectful ہو۔ اگر آپ گھر میں خوشگوار رہو' آپس میں خوش رہو تو ہم اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں' کس بات پر خوش ہو جاتے

ہیں؟ کہ گھر والے خوش باش رہیں۔ بچوں کو تمیز سکھایا کرو' گھر میں اکٹھے رہا کرو' یا تو آپ ہمارے آنے سے پہلے ایک دوسرے کو فارغ کر چکے ہوتے مگر اب ہمارے آنے تک نہیں کیا تو اب ہمارے آنے کے بعد بھی نہ کرنا۔ مثلاً" ایک آدمی آتا ہے میرے پاس اور اس کی بیوی بھی ساتھ آکر ملی۔ دونوں ہمارے تعلق میں آگئے۔ اب ان ایک نے دوسرے کو چھوڑ دیا ہمیں دونوں ملنے آتے ہیں۔ ایک کو ہم اِدھر جا کے ملیں گے اور ایک کو اُدھر۔ کیا ہمارے پاس اتنا ٹائم ہے۔ اس لئے ہم دونوں کو نہیں ملیں گے بلکہ تا قیامت نہیں ملیں گے کیونکہ جب ہمیں ملے تھے تو اکٹھے تھے اور اب بتا رہے ہیں کہ ہم علیحدہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں Divided House سے گھبراتا ہوں۔ اللہ تمہارے گھروں کو قائم رکھے

آمین

ترتیب :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

کمپوزنگ :۔ رئیس نذیر احمد

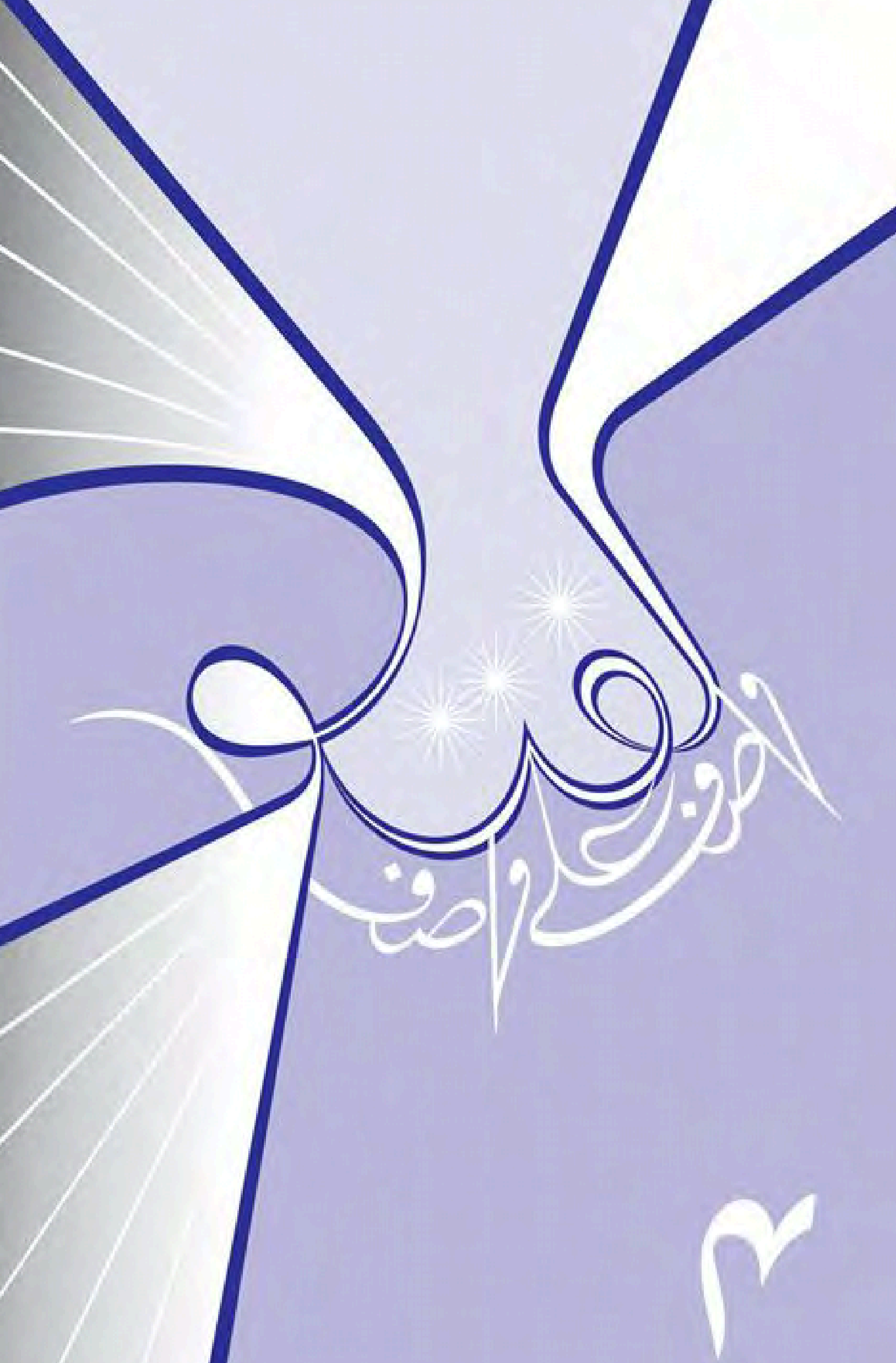

واصف علی واصف

گفتگو ۲

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

تیرے فیضِ کرم سے آج واصفؔ

حریمِ لا مکاں کا رازداں ہے

(واصف علی واصفؔ)

فہرست

(۱)

۱ اللہ ناسفر کس طرح کیا جائے اور اس سفر کی مشکلات کو ہم کیسے دور کریں؟ ۱۹

۲ ہم اکثر داتا گنج بخشؒ کے مزار پر جاتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان سے فیض کیسے حاصل کریں؟ ۲۸

۳ اکثر نیت تو ایک مقصد کی ہوتی ہے لیکن راستے میں کوئی دوسرا شخص مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں؟ ۳۱

۴ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک راستے کو اپنانا چاہیے لیکن انسان کئی راستوں سے گزر کے اصل راستے کو پاتا ہے' ایسے میں کیا کریں ۳۳

۵ مسلمانوں میں آپس میں اتنے جھگڑے ہیں کہ عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ دین پر کس طرح چلے؟ ۳۶

(۲)

۱ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے پوچھا کہ میں مرنے کے بعد کی زندگی
کے متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ کیا انہیں یہ بات کہنی چاہیے تھی؟ ۴۵

۲ آپ کی باتیں تو حق ہیں لیکن کوئی عزیز جدا ہو جائے تو بڑا غم ہوتا ہے
اور آنسو ہی آنسو ہوتے ہیں۔ ۵۳

۳ اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے اور کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟ ۶۴

(۳)

۱ ہم اللہ کے جس راستے پر چل رہے ہیں' اس میں محویت
کیسے حاصل کریں؟ ۷۵

۲ ہم کوشش تو کرتے ہیں کہ کسی ناراض کو منالیں مگر وہ نہ مانے تو؟ ۸۷

۳ کیا مختلف فطرت کے لوگ نیکی کے سفر میں اکٹھے چل سکتے ہیں اور یہ
کہ غصے والے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ ۹۰

۴ "انا" کو تو ہم برا سمجھتے ہیں لیکن اقبال نے خودی کا درس دیا ہے۔
اس کی وضاحت فرمادیں ۹۳

(۴)

۱ کوئی ایسا آسان عمل بتادیں جس سے ہماری زندگی میں اللہ

کے حوالے سے تبدیلی آجائے اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی
اچھی ہو جائے۔ ۱۰۳

(۵)

۱ ایک آدمی محنت کرتا ہے لیکن نتیجے سے پہلے رخصت ہو جاتا ہے'
اسی طرح کوئی آدمی بغیر جرم کے سزا میں آجاتا ہے۔ یہ سب
ایسا کیوں ہے؟ ۱۱۵
۲ موت کا ایک دن مقرر ہے تو پھر علاج اور دعا کی کیا اہمیت ہے؟ ۱۲۸
۳ آج کل اگر نیکی کی کوشش کریں تو لوگ نیکی نہیں کرنے دیتے بلکہ
تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ ۱۳۷
۴ کیا "ربہ انی مغلوب" کا وظیفہ پڑھنا چاہئے؟ ۱۳۹
۵ ہم خود تو ٹھیک رہنا چاہتے ہیں لیکن لوگ مشتعل کر دیتے ہیں۔ ایسے
میں کیا کیا جائے؟ ۱۴۰

(۶)

۱ تصوف پر اتنی ساری کتابیں پڑھنا بہت مشکل ہے اور بزرگ بھی کہتے ہیں
کہ کتابیں نہ پڑھیں۔ اس کا کیا حل ہے؟ ۱۴۹
۲ اسلامی تصوف' یونانی تصوف اور ہندی تصوف میں کیا فرق ہے؟ ۱۵۶

۳ صوفیاکرام کا تسخیر کائنات میں کس قدر حصہ ہے؟ ۱۵۷
۴ جب عمل کا وقت آتا ہے تو سستی، کاہلی اور تذبذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟ ۱۶۳
۵ کیا سیاست میں حصہ لینا چاہئے؟ سیاسی جماعتوں کے بارے میں تو ہم سب کچھ جانتے ہیں، پھر ووٹ کس کو دیں؟ ۱۶۶
۶ جب فقہ نہیں تھا تو اس وقت دین کیا تھا؟ ۱۶۹
۷ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حساب تو ابھی ہونا باقی ہے تو یہ جزا سزا کس بات کی ہے؟ ۱۷۵

(۷)

۱ اگر ہم خلوص کا اظہار نہ کریں تو خلوص خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے، اس لئے ہم کیا کریں۔ اور ہمیں زندگی میں اللہ کے حوالے سے کیا کرنا چاہئے؟ ۱۷۹
۲ ہمیں زندگی میں اصل میں کون سے مقاصد حاصل کرنے چاہییں؟ ۱۹۴
۳ آپ نے فرمایا ہے کہ بھائی کو دو، تو مسکین اور یتیم کی بھی تو مدد کرنی چاہئے۔ ۲۰۱

(۸)

۱ ۔ براہ کرم دعا کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔ ۲۰۵

۲ آپ نے فرمایا ہے کہ جو تکلیف اللہ کی طرف راغب کرے وہ
اللہ کا احسان ہوتی ہے تو اگر گناہ کبیرہ کے بعد انسان اللہ
کی طرف راغب ہو جائے تو؟ ۲۲۴
۳ آپ نے فرمایا تھا کہ آنسو اللہ کی نعمت ہیں' اس بارے میں فرمائیں
کہ یہ کیسے ہیں؟ ۲۲۹

(۹)

۱ اس زندگی میں اللہ کا جلوہ کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟ ۲۳۵
۲ بعض اوقات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ چیز' یہ یہ آیت پڑھیں
تو اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔ ۲۳۸
۳ سر! یہ جو پیری مریدی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرتے ہیں بعض
دفعہ پیر صاحب پشاور میں تشریف فرما ہیں اور یہاں ہزاروں کی تعداد
میں لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ ہے؟ ۲۴۰
۴ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب امر'
صاحب بصیرت سے وابستگی کو اللہ کے لئے مستحکم کر لیتا ہے تو کیا
اس کے بعد اور Formalities کی ضرورت رہتی ہے؟ ۲۴۳
۵ سر! "بیعت" کا لفظی معنی کیا ہے؟ ۲۴۳
۶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا

۱ سائنس کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر ایک تبدیلی آرہی ہے تو سائنس کی ترقی کس حد تک جائز سمجھی جاسکتی ہے؟ ۲۷۳

۲ جب کہ دین پر اتنی زیادہ کتابیں موجود ہیں تو پھر اللہ کا راستہ اپنانے کے لئے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ ۲۸۱

۳ ہم دین اور دنیا کے درمیان حد فاصل کیسے رکھ سکتے ہیں؟ ۲۸۶

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کی محفلیں دانائی اور حکمت کا وہ خزانہ تھیں جن میں آنے والا ہر شخص اپنی طلب کے مطابق گوہرِ مقصود لے کے جاتا تھا۔ علم و عرفان کے وسیع تناظر کی حامل ان کی یہ محفلیں ہر شریک ہونے والے شخص کی الجھن دور کرنے کا ایک خاص اعجاز رکھتی تھیں۔ محفل میں جس شخص نے بھی سوال کیا اس کی تشفی کرائی جاتی بلکہ اسے ایک نئے اور خاص علم سے سیراب اور نہال کر دیا جاتا۔ محفل میں کئے جانے والے گوناں گوں سوال نہ صرف ان سوال کرنے والے اشخاص کے مسئلے کے حل کا باعث بنتے بلکہ بعد میں یہ حقیقت آشکار ہوتی چلی گئی کہ ایک شخص کا سوال دراصل کئی اور اشخاص کے دلوں میں بھی موجود ہے۔ اس لئے یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی گئی کہ ان اصحاب کے لئے جو ان کی محفل میں شریک نہ ہو سکے، ان محافل کے احوال

پیش کئے جائیں تاکہ علم و حکمت کے اس منفرد خزانے سے حتی الوسع لوگ فیض حاصل کر سکیں۔ اسی خیال کے پیش نظر یہ مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اپنے قارئین سے استدعا ہے کہ وہ پہلے کی طرح لوارے کو اپنی قیمتی آراء سے نوازیں۔ تاکہ آئندہ پیش کئے جانے والے محافل کے احوال کو مزید خوب صورت اور احسن بنایا جا سکے۔



۱ اللہ کا سفر کس طرح کیا جائے اور اس سفر کی مشکلات کو ہم کیسے دور کریں؟

۲ ہم اکثر داتا گنج بخش کے مزار پر جاتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان سے فیض کیسے حاصل کریں؟

۳ اکثر نیت تو ایک مقصد کی ہوتی ہے لیکن راستے میں کوئی دوسرا شخص مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں؟

۴ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک راستے کو اپنانا چاہیے لیکن انسان کئی راستوں سے گزر کے اصل راستے کو پاتا ہے' ایسے میں کیا کریں؟

۵ مسلمانوں میں آپس میں اتنے جھگڑے ہیں کہ عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ دین پر کس طرح چلے؟

سوال :۔

اللہ کا سفر کس طرح کیا جائے اور ہم اس سفر میں آنے والی مشکلات کو کیسے دور کریں؟

جواب :۔

وہ انسان جو دوڑتا پھرتا ہے اگر سو جائے تو غافل ہو جاتا ہے۔ بندہ وہی ہوتا ہے لیکن زندہ ہو تو زندگی اور اگر مرجائے تو میّت کہلاتا ہے' اگر رونے لگ جائے تو غمگین اور ہنسنے لگ جائے تو شادمان کہلاتا ہے۔ اگر انسان اپنے کسی بھی سفر پر توجہ نہ کرے تو اس سفر سے بے راہ یا گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہر سفر کو ایک توجہ چاہئے۔ کچھ لوگ اپنے سفر کے ذریعے اللہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسی رسائی والے کو چھپاتا نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو انسان بنایا' دیکھنے والا بنایا' سننے والا بنایا' سوچنے والا بنایا' اب اس کا شکر ادا کرو۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کے دیکھنے کے لئے کل کائنات بنائی۔ آپ کو ہر چیز بغیر تقاضے کے ملی ہے' تقاضے کے بغیر آپ کو اسلام عطا فرمایا' آپ پر اپنی

رحمتیں نازل فرمائیں بلکہ آپ کے مانگے بغیر آپ کا رابطہ رحمتہ للعالمین ﷺ سے کرایا۔ اب اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ اپنے تک رسائی کرنے والے کو چھپا کے رکھے۔ یہ آپ ہیں جو استقامت نہیں رکھتے اور چلتے چلتے اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ جس سفر میں آپ Concentration یا توجہ چھوڑ دیں تو اس راہ میں آپ بے راہ ہو جاتے ہیں ------ ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضور پاکؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم دین سے کیسے اور کتنی محبت کریں؟ آپؐ نے فرمایا دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیا دار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیا دار دنیا بنانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا اور تم اپنے دین کے لئے کوئی موقع نہ چھوڑو ---- تو بات اتنی ساری ہے کہ دنیا دار ہر موقع پر اپنی دنیا بناتا ہے کیونکہ اس کا مزاج ہی دنیا ہے ------ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومنکم من یرید الدنیا تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار رہیں گے اور ومنکم من یرید الاخرہ اور تم میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہوں گے۔ آخرت کے طلب گار کا مطلب ہے دین کا طلب گار ہونا ---- یہ طلب گاری سرسری نہیں ہونی چاہئے بلکہ جس توجہ سے دنیا دار اپنی دنیا بنانے میں محو اور مصروف ہے' اسی طرح دین دار اپنے دین کو بنانے میں محو اور مصروف ہونا چاہئے۔ روحانیت زندگی سے کوئی الگ شعبہ نہیں ہے کہ آپ تسبیح بیان کرو' شغل کرو یا کوئی وظیفہ پڑھو ---- اگر آپ دنیا سے توجہ ہٹا کر دین کی طرف لگا لیں تو آپ دین دار ہو جائیں گے ---- کچھ لوگ خوف کی نماز پڑھتے ہیں جس میں اللہ کا خوف' دوزخ کا خوف' اور دنیا کا خوف شامل ہے۔ کچھ لوگ شریعت کی

نماز پڑھیں گے کیونکہ شریعت کا حکم ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھیں گے۔ شریعت ایک نظام ہے اور اللہ ایک ذات ہے۔ نظام کسی وقت خاموش ہو جاتا ہے لیکن ذات خاموش نہیں ہوتی۔ اگر آپ اکیلے بیٹھے ہوں تو نظام تو آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ نظام نے تو اذان' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ سب طے کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ نظام خاموش ہے۔ کچھ کھانے میں یا کچھ پہننے میں فارمولا آپ پر زیادہ زور نہیں دے گا۔ لیکن جس وقت آپ اللہ کی طرف رجوع کر رہے ہوں تو آپ کو یہ خیال ہونا چاہئے کہ اللہ تنہائی میں بھی ہے' محفل میں بھی ہے' دولت میں بھی ہے' غریبی میں بھی ہے' پاکیزگی میں بھی ہے اور آپ کی غیر پاکیزہ زندگی میں بھی ہے۔ وہ کائنات کا مالک ہے' خیر و شر دونوں اس کی طرف سے ہیں' اللہ تعالیٰ سے آپ کا کوئی حال مخفی نہیں ہے اور آپ کی کوئی حالت ایسی نہیں ہے جب آپ اللہ تعالیٰ سے Disconnect ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کا کنکشن ہر حال میں بحال رہتا ہے اور رہنا بھی چاہئے۔ فارمولا یا ڈسپلن یا نظام جہاں پر ہے' اپنی جگہ صحیح ہے۔ اس ڈسپلن کے علاوہ بھی جو نظام ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہے۔ اگر آپ کی تنہائی میں اور آپ کے دل میں کوئی بدی آ رہی ہے تو یہاں شریعت کی پکڑ نہیں ہے لیکن یہاں اللہ کی گرفت آئے گی کیونکہ اس نے اعمال کو نیت پر مقرر کر رکھا ہے۔ نیت کا فارمولا نہیں ٹوٹ سکتا۔ اگر دو آدمی بیک وقت نماز پڑھ رہے ہوں اور ایک آدمی کی نیت بد ہو اور دوسرے کی صحیح ہو تو آپ فارمولے کے ذریعے کیسے معلوم کرو گے کہ کس کی نماز صحیح ہے۔ یہ تو پتہ نہیں چل سکتا۔ اگر ایک آدمی بد

ہے اور ساری عمر نیکی کرتا ہے تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ منافق ہے۔ منافق وہ ہوتا ہے جو نیکوں میں بھی نظر آئے اور بد لوگوں میں بھی نظر آئے' مومنوں میں بھی پایا جائے اور کافروں میں بھی پایا جائے' دونوں میں مشہور ہونا چاہے اور جس کا رابطہ دونوں سے ہو ---- تو منافق بھی نیکی میں شامل ہو گا بلکہ نمایاں ہو گا لیکن اس کے دل میں نیکی وارد نہیں ہو گی۔ وہ حضور پاکؐ کی شان میں قصیدہ بھی لکھے گا لیکن دل سے کبھی قبول نہیں کرے گا۔ مثلاً" منافقوں نے مسجد بنائی اور حضور پاکؐ کو دعوت دی اور جب آپؐ جانے لگے تو ذات حق نے Interfere کیا کہ یہ مسجد تو مسجد نہیں ہے اور اس کو گرا دینا چاہئے کیونکہ اس کو بنانے والے دراصل منافق ہیں۔ منافقوں کی تعریف اللہ نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ کلمہ پڑھیں تو بھی جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! جب منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو میں تو جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ گویا کہ منافق اگر سچی بات کرے تب بھی جھوٹ ہے ---- یہاں پر کلمہ پڑھنے والا چونکہ منافق نکل آیا تو یہاں آ کے فارمولا فیل ہو جاتا ہے ---- یہاں پر کلمہ تو سچا ہے لیکن پڑھنے والا جھوٹا ہے۔ اس مقام پر ضرورت پڑتی ہے کہ فارمولے کے علاوہ بھی کوئی بات ہو کیونکہ جب جھوٹا آدمی سچا کلمہ پڑھے تو بھی جھوٹ ہے اور اگر جھوٹا آدمی سچا قرآن پڑھے' تب بھی جھوٹ ہے ہر چند کہ قرآن سچا ہے۔ لہٰذا مختلف مواقع پر اگر دو باتیں کوئی سے مختلف آدمی کر رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے' ایک نماز اگر دو

آدمی پڑھ رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے' ایک کلمے کو دو آدمی پڑھ رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے ------ اس فرق کو آپ فارمولے کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے بلکہ اس فرق کو آپ صرف حقیقت کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں اور ذات کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ تو ذات سے جب تعلق ہو تو اس تعلق میں محویت ہونی چاہئے اور Concentration ہونی چاہئے۔ آپ کی محویت ہی آپ کے سفر کی ضمانت ہے۔ اس میں کوئی نیا فارمولا نہیں ہے۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کا عرس شروع ہوتا ہے تو آدھے لوگ تو بھائی گیٹ کی مٹھائیوں تک ہی رہ جاتے ہیں' رونق' میلہ' چائے' باتیں' ملاقاتیں اور آگے دربار کی طرف نہیں جاتے۔ کچھ لوگوں نے اور واقعات کئے' کچھ عزیز میاں کے حوالے ہو گئے اور کچھ نصرت فتح علی قوال کے حوالے۔ قوالوں نے قول کہنا ہے' لکھنے والا اور ہے اور کہنے والا اور ہے۔ عرس قابل غور ہے۔ کچھ لوگ لنگر اور کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ جس بزرگ کا عرس ہو رہا ہے یہ لوگ اس کی سوانح حیات سے بے خبر ہیں' اس کی کتاب سے بے خبر ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے "کشف المحجوب" پڑھی ہے اور ان کو داتا صاحبؒ کی ذات سے تعارف ہے۔ داتا صاحبؒ اگر خود بھی آ جائیں تو وہ کہیں گے کہ ان لوگوں میں سے میرے پاس تو ایک بھی نہیں آیا ---- سب لوگ باہر کھڑے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں اور اس آدمی کے پاس نہیں جاتے جس کا نعرہ لگا رہے ہوتے ہیں۔ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں' اس کے تقرب میں اکثر لوگ نہیں جاتے۔ جس اللہ کو اللہ کہتے ہیں اس کے پاس اکثر لوگ نہیں جاتے۔ اس اللہ کے نام پر غریب کو کھانا کوئی نہیں

کھلاتا۔ اگر جائز کمائی ہو تو لنگر پکانے سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ اس سے بہتر کوئی شے نہیں ہے کہ آپ اپنی جائز کمائی غریبوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ تو سخاوت ہے اور اللہ والا کام ہے۔ اگر ناجائز کمائی آپ لنگر کے نام لگا رہے ہیں تو پھر اس میں دقت آئے گی اور آپ اس بزرگ کے بتائے ہوئے راستے پر بھی نہیں چلتے جس کام کے لئے وہ تشریف لائے۔ اگر اللہ والے سادہ زندگی گزارتے تھے اور آپ ان کے مزار کو سادگی سے باہر نکال دو تو یہ ان کا منشا کبھی نہیں ہو گا۔ ہوا یہ کہ بعد کے لوگوں نے ہمیشہ پرانے لوگوں کو ان کی زندگی کی طرز سے ہٹا کر ایک نیا ہیولیٰ بنا دیا۔ آج تک کسی نے ایسا نہیں کیا کہ "کشف المحجوب" کو آسان کر کے ایسا لکھ دے تاکہ بچوں اور بوڑھوں سب کو سمجھ آ سکے کہ داتا صاحبؒ کی کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کو عام فہم بنانا چاہئے مثلاً" توحید کا بیان ہے تو یہ سب کو سمجھ آ سکے کہ داتا صاحبؒ نے اس بارے میں یہ پوائنٹس لکھے ہیں ---- ایک مرتبہ داتا صاحب نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ کچھ توحید کے بارے میں فرمائیں۔ ان کے مرشد نے کہا کہ کسی دن بتائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد داتا صاحبؒ اپنے مرشد کے ساتھ حج پہ گئے۔ کچھ آدمی اور بھی ساتھ تھے۔ پیدل چلتے گئے۔ ایک دن ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ گھوڑے پر سوار ایک بزرگ آئے۔ وہ داتاصاحبؒ کے پیر صاحب کے پاس گئے۔ سلام دعا ہوئی اور انہوں نے پیر صاحب سے کچھ کہا اور پیر صاحب نے انہیں کچھ کہا اور پھر وہ بزرگ واپس چلے گئے۔ داتا صاحبؒ نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تمہارے توحید والے سوال کا جواب تھا۔ داتا صاحبؒ نے

پوچھا کیسے؟ انہوں نے کہا یہ تھے خضر علیہ السلام اور یہ کہہ رہے تھے کہ اگر اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے ساتھ حج کو چلیں' لیکن میں نے کہا کہ ہمارے ساتھ نہ چلیں۔ انہوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ پیر صاحب نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خدا کے خیال کو چھوڑ کر آپ کے خیال میں گم ہو جائیں۔ تو یہ توحید ہوتی ہے۔ توحید یہ ہوتی ہے کہ منزل کا ایسا خیال ہو کہ راہ سے بے خبر ہو جاؤ۔ تو آپ راستے میں گم نہ ہونا۔ اگر آپ توجہ کریں تو سارا واقعہ ٹھیک ہو جاتا ہے' جس طرف آپ جا رہے ہیں اس سمت چلتے جائیں۔ چلتے جانا ہی منزل ہے۔ اللہ کا سفر ایسا سفر ہے جس کا انجام بھی سفر ہے' آغاز بھی سفر ہے' حاصل بھی سفر ہے۔ اس تلاش میں' جس آدمی نے یہ تلاش دی' اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ یہ تلاش خود ساختہ نہیں ہو سکتی۔ اس کا فارمولا یہ ہے کہ منزل خود آپ کو تلاش کا موقع دیتی ہے۔ جس نے آپ کو قبول کرنا ہے وہ خود ہی آپ کو سفر پر روانہ کرے گا۔ سفر پر روانہ کرنے والا اور آپ کے ساتھ چلنے والا ہی منزل پر آپ کا استقبال کرے گا۔ ادھر سے آپ کو روانہ کرتا ہے اور وہاں پہ آپ کا استقبال کرتا ہے۔ ادھر سے پیغمبروں کو تکلیف میں ڈالتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ تمہیں پیغمبر بنایا ہے' تم پر سلام ہو اور درود ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ سلام علیٰ نوح اور سلام علیٰ ابراھیم موسیٰ علیہ السلام کی ایک شان ہے لیکن ان کا اپنا گھر نہیں ہے' کسی کو گھر سے بے گھر کر دیا' یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا' بازار میں بکوا دیا اور جیل میں بھی بھیج دیا اور پھر کہا کہ یوسف علیہ السلام بڑے پیارے پیغمبر ہیں اور ان کا قصہ سب سے احسن ہے یعنی احسن القصص ہے'

سب سے پیارا قصہ ہے' اور ان پر سلام بھیجو ـــــ اللہ کے احسان کا یہ بہت ہی خوب صورت طریقہ ہے کہ اگر آپ کی توجہ اس کی طرف ہو تو تکلیف بھی تعلق کا حصّہ ہے۔ اگر اللہ سے تعلّق نہ ہو تو پیسہ بھی عذاب کا حصہ ہے۔ بات صرف تعلق کی ہے' جس کا تعلّق اللہ سے ہو' وہ ہر حال میں اس سے متعلّق رہتا ہے۔ ایسے تعلّق میں غریبی بھی خوب صورت ہے' دولت بھی خوب صورت ہے بلکہ ہر واقعہ خوب صورت ہے اور اگر تعلّق نہ ہو تو ہر حال میں گمراہی ہے۔ اس لئے تعلق والے لوگ ہر حال مین اللہ کے خیال میں رہتے ہیں اور دنیا کا سارا کام بھی چلتا رہتا ہے۔ آپ لوگ توجہ رکھو تو اسی دنیا میں Serious ہونے کا بڑا موقع ہے اور اگر آپ توجہ نہ رکھو تو یہ دنیا Serious ہونے والی نہیں ہے۔ ایک جگہ اسی کائنات کو حجاب حقیقت کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کائنات میں حقیقت نہیں ملے گی۔ ایک اور جگہ اسی کائنات کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ کائنات عین عکس حقیقت ہے اور حقیقت اسی میں تو ملنی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ یعنی کہ یہاں آنکھیں کھولنے کا موقع ہے' جس نے آگے جا کے دیکھنا ہے وہ یہاں سے دیکھ کے جائے گا۔ اسی کائنات میں سارا راز ہے اور اسی کائنات میں کوئی راز نہیں ہے۔ یعنی غافل کے لئے ساری کائنات حجاب ہے اور جاگنے والے کے لئے ساری کائنات انکشاف ہے۔ بات ساری آپ کی اپنی ہے' آپ اپنی غفلت سے نکلو' یہ نہیں ہے کہ آپ کو کوئی فقیری مل گئی ہے یا کوئی روحانیّت مل گئی ہے ـــــ صرف یہ ہونا

چاہئے کہ آپ میں استقامت پیدا ہو جائے کہ جو کام ہو رہا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ آپ زندگی پر راضی رہنا شروع کر دو۔ جو شخص زندگی پر راضی ہے وہ اللہ پر راضی ہے اور اللہ اس پر راضی ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جس پر اللہ راضی ہو وہ اللہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ گلہ' شکوہ' شکایت اور اس فانی زندگی کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا' پروگرام وہ رکھے جس کو اختیار ملے۔ اس فانی زندگی کے پاس کیا پروگرام ہو سکتا ہے؟ کسی وقت بھی غبارے سے ہوا نکل سکتی ہے۔ تو اللہ کے راستے پر چلنے والے کے پروگرام پر چلتے ہیں اور اپنا پروگرام نہیں رکھتے۔ آپ اگر توجہ رکھو اور اللہ کے خیال میں رہو تو اس کائنات میں آپ کو وہ واقعہ مل جائے گا ورنہ انسان ساری عمر سفر کرتا رہتا ہے لیکن منزل سے رہ جاتا ہے ----- باقی یہ بات کہ فیض کیسے ملتا ہے تو اگر کسی جگہ پر بہت بڑے بزرگ نیکی اور عبادت میں مشغول ہیں اور ان کا بڑا بلند مقام ہے تو اس بلند مقام پر ان کو جو باورچی کھانا پکا کے دے رہا ہے' اس کا بھی ایک مقام ہے حالانکہ اس کی آستانے کے اندر ہونے والے عمل میں شمولیت نہیں ہے لیکن کھانا اس کے بغیر نہیں چلتا۔ ایسے شخص کی اگرچہ خیال میں شرکت نہیں ہوتی لیکن خیال والوں کے حال میں شرکت ہوتی ہے۔ جو خیال والوں کے حال میں شامل ہوتا ہے وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ذوقِ خیال صرف توجہ والوں کو ملے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بہت سے سرسری خیالات کو چھوڑ دیا کرو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آپ کا آخری سانس کے وقت خیال ہو گا' اسی خیال میں آپ اٹھیں گے۔ تو خیال کو آزاد رکھو' اللہ کی طرف رکھو' پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔

آپ اپنے خیال کی اصلاح کرو تو اسی کا نام فقیری ہو جاتا ہے' یہی آدمی پہنچا ہوا آدمی بن جاتا ہے' یہی آدمی بزرگ ہو جاتا ہے۔ اگر تانبے کے اندر سے کوڑھ نکل جائے تو یہی سونا ہے۔

ریت وجود تیرے وچ سونا تے تینوں نظر نہ آوے
ہنجواں دا گھت پانی تے ریت مٹی رڑ جاوے

تمہارے وجود کی ریت میں سونا ہے' اگر آنسوؤں کا پانی ڈالو تو ریت اور مٹی بہہ جائیں گے اور انسان صاف ہو جائے گا' یہ انسان اگر مسجد میں چلا جائے تو نمازی ہو جاتا ہے' حج پر چلا جائے تو حاجی ہو جاتا ہے۔ آپ کے خیال کی اصلاح ہو جائے تو آپ مفکر بن جاتے ہیں۔ اگر آپ ہر وقت اللہ کے خیال میں رہو تو آپ اللہ والے بن جاؤ گے۔ یہ کوئی وقت والی بات نہیں ہے۔ اللہ کا سفر اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ اللہ والے کوئی الگ مخلوق نہیں ہیں۔ آپ اپنے آپ کو سمجھو کہ آپ کے ذمے کیا کام ہے اور آپ کہاں سے چلے ہو اور کہیں بے مقصد سفر تو نہیں کر رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں یہ کہیں کہ

چلتے چلتے عمر کٹی ہے
کہنے کو دو گام چلا ہوں

اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اب آپ اور سوال کرو ----

سوال :۔

ہم اکثر حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار پر جاتے ہیں لیکن یہ پتہ

نہیں چلتا کہ ان سے فیض کیسے حاصل کریں۔

جواب :۔

پہلے آپ یہ دیکھو کہ وہ کون سی ذات ہے جس کو آپ داتا صاحبؒ کہہ رہے ہیں۔ فی الحال آپ یہ سمجھو کہ وہ ماضی کے کوئی بزرگ تھے۔ ان کی کون سی بات تھی جس کی وجہ سے وہ بزرگ تھے یعنی ان کی بزرگی کی Specialization کیا ہے۔ یعنی ان کے پاس کوئی ایسا واقعہ ہے جو عام انسانوں کے پاس نہیں ہوتا۔ تمام بزرگ اپنے تک رسائی کے لئے کوئی نہ کوئی دروازہ کھول جاتے ہیں اور نشانی رکھ جاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ اپنی کتاب "کشف المحجوب" چھوڑ گئے۔ آپ نے اگر کتاب پڑھی ہے تو آپ کو اس میں سے راستہ مل جائے گا۔ اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور اجازت سے پڑھیں بلکہ اس کتاب کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا فرمان ہے کہ جس شخص کو پیر نہ ملے اس کو یہ کتاب پڑھنے سے مل جائے گا۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ داتا صاحبؒ کے پاس اکتساب فیض کے لئے جاؤ۔ فیض کا مطلب یہ ہے کہ اس ماحول سے برکت حاصل کرنا۔ پھر آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جائے گا کہ بزرگوں کا Function کیا ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بڑی دور سے آئے اور آپ لوگوں کے لئے آئے۔ داتا صاحب غزنی سے آئے اور فیض لاہور کو دیا۔ داتا دربار جاؤ اور سلام کر کے واپس آ جاؤ' وہاں پر ادھر ادھر کی باتیں نہ کرنا۔ ایک طریقہ اختیار کر لو۔ اگر سارے طریقے استعمال کرو گے تو ناکام ہو جاؤ گے۔ کچھ لوگ قوالی بھی سنتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں سنتے۔ کچھ لوگ جلی

ذکر کرتے ہیں اور کچھ لوگ خفی ذکر کرتے ہیں۔ اب اگر ایک آدمی قوالی بھی سنتا ہے' خفی ذکر بھی کرتا ہے' جلی ذکر بھی کرتا ہے تو وہ کئی گنا محنت کے باوجود Zero ہو جائے گا کیونکہ اس میں استقامت بھی نہیں ہے اور یقین بھی نہیں ہے۔ ایسا شخص پہلے ایک بزرگ کے پاس جاتا ہے' پھر کہیں اور چلا جاتا ہے۔ ایسا شخص زیرو ہو جاتا ہے۔ ایک مقام پر رہنے والا Achieve کر جاتا ہے۔ Achievement کیا ہوتی ہے؟ استقامت' یقین اور یکسوئی۔ یعنی ایک رخ ہو جائے اور اگر دو رخ ہو جائیں کہ مشرق بھی جاؤ اور مغرب بھی جاؤ تو پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ انتشار ہو جائے گا' دراڑ پڑ جائے گی۔ دو طرف توجہ کرنے سے خرابی ہو جاتی ہے:

چال کیسی یہ چل گیا رستہ
چلتے چلتے بدل گیا رستہ
آسمان تھا میری نگاہوں میں
پاؤں سے یوں نکل گیا رستہ

تو راستہ چلتے وقت راستہ دیکھا جائے اور اگر دوسری طرف دیکھیں تو راستہ گم ہو جائے گا۔ اس لئے کئی راستوں کی بجائے ایک راستے پر چلنا چاہئے۔ دو جگہ کھانے پر جانے والا اکثر بھوکا سوتا ہے۔ دو آقاؤں کو سوائے منافق کے کوئی راضی نہیں کر سکتا۔ آقا یعنی مالک صرف ایک ہوتا ہے یعنی اللہ صرف ایک ہے۔ نسبت صرف اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے ہونی چاہئے اور ایک راہنما ہونا چاہئے۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں ایک راستے کا مسافر بنا۔ ایک راستے کا مسافر گمراہ

نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے پاس راستہ ہی ایک ہے۔ ماننے والا کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ گمراہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس سوچ ہو۔ گمراہی تب ہوتی ہے جب ذہن کے پاس سوچنے کی گنجائش ہو۔ جب انسان یہ فیصلہ کر لے کہ کسی کا کہنا ماننا ہے تو اس کے پاس کوئی سوچ نہیں رہتی۔ بزرگوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ایک بزرگ کے حوالے سے سفر کیا جائے۔ جو لوگ دو یا تین کے حوالے سے سفر کرتے ہیں' ان کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ دو یا تین آوازوں میں سے ایک آواز پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ پر ایمان کے بعد کسی ایک بزرگ کے حوالے سے اپنا سفر کر لو کیونکہ اللہ اس بزرگ کے پاس ہوتا ہے:

خلقت کوں جیندی گول اے
ہر دم فریدؔ دے کول اے

یعنی مخلوق جس اللہ کو ڈھونڈ رہی ہے وہ ہر دم فرید کے پاس ہے۔ وہ آپ کے ساتھ ہے اور آپ اپنے یقین کے ساتھ چلتے جاؤ۔ اس طرح بزرگوں کے فیض سے آپ اللہ کی رحمت کو پالیں گے۔

سوال:

اکثر نیت تو ایک مقصد کی ہوتی ہے لیکن کوئی دوسرا شخص راستے میں اتفاقاً مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں؟

بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی دفتر میں ملازم ہوں اور دفتر جانے کے وقت سے پہلے اگر کوئی مل جائے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ شام کو ملیں گے یا بعد میں ملیں گے۔ اگر آپ کی ہوائی جہاز کی سیٹ بک ہو تو ملنے والے شخص سے آپ کہیں گے کہ چار بجے جہاز نے اڑ جانا ہے' اس لئے پھر ملیں گے' اگر نماز کا وقت ہو اور کوئی ملنے آئے تو آپ کہیں گے کہ میں نماز پڑھ کے آتا ہوں۔ اگر آپ کی کہیں کوئی Commitment ہو یا وعدہ ہو تو آپ کہیں گے کہ سارا جہاں ادھر کا ادھر ہو جائے لیکن میں نے وعدہ پورا کرنا ہے۔ تو وعدہ تب پورا ہوتا ہے جب آپ ایک جگہ Commited ہوں اور دوسرا مل جائے تو آپ نے دوسرے کو چھوڑ دینا ہے۔ یہی تو کرنا ہے آپ نے۔ نیکی کے راستے میں بظاہر ایک اور نیکی کھڑی ہوتی ہے لیکن اصل میں نیکی کے راستے میں نیکی نہیں آسکتی۔ جو نیکی کے راستے میں رکاوٹ ہو وہ "نیکی نما" کوئی چیز ہوتی ہے اور نیکی نہیں ہوتی بلکہ نیکی کا لبادہ ہے۔ اگر آپ اپنے باپ کے پاس جا رہے ہوں اور راستے میں پرانا دوست مل جائے تو پھر آپ باپ کے پاس جانا۔ اپنے راستے کو حجابات سے اور رکاوٹوں سے آزاد کرو۔ تو آپ سیدھے چلتے جاؤ اور توجہ سے چلتے جاؤ۔ اگر رات کے اندھیرے میں دور ایک چراغ جل رہا ہو تو راستے میں اس چراغ کی روشنی تو نہیں ہوتی لیکن اس سے سمت معلوم ہو جاتی ہے' اگر اس چراغ سے ذرا بھی نگاہ ہٹائی جائے تو آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا اور راستہ گم ہو جائے گا۔ پہاڑی راستے میں بھی اگر نگاہ منزل پر رکھو تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ زندگی کے باطنی سفر کو فرض

سمجھو۔ رکاوٹ کو توڑنا ہی تو فقیری بن جاتی ہے۔ استقامت ہی تو فقیری ہے۔ دین میں جو لوگ استقامت رکھتے ہیں وہ شہید بھی ہو گئے اور انہوں نے جانیں بھی قربان کر دیں۔ باقی لوگ دیکھتے رہ گئے کہ یہ کیسے ہو گیا؟ اصل راز یہ ہے کہ جس نے جان دی تھی' اس نے جان لے لی ہے' اب جھگڑا کس بات کا۔ دیکھنے والے کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ راستے میں کیوں نہ بیٹھ گئے لیکن جو منزل سے محبت کرتا ہے وہ کبھی راستے میں نہیں بیٹھ سکتا۔

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک راستے کو اپنانا چاہیے لیکن زندگی میں انسان کئی راستوں سے گزر کر اصل راستے کو پاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب:

ہوتا یہ ہے کہ جس وقت یہ سمجھ آ جائے کہ ایک راستے کا مسافر بننا ہے تو اس وقت ایک راستہ اپنا لو۔ اس سے پہلے کے سفر کو آپ کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اس پچھلے سفر کو آپ چھوڑ دیں۔ اگر منزل مل جائے اور نصیب میں کامیابی ہو تو پھر پرانی ناکامیاں اور گمراہیاں بھی کامیاب ہو جاتی ہیں۔ جس آدمی کا آخری سانس مسلمان ہو جائے اس کی ساری زندگی مسلمان ہو جاتی ہے ہر چند کہ وہ کافرانہ تھی۔ ستر سال کا کافر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا تو اس کے پچھلے ستر سال بھی مسلمان ہو گئے۔ اس لئے گمراہ کا راستہ ٹھیک ہو جائے تو وہ راہ پر آ جاتا

ہے۔ آپ اپنے مستقبل کو Safe کرو تو آپ کے گمراہ زمانے بھی محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر پہاڑ پر جانے والا شخص راستہ گم کر بیٹھے تو وہ بڑا شور مچاتا ہے اور اگر وہ چوٹی پر پہنچ جائے تو اس کا سارا راستہ ہی کامیابی کا راستہ ہے:

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے جا رہی ہیں لیکن کامیاب وہی کہلائے گی جو پورا گھڑا بھر کر گھر لوٹے۔ تو اگر آپ منزل تک پہنچ گئے تو ہر راستہ ہی صحیح تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ صحیح انجام پہ پہنچ گئے۔ اگر صحیح منزل پہ پہنچ گئے تو ہر راستہ صحیح ہے۔ اگر قبول کرنے والے نے قبول کر لیا تو سارا راستہ ہی صحیح ہے جو لوگ پہلے کافر تھے وہ مومن ہو گئے تو:

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

اسلام کے کلمے سے پہلے اور دین تھا اور سارے لوگ ادھر سے تشریف لائے ہیں۔ دین تو ان کا خدا داد ہے مگر اللہ تعالیٰ اس راستے سے لا کر شامل کرتا جاتا ہے۔ اس لئے ماضی کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ مستقبل کی اور حال کی بات ہے۔ تو کافر کا انجام مسلمان ہو سکتا ہے' سبحان اللہ! جو پہلے آوارہ پھرتا تھا' گمراہ تھا اور دوست کا ٹھکانہ نہیں جانتا تھا:

آوارہ می رویم کہ نہ دانم دیارِ دوست

پھر اسے خضر علیہ السلام مل گئے اور راستہ مل گیا۔ اب جو راہ پر آ گیا اس کی گمراہی کا کیا ذکر کرنا۔ دعا یہ کرنی چاہئے کہ ہماری آخری سانس صحیح راہ پر ہو۔ بس پھر سارا سفر کامیاب ہو گیا۔ آخری سانس کس کی صحیح راہ پر ہوتی ہے؟ جو توبہ کرتا ہو کیونکہ توبہ کرنے والا گناہ سے نکل جاتا ہے۔ جس نے سب کو معاف کر دیا اس کو معافی مل جاتی ہے۔ جس نے حقوق ادا کر دیئے' اس کو معافی مل جاتی ہے۔ جو بے ضرر ہو گیا وہ فقیر ہو گیا اور جو منفعت بخش ہو گیا وہ اللہ کا دوست ہو گیا۔ تو لوگوں کو نقصان پہنچانے سے توبہ کرو اور انہیں فائدہ پہنچانا شروع کر دیا۔ سخی کون ہوتا ہے؟ اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ غریب بھی سخی ہو سکتا ہے اگر وہ دوسرے کے مال کی تمنا چھوڑ دے۔ غریب بھی اللہ کا دوست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح "کاسب" بھی حبیب اللہ ہوتا ہے یعنی ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ کا دوست ہو سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تو دوستی بنانے کے لئے تیار ہے مگر آپ بہت مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دیتا رہتا ہے مثلاً" کوئی سائل دروازے پر آ جائے اور اللہ کے نام پر مانگے تو اسے کہیں گے معاف کرو۔ مگر وہ اور طرح کا سائل ہے' وہ کہے گا کہ مجھے پہچانو کہ میں کون ہوں' میں تم جیسے بخیل کو سخی بنانے آتا ہوں ---- تو سائل کا آ جانا بخل کو سخاوت میں بدلتا ہے اور سخی اللہ کا حبیب ہوتا ہے۔ تو ایسے سائل کی قدر کرنی چاہئے جو بخیل کو سخی بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کے مواقع عطا فرماتا رہتا ہے۔ اگر بدی کا موقع ہو اور وہ چھوڑ دی جائے تو وہ نیکی بن جاتی ہے۔ لیکن لالچی آدمی نہیں مانتا اور بدی کرتا رہتا ہے' وہ پیسے گنتا رہتا ہے:

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے
اور سوال پوچھو --- بولو ---

سوال:

مسلمانوں میں آپس میں اتنے جھگڑے ہیں کہ عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ دین پر کس طرح چلے؟

جواب:

یہ جو آپ کا آپس کا جھگڑا ہے یہ کیسے پیدا ہوا' یہ اس وقت پیدا ہوا جب آپ نے ایک کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے دوسری کتاب پڑھ لی۔ اصل بات اور تھی لیکن مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ تو ساری قوم ایک عمل کرے۔ اس طرح قوم کامیاب ہو گی۔ یہ نہ ہو کہ ایک گروہ یہ کرے اور دوسرا کچھ اور کرے۔ کسی کی غلطی نکالنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ غلطی آپ میں نہ ہو۔ اگر وہ غلطی آپ کے اندر ہے تو دوسرے کو غلط کہنا چھوڑ دو اور اپنی غلطی کو ٹھیک کرو۔ ابھی تک ایک کتاب کا دوسری کتاب سے جھگڑا ہو رہا ہے' ایک آپ نے پڑھی ہے اور ایک دوسرے نے' اور بحث ہوتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ اتنا بڑا اور Solid واقعہ ہے کربلا کا لیکن ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ سب کا ایک بیان ہو جاتا۔ کربلا کوئی افسانہ تو نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور تاریخ ہے اور یہ واقعہ حضور پاک ﷺ سے براہ راست متعلق ہے کیونکہ یہ آپؐ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حضور پاک ﷺ کی ایک ایک بات کو ریکارڈ کرتے ہیں' ایک ایک حدیث

درج ہے لیکن مکمل ریکارڈ رکھنے والی قوم حضور پاک ﷺ کے نواسے کا ریکارڈ نہیں رکھ سکی اور لوگوں کے بیانات بدل گئے' بحث شروع ہو گئی' واقعات اور ہو گئے اور آج تک آپ لوگ فیصلہ نہ کر سکے کہ اصلی بات کیا ہے۔ لہٰذا اب تاریخ کا انکشاف اور طرح سے ہو گا۔ اب صرف بیان سے بات نہیں چلتی کہ کوئی کتاب پڑھنی پڑے' اب یہ بات نہیں ہے' اب تو اللہ تعالیٰ خود ہی پردہ اٹھائے تو بات سمجھ آئے گی۔ اس کی دوسری صورت کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہید زندہ ہیں لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مر گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو ہمیں واقعی شعور نہیں ہے لیکن اگر اللہ چاہے تو شعور دے دے۔ اگر کبھی شعور آ جائے اور شہید جو کہ زندہ ہے خود آ کے اپنا واقعہ بیان کر دے تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ یا کوئی اور مشاہدہ ہو جائے۔ تو کربلا کا اتنا بڑا اور مستند واقعہ ہے اور Actual واقعہ ہے لیکن بیان میں اختلاف ہے۔ ایک مرتبہ میں کراچی گیا' وہاں ایک تقریب میں میں اولیاء کرام کا ذکر کر رہا تھا' "ولی" کی بات ہو رہی تھی۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جو اولیاء کرام کو نہیں مانتا تھا۔ اس نے کہا میرا سوال یہ ہے کہ "ولی" کی تعریف کریں۔ میں نے کہا "ہم علی کی کیا تعریف کر سکتے ہیں"؟ اس نے کہا میں نے "ولی" کی تعریف کے لئے کہا تھا۔ میں نے پھر کہا کہ ہم علی علیہ السام کی کیا تعریف کر سکتے ہیں! اس نے پھر اصرار کیا کہ "ولی" کی تعریف --- میں نے کہا کیا تم علی کو ولی نہیں مانتے ہو؟ تو "ولی" کسی تعریف کا نام نہیں

آپ کو اصل راستہ مل سکتا ہے۔

جس وقت پیسے کی گنتی بھولنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب اللہ پر بھروسہ ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب آپ کو دنیا کی بجائے اللہ پر اعتماد ہو جائے اور توکل ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب آپ یہ سمجھیں کہ پیسے کے ذریعے زندگی بسر ہو رہی ہے تو سمجھو کہ ایمان میں نقص آ گیا۔ پیسے کا زندگی کے ساتھ تعلق ضرور ہے لیکن یہ سب کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللّٰہ رزقھا۔ یعنی کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں ہے زمین پر جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو۔ تو یہ پکی خبر ہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے۔ عزت اور ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ جو آدمی کہتا ہے کہ میں اپنی عزت کی حفاظت کر رہا ہوں تو وہ غلط کہتا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں اپنی زندگی طویل بنا رہا ہوں تو وہ بھی غلط کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمہاری موت تمہاری زندگی کی حفاظت کرے گی۔ موت کو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے فلاں سال میں آپ سے ملاقات کرنی ہے' اس وقت سے پہلے وہ آپ کے قریب کسی کو نہیں آنے دے گی' چاہے وہ کوئی حادثہ ہو یا کوئی بیماری ہو --- تو موت آپ کی اس وقت تک حفاظت کرے گی جب تک وہ خود نہیں آتی۔ ڈاکٹر بیمار کو موت سے بچاتا ہے لیکن ایک دن ڈاکٹر بھی مر جاتا ہے بلکہ سارے مر جاتے ہیں۔ اگر رزق اللہ کی طرف سے ہے' عزت ذلت ادھر سے ہے اور زندگی موت بھی اللہ کی طرف سے ہے تو اب فکر مند صرف وہ ہو گا جس کا ایمان کمزور ہو گا۔ اس فکر سے نکل جانا ہی فقیری ہے۔ اس طرح

ہے بلکہ یہ تسلیم کا نام ہے' جب تم کسی کو ولی مانتے ہی نہیں ہو تو تمہیں تعریف سے کیا واسطہ۔ جب تک آپ تسلیم نہ کریں تو یہ واقعہ نہیں بنتا۔ آپ کی تسلیم میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ آپ کتاب سے محبت کرتے ہیں جب کہ محبت کتاب سے نہیں بلکہ ذات سے ہوتی ہے۔ محبت تب ہو گی جب آپ کہیں گے کہ :

کہیں ملیں جو حلیمہ کی بکریوں والے تو ان کو سلام کہنا

محبت کا واقعہ اور طرح سے ہو گا۔ یہ احمد رضا خاں بریلویؒ آپ کو سمجھا سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو یہ بات ملی وہ آپ کو سمجھا سکتے ہیں۔ کتاب سے بات سمجھ نہیں آتی۔ پیغمبروں کے بعد صحابہ کرامؓ کی عزت اور شان سب سے زیادہ ہے۔ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی بلکہ کلمہ پڑھا ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی ہے اور ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اگر کوئی کلمہ پڑھتا تو پھر پوچھتا کہ ہم کیا کریں؟ تو آپؐ فرماتے کہ جو ہم کر رہے ہیں' اگر جنگ کا زمانہ ہے تو ہمارے ساتھ چلو اور اگر امن کا زمانہ ہے تو اسلام کی خدمت کرو' کاروبار کرو' لوگوں سے محبت کرو ---- آپ لوگ جانتے ہیں کہ اگر ایک آدمی ستر سال کا کافر تھا اور اس نے آ کر کلمہ پڑھا اور اگر کلمہ پڑھتے ہی مر گیا تو وہ سیدھا جنت میں گیا ---- اور آپ ہر روز کئی مرتبہ کلمہ پڑھتے ہو اور آپ کو جنت میں جانے پر شک ہے۔ آپ اپنے ساتھی کو کہتے ہیں کہ تو جنت میں نہیں جائے گا۔ جب تک آپ اپنے ساتھی کو جنت میں نہ بھیجیں آپ جنت میں نہیں جائیں گے۔ ایک

طرف تو آپ کہتے ہیں کہ ستر سال کا کافر ایک دفعہ کلمہ پڑھنے کے بعد جنت میں چلا جاتا ہے اور خود آپ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ چکے ہو لیکن موت کے منظر کا ذکر کرتے رہتے ہو۔ کلمہ دل سے پڑھنا ہی جنت ہے۔ کلمے پر یقین ہی جنت ہے۔ حضور پاک ﷺ سے محبت ہی جنت ہے۔ آپ میں محبت کی کمی ہو گئی ہے اور علم بڑھ گیا ہے۔ ایسے علم سے نجات پاؤ' بہت کتابیں نہ پڑھا کرو' بچوں کا خیال کرو اور ان کے لئے رزق صالح کماؤ' دوسروں کی غلطیاں معاف کرو اور ان سے محبت شروع کرو' اللہ کا شکر ادا کرو اور حضور پاک ﷺ سے محبت کرو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان لوگوں سے اللہ ناراض ہو جو حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ بحثیں نہ کیا کرو۔ کربلا کا آپ کو پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ اگر آپ اس وقت ہوتے تو امام عالی مقام کے ساتھ ہوتے یا یزید کے ساتھ ہوتے۔ شکر کرو آپ اس وقت موجود نہیں تھے نہیں تو آپ کو آزمائش پڑ جاتی۔ آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ آپ ماننے والوں کے قافلے میں رہیں۔ فقراء کرام یہ کہتے ہیں کہ جب امام عالی مقام کو شہید کیا جا رہا تھا تو شہید کرنے والے یہ کہہ رہے تھے کہ جلدی قتل کرو' ہم نے نماز بھی پڑھنی ہے۔ ان سے پوچھو کہ تم نماز کس کی پڑھو گے؟ کیا وہ نماز باقی رہ گئی ہے؟ بس آپ اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ پر بھروسہ رکھو اور جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو پیارے ہیں' ان کے ساتھ پیار کرو۔ بس یہ مختصر سا دین ہے۔ جو لوگ آپ کو پیارے ہیں ان کا خیال کرو' اپنے گردوپیش محبت پھیلاؤ' اگر پیسے سے کسی کی خدمت کر سکتے ہو تو پیسے

دے دو' اگر کچھ نہیں کر سکتے تو میٹھی زبان سے خدمت کر دو۔ یہ آپ کا دین ہے۔ جاگنے والا سونے والے سے بہتر ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے۔

ربنا لا تو اخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکفرین۔ صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه حبیبنا و شفعینا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آله و اصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۲

۱ حضرت ابراہیم نے اللہ سے پوچھا کہ میں مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ کیا انہیں یہ بات کہنی چاہیے تھی؟

۲ آپ کی باتیں تو حق ہیں لیکن کوئی عزیز جدا ہو جائے تو بڑا غم ہوتا ہے اور آنسو ہی آنسو ہوتے ہیں۔

۳ اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے اور کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟

سوال :۔

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میں یقین تو رکھتا ہوں مگر مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ کیا انہیں یہ بات کہنی چاہئے تھی؟ براہ مہربانی اس معاملے میں وضاحت فرما دیں!

جواب :۔

اگر نہیں کہنی چاہیے تھی تو پھر اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کا ذکر نہ فرماتے۔ یہ اتنی ضروری بات تھی کہ اللہ نے اس واقعہ کو خود بیان فرمایا۔ اس کی مکمل وضاحت فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سوال مجھے سمجھ نہیں آ رہا اور اس کا جواب میرے لئے اطمینانِ قلب کا باعث ہو گا۔ اللہ کریم نے یہ واقعہ لوگوں کے لئے بیان فرمایا ہے جو کہ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے دل میں بھی خیال آئے اور ہم نے انہیں پورا کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بڑے صاحبِ مرتبہ پیغمبر ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدامجد ہیں۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ پیغمبر کے دل

میں یہ خیال آیا اور ہم نے پورا کیا تاکہ کبھی آپ کے دل میں یہ خیال آئے تو پتہ ہو کہ اس کا جواب پہلے آچکا ہے۔ آپ کو یہ واقعہ اس لیے بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بڑے بڑے جواب دیے ہیں۔ عملی طور پر یہ جواب دیا ہے کہ پرندے کے مردہ ٹکڑوں کو زندہ کر دیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آتا ہے کہ ایک تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ " تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل وتخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی" یعنی ہم رات سے دن نکالتے ہیں اور دن سے رات' مردہ سے زندہ پیدا کرتے ہیں اور زندہ سے مردہ۔ یہ فائنل حکم ہے' آپ اس بات کا مشاہدہ کرو کہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا کرتا ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال لے لیں کہ انڈے سے زندگی اور زندگی سے انڈہ۔ یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً" بے جان زمین میں بے جان بیج اور بے جان پانی اور جاندار چیز نکل آتی ہے۔ پھر اللہ ؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے ایک باغ دیکھا' لہلہاتا ہوا' سرسبز باغ' پھر ایک ہوا چلتی ہے جس کو تم خزاں کی ہوا سمجھتے ہو' نہ کوئی پتا رہتا ہے اور نہ کوئی سبزہ رہ جاتا ہے اور باغ بالکل خشک اور ویران ہو جاتا ہے۔ پھر ایک عرصہ بعد جب ہوا چلتی ہے تو اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے یہ مثال دی ہے کہ تم زندگی کی پوری کی پوری سرسبز شاخیں ہو اور سرسبز پودے ہو' پھر ایک ہوا چلتی ہے اور تم سب بجھ جاتے ہو' اور پھر ایک ہوا ایسی چلے گی کہ تم سارے زندہ ہو جاؤ گے۔ اللہ کریم نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ میں وہ

اللہ ہوں کہ مجھے پہلی بار پیدا کرنے میں کون سی مشکل ہوئی تھی جو دوسری بار ہو گی' تم نے دیکھا کہ پہلی بار میں نے کیسے پیدا کیا اور پیدا کرنے کا عمل اگر تمہیں سمجھ آ جائے کہ ہم نے کس طرح مردے میں جان ڈالی ہے تو پھر تم کبھی یہ سوال نہ کرتے اور یہ پہلی بار یا دوسری بار پیدا کرنا میرے لئے مشکل بات نہیں ہے بلکہ یہ میرے لئے بہت ہی آسان بات ہے کیونکہ میں نے سب سے پہلے جو انسان پیدا کیا وہ بغیر کسی باپ کے پیدا کیا تھا اور ہم نے کئی انسانوں تک کو یہ قوت دی ہے کہ وہ بت بنا دیں' یا کوئی چیزیں بنا دیں اور پھونک مار دیں تو وہ اڑ جائیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ آپ مر کے زندہ ہو جائیں گے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ مر کے زندہ ہو جانے کی خوشی تو اس شخص کو ہو سکتی ہے جو اس زندگی میں کوئی کام کر رہا ہو۔ جب آپ اس زندگی میں مرے پڑے ہیں تو اگر مرنے کے بعد اٹھیں گے تو بھی یہی کچھ کریں گے۔ جو لوگ اس زندگی میں کوئی محنت یا کام کر رہے ہوتے ہیں ان کو مرنے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ موت کا خوف اس شخص کو ہوتا ہے جو صرف کر رہا ہو اور ہر بار کہے کہ Existence for the sake of existence.
دس سال کی زندگی اور دے دی جائے۔ مگر مزید دس سال مانگنے سے پہلے سوچ لینا کہ آپ یہ دس سال برداشت بھی کر سکو گے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ایک کہانی سے بات آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ یہ قدیم یونان کی کہانی ہے کہ ایک دیوی نے کہیں ایک خوب صورت انسان کو دیکھ لیا۔ وہ دیوتا کے بادشاہ سے پاس گئی کہ مجھے یہ انسان پسند ہے اس لئے اسے میرے

لئے لافانی کر دو کیونکہ انسان مرجاتے ہیں اور مرنے سے میری محبت مر جائے گی۔ دیوتاؤں نے کہا تم ایک فانی چیز کے لئے لافانی زندگی مانگ رہی ہو' پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ دیوی نے کہا میں نے سوچ لیا ہے' آپ اس کو لافانی زندگی دے دیں۔ دیوی کا کہنا مان لیا گیا اور اس انسان کو لافانی زندگی مل گئی۔ تیس سال گزر گئے' چالیس سال گزر گئے' وہ صاحب بوڑھے ہونا شروع ہو گئے' جوان رعنائیاں ختم ہونا شروع ہو گئیں اور پھر سو سال کا ایک بوڑھا شخص باقی رہ گیا۔ اب دیوی تو ہمیشہ رہنے والی ہے کیونکہ وہ تو اور جنس ہے۔ بوڑھا سخت پریشان تھا۔ اب اس میں وہ وابستگی کہاں سے آئے۔ اس نے دیوی سے کہا "خدا کے لئے مجھ پہ رحم کر' مجھ سے محبت ہے تو مجھے موت دو"۔

اس لئے کہتے ہیں کہ تمہیں دس سال تو دے دیں گے لیکن زندہ رہنے کے جذبات جو تھے وہ نہیں رہیں گے' زندہ رہنے کی ضرورتیں نہیں رہیں گی' زندہ رہنے کے وسائل نہیں رہیں گے' زندہ رہنے کی کیفیات نہیں رہیں گی اور زندہ رہنے کے ہم سفر نہیں رہیں گے۔ اس لئے جو زندہ ہو اور اس کا ساتھی مرجائے تو وہ آدھا تو مرجاتا ہے۔ اس لئے آپ نے ایک ایک کر کے اپنا سامان دریا کے پار بھیجنا ہے اور آخر میں خود چلے جانا ہے۔ پار بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی وابستگیوں کو آگے بھیجتے جا رہے ہیں۔ پہلے ماں کو بھیجا ہو گا' باپ کو بھیجا ہو گا' خالہ' ماموں' چچا' اپنی عمر کے لوگوں کو' بڑوں کو اور چھوٹوں کو۔ جو پیچھے رہ گیا وہ جدائیاں برداشت کرتے کرتے کہتا ہے کہ ہم بھی آئے' اس لئے انسان اگرچہ مرتا تو نہیں ہے مگر ساتھ ساتھ مرنا شروع ہو جاتا ہے۔ موت کسی

ایک دن کا نام نہیں ہے۔ موت پوری زندگی کا نام ہے۔ یہ عمل چلتا رہتا ہے۔ زندگی کے آخری عمل کا نام موت ہے۔

ایک بھائی نے اپنا ایک کوٹ دس سال استعمال کیا۔ پھر چھوٹے بھائی کو دے دیا۔ چھوٹے بھائی نے تین دن پہن کے پھاڑ دیا۔ بڑا بھائی کہتا ہے ہم نے اسے دس سال پہنا اور ٹھیک رہا مگر تم نے اسے تین دن میں پھاڑ دیا۔ چھوٹے نے کہا تیرے دس سال کے عمل کا نتیجہ تو میرے ساتھ نکلا' میں نے اسے توڑا نہیں بلکہ پھاڑ تو تم چکے تھے' میں تو صرف اس کا گواہ ہوں۔

موت کا سفر تو پہلے سانس سے شروع ہو جاتا ہے۔ بچپن مر گیا مگر آپ کو اس کے مرنے کا اندازہ نہیں ہوا۔ بچپن میں سنگ کھیلنے والے مر گئے' ابھی آپ کل گلیوں میں بھاگتے تھے اور بارش کے پانیوں میں کھیلتے تھے' اس کے بعد کھیل بدلتا گیا' سکول کا زمانہ آگیا اور وہ بھی ختم ہو گیا۔ آپ اگر پرانے سکول کے پاس سے گزرو تو آپ کہو گے کہ کبھی ہم یہاں ہوا کرتے تھے اور یہ کمرے یہاں یوں ہوا کرتے تھے' یہاں یہ ہوتا تھا' وہاں وہ ہوتا تھا' لیکن آپ اس عمر سے نکل گئے۔ سکول میں اب آپ کی اس عمر کے بچے پھر رہے ہیں اور ان میں آپ کا بچہ بھی ہے۔ اصل میں آپ کو آپ کے بچے نے بوڑھا کیا ہے۔ بچے نے جب باپ کہنا شروع کر دیا تو آپ بڑے ہو گئے اور بوڑھے ہو گئے۔ تو آپ کا بچپن گیا' جوانی چلی گئی اور جوانی کے واقعات چلے گئے۔ جوانی کسی دور کا نام نہیں ہے بلکہ جوانی ایک انداز فکر کا نام ہے۔ یہ سولہ سال کی عمر کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کیفیت کا نام ہے اور ایک انداز فکر کا نام ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ

ایک شخص سولہ سال میں بوڑھا ہو اور ایک شخص ساٹھ سال میں جوان ہو۔ باہر کی شکل اسی طرح بدل جاتی ہے۔ یعنی جو باہر کی شکل ہو سمجھو کہ اعضائے رئیسہ کی شکل بھی وہی ہو گی۔ آہستہ آہستہ عمر کے سارے دور ختم ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ کبھی آپ کو پہاڑوں پر چڑھنے کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے' پیدل چلنے کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے اور کبھی خوش مذاقیوں کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے۔ یہ سارے کے سارے دور مرتے جاتے ہیں۔ سانس کی موت سے پہلے بہت سی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ مثلاً" ایک عزیز دوست چلا گیا تو یہ ایک موت ہو گئی۔ ایک خواہش تھی اور ٹوٹ گئی' کبھی آپ کو گھر میں گلاب لگانے کا بہت شوق تھا' اب گلاب لگ گیا ہے لیکن بینائی ختم ہو گئی ہے' اب نہ خوشبو آتی ہے اور نہ رنگ نظر آتا ہے کیونکہ وہ عمر نہیں رہی۔ آپ زندگی بھر کتابیں اکٹھی کرتے ہیں کہ کبھی وقت ملا تو پڑھیں گے۔ لیکن اب کتابیں ہی کتابیں ہیں اور پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ انسان آہستہ آہستہ مرتا چلا جاتا ہے۔ اپنے لوگ بیگانے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی آپ کو معلوم ہو کہ پردیس میں رہنے والا آپ کا بھائی اس شہر میں آیا ہے اور آپ کو ملے بغیر چلا گیا ہے تو موت تو ہو گئی۔ ایسے اکثر ہوتا ہے کہ دو بھائی مل کے اپنا جنازہ اکٹھے پڑھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مکان کے درمیان دیوار ڈال لو اور تیرے بچے ادھر' میرے بچے ادھر۔ بھائیوں نے مل کر بھائیوں کے درمیان دیوار ڈال لی' اب وہ بھائی تو ختم ہو گئے۔ وہ جو ایک تھالی میں کھانے والے تھے' اب ایک مکان میں دو دیواریں بناتے ہیں۔ جب بھائی کے ساتھ آپ کا حساب اور لین دین

شروع ہو جائے تو سمجھو کہ آپ لوگ مر گئے۔ وہ بھائی جس کو آپ ہمیشہ دیا کرتے تھے یا لیا کرتے تھے' اب دس دس روپے گننا شروع ہو گئے ہو۔ یوں انسان تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ خیالات بدلتے جاتے ہیں' چہرے بدلتے جاتے ہیں' وابستگیاں بدلتی جاتی ہیں' عنوان بدلتے جاتے ہیں' رشتہ داریاں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ حتی کہ آخری ایک موت جو ہے وہ سانس کی ہوتی ہے۔ ہم سانس کے ختم ہونے کو موت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سانس تو اعلان ہے ان تمام موتوں کا جو آپ مر رہے ہو۔ موتیں تو آپ گزار رہے ہو مگر یہ دیکھو کہ جب زندگی من اللہ ہے تو پھر موت بھی من اللہ ہے۔ آپ نے ساری زندگی اللہ سے مستعار لی تھی اور ایک معاہدہ ہوا تھا کہ آپ کا اتنا عرصہ ہے' وہ گزار آؤ' یعنی جاؤ' کھاؤ پیو اور شام کو گھر واپس آ جاؤ۔ اب آپ واپس نہیں آتے جب کہ کھا پی چکے ہو' اس لئے وہ گھنٹی بجا دیتا ہے کہ کہاں گیا' پکڑ کے لاؤ بچے کو اور پھر بچہ واپس آ جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ کھیل اتنا سارا ہے کہ

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا
موت کیا ہے' حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اِک مرحلہ

بات اتنی ساری ہے کہ یہ ایک آخری مرحلہ ہے' مرتو پہلے ہی دن گئے کہ آپ فنا کے راستے میں آ کے بیٹھ گئے ہو' کہاں آ گئے ہو مرنے کے لئے' بقا سے نکل کے فنا میں آ بیٹھے ہو تو اب تو تمہاری حالت خطرناک ہے کیونکہ یہ مقام فنا کا ہے۔

ایک آدمی مکان بنانے لگا تو مستری سے کہا کہ دیوار ذرا پکی بنانا۔ مستری نے کہا فکر نہ کریں' یہ آپ کے بعد بھی ٹھہرے گی۔ اس نے کہا خدا کے واسطے یہ تعمیر بند کر دو۔

یہ اللہ کریم کا فیصلہ ہے جسے آپ سنت اللہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں بھیجتا ہے' پھر واپس بلا لیتا ہے اور یہاں رہنے نہیں دیتا۔ یہ بڑی حیران پریشان کر دینے والی بات ہے کہ جس ذات مبارکہ کا اللہ کریم نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کے لئے کائنات بنائی اور آپ ﷺ کے لئے سورج بنایا' وہ سورج موجود ہے مگر وہ ذات اس طور پر نہیں ہے۔ یعنی اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی' اب کائنات تو ہے مگر آپ ﷺ اس حالت میں نہیں ہیں۔ تو گویا یہ پردہ ہے اور اس پردے کو عبور کرنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا ایک مشہور واقعہ ہے جو سینہ بہ سینہ چلتا ہے' انہوں نے اللہ کے حضور سوال کیا اور دعا کی۔ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرعون کو ہمارے پاس بھیج دو کیونکہ وہ بڑے طاغوت میں ہے' موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ پوچھا کہ اگر وہ مر گیا تو اس کے بعد میں کیا کروں۔ اللہ کریم نے فرمایا پھر تو بھی میرے پاس آ جانا۔ کہانی صرف اتنی ساری ہے کہ پہلے اسے بھیج دو اور پھر خود آ جانا۔ آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ اللہ کے پاس خود جانا' نیکی کی بات ہے لیکن

اگر کسی کو زبردستی بھیج دیا جائے تو یہ اس کی عبرت ہے۔ یہ فرعون کی عبرت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے بھیجا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کی قسمت تھی کہ وہ خود ہی حاضر ہو گئے۔ اللہ کو ماننے والا ادھر ہے تو اللہ کا ہے اور ادھر ہے تو بھی اللہ کا ہے یعنی " انا للہ وانا الیہ راجعون " اس کا مطلب ہے کہ ہم ان کے ہیں یہاں بھی' ہم ان کے ہیں وہاں بھی۔

سوال :۔

آپ کی یہ سب باتیں حق ہیں لیکن جب کوئی بہت عزیز شخصیت ہم سے جدا ہوتی ہے تو بڑا غم ہوتا ہے اور آنسو ہی آنسو ہوتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

جواب :۔

بات کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں آنا جانا تو لگا رہتا ہے' فقیر کو اس بات کا ملال نہیں ہوتا۔ ملال صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم کہیں بغاوت میں نہ رہ جائیں۔ بڑی سے بڑی اور آسان فقیری یہی ہے کہ " ہمیں اللہ کا ہر فیصلہ منظور ہے " یعنی ساتھ کے ساتھی اور ہم سفر کو اللہ کریم نے واپس بلا لیا تو دوسرے ساتھی نے مصلّٰی بچھا لیا کہ ہمیں تیرا یہ فیصلہ بھی منظور ہے۔ اگر آپ سو سال کی بے ریا عبادت کرو تب بھی یہ مقام آپ کو نہیں مل سکتا یعنی تسلیم و رضا کا مقام۔ یعنی اگر فقیر ہونے کی خواہش ہو اور فقیری نہ مل رہی ہو تو آپ کا دوست مر کے آپ کو فقیری دے جاتا ہے۔ دوست تو یہاں سے نکل جاتا ہے اور جو غم رہتا ہے وہ عبادت سے کہیں آگے ہے۔ عبادت وہاں نہیں پہنچاتی جہاں غم پہنچا دیتا ہے۔ غم

اک عجب کیفیت ہے' غم میں جو آنسو نکلتے ہیں' تب اگر کسی ان پڑھ سے پوچھا جائے کہ اللہ کیا ہے تو وہ کہے گا تیرے آنسوؤں کا نام اللہ ہے۔ جب بھی اللہ کا قرب ہو گا تو آنسو ہوں گے۔ آنسو کا مقام یہ ہے کہ امت ہونے کی حیثیت میں آپ کو اللہ کا پیغام آنسوؤں کی شکل میں ملتا ہے۔ یہ تیری زندگی میں تیرے مالک کا عمل ہے۔ آنسو چاہے جس مقام کا ہو' اللہ کا قرب ہے۔ اگر آنسو گناہ پہ ندامت کا ہو تو بھی یہ اللہ کا قرب ہے کیونکہ گناہ پر نادم ہونے والا اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی پیچیدگی ہے' سوال سمجھ نہیں آرہا' کوئی کشمکش ہے' تو یہ سارا سوز و ساز بھی اللہ کا قرب ہے۔ اللہ کی یاد میں جو آنسو آجاتے ہیں وہ بھی اللہ کا قرب ہے۔ اللہ کی یاد ہی اللہ کا قرب ہے۔ آخر شب آنسو اللہ کا قرب ہیں۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

یعنی کہ خودی کا عارف باد صبحگاہی میں بنتا ہے۔ خودی کے عارف کا اوّل مقام پادشاہی ہے۔ خودی کا مطلب کیا ہے؟ کہ اس عارف نے سوال نہیں کرنا اور دست سوال دراز نہیں کرنا۔ یہ ہوتا ہے بادشاہ۔

ایک بادشاہ نے دیکھا کہ ایک درویش سوکھی روٹی پانی میں بھگو کے کھا رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا سائیں بابا اگر حکم ہو تو آپ کی کوئی خواہش پوری کی جائے۔ بابا جی نے کہا تو میری خواہش کیا پوری کرے گا' جب میں یہ کچھ کر سکتا ہوں تو مجھے تیری پروا کیا ہے کہ تو ہے کون۔ یعنی سوکھی روٹی بھگو کے جو کھا سکتا ہے اسے بادشاہ کی بادشاہت کی کیا ضرورت

ہے۔ تو خودی کے عارفوں کا یہی ایک مقام ہے۔ جاگنے والے چاہے شب فراق میں ہوں' چاہے تفکرات میں ہوں' جن لوگوں کی رات جاگی ہے' جن لوگوں کے آنسو ٹپکے ہیں' ان لوگوں کو اللہ کا قرب حاصل کرنے میں دقت نہیں ہے۔

اللہ کریم کے قریب ہو جانے کے دو ہی طریقے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ سجدہ کرو' عبادت کرو' خدمت کرو' علم حاصل کرو' اللہ کے لئے سفر کرو اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے فیصلوں پر آمین کہہ دو' یہ آسان بلکہ سب سے آسان کام ہے۔

حضور کریم ﷺ نے دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ شخص میرے ساتھ اس طرح ہو گا جس طرح کہ یہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کون؟ آپؐ نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں کو پال کے ان کی شادی کی ہو۔ یعنی کہ تین بیٹیوں کی جدائی کا غم جس نے برداشت کیا ہو وہ تو میرے ساتھ ہو گا۔

گویا کہ عبادت کے برابر بلکہ عبادت پہ حاوی اگر کوئی چیز ہے تو وہ غم ہے۔ جس نے بیٹی کو جدا کیا گویا اس نے اپنی روح کو جدا کیا' اپنے دل کو جدا کیا اور اپنے آپ کو جدا کیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بیٹی کو جدا کرنے والا آدمی مرتا ہے اور جو آدمی تین مرتبہ مرا ہے وہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہے۔ بیٹی کے بارے میں کہتے ہیں کہ عورت دو دفعہ مرتی ہے اور اس طرح ماں بن کے بچے کی جنت بنتی ہے۔ ایک مرتبہ گھر آباد کر کے چھوڑنا بڑا مشکل ہے' جہاں بچپن گزارا ہو' سکھیاں سنگ کھیل کے بچپن گزارا ہو' گھر کی مالک اور بادشاہ ہو اور پھر

اگلے گھر جانا کہ معلوم نہیں وہاں کیا ہو۔ اس لئے دعا کرو کہ جن بچیوں کی شادی ہوئی ہے ان کو اگلے گھر میں بھی بادشاہی ملے' کم از کم ایسی بادشاہی ملے کہ ماں باپ خوش رہیں جنہوں نے اللہ کا اور شریعت کا حکم مان کے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے اور یہ غم اٹھایا ہے۔ یہ غم اور دوسرے سب غم اس طرح اللہ کا قرب عطا کرتے ہیں۔ اللہ آنسوؤں کی صورت میں ملتا ہے۔

وہ میرے دل میں رہے اور روبرو نہ ہوئے
برنگ اشک ملے حسن چار سو نہ ہوئے

بات صرف اتنی ساری ہے کہ جس انسان کی آنکھ میں آنسو ہے وہ انسان اللہ سے بچ نہیں سکتا اور وہ اللہ کو ضرور دریافت کرے گا۔ آنسو کی داستان یہ ہے کہ انسان کا اللہ سے قریب ترین رشتہ آنسوؤں کا ہے۔ سجدے میں بھی انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے لیکن آنسو کا رشتہ بہت قریب ہے۔ اگر سجدہ بھی ہو اور آنسو بھی ہوں تو یہ بہت ہی تقرب ہو گا اور یہ بہت بلند مقام ہے کہ سجدہ بھی ہو اور آنسو بھی ہوں۔

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
سجدے میں ہو جس دم سر اپنا اور نام محمدؐ آہوں میں

یہ بہت بڑی فقیری کا مقام ہے ۔ اس لئے درویشوں کو جب غم عطا ہوتا ہے تو غم تو کسی اور شے کا ہوتا ہے مگر وہ اس شے کا غم بدلتے بدلتے یاد بنا دیتے ہیں۔ تو وہ یوں چیز کی تقدیر بدل دیتے ہیں کہ کس چیز کا غم آیا اور کیا سے کیا بن گیا۔ "کیا سے کیا بنانا" صرف اللہ کا کام ہے۔ اگر غم آ

جائے' آنسو آ جائیں' راتیں جاگنا شروع ہو جائیں اور آپ کے فکر کے آسمانوں پر چراغاں ہونے شروع ہو جائیں تو آپ سمجھو کہ فقیری آپ کے گھر میں آ گئی ہے۔ آپ کے یہ آنسو چراغاں ہی تو ہوتے ہیں۔

آسمان فکر سے تارے گرے
آنکھ برسی اور انگارے گرے

یہ آنسو' یہ انگارے تو پھر آسمان فکر سے گرتے رہتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔ اللہ کریم کا بڑا ہی احسان ہوتا ہے جب وہ غم عطا فرماتا ہے۔ جس نے غم کے سامنے اطاعت کا سجدہ کیا تو یہ اس کی بڑی تیز رفتار عبادت ہے۔ جس نے قید خانے میں اللہ کو سجدہ کیا تو یہ بھی بڑی تیز رفتار عبادت ہے کہ خود قید ہے اور قید خانے میں ہے اور بیڑیوں میں ہے لیکن سجدہ اللہ کو کرتا ہے۔

ایک قصیدہ' سب سے بڑا قصیدہ ہے۔ بڑے بڑے فقیر امام زین العابدینؒ کے اس قصیدے سے فقیریاں حاصل کرتے رہتے ہیں۔ آپ اس حال میں تھے کہ زنجیروں میں پابند' سب قافلہ لٹ چکا تھا اور غم کی تمام اقسام اور کیفیات سے گزر چکے تھے۔ غم چھوٹے آدمی کو توڑ دیتا ہے کیونکہ ایسا انسان غم کے بوجھ سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر غم میں غم دینے والے کا خیال رہے تو پھر انسان بہت بلند ہو جاتا ہے۔ امام زین العابدینؒ کا یہ عالم کہ پابندِ سلاسل' یاد کی اذیت میں مبتلا' مگر اس حال میں بھی خیال یہ ہے کہ

ان نلت یا ریح الصبا یوم الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیھا النبیؐ المحترم

یعنی اے ہوا' صبا کی' آج کے دن میرا سلام ارض حرم جا کر اس روضے میں پہنچا جہاں نبی محترمؐ ہیں۔ یہ ان کے غم کی شان ہے کہ اس حال کے اندر بھی حضور پاکؐ کو سلام پہنچایا اور ہمیں یہ بتایا ہے کہ ہم اس حال میں بھی سلام آپ ﷺ ہی کو کرتے ہیں۔ اس غم کے واقعہ کے بعد' آج اس حال میں اور اس غم میں بھی ہم سلام آپ ﷺ ہی کو کرتے ہیں۔ جس نے اِس حال میں سلام پہنچایا وہ پھر اُس حال میں پہنچ گیا۔ اس حال کی بات عبادت سے کہیں آگے نکل جاتی ہے۔ حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام سلام کے وقت اپنا رشتہ بتا سکتے ہیں مگر ادب سے "نبی محترمؐ" کہا۔ یہ ادب غم کی مکمل داستان ہے۔

فقیر اسی حال میں سلام کہتا ہے جس حال میں اللہ نے اسے پہنچایا۔ غم کے اندر اللہ کو یاد کرنے والا' خوشی میں اللہ کو نہ بھولنے والا' اپنے ہر حال میں اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے والا اور شکر کرنے والا یہی تو فقیر ہوتا ہے۔ ورنہ وہ غم کو "شکایت" بنا سکتے ہیں۔ اللہ پھر پوچھتا تمہیں میرا فیصلہ پسند نہیں آیا؟ اگر اللہ کے فیصلے پسند نہ ہوں تو تم عبادت کیسے کرسکتے ہو۔ فقیر کہتا ہے یا اللہ تیرا یہ فیصلہ بھی ہمیں پسند ہے تیرا یہ حکم بھی ہمیں منظور ہے اور تیرا وہ حکم بھی منظور ہے۔ یا اللہ اگر تو غم دیتا ہے تو ہمیں غم بھی منظور ہے کیونکہ ہم اس دنیا میں تیرے فضل کا انعام ہیں اور تیرا فضل غم کی شکل میں بھی ہے اور خوشی کی شکل میں بھی ہے۔ اس لیے جس نے غم کے وقت اپنی پیشانی سجدے میں رکھ دی' وہ فقیری میں بہت دور نکل گیا۔

غم عنائت ازلی ہے۔ یہ بڑے لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ باقی لوگوں کو

بھی غم ملتا ہے اور غم چلا جاتا ہے اور وہ زندگی کی ڈش کی طرح غم بھی کھاتے رہتے ہیں۔ فقیر کا غم تقرب الٰہی کا درجہ ہے۔ غم میں دل موم ہو جاتا ہے اور دل میں " خشیت اللہ " پیدا ہو جاتی ہے۔ " خشیت اللہ " ہی تو اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آ جائے' آپ کے نام کوئی چٹھی آ جائے' جب کہ اس کی توقع نہ ہو' اس وقت وابستہ آدمی کہتا ہے کہ "آمنا و صدقنا " یعنی اے اللہ ہم حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ " قالوا سمعنا واطعنا " وہ کہتے ہیں کہ ہم راضی ہیں' ہر حال میں راضی ہیں لبیک یا دعوت الحق " وہاں پر لبیک کہتے ہیں۔ اللہ نے اگر اس سے کہا کہ تیرا وقت آ گیا ہے تو فقیر نے کہا لبیک اور اگر اللہ نے کہا تیرے ساتھی کے جانے کا وقت آ گیا ہے تو وہ پھر کہتا ہے لبیک' بس یہاں پر ایک مقام ہے اور یہ مقام زبردستی کسی کو درویش بنانے کا ہے کہ جو شخص ولی نہیں بنتا اسے ولی بنا دو۔ بے چارہ ولی بننا چاہتا ہے لیکن بننے کا کوئی طریقہ نہیں آتا' سخاوت پوری نہیں کر سکتا' غریبی کا خیال ہے' جاگ سکتا نہیں ہے' عبادت میں پروگرام ادھورا رہ جاتا ہے لیکن ولی بننے کی حسرت ہے تو اسے غم دے کے فوری ولی بنا دیا جاتا ہے۔ غم ولی بنانے والا ایمرجنسی کمیشن ہے۔ غم کے اندر جو سمٹ گیا اور اطاعت میں چلا گیا وہ فوری طور پر اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس لئے غم اللہ کی وہ مہربانی ہے جو فوری طور پر آپ کو ولی بناتی ہے۔ غم میں پریشان نہ ہونا' غم میں گھبرانا نہیں' غم کو پہچانو' غم کو محسوس کرو۔ غم تقرب الٰہی ہے' غم اللہ کے قرب کا اعلیٰ مقام ہے۔ غم میں اگر درود شریف نکلے' غم میں اگر اللہ کی یاد

آئے' سجدہ ہو اور درود شریف ہو تو سمجھو کہ غم سرفراز کر گیا اور جتنے بھی سرفراز ہوئے وہ غم کے پچھلی رات کے سجدے سے سرفراز ہوئے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

غم کو اپنی پچھلی راتوں میں لے جاؤ تو آپ ولی ہو جاؤ گے۔ یاد رکھنا' اللہ کریم جب آنسو عطا فرمائے تو آنسوؤں کو انسانوں کے سامنے رائیگاں نہ کرنا۔ آنسوؤں کو دن کی روشنی سے بچانا اور انہیں رات کی تاریکی میں استعمال کرنا اور یہ چراغ نصف شب کو جلانا کیونکہ یہ چراغ آپ کے لئے ایک بہت ہی روشن مستقبل ہیں۔ یہ وہ دیے ہیں جو تجھ کو تیرے مقام سے آشنا کریں گے۔ یہ ایسے قیمتی چراغ ہیں۔ اپنے آنسوؤں کو دن کی دنیا سے بچا کر نصف شب میں لے جاؤ اور پھر آگے مقام ہی ختم ہے۔ بس مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب کبھی تم تہجد کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونی شکل ہی بنا لو۔ جس کو رونا مل چکا ہو اسے تو پھر دیر ہی نہیں لگتی۔ وہ ذات اتنی شفیق ہے کہ آپ کو روتا دیکھ نہیں سکتی۔ بس پھر عطا ہی عطا ہو جاتی ہے' قرب کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ وہ خزانہ ہے جو کہ ساری زندگی کی محنتوں کا نتیجہ بنتا ہے۔ اگر آپ کے باطن میں آگ بجھ چکی ہے تو بھی گھبرانا نہیں کیونکہ آنسوؤں کے ذریعے اس بجھی ہوئی آگ سے سونے کی ڈلی نکل آئے گی۔ زندگی میں جو اچھے کام آپ کرتے رہے ہو' یہ ہے اس کے انعام کا وقت۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

نالے' آہ سحر گاہی' اشک' آہیں' آہ رسا' آہ نارسا' فریاد اور آنسو کے بغیر دعا نہیں ہے اور وہ سحر کا وقت ایسا وقت ہوتا ہے کہ اللہ کریم کی آواز آتی ہے " ہے کوئی شخص ایسا جس کو ہم سرفراز کریں' ہے کوئی اس وقت جس کو ہم عطا کریں' ہے کوئی قرضے والا جس کا ہم قرضہ دور کریں' ہے کوئی سائل جس کا ہم سوال پورا کریں "۔ وہ جو جاگ رہا ہوتا ہے اس وقت' اپنے چراغاں سمیت' وہ جو بھی بات کرتا ہے بس پوری ہو جاتی ہے۔ تب آپ کے آنسو آپ کو سرفراز کرتے ہیں۔ یہ ایک خاص مقام ہے۔

اللہ کریم کا دیا ہوا غم اللہ کریم کی امانت ہے۔ اللہ کریم کے غم کو انسانوں کی ہمدردی حاصل کرنے میں ضائع نہ کرنا' انسانوں سے ہمدردی نہ لینا کیونکہ انسان ہمدردی نہیں دے سکتا۔ اللہ کا دیا ہوا غم صرف اللہ کے سامنے بیان ہونا چاہئے' جیسے معصوم بچہ ماں سے مار کھا کے " ماں' ماں " ہی کہتا ہے۔ اس طرح جب اللہ کے نیک بندے کو اللہ کی طرف غم ملتا ہے تو وہ اللہ ہی اللہ کہتا ہے۔ غم اللہ کی طرف سے ملا مگر اس کی زبان سے اللہ ہی نکلا۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جس کو غم اللہ کے اور قریب کر دے۔ بدقسمت وہ ہے جس کو غم تو ملا مگر اللہ سے دور ہی رہا۔ اگر آپ اپنے غم کی قدر کرو گے تو آپ خوش قسمت ہوں گے' اس لئے کہ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے' اور غور والی بات یہ ہے کہ غم تو آتا ہے اور اس نے ضرور آنا ہے' اس لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں' اللہ تعالی اپنا فضل کرے گا۔

اگر آپ سچے ہو' درویشوں کے قائل ہو' اولیاء کرام کے قائل

ہو' پیغمبروں کے ماننے والے ہو' تو آپ کی محبت کے تمام اسماء زندگی کے اس پار ہیں۔ پیغمبر اس پار ہیں' ولی اس پار ہیں' آپ کے دادا نانا اس پار ہیں' گویا جتنے بھی بزرگوں کا نام آپ لیتے ہو وہ سارے یہ سفر طے کر چکے ہیں۔ وہ فقیر جھوٹا ہوتا ہے جو یاد کرتا ہے اس پار والے لوگوں کو اور چاہتا ہے کہ یہاں رہے۔ وہ فقیر نہیں ہے بلکہ جھوٹا آدمی ہوتا ہے۔ کہتا ہے داتا صاحبؒ سے بڑی محبت کرتا ہوں' داتا صاحبؒ کہتے ہیں آ جا میرے پاس۔ تب وہ کہتا ہے آنا تو بڑی مشکل بات ہے۔ یہ جھوٹی یاد ہے۔ گویا کہ جس آدمی کی یاد کے تمام عنوانات اور اس کے ورد کے تمام عنوانات' زندگی کی حد سے پار ہوں اور وہ پار جانا نہ چاہے تو وہ جھوٹا آدمی ہے۔ آپ کلمہ پڑھتے ہو بڑی محبت سے' تو وہ اس پار ہیں۔ بزرگوں کو یاد کرتے ہو تو وہ اس پار ہیں۔ صحابہ کرامؓ سب اس پار ہیں۔ آپ کی رشتہ داریاں اس پار ہیں' محبت نامے اس پار ہیں' محبوب اس پار ہیں' والدین اس پار ہیں' دادا جان' نانا جان اس پار ہیں۔ پیر' فقیر' ولی' سارے کے سارے جلوے ہی اس پار ہیں یعنی ہر شے اس پار ہے۔ تو پھر آپ یہاں کہاں رہنا چاہتے ہیں۔ پار جانے کے لئے یہاں سے جدائی ضروری ہے۔

زندگی فراق ہے اور موت کو وصال کہا گیا ہے۔ بزرگوں نے زندگی کو فراق نہیں کہا مگر کمال یہ کیا کہ موت کو وصال کہہ کے زندگی کو فراق ہی کہہ دیا' لیکن زندگی کو فراق نہیں کہا۔ جس نے موت کو وصال کہا اس نے بڑے کمال کی بات کی ہے۔ موت اگر وصال ہے تو اس وصال کا فراق کیا ہے؟ فراق تو زندگی کو ہونا چاہئے۔ زندگی فراق تو ہے مگر اس فراق میں بھی وصال ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کمال تو یہ ہے کہ موت

مکمل وصال ہے اور زندگی میں کبھی کبھی وصال ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس لئے زندگی کو فراق نہیں کہہ سکتے۔ تو زندگی داستان ہے " الفراق " کی لیکن اس میں وصال ہوتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا زندگی میں گاہے گاہے وصال ہوتا ہے اور موت میں ہمہ وقت وصال ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دو لفظ "وصال" اور "فراق" بڑی احتیاط سے کہے گئے ہیں۔ " وصال " کا لفظ موت کے لئے اور " فراق " کا لفظ زندگی کے لئے تاکہ سمجھ آ جائے کہ حقیقت کیا ہے۔

تو اللہ کریم کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ ہمارا تو مسئلہ ہی آسان ہے' خوشی آئے' اللہ کا نام لو' غم آئے اللہ کا نام لو' موت آجائے اللہ کا نام لے کے " سبحانک اللھم" شروع کر دو۔ کوئی بھی حالت ہو ہم اللہ کو یاد کرنے والے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کویاد کرتے ہیں۔ اس کروٹ ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کروٹ ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں' کچھ حاصل ہو تو اللہ کو یاد کرتے ہیں' کچھ چلا جائے تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ کے ہیں۔ ہر حال میں ہمہ حال اللہ کا ہو جانا صرف غم کے دوران پرکھا جاسکتا ہے۔ غم والے لوگ کہتے ہیں

بے کیف کبھی وادی غم ہو نہیں سکتی

غم والا انسان کبھی بے کیف ہو نہیں سکتا۔ غم کی حالت میں کیفیت رہ سکتی ہے' ہمیشہ رہے گی اور یہ غم والا انسان دنیا کے اندر ایک مسافر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اللہ کا حکم بھی یہی ہے کہ یہ دنیا تمہارے لیے ایک مسافرخانہ ہے۔ یہ مسافر خانہ کب سمجھ آتا ہے ؟ جب آپ کو

غم ملے۔ یہ سرائے فانی کب سمجھ آتی ہے؟ جب ساتھی نہ رہے' ساتھی کے بغیر ایسا لگتا ہے کہ وہی ماحول ہے' وہی حال ہے لیکن کچھ بھی نہیں ہے۔ اس طرح انسان کو حقیقت سمجھ آتی ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ کریم نے ہم سے جو مہربانیاں کی ہیں ہمیں ان مہربانیوں کا حق ادا کرنے کی توفیق ملے تاکہ ہم اللہ کے کاموں کی مصلحت سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔

یہ ہے "اَلَمَ" اور "اَلَمَ" کی داستان۔ غم زندگی کی آلَمَ ہے۔ زندگی کی الف لام میم غم ہے یعنی الم

تیرے قریب ہوئے جب سے اشکبار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے
ملا نہ ہم کو اگر سنگ آستاں کا نشاں
برنگ موج اٹھے' راہ کا غبار ہوئے
ہوا تھا حسن ہی خود مائل کرم ہم پر
وہ کنت کنز میں مخفی تھے آشکار ہوئے

انسان اللہ کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اشکبار ہوتا ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ یہ فضل ضرور کرے۔

سوال :۔

اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے اور کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے؟

جواب :۔

کمال کی بات ہے کہ دنیا' اس زندگی اور اس عالم رنگ و بو میں خیر

کا سفر ہے اور اسی میں شر کا سفر ہے۔ ماننے والے کے لئے یہی ایمان کی دنیا ہے ' نہ ماننے والے کے لئے یہی کفر کی دنیا ہے۔ جاننے والے کے لئے یہاں ہر چیز میں جلوہ گری ہو رہی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے ہر چیز حجاب ہے' نہ ماننے والا کہتا ہے کہ یہاں تو کچھ نظر نہیں آیا ' اور ماننے والا کہتا ہے کہ یہاں تو ہر چیز نظر آرہی ہے' ماننے والا کہتا ہے کہ ہمیں تو سب ماننے والے ملے ہیں' نہ ماننے والا کہتا ہے کہ ہمیں تو ایک ماننے والا نہیں ملا۔ ماننے والا کہتا ہے کہ اس شہر میں جاکے دیکھو' سارے ہی خوب صورت لوگ ہیں۔ نہ ماننے والا کہتا ہے کہ مجھے تو سارے ہی بدصورت نظر آتے ہیں۔ یہ سب اپنا اپنا حسن نظر تھا۔ تو گویا کہ اللہ کا فضل تمہارا اپنا ہی نام ہے۔ اور اگر تمہارا اپنا نام اللہ کا فضل نہ ہوا تو تم نے فضل کیا لینا ہے۔ سب سے پہلے تو اپنے اس وجود کی توحید کی قدر کر' کہ جو اس نے عطا کر دیا' یہ نگاہ عطا کر دی' یہ دماغ عطا کردیا' یہ جسم عطا کر دیا' یہ گھوڑا عطا کر دیا' پھر جوڑا پہنا دیا۔ یہ جو کچھ ہے اس کا شکر ادا کرو۔ یہ فضل ہی فضل ہے۔ تو فضل کا متلاشی فضل ہی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہ دنیا گناہ کے متلاشی کو گناہ دیتی ہے اور فضل کے متلاشی کو فضل دیتی ہے۔ اس دنیا کے اندر اس سے بڑا انصاف اور کیا ہو سکتا ہے

کمال کی بات تو یہ ہے کہ کعبہ ہم نے دیکھا نہیں ہے اور مصلّی بچھا کے کعبے کی طرف رخ کر دیتے ہیں اگرچہ پتہ نہیں کدھر رخ ہوتا ہے۔ ہمارا اپنا ہی رخ کعبے کی طرف ہونا چاہئے اور کعبہ ہمارے اپنے رخ کا نام ہے' پھر یہ ہو گا کہ جدھر رخ کیا وہی کعبہ ہوگا۔ فاینما تولّوا فثم وجہ اللہ یعنی جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ کا چہرہ ادھر ہی ہے۔ تیری آنکھ

کے اٹھنے کی بات ہے کہ اللہ کا چہرہ تمہیں نظر آئے گا۔ تو گویا کہ اللہ کا چہرہ کیا ہے؟ تیرا حسنِ نگاہ اور حسنِ نظر۔ تیری نظر میں حسن ہے تو اللہ کا چہرہ ملتا ہے اور اگر حسن نظر نہیں ہے تو تو اندھے کا اندھا ہے۔ ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی یعنی یہاں جو اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ جو یہاں صاحب بینا ہے وہ وہاں بھی بینا ہوگا۔ یہاں اگر اللہ کا جلوہ دیکھنا ہے تو اپنے انداز نظر کو دیکھو۔ تو خود ہی تو اللہ کے فضل کا مظہر ہے اور تو کسی اور فضل کو تلاش کر رہا ہے۔ یقین رکھو کہ آپ خود ہی مظہر ہو یعنی اللہ کے فضل کا مظہر ہو۔ تجھے اللہ نے مظہر بنا کے بھیجا ہے اور انسان بنا کے بھیجا ہے کہ جا دنیا میں میرے فضل کی تاثیریں بیان کر اور تو ہے کہ فضل کو تلاش کر رہا ہے۔ فضل کی تلاش تو دوسرے کریں، فضل کی تلاش وہ کریں جن کو ایمان نہ ملا، جن کو دماغ نہ ملا، جن کو خیال نہ ملا اور جن کو لباس بشر نہ ملا۔ ایسے لوگ اللہ کا فضل تلاش کریں۔ تو لباس بشر میں ہے، انسانوں میں ہے، مسلمانوں میں ہے، شکل میں ہے، عقل میں ہے، ذہن میں ہے اور کیا چیز نہیں ہے تیرے پاس۔ یہی سب تو فضل ہے اللہ کا۔ مگر ابھی تک تو فضل کا مسافر ہے۔ اپنے آپ کو پہچانو کہ تم کون ہو۔ اگر ٹانگیں محفوظ ہیں تو شکر کر۔ شیخ سعدیؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے گلہ کیا کہ میرے پاس جوتا نہیں ہے۔ آگے جاکے دیکھا تو ایک آدمی کی ٹانگیں ہی نہیں۔ اس آدمی نے فوراً شکر ادا کیا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جوتوں کا گلہ کرنے والا جوتے کے بغیر ہی شکر کر گیا۔ یہ حسن نظر ہے! اسے پتہ چلا کہ جس بات کا مجھے گلہ تھا وہ بات ہی شکر والی تھی۔ آپ بھی یاد رکھنا!

زندگی میں جہاں جہاں آپ کے گلے ہیں' وہیں پہ شکر کا مقام ہے۔ زندگی میں جہاں آپ کو رکاوٹیں ہیں وہی سفر کی انتہا تھی۔ آپ جس مقام پر ناراض ہوں' وہ شکر کا مقام ہے۔ اس لیے دنیا دار کے لیے جہاں صبر کرنے کا حکم ہے تو وہاں اپنے بندوں کو شکر کرنے کا حکم ہے۔ جب دنیا دار کے ساتھ حادثہ ہو جائے ہم کہتے ہیں صبر کرو' صبر کرو' غم کے کون کٹ جائیں گے۔ اور اگر اپنا بندہ ہو تو کہیں گے شکر کر کہ اللہ کے قریب ہونے کی چٹھی آگئی ہے اور اس کے قریب ہونے کے زمانے آگئے ہیں۔ اس لیے فضل کا متلاشی بن جانا ہی فضل کی ابتدا ہے اور یہی اس کی انتہا ہے۔ اگر یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ مرتے دم تک اس کلمے سے رشتہ نہیں توڑیں گے تو کلمہ تجھے کب چھوڑے گا۔ اب یہ آپ کو کیوں چھوڑے گا کیونکہ آپ نے نہیں چھوڑا تو یہ کیسے چھوڑے۔ اگر آپ وفا کی ابتدا کریں تو ادھر سے وفا ہی وفا ہے۔ آپ جب مان جائیں تو سمجھنا کہ آپ ادھر سے مانے گئے۔ جب آپ اس طرف چل پڑے تو سمجھ لو کہ منزل نے اجات دے دی۔ اس سفر پر کوئی مسافر اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک منزل خود نہ پکارے اس لئے آپ لوگوں کو صداقت اور نیکی کا سفر کرنے کی جو خواہش ہے یہ سمجھو کہ اس طرف سے منظوری کا اعلان ہے۔ جس کو منظور نہیں کیا جاتا اس کو یہ شوق ہی نہیں ملتا۔ سارا لاہور شہر بھرا پڑا ہے اور اس میں بے شمار واقعات ہیں مگر آج یہاں جن لوگوں کو یہ شوق ہے سمجھو کہ انہیں منظور کرلیا گیا اور ان پر فضل ہو گیا' اس بات کا شکر ادا کرو' اپنے اللہ کریم کا حق ادا کرو " یارب العالمین تیری مہربانی ہے کہ ہمیں لاعلمی میں تیرا شوق پیدا ہوا اگرچہ ہم جانتے نہیں تو

کہاں ہے' بلکہ تو ہی تو عیاں ہے' تو ہی نہاں ہے' تو یہاں ہے' تو وہاں ہے' بلکہ تو کہاں نہیں ہے۔ تو ملے نہ ہمیں تیرا نام ہی کافی ہے" یہ جو اللہ کریم کا شوق آپ کو ملا ہے' یہ شوق ہی ملا کرتا ہے اللہ نہیں ملا کرتا۔ اللہ جب دیتا ہے تو شوق ہی دیتا ہے اور شوق تمہارے پاس ہے۔ اور یہ منزل شوق کی منزل ہے اور اس نے کبھی ختم نہیں ہونا اس میں پڑاؤ کوئی نہیں ہے' اختتام کوئی نہیں ہے' اس میں چلتے ہی جانا ہے۔

صبح چلا ہوں شام چلا ہوں
بن سوچے انجام چلا ہوں
چل کر رونا رو کر چلنا
روتے روتے عام چلا ہوں
چلتے چلتے عمر کٹی ہے
کہنے کو دو گام چلا ہوں

سو سال میں سفر کٹا' پچاس سال میں سفر کٹا' کہاں سے کہاں تک' گھر سے میانی صاحب تک۔ وہ کہے گا اتنا سا سفر تھا اور تو نے اتنی دیر لگائی' پورے ساٹھ سال لگا دیے سفر کاٹنے میں۔ یہاں سے یہاں تک تو جانا تھا صرف۔ اس سفر میں سارا وقت ہی کٹ جاتا ہے' اور پھر انسان کہتا ہے چلتے چلتے عمر کٹی ہے' کہنے کو دو گام چلا ہوں۔

اس لیے یہ جان لینا چاہئے کہ ان لوگوں پر فضل ہے جو فضل کے متلاشی ہیں۔ فضل کا کبھی فارمولانہ بنانا' خیال رکھنا۔ فضل' فضل ہی ہے۔ اگر یہ چیز مل جائے فضل ہے اور اگر یہ نہ ملے تب بھی فضل ہے فضل کا مطلب یہ ہے کہ ہم فضل کا نام لیتے ہیں اور ہم اللہ کی مہربانی کا

نام لیتے ہیں اور اس کے فضل کو تلاش کرتے ہیں۔ تو اللہ کا متلاشی ہی اس سفر کا مسافر ہے اور وہی اس منزل کا وصال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر مہربانی کرتا ہے تو اس کو اپنے راستے کا مسافر بنا دیتا ہے۔ اور جو لوگ محروم ہوتے ہیں وہ مقیم ہوتے ہیں۔ منزل کہیں اور نہیں ہوتی بلکہ جو شخص چل رہا ہے اس کے ساتھ ہی منزل ہوتی ہے' اس سفر میں کوئی صاحب مقام نہیں ہوتا۔ صاحبِ مقام بھی صاحبِ مسافرت ہے۔

کیا ملے گا سراغ منزل دل
ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل
کون دیکھے کسے کہو اب کہ
دل میں ہے آنکھ' آنکھ میں ہے دل

جب دل آنکھ میں آجائے تو دل میں آنکھ پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا جب بھی تمہارا دل تمہاری آنکھ میں آگیا تو تمہارے دل کے اندر آنکھ پیدا ہو گئی

اس لیے اللہ کا فضل یہ ہے کہ اس کا فضل تلاش کیا جائے اور اس کا فضل یہی ہے کہ منزل خود ساتھ دیتی ہے۔ اس میں جلدی نتیجہ نہ نکالنا۔ جن لوگوں نے اپنے چیک جلدی کیش کرا لئے وہ اتنے ہی صاف ہو گئے۔ کبھی جلد بازی نہ کرنا۔ ایڈوانس اور اوور ڈرافٹ نہ کرنا۔ اکٹھے ہی نتیجہ نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ فضل فرمائے آپ کے حال پر اور آپ کو یقین عطا فرمائے۔ کعبہ آپ کے رخ کا نام ہے' کعبہ آپ کے دل کا نام ہے۔ اگر

کعبہ نہ ملے تو پھر اپنے دل میں بٹھا کر اس کی نماز پڑھ لو۔ وہ دل میں نہ ہو تو نماز کاہے کی۔ اللہ دل میں نہ ہو تو نماز کس کی پڑھ رہے ہو' جب دل میں ہے تو پھر نماز کا رخ کدھر ہے۔ پھر رخ کی کیا ضرورت ہے۔ دل میں نہیں تو رخ کس کام کا' دل میں ہے تو رخ کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ کے دل میں جو بات اتر گئی ہے وہی آپ کا انجام ہے۔ اگر آج آپ کو موت آ جائے اور جس خیال میں آپ مرو' وہی آپ کی عاقبت ہے۔ آپ جس خیال میں زندہ ہو وہی آپ کی عاقبت ہے۔ گویا کہ اگر تم اس کے خیال میں ہو تو وہ تمہارے خیال میں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تم اس کا خیال رکھتے ہو' وہ تمہارا خیال رکھتا ہے' تم اس کو یاد کرو' وہ تمہیں یاد کرے گا۔ تم اس کی مانو' وہ تمہاری مان لے گا!! ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ اف نہ کرنا' گلہ نہ کرنا' اب آرا چل رہا ہے تو چلنے دیا جائے' دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔ اب نہ بولنا۔ کیونکہ سچا پیار اور میٹھا گنا تو بیلنے سے گزرے گا اور گزرے گا ضرور۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محبت عطا فرمائے۔ اپنے آپ میں پکے رہنا۔ ظاہری حاصل کچھ نہیں ہوتا' بس اپنے آپ میں پکے رہو' فضل کو پکارتے رہو' فضل آ جائے' پھر بھی مانگتے رہو۔ فضل کسی خواہش کے پورے ہونے کا نام نہیں ہے۔ فضل مانگتے رہنا چاہئے' "فضل کرتا جا' پھر فضل کرتا جا' پھر فضل کرتا جا" اور جب دل میں آ جائے مہمانوں کی طرح' تو پھر اس کی نماز پڑھو' جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے۔ خیال صحیح ہونا چاہئے' ایمان صحیح ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنا فضل فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔





۱ ہم اللہ کے جس راستے پر چل رہے ہیں' اس میں محویت کیسے حاصل کریں؟

۲ ہم کوشش تو کرتے ہیں کہ کسی ناراض کو منالیں مگر وہ نہ مانے تو؟

۳ کیا مختلف فطرت کے لوگ نیکی کے سفر میں اکٹھے چل سکتے ہیں اور یہ کہ غصے والے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

۴ "انا" کو تو ہم برا سمجھتے ہیں لیکن اقبال نے خودی کا درس دیا ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں

سوال :۔

ہم اللہ کے جس راستے پر چل رہے ہیں اس میں محویت کیسے حاصل کریں؟

جواب :۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک چیز کو یا تو آپ رکھ سکتے ہیں یا خرچ کر سکتے ہیں۔ انسان ایک وقت میں ایک کام کرے۔ اسے Prefrences کا یا ترجیحات کا Problem ہے۔ سوال کرنے والا یہ کہنا چاہتا ہے کہ میری مصروفیت کو چھیڑے بغیر مجھے محویت کا فارمولا بتایا جائے۔ محویت تب ملے گی جب آپ مصروفیت کو توڑ دیں۔ اگر مصروفیت عذاب ہو تو پھر محویت کا فارمولا کام آئے گا' مصروفیت کو آپ توڑ دو اور چھوڑ دو اور اپنا راستہ لو۔ اپنی مصروفیت کو Approve نہ کراؤ کہ ہم جس کام میں Already مصروف ہیں وہ بھی ہوتا رہے اور محویت بھی حاصل ہو جائے۔ دنیا میں کوئی کام نہ اچھا ہے اور نہ برا ہے بلکہ انسان کی نیت اچھی ہوتی ہے یا بری ہوتی ہے۔ بندہ اگر بد ہو جائے تو کام بد ہو جاتا ہے

اور بندہ اگر نیک ہو تو وہی کام نیکی بن جائے گا۔ سڑک تو وہی رہتی ہے' صرف مسافر کا فرق ہے۔ اسی سڑک پہ چور چکار بھی پھرتے رہتے ہیں اور وہیں سے ولی اللہ بھی گزرتے ہیں۔ راستہ' سڑک' زندگی یا نوکری کا اپنا کوئی شعبہ نہیں ہے بلکہ اللہ نے یہ کام رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بندہ پیدا کیا اور اگر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی' تو یہ بندہ وقت سے پہلے نہیں مر سکتا چاہے تکلیف میں رہے یا خوشی میں رہے۔ زندگی کے کچھ سال بچپن میں گزر گئے' کچھ تعلیم میں' علم میں' جوانی میں خرچ ہو گئے' پھر اسے اور مسئلوں سے دو چار کر دیا گیا۔ چاہے آپ پی ایچ ڈی کر لو' ذہن ایک دن ماؤف ہو جائے گا۔ اگر کسی قبر پہ لکھا ہو کہ یہ فلاں ڈاکٹر کی قبر ہے اور اس پر ڈگریاں بھی لکھی ہوں تو یہ موت سے نہ بچ سکا جس طرح کوئی بڑا بادشاہ تھا اور اب اس کا مزار باقی ہے۔ سب چیز ختم ہونے والی ہے' کوئی پریشانی مستقل نہیں ہے' شہر چھوڑ دو تو شہر کوئی مسئلہ نہیں ہے' اور اگر زندگی چھوڑ دو تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر سارا دن پرابلم میں گزرے تو بھی رات کو نیند آجاتی ہے' اگر اس وقت کہا جائے کہ پرابلم کے بارے میں بات کریں تو کہے گا کہ پرابلم کو صبح دیکھیں گے' اب سو جائیں۔ الجھن' پریشانی' دقت' میں اور تو' یہ سب کچھ اصل میں وقت گزارنے کی باتیں ہیں۔ گھڑی ٹک ٹک کرتی جارہی ہے اور دو بھائی زمین پر جھگڑا کر رہے ہیں' کتنے لوگ زمین کا انتقال کراتے کراتے آپ ہی انتقال کر گئے۔ انسان محسوس کرتا ہے کہ اس نے کچھ حاصل کر لیا' Own کر لیا لیکن اصل میں He owns nothing ۔ اگر آپ کی Ownership پیسہ ہے تو بچوں کو اگر پیسہ دو گے تو وہ خوش ہوں گے

ورنہ بچے آپ کو بخیل کہیں گے اور کہیں سے ڈاکو بھی آ جائیں گے۔ تو آپ کی ہر Achievement بے معنی ہے اور آپ صرف ٹائم گزار رہے ہیں۔ آپ پیسے کے لئے اپنی زندگی کا کچھ حصہ بیچ دیتے ہیں تاکہ باقی زندگی گزار سکیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں انسان بیس سال تو سونے میں گزار دیتا ہے' کچھ سال بیماری کی نذر ہو گئے' بزرگوں کی جدائی سے غم پیدا ہو گیا' دوست گزرتے جاتے ہیں اور ایک روز پتہ چلتا ہے کہ قدر شناس کوئی نہیں رہا اور گلیاں ویران ہو گئیں۔ وہ لوگ چلے گئے جب آپ کے سر میں درد ہوتا تھا تو ان کے دل میں درد ہو جاتا تھا۔ اس طرح جاننے والے' پہچاننے والے' قدر کرنے والے' عزتیں دینے والے اور آپ کے بارے میں غور و فکر کرنے والے' آپ کے خیال میں زندہ رہنے والے آہستہ آہستہ چلے جا رہے ہیں اور آپ تنہا اور ویران ہو گئے' پھر بیماری آ گئی اور اس طرح ساٹھ سال پورے ہو گئے ------

اس زندگی کے درمیان مذہب نے آپ کو دعوت دی کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے' اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمایا ہے' اس راستے پہ چلو ------ آپ نے اسلام کو غور سے قبول نہیں کیا' اگر آپ اسلام کو غور سے تلاش کرتے تو اور بات ہوتی۔ محویت جو ہے یہ اسلام کو قبول کرنے والوں کی انتہائی حالت ہے جو انہیں تلاش کے بعد ملتی ہے۔ جن کو اسلام بنا بنایا ملا' ان کے لئے محویت ایک فیشن کی بات ہے ------ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔ آپ پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ کی

طلب' دنیا ہے یا آخرت ---- اگر طلب دنیا ہے تو آخرت رہ جائے گی اور اگر طلب آخرت ہے تو آپ دنیا کے کاموں کی لوڈشیڈنگ کر لو گے۔ اگر دفتر جانا مجبوری ہے کہ بچوں کے لئے کمانا ہے تو پھر بچوں کو پیسے دو' اگر مرتبہ اپنی انا کے لئے ہے تو پھر یہ نہ دین کے کام آیا اور نہ دنیا کے۔ اس مرتبے سے آپ لوگوں کو ڈراتے ہو ---- مگر عزرائیل نے اس مرتبے سے نہیں ڈرنا' نہ کراماً کاتبین نے ڈرنا ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو مرتبے سے ہٹا کر دیکھو تو شاید کوئی بات بن جائے۔ تو مرتبہ آپ کا حجاب ہے' دولت آپ کا حجاب ہے' سرداریاں اور سالاریاں آپ کا حجاب ہیں ---- اگر آپ دنیا میں بہت مصروف ہیں تو اپنی مصروفیت کچھ کم کر لیں یا اپنی مصروفیت اتنی کر لیں جتنی جائز Income کے لئے ضروری ہے کیونکہ آپ کو اتنے پیسے چاہئیں جس سے باقی کا وقت گزر جائے۔ اگر آپ اس کے علاوہ کوئی بات کر رہے ہیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی زندگی برائے خدا ہے تو غریب بھی اللہ کے اتنا قریب ہے جتنا کہ کوئی امیر۔ اگر مقصد خدا نہیں ہے تو پھر امیر و غریب کا بڑا فرق ہے اور وہ دونوں دنیا دار ہیں اور دنیا کی بات ہم کر نہیں رہے۔ اگر آپ دین کی بات کر رہے ہیں تو غریب کی آنکھ کے آنسو بھی اتنے ہی قیمتی ہیں۔ تو پھر بات کیا ہوئی؟ بات خلوص کی ہے کہ What do you want ' اگر آپ گھر جانا چاہتے ہیں تو کوئی راستہ بند نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ محویت کیا ہوتی ہے؟ تو محویت ہوتی ہے مقصد کو مدنظر رکھنا' مقصد پر ہمہ حال نظر رکھنا' Ambitions کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں Rest نہ رہے اور بے چینی نہ رہے' بے تابی آ جائے۔ بے تابی اس طرح ہو

جس طرح بیمار بچے کی ماں کو ہوتی ہے' اس ماں کو کہا جائے کہ آرام کر تو اسے آرام نہیں آتا ـــــــ آخرت پہ نظر رکھنے والوں کو دنیا میں بے تابی رہتی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ آپ دنیا کو جنت بناتے ہو اور پھر مومن بھی کہلاتے ہو۔ یہ بات بڑی غلط ہے مثلاً" آپ کا مکان رہنے کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر دکھانے کے لئے مناسب نہیں۔ یہ نمائش بے کار ہے۔ آپ اپنی زندگی کو Extra بوجھ بنا رہے ہیں۔ اگر آخرت آپ کا مدعا ہے تو پھر آپ آخرت جاننے والوں کے ساتھ چلو۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر گزارہ ہو جاتا ہے اسے چھوڑ دو۔ ضرورت سے زیادہ چیز کو کم از کم ذہنی طور پر تو چھوڑ دو۔ آپ گھر میں' دفتر میں' چھوٹے سے چھوٹے تعلق میں' یہاں تک کہ بس کے سفر میں اپنے آپ کو Offensive نہ بناؤ۔ مقصد یہ کہ انسان بن جاؤ۔ Seniors کے ساتھ' ماتحتوں کے ساتھ' عام Visitors کے ساتھ' انسانوں کی دنیا میں انسان بن کے رہو۔ یہ بات یاد رکھ لو تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک معیار یا Norm ہونا چاہئے کہ آپ کس چیز کو The best کہتے ہیں' اس معیار کے قریب قریب جانے کی کوشش کرو۔ Human Beings کی دنیا میں آپ کو یہ علم ہونا چاہئے کہ سب سے بڑے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ ہیں۔ آپ ان کی زندگی کے قریب جاؤ۔ آپ خود بیان کرتے ہو کہ ان کا چٹائی کا بستر تھا اور اپنی زندگی اس کے علاوہ گزارتے ہو۔ یہ نہ کرو کہ آپ علم ہی حاصل کرتے جاؤ بلکہ عمل کر کے دکھاؤ۔ وہ شخص جو صرف علم

میں لگا رہتا ہے وہ عمل سے حجاب میں ہے۔ ایسا شخص زندگی کے بارے میں کتاب پڑھتا رہتا ہے اور زندگی نکلتی جاتی ہے زندگی اٹھ کے پاس سے چلی گئی اور وہ زندگی کو نہ دیکھ سکا کیونکہ کتاب پڑھ رہا تھا' اس طرح زندگی پاس سے نکل گئی۔ اگر آپ کا بھائی جدا ہو گیا تو کتاب پڑھنے کا کیا فائدہ ہوا۔ بھائی نے پیسے مانگے تھے یا زمین مانگی تھی مگر آپ نے نہ دیے اور بھائی کو جانے دیا۔ اسی طرح ابا کو جانے دیا' سب کو جانے دیا اور پھر کہتا ہے کہ زندگی میں سرور نہیں آ رہا' تو سرور کیسے آئے! سرور تب آتا ہے جب آپ اپنے متعلقین کو خوش رکھو۔ اگر آپ اپنے سارے متعلقین کو Upset کر دو تو پھر بات کیا رہ گئی۔ اگر اپنا بیٹا ہی ناراض کر دو تو زندگی میں سرور کہاں سے آئے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' ہمیں خدا کی بات بتائیں۔ تو خدا تو خود بندوں کی بات کر رہا ہے' قرآن پاک میں قوموں کا ذکر ہے' پیغمبروں کا ذکر ہے' آنے والوں کا ذکر ہے' جانے والوں کا ذکر ہے' اس زندگی کا ذکر ہے' زمین کا ذکر ہے' جنات کا ذکر ہے پھر انسان کے لئے فرمایا گیا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اپنے اظہار کے لئے اور جب آدم کو تخلیق کیا تو حکم دے دیا کہ قلنا للملائکۃ السجدوا یعنی آدم کو سجدہ کرو تو فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جس نے غرور کیا اور وہ کافروں میں سے ہوا۔ اس طرح انسان کی کہانی شروع ہو گئی۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور زمین پر امتیں پیدا ہوئیں' ان کو اللہ اور پیغمبر کا کلمہ پڑھایا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ انسانوں کی زندگی میں اس قدر Involve ہے۔ اس نے کہا کہ یہ پیغمبر ہے' اس کو ہم نے نامزد کیا' یہ

کراماً" کاتبین ہیں۔ یہ تمہاری زندگی ہے' زمین سے رزق تلاش کرو' رزقِ حرام نہ ہو' یہ تمہاری قبریں ہیں' یہ منکر نکیر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اللہ کہتا ہے کہ رزق حرام نہیں ہونا چاہیئے۔ حرام رزق کسی اور کا رزق لے جاتا ہے' اس طرح انسانوں پر ظلم ہو جاتا ہے۔

مت پوچھ کہ میں کس لئے محروم ہوا ہوں
یہ دیکھ کہ کیوں تجھ کو ملا حق سے زیادہ

تو اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ انصاف! انسانوں کے مابین انصاف۔ اللہ کیا ہے؟ رحم! یعنی انسان' انسان کے ساتھ رحم کرے یا حسن سلوک کرے مثلاً" واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما یعنی اگر جاہل بھی مل جائے تو اسے سلام کرو' یتیم کا حق نہ کھاؤ۔ اس طرح اللہ نے مخلوق کو مخلوق ہونے کے شعبے بتائے ہیں اور آپ اللہ کی بات کر رہے ہیں' آپ وہ شعبہ مانتے نہیں جو اللہ نے بنایا ہے۔ وہ شعبہ یہ ہے کہ انسان کا انسان پر حق ہے مگر آپ دوسروں پر آگ اگلتے رہتے ہو۔ آپ کو اللہ نے آدم خاکی بنا کے بھیجا اور کوئی شرارہ تو نہیں بنایا کہ دوسروں پر آگ پھینکتے جاؤ۔ تو یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتائیں' اب اگر کوئی شخص انسانوں کو چھوڑ کر اللہ کے نام پر کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو وہ آدمی ظالم ہے۔ وہ آدمی بڑا ظالم ہے جو عبادت میں لگا رہے اور انسانوں کی بات نہ کرے۔ جو شخص انسان کو چھوڑ کر مطالعے میں لگا رہے گا وہ بھی ظالم ہو جائے گا۔ تو زیادہ علم والا بھی ظالم ہے' علم میں مصروف رہنے والا بھی ظالم ہے اور صرف خدا کی یاد میں محو رہنے والا بھی ظالم ہو جائے گا اور وہ سب کو Ignore کر دے گا۔ اسلام نے کون سا راستہ بتایا' سب سے

Perfecrt راستہ حضور پاک ﷺ کا ہے مثلاً" ایک روز آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے اوپر ایک بچہ یعنی امام حسین آ کر بیٹھ گئے اور آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ اس طرح بچے کو راضی کر لیا اور اللہ بھی راضی۔ اگر کوئی مر رہا ہے اور دوسرا نماز کے لئے وضو کر رہا ہے تو یہ بڑا ظالم شخص ہے' یہ استحصال پسند آدمی ہے جو اپنے بارے میں زیادہ خیال کرتا ہے اور اپنی عبادت کے بارے میں زیادہ خیال کرتا ہے' تخلیوں اور تنہائیوں میں رہتا ہے اور اپنے فرائض سے فرار کرتا ہے۔ تو آپ زیادہ محویت اختیار نہ کرو بلکہ زیادہ فرائض اختیار کرو۔ اگر کوئی شخص آپ سے ناراض ہے اور بے شک اس کو صرف غلط فہمی ہے تو آپ کا کام اس کی غلط فہمی دور کرنا اور اس کی خلش دور کرنا ہے چاہے اس نے خود ہی بنا لی ہو۔ جب کسی کی ناراضگی میں آپ کا نام آئے تو وہ آپ کی ذمہ داری بن جاتا ہے' اگر کسی کی تکلیف میں آپ کا نام آ جائے تو آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے سچ سے پریشان ہے تو بھی وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ کی تبلیغ سے کوئی دکھی ہے تو وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ دھیان کرو کہ آپ کرتے کیا ہو۔ ایک بات کا بڑا خیال رکھو کہ آپ دلوں کو راضی رکھو۔ یہ نہ کرنا کہ لوگوں کو تکلیف دو اور خود بڑے عابد اور تہجد گزار بن جاؤ۔ انسانوں کو نظر انداز نہ کرنا۔ اگر سوچا جائے تو انسانوں کا اجتماع اللہ کا ایک روپ ہے۔ بزرگ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی سمجھ نہیں آتی تو ایک کام کرو کہ اپنے علاوہ جتنے وجود ہیں ان کو اللہ کہہ لو اور پھر اللہ کی خدمت کرو' انہیں پریشان نہ کرو اور یہ دیکھتے جاؤ کہ وما خلقت ھٰذا باطلا تو اللہ نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی۔ یہ سب

تیرے مالک کی تخلیق ہے' تخلیق میں اگر تو کسی چیز کو زخمی کر رہا ہے تو اپنے خالق کو Offend کر رہا ہے۔ اس طرح سکون نہیں ملے گا۔ جس نے کسی کا سکون قلب برباد کیا اسکو سکون نہیں ملے گا' وہ سکون سے محروم ہو گیا۔ آپ اپنے آپ کو ایسا بناؤ جیسے کہ آپ نہیں ہو۔ اگر آپ کے چلے جانے سے لوگوں میں ایسا خلا پیدا نہیں ہوا کہ وہ آپ کو یاد کرتے جائیں تو پھر آپ نے کیا کمائی کی۔ یہاں اپنا جائزہ لو اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لو۔ آپ پر اللہ کا فضل ضرور ہے اور اللہ کا فرمان ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھو یہاں تک کہ کوئی بچہ بھی آپ سے Offend نہ ہو جائے۔ کسی کو Offend نہ کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے۔ اسطرح زندگی آسان کر لو' مصروفیت کم کر لو' صرف ضروری مصروفیت کا کام کر لو' اس کے علاوہ آپ جو کام کر بیٹھے ہو وہ آخرت میں رکاوٹ نہ بنے۔ جو محبت کر بیٹھے' اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ رکاوٹ ایک بہانہ ہے۔ نماز پڑھنے والوں سے پوچھو کہ کتنا وقت لگتا ہے تو وہ کہیں گے کہ پانچ نمازوں کے لئے زیادہ وقت نہیں لگتا اور جو نماز نہیں پڑھتا وہ کہتا ہے زندگی میں اتنا وقت نہیں ہے اور خود تاش کھیلتا رہتا ہے یا ویڈیو دیکھتا رہتا ہے۔ ایسی مصروفیت میں وہ وقت ضائع کر رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے ٹائم نہیں ہے۔ دراصل اس کے اندر Preference نہیں ہے' ترجیح نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی ترجیحات درست کر لیں تو آپ کے پاس ٹائم ہی ٹائم ہے۔ دنیا بری نہیں ہے اور دنیا کی مصروفیت بری نہیں ہے' صرف نیت بد نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ایک آدمی اچھی نیت کے ساتھ دفتر جاتا ہے تو وہاں بھی ولی' ولی ہو گا۔ ایسا شخص اگر دفتر میں فائل

ورک کر رہا ہے تو محویت' خدا کی ہو سکتی ہے یعنی "ہتھ کار ول تے دل یار ول" یعنی ہاتھ کام کی طرف اور دل یار کی طرف ——— یہ توجہ کی بات ہے۔ ہندی میں محویت کے بارے میں کہتے ہیں۔

پریت کی ریت کو بانورے پنہارن سے سیکھ
سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گگر کے بیچ

یعنی پانی بھرنے والی لڑکی باتیں کرتی جاتی ہے مگر دھیان گھڑے پر رکھتی ہے کہ کہیں پانی چھلک نہ جائے ——— اگر آپ اپنے آپ کو سنبھال کے رکھو تو دنیا میں جہاں سے مرضی گزر جاؤ اور چلتے جاؤ' دنیا نے آپ کا کیا لینا ہے۔ یہ ایک بہانہ ہے کہ میں زندگی میں بہت مصروف تھا اس لئے مجھے محویت نہیں ملی۔ یہ غلط بات ہے۔ ہم جس کام کو کرنا چاہیں وہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی سے رنجش ہو تو کئی کئی سال اسے یاد رکھتے ہیں اور پھر بدلہ لے لیتے ہیں۔ آپ کا وقت رنجش میں گزر جاتا ہے' غصے میں گزر جاتا ہے' بغض میں گزر جاتا ہے' ایک دوسرے سے انتقام کے خیال میں گزر جاتا ہے اور مالدار ہونے کی خواہش میں گزر جاتا ہے۔ آپ مالدار ہونے کی خواہش نکال دو' اپنے آپ کو بڑا بنانے کی خواہش نکال دو' اس طرح بڑا کوئی نہیں ہوتا' وقت گزر جاتا ہے' غصہ' رنجش اور نفرت نکال دو۔ کوئی شخص آپ سے ناراض نہ ہو چاہے غلط فہمی کی بنا پر ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر آپ کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہو گئی تو بھی ذمہ داری آپ کی ہے۔ ایسے شخص کے گھر جا کر بات ختم کر دو۔ اگر یہ بوجھ اتار لو تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ اگر دل صاف کرتے جاؤ تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ ابھی آپ کا آئینہ صیقل نہیں ہوا۔ اپنے آئینے

کو صیقل کرتے جاؤ اور روشن کرتے جاؤ۔ آپ آئینہ چمکاتے جاؤ اور خود بخود اس میں اللہ کی تصویر آ جائے گی۔ آپ اگر انسانوں کے حقوق ادا کرو گے تو پھر اللہ کے حقوق ملیں گے۔ ورنہ پریشانی ہی رہے گی۔ دنیا کے کام کرتے جاؤ اور اپنے اندر سے جھوٹ نکالو۔ اس طرح آپ کو وقت مل جائے گا۔ جس نے "وقت" کو تخلیق کیا ہے اس اللہ کو پتہ ہے کہ آپ کے ساتھ اس نے کیا کیا ہے۔ یہ بات ضرور کرو کہ جو آپ کے ساتھ ناراض ہے اس کو راضی کرو ورنہ آپ کو خدا کا سفر نہیں ملے گا۔ اللہ کا سفر عام طور پر دنیا میں ہی مکمل ہوتا ہے۔ اللہ کی تلاش بندوں کے پاس جا کر ختم ہوتی ہے۔ اگر اللہ نے براہ راست ملنا ہوتا تو اور بات تھی مگر شکر کرو کہ اس نے براہ راست نہیں ملنا بلکہ کسی آدمی کے پاس جا کے بات مکمل ہو گی۔ اگر کسی بندے کے ساتھ آپ نے نیکی کر دی تو اللہ راضی ہو جائے گا۔ اگر آپ نے یتیم کی جیب سے مال نکال لیا تو اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے ساتھ متوازن سلوک کرو تو اللہ راضی ہے۔ بچوں کے حقوق ادا کرو تو اللہ راضی ہے۔ اگر آپ اسلام کو مانتے ہو تو بچوں کو اس کے متعلق تعلیم دو۔ آپ انگریزی سکولوں میں بچے پڑھاتے ہو' داخلے کے لئے سفارشیں کراتے ہو اور پھر کہتے ہو بچے نے اسلام قبول نہیں کیا' باغی ہو گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیات ہیں جن میں تمہیں بتایا جاتا ہے اور ڈرایا جاتا ہے تاکہ تم غور کرو اور عقل کرو مگر تم نہیں کرتے۔ حقیقت بتا دی گئی ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کو حقیقت سمجھ نہ آئے مگر وہ مانتے نہیں ہیں۔ اگر آپ یہ مان جاؤ کہ جانا ادھر ہی ہے تو آپ ایک دن وہاں ضرور پہنچ جاؤ گے۔ اگر آپ نے رخ صحیح نہ

رکھا اور Direction صحیح نہ رکھی تو پریشان ہو جاؤ گے۔ اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ میں نے آخرت کی طرف جانا ہے اور اپنی قبر کی طرف جانا ہے' اگر آپ کو وہ جگہ معلوم ہو چاہے خیال میں اور یقین میں ہو کہ میں نے یہاں آنا ہے تو زندگی میں آپ کی بے شمار غلطیاں ختم ہو جائیں گی۔ پرانے لوگ اپنی قبر کی جگہ رکھ آتے تھے:

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے،
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

تو لوگوں کے ساتھ رنجش بیکار ہے' تم بھی فانی اور وہ بھی فانی' اب جھگڑا کس بات کا۔ آپ من و تو میں وقت ضائع کر رہے ہیں اور اوپر سے کچھ اور ہی ہونے والا ہے۔ موت سر پر کھڑی ہے۔

میری بات اس کو سمجھ آئے گی جس پر کسی کے راضی ہونے کا قرض باقی نہ رہا ہو۔ اگر آپ پر کسی کو راضی کرنے کا قرض باقی ہے تو میری بات کو حکم ہے کہ وہ آپ کو سمجھ نہ آئے۔ اگر آپ کا بھائی اب بھی ناراض ہے تو آپ کو میری بات کیا سمجھ آئے گی۔ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ اس کو راضی کر چاہے وہ نادان ہے۔ اگر آپ نادان کو نہیں سمجھا سکتے تو آپ کی دانائی کس کام کی۔ زندگی کو کتابوں سے نہ ڈھونڈنا' اس طرح زندگی پاس سے گزر جائے گی' آپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے اور پھر آپ زندگی کو تلاش کرتے پھریں گے۔ اس سے پہلے کہ زندگی آپ سے رخصت ہو آپ زندگی کی قدر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے اصلی بھائی کو رخصت کر کے پھر لوگوں میں نقلی بھائی بناتے پھرو۔ جو

موجود ہے' اس کی قدر کرو ورنہ خلا پیدا ہو جائے گا اور اگر انسانوں کی دنیا میں خلا پیدا ہو گیا تو وہاں پر توحید کام نہیں آئے گی:

تو نے ہر ایک دل کیا زخمی
میں نے ہر ایک سے دعا لی ہے

لوگوں سے دعا لینا بڑی بات ہے۔ لوگوں کو راضی کر لو۔ اگر کوئی جھوٹا راضی ہو گیا تو سچے کو راحت ہو جائے گی۔ کبھی اس کی بات مان لو اور کبھی اپنی بات منوا لو۔ یہ چلتا رہتا ہے کاروبار زندگی۔ جو لوگ ضد میں ہیں وہ کبھی عرفان حاصل نہیں کر سکتے' جو لوگ غصے میں رہتے ہیں وہ دین کا کام نہیں کر سکتے۔ دین کا کام وہ کر سکتا ہے جو بچے کی طرح معصوم ہو جائے اور بھولا ہو جائے' اس میں انا نہیں ہوتی' انا جو ہے یہ حجاب ہے' اگر اس حجاب سے نکل جاؤ تو آگے دین ہی دین ہے۔ ایسے میں مصروفیت کے جال سے بھی نجات ملتی ہے اور محویت بھی ملتی ہے۔

سوال:

حضور ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ ہم ناراض کو منا لیں مگر وہ نہ مانے تو؟

جواب:

میں یہ بتا رہا ہوں کہ آپ اتنے بڑے کام کر لیتے ہو اور ایک دل کو راضی نہیں کر سکتے' کاریگری اسی کو کہتے ہیں کہ جو راضی نہیں ہو رہا اس کو راضی کر لو۔ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی چابی ہوتی ہے' آپ اس کو وہ

چابی لگاؤ۔ آپ اس سے ایسا سلوک کریں کہ وہ آپ کو سچا سمجھے۔ آپ اسے ایک آزمائش سمجھیں جو آپ نے حل کرنی ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ اسے چھوڑ دیں کیونکہ آپ اسے پہلے ہی چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ چھوڑنے کی بجائے اگر اسے جوڑنے کی کوشش کرو تو شاید بات بن جائے۔ لوگ ایسا کرتے رہے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے آپ کو بتایا ہوا ہے کہ یہ کیسے کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر سب کافر ڈر رہے تھے کہ اب کیا ہو گا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے تم سے آج کیا سلوک کرنا ہے تو لوگوں نے کہا یہ تو آپؐ ہی جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں ہے۔ کسی آدمی کے دل کو بعد میں جانو' پہلے اپنے دل کے بارے میں جانو کہ اگر آپ کے دل میں اس کے خلاف غصہ ہے تو وہ راضی نہیں ہو گا اور اگر آپ کے دل میں محبت پیدا ہو جائے تو ناواقف آدمی آپ کی بات سننے کے لئے آ جائے گا۔ اگر گلی سے گزرتے ہوئے بندے کو محبت سے دیکھو تو وہ آپ کے پاس آ کر کہے گا کہ کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ حالانکہ آپ نے بلایا نہیں۔ اگر آپ جانور کو پیار سے دیکھو تو وہ آپ کے پاس آ جائے گا' کتا ہو تو دم ہلانا شروع کر دے گا۔ آپ صرف باتیں کرتے رہتے ہیں' باتوں کو بند کر کے محبت کا عمل شروع کریں۔ اگر محبت جاری ہو جائے تو سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک چیز محبت سے محروم کر دیتی ہے اور وہ ہے پیسے کا لالچ۔ پیسے کا لالچ محبت سے محروم کر دیتا ہے۔ مطالعے کے بارے میں ایک بات غور سے سن لو کہ اتنا علم رکھو جتنا زندگی کے کام آئے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ اپنے کام میں لگے رہو اور

گردوپیش سے بے خبر ہو جاؤ۔ ایک آدمی تفسیر لکھتا جا رہا تھا۔ اسے کسی نے کہا کہ ڈھاکہ Fall ہونے والا ہے تو اس نے کہا ہونے دو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ لائبریری کو پڑھتے جاؤ اور دنیا باہر سے بدل جائے۔ دنیا کا بھی خیال رکھو۔ اگر کوئی علم لدنی اور علم معرفت سیکھتا ہے اور اس کا باپ فوت ہو جائے تو اس کا علم اس کے کس کام کا کہ وہ نہ جنازے پر پہنچ سکا اور نہ قبر پر۔ یہ نہ ہو کہ باپ بلاتا رہا اور آپ مطالعہ میں مصروف رہیں۔ باپ کو راضی کرنا آنا چاہئے اور ماں سے دعا لینا آنا چاہئے۔ اگر ماں اور باپ کو راضی کرنا نہ آیا تو آپ کو بیوی اور بچے راضی کرنا بھی نہیں آئے گا۔ راضی کرنے کا فن یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذرا کم سمجھو' اپنے آپ کو تکبر میں نہ سمجھو۔ اس طرح راضی کرنا آ جائے گا۔ یہ آپ کی انا ہوتی ہے جو آپ کو دنیا سے نکال رہی ہے۔ انا کو ختم کر دو' دفتر میں انا ختم کر دو' پیسے کی انا ختم کر دو اور اپنے آپ کو ذرا کم سمجھو تو دنیا کا کوئی کاروبار تمہیں روک نہیں سکتا۔ یہ سب دین ہی ہے۔ دین والا آدمی اگر دوکان بنالے تو بھی دین ہے یعنی کہ اس کے شعبے نے اور اس کے پیشے نے اسے بے دین نہیں کیا۔ بے دین کس نے کرنا ہے؟ اس کی نیت نے اور اس کے اعمال نے۔ کوئی بھی کام جو ایمانداری سے کیا جائے وہ دین کا کام ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ اس نے بے شمار شعبے پیدا فرما رکھے ہیں' پہاڑ سے زمین اور سمندر تک سب اس کے شعبے ہیں' پانی کا چلنا شعبہ ہے اور لکڑی کا کاٹنا شعبہ ہے۔ صرف درخت کو دیکھو' لکڑی' فرنیچر' ٹمبر' ایندھن' مکان اور بے شمار واقعات ہیں۔ معمولی سی سبزی اگی اور آپ کے دسترخوان تک آنے میں کئی واقعات اور کاروباروں سے گزر

کر آئی ہے۔ کاروبار کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ چیزوں کی نیت ہو تو وہ اپنے منصب کو پہنچ جاتی ہیں۔ تو منصب یہ ہے کہ دوسرے کو راضی کرو اور دوسرے کو خوش رکھو' کسی دل سے بد دعا نہ لو' پھر اللہ آپ سے راضی رہے گا۔ دلوں کی ناراضگی یا خوف جو ہے وہ بد دعا بن جاتا ہے' یہ بد دعا بھی بعض اوقات راستہ روک لیتی ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ لوگوں کو دعاگو بناؤ اور انہیں راضی کرو' ہر حال میں راضی کرو۔

سوال:

کیا مختلف فطرت کے لوگ نیکی کے سفر میں اکٹھے چل سکتے ہیں مثلاً" ایک غصہ والا ہو اور ایک میں دھیما پن ہو۔ اور یہ کہ غصہ والے شخص کو کیا کرنا چاہئے۔

جواب:۔

دھیما پن ہوتا کیا ہے؟ دھیما پن وہ ہوتا ہے جو غصے والے آدمی سے Cooperate کرے۔ دھیما آدمی وہ ہوتا ہے جو جلالی آدمی کے ساتھ گزارہ کرے۔ دو جلالی آدمی بھی آپس میں گزارہ کر سکتے ہیں۔ گزارہ دراصل مقصد کے ساتھ ہوتا ہے' فطرت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جس طرح میں بیٹھا ہوں تو آپ لوگوں سے بات ہو رہی ہے اور اگر میں یہاں سے چلا جاؤں یا آپ کو Openly بولنے دوں تو آپ کے اندر ابھی شیعہ سنّی فساد پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ میں آدھے شیعہ ہیں اور آدھے سنّی ہیں۔ اس وقت کیونکہ آپ کی نیت اس محفل میں بیٹھنے کی ہے تو نہ کوئی شیعہ ہے اور نہ سنی ہے۔ جب مقصد آ جائے تو پھر کوئی جلالی یا

جمالی نہیں رہتا کیونکہ مقصد ایک ہوتا ہے۔ دنیا کی محبت میں ایک دوسرے سے حسد اور شک ہوتا ہے' دنیاوی طور پر اگر کسی کا محبوب ایک ہو تو وہ غصہ کریں گے' لڑیں گے مگر دینی طور پر جب حقیقت کی محبت ہوتی ہے کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ یہ بھی اللہ کی طرف جا رہا ہے اور میں بھی اللہ کی طرف جا رہا ہوں تو وہ اللہ آپ دونوں کو اکٹھا چلائے گا۔ اگر دو انسان با مقصد ہو جائیں اور ان کا مقصد ایک ہو جائے یعنی وہ یہ کہیں کہ ہم نے گزارہ کرنا ہے اور تمہارے ساتھ ہی کرنا ہے اور تمہاری خامیوں کو درگزر کرنا ہے' کچھ عرصہ بعد نہ تم نے رہنا ہے اور نہ ہم نے رہنا ہے اور بچوں کی خاطر گھریلو زندگی میں اگر آپ اپنی انا چھوڑتے ہیں تو اس طرح ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور فساد ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچے اچھے بن جائیں گے۔ گھر میں اور اپنے ماحول میں Tension دور کرو۔ اگر گھر میں کوئی مہمان آ جائے اور گھر والوں میں Tension ہو تو مہمان کے لئے تو بڑا عذاب ہے۔ ایسی صورت میں مہمان بھاگ جائے گا۔ مہمان کے استقبال کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی دونوں خوشگوار ہوں۔ اسی طرح بھائیوں کے لئے حکم ہے کہ "رحماء بینھم" ہو جائیں یعنی ایک دوسرے کے لئے رحمت بن جائیں کیونکہ مومن ہونے کی حیثیت سے کافروں سے آپ شدت کر لو مگر آپس میں شفیق ہو جاؤ۔ شفیق وہ ہوتا ہے جو دوسرے کی غلطی کو نظر انداز کرے۔ شیکسپیئر نے کہا تھا۔

Judge any man according to his hazards and no one will escape whipping.

یہاں لفظ "Hazards" خوبیوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو آپ خوبیوں پر پرکھیں تو ہر آدمی چابک کھانے والا ہو گا' کوڑے پڑنے والا ہو گا۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہوں۔ اب اگر آپ کی شکل محبت کے قابل نہیں ہے تو آپ سے کون محبت کرے گا۔ اعتراض کرنے والے تو اعتراض کر ہی دیتے ہیں۔ اور محبت کیا ہے؟ محبت کا معنی ہے قبول کرنا۔ آپ قبول کرو' ساری زندگی کو قبول کرو' زندگی میں ناسازگار واقعات بھی آئیں گے' انہیں بھی قبول کرو۔ زندگی کی تلخیوں کو قبول کرنے والا اللہ کی منشاء کو قبول کرتا ہے اور جس نے اللہ کی منشا کو قبول کر لیا وہی کامیاب رہا۔ جو تلخیاں آپ پر آ رہی ہیں وہ اللہ کی طرف سے آ رہی ہیں' آپ اللہ کے مسافر بن جاؤ تو یہ تلخیاں خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ یہ طے کر لو کہ یا اللہ ہم تیرے رستے کے مسافر ہیں' تیرے راستے میں ہمارے پیسے نثار' ہماری جان نثار' ماں باپ نثار' ہماری انا نثار اور ہمارا سب کچھ نثار۔ آپ اپنی انا نثار کر دیں ورنہ آپ مر جائیں گے۔ اللہ کی طرف وہ لوگ سفر کرتے ہیں جو اپنی زندگی میں مر جاتے ہیں۔ "موتوا قبل ان تموتوا" یعنی وہ مرنے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ تکبر صرف اللہ کو زیب دیتا ہے' آپ عاجزی میں گزارہ کرو تو زندگی کامیاب ہو جائے گی۔ اللہ کا سفر کرنا ہے تو یہ ضروری ہے' اگر سفر نہیں کرنا تو سب کچھ چھوڑو۔ پھر اپنی انا پر قائم رہو' پھر آگے سے بھی آپ کو ویسا جواب ملے گا جیسا کہ چھوٹے سے جانور کتے کی دم پر پاؤں رکھ دو تو وہ آگے سے بھونکے گا اور نقصان دے گا' چڑیا کو تنگ کرو گے تو وہ بھی جھپٹ کے مارے گی' چیونٹی کے

کاٹنے کا تو آپ کو پتہ ہے ہی۔ تو اگر آپ تنگ کرنے کا آغاز کرو گے تو کوئی شے ایسی نہیں ہے جو آپ کو تنگ نہ کرے اور اگر کسی کو Please یا خوش کرنے کا آغاز کرو گے تو آگے سے جی حضور ملے گی۔ جس کو السلام علیکم کہو گے وہ آگے سے آپ پر سلامتی بھیجے گا' آپ کی اولاد اور خاندان پر سلامتی بھیجے گا۔ اگر آپ دنیا کے ساتھ یہ Trial کریں تو آپ کو سارا عرفان سمجھ میں آجائے گا۔ وہ جو آپ کہتے ہو کہ میں تنہائی میں بیٹھا ہوں اور حقوق ادا نہیں کرنے' چاہے وہ گھر والوں کے ہوں' استادوں کے ہوں یا کسی اور کے۔ یہ بات غلط ہے' عرفان ایسے نہیں ملتا۔ زندگی میں دوسروں کے حقوق ادا کر لو تو عرفان کی منزل آسان ہے۔ اللہ آپ سے ناراض نہیں ہے' اللہ آپ پر راضی ہے' اس نے آپ کو دماغ دیا' شکل صورت دی' ماں باپ دیئے اور اولاد دی۔ یہ سب راضی ہونے کی باتیں ہیں۔ اس کے ناراض ہونے کی اطلاع تو آگے جا کے ملنی ہے۔ ابھی تو اس کے رحم کی اطلاع مل رہی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اللہ کا غضب تو یہ ہے کہ وہ آپ کے ساتھ انصاف کرے مگر وہ رحمت کرتا ہے۔ تو آپ اپنی اصلاح کرو۔ اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے' اس سب کچھ کے شکر کے طور پر آپ نرم مزاج ہو جاؤ اور نرم خو ہو جاؤ' تند مزاج ختم کر دو' خوشگوار ہو جاؤ کیونکہ خوشگوار ہونا ہی کامیابی ہے۔

سوال :۔

انا کو تو ہم برا سمجھتے ہیں مگر "خودی" کا درس اقبال نے دیا ہے'

اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔

"خودی" کا لفظ اتنا وسیع استعمال ہو گیا ہے کہ اس کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ اصل میں کیا ہے۔ خودی کبھی تکبّر کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اب اصلی بات سمجھو کہ خودی کیا ہے جو کہ اقبال کا مفہوم ہے۔ مثلاً" ایک مرغا ہے اگر اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو جو بچ گیا یہ مرغ ہے' جو کٹ گیا وہ ٹانگیں ہیں۔ اگر اس کے پر کاٹ دیں تو یہ پر تو مرغ نہیں ہیں۔ چونچ کٹ گئی تو بھی یہ مرغ ہے' گلا کٹ گیا تو بھی یہ مرغ ہے۔ تو یہ غیر مرغ چیزیں آپ کاٹ رہے ہیں۔ ایک چیز اس میں ایسی ہو گی جسے آپ کاٹیں گے تو یہ مرغ نہیں رہے گا۔ وہ چیز کیا ہے؟ وہ ایسی صفت ہے جس کے بغیر موصوف' موصوف نہیں رہتا اور وہ اس کی اذان ہے۔ انسان کے پاس بھی ایک صفت ایسی ہے جس کو وہ خودی کہتا ہے اور اس کے بغیر وہ انسان انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے۔ اس صفت کو بچانا ہے۔ خودی انا کا یا تکبّر کا نام نہیں ہے۔ خودی ایک Light House ہے۔ علامہ علاؤالدین صدیقی نے ایک مرتبہ ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی خریدی تھی۔ ایک دوست نے تبصرہ کیا کہ آخر علامہ صاحب نے گاڑی خرید ہی لی مگر گاڑی میں ہارن کے علاوہ کوئی پرزہ صحیح نہیں ہے۔ تو خودی ایک ایسا The Point ہے جس کے بعد وہ نام' نام نہیں رہتا۔ مثلاً" ایک باپ کا بیٹا ہے' اگر وہ باغی ہے تو پھر بھی بیٹا ہے' خدمت نہیں کرتا تو بھی بیٹا ہے مگر ایک بات ایسی ہو گی جس کے بعد یہ

کہیں گے کہ وہ بیٹا نہیں ہے۔ بس اس عمل کی حفاظت کرنی چاہئے جس کے بعد بیٹا' بیٹا نہیں رہے گا۔ ہم مسلمان ہیں' غافل ہیں' کام نہیں کرتے' عبادت نہیں کرتے' مگر ہیں تو مسلمان۔ ایک بات ایسی ہے جس کے بعد وہ مسلمان نہیں رہے گا اور واجب القتل ہو گا اور وہ ہے حضور پاک ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کرنا ——— تو ہر چیز میں ایک خاص صفت ہوتی ہے' اس صفت کی حفاظت کرنا "خودی" کی حفاظت کرنا ہے جیسا کہ شاہین میں جھپٹنا' پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنا نہ ہو تو وہ شاہین نہیں ہو گا۔ تو اصل چیز کو جوہر کہتے ہیں اور اس جوہر کو خودی کہا گیا ہے۔ "انا" اور چیز ہے۔ "انا" یہ ہے کہ اپنی ضد پر قائم رہنا اور یہ نہ سوچنا کہ دوسرے کیا چاہتے ہیں اور "انا" یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک فرضی مقام پر فائز سمجھنا' سردار سمجھنا' چوہدری سمجھنا اور باقی لوگوں کو رعایا سمجھنا۔ "انا" یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک غلط مقام پر رکھنا اور لوگوں سے اس کے مطابق Dealing کی توقع رکھنا۔ میاں بیوی میں اکثر "انا" کا یہ کھیل ہوتا رہتا ہے' وہ کہتا ہے میں خاوند ہوں اور وہ کہتی ہے میں بیوی ہوں اور دونوں اپنا حق جتلاتے رہتے ہیں اگر "انا" کو توڑ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں تو ساری بات ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اپنی بات پہ اٹکے نہ رہنا' اڑے نہ رہنا' دوسرے کا View point سننا اور اور اس کی داد دینا ——— ان سب باتوں کے باوجود آپ اپنی عبادت کا خیال رکھو' رزق حلال کی کوشش کرو' جو حرام جمع ہو گیا ہے وہ اللہ کے نام پر تقسیم کر دو' آئندہ کے لئے توبہ کر لو' انسانوں کو دکھ نہ پہنچاؤ' اللہ کے کسی ایک نام کا ورد' عمل جاری رکھو' اللہ کے بہت سے نام ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک جگہ ایک بیمار شخص کراہ رہا تھا تو ایک صحابی نے اسے کہا کہ خاموش ہو جاؤ' یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو' "ہائے ہائے" بھی اللہ کا نام ہو گا ـــــ اللہ تعالیٰ کے نام صرف وہ نہیں ہیں جو آپ نے پڑھ رکھے ہیں بلکہ اللہ کے اتنے نام ہیں جتنی یہ کائنات وسیع ہے' سارے نام اس کے اپنے نام ہیں۔ صرف محبت ہونی چاہئے اور لوب ہونا چاہئے۔ اگر نیت اللہ نہیں ہے تو ذکر بھی اللہ نہیں ہے۔ اگر نیت اللہ ہے تو سارا سفر ہی اللہ ہے۔ تو سفر الی اللہ دراصل سفر مع اللہ ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا عمل اللہ کے ساتھ جانے والا عمل ہے۔ اللہ کی طرف وہی جاتا ہے جس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے ورنہ کوئی انسان اللہ کی طرف نہیں جا سکتا۔ جب بھی آپ اللہ کی طرف چل پڑو گے تو ساتھ کون ہو گا؟ اللہ ہو گا ـــــ اللہ تعالیٰ خود ہی انسان کو شوق دیتا ہے' شوق بڑھ جاتا ہے اور پھر انسان اللہ کی طرف چل پڑا' یہ سفر بھی اللہ نے کرایا ـــــ سفر میں رفیق طریق اور راہنما بھی اللہ خود دیتا ہے اور جب وہ منزل پہ پہنچتا ہے تو اللہ خود استقبال کرتا ہے۔ خود ہی تو بھیجا تھا اس نے اور خود استقبال کیا۔ تو اگر نیت اللہ ہو جائے تو ساری چیزیں اللہ ہی اللہ ہیں۔ اس میں نہ سمجھ آنے والی بات ہی کوئی نہیں۔ آپ بس چل پڑو اور اپنے خیال میں اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ لوگوں کو بے شمار انداز سے اللہ ملا۔ یہ بھی ہوا کہ کسی ان پڑھ کو بھی اللہ مل گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک ان پڑھ اللہ کے ساتھ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو اللہ ہے اور میں اور میرے تین بیٹے' کل چار آدمی ہیں' ہم لڑائی کر کے تجھ سے جیت جائیں گے کیونکہ تو اکیلا ہے۔ یہ لفظ

"اکیلا" کہنے سے توحید قائم ہو گئی اور یہ کہنے پر اس ان پڑھ شخص کو معاف کر دیا گیا کہ وہ اللہ کو اتنا "اکیلا" مانتا ہے کہ توحید قائم کر گیا ـــــ اس لئے آپ نیت کے ساتھ چل پڑو تو یہ کافی ہے۔ اللہ کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ وہ تمہارے ساتھ اس طرح ناراض ہوتا ہے کہ تمہیں فرصت ملی' پیسے ملے' موقع ملا اور تو نے شکر ادا نہ کیا۔ اپنی زندگی پر شکر کرو۔ اگر آپ نے اپنی زندگی پر کوئی اعتراض کیا تو اللہ پر اعتراض کریں گے' اگر زندگی کو آپ نے توڑا تو آپ اللہ کی نعمت کو توڑو گے۔ اس لئے ہم نصیحت کرتے ہیں کہ آپ توڑو نہ بلکہ جوڑو ورنہ آپ کا کام آپ کے ذمے' آپ جانو اور آپ کا کام جانے' سب یہی کہتے آرہے ہیں کہ وما علینا الا البلاغ ـــــ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کی غلطی ہے یا نہیں ہے' آپ اپنے بھائی سے معافی مانگ لو' اسے فی سبیل اللہ معاف کر دو تاکہ آپ اس بوجھ سے آزاد ہو جاؤ جس کی وجہ سے بھائی کو تکلیف ہوئی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم کیا کریں۔ زندگی میں بے شمار نیکیاں اس وقت ضائع ہو جاتی ہیں جب کسی دل کو آپ سے تکلیف پہنچے۔ میاں محمد صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ڈھا دے مسجد' ڈھا دے مندر' ڈھا دے جو کجھ ڈہندا
اک بندے دا دل نہ ڈھاویں' رب دلاں وچ رہندا

یعنی مسجد گرادو' مندر گراد دو اور جو کچھ گرانا پڑے گرا دو لیکن کسی انسان کا دل نہ توڑنا۔ آسمان سے گرا ہوا بچ جاتا ہے لیکن نظروں سے گرا ہوا نہیں بچتا۔ اسی لئے اپنی نظروں کا خیال رکھو کہ آپ کی نظر سے کوئی انسان نہ گر جائے اور آپ کسی انسان کی نظر سے نہ گر جاؤ۔ بس یہ دو

باتیں یاد رکھو ـــــ اللہ اللہ کرتے جاؤ' نیت اللہ ہو' عمل اللہ ہو' کسی انسان سے اللہ کے حوالے سے سلوک کرو' زندگی عارضی ہے' ہاتھ سے نکل جائے گی بلکہ ہاتھ سے نکل رہی ہے بلکہ کچھ اور ہی ہونے والا ہے ـــــ یہ خیال رکھنا کہ آج کی انا آپ کو کل کسی حسرت میں نہ ڈال دے۔ بزرگ یہ وارننگ دیا کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ پر کوئی حسرت آ جائے' کوئی افسوس آ جائے' کوئی خطرہ آ جائے اور کوئی نقصان آ جائے' آپ "انا" سے نکل جاؤ۔ اللہ سے معافی مانگ لو۔

ایک واقعہ پہ غور کرو کہ خواجہ نظام الدینؒ کے عرس کے موقع پر آستانے پر جو تقریب کا عام خادم اور نگران ہوتا تھا وہ بڑے بڑے جید بندوں کی دستار بندی کراتا تھا۔ ایک آدمی اٹک گیا اور اس نے کہا میں تو اس سے دستار بندی نہیں کراتا کیونکہ یہ شخص تو مریدوں کا مرید ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ دراصل یہ دستار بندی محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کر رہے ہیں' تو اس آدمی کا مرتبہ پہچان جس کو مرتبہ دینے والے نے یہ مرتبہ دیا ہے اور اسے حقیر نہ جان۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا جو ساتھی ہے اس کا کتنا بڑا نصیب ہے کہ تیرے ساتھ اس کا نصیب منسلک ہو گیا' اب تم اسے بدقسمت ثابت کر رہے ہو تو دراصل تم خود بدقسمت بن گئے۔ تو مدعا یہ ہے کہ ہر آدمی کسی اور آدمی کا نامزد ہے۔ سارے انسان اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی آدمی آپ پر خفا ہو گیا تو دل سے فریاد نکلے گی اور Direct Report اللہ کے پاس جائے گی۔ اللہ دعا شاید دیر سے سنتا ہے مگر اس پر فریاد کا جلد اثر ہوتا ہے ـــــ کہتے یہ ہیں کہ کسی کے دل کی ایک آہ جنت میں ایک قدم

داخل ہو جانے والے انسان کو واپس کھینچ لاتی ہے۔ ایک دعا دوزخ میں ایک قدم داخل ہو جانے والے انسان کو جنت میں لے آتی ہے۔ اس لئے آپ دل کی دعا لو اور دل کی آہ نہ لو۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کو خوش رکھنے کی توفیق دے' اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کو معاف کرنے کی توفیق دے' انسانوں سے معافی مانگنے کی توفیق دے' بندوں کو راضی رکھنے کی توفیق دے! یا اللہ معافی دے' یا اللہ مہربانی فرما' یا اللہ ہمیں حوصلہ دے تاکہ ہم بندوں کو تیری نگاہ سے دیکھ سکیں۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○



کوئی ایسا آسان عمل بتادیں جس سے ہماری زندگی میں اللہ کے حوالے سے
تبدیلی آجائے اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی اچھی ہو جائے۔

سوال :۔

کوئی ایسا آسان عمل بتا دیں جس سے ہماری زندگی میں اللہ کے حوالے سے تبدیلی آ جائے اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی اچھی ہو جائے۔

جواب :۔

آپ کے اندر تبدیلی اس لئے نہیں آتی کیونکہ نہ آپ کا عمل بدلتا ہے اور نہ حلیہ بدلتا ہے۔ اس لئے آپ غلطی کرتے جاتے ہیں اور مار کھاتے رہتے ہیں۔ اگر عمل بدلے گا تو عاقبت بدلے گی۔ یہ کہنا کہ عاقبت جو ہے وہ عمل کے بغیر بدل جائے' یہ کسی فقیر کے بس میں نہیں ہے۔ فقیروں' درویشوں اور اولیائے کرام کے بس میں یہ ہے کہ ہلکی پھلکی نیکی کرو تو معاوضہ پورا مل جائے گا اور چھوٹے گناہ کرو تو معافی مل جائے گی۔ کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ گناہ کبیرہ کی معافی دلا دے گا۔ فقیر لوگ چھوٹی چھوٹی نیکی کرنے کا کہتے ہیں مثلاً" ماں سے معافی مانگ لو' بیوی کو خوش رکھو' ماحول کو ٹھیک رکھو' رشتے داروں کا خیال رکھو' جھوٹ بولنا چھوڑ دو' کسی کو غصہ نہ دلاؤ اور غصہ نہ کرو۔ ان چھوٹے چھوٹے کاموں

سے بڑے نمبر بن جاتے ہیں۔ اگر کسی کو آپ کہتے ہیں کہ مجھے سلام کرو تو آپ کو اس کے سلام کا جواب دینا پڑے گا۔ اگر اس سے سو مرتبہ سلام کراؤ گے تو سو مرتبہ جواب دینا پڑے گا۔ آپ کے رشتے داروں کا فوقیّت کا ایک حق بنتا ہے لیکن اگر آپ انہیں یہ حق نہیں دیتے تو نہ وہ بدلیں گے اور نہ آپ بدلیں گے۔ ایک آدمی اگر اسلام کے نام پر بیوی کو تابعداری سکھاتا ہے تو اسے عورت کے حقوق کا Chapter بھی پڑھنا چاہئے تاکہ اس کو اس کی خواہش کے مطابق کچھ خرچ کرنے اور کچھ آزادی کی اجازت مل جائے۔ حضور پاک ﷺ نے عورت کو خوش رکھنے کی تاکید کی ہے۔ تو بڑی نیکی نہ ہو سکے تو چھوٹی نیکیاں Pile up کرو۔ مثلاً" جس ملازم نے غلطی کی ہے آپ اسے معاف کر دو تو والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کا مطلب پورا ہو گیا یعنی وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کے لئے عافیّت بن جاتے ہیں۔ اور اگر کسی پر احسان کرو تو اللہ کا فرمان ہے کہ واللّٰہ یحب المحسنین اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ احسان یہ ہے کہ غلام کو معاف بھی کر دیا جائے اور آزاد بھی ـــــ چور گھر میں آ جائے تو اگر کر سکتے ہو تو معاف کردو اور اگر احسان کر سکتے ہو تو پھر اس سے پوچھو کہ بھئی پچھلے دروازے سے کیوں آیا' کیا پیسے کی ضرورت ہے؟ تو انسان بننے میں دیر نہیں لگتی' صرف فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ دوسرے کو انسان بناتے رہتے ہو' انسان دوسرے نے نہیں بننا بلکہ آپ نے بننا ہے۔ وہ آدمی جو دوسرے کو انسان بنانا چاہتا ہے اور خود انسان نہیں بنتا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اگر تم انسان بن جاؤ تو دوسرا خود بخود انسان بن جاتا ہے۔ مثال کے

طور پر ایک آدمی ایک دفعہ تلوار لے کر قتل کی نیت سے حضور پاک ﷺ کی طرف گیا۔ حضور پاک ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ تم پر سلامتی ہو' اس آدمی کی تلوار گر گئی ـــــ آپ بھی لوگوں کو سلامتی دو تو لوگ آپ کو سلامتی دیں گے۔ اسلام نے یہ کتنی آسان بات سکھائی ہے۔ یہی روحانیّت ہے۔ یہ روحانیّت ہے کہ آپ دوسرے کا حق دے دو' اپنا حق اللہ سے جا کر لینا۔ بظاہر یہ بات مشکل لگتی ہے لیکن اس طرح ہمیں حق کی ادائیگی کا انعام ملتا ہے۔ آپ اپنا حق مانگتے ہو اور حق والے غریب کے پلے کچھ نہیں ڈالتے۔ اس لئے نوے فی صد گلہ کرنے والے اور رنجش بیان کرنے والے خود ظالم ہوتے ہیں۔ ظلم کی کہانی سنانے والا اکثر ظالم ہوتا ہے۔ آپ ظالم نہ بننا بلکہ مسکین بن جاؤ۔ آپ دوسرے کو زبان سے قتل نہ کیا کرو' بھرے بازار میں کسی کو جھوٹا ثابت نہ کرو چاہے وہ جھوٹا ہو کیونکہ آپ نے ستار العیوبی کا سبق سیکھنا ہے یعنی دوسروں کے گناہ پر پردہ ڈالنا۔ آپ تو دوسرے کے پردے اٹھاتے ہو۔ اگر آپ کسی کو گناہ کرتے دیکھو اور پردہ ڈال کے رکھو تو آپ کے گناہ قیامت کے دن نشر نہیں کئے جائیں گے۔ پردہ رکھنے والوں کا پردہ رکھا جائے گا۔ حق دینے والے کو حق ملے گا۔ کسی انسان پر' اپنے وجود کے قرب کی وجہ سے' رحم کرو۔ گلاب اگرچہ بے جان ہے لیکن جو قریب سے گزرے اسے بھی خوشبو دے جاتا ہے اور دوسرے کو خوش کر دیتا ہے اور محظوظ کر دیتا ہے۔ آپ بھی ایسے بنو کہ اگر کسی کے قریب سے گزرو تو اسے کچھ فیض دے جاؤ۔ لیکن آپ جس کے پاس سے گزرے' اسے پریشان ہی کیا' بلکہ جو آپ کے سائے میں آیا' عذاب میں

آگیا اور جو آپ سے وابستہ ہوا' اس پر قیامت ہی گذری۔ آپ نے کسی کو سکھی رہنے نہیں دیا اور چاہتے یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فٹافٹ انعام دے دے لیکن اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ جو کچھ کر کے آؤ گے وہی لے لو ـــــ انا انذرنٰکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یدٰہ ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایسے عذاب سے جو قریب ہے' جب انسان دیکھے گا وہ جو اس نے اپنے ہاتھ سے بھیجا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا اور کافر کہیں گے کاش ہم مٹی کے ہوتے ـــــ لہٰذا آپ اپنا عذاب نوکروں اور لواحقین کے ذریعے بھیج رہے ہو' بیوی سے زیادتی کر کے بھیج رہے ہو' اس کے لئے آپ کو سزا ہو گی یا یہ ہے کہ ان کو راضی کر لو۔ انہوں نے راضی نہیں ہونا کیونکہ آپ نے انہیں راضی نہیں کیا' اس طرح یہ آپ کے لئے عذاب بن جاتے ہیں۔ آپ نے انہیں ڈرا دھمکا دیا اور کامیاب ہو گئے لیکن یہ کامیابی آپ کے لئے عذاب بن گئی۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ لوگ بچوں کو مارتے ہیں' اور استاد بھی بچوں کو مارتے ہیں اور کچھ خاوند اپنی بیوی کو مارتے ہیں۔ آپ وعدہ کرو کہ آپ میں سے کوئی ایسا کام نہیں کرے گا۔ اس وقت آپ کے اندر کیا ایسا کوئی آدمی ہے جو یہ کہے کہ میں آئندہ غصہ نہیں کیا کروں گا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ آپ آئندہ اپنے لواحقین کے لئے عذاب نہیں بنیں گے' اور آپ نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ عبادت یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کے خیال میں رہنا' اس کی یاد میں رہنا اور اس کی بتائی ہوئی شریعت کے مطابق چلنا' اپنے وسائل اللہ کی راہ میں استعمال کرنا' جو خیال ہے اس کی راہ میں استعمال کرنا اور انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا ـــــ یہ سب ابتدائی باتیں ہیں اور

اصلی روحانیت یہ ہے کہ اِس زندگی کو اُس زندگی سے زیادہ دور نہ رکھنا۔ اُس زندگی کے بارے میں آپ کو کوئی پتہ ہے؟ اُس زندگی میں کوئی آدمی کسی کے خلاف عمل نہیں کر سکتا' کیونکہ عمل معطل ہو جائے گا۔ آپ اس زندگی میں عمل معطل کر دو۔ اُس زندگی میں جو ہو سکتا ہے وہ اِس زندگی میں کر دو۔ تو گویا کہ زمین کے اوپر کا کردار اور زمین کے اندر جانے کے بعد کا کردار برابر کر دو۔ ایسے رہو جیسے نہیں ہو۔ یہ اندیشہ نہ کرو کہ لوگ مار ڈالیں گے یا کھا جائیں گے۔ تو اگر آپ کو اللہ نے بچایا ہوا ہے تو آپ کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ شکرے' باز اور شاہین چاہے جتنے ہو جائیں لیکن چڑیا اپنی جگہ زندہ رہے گی۔ بچانے والا بچاتا ہے۔ ورنہ آپ کو کوئی کمزور چیز نظر ہی نہ آتی۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے زمانے میں کمزور انسان زندہ رہے ہیں۔ نوشیرواں بادشاہ کو بڑھیا نے نکال دیا تھا کہ یہاں سے چلا جا کیوں کہ میری کٹیا خراب ہو رہی ہے' اللہ نے بادشاہ کے دل میں خوف ڈال دیا کہ اس بڑھیا کو چھیڑا تو برباد ہو جاؤ گے۔ آپ اپنے آپ میں تھوڑی سے ہمت پیدا کرو' کچھ قوت پیدا کرو' اپنے مقام کا تعیّن کرو اور لوگوں کو ان کا مقام دو ـــــ اگر ہر روز اضافی طور پر ایک نیکی کی جائے تو آپ کی بہت سی نیکیاں جمع ہو جائیں گی اور اگر ایک بدی اضافی طور پر کم کر دی جائے تو آپ کی زندگی بڑی اچھی ہو جائے گی۔ تو اگر نیکی بڑھ گئی اور بدی کم ہو گئی تو آپ کے اور حقیقت کے درمیان فاصلہ کم ہو جائے گا۔ مختصربات یہ ہے کہ مسلمان بچہ اگر پیدا ہوتے ہی مر جائے تو جنتی ہے۔ اگر وہ نہ مرے اور بڑا ہو جائے تو وہ نیکی بدی کرے گا۔ اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ بدی چھوڑے

اور نیکی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بچپن والی حالت میں واپس آ جائے' بچے کی طرح ایمان پیدا کر لے' بچے کے لئے پوری کائنات ہے۔ انسان تمام ہیرا پھیریاں کرنے کے بعد اگر بچہ بن جائے تو سمجھو بخشش ہو گئی۔ ایک آدمی اگر بیمار ہو' پریشان ہو اور اسے کہا جائے کہ نماز پڑھو۔ اگر وہ کہے میں نماز نہیں پڑھتا تو سارا گناہ تبلیغ کرنے والے کے ذمے لگے گا۔ کیونکہ اس نے اس Person کی کیفیت نہیں دیکھی کہ وہ اس حالت میں نہیں ہے ـــــ تو دوسرے کی حالت دیکھے بغیر تبلیغ کرنے والا اتنا ویران ہے جتنی کوئی اور چیز ـــــ جب کبھی تبلیغ کرو تو پہلے دوسرے کی حالت دیکھو' مزاج بھی دیکھو کہ کیا یہ Receptive ہے۔ بعض اوقات آپ کا بچہ بھی آپ کا کہنا نہیں مانتا ـــــ تو لوگ بیمار کو تبلیغ تو کرتے ہیں لیکن اس کی خالی بوتل میں کوئی دوائی نہیں ڈالتا اور اس طرح وہ تبلیغ کو نہیں مانتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ زیادہ تبلیغ کی بجائے اپنا عمل ٹھیک رکھو ـــــ آپ کا عمل یہ ہوتا ہے کہ آپ ایک بڑا مکان بناتے ہو' پھر وہاں شادیاں ہوتی ہیں اور پھر وہاں جنازے بھی اٹھتے ہیں لیکن یہ سب دیکھ کر آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آپ دیکھتے رہتے ہو کہ یہ بات کسی کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ ایک ایک کر کے آپ سب کو رخصت کرتے جا رہے ہو۔ تو رخصت ہو جانا ان کی فطرت میں لکھا ہوا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ لوگ رخصت ہو جائیں اور انہیں نیکی کا وقت ہی نہ ملے۔ اس سے پہلے کہ لوگ چلے جائیں' ان کے ساتھ نیکی کر لو۔ اس سے پہلے کہ سائل آواز لگا کے چلا جائے اس کو کچھ دو ورنہ ڈھونڈو گے تو نہیں ملے گا۔ ایک جگہ

ایک تقریب تھی۔ وہاں ایک بزرگ صدارت کر رہے تھے۔ تقریب کا موضوع " زندگی " تھا۔ ایک چھوٹا بچہ نعت پڑھ رہا تھا۔ پھر میری باری آئی تو میں نے کہا کہ میری بات سنو' مجھے لمبی چوڑی تقریر تو آتی نہیں پر میں ایک بات جانتا ہوں کہ زندگی اس بچے سے شروع ہوتی ہے اور یہاں پر ہی ختم ہو جاتی ہے' تو دھیان کرو کہ کیا ہو رہا ہے۔ پھر میں نے کچھ توجہ کر دی' محفل میں اثر ہو گیا اور کچھ لوگ رونے لگ گئے ـــــ جو آدمی یہ کہتا ہے کہ اباجان کا دماغ چل گیا ہے تو وہ آدمی خود پاگل ہو کے مرے گا۔ اگر وہ اپنے ماں باپ کو اتنا بڑا لفظ نہ کہتا تو کیا تھا۔ حالانکہ وہ آپ کے لئے Noble ہیں' قریب ہیں' آپ کی ذمہ داری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دعا کرو کہ یا اللہ میرے والدین پر ایسے رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا تھا۔ ایک بات یاد رکھنا کہ آپ کے جو ماں باپ ہیں وہ قیامت تک آپ کے ماں باپ رہیں گے چاہے آپ کچھ بھی بن جاؤ۔ تو جس آدمی کے ادب کے رشتے نہ بدلے اس کا نصیب بدل جاتا ہے۔ ایک آدمی پوچھتا ہے کہ تم اس آدمی کے سامنے کیوں جھک گئے تو اس نے کہا اس نے مجھے پہلی جماعت میں پڑھایا تھا۔ اس استاد کو کہو کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے یہ سارا فیض آپ ہی کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی کے مرید ہو گئے تو وہ شخص اپنے نصیب کا مرید ہوتا ہے اور اس کی منزل اللہ ہے۔ اگر پیر غلط نکل آیا تو بھی منزل صحیح ہے۔ تو گویا کہ جس کو آپ نے بزرگ کہہ دیا' آپ نے اگر اس کو غیر بزرگ کہہ دیا تو یہ بھی پاگل پن ہے۔ اگر آپ کا باپ جھوٹا ہے تو بھی وہ آپ کا باپ ہے۔ اگر اس کا محاسبہ کوئی کر سکتا ہے تو وہ اس

کا باپ ہی کر سکتا ہے۔ اپنے ماں باپ کا محاسبہ نہ کرو۔ ان کے ساتھ رعایت کیا کرو۔ رعایت کسے کہتے ہیں؟ غلطی کے باوجود اس کو غلط نہ کہنا۔ محبت کی تعریف کیا ہے؟ محبت اس انسان سے ہوتی ہے جس کی خامی' خامی نہ رہے یعنی تمہاری نگاہ میں جس آدمی کی خامی' خامی نہ رہے وہ تمہارا محبوب ہے۔ جس آدمی کے قریب آپ رہنا چاہو' اس سے آپ کو محبت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں آج کل بڑا پریشان ہوں کیونکہ سکون قلب نہیں ہے' میرا خیال ہے کہ پیر کی خانقاہ پر جا کر سکون قلب تلاش کروں۔ بیوی سمجھ گئی کہ مجھ سے تنگ آگیا ہے اور سکون کا بہانہ بنا کر باہر جانا چاہتا ہے' اس نے کہا اتنا نیک سفر ہے' مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ کہتا ہے کہ کیا سکون حاصل کرنا' میں ادھر ہی رہوں گا ---- تو سکون کی تلاش اپنا نام ہے' اپنے رب کا نام ہے اور اپنے ماحول کا نام ہے۔ جس شخص کو ماحول سے تنگی ہو' وہ کسی اور جگہ سکون نہیں پائے گا ---- سکون ایسے نہیں ملتا بلکہ دوسروں کو سکون دینے سے سکون ملتا ہے۔ سکون لینے کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو سکون دو۔ سکون برباد کرنے والے کو سکون نہیں ملے گا۔ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو سکون دو اور ان کے ساتھ نیکی اور خیر خواہی کرو تو تمہارا کام بن جائے گا ---- اگر ایک آدمی بہت Perfect Mathematician ہو اور بہت باریک حساب کتاب جانتا ہو تو آخرت جب آتی ہے تو اس کا یہ سارا شعبہ کوئی نہیں گنتا۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کلمہ سناؤ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو کلمہ نہیں آتا کیونکہ میں کمپیوٹر میں لگا رہا ہوں۔ تو وہ مکمل طور پر برباد ہو گیا۔ تو مقصد یہ ہے کہ برباد ہونے والی محنتیں اختیار نہ کرو۔ دنیا

کی محنت پیسہ کمانے کی محنت ہے۔ پیسہ اس لئے ہوتا ہے کہ وقت گزرتا جائے۔ وقت اس لئے گزرتا جائے گا تاکہ اللہ کے دربار تک پہنچ سکیں۔ اگر مقصد اللہ بن جائے تو آپ باقی ہر مقصد بھول جاؤ گے۔ ایک آدمی پیر صاحب کے پاس گیا کہ حج کی خواہش ہے' دعا کریں کوئی کارخانہ لگ جائے تو حج پر جا سکوں۔ دعا کی گئی اور کارخانہ لگ گیا۔ چھ سات سال گزر گئے مگر وہ کارخانے والا حج پر نہیں گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ حج پہ کیوں نہیں جاتا تو بولا کہ کارخانہ چل پڑا ہے' اب وقت نہیں ملتا ـــــ یہ ہے انسان کی حالت کہ پیسہ نہ ہو تو نیکی نہیں کرتا اور پیسہ ہو تو بھی نیکی نہیں کرتا ـــــ جن کے اندر نیکی کا میلان ہوتا ہے' وہ نیکی کرتے ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ پیسہ یا غریبی نیکی کے راستے میں نہ معاون ہیں اور نہ رکاوٹ ہیں۔ نیکی فنانشل حالت سے آزاد ہے۔ اگر نیکی کی سمجھ نہیں آتی تو نیک کی سنگت اختیار کر لو ـــــ دعا کرو کہ یا اللہ ہماری سنگت نیک کر دے

دعا کرو کہ سب لوگوں پر اللہ رحم کرے ـــــ سب لوگوں کے حالات بہتر ہوں ـــــ یا اللہ سب کے گھروں میں سکون ہو۔ یا اللہ سب ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں۔ یا اللہ ہمیں اپنے ماحول کی شکایت کرنے سے بچا۔ ہم اپنے ماحول کے شاکی نہ ہوں' ہمیں اپنا ماحول منظور ہو' ہم اس ماحول کو پسند کریں' یا رب العالمین ہمیں اپنا بندہ بنا کے رکھ۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا و شفعینا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ ایک آدمی محنت کرتا ہے لیکن نتیجے سے پہلے رخصت ہو جاتا ہے' اسی طرح کوئی آدمی بغیر جرم کے سزا میں آجاتا ہے۔ یہ سب ایسا کیوں ہے؟

۲ موت کا ایک دن مقرر ہے تو پھر علاج اور دعا کی کیا اہمیت ہے؟

۳ آج کل اگر نیکی کی کوشش کریں تو لوگ نیکی نہیں کرنے دیتے بلکہ تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

۴ کیا" ربہ انی مغلوب کا وظیفہ پڑھنا چاہئے؟

۵ ہم خود تو ٹھیک رہنا چاہتے ہیں لیکن لوگ مشتعل کر دیتے ہیں۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

سوال :۔

ایک آدمی محنت کرتا ہے بلکہ بہت ہی محنت کرتا ہے لیکن جب بظاہر نتیجہ نکلنے والا ہوتا ہے تو وہ آدمی رخصت ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی بغیر جرم کے سزا میں آجاتا ہے۔ یہ سب ایسا کیوں ہے؟

جواب :۔

آپ اگر محنت کرنے والوں کو حصوں میں تقسیم کریں تو دو قسمیں بنتی ہیں یعنی ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ ایک تیسری قسم بھی ہو سکتی ہے' یعنی ایسے ماننے والے جو جاننا بھی چاہتے ہیں۔ ماننے والوں کے لئے راستہ بڑا آسان ہے۔ آپ یوں سمجھیں کہ زندگی دینے والا آپ کی زندگی کو اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے۔ زندگی دینے والے نے زندگی اپنی مرضی سے دی ہے' راستہ اپنی مرضی سے دیا ہے' محنت کرنے کا جذبہ بھی اپنی مرضی سے دیا ہے' محنت میں رکاوٹیں بھی خود دی ہیں' نتیجہ بھی خود نکالا ہے اور نتیجہ خود ہی مخفی رکھا ہے۔ اس کو سمجھنا کوئی دقت کی بات نہیں ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ ایک درخت ہے لیکن بظاہر یوں نظر آتا

ہے کہ اس کے پتے بڑھ نہیں رہے اور نئی شاخیں نکل نہیں رہیں۔ لیکن آپ یوں سمجھو کہ اس کی جڑیں پھیل رہی ہیں۔ اب جو جڑوں کے بڑھنے کا سلسلہ ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔ درخت کبھی پتوں کی شکل میں ترقی کرتا ہے اور کبھی جڑ کی شکل میں پھیلتا ہے۔ جڑ کے بڑھنے کے عمل کو آپ باطن کہہ لو' مخفی کہہ لو اور آئندہ یعنی مستقبل کے لئے کہہ لو۔ ایک آدمی اگر دنیا میں کامیاب ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی محنت سرخرو ہو گئی۔ تاریخ ہی کا کوئی واقعہ لے لو۔ اگر ایک آدمی محنت کرتے کرتے بادشاہ بن گیا اور پھر بغیر جرم کے اس کو معزول ہونا پڑ گیا تو بات کیا ہوئی! تقریباً" ہر بادشاہ معزول ہوتا ہے۔ اب یہ واقعہ کیا ہے؟ اس واقعہ میں تقدیر کو ساتھ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مالک الملک ہے۔ یعنی ملک عطا کرنے والا ہے۔ یہ ایک شعبہ ہے۔ پھر وہ توتی الملک من تشاء یعنی جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ یہ دوسرا شعبہ ہے۔ پھر تنزع الملک ممن تشاء یعنی جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ وتعز من تشاء جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ و تزل من تشاء اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ یعنی اللہ ملک کا مالک ہے' جسے چاہتا ہے بادشاہ کرتا ہے' جسے چاہتا ہے معزول کرتا ہے' عزت اسی کی طرف سے اور ذلت بھی اسی کی طرف سے۔ سارا کچھ اسی کی طرف آیا ہے۔ لیکن اس نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ یہاں پر آکے یہ راز نظر آتا ہے۔ اللہ کہتا ہے عزت میں دیتا ہوں تو پھر عزت کی وجہ دریافت نہ کرو۔ وجہ کون ہے؟ وہ خود! اللہ کہتا ہے کہ ذلت ہماری طرف سے ہے تو پھر ذلت کی وجہ نہ پوچھو۔ اللہ کہتا ہے کہ ملک ہم دیتے ہیں' اب بادشاہ بننے کی وجہ نہ

پوچھو اور اللہ کہتا ہے کہ معزول بھی ہم کرتے ہیں۔ اس کی بھی وجہ نہ پوچھو۔ یہ ہے ماننے والوں کی بات کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ امرالٰہی ہے اور یہ راضی ہونے کا مقام ہے۔ اللہ جس کو چاہے محنت کا پھل دے اور جب چاہے محنت کا پھل روک دے اور اس کی Compensation یعنی معاوضہ بعض اوقات یہاں نہیں ہوتا تو وہاں آگے ہوتا ہے۔ اگر ایک آدمی دعا مانگتا ہی چلا جا رہا ہے' اور دعا منظور نہیں ہوتی' اگر وہ تحقیق کرے تو پتہ چلے گا کہ نامنظور دعائیں بے شمار گناہوں کی تلافی بن کر اس کو آگے راستے میں ملیں گی۔ وہ دعا جو منظور نہیں ہوئی' اس شخص نے زندگی میں جو گناہ کئے وہ ان کی تلافی اور ان کی معافی بن کے آئے گی۔ مثلاً" آپ نے کوئی دعا پیسے کے لئے مانگی تھی اور یہ آگے کسی گناہ کو معاف کروا کے آئے گی۔ آپ یہ دیکھو کہ ایک موچی اور ایک بادشاہ میں بظاہر بڑا فرق ہوتا ہے اور اگر آخرت میں وہ موچی فلاح پا جائے اور بادشاہ گرفت میں ہو تو اس دنیا کی شان و شوکت کا کیا فائدہ؟ مقصد یہ کہ ہم جس کو شان و شوکت سمجھ رہے ہیں یہ دراصل حجاب ہے اور ہمارا اپنا حجاب ہے۔ اصل کامیابی وہ ہے جو آئندہ کی کامیابی ہو اور جو مستقبل کی کامیابی ہو اور جو اللہ کے فضل کی کامیابی ہو۔ یہ ہے بات سمجھنے کا ایک طریقہ۔ بات سمجھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے' یہاں پیغمبروں پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ آپ اللہ سے اپنا تعلّق بیان کرتے ہیں مگر آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے اور آپ غریب ہو' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ اللہ سے جو تعلّق ہے' صرف تعلّق ہے اور یہ جو دولت ہے' صرف دولت ہے۔ فرعون کی زندگی' فرعون کی زندگی ہے اور موسیٰؑ کی زندگی موسیٰؑ کی

زندگی ہے۔ اب یہاں مغالطہ نہیں رہا۔ اب اگر اللہ آپ کو اپنا تعلّق دے دے اور پیسہ نہ دے تو آپ کیا پسند کریں گے؟ آپ اللہ سے تعلّق کو پسند کریں گے۔ لیکن دور جدید میں یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب کیا ہوتا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سوال پیدا ہو رہے ہیں ورنہ پرانے زمانے میں تو یہ سوال نہیں ہوتے تھے۔ غریب ہو یا امیر ہو' تکلیف میں ہو یا خوشی میں ہو' اس کو تو اللہ کے ساتھ تعلّق چاہیئے تھا۔ جو اللہ کے ساتھ متعلّق ہو گیا اس کو پھر کوئی گلہ نہیں رہ جاتا۔ ہمارا یہ جو شعبہ ہے Judge کرنے کا' یہ غلط ہو گیا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ اس کو انعام ملا یا نہ ملا' وہ غریب ہو گیا کہ امیر ہو گیا۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ کوئی شخص اللہ کے قریب ہو گیا کہ دور ہو گیا۔ آج کل کے دور میں غریب کا قریب ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ الفقر فخری والفقر منی غریبی پہ ہمیں فخر ہے اور غریب ہم میں سے ہیں۔ ایک اور جگہ حدیث میں ہے کہ کادالفقر این یکون الکفرا" "عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر کر دے"۔ ایسا غریب جو غیر مطمئن ہے' اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ ایمان سے محروم ہو جائے اور وہ غریب جو مطمئن ہے اس کے بارے میں یقین ہے کہ وہ اللہ کے قریب ہو گا۔ اگر ہم لوگ اپنی زندگی کے فیصلوں کو اللہ کا حکم مان لیں تو پھر گلہ نہیں رہتا۔ انسان اس کا مال ہے' جہاں رکھے' جس حال میں رکھے' ہمیں راضی رہنے کے علاوہ چارہ کوئی نہیں ہے اور اس کے علاوہ راستہ بھی کوئی نہیں ہے۔ اگر یہ سمجھ آ جائے تو پھر یہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ کے قریب رہنے والے ان حالات سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا' یہ اس کا واضح طور پر ارشاد ہے کہ میں تمہیں چار چیزوں سے آزماؤں گا۔ یعنی خوف' بھوک' جان اور پھل کے نقصان سے من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات پہلی آزمائش "خوف" سے ہو گی۔ خوف ضرور آئے گا' خوف حاصل کے چھن جانے کا ہو گا' خوف محنت کا نتیجہ حاصل نہ ہونے کا ہو گا' دنیا کا ہو گا' خوف دین کا ہو گا' عقبی کا ہو گا' اپنا خوف ہو گا' اس طرح اللہ آزمائے گا' اور آزمائے گا بھوک سے "والجوع"۔ بھوک صرف کھانے کی نہیں بلکہ خواہش کی بھی ہے۔ انسان کے اندر والہانہ خواہشیں آتی رہتی ہیں۔ والہانہ خواہش کی ایک مثال یہ ہو سکتی ہے کہ کہیں پتنگ کٹ جائے تو اچھے خاصے بندے بریک لگا کے اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ خواہش ایک تتلی کی طرح اڑتی جا رہی ہے اور لوگ بھاگتے جا رہے ہیں۔ کوئی نیا فیشن آیا تو اس کی خواہش پیدا ہو گئی' کوئی اور نئی چیز دیکھی تو اس کی خواہش ہو گئی۔ اس طرح بھوک سے آزمایا جائے گا۔ اور نقص من الاموال" اور مال میں نقص سے آزمایا جائے گا"۔ مال چاہے جیب کا مال ہو یا خیال کا مال ہو یا فکر کا مال ہو۔ ہر مال میں زوال آ سکتا ہے اور کمی آ سکتی ہے۔ اور "جان" سے آزمایا جائے گا۔ والانفس یعنی آپ کی زندگی میں موت آ جائے گی۔ مثلاً" کوئی عزیز مر گیا' بندہ خود زندہ ہوتا ہے لیکن کسی کے مرنے کی خبر سن کر وہ خود غمگین ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کا جرم نہیں تھا مگر آپ کا عزیز مر گیا اور آپ کو بغیر جرم کے سزا مل گئی کیونکہ اس کا چلے جانا آپ کا غم بن گیا۔ اور پھر پھلوں کے نقصان سے آزمائش ہو گی۔" والثمرات" یعنی تیار پھل اور کھیتیاں جل جائیں

گی۔ اب یہاں پہ " بشر الصابرین " یعنی صبر کرنے والوں کے لئے بشارتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمتیں ہیں۔ صبر کس بات کا؟ بھوک کا' خواہش حاصل نہ ہونے کا' پھل حاصل نہ ہونے کا' محنت کا ثمر رائیگاں ہو جانے کا اور جو کچھ آپ نے کیا اس کا نتیجہ برآمد نہ ہونے کا۔ اگر آپ یہاں صبر کر جائیں تو آپ اللہ کے تقرب میں آ جائیں گے اور ان لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ " ان اللہ مع الصابرین " یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تو جہاں کہیں آپ یہ دیکھیں کہ بظاہر نا انصافی ہو رہی ہے وہاں سر جھکا کے غور سے دیکھیں کہ جسے آپ ناانصافی کہہ رہے ہیں' یہ نا انصافی نہیں ہے۔ انسان اللہ کا مال ہے' اللہ اس کو اس راستے سے جیسے بھی گزار رہا ہے' آپ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں اور آپ یہ سمجھ نہیں سکیں گے۔ جس طرح اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو میری راہ میں شہید ہو گیا تم اس کو مردہ نہ کہو :۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور تمہیں اس کا شعور نہیں۔ جب آپ کو شعور ہی نہیں ہے تو پھر تسلیم کر لینا چاہئے کہ آپ کی محنتوں کا پھل اگر نہ ملے تو یہ ظلم نہیں ہو رہا بلکہ اس میں بڑے غور کا مقام ہے۔ درویشوں نے فرمایا کہ جنت میں جانے والوں سے اگر یہ پوچھا جائے کہ وہ یہاں کیسے آ گئے تو بہت سارے لوگ یہ بتائیں گے کہ ہم یہاں پر اتفاق سے آ گئے ہیں کیونکہ ہماری خواہشیں پوری نہیں ہوئیں۔ یعنی کہ جو کچھ ہم نے چاہا تھا وہ پورا نہیں ہوا اور اس طرح ہم جنت میں آ گئے۔ کیونکہ جو اس نے چاہا تھا وہ نیکی نہیں تھی' اور اللہ تعالیٰ نے وہ پورا نہیں کیا۔ اس طرح وہ نیکی بن گئی ہے۔

خواہش کے پورا نہ ہونے کا نام بھی جنت ہے۔ دوزخ میں جانے والے اکثر لوگ' گناہ پورا کر کے جاتے ہیں۔ اس لئے خواہش اگر پوری نہیں ہو رہی ہے تو آپ دیکھو گے کہ عین ممکن ہے یہ اللہ کی مہربانی ہو۔ اس بات پر ضرور غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو ایسی چیز جو تمہارے لئے نا مناسب ہو اور تم ناپسند کرو وہ جو تمہارے لئے اچھی ہو۔ گویا کہ فطرت کے بنانے والے نے یہ بتایا ہے کہ ہم وہ پسند کر سکتے ہیں جو نامناسب ہو اور جو ہمارے لئے موزوں ہو' اسے ہم ناپسند کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پسند اور ناپسند کو نکال لیا جائے تو نتیجہ اللہ کا قرب ہی رہ جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! عام طور پر لوگ اپنی خواہش کے علاوہ کو گناہ سمجھتے ہیں یعنی کہ یہ جو میری خواہش کے خلاف بات ہو رہی ہے' یہ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر آپ اللہ کی مرضی کے علاوہ بات کریں تو یہ ظلم ہے۔ اگر اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر نثار کر دیا جائے اور پھر جو اللہ کر رہا ہے اس پر راضی رہا جائے' گلہ نہ کیا جائے اور کوئی شکایت نہ کی جائے تو پھر اس دنیا میں تکلیف کوئی نہیں ہے۔ ایک آدمی نے جا کے اپنے بزرگ سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ میری زندگی آسان ہو جائے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں بہت زندگی دے' مال دے' دولت دے' اتنی مال و دولت دے کہ چھوڑتے وقت تجھے تکلیف نہ ہو۔ اب آپ بتاؤ کہ جس مال کو چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو وہ کتنا ہونا چاہئے۔ اس کا حساب لگانا چاہئے کہ آپ کو اتنا مال مل جائے کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ میرا خیال ہے جتنا کم مال ہو گا اس قدر

آسانی ہو گی۔ مال کو چھوڑنا بہر حال ہے اور جانا ضرور ہے۔ اس لئے دعا کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ پھر گلہ نہیں پیدا ہو گا۔ اگر اس کو اس طرح کہہ دیا جائے کہ Demand چھوڑ دو کیونکہ جس نے آپ کے مانگنے سے پہلے زندگی دی' آپ کے مانگنے سے پہلے جس نے آنکھیں دیں' مانگنے سے پہلے جس نے ماں باپ دیے اور مانگنے سے پہلے جس نے ہر چیز دی' وہ بن مانگے ہی دیتا چلا جا رہا ہے۔ اب آپ مانگنے کا تکلف نہ کرو۔ اگر مانگنا ہی ہے تو اللہ کا فضل مانگو اور رحم مانگو۔ اللہ جو کچھ دے رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ اگر آپ تقاضا چھوڑ دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی آسان ہو جائے گی' اگر آپ شکایت کرنا بند کر دیں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ زندگی آسان ہو جائے گی اور اگر گلہ بند کر دیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔ اس طرح اللہ کے فضل سے ہر شے آسانی کے ساتھ چلتی جائے گی۔ اس لئے وہ لوگ جو زندگی میں گلے کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ نتیجہ جو ہے یہ کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہماری مرضی کے مطابق نتیجہ نکلنے لگ جائے تو ہمیشہ ہی نقصان ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کا نتیجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یا ایھا الانسان انک کادح اے انسان ہم نے تجھے محنت کے لئے پیدا کیا اور تو محنت ضرور کرے گا۔ لیکن محنت وہ کر جو تجھے میرے راستے کی طرف لائے۔ ورنہ تو جواری سب سے زیادہ محنت کرتا ہے اور چور بڑی محنت کرتا ہے کیونکہ انسان اندھیرے میں اپنے گھر نہیں جا سکتا اور رات کی تاریکی میں دوسرے کے گھر میں جانا بڑی ہمت کی بات ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ چوری بڑی محنت کی بات

ہے لیکن چور کا عمل کیا ہے؟ برائی۔ ہے تو برائی' لیکن بڑی محنت کا کام ہے۔ خالی محنت کوئی نتیجہ نہیں لائے گی جب تک کہ محنت اللہ کے احکام کے مطابق نہ ہو۔ اس لئے آپ اللہ کے راستے کی طرف محنت کریں ورنہ محنت آپ کو ہمیشہ غلط راستے کی طرف لے جائے گی۔ آج سے آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ اللہ کے راستے کی محنت کریں گے۔ اللہ نے کہا ہے کہ تم محنت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور محنت کے لئے تم مجبور ہو۔ آپ کچھ نہ کریں تب بھی محنت کرتے جائیں گے کیونکہ آپ کا ذہن چلتا رہے گا۔ خیال چلتا رہے گا' ہاتھ چلتے رہیں گے' پاؤں چلتے رہیں گے اور زبان چلتی رہے گی مگر ہر حال میں اللہ کا یہ حکم یاد رکھنا کہ " محنت کر میرے راستے کی طرف "۔ اب یہاں پر یہ دعا کریں کہ اللہ کے راستے کی طرف جانے والا کوئی آدمی آپ کو نظر آ جائے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے راستے کے لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کہا کہ انعمت علیھم یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہوا۔ اب اللہ نے بڑی خوب صورتی سے آپ کو یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ دعا کرو کہ " اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا' اپنی راہ دکھا "۔ ساتھ ہی ایک لفظ کہا کہ " اپنی راہ " یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ گویا کہ اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ وہ لوگ کون تھے؟ یہ نکتے کی بات بڑے غور سے سمجھنی چاہئے۔ جن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا' آپ ان کی صفات بیان کرو گے یا ذات بیان کرو گے۔ اگر میں پوچھوں کہ کیا داتا صاحبؒ انعمت علیھم میں شامل ہیں تو آپ کہیں گے کہ بالکل ہیں۔ ابھی حشر کا دن نہیں آیا یعنی نتیجے کا دن نہیں آیا لیکن کیا آپ کے خیال

میں ان لوگوں کی بخشش یقینی ہے؟ ابھی فیصلے کا وقت نہیں آیا اور آپ نے نتیجہ برآمد کر لیا کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عشرہ مبشرہ کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ پیغمبروں کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ اولیاء کرام کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ اگر یہاں آپ ان لوگوں کے بارے میں نتیجے نکال رہے ہیں تو پھر اپنے بارے میں بھی نتیجہ نکالیں کہ آپ کا اپنی بخشش کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ کو اس بارے میں یقین ہے یا اندیشہ ہے؟ اگر اندیشہ ہے تو اپنی اصلاح کرو اور اگر یقین ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ آپ کو بھی وہ راستہ مل گیا جو راستہ " انعمت علیھم " کی شکل میں آ رہا ہے۔ نہیں تو کسی ایسے انسان کی تلاش کرو' ان کی صحبت تلاش کرو' ان کی معیت تلاش کرو تاکہ وہ آپ کو بھی اس راستے کی طرف لے چلے۔ حال میں تھوڑا سا مشکل لگتا ہے تو کسی ماضی والے سے رجوع کر لو' اس کی زندگی پڑھ لو' اس کے حالات پڑھ لو۔ پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اور جن پر اللہ کا غضب ہوا' ان کا ساتھ نہ دو اور ان سے بچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ محنت بھی کرو اور عذاب بھی لو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہو گا اگر آپ کی محنتیں آپ کو گمراہ نہ کریں۔ محنت وہ ہو جو آپ کو اللہ کی طرف لے جائے اور فلاح کی طرف لے جائے یعنی فوز و فلاح کی طرف لے جائے۔ محنت کرنا آپ کی فطرت ہے۔ اس لئے یہ بہت ہی آسان بات ہے کہ اللہ کے راستے کی محنت کرو اور اپنا خیال اللہ کے راستے کی طرف رکھو۔ زندگی اپنی گزارو لیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ جو نتیجے یہاں نہیں برآمد ہوتے وہاں برآمد ہو جاتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے اچھے نتیجے نکلیں گے۔ صبر کرو' صبر کرنے والوں کا بہتر نتیجہ نکلے گا اور بہتر پھل ملے گا۔ آپ یہاں دیکھ رہے ہو ظلم ہو رہا ہے لیکن دراصل ظلم نہیں ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کی کائنات ہے۔ درویشوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تجھے اس کائنات میں' زمین و آسمان کی ایک دن کی ملکیت دے دی جائے اور یہ اختیار دے دیا جائے تو تُو اُس میں کیا تبدیلیاں کرے گا تو درویشوں کا جواب یہ ہے کہ ہم جوں کی توں کائنات واپس اللہ کے حوالے کر دیں گے اور اس میں اپنی مرضی سے کوئی تبدیلی نہیں کریں گے اور کوئی تبدیلی نہیں مانگیں گے۔ تو فقیر کے لئے حکم ہے کہ کائنات جیسی ہے ویسی کی ویسی اللہ کے حوالے کر دو۔ بس یہ ہے راضی ہونے کی تعریف۔ اختیار مل جائے تب بھی آپ اس کی مرضی پر چلتے جاؤ' جیسا کہ کائنات چل رہی ہے۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ سب کیا ہے۔ اس لئے آپ گلہ نہیں کرو۔ اس کا نتیجہ وہ جانے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے جا کے پوچھا کہ یا باری تعالیٰ! فرعون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے' اللہ میاں نے فرمایا کہ اس کو ہماری طرف Dispatch کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہو گا۔ اللہ میاں نے کہا پھر تو بھی ہمارے پاس آ جانا۔ بات اتنی ساری ہے کہ پہلے اس کو بھیج دو اور بعد میں آپ خود ہی آ جاؤ۔ اس لئے کچھ لوگوں کو آپ وہاں چھوڑ کے آئے ہو' پھر چھوڑنے والے خود چلے جائیں گے اور پھر آپ کو چھوڑنے والا کوئی اور پیدا ہو جائے گا۔ قصہ اتنا سارا ہے۔ چند دن کی بات ہے اور زیادہ لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ کامیابی بھی چلی

جائے گی اور ناکامی بھی چلی جائے گی' سکھ والا بھی چلا جائے گا اور دکھ والا بھی چلا جائے گا۔ راضی رہنے والا جو ہے وہ کسی نتیجے پر ضرور پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو گئے' اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ ان لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ یعنی اللہ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔ جن لوگوں پر اللہ راضی نہیں ہوتا ان کو اپنے پر راضی نہیں ہونے دیتا۔ یہ رازِ کی بات ہے۔ جو لوگ اللہ پر راضی ہیں' یہ کون لوگ ہیں؟ جن پر اللہ راضی ہے۔ آپ اپنے دل میں سوچو کہ کیا آپ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو۔ اگر آپ راضی ہو تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر راضی ہے۔ اگر آپ اللہ کی رضا چاہتے ہیں تو اللہ پر راضی رہنا شروع کر دیں۔ یہ راضی ہونے کی ابتداء ہے۔ اس کا نتیجہ' وہ بہتر جانے۔ اگر اس نے غریب رکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ امیری غریبی کو برابر کر دے اور سارے ہی برابر ہو جائیں۔ پتہ ہے پھر گلہ کیا ہو گا' ایک آدمی گلہ کرے گا کہ یا رب العالمین امیری غریبی تو برابر ہو گئی' مگر تو نے فلاں شخص کو زیادہ خوب صورت بنایا۔ اب یہ کیسے تقسیم کرو گے یعنی خوب صورتی اور بد صورتی۔ یہ کہاں سے تقسیم کرو گے کہ سب کا دماغ برابر ہو جائے۔ یہ بات کیسے واضح کرو گے کہ ایک پیغمبر ہے اور دوسرا امتی ہے اور ان میں بڑا فرق ہے۔ آپؐ کا نامِ مبارک ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ اللہ اپنے فرشتوں سمیت ایک نام پر درود ہی بھیجتا جا رہا ہے۔ ساری کائنات ہی نام لئے جا رہی ہے۔ اب یہ نام پیدائشی طور پر مبارک ہے' اور یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اس لئے اس بات پر غور

کرنا چاہئے کہ غریبی امیری برابر ہو سکتی ہے لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز فرمائے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ تخلیق میری ہے اور میں جس کو جو چاہتا ہوں' بناتا ہوں اور جس کو جو مقام دینا چاہتا ہوں' وہ میں دیتا ہوں۔ مقامات تعارف کرانے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جس کو اللہ نے گلا دیا ہو اور کوئی سننے والا نہ ہو تو وہ جنگل میں گانا شروع کر دے گا۔ Talent یعنی خوبی ضرور باہر آجاتی ہے۔ اللہ کی طرف سے دی گئی خوبیاں چھپتی نہیں ہیں۔ آپ بالکل صبر کے ساتھ چلتے جاؤ' جوہر آپ کی خاک میں ہے' وہ ظاہر ہو کے رہے گا اور جو آدمی ذرا گمراہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ماں باپ کی دعا ہو گی یا دادا کی دعا ہو گی تو اخیر اس کی گستاخ پیشانی ضرور سجدے میں آئے گی۔ آئے گی ضرور۔ صبر کرو اور گلہ چھوڑ دو۔ راضی ہونے سے حالات نہیں بدلتے مگر حالت مکمل طور پر بدل جاتی ہے یعنی کہ راضی رہنے والے کے لئے غریبی وہی ہے لیکن آدمی مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے جو کچھ ہے' ٹھیک ہے اور ہم نے قبول کیا۔

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

اگر اللہ راضی ہوتا ہے تو دکھ بھی قبول کر لینا' بشرطیکہ وہ راضی ہو جائے۔ راضی رکھنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ دکھ کا سجدہ' سکھ کے سجدوں سے بہت قیمتی ہے۔ وہ دکھ جس نے آپ کی آنکھوں میں آنسو دیئے' اس کا شکریہ ادا کرو کیونکہ یہ نصیب کا تحفہ ہے اور کبھی کبھی ملتا

ہے۔ جس آنکھ میں آنسو آ گئے تو یہ آنسو قرب حق کا Short Cut راستہ ہیں۔ وہ چیز جو آپ کی آنکھوں میں آنسو لا رہی ہے' بعد میں آپ اس چیز کی قدر کرو گے اور کہو گے کہ تم نے کمال کر دیا اور مجھے نیا راستہ دکھا دیا۔ نیا راستہ یعنی اللہ کے قرب کا راستہ۔ اس لئے ناکامیاں بڑی قیمتی شے ہوتی ہیں۔ ان کا شکر ادا کیا کرو کہ یہ اللہ کے قریب کر دیتی ہیں' ناکامی بھی' دکھ بھی' پریشانی بھی' حالات کا تذبذب بھی' یعنی ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ کے راستے میں جھکا دے اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ محنت ضائع نہیں ہوتی بلکہ نتیجہ لاتی ہے' بعض اوقات نتیجہ آپ کو نظر آتا ہے اور بعض اوقات نظر نہیں آتا اور ایک اور طرح سے رنگ لاتا ہے۔ اس لئے آپ ہمت قائم رکھو۔

سوال :۔

موت کا ایک دن مقرر ہے تو پھر بیماری کا علاج کرانے کی کیا ضرورت ہے اور ایسی صورت میں دعا کی کیا اہمیت ہے اور ہمیں اس زندگی میں کیا دعا کرنی چاہئے؟

جواب :۔

دیکھو علاج یا فارمولا' اس کو ہم بند نہیں کر رہے۔ ہم ایک بات سمجھا رہے ہیں کہ بیماری کے لئے جو علاج مقرر ہیں وہ کرو۔ میں کہتا ہوں گلہ نہ کرو۔ بیماریٔ کا علاج کرو اور ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ بیماری جو ہے یہ موت کا ذریعہ ہو سکتی ہے یا تشویش کا باعث ہو سکتی ہے۔ اگر تو بیماری موت کا ذریعہ ہے تو موت بیماری کے بغیر بھی آ جانی ہے۔ یہ سارے اللہ

تعالیٰ کے کام ہیں۔ مریض بھی چلے جاتے ہیں اور ڈاکٹر بھی چلے جاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے والے بھی چلے جاتے ہیں۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

کوئی نام نشان نہیں رہ جاتا اور بستیاں کی بستیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس آدمی کو بیماری ہے وہ اپنے رائج الوقت علاج کی طرف رجوع کرے۔ لیکن یہ یاد رکھے کہ دوائی جو ہے یہ شفا نہیں ہے۔ شفا اللہ کا امر ہے۔ خوراک طاقت نہیں ہے' طاقت کے لئے خوراک کھانا ضروری ہے' لیکن طاقت صرف اس کا امر ہے۔ تو بیماری کے لئے دوا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مگر شفا اس کے امر سے ہے۔ جس کو بیماری ہے وہ تسلیم کرے اور بیماری کے دوران اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ اللہ کی یاد جو ہے یہ بیماری کو کم کر دے گی۔ اللہ کی یاد جو ہے یہ بیماری میں ایک نیا رخ پیدا کر دے گی اور علاج بھی جاری رہے گا۔ اگر شفا کے لئے امر الٰہی نہیں تو علاج نے کچھ نہیں کرنا۔ اگر امر ہے تو علاج کا جو نسخہ ہے وہ ٹھیک کارگر ہو جائے گا۔ اس کے لئے دعا کی جائے۔ بیماری کے بارے کہتے ہیں کہ جس ماں کا بچہ بیمار ہو اسے خدا کا راستہ بتایا نہ کرو۔ اسے خود پتہ ہوتا ہے۔ یعنی ماں کا بچہ بیمار ہو جائے تو وہ خدا کا راستہ ڈھونڈ لیتی ہے کہ خدا کہاں ہے اور خدا کی بات اس کے دل میں خود پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کو چاہنے والے اور آپ کو بیماری سے نجات دلانے والے' کسی اور دل میں اگر دعا پیدا ہو گئی تو اللہ شفا دے گا۔ آپ بیماری میں خیرات کیا کرو۔ بیماری عام طور پر دل کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ پہلے روح بیمار ہوتی ہے' پھر جسم بیمار ہوتا ہے۔ لہٰذا بیماری میں

خیرات کرو' بیماری میں عبادت کرو' بیماری کے دوران جائزہ لو کہ کچھ ایسے لوگ تو نہیں ہیں جنہیں آپ نے معاف نہیں کیا۔ اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ظلم کیا تو انہیں معاف کر دو۔ تب آسانی ہو جائے گی اور جو آپ پر ناراض ہے اس سے معافی مانگ لو چاہے غلطی اسی کی ہے اور جو زیادتی کر گیا اور جس پر آپ ناراض ہوں' اسے بھی معاف کر دیں۔ لوگوں کو غلطیوں کی سزا دینا بند کر دو۔ اس طرح بیماری کم ہو جائے گی۔ بیمار آدمی اگر لوگوں کے سلوک اور Behaviour کو گنتا جائے تو بیماریوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور اگر بیمار آدمی صرف اللہ کی طرف رجوع کرے تو بیماری دور ہو جائے گی۔ لوگوں کا گلہ بیماری میں اضافہ کرتا ہے۔ موت سے اللہ کا حکم ہی بچا سکتا ہے اور موت سے بچنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ موت سے کوئی بچ سکتا ہی نہیں۔ بے شک اس میں بچنے والی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتے ہیں سانپ کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ یہ سانپ کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ سانپ کچھ بھی نہیں ہے' اگر تو مارنے کے لئے ڈستا ہے تو سانپ کا نام ہے عزرائیل۔ اور اگر اس کے ڈسنے سے مرنا نہیں ہے تو یہ مشغلہ ہے' کھیل ہے۔ اگر ڈسنے سے مارتا نہیں ہے تو پھر سانپ کیا ہے۔ ایک درویش فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے' دیکھتے ہیں کہ ادھر سے ایک موٹا اور کالا بچھو بھاگا دوڑا آیا۔ میں نے دیکھا کہ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں وہ بچھو دریا کے کنارے آ کر رک گیا' جیسے کسی چیز کا انتظار کر رہا ہو۔ پھر ایک لکڑی تیرتی ہوئی آئی' دریا کے کنارے وہ لکڑی آ کے رک گئی' بچھو اس کے اوپر سوار ہوا اور لکڑی دریا کے بیچ چل پڑی۔ وہ درویش بھی پیچھے پیچھے

Swimming کرتے ہوئے چل پڑے تاکہ دیکھیں کہ قصہ کیا ہے۔ دوسرے کنارے پر لکڑی رکی اور بچھو اترا۔ وہ درویش بھی ساتھ ساتھ چلتے گئے۔ بچھو ایک طرف پھر تیزی سے چل پڑا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ آگے جا کے دیکھا کہ عجیب منظر ہے۔ ایک آدمی درخت کے نیچے سویا ہوا ہے اور بچھو اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ درویش نے سوچا کہ مجھے اس کھیل میں دخل نہیں دینا چاہئے کیونکہ بچھو لکڑی کے ذریعے آ رہا ہے اور بڑے حساب کتاب سے آ رہا ہے۔ آگے جا کے دیکھا کہ ایک سانپ اس آدمی کو ڈسنے کے قریب ہے۔ سانپ ڈسنا ہی چاہتا تھا کہ بچھو پہنچ گیا اور اس نے سانپ کو ڈسا۔ سانپ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بچھو جس رفتار سے آیا تھا اسی رفتار سے واپس چلا گیا۔ درویش نے اس آدمی کو جگایا۔ سوچنے لگے کہ یہ شخص اولیاء کرام میں سے کوئی بندہ لگتا ہے اور بہت نیک آدمی ہو گا۔ پھر انہوں نے کہا بابا جی' حضور جی' آپ کون صاحب ہیں' آپ بڑے برگزیدہ' مومن اور ولی لگتے ہیں کیونکہ اللہ نے اس طرح آپ کی حفاظت کی ہے۔ وہ شخص اٹھ گیا اور کہنے لگا کیا کہے جا رہے ہو۔ درویش نے کہا آپ تو ولی لگتے ہیں' میرے لئے دعا کریں۔ اس شخص نے کہا ولی کیا ہوتا ہے؟ میں تو مسلمان بھی نہیں ہوں۔ میں خدا کو بھی نہیں مانتا۔ درویش نے کہا تم خدا کو نہیں مانتے اور میں نے خدا کو تیرے ساتھ دیکھا ہے۔ پھر اسے بتایا کہ تیرے ساتھ تو یہ واقعہ ہوا ہے۔ جب اس نے سب سنا تو وہ آدمی کلمہ پڑھنے لگ گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ بعض اوقات نہ ماننے والوں کے ساتھ منوانے والا کھیل کر جاتا ہے۔ اس لئے اس کے رنگ بڑے عجیب و

غریب ہیں۔ اس لئے کبھی ان باتوں سے گھبرانا نہیں کہ وہ کیا کھیل کر رہا ہے اور اس کے بڑے عجیب و غریب واقعات ہوتے ہیں۔ ایک بات پر بڑی احتیاط کرو اور غور کرو کہ وہ شخص جس نے اپنے سے زیادہ کسی کو ایسا دانا نہیں مانا کہ اس کی ہر بات کو بغیر تحقیق کئے ہوئے تسلیم کر لے تو اس آدمی پر Wisdom یا دانائی نازل نہیں ہو سکتی۔ یعنی وہ شخص جس نے اپنے سے زیادہ کسی کو اتنا دانا نہیں مانا کہ اس کی ہر بات کو بغیر دلیل کے مان لے' جب تک زندگی میں آپ ایسا بندہ قبول نہیں کرو گے' آپ اپنے آپ کو گمراہ کرتے رہو گے۔ آپ اپنے ذہن کی گرفت میں رہو گے' اپنے نفس کی گرفت میں ہو گے اور سخت پریشانی کی گرفت میں ہو گے۔ اس بات کو سمجھنا آسان کام ہے' کھیلنے والا نہیں جانتا کہ وہ کہاں فاؤل کھیل گیا۔ ریفری جب سیٹی بجاتا ہے تب بات معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ پر کوئی نگران بنا لو' اپنی بات پر کسی اور کا حکم مان لو اور زندہ انسانوں میں سے کسی کی بات ماننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس طرح کہ آپ اس کی بات بلکہ ہر بات مانیں اور جہاں گوارا نہیں تب بھی مانیں۔ پھر آپ کے لئے زندگی آسان ہو جائے گی اور آپ پر اللہ کا فضل جاری ہو جائے گا۔ اللہ کا فضل کسی کی اطاعت میں آتا ہے ورنہ تو نفس کی اطاعت ہو گی اور ذہن کی اطاعت ہو گی۔ اسلام نے بڑی شاندار بات کی۔ ہم جو صداقت بولتے ہیں' اس کا جو بھی رنگ ہے' وہ ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ کوئی شخص جہاں رہتا ہے' اسے ثابت کر سکتے ہیں۔ اسلام نے جو صداقت پیش کی ہے وہ ایسی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً" یہ کہا گیا کہ خدا ہے' اس کا ثبوت کیا ہے؟ چونکہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا

ہے' آپؐ ہمیشہ ہی ہر بات صحیح فرماتے ہیں' لہٰذا یہ ہمارے لئے ثبوت ہے لیکن اگر ہم ثابت کرنے لگ جائیں تو ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم کہیں کہ خداوند تعالیٰ زندگی دینے والا ہے تو نہ ماننے والا آگے سے اعتراض کرنا شروع کر دے گا کہ پھر زندگی لینے والا کون ہے؟ ماننے والا کہتا ہے کہ زندگی دینے اور لینے والا بھی خدا ہے' وہ اول بھی ہے' آخر بھی ہے۔ وہ قہار بھی ہے' رحمن بھی ہے۔ نہ ماننے والا کہے گا کہ یہ سب کیا ہے؟ ماننے والا کہے گا کہ میں نے یقین کر لیا ہے اب ثبوت کی کوئی بات نہیں۔ اسلام نے کہا کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہے مگر اس کا ثبوت نہیں ہے۔ پھر ایک انصاف کا دن ہو گا' "یوم الحساب" ہو گا لیکن ثبوت نہیں ہے۔ چونکہ یہ وہ صداقتیں ہیں جن پر اگر ایمان نہ ہو تو آپ کو یقین نہیں آ سکتا۔ لہٰذا ایمان کو تقویت دینے کے لئے اطاعت کا راستہ اختیار کرو۔ ورنہ تحقیق کا راستہ یہاں نہیں چل سکتا۔ مثلاً" مرنے کے بعد ایک واقعہ رونما ہوتا ہے اور نہ ماننے والا کہتا ہے کہ ثبوت کیا ہے؟ اسے کہو کہ ثبوت تو تمہیں اپنی اس زندگی کا نہیں مل رہا' مرنے کے بعد کا ثبوت کیسے ملے گا۔ تو یہ ماننے کی بات ہے۔ ایمان دراصل اعتماد شخصیت کا نام ہے اور وہ شخصیت آپ کے علاوہ ہونی چاہئے۔ تو ایمان دراصل شخصیت پر اعتماد کا نام ہے مثلاً" آپؐ نے جو فرمایا اس پر ہمیں اعتماد ہے کہ یہ بات ہمارے رسول کریم ﷺ نے فرمائی ہے' لہٰذا اس پر مکمل ایمان ہے۔ تو اعتماد ذات کو ایمان کہتے ہیں اور جس کو ذات پر اعتماد نہیں ہے' اس کا ایمان ہی نامکمل ہے۔ لہٰذا اسلام ذات کے ذریعے پرورش پائے گا۔ آج چونکہ لوگوں کے درمیان ذات کوئی نہیں رہ گئی

ہے' لوگ آپس میں زبردستی کرتے رہتے ہیں اور اپنی عقل سے بات چلاتے رہتے ہیں تو نتیجہ یہ ہے کہ پریشانی ہوتی جا رہی ہے' اس لئے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ آپ کسی نہ کسی بات پر' کسی نہ کسی ذات پر ایمان رکھو اور اعتقاد رکھو۔ پھر آپ کے لئے ہر بات آسان ہو جائے گی اور صحت بھی آسان ہو جائے گی' شرط یہ ہے کہ سفر ایک سمت میں ہو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ کسی کا بیٹا جدا ہو جائے' کسی دور کے علاقے میں چلا جائے' اگر اس آدمی کی طبیعت ناساز ہو اور آپ اسے کہو کہ آج تجھے تیرا بچھڑا ہوا بیٹا بارہ سال کے بعد ملنے والا ہے' تو وہ ناسازی طبع بھول جائے گا۔ مطلب کیا ہوا؟ شوق جب پیدا ہو جائے تو ناسازی طبع نکل جاتی ہے۔ تو ناسازی طبع شوق کی کمی کا نام ہے۔ شوق اگر ہو جائے تو ناسازی طبع نہیں رہتی۔ تو آج کے مسلمان کے اندر سے شوق نکل گیا ہے۔ عبادت تو موجود ہے لیکن شوق نکل گیا ہے۔ عبادت جاری ہے لیکن شوق نہیں ہے۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب
مگر لذت شوق سے بے نصیب

شوق والی بات ختم ہو گئی ہے' اس لئے بیماری' خیال' فکر اور اندیشے بڑھتے جا رہے ہیں۔

اندیشہ کیا ہے؟ اندیشے کی کہانی سن لو۔ ایک دفعہ کسی علاقے میں جنگ کا زمانہ تھا۔ Bombardment کا خطرہ تھا۔ دو آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دوسرا ذرا تقویت میں تھا۔ جو تقویت میں تھا وہ اس سے کہتا ہے کہ اس میں ڈرنے

والی بات کیا ہے' یا تو حملہ ہو گا یا حملہ نہیں ہو گا' اگر حملہ ہوا تو کس بات کا ڈر' اگر ہوا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں' یا ہم قریب گرے گا یا دور گرے گا۔ اگر دور گرا تو فکر کی بات کوئی نہیں ہے' قریب گرا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں' یا ہم پھٹے گا یا نہیں پھٹے گا۔ اگر نہ پھٹا تو فکر نہیں ہے' پھٹ گیا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں' یا ہم زخمی ہوں گے یا ہم زخمی نہیں ہوں گے' اگر ہم زخمی نہ ہوئے تو پھر فکر کی بات نہیں' اگر زخمی ہوئے تو دو باتیں ہیں' یا ہم بچ جائیں گے یا نہیں بچیں گے' اگر تو بچ گئے تو پھر فکر کی بات کوئی نہیں ہے۔ اگر ہم نہیں بچے تو پھر باقی بھی نہیں بچیں گے۔ فکر کی کیا بات ہے' آخر تو سب نے چلے جانا ہے' پھر ہم بھی چلے جائیں گے۔ تو فکر کس بات کی' روتا کیوں ہے۔ قبل از وقت کیوں ڈرتا ہے۔ اگر تو جانے کا ڈر ہے تو جانا ضروری ہے۔ اب ڈر کس بات کا۔ یہ جو تو ڈر رہا ہے بے سبب ڈر رہا ہے۔ آپ کو صرف ایک بات کا اندیشہ ہے' موت کا بھی ڈر نہیں ہے' انسان کو موت کا ڈر نہیں ہے' خدا کا ڈر نہیں ہے بلکہ آج کے انسان کو غریب ہونے کا ڈر ہے۔ یہ ڈر جو ہے' یہ ایمان کے خلاف ہے۔ اگر ایمان مضبوط ہو گیا تو پتہ چلے گا کہ پیسے کے اندر ایمان نہیں ہے۔ جس حال میں وہ رکھ رہا ہے' وہ ٹھیک ہے۔ غریبی جو ہے اس کا ڈر نکال دیا جائے۔ خدا کا خوف کیا جائے تو غریبی کا ڈر نکل جاتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رضیا قسمت جبار فینا ہم راضی ہیں جبار کی تقسیم کردہ قسمت پر۔ لنا العلم و جہال مال ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔ مال جہالت ہے اور آگہی جو ہے وہ اللہ کا قرب ہے۔ اس لئے دعا کیا کرو کہ مال سے بچ جاؤ اور آگہی کا علم حاصل کرو'

اس کے قرب کا علم حاصل کرو۔ اپنے عزیزوں کو اور اپنے پسندیدہ لوگوں کو اللہ اکثر مال میں کمی دیتا رہتا ہے۔ مال میں کمی دیتا ہے اور خود ساتھ آ جاتا ہے' مال دیتا ہے اور آپ ساتھ نہیں ہوتا۔ کیا خیال ہے کیا ہونا چاہئے پھر؟ بہتر ہے کہ اس کا اپنا آنا جانا رہے۔ اس لئے وہ غریبوں میں رہتا ہے۔ لیکن وہ غریبی جو مایوس ہے وہ کفر کی طرف نکل جائے گی۔ وہ غریبی جو پر امید ہے' اللہ کے قریب ہے۔ پھر کوئی بیماری نہیں رہتی اور کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ یہ دیکھو کہ آپ اللہ سے دور ہو کہ قریب ہو اور وہ مائل بہ کرم ہے کہ مائل بہ ستم ہے۔ اگر اللہ سے بے تعلق ہو جاؤ تو پھر کیا بات بنی کہ اس نے تمہیں دور کر دیا اور پیسے میں لگا دیا۔ یہ دوری ہے اور حجاب ہے۔ عام طور پر کسی نے حج کرنا ہو تو اپنے پیر صاحب سے دعا کراتے ہیں کہ کاروبار بن جائے اور مال جمع ہو جائے تاکہ حج پہ جا سکیں' پھر جب مال بن گیا' اب اس سے پوچھتے ہیں تو حج پہ نہیں جاتا تو وہ کہتا ہے کہ کاروبار سے وقت نہیں ملتا' بڑی مصروفیت ہوتی ہے۔ اس شخص کے پاس پیسے بہت ہیں لیکن اب وقت نہیں مل رہا۔ جب وقت تھا تو مال نہیں تھا' اب مال ہے تو وقت نہیں۔ یہ آزمائشیں ہیں۔ تو دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں تو وہ راستہ دے جو تیری طرف جاتا ہو اور اپنے اس راستے پر چلا' تیرا راستہ وہی ہے جو تیرے انعام یافتگان کا راستہ ہے اور تیرے انعام یافتگان ماضی میں بھی تھے اور حال میں بھی ہوں گے۔ ایسے لوگ کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ان کی تلاش کرو' ان کو ڈھونڈو تاکہ وہ لوگ تمہاری زندگی کی اصلاح کریں۔ یہ ضروری بات ہے۔ اور بولو ------ آپ بولو' کوئی اور سوال پوچھو ------

سوال :۔

آج کل کوئی شخص ہر پہلو سے نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن لوگ اسے نیکی نہیں کرنے دیتے بلکہ اسے تکلیف پہنچاتے ہیں' ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب :۔

نیکی کی راہ سادہ سی راہ ہے۔ یہ Competition کی راہ نہیں ہے۔ مقابلے کی راہ نہیں ہے۔ نیکی کی راہ اس طرح ہے جیسے دریا کی راہ ہے۔ دریا کے راستے میں اگر پہاڑ آ جائے تو دامن بچاتا ہوا چل پڑتا ہے۔ میدان آ جائے تو چوڑا ہو کے چل پڑتا ہے۔ دریا سے کسی نے پوچھا کہ تو نے کہاں جانا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے سمندر کے پاس جانا ہے۔ کہتا ہے کوئی نقشہ ہے تیرے پاس؟ دریا بولا نقشہ کوئی نہیں ہے' میرے پاس روانی ہے۔ کیا ہے؟ روانی ہے۔ نیکی جو ہے یہ اللہ کی طرف جانا چاہتی ہے اور اس کے پاس صرف روانی ہے۔ نیکی کو راستے کی پرواہ نہیں ہے۔ تم صرف چل پڑو' نیکی کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ جہاں راستہ رکے گا یہ دوسری طرف چل پڑے گی۔ آپ اپنے سوال میں کس Competition کی بات کر رہے ہیں اور مقابلے کی بات کر رہے ہیں۔ جس کے کان نیکی کی بات سنتے نہیں ہیں تم اس کو چھوڑ دو۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم " اللہ نے ان کے دل پہ مہر لگا دی ہے "۔ اس کو چھوڑ دو اور بحث نہ کرو' لوگوں کو شرمندہ نہ کرو۔ جب تک تمہیں اپنی عاقبت کا یقین نہ ہو کسی کی عاقبت کو غلط نہ کہو۔ آج کا مسلمان اس وجہ سے

پریشان ہو گیا ہے کہ وہ دوسروں کو کہتا ہے تم دوزخ میں جاؤ گے اور اس کو یہ یقین نہیں کہ اس کی اپنی جنت Clear ہے۔ جب تک تمہاری اپنی جنت Clear نہ ہو جائے' لوگوں کو دوزخ سے بچانے کی بات چھوڑو۔ پہلے اپنی اصلاح کر لو۔ سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ پھر دوسروں کو بغیر تعلّق کے نیکی کی تلقین نہ کرو۔ کیا کہا؟ بغیر تعلّق کے نیکی کی بات نہ کرو۔ مثلاً" ایک آدمی بھاگا دوڑا جا رہا ہے' بچے کی دوائی لئے جا رہا ہے اور تبلیغ والا اسے کہتا ہے کہ ٹھہر جا بھائی کلمہ پڑھ کے جا۔ ایسے شخص کو پہلے دوائی دو۔ آپ اس کو ایمان میں تو شریک کرتے ہیں' دین میں شریک کرتے ہیں لیکن اپنے مال میں شریک نہیں کرتے۔ جھوٹ تو یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ نیک لوگ غریبوں کو اپنے مال میں شریک کریں تو آدھی سے زیادہ نیکی پیدا ہو جائے گی۔ ایسا مبلغ کہتا ہے جنت میں تو تجھے شریک کریں گے لیکن مال میں شریک نہیں کرتے۔ اس لئے نیکی ایک بناوٹ بن گئی ہے' نقل بن گئی ہے۔ ورنہ نیکی کا راستہ روکتا کوئی نہیں ہے۔ جو نہ سنے اس کے لئے دعا کرو۔ پھر اس کو بھی راستہ مل جائے گا۔ جو جتنی بات سن سکتا ہے اس سے اتنی بات کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اصلاح کرو' دعا دو اور مال دو۔ اتنی بات بتاؤ جتنا تعلق ہے۔ بغیر تعلّق کے تبلیغ نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ بے تعلّق تبلیغ ہوتی جا رہی ہے اور مسلمان مسلمانوں کو مسلمان بناتے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ لین دین صحیح نہیں ہے' جذبہ صحیح نہیں ہے' اور تبلیغ جاری ہے۔ فٹا فٹ ارشادات سنائے جا رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ایک دوسرے کی Help کریں اور ان کو اپنے راستے کے تعلّق کے ساتھ ہی لے چلیں۔

نیکی کبھی نہیں رکتی۔ نیکی آپ کانام ہےاور یہ نہیں رکتی ہے۔ دوسرا اگر نہیں سنتاتو اس کو آرام سے سناؤ۔ آپ نیکی کا حکم نہ دو' اس کو صرف بتا دو وما علینا الاالبلاغ کہ ہم نے یہ بتلا ہے۔ بتا دیا' اب کافی ہو گئی بات ـــــاور سوال پوچھو!ـــــ

سوال:۔

ربہ انی معلوب یہ وظیفہ ہے' اس کے بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔

اس میں وضاحت کی کوئی بات نہیں ہے۔ لوگ عام طور پر یہ وظیفہ بتاتے ہیں۔ میرے حساب سے یہ وظیفہ نہ ہی کیا کرو۔ وظیفہ صرف شکر کا کیا کرو کہ یا رب العالمین تیرا شکر ہے۔ جب کوئی دقت ہو تو "الحمد للہ" پڑھنا شروع کر دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دے گا۔ اللہ سے عرض کرو کہ میں مغلوب ہوں' اب مجھے نصرت عطافرمائی جائے اور آسانی عطافرمائی جائے۔ دراصل مغلوب ہونا بھی ایک گلہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی مہربانی مانگنا ہی کافی ہے۔ الحمدللہ کو وظیفے کی شکل میں کیا کرو۔ آپ کے ماں باپ زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرو۔ ان کی دعا آپ کے لئے کافی ہے۔ اولاد کا خیال رکھا کرو' گھر والوں کا خیال رکھو۔ تو اپنے آپ کو مغلوب کہنے سے A void کرو اور اللہ کا شکر کیا کرو۔

سوال:۔

ہم خود ٹھیک رہنا چاہتے ہیں لیکن لوگ مشتعل کر دیتے ہیں۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

جواب:۔

مشتعل نفس ہوتا ہے۔ جہاں نفس نہیں ہو گا' اشتعال نہیں ہو گا۔ ایک آدمی کہتا ہے اس نے مجھے گدھا کہہ دیا' جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ گدھا نہیں تو مشتعل کون ہوا؟ نفس۔ آپ کی روح کو بھی اشتعال نہیں آتا۔ نفس کو اشتعال آتا ہے۔ غصہ نفس کی بات ہے۔ یہ جو نفرت ہے' یہ بھی نفس کی بات ہے۔ کوئی شخص بائیبل ہی کی ایک بات سمجھ لے۔

No man can ever be insulted by the action of others یعنی کسی آدمی کی دوسرے کے عمل سے توہین نہیں ہو سکتی۔ گالی دینا دوسرے کا عمل' آپ کا عمل نہیں ہے۔ اس نے گالی دی ہے تو آپ کی عزت میں کیا فرق پڑ گیا۔ کہتا ہے " اس نے مجھے مشتعل کر دیا "۔ تو آپ مشتعل نہ ہوں۔ مشتعل وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کا حکم نہیں مانتا۔ ایک آدمی اگر اپنے مالک کو پہچانتا ہے تو غیرمالک کی بات پر مشتعل نہ ہو۔ اس کی ایک خاص مثال سنو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کافر کو زیر کر لیا تو اس نے گستاخی کی۔ آپ نے اسے فوراً" چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ جب آپ نے زیر کر لیا تھا تو پھر تو ختم کر دینا تھا۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اللہ کے لئے اس کو زیر کیا تھا اور میں اس کو ضرور مار دیتا لیکن جب اس نے میرے ساتھ گستاخی کی تو مجھے ذاتی غصہ آ

گیا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ کے کام میں ذاتی غصے کو شامل کروں۔ تو اس لئے ذاتی انا کی بات نہیں ہے اور ذاتی غصے کی بات نہیں ہے۔ آپ اپنی ذات Clear نہیں کرتے اور اللہ کی لاٹھی لے کر چل پڑتے ہو۔ اللہ کی لاٹھی آپ کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ یعنی آپ اللہ کی راہ پر چلتے ہو' اللہ کا پیغام دینے چلے ہو' پیغام کسی شخص کو دینا ہے اور فیصلہ یہ ہے کہ ان کو ضرور دینا ہے۔ راستے میں کوئی شخص کہتا ہے کہ تم بے وقوف آدمی ہو' کہاں چلے ہو' تو آپ وہیں پر لڑائی شروع کر دیتے ہو اور پیغام ادھورا رہ جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی نے لندن جانا ہے اور شام چار بجے فلائٹ ہے اور پورے ٹائم پہ گھر سے نکلا۔ فرض کریں راستے میں کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو گیا' اگر تو اس نے لندن جانا ہے تو پتہ ہے کیا کہے گا؟ "بھئی اس وقت معافی دے دو' غلطی میری ہے۔ چاہے غلطی تیری ہے تب بھی میری ہے کیونکہ میں نے جانا ہے اور جھگڑے میں فلائٹ نکل جائے گی"۔ جس نے لندن جانا نہیں وہ کہتا ہے میں تیرے ساتھ فیصلہ کروں گا' لندن کا لندن دیکھا جائے گا۔ ایسا شخص کبھی سفر پر نہیں جائے گا۔ دور جانے والے قریب قریب کے جھگڑے نہیں کرتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! جن لوگوں نے واٹر لو کی جنگ لڑنی ہوتی ہے یعنی زندگی کے اندر Battle of Waterloo لڑنی ہو وہ گلی میں نہیں لڑتے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ لڑائی کریں گے ضرور' لیکن ہم دور جا کے لڑیں گے۔ اس لئے چھوٹے موٹے جھگڑے کس بات کے۔ تمہارا ہمارا جھگڑا ہو گا لیکن جنگ میں ہو گا اور وہ عظیم میدان جنگ ہو گا۔ اس لئے آپ یاد رکھو واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما یعنی جب آپ کا سامنا

جاہل سے ہو جائے تو اسے سلام کر کے وہاں سے ہٹ جاؤ۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک شخص دوڑتا جا رہا ہے۔ اس آدمی نے غور سے دیکھا کہ یہ شخص میرا جانا پہچانا ہے۔ اسے شک پڑا کہ یہ تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ آدمی پیچھے بھاگا۔ دیکھا کہ ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام' اس نے پوچھا سرکار آپ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں؟ تو آپ کیوں بھاگتے جا رہے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں ڈر کے مارے بھاگ رہا ہوں۔ اس نے کہا آپ تو بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور مردہ زندہ کرتے ہیں' آپ کیوں ڈر رہے ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ دیکھو پیچھے ایک احمق آ رہا ہے۔ اس آدمی نے کہا کیا اس کا علاج کوئی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا احمق کا علاج کوئی نہیں ہے کیونکہ یہ بیماری نہیں بلکہ یہ عذاب الٰہی ہے۔ اگر آپ احمق کا علاج کرنے لگے ہو تو دراصل خود بڑے احمق ہو۔ احمق آ جائے تو ففروا الی اللّٰہ: اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ کیا کر جاؤ؟ فرار! وہاں سے بھاگ جاؤ۔ احمق راستے میں نظر آ جائے تو بھاگ جاؤ کیونکہ احمق تو عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کی اپنی بات میں نہ کوئی Logic ہے' نہ اس کو آپ کی کوئی بات سمجھ آنی ہے اور نہ اس کو عقل آنی ہے۔ آپ اس کو ایک دفعہ سمجھاؤ مگر جب پتہ چل جائے کہ یہ احمق ہے تو پھر آپ فرار کر جاؤ اور اللہ کی طرف بھاگ جاؤ۔

احمق کی ایک اور بات سناتا ہوں۔ اللہ اس کو معاف کر دے۔ ایک مرتبہ ایک جگہ قوالی ہو رہی ہے۔ قوالی میں ایک مقام آیا۔ آپ سارے قوالی سننے والے جانتے ہو کہ جہاں پر "رنگ" آ جائے امیر خسروؒ کا' یعنی ——

موہے پیر پایو نظام الدین اولیاءؒ

اور

خسرو نظامؒ کے بل بل جائے

کہنے والے خسرو ہیں اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدینؒ کی شان میں کہہ رہے ہیں۔ اس شخص نے قوالوں کو مجبور کیا کہ تو یہاں نظام کی بجائے ہمارے پیر کا نام لے یعنی خسروؒ اس کے پیر کے بل بل جائے۔ وہاں ایک درویش بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا تو اور تیرا پیر دونوں ہی گمراہ ہو گئے۔ کہ تم نظام کی شان کو روک کر اپنی شان بنا رہے ہو۔ یعنی اس کی شان کو اس کی شان رہنے دو۔ نعت کہہ رہے ہو تو نعت کو حضور پاکؐ تک ہی رہنے دو۔ نعت میں اپنے پیر کا نام نہ لگاؤ۔ اگر ادب ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو یہ حماقت ہو جاتی ہے۔ جہاں جہاں حفظ مراتب ہے اگر اس کا خیال نہ کیا جائے تو پھر یہ خطرناک بات ہے اور حماقت ہے۔ اس لئے یہ بڑے احتیاط کی باتیں ہیں اور بڑا ادب چاہئے۔ حالانکہ اس نے بڑے شوق میں کہہ دیا ہو گا لیکن اتنا شوق نہ ہو کہ گستاخی ہو جائے۔ آپ بے باک تو ہو سکتے ہو لیکن گستاخ نہیں ہونا۔ حضور پاکؐ کے بڑے چاہنے والے اور ماننے والے لوگ کہتے ہیں کہ "حضور پاکؐ اللہ کی شان ہیں' بس اللہ ہی اللہ ہے اور اللہ ہیں"۔ ایسا وہ شوق میں کہہ گیا اور غلط بیانی کر گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے یہ بات نہیں کہی کہ میرے بارے میں تم یہ لفظ کہو تو پھر تم یہ لفظ کیوں کہتے ہو۔ واضح طور پر حکم ہو گیا کہ قل انا بشر مثلکم یہاں بشر کا مقام بشر تک ہی رکھو۔ جو آپؐ نے فرمایا وہ آپؐ ہی

نے فرمایا۔ اس لئے ادب میں رہنے سے بہت ساری باتوں سے بچت ہو جاتی ہے۔ تبلیغ جو ہے بعض اوقات شوق سے ضائع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات خوف سے ضائع ہو جاتی ہے۔ طاقت کا بھی خوف ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو مجھے راستہ نہیں دیتے حالانکہ آپ کو ساری دنیا راستہ دے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کو نیکی کا شوق ہو۔ پھر گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ دریا کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ دریا نے ضرور چلنا ہے' بغیر منشور کے چلنا ہے' اور آخر کار اپنی منزل کو پہنچے گا۔ چلنا شرط ہے۔ جس کو روانی مل گئی ہے' اس کو منزل مل جائے گی۔ اگر آپ کو شوق پیدا ہو گیا تو آپ ضرور اپنی منزل سے واصل ہوں گے۔ پھر کبھی آپ کے پاس یہ گلہ نہیں ہو گا کہ میں تو نیک تھا مگر لوگوں نے مجھے نیکی نہیں کرنے دی۔

میں گنہگار نہ تھا اس نے گنہگار کیا

جو شخص یہ کہتا ہے کہ " میرا راستہ لوگوں نے روک دیا تھا " وہ جھوٹ بولتا ہے۔ لوگ راستہ نہیں روک سکتے۔ گانے والے کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا' گلا گائے گا اور بولے گا' حسن ظاہر ہو گا' جذبہ بولے گا' تحریر ہے تو بیان ہو کے رہے گی۔ سچ ہے تو ظاہر ہو کے رہے گا اور بچہ ہے تو پیدا ہو کے رہے گا۔ بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ لوگوں نے راستہ روک لیا۔ اپنے ٹائم پر ہر شے اپنے ظہور میں آئے گی۔ بہت کچھ بطون سے ظہور میں آ جا رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ کوئی باطن ایسا نہیں جو ظاہر نہ ہوا ہو۔ باطن کا ذکر ہے اور لطف کی بات ہے کہ باطن کا ذکر ظاہر میں ہو رہا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ کتنا ہی

باطن ہو وہ سارا ظاہر ہو جائے گا اور آج کا باطن ہم جو بیان کرتے ہیں کہ یہ باطن کی بات ہے یہ بھی دراصل ظاہر ہے۔ اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن دراصل اسی ظاہر دنیا کا باطنی شعور ہیں۔ ورنہ کوئی باطن ایسا نہیں جو ظاہر نہ ہوا ہو۔ کوئی بھی چیز آپ لے لو۔ کسی بزرگ کا خواب ہو' ظاہر ہو گا۔ یعقوب علیہ السلام کا واقعہ' ظاہر ہو گا۔ یوسفؑ کا خواب' ظاہر ہو گا۔ معراج شریف کا واقعہ' ظاہر ہو گا' اولیاء کرام کی باتیں ظاہر ہوں گی' تمام مخفی ظاہر ہو گا۔ غرض یہ کہ ہر چیز ظاہر ہو گی۔ محجوب جو ہے مکشوف ضرور ہو گا۔ کشف المحجوب ضرور ہو گا۔ یہ کمال کی بات ہے۔ جتنا مخفی ہے وہ سارا ظاہر ہو گا۔ لہٰذا ثابت کیا ہوا؟ یہ کہ باطن جو ہے وہ ظاہر ہو کے رہے گا۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میرا نیکی کا جذبہ ظاہر نہیں ہوتا اور رکاوٹ آتی ہے۔ دراصل یہ جذبہ آپ میں نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی انا ہے۔ پہلی بات آپ یہ کرو کہ جو آپ کی بات نہیں سنتا اس کے لئے دعا کرو کہ یا رب العالمین! اس کو نیکی کا جذبہ عطا فرما۔ یہ نہ کہنا کہ اس کو میری طرح بنا۔ پتہ نہیں آپ کی اپنی کیا عاقبت ہے۔ اس لئے پہلے یہ دعا کرو کہ یا اللہ میری عاقبت بھی درست فرما۔ زیادہ نصیحتیں نہ کرنا۔ اپنی اولاد کو اپنا علم نہ دینا' کیونکہ اولاد نے اپنے زمانے کا علم لینا ہے' پتہ نہیں تم کون سا علم دے دو' کوئی پرانا علم دے دو اور انہوں نے کمپیوٹر چلانے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرنا ہے۔ اس لئے ان کو اپنی زندگی گزارنے دو۔ دعا یہی کرو کہ ان کو اللہ ایمان دے۔ اسلام سکھا دے۔ کلمے پڑھا دو اور ان کو خود کوئی نیک عمل کر کے دکھا دو۔ اس طرح ان کی اچھی بنیاد پڑ جائے گی۔ خواہ مخواہ مشتعل نہ ہوا کرو اور اللہ کی رحمت پہ



۱ تصوف پر اتنی ساری کتابیں پڑھنا بہت مشکل ہے اور بزرگ بھی کہتے ہیں کہ کتابیں نہ پڑھیں۔ اس کا کیا حل ہے؟

۲ اسلامی تصوف، یونانی تصوف اور ہندی تصوف میں کیا فرق ہے؟

۳ صوفیا کرام کا تسخیر کائنات میں کس قدر حصہ ہے؟

۴ جب عمل کا وقت آتا ہے تو سستی، کاہلی اور تذبذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

۵ کیا سیاست میں حصہ لینا چاہئے؟ سیاسی جماعتوں کے بارے میں تو ہم سب کچھ جانتے ہیں، پھر ووٹ کس کو دیں؟

۶ جب فقہ نہیں تھا تو اس وقت دین کیا تھا؟

۷ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حساب تو ابھی ہونا باقی ہے تو یہ جزا سزا کس بات کی ہے؟

سوال :۔

ہم تصوّف پر کتابیں پڑھتے ہیں اور وہ اتنی ساری کتابیں ہیں کہ سب کو پڑھنا بہت مشکل ہے۔ بزرگ بھی کہتے ہیں کہ کتابیں نہ پڑھو۔ اس کا کیا حل ہے؟

جواب :۔

تصوّف میں یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک بزرگ کو سند مان لیا جائے۔ پھر جو وہ فرما دیں' آپ اس پر چل پڑو۔ پھر اتنی زیادہ کتابوں کا مقام نہیں رہتا۔ جو پرابلم پیدا ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم کوئی عمل کرتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک Quest یا ایک Target ہوتا ہے کہ ہم اس کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ جب آپ کتاب پڑھتے ہیں تو پہلے ایک کتاب پڑھتے ہیں' پھر ایک اور کتاب پڑھتے ہیں اور پھر کتابیں پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ کیوں پڑھتے ہیں کتابیں؟ آپ غور کریں۔ تصوّف کو سمجھنے کے لئے؟ تصوّف جو ہے یہ علم نہیں ہے بلکہ یہ عمل ہے۔ مثلاً" ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے کہنے پر اپنی زندگی کو اللہ کے لئے ڈھالنے کے

لئے خوشی سے تیار ہو جائے تو یہ تصوف ہے۔ مثلاً" اس کے شیخ نے کہا کہ وہاں چلا جا تو وہ چلا گیا اور اگر کہا کہ واپس آ جا تو واپس آ گیا۔ آپ کو صرف اتنا علم چاہئے! مگر آپ بہت زیادہ علم حاصل کر رہے ہیں کہ شیخ کا مقام کیا ہونا چاہئے' مرید کا مقام کیا ہونا چاہئے' دونوں کے درمیان کیا ہونا چاہئے اور افہام و تفہیم کیا ہونی چاہئے' حاضر کیا ہے؟ ناظر کیا ہے؟ انہی واقعات میں ساری عمر گزر جاتی ہے۔ ساٹھ سال کی Average زندگی لے لو' ساٹھ سال کی زندگی میں بیس سال تو آپ سو کے گزار دیں گے' آٹھ گھنٹے سونا آپ کی مجبوری ہے' نہیں سوئیں گے تو صحت خراب ہو گی۔ اپنے ان ساٹھ سالوں میں سے بچپن کے لاعلم زمانے بھی نکال دو اور بڑھاپے کے متفکّر اور بیمار زمانے بھی نکال دو۔ پھر زندگی کا کچھ حصہ آپ نے بیچنا ہے تاکہ زندگی گذر سکے یعنی دفتر میں' دکان میں۔ اور کسی Persuit یعنی تعاقب میں اپنا وقت بیچو گے۔ آپ وہ گھنٹے بیچیں گے اور باقی کے لئے کھانا خریدیں گے۔ تو وہ عرصہ بک گیا۔ بیچنے کے بعد باقی آدھی زندگی دوسروں کے لئے گذرے گی کہ یہ میرا بیٹا ہے' یہ میری بیٹی ہے اور رشتے دار ہیں۔ تو دوسروں کی کال پر آپ Response کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح اور وقت بھی گیا۔ اب سڑکوں پر جب آپ چلتے ہو' دفتروں میں جاتے ہو تو وہاں پر تو اسلام Matter نہیں کر رہا۔ آپ جب بس میں بیٹھ رہے ہو یا گاڑی میں بیٹھ رہے ہو تو ٹکٹ لے کر بیٹھنا ہے کیونکہ صرف کلمہ پڑھ کر بیٹھ جانا کافی نہیں ہے۔ اب آپ کے پاس باقی جو وقت بچ گیا ہے اس میں آپ نے "تصوّف" کرنا ہے۔ اس وقت کو بھی اگر آپ علم کے حوالے کر دو تو پھر تصوّف کا ٹائم نہیں رہ جاتا۔

تصوّف کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے کہنے پر اپنی دینی زندگی کو خوشی سے ایسے ڈھالنا جیسے اس کی رضا ہو۔ فرض کریں ایک آدمی نے ایک پیر کا کہنا مان لیا' اوپر سے اس نے کتابیں پڑھنی شروع کر دیں' پھر پتہ ہے وہ کیا کرے گا' فوراً" پیر صاحب کو جا کر بتائے گا کہ ہم نے تو یوں پڑھا ہے۔ اب پیر اس کو علم دے رہا ہے اور وہ پیر کو علم دے رہا ہے۔ اس طرح دونوں علم سے فارغ ہو گئے۔ عام طور پر یہاں مرید بیچارہ تباہ ہو جاتا ہے جب وہ اپنے پیر کو علم سکھانے لگ جاتا ہے۔ اگر امیر خسروؒ آپ کے پیر ہوں اور آپ کو کوئی راگ سکھائیں' آگے سے آپ ان کو کوئی راگ سکھاؤ تو وہ کہیں گے کہ تو باہر نکل جا کیونکہ تو فارغ ہو گیا۔ لہٰذا تصوّف علم نہیں ہے بلکہ عمل کی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس صاحبِ بصیرت کو پتہ ہوتا ہے کہ اس شخص میں کیا کمی ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی بہت عبادت کرتا ہے اور بہت ہی امیر ہے مگر بڑا ہی کنجوس ہے۔ اس کو اگر پیر مل گیا تو پیر یہ نہیں کہے گا کہ تو تہجّد پڑھ بلکہ وہ کہے گا کہ پبلک کے لئے پیسہ خرچ کر۔ مرید کو یہ بات قبول نہیں ہونی اور اس کے بغیر مرید کی عبادت قبول نہیں ہو گی۔ امیر آدمی دو نمازیں Extra پڑھنے سے نہیں بخشا جائے گا بلکہ وہ مالْ جو اس نے قید کر رکھا ہے اس کے Release کرنے سے اس فلاح ہو گی۔ تصوّف یہ ہے کہ اس آدمی کی جو گرہ ہے اسے وہاں پر کھولو۔ اس لئے جس آدمی نے فرما دیا کہ تصوّف یہ ہے تو اس نے ٹھیک فرما دیا کہ " اکو الف تیرے درکار " یعنی تیرے لئے صرف ایک " الف " ہی **کافی** ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو Ultimately گھر سے قبرستان تک جانا ہے۔ ساٹھ سال میں جانا ہے تو

کتنی تیز رفتاری چاہئے' آرام آرام سے جاؤ۔ آپ کے ابا حضور' چلے گئے اور دادا حضور رخصت ہو گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نہ جائیں۔ آپ بھی جائیں گے اور باقی لوگ بھی چلے جائیں گے۔ ہمیشہ کی زندگی ویسے ہی عذاب بن جاتی ہے۔

ایک آدمی کے لئے اس کے دوستوں نے زندگی کے دیوتا سے ہمیشہ کی زندگی مانگ لی۔ دعا منظور ہوئی اور اسے ہمیشہ کی زندگی مل گئی۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بوڑھا ہو گیا۔ اب موت اسے آ نہیں سکتی تھی۔ مگر بڑھاپے کی وجہ سے اس کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ وہ اپنے دوستوں کے پاس گیا اور درخواست کی کہ مجھے موت چاہئے کیونکہ میں زندہ تو ہوں مگر جوان نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ کو طویل زندگی مل بھی جائے تو باپ بیٹے کا غم دیکھے گا' نہیں تو بیٹا باپ کا غم دیکھے گا' دونوں میں سے ایک واقعہ تو ضرور ہو گا۔ زندگی میں طویل عرصے کے بعد آپ کو اتنے غم ملیں گے کہ آپ کہو گے تیری مہربانی ہے' اب موت بھیج دو۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر آپ ایک شہر میں بیس سال بعد جاؤ تو شہر اس سے زیادہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور آشنا چہرہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ بازار میں بڑی رونق ہو گی مگر وہاں آپ کے بچپن اور جوانی کے جاننے والے لوگ نہیں ملیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پچاس سال کے بعد سارے شہر کی مکمل آبادی ساری کی ساری بدل جاتی ہے۔ اس لئے اتنا بڑا علم حاصل نہ کرو اور اتنا علم حاصل کرو جس سے آپ کا کوئی عمل ٹھیک ہو جائے۔ نماز وہ پڑھو جو کہ قبول ہو جائے۔ ماں باپ کی خدمت اتنی کر لو کہ وہ آپ سے بے ساختہ خوش ہو جائیں۔ پھر ساری باتیں

پوری ہو جائیں گی۔ اگر آپ کے پاس مال ہے تو اللہ کے لئے ایسے خرچ کر دو کہ وہ خوش ہو جائے۔ یہ سارے کا سارا تصوّف ہے ورنہ تو یہ ہوتا کہ یکساں عبادت کا یکساں نتیجہ ہوتا مگر یکساں عبادت کے یکساں نتیجے نہیں ہوتے۔ ایک مسجد میں ساری عمر لگاتار ہر جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنے والے سارے کے سارے نمازی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی مسجد میں سے جوتا بھی چوری ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ مزاج الگ الگ رہتے ہیں۔ دس بیس سال نماز پڑھنے کے بعد بھی مزاج ویسے رہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اندر کئی نامناسب واقعات ہو جاتے ہیں۔ تو جب تک انسان کے باطن کی اصلاح نہ ہو جائے اس کو عبادت کی سمجھ نہیں آتی۔ چونکہ باطن کی اصلاح نہیں ہوئی' اس لئے مسلمان مسلمان کے ساتھ لڑ پڑتے ہیں۔ اس لئے بزرگوں نے ٹھیک کہا ہے کہ علم کی ایک حد رکھو۔ کتاب وہ پڑھو جس سے آپ کا کوئی کام ہو اور تعلق ہو۔ انسانوں کی کتاب پڑھو' ہستی کی کتاب پڑھو۔ یہ جو کائنات ہے اس کی کتاب پڑھو۔ یہ دیکھو کہ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں اور کدھر کو جا رہے ہیں' انسان اگر آتا ہے تو جاتا کیوں ہے اور جانا ہی تھا تو آپ لوگ آئے کیوں تھے۔ یہ سب کیا ہے؟ آپ کچھ عرصہ ماں باپ کی محبت میں رہتے ہیں' پھر اولاد کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ ماں باپ کے ساتھ جا کر مل جاتے ہیں اور کچھ ہی عرصہ بعد اولاد بھی آ کر آپ سے مل جائے گی۔

ایک شخص بہت رو رہا تھا' کہنے لگا میرے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ درویش نے کہا کہ اس میں رونے کی کوئی بات نہیں ہے' تو

بھی بہت جلد اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس میں بھی چوڑی لمبائیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اپنی عبادت اور عمل میں خلوص رکھو۔ اپنے دل کے آئینے کو آپ صیقل کرتے جاؤ۔ "صیقل آئینہ ہنوز" پالش کرتے جاؤ' مزید پالش کرتے جاؤ' حتی کہ اس میں Glare آ جائے یعنی چمک آ جائے۔ وہ خود بخود اس آئینے میں عیاں ہو جائے گا۔

ایک بادشاہ کے دربار میں چینی اور رومی فنکاروں کا مقابلہ ہو گیا اور انہیں تصویر بنانے کے لئے دو دیواریں دے دی گئیں۔ ایک گروپ والے صرف دیوار کو پالش کرتے رہے اور دیوار کو آئینہ بناتے رہے۔ دوسرے گروپ نے نہایت محنت سے ایک شاندار پینٹنگ بنائی۔ مقابلے کے لئے پیش ہوئے تو پینٹنگ کا عکس جب شیشے والی دیوار میں آیا تو وہ عکس اصل پینٹنگ سے زیادہ خوب صورت تھا۔ اس طرح آئینہ صیقل کرنے والے کامیاب ہو گئے۔

پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے حجاب سے

تو اپنے آپ کو آئینہ بناؤ' پھر سب مخفی آشکار ہو جاتا ہے۔ وہ تو آشکار ہونے کے لئے بے تاب ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "میں ایک مخفی خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں"۔ تو گویا کہ اظہار اس کا اپنا مدعا ہے' رکاوٹ آپ لوگ خود ہیں۔ رکاوٹ وہ نہیں ہے بلکہ آپ لوگ ہیں جو کہ اِدھر اُدھر دنیا میں بھٹکے ہوئے ہیں۔ ہم اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ ہم اگر اس کی طرف رجوع کریں تو وہ تو پہلے ہی اظہار پر راضی ہے۔ اس کا ظاہر ہونا ہی اظہار ہے۔ یا تو تو اپنے آپ کو چھپا دے' وہ

ظاہر ہو جائے گا یا پھر اس کو چھوڑ دے۔ پھر کیا ہو گا؟ پھر تمہاری انا ظاہر ہو جائے گی اور اس کی سزا ہو جائے گی۔ پھر سمجھ آئے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کی نفی کر لو' پھر اس کا ظاہر ہونا آسان ہو جائے گا۔ لمبی چوڑی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتابوں سے صرف اتنا علم حاصل کرو جتنا آپ کے کام آ جائے۔ اس علم سے پناہ مانگو جس سے آپ کو نفع نہ ہو' اور فائدہ نہ ہو۔ علم اگر آپ کے لئے حجاب بن جائے تو اس سے بچو۔ علم اگر شہرت کی وجہ بن جائے تو اس سے بچو۔ اس دور میں صرف عمل کا علم ہے اور عمل نہیں ہے۔ یہ ایک بڑی سزا ہے اس دور کی۔ یہ دور ایک عجیب دور ہے کہ یہ عمل کا علم جانتا ہے اور عمل نہیں جانتا۔ تو ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ عمل کا عمل ہی جانو۔ عمل عمل کے تابع کر دو' علم علم کے تابع ہو جائے گا۔ تو آپ اپنا عمل صاحبانِ کشف و کرامت کے عمل کے تابع کر دو تو آپ بھی کچھ نہ کچھ ہو جاؤ گے۔ جس کے عمل کے آپ تابع ہوں گے اس کا علم آپ کو مل جائے گا۔ آپ عمل' عمل کے برابر نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ علم برابر ہو جائے' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عمل' عمل کے برابر ہو جائے تو بھی مرتبہ برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کو کہتے ہیں Destiny اور اس کو کہتے ہیں منشا۔ آپ اگر کسی بزرگ' کسی بڑے انسان' کسی بڑے سے بڑے انسان کے برابر اپنا علم اور عمل کر لو تب بھی مرتبہ برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ کی شان ہے۔ گویا کہ پیغمبری یا نبوت یا رسالت' یہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مرضی سے ملنے والا مرتبہ ہے۔ اگر آپ پیغمبر کے عمل کے تابع اپنا عمل کر دو تو آپ امتی سے آگے نہیں نکل سکتے' اور یہ

بھی بڑی مبارک بات ہے۔ عام طور پر یہاں لوگ یہ کرتے ہیں کہ تھوڑا سا عمل کسی بزرگ کے عمل کے برابر آگیا تو وہ انا میں آجاتے ہیں۔ لہٰذا تھوڑا علم اور تھوڑا عمل رکھنے والے مغرور ہو جاتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ کون لوگ ہلاک ہوتے ہیں؟ جو شرعی علم بھی رکھتے ہوں' تھوڑا سا عمل بھی رکھتے ہوں اور جن کے اندر انا بھی ہو۔ ایسی صورت میں گمراہی کا اندیشہ ہے اور یہاں آ کے علم بڑا حجاب بن جاتا ہے۔ اس لئے پہلے اپنا مقام دیکھو' ہمارا مقام یہ ہے کہ ہم حضور پاک ﷺ کی اُمّت کے فرد کے طور پر ہی قبول ہو جائیں تو یہ بہت کافی ہے۔ آگے کیا کرنا ہے' یہ ہی بہت ہے! That's all! ۔ بس اتنا ہی علم ہونا چاہئے تاکہ اللہ آپ پر مہربان رہے۔ اس لئے زیادہ کتابوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

سوال :۔

سر! اسلامی تصوّف' یونانی تصوّف اور ہندی تصوّف میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔

اس سوال کا تعلّق علم کے ساتھ ہے' اس کی کتابوں کی کئی دکانیں ہیں۔ سب کچھ وہاں لکھا ہو گا کہ تصوّف کی کتنی قسمیں ہیں' کتنے درجے ہیں' تصوّف کا رنگ کیا ہوتا ہے؟ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کی جامعیت کیا ہے؟ یہ چلا کہاں سے ہے؟ یہ پہنچا کہاں ہے؟ یہ جائے گا کہاں تک؟ آپ یہ دیکھو کہ اس میں آپ کا کیا ہے؟ آپ کے ساتھ اس

سوال کا کیا تعلق ہے؟ میں آپ کو علم Improve کرنے کے لئے سوال کی دعوت نہیں دے رہا کیونکہ یہ چیزیں کتابوں میں موجود ہیں۔ جو چیز کتاب سے نہ ملے اور اس کا آپ کے عمل کے ساتھ تعلق ہو تو وہ چیز پوچھی جائے۔

سول :۔

صوفیاء کرام کا تسخیرِ کائنات میں کس قدر حصہ ہے؟

جواب :۔

غور کرو تو کائنات اللہ کے ظہور کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ کے ظہور کے اور بھی بہت سے نشان ہیں۔ صوفیاء کرام کا ایک ٹولہ نہیں ہے' ایک گروہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک فردا" فردا" صوفی ہے۔ آپ کے فقرے کی یہ اصلاح ہو جانی چاہئے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صوفیاء کرام میں کوئی مشترک مضمون ہو۔ ہر صوفی ایک علیحدہ صوفی ہے۔ مثلا" سلسلۂ چشتیہ کی بات کریں تو انہوں نے کائنات کو ایک طرح سے Read کیا' باقی لوگوں نے کائنات کو اور طرح سے Read کیا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ایسا سوال کریں جس سے آپ کا کوئی ذاتی مسئلہ حل ہو جائے۔ ایک جگہ قوالی ہو رہی تھی' بڑی داد فریاد تھی اور ایک میرِ مجلس بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دعا کا وقت آیا تو داڑھی والے ایک بزرگ نے میرِ مجلس سے کہا کہ میرے لئے بھی دعا کریں۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہو' اس نے کہا میرا نام چراغ دین ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہو' انہوں نے کہا میں نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرِ

مجلس نے کہا اپنے شیخ کے پاس جاؤ اور بیعت دوبارہ کر کے آؤ' ساری رات ہم قوالی میں رہے ہیں' تو نقشبندی ہے اور اس سلسلے کی رو سے تیرے پیر نے قوالی سے منع کر رکھا ہے مگر تو یہاں آ کے بیٹھ گیا' اس لئے جاؤ اور اپنی بیعت کی تجدید کر کے آؤ۔

یہ ایک راز ہے کہ جس شخص کو جس رنگ کی تعلیم دی جا رہی ہے اس نے اس رنگ میں ٹریننگ لینی ہے اور باقی لوگوں کا جو رنگ ہے وہ الگ ہے کیونکہ ہر ایک بزرگ نے الگ الگ تعلیم دی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کون سے سلسلے کی تعلیم کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں؟ اس طرح آپ کو اپنے راستے کی وضاحت مل جائے گی۔ مجھ سے آپ وہ سوال کریں جس کا "علم" کی بجائے "عمل" سے تعلّق ہو اور جس کا جواب آپ کو کتاب سے نہ مل سکے۔ کائنات کی بجائے آپ اپنی ذات کی بات کریں۔ صوفیاء کرام کے پاس بہت بڑا عمل ہے۔ میں آپ کو ایک بظاہر بے عمل صوفی کی بات بتاتا ہوں۔ ایک شخص جس کی اصلاحِ باطن ہو گئی' وہ شہر سے دور جنگل اور ویرانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے پاس بہت سے آدمی' گروہ' ہجوم' مسجد' خانقاہ' لنگر' ٹرانسپورٹ' آنا جانا' بے شمار پبلک ریلیشننگ' بے شمار اثر اندازی اور بے شمار وسائل ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بے عملی بہت بڑا عمل ہے۔ اس کے لئے بڑا غور چاہئے۔ اندازہ لگاؤ' ان کی غریب پروری کا ثبوت دیکھو' ان کی غریب نوازی کا ٹائیٹل اور فیض دیکھو کہ ایک سو بیس من چاول ایک دیگ میں پک رہے ہیں اور جس کے ہاں پک رہے ہیں وہ سارا دن روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے۔ لوگوں

کو کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ یہ ایک الگ ہی بات ہے۔ اس لئے آپ اعتراض کا Sting نکال دو اور تسلیم کو لے کے چلو۔ پھر بات سمجھ آ جاتی ہے۔ آپ ضرور کسی ایک کے ساتھ منسلک ہو جاؤ۔ اب میں تمہیں اپنا شعبہ بتاتا ہوں۔ میری بات اس شخص کو سمجھ آئے گی جو کہیں' کسی نہ کسی جگہ' کسی نہ کسی کے ساتھ وابستہ ہو گا۔ کہتا ہے کہ میں پنڈی میں وابستہ ہوں تو ٹھیک ہے' شیخوپورہ میں وابستہ ہے تو ٹھیک ہے اور شکار پور میں وابستہ ہے تو ٹھیک ہے۔ کہیں نہ کہیں جو کسی بزرگ کے ساتھ وابستہ ہو گا اس کو میری بات جلدی سمجھ آئے گی۔ باقیوں کو بات سمجھانے کا طریقہ میرے پاس یہ ہے کہ وہ اپنی عقل سے اللہ کو تلاش کر لے۔ صاحبانِ عقل نے بات کو کیسے پہچانا؟ ایسا شخص بغاوت بھی عقل سے کرتا ہے اور بعض اوقات اتحاد بھی عقل سے کرتا ہے کہ اس نے بیج کو دیکھا کہ بیج میں رنگ نہیں تھا' پانی میں رنگ نہیں تھا' مٹی میں رنگ نہیں تھا۔ وہ غور سے دیکھتا رہا اور دیکھتا رہا' بیج سے کوئی پودا نمودار ہوا' رنگ نمودار ہوا' وہ حیران ہوا کہ کیا قدرت ہے اور پھر جس طرح کا بیج ویسا ہی درخت' پھر درخت میں بیج اور بیج میں درخت۔ بیج کے اندر درخت اور درخت کے اندر بیج کا یہ مسلسل عمل۔ پھر وہ دیکھتا ہی رہ گیا کہ راز کیا ہے؟ اگر اس راز میں کوئی گم ہو گیا تو وہ اللہ کا منشا پا گیا۔ جو شخص اس کائنات کو غور سے دیکھے اور سیپ کے اندر موتی کا بننا غور سے دیکھے تو پھر راز پا گیا۔ وہی منظر جو خوش نصیب کو تسلیم سکھاتا ہے' وہی منظر دوسرے آدمی کو بغاوت سکھاتا ہے۔ تسلیم والا کہتا ہے کہ میں اسی میں سے خدا کو مان گیا کہ مشرق سے سورج نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب

گیا۔ نہ ماننے والا کہتا ہے یہی تو میں نہیں مانتا' مشرق سے کیوں نکلتا ہے' شمال سے کیوں نہیں نکلتا اور وہ اسی میں باغی ہو جاتا ہے۔ تسلیم کرنے والے مزاج ہی اور ہیں' بغاوت والا اور مزاج ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دل کے ساتھ چلتے ہیں' ان کو کائنات میں صرف دلبر ہی نظر آتے ہیں۔ مجنوں سے اللہ میاں نے پوچھا کہ تم نے دنیا میں کیا دیکھا۔ مجنوں نے کہا ہم نے ایک ہی چیز دیکھی' لیلیٰ ہی دیکھی' کچھ اور تو نہیں دیکھا' کیا آپ نے کچھ اور بھی بنایا تھا؟ "ہاں ہم نے بڑی دنیا' بڑی کائنات بنائی تھی" کہتا ہے "وہاں تھا ہی کچھ نہیں' ہم نے تو صرف لیلیٰ کو دیکھا"

مطلب یہ ہے کہ دل والے صرف دلبری دیکھتے ہیں اور عقل والے صرف الجھنیں دیکھتے ہیں' نصیب والے صرف اس کی مہربانیاں دیکھتے ہیں اور بد نصیب آدمی صرف ظلم دیکھتا ہے۔ بد نصیب آدمی کہتا ہے Nature کے اندر میں نے ظلم ہی دیکھا' شیر نے میرے سامنے بکرے کو پھاڑ ڈالا' یہ ظلم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' یہ کیا کائنات بنائی ہے اس نے۔ جاننے والے نے کہا یہ اس شیر کی خوراک ہے اور اللہ نے اس کی خوراک کو زندہ رکھنے کا طریقہ رکھا ہوا ہے' یہ اس کی زندہ خوراک ہے' یہ اس کی فطرت ہے کیونکہ شیر جو ہے وہ گھاس نہیں کھائے گا' شیر گوشت کھائے گا اور خود مار کے کھائے گا کیونکہ یہ اس کا مزاج ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے کہ کسی پر وہ آشکار ہو جائے اور کسی پر نہ ہو۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے سبھی پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

مثلاً" ایک آدمی پر تکلیف آئی اور وہ باغی ہو گیا۔ دوسرے پر اتنی تکلیف

آتی ہے اور اس نے سر جھکا دیا اور کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں نے تکلیف کو پہچان لیا۔ نہ پہچاننے والا پتھر کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ یہ جو پتھر ہے' یہ مارنے والا کون ہے' اب اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ ماننے والے نے کہا No ' اس میں مارنے والے کا قصور نہیں ہے' پیچھے سے کوئی اور بھیج رہا ہے۔ لہٰذا وہیں تسلیم کر گیا کہ اس میں کائنات کے مالک کی مرضی ہے۔ اس لئے یہ دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ علم بھی عطا کرے اور عمل بھی۔ کوشش یہ کرو۔ ورنہ تو ہر بات کے جواب میں ایک بات ہے' ہر علم کے جواب میں ایک علم ہے' ہر انداز کے جواب میں ایک انداز ہے۔ ہم ان لوگوں سے بات کر رہے ہیں جن لوگوں نے زندگی میں اس بات کو جان لیا کہ کسی ایک انسان کے ساتھ وابستگی جو ہے یہ اصلاحِ باطن کے لئے ضروری ہے۔ وہ انسان ہمارے علاوہ یعنی کوئی اور ہونا چاہئے۔ وہ انسان آپ کا باپ ہونا چاہئے' آپ کا دادا ہونا چاہئے' آپ کا استاد ہونا چاہئے' کوئی پیر یا مرشد ہونا چاہئے۔ بہر حال آپ کا ایک ایسا استاد ہونا چاہئے جس کی بات اگر سمجھ نہ آئے تب بھی آپ مانو۔ پھر یہ بات سمجھ آئے گی ورنہ کچھ سمجھ نہیں آئے گا کہ راز کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کچھ صداقتیں ایسی ہیں جن کا ثبوت ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ مثلاً" یہ کہ یہاں سے شہر تین کلو میٹر ہے تو آپ نے کہا اچھا ماپیں گے۔ آپ نے ماپ کے Verify کر لیا کہ دیکھو یہ تو پونے تین کلو میٹر نکلا۔ مگر یہاں پر ایک ایسی صداقت ہے جو تسلیم نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ ہے۔ اس کی تصدیق آپ کیسے کرو گے۔ اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ تصدیق صرف صادق کی زبان ہے' بس پھر تصدیق کافی ہے اور بہت کافی ہے اس

صادق کا فرمایا ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا فرشتے ہیں اور جنات ہیں؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ مان لیں کہ یہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنت ہے' دوزخ ہے۔ اب یہ ساری باتیں آپ Verify نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے کہنے والے کی بات مان لی تو Verify کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ باتیں چونکہ اللہ نے کہی ہیں اور اس سے آپ کا رابطہ Direct نہیں ہے اس لئے آپ کسی انسان کی بات مان لیں تاکہ آپ Verification کی تکلیف سے بچ جاؤ۔

کبھی تو میری محبت کا تم یقین کر لو
کہیں نہ عمر گزر جائے آزمانے میں

کہیں آپ ساری عمر آزمانے میں نہ گزار دینا کہ پھر جب سمجھ آئی تو لطف ہی نہ رہا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ اس کو سمجھ لیا جائے اور مان لیا جائے۔ مرتو جانا ہی ہے' بہتر ہے کہ کسی کے کہنے میں آکر مرو۔ یا تو پھر بچ کے دکھاؤ۔ یہ زندگی ویسے ہی آپ کے کام نہیں آنی اور کچھ عرصے بعد ویسے ہی چھن جانی ہے۔ یا تو آپ خود چھوڑ کے جاؤ گے یا پھر یہ چھن جائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کسی کے نام ہی کر دو۔ یہ جو پیسہ آپ جمع کر رہے ہو اور جس کا آپ کو غرور ہے یہ آپ کی نالائق اولاد کے کام آئے گا اور کہیں نہ کہیں یہ استعمال ہو جائے گا۔ آپ نے صرف پیسے کی Consumption کرنی ہے' یعنی آپ نے پیسہ صرف Consume کرنا ہے اور اپنے آپ کو خرچ کرنا ہے اور آہستہ آہستہ خرچ کرتے کرتے ایک ایسا وقت آ جائے گا کہ آپ اس کے بعد نہیں رہیں گے' آپ دیکھو وہ لوگ کیا خوش نصیب تھے کہ ستر سال کا کفر ایک

کلمہ پڑھنے سے مومن ہو جاتا تھا' آج کل یہ بات سوچنے والی ہے کہ جو ساٹھ سال مومن رہا اور ایک بات سے کافر ہو کر مرگیا' اب اس کے اسلام کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے اللہ سے وہ بات مانگنی چاہئے جو آخر تک رہے اور انجام بخیر ہو۔

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سہیلیاں پانی بھرنے چلی ہیں مگر جو گھڑا بھر کے گھر تک پہنچے گی وہی کامیاب کہلائے گی۔ تو بات یہ ہے کہ علم وہ اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہو۔ اب آپ اور سوال کرو۔ پوچھو ——— ایسا سوال جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو ———

سوال :۔

بات تو سمجھ آتی ہے کہ نماز' ذکر یا والدین کی خدمت کرنا' یہ کرنے کے کام ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پھر سستی' کاہلی اور تذبذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

تذبذب اس لئے ہوتا ہے کہ اصل میں ہماری زندگی کثیر المقاصد ہو گئی ہے اور ہم Select نہیں کر سکتے کہ کیا کریں۔ اس لئے ہماری یہ محفل بار بار ہوتی ہے کہ سنتے جاؤ تاکہ عمل کی اصلاح ہوتی جائے اور اپنی Priorities کا پتہ ہونا چاہئے۔ مثلاً" Priority یہ ہے کہ اگر آپ کے والدین کا عمل تھوڑا سا کمزور بھی ہو تو آپکا ان سے رشتہ کمزور نہیں

ہونا چاہئے' بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے! والدین اگر اسلام میں کچھ کمزور سے لگتے ہیں تو کہیں اس وجہ سے انہیں گھر سے نکال نہ دینا۔ ان کی جو کمزوری ہے' یہی تمہاری قوت ہے۔ ان سے دعا لینا۔ جو چیز آپ کے پاس The Best ہے' مثلاً" علم' عمل' صحت' جوانی یا کوئی اور چیز' اس کو اللہ کی راہ میں لگا دو۔ جس چیز پہ آپ کو غرور ہے یا کم از کم فخر ہے وہ چیز آپ اللہ کی راہ میں لگا دو۔ جس نعمت پر آپ کو ناز ہے وہ نعمت اللہ کے راستے پر لگا دو۔ اگر گانے والا گلا ہے تو اللہ کی راہ پہ لگا دو۔ بس پھر آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ یعنی جس کے پاس جو چیز ہے' سب سے اچھی' The Best وہ اللہ کے نام پہ لگا دو' اس طرح آپ کی ساری زندگی The Best ہو جائے گی۔ زندگی وہی ہے جو اس کے نام لگ گئی۔ انسان کی مختصر سی کہانی ہے اور اتنی لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ ہوتے ہیں کہ اگر انہیں خدا مل جائے تو سوال کرتے ہیں کہ یہ چیز دے اور وہ بھی دے۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جن کو اگر خدا مل جائے تو کہتے ہیں حکم فرمائیں کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ بس آپ ان لوگوں میں سے بن جاؤ جنہیں اللہ مل جائے تو پوچھیں " فرمایئے میرے لئے کیا حکم ہے' کیا پیش خدمت کروں "۔ یہ نہ کہنا کہ تو میرے دو چار کام کر دے۔ بس یہ ہونا چاہئے کہ اگر اللہ کریم آپ کو مل جائے تو آپ ہی کچھ نہ کچھ پیش کرو۔ اسے اپنے کام پہ نہ لگا دیا کرو۔ آپ ایک نماز پڑھتے ہیں اور پرچی جیب سے نکال لیتے ہیں جس پر بہت سے کام لکھے ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں کو اب چھوڑ دو۔ اللہ کے حضور لسٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ کے حضور تو یہ ہونا چاہئے کہ

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

بس آپ سب چھوڑ دو' پھر آپ سے جلوے کے ساتھ بات ہو گی۔ وگرنہ وہ چیز جو کافروں کے پاس کفر کی موجودگی میں ہے اس کو آپ دعا سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ آپ کہتے ہیں یا اللہ تو ہماری دعا منظور کر کہ ہمیں ہمارے ایمان کی Investment کے ذریعے وہ چیز دے جو بے ایمانوں کے پاس عام ہے۔ تو یہ کیا مانگا آپ نے! آپ ایمان رکھنے کے باوجود وہ چیز مانگ رہے ہیں جو ان کافروں کے پاس ایمان کے بغیر ہے۔ تو آپ کو ایمان کی سمجھ کیا آئی ہے کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ ایمان تو وہ چیز ہے جو کافروں کے پاس نہیں ہے اور جو ان کافروں کے پاس نہیں ہے' وہ آپ دعا سے حاصل کرنا چاہتے ہیں' تو یہ بے ایمانی ہے۔ اس لئے آپ اس چیز کے بغیر گزارہ کر لو۔ اب آپ کہیں گے کہ آپ ہمیں پسماندہ کر رہے ہیں اور ترقی سے ہٹا رہے ہیں۔ بس یہی چیز آپ کو سمجھ نہیں آ رہی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز ان کے پاس ہے اس میں ایمان کا دخل نہیں ہے۔ آپ بھی وہ چیز حاصل کر کے دیکھ لو مثلاً" سائنسی ترقی کرنی ہے تو کر لو' ڈاکٹری کرنی ہے تو کر لو۔ اس میں ایمان کا کیا ذکر ہے۔ وہ چیز جو انسان ہونے کی حیثیت سے کافروں کے پاس بھی ہے' اس پر فخر نہ کرو۔ اب جہاں آپ کی Special بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک چیز ہے جو کافروں کے پاس نہیں ہے اور وہ ہے ایمان۔ اب آپ اپنے ایمان کو محفوظ کر لو۔ ایمان کی Investment کر کے وہ چیز نہیں مانگنی جو ان کے

پاس ہے۔ اب آپ اپنی دعاؤں کا جائزہ لو مثلاً" آپ دعا کے ذریعے پیسہ مانگتے ہیں تو پیسہ ایمان کے بغیر والوں کو بھی مل جاتا ہے۔ ایک آدمی کو ساری کائنات میں کسی ایک سے محبت ہو جائے تو وہ کیا مانگے گا؟ اپنا محبوب! وہ شخص پیسہ نہیں مانگے گا۔ اس لئے اگر آپ کو اپنے ایمان سے محبت ہو جائے تو آپ اپنا ایمان سلامت لے جائیں گے۔ باقی کوئی چیز بچتی نہیں ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اپنے آپ پر مہربانی کرو اور اللہ کے راستے کے مسافر بن جاؤ۔ اس طرح تذبذب اور کاہلی ختم ہو جائے گی۔

سوال :۔

کیا سیاست میں حصہ لینا چاہئے؟ سیاسی جماعتوں کے بارے میں تو ہم سب کچھ جانتے ہیں' پھر ووٹ کس کو دیں؟

جواب :۔

آپ کو یہ ضرور سوچنا چاہئے کہ اگر الیکشن ہونے ہوں تو آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ کیا آپ خود الیکشن لڑنا چاہتے ہیں' یا لڑانا چاہتے ہیں' یا لڑتا دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ اچھی جماعت کے بارے میں اگر پوچھتے ہیں تو پہلے ناپسندیدہ جماعت کا نام بتائیں۔ اس کے برعکس آپ کی پسندیدہ جماعت ہو گی۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ سیاست کی ناکامی یہ ہے کہ سیاست ووٹ پر چل رہی ہے۔ اگر ووٹر جھوٹے ہوں اور آپ کی ضرورت بھی ووٹر ہوں تو پھر آپ سچے نہیں رہ سکتے کیونکہ آپ کو جھوٹے ووٹ بھی درکار ہیں۔ کاش کوئی جماعت ایسی آ جائے جو یہ کہے

کہ وہ شخص مجھے ووٹ نہ دے جو جھوٹ بولنے والا ہو۔ ایسی کوئی جماعت ابھی تک نہیں آئی۔ ایسا شخص خالی ہاتھ گیا تو سمجھو کہ وہ کامیاب آدمی ہو گا۔ جھوٹی دنیا میں ووٹ مانگنے والا سچا آدمی ناکام ہو جائے گا۔ اس لئے اگر آپ نے کامیاب ہونا ہے تو کسی جھوٹی جماعت میں شامل ہونا پڑے گا۔ سچا آدمی ابھی کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ابھی ۵۱ فی صد لوگ جھوٹے ہیں' بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ یا پھر آپ یہ کرو کہ اس آدمی کی جماعت میں شامل ہو جاؤ جس کی عاقبت آپ کو اچھی لگے۔ پھر جو اس کا نصیب ہو گا وہ آپ کا نصیب ہو گا اور جو اس کی عاقبت ہوگی وہ آپ کی عاقبت ہو گی۔ لیکن آپ آدمی کو پہچانتے ہیں کہ بہت برا بندہ ہے اور آپ کو یقین بھی ہوتا ہے کہ ضرور جیت جائے گا تو ایسے شخص کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ برے آدمی کو ووٹ دینے والا بھی برائی میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ فرمان ہے کہ من استحسن قبیح فقد عمله : جس نے برے عمل کی تعریف کی اس نے وہ عمل کیا۔ لہٰذا آپ اچھے آدمی کے ساتھ رہو' اچھے آدمی کی عاقبت کے ساتھ رہو' کامیابی اور ناکامی سے نکل کے سیاست کرو۔ پھر میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ یہ کامیابی اور ناکامی کی بات نہیں ہے بلکہ سچ اور جھوٹ کی بات ہے۔ جھوٹ کی سیاست میں جھوٹ کی مدد کرنے والا کہیں نہ کہیں Grip میں آ جائے گا۔ پھر نہ کہنا کہ میں نے بتایا نہیں تھا اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ جھوٹ کی مدد کرنے والا کہتا ہے " بندہ تو شرارتی لگ رہا ہے پر میرا خیال ہے کہ جیت جائے گا اور وہ بندہ نیک آدمی تو ہے لیکن اس نے ہار جانا ہے' اس لئے مجھے اس سے کیا"۔ اس لئے آپ لوگ اس کا ساتھ دو جو آپ کے

ایمان کو فروغ دے۔ آپ نیکی کا ساتھ دو' نیک آدمی کا ساتھ دو اور اس آدمی کا ساتھ دو جس کے ساتھ موت کے بعد دو چار قدم ساتھ چل سکو۔ یہ آپ کے لئے مہربانی کی بات ہو گی ------

سوال :۔

سیاست کی بات تو سمجھ آ گئی لیکن یہ جو اتنے فرقے موجود ہیں تو ایک عام مسلمان کیا کرے؟

جواب :۔

جس دن یہ آیت اتری تھی الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج کے دن دین مکمل ہو گیا تو تکمیل کے بعد دین میں جو کچھ شامل ہوا وہ اتنا ضروری نہیں تھا' وہ Illustration ہے یعنی وضاحت ہے اور اس میں Amendment نہیں ہے' بعد میں جو کچھ شامل ہوا وہ وقت کی ضرورت تھی' اور اس وقت کے فساد سے بچانے کا ایک طریقہ تھا' جتنے بھی فقہ والے تھے وہ سارے کے سارے مخلصین ہیں۔ انہوں نے مخلص ہو کر آپ لوگوں کو راستہ بتایا کہ یہ بات یوں کر لو۔ اب آپ اس پر بحث نہ کرو اور صرف اپنا فقہ دریافت کر لو۔ فقہ ایسا ہونا چاہئے کہ مسلمان ایک قوم' ایک گروہ ہوں' چشتی' قادری' نقشبندی' اہلِ حدیث' اہلِ قرآن' دیو بندی' بریلوی' سارے کے سارے ایک ہوں۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ سارے ایک کلمے کی بنیاد پر اکٹھے ہوں۔ تو سب کلمے پر اکٹھے ہو جاو۔ جس وقت آپ نے پاکستان بنایا اس وقت سب اکٹھے ہو گئے تھے کیونکہ پاکستان بنانا تھا۔ اس وقت ہم نے نہ کسی شیعہ کا

پوچھا اور نہ کسی سنی کا پوچھا۔ اب بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم کون سا فقہ جانتے ہو۔ قائداعظم کے پیچھے وطن چھوڑ کر آ گئے' گھر چھوڑ کر آ گئے' بچے چھوڑ کے آ گئے' کٹ کے آ گئے' بٹ کے آ گئے اور پھٹ کے آ گئے اور پھر ملک بن گیا۔ لہٰذا اس کا فقہ وہی ہے جو کہ مسلمانوں کو کسی متفقہ لائحہ عمل پر اکٹھا کر دے۔ ہندو بھی ہمارے فقہ کا حصہ ہے۔ ؎ کیسے؟ خدا نخواستہ ؎ ہم پر حملہ کر دے تو ہم سارے کے سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اتحاد میں آ جاتے ہیں۔ ؎ بارڈر کے اوپر ذرا بھی شرارت کرے تو آپ کے اندر ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور سب مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں سب لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایسی لہر آئی تھی کہ سب پورے وطن پرست ہو گئے تھے۔ اس کے بعد پھر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ دعا یہی کرو کہ آپ لوگوں کو دین کا ؎ حصہ سمجھ آ جائے جس کے مطابق آپ لوگوں کو اپنے سے زیادہ اپنے بھائی کا حق سمجھ آ جائے۔ یہ علم کی نہیں عمل کی بات ہے۔ اپنے بھائی کا حصّہ اسے دے دو اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنا حصّہ بھی اسے دے دو۔ یہ مشکل لگتا ہے؟ پہلے آپ اس کا حصّہ اسے فوراً" دے دو اور پھر اپنا حصّہ بھی دے دو۔ پھر آپ دیکھنا کہ یہی عمل ؎ آپ کے ساتھ کرے گا۔ پھر آپ دیکھنا کہ اس طرح کرتے کرتے مسلمان' مسلمان ہو جائیں گے۔

سوال:۔

جب فقہ نہیں تھا تو اس وقت دین کیا تھا؟

جواب :۔

اس وقت دین مکمل تھا۔ دین نے انسان ڈھالے۔ ڈھلے ہوئے انسانوں نے فقہ نکالا۔ وہ مخلص لوگ تھے۔ انہوں نے دین سے پوری روشنی لی۔ اب آپ لوگ تقلید پرست ہیں اور وہ عمل پرست تھے۔ انہیں فقہا نے عمل دیا کہ یہ عمل کرلو' یہ ایسا ہونا چاہیے اور وہ ایسا ہونا چاہئے اور انہوں نے قوم کو عمل کر کے دکھا دیا۔ اب آپ لوگ کیا کرتے ہو کہ ایک آدمی قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے اسلام نے یہ کہا اور اللہ تعالی نے یہ فرمایا۔ ایک نے سن لیا' وہ آگے بتا دیتا ہے' خبر چلتی جاتی ہے اور آدمی جدا ہوتے جاتے ہیں۔ آج کا مسلمان نہ خود ایک ہوتا ہے اور نہ دوسرں کو ایک ہونے دیتا ہے۔ وہ صرف باتیں سناتا ہے اور عمل نہیں کرتا۔ اس لیے' عمل پر زور دو۔ لیکن آج کا مسلمان عمل کرنے کی بجائے گلہ کرتا جا رہا ہے کہ یہ زندگی بڑا عذاب ہے اور بڑی بے چینی ہے' اس طرح تو مسلمان برباد ہو جائیں گے۔ اس طرح وہ اللہ کا گلہ کرتا جا رہا ہے' زندگی کا گلہ کرتا جا رہا ہے' بلکہ ہر شے کا گلہ کرتا جا رہا ہے۔ کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد پرانے لوگ تھے' پتہ نہیں کیا کرتے رہتے تھے اصل میں زندگی تو یہ ہے' دیکھو روس کتنی ترقی کر گیا ہے' امریکہ کتنی ترقی کر گیا ہے اور اسلام پسماندہ سا ہے۔ یہ ہے تضاد اور منافقت۔ میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ عین ممکن ہے کہ کافر بھی بخشا جائے' عین ممکن ہے مسلمان بھی بخشا جائے لیکن منافق نہیں بخشا جائے گا۔ منافق کی تعریف یہی ہے کہ جو اگر سچا کلمہ پڑھے تب بھی جھوٹا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے نبیؐ آپ کے پاس منافق آتے ہیں " اذا جاءک المنافقون

قالوا نشهد انک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ۔ واللّٰہ یشهد ان المنافقین لکذبون کہ جب آپ ﷺ کے پاس منافق آتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ میں تو جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں لیکن میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافق جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ سچ کہنے والا منافق بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہوتا ہے۔ اگر منافق یہ کہے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تب بھی جھوٹ کہہ رہا ہے حالانکہ آپؐ سچے رسول ہیں۔ تو اس طرح آدھے سے زیادہ لوگ منافق ہیں۔ اب تبلیغ کیا اور تصوّف کیا۔ پیسہ حرام' رزق حرام' کھانا حرام' پینا حرام' کتاب حرام' اس طرح آدھے سے زیادہ حرام چیزیں ہیں۔ اب عذاب کا وقت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ پر بڑا مہربان ہے' فکر کی کوئی بات نہیں' دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے پار کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ان پر عذاب نہیں لا سکتا جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں۔ تو عین ممکن ہے کہ حضور پاک ﷺ کے نام سے ہماری بخشش ہو جائے وگرنہ تو مسلمانوں کے اعمال ایسے نہیں ہیں جو کہ خانہ کعبہ سے غلاف چرا کے لے آتے ہیں اور بڑا بڑا کچھ کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان پر عذاب ڈالا جائے جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں اور اللہ نے یہ فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ وسیع ہے۔ اللہ کا غضب یہ ہو گا کہ وہ آپ سے انصاف کرے۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ ہمارے ساتھ انصاف نہ کرنا بلکہ مہربانی کرنا' یا اللہ ہم تیرے بندے ہیں' ہمیں ڈرایا نہ کرو! دراصل آپ کو اللہ نے نہیں ڈرایا بلکہ مولوی صاحب نے

ڈرایا ہے۔ جو شخص آپ کو یہ کہتا ہے کہ تم دوزخ میں جاؤ گے تو وہ خود ہی جائے گا۔ کیا پتہ کون کہاں جائے گا۔ کسی کو کوئی پکا پتہ نہیں کہ کون کہاں جائے گا۔ جس شخص کے پاس جنت میں جانے کی خبر آگئی ہو وہ بتا سکتا ہے کہ تمہارے دوزخ جانے کی خبر آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابھی کسی کو خبر نہیں آئی۔ لہٰذا وہ اپنی جنت میں جائے اور ہماری جنت کو ہمارے لئے چھوڑ دے' ہم خود ہی چلے جائیں گے۔ جو شخص کسی دوسرے شخص کو یہ کہہ دے کہ تم دوزخ میں جاؤ گے تو اس کی اپنی بخشش مشکل ہے۔ امت کے اندر وہ امتی جو کسی اور امتی کو حضور پاک ﷺ کے حکم کے بغیر یہ کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اس نے حضور پاک ﷺ کے حکم کی اطاعت نہیں کی۔ لہٰذا آپ کسی دوسرے کو دوزخ کی خبر نہ سنانا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو جنت میں بھیج دے' میری خیر ہے تو اس کا بھائی بھی جنت میں جائے گا اور وہ بھی جائے گا۔ آج کا مسلمان اتنی بڑی جنت تقسیم کرتا ہے لیکن پیسہ تقسیم نہیں کرتا۔ کہتا ہے اس کو میں جنت دوں گا لیکن ابھی یہاں اسے پیسہ نہیں دیتا۔ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ وہ شخص جو جنت تقسیم کر رہا ہے اور مال تقسیم نہیں کرتا وہ بے چارہ ان پڑھ آدمی ہے۔ لمبی بات نہ کرو' حضور اکرم ﷺ کی زندگی دیکھو۔ سب سے زیادہ علم' سب سے زیادہ فضل اور باقی سب کچھ ادھر ہی ہے' لیکن آپ ﷺ نے اپنی زندگی عام آدمی کے برابر رکھی۔ یہ اصل بات ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ ﷺ کے ہاں فاقہ نہیں تھا جب کہ دوسرے کے ہاں فاقہ تھا۔ یہ ہے خوبی۔ آپ کے پاس سب

سے بڑا علم ہو اور اپنی زندگی سب سے کمزور آدمی کے برابر رکھو تو یہ ہے بادشاہی اور یہاں کا بادشاہ کیا اور رعایا کیا' ہر طرف جھوٹ کا بیان ہے۔ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمایا ہے ..... میں سیرت پر جلسہ پڑھوں گا "۔' " آپ پھر کیا لو گے "؟ " ساڑھے تین ہزار روپے لوں گا "۔ " اتنے پیسے نہیں ہیں جناب "" " پھر میرا بیٹا لے جاؤ "۔ اتنے بڑے علم والا ساڑھے تین سے کم بات ہی نہیں کرتا۔ ایسے ایسے واقعات ہیں کہ کیا بتایا جائے۔ توکل کا بیان' توبہ کا بیان' تقوی اور طہارت کا بیان اور ساتھ پیسے کا بیان' رو رو کے بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا' سبحان اللہ ! سبحان اللہ! اور پھر اپنی بیٹی کو ہزاروں لاکھوں کا جہیز دیتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے لباس پر پیوند لگا ہوتا تھا' کوئی ایسا صاحب علم دکھا دو جو اپنے لباس میں پیوند لگا لے' ایک بیٹی تو ایسی ہو جو قربان ہونے کے لئے تیار ہو جائے اور اتنا جہیز لے کے جائے جتنا آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ آپ صرف علم بیان کرتے جائیں گے لیکن کوئی عمل تو بتاؤ۔ حضور اکرم ﷺ نے آج تک کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ اور آپ ﷺ بڑے رحیم اور بڑے شفیق تھے۔ لیکن آج کا مسلمان کسی کی چھوٹی غلطی بھی معاف نہیں کرتا۔ یہ ہے تضاد جو آپ کے اندر آیا پڑا ہے۔ اس لئے اس سے پہلے کہ پکڑ آ جائے' آپ مل جل کے توبہ کر لو۔ افغانستان میں پکڑ آئی ہے' ایران کے ساتھ پکڑ ہو گئی ہے' ہندوستان کا مسلمان پسا پڑا ہے اور اس کی پکڑ ہو گئی ہے' بنگلہ دیش کا مسلمان پسا پڑا ہے اور پکڑ ہو گئی ۔ مسلمان ہر جگہ

پریشان ہے اور پکڑ ہوئی پڑی ہے۔ اب آپ کی باری ہے' تھوڑا سا اشارہ کراچی میں ہوا پڑا ہے۔ آپ ایسے بیٹھے ہیں جیسے کچھ نہیں ہونا۔ اس سے پہلے کہ کچھ ہو توبہ کا دروزاہ موجود ہے اور آپ توبہ کرلو۔ یا تو حضور پاک ﷺ کی زندگی کے تابع ہو جاؤ یا پھر سزا کا موقع ہے۔ میرا خیال ہے تابع رہنا بہتر ہے۔ آپ صرف بیان کرتے رہتے ہو کہ آپؐ نے یہ فرمایا اور دوسرے کو سنا دیتے ہو مگر ذاتی طور پر تابع فرمان نہیں ہوتے۔ اس لئے کوشش کرو' اور اپنے آپ پر مہربانی کرو۔ آپ کے ملک میں بنیادی جمہورتیوں کا زمانہ آیا' جمہوریت کا اعلان ہوا' مگر نافذ نہیں ہوئی' سوشلزم کا اعلان تھا مگر نہیں آیا' اسلام کا اعلان تھا مگر وہ بھی نہیں آیا۔ کل کو آپ اور اعلان لے کے آؤ گے مگر وہ بھی ایسے ہی ہو گا۔ خدا رحم کرے۔ آپ کی قوم ایسی ہے کہ آج زندہ باد کہہ دے تو پھر گھر آ کے پروگرام بناتے ہیں کہ اب مردہ باد کب کہنا ہے۔ اس لئے دعا کرو کہ سب مسلمانوں کی عاقبت درست ہو اور آپ کی عاقبت درست ہو۔ لمبا چوڑا علم درکار نہیں۔ اللہ آپ کو اتنا علم دے کہ یہ چھوٹا سا سفر کٹ جائے۔ کشتی آپ کو دریا کے پار لے کے جانی ہے' اتنا سارا پروگرام چاہئے۔ باقی فضول ہے' آگے جا کے آپ نے سب کچھ پھینک دینا ہے۔ کچھ عرصہ بعدؐ آپ خوراک بھی نہیں کھا سکو گے اور آپ کی نگاہ بھی کمزور ہو جائے گی اور باقی سب واقعات بھی کمزور ہو جائیں گے۔ دعا کرو کہ اللہ فضل کرے اور مسلمانوں کو اتحاد نصیب ہو۔

سوال :۔

کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حساب تو ابھی ہونا باقی ہے تو یہ سزا جزا اسے کس بات کی دی جاتی ہے؟

جواب :۔

اگر فیصلہ یہاں سے نہ ہوتا تو اس دَور کے سفر پر کوئی نہ چلتا۔ کسی کو خبر ہی نہ ہوتی کہ آگے کیا ہونا ہے اور سب یہی کہتے کہ :۔

جب حشر کا دن آئے گا
اس وقت دیکھا جائے گا

تو پھر یہ اتنے ہنگامے نہ ہوتے اور اتنا عمل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی دیکھو کہ اس سارے سفر کے دوران جس کا فیصلہ آگے ہونا ہے اس کے کچھ نہ کچھ فیصلے پہلے Announce کر دئے جاتے ہیں۔ یہاں سے آ کر پھر نیا واقعہ شروع ہوتا ہے مثلاً" شہید یہاں ہوتا ہے اور آگے کا انتظار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا گیا حالانکہ ابھی حساب کتاب ہونا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی جنت میں چلے گئے اور عشرہ مبشرہ جن کو پہلے بشارت مل گئی وہ سب جنت میں چلے گئے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق صحابہ کرامؓ سب مجموعی طور پر جنت میں جائیں گے اولیاء کرام بھی سب جنت میں جائیں۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کے بارے میں آپ سے پوچھا جائے کہ کیا وہ جنت میں جائیں گے تو آپ کہیں گے لازمی بات ہے۔ ان سب کا فیصلہ تو آگے ہونا تھا مگر یہاں ان کے بارے

میں کیا خیال ہے تو آپ کہیں گے کہ یہ جنت میں جائیں گے۔ جس خیال سے اور جس وثوق سے آپ یہ کہتے ہو کہ یہ سب جنت میں جائیں گے تو وہی میٹر لگا کے آپ اپنے بارے میں دیکھو کہ آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر آپ کے خیال میں اندیشہ ہے تو اس کی اصلاح کر لو۔ لہٰذا بخشش یہاں سے ہوتی ہے۔ یہیں سے دوزخ اور جنت کا پتہ چل جائے گا۔ یہ راز ہمیں یہیں سے بتایا جا رہا ہے تاکہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں پر فضل کرے اور انہیں فرقوں کی بجائے ایک ہونے کی توفیق عطا فرمائے!

○



۱ اگر ہم خلوص کا اظہار نہ کریں تو خلوص خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے' اس لئے ہم کیا کریں۔ اور ہمیں زندگی میں اللہ کے حوالے سے کیا کرنا چاہئے؟

۲ ہمیں زندگی میں اصل میں کون سے مقاصد حاصل کرنے چاہییں؟

۳ آپ نے فرمایا ہے کہ بھائی کو دو' تو مسکین اور یتیم کی بھی تو مدد کرنی چاہئے۔

سوال :۔

اگر خلوص کا اظہار نہ بھی کریں تو خلوص تو خود بخود ہی ظاہر ہو جاتا ہے' اس لئے ہم کیا کریں۔ یہ بھی فرمائیں کہ ہمیں زندگی میں اللہ کے حوالے سے کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

اگر خلوص زندگی میں داخل ہو جائے تو زندگی خود ہی ظاہر ہو جائے گی' صرف خلوص ظاہر نہیں ہو گا۔ مخلص بندہ کبھی ظاہر نہیں کرتا کہ میں مخلص ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنے خلوص میں باقی سب سے نمایاں ہو گیا تو Meaning Thereby باقی لوگ کم خلوص میں ہوں گے۔ ایک آدمی کسی کو دیکھ کے رونے لگ جاتا ہے اور اس پہ رِقّت طاری ہو جاتی ہے تو ثابت یہ ہوا کہ اسے محبت زیادہ ہے اور باقیوں کو اس طرح محبت نہیں ہے۔ اگر کسی کلاس ' جماعت یا گروہ میں ایک شخص کا Behaviour ایسا ہے کہ وہ اسے باقیوں سے استثناء میں لے آئے تو وہ اچھا نہیں ہے۔ یہاں سے پوری قوم برباد ہوئی ہے۔ مثلاً" آپ سارے

بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک آدمی اٹھ کھڑا ہو اور زور سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے لگ جائے اور یہ کہے کہ یہاں سے حضور پاک ﷺ کی سواری گزر گئی ہے' چاہے وہ سچ ہو لیکن جن کو نظر نہیں آیا انہیں کیا جتا رہے ہو کہ کیا گزر گیا' ان کو تو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم اندھے ہو کہ تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ تو نہ دیکھنے والے اپنے اسلام پہ شک کریں گے۔ اصلی بات یہ ہے کہ اس طرح کی Superiority ظاہر نہ کرو اور دوسروں کو شک اور اندیشے میں نہ ڈالو۔ کچھ لوگ مسجد میں داخل ہوتے وقت رونی شکل بنا لیتے ہیں اور نماز پڑھتے پڑھتے رقت طاری کر لیتے ہیں' یہ اکثر نقلی ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے ساتھ آپ کی محبت ہے تو ساری زندگی اللہ کی ہے۔ نقلی آدمی کا Behaviour جو ہے وہ Segments اور Fragments میں ہو گا مثلاً" مسجد میں وہ خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرے گا اور جب وی سی آر کی باری آئے گی تو وہ اس وقت اور ہو گا حالانکہ وہ وقت ہے اللہ کو یاد کرنے کا۔ وہ آدمی جس کی زندگی کا ہر شعبہ اللہ کے لئے ہے وہ تو حق پر ہے اور جن لوگوں کی زندگیوں میں اس کے علاوہ شعبے ہیں اور مختلف Behaviours ہیں' ان کی بات نہیں بنتی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ Behaviour جو ہے یہ Contradiction میں آتا ہے اور ایسے آدمی کی شکل نظر آ جاتی ہے۔ ہمارے پاس کئی کئی سال سے کچھ لوگ آ رہے ہیں اور انہوں نے لوگوں کو معاف نہیں کیا حالانکہ میری Basic تعلیم یہ ہے کہ ہر ایک کو معاف کر دو۔ پھر بھی وہ لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ معافی نہ دینا ناسور ہے۔ اللہ نے حضرت یوسفؑ کی کہانی بیان کی ہے ناں۔ اس کہانی میں

سے میں نے آپ کے لئے بڑے نتیجے نکالے تھے۔ اللہ نے آپ کو سمجھانے کے لئے ہر بات سے ایک بات نکالنی ہے کیونکہ وہ اللہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا واذ قال یوسف لابیہ یابت انی رایت احد عشر کوکبا وشمس والقمر رایتھم لی سٰجدین یعنی یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا جان میں نے دیکھا خواب میں کہ گیارہ ستارے' سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں ---- باپ نے کہا مت بتانا اپنے بھائیوں کو کیونکہ کہیں ایسا ویسا نہ ہو جائے۔ بھائیوں نے محسوس کیا کہ باپ ہمیں نظر انداز کرنے لگ گیا ہے اس لئے یوسفؑ سے نجات پاؤ۔ اپنے ساتھ لے گئے اور کنوئیں میں گرا دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے جب کہ تم اس سے غافل رہو۔ انہوں نے کہا جب تک ہم ہیں بھیڑیے کی کیا مجال ----- ایک بھائی نے کہا اسے قتل کر دو' دوسرے نے کہا آخر بھائی ہے' اتنا تو خیال رکھو' قتل نہ کرو بلکہ اس کو کسی بند کنوئیں میں ڈال دو' آگے اس کی قسمت اور اس کا مقدر۔ آخر انہیں کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور بھائی گھر آ گئے اور قمیض پر دم کذب یعنی جھوٹا خون لگا کر باپ سے کہا کہ آپ کا اندیشہ پورا ہو گیا' یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں کچھ نہیں کہا' حالانکہ انہوں نے کہا تھا کہ میں یوسفؑ تمہاری امان میں دیتا ہوں' اس کا دھیان کرنا۔ اگر کوئی سیانا آدمی ہوتا جیسا کہ آج کا Modern man ہے تو وہ کنوئیں میں فیصلہ کر لیتا کہ جب کبھی موقع ملا میں ایک بھائی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت یوسفؑ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کیونکہ وہ پیغمبر ہیں اور

انہیں کنوئیں میں ایک آواز آئی کہ مبارک ہو' پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا ---- اس کے بعد قافلے والوں نے آپ کو کنوئیں سے نکالا' باہر نکل کے بچہ رونے لگ گیا' پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو تو یوسفؑ نے کہا کہ بھائی یاد آ رہے ہیں۔ انہوں نے بھائیوں کے عمل کو یاد نہیں رکھا بلکہ بھائیوں کو یاد رکھا ------ تو یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اللہ کی بات سن کر آپ کے عقیدے میں کتنی پختگی آئی ہے اور عمل میں کیا Change آئی ہے پھر یوسف کو مصر لے گئے۔ وہاں غلام کے طور پر Oper: Market میں ان کا ریٹ لگا ---- بعض اوقات بلند آدمی ان پستیوں سے بھی گزر جاتے ہیں' اس سے کردار میں فرق نہیں پڑتا۔ اس سے نصیب کو فرق نہیں پڑتا اور یوسفؑ تو پیغمبر بھی ہیں اور پیغمبر زادے بھی ہیں۔ جب ان کا ریٹ لگ رہا تھا تو وہاں ایک بڑھیا اپنا سوت لے کے آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا یوسفؑ کو اس سوت سے خریدو گی تو اس کا جواب تھا کہ :

یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر

اور میری کل کائنات یہی ہے اور اس سے میں یوسف علیہ السلام کو خریدنا چاہتی ہوں۔

اگر یوسف ہوریں مینوں نہ دیسن
خریداراں وچوں میکوں گنڑیسن

یعنی اگر یوسفؑ مجھے نہ دیں گے تو کم از کم خریداروں میں میرا نام تو آ جائے گا۔ اس کے بعد جب وہ عزیزِ مصر کے گھر پہنچے تو اور واقعہ شروع ہو گیا۔ ایک عورت میں والہانہ پن پیدا ہو گیا کیونکہ اس کے لئے یہ مقدر شدہ تھا۔ جب یوسفؑ جوان ہوئے تو اس نے انہیں ورغلایا اور دعوت

گناہ دی یوسفؑ نے کہا قال معاذاللہ یعنی مجھے خدا کا خوف ہے اور بھاگنا شروع کر دیا تو بند دروازے کھلتے گئے' اس عورت نے پیچھے سے قمیض پکڑی تو وہ پھٹ گئی۔ آگے دروازے پر عزیزِ مصر موجود تھا۔ اب اس عورت نے مکر کیا اور کہا کہ یہ ہے آپ کا غلام جس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ معصوم بچے نے دلیل دی کہ اگر قمیض آگے سے پھٹی ہو تو میں قصور وار ہوں اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے تو میرا قصور نہیں ہے ---- ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ زلیخا نے مصر کی عورتوں کو دکھایا کہ یوسفؑ کا جمال کیا ہے۔ یوسفؑ کو دیکھتے ہی پھل کاٹنے والی عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں کیونکہ وہ اس جمال میں محو اور بے خود ہو گئی تھیں ---- پھر وہ جیل میں چلے گئے اور وہاں انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم ملا۔ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ وہ بادشاہ کو انگور کا رس پلا رہا ہے' یوسفؑ نے کہا کہ تو وزیر بحال ہو جائے گا۔ دوسرے آدمی نے کہا میرے سر پر روٹیاں ہیں اور کوے کھا رہے ہیں تو آپ نے کہا کہ تیرا وقت ختم ہو گیا ہے اور تو پھانسی لگ جائے گا ---- تو وزیر بحال ہو گیا اور دوسرا آدمی پھانسی چڑھ گیا۔ کچھ عرصہ بعد عزیز مصر کو خواب آیا کہ سات کمزور گائیں سات موٹی گائیں کھا گئیں اور گندم کے کمزور خوشے موٹے خوشوں کو کھا گئے۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ سارے علاقے میں کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا نہیں تھا۔ اس وزیر نے کہا بادشاہ سلامت تعبیر بتانے والا ایک شخص ہے جو جیل میں ہے' اور اس نے مجھے پیغام دیا تھا کہ کبھی میری ضرورت پڑے تو بادشاہ سلامت سے کہنا کہ "کیا ہوا ان کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے" تب تک بادشاہ پہچان گیا تھا کہ یہ اس عورت کا مکر ہے۔ تو یوسفؑ

آئے اور تعبیر میں بتایا کہ تمہارے ملک میں سات سال گندم ہو گی اور اگلے سات سال قحط ہو گا' اس گندم کو سٹور کر لو تو قحط میں کام آئے گی۔ تو بادشاہ نے آپ کو وزیر مال بنا دیا ---- تو غلام اب مالک بن گیا۔ اللہ کی شان دیکھتے جاؤ۔ لوگ دور دراز سے آتے اور قحط کے دوران گندم لے جاتے۔ یوسفؑ کے بھائی بھی اس بادشاہت کے علاقے میں آتے تھے۔ کنعان میں بھی قحط آ گیا اور آپ کے سارے بھائی گندم لینے آئے۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں کہا کہ شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا' کہیں سب کو ساتھ دیکھ کر اور تمہارا دبدبہ دیکھ کر کچھ ہو نہ جائے۔ اب یہ ٹائم تھا انتقام لینے کا اور یوسفؑ انہیں پہچان گئے' پوچھا کتنے بھائی ہو' انہوں نے کہا سات۔ آپ نے پھر پوچھا کوئی اور بھی تھا۔ انہوں نے کہا ایک اور بھائی تھا لیکن وہ مر گیا۔ یوسفؑ کا ایک چھوٹا بھائی بن یامین بھی تھا' آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو بولے وہ گھر میں ہے۔ انہوں نے کہا اس مرتبہ تو گندم لے جاؤ مگر جب دوبارہ آؤ تو اس بھائی کو بھی ساتھ لے آنا ورنہ گندم نہیں ملے گی۔ جب وہ دوبارہ آئے تو بن یامین کو ساتھ لے آئے اور یوسفؑ ان سے علیحدگی میں ملے اور بتایا کہ میں وہی یوسف ہوں۔ بن یامین نے کہا کہ ان سے انتقام کیوں نہیں لیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھائی ہیں' ان کی Service یعنی خدمت کرتا ہوں' ان کا احساس بیدار کرا دوں گا اور ان کو سزا نہیں دوں گا۔ لا تثریب علیکم الیوم یعنی آج کے دن تمہاری کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ ان کی پالیسی تھی۔ پھر بن یامین کے سامان میں برتن ڈال دیا اور چوری کے الزام میں اسے گرفتار کرا لیا گیا اور یوں اسے یوسفؑ نے اپنے پاس روک لیا۔

باقی بھائیوں سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کو میری یہ قمیض دے دینا۔ وہ باپ جو یوسفؑ کی جدائی میں روتے روتے بینائی گم کر بیٹھے تھے' جب قمیض شہر میں داخل ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔ اسے آپ قمیض کا اعجاز سمجھو یا بھیجنے والے کا اعجاز سمجھو' قمیض کی خوشبو آتے ہی بینائی بحال ہو گئی۔ بیٹوں نے بتایا کہ چوری کے الزام میں انہوں نے ایک بھائی کو پاس رکھ لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے اللہ کے سپرد کیا ہے' وہ پہلے بیٹے کو بھی لے آئے گا ---- اور پھر سارے مصر گئے اور وہ خواب پورا ہو گیا کہ ماں' باپ اور سارے بھائی بادشاہ کے سامنے تعظیم کے ساتھ جھک گئے اور پھر اللہ کی طرف سے اطلاع آئی کہ یہ تھی آپ کے خواب کی تعبیر۔ کسی جگہ بھی یوسفؑ نے بھائیوں سے انتقام نہیں لیا۔

میں آپ کو بتا رہا تھا کہ میرے ہاں محفل میں آنے کا آپ کو کیا فائدہ ہونا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ کا عقیدہ پختہ ہونا چاہئے کہ ہم مریں گے اسلام پر' چاہے ہمیں اسلام کی سمجھ نہ آئے اور یہ کہ زندگی بھی اسلام کے ماتحت ہو' اچھی ہو جائے اور اس میں انتقام نہ ہو۔ یوسفؑ کے بھائی اور ہیں' یوسفؑ اور طرح کے ہیں' ان کا عمل بھی دیکھو اور یوسفؑ کا Behaviour بھی دیکھو۔ آپ درمیان میں کھڑے ہو کر یہ دیکھو کہ آپ نے کون سا Behaviour چننا ہے۔ اگر یوسفؑ کے بھائیوں والا سلوک چننا ہے تو پھر دوسری طرف چلے جاؤ اور اگر یوسفؑ والا سلوک چننا ہے تو پھر ٹھیک ہے' انتقام نہ لینا۔ جب عملی وقت آیا تو پھر آپ بھائی سے کہو گے کہ مکان کو درمیان سے لکیر لگاؤ۔ کیا آپ نے

ہمیشہ کے لئے اس مکان میں رہنا ہے؟ اگر نہیں رہنا تو پھر جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ آپ نے صرف وقت گزارنا ہے۔ ہندی میں اسے کہتے ہیں "مورکھ" ---- مورکھ کو سمجھ نہیں آتی۔ مورکھ ساری عمر مال جمع کرتا رہتا ہے اور آخر میں دیکھتا ہے کہ روکڑی خالی ہو گئی۔ ہٹلر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کو سکول کے زمانے میں کسی نے پتھر مارا تھا' اس نے وہ پتھر جیب میں رکھا اور بارہ سال اس آدمی کا انتظار کیا۔ آخر ایک دن وہ قابو آ گیا اور ہٹلر نے اسے پتھر مارا اور کہا کہ یہ ہے تمہارے اس سوال کا جواب جو تم نے مجھ سے بارہ سال پہلے کیا تھا' جب میں بچہ تھا' یہ ہے انتقام اور گھٹیا پن ---- دوسری بات یہ ہے کہ آپ دشمن سے کہو کہ تو نے ہم سے جو سلوک کیا وہ تمہاری کمزوری تھی اور ہم تم سے جو اچھا سلوک کریں گے یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو بدقسمت بنانا ہے تو بھائی سے برا سلوک کرو یا انتقام لو۔ یہ بات زیب نہیں دیتی۔ تو اسلام پر عقیدہ رکھو اور نہ مرو جب تک تم اسلام میں داخل نہ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی اچھے سلوک سے گزارو۔ کون سا سلوک؟ جیسا پیغمبروں نے کیا۔ جب اللہ کے محبوب ﷺ مکہ کے فاتح ہوئے تو سب لوگ ڈر گئے کہ اب تو بدلے کا وقت آئے گا۔ آپ ﷺ نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ہم آپ سے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ سب نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔ آج بولنے کا وقت نہیں رہا تھا اور قریش کا سارا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے آج وہ سلوک کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ اور وہ

سلوک کیا تھا؟ لا تثریب علیکم الیوم یعنی نہیں ہے کوئی سزا آج کے دن ---- یہاں تو ہر آدمی فرعون بننا چاہتا ہے اور اتنا طاقت ور بننا چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کی تابعدار ہو جائے۔ جنہوں نے تابعداری کرائی ہے کیا آپ نے ان کا انجام دیکھا ہے۔ فرعون کہتا تھا انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ غرور کا مقام اس حد تک پہنچتا ہے کہ انسان خود کو خدا سمجھتا ہے اور لوگوں کو اپنے بندے' تابعدار اور اطاعت گزار سمجھتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ He wants to command ۔ اگر اس کے پاس دو پیسے آ جائیں تو غریب کو ڈھونڈتا ہے' اس لئے نہیں کہ اس کی خدمت کرے بلکہ اس کو ڈرانے کے لئے اور رعب ڈالنے کے لئے۔ اسی طرح وہ گریڈوں کے حساب کرتا ہے' اگر کارخانہ لگا لے تو بھائی کو کہتا ہے تو میرے پاس نوکری کر لے ---- کسی آدمی نے اپنے بھائی کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو بھائی ہونے کی حیثیت سے امتیازی ہونا چاہئے ---- سارے رشتوں کی اذیت اس وجہ سے ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے حکم کے ماتحت چلے ---- مدعا یہ کہ آدھے مقدمے فیملی کے ہوتے ہیں' جائیدادوں کے ہوتے ہیں اور زمینوں کے ہوتے ہیں ---- عمریں مقدمے میں گزر جاتی ہیں اور پھر پتہ چلتا ہے کہ دونوں ہی مر گئے اور جج صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور مقدمہ وہیں کھڑا ہے۔ چار دن کا میلہ ہے اور پھر سب کچھ ختم ہو جانا ہے۔ شہد کے چھتے میں ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے' اس کو جہاں بٹھا دو سب مکھیاں وہاں آ جاتی ہیں۔ جہاں وہ مکھی جائے گی باقی سب مکھیاں وہاں آ جائیں گی۔ اسی طرح جس آدمی کو جس طرح کی ابتداء ملتی ہے وہ

اسی طرح کا ماحول دیکھتا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی جھگڑالو ہے تو محلے میں چاروں طرف اسے جھگڑا مل جائے گا۔ آدھی سے زیادہ عمر میاں بیوی کے آپس کے جھگڑے میں گزر جاتی ہے اور وہ دو بدو رہتے ہیں' روبرو رہتے ہیں۔ اس طرح کئی خاندان برباد ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو معاف کر دے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو اچھی ابتداء کر دے۔ کوئی ایسا نہیں جو بھائیوں سے صلح رکھے' باپ سے صلح رکھے اور استادوں سے صلح رکھے۔ اس طرح پڑھائی بند ہو گئی' مولوی کے Behaviour سے مسجد بند ہو گئی۔ ماں کو انکار کر جاتے ہیں اور مرشدوں کو بھی انکار کر جاتے ہیں۔ ماڈرن پرستی جو ہے وہ حقیقت پرستی سے دور چلی گئی ہے۔ اس میں لمبے چوڑے عرفان کی بات نہیں ہے لیکن اگر ایمان ہو گا تو صحیح بات کرو گے۔ اگر باپ جاہل ہے تو آپ اسے جاہل سمجھ کے Treat کرو گے' اگر غریب ہے تو اسے اپنا peon سمجھو گے لیکن اپنا والد صرف تب سمجھو گے جب آپ ایمان میں آؤ گے اور اسے اللہ کا حکم سمجھو گے۔ پھر آپ کہو گے یہ ہمارے ابا جان ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ولا تقل لھما اف ان کے آگے اف مت بولو ---- زندگی میں سمجھ کب آتی ہے؟ جب آپ ایک تازہ کھدی ہوئی قبر دیکھو

When there is an open grave and you are standing at the grave of your father and mother

اور جب آپ ماں یا باپ کی قبر پر مٹی ڈلتے ہوئے دیکھتے ہو' تب معلوم ہوتا ہے کہ پیار کرنے والا چہرہ غائب ہو گیا ہے اور دعا دینے والا چہرہ غائب ہو گیا۔ اب آپ اپنی " انا " کو پالتے رہو اور وبال کو پالتے رہو۔ اس

چہرے کے جانے سے آپ کی نظر پہ اندھیرا آگیا اور آپ کو اپنی "انا" کی پرواہ ہے ---- تو آپ ایک چیز ضرور کرو کہ اپنے باپ کو باپ مانو ---- اگر بیٹا ہو کے آپ رعایت مانگتے ہو تو باپ کو رعایت کیوں نہیں دیتے ---- آپ کر کیا رہے ہیں ---- آپ کو رشتوں کی اذیت سے بچنا چاہئے۔ ایمان کو مضبوط رکھیں۔ ایمان کب مضبوط ہوتا ہے ؟ جب آپ دیکھو کہ سارے کافر ہو گئے ہیں تو یہی موقع ہے ایمان میں آنے کا۔ فرض کریں آپ سمجھتے ہیں کہ سب رشوت لے رہے ہیں اور یہ جائز ہے تو رشوت لے لو لیکن اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ ناجائز ہے تو پھر مت لو کیونکہ یہ گناہ ہے۔ گناہ کیا ہے؟ عقیدے کے خلاف کام کرنا ---- آپ مخلص مسلمان بن جاؤ اور معذوری نہ ظاہر کرنا کہ یا اللہ ہم تھے تو مسلمانؑ پر مجبوریاں تھیں ---- اللہ کے ہاں تو زبانیں بند کر دی جائیں گی' سب کو خاموش کر دیا جائے گا' وہاں ہاتھ بولیں گے' اعضاء و جوارح بولیں گے اور آپ کے خدام آپ کے خلاف بولیں گے ---- اللہ آپ کے دلوں کو جانتا ہے۔ آج اگر آپ کو اللہ نہیں ملا تو ضمیر تو ملا ہے' یہ اللہ کی طرف جانے والا ہے' آپ ہر روز اس کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور وہ پوچھتا کہ آپ کیا کر رہے ہو؟ اب اسے جواب دو کہ میں اپنے لئے آگ اکٹھی کر رہا ہوں یا پھول اکٹھے کر رہا ہوں۔ آگے جا کے کیا کرو گے' یہیں سے سب کام ہو گیا۔ اب بیانیہ اسلام بند کرو اور توبہ کرو اور انسان بنو ---- وعدہ کرو کہ آئندہ کسی سے رنجش نہیں رکھو گے۔ اگر آپ نے آئندہ رنجش رکھی' انتقام لیا' بھائی کو معافی نہ دی' اور ماں باپ کا حکم نہ مانا یا ماں باپ سے محبت نہ کی تو آپ کا ہم سے کوئی

تعلق نہیں۔ پھر سب کچھ End ہو جائے گا۔ اپنے ابا جان کی ایسے تابعداری کرو جیسے وہ اللہ کا ایک روپ ہے۔ اگر اللہ آپ کو کوئی چیز نہ دے' پھر بھی عبادت کرتے جاؤ' پھر بھی محبت کرتے جاؤ۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کے عمل سے بے نیاز ہو جاؤ۔ محبوب کے پاس آپ گئے اور اس نے Get out کر دیا۔ مگر آپ ہر بار ہی اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہو' اس کے ہزار انکار کے باوجود کوئے ملامت میں پھر بھی جاتے ہو۔ یہ محبت ہے اور یہ ہے دنیاوی محبت۔ اگر اللہ سے آپ کو محبت ہو گئی ہے یا ماں باپ سے ہو گئی ہے تو ماں باپ سے سلوک اللہ تعالیٰ سے سلوک ہے۔ اب بتاؤ Where do yo stand ۔ بھائی کے ساتھ خوش اسلوبی اور خوش اخلاقی کرو اور اسے اپنی جائیداد میں سے بھی دو اور اسے کہو کہ اے میرے بھائی

All right! you are my brother

and you are owner of all I possess یعنی میرے پاس جو کچھ ہے تیرا ہے۔ پھر تم Command کرو گے۔ اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو جس کے پاس پیسہ نہیں ہے اسے دو۔ جن لوگوں کو آپ نے اپنے مرنے کا غم دینا ہے ان کو زندگی میں کوئی خوشی دے جاؤ۔ بہنوں کو اور بھائیوں کو خوشی دو۔ مثلاً" گلاب کے پھول کو اگر کوئی برا کہے تو کیا وہ خوشبو دینا چھوڑ دے گا۔ وہ تو خوشبو ہے اور اس کا نام ہی خوشبو ہے۔ اگر آپ خوشبو ہو تو خوشبو دیتے جاؤ اور اگر آپ وہ نہیں ہو تو پھر میں ہزارہا بار قرآن سناؤں آپ پر کوئی اثر نہیں ہو گا کیونکہ آپ نے دل میں بغض رکھا ہوا ہے' لالچ رکھی ہوئی ہے' انا پالی ہوئی ہے بلکہ ہر وہ شے پالی ہوئی

ہے جو نہیں پالنی چاہئے۔ ایسے آدمی پر اثر ہو گا جو قرآن کے ماتحت آنا چاہے' جو محبت کے ماتحت آنا چاہے۔ وگرنہ آپ کا اور میرا تعلق کس کام کا ---- تعلق تو اس لئے ہے کہ آپ میری بات سنو ---- میری Preference یہ ہے کہ اگر سارے لوگ کافر ہو جائیں اور ثابت ہو جائے کہ خدا نہیں ہے تو میں پھر بھی خدا کو مانوں گا ---- یہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ کو ہم مانتے ہیں اور مانتے چلے جائیں گے' اس میں شک و شبہ کوئی نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ جو آپ کا ارشاد ہے' صرف وہی ارشاد ہے اور کائنات کے سارے دانا اگر اکٹھے ہو جائیں تب بھی ان کی خاک پا کے برابر نہیں ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے! یہ سارا ان کا فیض ہے۔ ساری دانائیاں' ساری رونقیں اور سارے واقعات انہی کا فیض ہیں اور ان کا فیض تو صرف ان کا فیض ہے۔ حضرت اویس قرنیؓ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ کی زیارت کو جانے لگے تو ان کی والدہ نے کہا کہ اگر حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہوں تو زیارت کر کے آجانا' ورنہ واپس آ جانا۔ جب حضرت اویس قرنیؓ مسجد پہنچے تو حضور پاک ﷺ حجرے مبارک میں تھے اور وہ واپس ماں کے پاس چلے گئے۔ دوسری مرتبہ ارادہ کیا تو ماں نے کہا اگر حجرے میں ہوں تو مل لینا لیکن اس دفعہ حضور پاک ﷺ مسجد میں تھے اور وہ واپس آ گئے۔ اس طرح ظاہری ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن ملاقات کا یہ عالم ہوا اور اس کا فیض یہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ نے اپنا جبہ مبارک ان کو بھیجا اور مستند اصحاب لے کر گئے یعنی حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ان کے پاس جب جبہ مبارک لے

کر گئے تو انہیں بھی پتہ چل گیا اور ان کو بھی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا ہم تو ہوتے ہی وہیں تھے۔ حضرت اویس قرنی رضؓ نے پوچھا کیا حضور پاک ﷺ کے ابرو مبارک ملے ہوئے تھے یا فاصلہ تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے چہرے کی طرف تو نہیں دیکھا اور نہ دیکھنے کی مجال تھی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے ابرو ملے ہوئے تھے۔ یعنی کہ قرن کے علاقے کے رہنے والے' جن کی ملاقات نہیں ہوئی ہے' وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے دیکھا ہوا ہے ---- تو مدعا یہ ہے کہ یہ فیض ہے۔ حضورپاک ﷺ کیوں خوش ہوئے؟ کیونکہ حضرت اویس قرنی رضؓ نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی ماں کا کہا مانا۔ یعنی کہ ماں کا حکم یہاں تک ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زیارت کو بھی اگر ماں کہے تو نہیں کرنا ---- باپ کہے کہ حج نہیں کرنا تو حج نہیں کرنا۔ یہ تو اللہ کے حکم کی بات ہے کہ ولا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولاً كريما ان کے سامنے اف نہ کرو اور نہ ان کو جھڑکی دو اور ان کے ساتھ نرم الفاظ میں بات کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے کسی کام کے بارے میں یہ بھی نہ کہو کہ بڑا مشکل کام ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے میں چلا جائے تو ان کے لئے رحمت کے بازو پھیلا دو اور یہ دعا کرو کہ یا اللہ ان پر رحم فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ پر رحم کیا تھا۔ تو ماں باپ پر اللہ کا رحم کیا ہے"؟ تمہاری اطاعت! اگر تم اطاعت نہ کرو تو ماں باپ کے لئے عذاب ہے' ایسے ہے جیسے ان کے

جواں بچے مر گئے۔ اور تمہارے لئے رحم کیا ہے؟ تم پر ماں باپ راضی ہو جائیں۔ تمہیں دعا کا سارا خزانہ ماں باپ سے ملنا ہے۔ ایک بڑے جید شیخ تھے۔ ان کے پاس ایک شخص دعا کے لئے آیا۔ انہوں نے پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ پھر میرے پاس کیا لینے آیا ہے' اپنی ماں کے پاس جاؤ' تمہارا فقیر اور درویش تمہارے گھر میں بیٹھا ہے' اس سے فیض لے لو ---- باپ سے فیض لے لو ---- استاد سے فیض لے لو ---- اس لئے آج سے ہی توبہ کر لو کہ ہم بھائیوں سے حضرت یوسفؑ والا سلوک کریں گے' وہ نہیں کریں گے جو اب تک کرتے آ رہے ہیں۔ ادب کرو اور محبت کرو۔ محبت کے بغیر ادب بھی خطرناک ہوتا ہے۔ مثلاً" ایک شخص آپ کا ادب کرتا ہے اور کہا مانتا ہے لیکن محبت نہیں کرتا۔ کچھ وقت کے بعد کہے گا یہ کیا مجھے کام پہ لگایا ہوا ہے' جس طرح دفتر میں آپ اپنے افسر کے ساتھ کرتے ہو۔ آپ اطاعت کرتے ہو لیکن محبت نہیں کرتے۔ تو آپ کا والد آپ کا آفیسر نہیں بلکہ محبوب ہونا چاہئے۔ محبت میں اطاعت اور چیز ہے اور یہی فقیری ہے کہ شریعت کی اطاعت بالمحبت ہو جائے۔ خالی اطاعت جو ہے یہ بغاوت ہی بغاوت ہے۔ اگر محبت ہو تو محبت کے اور بھی احکامات ہیں' اور بھی واقعات ہیں۔ اللہ سے محبت ہونی چاہئے اور آداب کے ساتھ ہونی چاہئے۔ یہ بڑی آسان بات ہے کہ اللہ حقیقت ہے اور حضور پاک ﷺ شریعت ہیں اور پیرؒ طریقت ہے ---- باقی یہ کہ زندگی کی چیزیں مکمل کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ اللہ کی ذات میں مکمل طور پر گم ہو جانے والا مسلمان ہو۔ اللہ کی حد تک بات ہے تو بابا گورونانک بھی اللہ کو

مانتا ہے' توحید کا قائل ہے۔ مسلمان تب ہوتا ہے جب توحید کے ساتھ حضور پاک ﷺ کی شریعت ہو اور شریعت سے محبت ہو تو طریقت آئے گی۔ اسی طرح محبت نہ ہو تو ماں باپ کا حکم ماننا Sufficient نہیں ہے۔ اس طرح آپ لوگ محبت سے محروم ہو جاتے ہو' اس کا دھیان رکھو۔ ماں باپ کے پیچھے اللہ ہے۔ ماں باپ کی یہاں کی اطاعت وہاں اللہ کے ہاں منظور ہوتی ہے۔ اللہ کے پاس جانے کا آسان راستہ ماں باپ کے ذریعے سے ہے۔ مشائخ کرام سے کیا حاصل ہو گا؟ ان کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔ اگر یہ سامنے نہیں ہیں تو بھی حکم مانو ---- مشائخ کرام نے جو بات بتا دی ہے وہ آپ کے ایمان کا حصہ بن جانا چاہئے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' ان پر غور کرو اور عمل کرو تو بڑے بڑے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

سوال :۔

سر! جب تک ہم زندہ ہیں ہم زندگی کے مقاصد طے کرتے رہتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ ہمیں زندگی میں اصل میں کون سے مقاصد حاصل کرنے چاہئیں؟

جواب :۔

آپ یہ دیکھو کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں' اپنے لئے کر رہے ہیں اور You have a belly to fill it اپنے پیٹ کو بھرنا آپ کا کام ہے۔ اس کے لئے آپ کا ایک پیشہ ہے جہاں سے مال مہیا ہوتا ہے اور آپ کا لباس' خوراک اور مکان بنتا ہے۔ پھر آپ کو کوشش کرنی چاہئے کہ سماج

میں آپ باعزت ہوں' اس کے لئے کوئی سیاست میں چلا جاتا ہے اور کوئی مسجد میں چلا جاتا ہے' اس طرح Dealing the people and being acknowledged یعنی لوگوں سے معاملہ کر کے آپ کو عزت ملتی ہے۔ یہ بھی لوگوں کا شوق ہوتا ہے کہ مجھے Acknowledge کیا جائے اور اتنا گم نہ ہو جائے کہ پتہ نہ چلے کہ زندہ ہے یا نہیں ہے۔ پھر آپ کی ایک اور ضرورت ہے یعنی آپ کی اپنی ذات اور تنہائی۔ تنہائی یہ ہے کہ آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہ کرے اور آپ کا خیال اور احساس' آپ کا ایمان ہے۔ اسے آگہی کہتے ہیں۔ اگر آگہی کا رخ اللہ کی طرف ہو اسے تو ایمان کہتے ہیں اور یہ عرفان ہے۔ آگہی اگر دنیا کے لئے ہے تو یہ دانائی ہے اور ایمان نہیں ہے۔ دانائی صرف دانائی ہے' اخلاقیات ہے یعنی کہ ساری جو Moralities ہیں۔ اگر اخلاقیات میں الہیات ملا دو تو یہ اسلامیات بنتی ہے۔ یعنی کہ سچ بولنا اچھی بات ہے' یہ اخلاقیات ہے لیکن اگر سچ بولنا اللہ کے لئے ہے تو یہ اسلامیات ہے۔ اب ریفرنس اللہ بن گیا۔ اگر اللہ کہے کہ یہ سچ بھی جھوٹ ہے تو یہ جھوٹ ہو گا۔ ایک جگہ اللہ کا فرمان ہے کہ اے رسول ﷺ اگر منافقون آپؐ کے پاس آئیں اور کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں تو یہ بات سچ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں مگر منافق جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا کہ منافق کا بولا ہوا سچ بھی جھوٹ ہے' منافق کا صحیح فیصلہ بھی جھوٹ ہے۔ پھر صلح حدیبیہ میں حضور پاک ﷺ کے نام سے رسولؐ اللہ کٹوا دیا گیا لیکن کوئی صحابی اس سے منحرف نہیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اگر رسولؐ نہ لکھیں تب بھی ہم مانتے ہیں۔ یہ

ایمان ہے کہ آپ اگر فرمائیں کہ رسول ہیں تو ہم تابعدار ہیں اور اگر آپ ﷺ فرمائیں کہ رسول نہیں ہیں' تب بھی ہم تابعدار ہیں۔ یہ محبت کی انتہا کا درجہ ہے۔ محبت یہ ہے کہ یا اللہ اگر تو مال دے تو تیرا شکر ہے اور اگر مال نہ دے تب بھی شکر ہے۔ یہ ہے محبت کاتقاضا۔ اسی طرح ماں باپ سے ایسا معاملہ رکھو کہ اگر انہوں نے آپ کے سارے کام خراب کر دیئے پھر بھی محبت میں ان کی ہر بات مانو۔ تو زندگی کے یہ ضروری مقاصد ہیں کہ پیٹ پالنا' سماج میں نام بنانا' اپنے آپ کو پہچاننا' ماں باپ کا ادب کرنا۔ اخلاقیات میں اگر اللہ کے حکم کو شامل کرلیا جائے تو یہ اسلام ہے' Man made قانون اور ہے' God made قانون اور ہے۔ مثلاً" ہاتھ کاٹنے کی بات ہے تو لوگ اس پر بحث کرتے ہیں لیکن اگر اللہ نے کہا ہے تو پھر یہ ٹھیک ہے' وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ ہمارا کام ہے تسلیم کرنا۔ ہمارا معاشرہ زیادہ اس لئے خراب ہوا ہے کہ آپ نے اللہ کے حکم کی بھی تحقیق شروع کر دی کہ اس حکم کا فائدہ کیا ہو گا اور نقصان کیا ہو گا۔ مثلاً" لوگ کہتے ہیں روزے کا کیا فائدہ ہے اور نماز کا کیا فائدہ ہے' اردو یا پنجابی میں پڑھنی چاہئے' کروڑوں روپے قربانی پر ضائع ہو رہے ہیں۔ اس طرح انسان گمراہ ہو رہا ہے' برباد ہو رہا ہے۔ اللہ کا کوئی حکم اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اگر کہا کہ ایسا ہو گا تو ایسا ہی ہو گا اور اگر یہ کہا کہ یہ ہونا چاہئے تو یہ ہی ہونا چاہئے۔ اس کے اندر ترمیم یا Amendment نہ کرنا۔ یہ غلطی نہ کرنا۔ ساری عمر لوگ پیشہ تبدیل کرتے رہتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ آپ اتنا واجبی طور پر پیسہ اکٹھا کرو جس سے یہ سفر گزر جائے اور سفر ہی مقصد نہیں ہوتا بلکہ سفر کی ایک

منزل ہوتی ہے' جب تک منزل کا تعین نہ ہو آپ کا Exist کرنا بے معنی ہے۔ آپ اس لئے یہاں پر نہیں آئے کہ Exist کرو کیونکہ یہاں پر آپ ہمیشہ تو Exist کر نہیں سکتے' یہ تو گنتی کا ذرا سا وقت ہے۔ جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے ساتھ ہی واپسی کا ٹائم لکھا ہوا ہے' اس وقت پہ آپ کو جانا پڑے گا' سارا کچھ واجبی طور پر کرنا ہے' اپنے اندر کو سنبھالو' اپنے اخلاق کو سنبھالو' کہیں اپنے ہاتھ سے کوئی غلط چیز نہ لکھ بیٹھنا' کہیں Behaviour غلط نہ کر بیٹھنا' مقدس رشتے نہ توڑ بیٹھنا' اللہ تعالیٰ نے وضاحتیں فرما دی ہیں کہ مقدس رشتوں کا دھیان کیا کرو اور ماں باپ کا حکم نہ ٹالو' آپ ماں باپ بنو گے تو آپ کے لئے بھی یہی حکم ہو گا کہ آپ کی اولاد آپ کا کہنا مانے۔ اللہ کے کلام میں حکم ہے کہ غصہ نہ کیا کرو' معاف کر دیا کرو اور جس نے انسانوں کو معاف کر دیا اس نے بہت اچھا کیا' خیرات کیا کرو' سخی ہو جایا کرو' لوگوں کا دھیان کرو۔ یہ اللہ کا کام ہے کہ بھائی کو بھائی سے سلوک سکھائے' ماں باپ کا ادب سکھائے' لوگوں کی مدد کرنا سکھائے۔ تو انسان کو انسان بنانا ہی اللہ کا کام ہے کہ تم نے یہ اخلاق سیکھنا ہے اور اخلاق کا کوئی نمونہ ہونا چاہئے۔ اللہ نے آپ کو حضور پاک ﷺ کی صورت میں Perfect نمونہ عطا فرمایا کہ آپ ﷺ زندگی میں ایک بار بھی کسی سے خفا نہیں ہوئے۔ وادی طائف میں آپ ﷺ لہو لہان ہو گئے' خفا ہونے کا وقت تھا کیونکہ انہوں نے بہت نازیبا سلوک کیا تھا۔ اللہ نے کہا کہ آپ ﷺ کہیں تو بستی کو اڑا دیا جائے مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں نیک ہو جائیں گی

یہ سن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

آپ ﷺ نے کسی پر قہر نہیں کیا۔ رحمت وہی ہوتا ہے جس سے قہر نہ ہو۔ ہم آپ کو رحمت کا سبق دے رہے ہیں بلکہ رحمت عالم کا سبق دے رہے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے غلام ہونے کی حیثیت سے آپ کا اور کوئی کام نہیں بنتا کہ آپ رحمت کے علاوہ ہو جائیں۔ اگر کوئی آپ کو ناراض کرے تو آپ کہیں کہ ہم تو حضور پاک ﷺ کے غلام ہیں' ہم ناراض کیسے ہو سکتے ہیں' چلو جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا۔ مدعا یہ کہ یہ ہے اخلاق محمدیؐ۔ آپ اس اخلاق کے مطابق چلو اور لمبا چوڑا علم حاصل نہ کرنا۔ علم کی تعریف یہ ہے کہ علم وہ ہے جو عمل میں آ جائے' علاوہ ازیں سارا ہی بوجھ ہے۔ اگر آپ کا علم' عمل میں نہیں آیا تو آپ کا حشر اس گدھے جیسا ہو گا جس پر کتابیں لدی ہوں۔ کتابوں کا بوجھ لے کر کوئی دانا نہیں ہوتا۔ دانائی یہ ہے کہ آپ عمل کرو۔ آپ کا عمل آپ کے علم کے تابع ہو۔ اگر علم عمل کے تابع نہیں ہے تو پھر یہ نفس کا عمل ہے اور نفس کی سزا بڑی سخت ہے۔ آج کے بعد آپ ٹھیک ہو جاؤ۔ ہم آپ کو وارننگ دے رہے ہیں' اس وقت کی جب یہ وقت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہو گا۔ کیونکہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کوئی نہیں ہو گا۔ آپ کا بچپن کل کی بات ہے' مانوس چہرے چلے گئے' آپ کا یہ چہرہ کب تک رہے گا۔ وقت تیزی سے اس طرح گزر رہا ہے کہ اس کے ٹھہرنے کا امکان ہی نہیں ہے۔ اس وقت کے اندر آپ توبہ کر سکتے ہیں اور اپنے Behaviour کو Change

کر سکتے ہیں' اللہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھ سے غلطی نہ ہو' بزرگوں کے ادب میں غلطی نہ ہو' علم سے روگردانی نہ ہو' یا اللہ مجھے تیرے حکم کے مطابق چلنے کی توفیق مل جائے' میرے اندر انا نہ پلے' لالچ نہ آئے' بغض نہ آئے' انتقام نہ آئے' مجھے معاف کرنے والا بنا' بخش دینے والا بنا۔ لوگوں کو معاف کر کے بے شک بے وقوف بن جاؤ لیکن یہ سب سے بڑی دانائی ہے۔ مثلاً" اگر بھائی مکان یا کوئی اور چیز مانگ رہا ہے اور آپ نے اسے مارا تو دراصل آپ نے اپنے ماں باپ کو مارا کیونکہ وہ آپ کے ماں باپ کی Best Creation ہے جس سے آپ جھگڑا کر رہے ہیں۔ جس طرح ماں باپ کے لئے آپ اعلیٰ ہیں وہ بھی اعلیٰ ہے۔ بہن بھائی آدھے ماں باپ ہوتے ہیں۔ اور میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جن کو غم دے کے جانا ہے' ان کو خوشی دے کے جاؤ اور خوشبو بند نہ کرو' خوشبو جاری رہے کیونکہ آپ کا کام خوشبو دینا ہے' آپ کا کام ہے رحمت کے تابع رہنا' آپ کا کام ہے حضور پاک ﷺ سے محبت کرنا۔ اگر کوئی حضور پاک ﷺ سے محبت کرتا ہے اور فقیروں سے محبت کرتا ہے اور دل میں بغض رکھتا ہے تو وہ نقلی ہے کیونکہ حضور پاک ﷺ کی محبت جس دل میں آ جائے اس دل میں نفرت نہیں آنی چاہئے۔ اگر نفرت ہے تو محبت جھوٹی ہے کیونکہ ایسا شخص نفرت کے لئے نہیں بنا ہوتا بلکہ محبت کے لئے بنا ہوتا ہے اور محبت میں محو ہوتا ہے۔ وہ اس قدر محو ہوتا ہے کہ اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور مجنوں آگے سے گزر گیا۔ اس نے مجنوں سے کہا تو نے آگے سے گزر کر میری نماز خراب کر دی۔ مجنوں نے کہا تو اللہ کی نماز پڑھ رہا تھا اور مجھے بھی

دیکھ رہا تھا' میں جب لیلیٰ کے خیال میں ہوتا ہوں تو دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ ہے محویت اور وہ جو خدا کی نماز پڑھ رہا تھا اس کو دیکھو۔ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ سے محبت کرتا ہے اور فقراء کرام سے محبت کرتا ہے اور محبت کے Instruments تباہ کرتا ہے یعنی محبت کے ذرائع تباہ کرتا ہے تو وہ کیا محبت کرتا ہے۔ تو محبت جو ہے وہ All round ہونی چاہئے' ادب بھی All round ہونا چاہئے۔ ہر شے All round ہونی چاہئے یعنی مکمل ہونی چاہئے۔ تو آپ کے Behaviour میں ایک Constancy ہونی چاہئے۔ یعنی جہاں ایمان کمزور ہونے کی اجازت ہو سکتی ہے وہاں بھی ایمان کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے آج سے یہ فیصلہ کرو۔ وگرنہ تو اپنا بھی وقت ضائع کرو گے اور میرا بھی۔ اپنا Behaviour ایسا رکھو کہ کوئی گلہ کرنے والا نہ ہو' ماں راضی ہو اور باپ راضی ہو تاکہ آپ کی قبر راضی ہو جائے اور آپ کو Tight نہ کرے کیونکہ ماں باپ دعا کریں تو قبر کی تنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ماں کی دعا سے قبر کا عذاب ٹل جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ قبرستان میں گئے تو ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا یہ فلاں آدمی کی قبر ہے۔ آپ نے پوچھا اس کا آگے پیچھے کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے کہا اس کی ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو اور وہاں تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ اپنے بیٹے کو معافی دے دو۔ اس نے کہا کہ بیٹے نے مجھے بہت تنگ کیا' میرا کہنا نہیں مانتا تھا اور مجھے اس نے

بڑی اذیتیں دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ قبرستان چلو۔ جب ماں نے اپنے بیٹے کو عذاب میں دیکھا تو فوراً معاف کر دیا اور عذاب ختم ہو گیا۔ تو ماں ایک ایسی ہستی ہے جو ہر حال میں معاف کر دیتی ہے۔ ماں باپ وہ ہیں جو آپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے ——

اور کوئی سوال پوچھ لو ——

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے کہ بھائی کو دو' تو مسکین اور یتیم کی بھی تو مدد کرنی چاہئے۔

جواب :۔

مساکین' یتامیٰ اور راستے کے مسافروں کی بات بعد کی بات ہے لیکن پہلے اپنے ناراض بھائی کو دو۔ اگر آپ کے پاس مال ہے تو اپنے بھائی کو بھی دو۔ بھائی کے دل سے آپ کے حق میں جو دعا نکلے گی وہ آپ کی بخشش کا ذریعہ بنے گی۔

تو نے ہر ایک دل کیا زخمی
ہم نے ہر ایک سے دعا لی

یا تو آپ عمل کرو' یا پھر دعا لو۔ میں آپ کو دعا کا راستہ بتاتا ہوں کیونکہ عمل آپ سے ہوتا نہیں ہے۔ کچھ لوگ بے حد ذکر کرتے ہیں' یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اللہ کی شان کے مطابق کتنا ذکر کر لو گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے دعا لے لو۔ اللہ والے کہتے ہیں کہ :

راتیں جاگیں شیخ سدلویں تے راتیں جاگن کتے' تیں تھی اُتے

اور آخر میں کہتے ہیں:

اٹھ بلھیا چل یار منا لے نیں تے بازی لے گئے کتے' تیں تھی اُتے

اس کو منا لو اور راضی کر لو۔ ہمارا آج کا یہ حکم ہے کہ روٹھنے والوں کو راضی کر لو اور بزرگوں کی خدمت کرو' اگر ماں باپ زندہ ہیں تو ان سے دعا لو' پھر میری دعا بھی شامل ہو گی اور اگر ماں باپ زندہ نہیں ہیں تو ان کی قبروں پہ جاؤ اور دعا مانگو' انشاء اللہ تعالیٰ بہتری ہو گی۔ اگر آپ کہیں ماں باپ سے نظر چرا کے نکل گئے تو زندگی میں قیامت آ جائے گی' بربادی آ جائے گی اور عرفانیات تو بالکل ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے ان سے دعا کرا لو اور اللہ والوں سے دعا کرا لو۔

یہ وہ باتیں تھیں جن پر عمل کرنا چاہئے' ان کو Follow کرو۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہماری زندگی تیرے حکم کے مطابق چلے۔ یا اللہ ہم سے کوتاہی نہ ہو۔ یا اللہ ہم کسی کا دل دکھی نہ کریں۔ یا اللہ تو مہربانی فرما اور دلوں کی رنجش دور فرما۔

○



۱ براہ کرم دعا کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۲ آپ نے فرمایا ہے کہ جو تکلیف اللہ کی طرف راغب کرے وہ اللہ کا احسان ہوتی ہے تو اگر گناہ کبیرہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو؟

۳ آپ نے فرمایا تھا کہ آنسو اللہ کی نعمت ہیں' اس بارے میں فرمائیں کہ یہ کیسے ہیں؟

سوال:

ہمیں زندگی میں قدم قدم پر دعا سے واسطہ پڑتا ہے۔ برائے مہربانی دعا کے بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب

دعا کے ضمن میں تین چیزوں کا موجود ہونا بہت ضروری ہے' چوتھی چیز نتیجہ ہے۔ تین چیزیں یہ ہیں' ایک دعا کرنے والا' ایک دعا سننے والا اور ایک ہے دعا کا انداز۔ پھر نتیجہ ملتا ہے کہ فوراً" منظور ہو یا کچھ دیر کے بعد منظور ہو' نامنظور ہونے کی بات نہیں ہے۔ دعا کرنے والا مسلمان' جب دعا کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ اس بات کا اعلان ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ مولا کریم کی جو ذات نظر نہیں آتی' وہ ان دیکھے ماحول میں کہیں قریب ہے اور اس شخص کی بات سن رہی ہے۔ الفاظ Loud ہوں یا خاموش ہوں' وہ ذات ضرور سنتی ہے۔ دعا مانگنے والا یہ اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کریم ایک ایسی ذات ہے جو میری بات قریب سے سنتا ہے اور یہ اسلام کی ایک بنیاد ہے کہ آپ اللہ کو اتنا قریب سمجھو کہ

آپ کے خاموش الفاظ بھی وہ سنتا ہے۔ خاموش آوازوں کو سننے والا اللہ صرف اسلام نے ہی Face کیا ہے۔ اسلام میں دوسرے مذاہب پر بڑی فوقیتیں ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ پہلے جس طرح اللہ تعالیٰ ذات اور صفات کے حوالے سے بیان ہوا' اور موسیٰ علیہ السلام کی امت نے کہا کہ ہمیں بھی اللہ کا کلام سناؤ تو کلام امت نے نہیں سنا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کیا گیا کہ ہمیں بھی اس راستے سے آشنا کرایا جائے جیسا کہ آپ کا تعلق ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو مقامِ روح تک پہنچایا کہ وہ ذات ہے' وہ قریب ہے اور اس کو آپ پکار سکتے ہو' دیکھی جا سکتی ہے' محسوس کی جا سکتی ہے۔ مگر اسلام نے روح سے اگلا مقام بیان کیا۔ ہر طرف اسی کی ذات ہے اور اس کی صفات ہیں اور کائنات ہی اس کی ہے اور خیر بھی ادھر سے ہے اور شر بھی ادھر سے ہے' ظاہر ادھر سے' باطن بھی ادھر سے ہے' ہونا ادھر سے اور نہ ہونا بھی ادھر سے' چاہے تو زندگی عطا فرمائے اور چاہے تو زندگی لے لے۔ یہ سارے واقعات اللہ کے ہیں۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس حد تک وابستہ ہیں۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کو نور کے طور پر بیان فرمایا اور نور کا مقام بتایا۔ نور کا مقام جو ہے یہ روح سے بھی بلند ہے' اس میں دل بھی شامل ہے' نظر بھی شامل ہے۔ نور علم بھی ہے اور نور مشاہدہ بھی ہے اور نور حضور پاک ﷺ بھی ہیں بلکہ آپؐ ہی اللہ کے نور ہیں۔ وہ نور ایسا ہے جو تمام چیزوں کو' سورج اور چاند کو منور کرتا ہے بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اسلام نے انسان کو اللہ تعالیٰ سے تقرب بھی عطا فرمایا اور خود ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں میرا قرب سمجھ نہیں آتا اور کسی وجہ سے تم حالات'

خیالات' واقعات اور گردش زمانہ میں الجھ گئے ہو تو ایک بات تمہیں ضرور سمجھ آنی چاہئے اور وہ ہے میرے قریب آنے کا راستہ۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ میرے قریب آنے والوں کے قریب آ جاؤ۔ تو آپ اس تقرب والے کو تلاش کرو جس کو آپ سے پہلے ماضی میں اللہ کا تقرب عطا ہوا۔ پھر آپ کہیں گے کہ میرا دل مانتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کو اللہ کا تقرّب ملا تھا۔ تو جس کو تقرب عطا ہوا وہ مقرّب ہو گیا اور مقرّب کا تقرّب آپ کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ تو جس انداز سے بھی آپ اس مقرب کا تقرب اختیار کرو آپ کو اللہ کے قریب ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بتایا ہے کہ اگر تم تقرب چاہتے ہو تو آپ حضور پاک ﷺ سے محبت کرو' تو میں تم سے محبت کروں گا۔ گویا کہ اللہ جب محبت کرے گا تو انسان اللہ کے قریب آ جائے گا اور ماضی میں اللہ کو وہی لوگ پیارے ہوئے جنہوں نے حضور پاک ﷺ سے پیار کیا۔ گویا کہ اللہ کی راہ جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کی محبت کی راہ ہے۔ آپؐ سے محبت کی راہ' آپؐ سے تعلّق کی راہ جو ہے یہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کی راہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک نکتہ عطا فرما دیا کہ اے مسلمانو! زیادہ باتیں نہ کرو' فکر نہ کرو' اندیشے نہ کرو' وسوسے نہ کرو' بس سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ سجدہ کا معنیٰ یہ ہے کہ بحث نہ کرو اور اپنی تمام عقل اور تمام فکر اور تمام اثاثوں سمیت آپ سیدھا ہی آ جاؤ اور کہو کہ آج تیرا گنہگار بندہ' غم سے گھبرا کے سجدے میں آیا ہے اور اپنی شکست تسلیم

کرتا ہے۔ یہ اللہ کے تقرّب کے مقامات ہیں اور تقرّب کے مقامات میں ہی دعا کا ایک مقام آتا ہے۔ دعا جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے تقرّب کی نشاندہی کرتی ہے۔ دعا پر غیر مقرّب کا ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ دعا پر ایمان رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے تقرب کو مانتے ہو ورنہ آپ دعا نہیں مانگ سکتے کیونکہ دعا کوئی چٹھی تو نہیں ہے جو آپ نے لکھی ہو اور دعا کوئی ٹیلیگرام تو نہیں ہے جو آپ نے بھیجا اور دعا کوئی اخبار نہیں جو آپ نے چھاپا ہو۔ آپ کی دعا' آپ کی تنہائی میں' خاموشی میں تھی اور آپ کو یہ یقین تھا کہ سننے والا سن رہا ہے۔ گویا کہ اس حد تک کہا جاتا ہے کہ دعا منظور کرنے والا ہی دعا عطا فرماتا ہے۔ جس کو اللہ نے اپنا تقرب نہ دینا ہو وہ شخص دعا پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ پہلے دعا پر یقین عطا فرماتا ہے اور جو اس مقام پر آ جائے کہ دعا پر یقین' دعا سے تعلق' یا دعا کی خواہش یا دعا کی رضا جو ہے یہ اللہ کی عطا ہے تو اس شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان کس کس مقام پر دعا مانگتا ہے' وہ مقامات اللہ کی عطا ہیں۔ انسان تکلیف میں دعا مانگتا ہے تو تکلیف بھی اللہ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات انسان پر احسان' عنایات اور مہربانیاں کرتا ہے لیکن آدمی دور ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات تکلیف انسان کو اللہ کے قریب کر جاتی ہے۔ تو وہ تکلیف جو اللہ کے قریب کر دے وہ اللہ کا احسان ہے اور وہ تکلیف جو اللہ سے دور کر دے یہ اللہ کا غضب ہے۔ آپ زندگی میں دونوں طرح کی تکالیف دیکھتے ہو۔ جن تکالیف میں آپ اللہ کو بھول جاتے ہیں وہ آپ پر ابتلاء ہے' پریشانی ہے' وہ آپ کے اعمال کی سزا ہے۔ اور جن تکالیف میں آپ اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو'

وہ تکلیف اللہ کی مہربانی ہے ـــــ اب یہ نکتہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم پر تکلیف نہیں آتی مگر تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے ـــــ گویا کہ جب انسان پر اس کے اعمال کے نتیجے میں تکلیف آتی ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے۔ ایسا شخص برا عمل کرتا ہے تو تکلیف آ جاتی ہے وہ تکلیف کو دور کرنے کے لئے زمانے کی محتاجی کرے گا' ڈاکٹر کی محتاجی کرے گا' سخت پریشان رہے گا لیکن اللہ کی طرف نہیں جائے گا۔ یہ تکلیف کیسے آتی ہے بما کسبت ایدیکم۔ یعنی جو آپ کے ہاتھ نے کمایا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نہیں آتی تکلیف مگر الا باذن اللہ یعنی سوائے اللہ کے حکم کے۔ جو تکلیف اللہ کے حکم سے آتی ہے اور آپ مان گئے کہ یہ اللہ کے حکم سے آئی ہے تو پھر آپ اللہ کی طرف نگاہ کریں گے۔ یہاں ایک اور مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ انسانوں پر اور قوموں پر غریبی آ جاتی ہے' اگر غریب' ایسا شخص ہے جو اللہ کو بھولا ہوا ہے تو یہ ابتلاء ہے اور فرمان یہ ہے کہ کاد الفقر ان یکون کفرا یعنی عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ وہ غریبی جس میں اللہ کی یاد نہ رہے وہ انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور جس غریبی میں اللہ کی یاد ہو اور جس یتیمی میں اللہ کی یاد ہو تو وہ شیوہ پیغمبری ہے۔ ایسے غریب بڑے قریب ہیں۔ اس سے بڑی اور بات کیا ہو سکتی ہے کہ غریبی جامہ جو ہے یہ پیغمبروں کا جامہ ہے بلکہ غریب نواز کا جامہ ہے۔ وہ جامہ جو غریبی جامہ ہے وہ اللہ کی عطا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ لوگ تکلیف میں ہیں' کرب میں مبتلا ہیں لیکن اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تکلیف میں اپنا بنا لیا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو آپکی طرف سے چٹھی آئی ہے

اور اس تکلیف کو دور نہ کرنا۔ ایک بزرگ کے پاس ایک مرید گیا اور اپنی بیماری کے لئے دعا کرائی تو ٹھیک ہو گیا۔ اس بزرگ کی اپنی طبیعت بھی ناساز تھی۔ اس شخص نے کہا آپ اپنے لئے بھی دعا کریں تو انہوں نے کہا میں نے اپنے لئے دعا کی تھی تو جواب آیا کہ پہلے یہ فیصلہ کر لو کہ یہ وجود تمہارا ہے کہ ہمارا ہے۔ جب یہ وجود اللہ کے سپرد کر دیا جائے تو اس میں تکلیف نہیں ہوتی اور وہ شخص دعا نہیں کرتا تو میں نے آپ کو دعا کرنے میں تین باتیں بتائی ہیں' ایک دعا کرنے والا' ایک دعا سننے والا اور ایک دعا کا انداز۔۔۔اور پھر ان تینوں چیزوں کا نتیجہ آتا ہے کہ حاصل ہو یا نہ حاصل ہو۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ کس مقام پر انسان دعا کرتا ہے' ایک مقام تو تکلیف کا ہے۔ اس تکلیف میں نیک انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب یہ دیکھو کہ رجوع کا اظہار کیا ہے۔ اظہار کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شرعی طور پر دعائیں بتائی گئی ہیں جیسے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرہ حسنۃ یعنی اے اللہ یہ زندگی بھی بہتر فرما اور اگلی زندگی بھی ہمارے لئے بہتر فرما' ہمیں آسودگی عطا فرما' ہمیں جسم کی' جان کی اور روح کی صحت عطا فرما۔۔۔ پھر کچھ لوگ ہوتے ہیں وہ دعا کا ذرا Different طریقہ استعمال کرتے ہیں' وہ رات کو اٹھ کر وضو کرتے ہیں اور سجدے میں دعا کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ رات کو آسمان سے صدائیں آتی ہیں کہ ہے کوئی بیمار جس کو شفاء دوں' ہے کوئی غریب جس پہ مہربانی کروں' ہے کوئی تکلیف والا جس کی تکلیف دور کروں۔ جب آسمان سے آواز آتی ہے تو اس وقت اگر اپنی دعا کو نصف شب میں لے جایا جائے تو یہ دعا کا بدلا ہوا انداز ہے اور آپ اپنی دعا کو

اللہ کے اور قریب لے جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ دعا مانگنے والے کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اللہ کا تقرّب مل گیا ہے' وہ خانہ کعبہ چلا گیا اور دعا نہیں مانگ رہا بلکہ صرف روئے چلا جا رہا ہے۔ اس سے اگر کوئی پوچھے کہ کیا تکلیف ہے تو وہ کہتا ہے جاننے والے کو بتانا ہی کیا ہے۔ تو آپ لب تب کھولو جب اللہ جانتا نہ ہو۔ اسی لئے جاننے والے کے سامنے اظہار کا طریقہ صرف آنسو ہیں۔ صرف آنسو کا گرنا دعا کا ایک اظہار ہے' الفاظ کا ہونا بھی دعا کا ایک اظہار ہے اور مسنون دعائیں بھی ایک اظہار ہے' سجدے میں گرنا بھی ایک اظہار ہے ------ کچھ لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر تکلیف آ جائے تو وہ کہتے ہیں بکرا ذبح کرو کیونکہ مجھے تکلیف میرے پیسوں میں پاکیزگی کی کمی سے آئی ہے۔ تو خیرات کا یہ طریقہ بھی دعا کا ایک اظہار ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تکلیف میں مہینے لگے ہوتے ہیں اور یہ انسان کو کسی اللہ کے مقرّب کے پاس لے جاتی ہے' کسی آستانے پہ لے جاتی ہے۔ ایسا انسان اپنے لئے دعا کی خاطر بزرگوں کو کہتا ہے' معصوموں کو کہتا ہے اور چھوٹوں کو کہتا ہے۔ انسان کے لئے پرانی نسل اور نئی نسل بڑی دعاگو ہوتی ہے' بچے اور بوڑھے کی دعا جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ بچے تازہ دم اور معصوم ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر توبہ کر چکے ہوتے ہیں ------ دعا کے بارے میں بات کرنے کا مدعا یہ ہے کہ آپ اپنی آرزوں کو مالک تک ضرور پہنچانا اور اس کا طریقہ خاموشی بھی ہے اور سجدہ بھی۔ خاموش آدمی کو کہا گیا کہ تو بولتا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ میں اس لئے نہیں بولتا کہ کہیں میرا مقام ہی کم نہ ہو جائے۔ تو جب کوئی پتھر سر پر گرے تو پتھر سے نہ جھگڑنا اور نہ مارنے والے ہاتھ سے

جھگڑنا بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ یہ حکم کس کا ہے' جب حکم کسی اور کا ہے تو اس طرف رجوع کرو اور غلطی کی معافی مانگو ـــــــ تو دعا ایمان کا اعلان ہے۔ گناہ انسان کو دنیا میں سب سے بڑی سزا یہ دیتا ہے کہ انسان کا دعا سے اعتماد اٹھ جاتا ہے ـــــــ آپ اگر دعا کی شکل پہچانو تو ہر آدمی بچپن سے لے کر اب تک یہ واردات دیکھتا آیا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں جس نے یہ کہا ہو کہ میری دعائیں منظور نہیں ہوئیں کیونکہ انسان معصومیّت سے پیدا ہوا' نیکی سے سفر کیا اور اس کی دعائیں منظور ہوتی رہیں۔ اللہ کا یہ خاص طریقہ ہے کہ محبت کی پہل اس کی طرف سے ہوتی ہے' پھر آپ کو موقع دیتا ہے کہ آپ اس کے احسان کو دیکھو' اس احسان پہ غور کرو۔ جس نے اللہ کی بات نہ پہچانی اس سے اللہ نے کہا کہ ثم قست قلوبکم یعنی تمہارے دل پتھر کے ہو گئے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ گویا کہ نرم دل تقرّب الٰہی کی دلیل ہے۔ اب آپ غور کرو گے تو پتہ چلے گا کہ نرم دل کی آرزو جلد منظور ہوتی ہے۔ کیونکہ دل کے اندر ہی خانہ کعبہ ہے۔ تو اللہ کے سفر میں آپ کے پاس کچھ محرکات ہیں۔ یہ چیزیں سفر پر مجبور کرتی ہیں۔ کمزور چیزیں جو سفر کراتی ہیں وہ وجود کی ضرورتیں ہوتی ہیں مثلاً" کھانا پینا' دفتر جانا' تنخواہ لینا' الاٹمنٹ کرانا' گھر کی چیزیں خریدنا وغیرہ۔ یہ سب انسان کے وجود کی ضرورتیں ہیں اور یہ Animals کے ساتھ مشترک ہیں کیونکہ جانور بھی یہی کرے گا' کھائے پیے گا۔ اس لئے میں اس کو اصل محرک نہیں کہتا۔ محرکات صرف دو ہیں' ذہن اور دل۔ انسان کو عقل مجبور کرتی ہے کہ ایسا کرو گے تو ایسا ہو جائے گا اور سو پروگرام بنائے گی۔ دل یہ کہتا ہے کہ وہ جا تو رہا ہے' اب

اس کی ایک جھلک ہی دیکھ لو' چلو دور سے ہی سہی' چاہے واقفیت نہ ہو ---- اگر آپ ان محرّکات کی Development پہ غور کریں اور ان کو آپ Enlarge کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اگر آپ دل کے ذریعے سفر کر رہے ہیں تو یہ سفر خواہش کا سفر ہے' لگن کا سفر ہے' سنجیدہ شے کا سفر ہے' دل کو شے پسند آ جاتی ہے' دل مائل ہو جاتا ہے اور دل جس چیز کو پسند کرے اسے دلبر کہتے ہیں اور جو چیز پسند آ جائے تو اسے دلبری کہتے ہیں۔ تو دل آپ کا ہے لیکن دلبر آپ کے علاوہ ہو گا۔ کمال تو یہ ہے کہ بندہ باہر ہے اور محبت آپ کے اندر ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ آپ حیران ہو جاؤ گے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہو تو دنیا کے اندر ساری قوت اور اخوت ختم ہو جائے اور ہر شے منتشر ہو جائے۔ آپ غور کرو کہ بیوقوف بچے سے بھی دانا ماں باپ محبت کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کا اپنا ہے۔ اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ ہماری سلطنت کا سب سے خوبصورت بچہ کون سا ہے تو بیربل نے ایک عورت سے کہا کہ سب سے خوبصورت بچہ لے آ۔ تو وہ اپنا بچہ اٹھا کر لے آئی۔ بچہ بڑا بدصورت تھا۔ جب اس عورت سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میری نظر میں تو یہ سب سے خوبصورت بچہ ہے۔ محبت کے سامنے بادشاہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتے۔ محبت ہر انسان کو عطا ہوتی رہتی ہے۔ اس کے ذریعے سفر ہوتا رہتا ہے۔ محبت میں محبوب کی ادا کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی چہرہ ہر ایک نگاہ میں اترے۔ لیکن اگر نگاہوں میں اترنے لگے تو یہ سمجھو کہ آپ کا دل زندہ ہے۔ چہرہ چاہے جس عقیدے کا ہو' دل مومن ہوتا ہے' دل ایمان رکھتا ہے مثلاً" مادھو اگر ہندو ہو تو لال حسین اپنا شاہ حسین

ہے۔ اس میں ہندو اور سکھ کی بات نہیں ہوتی۔ ذات کے جلوے اور ہوتے ہیں۔ تو اللہ کی ذات انسانوں میں یہ واقعہ کرتی رہتی ہے' کبھی انسانوں میں جلوہ گر ہوتی ہے' پھر نگاہوں کو دیکھتی ہے' کبھی نگاہوں میں اتر آتی ہے تو پھر چہروں کو دیکھتی ہے۔ پھر وہ مقام آتا ہے جب دل آنکھ بن جائے تو آنکھ دل بن جاتی ہے۔ جب یہ لگے کہ وہ اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دل آنکھوں میں اتر آیا ہو تو سمجھو کہ اندر کی آنکھ کھل گئی اور دل میں آنکھ بن گئی۔ اب یہ واقعہ اللہ کی مہربانی سے چل پڑتا ہے۔

اس دنیا کے اندر اگر اللہ کی طرف سے محبّت عطا نہ ہو تو کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے کوئی تعلّق نہیں رکھ سکتا۔ اگر آپ کو اللہ نے دل کے مشاہدات عطا کئے ہیں تو آپ اس شوق کو لے کے چل پڑتے ہیں' چلتے چلتے محبوب کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کا دیدار کیا اور دیدار کو اپنی خوراک سمجھا' اس طرح مجاز پروان چڑھا اور چلتے چلتے اس نے سوچا کہ وصال سے فراق اور فراق سے وصال کیا ہے' غور کرتا گیا اور درمیان سے پردہ ہٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں ہی دلبر تھا اور میری ہی دلبری تھی' ہم نے ہی تجھے دل عطا کیا تھا اور تو کیا سمجھتا رہا ہے ------ تب اس کو یہ مقام سمجھ آتا ہے کہ اس کے دل کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ نے انسان کی شکل میں ایک جلوہ بھیجا تھا اور وہ اس کھیل کو دیکھ رہا تھا اور آپ کے پاکیزہ اور محبت بھرے دل کو وہ خود ہی چلاتا رہا۔ دل جو ہے یہ چلتے چلتے' حسن کی طرف مائل ہوتے ہوتے' سب سے بڑے حسن کی طرف مائل اور قریب ہوتا جاتا ہے اور سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ:

سبحان اللہ ما احسنک

اس سے زیادہ حسن کوئی نہیں ہے۔ مسلمان اگر دل کے ذریعے سفر کرے تو یہ چلتے چلتے حضور پاک ﷺ کی طرف رجوع کرتا جائے گا اور یہی ایمان ہے اور یہیں سے دعا چلتی ہے۔ گویا کہ ایمان کی تکمیل کی طرف دل آپ کو لے جائے گا۔ دل دھوکہ نہیں دیتا کیونکہ اس نے خود کچھ نہیں کرنا بلکہ آنے والے نے کرنا ہے اور آنے والے نے اس کو جلوہ عطا کرنا ہے اور جلووں کے اندر پرورش پانے والا دل جو ہے یہ Ultimately بارگاہ حسن میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ بارگاہ حسن ہی بارگاہ بے نیاز ہے اور یہی بارگاہ اللہ ہے۔ تو دل جو ہے یہ چلتے چلتے تسلیم کے اندر شامل ہو جاتا ہے اور پھر خدا اور خدا کے حبیب پاک ﷺ تک پہنچنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ تو دل کے سفر کی بات ہے اور دماغ کی یہ صفت ہے کہ انکار کرے۔ دماغ چلتے چلتے' اور Develop ہوتے ہوتے Cause اور Effect یعنی وجہ اور نتیجہ اور علت و معلول کرتے کرتے کسی بھی فیصلے پہ نہیں پہنچے گا اور اللہ پہ اعتراض کرتا رہے گا کہ یہ آدمی لنگڑا کیوں ہے اور فلاں کو بینائی کیوں نہیں ملی' عقل یہ Discussion کرتی رہے گی۔ عقل کی انتہائی شکل یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے Discussion کرے گی۔ اللہ کہے گا کہ سجدہ کر اور شیطان کہے گا کہ وجہ بتاؤ کیونکہ کل آپ نے کہا تھا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا اور آج سجدہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ تو عقل شیطان کی انتہا ہے۔ عقل کی انتہا شیطان تک لے جاتی ہے اور انکار تک لے جاتی ہے اور دل کی انتہا جو ہے یہ حضوری تک لے جاتی ہے بلکہ حضور پاک ﷺ تک لے جاتی ہے۔ اس لئے دل والے جو ہیں صرف یہی دعا والے ہیں۔ دل

والوں کے دل نرم ہوتے ہیں۔ آپ یاد کریں کہ ایک وقت تھا جب آپ کی دعائیں منظور ہوتی تھیں' ایک وقت تھا جب آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے' ایک وقت تھا جب آپ نرم دل تھے' ایک وقت تھا جب آپ کو قریب سے قریب کی آوازیں آتی تھیں' ایک وقت تھا جب آپ پہچان میں شامل تھے' آخر آپ کو کیا ہو گیا' آپ کا دل کیوں سخت ہو گیا ثم قست قلوبکم۔پھر تمہارے دل سخت ہو گئے۔ اب بھی اگر اسی راستے پہ لوٹ چلو تو پھر اللہ کے جلوے تو بیتاب ہیں اور وہ منظور فرما لیتا ہے۔ تو دعا پر ایمان یا دعا کی ضرورت محسوس کرنا دراصل اپنے ایمان میں داخل ہونے کا اعادہ ہے۔ تو تکلیف آپ کو اس راستے پر واپس بلا کے لے آتی ہے جہاں سے آپ اپنے راستے سے الگ ہوئے تھے۔ دو طرح کے انسان ہوتے ہیں' ایک وہ جو گمراہ ہوتے ہیں لیکن ان پر اللہ کی مہربانیاں ہوتی جاتی ہیں حتیٰ کہ ان کی آنکھ تب کھلتی ہے جب بند ہونے کو ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جو مومن ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ تکلیف کے ذریعے احساس دلاتا ہے کہ جاگو اور ہوش کرو۔ ان کو کبھی تکلیف دے دی اور کبھی غم دے دیا۔ اللہ نے اپنے محبوبوں کی Favourite خوراک جو ہے وہ غم رکھی ہوئی ہے' انہیں غم سے کبھی نجات نہیں ملتی اور نہ انہیں غم سے نجات ملنی چاہئے' ان کی تکالیف رفع نہیں ہوتیں اور نہ رفع ہونی چاہئیں۔ تو اصل میں ایمان کی تعریف کیا ہے؟ کہ میں خوشی میں مانتا ہوں اللہ کو' غم میں بھی اللہ' زندگی میں بھی اللہ' موت میں بھی اللہ ـــــ اگر بیماری آ جائے تو انسان ڈرتا ہے' خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ بیماری کہیں مہلک نہ ہو جائے ـــــ میں یہ کہہ

رہا ہوں کہ آپ کو مہلک بیماری کا نام پتہ نہیں۔ مہلک بیماری زندگی خود ہے اور اس کا انجام موت ہے۔ زندگی ہی وہ بیماری ہے جس کا انجام موت ہے۔ کوئی ایسی زندگی نہیں جس کا انجام موت نہ ہو۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہمارا یہاں کا قیام عارضی ہے اور آپ پردیسی لوگ ہیں' کچھ عرصہ قیام ہو گا اور کچھ عرصے کے بعد آپ کو واپس جانا ہو گا۔ یہاں کوئی ٹھہرا نہیں ہے' نہ ڈاکٹر ٹھہرا ہے اور نہ مریض ٹھہرا ہے۔ مسلمان کا ایمان یہ ہے کہ نہ وقت سے پہلے موت آنی ہے اور نہ وقت کے بعد زندگی ٹھہرنی ہے۔ جہاں اللہ کریم آپ کی حفاظت فرماتے ہیں وہاں موت بھی آپ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے' اس نے موت کو مامور کر رکھا ہے کہ اس شخص کی فلاں سن تک حفاظت کرنا اور پھر لے آنا۔ اس وقت تک آپ کو کوئی نہیں چھیڑ سکتا۔ ویسے بھی طویل زندگی' بے مصرف زندگی ہے۔ طویل زندگی دراصل بے عقیدہ زندگی Barren 'Life Fruitless Life. اور Faithless Life ہے۔ ایک دن کی زندگی' ایک لمحے کی زندگی' ایک Moment کی زندگی' عقیدے کی زندگی' ایمان کی زندگی' رجوع کی زندگی' تقرّب کی زندگی' اللہ کی ذات کے نام کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ انسان اگر اللہ کی طرف مائل ہو گیا' اس کی طرف رجوع کر گیا' قبلہ رو ہو گیا اور دل میں اللہ کی یاد آ گئی تو کامیاب ہو گیا۔ ایسا شخص اگر قوالی میں بیٹھا اور یہ مصرعہ آ گیا:

کشتگانِ خنجر تسلیم را

یعنی ایسے لوگ تسلیم کے خنجر سے ہلاک ہو گئے ہیں' تو اس مصرعے کے آتے ہی ایک بہت بڑے بزرگ نے جان دے دی۔ اگر آپ کی زندگی

میں وہ لمحہ نہ آیا جب آپ اللہ کے قریب ہوں تو پھر ایسی زندگی کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے طویل زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ کسی سے تعلّق والی زندگی ہونی چاہئے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں طویل زندگی نہیں چاہئے بلکہ متعلّق زندگی چاہئے' ہمیں تعلق عطا فرما۔ اگر تعلق موجود ہو تو زندگی کا خوف نہیں ہو گا' موت کا خوف نہیں ہو گا' ہم یہاں بھی اللہ کے ہیں اور ہمارا آنا اور جانا برابر ہے۔ خوف اس بات کا ہے کہ کہیں تعلّق والا بے تعلق نہ ہو جائے۔ اس سے ڈرنا چاہئے۔ سب سے بڑی بیماری یہ ہے کہ انسان بے عقیدہ ہو جائے۔ اس لئے اگر آپ کا عقیدہ محفوظ ہے تو سلامتی ہی سلامتی ہے۔ تو دعا یہ مانگنی چاہئے کہ یا اللہ تو تقرب دے۔ اس لئے آپ حضور پاک ﷺ کا تقرّب تلاش کرو اور ان کا تقرّب احترام میں ہے' ان کی لگن میں ہے اور ان کے ماننے والوں اور ان کے مقرّبوں کے پاس رہنے میں ہے۔ دعا پر ایمان آپ کو مقرّبین میں شامل کرے گا۔ لوگ دو طرح کی دعائیں مانگتے ہیں۔ کچھ لوگ یہاں ٹھہرنے والی چیزوں کی دعا مانگتے ہیں' ایسی چیزیں جو یہاں قائم رہنے والی اور فانی ہوں۔ فانی اشیاء کے لئے دعا فانی بنا دے گی۔ اللہ سے وہ دعا مانگنی چاہئے کہ اگر آپ کا وصال بھی ہو جائے تب بھی آپ کی دعا جاری رہے۔ آپ "مِن اللہ" آئے ہو' "اِلی اللہ" جا رہے ہو اور یہاں پر آپ کی زندگی اگر "مَع اللہ" ہو جائے تو آپ کا مقصد پورا ہو گیا یعنی اللہ سے آئے' اللہ کی طرف جانا اور اللہ کے ساتھ زندگی گزارنا' یہ آپ کی کامیابی ہے۔ ورنہ زندگی بے مصرف ہو گی اور بے مقصد ہو گی۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی تحقیق کرنی چاہئے اور یہ کہنا

چاہئے کہ یا اللہ میں ان دعاؤں سے توبہ کرتا ہوں جو دعائیں تجھے پسندیدہ نہ ہوں۔ مجھے ایسی دعا کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تیرا تقرّب عطا ہو اور تو بہتر جانتا ہے' ہمیں آزمائشوں میں نہ ڈال' ہم اتنے ہمّت والے نہیں ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب نازل کروں جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں' " وانت فیھم " تو یہ ممکن نہیں ہے کہ مسلمانوں پر عذاب آئے جب کہ حضور پاک ﷺ ان میں ہوں۔ اس زمانے میں تو آپ موجود تھے اور آج بھی وہ وجود تو موجود ہے۔ اگر آپ کے دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہے تو آپ پر عذاب نہیں آ سکتا' آسکتا ہی نہیں ہے' گویا کہ عذاب سے نجات آپ نے خود اپنے آپ کو دینی ہے۔ دعا بھی تم اور تاثیر بھی تم۔ جس نے دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد رکھ لی' وہ عذاب سے نجات پا گیا۔ گویا کہ یہ اسم ایسا ہے جو کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا اور یہ یاد ایسی ہے جس میں اللہ کا تقرّب مل جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہے کہ دعا منظور ہوتی ہے' اس واسطے سے دعا منظور ہوتی ہے' یہ واسطہ محفوظ رکھا جائے تو دعائیں منظور ہوں گی۔ اگر آپ کو لگے کہ دعا منظور نہیں ہوئی تو شرط یہ ہے کہ دعا منظور ہو یا نہ منظور ہو' آپ عبادت کرتے جاؤ۔ آپ نے مانگنا ہے اور اس نے ماننے کی شرط نہیں رکھی۔ اب وہ جو کر رہا ہے آپ اسے دیکھتے جاؤ اور مانتے جاؤ' مانتے جاؤ' حتّٰی کہ ایک وقت آ جائے گا جب منوانے کا وقت ہو گا کہ آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور کام ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرو۔ پھر وہ اس وجود کے ساتھ جو کرے گا وہ اپنا وجود سمجھ کے کرے گا۔ دعا کو

تکرار نہ بنانا' دعاؤں پر اصرار بھی نہیں کرنا۔ دعا آپ کو اس واقعہ سے نجات دلاتی ہے جس میں آپ مبتلا ہیں' دعا تقرّب عطا فرماتی ہے اور دعا کے اندر ہی ماننے والے کا تقرب ہے اور دعا سننے والے کا تقرب ہے' مانگنے والا اور سننے والا دونوں پاس پاس ہیں۔ ایسی دعا نہ کرنا کہ یا اللہ مجھے وہ چیز دے دے' ایسی چیز جو اس نے اپنے پسندیدہ بندے کو نہ دی ہو۔ ایسی چیز نہ مانگ بیٹھنا جو اللہ کو پسند نہیں اور اس نے کافروں کو بغیر دعا کے دی ہوئی ہے۔ آج ہماری ملّی دعائیں اس المیے کا شکار ہیں کہ ہم کافروں والی ترقی دعا سے مانگ رہے ہیں' کافروں جیسی ترقی مانگ رہے ہیں' جہاز مانگ رہے ہیں اور ایٹم بم مانگ رہے ہیں۔ آپ یہ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنا بنا کے رکھ اور ہمارا اپنا بن۔ دعا میں لوگوں کو شریک کر لیا جائے تو دعا منظور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات جو دعا مانگی جاتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی اور اگر دعا جاری ہے اور آنسو جاری ہیں تو یہ اللہ کے تقرّب کا ایسا مقام ہے کہ اگر آپ اس مقام کو پہچان لیں تو اس تکلیف کا شکریہ ادا کریں گے جس نے آپ کو محبوب بنا دیا۔ پھر آپ کہیں گے کہ اے تکلیف تو سلامت رہے جس نے مجھے آنسوؤں سے آشکار کرایا اور بارگاہ کے قریب لے گئے۔ ایسی تکلیف' تکلیف نہیں ہے بلکہ دعوت نامہ ہے۔ ایسی تکلیف عذاب نہیں بلکہ احسان ہے کہ اللہ کی یاد آپ کے دل میں خاموش ہونے لگی تھی اور تکلیف نے آکر اسے جگایا۔ بڑے بڑے واقعات ایسے گزرے ہیں کہ اللہ نے تکلیف دے کے کسی نہ کسی طریقے سے اپنے پاس بلایا۔ عام حالات میں لوگ بزرگوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ انہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے اور یہ تکلیف سفر کراتی ہے۔

یہ تکلیف اللہ کے قریب کرتی ہے اور اللہ والے کے قریب کرتی ہے۔ جب اللہ والے کے پاس پہنچتے ہیں تو پھر تکلیف کیسی

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کے
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو انسان جاتا ہے اپنی ضرورت لے کے اور وہاں جاکر سب تکلیف بھول جاتا ہے' پھر اور طرح سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کئی واقعات ملتے ہیں چوری کرنے کے اور انسان وہاں سے کچھ اور بن کے نکل آتا ہے۔ تو وہ تکلیف جو اللہ تعالیٰ کا احسان ہو' اس تکلیف کا شکر ادا کرنا چاہئے اور وہ تکلیف جو آپ کو باغی بنا رہی ہے وہ ابتلا ہے ---- انسان فقیروں کے پاس دنیاوی آرزو لے کر جاتے ہیں اور وہ اسے بات سمجھا دیتے ہیں' جب پردہ اٹھتا ہے تو نہ وہاں فراق ہوتا ہے اور نہ وصال ہوتا ہے بلکہ فراق ہی وصال ہوتا ہے اور وصال ہی فراق ہوتا ہے کیونکہ وہاں فراق اور وصال ایک ہی چیز کا نام ہے۔ تو فقیروں کے پاس جانے والے ابتدا میں دنیاوی آرزو لے کر جاتے ہیں اور یہ دنیاوی ضرورتیں روحانی سفر کا باعث بن جاتی ہیں' جسمانی سفر ہی روحانی سفر بن جاتا ہے ---- عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر انسان کی روح بیمار ہو جائے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے' اگر روح ٹھیک ہو جائے تو جسم بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ روح کی غذا اللہ کی یاد اور اللہ کا ذکر ہے۔ اگر اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا ذکر کیا جائے تو وجود کی اصلاح ہو جاتی ہے' وجود صاف ہو جاتا ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ وجود کی ریت کے اندر سونا ہے۔ تو اپنے وجود کے اندر کا سفر کیا جائے' اس کی

حقیقت کو دریافت کیا جائے' اپنی پیشانی کو سجدوں سے سرفراز کیا جائے اپنے پیسے کو خیرات دے کر محفوظ کیا جائے' اپنی طاقت سے غریبوں اور مسکینوں کو محفوظ رکھا جائے بلکہ ان کی مدد کی جائے' اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے اور اپنی نیند کے کچھ لمحات کو بیدار کیا جائے اور اپنی ویران اور خشک آنکھوں کو آنسوؤں سے جگمگایا جائے۔ تب آپ کی زندگی بہتر ہو گی۔ یہ نہ ہو کہ بجھی اور ویران آنکھیں ہوں۔ کہیں آپ کے لئے یہ نہ کہہ دیا جائے کہ ثم قست قلوبکم پھر تمہارے دل پتھر ہو گئے حالانکہ اللہ کے پتھروں سے بھی نہریں جاری ہیں۔ یعنی پہاڑ سے نکلنے والا دریا آنسو کی طرح ہے۔ آپ اپنی آنکھوں کو خشک نہ ہونے دینا۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ اگر رات کو جاگتے وقت رونا نہ آئے تو رونے والی شکل ہی بنا لو۔ تکلیف کے آنے سے اور ارادوں کے ٹوٹنے سے آپ کو ایک بات کا احساس ضرور ہو جاتا ہے کہ آپ نے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اگر یہاں ٹھہرنا مشکل ہے اور یہاں سے چلے جانا ہے تو جانے سے پہلے آپ کوئی کام کر جاؤ۔ اب آپ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور جانے سے پہلے کوئی کام کر جاؤ۔ آپ نے اپنی ذات کے ساتھ بچپن سے جو وعدے کئے ہوئے ہیں' ان کو پورا کرنا شروع کر دیا جائے تو وہ زمانے پھر لوٹ آئیں گے جب آپ کی زبان سیف یعنی تلوار ہو جائے گی' آپ کی دعا مستجاب ہو جائے گی' آپ کا دل آباد ہو جائے گا' آپ کی آنکھ پرنم ہو جائے گی اور آپ کی پیشانی سجدوں سے منور ہو جائے گی۔ آپ نے اور کچھ نہیں کرنا بلکہ صرف اس دن کو بلانا ہے۔ اگر وہ کسی طرح آگیا ہے تو اب آپ اپنی دعاؤں کو اس کی بارگاہ میں لے چلو۔ آپ

کی دنیاوی آرزوئیں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں' دنیاوی آرزو مجبوری بن کے گمراہی کے بازار میں نکل جاتی ہے یا پھر دنیاوی آرزو مجبوری بن کے اللہ کے دربار میں پہنچ جاتی ہے۔ اگر آپ کی آرزو اللہ کی طرف رخ کر گئی تو یہ نیکی ہے۔ شکر کرو کہ آپ کی تکلیفیں دعائیں بن گئیں اور اللہ کی طرف مائل ہو گئیں اور اس کی طرف رجوع کر گئیں اور آپ نے اسی طرف رجوع ہی تو کرنا تھا۔ تو دعا پر ایمان رکھنا' یقین رکھنا اور دعا مانگنا بڑی مبارک بات ہے۔ دعا پر اصرار اور تکبر منع ہے۔ اللہ جو عطا فرما رہا ہے وہ بہتر ہے اور اس کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں آتی جب تک وہ کوئی بڑی آنے والی تکلیف نہیں ٹال جاتی۔ اس تکلیف کا اس لئے بھی شکریہ ادا کرو کہ اس سے اور بہت بڑی تکلیف ٹل گئی۔ ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ کس طرح اللہ کی مہربانی ہو گئی ہے۔ صدقے سے بلا ٹل جاتی ہے۔ بلا کی تعریف ہی یہی ہے کہ جو نہ ٹلے۔ لیکن بلا صدقے سے ٹل جاتی ہے۔ اسی طرح دوست کے آ جانے سے بیماری کم ہو جاتی ہے۔ ہر تکلیف ایک بڑے عذاب کو ٹال دیتی ہے۔ ایک آدمی نے اللہ سے وعدہ کیا کہ تکلیف ٹل جائے تو اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا کیونکہ اس نے میرا کہنا نہیں مانا تھا۔ بیوی نے خدمت کی اور تکلیف ٹل گئی۔ اب وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کیا جائے کہ کوڑے نہ مارے جائیں۔ تو اسے بتایا گیا کہ تنکوں کا جھاڑو سو دفعہ ہلکا سا مار دو تاکہ شرط پوری ہو جائے ـــــ تو تکلیف کو پہچانا جائے کہ تکلیف ہے کیا؟ تکلیف دعوت نامہ ہے' تکلیف آپ کی زندگی ہے' تکلیف احساس کی بیداری ہے اور تکلیف ہی شب بیداری ہے۔ اس لئے وہ تکلیف جو جگا رہی ہے اس

راحت سے بہتر ہے جو سلا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی تکالیف دور کرے ---- اللہ تعالیٰ آپ کے اندیشے دور کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امیدیں پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے محسنوں کو آپ پر خوش رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بزرگوں کو آپ پر گلہ نہ کرنے دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولادوں کو آپ کا ادب سکھائے اور آپ کی اولاد مؤدب ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے رزق کو صالح فرمائے' آسان فرمائے اور کشادہ فرمائے۔ آپ کا رزق اتنا کشادہ اور زیادہ ہو کہ آپ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر سکو۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جو تکلیف اللہ کی طرف راغب کرے وہ اللہ کا احسان ہوتی ہے تو اگر گناہ کبیرہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو؟

جواب :۔

اگر گناہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو آپ یہ سمجھو کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہونے کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہے اور چونکہ وہ انسانوں کو بے پناہ معاف کرنے والا ہے اور جب معاف کرنے پر مائل ہوتا ہے تو انسانوں کو اپنے دروازے کا سائل بنا دیتا ہے۔ توبہ کے بعد گناہ کا ذکر بھی گناہ ہے۔ توبہ کا معنیٰ ہے رجوع الی اللہ یعنی راستہ مڑ جانا۔ جب انسان اللہ کے پاس آتا ہے تو توبہ کر کے آتا ہے۔ توبہ کے بعد ذکر گناہ منع ہے اور توبہ کی

منظوری کا ثبوت یہ ہے کہ یاد گناہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ گناہ کبیرہ کو ذریعہ نیکی اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ زمانہ اسی کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔ گناہ کبیرہ اگر اس کو کہیں گے تو یہ اللہ کے لئے ایک چیلنج ہو جائے گا کہ اس نے کس طرح معاف کر دیا ہے۔ جو قوانین سماج کے لئے مرتب ہو گئے ہیں ان کی Violation بیان نہیں کرنی ہے کیونکہ وہ اسی طرح ہیں جس طرح اسلام نے بیان کر دیئے ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ گناہ کے بعد آپ سزا کی طرف جا رہے تھے مگر کوئی نیکی کام آ گئی۔ نیکی گناہ پر حاوی ہو سکتی ہے اور دعا جو ہے یہ ابتلا پر حاوی ہو سکتی ہے اور اللہ کا فضل اس کے غضب پر حاوی ہے اور شفاعت جو ہے یہ انصاف پر حاوی ہے ---- اس لئے آپ اللہ کے احسانات دیکھو۔ صرف ماں کی دعا سے اور باپ کی دعا سے کتنے کام بن جاتے ہیں۔ آپ کے بزرگ آپ کے لئے دعا کرتے آئے ہیں اور آپ کے آنے والے بچے بھی آپ کے لئے دعا کریں گے۔ اس لئے گناہ اللہ کی بارگاہ سے ایک قسم کا انکار ہے ------ اگر بندہ انکار کرے تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ ہے۔ توبہ بنی ہی اس لئے ہے۔ ابلیس واحد ذات ہے جو توبہ نہیں کرتی۔ ابلیس کہتے ہی اس کو ہیں جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو۔ وہ آدمی جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے وہ ابلیس ہے اور انسانوں میں ابلیس وہ ہے جو توبہ کا دروازہ بند سمجھتا ہے یا جو دعا کے قریب نہیں جاتا' دعا پر جس کا Faith نہیں ہے' اس کے لئے بخشش نہیں ہے۔ دعا کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے سامنے پیش کر سکیں' یہ تیرا فضل ہے جو ہم پر مہربانی کرے گا اور ہمیں پھر سے تازہ دم بنائے گا۔ توبہ بھی ایک دعا ہے

اور دعا بھی ایک توبہ ہے۔ توبہ کے بعد محاسبہ نہیں ہوتا:

اب کس لئے ہے میرے گناہوں کا ہے احتساب
جب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

اللہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جہاں گناہ زیادہ ہوں وہاں عذاب آتا ہے اور اللہ کی ایک سنت یہ ہے کہ جہاں گناہ زیادہ ہوں وہاں رحمت آتی ہے بلکہ رحمتہ للعالمینؐ آتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے کا اتنا برا حال تھا کہ اس کو تباہ ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہاں اللہ نے اپنی رحمت بھیج دی۔ گویا کہ برا حال بھی ایک طرح کی دلیل ہے کہ اب اللہ کی رحمت آنے والی ہے کہ ہم گناہ میں اتنے مبتلا ہو گئے ہیں کہ ہمارے عمل کے ذریعے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی' اب وقت آگیا ہے کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے کیونکہ اب نہ ہماری توبہ ہمیں بچا سکتی ہے اور نہ ہماری نیکی ہمیں بچا سکتی ہے' اب وقت بھی آخری آ چکا ہے' ہمارے اعضاء بھی شل ہو گئے ہیں تب اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے اور انسان توبہ کے راستے ایمان میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال:۔

آپ نے فرمایا تھا کہ آنسو اللہ کی نعمت ہیں' اس بارے میں فرمائیں کہ یہ کیسے ہے؟

جواب:۔

انسان عبادت پر ایک چیز کو حاوی دیکھتا ہے اور وہ اس کے آنسو ہوتے ہیں۔ یہ آنسو اس کو اللہ کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ

دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آنسو عطا فرمائے ـــــ ایک آدمی ایک جگہ بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔ اس نے کئی سال لگا کے جنگل سے جڑی بوٹیوں کا رس یعنی روح العقاقیر اکٹھا کیا لیکن شیشی اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ گرو نے پوچھا کیوں رو رہے ہو۔ اس نے کہا میں نے ساری عمر جو بوٹیوں کا رس اکٹھا کیا تھا وہ بوتل ٹوٹ گئی ہے۔ وہ روتا جا رہا تھا اور گرو ہنس رہا تھا ـــــ چیلے نے کہا مہاراج ! میں مصیبت میں ہوں اور آپ ہنس رہے ہیں' یہ کیسا انصاف ہے۔ گرو نے کہا تو جو چیز چاہتا تھا وہ تجھے نہیں ملی مگر میں جو چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا۔ چیلے نے پوچھا آپ کو کیا مل گیا؟ گرو نے کہا مجھے تمہارے آنسو ملے ہیں۔ چیلے نے کہا آنسوؤں سے کیا ہو گا؟ گرو نے کہا انہی آنسوؤں کے فیض سے تو جڑی بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے ـــــ تو "رس" لینا اور چیز ہے اور "رس" دینا اور ہے۔ آنسو وہ چیز ہے جو آپ کو بہت قریب کر دیتی ہے اور اسی کے دم سے سارا نظام قائم ہے۔!

ولی جنت کی قیمت ایک آنسو ہے خدا جانے
مگر اس آنکھ سے نکلے جو پنہاں ہے تیرے دل میں

اس کائنات میں آنسو ایک ایسا راز ہے کہ جہاں کوئی اور چیز کام نہیں آتی وہاں آپ کو آپ کے آنسو لے جاتے ہیں۔ آنسو کا سفر نہیں رکتا' یہ سیدھا بارگاہ صمدیت میں لے جاتے ہیں۔ آپ کو جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں آپ کے آنسو خشک تو نہیں ہو گئے۔ اپنے آنسوؤں کو زندہ رکھا کرو اور پھر آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہوتا ہے اس

کی آنکھ کو پرنم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندے وہ ہیں جو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے رونا ابتلا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے بندوں کا ایک مقام ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں نہ کوئی گناہ' گناہ رہتا ہے اور نہ کوئی نیکی' نیکی رہتی ہے اور انسان تقرب میں پہنچ جاتا ہے۔ جب ایسے لوگوں کو دیدار ہو یا وصال ہو تو ان کی آنکھ میں آنسو ہوتے ہیں۔ آنسو کسی ذات کے قریب آنے کی دلیل ہے۔ اس کو رقت کہتے ہیں۔ اس لئے آپ تنہائی میں بیٹھا کرو' غور کیا کرو' اس کو پکارا کرو ---- اس لئے وہ گناہ' گناہ نہیں رہتا جس پہ توبہ کر لی جائے اور توبہ کے بعد اس گناہ پر اصرار نہ کیا جائے۔ پھر اللہ کی مہربانی ہو جائے۔ وہ مہربانیاں کرتا رہتا ہے اور آنسو عطا کرتا رہتا ہے۔ ایک درویش کے پاس ایک آدمی آیا۔ درویش کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور بڑے با شرع بزرگ تھے۔ مرید نے روتے روتے عرض کی کہ میں کتنے سالوں سے التجا کرتا آ رہا ہوں کہ ہر سال میں Apply کرتا ہوں لیکن حج کے لئے میرا نمبر نہیں آتا' کہیں میں نا مقبول یا نا منظور تو نہیں ہوں ---- یہ کہہ کر وہ زور زور سے روتا گیا اور آنسو بہاتا گیا۔ بزرگ اس کی بات سنتے رہے اور پھر دعا کی یا اللہ اس پہ رحم فرما تاکہ یہ حج پر نہ جا سکے۔ وہ آدمی سٹپٹایا اور بہت چیخا چلایا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔ درویش نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ یہ جو تو رو رہا ہے' یہ آنسو مجھے دے دے اور جو میں نے چودہ حج کئے ہیں ان کا ثواب تو لے لے' تیرے آنسوؤں میں جو شوق ہے یہ حج پر حاوی ہے' شدت جذبات کا یہ جو مقام ہے حج اس کے سامنے نہیں

ٹھہرتا ـــــ جن لوگوں کو یہ مقام عطا ہو جائے وہ عبادات سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حاجی ایک بے کیف وادی سے گزر جائے لیکن فقیر جو ہے وہ ہمہ حال کیفیت میں ہوتا ہے۔

خلقت کوں جیندی گول ہے
ہر دم فریدؔ دے کول ہے

یعنی دنیا جس اللہ کو تلاش کر رہی ہے وہ ہر دم فرید کے ساتھ ہے۔

جس کو وہ تلاش کر رہا ہے وہ اس کے ساتھ ہے۔ وہ ساتھ کیسے ہوتا ہے؟ اس کا ثبوت اس کی آنکھ کے آنسو ہیں۔ جب تک آپ کی آنکھ میں آنسو ہے سمجھو کہ اس کا آپ کے ہاں آنا جانا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو زندہ رکھو۔ رحمت کے سامنے گناہ کا ذکر نہ کرو۔ گناہ پر تکرار بدبختی ہے۔ گناہ جو ہے وہ دعا سے دور لے جاتا ہے۔ اگر دعا پر اعتماد قائم ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو گناہوں کے حوالے سے نہ دیکھا کرو بلکہ رحمت کے حوالے سے دیکھا کرو بلکہ فقیر لوگ کہتے ہیں کہ یا اللہ میں نے گناہ سے توبہ کی اور اس عبادت سے بھی توبہ کی جو تمہیں منظور نہ ہو ـــــ یا اللہ تو اپنی رحمت فرما اور ہمارے گناہ یا ریاکاری کی عبادت کی طرف نہ دیکھ۔ اس لئے اللہ کے پاس عبادت نہیں لے جاتی بلکہ اس کا فضل لے کر جاتا ہے۔ دل سلامت رہے اور اس میں اللہ کی یاد ہو تو یہی خانہ کعبہ ہے' آپ اس میں سے خواہشات کے بت نکال دو تو حرم آباد ہو جائے گا۔ اسی دل کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ مومن

ہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کا دل اللہ کا گھر ہے' اس کی آنکھ اللہ کا قرب ہے' ہاتھ ہے مومن کا گویا ہاتھ اللہ کا ـــــ اسی لئے کہا گیا ہے کہ :۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

مومن وہ ہے جو دنیاوی حالات میں سے نکلتا ہوا اللہ کے تقرّب کو تلاش کرے' اللہ کے مقرّبوں کو تلاش کرے۔ آپ اپنے آپ کو قائم رکھو' اس کو تلاش کرو' اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤ' وہ دروازہ اب بھی کھلنے کے لئے تیار ہے۔ اور آپ کو ایک بار پھر اپنا پرانا مقام ہاتھ آ جائے گا۔ ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کو پکارو ـــــ ایک بار پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ مہربانی کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہے۔ اس کا کام ہی مہربانی کرنا ہے ـــــ آپ اللہ کی مہربانی سے مایوس نہ ہونا ـــــ اللہ کی مہربانی سے مایوس ہونے کا مطلب ہے اپنے مستقبل سے مایوس ہونا۔

آپ کا مستقبل روشن اور درخشندہ ہے' اگر آپ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جس نے ایک بار اللہ کی طرف رجوع کیا پھر وہ اللہ نہ ہوا جو اس کو چھوڑ دے' وہ کبھی نہیں چھوڑتا۔ پہلے وہ آپ کو سیدھے راستے سے بلاتا ہے اور اگر آپ اس کے پاس نہ جائیں تو تھوڑی سی تکلیف بھیج کے آپ کو قریب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کے دروازے کھولے۔ آپ کے والدین اگر زندہ ہوں تو ان کی خدمت کیا کرو اور اگر رخصت ہو گئے ہیں تو ان کے مزار پہ جا کر چراغ جلایا کرو' فاتحہ پڑھا کرو۔ جہاں کسی بزرگ کا مزار

ہو تو وہاں ضرور سلام کیا کرو۔ کیونکہ تمام بزرگوں پر حضور پاک ﷺ کی مہربانی ہے۔ جن لوگوں کے مزار پر گنبد ہو وہاں بحث کئے بغیر جایا کرو اور سلام پیش کیا کرو۔ آپ نے بھی اس جہاں سے ضرور گزرنا ہے لیکن جانے سے پہلے کوئی جلوہ ضرور دیکھ جاؤ۔ اگر یہاں جلوہ نہ دیکھا تو اللہ کا فرمان ہے ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ جلوے کی تعریف یہ ہے کہ جلوہ تیرے آنسوؤں کا دوسرا نام ہے۔ اپنے قیمتی آنسوؤں کو سنبھالو۔ اللہ آپ پر اپنا فضل فرمائے۔ آپ اللہ کے دروازے کھٹکھٹاؤ اور آسمانوں سے آپ کو جواب آنا شروع ہو جائے گا۔ آپ اپنی قدر پہچانو اور آنسوؤں کی قدر پہچانو۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

○



۱ اس زندگی میں اللہ کا جلوہ کیسے دیکھا جاسکتا ہے؟

۲ بعض اوقات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ چیز' یہ یہ آیت پڑھیں تو اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ سر! یہ جو پیری مریدی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرتے ہیں بعض دفعہ پیر صاحب پشاور میں تشریف فرما ہیں اور یہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ ہے؟

۴ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب امر' صاحب بصیرت سے وابستگی کو اللہ کے لئے مستحکم کر لیتا ہے تو کیا اس کے بعد اور Formalities کی ضرورت رہتی ہے؟

۵ سر! "بیعت" کا لفظی معنی کیا ہے؟

۶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' میں نے یہ کائنات تخلیق کی۔ حضور یہ فرمائیں کہ پہچان سے کیا مراد ہے؟

۷ حضور! کیا بزرگوں سے مدد مانگنی جائز ہے؟

۸ حضور کیا ان سے مانگنا جائز ہے؟

۹ بزرگوں سے کس طرح مانگیں' اس سلسلے میں وضاحت فرمادیں۔

۱۰ سر! عشق کیا ہے اور یہ کیسے کیا جاتا ہے؟

۱۱ حضور! عشق حقیقی اور عشق مجازی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

۱۲ یہ جو آپ کی تعلیمات ہم سن رہے ہیں تو اس میں دنیا کے معاملات اور کاروبار زندگی کو تو پھر چھوڑنا پڑے گا۔

۱۳ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس سے ہم بے غم ہو جائیں۔

۱۴ حضور! ملک کے حالات غیر یقینی ہیں' اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔

۱۵ حضور والا! کیا آپ کو یہ موجودہ خطرات محسوس نہیں ہوتے؟

۱۶ سر! غریب کے لئے صاحب اقتدار لوگ کچھ نہیں کرتے۔

۱۷ ہم کسی صاحب دعا کو کہاں اور کیسے تلاش کریں؟

۱۸ سر! ایاک نعبد وایاک نستعین سے کیا مراد ہے؟

۱۹ فیض کیسے ملتا ہے اور کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟

سوال:

اس زندگی میں اللہ کا جلوہ کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب:

یہ زندگی ختم ہو گی پھر یہ کام شروع ہو گا' اس کا انتظار کرو۔ تھوڑا سا انتظار کر لو۔ یہ سوال وہ آدمی کر سکتا ہے جس کی آنکھ میں کوئی غیر اللہ نہ ہو' کسی بھی غیر اللہ کا جلوہ نہ ہو' ذہن میں غیر اللہ کا خیال نہ ہو' دل میں غیر اللہ نہ ہو' کوئی غیر اللہ وابستگی نہ ہو' پھر وہ یہ بات کہہ سکتا ہے۔ اس وجود کی تو ویسے ہی بات نہیں ہو سکتی۔ جس ذریعے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے وہ ذریعہ ہی Available نہیں ہے اور جو تھوڑے بہت ذرائع Available ہیں وہ غیر اللہ کے ساتھ لگے پڑے ہیں۔ دعا کرو کہ تمہارے پاس کوئی مال نہ رہ جائے' خدا کرے کہ تیرے پاس کوئی دوستی نہ رہ جائے' خدا کرے تیرے ساتھ کوئی رشتے داری نہ رہ جائے' تیرا کچھ بھی نہ رہ جائے' تو پھر اللہ کے جلوے کا انتظار کر سکتے ہو۔ انتظار بہتر ہے کیونکہ وہ جس وقت آئے گا' سو اسی وقت آئے گا۔ تو کوئی آدمی دیدار

الٰہی کس طریقہ سے کر سکتا ہے؟ درویش لوگ بتاتے ہیں کہ طریقہ یہ ہے کہ اگر کہیں سے نگاہ مصطفیٰؐ ہو جائے تو پھر دیدار حق ہو سکتا ہے' ورنہ ناممکن ہے۔ بس! آپ بات سمجھ گئے! صرف وہ ایک جگہ ہے' وہ ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ایک ہی راستہ ہے۔ نہیں تو نہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے ہماری زندگی ادھر ہی رہنی چاہئے' دنیا میں ہی رہنی چاہئے۔ اس جہان کے سوال جواب تک رہو۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دیدار کرا دوں گا۔ ایسا کوئی نہیں کرا سکتا کہ دیدارِ الٰہی کرائے' دیدارِ حضور پاکؐ کوئی کرائے۔ اپنے سے کسی بڑی چیز کا آپ دعوی نہیں کر سکتے۔ تو اپنے خیر خواہ ہی بنو۔ ہاں ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ میری جیب میں دس روپے ہیں' میں تمہیں دو روپے دے سکتا ہوں۔ جتنا دے سکتے ہو' اتنا دے دو۔ کیونکہ یہ ایک اختیار ہے۔ یہ بات ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم یہ کر سکتے ہیں اور وہ بات اختیار میں نہیں ہے! کسی کے بس میں نہیں ہے! تو عام طور پر مریدین جو ہیں وہ پیروں کو گمراہ کر دیتے ہیں کہ سرکار! آپ اس کا حل ضرور نکال سکتے ہیں کیونکہ آپ تو ہیں ہی ایسے! وہ بیچارا پیر صاحب پہلے ایک دفعہ سنے گا' دو دفعہ سنے گا' مرید پھر کہے گا کہ ضرور اللہ کا دیدار کرا سکتے ہو۔ پیر صاحب بیچارہ چکر میں آ جائے گا۔ کسی ایک مرید نے جھوٹ میں آ کے کہہ دیا کہ جی ہو گیا دیدار! پھر کسی دوسرے نے آ کر کہہ دیا کہ دیدار ہو گیا۔ تیسرے نے کہہ دیا جی مجھے بھی دیدار ہو گیا ہے۔ یعنی دیدار کرانے والا وہ پیر بیوقوف بن گیا۔ ایسا نہیں ہوتا۔ کم از کم آپ دانا انسان بن جاؤ کہ آپ صداقت سے سوچو کہ کسی اور کے کہنے پر دیدار نصیب نہیں ہو گا بلکہ یہ آپؐ کی مرضی کی بات ہے اور یہ آپؐ کی

مرضی سے ہوتا ہے۔ فی الحال کوئی اور ایسی طاقت یا ہستی نہیں ہے جو دیدار کرا سکے۔ ہاں اللہ اپنا دیدار کرا سکتا ہے۔ اگر اللہ خود چاہے تو! اور اگر حضور پاکؐ چاہیں تو اللہ کا دیدار کرا دیں۔ اسؐ سے آگے کسی کا بس نہیں ہے۔ آپ کو کیا کام کرنا چاہئے؟ جو آپ کے بس میں ہے۔ استعفیٰ دے سکتے ہو یہ تمہارے بس میں ہے۔ یہ آپ کر سکتے ہو۔ اپنا مکان نیلام عام کر سکتے ہو' یہ آپ کر سکتے ہو' جس آدمی کے دل میں نفع و نقصان کا احساس ہے' وہ ایسے کام نہ کرے۔ اس کو اگر اللہ ملے تو دعا کرے گا کہ یا اللہ میرے حالات کچھ بہتر کر دو۔ دیدار کی قبولیت تب ہوتی ہے جب ایسی حالت ہو کہ :۔

کیوں جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر

اللہ کا دیدار وہ آدمی کر سکتا ہے جس کو دنیا میں اور کوئی خواہش نہ ہو اور جس نے ماسواء کا نقش مٹا دیا ہو۔ آپ لوگ تو مجسم ماسواء ہیں۔ ماسواء نہ مٹے تو ماوراء کدھر سے آئے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! اس لئے میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس سوال کی بھی معافی مانگو :۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ ہم اللہ کا دیدار کرا دیں گے' اس غریب آدمی کے لئے بھی معافی مانگو کہ وہ اپنی ہستی

سے زیادہ ایک بول ایسا بول بیٹھا ہے۔ امید ہے آپ بات سمجھ گئے ہوں گے۔ اب اور سوال کرو۔

سوال :۔

بعض اوقات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ چیز' یہ یہ آیت پڑھیں تو اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

اللہ کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا مانگو کیونکہ میں دعائیں منظور کرتا ہوں۔ آپ اپنی زندگی پر نظر دوڑائیں اور سوچیں کہ کیا کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ آپ نے دعا مانگی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو' پیغمبروں نے دعا مانگی' منظور ہوئی اور بعض اوقات منظور نہیں ہوئی۔ اللہ کہتا ہے کہ میں دعا منظور کرتا ہوں لیکن کئی دفعہ نا منظور بھی کرتا ہوں۔ اللہ تو پھر اللہ ہے' مانے یا نہ مانے' وہ قائم رہتا ہے۔ قرآن پاک کی کوئی آیت ایسی ہے جس کا یہ اثر ہو کہ اللہ کا دیدار ہو جائے؟ کتابیں بیچنے والوں نے بڑا ہی فراڈ کیا ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسی Stereo Type بات نہیں ہے کہ آپ چھ جمعرات دیئے جلاؤ تو پھر ساتویں جمعرات آنے سے پہلے فلاں مراد پوری ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوتا۔ یہ کام بند کر دیں۔ کتابوں سے پڑھے ہوئے نقش استعمال نہ کرو اور جو لکھے ہوئے وظائف ہیں وہ استعمال نہ کرو۔ کوئی پہچان والا شخص اگر کوئی وظیفہ دے تو وہ استعمال کرو۔ کتابوں کی بات کتاب تک رہنے دو کیونکہ یہ صرف کتابیں بیچنے کے لئے لکھا ہوا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر کیا سے کیا ہو جاتا۔ تو ایک بات

یاد رکھو کہ قرآن کو کبھی عمل کے لئے اور رمل کے لئے استعمال نہ کرنا۔ یہ حکم ہے۔ قرآن پاک کو اللہ کا کلام سمجھ کے پڑھنا۔ نہ پڑھ سکو تو ادب سے اس کو سلام کر دو۔ آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو نہ پڑھو۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا قرآن پڑھ لینا۔ بسم اللہ کا قرآن کیا ہوتا ہے؟ سارے قرآن پاک کی ایک ایک سطر انگلی رکھ کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے جاؤ۔ تو ایسے ایسے بزرگ آئے ہیں کہ جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سچ ہے اور حق ہے۔ اگر قرآن کا ادب قائم ہو جائے تو پھر علم کے بغیر بھی تاثیر مل جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ہے جس کے پاس ادب قائم ہے اور حج کرنے گیا لیکن وہ دعا نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ ہر چیز بھول جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک یہ دعا نہ کرو' تاثیر نہیں ہوتی۔ تاثیر ادب کی ہے' تاثیر لگن کی ہے' تاثیر لگاؤ کی ہے' شوق کی ہے' ذوق کی ہے۔ الفاظ بھی اپنی جگہ پر مستند ہیں لیکن جب آپ الفاظ ادا نہ کر سکو تو پھر دل کا چراغ لو اور میدان کی طرف چل پڑو۔ تو اللہ تعالیٰ مہربانی کر دے گا۔ باقی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کرو گے تو ویسا ضرور ہو گا۔ جو ہو گا وہ اللہ اور حضور پاکؐ کی مرضی سے ہو گا۔ وہ نہ چاہیں تو کچھ نہیں بنے گا اور اگر وہ چاہیں تو سب ہو جاتا ہے۔ اس لئے وظیفوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو نہ ڈھونڈو۔ آپ لوگ درود شریف کی محفل قائم کر کے اس کے ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو۔ درود شریف کو ایک فرض کے طور پر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے نبی پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو! تم بھی

خوب درود شریف بھیجو۔ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یہ آپ فرض کے طور پر کرتے جاؤ۔ اس سے لینا کچھ نہیں۔ یعنی کہ یہ برکت کی بات ہے کہ آپ ایسا کام کرتے جاؤ اور حکم کی بات ہے کہ آپ اللہ کی اطاعت کرتے جاؤ اور شکر کی بات ہے کہ تمہیں یہ کام کرنے کا موقع ملا۔ باقی اس کے اندر سے فوائد نکالتے رہنا' میرا خیال ہے یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ سے آپ کو محبت ہے تو محبت ہی رکھو۔ یہ کام نکلوانے والی بات نہیں بنتی۔ اللہ سے محبت کرو گے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے بندوں کو خوف' بھوک' نقصان اور موت دے کر آزماتا ہوں۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات ایسے حال میں آپ کی اللہ سے محبت قائم رہنی چاہئے۔ اگر آپ کا نقصان ہو جائے تو اللہ سے محبت میں فرق نہ آئے۔ اگر آپ اس قسم کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے گا۔ ورنہ تو ایسے آدمی بھی ہیں جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں' عبادت کرتے ہیں' دعا کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سب کچھ اپنے مقاصد کے لئے کرتے ہیں۔ آپ اس سے گریز ہی کرو۔ کسی کے ذہن میں کوئی بات ہے تو پوچھ لے۔ ہاں کوئی سوال بولو۔۔۔۔

سوال:۔

سر! یہ جو پیری مریدی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرتے ہیں بعض دفعہ پیر صاحب پشاور میں تشریف فرما ہیں اور یہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ ہے؟

جواب:۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ پیر ہونے کی حیثیّت سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن مریدوں کو بھی فائدہ ہے۔ اس میں کچھ مریدوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کچھ مریدوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ جو مرید بہت دانا ہو جاتا ہے اس کو کہیں سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ویسے یہ ایک اصول ہے کہ وہ مقامات جہاں دل کی طہارت ہو اور چاہے شریعت کی پیشے کے طور پر بھی ضرورت ہو' وہاں آپ کے لئے نقصان نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کا پیشہ اذان اور نماز ہے اور آپ اس سے ملو گے تو وہ آپ کو نماز کے قریب رکھے گا ہر چند کہ یہ اس کا پیشہ ہے۔ ایک آدمی پیر ہے تو یہ اس کی مجبوری ہے کہ نماز ادا کرے اور آپ کو نماز کے لئے ضرور کہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شرعی طور پر کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہے گا کیونکہ یہ اس کا کام ہے ورنہ اس کا کاروبار نہیں چلے گا۔ جو لوگ پیر بننے کے لئے کسی جماعت میں شامل ہوتے ہیں تو پھر وہ برباد ہو گئے۔ اللہ کے لئے شامل ہونا چاہئے۔ اگر آپ اللہ کے لئے پیر تلاش کر رہے ہو اور آپ کا اللہ پر بھروسہ ہے تو آپ چلتے جاؤ۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کی تلاش بندوں تک جاتی ہے' کوئی بندہ آپ کو اللہ کے راز سے آگاہ کر دے گا' اس کو آپ پیر کہو گے یا مرشد کہو گے۔ شوق والے کو عاشق کہتے ہیں اور جس کا شوق کیا جائے اسے معشوق کہتے ہیں۔ اگر شوق ہے تو آپ اپنے مقصد تک ضرور پہنچو گے۔ وہ مقصد یہاں انسانوں میں ہی ہے لیکن اس کائنات سے اللہ کی طرف براہ راست کوئی نہیں گیا' اگر یہ کہا جائے کہ اس

کائنات سے اللہ باہر ہے تو پھر اندر کیا ہے؟ اندر بھی اللہ خود ہے۔ اللہ اپنی ذات میں Independent ہے اور وہ کسی ایک مقام میں قید نہیں۔ اللہ ہر جگہ موجود ہے' ہر جگہ ظاہر ہے اور ہر جگہ باطن ہے۔ اس کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ہر جگہ ہے لیکن تم اسے پا نہیں سکتے اور وہ تمہاری شہ رگ کے قریب ہے لیکن تمہاری دسترس سے باہر ہے' اب اسے کیسے پاؤ گے؟ یہ بات آپ کو کوئی انسان بتائے گا۔ تو پیری مریدی اس لحاظ سے بہتر ہے اور بہت بہتر ہے کہ اس طرح انسان کے باطن کی اصلاح ہوتی ہے۔ آج کل پیر اور مرید صحیح ہیں یا نہیں' یہ دیکھنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کم ہی لوگ صحیح ہوں گے کیونکہ ہر طرف انا اور ذات کا زمانہ ہے' لیکن اللہ کو پانے کا طریقہ یہی ہے اور علم اسی طریقے سے حاصل ہو گا۔ یہ سلسلہ ٹھیک ہے لیکن جو بندہ اس سلسلے میں موجود ہے وہ شاید ٹھیک نہ ہو۔ تو انسان پہلے اطاعت کرنا سیکھے اور پھر سمجھے کہ "انا" اس کو چھوڑتی کیوں نہیں ہے۔ "انا" سے جان چھڑانے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ کسی کے امر کے تابع ہو جانا۔ اس طرح آپ انا سے بچ جاؤ گے۔ تو انا سے بچنے کے لئے ضروری ہے کسی کو صاحب امر بنالو۔ اگر کسی کو "اولوالامر" بنا لیا ہے تو پھر اس کی مکمل اطاعت کرنا شروع کر دو۔ آپ کو اطاعت سیکھنی چاہئے اور ادب سیکھنا چاہئے ورنہ انسان جو ہے وہ ذہن سے سوچتا ہے کہ خدا کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ذہن سے بات سمجھ نہیں آتی۔ یہ اور ہی کہانی ہے' یہ عطا کی کہانی ہے۔ کہیں نہ کہیں' کسی کی اطاعت کرنا بہتر ہے۔ سلسلہ یہی ٹھیک ہے کہ بزرگوں کی اطاعت کی جائے۔ اب اس سلسلے میں لوگ موجود ہیں کہ نہیں ہیں' کتنے ہیں اور

کتنے نہیں ہیں! یہ الگ سوچنے والی بات ہے! طریقہ یہی ٹھیک ہے۔ ہاں بولو ——— اور سوال پوچھو ———

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ ابھی یہ صاحب پیری مریدی کی بات کر رہے تھے تو اس کو ذرا آسان کر دیں کہ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب امر سے' صاحب بصیرت سے وابستگی کو اللہ کے لئے مستحکم کر لیتا ہے تو کیا اس کے بعد اور Formalities کی ضرورت رہتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

ہاں Formalities کی ضرورت رہتی ہے۔دل میں کسی صاحب امر سے وابستگی کو مستحکم کر لینا ایک بہتر بات ہے لیکن اس بہتر بات کا اظہار ضروری ہے' اس کا اقرار' اظہار وہاں پر ضروری ہے اور اس کی مسنون شکل یعنی بیعت ضروری ہے۔ دل میں اظہار کا ہونا جو ہے اس کے تبدیل ہونے کا امکان ہے لیکن جب آپ اعلان کر دیتے ہیں اور فیصلہ ہو جاتا ہے تو پھر اس میں خطرہ نہیں رہتا۔ اعلان ضروری ہے۔

سوال :۔

سر! "بیعت" کا لفظی معنی کیا ہے؟

جواب :۔

ایک لفظ ہوتا ہے "بیع"۔ اس کا خرید و فروخت کے ساتھ تعلق

ہے۔ بیع' کاروبار' وذروالبیع ابھی پڑھا تھا آپ نے خود' جو یہ قرآن پاک کی آیت ہے جب نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ "یعنی اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے روز نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کی طرف دوڑ آؤ' اور خرید و فروخت بند کر دو' یہ تمہارے لئے مفید ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو"۔ "بیع" کا مطلب اس آیت میں "تجارت" اور کاروبار ہے۔ بیع کا مطلب کیا ہوا کہ ایک قسم کا کسی کے ہاں رہن ہو جانا۔ "رہن" بھی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے ہے۔ بیع کا مطلب ہے خریدا گیا اور Sale ہو گیا۔ یہ لفظ زیادہ صحیح ہے۔

سوال :۔

حضور! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ میں نے یہ کائنات تخلیق کی۔ حضور یہ فرمائیں کہ پہچان سے مراد کیا ہے؟

جواب :۔

وہ "اللہ" کیا خزانہ تھا اور اس کی Immensity کیا ہے یعنی اس کی وسعت کیا ہے؟ وہ جو خزانہ ہے' کیا وہ ظاہر ہو گیا ہے یا ابھی ظاہر ہونا ہے! اللہ کو تو پتہ ہے کہ کیا خزانہ ہے لیکن کیا لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ خزانہ کیا ہے؟ کیا نور کو خزانہ کہہ سکتے ہیں؟ یہ سارے ذہن کے سوالات ہیں۔ تو ذہن سے تھوڑا سا بچو! اللہ کو اطاعت کے لئے رکھو۔ اللہ کا نام

آئے اور سجدہ ہو جائے۔ سجدہ ہوا اور بات ختم ہو گئی۔ بس آپ یہی بات یاد رکھو۔ اللہ کو پہچاننا ذرا مشکل ہے' "زیادہ" نہیں کہہ سکتے لیکن ذرا مشکل ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے ماننا اور اطاعت کرنا ہی کافی ہے۔ اللہ کا جب ذکر آئے تو اس کو مان لو کہ اللہ برحق ہے اور اطاعت کرنی ہے۔ اطاعت کا اپنا کوئی طریقہ نہ ایجاد کر لینا۔ اطاعت کا طریقہ وہ ہونا چاہئے جو حضور اکرمؐ نے بتایا ہے۔ اس طریقے کے مطابق اطاعت کرو۔ اطاعت کا خود ساختہ یا بے ساختہ کوئی طریقہ ایجاد نہ کرنا ورنہ عمل غلط ہو جائے گا۔ اللہ تو اللہ ہے۔ پیغمبروں نے کہا کہ اللہ نے ان سے بات کی ہے اور پھر امتوں کو بتایا کہ یہ بات تمہارے لئے ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ بات جو اللہ تعالیٰ آپ سے کرتا ہے' ہمیں بھی سناؤ۔ انہوں نے فرمایا یہ آپ کا کام نہیں ہے' آپ اللہ کا حکم ہماری زبان سے سنو گے۔ اب یہ جو بات ہے کہ اللہ کا حکم ہماری زبان سے سنو گے تو یہی پیغمبروں کا کمال ہے کہ اللہ کو دکھایا نہیں ہے اور منوا لیا ہے یہ بہت بڑا کمال ہے۔ بڑے بڑے سمجھ دار لوگ' فلسفی لوگ جو دیکھ کر بھی نہ ماننے والے تھے' ان لوگوں سے منوا لیا گیا کہ دیکھو میں صادق ہوں' سچا ہوں اور یہ جو ہم کہتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے! اگر کوئی کہے کہ اللہ کہاں ہے؟ آپ کہو کہ بس اللہ ہے! اللہ تمہاری پہچان سے پرے ہے۔ کیا کہا؟ جو پہچان میں آ جائے وہ اللہ نہیں ہے۔ اگر ایک بندہ کہتا ہے کہ چلو آج آپ کو اللہ سے ملا لاؤں تو جو ملے گا وہ اللہ نہیں ہو گا اور جس سے اللہ ملے گا وہ پھر واپس نہیں آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ پھر تمہارا آنا جانا ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا یہ جو باتیں اللہ کی پہچان کی ہیں آپ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ اللہ کو ماننا

ہے اور اللہ کو جاننا نہیں ہے! اللہ ایک ذات ہے اور اس ذات کو آپ نے ماننا ہے اور اس کی عبادت کرنی ہے۔ کون سے طریقے پر؟ جو حضور پاکؐ نے فرمایا ہے، اور اللہ کے بارے میں یہ ایک بات دیکھو کہ paradox نظر آئے گا' تضاد نظر آئے گا۔ تضاد کی بات یہ ہے کہ اللہ ابتداء بھی ہے' انتہا بھی ہے' اول بھی ہے' آخر بھی ہے۔ لیکن یہ کوئی تضاد والی بات نہیں ہے۔ وہ اللہ ظاہر' باطن' رحمان' قہار سب ہے۔ یہ کیسے ہے کہ آپ رحمان بھی ہو' آپ قہار بھی ہو؟ تو اللہ کہتا ہے ہم زندگی دیتے ہیں اور موت بھی ہم دیتے ہیں اور زندگی بھی ہم نے پیدا کی اور موت بھی ہم نے پیدا کی۔ ہم نے اندھیرا پیدا کیا' روشنی بھی پیدا کی' رات پیدا کی' دن بھی پیدا کیا' مشرق پیدا کیا' مغرب بھی پیدا کیا' مشارق بھی پیدا کئے اور مغارب بھی پیدا کئے۔ یہ ہم ہی بناتے ہیں' وہ ہم ہی بناتے ہیں' ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور فاقہ کون دیتا ہے؟ یہ بھی ہم ہی دیتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ کی صفات میں اتنے تضادات موجود ہیں' تو جب تک آپ اس کی ذات کو تسلیم نہیں کرو گے آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس کو تسلیم کرنے کی ایک ہی شرط ہے کہ وہ مال دے تو منظور اور فاقہ دے تو تسلیم۔ وہ زندگی دے تو منظور' اور موت عطا کرے تب بھی منظور۔ جب تک آپ مکمل طور پر اللہ کی اطاعت نہ کرو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ بہرحال ہم نے اس کو ماننا ہے' پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی ورنہ اس حال میں تو بات سمجھ نہیں آتی کہ تضاد کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ قرآن پاک کے کئی بظاہر متضاد حکم ہیں' مثلاً" محنت کرو گے

تو محنت کے مطابق ملے گا۔ لیس للانسان الا ماسعٰی پھر اللہ کہتا ہے تکلیف آئے گی لیکن تمہاری وسعت کے مطابق آئے گی اور پھر وہ ملے گا جو اللہ تعالیٰ دے گا۔ پائی پائی اور رائی رائی کا حساب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی حساب ہو گا اور پھر اللہ کا فرمان ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں بے حساب دے دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں تو سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم اس کے گناہ کو نیکیوں میں بدل دیتے ہیں یعنی ہم نے انسان کے سیئات کو حسنات بنا دیا۔ وہ اللہ ہے اور مالک ہے۔ اس نے کسی سے پوچھنا تو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو محبوب رکھا' بہت محبوب رکھا' درود و سلام' اللہ تعالیٰ خود آپؐ پر بھیجتا رہا اور فرشتوں سے بھجواتا رہا اور اپنے محبوبوں کو تکلیف میں بھی رکھا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر پیغمبر بہت محبوب ہیں تو پھر ان کو تکلیف میں سے تو نہیں گزرنا چاہئے۔ لیکن ایسی بات نہیں ہے' زندگی کا آغاز' زندگی کا اختتام اور اسی طرح تکلیف' بیماری اور پھر صحت وغیرہ' یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام محبتوں کے باوجود اس طرح Behave کر سکتا ہے۔ آپ کو اگر کسی سے محبت ہو تو آپ صرف اس کو زندہ رکھیں گے اور باقیوں کو مار دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے زندہ رکھنے کے اور ہی طریقے ہیں۔ وہ اپنے محبوبؐ کو دلوں میں زندہ رکھتا ہے اور بڑے حساب کے ساتھ زندہ رکھتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ورفعنا لک ذکرک "یعنی ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا" اور وہ اور بلند کر دیتا ہے۔ اس لئے آپ لوگ یہ سمجھیں کہ اللہ کی پہچان یہی ہے کہ اس

کی اطاعت کرتے رہنا چاہئے اور اطاعت کا راستہ اللہ کے حبیب پاکؐ کا بتایا ہوا ہونا چاہئے۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر بزرگان دین چلتے رہے ہیں' جیسے وہ چلتے رہے آپ بھی چلتے رہیں۔ کسی بزرگ کا کہنا مان کے چلو گے تو مزید برکت ہو جائے گی۔ جس کے کہنے پہ چلو اس بزرگ کو شیخ یا پیر کہتے ہیں۔ جس طرح وہ کہے اس طرح چلتے جاؤ۔ اپنے راستے کے لئے کسی سے حکم لے لیا کرو۔ اس کو کہتے ہیں "اذن لینا" مثلاً" آپ سفر پہ جا رہے ہیں تو پہلے اپنے شیخ کو سلام کرو اور ان سے پوچھ لو کہ سفر پہ کیسے جائیں۔ شیخ کہے گا کہ سب خیر ہے اور خیر سے جاؤ۔ دعا سے بے شمار بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ بزرگوں کی زبان سے اپنے لئے اچھے الفاظ نکلوا لیا کرو۔ اس سے برکت ہو جاتی ہیں ------ اچھا اور سوال بتاؤ ------

سوال :۔

حضور! کیا بزرگوں سے مدد مانگنی جائز ہے؟

جواب :۔

بے شمار دفعہ مدد مانگنی چاہئے! آپ ڈی۔ سی سے مدد مانگنے کو تیار ہو جاتے ہیں' ڈپٹی کمشنر کوئی بزرگ تو نہیں ہے۔ میں نے آپ کے ہاتھ سے ہزار بار درخواستیں لکھی دیکھی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے آپ لوگوں سے مدد مانگتے رہتے ہو۔ تو قدم قدم پر آپ لوگوں سے مانگتے چلے جا رہے ہیں اور بزرگوں سے نہیں مانگتے' بزرگوں سے پہلے مانگو اور ضرور مانگو۔

سوال :۔

حضور! کیا ان سے مانگنا جائز ہے؟

جواب :۔

بالکل جائز ہے۔ میں تو یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ غیر مسلموں سے مانگتے رہتے ہو اور اگر بزرگ زندہ ملے تو اس سے بھی مانگو کہ خدا کا واسطہ ہے ہمیں کچھ دو۔

سوال :۔

بزرگوں سے کس طرح مانگیں' اس سلسلے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

یہ سارے بزرگ ایک ہی بزرگ ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے پانی پینا ہے تو تالاب کا پی لو' سمندر کا پی لو' دریا کا پی لو' بارش کا پی لو یا ٹیوب ویل کا پی لو۔ آپ نے پینا ہی ہے۔ ہر جگہ پر رحمت کے بادل ہیں وہ جہاں ہوں' یہ اللہ کی رحمت ہے۔ تم اس بزرگ کو سمجھو کہ وہ اللہ کی رحمت والا بندہ تھا۔ وہ " انعمت علیہم " والے لوگ ہیں۔ ان کا راستہ لو۔ سب کو ایک ہی فیض ملا ہوا ہے۔ تو مانگنا ہے تو ان کا نقش قدم مانگو تاکہ آپ بھی پر سکون ہو جاؤ۔ آج علم زیادہ ہو گیا ہے اور عمل کم ہو گیا ہے۔ اللہ سے یہ دعا مانگو کہ ہمیں اتنا علم دینا جتنا ہم عمل میں لا سکیں۔ ورنہ اس شخص کا وقت ضائع ہو جائے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا ہے کہ زندگی مختصر ہے اس میں نیند بھی ہے' غفلت بھی ہے' بیداری بھی ہے'

اور کام بھی ہیں۔ اتنا علم حاصل کرو جتنا عمل میں آ جائے۔ بس آپ کی بخشش کی گارنٹی ہو جائے۔ یہ دعا بھی کرنی چاہئے کہ آپ کوئی جلوہ دیکھ لیں۔

سوال :۔

سر! عشق کیا ہے اور یہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب :۔

اگر پوچھ کر عشق کرنا ہے تو قیامت تک نہ کرو۔ عشق کے بارے میں لوگ بتاتے ہیں کہ اس آدمی کو عشق ہے۔ کسی نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ عشق کیا ہوتا ہے؟ عشق کا یہ بھی اعجاز ہے کہ عشق جس کے دل میں موجود ہے اس کو یہ نہیں پتہ ہوتا کہ عشق کیا ہے! عشق اور معشوق کا جلوہ ہر جگہ ہے۔ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود اگر آپ تعریف کرنا چاہو تو ایک انسان کا کسی انسان کے ساتھ اتنا لگاؤ ہو جائے کہ وہ اس کے قریب سے قریب تر ہونا چاہے' حتی کہ اپنی ذات سے فنا ہو کر اس کی ذات میں بقا حاصل کر جائے تو اس لگن کو عشق کہیں گے۔ اپنی ذات سے فنا ہو کر اس کی ذات میں بقاء کیسے ہوتی ہے؟ یعنی اگر اس سے کہیں تیرا نام کیا ہے؟ تو وہ اپنے محبوب کا نام بتا دیتا ہے۔ یہ اس عشق کی انتہائی منزل ہے۔ آخری منزل کیا ہے؟ کہ اپنا نام بھی بھول جائے۔ وہ شخص کام پہلے بھول چکا ہوتا ہے۔ اس کو یوں سمجھ لو کہ ریت کا ذرہ صحرا میں مل گیا تو وہ "صحرا" ہو گیا' اب وہ "ذرہ" نہیں رہ گیا۔ اسی طرح "قطرہ" دریا میں مل گیا تو وہ "دریا" ہو گیا۔ اسی طرح انسان جو ہے

اپنے خیال سے فانی ہو کر اس کے خیال میں گم ہو جائے تو یہ اس کا ہی حصہ بن گیا۔ اس کو "محبت" کہتے ہیں اور "عشق" کہتے ہیں۔ یہ بزرگوں نے اس کا نام رکھا ہے اور اس کائنات میں یہ اللہ کی عطا سے ہوتا ہے اور کسی فارمولے سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ آج تک کسی کو عشق کا فارمولا سمجھ نہیں آیا کہ ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے محبت کیوں ہو گئی؟ آپ لوگ اس کا کوئی جواز بتاؤ گے لیکن یہ کسی کو سمجھ نہیں آئی' عشق شکل کے ساتھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ تھوڑے دن ٹھہر جاؤ' شکل ہی خراب ہو جائے گی' شکلیں بدل جائیں گی اور مزاج بھی بدل جائیں گے۔ پھر یہ عشق ہے کیا؟ یہ کسی نے آج تک نہیں بتایا۔ اس کا پتہ نہیں چل سکتا۔ یہ خدا ہی Clear کر سکتا ہے کہ ایک انسان جو ہے دوسرے کے خیال میں کیوں گم ہو جاتا ہے۔ عشق میں فراق یا وصال کی بات نہیں ہوتی:

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گمشدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

اگر کوئی آپ کو اپنے خیال میں گم ہونے کی اجازت دے دے تو سمجھو کہ یہ بہت بڑی بات ہے اور اس کی بہت مہربانی ہے۔ بندے کا بندے کے خیال میں گم ہونا' بندوں کی دنیا میں یہ بہت بڑا اعجاز ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔ اگر اللہ چاہے تو یہ ہوتا ہے۔ پھر انسان اس انسان کے خیال میں کسی اور حال میں جا پہنچتا ہے۔ بعض اوقات لوگ دعا کرتے ہیں کہ پہلے وصال آ جاتا ہے' پھر فراق آ جاتا ہے' یہ ختم ہونا چاہئے۔ عشق والے دعاؤں کے چکر میں سے نکل جاتے ہیں۔ جس ذات نے دل بنایا

اسی ذات نے دلبر بنایا۔ وہ ادھر دل بناتا ہے' ادھر دلبر بناتا ہے اور درمیان میں دلبری پیدا کرتا رہتا ہے۔ تو کھیل اس کا اپنا ہے' تم صرف اس کے Character ہو' لگن اس کی عطا ہے۔ پہلے اس نے دل بنایا ہے' ویسا ہی دلبر بنایا۔ اور پھر جلوہ دکھایا ہے۔ یہاں نگاہ دے گا اور جلوہ وہاں رکھ دے گا اور پھر کہے گا اس کو ڈھونڈو۔ وہ آپ ہی دکھانے والا ہے اور آپ ہی بتا رہا ہے۔ اس لئے اس میں کسی اور کا کمال نہیں ہے۔ نگاہ کو تلاش کرنے والا اللہ تعالیٰ نے بنایا اور تلاش ہونے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پھر آنکھیں جلوہ تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہنچتی ہیں تو یہ ساری اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس ساری لگن اور کاروبار کا نام عشق ہے۔ عشق کا یہ کاروبار کیسے چلتا ہے؟ گھر سے نکلنا' آنا جانا' اس سے ملنا' اس کے خیال میں گم ہو جانا اور پھر اس کو پانا اور نہ پا سکنا' فراق میں وصال ہونا اور وصال میں فراق ہونا' حاضر میں غیر حاضر ہونا اور غیر حاضر میں حاضر ہونا یعنی کچھ پتہ نہ چلنا لیکن سب کچھ پتہ ہونا یعنی کہ یہ ساری باتیں جو ہیں یہ اللہ کی مہربانی سے ہیں اور خاص مہربانی سے ہیں۔ وہ جو پروانے کا دل ہے اور سوز دل' وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ایک آدمی اگر جلوے کی تلاش میں ہو' اسے جلوہ مل جائے' اگر اسے کہو کہ جلوہ چھوڑ دے' ہم تجھے بہت بڑا کاروبار دیتے ہیں تو وہ جلوہ چھوڑ کے وہ کاروبار نہیں لے گا۔ جب کاروبارِ ذوق ہو جائے تو پھر ذوقِ کاروبار نہیں رہتا۔ شوق کا کاروبار جو ہے یہ بھی ایک الگ کاروبار ہے۔ اس کے لئے جلوہ ہی جلوہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ آج پھر جلوہ ہے' ایسے شخص کی پیاس نہیں بجھتی۔ عشق اس کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی دیکھ کے آیا اور پھر دیکھنے چلا گیا۔ کہتا ہے دیکھا

ہے پھر بھی دید کی تلاش ہے' اس کی تلاش کبھی ختم ہی نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ ہی تلاش میں رہتا ہے' ہمیشہ ہی گردش میں رہتا ہے' اس آدمی کو متلاشی کہتے ہیں' عشق کرنے والا کہتے ہیں' عاشق کہتے ہیں۔ تو محبوب اور محب کے درمیان تعلّق کو محبت کہتے ہیں۔ عاشق اور معشوق کے درمیان تعلق عشق ہے۔ یعنی کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے خیال میں گم ہونا کہ وہ اس کے قریب ہونا چاہے حتی کہ اپنی ہستی سے مٹ جائے یا مٹ جانا چاہے اور محبوب کی ہستی میں قائم رہنا چاہے کہ اس کی وجہ سے اس کا پتہ چل جائے اور میرے مرقد سے اس کا پتہ چل جائے تو یہ اگر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو ہوتا ہے ورنہ عشق وضاحتوں سے نہیں ہوتا۔ دیکھنے والے اور دنیا والے کہتے ہیں کہ یہ اسے کیا ہو گیا ہے' اس کے محبوب میں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ تو اگر ایک دیوار ہو اور کسی کو اس دیوار پہ جلوہ نظر آ جائے تو وہاں یہ محو ہو جائے گا اور جس کو نظر نہیں آیا وہ محو نہیں ہو گا۔ ایسا جلوہ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ جلوہ آفتاب کا ہے اور روشن دیوار ہے' اگرچہ دیوار بے جان ہے لیکن دیکھنے والے کے لئے جلوہ ہے۔ یہ نظر اور ایسا نظارہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور دیکھنے والا خوش قسمت ہے۔

سوال :۔

حضور ! عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب:۔

ایک فرد کا عشق جو ہے یعنی ایک آدمی کا کسی دوسرے انسان کے ساتھ جو عشق ہے اسے عشقِ مجازی کہتے ہیں۔ پیر کا عشق، عشقِ مجازی نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کو اس کی نشانی بتائی تھی کہ مجازی عشق اس وقت تک رہتا ہے جب آپ اپنے محبوب کو اپنے لئے مخصوص کرتے ہو اور دوسروں کو اس سے محبت نہ کرنے دو۔ جب تک یہ عالم رہے تو وہ عشق مجازی ہے یعنی کہ اس میں رقیب کو باہر نکالنا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ تو ہمارا محبوب ہے، دوسرے کیوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ یعنی کہ اپنے محبوب کو اپنے لئے مخصوص کر لینا عشق مجازی ہے۔ عشق حقیقی کیا ہے؟ اپنے محبوب کو محبوب عام رہنے دینا۔ یہ عشقِ حقیقی ہے کہ سارے لوگ اس سے محبت کریں۔ اس میں ایک رقیب کہتا ہے کہ ہماری محبت وہیں پر ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ ہماری بھی محبت وہیں پر ہے۔ حالانکہ دونوں رقیب ہیں لیکن قریب ہیں۔ جب رقیب قریب ہو جائے تو یہ عشق حقیقی ہے۔ جب رقیب دور ہو جائے تو سمجھو کہ یہ مجاز ہے۔ تو مجاز میں رقیب دور ہو جاتا ہے اور حقیقت میں رقیب قریب ہو جاتا ہے۔ عشق حقیقی والا کہتا ہے کہ ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ ہم بھی اسی سے محبت کرتے ہیں۔ اگر مجازی عشق والے سے یہ بات کہو تو وہ قتل کر دے گا۔ مجازی عشق میں دوستوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ یا وہ رہے گا یا ہم رہیں گے تو یہ عشقِ مجاز ہے۔ جب کوئی یہ کہتا ہے تو بھی یہاں آ جا تو اس لئے عزیز ہے کہ تو اس کا عزیز ہے، تو ہمیں اس لئے پیارا ہے کہ تو ہمارے پیارے کا پیارا

ہے اور تجھ سے محبت جائز ہے۔ جب یہ کہا جائے تو یہ عشقِ حقیقی ہے۔ تو عشقِ حقیقی کیا ہوا؟ جب آپ اپنے محبوب کے ساتھ ہر ایک کی محبت کو خوشی سے دیکھیں بلکہ لوگوں کو اپنے محبوب کے پاس لے جائیں، تو یہ حقیقت ہو جاتی ہے۔

سوال:۔

یہ جو آپ کی تعلیمات ہم سن رہے ہیں تو اس میں دنیا کے معاملات اور کاروبارِ زندگی کو تو پھر چھوڑنا پڑے گا۔

جواب:۔

کاروبار پہلے ہے اور ضروری ہے۔ بلکہ میں آپ لوگوں کو منع کر رہا ہوں کہ بہت گہرے علم حاصل نہ کیا کرو۔ زندگی کے کاروبار بھی کیا کرو کہ کاروبار سنبھالو، رونقیں لگاؤ، پیسے کماؤ، کھاؤ پیو اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے جاؤ۔

سوال:۔

کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس سے ہم بے غم ہو جائیں۔

جواب:۔

یہ بڑا مشکل ہے۔ جب تک ایمان پورا نہیں ہوتا، انسان بے غم نہیں ہو سکتا۔ جب تک کچھ باتوں پر آپ کو ایمان نہ آ جائے، تب تک آپ بے غم نہیں ہو سکتے، عزت اور ذلت اللہ کی طرف سے ہے۔ " وتعز من تشاء و تزل من تشاء" ذلت بھی ادھر سے آ گئی اور عزت بھی

ادھر سے آ گئی اور رزق جو ہے یہ اللہ کے پاس ہے۔ "وما من دابۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا"۔ یعنی کوئی مخلوق زمین پر ایسی نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو اور اللہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوتا۔ میں نے یہ آپ کو بتایا تھا کہ رزق صرف یہ نہیں ہے کہ جیب میں مال ہو بلکہ رزق یہ بھی ہے کہ ذہن میں خیال ہو اور دل میں حال ہو۔ شکل کا ہونا رزق ہے' نگاہ میں بینائی کا ہونا رزق ہے' ماں باپ کا زندہ ہونا رزق ہے' اولاد کا زندہ ہونا رزق ہے' اگر آپ قائم ہیں تو یہ رزق ہے۔ تو رزق صرف یہ نہیں ہے کہ جیب میں مال اور بینک میں پیسہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پیسہ انسان کے پاس نہیں ہوتا' لیکن باقی سب چیزیں ہوتی ہیں اور وہ گلہ کرتا رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک رزق نہیں رکھا کہ صرف پیسے ہی پیسے ہوں بلکہ اس کے پاس بے شمار رزق ہیں اور بے شمار قسم کا رزق ہے۔ تو اگر ایک رزق چلا جائے تو پرواہ نہ کرو' اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے اور دوسرا رزق آ جاتا ہے۔ گلہ کرنے والا کہتا ہے کہ مجھے کیا دیا اللہ تعالیٰ نے؟ "اس گلہ کرنے والی زبان کا شکر ادا کر۔ جس زبان سے تو بول رہا ہے' اس کا شکر ادا کر"۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بنو' پیسے کے علاوہ بھی جو رزق آپ کو ملا ہے اس کا بھی شکر ادا کرو۔ اگر ایمان ملا تو اس کا بھی شکر ادا کرو۔ آپ کا ایمان آپ کی تلاش نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی عطا ہے۔ ورنہ اگر آپ ایمان تلاش کرتے تو گمراہ ہی ہو جاتے۔ آپ کی تلاش کے بغیر آپ پر اللہ نے مہربانی کی اور ایمان عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر اپنا احسان جتایا ہے کہ میں تمہیں مال تو دیتا ہوں' پیسہ تو دیتا ہوں' لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے تمہارے

اندر پیغمبر بھیجا اور تم میں سے رسولؐ عطا کیا۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا واضح طور پر اعلان فرماتا ہے کہ اس کا شکر آپ لوگ قیامت تک ادا نہیں کر سکتے کہ تم میں سے رسولؐ بھیجا گیا اور وہ بھی تمہارے مانگے بغیر! یہ احسان اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی احسان ہے۔ اس کا شکر ادا کرو اور یہ کہو کہ یا اللہ تیری مہربانی کہ تو نے ہمیں مسلمان بنایا ورنہ ہمیں مسلمان ہونے کا شعور ہی نہیں تھا یہ باتیں ماننے سے آپ بے غم ہو سکتے ہیں۔ اور سوال پوچھو------ پوچھو!.....

سوال :۔

حضور! ملک کے حالات غیر یقینی ہیں اس کے متعلّق کچھ ارشاد فرمائیں۔ کوئی مخلص بندہ یا قیادت ملک کو کیوں نہیں ملتی؟

جواب :۔

جیسے ہم کہتے تھے ناں کہ کشمیر چلا گیا تو ہر چیز اپنی جگہ پر کھڑی ہے' کوئی شے کہیں نہیں جاتی۔ یہ جو ہماری سیاست ہے یہ پہچان نہیں ہے۔ ہم لوگ مل کے رہتے ہیں' سیاسی زندگی میں رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ فرداً فرداً ہیں۔ وہاں جاؤ گے تو اس نے وہی پرانا سوال پوچھ لینا ہے کہ دین کیا ہے؟ تو اس لئے آپ لوگ اپنی زندگی کو اللہ کے سامنے جواب دینے والا بناؤ۔ باقی جو چیز آپ کے بس سے باہر ہے اس کے آپ جوابدہ نہیں ہو کیونکہ یہ چیز آپ کے بس میں نہیں ہے اور اگر آپ کے بس میں ہے تو پھر اس کو کر ڈالو۔ جتنی چیز آپ کے پاس ہے کر ڈالو۔ خطرے کا اعلان اس دن ہو گا جس دن ٹریفک چلنی بند

ہو جائے گی۔ اب خطرہ کہاں سے آ گیا۔ گاڑیاں چل رہی ہیں' کاروبار چل رہے ہیں' آپ لوگوں کی ترقیاں ہو رہی ہیں وہ زیادہ کھا رہے ہیں' عوام کم کھا رہے ہیں۔ جھوٹ عوام بولے تب بھی جھوٹ ہے' خاص بولیں تب بھی وہ جھوٹ ہے' کہ ملک کے اندر کیا ہونا چاہئے' کیا نہیں ہونا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بڑوں کی بات بڑوں تک ہی رہنے دیں۔ ہاں جب آپ کے پاس اختیار آ جائے تو آپ چلا لو۔ دیکھا جائے گا۔ ویسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی کی مثال دیتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک جگہ ہوائی جہاز کے حملے کا خطرہ تھا' دو دوست بیٹھے سوچ رہے تھے کہ آج رات کو بم گرنے کا خطرہ ہے۔ ایک ذرا زیادہ حساس طبیعت کا ڈرپوک تھا' دوسرا ذرا سمجھدار آدمی تھا۔ وہ بہت زیادہ ڈر رہا تھا' تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دوسرے نے کہا میری بات سنو! ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے' دیکھو بات یہ ہے کہ یا تو حملہ ہو گا یا حملہ نہیں ہو گا۔ اگر نہ ہوا تو پھر ڈرنا کس بات کا' اگر حملہ ہو گیا تو پھر دو ہی باتیں ہیں' یا ادھر بم گرے گا یا نہیں گرے گا۔ اگر بم دور گرا تو خطرے کی کوئی بات نہیں ہے' اگر قریب گرا تو پھر دو باتیں ہیں' یا ہم زخمی ہوں گے یا زخمی نہیں ہوں گے۔ اگر زخمی نہ ہوئے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر زخمی ہو گئے تو پھر دو باتیں ہیں' یا ہم زندہ رہیں گے یا ہم مر جائیں گے۔ اگر زندہ رہے تو خطرہ کوئی نہیں ہے اور اگر مر گئے تو پھر خطرہ کیا ہے؟ تو بات اتنی ساری ہے' چار دن کا میلہ ہے' تو کیا ڈرپوک بنا ہوا ہے۔ زندگی میں کوئی خطرے والی بات نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور والا! کیا آپ کو یہ موجودہ خطرات محسوس نہیں ہوتے ہیں؟

جواب :۔

آپ آج ایک وعدہ کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کے علاوہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ملیں گے' کسی انسان کی تعریف نہیں کریں گے' کسی گروپ میں شامل نہیں ہوں گے' کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوں گے' کسی تحریک میں شامل نہیں ہوں گے' بلکہ ہم سیدھا اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ پھر خطرہ نہیں ہے۔ خطرہ کب ہے؟ جب آپ کے سیاسی عزائم ہوں' سیاسی مقاصد ہوں' خطرہ P. D. A. والوں کو ہے یا خطرہ مسلم لیگ والوں کو ہے' خطرہ اس کو ہے جس نے گاجریں کھائی ہیں اور اب اسی کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے' جس نے کچھ نہیں کیا اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سوال :

سر! غریب کے لئے صاحبِ اقتدار لوگ کچھ نہیں کرتے۔

جواب :۔

اصل میں غریب کوئی نہیں ہوتا۔ آپ سے جو کمزور لوگ ہیں وہ آپ کو امیر سمجھتے ہیں۔ جو کار چلا رہا ہے اسے موٹر سائیکل والا کہتا ہے کہ یہ امیر ہے اور ہم غریب ہیں' سائیکل والا کہتا ہے غریب تو میں ہوں اور پیدل چلنے والا کہتا ہے تم دونوں ہی جھوٹے ہو' اصل میں غریب تو ہم

ہیں۔ تو اس طرح ترتیب وار چلتے چلتے آپ آخری سیڑھی تک جا پہنچیں گے۔ ہم ایک دوسرے کے مقابلے میں امیر غریب ہوتے ہیں' اصل میں غریب' امیر کوئی نہیں ہے۔ غریب وہ ہے جس کی آرزوئیں اس کے حاصل سے زیادہ ہو جائیں۔ ان لوگوں سے پوچھو جن کے پاس پیسہ ہے کہ ان کی حسرتیں کتنی ہیں' وہ بتائیں گے کہ جی بڑی حسرتیں اور بڑی پریشانیاں ہیں' میں ان سے کہتا ہوں کہ پیسے کو چھوڑو۔ آپ فضل کو بھی اپنے ساتھ شامل کرو۔ یہ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ جن پر کائنات ساری کی ساری ہزار بار نثار ہے' انؐ پر درود شریف آ رہے ہیں' سلام آ رہے ہیں' اپنے اور بیگانے سب نعت کہہ رہے ہیں اور انؐ کو فاقہ آ گیا۔ فاقے کا مطلب ہے کھانے کی طلب ہو اور کھانا Available نہ ہو' کھانا موجود نہ ہو' ایسی صورت میں آپؐ نے کوئی گلہ نہیں کیا۔ تو ایسے ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کا مشن اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں تو پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دنیا میں جو ہو رہا ہے اس کا انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔ غریب عوام کی آپ بات کرتے ہیں تو ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ غریب لوگ آپس میں اکٹھے نہیں ہوئے۔ یہاں غریب کو غریب نے مارا ہے۔ آپ طبقات کو اس طرح تقسیم نہ کرو کہ یہ امیر طبقہ ہے اور یہ غریب طبقہ ہے۔ یہ تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم یہ ہے کہ یہ شریف طبقہ ہے اور یہ بدمعاش طبقہ ہے۔ شریفوں میں غریب بھی ہیں' شریفوں میں امیر بھی ہیں۔ آپ یہ بات مان لو کہ امیر جو شریف ہے وہ بہت اچھا ہے یعنی کہ اچھا امیر بہت اچھا ہے اور اچھا غریب بہت اچھی شے ہے۔ برا امیر بہت برا ہے اور برا غریب

اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ لہٰذا ہم پیسے کے معیار پر نہیں ماپیں گے بلکہ ہم اخلاق کے معیار پر ماپیں گے۔ ہاں' اچھے غریب کی بات کرو' ہم چاہتے ہیں کہ اچھا غریب جو ہے اس کی زندگی آسان ہونی چاہئے اور اچھے امیر کا کام یہ ہے کہ اچھے غریب کی زندگی آسان کرے۔ برا امیر جو ہے' یہ یہاں سے نکلنا چاہئے اور اس کو اس ماحول سے نکال دیا جائے۔ تو دعا کرو کہ اللہ برے امیروں کو تباہ کرے۔ آمین! ایسے برے امیر جو معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں یہ غائب ہو جائیں اور ان سب کو اللہ سنبھال لے اور ان کو کسی طریقے سے اڑا دیا جائے۔ اچھا امیر موجود رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "و ترزق من تشاء بغیر حساب"۔ اور ہم ان کو بے حساب دیتے ہیں۔ جب اللہ بے حساب دے گا تو بندہ امیر ہی ہو گا۔ اس کو بے حساب مل گیا ہے۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ امیر بھی رہے گا اور غریب بھی رہے گا۔ ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ اس کائنات میں زکوٰۃ دینے والا کوئی نہ ہو۔ زکوٰۃ دینے والے موجود رہیں گے اور زکوٰۃ لینے والے بھی موجود رہیں گے۔ آپ صرف یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ کا انجام بخیر کرے۔ برے امیر کو نکالو کیونکہ وہ پیسے کے بل بوتے پر برائی کرتا ہے۔ اچھا امیر وہی ہو گا جو اپنا پیسہ محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ اچھا غریب کون ہے؟ جو دوسروں کا پیسہ نہ لینا چاہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ پوچھا کہ غریب کیسے سخی ہو سکتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر غریب دولت کی تمنا چھوڑ دے تو وہ سخی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کبھی خدانخواستہ غریب ہو جاؤ تو سخی ضرور ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کے کام چلنے دو اور اپنی دنیا میں آباد رہو۔ ہاں آپ نے کچھ کرنا ہی ہے تو آپ کے پاس جتنے

پیسے ہیں' ان پیسوں کا کچھ حصہ کم از کم ان لوگوں کو دے دو جن کے پاس پیسے نہیں ہیں پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے سے غریب کی تلاش کرو اور اسے کچھ نہ کچھ دے دو تاکہ اس کی زندگی آسان ہو جائے اور امیر کو چھوڑ دو۔ پھر اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ باقی یہ جو آپ انقلاب کی بات کرتے ہو تو کمیونزم سے زیادہ کیا انقلاب لا سکتے ہو' وہ بڑا شاندار انقلاب تھا اور اس کا بڑا برا انجام ہوا' Capitalism کا اس سے زیادہ برا انجام ہو گا۔ صرف ایک ہی نظام رہ جائے گا اور وہ ہے اسلام کا نظام! وہ ابھی تک یہاں آیا ہی نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی امیر ہو جائے۔ اسلام میں کسی شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ سرمایہ رہ نہیں سکتا اور نہ وہ رکھ سکتا ہے۔ ہم اسلام کے نام پر غیر اسلامی لوگ ہیں' اس لئے یہ حالات ہو گئے ہیں۔ کہیں مسلمانوں کے تیل کے کنوئیں ہیں اور کہیں مسلمان کے چراغ میں تیل نہیں ہے' پھر کہتے ہیں کہ ہم آپس میں بھائی ہیں۔ یہ دنیاوی مسلمان ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو باقی مسلمانوں کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے ہاں کے امیر لوگ چاہیں تو غریبوں کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ کوئی چاہتا نہیں کہ حالات بہتر ہوں۔ جب یہ وقت آ جائے تو سمجھو کہ اب دعا کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کا ایمان محفوظ رکھے۔ آمین! یہ بڑی بات ہے کہ ایمان کا چراغ قائم رہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ غریبی سے متنفر ہو کے آپ ایمان سے محروم ہو جائیں۔ غریبی میں ایمان رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر غریب اللہ کے قریب ہو جائے تو ایمان زیادہ ہو جاتا ہے ورنہ عین ممکن ہے غریبی تمہیں باغی بنا دے' جیسا

کہ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ "کا دالفقر ان یکون الکفرا" ممکن ہے غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اس لئے غریبی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر غریبی آئے تو اللہ کے اور قریب ہو جاؤ۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ہمیں غریبی پر فخر ہے۔ وہاں پیسے کی کمی ہے لیکن ساری کائنات آپ ﷺ پر درود بھیج رہی ہے اور بھیجتی رہے گی۔ وہاں پر پیسہ کیا کرنا ہے۔ دعا کرو عزت محفوظ رہے اور عزت قائم رہے! اور آپ کی آخرت قائم رہے! جب تک آخرت پر یقین نہیں آئے گا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ دعا کرو کہ یہ زندگی بھی آباد رہے اور وہ زندگی بھی اچھی ہو جائے۔

سوال:۔

ہم کسی صاحبِ دعا کو کہاں اور کیسے تلاش کریں؟

جواب:۔

دعا کرنے والے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپ کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ آپ کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ اس لئے دعا یہ کرو کہ یا اللہ ہم تو تلاش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو لوگ دعا کرنے والے ہیں وہ ہمارے لئے دعا کیا کریں۔ دعا کی تمنا بھی دعا ہی کا ایک طریقہ ہے۔ دعا کی تمنا رکھو تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی بندہ بھیج دے گا۔ اللہ ضرور مہربانی کرے گا۔

سوال :۔

سر! ایاک نعبد وایاک نستعین سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے Direct Address ہوتا ہے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" یعنی استعانت لیتے ہیں۔ ہم عام زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر مرض کے معاملے میں مریض کی مدد کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ غیراللہ سے مدد لینا منع ہے۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف چلنے میں آپ کے معاون ہوں' ان سے آپ مدد لے سکتے ہیں۔ جو اس راستے کے معاون نہ ہوں وہ غیراللہ ہیں۔ مثلاً" آپ مسجد جا رہے ہیں تو جس نے آپ کو مسجد جانے کا شوق دیا وہ اللہ کے راستے کا معاون ہے اور جس نے شوق کو روکا وہ غیراللہ ہے۔ نماز میں ہم جس سے مدد مانگ رہے ہیں کیا وہ اللہ کا خیال ہے یا حقیقت ہے۔ وہ ہے تو حقیقت لیکن آپ کے تجربے میں یا مشاہدے میں نہیں آیا ..... کیا وہ اس وقت وہاں تھا؟ کیا اس نے کوئی جواب دیا تھا؟ یا یہ مدد مانگنے والا یوں ہی نماز میں یہ بات کہہ کے واپس آگیا۔ یہ اس کے شعور کی بات ہے۔ بزرگوں نے اس وہم سے نکالنے کے لئے اللہ کے تقرّب کی راہ نکالی کہ جو اللہ کے قریب ہو' آپ اس کے قریب ہو جاؤ۔ اس طرح قریب ہوتے ہوتے اس ذات کے قریب ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے یعنی حضور پاکؐ۔ تو حضور پاکؐ کا نقش قدم' صحابہ کرامؓ

کا راستہ اور بزرگان دین کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

جس آنکھ نے دیکھا ہے تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت

جس آنکھ نے حضور پاکؐ کو دیکھا ہے اگر ہم اسے دیکھ لیں تو اس طرح دیدار ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ " من رآنی فقد رای اللہ " یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے اللہ کو دیکھا اور مطلب یہ بنا کہ جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے مجھے دیکھ لیا۔ تو گویا سلسلے وار دیکھنا جو ہے یہ سلسلے کی آخری کڑی بھی دیکھ لینا ہے۔ یعنی پہلی کڑی دیکھ لو شاید اس سے آخری کڑی تک پہنچ جاؤ۔ تو یوں بھی اسے کہتے ہیں کہ تصویر آنکھوں میں چلی آ رہی ہے اور آنکھوں سے آنکھیں ملتی ہیں تو تصویر در تصویر نظر آتی چلی آ رہی ہے۔ ایسی آنکھیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے ان آنکھوں میں گہرا سمندر دیکھا ہے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام سے آشنا کرے' جس مقام پر شعور خود بخود ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ یہ جو شعور کی باتیں کرتے ہیں تو شعور کی باتیں کافی نہیں ہیں اور یہ جو شوق کی باتیں کرتے ہو تو شوق کی باتیں بھی کافی نہیں ہیں۔ آپ شعور اور شوق دونوں کی باتیں کرو تب بھی کافی نہیں ہیں' جب تک کوئی آپ کو اس راہ پہ چلائے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی چراغ جلائے گا تو یہ جلے گا ورنہ تیل بھی کافی نہیں اور چراغ بھی کافی نہیں ہے۔ چراغ کو جلانے والا ہونا چاہئے' جلانے والے کا ہونا ضروری ہے۔

جس دیوے نوں آپ جگاوے او کد کسے توں بجھدا

تو عبادت اللہ کی کرنی چاہئے اور مدد اللہ سے مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے اور کسی کے ذریعے صراطِ مستقیم دکھا دیتا ہے۔

سوال :۔

فیض کیسے ملتا ہے اور کس طرح حاصل کیا سکتا ہے؟

جواب :۔

عام طور پر آپ لوگ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس بلی کو درخت سے چڑیا کھانے کو ملی' وہ دوسری چڑیا اسی درخت پر جا کر پکڑے گی' جس کو کسی بل سے چوہا ملا وہ اسی بل کے پاس بیٹھی رہے گی۔ جس بلی کو دیوار پر سے کھانے کو کچھ ملا ہے وہ دیوار پر ہی بیٹھی رہے گی۔ جہاں پر کسی کو فیض کا سلسلہ ملا وہاں پر ہی انسان کسی دوسرے فیض کے حصول کے لئے رہتا ہے۔ جو لوگ فیض کے سلسلے بدلتے ہیں وہ لوگ کہیں کے نہیں رہتے۔ اس لئے یہ فیصلہ مستقل کر لیا کرو کہ آپ نے فیض کہاں سے لینا ہے۔ پھر اس سلسلے میں جو استقامت ہو گی وہ آپ کو ضرور فیض دلا دے گی۔ تو فیض کہاں سے ملتا ہے' فیض استقامت سے ملتا ہے۔ سب سے بڑی کرامت کون سی ہے؟ استقامت! استقامت سے فیض ملتا ہے۔ اس لئے کسی ایک کی اطاعت شروع کر دو تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ فیض کے لئے آپ کا اس راستے پر چلنا ضروری ہے۔ یہ بات یاد رکھو۔ کوئی سا ایک نیک عمل اگر بار بار کسی ایک جگہ پر کیا جائے تو اس جگہ

سے ایک طاقت پیدا ہو کر آپ کے اندر شامل ہو جائے گی۔ مثلاً" آپ ایک خاص جگہ بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہو' تو دوبارہ بھی وہاں بیٹھ کے پڑھو۔ اس کے لئے ایک جگہ اور ایک وقت آپ مقرر کر لو۔ دس پندرہ دن کے بعد آپ دیکھو گے کہ وہ جگہ آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔ تو جگہ کا جو شوق ہے وہ آپ کے شوق میں مل جائے گا اور یہ بڑا مقام ہے۔ اگر آپ کو سمجھ آ جائے کہ مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی رہتی ہے اور زمین اپنی زندگی سے آپ کو زندہ کرتی رہتی ہے تو یہ بڑی بات ہے۔ اس لئے آپ Places مقرر کیا کرو' ٹائم مقرر کیا کرو' اور وہاں جا کے کوئی ایک عمل کرتے رہا کرو۔ بار بار تواتر سے جب آپ عمل کرو گے تو اس عمل کے اندر ایک خاص خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ کبھی یہاں گئے کبھی وہاں گئے۔ ایک جگہ منسوب ہو جاؤ۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر آپ نے کسی کو قبول نہیں کیا تو دراصل کسی نے آپ کو قبول نہیں کیا بلکہ عین ممکن ہے اس نے آپ کو نامنظور کر دیا ہو۔ ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک دفعہ ایک آدمی کی جیب میں کچھ کھوٹے سکے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ لکھنؤ میں بڑے ماہر جیب کترے ہوتے ہیں۔ سارا دن پھرتا رہا' اس کی جیب سے کسی نے وہ کھوٹے سکے نہیں نکالے۔ کسی نے جیب ہی نہیں کاٹی۔ شام کو ایک ہوٹل میں چائے پینے کے لئے بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے Expert ہوتے ہیں' مجھے تو کوئی نہیں ملا۔ ایک بوڑھا بابا پاس ہی بیٹھا تھا وہ بولا' دو دفعہ تو میں نے تیرے پیسے گرم کئے' پھر تیری جیب میں واپس ڈال دئے' کیونکہ یہ کھوٹے سکے تھے' یہ سکے اس قابل ہی نہیں

تھے کہ تیری جیب کٹ سکتی۔ تو Pick Pocket کے لئے بھی پاکٹ Full ہونی چاہئے۔ آپ اندر سے خالی پھرتے ہو اور پھر کہتے ہو فیض نہیں ملا۔ فقراء اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ یہ بندہ اس قابل ہے کہ نہیں ہے' اور ساتھ ہی بندوں کو ایسے کہتے ہیں کہ چھوڑو ہمارے پاس کیا ہے' ہم تو ویسے ہی رزق کا ایک سلسلہ بنا کے بیٹھے ہیں۔ اس طرح آپ ان کا اعتبار کر لیتے ہو اور وہ آپ سے جان چھڑا جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہو کہ آپ تحقیق کر کے اس کو چھوڑ آئے ہو لیکن دراصل اس نے قبول نہیں کیا۔ اس لئے آپ بار بار جگہ جگہ پھرتے رہتے ہو اور ناکام رہتے ہو۔ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ بندہ بیمار ہو اور ڈاکٹر نہ ملے۔ عقل مند اگر ایک غلط ڈاکٹر کے پاس گیا تو وہ دوسرے دن دوسرے کے پاس چلا جائے گا کیونکہ بیماری دور کرنی ہے۔ پیاسے کو اس کی پیاس مجبور کر رہی ہے کہ دریا پر جائے یا تالاب پر جائے۔ اگر آپ کے اندر آپ کا شوق آپ کو مجبور کرے تو پھر آپ تلاش کرو ورنہ تکلف نہ کرنا۔ تو آپ دعا کرو کہ آپ کا شوق زندہ رہے۔ اپنا شوق زندہ رکھو۔ شوق زندہ رکھو گے تو بندے ملتے رہیں گے بندہ تو کہیں سے آ ہی جاتا ہے۔ یہ اللہ ہی بھیجتا ہے اور وہ آ ہی جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ کو اللہ کا شوق ہو اور بندہ نہ ملے۔ اللہ فیض کا خود ہی انتظام کرتا ہے۔ آپ اپنے اندر استقامت پیدا کرو۔

آخر میں دعا کرو کہ یا رب العالمین ہم سب پر رحم فرما' ہمارے دین دنیا کے حالات بہتر فرما۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی آسان فرما۔ یہ زندگی بھی آسان فرما اور آخرت بھی آسان فرما۔ ایسی زندگی ہو کہ بزرگ راضی

رہیں اور اولاد تابعدار رہے۔ یا اللہ ہمارے لئے ضرورت اور دولت کا مہیا ہونا برابر رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ضرورتیں پوری کرنے سے ہم محروم ہو جائیں۔ یا رب العالمین ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے۔

یا رب العالمین جو تو نے عطا فرمانا ہے وہ مانگے بغیر ہی عطا فرما دے اور جو تو نے عطا نہیں فرمانا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ تو اپنے ہی فضل سے، اپنی ہی طرز کے مطابق ہماری زندگی بنا اور اس پہ ہمیں خوش رہنے کی توفیق عطا فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

○



۱ سائنس کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر ایک تبدیلی آ رہی ہے تو سائنس کی ترقی کس حد تک جائز سمجھی جا سکتی ہے؟

۲ جب کہ دین پر اتنی زیادہ کتابیں موجود ہیں تو پھر اللہ کا راستہ اپنانے کے لئے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

۳ ہم دین اور دنیا کے درمیان حد فاصل کیسے رکھ سکتے ہیں؟

سوال :۔

سائنس کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر ایک تبدیلی آرہی ہے اور دین سے بے راہروی اور دوری پیدا ہو گئی ہے۔ مخلوط تعلیم ہے' خریداری ہے' مسجد میں نمازی کم ہیں تو سائنس کی ترقی کس حد تک جائز سمجھی جاسکتی ہے؟

جواب :۔

دین کا جہاں تک تعلق ہے تو دین کا سائنس کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں ہے۔ سائنس چاہے کتنی ہی ترقی کر لے لیکن دین بہرحال دین ہے۔ اب دین کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے کہیں ملا کا دین نہ سمجھ لینا۔ دین کی وضاحتوں نے دین داروں کو الجھا دیا ہے۔ مثلاً" اسلام Versus اسلام' بحث شروع ہو گئی' اِدھر بھی مسلمان ہیں اور اُدھر بھی مسلمان ہیں۔ یہ بحث کہاں سے آئی؟ دونوں گروہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے گروہوں میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں اور آپس میں فساد اور تضاد ہوتا ہے۔ مثلاً" دیوبندی

اور بریلوی میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اسی بحث میں ایک گروہ کہتا ہے کہ کھڑے ہو کے . سلام پڑھو' الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ کلمہ صحیح نہیں ہے۔ اب یہ جھگڑا تو دین نہیں گنا جائے گا۔ اسی طرح اسلام میں فرقہ Versus فرقہ مثلاً" شیعہ سنّی بن گئے' بلکہ ستر بہتر فرقے آ گئے ہیں۔ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس طرح اسلام میں آزادی آ گئی یا اسلام میں ترقی آ گئی۔ حضور پاکؐ کی زندگی کا آپ کو چونکہ کتابوں کے ذریعے علم ہے' لہٰذا آپ کو حقیقت کا علم ہی نہیں ہے۔ حضور پاکؐ آپ کے رسول ہیں۔ یا تو یہ ہوتا کہ اللہ ایسی بات کہتا کہ حضور پاکؐ تھے۔ لیکن آپؐ موجود ہیں اور یہ آپؐ کے دور کی زندگی ہے۔ تو اگر آپؐ سے رابطہ ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر آپ کا رابطہ کتاب سے ہوا تو آپ گمراہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً" کسی نے آپ کو چٹھی بھیجی اور آپ چٹھی پڑھ رہے ہوں اور چٹھی لکھنے والا خود آ جائے اور کہے کہ میں خود آ گیا ہوں تو کتاب سے رابطہ رکھنے والا کہے گا کہ آپ بے شک آ گئے ہیں لیکن میں تو چٹھی پڑھنے میں مصروف ہوں۔ تو جس ذات کو آپ پکار رہے ہوں اور ذات آ جائے اور آپ اس کا کہنا نہ مانو تو آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اگر ایک سائل آئے اور آپ سے پیسے مانگے اور آپ نہ دیں کہ میں زکوٰۃ دے چکا ہوں' بعد میں اگر اللہ خود آپ سے کہے کہ میں تیرے پاس سوال کرنے آیا تھا اور تو نے پیسہ نہیں دیا' تو ایسے شخص کی حالت کیا ہو گی ـــــ اگر اللہ براہ راست آ جائے تو آپ پھر بھی اس کی بات نہیں مانو گے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم اسلام کی رو سے صحیح ہیں' ہم تو زکوٰۃ دے چکے ہیں۔ اللہ نے سود سے منع کیا ہے

لیکن آپ کہتے ہیں کہ بینک والے زبردستی کاٹ لیتے ہیں۔ جب تک آپ اللہ کو نہ پہچانو' اللہ کے حکم کو آپ کیا پہچانیں گے۔ اگر ایک بندہ کلمہ پڑھتا ہے' نماز پوری ادا کرتا ہے' اسے مسلمان کہیں گے لیکن اگر وعدہ پورا نہیں کرتا تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ اگر کوئی دلیر آدمی ہوا تو وہ کہے گا کہ یہ آدمی اسلام سے گیا۔ حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ وہ آدمی جس کا کھانا حرام ہو' لباس حرام ہو' سوچنا حرام ہو' جسم حرام ہو' اس کا سارا خیال حرام ہو' وہ وعدہ توڑنے والا ہو اور اس کی کوئی بات پوری نہ ہونے والی ہو' اگر وہ شخص نماز پڑھ رہا ہے تو جھوٹا آدمی سچی نماز کیسے پڑھے گا۔ وہ بندہ تو بنیادی طور پر جھوٹا ہو گیا۔ وہ لوگ جو بنیادی طور پر جھوٹے ہیں اور سچی نماز کا دعوی کرتے ہیں' وہ دو دفعہ جھوٹے ہیں۔ جھوٹے آدمی کا سچ بھی جھوٹا ہوتا ہے مثلاً" ایک گروہ نے نمازیوں کے لئے مسجد بنائی' مسجد تو اللہ کی ہوتی ہے اور اللہ مسجدوں کا مالک ہے۔ اللہ نے اپنے محبوبؐ سے کہا کہ اس مسجد کو گرا دو کیونکہ اس کو بنانے والے منافق ہیں۔ تو منافق اگر نماز پڑھے تب بھی جھوٹا ہے اور منافق حج کرے تب بھی جھوٹا ہے۔ منافق کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے لیکن وعدہ پورا نہیں کرتا۔ منافق جو ہے وہ کافر سے بھی برا ہے' عین ممکن ہے کہ کافر بخشا جائے لیکن منافق کا بخشا جانا مشکل ہے۔ تو اصل جھوٹا وہ ہے جو نماز تو پڑھے لیکن جھوٹا وعدہ کرے' وہ جو جھوٹا خیال سوچے اور جو امانت میں خیانت کرے' اسلام میں دو بنیادی باتیں تھیں' صداقت اور امانت۔ حضور پاکؐ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ صادق کیا ہوتا ہے؟ جو اپنے قول کا سچا ہو اور امین یہ ہوتا ہے

جو آپ کی امانت حفاظت کے ساتھ لوٹا دے۔ آج کا مسلمان امانت واپس نہیں کرتا' وعدہ پورا نہیں کرتا' سچ نہیں بولتا اور مسلمانوں کے حق میں نہیں سوچتا اس لئے اسلام کو آپ اس طریقے پر مت سوچو' جس طرح کہ سائنس کے بارے میں سوچتے رہتے ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تفسدوا فی الارض یعنی مت فساد پھیلاؤ دنیا میں۔ اللہ کے بندوں کی نشانی صرف یہ نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں بلکہ اللہ کے بندوں کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کرتے' ان کی زبان سے جھوٹ نہیں نکلتا اور وہ وعدوں کے پابند ہوتے ہیں اور جو شخص وعدہ پورا نہ کرے اور نماز پڑھتا جائے تو وہ منافق بن جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ کے اس حکم کو پورا نہیں کرتا کہ وعدہ نبھاؤ تو وہ کس اللہ کو مانتا ہے اور کس اللہ کی نماز پڑھتا ہے۔ ایسا شخص عہد پورا نہ کر کے خدا کے سامنے جھوٹا بن گیا۔ اس کے لئے دو خدا ہوئے' ایک کا کہنا مانا اور نماز پڑھی اور دوسرے کا کہنا نہ مانا اور وعدہ پورا نہ کیا ---- دو خدا رکھنے والا منافق بن جاتا ہے۔ تو منافقت سے بچنا چاہئے۔ ایک اللہ کا ہر حکم ماننا چاہئے۔ سائنس کو اپنی رفتار میں جانے دو۔ دین کیا ہے؟ حضورپاکؐ کی اتباع۔ دین کیا ہے؟ وہی جو پرانا دین ہے' وہی سچا دین ہے۔ اس لئے دین میں تاویلیں نہ کرو۔ مسلمانوں کی خدمت کرو ---- جو بیمار ہے اسے دوائی دو اور اس پہ یہ حکم نہ لگاؤ کہ پہلے نماز پڑھو پھر دوائی لینا۔ تب وہ تو آپ کے لئے بد دعا کرے گا ---- مسلمانوں کا جمیع سرمایہ چند لوگ اپنے قبضے میں کرتے جا رہے ہیں۔ وہ سب کے کام آنا چاہئے۔ ایک شخص پیسہ جمع کرتا جا رہا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے تم اللہ کو یاد کرتے

جاؤ' وہ تمہیں دے گا۔ یہاں سے ساری دقت شروع ہوئی ہے۔ لوگوں نے جھوٹ سے کاروبار کئے' وعدہ فراموشی کی اور دو دو زبانیں بولیں۔ نماز پڑھنے کا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ نماز کب قائم ہوتی ہے؟ جب آپ بیمار کو دوا کھلاؤ اور پھر اسے نماز کے لئے لے جاؤ۔ آپ اسے گولی کھلانے کی بجائے گولی مارتے ہیں' اس لئے مسجدیں فساد کی جڑ بن گئی ہیں۔ اوپر سے لاؤڈ سپیکر ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ مسجد اب جائے عافیت نہیں رہی۔ کئی جگہ مسجد میں Full آواز سے کیسٹ لگا دیتے ہیں۔ وقت نہیں دیکھتے' یہ نہیں دیکھتے کہ بچے سوئے ہوئے ہوں گے یا کوئی بیمار آرام کر رہا ہو گا ---- اللہ کا فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ اور احترام سے سنو ---- ادھر آپ گھر میں لیٹے ہوئے ہیں اور ساری رات Full Speed سے شبینہ کی کیسٹ چل رہی ہے ---- تو آپ ایسی مسجدوں سے Avoid کرو جہاں غلط بحث ہوتی ہے یا فساد ہوتا ہے۔ مسجد بے ضرر لوگوں کی ہونی چاہئے اور ضرور آباد ہونی چاہئے۔ جہاں کوئی سچا آدمی نظر آئے اس کا ساتھ دو۔ مسجد کو اللہ کا گھر ہی رہنے دو ---- کچی ہو یا پکی وہ خود ہی دیکھ لے گا۔ پتہ نہیں اللہ کس کو پسند کر لے' سنگ مرمر کو پسند کر لے یا کچے کو پسند کر لے۔ اللہ امیروں کے گھر میں زیادہ رہتا ہے یا غریبوں کے گھر؟ ---- میرا خیال ہے غریبوں کے گھر میں زیادہ رہتا ہے۔ وہاں اللہ کا آنا جانا زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے جتنے بھی محبوب گزرے ہیں وہ زیادہ تر غریب تھے۔ اگر آپ کی زندگی حضور پاکؐ کی اتباع میں آجائے تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یعنی کہ اگر آپ نے اپنی بیٹی کو

جہیز اتنا دیا جتنا حضور پاکؐ نے دیا تو پھر تو آپ کو مبارک ہو کہ آپ اصل مسلمان ہو ورنہ گزارہ کر لو اور بحث نہ کرنا کہ حالات ایسے آ گئے ہیں کہ بیٹی کی شادی کے لئے سب انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ اگر ایک آدمی سنت کے مطابق پہل کرے تو باقیوں کے لئے عافیت ہو جائے گی۔ آپ میں سے کوئی تو ہو جو یہ کہے کہ میں نے زندگی حضور پاکؐ کی زندگی کے مطابق گزارنی ہے۔ جس نے سماج کی خوشنودی کے لئے زندگی گزارنی ہے وہ بے شک یہ نہ کہے۔ اب آپ خود سوچو کہ کس کی خوشی کے لئے زندگی گزارنا چاہتے ہو۔ آخری وقت میں آپ نے جس کو یاد کرنا ہے اس کو زندگی میں کیوں یاد نہیں کرتے۔ جس وقت آپ قبر میں جاؤ گے تو اس آخری وقت میں کیا مانگو گے؟ حضور پاکؐ کا دیدار مانگو گے۔ ابھی سے کیوں نہیں مانگتے۔ اگر آپ یہ اب نہیں مانگتے تو آپ جھوٹے ہیں۔ پھر اسلام کا نام مت لو اور بہتر ہے کہ خاموش رہو۔ بس زندگی گزارتے جاؤ' لوگوں کو معافی دے دو اور معافی مانگنا شروع کر دو ـــــ سائنس کی ترقی کا اسلام کی ترقی کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ سائنس مستقبل کو دیکھتی ہے اور مذہب جو ہے وہ ماضی کو دیکھتا ہے۔ ہمارا معیار یہ ہے کہ جتنا ہم ماضی کے قریب جائیں گے اور حضور پاکؐ کی زندگی کے قریب جائیں گے اتنا ہی ہمارا دین بہتر ہو گا۔ آپ نے اس لئے آگے نہیں جانا کہ واپس جانا ہے۔ پرانی چیز کی آپ قدر کرتے ہو۔ پرانے گھر کی قدر کرتے ہو۔ نماز بھی پرانے طریقے پر پڑھتے ہو۔ پرانے درویشوں سے عقیدت رکھتے ہو۔ داتا صاحبؒ سے عقیدت رکھتے ہو' وارث شاہؒ سے عقیدت رکھتے ہو۔ مولا علیؑ کا آپ نام لیتے ہو تو وہ بھی آج سے پہلے تھے۔ اچھا دین کون سا

ہے؟ وہی ہے جو چودہ سو سال پرانا ہے۔ لہٰذا اب بحث بند کر دو۔ اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے نام پر بحث بند کرو۔ ہمارا دین بڑا آسان ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اپنے ماں باپ کو راضی رکھو اور ان کی خدمت کیا کرو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے پاس اور کوئی نیکی نہ ہو اور اس کی ماں راضی ہو تو وہ بھی جنت میں جائے گا۔ تو ماں کتنی نمازوں کے برابر ہوتی ہے؟ نمازوں کی بات نہیں' وہ سارا دین ہے۔ یہ دین والوں نے خود فرمایا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ تم نے اپنے ماں باپ کو پالتے ہوئے دیکھا ہے اور انہیں نہیں مانتے تو مجھے کب مانو گے۔ انہوں نے تمہارے لئے اپنا سکون برباد کیا' تمہیں پالا اور سنبھالا۔ ان حاضر پالنے والوں کو اگر نہیں مانا تو غیب رب کو کیسے مانو گے؟ ---- تو جو شخص ماں باپ کو نہیں مانتا اور اللہ اللہ کرتا جا رہا ہے' وہ جھوٹا ہے۔ جو وعدہ پورا نہیں کرتا اور نماز پڑھتا جا رہا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو پریشان نہ کرو اور انہیں دوزخ میں بھیجنے کی کوشش نہ کرو۔ ان کے لئے جنت کی کوشش کرو۔ ہر کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی خبر دو۔ آپ اسے یہ نہ کہنا کہ ابھی تو صرف کلمہ پڑھا ہے' پھر نمازیں پڑھو' روزے رکھو اور کتابیں پڑھو' پھر تمہارے بارے میں دیکھیں گے۔ پھر آپ اللہ سے کہتے ہو کہ ہم تو نمازیں پڑھ پڑھ کے مر گئے اور آپ نے فلاں شخص کو ویسے ہی معاف کر دیا ---- جو شخص دوسرے کو معاف نہیں کرتا' اس کی اپنی بخشش نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو بخش سکتا ہے اور آپ کو بھی بخش سکتا ہے۔ اس لئے آپ سب کو معاف کر دیا کرو---- دین یہی ہے کہ سب کو معاف کر دیا جائے۔ آپ راضی رہا کرو۔ دین کو

بیچ کر دنیا نہ بناؤ۔ دین کے حوالے سے تعلّقات کو دنیا کے لئے استعمال کرنے والا یقیناً خسارے میں رہے گا۔ دنیا کو دین میں Invest کرنے والا یقیناً فائدے میں ہو گا۔ اگر اللہ نے تمہیں دنیا دی ہے تو اس کو دین بنا لو اور دین کے حوالے سے استعمال کرو ---- اگر آپ کو دین ملا ہے تو اس کو دنیاداری میں استعمال نہ کرو اور دنیا داری میں خرچ نہ کرو عبادت کے ذریعے سے پیسے نہ بناؤ بلکہ پیسوں سے عبادت بنا لو۔ اپنی اولادوں کو دین سکھاؤ اور ان سے پیار کرو۔ دین کیا ہے؟ اللہ کی عبادت اور اللہ کے محبوبؐ سے محبت اور ان کی اطاعت۔ جھگڑا نہ کرو' زندگی کے قریب رہنے کی کوشش کرو' سب کو معاف کر دو۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ حضور پاکؐ نے کافروں کو بھی ساتھ ملایا' فتح مکہ کے موقع پر سب کو معاف کر دیا۔ انہوں نے مخالفین کو بھی صحابی بنا دیا۔ آپ تو امتی ہو اور صحابی کا درجہ بھی جانتے ہو۔ یہ شان رسالت ہے کہ انہوں نے کافر کو بھی صحابی بنا دیا۔ آپ کسی مسلمان کو اس وقت تک غیر مسلم نہ کہنا جب تک آپ کے علم میں پوری بات نہ ہو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ مسلمان ہے اور یہ مسلمان نہیں ہے۔ کوئی شخص اگر بیمار ہے اور مسجد میں نماز کے لئے نہیں پہنچا تو اس کے لئے دعا کرو اور آسانی پیدا کرو۔ آپ کو اور طرح سے علم دیا گیا ہے۔ مثلاً" آپ کو کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک روپیہ دو گے تو آخرت میں ستر روپے ملیں گے۔ وہاں آپ نے پیسے لے کے کیا کرنا ہے؟ مطلب یہ کہ آپ کو بات یوں بتائی گئی ہے کہ خرچ کرنا ایک منفعت ہے اور یہ اور طرح کی منفعت ہے۔ وگرنہ قبر میں آپ کو پیسوں کی کیا ضرورت ہو گی۔ آپ اپنے ذمے واجب الادا قرضے اور بوجھ اتار دو۔ یہ عین اسلام

ہے۔ دوسرے کا حق اس کے تقاضے سے پہلے ادا کرو۔ بس راضی ہو کے جاؤ اور راضی کر کے جاؤ۔

سوال :۔

جب کہ دین پر اتنی زیادہ کتابیں موجود ہیں تو پھر اللہ کا راستہ اپنانے کے لئے تعلّق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :۔

جب آپ میرے ساتھ تعلّق بنا لو گے تو میری بات آپ کو اس وقت سند۔ لگے گی۔ بات سمجھنے کا طریقہ یہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ پہلے تعلّق بناؤ اور بات بعد میں سنو' پھر میرے بتائے ہوئے راستے پہ چلو۔ اب آپ کو بات Verify کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اب اگر آپ بات کو Verify کرنے لگ جاؤ یا تحقیق کرنے لگ جاؤ تو یہ تو ایسے ہو گا کہ آپ نے ایک کے مقابلے میں ایک اور کھڑا کر دیا ہو۔ اسی طرح لوگ اللہ کے مقابلے میں ایک اور اللہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ جب بھی حکم دے' وہ اسی کا حکم ہو گا۔ اگر آپ نے اڑھائی فی صد زکوٰۃ دے دی اور پھر سائل دروازے پر آگیا تو پھر آپ کیا کہو گے کہ ہم نے تو پہلے ہی دے دیا ہے۔ یہ بھی ادھر سے آیا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ دین کیا ہے؟ دین کسی شخصیّت پر اعتماد کا نام ہے۔ علم پر کبھی اعتماد نہیں ہو سکتا' اعتماد صرف شخصیّت پر ہو سکتا ہے۔ علم کی بات تو یہ ہے کہ آپ کو علم ملے گا کہ یہ نماز یُوں پڑھو' یا حی یا قیوم کا وظیفہ اس طرح پڑھو' پھر ایک اور کتاب میں لکھا ہو گا کہ کلمہ طیّب کا ورد اس طرح کرو'

مبین کے ساتھ اس طرح سورۃ پڑھو ---- اس طرح آپ علم کے ذریعے کنفیوز ہو جاؤ گے' پریشان ہو جاؤ گے۔ کتابیں پڑھ کے آپ پریشان ہو جاؤ گے اور یہ ایسے ہو گا جیسے گدھے پر بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ حضور پاکؐ کے پاس کوئی آدمی ایمان لاتا تو آپؐ اسے کلمہ پڑھاتے۔ اس طرح اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے۔ پھر وہ پوچھتا کہ اب کیا کروں تو آپؐ فرماتے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ یعنی جنگ کا زمانہ ہو تو جنگ میں جاؤ اور امن کا زمانہ ہو تو کاروبار کرو' کام کاج کرو' بیوی بچوں کا پیٹ پالو۔ یہ تھا اسلام۔ آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کتابیں پڑھو ---- یہ جو کتابوں والا اسلام ہے اور تقریروں والا اسلام ہے یہ آپ کی کم بختی ہے۔ اصل اسلام تو یہ تھا کہ ماں باپ کو راضی رکھنا' اپنے سے بڑے سے بحث نہ کرنا' اگر اللہ نے غریب رکھا ہے تو غریبی پر راضی رہنا' امیر رکھا ہے تو امیری پر راضی رہنا لیکن انسانوں کو تکلیف نہ دینا' جو نمازیں پڑھ لی ہیں ان کا شکر ادا کرنا اور جو نہیں پڑھ سکے ان پہ استغفار پڑھنا اور توبہ کر لینا۔ اس طرح اللہ راضی ہو جائے گا۔ آپ نے کتابوں کو کیا کرنا ہے اور علم کو کیا کرنا ہے۔ سب سے بڑا علم یہ ہے کہ حضور پاکؐ سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں ہے اور حضور پاکؐ کو بھیجنے والا اللہ خود ہے۔ جس طاقت کے آگے حضور پاکؐ سجدہ فرماتے ہیں' اس طاقت کو اللہ کہتے ہیں۔ ہم بھی اسی طاقت کے سامنے جھکتے ہیں۔ ہم کیوں جھکتے ہیں؟ کیونکہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے اس لئے ہم سجدہ کرتے ہیں اور ہزار بار کریں گے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کو سجدہ نہ کرنا اور میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا' اس لئے ہم سجدہ

نہیں کرتے ---- باقی یہ کہ قرآن پاک ضرور پڑھو۔ اگر عربی سمجھ سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ترجمہ پڑھو کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور بلاغت نظام ہے اور ہماری کل کائنات ہے۔ یہ کائنات اللہ کی بنائی ہوئی ہے' اس کو غور سے دیکھو۔ سورج' چاند' ستارے' زمین اور آسمان' ان سب کو غور سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اللہ پر ہر حال میں راضی رہنا عبادت ہے۔ اب آپ جھگڑا نہ کرو۔ آدھی سے زیادہ زندگی آپ گزار چکے ہو۔ کچھ عمر تو سو کے گزار دو گے باقی آہستہ آہستہ گزرتی جا رہی ہے لیکن آپ پیسے گن گن کے وقت گزار رہے ہو۔

مایہ گن گن رین ہوئی آئی چور کی وار
سویا مورکھ لٹ گیا' اب مانگے دو جی بار

پھر اور زندگی نہیں ملے گی' اور چانس نہیں ملے گا ---- اس کو آپ باتوں میں ضائع نہ کرو۔ ان لوگوں سے بچو تبلیغ اور دین جن کے رزق کا شعبہ ہے اور ذریعہ معاش ہے۔ ایسا Professional مبلغ چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی ہو' ملاوٹ کر جائے گا' پرانے واقعات کو نیا بنا کے سنائے گا۔ ان سے کہو کہ تم ہمیں نئی بات نہ سناؤ اور ہمارا پرانا غم ہی ہمارے پاس رہنے دو۔ تو اسلام میں نیا واقعہ جو ہوتا ہے یہی بدعت ہوتا ہے۔

اسلام میں نیا کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ اب ہمیں کہتے ہیں کہ اسلام سے پچھلے تیرہ سو سال کے واقعے نکال دو اور پرانی کتابیں بھی نکال دو' مثلاً" امام غزالیؒ کی کتابیں بھی نکال دو۔ امام غزالیؒ جو ہیں وہ حضور پاکؐ کے پسندیدہ ہیں' جب آپؐ معراج شریف پر تشریف لے گئے تو حضرت

موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ آپؐ کی امت کے جو علماء ہیں ان کا مقام پرانی امتوں کے پیغمبروں کے برابر ہے' تو مجھے بھی ان میں سے کوئی عالم دین دکھایا جائے۔ آپؐ نے امام غزالیؒ کو بلوا لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنا نام اور پورا شجرہ نسب بیان کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں نے تو صرف تمہارا نام پوچھا تھا اور تم نے پورا شجرہ بیان کر دیا ہے۔ امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ اللہ نے سوال کیا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میرے ہاتھ میں عصا ہے' میں اس سے پتے بھی گراتا ہوں' جانور بھی چراتا ہوں ---- حضور پاکؐ کے ہاتھ میں عصا تھا' انہوں نے امام غزالیؒ کے پاؤں پہ وہ عصا مارا کہ چپ ہو جاؤ' یہ پیغمبر ہیں' ادب کا مقام ہے۔ کہتے ہیں کہ جب امام غزالیؒ پیدا ہوئے تو ان کے پاؤں پر یہ نشان تھا ---- ایک مرتبہ دو بزرگوں کے درمیان امام غزالیؒ پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک نے کہا کہ میں امام غزالیؒ کو نہیں مانتا۔ دوسرے نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا میں نے انہیں خود نہیں دیکھا' اور اگر ماضی میں کسی کو ماننا ہے تو میں امام غزالیؒ کی بجائے امام علیؑ کو کیوں نہ مانوں ---- تو آپ سب لوگ مکمل ماضی میں جا کر حضور پاکؐ کو کیوں نہیں مانتے۔ اپنا ایمان ایک جگہ قائم کر لو ورنہ یہ حال ہو گا کہ

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

ایسے لوگ ہر بزم میں جا کر بیٹھتے ہیں اور کچھ نہیں پاتے۔ تو آپ

ایک محفل میں جا کے بیٹھو' یہی آپ کا ایمان ہے۔ ہر جگہ جانے والا منافق ہو جائے گا یا گمراہ ہو جائے گا' یا پاگل ہو جائے گا۔ علم کا انبار پڑھنے والا زیر بار ہو جائے گا۔ ایسا شخص اگر کسی پیر سے پوچھے کہ اسمِ اعظم کیا ہوتا ہے تو وہ ایک وضاحت بتا دے گا۔ پھر مولوی صاحب اور بات بتا دیں گے' اس طرح اسے سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ کا ہر اسم جو ہے وہ اسمِ اعظم ہے اور جس اسم کا وہ ورد کرے وہ اسمِ اعظم ہے۔

آج کی رات لیلۃ القدر ہے' ساری کائنات میں یہ ایک رات ایک دفعہ آئی ہے۔ معراج کی رات بھی ایک ہے جب حضور پاکؐ کو معراج عطا ہوا۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک ---- جس روز حضورپاکؐ نے یہ واقعہ سنایا' یہ اس رات کا واقعہ ہے جب آپؐ آسمانوں پر گئے اور قاب قوسین سے آگے چلے گئے۔ اگر آپ کہو کہ آج کی رات معراج شریف کی ہے تو یہ یاد منانے والی بات ہے' یہ وہ رات تو نہیں ہے۔ یہ واقعہ تب کا ہے جب حضورپاکؐ تشریف رکھتے تھے۔ یہ آج کی رات کا واقعہ نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اب صرف منانے والی بات ہے تاکہ آپ ادب کے ساتھ مصروف ہو جائیں ---- جس شخص کو آج کی رات میں وہ رات محسوس ہو جائے' وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ آج کی رات ہے۔ اس میں تصوّر اور تصوّف دونوں آ جاتے ہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ ان انسانوں کا' ان بزرگوں کا اور ان ایام کا ایک سلسلہ' تعلّق کے حوالے سے براہ راست موجود ہے اور وہ سلسلہ

آپ کو تعلّق دے گا۔ اب آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں حضور پاکؐ کے معراج کی رات کی ایک جھلکی ہی عطا فرما دے' تھوڑا سا عکس ہی دکھا دے' کوئی انعام یا نوازش ہو جائے۔ آپ ادھر ادھر کی بات نہ کریں کہ یہ فلسفہ ہے' دین ہے' کتابیں ہیں' موت کے منظر ہیں' بلکہ آپ حضور پاکؐ سے تعلق کی بات کرو اور ان کی یاد کی بات کرو ---- آج کل کی کتابوں اور بلیغوں سے Modern man خصوصاً" نوجوان طبقہ پریشان ہو گیا ہے۔ ایک آدمی عید کی نماز پڑھنے گیا تو مولوی صاحب نے کہا اب کس منہ سے عید پڑھنے آ گئے ہو' تراویح تو پڑھنے نہیں آتے تھے ---- اس لئے بڑا دھیان کرنا' کہیں مولوی کے نرغے میں نہ آنا بلکہ حقیقت کے "نرغے" میں رہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زندگی میں نیکی کا کچھ عمل کر لو کیونکہ اس کے بعد نیکی کا عمل کرنے کی توفیق نہیں رہے گی۔ کیونکہ زندگی ختم ہو جائے گی ---- اور سوال پوچھ لو ---- پوچھو ----

سوال :۔

ہم دین اور دنیا کے درمیان حدِّ فاصل کیسے قائم رکھ سکتے ہیں؟

جواب :۔

حدِّ فاصل Priority سے بنتی ہے' جب دین اور دنیا دونوں Equal اور Balance ہو جائیں۔ اگر ایک ایسا وقت آ جائے کہ آپ کو سوچنا پڑے کہ میں دین کو بچاؤں یا دنیا کو تو یہاں سے آپ کے Taste کا پتہ چلے گا کہ آپ کس کو بچانا چاہتے ہیں کیونکہ دونوں Options اب

Open ہیں۔ پیسہ کماتے وقت اگر تھوڑا سا جھوٹ بولنا پڑ جائے تو آپ نے محنت میں تھوڑا سا ایمان گنوا دیا۔ اگر آپ اللہ کو مانو اور اسے رب تسلیم کرو تو ہزارہا مصیبتیں ٹل جائیں گی۔ اس لئے رب کو ساتھ رکھا کرو کہ یا اللہ تو آپ ہی مہربانی کر۔ اس طرح کاروبار آباد رہیں گے اور آپ شاد رہیں گے۔ آپ لوگ جھوٹ سے بچو' منافقت سے بچو' کسی مسلمان کو پریشان کرنے سے بچو' انسانوں کو معاف کرتے جاؤ' کتابوں سے بچو' دین وہی ہے جو آپ حضور پاکؐ سے رجوع کرتے ہیں۔ آج بھی اللہ اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔ وہ چاہے تو آپ کو قرآن کا علم دے سکتا ہے' ہزار نوازشیں کر سکتا ہے۔ آپ براہ راست اللہ کو پکارو تو آپ پر علم کی تمام منزلیں آسان ہو جائیں گی۔ آج اللہ بھی موجود ہے اور حضور پاکؐ بھی آج ہیں' پھر آپ کو کتابوں سے کیا ڈھونڈنا۔ آپ پکارو تو جواب ملے گا Ask and you will be given آپ مانگو اور آپ کو ملے گا' تلاش کرو تو تم پا لو گے' کھٹکھٹاؤ تو دروازہ کھلے گا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے پکارو تو میں سنوں گا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو' اللہ ہی اللہ ہے ---- وفی انفسکم کا مطلب ہے' وہ تمہاری سانسوں میں ہے۔ وھو معکم این ما کنتم تم جہاں بھی ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں ---- تو آپ جس حال میں بھی ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس حال میں بھی ہو' میرا ذکر کرو اور میں سنتا ہوں۔ آج کے زمانے کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے کہ Modern man وعدہ پورا نہیں کرتا۔ کسی سے پوچھا گیا کہ آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا تو اس نے کہا میں نے وعدہ پورا کرنے کا وعدہ نہیں

کیا تھا۔ آپ سب وعدہ کرو کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اب آپ ایماندار' سچے اور مسلمان ہو گئے۔ یہ حد ختم کر دو۔ یا پھر وعدے نہ کیا کرو ---- تو آپ اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ سے رابطہ رکھو۔ اللہ اپنے بندوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنے بندوں کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آپ ہر وقت سجدہ کرو اور اسے پکارو۔ دین کی کتابیں نہ پڑھنا ---- اللہ کے ساتھ تنہائی میں باتیں کیا کرو' حضور پاکؐ سے محبت کرو' ماں باپ کا ادب کرو' وعدے پورے کر لو ---- زندگی پہ راضی ہو جاؤ۔ بڑے بڑے نیک نام بھی چلے جائیں گے۔ آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ جانا ضرور ہے' اللہ کے پاس اور اپنے خاندان کے بزرگوں کے پاس۔ اتنی سی کہانی ہے۔ جس طرح ایک اکیڈمی میں تربیت دی جاتی ہے کہ اس کو افسر بنانا ہے اسی طرح اللہ نے جس کو جنت میں بھیجنا ہے اس سے دوزخیوں والا کام نہیں کراتا ---- جس نے دوزخ میں جانا ہے اس سے جنت والا کام نہیں ہو سکتا ---- تو جو لوگ جنت میں جانے والے ہیں وہ یہیں سے جنت والے کام کریں گے ---- اس لئے کچھ لوگ کہہ گئے کہ جنت یہیں ہے۔ اگر آج آپ کا ارادہ گناہ اور غلطی چھوڑنے کا ہو گیا اور وعدہ پورا کرنے کا ہو گیا تو آپ ابھی سے جنت میں داخل ہو گئے۔ جنت وہ مقام ہے جہاں آپ کا کوئی مخالف نہیں ہے' وہاں کوئی شیعہ نہیں ہے' کوئی سنی نہیں ہے' سب اللہ کے سامنے ہیں۔ تو جن لوگوں نے شیعہ سنی سے نکل کر اللہ سے رجوع کر لیا وہ یہیں سے جنت میں چلے گئے۔ جو آج کے حالات پر راضی ہے وہ بھی جنت میں چلا گیا۔ جس نے لوگوں کو معاف کیا وہ جنت میں چلا گیا۔ آج کی موجود زندگی جنت کے ساتھ

Sequence میں ہے۔ بابا فرید گنج شکرؒ کے بارے میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے خواب دیکھا کہ حضور پاکؐ نے بشارت دی کہ جو اس دروازے سے داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔ من دخل ھٰذہ الباب فھو فی الامن اس دروازے کا نام رکھ دیا گیا جنتی دروازہ یا بہشتی گیٹ۔ لوگوں نے کہا کہ بہشتی دروازہ یہاں ہی لگا دیا تو آپ نے کہا اگر یہاں نہ لگا تو آگے کدھر سے لگے گا۔ بہشتی دروازہ لگتا ہی ادھر ہے ---- اب آپ بتاؤ کہ آپ کس دروازے سے جاؤ گے۔ وہ آدمی جو دروازے پر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں کسی کو اندر نہیں جانے دوں گا تو وہ خود بھی نہیں جائے گا۔ اب آپ یہ دیکھو کہ آپ کے دل کی بہشت میں کچھ بندے غیر تو نہیں ہیں۔ آپ سب کو جنت میں آنے دو۔ تو جنت کیا ہے؟ جنت یہ ہے کہ At peace with every one یعنی ہر ایک کے ساتھ امن، صلح ---- جنت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ زندگی سے۔ جس شخص کو حضور پاکؐ کی محبت عطا ہو گئی تو یہی جنت ہے۔

یہی جنت ہے جو حاصل ہو سکونِ خاطر
اور دوزخ یہی دنیا ہے جو آرام نہیں

اگر یہاں بے چینی ہے، اضطراب ہے اور پریشانی ہے تو انسان کہے گا سمجھ نہیں آتی کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے۔ آپ یہ سوچو کہ آپ خود ہیں کہ نہیں ہیں۔ تو آپ اپنا حق رکھو تو جنت ہے، ماں باپ کا ادب کرو اور ان کے حق اور تقاضے سے زیادہ خدمت کرو، یہ جنت ہے، اولاد سے شفقت کرنا اور انہیں دین سکھانا، یہ جنت ہے،

At peace with every one ہونا' جنت ہے ----- آپ دریا کی روانی کی طرح کناروں کے ساتھ جھگڑا کئے بغیر چلتے جاؤ' سفر کرتے جاؤ' آپ نے آگے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آباد رکھے اور خوش رکھے۔ دین کتابوں کا یا لیکچر کا نام نہیں ہے بلکہ موجود لمحے کا نام ہے کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہو' اس لمحے کا اور بینائی کا شکر ادا کرو۔ اگر آپ کہیں کہ یا اللہ تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے یہ سب کچھ بنایا اور مجھے چاند دکھایا اور ستارے دکھائے' تو یہ پورا دین ہے' یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی امت میں پیدا کیا جو ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی راہ دکھائی اور حضور پاکؐ کا شکر ہے کہ انہوں نے ہمیں تیری راہ دکھائی اور تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی شفاعت کی راہ دکھائی۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے حالات کی بہت اصلاح کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشحال زندگی عطا کرے' ملک کے اندر تضاد اور فساد نہ ہو' ملک قائم دائم رہے' یا اللہ اس ملک پر نگاہ کرم کر اور جہاں انسانوں نے مشکل ڈالی ہے' تو اسے اپنی طرف سے آسان کر دے' یا رب العالمین رحم فرما اور کرم فرما' ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے آباد فرما اور اپنے محبوبؐ کی یاد سے آباد فرما۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

ٹرانسکرپشن:۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

کمپوزنگ:۔ رئیس نذیر احمد


الفتنة ٥
واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-۵

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱- اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی
اشعار میں ڈھل جاتی ہے افکار کی صورت

(واصف علی واصفؒ)



فہرست

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۱)

۱ مجھے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ ڈپریشن ختم نہیں ہوتی۔ یہ کیا ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے؟..... ۲۳

۲ سر! غریب تو غریب رہتا ہے' وہ کس بات کی امید رکھے؟..... ۲۷

۳ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی غیب کا علم جان سکتا ہے؟..... ۳۹

۴ جو بندہ خود ڈپریشن میں ہو وہ دوسروں کی ڈپریشن کیسے دور کر سکتا ہے؟..... ۴۳

۵ قرآن مجید میں جن روحوں کا ذکر ہے وہ کیا روحیں ہیں؟..... ۴۵

۶ جن کیا ہوتا ہے؟..... ۴۶

۷ کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے کیوں خوف کا احساس ہوتا ہے؟..... ۴۹

۸ جب ہم مرے ہوئے لوگوں کو یاد کرتے ہیں تو کیا وہ ہمارے خیال

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
	سے آگاہ ہوتے ہیں؟.....	۵۰
۹	سر! ہم چاہتے ہیں کہ ہم ترقی کریں۔.....	۵۲
۱۰	ترقی کیسے حاصل کریں؟.....	۵۳
۱۱	ہماری محنتوں کا انصاف کیوں نہیں ملتا؟.....	۵۴

(۲)

۱	لفظ "عبادت" کے دائرے میں تو مخلوق کا ہر فرد آجاتا ہے' اب عبادت اور کس کو کہتے ہیں جس کے لئے علمائے کرام اور تلقین دین والے لوگ کہتے رہتے ہیں؟.....	۶۱
۲	بہت سے بزرگان دین کا رویہ عبادت کے سلسلے میں مختلف ہے' ہمیں کہا جاتا ہے کہ تحقیق نہ کرو اور حسن ظن رکھو۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں.....	۷۱
۳	کوئی ایسا نسخہ فرمائیے جس سے رات کا جاگنا میسر آئے اور رات آسان ہو جائے.....	۷۵
۴	حضور! بیماری کے متعلق کچھ فرمائیں.....	۷۸

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۳)

۱ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا گلہ نہ کیا کرو لیکن بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے' پھر ہم کیا کریں؟ ۸۳

۲ آپ فرماتے ہیں کہ کم کھایا کریں لیکن خواجہ نظام الدین اولیاء کا لنگر بڑا وسیع تھا اور لوگ کھاتے تھے۔..... ۹۲

۳ آج کل بازار میں صوفی ادب پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں مگر اکثر بزرگ کتابیں پڑھنے سے کیوں منع کرتے ہیں؟..... ۹۷

۴ آپ جو باتیں دین کی بتاتے ہیں تو اس کے ساتھ دنیاداری کے امور بھی تو لگے ہوئے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟..... ۱۰۱

(۴)

۱ کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ موت کا تو ایک دن معین ہے مگر یہ موت جو ساتھ چل رہی ہے' اس کا ہماری زندگی میں کیا مقام ہے؟..... ۱۰۷

۲ اگر کوئی شخص غلامی بھی قبول کرے اور اپنا راستہ بھی تلاش کرے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟..... ۱۲۳

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
۳	مستقبل میں زندہ رہنے کی خواہش اور اپنے بعد نام چھوڑنے کی خواہش کو کیا کہیں گے؟	۱۲۴
۴	کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے شوق میں انسان حال کے تقاضوں اور فرائض سے بے خبر ہو جائے؟	۱۲۵
۵	اگر سب مزاج پر منحصر ہے تو پھر تعلیم، تربیت، تزکیہ، رشد و ہدایت اور پیری فقیری کیا ہیں؟	۱۲۶
۶	ہم اپنے مزاج کو کیسے تلاش کریں؟	۱۲۸
۷	کیا مقصدِ حیات کی تلاش میں کوئی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے؟	۱۲۹
۸	ایک تو قدرتی موت ہوتی ہے اور ایک مایوسی کی حالت ہوتی ہے، اس کا کیا سبب ہے؟	۱۳۲
۹	عام طور پر جب مایوسی ہو جاتی ہے تو موت سے ڈر لگتا ہے؟	۱۳۳
۱۰	کیا اللہ تعالیٰ نے موت کے لئے وقت مقرر کر دیا ہے؟	۱۳۴
۱۱	موت کے بعد کیا حال ہو گا؟	۱۳۵

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
۱۲	مرنے کے بعد جو خوفناک مناظر ہوں گے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے؟	۱۳۵
۱۳	اگر استعداد حاصل میں نہیں بدلتی تو کیسے پتہ چلے گا کہ استعداد کیا تھی؟	۱۳۸
۱۴	جو شخص یہ سوچے کہ میں نے معاشرے میں ایک اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنی ہے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟	۱۳۸
۱۵	مجھے میرا اصل نہیں مل رہا کہ میرا اصل کیا ہے؟	۱۳۹

(۵)

۱	غصے کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟	۱۴۳
۲	وحی کی کئی قسمیں کیوں ہیں؟ پیغمبر بھی تو ہماری طرح انسان ہوتے ہیں' پھر ان کو یہ مرتبہ کیسے ملتا ہے؟	۱۵۳
۳	کیا پیغمبروں کے مقامات میں کوئی فرق ہے؟	۱۵۶
۴	ہماری جو عقیدت حضور پاک ؐ سے ہے وہ دوسرے انبیاء سے تو نہیں ہو سکتی؟	۱۵۷

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

(۶)

۱ کسی کی فطرت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے؟..... ۱۶۳

۲ بعض لوگ فطرت اور خدا کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی تفریق ہے یا نہیں؟..... ۱۶۴

۳ کیا وجہ ہے کہ موت کا راز ہمیں سمجھ نہیں آتا؟..... ۱۶۷

۴ رمضان شریف کے حوالے سے ہمارے لئے کیا جاننا ضروری ہے؟..... ۱۶۸

۵ روزہ رکھنے کی فلاسفی کیا ہے؟..... ۱۷۰

۶ انسانی فطرت میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟..... ۱۷۶

۷ ہمیں اپنی تنہائی میں کس طرح رہنا چاہئے؟..... ۱۷۶

(۷)

۱ نیکی کے سفر میں جو نیکیاں از خود ہو جاتی ہیں' ان کے بارے میں بتا دیں۔ اس سفر میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟..... ۱۸۱

۲ شیطان کے بارے میں وضاحت فرما دیں..... ۱۸۹

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
۳	جس کی فطرت ہی بد ہے اس کا حساب کیا ہو گا؟	۱۹۲
۴	کیا ایسے دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو؟	۱۹۵
۵	اختلاف رائے بھی کسی چیز کا علم ہے یا یہ بڑائی کی کیفیت ہے؟	۱۹۵
۶	اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کا جو علم دیا' برائے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔	۱۹۸

(۸)

۱	ایسا لگتا ہے کہ ہماری خوشی دوسرے کو غم دے کر حاصل ہوئی ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔	۲۰۵
۲	انسانوں میں غم اور خوشی کو برابر کرنا بہت مشکل ہے' ایسے میں کیا کریں؟	۲۱۹
۳	ہمیں کیسے اندازہ ہو گا کہ ہمیں جنت مل سکتی ہے یا نہیں؟	۲۲۴
۴	اگر کوئی کسی کا گلہ کر رہا ہو تو اسے کیسے روکیں؟	۲۲۶
۵	اللہ کے راستے میں ابتدائے شوق والے کہیں مایوسی کا شکار تو نہیں	

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر

ہو جاتے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟..... ۲۲۶

۶ سر! مزار پر کب جایا کریں؟..... ۲۲۹

۷ کیا عورتوں کو مزارات پر جانا چاہئے؟..... ۲۳۱

۸ کیا حضور پاک ؐ کو معراج' جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟..... ۲۳۲

۹ کیا شوق کے درجے ہوتے ہیں؟..... ۲۳۳

۱۰ ملک میں بڑے خراب حالات ہیں' آپ دعا فرمائیں..... ۲۳۴

۱۱ ہمارا ملک غیروں کے قبضے میں آ گیا ہے' اس کے لئے دعا فرمائیے..... ۲۳۵

۱۲ ہمارے ذرائع ابلاغ پر مغرب اور مشرق کا اثر ہے' اس طرح تو ملک بہت کمزور ہوتا جا رہا ہے..... ۲۳۸

۱۳ ہم جو گناہ غیر ارادی طور پر کرتے ہیں' کیا ان کے باوجود ہمیں جنت ملے گی۔..... ۲۳۹

۱۴ اللہ کا حکم اور امر ہماری زندگی میں کب آتا ہے؟..... ۲۴۰

۱۵ آج کل کے ماحول میں کیا کریں؟..... ۲۴۲

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
۱۶	کیا ہم کوئی جماعت بنالیں؟	۲۴۳
۱۷	انسان کو اس زندگی کا ادراک کیسے مل سکتا ہے؟	۲۴۴
۱۸	کیا عام انسان آپ کی بتائی ہوئی باتوں کے لئے کوشش کر کے کامیاب ہو سکتا ہے؟	۲۴۸
۱۹	کیا مرنے کے بعد آنکھوں کا عطیہ دینا چاہئے؟	۲۴۹
۲۰	تقوی کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔	۲۵۲

(۹)

۱	جب سارے انسان برابر ہیں تو اللہ کی طرف سے مامور لوگ کون ہوتے ہیں اور کیا یہ ہماری پکار سنتے ہیں	۲۵۹
۲	محبت کی حفاظت اور پرورش کیسے ہونی چاہئے؟	۲۶۶
۳	کیا سوال کرنا مناسب ہے؟ دین اور دنیا میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟	۲۷۴

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کے پاس آنے والا ہر شخص ایک سوال ہوا کرتا تھا اور وہ اس سوال کا جواب ہوتے تھے۔ سوال کے جواب سے اس شخص کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا تھا اور اسے زندگی میں ایک نیا راستہ بھی مل جاتا تھا۔ آج بھی جب سوال جواب کا یہ تذکرہ ہوتا ہے تو بہت سے لوگوں کو اپنے اندر موجود بے شمار سوالوں کے جواب ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سوال ایک عرصہ سے لوگوں کے دلوں میں موجود تھے مگر وہ اپنا جواب نہ پا سکے تھے۔ واصف صاحبؒ نے سوالوں کے جواب دینے میں جو سادہ مگر پر تاثیر زبان استعمال کی ہے' اس فن میں وہ یکتا تھے۔ اس اسلوب سے یہ فائدہ ہوا ہے کہ ان کی دانائی بھری باتوں نے ایک وسیع حلقے کو متاثر کیا ہے جس میں ایک عام انسان سے لے کر بڑے اہلِ دانش بھی شامل ہیں۔ ان کی فکر میں وہ طاقت ہے کہ زمانہ بدلنے کے باوجود وہ اسی طرح تازہ اور مؤثّر رہے گی۔

ان کی اسی فکر اور گفتگو کے انہی احوال پر مبنی چار کتابیں پیش کی جا چکی ہیں جنہیں وہی پذیرائی حاصل ہوئی ہے جو کہ واصف صاحبؒ کی دوسری کتابوں کا خاصہ تھی۔ اب اس سلسلے کی پانچویں کاوش پیش کی جا رہی ہے' اس خواہش کے ساتھ کہ یہ امانت اپنے منتظر ہاتھوں میں جلد از جلد پہنچ جائے۔

اور سوال پوچھو.....

"اب آپ لوگ اور سوال کریں ---- آپ سوال پوچھتے ہیں تو پھر اللہ کا رحم ہو جاتا ہے اور جواب آ جاتا ہے۔ آپ اگر Sincerely کوئی سوال کرو تو پھر اس کا صحیح جواب آ جاتا ہے۔ جواب کہاں سے آتا ہے؟ وہیں سے جہاں سے سارے سوالوں کے جواب آتے ہیں۔ نہ تو یہ جواب کتابوں سے پڑھے ہوئے ہیں اور نہ آپ گھر سے سوال تیار کر کے آتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا سوال آ جائے۔ گھر سے ہم لوگ ایک ہی فضل کی تلاش میں آتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یا اللہ تُو مہربانی کر! میں یہ نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے پاس تو اتنا علم ہے جتنا اللہ نے بتایا' وہی علیم اور حکیم ہے' اسی کے پاس علم ہے اور اسی کے پاس حکمت ہے اور ہم اس میں سے بہت قلیل جانتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف وہی علم ہے جتنا اس نے ہمیں دیا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم "پاک ہے وہ ذات اور ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر جو تُو نے تعلیم فرمایا کیونکہ تُو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔ (واصف ص



۱ مجھے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ ڈپریشن ختم نہیں ہوتی۔ یہ کیا ہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے؟

۲ سر! غریب تو غریب رہتا ہے' وہ کس بات کی امید رکھے؟

۳ کیا اللہ کے علاوہ بھی کوئی غیب کا علم جان سکتا ہے؟

۴ جو بندہ خود ڈپریشن میں ہو وہ دوسروں کی ڈپریشن کیسے دور کر سکتا ہے؟

۵ قرآں مجید میں جن روحوں کا ذکر ہے وہ کیا روحیں ہیں؟

۶ جن کیا ہوتا ہے؟

۷ کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے کیوں خوف کا احساس ہوتا ہے؟

۸ جب ہم مرے ہوئے لوگوں کو یاد کرتے ہیں تو کیا وہ ہمارے خیال سے آگاہ ہوتے ہیں؟

۹ سر! ہم چاہتے ہیں کہ ہم ترقی کریں۔

۱۰ ترقی کیسے حاصل کریں؟

۱۱ ہماری محنتوں کا انصاف کیوں نہیں ملتا؟

سوال :۔

مجھے یہ مسئلہ رہتا ہے کہ ڈپریشن ختم نہیں ہوتی' یہ کیاہوتی ہے اور کیوں ہوتی ہے؟

جواب :۔

دیکھو یہ مسئلہ Practical ہے کہ ڈپریشن کیوں ہوتی ہے اور کیسے ہوتی ہے۔ڈپریشن کی سادہ سی تعریف یہ ہے کہ ڈپریشن انسان کو اس وقت ہوتی ہے جب وہ چاہتا کچھ اور ہے اور اسے ملتا کچھ اور ہے' اور جو اسے ملتا ہے اس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ تو دو چیزیں ہوتی ہیں جو ڈپریشن کا باعث بنتی ہیں' ایک تو یہ ہے کہ پسند نہ ملے اور دوسری یہ کہ ناپسند مل جائے یعنی وہ جو چاہا وہ نہ ملا اور جو ملا' وہ پسند نہیں ہے۔ تو ڈپریشن کا معنی یہ ہے کہ یہ تقدیر' نصیب یا حاصل اور خواہش کے درمیان فاصلے کا نام ہے۔ اور جب ڈپریشن کی عادت بن جائے اور اس کا تجربہ ہو جائے تو پھر ہوا تیز چلے' تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے اور ہوا بند ہو جائے' تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے' بارش ہو تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے اور

بارش نہ ہو تب بھی ڈپریشن ہوتی ہے' شادی خوشی پہ ڈپریشن ہوتی ہے' غمی پہ ڈپریشن ہوتی ہے اور پھر بندے کا نام ہی ڈپریشن ہو جاتا ہے۔ یعنی Depressed Feelings والے کو Depression کہتے ہیں۔ تو کسی پسند کا چھن جانا' ڈپریشن کا باعث ہے اور کسی ناپسند کا زبردستی مل جانا کہ اب یہ کرنا ہی پڑے گا' یہ ڈپریشن کا باعث ہے۔ جب ڈپریشن کا باعث صحیح ہو جانے کے بعد بھی انسان کو ڈپریشن سے نجات نہ ملے یا پسند والا واقعہ حاصل نہ ہو' اور ناپسند والے سے نجات نہ ہو' تو ڈپریشن Permanent stay کر جاتی ہے' مستقل ہو جاتی ہے اور اس کی Roots پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک بیماری ہے۔ جب اس کی Roots یا جڑیں پیدا ہو جائیں' جب یہ گہری ہو جائیں تو پھر ہر شے ہی ڈپریشن ہے پھر انسان کہتا ہے کہ۔

کچھ ایسا حادثہ گزرا ہے دل پر
ہزاروں حادثے یاد آ گئے ہیں

یعنی ہر ہونے والا واقعہ' ہر گزر چکنے والے واقعہ کے پاس جا پہنچتا ہے۔ پھر انسان کو روئے ہوئے پر پھر سے رونا پڑتا ہے۔ یعنی جس پر آپ ایک بار رو چکے ہو' Already رو چکے ہو' ماتم کر چکے ہو' اس کو دفن کر چکے ہو' وہ مدفون دوبارہ ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ڈپریشن' پھر وہی پرانی کیفیت آ جاتی ہے۔ اگر ناپسند حاصل ہو جائے تو انسان پکار اٹھتا ہے کہ نجات چاہئے' بعد میں وہ کہتا ہے کہ بس سب سے نجات چاہئے' کیونکہ اب وہ اپنے آپ سے تنگ آ چکا ہے۔ یہ ہے ڈپریشن اور پھر ڈپریشن جہاں ایک بار جگہ بنا لے' کہتے ہیں پھر یہ وہ جگہ نہیں چھوڑتی الا

یہ کہ رحمت کا کوئی واقعہ کہیں سے آ جائے' کوئی بچانے والا آ جائے' کوئی رحمت کا بگولہ آ جائے اور آپ کو اڑا کر لے جائے یا رحمت کا کوئی سیلاب آ جائے جو پرانی بنیاد ہی ہلا دے' پھر غم بھی چلا جاتا ہے' مشکل والی کتاب بھی چلی جاتی ہے' عمارت بھی چلی جاتی ہے بلکہ عمارت والا بندہ بھی چلا جاتا ہے' پھر نہ وہ دن رہے' نہ غم رہا' نہ غم والے رہے' نہ غم ساز رہے اور نہ غم باز رہے یعنی کہ کوئی بھی نہ رہا اور ہر شے ہی چلی گئی۔ ڈپریشن کی ایک Physical Ailment بھی ہے یعنی ایک cause Physical ہے جس کا Physique سے تعلّق ہے۔ جو شخص work Over کرتا ہے' بہت زیادہ محنت کرتا ہے' دفتر کے بعد بھی بیٹھتا ہے تو وہ تھک جاتا ہے اور پھر پریشان ہو جاتا کیونکہ جسم ساتھ نہیں دیتا۔ وہ پھر پریشان ہوتے ہوتے' پہلے صحت کھوتا ہے اور پھر جسمانی بیماری Mental بیماری بن جاتی ہے۔ اور یہ Mental یعنی دماغی دِقّت جو ہے ڈپریشن بن جاتی ہے۔ اصل میں صحت اس وقت ساتھ نہیں دیتی جب انسان Outing کرنا چھوڑ دے اور زندگی کے واقعات سے لا تعلق رہنا شروع کردے۔ مثلاً" کبھی پہاڑوں پہ آپ جاتے ہیں' Hiking کرتے تھے اور پہاڑوں پر بھاگے دوڑے' بادلوں کی طرح پھرتے تھے اور ایک زمانہ آ گیا کہ پہاڑ دیکھ کے وحشت ہو جاتی ہے۔ یہ دِقّت کی بات ہے۔ اس کو ڈپریشن بولتے ہیں۔ بعض اوقات ہم ساری عمر بھاگتے رہتے ہیں اور خاص طور پر قبرستان سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور اگر اپنے ہاتھوں سے کچھ پیاروں کو قبرستانوں میں اتارا جائے تو پھر قبرستان بھی پیارے لگنے شروع ہو جاتے ہیں کیونکہ اب قبرستان سے تعارف ہو جاتا ہے۔ جب پتہ چل

جائے کہ زندگی موت کی طرف جا رہی ہے تو پھر ڈپریشن ہی ڈپریشن ہے اور پھر یہ ساری زندگی ڈپریشن بن جاتی ہے۔ "وہ جن کے بغیر زندگی میں گزر نہیں ہوتا تھا اب ساری عمر ان کے بغیر گزر کرنا پڑ جائے گی" جب یہ خیال آ جائے کہ اس کے بغیر گزر کرنا پڑ جائے گا' تو یہ ڈپریشن Permanent ہو گی' مستقل ہو گی۔ اگر کوئی سے دو شخص ہوں اور آپ ان کو پانچ گھنٹے کے لیے Detain کر لیں' ان میں سے ایک شخص کو کہیں کہ تمہیں پانچ گھنٹے کے بعد چھوڑ دیا جائے گا اور دوسرے کو کہیں کہ تمہیں Release کرنے کا ابھی پتہ نہیں ہے۔ تو جس کو پتہ ہو گا کہ پانچ گھنٹے بعد رہا ہو جانا ہے' وہ اگر چھ گھنٹے بھی قید میں رہے تو اسے کچھ نہیں ہو گا۔ اور جسے یہ معلوم نہیں کہ کب رہا ہونا ہے' وہ پانچ گھنٹے سے پہلے ہی مر جائے گا۔ حالانکہ دونوں کے پانچ پانچ گھنٹے ہیں لیکن جس کے پاس Hope نہیں یا امید نہیں' وہ مر جائے گا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سزا تھوڑی دیر کی ہے لیکن امید قائم نہیں رہتی' ایسی صورت میں ڈپریشن پیدا ہو جائے گی۔ اور کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ امید قائم رہتی ہے کہ ایک دن بھلا زمانہ آئے گا کیونکہ کوئی بھی بات ہمیشہ نہیں رہے گی۔ امید کا قائم رہنا زندہ رکھتا ہے۔ میاں محمد بخش صاحبؒ نے ایک شعر کہا ہے کہ ؎

کی ہویا جے میں قیدی ہویا تے سدا نہ قیدی رہناں
اک دن داتا مہر کریسی تے رل سنگتاں دے بہناں

یعنی کیا ہوا اگر میں قید ہو گیا ہوں لیکن سدا قید میں نہ رہوں گا کیونکہ ایک دن اللہ کی مہربانی سے پھر سے دوستوں میں جا ملوں گا۔ A time

will come when I will be out of it ایک وقت ایسا آئے گا جب میں اس سے نکل جاؤں گا۔ تو اگر Hope ختم ہو جائے تو چھوٹی بات بھی گوارا نہیں ہوتی۔ ڈپریشن کا سب سے بڑا Cause جو ہے وہ Hopelessness یعنی نا امیدی ہے۔ اس کو Pessimism یا قنوطیت بھی کہتے ہیں۔ جس شخص کو کسی پر بھروسہ نہ ہو' بلکہ اپنے نصیب پر بھی بھروسہ نہ ہو' وہ آدمی ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے ایسا آدمی زندگی میں مختلف مقامات پر Hope یا امید ختم کرتا جاتا ہے اور نا امیدی پھیلاتا رہتا ہے۔ اللہ نے بار بار کہا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو مایوسی جو ہے یہ ڈپریشن کا ایک Major cause یعنی بڑا سبب ہے۔ مایوسی کیا ہوتی ہے؟ کہ انسان کے ذہن میں Hope ہی ختم ہو جائے' امید کا چراغ گل ہو جائے۔ اس لیے آپ Hope کو ضائع نہ ہونے دینا۔ Hope کو واضح کرنے کے لئے بتایا گیا ہے کہ جہاں سب راستے ختم ہو جائیں' وہاں سے راستہ نکلتا ہے اور جب اندھیرا گہرا ہو جائے تو وہاں سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی رات دنیا میں ایسی نہیں آئی جس کے بعد دن نہ آیا ہو۔

سوال :۔

لیکن سر! غریب تو غریب رہتا ہے' وہ کس بات کی امید رکھے؟

جواب :۔

غریب کیا ہوتا ہے اور غریب کسے کہتے ہیں' پہلے اس بات پہ غور کرو۔ آپ یہ دیکھو کہ ایک آدمی کی جیب میں پیسہ ہے لیکن اس کے چہرے پہ نور ہی نہیں ہے تو کیا وہ خوش ہو گا؟ بعض اوقات چہرے کا نور

امیری ہے بعض اوقات خیال امیری ہے۔ بعض اوقات پرانا دوست مل جائے تو دولت آ جاتی ہے۔ خالی پیسہ تو امیری نہیں ہے۔ امیری غریبی یہ تو نہیں ہے کہ پیسہ چلا گیا تو وہ غریب ہو گیا اور پیسہ آ گیا تو بندہ امیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کے لئے پیسہ کما رہے ہو' ان کو راضی ہونا چاہئے۔ اگر بیٹا خفا ہو کے گھر سے چلا جائے اور پیسہ مل جائے تو آپ بتائیں کہ کون ہوں گے جو یہ سودا برداشت کریں گے۔ تب وہ کیا کہے گا؟ مجھے بیٹا چاہئے۔ تو دولت کس چیز کا نام ہے؟ بیٹے کا راضی رہنا' ماں باپ کا راضی رہنا' دوستوں کا دوست بنے رہنا اور صحت کا قائم رہنا۔ وہ آدمی جو غریبوں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں جس کو اللہ تعالیٰ نے فائز کیا ہے وہ یہ کام کرے گا۔ جس کو فائز نہیں کیا گیا وہ خواہ مخواہ پریشان ہے کہ ستاروں کی رفتار ٹھیک کرنی ہے کیونکہ یہ ستارے ٹیڑھے چل رہے ہیں۔ تو اپنی زندگی کو دیکھ کہ تیرے پاؤں صحیح جا رہے ہیں یا غلط جا رہے ہیں۔ اگر دنیا کے اندر پیسے' دولت اور مال کو برابر تقسیم کر بھی دیا جائے تو پھر بھی پریشانی رہے گی۔ آپ پوچھو کس طرح رہے گی؟ پھر لوگ شور مچائیں گے کہ Wisdom برابر تقسیم نہیں ہے' عقل برابر تقسیم نہیں ہوئی ہے' کوئی پیدائشی طور پر دانا نکل آیا' کوئی پیدائشی طور پر بے وقوف نکل آیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عقل برابر کر دی جائے' شکل برابر کر دی جائے اور نصیب برابر کر دیا جائے۔ یہ جو Variety پیدا کرنے والا اللہ ہے اس نے انسانوں کی بھی Variety ہی پیدا کی ہے' آفتاب کو منور بنایا' رات کو تاریک بنایا۔ اس کے لیے رات آفتاب کا ہی ایک نام ہے کیونکہ سورج ادھر چلا گیا تو رات

بن گئی اور پھر سورج ادھر آ گیا تو دن بن گیا۔ تو یہ سارے روپ ہیں ایک ہی ذات کے' ایک ہی جلوے کے' ایک ہی نور کے اور سورج بھی اس کا نور ہے' اور چاند بھی اس کا نور ہے۔ تو رات بھی روشنی کا ایک روپ ہے۔ اداسی بھی کسی دوست کی عطا ہے۔ دینے والے نے فراق بھی دیا۔ جس نے وصال دیا تھا' اس کے فراق میں وصال سے زیادہ سوز ہو گا اور سوز میں زیادہ تکلیف ہوگی۔ دنیا کے جتنے اہم واقعات ہیں سارے سوز کے واقعات ہیں' جتنے بھی جدائی کے واقعات ہیں وہ فراق ہیں' ساری کہانیاں' سارے بڑے Writer اور ساری عظیم وارداتیں فراق کا بیان ہیں۔ وصال کی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ دنیا میں کسی Great آدمی کا نام لو۔ حضور پاک ﷺ کا نام لو' آپ کی زندگی میں فاقہ بھی رہا۔ اور دنیا کے دوسرے لیڈر لے لو۔ تقریباً" سارے کے سارے غریبی اور فاقے میں سے گزرے۔ تو دولت جو ہے یہ نقصان ہی پہنچاتی ہے۔ جتنی بھی گمراہیاں اور بغاوتیں ہیں وہ ساری کی ساری دولت میں ہیں' فرعون کو ہی دیکھ لو۔ اگر کبھی دوزخ جانے والے سے روک کے پوچھو کہ تم دنیا میں کیا کرتے رہے ہو تو وہ کہے گا کہ وہاں میری بڑی شہرت تھی' میرے پاس بڑا مال تھا' بہت ریوڑ تھے' بہت زیورات تھے' بہت عزت تھی' بڑی بادشاہی تھی مگر یہاں جہنم میں آ گیا ہوں۔ بات اتنی ساری ہے کہ اگر تو دنیا تک بات ہوتی تو پھر دولت بڑی چیز تھی اور اگر دنیا کے بعد بھی کوئی واقعہ ہے تو پھر واقعہ جس نے کرنا ہے اسی سے پوچھو کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں چاہے گا کہ یہاں پر دنیا میں عظمت بھی ہو' عزت بھی ہو' مال بھی ہو' شہرت بھی ہو اور آگے جا کے عذاب میں

داخل ہو جائے۔ جس کو یہ کہا جائے کہ کھا پی لو' جتنا مرضی کھا پی لو' پھر آپ کے لئے آگے سزا آنی ہے۔ اب وہ شخص بے چارہ کیا کھائے گا۔ جس کو یہ پتہ چل جائے کہ آگے سزا ہونے کا امکان ہے اور ہر کھایا ہوا لقمہ آگے سزا کا باعث ہو سکتا ہے' اس کا کھانا مشکل ہو جائے گا۔ کسی نے ایک بکری سے پوچھا کہ تو اتنی کمزور کیوں ہے اور لاغر کیوں ہوتی جارہی ہے۔ وہ بولی کہ بات یہ ہے کہ میں نے خواب میں ایک شیر دیکھ لیا' تب سے میری صحت خراب ہو گئی ہے۔ خواب میں جس بکری نے دیکھ لیا کہ شیر آرہا ہے تو اس کی صحت تو ضرور خراب ہو گی۔ جس شخص نے اس زندگی میں زندگی کو رخصت ہوتے دیکھ لیا' وہ کبھی یہاں کی چیزوں کا تقاضا نہیں کرے گا۔ اگر کسی کو کہا جائے کہ پیسہ لے لو مگر آخرت خراب ہو جائے گی' تو کوئی نہیں مانے گا' وہ کہے گا میری آخرت بہتر ہونی چاہئے۔ اس لیے آپ پہلے اپنی Priority طے کر لیں کہ کیا چاہئے۔ آپ انسان ہو کے خدا سے اپنی باتیں منواتے رہتے ہیں اور وہ خدا ہو کے آپ سے کوئی بات منواتا ہے تو آپ نہیں مانتے۔ وہ مالک ہے' کائنات کا خالق ہے' آپ کا بھی خالق ہے۔ مگر وہ جب بھی آپ کو کوئی بات کہتا ہے آپ نہیں مانتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ آپ کی بات مانتا جائے۔ لیکن خدا تو خدا ہی ہے' اس لیے آپ پہلا کام یہ کرو کہ اس کی بات مانو۔ پھر آپ کو اپنی بات منوانے کی نوبت نہیں آئے گی۔ جب آپ راضی ہونا شروع ہو گئے تو سب کام ٹھیک ہو جائیں گے۔ راضی ہونا کیا ہوتا ہے؟ راضی ہونا یہ ہوتا ہے' کہ جو تیری رضا ہے' یعنی کہ اگر اللہ نے کہا کہ واپس آ جاؤ تو ہم واپس چلے جائیں گے' اگر اللہ کہے کہ

وہاں چلے جاؤ تو ہم وہاں چلے جائیں گے۔ ایسی صورت میں کیا Tension ہو سکتی ہے اور ڈپریشن کیا ہو سکتی ہے؟ تو ڈپریشن کب نہیں ہو گی؟ جب اللہ کہے کہ ابھی زندہ رہو تو ہم زندہ رہیں اور جب وہ کہے کہ اب واپس آنے کا وقت ہے تو ہم خوشی سے رخصت ہو جائیں۔ اس نے کہا کہ آج اچھا کھانا کھالو' تو ہم نے اچھا کھانا کھالیا' اس نے کہا کہ آج فاقہ کرلو' تو ہم نے فاقہ کرلیا۔ ایسی صورت میں کوئی ڈپریشن نہیں ہو گی۔ اگر آپ کو اللہ کی ذات کی اطاعت سمجھ نہیں آتی تو کسی اور انسان کی اطاعت کرلو یعنی کسی آدمی کو ذہنی طور پر اور روحانی طور پر اپنا مالک بنا لو اور یہ دل میں ٹھان لو کہ میں نے اس کی ہر بات ماننی ہے۔ ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے کہ اس کو ڈپریشن نہیں آئے گی۔ ڈپریشن اس کو آئے گی جو اطاعت کا باغی ہے۔ یہ بات پکی ہے! جو اطاعت کا باغی ہے اس کو ڈپریشن ضرور ہو گی اور جو "اطاعت" کو مانتا ہے اس کو ڈپریشن نہیں آئے گی۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو درگزر کرو اور معافی دو یعنی اگر کسی ناگوار کو گوارا نہیں کرتے تو درگزر کرو۔ درگزر کیسے کرتے ہیں؟ اگر کسی نے پھر آپ کے سر پر پتھر مارا تو آپ یہ کہو کہ اس نے مجنوں تو بنا دیا۔ پھر ایک وقت آئے گا جب مجنوں کا سر ہو گا اور وہ پتھر کو ڈھونڈ رہا ہو گا۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ برداشت کرنا سیکھ جاؤ اور معاف کرنا سیکھ جاؤ تو پھر تو ڈپریشن کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر آپ نے یہی دو کام سیکھ لئے کہ ایک تو برداشت کرنا سیکھ لیا اور ایک درگزر کرنا سیکھ لیا تو یہ دونوں عظیم کام ہیں۔ اس طرح ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ باقی رہ گئی بات مال کی' تو جتنا آپ کو ملا ہے وہی آپ کا نصیب

ہے۔اب اس کے اندر گزر کر لو کیونکہ لمبے دائرے میں پریشانی ہوتی ہے۔ اس لئے چھوٹا دائرہ بنا لو۔ آپ کے کل دوستوں میں سے آدھے سے زیادہ غیر مخلص ہوتے ہیں۔ ایک بندہ دوست بنا لو۔ دوست ضرور بناؤ اور اپنے علاوہ کسی کو دوست بناؤ' اپنے علاوہ کسی کی عزت کرنا شروع کر دو۔ عزت کرنے والا ڈپریشن میں نہیں آئے گا' اطاعت کرنے والا ڈپریشن میں نہیں آئے گا' کسی کے ساتھ نیکی کرنا اپنا اصول بنا لو' تو ایسا شخص ڈپریشن میں نہیں آئے گا۔ اگر آپ کو ڈپریشن ہے تو اس سے بچیں۔ آپ' لوگوں کو ڈپریشن سے بچاؤ۔ اس طرح آپ کے پاس آنے والا ڈپریشن نیک بن جائے گا اور لوگوں کے کام آئے گا۔ تو ہر صاحبِ ڈپریشن نے لوگوں کو ڈپریشن سے نکالنے کی کوشش کی اور وہ بچ گئے۔ غریب آدمی غریبوں کو آسرا دے دے تو سمجھو غریبی ختم ہو گئی۔ خود غرضی جو ہے یہ غریبی بھی ہے اور ڈپریشن بھی۔ ڈپریشن ذاتی طور پر کوئی شے نہیں ہے بلکہ یہ مختلف حالات کا نتیجہ ہے۔ مثلاً" ایک شخص کہتا ہے کہ میں اداس تھا' حیران پریشان تھا' شہر ویران تھا اور جنگل بیابان تھا کیونکہ شہر میں وہ بندہ نہیں تھا جس کو میں ڈھونڈ رہا تھا' وہ جس کے جانے سے بہاریں چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ ایک بندہ آیا تو شہر آباد ہو گیا۔ گویا کہ ایک بندے کا نام ہے شہر کی آبادی اور ایک بندے کا نام ہے شہر کی بربادی' حالانکہ سارا شہر بندوں سے بھرا پڑا ہے۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی کائنات کو دیکھو' کائنات کی Variety کو دیکھو' جنگل کو دیکھو' شیر کو دیکھو' لومڑی کو دیکھو' چمگادڑ کو دیکھو کہ کیسے الٹا لٹکا ہوا ہے جیسے کوئی منافق ہو لیکن اس کی تخلیق پہ غور کرو کہ یہ کیسے پرندوں اور

جانوروں کے درمیان کی لائن ہے یعنی چمگادڑ پرندہ بھی ہے اور Animal بھی ہے۔ اللہ نے کمال کی شے بنائی ہے۔ چیونٹی پہ غور کرو' پھول پہ غور کرو۔ اس طرح مشاہدے سے آپ کی زندگی خوب صورت ہو جائے گی اور ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ ڈپریشن سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے حکم پہ تیار رہو اور جب وہ لینے آ جائے تو آپ یہ نہ کہنا کہ میں تو بہت ضروری کام میں مصروف ہوں۔ کوئی شخص کبھی بھی سارے کام مکمل کر کے نہیں گیا۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

یہ بات یاد رکھو کہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ Any time anything can happen to anyone اس بات کو پکا یاد رکھ لو اور دوسری بات یہ یاد رکھو کہ ہم اللہ کے پاس سے آئے ہیں اور جانا بھی اللہ کے پاس ہی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بچوں کے پاس رہتے ہیں اور پھر ماں باپ کے پاس چلے جاتے ہیں۔ ایک بڑھیا کی بڑی مشہور کہانی ہے۔ اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔ وہ رو رو کے پاگل ہو گئی۔ کسی درویش نے پوچھا' کیا ہے؟ تو وہ بولی میرا بچہ فوت ہو گیا ہے۔ درویش نے کہا تیرا بچہ زندہ ہو جائے گا لیکن تو کسی ایسے گھر سے دانے لے آ' جس کے گھر میں کوئی کبھی مرا نہ ہو' کیونکہ ان دانوں سے دوائی بنے گی اور بچہ زندہ ہو جائے گا۔ وہ بڑھیا گئی اور پہلے گھر میں Knock کیا اور پوچھا کہ کیا تمہارے گھر میں کبھی کوئی مرا تو نہیں' وہ کہنے لگے کہ ابا جان گزر گئے ہیں۔ اس طرح وہ سارے شہر میں گئی مگر کوئی گھر خالی نہ ملا' جس میں سے کوئی دفن نہ ہوا ہو۔ وہ تھک کر واپس آ گئی اور کہنے لگی میرا Problem

حل ہو گیا ہے۔ تو دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو بچ گیا ہو۔ آپ نے بھی صرف زندگی گزارنی ہے اور اس کے علاوہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ جو زندگی بنا رہے ہیں' جو پیسہ کما رہے ہیں' وہ زندگی کو اچھا گزارنے کے لئے کما رہے ہیں۔ لیکن آپ نے پیسہ کمانے کی وجہ سے اپنی زندگی پریشان کر لی ہے۔ یہ مان لیا کہ زندگی اچھی گزرنی چاہئے اور خوب صورت گزرنی چاہئے۔ لیکن اس زندگی کے لئے پیسہ کمانے میں انسان اپنی زندگی پریشان کر لیتا ہے۔ تو انسان خوش رہنے کے لئے کماتا ہے اور کمانے کے لئے افسردہ رہتا ہے۔ تو اپنی خوشی تو اس نے یہاں Invest کر دی۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ انسان اپنا مقصد نہ بھولے۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو آپ اسے فوراً" حل کر لیں۔ اصل میں تو آپ ہی کا نام ڈپریشن ہے اور آپ ہی کا نام Hope ہے اور آپ ہی کا نام سب کچھ ہے۔ اس کے علاوہ یہاں نہ کوئی دولت ہے اور نہ کوئی غریبی ہے۔ چلتے جاؤ اور آرام کے ساتھ اس میلے سے گزرتے جاؤ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ غریب ہو جاؤ بلکہ آپ بے شک امیر ہو جاؤ لیکن میلے کو میلے کے طور پر گزارو۔ جس طرح میلہ دیکھ کر شام کو گھر آ جاتے ہیں' اس طرح زندگی کی شام ہو جائے گی اور آپ گھر آ جائیں گے۔ اگر اداسی ہو جاتی ہے تو اس کا علاج کر لو۔ میلے میں انسان Enjoy کیسے کرتے ہیں اور Enjoy کس کا نام ہے' یا تو آپ کے دوست کا نام ہے یا آپ کا نام ہے۔ ایک آدمی اگر Enjoy کرنے گیا اور دوست سارے بچھڑ گئے تو وہ کیا Enjoy کرے گا۔ تو گویا کہ بعض اوقات آپ کی خوشی دوسرے کا نام ہوتا ہے۔ اب دیکھو کہ جس آدمی کی خوشیاں دوسرے سے بنی ہوں'

جس آدمی کی خوشیاں حالات سے بنی ہوں اور واقعات سے بنی ہوں وہ خوشی کب تک ساتھ دے گی۔ بعض اوقات اچانک خبر آ جاتی ہے کہ فلاں شہر میں فلاں دوست فوت ہو گیا تو ساری خوشی غائب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی جتنی زندگیاں گزارے گا' وہ آدمی اتنی ہی موتیں مرے گا۔ تو زیادہ زندگی گزارنے والا زیادہ موتوں سے دو چار ہوتا ہے۔ بہت زیادہ خوشیوں کے پیچھے بھاگنے والا بہت زیادہ غم سے دو چار ہوتا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ خوشی کے چلے جانے کا نام غم ہے۔ جتنی بڑی خوشی ہو گی وہ اتنا بڑا غم دے کے جائے گی۔ اور جتنی بھی بڑی خوشی ہو' وہ ضرور چلی جاتی ہے اور پھر وہ اتنا بڑا غم بنتا ہے۔ اگر آج آپ بہت خوش ہو رہے ہیں تو دھیان کریں کہ اسی خوشی نے ہی غم بن جانا ہے۔ ساری Base یعنی بنیاد جو ہے وہ Depart ہو جاتی ہے' رخصت ہو جاتی ہے۔ Parting of the Base ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ سارا واقعہ جو ہمارے سامنے ہو رہا ہے' تھوڑی دیر میں یہی واقعہ ماضی ہو جائے گا۔ جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں یہی کشتی' اسی کشتی کے پُور' یہی دریا اور سہیلیوں کا ترنجن' سب End ہو جائے گا۔ کب تک ادھر رہنا ہے! کب تک رہنا ہے آخر! آخر کب تک! جس کو محبت ہو گئی وہ بھی کب تک! جس کو محبت نہیں ہوئی وہ بھی کب تک! جو امیر ہے اس نے دولت تو نہیں کھانی' کھانی تو اس نے روٹی ہے اور کھانا کھانا ہے۔ سب کچھ یہاں رہ جانا ہے۔ یہ سب کچھ خیال کا نام ہے۔ آپ لوگ جو مرضی کرو' لیکن اپنے خیال کو قائم رکھو۔ جو چیز پسند نہیں ہے اگر اس کو چھوڑ سکتے ہو تو ضرور بچ جاؤ۔ ناپسند سے بھی بچ جاؤ' پسند سے بھی بچ جاؤ اور اپنے آپ

کو سنبھال کے رکھو تاکہ ڈپریشن سے دور رہو۔ اگر اس کے باوجود بھی ڈپریشن آ جائے تو عبادت کرو' پھر بھی ڈپریشن آ جائے تو خیرات کرو' پھر بھی ڈپریشن آ جائے تو محبت کرو۔ اگر زیادہ ڈپریشن آ جائے تو معصوم بچوں کو ساتھ رکھنا شروع کر دو' یہ بچے ملائک کی طرح ہوتے ہیں۔ پھر قبرستان کا میلہ دیکھا کرو۔ ہمارے ہاں جتنے بھی میلے ہیں وہ سارے عرس ہیں۔ شاہ حسینؒ کا میلہ' داتا صاحبؒ کا میلہ اور اسی طرح سارے میلے کسی نہ کسی مزار کے عرس ہیں۔ اس میں ڈرنے یا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ ان لوگوں سے محبت کرو جو Eternal ہو گئے تو پھر ڈپریشن سے بچ جاؤ گے۔ Eternal کیا ہوتا ہے؟ جو کہ لافانی ہو گئے یعنی کہ داتا صاحبؒ آج سے ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔ داتا صاحبؒ کو تو کسی نے نہیں دیکھا' نہ ان کا آنا دیکھا اور نہ ان کا ٹھہرنا دیکھا۔ ہم نے تو صرف مزار کو دیکھا ہے اور اس طرح ان سے تعارف ہوا ہے اور اسے دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہر سال ہی ان کے مزار پہ پہلے سے زیادہ رونق ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ Eternal ہو گئے یعنی یہ امر ہو گئے' لازوال ہو گئے۔ ایسے لوگوں سے محبت کرو تو پھر آپ لوگوں کی ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ پہاڑ سے محبت کرو کیونکہ وہ آپ کے مقابلے میں Eternal یعنی لافانی ہے تو اس طرح آپ کی ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر آپ ہمیشہ رہنے والی چیز' ہمیشہ رہنے والے لوگ اور ہمیشہ رہنے والے نام کے حامل لوگوں کے قریب ہو جائیں تو ڈپریشن ختم ہو جائے گا۔

یہ تو ان لوگوں کی بات ہے جو اللہ کو مانتے ہیں اور اللہ کے مقرّب

بندوں کو مانتے ہیں۔ مگر بے شمار لوگ ایسے ہیں جو انہیں نہیں مانتے۔ ایسے بے شمار لوگ آئے اور غائب ہو گئے۔ آپ اس مقام پر خاموش رہو۔ بے شمار لوگ تو نہیں مانتے مگر آپ جو چیز مانتے ہیں' اس کو نہ ماننے والوں جیسا کیوں کر رہے ہیں۔ مثلاً" آپ داتا صاحبؒ کو مانتے ہیں لیکن پریشان نہ ماننے والوں کی طرح ہیں۔ جو بندہ نہیں مانتا اور وہ ڈپریشن میں ہے تو اس کے لئے تو ہسپتال موجود ہیں' وہاں مشینیں لگی ہوئی ہیں جو بتا دیں گی کہ اس کے اندر کیا ہے۔ ہر بیماری کا سپیشلسٹ ہے اور پھر اس کا علاج ہے۔ ایلو پیتھی بھی ہے اور ہومیو پیتھی بھی۔ مگر ماننے والے کے لئے تو اللہ کا فضل ہونا چاہئے۔ آپ اپنے اندر ماننے کی خواہش پیدا کرو۔ اس طرح انسان ڈپریشن سے بچ جاتا ہے اور اس کی Tension دور ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کسی آدمی سے محبت کرو یا کسی کی اطاعت کرو تو ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں سے نکلنے کی خواہش ہونی چاہئے۔ اگر یہاں پر ٹھہرنے کی خواہش پیدا ہو گئی تو ڈپریشن ضرور ہو گا۔ اپنے آپ کو نظر لگنے سے بچاؤ' خیرات کر کے بچاؤ اور اللہ کے حکم سیروا فی الارض کے مطابق زمین کی سیر کر کے بچاؤ۔ اپنے آپ سے نکل جاؤ اور اللہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ ایک چھوٹا سا کام کر لو' صبح سورج نکلنے سے پہلے سورج کی طرف منہ کر کے تھوڑی سی سیر کر لو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ Fresh morning breeze سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ پرندوں کی آواز سننے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے' صحرا کا سفر کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے اور پہاڑوں میں سیر کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جاتی ہے۔ ڈپریشن خیال کا نام ہے' خیال اِدھر اُدھر آتا جاتا رہتا ہے' اس

طرح کوئی بھی چیز ڈپریشن پیدا کر سکتی ہے اور کوئی بھی چیز ڈپریشن ختم کر سکتی ہے۔ آپ خیال کو نجات کی طرف لے آؤ' اپنے آپ کو بچاؤ اور بچ بچا کے چلتے جاؤ اور گھر پہنچ کر خدا کا شکر ادا کیا کرو کہ اتنے خراب حالات میں سے آج پھر ہم بچ گئے۔ اس طرح ڈپریشن سے بچنا چاہئے۔ اللہ کا حکم ہے کہ ایسے حالات میں صدقہ کیا جائے اور قربانی کی جائے۔ قربانی کرنے سے ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ رات کو جاگنا شروع کر دو اور دن کو سونا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ ہم آج سے غریب رہنا پسند کریں گے تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ دوسروں کے گھروں میں رکھے ہوئے سامان پر کیوں بحث کرتے ہو۔ کسی کے گھر کے دروازے کے آگے کیوں بحث کرتے ہو۔ مالک کو حق ہے کہ وہ جیسے چاہے اپنی ملکیت کو استعمال کرے۔ دنیا کے اس کارخانے کا مالک کون ہے؟ اگر آپ اس کارخانے کے مالک ہیں تو پھر اسے ٹھیک کیوں نہیں کرتے۔ نہیں تو مالک سے جھگڑا کر لو۔ اگر جھگڑا نہیں کر سکتے تو خاموش ہو جاؤ۔ لوگوں کو غریبی پر اور حالات پر اکساتے رہنا غلط بات ہے۔ مالک جانے اور اس کی مخلوق جانے' آپ اپنی زندگی آپ نبھاؤ۔ یہ باتیں تب کی جاتی ہیں جب انسان رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا اور نہ رحمت سے مایوس کرنا۔ یہ شیطانی کام ہے۔ لوگوں کو اچھی بات بتاؤ' ان کی امیدیں قائم رکھو' ان کے ایمان قائم رکھو' ان کے لئے دِقّت نہ پیدا کرو' ان کے لئے Tension نہ پیدا کرو' اگر ایسا کر کے آپ جھوٹے لوگوں میں شہرت چاہتے ہیں تو آپ بھی جھوٹے ہو جائیں گے۔ شہرت کی خواہش کو نکال دو۔ یہ خواہش نکالنے

سے آپ بچ جائیں گے۔ آپ خود جانتے ہیں کہ جو مشہور آدمی ہیں مثلاً" حکمران' تو آپ کے دل میں ان کی عزت نہیں ہے۔ پھر آپ کیوں مشہور ہونا چاہتے ہیں۔ اس لئے آپ شہرت سے توبہ کر لو' Name' Fame اور مال سے تھوڑا سا گریز کرو۔ اس طرح ڈپریشن سے بچ جاؤ گے۔ آپ پیسہ کماؤ اور جمع کرو مگر پیسہ نہ آئے تو پریشان تو نہ ہونا۔ آپ جو مرضی کھانے کی خواہش کرو مگر جو کھانے کو ملا ہے اسے تو خوشی سے کھا لو۔ تو پریشان نہ ہونا۔ یہ نہ ہو کہ کسی Ideal مستقبل کے نام پر یہ حال ہی ہاتھ سے نکل جائے' آج کا دن بھی ضائع ہو جائے اور یہ جو موجودہ زندگی ہے یہ بھی پچھلے غم گن گن کے ضائع ہو جائے۔ اس طرح تو یہ زندگی غم بن جائے گی اور آپ نئی زندگی بھی حاصل کرنے کے قابل نہ ہو گے۔ یہ تو بڑا عذاب ہے۔ پچھلا زمانہ تو واپس نہیں آئے گا اور آنے والے وقت کے لئے آپ تیاری نہیں کر رہے۔ پھر پتہ نہیں آپ کے لئے کون سا زمانہ آئے گا۔ آپ بس راضی رہو اور تیار رہو۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں جو ٹل نہ جائے اور کیا پتہ کب کیسا وقت آ جائے۔

سوال :۔

صرف اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے تو کیا اس کے علاوہ بھی کوئی جان سکتا ہے؟ ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

یہ بڑی خاص بات ہے' ایک شخص کچھ جانتا ہو تو دوسرے نہ جاننے والے شخص کے لئے وہ چیز غیب ہو گی۔ غیب کی بات آپ کو تب

بتائی جاتی ہے When you think you are not seen by Allah
یعنی جب آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ آپ کو نہیں دیکھ رہا۔ مگر یہ جان لو کہ وہ دیکھ رہا ہے۔ وہ تب بھی جانتا ہے جب آپ اس سے چھپ کے اور غائب ہو کے کام کرتے ہو۔ وہ عٰلم الغیب والشھادۃ ہے یعنی سامنے والے کو بھی جانتا ہے اور جو بظاہر سامنے نہیں ہے اس کو بھی جانتا ہے۔ اللہ کے لئے "غیب" ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے کیا غیب ہو سکتا ہے جو ہر چیز کو جانتا ہے' مستقبل کو پیدا کرنے والا ہے اور ماضی کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کو بتایا جا رہا ہے کہ جب آپ خدا کی نگاہ سے چھپ جاتے ہو' چھپ نہیں سکتے۔ وہ ہر حال میں جانتا ہے۔ جو جاننے والا ہے اسی کا نام تو اللہ ہے۔ وہ سب جاننے والا ہے' دیکھنے والا ہے' سمجھنے والا ہے' خاموشی کی زبان سننے والا ہے' تاریکیوں کے جلوے دیکھنے والا ہے' پہاڑ پر رات کی تاریکی کے اندر ایک سیاہ چیونٹی کے دل کی آواز سننے والا ہے۔ یہ سب اس کے کام ہیں اور وہ جانے۔ آپ اپنے غیب کو دیکھو کہ جو چیز آپ کی نگاہ میں نہیں ہے وہ بھی حقیقت ہے۔ تو نگاہ کے سامنے تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اس لئے ہم کیا اعتبار کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ کسی صادق' سچے آدمی کو تلاش کیا جائے جو بتائے کہ حقیقت کیا ہے' حال خراب ہے اور سفر مستقبل کا ہے تو کسی جاننے والے سے پوچھ لیا جائے۔ اللہ لوگوں کو درجے عطا فرماتا رہتا ہے اور اللہ نے رستے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی کا علاج دوسرے آدمی کے پاس ہے۔ نگاہ کا علاج چہرے میں ہے اور یہ چہرہ کسی اور کا ہونا چاہئے' اپنا نہیں۔ تو آپ کی نگاہ کا علاج دوسرے کے چہرے میں ہے۔

آپ کے کان کی خوراک دوسرے کی آواز میں ہے۔ آپ کی محبت کا دعویٰ محبوب ہے۔ اس لئے آپ اپنے علاوہ کسی اور پر غور کیا کرو۔ اس طرح آپ ڈپریشن سے نکل جاؤ گے۔ کسی "اور" شخص کا پتہ کیسے چلے گا؟ جو آدمی یہ چاہے کہ اس کا مال اور دوسری تمام چیزیں کسی دوسرے شخص کو دے دی جائیں تو جس دوسرے شخص کا وہ نام لے گا وہی اس کا محبوب ہو گا۔ آپ کی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ اپنی زندگی کسی اور کے نام لگا دو۔ اگر ایسا شخص مل گیا تو پھر آپ ڈپریشن سے نکل جاؤ گے۔ اگر نہ ملا تو پھر ڈپریشن ضرور ہو گی۔ اگر ساری عمر حاصل کرنے کی تمنا رہ گئی تو ڈپریشن ساری عمر رہے گی۔ ایثار کی تمنا ہو جائے تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔ مثلاً" "ماں" قربانی کا نام ہے' بچہ تکلیف میں ہو تو وہ اس کے لئے بڑی دعا کرتی ہے۔ ماں کو کبھی ڈپریشن نہیں ہوتا۔ اگر بچوں کی طرف سے بہت زیادتی ہو جائے تو پھر پریشانی تو ہو جاتی ہے ورنہ ہمیشہ دعائیں کرتی رہتی ہے' حاضر میں بھی اور غیب میں بھی۔ اور اللہ ہر حال میں اس کی دعا سنتا ہے کیونکہ اللہ کے لئے کوئی غیب نہیں ہے۔ جس کا نام موجود ہے' اس کی ذات موجود ہے۔ آپ ذات کو تلاش کرو۔ اگر لفظ "جن" موجود ہے تو جنات ہیں' لفظ "فرشتہ" موجود ہے تو فرشتے ہیں' اسی طرح خدا بھی ہے۔ سب مخلوق اللہ کا امر ہیں اور امر Receive کرتی ہیں۔ مخلوق کو جب اللہ کا امر ملتا ہے تو وہ زندگی بن جاتی ہے۔ روحیں تو پہلے سے ہی تھیں۔ سب روحوں کی عمر ایک ہے' کیا چھوٹا اور کیا بڑا' کیا بچہ اور کیا باپ۔ ساری روحیں ایک ہی Age کی ہیں اور سب ایک ہی ٹائم پر تخلیق ہوئی ہیں۔ یہ ہو

سکتا ہے کہ چھوٹے میں دانائی آ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بڑے میں دانائی نہ آئے۔ روح کو ایک کنارے کا سمندر کہتے ہیں یعنی روح پیدا تو ہوئی ہے لیکن اس کو موت نہیں ہے۔ تو روح کا آغاز تو ہے لیکن انجام نہیں' اس کا Start تو ہے لیکن اس کا End نہیں۔ تو روح ایسا سمندر ہے جس کا ایک کنارہ تو ہے لیکن دوسرا نہیں۔ روح امرِ ربّی ہے اور مخلوق ہے۔ اللہ خالق ہے' اس کے دونوں End نہیں ہیں' ہر آغاز سے قبل ہے اور ہر انجام کے بعد ہے اور وہ ظاہر اور غیب سب کو جانتا ہے۔ آپ لمبی چوڑی باتیں نہ سوچا کرو۔ یہ دیکھو کہ زندگی کیسے جا رہی ہے' زندگی میں نیکی کر لو' دوسروں کے ساتھ رحم کرو تو آپ کے ساتھ بھی رحم ہو گا۔ لوگوں کی زندگی خوشگوار بناؤ گے تو آپ بھی خوش ہو جاؤ گے' چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتے جاؤ تو بڑا نتیجہ نکلے گا۔ "آج" کا دن اچھا گزار لو اور خوشی سے کام کر لیا کرو۔

اب آپ لوگ اور سوال کریں ـــــ آپ سوال پوچھتے ہیں تو پھر اللہ کا رحم ہو جاتا ہے اور جواب آ جاتا ہے۔ آپ اگر Sincerely کوئی سوال کرو تو پھر اس کا صحیح جواب آ جاتا ہے۔ جواب کہاں سے آتا ہے؟ وہیں سے جہاں سے سارے سوالوں کے جواب آتے ہیں۔ نہ تو یہ جواب کتابوں سے پڑھے ہوئے ہیں اور نہ آپ گھر سے سوال تیار کر کے آتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا سوال آ جائے۔ گھر سے ہم لوگ ایک ہی فضل کی تلاش میں آتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یا اللہ تو مہربانی کر! میں یہ نہیں کہتا کہ میں جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کوئی بھی کچھ نہیں جانتا۔ ہمارے پاس تو اتنا علم ہے جتنا اللہ نے بتایا' وہی علیم اور حکیم ہے'

اسی کے پاس علم ہے اور اسی کے پاس حکمت ہے اور ہم اس میں سے بہت قلیل جانتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف وہی علم ہے جتنا اس نے ہمیں دیا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم "پاک ہے وہ ذات اور ہمارے پاس کوئی علم نہیں مگر جو تو نے تعلیم فرمایا کیونکہ تو ہی جاننے والا اور حکمت والا ہے"۔

سوال :۔

جو بندہ خود ڈپریشن میں ہو وہ دوسروں کی ڈپریشن کیسے دور کر سکتا ہے؟

جواب :۔

آپ دوسرے شخص کو Company دو' اس کو اپنا ساتھ دو۔ مثلاً" آپ کو کوئی شادی کارڈ دیتا ہے تو آپ ضرور جائیں۔ جس دن اس نے کارڈ دیئے تھے تو سارے آدمی خوش نہیں تھے مگر وہ فنکشن میں شریک ہوتے ہیں۔ تو عام طور پر جو لوگ آپ کے فنکشن میں آتے ہیں وہ فنکشن میں آنے کے قابل نہیں ہوتے مگر خوشی میں شامل ہونا ان کا کام تھا۔ آپ بھی لوگوں کی خوشی میں شریک ہو جائیں۔ اس طرح ان کی ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ اگر کوئی ڈپریشن میں ہے اور اس کا پرانا ساتھی آ جائے تو ڈپریشن کم ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ڈپریشن میں جا رہے ہوں اور کوئی پرانا فیورٹ گانا سنائی دے تو ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ کوئی پرانا منظر نگاہوں میں آ جائے تو ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ اس لئے زندگی میں کسی کو فائدہ پہنچاؤ تو اس کی دعا سے ڈپریشن کم ہو جائے گی۔ ڈپریشن کو تحفظ نہ دو

بلکہ اس کو ختم کرنے کے لئے Struggle کرو۔ اگر آپ تنہائی میں کمرے میں چلے جائیں تو ڈپریشن Down ہو جائے گی۔ اللہ کے حضور سجدہ کرو اور دعا کرو کہ یا اللہ تو ہی طوفان سے نجات دینے والا' تو ہی مچھلی کے پیٹ سے نکالنے والا ہے' تو ہی یوسف علیہ السلام کو کنوئیں سے نکالنے والا ہے' تو ہی قیدیوں کو آزاد کرتا ہے' تو ہی پوری کائنات کا مالک ہے' تو مجھے اس مصیبت سے نجات دے جو مجھ پر میری وجہ سے آئی ہے۔ تو اس طرح کا والہانہ سجدہ ضرور کیا کرو۔ وہی ایک آخری سہارا ہے۔ باقی سب سہارے جھوٹے ہیں اور ساری وفائیں بے وفا ہو جاتی ہیں۔ دنیا والے تو جھکے ہوئے سر کو بھی نہیں مانتے اور ڈپریشن دیتے رہتے ہیں۔ انسان کے وجود کو کوئی قبول نہیں کرتا۔ وہ ایسا مالک ہے کہ جس نے انسان کو تنہائی میں بھی کبھی نہیں چھوڑا اور پریشان شخص کی بات بڑی سنتا ہے۔ اس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی Company دے دے گا اور آپ کی ڈپریشن دور ہو جائے گی۔ اس لئے آپ تنہائی کے سجدے میں وفاداری اور تابعداری سے یہ دعا مانگو کہ یا اللہ! اے آگ کو گلزار بنانے والے' اس ڈپریشن کی آگ سے مجھے بچا۔ اے پانیوں میں راستے بنا دینے والے! مجھے اس عذاب سے اور اس سیلاب سے بچا! ڈپریشن ایک ایسا سیلاب ہے جو غرق کر دیتا ہے اور ایک ایسا ریگستان ہے جو جلا دیتا ہے۔ انسان کبھی صحرا میں جلتا ہے اور کبھی دریا میں ڈوبتا ہے' دونوں صورتوں میں ڈپریشن ہے۔ دوست دھوکہ دے جائے تب بھی ڈپریشن ہے۔ اس لئے آپ تلاوت کرنا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی' درود شریف پڑھنا شروع کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی' اللہ

کے آگے Surrender کر دو تو ڈپریشن ختم ہو جائے گی۔

سوال :۔

سر! یہ جو قرآن مجید میں روحوں کے نازل ہونے کا ذکر ہے وہ کیا روحیں ہیں؟

جواب :۔

یہ وہ روحیں ہیں جو بشارت لانے والی ہیں' یہ وہ روحیں ہیں جو انعام لانے والی ہیں' یہ وہ روحیں ہیں جو Encouragement لانے والی ہیں اور یہ کج مردہ کو خوب صورت بنانے والی روحیں ہیں۔ یہ اور ہی روحیں ہیں' یہ بندے' یہ روحیں انسان کے لئے انعام لاتی ہیں۔ مثلاً" آپ روح کی ایک قسم دیکھیں کہ ایک شخص کو غصہ آ گیا اور وہ بندہ آپے سے باہر ہو گیا' اب یہ بندہ نارمل نہیں ہو سکتا' وہ اپنا بھی نقصان کر رہا ہے اور دوسرے کا بھی نقصان کر رہا ہے۔ یہ غصہ "جن" کی ایک شکل ہے۔ جِن کا ایک نام غصہ بھی ہے۔ وحشت بھی ایک جِن ہے کہ کوئی چیز آپ پر حاوی ہو جائے اور آپ حلال و حرام کی تمیز نہ کر سکیں تو یہ بربادی ہے۔ اور اگر Obedience پیدا ہو جائے' حسن پیدا ہو جائے اور اطاعت پیدا ہو جائے تو یہ فرشتے جیسی روح ہے۔ اگر انسان بے ضرر ہو جائے تو یہ فرشتہ ہے۔ ایسے انسان میں نہ خواہش رہتی ہے اور نہ بغاوت رہتی ہے۔ ایسا انسان فرشتے کا امام ہے۔ ہر آدمی کے ساتھ شیطان ہے' جِن ہے اور دو فرشتے ہیں۔ یہ خیال ازل سے ہی چلا ہوا ہے۔ کبھی آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ بیٹھے بیٹھے نیکی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے

اور بیٹھے بیٹھے بدی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے حالات آتے رہتے ہیں۔ یہ خیال ازل سے چلے ہوئے ہیں بلکہ کاروان خیال چلا ہوا ہے۔ جس نے انسان کو پیدا کیا' اسی نے خیال کو پیدا کیا اور آپ کے لئے خیال کا حصہ بھی زندگی کی طرح مقرر ہو گیا۔ خیال ایک پرندے کی طرح چلتا چلتا آپ کے اوپر بیٹھ گیا' آپ کے دل پر بیٹھ گیا' آپ کے قلب میں بیٹھ گیا اور آپ کو خیال آنا شروع ہو گئے۔ اس طرح یہ خیال شروع ہو جاتے ہیں۔ اب یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے کہ بعض اوقات آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہوتے ہیں اور آپ کو خیال آ جاتا ہے۔ اس خیال کے ماتحت آپ نے کوئی عمل کر دیا یعنی عبادت کر لی تو آپ پر رِقّت طاری ہو گئی۔ ایسا ممکن ہے کہ آپ کے خاندان کے کسی بزرگ نے آپ کو یہ خیال بھیجا ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کے دین کے کسی بزرگِ محترم نے آپ کو یہ خیال بھیجا ہو۔ ایسا کہتے ہیں اور صحیح کہتے ہیں کہ بعض اوقات ہندو نعت کہہ رہا ہوتا ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ اس پر حضور پاک ﷺ کا کرم ہو گیا ہو۔ کوئی شخص نعت اپنے پاس سے نہیں کہہ سکتا' جب تک نعت کہلوانے والا نہ کہلوائے۔ یہ جو آستانے ہیں' یہ خیال بھیجنے کے ٹیلی گراف آفس ہیں اور وہ ہر وقت خیال بھیجتے رہتے ہیں' ہر وقت ٹرانسمشن ہو رہی ہے۔ کبھی آپ ان کے پاس جائیں تو عین ممکن ہے کہ وہ آپ کے خیال کی لائن ملا دیں۔ اس طرح بندہ گمراہ نہیں ہوتا بلکہ بچ جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو کسی "بڑی کمپنی" میں رجسٹر کر دیں۔ "بڑی کمپنی" جو ہے اس میں گزرے ہوئے سارے لوگ ہیں اور اس میں ہی سارا کچھ ہے۔ قبرستان میں یہ ہوتا ہے' مزاروں پر یہ

ہوتا ہے' خانقاہوں میں یہ ہوتا ہے اور بعض کامل پیروں کے پاس جانے سے یہ ہوتا ہے۔ پھر آپ کو بتایا جاتا ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ اصل میں یہاں سارے بے وفا ہیں اور سب دھوکہ دینے والے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے گھر آنے والے بھی آپ کے گھر کے دشمن نکلیں۔ جو محافظ ہوتے ہیں وہی لوٹ لیتے ہیں یعنی کہ باڑ کھیتی کھا گئی۔ باڑ کھیتی کھا گئی کا مطلب یہ ہے کہ محافظ نے گھر کو کھا لیا یعنی جس پر بھروسہ کیا تھا وہی تباہ کر گیا۔

میں نے پھولوں کے خواب دیکھے تھے
میرا کانٹوں سے بھر گیا دامن
میں نے جینے کی آرزو کی تھی
مجھ کو پہنایا زندگی نے کفن

اور یہ کہ۔

میں نے پھولوں کے ہار ڈھونڈے تھے طوقِ آہن بنا دیئے کس نے
دوستی کو جو ہاتھ اٹھے تھے اس میں خنجر تھما دیئے کس نے

یہاں سے Disturbance ہوتی ہے کہ دوست کے ہاتھ' پیار کرنے والے ہاتھ اور دعا کے لئے اٹھنے والے ہاتھ جو تھے وہ چاقو لے کر آ گئے۔ جولیس سیزر کا نام تو آپ نے سنا ہو گا۔ جولیس سیزر کا ایک دوست تھا' اس کا نام تھا بروٹس۔ سیزر بادشاہ کے خلاف جب سازش ہوئی تو اس کے دوست نے کہا کہ وہ اتنا بڑا بادشاہ ہے کہ ہمارا نام ہی مٹا دے گا۔ اس لئے اس کو ختم کر دو' Despatch کر دو۔ ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ Despatch نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مافوق الفطرت ہے۔ تو اس کے

دوست نے کہا کہ ہے تو بڑا بادشاہ' لیکن یہ مافوق الفطرت نہیں ہے کیونکہ اس کو ایک دفعہ بیماری ہوئی تھی اور مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ پھر جب سازش ہوئی تو سب لوگوں نے اس پر حملہ کیا۔ اس وقت اس کے دوست نے بھی اس کو مارا۔ کہتے ہیں دوست کو اس طرح دیکھ کر سیزر چاقو لگنے سے

پہلے مرگیا اور اس نے کہا! Even you Brutus یعنی بروٹس' تم بھی! یعنی اگر مجھے سارے مارتے تو دکھ نہیں تھا مگر وہ جو اعتماد والا تھا' اس نے بھی چاقو اٹھا لیا۔ ایسی حالت میں جینا بیکار ہے۔ تو یہ عام طور پر زندگی میں ہوتا رہتا ہے کہ اپنے پرائے بن جاتے ہیں۔ محبوب اگر خنجر اٹھالے تو پھر کیا علاج ہے؟ تو آپ پر اللہ تعالیٰ فضل کرے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پہ اعتماد رکھا کرو تاکہ کوئی اعتبار والا اور اعتماد والا دھوکہ نہ دے اور آپ بھی کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا تاکہ لوگ Tension میں نہ آجائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو دھوکے سے بچائے' اپنے فضل میں رکھے اور اپنا سہارا قائم رکھے' امید قائم رکھے اور سجدہ کرنے کی صلاحیت قائم رکھے' آمین! جس کی پیشانی میں سجدے کی خواہش ہے وہ شخص پریشان نہیں ہوتا۔ اگر پریشانی آئے تو سجدہ کرلو پھر پریشانی ختم ہو جائے گی۔ سجدہ کے معنی ہیں Absolute Surrender یعنی خود کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردینا اور اس کے حوالے کردینا۔

سوال :۔

جن کیا ہوتا ہے؟ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جنات کا کوئی وجود نہیں؟

جواب :۔

لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی طاقت والا یا ایکشن والا انسان جِن کہلاتا ہے۔ کوئی مشین جو بڑا کام کرتی ہو' جِن ہی ہے مثلاً" چھپائی والی مشین۔ اصل میں جِن جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق کا نام ہے۔ مگر قرآن مجید میں ہے کہ مِن الجنۃ والناس وہ انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے۔ تو یہ بات واضح ہے کہ جِن جو ہے وہ انسان کے علاوہ کوئی مخلوق ہے۔ پھر اللہ نے یہ فرمایا کہ وکان من الجن اور وہ جنوں میں سے تھا۔ تو جن ایک مخلوق ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطٰن "اے جنوں کی مخلوق اور انسانوں کی مخلوق! اگر طاقت ہے تو آسمان اور زمین سے نکل جاؤ اور تم نہیں نکل سکو گے جب تک میں نہ اجازت دوں"۔ تو ثابت یہ ہوا کہ جن ایک مخلوق ہے۔

سوال :۔

سر! کبھی کبھی بغیر کسی وجہ کے خوف کا احساس ہوتا ہے تو وہ کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

خوف' دو کیفیات پیدا کرتا ہے۔ ایک تو یہ بگاڑ پیدا کرتا ہے اور ایک اطاعت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی بزرگ ہستی کی طرف سے دیا ہوا خوف ہے تو پھر اس سے آپ میں اطاعت پیدا ہو جائے گی۔ دوسرے خوف کا تعلق آنے والے زمانے سے ہوتا ہے۔ خوف کا Healthy

Effect یہ ہے کہ وہ آپ کو باغی ہونے سے بچائے گا۔ جس شخص کو خوف آ گیا' وہ باغی نہیں ہو گا۔ خوف کسی بد اعمالی کی سزا بھی ہے۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے تو پھر وہ کہتے ہیں۔ "لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" اللہ دو کاموں سے بندوں کو بچاتا ہے کہ آنے والے واقعات کا اندیشہ کوئی نہیں رہتا اور گذرے ہوئے کا ڈر کوئی نہیں ہوتا ہے کیونکہ گذرے ہوئے پر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ کے حوالے کر دیا کہ جو ہو گا بہتر ہو گا۔ اس لئے یہ ان کے شان میں بیان ہے کہ " لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون " یعنی انہیں نہ آنے والی چیز کا ڈر ہے اور نہ ہی گذرے ہوئے زمانے کا ڈر ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اب جو ہو گیا ہے وہ گرفت میں نہیں آئے گا کیونکہ ہم نے توبہ کر لی ہے۔ اور جو آنے والا ہے اس کو ہم نے اللہ پر چھوڑ دیا ہے کہ جو آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی آئے گا۔ بندہ بہتر ہو جائے تو واقعات بہتر ہو جاتے ہیں اور حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ بندہ اگر بد ہے تو بادشاہ بن کر بھی بد رہے گا۔ کتنے ہی بادشاہ ہیں جن کو آپ برا کہتے ہیں۔ آدھا ملک بادشاہ کو ہمیشہ ہی برا کہتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ دنیاوی عزت کوئی شے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے تو عزت بنتی ہے۔ مثلاً" قائد اعظم کو عزت ملی' اور بڑی عزت ملی۔ اس کے بعد کسی کو بھی عزت نہیں ملی۔ اب اللہ اپنا فضل کرے' آمین!

سوال :۔

سر! جو لوگ مر جاتے ہیں جب ہم ان کو یاد کرتے ہیں تو کیا وہ

ہمارے خیال سے آگاہ ہوتے ہیں۔

جواب :۔

آپ اس وقت تک ان کو یاد نہیں کر سکتے۔ جب تک وہ خود نہ چاہیں' جس کو آپ یاد کر رہے ہوں۔ تو اصل میں وہ آپ کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ مثلاً" آپ یہاں کسی دوست کو یاد کر رہے ہوں تو وہ وہاں آپ کو یاد کر رہا ہوتا ہے۔ اگر آپ درود شریف پڑھیں تو وہ وہاں پہنچ جاتا ہے۔ تو روحوں کے اس دنیا کے ساتھ تعلق کا اتنا بیّن ثبوت ہے کہ ہماری یہ ساری دنیا ماضی کا ریکارڈ ہے۔ آپ کے پاس ماضی کے علاوہ ہے ہی کچھ نہیں۔ آپ کا کلمہ ماضی کا ہے۔ آپ کی جتنی دعائیں ہیں ساری ماضی کے لوگوں کے لئے ہیں۔ آپ کا سارا علم ماضی کا ہے۔ آپ جس کی تاریخ پڑھتے ہو' اسے قریب سے تو نہیں دیکھا۔ یہ سارا ریکارڈ ہے ماضی کا۔ لکھنے والے کا اپنی تحریر کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اگر آپ یا علیؑ یا علیؑ کہتے جائیں تو آپ خود دیکھیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپکے چودہ سو سال بعد یا علیؑ یاد رہ جائیں' تو ثابت یہ ہوا کہ اگر وہ آپ کو یاد ہیں تو آپ انہیں یاد ہیں اور آپ انہیں پکار رہے ہیں تو وہ بھی آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو آپ جس کو پکارتے ہو' وہ پکارنے کی اجازت دیتا ہے۔ جس کو وہ اختیار نہ دے' وہ پکارتا نہیں ہے۔ اس لئے سارے لوگ یا علیؑ نہیں پکارتے۔ سارے لوگ داتا دربار جا کر داتا صاحبؒ کو نہیں پکارتے اور وہاں جانے کے باوجود نہیں پکارتے۔ صحیح جاننے والے کو صحیح علم ملتا ہے۔ تو جن کو یاد کریں ان کو علم ہوتا ہے کہ آپ انہیں یاد کر رہے ہیں

اور وہ آ کر اپنی یاد آپ ہی جگاتے ہیں۔ ورنہ زندگی میں ماں باپ زندہ ہوتے ہیں اور انسان یاد نہیں کرتا' اور پھر گذرے ہوؤں کو یاد کرتا رہتا ہے۔ یہ تقرب جب بھی ملے اچھی بات ہے۔ بلکہ آپ یہ بات یاد رکھنا کہ گذری ہوئی تاریخ جس وقت آپ کے علم میں آ رہی ہوتی ہے تو اصل میں وہ اسی وقت گذر رہی ہے۔ مثلاً" کربلا ایک ایسا واقعہ ہے جو گذر گیا ہے اور اگر آپ نے اب پڑھا ہے تو یہ آپ پر اب گذر رہا ہے۔ پانی پت کی لڑائی جو ہے اگر آج پڑھیں تو یہ آج ہو رہی ہے۔ واقعہ تب ہوتا ہے جب آپ کو علم ہوتا ہے۔ خدا کے سامنے جب آپ کا سجدہ ہوتا ہے' تب آپ کو علم ہوتا ہے۔ آپ کے آگے پیچھے بھی خدا ہے لیکن آپ کا اصل تعلق سجدے کے ساتھ ہے۔ آپ سادگی اختیار کرو' خوش رہا کرو' کامیاب رہو' جس کو ٹھیک کر سکتے ہو' ٹھیک کر لو' جس چیز کو ٹھیک نہیں کر سکتے' اس پہ راضی ہو جاؤ' اس سے گذارہ کر لو' یہ چار دن کا میلہ ہے اسے دیکھتے جاؤ۔

سوال :۔

سر! ہم چاہتے ہیں کہ ترقی بھی کریں۔

جواب :۔

اللہ کی ذات' اپنی ذات میں ہمیشہ سے مکمل تھی لیکن اس نے یہ سوچا کہ اظہارِ ذات کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان کو پیدا کیا جائے۔ اب آپ اس سے ہیں اور وہ آپ سے ہے۔ مگر آپ کے دنیا میں آنے سے سارا سسٹم ہی غلط ہو گیا۔ غلطی اس طرح ہو گئی کہ ہمارا ریفرنس خدا

ہونا چاہئے مگر آپ کا ریفرنس ہے دنیا کی ترقی! آپ یہ ریفرنس نکال دو' پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ دِقّت اس لئے ہو گئی ہے کہ ریفرنس آپ کے پاس کافروں کے ہیں اور مزاج آپ مسلمانوں کا چاہتے ہو' اس لئے سچ کہتے ہیں کہ آپ زندگی فرعون کی چاہتے ہیں اور عاقبت موسیٰؑ کی چاہتے ہیں۔ آپ اچھا وقت گزارو' بچے راضی رہیں. اور ماں باپ سلامت رہیں' سلامتی یہی ہے کہ آپ کو وہ یاد رہیں اور اور آپ اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے جاؤ۔ بس یہ کامیابی ہے اور ترقی ہے۔

سوال :۔

سر! ترقی کے لئے دعا بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن ترقی حاصل کیسے کریں؟ دعا کا کچھ نہ کچھ تو اثر ہو گا۔

جواب :۔

آپ ترقی کے لئے ضرور کوشش کرو اور حاصل کرو۔ مگر یہ دیکھو کہ انگریز خدا کو نہ مان کر بھی ترقی کر رہا ہے' آپ کیوں نہیں کر سکتے؟ جو ترقی آپ نہیں کر سکتے' وہ ترقی آپ کے لئے نہیں ہے۔ پہلے آپ اپنی جنس کو پہچانو۔ اگر دعا پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر بیٹھ کر دعا کرو کہ یااللہ ہمیں ایسی زندگی دے جس پر ہم راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے۔ لیکن آپ ہر وقت فنانشل بہبود کے مسئلہ سے بچو۔ اگر بیویاں مال کی نمائش پر لگ جائیں تو شوہر مجبور ہو کر ناجائز مال لانے کو تیار ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں دعا کیا کرے گی۔ بیوی کو چاہئے کہ شوہر کی آمدنی میں گزارہ کرے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ رزق میں برکت دے۔ کشائشِ

رزقِ حلال دے۔ اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے دیتا ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حالات بہتر کرے۔

سوال :۔

سر! ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم محنت اور کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ہماری محنتوں کا اس طرح انصاف نہیں ملتا۔

جواب :۔

ایک بات یہ دیکھو کہ دنیا کے اندر انصاف کی دعا ذرا مشکل ہی ہے۔ سرمد کو Execute کر دیا گیا اس لئے کہ اس کو کہا گیا کہ کلمہ پڑھو تو اس نے کہا "لا الہ الا اللہ" اسے کہا گیا کہ پورا کلمہ پڑھو تو اس نے پورا کلمہ نہیں پڑھا یعنی "محمد رسول اللہ" نہیں پڑھا۔ جب اس کی گردن کو کاٹا گیا تو خون کے قطرے سے آواز آئی "محمد رسول اللہ"۔ گردن کٹنے کے بعد اس مجذوب نے یعنی سرمد نے اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور کٹے ہوئے سر کے ساتھ دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھ گیا اور آواز بلند کرنے لگا کہ انصاف! انصاف! مجھے کس جرم کی سزا ملی ہے؟ میرا سر کیوں کاٹا گیا ہے ؟ ان کے ایک مرشد تھے جو "ہرے بھرے" نام سے مشہور تھے اور دہلی کی جامع مسجد کے سامنے ان کا مزار ہے۔ انہوں نے اس کو ڈانٹا کہ تو جو انصاف مانگ رہا ہے اس کے لئے اللہ نے ایک دن مقرر کر رکھا ہے اور اسے یومِ انصاف کہتے ہیں' وہ انصاف جو سچ اور جھوٹ کو دودھ پانی کر دے' یہاں کیسے مانگ رہے ہو۔ تُو یہ انصاف یہاں کیسے مانگے گا۔ دھوکے کے گھر میں انصاف کیسے مانگے گا۔ یہ گھر ہی اور

ہے' یہ وقت ہی اور ہے' یہ قصہ ہی اور ہے۔ ادھر تو عزت عام طور پر اسے ملے گی جو اندر سے ذلیل ہو گا۔ یہاں وہ انصاف نہیں ملے گا کہ دودھ اور پانی الگ ہو جائے' وہ انصاف یہاں کبھی نہیں ہوگا۔ یہاں پر تو دودھ میں پانی کی ملاوٹ ہوگی' چور پیدا ہو گا اور چوری کرے گا' دوست دھوکہ دے گا' اعتماد کو ٹھیس لگائی جائے گی' بچے باغی ہوں گے اور ایسے واقعات ہوتے ہی رہیں گے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے' تو اس سے بھی برا زمانہ آئے گا۔ ایک زمانہ آئے گا کہ بچوں میں دانائی پیدا ہو جائے گی اور ماں باپ حیران ہو جائیں گے۔ یہ وقت قریب آگیا ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی دانائی دیکھ کر حیران رہ جائیں گے اور بچے ایسا سوال کر دیں گے کہ والدین کو دن کے وقت تارے نظر آ جائیں گے اور حیران' پریشان ہو جائیں گے۔ تو یہ وقت ہے دعا کا۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب علم زیادہ پھیل جائے اور بہت جلدی باطن کا علم کھل جائے اور یہ کھلنا شروع ہو گیا ہے۔ تب مخفی چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔اس لئے انصاف ضرور مانگو کہ ہمارا حق جو ہے وہی ہمیں مل جائے اور اس دنیا میں مل جائے اور آگے بھی مل جائے۔ ایک کہانی سن لو۔ ایک بادشاہ تھا جب اس کو بادشاہی ملی تو جشن منایا گیا اور جلوس نکالا گیا' بادشاہ کو شہر کے باہر سے تاج پوشی کے لئے جلوس کی شکل میں لایا گیا۔ اس نظم کو ایک رائٹر نے لکھا ہے' رائٹر بادشاہ کی زبانی کہتا ہے کہ It was roses roses all the way یعنی گلاب ہی گلاب میرے راستے میں تھے' خوشبوئیں ہی خوشبوئیں میرے راستے میں تھیں' ہجوم ہی ہجوم میری راہ میں تھا۔ اتنا اطاعت شعار ہجوم کہ اگر میں یہ کہتا کہ اچھے لوگو! سورج

میرے لئے لاؤ تو یہ کہتے کہ اس کے بعد آپ کا کیا حکم ہے' یہ کیا چیز آپ نے مانگی ہے' اتنا تابع دار ہجوم تھا' مکانوں کی چھتیں ہل رہی تھیں اور یہ سب میرے استقبال کرنے والے تھے' میں پھر بادشاہ بن گیا' ایک سال گزرا ہے اور سال کے بعد آج وہی سڑکیں ہیں جن پر میں جا رہا ہوں اور میرے ہاتھوں کو رسی سے پیچھے باندھا ہوا ہے' کوئی ہجوم نہیں ہے' مکانوں کی چھتوں پر بندے نہیں ہیں۔ سارا ہجوم کہاں چلا گیا؟ تو کسی نے جواب دیا کہ وہ وہاں گیا ہے جہاں آپ کو پھانسی چڑھایا جانا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے ان کے لئے کام کیا مگر انہوں نے مجھے پہچانا نہیں۔ اس نظم کا آخری شعر ہے۔

Thus I enterd thus I go

The people dropped down dead

Paid by the moral

To me God is my reward and I am safe and so

یعنی یوں میں آیا اور یوں میں جا رہا ہوں ' بڑے بڑے لوگ بھی تو مر جاتے ہیں' کچھ کو دنیا میں ہی انعام مل جاتا ہے مگر میرا انعام خدا کے پاس ہے اور میں محفوظ ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں اس لئے محفوظ ہو گیا ہوں کیونکہ میرا انعام اس کے پاس ہے۔ تو یہاں جس کو انعام مل گیا تو یہ ٹھیک ہے اور جو محروم ہے وہ اپنا انعام لینے کے لئے آگے جا رہا ہے۔تو اس طرح آپ لوگ Safe ہو سکتے ہیں۔ کہیں کمی و بیشی ہو گئی تو دعا کرو کہ یا اللہ اس دنیاوی کمی کو میرے دینی مرتبے میں لگا دے۔ یہ Investment ہے اور آگے جا کر آپ کو انعام مل جائے گا۔ اللہ آپ

کو یہاں کی حالت قبول کرنے کی توفیق دے دے۔ آپ مت گھبرایا کرو اور سب کے لئے دعا کرو۔ رمضان شریف آرہا ہے۔ رمضان شریف میں ایک عبادت جو ہے کئی عبادتوں کا ثواب دیتی ہے اور ایک توبہ کئی توبہ کا کام کرتی ہے۔ آپ کو پھر ایک بار کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں کو معاف کر دو اور سب کو معاف کر دو' سب کے لئے رحم کی دعا کرو' اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے' اللہ تعالیٰ آپ کو انعامات دے۔ اور آپ میں راضی ہونے کی توفیق پیدا کرے۔ اچھے وقت کا انتظار کرو اور یہ کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جہاں راستے بند ہوتے ہیں' وہاں سے راستہ پیدا ہوتا ہے' جہاں دیوار آکر کھڑی ہوگی' انشاء اللہ تعالیٰ وہاں سے راستہ ملے گا۔ کوئی رات ایسی نہیں جس کے بعد دن نہ آیا ہو' اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی کے ساتھ رکھے' خوش رہو' آپ اپنا Award حاصل کرنے کے لئے جاؤ اور یہ دنیا میں کبھی Compensate نہیں ہوا' اور دنیا میں کبھی نہیں ملا۔ آپ اس بات کا شکر ادا کرو کہ آپ کا حصہ اللہ کے پاس ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میری بڑی Investment تھی' میں نے دفتر میں بڑا کام کیا ہے' اگر آپ کی نیکیوں کا یا آپ کی محنتوں کا یا آپ کے حقوق کا انعام نہیں ملا تو آپ کی غلطیوں کی فوری سزا نہیں ہوئی ۔ اگر انعام فوری ہوتا تو سزائیں بھی فوری شروع ہو جاتیں۔ شکر ہے انعام ملا نہ سزا ہوئی' سزا کے امکان کو توبہ سے صاف کر دو اور انعام کا انتظار کرو۔ اگر یہ کہیں کہ یا اللہ توبہ' تو ہمیں سزا نہیں ہوگی اور انعام بھی ملے گا۔ یا اللہ مہربانی فرما' یااللہ ہم نے اپنا انعام ضرور لینا ہے۔ اللہ تعالیٰ اچھے زمانے نصیب فرمائے۔ آمین۔ آپ ایسی زندگی گزاریں کہ لوگ آپ کو مبارکیں ہی دیتے رہیں۔ آمین۔



۱ لفظ "عبادت" کے دائرے میں تو مخلوق کا ہر فرد آجاتا ہے' اب عبادت اور کس کو کہتے ہیں جس کے لئے علمائے کرام اور تلقینِ دین والے لوگ کہتے رہتے ہیں؟

۲ بہت سے بزرگانِ دین کا رویّہ عبادت کے سلسلے میں مختلف ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تحقیق نہ کرو اور حسنِ ظن رکھو۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ کوئی ایسا نسخہ فرمائیے جس سے رات کا جاگنا میسر آئے اور رات آسان ہو جائے۔

۴ حضور! بیماری کے متعلّق کچھ فرمائیں۔

سوال :۔

لفظ "عبادت" کے دائرے میں تو مخلوق کا ہر فرد آجاتا ہے' اب عبادت اور کس کو کہتے ہیں جس کے لئے علمائے کرام اور تلقینِ دین کرنے والے لوگ کہتے رہتے ہیں۔ آیا یہ اس دائرے کو تنگ کرنے یا وسیع کرنے والی بات ہے؟

جواب :۔

بات بہت مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ پہلی بات غور کرنے والی یہ ہے کہ یہ دنیا زندہ انسانوں کی دنیا ہے۔ اجسام' اشیاء' اجرامِ فلکی' واقعات' کیفیات' اور زندہ انسانوں کا کرۂ ارض پر اجتماع' یہ سب دنیا ہے۔ یہ انسان' سارے انسان' انسانوں کا اجتماع' بنی نوع انسان یعنی ساری دنیا' یہ سب جس نے تخلیق فرمائے' صفت کے حوالے سے اس کا نام ہے "خالق" اور ذات کے حوالے سے اس کانام ہے "اللہ"۔

آپ ایک چابی والا کھلونا بنا کر اسے چھوڑ دو۔ جس طرح آپ نے اس کو Detail کیا ہے' چابی کی موجودگی تک وہ ویسی حرکت کرے گا۔ اس کے بعد اس کی تمام حرکات و سکنات بند ہو جائیں گی۔ اسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص میکانزم اور ایک خاص Mechanical

Process کے ذریعے تخلیق فرمایا ہے۔ اس لئے انسان ایک خاص عرصہ تک قیام کرے گا' خاص کام کرے گا اور اس عمل کے بعد وہ خود ہی خاموش ہو جائے گا۔ اس کے اندر' بذات خود' خاموش ہونے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز آ جائے اور گلا دبا کر اسے مار دے تو وہ خاموش ہو جاتا ہے۔

انسان اگر غار میں بیٹھا رہے' تنہائی میں رہے' کوئی کام نہ کرے' خاموش بیٹھا رہے اور کھانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو' پھر بھی کچھ عرصہ بعد اس کے Consume ہو جانے کا عمل ہو جاتا ہے اور وہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ بنانے والے نے انسان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے بنایا ہے۔ اس انسان کو دوسرے انسانوں کی ضرورت ہو گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ کیوں ضرورت ہو گی۔ انسان کو انسان کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے لیکن انسان کو انسان کی ضرورت ہے۔ جب انسان' تنہا انسان' اکیلا انسان' اپنی تنہائی' اپنے اکیلے پن' اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنی اکائی پر غور کرتا ہے تو اس کو دوسرے انسانوں کی طلب کا احساس ہوتا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ انسان اکیلا ہی کافی ہے' تنہائی میں مطمئن ہے لیکن جب وہ اپنے اندر اپنے وجود کو دریافت کرتا ہے تو اس کو اپنے اندر ایسے کل پرزے ملتے ہیں جن کا تعلق غیروں سے ہے' اوروں سے ہے اور دوسرے انسانوں سے ہے۔ مثلاً" اس کی آنکھ' جسے بینائی کہتے ہیں' وہ کوئی اپنے جیسا دوسرا وجود دیکھنا پسند کرے گی۔ تو ایک اور انسان آ گیا' اب کچھ بھی نہ دیکھے گا تو آئینہ دیکھے گا' اپنے وجود کا عکس دیکھے گا اور مطمئن ہو جائے گا۔ اس طرح اس کی آنکھ میں ایک Mechanical

Process یعنی خاص عمل ہے کہ چلتے چلتے بھی انسانوں کو دیکھے گا۔ پھر اس انسان کے دل میں شوق رکھ دیا گیا ہے۔ تنہا انسان بھی طالبِ محفل ہو گا' یہ بات اس کے اندر موجود ہے۔ آپ کو یہ بات اس طرح سمجھ آ جائے گی کہ کوئی تنہا انسان جنگل میں رہتا ہو اور اچانک اس کو میٹھا پھل مل جائے تو وہ خوب شور مچائے گا تاکہ کسی کو دکھائے اور کسی کو کھلائے۔ وہ کہے گا کہ میں نے یہ دریافت کر لیا ہے' کوئی اور وجود ہو تو اسے دکھاؤں۔ یہ غاروں کے زمانے کی بات ہے۔ اسی طرح انسان جب اپنی آواز دریافت کر لیتا ہے تو سوچتا ہے کہ یہ کس طرح آتی ہے اور آواز کدھر جاتی ہے۔ پھر اسے معلوم ہو گا کہ یہ کان کے ذریعے وصول ہوتی ہے۔ تب اسے کوئی اور کان چاہیئے۔ پھر وہ ایک اور آدمی کو تلاش کرے گا۔ اگر انسان کے گلے میں سوز پیدا ہو گیا اور نغمہ پیدا ہو گیا تو وہ سب کو سنائے گا کہ دیکھو یہ میری آواز ہے۔ شیر جنگل کو خبر کرے گا کہ یہ میری آواز ہے۔ شیر کی شکل میں اتنی ہیبت نہیں جتنا اس کی آواز میں رعب ہے۔ شیر اپنی آواز کے حوالے سے اپنا آپ بتائے گا۔ اس لئے انسانی کانوں کی تلاش پھر انسانوں کے قریب ہی لے جائے گی۔

اس کے بعد صحت کی ضرورت ہے جو یہاں اس انسان کو چاہیئے۔ وجود کے اندر کے حصے میں سے انسانوں کو انسان کی تمنا ہو گی۔ پھر جب انسان روحانیت میں' روحانی دنیا میں داخل ہو گا تو روحانی طور پر اسے کسی نہ کسی رفیقِ طریق یا رفیقانِ طریقت کی ضرورت ہو گی۔ یہ ہے دنیا' جس خالق نے اسے تخلیق فرمایا اس نے اس کے اندر ایک اجتماع سازی کا شعور ایک راز کے طور پر رکھ دیا۔ اگر آپ خدا کو نہ مانیں تب بھی ایک

سماج ضرور بنائیں گے۔ سماج بنانا انسان کی طاقت بھی ہے اور کمزوری بھی۔ یہ شروع سے چلا آ رہا ہے' اسے کہتے ہیں

" Man is a Social animal " اس طرح تھیوری بنتی جاتی ہے۔

جب انسان سماج ساز بنا تو سماج ساز اداروں کو سماج شکن ادارے بھی مل گئے۔ یہ ادارے انسان ہی نے بنائے ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک نے کھانا پکایا تو دوسرے نے کھانا ہی چرا لیا۔ یہاں آ کر سسٹم بنانا پڑ گیا۔ اسے چاہے تو آدمی توڑ سکتا ہے۔ مکان بنایا' جھونپڑی بنائی' ایک نے آ کر اسے آگ لگا دی' سماج نے اس پر ایک Check رکھ دیا ہے' یعنی اخلاقی قانون۔ اخلاقی قانون' اخلاقیات کے حوالے سے بنتے گئے۔ انسان کی بنائی ہوئی اخلاقیات میں دیکھا یہ گیا کہ اخلاقیات بنانے والا شخص اس قانون میں اپنا مطلب رکھ لیتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا سب لوگ برابر ہیں اور برابر کی تقسیم میں اپنے لئے زیادہ حصہ رکھ لیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے کیونکہ تم نے کہا تھا کہ سب لوگ برابر ہوتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے آپ کو طاقت ور بنانے کے لئے اپنا حصہ بڑھاتے گئے۔ یہاں سے پھر یہ بات بنا لی گئی کہ "Divine Right of Kings" یعنی بادشاہ کو خدا کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ اس طرح ایک بادشاہ آ گیا اور وہ بڑا ظالم تھا مگر کہتا یہ تھا کہ میں آسمان کی طرف سے اور خدا کی طرف سے آیا ہوں۔

یہاں پر ضرورت پڑتی ہے مذہب کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے' اسی اللہ تعالیٰ نے جو کہ خالق ہے' کچھ لوگ مبعوث فرما دیئے جو لوگوں کو یہ بتاتے تھے کہ یہ زندگی ہی کافی نہیں ہے' یہ زندگی آگے جواب دِہ ہے اور آپ لوگوں نے کسی اور زمانے میں جانا ہے۔ یہاں سے دین شروع ہو جاتا

ہے۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ جو زندگی تم گزار رہے ہو یہ محض "Eat,drink and be merry" یعنی "کھاؤ پیو اور عیش کرو" نہیں ہے بلکہ تم خالق کے سامنے جواب دہ ہو۔ تمہاری زندگی جو گزر رہی ہے دراصل یہ جواب دہی کا عرصہ ہے۔ وہ یہاں کے بعد' مرنے کے بعد ایک اور نظام کی خبر دیتے رہے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ یہاں سے دین شروع ہوا اور انہوں نے بتایا کہ آپ کے ہاں جو اخلاقیات ہے اس کے یہ حصے صحیح ہیں اور یہ حصے صحیح نہیں۔ اخلاقیات میں انہوں نے الٰہیات کو داخل کر دیا۔ جس کا بچہ بیمار ہو گا وہ حکیم صاحب کے پاس ضرور جائے گا۔ دین والوں نے اسے کہا کہ تم بچے کی خدمت کرو' یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ تمہاری ضرورت تو ضرور ہے مگر اللہ کا حکم ہے۔ اب اس بات کا کیا فائدہ ہوا؟ اس کو اس بات سے سمجھو کہ اگر ماں باپ کسی کی ضرورت نہیں رہے' لیکن ان کی خدمت اللہ کا حکم ہے۔ یعنی ماں باپ کی آپ کو ضرورت نہیں اور آپ ضرورتوں میں آزاد ہو گئے ہیں اور ماں باپ بوڑھے ہیں تو ان کو علیحدہ کر دیا جائے کیونکہ ان کے پاس کھانے کو کافی ہے اور کئی دکانیں ان کے نام ہیں۔ اس لئے کہیں ایسا نہ کرنا کہ تم آزاد ہو جاؤ اور ان بزرگوں کو چھوڑ دو۔ دین نے یہاں یہ بات بتائی ہے کہ جہاں اخلاقی بات سمجھ میں نہیں آتی' آپ وہاں الٰہیات کو سمجھو۔

مذہب نے زندگی کے شعور کو اور سماج کے شعور کو ایک اللہ کے اس حکم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جس اللہ نے اس کائنات کو بنایا ہے اور انسان کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تخلیق کا منشا کیا ہے؟ انہوں نے بتایا اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے لوگوں کو تخلیق کیا

تاکہ میرا اپنا اظہار ہو اور میں نے تمہیں اس لئے بنایا بلکہ ہر شخص کو اس لئے بنایا تاکہ تم لوگ میری عبادت کرو۔ ساری کائنات اور آپ خود اپنی صفت کے مطابق چل رہے ہو' یہ ہے عبادت اور یہ عبادت تسبیح کہلائے گی۔ انسان مجبور ہے' کھلونے کی طرح چل رہا ہے' اپنے وقت کے مطابق چل رہا ہے اور یہ تسبیح ہے جو کائنات اور کائنات کی بے جان چیزیں بھی کر رہی ہیں یعنی جو کچھ زمین پر ہے' ذی جان' بے جان' شجر' حجر سارے کے سارے۔ تسبیح سے کیا مراد ہے؟ پرندے جو ہیں وہ اڑتے ہی رہیں گے۔ یہ تسبیح ہے کہ پہاڑ اڑنا شروع نہیں کر دیں گے۔ اپنی صفت کے اندر برقرار رہنا بھی تسبیح ہے۔ جب دین نے بتایا کہ یہ عبادت ہے تو اس عبادت کا رخ یہ تھا کہ انسانوں کے اندر دنیا میں ایک خاص قسم کی تہذیب' ایک خاص قسم کا امن اور ایک خاص قسم کا شعور پیدا ہو جائے یعنی اس زندگی کا مفہوم اور آنے والی زندگی کا مفہوم۔ اب اللہ کے اس مظہر نے اپنا گروہ بنایا' یہ ماننے والوں کا گروہ اپنے پیغمبروں کے حوالے سے تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس بات کے داعی تھے کہ زمین پر ایک نظامِ عدل قائم ہو جائے۔ انہوں نے نظامِ عدل قائم کرنا چاہا' نظامِ انصاف قائم کرنا چاہا' نظامِ الٰہیات قائم کرنا چاہا' یا یہ کہ نظامِ اخلاقیات قائم کرنا چاہا' اور باقی دنیا میں کروانا چاہا۔ یہ نظام قائم کرنے والے لوگ اس مذہب کے لوگ کہلائے اور قائم کرانے والی ذات اس مذہب کے پیغمبران علیہ السلام تھے۔

اب آپ اپنا ذاتی تعارف اس طرح سے کرو کہ یہ صرف آپ کی ذات کی بات ہو۔ عبادت صفت کا استعمال نہیں کیونکہ وہ تو ہر آدمی کرتا

ہے' کافر بھی یہ کرتا ہے کہ بھوک لگے گی تو کھانا کھائے گا' بیمار ہو گا تو ڈاکٹر کے پاس جائے گا' تکلیف ہو گی تو روئے گا۔ کافر کا باپ مرجائے تو وہ بھی مسلمان کی طرح روتا ہے' کمال کی بات ہے۔ حالانکہ وہ کافر ہے' اسے رونا نہیں چاہئے۔ مرنا بھی اسی طرح ہے' پیدا بھی اسی طرح ہونا ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ زندگی بھی اتنی ساری ہے اور وہی تکلیفیں بھی ہیں۔ اس طرح کافر یا مومن کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کافر اور مومن کے کھانے پینے کے آداب کچھ مختلف ہیں لیکن حالات ایک جیسے ہیں۔ وہ بھی جسم ڈھانپنے کے لئے لباس استعمال کریں گے۔ کسی نے کسی طرح ڈھانپا' کسی نے کسی اور طرح ۔ کسی نے اطلس و کمخواب سے ڈھانپا ہے' کسی نے ٹاٹ میں ڈھانپ لیا۔ کسی کی سمور میں گزر گئی یا پھر تندور میں گزر گئی۔ وہ جو مذہب کے داعی تھے انہوں نے انسانی سوچ کو ایک الگ انداز دیا کہ اللہ تعالیٰ کی مروج عبادت کے علاوہ بھی عبادت ہوتی ہے۔ یعنی پیدا ہونا عبادت ہے' مرجانا عبادت ہے' گھروں میں رہنا عبادت ہے' حلال رزق کھانا عبادت ہے۔ اگر آپ کافر معاشرے میں جائیں تو کچھ قباحتیں ضرور ہوں گی' ان قباحتوں کے علاوہ اگر دیکھیں تو آپ لوگ کہیں گے کہ وہ کافر عین اسلام کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کلمہ کے علاوہ باقی سارے مضامین ان کے پاس پورے ہیں کیونکہ وہ بے ایمانی نہیں کرتے' جھوٹ نہیں بولتے' مریض کی خدمت کرتے ہیں' اگر کسی چیز کی گارنٹی پانچ سال کی دیتے ہیں تو وہ دس سال چلتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کی زندگی کا سارا منشا اسلام کے مطابق ہے۔ یعنی ان کے پاس کلمے کے علاوہ مکمل اسلام ہے۔ ہمارے یہاں صرف کلمہ رہ گیا اور عمل ختم ہو

گیا ہے۔ آپ غور کریں کہ ہم صفات سے خالی ہیں۔ صفات کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ مثلاً" سچ بولنا عبادت ہے لیکن جس پر دین کے لوگ زور دے رہے ہیں اور مسلمان مولوی زور دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ صفات کی عبادت نہیں ہوتی بلکہ تم نے ایک حکم کی عبادت کرنی ہے۔ وہ عبادت الگ ہے' وہ سماج کی عبادت ہے' معاشرے کی عبادت ہے اور معاشرے کی فلاح کی عبادت ہے یعنی اگر برائی نہ کرو تو معاشرہ بچ جائے گا۔ اور اگر تم نے اچھے کام کئے تو معاشرہ دریا ہو جائے گا۔ پھر سونا ڈھالا تو اتنے ہی گرام کا سونا نکلے گا۔

اس طرح ایک اچھا معاشرہ قائم ہو گیا۔ ہم نے کہا کہ اس کے اندر اللہ کا حکم' وہ حکم جو اللہ کے محبوب ﷺ سے ملا' اس پر عمل کریں گے تو یہ عبادت کہلائے گی۔ گویا کہ بات یوں آسان ہو گئی کہ وہ کام جو ہم زندگی کی مجبوری کے مطابق کرتے ہیں وہ عبادت ہے۔ زندگی اللہ نے بنائی ہے' مجبوری ادھر سے آئی ہے۔ دوسرے کی مجبوری میں اس کے ساتھ تعاون کرنا عبادت ہے۔ اس کائنات کے باقی انسانوں سے محبت کرنا عبادت ہے۔ زمین پر فتنہ فساد نہ پھیلانا عبادت ہے' زندگی کا بوجھ اٹھانا عبادت ہے' ماں باپ کی خدمت عبادت ہے۔ یہ سب عبادتیں ہیں جو آپ پر نازل ہوئی ہیں۔

تو عبادت درحقیقت اس کو کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی زبان سے معاشرے کے اندر عبادت کے نام پر رائج کی ہے۔ ہمارا زور اس عبادت پر ہے۔

ایک آدمی کہتا ہے میں کسی کو گزند نہیں پہنچاتا' صرف شراب ہی

تو پیتا ہوں۔ یہاں پر وہ آدمی دھوکہ کھا جاتا ہے۔ وہ اب تو شراب پی لے مگر پھر بخشا نہیں جائے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں کہے گا کہ غریبوں کا خون پیو۔ لیکن یہاں سے ایک بات نکل آئی کہ ایک آدمی صرف شراب پیتا ہے اور باقی کوئی برائی نہیں کرتا۔ جو آدمی شراب پیتا ہے ہمارے پاس اس کے لئے حکم ہے کہ یہ تمہیں منع ہے' اسے مت پیو۔ کہتا ہے باقی پورے اسلام کی پابندی کرتا ہوں۔ اسلام کے مطابق کسی ایک حکم کو بھی Openly Violate کرنا دراصل اسلام کے خلاف چیلنج ہے۔ گویا آپ اللہ کے حکم کے خلاف کام کر رہے ہو۔ سود' اللہ کے خلاف کام کرنے کے برابر ہے۔ آپ ساری نمازیں پڑھتے جاؤ اور سود لکھو اور سود پڑھو تو جیسا کہ حکم ہے' سارا نظام ختم ہو جائے گا۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ سؤر کا گوشت نہیں کھانا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اس میں کیا قباحت ہے' اگر فرض کرو کہ کوئی قباحت نہیں ہوتی' مگر یہ اللہ کا حکم ہے کہ نہیں کھانا۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے مجھے سؤر کھانے سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی تو تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے' حکم عدولی کے سبب تم دین سے باہر ہو جاؤ گے۔ آپ خود سوچیں کہ شیطان کو سجدہ کرنے سے کیا تکلیف پہنچنی تھی اور باقیوں کو سجدہ کرنے سے کیا نقصان ہو گیا! شیطان نے صرف حکم عدولی کی اور باہر ہو گیا' گویا کہ اللہ کا حکم جو آپ پر نازل ہوا ہے اسے پورا کرنے میں آپ مجبور ہیں۔

بیٹی کی شادی ہو گی تب بھی آپ روشنیاں کرو گے اور بیٹے کی شادی ہو گی تب بھی آپ جگمگاؤ گے۔ اللہ کا جہاں حکم آ جائے گا وہاں اگر حکم عدولی کرو گے تو آپ کی ساری عبادتیں رائیگاں ہو جائیں گی کیونکہ

آپ نے حکم کو تسلیم نہیں کیا۔ اس لئے اگر آپ اپنی خواہش سے کوئی فلاح گاہ بنا لو' یا عبادت گاہ بنا لو یا بڑی عمارت بنا لو جس میں ہر شخص کے لئے عافیت ہو اور نیکی ہو' ایک بہشت ہو' اس بہشت میں نیکی ہو' مہربانیاں ہوں اور صداقتیں بھی ہوں' مگر اس بہشت سے وہ ٹوٹی پھوٹی مسجد بہتر ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق بنائی جائے۔

تو یہ بات سمجھو کہ آپ عبادت کا مفہوم نہ لینا بلکہ عبادت کا حکم دیکھنا کہ کس کے حکم سے ہو رہی ہے۔ مثلاً" یوں نماز پڑھنے سے کیا فرق پڑتا ہے' ایسے جتنی بار نماز پڑھو' جتنے وضو کرو' بار بار نماز پڑھتے جاؤ اور ہر بار کہتے جاؤ کہ اھدنا الصراط المستقیم ہزار سال کہتے جاؤ مگر یہ خبر نہیں ملے گی کہ اللہ ملا کہ نہ ملا۔ اگر اللہ کا حکم مان کے کوئی نیکی کی ہے تو یہ عبادت ہے۔ اگر روزہ کا حکم آ گیا تو اس کے مطابق روزے رکھو' مثلاً" آپ کو کہا جائے کہ تیس روزے رکھو تو آپ کو توکّل حاصل ہو جائے گا۔ کہتا ہے ہمیں روزے کے بغیر بھی توکل ہے۔ اگر اللہ کا حکم مان کر روزہ رکھا جائے تو یہ روزہ ہو گا۔ ورنہ فاقہ کرنا روزہ نہیں ہو گا۔ اس لئے عبادت صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو دنیا کے اندر ایک نظامِ عبادت میں مربوط کر کے احکامِ عبادت عطا فرمائے' عبادت صرف اسی نظام کو کہیں گے۔ باقی عبادتیں برحق ہیں لیکن ان کے ذریعے بچت نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے زندگی Fast ہو گئی ہے' کمپیوٹرائزڈ ہو گئی ہے' چلو پانچ کی بجائے تین نمازیں رکھ لیتے ہیں۔ یہ تو دین میں مداخلت ہے اور آپ کا انجام وہی ہو گا جو نماز ترک کرنے والے کا ہوتا ہے۔

کمال کی بات ہے کہ آپ کے پاس پانچ نمازیں پڑھنے کا وقت نہیں اور آپ آج بھی دیکھو گے کہ پانچ نمازیں پڑھنے والوں کے پاس وقت ہے۔ جس کی نیت نماز پڑھنے کی ہو اس کے لئے وقت نکل آئے گا' ضرور نکل آئے گا۔ تو ہمارا وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو اللہ کے روبرو کرنے کے لئے اور اللہ کے روبرو پیش ہونے کے لئے سکھایا' اس کو ہم عبادت کہیں گے۔

ہر چند کہ باقی ساری کائنات عبادت کر رہی ہے۔ سورج چل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے' تو یہ عبادت ہے۔ ستارے چل رہے ہیں' تو یہ عبادت ہے۔ پرندے اڑ رہے ہیں' یہ عبادت ہے۔ پہاڑ قائم ہیں' میخوں کی طرح' ان کی اپنی تسبیح ہے' مناجات ہیں' یہ عبادت ہے' لیکن ہمارے لئے عبادت کیا ہے؟ زندگی کے اعمال کا خیال رکھنا' زندگی کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ایک معاشرے کی روح ہونے کے آداب کا خیال رکھنے کا نام عبادت ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں جو اللہ کے محبوبؐ کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں' انہیں ہم عبادت کہیں گے۔ اس میں کسی کو اور وضاحت چاہئے تو پوچھ سکتا ہے۔

سوال :۔

بہت سے بزرگانِ دین کا رویہ عبادت کے سلسلے میں مختلف ہے۔ ہمیں یہ کہا جاتا ہے کہ "توں اپنی توڑ نبھا" اور یہ کہ تحقیق نہ کرو بلکہ حسنِ ظن رکھو۔ آپ اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

عام طور پر کوئی فقیر ایسا نہیں ہو گا جس نے اپنا آستانہ بنایا ہو اور سب سے پہلے مسجد نہ بنائی ہو۔ کوئی آستانہ ایسا نہیں ہو گا جہاں مسجد نہ ہو۔ بابا بلھے شاہؒ کہیں گے کہ "چوری کرتے بھن گھر رب دا' تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ" مگر مسجد پہلے بنائی ہوئی ہے۔ داتا صاحبؒ نے مسجد پہلے بنائی۔ بابا صاحبؒ کے ہاں پاک پتن شریف میں قوالی ہو گی مگر مسجد ساتھ ہی ہو گی۔ کسی مستند درویش کا ایسا مزار دکھاؤ جہاں مسجد نہ بنی ہو۔ انہوں نے ہر حال میں مسجد کا نظام درست رکھا اور رکھوایا۔ مسجد کے بعد اگلا باب اور اگلا کام ان کا بیان ہے یعنی حقیقت کا بیان اور شریعت کے ساتھ حقیقت کو ملانا۔ اس میں کبھی کوتاہی نہیں ہوتی۔ کہتے یہ رہتے ہیں کہ اللہ کے پاس کس منہ سے جائیں' ہم تو اس قابل نہیں ہیں مگر جب بھی ان کو حکم ہوتا ہے وہ مسجد کا نظام قائم کرتے ہیں اور انہوں نے مسجد کا نظام ہمیشہ قائم کیا۔ ایک بہت بڑے درویش کی بات ہے کہ وہاں قوالی ہو رہی تھی اور ان پر حال طاری ہو گیا۔ ایسے میں اذان کی آواز آئی تو ان کا حال فوراً" ختم ہو گیا اور اسی حال میں نماز پڑھ لی۔ بعد میں پھر اپنے حال میں آ گئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس اللہ کا حکم ہے کہ وہ جس انداز سے عمل کرائے۔ اگر وہ رقص کرائے تو وہ کرتے ہیں۔ یہ فطرت کا عمل ہوتا ہے۔ مثلاً" اقبال کو دیکھو' اسے چاہئے تھا کہ وہ جج بن جاتا کیونکہ اس کے پاس اعلیٰ تعلیم تھی اور اچھا خاصا شعور تھا مگر وہ علامہ اقبال' ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال' اپنے سارے کمال کے باوجود چپکے سے فقیر بن گیا اور پھر فقیر اقبال راتوں کو جاگنا شروع ہو گیا۔ سارے ڈاکٹر

کہتے ہیں رات کو جلدی سو جایا کرو۔ اس زمانے میں بھی نیند کی گولیاں ہوتی ہوں گی مگر وہ افلاک سے نالوں کا جواب وصول کرنے میں لگا رہا اور راتوں کو جاگتا رہا اور آخر یہ کہہ اٹھا:۔

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اور یہ کہ:۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

تو اقبال کو جنون ہو گیا' مگر یہاں جنون پیدا کرنے والی کوئی اور ذات ہے۔ وہ جاگتا جا رہا ہے حالانکہ اسے پتہ ہے کہ صحت کے لئے نیند ضروری ہے۔ اس لئے آپ دیکھو کہ کبھی کبھی فطرت اپنے مضمون کی تکمیل کے لئے کچھ اور کھیل کر دیتی ہے۔ جھوٹا فقیر آپ کی عبادت کا بھرم مار دے گا۔ یعنی جب بھی کوئی جھوٹا فقیر ہو گا وہ بڑی بڑی نمازیں پڑھے گا' لمبا چوڑا عمامہ کرے گا' لمبی قمیض پہنے گا' ہزار دانوں کی تسبیح اٹھائے گا کیونکہ وہ پیر بنا ہوا ہے مگر فقیر کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ جھوٹے پیروں کی بات ایسے ہے کہ:۔

کسی کی محنت کی کھائیں قیمت پھر بھی باپ دادا سلطاں
بڑی عقیدت سے کہیں یہ راہ زن بنے ہیں سالارِ کارواں
مرید کا خون پی رہے ہیں تبھی ہیں چہروں پہ سرخیاں
لباس میں با نکپن تو دیکھو انوکھی ترچھی ہیں ٹوپیاں

عذاب ہے یہ کہ قیامت' سارے سر ان کی جوتیاں
ہے ان کی اپنی ہی جیب خالی کہاں بھریں گے یہ جھولیاں
بجا ہے ان کے بزرگ اعلیٰ' تھا دن کو فاقہ شام گریہ
علیؑ کا کنبہ شہید ہو گا اور یہ سنیں گے قوالیاں
معینؒ خواجہ قطبؒ کے آقا' فریدؒ صابرؒ اب کہاں
نظامؒ خسروؒ کی بات کیا ہے' آج بھی زندہ آستاں

جھوٹا پیر جو ہے وہ دھوکا کرنے کے لئے نماز میں پابند ہو گا اور محراب کی نشانی لگائے گا۔ مسجد بنا لے گا اور سارا رنگ روپ مکمل رکھے گا۔ اگر فقیر اس زمانے اور حالت کے باوجود بھی فقیری کرتا ہے تو وہ صداقت کا امیں ہو گا۔ اس کے لئے ساری صداقت مکمل طور پر موجود ہے۔

اکبر کے زمانے کی بات ہے کہ ایک بہروپئے نے اس سے کہا میں آپ کو دھوکا دے سکتا ہوں۔ اکبر نے کہا دے کے دکھاؤ۔ وہ چلا گیا اور پھر پیر بن کے بیٹھ گیا۔ کچھ ہی عرصے میں شہرہ ہو گیا۔ اکبر کو پتہ چلا تو اس نے بھی حاضری دی اور دعا کرائی۔ تب بہروپئے نے کہا میں تو وہی ہوں۔

آج اکثر سجادگان فقراء کا بہروپ بھرے بیٹھے ہیں۔ اب آپ کو کیا بتایا جائے! عبادت کے اندر مکمل طور پر رہنے والا پیر اگر فقیر نہیں تو دھوکا کرے گا۔ عبادت ہی اس کے دھوکے کا ذریعہ ہے۔ فرض کریں وہ ساری نمازیں پڑھتا ہے مگر آپ یہ نہیں کہیں گے کہ اسے فقیر مان لیا جائے۔ کیونکہ ہر مولوی پوری نمازیں پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے مگر آپ اس کو فقیر تو نہیں مانیں گے۔ مطلب یہ کہ نماز کا اظہار برملا' اس میں آپ کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور اگر اندیشہ نہ ہو تو بہت اچھی بات ہے۔ اب اس

میں آپ کے سوال کا جواب بھی آگیا۔ عبادت بے شک ظاہر ہو لیکن ظاہر ریا میں نہ ہو۔ عبادت کی داد پانے والا ریا کار ہے کیونکہ عبادت کی منظوری کی خبر بعد میں جا کے ہو گی۔

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سکھیاں رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے جا رہی ہیں مگر جو گھڑا بھر کے خیریت سے واپس آئے گی وہی کامیاب ہو گی۔ ابھی تو سارے مسافر ہیں اور راستے میں ہیں' پتہ نہیں کون قبول ہوتا ہے؟ عبادت کے حوالے سے اللہ کے بندوں کو متاثر کرنے والا اور دھوکہ دینے والا' اپنی بخشش کا امکان خطرے میں سمجھے۔ ایک آدمی ویسے دھوکہ کرے' کلب بنا لے اور اپنے گھر میں جوا کھلا دے تو اس کی بخشش کا امکان ہو سکتا ہے لیکن جو دین کے نام پر دھوکہ دے اس کی بخشش کا امکان نہیں۔ دین صداقت کا نام ہے اور اگر صداقت کے اندر ہی کذب پیدا ہو گیا تو اس شخص کے لئے بخشش کا امکان نہیں۔ اس لئے یہ واضح بات ہے کہ اللہ کے بندوں کو دھوکا دینے والا' اللہ کے نام پر دھوکہ دینے والا اور اللہ کے دین کے حوالے سے دھوکہ دینے والا اپنی بخشش کو مخدوش سمجھے۔

سوال :۔

حضور کوئی ایسا نسخہ فرمایئے جس سے رات کا جاگنا میسر آئے اور رات آسان ہو جائے۔

جواب :۔

عام طورپر بزرگوں نے اس کا راستہ یہ بتایا ہے کہ تکیے کے نیچے موت کو رکھا کرو۔ موت کو ساتھ لے کر سویا کرو۔ موت اپنے سرہانے کے ساتھ ہو تو پھر نیند نہیں آئے گی' جاگنا ہی جاگنا ہو جائے گا۔

مجھ کو جنوں نہیں ہے کہ جاگوں تمام رات
لیکن تیرا خیال جگائے تو کیا کروں

آپ کے اندر اگر کوئی خیال ہو گا تو وہ آپ کو جگائے گا۔ الارم سے انسان نہیں جاگتا بلکہ کسی خیال کی طاقت سے جاگتا ہے۔ کوئی خیال ہوتا ہے جو اسے جگاتا ہے۔ ایک تو اس Life کے چھوٹ جانے کا خیال ہو تب انسان جاگتا ہے۔ زندگی کے فانی ہونے کے احساس کا نام ہی جاگنا ہے۔ جاگنا کہتے ہی اس کو ہیں۔ جو جاگ گیا' اس کو پتہ چل گیا کہ زندگی فانی ہے' اس لئے جس کو زندگی کے فانی ہونے کی واردات نہ ہو وہ جاگ نہیں سکتا۔ جس کو یہ یقین ہو جائے کہ یہ سب فانی ہے اور یہ واردات شروع ہو جائے کہ میں نے اگلا لمحہ نہیں دیکھنا اور یہ میرا Last Momentہے' تو اس کو نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر آپ لوگ پوچھیں گے کہ نیند کا نسخہ کیا ہے۔

دوسرا نسخہ یہ ہے کہ انسان دن کو سو جائے' جب نیند پوری ہوگی تو رات کو جاگنا آ جائے گا۔ جس کی رات جاگتی ہے' اس کے دن عام طور پر سوتے ہیں۔ دن کو سونے کا مطلب یہ ہے کہ کاروبار کو مدھم کر دو تو بیداری پیدا ہو جائے گی۔ ایک ہوتا ہے ذوقِ کاروبار اور ایک ہوتا ہے کاروبارِ ذوق۔ ذوقِ کاروبار ختم ہو جائے تو کاروبارِ ذوق جاگ پڑتا ہے۔

مقصد یہ کہ رات اس وقت جاگتی ہے جب دن کا شعبہ ختم ہو جائے۔ کاروبار کرنا' پریشان ہونا' اور زندگی کے کاموں میں الجھ جانا مثلاً" مکان میں سفیدیاں ہو رہی ہیں' سبزی آج نہیں ملی' گوشت مہنگا ہو گیا ہے' وغیرہ۔ بازار مہنگا ہو یا نہ ہو کوئی صحت مند ہو یا کوئی بیمار ہو' یہ چھوٹے چھوٹے واقعات آپ کے ذہن پر تاثر دینا بند کر دیں گے۔ جب آپ ان سارے واقعات سے نکل جائیں گے تو پھر آپ کہیں گے :۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

مقصد یہ کہ رات ان لوگوں کی جاگتی ہے جن میں فکر موجود ہو' جن پر واردات موجود ہو اور جن میں رِقت ہو۔ آنسو والے کے لئے رات جاگتی ہے۔ اگر معمول کی عبادت کرنی ہے تو پانچ نمازیں بہت ہیں۔ اگر معمول سے ہٹ کر کچھ دریافت کرنے کی کوئی تمنا ہے تو پھر یہ کیفیت ہو گی کہ

یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

تو پھر خود بخود جاگ آ جائے گی۔ زندگی میں کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے تو پھر نیند نہیں آتی۔ اس لئے اگر مسئلہ خالی عبادت ہے تو پھر آپ اس کے رحم کے حوالے سے سو جاتے ہو۔ اگر آپ نے اسے دریافت کرنا ہے تو یہ محبت کا کھیل ہے۔ اس میں تو رات کو جاگ ضرور آ جائے گی۔ خالی رحمت کے طلب گار کا جاگنا کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ خالی طلب گارِ رحمت ہیں تو پھر جاگے بغیر بھی خیر ہے۔ اگر آپ کو کچھ دریافت کرنا ہے تو پھر بیداری ہونی چاہئے۔ دریافت کے لئے جاگنا ضروری ہے۔ نیند غفلت کا نام ہے۔ جب انسان غافل ہو جائے تو زندگی ایک نیند ہے۔ اگر زندگی کا پتہ نہ چلے تو یہ ساری غفلت ہی غفلت ہے۔ اگر دن میں

آنکھیں کھلی رہیں مگر شعور نہ ہو تو پھر بھی نیند ہی نیند ہے۔ مطلب یہ کہ شعور بیدار ہونا چاہئے' صرف جاگنا کافی نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور! بیماری کے متعلق کچھ فرمائیں۔

جواب :۔

بیماری کی اپنی وجوہات ہوتی ہیں۔ جس شخص کی زندگی اور مزاج اللہ کی طرف راغب ہو' اس کے لئے بیماری اور غریبی ایک جیسی چیزیں ہیں۔ دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' ایک اللہ کی طرف مائل اور ایک اللہ کی طرف نہ مائل۔ جو اللہ کی طرف مائل نہیں ہے اس پر بیماری سزا ہے' بڑی ابتلا ہے' بڑی پریشانی ہے اور غریبی عذاب ہے۔ اللہ والے کو غریبی اللہ کے قریب کرتی ہے' جو اللہ کے تقرب میں رہتے ہیں ان کو بیماری بھی اللہ کے قریب کرتی ہے۔ یہ دونوں اللہ کے تقرب میں ہیں کیونکہ اللہ کے محبوب ﷺ جو ہیں وہ بیماری سے بھی گزرے ہیں اور غریبی سے بھی۔ نیک آدمی کے لئے بیماری پیغام ہے اللہ کا۔ برے آدمی کے لئے بیماری سزا ہے۔

ایک درویش کے پاس دو تین مرید گئے۔ انہوں نے سب کے لئے دعا کی۔ ایک کا بچہ بیمار تھا' ٹھیک ہو گیا۔ مرید پھر آیا اور سوال کیا کہ ہم نے دیکھا آپ خود بیمار تھے۔ آپ اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا میں نے دعا کی تھی' جواب آیا کہ پہلے فیصلہ کرو کہ یہ وجود تمہارا ہے یا ہمارا ہے۔

بس جو اللہ کے قریب رہنے والے ہیں وہ اپنے وجود کو اپنا نہیں سمجھتے۔ یہ بات واضح ہے کہ جس دل میں اللہ کی یاد ہو وہ اللہ کا اپنا دل ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اس شخص کا وہ حصہ اللہ کا اپنا ہے۔ اگر آپ کی آنکھ اللہ کے جلوے دیکھنے لگ جائے تو یہ فانه ینظر بنوراللّٰه یعنی "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" یعنی وہ آنکھ اللہ کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ اب اگر آپ کی آنکھ غیراللہ کو نہ دیکھے تو یہ آنکھ اس کی اپنی بن جائے گی۔ جب دل غیراللہ کو نہ دیکھے تو یہ آنکھ اس کی اپنی بن جائے گی۔ جب دل غیراللہ کے لئے نہ ہو تو یہ دل اللہ کا بن جائے گا اور اسی طرح وجود بھی اس کا بن جائے گا۔ وہ انسان جس کو اللہ کا قرب حاصل ہے' وہ اپنے وجود کو اللہ کے حوالے کر دے۔ اب اللہ بیمار کرے' صحت مند رکھے' جو مرضی کرے' کیونکہ وہ آپ کا مالک ہے۔ وہ جو گھر کامالک ہے وہ جو مرضی کرے۔ تو تقرّب والا آدمی بیماری کو ابتلاء نہیں سمجھتا بلکہ اس کا فضل سمجھتا ہے اور اسے خوشی سے گزارتا ہے۔ یہ کیفیت اس کی یاد ہے یعنی اللہ کی یاد ہے۔ یاد آری کے دندے کی طرح ہے۔ بیماری کی آری چلتی ہے لیکن یہ اس کی یاد ہے۔

شہید تو اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے۔ کسی کے ہاتھوں میں اس کا بیٹا شہید ہو جائے تو پھر کون برداشت کرے گا لیکن منزلت اور مرتبت کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔ لیکن تجربہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوفناک شے کوئی نہیں۔ آپ کے بچے کے بیمار ہونے کا امکان پیدا ہو جائے تو آپ کی زندگی میں زلزلہ آ جاتا ہے اور اپنے ہاتھ پر

بچہ تڑپتا رہ جائے تو یہ انہی کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ مرتبے اور منازل کے لحاظ سے ان مقربینِ حق کے مقامات' ان کے مقامات ہیں۔ بیماری برداشت کرنا بھی اسی مقام کا فیض ہے۔ یہ فیض ہے کسی شہید کے ساتھ نسبت کا' کسی طاقت ور شے کے ساتھ نسبت کا اور کسی قلندر کے ساتھ نسبت کا۔ اب بات سمجھ لو کہ یہ انہی کا فیض ہے' انہی کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ نسبت نہ ہو تو پھر پریشانی کی بات ہو گی۔ اگر اس کے ساتھ نسبت ہے تو پھر تیرا حال اس مالک پر کہے بغیر ظاہر ہو گا کیونکہ وہ ہر کسی کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔

میرا خیال ہے قریب رہنے والوں کو اس نے ہمیشہ تھوڑی سی دِقّت میں رکھا ہے' اور انہیں جگاتا رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قریب ہونے کا ثبوت ہی یہ ہے کہ تھوڑی صحت اور تھوڑی بیماری رہتی ہے۔ اس کے باوجود بھی چونکہ آپ آج اس محفل میں آئے ہیں' اس لئے آپ کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ بیماری سے نجات مل جائے' اللہ کا قرب بھی رہے اور بیماری سے نجات بھی مل جائے۔

اللہ آپ سب کو صحت کے ساتھ سلامت رکھے۔ عبادت اور محبت میں زندہ رکھے اور سب توفیق اسی کی ہے !!۔

○



۱ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا گلہ نہ کیا کرو لیکن بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے؟ پھر ہم کیا کریں؟

۲ آپ فرماتے ہیں کہ کم کھایا کریں لیکن خواجہ نظام الدین اوؔلیاءؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا اور لوگ کھاتے تھے۔

۳ آج کل بازار میں صوفی ادب پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں مگر اکثر بزرگ کتابیں پڑھنے سے منع کیوں کرتے ہیں؟

۴ آپ جو باتیں دین کی بتاتے ہیں تو اس کے ساتھ دنیاداری کے امور بھی تو لگے ہوئے ہیں، پھر ہم کیا کریں؟

سوال :۔

ایک تو ابھی تک ہمیں اپنا ہونا سمجھ نہیں آ رہا کہ ہم کیا ہیں اور کیا کر رہے ہیں' اس پر روشنی ڈالیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ کسی کا گلہ نہ کیا کرو لیکن بہت دفعہ ایسا ہو جاتا ہے۔ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

زندہ لوگوں کو زندہ رہنے دیں اور جانے والوں کو جانے دیں۔ وہ اپنا کام کریں اور ہم اپنا کام کریں۔ کیونکہ In the middle of life you are in death and in the middle of death you are in life یعنی اسی زندگی میں آپ مردہ ہیں اور اسی موت میں آپ زندہ ہوں گے۔ بس آپ چلتے جا رہے ہیں۔ آپ کے لئے موت کی تمنا ایسے ہی ہے جیسے کہ زندگی کی تمنا ہو۔ اس صورت میں کہہ سکتے ہیں کہ مجھے بڑا افسوس ہے کہ آپ ابھی تک زندہ ہیں اور یہ افسوس کی بات ہے کہ You are yet away from Paradise یعنی کہ آپ ابھی بہشت سے

دور ہیں۔ آپ کو یہ کوئی نہیں کہے گا کہ بڑی خوشی ہوئی ہے' آپ اللہ کے گھر پہنچ گئے اور Safe and sound بالکل خیریت سے پہنچ گئے۔ اس لئے یہ بات آپ صرف گفتگو کی حد تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی مرضی ہے' حالانکہ حقیقت میں اللہ کی مرضی ہی تو ہے۔ اور یہ Routine کی بات ہے کہ اِدھر آپ بچوں کے پاس رہتے ہیں اور اُدھر اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ماں باپ بھی آپ کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ زندگی میں ایک Routine ہے کہ پہلے ہم ماں باپ کے گھر ہوتے ہیں' پھر ہم اپنے گھر میں ہوتے ہیں اور پھر ہم اولاد کے گھر میں ہوتے ہیں۔ وہ مکان جس میں آپ نے بچوں کو پالا ہے' اسی کو بچے کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارا مکان ہے اور ابا حضور آپ پیچھے ہٹ جائیں۔ حالانکہ آپ اس مکان میں اس وقت رہتے تھے جب They were not yet even conceived یعنی جب آپ کے بچے دنیا میں آئے ہی نہیں تھے۔ بچوں کے رویے سے ہمارا مکان Meaningless یعنی بے معنی ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں ابا حضور آپ تو ادھر ہی جاؤ کیونکہ اب وہ کہتے ہیں کہ آپ Unwanted person ہیں جو کہ مالک تھا اور یہ بڑے غور والی بات ہے۔ تو جب آپ ماں باپ کے گھر میں ہوتے ہیں تو اس وقت اور پوزیشن ہوتی ہے اور جب آپ بچے ہوتے ہیں تو Wanted ہوتے ہیں۔ یعنی ماں باپ آپ کو چاہتے ہیں اور پھر جب وہ رخصت ہوتے ہیں تو پورا مکان آپ کے اپنے ہاتھوں میں دے جاتے ہیں۔ جب تک آپ بچے ہوتے ہیں تو والدین کا احترام کرتے ہیں اور جب بڑے ہو جاتے ہیں تو والد سے کہتے ہیں کہ آج پھر آپ کہاں گئے تھے' جلدی گھر آ جایا

کریں۔ جب یہ حالت ہو تو آپ کی زندگی Meaningless یعنی بے معنی ہو جاتی ہے۔ بچے آپ کو گھر واپس آنے پر یہ کہیں Once again he is here یعنی ایک مرتبہ پھر واپس آ گیا ہے' تو پھر زندگی بے معنی ہے۔ جب آپ اپنے گھر میں ایسے بن جاؤ جیسا کہ اولاد کے گھر میں ہیں تو پھر زندگی بے معنی ہے۔ محلے میں پہلے لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں بچہ' آپ کا بچہ ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب لوگ کہتے ہیں کہ آپ فلاں کے باپ ہیں۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کیونکہ آپ کی گواہیاں رخصت ہو گئی ہیں اور وہ جو آپ کو جاننے والے تھے وہ چلے گئے:

ایہہ جیون اک گورکھ دھندا
ایہہ بازار ہمیشہ مندا
قدر شناس جے ٹر نہ جاندے
گلیاں وچ کیوں رلدا بندا

تو اصل بات یہ ہے کہ قدر شناس چلے گئے۔ جب قدر شناس چلے گئے اور آشنا لوگ چلے گئے تو آپ کی کوئی شناخت نہیں رہی۔ Then you are no body آپ کچھ بھی نہیں رہتے۔

اب تو اپنا ہونا بھی مشکوک ہوا
اس نے میرا نام مجھی سے پوچھا ہے

تو یہ بڑا مشکل وقت ہوتا ہے جب کوئی آپ سے پوچھے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کہیں گے کہ There was a time ایک وقت تھا کہ جب ہم اس علاقے میں رہا کرتے تھے اور یہ ہمارا ہی علاقہ ہے اور سب سے بڑی حیرانی کی بات یہ ہے کہ آپ کے اس مکان کے دروازے پر جب آپ کا

پوتا آپ سے پوچھے کہ آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے؟ اس مکان میں جو مکان آپ کا تھا' آپ بڑی دیر سے آئے ہیں اور آپ کا پوتا پوچھتا ہے کہ یہ بابا جی کون ہیں' اور وہ بچہ کہتا ہے کہ بابا جی باہر ہی رہیں تو بہتر ہے۔ اور ایسا ہوتا رہا ہے کہ اولاد کی اولاد نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ تو اس وقت بتانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ شروع ہی سے یہ سلسلہ چلتا جا رہا ہے۔ آپ ایک خاص Limited period یعنی محدود عرصے کے بعد اپنا مخرج بھی بھول جاتے ہو اور آپ کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اب بھی کچھ لوگوں کو یاد ہو گا There was just a time ایک وقت تھا جب کچھ لوگ ایک گاؤں سے شہر میں آئے تھے۔ اگر آپ اب گاؤں میں جائیں تو سارے اجنبی ہوں گے کیونکہ آپ کے واقف لوگ تو چلے گئے۔ شہر تو بھر گئے لیکن آپ کی واقفیت خالی ہو گئی۔ آپ شہر کے اندر Restricted یعنی محدود ہو گئے اور پرانے دوست آپ کو بھول گئے۔ کچھ لوگ اللہ کو پیارے ہو گئے اور آپ کو خبر نہیں ہوئی۔ اس طرح آہستہ آہستہ دکانیں بند ہو جاتی ہیں۔ واقف لوگ چلے جاتے ہیں اور انسان حقیقت سے خواب بنتا چلا جاتا ہے۔ And this is called life یعنی اسی کو زندگی کہتے ہیں۔ Everything جو ہے وہ Nothing ہو جاتی ہے اور Nothing سے اور بھی آگے یعنی Forgotten ہو جاتی ہے۔ یعنی ہر شے پہلے چلی جاتی ہے اور پھر بھلا دی جاتی ہے۔ پھر کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کون کیا ہے۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے جب بندہ خود بھی بھول جاتا ہے۔ حالات انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے الھٰکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر کہ "غافل کر دیا تمہیں کثرت نے

حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے"۔ کثرت کیا ہے؟ کثرتِ مال' کثرتِ اولاد' کثرتِ تمنائے مال اور کثرتِ حبِ دنیا۔ "تکاثر" یعنی کہ کثرت اور ہر شے کی بہتات خواہ وہ خیال کی ہو' خواہ وہ واقعات کی ہو یا آرزوؤں کی ہو۔ آرزوؤں کی بہتات بڑی بیماری ہے۔ اس کثرت میں انسان پھنس جاتا ہے' غافل ہو جاتا ہے اور غافل ہوتے ہوتے قبر میں جا گرتا ہے۔ کثرت اور خواہش کثرت وہیں رہ جاتے ہیں اور انسان ختم ہو جاتا ہے اور Consume ہو جاتا ہے۔ انسان ساتھ کچھ نہیں لے کے جا سکتا۔ وہ جو بوریاں بھرتا رہتا ہے' سب کچھ یہیں چھوڑ جاتا ہے کیونکہ You can not take away anything یعنی یہاں سے آپ کچھ لے کے نہیں جا سکتے۔ آپ صرف دیکھ سکتے ہیں۔ آپ کو یہ زمین اور آسمان دیکھنے کے لئے ملے ہیں لیکن آپ کے شہر میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جنہوں نے Rising Sun نہیں دیکھا اور Setting Sun نہیں دیکھا یعنی طلوع اور غروبِ آفتاب نہیں دیکھا۔ تم نے دیکھا ہی نہیں کہ اللہ کی قدرت کیا ہے؟ ڈوبتے سورج کا منظر نہیں دیکھا' چاند نہیں دیکھا' چاندنی رات نہیں دیکھی اور منظرِ کائنات نہیں دیکھا۔ بس اس نے دیکھا کیا؟ صرف خواہشات اور کثرتِ خواہشات۔ کسی کو کہیں کہ دیکھو انسان خوب صورت ہے تو وہ کہتا ہے میرا حساب Tally نہیں کر رہا۔ لوگوں کو Share کی بیماریاں پڑ گئی ہیں' Shares خراب ہو گئے' Upset ہو گئے' آگے نکل گئے' پیچھے چلے گئے' Up ہو گئے اور Down ہو گئے۔ لوگ بھول گئے ہیں کہ وہ اس دنیا میں آئے ہیں تو ایک روز جانا بھی ہے۔ سب لوگ جانا بھول گئے۔ یہاں صرف کاروبار ہو رہا ہے۔ کاروبار یہیں رہ جائے گا اور

آپ چلے جائیں گے۔ دنیا کا کام کوئی مکمل نہیں کر سکا۔

ت کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

تو دنیا کا کام کسی نے پورا نہیں کیا بلکہ ہر ایک ادھورا چھوڑ گیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون ہو گیا اور کام ادھورا اور نامکمل رہ گیا۔ آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا۔ مثلاً" کسی نے ایک پراجیکٹ بنانا تھا۔ It was great project وہ بڑا عظیم منصوبہ تھا لیکن وہ بنا نہیں اور خیال ہی کے اندر رہ گیا۔ دل کی بات دل ہی میں رہ گئی اور آگے نہ چل سکی' تو آپ کے لئے بڑا آسان حل ہے کہ کسی ایک کے ساتھ وفا کر جاؤ' کسی کے لئے قربانی دے جاؤ' کسی کا بھلا کر جاؤ' کسی اندھے کو ہی راستہ دکھا دو' کسی کے لئے دعا کر جاؤ۔ غصہ نہ کیا کرو اور زندگی میں گلہ نہ کرو تو آپ کی زندگی کامیاب ہو جائے گی۔ آپ موسم کا گلہ کرتے ہیں' بھائی کا گلہ کرتے ہیں' کاروبار میں شریک کا گلہ کرتے ہیں اور میاں بیوی ایک دوسرے کا گلہ کرتے ہیں۔ بیوی سے پوچھا گیا کہ تمہیں سب سے زیادہ آرام کس آدمی سے ملا؟ بولی خاوند سے ـــــ اور سب سے زیادہ تکلیف کس نے دی؟ خاوند نے ـــــ زندگی میں سب سے اچھا بندہ کون ہے؟ خاوند ـــــ اور سب سے برا آدمی کون ہے؟ خاوند ـــــ عجیب بات ہے کہ جس کے لئے جینا اور جس کے لئے مرنا ہے اس کو یہ کہتے ہیں۔ یعنی آدھی زندگی ایمان اور آدھی بے ایمانی۔ زندگی میں تو گلے بھی ہوتے ہیں' رنجشیں بھی ہوتی ہیں' الزامات بھی ہوتے ہیں اور شکوے بھی ہوتے ہیں۔

بات میری خاک تم سن کر چلے
سینکڑوں الزام مجھ پر دھر چلے
ایسے آنے سے نہ آنا خوب تھا
شام آئے شب سے پہلے گھر چلے

آپ جس کا گلہ کرتے ہیں دراصل اس کو اپنی نیکیاں دے رہے ہیں۔ اس طرح آپ کی عبادت رائیگاں گئی۔ اور جس کا گلہ کر رہے ہیں اس کو آپ کی عبادت مل گئی۔ گلہ کرنا دراصل غیبت ہوتی ہے اور غیبت یہ ہوتی ہے کہ کسی آدمی کے بارے میں وہ بات کرنا جو اس آدمی کے منہ پر آپ نہیں کہہ سکتے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ غیبت کرنا ایسا ہے جیسے تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ یعنی غیبت ایسے ہے کہ پہلے تو بھائی مر گیا اور پھر آپ نے اس کا گوشت کھایا اور یہ بہت بری بات ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضورپاک ﷺ سے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ اگر ہم برے شخص کے منہ پر کہہ دیں کہ وہ برا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بے حیائی ہے۔ تو اندازہ لگا لو! نہ آپ بے حیائی کرو اور نہ غیبت کرو۔ انسانوں کو معاف ہی رکھو! لوگوں کے ساتھ AdJust کرو۔ آپ کو جتنا جتنا راستہ ملتا ہے وہ طے کرتے جاؤ۔ خواہش سے اور خواہش کی کثرت سے بچو۔ قبر میں جاؤ گے تو اس لمحے کوئی ٹائم نہیں رہے گا' قبر میں جا کے کوئی خواہش بھی نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ اس بات کا خیال کرو کہ آپ کیا سوچ رہے ہو اور آپ کا خیال کیا ہے۔ اتنا پیسہ جو مانگ رہے ہو تو استعمال کب کرو گے۔ استعمال کی تو مہلت بھی نہیں ہے۔ یہ جو کچھ بنا رہے ہو اس کی مہلت نہیں ہے۔ اور جن بچوں کے لئے کر رہے ہو کل یہی بچے

غیر ہو جائیں گے اور اس طرح آنکھیں پھیر لیں گے کہ بس کمال ہو جائے گا۔

یہ کیا غضب کہ مجھے دعوتِ سفر دے کر
کڑکتی دھوپ میں آنکھیں چرا گئے اشجار

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اتنی زندگی دے جتنی آپ اِستعمال کر سکو اور سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آپ لوگوں کے کام آ جاؤ' دین کے کام آ جاؤ' کوئی ایسا کام کر جاؤ جو آپ کو آگے جا کے Receive کرے۔ یعنی وہاں آپ کا استقبال کرے اور کہے کہ میں وہی اچھا کام ہوں جو تم نے کیا تھا۔ اپنی نیت پر بھروسہ رکھو اور سچے ہو جاؤ۔ آپ سچے ہو جاؤ گے تو آپ کو سب سچے بزرگ ملیں گے۔ یہ اصول ہے کہ جواری کو سب جواری ملتے ہیں اور جھوٹے کو سب جھوٹے ملتے ہیں۔ یہ کائنات کا اصول ہے۔ Birds of feather flock together یعنی اگر کبوتر اڑ رہا ہو گا تو دو چار اور کبوتر اکٹھے ہو جائیں گے۔ یہ سارے قدرت کے کھیل ہیں اس لئے آپ سچے ہو جاؤ' نیک ہو جاؤ اور شفیق ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحما بینھم یعنی "حضور پاک ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے لئے شدید ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم کرنے والے ہیں"۔ تو مسلمان کی خوبی کیا ہے؟ آپس میں رحم کرنے والا ہو اور دشمن کے لئے سخت ہو۔ اس لئے بھائی' بہنیں' میاں بیوی' بچے اور ماں باپ آپس میں شفیق ہونے چاہئیں۔ اس شفقت کا آغاز کون کرے گا؟ آپ خود! اس بات کا آغاز وہ کرے گا جو اللہ کو زیادہ پیارا رکھتا

ہے۔ ایسا آدمی جو ہے وہ نیکی میں پہل کرے' اگر کسی پہ گلہ بنتا ہو تو اسے معاف کر دے۔ معاف کرنے کی خوبی یہ ہے کہ اس کو دوبارہ یاد نہ کیا جائے۔ بس یہ سمجھ لو کہ وہ انسان ہے اور غلطی کرے گا بلکہ ضرور کرے گا۔ آپ سے بھی غلطی ہو سکتی ہے' عین ممکن ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اپنے آپ کو اتنا بلند نہ کرو کہ لوگوں کو حقیر سمجھو۔ لوگ اتنے حقیر نہیں ہوتے۔ ان حقیروں کے لئے پیغمبر رات بھر جاگتے تھے اور دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ ان پر مہربانی فرما۔ کن پر؟ وہ جو اللہ کو یاد نہیں کرتے تھے اور پیغمبر کو بھی نہیں مانتے تھے۔ سب لوگ بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ غافل لوگ اور جاہل لوگ بھی بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی اور انہوں نے آپ کو نیک بنایا۔ تو جن لوگوں کو آپ نے معاف کیا وہ لوگ بڑے قیمتی ہیں کہ انہوں نے آپ کو معاف کرنے والا دل دیا۔ جو سائل آپ کے گھر میں آیا اور جس نے سوال کیا اسی نے تو آپ کو سخی بنایا۔ سائل کی قدر کرو کیونکہ وہ آپ کو سخی بنانے آتا ہے۔ اسی طرح اپنے عزیزوں کی قدر کرو۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خیال کرو کہ آپ کے ساتھ جو لگ گیا اس کو بخشا جانا چاہئے اور اس کو خوش ہونا چاہئے لیکن آپ نے اس کو غمگین کر دیا۔ اب آپ بچ کے نہیں جا سکتے۔ اور آپ کو تعلیم دی جاتی ہے کہ اگر مسلمان ہو تو تمام کتابیں پڑھو ورنہ قبر میں آگ برسے گی اور تم جہنم میں جاؤ گے۔ اس طرح انسان کو پریشان کر دیا گیا ہے کیونکہ دین سے رحمت کا تصور نکال دیا گیا ہے۔ تو انسانوں کو

مایوس نہیں کرنا چاہئے' ان کی زندگی میں پریشانی نہیں بھرنی چاہئے اور انگارے نہیں بھرنے چاہئیں۔ جو کوئی آپ سے وابستہ ہے اس کی زندگی اچھی بنا دو اور آج یہ وعدہ کرو ---- گلہ بند کر دو اور لوگوں کو معاف کر دو ---- گلہ کرنے والے اللہ کو پسند نہیں ہیں ---- اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان کو لوگوں کے لئے نیک بنا دے' لوگوں کے لئے آپ کی دعائیں بہتر ہو جائیں۔ اگر آپ وعدہ کریں کہ کسی انسان کا گلہ نہیں کریں گے تو آپ سے وعدہ ہے کہ آپ کو انسان کے روپ میں رحمان ملے گا' یہ پکی بات ہے کہ اگر انسان کا گلہ نہیں کرو گے تو انسان کے روپ میں راز ملے گا' اگر کبھی گلہ پیدا ہو جائے تو اپنے اللہ سے معافی مانگو کہ یا اللہ مجھے نیک کر دے اور میرے اندر گلہ نہیں پیدا ہونا چاہئے۔ آپ صرف اس آدمی کا گلہ کر سکتے ہو جس سے آپ کے خیال میں خدا ناراض ہے اور یہ فیصلہ صرف قیامت کو ہو گا کہ اللہ کس سے ناراض ہے۔ لہٰذا قیامت سے پہلے گلہ نہیں کرنا' تو آپ مجھ سے یہ پکا وعدہ کر لو کہ کسی کا گلہ نہیں کریں گے ---- اب اور سوال پوچھ لو ---- پوچھو۔

سوال :۔

آپ فرماتے ہیں کہ کم کھانا چاہئے لیکنؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا لنگر بڑا وسیع تھا اور لوگ کھاتے تھے۔ ہم اپنی زندگی میں یہ اعتدال کیسے پیدا کریں؟

جواب :۔

اللہ کی نعمتوں کو استعمال کرنا ایک Level of life یعنی زندگی کا ایک درجہ ہے۔ اسے کہتے ہیں Common یا عام۔ ایک اور Level of life کو کہتے ہیں Special یا خاص۔ ایک پیغمبروں کا Level ہے کہ وہ ہدایت دینے والے ہیں اور ایک ہدایت لینے والا گروہ ہے۔ ان میں ایک غافل ہے اور ایک باغی ہے۔ تو ایک گروہ اصحاب الشمال کا ہے اور ایک گروہ اصحاب الیمین کا۔ یہ سارے جو کچھ بھی ہوں' ہیں سارے انسان۔ آپ پہلے اپنا درجہ طے کریں کہ آپ کس Level کے انسان بننا چاہتے ہیں۔ You want to be a good common man ' کیا آپ اچھے انسان بننا چاہتے ہیں' تو آپ A good common life گزارو۔ یعنی اچھے انسانوں والی زندگی گزارو۔ وہ کیا ہوتی ہے؟ کہ صبح اٹھے' نماز ادا کی' حق والے کو حق دیا' اپنے حق کے لئے Fight کیا' یعنی اپنے حق کے لئے اگر عدالت تک جانا پڑے تو جاؤ۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا حق اللہ کے پاس ہے اور اگر کوئی انسان ہمارا حق لے گیا تو لے جائے۔ چور مال لے گیا تو لے جائے۔ کیونکہ جو وہ لے گیا وہ اس کا تھا اور جو رہ گیا وہ ہمارا ہے۔ اگر یہ مال بھی کسی اور کا ہوا تو میں اس تک پہنچا دوں گا۔ یہ خاص آدمی کا Level ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ جو نیند پوری نہیں کرے گا وہ بیمار ہو جائے گا اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ آدھی رات کو آسمان سے آواز آتی ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو دیا جائے۔ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔ بھرے ہوئے برتنوں میں سب سے برا برتن بھرا ہوا پیٹ ہے۔ دنیا دار کو نیند صحت دیتی ہے لیکن اللہ

کے طالب کو نیند غافل کر دیتی ہے۔ صحت کے لئے کھانا ضروری ہے لیکن روح کے لئے کھانا ضروری نہیں۔ کہتے ہیں گندم سے صحت بنتی ہے لیکن یہ بھی کہتے ہیں کہ :

ایں فساد از خوردنِ گندم است

کہ یہ سارا فساد گندم کھانے کی وجہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا آپ کو درجہ پہچاننا پڑے گا۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بہت بڑے بزرگ تھے اور ان کا بہت وسیع لنگر تھا۔ مگر خود روزے سے ہوتے تھے۔ داتا صاحبؒ کے لنگر سے روزانہ ہزاروں لوگ کھاتے ہیں مگر وہ خود روزہ رکھتے تھے یا فاقے میں ہوتے تھے۔ آپ فقیر بننا چاہتے ہیں تو اگر فقیروں کے راستے پہ چل پڑے تو بھوکے مر جائیں گے۔ تو فقیری کے راستے پہ چلنا ہے تو فقیروں کی زندگی کی کاپی کرو۔ اپنے راستے پر چلنا ہے تو اپنے انداز سے چلو۔ اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اپنا گرو پہچانو کہ کس کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ تو آپ اس گرو کے مطابق چلو۔ آپ اگر حضور پاک ﷺ کی زندگی کے مطابق چلیں گے تو یہ بڑی برکت کی بات ہے لیکن پیغمبر کی زندگی اور آپ کی زندگی میں تو بڑا فرق ہے۔ آپ نیکی کرو تو ہو سکتا ہے کہ وہ غلطی ہو چاہے وہ ان کے نقش قدم پر ہی ہو۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اور مقام ہے کیونکہ وہ بولتے ہیں تو صرف اللہ کے حکم سے بولتے ہیں' جاگتے ہیں تو اللہ کے حکم سے جاگتے ہیں اور جہاں بھی کوئی کام کرتے ہیں اللہ کی مرضی سے کرتے ہیں۔ آپ وہی کام کرو تو مشکل ہو جائے گا۔ آپؐ لگا تار تین دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ لوگوں نے رکھنا شروع کر دیا تو آپؐ نے منع فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلاتا ہے تو میں کھاتا ہوں'

مگر تم کیسے یہ کر سکو گے۔

تو اس لئے وہ بات پیغمبرؑ کو زیب دیتی ہے' صحابہ کرامؓ کو زیب دیتی ہے اور کاپی کرنے والے جو ہیں وہ اس بات تک نہیں پہنچ سکتے جب تک وہ مقام نہ ملے۔ لہٰذا آپ اپنی جنس پہچانو' اپنا Cadre پہچانو اور اپنا درجہ پہچانو' پھر اس کے مطابق چلو۔ بے شمار فقیر ایسے ہیں جو ان کے راستے پہ چلے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ بڑا فاقہ کرتے تھے اور روزے بھی رکھتے تھے اور ان کے ہاں لنگر پکنے کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا جب لنگر پکتا تھا' اس کے لئے جو سبزی آیا کرتی تھی اس کے چھلکے اونٹوں پر لاد کے لے جایا کرتے تھے یعنی چھلکوں کا Camel load بنتا تھا اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کی بڑی مشہور دیگ تھی۔ اس میں روزانہ ایک سو بیس من چاول پکتے تھے۔ روزانہ ہزاروں لوگ کھا جاتے تھے اور خواجہ صاحبؒ خود روزہ سے ہوتے تھے۔ تو یہ ان کے درجے کی بات ہے۔ تو ان کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ ایک جگہ فقرا میں بحث ہو رہی تھی کہ توکل کیا ہے؟ ایک نے کہا توکل یہ ہے کہ اگر مل جائے تو کھا لینا اور نہ ملے تو اللہ کا شکر ادا کر دینا' دوسرے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے کہا یہ کیا توکل ہے' یہ تو ہمارے کتوں کے ساتھ بھی ہوتا رہتا ہے' مل جائے تو کھا لیتے ہیں' نہ ملے تو چپ کر جاتے ہیں' توکل تو یہ ہے کہ مل جائے تو دے دو اور نہ ملے تو شکر ادا کرو۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سب کے اپنے اپنے درجے ہیں۔ تو بات یہ ہے کہ جس مسئلے پہ ہم صبر کرتے ہیں' درویش لوگ اس پر شکر ادا کرتے ہیں۔ اس لئے اپنی جنس پہچانو اور درجے پہچانو۔

اگر آپ شیر ہو تو گوشت کھاؤ کیونکہ شیر کے لئے گوشت نہ کھانا بیماری ہے اور وہ مرجائے گا۔ گھوڑے کے لئے گوشت کھانا بیماری ہے اور وہ مرجائے گا۔

تم کون سی جنس ہو' یہ پہچانو۔ آپ کی جو جنس ہو آپ اس کے مطابق کام کرو۔ یہ آپ کا اصل ہے اور آپ کا جو اصل ہے اس کے مطابق چلو۔ اصل سے باہر نہ جانا۔ کل شئی یرجع الی اصلہ یعنی "ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرے گی"۔ تو وہ ضرور رجوع کرے گی اور کرنا بھی چاہئے۔ کچھ لوگ ایک لقمہ کھاتے ہیں اور ایک گھونٹ پانی پیتے ہیں اور کچھ لوگ کھاتے ہی چلے جاتے ہیں۔ لوگ ایسے ٹیبل پہ بیٹھے ہی رہتے ہیں اور کھاتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ویسے ہی کھانے کی میز سے ڈرتے ہیں جیسے کوئی مصیبت ہو۔ یہ اپنی اپنی بات ہے اور اپنا اپنا مزاج ہے۔ آپ کو اپنا مزاج معلوم ہونا چاہئے اور پھر آپ کو یہ ضرورت معلوم ہونی چاہئے کہ آپ نے خوراک میں کیا حاصل کرنا ہے۔ غافل کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے' جگانے والی اور ہوتی ہے۔ غمگین کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے' خوش کرنے والی خوراک اور ہوتی ہے۔ خوراک وہ کھاؤ جو آپ کے مزاج اور پیشے کے مطابق ہو۔ جس نے رات کو جاگنا ہے وہ Heavy غذا کھائے گا تو مرجائے گا یعنی نہیں جاگ سکے گا۔ خوراک غافل کرنے والی ہوتی ہے۔ جاگنے والا Light خوراک لے گا تو پھر جاگے گا۔ یہ اپنے مطابق اپنا اپنا حساب ہے۔ اس لئے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ٹھیک کرتے تھے لیکن وہ نظام الدین اولیاءؒ تھے اور ان کے واقعات تو ان کے واقعات

ہیں۔ آپ ان کی نقل نہ کرنا۔ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرما دیا ہے کہ آپ اس طرح چلو۔ اگر آپ نے راستے پہ چلنا ہے تو پھر Special لوگوں کے پاس جاؤ اور درخواست کرو کہ ہم آپ کی راہ پر چلنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ہزاروں قبریں بے نام ہیں۔ کوئی کوئی قبر نامور ہوتی ہے جس پر نام لکھا ہوتا ہے اور اس کے اوپر گنبد ہوتا ہے اور جھنڈا لگ جاتا ہے۔ باقی سارے لوگ تو آرام سے خاموش پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ سارے غلط آدمی تو نہیں تھے کہ اس طرح خاموش پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں شہرت نہیں چاہئے' ہم چپ چاپ اور بے نام ٹھیک ہیں' مزار ٹھیک نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یہاں بھی جھنڈا لگائیں گے اور وہاں بھی جھنڈا لگائیں گے۔ یہ مزاج ہوتا ہے۔ آپ اپنا مزاج دیکھو کہ کیا ہے' پھر اس کے مطابق کام کرو۔ ہاں آپ بولو ---- اور کوئی سوال۔

سوال :۔

آج کل بازار میں صوفی ادب پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں مگر اکثر بزرگ کتابیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ رہنمائی فرما دیں۔

جواب :۔

آپ جانتے ہیں کہ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی کل کتابیں کتنی ہیں۔ آج کل صوفی ادب بہت چھپتا ہے اور بکتا ہے' لوگ پڑھتے ہیں لیکن صوفی نہیں بن سکتے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ بات یہ ہے کہ صوفی بننے

کے لئے علم کے ساتھ موقعہ پر ایک معلم ہونا چاہئے۔ کتابوں میں علم تو بزرگوں کا ہوتا ہے اور وہ خود اپنے آپ کا معلم بن جاتا ہے' اپنے ساتھ رعائتیں کرتا جاتا ہے اور دھوکہ کھاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی معلم ساتھ کھڑا ہو تو وہ بتائے گا کہ اس فقرے کا مطلب یہ ہے اور یہ بات یوں ہے۔ تصوّف کی کتابوں میں جو مشاہدات ہیں اور واقعات ہیں وہ اپنی جگہ پر درست ہیں لیکن کوئی واقعات سمجھائے تو پھر سمجھ آتی ہے۔ ایک پیر صاحب تھے' انہوں نے اپنے بچے کو دینی تعلیم دینا شروع کی اور ڈھیر ساری کتابیں پڑھا دیں۔ پھر انہوں نے اسے اپنے خلیفے کے پاس بھیجا کہ اس کو فقیری کی تعلیم کرو' ویسے ہی جیسے میں نے تمہیں علم دیا تھا۔ کیونکہ میں اس پر وہ سختی نہیں کر سکتا جو تم نے اس پر کرنی ہے۔ خیر تو وہ پیر زادہ وہاں گیا اور کہا میں تعلیم لینے کے لئے آیا ہوں اور مجھے ابا حضور نے بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا دروازے کے باہر کھڑے ہو کر انتظار کرو' میں نے تمہارا استقبال اس لئے کیا تھا کہ تو ہمارے پیر کا فرزند ہے اور اب تو علم کا متلاشی ہے' اس لئے باہر جا کر انتظار کرو جیسا کہ ہم تمہارے والد صاحب کے پاس کیا کرتے تھے۔ تو اس طرح تعلیم شروع ہو گئی۔ جب تعلیم مکمل ہو گئی تو انہوں نے کہا میں نے پہلے ہی دن تمہارا غرور توڑ دیا تھا' وہ غرور جو تمہیں پیرزادہ ہونے کا تھا اور اس غرور کو توڑے بغیر علم نہیں ملتا ---- تو کتاب سے علم نہیں ملتا' معلّم سے علم ملتا ہے۔ کتاب آپ کو معلوم کا پتہ دیتی ہے' علم دیتی ہے لیکن علم وارد کرنے والا ایک بندہ ہونا چاہئے۔ ورنہ تو آپ کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ صحیح علم کیا ہے اور غلط علم کیا ہے' دنیا میں تو علم ہی علم ہے۔ دنیا میں کیا سے کیا ہوتا جا رہا ہے؟

ہر وقت ہو رہا ہے۔ ہر چیز ہر وقت ہو رہی ہے' سج ہو رہی ہے' شام ہو رہی ہے' اور دنیا چلتی جا رہی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میں آپ کا کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جو ہو رہا ہے وہ آپ کا علم ہے۔ اس کے علاوہ باقی جو ہو رہا ہے وہ تو ہو ہی رہا ہے۔ لیکن جو نظر آرہا ہے وہ بھی علم نہیں ہے کیونکہ وہ تو دوسرے کا ہے۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ دوسرے کا علم ہے۔ جو آپ سن رہے ہیں یہ بھی دوسرے کا علم ہے۔ سنانے والا دوسرا بندہ ہے Second person اور Third person تو Real life کیا ہے؟ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے۔ یہ کام استاد مکمل کرتا ہے۔ یہ استاد علم کو آپ پر وارد کرتا ہے' صرف علم پڑھا نہیں دیتا۔ استاد کا کمال یا اعجاز یہی ہے کہ وہ علم کو وارد کر دے۔ مثلاً" اگر کوئی "درد" پر ایک کتاب لکھ دے تو آپ کو درد کی سمجھ نہیں آسکتی مگر آپ کا شیخ آپ کو محسوس کراتا ہے کہ یہ "درد" ہے۔ مثلاً" پہلے تمہیں کوئی بڑی چیز دے دے گا اور پھر کہے گا کہ اس کو چھوڑ دو ——— محبوب بھی "درد" وارد کرتا ہے کہ پہلے وصال ہوتا ہے اور پھر فراق دے جاتا ہے۔ یہ محبوب کی ایک ادا ہے۔ دنیا میں محبت کے جتنے قصے ہیں وہ فراق کے قصے ہیں۔ رانجھا کہیں گیا اور ہیر کہیں اور گئی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہیر' ہیر نہ ہوتی اور رانجھا' رانجھا نہ ہوتا۔ اگر دونوں کی شادی ہو جاتی تو مر جاتے اور غرق ہو جاتے۔ جدا ہو کے دونوں زندہ ہو گئے۔ جدائی نے رانجھے کو زمین سے آسمان کر دیا اور ہیر بھی زمین سے آسمان ہو گئی اور پھر دونوں کو وارث شاہؒ نے امر کر دیا۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے وارث شاہؒ کو زندہ کر دیا۔ بس دونوں باتیں ٹھیک ہیں ——— تو صوفیاء نے

فراق کی داستان کو زندگی کی داستان بنا دیا۔ اسی طرح شہزادہ سیف الملوک ایک پری بدیع الجمال کی تلاش میں نکل پڑا ـــــ میاں محمد صاحبؒ کے پاس جب یہ واقعہ آیا تو انہوں نے کیا سے کیا بنا دیا۔ سیف الملوک کا قصہ بِن دیکھے کی محبت کا قصہ ہے کیونکہ وہ جس محبوب کی تلاش میں نکلا تھا اسے دیکھا ہوا نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ بِن دیکھے کی محبت دیکھے ہوئے کی محبت سے بہت زیادہ ہوتی ہے ـــــ تو میاں محمد صاحبؒ نے آپ پر یہ داستان وارد کر دی ـــــ استاد اس لئے ضروری ہے کہ وہ آپ پر واقعہ کو وارد کر دیتا ہے۔ اس لئے زیادہ کتابیں نہ پڑھا کرو بلکہ اس کی بجائے زندگی کو دیکھا کرو۔ آپ زندگی کو کتابوں سے ڈھونڈ رہے ہو اور زندگی آپ کے دروازے کے سامنے سے گزر رہی ہے۔ زندگی گھر کے پاس سے گزر جاتی ہے یا گھر کے اندر سے روٹھ کے چلی جاتی ہے' ایسا نہ ہو کہ آپ کتاب میں مگن ہوں' کتاب سے زندگی تلاش کرتے رہیں اور زندہ بندوں کو ناراض کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے گھر میں زندہ بندے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں اور آپ کتابیں پڑھتے جا رہے ہوں۔ میاں بیوی کی ہی بات دیکھ لیں۔ پاکستان کی دس کروڑ آبادی میں سے ایک انسان یعنی آپ کی بیوی آپ کے مقدر میں آئی ہے اور آپ کو وہ راس نہیں آئی اور آپ اسے راضی نہ کر سکے۔ کیا انسان ہیں آپ بھی! اس کو تکلیف دے کے' اذیت دے کے' مار کے یا گھر سے نکال کے خوش ہو جاتے ہو۔ اللہ آپ کو فرعون کی زندگی نہ دے اور فرعون کا مزاج نہ دے۔ آپ اس ساتھی کی قدر کرو جو آپ کے لئے لاکھوں میں ایک ہے بلکہ کروڑوں میں ایک ہے اور اس کا مقدر دیکھو کتنا

خراب ہے کہ آپ جیسا آدمی اُسے ملا۔ تو آپ خوش رہا کرو اور اس پر بھی خوشی وارد کرو۔ تب ہم آپ سے خوش ہوں گے۔ خوشی اس طرح وارد کرو جس طرح استاد علم وارد کرتا ہے۔ استاد آپ کو اصحابِ کہف کا قصہ سنائے گا کہ اس طرح غار میں لوگ مردہ پڑے رہے۔ یہ غار قبر ہی تو تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ لوگ زندہ ہو گئے۔ یہ قصہ سنا کر وہ آپ سے کہے گا کہ تمہارے پاس روز ہی یہ واقعہ ہوتا ہے۔ تم ماں کے رِحم میں قبر کی طرح مردہ تھے' پھر زندہ نکالے گئے۔ روزانہ سو جاتے ہو تو نیند میں مرے ہوتے ہو' پھر جگا کر زندہ کر دیے جاتے ہو۔ موت سے زندگی اور زندگی سے موت' روزانہ ہی یہ عمل ہوتا رہتا ہے۔ مرغی سے انڈہ اور انڈے سے مرغی روز ہی دیکھتے ہو ---- اس لئے اللہ کو پہچانو ---- غرور کو نکال دو ---- انسانوں کی قدر کرو ---- اپنے ساتھی کی قدر کرو ---- اپنے ساتھی کے ساتھ جو عمل کرو گے وہ اوپر والا اس کو ضرور دیکھ لے گا کیونکہ وہ بھی ساتھ ہے' اس لئے ہر بات اوپر والے تک جا رہی ہے ---- اس لئے اوپر والا اصل میں ساتھ والا ہے ----

سوال :۔

آپ جو باتیں دین کی بتاتے ہیں تو اس کے ساتھ دنیا داری کے امور بھی تو لگے ہوئے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

انسان کے کردار پر' ہر بات کا اثر ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا کا کام ضرور کرو اور ضرورت کے مطابق کرو لیکن ایسا کام نہ کرنا جو دین کو

نقصان پہنچائے۔ ضرورتِ دنیا بجا ہے لیکن ضرورتِ دنیا کہیں دین کی اہمیت کم نہ کر دے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آخر کرنا پڑے گا ہمیں۔ یہ نہ کرنا کہ آپ کو حرام کھانا پڑ جائے۔ یہ بات سمجھ آئی! یعنی حرام کمانے والے کے ساتھ نیکی تو کر لو لیکن خود حرام نہ کھانا۔ یہ خیال رکھنا کہ کہیں کوئی دینی حکم Violate نہ ہوجائے۔ دنیاوی مجبوریوں کا خیال ضرور رکھو لیکن دنیاوی مجبوریوں کی بناء پر دینی احکامات کو Violate نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کام میں نماز Miss ہو گئی۔ نماز اگر نہ Miss ہو تو بہت بہتر ہے۔ کبھی بہت بڑی مجبوری آ جائے' حادثہ' موت آ جائے تو مصروفیت ہو سکتی ہے لیکن دین کے احکامات کو نہ چھوڑنا۔ نیکی کرنے کا کوئی موقعہ نہ چھوڑو۔ عمر میں کوئی بڑا مل جائے تو اس کے ساتھ نیکی کرنا نہ بھولنا۔ کوئی چھوٹا ہو تو اس کے ساتھ احسان کرنا نہ بھولنا۔ کوئی نیک ہو تو اگر اس کے ساتھ بھلائی کرو تو اس کی نیکی آپ کو مل جائے گی۔ اگر گناہگار مل جائے تو وہی تو وقت ہے نیکی کرنے کا۔ گناہ گار کے ساتھ نیکی کرو کیونکہ آپ کے علاوہ اس سے کوئی اور نیکی نہیں کرے گا۔ تو نیکی کرنے کے بہت سارے موقعے ہیں۔ تو اچھے آدمی کے لئے Every time is good برے کے لئے ہر وقت ہی برا ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ جہاز ٹوٹا ہوا ہو تو اسے کوئی ہوا راس نہیں آئے گی۔ مشرق کی ہوا ہو یا مغرب کی' جہاز کا بیڑہ غرق کر دے گی کیونکہ جہاز تو شکستہ ہے۔ اس میں بادبان کا گلہ نہیں ہے' جہاز ہی اندر سے ٹوٹا ہوا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کا دل ٹوٹ جائے اسے کوئی ہوا راس نہیں آتی۔ نہ سردی راس آتی ہے' نہ گرمی راس آتی ہے' نہ مال اور نہ دولت۔

کیونکہ اس کا دل ٹوٹ گیا ہے' اس کا محبوب ہی چلا گیا ہے' اب اس کے لئے کیا رہ گیا۔

بلبل نے آشیانے چمن سے اٹھا لئے
اس کی بلا سے پھول رہے یا خُما رہے۔

جب آنکھیں ہی غائب ہو گئیں تو گلاب کو کیا کریں۔ ناک بند ہو جائے تو خوشبو کس کام کی۔ تو دعا کرو کہ وقت کے اندر ہی بات حاصل ہو جائے' آرزو پوری ہونی ہے تو وقت کے اندر ہی پوری ہو جائے ورنہ آرزو چھوڑنے کا حوصلہ مل جائے۔ اللہ ہمیں آسانیاں عطا فرمائے وگرنہ تو زندگی بڑی مشکل ہے' جینا بڑا مشکل ہے اور مرنا تو ویسے ہی بہت مشکل ہے۔ یا اللہ تو آسانیاں عطا فرما۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○



۱ کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ موت کا تو ایک دن معین ہے مگر یہ موت جو ساتھ چل رہی ہے' اس کا ہماری زندگی میں کیا مقام ہے؟

۲ اگر کوئی شخص غلامی بھی قبول کرے اور اپنا راستہ بھی تلاش کرے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

۳ مستقبل میں زندہ رہنے کی خواہش اور اپنے بعد نام چھوڑنے کی خواہش کو کیا کہیں گے؟

۴ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے شوق میں انسان حال کے تقاضوں اور فرائض سے بے خبر ہو جائے؟

۵ اگر سب مزاج پر منحصر ہے تو پھر تعلیم' تربیت' تزکیہ' رشد و ہدایت اور پیری فقیری کیا ہیں؟

۶ ہم اپنے مزاج کو کیسے تلاش کریں؟

۷ کیا مقصدِ حیات کی تلاش میں کوئی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے؟

۸ ایک تو قدرتی موت ہوتی ہے اور ایک مایوسی کی حالت ہوتی ہے' اس کا کیا سبب ہے۔

۹ عام طور پر جب مایوسی ہو جاتی ہے تو موت سے ڈر لگتا ہے؟

۱۰ کیا اللہ تعالیٰ نے موت کے لئے وقت مقرر کر دیا ہے؟

۱۱ موت کے بعد کیا حال ہو گا؟

۱۲ مرنے کے بعد جو خوفناک مناظر ہوں گے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے؟

۱۳ اگر استعداد حاصل میں نہیں بدلتی تو کیسے پتہ چلے گا کہ استعداد کیا تھی؟

۱۴ جو شخص یہ سوچے کہ میں نے معاشرے میں ایک اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنی ہے تو اس شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

۱۵ مجھے میرا اصل نہیں مل رہا کہ میرا اصل کیا ہے؟

سوال:

زندگی کے خاتمے پر موت تو ضرور آئے گی لیکن زندگی کے اندر بھی موت ہے کیونکہ جیتے جیتے سب کام کرتے کرتے بندہ بعض اوقات محسوس کرتا ہے کہ جی نہیں رہے اور موت زیادہ قریب ہے اور زندگی کم قریب ہے' تو کئی دفعہ یہ خیال آتا ہے کہ موت کا ایک دن تو معین ہے لیکن یہ موت جو ساتھ چل رہی ہے' اس کا ہماری زندگی میں کیا مقام ہے۔ کیونکہ ہمارے اپنے احساس میں موت کا احساس ساتھ ساتھ رہتا ہے' چاہے یہ بے عملی کی شکل میں ہو یا نیند کی شکل میں ہو' ایسی کیفیت کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ انسان اس کیفیت سے کس طرح سبق سیکھے؟

جواب:

دیکھو یہ کیفیت سب کے لئے نہیں ہے۔ ایک واقعہ پر سب کو ایک سا احساس نہیں ہوتا' بے شمار لوگ مرتے ہیں اور احساس نہیں ہو

پاتا' بے شمار لوگ زندہ ہیں اور احساس نہیں ہوتا اور بے شمار لوگ کوئی خبر پڑھتے ہیں لیکن احساس نہیں ہو پاتا' نفرت کرتے ہیں اور احساس نہیں ہوتا۔ یہ احساس جو ہے اس سے کچھ لوگوں کو Bless کیا جاتا ہے یا آگاہ کیا جاتا ہے اور آپ کو Awareness دی جاتی ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ آپ زندہ ہیں۔ زندگی سب کے لئے ہے مگر زندگی کا احساس کچھ لوگوں کے لئے ہے۔ وہ God Blessed لوگ ہوتے ہیں' اس Blessing کے لئے رحمت ضروری ہے۔ اگر موت کا احساس بے عملی کی شکل میں ہو تو موت کا یہ احساس دراصل زندگی کا ہی احساس ہے' زندگی کا احساس ہے ہی موت کے دم سے' ورنہ زندگی کا احساس ہی نہ ہوتا۔ زندگی اگر As it is چھوڑ دی جائے' جس طرح کوئی مادہ چیز پڑی ہوئی ہے تو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ زندگی کا احساس تو موت ہی کے ذمہ ہے۔ موت دو کام کرتی ہے' ایک زندگی کا احساس دیتی ہے' دوسرا زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔ احساس اس لئے دیتی ہے کہ آپ کا جو عمل ہے اس کو آ کے روکتی ہے۔ تقریریں کرنے والا' لکھنے والا اور بولنے والا انسان نیند کی آغوش میں چلا جائے گا اور محسوس کرے گا کہ میں اور دنیا میں آ گیا ہوں' اس طرح عمل میں بے عملی پیدا ہو جائے گی یا عمل سے بیزاری پیدا ہو جائے گی۔ زندگی کا مشاہدہ بعض اوقات موت کی شکل میں آئے گا کہ وہ آدمی میرا دوست تھا جو کہیں چلا گیا۔ یہ چلا جانا جو ہے اس کا احساس ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کو زندگی کی تھوڑی سی آگہی میسر ہوتی ہے۔ لہٰذا موت کا احساس جو ہے یہ بڑی مبارک چیز ہے اور زندگی کے فہم کے لئے ضروری ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ زندگی کیا چیز ہے؟ زندگی موت سے ملاقات سے قبل

کا لمحہ ہے۔ موت آپ کے آمنے سامنے اور ساتھ ساتھ پھرتی ہے اور اس سے ملاقات سے پہلے عرصے کا نام زندگی ہے۔ موت سے پہلے کا Fear پیدا ہو تو یہ اور کیفیت ہے اور آگہی کا پیدا ہونا اور کیفیت ہے۔ میں موت کے ڈر کو کیفیت نہیں کہہ رہا۔ موت کا ڈر نااہلی کا ثبوت ہے۔ موت کا ڈر ایک اور چیز ہے۔ یہ زندگی چھن جائے گی۔ زندگی کو سرمایہ سمجھنے والا یہ کہتا ہے کہ زندگی چھن جائے گی۔ موت کا ڈر جو ہے یہ موت سے بھی بدتر ہے۔ موت تو جو ہے' سو ہے' اصل میں تو زندگی کے اندر موت کا ڈر ہی زندگی سے خوف زدہ کرتا ہے۔ زندگی میں کوئی آدمی موت سے نہیں ملا اور جو موت سے ملا وہ موت کے ڈر سے مرجائے گا۔ اور جو آدمی مرگیا اسے کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ وہ تو چلا گیا۔ جو زندہ رہ گیا اس کو خوف ہے' زندہ رہنے والا آدمی Imagine کرتا ہے کہ مرنے والا خوف زدہ ہو رہا ہے' بیچارے کی شکل دیکھو' اس کا رنگ پیلا زرد ہو گیا ہے حالانکہ یہ پیلا' زرد رنگ اس کے مزاج کی بات ہے۔ خوف جو ہے وہ زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ مرنے والا کمال یہ کر جاتا ہے کہ وہ زندہ آدمی کو خوف دے جاتا ہے جس کو ہم قبر کہتے ہیں۔ قبر میں سے کسی مردے نے یہ نہیں کہا کہ میرا دم گھٹ رہا ہے کیونکہ دم تو زندہ آدمی کا گھٹتا ہے۔ آدمی کہتا ہے کہ وہ قبر کے اندھیرے میں کیسے رہے گا' کیا کرے گا۔ اس آدمی کو دیکھ کر زندہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ قبر کے اندر Move کرنا چاہتا ہے اور اسے Move کرنے کی خواہش ہی کوئی نہیں' اسے کھلا میدان دے دیا جائے تب بھی نہیں' کیونکہ وہ اور دنیا میں چلا گیا ہے۔ سو موت جو ہے وہ زندہ آدمی کو شعور کے ساتھ ساتھ ایک خوف دیتی ہے۔

خوف سے بچنا ضرور چاہئے۔ موت کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جو لوگ زندگی میں صرف زندہ رہنے کے لئے بیٹھے ہیں۔ ایسے لوگوں کو موت کا خوف ہے اور یہ ان کی سزا ہے۔ زندگی کے اندر بے عملی یا بد عملی کی سزا موت کے ڈر کی شکل میں ہے۔ عمل کرنے والے شخص کا عمل چاہے محبت ہو' وہ موت کو دیکھتا رہے گا تب بھی نہیں ڈرے گا' اس کو کہو کہ موت آ رہی ہے تو وہ کہے گا موت تو آئے گی لیکن اس لفظ کا معنی بتا دو۔ وہ کہے گا آپ مر رہے ہیں لیکن لفظ کا معنی پوچھ رہے ہیں۔ مرنے والا کہے گا میں باعزت ہو کے مرنا بہتر سمجھتا ہوں' تھوڑا سا آگاہ ہو کے مرنا چاہتا ہوں۔ اب وہ شخص Otherwise ہو گیا۔ ایسے کچھ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ موت کا مشاہدہ دراصل زندگی ہی کا مشاہدہ ہے۔ اس سے نہ Fear Create کیا جائے' نہ کوئی اس میں اچھنبہ ہے' نہ یہ Super natural قسم کی Power ہے۔ زندگی کا ایک نام ہے موت اور انسان کو اس بات کی آگاہی حاصل کرنا چاہئے۔ انسان کو کرنا یہ چاہئے کہ زندگی کو کسی مناسب کام میں مصروف کرنا چاہئے۔ عام طور پر ان لوگوں کو نیند نہیں آتی جن کو محنت نہیں آتی۔ جو محنت کرتے ہیں' مزدور قسم کے لوگ' ان میں سے کسی نے شکایت نہیں کی کہ نیند نہیں آتی۔ وہ دن بھر دھوپ میں اینٹ' گارہ' پتھر کرتے رہتے ہیں اور رات کو ان کو باقاعدہ نیند بھی آتی ہے اور بھوک بھی لگتی ہے۔ باقی لوگوں میں نیند اور بھوک کا پرابلم ہوتا ہے۔ تو موت کا احساس جو ہے یہ بہت اچھے لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ احساس نہیں ملتا۔ اگر یہ احساس مل جائے تو زندگی کو اس کی Proper Value دو اور اس کی Proper قیمت لگاؤ۔

اگر موت خیال کے قریب قریب سے گزر جائے کہ اب مجھے موت آنے والی ہے تو زندگی کو اس کا مقام دیا جائے' یعنی محنت کا' اور زندگی میں بے شمار خواہشات جو ہیں ان کو سمیٹا جائے اور ایک خواہش پر زندگی کو Firm کیا جائے اور اس خواہش کا نام زندگی رکھا جائے' وہ کوئی خواہش ہو یا عمل ہو' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زندگی کے اندر ایک تمنا کرلی جائے تو موت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔ موت کے ڈر کا نسخہ کیمیا ہے "یک آرزو" ہو جانا اور ایسے شخص کو کبھی موت نہیں آتی۔ زیادہ آرزوؤں کو کبھی زندگی نہیں ملتی اور ایک آرزو کو کبھی موت نہیں آتی۔ ایک آرزو کا سفر کبھی نہیں مرا کرتا۔ ایسے شخص کو کوئی Fear نہیں ہے کیونکہ اس کی ایک ہی آرزو ہوتی ہے۔ زیادہ زندگیاں ہی زیادہ موت کا شکار ہوتی ہیں کیونکہ اگر زندگی میں زیادہ خواہشات ہیں تو لازمی بات ہے کہ جوں جوں سفر گزرتا جاتا ہے تو خواہشات مرتی جاتیں ہیں' خواہشیں وقت کے ساتھ مرجاتی ہیں' کچھ خواہشیں ماحول کے ساتھ مرجاتی ہیں' کچھ تبدیلی کے ساتھ ساتھ مرجاتی ہیں۔ خواہش کا مرنا ہی انسان کی موت ہے۔ انسان بے بسی سے دیکھتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ موت کی زد میں آ جاتا ہے۔ ایک آرزو والے نہ زندگی میں مرے ہیں اور نہ زندگی کے بعد مرے ہیں۔ اگر آج ہم اپنا علم دیکھیں اور اپنے آپ کو دیکھیں تو ہمارا علم' سارے کا سارا علم کچھ لوگوں کی باتوں کو یاد کرنے کا نام ہے' یہ بڑی ٹریجڈی ہے لیکن بہت بڑی حقیقت ہے کہ ہمارا علم کچھ لوگوں کی باتوں کا نام ہے۔ مثلاً" امام غزالیؒ کی بات ہمارا علم ہے اور غالب' میر' عربی کا کلام' انگریزی کا کلام' شیکسپیئر کا نام اور دوسرے

جتنے لوگ جو ہیں اگر ان کو آپ یاد کرتے جاؤ گے تو پتہ چل جائے گا کہ آپ کا علم کہاں سے آتا ہے۔ آپ کا علم چند لوگوں کی باتوں کا نام ہے۔ یہ کون لوگ ہیں جو آپ کا علم بنے پڑے ہیں۔ شیکسپیئر کی بات ہمارے ذہن پہ اثر کرتی ہے۔ غالب کا نام ہمارے ذہن میں آتا ہے اور ہماری زبان پہ غالب کا شعر آ جاتا ہے۔ اقبال کا کہا ہوا آپ کا علم ہے۔ انگریزی بولنے والے ان لوگوں کی Quotations بولتے ہیں۔ یہ سب لوگ اس دور سے نکل کے کیسے آ گئے؟ تو گویا کہ وہ لوگ ایسے تھے کہ انہوں نے ایک عمل Create کیا اور یہ سارے کے سارے ایک خیال کے لوگ تھے۔ ایک خیال اور ایک آرزو۔ اسی طرح وارث شاہؒ کو دیکھو۔ نہ رانجھے نے کوئی خاص کام کیا اور نہ ہیر نے کوئی قابلِ ذکر واقعہ۔ بس یہ وارث شاہؒ کی ایک آرزو تھی کہ وہ ہیر رانجھا Create کر گئے اور وارث شاہؒ کے بعد ایک کتاب Create ہو گئی اور آپ لوگوں پہ ایک اور اضافی بوجھ ہو گیا۔ یہ ہیں ایک آرزو والوں کے واقعات' کہ ایک آرزو والی ہیر ہے اور ایک آرزو والا رانجھا ہے۔ وارث شاہؒ 'ہیر رانجھا Create کر گیا' تو یہ ہے موت سے نکلنے کا فارمولا۔ اور اب محمد بن قاسم کا اندازہ لگاؤ کہ سترہ سال کا نوجوان کیسا کام کر گیا۔ کیا اس کا کوئی طریقہ ہے؟ ایک سمت میں جانے والے' ایک آرزو میں رہنے اور اسی پر زندگی کا دارومدار کرنے والے' موت سے ایسے نکلتے ہیں کہ تاریخ میں یہ مقام حاصل کر جاتے ہیں اور وہ جو کثرتِ خیال میں رہنے والے ہیں ان کا نام تاریخ میں نہیں آتا۔ آپ ہزاروں خواہشات رکھتے ہیں اور بہت سی زندگیاں گزارتے ہیں' اس لئے آپ کو بہت سی موتیں ملتی ہیں۔ اگر ایک زندگی گزارو تو ایک موت کا ڈر

نہیں ہو گا' کبھی نہیں ہو گا' کوئی خوف نہیں آئے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ایک آرزو کا سفر مانگا جائے تو زندگی کے اندر موت نام کی چیز نہیں آئے گی' جب آئے گی' تب بھی نہیں آئے گی' یہ ایسی بات ہے کہ موت میں موت آتی ہے' تب بھی نہیں آتی ہے۔ جتنے بھی لوگ ایک آرزو والے ہیں ان کے جذبات ہوں گے' Expressions ہوں گے' Emotions ہوں گے' Ambitions ہوں گی' دوسرے واقعات ہوں گے' ستاروں کے جہاں ہوں گے اور اپنی جگہ پر موت سے بھی بچ جائیں گے۔ وہ لوگ موت کے ساتھ تو ایسے کھیلتے ہیں جیسے گھر کا کوئی ملازم ہو' وہ موت کی پرواہ نہیں کرتے۔ موت سے ڈرتا کون ہے؟ موت دو بندوں کو بڑا ستاتی ہے' ایک تو اس کو ستاتی ہے جس کو لالچ ہو۔ لالچ کی سزا Fear of death ہے۔ ضرورت سے زیادہ اکٹھا کرنے کا جذبہ بیماری کی حد تک ہو تو یہ لالچ ہے۔ تو لالچ جو ہے یہ موت کا ڈر دیتی ہے کیونکہ اس کو ڈر ہوتا ہے کہ میرا سرمایہ حیات چھن نہ جائے۔ اس شخص کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ ہے اور اسے استعمال تو کرنا نہیں ہے۔ استعمال سے زیادہ جو کچھ رکھا ہوا ہے' وہ اسے پتہ ہے کہ یہ بیکار واپس چلا جائے گا' اس لئے اسے موت کا ڈر ہوتا ہے کیوں کہ موت اس کی اس تمنا کو نقصان پہنچاتی ہے۔ دوسرا اُس شخص کو موت کا ڈر ہوتا ہے جو ایک نقلی زندگی یعنی Artificial Life گزارے اور دوسروں کو Misguide کرے۔ اسے پتہ چل جاتا ہے کہ موت اصل روپ میں میرے پاس آ جائے گی۔ جب ہم ہم نہیں ہوتے اور ہم ایک بہروپ میں ہوتے ہیں تو اس آدمی کو اندر سے سزا ہو جاتی ہے اور وہ ہے موت کا ڈر۔ وہ شخص جو

کچھ کہہ رہا ہوتا ہے وہ' وہ نہیں ہوتا۔ اس کے اندر خدا نے کوئی ایسا سسٹم رکھا ہوا ہے کہ اس کو موت کا ڈر لگا رہے گا۔ مثلاً" ایک بادشاہ ہے لیکن وہ اصل میں بادشاہ نہیں ہے بلکہ غاصب ہے' اب اسے ڈرانے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ اس کی رعایا کے پاس اتنی طاقت نہیں ہے کہ اسے ڈرائے' لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک خاص مقام پہ رکھا ہوا ہے اور اسے Fear of Death ہو گا۔ وہ اندر ہی اندر فرعون کی طرح کانپے گا۔ جب بھی کوئی فرعون ہو تو ڈر کا نام ہے موسیٰ علیہ السلام۔ یہ ایسا حال ہوتا ہے کہ وہ خود بخود ہی ڈرے گا۔ تو غاصب' ظالم اور نقاب پوش کو سزا کے طور پر موت کا ڈر ہو گا' وہ جو ہے موت کے ڈر سے نہیں بچ سکتا۔ ایک آرزو کو موت کا ڈر نہیں ہے' "یک آرزو" جو ہے یہ خدائی کر جاتی ہے اور خدائی کسے کہتے ہیں؟ خدا کی خدائی کو۔ تو ایک آرزو والوں نے ہی خدا کی خدائی میں خدائی کی۔ دنیا کے اندر جتنے لوگ ہیں' خدا کی خدائی میں خدائی کرنے والے' وہ سب اللہ کی طرف سے آئے ہیں' یا اللہ کی طرف سے ہی آتے ہیں اور وہ سارے کے سارے ایک آرزو والے ہیں۔ ایک فقرہ سنو کہ " اگر تم ہمارے ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو تو ہم اپنے خیال سے باز نہیں آئیں گے"۔ اس سے بڑی "یک آرزو" کوئی نہیں ہے۔ اب یہ انسان خدائی کر رہے ہیں۔ سلام انؑ پر اور درود انؑ پر یعنی حضور پاک ﷺ پر۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ تم در بدر پھرتے ہو اور ہمارے گھر میں ہی پلے ہو' اتنی بڑی ریاست ہے' ہمارے کام بھی آئے گی' تمہارے کام بھی آئے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا نہیں میں نے تمہارا

رزق نہیں کھایا بلکہ میں نے اللہ کا رزق کھایا ہے اور اسی نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے آگاہ کر دوں کہ تیرا وقت آ گیا ہے جس پر کوئی Compromise نہیں ہے۔" پھر ایک اور شخص سے کہا گیا کہ تم کھیڑوں کے ساتھ راضی نامہ کر لو تو اس نے کہا کہ کھیڑے میرے ازل سے دشمن ہیں' رانجھے اور کھیڑے کا آپس میں کوئی کام نہیں۔ رانجھا ایک ذات ہے اور رانجھا ایک آرزو ہے اور کھیڑا اس کا حجاب ہے' ایک آرزو والے کسی حجاب کو قبول نہیں کرتے۔ ایک آرزو والے غالبؔ سے کہا گیا کہ تم شعر کہنا چھوڑ دو' ہم تمہیں ریاست دے دیں گے' اس نے کہا کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ غالبؔ کے پاس غریبی میں کھانا نہیں ہے' دانہ نہیں ہے' کرایہ نہیں ہے' مکان نہیں ہے' حال ابتر ہے' لیکن اس کے بعد بھی شعر جاری ہے اور اس میں بھی غالبؔ' غالب ہی ہے۔ تو یہ "ایک آرزو" ایسی چیز ہے کہ موت کی تو اس کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ تو ایک آرزو زندگی سے موت کو نکال دیتی ہے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ ایک آرزو جو ہے عام طور پر خدائی کر جاتی ہے۔ جتنے لوگ آپ کو زندگی میں ملیں گے' اپنی زندگی کے بعد مشہور ہونے والے' وہ ایک آرزو والے لوگ ہیں' ایک آرزو کے مسافر ہیں' انہیں موت کا تو ذرا فکر نہیں ہے۔ وہ موت کو ساتھ لے کر چلتے ہیں' وہ کہتے ہیں کہ موت تو ہمارے ساتھ ہے۔ اب یہ جملہ انہی لوگوں کا ہے کہ موت تمہاری محافظ ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیسے محافظ ہے جی؟ انہوں نے کہا کہ موت جو ہے یہ تمہاری حفاظت کرتی ہے' جو مقرر شدہ وقت ہے' اس وقت تک کوئی حادثہ تمہارے قریب نہیں آنے دے گی' یہ اُس کی حفاظت کرے گی۔ تم بے شمار حادثوں کی زد میں

ہو لیکن موت جو ہے کوئی حادثہ نہیں آنے دے گی۔ نوے آدمی ایکسیڈنٹ میں ختم ہو گئے اور ایک آدمی بچ گیا اور ٹھیک ٹھاک تھا کسی نے کہا تجھے کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔ اس نے کہا مجھے پتہ نہیں کہ یہ ہوا کیا ہے۔ دیکھا تو سارے کا سارا جہاز تباہ ہو گیا تھا۔ جہاز Crash ہو گیا اور وہ آدمی آرام سے بیٹھا ہوا ہے۔ اب یہ ہے موت کا عمل۔ موت کا عمل جو ہے وہ زندگی کی حفاظت کرنا ہے' اس چراغ کو گل ہونے سے بچانا ہے اور جب تک وہ وقت نہ آ جائے یہ چراغ گل نہیں ہو گا اور اس زندگی کی ایک Limit ہے۔

روزِ اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ
پیر' پیغمبر' ولی' درویش' مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

اب یہ غور کریں کہ موت کیا ہے؟ موت حق سے بندے کو ملانے کا سبب ہے اور یہ بندہ حق پہ زندہ ہے اور حق کیا ہے؟ زندگی گزارنے کا ایک انداز اور ایک نظریہ حیات بھی ہو سکتا ہے۔ حق کیا ہے؟ مقصدِ حیات بھی ہو سکتا ہے۔ حق کیا ہے؟ صفت بھی ہو سکتی ہے' محبوبِ ظاہری بھی ہو سکتا ہے' محبوبِ باطنی بھی ہو سکتا ہے اور خداوند تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے اور خدا کے رسول ﷺ بھی ہو سکتے ہیں۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب

رات کو جاگنا شروع ہو جاؤ تو موت کا ڈر نکل جائے گا تو جس نے اپنی رات بیدار کر لی اس نے موت کو Conquer کر لیا۔ جو دن کو سو گیا' رات کو سو گیا اور سو ہی گیا' بس وہ مر گیا۔ موت سے بچنے کا طریقہ ہے کہ رات بیدار ہو جائے کیونکہ رات کو کوئی ایسا وقت ہوتا ہے کہ ماضی' حال اور حال' مستقبل بن جاتا ہے:

روشنی کائنات کی خوشبو
چار سو حسنِ ذات کی خوشبو
فاصلے وقت کے سمٹتے ہیں
جب مہکتی ہے رات کی خوشبو

نیم شب کا کوئی لمحہ ایسا ہوتا ہے کہ ماضی' حال میں آ جاتا ہے اور حال' مستقبل میں بیٹھا ہوتا ہے اور زمان و مکان کی گردش رک جاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو جو جاگنے والے ہوں' شب بیدار ہوں' ان کو نالہ و آہ سحر گاہی دونوں ملتے ہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ ایسا آدمی موت سے بچ جاتا ہے۔ جس آدمی کی زندگی کے دو Consecutive days جو ہیں وہ Identical ہوں' وہ موت سے نہیں بچ سکتا۔ بس جس کے دو دن برابر گزریں یعنی کل اور آج کا دن برابر گزرا' اس پر موت کا ڈر آ ہی جاتا ہے۔ اس لئے کل کے دن سے آج کا دن مختلف کرو۔ کل جو بنایا ہے اسے آج توڑ دو تو موت سے بچ جاؤ گے' اور موت کے ڈر سے بچ جاؤ گے' کچھ نہ کچھ نیا واقعہ کرو' یا پرانے واقعہ میں کوئی نیا پن پیدا کرو۔ کچھ نہ کچھ Create کرتے رہنا چاہئے۔ پھر

موت کا ڈر کبھی نہیں ہو گا۔ تو آپ کا مشاہدہ بالکل برحق ہے' موت جو ہے ٹوٹنے کا نام ہے' چاہے خیال ٹوٹ جائے' انسان ٹوٹ جائے' رشتہِ حیات ٹوٹ جائے یا رشتہِ انتظار ٹوٹ جائے۔ سب سے خوفناک وہ موت ہے جب رشتہِ انتظار ٹوٹ جائے' یہ زیادہ خوفناک موت ہوتی ہے ورنہ انتظار قائم ہو تو وجود کے مرنے کے بعد بھی انتظار قائم رہتا ہے۔ اگر انتظار نہ ٹوٹے تو انسان موت سے بچ جائے گا۔ انسان ہمیشہ موت ہی سے تو بچا ہے' کمال تو یہ ہے کہ آپ آج کے انسان ہو اور آپ کا سارا عمل ماضی کے انسانوں کا علم ہے اور وہ سارے انسان موت سے بچے ہوئے ہیں۔ آپ کہتے ہو کہ ہم آزاد ہیں مگر آپ کی کوئی شے بھی آزاد نہیں ہے' آپ کہتے رہتے ہو کہ فلاں شخص بڑا فلسفی تھا' رسل یہ کہتا تھا' فلاں شخص Mathematician تھا یا Statastician تھا اور ان کو Quote کرتے رہتے ہو۔ گویا کہ آپ یہ ثابت کر رہے ہو کہ آپ نے اس کو پڑھا ہے' کل بھی آپ اس کی کتابیں سیکھتے رہیں گے اور پڑھتے رہیں گے' گویا کہ اس آدمی کی بادشاہی دیکھو کہ مرنے کے باوجود بھی نہیں مرا۔ اور آپ زندہ ہونے کے باوجود زندہ نہیں ہو۔ گویا کہ یہی زندگی ہے۔ آج کا انسان ثبوت دے رہا ہے کہ ماضی کا انسان مرا نہیں ہے۔ ماضی بہت شان دار ہے۔ کوئی پیغمبر کیوں نہیں مرا؟ کیونکہ وہ مرنے کے باوجود تمہارے تذکروں میں ہے' تمہاری باتوں میں ہے اور تمہاری سانسوں میں ہے جب تک آپ اپنے باپ کو یاد کرو گے وہ نہیں مرے گا۔ آپ کے والدین تو ویسے بھی نہیں مر سکتے کیونکہ اس میں ایک بڑا راز یہ ہے کہ وہ مرتے وقت زندگی اپنے خون کی شکل میں آپ کو دے جاتے ہیں۔ جب

تک آپ زندہ ہیں، آپ کے والدین زندہ ہیں۔ تو گویا کہ زندگی جب تک جاری ہے وہ پچھلا بندہ نہیں مرتا کیونکہ اب وہ خون کی شکل میں ہے، باپ کی شکل میں ہے، یا علم کی شکل میں ہے۔ تو آپ کو علم ہو یا نہ ہو آپ والدین کا خون ہو۔ اب یہ عجب بات ہے کہ والدین کے مرجانے کے بعد بھی ان کا خون زندہ بن کے ان کی اولاد میں زندہ ہے۔ یہ بھی زندہ رہنے کا ایک طریقہ ہے۔ خیال بن کر زندہ انسانوں کے ذہن میں رہ جانا بھی زندہ رہنے کا ایک طریقہ ہے۔ بعض اوقات کوئی شکل بن کر واقعہ زندہ رہ جاتا ہے یعنی کوئی Monument، کوئی نشانی، کوئی Memorial بنا دیا گیا۔ جس قسم کا نشان لگا دیا وہ نشان مرنے والوں کی یاد بن گیا۔ مثلاً" ۲۳ مارچ کا نشان لگ گیا یا سمِٹ کانفرنس کا نشان لگ گیا، اس نشان کو دیکھ کر آنے والا پوچھے گا کہ یہ کیا ہے، تو اسے پتہ چلے گا کہ یہاں ایک واقعہ ہوا تھا، تو جانے والوں نے جانے سے پہلے آنے والوں کے لئے کوئی کتاب نہیں چھوڑی ہے بلکہ ایک واقعہ چھوڑ دیا اور ایک نشان چھوڑ دیا۔ اگر کسی بدھ مت والے نے پہاڑ پر کوئی نشان لگا دیا تو آج تک وہ نشان لگا رہے گا۔ تو یہ ہے اپنی زندگی کے بعد بھی زندہ رہنے کا ایک عمل، مثلاً" کچھ شخص خیال بن کر، شکل بن کر، Monument بن کر یا کتابیں بن کر زندہ رہے اور سب سے اعلیٰ جو ہیں، وہ حضور پاک ﷺ ہیں، وہ کلمہ بن کے اور درود پاک بن کر، آج تک زندگی کے اندر موجود ہیں۔ اب سب لوگ آپؐ کا نام بھی لیتے ہیں، آپؐ کو ایمان بھی سمجھتے ہیں اور درود بھی پڑھتے ہیں۔ تو آنے والے جو ہیں یہ جانے والوں کی زندگی کو نمایاں کرتے ہیں۔ کون لوگ ہیں جو مرگئے ہیں؟ مرا وہ جو یاد نہ

رہا' Forget ہو گیا' ایسا شخص زندگی میں مرجاتا ہے۔ اگر آپ اس شہر کے بیس ہزار آدمیوں کو جانتے ہیں تو باقی شہر کی جو آبادی ہے وہ لوگ آپ کے لئے نہیں ہیں کیونکہ آپ انہیں نہیں جانتے۔ وہ آدمی جو زندگی میں بھول جائے یا بھلا دیا جائے' وہ آدمی پہلے ہی مرچکا ہے اور مرنے کے بعد بھی جس کو نہ بھلایا جائے وہ ویسے ہی زندہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کچھ لوگ زندگی میں مرگئے اور کچھ لوگوں کی قبریں آج تک زندہ ہیں' مزار زندہ ہیں' اگر آپ بچپن میں کسی مزار پر جائیں تو اس کے ساتھ وابستگی ہو جاتی ہے۔ اب مزار کے ساتھ آپ کی بچپن کی جو وابستگی ہے وہ آپ کا ماضی Preserve کرے گی اور اس طرح آپ کے اندر موت کا ڈر ختم ہو جائے گا۔

موت کا ڈر کب ہوتا ہے؟ جب کوئی واقعہ زوال پذیر ہو رہا ہو اور اگر آپ کسی ایسی جگہ جا رہے ہیں جو ہمیشہ سے ویسی ہی جگہ ہے اور ہمیشہ سے وہی خیال موجود ہے' جیسے کوئی آستانہ یا مزار ہو اور اس میں تبدیلی نہ آئی ہو بلکہ وہ مزار بہتر سے بہتر ہوتا جا رہا ہو تو آپ کا خیال Preserve ہو جائے گا۔ تو خیال کو کسی ایسی جگہ وابستہ کرنا چاہئے جہاں زوال نہ ہو۔ پھر یہ خیال آپ کو موت کے ڈر سے بچا دے گا۔ اسی طرح اگر خیال خدا سے وابستہ ہو گیا تو یہ خیال ایسا خیال ہے جو ختم نہیں ہو گا اور آپ کے اندر سے Fear of Death نکل جائے گا۔ خدا کا خیال ایسا ہی رہے گا' اس میں نعوذ باللہ تبدیلی نہیں آ سکتی کہ خدا پچھلے سال کچھ اور تھا اور اب کچھ اور ہے۔ خدا تعالیٰ تو الآن کما کان ہے' یعنی جیسے تھا ویسے ہی اب ہے۔ اس طرح آپ موت کے خوف سے بچ جائیں گے۔

موت جو ہے' یہ آپ کے اپنے زوال کے احساس کا نام ہے' بڑھاپے کے احساس کا نام ہے اور اگر آپ کسی ایسی چیز سے وابستہ ہو جائیں جس کو زوال نہیں' مثلاً" Nature کے ساتھ ہو جائیں تو آپ موت کے ڈر سے بچ جائیں گے کل من علیھا فان یعنی جو کچھ ہے فنا ہو جائے گا اور ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور صرف تیرے شان و اکرام والے رب کا چہرہ باقی رہ جائے گا۔ اب اس چہرے کا خیال تجھے باقی رکھے گا۔ لہٰذا جب آپ کی وابستگی ان لوگوں کے ساتھ ہو گی جن کو موت نہیں آیا کرتی اور وہ لوگ ایک آرزو کے لوگ ہیں' اگر ان کو یاد کرو تو پھر موت سے بچ جاؤ گے۔ موت سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کی قدر و قیمت محسوس کرو اور اس کو کسی ایک کام پہ لگا دو۔ صرف زندہ برائے زندہ رہنا ہے تو پھر موت کا ڈر پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اس کے علاوہ موت سے بچنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آج آپ کا علم یہی بتا رہا ہے کہ پرانے لوگ جو ہیں وہ مرے نہیں ہیں کیونکہ وہ کسی طریقے سے اپنی زندگی سے نکل کر آپ کے دلوں میں آ گئے یا آپ کے دماغ میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان میں سے کوئی آپ کا دل بن گیا' کوئی رائٹر ہو گا' کوئی کسی خیال کا ہو گا' کوئی کسی بات کا کہنے والا ہو گا' کوئی فلسفی ہو گا جو آپ کے ذہن میں آ کے بیٹھ گیا' یہ ان لوگوں کا کمال ہے کہ ماضی سے نکل کے حال میں جلوہ گر ہو گئے۔ اگر آپ اتنا کام کر جاؤ تو آپ حال سے نکل کر مستقبل میں جلوہ گر ہو جاؤ گے' اس طرح آپ کو موت کا ڈر نہیں رہے گا۔ اگر مستقبل کے لئے کوئی سا کام کر جاؤ تو بھی موت کے خوف سے بچ جاؤ گے۔ اپنی آرزوؤں کو حال سے نکال کر کسی مستقبل کی

طرف لے جاؤ اور کوئی ایسا کام کر جاؤ جس کا تعلق مستقبل کے انسان سے ہو اور مستقبل کے انسان کے دل میں بیٹھ جاؤ یا اس کے دماغ میں بیٹھ جاؤ تو آپ کے پاس کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ یہی ہے شہیدوں کا عمل' یہی ہے پیغمبروں کا عمل' یہی ہے مفکرین کا عمل' یہی ہے Social Reformers کا عمل' سب کا عمل' ساری کائنات کا عمل یعنی جتنے بھی انسان اس دنیا میں قابلِ ذکر ہیں سارے اپنے حال سے نکل کے مستقبل میں جا کے بیٹھ گئے۔ آپ کو بھی یہ دعوت ہے کہ حال سے نکلو اور ماضی میں جانے کی بجائے مستقبل کا سفر کرو۔ مستقبل کا سفر ہے کوئی واقعہ دے جانا۔ کوئی سی Contribution کر جانا مستقبل ہوتا ہے اور حاصل جو ہے یہ ماضی ہوتا ہے۔ آپ جو حاصل کر رہے ہیں اس کا نام کیا ہے؟ ماضی- Contributionکیا ہے؟ وہ مستقبل ہے۔ اب حال کے آدمی کو صرف Impress کرنے کے لئے اگر آپ کی کوئی Contribution ہے تو آپ موت سے نہیں بچو گے۔ اگر یہ Contribution مستفید کر رہی ہے تو آپ موت سے بچ جاؤ گے۔ تو اپنی Contributions کو آنے والے انسان کے ذہن سے سوچا کرو اور آنے والے انسان کے دل سے سوچا کرو اور آنے والے زمانوں کی روح سے سوچا کرو۔ اگر اس کے اندر آپ اپنی Contribution دے گئے تو پھر آپ موت سے بچ گئے۔ داتا گنج بخشؒ کی "کشف المحجوب" بہت سے لوگوں نے نہیں پڑھی ہو گی لیکن ان کی یہ Contribution آج تک آ رہی ہے۔ یہ ہے ان کا کمال کہ کہاں سے چلے ہیں اور کہاں آ کے لوگوں کے دلوں پر جلوہ گر ہیں۔ ان کو موت کا ڈر نہیں ہے' ان کے لئے سلام

ہے! بس اتنی سی بات کرنی ہے کہ ایک آرزو پیدا کر لو' لالچ سے نکل جاؤ' خوف سے نکل جاؤ اور ان لوگوں سے وابستہ ہو جاؤ جن کو موت نہیں آئی ہے' ایسی ذات سے وابستہ ہو جاؤ' Eternal Class سے وابستہ ہو جاؤ' ہمیشہ رہنے والی بات سے وابستہ ہو جاؤ' کوئی Contribution ایسی کر جاؤ یا اگر شب بیداری کر جاؤ تو بھی موت کا ڈر نہیں ہے' یا کسی کی اطاعت میں لگ جاؤ پھر بھی موت کا ڈر نہیں ہے۔ غلام کو موت نہیں آتی' کیونکہ وہ گمراہ نہیں ہوتا یعنی کہنا ماننے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ اس نے کہنا ہی ماننا ہے' اس نے گمراہ کیا ہونا ہے۔ گمراہ وہ ہوتا ہے جو خود راہ تلاش کرے' اس کے گمراہ ہونے کا امکان ہے۔ اس کو موت کے ڈر کی کیفیت رہے گی۔

سوال:

اگر کوئی شخص غلامی بھی قبول کرے اور اپنا راستہ بھی تلاش کرے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو ان دونوں کا Mutual Agreement ہے کہ اس نے جس کی غلامی قبول کی ہے' اگر اس نے اس کو راستہ تلاش کرنے کا اذن دے رکھا ہو تو ٹھیک ہے۔ راستہ تلاش کرنا یا تو گستاخی ہے یا عین اجازت ہے۔ اجازت کے ذریعے راستہ تلاش کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ جس کی بھی غلامی ہو اس کا حکم ماننا ضروری ہے۔ اجازت سے تلاش کرنے والا حکم مان رہا ہے اور یہ ٹھیک ہے' وہ شخص یا تو کہنا مانے یا پھر اپنا حساب خود دیکھے۔

خود راستہ دیکھنا Meaningless Quest ہے اور اس کی سزا ہے موت کا ڈر۔ بے مصرف یا بے مقصد زندگی کی سزا اللہ تعالیٰ نے موت کا ڈر رکھی ہے۔ بامقصد اور بامصرف زندگی کو موت کا ڈر نہیں ہے' وہ زندگی بھی مرتی ہے مگر ڈرتی نہیں ہے' پروانہ مرے گا ضرور' مرے گا لیکن موت کا شوق ہو گا' شوقِ شہادت ہو گا اور انوارِ شمع ہوں گے۔

سوال:

مستقبل میں زندہ رہنے کی آرزو یا خواہش یا اپنے بعد اپنا نام چھوڑنے کی آرزو یا خواہش کو کیا کہیں گے؟

جواب:

اس وقت آپ اس جذبہ کو اصلاح ہی کہو' اگر آپ کا اس طرح کا مزاج نہیں ہے تو یہ صرف اطلاع ہی ہے اور اگر آپ کے مزاج' آپ کے Taste اور آپ کے اندر وہ چیز موجود ہو گی تو شاید اس کو کوئی رخ مل جائے گا۔ اگر آپ کا مزاج یا خواہش نہیں ہو گی تو علم کو کتنا ہی بیان کرو' وہ گھر سے باہر نہیں نکلے گا۔ بہتر یہ ہے کہ حال کے فیصلے مستقبل کی طرف نہ بھیجے جائیں۔ فی الحال اپنے حال سے نکل کر مستقبل کی طرف جانا اتنا ہی اہم ہے جتنا حال سے نکل کر ماضی کی طرف جانا ہے۔ جو علم ماضی کی طرف نہیں جاتا' اسے مستقبل کا کوئی پیغام نہیں ملتا۔ ایسا علم آزاد ہے' پنچھی ہے' وہ نہ زندہ ہے نہ مرتا ہے۔ اس کو چھوڑ دو' اس کی بحث ہی نہیں ہے۔ انسان درمیان میں ہے۔ باشعور آدمی وہ ہے جو ماضی سے علم حاصل کرتا ہے۔

سوال:

حضور کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مستقبل کے لئے کوئی Contribution کرنے کے شوق میں انسان حال کے تقاضوں اور فرائض سے بے خبر ہو جائے؟

جواب:

میں مستقبل کے Contribution کی دعوت نہیں دے رہا۔ میں صرف اطلاع دے رہا ہوں کہ اس کام کے لئے اللہ نے انسان بنائے ہوئے ہیں۔ وہ الگ مزاج کے ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں بحث نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں محبت کرنا بیوقوفی سمجھا جاتا ہے اور جو محبت کے لئے پیدا ہوا ہے اس کو آپ کیا اطلاع دیں گے۔ اب آنکھ لڑ جانے کا کوئی فارمولا اسے بتائیں یا نہ بتائیں وہ پیدا ہی اس کام کے لئے ہوا ہے۔ مجنوں جس کا نام ہے وہ پیدا ہی اس کام کے لئے ہوا ہے' لیلیٰ اس کے لئے پیدا ہوئی ہے۔ اب یہ مزاج الگ الگ ہیں' ان کے لئے سب زمانے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ غم زدہ انسان کے لئے ہر زمانہ ایک جیسا زمانہ ہوتا ہے۔ غم زدہ انسان سے پوچھیں کہ سناؤ کیا حال ہے؟ تو وہ کہے گا کہ وہی حال ہے' جو غم کل تھا وہی آج ہے اور آنسو جو ہیں بے تاب ہیں کسی نئے غم کے انتظار میں۔ یہ اس لئے ہے کہ اس کی عادت بن چکی ہے' اب وہ نئے غم کے انتظار میں رہتا ہے اور یوں اس کا رونا قائم رہتا ہے۔ اگر اسے کہیں کہ کل تُو کسی اور بات پر رو رہا تھا اب تُو کسی اور بات پر رو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ رونا جو ہے یہ میرا مزاج ہو

گیا ہے۔ تو محبت مزاج بن جاتی ہے۔ جن لوگوں کا مزاج نفرت ہو ان کو محبوب کا راستہ نہیں ملا کرتا۔ جس کا مزاج محبت ہے وہ خود ہی محبوب ڈھونڈ لے گا۔

منتِ رہبر نہ کر منزل و کارواں نہ پوچھ
ڈھونڈ ہی لے گی خود جبیں حسن کا آستاں نہ پوچھ

تو یہ پوچھنے والی بات نہیں ہوتی بلکہ جبیں خود ہی آستانہ دریافت کرلیتی ہے۔ یہ مزاج کی بات ہے۔

سوال:

اگر یہ مزاج ہی کی بات ہے تو پھر تعلیم' تربیت' تزکیہ' رشد و ہدایت' پیری فقیری' یہ سب کیا ہیں؟

جواب:

یہی تو بتا رہا ہوں آپ کو کہ یہ سب مزاج کی بات ہے۔ تزکیہ کا اپنا مزاج ہے' پیری کا ایک مزاج ہے' عمل اگر غیر مزاج والے کو دے دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے گا' خودکشی کر لے گا' وہ مرجائے گا لیکن یہ کام نہیں کر سکے گا۔ یہی آسان بات تو بتا رہا ہوں آپ کو کہ جو اس کام کے لئے نہیں بنا اس کے لئے وہ کام آسان نہیں ہے اور جو جس کام کے لئے بنا ہے اس کے لئے وہی کام آسان ہے۔ عام آدمی کی بات دیکھیں' جو کام آپ نہیں جانتے وہ کام آپ کے لئے مشکل ترین واقعہ ہے۔ اور جس کام کا آپ کا مزاج نہ ہو وہ آپ نہیں کر سکتے' پیری ایک مزاج ہے'

مریدی بھی مزاج ہے' تزکیہ بھی مزاج ہے۔ پیدا کرنے والے نے بتا دیا کہ یہ شخص دنیا کا طلب گار ہے اور یہ دین کا طلب گار ہے' میں یہ سب بناتا ہوں اور شہد کی مکھی پر ہم نے الہام کر دیا کہ تو شہد بنا اور خوبصورت کو خوبصورت بنایا اور مزاج بھی ہم بناتے ہیں۔ کچھ لوگ انسانوں سے بیزار ہوتے ہیں اور کچھ لوگ انسانوں سے محبت کرتے ہیں اور اس میں مرجاتے ہیں لیکن انسانوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ بے شمار ایسے لوگ ہیں۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ کی زندگی میں کیا خاص بات ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے انسانوں سے محبت ہے۔ انسانوں سے محبت ایک مزاج ہے اور ایسے لوگ قربانی دیتے جاتے ہیں اور یہ بھی مزاج ہے کہ کچھ آدمی جو ہیں وہ حاصل کرنے لگتے ہیں۔ ؎ اگرچہ سب نے چھوڑ جانا ہے لیکن وہ حاصل والا آدمی اور ہو گا اور دینے والا آدمی اور ہو گا۔ یہ سب مزاج کی بات ہے۔

سوزِ دلِ پروانہ مگس رانہ دہند

یعنی پروانے کا دل مگس کو نہیں ملے گا۔ پروانے کا دل اور ہوتا ہے اور مگس کا دل اور ہوتا ہے۔ پروانہ اور مزاج ہے اور مگس ایک اور مزاج ہے۔ دونوں کے مزاج الگ ہیں۔اس لئے میں کہتا ہوں کہ آپ اپنے مزاج کو دریافت کرو' اگر آپ اپنا مزاج دریافت نہیں کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ کبھی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاؤ۔ شیکسپیئر ایک مزاج ہے' غالبؔ ایک مزاج ہے' تم وہ نہیں بن سکتے کیونکہ وہ مزاج سے بنے ہیں' کسی ٹریننگ سے نہیں بنے کہ مشقِ سخن سے ایسے ہو جائیں۔ اسی

طرح بابا بلھے شاہؒ اور وارث شاہؒ ہیں۔ یہ کسی اکیڈیمی سے نہیں بنتے۔ غالبؔ سے بہتر کوئی شاعر نہیں ہو گا' Waris Shah is Waris Shah یہ مزاج ہیں' خالقِ مطلق نے تخلیق فرمائے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو شام کے وقت آزردہ ہو جاتے ہیں کہ آج مہمان کوئی نہیں ملا اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس لئے آزردہ ہوتے ہیں کہ آج میزبان کوئی نہیں ملا۔ کچھ لوگ اس لئے آزردہ ہوتے ہیں کہ آج مجھے کسی نے زچ نہیں کیا۔ ایسے مزاج بھی ہوتے ہیں کہ کہتے ہیں آج سارا دن کچھ نہیں کیا' چلو کچھ ہنگامہ کرنا چاہئے' کچھ ہل چل کرنی چاہئے۔ ساری کائنات میں ہر ایک کا اپنا مزاج ہے' وہ جو ہم مزاج ہیں وہ بھی الگ مزاج ہیں۔ یہ خاص بات یاد رکھنا' یعنی دو ہم مزاج بھی الگ مزاج ہوتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ان دونوں کے مزاج کے اندر اگر Kind کا فرق نہ ہو تو Degree کا فرق ضرور ہو گا اور یہ جو فرق ہے آگے جا کے بہت بڑا فرق بن جائے گا۔

سوال:

اس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ اگر اللہ نے ہر شخص کو ایک خاص مزاج دیا ہے تو اس کا ایک خاص کام بھی ضرور اس نے کہیں رکھا ہوا ہو گا جو کہ صرف اور صرف وہی مزاج کر سکتا ہے۔ اس مزاج کو کیسے تلاش کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

کیوں نہیں! اس کا ضرور پتہ چل سکتا ہے اگر کوئی شخص پوچھ کے

جوانی گزارے' جو شخص پوچھ کے شادی کرے اور جو شخص پوچھ کے سونا چاہے کہ مجھے نیند آ رہی ہے تو اسے کہا جاتا ہے کہ سو جاؤ۔ جس شخص کو سونے کا پتہ ہے' جاگنے کا پتہ ہے' کھانے کا پتہ ہے' شادی کا پتہ ہے' حاصل کا پتہ ہے' محرومی کا پتہ ہے اس کو مقصدِ حیات کا پتہ کیوں نہیں چلے گا' اس کے پاس اختیار ہو گا۔ اس کا ایک مقصدِ حیات ہو گا وگرنہ وہ Common Lot میں سے ہو گا۔ جس طرح باقی سب لوگ ہیں' بے شمار لوگ ہیں جن کو مقصدِ حیات سمجھ نہیں آیا۔ وہ اس دنیا میں آئے' رہے اور چل دیئے۔ مقصدِ حیات جو ہے یہ بغیر Effort کے دریافت ہوتا ہے' یہ خود چمک مارتا ہے' مقصدِ حیات تنہائی کی Discovery ہے' شب بیداری کی Discovery ہے' مقصدِ حیات اپنے اصل نام کی دریافت ہے۔ کوئی شخص آپ کو اس طرح Oblige نہیں کر سکتا کہ آپ کو کوئی مقصدِ حیات دے دے۔ آپ مقصدِ حیات خود ہی تو ہو' یہ وہ جگہ ہے جہاں آپ موزوں ترین ہو' یہ آپ کا اللہ تعالیٰ سے تقاضا ہوتا ہے کہ یا اللہ میں اس زندگی میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تقاضا یا دعا آپ کی اپنی دریافت ہے۔

سوال:

کیا اس مقصدِ حیات کی تلاش میں کوئی شخص ہماری مدد کر سکتا ہے؟

جواب:

سب لوگ مدد کریں گے' سارے آپ کی مدد کریں گے' سارا

ماحول مدد کرے گا بشرطیکہ آپ بھول نہ جاؤ کہ آپ مقصدِ حیات کی تلاش میں ہو' آپ نے دس منٹ بعد اپنا راستہ بدل جانا ہے اور کہو گے کہ پہلے میں نے گھر جانا ہے۔ مقصدِ حیات تلاش کرنے والا تو مقصدِ حیات لے کے آتا ہے۔ وہ جو باقی چیزیں رکاوٹ کی ہیں وہ بند کرو۔ جو کام مقصدِ حیات نہیں ہے وہ چھوڑ جاؤ اور جو اس میں رکاوٹ والی باقی چیزیں ہیں وہ چھوڑ جاؤ۔ ان کو Eliminate کر دو۔ جو مقصدِ حیات نہیں ہے اس کو چھوڑ دو کہ یہ میرا مقصدِ حیات نہیں ہے۔ جو چیز راستے سے اٹھائی تھی اب اسے پھینک دو۔ مثلاً" آپ نے دیکھا کہ ایک عقاب کو زمین پر کوئی چیز نظر آئی' اس نے زمین پر آ کے جھپٹا مارا اور وہ چیز اٹھا کے لے گیا۔ راستے میں اس نے دیکھا کہ یہ تو کوئی مری ہوئی چیز ہے تو اس نے وہ چیز وہیں پھینک دی' وہ چیز جتنی دیر اس کے پنجے میں رہی' اتنی دیر وہ مری ہوئی چیز پرواز کرتی رہی اور پھر جب بے جان چیز اپنے بے جان لاشے سمیت گر گئی تو روح سوئے لامکاں اڑ گئی۔ جب تک روح ساتھ تھی تو روح اور جسم دونوں پرواز کر رہے تھے اور روح جب واپس چلی گئی تو اسے کہو کہ اب بولو' اب وہ کیا بولے گا؟ اس چیز کو پرواز دینے والی چیز روح ہے۔ بزرگ ایک بڑی مثال دیتے ہیں کہ جب آپ دیوار پر روشنی ڈالیں تو دیوار کہتی ہے میں منوّر ہوں' جب روشنی چلی گئی تو اب دیوار سے پوچھو کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گی میں وہی دیوار ہوں۔ تو دیوار کو منوّر کرنے والی کوئی اور چیز تھی۔ اسی طرح آگ کے اندر جو لوہا ہے وہ لوہا بھی آگ ہو جاتا ہے۔ لوہا یہ سمجھتا ہے کہ میں آگ ہو گیا ہوں اور اگر آگ بجھ جائے تو لوہا پھر لوہے کا لوہا رہتا ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ مقصدِ

حیات کی تلاش کرنے کا الگ فارمولا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ وہ آدمی ڈھونڈو جس کا نام آپ کا مقصدِ حیات ہو۔ تو مقصدِ حیات جو ہے وہ کسی کو خوش کرنے کا نام ہونا چاہئے لیکن وہ "انا" نہیں ہونی چاہئے۔ "انا" کے لئے مقصدِ حیات جو ہوتا ہے وہ بھی موت ہی ہے۔ مثلاً "انا" کے لئے مقصدِ حیات یہ بنا لیا جائے کہ کارخانہ' ترقی' مکان وغیرہ حاصل کرتے جائیں تو یہ موت ہی ہے۔ مقصدِ حیات کسی شخص کی خوشنودی بناؤ اور اگر آپ اس تک پہنچ گئے اور وہ آپ سے خوش ہو گیا تو سمجھو کہ آپ کا مقصدِ حیات پورا ہو گیا۔ تو مقصدِ حیات ایک تو یہ ہوا کہ منزل کا پتہ مل گیا کہ کس کو خوش کرنا ہے یا پھر اپنی استعداد کو دریافت کر لینا بھی مقصدِ حیات ہے۔ اللہ کی کائنات بڑی وسیع ہے' ایک آدمی پہلوان ہو اور دوسرا رائٹر ہو تو ہر آدمی دونوں کام تو نہیں کر سکتا' ان میں سے ایک کام چننا ہو گا اور پھر اس کو کبھی بدلنا نہیں۔ اس طرح کچھ نہیں ملے گا۔ اس طرح موت سے نہیں بچ سکتے۔

موت سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی کوئی استعداد یا صفت دریافت کر لو' ایسی صفت جس پر باقی صفات کو آپ قربان کرنے کے لئے تیار ہوں اور ایسا بندہ ڈھونڈ لو جس کے لئے باقی بندے چھوڑنے کے لئے آپ تیار ہو جائیں۔ وہ بندہ آپ کا محبوب ہو گا اور محبوب کی نشانی یہ ہے کہ جس کی خاطر دوسروں کو چھوڑا جا سکے۔ محبوب کی نشانی یہ ہے کہ اس کے نام کے سامنے اور کوئی نام نہ رہے' کوئی مفہوم نہ رہے' نہ کوئی اور مقصدِ حیات رہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ "انا" ہے جو بگڑتی رہتی ہے' مرتی رہتی ہے' اور فنا ہوتی رہتی ہے ---!

اور سوال پوچھو.....!

سوال:

سرایک تو قدرتی موت ہوتی ہے اور ایک مایوسی کی حالت ہوتی ہے جسے Mini Death بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ کے فرمان کے مطابق اگر کسی سے وابستگی ہو تو موت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ طبعی موت کا ڈر تو ختم ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی ٹارگٹ کو حاصل نہ کر سکیں تو بڑی مایوسی ہوتی ہے اور Mini Death کی حالت ہو جاتی ہے۔ اس کا کیا سبب ہے؟

جواب:

موت کے باب میں ٹارگٹ کوئی نہیں ہوتا' موت کے باب میں صرف زندگی ہوتی ہے اور وہ موت کے ڈر سے آزاد ہوتی ہے۔ زندگی میں جتنا حاصل کرو گے وہ موت کا ڈر بنے گا۔ موت کا ڈر وابستگی کے مطابق ہے۔ آپ اگر کسی سے وابستہ ہو جاؤ اور اس کے برعکس چیزوں سے بھی وابستہ ہو جاؤ یعنی یہ کہو کہ میں خدا سے وابستہ ہو گیا ہوں لیکن دنیا کے واقعات کی بھی بڑی ضرورت ہے تو موت کا ڈر ضرور رہے گا۔ جس کے پاس جتنی بڑی سلطنت ہو گی اس کو موت سے اتنا بڑا ڈر ہو گا۔ جتنا سرمایہ بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی موت کا ڈر بڑھتا جاتا ہے' جتنا حاصل بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی چھن جانے کا اندیشہ بڑھتا جاتا ہے۔ تو موت کا ڈر نکالنے کے لئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ایک آرزو چاہئے۔ Mini Death کوئی نہیں ہوتی کہ ہر روز کوئی شخص مرتا جائے اور ہر روز جیتا جائے۔

آپ روزانہ رات کو سو جاتے ہو اور صبح کو جاگ جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تمہیں صبح کا جاگنا نظر نہیں آیا کہ رات کو تم تھے ہی نہیں اور آج صبح پھر میرے فضل سے تم بیدار ہو گئے ہو۔ کیا تمہیں شکر کرنا نہ آیا' راستہ بڑا ناخوشگوار تھا لیکن گھر پہنچ گئے ہو اور اب گھر آ کے گا رہے ہو۔ شکر ادا کرو' اب راستہ کی خرابی کا گلہ کیا کرنا' اس لئے جو ہوا اس کی فکر نہ کرو اور جو نہیں ہوا اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح مایوسی یا موت کوئی شے نہیں رہتی۔ موت برحق ہے لیکن آپ گھبراؤ نہیں۔ موت کا خوف ایک واہمہ ہے۔ موت اپنے وقت سے نہ ایک منٹ پہلے آ سکتی ہے اور نہ ایک منٹ بعد۔ تو موت کا ڈر ایک واہمہ ہے کیونکہ جب تک آپ زندہ ہیں موت نے نہیں آنا اور جب اس نے آنا ہے تو آپ نے ہونا نہیں ہے۔ اس لئے ڈر کس بات کا' کیونکہ جب تک آپ ہیں وہ آپ کے گھر نہیں آ سکتی اور جب نہیں ہوں گے تو ڈر کس بات کا!

سوال:

عام طور پر جب حالات سے مایوسی ہو جاتی ہے تو موت سے ڈر لگتا ہے؟

جواب:

مایوسی لالچ کا نام ہے اگر لوبھ نکل جائے تو مایوسی نہیں آتی۔ لالچ' لوبھ اور Ambitions کا نام مایوسی ہے۔ آپ نے ایک پہاڑ حاصل کیا' اس کے اوپر ایک اور پہاڑ رکھنا' پھر تیسرا پہاڑ' چوتھا پہاڑ رکھتے ہی سب

کچھ دھڑام سے نیچے گرے گا اس بات سے آپ ڈر جاتے ہیں۔ ورنہ تو خوف کوئی نہیں ہے۔ آرزوئیں تھوڑی کر دو یعنی کم سے کم آرزوئیں رکھو تو موت کا ڈر نہیں ہو گا۔ آرزو کا نام ہی ڈر ہے اور آرزو چھن جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ لالچ نکل جائے تو موت سے ڈر نہیں نکلے گا۔

سوال:

موت کا وقت مقرر ہے لیکن آج کل Scientific Advances سے پوری دنیا میں Average Life جو ہے وہ Increase کر گئی ہے' اللہ تعالیٰ نے کیا موت کے لئے وقت مقرر کر دیا ہے؟

جواب:

اللہ میاں نے موت کے اوقات پہلے ہی مقرر کئے ہوئے ہیں۔ آج سے پہلے جب سائنس اتنی Advance نہیں تھی تو عمر آٹھ سو سال ہوتی تھی اور نو سو سال ہوتی تھی۔ ابھی تو آپ اوپر کی طرف جانے کی تیاری کر رہے ہیں' اگر ہمارے جانے کے بعد دو سو سال عمر ہو بھی گئی تو ہمارے کس کام کی۔ اگر وہ چیز زندہ نہ رہی جس کے لئے آپ زندہ تھے اور آپ زندہ رہ گئے تو پھر کیا زندگی ہے۔ سائنس جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف کسی شے کا نام نہیں ہے' سائنس اور اللہ کی بڑی صلح ہے لیکن مسلمان اور سائنس کی صلح نہیں ہو رہی' یہ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ Life Average کو سائنس کے بغیر بھی زیادہ کر سکتا ہے۔ سائنس کے بغیر بھی اس نے لمبی عمریں دی ہوئی تھیں۔ نو سو سال Average ہوتی تھی' آٹھ سو سال ہوتی تھی' پانچ سو سال ہوتی تھی۔

سوال:

سر! میں موت کے ضمن میں ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں کہ موت تو آنی ہے اور آ جائے گی لیکن اصل جو ڈر ہے موت کے بعد کا ہے کہ موت کے بعد کیا حال ہو گا؟

جواب:

یہ جو بات ہے کہ موت تو آنی ہے اور آ جائے گی' اصل میں یہ ہر آدمی کے لئے الگ سوال ہے اور اس کا الگ جواب ہے۔ موت یہ نہیں ہے کہ سانس ختم ہو جائے' موت یہ ہے کہ انسان لوگوں کی نگاہ سے گر جائے۔ لوگوں کے معیار الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت کی بات ہے کہ موتٔ آپ کی اپنی موت نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی اپنی پسندیدہ چیز کی موت ہے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ محبوب مرنے کے بعد مل جائے گا تو بے شمار لوگ موت کو قبول کر لیں۔ اگر موت سے محبوب کی جدائی ہوتی ہے تو پھر وہ کہتے ہیں کہ موت کا ڈر ہے۔ اگر کسی کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ جو حاصل نہیں ہو رہا وہ مرنے سے حاصل ہو جائے گا تو بے شمار لوگ مرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ بے شمار لوگ ایسی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ مرنے سے پہلے کو یاد رکھو کیونکہ مرنے کے بعد کا نہ کوئی آپ کا بتائے گا اور نہ کوئی اس کا ثبوت ہے۔

سوال:

مرنے کے بعد کے جو خوفناک مناظر ہوں گے ان سے بڑا ڈر لگتا ہے۔

جواب:

میں نے یہ بات آپ کے لئے آسان کر دی تھی کہ مرنے کے بعد کچھ خوفناک نہیں ہے اگر توبہ کر لیں' کیونکہ توبہ کر کے مرنے والا جو ہے وہ عافیت میں ہے۔ توبہ کی بات آپ کو بتائی تھی کہ اپنے اللہ سے رجوع رکھنا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ جب آپ کے مستقبل کا خیال ماضی کی زد میں آئے تو یہ توبہ کا وقت ہے یعنی جب ماضی کا خیال' مستقبل کی فلائٹ پر اثر انداز ہونے لگ جائے تو یہ وقت توبہ کا ہے۔ مثلاً" آپ نے ایک عمدہ پلان بنایا ہے اور بہت شاندار سکیم بنائی اور اگر اس پلان یا سکیم پر کام نہ کریں تو یہ توبہ والی بات ہو گی۔ یہ خیال آپ کو مستقبل کا منصوبہ نہیں بنانے دیتا۔ اگر آپ نے ایک نئی شادی کے لئے منصوبہ بنایا تو پرانی شادی اس کی اجازت نہیں دیتی ہے' یہاں توبہ کرو کیونکہ غلطی ہے اور آپ نے کوئی نیا منصوبہ بنایا اور پچھلے منصوبے جو ہیں وہ اس کو نہیں چلنے دیتے تو آپ اللہ والے بن گئے اور پیر بننے کے اہل ہیں۔ توبہ اس لئے ہے کہ زندگی میں آپ نے کئی غلط بیج بوئے ہیں اور توبہ سے انسان معصوم بن جاتا ہے۔ اگر ماضی میں کوئی ایسا عمل سرزد ہوا ہے جس کے نتائج مستقبل کو نقصان پہنچاتے ہیں تو ایسے مستقبل کے اندیشے میں ماضی یاد آتا ہے۔ یہ توبہ کا وقت ہے۔ توبہ کر کے مرنے والے کے لئے کبھی بھی مرنے کے بعد کا منظر خوفناک نہیں ہو گا۔ جس طرح آپ کا آخری سانس ہو گا ویسے ہی آپ کی پوزیشن ہو گی۔ انسان جس خیال میں مرے گا اسی میں اٹھے گا۔ جس کیفیت میں مرے گا اسی کیفیت میں اٹھے

گا اور جو چیز پڑھتے ہوئے مرے گا' وہی پڑھتے ہوئے اٹھے گا۔ لہٰذا زندگی کو ایک کیفیت دے دو تاکہ آپ اس کیفیت میں اٹھو ورنہ تو ڈرتے ڈرتے مرو گے اور مرتے مرتے ڈرتے جاؤ گے۔ انسان جب اٹھے گا تو پوچھا جائے گا کہ تم کتنا عرصہ مرے رہے ہو جیسے اصحاب کہف سے پوچھا گیا تھا تو انہوں نے کہا کہ ایک دن یا دو دن۔ ان کو کیا پتہ کہ کتنی مدتیں گزر گئیں اور کتنی صدیاں گزر گئیں۔ اس لئے آپ ایک خیال میں رہو۔ اس لئے سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ کلمہ پڑھا جائے اور ہر روز کئی دفعہ پڑھتے رہنا چاہئے۔ ایک دفعہ کلمہ پڑھا جائے تو مرنے کا منظر موت کے بعد آسان ہو جائے گا۔ کلمہ مل کے بھی پڑھنا چاہئے' لہٰذا سب مل کے پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ۔ اگر ایک گھر میں رہنے والے بیس آدمی کلمہ پڑھیں تو بیس دفعہ کلمہ ہو گیا۔ اس لئے دعا کرنے والے آدمی بیس ہزار ہو جائیں تو دعا بیس ہزار ہو سکتی ہے۔ اسلئے آپ کے گھروں کے اندر جہاں مختلف قسم کی آوازیں آتی ہیں وہاں اچھی آوازیں بھی آ جانی چاہئیں۔ کلمے کا اچھا اثر پڑے گا۔ اس کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ آنے والے لوگوں کے لئے دعا کرو اور مرنے والے لوگوں کے لئے دعا کرو' جو آج یہاں آنا چاہتے تھے اور نہ آ سکے ان کے لئے بھی دعا کرو اور اہل خانہ کے لئے بھی دعا کرو بلکہ سب کے لئے دعا کرو۔ سب کو آسانی ہو اور مقصدِ حیات دریافت ہو جائے' ہاں ایک بات کا خیال رکھنا کہ مقصدِ حیات جس بیچارے کی استعداد نہیں ہے خدا کے لئے اسے معاف کر دو' اس کو کوئی مقصدِ حیات نہ دینا۔ جس میں استعداد نہیں ہے اسے کوئی مقصدِ حیات نہ دو بلکہ اسے کہو کہ اپنا وقت

آسانی سے گزارے اور محنت کرتا جائے' اندیشہ نہ کرے' سب مل جائے گا اور پھر وقت پورا ہو جائے گا۔

سوال:

مجھے وہم ہے کہ مجھ میں استعداد ہے لیکن میں عملی طور پر یہ دیکھتا ہوں کہ مجھے کوئی چیز حاصل نہیں ہو رہی' اگر استعداد حاصل میں نہیں بدلتی تو کیسے پتہ چلے گا کہ استعداد تھی؟

جواب:

استعداد اور حاصل میں بڑا فرق ہے۔ استعداد اور چیز ہے' حاصل اور چیز ہے' بے شمار لوگوں کی استعداد جو ہے وہ فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتی ہے کیونکہ سبزیاں جلدی اگ آتی ہیں اور ہیرے جواہرات دیر سے بنتے ہیں۔ استعداد کا فوری اظہار ضروری نہیں ہے۔ استعداد اپنے آپ کے ساتھ Truth ہے۔ اس کے ظاہر ہونے کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ استعداد کے ظاہر ہونے کا وقت ہوتا ہے۔ ایسے لوگ بھی آئے جو پچاس سال بعد ظاہر ہوئے ہیں' ایسے ایسے واقعات ہوئے ہیں جو بہت دیر میں جا کر ظاہر ہوئے ہیں۔

سوال:

حضور! عرض یہ ہے کہ اگر ایک آدمی جو معاشرے میں جی رہا ہے وہ دیکھتا ہے کہ مجھ میں تعلیم ہے' سوچ ہے' میں تجزیہ کر سکتا ہوں' میری کہی ہوئی بات دوسروں سے بہتر ہے' وہ اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ

میرے ذمہ اس معاشرے کی طرف سے ایک قرض ہے' میں نے اس میں ایک اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنی ہے تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب:

نہیں نہیں یہ غلط ہے' ہم اس کو مانتے ہی نہیں۔ اچھائی کی خاطر تبدیلی کرنے والا ہمیشہ اچھائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے۔ آپ کے پاس اگر کوئی بہت بڑا منصوبہ نہیں ہے تو معاشرے میں اتنا سارا کام کر لو کہ کسی ایک کو چھوٹی سی آسودگی دے دو۔ سمجھ لو آپ کا کام ہو گیا۔ معاشرے میں بہت بڑی تبدیلی کرنی ہے تو پھر معذرت خواہی کے ساتھ نہ کرو کہ میں بہت بڑا انقلاب لا سکتا ہوں اور زمین کو ہلا سکتا ہوں مگر مجھے لیور نہیں مل رہا کہ جس سے میں زمین کو ہلاؤں۔ اگر بڑا کام نہیں کر سکتے تو چھوٹا سا اچھا عمل کر لو۔ پہلے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو۔ اپنے اندر آسودگی پیدا کرو' اپنے حالات بدلو اور پھر سماج کے حالات بدلو۔ پہاڑ پر جانا ہے تو پہاڑ پر پہنچنے سے پہلے سانس تو نہ ٹوٹے' پہلے کھانا کھا کے جائے' اگر وہ شخص کھانا بھی پہاڑ سے لینا چاہتا ہے تو یہ غلط ہے۔ سماج میں اصلاح کرنے والا یہ سوچ رہا ہوتا ہے کہ اس سے میرے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ لوگوں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔

سوال:

سر! مجھے میرا اصل نہیں مل رہا کہ میرا اصل ہے کیا؟

جواب:

آپ کا اصل ایسے نہیں ہے کہ چانس سے مل جائے۔ اصل سب سے پہلے یہ ہے کہ آپ پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنی زندگی میں رائج کرو۔ اپنے حالات پہ راضی رہنے کی توفیق پیدا کرو' اپنے رزق کے اندر رہنے کی کوشش کرو' استعداد کو بروئے کار لانے کے لئے کام کرو' تب آپ کی استعداد بروئے کار آئے گی۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' یہ آج کے دن نہیں تو کل کے دن ہو گا۔ استعداد کی خواہش میں سفر جو ہے یہ بھی کامیابی کا سفر ہے۔ آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ انسان کو اس کا اصل مل سکتا ہے۔

○



۱ غصے کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے؟

۲ وحی کی کئی قسمیں کیوں ہیں؟ پیغمبر بھی تو ہماری طرح انسان ہوتے ہیں، پھر ان کو یہ مرتبہ کیسے ملتا ہے؟

۳ کیا پیغمبروں کے مقامات میں کوئی فرق ہے؟

۴ ہماری جو عقیدت حضور پاکؐ ..سے ہے وہ دوسرے انبیاء سے تو نہیں ہو سکتی؟

سوال :۔

غصے کو کیسے کنٹرول کیا جا سکتا ہے کیونکہ اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں پہ غصہ آ جاتا ہے۔

جواب :۔

عام طور پر دو طرح کے مزاج ہوتے ہیں۔ ایک وہ مزاج جو Instruction دیتا ہے اور دوسرا وہ جو Instruction لیتا ہے۔ Instruction دینے والا مزاج جو ہوتا ہے وہ جہاں خامی دیکھتا ہے وہاں اصلاح کر دیتا ہے۔ اصلاح کرنے والا سڑک کے درمیان ایک اینٹ پڑی دیکھے گا تو اٹھا دے گا۔ اصلاح لینے والے عام طور پر کسی دانا کے گرد بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بابا جی' آپ کوئی بات بتائیں' زندگی کے کوئی تجربات ہی بیان فرمائیں۔ تو Instruction لینا ایک مزاج ہے اور Instruction دینا بھی ایک مزاج ہے۔ جب مزاج کی بات سمجھ آ گئی ہے تو اب غصے کے بارے میں دیکھو۔ وہ آدمی جو Instruction دیتا ہے اس کے لئے حکم ہے "تو غصہ نہ کیا کر" اور جس کو کوئی تکلیف ہوئی ہے اسے کہتے ہیں کہ تو بھی غصہ نہ کر! تو غصہ نہ کرنے کا حکم ظالم کے لئے ہے اور یہ حکم سائل کے

لئے ہے۔ اچھا ٹیچر وہ انسان ہے جو تعلیم حاصل کرنے والے انسان کی نالائقی پر غصہ نہ کرے۔ اگر شاگرد نالائق رہ گیا ہے تو یہ تو اس کی اپنی نالائقی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر بچہ تعلیم میں شوق نہیں دکھا رہا تو یہ اس استاد کی اپنی نالائقی اور نا اہلی ہے کہ وہ بچے میں کیوں شوق پیدا نہیں کر رہا۔ دوسرا مقام بڑا مشکل ہے کہ دوسرے کی پوزیشن میں جا کے یہ سمجھنا کہ اسے کیا پریشانی ہے۔ دوسرے کو اس کی پریشانی اور اس کی Limitation کے اندر سمجھنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ ہم غصہ کرتے ہیں دوسرے کی نااہلی پر اور اس کے ایک ایسے عمل پر جس کی ہمیں توقع نہیں ہوتی کہ وہ ایک ایسا کام کرے گا۔ مثلاً" ہم چاہتے تھے کہ وہ بندہ مسجد چلا جائے مگر وہ سینما چلا گیا تو غصہ تو آئے گا۔ تو غصہ کیوں آیا؟ کیونکہ جو ہمیں توقع تھی اس نے اس کے برعکس کام کیا۔ در حقیقت مسجد میں Attraction زیادہ ہے' مگر اس بچے کو سینما میں Attraction زیادہ مل گئی تو پھر وہ مجبور ہو کے ادھر چلا گیا۔ آپ نے اس کو دین کی Attraction نہیں دی۔ آپ نے اسلام کو بچے کی زندگی میں فعال اور متحرک عمل نہیں دیا۔ صرف حکم دے دیا کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اس لئے نصیحت کرنے والا' جب تک اپنی زندگی کو ایک محبوب نمونہ نہ بنائے' اس کی بات پر خوشی سے کوئی عمل نہیں کرے گا۔ اپنی زندگی کو جب تک آپ محبوب نمونہ نہ بناؤ گے تو آپ کو دوسرے سے گلہ ہوتا رہے گا۔ دوسرا آپ کو Follow نہیں کرے گا۔ تو لوگ کس کو Follow کرتے ہیں؟ جو ان کے لئے محبوب نمونہ ہو اور کمال ہے ان لوگوں کی' جو محبوب نمونہ تھے کہ ہم آج اس دور میں بیٹھے ہوئے بھی ان کی تعریف کر رہے ہیں۔ آپ

مولا علیؑ کی شان میں تعریف کرتے ہو کہ کیا Great شخصیت تھی۔ یعنی ان کا کردار یہاں تک اونچا ہے کہ آپ بھی اس کی تعریف کرتے ہو۔ اسی طرح آپ داتا صاحبؒ کی بھی تعریف کرو گے کہ کیا شان تھی۔ کتنا مستند ہے یہ ماضی۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ کوئی بھی درویش اب لاہور میں داتا صاحبؒ کے Level کا نہیں آ سکتا۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ داتا صاحبؒ اپنی سند آپ ہیں اور اب ان کی تقلید ہی سے راہ مل سکتی ہے۔ اب کوئی اس مقام سے آگے نہیں جا سکتا۔ وہ بڑے کمال کے لوگ تھے۔ آپ کو کہہ دیا جائے کہ آپ کا مقام آپ کے پیر سے زیادہ ہو گیا ہے تو آپ کیا کہیں گے؟ "ہم نہیں چاہتے"۔ یہ پیر کا کمال ہے کہ وہ ایسا عمل کر جائے اور اپنی زندگی کو ایسا نمونہ بنا جائے' اتنا محبوب نمونہ بنا جائے کہ ان کے چاہنے والے ان سے آگے بڑھنے کا خیال بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ یہ کمال ہے! جب نمونہ قبول ہو جائے اور وہ محبوب نمونہ ہو تو پھر اطاعت خوشی سے ہو جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو اطاعت اتنی Willingly ہو جاتی ہے کہ کسی کو غصہ کرنے کی اور گلہ کرنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ آپ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سچ بھی بولتے ہیں او ان کو Instruction بھی دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ کی اطاعت کی جائے جب کہ آپ ان کے لئے محبوب نمونہ نہیں ہوتے۔ یہ اصل میں آپ کی نا اہلی ہے۔ یہ جو آپ غصہ کر لیتے ہو اصل میں آپ کو اپنی نا اہلی پہ غصہ آ رہا ہوتا ہے۔ یہ ثبوت ہے آپ کی نااہلی کا۔ نا اہل استاد بچوں کو تھپڑ مارتا ہے۔ ایسے استاد کا خلاصہ دیکھو اور سارا Study کرو تو ایک فقرے میں بات سمجھ آ جائے گی' "جب کسی آدمی کا ذہن کام نہ کرے تو

اس کے ہاتھ کام کرتے ہیں " جب ذہن نہ کام کر رہا ہو' ذہن فیل ہو جائے تو وہ کہتا ہے کہ ہاتھ سے کام لو۔ پھر وہ تھپڑ لگانا شروع کر دیتا ہے۔ کسی پر اختیار نہیں چلایا جا سکتا۔ اسی طرح نا اہل حکومت پولیس اور آرمی کے ذریعے حکومت کرتی ہے۔ اہلیت والی حکومت محبت سے حکومت کرتی ہے اور لوگوں کے ساتھ Co-operation کر کے حکومت چلاتی ہے۔ یہ حکومت کی اہلیت کی بات ہے اور حکومت کی نا اہلی کی بات یہ ہے کہ جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس کی ٹانگیں توڑ دیں گے۔ ایسے لوگ کتنا ہی سخت اور Discipline والا قانون بنائیں' پھر بھی جرم ہو جائے گا۔ کوئی سیاسی جرم نہیں جو نہ ہوتا ہو حالانکہ ہر جرم کے ساتھ سزا لکھی ہے۔ سزا کے خوف کے باوجود جرم ہو رہا ہے۔ کوئی بھی شخص جرم کو Willingly یعنی چاہتے ہوئے نہیں کرتا۔ سب لوگ " Willingly Obey " ایک چیز کو کرتے ہیں اور وہ ہے محبوب نمونہ۔ اس لئے غصہ کرنے والا جو ہے اس کو چاہیئے کہ دوسروں کی نا اہلی کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنی نااہلی سمجھے اور دوسرے کی عمر' دوسرے کی زندگی' اس کی مجبوری' اور اس کی پابندیوں میں جا کے اس کے مطابق محسوس کرے کہ اسے کیا تکلیف ہے اور پتہ چلائے کہ اس نے کہنا کیوں نہیں مانا! شاید اسے کوئی تکلیف ہو۔ آپ اسے Encourage کر کے لے آؤ' پھر آپ کو غصہ نہیں آئے گا۔ اب جو بے چارہ آپ سے Instruction لینے والا آیا ہے' اس سے بالکل غصہ نہ کرنا۔ اور سیکھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اگر Instruction دینے والا ذرا سختی کر رہا ہے تو وہ سختی برداشت کرے۔ اس طرح سیکھنے والے کی اصلاح ہو جائے گی۔ بڑے بڑے لوگ استاد کی چھڑی کے ساتھ وابستہ ہو

جاتے ہیں۔ لہٰذا دونوں کو یہ حکم ہے کہ غصہ نہ کرو۔ ٹیچر اس لئے غصہ نہ کرے کہ نالائق شاگرد اس کی اپنی نا اہلی ہے اور Student اس لئے غصہ نہ کرے کہ اس کے ساتھ استاد کا Instruction کا تعلق ہے اور وہ علم حاصل کرے۔ سٹوڈنٹ سختی برداشت کرتا جائے تو اس کو علم حاصل ہو جائے گا۔ غصہ وغیرہ Hurdles ہیں اور رکاوٹیں ہیں۔ ایک اور بات یہ ہوتی ہے کہ ہم دوسروں پر غصہ کرتے ہیں، گویا کہ دوسروں کی غلطی پر غصہ کرتے ہیں اور ہوتا یہ ہے کہ غلطی اس نے کی ہے اور سزا ہم اپنے آپ کو دیتے ہیں۔ کیونکہ غصہ جو ہے وہ غصہ کرنے والے کو سزا ہے۔ اصل میں ہم غصے میں اس کو کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ کام کیوں نہیں کیا۔ ہم کیا کر رہے ہوتے ہیں؟ اس پر غصہ ہو رہا ہے اور اصل میں ہو کس پر رہا ہے؟ اپنے آپ پر۔ اس طرح آپ کے دماغ کے Cells جل رہے ہوتے ہیں اور اندر خون خراب ہو رہا ہوتا ہے۔ دوسروں پہ غصہ کرنا اپنے آپ کو نقصان دینا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ آپ دوسرے سے غصہ کر کے اسے سزا دیتے ہیں۔ دوسرے کی غلطی کو سزا دینا قانون بن گیا تو پھر آپ کو بھی اپنی غلطی کی سزا ہو گی۔ تو یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر آپ کسی کو غلطی کی سزا دو گے تو آپ کو اپنی غلطی کی سزا ہو جائے گی۔ اس لئے غصہ کرنا جائز نہیں ہے۔ غصہ جو ہے وہ انسان کو Spoil کر دیتا ہے اور ذہن کو خراب کر دیتا ہے۔ جب غصہ ختم ہو جاتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ یہ میں نے کیا کیا؟ اکثر غصے کے عالم میں انسان اپنا نقصان آپ کر لیتا ہے۔ ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ غصہ کبھی کسی آدمی پر اس وقت تک نہیں آئے گا جب تک اس سے نفرت نہ ہو جائے۔ غصے کے دوران محبت ختم ہو جاتی ہے چاہے باپ

بیٹے کا غصہ ہو۔ غصے کے دوران نفرت ضرور آئے گی۔ یہ غصہ دراصل محبت کا دشمن ہے۔ کیونکہ محبوب پر کبھی غصہ نہیں آتا۔ اس لئے دعا کرو کہ یا اللہ غصے میں مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو زندگی میں پچھتاوا بن جائے' کیونکہ غصے میں انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ غصہ انسان کو اندھا کر دیتا ہے' غصہ نا عاقبت اندیش کر دیتا ہے۔ غصہ جو ہے یہ غصہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔ جو کسی پر غصہ کرتا ہے اس پر بھی کوئی نہ کوئی ضرور غصہ کرے گا۔ لوگوں کو معافی دے دو اور ان کی غلطیوں کو اور کوتاہی کو معاف کر دو۔ اگر کسی شخص سے آپ کو نفرت ہے تو نفرت تو ہے ہی سہی' اب غصہ تو نہ کرو۔ بعض اوقات غصہ اس لئے آتا ہے کہ یہ شخص ہماری خواہش کے مطابق نہیں چل رہا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر مولوی کا بیٹا مولوی ہوتا اور ڈاکٹر کا بیٹا ڈاکٹر ہوتا' لیکن ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر کا بیٹا Engineer بن جاتا ہے یا کوئی اور شے بن جاتا ہے۔ اس لئے آپ کا غصہ سب بے کار ہے۔ ہر آدمی اپنا مقدر لے کر آیا ہے' ہر آدمی اپنا Carrier لے کے آیا ہے اور اپنا مزاج لے کے آیا ہے۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ بچے کے ذہن میں باپ کی زندگی اتنی قابلِ محبت نہیں ہوتی۔ دو بھائی تھے' ایک نوکری کرتا تھا اور دوسرا مزدوری کرتا تھا۔ نوکری والے بھائی نے مزدور بھائی سے کہا کہ یہ تُو سارا دن جو ٹوکری اٹھاتا رہتا ہے' اسے بند کر اور عزت کی نوکری کر۔ دوسرے بھائی نے کہا ایک بات میری بھی سن لے' عزت کی محنت کر اور اس بیماری سے بچ جا یعنی نوکری کی غلامی سے بچ جا۔ تو دونوں بھائیوں میں سے ایک کے ذہن میں اور معیار ہے اور دوسرے کے ذہن میں اور معیار ہے۔ ایک کہتا ہے کہ مزدوری عزت والی

ہے اور نوکری غلامی ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ مزدوری ذلت ہے اس لئے نوکری کرو۔ تو ہر بندہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے' جس طرح ہر ستارہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا ہے' کوئی گھر بیٹھنے والا ہے' کوئی مقیم ہے اور کوئی مسافر ہے۔ اس لئے یہ ایک Paradox ہے۔ آج کل کامیاب ڈاکٹر وہ ہوتا ہے جس کے بہت مریض ہوں اور پہلے دور میں ڈاکٹر ایسی دوائی دیتے تھے کہ پھر سے بیماری نہ ہو۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا آج اللہ نے بڑا کرم کیا ہے کہ بڑی بکری ہو رہی ہے۔ دوسرے نے کہا آج تو نے بڑی لمبی چھری چلائی ہے اور بڑا منافع لیا ہے' تو بڑا ظالم ہے۔ تُو اس لئے ظالم ہے کہ اتنا منافع لیتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ اللہ کا کرم ہو گیا۔ مگر تجھ پر اللہ کا کرم نہیں ہوا بلکہ کرم واپس چلا گیا کہ تو نے یہ کیا کام کر لیا۔

اسی طرح ایک شخص نے کہا کہ پیر صاحب نے بڑی مہربانی کر دی' سارے کام ہونے شروع ہو گئے اور مکان بننے شروع ہو گئے۔ دوسرے نے کہا کہ تیرا پیر تیرے پہ ناراض ہے کیونکہ اگر پیر صاحب راضی ہوتے تو تیرا مکان ہی غائب ہو جاتا کیونکہ وہ تجھے اللہ کی طرف رجوع کرا دیتے۔ تو یہ ہر شخص کی اپنی مرضی ہے کہ وہ کیا پسند کرتا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ غصہ عام طور پر کب آتا ہے؟ اگر زندگی میں کوئی راستہ رک جائے' کوئی خیال رک جائے' کوئی توقع کچھ عرصہ کے لئے ٹل جائے' یا کوئی اچانک ناگہانی بات آ جائے۔ یہ ساری باتیں زندگی کے اندر لکھ دی گئی ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہو سکتا ہے کہ سکیمیں فیل ہو جائیں اور کبھی توقع پوری نہ ہو اور دوسرے آدمی پر آپ کی مرضی نہ چلے جس کو آپ نے بھیڑ بنا کے رکھا ہوا

ہے' عین ممکن ہے وہ شیر کی زبان بول پڑے۔ ایک مرتبہ ایک شیر کا بچہ آ رہا تھا۔ ایک بڑے شیر نے دیکھا کہ ایک شیر کا بچہ بھیڑوں میں چل رہا ہے' اس نے کہا یہ تو شیر کا بچہ ہے یہ یہاں کیسے۔ یہ "مَیں مَیں" کیوں کرتا ہے۔ شیر نے اس بچے کو پکڑا اور ایک ندی کے پاس لے آیا اور کہا نیچے دیکھو۔ پھر پوچھا کیا ہم دونوں ایک جیسے ہیں۔ اس بچے نے کہا ہم ہیں تو ایک جیسے۔ پھر شیر نے بھیڑ کو پکڑا اور کھا گیا۔ اس طرح اس بچے میں بھی شیر والی خصوصیت پیدا ہو گئی۔ تو اگر کوئی یہ بتانے والا ہو کہ Greatness کیا ہوتی ہے؟ تو پھر Greatness آ جاتی ہے۔ اقبال نے کہا تھا کہ ۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

ایسا شاہین جو گدھوں میں پلتا رہا' اسے کیا پتہ کہ شاہبازی کیا چیز ہے۔ اصل میں بعض اوقات Greatness اس لئے نہیں آتی کہ جہاں کچھ کرنا ہوتا ہے وہاں ہم غصہ کر لیتے ہیں۔ غصہ اس لئے ناپسند کیا گیا کہ یہ تمہیں جلا دیتا ہے۔ غصے میں انسان کو صحیح نظر نہیں آئے گا اور آپ کی آنکھوں پر غفلت کی چادر آ جائے گی۔ غصے میں انسان کی بے شمار باتیں اور خاصیتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ اس بارے میں دنیا میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں اور غصے کے نتیجے میں بڑی بڑی Tragedies نے جنم لیا ہے۔ غصہ کرنے والے کو بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس نے غلط کیا اور ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ Jealous اور حاسد آدمی غصہ کرا دیتا ہے اور وسوسہ ڈال دیتا ہے۔ ایسا آدمی میاں بیوی کے درمیان غصہ پیدا کر دیتا ہے۔ غصہ کبھی نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو درست کر

لیں۔ اس طرح غصہ رک جائے گا۔ غصہ روکنے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ جس پر غصہ آ جائے اس پہ کچھ غصہ کر لو لیکن ساتھ ہی اسے کچھ دے دیا کرو۔ اگر آپ غصے میں آنے والے خیال کی Dictation کے مطابق عمل نہ کریں تو پھر غصہ نہیں آئے گا۔ جب آپ غصے کو دعوتِ عمل دیں گے تو غصہ بار بار آتا رہے گا۔ غصہ نہ کرنے والے کو کبھی غصہ نہیں آتا۔ اگر کسی نے گالی بھی دے دی تو اس شخص کو غصہ نہیں آئے گا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ یہ اس آدمی کا عمل ہے اور میرا عمل تو نہیں ہے اور اس کی وجہ سے تو میری Insult نہیں ہوتی۔ No man can ever be insulted by the action of others یعنی دوسروں کے عمل سے تمہاری تذلیل نہیں ہوتی۔ ایسا شخص غصہ دلانے والے کے لئے بھی دعا کرتا ہے۔ تو جس پر غصہ آیا آپ اس پر رحم کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ کا Title یہ بتایا ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمینؐ ہیں۔ یہ گناہ ثواب جو ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ نے بعد میں بتائے ہیں۔ توحید میں کیا ہوتا ہے؟ رب العالمین۔ اور رسالت میں کیا ہوتا ہے؟ رحمت اللعالمینؐ۔ یعنی کافروں کے لئے بھی رحم، شر کے لئے رحم، کائنات کے ہر انسان کے لئے رحم، بلکہ ہر شے کے لئے رحم۔ اللہ ہر شے کو پالنے والا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ لوگ تو مجھے مانتے نہیں ہیں، ماننے کی بات تو بعد میں دیکھی جائے گی، پہلے روٹی تو دو اس کو۔ یہ تو آپ کے بالکل مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو رب کہتے ہیں اور وہ رازق ہے، تو جو رزق بند کرے وہ رب نہیں ہو سکتا۔ رب ہے تو رزق دینے والا ہو گا۔ اس لئے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اللہ کسی کا رزق بند

کر دے۔ حضور پاکؐ سے یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ وہ رحم نہیں کریں گے۔ آپؐ ضرور رحم کریں گے اور ہر ایک پر رحم کریں گے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو کیونکہ آپؐ رحمتہ اللعالمینؐ ہیں۔ مسلمان شاید دوسرے پر رحم نہ کرے اس لئے وہ غصہ کرتا ہے۔ دین کا سطحی علم رکھنے والے غصہ زیادہ کرتے ہیں۔ اگر دین کی گہرائی کا علم ہو تو پھر غصہ نہیں آتا۔ دین کا مکمل علم ہونا چاہئے اور گہرائی کے ساتھ علم ہو تو پھر غصہ نہیں آئے گا۔ آپ کو جب کبھی غصہ آ جائے تو پانی پیو اور لیٹ جاؤ اور Rest کرو۔ اگر غصہ آ جائے تو درود شریف پڑھو۔ غصہ آ جائے تو زمین پر ہاتھ لگا کر کانوں پہ لگا لو جیسے مسح کرتے ہیں اور خدا کو یاد کرو۔ ایک بادشاہ سلامت شکار کو گئے ہوئے تھے۔ پیچھے سے کنیز بادشاہ کے بستر پر آرام سے لیٹ گئی۔ بادشاہ واپس آیا تو کنیز کو بستر پر لیٹا دیکھ کر بڑے غصے میں آ گیا اور غصے میں اس نے کنیز کو مارنا شروع کر دیا۔ کنیز پہلے تو بہت روئی' پھر ہنسنے لگ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا "تو روئی کیوں؟" اس نے کہا "مار بڑی پڑی"۔ "اب ہنستی کیوں ہیں؟" "میں یہ سوچ رہی ہوں ظل سبحانی کہ میں تو کچھ دیر اس بستر پر سوئی ہوں تو مجھے مار پڑی ہے' آپ تو روزانہ سوتے ہیں' آپ کو کتنی مار پڑے گی"۔ یعنی اس کنیز نے پیغام دیا کہ اس بستر پر سونے کی سزا مجھے تو یہیں مل گئی مگر تجھے پتہ نہیں کہاں جا کے ملتی ہے۔ تو آپ غصے سے بہت پرہیز کرو کیونکہ یہ انسان کو بہت ہی زیادہ خراب کر دیتا ہے' سوچنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اور اپنا بیگانہ نظر نہیں آتا۔ حاسد لوگ غصے والے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال :۔

ذات باری تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے اور حاضر و ناظر ہے' تو پھر وحی کی دو قسمیں کیوں ہیں۔ یعنی ایک تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے ہے اور اللہ خود بھی رابطہ فرما لیتا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ پیغمبر بھی تو ہماری طرح انسان ہوتے ہیں پھر ان کو یہ مرتبہ کیسے ملتا ہے؟

جواب :۔

ذات باری تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے مگر ایک بات پہ غور کرنا چاہئے کہ سورج تو ہر جگہ موجود ہے مگر ہر روشن جگہ کو سورج نہیں کہتے۔ ذات باری تعالیٰ کا جلوہ تو ہر جگہ موجود ہے مگر وہ اللہ جو مکین ہے اس کے لئے ایک مکان ہے۔ وہ ایک ذات ہے اور باقی سب صفات ہیں اور اس ذات کے جلوے ہیں اور اس کا اظہار ہے۔ اللہ ایک جگہ مقید نہیں جیسے بیت اللہ' ہے تو وہ اللہ کا گھر مگر اللہ ہر جگہ موجود ہے۔ عرش کا مقام اور ہے' لامکان اور ہے۔ حالانکہ ہر شے ہر جگہ موجود ہے لیکن ہر شے اس طرح ہر جگہ نہیں ہے۔ جبرائیلؑ کا مقام اور ہے' وحی کا مقام اور ہے' اور قرب کا مقام اور ہے۔ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں یہ اور ہے۔ جب آپ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو جو باہر ہے وہ کون ہے؟ وہ بھی اللہ ہے۔ اور جو اندر ہے وہ بھی اللہ ہے۔ انسان سوچتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کئی بڑے فقراء اس میں سے گزر گئے اور پھر کہتے ہیں کہ میں کس طرح بات کروں کیونکہ جب کبھی میں مستی میں مقامِ ہوش

سے نکل جاتا ہوں تو " اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں "۔ یعنی میں حرم کو سجدہ کروں اور حرم مجھے سجدہ کرے۔ یہ بظاہر ایک ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وحی جبرائیل امینؑ کے ذریعے بھیجی ہے۔ ورنہ جبرائیل امینؑ کی کیا ضرورت تھی۔ عقل والوں نے کہا کہ خیال کا نام جبرائیلؑ ہے اور موت کا نام عزرائیلؑ ہیں۔ اسی طرح میکائیلؑ بارش برسانے والا اور پیسہ دینے والا ہوتا ہے۔ بادلوں کا نام ہی تو میکائیلؑ ہوتا ہے۔ یہ "رعد" اور "برق" فرشتے ہی تو ہوتے ہیں۔ باقی جو فرشتے ہیں وہ رکوع میں اور سجود میں ہیں۔ خود فرشتے جھکے ہوئے حالتِ رکوع میں ہیں اور جن کا سر نیچے زمین پہ لگا ہوا ہے وہ حالتِ سجود میں ہیں اور جو کھڑے ہوئے ہیں جیسے درخت ہیں تو وہ حالت قیام میں ہیں۔ یہ فرشتے ہیں جو عبادت گزار اور تابع دار ہیں۔ اور ایسے بھی فرشتے ہیں جو صرف تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اسی طرح جنّات ہیں جو طاقت کا نام ہے۔ بجلی کی طاقت بھی جن ہے' تیز ہوا بھی جن ہے اور تیزی سے رواں پانی کو بھی جن کہتے ہیں۔ غصہ کیا ہے؟ یہ بھی ایک جن ہے جس کی طبیعت گرم ہے اس کو جن کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے اس کو بھی سمجھنے کی کوشش نہ کرو۔ ماننے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی یہ کہے کہ جبرائیلؑ ایک خیال کا نام ہے تو پھر کل کو وہ پیغمبر بننے کی کوشش کرے گا۔ بس وہ شخص یہاں مار کھا جائے گا۔ پیغمبر تو پیغمبر ہے' چاہے اس کے پاس جبرائیلؑ آئے تب پیغمبر اور نہ آئے تب بھی پیغمبر ہے۔ یہ نہ ہو کہ کبھی آپ یہ کہہ دو کہ فلاں شخص کا خیال بھی تو پیغمبر جیسا خیال ہے۔ اس طرح تو وہ گمراہ ہو گیا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ علم صرف اطاعت کے ساتھ ملتا

ہے۔ اگر علم بظاہر نظر آتا ہو اور اطاعت نہ ہو تو وہ گمراہ ہو جائے گا۔ جو علم مطیع نہیں ہے' وہ گمراہی ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہ اس آدمی کے علم کو قبول نہ کرنا جس کی آخرت آپ کو قبول نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی کہے کہ لارڈ برٹرینڈ رسل نے یہ بات کی ہے تو اگر اس کی عاقبت آپ کو پسند نہیں ہے تو اس کی بات وصول نہ کرنا۔ بس یہ بات یاد رکھو۔ اس لئے آپ کو وہ علم چاہیئے جو آپ کے اکابرین کا علم ہے۔ باقی علم کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ باقی سب جھوٹ ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں انگریز نے اسلام پر فلم بنائی ہے اور فلم سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے تو ایسا نہیں بلکہ ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ آپ اگر ایمان کو فلم میں دیکھنا چاہو گے تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ ایمان صرف عقیدے میں ہے۔ اس لئے اس بات سے ڈرا کرو اور بچا کرو۔ پیغمبر اگرچہ عام انسان کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب اللہ کی طرف سے وہ پیغمبر بن گئے اور اللہ کا نام بلند کرتے ہیں تو وہ عام انسان نہیں رہتے۔ اس لئے بہت ہی احتیاط کیا کرو۔ ان کا مرتبہ دیکھ لو اور اطاعت کرتے جاؤ۔ اگر آپ پیغمبر کے عمل کی Copy کرنے لگ جاؤ کہ ہم ان کی طرح کا عمل کرلیں لیکن پھر آپ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی کہ ان کے پاس مرتبہ کہاں سے آ گیا اور وہ پیغمبر کیسے بن گئے۔ زیادہ اطاعت کرنے والے اور اطاعت پر فخر کرنے والے اور ان جیسا ہونے کی کوشش کرنے والے اکثر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس فرق کا خیال رکھنا چاہیئے کہ میں بالکل ویسا انسان ہوں لیکن میں کبھی ویسا نہیں ہو سکتا۔ تو یہ جو فرمان ہے انا بشر مثلکم تو وہ ہیں تو " مثلکم " لیکن اس طرح " مثلکم " نہیں ہیں۔ اتنی بھی آسان

بات نہیں ہے کہ وہ ہمارے جیسے انسان ہیں۔ آپ خود دیکھو کہ انؑ کا نام ہے اور آپ لوگوں کا کلمہ ہے۔ یعنی انؑ کا نام ہے اور آپ کا دین ہے' تو وہ ہمارے جیسے کیسے ہو گئے؟ یہ جو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے جیسا ہوں تو وہ اور بات ہے۔ آپ کبھی یہ نہ کہنا کہ وہ ہمارے جیسے ہیں۔ یہ بھی نہ کہنا کہ پیغمبر ہمارے جیسے ہیں۔ یہ دراصل انہوں نے تب کہا جب لوگوں نے کہا کہ پھر آپؐ ہی اللہ ہو۔ پھر انہوںؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یعنی میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ یہ اللہ نے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں ورنہ یہ آپ کو اللہ ہی کہنے لگ جائیں گے۔ اگر تم کہو گے کہ وہ ہماری طرح کے انسان ہیں تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ یہ بڑا باریک نقطہ ہے اور خیال کرنے والا مقام ہے۔ اگر ہمارا باپ کہہ دے کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں تو یہ بات ہم مان لیتے ہیں۔ لیکن ہمارا تو باپ ہے اور اس کا ایک مقام ہے اور ادب ہے۔ تو اطاعت گزاروں کے لئے وہ مقام اور ہے۔ تو آپ یہ واضح طور پر سوچ لو کہ ان کے کہنے کا مفہوم کیا تھا۔ اور آج آپ کے کہنے کا مفہوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہر جگہ ہے۔ ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ لیکن جو اللہ ہے' وہ اللہ ہی ہے۔ بس یہ یاد رکھنا۔

سوال :۔

کیا پیغمبروں کے مقامات میں کوئی فرق ہے؟

جواب :۔

ایسا نہیں ہے کہ ان کے نمبر لگے ہوئے ہیں۔ لائن ایک ہی چلی آ

رہی ہے۔ کسی نے اتنا کام کرنا تھا' کسی نے کچھ اور کام کر دیا۔ یہ پیغمبروں کی صفات کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر ہے۔ ہم عنایات کی بات کرتے ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ موسیٰؑ کو جوتیاں اتارنی پڑ گئی ہیں۔ پیغمبروں میں کبھی فرق نہیں نکالنا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی "ہم ان رسولوں میں کوئی فرق نہیں کرتے"۔ خبردار! پیغمبروں میں کوئی فرق نہ نکالو۔ ان کے مرتبے اللہ کے ہاں ہیں۔

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ ہماری تو عقیدت حضور پاک ﷺ سے ہے اور جو دوسرے انبیاء علیہم السلام ہیں' یہ محبت اور عقیدت ان سے تو نہیں ہو سکتی۔

جواب :۔

عقیدت ٹھیک ہے لیکن آپ مقابلہ کیوں کرتے ہیں۔ مقابلے سے پریشانی ہو جائے گی۔ جو دوسرے پیغمبر ہیں آپ کو ان کی اطاعت کا حکم نہیں ملا۔ دوسرے پیغمبروں کی اطاعت کا حکم مل نہیں سکتا کیونکہ آپ ﷺ امام الانبیاء ہیں۔ اس لئے حکم کیسے مل سکتا ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ باقی پیغمبروں کو ماننا ہے تو بس آپ نے مان لیا۔ لیکن مرتبے کے بارے میں معلوم نہیں ہے۔ اگر کسی کو کسی پیغمبر کا مرتبہ معلوم ہو تو مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں کہ کوئی پیغمبر بن گیا۔ اب ایک عنایت کا دوسری عنایت سے مقابلہ کرنے کا کیا مطلب؟ یہ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہاں مقام کچھ اور ہے۔ تمام پیغمبر

آپ کے پیغمبر یعنی حضور پاک ﷺ کے مطیع ہیں۔ سب پیغمبروں کا کلمہ بھی " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ " ہے۔ جب حضور پاک ﷺ کو معراج عطا ہوا تو وہاں موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضور پاک ﷺ سے کہا کہ حضور پاک ﷺ آپ کے جو اولیاءِ امت ہیں ان کا درجہ پرانے انبیاء کے برابر ہے۔ ہمیں بھی آنے والے زمانے کا کوئی ولی دکھائیں۔ آپ ﷺ نے امام غزالیؒ کو بلا لیا۔ موسیٰؑ نے امام غزالیؒ سے پوچھا " نام کیا ہے "؟ انہوں نے پورا شجرہ بتانا شروع کر دیا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ میں نے تم سے صرف تمہارا نام پوچھا تھا اور تم نے دادا کا نام بھی بتا دیا' سوال کا جواب لمبا نہیں دیتے۔ امام غزالیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور آپ نے کہا تھا کہ یہ چھڑی ہے' اس سے درختوں کے پتے توڑتا ہوں اور بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ حضور پاک ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' آپ ﷺ نے اس کو غزالیؒ کی ٹانگ پر مار کر فرمایا کہ خیال کرو یہ پیغمبر ہیں۔ کہتے ہیں جب غزالیؒ پیدا ہوئے تو ان کی ٹانگ پر نشان تھا۔ یہ Recorded واقعہ ہے۔ تو پیغمبروں کا مکمل ادب کرنا چاہیئے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے عیسائیوں کو جھوٹا ثابت کر دیا تو یہ تو بڑے حساب کتاب کی بات ہے اور بڑی احتیاط کی بات ہے' ہمارے لوگ اس طرح کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایک کا مقابلہ دوسرے سے کرتے ہیں۔ انہیں یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ ہر طرف شر پھیلا ہوا ہے' پہلے تم اس کو ٹھیک کرو۔ مگر یہ لوگ مقابلے اور مناظرے کر رہے ہیں۔ یہ ایسا کام کر رہے ہیں کہ دوسروں کو کافر ثابت کر دیں۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت

ہے۔ ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور دوسرا اسے کافر کہہ دیتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے آپ کو کافر کہتا ہے اور لوگ اسے مسلمان کہنے لگ جاتے ہیں۔ پتہ نہیں کیا کرتے رہتے ہیں۔ دین کو ایک شعبہ اور پیشہ بنا دیا گیا ہے۔ تبلیغ Practice بن گئی ہے اور سیاست بن گئی ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے۔ ایک بڑے جیّد عالم سے لوگ ملنے گئے کسی جگہ میلاد ہو رہا تھا اور لوگ انہیں بلانے کے لئے گئے۔ تو وہ فرمانے لگے کہ اتنے پیسے لوں گا۔ لوگوں نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہیں تو انہوں نے کہا کہ پھر تم میرے بیٹے کو لے جاؤ۔ یہ Actual واقعہ ہے۔ یہ لوگ پیسے لیتے ہیں' ائیر ٹکٹ لیتے ہیں اور بڑے بڑے کھانے کھاتے ہیں اور پھر حکمرانوں کے حق میں فتوے بھی دے دیتے ہیں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ایوب خان کا زمانہ تھا جب دو عیدیں ہوئی تھیں۔ ایک دن لوگوں نے عید کی اور دوسرے دن گورنمنٹ نے' فتویٰ دینے والے سے کسی نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا عید کسے کہتے ہیں' عید تو خوشی ہوتی ہے اور اگر گورنمنٹ خوش ہے تو عید ہی عید ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ایک جگہ گئے تو وہاں دیکھا کہ مغرب کی اذان ہو گئی ہے مگر نماز نہیں ہو رہی۔ اس طرح نماز لیٹ ہو گئی۔ کسی کی مجال ہے جو نماز پڑھ سکے۔ ایسے کئی بار ہوا ہے کہ جماعت کھڑی ہونے والی ہے اور ٹیلی فون آ گیا کہ ابھی ٹھہرو' میں آ رہا ہوں۔ شاہی مسجد میں ایسا ہوا ہے' وہاں ظہر کی نماز تین بجے پڑھی گئی۔ آپ کبھی ایسے نہ ہونا' کبھی Ambitious نہ ہونا' کبھی مبالغہ نہ کرنا۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی حق چھپانے والوں میں نہ بنائے

اور جھوٹ بتانے والوں میں نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے پر چلاتا جائے۔ درمیانی راستہ مل جائے تو بہت اچھا ہے۔ سادہ زندگی گزر جائے تو بہتر ہے۔ نہ بہت حسرتیں ہوں اور نہ کوئی بوجھ ہو۔ نماز اللہ کی پڑھا کرو' اللہ کے لئے پڑھا کرو اور بندوں کی نہ پڑھا کرو۔ آپ سب لوگوں کے لئے خیریت کی دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا فضل فرمائے۔ آمین۔

○



۱ کیا کسی کی فطرت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

۲ بعض لوگ فطرت اور خدا کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی تفریق ہے یا نہیں؟

۳ کیا وجہ ہے کہ موت کا راز ہمیں سمجھ نہیں آتا؟

۴ رمضان شریف کے حوالے سے ہمارے لئے کیا جاننا ضروری ہے؟

۵ روزہ رکھنے کی فلاسفی کیا ہے؟

۶ انسانی فطرت میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

۷ ہمیں اپنی تنہائی میں کس طرح رہنا چاہئے؟

سوال :۔ کیا کسی کی فطرت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

ایک تو انسان کے اندر فطرت کا عمل ہے اور پھر اس فطرت میں شائستگی سکھائی جاتی ہے یعنی کہ سونا فطرت ہے اور سونے کے لئے بستر لگانا جو ہے یہ تہذیب ہے۔ کھانا فطرت ہے' آپ کی ضرورت ہے اور کھانے کو اچھے انداز سے پکانا' یہ فطرت کی ٹریننگ ہے۔ یہ تہذیب جو ہے اور یہ جو مہذب ہونا ہے یہی فطرت ہے۔ مثلاً" فطرت نے درخت بنائے ہیں تو آپ درختوں کو قطار میں لگا لیں۔ بیج کو ہم نے بویا تھا کہ پھول کھلیں گے' پھل لگیں گے' پھولوں کی ایک ترتیب بن جائے گی اور اس سے آگے سرخ پھول والا پودا ہو گا۔ آپ میں فطرت کی بات یہ ہے کہ روشوں کو درست کریں۔ جس طرح نماز پڑھنا فطرت ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے۔ آپ مسجد کو خوب صورت بناؤ اور نماز کے لئے صفیں باندھو۔ فطرت تو بنیادی ضرورت ہے اور اس کی اہمیت ہے۔ اب

اس سے آگے جو شائستگی ہے' وہ اصل میں ٹریننگ ہے۔ مثلاً" یہ ٹریننگ ہے کہ رمضان شریف کے آتے ہی یکم سے ہی زکوٰۃ دے دی جائے' غریبوں' رشتہ داروں' یتیموں' مسافروں اور مسکینوں کو زکوٰۃ دے دی جائے۔ پھر روزے رکھنا اور روزوں کے بعد عید منانا۔ عید کے لئے خود بھی لباس بنانا اور غریب کو بھی لباس دینا ضروری ہے۔ پھر فطرانہ ضروری ہے۔ اس طرح سارا کچھ بتا دیا گیا ہے اور یہ ٹریننگ ہے۔ فطرت کو یوں سمجھنا چاہئے۔ تو فطرت کیا ہے؟ کہ آج کے انسان کا پرانے انسانوں کے ساتھ جو عمل مشترک ہے' وہ فطرت ہے۔ Throughout the country یعنی سارے ملک میں جو مشترک طور پر عمل ہو رہا ہے' اس کو فطرت بولتے ہیں۔ ہر چیز فطرت کے مطابق عمل کرے گی' اس کے علاوہ چارہ کوئی نہیں ہے۔ مثلاً" شیر گھاس نہیں کھائے گا بلکہ گوشت کھائے گا۔ اگر اس کے دانت گر جائیں گے تو شیر مر جائے گا۔ گوشت کے بغیر شیر زندہ نہیں رہتا۔ یہ اس کی فطرت ہے کہ شیر اگر بوڑھا ہو جائے تب بھی وہ گرجے گا ضرور! تو گرجنا' شیر کی فطرت ہے۔ اگر شاہین کو یہ ٹریننگ دی جائے کہ گوشت نہ کھایا کرو تو ایسا ہرگز نہیں ہو گا بلکہ وہ گوشت ہی کھائے گا۔ آپ ہزار بار کوشش کرو لیکن وہ گوشت ہی کھائے گا کیونکہ یہ تو شاہین کی فطرت ہے۔ تو فطرت تبدیل نہیں ہوتی بلکہ اس کے دائرے کے اندر اسے ٹریننگ یا کوشش سے نکھارا جا سکتا ہے۔

سوال:۔

حضور والا ! بعض لوگ فطرت اور خدا کو یا قدرت کو ہم معنی سمجھتے ہیں۔ کیا ان میں کوئی تفریق ہے یا نہیں؟

جواب:۔

فطرت ایک لفظ ہے یعنی Nature ۔ فطرت دو قسم کی ہوتی ہے' ایک قسم انسان کے ارد گرد کی فطرت یعنی Nature outside the man اور دوسری انسان کے اندر کی فطرت یعنی Nature in man ہے۔ Nature outside the man یعنی انسان کے ارد گرد کی فطرت یہ ہے کہ درخت' پہاڑ اور دریا۔ پہاڑ سے دریا نکلے گا اور سمندر میں جائے گا' درخت کی لکڑی پانی میں تیرے گی۔ یہ سب فطرت کے مظاہر یعنی General manifestations ہیں اور فطرت نے ان چیزوں کی تخلیق کی ہے۔ یہ تخلیق کا انداز جو ہے یہ سارا فطرت ہے۔ اسے Nature کہتے ہیں اور ہر انسان کی اپنی ایک فطرت ہے۔ مقصد یہ کہ پرندہ بھی پیدا ہوتا ہے اور انسان بھی پیدا ہوتا ہے' پرندہ بھی زندہ رہتا ہے اور انسان بھی زندہ رہتا ہے' وہ بھی کھاتا ہے اور یہ بھی کھاتا ہے' وہ بھی مرجائے گا اور یہ بھی مرجاتا ہے۔ لہٰذا سب برابر ہیں۔ پھر انسان اور پرندوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو سٹڈی کرنا چاہیئے کہ پرندے کی کیا نیچر ہے اور انسان کی کیا نیچر ہے؟ مثلاً" پرندہ جو ہے وہ رشتے داری کو نہیں مانتا' وہ آشیانے کو رشتہ مانتا ہے۔ پرندے کی ماں آشیانے کے اندر اس کو اپنا بچہ کہتی ہے اور جو بچہ آشیانے سے گر پڑے یا اڑ کے علیحدہ ہو جائے' اس ماں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ انسانی ماں اپنے بچے کی پرواہ کرے گی' ہر دم اس کے خیال میں رہے گی' لیکن پرندوں میں یہ نہیں ہوتا۔ تو یہ فرق ہے انسان اور پرندے میں۔ انسان کی یادداشت ہے اور پرندے کی یادداشت کوئی نہیں ہوتی اور پرندے میں Compulsion کوئی نہیں ہوتی مثلاً"

پرندے کو اگر پانی پینے کی ضرورت محسوس ہو گی تو وہ دوبارہ جا کر اپنی پیاس بجھا لے گا۔ لیکن اس میں کوئی یادداشت نہیں ہے کہ کل اس نے کیا کیا تھا۔ یادداشت انسانوں میں ہوتی ہے۔ تو یہ ان دونوں میں فرق ہے۔ تو انسان کو ذاتی طور پر صفات ودیعت کی گئی ہیں یعنی انسان کی اپنی صفات ہیں اور باہر کی ساری دنیا میں تخلیق کا اور انداز کا جو جلوہ ہے' وہ سارا فطرت کا ہی ہے۔ تو انسان کی اندر کی صفت کو بھی فطرت کہتے ہیں اور اس کے گرد کی کائنات کو بھی فطرت کہتے ہیں۔ تو پتہ یہ چلا کہ فطرت کے دونوں معنی ہیں' لفظ ایک ہی ہے' مگر ایک فطرت Nature of man ہے اور دوسری فطرت Nature outside the man ہے۔ ایک آدمی میں اگر حسنِ اخلاق ہے تو لوگ کہیں گے کہ اس کی بڑی اچھی فطرت ہے اور کسی منظر کو دیکھنے والا کہتا ہے کہ واہ! فطرت کا کیا جلوہ ہے کہ بادل آ رہا ہے اور گھنگھور گھٹا چھا رہی ہے۔ یہ دونوں قسمیں فطرت ہیں اور ان دونوں کو بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے' ان کا خالق اللہ ہے اور ان کا فاطر اللہ ہے۔ فطرت کے خالق کو فاطر کہتے ہیں' یعنی فطرت کو پیدا کرنے والا' دریا کو بنانے والا اور اس زندگی کو موت دینے والا۔ تو ہمارے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ فاطر ہے جو فطرت کو پیدا کرنے والا ہے یعنی "فاطر السمٰوات والارض" تو فاطر وہ ہے جو فطرت کو پیدا کرنے والا ہے' انسان کی فطرت کو بھی پیدا کرنے والا ہے اور انسان کے باہر کی فطرت کو بھی پیدا کرنے والا ہے۔ تو یہ فرق ہے فطرت میں اور اللہ تعالیٰ میں۔ فطرت مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق یعنی فطرت کو پیدا کرنے والا۔

سوال :۔

سر! موت بھی تو اللہ کی ایک تخلیق ہے' پھر کیا وجہ ہے کہ موت کا راز ہمیں سمجھ نہیں آتا۔

جواب :۔

یہ ٹھیک ہے کہ موت آتی ہے تو سب مرجاتے ہیں۔ موت کا سب سے خطرناک منظر کیا ہو گا؟ جب سب کی جان نکالنے والا عزرائیلؑ اکیلا رہ جائے گا تو پھر وہ اپنی جان نکالے گا' یہ اس کے لئے بڑا مشکل وقت ہو گا۔ That will be very tough time اور پھر کیا ہو گا؟ موت ہمیشہ کے لئے مرجائے گی' پھر کوئی موت نہیں ہو گی اور پھر سب کو زندہ کر دیا جائے گا۔ یہاں تو مرنے کے بعد آدمی کو رخصت کر دیا جاتا ہے' یہ ایک مختصر وقفہ ہے اور پھر سب کو جگا دیا جائے گا۔ And then we will wake up اور جب سب لوگ Eternally ہمیشہ کے لئے جگا دئے جائیں گے تو موت ہمیشہ کے لئے مرجائے گی۔ And death will forever die موت مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے۔ خلق الموت والحیٰوۃ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "زندگی اور موت کو ہم نے پیدا کیا"۔ یہ دیکھنے کے لئے پیدا کیا ہے کہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔ تو زندگی بھی مخلوق ہے اور موت بھی مخلوق ہے۔ پھر ایک دن آئے گا جب زندگی ختم ہو جائے گی اور موت بھی مرجائے گی۔ یہاں پر بھی Symbolically موت مرتی رہتی ہے' مثلاً" شہید کو موت نہیں آتی اور کئی لوگ جو اللہ کے بندے ہوتے ہیں وہ بظاہر مر کے بھی موت کو Avoid کر جاتے ہیں'

اور ہمیشہ کے لئے زندہ رہتے ہیں۔ اصل میں اس شخص کے لئے موت مرجاتی ہے جو لوگوں کے دلوں میں یاد رہتا ہے' اور دلوں میں زندہ رہتا ہے۔ بڑے لوگ اس طرح موت سے نجات پا جاتے ہیں۔ یہ موت نہیں ہے کہ سانس کا سلسلہ ختم ہو جائے' یہ موت نہیں ہے کہ آنکھیں دیکھنا بند کر دیں' یہ موت نہیں ہے کہ زبان کا ذائقہ ختم ہو جائے' یا انسان حرکت نہ کر سکے' یا چل پھر نہ سکے۔ اصل موت تو یہ ہے کہ جب یاد کرنے والے یاد کرنا چھوڑ دیں۔ تو یہ انسان کی موت ہے کہ جب زندہ رہنے والے بھول جائیں۔ تو جو لوگ ہمیشہ کے لئے لوگوں کے دلوں میں یاد بن کے رہتے ہیں' وہ زندہ ہیں۔ یاد رہ جانا ہی زندگی ہے اور بھول جانا موت ہے۔ ایک بار جب کبھی یہ کیفیت آپ پر وارد ہو تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ موت کیا ہے اور زندگی کیا ہے؟ باقی یہ بات یاد رکھنا کہ موت مخلوق کے سامنے مرجاتی ہے اور آخری موت جو ہے وہ موت کی ہوتی ہے۔ تو اس کائنات میں آخری موت جو ہے' وہ موت کی ہے۔ کیونکہ خالق نے ہمیشہ رہنا ہے اور مخلوق نے مرجانا ہے۔

سوال:۔

حضور میری یہ گزارش ہے کہ رمضان شریف کے حوالے سے ہمارے لئے جو کچھ جاننا ضروری ہے اس سلسلے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب:۔

رمضان شریف کے لئے سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اگر آپ قرآن مجید پڑھ نہیں سکتے تو رمضان شریف میں ایک بار قرآن ضرور

سن لو۔ یہ ہر آدمی اپنے لئے فرض بنا لے۔ اس کے لئے آپ تراویح پڑھنے جاتے ہیں لیکن کسی وجہ سے اگر تراویح نہ پڑھی جا سکے تو گھر والوں کو کہہ دو کہ میرے لئے قرآن شریف پڑھو' یا قرآن مجید کا کیسٹ لگا دو۔ تو قرآن پڑھنا بھی فرض ہے' سمجھنا بھی' اور تو اور سننا بھی عین فرض ہے۔ جس نے توجہ سے اللہ کا کلام سنا' اللہ اس پر راضی ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا خوب صورت کلام ہے' لکھا ہوا ہے' پڑھا جاتا ہے اور یہ کلام تمہاری دنیا کی بہتری کے لئے بھی ہے اور عاقبت کے لئے بھی ہے۔ اس کلام کو ساری دنیا اچھا سمجھتی ہے اور اس کو مانتی ہے۔ وہ آدمی جو یہ کہے کہ "یا اللہ میں پڑھ نہیں سکتا' میں تو عجمی ہوں' عربی تو میں جانتا نہیں ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ تیرا کلام ہے' تو تیرے کلام کا میں ادب تو کر سکتا ہوں۔" تو ایسا شخص قرآن پاک کو اٹھائے' ادب کرے' تعظیم کرے۔ اگر وہ یہ ادب کر گیا تو پھر اس کو بھی قرآن کی سمجھ آ جائے گی کیونکہ یہ کلام سچے خدا کا ہے اور آپ خدا کا کلام سمجھ کر اس کے قریب جاؤ' جتنا آپ قرآن پاک کے قریب جاؤ گے' یہ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو آپ پر کھولتا جائے گا۔ خالق موجود ہے تو خالق جب چاہے عطا کر دے اور بے حساب عطا کر دے۔ تو رمضان شریف میں کرنے والی پہلی بات یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو قرآن کریم کے قریب رکھو اور ایک بار ضرور پڑھ لو۔ جنہوں نے قرآن پاک پڑھا ہوا ہے وہ پڑھ لیں اور جنہوں نے نہیں پڑھا ہوا' وہ سن لیں۔ اس عمل کے اندر اس طرح بڑا فیض اور بڑی برکت ہو جائے گی۔ روزہ رکھتے ہوئے ایک بات ضرور یاد رکھو کہ جو روزہ نہ رکھ سکے' وہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا اہتمام کرے' روزے میں

بہت برکت ہے اور رمضان شریف میں روزہ رکھنا بہت برکت والی بات ہے۔ رمضان شریف میں پڑھنے کے لئے آپ سیرت النبیؐ پڑھو اور ضرور پڑھو۔ اس مہینے میں آپ کم گو ہو جاؤ' خاموش ہو جاؤ یا زیادہ نہ بولو اور باوضو رہنے کی کوشش کرو' صرف خاموش اور باوضو ہو کر آپ چل پڑو تو شہر میں سے کہیں سے کوئی آواز آ جائے گی اور تمہارا راز کھل جائے گا۔ ایسا بے شمار مرتبہ ہوا ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ "غیب سے آواز آ جاتی ہے"۔

تو بتانے والا کسی کی زبان سے آپ کو بات بتا دیتا ہے' اور اپنے حصے کے علم کا انتظار کرو۔ یہ ضرور کہیں سے مل جائے گا' یہ ضروری ہے کہ آپ انتظار کرو' توجہ کرو' اللہ آپ پر مہربانی کرے گا۔ رمضان شریف کی برکت سے کرم ہو جائے گا۔

سوال :۔

سر! روزہ رکھنے کی فلاسفی کیا ہے؟

جواب :۔

دیکھو' میری ایک نصیحت یاد رکھنا! کلمہ شریف' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ' جنہیں آپ فرائض کہتے ہو' اس کا فلسفہ کوئی نہیں ہے' بس یہ اللہ کا حکم ہے اور حکم میں فلسفہ ڈھونڈو گے تو حکم کمزور محسوس کرو گے۔ مثلاً" نماز میں بڑا فائدہ ہے کیونکہ انسان پاکیزہ رہتا ہے' اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نماز کے بغیر ہی پاکیزہ ہوں تو پھر آپ کیا کہو گے۔ پھر وہ کہے گا کہ نماز پڑھنے والے چوری کر گئے اور میں تو چوری نہیں کرتا۔ تو نماز کا فلسفہ کوئی نہیں ہے۔ بس نماز اللہ کا حکم ہے اور آپ اس کو Obey

کرو۔ آپ نے اللہ کو ماننا ہے تو اللہ کا حکم مانو۔ اللہ کو ماننے والا اور اللہ کا حکم نہ ماننے والا شیطان ہوتا ہے۔ شیطان نے کیا کیا تھا؟ وہ کہتا تھا کہ اللہ میاں آپ کو تو میں مانتا ہوں' رہا آپ کا حکم تو اس کے لئے معذرت ہے' آپ ہزار سجدے کرا لو' دو کروڑ سال اور عبادت کروا لو مگر آدم کو سجدہ نہیں کروں گا۔ یہ حکم نہیں مانوں گا۔ تو یہاں یہ شیطان ہوتا ہے۔ انسان کافر کب بنتا ہے؟ جب اللہ کو مانے اور اس کے حکم کو نہ مانے۔ اہلِ قریش کو یہ پہلا سبق بتایا گیا تھا جب سرکار دو عالم ﷺ نے ایک حبشی غلام کو سرداری عطا فرمائی۔ وہ قوم بہت غیور تھی' کہنے لگی بلالؓ کس طرح ہمارا موذن ہو سکتا ہے کیونکہ وہ حبشہ کا رہنے والا ہے اور ہمارا غلام ہے۔ غلاموں میں سے ہی غلام کو سردار بنا دیا اور اسے حضور پاک ﷺ نے سرفرازی عطا فرما دی۔ آپ ﷺ نے کہا بلالؓ جاؤ اور اذان دو۔ تو جاہل اہل عرب کا غرور وہاں ٹوٹ گیا۔ میں نے پہلے ہی آپ کو ایک بات یاد رکھنے والی بتائی تھی کہ جب کبھی فرائض کا پتہ چل جائے کہ یہ اللہ نے کہہ دیا ہے تو پھر افادیت یا فلسفہ نہ ڈھونڈنا۔ مثلاً" اللہ کا حکم ہے ڈھائی فی صد زکوٰۃ دے دو تو اس کا فلسفہ نہ ڈھونڈو بلکہ زکوٰۃ ادا کرو۔ یہ جو فلسفہ ڈھونڈنے والے ہیں یہ باری تعالیٰ کے اس حکم کو کمزور کر دیتے ہیں جب کہ آپ کو یہ کہنا چاہئے کہ The best thing is that it is the order of Almighty یعنی سب سے بہتر بات یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس سے آگے کیا فلسفہ ہے؟ یہ اس نے کہا ہے جس اللہ نے مجھے بنایا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تو نماز پڑھ' تو اب نماز کا اور فلسفہ کیا ہے' اس کا حکم ہے اور یہ بات کافی ہے۔ مثلاً" کوئی یہ

کہے کہ نماز کا فلسفہ یہ ہے کہ نماز جو ہے یہ سرُور پیدا کرتی ہے۔ اگر نماز سرور نہ پیدا کرے تب بھی نماز فرض ہے۔ تو فرائض کے اندر Justification نہ ڈھونڈنا اور توجیہہ نہ ڈھونڈنا۔ ہم فرائض کو مقدم کہتے ہیں اور یہ مقام سمجھتے ہیں۔ فرائض کی Justification ہو یا نہ ہو' فرائضِ مقدم ادا کرنے چاہئیں۔ ہمیں توجیہہ سے کیا فرق پڑتا ہے۔ لہٰذا روزے کا فلسفہ یہی ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ یہ جو باقی لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ روزے کا فلسفہ یہ ہے کہ غریب آدمی کا خیال کرو' بھوک کا خیال کرو' یہ خیال کرو کہ بغض کیا ہے اور نفس کیا ہے' تو یہ ایک خیال ہے لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ زندگی عطا فرمانے والے کا حکم ہے اور یہ کافی ہے۔ لہٰذا اللہ کا فرمان ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضاً او علٰی سفر من ایام اخر اور جو روزہ نہ رکھ سکے فدیۃ طعام مسکین یعنی کہ "جس کو رمضان نصیب ہو وہ اس میں روزے رکھے' اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اگلے مہینے میں روزے رکھ لے اور اگر روزے نہ رکھ سکے تو مسکینوں کو کھانا کھلائے"۔ ایک درویش وضو کر رہے تھے تو وہاں ایک بڑے کامل درویش آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ پہلے بزرگ نے کہا کہ میں وضو کر رہا ہوں۔ "کیوں وضو کر رہے ہو؟ "نماز پڑھنے کے لئے۔" کس کی نماز؟" اس نے کہا "اللہ کی" "اللہ کدھر ہے؟" کہتا ہے ادھر ہی! پھر اس درویش نے کہا کہ میں آپ کے گاؤں میں پہلی دفعہ آیا ہوں' مجھے تو دکھاؤ کہ اللہ کدھر ہے۔ کہتا ہے میں نے تو اللہ نہیں دیکھا کہ اللہ کدھر ہے۔ درویش نے کہا پھر تو نے کس طرح اللہ کو مان لیا ہے؟ کہتا ہے ابا حضور نے کہا

تھا۔ درویش نے کہا اللہ کون ہے؟ کہتا ہے کہ اللہ خالق ہے ہر شے کا اور ہر چیز کا اسے علم ہے اور ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ درویش نے کہا کہ شیطان تو اس کے ماتحت نہیں ہے۔ کہتا ہے جی ہاں! کچھ باتیں ماتحت نہیں ہیں۔ اس طرح آنے والے درویش نے اس شخص کے دل میں بڑی بد دلی اور شک پیدا کر دیا۔ پھر درویش نے کہا کہ خدا نہیں ہے بلکہ یہ سب کاروبار خود بخود چل رہا ہے۔ آخر کار اس شخص نے اپنے شیخ کی طرف رجوع کیا' اور اس کی طرف پانی کا چھینٹا آیا اور ساتھ ہی یہ آواز آئی کہ اس کو یہ کہو کہ میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے۔ اس شخص نے کہا میں نے بغیر دلیل کے خدا کو مانا ہے۔ تو وہ درویش کہنے لگا تیرا شیخ کامل ہے' اس لئے آج بچ گئے ہو' میرا نام ابلیس ہے اور میں فلسفہ والے کو گمراہ کرتا رہا ہوں۔ تو مقصد یہ ہے کہ آپ بغیر دلیل کے خدا کو مانتے جاؤ اور نہ کوئی ثبوت مانگو اور نہ اس کی وضاحت مانگو۔ آپ یہ کہو کہ وہ اللہ ہے' طاقت والا ہے اور ہم تو اس کو مانتے ہیں' چاہے وہ چیزیں دے دے تب بھی ہمیں منظور ہے اور چیزیں لے لے تب بھی ہمیں منظور ہے' وہ چاہے ہنسائے' چاہے رلائے' ہم ہر حال میں اس کو مانتے ہیں۔ ؎

میں نِر گُنیا گُن نہیں جانی
ایک دھنی کے ہاتھ بِکانی
چاہے ہنسائے' چاہے رلائے
چاہے وہ مجھے چِت سے بھلائے
راضی رہوں گی جی میں ٹھانی
میں نِر گُنیا گُن نہیں جانی

یعنی میرے پاس تو کوئی خوبی نہیں ہے اور میں ایک خوبی والے کے ہاتھ بک چکی ہوں' اب اس کی مرضی ہے مجھے ہنسائے یا رلائے' میں تو ہر حال میں راضی ہوں کیونکہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے۔

ایسا شخص ہر حال میں راضی رہتا ہے کیونکہ اب اس کا معاملہ اللہ سے ہے۔ ؎

رہنا ہے ہر حال میں راضی
خالق سنگ ہے جیون بازی

ہم نے خالق کے ساتھ یہ بازی لگائی ہے کہ ہم نے ہر حال میں راضی رہنا ہے۔ تو خالق کون ہے؟ کہتا ہے آپ کے شوق کا نام ہے۔ ثبوت کیا ہے؟ کہتا ہے ثبوت تو میں خود ہی ہوں' جب میں نہیں ہوں تو پھر ثبوت کیا ہے؟ تو جب آپ ہی نہ ہوں تو پھر ثبوت کون دے گا۔ سورج کا کوئی ثبوت نہیں ہے سوائے دیکھنے والے کی آنکھ کے۔ دیکھنے والے کی آنکھ نہ ہو تو سورج کا ثبوت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو اللہ کا ثبوت مانو اور اپنی پیشانی کو اللہ کا جلوہ مانو' بس یہی اس کا ثبوت ہے۔ آپ یہ کہو کہ روزے کا فلسفہ بس یہی کافی ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔ جس طرح عطر گلاب ہے' گلاب کا پھول ہے' آپ اس کو دیکھو اور لطف لو کیونکہ یہ جلوہ ہے' خوشبو ہے' رنگ ہے' بیوٹی ہے' زیبائش ہے اور پھولوں کا بادشاہ ہے۔ لیکن اگر حکیم صاحب سے کہیں کہ اس کی افادیت کیا ہے' وہ کہیں گے کہ اس سے گلقند بنا لو۔ تو اب گلقند بنانے سے گلاب تو وہ گلاب نہیں رہے گا بلکہ کچھ اور ہی کہانی بن جائے گی۔ اس لئے ہر کام کے اندر افادیت اور فلسفہ نہ ڈھونڈو۔ تو یہ کافی بات ہے کہ

آپ نے مان لیا کہ آپ اللہ کے ہو اور اس گئے گزرے دور میں بھی آپ اللہ کی عبادت کرتے ہو' غریبی کے باوجود آپ کے پاس دولتِ خیال ہے اور یہ اس کی بڑی مہربانی ہے۔ غریب آدمی کے پاس اگر اللہ تعالیٰ کی یاد ہی نہ ہو اور غریبی بھی ہو تو وہ دوہرے عذاب میں پڑ جاتا ہے۔ وہ غریبی جو مایوسی کی طرف لے جائے' وہ عذاب ہے۔ فرمان ہے کہ کادالفقر ان یکون کفرا یعنی کہ "عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے"۔ تو اللہ تعالیٰ سے دور ہونے والی غریبی تمہیں کافر بنا دے گی اور ایک وہ غریبی ہے جو اللہ کی طرف جھکتی ہے۔ وہ غریبی تو وہ ہے جس کے بارے میں حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ غریب ہم میں سے ہیں۔ تو دعا کیا کرو کہ یا اللہ بالیقین غریبی دے اور بالیقین دولت دے یعنی کہ Gentle دولت دے' ایسی دولت جو مغرور نہ کرے اور میری دعا یہی ہے کہ یا اللہ ہمیں مغرور نہ کر اور ہمیں مایوس نہ ہونے دے' خدا آپ کو مایوسی سے بچائے اور خدا آپ کو غرور سے بچائے۔ یعنی کہ لوگ جو ہیں وہ آپ سے نہ ڈریں اور آپ سے پیار کریں۔ یاد رکھنا کہ لوگوں کو ڈرانا نہیں' دھمکیاں نہیں دینی ہیں' رعب نہیں ڈالنا کیونکہ رعب والا آدمی جو ہے وہ ہمیشہ پریشان ہی رہتا ہے۔ اپنی افادیت بناؤ' سورج روشنی ہے لیکن وہ کوئی رعب نہیں ڈالتا بلکہ سب سے بڑی روشنی دینے والا ہے' دن بھر روشنی دینے میں لگا ہوا ہے اور لوگ اس کی قدر کرتے ہیں۔ آپ اپنی فطرت کو اچھا بناؤ' جس طرح گلاب ہے کہ دوست ہو یا دشمن ہو' پاس سے گزر جائے تو خوشبو دیتا ہے اور بغیر کسی ترجیح کے سب کو خوشبو دیتا جاتا ہے۔ تو انسان جو ہے وہ انسانوں کی خدمت کرتا جائے اور

اللہ کا حکم مانتا جائے۔ اس میں فلسفہ ڈھونڈنے والی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور والا ! انسانی فطرت میں کیا کیا چیزیں آتی ہیں؟

جواب :۔

انسانی فطرت میں پہلی بات یہ ہے کہ آپ تنہائی میں کیسے Behave کر رہے ہو' کیا عمل کرتے ہو۔ یعنی How you behave in your loneliness اور دوسری چیز یہ ہے کہ آپ سوسائٹی میں کیسے Behave کرتے ہیں یعنی لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

سوال :۔

سر! ہمیں اپنی تنہائی میں کیسے Behave کرنا چاہئے؟

جواب :۔

آپ یہ دیکھو کہ آپ اس صورت میں کیا عمل کرتے ہیں' لوگوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ آپ اپنے گناہ پر کبھی گواہ نہ بناؤ۔ اگر کسی جگہ جنگل میں کوئی چیز پڑی ہوئی ہے اور وہ چیز آپ کی اپنی نہیں ہے تو ہزار بار پڑی رہے' آپ اس چیز سے آگے نکل جاؤ۔ ایسا شخص نیک ہوتا ہے۔ اس کی تنہائی نیک ہوتی ہے۔ وہ آدمی جو تنہائی کا مومن ہے' وہی اصل مومن ہے۔ مومن کی تعریف میں نے آپ کو بتا دی ہے کہ جو لوگوں کے لئے نقصان دہ نہ ہو۔ تو پہلا کرنے والا کام یہ ہے کہ تیرے ہاتھ سے کسی کو نقصان نہ پہنچے اور ولی وہ شخص ہے جس کے ہاتھ سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ یعنی پہلے تو آپ بے ضرر ہو جاؤ اور پھر لوگوں کے

لئے منفعت بخش ہو جاؤ۔ تنہائی میں آپ کے دل سے کسی کے حق میں بد دعا نہ نکلے۔ ایسی تنہائی اچھی ہوتی ہے اور اس کو لوگوں نے بیان کیا ہے کہ سب سے اچھا وہ ہے کہ جس کا عیش کا زمانہ ہو اور وہ خوف خدا پر قائم رہے۔ یعنی پیسے کا دور ہو' فراوانی ہو لیکن خوف خدا ہو اور مغرور نہ ہو' یا تنگی کا زمانہ آ جائے تو پھر بھی ایسا انسان Mind نہ کرے' اچھے دنوں کی امید میں سفر کرتا جائے' خدا پر اعتبار کرے اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اب آپ دعاکرو یا رب العالمین! رحم فرما' اپنا فضل فرما دے' یا اللہ تکلیفوں سے آزاد کر دے۔ یا اللہ احتیاج سے آزاد کر دے' یا اللہ غریبی سے بچا۔ یا اللہ اپنا خاص کرم فرما۔ یا اللہ معافی دے دے۔ یا اللہ اب اچھے زمانے آ جائیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○



۱ نیکی کے سفر میں جو نیکیاں از خود ہو جاتی ہیں' ان کے بارے میں بتا دیں۔ اس سفر میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

۲ شیطان کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ جس کی فطرت ہی بد ہے اس کا حساب کیا ہو گا؟

۴ کیا ایسے دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو؟

۵ اختلاف رائے بھی کسی چیز کا علم ہے یا یہ بڑائی کی کیفیت ہے؟

۶ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ ...کو اسماء کا جو علم دیا' برائے مہربانی اس پر روشنی ڈالیں۔

سوال :۔

سر! سوال یہ ہے کہ نیکی کے سفر میں انسان سے جو Unconsciously نیکیاں ہوتی ہیں' ان کے بارے میں بتا دیں' اس سفر میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

آپ کے نوے فیصد عمل Unconsciousness کے ہیں۔ اس میں علم شامل ہی نہیں ہوتا۔ اگر ہاتھ سے کوئی چیز گر جائے تو آپ یک لخت اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں یا کوئی حادثہ ہو جائے تو انسان وہاں رک جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کسی کا کوئی عزیز مر جائے تو دوسرا شخص افسوس کرتا ہے' یہ سب خود بخود فطری ہوتا رہتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ یا تو نیکی کی طرف یا پھر بدی کی طرف مائل ہو گا۔ تو آپ میں سے کچھ لوگ نیک ہوں گے اور کچھ لوگ بد ہوں گے۔ کچھ لوگ دین کو بیچ کر دنیا بنائیں گے اور کچھ لوگ دنیا کو بیچ کر دین بنائیں گے' اب یہ فطرتی بات ہے اور خود بخود ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کو پتہ ہے

آپ گھر میں کئی قسم کا پکاتے ہیں اور اس کے کتنے ہی Taste ہوتے ہیں پھر جب مہمانوں کو بلاتے ہو تو کچھ لوگ ایک چیز کھائیں گے اور کچھ لوگ دوسری چیز کھائیں گے۔ تو ذائقے یا Taste پیدائشی طور پر سب الگ الگ ہیں' کسی شخص کو میٹھا پسند آتا ہے اور کسی کو نمکین۔ اسی طرح مزاج پیدائشی طور پر اللہ تعالیٰ نے الگ الگ پیدا کر دیئے ہیں۔ بد آدمی بدی کرے گا چاہے ظاہری طور پر نیکی کر رہا ہو۔ جس کے مزاج میں چوری ہے' اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر آپ کی جیب میں چلا جائے گا۔ یہ اس کی فطرت کے اندر ہے' مزاج کے اندر ہے اور اس کی Genes کے اندر ہے۔ تو نیک ہونا یا نیکی کرنا بھی قدرتی طور پر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "ومنکم من یرید الدنیا و منکم من یریدالاخرۃ" "تم میں سے ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔" ایک بادشاہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے نجومی سے پوچھا کہ یہ بچہ کیسا ہو گا؟ نجومی نے کہا کہ یا یہ بڑا بادشاہ بنے گا یا پھر دنیا چھوڑ دے گا۔ وہ بچہ کیونکہ بادشاہ کا بیٹا تھا اس لئے اس نے بادشاہ ہی ہونا تھا۔ بڑا ہوا تو اس کی شادی ہوئی اور اس کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا۔ ایک روز وہ سیر کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک جلوس جا رہا ہے۔ اس نے اپنے مصاحبوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ جنازہ جا رہا ہے' اس نے پھر پوچھا یہ جنازہ کدھر جا رہا ہے اور یہ جنازہ کیا ہوتا ہے؟ مصاحبوں نے کہا کہ جب بندہ مرجائے تو اس کو آخری منزل پر لے جاتے ہیں۔ پوچھنے لگا کہ یہ آخری منزل کدھر ہے اور پھر ہم کون سی منزل میں ہیں اور یہ بری بات ہے کہ ہم آخری منزل کو پہچانے بغیر ہی مرجائیں۔

پھر اس نے بیٹے کو چھوڑا' بیوی کو چھوڑا' بادشاہ کو چھوڑا' Kingdom کو چھوڑا اور وہ جنگلوں میں چلا گیا۔ اس شخص کا نام گوتم بدھ تھا۔ اب یہ اس کا مزاج تھا اور کسی نے اس کو ایسا کرنے کی ٹریننگ نہیں دی تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ گیا اور پھر وہ اپنی Training کے بعد واپس آیا۔ انسان کا Taste خدا داد ہے' یہ پسند کرنا اور یہ ناپسند کرنا' نیکی کرنا اور نیکی نہ کرنا' مہمان کی مہمان نوازی کرنا' یہ سب اللہ کی طرف سے اس کے مزاج میں ہوتا ہے۔ اچھے انسان کا مزاج یہ ہے کہ وہ قتل کر سکتا ہے لیکن نہیں کرتا۔ اس کو بولتے ہیں عقلِ سلیم' قلبِ سلیم' فطرتِ سلیم' نفسِ مطمئنہ۔ ایسے اچھے لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ ذرا ٹیڑھے سے ہوتے ہیں۔ ان کو ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایسا کرنا' ایسا نہ کرنا۔ ورنہ وہ آدمی جو قلبِ سلیم اور عقلِ سلیم رکھتا ہے یا نفسِ مطمئنہ رکھتا ہے اس کو ٹریننگ کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو جو انسان Consciously نیکی کا عمل کرتا ہے وہ Code کے حوالے سے کرتا ہے' شریعت کے حوالے سے کرتا ہے اور جو Unconsciously نیکی کر رہا ہے وہ اس کی اپنی فطرت ہے۔ فطرت کا ہونا بھی خوبی ہے' ضابطے پر چلنا بھی خوبی ہے' اس سے آپ کو ٹریننگ ملتی ہے اور وہ آپ کی فطرت میں ہوتی ہے۔ فطرت میں نیکی ہونا اس طرح ممکن ہوتا ہے کہ آپ کی ماں نیک ہو گی' دادا نیک ہو گا' نانا نیک ہو گا' آپ کے گھر کا ماحول ٹھیک ہو گا یا پھر بچپن میں سنا ہو گا کہ نیکی یہ ہوتی ہے اور نیک اس طرح کے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ باتیں آپ کی فطرت میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جس طرح ماں اور بیٹے نے کتاب نہ بھی پڑھی ہو تو بھی فطری طور پر ان کو آپس میں محبت ہو گی

اور اب یہ محبت کیا ہے؟ یہ فطری ہے۔ حالانکہ ان میں سے کسی کی ٹریننگ نہیں ہوئی۔ اس کو بولتے ہیں بغیر Effort کے! Effort کے ساتھ کام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ساری چیزیں خود Allocate کرنا اور ایک آدمی اپنا حق مانگ سکتا ہے لیکن نہیں مانگتا بلکہ اپنی چیزیں بھی دے دیتا ہے تو یہ خدا داد ہے۔ اسی طرح نیکی بھی خدا داد ہوتی ہے۔ نیک لوگ بھی خداداد ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں۔ ان کو نیکی نہ سکھائیں تب بھی وہ نیک ہوتے ہیں۔ پیغمبر اپنی بعثت سے قبل بھی پیغمبرانہ عمل کرتے ہیں۔ پیغمبر نامزد ہونے کی ایک تاریخ ہوتی ہے جب وہ رسول، نبی اور پیغمبر بنتے ہیں۔ اس دن پیغمبر Appoint ہو جاتے ہیں۔ اللہ اس دن سے انہیں اتھارٹی دیتا ہے کہ آج سے آپ پیغمبر ہیں اور اس دن کے بعد وہ جو عمل کرتے ہیں، اس سے پہلے بھی ان کا عمل وہی تھا، وہ ہمیشہ سے سچ بولتے تھے، پیغمبری سے پہلے بھی انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا کیونکہ یہ ان کی فطرت تھی۔ تو کچھ لوگوں کی فطرت شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے اور یہ شریعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔ پیغمبری نازل ہونے سے پہلے بھی حضور پاک ﷺ کی زندگی قرآن پاک کے مطابق تھی۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ ودیعت ہے! یہ فطرتِ سلیم ہے۔ ہم لوگ اسلام میں آ کر مسلمانوں کے عمل کی کوشش کرتے ہیں۔ اب مثلاً" اللہ کا حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر کچھ لوگ ہیں جو زکوٰۃ سے پہلے ہی اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے۔ وہ اپنا مال غریبوں میں بانٹ دیتے ہیں، یہ ہے فطرت! تو فطرت کو نیک کرنے کی ٹریننگ ہی کوئی نہیں ہے۔ فطرت عام طور پر Mobilise نہیں ہوتی،

Mould نہیں ہوتی' بس تھوڑی سی Curtail ہو جاتی ہے یعنی تھوڑا سا بنا سنوار کے فطرت کو Alter کر دیتے ہیں ورنہ عام آدمی کو آپ خبردار کرتے ہیں کہ برداشت کرنا میرا مزاج ہے لیکن تھوڑا سا خیال کر' کیونکہ تیری آزادی وہاں ختم ہو جائے گی جہاں سے میری آزادی شروع ہو گی۔ اب یہ اس شخص کی ٹریننگ ہوتی ہے ورنہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک مزاج میں پیدا کیا ہے۔ کہتے ہیں ایک ملک آزاد تھا اور اس میں سڑک کے درمیان میں ایک بوڑھی عورت چل رہی تھی تو اس سے کسی نے کہا کہ آپ راستے کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہم آزاد ہیں۔ اس نے کہا آپ کو سڑک کے درمیان میں چلنے کی آزادی ہے تو پھر سڑک پر گاڑی چلانے والے کو بھی آپ کو کچلنے کی آزادی ہے! تو بات اتنی ساری ہے اور یہ ٹریننگ کی بات ہے۔ ٹریننگ میں تب غلطیاں آ جاتی ہیں جب تک کہ اوپر سے کوئی ضابطہ نہ ہو۔ فطرت کے اندر یہ بات نہیں ہوتی ہے۔ دیہات کے اندر رہنے والے' پہاڑوں پر رہنے والے' ان پڑھ علاقے میں رہنے والے اور جزیرے میں رہنے والے ضابطہ اخلاق کے بغیر ضابطہ بنائے ہوئے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ ان کی فطرت ہے۔ انسان جو ہے اگر انسان کے کام آئے تو یہ فطرت ہے۔ انسان' انسان کے ضرور کام آئے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس گیا کہ بھائی ذرا حالات خراب ہیں' پیسے نہیں ہیں' دوائی لے دیں۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ مجھے تیسرا کلمہ سناؤ۔ اس نے جواب دیا کلمہ تو یاد نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ Get Out' دوائی نہیں ملے گی۔ اب یہ آپ کو ٹریننگ دی گئی ہے کہ آپ نے کسی ایسے شخص کی مدد نہیں کرنی جب

تک کہ وہ آپ کے دین پر نہ آ جائے۔ اور اگر ایک آدمی فطری طور پر نیک ہے تو وہ کہتا ہے کہ کلمہ آپ گھر جا کر پڑھ لینا لیکن اب دوائی تو لے جاؤ۔ یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ فطرت کیسی ہے اور کیا فطرت کا آپ کے ساتھ تعاون ہے؟ آپ کی نیکی Consciously ہے تو پھر آپ کا فطرت کے ساتھ تعاون ہے۔ تو آپ اس کے تعاون کا شکریہ ادا کرو اور اپنا تعاون پیش کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر مہربانی کی ہے کہ آپ کو پیدائشی طور پر نیک بنا دیا ہے۔ اس بات پر اس کا شکر ادا کرو۔ اس کا کس طرح پتہ چلتا ہے؟ اس کی مثال اس طرح ہے کہ اللہ نے بِن مانگے کی بہشت میں آپ کو رکھا۔ اور اللہ نے خود یہ مہربانی کی۔ اور اب جو ہے آپ وہ بہشت تلاش کر رہے ہو۔ یہ نیکی، عقلِ سلیم یا نیک فطرت کیا ہے؟ وہ ایک عطا ہے۔ پہلی جنت جو ہے وہ آپ کو عطا تھی۔ جنت کی تلاش جو ہے یہ آپ کا Adventure ہے۔ اب اس جنت کو تلاش کرو۔اس چیز کو تلاش کرو جو کبھی آپ کے پاس Free تھی۔ اس طرح بے شمار باتیں آپ کے غور کرنے کے لئے آ جائیں گی۔ آپ کا سب سے بڑا پرابلم کیا ہے؟ کہ کاش وہ گزرا ہوا وقت واپس آ جائے اور چین کا زمانہ آ جائے، سکون کا زمانہ آ جائے There was a time ایک وقت ہوتا تھا جب بڑا سکون ہوتا تھا اگرچہ اس وقت اتنا مال بھی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اب سکون نہیں، اگرچہ اس وقت مال بہت ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مال کے آنے سے سکون آ گیا ہو؟ یہ Try کر کے دیکھ لو، مال چھوڑ کے دیکھ لو تو شاید سکون مل جائے۔ جو کچھ ہوا اس کو انہونا کر دو، پھر دیکھو تو شاید کچھ ہو جائے، جو غائب ہوا ہے شاید وہ ظاہر ہو جائے۔ آپ یہ

دیکھو کہ آپ کو بے سکون کس نے کیا؟ آپ کو آپ کی کثرت کی خواہش نے بے سکون کیا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "تمہیں کثرتِ مال نے غافل کر دیا ہے حتیٰ کہ تم قبروں میں جاگرے"۔ اللہ والے آخری دم تک یہ بتاتے رہتے ہیں کہ دیکھو آگے قبر آنے والی ہے اور تم کیا کر رہے ہو؟ لوگ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے لئے کچھ نہیں کر رہے بلکہ بچوں کے لئے کر رہے ہیں۔ اور پھر ایک دن خود ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ تو وہ نیکی جو اللہ کراتا ہے' وہ اس کا احسان ہے اور جو نیکی آپ کرتے ہیں وہ آپ کی فطرت ہے۔ ان دونوں میں یہ فرق ہے۔ اس لئے آپ یہ دیکھا کرو کہ آپ کے اندر فطرت کا کیا عمل ہے۔ کچھ انسانوں کی فطرت بد ہوتی ہے' وہ نیکی کر رہے ہوں تب بھی بد ہوتے ہیں۔ یزید بد ہے اس لئے اس کو منافق کہتے ہیں۔ منافق اگر عبادات میں قائم ہو جائے تب بھی وہ عبادت نہیں کرے گا۔ اذا جاءک المنافقون اگر وہ منافقون کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ میں تو جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافق جھوٹ بول رہے ہیں۔ تو گویا کہ منافق سچ بولے تب بھی جھوٹ ہے۔ اصل میں سچ بات یہ ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ جو Consciously سفر کرے۔ نیک کون ہے؟ جو Consciously نیکی کا سفر کرے' جو Consciously نیکی کرے۔ وہ عقلِ سلیم ہے' وہ فطرتِ سلیم ہے۔ اس کی فطرت بڑی نیک ہے۔ تو یہ فطرت کی عطا ہے' وہ جس کو چاہے دے دے۔ گائے کی فطرت اور ہے' بھینس کی فطرت اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مزاج ہیں' ایک مرغ اصیل ہوتا ہے اور سانپ بڑا خطرناک ہوتا ہے'

لڑنے والی چیز اور ہے' کاٹنے والی چیز اور ہے' سانپ کی فطرت اور ہے' سانپ کاٹے گا' یہ سانپ کی فطرت ہے۔ کئی پیار کرنے والے جانور ہوتے ہیں۔ مثلاً" دنیا اِدھر اُدھر ہو جائے لیکن کتا آپ کے ساتھ چلے گا' Follow کرے گا' Like کرے گا' Master کو Master کہے گا' یہ ان چیزوں کی فطرت ہے۔ فطرت کے طور پر Study کرنا ایک بہت بڑا کام ہے۔آپ چیزوں کی فطرت Study کرو۔ اپنا مزاج Study کرو' قدرت کی عطا Study کرو' اگر کسی میں یہ دیکھو کہ اس کی فطرت میں غلط بات ہے تو اس سے دور ہو جاؤ' اس کو By Pass کر دو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ واذا خاطبھم الجاہلون قالوا سلاما جب کسی جاہل سے واسطہ پڑجائے تو اس کو سلام کر کے نکل جاؤ اور کہو کہ تم سچے ہو ہم جھوٹے ہیں ۔ تو آپ آگے نکل جاؤ اور اسے جانے دو۔ ایک دفعہ ایک آدمی نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰؑ بھاگے جا رہے ہیں۔ اس آدمی نے دیکھا کہ ہیں تو حضرت عیسیٰؑ' ان کو کیا ایمرجنسی آ گئی ہے کہ بھاگے بھاگے جا رہے ہیں' اس آدمی نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ آپ عیسیٰؑ ہی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ وہی جو مردے زندہ کرتے ہو؟ ہاں وہی! جو پیغمبر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں وہی! تو آپ کیوں بھاگتے جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ تو بھی بھاگ' مصیبت آرہی ہے۔ اس نے پوچھا کیسی مصیبت؟ آپ نے فرمایا کہ پیچھے احمق آرہا ہے۔ احمق کی عقل" سلیم نہیں ہوتی' اس لئے وہ احمق کا احمق ہی رہے گا۔اس شخص نے کہا اس کے لئے بھی آپ دعا کریں تو آپ فرماتے ہیں جہالت اللہ کا عذاب ہے' اس کے لئے دعا نہیں ہو سکتی۔ فطرت سلیم ہو تو پھر دعا کرتے ہیں کہ یا

اللہ یہ نیک فطرت کا بندہ ہے' یہ کہاں گمراہی میں جارہا ہے' اسے ٹھیک فرما دے۔ لیکن حماقت اور جہالت جو ہے یہ بد فطرت ہے۔ تو جہاں کہیں بد فطرت آدمی مل جائے آپ اسے بائی پاس کر جاؤ' اس کے پاس سے گزر جاؤ' یہ نہ ہو کہ آپ کہیں کہ ہم تیری اصلاح کر کے چھوڑیں گے۔ ایسے انسان کو مت تبلیغ کرو جو احمق اور جاہل ہو' اس کو سلام بولو' کیا بولو؟ "قالوا سلاما" اس کو سلام کرو۔ بد فطرت کون ہوتا ہے؟ جس کو بندے پسند نہ آئیں اور جس کو بندوں کی خوشی پسند نہ ہو۔ احمق سے کسی نے پوچھا تم رو کیوں رہے ہو؟ تو وہ کہتا ہے تم ہنس کیوں رہے ہو' کہتا ہے ہم اس لئے ہنس رہے ہیں کہ ہمیں یہ ماحول پسند ہے۔ تو احمق کہتا ہے کہ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے تمہاری یہ ہنسی پسند نہیں آ رہی۔ تو بات یہ ہے کہ وہ اس لئے رو رہا ہے کہ تم ہنس کیوں رہے ہو' یہ اس کی فطرت ہے کہ لوگوں کو ہنستے نہیں دیکھ سکتا' تو جو آدمی لوگوں کو ناپسند کرے' جو آدمی لوگوں کی صرف خامیاں ہی دیکھے' جو آدمی اپنے آپ کو High man اور Tall man یعنی اونچا اور بلند سمجھے وہ احمق ہوتا ہے۔ جو بے وقوف خود کو اونچا ثابت کرنے والا ہو کہ میں ہی افلاطونِ وقت ہوں تو وہ کون ہے؟ جاہل ہے۔ جب کوئی آدمی اپنے آپ کو فوقیّت والا سمجھے اور اپنے آپ کو سپر انسان سمجھے' بلند ترین انسان سمجھے' وہ آدمی جاہل ہے' اور آپ اس کو بائی پاس کر دو۔ یہ احمق ہے جو خوش فہمی میں مبتلاء ہے اور اپنے آپ کو Superior سمجھ رہا ہے۔

سوال :۔

شیطان کے بارے میں بہت ذکر ہوتا ہے مگر آپ وضاحت فرما دیں

کہ شیطان اصل میں ہے کیا؟

جواب :۔

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے بہت ساری باتیں کی تھیں لیکن ایک بات جو ہے وہ سب سے بڑی شیطانی بات تھی وہ یہ کہ انا خیر منکم کہ "میں اس سے بہتر ہوں"۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا"۔ انا خیر منکم "انا" کے معنیٰ "میں" اور "خیر" کے معنی ہیں "بہتر" یعنی میں اس سے بہتر ہوں۔ تو شیطان کون ہے؟ جو یہ کہے کہ انا خیر منکم یعنی میں اس سے بہتر ہوں' تو جو یہ کہے گا وہ شیطان ہے اور شیطان کی اولاد ہے۔ اس بات سے بچو کیونکہ یہ غرور ہے۔ خود کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھو بلکہ دوسروں کی خدمت کرو۔ تو سب سے بہتر کون ہے؟ جو دنیا میں سب کی خدمت کرتا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔ God is great خدا اس لئے عظیم ہے کیونکہ وہ سب کو کھلاتا ہے۔ Because he serves all خدا نہ ماننے والوں کو بھی کھانا فراہم کرتا ہے تو Greatness کیا ہے؟ Service کرنا یعنی خدمت کرنا' حتیٰ کہ اپنے دشمن کی بھی خدمت کرنا۔ اگر کبھی گھر میں دشمن آ جائے تو کم از کم اس سے احمقوں والی بات نہ کرنا۔ اسے چڑیا سمجھ کر باز والا جھپٹا نہ لگانا۔ اگر تیرے گھر میں چڑیا کا بچہ ہی آ گیا ہے تو اب بازگری نہ کرو۔ اگر دشمن اب تیرے گھر میں آ گیا ہے تو اس کو گھر میں پناہ دو اور معاف کرو۔ قاتل ہے تب بھی معاف کرو۔ اس لئے کہ Since you entered my

home کیونکہ تو میرے گھر میں آگیا ہے اس لئے تجھے بخشش ہے۔ عام طور پر دنیا میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ ان سے بدلہ نہیں لینا جو آپ کے گھر میں آ گئے ہیں۔ اس لئے جو آپ سے پناہ مانگے اس کو پناہ دو۔ اگر اب آپ نے اس پر ظلم کیا تو پھر آپ مارے گئے اور برباد ہو گئے۔ برباد ہونے کے لئے کون سا فقرہ کافی ہے؟ "میں اس سے بہتر ہوں اور یہ مجھ سے کم تر ہے"۔ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ میں اس سے بہتر ہوں تو دراصل آپ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ بڑا آدمی ہے اور یہ گھٹیا آدمی ہے۔ یہی تو شیطانی ہے۔ تو دوسرے انسان کو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے مزاج کے مطابق برا کہنے والا ہی گھٹیا ہے۔ Humen beings کو برا کہنا' بہت بری بات ہے کیونکہ تیرا رب اس کو بنا رہا ہے اور تو اسے ناپسند کر رہا ہے۔ تو لوگوں کو ناپسند کرنے والا شیطان ہے اور اپنے آپ کو Superior سمجھنے والا شیطان ہے' شیطان اور کس کو کہتے ہیں؟ جو صرف اپنی فوقیت دیکھتا ہو اور اگر آپ دوسروں کی فوقیت دیکھو تو آپ انسان ہو' تو جتنے بھی پیغمبر آئے وہ انسانوں کی خدمت کرتے تھے' لوگوں کی خدمت کرتے تھے' سونے والوں کے لئے جاگنے والے دعا کرتے ہی رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یا اللہ سونے والوں کی خیر۔ اور آپ تو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتے' لہٰذا آپ کی غلطی بھی معاف نہیں ہو گی۔ یہ پکی بات ہے کہ جو کسی کی غلطی معاف نہیں کرتا اس کی غلطی معاف نہیں ہو گی' جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا' جو آدمی اپنے آپ کو فوقیت میں سمجھتا ہے اور دوسروں کو Inferior اور کم تر مانتا ہے' وہ پکا شیطان ہے۔

سوال :۔

حضور والا! جس کی فطرت ہی بد ہے اس کا حساب کیا ہو گا؟

جواب :۔

ہر آدمی کا حساب اس کی فطرت کے مطابق ہو گا۔ بد آدمی کا حساب اس کی فطرت کے مطابق ہو گا۔ آپ اس کی سفارش نہ کرنا۔ آج تک کسی نے فرعون کی سفارش نہیں کی اور کسی نے آج تک شیطان کی سفارش نہیں کی۔ میں آپ کو یہاں تک بتا چکا ہوں کہ پیغمبروں نے بھی احمق کی سفارش نہیں کی ہے۔ احمق کے بارے میں حکم ہے کہ و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما "جب جاہل سے سامنا ہو جائے تو اس کو سلام کر کے نکل جاؤ"۔ اور اس کی سفارش نہ کرو۔ ان کے ساتھ جو ہونے والا ہے' وہ جانیں۔ اب آپ یہ سوچنا کہ اس میں ان کی کیا غلطی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے کیوں کیا ہے؟ آپ یہ "کیوں" اور "کیا" بند کرو۔ یہ غلط ہے اور آپ اپنی عاقبت کی جوابدہی کا بندوبست کرو۔ آپ یہ نہ سوچو کہ اس کو اللہ کیوں پکڑے گا' اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے۔ تم کون ہوتے ہو اللہ کے معاملات میں دخل دینے والے' تم مارے جاؤ گے اور برباد ہو جاؤ گے۔ Unless you are appointed that way یعنی جب آپ ایسا کہنے کے اہل ہوں۔ اگر آپ کی ایسی Appointment ہے اور آپ ایسی اہلیت رکھتے ہیں تو آپ ایسا کرو' ورنہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ جھانک مت کرو۔ یہی تو منع کیا گیا ہے کہ یہ نہ سوچو کہ اللہ کیا کرے گا اور کیا نہیں کرے گا۔ اللہ جو کرے

گا ٹھیک کرے گا۔ اللہ کی مرضی ہے جو چاہے کرے۔ یہی تو کرتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہی تو کرتا ہے۔ تو اللہ کون ہے؟ جو اپنی مرضی کرتا ہے اور بندہ کون ہے؟ جو اپنی مرضی نہ کرے۔ تو جو مرضی نہیں کر سکتا ہے اس کو بندہ بولتے ہیں اور جو مرضی کرتا ہے وہ اللہ ہے' مولا ہے' وہ مرضی کا مالک ہے اور اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کہتا ہے کہ میں چاہوں تو گناہ معاف کر دوں اور سارے سیئات کو حسنات میں بدل دوں یعنی میں چاہوں تو سارے گناہ نیکیوں میں بدل دوں' میں وہ اللہ ہوں جو بندوں کو ظلمات سے نکالتا ہے اور نور میں داخل کرتا ہے۔ تو وہ ظلمات سے نکال سکتا ہے اور وہ ضرور نکال سکتا ہے۔ اس سے کون پوچھ سکتا ہے کہ اس نے ظلمات سے کیوں نکالا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وعلم آدم الاسماء کلھا "ہم نے آدم کو تمام اسماء کا مکمل علم دے دیا" یعنی سب کائنات میں جو کچھ ہے اس سب کا علم دے دیا۔ مثلاً" یہ گھوڑا ہے' یہ بلی ہے' یہ درخت ہے' یہ آسمان ہے' یہ ستارے ہیں۔ ان سب کا علم دے دیا۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اس چیز کا نام بتاؤ تو فرشتوں نے کہا قالوا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا "تو پاک ذات ہے اور ہمیں تو صرف اس بات کا علم ہے جس کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔" تو فرشتوں کے پاس دعویٰ نہیں ہے۔ جس کے پاس اس کا دعویٰ ہو' وہ شیطان ہے اور جس کے پاس دعویٰ نہ ہو وہ فرشتہ ہے۔ آپ اپنے آپ کا جائزہ لیا کرو کہ کہیں آپ لوگ دعویٰ تو نہیں رکھتے ہو' آپ اپنے آپ کی فوقیت کا خیال تو نہیں رکھتے کہ میں یہ کر سکتا ہوں' لیکن دراصل آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ یہ اعتراض کرتے ہو کہ لوگ آپ سے

بہت بہتر ہیں اور آپ کبھی بہتر زندگی نہیں گزار سکتے کیونکہ آپ ایک پسماندہ ملک میں رہتے ہو اور یہاں آپ کی بین الاقوامی معیار کی زندگی نہیں ہے' آپ کے ملک کے اثاثے ہی کوئی نہیں ہیں' آپ کے پاس آسائشیں نہیں ہیں' آپ کے پاس آرام نہیں ہے' آپ کے پاس سفر کے اچھے ذرائع نہیں ہیں بلکہ سفر کرنے کی صلاحیت ہی کوئی نہیں ہے اور آپ کی گاڑی میں پٹرول ہی نہیں ہے۔ آپ بالکل اپاہج اور محتاج ہیں۔ مگر دعویٰ یہ کہ ہم ہی سب سے بہتر ہیں۔ یہاں پر ایک واقعہ ہوا کہ امریکہ کے لوگ چاند پر گئے تو یہاں پر کچھ لوگوں نے کہا کہ چاند پر کافر چلے گئے ہیں۔ اب چاند نہ مسلمان کا ہے نہ کافر کا۔ چاند تو اللہ کا ہے اور وہ جا سکتا ہے جو محنت کرے۔ آپ کی فوقیّت کس بات کی ہے؟ اپنے آپ کو فوقیّت میں رکھنا شیطانی کام ہے' فوقیّت جتانا شیطانی کام ہے۔ اور لوگوں کی خدمت گزاری' تواضع' احساس' مروّت اور عاجزی نیکی کے کام ہیں۔ فوقیّت اس کی جو Serve کرے' جو خدمت کرے اور جو حکم چلانا چاہے وہ Inferior ہے' گھٹیا ہے۔ Inferior is the man who lives with the ideas of superiority یعنی وہ انسان کم تر ہے جو احساس برتری کے نظریے کے ساتھ جیتا ہے۔ Superior کون ہے؟ جو ہر وقت Superiority یعنی برتری اور فوقیّت کے خیال میں رہتا ہو۔ خود کو Superior یا برتر سمجھنا اور دوسرے کو Inferior یا کم تر سمجھنا شیطان کا کام ہے۔ تو اللہ شیطان سے بچائے۔ آمین! اور آپ لوگ آج کے بعد اپنے آپ کو شیطان ہونے سے بچاؤ۔ کیا پتہ کس پر فضل ہونے والا ہے۔ کیا پتہ کسی آدمی کا Peon اس سے نیکی میں فوقیّت لے جائے۔

کیا پتہ کوئی آدمی کتنا نیک ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جب اللہ کا فضل ہو گا تو بات ہی اور ہو گی۔ آپ کی فوقیت صرف یہ ہے کہ آپ میں خدمت کا جذبہ ہونا چاہئے اور خدمت انسان کی کرنی چاہئے۔

سوال :۔

سر! کیا ایسے دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو۔

جواب :۔

اس دعوے کی گنجائش ہے جو واقعات کے مطابق ہو اور اگر واقعات کے مطابق نہ ہو تب بھی گنجائش ہے بشرطیکہ دعویٰ اپنے آپ کو Impose کرنے کے لئے نہ ہو۔ یعنی اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے نہ ہو' پہلی بات یہ ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دعویٰ دلیل کے ساتھ ہونا چاہئے۔ اگر وہ واقعہ ظاہر ہو رہا ہے اور آپ اس کو جتانا چاہتے ہیں تو آپ کیوں جتانا چاہتے ہیں؟ اس میں تھوڑا سا نمائش کا پہلو ہے۔ اس طرح کے دعوے کے ذریعے آپ اپنی ذات کی نمائش کرتے ہیں۔ بس یہ خیال رکھیں کہ نمائش کا پہلو نہ نکلے' ستائش کا پہلو نہ نکلے اور خود ستائشی نہ ہو۔ اس سے بچنا چاہئے۔

سوال :۔

جناب والا! Difference of opinion یا اختلافِ رائے جو ہے یہ کسی چیز کا علم ہے یا یہ بھی بڑائی کی کیفیت ہوتی ہے۔

جواب :۔

ایک انسان اپنے لئے ایک بات سوچتا ہے اور دوسرا کوئی اور بات۔ اس طرح ان کا آپس میں Difference of opinion ہو جاتا ہے یعنی اختلاف رائے ہو جاتا ہے۔ کچھ Opinion جو ہیں وہ Self created یعنی خود ساختہ ہوتے ہیں اور دوسرے Opinion جو ہوتے ہیں وہ Divine یعنی اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔ مثلاً" اللہ کا حکم یہ ہے کہ شراب کے قریب مت جاؤ کیونکہ اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس کے مفہوم کا کوئی پتہ نہیں اور نہ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ اس سے دماغ خراب ہو جاتا ہے یا اس سے کوئی نقصان ہو جاتا ہے' بس شراب سے منع کیا گیا ہے۔ That's all جو Opinion انسانوں کا ہوتا ہے' اس میں وجوہات ہوتی ہیں اور توجیہات ہوتی ہیں۔ مثلاً" ایک شخص کہتا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ جمہوریت ہونی چاہیے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میرا خیال یہ ہے کہ مارشل لاء ہونا چاہیئے۔ اب جہاں اللہ کے احکامات' Divine orders ہیں وہاں خاموشی ہے۔ مثلاً" نماز کی بات ہے تو نماز کے فوائد مت لو بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق نماز پڑھو' نماز کے فائدے ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے۔ فائدہ ہو کہ نہ ہو' یہ اللہ کا حکم ہے اور اس سے بچت کی کوئی راہ نہیں ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل تو نماز وہ نماز نہیں رہی۔ جب تک مسلمان ہے تو نماز ہوگی' اس وقت تک نماز پڑھی جائے گی اور پڑھنی چاہیئے اور اگر آپ نہ پڑھ سکو اور جواز یہ دو کہ یہ جائز ہے کہ نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو ایسا شخص شیطان ہے۔ گویا کہ یہ شخص دین میں نیا راستہ Create کر رہا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے

معافی چاہے کہ مجھ سے غفلت ہو گئی کہ یہ نماز نہیں پڑھی جا سکی تو یہ صحیح انسان ہے۔ اگر آپ دین پر کسی وجہ سے نہ چل سکو' تو معافی مانگ کر انسان تو بنو۔ یہ نہ ہو کہ آپ خود کو جتانے کے لئے کام کرو اور آپ کا مقصد کوئی نہ ہو۔ تو مقصد نیکی ہونا چاہئے مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اللہ کی یاد ہو۔ اپنے خیال کے مطابق اللہ کے ساتھ تعلق جوڑا اور اللہ سے وہ تعلّق حضور پاکؐ کے راستے کے علاوہ ہوا تو وہ شخص شیطان ہو گا۔ جس شخص نے بزعم خویش اپنے خیال کے مطابق اللہ سے تعلّق جوڑا اور وہ حضورپاکؐ کی شریعت کے علاوہ ہوا تو وہ شخص شیطان ہو گا' کافر ہو گا۔ کافر جو ہیں وہ خدا کو God' Love ' محبت اور دوسرے نام دیتے رہتے ہیں لیکن وہ حضور پاکؐ کا راستہ اختیار نہیں کرتے۔ وہ اللہ جو شریعت کے علاوہ کبھی نظر آئے' وہ تمہارا وہم ہو سکتا ہے۔ اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ آج شام وہاں چلتے ہیں' وہاں اللہ ملے گا تو تم بھی برباد ہو گئے اور وہ اللہ بھی اللہ نہیں ہو گا کیونکہ اللہ اس Form یعنی صورت میں کبھی ملے نہیں گا۔ اللہ Human form یعنی انسانی صورت میں نہیں ملے گا۔ Man' Man ہو گا' God' God ہو گا یعنی انسان' انسان ہو گا اور اللہ' اللہ ہو گا۔ فانی' باقی نہیں ہو سکتا اور باقی' فانی نہیں ہو سکتا۔ انسان فانی ہے۔ یہ کبھی باقی نہیں بن سکتا۔ کسی بھی Stage پر انسان Develop ہوتے ہوتے خدا نہیں بن سکتا۔ یہ خیال ہی شیطانی ہے۔ یہ کہنا کہ انسان ارتقاء کرتے کرتے یہاں تک آیا' یہ خیال بھی شیطانی ہے۔ آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور ان کی دانائی دیکھو کہ اللہ سے افسوس کے ساتھ کہا کہ میں نے خود پر ظلم کیا ہے اس لیے مجھے معافی دے دے

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین تو First man جو ہے وہ سارا ہی علم لے کر پیدا ہوا ہے۔ اس میں ارتقاء کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ "وعلم آدم الاسماء کلہا" یعنی ہم نے آدم کو تمام اسماء کا علم دے دیا۔ تو ان کے پاس مکمل علم تھا۔ انہوں نے اللہ سے اختلاف رائے کی بجائے معافی مانگی مگر شیطان نے اختلاف کیا اور مردود ہوگیا۔ تو انہوں نے دعویٰ کرنے کی بجائے معافی کا راستہ اپنایا اور یہ سب سے بہتر بات ہے۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو اسماء کا جو علم دیا، برائے مہربانی آپ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب :۔

یہ آپ کو بتا بھی دیا جائے تو پھر آپ کو اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ کیونکہ آپ کی محدود رسائی ہے۔ دنیا میں چند اشیاء تک آپ کا رابطہ ہے اور چند محدود سال تک آپ نے یہاں ٹھہرنا ہے اور اسماء Unlimited ہیں۔ آپ نے Unlimited دنیا میں داخل ہو کر کیا لینا ہے؟ یہ جو دنیا ہے آپ اس کو بھی نہیں جان سکتے۔ آپ کو تو اپنے خاندان کے انسانوں کے نام معلوم نہیں ہوتے۔ یہ آپ کی محدود زندگی ہے۔ آپ نے اپنی محدود زندگی کے اندر لاتعداد اسماء کے بارے میں سوال کیا کرنا ہے۔ کائنات میں لامحدود اسماء ہیں۔ مثلاً" آپ کے ملک میں شہر لامحدود ہیں۔ دور کے شہروں کی بات بھی نہیں ہے بلکہ ابھی آپ نے

اپنے شہر کے بندے پورے نہیں دیکھے۔ لوگوں کو جاننا تو دور کی بات ہے آپ نے دیکھے تک نہیں ہیں۔ آپ نے ان انسانوں کو دیکھا تک نہیں ہے۔ آپ ان کی شکلیں نہیں پہچانتے، آپ نے اپنے شہر لاہور کی گلیاں نہیں دیکھی ہیں اور مزار بھی نہیں دیکھے ہیں۔ یہ لاہور تو دور کی بات ہے آپ نے اپنے وجود کی سیر نہیں کی ہے کہ آپ کیا ہو اور آپ کے اندر کیا کیا خیالات بستے ہیں اور آپ کے اندر کتنی بستیاں آباد ہیں۔ اسماء کے ضمن میں ایک بات یاد رکھو کہ جس چیز کا اسم ہے' اس کا جسم ہے۔ یعنی کہ جتنے اسماء ہیں ' ان کا مسمیٰ ہے۔ تو ہر اسم کا ایک مسمیٰ ہے۔ اگر لفظ "جن" موجود ہے تو ذات "جن" موجود ہے۔ کبھی کوئی لفظ ایسا نہیں آیا جس کے پیچھے کوئی شے نہ ہو۔ تو ہر اسم ایک مسمیٰ رکھتا ہے اور کوئی مسمیٰ ایسا نہیں ہے جس کا اسم نہ ہو۔ مثلاً" آپ نے اپنے خدا کا نام اللہ رکھ دیا ہے۔ اللہ خالق ہے' قدرت رکھنے والا ہے' حیّ و قیوّم ہے' حاضر ہے ناظر ہے' اول ہے آخر ہے' ظاہر ہے باطن ہے اور سب کچھ ہی ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ اس کا ذاتی نام "اللہ" ہے۔ تو ہر چیز اور ہر اسم جو ہے وہ ایک وجود رکھتا ہے' ایک ذات رکھتا ہے۔ مثلاً" عزرائیلؑ ایک نام ہے' اگر نام موجود ہے تو پھر اس کی ذات موجود ہے۔ اسی طرح جبرائیلؑ نام کی جبرائیلؑ ذات ہو گی۔ لفظ کدھر سے آتا ہے؟ جہاں سے ذاتیں بنتی ہیں' وہیں سے اسم پیدا ہوتے ہیں۔ ذاتیں کچھ مخفی ہوتی ہیں لیکن اسم حاضر ہیں۔ آپ تک اگر کوئی اسم آ جائے تو اس کی ذات تلاش کرو۔ جس طرح ایک نام آ گیا کہ" اللہ" ہے! اسم تو آیا ہے لیکن ذات سے تعارف نہیں ہوا۔ جو لوگ ذات کو جانتے ہیں آپ ان کے پاس جاؤ۔ ہر

اسم کا ایک مسمیٰ ہے اور عام طور پر ہر اسم کے اندر اس مسمیٰ کی شکل موجود ہوتی ہے۔ مثلاً "بھڑ" ایک لفظ ہے اور یہ لفظ ہی کاٹتا ہے۔ بلبل ویسے ہی خوبصورت لفظ ہے اور اس میں میوزک ہے' Sound کا بھی Effect ہوتا ہے جیسے Meanings کا Effect ہوتا ہے۔ اگر لفظ "مومن" آ جائے تو مومن ویسے ہی ایماندار لگتا ہے۔ یہ لفظ ہی ایماندار لگتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ اسماء کے اندر معنی پوشیدہ ہیں اور یہ ایک مکمل علم ہے۔ تو آج کا خلاصہ کیا ہوا؟ کہ شیطان ہونے سے بچو۔ شیطان ہونے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ کہ اپنے آپ کو بہتر سمجھنا' فوقیت میں سمجھنا اور خدمت کئے بغیر لوگوں سے عزت مانگنا' اپنی نگاہ میں اپنی عزت ہونا اور دوسرے کی عزت نہ ہونا۔ اس سے بڑا کوئی شیطان نہیں ہو سکتا جس کی اپنی نگاہ میں اپنی عزت ہو اور دوسروں کو حقارت سے دیکھتا ہو۔ تو آپ سب لوگ دعا کرو کہ سب اس بات سے بچ جائیں اور دعا یہ کرو کہ آپ کا آنے والا زمانہ آپ کے گزرے ہوئے زمانے سے بہتر ہو۔ یہ بہت زیادہ دعا کیا کرو کہ یااللہ ہمارا گزرا ہوا زمانہ آنے والے زمانے سے بہتر ہو۔ اور وہ زمانہ جو اس زمانے کے بعد ہم پر آئے گا' یا اللہ وہ بھی آسان ہو۔ آمین! کیونکہ اس زمانے کے بعد ایک اور زمانہ آنے والا ہے۔ اس زندگی کے بعد ایک اور سفر شروع ہونے والا ہے۔ یااللہ اس سفر میں اذیت سے بچا۔ اس اذیت سے بچنے کے لئے آپ کو ایک طریقہ' نسخہ بتاتا ہوں کہ ایک ہم سفر کو تلاش کرو۔ ایسا ہم سفر دوست' رفیق' مونس' پیر' مرشد' استاد جس سے قلبی تعلّق ہو جائے تو سفر آسان ہو جاتا ہے اور قبر کے اندھیرے چراغ بن جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوست مل جائے'

اس کو رفیق طریق کہتے ہیں یعنی راستے کا ساتھی' وہ مرشد بھی ہو سکتا ہے' اس سے قبر کا اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ نیکی سے اتنا مسئلہ حل نہیں ہوتا جتنا نیک ساتھی سے ہوتا ہے' نیکی اتنی Important یا اہم نہیں جس قدر وہ نیک Companion یعنی ساتھی ہے۔ وہ عبادت ہے۔ جو شخص آج تک نیک Companion نہیں بنا سکا' وہ یہ سمجھ لے کہ اس کی نیکی برباد ہے اور وہ So called یعنی بے نام نیکی ہے' وہ نیکی اصل میں اس کا نفس ہے اور اس کی نفسانی خواہش ہے۔ نیکی وہ ہے جب انسان آپ کو عزیز لگیں' خالق سے زیادہ نہیں بلکہ خالق کے حوالے سے انسان آپ کو پیارے لگیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خالق سے محبت نہیں ہو سکتی' بلکہ محبت حضور پاک ﷺ سے ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خالق سے تو ڈر لگتا ہے کیونکہ وہ خالق ہے' اور جلال والا ہے۔ اصل میں کہانی یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے پاس جاؤ تو وہ اللہ کا تعارف کراتے ہیں اور اگر اللہ کے پاس جاؤ تو وہ حضور پاک ﷺ کا تعارف کراتے ہیں' اس راز کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے آواز آسمان کی طرف جاتی ہے لا الٰہ الا اللہ اور آسمان سے واپس آواز آتی ہے محمد رسول اللہ۔ بس یہ کہانی اتنی ساری ہے۔ آپ لوگوں کے لئے بہت دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت سے آشنا کرے اور وہ محبت عطا فرمائے! آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○



۱ ایسا لگتا ہے کہ ہماری خوشی دوسرے کو غم دے کر حاصل ہوئی ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔

۲ انسانوں میں غم اور خوشی کو برابر کرنا بہت مشکل ہے' ایسے میں کیا کریں؟

۳ ہمیں کیسے اندازہ ہو گا کہ ہمیں جنت مل سکتی ہے یا نہیں؟

۴ اگر کوئی کسی کا گلہ کر رہا ہو تو اسے کیسے روکیں؟

۵ اللہ کے راستے میں ابتدائے شوق والے کہیں مایوسی کا شکار تو نہیں ہو جاتے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

۶ سر! مزار پر کب جایا کریں؟

۷ کیا عورتوں کو مزارات پر جانا چاہئے؟

۸ کیا حضور پاکؐ کو معراج جسمانی ہوا تھا روحانی؟

۹ کیا شوق کے درجے ہوتے ہیں؟

۱۰ ملک میں بڑے خراب حالات ہیں' آپ دعا فرمائیں۔

۱۱ ہمارا ملک غیروں کے قبضے میں آ گیا ہے' اس کے لئے دعا فرمائیے۔

۱۲ ہمارے ذرائع ابلاغ پر مغرب اور مشرق کا اثر ہے' اس طرح تو ملک بہت کمزور ہوتا جا رہا ہے۔

۱۳ ہم جو گناہ غیر ارادی طور پر کرتے ہیں' کیا ان کے باوجود ہمیں جنت ملے گی۔

۱۴ اللہ کا حکم اور امر ہماری زندگی میں کب آتا ہے؟

۱۵ آج کل کے ماحول میں کیا کریں؟

۱۶ کیا ہم کوئی جماعت بنا لیں؟

۱۷ انسان کو اس زندگی کا ادراک کیسے مل سکتا ہے؟

۱۸ کیا عام انسان آپ کی بتائی ہوئی باتوں کے لئے کوشش کر کے کامیاب ہو سکتا ہے؟

۱۹ کیا مرنے کے بعد آنکھوں کا عطیہ دینا چاہئے؟

۲۰ تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

سوال :۔

سرعام طور پر ہم جو غم اور خوشی محسوس کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ جیسے ہماری خوشی کسی اور کا غم ہو اور یہ کسی کو غم دے کر حاصل ہوئی ہے مگر خوشی تو انسانوں پر اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

یہ بات آپ کو اپنی ذات تک رکھنی چاہئے اور یہ آپ کو سمجھ آنا ضروری ہے۔ ہم یہ تعلیم دیتے ہیں کہ ایک زمانے کی خوشی یعنی اس دور کی خوشی' اور ایک Period کی خوشی جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ کسی اور Period کا افسوس ہو۔ پھر انسان نے جو احتیاط کرنی ہے وہ صرف یہی ہے کہ کچھ بھی محسوس ہونا آپ کی وابستگیوں پر منحصر ہے۔ اگر کسی شخص کا مقصدِ حیات گناہ ہے تو وہ شخص گناہ حاصل کر کے خوش ہو گا اور جس شخص کا مقصدِ حیات نیکی ہے' وہ نیکی حاصل کر کے خوش ہو گا۔ آپ کو خوشی یا غم سے پہلے صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس آدمی کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ جس کا مقصد وجود کی تسکین ہے' وہ وجود کی تسکین میں خوشی

محسوس کرے گا اور اگر اس کو فاقہ دیا جائے تو یہ اس کے لئے بڑی تکلیف اور بڑا غم ہو گا' کیونکہ وہ وجود کا پالنے والا ہے' کہتا ہے سب سزا دے لو لیکن فاقہ نہ دو' کیونکہ وہ فاقہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو روح کی خوشی چاہتے ہیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ آپ دنیا کی بادشاہی لے لو اور محبوب کو چھوڑ دو تو انہوں نے کہنا ہے کہ یہ تو ناممکن ہے۔ گویا کہ خوشی یا غم جو ہے یہ آپ کی وابستگی پر Depend کرتا ہے کہ آپ کامقصد کیا ہے؟ تو اگر مزاج مادہ پرستی ہو تو خوشی جو ہے یہ مادہ کے اکٹھے کرنے میں ہے اور اگر مزاج عاقبت پرستی ہو تو خوشی مادہ کو قربان کرنے میں ہو گی۔ تو جو شخص مادی اشیاء اکٹھی کرتا ہے اس کو مادہ پرست کہتے ہیں۔ مادہ پرست یہ کہے گا کہ آپ کیا کر رہے ہو کہ یہ چیز قربان کر دی ہے حالانکہ یہ چیز تمہیں رکھنی چاہئے تھی۔ تو مادہ پرست کی خوشی اور ہے اور روح کی خوشی اور ہے۔ جوں جوں آپ اپنی جان کے اندر' جسم کے اندر' اپنی روح کے اندر اور اپنے وجود کے اندر Develop ہو جاتے ہیں تو آپ کی خوشیوں کے معیار بدلتے جاتے ہیں اور غم کی وجوہات بدلتی جاتی ہیں اور ایک وقت آتا ہے کہ جب آپ پوری طرح اللہ کی رضا پر چلتے ہو' تو وہاں پر خوشی اور غم دونوں کیفیتیں نہیں رہتیں۔ وہاں پر نہ خوشی ہے اور نہ غم ہے بلکہ صرف اطاعت ہے' وہ ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے' جس میں نہ اپنا رہتا ہے' نہ بیگانہ رہتا ہے' نہ حاصل رہتا ہے' نہ محرومی رہ جاتی ہے' نہ غم رہ جاتا ہے' نہ خوشی رہتی ہے' نہ وصال رہ جاتا ہے اور نہ فراق رہ جاتا ہے۔ تو کیا رہ جاتا ہے؟ صرف اس کا حکم! وہ جس کی ذات سے آپ وابستہ ہو گئے یعنی ہمارا خالق

اور ہمارا اللہ! تو اطاعت کرنے والا جو ہے اطاعت میں گم ہو جاتا ہے کہ اسے حاصل' خوشی اور غم کا ٹائم ہی نہیں ملتا۔ اسے پتہ نہیں چلتا کہ خوشی کیا ہے اور غم کیا ہے؟ بس اس کے لئے تو اللہ کا حکم چل رہا ہے اور وہ اس کو دیکھتا جاتا ہے۔ اگر کوئی اسے کہتا ہے کہ. حکم تو اللہ کا چل رہا ہے مگر آپ اپنی خوشی تو دیکھو' تو وہ کہتا ہے کہ اپنی خوشی کے لئے ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تو ایسے آدمی جو اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ خداوندی میں گم ہو جاتے ہیں' ان کے لئے نہ خوشی رہتی ہے اور نہ غم رہتا ہے۔ خوشی اور غم جو ہیں یہ اللہ سے دوری کے باب ہیں۔ اب یہ بات غور والی ہے۔ وہ جو اللہ سے دور رہنے والے ہیں ان کے لئے زندگی کے اندر مبارکیں ہیں' سرشاری ہے' کیفیات ہیں' نوکریاں ہیں' کاروبار ہیں اور اس طرح ان کے غم اور خوشی چلتے رہتے ہیں۔ مگر دنیا کے اندر آج تک کوئی ایسی خوشی آپ کو نظر نہیں آئے گی جو رخصت نہ ہوئی ہو۔ یہ بات کہنی نہیں چاہئے لیکن آپ لوگ سن ہی لو' کہ دنیا In itself فانی ہے' تو یہاں کا حاصل باقی کیسے رہ سکتا ہے۔ اگر یہ Premises باقی رہتے تو پھر ہم نے اپنا باقی حاصل کر لینا تھا۔ میرا تو دعویٰ ہے کہ یہاں کی ساری شے ہی فانی ہے' انسان کا وجود تو فانی ہے ہی سہی' لیکن کائنات کا وجود بھی فانی ہے سوائے اس کے کہ امرِ الٰہی قائم رہے۔ تو یہاں پر ستارہ بھی ٹوٹ جاتا ہے' سیارہ بھی چلا جاتا ہے اور شہر بھی غرق ہو جاتے ہیں اور آپ کا شہر تو آج بھی آباد ہے اور اگر کبھی آپ کو غور کرنے کا موقع مل جائے' کبھی آپ کھنڈرات میں گئے ہوں تو اب جو یہ کھنڈرات ہیں یہ کسی زمانے کے محلات تھے۔ آپ Wheel of time کو تھوڑا سا پیچھے گھماؤ تو آپ کو

پتہ چلے گا کہ یہ تو آباد شہر ہے اور بڑا کاروبار ہو رہا ہے اور پھر کچھ سال گزر گئے' صدیاں گزر گئیں اور وہ شہر کھنڈرات بن گئے۔ وہ جو عجائبات تھے وہ کھنڈرات ہو گئے۔ جو اب عجائبات ہیں ، غالباً" یہ بھی کھنڈرات ہونے والے ہیں۔ آپ کے شہر میں بھی کھنڈرات بن رہے ہیں۔ بھرے ہوئے آباد شہر میں چار منزلہ مکان کا اکلوتا مالک' مکان اور بینک کا پیسہ چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے اور اسے میانی صاحب جا کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ وہ شخص پیسے کے باوجود چلا گیا اور آپ بھی رخصت ہونے والے ہیں' حتیٰ کہ آباد شہر کے اندر غیر آباد علاقہ جو ہے وہ آباد ہوتا جا رہا ہے۔ غم اور خوشی سمجھنے کے لئے یہ بڑا پیغام ہے۔ اگر شہر کا نام خوشی ہے تو قبرستان کا نام کیا ہو گا؟ جو دونوں میں رہنا جانتا ہے یعنی شہر میں بھی رہتا ہے اور قبرستان میں بھی آتا جاتا ہے' تو اس کے لئے غم اور خوشی بدلتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کو نگاہ یا نظر مل جائے اور یہ گئے ہوئے انسان نظر آ جائیں' اگر گزرے ہوئے لوگ آپ کو ٹھہرے ہوئے لگیں تو نظر آنے والے کہاں جائیں گے۔ اگر آپ کو خوشی وصالِ حق کے بعد ملنی ہے' یا قبر کے بعد ملنی ہے' دیدارِ حق میں ملنی ہے' اللہ کے قریب ہو کے ملنی ہے' اللہ کے دامنِ رحمت میں ملنی ہے تو پھر یہ سب کیا ہے؟ پھر زندگی تو جدائی کی بات ہے اور یہ زمانہ مشکل کا زمانہ ہے۔ اصلی زمانہ کب شروع ہو گا؟ جب یہ زمانہ' اصلی زمانہ نہ رہے گا۔ تو یہ جو نقلی خوشیوں کا دور ہے' اسے غائب ہونے دو' پھر اصلی خوشیوں کا دور آئے گا۔ یہ خوشیوں کی صبح کاذب ہے اور وہ خوشیوں کی صبحِ صادق ہو گی۔ اس کا آپ کی اپنی کیفیّت پر دارومدار ہے' جوں جوں آپ جاگتے جاؤ گے توں توں آپ کو

غم اور خوشی کی سمجھ آتی جائے گی۔ بس ذرا جاگنے کی دیر ہے۔ یہ آپ پر Depend کرتا ہے کہ کب جاگیں۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر ایک آدمی نے شبنم کے قطرے پھولوں اور گھاس پر دیکھے اور اگر اس آدمی کی کیفیت خوش رہنے والی ہے تو وہ کہے گا واللہ صبح کیسے مسکرا رہی ہے اور دوسرا شخص جس کی کیفیت غم والی ہے تو وہ کہے گا کہ شبنم کے قطرے تو رات کے آنسو ہیں' صبح کیسے مسکرائے گی' رات کی Death پر آنسو بہا جانا ہی شبنم کے قطرے ہیں۔ تو یہ دونوں شعبے موجود ہیں۔ ہر غم کسی خوشی کی رخصتی کا نام ہے' ہر خوشی جو ہے یہ کسی آنے والے غم کا نام ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جتنی بڑی خوشی آتی ہے اس نے کچھ عرصہ بعد غم بن جانا ہے۔ جس شخص کے ساتھ آپ نے زیادہ خوشیاں وابستہ کیں تو سارا غم ادھر سے ہی ملے گا۔ جس نے خوشی دینی تھی' اسی نے ہی تو غم دیا۔ کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ گھر جو ہے یہ میرا ہے اور یہ ہی میری آسودگی کا باعث ہے' یہاں سے مجھے خوشی ملتی ہے۔ اگر اس سے پوچھیں کہ پھر غم کہاں سے ملا تو وہ کہے گا کہ وہ بھی ادھر سے ملا ہے۔ جس شخص کو انسان جانتا ہے' اس سے بڑی خوشی ملتی ہے اور غم بھی اسی سے ملتا ہے۔ اس کو یوں سمجھیں کہ آنے والا شخص جب خوشی دیتا ہے تو جب وہ جانے والا ہوتا ہے تو غم دے جاتا ہے' چاہے روز ہی آئے اور روز ہی چلا جائے۔ تو خوشی دینے والا واقعہ ہی غم دینے والا واقعہ ہوتا ہے۔ زندگی ہی خوشیوں کا باعث ہے اور زندگی ہی غم کا باعث ہے' وابستگی ہی خوشی کا باعث ہے اور وابستگی ہی غم کا باعث ہے اور یہ انسان کا اپنا شعبہ ہے اور آپ اس سے بچ نہیں سکتے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ

خوشی میں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خوشی کب تک! ایک شخص ایک جگہ گیا تو وہاں لوگ خوشیاں منا رہے تھے' اس نے کہا بات سنو آپ لوگ خوش کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آپ بتائیں کہ آپ اداس کیوں ہیں؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ بتائیں کہ آپ لوگ خوش کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کیونکہ It is a fine day کہ آج بڑا خوشگوار دن ہے تو اس نے کہا کہ میں اس لئے اداس ہوں کہ کب تک یہ Fine رہے گا۔ تو بات یہ ہے کہ جو بھی Fine day ہے' وہ کب تک رہے گا۔ تو یہ دو طرزِ حیات ہیں' دو طرح کے خیال ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ دن اچھا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ اچھے دن کب تک رہیں گے' یہ مبارک گھڑی کب تک رہے گی' سمندر کا پانی بے شک پی لو مگر اندر سے نمکین اور کڑوا نکلے گا اور گاجریں کھانے سے پیٹ درد ہو گا۔ پرانے زمانے کی ایک کہانی ہے "اندھیر نگری اور چوپٹ راجا"۔ ایک راجے کی حکومت تھی اور اس بستی کے اندر یہ اندھیر نگری تھی کہ ہر چیز کا ایک ہی بھاؤ تھا۔ ایک چیلا اور گرو دونوں اس بستی میں گئے۔ گرو نے چیلے سے کہا کہ اس نگری میں نہ ٹھہرو کیونکہ یہاں تو نیک اور بد کا ایک ہی ریٹ ہے' قیمتی چیز بھی ٹکہ سیر ہے اور عام چیز بھی ٹکہ سیر ہے۔ یہاں کوئی بات نہ کرنا اور یہاں سے نکل جا۔ چیلے نے کہا کہ یہ تو اچھی بات ہے کہ ہر چیز سستی ملتی ہے۔ گرو نے کہا کہ اچھا تیری مرضی' میں تو جاتا ہوں مگر میں پھر کہتا ہوں کہ تو اس بستی سے بچ جا۔ چیلے نے گرو سے کہا آپ مہربانی کرو اور مجھے یہاں رہنے دو۔ گرو نے چیلے کو سبق سکھانے کے لئے وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ کچھ عرصہ کے بعد جب گرو کا وہاں سے گزر ہوا تو چیلا مفت کا مال

کھا پی کے خوب موٹا ہو گیا تھا' چیلے نے خوشی کا زمانہ دیکھ لیا تھا' اس کو خوشی فروانی سے ملی اور وہ کھاتا چلا گیا اور خوشیاں کھا کھا کے وہ موٹا ہو گیا۔ ہوا یہ کہ اس اندھیر نگری میں کسی کی چوری ہو گئی اور ایک شخص کو سزائے موت سنا دی گئی۔ جب پھانسی کا پھندا بنایا گیا تو پھندا اس چور کی گردن سے ذرا کھلا بن گیا۔کیونکہ وہ اندھیر نگری تھی اور اس کا چوپٹ راجا تھا' تو راجہ نے فرمان جاری کیا کہ یہ پھندا جس شخص کی گردن میں پورا آئے اسے پھانسی دے دو۔ اندھیر نگری میں ایسے ہی ہوتا ہے! تو وہ پھندا اس چیلے کی گردن میں پورا آ گیا۔ اب چیلے نے گرو کی منت سماجت کی اور کہا کہ میں جسے غلطی سے خوشی سمجھ رہا تھا' اصل میں تو وہ اور ہی واقعہ نکل آیا۔ تو چیلے نے گرو سے معافی مانگی اور زندگی بچانے کی درخواست کی۔ گرو نے کہا میں جو کہوں تم بھی وہی کہتے جانا۔ جب وہ پھانسی کی طرف جانے لگے تو گرو نے کہا پہلے مجھے پھانسی ہونی چاہئے۔ چیلے نے کہا نہیں پہلے مجھے پھانسی ہونی چاہئے۔ اب وہ دونوں جھگڑا کرتے جا رہے تھے کہ پھانسی مجھے ہونی چاہئے' پھانسی مجھے ہونی چاہئے۔ اس طرح ایک شور مچ گیا۔ تو راجا نے پوچھا کہ یہ جھگڑا کیا ہے؟ گرو نے کہا کہ یہ بڑی شبھ گھڑی ہے اور بڑا خاص وقت ہے' وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ تو راجا نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے پھانسی لگاؤ۔ تو اس کہانی کا یہ مقصد ہے کہ آپ جس کو خوشی سمجھ رہے ہیں' اس کا اصل کچھ اور ہی ہے۔ تو آپ ظاہری اور فوری رزلٹ کی خوشیوں میں گم ہو جاتے ہیں اور اس طرح Slow اور آخری خوشی جو ہے وہ گم کر بیٹھے ہیں۔ اس پر افسوس ہے جس نے دنیا کی خوشی پر اپنی آخرت کی خوشی کو

قربان کر دیا۔ اس پر افسوس ہے جس نے قلیل منفعت پر بعید سودا ضائع کر دیا۔ افسوس ہے اس پر' جس نے چھوٹی چھوٹی منفعت پر اپنی آخرت ضائع کر دی' جھوٹ بولا' جھوٹے کام کئے اور اس طرح اپنی آخرت کی کھیتی کو برباد کرتا رہا۔ کہتے ہیں کہ غم سے بچنے کا بڑا آسان نسخہ ہے کہ خوشی سے بچ جاؤ اور فراق سے بچنا چاہتے ہو تو وصال کی تمنا سے بچ جاؤ اور در بدری سے بچنا چاہتے ہو تو محبت سے بچ جاؤ۔ ورنہ عشق کا کام تو یہ ہے کہ ؎

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا
جس گھر سے سر اٹھایا اس کو بٹھا کے چھوڑا

عشق کا مزاج ہی ایسا ہے' یہ وہ درخت ہے جس کے نیچے کوئی چیز اگتی نہیں ہے۔ یہ بہت مشکل مقام ہے۔ تو یہ واقعات غم اور خوشی کے ہیں اور آپ پر اب یہ واضح ہو چکے ہیں۔ اب آپ کے سوال کا دوسرا حصہ کہ بعض اوقات ہماری خوشی جو ہے دوسرے کا غم ہوتی ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے گوشت کھانا خوشی کا باعث ہے تو اس میں بکرے کے لئے کیا خوشی ہے؟ اب اگر آپ اللہ کے امر کی بات دیکھو تو بکرے کی بھی یہی خوشی ہے کہ اسے کھایا جائے کیونکہ اس کا مقدر ایسا ہے۔ بتانے والے نے یہ بتایا کہ میں نے آپ کے لئے زمین میں خوراک پیدا کر رکھی ہے' تمہارے لئے میں نے جانور پیدا کر رکھے ہیں' ان کو کھاؤ اور ان کے لباس سے اپنا لباس بناؤ۔ تو یہ واقعات بنانے والے نے امرِ الٰہی میں رکھے ہیں۔ اگر آپ امرِ الٰہی کے مطابق چلو تو خوشی اور غم دونوں کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' خوشی اور غم آپ کا اپنا Taste

ہے' آپ کا مزاج ہے۔ اکثر گھروں کی تباہیاں' بربادیاں' ناکامیاں' انسان کی پریشانیاں' یہ سب خوشی کے طالب اور خوشی کے مسافر نے پیدا کر رکھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی خوشی کا مسافر بن رہا ہے تو اس کے لئے بڑی تکلیف ہے۔ تو خوشی کے مسافر کی منزل صحرا میں کھو جانا ہے۔ اس لئے سفر ترک کر دو اور خوشی کا سفر اختیار نہ کرو۔ پھر کون سا سفر اختیار کرنا چاہئے؟ اللہ کے امر کا سفر اختیار کرنا چاہئے اور اس کی رضا کا سفر کرنا چاہئے۔ اب یہ اللہ کی مرضی ہے' جہاں سے وہ گزارے' آپ گزر جاؤ۔ وہ کہے کہ تم وہاں پر چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ۔ اگر کہے کہ واپس آ جاؤ تو واپس آ جاؤ' تو پھر تو آپ کا کام ہی کوئی نہیں رہ جاتا۔ جو شخص اللہ کے امر کے مطابق اور رضائے دوست کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ انسان گمراہ اپنی مرضی سے ہوتا ہے۔ گمراہ کا معنی ہے ذاتی راہ بنانا اور اپنی مرضی کرنا۔ مرضی پر آپ چلے ہیں تو پھر ذمہ دار وہ خود ہے۔ تو جب ذمّہ دار وہ ہے تو گمراہ کون ہو سکتا ہے۔ تو اگر اللہ ساتھ ہے تو گمراہی کیا ہے؟ تو یہاں سے ہی آخرت کی سنگت بن جاتی ہے۔ تو اسی زندگی میں اس زندگی کے ساتھی چن لئے جاتے ہیں۔ تو بس سنگت میں اگر Taste ہو' ذائقہ ہو' محبوب ہو' محبت ہو' محبوبیت ہو' یا سرپرست ہو' اور اگر یہ آخرت تک چلتی جائے تو پھر خوشی ہی خوشی ہے۔ بعض اوقات ہم دکھ کو غم سمجھتے ہیں لیکن دکھ بھی غم نہیں ہے اور پھر سکھ کو ہم خوشی سمجھتے ہیں لیکن سکھ بھی خوشی نہیں ہے۔ تو پھر خوشی اور غم کیا ہے؟ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ میاں محمد بخشؒ نے فرمایا ہے کہ ؎

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمدؐ بخشا تے راضی رہن پیارے

یعنی اگر وہ دکھ دے کر راضی رہتے ہیں تو پھر دکھ جو ہیں وہ ہزار بار قبول ہیں۔ دکھ سکھ جو ہیں یہ آپ کا نام نہیں ہے۔ اگر دینے والا ایسے ہی راضی ہوتا ہے تو آپ بھی راضی رہو اور دینے والے سے رابطہ رکھو' اس کے مزاج سے رابطہ رکھو اور اس کی عطا سے رابطہ رکھو۔ تب آپ کو پتہ چلے گا کہ اگر آپ کو زیور پہننا ہے تو پھر کان تو چھدوانے پڑیں گے اور اس طرح کی دقت تو ہو گی کہ اگر اونٹ پر بیٹھو گے تو وہاں کوہان تو ہو گا اور اگر عید Enjoy کرنی ہے تو روزہ تو ضرور رکھنا ہو گا۔ پھر یہ واقعات آگے چلیں گے۔ اگر آپ نے اللہ کو راضی کرنا ہے تو پھر اپنی رضا چھوڑنی پڑے گی' پھر پتہ چلے گا کہ غم اور خوشی کی بہت Simple سی کہانی ہے۔ اس کی رضا چاہتے ہو تو اپنی رضا ترک کر دو۔ ایک بار تو اپنی رضا ترک کر کے دیکھو۔ مگر آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ اپنی رضا کیسے ترک کرتے ہیں' آپ اپنی خوشی اور غم چھوڑ دو' نہ خوشی اپنی خوشی رکھو اور نہ غم اپنا غم رکھو۔ پھر اگر کوئی چیز یا مال گم ہو گیا تو آپ سوچیں گے کہ یہ مال یا چیز کس نے گم کیا ہے؟ پتہ چلتے چلتے پھر یہ پتہ چلے گا کہ جس نے مال دیا ہے اسی نے گم کیا ہے۔ پہلے آپ مال دینے والے کا پتہ کرو تو Ultimately. یہ پتہ چلے گا کہ وہ دینے والا آپ ہی تھا اور لینے والا بھی وہ آپ ہی ہے۔ تو پھر آپ کو نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی۔ اس وقت تک غم اور خوشی محسوس ہوتے رہتے ہیں جب تک ہم سبب کے ساتھ الجھتے رہتے ہیں۔ پہلے تو ہم نتیجے کے ساتھ الجھتے ہیں' پھر ہم سبب

کے ساتھ الجھتے ہیں اور اگر مسبّب کا عمل سوچا جائے تو پھر نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی۔ پھر ہم یہ کہیں گے کہ یہ دینے والے کی مرضی ہے' جسے امرِ الٰہی کہتے ہیں۔ خدا نخواستہ کسی کے ساتھ موت کا کوئی واقعہ ہو جائے تو جب اس کے پاس تعزیت کے لئے جاتے ہیں' کیا کہتے ہیں؟ کہ یہ حکمِ ربّی ہے' اس کا امر ہے' یہ سب اللہ کی مرضی ہے' اس میں جھگڑے یا پریشانی کی کیا بات ہے' یہ مالک کا عمل ہے' ہم اور آپ کیا چیز ہوتے ہیں' سارا جہاں اسی کا ہے' جس کو حکم آ گیا وہ یہاں سے چلا جاتا ہے اور Ultimately سارا واقعہ ادھر سے ہو رہا ہے' بعض اوقات آپ کی تکمیل کرنے والا غم سے تکمیل کرتا ہے اور بعض اوقات خوشی سے تکمیل کرتا ہے' لیکن اکثر تکمیل جو ہے وہ غم میں ہوتی ہے' غم والے ایسے لوگوں کے لئے فرمان ہے کہ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا یعنی "لوگ کم ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غم آ جائے تو سمجھو کہ شاید تمہیں پسند کیا جا رہا ہے اور ایسا ہو سکتا ہے کہ جن کو گمراہ کرنا ہوتا ہے' ان کو خوشیاں دے دی جاتی ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ Success اور Pleasures آپ عام آدمی کے لئے' Common man کے لئے چھوڑ دو۔ بڑے آدمیوں کے لئے تو کچھ تکلیف اور کچھ ناکامیاں' کچھ دِقتیں اور کچھ غم کی کیفیتیں ہونی چاہئیں' اور یہ بڑے لوگوں میں چلتی رہتی ہیں کیونکہ ان لوگوں نے زندگی کے اندر راستے بنانے ہیں اور اللہ کی راہوں کو انہوں نے حاصل کرنا ہے۔ ایسے لوگ مل کے بھی روئیں گے اور جدائی میں بھی روئیں گے۔ جس انسان کو رونا نصیب ہو گیا وہ آدمی زندگی میں ہزار بار اپنے غم کا

Thankful ہو گا' غم کا شکر گزار ہو گا کہ یا اللہ تعالیٰ آپ نے مجھے پسند کر لیا۔ جو شخص آپ کو کسی چیز کے قابل نظر آئے اور جن لوگوں کو بڑے کاموں کے لئے رکھا جاتا ہے وہ اکثر غم سے گزرتے ہیں۔ تو یہ یاد رکھنا کہ مشکل کشا کو مشکلات ہی سے گزارا جاتا ہے۔ بس مشکل کشائی یہی ہے ۔ مشکل کشا کا مطلب یہ ہے کہ جو مشکلات میں گلہ نہ کرے۔ اب یہاں اسی کو مشکل کشا بننا چاہئے' جس کے اوپر مشکلات اتنی آئیں اور صبر اتنا ہے کہ سب سے زیادہ بلکہ رضا اتنی ہے کہ سب سے زیادہ۔ اسی کو تو مشکل کشا ہونا چاہئے۔ ہم لوگ جو ہوتے ہیں خوشیوں کی وجہ سے چلنے والے ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی خوشی آتی ہے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر ذرا سی تکلیف ہوئی تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ غور سے سن لو کہ دو قسم کے انسان ہوتے ہیں' بہت سارے انسان ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں بہت سے خوشگوار واقعات ہوں اور کبھی ایک آدھ واقعہ ناخوشگوار یا تلخ ہو جائے تو گلہ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی تلخ زندگی کے باوجود کوئی ایک آدھ واقعہ خوشگوار ہو جائے تو وہ شکر ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ پہلے کی زندگی میں بھی شکر ادا کرتے رہتے ہیں کہ یا رب العالمین تیرا شکر ہے کہ جگنو کی روشنی تو ملی۔ شکر الحمد للہ۔ اور جو دوسری قسم کے لوگ ہیں اگر ان کی روشنی میں ایک داغ آگیا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کیا داغ آگیا اور بڑے افسوس کی بات ہے' آج پھر اندھیرا ہو گیا۔ تو یہ آپ کا مزاج ہے کہ آپ کس انداز سے چلتے ہیں' اگر آپ Thankful رہیں تو نہ خوشی' خوشی ہوتی ہے اور نہ غم' غم ہے۔ آپ الحمد للہ پڑھتے جاؤ' غم آ

گیا تو الحمد للہ' کوئی اچھا واقعہ ہو گیا تو الحمد للہ' نہیں ہوا تو بھی الحمد للہ' واقعہ خراب ہو گیا تو بھی الحمد للہ۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ آپ تو کچھ بھی نہیں کر رہے ہو بلکہ کرنے والی ذات تو وہ خود ہے۔ اگر آپ کو یہ اختیار ہوتا تو پھر آپ یہ بات ضرور کر سکتے مگر یہ سب کچھ کرنے والا تو وہ خود ہے۔ تو وہ آپ ہی آپ ہے۔

جب وہ آپ ہی کر رہا ہے تو یہ اس کی مہربانی ہے اور ہمیں تو یقین ہے کہ وہ ہم سے زیادہ ہمیں جانتا ہے کیونکہ وہ ہمارا مالک ہے۔ "مالک الملک لا شریک لہ" "وہ سب کچھ کا مالک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں"۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز کہاں پہنچنی چاہیئے' کون سا وقت کب ختم ہو جائے۔ آپ کو اگر Infinite ٹائم مل جائے تو پھر Infinite غلطیاں کریں گے کیونکہ آپ غلطی کئے بغیر رہ نہیں سکتے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ کب کس کو غلطی سے نجات دینی ہے ورنہ تو ہم لوگ اپنا بہت سارا نقصان کر جائیں۔ اس لئے آپ غم کو اس کے پاس رہنے دو اور خوشی بھی اس کے پاس رہنے دو۔ بس آپ غم اور خوشی دونوں کو عطا ہی کہو۔ آپ لوگ کہو کہ یہ تیری مہربانی ہے۔ غم اور خوشی دونوں نے گزر جانا ہے۔ اگر آپ غم کو اختیار کر لیں اور غم گزر جائے تو آپ کو تکلیف نہیں ہو گی اور اگر خوشی گزر گئی تو پھر آپ روئیں گے۔ اگر انسان کی Service کو اور خدمت کو اپنا مذہب بنا لیا جائے تو پھر آپ دوسروں کا غم کریں گے اور اپنی خوشی کے ساتھ چلتے جائیں گے۔ اس طرح آپ کو نہ غم رہے گا اور نہ خوشی رہے گی' بس آپ صرف اپنی ذات سے نکل جاؤ۔ جو اپنی ذات سے نکل گیا' نہ اس کو کوئی غم رہا اور نہ

اس کو کوئی خوشی رہی۔ آپ کو پہلے بھی ہم نے یہ بات بتائی ہے کہ غم اور خوشی کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہی چیز ہے۔ غم کسے کہتے ہیں؟ جانے والی خوشی کو غم کہتے ہیں یا حاصل نہ ہو سکنے والی خوشی کو غم کہتے ہیں۔ خوشی کسے کہتے ہیں؟ آیا ہوا غم' جب تک رہا تو خوشی کہلایا اور جب چلا گیا تو پتہ چلا کہ وہ غم ہی تھا۔ جیسے پیارے مہمان ہوتے ہیں کہ آنے سے خوشی ہوتی ہے اور جانے سے غم ہوتا ہے۔ اور ایک مثال مَیں نے آپ لوگوں کو بتائی تھی کہ بیٹیوں کا نام خوشی ہے اور پھر جب وہ رخصت ہو جاتی ہے تو پھر غم بن جاتی ہیں۔ تو خوشی ایسی چیز ہے کہ بیٹیوں کی طرح گھر میں رہتی ہے اور غم بن کر گھر سے نکل جاتی ہے۔ پھر بھی آپ لوگ دعا کراتے رہتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہماری بیٹی کی رخصتی ہو جائے اگرچہ یہ ہماری بہت پیاری اور اچھی بیٹی ہے اور جدا کرنے کو دل نہیں کرتا۔ تو بیٹیوں کی رخصتی کے لئے ہم بھی دعا کرتے ہیں اور آپ خود بھی دعا کرتے رہتے ہو۔ تو جب تک ہمارے پاس تھی وہ خوشی تھی اور رخصت ہوئی تو غم کا اخوال ہو گیا اور ہم یہ روز ہی بیٹیوں کی شکل میں دیکھتے رہتے ہیں۔ تو کوئی خوشی ایسی نہیں ہے جو دیرپا ہو اور ہمیشہ کے لئے رہنے والی ہو۔ صرف سرشاری دیدارِ حق کو زوال نہیں ہے کیونکہ جس طرح اللہ کو زوال نہیں ہے اسی طرح اللہ کی محبت کو زوال نہیں ہے۔ بس آپ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ہمیں ان خوشیوں سے تعارف کرائے جنہوں نے غم نہیں بننا اور ان غموں سے تعارف کرائے جو اس کی مرضی سے آئیں اور اس کو قبول ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں گستاخی سے بچائے' بغاوت سے بچائے اور ہم تو جانتے ہیں کہ

ہم خود ہی مہمان ہیں' ہم خود ہی عارضی لوگ ہیں اور ہم نے کیا پکا کام کرنا ہے' اس لئے یا رب العالمین ہمیں اپنی رضا پر چلنے کی توفیق عطا فرما' اور ہمیں اپنے امر کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہمارا ایک ہی کام رہے کہ تیرے امر کے مطابق چلتے جائیں' کیا ہے ہماری خوشی اور کیا ہے ہمارا غم! ہم لوگ جانتے ہیں کہ یہ خوشی شیشے کے برتن کی طرح ہے اور کوئی برتن ایسا نہیں ہے جو نہ ٹوٹے۔ جس طرح شیشہ ہے اسی طرح دل ہے۔ دعا کرو کہ سب خیر ہو جائے' آمین' ثم آمین! تو آپ لوگ خوشیوں کو اس کے خیال کے مطابق رکھو۔ میں آپ لوگوں کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں کہ آپ کے بیٹے بیٹیاں جو ہیں وہ خیریت سے اچھے سفر میں رواں دواں رہیں۔ اب آپ اور سوال پوچھو ------ پوچھو!

سوال :۔

سر! یہ خوشی اور غم تو مزاج کا نام ہے اور انسانوں میں غم اور خوشی کو برابر کرنا تو Practically مشکل ہی ہے' ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

یہ عام آدمی کے لئے تو مشکل ہے لیکن آپ لوگ عام تو نہیں۔ مثلاً" جیسے آپ سب لوگ اس محفل میں آتے ہیں اور یہ جو ٹائم ہمارے پاس یہاں گزرتا ہے' اس ٹائم میں ہم ہر چیز سے بیگانہ ہو جاتے ہیں اور اگر یہ کیفیت باقی دنوں میں بھی ہمہ حال رہے تو پھر آپ بہت ساری چیزوں سے نکل کے ہمہ حال ہو جائیں گے لیکن اس کو اتنا رکھتے ہیں تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے کاروبار سے ہی معطّل ہو جائیں۔ ابھی آپ

اپنا کام کرتے جائیں اور یہ مصروفیت بھی چلتی رہے تو اللہ کے فضل سے ایسا وقت آ سکتا ہے کہ ہم اپنی خوشی اور غم سے آزاد ہو سکتے ہیں' ہم اس خاص وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ؎

کارِ سازِ ما بہ فکرِ کارِ ما
تو دانی حساب کم و بیش را

مطلب یہ کہ ہمیں کم و بیش کی کیا ضرورت ہے' یہ سب تو جانے' ہمیں تو پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے' تو ہی ہمارے لئے اچھا جانتا ہے اور تو ہی ہمارے لئے برا جانتا ہے' ہم تو اپنے لئے جو کریں گے برا ہی کریں گے' اگر ہمیں اختیار ہوتا تو ہم آدھے آدمی ایسے ہی غرق کر دیتے جو کہ ہمارے دشمن ہیں اور جو آدمی ہمارا کہنا نہیں مانتا اور جو آدمی ہمیں پسند نہیں ہو گا اس کو تو ہم ویسے ہی اڑا دیں گے کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے مگر ابھی تک وہ زندہ ہے اور ابھی تک ہم نے اس کو برداشت کیا ہوا ہے۔ تو یہ غم اور خوشی اپنے اپنے اندازِ فکر ہیں۔ ایک آدمی رو رہا تھا اور ایک آدمی ہنس رہا تھا۔ ہنسنے والے نے پوچھا کہ آپ روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے آپ بتاؤ کہ آپ ہنستے کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ تو رو رہا ہے تو دوسرے نے جواب دیا کہ میں روتا اس لئے ہوں کہ آپ ہنس رہے ہو اور مجھے تیری ہنسی پر رونا آ رہا ہے۔ آپ کو آدھے غم تو لوگوں کی خوشیوں کی وجہ سے لگے ہوئے ہیں اور آپ کا جو سوال تھا اس کی منشاء یہ تھی کہ کسی کی خوشی جو ہے وہ کسی کو برداشت نہ ہو تو یہ بھی ایک غم بن جاتا ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ موقع کا فائدہ وہ لے گیا ہے لیکن حق میرا تھا۔ کیا

آپ کا حق صبر کرنا نہیں ہے؟ اب آپ دیکھو کہ پنجاب کا حق مرکز پر ہے اور مرکز کا حق پنجاب پر ہے اور آپ کا حق ہے کہ آپ دونوں کے حالات کو غور سے دیکھتے جاؤ اور جب آپ کے پاس اختیار اور استعداد ہو تو حق کے مطابق بولنا۔ آپ یہ دیکھو کہ یہ اللہ کی مرضی ہے وہ جس جگہ رکھے۔ جس کو جہاں رکھے اور جو شخص جس قابل ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے کام لے لیتا ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ کون ولی ہو گیا تھا جب کہ ہونا کسی اور نے تھا تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ عبادت کرتا جائے اور اسے کچھ نہ ملے اور دوسرا صرف پاس سے گزرا اور حاصل کر گیا۔ اس طرح کے بڑے بڑے واقعات ہیں جو فقراء کرام نے لکھے ہیں۔ ایک آدمی ایک درویش کے پاس گیا' ان کے پاس بہت سے خلفاء بیٹھے ہوئے تھے' اس شخص نے جا کر ایسی بات کی کہ اس درویش نے اس کو فوراً" فیض یاب کر دیا۔ پرانے خلفاء اور وہاں کے لوگوں نے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس کو فوری طور پر سرفراز کر دیا جب کہ ہم اتنے عرصے سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص خشک لکڑی لے کر آیا تھا جو آتے ہی جل گئی اور تم گیلی لکڑیاں ہو جو سلگتی جا رہی ہیں اور جلتی نہیں۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں؟ اب یہ ایسے واقعات ہیں جو کہ نصیب کی بات ہے اور یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ لوگ بعض اوقات کسی Strange لفظ کے اوپر رقص کرتے ہوئے نصیب لے گئے۔ لفظ کسی اور کا تھا اور نصیب کسی اور کا بن گیا۔ ہندوؤں کا زمانہ تھا' ایک آدمی ایک جگہ بیٹھا تھا' اس نے دیکھا کہ اُدھر سے ایک ہندو لڑکی آ رہی ہے' اس نے کہا یا اللہ اس کو آپ آگ میں ڈالیں گے جس کو اتنا خوبصورت

بنایا ہے' مہربانی فرمائی جائے۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی کلمہ پڑھتی آ رہی ہے۔ اب یہ فیض کا طریقہ ہے۔ اس طرح وہ بزرگ بہت مشہور ہو گئے اور وہ اپنے زمانے کے بڑے مشہور بزرگ تھے۔ چلتے چلتے جس پر بھی نگاہ ڈالتے تھے وہ کلمہ پڑھتا جاتا تھا۔ اس طرح یہ بات عدالت تک چلی گئی اور یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے۔ غیر مسلموں نے کہا کہ یہ شخص تو ہندو اور سکھوں کو کلمہ پڑھاتا جا رہا ہے' لہٰذا اس کو پکڑو۔ بابا جی کو عدالت میں لایا گیا تو انہوں نے کہا لوگ مجھے ایسے ہی بدنام کرتے ہیں۔ میں نے کسی کو کب کلمہ پڑھایا ہے تو اس وقت جو ریڈر تھا وہ کہنے لگا کہ انہوں نے مجھے کلمہ پڑھایا ہے اور وہ کلمہ پڑھ گیا اور جج بھی کہنے لگا انہوں نے مجھے بھی کلمہ پڑھایا ہے۔ اور وہ کہنے لگے کہ چھوڑو بابا جی کو' یہ ایسے ہی ہیں۔ اب یہ نصیب کی بات ہے' جس کو چاہے اللہ تعالیٰ سرفراز کر دے۔ وہ اگر چاہے تو سب کچھ ہو جائے۔ آپ اپنے اسلام کو بھی اس کی مہربانی سمجھو کہ یہ جو آپ کے پاس ایمان ہے' جو بھی کچا پکا ہے اس کو رہنے دو' شکر کرو اور آپ دعویٰ چھوڑو۔ یہ دنیا چار دن کا میلہ ہے اور اس نے آپ کو میلے پر روانہ کیا ہے تو آپ شکر ادا کرتے جاؤ اور اس وادی میں وفا اور شکر سے گذر جاؤ۔ اس میں حاصل کچھ نہیں ہونا۔ یہ تو Down the hill ہے' اوپر سے کسی وقت بھی گر سکتے ہو' اس لئے اور کیا بات کرنی ہے' بس اس سفر میں چلتے جاؤ' سنگت بناتے جاؤ اور یہ جو آپ غم بناتے جا رہے ہو' یہ غم حاصل کی تمنا کا نام ہے' آپ حاصل کی تمنا چھوڑ دو' غم ختم ہو جائے گا۔ حاصل کی تمنا' مقام کی تمنا' مرتبے کی تمنا' شہرت کی تمنا اور چاہے جانے کی تمنا کو چھوڑ دو تو غم ختم

ہو جائے گا۔ دو باتوں کی وجہ سے غم بنتا ہے' ایک تو یہ ہے کہ مجھے نہ چاہا جائے اور ایک یہ ہے کہ آپ کے غیر کو چاہا جائے' گھروں میں جھگڑے اسی وجہ سے چلتے ہیں کہ میں نے تو اسے By the way یہ بات کی تھی مگر آپ نے محسوس کر لیا۔ تو حاصل کی ہوئی چیز سے غم بنتا جائے گا۔ تو غم سے نکلنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ حاصل کرنے کی تمنا چھوڑ دو۔ آپ مسافرت کا خیال رکھو کہ آپ سفر میں ہو اور اپنے اندر سفر میں رہنے والی کیفیت کو قائم رکھو۔ اس میلے میں ہم نے کیا حاصل کرنا ہے' جو کچھ حاصل ہے اس سے وقت گزارو' ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرو اور اللہ کا اسم اِعظم پڑھتے جاؤ' اس طرح آخر کھیل ختم ہو جائے گا' آپ کی آدھی زندگی اپنے حالات کی پریشانی میں گزرتی ہے اور آدھی زندگی آپ نے دوسروں کو پریشان کرنے میں گزاری۔ اس لئے دریاؤں کو چلنے دو جیسے بھی جا رہے ہیں' بس یہ ٹھیک چلتے جا رہے ہیں' اس میں نہ کوئی بند بناؤ اور نہ کوئی شور مچاؤ۔ بس زندگی کو چلنے دو' یہ جس طرح بھی جا رہی ہے' ہم کب تک حالات کا رخ موڑیں گے۔ اپنے بچوں کو دعا دیتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر رہے اور "غم و خوشی" ساتھ ساتھ چلتا جائے۔ یہ سب ہماری اپنی خواہش کے نام ہیں۔ بس آپ خواہش کو چھوڑ دو کیونکہ خواہش کبھی غم بنتی ہے اور کبھی خوشی بنتی ہے۔ ہماری جو چھوٹی چھوٹی خواہشیں ہیں' وہ ہمارے چھوٹے چھوٹے غم ہیں۔ ویسے آپ کو ایسا آدمی تلاش کرنا چاہئے جس کا غم دیرپا ہو' اگر دیرپا غم مل گیا تو آپ کا رنگ اور ہو جائے گا۔ دیرپا غم کیا ہوتا ہے اور دیرپا خوشی کیا ہوتی ہے؟ اگر خدانخواستہ کوئی شخص غم میں مبتلا ہے تو اس کو شام کے وقت بھوک

تو نہیں لگنی چاہئے اور اس کو نیند بھی نہیں آنی چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب ہم جنازے میں جاتے ہیں تو لوگ اس شخص کو کہتے ہین کہ چھوڑو باقی سب باتوں کو' پہلے آپ "قل شریف" کی تاریخ بتاؤ اور اس طرح غم اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے' پھر کہتے ہیں کہ کھانے پینے کا کیا کر رہے ہو؟ اس طرح وہ شخص بیچارہ اپنا غم بھول کر انتظام کے بارے میں سوچنے لگتا ہے کہ قل' سوئم' چہلم وغیرہ کیسے کریں گے اور اس طرح بات کدھر سے کدھر نکل جاتی ہے۔ اب غم سے اس کا خیال کسی اور طرف بدل گیا۔ پھر لوگ آنا جانا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو یہ دنیا غم بھی نہیں رہنے دیتی اور خوشی بھی نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے آپ اسے امرِ الٰہی سمجھو' نہ خوشی کو آپ Oblige کرو اور نہ غم کو upply کرو۔ اس طرح یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ہاں جی بولو..... اور سوال پوچھو!

سوال :۔

سر! ایک بات ہے کہ قرآن پاک میں جنت کا جتنا ذکر کیا گیا ہے اور ہمیں یہ جو زندگی اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہے' یہ بھی تو جنت سے کم نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کا تو ہمیں پتہ نہیں ہوتا لیکن آگے کا تو پتہ نہیں کہ ہمیں جنت ملنی ہے کہ نہیں۔ یہ ہمیں کیسے اندازہ ہو گا کہ ہمیں جنت مل سکتی ہے یا نہیں مل سکتی؟

جواب :۔

کہتے ہیں افسوس ہے اس کے لئے کہ جس نے تھوڑی سی خوشی اور عارضی خوشی پر دائمی خوشی کو نثار کر دیا ہو۔ یہ دنیا عارضی خوشی ہے'

یہاں پر وقفوں میں خوشی ہے۔ یہاں پر خوشی کچھ دنوں میں Celebrate ہوتی ہے۔ یہاں دنیا میں آپ کو اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ دوسرا آدمی جو ہے وہ آپ کی عدم موجودگی میں کیا کہہ رہا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں دنیا کا اور وہاں آخرت کا فرق یہ ہے کہ وہاں پر غیبت نہیں ہو گی۔ آپ اس زندگی کو جنت بناتے ہیں' یہ جنت ہی ہے' بشرطیکہ آپ ایک کام کرو کہ اس زندگی میں آپ کی زبان سے کسی غیر حاضر یا حاضر شخص کا گلہ نہ نکلے... اور آپ کے کان میں کسی غیر حاضر کا گلہ نہ پڑے۔ بس آپ نہ گلہ کرو اور نہ گلہ سنو۔ بس یہی زندگی جنت بننی شروع ہو جائے گی۔ آپ اسی زندگی کو Trust اور اعتماد کی زندگی بنا لو' اگر یہ اعتماد کی زندگی بن جائے تو آپ اسے اللہ کی طرف سے سمجھو۔ آپ اس کو اللہ کی طرف سے کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ وہ اس طرح کہ اگر اللہ تعالیٰ کہے کہ آپ یہ زندگی لے لو تو آپ یہ زندگی حاصل کر لو اور اگر وہ کہے کہ اب واپس آ جاؤ تو آپ سب کام بند کر دو۔ تو اب آپ کو زندگی جاری کرنے میں جتنی خوشی تھی' اتنی ہی خوشی زندگی کو بند کرنے میں ہونی چاہئے۔ تو پھر یہ زندگی اللہ کی طرف سے ہے اور بس یہ جنت ہے۔ جنت کب ہے؟ کہ جس کو حاصل کیا ہے اس کو چھوڑنے میں بھی دِقّت نہ ہو اور کسی انسان کا گلہ نہ ہو اور کسی انسان کا گلہ نہ سنا جائے' تو رنجش اور ناراضگی تو دور کی بات ہے۔ جس کا گلہ ہو رہا ہے وہ آدمی پتہ نہیں اللہ کا کتنا محبوب ہو گا۔ جسے ہم کانٹا سمجھ رہے ہیں وہ کسی اور جہاں کا پھول ہو گا۔ اس لئے آپ ان باتوں کو سمجھو۔ آپ جسے Enjoyment کہہ رہے ہیں وہ ایک وہم کا نام ہے اور غفلت کا نام ہے'

وہ جنت نہیں ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم اپنی زبان سے کسی کے بارے میں غلط بیانی نہ بھی کریں اور کوئی دوسرا شخص کسی کا گلہ کر رہا ہے اور ہم سن رہے ہیں یعنی جو ہمارے کانوں میں آواز خود بخود آ رہی ہے اس کو کیسے روکیں' اس سلسلے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔

جواب :۔

اس کو آپ روکو اور ضرور روکو۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی کوڑا کان میں ڈال رہا ہو۔ اس سے کہیں کہ میں کیوں تیرے اس جرم کے اندر شریک ہو جاؤں۔ اسے غیبت کہتے ہیں اور اللہ کا فرمان ہے کہ غیبت کرنے والا ایسے ہے کہ جیسے اس نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا ہو۔ آپ اس کو اپنے سامنے حرام مت کھانے دو۔ اس سے کہو کہ ہم گلہ نہیں سنتے۔ اگر کسی کو اس شخص سے رنجش ہے تو اس کو منہ پہ کہنا چاہئے۔ آپ دیکھنا کہ اس کے بعد آپ کی زندگی جنت بن جائے گی۔

سوال :۔

سر! اس راستے میں ابتدائے شوق والے کہیں Frustration کا شکار تو نہیں ہو جاتے؟ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

جواب :۔

ابتدائے شوق والا جو ہے وہ اپنے شوق کا خیال کرے۔ کہتے ہیں

اس شوق کی ابتداء اور انتہا نہیں ہوتی بلکہ یہ مکمل ہوتا ہے۔ کیا کہا شوق کیا ہوتا ہے؟ اس میں Stages نہیں ہوتیں۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اپنی Love کے پہلے Stage میں ہیں' دوسری Stage آنے والی ہے اور پھر تیسری Stage آئے گی۔ شوق میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اچانک بجلی آ جائے' بجلی جو ہے وہ Gradual نہیں ہوتی' بجلی گری تو شوق والا دل اچانک روشن ہو جاتا ہے۔ اس کو پہلے ہی روز پتہ چل جاتا ہے اور اس کا پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے بلکہ اس کا ہر قدم ہی محبت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو محنت سے نہیں روک رہے۔ ہم یہ تو کہہ رہے ہیں کہ Indication کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے بلکہ جس راستے پر آپ چلے ہو' چلتے جاؤ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم سے پوچھتے ہو تو آپ صحیح چل رہے ہو۔ اس نے اگر کھل کر سوال پوچھا تو ہم نے بھی کھل کر جواب دے دیا۔ ایک شخص نے ہم سے پوچھا ہے کہ میں اس راہ پر ٹھیک چل رہا ہوں؟ تو میں آپ کے سامنے کہتا ہوں کہ وہ ٹھیک چل رہا ہے' آپ بھی اس پر گواہ رہنا۔ اب اس کا ہم پر حق ہوگیا ہے۔ اگر اس نے کہا کہ زندگی میں الجھنیں ہیں تو ہم یہ کہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگے جاکر الجھن پڑ جائے۔ اس لیے یہاں اور وہاں کی کوئی اہمیت اور وقعت نہیں ہے۔ وہاں کا راستہ نہیں رکتا' یعنی یہاں سے الجھن دور ہونی چاہیئے۔ یہاں کے راستے تو ایسے ہی ہیں' ان کو چلنے دو۔ اگر وہ ہم سے یہ کہتا ہے کہ میرا ماضی بڑا داغ دار ہے' ہم کہتے ہیں توبہ کرو تو ماضی پیچھے رہ جاتا ہے اور اب آپ آگے کی طرف سفر کرو۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ مجھ سے کچھ واقعات ایسے ہوگئے ہیں

جو Revokable نہیں ہیں، تو واقعات ٹھیک ہوسکتے ہیں اور ختم ہو سکتے ہیں۔ اگر کچھ الجھنیں ایسی ہیں جن کو سلجھانا مشکل ہے تو وہ بھی سلجھ جائیں گی۔ اگر کوئی کہے کہ مجھے لوگ قبول نہیں کرتے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ ان کو قبول کرتے جاؤ۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ لوگ Tension دیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں' تو ہم کہتے ہیں کہ جب تو اللہ کا ہو گیا تو پھر کیسی Tension۔ اس لئے آپ اپنی Tension بھی اللہ کے حوالے کرو' اور دعا کیا کرو کہ یا رب العالمین آپ ہی اپنے بندوں کو سمجھا اور ہم جو سارے آپ کے بندے ہیں' آپ کے غلام ہیں وہ آپ کی راہ پر چل رہے ہیں' ہمیں Tension سے بچا۔ لہٰذا پریشان ہونے والی بات نہیں ہے۔ آپ سب کا لحاظ کیا کرو۔ ماں اور باپ ذریعۂ نجاتِ آخرت ہیں ورنہ سارے واقعات الٹ ہو جائیں گے۔ اگر کوئی درویش یا فقیر مل جائے تو سارے واقعات اور حالات درست ہو جاتے ہیں۔ درویش صرف خبریں بتانے کے لئے ہی نہیں ہوتے بلکہ اللہ کے قریب کرتے ہیں۔ اس لیے آپ کسی درویش سے ضرور وابستہ ہو جاؤ۔ باقی یہ خبریں بتانے والا سسٹم ہے' یہ ہوتا ضرور ہے۔ کبھی کوئی ہُدہُد خبر دیتا ہے اور کبھی کوئی اور Messenger خبر دیتا ہے۔ جب ہم درود شریف پڑھتے ہیں تو ان کو خبر ہو جاتی ہے' جب کسی مزار پہ جاتے ہیں تو صاحب مزار کو خبر ہوتی ہے۔ بلکہ اگر وہ بلائے تو آپ جاتے ہیں لوگ آپ کو بے یقینی کی خبریں دیتے ہیں کہ پتہ نہیں صاحب مزار کو آپ کی خبر ہے کہ نہیں ہے' پتہ نہیں درود شریف پہنچتا ہے یا نہیں' پتہ نہیں اللہ معاف بھی کرتا ہے یا نہیں۔ اللہ کو معاف کرنے میں کوئی دقت نہیں بلکہ اللہ

معاف کرکے خوش ہوتا ہے' اللہ کو معاف کرنے میں Pleasure ہوتی ہے اور سب سے بڑی عبادت توبہ کرنا ہے اور پھر بندوں کے حقوق پورے کرنے ہیں۔ پھر آپ بے شک اللہ کی یاد میں گم ہو جائیں' عبادت کا ایک سسٹم ہے' اس کو آپ جاری رکھو' اس سسٹم میں کلمہ ہے' روزہ ہے' زکوٰۃ ہے' نماز ہے اور حج ہے۔ پھر آپ فقہ اور حدیث کے مطابق عمل کرتے ہیں' عبادت کو صرف ظاہری طور پر نہ کرو' بلکہ اس میں باطن شامل ہونا چاہیے۔ اگر عبادت میں باطن شامل نہ ہو تو ظاہر نے مومن نہیں ہونا' باطن کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ظاہر خود بخود مومن ہو جائے گا۔ اصلی کلمہ اس کو پڑھاؤ وہ جو اندر بیٹھا ہوا ہے یعنی وہ باطن ہے اگر وہ مومن ہو گیا تو پھر سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال :۔

سر! مزار پر کب جایا کریں؟

جواب :۔

آپ اس وقت مزار پر جایا کریں جب کوئی آپ کو مزار پر بھیجے یا پھر کوئی صاحبِ مزار آپ کو بلائے تو جاؤ۔ ورنہ نہ جاؤ۔ جو آپ کو کسی مزار پر بھیج رہا ہے وہ آپ کو بتا دے گا کہ کیوں بھیج رہا ہے اور وہاں جاکر کیا کرنا ہے۔ اگر آپ کو کوئی بلائے گا تو خود بتا دے گا کہ کیوں بلایا ہے اور وہاں کس طرح آنا ہے اور کیا کرنا ہے' کہاں بیٹھنا ہے' ہر جگہ کے آداب ہوتے ہیں۔ بابا فریدؒ جب داتا دربار کے لئے آئے تو لاہور کے ڈسٹرکٹ کورٹس میں چلہ کیا۔ میاں شیر محمد شرقپوریؒ داتا دربار سے کئی

میل دور کھڑے ہوتے تھے اور آگے نہیں جاتے تھے۔ فرماتے تھے آگے نہیں جاسکتے کیونکہ آگے تجلی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر بزرگ نے اپنا حساب بنایا ہوا ہے' وہ آپ کو جیسے بلائیں آپ ویسے ہی چلتے جاؤ۔ آپ کبھی کسی مزار پر تکلف میں یا رواداری میں نہ چلے جانا' ایسا کبھی نہ کرنا۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ صاحبِ مزار کچھ نہیں کرسکتا تو پھر آپ بھی ان کو کچھ نہ کہو۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہ کچھ کررہے ہیں تو پھر ان سے ضرور کہو۔ مزار پر تب جاؤ When you are aware about his

اور پتہ ہونا چاہیے کہ صاحبِ مزار سے آپ کی وابستگی کیا ہے اور یہ سسٹم ہے بھی کہ نہیں! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ قبروں کی پوجا شروع ہو گئی ہے تو پھر آپ مت جاؤ۔ جب ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ لوگ زندہ ہیں اور ہم ہی مرے ہوئے ہیں تو پھر کہانی شروع ہو جاتی ہے۔ پہلے اس بات کی تحقیق کرو کہ زندہ کون ہے؟ ان کی قبریں روشن ہوئی پڑی ہیں' میلے لگے ہوئے ہیں اور ادھر ہمارے ہاں شام کو چراغ گل ہو جاتا ہے' قبرستان میں میلے ہیں اور یہ دنیا میلوں والا قبرستان ہے۔ زندگی کیا ہے؟ تقربِ حق کی دلیل ہے۔ تقربِ حق کدھر ہوتا ہے؟ جدھر آپ کو نظر آتا ہے' آپ وہاں چلے جاؤ۔ جدھر سے آپ کو تقربِ حق کی خوشبو آئے' آپ ادھر چلے جاؤ۔ تو مقصد کیا ہوا؟ حق! کائنات کا حق "اللہ" ہے۔ اگر کہیں پر آپ کو وابستگی مل جائے تو وہاں پر اللہ کا فضل شروع ہو جاتا ہے اور وہ تقربِ حق کی دلیل ہے۔ جہاں تقربِ حق کی Indication ملے' وہاں آپ نے ضرور جانا ہے' لیکن وہاں بڑی احتیاط سے جانا چاہیے۔

سوال :۔

سر! یہ جو کہتے ہیں کہ عورتوں کو مزارات پر نہیں جانا چاہئے۔ اس بارے میں کچھ فرمائیں؟

جواب :۔

مردوں کا مزار پر جانا تو صحیح ہے لیکن لوگ دیکھ رہے ہیں کہ عورتیں بھی جاتی ہیں' آپ عورتیں' جانے والی عورتوں میں ہو جاؤ' وہ جانے اور وہ جانے۔ کہنے والے کہتے رہتے ہیں اور جانے والے جاتے رہتے ہیں۔ اس سوال کا جواب نہ لو بلکہ جانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ آپ کے لئے بہتر یہ ہے۔ وہ مزار والا خود ہی سوال کا جواب دے دے گا۔ آج تک بے شمار کوششیں ہوئی ہیں کہ مزاروں پر عرس نہیں ہونے چاہئیں مگر وہ ہوتے جا رہے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں۔ روکنے والے بھی کہتے جارہے ہیں' یہ منانے والے بھی کہتے جارہے ہیں۔ بس یہ زندگی چار دن کا میلہ ہے' اس میں آپ نے جو سو چا ہے اس کو کر گزرو اور آپ یہ راز دریافت کرلو کہ خوشبو کہاں سے آئی ہے۔ اپنے آپ کو بدلتے نہ رہا کرو۔ جس بلی کو دیوار پر سے چڑیا ملے گی وہ دوبارہ اسی دیوار پر ہی بیٹھی رہے گی' جہاں سے بلی کو چوہا ملے گا وہ وہیں بیٹھی رہے گی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس کو جہاں سے منفعت ملی ہے' اس نے وہیں سے حاصل کرنا شروع کر دینی ہے۔ جہاں جہاں سے آپ کو Indication ہوئی ہو' وہاں پر آپ اپنا رابطہ رکھو۔ باقی دنیا کی باتوں کو چھوڑ دو۔ یہ بھی کہتے رہیں گے اور وہ بھی کہتے رہیں گے۔

سوال :۔

کیا حضور پاکؐ کو معراج جسمانی ہوا تھا یا روحانی؟

جواب :۔

کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ جسمانی ہے کہ روحانی ہے' ہم کہتے ہیں کہ جو اللہ معراج عطا کر سکتا ہے وہ جسمانی کیوں نہیں کرا سکتا۔ تو یہ معراج جو ہے وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی ہے۔ جو اللہ مومن کے قلب میں ہو سکتا ہے' اس کے پانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے بندے کو سیر کرائی اور یہ اللہ اور اللہ کے بندے کی بات ہے۔ اگر اللہ چاہے تو روحانی سیر کرائے اور چاہے تو جسمانی کرائے' وہ مالک ہے' جہاں مرضی اور جسے مرضی سیر کروائے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ جسمانی یا روحانی معراج سے آپ پیغمبرؐ کی صفت زیادہ بیان کر رہے ہو' مالک کو کون منع کر سکتا ہے' وہ جو مرضی کرے۔ وہ مالک ہے' اپنے بندے پر درود شریف پڑھ رہا ہے' کیا وہ انہیں سامنے بٹھا کے نہیں پڑھ سکتا۔ وہ ساری دنیا میں سب سے زیادہ درود بھیج رہا ہے' فرماتا ہے کہ " میں اور میرے فرشتے درود شریف پڑھ رہے ہیں' اور ہم نے جس کو بھی خاص بندہ بنایا ہے اس سے بھی کہا کہ تم بھی درود شریف پڑھو"۔ ان اللہ وملئکۃ یصلون علی النبی یا ایھا لذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ یعنی " اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجو"۔ اب جب بندے بھی درود شریف پڑھیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ بڑی محبت ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کا

کسی کو کہیں لے جانا مشکل ہے' کبھی بھی مشکل نہیں ہے۔ اللہ کو ان سے اب یہ بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ ظاہری معراج تھا یا باطنی معراج تھا' اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے' ہم سے تو دونوں باتیں بہت بلند ہیں۔ معراج کے بعد کافروں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ کے پیغمبر کہتے ہیں کہ انہیں معراج ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ اگر آپؐ نے فرمایا ہے تو پھر ٹھیک ہی ہے۔حضورپاک ﷺ کے یہ درجے دیکھو کہ اتنے عرصہ بعد بھی لوگوں کے دلوں پر حکمرانی آپؐ کی ہی ہے۔ کائنات میں آج تک کسی انسان کی اتنی تعریف نہیں کی گئی جتنی آپؐ کی' آپؐ کے زمانے میں اور آپؐ کے بعد کے زمانے میں بھی۔ یہ سب اللہ کی شانیں ہیں' اللہ اس کو مزید بلند کرے گا۔ اس لئے آپ ان باتوں کو مت سوچا کرو۔ بس آپ شوق سے چلتے جاؤ اور یاد رکھنا' شوق سے غافل نہ ہونا۔ شوق کے پاس ہی اللہ ہے' بندے کے پاس اللہ نہیں ہے۔ اللہ کہاں ہے؟ شوق کے پاس ہے۔ اللہ صاحبانِ شوق کے پاس ہے۔ اپنے شوق کی حفاظت دعا حاصل کر کے کیا کرو۔ اپنے شوق کی حفاظت کیسے کرو؟ دعاؤں کے ساتھ' درخواست کے ساتھ' التجا کے ساتھ' اور آپ کے شوق میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا وجود موجود نہ ہو۔ جب آپ صاحبانِ شوق بن جاؤ تو پھر خیال رکھنا کہ لوگوں کے حقوق مجروح نہ ہوں۔ اور یہ پکی بات ہے کہ شوق کا راستہ حقیقت کا راستہ ہے۔

سوال :۔

تو کیا شوق کے درجے ہیں ؟ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

اس میں Normally درجہ کوئی نہیں ہے بلکہ سارے صاحبانِ شوق چھوٹے سے لے کر بڑے تک' ایک ہی ہیں۔ اس میں مقامات یہ ہیں کہ پیغمبر ایک بلند مقام ہے اور ایک مقام امتی کا ہے۔ آپ یہ نہ دیکھنا کہ شوق کے سفر میں منصور حلاجؒ کا کیا مقام ہے اور آپ کا کیا مقام ہے۔ یہ اپنی اپنی بات ہے' ہر آدمی ایک ہی بات میں گم اور سب کی محبوب ذات ایک ہی ہے۔ باقی سب کے اپنے اپنے تعلق کی بات ہے۔ آپ اپنے راستے کو دیکھو اور اپنا واقعہ دیکھو کہ آپ کا شوق آپ کو کدھر کدھر لے کر پھرا ہے۔ آپ کو وصالِ حق کا شوق ہونا چاہئے۔ کہیں آپ کا مقصد دنیا نہ ہو' دنیا کے وصال کے مقصد سے بچو۔ اگر دنیاوی مقصد ہو تب بھی اس کو مقصد نہ بناؤ یعنی دنیا کے بارے میں یہ کہنا چاہیئے کہ دنیا میری ضرورت ہے' مقصد نہیں ہے' مقصد میرا اللہ کریم ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ فی الحال مقصد کا حصول نہ ہو رہا ہو۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ میری دنیا پوری ہو جائے لیکن میرا مقصد آخرت ہونا چاہئے اور اللہ ہونا چاہئے۔

سوال :۔

سر! ملک میں حالات بڑے خراب ہیں' آپ دعا فرمائیں!

جواب :۔

دنیا میں آپ کا عمل ہونا چاہئے اور اللہ کا امر ہونا ہی ہے۔ دنیا میں دو قسم کے واقعات ہیں' یا نفی یا اثبات۔ جب منفی طاقتیں عمل میں

آجائیں تو پھر Positive forces خود بخود عمل میں آجاتی ہیں۔ اللہ ملک پہ مہربانی فرمائے۔ اور وہ ضرور فرمائے گا۔

سوال :۔

سر! ہمارا ملک تقریباً" غیروں کے قبضے میں آگیا ہے آپ اس سلسلے میں بھی دعا فرمایئے!

جواب :۔

یہ جو کیفیت پیدا ہوئی ہے اس لئے ہوئی ہے کہ ہم اپنے Conf licts کی وجہ سے کمزور ہو گئے ہیں۔ اس لئے لگتا ہے کہ ہمارا ملک دشمن کے نرغے میں آگیا ہے۔ یا ہم میں سے ایک ایک گروہ ان کے ساتھ Incude ہو گیا ہے یا دشمن سے کوئی خفیہ رابطہ ہو گیا ہے۔ یہ سوال بڑے دلوں میں' بڑے لوگوں میں پیدا ہوا ہے کہ کہیں دشمن چھا تو نہیں گیا۔ ۱۹۷۱ء میں بھی لوگوں کے دلوں میں سوال پیدا ہوا تھا کہ ایسا تو نہیں ہو گیا۔ جب انگریز نے نیا Country بنوایا تو سوال پیدا ہوا کہ کہیں انگریز نے تو پاکستان نہیں بنایا' کیونکہ ہندو اور مسلم پہلے دونوں کو لڑایا' اور پھر ملک الگ کرایا۔ اس طرح لوگ سوچتے رہے ہیں۔ فی الحال آپ یہ ضروری کام کرو کہ پاکستان بنانے والی قوت کو دریافت کرو۔ یہ دیکھو کہ کس نے ملک بنایا۔ اگر کسی Chance نے ملک بنایا ہے تو Chance سے نقصان بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً" ایک Favourable task سے ملک بن گیا اور پھر ایک Less favourable task سے کام خراب بھی ہو سکتا ہے۔ اگر ملک کسی مشیت کی وجہ سے بنا تھا تو

کیا یہ مشیت اب اسے چاہتی ہے۔ یہ ملک کچھ لوگوں کی نیکی سے بنا۔ دراصل اس وقت ملک پر جو انتشار کا بوجھ ہے اور سیاسی اختلاف کا بوجھ ہے' اس سے Common man میں ہر طرح کی Negative یا منفی سوچ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسا وقت دعا کا وقت ہوتا ہے۔

وطن کی جان پر بن سی گئی ہے
بڑی دولت تھی ہاتھوں سے لٹی ہے

دراصل ملک کے بارے میں جتنا اندیشہ ہے' اتنا خطرہ نہیں ہے۔ اب آپ دیکھو کہ ایسا کیوں ہے؟ اس کی Reason یہ ہے کہ کسی ملک میں کسی کی بھی حکومت ہو' اس حکومت کو ایک چیز سب سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور وہ ہے حکومت کا قائم رہنا۔ اگر حکومت اپنے ملک کو کسی اور کے حوالے کر دے گی تو خود قائم نہیں رہے گی۔ لہٰذا ملک کو کسی کے حوالے نہیں ہونے دیا جائے گا۔ تو یہ ہر حکومت کی بڑی ذمہ داری اور خواہش ہوتی ہے۔ اس معاملے میں حکومت کبھی Insincere یعنی غیر مخلص نہیں ہوتی بلکہ اکثر Inefficient ہوتی ہے' نا اہل ہوتی ہے۔ حکومت کبھی ملک کو دشمن کے حوالے نہیں کرے گی۔ یہ حکومت کی اپنی خواہش ہوتی ہے کہ ملک میں ان کی اپنی حکومت قائم رہے۔ اس کے لئے اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلیت والے لوگ مہیا کرے' تب تو بات بن سکتی ہے۔ وہ جو ایک دور ۱۹۶۵ء میں آیا تھا اب تک وہ دور واپس نہیں آیا' اللہ کی مہربانی اب بھی ہو سکتی ہے۔ ذرا سا اچھا دور آجائے تو پھر لوگ بیدار ہو سکتے ہیں' پھر آپ لوگ نعرہ حیدری بلند کردیں گے۔ اب بھی وقت آ جائے تو آپ لوگ سوئے نہیں رہیں گے۔ وہ

ایک وقت ہے جو آنے والا ہے۔ لیکن ابھی وہ وقت نہیں آرہا ہے۔ جس طرح موسم بدلنے کا ایک وقت ہوتا ہے' اسی طرح وقت بدلنے کا بھی ایک موسم ہوتا ہے۔ موسم اپنے وقت سے بدلتے ہیں اور وقت بھی اپنے موسموں سے بدلتا ہے۔ ابھی یہ وقت مسلمانوں کے اندر آیا نہیں ہے کہ خفیہ روح بیدار ہو جائے۔ جب وقت آ جائے گا تو آپ لوگ بیدار ہو جاؤ گے اور آپ لوگوں کی طاقت واپس آجائے گی اور ملک آباد ہو جائے گا' یہ ملک آباد رہنے کے لئے بنا ہے اور یہ ملک آباد رہے گا۔ آپ لوگ قطعاً" مایوس نہ ہوں اور مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے پاس بہترین قسم کے فقیر' درویش' بزرگ' صاحبانِ تدبیر اور بڑے بڑے لوگ موجود ہیں اور موجود رہیں گے اور اس ملک کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ جس نے یہ ملک بنایا تھا' وہی اس کا محافظ ہے۔ آپ یہی اسمِ اعظم جاری رکھو کہ جس نے بنایا ہے وہی اس کا محافظ ہے۔ اس ملک کا بنانے والا اللہ ہے' اس نے اپنی مرضی سے بنایا اور اپنے کام کے لئے بنایا اور وہی اس کا محافظ ہے اور وہی اسے قائم رکھے گا اور یہ قائم رہے گا۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ Oh my country, you are leased out یعنی ملک کسی اور کے قبضے میں جا چکا ہے' مگر امید والا کہتا ہے کہ No it is not leased out یعنی ابھی ایسا نہیں ہوا۔ ابھی یہ آپ ہی کے پاس ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ Lease ہو گا بھی نہیں۔ آپ اطمینان رکھو اور آپ سکون کرو اور دعا کرو کہ آپ کو وطن کی خدمت کا کوئی موقعہ مل جائے۔ اس ملک کی خدمت دراصل اسلام کی خدمت ہے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ کے وطن کی خدمت اسلام کی

خدمت ہے اور آپ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ آپ لوگ وطن اور اسلام دونوں کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی آپ لوگوں کے لئے اچھے اچھے واقعات شروع ہو جائیں گے۔

سوال :۔

حضور! اس زمانے میں جو ابلاغِ عامہ یعنی ریڈیو' اخبار اور ٹیلی ویژن ہیں ان پر مشرق اور مغرب کا بہت اثر ہے ۔ اس طرح تو ملک بہت کمزور ہوتا جارہا ہے!

جواب :۔

ان کا اثر فرد کے اندر جذب ہونے کی بات نہیں ہے۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ امر کی بات ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ ابلاغِ عامہ سے ملک بنتے یا ٹوٹتے ہیں۔ ملکوں کو ان اخباروں نے نہیں بنایا' ٹیلی ویژن نے نہیں بنایا' ابلاغِ عامہ نے نہیں بنایا' اور جمہوریت نے بھی نہیں بنایا۔ جس نے بنایا ہے' جب تک اس کا ارادہ توڑنے کا نہ ہو تو تب تک یہ ٹوٹنا نہیں ہے۔ یہ ملک اللہ کے فضل سے رہے گا۔ اس میں شہیدوں کا لہو ہے' ہزار ہا لاکھوں شہیدوں کا خون اس کی تعمیر میں شامل ہے' اب آپ ابلاغِ عامہ کو چھوڑ دو کہ اگر یہ کہیں کہ ملک ٹوٹ رہا ہے تو یہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر ابلاغ عامہ پر مغرب کا اثر ہے' امریکہ کا اثر ہے' ہندوستان کا اثر ہے روس کا بھی اثر ہے اور سارے لوگ مل کر توڑنا چاہتے ہیں مگر سارے مل کے آئیں تب بھی نہیں توڑ سکتے۔ آپ کا یہ خیال Negativity کی طرف جاتا ہے' منفی رجحان رکھتا ہے۔ آپ کو چاہئے

کہ آپ یہ کہو کہ جب تک ہم زندہ ہیں' پاکستان کیسے ٹوٹ سکتا ہے' چاہے اس پر امریکہ کا اثر ہو' چاہے اس پر ہندوستان کا اثر ہو اور چاہے اس پر چین کا اثر ہو۔ تو اگر کوئی اس ملک پر اللہ کے نام پر جان قربان کرنے والا ہے تو ملک کو وہ بچائے گا یا یہ خود ہی بچ جائے گا۔ یہ تو محسوس کرنے والی بات ہے' آپ کہتے ہیں کہ جیسا اخباریں چاہتی ہیں ویسے ہو جاتا ہے اور امریکہ جو کچھ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے' امریکہ کون ہوتا ہے؟ امریکہ تو خود پانی میں ڈوبنے والا ہے' امریکہ خود پریشان حال ہے۔ وہاں کی زندگی تو کوئی زندگی نہیں ہے' وہاں کی پریشانیاں اتنی زیادہ ہیں اور وہاں بہت سے واقعات تباہ ہونے والے ہیں۔ فقراء بتاتے ہیں کہ امریکہ میں پانی کا درجہ بلند ہو جائے گا۔ ابلاغِ عامہ کیا کریں گے۔

سوال :۔

سر! یہ وہ گناہ یا برائیاں ہیں جن کی ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی اور ہم غیر ارادی طور پر کرتے چلے جاتے ہیں کیا ان کے باوجود ہمیں جنت ملے گی کہ نہیں ملے گی؟

جواب :۔

آپ ارادی طور پر ان برائیوں کو روکو۔ یہ جو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے' یہ ضرور آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ میں کہتا ہوں کہ یہی جنت ہے۔ جنت کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپ کو کسی کے ساتھ کوئی رنجش نہ ہو۔ جنت کا مطلب خشیتِ اللہ اور تقربِ الٰہی ہے۔ جنت کا مطلب یہ ہے کہ رنجش کسی کے ساتھ نہ ہو' گلہ کسی کے ساتھ نہ ہو' نہ خدا کے

سامنے بندوں کا گلہ ہو اور نہ بندوں کے سامنے خدا کا گلہ ہو اور حاصل اتنا رکھو کہ چھوڑنا مشکل نہ ہو۔ پھر یہ زندگی جنت ہی ہے۔ جنت اس کا امر ہی ہے۔ اس زندگی میں اللہ کے خلاف Violations نہ ہوں۔ یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے ضائع کرنے کے لئے تو نہیں دی ہے اور خدانخواستہ دوزخ کے لئے تو نہیں بنائی' یہ زندگی اچھی ہے' اور اچھے بندے کے لئے بہت اچھی ہے' جنت بنانے کے لئے جدوجہد جنت ہونی چاہئے' جس نے جنت میں جانا ہے وہ یہیں سے تجربہ شروع کرے۔ جو زندگی کو جنت سمجھتا ہے' وہ اچھا آدمی ہے۔ بس جنت میں یہی بات ہوتی ہے کہ گلہ کسی کا نہیں ہوتا' رنجش کسی کے لئے نہیں ہوتی' لوگوں کو حاصل کرنے دو' ان کو بھی آزادی دو اور خود بھی آزادی سے رہو۔

سوال :۔

سر! ہمارے عمل' اختیار اور امرِ الٰہی میں کیا ملاپ ہوتا ہے' مطلب یہ ہے کہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کے امر کے مطابق عمل کریں اور اللہ کا حکم اور امر ہماری زندگی میں کب آتا ہے؟

جواب :۔

جب آپ کا منشاء یہاں صرف ٹھہرنے کا ہو تو یہ آپ کا نفس ہے اور جب آپ یہاں سے نکلنے میں آسانی محسوس کریں تو پھر آپ کو اللہ کے امر کی پہچان ہو جائے گی۔ اصل میں یہاں سے کیا لینا۔

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
سو بار ہم نے آنا سو بار ہم نے جانا

انسان کا کیا' آنا جانا تو لگا رہتا ہے۔ امرِ الٰہی تب سمجھ آئے گا جب اس کے نام زندگی ہو جائے' جیسے ہم قربانی کا بکرا یا دنبہ پالتے ہیں' کہیں ایسے نہ ہو کہ بکرا یا دنبہ قربانی کے وقت بغاوت کر جائے اور کہے کہ میں نہیں جاتا۔ اگر بکرا اپنی مرضی سے نہ گیا تو اس کو ویسے ہی مار دیا جائے گا۔ بس یہ زندگی آپ کی ہے اور اسے اپنے لئے گزارو اور اللہ کے نام سے گزارو' پھر اس کا امر ساتھ ساتھ چلتا جاتا ہے پھر اس بات کی مکمل پہچان ہو جاتی ہے کہ امرِ الٰہی کہاں پر ہے اور نفس کہاں پر ہے۔ اس پہچان میں دیر نہیں لگتی۔ کسی جگہ آخرت کی ذرا سی Indication ہو جائے تو وہ اللہ کا امر ہے اور جہاں اللہ کی بات محسوس نہ ہو وہاں نفس ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عام طور پر نفس کی خواہش' دولت' شہرت' یہاں پر Permanent قیام کی خواہش اور ایک دوسرے کو متاثر کرنے کی خواہش ہے۔ اور آخرت کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کے امر کا نام ہے اور اسے راضی رکھنے کی تمنا کا نام ہے اللہ آپ کے دل کے اندر موجود ہے' اس لئے کسی سے پوچھنا نہیں ہے کہ اللہ کیسے راضی کیا جا سکتا ہے' لہٰذا اللہ آپ کے دل کے اندر موجود ہے اور ہر شخص کے دل کو اس بات کا پتہ ہے۔ جس کی آنکھ میں آنسو ہیں' اس کو اللہ کے بارے میں پوچھنا نہیں چاہئے۔ تو اللہ کے بارے میں وہ پوچھے جس کے آنسو خشک ہو گئے ہوں۔ اگر کسی کے اندر غم کی کیفیت ہے تو یہ اللہ کی کیفیت ہے کیونکہ اللہ غم دے کر خود ہی قریب ہو جاتا ہے۔ آنسو اور غم اللہ کا امر ہیں اور اس کے قرب کی نشانی بھی۔

سوال :۔

حضور! اس طرح کی زندگی گزارنے کے لئے اپنے آپ کو بچا کے رکھنا پڑے گا کہ جہاں غیبت جیسے مواقع نہ آئیں تو جس ماحول میں ہم زندگی گزار رہے ہیں یہاں پر تو بہت مشکل ہے۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

میں نے کب کہا ہے کہ اس طرح کی زندگی آسان ہو گی' اس میں مشکلات تو ہوں گی۔ لیکن آپ معمول کی زندگی میں کچھ حاصل کرنے کے لئے کتنی مشکلات سے روز گزرتے ہیں' اگر ٹریفک جام ہو جائے تو پھر بھی آپ درمیان میں سے گزر جاتے ہیں' گھنٹوں انتظار کرنے کے باوجود پھر بھی آپ گزر ہی جاتے ہیں' دفتر جانے میں کوئی اور رکاوٹ ہو اور آپ لیٹ ہو جائیں تو پھر بھی آپ پہنچ ہی جاتے ہیں۔ کتنی ہی مشکلات تھیں لیکن آپ آخر پہنچ گئے۔ لیکن یہاں اللہ کے معاملے میں آپ گلہ کرتے ہیں اور مشکلات سے بچنے کی بات کر رہے ہیں۔ یہ سب کرنا بھی ممکن ہے اور اسی زندگی میں لوگ کر رہے ہیں۔ اس میں ایسی بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں اپنے آپ کو بچانا مشکل ہے تو سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ آپ اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں کہ نہیں۔ اگر بچانا مشکل ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ موجودہ زمانے میں آگ سے بچنا مشکل نہیں اور آپ کو یہ آگ قبول ہے۔ اصل میں انسان کو شوق بچاتا ہے۔ اگر شوق اللہ کی طرف لے جائے تو انسان بچ جاتا ہے۔ تو شوق جو ہے وہ پہاڑوں پر چڑھتے

ہوئے دِقّت محسوس نہیں کرتا کیونکہ شوق جو ہوا۔ شوق کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ مشکلات کو قبول کرتا ہے۔ شوق والا کہتا ہے کہ بس ہمیں بلاؤ تو سہی' ہم پہاڑوں کو چیر کے رکھ دیں گے' آسمان کو ہلا کر رکھ دیں گے اور تارے توڑ کے لا دیں گے۔ اور جس کو شوق نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ شام کو اگر بارش نہ ہوئی تو ہم ضرور آئیں گے۔ تو یہ کیا بات ہوئی۔ یا تو ہم نے آپ کو دعوت دی ہو کہ آپ لوگ اپنے آپ کو بچاؤ' یہ تو آپ کی اپنی خواہش ہے کہ ہم بچنا چاہتے ہیں اور یہ سوال آپ کا ہے کہ ہم بچنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ بچ جائیں اور یہ ہو سکتا ہے۔

سوال :۔

سر! جس طرح سے آپ ہمیں روشنی دکھا رہے ہیں تو شاید اس سے ہمارے عمل میں بہتری پیدا ہو جائے، اگر اس کے لئے ہم کوئی جماعت بنا لیں تو؟

جواب :۔

یہ عمل کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ نیت کا معاملہ ہے۔ یہ کوئی علم کی بات تو نہیں ہے اور نہ ہم کسی قسم کی سوسائٹی یا جماعت بنا رہے ہیں جو اصلاح کے حوالے سے کام کرے۔ ہم نے ایسی کوئی جماعت نہیں بنانی۔ صرف اللہ کے مسکین بندوں کی' غریب لوگوں کی اور وہ یہی جماعت ہے جو آپ ہیں۔ آپ اپنے دلوں میں جھانکو اور اپنے آپ کو اپنے آپ سے بچاؤ۔ اس جماعت کا مقصد اصل میں آپ یوں سمجھیں کہ تنہا بیٹھے ہوئے اپنی فلاح کے بارے میں غور کر رہے ہیں اور اس میں آپ بھی

شامل ہو گئے ہیں۔ ہم صرف اپنی فلاح کے لئے غور کر رہے ہیں اور ہم سماج کی فلاح کے بارے میں دعویٰ نہیں رکھتے کیونکہ وہ دعویٰ جو ہو گا وہ صبح کے اخبار میں چھپ جائے گا اور ہمیں یہ نہیں کرنا۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اصلاح' آپ کے باطن کی اصلاح اور آپ کے خیال کی اصلاح ذاتی طور پر ہونی چاہئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ آگ ہے اور اسے نگلنا نہیں چاہیئے۔ اتنا پیغام ہم دے دیتے ہیں کہ اگر یہ مشکل ہے تب بھی آپ اس سے بچ جاؤ۔ سانپ بظاہر آپ کے نفس کو بہت خوب صورت لگتا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس خوب صورت سانپ کے اندر زہر ہے اور اگر آپ نہیں بچنا چاہتے تو ہم آپ کو نہیں بچا سکتے۔ ہم تو صرف اتنا کام کر سکتے ہیں کہ راستہ دکھا سکتے ہیں کہ یہ تالاب ہے' اگر پیاس ہے تو پانی پی لو اور اگر پیاس نہیں ہے تو پھر آپ آرام سے واپس چلے جاؤ یعنی جہاں سے آپ آئے ہو ادھر واپس چلے جاؤ۔ جماعت بنانا آپ لوگوں کی خواہش ہے۔ اگر یہ میری خواہش ہوتی تو میں مطلوبہ بندے اکٹھے کر لیتا مگر میں نے یہ بات کبھی نہیں کہی۔ اگر آپ نے کوئی آرگنائزیشن بنانی ہے تو اپنے حوالے سے بے شک بنا لیں مگر وہ میرے حوالے سے نہ ہو۔ اگر اپنی اصلاح کرنی ہے تو خود کو میرے حوالے کرو۔

سوال :۔

حضور! انسان کو زندگی میں اس زندگی کا ادراک کیسے مل جاتا ہے؟

جواب :۔

یہ بڑا مشکل سوال ہے کہ اِس زندگی میں اُس زندگی کا کیسے پتہ

چلے۔ اول تو اِس زندگی کی ہر بات خیر سے اُس زندگی میں ہونی ہے یعنی کہ اِس زندگی کا ذکر بھی اُس زندگی میں ہوا پڑا ہے' اللہ کا فرمان ہے کہ یہ جنت ہے' یہ انار ہے' یہ سیب ہے' یہ کھجور ہے اور یہ میوے ہیں اور یہ سب بھی ہیں۔ حورٌ مقصورٰت فی الخیام مثلاً" وہاں پر تو حور مقصور اور دوسرے سارے واقعات ہیں۔ وہ سارے واقعات یہاں ہی ہوئے پڑے ہیں' اگر کوئی کافر ہو رہا ہے تو ادھر ہی ہو رہا ہے اور دوزخ کے اندر آگ ہو گی لیکن یہ واقعہ ادھر بھی ہو رہا ہے۔ دوزخ کے تصور سے آپ کے اندر خیال کا شرجو ہے وہ جل جاتا ہے۔ دوزخ کی تفصیل پڑھنے سے آپ کے اندر کا شر وہیں بھسم ہو جاتا ہے' وہیں ختم ہو جاتا ہے اور جنت کے خیال سے آپ کے یہاں کے فرائض ادا ہو جاتے ہیں اور یہاں پر جو فرائض ہیں ان میں فراوانی ہو جاتی ہے اور مسرت و انبساط ہو جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ ساری جنت کی تفسیر یہاں پر ہے اور یہ یہاں ہونی چاہئے تاکہ ہمارا جنت سے جو رابطہ ہے اس کی تھوڑی سی Indication ضرور ہونی چاہئے۔ اب یہ بڑے راز والی بات ہے کہ جو لوگ ایک سسٹم کو قربِ الٰہی کے لئے Follow کرتے ہیں ان کے لئے قربِ الٰہی کا ثبوت اسی سسٹم میں ملتا ہے۔ جو لوگ قربِ الٰہی کے لئے نماز کا راستہ ڈھونڈتے ہیں تو اب نماز اللہ کے تقرب کا ذریعہ بنے گی۔ اس شخص کو اس کی نماز کے اندر ہی اشارہ مل جائے گا' اور Indication ہو جائے گی کہ تمہیں قربِ الٰہی حاصل ہو گیا' یا کم از کم تم Reserve کر دیئے گئے اور تمہیں اس کی بشارت ہو۔ ایسے شخص کے لئے باقی عبادات مثلاً" روزہ' حج' زکوٰۃ اور درود شریف سب Balanced

ہیں مگر صرف ایک میں Excess ہو گیا' زیادہ توجہ کر گیا تو اس کا کام بن گیا۔ مثلاً" کوئی شخص درود شریف میں اتنا Excess ہو گیا' محو ہو گیا کہ پڑھتا ہی چلا گیا' اتنا محو ہو گیا کہ نماز کا ٹائم ہو گیا اور وہ اس میں بھی درود شریف پڑھتا گیا۔ اور وہ شخص صرف درود شریف پڑھتا جا رہا ہے اللّٰھم صل علٰی سیدنا و مولانا محمد صاحب التاج و المعراج و البراق والعلم دافع لبلاء والوباء والقحط والمرض والالم اسمه مکتوب مرفوع مشفوع منقوش فی اللوح والقلم سید العرب والعجم جسمه مقدس معطر مطهر منور فی البیت والحرم شمس الضحٰی بدرالدجٰی صدر العلٰی نورالهدٰی کهف الورٰی مصباح الظلم جمیل الشیم شفیع الامم صاحب الجود والکرم واللّٰه عاصمه و جبریل خادمه والبراق مرکبه والمعراج سفره و سدرة المنتهٰی مقامه و قاب قوسین مطلوبه والمطلوب مقصوده والمقصود موجوده سید المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبیٰن انیس الغریبین رحمته للعٰلمین راحة العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین مصباح المقربین محب الفقراء والغرباءوالمساکین سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین و سیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین محبوب رب المشرقین و رب المغربین جد الحسن والحسین مولٰنا و مولی الثقلین ابی القاسم محمد ابن عبد اللّٰه نور من نور اللّٰه یاایهاالمشتاقون بنور جماله صلوا علیه و آله و اصحابه و سلمو تسلیما۔ پڑھتا چلا گیا تو چلتے چلتے اس کو درود شریف کے اندر ہی آواز یا خوشبو کے حوالے سے رابطہ مل جائے گا یا چلتے چلتے

کوئی آدمی بتا جائے گا کہ تیرا یہ عمل منظور ہو گیا اور اس طرح اس کو اطلاع مل جاتی ہے۔ کسی سے اگر تعلق بن جائے تو مسئلہ آسان ہو جاتا ہے کیونکہ پھر اس شخص سے قربت جنت ہے اور اس سے دوری جنت سے دوری ہے۔ آپ لوگوں کو چاہئے کہ آپ اس طرح کی سنگت بناؤ کہ آپ کو پتہ ہو کہ جنت میں جانا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم ہو گیا تو یہ جنت کی Indication ہے۔ جس مقام پر ذکرِ الٰہی' یادِ الٰہی یا محبتِ الٰہی یا خشیتِ اللہ ہو تو اس واقعہ میں Involve رہنے سے آپ کے پاس سند آ جاتی ہے' تصدیق آ جاتی ہے کہ اس میں جنت کی Indication ہے' اشارہ ہے۔ جس مقام پر آپ وارفتہ ہو جائیں اور جس عبادت کے ساتھ وارفتگی آ جائے وہیں سے آپ کو جنت کی Indication ملے گی۔ مثلاً" جیسے کہتے ہیں کہ دوست ناراض ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ ناراض ہو گیا' حالانکہ دوست کا نام اللہ نہیں ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی رضا یہ ہے کہ دوستی قائم رہے' کیونکہ دوستی نے اس کا لطف عطا کیا ہے۔ تو اس شخص کو اللہ کے راز کا کیسے پتہ چلا؟ دوست کے ذریعے سے! تو کس انداز سے آپ کو یہ بات سمجھائی گئی؟ کہ اگر دوست راضی رہے تو اللہ راضی ہے۔ تو "دوست" اس کا نام ہے جس سے آپ لوگ منسوب ہیں' چاہے وہ مشائخ کرامؒ ہوں' بزرگان دین ہوں' یا جن جن کے ساتھ آپ کے تعلقات ہوں۔ اس لئے آگے کی خبر وہاں کی بات نہیں ہے بلکہ یہاں اسی دنیا میں سے خبر آ جاتی ہے اور یہاں سے اطلاع مل جاتی ہے۔ یہ اطلاع آ جاتی ہے کہ تمہارے لئے ابھی خطرہ ہے اور "صیقل آئینہ ہنوز" ہونا ہے یعنی دل کا شیشہ ابھی پالش ہونا ہے ابھی اس کو اور پالش کرو اور پھر یہیں سے

اطلاع آ جاتی ہے کہ دیکھو مبارک ہو' تمہارا عمل اور تعلق منظور ہو گیا تو اطلاع یہاں ہی مل جاتی ہے۔

سوال :۔

یہ جو باتیں آپ فرماتے ہیں تو ایک عام انسان اس کے لئے کوشش کیوں نہیں کرتا اور اگر کوشش کرے تو کیا کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

عام آدمی کے لئے خاص بات نہیں کرنی چاہئے' اس کے لئے یہ عام فہم بات ہے کہ اے مردِ حقیقت آگاہ تو اپنی عبادتیں کرتا جا اور اپنی زندگی گزارتا جا' آنے والے دور کی تجھے کیا فکر ہے' تو صرف جانے والے حالات کا جائزہ لے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ دِقّت میں پڑے' وہ تو کہتا ہے کہ ؎

جب حشر کا دن آئے گا
اس وقت دیکھا جائے گا

تو یہ عام آدمی کی کیفیت ہے جو کہ دنیا کے اندر ایک کیفیت کے حالات کو متوازن رکھتے ہیں' Balance رکھتے ہیں کہ عبادت' اطاعت اور فکر کریں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو وارفتہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سوزِ دلِ پروانہ اور ہے' مگس اور ہے۔ مگس کہتا ہے کہ پروانہ جو ہے وہ پاگل ہے کیونکہ شمع کے پاس خودکشی کرنے چلا گیا۔ پروانے کا یہی راز ہے اور اس کی یہی منفعت ہے کہ قربان ہو جائے۔ اب یہ راز کی بات دوسرے انسان کو پتہ نہیں چلتی کہ یہ کیا ہے؟ جس

طرح عشق کی جو بات ہے تو یہ کسی کو سمجھانے والی بات نہیں ہے مگر جن کو عشق ہے ان کے لئے تو یہ بڑی بات ہے۔ تو یہ ہر آدمی کو سمجھانے والی بات ہی نہیں ہے کیونکہ عشق والے سے اگر کوئی یہ کہے کہ تم تو پاگل ہو گئے ہو تو وہ کہے گا کہ پاگل تو آپ ہو گئے ہو کہ جن کو محبت ہی نہیں ہے۔ تو یہ عام آدمی کی بات نہیں ہے' اس لئے عام آدمی کو یہ سکھاتے بھی نہیں ہیں کیونکہ یہ خاص لوگوں کی بات ہے۔ اس طرح کا خاص آدمی کیا ہوتا ہے؟ جو لذتِ شوق سے بھرا ہوا ہو اور جو لذتِ شوق سے بانصیب ہو۔ اور پیسے گننے والا جو ہے ؎

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

پیسے گننے والے کی اور کہانی ہے اور یہ جو محبت کے ماننے والے ہیں ان کی کہانی اور ہے۔ تو بزرگ یہ بتایا کرتے تھے کہ پیسے گننے والے بنیا کو کبھی نصیحت نہ کرنا۔ بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ اس بانیا سے بچ۔ محبت والے کا پیغام اور ہے' عشق والے کا پیغام اور ہے اور جو شخص دل والا نہ ہو اس کے دماغ سے آپ نے کیا لینا ہے۔

سوال :۔

سر! کچھ لوگ وصیت کرتے ہیں کہ مرنے کے بعد میری آنکھیں عطیہ کر دیں۔

جواب :۔

میں نے پہلے بھی آپ کو یہ جواب دیا تھا کہ آپ مہربانی کرو آنکھوں کا تحفہ نہ دو۔

سوال :۔

سر! میری نظر تو کمزور ہو گئی ہے اب کیا کسی کو دینی ہیں' میرا مطلب ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟ یہ سوال مجھ سے کسی نے پہلے بھی کیا تھا اور آپ نے پہلے ہی فرمایا تھا کہ جو جیسے جائے گا ویسے ہی اٹھے گا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص آنکھیں یہاں چھوڑ گیا وہ کیسے اٹھے گا۔

جواب :۔

آنکھیں عطیہ کرنے کی بات کو میں سمجھنے سے قاصر ہوں ۔

کا گا سب تن کھائیو' کھائیو چن چن ماس
دو نینن مت کھائیو پیا ملن کی آس

ہم نے یہی سوچا ہے کہ سب کچھ اللہ کی راہ میں قربانی کر دیں لیکن آنکھیں نہیں دینی ہیں؛ کیونکہ اس کے ساتھ ہزار قسم کے واقعات ہیں۔ چلو ایک دے دو کسی کو' کیونکہ آپ بہت بڑے مخلصین ہو۔ لوگ جو مرضی کرتے جائیں، اس سے کچھ نہیں ہوتا' لوگوں کی بات لوگوں تک اور اپنی بات اپنے تک۔ جس کی کوئی محبت ہو یا محبت نامہ ہو' وہ آنکھ دینے سے بچے۔ آنکھ دینی ہے تو محبوب ہی کو دے دو۔

سوال :۔

سر! میرا سوال یہ ہے کہ جب اسے دوبارہ اٹھایا جائے گا تو کیا وہ بغیر آنکھوں کے اٹھے گا۔

جواب :۔

جب اٹھایا جائے گا تو جس کو آپ نے آنکھ کی یہاں Trans plantation کردی وہ اس آنکھ کے ساتھ اٹھے گا یا وہ آنکھ Back to the pavallion چلی جائے گی؟ وہ آنکھ وہیں جائے گی جہاں آپ دے آئے ہو۔ یہ اللہ کے کام ہیں' جس کو آنکھوں والا بنایا' اس کو آنکھوں والا رہنے دو اور جس کو بغیر آنکھوں والا بنایا' اس کو بغیر آنکھوں والا رہنے دو۔ آپ بس دعا کرو' یا اللہ تیرے کون سے خزانے کم ہیں' تُو اس کو بھی آنکھیں دے دے۔ یہ نہ کرو کہ اپنا چہرہ اتار کر اس کو دے دو۔ اپنے چہرے کا آپ ہی احترام کرو۔ اس کے چہرے کے لئے بھی دعا کرو کہ اسے بھی کوئی چاہنے والا مل جائے۔ اب یہ نہیں ہے کہ اپنی آنکھیں اتار کے دے دو۔ یہ اور مضامین ہیں' ان کو اپنے تک رہنے دو۔ اپنے چاہنے والے اپنے تک رہنے دو۔

اپنے چہرے اپنے تک رہنے دو' اپنے دل اپنے تک رہنے دو' اپنی آنکھیں اپنے تک رہنے دو۔ ہاں' ماں اپنے بچے کو دے سکتی ہے' ایک آنکھ نہیں چار آنکھیں دے سکتی ہے یہ الگ بات ہے' وہ تو آنکھیں ہیں ہی بچے' اولاد۔ یہ اور ہی کہانی ہے۔ یہ بھی محبت کی کہانی ہے' یہ ہو سکتا ہے خیرات' زندگی میں کرو۔ آپ یہ خیرات کرو بہتر آدمی' اچھا آدمی وہ ہے جو یہ کہے کہ میرے مرنے کے بعد ساری دولت غریبوں کو دے دو۔ جو شخص دولت نہیں دیتا' آنکھیں دیتا ہے' اس کا کیا کیا جائے۔ یہ وصیت کر دیا کرو "ہمارے وصال کے بعد ہماری تمام دولت بینکوں میں رہنے دو" ایسا نہیں کریں گے ناں! جو دولت دے سکتا ہے' وہ آنکھ دے۔ دولت دیتے

نہیں ہو اور آنکھوں کی قدر کرتے ہو۔

سوال :۔

سرؔ! اگر وہ دولت غریبوں کو دے بھی تو بچے قبر پر فاتحہ پڑھنے بھی نہیں جائیں گے۔

جواب

آنکھیں آنے والوں کا انتظار کرتی ہیں اور جانے والوں کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا اور آپ آنکھیں آگے لے کر جاؤ۔ آگے جا کر دیدار کرنا ہے اور ان کا انتظار کرو۔ پیچھے آنے والوں کا انتظار کرو۔ آنکھیں مہربانی کے ساتھ رہنے دو۔ یہ ہماری آپ کو نصیحت ہے۔ اپنی آنکھوں سے خود ہی اپنے جلوے دیکھو۔مولوی صاحب فتویٰ دیتے ہیں تو دینے دو' ہم پھر بھی کہیں گے کہ آنکھیں نہ دو۔ کیا کہا؟ آنکھیں نہیں دینی ہیں۔ اور کچھ ہو نہ ہو آنکھوں کو اپنے پاس رکھنا' کمزور ہوگئی ہیں تب بھی اپنے پاس رکھیں۔ آنکھیں دوبارہ کس طرح ملنی ہیں۔ زندگی کو چلنے دو' اس کے فضل سے جیسے زندگی چل رہی ہے ٹھیک چل رہی ہے۔

سوال :۔

سرؔ! تقویٰ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے شروع ہی میں تقویٰ کے بارے میں فرمایا ہے۔

ذلک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب

ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنھم ینفقون یعنی "ان لوگوں کے لئے یہ کتابِ ہدایت ہے جن کے پاس تقویٰ ہے"۔ تقویٰ یہ ہوتا ہے کہ انسان غیب پر ایمان لائے' غیب کا معنی یہ ہے کہ اگر اللہ نظر آئے تو ماننا اور اللہ نہ نظر آئے تب بھی ماننا۔ ماننا ہم نے ضرور ہے۔ جس طرح اس وقت ہمیں باہر کی دنیا نظر نہیں آرہی لیکن ہم مان رہے ہیں یعنی سڑک نظر نہیں آرہی لیکن ہم مانتے ہیں کہ باہر سڑک ہے' ٹریفک ہے اور باہر آسمان ہے۔ یہ سب یہاں سے نظر نہیں آتے لیکن ہم مان رہے ہیں۔ اگر اس کو مانتے ہیں تو اللہ کو کیوں نہیں مانتے۔ تو جس نے اللہ کو مانا ہے وہ کیا کرے؟ وہ نماز قائم کرے۔ اور اللہ نے جو رزق دیا اس رزق کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ رزق کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تمنا تقویٰ ہے۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور تقویٰ یہ ہے کہ جو کتاب حضور پاکؐ پر نازل ہوئی ہے اس پر ایمان ہو اور قرآن پاک سے پہلے جو کچھ نازل ہوا اس پر بھی ایمان ہو۔ و بالآخرۃ ھم یوقنون اور تقویٰ یہ ہے کہ آخرت پر یقین ہو۔ آخرت کا معنی یہ ہے کہ اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ اولٰئک علٰی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون "تقویٰ والے یہ لوگ ھدایت پر ہیں' اللہ نے ان کو ہدایت دی ہے اور یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں"۔ تو تقویٰ فلاح پا جانے کا نام ہے' اور یہ فلاح اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کا نام ہے' تو تقویٰ والے یہ لوگ ایسے ہیں جن کو قرآن پاک سے ہدایت ملتی ہے۔ گویا کہ اگر قرآن پاک سے ہدایت لینی ہے تو تقویٰ بنیادی شرط ہے۔ تقویٰ کا مطلب ہے کہ "میں" سے "تو"

زیادہ اہم ہو۔ جب آپ اپنے آپ سے زیادہ دوسروں کے لئے فائدہ مند ہوگئے تو پھر تقویٰ والے ہیں یعنی صاحبانِ تقویٰ ہیں۔ اور جو شخص اپنی ذات کے بارے میں سوچنے والا ہے وہ صاحبِ تقویٰ نہیں ہوسکتا۔ جب "میں" اور "تو" کے درمیان فیصلہ کرنا پڑ جائے تو "تو" کو زیادہ اہمیت دو' پھر آپ تقویٰ میں داخل ہو جائیں گے۔ تقویٰ کا مقصد اپنے آپ کو مخیر بنانا' مخلص بنانا' اور مفید بنانا ہے۔ مخیر کا معنی یہ ہے کہ مال سے دوسرے کی مدد کرو۔ مخلص کا معنی یہ ہے کہ جس کے ساتھ دل لگاؤ' صرف اس کے ساتھ دل لگاؤ۔ آپ مفید کب ہو جائیں گے؟ جب کسی کی زندگی میں آپ کے دم سے آرام آ جائے اور آپ کی وجہ سے کسی کے دکھ کم ہو جائیں اور دکھ دور ہو جائیں' یعنی کسی کے دکھ میں آپ اس طرح شامل ہو جاؤ کہ دکھ سکھ میں بدل جائیں۔ صاحبِ تقویٰ ہونا بڑا نصیب ہوتا ہے۔اگر ایک شخص صاحبِ تقویٰ ہو تو اس کی وجہ سے ایک بستی ساری کی ساری غرق ہونے سے بچ سکتی ہے۔آپ لوگ صاحبِ تقویٰ بن جاؤ۔ آپ اپنے آپ پر راضی رہو' اگر اپنی اولاد کے لئے آپ نے دعا کرنی ہو' تو اپنے ماں باپ کے پاس جاکر دعا کیا کرو چاہے وہ وصال پا گئے ہوں' یعنی اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو شامل کرکے اپنی اولاد کے حق میں دعا کراؤ۔ اور اگر وہ وصال پاگئے ہوں تو ان کے مزاروں پر جاکر اپنی اولاد کے لئے دعا کرو۔ یہ ضروری ہے۔ اپنی اولاد کے لئے دعا کرنا بہت مستحسن ہے۔ تہجد میں اپنی اولاد کے لئے دعا کرو اور آنے والی اولاد کے لئے' آ چکنے والی اولاد کے لئے اور روحانی اولاد کے لئے آپ دعا کیا کرو۔ تو دعا کرنا جو ہے بہت مستحسن ہے۔ دعا میں یہ طاقت ہے کہ آپ اولاد کو تعلیم کی

بجائے دعا کے ذریعے بچا سکتے ہو۔ آپ اولاد کو دعا دو ، دعا کے دم سے حالات آسان ہو جائیں گے اور اولاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو اپنے عمل سے کسی طور پر بھی آزمائش میں نہ ڈالے۔ اس طرح آپ کی اولاد کی ڈیوٹی بھی پوری ہو گئی اور والدین کی ڈیوٹی بھی پوری ہو گئی۔ آج کے بعد آپ اللہ کو محبت سے دیکھو اور اسے دریافت کرو۔ آپ کی یہ زندگی، ساری آپ کے لئے مفید ہو جائے گی۔ جلد ہی آپ کے لئے واقعات بہتر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اللہ آپ کو اپنی زندگی پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ وفا کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والی خوشیاں مبارک کرے! سب کو سلام!

○



۱ جب سارے انسان برابر ہیں تو اللہ کی طرف سے مامور لوگ کون ہوتے ہیں اور کیا یہ ہماری پکار سنتے ہیں؟

۲ محبت کی حفاظت اور پرورش کیسے ہونی چاہئے؟

۳ کیا سوال کرنا مناسب ہے؟ دین اور دنیا میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟

سوال :۔

جب سارے انسان برابر ہیں تو اللہ کی طرف سے مامور لوگ کون ہوتے ہیں اور کیا یہ ہماری پکار سنتے ہیں؟

جواب :۔

بظاہر انسانوں کی دنیا میں اگر غور کریں تو سارے انسان برابر ہیں۔ سب کی پیدائش اور موت برابر ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی انسان کسی کے بھی برابر نہیں۔ اللہ کا حکم سب کے لئے برابر ہے۔ تخلیق برابر ہے' دماغ برابر' نظر برابر' چہرہ برابر' وجود برابر' پیدائش برابر' آنا برابر اور جانا برابر۔ لیکن پھر آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ بھی برابر نہیں۔ کسی کا آنا دنیا کے لئے اہم ہوتا ہے اور اتنا ہی اہم کسی کا جانا ہے کہ اس کے جانے سے زمانے بدل جاتے ہیں۔ سب کے چہرے برابر ہیں مگر کسی کا چہرہ اتنا اہم ہے کہ دیکھنے والوں کو اس کے دیدار کی آرزو ہی رہتی ہے۔ وہ چہرہ ایسا ہوتا ہے کہ اس چہرے کا دیدار ایمان کا حصہ ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی کا چہرہ ہوتا ہے اور وہ کسی کا ایمان ہوتا ہے' چہرہ ہی حج ہے اور محبوب کا خانہ کعبہ ہے۔ تو ویسے تو انسان سارے برابر ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی

انسان برابر نہیں ہے اور ایک انسان جو ہے اپنی کیفیت میں کوئی تحریر ایسی کر جاتا ہے کہ آنے والے سالہا سال تک اس کی کتاب رہتی ہے' وہ چاہے بقراط ہو' مذہب کے حوالے سے ہو' سیاست کے حوالے سے ہو' سماج کے حوالے سے ہو' اخلاقیات کے حوالے سے ہو' Poetry ہو' تنقید ہو یا کوئی اور۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ باقی لوگوں کے نصیب کا حصہ بن جاتے ہیں۔ سب انسان برابر ہیں مگر کچھ انسان باقی انسانوں سے اتنے مختلف ہوتے ہیں کہ وہ باقی کے انسانوں کے لئے مسیحا ہوتے ہیں' وہ محسن ہوتے ہیں' ان کے ساتھ تعلق مشفقانہ ہوتا ہے' محسنانہ ہوتا ہے۔ تو انسانوں میں بہت فرق ہے اور برابری نہیں ہے۔ برابری کا پیغام دینے والے اللہ نے کچھ شخصیتوں کے درجات بلند فرمائے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے' برابری کا پیغام دینے والے ہی یہ بات بتاتے ہیں یعنی کہ پیغمبر' وہ پیغمبر کے اعلان کے بعد کہتے ہیں کہ ہم اور آپ برابر ہیں۔ یہ اعلان کرنے کے بعد وہ اپنے نام کا کلمہ پڑھا لیتے ہیں۔ اور پیغام کیا ہے؟ ہم اور آپ برابر ہیں۔ تو یہ برابری کا پیغام بھی بڑی غیر برابرانہ بات ہے۔ اس لئے اتنی برابری بھی نہیں ہے۔ بتانا یہ ہے کہ ہم سب برابر ہیں مگر یہ بتانے کے لئے بھی ایسا مقام چاہئے جو باقیوں سے بلند ہو۔ تو بتانا کیا ہوتا ہے؟ کہ سب برابر ہیں اور کہاں سے بتایا جائے گا؟ بلندی سے۔ تو یہ برابری کا پیغام بھی بلندی سے دیا جاتا ہے۔ کچھ انسان جو ہیں وہ باقی Humanity یا انسانیت میں سے ایسے انسان ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے مامور ہوتے ہیں۔ اللہ کریم خالقِ کائنات ہے' اس کائنات کا مالک ہے' اس نے انسانوں کو دنیا میں پیدا فرمایا ہے اور انسان کیا کرتا ہے'

کھانا' پینا' شادی' آرام' مکان' صحت' بیماری' موت سے ذرا گریز کرنا اور پھر اچانک مرجانا۔ یہ سب کی خواہش ہوتی ہے چاہے وہ ہندو ہو' مسلم ہو' عیسائی ہو' سکھ ہو یا کوئی اور ہو' کہ وہ دنیا میں رہے تو دین کے ساتھ ساتھ اچھی زندگی گزارے'

Well being کی اور بہتر ہونے کی تمنا ہر انسان کی خواہش ہے۔ اپنے آپ کو کہاں بہتر کرنا ہے؟ تعلیم میں' سیاست میں' رہائش میں' مکان میں' سامان میں اور خیال میں۔ اور عام قسم کے لوگ اسی زندگی میں اور اسی دنیا میں اس قسم کے انسان ہوتے ہیں کہ وہ کوئی اور بات ہی شروع کر دیتے ہیں۔ خاص لوگ وہ بات ہی نہیں کرتے جو عام انسان کی تمنا ہے۔ مثلاً" عام انسان کیا کرتا ہے؟ "اینٹیں لے کر جا رہا ہوں کیونکہ مکان بنا رہا ہوں"۔ خاص آدمی سے پوچھیں کہ "آپ کیا لے کر جا رہے ہو؟" "میں اس خیال میں جا رہا تھا کہ اینٹوں سے مکان بنانے والے جو ہیں وہ مکان تو بنا جاتے ہیں لیکن خود مکان بنا کے مرجاتے ہیں"۔ تو عجیب بات ہے کہ وہ اور طرح سے مکان بنا رہا ہے۔ وہ مکان بنانے والے کو کہتا ہے کہ تیرا مکان پکا ہے' اس میں رنگ ہے' روپ ہے' یہ تو سوچو کہ تمہارے جانے کے بعد تمہاری اولاد اس مکان کو پسند بھی کرے گی یا نہیں کیونکہ تو نے چلے ضرور جانا ہے۔ تو مکان آپ کی خوشیوں کا باعث بھی ہے اور آپ کے غم کا سبب بھی ہے۔ اس طرح بات سمجھ آئے تو پھر اور ہی رخ نکلے گا بات کا۔ ایسے لوگ جو ہوتے ہیں مامور ہوتے ہیں۔ وہ سمجھاتے ہیں کہ یہ دیکھو کیا ہو رہا ہے' شادی ہو رہی ہے اور ادھر دیکھو کیا ہو رہا ہے' وہ جنازہ ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ کبھی ادھر شادی

ہوتی ہے اور کبھی ادھر جنازہ ہوتا ہے:

کل ایک پاؤں کاسۂ سر پہ جا پڑا
آئی صدا دیکھ کے چل راہ بے خبر

یہ اتنی بڑی کہانی ہے کہ "کل ایک پاؤں کاسۂ سر پہ جا پڑا"۔ اتفاق سے وہ شکستہ و چُور تھا تو اس نے صدا دی کہ دیکھ ایک وقت مَیں بھی اس دنیا میں کیا سے کیا تھا اور اب یہ حالت ہے۔ یعنی وہ سر جو کہ کبھی بڑے غرور میں ہوتا تھا آج کھوپڑی ہے اور وہ بھی ریزہ ریزہ ہو گئی ہے۔ اس کھوپڑی سے آواز آتی ہے کہ:

میں بھی کبھو کسو کا سرِ پُر غرور تھا

یعنی آج تو میں شکستہ ہوں، چُور ہوں اور کل تیرا کیا انجام ہو گا؟ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے:

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا

کچھ لوگ جو ہیں وہ دنیا کو کسی اور دنیا کا تعارف کروانے آتے ہیں اور کچھ لوگ صرف اپنی بلندیوں کا سبق بتائیں گے۔ ایسے لوگ گپ لگا دیتے ہیں کہ دیکھو کل رات میں اڑتا ہوا دمشق گیا اور وہاں پر میں نے بڑا کچھ دیکھا۔ کچھ لوگ ایسا ابلاغ کرتے رہتے ہیں کہ دوسرا آدمی جو ہے وہ اپنے آپ سے مایوس سے مایوس تر ہو جائے اور اس کو میرے بغیر سکون کی راہ نظر نہ آئے۔ ایسے مبالغہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خیر کا راستہ رکھا ہے پیغمبروں کے ذریعے سے اور شر کا راستہ رکھا ہے شیطان کے ذریعے۔ آپ دیکھیں کہ دونوں کی کوئی نہ کوئی ایجنسیاں آپ کی

زندگی میں متعین رہیں گی۔ خیر ہر وقت خیر طلب ہے' شر ہر وقت شر پسند ہے اور Common Man ہر وقت Common Man ہے یعنی عام انسان ہمیشہ عام انسان ہے۔ عام انسان کی جو تمنا ہے وہ پیسہ ہے' یہاں ٹھہرنا ہے اور نفس کی اطاعت ہے اور جو لوگ اللہ والے ہوتے ہیں وہ ان کا دماغ اٹھا کر کسی آنے والی زندگی کی طرف لگا دیتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے یہ دیکھو چار دن کا میلہ ہے' وہ جہاں کس نے دیکھا ہے' یہ جہاں ہی سب کچھ ہے' خدا بہشت کی موجیں لے رہا ہے' آپ یہاں کی موجیں لو۔ عام انسان تو شریف انسان ہوتا ہے' کھانا' پینا' گھر' مکان' سامان' شادی بیاہ اور پیسے جمع کرنا' اس بیچارے کی خواہش ہوتی ہے۔ وجود کی دنیا' پیسے کی دنیا اور نفس کی دنیا ہے۔ عام انسان کو شر بھی Invite کرتا ہے اور خیر بھی بلاتی رہتی ہے۔ یہ خیر والے لوگ جو ہیں یہ مامور ہیں' اسی زندگی میں اور عام انسانوں میں یہ خالص انسان ہیں۔ اب عام انسان پھنس گیا کیونکہ یا تو وہ شر کی طرف مائل ہو گا یا پھر وہ خیر کی طرف مائل ہو گا۔ کیونکہ ان دو طاقتوں نے عام انسان کو چھوڑنا نہیں۔ خیر کی طاقتیں اللہ کے فضل کی طرف پکارتی ہیں' باکمالِ شفقت' باکمالِ دلنوازی' محبت کے ساتھ' ایسی طاقتیں چاہے حال میں ہوں یا ماضی میں' پکارنے سے وہ ضرور آتی ہیں اور پکارنے والے کی مدد کرتی ہیں۔ یہ ان کا کام ہے' ان کی ڈیوٹی ہے اور ان کو مامور کیا گیا ہے کہ میرے بندے جو ہیں یہ بندے کہیں شر کے دامن میں پناہ نہ مانگ لیں' اے خیر والو تمہیں میں نے خیر کی طاقتیں دی ہیں' تم ان کے پاس پہنچنا اور ان کے کام کرنا' جسم کی تکلیف ہو تو بھی ان کو راحت پہنچانا تاکہ یہ میری راہ سے مایوس نہ ہو جائیں کیونکہ

یہ مایوس ہوں گے تو شیطان کے چنگل میں پھنس جائیں گے۔ اس لئے وہ لوگ جو اللہ کے لئے وقف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں' اگر "سفر من اللہ" کروانے والے ان میں سے کسی کو پکارا جائے تو وہ ضرور آتے ہیں بلکہ کہتے یہ ہیں کہ آپ ان کو پکار ہی نہیں سکتے جب تک وہ پاس نہ ہوں۔ وہ پہلے آتے ہیں اور پھر بعد میں آپ پکارتے ہیں۔ جس شخص نے یااللہ کہا' وہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا تو اس نے یا اللہ کہا۔ جس شخص کے آنسو نکل آئے دراصل تقرب اسے پہلے سے حاصل ہو گیا تھا۔ اگر آپ داتا صاحبؒ کے آستانے پہ چلے گئے یا سلطان باہوؒ کے آستانے پہ چلے گئے اور وہاں رونا شروع کر دیا تو آنسوؤں کے سوا اس بزرگ کا ثبوت ہے ہی نہیں۔ جب روح کا روح کے ساتھ وصال ہوتا ہے تو آپ کو آنسو آ جاتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ان کے وصال کی کہانیاں ہیں اور وصال کے اظہار ہیں۔ وہ لوگ مامور من اللہ ہیں یعنی اللہ کی طرف سے وہ اس کام کے لئے مامور ہیں کہ آپ کے ذہن میں دنیا کی بے ثباتی اجاگر کر دیں۔ مثلاً" وہ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز کرے مگر کب تک اللہ عمر دراز کرے گا' اس کی ایک حد ہے کیونکہ اس نے اپنے محبوبوں کو ایک خاص مدت کے بعد بلا لیا۔ مامور انسان اس بات سے باخبر کرتے رہتے ہیں کہ "کب تک" کی کیا حقیقت ہے' یہاں آپ بچوں کے پاس ہوتے ہیں اور پھر والدین کے پاس ہوتے ہیں۔ بچوں کو جب چھوڑ کر جاتے ہو تو آگے ماں باپ' دادا دادی' یا کوئی بزرگ انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہاں پر بچے الگ رو رہے ہوتے ہیں۔ مگر انسان کے لئے گھبرانے والی بات ہی

کوئی نہیں ہے کیونکہ یہاں پر انسان جدا ہو گا اور آگے کوئی نہ کوئی بزرگ مل جائے گا' آپ کے اپنے خاندان کے بابا جی بیٹھے ہوں گے۔ اس لئے خطرے کی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ جن کا کلمہ پڑھتے ہو اور ساری دنیا جس کا کلمہ پڑھتی ہے وہ ذات آپ کو موت کے بعد ملے گی۔ اس لئے جتنے بھی اسماء گرامی ہیں آپ کے' سارے کے سارے محبت کے پیمانے آپ کے' وہ سب ماضی میں ہیں۔ وہ سارے کے سارے تب ملیں گے جب موت کا حجاب اٹھے گا۔ پھر آپ کو وصال ہونا ہے اور دیدار ہونا ہے۔ زندگی جو ہے اس کی قدر اور انتہائی قدر موت آ کے پورا کرتی ہے۔ جب موت پردہ اٹھاتی ہے تو زندگی اپنی اصل قیمت پاتی ہے:

سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

اس وقت ہر کھوٹی چیز جو ہے وہ کھری نظر آئے گی۔ پھر پتہ چلے گا کہ حقیقت کیا ہے اور کس کی مہربانی کیا ہوتی ہے۔ یہ سب تب پتہ چلے گا جب یہ حجاب اٹھے گا۔ تو آخری حجاب جو ہے اس کو موت کہتے ہیں۔ یہ ایکَ راز ہے کہ زندگی کے اندر ہی ایک چیز ہوتی ہے اور اسے ہم موت کہتے ہیں۔ یہ الگ باب ہے۔ اس لئے اللہ کے بندے جس کام پر مامور ہوں وہ خود ہی بتاتے ہیں کہ ہمیں پکارا کرو اور اللہ خود ہی فرماتا ہے مجھے پکارا کرو' میں آپ کی دعا قبول کروں گا۔ ایسی پکار جو اللہ کے پاس چلی جائے اس جیسی دوسری کوئی پکار ہی نہیں ہے اور وہ آواز جو اللہ والوں کو دی جائے اس سے بہتر کوئی آواز ہی نہیں ہے' چاہے وہ دنیاوی ضرورت میں ہو یا چاہے وہ دینی ضرورت ہو۔ کسی اللہ والے کو کسی کام کے لئے

جب بلائیں یا پکاریں تو اس کا آنا جو ہے وہ بالکل جائز ہے اور واجب ہے۔ جب بھی آپ نے پکارا تو اس پکار کے ساتھ ہی وہ واقعہ ہو جائے گا۔ روح کے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں' فاصلے تو صرف جسم کے ہیں اور یہ جغرافیائی ہیں' روح کے فاصلے تو فاصلے نہیں ہوتے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے کس طرح تخت منگوایا تھا۔ ان کا جو وزیر "علم الکتاب" جانتا تھا اس نے فوراً" تخت حاضر کر دیا۔ اس لئے روح کے اندر فاصلے نہیں ہوتے۔ یہاں آپ نے آرزو کی اور وہاں اللہ پاک نے سن لی۔ یہاں آپ کے دل میں فریاد پیدا ہوئی اور وہاں عرشِ معلیٰ کانپ گیا۔ تو روح کے اندر فاصلوں کی بات نہیں ہوتی' اس لئے نہ فاصلے جغرافیائی ہوتے ہیں اور نہ فاصلے صدیوں کے ہوتے ہیں۔ اگر آج آپ کی روح نے دو سو سال پہلے کے کسی بزرگ کو آواز دی تو وہاں دو سو سال کا کوئی فاصلہ نہیں۔ وہ روح فاصلے طے کر کے آپ کی مدد کے لئے آئے گی۔ جغرافیائی فاصلہ طے ہو جاتا ہے' چاہے آپ کا بزرگ کتنا ہی دور کیوں نہ ہو۔ جغرافیائی فاصلہ بھی طے ہو جاتا ہے اور تاریخی فاصلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے جب بھی پکارا وہ مدد کو آئیں گے۔ بزرگ یہ کرتے ہیں کہ آپ کا کام کرا دیں گے یا پھر اس کام سے آپ کا دل اٹھا دیں گے اور آپ کو سمجھا دیں گے کہ آپ غلطی پر تھے۔

سوال :۔

محبت جو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس کی حفاظت اور پرورش کیسے ہونی چاہئے؟

جواب :۔

اب اس کے اندر دو باتیں ہیں۔ جو جو چیزیں فطری طور پر عطا ہیں' ان کی حفاظت انسان کے ذمے ہے۔ اس بات کا ایک پہلو تو یہ ہے۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ نے آپ کو جسم عطا فرمایا ہے۔ اس کی حفاظت آپ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمائی ہے تو اس کا خیال رکھنا آپ کا کام ہے۔ کچھ لوگ دوسرے خیال کے ہیں' وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جو عطا فرمایا ہے وہ قائم رہے گا' ہم حفاظت کریں یا نہ کریں اور دینے والے نے اس کی حفاظت ہمارے ذمے نہیں لگائی ہے اور یہ اسی کا ذمہ ہے۔

اب یہ دو قسمیں ہیں۔ اگر آپ ذمہ داری لیتے ہیں کہ محبت عطا ہے اور حفاظت آپ کے ذمے ہے تو پھر اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اگر آپ اللہ کی محبت اور اللہ کی عطا والی محبت کی بات کرتے ہیں تو یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ کی محبت دنیا میں ٹھہرنے کے لئے نہیں ہے۔ اللہ کی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اِس دنیا سے اُس دنیا کی طرف سفر کرنے کا میلان پیدا ہو جائے۔ یہ اللہ کی محبت ہے جو اِس دنیا سے اُس دنیا کے لئے رغبت پیدا کرتی ہے۔ یہ جو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی محبت ہے یہ اللہ کے محبوب حضور پاک ﷺ کے دین کے لئے ہے اور اس راہ پر چلنے والوں اور محسنین کے لئے ہے۔ اب اس محبت کی حفاظت کو آپ نے اپنے ذمے لگا لیا۔ اس لئے محبت کی سب سے بڑی حفاظت یہی ہے کہ محبت اہلِ محبت میں رہے' محبت محبت والوں میں رہے اور دل والا

دل والوں میں رہے۔ تب اس کا دل "ول" رہے گا یعنی ٹھیک رہے گا۔

تو یہ ضروری بات ہے کہ عشق والے ہمیشہ عشق والوں میں زندہ و سرفراز رہیں گے۔ تو آگ آگ کے الاؤ کے ساتھ قائم رہتی ہے اور بجھنے سے بچ سکتی ہے۔ تو محبت کیسے قائم ہو گی؟ جب دل والے دل والوں کے ساتھ رہیں' محبت والا کسی اور محبت والے کو تلاش کرے۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

آپ سب مٹنے والے ہیں۔ ایک جیسے خیال والے اگر ہم سفر ہو جائیں تو سفر بہتر کٹے گا۔ اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو اس دین کی لگن میں جو لگن ملی ہے آپ اس کی حفاظت کریں۔ دین میں محبت کے طور پر سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ حالانکہ بالکل آسان سی بات ہے کہ وقت پر نماز آتی ہے اور وقت پر نماز چلی جاتی ہے' پھر دوسرا وقت آجاتا ہے۔ مگر یہ بھی جہاد کی صورت میں شروع کرو۔ اگر یہ عمل کوئی نہیں روک رہا تو پھر تو بڑی آسان سی چیز ہے۔ اگر آپ کو نماز سے کوئی روک رہا ہے اور جب آپ اسے جھٹک دیتے ہو تو پھر نماز بڑی Achievement ہو جاتی ہے۔ مثلاً" آپ بیٹھے تھے اور آپ کے کچھ مہمان آ گئے مگر نماز کا ٹائم ہو گیا تو اگر آپ نے انہیں کہہ دیا کہ آپ براہ مہربانی چلے جائیں تو یہ ایک Achievement ہے۔ یہ کہنا بڑا مشکل ہے۔ مثلاً" آپ کے ہاں جب مہمان Inlaws میں سے ہوں' بیٹی کے Inlaws ہوں یا بیٹے کے Inlaws ہوں' اگر آپ نے Inlaws کی محبت کو دین کے تحفظ میں لگایا تو یہ بڑی بات ہے۔ اس محبت کو قائم رکھنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ

درود شریف ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا Final راستہ جو ہے وہ درود شریف کا راستہ ہے۔ درود شریف خاموشی کا راستہ ہے۔ اس کا سفر جو ہے آنسوؤں کا سفر ہے اور تہجد کا سفر ہے۔ یہ سارے اللہ کی محبت کی حفاظت کے طریقے ہیں۔ محبت کو آپ تہجد کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' رقّت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' درود شریف کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' خیرات کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' لوگوں پر احسان کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں' جانوروں سے محبت کے ذریعے قائم رکھ سکتے ہیں اور آپ اللہ کے لئے دنیا کا سفر کرنے میں قائم رکھ سکتے ہیں۔ یعنی آپ پیدل سفر کرتے جائیں' ایک شہر' دوسرا شہر' بس صرف چلتے جائیں اور کوئی شخص واقف نہ بنائیں۔ محبت قائم رہے۔ چلتی رہے۔ پھر اللہ کی محبت کا مظہر مل جائے گا۔ کوئی گرو مل جائے گا۔ سچے مرید کو سچا ہی پیر ملنا چاہئے۔ سچا پیر اللہ کی محبت کا مظہر ہوتا ہے۔ یہ محبت وہاں آکر سرفراز ہوتی ہے اور اپنے جلوے دکھاتی ہے۔

محبت کا اصل مدعا' اللہ کی دی ہوئی محبت یعنی سرکار ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس محبت کا طریقہ جو ہے اور وسیلہ جو ہے وہ گرو ہے اور پیر ہے۔ اس کے جو باقی طریقے ہیں ان میں درود شریف ہے' شب بیداری ہے' تہجد ہے' تنہائی ہے' سفر ہے اور محبت کے دوسرے رنگ ہیں۔ دنیا والوں کی عشق والوں کی جتنی بھی داستانیں ہیں ان کا آپ اندازہ لگاؤ مثلاً" ہیر رانجھے کا قصہ دیکھو کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ عام آدمی کہے گا کہ پتہ نہیں کون تھا رانجھا۔ اہل دل حضرات کے لئے' یہ بڑا واقعہ ہے۔ وہ بڑی عقیدت سے اسے سنتے ہیں۔ "سیف الملوک"

میاں محمد صاحبؒ کی کتاب ہے' سننے والے اسے بڑے ادب سے سنتے ہیں۔ گویا کہ ان کتابوں کے اندر کوئی نہ کوئی محبت کا راز دیا گیا ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ حضرت امیر خسروؒ کو طوطیِ ہند کہتے ہیں۔ خسروؒ کی سب سے مشہور چیز ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود' شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود' شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے' سرو قدے' لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود' شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود' شب جائے کہ من بودم

امیر خسروؒ کے کلیات بھی چھپے ہوئے ہیں۔ امیر خسرو کی کتاب "لیلیٰ مجنوں" جو ہے بہت اچھی کتاب ہے۔ "لیلیٰ مجنوں" میں ساری طریقت لکھی ہوئی ہے۔ قصہ لیلیٰ مجنوں کا ہے اور شان خسروؒ کے پیر کی ہے۔

مولانا جامیؒ نعت کے بڑے شہنشاہ ہیں اور "لیلیٰ مجنوں" انہوں نے بھی لکھی ہے۔ لیلیٰ مجنوں تو لڑکی اور لڑکے کا قصہ ہے۔ لیکن نعت والوں نے یہ کیوں لکھا ہے۔ آپ پڑھو گے تو آپ کو پتہ چلے گا۔ دل والے اپنے دل کی سلامتی دل والوں کے قصے میں سمو کر قائم رکھتے ہیں۔ انہوں نے "لیلیٰ مجنوں" کا صرف نام استعمال کیا ہے۔ "لیلیٰ مجنوں" صرف نام لئے ہیں اور قصہ اپنی روح کا بیان کیا ہے۔ اسی طرح "سیف الملوک" نام لیا ہے۔ باقی قصہ میاں محمد صاحبؒ کی اپنی روح کا ہے' وادی

توحید کا قصہ ہے' معرفت کا قصہ ہے' سلوک کا قصہ ہے اور نام "سیف الملوک" رکھا ہوا ہے۔ اب وارث شاہؒ کے قصہ "ہیر رانجھا" کو دیکھیں تو درد کی آشنائیاں ہو رہی ہیں' باطن کے راز معلوم ہو رہے ہیں' اور قصے کا کیا نام ہے "ہیر رانجھا"۔ کہتے یہ ہیں کہ ہیر اب وارث شاہؒ کی ہو گئی ہے اور رانجھے کی نہیں ہے۔ تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ بزرگوں نے اللہ کی محبت کی حفاظت دنیا کے اندر کیسے کی ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ نے کہا:۔

کچ دے پینڈے ختم نہ ہوندے
تیرا لٹیا شہر بھنبھور نی سسّی اے بے خبرے

سسّی کون ہے؟ ہر انسان۔ انسان کو اس قصے میں بتایا جا رہا ہے کہ اے بے خبر انسان! تیری دنیا لٹی پڑی ہے اور تو بے خبر ہے' تو برباد ہو چکا ہے' جہاں تو بیٹھا ہے اس کے نیچے برف کی سل ہے جو پگھل جائے گی۔ تو صرف بیٹھا ہوا ہے اور حقیقت میں تو کہیں نہیں بیٹھ سکتا۔ جسے تو حفاظت سمجھ رہا ہے وہ تیری حفاظت نہیں ہے۔ تیری Security بڑی Insecure ہے۔ سسّی بے خبر ہے کہ اس کا شہر بھنبھور لٹ رہا ہے اور اسے پتہ ہی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بڑی عجیب بات ہے اور سارے کا سارا باطن ہے۔ سسّی کیا ہے؟ بھنبھور کیا ہے؟ کیچ کیا ہے؟ پُنل یار کیا ہے؟ یہ سب معرفت بیان ہو رہی ہے۔ خواجہ فریدؒ فرماتے ہیں کہ:۔

اِتھاں میں مُٹھڑی نِت جان بلب
اوہ خوش وسدا وِچ ملک عرب

یعنی "میں یہاں اپنے گھر میں جان بلب ہوں اور ہمارے آقاؐ عرب کے

ملک میں خوش ہیں"۔ یہ ہے محبت قائم کرنے کا طریقہ۔ تو پُنل یار کون ہے؟ خواجہ فریدؒ "سسی پنوں" کی اسی پرانی لوک کہانی میں اپنا درد بیان کر گئے۔ یہ کمال ہے ان بزرگوں کا۔ قصہ وہاں سے لے لیا اور درد اپنا دے دیا۔ ہیر رانجھا ایک واقعہ ہے اور عرفان کس کا ہے؟ وارث شاہؒ کا۔ سیف الملوک کا ایک واقعہ ہے اور عرفان کس کا ہے؟ میاں محمد بخشؒ کا۔ سسّی پنوں کس کا واقعہ ہے؟ سسی کا اپنا واقعہ ہے اور وہ بیچاری ریت میں مرتی رہی لیکن بیان کر دیا خواجہ غلام فریدؒ نے۔ "سوہنی مہنوال" کا گھڑا بھی تو بہت مشہور ہے۔ کچا گھڑا کیا کام کر رہا ہے؟ گھڑا کچا تھا مگر رنگ پکا دکھا دیا۔ تو کچے جو ہیں وہ تاریخ میں پکے مقامات حاصل کر گئے۔ یہ بات میں نے کی ہے اور اس بات کا مصنف میں ہوں' یہ بات یاد رکھنا' یہ بڑی بات ہے! اس کے اندر حقیقت کیا ہے؟ یہ جتنے بھی بزرگ ہیں یہ سب اللہ کی محبت کو قائم کرنے کی باتیں کر گئے ہیں۔ اگر آپ گجرات کے علاقے میں قوالی سنائیں تو لوگ یہاں بھی روتے ہیں۔ ادھر خواجہ فریدؒ کے علاقے میں کوٹ مٹھن اور چاچڑاں شریف جاؤ تو وہاں محبت کا اثر اتنا ہے کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنے لوگ آئے آپ کی اصلاح کے لئے۔ یہ سارے صاحبانِ محبت ہیں۔ سارے اہلِ دل ہیں۔ انہیں کے ذریعے یہ کام ہو سکتا تھا۔ دل کی بات اتنی سی ہے۔ اب حُدی خواں جب لہر میں گانا گاتا ہے تو اونٹ مست ہو جاتے ہیں۔ تحقیق کی گئی کہ اس آواز میں کیا ہے تو پتہ چلا کہ جس کے دل میں درد ہو اور وہ دل محبت والا ہو' اس کی آواز سے اونٹ اس حد تک مست ہو گیا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے پوچھا کہ حُدی خواں کیا کرتا ہے' اونٹ تیز کیوں

چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ گاتا ہے اور وہ درد والا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے گلے میں کیا آواز ہے کہ اونٹ چل چل کر پسینہ ہو گئے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا بس کرو۔ یعنی کہ صاحبِ دل کا ایک بے دل پر اثر ہو گیا اور وہ بے دل اونٹ ہے۔ پھر اللہ کا یہ ارشاد کہ تم کبھی دیکھو اونٹ کو کہ میں نے اسے کیسے تخلیق کیا تو تم حیران و پریشان ہو جاؤ گے' صحرا کے اندر پورے کا پورا ایک کارخانہ بنا رکھا ہے' کبھی اس کی تخلیق پر غور کرو کہ ہم نے اس کو کیسے بنایا ہے۔ اہلِ دل حضرات اللہ کی دی ہوئی محبت کو اللہ کی مخلوق کے لئے Convert کرتے ہیں۔ اللہ نے جو محبت آپ کو دی ہے' اگر چڑیا کا بچہ مل جائے تو اس سے محبت کرو' کتے کا بچہ مل جائے تو اس سے محبت کرو اور اگر انسان مل جائے تو اس سے محبت کرو' کائنات کے درخت درخت' پتے پتے سے محبت کرو۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ نے بنایا ہے تو اس سے محبت کرو۔

سؤر کا گوشت کھانا منع ہے لیکن زخمی سؤر کی مرہم پٹی پر کوئی اختلاف نہیں۔ کسی درویش کو بھی اس پہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو محبت سے سرشار ہے وہ ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ کا روپ اور جلوہ دیکھے گا۔ اللہ نے اپنے راستے پر آپ کو بلانے کے لئے' آپ کی نگاہ کھولنے کے لئے' کشادہ کرنے کے لئے' اپنی محبت عطا کی تاکہ آپ کی محبت وا ہو جائے اور اللہ کی محبت آپ کی آنکھ کھول دیتی ہے اور جب آنکھ کھل گئی تو پھر ہر طرف جلوے ہی جلوے ہیں۔ اس کے سورج کا نکلنا اس کا جلوہ ہے۔ سورج کا ڈوبنا اس کا جلوہ ہے' بہار ہے' برسات ہے' پھول

ہیں' کانٹے ہیں' شبنم ہے' موتی ہیں۔ یہ سب الگ الگ جلوے ہیں۔ آپ کو محبت ہی اس کائنات سے وابستہ کرتی ہے اور محبت عطا کرنے والے کے ساتھ وابستہ کرتی ہے۔ جس شخص کو شعور کوئی نہیں وہ اللہ کو کیا سمجھے گا۔ اس کو اگر کہیں کہ اللہ ہوتا ہے تو وہ کہے گا کہ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح جس آدمی کا دل نہ ہو اسے کیا پتہ کہ محبت کیا ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ پہلے محبت عطا فرماتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل دیا' دل میں محبت عطا فرمائی تاکہ اپنے راستے پر بلائے۔ آپ اس راستے پر عقیدت سے چلو اور بندش سے نہ چلو۔ اللہ مہربان ہو جائے تو لطف کے ساتھ اپنے راستے کی اجازت عطا فرماتا ہے۔ اللہ اپنے راستے پر چلنے کی اجازت کے ساتھ محبت عطا فرمائے تو اس کو کہتے ہیں محبت کی عطا۔ اصل میں یہ اللہ کی محبت ہوتی ہے۔ اس راستے کی قافلہ سالار ذات' ہر زمانے کے لئے آنے والوں اور جانے والوں کے لئے' سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ وہی ہے اس شاخسانہ کا قافلہ سالار' پہلے زمانوں کے ہوں یا بعد کے زمانوں کے۔ اس لئے محبت کی عطا کی حفاظت کا ایک ہی طریقہ ہے یعنی حضور پاکؐ سے محبت کرنا۔

سوال :۔

کیا سوال کرنا مناسب ہے؟ دین اور دنیا میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟

جواب :۔

سوال کے لئے سخی میں کوئی فرق نہیں' ایک بندہ اجمیر شریف میں

خواجہ غریبؒ نواز کے آستانے پر گیا۔ بندہ بہت ضرورت مند تھا۔ بہت پرانے زمانے کی بات ہے۔ اس نے کہا خواجہ صاحب میں پشاور شہر سے آیا ہوں اور روپیہ پانچ سو چاہئے' مہربانی فرمایئے! وہ صدا لگاتا رہا' اس زمانے کی بات ہے جب روپے کی بڑی قدر ہوتی تھی اور وہ شخص' پانچ سو روپے مانگتا جا رہا تھا۔ وہاں سے ایک مولوی قسم کے صاحب گزرے جس کو طریقت پر یقین نہیں تھا۔ کہنے لگے مرے ہوئے سے پانچ سو روپے مانگ رہے ہو' کسی زندہ سے مانگ لو۔ اس نے کہا پھر تم ہی دے دو۔ اس کو پیسے دینے پڑ گئے۔ اس آدمی نے روپیہ جیب میں ڈال کر کہا "اے خواجہؒ! تیرا شکریہ' دلوایا بھی تو کس سے جو تجھے مانتا نہیں ہے"۔

خواجہ غریب نوازؒ سے ایک اور واقعہ بھی منسوب ہے۔ یہ آپ کی زندگی میں ہوا۔ یہ بات سینہ بہ سینہ آتی ہے۔ ایک ہندو کی انگوٹھی گم ہو گئی۔ انگوٹھی پانچ ہزار کی تھی۔ وہ تلاش کرتا رہا۔ ساری دنیا تلاش کر لی۔ انگوٹھی نہیں ملی۔ کسی نے کہا ایک بابا جی ہیں خواجہ صاحبؒ' آپ وہاں چلے جاؤ۔ آپ دن کو روزہ رکھتے تھے۔ جو مرید ہوتے تھے یعنی اہل محفل' ان کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وہاں پر ایک دیگ رکھی تھی ایک سو بیس من چاول والی' آپ اسے پکا کر تقسیم کرتے تھے۔ وہ ہندو آپ کے پاس چلا گیا۔ عرض کی میری انگوٹھی گم ہو گئی ہے۔ آپ نے کہا اس وقت ہمارے فقیر بھوکے ہیں پہلے ان کو حلوہ کھلا دو۔ اس آدمی نے کہا یہ کیسا بزرگ ہے کہ ایک تو میری چیز گم ہو گئی ہے' پھر جو دس پندرہ بندے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو حلوہ بھی کھلانا پڑے گا۔ اس کے لئے یہ بڑی دِقت والی بات تھی۔ اس طرح وہ سوچ میں پڑ گیا۔ چھ مہینے گزر گئے مگر انگوٹھی

نہیں ملی۔ آخر اس نے سوچا کہ چلو بزرگ کی بات مان لو کیونکہ بڑے چرچے ہیں۔ جا کر کہا کہ حلوہ کھلاتا ہوں۔ پھر وہ گیا اور دکان سے حلوہ لے کر آیا۔ ٹوکری کھولی تو جس کاغذ میں حلوہ لپٹا ہوا تھا' اس میں انگوٹھی تھی۔ ابھی حلوہ شروع نہیں ہوا اور انگوٹھی باہر آ گئی۔

یہ اہلِ نظر کی باتیں ہوتی ہیں اور یہ بڑے خاص خاص مقامات ہوتے ہیں۔ جھوٹا آدمی وہ ہوتا ہے جو ان واقعات کو اپنے نام سے بلا وجہ منسوب کرنے کی کوشش کرے۔ یاد رکھنا یہ بزرگوں کی بات ہے۔ اپنی زندگی میں اپنی تعریف کرنے والا دراصل جھوٹ کے میدان میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ یاد رکھ لینا! یہ پکی خبر ہے اور کبھی اس بات میں غلطی نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ مہربانیاں فرماتا ہے' دلواتا ہے ان لوگوں سے جو مانتے نہیں ہیں۔ سوال جو ہے جائز ہے۔ عقیدت کے انداز میں سوال کر سکتے ہیں۔ آپ سوال کر سکتے ہیں' دنیا کا سوال ہو یا دین کا سوال ہو' کیونکہ اشیاء نہ دین دار ہوتی ہیں اور نہ دنیا دار ہوتی ہیں۔ یہ صرف آپ کا مزاج ہوتا ہے۔ اگر آپ نے کھانا پکا لیا اور وہ بہت اچھا کھانا ہے' اس میں نیت اگر اللہ کی یاد کی تھی تو وہ کھانا دین بن گیا۔ اگر دین کا Function ہو اور آپ دنیا داری کر رہے ہوں تو پھر آپ دنیا دار ہو گئے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ داتا صاحبؒ کے عرس پہ میلہ لگتا ہے۔ وہاں قوال بھی آ جاتے ہیں۔ اکثر عقیدت میں نہیں آتے بلکہ پیسے کے لئے آتے ہیں۔ اب یہ لوگ دین کا مقصد دنیا میں Convert کر رہے ہیں۔ تو یہ ہے دنیا دار۔ گویا اشیاء دنیا یا دین نہیں ہوتیں بلکہ دنیا دار یا دین دار بندے کا

مزاج ہوتا ہے۔ جب آپ کا یہاں سے نکلنے کا ارادہ ہو اور جب آپ کا سچ بولنے کا ارادہ ہو تو آپ مبالغہ سے بچ جائیں گے' جب آپ اپنے پر Trust نہیں کرتے' تو دوسروں پر Trust یعنی بھروسہ نہ کرو' دوسروں پر زبردستی اپنے آپ کو نہ ٹھونسو' جب آپ صداقت اور عزت کے فیصلے کی Distribution میں فرق رکھو گے تو آپ دین دار ہو جاؤ گے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تلبسوا الحق بالباطل ولا تکتموا الحق ان کنتم تعلمون یعنی "باطل کو حق کا لباس نہ پہناؤ اور حق بات کو مت چھپاؤ کیونکہ تم جانتے ہو"۔ یہ فرق رکھو گے تو پھر آپ کے لئے یہ دنیا بھی آخرت کی دنیا ہے۔ بلکہ اس طرح دنیا کا سارا پروگرام دین بن جاتا ہے۔ اہل دین کے لئے دنیا کی ساری زندگی دین بن جاتی ہے۔ اگر مزاج دنیا کی طرف ہے اور حج کر کے آیا' وہاں سے چیزیں لا رہا ہے اور گن رہا ہے کہ وہاں اتنا پیسہ خرچ ہو گیا' یہ ہو گیا اور وہ ہو گیا تو اس کی ساری عبادت جو ہے دنیا کے لئے ہے۔ تو گویا کہ کچھ لوگ ہیں جو دین کو دنیا بنا لیتے ہیں' کچھ دنیا کو دین بنا لیتے ہیں' چاہے برباد ہو جائیں۔

اس لئے اللہ سے یہ دعا کرنی چاہئے' اللہ تعالیٰ آپ کی دنیا کو بھی دین بنائے۔ دنیا اچھی ہو جائے اور آپ کی آخرت بھی اچھی ہو۔ یہ دعا کرو کہ اللہ کبھی وہ وقت نہ لائے جب آپ اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ اللہ ایسا وقت نہ لائے' جب انسان اپنے باطن کے درجے پر اپنی زبان سے بولنے پر مجبور ہو جائے۔ باطن کا درجہ کوئی نہیں ہوتا۔ باطنی دنیا میں' اہلِ فقر حضرات میں سب سے جھوٹا وہ ہے جو اپنی زبان سے اپنی باتیں کرے۔ اور جو فقرا ہیں انہوں نے جو کچھ کہا' وہ

ایک خاص وقت اور ایک خاص مقام پر فرمایا۔ مثلاً" حضور غوث پاکؒ قصیدہ کہتے ہیں تو آپ دیکھیں کہ قصیدہ کہنے والے انسان کی زندگی عجیب رنگ کی زندگی ہے اور اس زندگی میں بڑے غور کا مقام ہے۔ اس زندگی میں بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے احساسات ہیں۔ کسی فقیر' کسی درویش نے اپنے آپ پر Trust نہیں کیا۔ یہ مقام کب تھا اور غوث اور قطب کیا تھے؟ یہ تب تھا جب ہندوستان میں ان بزرگوں کا جوگیوں سے مقابلہ ہوتا تھا' یہ تب کی بات ہے۔ آج کل آپ سارے لوگ ہی مسلمان ہو اور آپ کا اپنا ماحول ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو خوف زدہ نہ کرے۔ اب یہ ضروری ہے کہ اپنے باطن کو دوسرے کی اصلاح کے لئے لگاؤ۔ اب کسی کو اپنا مقام بتانے کا وقت نہیں ہے۔ سارے مقام اب خاموش ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں میں مقام کی تمنا اور مقام کا اظہار دراصل اپنے اسلام میں کمی کی بات ہے۔ اس لئے کبھی یہ بات نہ کرنا کہ یہ میرے مقامات ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ دعا کی اور آسمان ہل گیا۔ دعا کرنے کی بات ہے تو آپ کی دعا سے بارش ضرور ہو سکتی ہے مگر یہ بات خود نہ کہنا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کی خواہش کے مطابق واقعات ہوں گے' مگر کہنا نہیں۔ ضرور آپ کی بات کا دل پر اثر ہو گا لیکن یہ نہ کہنا کہ آپ دل پر اثر کر رہے ہیں۔ اس لئے میں کہہ رہا ہوں ایسا وقت نہ آئے کہ آپ اپنی زباں سے اس کا اظہار کرنے پر مجبور ہوں۔ اب آپ کو ایک اور بات کی

نصیحت کرتا ہوں' آپ لوگ اللہ کا نام لے کر قرآن شریف ضرور پڑھا کرو۔ تلاوت نہ ہو سکے تو اس کی Reading کر لو اور معنی سمجھ لو' اللہ

تعالیٰ آپ کو قرآن فہمی کا شعور دے گا۔ بے شک اس کی تفسیر نہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے آپ کے قلب کو منور کر دے گا۔ پھر آپ کو سوال کی ضرورت نہیں رہے گی اور یہی دنیا' آپ کے لئے دین بن جائے گی۔ پھر دین اور دنیا میں فرق نہیں رہے گا۔

آخر میں آپ سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے راستے کا طالب بنائے!

ٹرانسکرپشن :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین
کمپوزنگ :۔ رئیس نذیر احمد

تصانیف

حضرت واصف علی واصف رح

1	کرن کرن سورج	(نثرپارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	
6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	گفتگو I	(سوال جواب)
10	بات سے بات	(نثرپارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	گفتگو II	(سوال جواب)
13	گفتگو III	(سوال جواب)
14	گفتگو IV	(سوال جواب)

ملنے کا پتہ

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

گفتگو-۶

واصف علی واصف



واصف علی واصف

گفتگو

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱- اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ..... گفتگو ۔ ۶

مصنف ..... واصف علی واصفؒ

سن اشاعت ۲۰۰۰ء

قیمت ..... نیچے

ناشر ..... کاشف محمود

کاشف پبلی کیشنز ○ ۳۰۱۔اے' جوہر ٹاؤن ○ لاہور

ٹائیٹل ..... رئیس نذیر احمد

اب تیرا نام لب پہ ہے واصفؔ
اب کہاں خلق کی زباں ٹھہرے

(واصف علی واصفؔ)

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ سے جب کوئی سوال کرتا تو پہلے وہ اس سوال کا اپنی دانائی کے ذریعے تجزیہ کرتے' سوال میں موجود مسئلے کو پہچانتے اور سوال کے پیچھے چھپی ہوئی دِقّت کو بھی محسوس کرتے۔ پھر اس سوال کے اس حصّہ کا بھی جواب دیتے جو حصّہ وہ سوال کرنے والا شخص لوگوں کے سامنے پوچھنے سے قاصر ہوتا تھا۔ اسی جواب کے اندر ان دوسرے اصحاب کے سوالوں کے جواب بھی آ جاتے تھے جو اس محفل میں تو موجود ہوتے تھے لیکن سوال بیان نہیں کر پاتے تھے۔ اس طرح واصف صاحبؒ کی گفتگو کا علم ایک مکالمہ یا ڈائیلاگ کی شکل اختیار کر لیتا تھا جس میں محفل میں حاضر ہر شخص پورے شوق اور انہماک سے شریک ہوتا تھا۔ لوگوں کے دلوں سے براہِ راست مخاطب ہونے کا یہ فن واصف صاحبؒ کی وہ خوبی تھی جس کے ذریعے انہوں نے دلوں میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا جواب اس طریقے سے دیا کہ سننے والے ایمان' عمل اور حکمت کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ ان کی اسی گفتگو پر مشتمل ایک اور کتاب پیشِ خدمت ہے۔

اب آپ لوگ سوال پوچھو

آج آپ لوگ سوال نہیں پوچھ رہے۔ آپ دراصل غور نہیں کر رہے' اس لئے آپ کے ذہن میں سوال نہیں آ رہے' ورنہ سوال تو بہت ہیں۔ زندگی میں انسان سوچتا رہتا ہے' چلتا رہتا ہے' حاصل کرتا رہتا ہے' خرچ کرتا رہتا ہے' اگر زندگی کی بات سمجھ نہ بھی آئے' تب بھی چلتا رہتا ہے اور اگر سمجھ آ جائے تب بھی وہ چلتا رہتا ہے۔ باشعور لوگ جو ہیں ان کو زندگی میں اگر حقیقت نہ بھی سمجھ آئے تب بھی وہ باشعور ہی کہلاتے ہیں۔ اپنے ہونے کا شعور ہی انہیں باشعور بناتا ہے۔ تو باشعور آدمی جو ہے' وہ اگر کسی سوال سے دو چار ہو تب بھی باشعور ہی کہلائے گا یعنی کہ وہ سوالات جن میں وہ الجھا ہوا ہے' اسے ان سوالات کا شعور ہو جائے اور اُن دِقّتوں کا شعور ہو جائے تب بھی باشعور ہی کہلائے گا۔ زندگی کی دِقّتوں میں اگر انسان یہ پہچان لے کہ اصل میں کیا دِقّت ہے اور کہاں چیز اٹک رہی ہے تو اس چیز کا جاننا بہت ضروری ہے اور اگر وہ اپنے سوال کو Announce کر جائے' یہ اعلان کر جائے کہ یہ بات تو ہمیں سمجھ نہیں آئی تو یہ بھی شعور کا حصہ ہے۔ پھر اس کی زندگی تو ختم ہو جائے گی مگر اس کے یہ سوال آنے والے بہت سے زمانوں کے لئے بڑے قیمتی

ہوں گے۔ تو دل میں پیدا ہونے والے سوال اگر باہر آ جائیں' ان کی Announcement ہو جائے' Pronunciation ہو جائے تو باقی لوگ جو یہ سفر کر رہے ہیں' انہیں جہاں یہ سوال پیش آئے گا تو انہیں جواب بھی مل جائے گا۔ بعض اوقات انسان غور کرنا شروع کر دے تو سوال تک پہنچتا ہے اور بعض اوقات جواب تک پہنچتا ہے' اگر سوال تک پہنچے تو پھر سوال کوئی نہیں رہتا ہے اور اگر جواب تک پہنچے تو پھر جواب کوئی نہیں ہے۔ سوال اس لئے پوچھنا چاہئے تاکہ آنے والے لوگوں کو سوال کی سمجھ آئے۔ ایسے سوالات جو اٹک رہے ہیں اور ذہن میں Conflict پیدا کرتے ہیں' ان کو Announce کرنا سیکھنا چاہئے اور پوچھ لینے چاہئیں۔ پھر جو چیز سمجھ نہیں آ رہی وہ سمجھ آ جائے گی اور سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس لئے اپنے سوالات کو دریافت کرنا چاہئے اور موقعہ و محل کے مطابق بولنا چاہئے۔ لہٰذا آپ سوالات کرو۔ ایسا سوال کرو کہ جس Thought میں رکاوٹ ہے وہ پوچھے اور جس کو Faith میں رکاوٹ ہو' وہ سوال پوچھے۔ اب آپ لوگ سوال پوچھو.....

(واصف صاحبؒ کی ایک محفل سے اقتباس)

فہرست

(۱)

۱ فرض اور شوق میں فرق کی وضاحت فرمادیں۔ ۱۷

۲ اصل میں انسان کو کیا کرنا چاہیے؟ ۲۱

۳ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے لیے کیا کوشش اور کیا عمل کریں کہ وہ ہمیں قبول کرلے؟ ۲۷

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ آزمائش اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے یا اللہ کے فضل سے ہے؟ ۳۴

(۲)

۱ اکثر ہمارے خیال اور عمل میں خسارہ رہ جاتا ہے' اس خسارے کو کیسے پورا کریں؟ ۴۱

۲ اگر کوئی خیال آجائے یا کوئی مشکل آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ۵۱

۳ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر ناراض ہے یا راضی؟ ۵۴

(۳)

۱ انسان کا جو عمل ہے وہ ارادہ' نیت اور توفیق کا
کس حد تک پابند ہے؟ ۶۲
۲ کیا انسان کا اپنی زندگی کے عمل میں اپنا کوئی دخل ہے؟ ۷۳
۳ اللہ سے دوستی کا کیا طریقہ ہے؟ ۷۵
۴ سر! آپ لولیا پسند ہے؟ ۷۷
۵ اگر میں گلہ چھوڑ دوں تو آپ کو یہ کیسے پتہ چلے گا
کہ میں نے گلہ چھوڑ دیا ہے؟ ۷۸
۶ کیا یہ صحیح ہے کہ برداشت ایک حد سے بڑھ جائے تو
بے غیرتی کہلاتی ہے؟ ۸۱
۷ کیا میں اور میرا خدا' میرا ذاتی مسئلہ ہے؟ ۸۳
۸ اللہ ہم سے کیسے بات کرے گا؟ ۸۵
۹ میں خود سے مخاطب ہوتا ہوں تو خود کو کوستا رہتا ہوں۔ ۸۶
۱۰ ہم اپنی اصلاح کیسے کریں؟ ۸۶
۱۱ کیا اپنی ذات سے بھی گلہ ختم کر دینا چاہیے؟ ۸۷
۱۲ یہ خیال رہتا ہے کہ اپنی اصلاح ہونی چاہیے۔ ۹۲
۱۳ خوشی اور محبت کیسے مل سکتے ہیں؟ ۹۴

۱۴ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت صرف کی جائے اور مانگی نہ جائے؟ ۹۶
۱۵ انسان کو یہ کیسے معلوم ہو کہ جس پر وہ چل رہا ہے یہ اللہ کا راستہ ہے؟ ۱۰۲
۱۶ جو لوگ اس محفل میں نہیں پہنچ سکتے ان کے لیے کیا کریں؟ ۱۰۶
۱۷ اگر آسائش اور اللہ کے قرب کی تمنا ہو تو کیا دونوں حاصل ہو سکتے ہیں؟ ۱۰۷
۱۸ اللہ سے فرض اور شوق کی محبت میں کیا فرق ہے؟ ۱۰۹
۱۹ ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟ ۱۱۵
۲۰ جب خود سپردگی کے بعد ہوش نہ رہے تو ہم کیا کریں؟ ۱۱۶

(۴)

۱ سر! انسان، خدا اور کائنات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ ۱۲۳

(۵)

۱ آج کے مسلمان کو نہ اللہ ملتا ہے اور نہ دنیاوی مفادات، ایسا کیوں ہے؟ ۱۴۹
۲ منصفانہ دور حکومت سے کیا مراد ہے اور یہ حکومت کیسے

قائم ہو سکتی ہے؟ ۱۵۸
۳ اقبال نے خانقاہی نظام کے خلاف جو کچھ کہا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ ۱۷۰
۴ ہمیں اپنی اصلاح کیسے کرنی چاہیے اور گناہ گاروں کی اصلاح کیسے کریں؟ ۱۷۳
۵ کیا اللہ کے مختلف رازوں سے آشنائی ہو سکتی ہے؟ ۱۷۷
۶ کیا وظیفہ کرنا چاہیے؟ ۱۸۰
۷ کیا قبروں پر جانا جائز ہے؟ حاضر ناظر کیا ہوتا ہے؟ ۱۸۱

(۶)

۱ کوئی ایسی وضاحت فرمادیں کہ یہ سمجھ آجائے کہ دنیا اور دین کیا ہیں؟ ۱۸۹
۲ کوئی آسان سا لائحہ عمل بتادیں جس کے ذریعے ہم اللہ کے قریب ہو جائیں؟ ۲۰۸
۳ سر! یہ جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لیے ڈی ڈی ٹی استعمال کرتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟ ۲۱۰

(۷)

۱ کیا مجھے ورد کرنا چاہیے؟ ۲۱۵

۲ اللہ کو پانے کے لیے مختلف مذاہب کے ذریعے کئی راستے ہیں تو کیا ہم ان سے مدد لے سکتے ہیں؟ ۲۱۶

۳ کیا وظیفہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟ ۲۲۱

۴ عاجزی تو اچھی بات ہے لیکن کیا مغلوب کے سامنے غرور کرنا بری بات نہیں؟ ۲۲۷

۵ رہبانیت کسے کہتے ہیں اور بزرگان دین کی رہبانیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟ ۲۲۹

۶ محبت کیا ہے؟ ۲۳۲

۷ عشق مجازی اور عشق حقیقی میں کیا فرق ہے؟ ۲۳۶

۸ صوفیاء کے سلاسل تو بے شمار ہیں۔ پھر کس سلسلے کو اختیار کرنا چاہیے؟ ۲۴۰

۹ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۲۴۴

۱۰ کیا نام کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے؟ ۲۴۷

۱۱ آج کل شہر میں اچھی محفل بہت مشکل سے ملتی ہے، ایسے میں ہم کیا کریں؟ ۲۴۸

۱ فرض اور شوق میں فرق کی وضاحت فرمادیں۔

۲ اصل میں انسان کو کیا کرنا چاہیے؟

۳ اللہ کا جلوہ دیکھنے کے لیے کیا کوشش اور کیا عمل کریں کہ وہ ہمیں قبول کر لے؟

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ آزمائش اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے یا اللہ کے فضل سے ہے؟

سوال :۔

سر! فرض اور شوق میں فرق کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

زندگی چاہے کتنی ہی بڑی ہو اس میں انسان کا سفر تو ایک مرتبہ ہے۔ چاہے زندگی میں کتنی Compulsions ہوں' جتنی Obligations ہوں' سفر تو ایک ہی ہوتا ہے یعنی کہ اس نے چلنا تو ایک ہی طرف ہے۔ مثلاً" کسی شخص کے بے شمار ارادے ہیں کہ فلاں شہر میں جائے' تو جانا تو صرف ایک گاڑی میں ہے' باقی سارے سوچ کے امکانات ہیں۔ شوق ہو' فرض ہو یا مجبوریاں ہوں' انسان نے چلنا تو ایک طرف ہے۔ اب اس کے اندر اختلاف تو نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن بعض لوگ اختلافات میں رہتے ہیں اور پھر ساری عمر انہیں Tension رہتی ہے اور کچھ لوگ جو ہیں وہ اس Tension کو دور کر لیتے ہیں۔ اگر آپ شوق کو بھی تابعِ فرمانِ الٰہی کر لو اور فرض بھی اللہ کے تابع ہو تو ان دونوں کے درمیان بڑی Harmony پیدا ہو جائے گی اور سفر کامیاب ہو جائے گا۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا کہ آپ کا شوق کیا ہے۔ اگر آپ نے اللہ کے حکم کے علاوہ شوق رکھا ہوا ہے اور کوئی فرض آپ

نے اپنے ذمے لگا لیا ہے تو پھر دقّت پیدا ہو جائے گی۔ اگر کوئی چیز آپ کے اور اللہ کے درمیان رکاوٹ بن گئی تو پھر مسئلہ بن جائے گا' ابتلاء پیدا ہو جائے گی اور انسان ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرف آپ چل رہے ہیں' چاہے وہ دنیاوی سفر ہی ہو' اس میں اگر دینی Sanctions نہ ہوں' پابندیاں نہ ہوں تو آپ کا سفر کمزور ہو جائے گا۔ آپ کا سارا سفر دنیا میں ہوتا ہے' دین کا سفر بھی ادھر ہی ہوتا ہے' زندگی ادھر ہی پوری ہوتی ہے اور مقامات ادھر ہی مل جائیں گے۔ آپ یہیں سارا سفر طے کر رہے ہیں' کھانا آپ نے اناج ہی ہے' چلتے چلتے جانا ہے اور جانا اسی قبرستان میں ہے جس میں لوگوں کو آپ نے بھیجا ہے۔ تو یہ سارا کام ادھر کا ہے اور اس کی Judgement جو ہے وہ ادھر سے ہو گی اور Evaluation ادھر سے ہو گی اور اس طرح یہ زندگی یہیں کامیاب ہو جائے گی۔ زندگی کا فیصلہ یہیں ہو گا چاہے کامیاب ہو یا ناکام ہو۔ انسان نے یہیں پہ مرنا ضرور ہے اور ہونا فنا ہی ہے۔ لیکن اس کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ کیا آپ نے اپنی زندگی کو اللہ کے حکم سے چلایا ہے یا کسی اور کے حکم سے چلایا ہے۔ تو وہ زندگی جو اللہ کے حکم کے علاوہ چلتی جا رہی ہے' مجبوریوں میں چلتی جا رہی ہے' اس میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ شوق کہتا تھا کہ یہ کام نہ کرو اور فرض کہتا تھا کہ یہ کام کرو' اب یہ فرض تنخواہوں والا فرض ہو سکتا ہے' دفتروں والا فرض ہو سکتا ہے' حکومت کا فرض ہو سکتا ہے یا یہ State secrets یعنی سرکاری راز ہیں اور یہ ساری دنیا کی چیزیں ہیں ورنہ تو ہمارے دین میں صرف ایک چیز ہے' وہی فرض ہے' وہی عبادت ہے اور وہی شوق ہے۔ فرض اس چیز کو اللہ نے

بنایا اور شوق اس شخص نے خود بنایا' دل بھی ادھر سے ہے اور ایمان بھی ادھر سے ہے۔ تو آپ اپنے آپ میں تھوڑی سی Adjustment پیدا کر لو۔ یعنی یہ کہ جو کچھ آپ کر رہے ہو' چاہے دنیاوی مجبوری ہے' اس کو دین کا حصہ بنا لو۔ مثلاً" تنخواہ دفتر سے لیتے ہو' چھ گھنٹے کام کرتے ہو یا آٹھ گھنٹے کام کرتے ہو تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس آٹھ گھنٹے کے کام کو آپ عبادت بنا لو۔ وہ اس طرح کہ آپ یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق دینا ہے اس نے کہا ہے کہ ادھر دفتر میں آ کر آپ اپنا رزق لے لو اور آپ یہ سمجھ لو کہ آپ اللہ تعالیٰ سے رزق لینے جا رہے ہو' چاہے وہ دفتر ہو یا کوئی اور جگہ ہو۔ اس کام کو آپ اللہ کا حکم سمجھو۔ اور آپ یہ سمجھو کہ آپ جو یہ پیسہ کما رہے ہو' اس سے آپ کے معصوم بچوں کا گزر اوقات ہو جائے گا' پھر یہ نیکی کا کام ہے یعنی آپ اپنے پیسہ کمانے کے عمل کو کسی نیک مقصد کے لئے استعمال کرو۔ تو اس طرح بندہ خود بخود نیک ہو جاتا ہے۔ آپ صرف اپنا مقصد نیک کر لو۔ آپ نے نیکی کے لئے آنا جانا کہیں نہیں ہے بلکہ یہیں ٹھہرنا ہے' جہاں آپ ٹھہرے ہو۔ آپ صرف اپنی نیت "اللہ" بنا لو تو آپ کا سارا سفر عین اللہ ہے۔ اگر آپ کی نیت خراب ہو گئی تو آپ کا سفر خراب ہو جائے گا' چاہے آپ حج کرنے ہی چلے جاؤ۔ تو مدعا یہ ہے کہ ساری بات آپ کی نیت کی ہے کہ آپ کیا چاہتے ہو۔ تو آپ فرض اور شوق کو یکجا ہی رکھو تو بہت بہتر ہے۔ ان دونوں کو آپ الگ نہ ہونے دو۔ آپ یہ کہو کہ وہی میرا شوق ہے اور وہی میرا فرض ہے' میں رزق کے لئے دکان پر جا رہا ہوں' اور اسے اللہ کا حکم سمجھتا ہوں' وہاں میرا دل بڑا لگتا ہے' بس میرا دکان پر

جانا ہی بہتر ہے' وہیں جا کر آپ لوگوں سے ملتے ہیں اور کاروبار کرتے ہیں اور وہیں شوق سے رہتے ہیں اور شوق سے یہ سب کچھ کرتے ہیں' الحمد للہ روزی بھی پوری ہوتی ہے اور اللہ بھی راضی ہے۔ تو شوق کے اندر ہی فرض رکھو اور فرض کے اندر ہی شوق رکھو اور اللہ کا شکر ادا کرتے جاؤ۔ یہی تو دین کا کمال ہے کہ ہر طرح کی زندگی جو ہے وہ اللہ کے قریب ہو سکتی ہے اور ہر طرح کا انسان جو ہے وہ ولی اللہ بنتا رہا ہے اور یہ سب آپ کے سامنے ہے۔ ہر طرح کی زندگی جو ہے وہ کہیں نہ کہیں ضرور سرخرو ہوئی ہے۔ ہر شعبے کا آدمی اللہ کے راستے میں کامیاب ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ اس طرح وہ کہتا ہے کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ تو ہر قسم کی زندگی پر اللہ تعالیٰ نے مہربانیاں کی ہیں۔ یہ بات ریکارڈ میں موجود ہے مثلاً" ایک آدمی لوہار تھا اور وہ ولی اللہ ہو گیا' ترکھان تھا اور وہ بھی ولی اللہ ہو گیا' مطلب یہ ہے کہ شعبہ کی کوئی بات نہیں ہے' چاہے آپ کا کوئی بھی شعبہ ہو' آپ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو یہ اللہ کے احسان کی بات ہے۔ تو اگر آپ اللہ سے رجوع رکھو تو ہر شعبہ میں کچھ نہ کچھ ہر وقت ہو سکتا ہے' کیونکہ وہ ... کی بات نہیں ہے' آپ نے نہیں دوڑنا نہیں ہے' صرف ٹھہرنا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے گا۔ تو جس طرح سورج نکلتا ہے تو دھوپ آ جاتی ہے' اسی طرح اللہ کا فضل ہو جاتا ہے۔ آپ نے صرف اپنی نیت درست کرنی ہے۔ آپ جنگل میں "اللہ" کہو تو وہیں پر ہی اللہ ہے' تنہائی میں بولو تو تنہائی میں اللہ ہے' دل میں آپ اللہ کو آواز دو تو وہ دل میں آپ کی آواز سن لے گا' با آواز بلند بلاؤ گے' تب بھی وہ سن لے گا۔ یہ اللہ کا کام ہے' جنگل اس کے' صحرا اس

کے' پہاڑ اس کے' دریا اس کے اور سب کچھ ہی اس کا ہے بس جہاں آپ پکارو گے وہیں پر اللہ ہے۔ صرف نیت کی بات ہے۔ نیت صحیح ہو تو شوق اور فرض میں فرق نہیں ہوتا اور وہ ایک ہو جاتے ہیں۔

سوال :۔

حضور والا! دنیا میں انسان اللہ کی مرضی کے علاوہ بھی کام کرتا ہے۔ تو اصل میں انسان کو کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ نافرمان ہیں' یہ نافرمان لوگ ہیں۔ اب نافرمان کا مطلب کیا ہے؟ جو کہنا نہیں مانتے اور دوزخ میں جائیں گے اور یہ ان کی سزا ہے۔ اب لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا دوزخ اس کی مرضی میں شامل نہیں ہے؟ کیا اس نے انسانوں کے پیدا ہونے سے پہلے دوزخ بنا رکھی ہے لیکن اگر یہ بات اس کی مرضی میں ہوتی یعنی ہمارے لئے دوزخ اس کی مرضی ہوتی تو وہ یہ کبھی نہ کہتا کہ آپ اچھے کام کرو۔ تو پھر یہ مجبوری ہوتی اور اچھے کاموں کے پروگرام کی اجازت نہ ہوتی۔ کبھی کسی مجبور کو اللہ تعالیٰ نے سزا نہیں دی ہے۔ اللہ کو اختیار تو ہے مگر اللہ نے کہا ہے کہ ہم نے آپ کو نیکی کا موقع دیا ہے اور اس طرح دوزخ سے بچ جاؤ۔ اللہ کا راز کیا ہے اور اللہ کا رازدان شیطان کیسے ہے' آپ کو اللہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ تم اس شیطان سے بچو۔ پھر اللہ آپ کو بتائے گا کہ کس طرح ہر چیز بنی ہے' کس طرح اس کا منشاء کارگر ہوتا ہے اور کس طرح اس کی اجازت سے سب کچھ ہوتا ہے' وہ

کس طرح ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کرتا ہے' کس طرح لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے اور جس کے دل پر مہر لگ گئی ہو اس کو جتنی تبلیغ کرو' اس پر اثر نہیں ہو گا' وہ لوگ شعور حاصل نہیں کریں گے۔ کیونکہ ختم اللہ علی قلوبھم پھر اللہ نے کہا کہ "یہ راز مجھ سے مت پوچھنا کہ میں ایسا کیوں کرتا ہوں" بلکہ بل ھم یسئلون یعنی "میں تم سے پوچھوں گا"۔ یہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے کیا کیا نہ کہ تم نے یہ پوچھنا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ اس لئے آپ اللہ سے نہیں پوچھ سکتے۔ اگر انسان باغی ہو کر پوچھنے پہ آ جائے تو پھر پوچھے گا کہ یہ شیطان بنانے کا کیا مقصد ہے؟ یہ تو مان کہ یہ تیری قدرت سے باہر کا نظام ہے مگر اس کا تو تیری قدرت سے باہر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ کیا ہے؟ یہ بات کب سمجھ آئے گی؟ جب پہلے تو حکم میں آ جائے گا۔ تو جب تو خود حکم میں نہیں آ رہا تو پھر سوچ کیا رہا ہے اور سمجھ کیا آئے گی۔ اس لئے ہمارے ذمہ یہ کام ہے کہ بندہ بننا بلکہ اللہ کا بندہ بننا' سر جھکانا اور جتنا راستہ ملتا ہے اس کو طے کرتے جانا ورنہ تو یہ بڑی وسیع باتیں ہیں اور ساری کائنات بہت وسیع ہے' اس کی کیا سمجھ آئے گی۔ آپ صرف اپنی دنیا میں دیکھو۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ ایک دین' ایک دین ہی رہتا اور دنیا میں انسانوں کے لئے ایک دین ہوتا تو پھر یہ دوسرے دین کدھر سے آ گئے۔ یہ مسئلہ حل ہونا چاہئے تھا اور ایک ہی دین میں سارے مل کے اللہ کی بات کرتے' ایک ہی محفل ہوتی۔ ایک محفلِ ذکر ہوتی۔ "اللہ اللہ" ساری کائنات کرتی اور محفل میں شریک ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اب یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم ایک دین میں

داخل ہو گئے تو اس دین میں سارے ایک جیسی ہی نماز پڑھتے' ایک جیسا کام ہوتا' سارے ایک جیسی توجہ میں رہتے اور سب کا رزق ایک جیسا ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ محنتیں رائیگاں ہوتی ہیں' مثلاً" محنت کرنے والا مانگ کے کھا رہا ہوتا ہے اور جو محنت نہیں کرتے ان کے پاس بہت دولت آ جاتی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ اس دولت والے کو غریب کا احساس ہی نہیں ہوتا اور وہ چارج کر کے آ جاتا ہے' زمانہ بدلتا نہیں ہے اور ہم یہاں جا کر درگاہ پر سلام کر آتے ہیں۔ یہ کیا قصہ ہے؟ اس بات پر غور کرو۔ سوچو کہ ادھر کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ سب کو نماز برابر پڑھنے کا موقع نہیں ملا' زندگی برابر رکھنے کا موقع نہیں ملا' مسلمانوں کو دولت کی برابر تقسیم نہیں ملی' ایک طرف تیل کے خزانے ہیں اور ادھر ہمارے ہاں چراغوں میں تیل نہیں ہے حالانکہ وہ بھی مسلمان ہیں اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ تو یہ رزق کے شعبے ہیں ایک وہ رزق ہے اور ایک رزق ڈاکہ ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ ایسے لگتا ہے کہ وہ بھی کامیاب ہے اور یہ بھی کامیاب ہے مگر دو کامیابیاں کیسے ہو سکتی ہیں۔ کامیابی کسی شعبے کا نام نہیں ہے بلکہ کامیابی انسان کا اپنا نام ہے۔ تو میں کہہ یہ رہا ہوں کہ اللہ جب چاہے زندگی کے کسی موڑ پر فضل فرما دے۔ اگر حالات برابر نہ ہوں تب بھی اللہ کا فضل ہو سکتا ہے۔ تو یہ جو ہمارے مرتبے ہیں' یہ پہچان کے لئے ہیں۔ اصلی بات تو یہ ہے کہ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کہ "اللہ کے ہاں جو متقی ہے وہی عزت والا ہے" اور کامیاب ہے۔ یہاں پر آپ یہ غور کریں کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ انسان بظاہر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے اور زندگی ناکام ہو جائے۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔ ایسا

ہو سکتا ہے' اس لئے ہم اپنے مقصد کی اصل سے متعارف نہیں ہیں' کہ ہم چاہتے کیا ہیں؟ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دولت اکٹھی کریں اور دولت ہمیں مل جائے لیکن ایمان چلا جائے تو بظاہر تو مقصد کامیاب ہو گیا مگر زندگی ناکام ہو گئی۔ تو مقصد کا حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ زندگی کامیاب ہو جائے۔ تو دعا یہ کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں وہ مقصد دے جو زندگی کے لئے مفید ہو۔ ورنہ بے شمار لوگ ہیں جو تاریخیں لکھتے ہیں کہ ایک آدمی نے بڑی محنت کی' پھر بادشاہ بن گیا اور بعد میں پھانسی لگ گیا۔ ایک آدمی نے محنت کی اور وہ کچھ بن گیا لیکن پھر نقصان ہو گیا اور اس آدمی کا کام تمام ہو گیا۔ تو نوے فی صد لوگ جو ہیں وہ اپنے عزائم میں کامیاب ہونے کی وجہ سے برباد ہوئے ہیں۔ یہ ہوتی ہیں ناکام کامیابیاں! یعنی کامیابی مل گئی لیکن بندہ ناکام ہو گیا۔ تو اس طرح اسلام کے خلاف عمل کرنے والی ایک پارٹی جو ہے وہ کربلا میں کامیاب ہو گئی مگر کامیابی تو ہو گئی لیکن زندگی ناکام ہو گئی۔ اس لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اصل میں کامیابی ہے کیا؟ تو انسان کا مقصد بنیادی طور پر نیک ہونا چاہئے۔ ہمارا جو کاروبار ہے اس کا مقصد تقریباً" دنیاوی ہوتا ہے تو پھر اس مقصد اور مفہوم کے مطابق نتیجہ نکلے گا۔ دعا یہ کرو کہ آپ کو صحیح مقصد ملے اور یہ ٹارگٹ صحیح ہو' ورنہ عام طور پر لوگ بظاہر بڑے کامیاب نظر آتے ہیں مگر آخر میں جب دیکھا تو سارا کام ہی خراب ہو گیا اور جہاز کے اندر ہی پانی آ گیا اور وہ غرق ہو گئے۔ ایسی صورت میں یہ عین ممکن ہے کہ مقصد کامیاب ہو جائے اور زندگی ناکام ہو جائے اور ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ رو رہے ہیں اور بڑے پریشان ہیں مگر اس حالت میں اللہ کی طرف سے کامیابی مل جائے۔ جب

آپ غم میں مبتلاء ہوتے ہیں تو آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ کوئی بڑا واقعہ ہو رہا ہے۔ بزرگ یہ مثال بتاتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کنوئیں میں جب گرائے گئے تو وہ رونے لگے' اس وقت ایک آواز آئی کہ یہ تو سفر کا آغاز ہے اور تو ابھی سے رونا شروع ہو گیا' تجھے پیغمبری کا سفر مبارک ہو۔ اب جو واقعہ تکلیف کا باعث تھا تو وہاں پر ایک آواز آتی ہے کہ پیغمبرانہ سفر شروع ہو گیا۔ اور ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ بظاہر ایک ابتلاء باطن کے عروج کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے ابتلاء سے ڈرنا نہیں ہے' موت آ گئی تو ڈرنا نہیں ہے اور رنج آ گیا تو ڈرنا نہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ تین وجوہات کی بنا پر غلطی آ سکتی ہے۔ ممکن ہے کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے یہ سزا ہمارے پاس آئی ہے' اگر سزا اعمال کی وجہ سے ہے تو پھر آپ اعمال کی اصلاح کر لو۔ ایسی صورت میں سزا بڑی اچھی ہے کہ آپ کے اعمال کی اصلاح ہو گئی لیکن جب یہ بات سمجھ آ جائے کہ یہ ابتلاء اللہ کی طرف سے ہے تو پھر تحمل کے ساتھ سوچو اور اس میں خیر ہی خیر ہے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے' وہ ٹھیک ہی ٹھیک ہے۔ میں آپ کو یہ راز بتاتا ہوں کہ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات' دنیا کی نگاہ میں بظاہر ابتلاء ہوں مثلاً" اللہ کی عنایات ایک آدمی پر آتی ہیں تو بظاہر اسے کسی مشکل سے گزارا جاتا ہے۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ کی عنایت یہ ہے کہ وہ آدمی گھر میں رہے اور پھر اس کو اس کی بیوی سے علیحدہ رکھا جائے۔ اس صورت میں اسے کوئی بلند مقام عطا کر دیا جائے تو لوگوں کے دماغ میں یہ ہو گا کہ یہ تو ابتلاء میں پھنس گیا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور یہ دنیاوی طور پر بڑی

تکلیف میں جا رہے ہیں حالانکہ وہ تعلق کی انتہائی شکل سے گزر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے لوگوں کی نگاہ سے اپنے محبوبوں کو اس طرح چھپاتا ہے کہ ان کو ابتلاء میں سے گزار دیتا ہے اور خود ساتھ ہوتا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی تختہ دار پر چڑھ جائے اور لوگوں کو کیا محسوس ہوتا ہے' انہیں بڑا افسوس ہوتا ہے کہ یہ تو مرگیا ہے' لیکن وہ جو دار پر چڑھا ہے اس کو وہاں پر راز ملتا ہے اور جس کو بھیجنے والے کا راز مل رہا ہو تو وہ تو پھر وہاں مسکرا کر جائے گا۔ مثلاً" شہید نے اللہ کی راہ میں جان ہی دے دی اور ہم لوگ ہمدردی کرنے لگ گئے' اس کے باپ سے کہا کہ بڑا افسوس ہوا کہ آپ کا بیٹا مرگیا۔ کسی کو کیا پتہ کہ اس شہید کے ساتھ کیا ہو گیا ہے' وہ مر گیا کہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا! اس لئے اللہ تعالیٰ کی عنایات جس پر ہوں' اس کو پتہ چلتا ہے اور باقیوں کو پتہ نہیں چلتا۔ اللہ کے ساتھ آپ کا رشتہ ذاتی ہے۔ آپ اپنے اللہ کے ساتھ جیسے ہیں' ویسے ہی اللہ آپ کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی مہربانیاں کرتا ہے کہ بظاہر وہ مہربانیاں نظر نہیں آتیں۔ پیغمبروں کو دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے درجات بلند کئے ہیں۔ مثلاً" غریب ہیں' یتیم ہیں اور کمزور ہیں' مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ان مقامات کا اعلان فرما دیا جو سب سے بلند ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ تو گویا کہ بعض اوقات خوشحالی جو ہے یہ باعث مسرت نہیں ہوتی۔ بعض اوقات بدحالی جو ہے یہ عروج کا باعث ہو سکتی ہے۔ اس لئے اپنے غم اور اپنی خوشیوں کا جائزہ لیا کرو' تاکہ آپ کو صحیح مقام سے تعارف ہو جائے۔ باقی یہ ہے کہ آپ آخر کتنی عبادت کر لو گے اور آپ کا مال بھی یہیں رہے گا۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ

راضی ہو جائے۔ تو اصل بات کیا ہے؟ کہ آپ اللہ پر راضی رہو۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ اللہ پر راضی ہو کہ نہیں ہو مگر آپ تو ہزار گلے کرتے ہو' ہزار شکائتیں کرتے ہو اور ہزار تقاضے کرتے ہو۔ اگر آپ نے تسلیم و رضا کی منزل طے کرلی تو پھر آپ کے اندر "اللہ اللہ" ہو جائے گی۔ پھر یہ کہہ سکتے ہیں "وہ اللہ پر راضی ہو گئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا"۔ اس لئے سارے بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی نے اگر تسلیم و رضا کی منزل طے کرلی' تو اللہ راضی ہو گیا۔ اس لئے سارے بزرگ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی کو اگر یہ کائنات ایک دن کے لئے حوالے کر دی جائے کہ جاؤ آپ بادشاہی کرو' تو درویش جو ہے وہ اس وقت کے بعد کائنات جوں کی توں اللہ کو واپس لوٹا دے گا اور کہے گا کہ میں نے اپنے پاس سے کچھ نہیں کرنا ہے کیونکہ جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ یعنی "اے میرے رب تو نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی"۔ درویش یہ کہتا ہے کہ جو چل رہا ہے ٹھیک چل رہا ہے اور اپنی طرف سے نہ اس میں اصلاح کرتا ہے' نہ Amendments کرتا ہے' چپ چاپ کائنات کو چلنے دیتا ہے اور اپنا سفر طے کرتا ہے' اس کی منزل اللہ ہے۔ سب پہ اللہ کا فضل ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔

سوال :۔

سر یہ جو اللہ کا جلوہ ہے اس کو دیکھنے کے لئے ہم کیا کوشش کر سکتے ہیں اور کیا عمل کیا جائے کہ وہ ہمیں قبول کرلے۔

جواب :۔

ایک آدمی تھا' اس نے کہیں سے سنا تھا کہ فلاں بستی میں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ وہ شخص اس بزرگ کی زیارت کے لئے چلا گیا۔ سردی کا زمانہ تھا' وہاں فجر کی نماز ہوئی' اس بزرگ نے جماعت کرائی۔ یہ جو مہمان لوگ تھے' جب انہوں نے اس بزرگ کا تلفظ سنا تو زبر زیر کا فرق لگا۔ لہٰذا انہوں نے اپنی نماز الگ پڑھ لی۔ پھر سلام دعا کر کے وہاں سے چلے گئے۔ وہ شخص راستے میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا تو ایک شیر آگے آگیا' تو وہ شخص گھبرا گیا اور ڈر گیا۔ اتنے میں وہی بابا آگیا جس کا تلفظ صحیح نہیں تھا اور اس نے شیر سے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور وہ شیر بھاگ گیا۔ مہمان بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ سرکار بڑا مقام ہے آپ کا' ہم تو کانپ رہے تھے' ڈر سے مر رہے تھے اور آپ کے کہنے پر وہ درندہ چلا گیا۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ تجھے اس سے کیا غرض ہے' تو صرف تلفظ صحیح کرتا رہ! تو جب آپ تلفظ کے چکر میں پڑے رہو گے' آپ کو یہ کہانی سمجھ نہیں آئے گی۔ وہ آ کے چلے بھی گئے لیکن آپ کو پتہ نہیں چلتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ اس مقام پر کھڑے ہو جب کہ آپ نے شرط قائم کر رکھی ہے کہ اگر ایسا ہو گا تو مجھے اطمینان ہو گا۔ یعنی ابھی آپ نے قبول کرنا ہے اور قبول کرنا باقی ہے' حالانکہ اس نے آپ کو قبول نہیں کیا کیونکہ وہ قبول کرے گا تو بات بنے گی۔ آپ نے کیا قبول کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ انہوں نے آپ کو قبول کیا ہے کہ نہیں کیا ہے۔ ایک بندے نے سن رکھا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے مشہور ہیں۔ اس نے سوچا میں بھی دیکھوں کہ یہ کیسے ہیں۔ اس نے جیب میں

کھوٹے سکے ڈالے اور سارا دن شہر میں پھرتا رہا۔ شام کو بیٹھا چائے پی رہا تھا اور پھر بولنے لگا کہ میں نے سن رکھا تھا کہ یہاں کے جیب کترے بڑے کاریگر ہیں مگر یہاں مجھے تو کوئی بندہ ملا ہی نہیں۔ ساتھ ہی ایک بوڑھا بابا بیٹھا تھا' وہ کہنے لگا میں نے تیرے روپے چار دفعہ گرم کئے ہیں لیکن ہر دفعہ کھوٹے ہی نکلے' پھر میں نے واپس تیری جیب میں ڈال دیئے۔ تو بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو ابھی تک قبول نہیں کیا گیا۔ قبول ہونے کا نسخہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ لوگ جو ان منزلوں پر چلے ہیں انہوں نے دو کام کئے' ایک تو اپنی زبان کاٹ کے پھینک دی اور پھر اس کو نکال ہی دیا' بعض اوقات تو بولے لیکن اکثر اوقات چپ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ راستے پر چل پڑے۔ جس کو آپ شعور کہتے ہیں' یہ رکاوٹ ہے کیونکہ یہ تو غرور ہے۔ دراصل وہ لوگ جو کسی منزل کی تلاش میں گئے' وہ منزل تک نہیں پہنچے بلکہ راستے میں ہی مر گئے۔ یہ جو منزل کے راستے پر مر جانا ہے' یہی تو منزل ہے۔ منزل اور کوئی نہیں ہے۔ وہ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ تو لامحدود ہے۔ فراق بھی اصل میں وصال ہے' یار ملا کہ نہ ملا مگر جس کو درد مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ یہ ہمارا ایک چشم دید واقعہ ہے۔ایک بہت بڑے بزرگ کے پاس ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ان کی عمر ۱۱۲ سال تھی' وہاں ایک نوجوان آدمی روتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میرے دل میں بڑی خواہش ہے کہ میں حضور پاک ﷺ کے روضے کی زیارت کروں مگر موقع نہیں ملتا' اس طرح وہ شخص زار و قطار روتا چلا گیا۔ وہ بزرگ بابا بہت کم بولتے تھے۔ کہنے لگے کہ سارے مل کے اس کے لئے دعا کرو کہ اس کو وہاں کبھی جانے کا

موقعہ نہ ملے۔ یہ سن کر وہ آدمی چیخیں مار مار کے رونے لگا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا کہ بابا جی میں نے اجازت مانگی تھی اور آپ نے میری اجازت روک لی۔ اس بزرگ نے کہا تم میری بات غور سے سنو' میں نے چودہ حج کئے ہوئے ہیں' میرے سارے حج تو لے لے اور یہ درد مجھے دے دے۔ پھر فرمانے لگے کہ اصل میں یہی درد ہی زیارت ہے۔ اگر درد نہ ملے تو پھر سب باتیں ہیں۔ جو آپ کہہ رہے ہو اگر وہ سن رہے ہیں تو پھر آپ سناتے کس کو ہو' وہ تو خود موجود ہیں یعنی کہ درد دینے والا ہی تو درد کی دوا ہے۔ پھر آپ سناتے کس کو ہو' کس سے شکایت کرتے ہو' اب آپ شکایت نہ کرو بلکہ اپنے آپ پر توجہ دو ؎

پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے نقاب سے

پہلے آپ اپنے آپ کو پالش کرو' اور کوئی لمبا چوڑا کام نہیں کرنا ہے' جب آئینہ چمک گیا تو اس میں تصویر خود ہی نظر آ جائے گی۔ بس دعا یہ کرو کہ اللہ قبول کرے اور اپنے محبوب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور جلوہ دکھائے۔ وہاں سارے محتاج ہیں۔ وہاں پر اپنے درد کی فریاد کر' کہ تیرے در پر سوالی حاضر ہے' اس باری تعالیٰ کے در پر فریاد ہو اور محبوب خدا ﷺ کی محبت کی درخواست ہو اور التجا ہو ؎

نسیما جانب بطحا گزر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

یعنی "اے ہوا آج بطحا کی طرف جا اور حضور پاک ﷺ کو ہمارے احوال کی خبر پہنچا' وہاں جا کے بتاؤ کہ یہ حال ہے"۔ آپ فریاد کرتے وقت

غیروں کو سامعین نہ بناؤ۔ چٹھی لکھی ہے اگر محبوب کو تو اب آپ سناتے کس کو ہو' لوگوں کو سنا رہے ہو کہ یہ میں نے خط لکھا ہے' یہ تو آپ بڑی غلط بات کر رہے ہو۔ آپ آنسوؤں کی زبان سے فریاد کرو۔ درد زبان سے بیان نہیں ہوتا بلکہ آنسوؤں سے بیان ہوتا ہے۔ کسی آدمی کا باپ اگر اللہ کو پیارا ہو جائے تو یہ غم آنسو بیان کر دیتے ہیں' زبان سے بتانا نہیں پڑتا۔ اگر مجھ سے پوچھو تو میں کہوں گا کہ اس درد کو ابھی سینے میں پلنے دو اور اس درد کے بڑھنے کے لئے دعا کروں گا۔

نالہ ہے بلبل شوریدہ تیرا خام ابھی
اپنے سینے میں اسے اور ذرا تھام ابھی

تو آپ یہ خام نالہ بیان نہ کرو بلکہ اپنے درد کو مزید بیدار کرو۔ تو پھر بات آگے چلے گی۔ یہ بات ایسی ہے کہ بات خود بخود آگے چلے گی۔ جتنا کچھ ملا ہے اس کو سنبھالو' اپنے درد میں اضافہ کرو' اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا اور خود بخود بات بن جائے گی' آپ کسی کو کچھ نہ کہو' وہ سب جانتے ہیں' آپ ہر وقت نگاہ میں ہوتے ہو۔

جب اللہ سے بات کرو تو کسی کو اس کا گواہ نہ بناؤ۔ آپ سوال کو رسوا نہ کرو۔ بس اپنے درد سے ساری کائنات کو ہلا دو۔تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ منزل جو ہے وہ یہ نہیں ہوتی۔ بزرگ کہتے ہیں کہ ؎

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

آپ اللہ سے دعا کرو' خاموشی میں دعا کرو' جس ذات سے آپ کا تعلق ہے' اس سے تعلق کو قائم رکھو۔ تعلق کو درد بناؤ اور درد میں اضافہ پیدا

ہونا چاہئے۔ بڑے بڑے لوگ درد سے بنے اور بے شمار اللہ کے بندوں کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ جن کو درد عطا ہوا تھا۔ مثلاً" ایک اہلِ درد نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں حضور پاک ﷺ کی زیارت کو چلا ہوں۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ اگر حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہوں تو زیارت کرنا' نہیں تو پھر واپس آ جانا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو اس وقت آپؐ حجرہ مبارک میں تھے۔ اس طرح وہ حضور پاک ﷺ سے ملے بغیر واپس آ گئے۔ پھر وہ گھر گئے اور پھر ماں سے یہی سوال کیا۔ ماں نے کہا کہ اگر گھر میں آپؐ تشریف فرما ہوں تو ضرور مل لینا وگرنہ واپس آ جانا۔ جب وہ مدینے پہنچے تو اس وقت حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا والدہ صاحبہ کے حکم کے مطابق واپس تشریف لے آئے۔ ان کا اسم مبارک ہے حضرت اویس قرنیؓ۔ ان کو بظاہر دیدار نہیں ہوا' لیکن ان کو ہر وقت دیدار ہوتا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ اطاعت کی منزل طے کرو۔ اگر آپ کو کوئی شیخ مل گیا ہے تو جب شیخ مل جائے تو اطاعت شیخ میں کمی نہ رہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ اطاعت کرنے والا' جو اطاعت کر رہا ہے' وہ شیخ کے علاوہ کسی اور کو نہ جانے۔ اطاعت کرو شیخ کی اور محبت حضور پاک ﷺ کی رکھو اور کوئی دعویٰ نہ کرو بلکہ عاجزی سب سے بہتر ہے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

اور پھر فرمایا کہ۔

مہر علی تو کون بیچارا
سر تے چا کے غیباں دا کھارا
پریت لگاویں شاہاں نال

مدعا یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھو کہ کہاں وہ اور کہاں یہ' کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ اگر وہ اپنے راستے کی خاک بھی بنالیں تو بہت زیادہ شکر کرو۔ اگر آپ کو اس راستے کی خاک بنا دیا جائے' اس خاک کا ذرہ ہی بنا دیا جائے' نقشِ قدم ہی بنا دیا جائے' نقشِ قدم کے اوپر سرنگوں کر دیا جائے تو بہت بڑی سعادت ہے :۔

ساقی کی نظر سے اپنی نظر مل جاتی اگر ہم جھکتے ہوئے پاؤں پہ گرے یوں محو ہوئے
مستی جو ملی ہم مست ہوئے کچھ بھول گئے کہتے کہتے' میخانے کے در ہم آ نکلے

وہاں نگاہ کی گستاخی ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جو وہاں موجود تھے انہوں نے بھی آپ ﷺ کا دیدار نہیں کیا بلکہ ادب سے آپ پاؤں پہ ہی نگاہ رکھتے تھے' نگاہ سنگ در پہ رہی' نگاہ آپؐ کے قدم مبارک پہ رہی' نگاہ آپؐ کے سنگِ آستاں پہ رہی' کون ہے جو نگاہ کو نگاہ کے ساتھ ملائے۔ نہیں ایسا کوئی نہیں ہے جو حضور پاک ﷺ کو دیکھنے کے لئے ان کی نگاہ سے نگاہ ملائے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھیں کہ حضور پاک ﷺ کو دیکھنے کے لئے اللہ کی نگاہ چاہئے اور اللہ کو دیکھنے کے لئے حضور پاک ﷺ کی نگاہ چاہئے ۔

مصطفیٰؐ آنکھ ہو' خدا صورت
ہو خدا آنکھ' مصطفیٰؐ چہرہ

حضور پاک ﷺ کی آنکھوں میں اللہ کا چہرہ ہے اور اللہ کی آنکھ میں

حضور پاک ﷺ کا چہرہ ہے اور باقی سب جو ہیں وہ مقامِ سرنگوں پہ ہیں، یعنی آپؐ کا نام آ جائے تو سرنگوں ہو جائے۔ بس آپ گھبرانا نہیں، پریشان نہ ہونا، بیتاب نہ ہونا اور Announce نہ کرنا یعنی اعلان نہ کرنا

چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

آپ کا کام فریاد کرنا تھا اور وہ آپ کر چکے۔

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

اب انتظار کرو کیونکہ آپ کی فریاد آگے چلی گئی ہے۔

یہ مقامِ دل ہے کہ الاماں
کہ فغاں گئی سوئے لامکاں

اب آپ فریاد کی تاثیر کا انتظار کریں اور دعا کے قبول ہونے کا انتظار کریں۔ اللہ کرم فرمائے گا۔

سوال :۔

سر! یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ آزمائش اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے ہے یا اللہ کے فضل سے ہے۔

جواب :۔

غریبی کے بارے میں فرمان ہے کہ غریبی اللہ کے قریب کرتی ہے اور غریب ہم میں سے ہیں اور ہمیں بہت عزیز ہیں۔ تو غریب جو ہے یہ

اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور پھر ایک اور مقام پر ایک حدیث شریف میں ہے کہ ممکن ہے غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اور جب غریبی کسی انسان پر آئی ہوئی ہے تو پھر یہ سوچنا چاہئے کہ یہ کافر بنانے والی ہے یا یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ اگر اس غریبی کے دوران' اس تکلیف کے دوران اور اس ابتلاء کے زمانے کے دوران آپ دعا کے قریب ہو جائیں تو وہ تکلیف اور ابتلاء مہربانی ہے۔ اگر ابتلاء کے زمانے آپ کو بغاوت پر مائل کر دیں تو پھر وہ تکلیف آپ کے لئے سزا ہے۔ جب کوئی مشکل وقت آ جائے اور مشکل وقت میں آپ کو دعا یاد آ جائے تو پھر یہ سمجھیں کہ وہ مشکل آپ کے لئے بہتر ہے کیونکہ آپ کا دل موم ہو گیا اور اگر تکلیف آ پڑی اور دل پتھر ہو گیا تو سمجھو کہ یہ عذاب ہے۔ سب سے زیادہ بدقسمت وہ انسان ہے جو غریب بھی ہے اور سنگدل بھی ہے۔ غریب کو نرم دل ہونا چاہئے اور وہ اگر غریب ہے تو اللہ کے قریب ہو گا اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے قریب ہو گا۔ جب یہ صورت ہو تو پھر انسان کہتا ہے کہ ؎

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت
جس آنکھ نے دیکھا تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت

تو دیدار کی لازمی صورت ہے کہ دیکھنے والے کو دیکھو اور اس طرح دیکھتے جاؤ' مگر زبان بند رکھو' حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ من رآنی فقد رآاللہ۔ یعنی "جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا"۔ تو جس

نے ان کے دیکھنے والوں کو دیکھا' اس نے ان کو دیکھا۔ تو دیکھنے کا یہی ایک اصول ہے کہ دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھو۔ اگر ایسا شخص کہیں مل گیا تو آپ اسے دیکھتے ہی چلے جاؤ۔ اس شخص کے لئے اب نہ کوئی سوال رہ گیا اور نہ کوئی جواب رہ گیا۔ ایسے میں سوال جواب پیچھے رہ جاتے ہیں۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کے
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو جب کسی کو اس محفل میں داخلہ مل جائے تو سوال وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ اگر اس سے کہیں کہ کیسے آئے ہو تو وہ کہتا ہے مجھے ہوش ہوتا تو پھر پتہ چلتا کہ کیسے آیا ہوں۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ اگر ہوش قائم رہ جائیں تو پھر وہ "اور" ہے' "غیر" ہے۔ یہ سب صرف "اچھے من" کی بات ہے ورنہ تو کوئی منزل نہیں ہے' کوئی تلاش نہیں ہے' کوئی سفر نہیں ہے اور کوئی شہر نہیں ہے۔ اب میں آپ کو ایک کہانی سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔ ایک تھا ہندو برہمن' وہ گنگا کے اشنان کو جا رہا تھا۔ راستے سے گزرا تو وہاں ایک چمار بیٹھا تھا۔ چمار نے پوچھا بابا کدھر جا رہے ہو' برہمن نے کہا گنگا اشنان کو جا رہا ہوں۔ اس چمار نے کہا کہ مائی گنگا کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے یہ ایک ٹکہ مائی گنگا کی خدمت میں پیش کر دینا۔ برہمن نے کہا کہ میں نے تو تمہارے پیسے کو ہاتھ نہیں لگانا کیونکہ میرا دھرم بھرشٹ ہو جائے گا' لہٰذا تم اس کو گڈوی میں ڈال دو۔ اس نے اپنے میلے کپڑوں سے اور گندے ہاتھوں سے وہ ٹکہ نکالا اور گڈوی میں ڈال دیا۔ برہمن وہاں گیا اور ٹکہ گنگا میں ڈال دیا اور کہا کہ

ایک چمار' مائی گنگا کو سلام کہتا ہے۔ برہمن نے دیکھا کہ گنگا کے اندر سے ایک ہاتھ نکلا اور اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا' آواز آئی کہ اس آدمی کو کہو کہ تمہارا سلام منظور ہے اور ہماری طرف سے یہ کنگن اس کو پیش کر دینا۔ یہ حال دیکھ کر برہمن نہانا بھول گیا اور وہ بھاگا دوڑا چمار کے پاس آیا۔ کہنے لگا کیا حال ہے مہاراج! چمار نے کہا میں مہاراج کدھر ہوں' میں تو چمار ہوں۔ برہمن نے کہا آپ ہی مہاراج ہو کیونکہ میں نے مائی گنگا کو تمہارا سلام دیا تو مجھے یہ کنگن دیا اور کہا کہ اب میرا سلام بھی قبول فرماؤ۔ چمار نے کہا کہ اب یہ کنگن تم ہی لے جاؤ' میں نے کیا کرنا ہے' میں سونا تو رکھتا نہیں ہوں اور یہ میرے استعمال میں بھی نہیں ہے' آپ اچھے آدمی ہو' آپ اسے لے جاؤ اور استعمال کرو۔ برہمن بھاگا بھاگا گھر گیا اور بیوی کو کنگن دیا۔ وہ بہت خوش ہوئی کہ یہ تو بہت قیمتی چیز ہے مگر ہمارے کام کی نہیں ہے۔ ایسا کریں کہ یہ آپ راجہ کو دو اور برہمن نے وہ کنگن راجا کو دیا۔ رانی بہت خوش ہوئی اور اس نے کہا کہ دوسرا کنگن چاہئے۔ راجے نے دوسرے دن برہمن کو بلا لیا اور کہا کہ اس کے ساتھ کا کنگن لا دو ورنہ گردن مار دی جائے گی۔ وہ برہمن بڑا پریشان ہوا اور بھاگا دوڑا پھر اس چمار کے پاس گیا اور کہا کہ مہاراج! وہ راجہ تو مجھے قتل کر دے گا۔ راجہ نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ کا کنگن لاؤ۔ اس نے کہا کہ یہ کیا مشکل ہے۔ جس گدلے پانی کے برتن میں وہ چمڑا رنگتا تھا' چمار نے جیب سے ویسا میلا ٹکہ نکالا اور وہ اس میں ڈالا اور کہا "من چنگا تو گھر میں ہی گنگا" وہیں سے وہ ہاتھ نکلا' وہیں سے کنگن دیا اور پھر غائب ہو گیا۔ تو مقصد یہ ہے کہ "من چنگا" رکھو تو گھر میں ہی گنگا ہے۔

"من چنگا" کرو تو سب چنگا ہو جائے گا' پھر قبولیت ہو جائے گی۔ اب دعا کرو' آپ سب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ ہمیں اپنے راستے پر گامزن رکھنا۔ یااللہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرما اور ہم پر ہمیں مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مسائل حل کرے۔ یااللہ سب کی مشکلات دور فرما اور ہمارے اندیشوں کو دور فرما۔ یااللہ ہماری امیدیں پوری فرما۔ ہمیں نیک مقصد کے لئے استعمال فرما۔

صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ اکثر ہمارے خیال اور عمل میں 'خسارہ رہ جاتا ہے' اس خسارے کو کیسے پورا کریں؟

۲ اگر کوئی خیال آجائے یا کوئی مشکل آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۳ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر ناراض ہے یا راضی؟

سوال :۔

اکثر ہمارے خیال اور عمل میں فرق رہ جاتا ہے۔ اس خسارے کو کیسے پورا کر سکتے ہیں؟

جواب :۔

بعض اوقات انسان کا ارادہ نہیں ہوتا اور اس سے نیکی سرزد ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انسان یہ کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے' تب بھی اس سے وہ غلط عمل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے "الحمد للہ" کا لفظ بنا ہے اور "استغفر اللہ" کا لفظ بنا ہے۔ اگر غلطی کے بعد آپ کی نجات ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو اور اگر اتفاق سے نیکی سرزد ہو جائے تب بھی شکر ادا کرو۔ گناہ اور ثواب آپ کے ذہن کی پسند یا ناپسند کے نام نہیں ہیں بلکہ یہ اللہ کی پسند و ناپسند کو کہتے ہیں۔ آپ جب اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں یا اسے راضی کرنے کی خواہش کرتے ہیں تو ایک چیز تو بہت ضروری ہے کہ آپ پسند اور ناپسند کو ترک کر دیں۔ جب آپ نے اپنی پسند اور ناپسند کو ترک کیا تو خود بخود ہی اچھا عمل شروع ہو جائے گا۔ عمل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک ہوتا ہے عمل کرنا اور دوسرا ہوتا ہے عمل

ہو جانا۔ جب آپ کا اپنا وجود یا آپ کے خیال کا وجود صاف ہو گیا' Clear ہو گیا' تو عمل جو ہے خود بخود ہوتا جائے گا۔ جس طرح بعض اوقات ایک آدمی آپ کے سامنے آتا ہے اور وہ دشمن ہو تو اب اسے آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود بخود ہی آپ کی طبیعت کو کچھ ہو جائے گا۔ اب یہ عمل کہاں سے پیدا ہوا کہ اس دشمن کا نام سنتے ہی آپ خفا ہو گئے اور یہ عمل کہاں سے پیدا ہوا کہ کسی کا نام سنتے ہی آپ خوش ہو گئے۔ جس کا نام سن کر آپ خوش ہو گئے وہ دوست ہوتا ہے۔ جب دوست کی خوشبو آ گئی اور دوست کی بات شروع ہو گئی تو آپ خوش ہو گئے گویا کہ آپ کے وجود میں دوست اور دشمن کے لئے عمل میں شامل ہونے کا خیال خود بخود ہی پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کا وجود اگر وہ خیال تسلیم کر لے جو اللہ کی پسند اور ناپسند کا ہے تو پھر خود بخود ہی عمل ہوتا رہے گا۔ اس لئے محبت والوں کے لئے عمل غیر ہے' عمل کا خیال بھی غیر ہے اور عمل کی کوشش بھی غیر ہے اور عمل کا ہو جانا' اللہ کا اپنا امر ہے یعنی کہ ہم نے عمل کیا مثلاً" نماز پڑھی' تو یہ Effort ہے' کوشش ہے' جب کہ محبت والے کے لئے کوشش غیر ہے۔ مثلاً" ایک انسان بڑا لمبا راستہ طے کر کے آتا ہے جبکہ دوسرا آنے والا دریا کے راستے آ گیا۔ گویا کہ محبت کے اندر Effort اور کوشش چاہے صحیح ہو' پھر بھی اتنی مستحکم نہیں ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود کو اللہ کے خیال کے ساتھ اتنا منسوب کر دو کہ Effort تو کرو لیکن Effort کو بیان نہ کرو یعنی کہ آپ کو "یہ کوشش" محسوس ہی نہ ہو' جیسے آپ ہر روز دفتر جاتے ہو اور محسوس نہیں کرتے کہ دفتر

جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود نے یہ تسلیم کر لیا کیونکہ وہاں تو جانا ہی ہے اور بچوں کے لئے کچھ لے کے آنا ہی ہے۔ گویا کہ جب وجود نے تسلیم کر لیا تو یہ پھر محسوس نہیں ہو گا۔ اس لئے آپ اپنے خیال کو سب سے پہلے اپنے وجود میں تسلیم کریں اور وجود میں نافذ کریں' پھر عمل خود بخود ہوتا رہے گا۔ عمل کے لئے کوشش کی کوئی بات نہیں ہے کہ آپ یہ عمل کرو اور یہ کوشش کرو کہ یہ خیال سچا ہے اور یہ خیال جھوٹا ہے' اسی طرح سچ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تو آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ سچا آدمی جہاں سے بھی گزرے' وہاں سچ ہے اور جھوٹا آدمی جدھر جدھر سے گزرتا گیا' جھوٹ ہی پیدا کرتا گیا۔ جھوٹ کو بدبو کہتے ہیں اور سچ کو خوشبو کہتے ہیں۔ اب جہاں سے جو گزرا اس نے وہی اثر چھوڑا۔ اس طرح احساس وجود میں چلتا جاتا ہے۔ آپ اپنے اندر صداقت کا ایک خیال پختہ کر لیں حتیٰ کہ آپ کا سارا عمل صداقت ہو جائے' پھر آپ کو عمل کے لئے کسی کوشش کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ پھر یہ ضرورت نہیں ہو گی کہ آپ کسی فارمولے کو ڈھونڈیں' پھر آپ جہاں مرضی جائیں' کائنات آپ کے لئے آزاد ہے بشرطیکہ آپ اللہ کے ہاں پابند ہو جاؤ۔ اگر آپ اس کے ہاں پابند ہو جاؤ گے تو یہ کائنات آپ کے لئے آزاد ہے اور اگر آپ اس کے ہاں پابند نہیں ہوتے تو پھر یہاں پابندی ہی پابندی ہے اور آپ کے لئے اس کائنات میں قدم قدم پہ خسارہ' قدم قدم پر نقصان' قدم قدم پر اندیشہ' پریشانیاں اور ندامتیں' حسرتیں اور دوسرے تماشے ہوں گے' اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ جتنے انسان ہیں اس پوری کائنات میں' وہ خسارے میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ جہاں کوئی انسان ہے' وہ وہاں خسارے میں ہے۔ خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس سرمایہ زیادہ تھا لیکن آپ نے خریداری تھوڑی کی۔ خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے پاس امکانات زیادہ تھے لیکن آپ کی دریافت تھوڑی تھی' خسارہ یہ ہوتا ہے کہ آپ کے قواء بہت زیادہ طاقتور تھے لیکن آپ نے کمزوروں والی بات کی۔ ان سب کو خسارہ کہتے ہیں۔ پیدا کرنے والا خود کہہ رہا ہے اور زمانے کی قسم بھی کھا رہا ہے کہ جہاں کہیں انسان ہے وہ خسارے میں ہے۔ زندگی میں انسان بتدریج تنزل کی طرف جا رہا ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ سب سے اچھا زمانہ گزرا ہوا زمانہ ہے۔ جب تک انسان یہ کہتا ہے کہ آنے والا زمانہ اچھا ہے تو وہ ایک بچے کی طرح ہوتا ہے اور ہم اس کو شعور والا نہیں مانتے۔ کیونکہ بچے نے ابھی غم دیکھنے ہیں' خوشیاں دیکھنی ہیں اور آنے والے زمانے دیکھنے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں بڑا ہو کے کچھ بنوں گا تو اسے بچہ کہتے ہیں۔ تو وہ شخص جو یہ کہے کہ میں بڑا ہو کے کچھ بنوں گا وہ بچہ ہوتا ہے اور جو ماضی کو بہتر زمانہ سمجھے' وہ بڑا ہوتا ہے۔ تو بڑا ہونے والا انسان دراصل زوال کی طرف جا رہا ہوتا ہے۔ یعنی کہ جس شخص نے بھی زندگی میں قواء کا' صحت کا' خیال کا' اخلاقیات کا اور عبادت کا عروج حاصل کیا وہ خود اندر سے تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ عبادت بھی زیادہ عمر میں جا کے ہو نہیں سکتی۔ کبھی جسم ہڈیاں ہو کے رہ جاتا ہے اور کبھی گوشت نہیں رہتا۔ مطلب یہ ہے کہ عمر کے ایک حصے میں عبادت کی خواہش تو ہوتی ہے لیکن وہ خواہش عبادت نہیں بن سکتی کیونکہ کوئی نہ کوئی عارضہ لاحق

ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ انسان اس طرح بھی خسارے میں اور اس طرح بھی خسارے میں ہے۔ انسان اگر کوئی عمل نہ بھی کرے تب بھی غم میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مثلاً" بیٹھے بیٹھے انسان' صرف خاموش اور بیٹھا ہوا انسان غم کی خبروں سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ غم باہر کی دُنیا سے آتا ہے اور اس طرح بیٹھا بیٹھا انسان اداسی سے آشنا ہو جاتا ہے' اسی طرح بیٹھے بیٹھے انسان کو پیٹ کا یا گردے کا درد ہو جاتا ہے۔ تو یوں انسان خسارے میں چلا جا رہا ہے' اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ اب اس خسارے سے نکلنا چاہئے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی منشائے تخلیق یہ ہے کہ احسن رہے یعنی احسنِ تقویم رہے اور انسان کی حالت یہ ہے کہ یہ "اسفل سافلین" یعنی بہت ہی برا بن جاتا ہے اور اس طرح خسارے میں چلا جاتا ہے۔ اب خسارے سے نکلنے کا فارمولا سوائے اللہ کے اور کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ یہ مشین جس ادارے نے بنائی ہے اس کو پتہ ہے کہ کون کون سا پرزہ کیا کام کرتا ہے اور کہاں کہاں یہ عمل کرتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ چار آدمی خسارے سے نکل سکتے ہیں' مومن' صالحین' حق کے مزاج والے اور صبر کرنے والے۔

مومن وہ ہے جو ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد آپ کے پاس سب سے اچھا عمل یہ ہے کہ حسنِ عمل ہو اور Surrender ہو یعنی خود کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیا جائے۔ جیسا کہ ایک کاریگر کسی اینٹ کو کسی اچھی جگہ لگا دیتا ہے تو وہ اینٹ کاریگر سے تو جدا ہو جاتی ہے لیکن یہ جدائی ہی کامیابی ہے۔ اس طرح مومن خود کو اللہ کے حوالے کر کے کامیاب ہو جاتا ہے۔ تو ایمان کا مطلب ہے Handover

کر دینا۔ دوسری چیز ہے صالح عمل کرنا۔ صالح عمل کرنے والے صالحین کے بارے میں شیطان نے کہا تھا کہ میں سب کو گمراہ کردوں گا سوائے صالحین کے' گویا کہ وعملوا الصلحت۔ یعنی "وہ جو صالح عمل کرتے ہیں" اور پھر اللہ کا فرمان ہے کہ وتواصوبالحق یعنی وہ شخص جس کا مزاج حق گو ہو گیا' حق آشنا ہو گیا اور حق فہم ہو گیا تو وہ آپ ہی اس کی آنکھ بن گیا اور وہ خسارے سے باہر نکل آیا۔ ایسا حق والا شخص خسارے سے باہر کیسے نکل آیا؟ وہ جھوٹ سے بچ گیا۔ تو جھوٹ بہت بڑا خسارہ ہے۔ ایمان نہ لانا خسارہ' صالح عمل نہ کرنا خسارہ اور حق نہ سمجھنا' حق نہ بولنا یا حق کا ساتھ نہ دینا بھی خسارہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر حق کا ساتھ دیتے دیتے آپ آزمائش میں پڑ جاؤ تو خاموشی سے میری طرف رجوع کرو۔ خاموشی سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا نام ہی صبر ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہمارا بس اتنا ہے اور آگے سب تیرا ہے' ہمارا کام صرف یہ تھا اور باقی میرا کام نہیں ہے۔ جس طرح زمین میں ہل سے لے کر بیج تک کسان کی کوشش ہے اور آگے بارش اور فصل کا ہونا اللہ کی مرضی ہے۔ جب تک وہ فصل نہیں اگتی' تب تک صبر کرو۔ گویا کہ خسارے سے نکلنا ضروری ہے اور نکلنے کے لئے صبر چاہئے۔ اگر مال کم ہو اور خریداری زیادہ ہو' تو یہ خسارہ ہے اور طاقت اگر کمزوری میں چلی جائے تو یہ بھی خسارہ ہے' دنیا میں آئے اور پھر چلے گئے تو یہ خسارہ ہے ان چار طرح کے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ خسارے سے باہر آ جاتے ہیں۔ کیونکہ اکثر انسان پر تو یہ وقت آتا ہی رہتا ہے۔ بعض اوقات اس کا خیال کچھ ہوتا ہے لیکن عمل کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اس کا

ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنے وجود کو اس کے Handover کر دو' اپنے خیال کو اس کے Handover کر دو' تب آپ کو وہ ملے گا اور پھر آپ ہر فکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ جو لوگ ایک راستے پر چلتے رہے' ایک خیال میں سفر کرتے رہے اور زندگی میں ایک یکساں مزاج پر قائم رہے' ان کو نیکی کے بارے میں سوچنا نہیں پڑتا اور عمل کرنے کے لئے سوچنا نہیں پڑتا بلکہ ان کی نیکی خود بخود عمل میں آجاتی ہے۔ اسے معمول بھی کہتے ہیں اور Habit یعنی عادت بھی کہتے ہیں۔ اس طرح کی عادت عمل کی پختگی پیدا کرتی ہے اور عمل کی پختگی یہ ہے کہ عمل تو ہو جائے لیکن آپ کو علم نہ ہو' پتہ نہ چلے یا وہ آپ کی کوشش سے نہ ہو یا اسے کرنے میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو تو پھر عمل خود بخود ہوتا جاتا ہے۔ وگرنہ تو یہ ہوتا ہے کہ انسان پھنس جاتا ہے مثلاً" وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ ہم بھائی کی عیادت کو جائیں کہ نہ جائیں۔ اس طرح سوچنے والے کو چاہئے کہ اسے اپنا بھائی نہ کہے یعنی جس کا بھائی بیمار ہو اور وہ سوچ میں پڑ جائے کہ عیادت کے لئے جاؤں یا نہ جاؤں' اسی طرح اگر بھائی غریب ہے تو وہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اگر اسے پیسے دوں تو پتہ نہیں وہ واپس کرے کہ نہ کرے۔ بس ایسا شخص بھائی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ سوچ میں پڑ جانے والا اس کا بھائی نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح کے خسارے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو حق کے حوالے کرو' سچ کے حوالے کرو اور اگر راہ مشکل ہو' تو اپنے آپ کو صبر کے حوالے کرو اور ہمت والوں میں ہو جاؤ' جس کو بہتر کر سکتے ہو' کرتے جاؤ اور اپنا ایمان قوی کر لو کیونکہ ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ اگر آپ کو تلوار کی دھار کا سفر کرنا ہو تو

سوائے ایمان کے آپ کو سیدھا راستہ نہیں ملے گا اور آپ گر جاؤ گے۔ ایمان کا مطلب ہے کہ پھر آپ کو اندیشہ نہ ہو گا۔ اندیشہ کا معنی ہے تذبذب' یعنی "ہم وہاں جائیں کہ نہ جائیں" پھر سوچے گا "میرا خیال ہے کہ وہاں چلا ہی جائے" ایک واقعہ ہے کہ دو پاگل آدمی تھے۔ انہوں نے پروگرام بنایا کہ آج اچھا موسم ہے' کھیل کود کی جائے' پھر کھیل کی جگہ بنائی اور کھیل میں لگ گئے۔ ایک آدمی نے دیکھا کہ دونوں کھیل رہے ہیں' اس نے کہا کہ پاگل ہیں تو وہ دونوں کھیل سے واپس آ گئے۔ یعنی پاگل وہ ہے جو یہ کہے کہ لوگ مجھے پاگل نہ کہیں۔ جب کہ جو خسارے والے لوگ ہیں وہ پیغمبر کو بھی نہیں مانتے اور جو مومنین ہیں وہ ان سے الگ کھڑے ہوں گے' جو صالحین ہیں وہ الگ کھڑے ہوں گے' جو حق والے ہیں وہ الگ کھڑے ہوں گے اور صبر والوں کا الگ مقام ہو گا۔ لہٰذا جو پہلی بات نصیحت کی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے لئے رائے کا سرچشمہ نہ بنانا ورنہ برباد ہو جاؤ گے اور دوسری بات یہ کہ اپنی Daily life میں سے جھوٹ کو ایسے نکالو اور اتنی کوشش سے نکالو کہ جیسے تم کائنات سے شیطان کو نکال رہے ہو۔ آپ جھوٹ کو مکمل طور پر چھوڑ دو۔ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بھی چھوڑ دو تاکہ تمہاری زندگی میں سچ داخل ہو جائے اور جب سچ داخل ہو جائے گا تو زندگی خود بخود سچ میں ڈھلتی چلی جائے گی۔ اگر حق بیان کرنا پڑے تو آپ کو صداقت کے بیان میں تذبذب نہ آئے۔ صداقت کا مطلب ہے کہ جھوٹ کو برملا جھوٹ کہو اور سچ کو برملا سچ کہو اور نہ سمجھ آنے والی بات کو برملا نہ سمجھنے والی بات کہو۔ تذبذب میں نہ پڑنا' ورنہ یہ تلوار کی دھار ثابت ہو گا اور آپ کو گرا دے

گا' اس طرح آپ کا سفر نہیں ہو گا۔

سفر جو ہے' مست آدمی سفر کرتا ہے' جنون والا آدمی سفر کرتا ہے اور وہ سفر کرتا ہے جو ایک خیال میں گم ہے۔ کسی ایک خیال میں گم ہو جاؤ تو آتش حرام ہو جاتی ہے۔ تو اصل کامیابی ہی یہی ہے کہ انسان ایک خیال میں گم ہو جائے۔ گویا کہ خیال اگر دنیا کے لئے ہے تو پریشانی ہی رہے گی۔ مثلاً" مکان آپ نے دنیا کے لئے بنایا تو مکان کے اندر نقص ہی نقص نکالے جائیں گے' اگر آپ نے اپنے لئے بنایا تو پھر آپ خود ہی اس کو داد دو اور اگر خدا کے لئے بنایا تو پھر انتظار کرو' اس کا فیصلہ خود ہی ہو جائے گا۔

گویا کہ یہ اہم بات ہے کہ آپ اپنے عمل یا اپنے حسنِ عمل یا اپنے عمل صالح یا عمل وجود کو لوگوں کے Opinion کی ضرورت اور داد کا محتاج نہ بناؤ' آپ اپنے عمل کی جس سے داد لینا چاہتے ہو' اس شخص میں صداقت ہونی چاہئے' یا پھر آپ اللہ سے اپنے عمل کی داد وصول کرو۔ تو آپ اللہ کی رحمت کا صبر سے انتظار کرو۔ سچ کی راہ میں کہیں کوئی مشکل آ جائے تو وہاں صبر سے گزر جاؤ یعنی خاموشی سے گزر جاؤ۔ صبر کا معنی یہ ہے کہ مشکل تو ہو لیکن بیان نہ ہو۔ جن لوگوں نے مشکلات کا بیان لوگوں کے سامنے کیا' دراصل انہوں نے اپنی مشکلات میں اضافہ کیا۔ حالی کا شعر ہے ؎

مصیبت کا اک اک سے احوال کہنا
مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ

تو دوسروں کو بتانے سے مصیبت بڑھ جاتی ہے اور مصیبت پر اس لئے

خاموش رہنا کہ اللہ دیکھنے والا ہے اور وہ دیکھ رہا ہے' تو یہ صبر کا مقام ہے۔

اپنے آپ کو صبر میں رکھو' حق گوئی میں رکھو' اپنے آپ کو صالح عمل کے لئے مقرر کر دو اور ایمان کو قائم رکھو۔ ایمان قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خود کو اس کی تحویل میں دینا۔ اور پھر تکمیل ہو جاتی ہے یعنی کہ تحویل کے ساتھ ہی تکمیل ہے' بس پھر انسان خسارے سے نکل کر سرفراز ہو جاتا ہے۔ آپ کی یہ ایک زندگی ہے اور وہ ضائع ہو جائے گی اور آپ کے کام کی نہیں رہے گی۔ یعنی زندگی آپ کے ہاتھ سے نکلی چلی جا رہی ہے۔ زندگی ایسے ہے کہ آپ کے ہاتھ میں برف کی طرح پگھل رہی ہے' اب آپ کسی کو پانی ہی پلا دیں کیونکہ جس برف کو آپ ہاتھ میں پکڑ کر لے جا رہے ہیں' یہ تو ختم ہو جائے گی۔ گویا کہ زندگی نے تو ٹھہرنا نہیں' کیوں نہ پھر یہ اپنے اصل مقام پر ہی گرے تاکہ کل ایک واقعہ بن جائے۔ گویا کہ اگر کوئی آپ سے کسی نیک مقصد کے لئے زندگی طلب کرے تو پھر وہاں پر زندگی کی قیمت نہ لگاتے رہنا۔ مثلاً" ویسے تو آپ بیکار بیٹھے ہوئے ہیں جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں کہ بیکار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ان سے کام کے لئے کہا جائے تو کہتے ہیں کہ ٹھہر جا' میں ذرا مصروف ہوں۔ جس طرح کوئی وکیل فارغ بیٹھا ہوا شعر پڑھ رہا ہوتا ہے اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ مقدمہ کے لئے مشورہ چاہئے تو وہ کہتا ہے کہ اس مقدمے والے سے من مانی قیمت وصول کر لینی چاہئے حالانکہ وہ غریب آدمی کہتا ہے کہ میرے ساتھ اس طرح کر لیں مگر وکیل صاحب نہیں مانتے۔ اس طرح انسان زیادتی کر جاتا ہے آپ اپنی زندگی کو

اللہ کی طرف سے عرصہ انعام سمجھ کے' خدا کا فضل سمجھ کے' خدا کے کسی کام میں لگا دو' آپ اپنے عمل کو ایمان کے تابع کر دیں تو اس طرح آپ خسارے سے نکل آئیں گے اور بچ جائیں گے۔

سوال :۔

اگر کوئی خیال آ جائے یا کوئی مشکل آ جائے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

جب آپ کے اندر نیک خیال قائم ہو جائے تو پھر آپ سوچا نہ کرو۔ نیکی کا خیال ذہن میں آئے تو اسے فوراً" ہی عمل میں لاؤ اور بدی ذہن میں آ رہی ہے تو آخری دم تک سوچتے جاؤ حتیٰ کہ وہ نہ کرنی پڑے۔ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو وارننگ کے طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ تم خسارے میں جاؤ گے' لہٰذا خسارے سے بچو یعنی ایمان لاؤ' سچ بولو' سچ سوچو' سچوں سے ملو' نیک اعمال کرو اور اگر زندگی میں مشکل آ جائے تو مشکل برداشت کرو تو یہ نیکی کا کام ہے۔ یعنی مشکل تو آ گئی ہے مگر یہ بیان میں نہ آئے۔ اس طرح مشکل ختم ہو سکتی ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ وہ مشکل کشاؑ ہیں اور خود مشکل میں ہیں' کمال کی مشکل کشائی ہے' خود مشکل میں ہیں اور ہیں بھی مشکل کشاؑ۔ مشکل کشا کی تعریف ہی یہی ہے کہ لوگوں کی مشکلیں حل کرنا اور اپنی مشکل پہ خاموش رہنا۔ یہی تو مشکل کشاؑ ہیں کہ خود شہید ہو گئے' اولاد شہید ہو گئی مگر آپ خود مشکل کشا ہیں۔ حالانکہ ان کے پاس تلوار بھی ہے' ذوالفقار

بھی ہے' حیدری اور مشکل کشائی بھی ہے' لیکن کربلا بھی ہے۔ تو کمال کی بات یہ ہے کہ مشکل کشا کہتے ہی اس کو ہیں کہ خود مشکل میں رہے' خاموشی اور ظاہر کے ساتھ اور دوسروں کی مشکل کشائیاں کرتا رہے۔ اس لئے انسان کے لئے یہ بہت ضروری بات ہے کہ اپنی مشکل کا ڈھنڈورا نہ کرے' گویا کہ جب خوشی کا مقام تھا تو آپ نہیں بولے اور اب غم کا مقام ہے تو شور مچا دیا۔ اس طرح شور مچانے والا آدمی ظالم ہوتا ہے یعنی اگر اسے کوئی درد ہے تو وہ شور مچا کے لوگوں کے جگر میں درد کرے گا۔ یعنی جو آدمی دوسرے آدمی کو اپنی پریشانی یا مشکل بتا کر پریشان کردے وہی ظالم ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنی توہینوں کا انتقام لوگوں سے لیتا ہے۔ اسی طرح حادثے کی اور دوسری بری خبریں سنانے والا آدمی بھی ظالم ہوتا ہے کیونکہ حادثہ تو ہو گیا مگر اس کی خبر سے دوسروں کو پریشان کرتا رہتا ہے۔ پریشانی اور غم تو ہر کسی پر آتا ہے یعنی یا تو بیٹا باپ کی جدائی دیکھے یا پھر باپ بیٹے کی جدائی دیکھے گا' یہ تو چلتا رہتا ہے۔ اور کون ہے جو ہمیشہ سرفراز رہے اور کون ہے جو ہمیشہ یہاں رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ زمانے ایک جیسے نہیں رہتے وتلک الایام نداولھا یہ دن بدلتے رہتے ہیں۔ اور لوگوں کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

ہر نئی بستی سے پہلے وہاں ویرانی تھی اور ہر بستی کے بعد وہاں ویرانی ہو گی۔ اس لئے اپنی تکلیف کا لوگوں کے ساتھ ذکر نہ کرنا' یہ آپ کا اپنی ذات پر بڑا احسان ہو گا۔ یعنی آپ اپنی تکلیفیں کسی انسان کے ساتھ بیان نہ کرو اور اگر کوئی شخص کچھ سنائے تو اسے کچھ نہ کہو بلکہ ہو سکے تو اس

کی مدد کر دو۔ یہاں سے "الی اللہ" کا سفر یعنی اللہ کی جانب شروع ہوتا ہے۔ "الی اللہ" کا سفر اس وقت شروع ہوتا ہے جب کوئی شکایت کرنا بند کر دے۔ اگر انسان ایسا بن جائے تو سمجھو کہ اللہ کی طرف چل پڑا ہے۔ اب اللہ جانے اور اس کا بندہ جانے کہ کیا گزری اس پر۔ ہر لحاظ سے اس چیز کی صفائی کرنی ہوتی ہے۔ یہ اللہ کا سفر ہے اور اللہ ساتھ ہے۔ اس لئے اللہ کے سفر میں پہلی بات یہ ہے گلہ نہ کرنا' تقاضا نہ کرنا' شور نہ مچانا اور اپنی تکلیف پر لوگوں کو گواہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' خاموش بیٹھے رہو' اللہ جانے اور تم جانو۔ آپ خاموشی سے چلتے چلے جاؤ۔ اگر آپ سچے ہو تو سچ کا راستہ عین تاریکیوں کے اندر بھی مل سکتا ہے' عین اندھیرں میں مل سکتا ہے' حالانکہ یہ روشنی کا راستہ ہے۔ تو یہ روشنی کا کام ہے کہ وہ جہاں سے مرضی گزرے۔

اس لئے سچا آدمی جہاں سے گزرے وہ سچا آدمی ہو گا' پہاڑ سے گزرے' دریا سے گزرے یا پھر سمندر سے گزرے' سچ سچ ہے۔ آپ کو سچا ہونا چاہئے' راستہ سچا نہیں ہوتا بلکہ مسافر سچے ہوتے ہیں۔ جس طرح آپ کہتے ہو کہ پاکستان پاک ہے تو پاک تم نے ہونا ہے نہ کہ زمین پاک ہوتی ہے۔ یعنی پاکستان آپ نے بنایا تھا' اب پاک آپ نے ہونا تھا' نیت کے حساب سے' عمل کے حساب سے' خیال کے حساب سے' بھائی کی مدد کے حساب سے اور اپنے دوسرے واقعات کے حساب سے۔ اور آپ لوگ ہو کہ آپ وہی کے وہی ہو۔ پاکستان کی بھی قدر کرو اور آپ اپنے دل کی بھی قدر کرو اور اللہ سے روگردانی نہیں ہونی چاہئے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر ناراض ہے یا راضی؟

جواب :۔

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہو یا انعام ہو تو اسے پہچاننا چاہئے مثلاً" ایک آدمی پر بیماری آئی تو بیماری سزا بھی ہو سکتی ہے' بیماری آزمائش بھی ہو سکتی ہے اور بیماری انعام بھی ہو سکتی ہے۔ اگر بیماری میں بیمار کو تکلیف ہو رہی ہے اور اللہ سے شکایت پیدا ہو رہی ہے تو یہ بیماری ایک سزا کے طور پر آئی ہے اور اگر بیماری میں بیماری دینے والے کا خیال رہے اور اللہ سے رجوع رہے تو یہ بیماری انعام ہو گی۔

اگر بیماری میں اللہ کا خوف آرہا ہو تو یہ خوف آزمائش ہے اور یہ کسی انعام کا پیش خیمہ ہے' کیونکہ پیغمبر بھی بادشاہ ہوئے اور فرعون بھی بادشاہ ہوا' اور پیغمبر بیمار بھی ہوئے اور وہ بادشاہ دنیا دار بھی بیمار ہوا یعنی سارے کام پیغمبروں میں ہوئے اور سارے کام دنیا داروں میں ہوئے' مگر یہ کہ پیغمبر گناہ نہیں کرتا اور اللہ سے کسی بھی حال میں اپنا رابطہ کمزور نہیں ہونے دیتا۔ پیغمبر کی شان ہی یہی ہے۔ اب اگر کسی کو کوئی مرتبہ ملا ہے' چاہے دنیاوی دولت ہو' کوئی مقام ہو' عزت ہو' سرفرازی ہو' صحت ہو' روپ ہو' رنگ ہو یا کوئی اور اچھی چیز ہو' اس دوران اپنے آپ میں جائزہ لو' اگر آپ کی پیشانی سجدہ کرنے کے لئے زمین کو تلاش کر رہی ہے تو پھر تو وہ انعام ہے چاہے تکلیف ہی ہو اور اگر اس دوران " انا " کا سینگ سر سے نکلنے لگا ہے تو پھر تو وہ بربادی ہے چاہے آپ کو خوشی کا موقع نظر آ رہا ہو۔ تو گویا کہ اپنے ساتھ ہونے والے واقعات پر اپنے دل

سے پوچھو کہ دل اللہ کی طرف جھکنے والا ہے یا بغاوت پر مائل ہے۔ اگر دل بغاوت کی طرف مائل ہو اور گلے کی طرف مائل ہے' تو یہ ابتلاء ہے۔ اگر دل سجدے کی طرف مائل ہے اور آپ سجدہ کر رہے ہیں اور جس بات پر بھی کر رہے ہو وہ بات چاہے نعمت ہو' چاہے بیماری ہو' تو اس کا مطلب ہے آپ پر اللہ کی طرف سے انعام ہو رہا ہے۔ اور جہاں آپ باغی ہو گئے وہاں آپ پر عذاب ہے' چاہے بادشاہی ہو۔ تو گویا کہ اس طرح یہ فیصلہ آپ کا اپنا دل کرتا ہے کہ مجھ پر ہونے والا واقعہ کیا ہے' دل اگر "الی اللہ" جھکا ہوا ہے یعنی اللہ کی طرف جھکا ہوا ہے تو وہ واقعات صحیح ہیں اور دل اگر مایوسی میں ہے' تذبذب میں ہے' شکوے میں ہے' شکایت میں ہے اور بد دلی میں ہے تو سمجھو کہ آپ کا ایمان ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا واقعات کی کوئی اہمیت نہیں ہے بلکہ دل کی اور ایمان کی بات ہے۔ اسی طرح حج جھوٹے لوگ بھی کرتے ہیں اور سچے لوگ بھی کرتے ہیں۔ آپ نے دوسروں کا فیصلہ کرنے کی بجائے اپنا فیصلہ آپ کرنا ہے یعنی اپنے دل میں دیکھیں کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کو انسان دھوکا نہیں دے سکتے' اللہ وہ ہے جو نیت کا حال جاننے والا ہے اور نیت کے پیدا ہونے سے پہلے بھی وہ جاننے والا ہے' نیت کے اندر چھپی ہوئی جو نیت ہے اس کو بھی جانتا ہے یعنی مخفی کے اندر' خفی کے اندر خواب کو بھی جاننے والا ہے اور آپ سے وہ مکمل طور پر آشنا ہے۔

اب آپ اللہ کو بتا دیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ایماندار ہونا چاہتے ہیں یا تھوڑی سی ملاوٹ کرنا چاہتے ہیں' دونوں صورتوں میں اللہ کو پتہ تو چل جانا ہے۔ بس آپ ملاوٹ کو نکال دیں کیونکہ پتہ تو اسے چل

جانا ہے۔ اللہ کے راستے میں اصل بات کامیابی نہیں ہوتی بلکہ اللہ کا راستہ ہوتا ہے اور مسافر ہوتا ہے۔ یہی کامیابی ہے کہ آپ سچ کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ جس طرح کہ یہ کہتے ہیں:

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

اللہ کے سفر والے لمبا سفر مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ کی راہ پر چلنے میں اتنا لطف آ رہا ہے اور ایسی فراق آشنائی ہو گئی ہے کہ وصال کی ضرورت ہی نہیں رہی' یعنی وہ کہتے ہیں کبھی ملاقات ہی نہ ہو' کیونکہ اس کا فراق کے ساتھ وصال ہو گیا ہے اور جن کا فراق کے ساتھ وصال ہو جائے وہ وصال سے دور بھاگتے ہیں۔

اس گفتگو کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنے آپ پر غور کریں' دیکھیں اور سمجھیں کہ صرف اس محفل میں آ جانا کوئی بات نہیں ہے بلکہ سب سے پہلے آپ اپنی زندگی پر راضی ہو جائیں اور کوئی لمبا چوڑا انقلاب نہیں آنا بلکہ انقلاب آپ خود ہی ہو۔ اس سے پہلے کہ ساری چیزیں آپ سے چھن جائیں' آپ انہیں خود ہی چھوڑ دو۔ یعنی جو زندگی آپ کے پاس موجود ہے اگر یہ واپس لے لی جائے تو آپ کو افسوس ہو گا اور اگر آپ کو افسوس ہونا ہے تو جو اس وقت موجود ہے اس پر تو راضی ہو جاؤ۔ جو موجود ہے اگر اس پر راضی نہیں' تو اگر وہ واپس لے لیا جائے تو تب بھی تو آپ خوش نہیں ہوں گے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ پھر آپ کے لئے سب کچھ ہی افسوس ہے۔ جس طرح اگر آپ کی زندگی آپ سے واپس لے لی جائے' تو آپ کو افسوس ہو گا۔ اسی طرح یہ دیکھو کہ آپ لوگ دعا مانگتے ہیں کہ جنت ملے اور اگر کہا جائے کہ جنت کو ابھی گاڑی جا رہی

ہے تو آپ کہیں گے کہ کچھ دیر بعد جائیں گے۔ اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں اور ایمان لائے ہیں تو کیا ایمان والوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ دنیا چلانے کے لئے جھوٹ بولنا پڑتا ہے' رشوت لینی پڑتی ہے یا اگر رشوت لیتے نہیں مگر رشوت دینا پڑتی ہے۔ یہی ایمان کے کمزور ہونے کی علامت ہے۔ اگر آپ کو زندگی کے جانے کا افسوس ہے تو پھر اللہ سے راضی ہو کر اس سے تعلق قائم رکھو اور زندگی سے خوش رہو اور اگر زندگی سے گلہ ہے تو میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اگر اس زندگی میں آپ خوش ہیں تو پھر شکر ادا کریں اور اللہ آپ کو کامیابی دے اور آپ کو یہ زندگی مبارک ہو۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ زندگی میں راضی رہنا سیکھ لو کہ یااللہ تیرا شکر ہے' شکر یہ ہے کہ اولاد کا بھی گلہ نہ کرو کیونکہ اولاد بھی ایک نعمت ہے' یہ خدانخواستہ جدا ہو جائے تو پھر سمجھ آتی ہے کہ اولاد کیا چیز ہوتی ہے۔ آپ ناراض نہ ہوا کرو کیونکہ اولاد حماقت کرتی ہی رہتی ہے۔ ایک آدمی کے علم و فضل کا چرچا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے استاد ہونے کا تو بڑا چرچا ہے مگر میرا اپنا بیٹا نا سمجھ ہے۔ تو اس کے دوست نے کہا کہ تمہاری استادی کس کام کی' اپنی استادی کا اظہار بند کر دو' ورنہ اولاد تمہیں ایسی طرف لے جائے گی جہاں تمہارے لئے بڑی مشکل ہو گی۔ بس آپ اپنی اولاد کو تسلیم کر لیں' اپنی برتری کا اظہار کرنا چھوڑ دو' اپنی فوقیت جتانا چھوڑ دو ورنہ اولاد آپ کو پریشان کرے گی اور آپ کی دانائیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ اولاد سے جدا ہونا سب سے بڑی سزا ہے۔ جو اولادیں اپنے والدین کو چھوڑ جاتی ہیں' وہ احمق ہوتی ہیں اور بیوقوف ہوتی ہیں۔ ایک گھر میں پانچ بچے ہو گئے اور

وہ غریب گھرانہ تھا۔ والدین اکثر پریشان رہتے تھے' ان میں سے ایک بچہ سیانا تھا' وہ یہ سب کچھ دیکھتا رہا اور سنتا رہا اور سوچتا رہا کہ والدین کو کوئی تکلیف ہے۔ حالانکہ وہ آٹھ نو سال کا بچہ تھا۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بچہ دوسرے سب بچوں سے ذہین ہوتا ہے۔ اب وہ ذہنی طور پر عمر کا بہت بڑا تھا۔ اسے ایک دن ماں نے پھول دیے تو اس بچے نے کہا کہ پھول تو میں ضرور لے لیتا مگر یہ مرجھا جانے والی چیز ہے' اسے میں نے کیا کرنا ہے۔ اب عمر چھوٹی ہو اور باتیں بڑی ہوں تو اس وقت خطرہ ہوتا ہے کیونکہ بچہ عمر سے زیادہ ہو جائے تو خطرہ ہوتا ہے اور اگر آپ اپنی بڑی عمر میں بھی معصوم ہیں تو یہ خوبی ہے' یہ خوبی ہے کہ آپ بچوں کی طرح رہتے ہو۔ تو والدین نے سوچا کہ ہمارے بچے پریشان ہیں' سو کھانے پینے کا کچھ بندوبست کیا جائے تو کمائی پر چلے گئے تو اس بچے نے یہ کیا کہ رسی لے کر اپنے دوسرے بھائیوں کو درختوں کے ساتھ باندھ دیا اور خود بھی لٹک گیا اور پرچی لکھ گیا کہ Dear parents we are going because we are too many اس طرح وہ پریشان والدین کا مسئلہ حل کر گئے۔ یعنی بعض اوقات اولاد اس طرح مسئلہ حل کرتی ہے کہ قیامت یاد آ جاتی ہے۔ اس لئے آپ اولاد سے راضی ہو جاؤ' وہ بیوقوف ہوں یا گستاخ' بیباک ہوں یا منہ پھٹ' آپ انہیں قبول کر لو' وہ بے شک آپ کا کہنا نہیں مانتی مگر قبول کرو کیونکہ یہ آپ ہی کی اولاد ہے' آپ ہی کی تعریف ہے اور آپ ہی کا نور ہے' بس قبول کر لو وگرنہ ایسا نہ ہو کہ جدائی ہو جائے اور تم روتے رہو۔ پہلے ویسے رو رہے تھے کہ جان ستائی ہوئی ہے اور اب اس لئے رو رہے ہو کہ وہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے ہیں۔ جب

وصال تھا تب بھی رو رہے تھے اور جب فراق ہے تب بھی رو رہے ہو۔ یہ تو جھوٹ ہے کہ نعمت ہے تب روتے ہو اور نعمت چلی جائے پھر بھی روتے ہو۔ تو جب تک نعمت موجود ہے اس کا شکر ادا کرو۔ ہر وہ چیز جو آپ سے چلی جائے اور اس کا آپ کو افسوس ہو' نعمت کہلاتی ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جس کے جدا ہونے کا افسوس ہو' نعمت کہلاتی ہے۔

زندگی بھی نعمت ہے' بینائی بھی نعمت ہے' اولاد بھی نعمت ہے اور اولاد پیدا کرنے والی مائیں بھی نعمت ہیں۔ اگر یہ نعمتیں ہیں تو پھر ان کا شکر ادا کرو۔ انہی گھروں کا شکر ادا کرو کہ یہ قائم ہیں' بس ہر ایک بات کا شکر ادا کرو' ہر نعمت کو شکر کے ساتھ محفوظ کرو' اس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑی ہی خوشگوار صورت بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے گھر والوں کو اور آپ کے گھروں کو سلامت رکھے۔ سچ بولنے والے کے لئے سب نیکیاں ہیں' سب اچھائیاں ہیں۔ آپ سب کے لئے سلامتی کی دعا ہے!



۱ انسان کا جو عمل ہے وہ ارادہ' نیت اور توفیق کا کس حد تک پابند ہے؟

۲ کیا انسان کا اپنی زندگی کے عمل میں اپنا کوئی دخل ہے؟

۳ اللہ سے دوستی کا کیا طریقہ ہے؟

۴ سر! آپ کو کیا پسند ہے؟

۵ اگر میں گلہ چھوڑ دوں تو آپ کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے گلہ چھوڑ دیا ہے؟

۶ کیا یہ صحیح ہے کہ برداشت ایک حد سے بڑھ جائے تو بے غیرتی کہلاتی ہے؟

۷ کیا میں اور میرا خدا' میرا ذاتی مسئلہ ہے؟

۸ اللہ ہم سے کیسے بات کرے گا؟

۹ میں خود سے مخاطب ہوتا ہوں تو خود کو کوستا رہتا ہوں۔

۱۰ ہم اپنی اصلاح کیسے کریں؟

۱۱ [illegible] اپنی ذات سے بھی گلہ ختم کر دینا چاہیے؟

۱۲ [illegible] رہتا ہے [illegible] اپنی اصلاح [illegible] نی چاہیے۔

۱۳ خوشی اور [illegible] ت سے مل سکتے ہیں'

۱۴ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت [illegible] کر جائے اور مانی نہ جائے؟

۱۵ انسان کو یہ کیسے معلوم ہو [illegible] وہ پس [illegible] اللہ کر [illegible]

۱۶ جو لوگ اس محفل [illegible] میں نہیں پہنچ سکتے ان کے لیے یہ [illegible]

۱۷ اگر آسائش اور اللہ کے قرب کی تمنا ہو تو کیا دونوں [illegible] مل ہو سکتے ہیں۔

۱۸ اللہ سے فرض اور شوق کی محبت میں کیا فرق ہے؟

۱۹ ہمیں اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنے کے بعد کیا کرنا چاہیے؟

۲۰ جب خود سپردگی کے بعد ہوش نہ رہے تو ہم کیا کریں؟

سوال :

انسان کا جو عمل ہے وہ ارادہ کا' نیّت کا اور توفیق کا کس حد تک پابند ہے؟

جواب :

ارادہ نیّت کا ایک درجہ ہے اور نیّت جو ہے وہ ارادے کا ایک رستہ ہے۔ ہر چند کہ ارادہ اور نیّت میں فرق ہے لیکن ابھی ان کو ایک سمجھیں۔ نیّت اگر Express ہو جائے' بیان ہو جائے تو ارادہ کہلاتی ہے اور ارادہ اگر Dormant ہو' اندر رہ جائے تو وہ نیّت کہلاتا ہے۔ تو اب سوال یہ بنا کہ عمل اور ارادے میں اگر فرق ہو تو ہماری کیا ذمّہ داری ہے؟ اصل بات تو یہ ہے کہ آپ بنیاد سے مضامین کی طرف چلیں۔ زندگی کی Entity سمجھنے کے لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ زندگی میں ہم خود کسی کا عمل ہیں اور ہمارا عمل بھی اسی کا عمل ہے۔ اگر ہم عامل ہیں تو تب بھی معمول ہیں اور اگر فاعل ہیں تو پھر بھی کسی اور کا فعل ہیں۔ آپ سے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا' قیامت کے دن پوچھ گچھ ہو گی۔ اگر ہم کوئی بات کر رہے ہیں اور یہ بات ختم ہو جائے تو یہ اس بات

کی قیامت ہوتی ہے۔ ہر چیز ہونے کا ایک مقام ہے پھر اس کے بعد وہ چیز ایک واقعہ بن جاتی ہے۔ انسان اپنی ناکامی کو اپنے اوپر نہیں ڈالتا بلکہ کسی اور کے اوپر ڈال دیتا ہے اور کامیابی کسی اور کے حوالے نہیں کرنا چاہتا۔ ہمارا ہونا ایک خاص Time and Space یعنی ایک خاص زمان و مکان میں ہے۔ آپ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایسے ماں باپ کے ہاں پیدا ہو گئے ہیں جو آپ سے کم پڑھے لکھے ہیں' ان کے زمانے میں یہ سلیبس تو نہیں تھا' جدید علم تو اب آیا ہے۔ ان کے پاس تو غریبانہ وسائل تھے اور آپ لوگ بعد میں امیر ہوئے ہیں --- اس ماحول میں پیدا ہونا آپ کا اپنا کام نہیں ہے۔ یہ سارے کا سارا ہمارا اپنا کام نہیں ہے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ کسی خاص مشین نے یا Mechanical contrivance یعنی کسی مکینیکل عمل نے ہم کو اس زمان اور اس مکان میں ان لوگوں کے ہاں' اس انداز میں Project کیا اور ہم یہاں آ گئے اور ہمارا ہونا جو ہے وہ ایک مدت معلومہ تک ہے اور وہ معلوم بھی نامعلوم ہے۔ اور میں اس کو معلوم اس Sense میں کہہ رہا ہوں کہ وہ ایک مکمل اور مقرر شدہ وقت ہے جو نہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ۔ تو ہمارا ہونا اور اس ماحول میں ہونا ہماری اپنی Achievement بھی نہیں ہے اور ہماری اپنی خامی بھی نہیں ہے' بھیجنے والے نے ہمیں اس زمانے میں بھیجا' ایسے ماں باپ کے ہاں بھیجا اور ایسی کسمپرسی کے عالم میں بھیجا۔ پھر بھیجنے والے نے کمال یہ فرمایا کہ ایک وقت مقرر کر کے بھیجا کہ اتنے وقت کے بعد تمہارا ٹائم ختم ہو جائے گا۔ پھر اس بھیجنے والے نے آپ کے اندر ایک مشین لگا دی یعنی آپ کا ارادہ۔ ارادہ کو اگر آپ سمجھ

جائیں تو آپ تو ارادہ ساز ادارے بن جائیں۔ اگر کسی شخص کا ایک ارادہ ہو تو پھر ارادہ ناکام ہو جائے تو بھی کامیاب ہوتا ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبت کی کامیاب کہانیاں ناکام وصال کی کہانیاں ہیں۔ آپ محبت کے کامیاب قصے گن لیں۔ مثلاً" مجنوں اور لیلیٰ' دونوں ناکام ہو گئے لیکن محبت میں دونوں کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح ہیر رانجھا' دونوں ناکام ہیں لیکن پھر بھی کامیاب ہیں یعنی محبت کا قصہ کامیاب ہے لیکن دونوں ناکام ہیں۔ تو محبت کے کامیاب قصے جو ہیں وہی ہیں جن میں لوگ حاصل کرنے میں ناکام تھے۔ اسی طرح کامیابی ایک مقصد حیات کا ہوتا ہے' اگر وہ حاصل ہو جائے تب کامیاب اور اگر حاصل نہ ہو تو بھی کامیاب۔ تو کامیابی کیا ہے؟ کامیابی وحدتِ مقصد ہے اور کثرتِ مقاصد ہو جائے تو ناکامی لازم ہے۔ آپ کا دماغ یا آپ کا دل ہی کوئی ارادہ بناتا ہے اور یہ ایک ایسا اوازہ ہے جو آپ کا ارادہ بناتا ہے اور وہ ارادے اتنے ہوتے ہیں کہ اس زندگی میں مکمل طور پر ان کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے لہٰذا ارادہ کرنے والے ادارے نے آپ کو ناکامی سے آشنا کرایا۔ ہم جو کچھ بھی ہیں' ہم اپنے نہیں ہیں اور ہم اللہ کے ہیں اور ارادہ بھی اس نے دیا ہے۔ اس نے یہ حق دیا کہ میں ارادہ کرلوں مگر وہ ارادہ پورا نہیں کرتا تو پھر مالک ہے۔ اس نے کچھ دینے سے انکار کیا ہے تو آپ اس کا انکار قبول کرلیں۔ اگر پھر بھی نہیں دیتا تو بے شک نہ دے' ہزار مرتبہ نہ دے۔ اس طرح آپ کی زندگی تو ناکام ہو سکتی ہے لیکن آپ کا عمل کامیاب ہو جاتا ہے اور مبارک ہو جاتا ہے کہ آپ نے اللہ کے عمل کی تائید کر دی۔ اس طرح بھیجنے والا راضی ہو جاتا ہے۔ اگر آپ اپنے خیال

کا ایک نیا قلعہ بنالیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ مثلاً" آپ نے کوئی ارادہ بنایا۔ ارادہ بنانے والا اپنے ارادے کے علاوہ باقی کے امکانات سے ناآشنا ہوتا ہے کیونکہ اس کو شعور نہیں ہوتا۔ اس نے ایک ارادہ بنایا کہ فلاں کام کیا جائے مگر اس کام کے علاوہ کے امکانات کا اسے شعور نہیں ہے۔ تو ارادہ Known حاصلوں میں سے کسی ایک حاصل کو اپنے لئے پسند کرنے کا عمل ہے۔ حالانکہ جتنی دوسری Unknown یعنی نامعلوم چیزیں ہیں وہ آپ کے لئے زیادہ مفید ہو سکتی ہیں۔ آپ وسیع اور لامحدود امکانات میں سے اپنے ایک محدود امکان کو ارادہ کہتے ہیں اور ناکامی یہاں سے شروع ہوتی ہے ـــــ اگر ارادہ آپ نے کیا ہے تو پھر ذمّہ دار بھی آپ خود ہیں۔ اب آپ ذمّہ داری قبول کرلیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ آپ ارادہ کرتے ہیں، کسی چیز کو حاصل کرتے ہیں اور جب وہ حاصل ہو جاتی ہے تو آپ کا ذوق نظر بدل چکا ہوتا ہے۔ اس طرح آپ کا ارادہ خود ہی بدل جاتا ہے اور آپ اپنے حاصل سے آزردہ ہو جاتے ہیں۔ اب آپ اپنے حاصل سے پریشان نہ ہوں۔ اگر آپ لگن میں اور شوق میں سفر کے اندر مر بھی گئے تو بھی آپ کامیاب گنے جاؤ گے۔ جس کی لگن زندہ ہو وہ انسان کبھی ناکام نہیں کہلاتا۔ ناکام وہ کہلاتا ہے جو اپنا ارادہ بدل دے۔ وہ مسافر ناکام ہے جو سفر کی تمنا چھوڑ دے۔ اگر کوئی شخص جو ارادہ رکھتا ہے اور سفر نہیں کر سکتا تو یہ سفر کی ناکامی نہیں ہے بلکہ چانس کی ناکامی ہے۔ سفر کی تمنا اگر دل سے نکل جائے تو ایسا مسافر ناکام کہلائے گا۔ گویا کہ جب تک آپ کے پاس Justified ارادہ نہ ہو، آپ کی کامیابی بھی ناکامی ہے۔ بری بات کا ارادہ چاہے کامیاب ہو جائے وہ تب

بھی برا ہے۔ اچھی بات کا ارادہ چاہے ناکام ہو جائے' تب بھی وہ کامیاب ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ارادے کا اصل مقصد کیا ہے اور آپ اپنے آپ کو کس کا جواب دہ محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً" آپ نے ارادہ کیا کہ میں آسمان سے ستارے توڑ لاؤں گا مگر ناکام ہو گئے تو اب آپ کسی کے جواب دہ نہیں ہیں۔ آپ کا ارادہ اس وقت جواب دہ ہو گا جب آپ کا ارادہ اس کا حکم ہو گا۔ اگر آپ کا ارادہ اس اللہ کا حکم نہیں ہے تو یہ آپ کا از خود ارادہ ہے' آپ کی اپنی Will ہے بلکہ یہ آپ کی طرف سے Wilfully ہے' آپ کی مرضی سے ہے اور آپ جواب دہ دنیا کو ہو جاتے ہیں۔ تو یہاں سے آپ کی غلطی شروع ہو جاتی ہے۔ دنیا کو اس وقت جواب دہ ہونا چاہئے جب دنیا نے آپ کو یہ Dictation دی ہو کہ یہ کام کرو ---- اگر پیٹ میں درد ہے تو پھر آپ سنگریزے نہ کھانا۔ دنیا آپ کو Dictation نہیں دے گی بلکہ دنیا آپ کو راستہ دے گی Line of least resistance دے گی جیسے دریا سر رگڑتا رگڑتا چل پڑتا ہے اور سمندر کو جاتا ہے۔ تو ایک تو یہ راستہ ہے اور یہ طریقہ ہے۔ آپ ارادہ کر کے چل پڑیں۔ انسان ناکام ہونا یا ناکام کہلانا تب شروع کرتا ہے جب وہ دوسروں کے عمل کو Judge کرتا ہے پھر وہ ناکامی کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اگر انسان اپنے عمل کو Judge کرے تو پھر ناکامی نہیں ہو گی۔ کامیاب وہی ہے جس کا انجام کامیاب ہو۔ میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں کہ:

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھر یا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں پانی بھرنے چلی ہیں مگر کامیاب وہی کہلائے گی جو گھڑا بھر کے گھر واپس آئے۔ وقتی کامیابی بھی کیا کامیابی ہے۔ مثلاً" آپ نے ایک مکان بنایا' اسے کہا کہ یہ میرا گھر ہے' آسودگی ہے' عشرت کدہ ہے' محل ہے' اور شبستانِ آرزو ہے۔ آپ کے اس مکان میں جگمگاہٹ ہوئی' کھانے پکے اور شادیاں ہوئیں۔ سب آپ کو مبارک ہوں۔ پھر آپ کے اس شبستان آرزو میں فائنل رخصت کا وقت آ جائے گا۔ جس جگہ آسودگی تھی اب وہیں پر غم پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے مبارک لینے سے پہلے یہ نہ سوچا کہ اس مبارک کے بعد افسوس بھی آئے گا۔ یہ اتنا ملا جلا کام ہے کہ ہر ناکامی کے اندر ایک کامیابی ہے اور ہر ایک غم کے اندر ایک خوشی موجود ہے۔ اس لئے آپ کی Approach towards problem ایک سائیڈ کی ہے۔ دوسری طرف سے دیکھیں تو انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ پاتا ہے وہ تو صرف آتا ہے اور جاتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم سے آیا اور اس کے حکم سے جاتا ہے:

اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

تو بات کو سمجھنے کا ایک تو یہ طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ناکامی کی بات چھوڑو اور آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہو وہ کر کے جاؤ' عزم کر لو کہ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ اگر آپ ناکام ہو گئے اور ناکامی کو تسلیم کر لیا تو پھر یہ ناکامی نہیں ہو گی کیونکہ پہلے عزم پیدا ہوا' پھر اپنی ناکامی سمجھ آ گئی اور سرِ پُر غرور جو ہے وہ بے نیاز ذات کے سامنے جھک گیا — تو یہ بڑی کامیابی ہے۔ تو اصلی کامیابی کیا ہے؟ وہ جو سرِ پُر غرور تھا' وہ آج خدا کے سامنے جھکا پڑا ہے اور یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ گویا کہ ناکامی ہی کامیابی

بن گئی۔ اس لئے کامیابی یا ناکامی کا نام رکھنا آپ کے بس سے باہر ہے جب تک کہ آپ دیوار کے پرے کے واقعات کو نہ سمجھو۔ اگر ایک بزرگ غریب ہو تو ایک امیر آدمی جو بزرگ نہ ہو' وہ اسے کیا سمجھے گا؟ امیر آدمی اسے ناکام سمجھے گا حالانکہ اس غریب بزرگ کی ناکامی پر اس امیر آدمی کی ہزار کامیابیاں نثار ہیں۔ اسی طرح آپ کے پرانے خیال کے ماں باپ ہی کامیاب ہیں اور آپ ان کی بگڑی ہوئی اولادیں ہیں۔ آپ لوگوں کو ان کے پاس ہی جانا ہے۔ لیکن آپ تو ناکام ہو کر جا رہے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا حسنِ خیال کامیابی ہے لیکن کامیابی وہ ہے جو اللہ کے ہاں کامیابی ہو ـــــ محبت میں دو انسانوں کے قرب کو کامیابی کہتے ہیں۔ اگر محبت کرنے والے محب سے کہا جائے کہ ایک طرف محبوب ہے اور دوسری طرف سلطنت ہے تو تم بتاؤ کہ تاج قبول کرو گے یا دل کا مہاراج قبول کرو گے۔ وہ آدمی کہے گا کہ میں نے بادشاہت کیا کرنی ہے' مجھے تو محبوب چاہئے۔ تو محبت والا تاج بھی چھوڑ دے گا۔ تو محبت کی دنیا میں کامیابی یہ ہے کہ اسے محبوب مل جائے اور بادشاہت کی دنیا میں وہی شخص ناکام ترین ہے۔ اب آپ دیکھو کہ جو کامیاب آدمی ہے اس کے پیچھے ناکامیوں کا ذخیرہ ہے۔ اور تو اور' آپ پیغمبروں کو دیکھو' موسیٰؑ کو ہی دیکھ لو' بچپن سے ہی گھر نہ ملا بلکہ ساری عمر گھر نہ ملا' طوفانوں سے لڑتے رہے مگر وہ کامیاب ہیں کہ کتاب بھی ہے اور پیغمبر بھی ہیں۔ دنیا کے لحاظ سے کامیابی فرعون کے پاس ہے کہ وہ بادشاہ ہے اور اس کے پاس تاج و تخت ہے لیکن اس کا انجام برا ہے' انجام صرف موسیٰؑ کا اچھا ہے۔ گویا کہ جسے آپ کامیابی کا شعور کہہ رہے ہیں اسی کا نام عذاب ہے ـــ اب

آپ یہ بتائیں کہ آپ سے پہلے تاریخ میں کیا کوئی ایسا انسان آیا ہے جسے آپ ہمہ حال کامیاب کہہ سکیں۔ آپ سب کہیں گے کہ ہمارے حضور پاک ﷺ۔ تو آپؐ ہماری کامیابی کا معیار ہیں اور Norm ہیں۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اللہ یہ کامیابی دے اور آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہو جائے۔ اگر آپؐ کے ہاں چار وقت کا فاقہ ہے تو تم دو وقت کا فاقہ تو ضرور کرو۔ مگر آپ لوگ بھوک برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے اپنی زندگی اس زندگی کے قریب کرنی ہے تو صفت صفت کے قریب ہو گی تب ہی نتیجہ نتیجے کے قریب ہو گا اور اگر آپ لوگوں نے وہ صفت جدا کر دی تو سب لوگ ناکام ہو گئے۔ حضور پاکؐ کی زندگی تو یہ ہے کہ ایک شام کا وقت ہے اور آپؐ پیوند لگا رہے ہیں کیونکہ آج رات آپؐ نے اللہ کے پاس جانا ہے' معراج شریف کی رات ہے۔ گویا کہ کامیابی عروج کا نام ہے اور لباس کا نام نہیں ہے۔ ہمارے ہاں لباس کامیابی کا نام بن گیا ہے۔ آپ مزید دیکھیں کہ یہاں پر کون کامیاب ہے؟ دنیاوی لحاظ سے روس بڑی کامیاب قوم ہے لیکن آپ کے ایمان کے مقابلے میں روز محشر اس قوم کا کیا انجام ہے؟ وہ لوگ دنیا کی ہزار خدمت کریں لیکن خدا اور دین کے حوالے سے تو ملحد ہیں اور ان کا انجام خدا نے بتا دیا ہے۔ اسی طرح یہودی اچھی قوم ہے' ان کے پاس آسائش ہے' آسانی ہے' پیسے کی فراوانی ہے' رنگ روپ کی بھی کمی نہیں ہے' دماغ کی بھی کمی نہیں ہے' سب کچھ ہے مگر اللہ کے مطابق یہ قوم ظالم ہے اور گمراہ ہے۔ اسی طرح آج کل مسلمانوں میں ابتری ہے' ان میں کوئی خوبی اور کوئی صفت نہیں

ہے اور غریب بھی ہیں' اور یہودی امیر ہے۔ اب آپ کے نزدیک ایمان والا غریب اچھا ہے یا امیر یہودی؟ سب یہی کہیں گے کہ ایمان والا غریب ـــ گویا کہ یہ غریبی کامیابی کی دلیل ہے بشرطیکہ تقرب الٰہی ہو۔ تو کامیابی کیا ہے؟ اللہ کا تقرب۔ کامیابی' ارادے کی کامیابی نہیں ہے۔ ارادہ آپ کی اپنی ذات کے ساتھ Commitment ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عین ممکن ہے تم وہ چیز پسند کرو جو تمہارے لئے نقصان دہ ہو اور وہ چیز پسند نہ کرو جو تمہارے لئے فائدہ مند ہو۔ اس لئے اگر ارادہ آپ نے کیا تو کامیابی کا فیصلہ بھی آپ ہی کریں گے۔ اس لئے آپ یہ دیکھو کہ زندگی چار دن کا میلہ ہے اور آپ اس کو اللہ کے حوالے سے طے کر لو۔ کہیں ایسے ارادے نہ کر لینا کہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے۔ اکثر اوقات انسان اپنے راستے میں خود دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جاگنے والا سو جائے اور سونے والا جاگ جائے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ سونے والا جاگنے والے کے برابر ہو جائے۔ ایک وقت تھا کہ آپ کے لئے اچھی صحت کا ثبوت جاگنا تھا اور اب اچھی صحت یہ ہے کہ آپ کو نیند مل جائے۔ اسی طرح ایک اچھا وقت تھا جب معدہ آسودہ تھا اور اب معدہ خوراک سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اب سارے واقعات الٹ ہو گئے ہیں۔ گویا کہ کامیابی بدلنے والے معیار کا نام ہے اور یہ معیار ہر دور میں بدلتا رہتا ہے۔ پہلے آپ کو ایک چیز معلوم ہوتی ہے کہ یہ کامیابی ہے' لیکن جب اس سے اگلی چیز معلوم ہوتی ہے تو پھر کہتے ہیں کہ اب صحیح پتہ چلا ہے۔ پہلے انسان بچپن کو کامیاب سمجھتا ہے' پھر سکول لائف کو کامیاب سمجھتا ہے مگر آگے جا کر احساس ہوتا ہے کہ ابھی

تو بہت سی زندگی پڑی ہوئی ہے حتیٰ کہ زندگی سے رخصتی کا وقت آ جاتا ہے اور انسان کہتا ہے کہ رخصتی کامیاب ہونی چاہئے۔ تو اصل کامیابی کیا ہے؟ اچھی طرح رخصت ہونا۔ کامیابی یہاں پر آمد نہیں ہے۔ تو اب سوال یہاں پہنچا کہ جب انسان ارادہ باندھتا ہے تو پھر عمل پیدا ہوتا ہے اور انسان سوچتا ہے کہ ہم اپنے عمل کے کس حد تک ذمہ دار ہیں اور کس حد تک ارادہ جو ہے وہ عمل کو پیدا کرتا ہے اور اس کامیابی کی دنیا میں ناکامی کیا ہوتی ہے؟ دنیا میں کوئی ناکامی نہیں ہے۔ ناکامی آپ کی ناکامی تسلیم کرنے کا نام ہے۔ اگر آپ انسانوں کو Answerable ہو تو انسانوں کو حکم کہو اور انہیں ارادہ نہ کہو ورنہ انسان ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام تب ہوتا ہے جب انسان کی کسی دوسرے کے ساتھ Commitment ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ Commitment اور ارادہ کیا اور یوں ناکام ہوا۔ اس طرح آپ کے ارادے کی غلطی آپ کے سامنے آ جائے گی۔ انسان ناکام نہیں ہوتا بلکہ اسے پتہ چلتا ہے کہ فلاں مقام پر میں نے غلطی کی ہے' Fault کر گیا۔ اگر غلطی کی سمجھ آ جائے تو یہ تو بڑی کامیابی ہے۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا اور شادی کر لی۔ ارادہ بھی صحیح تھا اور عمل بھی صحیح ہے لیکن نتیجہ غلط نکلا۔ بات یہ ہے کہ نتیجہ قبول کرنے کا آپ کے پاس حوصلہ نہیں ہے۔ آپ پہلے دن سے ہی ناکام تھے۔ چھوٹا دماغ جب فیصلہ کرتا ہے تو جسے کامیابی کہتا ہے' وہ بھی ناکامی ہے مثلاً" آپ نے کسی کے ساتھ Commitment کرلی کہ ہم دوست ہیں اور کچھ عرصہ بعد آپ نے دیکھا کہ اس کے اندر کچھ صفات غلط نکل آئیں تو بے شک غلط ہوں مگر آپ اسے دوست کہہ چکے

ہیں اور آپ کا اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کے ساتھ یہ وعدہ نہیں ہوا تھا کہ اگر تم اچھے رہو گے تو ہم تمہارے ساتھ اچھے رہیں گے۔ تو گویا کہ انسان وہاں بھی ناکام نہیں ہوتا۔ ناکام کب ہوتا ہے؟ جب دنیا کو Answerable ہو۔ مثلاً" لوگوں کو دکھانا چاہیئے کہ میں نے یہ مکان بنایا ہے تو دنیا کہے گی یہ کوئی چیز ہے جو تم نے بنائی ہے۔ اگر شادی بڑی دھوم دھام سے کی ہے تو لوگ کہیں گے کہ یہ کیا شادی ہے۔ تو آپ یہ خیال ضرور رکھو کہ جو شخص آپ کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا ہے' وہ بھی کسی کا منظور نظر ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ سنبھلو اور اگر اللہ کی طرف چلو تو کوئی ناکامی نہیں ہے اور اگر اپنی طرف چلو تو یہ آپ کا اپنا ارادہ ہو گا اور پھر ناکامی ہوگی۔ اب اس Life میں نہ کوئی انعام ہے' نہ سزا ہے' نہ کامیابی ہے اور نہ کوئی ناکامی ہے' حرف وجوہات کے نتائج ہیں۔ اگر اس دماغ سے چلو تو صرف نتائج ہیں جن کو Consequences کہتے ہیں اور اگر اللہ کی طرف سے چلو تو نہ آپ کا عمل ہے اور نہ آپ کا نتیجہ' نہ آپ کی نیّت ہے اور نہ ہی آپ ذمّہ دار ہوں گے۔ پھر آپ کہیں گے کہ یا اللہ تیری دنیا ہے' تیرا عمل ہے' تیرے امکانات ہیں' تو نے بھیجا ہے' بازار بھی تیرے ہیں' خریدار بھی تیرے ہیں' سودے بھی تیرے ہیں اور سب کچھ تیرا ہے۔ اس طرح آپ سمجھیں کہ آپ بچ گئے۔

سوال :

کیا انسان کسی قسم کی Passive Existence کے لیئے آیا ہے اور اس کے اندر اس کا اپنا کوئی دخل نہیں؟

جواب :

نہیں' انسان کا بڑا دخل ہے۔ غالب نے کہا ہے کہ ۔

دل ہر قطرہ ہے ساز اناالبحر
ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اس شعر کو کہنے والا شعر کی دنیا کا بادشاہ ہے۔ یہ جس کو آپ Passive existence کہہ رہے ہیں' یہ بیان کرنے والے پیغمبر بھی ہوئے جو اس کے ارادے پر چلنے والے تھے۔ پیغمبر اتنا سادہ عمل فرماتے ہیں کہ آنے والے بڑے Advanced اور سائینٹیفک ٹیکنیک والے زمانے کے آپ جیسے لوگ بھی آج ان کا کلمہ پڑھتے جارہے ہیں۔ پیغمبرؐ آج سے چودہ سو سال پہلے کی دنیا میں رہنے والے' اور آج کا انسان کلمہ پڑھتا جارہا ہے۔ یہ ہے کمال کی بات! آپؐ کی زبان سے نکلا ہوالفظ' چودہ سو سال پرانی تہذیب کا ہے مگر یا تو قرآن ہے یا پھر حدیث ہے۔ لوگوں نے یہ زندگی بیان کی ہے' وہ سارے کے سارے Great ہوئے۔ راز یہ ہے کہ پہلے آپ اللہ سے دوستی کرلو۔ پھر آپ اللہ سے مل کر ایک ارادہ بناؤ' پھر وہ حکم کردے گا کہ یہ کرلو۔ آپ اسے اپنا ارادہ کہو گے' کامیابی تک لے جائے' ' تب فضل ہوگا اور ناکامی تک لے جائے' تب بھی فضل ہو گا۔ مثلاً" کربلا کا میدان آپ دیکھیں' اس میں کامیاب کون تھا؟ فاتح پارٹی ہی کامیاب ہوتی ہے لیکن یہاں اور طرح کی کامیابی پیدا ہو گئی بلکہ عجیب طرح کی کامیابی پیدا ہوگئی۔ تو یہ کامیابیاں اور طرح کی ہیں۔ اگر آپ اللہ کے ساتھ بحث کرنی چھوڑ دو اور آپ مان لو کہ میرے ذہن میں جو سکیم آئے گی' یہ ذہن تو میرے ساتھ Trick کر جائے گا' دھوکا کر جائے گا' یہ

ذہن تو اس کا بنایا ہوا ہے' میرا نہیں اور ایک دن Misguide ہو جائے گا۔ ذہن تو اس نے بنایا ہے اور وہ بہتر جانتا ہے کہ اس ذہن کا کیا استعمال ہو سکتا ہے۔ تو اسی سے مدد مانگو جس نے مشین بنائی ہے' وہی بتا سکتا ہے کہ یہ کیسے Manipulate ہو گی۔ آپ کو تو سمجھ نہیں آئے گی' جب بھی کچھ کرو گے آپ کا دماغ الٹا ہی کرے گا' جب بھی دیکھو غلطی ہی کرے گا۔ لہٰذا آپ مشین ساز ادارے کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ یہ مشین کیسے کام کرتی ہے' اس مالک سے پوچھو کہ میرا دل تو مجھے بڑا ہی پریشان کرتا ہے' ہر بار ہی بیٹھ جاتا ہے' ہر بار ہی کوئی تماشہ کرتا رہتا ہے' یہ کیسے تقویت میں آئے گا؟ وہ بتائے گا کہ یوں یہ بات کرو' پسند کرنے کا یہ طریقہ ہے اور ساتھ دینے کا وہ طریقہ ہے' ہر پسند کا ساتھ نہیں دیتے اور بعض اوقات ساتھ دینے والی چیز پسند بھی نہیں ہوتی۔ آپ اس مشین کو اس کے حوالے سے سمجھیں گے تو پھر بات اور طرح سے سمجھ آئے گی۔ اللہ کو یہ نہ کہنا کہ میں ناکام ہوگیا' میرا کیا قصور ہے؟ یہ تو بحث والی بات ہے۔

سوال :

اللہ سے دوستی کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :

اللہ سے دوستی یہ ہے کہ آپ کامیابیوں کو اس کی رضا کے قریب رکھو۔ اللہ نے اپنی پسند بھی بیان کردی ہے اور ناپسند بھی بیان کر دی ہے کہ یہ " عدو اللہ " ہے یعنی کہ یہ میرا دشمن ہے' یہ میرا گھر ہے " بیت اللہ " یہ میرا رنگ ہے " صبغت اللہ " یہ میرا چہرہ ہے " وجہ اللہ "۔

راز سارے اس نے بتا دئے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگی کو اس کے قریب رکھو اور اسی فارمولے کے مطابق چلو۔ اب اگر آپ اپنی زندگی اس کے اندر رکھو گے تو آپ کو مسئلہ سمجھ آجائے گا۔ آپکے خیال میں جو لوگ اللہ کے مقرب ہوکر گزرے ہیں' ان کی زندگی کو نمونہ بنالو۔ اللہ سے دوستی کرنی ہے تو اس کے دوستوں سے دوستی کرلو' اس کے دیکھنے والے کو دیکھو تو سمجھو کہ وہ دیکھا گیا۔ دوستی کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے ملو جو اللہ کے دوست ہیں۔ یہ نہ ہو کہ

عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

کہ ہمارے پاس زندگی گزارنے کا طریقہ West سے آیا ہوا ہو اور عاقبت ہم East کی ڈھونڈ رہے ہوں۔ اس لیے یہ بات کہنا ضروری ہے۔ یا پھر یہ کہو کہ یا اللہ ہمیں یہاں کی کامیابی دے دے' آگے کی ناکامی کا دیکھا جائے گا کیونکہ ہمیں پرواہ نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کوئی بھی یہ کہنا Afford نہیں کرسکتا۔ ابھی آپ راستے میں ہو اور سوچ رہے ہو کہ یہاں ہنسائی نہ ہو جائے اور آگے جو ہو گا وہ دیکھا جائے گا۔ جس طرح آپ عاقبت میں اور آخرت میں ہونا چاہتے ہیں وہ یہاں ہو جائیں۔ آپ کی عاقبت کن لوگوں کے ساتھ ہونی چاہئے؟ ان لوگوں کے ساتھ یہاں بھی رہو۔ اس کا ساتھ ہرگز نہ دو' آپ کے خیال میں جس کی عاقبت خراب ہے۔ اس طرح اللہ سے دوستی شروع ہو جائے گی۔

سوال :

آپ نے فرمایا کہ اللہ سے دوستی کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے

دوستوں سے دوستی کرلی جائے' تو ہماری نظریں' ہمارے فکر میں' ہمارے زمان و مکان میں ہمیں تو آپ اللہ کے دوست نظر آتے ہیں اور آپ اتنے کم آمیز ہیں کہ Generally آپ سے دوستی لگانا مشکل ہے!

جواب :

کم آمیز ہونے کی بات نہیں ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ نے کیا Find کیا ہے اور کیا Findout نہیں کیا۔ ہم آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ دوستی لگانے کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کی پسند کا کوئی عمل اپنی زندگی میں رائج کرکے اس کو راضی کرو۔ آپ تو یہ کہتے ہیں کہ کبھی دن کے وقت مل جائیں تو' پھر ہم آپ کو راضی کرکے دکھاتے ہیں۔ تو آپ کوئی عمل ایسا کر جائیں کہ آپ کی بات پسند آجائے۔ اس طرح دوستی قائم ہوسکتی ہے۔

سوال :

سر! آپ کو کیا پسند ہے؟

جواب :

مجھے وہ شخص بہت پسند ہے جو کسی شے کا کسی شے کے سامنے گلہ نہیں کرتا ہے۔ جس کی زبان پر گلہ نہیں آیا وہ مجھے بہت پسند ہے۔ جو بیوی خاوند کے لیے "ستار العیوب" ہے' مجھے وہ پسند ہے۔ جو خاوند بیوی کا پردہ رکھنے والا ہے' مجھے وہ پسند ہے۔ جو اپنی چاہت کے نہ حاصل ہونے کے باوجود صبر کرتا ہے' مجھے وہ آدمی پسند ہے۔ جو نالائق بیوی کے ساتھ اپنی دانائی کا ثبوت دیتے ہوئے گزارہ کرتا ہے' مجھے وہ آدمی پسند ہے۔ جو بیوی رکھتے ہوئے دوسری بیوی کی تمنا رکھتا ہے' اس کے واسطے

بڑا خطرہ ہے۔ میری پسند تو بڑی آسان ہے۔ میری پسند اب واضح طور پر سامنے آگئی ہے۔ آپ سارے ایک کام کرو کہ آپ لوگ گلہ چھوڑ دو اور دوسروں کو Judge کرنا چھوڑ دو۔ Judgement صرف اپنے بارے میں دو۔ اس نے کیا کیا اور اس نے کیا نہ کیا' یہ تنقید اور تائید چھوڑ دو۔ چلو کچھ عرصہ ہی کے لیے چھوڑ دو۔ یہ وعدہ کرلو تو یہ بات مجھے بہت پسند ہے۔ یہ تو بیان کی حد تک کی بات ہے اور جب آپ اس شعبے میں سفر کرو تو خود بخود سمجھ آتی جائے گی کہ کسی کی پسند کیا ہوتی ہے اور ناپسند کیا ہوتی ہے اس لیے کوئی شخص اگر اپنی ایک پسندیدہ صفت بیان کرے تو وہ کبھی گروہ سے یا اجتماع سے خطاب نہیں کر سکتا کیونکہ ہر انسان سے اس کے مطابق بات ہو گی۔ جو شخص ایک اجتماع سے مخاطب ہو اس کے پاس ایسی بات ہونی چاہئے کہ وہ ہر ایک سے مخاطب ہوسکے۔ ایک شخص کے اندر موجود صفت کے مطابق وہ بات اور واقعہ میرے پاس ہے۔ مثلاً" میں آپ کو اور آپ کے ساتھی کو بیک وقت راضی رکھ سکتا ہوں' آپ شاید راضی نہ رکھ سکیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ دونوں میں صداقت ہے اور رفاقت ہے لیکن اکثر اوقات آپ دونوں ایک دوسرے کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ اپنے ساتھی کو راضی رکھو۔ ایک کام ضرور کرو' آپ اللہ پر راضی ہونا شروع کردو اور اس زندگی گلہ نکال دو۔ یہ چھوٹا سا کام ہے اور آپ ضرور کرو۔ پھر آپ کی زندگی میں نیا شعبہ پیدا ہوجائے گا۔

سوال :

اگر میں کسی کا گلہ چھوڑدوں تو آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نے

گلہ چھوڑ دیا اور آپ مجھ پر کیسے راضی ہو جائیں گے؟

جواب :

میں اس لیئے راضی ہوجاؤں گا کہ آپ کے اندر یہ صفت چھوڑنے سے فوری طور پر ایک اور صفت پیدا ہوجائے گی جو میری پسند کی ہے اور چمک ہے' میں اس کو فوراً" پہچان لوں گا کیونکہ وہ ایک ایسی چیز بن جائے گی جس چیز کے لیئے فوری طور پر آپ کو کچھ دینا لازم ہو جاتا ہے مثلاً" کوئی بندہ اگر ناواقف ہو اور شکل سے مظلوم لگے تو آپ اس کے پاس کھڑے ہوکے پوچھیں گے کہ بھئی کیا خدمت کریں تیری۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ناواقف تھا اور شکل سے معصوم لگا تو آپ کہیں گے بھئی میرے لیئے دعا کرو۔ وہ ناواقف کا ناواقف رہا لیکن آپ کا کام کر گیا۔ تو اسی طرح پتہ چل جاتا ہے کہ کون کیا کر رہا ہے۔

ایک بچہ مار پڑنے پر روتا تھا۔ ایک دن باپ نے اسے بہت مارا' لیکن بچہ رویا نہیں۔ باپ نے اسے مارنا بند کر دیا اور کہا کہ بیٹے یہ لو مکان کی چابی کیونکہ اب تو بڑا ہو گیا ہے۔ تو بچے نے جب رونے کا عمل ترک کر دیا تو فوراً" اس کا مزاج بدل گیا۔ گویا کہ ہر آدمی کا پتہ چل جاتا ہے کہ اس آدمی کے اندر کیا صفت پیدا ہو گئی۔ اور یہ صفت Receive کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو مانگتے نہیں ہیں مگر انہیں دینے کو آپ کا ہاتھ خود بخود جیب میں چلا جاتا ہے۔ تو ایسا شخص بغیر سوال کے بھی سائل ہوتا ہے۔ تو ایسے مسائل کا پتہ چلتا ہے اور ضرور پتہ چلتا ہے' ہزار بار پتہ چل جاتا ہے کہ یہ جھگڑالو آدمی ہے' یہ بے وقوف انسان ہے' یہ دانا انسان ہے' یہ زیرک

ہے' یہ چالاک ہے' مکّار ہے اور اس کے چہرے کے اوپر سب لکھا ہوا ہے کہ اس میں ظاہر باطن کا فرق ہے اور یہ مجرم ہے ------ تو ہر کسی کا پتہ چل جاتا ہے۔ سب کا پتہ چلتا ہے۔ پتہ ضرور چل جاتا ہے۔

سوال :

مگر سر! آدمی دھوکا بھی تو کھا سکتا ہے!

جواب :

آدمی دھوکا کھائے اور ہزار بار کھائے کیونکہ دھوکا کھانا ہی تو دانائی ہے۔ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے سوچا کہ کمرے میں شیر ہوگا لیکن میں وہاں گیا تو بلی تھی' اب آپ ہی بتاؤ کہ کیا یہ دھوکا ہے؟ یہ دھوکا نہیں بلکہ آپ کو حقیقت مل گئی۔ اگر بلی کی بجائے کبوتر نکل آیا تو سمجھو کہ آپ کو حقیقت مل گئی۔ واہمہ دور ہو گیا تو سمجھو کہ حقیقت مل گئی۔ جب حقیقت مل گئی تو آپ کا تصور ختم ہو گیا اور حقیقت آپ کے پاس آگئی۔ اگر کوئی کہے کہ "میں نے سوچا تو تھا مگر یوں تو نہیں سوچا تھا" سمجھو کہ اب نئی سوچ پیدا ہو گئی۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ "میں نے دیکھا تھا مگر یوں تو نہیں دیکھا تھا" سمجھو کہ اب نیا دیکھنا پیدا ہو گیا۔ اس طرح آپ Improvement کرتے ہیں اور یہی Improvement کا طریقہ ہے دانائی آپ کو اس وقت حاصل ہوتی ہے جب آپ اپنی نادانی کا تدارک کر لیتے ہیں جب انسان یہ کہے کہ "میری غلطی تھی" تو سمجھو کہ وہ بڑا دانا ہو گیا جو یہ کہے کہ "میں معافی چاہتا ہوں' میں آپ کو غلط سمجھا تھا"۔ اب یہ شخص سیانا ہو گیا۔ "یہ بات بالکل ہی غلط تھی"۔ اب وہ شخص ذرا Frank ہو گیا۔ جب کوئی یہ کہتا ہے کہ "میں کسی قابل

نہیں ہوں" تو اصل میں وہ کچھ قابل ہونے لگا ہے۔ جب یہ کہے کہ "ہم کس شمار میں ہیں اور اللہ کی مخلوق میں ہمارا کیا مقام ہے" تو وہ شخص دینی طور پر آگے آگیا۔ اگر یہ کہے کہ "سگِ تو' بندہ تو"۔ تو وہ اور مقام پر آ گیا۔ جب یہ کہے کہ " سگِ کوئے شیر یزدانم" تو وہ خود کو سگ کہہ کے شیر یزداں تک جا پہنچا۔ جب یہ کہے کہ "حیدریم قلندرم مستم" تو وہ قلندر ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی Improvement ہوتی ہی انہی باتوں سے ہے' یہ ناکامیاں نہیں ہیں بلکہ عروج ہے۔ تو عروج کا طریقہ یہ ہے کہ پہلا دوست ملا تو تجربہ ملا۔ دوسرا دوست ملا تو پھر تجربہ ملا۔ تیسرا دوست ملا تو تھوڑی سی استقامت ملی۔ چوتھا دوست ملا تو پھر Trial and error ہوا پانچواں دوست ملا تو وہ زندگی میں بھی اپنا ہے اور زندگی کے بعد بھی اپنا رہے گا۔ تو یہی Trial ہے اور اسی طرح Improvement ہوتی ہے۔ اس میں دھوکا کھانے کی کوئی بات نہیں بلکہ اس طرح آدمی سیکھتا ہے اور کچھ حاصل کرتا ہے۔

سوال :

اگر برداشت ایک حد سے بڑھتی چلی جائے تو بے غیرتی بن جاتی ہے.....

جواب :

یہ صرف فقرہ ہی ہے۔ اس حد سے آگے برداشت ہو ہی نہیں سکتی جس کو آپ بے غیرتی کہہ رہے ہو۔ غیرت اور بے غیرتی ایسے الفاظ ہیں جن کے ذریعے آپ دوسرے کو اپنی ذات تک Involve کرتے ہیں جب انسان اپنی ذات میں غیرت والا ہو تو غیرت کی حد سے آگے اگر واقعہ

ہو گا تو یا تو وہ مجذوب ہو جاتا ہے یا پھر مر جاتا ہے' انسان بے غیرت نہیں ہو سکتا۔ ہم لوگوں کو بے غیرت کہتے ہیں مگر کوئی شخص بے غیرت نہیں ہوتا۔ جو بے غیرت نظر آ رہا ہوتا ہے اصل میں اس کی غیرت ہی کوئی نہیں ہوتی۔ ایک آدمی اگر اپنی بہو بیٹیوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتا ہے اس میں غیرت تو نہیں ہے۔ اب آپ اس کو بلاوجہ غیرت دلا رہے ہیں جبکہ اسے تو غیرت کا پتہ نہیں ہے۔ غیرت مند انسان جو ہے وہ اپنی غیرت کی حد تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاتا ہے۔ غیرت دوسرا شخص دلاتا ہے اور دوسرا جب غیرت دلاتا ہے تو یہ اس شخص کا حکم بن جاتا ہے اور وہ غیرت نہیں ہوتی۔ اس طرح لوگ دوسروں کے کہنے پر جوش میں آ کر قتل کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں غیرت کی سمجھ نہیں ہوتی غیرت کے پیمانے مختلف لوگوں کے لیے مختلف ہوتے ہیں۔ ایک ملک میں بہو کی کمائی کھانا بے غیرتی ہے اور دوسرے ملک میں جائز ہے۔ اسی طرح بیوی کی کمائی کھانا حرام گنا جاتا ہے لیکن اس کی تنخواہ کا استقبال کیا جاتا ہے۔ تو یہ غیرت اور بے غیرتی کے مضمون ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آج کل بچے ماڈرن ہو گئے اور بڑی شوخیاں کرتے ہیں اور یہ بڑی بے غیرتی ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ ہم کیا کہیں یہ بچے ہیں اور کھیل کود رہے ہیں۔ آج کل ماں باپ منہ چھپاتے پھر رہے ہیں کہ بچے غیرت کے مضمون سے آزاد ہو گئے ہیں۔ تو یہ ساری Relative بات ہے۔ غیرت ہم اس بات کو کہیں گے جو آپ سے برداشت نہ ہو۔

سوال :

سر! پھر برداشت اور صبر کیا لفظ ہیں اور اگر سارے لفظ

Relative ہیں تو پھر بات کہاں جا کے ٹھہرے گی۔

جواب :

ہر چیز Relative ہی ہے بلکہ جو God کا' خدا تصوّر ہے وہ Relative ہے۔ اگر سو آدمی سجدہ کرنے والے ہوں تو سارے ساجد نہیں گنے جاتے۔ آپ ذاتی طور پر ایک اکائی ہیں۔ آپ کا خدا آپ کا مسجود ہے اور ایک اور شخص جو سجدہ کر رہا ہے وہ دھوکا باز بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کے سجدے کو آپ خدا کا سجدہ نہ کہنا۔

سوال :

ہم دوسروں کو Judge ہی تو کر رہے ہیں؟

جواب :

میں تو منع کر رہا ہوں کہ دوسروں کو Judge نہ کرو' ان کو اپنے معیار سے نہ جانچو۔ میں منع کر رہا ہوں اور آپ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ دوسروں کو Judge کرنے کی بجائے اپنے آپ کو دیکھو۔ کیا آپ نے سجدہ کیا؟ کیا آپ اللہ کے حکم پر راضی ہوئے؟ کیا آپ نے اللہ کے کہنے پر اپنی اصلاح کی؟ کیا آپ اور اللہ ایک طرف ہی جا رہے ہیں؟ کیا آپ اور اللہ دونوں ساتھ ساتھ ہی چلے جا رہے ہو۔ کبھی آپ کی بات وہ مانتا ہے اور کبھی اس کی بات آپ مانتے ہو۔ یہ آپ کا اللہ سے تعلق ہے کہ آپ اس سے بات کر لیتے ہو۔ اگر آپ اللہ کو اب Answerable ہو' جواب دہ ہو تو آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اب آپ کو اور کیا چاہئے۔

سوال :

کیا میں اور میرا خدا' میرا ذاتی مسئلہ ہے؟

جواب :

آپ کے ساتھ خدا کا مسئلہ تو ذاتی ہے لیکن خدا نے اور کائنات نے آپ کو ایک صفت کے ذریعے Project کرنا ہے اور وہ ہو رہا ہے۔ آپ یہ نہ کہنا کہ آپ اللہ کے کارخانے کو ٹھیک کرنے لگے ہیں۔ ٹھیک کرنے کی صفت بھی اللہ دے گا وگرنہ آپ نے خود کچھ کیا تو یہ ہلاکت ہے۔ He has made you in that way یعنی اس نے آپ کو ایسا بنایا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی ہے' وہ کچھ کرنا چاہتا ہے مگر تاریخ میں آنے والے لوگوں کی صورتیں کچھ اور ہوتی ہیں اور جس کی وہ صورت نہ ہو' اس کا تاریخ کے عمل میں داخل ہونا فضول ہے۔ اب آپ اپنے اللہ سے پوچھو کہ یا اللہ میرے اندر کیا صفات ہیں۔ اس طرح آپ اپنی صفت Determine کریں گے' معلوم کریں۔ جب اللہ آپ کو زمانے میں Project کرے' ظاہر کرے تو آپ زمانے میں آ جائیں اور اگر تنہائی میں لے جائے تو آپ تنہائی میں چلے جائیں؟

سوال :

تو کیا اللہ تعالیٰ اس طرح سے بتاتا ہے؟

جواب :

ہاں! وہ بالکل بتاتا ہے بلکہ آپ کے سارے قواء بتاتے ہیں' سارے جوارح بتاتے ہیں اور آپ کی نگاہ بتاتی ہے کہ یہ سارا نظارہ اللہ کا ہے۔ آپ کا ذہن بتاتا ہے کہ عروج فکر کیا ہے۔ آپ کا دل بتاتا ہے کہ محبت نامہ کیا ہے۔ اللہ' پہچان کی سرحد کا نام ہے۔ پھر آپ اپنی ذات کی Domain اور سرحد تک جائیں تو اللہ کی سمجھ آ جائے گی۔ وہ اس

طرح بتاتا ہے۔ پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ اگر گھوڑا ہے تو گھاس کھائے' گدھا ہے تو دولتیاں مارے اور اگر شیر ہے تو گرج لگائے یعنی کوئی جو کچھ ہے وہ اپنا وہ کام کرے اور وہ جو کچھ نہیں ہے' وہ ہرگز نہ کرے کیونکہ یہ اس کی صفت نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی Serious ہے' سنجیدہ ہے تو سنجیدہ بات کرے گا اور Non-serious یعنی غیر سنجیدہ ہے تو Non serious بات کرے گا۔ تو جو مسخرہ ہے وہ مسخرہ ہو گا اور جو شاعر ہے وہ شاعر ہو گا' خاموش رہنے والا خاموش رہے اور بولنے والا بولتا چلا جائے گا۔ اس طرح سب کا پتہ چل جاتا ہے اور یہ اللہ بتاتا ہے۔

سوال :

ہم سے وہ کیسے بات کرے گا؟

جواب :

آپ نے ابھی تک لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے اور اب اپنا مشاہدہ کرو۔ اب آپ اپنے آپ کو تھوڑا سا وقت دیں تو سمجھ آئے گی۔ آپ اپنی زندگی لوگوں کے لئے ضائع کرتے جا رہے ہیں' اب تھوڑی سی زندگی اپنے آپ کو بھی دیں۔ چار دن اکیلے بیٹھو اور اپنے آپ کے ساتھ بات کر کے دیکھیں۔ پھر آپ اپنے باطن سے کہیں گے کہ نہ تو نے مجھ سے بات کی اور نہ میں نے تجھ سے بات کی' اب وقت آگیا ہے کہ آپس میں بات ہی کر لی جائے۔ تو سب کے ساتھ تو آپ بات کرتے ہیں لیکن اپنے ساتھ آپ بات ہی نہیں کرتے اور اس کا آپ کو ابھی تک ٹائم نہیں ملا۔ کبھی یہ کر کے دیکھیں۔

سوال :

میں خود سے جب مخاطب ہوتا ہوں تو خود کو کوستا رہتا ہوں؟

جواب :

آپ خود پر تنقید کی بجائے اپنے Self کی اصلاح کر کے آگے نکلیں اور عمل میں داخل ہو جائیں۔ پھر ندامت کیا ہے اور شرمندگی کیا ہے؟ ندامت کو چھوڑو' یہ کام کرنے والا نہیں ہے' اب کوئی نیا کام کرو۔

سوال :

ہم اپنی اصلاح کیسے کریں اور پھر دوسروں کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب :

آپ لگاتار اور مسلسل عمل کا نام ہیں۔ زندگی ایک مسلسل عمل ہے اور آپ چلتے جا رہے ہیں' یہاں سے ہی Amendment ہو گی' یہاں سے ہی اصلاح ہو گی اور اصلاح کے بعد اب آپ آگے چلیں۔ اچھا عمل وہی ہے جو آپ کا ساتھ دے۔ اچھا عمل یہ ہے کہ اپنا جسم ساتھ دے اور اپنے قواء ساتھ دیں۔ آپ وہ عمل نہ کرنا جو دوسروں کے کہنے پر ہو' ورنہ آپ پریشان ہو جائیں گے۔ آپ لوگوں کو اداس کہانیاں نہ سنانا کیونکہ یہ جھوٹ ہوتا ہے اور یہ لوگوں سے ہمدردی Receive کرنے کے لیئے ہوتا ہے۔ لوگوں سے اپنے بارے میں باتیں کر کے انہیں مشکل میں نہ ڈالنا۔ You are either answerable to yourself or Allah! یعنی آپ صرف اپنی ذات اور اپنے اللہ کو جواب دہ ہیں۔ تیسرے کو Answer کرنا چھوڑ دو' جواب دہی چھوڑ دو۔

اپنی فکر کرو۔

دوسروں پر تنقید کرنا بہت آسان ہے مثلاً" یہ تصویر اگر یوں بن جاتی تو کیا تھا' اس کا حل یہ ہے کہ آپ مقابلے کی ایک اور تصویر بنائیں' پھر بات بنتی ہے۔ جو زندگی آپ نے خود بنائی ہے' کیا آپ ذاتی طور پر اس سے خوش ہیں؟ چھوٹا سا سوال ہے اور اس کا آپ کو جواب دینا ہے۔ ابھی آپ راستے میں ہیں' جب آپ منزل پہ ہوں گے تو دیکھا جائے گا پھر آپ دوسروں کی اصلاح کرنا۔

سوال :

اپنی ذات سے بھی گلہ ختم کر دینا چاہئے؟

جواب :

آپ اپنے آپ کو "اللہ" کے حوالے کریں' اللہ غائب نہیں ہوتا' آج بھی آپ اس کے حوالے ہیں' کل بھی اس کے حوالے ہوں گے' اس لیئے آپ اللہ کے حوالے سے چلتے چلے جاؤ۔ کہیں نہ کہیں منزل آ جائے گی۔ اپنی زندگی خود بنانے والا گلہ کرے گا' اصلاح کرے گا' سائل بنے گا' اس سے پوچھے گا' اس سے پوچھے گا' اور کہیں نہ کہیں چھوٹا سا مکان بنا کے رخصت ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ پہلے خوشیاں آئیں گی' پھر اسی مکان میں غم آئے گا۔ انسان کو چاہئے کہ وہ برداشت کرے اور اللہ کی طرف چلتا جائے۔ ہر آدمی کو عزم کی زندگی راس نہیں آتی۔ عزم کا علم تو ہر کسی کو آ سکتا ہے کہ Ambition کیا ہے' Ambition کا مطلب یہ ہے کہ ہم زمین پہ یہ کر دیں گے اور آسمان ہلا دیں گے مگر آپ زمین پر سونے والے ہیں اور زمین پر سونا ہی اچھی بات

ہے۔ آسمان ہلانے والے جو ہیں وہ اور طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کی بناوٹ اور طرح کی ہوتی ہے' ان کا آئین' آئینِ وجود' اور طرح کا ہوتا ہے یعنی ان کا Constitution اور طرح کا ہوتا ہے۔ وہ آدمی لینا اور طرح سے جانتے ہیں اور کسی کو دینا اور طرح سے جانتے ہیں۔ اپنی زندگی کا بنانا اور چیز ہے اور اپنے ساتھی کی زندگی کا بنانا اور چیز ہے۔ آدھی سے زیادہ ناکامیاں یہاں گھر پر ہی ہوتی ہیں۔ میاں اور بیوی دونوں صرف اپنی اپنی زندگی بنانا چاہتے ہیں۔ ایک نے دوسرے کو غلام رکھا ہوا ہے کہ یہ میری زندگی بنائے۔ اگر آپ اپنے ساتھی کی زندگی بنانا شروع کر دیں تو دونوں کی زندگی بن جائے گی۔ اس لیئے اگر آپ دوسروں پر تنقید کرتے ہیں تو کریں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنا مقصدِ حیات کسی کے کہنے پر نہ چننا۔ اگر آپ نے خود چنا ہے تو ذمہ داری آپ خود قبول کریں۔ اسی طرح شادی کسی کے کہنے پر نہ کرنا اور اگر کر لی ہے تو اب اسے آباد رکھو۔ ورنہ زندگی کبھی کامیاب ہی نہیں ہو گی۔ یہ کون سی بہادری ہے کہ شادی توڑ دی جائے۔ اگر شادی توڑ دو گے تو بچوں میں وہ مسائل پیدا ہوں گے جو آپ کی سمجھ سے باہر ہوں گے۔ اگر کسی نے باپ کی زندگی میں اولاد کو یتیم کرنا ہو تو بے شک اور شادی کر لے۔ اس لئے اپنے آپ کو خوش رکھو۔ ہم لوگ لاعلم زمانوں میں مقصد بناتے ہیں اور جب علم آتا ہے تو کہتے ہیں کہ میں کتنا بے وقوف تھا کہ میں نے اس کو مقصدِ حیات بنایا تھا۔ مثلاً" کسی نے نیا مکان بنایا' بڑا خوش ہوا' لوگوں کو دعوت بھی دی مگر پھر بعد میں پتہ چلا کہ کیا حماقت کی تھی۔ جس نے اسلام آباد میں گھر بنایا وہ کہتا تھا کہ یہاں ایسا گھر نہیں ہے اور جب سے

انگلینڈ میں جا کے رہنا شروع کیا تو پتہ چلا کہ زندگی پہلے بیکار تھی۔ اس طرح آپ کی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ انسان ایک جگہ ٹک نہیں سکتا۔ اس لئے آپ یہ خیال رکھیں کہ یہ جو مکان ہے یہ آپ کا نام نہیں ہے بلکہ مکان تو صرف مکان ہے اور وہ بے جان ہے۔ آپ کا نام صرف آپ کا نام ہے۔ خوش آپ نے ہونا ہے اور مکان نے نہیں ہونا۔ اسی طرح کامیابی آپ کی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی میں ہم کامیاب ہو جائیں تاکہ ہمارے دوست خوش ہو جائیں۔ وہ دوستوں پہ رعب ڈالنے کے لیئے کامیابی چاہتے ہیں۔ انسان ایک ایک کر کے گننے لگ جائے تو سارے واقعات رخصت ہو چکے ہیں۔ اب گھر میں کیا دعوتیں کرنی۔ وہ جن کو خوش کرنا تھا اور جن پر رعب جمانا تھا' وہ تو ایک ایک کر کے سارے رخصت ہو گئے' باقی لوگ اور سے اور ہو گئے' وہ دوستی نہ رہی' وہ مزاج ہی نہ رہا۔ پہلے یہ خیال ہوتا تھا کہ ہمارا باپ اس بات سے بڑا خوش ہو گا کہ اگر ہم کسی ملک کے بادشاہ بن جائیں۔ اب آپ کے والد صاحب تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اسی طرح اور لوگ جن کو آپ نے خوش کرنا تھا' وہ بھی نہ رہے۔ مثلاً" دوست خوش ہوں گے' لیکن آج کل تو دوست ملتے ہی نہیں' پتہ نہیں ہم کہاں ہیں اور کہاں نہیں ہیں۔ پھر کون خوش ہو گا؟ صرف آپ کی "انا" خوش ہو گی۔

اگر " انا " کا مضمون آ جائے تو پھر انسان کے پاس یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے کہ دیکھو یہ چیز میں نے ساری عمر میں کمائی ہے اور یہ بہت خوب صورت چیز ہے۔ اسے کہا جاتا ہے کہ تو یہ کمائی چھوڑ تاکہ تیری نجات ہو جائے " تو کہتا ہے کہ " کمائی کیسے چھوڑوں' نجات ہو نہ ہو "۔ اور پھر

بعض اوقات جب اس کو اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ نجات بہتر ہے تو وہ اپنی کمائی اپنے ہاتھ سے گرا دیتا ہے۔ تو نجات کی کہانی اور ہے۔ ابھی تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ نجات کیا ہے۔ اگر آپ کو کبھی مشاہدہ اپنی آنکھوں سے ہو جائے' خیال کی آنکھوں کی بجائے حقیقی آنکھوں سے' مشائخ کرام یا بزرگان دین اکثر یہ مشاہدہ کراتے ہیں جسے "مشاہدۂ قبر" کہتے ہیں' یعنی اپنی قبر کا مشاہدہ' اس میں دکھایا جاتا ہے کہ تیری قبر تو ہے تیرے لئے کیسے ہو گی؟ اگر انسان اس مشاہدے میں آ جائے اور پتہ چلے کہ یہ کیا حقیقت ہے تو پھر پتہ چلے گا کہ وہ زندگی میں کیا کر رہا ہے۔ مثلاً" کبھی آپ میانی صاحب قبرستان میں جا کے بیٹھیں اور کچھ غور کریں تو وہاں سے آواز آ سکتی ہے کہ شور نہ کرو کیونکہ ادھر ہم لوگ آرام کر رہے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ وہ اور زندگی ہے اور یہ اور زندگی ہے۔ ہم آپ کو یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ اس زندگی کے گلہ سے جان چھڑا' اس میں آخر آپ نے مرنا ہے اور کچھ بھی نہیں کرنا۔ اس زندگی میں یہ ہو گا کہ چار آدمی آپ کو جاننے والے ہوں گے اور چار آدمی آپ کے مخالف رہیں گے اور ضرور رہیں گے۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جو اپنی زندگی پر ہمہ حال مطمئن رہا ہو بلکہ وہ صرف انجام پر مطمئن ہو سکتا ہے۔ تو آپ ایسا انجام تلاش کر لو جس پر آپ ہمہ حال مطمئن رہیں اور پھر آپ اللہ کے حضور رُوبرُو ہو جائیں۔ یہ بڑی عارضی زندگی ہے اور وہ بہت لافانی زندگی ہے۔ تو اس زندگی میں کوئی نہ کوئی کارنامہ کر جاؤ۔ آسان ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے پاس' جو کچھ ہے آپ اسے تسلیم کر لو اور جو نہیں ہے وہ چیز بھی تسلیم کر لو۔ ماننے والا کہتا ہے کہ

اسلمت لرب العٰلمین۔ میں تسلیم کر چکا ہوں اس رب العالمین کو' اپنے دل سے' اور اس تسلیم کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ مشاہدۂ موت کر سکیں گے۔ اگر موت کا مشاہدہ ہو گیا تو پھر سمجھو کہ زندگی کا مشاہدہ ہو گیا۔ تو انسان زندگی کا مشاہدہ موت کے ذریعے کرتا ہے۔ ایک اور راز کی بات یہ ہے کہ جتنے بھی بزرگ ہوتے ہیں' ان میں کوئی بزرگ اگر گزرا ہوا ہو At the age of Forty یعنی چالیس سال کی عمر میں چلا گیا' اگر آپ بچپن سے اس کے آستانے پر جا رہے ہیں اور اس کو بزرگ مانا ہوا ہے' انہیں بابا جی کہتے ہوں گے' اور بابا جی کا آستانہ آپ کو Ever young نظر آتا ہے' پہلے آپ بچے تھے اور اب آپ بچے سے بڑے ہو گئے ہیں لیکن پھر بھی آپ کے لئے وہ بابا جی۔ آپ بڑے ہوتے جائیں گے اور پھر آپ کی ایک عمر ایسی آئے گی کہ ان بابا جی کو عمر کے حساب سے آپ کا بچہ ہونا چاہئے لیکن آپ پھر بھی نہیں سمجھتے کیونکہ آپ ان بابا جی کو Eternal مقام پر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ بابا جی کا کمال ہے کہ وہ چالیس سال کے ہیں اور آپ ساٹھ سال کے ہیں لیکن وہ آپ سے Respect کو Command کر رہے ہیں۔ یہ کمال ہی تو ہے کہ ساٹھ سال والا شخص آج بھی اس چالیس سال والے کے سامنے بچہ بنا ہوا ہے۔ اگر یہ مشاہدہ ہو جائے تو پھر وہ آپ کا دوست بن جائے گا' بزرگ بن جائے گا' علم والا بن جائے گا اور آپ کو فیض دینے والا ہو گا کیونکہ اس کا مقام Eternal ہے۔ اس لئے جن لوگوں کو کبھی بزرگوں کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس میں بزرگ کی کوئی بھی عمر دکھائی جا سکتی ہے۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو وہ بچے لگتے تھے۔ اب گویا کہ جس

عمر میں انہوں نے آپ کو دیدار کرایا اس عمر کے مطابق آپ کے دل کے اندر اس عمر کی قوّت پیدا کر دی۔ کبھی آپ کی موجودہ عمر جیسا دیدار کرائیں تو سمجھو کہ آپ سے دوستی پیدا کر لی اور کبھی بزرگ زیادہ عمر میں نظر آئے تو آپ میں اطاعت پیدا کر دی۔ تو وہ جس عمر میں چاہیں آپ کو دیدار کرا سکتے ہیں۔ جس عمر کا دیدار ہو گا آپ کے اندر اس Corresponding age کا خیال پیدا ہو جائے گا۔ تو یہ بڑا عجیب واقعہ ہے کہ بزرگ جس عمر میں آپ کے پاس آئیں تو اس عمر کا فیض دے جاتے ہیں۔ عام طور پر بچوں کے پاس بچپن کی عمر کے آتے ہیں' بڑوں کے پاس بڑی عمر کے بن کے آتے ہیں' علم والے کے پاس علم والا بن کے آتے ہیں' کاریگر کے ساتھ کاری گر بن کے آتے ہیں اور فرماتے ہیں ہم اس بات کے ماہر ہیں' اس طرح زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ تو زندگی آسان کرنا بہت آسان بات ہے۔ اپنی زندگی کامیاب بنانے کا کیا طریقہ ہے؟ آپ اپنی زندگی کو خود مان لیں' اب اس کو بدلنے کا کوئی موقع نہیں ہے' اب یہ Change نہیں ہو گی' لہٰذا اس کو قبول کر لیا جائے۔ قبول کرنے میں آپ کی کوئی شکست نہیں ہے۔ بس آپ اپنی زندگی کو قبول کر لیں تو یہ فتح ہے اور کامیابی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں!

سوال :

سمجھ تو رہے ہیں لیکن یہ خیال رہتا ہے کہ اصلاح ہونی چاہئے!

جواب :

مصلح کا کام اصلاح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا کاری گر ہے کہ وہ آپ کے شعور سے پہلے آپ کا چہرہ بنا چکا ہے اور آپ کو ابھی بات سمجھ

نہیں آئی۔ آپ چھوٹی سی چیز نہیں بنا سکتے اور وہ زیادہ سے زیادہ چہرے بنا سکتا ہے' وہ اتنا بڑا کاریگر ہے۔ آپ کے ذہن میں Flash of idea آتا ہے' کسی کام کی جھلک پیدا ہوتی مگر وہ تو خود ذہن بناتا ہے اور اس کا مالک ہے۔ آپ کا دل کسی سے لگ جائے تو بڑا فخر کرتے ہو اور وہ تو دلوں کا کارخانہ چلاتا ہے۔ اس کو قبول کرلینا دراصل اس سے عظمت کا راستہ لینا ہے۔ اللہ کو قبول کرلینا بلندی کا راستہ ہے' ترقی کا راستہ ہے اور غلطی سے بچت کا راستہ ہے۔ قبول کرنے والے کے بڑے ہی مقامات ہیں۔ ہر پیغمبر قبول کرنے والا تھا' پرانے زمانے کا ہر فلسفی قبول کرنے والا تھا' سقراط قبول کرانے والا تھا' یعنی سب نے کسی نہ کسی صورت میں قبول کیا اور سارے تسلیم کرتے آئے۔ آپ بھی اگر قبول کرو تو آپ کے اندر دانائی پیدا ہو جائے گی۔ آپ ماں کو اس کے علم کی وجہ سے قبول نہ کرو بلکہ اس کے مرتبے کے ساتھ قبول کرو۔ ماں کی تعلیم چاہے کتنی ہے اور اس کا Bio Data جو بھی ہے' وہ تو صرف ماں ہے۔ اس کا مقام اور ہے۔ اب ان لوگوں کو اور طرح سے Judge کرو اور انہیں قبول کرو۔ اب اگر آپ نے اپنی ماں کو قبول کیا تو پھر پڑوسی کی ماں کو بھی قبول کرو اور اس کی ماں کو بھی ماں کہہ لو۔ اگر یہ دو مائیں قبول ہو گئیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ تو زندگی تسلیم کرنے کا نام ہے اور یہی اصل کہانی ہے' اور کوئی شے ہی نہیں ۔ تسلیم کرنے سے زندگی میں Improvement آجائے گی' Life میں ترقی ہو جائے گی اور آپ کا ذہن جو ابلتا رہتا ہے اس کا کھولاؤ ختم ہو جائے گا۔ جب تک ذہن میں کھولاؤ ختم نہیں ہوتا' آپ یہ بات سوچ ہی نہیں سکتے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

آپ Emergency میں ہوتے ہیں اور ادھر ادھر جاتے رہتے ہیں' سارے کام کرنے ہوتے ہیں اور سارے ہی درمیان میں رہ جاتے ہیں۔ آپ کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ اپنی طاقت اور اچھے لباس کے باوجود دشمن کے لئے ناقابل ذکر ہیں اور اپنی کمزوری کے باوجود دوست کے لئے قابل ذکر ہیں۔ تو دوست' دوست ہے اور دشمن' دشمن ہے' چاہے جس لباس میں ہو۔ وہاں لباس کیا کر سکتا ہے جہاں آپ کو کوئی جانتا نہ ہو اور جہاں سارے آپ کو جانتے ہوں وہاں لباس نے کیا کرنا ہے۔ تو یا تو آپ کو کوئی نہیں جانتا' یا پھر سارے مکمل طور پر جانتے ہیں۔ بس راز یہ ہے' باقی سارا واہمہ ہے۔ زندگی نے آپ کو کچھ بھی نہیں دینا۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرو' زندگی کو قبول کرو' اپنے Handicaps قبول کرو' اپنے ساتھیوں کو قبول کرو اپنی زندگی کے ساتھی کو دل سے قبول کرو' جانے والے کا گلہ نہ کرو اور آنے والے کا استقبال کرو۔

سوال :

خوشی اور محبت کیسے مل سکتے ہیں؟

جواب :

خوشی کی تلاش' خوشی کا حصول' خوشی کے پیچھے پاگل پن' Mania اور خوشی ہی خوشی کی تمنا جو ہے یہ آزردگی کی ابتداء ہے۔ تو خوشی کی تمنا ہی آپ کو آزردہ کرتی جا رہی ہے۔ خوشی Pursuit کا نام نہیں ہے' تعاقب کا نام نہیں بلکہ خوشی ٹھہرنے کا نام ہے۔ تو جو چیز آپ کے پاس آ رہی ہے وہی آپ کو خوشی دے گی اور جس چیز کے پیچھے آپ بھاگ رہے ہیں' یہ کبھی خوشی نہیں دے گی۔ جس کے پیچھے بھاگا جائے وہ

چیز واہمہ ہوتی ہے۔ تو آپ ٹھہر جاؤ تو وہ چیز آپ کے پاس خود بخود آئے گی۔ تو خوشی کیا ہے؟ قبول کرنے کی صلاحیت۔ خوشی حالات کا نام نہیں ہے بلکہ حالت دل کا نام ہے۔ آپ کے اندر کی حالت اور Condition کا نام ہے۔ انسان کسی بھی حال میں خوش ہو سکتا ہے' اس ہال میں یعنی اس کمرے میں خوش ہو سکتا ہے اور اسی میں چیخ و پکار اور فریاد کر سکتا ہے۔ اگر اولاد سے خوش ہونا چاہیں تو اسی اولاد سے خوش ہو سکتے ہیں ورنہ تو خوش ہونا بڑا مشکل ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خوش وہی رہ سکتا ہے جو خوش رہنا چاہے اور خوش رہے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ تیرا تو بیٹا کوئی نہیں بلکہ صرف بیٹیاں ہیں۔ تو دوسرے نے کہا کہ تم یہی کہو گے کہ بیٹیاں چلی جاتی ہیں' تو بیٹے کب پاس رہتے ہیں کیونکہ وہ بھی چلے جاتے ہیں۔ تو بات تو آپ کی تنہائیوں کی ہے' اس میں کوئی بیٹی بری نہیں اور کوئی بیٹا اچھا نہیں ہے۔ یہ اس اللہ کے کام ہیں جو بیٹا دے تو ٹھیک ہے اور جو بیٹیاں دے تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ آپ ہیں کہ ایمرجنسی Create کرتے رہتے ہو کہ آج بچی پیدا ہو گئی ہے اور آج بھی اسے نکالنے کا فکر کرتے رہتے ہو کیونکہ آپ نے اس کو دل سے گھر کا ممبر کبھی قبول نہیں کیا۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو قبول کرو اور خود کو دوسروں سے قبول کروانے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ اس طرح آپ ناکام ہو جائیں گے۔ قبول کروانے کی کوشش نقلی کوشش ہے اور قبول کرنے کی کوشش اصلی کوشش ہے۔ بس آپ قبول کروانے کی Effort نکال دیں۔ وہ آدمی بہت غلط ہے جو دوسرے کو یہ کہتا ہے کہ تو نے میری پرواہ نہیں کی۔ آپ خود کہہ رہے ہیں کہ آپ اس کے لئے

ناقابل پرواہ ہیں۔ دراصل آپ کے اندر کوئی ایسی صفت نہیں تھی کہ وہ پرواہ کرتا۔ تو آپ اپنی صفت کو ڈھونڈیں کہ ایسی کیا چیز ہے جو آپ کو اس قابل بنائے تاکہ کوئی شخص آپ کی پرواہ کرے۔ میں آپ کو نسخہ بتاتا ہوں کہ لوگ کس طرح آپ کی پرواہ کریں گے' آپ لوگوں کا گلہ چھوڑ دو۔ تو آپ تعاقب چھوڑ دو' گِلہ چھوڑ دو' پیچھے بھاگنا چھوڑ دو' بس Stand and wait ' یعنی ٹھہر جاؤ اور انتظار کرو تو سب کچھ خود بخود آئے گا' دعا سے آئے گا اور کوشش سے نہیں آئے گا۔ کسی سے زبردستی نہ کرو' اس سے یہ نہ کہو کہ ضرور آپ سے محبت کرے یعنی کہ کسی سے Out of fear محبت نہ کراؤ' خوف دلا کر محبت نہ کراؤ۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس طرح محبت کراتے ہیں۔ ڈر کے مارے Mechanical محبت کرنے والا بے چارہ کیا محبت کرے گا۔ اس طرح تو وقت ہی وقت ہو گی۔ آپ لوگ Command کرتے ہیں' محبتیں Command کرتے ہیں اور محبتیں Command کرنے والا ناکام ہو جاتا ہے مگر محبت تو دینے والی چیز ہے اور مانگنے والی شے نہیں ہے۔ محبت مانگنے والا غلط انسان ہے۔ محبت دینے کا معاملہ ہو تو آپ ناکام ہو نہیں سکتے۔ اس لئے اپنے آپ میں آپ تھوڑی Amendment کر لیں۔ خوشی دینے سے ملتی ہے اور محبت بھی دینے سے ملتی ہے اور یہ مانگنے سے نہیں ملتی۔

سوال :

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ محبت صرف کی جائے اور مانگی نہ جائے!

جواب :

بیوقوف ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ دانا بننا چاہیں اور دانائی

کا ایک راستہ یہ ہے کہ آپ بے وقوف بنو۔ محبت لینے کا نسخہ یہ ہے کہ آپ محبت Command نہ کرو بلکہ محبت Invest کرو۔ یہ Eternal نسخہ ہے۔ تو محبت لینے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ محبت Invest کرو' محبت کو پھیلاؤ' محبت کرنے والا جو ہے وہی محبت حاصل کرتا ہے اور محبت Command کرنے والا کبھی محبت نہیں حاصل کر سکتا۔ محبت حاصل سے اور کاٹنے سے بھی بے نیاز ہوتی ہے بلکہ محبت صرف بوتی ہے' دیتی ہے — آپ لوگوں کی زندگی اور شادی' یہ Social contract ہے' ایک سماجی بندھن ہے اور محبت نہیں ہے۔ اس لئے یہاں حقوق اور فرائض کی بات ہوتی رہتی ہے۔ یہ بندھن اور چیز ہے اور محبت جو ہے وہ اور چیز ہے۔ محبت یہ ہے کہ آپ اپنے ساتھی کو پسند کرتے ہیں اور اس کی چاہت رکھتے ہیں۔ اگر وہ شخص آپ کو قریب رہنے کا موقع دے دے تو آپ کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ بس اتنی ہوتی ہے محبت — آپ شادی کرتے ہیں اور شادی کے بعد فوری طور پر یہ محسوس کرتے ہیں کہ غلطی ہو گئی' پھر تقاضے اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں اور نتیجہ پریشانی ہوتا ہے۔ شادی کو آپ غلطی نہ کہیں بلکہ یہ تو مقدر تھا اور ٹھیک تھا۔ اس لیئے میں آپ کو بار بار نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ اچھے تعلقات قائم رکھنا Humanly possible ہے' آپ کی دسترس میں ہے۔ پھر میں نے یہ بتایا کہ آپ اپنا عمل کوئی اور نہ رکھیں بلکہ اللہ کے حکم پر چلیں تو یہ بھی Humanly possible ہے کیونکہ اس طرح آپ اور اللہ ایک پارٹی بن گئے۔ تو جو صفات اللہ نے دی ہیں آپ ان کے مطابق چلتے جاؤ۔ ورنہ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ میری زندگی'

میرے فرائض اور میرا پیشہ سب میرے معیار سے کم ہے' I am too great for my job. یا یہ ہوتا ہے کہ This job is too great fo me

یعنی میں کام سے بہت بلند ہوں یا پھر یہ کام مجھ سے بہت بلند ہے۔ آپ برابر نہیں رہتے۔ تو جو آدمی Equal نہیں ہوا' برابر نہیں ہوا' وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کبھی تو آپ اپنی زندگی کو گھٹیا سمجھتے ہیں کہ یہ کیا زندگی ہے' ہمیں کیسا ساتھی ملا' یا پھر یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہمارا اتنا اچھا ساتھی ہے اور پھر نمائش کرتے پھرتے ہو۔ تو نہ نمائش کرو اور نہ اسے گھٹیا کہو بلکہ قبول کرنے کی صلاحیت رکھو۔ اور اگر آپ ساتھی کو قبول نہیں کرتے ہیں تو یہ یاد رکھنا کہ آپ قبول ہونے کی خواہش کسی سے نہ کرنا۔ آپ نے زمانے کو قبول نہیں کیا تو زمانہ آپ کو نا قبول کر دے گا۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے اور یاد رکھنے والا نسخہ ہے۔ یہ ساری Human possible چیزیں ہیں یعنی انسان کے بس میں ہیں۔ گھر کو بربادی سے بچانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جب اندر سے دیواریں گرنے لگ جائیں تو لوگوں کو ہرگز نہ بتاؤ بلکہ تھوڑا صبر کر جاؤ' تھوڑی احتیاط کر جاؤ۔ اس طرح دیوار ٹھہر جائے گی۔ اور جب آپ یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص نامراد ہے جس سے آپ کی شادی ہو چکی ہے تو اس طرح آپ واپسی کے امکان کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ آپ اسے قبول کرو اور انتظار کرو۔ جو واقعہ ایک دفعہ ہوا تھا' وہ پھر سے ہو جائے گا اور حالات اچھے ہو جائیں گے۔ آپ کو وقت کے طلسمات بھی نظر آئیں گے اور کرشمات بھی نظر آئیں گے۔ اس لئے آپ زندگی میں تھوڑا سا انتظار کو داخل کرو۔ وقت آتا جاتا رہتا ہے' کبھی رات کو وقت

گزرتا ہے اور کبھی دن کا۔

جو لوگ اس وقت میرے پاس ہیں' میں نے آپ لوگوں کو کبھی دِقّت نہیں دی' کبھی تنگ نہیں کیا اور کبھی Test نہیں کیا۔ تو وہ لوگ جو یہاں موجود ہیں' آپ میرے ساتھ ایک وعدہ کرو کہ اللہ کی خاطر اپنے موجودہ رشتوں کو رفع دفع نہیں کریں گے۔ آپ کے لئے میں یہ حکم نامہ جاری کر رہا ہوں۔ یہ آپ کے لئے آسان ہے یا مشکل ہے؟ اس کی Language صاف ہے' زبان واضح ہے۔ تو جو میاں بیوی اپنے اس رشتے کو دیرپا نہ رکھ سکے تو ہمارے ساتھ تعلّق ٹوٹ جائے گا' فیض ہرگز نہیں ہو گا اور یہاں بھی عذاب آئے گا اور عاقبت بھی خراب ہو گی۔ اس لئے آپ یہ وعدہ کریں کہ آپ اپنی زندگیاں آباد رکھیں گے۔ میرا آپ دونوں کی زندگی اور بھلائی سے تعلّق ہے۔ کل کو یہ گل کھلا کے نہ آ جانا کہ میں اکیلا ہی آ گیا ہوں اور ساتھی کو گھر سے نکال دیا ہے' سامان بھی دے دیا اور ساتھ چیک بھی دے دیا ہے۔ پھر یہ تو سارا واقعہ غلط ہو جائے گا۔ میں اس کا ذمہ دار آپ کو سمجھ رہا ہوں' آپ کہیں اندر سے وہی کچھ نہ نکل آنا جو کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ کیا میری بات Convey ہو گئی؟ کیا آپ گواہ ہیں؟ اپنے گھر کے تعلّقات قائم رکھو۔ میں رشتہ توڑنے سے منع کر رہا ہوں۔ نفرت والے دل میں اللہ نہیں آ سکتا۔ ایک دفعہ ایک بہت بڑے ولی اللہ کے گھر کچھ لوگ گئے اور پوچھا کہ پیر صاحب کہاں ہیں؟ ان کے اندرون خانہ سے ایک کرخت آواز آئی اور ان کے پیر کو برا بھلا کہا۔ وہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر جب پیر صاحب سے ملے تو بات ہوئی' ان کے مسئلے بھی حل ہو گئے لیکن ایک مرید نے سوال کیا کہ آپ

نے ہمارے تو کام سارے کر دیئے اور بڑا فیض دیا لیکن گھر سے جو آپ کے بارے میں کرخت آواز آئی تھی وہ کیا تھی؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ یہ انہی کا فیض ہے کیونکہ میں ان کی ایسی بات کو برداشت کرتا ہوں اور اس کے صلے میں اللہ یہ مہربانی فرماتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ اپنے ایک ساتھی کو برداشت نہیں کر سکے اور پھر بغیر دلیل کے اتنے بڑے اللہ کے پاس آپ چل پڑے ہیں۔ یہ اللہ کا سفر ہے' یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ اگر آپ کے سفر کا نام صرف "واصف صاحبؒ کا سفر" ہوتا تو وہ بھی آپ کے لیئے مشکل ہوتا اور آپ کو سمجھ نہ آتی' کیونکہ میں کوئی آسان کام نہیں ہوں اور اللہ تو پھر اللہ ہے۔ اللہ کی طرف بغیر دلیل کے چل پڑے اور گھر کے اندر آپ نے کیا کیا گل کھلا رکھے ہیں۔ یہ تو وہی بات ہے کہ آپ نے پتھر پوجے' پتھری کو پوجا اور بڑے پہاڑ پوجے لیکن گھر کی چکی کا خیال نہ کیا کہ جس کا آٹا آپ کو مل رہا ہے۔ اس لیئے لوگوں کے بڑے عجیب و غریب واقعات ہیں۔ میں کسی ایک کا نام نہیں لیتا۔ میرا خیال ہے آپ نے اپنے ساتھی کو قبول فرمایا ہے! تو جس نے قبول نہیں کیا اپنا نام وہ مجھے خود بتا دے۔ میرا یہ حکم ہے کہ آپ اپنے ساتھی کو دل سے قبول کریں۔ اول تو ہم پیر کہلائے ہی نہیں اور وہ بھی آپ کی تمنا کے باوجود' لیکن آپ ایسا کہتے رہے ہیں۔ اگر آپ مانتے ہیں تو میں آپ کو حکم دے رہا ہوں کہ آپ لوگوں کا یہ جو موجود رشتہ ہے' یہ ٹوٹنے نہ پائے۔ آمین۔ کیا آپ نے قبول کر لیا؟ جس نے قبول نہیں کیا وہ مجھے بتا دے' ورنہ دس دن کے بعد مجھے خبر ملی تو پھر ہم سب لوگوں کی آپ لوگوں کے ساتھ ناراضگی شروع ہو جائے گی۔ جو لوگ ہمارے

ساتھ اس شعبہ میں داخل نہیں ہوئے ان کے لئے دعا ہے اور باقی لوگ یہ وعدہ کریں کہ گھر کے اندر' چار دیواری کے اندر آپ کی جو بیوی ہے وہ ہم ہمیشہ ایسے دیکھتے رہیں۔ یہ پکا وعدہ کریں۔ یہ وعدہ اللہ کے رو برو ہو رہا ہے' اس اللہ کے روبرو جو ہماری تلاش کا مقصد ہے' تلاش کا معاون ہے اور تلاش کا مدعا ہے۔ اس وقت ہم اس اللہ کے روبرو ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ ایک دوسرے کو اذیت بھی نہ پہنچانا۔ اس رشتے کو اگر آپ سنبھال کر پورا کرلیں تو الٰہیات کا آدھا سفر یہاں پورا ہو جائے گا۔ اگر اس رشتے میں برداشت آ جائے تو سبحان اللہ! یہ تو مجاہدہ ہو گیا۔ اللہ نے اس رشتے کی صورت میں بڑی مہربانی کی ہوئی ہے۔ یہ مجاہدہ جو ہے گھر کے اندر سے شروع ہو جاتا ہے۔ جب والدین حکم دیتے ہیں تو انسان Discipline میں آ جاتا ہے اور جو شخصیت کا پرزہ باقی بچ جاتا ہے' وہ اولاد سیدھا کر دیتی ہے۔ اولاد کا حکم بڑا ظالم حکم ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے والد کو کتنے پیسے دیئے؟ مشکل سے ہی دیئے ہوں گے۔ اور آپ کی اولاد جو ہے وہ ساری کمائی Drain out کر دیتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اولاد کا شعبہ بڑا ظالم ہو سکتا ہے۔ اولاد Dictation بھی دیتی ہے تو برداشت کریں' تو گھر کے اندر مجاہدہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ مجاہدے کی حد تک کا علم اللہ کا حکم ہے کہ آپ لوگ گھر میں بیٹھے ہیں اور مجاہدہ شروع ہو گیا ہے۔ اگر آپ نے ہمارے ساتھ وعدہ کر لیا ہے تو اب یہ وعدہ پورا کرنا۔ کچھ حصہ ہم آپ کو دے چکے ہیں اور کچھ حصہ ہم آپ کی بیویوں کو دے چکے ہیں' آدھا مصرعہ آپ کو سکھایا اور آدھا اس کو سکھایا۔ اس لئے آپ دونوں جب اکٹھے ہوں تو ہمارا شعر پورا ہوتا ہے۔ ایک درویش

دوسرے ملک گئے تو ایک نفل بارڈر سے ادھر پڑھا اور ایک ادھر جا کے پورا کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے تو فرمایا راز یہ ہے کہ ہم ان سرحدوں کو کبھی نہ کبھی برابر کر دیں گے۔ اس لئے آپ دونوں اکٹھے ہوں تو ہمارا شعر پورا ہوتا ہے۔ اس رشتے میں اب آپ خرابی پیدا نہ کرنا۔ خرابی پیدا کرنے والا نقصان اٹھائے گا۔ اس لئے آپ کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔

سوال:

انسان کو یہ کیسے معلوم ہو کہ جس پر وہ چل رہا ہے یہ اللہ کا راستہ ہے؟

جواب:

یہ بڑا مشکل سوال ہے اور یہ بڑا ہی آسان سوال ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں ایسا سفر شروع ہو جائے جو بغیر موڑ کے سفر ہو اور جس میں Alternatives نہ ہوں' تو یہ اللہ کی رضا کا سفر ہے۔ جس دن آپ کی زندگی ایک راستے کا سفر ہو گئی' اس دن آپ رضا میں چلے گئے۔ جو اس راستے پر نہ چلا اس کی اللہ کے ساتھ لڑائی ہو گی' Fight ہو گی اور وہ باعث عبرت ہو گا۔ تو آپ کا رضا کا سفر کب شروع ہو گا؟ جب آپ کی زندگی سے Alternatives ختم ہو جائیں گے' متبادل راستے ختم ہو جائیں گے۔ مثلاً" آپ کے بھائی کی شادی ہو رہی ہو اور آپ کا ایک دوست کہتا ہے کہ میں آپ سے ضروری ملنا چاہتا ہوں۔ تو آج تو آپ کے بھائی کی شادی ہے اور آپ نہیں ملیں گے۔ اب اس میں اور Alternative نہیں آئے گا۔ کیوں؟ کیونکہ اب Priority آ گئی'

ایک خاص ترجیح آ گئی۔ جس آدمی کا کوئی عزیز خدا نخواستہ فوت ہو جائے تو اس کے لئے باقی Priorities ' ترجیحات تو ختم ہو گئیں۔ ایسے میں اور کوئی Choice نہیں رہتا۔ پیٹ میں Genuinely درد ہو جائے تو دفتر کا شیڈول ختم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات آدمی ویسے ہی اداس ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ آج کے دن کسی نشست میں نہیں جاؤں گا۔ زندگی میں ایسا واقعہ آ جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر نماز کا وقت آ گیا' چاہے عین لڑائی میں' تو Priority اور آ گئی۔ جب آپ اس سفر کے لئے چلیں گے تو آدھے منٹ میں فیصلہ ہو جائے گا کہ Priority کیا ہے؟ پھر آپ کو کچھ عرصہ بعد ایک پختہ خیال مل جائے گا کہ Life of only priority کہ ایک خیال کی زندگی کیا ہے اور وہ زندگی Life of no choices ہوگی یعنی اس میں اور خیال نہیں ہو گا بلکہ وہی Only one life ہوگی صرف ایک زندگی ہو گی۔ جب زندگی سے Choices نکل گئے' متبادل راستے نکل گئے تو آپ آسودہ ہو جائیں گے۔ وگرنہ تو اس کے علاوہ راستہ ہی نہیں ہے' There is not other way

تو اس کے علاوہ راستہ نہیں تھا۔ Way out ہی کوئی نہیں تھا۔ تو پھر تھا کیا؟ ایک پنجرہ ہی ہمارا سفر تھا اور آپ نے وہ قبول کر لیا' اور راستہ کوئی نہیں تھا۔ وہ جو دانا آدمی ہوتا ہے وہ سمجھ جاتا ہے کہ اور راستہ کوئی نہیں ہے۔ اب اسے وہ راستہ قبول کرلینا چاہئے۔ ایسے شخص کے لیے زندگی کہیں نہ کہیں سے راستے بنا دیتی ہے۔ ایسے میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ اگر آپ کا کاروبار اچھا چل رہا ہے اور آپ کی سوچ اور زیادہ ہو جائے تو پہلے یہ دیکھیں کہ اللہ کیا چاہتا ہے۔ اگر پیسہ آپ کا

مدّعا ہے تو آپ کا گزارہ تو اچھا چل رہا ہے۔ اگر شہرت آپ کا مدعا ہے تو کوئی ایسا شہرت والا آدمی نہیں ہے جس کے دشمن نہ ہوں۔ غیر مشہور کرنے والے کافی ہوتے ہیں۔ ایک سے کسی نے کہا بھئی تمہیں مرنے کے لیے آخر کتنے پیسے چاہئیں؟ تو اصل بات یہی ہے کہ مرنے کے لیے کتنے پیسے چاہئیں۔ جب اتنے پیسے لے کے مرنا ہے تو آرام سے مرنا چاہئے۔ آدمی سوچے تو پھر اتنا سا چانس رہ جاتا ہے کہ مرنے کے لیے کتنا کام چاہئے؟ کیا آپ مشہور ہونا چاہتے ہیں؟ آپکی محنت کا مدعا کیا ہے؟ عام طور پر پیسہ' شہرت اور مصروفیت۔ تو آپ مصروف تو رہ سکتے ہیں کہ گھر میں اپنے کام کیا کریں' پیسہ اتنا ہے کہ آپ زندگی آسانی سے بسر کر سکیں یا پھر انشورنس کرالیں کہ پیسے بھی آپ جمع کریں اور مریں بھی خود اور کھائے کوئی اور۔ اس طرح پیسے جمع کرانا تو بیکار ہے اور یہ شعبہ ہی غلط لگتا ہے کہ پیسے بھی ہم جمع کرائیں اور مرنا بھی ہم نے ہو۔ اس لیے یہ شعبہ ٹھیک نہیں ہے۔ اور اگر آپ شہرت چاہتے ہیں تو کسی آدمی کا نام لے کے دیکھیں' اس کے خلاف بولنے والے آج بھی ہیں۔ شہرت اس دنیا میں بیکار ہے۔ کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جس کی ساری خواہشات اس زندگی میں پوری ہو جائیں بلکہ خواہشات ختم ہو جاتی ہیں۔ خواہشات آدھی پوری ہو جاتی ہیں اور آدھی ختم ہو جاتی ہیں' اس طرح وہ ہمیشہ رہ جاتی ہیں۔ سب سے خوش قسمت آدمی وہ ہے جس کی خواہش ایک ہو اور پوری ہو جائے۔ جب خواہش ایک ہو جائے گی تو پوری ہو جائے گی۔ جہاں سوچنے کا موقع نہ رہے' جہاں والدین کا حکم آجائے' جہاں استاد کا ادب آجائے' وہاں کوئی اور Choice نہیں رہتا۔ ایک بادشاہ کا بیٹا خوش

جارہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جنازہ جارہا ہے۔ اس نے پوچھا یہ کیا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ جنازہ ہے۔ اس نے کہا جنازہ کیا ہوتا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ زندگی کی آخری منزل ہے۔ اس نے سوچا اگر یہ آخری منزل ہے تو پھر میں کس منزل میں ہوں' میں آخری منزل سے پہلے اسے تلاش کروں گا۔ اور پھر وہ تلاش کے سفر میں نکل پڑا اور بڑے راز پا گیا۔ آج اگر ہمارے پاس سے کوئی جنازہ گزر جائے تو ہمیں پتہ ہی نہیں چلتا مگر اس شخص کے پاس دوسرا Choice کوئی نہیں تھا۔ جس کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنے کی عادت ہے' رات کو دیر سے سوئے یا سویر سے سوئے' وہ ضرور جاگے گا۔ جس نے قرآن شریف پڑھنا ہے وہ با آواز بلند پڑھے گا اور ہر حال میں پڑھے گا۔ جس کی گلہ کرنے کی عادت ہے' آج بھی گلہ کرے گا۔ کچھ لوگوں کو رونے کی عادت ہوتی ہے' اگر کچھ دن گزر جائیں اور وہ نہ روئے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ اپنے لیے روتا ہے اور کبھی لوگوں کے ساتھ ہمدردی میں۔ اسی طرح کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دوسروں کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ایک آدمی ہنس رہا تھا اور ایک آدمی رو رہا تھا۔ تو رونے والے نے ہنسنے والے سے پوچھا کہ بات کیا ہے کہ تو ہنستا جا رہا ہے۔ اس نے کہا میں تو ہنستا جا رہا ہوں اور تیرا کام یہی ہے کہ تو روتا جا۔ تیسرے نے آکے پوچھا بات کیا ہے' اس کی وجہ بتاؤ۔ رونے والے نے کہا کہ جناب عالی! اس کی ہنسی پہ مجھے رونا آرہا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس کے رونے پر ہی تو مجھے ہنسی آرہی ہے۔ قصہ یہ ہے کہ رونے والے کو دوسرے کی ہنسی پہ رونا آتا ہے اور ہنسنے والا جو ہے وہ رونے پر ہنستا جارہا ہے۔ یہ دونوں مزاج ہیں۔ اصل میں نہ غم غم ہے اور

نہ خوشی خوشی ہے' نہ کوئی فکر ہے' نہ کوئی اندیشہ ہے بلکہ یہ سب مزاج ہیں۔ تو رونے والا ہر روز روئے گا اور ہنسنے والا ہر روز ہنسے گا۔ یہ مزاج ہے کہ کسی کو موت کی خبر آجائے تو وہ کہے گا کہ یہ اللہ کا کام ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون اس لیے اگر آپ اللہ کی طرف ہو جائیں تو سمجھ آجائے گی کہ اللہ کبھی کسی آدمی پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ بوجھ یہ ہوتا ہے کہ ایک وقت میں Simultaneously اگر ایک سے زیادہ Appointments ہوں تو سمجھو کہ عذاب آگیا۔ یعنی ایک وقت میں تین جگہ جانا ہو تو عذاب ہے۔ تو ایک Moment میں دو یا تین Assignments جو ہیں' یہ عذاب ہے۔ تو ایک ٹائم میں دو ملاقاتیں عذاب ہیں' چاہے دوست سے ہوں یا دشمن سے۔ ایک وقت میں صرف ایک ملاقات کرنی چاہئے۔ جب آپ کا پروگرام Overlap کرنے لگ جائے تو سمجھو کہ عذاب آگیا۔ انسان کے پاس وقت نہیں ہوتا اور وہ وعدہ کرکے عذاب میں جاتا ہے۔ تو اللہ جب آپ کے ساتھ ہو گا تو اللہ آپ پر ایک سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالے گا۔ اللہ کے علاوہ جو فالتو چیزیں ہیں وہ نکال دو تو پھر آپ کو ایک Choice کی Life مل جائے گی۔ یہ ضرور آپ کو کرنا چاہئے۔ جب آپ کے پاس دوسرا Choice نہ ہو تو پھر غلطی نہیں ہوگی۔ غلطی وہی کرتا ہے جس کے پاس Choices ہوں۔ ہمارے پاس اگر ایک راستے کا سفر ہو تو پھر غلطی نہیں ہوگی۔ خیال رہے کہ رستہ اور Choice نیکی کا ہونا چاہئے۔

سوال :

جو لوگ اس محفل میں نہیں پہنچ سکے ان کے بارے میں کیا

کریں؟

جواب :

زندگی میں میری اور آپ کی ملاقات چلے جانے سے پہلے ہو گئی ہے۔ اس واقعہ کو پہچاننا چاہئے۔ بے شمار لوگوں سے ہماری ملاقات نہیں ہوئی۔ اس واقعہ کو پہچاننا چاہئے۔ ان سے جن سے آپ کی ابھی ملاقات نہیں ہوئی' ان کو آپ چھوڑ دو' ان کا مقدر ان کے ساتھ۔ آپ اپنی خوبیوں کو اجاگر کرو' آپ اپنے کام کرو' اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے کرو اور بے شمار لوگوں کے حوالے نہ کرو۔ وہ وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ آپ کو تو کوئی دقت نہیں ہے۔ آپ اپنا خیال رکھو ------

اور سوال پوچھو ..... آپ کے لئے حکم ہے! جب ہم کہتے ہیں کہ سوال پوچھو تو ضرور پوچھو! اگر آپ نہیں پوچھیں گے اس طرح تو پھر رواج ہو جائے گا کہ لوگ کہیں گے کہ ہم تو آپ کے تابعدار ہیں اور آپ کے سامنے ہم کیا بولیں۔ اگر آپ تابعدار ہیں تو تابعداری کا ثبوت دیں اور سوال کریں۔ ہم کہتے ہیں بولو تو بول دو۔ باقی لوگوں کو پتہ ہے کہ کیوں سوال کرنے ہیں؟ جو سوال پوچھتے ہیں وہ سب میرا کہنا ماننے والے ہیں' سوائے آپ کے جو سوال نہیں پوچھتے ---- بسم اللہ .....

سوال :

اگر آسائش اور اللہ کے قرب کی تمنا ہو تو کیا دونوں حاصل ہو سکتے ہیں؟

جواب :

دونوں کی تمنا ایک دل میں برابر نہیں رہ سکتی۔ دل تو ایک ہے۔ اگر آسائش کی تمنا نہ ہو تو آسائش مل سکتی ہے مگر تمنا جو ہے ایک ہونی چاہئے اگر قرب کی تمنا ہے تو صرف یہ تمنا ہونی چاہئے۔ پھر آسائش کی تمنا نہ ہو کیونکہ یہ پھر اللہ کی مرضی ہے کہ وہ یہ چیز دے یا نہ دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ آسائش کی تمنا کرنے والا قرب کی تمنا نہیں کر سکتا۔ تمنا ایک ہی ہوتی ہے۔ آسائش میں رہنے والا بندہ جب قرب کی تمنا کرے تو وہ آسائشیں ایسے ہی رہتی ہیں' نہ تو اس حالت کو نکالنے کی بات ہے اور نہ اس میں اضافے کی بات ہے۔ قرب کی تمنا والے شخص کی طبیعت کا جو میلان ہے وہ خواہشات میں اضافے کی بجائے اللہ کے تقرب کی طرف نکل جاتا ہے۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی پینٹ کرتا ہے' عام سی تصویریں بناتا ہے لیکن یہ کام کرتے کرتے تصویریں بناتے بناتے اس پر الٰہیات آشکار ہو جاتی ہے۔ اب یہ جو تصویر بنانے کا عمل ہے وہ اس کی محویّت کا عمل ہو گیا۔ اسی طرح اگر کوئی کارخانہ بنا رہا ہے اور بنانے میں محو ہے' رزق کے لئے وظیفہ پڑھتا جا رہا ہے "یا ودود"--- تو رزق کا وظیفہ Operate کر سکتا ہے اور اللہ بھی مل جاتا ہے اور باقی کام بھی ہو جاتے ہیں۔ وہ اب تقرّب کی طرف چل تو پڑا ہے لیکن ساری عمر دو چیزیں نہیں چلیں گی۔ ایک وقت آئے گا' جب اللہ کا تقرّب مکمل طور پر باقی ہر چیز سے غافل کر دے گا اور وہ شخص زندگی کے اس حصے میں چلا جائے گا جہاں صرف تقرّب رہ جائے گا اور باقی کوئی خواہش نہیں رہے گی۔

سوال :

اللہ سے فرض اور شوق کی محبت میں کیا فرق ہے؟

جواب :

اللہ سے محبت کرنے والا کہتا ہے کہ یااللہ تیری ہر بات ٹھیک ہے۔ آپ اللہ کی محبت کو فرض نہ بناؤ اور اگر اللہ کی محبت آپ کا شوق نہیں بنی تو پھر جانے دو۔ شوق کی کہانی اور ہوتی ہے۔ اگر تتلی کی تمنا ہو جائے تو انسان اسے پکڑنے کے لئے اپنے قافلے سے بچھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ کی تمنا ہو جائے تو ہر خیال ختم ہو جاتا ہے۔ پھر تم کیا اور تمہارے بچے کیا۔ بچے بھی اس کے اور تم بھی اس کے۔ دنیا دار کہتا ہے کہ اللہ بچے کیسے پالے گا؟ جیسے ساری کائنات کو پالتا آ رہا ہے۔ محبت کی دنیا میں یہ معذرت نہیں ہوتی بلکہ فرض کی دنیا میں ہوتی ہے۔ فرض کی دنیا میں اجازت ہے کہ آپ بیمار ہو تو ٹھہر کے نماز پڑھ لینا مگر شوق کی دنیا میں معذرت نہیں ہے۔ شوق کی تعریف میں نے پہلے ہی دن یہ بتائی تھی کہ شوق اپنی راہ میں مجبوری کی نفی کا نام ہے۔ تو محبت کیا ہے؟ محبوب کی راہ میں مجبوری کی نفی کا نام ہے محبت اور شوق کی تعریف کیا ہے؟ شوق کی تعریف یہ ہے کہ شوق کے اندر باقی وابستگیاں جو ہیں وہ آپ قربان کرتے جاؤ۔ جس سے آپ محبت کریں اس سے Sincerely کریں، خلوص کریں اور اسے Avoid نہ کریں۔ ماں بچے کی محبت میں بچے کے باپ کو چھوڑ جاتی ہے اور غفلت کر جاتی ہے کیونکہ اسے بچے کی محبت زیادہ ہوتی ہے اور اگر بچے کے مالک سے محبت ہو جائے یعنی

کائنات کے مالک سے محبت ہو جائے تو پھر انسان کیا کرے گا۔ یہ کوئی بتانے والی بات نہیں ہے۔ اگر صحیح محبت ہو جائے تو پھر فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ پھر ذمہ داری کس کی ہے؟ پھر محبت ہی آپ کی ذمہ دار ہو گی۔ اگر آپ کو اللہ سے محبت ہے تو پھر اللہ ہی ذمہ دار ہو گا اور یہ محبت اپنے اندر ہی سے شروع ہوتی ہے اور اندر ہی مکمل ہو جاتی ہے۔ آپ نے اللہ کو اپنے آپ میں ہی ڈھونڈنا ہے۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

آپ نے جانا کہیں نہیں ہے بلکہ اپنے آپ میں ڈھونڈنا ہے اور اس کو اپنے آپ میں پانا ہے۔ اگر وہ بچوں کی محبت کا رشتہ دیتا ہے تو آپ لے لیں اور وہ جو بھی دیتا ہے وہ لے لیں۔ اللہ سے محبت بڑی بات ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ میرے کہنے پر محبت کرو بلکہ اگر محبت آپ کا شوق ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ سب کا شوق نہیں ہوتا۔ پھر آپ باقی فرائض پورے کریں۔ لیکن اگر محبت ہو جائے تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔ آسان زندگی یہ ہے کہ آپ کسی کا گلہ نہ کریں' زندگی کو قبول کریں' ایک مقصد کو زندگی بنا لیں اور زیادہ بوجھ نہ اٹھائیں۔ زیادہ بوجھ اس لئے نہیں اٹھانا کہ پھر ساتھ تو کچھ لے کے جا نہیں سکتے' جب پھینک ہی دینا ہے' کچھ عرصہ بعد چھوڑ ہی دینا ہے تو پھر کیا اٹھانا۔ مثلاً" آپ نے مکان بنانا ہے اور اچھا بنانا ہے' تو ایسا مکان بنائیں کہ پھر چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ اگر آپ نے پیسے جمع کئے ہیں تو پھر بچوں کے حوالے کر کے جائیں' آخر انہوں نے ہی تو لینے ہیں۔ اس طرح آسانی ہو جا۔

گی۔ تو آپ اللہ کی تمنا کرو' اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی عبادت کرو ---- سب کچھ مل جائے گا۔ اگر نہ ملا تو بھی اللہ تو ضرور ملے گا۔ میں ایک بات بیان کر رہا ہوں اور بیان کرنے والی بات لوگوں تک Convey کر رہا ہوں کہ بات یہ ہے کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ Convey کرنے والا کیا Convey کر رہا ہے؟ یہ سوچنا چاہئے۔ دوسرا یہ ہوتا ہے کہ انسان کے پاس بات سننے کا شوق ہونا چاہئے۔ کسی کے پاس کوئی اور شوق ہو سکتا ہے مثلاً" کھانے کا شوق ہو سکتا ہے یا کسی اور بات کا شوق ہو سکتا ہے۔ ایک شوق یہ بھی ہوتا ہے کہ صرف محفل میں حاضر رہیں کیونکہ ایسے شخص کو دیکھنے کو شوق ہوتا ہے۔ دیکھنے والا جب محو ہو کے دیکھتا ہے تو آواز جو ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ اس بات سے میں منع کر رہا ہوں اور خاص طور پر' بار بار منع کر رہا ہوں کہ یہ شعبہ ہمارا نہیں ہے۔ میں آپ کو کتنی آسان آسان باتیں سمجھاتا ہوں۔ اور پھر میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینکتا ہوں کہ آپ لوگ ہوش کرو اور باز آؤ کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ ہمارا شعبہ یہ ہے کہ آپ بات سنو' اپنی زندگی کو سنوارو اور ہوش میں آ جاؤ۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آپ بات سنتے جاؤ اور لطف لیتے جاؤ۔ آپ کی زندگی میں نے ذاتی رکھی ہوئی ہے' اس لئے آپ اس سے لطف لیتے جاؤ۔ میں نے اس طرح کا قافلہ نہیں بنایا ہوا کہ شیخ کی توجہ ہوئی' کچھ نظر آیا' جھلک دیکھی' پردہ اٹھ گیا اور ایک واقعہ ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی مہربانی سے جن کی سب مہربانیاں ہیں' ان کی مہربانی سے آپ کا نام ان کی لسٹوں میں چلا گیا' وہ جن پہ ساری کائنات درود بھیجتی ہے۔ اتنا سارا ہمارا کام ہے۔ کام ہمارا چھوٹا سا ہی ہے۔ کیا کام ہے ہمارا؟

جنؐ کی عنایت اور مہربانی سے یہ نظامِ کائنات چل رہا ہے' انؐ کے تقرب میں آپ لوگوں کا نام پیش ہو گیا۔ بس ہمارا یہی کام ہے۔ ہر Scene of action پر موجود رہنے کی تمنا مجھے نہیں ہے۔ اگر وہ خود ہو تو ہو' اس میں ہرج کی کوئی بات نہیں ہے لیکن وہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ تو آپ لوگ آنکھ کی بجائے کان بن جاؤ۔ میں آپ کو یہ سمجھا رہا ہوں کہ آپ جب بات سنو تو ادب سے سنو اور آنکھ بند رکھو اور نیچی رکھو۔ کھلی آنکھ کے ساتھ اگر توجہ بند ہونے لگ جائے تو آنکھ بند رہنا بہتر ہے۔ توجہ بات میں ہو رہی ہے' Concentrate ہم بات میں کر رہے ہیں' بات کے اندر ہم طلسمات کی بات کر رہے ہیں اور اگر یہ باتیں یاد رہ جائیں تو اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ یہ راز کی بات ہے اور اصلی راز کیا ہے؟ بس اللہ کا فضل ہونا چاہئے اور اس کی مہربانی ہونی چاہئے۔ ہم سارے لوگ اس کی حفاظتوں میں ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں۔ ہمارا ذاتی مدعا کسی ایک سے وابستہ نہیں ہے' ہم اس کی راہ میں رونے رلانے والے بندے ہیں۔ ہمیں اکٹھے بیٹھنے کا وقت مل گیا ہے' مجھے بولنے کی توفیق مل گئی ہے' آپ کو سننے کا نظام مل گیا ہے اور اللہ مہربانی کرنے والا ہے۔ ایک ہی اللہ سب پر موجود ہے۔ اس لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم تصنع سے بچ جائیں۔ بناوٹ سے بچ جائیں۔ زندگی کا محبوب مشغلہ میں نے کیا بتایا ہے کہ آپ اپنے گھر کو آسودہ بناؤ۔ اور کسی کو میں نے ابھی اتنا موقع نہیں دیا کہ کوئی صرف میرے ساتھ ہو اور میرا بہت Favourite ہو۔ وہ ہو نہیں سکتا۔ میں آپ کے ساتھ برابر چل رہا ہوں۔ میری نگاہ میں آپ سب لوگوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی ایک شخص

میری بات سن لیتا ہے' زیادہ سمجھ لیتا ہے۔ میں قرب کی تعلیم تو ضرور دیتا ہوں مگر ایک کلاس کو اور پورے گروہ کو دیتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی اکیلا شخص میرے اتنا قریب آجائے کہ گروہ ہی کو توڑ دے۔ میں گروہ جوڑ رہا ہوں اور وہ اسے توڑ دے گا۔ اس لیے میرے قریب کوئی نہیں اور میں ایسا مقرب نہیں بنانا چاہتا۔ میں یہ راز نہیں بتاؤں گا کہ اصل میں کیا ہونے والا ہے؟ جس دن میں آپ کو بتاؤں گا اس دن آپ سے ملنا بند کر دوں گا۔ میری نگاہ میں ان سب میں ابھی تک ایسا کوئی بندہ نہیں ہے کہ جس کے بارے میں میں نے وصیت کرنی ہو کہ میرے بعد کون سیٹ پر بیٹھے گا۔ میں پتہ ہے' کیا کہوں گا؟ کہ میرے بعد سیٹ کو تالا لگا دینا۔ یہاں کوئی نہیں بیٹھے گا' نہ میری زندگی میں اور نہ میرے بعد۔ ابھی تک میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا۔ آپ راضی ہو جاؤ۔ میرے بعد یہ سیٹ میرے ساتھ ہی دریا کے اندر جائے گی۔ سیٹ نہیں ملتی۔ میں جو بات کر رہا ہوں وہ بات سنو۔ میں اس وقت ذات بھی نہیں ہوں اور چہرہ بھی نہیں ہوں بلکہ میں صرف ایک "بات" ہوں۔ آپ بات سن لو۔ ابھی بات کام آئے گی۔ پھر جب میں ایک دوسرا واقعہ بنا تو پھر میں اور بات بتاؤں گا کہ اب اور بات ہے۔ مجھ میں اللہ کے حکم سے بہت سی باتیں بننے کی صلاحیت ہے۔ خواب بننے کی صلاحیت بھی ہے۔ یہ لوگ میرا Handicap ہوتے ہیں اگرچہ یہ نیک ہوتے ہیں' معصوم ہوتے ہیں اور بھولے ہوتے ہیں کیونکہ یہ مجھ میں Involve ہو جاتے ہیں' محو ہو جاتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ Involve نہ ہوں' کھو نہ جائیں۔ جب میں یہ کہوں کہ فلاں کام کرو تو وہ کام کریں۔ مثلاً" آپ

قوالی سنیں مگر اس میں آپ کو کچھ ہونا نہیں چاہئے۔ اگر سارے محو ہونا شروع ہو جائیں تو پھر فساد ہو جائے گا۔ اس لئے آپ بات کو سنو اور قائم رہو۔ قائم رہنے کا ثبوت کیا ہے؟ کہ بات کی تفصیل یاد رہے ورنہ تو سب کچھ بھول جائے گا اور ہوش قائم نہیں رہے گا۔ اگر آپ پر زیادہ کیفیت آجائے تو مجھے بتا دیا کریں' اس طرح سب ٹھیک ہو جائے گا وگرنہ ایسے آدمی ایک خیال میں بہت آگے نکل جاتے ہیں اور وہ باقی دنیا سے کٹ جاتے ہیں۔ انہیں مجذوب بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم مجذوب بننے سے روک رہے ہیں۔ مجذوب وہ ہوتا ہے جو Balance of life یعنی زندگی کے توازن کو Upset کر دے۔ مثلاً" آپ دن کے نو بجے کام شروع کرتے ہیں لیکن مجذوب کے نو کبھی نہیں بجیں گے اور وہ دفتر نہیں جائے گا۔ اس لیئے آپ لوگ توازن کے ساتھ چلو' گھروں کو آباد رکھو' گھروں کو صاف رکھو' صاف ستھری زندگی گزارو' یہی کامیابی ہے۔ اللہ راضی رہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کے قرب کی کوشش ضرور کی جائے۔ کوشش یہ ہو کہ آپؐ کے قریب رہنے کی تمنا ہو جائے۔ ہم سب یہ دعا کریں کہ یا اللہ اپنے محبوب پاک ﷺ کی محبت عطا فرما یہی محبت ہمارا سرمایہ ہے' یہی محبت ہمارا عمل ہے اور یہی محبت ہمارا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کرنے والی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ بس آپ چلتے جائیں۔ محویت سے اس لیئے بچنا چاہئے کہ ایسا آدمی فرائض کا راستہ گم کر دیتا ہے۔ اس لئے ہم نے محویت اور مجذوبیت سے منع کر دیا ہے' رونا اتنا نہیں ہے کہ روتے ہی چلے جاؤ اور ہنسنا اتنا نہیں ہے کہ ہنستے ہی چلے جاؤ۔ آپ بیلنس رکھو اور دعا کرو کہ اللہ اپنے رحم میں رکھے اور

اللہ کے محبوب ﷺ اپنی نگاہ میں رکھیں۔ آپؐ کی نگاہ ضرور ہے کیونکہ آپؐ کی توجہ سے ہی سارا کام چلتا ہے' ان کی مہربانی ہے ـــــ آپ لوگ یہ کام کیا کریں کہ تنہا بیٹھا کریں اور ساری امت کی فلاح اور نجات کے لیئے دعا کیا کریں کہ یا رب العالمین ! تُو حضور پاکؐ کی اس امت پر رحم فرما ـــ اب آپ اور سوال پوچھیں۔ ضرور پوچھیں۔

سوال :

آپ نے فرمایا ہے کہ خود کو اللہ کے سپرد کر دو تو اگر ہم ایسا کریں تو اس میں وہ منزل تو نہیں آ جاتی کہ سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو؟ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :

اللہ کے سپرد کرنے کے بعد جو منزل آتی ہے اسے موت سے پہلے مرنے کی منزل کہتے ہیں۔ زندہ انسان کے پاس ملکیت ہوتی ہے' اختیار ہوتا ہے' Choice ہوتا ہے' علم ہوتا ہے' عمل ہوتا ہے' اپنا ہوتا ہے اور بیگانہ ہوتا ہے۔ تو یہ زندہ انسان کے ساتھ ہوتا ہے اور جب انسان مر جائے تو پھر اپنا کوئی نہ رہا' بیگانہ کوئی نہ رہا' ملکیت کوئی نہ رہی' ہونا کچھ نہ رہا' نہ ہونا کچھ نہ رہا' نہ تقاضا رہا نہ محرومی رہی اور نہ حاصل رہا۔ اگر آپ صرف اپنے خیال میں اپنی اس زندگی میں خود یہ چیزیں چھوڑ دیں تو پھر یہ موت ہو گی۔ اگر آپ نے سمجھ لیا کہ آپ اپنے بچوں کے مالک ہی نہیں ہیں تو پھر آپ نے بچوں کے پاس کیا چھوڑا ـــ مرنے سے پہلے مر جانا "ہمہ اوست" نہیں ہے۔ سب لوگ "ہمہ نیست" ہیں یعنی مٹ

جانے والے ہیں۔ "ہمہ اوست" کی اور بات ہے۔ "ہمہ اوست" میں یہ خیال رہے کہ خیر اور شر کو پہچانے بغیر یہ خطرناک چیز ہے۔ لہٰذا شیطان کو پہچانے بغیر آپ کبھی "ہمہ اوست" کے فلسفے میں نہ آنا۔ پہلے شیطان کو پہچان لینا اور پھر شیطان کے علاوہ ہر چیز "اللہ" ہے۔

سوال :

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ خود سپردگی کے بعد ہوش بھی نہیں رہتا۔ تو پھر میں کیا کروں؟

جواب :

لاہوش انسان' بے ہوش انسان یا اللہ کی راہ میں محو انسان جو ہے وہ ایک خطرے کا ضرور شکار ہو سکتا ہے کہ وہ خیر اور شر میں Discriminate یعنی تمیز نہ کر سکنے کی وجہ سے گناہ میں ملوّث ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں گم ہو جانے والا پورا مجذوب ہو سکتا ہے لیکن گناہگار بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس اس حالت میں گناہ کی تمیز نہیں ہوتی' اس لیئے گناہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ اس لیئے آپ اس بات کا ہوش کرنا اور خبردار رہنا! کہیں پھر یہ نہ کہنا کہ ہمیں تو گناہ ثواب کا پتہ ہی نہیں چلا تھا۔ یہ ہوشیار رہنے کا مقام ہے کیونکہ اس حالت میں گناہ کے قریب جانے کا امکان ختم نہیں ہوتا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں اس کے خیال میں گم تھا اور پاؤں کے نیچے کوئی چیز کچلی گئی۔ یہ خیال رہے۔ ہوش قائم رکھنا! تو "اللہ" کے خیال میں ہمہ حال گم رہنے والا لاعلمی میں گناہ میں ہاتھ ڈال سکتا ہے' محبت کی حالت میں یہ کر سکتا ہے' فنا فی اللہ کی حالت میں یہ کر

سکتا ہے اور خانہ کعبہ کے اندر یہ غلطی ہو سکتی ہے— آپ میری یہ وارننگ یاد رکھنا! اس لئے میں آپ کو ساتھ ساتھ ہوشیار کرتا رہتا ہوں۔ ان الشیطٰن للانسان عدومبین۔بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اس لئے آپ ہوش قائم رکھیں اور اللہ کے حوالے سے سفر کرتے جائیں۔ سفر الی اللہ کا مطلب ہے سفر مع اللہ یعنی اللہ کی طرف جانا اللہ کے ساتھ ہی جانا ہے۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا اللہ ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے' تو گناہوں کو حکم دے کہ وہ ہمیں چھوڑ دیں ——

آپ یہ دیکھیں کہ ہم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ محفل ہم کسی اور جگہ بھی منعقد کرتے رہتے ہیں' جگہ بدلتی رہتی ہے' کبھی کسی بزرگ کے ساتھ' کبھی کسی اور بزرگ کی محفل ہوتی ہے' جو مہربانی کرتا ہے' یہ اسی کی محفل ہوتی ہے۔ ہم بھی یہاں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور آپ بھی۔ آپ خالی ہاتھ آکر بیٹھ جاتے ہیں' اسی طرح ہم بھی آ جاتے ہیں۔ پھر آ کے دعا کرتے ہیں کہ یااللہ اس واقعہ کے بارے میں مہربانی فرما تو وہ واقعہ سمجھ آ جاتا ہے' کبھی کوئی روح ہوتی ہے اور کبھی کوئی اور۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ کمرہ مبارک ہوتا ہے اور پھر یہاں بیٹھی ہوئی نگاہیں بعض اوقات قریب کے منظر کے اندر اتنا گم ہو سکتی ہیں کہ وہ نیکی اس کے لیئے وبال بن جائے۔ میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ یہاں بیٹھنے کا لطف جو ہے وہ لذت نفس بھی ہو سکتا ہے یعنی میرے ساتھ تعلق کے بعد اگر آپ کو یہ خیال آئے کہ اسی محفل میں بیٹھے ہوئے کسی اور شخص سے میری اطلاع کے بغیر ملا جائے تو یہ تمنا لذّتِ نفس ہو گی اور خطرہ ہو گا۔ تو ایسا خطرہ خانہ کعبہ تک تعاقب کر سکتا ہے۔ اس لیئے آپ یہ خیال رکھیں

کہ نیکی کا نشہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بات ہم آپ کو بڑے وثوق سے بتا رہے ہیں۔ کہیں آپ نیکی کے نشے میں نہ آ جانا اور اس نشے سے آپ ضرور بچ جائیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے احکامات یاد رکھنا اور لا تقربا ھٰذہٖ الشجرہ آپ اس ممنوعہ درخت کے قریب مت جانا۔ پرانے احکام جاری رہیں گے۔ آپ اپنی نیکی کو تحریک بناؤ' Movement بناؤ اور اسے نشہ نہ بناؤ۔ نیکی' تحریک کب بنے گی؟ اجتماعی شکل میں ۔ وگرنہ میں اپنی تنہائی چھوڑ کے آپ کے پاس کیوں آتا۔ جب میری تنہائی آباد ہو گئی تو پھر میں اس شہر میں آبادی کے لئے آیا ہوں۔ شہر تو ویسے آباد ہوتے ہیں۔

اور وہاں بھرپور آبادی ہوتی ہے لیکن وہ آبادی کچھ نہیں ہے۔ سمجھانے والے نے یہ کہا کہ جلوہ تو ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جلوے کو آواز دی جائے۔ ہم یہاں جلووں کو الفاظ دیتے ہیں اور یہ سفر بڑا Important ہے' بہت اہم ہے اور آپ اگر الفاظ کو چھوڑ کر جلوے میں داخل ہو جائیں تو بہتر تو یہ ہے کہ ہم واپس اپنے گھر چلے جائیں ۔۔ آپ میرے ساتھ اس سفر میں الفاظ کی نسبت سے شامل ہیں ورنہ آپ کی اور میری نسبت کوئی نہیں ہے۔ میں اس حد تک آپ کو واضح بات بتا رہا ہوں کہ میری اور آپ کی نسبت "الفاظ" کے ذریعے سے ہے۔ اگر یہ نسبت جلوے کی ہوتی تو میرے لئے جلوہ تو تنہا ہے۔ جلوہ اگر اہم ہوتا تو وہ جلوہ ہی رہتا۔ اللہ نے کہا ہے کہ میں جلوہ تھا اور میں نور تھا' پھر میں نے ارادہ کیا کہ ظاہر ہو جاؤں۔ پھر وہ جلوہ مخفی نہیں رہ سکا۔ تو جلوے کا رُوبرُو رہنا Enough Achievement نہیں ہے' یہ حاصل کافی نہیں ہے۔ اگر

اُمّت گمراہ ہو جائے اور ایک آدمی صاحبِ جلوہ ہو جائے تو یہ اس شخص کا حاصل نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہوش قائم رہے اور اللہ کی طرف سفر جاری رہے۔

اللہ ہم سب پر کرم فرمائے۔ و صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ سر! انسان، خدا اور کائنات کا آپس میں کیا تعلّق ہے؟

سوال :۔

سر! انسان' خدا اور کائنات کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

جواب :۔

ایک زندہ' حساس اور ذی جان انسان جانتا ہے کہ وہ زندہ ہے کیونکہ یہ اس کا احساس ہے کہ وہ زندہ ہے اور اگر اس کا کوئی عقیدہ بھی ہو تو ایک ذی جان اور ذی عقیدہ انسان جب یہاں دنیا میں جائزہ لیتا ہے تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے آپ کو گردوپیش سے متعلق سمجھتا ہے اور اگر گردوپیش سے اس کا تعلق نہ ہو تو وہ خود کو زندہ نہیں سمجھتا۔ اگر عقیدہ نہ ہو تو انسان اور کائنات کے تعلق کے قیام تک ہی کھیل رہتا ہے یعنی اگر عقیدہ نہ ہو تو پھر انسان اور اس کائنات کے درمیان تعلق کی حد تک ہی زندگی رہتی ہے یعنی اس انسان کا تعلق صرف اپنے گرد ہونے والے واقعات سے رہتا ہے۔ عقیدہ نہ ہو تو انسان فطرت کو صرف اس کی رنگینیوں اور نیرنگوں تک ہی سمجھ سکتا ہے اور اپنے آپ کو' اپنی زندگی کو اور اپنے گرد و پیش کو بھی صرف واقعے کی حد تک دیکھتا ہے۔ مثلاً" وہ یہ سمجھتا ہے کہ موسموں کا تغیّر و تبدّل جو ہے وہ سورج کے دم

سے ہے' زمین کی گردش سے ہے اور زمین کی روزانہ گردش یا Annual گردش جو کہ اپنے گرد یا سورج کے گرد ہے' اس کے دم سے موسموں میں تغیّر اور تبدّل آتا ہے' دن رات کا بننا ہوتا ہے' ہواؤں کے چلنے سے موسم بدلتے ہیں اور سورج کی وجہ سے یہ ساری گرمی اور یہ ساری تازگی قائم ہے۔ وہ یہ تو جانتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ سورج ایسا کیوں ہے؟ اور زمین ویسی کیوں ہے وہ یہ بالکل نہیں جانتا! یہاں پر عقیدہ اس کے کام آسکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اس کائنات کے اندر ہونے والے واقعات سے متعلق رہتا ہے اور اس کائنات میں ہونے والے واقعات جاننا چاہتا ہے' جانتا ہے' تحقیق کرتا ہے' تجسس کرتا ہے' غور کرتا ہے' راز دریافت کرتا ہے' وجوہات دیکھتا ہے' نتائج دیکھتا ہے' لیکن وہ یہ نہیں جان سکتا کہ یہ سب ایسا کیوں ہے؟ وہ یہ بالکل نہیں جان سکتا! تو اگر زندگی عقیدے سے محروم ہو تب بھی کائنات سے متعلق تو رہتی ہے۔ جب بھی آپ بے عقیدہ ہونے کے باوجود زندگی کا بیان کریں گے تو اس میں گردوپیش کے واقعات آئیں گے' زمین آئے گی اور آسمان آئیں گے یعنی یہ سارے واقعات آئیں گے لیکن اس فطرت کے رنگوں کے پیچھے کسی فطرت بنانے والے کا ذکر نہیں آئے گا۔ جب ایک انسان اور باشعور انسان اگر عقیدہ بھی رکھتا ہو تو پھر وہ اپنے اور کائنات کے تعلق کی دریافت کے بعد اس تعلق کو پیدا کرنے والے کو بھی دریافت کرتا ہے۔ تو اب انسان اور کائنات کے علاوہ ایک اور ذات آگئی ہے اور وہ ہے خدا۔ تو صاحبِ عقیدہ جو ہے وہ اس بات پہ غور کرتا ہے کہ میں کس حد تک "میں" ہوں' کائنات کس حد تک کائنات ہے اور

بھیجنے والے نے کس حد تک مجھے کہاں بھیجا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو کسی بھیجنے والے کا مرہونِ احسان سمجھتا ہے۔ یہ اس کا عقیدہ بن جاتا ہے۔ پھر آپ کائنات کو دیکھتے ہیں اور روشن سورج' روشن چاند اور روشن تاروں کو دیکھتے ہیں۔ اگر ساری کائنات کی تمام اشیاء آپ پر اثر نہ کریں تو پھر یہ آپ کے لئے بیکار ہیں۔ گویا کہ اس کائنات کی ہر چیز' باہوش اور باشعور انسان کے لئے ہر وقت ایک اثر رکھتی ہے اور وہ یہ اثر ہمیشہ محسوس کرتا ہے۔ جب اس شخص کو وہ بات سمجھ آجائے تو پھر وہ اس چیز' اس کائنات کو بنانے والے سے تعلق کے حوالے سے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے کتنا رحم کیا کہ آج موسم اچھا ہے حالانکہ موسم آتے ہی رہتے ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ اللہ کی مہربانی سے آج کا موسم بہت اچھا ہے اور دوسرے شخص کے بارے میں کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ اس پر اللہ ناراض ہے کیونکہ شادی والے دن اتنی بارش ہو گئی کہ ساری شادی درہم برہم ہوگئی ہے۔ تو صاحبانِ عقیدہ اپنے علم اور اپنی تحقیق کو فرمانِ الٰہی سے تعلق میں رکھتے ہیں' اس کے قریب کرتے ہیں اور اپنے احساس کو اپنے مشاہدات کو اور اپنی دریافت کو منشائے الٰہی کے تابع کرتے ہیں اگرچہ وہ بھی اپنا حصہ اسی کائنات سے لیتے ہیں۔ تو سب کو خیال کا حصہ کہاں سے ملے گا؟ اسی کائنات سے۔ مثلاً" اگر آپ غم زدہ ہوں تو یہ غم اسی کائنات سے ہی تو ملا ہے اور کائنات کا یہ غم انسانوں' اشیاء' احوال' زمین' آسمان اور گردشِ زمانہ سے ملتا ہے۔ تو غم اور تو کہیں سے نہیں ملتا بلکہ یہاں سے ہی ملتا ہے۔ مثلاً" کوئی رشتے دار فوت ہو جائے تو وہ آپ کا غم بن جاتا ہے۔ کسی اور جگہ سے کوئی بری خبر آگئی تو یہ غم جو آپ کو ملتا

ہے اسی کائنات سے ملتا ہے اور کائنات ہی آپ کو غم زدہ کرتی ہے' پھر کبھی آپ کو یہ کائنات خوش کرتی ہے۔ مثلاً" اچانک خوشی کی کوئی خبر آگئی' مبارک آگئی کہ اچانک ہی چاند ہو گیا تو خوشی مل جاتی ہے۔ جو لوگ اہلِ عقیدہ ہیں ان کو اگر غم آجائے تو وہ کہتے ہیں کہ اناللہ و انا الیہ راجعون اور اگر خوشی آگئی تو کہتے ہیں الحمد للہ' تو گویا کہ یہ کائنات آپ کی باطنی اور ظاہری زندگی کی پرورش کرتی ہے' توانائی یہاں سے ملے گی' خوراک یہاں سے ملے گی' احساس یہاں سے ملے گا' غم یہاں سے ملے گا' خوشی یہاں سے ملے گی اور جتنے بھی آپ کے ظاہری باطنی قواء ہیں سارے کے سارے یہیں سے تربیت پائیں گے اور یہاں پر ہی آپ کی زندگی مکمل ہوگی اور جو لوگ عقیدے کے بغیر ہیں وہ کہتے ہیں کہ سارے ہی آتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں۔ ان کو کائنات کی گردش روز گار ختم کر جاتی ہے۔ اور عقیدے والے سے اللہ فرماتا ہے کہ اس زندگی پہ غور کرو کہ میں نے تمہارے لئے کیا کیا بنا رکھا ہے اور پھر جب عقیدے والے کائنات پر غور کرتے ہیں تو پھر وہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا یعنی " میرے رب! یہ جو کچھ تو نے بنایا ہے یہ عین حقیقت ہے اور یہ باطل نہیں ہے"۔ تو گویا کہ آپ نے اپنا احساس' اپنی زندگی' اپنا غم اور اپنی خوشی اس کائنات کے مشاہدات سے حاصل کرنی ہے۔ مگر آپ نے عقیدہ یہاں سے حاصل نہیں کرنا بلکہ عقیدہ آپ کو دین نے دے دیا ہے۔ عقیدہ تحقیق سے نہیں ملتا بلکہ عقیدہ تسلیم سے ملتا ہے۔ انسان جیسا بھی ہے' جتنا بھی Developed ہے' اس کی Development اس کا ظاہر' اس کا باطن' اس کا مشاہدہ' اس کی کائنات'

اس کی یاد' اس کا ماضی اس کا مستقبل' اس کے غم اور اس کی خوشی' سارے کا سارا کائنات کا احسان ہے۔ یہ بڑے کمال کی بات ہے کہ آپ صرف بیٹھے رہیں تو پرورش پاتے رہتے ہیں' ذہن Develop ہوتا رہتا ہے اور نظارے آپ کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں۔ یوں آپ نے گھر بیٹھے میلہ دیکھ لیا یعنی صرف اپنی جگہ پر قائم رہنے سے غم اور خوشی کی وافر مقدار میں خوراک مل جاتی ہے۔ فرض کریں آپ کی زندگی بڑی محفوظ ہے اور آپ نے اپنا مکمل Defence بنا لیا ہے۔ مگر پھر باہر سے غم کی خبر آ جائے گی کیونکہ آپ کا دوست تو محفوظ نہیں ہے اور رشتے دار تو محفوظ نہیں ہیں۔ اگر کسی کو دعا مل جائے کہ تیری زندگی اب ہمیشہ رہنے والی زندگی ہوگی تو کچھ عرصے کے بعد اس کی حالت دیکھنے والی ہوگی' پہلے اس کے سامنے ماں باپ مر جائیں گے' پھر اولاد مر جائے گی' پھر سارے واقف کار ختم ہو جائیں گے ۔ پھر وہ کہے گا کہ میں اس اجنبی دیس میں کہاں پھنس گیا ہوں۔ تو ایسے انسان کے لئے لازوال زندگی بھی لازوال غم کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو فانی زندگی دی ہے اور فانی غم دیئے ہیں۔ لہٰذا آپ فانی ہو کے چپکے سے رخصت ہو جانا' کیونکہ اگر آپ کو باقی بنا دیا جائے تو اتنا غم آپ سمیٹ ہی نہیں سکیں گے۔ اتنی یادیں آپ سمیٹ ہی نہیں سکتے اور آپ ایسی زندگی سے تنگ آ جائیں گے۔ جب بڑھاپا آتا ہے تو انسان ویسے ہی کہتا ہے کہ اب رخصت ہو جانا چاہئے۔ اگر لازوال عمر مل جائے تو سارے چہرے ایک ایک کر کے ختم ہو جائیں گے۔ آپ کے لئے ایک وبال بن جائے گا اور ایک عذاب بن جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

آپ کو ایک ایسی زندگی عطا کی جو اسی Duration میں تمام غم' تمام خوشی اور تمام مشاہدات کر کے مکمل ہو جاتی ہے اور پھر رخصت ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی زندگی اس کی بڑی مہربانی ہے۔ تو اصل راز یہ ہے کہ آپ کا غم' آپ کی خوشی اور آپ کا باطن' یہ سب کچھ اس کائنات نے آپ کو دیا۔ کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ آپ غمگین ہو جاتے ہیں' تو یہ غم بھی آپ کو کائنات نے دیا ہے' یعنی آپ کے ماحول نے دیا ہے اور بڑی اہم بات ہے کہ وہ ماحول جس نے آپ کو غم زدہ کیا ہے وہ کبھی کبھی آپ کو یہ غم دے کر خود غم زدہ ہو جاتا ہے' ورنہ غم دینے کے بعد' غم دینے والی شے اگر غمگین نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے اور پھر لگتا ہے کہ کائنات ظالم ہے۔ پھر انسان شکوہ کرتا ہے کہ سورج چمکتا رہا لیکن میری دنیا میں روشنی نہ تھی' میرے پاس جگنو کی روشنی تک نہ تھی اور اس کی دنیا میں روشنیوں کے فانوس جگمگاتے رہے۔ اگر کائنات غم دے اور غم میں شرکت بھی نہ کرے تو ہم اسے ظلم کہتے ہیں اور اگر آپ کو یہ محسوس ہو کہ غم دینے کے بعد وہ ماحول بھی غمگین ہو گیا ہے تو پھر آپ کا غم جو ہے وہ Chaste ہو جائے گا' Noble ہو جائے گا' یعنی مقدس ہو جائے گا اور یہ غم کائنات میں ایک امانت کے طور پر پرورش پائے گا۔ تو دو طرح کے غم ہو گئے۔ پہلا غم تو وہ ہے جس میں کائنات غم کے بعد خیال نہیں رکھتی اور یہ غم ایک Punishment ہے' سزا ہے۔ اور اگر غم دینے کے بعد ماحول بھی غمگین ہو گیا تو یہ غم جو ہے وہ ایک امانت کے طور پر پرورش پائے گا۔ تو غم دینے والی جو کائنات ہے کبھی کبھی وہ آپ کے غم میں خود بھی غم زدہ ہو جاتی ہے یا آپ کے احساس میں غم

زدہ ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کو غم دینے کے بعد آپ کے احساس میں یہ کائنات غمگین ہو جائے تو پھر آپ کا Relation یعنی تعلق اس کائنات سے ہوگیا۔ اس طرح آپ اپنے آپ کو کائنات سے متعلق سمجھنے لگ جائیں گے۔ مثلاً" آج آپ کے گھر میں خوشی ہے اور آپ کو ایسے لگتا ہے کہ ساری خوشی ہے تو سمجھیں کہ اب آپ کا تعلق کائنات سے ہو گیا۔ اچھے انسانوں کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ غم میں ہر چیز غمگین نظر آتی ہے اور خوشی میں اس کو ہر چیز خوش نظر آتی ہے۔ اگر کبھی آپ کو غم میں یہ کائنات خوش نظر آئے اور آپ کی خوشی میں یہ کائنات غمگین نظر آئے تو یہ Dis-coordination یعنی کائنات سے آپ کی لاتعلقی ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فطرت کسی انسان کی خود پرورش کرتی ہے اور وہ کائنات کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے غم کی داستان ساری کائنات کے لئے غم کا باعث بن جاتی ہے' اس کا قصہ اور اس کا واقعہ ساری کائنات کے لئے غم کا باعث بن جاتا ہے' اس مقام پر یہ کیفیت بن جاتی ہے کہ کائنات سے تعلق والا یہ آدمی اگر غمگین بیٹھا ہو تو اسے ایسا احساس ملتا ہے کہ وہ کہتا کہ "نے" یعنی بنسری کی آواز جو ہے یہ جدائی کی فریاد کررہی ہے۔ بنسری کیا کہتی ہے؟ میں جدائی میں رو رہی ہوں۔ یہ بات مولانا رومؒ نے غور کر کے بتائی کہ جس طرح بنسری اپنے جنگل کے بانس سے جدائی پر رو رہی ہے' اسی طرح وہ انسان خدا سے جدا ہو کر اس دنیا میں آکر روتا ہے۔ اور کائنات مولانا رومؒ کی اس بات سے Agree کر جاتی ہے۔ ایسا آدمی جو ہے وہ فطرت کا حصہ ہوتا ہے' اس آدمی کا غم کائنات خود سمیٹتی ہے اور اس کے غم کو دوبالا کرتی ہے' اسی طرح اس

آدمی کی خوشیاں بھی کائنات سمیٹتی ہے اور انہیں دوبالا کرتی ہے۔ اب آپ نے یہ دریافت کرنا ہے کہ اس کائنات کے لئے آپ کتنا Matter کرتے ہو اور یہ کائنات آپ کے لئے کتنا Matter کرتی ہے۔ اب میں آپ کو اس کا راز بتاتا ہوں' یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے آنے اور جانے کے بعد اس کائنات میں فرق نہ پڑا ہو' فرق ضرور پڑتا ہے کیونکہ آنا ضروری تھا اور پھر اس End کے بعد جانا بھی ضروری ہے۔ اب آپ نے یہ دریافت کرنا ہے کہ وہ کون سی ضرورت تھی جس کی وجہ سے آپ کا آنا ضروری تھا اور جس کی وجہ سے آپ کو جانا پڑ رہا ہے۔ آپ کو صرف اتنی سی چیز دریافت کرنی ہے۔ ایک آدمی کے پیدا ہونے پر Nature کی' فطرت کی' کروڑہا سال کی Investment ہے ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چہرہ کسی اور چہرے کے برابر ہو جاتا۔ اور کوئی انسان کسی اور انسان کے برابر ہو جاتا' لیکن یہ واقعہ نہیں ہوتا۔ گویا کہ یہ بات بڑے ہی کوالٹی کنٹرول کے ساتھ آئی ہے' بڑے حساب سے آئی ہے۔ تو اسی زمان و مکان میں' اسی کائنات میں' اسی جگہ پر' اسی ماحول میں اور اسی وقت میں آپ کا ہونا عین ضروری تھا۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اتنا ہی ضروری ہوتا ہے آپ کا واپس جانا۔ آپ اہلِ عقیدہ ہیں' اہلِ عقل ہیں اور اگر آپ کو آنے کی اہمیت کا پتہ نہ ہو اور جانے کی ضرورت کا پتہ نہ ہو تو پھر آپ یہ سمجھیں کہ آپ غافل ہیں۔ نیچر کا کوئی بھی عمل بے مقصد نہیں ہوتا۔ اپنے ہونے کا مقصد آپ نے خود دریافت کرنا ہے اور یہ مقصد اس وقت دریافت ہوتا ہے جب آپ اس کائنات کے ساتھ' مالکِ کائنات کے حوالے سے متعلق ہوں یعنی تعلق

میں ہوں۔ مثلاً" یہ جو آپ محنت کر رہے ہیں اس محنت کا نتیجہ کامیابی ہونا چاہئے۔ یہ تو آپ کہتے ہیں کہ یہ کامیابی عقل سے ملی ہے۔ مگر آپ عقل دینے والے کا شکریہ ادا کرو کہ اس نے آپ کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک خاص عقل عطا فرمائی جو ایک خاص ماحول میں چلتے ہوئے ایک خاص کامیابی تک پہنچی۔ اسی طرح اس نے آپ کو ایک خاص دل دیا جو ہر حال میں چلتے چلتے کہیں نہ کہیں غمگین ہو جاتا ہے' یہ خاص دل چلتے چلتے کہیں نہ کہیں Involve ہو جاتا ہے اور یہ دل جو ہے وہ محبت والا دل ہے۔ تو یہاں پر ہی آپ سب دیکھتے رہتے ہیں یعنی اپنا Involve ہونا دیکھتے رہتے ہیں اور مصروف ہونا دیکھتے رہتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں میں بڑا Busy ہوں کیونکہ بچوں کے لئے خوراک اکٹھی کرنی ہے۔ مگر یہ دیکھیں کہ بچے کیا ہوتے ہیں؟ اللہ کی عطا! اور بچوں کے لئے احساس کیا ہوتا ہے؟ دینے والے کی عطا! تو عطا جو ہے وہ دینے والے کے حوالے سے ہی عطا ہے۔ تو آپ حوالہ کبھی نہ بھولنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ حوالہ بھول جائیں اور جو چیز اس نے آپ کو عطا کی ہے' آپ کے حوالے کی ہے' آپ اس میں ہی گم ہو جاؤ۔ جس نے چیز حوالے کی ہے' حوالہ وہی رہے گا۔ آپ اس شے میں گم نہ ہو جانا' نعمت میں نہ گم ہو جانا بلکہ منعم کا خیال رکھنا' غم میں گم نہ ہو جانا بلکہ غم دینے والے کا خیال رکھنا' خوشی میں گم نہ ہو جانا بلکہ خوشی دکھانے والے کا خیال رکھنا' زندگی میں نہ گم ہو جانا بلکہ زندگی دینے والے کا خیال رکھنا اور موت میں بھی غم زدہ نہ ہونا بلکہ موت دینے والے کا خیال رکھنا کہ اس کی مرضی جب چاہے اٹھالے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ دین والوں کے لئے یہ ضروری ہے

کہ وہ اپنے اعمال' اپنے مشاہدات' اپنا سفر اور اپنے واقعات باری تعالیٰ کے حوالے سے پہچانیں' ورنہ تو ساری گمراہی ہو جائے گی' محنت بھی ہو گی اور گمراہی بھی ہو جائے گی۔ نیکی بھی اگر اللہ کے حوالے کے بغیر ہو یعنی مجبوری کی نیکی ہو تو یہ آپ کی انا ہے۔ مجبوری میں کی گئی نیکی آپ کی اپنی انا ہے۔ عبادت جو ہے یہ بھی آپ کی اپنی انا ہے۔ اگر عبادت اللہ کے حوالے سے ہے اور حوالہ ہر حال میں موجود ہے تو پھر آپ کی نیکی ادب میں ہوگی اور آپ کی عبادت ادب میں ہو گی۔ عبادت کا معنی ہے مالک کا قرب' مالک کا قرب جو ہے وہ نیک لوگوں کو مدھم کرے گا اور دھیما کرے گا۔ اللہ کریم کا فرمان ہے اللہ کریم کے محبوب ﷺ کے سامنے آواز اونچی کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کسی نے اللہ کے سامنے آواز اونچی کی تو؟ وہ تو اللہ کے محبوب ﷺ ہیں اور اللہ مالک ہے' خالق ہے۔ گویا کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اونچی آوازیں اور اونچی صدائیں اور اونچے جھوٹ بولنے والے کے اعمال تو اعمال ہی نہ رہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے تقرب کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا دل جو ہے وہ Noble نہیں ہوا' اس کی آواز مدھم نہیں ہوئی اور اس کی نگاہ زمین پر نہیں لگی تو وہ اللہ کا تقرّب حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ولا تمش فی الارض مرحا" "زمین پر اکڑ اکڑ کر نہ چلو"۔ اکڑ کر چلنے والے جو ہیں یہ اللہ کا تقرّب کبھی حاصل نہیں کرسکتے۔ گویا کہ زمین پر بھی ادب سے چلنا چاہئے۔ تو اللہ کے قرب میں جو لوگ داخل ہوتے ہیں وہ تحمّل میں آجاتے ہیں۔ اکڑنا' تیز ہونا اور شوخی کرنا اللہ کے تقرّب کی نفی ہے۔ اگر نیکی آپ کو دھیمانہ بنائے تو پھر

سمجھیں کہ آپ کو کائنات سے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ تو آپ نے اپنا احساس اسی کائنات میں سے دریافت کرنا ہے' پہلے تو دریافت کرنا ہے اور پھر یہ کرنا ہے کہ یہ احساس اسی کائنات کو لوٹا دینا ہے۔ تو جب آپ کو کائنات سے غم ملا آپ اپنا غم اسی کائنات میں بکھیر دیں اور خوشی ملی تو اس کائنات کو خوشی دے جائیں۔ گویا کہ کائنات میں خوشی اور غم کا احساس اور Total amount اتنا ہی رہتا ہے' کچھ آپ نے یہاں سے اٹھایا اور اس کو آگے جا کے کسی کو دے دیا۔ یعنی آپ نے غم حاصل کیا اور پھر غم کو بیان کر دیا' خوشی حاصل کی اور خوشی بیان کر دی۔ اسی طرح جن لوگوں کو جو جو بھی صفات ملی ہیں' وہی صفات انہوں نے کائنات میں لگا دیں اور زمانے کو بانٹ دیں اور خود جس طرح خالی ہاتھ آئے تھے اسی طرح خالی ہاتھ چلے گئے۔ تو یہاں پر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جتنا آپ نے لیا ہے' آپ اتنا لوٹائیں' جو کچھ آپ کو حاصل ہوا' وہ آپ لوٹا دیں۔ ظلم والا آدمی ہماری گفتگو میں نہیں آئے گا کیونکہ اس کا احساس غلط ہے یعنی جو شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے کائنات سے ظلم ملا ہے' وہ ہماری گفتگو سے باہر ہے کیونکہ اس کا شعور ناقص ہے۔ کیونکہ جس کو زندگی سے پیار نہیں ہے' اس سے ہماری بحث نہیں ہے۔ ہم کس کی بات کر رہے ہیں؟ ہم باشعور انسان کی بات کر رہے ہیں اور باعقیدہ انسان کی بات کر رہے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو' اپنے اللہ کے حوالے سے' اس کائنات کے مشاہدات دیکھتا ہوا' کبھی ان مشاہدات کو بیان کر جاتا ہے' کبھی ان کی تاثیر بیان کرتا ہے اور کبھی نتیجہ بیان کرتا ہے۔ تو یہ تین قسم کے بیان ہیں۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ یہ کائنات ہے' یہ سورج نکل رہا ہے اور یہ ڈوب

رہا ہے' کیا منظر ہے! کسی نے صرف منظر کو بیان کیا ہے' کسی نے اس کا نتیجہ بیان کیا ہے اور کسی نے اپنے آپ پر ہونے والی تاثیر کو بیان کیا ہے کہ میرے ساتھ یہ یہ کچھ ہوا ہے۔ پھر کسی نے ایک اور طریقے سے بیان کیا ہے کہ مالک جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اب یہ ہر نتیجے کا نتیجہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فقراء کی شکل میں اور پیغمبروں کی شکل میں آئے اور انہوں نے آخری نتیجہ بیان کیا کہ آپ سب اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور اسی کے حکم سے چلے جائیں گے اور جو درمیان کے لوگ تھے وہ یہ وضاحتیں کرتے رہے کہ پہلے تمہارا یہاں دنیا میں ہونا ہے اور پھر تمہارا ہونا نہیں ہے' یہ تمہارے بچے نہیں ہیں' تمہارا کسی کے ساتھ تعلق نہیں ہے' بس آپ صرف اپنا خیال رکھو اور اس طرح وہ لوگ اس خیال کی وضاحت کرتے گئے اور کچھ لوگ صرف فطرت کو بیان کرتے گئے کہ کائنات کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کو ماننے کے بعد اس کائنات میں ہونے والے تمام واقعات کو اللہ کی منشاء کے مطابق پہچانیں اور پھر اس کائنات میں ہونے والے غم کے واقعہ کا کائنات کو الزام نہ دیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کی مرضی کیا ہے اور آپ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے اللہ کو راضی کریں اور کائنات میں ہونے والے واقعات کے ذریعے اللہ کو تسلیم کر کے اسے راضی کرلیں۔ اگر اللہ نے غریبی دی ہے تو اسے تسلیم کرلیں' امیری دی ہے تو اسے تسلیم کرلیں۔ کوشش کرنے کا آپ کو حق ہے مگر گلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ تو کائنات اللہ کریم کے ساتھ آپ کا تعلق Create کرنے کا ایک Instrument ہے' ذریعہ ہے۔ کبھی کبھی آپ کا تعلق اللہ کے ساتھ ڈائریکٹ ہوتا ہے یعنی کائنات

کے بغیر' وہ تعلق زمان و مکان سے دور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی لامکاں میں ایسا تعلق بنا لیتا ہے۔ مثلاً" انسان پر سجدے کی کوئی کیفیت ایسی آ جائے کہ وہ کہے کہ اب نہ زماں ہے اور نہ مکاں ہے' اقبالؒ نے کہا ہے کہ ؎

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں' لا الٰہ الا اللہ

وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں زماں نہیں ہے اور مکاں نہیں ہے۔ اقبالؒ نے اس مقام کی نشاندہی کر دی ہے۔ زندگی میں ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں زمان و مکاں نہیں ہوتے' یہ مقام کبھی کبھی کسی کو ملتا ہے! ورنہ زمان و مکاں کی قید میں آپ پابند رہیں گے اور آپ زمان و مکاں کے اندر سے گزریں گے۔ زمان و مکاں سے گزرتے ہوئے خالق کون و مکاں کو انسان فراموش نہیں کر سکتا۔ پھر آپ کو یہ راز نہاں سمجھ آتا ہے۔ اب آپ کائنات کا اپنے حوالے سے جائزہ لو اور آپ اپنی کشمکش کو Reconsider کرو' دوبارہ غور کرو۔ یہی کشمکش جو ہے وہ بغاوت ہو سکتی ہے۔ آپ کی مجبوریاں آپ کے لئے ایک خوفناک نتیجہ مرتب کر سکتی ہیں۔ آپ کی مصروفیت گمراہی بھی ہو سکتی ہے اور آپ کی مصروفیت عبادت بھی ہو سکتی ہے۔ آپ مجبوری میں جو عمل کر رہے ہیں وہ جائز بھی ہو سکتا ہے اور مجبوری میں جو عمل کر رہے ہیں وہ ناجائز بھی ہو سکتا ہے' آپ کے اعمال خراب بھی ہو سکتے ہیں اور آپ کے اعمال عذاب لا سکتے ہیں۔ آپ یہ خیال کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں بھی زندگی مشکل میں گزاریں اور عذاب میں گزاریں اور آگے بھی مصیبت بن

جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یا ایھا الا نسان انک کادح "اے انسان تجھے محنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔ تو اے انسان! محنت کرنا تیری جبلت ہے' محنت کرنا تیری فطرت ہے' تُو محنت پر مجبور ہے' تو بیکار بیٹھ نہیں سکتا' تُو ضرور کچھ کرے گا اور تُو ضرور محنت کرے گا' دیکھ لینا تیری محنت ایک نتیجہ مرتب کرے گی اور کہیں ایسا نہ ہو کہ محنت کرتے کرتے تیری محنت چور جیسی محنت ہو جائے' تیری محنت جواری کی محنت ہو جائے' تیری محنت ڈاکو کی محنت ہو جائے' تیری محنت گناہ کی تلاش کی محنت ہو جائے' تیری محنت حقیقت کو چھپانے والی محنت ہو جائے اور تیری محنت اللہ کے خلاف بغاوت کی محنت بن جائے کیونکہ اللہ کے خلاف بغاوتیں کرنے والوں نے بڑی محنتیں کی ہیں اور یہ ساری اللہ کے خلاف محنتیں ہیں۔ تو آپ لوگ خیال رکھیں کہ آپ کی جو محنت ہے وہ آپ کے لئے کوئی خوفناک نتیجہ نہ لے آئے' اس لئے اے انسان! تُو اس راستے پر محنت کر جو تیرے رب کریم کا راستہ ہے' اس لئے کہ محنت تو تُو ضرور کرے گا' محنت کرتے ہوئے تُو اس راستے پر ضرور چل جو تیرے رب کریم کا راستہ ہے اور اگر تجھے اس راستے کی سمجھ نہیں آتی ہے تو پھر اس راستے پر چلنے والوں کو ڈھونڈ لے۔ اس راستے پر چلنے والوں کا تقرب انسان کو راستے کی بہت ساری پیچیدگیوں سے بچا دیتا ہے۔ مثلاً" اگر ایک قافلہ کہتا ہے کہ میاں میر صاحبؒ کے پاس چلیں گے یا میاں شیر محمد صاحبؒ کے پاس چلیں گے تو یہ لازمی بات ہے کہ وہ قافلہ گمراہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ آگے ایک بزرگ کا نام اور مقام ہے۔ اگر نقشبندی قافلہ کسی عرس پر جارہا ہو تو ان کو کہا جاتا ہے کہ کافیاں بند کرو' سماع منع ہے۔

ایک نقشبندی بزرگ کے پاس ایک مرید گیا تو وہ کہنے لگے کہ پروا نہ کر' میں تمہیں داڑھی رکھنے کے لئے نہیں کہوں گا کیونکہ اگر جنت میں کوئی بھی داڑھی کے بغیر گیا تو میں تمہیں بھی ضرور لے جاؤں گا مگر بغیر داڑھی والے نے جنت میں جانا نہیں۔ اس مرید نے یہ سن کر فوراً" داڑھی رکھ لی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نقشبندی طریقت میں یہ بات بڑی ضروری ہے۔ علامہ اقبالؒ کو بھی انہوں نے بڑی مشکل سے Accomodate کیا تھا کہ ان کی تو باطنی داڑھی ہے۔ تو طریقت کے راستے پر چلنا بڑی محنت کی بات ہے اور یہ بڑا مقام ہے۔ طریقت کے راستے میں سنگت ضرور ہونی چاہئے۔ عام طور پر نیکی کے راہ کی سنگت گمراہ نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر آپ کو تنہائی میں چلنا مشکل ہو رہا ہے اور پہچان مشکل ہو رہی ہو' تو پھر آپ نیکی کی سنگت بنا لو' تب یہ سنگت کامیاب ہو گی۔ میاں محمد صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ۔

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھر یا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں اپنے رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے چلی ہیں لیکن کامیاب وہی کہلائے گی جو گھڑا بھر کر واپس پہنچے گی۔ منزل تو سب کی اپنی اپنی ہو گی۔ لیکن عام طور پر راستے کی گمراہی اجتماعیت کی وجہ سے بچ جاتی ہے۔ اگر سنگت میں دو آدمی مل کر "من" اور "تُو" کی بحث کریں' باہمی نفس کو بیان کریں تو اس سنگت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ ان دونوں آدمیوں کی گفتگو اگر باہمی ہو یعنی صرف مابین تک ہی رہ جائے کہ آپ کہاں رہتے ہیں "میں وہاں رہتا ہوں" "آپ کا مکان کتنے کمرے

پر مشتمل ہے "" وغیرہ وغیرہ' تو دونوں گمراہ ہو گئے۔ آپ بات کو سمجھتے نہیں۔ اگر دونوں یعنی وہ آدمی صرف اپنی ذات کو Discuss کرتے ہیں تو وہ گمراہ ہو سکتے ہیں' اپنے احوال اور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں تو گمراہ ہو سکتے ہیں اور عقیدہ کے بغیر ہو سکتے ہیں۔ دین کو بیان کرنے کے لئے کم از کم سنگت پانچ افراد کی ہونی چاہئے' چار شخص راستہ چلنے والے اور پانچواں ان کے راستے کی نشاندہی کرنے والا ہوتا ہے۔ چار آدمی فیصلہ کر کے اللہ کے نام پر' اللہ کے راستے کی اگر بغیر کسی حوالے کے ہی تلاش شروع کر دیں تو بھی بالعموم کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو اس لئے ان کے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ یہ Crowd بن جاتا ہے' ہجوم بن جاتا ہے' جماعت بن جاتی ہے۔ تو چار بندے عام طور پر گمراہ نہیں ہوتے۔ گمراہی یہ ہے کہ اپنے نفس کی تائید کرانا' اپنے وجود کی تائید کرانا' اپنے جسم کی تائید کرانا یا اپنی ذات کو تسلیم کرانا اور یہ سب گمراہی ہوتی ہے۔ اگر کسی کا منصب پیغمبری ہو تو وہ خود کو پیغمبر تسلیم کرائے گا لیکن آپ کا ایسا کوئی منصب نہیں ہے' اس لئے آج کا انسان اپنی ذات کو تسلیم کرانا چاہتا ہے اور یہاں پر مار کھا جاتا ہے' کیونکہ اب کسی درویش پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس طرح تسلیم کرائے کیونکہ دین کا راستہ مکمل طور پر بیان ہو گیا ہے۔ تو دوستوں میں ذات کی پہچان کرانا' دوستوں کی نفی ہو جاتی ہے۔ اگر دو دوست مل کر تیسرے سفر پر روانہ ہو جائیں تو اس کا ثبوت کیا ہے؟ ثبوت یہ ہے کہ ان کی آپس کی گفتگو بند ہو جائے یعنی "" میں "" اور ""تُو"" کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ اگر ایک ساتھی کہتا ہے کہ ادھر چلو تو دوسرا چل پڑتا ہے۔ اور پھر یہ سفر چلتا رہتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا

کہ اللہ کے راستے کے اس سفر میں بعض اوقات چلنے والوں کو اس راستے کی حقیقت آشنائی مشکل ہوتی ہے۔ اگر آشنائی مشکل ہو تو پھر آپ سنگت اختیار کر لو۔ عام طور پر ان راستوں پر چلنے والے نیک ہوتے ہیں یا کم از کم بدی چھپا جاتے ہیں۔ پیر صاحب بھی اس کی بدی کو چھپا دیتے ہیں۔ اس لئے جہاں بدی کو مدھم کر دیا جائے تو وہ راستہ نیک ہوتا ہے اور جہاں پر نیکی کی جائے وہ نیک راستہ ہے۔ نیکی کے راستے پر نیکی کے لئے اگر انسان ریا کاری پر مجبور ہو جائے تو آج کے دور میں یہ بھی نیکی ہے' نیک راستے پر انسان نیکی ریا کاری کے طور پر کرنے پر بھی مجبور ہو جاتا ہے تو وہ بھی نیک راستہ ہے۔ ریا کاری میں نیکی کرنا بھی نیکی ہے' جھوٹ موٹ کی تسبیح کرنا بھی نیکی ہے۔ اگر آپ ریا کاری میں بھی نیک ہونا چاہتے ہو تو آپ کو نیک ہونے کی تمنا مبارک ہو۔ کیونکہ آپ کو نیک ہونے کا عمل تو نہیں آیا لیکن نیک ہونے کی تمنا مبارک ہو۔ اگر کوئی جھوٹی موٹی نماز پڑھ رہا ہے تو نمازی تو مشہور ہونا چاہتا ہے' تو آپ اس کو معاف کر دو اور اسے آپ نمازی ہی کہو کیونکہ وہ گناہگار تو مشہور نہیں ہونا چاہتا بلکہ نیک مشہور ہونا چاہتا ہے۔ وہ ریا کار ضرور ہے لیکن نیک مشہور ہونا چاہتا ہے تو آپ اس کو نیک ہی کہو۔ پھر ایک وقت وہ توبہ کر کے اصل نیک بن جائے گا۔ اس لئے عام طور پر آپ اللہ کے سفر میں یہ دیکھیں گے کہ ابتدائی سفر کا خاصا حصہ ریا کاری کا ہوتا ہے اور پھر ریا کاری چلتے چلتے ایک دن عین تسلیم ہو جاتی ہے۔ تو ایسا ہوتا رہتا ہے کہ اگر جھوٹے آدمی نے سچا نام لیا تو سچے آدمی نے اس کا جھوٹ دور کر دیا۔ تو یہ سچ کا کام ہے کہ وہ بیٹھا بیٹھا' اللہ کو پکارتا رہا' اس کا خیال کہیں

اور ہے لیکن اللہ ہی اللہ کرتا جا رہا ہے تو ایک روز اللہ کو پتہ چل گیا کہ فلاں شخص اللہ اللہ کر رہا ہے' اور پھر بات بن گئی۔ بس آپ کے عقائد درست ہونے چاہئیں' پھر تو اعمال کی کمی بیشی اور ریا کاری بھی Cover ہو جاتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ انسان پہلے دن ہی سے مخلص ترین ہوتا ہے بلکہ چلتے چلتے ہی انسان سیکھتا ہے۔ اس لئے اس کائنات میں آپ چلتے جائیں' عقیدہ درست رکھیں' سفر کرتے جائیں اور ہم سفروں کی پہچان کرتے جائیں۔ ہم سفر وہ ہے جو اس سفر پر مائل ہو' اس سفر پر روانہ ہو' اور جو آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہو جائے اس کو ساتھ لے کر جائیں' آخر ایک دن منزل مقصود مل جائے گی۔ تو یہ کائنات آپ کی پرورش کرتی ہے اور آپ اس کائنات کو Contribute کرتے ہیں۔ کائنات ہی آپ کو سب کچھ عطا فرماتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کا شعبہ یہ پوری کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کے بارے میں قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ بارش کون برساتا ہے' ہم بارش برساتے ہیں' بارش سے زمین میں پیداوار اگاتے ہیں اور پیداوار میں جانوروں کے لئے چارہ ہوتا ہے۔ اور پھر تمہارے لئے جانوروں سے دودھ آتا ہے۔ اللہ کریم کے کام دیکھو کہ اس کا کتنا بڑا کمال ہے' فطرت کی انتہا بیان فرما رہے ہیں کہ اے انسان تُو نے دیکھا نہیں کہ خون اور گوبر کے درمیان سے میں نے کس طرح پاکیزہ دودھ کی نہر جاری کر دی ہے۔ یعنی کہ دودھ کو دیکھو' گائے کو دیکھو اور بھینس کو دیکھو۔ تو دودھ تو ایک پاکیزہ شے ہے اور بیان کس کا ہے؟ اللہ کی اپنی ذات کا۔ اور حوالہ کس کا ہے؟ پوری کائنات کا۔ تو یہ پوری کی پوری کائنات اللہ تعالیٰ کا

بیان ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عجب کائنات بنائی ہے کہ اس کا بیان اللہ کا اپنا بیان ہے "ہم بارش برساتے ہیں ہم بادل لاتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ لفظ "ہم" لگا دو تو باقی ساری کائنات اللہ کا جلوہ ہے' اب اللہ کو ماننے والا لفظ "ہم" ضرور لگائے ورنہ کائنات میں وہ کافر ہو کر مر جائے گا۔ فطرت یہی ہے کہ بادل جو ہیں بارش برساتے ہیں اور اس سے گندم' چارہ' جانور' گوشت' کپاس' اون اور کپڑے۔ یہ ساری کائنات کا مشاہدہ ہے۔ اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ کائنات کے مشاہدے میں مشاہدہ کرانے والے کو بھولنا نہیں چاہئے کیونکہ ایک خاص مدت کے بعد وہ واپس لے جائے گا۔ اس لئے اس سفر کے دوران ہونے والے واقعات کو اللہ سے تعلّق کے حوالے سے سمجھنا۔ کوئی مشکل آگئی تو اللہ سے رجوع کرنا۔ کوئی خوشی آگئی تو اللہ سے رجوع کرنا اور غم میں بھی اللہ سے رجوع کرنا۔ اللہ کی طرف اس طرح رجوع کریں جیسے آپ اللہ کی طرف جارہے ہیں۔ پھر آپ کا ہر اگلا قدم عین منزلِ حق ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اس قدر حقیقت کے قریب رکھیں۔ تو آپ نے اپنے آپ کو سمجھنا ہے کہ آپ کس حد تک اللہ کے حکم کو مان رہے ہیں' ورنہ یہ کائنات اتنی عظیم اور اتنی وسیع ہے کہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ اور اگر اپنی سمجھ آ جائے تو یہ کائنات ساری آپ کے لئے ہے اور یہ پورے کا پورا مشاہدہ ہے۔ مثلاً" اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا ہے لیکن زمین تو بچھونا نہیں ہے لیکن آپ نے اگر مان لیا تو پھر یہ بچھونا ہی ہے۔ اگر آپ اس کی بات سمجھ جائیں تو یہ پہاڑ آپ کے لئے ہیں اور یہ بادل آپ کے لئے ہیں اور پھر اللہ بھی آپ کے لئے

ہے۔ اگر اللہ آپ کے لئے ہے تو پھر ہر شے ہی آپ کے لئے ہے۔ بس یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے احسانات۔ آپ نے صرف خدا کو ماننا ہے اور پھر خدا کی کائنات' ساری آپ کی اپنی کائنات ہے پھر آپ نے اس کائنات میں آسانی سے اپنی منزل طے کرنی ہے۔ اس سفر میں جب نور کے مقام پر آئیں گے تو سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی سمجھ آئے گی۔ پہلے آپ مشاہدات دیکھیں گے' نفس کو دیکھیں گے' انسان کو دیکھیں گے' انسانوں کی پہچان کریں گے' اس کے بعد مقامِ روح آتا ہے اور مقامِ نور آتا ہے اور پھر سرکارِ دو عالم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پھر آپ ان سے رجوع کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ اس کائنات کے اندر اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت ایسے عطا فرمائے کہ آپ کو وہ محبت جلوہ گر نظر آئے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ؎

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
حق تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہی قمر بھی ہے

تو سارا راز اور ساری بات تو اتنی ہے۔ اس لئے آپ کے لئے موقع ہے کہ سنگ در پر کچھ مانگ لیں ؎

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

تو بات یہ ہے کہ جب آپ کا مشاہدہ وہاں پر' اس مقام تک چلا جائے گا تو پھر آپ کو زندگی اور موت دونوں کے اندر معنی نظر آئیں گے اور پتہ چل جائے گا کہ زندگی اور موت ایک ہی شے کا نام ہے جس طرح دن اور رات ایک شے کا نام ہے یعنی سورج کے دو رخ ہیں' سورج کے دو

نام ہیں' ایک نام دن اور ایک نام رات ہے سورج ادھر آ جائے تو دن اور ادھر چلا جائے تو پھر رات۔ جس طرح دھوپ چھاؤں سورج کے نام ہیں اور ایک ہیں' اس طرح زندگی اور موت ایک ہی شے ہے۔ اور یہ اللہ کی شان کے دو الگ شعبے ہیں۔ جس طرح نیند آپ کو رات کے وقت راحت دیتی ہے اسی طرح زندگی کی طویل تھکن میں موت ایک آرام کا ذریعہ ہے۔ یہ نیند کا ایک عرصہ ہے اور پھر آپ کو ہمیشہ کے لئے جگا دیا جائے گا۔ پھر آپ کے ساتھ اللہ کا اپنا ہمیشہ کا تعلق ہوگا۔ اس لئے زندگی اور موت' ساری ایک ہی بات ہے۔ ایک مقام ہے جو ضرور آنا ہے۔ آپ یہ بات آج ہی سمجھ لو ورنہ بعد میں تو سمجھ آ ہی جائے گی۔ وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں حاصل اور محرومی ایک شے ہے یعنی حاصل ہوگیا یا کچھ چلا گیا' سب برابر ہے۔ ویسے بھی حاصل آپ کے وجود کے پاس نہیں ہوتا بلکہ یہ تو خیال کے حاصل کا حاصل ہے' اسی طرح آپ کا خیال ہے کہ آپ کوئی شے ہیں۔ آپ کے اسی مکان میں شادیاں ہونی ہیں اور اسی مکان میں آپ انا للہ وانا الیہ راجعون ہو جائیں گے۔ تو گویا کہ آپ کا ہر حاصل آپ کا خیال ہے اور حاصل کا جدا ہونا بھی آپ کا خیال ہے۔ مثلاً" آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے ہاں بیٹی ہے' پھر وہ بڑی ہو جائے گی' وہ بیٹی حاصل تو ہو گئی' اب جدا ہونی ہے بلکہ آپ دعا کراتے ہو کہ اس کی رخصتی ہو جائے۔ تو گویا کہ بیٹی کا رخصت ہونا والدین کے لئے باعث مسرت ہے۔ تو اسی طرح سے ہے خوشیوں کا آنا' حاصل ہونا' حاصل کا چلے جانا اور خود رخصت ہونا' سارا کھیل اسی کائنات میں چلتا رہتا ہے اور آپ کی کائنات جو ہے اسی طرح سے بنتی رہتی ہے اور پھر تو غم

اور خوشی برابر لگتے ہیں۔ اسی طرح دوست دشمن برابر لگتے ہیں۔ یہ سارے کائنات کے روپ ہیں۔ دن اور رات اس کے روپ ہیں۔ خوشی اور غمی اس کے روپ ہیں اور اگر یہ سب Enlarge کردیا جائے تو زندگی اور موت ایک ساتھ ہیں اور دونوں اللہ کے حکم ہیں۔ ایک حکم اُس انداز کا ہو تو یہ زندگی' اور اِس انداز کا ہوتو موت کہلاتا ہے۔ گویا کہ کائنات کے مشاہدے کے بعد' جب اللہ آپ کو اپنا مشاہدہ کراتا ہے تو آپ اسے موت کہتے ہیں حالانکہ وہ عین زندگی ہے۔ یہ زندگی حجاب ہے۔ اور یہ زندگی مالک سے دوری ہے۔ اس زندگی میں آپ اللہ سے دور ہیں اور اس نے آپ کو اس کائنات میں Involve رکھا ہوا ہے۔ اور جب صاحبانِ قلوب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اپنا مشاہدہ کرا اور وہ کائنات کو ہٹا کے آپ کو اپنے اوپر لاتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ وہ مرگیا جب کہ حقیقت میں وہ بندہ زندہ ہوگیا۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مرجاؤ تو وہ اصل زندگی آجائے گی۔ کائنات اللہ کا روپ ہے اور اس کائنات سے نکلنا اللہ کا اصل ہے۔ گویا کہ زندگی اور موت ایک ہی شے ہیں' یہاں زندگی میں اللہ کا جلوہ ہے اور اس زندگی کے بعد اللہ آپ ہے۔

جلوہ ذات سے آگے ہے فقط ذات ہی ذات

تو یہ زندگی جلوہ ذات ہے اور آگے فقط ذات ہی ذات ہے۔ اب چونکہ صرف جلوہ ذات ہے اس لیئے ہم جلوہ ذات میں محو ہیں' مبتلا ہیں یہاں سے جب آپ نکلیں گے تو پھر ذات ہی ذات ہوگی۔ اب آپ خود پہچان لیں کہ زندگی کون سی ہے اور موت کون سی ہے اور آپ کو کس پر زیاد

توجہ دینی چاہئے' اس کائنات پر یا کائنات کے بنانے والے پر۔ یہ راز واضح ہو جائے تو پھر آسانی سے یہ بات سمجھ آجاتی ہے کہ انسان کا اس کائنات اور کائنات کے مالک سے کیا تعلق ہے۔



۱ آج کے مسلمان کو نہ اللہ ملتا ہے اور نہ دنیاوی مفادات' ایسا کیوں ہے؟

۲ منصفانہ دورِ حکومت سے کیا مراد ہے اور یہ حکومت کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

۳ اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے خلاف جو کچھ کہا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

۴ ہمیں اپنی اصلاح کیسے کرنی چاہیے اور گناہ گاروں کی اصلاح کیسے کریں؟

۵ کیا اللہ کے مختلف رازوں سے آشنائی ہو سکتی ہے؟

۶ کیا وظیفہ کرنا چاہیے؟

۷ کیا قبروں پر جانا جائز ہے؟ حاضر ناظر کیا ہوتا ہے؟

سوال :۔

آج کا مسلمان پوری طرح اللہ کے راستے پر چلتا ہے مگر نہ اللہ ملتا ہے اور نہ دنیاوی مفادات' ایسا کیوں ہوتا ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب :۔

دنیاوی مفادات کی بہتری سے آپ کی کیا مراد ہے۔ کیا آپ کا مقصد اللہ کے راستے میں بہتری بھی ہے کہ نہیں۔ اگر اللہ کی مدد آ جائے تو دنیاوی مفادات بھی بہتر ہو جاتے ہیں۔ سب ٹھیک ہو سکتا ہے اگر اللہ کی مدد آ جائے اور اللہ کا قرب نصیب ہو جائے مگر ایک سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا تقرب نصیب ہو جائے تو کیا وہ آدمی دنیاوی بہبود میں داخل ہو جاتا ہے؟ ابھی تک اس کے بارے میں اتنے سال کے بعد بھی جواب نہیں آیا' کہ دنیاوی بہبود کیا تقرّبِ الٰہی کا ذریعہ ہے' اور تقرّبِ الٰہی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیاوی بہبود بھی ہو؟ کیا مظلوم ہونا اللہ کی منشاء میں نہیں ہے کہ اس کے بندے بھی ہوں اور مظلوم بھی ہوں۔ اللہ کے بہت پیارے بندے مظلوم ہونے کی راہوں سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ جو چار دن کی زندگی ہے' اس کا ظاہری جاہ و

جلال سب بے معنی ہے' اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں فرعون کی مثال دے دی ہے کہ ہم نے فرعون کو شان دے دی' آن دے دی' بادشاہت دے دی' تاج دے دیا اور تخت دے دیا مگر اس کا یہ سارا اقتدار فضول ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے ساتھ اس کا معرکہ کروا کے اس کو غرق کر دیا۔ اس سے اللہ کا چار پشتیں مروانے کا مقصد نہیں بلکہ یہ ظالم کا انجام بتایا جا رہا ہے۔ یا تو پھر آپ فرعون کے ساتھ ہو جاؤ' اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی یا تو آپ امام حسینؑ کے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر آپ شہادت سے گزریں گے اور اگر شہادت پسند نہیں ہے تو پھر آپ یزید کا ساتھ کیوں چھوڑتے ہیں۔ یزید کے ساتھ ہونا ہے تو پھر امامؑ کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ بس یہ بات سوچنے والی ہے اور یہی بات پیغمبروں کے ساتھیوں سے پیغمبروں کے مخالفوں نے کہی تھی کہ تم ان کا ساتھ دے کے کیا کر رہے ہو' بادشاہت تو ہمارے پاس ہے اور پیسہ بھی ہمارے پاس ہے' ان کے ساتھ تم نے مہاجر ہی تو ہونا ہے۔ مگر اہلِ ایمان کے لئے ان کا ساتھ دینے کا وقت تھا اور ماننے والوں نے پیغمبر ہی کو مانا۔ اس لئے اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے عقیدے اور مشاہدے میں فرق دیکھا ہے تو آپ انتظار کرو کہ بہتری ضرور ہو گی' ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لئے مایوس نہیں ہوتے اور آپ سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں ہی اس لئے کہ بہتری ہو۔ پھر یہ سوال آتا ہے کہ اگر تو بہتری نہ ہو تو کیا آپ مسلمان نہیں رہیں گے؟ میرا خیال ہے ہم پھر بھی مانیں گے۔ تو اگر وہ غریب رکھے تب مانو' دولت مند بنا دے تب مانو' مشکل سے گزارے تب مانو اور آسانی سے گزارے تب مانو

کہ وہ اللہ ہے تو ہم آسانی سے یہ برداشت کر لیں گے لیکن اللہ کو ہم نہیں چھوڑیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ پر ہم شرطیں نہیں لگائیں گے' ہم صرف یہ کہیں گے کہ ہم نے مانا۔ اب آپ یہ سوچو کہ جب آپ لوگوں نے اللہ کو مانا تو اللہ امامؑ کا ساتھی ہے یا یزید کا؟ عام آدمی یہ کہے گا کہ اگر اللہ امامؑ کے ساتھ ہوتا تو پھر ان کو مروا کیوں دیتا؟ یہ مروانے والی بات نہیں ہے' یہ بلندی کی بات ہے اور یہ درجات کی بلندی کی بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ شرارِ بولہبی کا کیا مقام ہے' چراغِ مصطفویؐ کا کیا مقام ہے۔ یزید کی فوج کہتی ہو گی کہ وہ فتح کر کے آئی ہے لیکن وہ کیا فتح کر کے آئی' انہوں نے اپنا دین اور اپنی دنیا تباہ کر لی بلکہ نسلیں برباد کر کے آ گئے۔ یہ سوال کرنے والے کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ سفر کر رہا ہے الی اللہ' اور حالات زمانہ اسے دنیا کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ اس کے خیال میں یہاں سے پریشانی آ رہی ہے۔ اگر آپ سفر الی اللہ میں جا رہے ہیں تو آپ اللہ کے ساتھ ہو کے چلو اور اللہ کے کاموں پر راضی رہو۔ لیکن آپ تو اللہ کے اوپر شرطیں لگاتے ہو اور پابندیاں لگاتے ہو کہ یا اللہ ہمارے سارے کام کر دے۔ اللہ پوچھتا ہے کہ تم مجھے کیسے مانو گے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہمارا بندہ کوئی نہ مرے' پھر بیمار کوئی نہ ہو' کوئی دکھ نہ آئے' دنیاوی آزردگی کبھی نہ آئے' عمر بہت لمبی ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ اور جو ماننے والا ہے وہ کیسے مانتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہم نے مانا' اولادوں سمیت ساری دنیا کو لے جاؤ تو بھی ہم نے مانا' دکھ ہو تب بھی مانیں گے' سکھ ہو تب بھی مانیں گے' دولت ہو تب بھی مانیں گے' غریبی ہو تب بھی مانیں گے۔ اگر تو آپ اس بات پہ راضی ہو تو پھر آپ

نے بھی اللہ کو مانا اور اگر آپ نے شرائط لگائی ہوئی ہیں کہ اللہ ہمیں عزت دے تو ہم مانیں گے' دولت دے تو ہم مانیں گے' ہمارا بندہ کوئی نہ مارے تب ہم مانیں گے' تو اس طرح تو آپ نے اللہ کو نہیں مانا۔ آپ جتنا زور لگا لو' آپ کو زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ سال اور ملیں گے اور آپ نے اسی کے اندر رہنا ہے اور آخر کار چلے جانا ہے۔ تو ماننے والے نے تو اللہ کو ماننا ہے اور جو نہیں مانتا وہ شرطیں پیش کرتا رہے گا۔ تو اگر کبھی آپ کے مشاہدے اور عقیدے میں فرق ہو جائے تو آپ اپنا عقیدہ قائم رکھو مثلاً" بہت سے آدمیوں کی دعاؤں کے باوجود اگر کوئی شخص مر گیا تو آپ یہ نہ کہیں کہ اللہ نے کیا کر دیا۔ وہ اللہ ہے اور دنیا کے کاموں میں اس کا دخل ہے' کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ وہ آپ کی مرضی کے مطابق چلے۔ اس لئے آپ اپنے ایمان کی اصلاح کر لو اور کہو کہ ہم نے اللہ کو مانا' عزت دے' ذلت دے' موت دے یا زندگی دے' ہم نے ہر حال میں اس کو مانا۔ کافروں کو وہ جس مقام پر رکھے ہم نے اللہ کو مانا۔ ورنہ آپ یہ اندازہ لگاؤ کہ اس زمانے کے مسلمان کتنے پکے عقیدے والے مسلمان تھے کہ جنگ ہو رہی ہے اور جنگ میں حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی شامل ہے' فرشتوں کے ساتھ ہونے کا اکثر ذکر بھی ہوتا تھا' اللہ کی طرف سے مدد آتی ہے اور فرشتے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اگر کسی جنگ میں حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں کوئی شکست ہو جائے اور ان کے ساتھیوں کا ایمان قائم رہے تو یہ بڑے ایمان کی بات ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو آپ داد دیتے ہو اور کہتے ہو کہ وہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ ان لوگوں کو فتح ہو' شکست ہو' ان

لوگوں کا عقیدہ کبھی متزلزل نہیں ہوا۔ مثلاً" جب صلح حدیبیہ کی تحریر لکھی جا رہی تھی تو کافروں نے کہا کہ اگر آپ یہاں پر نام لکھو گے "محمدؐ رسول اللہ" تو پھر ہم نہیں مانیں گے یعنی اگر اس میں رسولؐ اللہ ہے تو پھر جھگڑا رہ جائے گا۔اب صحابہ کرامؓ جتنے بھی تھے انہوں نے کہا کہ آپؐ ٹائٹل رکھیں یا نہ رکھیں' ہم تو پھر بھی آپؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ بڑے ایمان کی بات ہے کہ وہ نبیؐ پر اس طرح ایمان لائے اور اگر نبیؐ نبوت کے Declarance اور منصب کو مٹا دے' منفی کر دے' انہوں نے تب بھی ماننا ہے اور یہ کہا کہ آپؐ نبی ہوں تب بھی ہمارا ایمان ہے اور آپؐ نبی نہ ہوں تب بھی ہمارا ایمان ہے۔ اور آج کے مسلمان کے عقیدے کا یہ حال ہے کہ لوگ اللہ سے کہتے ہیں کہ میں کاریں دیکھتا جارہا ہوں' یا تو مجھے کار دے یا پھر اس کار والے سے بھی چھین لے' یا پھر مجھے اندھا کر دے۔ جب تک اس شخص کو دوسرے کی دولت نظر آتی ہے تو وہ غریبی برداشت نہیں کرسکتا۔ آج کل کے حالات دیکھ کر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تو کہا ہے کہ ظالموں کی مدد نہیں کی جائے گی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم جو ہے' وہ قابض ہے بلکہ غاصب ہے۔ یہاں پر سب سے بڑی تشویش یہ ہو رہی ہے کہ آخر کیا بات ہے کہ مسلمان ہی کیوں مظلوم چلے آرہے ہیں۔ تو اس کا نام شکوہ ہے۔ جب کبھی شکوہ لب پہ آجائے تو آپ اقبالؒ کا " جواب شکوہ " پہلے پڑھا کرو جس میں لکھا ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے جو شرائط ہیں پہلے تم وہ پوری کرو' پھر اس دنیا کے اندر اسلام اور مسلمان فاتح ہوں گے۔ اب اگر مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے یا اسلام کے اندر ماننے والوں کا جائزہ لیا جائے' آپس میں بیٹھ کے تھوڑا

سوچا جائے کہ کیا اسلام میں کہیں لکھا ہوا ہے کہ چوری کرو۔ تو سب کا خیال یہ ہو گا کہ ایسا نہیں لکھا ہوا' تو کیا چوری اور ڈاکہ ڈالنے والے مسلمان کے علاوہ کوئی اور ہیں۔ کیا وہ تمام گناہ جو نہیں کرنے والے ہوتے وہ مسلمان سے نہیں ہوتے ہیں؟ کیا آج کل کا یہ سماج اس پرانے سماج سے مختلف ہے جس کی وجہ سے بستیاں غرق ہوتی تھیں؟ ان کے اندر کچھ گناہ ہوتے تھے اور کہتے ہیں کہ ان کی بستیاں غرق ہو گئیں' آج کل تو وہ تمام واقعات ہو رہے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کے ہو رہے ہیں۔ آج کل بچے ماں باپ سمیت مل کر گناہ کی تصویریں دیکھتے ہیں اور آپ نے اس وی سی آر کا نام خاندانی یا سماجی ضرورت رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دور کے اندر یہ بہت ضروری ہے۔ تو اس طرح کے یہ سارے واقعات جو ہو رہے ہیں' یہ غرق ہونے کے قریب کی بات ہے۔ اگر معاشرہ غرق نہیں ہو رہا تو سمجھو کہ تمہاری مدد ہو رہی ہے۔ اگر کافر نیکی کرے تو یہ اس کی مہربانی ہے اور اگر مومن نیکی نہ کرے تو سمجھو وہ برباد ہو گیا۔ کافر تو مانتا نہیں ہے اور اس کا انجام ہی خوفناک ہے' اس کے لئے تو پہلے ہی آگ تیار کر کے رکھی گئی ہے۔ آپ یہ دعویٰ رکھتے ہو کہ جنت میں جانا ہے اور ہمارے لئے حور مقصورات فی الخیام ہیں اور بہت ساری نعمتیں ہیں' فبای الاءِ ربکما تکذبان اسی طرح آپ نے جو پڑھا ہوا ہے وہ بھی سارا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ مگر جو آپ کی حالت ہے آپ خود اپنا جائزہ لو' آپس میں بیٹھے ہوئے بھی اور اکیلے بیٹھے ہوئے بھی سوچو کہ کیا زندگی میں آپ نے وہ کام کئے ہیں جو نہیں کرنے چاہئے تھے اور وہ کام جو کرنے والے تھے وہ آپ نہیں کر سکے! کیا آپ کی زندگی کے

اندر اصلاح ہو سکتی ہے؟ کیا آپ کی زندگی سے کچھ باتیں نکالنے والی نہیں ہیں کیونکہ آپ اللہ کے رو برو جا رہے ہیں؟ کیا آپ کی زندگی میں کچھ نئی باتیں داخل کرنے والی نہیں ہیں کیونکہ آپ اللہ کے سامنے جا رہے ہو۔ اب اس سے پہلے کہ آپ اللہ سے کچھ تقاضا کرو یہ بھی دیکھو کہ اس کا آپ پر کیا تقاضا ہے اور کیا حکم ہے۔ آپ اس کو پورا کرنے کی کوشش کرو۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے پاس اللہ کا حکم پورا کرنے کی صلاحیت کیا ہے؟ آپ یہ غور کرو کہ آج کے مسلمان اور ہمارے آئیڈیل حضور پاک ﷺ کے درمیان انسانیت کے طور پر کتنا فاصلہ ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ اس آئیڈیل کے خلاف اور برعکس چل پڑے ہوں۔ اسلام کہتا ہے یہ دین' صداقت کا دین ہے' صادق اور امین کا دین ہے یعنی صداقت اور امانت کا دین ہے۔ کیا اس دین کا دعویٰ کرنے والا آج کا انسان صداقت میں داخل ہے؟ جو اس دین کا دعویٰ رکھتا ہو اور مسلمان بھی ہو مگر سچ نہ بولے تو وہ اسلام میں کیسے داخل ہے۔ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں' ان قوموں میں اسلام کی خوبیاں موجود ہیں مگر ان میں کلمے کی کمی ہے اس لئے آپ لوگ جائزہ لو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کافروں میں کلمے کی کمی ہو مگر اخلاق مسلمان جیسا ہی ہو اور آپ لوگوں کے پاس صرف کلمہ ہی کلمہ ہو اور وہ اخلاق نہ ہو۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ آپ لوگ اپنے اسلام میں پوری صفات کے ساتھ داخل ہو جائیں' وہ صفات بہت ضروری ہیں۔ اسلام صرف لفظ نہیں ہے۔ اسلام صرف کلمے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تمام ضابطہ اخلاق کا نام ہے جو کہ انسان کے لئے ہر دور میں لازمی ہے۔ یہ قوم سارے ضابطۂ اخلاق میں اس

وقت داخل ہو گی جس دن آپ سرمایہ رکھ کے گھر سے باہر چلے جاؤ اور اس کے لٹ جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس طرح پوری قوم امیر ہو جائے گی اور پوری قوم ٹھیک ہو جائے گی۔ اب تو یہ حالت ہے کہ آپ ہر چیز چھپاتے ہو' ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھتے ہو' اس طرح قوم مربوط نہیں بنتی۔ اور اگر آپ سارے مضبوط ہو جائیں تو پھر قوم بن جائے گی۔ آپ مسلمان ہیں مگر عبادت نہیں ہے' عبادتِ فکر بھی نہیں ہے اور عبادتِ کردار نہیں ہے۔ آپ لوگ دعا کریں کہ آپ کے اندر سکون پیدا ہو جائے۔ آپ ایسے مسلمان ہیں کہ دو بھائی جب ذرا بڑے ہو جاتے ہیں تو مکانوں میں دیواریں بنا لیتے ہیں۔ بھائی بھائی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اس طرح قوم کیسے بن سکتی ہے۔ آج تک قوم نہیں بنی اور امت بھی نہیں بن سکی۔ مسلمانوں کے ملک میں تیل نکلتا ہے اور مسلمان غریب ہیں' تو ظالم کون ہوا؟ آپ خود ہی بتائیں۔ تو مسلمان ہی ظالم ہوا۔ یعنی حالت یہ ہے کہ ساری دولت مسلمانوں کے پاس ہے اور ساری غریبی جن کے پاس ہے' وہ بھی مسلمان ہیں۔ تو ظالم کون ہوا؟ مسلمان! تو مسلمان ہی ظالم ہے اور کون منافق ہے؟ اس کا فیصلہ ہونے والا ہے' آپ فکر نہ کرو۔ اس امت کا فیصلہ بالکل ہو کے رہے گا۔ بہت سارا بگاڑ پیدا ہو گیا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سارے ایک نبیؐ کو ماننے والے ہوں اور ایک وہ مسلمان ہوں جن کے چراغ میں بھی تیل نہ ہو اور دوسرے وہ مسلمان ہوں جن کا تیل یہودی استعمال کرتے ہیں۔ یہ تیل یہودیوں کے ٹینک میں استعمال ہوتا ہے اور وہ ٹینک مسلمان علاقے میں مسلمانوں کو ہلاک کرتے پھرتے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ یا اللہ یا تو مسلمانوں کے

علاقے غائب کر دے' انہیں غریب کر دے تاکہ یہ قوم بن جائے یا پھر انہیں صحیح مسلمان بنا دے کیونکہ یہ قوم اس قابل نہیں ہے کہ دو غریبوں کو وقت پر روٹی کھلا سکے۔ دعا کرو کہ حالات بہتر ہو جائیں اور آپ کا مشاہدہ اور آپ کا عقیدہ برابر ہو جائے۔ یہ فی الحال نہیں ہوا کیونکہ زندگی اور ملک کا تقاضا اور طرف جا رہا ہے اور دین کا تقاضا اور جانب جا رہا ہے۔ اب باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ عمل سے کام چلتا ہے۔ عمل کا طریقہ بتاتا ہوں' آپ ضرور عمل کرو تاکہ آپ کو اس مسئلہ سے نجات مل جائے' جب آپ دیکھو کہ کوئی شخص آپ سے غریب ہے تو اس کو اپنی دولت سے کچھ پیسہ نکال کے دے دو۔ یعنی جتنا آپ آسانی سے دے سکتے ہیں۔ یہ کام کرنا شروع کردو۔ اور جو آپ سے زیادہ امیر ہے اس کی دولت کی طرف رجوع نہ کرو بلکہ اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ غریب کی مدد کرے۔ آپ کے پاس جو بھی توفیق ہے اس کے مطابق خرچ کرو۔ اگر نہیں ہے تو کم از کم اچھے الفاظ سے اس کی خدمت کر دو۔ تو اپنے سے کم کو پیسے دو' اپنے مال میں ان کا حصہ رکھو جو مال سے محروم ہیں' مال چاہے تمہارا خیال ہی کیوں نہ ہو۔ بس یہ کام کرتے جاؤ۔ اگر کبھی یہ وقت آ جائے جب آپ قوم کے امیر ہو جاؤ یا امیرالمومنین بن جاؤ تو پھر آپ کا کام یہ ہے کہ غریب ترین اور امیر ترین کے درمیان کم ترین بن جاؤ' ان کے درمیان فاصلہ کم کرو۔ جب غریب اور امیر کے درمیان فاصلہ بالکل کم کر دو گے تو سمجھو کہ قوم بچ گئی۔ اب تو غریب اور امیر کے درمیان بہت فاصلہ ہے' ایسا فاصلہ جو غریب پانچ ہزار سال میں طے نہیں کر سکتے۔ اب تو ملین کی بات نہیں بلکہ بلین کی

Figure ہوتی ہے' چھوٹے چھوٹے بینکوں میں بلین پڑے ہوتے ہیں۔ آپ کی قوم امیر ہو گئی ہے' مگر بندے غریب ہوتے جارہے ہیں۔ جس کے پاس پیسہ ہے' وہ بے تحاشہ ہے اور بے شمار محروم بھی موجود ہیں۔ اس لئے اتنا کام کرو کہ آپ اس کی مدد کرو جو محروم ہے اور دعا کرو کہ باقی لوگوں کو بھی توفیق ہو۔ تو غریب کی ضرور مدد کیا کرو۔ کیوں مدد کرنی چاہئے؟ اس لئے کہ کہیں محروم آدمی یا غلام آدمی کا ایمان نہ ضائع ہو جائے۔ اس لئے اس کی مدد کرنی چاہئے۔ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ! تجھ پر اس کا عقیدہ متزلزل ہو جائے گا' اس لئے مجھے توفیق دے کہ میں اس کی مدد کروں اور پھر اس سے یہ کہو کہ بھائی غریبی بھی آجاتی ہے' امیری بھی آجاتی ہے' مگر ایمان ضائع نہ کرو۔ تو غریب کی اس لئے مدد کرو کہ غریبی اس کو کافر نہ بنا دے۔ غریب کسے کہتے ہیں' غریب وہ ہے جو آپ سے تھوڑے پیسے رکھتا ہو۔ جس کی تمنا زیادہ ہو وہ غریب ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ راضی ہو جائے گا اور آپ کی دنیا بھی بہتر ہو جائے گی۔

سوال :۔

منصفانہ دورِ حکومت سے کیا مراد ہے اور یہ حکومت کیسے قائم ہو سکتی ہے؟

جواب :۔

اگر آپ اپنے ملک کے اندر خلافتِ راشدہ اور آج کے دور کا فاصلہ کم کرو اور حکومت کو اس Pattern پر چلاؤ تو یہ ہو سکتا ہے۔ آپ کے پاس ' Pattern تو سارے آچکے ہیں' آپ اس حکم کے

مطابق سسٹم چلاؤ یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق چلاؤ اور ارشاد نبویؐ کے مطابق چلاؤ۔ اپنی زندگی کو اپنی عاقبت کے حوالے سے چلاؤ' یہ جانتے ہوئے کہ آپ نے مرجانا ہے' اس کے حوالے سے حکومت چلاؤ۔ قوم کی تربیت کرو اور اس تربیت کے لئے ایک تربیت دینے والا ہونا چاہئے۔ کچھ کام جو اللہ کے کرنے والے ہیں ان کو اللہ پہ چھوڑ دو۔ اللہ ہمیشہ سے اپنے کام آپ کرتا جا رہا ہے۔ اور جو آپ کے کرنے والا کام ہے' وہ آپ کرتے جاؤ' آپ عقیدہ رکھو' احساس رکھو اور تیاری رکھو' پھر کرنے والا سب کرے گا۔ کوئی شخص آئے گا اور آکے اصلاح کردے گا اور پھر ایک نیا جہاں پیدا ہو جائے گا۔ سارے واقعات ٹھیک ہو جائیں گے' پھر محروم نہیں رہ جائے گا اور مظلوم بھی نہیں رہے گا۔ اب ایک سوال یہ ہے کہ جب تک وہ شخص نہیں آتا' وہ صاحب نہیں تشریف لاتے' پھر آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ اگر آپ ذاتی طور پر غریب ہیں تو اپنے سے بھی زیادہ غریب کو ڈھونڈو اور جو آپ سے زیادہ غریب ہو اس کی مدد کرو۔ جب تک وہ شخص نہیں آتا جو Equitable Distribution کرنے والا ہوگا' منصفانہ تقسیم کرنے والا ہو گا' تو آپ اس طرح کا کام کرو کیونکہ جب تک وہ نہیں آتا کچھ کرنا پڑے گا اور بحث بھی جاری رہے گی کہ کیا جمہوریت اچھی ہوتی ہے؟ کیا Dictatorship اچھی ہوتی ہے؟ کیا ضیاء کی باقیات اچھی ہوتی ہیں؟ پھر یہ ساری بحثیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس لئے بہتر بات کیا ہے؟ اگر آپ کسی کو غریب دیکھو تو اس کی مدد کرو۔ اور اگر آپ کبھی غریب ہو جاؤ تو اللہ کے نام کو قبول کرلو۔ اس میں آپ کی آسانی ہے۔ اس لئے پہلے آپ دعا کرو کہ اس قوم کے اندر ایسا وقت

آجائے کہ اس قوم کا ایک "امیر" ہو جائے مگر یہ ناممکن بات لگتی ہے۔ قائد اعظمؒ ساری قوم کے لیڈر تھے' نہ شیعہ تھے اور نہ سنی تھے' بس وہ ایک آدمی تھا جو ٹھیک تھا اور سب لوگوں کا اس پر عقیدہ ہوگیا' لوگوں نے نہ اس سے کلمہ سنا نہ دعائے قنوت پوچھی۔ اس وقت نہ جمہوریت تھی اور نہ مظلومیت۔ ہندو اکثریت کے اندر ایک مسلمان اقلیت تھی اور کمال کی بات تو یہ تھی کہ اقلیت کا فیصلہ جیت گیا۔ ہندو اکثریت میں تھے' اگر وہ ہندوستان توڑنے کا فیصلہ کرتے تو پھر تو بات ہی اور تھی مگر یہ تو اقلیت کا فیصلہ تھا' اقلیت کا ایک متحد فیصلہ جو تھا وہ اکثریت کو توڑ گیا۔ پھر جمہوریت ایسی آئی کہ جمہوریت کو توڑ گئی۔ اب ایک حل تو یہ ہے کہ آپ کے اندر ایسی اقلیت پیدا ہو جائے جو آپ میں متحدہ اقلیت ہو مگر آپ کے ہاں وہ بھی نہیں آپ کے پاس تو صرف جھگڑا ہے' شیعہ ہیں اور سنی ہیں۔ جب تک آپ لوگ ایسی اقلیت نہیں رکھتے جو متحدہ ہو' چاہے چار آدمیوں کی ہو' آپ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ ایسی اقلیت اکثریت پر حاوی ہے۔ تو آپ نے ایسی متحدہ اقلیت کا لیڈر قائداعظمؒ کو بنا دیا۔ آپ کا مستقبل اللہ تعالیٰ نے اس بندے کے ہاتھ میں سونپ دیا' آپ کو ایک ملک دینے کے لئے اس نے ایک وحدتِ فکر اور لیڈر شپ عطا کی اور پھر ساری قوم کا ایک امیر بن گیا۔ پھر لوگ نئے ملک کے لیے گھر چھوڑ کر آگئے۔ اس وقت تضاد نہیں تھا اور آپ کو Option دی گئی تھی۔ اب صرف بحث ہو رہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان لا الٰہ الا اللہ کے نام پر بنا تھا اور کچھ کہتے ہیں کہ معیشت کے نام پر بنا تھا۔ آپ یہ دیکھو کہ اس حکم کو کس کے ذریعے نافذ کیا گیا' قوتِ نافذہ کو بعد

میں دریافت کریں گے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ قوتِ نافذہ' اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اس کے حکم کا انتظار کرو۔ پھر آپ یہ مشیت دریافت کرو کہ یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا Why was this country created پھر آپ دریافت کرو کہ آپ کا ہونا کیا ہے؟ جب انسان پر عمل واجب ہو جائے تو بے عملی جو ہے وہ انکار ہے۔ جب بے عملی لازم آجائے تو عمل گستاخی ہے۔ کوئی بھی عمل ہو' اپنے وقت کے تقاضے کے مطابق کرو۔ اس لئے جہاں خاموشی واجب ہو' وہاں بولنا گستاخی ہے' جہاں چلنے کا حکم ہو' وہاں ٹھہرنا منع ہے اور جہاں ٹھہرنے کا حکم آجائے وہاں چلنا منع ہے۔ اللہ کے حکم کو نافذ کرو۔ اب تو آپ اپنی انا کے حکم پر چل رہے ہو' مگر آپ نے اس کا نام اسلام رکھا ہوا ہے۔ اسلام میں دو باتیں تو نہیں ہو سکتیں' صرف ایک راستہ ہوتا ہے۔ جب سارے لوگ اکٹھے ہو گئے تو امیر المومنین تو خود بخود آجائے گا۔ ابھی تو ملاوٹیں آرہی ہیں' الگ الگ دعوتیں ہیں' اگر مکھن خالص ہوگیا تو کام بن جائے گا۔ تو بات قوم کی وحدت کی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں جب وحدت آگئی تو یہ قوم ہندوستان کے لیے تباہی تھی۔ آج تک وہ لوگ ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ لوگ اکٹھے نہ ہو جائیں۔ آپ نے اس وقت اور کچھ نہیں کیا تھا' صرف اکٹھے ہو گئے تھے۔ گھر بار چھوڑے تھے' دفتروں میں پن کی بجائے کیکر کے کانٹوں سے کام لیتے تھے۔ اس کے بعد آپ کوٹھیاں بنانے میں لگ گئے' بعد میں صرف ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دنوں میں آپ لوگ اکٹھے ہوئے' ایوب خان نے جو کہا' آپ مانتے گئے۔ ان دنوں میں آپ جرم سے بھی محفوظ رہے۔ اب چونکہ لیڈر کوئی نہیں رہا'

لہٰذا آپ بکھر چکے ہیں۔ تو یہ قوم ایک لیڈر کو ماننے کے لئے ہمہ حال تیار رہے۔ ہمارے ہاں قیادت کا جھگڑا صرف یہ ہے کہ یہ اتنی زیادہ ہوگئی کہ اصل ختم ہو گئی۔ مقصد یہ ہے کہ ہر آدمی قائد بن گیا ہے۔ آج کل ساری کی ساری قوم تو قائد بن گئی ہے اور قوم مل ہی نہیں رہی۔ ہر بندہ ہر دوسرے بندے کو سمجھا رہا ہے' کچھ نہ کچھ سمجھا رہا ہے' زندگی گزارنے کا طریقہ سمجھا رہا ہے اور ہر دوسرے آدمی کو کچھ نہ کچھ نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس لئے قوم میں Equitable Distribution پیدا نہیں ہو رہی۔ Equitable Distribution بڑی سادہ سی بات ہے کہ اللہ کے فضل سے ایک امیرالمومنین نافذ ہو جائے۔ اس کو اگر اللہ کا خوف ہو' عاقبت کا خیال ہو' تو وہ اپنا معیار کم کردے گا' چاپلوس قسم کے لوگ سارے کے سارے upset ہو جائیں گے۔ پھر قرب سلطان مانگنے والے سارے سادہ ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ امیرالمؤمنین کا سادہ ہونا اس بات کی قوی ضمانت ہے کہ درباری سارے سادہ ہو جائیں گے۔ تو ہمارے پیغمبر ﷺ نے اپنی دختر نیک اختر کو جو جہیز دیا تھا' وہ جہیز دینے والے اگر پیغمبر اسلام بھی ہوں' اور مالک ہوں کائنات کے' تو کس کی مجال ہے جو ان کے آگے انحراف کر جائے۔ کوئی صاحب امر بندہ ایسا نہیں گزرا جس نے اس حکم سے انحراف کیا ہو۔ تو جو Head of the state ہے وہ سادہ ہو جائے۔ اگر ایک مرتبہ سائیکل چلایا ہے تو پھر سائیکل چلاتے رہنا چاہئے۔ اگر سائیکل لازمی کردیا جاتا تو بہت ساری کاریں تکلیف سے بچ جاتیں۔ قوم کا امیر اگر سادہ ہو جائے تو قوم میں غریب کوئی نہیں رہے گا۔ غریبوں کا خیال رکھا جائے۔ انہیں کھانا کھلایا

جائے۔ یہیں سے لنگر کا تصور قائم ہوا تھا۔ لنگر کا ایک واقعہ بڑا مشہور ہے۔ ایک مسافر کسی بستی میں آیا' اس نے پتہ کیا کہ یہاں کوئی لنگر خانہ ہے۔ وہاں گیا تو بڑے شاندار کھانے اس کو ملے' پھر وہ مسجد میں نماز پڑھنے گیا' وہاں دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور جو کی روٹی پانی سے بھگو کے کھا رہا ہے۔ وہ واپس آیا اور لنگر خانے کی انتظامیہ سے کہا کہ آپ نے اتنا بڑا لنگر تقسیم کیا ہے' اتنے کھانے کھلائے ہیں اور مسجد میں ایک شخص بھوکا بیٹھا ہے اس کو بھی کھلاؤ۔ تو اس شخص نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ یہ اسی شخص کا لنگر ہے' وہ امیرالمومنین علی المرتضیٰؑ ہیں اور ہم ان کے صاحبزادہ ہیں اور ہمارا نام حسنؑ ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ہوتی ہے ہیبت۔ اب جو شخص جو کی روٹی کھا رہا ہے اس کی ہیبت دیکھو' اس کے سامنے کون ٹھہرے گا؟ اس کے پاس غریبی نہیں ہے بلکہ ملک کا مالک ہے اور ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر بادشاہ اپنے پاس Private Fund رکھے تو ملک کا تو بیڑا ہی غرق ہوگیا۔ اگر کوئی ہیڈ آف دی سٹیٹ بازار میں جائے اور خود شاپنگ کرنے لگ جائے تو ملک تو ختم ہو گیا۔ اگر آپ کہیں کہ سول سروس اکیڈمی کی طرز پر امتحان لے لو اور ایک شخص کو بادشاہ بنا دو' اس کی تنخواہ مقرر کر دو اور باقی پراپرٹی بحق سرکار ضبط ہو جائے تو مجال ہے کہ کوئی بادشاہ بنے۔ ملک کے اندر بڑا دھوکا ہو رہا ہے' بے شمار زمینیں Allot ہو رہی ہیں' کالونیاں بن رہی ہیں اور لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ اس کو استحصال کہتے ہیں۔ لیکن یہ مستقل نہیں ہوتا' اللہ جب چاہے گا' سب صاف ہو جائے گا۔ ایک زلزلے کی بات ہے اور سب صاف ہو جائے گا۔ زلزلہ کسی وقت بھی آ

سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بہتر ہے یہ زلزلہ آپ کے خیال میں آئے' اگر Physical آگیا تو معاملہ بڑا سخت ہو جائے گا۔ یہ تو انڈیا مرچکا ہے وگرنہ انڈیا دھمکی دے دیتا تو صبح تک سارے مومن ہو جاتے۔ اگر انڈیا فوجیں یہاں بارڈر پہ لگا دے' جنگ کا اعلان کر دے اور توپیں چلا دے تو آپ سارے Set ہو جائیں گے۔ مگر وہ کافر بھی اب کافر نہیں رہا' اس لئے آپ کا کام خراب ہو رہا ہے۔ کیونکہ کافر سچے کافر نہیں رہے' اس لئے ہم مومن بھی سچے نہیں رہے۔ جب آپ ہندو کے مقابلے میں ہوتے تھے' بڑے کام کے تھے' چار مسلمان ہوتے تھے اور بڑے بڑے کام کر جاتے تھے۔ اب آپ صرف پیسوں کے ہو گئے ہو۔ آپ نے ایرکنڈیشنڈ مکان بنایا ہے اور اس کو شیشے لگے ہیں۔ کیا ایسا شخص پاگل ہے کہ وہ جنگ کرے گا' ایسا شخص کہتا ہے جنگ کس بات کی' ابھی تو میں نے مکان بنایا ہے' بارڈر پر جنگ کا جنون اور ہوتا ہے' اس کے لئے تھوڑا سا غریب ہونا لازمی ہوتا ہے۔ تو یہ امیر آدمی کا جلوہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ وقت آئے گا جب آپ اپنے بھائی سے کہیں گے کہ

Brother! Thy need is greater than mine تیری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔ اب تو ایسی بات کوئی بے وقوف آدمی ہی کہے گا۔ قومی سطح پر یہ بات ابھی نہیں آئی۔ ابھی تو یہ حال ہے کہ اگر بیمار مر رہا ہے تو ڈاکٹر پہلے فیس کا مطالبہ کرے گا اور اپنا کاروبار کرے گا۔ اور تو اور' مردہ دفن کرنے والا غریب آدمی سے بھی' فقیر سے بھی' پیسے فٹافٹ لے لیتا ہے اور امیر آدمی سے پیسے لیتے وقت کہتا ہے کہ اس طرح تو غریبوں کی میت نہیں ہوتی۔ آج کل تو اچھی جگہ پر قبر کے لیے رشوت دینی پڑتی

ہے۔ اب مسلمان ظالم ہو چکا ہے۔ اب اس کا حل یہ ہے کہ یا تو اس کو مٹایا جائے یا پھر اس کی اصلاح کی جائے۔ دونوں باتیں ممکن ہیں۔ آپ کو چونکہ احساس ہو گیا ہے اس لئے آپ کا مشورہ مانا جائے گا۔ آپ اللہ میاں سے دعا کرو کہ یا تو اس قوم کی اصلاح کردی جائے یا پھر مٹا دیا جائے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ اصلاح کردی جائے تو پہلے آپ اپنی اصلاح کرو۔ آپ اگر صرف تبصرہ ہی کرتے رہیں گے تو ساری قوم ایسے ہی رہے گی۔ آپ اگر یہ کہتے ہیں کہ اصلاح کی بجائے سب ظالموں کو تباہ کر دیا جائے تو ان ظالموں میں آپ کا بھائی بھی ہوگا۔ پھر آپ اکیلے جنت میں کیا کرو گے' ایسی جنت کا کیا کرنا جس میں آپ کا بھائی ساتھ نہ ہو۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ سب ظالموں کو تباہ کر دیا جائے تو باقی کون بچے گا۔ پھر ملک میں مختصر سے لوگ باقی رہ جائیں گے۔ آپ یہ دعا کرو کہ یااللہ اس ملک کو ظالموں سے بچا۔ جب ایسا وقت آجائے گا تو یہ وقت قبولیت کا ہوگا۔ پھر آپ کے لئے Discuss کرنے والا مسئلہ نہیں رہے گا۔ تو آپ یاد رکھنا کہ جس نے زندگی کو قبول کیا' اس نے اللہ کو قبول کیا۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کی زندگی میں بے شمار امکانات ہیں' مسائل ہیں' گردو پیش کے واقعات ہیں' ماں باپ ہیں' دوست احباب ہیں اور ارب ہا مخلوقات ہیں' اس کے باوجود آپ کا دائرہ آشنائی چند ہزار آدمیوں تک ہے بلکہ میرا خیال ہے وہ پورے ہزار بھی نہیں ہوتے۔ کتنے آدمی ہیں جن کو آپ نام لے کے پکار سکتے ہو؟ میرا خیال ہے وہ زیادہ نہیں ہوں گے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے کہ نام بھول جاتے ہیں اور چہرے یاد رہتے ہیں۔ کبھی چہرہ بھول جاتا ہے اور نام یاد رہتا ہے۔ آپ اپنے سکول کو دوبارہ Visit نہیں

کرسکتے' وہ واقعات چلے گئے اور دوست احباب بھی چلے گئے۔ کون یاد رکھتا ہے کہ ہمارے ساتھ پہلی دوسری جماعت میں کون پڑھتا تھا۔ تو دوستوں اور رشتہ داروں کو نام کے ساتھ پکارنے والی بات اگر ایک دائرہ ہو تو آپ کے دائرے میں کتنے احباب ہیں؟ یہ کل کائنات ہے آپ کی۔ شہر اگر دیکھی ہوئی گلیوں اور مکانوں کا نام ہے تو شہر تو آپ کے لئے اجنبی ہے کیونکہ آپ نے سب مکان اور گلیاں نہیں دیکھیں۔ آپ لوگ لاہور میں رہنے والے ہیں لیکن لاہور سے آشنا نہیں ہیں۔ اور اس دنیا میں رہنے والے دنیا سے آشنا نہیں ہیں۔ پیرس' واشنگٹن اور نیویارک نام تو ہیں مگر آپ کے لئے شہر نہیں ہیں۔ یہ سارے شہر تو ہیں مگر آپ کے لئے نہیں ہیں' یہ سب آپ کے لئے تو ہیں مگر آپ کے امکان میں نہیں ہیں' اگر امکان میں ہیں تو آشنائی میں نہیں آئے' اگر آشنائی میں آ بھی گئے تب بھی نہیں آئیں گے۔ وہاں رہنے والے لوگوں کی آشنائی میں نہیں آئے تو آپ کو کیا آئیں گے۔ اتنی بڑی دنیا ہے اور اس کے اندر ساٹھ ستر سال کل Area ہے' کل عرصہ ہے' یہ آپ کے پاس مقررہ وقت ہے' گنتی کا وقت ہے اور میعاد مقرر ہے۔ کل اتنا عرصہ آپ نے رہنا ہے' اس میں سے کچھ اول زمانہ یعنی بچپن ہوش سے باہر ہے۔ بچپن میں دادا' دادی پتہ نہیں کون لوگ تھے جو ہمیں چاہنے والے تھے اور بڑا پیار کرتے تھے لیکن وہ زمانہ دھندلا تھا اور گزر گیا۔ باقی سکول وغیرہ میں وقت گزر گیا اور پتہ نہیں کس طرح گزرا۔ پھر کالج سے اور یونیورسٹی سے گزرے۔ یہ ابھی کل کی بات ہے۔ پھر شادی کی اور بکھیڑے پیدا ہوگئے۔ انسان یہ سب بھولتا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسی گھاس کی رسی ہے

جو انسان بنتا جارہا ہے اور گدھا کھاتا جا رہا ہے۔ اب کتنی رسی ہے؟ جتنی ہاتھ میں ہے۔ زندگی کتنی ہے؟ جتنی آپ کے سامنے ہے' جو گزر گئی وہ یاد نہیں رہی اور اس کا حاصل نہیں رہا۔ آنے والی زندگی تو ہمیشہ آنے والی ہوتی ہے اور وہ کبھی آئی نہیں ہے۔ تو یہ ہے کل زندگی اور یہ گنتی کے دن ہیں۔ پھر آخری دنوں میں بڑھاپا اور بیماریوں کا زمانہ بلکہ غم کی یادوں کا زمانہ آجاتا ہے۔ بچپن سے ہی آپ " انااللہ " پڑھنا شروع کردیتے ہو۔ بچپن میں دادا' دادی یعنی Grand Parents رخصت ہو جاتے ہیں' وہ واقعہ تو ہوتا ہے لیکن غم نہیں ہوتا۔ غم کا زمانہ والدین سے شروع ہوتا ہے دادا' دادی سے نہیں ہوتا' وہ صرف واقعہ ہی ہوتا ہے۔ پھر آشنا لوگ چلے جاتے ہیں اور غم بڑھتے جاتے ہیں۔ پھر اور رشتہ دار' بھائی وغیرہ چلے جاتے ہیں اور غم بڑھتا جاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا کسی کے ساتھ ہو بلکہ یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر ایسا وقت آتا ہے کہ سارا محلّہ خالی ہونا شروع ہو جاتا ہے' مسجد کے سارے پرانے صف بردار بدل جاتے ہیں' مثلاً" حاجی صاحب بھی چلے گئے' ان کے بھائی بھی چلے گئے' مؤذّن صاحب بھی چلے گئے۔ مسجد وہی رہتی ہے لیکن وہ بندے نہیں رہتے۔ اس طرح محلّہ سارا خالی ہو جاتا ہے اور شہر خالی ہو جاتے ہیں۔ شہر تو بھرا ہوا ہوتا ہے لیکن آپ کے لیے شہر خالی ہوتا ہے۔ آپ کبھی اپنے پرانے گاؤں میں جاؤ تو بے شمار بندے ہوتے ہیں لیکن آپ کو پہچاننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس طرح آپ اپنے گھروں میں مہمان بن کے جاتے ہو۔ پھر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اپنے گھر میں مہمان کیا ہوتا ہے؟ تو یہ واقعات چلتے چلتے آپ پہ یہ وقت آتا ہے کہ آپ اجتماع سے

نکلتے نکلتے تنہا ہوجاتے ہیں' پھر وہ وقت آتا ہے کہ پرانے غم یاد آتے ہیں۔ پھر جب آپ اپنی اولاد کی شادیاں کر لیتے ہیں تو Ultimately آپ اکیلے کے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ پھر بیماری میں بھی کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ یہ وہ وقت ہے جب نہ کوئی بندہ واقف ہوگا نہ پرندہ واقف ہوگا۔ اب آپ غور کریں کہ آپ نے حاصل کچھ نہیں کیا! مگر صرف یہاں تک یہ معاملہ نہیں تھا۔ پھر یہاں سے رخصت بھی ہونا ہے۔ پھر ایک آواز آتی ہے کہ بچ گئے ہو خیر سے۔ "ابھی تو میں نے بہت کچھ کرنا تھا"۔ کوئی نہیں کرسکا ہے۔ آج تک غریب بھی چلے گئے اور امیر بھی چلے گئے' دنیا کوئی نہیں بدل سکا۔ مثلاً" چہرے کبھی برابر نہیں ہوئے۔ ایک چہرہ اگر خوبصورت پیدا ہوگیا تو بہت سے آدمی اختلاف کرنا شروع کردیتے ہیں کہ وہ کیوں خوبصورت ہے۔ لیکن وہ چہرہ کسی کا محبوب ہوتا ہے اور محبوب کا چہرہ تو محبوب کا چہرہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ کسی کو کیا بنا دیا' کسی کو کیا بنا دیا۔ یہ چیزیں چلتی رہتی ہیں۔ آپ اپنے شہر کو کسی طرح نہیں بدل سکتے۔ بے شمار سڑکوں کے باوجود سڑکوں کی کمی رہتی ہے۔ شہر کے اندر ہزاروں بسیں چلتی ہیں لیکن آپ کو کوئی بس نہیں ملے گی۔ انسان تو اپنا علاج تک نہیں کرا سکتا۔ کافر بھی یہاں موجود ہیں اور مسلمان بھی۔ رونق لگی ہوئی ہے۔ آپ بس دیکھتے جاؤ اور اپنا وقت پورا کرتے جاؤ۔ جب وقت پورا ہوگیا تو اس نے واپس بلا لینا ہے۔ تب پتہ چلے گا کہ آپ کچھ بھی نہیں کرسکتے تھے' یہ دنیا اسی طرح رواں دواں رہے گی۔ پرندے پیدا ہوتے ہی اڑتے ہیں اور مچھلی پیدا ہوتے ہی تیرتی ہے' درخت ویسے کے ویسے ہیں' دریا اسی طرح ہیں' پانی اسی طرح ہے۔ بادل

آتا ہے اور مینہ برساتا ہے۔ زندگی چلی جارہی ہے' رواں دواں' آپ نے آنا اور چلے جانا ہے۔ اب آپ نے اس میں کیا انقلاب لانا ہے؟ انقلاب تو وہ لاسکتا ہے جو سورج کو واپس لائے۔ انقلاب تو وہ ہے جب آپ کی روحانیت کی سائنس اتنی ترقی کرلے کہ چاند پر بھی کام کرے۔ ابھی تو صرف باتیں ہیں اور سائنس کے لئے آپ کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ اس لیے آپ اللہ کے کام دیکھتے جاؤ کہ اللہ کیا کر رہا ہے۔ جب کبھی کوئی بات آپ کے بس سے باہر ہو جائے تو خاموش ہو جایا کرو اور اللہ سے رجوع کیا کرو۔ اگر مریض کو ڈاکٹر نے جواب دیا تو سب اللہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اب اللہ اسے بچا سکتا ہے۔ اسی طرح اس قوم کو اس کے قائدین اور محسنین نہیں بچاسکے۔ اور یہ بچ جائے گی کیونکہ اب اسے اللہ بچائے گا۔ آپ کے قائدین کا تو یہ حال ہے کہ صوبہ اور مرکز آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور وہاں دونوں مل کے کھائے پئے جارہے ہیں اور غریب بھوکا مرتا جا رہا ہے۔ غریب کا کیس کوئی حل نہیں کرے گا۔ اس لئے دعا کرو کہ خدا آپ کو قائدین سے بچائے۔ ان کی بات دیکھو کہ ایک لیڈر کی بچی کی شادی پر جتنا خرچ ہوتا ہے اس سے ہزار بچیوں کی شادیاں ہوسکتی تھیں۔ ان کو کوئی پرابلم نہیں ہے۔ وہ کرکٹ کی طرح رنز بناتے جارہے ہیں اور آپ تالیاں بجاتے جارہے ہیں۔ یہی آپ کا کام ہے۔ قوم نہیں رہی' قوم ضائع ہوگئی ہے مگر میں یہ کہتا ہو کہ ضائع تو ہوگئی ہے لیکن مایوس نہ ہونا۔ اب اللہ کے پاس جاؤ۔ چھت گرنے لگ جائے تو بھاگ جاؤ اور اگر آسمان گرنے کا وقت آگیا ہے تو ٹھہر جاؤ۔ اب اوپر سے ہی کوئی فیصلہ ہو تو ہو۔ اب یہ آپ کے بس

سے باہر ہے۔ آپ اپنے لئے دعا کرو کہ یا اللہ مجھے تو بچا! آپ اپنے اونٹ سنبھالو' خانہ کعبہ جانے اور اس کا مالک جانے۔ آپ یہ دعا کر سکتے ہو۔ اب آپ At the most یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی جان بچائیں۔

سوال :۔

اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے خلاف جو کچھ کہا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

اقبالؒ نے خانقاہی نظام کے بارے میں جو سخت الفاظ کہے ہیں اس سے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی بات غلط ہو گئی ہے۔ اور جب اس کو Wisdom ملی تو اس نے کہا کہ اب ان کو داد بھی دی جائے کیونکہ ان میں سچے لوگ بھی ہیں کیونکہ یہ سارا طبقہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد اس نے لکھا کہ اس طبقے کے اندر بھی بہت سے صحیح لوگ موجود ہیں اور بہت سے Wisdom والے ہیں جو اپنی آستینوں میں یدِ بیضا چھپائے بیٹھے ہیں اور ان کا تعلق براہ راست اللہ سے ہی ہے۔ تو پیر تو جھوٹا ہو سکتا ہے لیکن پیری جھوٹی نہیں ہے۔ آج کل جتنے پیر ہیں ان میں زیادہ جھوٹے ہو سکتے ہیں لیکن انہی کے اندر سچا ضرور ہو گا اس میں بڑے لطف کی بات ہے اور اس سچ کا ثبوت یہ ہے کہ پیری کے اس شعبے میں اتنا سچ ہے کہ جھوٹے کو کامیاب ہونے کے لئے یہ لباس پہننا پڑتا ہے۔ اس لباس میں سچائی اتنی زیادہ ہے کہ جھوٹا بھی کامیاب ہو گا تو یہی لباس پہن کے ہوگا۔ تو اس لباس کو معتبر بنانے والوں نے اتنا معتبر بنادیا ہے کہ

آج تک جھوٹوں کے باوجود یہی لباس معتبر ہے۔ آج تک مسجدوں کے اندر بڑی شرارت پیدا کی گئی ہے لیکن مسند رسالت جو ہے وہ منبر ہے اور وہی معتبر ہے۔ تو سچ جب بھی بولے گا مسجد کے منبر سے بولے گا۔ تو ان اداروں میں اگرچہ بڑا جھوٹ آگیا ہے اور بڑی ملاوٹ آگئی ہے لیکن اصل ادارے یہی ہیں۔ تو جھگڑا اصل میں کیا ہے؟ جھگڑا یہ ہے کہ یہ ادارے خراب ہو گئے ہیں۔ کون سے ادارے؟ علماء کا ادارہ اور مشائخ کا ادارہ۔ جب بھی علماء اور مشائخ الگ الگ ہو جائیں تو سمجھو کہ اسلام ٹوٹ گیا' یہی وجہ ہے کہ علماء کانفرنس الگ ہوتی ہے اور مشائخ کانفرنس الگ ہوتی ہے۔ علماء کے فرقے بن گئے' دیوبندی اور بریلوی بن گئے اور مشائخ کرام کے بھی فرقے بن گئے۔ علماء بھی اکٹھے نہیں ہوئے اور روحانی لوگوں میں بھی نا آشنائی ہے۔ ان لوگوں کو ایک دوسرے کے Grade کا پتہ ہونا چاہیے تاکہ ایک دوسرے کو معتبر سمجھیں۔ اگر آپ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں تو آپ یہ کہیں کہ مشائخ کرام کی یہ جو بہتات ہے یہ مسلمانوں کے حق میں نہیں بلکہ صرف ایک "شیخ محترم" ہونا چاہئے۔ بس یہ فیصلہ کرلیں اور آپس میں ایک شعبہ اختیار کرلیں تو کام بن جائے گا مگر یہ ایک شعبہ مشائخ بھی نہیں بنا رہے اور علماء بھی نہیں بنا رہے۔ ابھی تک تو مسلمانوں میں "یا رسول اللہ" کہنے پر جھگڑا ہوتا جا رہا ہے۔ ایک کہتا ہے "نعرہ رسالت" "یا رسول اللہ"۔ تو دوسرا اس کو مارتا ہے اور پھر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ یا رسول اللہ ﷺ کیسے کہتا ہے؟ تو یہ ہیں مسلمانوں کے واقعات۔ تو نظام کون سا ٹوٹ گیا؟ عقیدہ' ادارہ' مسجد والا اور مسند والا' سارا نظام ٹوٹ گیا۔ استاد بھی آگے

پیچھے ہو گئے اور سیاسی لیڈر جو تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ اس طرح سارے ادارے ٹوٹ گئے اور اب خانقاہ صوفیوں سے خالی ہے اور مدرسے کا یہ حال ہے کہ ؎

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

اقبال نے دیکھا کہ خانقاہ تو اصلی صوفیوں سے خالی ہے اور اقبال نے یہ بھی کہا کہ ؎

یہ معاملے ہیں نازک جو تیری رضا ہے تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

اقبال کہتا ہے یہ جو نظام ہے یہ مجھے راس نہیں آیا اور اس کے اندر کچھ گڑ بڑ ضرور ہو گئی ہے' اس میں وہ پہلے والی بات نہیں رہی۔ تو سارے لوگ آتے تو ادھر ہی ہیں اور یہ سارے شعور والے لوگ اس سلسلے میں حقیقت کو تلاش کرتے ہیں' انہی گلیوں میں پھرتے ہیں کیونکہ آشنائی انہی گلیوں میں ملتی ہے اور جس کو کچھ نہ ملے وہ سٹ پٹا جاتا ہے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر شخص کے شعور کو پرکھا جائے' کتنے ہی لوگ ہیں جو غافل ہو کے زندگی گزارتے ہیں اور کچھ لوگ عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جہاں جہاں جس کو سکون عطا فرما دے۔ آپ لوگوں کو گزارنے دو' جیسی گزارتے ہیں۔ اللہ کی تلاش کا طریقہ یہی صحیح ہے' بس طریقہ نافذ کرنے والا صحیح ہونا چاہئے۔

سوال :۔

ہمیں اپنی اصلاح کیسے کرنی چاہئے اور گناہگاروں کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب :۔

زندگی میں انسان کئی باتیں یادداشت کے Department میں رکھتا ہے۔ یادداشت بچپن سے محفوظ آرہی ہے اور اس کا ایک Function یہ ہوتا ہے کہ اس کو سناتا ہے وگرنہ یہ ذہن کے خانے میں پڑی ہوئی ایک محفوظ چیز ہے۔ یاداشت کے خانے میں جمع کرتے کرتے انسان کی یاد داشت پر بڑا بوجھ ہو جاتا ہے۔ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہم یادداشت کی الماری میں جو تازہ چیزیں رکھ رہے ہیں وہ کہیں پرانی نہ ہو جائیں مثلاً" ایسا نہ ہو کہ وہ تیس چالیس سال کے بعد Out of Date ہو جائیں۔ تو اپنی یادداشت کی حفاظت کرنی چاہئے' حفاظت اس طرح کرنی چاہئے کہ یادداشت میں وہ چیزیں رکھیں جو آپ کے عقیدے میں استعمال ہونی ہیں تاکہ وہ چیزیں Date سے باہر نہ ہو جائیں کیونکہ آپ نے چیزیں رکھنی ضرور ہیں۔ تو وہ چیزیں یاد رکھیں جو آپ کے عقیدے کی راہ میں آئیں۔ اس طرح وہ چیزیں اختیار کریں جو آپ کے عقیدے کی راہ میں آئیں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ گرد و پیش سے اختلاف نہ کرنا اور زمانے کے ساتھ اختلاف نہ کرنا۔ یہ زمانہ اپنے بنانے والے کا راز ہے اور اسی غلط دنیا میں آپ نے صحیح راستہ تلاش کرنا ہے۔ آپ صحیح راستے پر چلنے والوں کا ساتھ ضرور دینا اور صحیح راستے کے خواہش مندوں کو

دنیا میں راہ نما پیدا کرو۔ پھر اسی دنیا کے اندر راستے ملتے جائیں گے۔ یہ دنیا جس میں خدا کا ملنا مشکل لگتا ہے' اسی دنیا میں لوگوں نے خدا کو پایا۔ اسی دنیا میں لوگوں نے اللہ سے رابطہ کیا اور تلاش کر لیا۔ اسی دنیا میں سارا کام ہو جاتا ہے۔ اس لیے جو کچھ ہونا ہے' اسی زندگی میں ہونا ہے۔ اب آپ لوگ اس بات کا خیال رکھیں کہ یادداشت کی اصلاح کرنی ہے' غیر ضروری چیزیں یادداشت میں نہیں ڈالنی' غیر ضروری Tension یادداشت میں نہیں رکھنی' ایسے آدمی سے نفرت نہیں کرنی جس کو اللہ معاف کر سکتا ہے' پھر کوئی نفرت کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ آپ خامی سے نفرت کرو لیکن خام سے نفرت نہ کرو۔ بندے سے نفرت نہ کرنا بلکہ برے عمل سے نفرت کرنا اور وہ عمل خود نہ کرنا جو خامی ہے' بیماری ہے اور آپ کو وہ بیماری نہیں ملی بلکہ صحت مل گئی ہے اور خامی والے کو وہ بیماری لگ گئی یعنی گناہ کی بیماری۔ اب اس انسان پر رحم کرنا اور نفرت نہ کرنا کیونکہ آپ کا وہ بھائی جو ہے وہ بیماری میں مبتلا ہے اور بیماری گناہ کی بیماری ہے' بغاوت کی بیماری ہے۔ یہ بڑی خطرناک بیماری ہے اور یہ روحانی بیماری ہوتی ہے۔ اور یہ جس کو لگ گئی ہے اس کے لئے دعا کرو۔ اسی طرح اگر کبھی جاگنا نصیب ہو تو سونے والوں کے لئے بھی دعا کرو کہ یا اللہ ان کو بھی جاگنا نصیب کر۔ اس لئے اس معاملے میں بڑی ہی احتیاط چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ برے لوگوں کے لیے تباہی مانگ بیٹھیں۔ آپ کی ساری باتیں بجا ہیں۔ لیکن ذرا یہ خیال کرو کہ یہ سب امت ہے رحمۃ اللعالمینؐ کی۔ تو اس امت کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ رحمۃ اللعالمینؐ کی امت ہے' اس لئے آپ امت کے بندوں کو دوزخ

میں بھیجنے کا منصوبہ نہ بنانا ورنہ آپ خود چلے جاؤ گے۔ اس امت کے لئے بخشے جانے کی بڑی امیدیں ہیں' اور اصلاح کی امیدیں ہیں۔ جس نے آپ کو اصلاح دی ہے وہ ان کی بھی اصلاح کر دے گا اور ان کے بھی واقعات درست ہو جائیں گے۔ تو یہ بڑا خیال رکھا کرو اور اپنے دل صاف کر لو' آپ نے کسی سے نفرت نہیں رکھنی اور کدورت نہیں رکھنی۔ آج آپ کی جوانی ہے اور خون گرم ہے' کل یہ سب کچھ ٹھنڈا ہو جائے گا اور یخ برف ہو جائے گا۔ اس لئے کسی سے نفرت نہیں رکھنی' کدورت نہیں رکھنی' کسی آدمی کے لئے Ill will نہیں رکھنی کہ میں فلاں شخص کو تباہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ کسی کی تباہی کا مت سوچو بلکہ اس کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ اگر آپ دعا کرنے والے بن جاؤ گے تو آپ آسانی میں رہو گے۔ آپ خود موت کے انتظار کے ساتھ زندہ رہو اور مرنے والوں کو جانے دو۔ یہ خالق کا اپنا عمل ہے۔ یہ آنا جانا ہوتا رہتا ہے اور اس کائنات میں یہ واقعہ بڑا ضروری ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ جس کو لا فانی کر دے اور بقا عطا کرے' اور جسے چاہے فنا کر دے ۔

جاگنے والوں کو محرومِ دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

یہ تو اس کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے عطا کر دے اور جس کو چاہے محروم کر دے۔ اور اللہ یہ کرتا رہتا ہے۔

نقطے کو اگر چاہے تو بسم اللہ بنا دے

وہ کر سکتا ہے جو وہ چاہے۔ کرتا وہ آپ ہی ہے۔ سارے کاموں کا اس

نے فیصلہ کیا ہوا ہے۔ نبی وہ خود بناتا ہے' ورنہ نبی اگر جمہوریت سے بنتے تو مسئلہ ہو جاتا۔ تو پیغمبر جمہوریت سے نہیں بنے۔ لوگ پیغمبروں سے پوچھتے تھے کہ آپ کیسے پیغمبر بن گئے' آپ کیسے نبی بن گئے کیونکہ آپ تو ہم میں سے ہیں۔ یہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ ایک ایسا راز ہے کہ جب ہم اس قوم میں سے ایک نبی پیدا کرتے ہیں تو ہم اس کو نوازتے ہیں۔ یہ اللہ کا کام اور اللہ کے کام میں آپ دخل نہ دینا ورنہ آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ وہ جسے چاہے اس کو دے سکتا ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے' وہ چاہے تو ہد ہد کو طاقت دے سکتا ہے' ابابیل کو فیل پر حاوی کر سکتا ہے' اس کا حکم آجائے تو ہاتھی بھی گدھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے کبھی اپنی طاقت پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ کا امر جو ہے' وہ غالب ہے' وہ جو چاہے کرے' وہ "کن" سے "فیکون" کرتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے سب کرتا جا رہا ہے' وہ چاہے کسی کو عزت دے اور کسی کو ذلت دے۔ وہ کبھی ریت کو عزت دیتا ہے اور دریا کی ذلت ہو جاتی ہے۔ وہ جس کو چاہے سرفراز کرے۔ اس کے کام عجب ہیں۔ ؎

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

تو وہ جو چاہے کرتا ہے۔ وہ مالک بھی ہے اور مانگتا بھی ہے۔ وہ ہر رنگ میں آتا ہے۔ آپ خیال رکھنا کہ وہ کبھی دینے کے لئے آئے تو انکار نہ کرنا اور لینے کے لئے آئے تو پھر بھی انکار نہ کرنا۔ اس بات کا خیال رکھنا اور اپنا دھیان ہر دم اللہ کی طرف رکھنا۔ دوسروں کی اصلاح کی بجائے خود پہ توجہ رکھو۔

سوال :۔

کیا اللہ کے مختلف رازوں سے آشنائی ہو سکتی ہے اور کیا ہم اسے دلیل سے ثابت کر سکتے ہیں؟

جواب :۔

ایسا ہوتا ہے۔ آشنائی ضرور ہوتی ہے۔ یہ اپنی اپنی Range کی بات ہے۔ جس کی Range جہاں تک ہو اس کو ویسی آشنائی ملے گی۔ ویسے تو ازل تک ہو سکتا ہے اور الست تک ہو سکتا ہے یعنی "یوم الست" تک ہو سکتا ہے' کشف بھی ضرور ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ گائے ذبح ہونے کے بعد اپنے قاتل کا نام بتا دے۔ اس میں یہ خیال رہے کہ سب کی اپنی Range ہے' اپنا درجہ ہے۔ مرنے کے بعد گائے بول سکتی ہے اور اگر اللہ چاہے تو سب ہو سکتا ہے اگر کوئی شخص ولی اللہ ہے' اللہ کا دوست ہے تو اللہ جو چاہے کر دے۔ یہ بات دلیل سے ثابت نہیں ہوگی۔ دلیل تو اس دن ثابت ہوگی جس دن دلیل سے اللہ ثابت ہوا۔ اللہ تو دلیل سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ وکیل سے ثابت ہوتا ہے۔ وکیل وہ ہے جو سچا انسان ہو۔ تو اب راز کیا ہے؟ راز یہ ہے کہ سچے انسان نے جو کہہ دیا' وہ صداقت ہے۔ ورنہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر آپ گیارہ دلیلیں دے دو تو شیطان بارہ دلیلیں رکھتا ہے اور اس طرح اللہ سچا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ماننے لگ جاؤ تو اللہ ہی اللہ ہے۔ اسی طرح مزار کو دیکھو۔ اس میں گزرے زمانے کا بندہ ہے جو اور زبان بولتا تھا' آپ دوسری زبان بولتے ہو' مگر

رابطہ ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اگر قبروں کا علم شروع ہو گیا تو گھر ہی قبر بن جائیں گے۔ اگر آپ دلیل سے باہر نکلو تو آپ کا سارا علم بھی ماضی کا ہے' آپ نے حال میں کوئی بات ہی نہیں کی۔ حضور پاک ﷺ سے لے کر ساری عربی اور فارسی کا علم قبروں سے ہے اور قائد اعظمؒ اور اقبالؒ تک سارا علم قبروں سے ہے۔ آپ کی ملاقات اقبال سے ہو سکتی ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو انکار کے لئے وقف کریں گے تو انکار ہی کرتے جائیں گے۔ اگر آپ مسلمان بنے ہیں تو اس بات سے فائدہ اٹھائیں اور اقرار کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اگر آپ اس نہ ماننے والے زمانے میں بھی مان رہے ہیں تو یہ آپ کا بڑا اعزاز ہے۔ تو آپ کو Communication کی ضرورت ہے۔ ویسے آپ کو قبر سے رابطہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کبھی انسان الجھ جاتا ہے تو پھر وہ مدد کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے ان سے رابطہ رکھا ہوا ہے۔ کبھی کبھی پرندہ Guide کر دیتا ہے' کبھی مشاہدہ گائیڈ کر دیتا ہے اور کبھی کوئی آواز گائیڈ کر دیتی ہے۔ تو ایسے ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں' یہ نشانات ہیں جو راستے پر چلنے والوں کو راہ بتاتے ہیں۔ آپ اگر یہاں سے قریب قریب گزرتے جائیں تو گمراہ نہیں ہوں گے۔ تو صاحبانِ مزار ایک نشانی ہیں۔ کس بات کی نشانی؟ جہاں سے فکر کا قافلہ گزرا ہے۔ آپ بھی قریب قریب سے گزر جاؤ۔ اس میں کفر نہیں ہے اور شرک نہیں ہے بلکہ یہ مخلصین کے راستے ہیں جس کے بارے میں اللہ نے کہا تھا کہ الا عباد اللہ المخلصین شیطان نے کہا تھا کہ میں سب کو گمراہ کردوں گا تو اللہ نے فرمایا کہ تو میرے مخلص بندوں کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ تو ان

مخلصین کو سلام کرتے جانا بہت اچھی بات ہے اور اس میں آج کی بات نہیں ہے۔ اگر آپ نے محسوس کیا ہے کہ یہ وہی "مخلصین" لوگ ہیں تو پھر سلام بھیجو ان کو اور ان کی قبروں کو بھی۔ داتا صاحبؒ کو ہزار سال ہو گئے ہیں اور قبر بڑھتی جارہی ہے۔ داتا صاحبؒ کے مزار کے ساتھ مسجد دیکھو اور نمازی دیکھو۔ ادھر جہانگیر کا مقبرہ دیکھو کہ برباد ہو رہا ہے اور آثارِ قدیمہ بنتا جارہا ہے۔ داتا دربار کے لیے لوگ لاکھوں روپے دے جاتے ہیں۔ یہ عقیدت والے لوگ ہیں' کوئی بیوقوف نہیں ہیں' ان کے پاس آسودگی فکر ہے اس دور میں آسودگی فکر بڑی بات ہے' اس دور میں جب کہ Tension کا زمانہ ہے وہ لوگ آسودہ ہیں۔ آپ بھی کیا لوگ ہیں' زندگی میں مرے پڑے ہو' اپنی بیویوں سے ڈرے پڑے ہو' اپنے حالات سے پریشان ہو' اپنے واقعات سے Disturb ہو' وہاں مزار پر جاکے چند لمحات کے لیے جلوہ دیکھو تو آپ پریشانی سے آزاد ہو جائیں گے۔ آپ تو ویسے ہی آزاد ہو' فکر سے آزاد ہو جائیں گے۔ پریشانی سے نجات دلانے کا کتنا معاوضہ ہونا چاہیئے؟ اگر کوئی شخص جان بچانے کا معاوضہ پوری جان لے لے' تو دے دو۔ تو صاحبِ مزار کے بڑے فنکشن ہیں' یہ بڑے ادارے ہیں' روحانی شفا خانے ہیں اور ان کی بڑی باتیں ہیں۔ آپ کہتے ہو اکتساب فیض کیا ہے؟ ان کے پاس بڑا فیض ہے۔ وہ بندہ بدل کے رکھ دیتے ہیں اور روح کو زندہ کر دیتے ہیں۔ پھر انسان پر روح حاوی ہو جاتی ہے۔ ان پڑھ آدمی جو ہے وہ لکھنے لگ جاتا ہے۔

اب اس بات کو مان لینا اور یہ نہ کہنا کہ ثبوت اور دلیل جب تک نہ دو گے یہ نہیں مانیں گے۔ ثبوت اور دلیل بعد کی بات ہے۔

سوال :۔

کیا وظیفہ کرنا چاہئے؟

جواب :۔

ایک وظیفہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار ہے۔ تو آپ یہ ادب کے ساتھ' احترام کے ساتھ اور وضو کے ساتھ پڑھنا شروع کر دو تو اثر تو ہو جائے گا' مگر وہی کام ایک انگریز اور کافر بھی کر جاتا ہے۔ راز یہ ہے۔ غریب آدمی وظیفے کے ذریعے دس روپے مانگتا ہے اور وہ امیر ملک آپ کو کئی بلین ڈالر' Free of cost امداد دے جاتے ہیں۔ کسی کو امریکہ زیادہ امداد دیتا ہے اور کسی کو روس۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ :۔

وہاں ہوئی ہے مسخر خلا کی پہنائی
یہاں دھری ہے ابھی تک مزار پر دستار

تو آپ کو اس حالت سے نکلنا چاہئے۔ لوگ مدت سے واقعہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ ؎

میں کتنی صدیوں سے اس انتظار میں گم ہوں
الٰہی اب تو مسیحا کو آسماں سے اتار

مسیحا آسکتا ہے لیکن وجہ یہ ہے کہ اصل میں ہم ٹھیک نہیں ہیں۔ ہم خود غریبوں کو دیتے نہیں ہیں اور امیروں کے غرق ہونے کی دعا مانگتے ہیں۔ تو اچھا غریب کون ہے؟ جو کسی امیر کے مال کو للچائی ہوئی نگاہ سے نہ دیکھے اور جو اپنی غریبی کو اللہ کے قریب کردے۔ یہ اچھا غریب ہے۔ اور اچھا

میرو وہ ہے جو اپنے مال کو غریبوں میں تقسیم کر دے۔ تو برا امیر بھی بہت برا اور برا غریب بھی بہت برا۔ اصل میں امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ اچھائی اور برائی کی تقسیم ہے۔ تو اسلام کی تقسیم یوں نہیں ہے کہ یہ غریب ہیں اور یہ امیر ہیں بلکہ تقسیم یوں ہے کہ یہ برے ہیں اور یہ اچھے ہیں۔ اچھا امیر بھی اچھی شے ہے اور اچھا غریب بھی بہت اچھی شے ہے۔ دونوں مل کر گزارہ کر سکتے ہیں' نہ وہ غریب ہو گا اور نہ وہ امیر ہو گا۔ لہٰذا آپ لوگ بدنی سے بچو اور وابستہ ہو جاؤ۔ آپ وہی ہیں جو آپ کی وابستگی ہے۔ آپ کی وابستگی ہی آپ کا مرشد ہے' آپ کا کلمہ ہے' آپ کا ایمان ہے اور آپ کی قبر ہے۔ یہی آپ کا وظیفہ ہونا چاہیے۔

سوال :۔

کیا قبروں پر جانا جائز ہے؟ یہ حاضر ناظر کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

اگر آپ کی وابستگی مادہ کے ساتھ ہے تو آپ مادہ پرست ہو گئے۔ تو مادہ تو بے جان ہے اور یہ مر جائے گا۔ تو مادہ سے محبت کرنے والا بھی فنا ہو جائے گا۔ آپ کی وابستگی اگر فرد سے ہے' تب تو بچ جائیں گے اور اگر بے جان سے ہے تو مر گئے۔ لہٰذا آپ یہ دیکھو کہ وابستگی کس چیز سے ہے' تو راہنما سے وابستگی ہی صحیح راستے پہ چلنے کی ضمانت ہے۔ اگر آپ کی وابستگی نہیں بنی تو آپ خیال کرو۔ انسان نے آخر یہاں سے چلے جانا ہے' اگر اس کی کوئی پسندیدہ چیز پردے کے اس پار ہے تو اس کے انتظار میں موت آسان ہو جائے گی' ہلکی ہو جائے گی ورنہ یہ بھاری رہے گی۔ تو

آپ کا عقیدہ یا ایمان اگر پردے کے اس پار ہے تو بچت ہو جائے گی۔ اگر آپ قبروں کو غائب سمجھ رہے ہیں اور جانا قبر میں ہے تو پھر تو آپ گھاٹے میں ہیں اور برباد ہو گئے۔ تو اصل یہ عقیدہ ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ' اللہ ہونے کے باوجود درود بھیجتا جا رہا ہے۔ اس نے سارے بندے خود بنائے ہیں اور اگر اللہ ایک انسان پر درود بھیجتا جائے تو یہ بڑی بات ہے۔ اللہ نے ساری کائنات بنائی ہے' چاند ستارے' سورج سارے اور اتنے اس کے نظارے' سب کے سب' ایک انسان یعنی حضور پاک ﷺ کے لیے بنائے ہیں۔ اب کائنات اس سے پوچھ سکتی ہے کہ اتنی بڑی کائنات میں ایک انسان کو تو نے باعث تخلیق کائنات کیوں بنایا۔ مگر یہ اللہ کا واضح اور Open اعلان ہے کہ ہم نے یہ سب کچھ آپؐ کے لیے بنایا ہے اور آپؐ پر صبح شام درود بھیجتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو ابھی تک شک ہے کہ حضور پاک ﷺ ہیں کہ نہیں۔ وہ زندگی تو موت کے بعد بھی ہے۔ اللہ زندہ ہے تو اللہ کا محبوبؐ بھی زندہ ہے اور اللہ کی محبت بھی زندہ ہے۔ اگر اللہ کا محبوب نہ ہوتا تو اللہ کس پر درود پڑھتا۔ اللہ نے یہ درود حضور پاک ﷺ کی پیدائش سے شروع کیا ہے۔ جب سے محبوبؐ ہے' درود ہے اور جب سے اللہ ہے محبوبؐ ہے۔ تو جب تک اللہ ہے' درود رہے گا۔ تو اللہ کے محبوبؐ تھے' اللہ کے محبوبؐ ہیں اور اللہ کے محبوبؐ رہیں گے اور جب محبوبؐ ہیں تو محبوبؐ کے عاشق بھی ہیں' محبوبؐ کے فقراء بھی ہیں اور محبوبؐ کے پیارے بھی ہیں۔ آپ صرف جھگڑا کرتے جا رہے ہو۔ تو یہ وہ مقام ہے کہ ۔

یہ روزِ کن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی نہ ثانی ہے
فنا زیرِ قدم ان کی بقا پر حکمرانی ہے
محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے

اب اس میں جھگڑا کس بات پر۔ بس یہ عشق کی بات ہے۔ قبریں تو آپ کو کیا کچھ بتاتی رہتی ہیں' روز انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ اگر آپ ماں باپ کی قبر پہ جاؤ گے تو انکشافات ہو جائیں گے۔ یہ انکشافات ہوتے رہتے ہیں۔ خواب میں بھی انکشافات ہوتے ہیں' آنے والے زمانے کا پتہ چلتا رہتا ہے اور گزرے ہوئے زمانے کا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے کہ گزرا ہوا بندہ آگے آکے کان میں ایک بات بتا دے۔ یہ سماعت کیا ہوتی ہے۔ یہ راز ہے۔ کچھ لوگ دور سے سنتے ہیں اور کچھ کان پاس ہونے کے باوجود نہیں سنتے۔

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

یعنی جو سننے والا ہے وہ نغمہ بجنے سے پہلے ہی مست ہو جاتا ہے کیونکہ وہ سن لیتا ہے۔ اب یہ ساز کے اندر جو نغمہ سننے والے ہیں وہ گزرے ہوئے نغمے سنتے ہیں اور ہزار بار سنتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی Range کی بات ہے۔ اگر کوئی آدمی درود شریف پڑھنے والا ہو' اس کو یہ بھی پتہ ہو کہ حضور پاک ﷺ کا زمانہ پرانا ہے اور اسے حضور پاک ﷺ کے دیدار کا شوق بھی ہو تو پھر پرانے زمانے کا دیدار کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ دیدار کا شوق ہونا بڑی خوش نصیبی ہے۔ اگر وہ آج نہیں ہیں

تو پرانے زمانے سے ایمان کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کہتے ہو حضور پاک ﷺ کا وہ زمانہ زندہ تھا اور یہ حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد کا زمانہ ہے' آپ ماننے والے ہیں حضور پاک ﷺ کے تو وہ مسلمان جو اسلام پر تھے وہ اسلام کے پاس نہیں ہیں یعنی کہ وہ اسلام جس میں حضور پاک ﷺ موجود ہوں وہ تو اور ہوا۔ اب جہاں وہ موجود نہیں ہیں تو وہ زمانہ تو اور ہے۔ اس لئے اسلام تو تب برابر ہوتا ہے جب ایک جیسا واقعہ ہو' ورنہ ان لوگوں کا کلمہ تو مشاہدے کا تھا اور آپ کا کلمہ غیر مشاہدے کا ہے۔ تو یہ کلمہ برابر کیسے ہو سکتا ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ مشاہدہ ایک عطا ہے۔ وہاں بھی اس وقت کئی لوگوں نے آپؐ کو دیکھ کر نہیں دیکھا اور یہاں پر نہ دیکھ کر بھی دیکھ لیا۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ یعنی اس زمانے میں بے شمار کافروں نے حضور پاک ﷺ کو نہیں دیکھا اور آج کئی لوگوں کو ان کے دیدار کی نعمت حاصل ہے۔ تو واقعہ کیا ہوا؟ واقعہ نسبت کا ہے اور نسبت کلمے کی ہے' کلمہ مشاہدے میں ہونا چاہئے۔ اگر آپ جھگڑا کرو گے تو مشاہدہ کیسے ہوگا۔ ابھی تو آپ اسلام کو مسلمانوں سے جدا ثابت کر رہے ہو۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین ہمیں حضور پاک ﷺ کے قریب رکھ تاکہ ہم مشاہدوں کے قریب ہوں۔ ہمیں بحث سے بچا اور اپنے حبیب پاک ﷺ کے دین پر قائم فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولانا

حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین



۱ کوئی ایسی وضاحت فرمادیں کہ یہ سمجھ آجائے کہ دنیا اور دین کیا ہیں؟

۲ کوئی آسان سا لائحہ عمل بتا دیں جس کے ذریعے ہم اللہ کے قریب ہو جائیں؟

۳ سر! یہ جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لیئے ڈی ڈی ٹی استعمال کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

سوال :۔

کوئی ایسی وضاحت فرما دیں جس سے یہ سمجھ میں آ جائے کہ اسی زندگی میں دنیا اور دین کیا ہے؟

جواب

دنیا میں انسانؑ انسان کو تکلیف بھی پہنچاتے ہیں اور خدمت بھی کرتے ہیں۔ کائنات میں جتنی مخلوق ہے' یہ دوسری مخلوق کی خدمت بھی کرتی ہے اور دوسری مخلوق کو نقصان بھی پہنچاتی ہے' تکلیف بھی دیتی ہے اور یہی انسان کی پہچان کا ذریعہ ہے۔ سارے آدمی تو الگ الگ ہیں اور ان میں فرق ہے۔ لیکن اگر آپ ذرا غور سے دیکھو تو انسانوں میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے' ہرچند کہ کروڑہا' ارب ہا انسان' سارے الگ الگ ہیں۔ انسانوں کے مزاج الگ ہیں' کھانا پینا' رہنا سہنا' ملک' معاشرت اور معیشت سب الگ ہیں' لیکن آپ ذرا غور سے دیکھیں تو ان میں بہت سی چیزیں ایک جیسی ہیں۔ مثلاً" کھانا سب کھائیں گے' سب سوئیں گے' سب روئیں گے' خوش سارے ہوں گے' غمگین سب ہوں

گے' بیمار سب ہوں گے چاہے کوئی ڈاکٹر ہو' اور انجام کار سارے مر جائیں گے۔ اگر آپ مشاہدہ کرو تو انسانوں کی بے شمار اور لا محدود اقسام کے باوجود ان کی چند ہی قسمیں نکلیں گی۔ مثلاً" اللہ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے ذریعے دین بھیجا اور یہ ہدایت اللہ کی طرف سے اللہ کے نبی ﷺ کے ذریعے آئی ہے اور جو لوگ موجود تھے ہماری نگاہ میں سب سے زیادہ خوش قسمت تھے کیونکہ وہ سرکار دوعالم ﷺ کی زبان سے ہدایت حاصل کر رہے تھے اور اس زمانے میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے یہ ہدایت نہیں مانی اور وہ انتہا کے بد قسمت تھے' جو لوگ ہدایت مان گئے' وہ سرکار ﷺ کے صحابہ کرامؓ بن گئے اور انتہا کے خوش قسمت ہو گئے۔ تو انسانوں کی یہ دو قسمیں ہو گئیں۔ اگر یہ بات یہیں تک ہوتی تو پھر دین اتنا ہی تھا جتنا اس وقت موجود تھا لیکن دین پہنچانے والے کا منشا ہر زمانے کے لوگوں تک دین پہنچانا ہے اور دین لانے کا واحد ذریعہ پیغمبر ہے۔ لہٰذا پہلے زمانے میں پیغمبر آتے رہے ہیں۔ جب کسی اور پیغمبر نے نہیں آنا تو اب وہ پیغمبر ہر زمانے کے لئے ہونا چاہئے۔ تو اللہ کریم نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ کے بعد اور نبی نہیں آئے گا۔ اس لئے آپ ﷺ ہر زمانے کے لئے ہیں اور آپ ﷺ کا فیض اسی طرح ہو گا جیسے اس زمانے میں تھا جب کہ آپ ﷺ بظاہر موجود تھے۔ آج بھی لوگ اسی طرح ماننے والے ہوں گے۔ تو اللہ کریم نے آپ لوگوں کے لئے دین بھیجا تاکہ آپ کے نفس کا شر کم ہو جائے اور آپ خیر میں داخل ہو جائیں۔ اس میں جنات بھی ہیں اور انسان بھی ہیں۔ جنات مسلمان بھی ہیں اور جنات غیر مسلم بھی ہیں'

انسان مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی ہیں۔ اب جن ہو یا انسان' دوسرے کو راحت بھی پہنچاتا ہے اور کسی نہ کسی کو تکلیف بھی پہنچاتا ہے۔ یہ کبھی علم میں ہوتا ہے اور کبھی لاعلمی میں ہوتا ہے۔ تو اللہ کریم نے یہ فرمایا کہ تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ اور جو ایذا پہنچائے گا اس کے لئے سزا ہے۔ اب اللہ کے حکم کو Violate کرنے والا انسانوں میں بھی ہو سکتا ہے اور جنات میں سے بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ دین کو Negate کرنے والے انسانوں میں بھی ہوں گے اور جنات میں بھی ہوں گے' تو جو چیز جنات کے لئے Applicable ہے وہ انسانوں کے لئے بھی ہے اور جو انسانوں کے لئے ہے وہ جنات کے لئے بھی ہے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا یعنی صحیح راستے پر چلنے کے لئے۔ لیکن ان میں سے کئی چلتے ہیں اور کئی نہیں چلتے۔ جو صحیح راستے پر چلتے ہیں ان کے لئے اللہ نے انعام کے طور پر جنت بنا رکھی ہے اور جو نہیں چلتے ان کے لئے سزا کے طور پر دوزخ کا قیام بنا رکھا ہے۔ اس لئے انسانوں کی بے شمار اقسام ہیں مگر اب یہ دو اقسام ہو گئیں' یہ نہ ماننے والے اور یہ ماننے والے ہیں۔ انسان کی صفات پہ غور کریں تو تمام قسمیں آخر کار چند قسموں میں' چند اعمال میں اور چند صفات میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ تو آپ غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چند صفات میں تقسیم کر دیا۔ مثلاً" یہ میری طرف آنے والے انسان ہوں گے اور یہ مجھ سے بھاگنے والے انسان ہوں گے اور جو میری طرف آنے والے ہیں وہ سعید روحیں ہیں' نیک روحیں ہیں اور وہ دنیا کے اندر اتنے مصروف اور اتنے Involve نہیں ہوتے کہ وہ میری یاد سے غافل

ہو جائیں اور وہ ہمیشہ ہی میرے راستے پر گامزن رہتے ہیں اور جو دنیا کے اندر محو ہوتے ہیں وہ گاہے گاہے میری بات سنتے ہیں' میرے احکام سنتے ہیں لیکن ان کو توجہ حاصل نہیں ہوتی۔ تو اب یہ دو قسمیں رہ گئیں۔ ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ یعنی "تمہیں میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی تمنا رکھنے والے ہیں اور تمہیں میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی تمنا رکھتے ہیں"۔ دنیا دار کی خاص خاص صفات آپ کو پتہ ہونی چاہئیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دنیا دار جو ہے وہ جاہ طلب ہو گا' مرتبہ' شہرت' منصب' Reputation' عزت افزائی کا طالب ہو گا' دوسروں کو چھوٹا سمجھے گا' اپنے آپ کو بڑا سمجھے گا اور ریاست میں یا حکومت کے کسی مرتبے پر فائز ہونے کے لئے محنت کرے گا۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں مال جمع کرے گا اور ضرور گنتا رہے گا اور منصوبے بناتا رہے گا۔ دنیا دار کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو لوگوں میں اس طرح پیش کرے گا کہ لوگ اس سے خوفزدہ ہوں' فرعون اور ہلاکو کی طرح ڈرانے والا ہو گا' چابک ہاتھ میں لے کے لوگوں پر ہیبت طاری کرے گا۔ اس کے برعکس دین والا شخص جو ہو گا وہ اس دنیا کو عارضی قیام گاہ سمجھے گا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا یہاں ٹھہرنا ایک خاص مقررہ میعاد تک ہے' پھر یہاں سے نکل جانا ہے۔ اس لئے وہ زیادہ اسباب اکٹھے نہیں کرے گا۔ دوسری بات یہ کہ وہ لوگوں میں خوف پیدا نہیں کرے گا اور ان کی خدمت کرے گا۔ تو جو دین کا زیادہ شوق رکھنے والا ہو اور اگر وہ اللہ کی خدمت کرنا چاہتا ہے اور اللہ اس کو نہیں ملتا تو پھر وہ اللہ کی کوئی وابستگی ڈھونڈ لے' اور یوں وہ انسانوں کی خدمت کرنے لگ

جاتا ہے اور جہاں تک پیسہ یا دوسری صفات اور خوبیوں کا تعلق ہے وہ اس لئے حاصل کرتا ہے کہ ان کے ذریعے اللہ کے راستے کی آسانی ہو' حلال و حرام کی تمیز سے پیسہ ملے تو وہ پھر اس کو اللہ کے راستے پر لگا دیتا ہے ورنہ وہ بغیر دولت کے ہی اللہ کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس لئے یہ جو صفات ہیں یہ ہر آدمی میں آپ کو Judge کرنے سے مل جائیں گی اور یہی زندگی ہے' یہی دنیا ہے' یہی آپ کا گھر ہے۔ دین کی زندگی کوئی الگ نہیں ہے۔ بہشت کروڑہا میل دور ہے اور کروڑہا سال دور ہے مگر اس کو حاصل کرنے کا فیصلہ ہم آج ہی کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوزخ ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھی۔ دوزخ بھی کروڑہا میل دور ہے اور کروڑہا سال دور ہے مگر ہم اپنے عمل سے آج ہی اس میں داخل ہو جاتے ہیں' تو گویا کہ یہی زندگی دین ہے اور یہی زندگی دنیا ہے۔ اگر آپ کا رخ دنیا دار ہو جائے اور یہاں ٹھہرنے کی تمنا کر لیں تو آپ دنیا دار ہو جائیں گے اور یہاں سے اگر آپ کی کوچ کی تیاری ہو جائے تو آپ دین دار ہو جائیں گے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ دوسری یہ بات بڑے غور والی ہے کہ اس زندگی کے اندر اگر آپ کو محسوس ہو جائے کہ میرا کوئی مالک ہے جو حکم چلانے والا ہے' اگر اس مالک کی Presence یعنی موجودگی کو آپ نے تسلیم کر لیا اور اس کا اعتراف کر لیا تو یہی زندگی آپ کا دین بن جائے گی اور اگر آپ نے یہ سب تسلیم نہیں کیا تو یہی زندگی دنیا بن جائے گی۔ اس لئے ایک غور والی بات یہ ہے کہ دین اور دنیا ایک ہی عمل کا نام ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک جیسا عمل ہو تو وہ دنیا بھی کہلا سکتا ہے اور دین بھی کہلا سکتا ہے۔ مثلاً" دو آدمی بیک وقت نماز پڑھ رہے ہیں ایک

دکھلاوے کے لئے پڑھ رہا ہے اور ایک شوق میں پڑھ رہا ہے' تو جو دکھلاوے کے لئے پڑھ رہا ہے وہ دنیا کی نماز پڑھ رہا ہے اور جو شوق میں اطاعت کر رہا ہے وہ اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو یہ دنیا ہے اور وہ دین ہے۔ گویا کہ نماز کا پڑھنا بھی دنیا ہو سکتا ہے اور نماز کا پڑھنا دین بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پیسہ کمانا دنیا بھی ہو سکتا ہے اور دین بھی ہو سکتا ہے۔ اب اسلام نے یہ آسانی پیدا کر دی کہ فیصلہ آپ کی اپنی نیت پر چھوڑ دیا اور آپ کی نیت کو مخفی کر دیا تاکہ آپ کو ندامت نہ ہو اور توبہ کا آپ کو موقع ملتا جائے۔ تو اسلام نے یہ مہربانی کی ہے کہ آپ کی نیت جو ہے وہ چہرے پر نہیں لکھی کہ میں یہ نیت رکھتا ہوں۔ عمل جو ہے وہ ظاہر ہے اور عمل کا نتیجہ بھی ظاہر ہے۔ اس لئے عمل سے اور نتیجوں سے نیت کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ دنیا دار عمل سے نیت کا فیصلہ کرتے ہیں اور دین والے نیت کو عمل سے بے نیاز ہو کر مانتے ہیں۔ اس لئے جو انسان عمل کے ذریعے نیتوں کو Judge کرنا چاہتا ہے اور دوسروں کی ظاہری زندگی دیکھ کر انہیں فقیر' درویش یا اللہ والا سمجھتا ہے تو وہ آدمی دھوکا کھا جائے گا۔ یہ دنیا کا طریقہ ہے کہ آپ اس کا تجزیہ کرو' اس کو دیکھو' بھالو کہ یہ کون ہے؟ کل کہاں تھا؟ کہتا ہے کہ یہ شراب خانے میں تھا۔ آج کہاں ہے؟ کہتا ہے آج بڑے مقام پر ہے کیونکہ درمیان میں توبہ ہو گئی ہے اور جب ہم اللہ کے سامنے کی ہوئی توبہ کو دیکھ نہیں سکتے تو ہم نیتوں کو بھی دیکھ نہیں سکتے۔ تو ہم اگر عمل کو دیکھ کر نتیجے کا فیصلہ کریں گے تو غلطی ہو جائے گی۔ اس لئے جو دنیا دار ہے وہ اعمال سے Judge کرتا ہے اور جو دین والا ہے وہ اللہ کے فضل سے Judge کرتا

ہے۔ اب یہ بات دیکھنی چاہئے کہ اللہ کریم نے آپ کو جو زندگی عطا کی ہے یہ پہیلی کے طور پر تو نہیں عطا کی کہ آپ ڈھونڈتے رہو کہ اس میں کیا ہے۔ اللہ نے آپ کو چھوٹا سا کنبہ دیا ہے جس میں بیٹی' بیٹا' ماں' باپ' بھائی' بہن' ہیں۔ اس میں کھانا پینا ہے' تھوڑے سے مسائل ہیں اور کچھ محلے کی زندگی ہے۔ آپ کی کل اتنی سی زندگی ہے اور اس کے اندر ہی آپ نے خدا کو جاننا ہے' اسی کے اندر ہی ساری زندگی کو سمجھنا ہے اور ساری دنیا کو سمجھنا ہے۔ تو اگر دنیا سمجھنے کے لئے ضروری ہو تا کہ آپ مصر کا چکر لگاؤ' یونان کا چکر لگاؤ اور انڈونیشیا کا چکر لگاؤ تو پھر زندگی کو جاننا ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ ہم چکر نہیں لگا سکتے۔ لیکن اللہ نے کہا کہ زندگی کو یہیں سمجھو اور اس کے لئے ایک چھوٹا سا گھر' بیوی' بچے' ماں' باپ' بہن' بھائی اور چھوٹا سا محلّہ دے دیا ہے۔ گویا کہ اس ماحول کے اندر اللہ کو سمجھا جا سکتا ہے۔ اسی کے اندر انسان گمراہ بھی ہو سکتا ہے اور اسی کے اندر وہ فلاح بھی پا سکتا ہے۔ تو گویا کہ زندگی کو سمجھنے اور زندگی پر عمل کرنے اور زندگی کو فلاح میں لانے کے لئے آپ نے اس کا کینوس وسیع نہیں کرنا بلکہ اس کی Study ذرا غور سے کرنی ہے۔ غریب آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم تو غریب لوگ ہیں' ہم کیسے یہ بات سمجھیں اور تم تو امیر ہو' تم حج کر کے آئے ہو۔ اگر یہ بات سب کے لئے ضروری ہوتی تو پھر سب کو وہ چیز نصیب ہوتی۔ لہٰذا ضروری یہ ہے کہ آپ اپنے دائرے میں سب کام کرو۔ آپ دیکھو تو آپ کا چھوٹا سا دائرہ ہے اور آپ کے محدود تعلقات ہیں۔ جتنے آپ کے واقف لوگ ہیں وہ گنتی کے ہوتے ہیں' سو یا دو سو۔ آپ ایک ہزار سے زیادہ لوگ واقف

نہیں بنا سکتے۔ یعنی کہ ہزار سے زیادہ ہم ایسے آدمی نہیں بنا سکتے جن کو نام سے پکاریں' تو یہی آپ کی زندگی ہے جس کے اندر آپ کی زندگی کا علم پورا ہونا ہے۔ اسی زندگی میں علم دینے والے ہیں اور اسی میں علم لینے والے ہیں۔ اسی میں گاہک بھی ہیں اور اسی میں دکاندار بھی ہیں۔ یعنی جن سے ہم نے سودا لینا ہے اور جن کو ہم نے سودا دینا ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی ہوں گے۔ ایک ہزار آدمی میں آپ کے علم نے پرورش پانی ہے۔ اسی میں آپ نے رونا بھی ہے' گویا کہ ان میں سے کسی کی موت آپ کا غم بنے گی کیونکہ باہر کی موت آپ کے لئے غم نہیں ہے۔ مثلاً" آپ نے خبر پڑھی کہ ہندوستان کے ایک گاؤں میں ایک آدمی مرگیا تو آپ پر اثر نہیں ہو گا۔ ہمارے لئے تو غم وہ ہو گا جب ہمارا کوئی آشنا گزر جائے گا۔ ہر انسان کی موت آپ کے لئے غم نہیں ہے بلکہ آشنا کی موت غم ہے۔ لہٰذا آپ کے جذبات کا دائرہ آشنا تک ہے۔

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس موجود میری لکڑی کی روٹی میری بھوک مٹاتی ہے۔ آپ کی الٰہیات کا دائرہ بھی آشنا تک ہی رہے گا اور اس سے باہر نہیں نکلے گا۔ مثلاً" کوئی یہ کہے کہ فلاں مقام پر انڈونیشیا میں ایک درویش بیٹھا ہوا ہے۔ آپ پر یہ فرض نہیں ہے کہ آپ انڈونیشیا کے درویش کے پاس جا کر اپنا فیض لو۔ "آپ لاہور میں رہتے ہو" "جی لاہور میں رہتا ہوں"۔ "پیسے بھی نہیں ہیں؟" "جی نہیں ہیں"۔ "ٹانگوں میں طاقت ہے؟"۔ "جی ہے"۔ یہاں پر داتا صاحبؒ کا آستانہ ہے' وہاں چلے جاؤ" تو گویا کہ آپ کی ظاہری و باطنی ضرورتیں اپنے علاقہ

اور اپنے دائرہ معلومات میں پوری ہوں گی۔ آپ کے علاقے میں ہی آپ کے لئے سب کچھ ہے ۔

فریدا! روٹی میری کاٹھ دی لاون میری بکھ
جنہاں کھادیاں چوپڑیاں گھنے سہن گے دکھ

بابا صاحبؒ کاٹھ کی روٹی لے کر پھرتے رہے اور یہ ایک پورا Symbol ہے۔ اس علاقے کے انسانوں کی معیشت کا دارو مدار لکڑی پر تھا۔ تو بابا صاحبؒ نے فرمایا کہ تم معیشت کی پروا نہ کرو کیونکہ تمہارے پاس جنگل ہیں' لکڑی کاٹو اور پھر معیشت ہی معیشت ہے۔ رزق آسان ہو جائے گا۔ آپ لوگ اگر کتابیں بیچنے والے ہو تو آپ کو روٹی کہاں سے ملے گی؟ کاغذ سے۔ کسی کی روٹی لفظ سے ہے اور کسی کی روٹی کسی اور ذریعے سے ہے۔ گویا کہ یہ سارے اللہ کریم کے فیصلے ہیں۔ تو آپ کی معیشت آپ کے اپنے دائرے میں ہے' آپ کا غم آپ کے دائرے میں ہے۔ آپ کی خوشی آپ کے دائرے میں ہے۔ یہ سب کتابوں میں نہیں ہے بلکہ جو آپ کا دائرہ معلومات ہے اسی کے اندر سب کچھ ہے۔ اسی کے اندر نیکی بھی ہے اور کمینگی بھی ہے اور اسی کے اندر بے حسی بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ سب سے خطرناک انسان وہ ہے جو بے حس ہو' جس کا احساس زندہ نہ ہو یعنی جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بے حسی ایک روحانی بیماری کی انتہائی شکل ہے۔ اسی دائرے کے اندر آپ کو مرشد نے بھی ملنا ہے' اسی دائرے کے اندر آپ کو مؤذن نے بھی ملنا ہے' اسی دائرے کے اندر آپ کو چھوٹی سی مسجد بھی مل جانی ہے اور یوں آپ کی ساری زندگی کے مکمل واقعات آپ کی آشنائی والوں میں سے گزر جائیں گے۔ تو آپ اپنی

آشنائی کے اندر غور کریں مثلاً" خوشی دینے والا آپ کے پاس آیا اور چلا گیا مگر آپ نے پہچانا ہی نہیں۔ جو آنے والا ہے اس کو غور سے دیکھو۔ مثلاً" ایک آدمی آیا' آپ سے نگاہ ملائی اور چلا گیا۔ وہ علم دینے والا تھا۔ آپ اس پہ غور کریں تو اسی کے اندر ہی واقعہ ہے۔ آپ نے کہیں دور سے جا کر علم نہیں لینا بلکہ یہیں اپنی سیٹ پر بیٹھے رہو اور یہیں پر آپ کو وہ بات مل جائے گی۔ تو گویا کہ آپ نے اپنے ارادے اور اپنی نیّت کی اصلاح کرنی ہے۔ باقی سارے کام اللہ کریم خود ہی کر دے گا۔ آپ اگر اللہ کو چاہتے ہیں تو آپ ایک جگہ اللہ کی نیت کر کے بیٹھ جائیں' کہ یا اللہ ہم کہاں کہاں تجھے تلاش کریں' تو آپ ہی کرم فرما اور آسانی فرما! تو اللہ کی طرف سے خود بخود کوئی انتظام ہو جائے گا' ایک آدمی آئے گا اور کہے گا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ اور پھر وہ ایسی کوئی بات کرے گا کہ آپ کو سمجھ آجائے گی۔ وہ آپ کو سمجھائے گا کہ بیٹے کی شکل میں آپ کی آزمائش آ رہی ہے' اگر اس پر آپ نے ظلم کیا تو ظالم کہلائیں گے' بیٹی کی شکل میں آپ پر خرچے کا تقاضہ آ رہا ہے' ماں کی شکل میں آپ کو ادب سکھانے والی Agency ملی ہے' دوست کی شکل میں وقت ضائع کرنے والا مہربان آ رہا ہے' پیر کی شکل میں آپ کو اللہ کا راستہ دکھانے والا آ رہا ہے' اذان کی آواز کی شکل میں اللہ کی طرف سے بلاوا آ رہا ہے' اسی طرح آپ جنازہ دیکھتے ہو تو پھر آپ کو ادھر کا خیال آ جاتا ہے۔ گویا کہ آپ کی زندگی کے محدود دائرے کے اندر سارے واقعات ہو جاتے ہیں۔ نفع' نقصان' غم' خوشی' بغاوت' اطاعت' سب کچھ اسی محدود دائرے میں ہو جاتا ہے۔ اپنے دائرے میں مکمل طور پر مشاہدہ کرو۔ آپ نے

کسی باہر کی چیز کو Study نہیں کرنا۔ مثلاً" یہ کتاب ہندوستان میں لکھی گئی ہے' کسی بزرگ نے لکھی تھی اور اس میں بڑے رموز ہیں۔ اس طرح رموز وغیرہ کام نہیں آتے۔ جو آپ کے ساتھ زندگی وارد ہے' اس پر غور کرو' بیوی میں' بچوں میں' پڑوسی میں' راہ چلتے مسافر میں' دروازہ Knock کرنے والے مہمان میں اور دوسرے چھوٹے چھوٹے واقعات پر آپ غور کرو۔ اس میں پورے کا پورا عرفان ہے اور اسی سے آپ کو ساری نصیحت مل جاتی ہے۔ عرفان کیسے ملتا ہے؟ مثلاً" اپنے گھر میں آپ جاگ رہے ہیں' گھر آپ کا زمین پر ہے اور آپ رات کو جاگ کر روتے ہیں تو وہ آنسو جو آپ اللہ کی یاد میں گرا رہے ہیں یہ آنسو آسمان پر جاتے ہیں اگرچہ ہوتے آپ گھر میں ہیں۔ دعا آپ یہاں مانگ رہے ہیں اور جاتی عرش پر ہے۔ یا تو ہم یہ کہیں کہ عرش زمین پر ہے' یا پھر ہم یہ کہیں کہ یہ خطہ آسمان پر ہے' مگر نہ وہ آسمان ہے اور نہ یہ زمین ہے بلکہ تیرا تعلق ہی سب کچھ ہے۔ تو گویا کہ آپ جہاں پہ تعلق بنالو' وہیں اللہ Available ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ کہاں تعلق بناتے ہیں اور آپ کا کام ہے کہ آپ اس کو کہاں اور کیسے پکارتے ہیں۔

؎ ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

تو یہاں وہاں کچھ نہیں ہوتا بلکہ اپنی نیت ہوتی ہے۔ اگر نیت اچھی ہو تو سارے واقعات اچھے ہو جاتے ہیں۔ ایک ہندو برہمن اشنان کو جا رہا تھا۔ راستے میں اس کو ایک چمار ملتا ہے یعنی چمڑا رنگنے والا۔ چمار کہتا ہے "برہمن مہاراج جی! کدھر چلے ہو"۔ اس نے کہا "میں گنگا اشنان کو جا رہا ہوں"۔ کہتا ہے "پھر بھائی گنگا کو میرا سلام کہنا اور میری

طرف سے یہ ٹکہ اس کو نذر کرنا"۔ چمار نے اپنی گندی جیب سے ٹکہ نکالا۔ برہمن نے ہاتھ تو لگانا نہیں تھا کیونکہ اس کا دھرم بھرشٹ ہو جاتا۔ اس نے گڈوی آگے کی کہ اس میں ڈال دے۔ گنگا جا کر برہمن نے اس چمار کا ٹکہ ڈالا اور اس کا سلام کہا۔ کہتے ہیں کہ گنگا میں سے ایک خوب صورت ہاتھ نکلا۔ اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا اور یہ آواز آئی کہ "اس ہمارے محبوب کو یہ کنگن دے دو' جس نے ہمیں یہ میلا ٹکہ دیا ہے"۔

برہمن اشنان بھول گیا اور واپس ہی آ گیا۔ اس نے چمار سے ہاتھ باندھ کر کہا یہ کنگن جو ہے آپ کو جواب میں ملا ہے' مائی گنگا نے آپ کو سلام کہا اور کہا ہے کہ یہ کنگن اس ہمارے محبوب کو دے دو ۔ اس چمار نے کہا "دیکھو آپ ہو برہمن اور میں چمار ہوں' چمڑا رنگنے والا' ہم نے یہ سونا کیا کرنا ہے' اس کو تم ہی لے لو"۔ برہمن بڑا خوش ہوا کہ یہ تو سونے کا بڑا خوب صورت اور اتنا قیمتی کنگن ہے۔ گھر لے جا کر اپنی بیوی کو دیا۔ بیوی نے کہا اتنا خوب صورت اور اتنا قیمتی کنگن ہمارے کس کام کا' یہ راجہ کی بیوی' رانی کو دے آتے ہیں' اور وہ کنگن رانی کو جا کر دیا۔ رانی بڑی خوش ہوئی اور جشن منایا۔ کچھ دیر کے بعد رانی کہتی ہے کہ بھئی غلطی ہو گئی' کنگن ایک نہیں بلکہ دو چاہئیں کیونکہ دو ہاتھ ہیں' اس لئے دوسرا کنگن بھی لا دو۔ سارے سنار اور زرگر اکٹھے ہو گئے مگر وہ کنگن نہ بنا سکے کیونکہ وہ کنگن آسمانی بنا ہوا تھا۔ پھر راجہ نے برہمن سے کہا کہ اگر تم دوسرا کنگن نہ لاؤ گے تو پھر میں تمہیں مار دوں گا۔ برہمن روتا ہوا اس چمار کے پاس گیا اور کہتا ہے "مہاراج عذاب آ گیا' وہ ہم نے راجہ کو دیا اور اب وہ دوسرا کنگن مانگتا ہے"۔ چمار نے کہا روتا کیوں ہے۔ پھر

اس نے اپنی میلی جیب سے ایک اور میلہ ٹکہ نکالا اور چمڑا رنگنے والے گدلے رنگ کے پانی میں اسے ڈالا اور کہا "مائی گنگا کو یہاں سے ہی سلام"۔ کہتے ہیں وہیں سے ہاتھ نکلا اور وہیں سے کنگن برآمد ہوا۔ اس چمار نے کہا کہ "من چنگا تو گھر میں ہی گنگا"۔ تو اگر انسان کی نیت صاف ہو تو ہر مقام ہی حج کا مقام ہے۔ آپ کی نیت کی اصلاح ہو جائے تو باقی کسی شے کی ضرورت نہیں۔ یہاں پر جو اور چیزیں ہیں وہ دراصل نہیں ہیں۔ آج سے پہلے یہاں کچھ نہیں تھا اور آج کے بعد یہاں کچھ نہیں ہو گا۔ یہ سب آپ کے یہاں پر موجود ہونے کی بہاریں ہیں۔ تیری آنکھ کا نام جلوہ ہے اور تیرے کان کا نام نغمہ ہے ورنہ کان نہ ہو تو نغمہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ تو یہ سب وہم ہے' سارا ہی وہم ہے۔ اس دنیا میں کوئی آواز نہیں ہے بلکہ یہ صرف تیرے کان ہیں۔ اس دنیا کے اندر کوئی منظر نہیں ہے بلکہ یہ صرف تیری آنکھوں کا کھیل ہے۔ اس لئے جہاں آپ Sincere ہو جائیں' وہیں پہ جلوے نظر آنا شروع ہو جائیں گے۔ جہاں آپ شکر ادا کرو گے وہاں نعمت مل جائے گی۔ جہاں سجدہ کرو گے' آپ کے لئے وہی حرم ہے۔

جبینِ شوق نے یہ راز کھولا
میرا کعبہ تیرا نقشِ قدم تھا

مطلب یہ کہ آپ کی جبین میں شوق ہو تو جہاں آپ نے سجدہ کیا وہی حرم ہے۔ تو بابِ حرم آپ کی پیشانی کا نام ہے۔

بڑی مدت میں ہم نے راز پایا
کہ جبینِ شوق میں ہے آستانہ

اصل میں آستانہ جو ہے وہ آپ کی پیشانی میں ہے۔ یعنی سارا کھیل آپ کی اپنی پیشانی کا ہے۔ اللہ آپ کی تسلیم کا نام ہے کیونکہ جب آپ نے مانا تو آپ کو اللہ کے جلوے نظر آئے۔ اس لئے سارا کھیل آپ کی نیت کا ہے اور باقی سب وہم خیال ہے' ہر شے وہم خیال ہے۔ بزرگ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہر شے وہم خیال ہے' اک تیرا خال صحیح ہونا چاہئے۔ تو آپ اپنی نیت کی اصلاح کرو اور اپنے اندر کو درست کرو۔ مگر آپ یہ کرتے ہو کہ بات بات پر اداس ہو جاتے ہو۔ کبھی یہ چاہئے' کبھی کچھ اور چاہئے' کبھی کھانا چاہئے' کبھی سایہ چاہئے اور کبھی فصل کے لئے بارش چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کرتے کرتے اور دنیا کا تقاضا کرتے کرتے آخری وقت کی گھنٹی بج جائے اور ٹائم جو ہے وہ Up ہو جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت ہی ختم ہو جائے۔ کبھی تو آپ دنیا کے اندر اس آخری مقام کو دیکھو' آپ سب کی قبروں پہ جاتے ہو' بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہو۔ کبھی اپنی قبر پر بھی جاؤ کہ میں نے آخر کار آنا یہاں پر ہے۔ آپ روزانہ سو جاتے ہیں اور نیند میں ایسے ہوتے ہیں جیسے کہ نہیں تھے۔ تو آپ دنیا کے اندر زندہ رہنا چاہتے ہیں اور جب رخصت ہوتے ہیں تو ناکام ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ دنیا کے اندر آپ زندگی اس طرح سوچ کر گزارو کہ یہی جنت کا مقام ہے اور یہی دوزخ کا مقام ہے۔ دنیا سے ہی گیٹ طے ہو جاتے ہیں اور آپ کی سیٹیں Reserve ہو جاتی ہیں۔ اگر آپ نے پڑوسی پر ظلم کیا تو پھر آپ کا ٹکٹ بدل جائے گا۔ آپ نے اس کے ساتھ رحم کیا تو پھر آپ کی سیٹ بدل جائے گی۔ تو آپ خود ہی سٹیشن بدلتے رہتے ہیں۔ تو آپ اپنے آپ کو

اللہ کے قریب کرو۔ جو شخص اللہ کے قریب ہوتا ہے وہ مخلوق سے نفرت نہیں کرتا۔ آپ کی ذاتی کائنات چھوٹی سی ہے اور ساری کائنات سے آپ کا تعلق ہی نہیں ہے۔ آپ کا تعلق چند سو لوگوں سے ہے۔ بس یہ آدمی تھوڑے سے آدمی ہوتے ہیں جن کے ساتھ روزانہ کا تعلق ہے۔ آخر کار بات بیوی بچوں' میاں بیوی اور ماں باپ تک آ پہنچے گی۔ ماں سے محبت اور ادب کرنے والا دین دار ہے بلکہ Pure دین دار ہے۔ جس نے ماں باپ کا ادب کیا اور ماں باپ کا حکم مانا' وہ مکمل طور پر دین دار ہے۔ بچوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا دین دار ہے اور ایک اچھا اور نیک انسان ہے۔ اسی زندگی میں سجدے کرنے ہیں اور یہیں پر خیرات کرنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم آپ کو یہ روپے دیتے ہیں' اب یہ اپنے بھائی کو دے دو یا غریب کو دے دو یا پڑوسی کو دے دو۔ تو اللہ کدھر ہے؟ یہ اللہ کا حکم ہے کہ غریب بھائی کو دے دو' گویا کہ اللہ نے اپنے نام پہ پیسہ آپ کے بھائی کو دلوا دیا' کیونکہ آپ نے اپنے بھائی کو نہیں دینا تھا۔ اگر آپ نے اپنے بھائی پر رحم نہ کیا اور اللہ کا یہ حکم بھی نہ مانا تو آپ دنیا دار ہو گئے اور عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجھے قرضہ دو اور یہ قرضِ حسنہ بھائی کو یا کسی غریب کو دینا ہے۔ گویا اللہ کے ساتھ آپ نے جو بھی نیکی اور بھلائی کرنی ہے' وہ کسی انسان کے ساتھ کرنی ہے۔ اللہ کے نام کی نیاز کوئی انسان ہی لے گا اور اللہ کے نام کا قرضِ حسنہ کوئی انسان ہی لے گا۔ ساری بات ہی یہیں ہے۔ کنوئیں کے اندر ہی آسمان ہے' مزید سمٹو گے تو پتہ چلے گا کہ آپ کا دل ہی پوری کائنات

ہے۔ دل اور دماغ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ دل کچھ دینا چاہتا ہے اور دماغ کچھ لینا چاہتا ہے۔ دماغ جب بھی سوچے گا کوئی چیز مانگے گا اور دل کیا ہے؟ دل میں بات آتی ہے کہ یہ چیز کسی کو دے دو۔ تو دل ہمیشہ دیتا ہے' Contribute کرتا ہے اور دماغ حاصل کرتا ہے۔ حاصل کرنے کی تمنا دنیا ہے اور دینے کی تمنا دین ہے۔ آپ کا یہ دل پوری کی پوری کائنات ہے۔ آنسو دل سے نکلیں گے' سجدہ دل سے ہو گا' جواب دل میں آئے گا۔ پہلے دل سے بات نکلے گی اور افلاک سے نالوں کا جواب آئے گا۔ فرمان ہے کہ قلب المومن عرش اللہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ تو آپ کا دل جو ہے یہی آپ کے پاس اللہ کی پہچان کا واحد ذریعہ ہے۔ اللہ دماغ سے کبھی سمجھ نہیں آئے گا۔ دماغ سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ "اللہ" ہے' لیکن یہ تسلیم نہیں ہو گا۔ دماغ سے ثابت کر سکتے ہیں کہ میرا ہونا کیا ہے اور میں کیسے پیدا ہوا۔ جواب ملے گا کہ ماں باپ نے پیدا کیا اور ماں باپ نے پال کر بچے سے بڑا کیا۔ سورج کہاں سے آیا؟ چاند کہاں سے آیا؟ یہ Rotation کس نے دی ہے؟ یہ ہوائیں اور یہ موسم کیسے آئے؟ پھر یہ سارا کچھ بے سبب نہیں ہے۔ Ultimately ایک مالک ثابت ہو گا لیکن وہ تسلیم نہیں ہو گا۔ اللہ کو تسلیم جب بھی کرائے گا دل ہی کرائے گا۔ تو گویا کہ آپ کا دل آپ کے ایمان کا واحد ذریعہ ہے' اور ذہن پہچان کا ذریعہ ہے۔ مگر ذہن جو ہے وہ باغی ہے' طاغوت والا ہے' وہ تو دنیا دار ہے اور پھر انسان نامراد ہو جائے گا۔ عقل اگر سلیم ہے تو پھر یہ بھی ایک خوب صورت چیز ہے کہ عقل بھی ہو اور تسلیم والی بھی ہو۔ یہ بہت بہتر ہے۔ لیکن ایمان میں اس عقل کا زیادہ حصہ نہیں ہے۔ ایمان

کے اندر دل کا حصہ ہے۔ آپ اپنے دل سے پوری کائنات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کیسے؟ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ آپ نے سوچا اور کام ہو گیا' دل نے چاہا اور وہ ہو گیا۔ یعنی اپنے دل پر دستک دینے والا دراصل آسمانوں پر دستک دیتا ہے۔ آسمانوں کا رہنے والا جب کبھی بندے کے قریب آیا یا بندے کے پاس آیا تو اس کے دل میں آیا اور جب بھی دل میں آیا تو اس کی آنکھ نے آنسو بن کے اس کا ثبوت دیا۔ ساری کہانی اتنی ساری ہے۔ تو سماج سے نکل کر اپنے دل تک آؤ اور مقامِ دل تک پہنچو۔ پھر آپ کے سامنے ہر شے ختم ہو جاتی ہے اور اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

بٹھا کے دل میں انہیں ان ہی کی نماز پڑھی
انہی کے گھر میں کعبہ بنا کے دیکھ لیا

مطلب یہ ہے کہ یہ دل اللہ کا گھر ہے اور اسی کے اندر اس نے آنا ہے۔ اس دل کے اندر سے آپ نے خواہش نکالنی ہے' لہٰذا دل کے اندر سے آپ دنیا کی خواہش نکال دو تو یہ کعبہ صاف ہو جائے گا۔ یہی دل حرم ہے۔ پورے حرم سے آشنائی' آپ کی اپنے دل سے آشنائی ہو گی۔ اس لئے دل میں جتنی خواہشیں ہیں' آپ انہیں نکال دو۔ یہ دنیا کی خواہشیں جو ہیں یہ بت ہیں' بت حرم سے نکلیں گے تو اصل خانہ کعبہ بنے گا۔ آپ یہ سارے بت نکال دو۔ باقی جو بچ جائے گا وہ اللہ والا گھر ہے اور اس کے اندر جو داغ ہے وہ حجرِ اسود ہے۔ یہ ہے دل کی پوری کہانی۔ تو آپ جب کبھی اپنے دل میں داخل ہوں تو سمجھیں کائنات سے آشنا ہو گئے۔ کائنات کا پورے کا پورا آئینہ آپ کے قلب میں ہے۔ اس لئے لمبا چوڑا علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔ لوگوں سے سلوک' اللہ سے

سلوک ہے۔ وعدہ کرو تو پورا کرو' جو ضعیف ہیں ان کے ساتھ نیکی کرو' جو معصوم ہیں ان کے ساتھ نیکی کرو' کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو' جو پیسہ لے کر راضی ہوتا ہے اسے پیسہ دے کر راضی کر لو اور ہر ایک کے ساتھ آسانیاں پیدا کرو' تو کل کتنے آدمی ہیں جنہیں آپ نے Deal کرنا ہے' دس بارہ آدمی ہیں۔ پورا خدا دس بارہ آدمیوں میں ہے۔ بات اتنی ساری ہے اور لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گیا۔ کیسے؟ اس کی ماں ناراض ہو گئی۔ عاشقوں کے لئے اللہ ناراض ہو گیا تو اس کا مطلب؟ دوست ناراض ہو گیا! اس لئے گنتی کے کچھ آدمی ہیں' ان کو Deal کر لو اور سمجھ لو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو آسانی عطا فرمائے گا۔ اس لئے نیکی بدی کا سارا تصور یہاں پر ہے۔ اسی دائرے میں انسان دنیا دار بھی بن جاتا ہے اور اللہ والا بھی بن جاتا ہے' ہنس بھی لیتا ہے اور رو بھی لیتا ہے' شادی میں بھی جاتا ہے اور جنازہ بھی Attend کرتا ہے۔ اس طرح ان چند آدمیوں میں زندگی کا کھیل پورا ہو جاتا ہے۔ باقی سارا حجاب ہے' مثلاً" کوئی یہ کہے کہ پیرس میں کیا ہو رہا ہے؟ ہمیں کیا پتہ کیا ہو رہا ہے کیونکہ ہمارے لئے پیرس ایک نام ہے' حقیقت نہیں ہے' حقیقت ان کے لئے ہے جو وہاں ہیں' آپ کے لئے کوئی حقیقت نہیں ہے' آپ کی حقیقت وہی ہے جو واردات میں آ رہا ہو۔ آپ اس کھیل اور واردات کو ذرا پہچانو تو آپ کو بہت لطف آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ایک آدمی اداس ہو گیا تو اس سے پوچھو کہ کیوں اداس ہو گئے ہو تو وہ کہے گا کہ امریکہ سے ساتھی کا غمگین کرنے والا خط آ گیا ہے۔ غمگین کون کرے گا؟ آپ کا ساتھی' تو غم تو آپ کو یہاں سے ملنا ہے' پھر

آپ دور کے مطالعے کیا کرتے پھر رہے ہو۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ تجھے دور کے درخت نظر آتے ہیں لیکن سامنے بیٹھا ہوا انسان نظر نہیں آ رہا۔ آپ دور کی چیز دیکھ رہے ہیں اور آپ کو یہ نظر نہیں آ رہا کہ آپ کے سامنے گھر میں کون بیٹھا ہوا ہے جس کو آپ نے جکڑ کر رکھا ہوا ہے۔ تو اللہ کو راضی کرنے کے لئے پہلے گرد و پیش میں دیکھو کہ یہاں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ بس اتنا سا کھیل ہے اور اتنی سی بات کو آپ سمجھ لو۔ پھر ہر بات بہت آسان ہو جائے گی۔ باقی یہ کہ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ لوگ کم نمازیں پڑھتے ہیں' پھر بھی بخشے جاتے ہیں اور کچھ لوگ زیادہ پڑھتے ہیں پھر بھی پکڑے جاتے ہیں۔ اگر کسی کی اصلاح ہو جائے اور توبہ قبول ہو جائے تو لوگ اس کی غلطیاں بھول جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بڑا نیک آدمی تھا' اس کا چہرہ نورانی ہے' اس کا کوئی خاص عمل تو نہیں تھا مگر ایک عمل میں نے یہ دیکھا ہے کہ یہ رات کو جاگ کر بڑا روتا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ رات کو جاگنے کا عمل اس کی اپنی ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں ہوا ہے لیکن عام آدمی کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس لئے یہ کوئی بات نہیں ہے کہ پہلے مکان بنے گا تو پھر ہم عبادت کے لئے جائیں گے یا پہلے ٹیوب ویل لگے گا تو پھر وضو کریں گے۔ اس لئے جو کچھ ہے وہ اس زندگی کے اندر ہے۔ اس لئے آپ اپنی زندگی کو پہچانو' اپنے اللہ کو راضی کرو اور خود راضی رہو۔ اسی زندگی میں دنیا بھی ہے اور اسی زندگی میں دین بھی ہے۔

سوال :۔

کوئی آسان سا ائحہ عمل بتا دیں جس کے ذریعے ہم اللہ کے قریب ہو جائیں۔

جواب :۔

کھانا' کمانا اور اس کا پکانا' پاکیزہ ہونا چاہئے۔ یہ بات ضروری ہے کہ کمائی کیسے کرتے ہو اور خرچ کیسے کرتے ہو۔ جنہیں آپ حقوق العباد کہتے ہیں وہ آپ کے قریب ہیں۔ پانچ دس آدمیوں کے اندر ہی کھیل ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ آپ کیسی Dealing کرتے ہو' سختی کرتے ہو یا نرمی کرتے ہو اور اس کے بعد آپ کی عبادات آتی ہیں کہ اپنے اسی گھر کے اندر کیسی عبادت کرتے ہو اور کہاں تک مانتے ہو۔ اگر آپ اللہ کی عبادت کر رہے ہو تو اللہ کے عمل کو دل سے تسلیم کرو۔ پھر کوئی دشمن نہیں ہو گا' غم میں بھی اللہ کو یاد رکھو' خوشی میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ تنہائی میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ محفل میں بھی اللہ کو یاد رکھو۔ یہی دانائی کی بات ہے' نہ غم میں تیز ہو جاؤ اور نہ خوشی میں تیز ہو جاؤ۔ اللہ کے حکم کے مطابق چلو۔ اس کے اِذن کے مطابق چلو' وہ آنسو دے رہا ہے تو یہ آپ کے لئے نیکی ہے۔ اگر اللہ خوشی دے رہا ہے تو آپ کے لئے بھلائی ہے۔ اگر بچہ پیدا ہو رہا ہے تو بہت اچھا ہے اور اگر نہیں پیدا ہو رہا تو اور بھی اچھا ہے۔ اللہ جو کر رہا ہے وہی اچھا ہے۔ بس آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ نے ہر حال میں راضی رہنا ہے۔ بس چار دن کا کھیل ہے۔ آپ راضی رہو۔ سب باتیں سمجھ آ جائیں گی۔

اللہ کو ماننے والا اور انسانوں کو نظر انداز کرنے والا جھوٹا ہے۔ آپ اندازہ لگا لو' انسان چاہے کسی عقیدے کا ہو' وہ بعد کی بات ہے لیکن پہلے تو وہ انسان ہے۔ آپ انسان کو کبھی اللہ کے حوالے کے بغیر نہ سمجھنا۔ اللہ نے اس کو بڑی محبت سے دنیا میں بھیجا ہے اور اس کو ہمارے لئے پیدا فرمایا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ یہ آدمی ہمیں زندگی میں ایک ہی بار نظر آیا اور یہ اللہ کا راز ہے اور پھر جو ہمارا اس کے ساتھ سلوک ہے یعنی اس کے ساتھ جو ہم کریں گے' وہ بندہ اس کے بعد غائب ہو جائے گا اور وہ جو ہمارا کیا ہوا عمل ہے' آخرت تک ہمارا ساتھ دے گا۔ وہ بندہ تو دوبارہ نہیں ملے گا کہ ہم اس سے اچھا سلوک کر لیں کیونکہ اس نے ایک ہی بار ملنا ہے۔ اگر ہم نے اس کو غم دے دیا تو اس کے دل میں غم چلا جائے گا اور پھر ہمارا عمل ہماری آخرت تک ساتھ دے گا۔ پھر ہم لاکھ قربانیاں کریں اور لاکھ خرچے کریں لیکن اس کے دل کا یہ زخم ہماری آخرت کی رکاوٹ ہے۔ بس یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' ان کو سمجھا کرو۔ اس لئے یہ بات سمجھو کہ ہر محلے میں اللہ والا ہو سکتا ہے اور ہر محلے میں شیطان کا ساتھی بھی ہو سکتا ہے۔ ہر گھر میں اللہ والا ہو سکتا ہے اور ہر گھر میں باغی بھی ہو سکتا ہے۔ ہر دل اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے اور ہر دل بغاوت کر سکتا ہے۔ اب اس میں تم یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا کرتا ہے۔ ہر دل کے اندر اللہ نے اپنی آمد کی صلاحیت رکھی ہے تاکہ آپ کے دل میں اللہ کی محبت جلوہ گر ہو۔ اگر دل میں اللہ کی محبت نہ آئی تو آپ کے دل کے اندر دنیا کی محبت جلوہ گر ہو گی کیونکہ دل خالی نہیں رہ سکتا۔ یہ ناممکن ہے کہ دل میں بات نہ آئے۔ اس لئے

آپ اپنے دل کو دنیا کی محبت کی بجائے آخرت کی محبت میں لگاؤ' اللہ کی بات کو دھیان سے سنو' انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو' پیسے گننا بند کرو' سختیاں کرنی ختم کرو' لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا ختم کرو' اونچی آواز سے ڈرانے کی کوشش نہ کرو' چھوٹے بچوں کے ساتھ بڑا ہی اچھا سلوک کرو' یہ چھوٹے بچے' بڑے ہوتے ہیں اور بڑے راز ہوتے ہیں' اور جو بے بس ہیں' ان کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کرو کیونکہ وہ بے بس تیری تحویل میں ہے' کتا' بلی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز مثلاً" جو زمین پر چلنے والی اور رینگنے والی ہو' یہ سب تیری آزمائش ہیں۔ اسی طرح بیوی تیری آزمائش ہے' اولاد تیری آزمائش ہے' تیرا کھانا تیری آزمائش ہے' اور تیرا دسترخوان تیری آزمائش ہے۔ آپ اس وقت دھیان کیا کرو کہ آپ یہ جو عمل کر رہے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے! کوئی غلطی اگر نظر آئے تو فوراً" استغفار کر کے گزر جاؤ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ اگر زندگی میں کامیابی ہو تو "الحمد للہ" کہہ کے اللہ کا شکر ادا کرو۔ اس طرح انسان اللہ کے قریب ہو سکتا ہے۔

سوال :۔

سر! یہ جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لئے ڈی ڈی ٹی استعمال کرتے ہیں' کیا یہ جائز ہے؟

جواب :۔

بہت لوگوں نے اس بات پر غور کیا ہے کہ سپرے کرنا چاہئے یا

نہیں اور یہ کہ کیڑے مارنے چاہئیں یا نہیں۔ جب تک کیڑے آپ کو اذیت نہ دیں اس وقت تک انہیں کچھ نہ کہو' لیکن کیڑا جو ہے وہ انسان کو اذیت دے کر اپنے لئے مصیبت کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اگر کیڑے انسانوں کو اذیت دینے لگ جائیں تو پھر انسان کا تحفظ ضروری ہے۔ اس لئے ڈی ڈی ٹی دوائی یا کوئی اور دوائی انسان کے تحفظ کے لئے چھڑکی جا سکتی ہے۔ انسان کی آزمائش یہ ہے کہ ایسا عمل بے سبب نہ ہو۔ کیڑوں کو مارنے سے پہلے آپ ان کو وارننگ دے دو کہ "کیڑے مکوڑے! چلے جاؤ' ورنہ دو گھنٹے بعد ہم سپرے کر دیں گے۔" وہ آپ کی بات سن کر چلے جائیں گے اور وہ اکثر چلے جاتے ہیں۔ درخت بھی انسان کی بات سنتے ہیں۔ جس درخت پر کوئی پھل نہ آئے' اس کے پاس کھڑے ہو کر آپ کہہ دو کہ اگلے سال اگر پھل نہ آیا تو میں نے کاٹ دینا ہے۔ بس پھر اس پر پھل آ جائے گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ سب سماعتیں ہیں اور یہ سنی گئی ہیں اور ان کا اثر دیکھا گیا ہے۔ تو کیڑے مکوڑے سنتے ہیں اور جانور بھی سنتے ہیں۔ مثلاً" یہ کہیں کہ ہٹ جاؤ تو کتا ہٹ جاتا ہے اور بلی ہٹ جاتی ہے۔

سوال :۔

"توبۃ النصوح" سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

ایسی توبہ جس کے ٹوٹنے کا امکان نہ ہو' "توبۃ النصوح" کہلاتی ہے۔ یہ محاورہ بھی ہے' مثال بھی ہے اور نام بھی ہے۔ توبہ کا مطلب

ہے موڑ مڑ جانا ' توبۃ النصوح ایک ایسا موڑ مڑ جانا کہ پھر واپس نہیں آنا اور اس راستے کو بھول جانا۔ توبہ وہ کرو کہ دوبارہ وہ کام سر زد نہ ہو۔ خالص توبہ' مکمل توبہ' یعنی کہ فائنل توبہ۔ "توبۃ النصوح" والا شخص وہ راستہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ اصل توبہ ہے اور یہ اللہ کے فضل سے ہوتی ہے اور یہ توبہ پھر بدلتی نہیں۔ ویسے آپ توبہ کا عمل جاری رکھو۔ اگر گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔ توبہ کا فائدہ یہ ہے کہ اگر موت آ جائے تو حالتِ گناہ میں نہ آئے بلکہ حالتِ توبہ میں آئے۔ یہ شرط ہے۔ اس لئے توبہ جاری رکھنی چاہئے۔ باقی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہئے کہ ہمیں وہ ایسی توبہ نصیب کرے کہ جس میں ہمیں واپس جانے کی ندامت نہ ہو اور یہ توبہ اللہ کی مہربانی سے نصیب ہوتی ہے۔ توبہ کے منظور ہونے کی شرط ہی یہی ہے کہ وہ عمل دوبارہ سر زد نہ ہو۔ وہ گناہ دوبارہ سر زد نہیں ہوتا۔ پھر کہتے یہ ہیں کہ توبہ کے بعد اس عمل کی یاد ہی نہیں رہتی۔ توبہ کا مطلب یہ ہے کہ برے عمل کی یاد نہیں رہتی' نہ اس کی تکرار ہوتی ہے اور نہ Repeat ہوتا ہے اور نہ ہی وہ سر زد ہوتا ہے۔ اب آخر میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے وہ مسائل حل کرے جن کا ہمیں علم ہے اور وہ مسائل بھی جن کا ہمیں علم نہیں ہے کیونکہ ہمارے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کا ہمیں علم نہیں ہے۔ ہم بے بس لوگ ہیں اور اللہ کے رحم و کرم کے سہارے پر ہیں۔ ہمارا نہ علم کا دعویٰ ہے اور نہ عمل کا' صرف اس کے فضل کا دعویٰ ہے۔ یا اللہ تو مہربانی فرما! ہم پر رحم کر! ہم پر کرم کر! آمین۔



۱ کیا مجھے وِرد کرنا چاہیے؟

۲ اللہ کو پانے کے لیئے مختلف مذاہب کے ذریعے کئی راستے ہیں تو کیا ہم ان سے مدد لے سکتے ہیں؟

۳ کیا وظیفہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟

۴ عاجزی تو اچھی بات ہے لیکن کیا مغلوب کے سامنے غرور کرنا بری بات نہیں؟

۵ رہبانیت کسے کہتے ہیں اور بزرگانِ دین کی رہبانیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

۶ محبت کیا ہے؟

۷ عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی میں کیا فرق ہے؟

۸ صوفیاء کے سلاسل تو بے شمار ہیں۔ پھر کس سلسلے کو اختیار کرنا چاہیے؟

۹ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۱۰ کیا نام کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے؟

۱۱ آج کل شہر میں اچھی محفل بہت مشکل سے ملتی ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

سوال :۔

سر! میں اسمِ "اللہ" اور اسمِ "الٰہ العالمین" کا ذکر کرتا ہوں اور کیفیّت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کیا مجھے ورد بھی کرنا چاہیے؟

جواب :۔

اللہ کریم ایک ذات ہے اور باقی اس کی صفات ہیں ذات کا اسم "اللہ" ہے اور صفات یہ ہیں کہ وہ رازق ہے' رحیم ہے' کریم ہے اور "الٰہ" بھی ایک صفت ہے لیکن ذات کا اسم "اللہ" ہے۔ جب کبھی آپ اللہ کے کسی اسم کا ورد کرتے ہیں' تو اس سے کسی کیفیّت کا مرتّب ہونا ضروری ہے' لیکن یہ خیال رہے کہ آپ خود کوئی کیفیّت منسوب نہ کریں' یہ نہیں ہوتا۔ کیفیّات کے پیدا کرنے کا عمل کبھی بھی آپ کا نہیں ہو سکتا۔ محبت کرنا جو ہے وہ محبت ہو جانے کی نفی ہے' جس طرح آپ خود اپنے رشتوں اور اولاد سے محبت کرتے ہیں' تو محبت کرنے کا عمل آپ کے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ یہ عمل فطری اور قدرتی ہے۔ اس طرح اللہ کریم کے ساتھ وابستگی کی کیفیّت کا آنا بھی آپ کی طرف سے

نہیں ہو سکتا۔ اس کیفیت کو اسی کے ساتھ رہنے دو' وہ جب چاہے کیفیت عطا فرمائے۔ کبھی آپ اپنے پاس سے کیفیت نہ بنانا کہ اب میں اللہ کی کیفیت میں ہوں اور اب میں اس کے خوف میں ہوں' ایسا نقلی خوف کبھی پیدا نہ کرنا کہ اب میں اللہ کے سامنے کانپ رہا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنا خوف عطا فرمائے تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ لوگ اللہ کے ساتھ کیفیت کا پیدا ہونا صداقت پر مبنی کر لو۔ اگر خوف پیدا ہوتا ہے تو خوف میں رہو اور اگر خوف پیدا نہیں ہو رہا' تو آپ خوف میں نہ رہو۔ جو آپ کی Genuine کیفیت ہو' اس کے مطابق چلو۔ اگر شوق پیدا ہوتا ہے تو آپ شوق میں رہو۔ اس سوال کا جو دوسرا ضروری حصہ ہے کہ کسی صفت کو ورد بنانا چاہئے' یا ورد کرنا چاہئے' یہ بغیر کسی سے پوچھے یا بغیر کسی کے حکم کے نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً" آپ اللہ کے ایک اسم کا ورد شروع کر دو' مثلاً" "یاقہار" بھی تو اللہ کا اسم ہے۔ اگر آپ یہ ورد کرو گے تو اس کا نتیجہ کچھ اور ہی مرتب ہو گا' کیونکہ یہ اسم جلالی ہے۔ کچھ اسم جلالی ہیں اور کچھ جمالی ہیں۔ اس لئے آپ یہ ورد از خود شروع کرنے کی بجائے کسی سے پوچھ لیا کریں۔

سوال :۔

سر! اللہ کو پانے کے لئے مختلف مذاہب کے ذریعے کئی راستے ہیں اور اس طرح کیا ہم ان سے مدد لے سکتے ہیں؟

جواب :۔

بندگی کے اظہار کا طریقہ آپ کو نماز میں پورے کا پورا بتا دیا گیا

ہے۔ بندگی کا اظہار آپ ویسے ہی کرو جس طرح یہ طریقہ بتایا گیا ہے۔ بندگی کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اس انداز سے اللہ کے سامنے پیش ہوں' اس انداز سے نماز ادا کریں اور اس کے احکام بجا لائیں۔ یہ ساری بندگی ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو وضاحت سے بتایا تھا کہ عبادت جو ہے وہ صرف زندگی کا ایک شعبہ نہیں ہے' یعنی عبادت یہ نہیں ہے کہ صرف زندگی کا ایک حصہ یا ایک عمل اللہ کے فرمان کے تابع کر دیا جائے بلکہ زندگی کا ہر شعبہ تابع فرمانِ الٰہی ہو' تو پھر عبادت بنتی ہے۔ تو عبادت کو زندگی کا ایک شعبہ یا ایک حصہ نہیں بنانا چاہئے۔ عبادت جو ہے یہ مکمل زندگی کا نام ہے' مثلاً" کوئی شخص نماز کے حقوق میں پورا ہے اور رزق کمانے اور رزق کھانے میں آداب پورے بجا نہیں لاتا اور کہتا ہے کہ میں باقی کے عبادت والے فرائض پورے کر رہا ہوں' تو باقی کے فرائض جو وہ پورے کر رہا ہے یہ بھی نفلی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد کے اندر اور باہر اللہ کے قرب میں فرق محسوس کرتا ہے تو یہ اس شخص کی عبادت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یوں نہیں ہے کہ مسجد کے اندر موجود ہو اور باہر موجود نہ ہو' اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ جہاں آپ ہوں' وہاں اللہ ہے اور اللہ آپ کو ہر جگہ دیکھ رہا ہے۔ بس آپ یہ یاد رکھو کہ وہ آپ کو آپ کی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ جب تک آپ اپنے آپ کو دیکھ رہے ہو تو وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کو ایک شعبہ زندگی نہ بناؤ بلکہ مکمل زندگی کو عبادت بنالیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات کو جب ورد بنایا جائے تو کسی سے پوچھ کر وردِ زباں بنایا جائے کہ کون سی صفت کا آپ نے ورد کرنا ہے اور اس کی

تعداد کتنی ہے' اس کا مقام کیا ہے' اس کے آداب کیا ہیں اور اس کی زکوٰۃ کیا ہے اور اس کے لوازمات کیا ہیں' یہ یاد رکھنے والی باتیں ہیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ خود ہی اللہ کا کوئی اسم اٹھا کے ورد شروع کر دو' جس سے کوئی اور نتیجہ نکل آئے۔ ہر اسم کے آداب ہوتے ہیں۔ "یا رحیم" کے آداب اور ہیں' "یا قہار" کے آداب اور ہیں' حالانکہ یہ دونوں ایک ہی ذات کے صفاتی اسماء ہیں۔ اس لئے آپ لوگ اس بات پہ ذرا غور کر لو کہ عبادت دراصل مکمل زندگی کو Surrender کرنا ہے اور اللہ کے آگے سر جھکا دینا ہے۔ وہ ہی "الٰہ العالمین" ہے! لیکن آپ کا تعلق اس کے ساتھ زمانے کا رب ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ اس کا تعلق جو ہے وہ راستہ بہ راستہ' بوسیلہ حضور پاکؐ ہے۔ اللہ اس کے علاوہ بھی اللہ ہے' اسلام کے علاوہ بھی اللہ ہے' کافروں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے حتیٰ کہ ہر جگہ جہاں زندگی ہوتی ہے' موت ہوتی ہے' کھانا ہوتا ہے' پینا ہوتا ہے' وہاں اللہ ہی اللہ ہے۔ لیکن آپ یہ بات Warning کے طور پر یاد رکھو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ کے ساتھ کوئی ایسا رابطہ دریافت کر لو جو اسلام کے علاوہ ہو' ایسے رابطے سے گمراہی ہو جائے گی۔ "واہ گرو کی جے" والا اللہ ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ نے اسلام کے علاوہ اللہ دریافت کر لیا' تو آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ جن لوگوں نے کلمہ پڑھا' اسلام قبول کیا' ان لوگوں کے لئے فرض ہے کہ اب وہ اللہ کے ساتھ اسلام سے باہر کا تعلق نہ جوڑ لیں! باقی دنیا جوڑ لے تو یہ اس کے لئے بڑی اچھی بات ہے یعنی سکھ اگر تعلق جوڑ لے' تو اس کو مبارک ہے کہ واہ گرو کے ساتھ تعلق جوڑ لیا' بڑا اچھا کیا' ہندوؤں نے

اچھا کیا' عیسائیوں نے اچھا کیا' کسی اور کافر نے تعلق جوڑ لیا' کہتا ہے وہ عبادت کرتا ہے' مراقبہ Meditation کرتا ہے' بڑا اچھا کرتا ہے' لیکن آپ یہ سب کرو گے تو آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ آپ کے لئے صبح و شام عبادت' غور و فکر اور Meditation اور لین دین کا سارے کا سارا منصوبہ طے ہو گیا ہے۔ اب آپ نے اللہ کو یہیں دریافت کرنا ہے۔ کہیں آپ اللہ کو اسلام کے باہر نہ دریافت کر لینا۔ اگر لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہ ٹھیک کرتے ہیں۔ جن کا تعلق اسلام سے نہیں ہے وہ جیسے چاہیں دریافت کریں' وہ ٹھیک ہی ہو گا' کیا رجنیش نے دریافت کر لیا ہو گا؟ وہ ہو گا یا نہیں ہو گا' ہمیں اس سے غرض نہیں ہے لیکن آپ یاد رکھنا کہ اگر رجنیش کے راستے پر چل پڑے تو گمراہ ہو جاؤ گے' مر جاؤ گے اور برباد ہو جاؤ گے۔ آپ کا راستہ اللہ کا راستہ' اللہ کے حبیب پاکؐ کے ذریعے سے ہے اور صحابہؓ کے ذریعے سے ہے' اولیاء امت کے ذریعے سے ہے' اور آپ کا یہ طریقہ وسیلہ بوسیلہ چلا آ رہا ہے۔ اس سے باہر اللہ ہو سکتا ہے' اللہ کو ہونا چاہئے لیکن وہ آپ کے لئے نہیں ہے! مطلب یہ ہے کہ پرانے بزرگ جو ہیں مثلاً" گوتم بدھ نے ہو سکتا ہے اللہ کے ساتھ تعلق جوڑ لیا ہو' لیکن اب آپ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آپ اس کی کتاب کو Follow کرو۔ آپ کے پاس اپنی کتاب بھی آ گئی ہے' راستہ بھی آ گیا ہے' راستہ دینے والے کے ساتھ تعلق بھی آ گیا ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ آئندہ نبی کا آنا نہیں ہو گا اس کی ایک وجہ جو ہے وہ یہ ہے کہ اب نبی پاکؐ کی نبوت جو ہے وہ ہر حال میں نافذالحال ہے۔ مطلب یہ کہ آپؐ ہر دور میں ہیں اور ہر دور آپؐ کا دور ہے اور ہر

زمانے میں آپؐ کا زمانہ ہے' اس لئے کسی اور نبی کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس لئے آپ لوگ کہیں اس مصیبت میں نہ پڑ جائیں کہ آپ اللہ کے ساتھ تعلّق بنانے کے لئے اچھی نیت کے ساتھ ان لوگوں کے کلام' ان لوگوں کے واقعات یا Meditations کا علم پڑھنے لگ جاؤ جو کہ مسلمان نہیں ہیں۔ وہ ٹھیک ہو سکتے ہیں لیکن آپ کے لئے یہ راستہ غلط ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ایک آدمی نے فلاں واقعہ لکھا ہے تو واللہ اعلم کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ اس نے اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دن ہم ایک آدمی سے ملے اور پھر ایک اور آدمی سے ملے اور یوں حقیقت دریافت کر لی۔ اب اس نے اللہ کے ساتھ اپنا تعلّق رکھا ہے تو آپ ان تعلّقات پر بحث نہ کرو۔ اللہ تو Infinity ہے' لامحدود ہے' کافر کے ساتھ بھی اس کا تعلّق ہوتا ہے کیوں کہ وہ کافر اس کی مخلوق ہے اور اللہ اس کا خالق ہے' الٰہ العالمین ہے بلکہ رب العالمین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف بنا کے چھوڑ تو نہیں دیا' ان کو رزق بھی دیتا ہے۔ شاید ان کی بھی دعا سنتا ہو گا۔ تو ان کے ساتھ اللہ کا تعلّق ہے۔ لیکن آپ کا تعلّق اللہ کے ساتھ اسلام کے ذریعے سے ہے' اب آپ اس کے اندر کوئی نیا فارمولا نہ دریافت کر لینا۔ زیادہ جاگنے والے اور زیادہ محنت کرنے والوں کا بڑا امکان ہوتا ہے کہ وہ کوئی نیا فارمولا دریافت کر لیں لیکن وہ گمراہ فارمولا بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کی دعا پوری ہو یا نہ ہو' آپ پر اسلام نافذ رہنا چاہئے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی بچت کا یہی ایک طریقہ ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد' کلمہ پڑھ لینے کے بعد' اسلام کے علاوہ اللہ کے ساتھ کوئی نیا رابطہ دریافت نہ کر لینا۔ کسی

غیر مذہب کی راہ پر نہ چل پڑنا' وہ چلے تو ہو سکتا ہے فلاح پا جائے لیکن آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ مثلاً" اگر کوئی غیر مذہب کا آدمی ہے' اس نے اللہ کی راہ اختیار کی ہے' حضور پاکؐ کی اس نے تعریف کی ہے' لیکن اگر آپ اس کے راستے پر چل پڑے تو گمراہ ہو جائیں گے اور برباد ہو جائیں گے۔ ہندو جو ہے وہ اگر نعت کہے تو شاید بخشا جائے کیونکہ ہندوؤں نے بھی نعت کہی ہے۔ جس ہندو نے حضور پاکؐ کی نعت کہی ہے اس کا امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ بخشا جائے گا' اگر آپ نعت لکھنے والے ہندو کے ساتھ چل پڑو گے تو پھر آپ کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اس لئے اس بات کی وارننگ ہے کہ Meditations کا خیال چھوڑ دو اور ایسے لوگوں سے بچ جاؤ۔ وہ چاہے جو کچھ کر رہے ہیں' اچھا کر رہے ہیں' یہ اللہ کے رنگ ہیں' لیکن تمہارا رنگ وہی ہے جو تمہارے لئے مقرر شدہ ہے۔ اس لئے کوئی بھی عمل یا وظیفہ جو ہے وہ کسی سے پوچھ کے کرو اور یہ جو اللہ سے رجوع کے لئے عملیات یا Exercises ہیں یہ بھی کسی سے پوچھ کر کیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ خود ساختہ طور پر کچھ کرنے لگ جاؤ اور پھر مشکل میں پھنس جاؤ۔ کوئی وظیفہ اگر کرنا ہی ہے تو اس کے لئے پہلے پوچھا جائے۔ تو آپ کے لئے فلاح اس بات میں ہے کہ آپ اپنے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور اِدھر اُدھر کی بات چھوڑ دیں۔

سوال :۔

حضور والا! کیا وظیفہ کرنا ضروری ہوتا ہے؟

جواب :۔

نہیں ! کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کو زیادہ عبادت کی تڑپ ہوتی ہے جیسے یہ پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں' تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ طبیعت چاہتی ہے کہ کچھ اور بھی کیا جائے تو ایسے لوگوں کو نوافل بتا دیئے جاتے ہیں' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں اور ہی زیادہ چاہئے۔ ان کو نصف رات کے بعد جگا دیا جاتا ہے' پھر کچھ لوگ کہتے ہیں اور بھی چاہئے تو ان کو کہا جاتا ہے کہ یہ وظیفہ کر لو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو اور میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اللہ کا ذکر ایک تو یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننا' اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنا بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گلہ نہ کرنا بھی ذکر ہے یعنی کہ Absolute Surrender ' مکمل تسلیم کر لینا ہی ذکر ہے۔ ایک اور جگہ پر ذکر کا فرمایا اقم الصلوٰۃ لذکری نماز قائم کر میرے ذکر کے لئے' تو نماز قائم کرنا بھی ذکر ہے۔ قرآن پاک کا پڑھنا بھی ذکر ہے۔ اور بعض اوقات اللہ اللہ کرنا بھی ذکر ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ ایسے ہیں وجلت قلوبھم کہ میرے ذکر سے ان کے دلوں کے اندر وجد پیدا ہو جاتا ہے اور میرے نام سے دل دھڑکتے ہیں اور پھر اللہ نے فرمایا ہے وہ لوگ ایسے ہیں کہ کروٹ کروٹ میرا ذکر کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کے ساتھ یہ واقعہ زندگی میں ایک دفعہ ہوتا ہے اور کچھ لوگوں کے ساتھ روز ہوتا ہے۔ جتنا شوق ہوتا ہے' اتنا ہی ذکر ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کاروبار کرتے ہیں جمع مال و عددہ یعنی "انہوں نے مال جمع کیا اور مال گنا"۔ اس خیال سے کہ شاید مال ہمیں ہمیشہ کے لئے زندگی دے دے گا۔ انہیں کیا پتہ کہ یہ مال تباہ

کرے گا۔ تو کچھ لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے کاروبار ہی نہیں کرنا۔ یہ ایک مزاج ہے' جو کہتا ہے یہ تو بہت ظلم کی بات ہے کہ ہم لوگ ایک جگہ بیٹھ جائیں۔ ایک بھائی مزدوری کرتا تھا اور ایک ملازمت کرتا تھا۔ تو جو ملازمت کرتا تھا اس نے اپنے مزدور بھائی سے کہا کہ آپ مزدوری چھوڑ کر ملازمت کر لیں تاکہ آپ مزدوری کے عذاب سے بچ جائیں۔ تو مزدوری کرنے والے بھائی نے کہا کہ آپ ملازمت چھوڑ دیں تاکہ آپ اس عذاب سے بچ جائیں اور آپ بھی مزدوری کریں۔ بات یہ ہے کہ یہ آزادی فطرت ہے اور اپنا اپنا خیال ہے ایک منزل سے دس آدمی گزارے گئے کہ یہ وادی ہے' اس سے گزر جاؤ' آگے جا کر دیکھا تو کل نو آدمی پہنچے تھے۔ دسواں کدھر گیا؟ وہ کہتا ہے کہ یہ حیرت کی وادی ہے' میں اس میں سے کیسے گزر سکتا ہوں۔ تو حیرت کی وادی سے باعقل گزر جانا دراصل بے عقلی کی نشانی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے سمندر کا سفر کر لیا ہے اور میں چار دفعہ اس سمندر سے گزرا ہوں اور میرا یہ آنا جانا کھیل ہے ۔ سمندر میں اور کچھ نہیں۔ دوسرے نے کہا تجھے معلوم ہی نہیں کہ اندر کتنا سمندر ہے اور سیپ کے اندر موتی کس طرح بنتا ہے! تو جو سمندر روز دیکھتا ہے وہ سطح کو سمندر کہہ رہا ہے حالانکہ سمندر گہرائی کا نام ہے بلکہ گہرائی کے اندر واقعات کا نام ہے۔ زندگی جو ہے یہ صرف وہ نہیں جو نظر آ رہی ہے بلکہ اس کے اندر بے شمار موتی ہیں' ہیرے ہیں اور جواہرات ہیں۔ بلکہ اس کے اندر پورا سمندر ہے۔ ایک مرتبہ شیر اور بکری کا مقابلہ ہو گیا' بڑی جنگ ہوئی' آخر کار شیر بکری کو کھا

گیا۔ یہ منظر ایک چڑیا دیکھ رہی تھی' تو چڑیوں نے آپس میں بات کی' ایک بزرگ چڑیا نے باقی چڑیوں کو بتایا کہ تم یہ سمجھ لو کہ بکری جیت گئی ہے۔ باقی چڑیوں نے کہا کہ شیر تو بکری کھا گیا ہے لیکن بزرگ چڑیا نے کہا کہ تم یہ سمجھ لو کہ بکری جیت گئی ہے' بکری جیت کس طرح گئی ہے؟ اس نے کہا بکری نے ثابت کر دیا ہے کہ شیر ظالم ہے۔ بات تو یہ ہے کہ بعض اوقات شکست کی فتح ہو جاتی ہے۔ یہ کھیل ہی الگ ہے کہ کبھی فتح شکست بن جاتی ہے اور کبھی شکست فتح بن جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کسی پر غالب آ جائے لیکن جیتنے کے بعد ساری عمر کے لئے رسوا ہو جائے۔ ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ کبھی پیاسا جو ہے وہ ساقی کوثر بنا دیا جاتا ہے اور جیتنے والا برباد ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کے الگ کھیل ہیں۔ ان کھیلوں کو آپ ذرا غور سے دیکھا کرو۔ کیا ضروری ہے اور کیا ضروری نہیں ہے' یہ آپ اپنے دل سے پوچھو۔ محبت والوں کے لئے جلوہ ضروری ہے اور کاروبار کے لئے جلوہ ضروری نہیں ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ محبت کرو اور دوسرا کہتا ہے کہ جی تنخواہ میں اضافہ کرا دو اور محبت کو چھوڑو۔ ایسے شخص کو اگر کہیں کہ کیا آپ کے لئے محبت کی دعا کی جائے' تو وہ کہتا ہے جی چھوڑو' محبت کی دعا نہ کرنا' اللہ تعالیٰ رحم کرے اور محبت سے بچائے' مجھے تو گریڈ دے دیا جائے۔ اب یہ الگ الگ جلوے ہیں۔ لوگوں کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک آدمی سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تجھے دوزخ میں بھیجوں کہ جنت میں بھیجوں' تم خود ہی بتاؤ کدھر جانا چاہتے ہو' تو وہ کہے گا کہ جہاں چار پیسے زیادہ مل جائیں' آپ ہمیں وہیں بھیج دیں' تو یہ مزاج ہیں۔ اب جو محبت کرنے والے ہیں ان

کے مزاج میں " اشداء" پیدا ہو جاتی ہے' شدت پیدا ہو جاتی ہے' پھر وہ ہر چیز کو اللہ کی طرف لے جاتے ہیں اور پھر اللہ کی طرف فرار کر جاتے ہیں یعنی ففروا الی اللہ تو کچھ لوگ دین کو بیچ کر دنیا بناتے ہیں' کچھ دنیا کو بیچ کر دین بناتے ہیں۔ یہ الگ الگ مزاج ہیں۔ اللہ کا اپنا فیصلہ ہے منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الآخرۃ یعنی "تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں"۔ کچھ لوگ یہاں ٹھہرنا چاہیں گے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہاں نہیں ٹھہرنا۔ اگر کسی کو پتہ ہو کہ دوسرے ملک جانا ہے تو پاسپورٹ اور ویزا کا انتظام کرے گا' اس ملک کے موسم کے مطابق لباس تیار کرے گا' وہاں کی زبان اور کھانے پینے کے بارے میں پتہ کرے گا کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ "جب روم جاؤ تو رومن طریقہ اپناؤ" اس طرح وہ تیاری کرتا ہے۔

اس دنیا سے اس دنیا میں جانا ہوگا بھیس بدل کے

تو جانے والے یہیں سے تیاری شروع کر لیتے ہیں۔ اللہ کی طرف جانے والے شخص میں ذکر' شغل' ورد اور وظیفہ کی خواہش بڑھ جاتی ہے۔

ایک طریقہ تو اللہ کی طرف جانے کا یہ ہے کہ دنیا کی طرف سے گھبرایا ہوا کبوتر اڑ کر اللہ کے پاس چلا جائے اور وہ کہتا ہے کہ ہم دنیا سے تنگ آ گئے ہیں' بڑا ظلم ہے' بڑی تنگی ہے' یا اللہ تعالیٰ تو اب ہمیں بچا! اب یہ دنیا سے فرار کرنے کے بعد اللہ کی راہ اختیار ہو گئی ہے اور کچھ لوگ بھری ہوئی دنیا میں شوق کی وجہ سے اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ وہ الگ مقام ہے۔ تو کچھ لوگ خوف کے ذریعے اللہ کے پاس جاتے ہیں اور

کچھ لوگ شوق کے ذریعے اللہ کے پاس جاتے ہیں۔ خوف بھی بعض اوقات مفید ہے کہ دنیا تمہیں چین سے نہ بیٹھنے دے اور آپ اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے دنیا چین والی تھی مگر پھر بھی چھوڑ کے اللہ کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر آ گئے ہیں' پھر یہ شوق والے لوگ اللہ کی راہ پر چلتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ورد کریں' ان کے لیے وظیفہ بہت ضروری ہوتا ہے۔ تو جو اہلِ محبت ہیں' اہلِ شوق ہیں' یہ لوگ ضرور وظیفہ کریں گے۔ دن رات' صبح شام اٹھتے بیٹھتے' جاگتے سوتے' اِس کروٹ' اُس کروٹ یہ اللہ کو یاد کرتے رہیں گے' ہر وقت' ہر حال میں یاد کرتے رہیں گے' حتیٰ کہ ان کی قبر سے بھی ذکر کا تعلق رہے گا۔ یہ "ہو" کا عالم قائم کر دیں گے۔ اہلِ محبت کا تعلق حضور پاک ﷺ کے جلوے سے ہوتا ہے۔ تو ان لوگوں کا ذرا اور ہی مقام ہوتا ہے۔ آپ نے دنیا میں دیکھا ہو گا کہ کہیں محبت کرنے والے ہیں اور کہیں محبت کرنے والے نہیں ہیں۔ جو محبت کرنے والے ہیں ان کو کچھ اور یاد ہی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجنوں سے پوچھا کہ آپ نے دنیا میں کیا دیکھا؟ اس نے کہا میں نے صرف ایک چہرہ دیکھا اور وہ لیلیٰ کا چہرہ تھا۔ ؎

جب درد سے ہوتا تھا مضطر
تو کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یا رب
لیلیٰ کر دے محمل کر دے

مطلب یہ ہے کہ اس مجنوں کے لئے ایک ہی واقعہ ہے اور اس کو ہر طرف ایک ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ تو یہ ان لوگوں کی بات ہے جن کو ہر حال میں وہی حال نظر آتا ہے' ہر واقعہ وہی واقعہ نظر آتا ہے بلکہ ہر چہرہ وہی چہرہ نظر آتا ہے۔ ان کے لئے ورد ضروری ہے اور باقیوں کے لئے یہ حکم ہے کہ Balance قائم رکھو' اپنا لباس قائم رکھو' فرائض ادا کرتے جاؤ' معمولات کو گزارتے جاؤ۔ جو شوق والے ہیں وہ ہمیشہ شوق میں بڑھ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کا انتظام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی پیغمبر کو یہ نہیں کہا کہ اپنا بیٹا قربان کیا جائے اور پھر کسی کو یہ جلوہ بھی کرا دیا۔ مقصد یہ ہے کہ شوق کو ذرا اور قسم کا راستہ دیا جاتا ہے' اہل شوق کو اور قسم کا راستہ دیا جاتا ہے۔

سوال :۔

سر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ عاجزوں کے سامنے عاجزی کرنا تو اچھی بات ہے لیکن کیا مغلوب کے سامنے غرور کرنا بری بات نہیں ہے؟

جواب :۔

وہ عاجزی ہی بناوٹی ہے جو کی جائے اور وہ غرور ہی نقلی ہو گا جو کیا جا رہا ہو گا۔ عاجزی اور غرور اگر مزاج میں نہیں اترے تو خود کرنا فضول ہے۔ عاجزی کرنے کا نام نہیں ہے اور غرور بھی کرنے کا نام نہیں ہے۔ غرور مزاج کا نام ہے' عاجزی' مزاج کا نام ہے اور جس مزاج میں عاجزی اتر آئے اس مزاج میں غرور نہیں رہتا۔ یہ نہیں ہوتا کہ میں مغرور کے سامنے غرور کرنے لگ جاؤں کہ اب دیکھا جائے گا' اور یہ کہیں کہ اب

عاجزی آ گئی ہے۔ تو عاجز آدمی جو ہے وہ عاجز ہی رہتا ہے۔ فقراء کے ہاں مقابلہ نہیں ہوتا' وہ کہتے ہیں کہ تو جان اور اللہ جانے' ہم اس کے خیال میں جا رہے ہیں اور ہمارے پاس مقابلہ کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ مقابلے کے لئے اور لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا کام ہے مقابلہ کرنا۔ محبت کی دنیا میں مقابلے نہیں ہوتے۔ محبت کے اندر تو گولی نہ چلا۔ جس دل میں محبت پیدا ہو جائے' اس دل میں نفرت پیدا نہیں ہو سکتی اور جس دل میں عاجزی پیدا ہو جائے اس میں غرور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ یہ دیکھو کہ نہ عاجزی کیا کرو اور نہ غرور کیا کرو بلکہ آپ کا جو مزاج ہے' اس کے مطابق کیا کرو۔ عاجزی بہت نعلی چیز ہے بلکہ اس سے زیادہ کوئی منافقت نہیں ہوتی' نعلی عاجزی یہ کہ آپ کا تابعدار' خاکسار' حقیر پر تقصیر وغیرہ' ایسی باتیں مت کرو۔ یہ نعلی باتیں ہوتی ہیں۔ اگر آپ محسوس نہیں کرتے ہو' تو عاجزی مت کرو۔ اور اگر آپ محسوس کرتے ہو تو پھر کہنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لئے ' Express عاجزی نہ کیا کرو اور غرور نہ کیا کرو۔ غرور آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ آپ کا سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ انسان ہونا ہی بہتر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ولا تمش فی الارض مرحا "زمین پر اترا کے نہ چل' اکڑ کر نہ چل" چاہے سامنے والا اکڑ کر ہی چل رہا ہو۔ آپ اپنا سفر اختیار کرو۔ اصل میں مٹی کے ساتھ آپ کا رشتہ ہے اور مٹی کے ساتھ اپنا رشتہ قائم کرو۔ اس لئے اب آپ غرور نہ کرنا بلکہ کسی بھی قیمت پر غرور نہ کرنا۔ یہ کہا کرو کہ جس نے ہمیں دعا دی' ہم اس کو دعا دیتے ہیں اور جس نے گالی دی' اس کو گالی نہیں دیتے' جس نے ہمیں نقصان پہنچایا ہم اس کو نقصان نہیں

پہنچاتے اور جس نے کھانا نہیں پہنچایا اس کو ہم کھانا پہنچاتے ہیں۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان۔ لیکن آپ معاف کر دیا کرو اور آپ کہو کہ ہم ایسا نہیں کرتے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "اگر تم معاف کر دو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے"۔ ہم معاف کرنے کا سبق بتا رہے ہیں' کون سا سبق یاد کر رہے ہیں؟ معافی مانگنے کا اور معاف کر دینے کا سبق یاد کرا رہے ہیں ——— آپ معاف کر دیا کرو اور معافی مانگ لیا کرو ———

سوال :۔

حضور والا ! رہبانیت کے کہتے ہیں اور بزرگان دین کی رہبانیت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

رہبانیت یہ ہے کہ اس دنیا سے منہ موڑ جانا' اس دنیا کے فرائض سے غافل ہو جانا' ان سے بالکل اجتناب کر دینا اور فرائض سے علیحدہ ہونے کا سفر اختیار کر لینا۔ دراصل دنیا سے تو رہبانیت ہو نہیں سکتی ہے کیونکہ دنیا سے آپ کسی قیمت پر نکل نہیں سکتے۔ یہ جو رہبانیت کا لفظ ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو عام طور پر فقراء پر الزام لگایا جاتا ہے کہ فقراء جو ہیں وہ رہبانیت اختیار کرتے ہیں۔ اس کا کبھی تجزیہ کرو کہ ایک آدمی اللہ کی یاد میں گم ہونے کے بعد شہر سے دور' بعض اوقات وطن سے دور جنگل میں جا کر بیٹھ گیا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے رہبانیت اختیار کر لی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ وہاں لوگ آ

جاتے ہیں' کچھ عرصہ بعد وہاں پر مسجد بن جاتی ہے اور پھر پورا نظام چل پڑتا ہے۔ یوں وہاں پر رونق ہو جاتی ہے اور شہر آباد ہو جاتا ہے۔ تو شہر کے باہر خالی جھونپڑی میں رہنے والے کے پاس پورے کا پورا شہر آباد ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ رہبانیت والے نہیں ہوتے کیونکہ یہ تو جنگلوں کو آباد کرنے والے ہوتے ہیں اور ویرانیوں کو آباد کرتے ہیں۔ یہ رہبانیت نہیں ہوتی! جتنے بھی اس خیال کے لوگ آئے' بہت دور سے آئے' بڑے بڑے Great لوگ دور سے آئے' غزنی سے آئے' افغانستان سے چل کے آئے' جنگل کو ایسا بسایا کہ آج کل بھی یہاں سے وہاں لوگ جاتے ہیں۔ یہ رہبانیت نہیں ہوتی۔ ہوتا یہ ہے کہ وہ تنہا رہ کر پہلے خیال کی اصلاح کرتے ہیں' خیال کا جائزہ لیتے ہیں' اور پھر خیال کی مکمل سمجھ آنے کے بعد اور اس خیال کے صحیح ہونے کے بعد پرچار کی جگہ جا کر پرچار کرتے ہیں' اللہ کی بات بتاتے ہیں تاکہ لوگوں کو بات Convey ہو جائے کہ اصل بات کیا تھی؟ سب سے بڑی دِقّت ہی یہی ہے کہ لوگوں کو بات سمجھ نہیں آتی' اور بات سمجھانے کے لئے بزرگ کچھ عرصہ غور و فکر کے لئے علیحدہ بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ بات عام لوگوں کو رہبانیت نظر آتی ہے لیکن وہ رہبانیت نہیں ہوتی ہے۔ یہ جو فقراء کی تنہائی ہے یہ رہبانیت نہیں ہے بلکہ یہ ان کی غار حرا ہے۔ اس وقت وہ عبادت کرتے ہیں' غور کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد اللہ کا نام پھیلاتے ہیں' واقعہ ہو جاتا ہے۔ تو یہ غار میں غور کرنے والا مقام ہے! تھوڑا سا بیٹھ کے آپ بھی اکیلے اور تنہا بیٹھ کر کبھی غور کرو۔ تنہائی کبھی چھپی نہیں رہ سکتی۔ کوئی تنہائی ایسی نہیں ہے جو محفل میں نہ آئی ہو۔ آپ کسی درویش کی

کوئی ایسی جگہ بتاؤ جو پہلے اکیلی ہو اور پھر میلہ نہ لگا ہوا ہو' انہوں نے ایسی آبادی کر دی کہ بس ہر طرف رونق ہی ہو گئی۔ آپ کے ہاں جتنے روایتی میلے ہیں وہ سارے بزرگوں کے عرس ہیں۔ آپ خود بتاؤ کہ میلہ چراغاں کس بزرگ کا ہوتا ہے؟ حضرت مادھو لعل حسین کا یعنی کہ ان بزرگ کا جو عرس ہے' وہ میلہ ہے ' ان کا کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے موت کو زندگی سے زیادہ خوبصورت بنا دیا ہے۔ اصل میں موت قبر ہے اور موت بڑی خوف ناک ہوتی ہے لیکن ان لوگوں نے موت کو زندگی سے زیادہ خوبصورت بنا دیا۔ جتنے بھی بزرگ ہیں' ان کی قبریں جو ہیں' وہ آپ کی زندگی سے زیادہ آباد ہیں اور وہاں زندگی جگمگا رہی ہے' وہاں زندگی کے آثار ہیں اور جو یہاں کے گھر ہیں ان میں موت کے آثار ہیں۔ اس لئے وہ لوگ مرے ہوئے ہیں لیکن اصل میں زندہ ہیں اور ایسے زندہ ہیں کہ اس زندگی سے بہتر ہیں تو اسلام میں رہبانیت نہیں ہوتی ہے۔ رہبانیت کا معنی یہ ہے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کے خیال میں گم ہو جانا' تو رہبانیت کا کیا معنی ہے؟ دنیا کے خیال میں گم ہو جانا اور دین کو بھول جانا۔ رہبانیت وہ کر رہا ہے جو صبح سے شام تک کاروبار کرتا ہے اور دکان کھلی ہوئی ہے' یہ رہبانیت کر رہا ہے' نہ اسے پتہ ہے کہ دین کیا ہے اور نہ اسے معلوم ہے کہ اصل مقام کیا ہے اور نماز کیا ہے۔ اسلام نے منع کر دیا ہے ایسی رہبانیت سے جو کہ پیسے میں گم ہو جانا ہے اور اس طرح وہ دین کو بھول جاتا ہے' یا وہ شخص زندگی میں گم ہوتا ہے اور موت کو بھول جاتا ہے یہ بہت آسان سی بات ہے کہ اگر آپ موت کو یاد رکھیں تو زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

محبت کیا ہے؟

جواب :۔

محبت ایک لفظ ہے اور جب آپ اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اس لفظ سے آشنائی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بینائی کیا ہے؟ تو پھر اس کا جواب یہ ہے کہ بینائی تو بینائی ہے اور دیکھنے والی چیز ہے۔ اسی طرح محبت جو ہے وہ محبت ہے۔ اگر آپ محبت کی تعلیم دے رہے ہیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ محبت کی تعریف نہیں ہو سکتی' یہ بیان نہیں ہو سکتا کہ محبت یہ ہے' محبت وہ ہے' لہٰذا محبت Calculate نہیں ہو سکتی۔ اس طرح تو محبت کی سمجھ نہیں آئے گی۔ لہٰذا ایک آدمی جو محبت سے آشنا نہ ہو' وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ محبت کیا ہے؟ اور جو آشنا ہے' اسے محبت سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ محبت کرنے والے جو ہیں وہ محبت کی تعریف نہیں جانتے' وہ محبوب کی تعریف جانتے ہیں' اور جو محبت کی تعریف جانتا ہے' وہ بیچارہ محبوب سے دور ہے۔ بہر حال محبت میں ایسی چیزیں ہوتی ہیں' جو آپ کو سیکھ لینی چاہئیں' اس میں ایک چاہنے والا اور ایک چاہا جانے والا ہوتا ہے اور ان دونوں چاہنے والے اور چاہے جانے والے کے درمیاں جو رشتہ ہوتا ہے اس رشتے کا نام "محبت" ہے۔ محبت میں دو انسان ہونے چاہئیں' ایک محب ہو' ایک محبوب ہو' تب اس تعلق کا نام ہے محبت۔ اب یہ دیکھو کہ محبوب کون ہوتا ہے اور محب کون ہوتا ہے۔ محب وہ ہے جو محبوب کے قریب رہنا چاہے۔ محبوب کون ہوتا ہے؟ آپ جس کے ہمہ حال قریب رہنا چاہو اور

جو آپ کا حسن خیال ہو۔ محبوب کا ثبوت نہیں ہوتا ہے کہ واقعی کوئی شخص محبوب ہے۔ تو پھر محبوب کیا ہے؟ تیرا حسن نظر ہے۔ آپ کی نگاہ میں جو شخص زندگی کا مقصود ہے اسے آپ محبوب کہتے ہو یا یوں کہو کہ ایسا شخص جس کے لئے اگر آپ کو جان دینا پڑے تو آپ خوشی سے جان دے دو۔ ایسا شخص آپ کا محبوب کہلائے گا اور آپ اس شخص کے ہمیشہ قریب رہنا چاہو گے۔ محبوب کی تعریف یہ بھی ہے کہ اس شخص کے بدلے آپ دوسرا شخص لینا قبول نہیں کرو گے' ایسا شخص محبوب کہلاتا ہے اور اس تعلق کو ہم محبت کہتے ہیں۔ محبت دو دلوں کے درمیان میلان کا نام ہے' اور ان کے درمیان تعلق کی مقناطیسی کشش یعنی Magnetic Link کا ہونا محبت کہلاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ محبت تعریف میں آنے والی چیز نہیں ہے بلکہ یہ نگاہ کا کھیل ہے اور چہرے کا کھیل ہے۔ جب بھی آپ لوگ آنکھ کھولتے ہیں تو اصل میں جو آنکھوں کو نظر آنے والی چیز ہے وہ چہرے ہیں۔ کوئی ایک چہرہ باقی چہروں سے الگ اور نمایاں نظر آنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ محبت کا خطرہ ہے اور وہ سلسلہ ہی الگ ہو گیا' اس صورت میں باقی چہرے جو ہیں وہ بیکار نظر آئیں گے اور صرف وہی ایک چہرہ جاندار نظر آئے گا اور پھر آپ اس شخص کو محبوب کہنا شروع کر دو گے۔ کسی کے قریب رہنے کی' مسلسل قریب رہنے کی اور ہمہ حال قریب رہنے کی ہمیشہ کے لئے کوشش جو ہے اسے محبت کہتے ہیں۔ جب آپ اپنی زندگی کسی دوسرے آدمی کے لئے نثار کرنا پسند کرو گے تو یہ محبت کہلائے گی۔ اور محبت جو ہے یہ ایک آدمی نہیں کر سکتا بلکہ محبت کے لئے دو آدمی چاہئیں۔ محبت میں محبوب کا ہونا

لازمی ہے اور محبوب جو ہے وہ کوئی خیال نہ ہو اور محبوب جو ہے وہ کوئی تاریخ نہ ہو بلکہ محبوب جو ہے وہ انسان ہو۔ تو جب تک کوئی انسان' انسان کو چاہنے والا نہ ہو اور جب تک کوئی انسان' انسان کو دیکھنے والا نہ ہو' تو پھر محبت سمجھ نہیں آتی۔ محبت ایسا کھیل ہے کہ جس کو ہو جائے وہی اس کو سمجھ سکتا ہے۔ محبت اس زندگی کا ایک نیا مفہوم ہے۔ زندگی جو ہے اپنے انداز سے چلتی جاتی ہے' اچانک زندگی میں جب ایک واقعہ ہو جائے تو پھر آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص جو ہے وہ نگاہ میں ایسے آتا ہے کہ پھر باقی لوگ نگاہ سے نکل جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو محبت کہتے ہیں اور ایسا واقعہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جس کو محبت نہ ہو اس کو اس کی سمجھ نہیں آتی جیسے نابالغ شخص کو شادی سمجھ نہیں آتی جس طرح زندہ انسان کو موت سمجھ نہیں آتی' اور زندہ انسان کو زندگی سمجھ نہیں آتی تو موت کیا سمجھ آئے گی۔ اس لئے محبت کو سمجھنے کے لئے محبت کا ہونا ضروری ہے۔ اور جب ہو جائے تو سمجھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ محبت کو اگر کوئی شخص سمجھتا ہے تو کرتا نہیں اور جو محبت کرتے ہیں ان کو سمجھنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی تعریف کی بات نہیں ہے۔ محبت قابلِ تعریف بات ہے' اس کی تعریف ہونی چاہئے لیکن تعریف نہیں ہو سکتی۔ تعریف محبوب کی ہونی چاہیے۔ جو شخص انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے علاوہ کسی دوسرے انسان کی اس طرح تعریف کرے کہ اس کو حاصل زندگی بنا دے' تو سمجھو کہ وہ شخص اس سے محبت کر رہا ہے۔ اور آپ اپنی زندگی جس کے لئے قربان کرنے کو اپنے لئے فخر سمجھو تو وہ آپ کا محبوب ہو گا۔ تو محبوب جو ہے وہ

Indispensible ہوتا ہے' محبوب Replace نہیں ہو سکتا' محبوب آپ کے لئے زندگی کا مقصدِ حیات ہوتا ہے اور اس کے بغیر کائنات ادھوری کی ادھوری رہتی ہے۔ غالب نے محبت کے بارے کیا کہا ہے کہ

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

محبت کے اظہار کی بھی ضرورت کوئی نہیں ہے مثلاً" ماں جو ہے وہ پیکر ایثار ہے اور ایثار کرتی جاتی ہے' اب اس میں بتانے کی کوئی بات نہیں ہے کہ اسے بچے سے پیار ہے۔ محبت خاموش رہے تو بہتر ہے اور آنسو تک رہے تب بھی بہتر ہے۔ محبت نیند میں جدائی پیدا کر دیتی ہے۔ محبت کہاں ہوتی ہے؟ کس کو ہوتی ہے؟ کیوں ہوتی ہے؟ یہ پتہ نہیں چلتا۔ بس محبت کے لئے ایک محبوب ہوتا ہے اور اس کا ایک واقعہ ہوتا ہے لیکن اس واقعہ کا بیان نہیں ہوتا اور بیان واقعہ نہیں ہوتا۔ بس یہ یاد رکھیں کہ بیان' بیان ہے اور واقعہ' واقعہ ہے۔ اس لئے بیان میں یہ باتیں نہیں آتی ہیں کیونکہ یہ باتیں بیان میں نہیں آ سکتی ہیں' محبت بیان میں نہیں آ سکتی' دکھ بیان میں نہیں آ سکتا' سکھ بیان میں نہیں آ سکتا اور خوشی بیان میں نہیں آ سکتی۔ آپ ہی بتاؤ کہ خوشی کیا ہوتی ہے؟ سکون کیا ہوتا ہے؟ بس خوشی' خوشی ہوتی ہے اور سکون' سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ دکھ کیا ہے؟ سکھ کیا ہے؟ اپنا کون ہوتا ہے؟ غیر کون ہوتا ہے؟ خیال کسے کہتے ہیں؟ روح کسے کہتے ہیں؟ زندگی کے اندر ہونے والے یہ واقعات سارے کے سارے باہر کے ہیں اور محبت بڑی شرمیلی

ہوتی ہے' اور وہ بالکل باہر نہیں آتی۔ اس لیے وہ بیان سے باہر رہتی ہے۔ خیال کیا ہوتا ہے؟ خیال باہر سے آتا ہے یا اندر سے پیدا ہوتا ہے' اندر کوئی Instrument لگا ہوا ہے یا باہر سے کوئی Message آتا ہے' کیا کوئی Intelligence کام کر رہی ہے؟ اسی طرح "یاد" کیا ہوتی ہے؟ یاد جو ہے وہ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے آ جاتی ہے اور کئی زمانے نظروں کے سامنے آ جاتے ہیں۔ ؎

وہ زمانہ بھی کیا زمانہ تھا
تجھ سے ملنے کا اک بہانہ تھا

یہ یاد بھی بڑی چیز ہے۔ محبت وہ ہے جو ختم ہونے کے بعد بھی ختم نہ ہو' روشنیاں بجھ بھی جائیں' پھر بھی یہ ختم نہ ہو۔ یہ ایسی چیز ہے جو ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے۔ آپ یہ یاد رکھو کہ آپ محبت کی تعریف نہ کیا کرو بلکہ محبوب کی تعریف کیا کرو اور اگر محبوب نہ ہو تو پھر محبت کی بات چھوڑ دو۔

سوال :۔

حضور! عشقِ مجازی اور عشقِ حقیقی کسے کہتے ہیں؟ اس فرق کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

پہلا فرق تو یہ ہے کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ حقیقت' حقیقت ہے' مجاز' مجاز ہے۔ سوال یہ کہ حقیقت کسے کہتے ہیں اور مجاز کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی محبت' حقیقت کی محبت ہے اور یہ حقیقی محبت ہے۔ مجازی محبت' فانی کی محبت ہے۔ آپ اس فرق کو مزید سمجھنے سے پہلے یہ غور

سے دیکھیں کہ دنیا میں دو چیزیں ہیں' ایک فانی ہے اور ایک باقی ہے۔ فانی اور باقی کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک حادث ہے اور دوسرا قدیم ہے۔ حادث وہ ہے جس کا آغاز بھی ہو اور انجام بھی ہو' تاریخ پیدائش بھی ہو اور تاریخِ وصال بھی ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر پیدائش سے پہلے ہو اور ہر اختتام کے بعد بھی ہو۔ اگر محبت قدیم سے ہو' تو وہ محبت یا عشق جو ہے وہ حقیقی کہلاتا ہے اور اگر محبت فانی سے ہو' تو وہ مجازی کہلاتی ہے۔ حقیقی محبت جو ہے وہ اللہ کی محبت بھی ہے اور اللہ کا خیال بھی ہے' یعنی حقیقت کے خیال میں جو خیال بھی ہو گا' وہ حقیقت ہی ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ قدیم ہے' ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو بھی ذات ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو بھی عمل ہے' وہ بھی قدیم ہے۔ تو اللہ کا عمل بھی قدیم ہے' اللہ کی ذات بھی قدیم ہے' اللہ کا نور بھی قدیم ہے اور اللہ کا مزاج بھی قدیم ہے۔ قدیم کا ہر عمل قدیم ہوتا ہے اور اگر وہ کہتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں تو یہ عمل بھی قدیم ہی ہے۔ تو اللہ کا درود بھیجنا بھی قدیم ہی ہے۔ بس ظاہری طور پر الگ الگ نظر آتا ہے' کوئی کس شکل میں کس وقت آیا اور کس حال میں کیا قصہ ہے' مثلاً آپ دیکھتے ہو کہ آج حضور پاک ﷺ جو ہیں وہ ظاہری طور موجود نہیں ہیں لیکن آپؐ کا نام اور آپؐ کی ذات اب بھی موجود ہے اور آپؐ کے نام کے سب جلوے ہیں۔ تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مقربین کے ساتھ عشق ہو' وہ بھی عشقِ حقیقی ہے اور اگر آپ کا عشق اللہ تعالیٰ کے چاہنے والوں کے ساتھ ہو گا تو وہ بھی عشقِ حقیقی کہلائے گا۔ شہید کے ساتھ عشق ہو گا تو وہ بھی عشقِ حقیقی

کہلائے گا اور فانی کے ساتھ جو محبت ہو گی وہ عشقِ مجازی کہلائے گی۔ یہ ہے عشق کا فرق۔ لیکن اب میں آپ کو ایک نسخہ بتا دیتا ہوں جس کے ذریعے آپ یہ معلوم کر سکیں گے کہ یہ عشقِ حقیقی ہے یا مجازی! وہ محبت جس میں آپ دوسروں کو شریک نہیں کرتے وہ مجازی ہے اور وہ محبت جس میں آپ دوسروں کو شریک کرنا پسند کریں گے وہ عشقِ حقیقی ہے۔ مثلاً" آپ کو ایک شخص سے محبت ہو گئی ہے اور کسی دوسرے کو بھی محبت ہو گئی ہے تو اگر دونوں میں دشمنی قائم ہو گئی ہے تو یہ مجازی ہے اور اگر دونوں میں محبت بڑھ گئی ہے کہ ہمیں بھی اس سے محبت ہے جس سے تمہیں محبت ہے اور وہ کہتا ہے کہ آپ سے مل کر تو بڑی خوشی ہوئی ہے تو یہ عشقِ حقیقی ہو گا۔ تو رقیب جب قریب ہو جائے تو مجاز جو ہے وہ حقیقت بن جاتا ہے اور یہی ایک اصل واقعہ ہے یا یوں کہیں کہ اچانک ایک اور دور شروع ہو جاتا ہے' جب مجاز سے بات چلتی ہے اور اچانک چلتے چلتے ایک فانی انسان کی محبت کبھی کبھی آپ کے لئے وہ واقعات مرتب کرتی ہے کہ آپ دعا کی شکل میں سفر کرتے ہو۔ پھر ہو سکتا ہے کہ یہ دعا چلتے چلتے اس کی بارگاہ تک پہنچ جائے۔ محبت فانی انسان سے کی' فانی کی محبت نے آپ کے اندر کوئی ایسا واقعہ پیدا کر دیا' مثلاً" آپ بیمار ہو گئے اور آپ دعا کے مقام سے چلتے چلتے اس مقام پر چلے گئے' جہاں پر بقا کا مقام تھا۔ مثلاً رانجھا جو ہے وہ ہیر کی تلاش میں بالناتھ کے پاس چلا گیا' اب بالناتھ کا ہیر کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ کیونکہ بالناتھ تو جوگی ہے۔ رانجھے کو محبت ہیر سے تھی لیکن وہ گیا کس کے پاس؟ پیر کے پاس! اب یہ بات جو ہے یہ بڑی عجب بات ہے کہ اس کو فانی کی محبت

چلتے چلتے باقی کے پاس لے گئی' تو رانجھے نے بڑا زور لگایا کہ مجھے ہیر سے ملا دو۔ اس نے کہا کہ تجھے میں جوگی بناتا ہوں' کان میں بالیاں ڈال دیں' سب کچھ کیا' اس کو رنگ بھی دیا اور انگ بھی دیا' لیکن یہ پکا عاشق تھا' اس نے کہا نہیں مجھے ہیر چاہیئے' "گرُ" نہیں چاہیئے۔ تو رانجھے کو آدھا فقیر بالناتھ نے بنا دیا اور باقی کا آدھا فقیر وارث شاہؒ نے بنا دیا۔ آپ اگر جلوے کے پاس سوال لے کر جاؤ کہ یا رسولؐ اللہ ہم سوال لے کر آ گئے ہیں اور وہاں جا کر جب جلوہ دیکھا تو آپ سوال بھول گئے۔ تو وہاں اب کیا چاہیئے؟ وہاں کچھ بھی نہیں چاہیئے۔ جلوے کے پاس جا کر سوال ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ ایک مقام آتا ہے جس کو آپ یوں سمجھو کہ ؎

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

اب یہ کیا بن گیا؟ مجاز جو ہے وہ حقیقت بن گئی یعنی کہ جو ماسواء کی تمنا تھی وہ اب ماوراء کی تمنا بن گئی۔ تو جو جلوے کے پاس گیا تو وہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ جس کام کو گیا تھا وہ کام پیچھے رہ گیا۔ اب وہ مجاز سے نکل کر حقیقت میں داخل ہو گیا اور پھر اس کا عشق حقیقی ہو گیا۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں مجاز جو ہے یہ بھی حقیقت ہے اور حقیقت بھی حقیقت ہے۔ مجاز کی حقیقت یوں مسلّمہ ہے کہ مجاز سے حقیقت بنتی ہے لیکن وہ مجاز مبارک نہیں ہے جو مجاز ہو کر ہی مرے یعنی کہ مجاز ہی پیدا ہوا' اور عشقِ حقیقی بنے بغیر مجاز ہی مر گیا۔ تو یہ اچھی قسمت والا نہیں ہے۔ ورنہ مجاز سے تو حقیقت کا راستہ ملتا ہے۔ یہ عشقِ حقیقی کا راز ہے۔ اس مجاز کو مبارک کہو جس نے شاہ حسینؒ کو مادھو لعل کے ذریعے صحیح معنوں میں شاہ

حسینؒ بنا دیا اور یہ جو مجاز تھا وہ عشقِ حقیقی بن گیا۔ پھر ایسا ہو گیا اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کی پہچان یہی ہے کہ جب رقیب جو ہے وہ حبیب بن جائے تو سمجھو کہ مجاز جو ہے وہ حقیقت بن گیا اور یہ عشقِ حقیقی بن گیا۔

سوال :۔

سر! صوفیاء کے سلاسل تو بے شمار ہیں تو اس میں سے کس سلسلے کو اختیار کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

بات یہ ہے کہ یہ دنیا ہے اور سب سے پہلے آپ یہ سمجھو کہ مرنے سے پہلے آپ کو کوئی سلسلہ اختیار کرنا ہے اور مرنے کے بعد اختیار نہیں کرنا ہے۔ تو اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ نے طویل عرصہ تک رہنا ہے تو پھر آپ بے شک کوئی سلسلہ اختیار نہ کرو۔ یہ بات یاد رکھو کہ Sincere آدمی' مخلص آدمی جو ہے وہ Insincere یعنی غیر مخلص راستوں پر بھی کامیاب ہو گا۔ صحیح اور سچا آدمی جو ہے وہ غلط راستوں سے بھی سچا بن کے نکل جائے گا۔ اگر آپ نے اللہ کی خاطر چلنا ہے تو اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کے نام پر کسی ایک راستے کے ذریعے رجوع کر لو۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ صحیح راستہ مل جائے گا۔ کسی نے میاں میر صاحبؒ کے ایک مرید سے پوچھا کہ تیرے پیر صاحب کا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پیر صاحب کا نام اللہ ہے۔ تو لوگوں نے میاں میر صاحبؒ سے کہا کہ آپ نے تو اس کو کافر بنا دیا ہے کیونکہ یہ

تو بالکل عجیب غریب باتیں کرتا ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا کہتا ہے؟ کہتا ہے کہ میرے پیر صاحب کا نام اللہ ہے۔ میاں میر صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے کیونکہ اصل میں پیر' اللہ ہی ہونا چاہئے' پھر اس کے بعد کوئی اور پیر ہوتا ہے۔ تو اصل میں اگر آپ کا رجوع الی اللہ نہ ہو تو پھر یہ سارے راستے فالتو ہی ہیں اور اگر آپ کا اللہ کی طرف رجوع ہے تو پھر آپ کبھی گمراہ نہیں ہوں گے اور صحیح مقام پر پہنچ جائیں گے۔ تو پہلی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ منزل اللہ ہونی چاہئے اور رجوع الی اللہ ہونا چاہئے۔ سلسلوں کا آپ پوچھتے ہو تو سلسلہ یہ بھی صحیح ہے اور وہ بھی صحیح ہے۔ مگر کسی آدمی کے لئے بیک وقت دونوں سلسلے صحیح نہیں ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ نقشبندی صحیح ہے' سہروردی صحیح ہے' قادری صحیح ہے' چشتی صحیح ہے' شیعہ صحیح ہے' سنی صحیح ہے اور اہلِ حدیث صحیح ہے مگر وہ آدمی جو سب سلسلوں میں جاتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ آپ ایک راستہ اختیار کرو اور بس اللہ کا نام لے کر اس راستے کو طے کر لو اور پھر اپنی منزل پوری کر لو ورنہ یہ حال ہو گا کہ ؎

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

تو ہر جگہ جانا جو ہے وہ کوئی نتیجہ نہیں دے گا۔ اس لئے آپ صرف سفر کرو' بحثیں نہ کرو اور تخصیص نہ کرو۔ یہ نہ کہو کہ میں ابھی سوچ رہا ہوں کہ بازار سے کون سا سودا لینا ہے۔ پھر یہ نہ کہنا کہ عمر گزر گئی ہے اور وقت ختم ہو گیا ہے Thy time is up. یعنی تیرا ٹائم جو ہے وہ ختم ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کا Time up ہو جائے آپ کوئی راستہ

اختیار کر لو اور یہ بات یاد رکھو کہ ۔

پانی بھرن سہیلیاں تے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں پانی بھرنے جا رہی ہیں مگر کامیاب وہی ہو گی جو بھرا ہوا گھڑا لے کر آئے گی۔ تو مسافروں کے لئے ایک سفر کا راستہ ہونا چاہئے۔ جاننے والوں کے لئے بے شمار راستے ہوتے ہیں' سارے راستے ٹھیک ہو سکتے ہیں کہ یہ بھی راستہ ہے اور وہ بھی راستہ ہے لیکن چلنے والے کے لئے صرف ایک راستہ ہوتا ہے۔ دو راستے طے کرنے والا شخص راستے میں ہی رہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ ایک راستہ طے کرو اور اس راستے پر چل پڑو۔ اللہ کے ساتھ Sincere ہو جاؤ' مخلص ہو جاؤ اور بحث کے ساتھ واسطہ نہ رکھو۔ اللہ کی طرف جو بھی راستہ آپ کی طبیعت صحیح مانتی ہے' اسے اختیار کر لو۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ اسلام میں آ جانے کے بعد آپ کے لئے کوئی آزمائش کی بات نہیں ہے۔ آپ ماں باپ کا حق ادا کرو اور زندگی کا حق ادا کرو۔ اللہ نے آپ کے پاس آنا ہے اور شکر کرو کہ آپ کو وہاں جانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے بس آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا۔ ایک کہانی مولانا رومؒ نے لکھی تھی کہ رومیوں اور چینیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک ہال میں دو دیواریں آمنے سامنے تھیں اور ان پر پینٹنگ بنانے کا مقابلہ تھا۔ درمیان میں ایک پردہ لگا دیا گیا کہ تم وہ دیوار پینٹ کرو اور تم یہ دیوار پینٹ کرو' دیکھتے ہیں کہ کون اچھی پینٹنگ کرتا ہے۔ پھر دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کر دیا۔ رومیوں نے بڑی شاندار پینٹنگ بنائی مگر چینیوں نے کمال کر دیا' انہوں

نے دیوار کو پینٹ نہ کیا بلکہ صرف پالش ہی کرتے رہے۔ اچھی قسم کی پالش کر کر کے انہوں نے اس دیوار کو شیشہ بنا دیا۔ جب پردہ ہٹایا گیا تو رومیوں کی پینٹنگ والی دیوار کا عکس اس میں پڑا۔ یہ عکس اس اصل پینٹنگ سے زیادہ Beautiful تھا' زیادہ حسین تھا۔ اس طرح چینی جیت گئے۔ چینی کیسے جیتے؟ ان لوگوں نے پینٹ نہیں کیا بلکہ صرف شیشہ پالش کیا۔ تو مولانا رومؒ نے یہ کہا ہے کہ آپ نے کرنا کچھ نہیں ہے' صرف شیشے کو پالش کرنا ہے' اصل کو صاف کرنا ہے اور پھر جب دل صاف ہو کے آئینہ بن گیا تو اس میں حقیقت کا عکس خود نظر آ جائے گا۔ آپ نے کہیں نہیں جانا بلکہ آپ صرف گھر میں بیٹھ کر اپنا کام کرو' دل کو صاف کرو تو عکس وہ خود ہی دے گا۔ اللہ کہیں اور تلاش نہیں کرنا ہے۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ ہم پردیس جا رہے ہیں کیونکہ اللہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ وہ اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور اجازت مانگی۔ پیر صاحب نے کہا کہ وہاں کے اللہ کو میرا سلام کہنا۔ وہ شخص حیرانی سے کہتا ہے کہ کیا وہاں کا اللہ کوئی اور ہے۔ پیر صاحب نے فرمایا اگر تجھے یہاں اللہ نہ ملا تو وہاں کہاں ملے گا۔ اللہ تو یہاں کا نام ہے' اللہ آپ کے دل کا نام ہے' اور یہ "ٹائم بم" کی طرح آپ کے ساتھ لگا ہوا ہے' آپ اس سے نجات پا نہیں سکتے' یہ دل آپ کا ہے اور آپ نے اسی کو خانہ کعبہ بنانا ہے اور اسی دل کو ہی آپ نے دریافت کرنا ہے' کیونکہ یہی آپ کو لے کر وہاں جا رہا ہے۔ آپ اس کو یہیں تلاش کر لو کیونکہ وہ آپ کے قریب ہی ہے ۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

تو آپ اسے اپنے قریب ہی ڈھونڈ لو۔ تو کون سے سلاسل اچھے ہیں؟ سارے ہی اچھے ہیں۔ اور آپ کے لئے کون سا سلسلہ اچھا ہے؟ صرف ایک! کسی ایک کا حکم مان لو کیونکہ حکم ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ خود ساختہ سفر کرنے والا غلطی کر سکتا ہے۔ اور حکم ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا اور اس ماننے والے کے لئے یہ ساری بات ہے۔ جب اسے حکم ملا کہ وہاں چلے جاؤ تو وہ چلا گیا اور کہا گیا کہ وہاں سے آ جاؤ تو وہ واپس آ گیا' اب وہ کیسے گمراہ ہو گا۔ ایسے میں وہ بچ جاتا ہے۔ اس لئے کسی ایک جگہ کی طرف چل پڑو اور کسی کا حکم ماننا شروع کردو۔ سلسلے سارے ٹھیک ہیں اور سلسلے کے بارے میں بحث کرنے والی بات نہیں ہے۔ اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ کی اطاعت ہی اصل سلسلہ ہے۔ تو اصل سلسلہ کیا ہے؟ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بس یہ سلسلہ ہے۔ اب آپ کا سلسلہ مکمل ہے' یہ سلسلۂ توحید کا ہے' یہ سلسلۂ واحد کا ہے' یہ سلسلۂ اول ہے اور یہ سلسلۂ آخر ہے۔

سوال :۔

سر! اپنے آپ کو دریافت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :۔

آپ ابھی کم سن ہیں' اپنے آپ کو دریافت کرنے کے لئے تھوڑا سا اور انتظار کریں۔ اس کے لیے ایک عمر ہوتی ہے۔ ابھی آپ وقت کو گزرنے دو تاکہ "میں" ذرا Crystallized ہو جائے یعنی کوئی صورت اختیار کر لے' ابھی تو آپ Shapeless ہیں یعنی بے صورت ہیں' ابھی

آپ "میں" کو دریافت نہ کرو تو بہتر ہے کیونکہ آج کی "میں" کل کی "میں" سے مختلف ہو گی۔ ابھی آپ یادوں میں رہتے ہیں اور آپ نے آگے جا کر یادیں Create کرنی ہیں' یادوں کو جنم دینا ہے۔ یعنی You are yet to create memories ابھی آپ وقت کو چلنے دو' عمل کو ہونے دو' پھر دیکھا جائے گا۔ کچھ عرصے کے بعد "میں" کو دریافت کر لیں گے۔ ابھی دنیا کو دیکھو اور جو لوگ دریافت کر چکے ہیں ان کو دیکھو کہ کیسا واقعہ ہو رہا ہے اور وہ کیا کر رہے ہیں؟ جانے والوں کو دیکھو' آنے والوں کو دیکھو اور چار دن کا میلہ دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے' "میں" بھی دریافت ہو جائے گی۔ اس کے لئے کہیں جانا نہیں ہے کیونکہ یہ آپ کے ساتھ ہی ہے اور بچپن میں یہ بکھیڑے نہ ڈالو' ابھی آپ کی عمر نہیں ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم راستے میں مر جائیں تو پھر.....!

جواب :۔

اس صورت میں آپ "میں" دریافت کرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لو' یہ کافی ہے۔ اس عمر میں دریافت کرنے والی بات جو ہے وہ ایک حد تک ہو گی۔ بچہ جو چیز دریافت کرے گا' وہ اس کی ماں ہو گی۔ یا پھر وہ باپ کو دریافت کرے گا۔ جب باپ بنے گا تو پھر اولاد کو دریافت کرے گا' اب بچہ بچوں کو کس طرح دریافت کرے۔ تو اس وقت تک جب تک "میں" جو ہے شادی شدہ نہیں ہے اس وقت تک "میں" کو کیا پتہ کہ بچے کیا

چیز ہوتے ہیں۔ اس لیئے یہ عمر کی سطح کی بات ہوتی ہے' آپ کی عمر کا ایک دور آ جائے گا پھر آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہو جائے گا۔ اس لیئے آپ ذرا Home work کے حساب سے چلو۔ پیغمبروں کے لئے بھی ایک Age یعنی عمر رکھ دی گئی ہے' اس عمر کے بعد نبوت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس طرح Wisdom یعنی عقل یا دانائی چالیس سال کی عمر کے بعد آتی ہے۔ ہر چیز کا ایک ٹائم ہوتا ہے۔ بیج آج بوؤ گے تو جب چیت کا موسم آئے گا تو پھر فصل پکے گی۔ اس سے پہلے فصل نہیں پکتی ہے۔ اس لئے آپ انتظار کرو۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ ہم چلے جائیں گے' ہم چلے نہیں جائیں گے اور اگر ہم چلے جائیں گے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یہ ایک Threat اور دھمکی ہے کہ اگر میں مرگیا تو پھر "میں" کو کیسے دریافت کروں گا۔ اس لئے آپ مہربانی کرو اور مرنے کی جلدی نہ کرو۔ سب لوگ اس نوجوان کے لئے دعا کرو کہ اس کی عمر دراز ہو جائے۔ "میں" کا دریافت کرنا' جلد بازی میں نہ کرو۔ "میں" کو آرام سے دریافت کرنا چاہئے۔ "میں" کو نظرانداز بھی نہ کرو اور "میں" کو قبل از وقت دریافت بھی نہ کرو۔ اس کو اپنے حساب سے پورا ٹائم دو' ذرا اور مشاورت کرو' یہ نہ ہو کہ ابا جان کہیں کہ آپ امتحان دینے کے لئے جاؤ اور آگے سے بیٹے جی جواب دیں کہ میں "میں" دریافت کرنے چلا ہوں' امتحان کس لیئے دوں۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ جب "میں" نے مرہی جانا ہے تو کام کس لیئے کرنا ہے۔ کام اس لئے کرنا ہے کہ تو نے مرجانا ہے۔ ایک بزرگ تھے۔ ان کو بیٹے کو دین سکھانے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو پرانے زمانے کا ICS کا

امتحان دلوایا۔ وہ بچہ بھی باپ کی عادت سمجھ گیا کہ باپ دینی شعور رکھتا ہے۔ باپ اس کو ہر وقت کہتا تھا کہ پڑھو پڑھو۔ ایک دن بچہ بیچارہ تھک گیا تو اس نے سوچا کہ ابا جان کو کس طرح دھوکا دیا جائے۔ والد صاحب کرسی رکھ کر اس کے پاس بیٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ پڑھو! تو بیٹے نے کہا کہ میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے! تو اس کے باپ نے سر پہ ایک تھپڑ لگایا اور کہا کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے۔ آپ بھی اپنی آنکھیں کھولو اور اپنی عمر کے مطابق اپنے فرائض کو پہچانو۔ "میں" کو پہچاننے کا وقت بھی آ جائے گا۔

سوال :۔

کیا نام کا شخصیت پر اثر پڑتا ہے؟

جواب :۔

اگر کسی کو آپ غنڈہ کہنا شروع کر دو تو ہو سکتا ہے وہ غنڈہ بن جائے۔ آپ سب کو ان کے اصلی نام سے پکارا کرو۔ نام کا اثر ضرور ہوتا ہے۔ اس لیئے حکم یہ ہے کہ اچھے اچھے نام رکھا کرو تاکہ اس کے لئے اچھی تاثیر ہو جائے۔ عام طور پر جو نام ہمارے ہاں اس طرح کے رکھے جاتے ہیں جیسے غلام مصطفیٰ تو اس طرح اللہ تعالیٰ سوچے گا کہ اس کو دوزخ میں جانا چاہئے کہ نہیں جانا چاہئے۔ تو غلام مصطفیٰ دوزخ میں نہیں جاتا۔ " اگر اسے آپ جھگڑا کہتے ہیں تو جھگڑا ہی سہی لیکن نام میرا یہی ہے "۔ نام کا انسان کی زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے۔

سوال :۔

سر! آج کل شہر میں اچھی محفل بہت مشکل سے ملتی ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بات اتنی ساری ہے کہ جس طرح بری محفل برا اثر پیدا کرتی ہے اس طرح اچھا آدمی اچھا اثر پیدا کرے گا۔ آپ اچھے ہو جاؤ تو آپ کی محفلیں آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائیں گی۔ ایک آدمی کے ٹھیک ہونے سے محفل ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی نے قصہ سنایا کہ ہندوؤں کا زمانہ تھا یعنی یہ Partition سے پہلے کا زمانہ تھا' میں اور میرے پیر صاحب شالا مار باغ گئے ہوئے تھے' جب ہم وہاں پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا۔ پیر صاحب نے میرے کان میں کہا کہ اذان کہو' میں نے عرض کیا کہ جناب یہ ہندوؤں کا علاقہ ہے' ہم ادھر جا کے مسجد میں نماز پڑھ لیں گے' یہاں اذان کہنے کی کون سی جگہ ہے۔ انہوں نے فرمایا یہیں اذان کہو' میں نے دیکھا تو وہاں بے شمار ہندو اور سکھ موجود تھے اور مجھے کوئی مسلمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ خیر پیر صاحب کے حکم پر میں نے اذان کہہ دی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پر چار صفیں نماز کے لئے بن گئیں۔ تو اگر ایک آدمی دلیری سے سچ بات کرنے لگ جائے تو باقیوں کا چھپا ہوا سچ بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اس طرح سارے ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر کہیں ایک برائی ہو رہی ہے اور آپ روکتے ہیں کہ یہ یہاں نہیں ہونا چاہئے تو آہستہ آہستہ دوسرے لوگوں کے مزاج میں یہ آتا جائے گا' پہلے آپ کو Odd کہا جائے

گا' کہ یہ عجیب آدمی' خواہ مخواہ ملّا اور مولوی بنتا جا رہا ہے۔ پھر کچھ روز کے بعد سارے ہی یہ کہیں گے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک بار اگر کلمہ شہادت پڑھیں تو سارے ہی یہ پڑھنا شروع کر دیں گے۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدعبدہ و رسولہ پھر سب کے اندر سے چھپا ہوا سچ نکل آئے گا۔ اس لئے شہر کی محفلوں کا صحیح ہونا جو ہے وہ آپ کے صحیح ہونے سے ہے۔ آپ صحیح ہو جاؤ تو صحیح محفلیں بن جائیں گی یا پھر محفلوں کی خرابی کم ہو جائے گی۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں یہ فرمائیں کہ ہم دین کے ساتھ کیسے وابستہ رہیں اور کس طرح محبت کریں۔ بس آپؐ کا جواب جو ہے وہ یاد رکھنے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح دنیا دار دنیا سے محبت کرتا ہے' وہ کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا اپنی دنیا کو بنانے کا' لہٰذا آپ بھی دین کو بنانے کا کوئی موقعہ نہ چھوڑیں۔ تم دین سے اتنی محبت کرو جتنی اس کو دنیا سے ہے۔ اگر برے لوگ اپنی محفلیں جماتے ہیں تو اچھے لوگ بھی اپنی محفلیں جماتے جائیں۔ یا ان محفلوں کو ٹھیک کرو یا پھر اپنی محفلیں لگاؤ۔ ایک وقت آئے گا جب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لئے انہیں اپنے راستے سے محبت ہے اور آپ کو اپنے راستے سے محبت ہونی چاہئے۔ آپ کا راستہ صحیح ہے' آسان بھی ہے اور ان سے زیادہ Intelligent بھی ہے۔ آپ یہ بھی دیکھو کہ عبادت کے اندر ادب بھی ہے' لطف بھی ہے' تخلیق بھی ہے' Future بھی ہے' Past بھی ہے' اور Creativity بھی ہے۔ یہ ایسے نہیں ہے کہ یوں ہی سلسلہ چلتا جا

رہا ہے بلکہ یہ ایک مزاج ہے' Creativity ہے' Language ہے' Literature ہے' فلسفہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں محبت ہے اور آج کی محفل ان اہل محبت کے نام ہو گئی! اب آپ سب کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے نوازے' مہربانی فرمائے اور کرم فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا و سندنا حبیبنا و شفعینا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ترتیب :۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

توبہ

- اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی کو خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زمانہ آگہی سے توبہ کرنی چاہیے۔
- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اپنے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہیے۔
- اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہیے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آگیا ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بد قسمت ہے۔
- ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہیے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- دعا کرو کہ اگر انسان کو موت آجائے تو حالت گناہ میں نہ آئے بلکہ حالت توبہ میں آئے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اللہ کو گواہ بنا کر اپنی غلطی پر معذرت اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا وعدہ توبہ کہلاتا ہے۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- اللہ کی پسند کے علاوہ کسی اور انداز کی زندگی کو پسند کرنا گناہ ہے اور اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

ر ح

(واصف علی واصف)

جمہوریت

☆ دنیاوالوں کے ہاں جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی' عوام کی حکومت' جو عوام کی خاطر ہو۔

☆ دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔

☆ اللہ کا ہونا انسانوں کے ووٹوں سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریت کے مزاج سے بہت بلند ہے لوگ مانیں یا نہ مانیں وہ اللہ ہے۔

☆ اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرت رائے سے نہیں بنتے اور کثرت رائے کا کسی نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

☆ حضور پاکؐ امام الانبیاء ہیں اور آپؐ کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپؐ جو کچھ بھی ہیں۔ انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔

☆ مسلمانوں کی رائے سے دینِ اسلام' اسلام نہیں بلکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ دین کثرتِ رائے کے احترام سے دین نہیں بنا بلکہ یہ اللہ کے حکم' مرضی اور عطا سے ہے۔ اس میں جمہوریت کا دور تک کوئی دخل نہیں۔

☆ اسلام کے نام پر جمہورت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔

☆ جمہوریت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے

☆ صداقت اور امامت کے کربلا سے گزرنے کی وجہ ہی یہی ہے کہ اکثریت والے کثرت رائے کی وجہ سے بھول گئے کہ اسلام کثرتِ رائے کی بات نہیں بلکہ اطاعت و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات ہے۔

☆ آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔

☆ جمہوریت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریت صرف مقدار کی قائل ہے' معیار کی نہیں۔

☆ جمہوریت سقراط کو زہر پلاتی ہے منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰؑ کا احترام نہیں کرتی۔

☆ جمہوریت کے ذریعے کوئی مفکر' امام' دانش ور' عالم دین' ولی یا مردِ حق آگاہ برسر اقتدار نہیں آسکتا۔

خوش نصیب

- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بد نصیبی کا ثبوت ہے۔
- ☆ خوش نصیبی وجود کا ظاہر نہیں' وجود کا باطن ہے۔
- ☆ خوش نصیبی کسی شے کا نام نہیں' سماجی مرتبے کا نام نہیں' بینک بیلنس کا نام نہیں' بڑے بڑے مکانوں کا نام نہیں بلکہ خوش نصیبی صرف اپنے نصیب پر خوش رہنے کا نام ہے۔
- ☆ کسی خوش نصیب نے آج تک کوشش ترک نہیں کی لیکن یہ کوشش بامقصد ہونی چاہئے' ایسی کوشش کہ زندگی بھی آسان ہو اور موت بھی آسان ہو۔
- ☆ خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- ☆ خوش نصیب انسان حق کے قریب رہتا ہے۔ وہ ہوس اور حسرت سے آزاد ہے اور وہ فنا کے دیس میں بقا کا مسافر ہے۔
- ☆ خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔
- ☆ وہ انسان بد قسمت ہے جو لذت وجود کی لعنت میں گرفتار ہے' اسے کسی بڑے مقصد سے تعارف نہیں بلکہ وہ صرف مال کی سنچریاں ہی بناتا ہے اور کلین بولڈ ہو کر رخصت ہو جاتا ہے۔
- ☆ ہمارے عقیدے اور معلومات میں پیغمبر ایسے خوش نصیب ہیں جن کی زندگی دوسروں کے لئے ایک مثالی نمونہ ہے۔
- ☆ پیغمبروں میں ہمارے پیارے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ خوش نصیب کون ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اللہ اور اس کے فرشتے آپ پر درود و سلام اور نعت کے ہدیے پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف دنیا میں آپ کے جاں نثار آپ پر درود و سلام اور نعت کے ہدیے پیش کرتے ہیں۔

ر ح

(واصف علی واصف)

اسلام + فرقہ = صفر

☆ اللہ کو ثابت کرنیکی کوشش کرنے والا بھی اتنا ہی گمراہ ہے جتنا اللہ سے انکار کرنے والا۔

☆ تقربِ حق کا کوئی ایسا دعویٰ جو حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمائے ہوئے میزان کے علاوہ ہو بہتان ہے۔

☆ اگر قرآن کریم میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیا جائے یا کسی لفظ کی تخفیف کر دی جائے تو وہ قرآن نہیں رہے گا۔

☆ اسلام کا اصل رنگ وہی ہے جو یوم تکمیل کے وقت تھا۔

☆ اسلام کو عمل سے نکال کر علم میں داخل کرنے والے اسلام کے محسن نہیں ہیں۔

☆ مومن وہ ہیں جسے بھائی مدد کو پکارے تو وہ اسے قرآ سنانا شروع کر دے۔ مومن وہ نہیں جو وعدہ پورا نہ کرے اور نماز پوری کرے۔۔۔۔۔ مومن وہ نہیں جو منبر پر کھڑے ہو کر

☆ اسلام مسلمانوں کی وحدت فکر و عمل کا نام ہے۔ وحدت ملت سے جدا ہونے والا فرقہ اسلام سے جدا ہو جاتا ہے۔

☆ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سب فرقے اپنے اپنے مقام پر صادق ہیں تو بھی فرقہ سازی کا عمل اسلام کی خوب صورت عمارت کو اینٹ اینٹ میں تقسیم کر دے گا۔

☆ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں کئی لاکھ مساجد ہیں اور کئی لاکھ آئمہ مساجد ہیں لیکن اس کے باوجود قوم کا عالم یہ ہے کہ معاشرے میں تمام برائیاں موجود ہیں۔

☆ ہر فرقہ اسلام کے نام پر علیحدہ ہوتا جا رہا ہے حالانکہ اسلام وحدت ملت کا نام ہے۔

☆ یہ کیسے مسلمان ہیں جن پر بھی اسلام کا نفاذ ہوتا ہے اور یہ کیسا اسلام ہے جو ابھی مسلمانوں پر نافذ ہوتا ہے۔

☆ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں میں وحدت عمل کی کمی ہے۔

☆ افسوس ہے کہ قرآن وہی ہے اللہ وہی ہے اللہ کے رسولؐ وہی ہیں لیکن اسلام وہی نہیں۔

☆ ہم حضور پر نورؐ کے دور سے اتنی دور آ گئے ہیں کہ ایک بار پھر وہیں سے شروع کرنا پڑے کلمہ توحید کو روح وحدت مان کر اسلام کیا عمل شروع کرنا چاہیئے ورنہ علم اور صرف علم اسلام سے بہت دور لے جائے گا۔

☆ کلمہ طیب ہی کلمہ توحید ہے اسی بنیاد پر وحدت ملت کی عمارت استوار کی جا سکتی ہے۔

☆ ہم مسلمان ہیں، یہی ہمارا فرقہ ہے۔ یہی ہماری طریقت ہے اور یہی ہماری جمعیت۔

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہو گا۔
- دعا دراصل نداء ہے' فریاد ہے مالک کے سامنے التجا ہے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- جب کسی قوم یا فرد کا دعا سے اعتماد اٹھ جائے تو آنے والا وقت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا یہ ہے کہ اتنا کرم نہ ہو کہ ہم اس کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا ستم نہ ہو کہ ہم اس کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے' زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشت ہستی میں سایہ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔
- شب تاریک کی تنہائیوں میں ٹپکنے والا آنسو بھی دعا ہے۔
- سر نیاز کا بے نیاز کے سامنے جھک جانا بھی دعا ہے۔
- کسی بے بس کی نگاہ کا خاموشی سے سوئے فلک اٹھنا بھی دعا ہے۔
- کسی مضطرب دل کی دھڑکن بھی دعا ہے۔
- کسی دور رہنے والے کو محبت سے یاد کرنا بھی دعا ہے۔
- ہم کسی کی دعا کی تاثیر ہیں ہماری دعائیں کسی اور زمانے کو اثر دیں گی۔

ر ح

(واصف علی واصف)

تصانیف

واصف علی واصف ؒ

1۔	کرن کرن سورج	(نثرپارے)
2۔	دل دریا سمندر	(مضامین)
3۔	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4۔	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	
6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	گفتگو I	(سوال جواب)
10	بات سے بات	(نثرپارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	گفتگو II	(سوال جواب)
13	گفتگو III	(سوال جواب)
14	گفتگو IV	(سوال جواب)
15	گفتگو V	(سوال جواب)

ملنے کا پتہ

کاشف پبلی کیشنز ○ ۳۰۱ اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

گفتگو۔ے

واصف علی واصف

واصِف علی واصِف

گفتگو ے

کاشف پبلیکیشنز
۳۰۱- اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو۔۷
مصنف	.....	واصف علی واصف
سن اشاعت	.....	۲۰۰۰ء
قیمت	.....	
ناشر	.....	کاشف محمود

ناشر:

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن لاہور، فون: ۵۳۰۴۳۸

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

درِ عطا پہ ہوں میں آخری سوال مگر
اسی سوال کا اک آخری جواب ہوں میں

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

دین کے یومِ تکمیل سے لے کر آج کے زمانے تک کئی صدیوں بعد تک کا فاصلہ طے ہو چکا ہے اور تب سے لے کر اب تک علم کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں کو اپنی اور اللہ کی ذات سے متعارف کراتا رہا ہے۔ ہر صاحبِ علم نے اپنے زمانے کے لوگوں کو اس زمانے کے مجموعی شعور اور مجموعی ذہانت کے درجے کے مطابق علم دیا۔ انہوں نے علم کو ایک دِقّت بنانے کی بجائے اسے لوگوں کی سہولت، عافیت اور سکون کا ذریعہ بنایا۔ جب واصف صاحبؒ کا زمانہ آیا تو یہ دَور پچھلے تمام ادوار سے زیادہ مشکل دَور تھا کیونکہ اس دَور کے مسلمانوں پر ان گنت اِزم، افکار اور نظریات کی یلغار تو تھی ہی مگر سب سے مشکل پہلو یہ تھا کہ مسلمانوں کے اپنے اندر غلط فہمی، کم فہمی اور کم علمی کی وجہ سے فرقے در فرقے بنتے چلے گئے، جس سے اس دَور کا مسلمان یا تو اللہ سے دُور ہوتا گیا یا پھر اللہ کے بارے میں الجھاؤ اور کنفیوژن کا شکار ہونے لگا۔ اس صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذہنوں میں سوال در سوال پیدا ہوتے گئے۔ پھر جب یہ سوال لے کر لوگ واصف صاحبؒ کے پاس پہنچے تو انہیں نہ صرف اپنے سوال کا جواب ملا بلکہ ان کے اندر اپنی اور اپنے اللہ کی پہچان پیدا ہونے لگی۔ یہ وہ علم تھا جس کی چکا چوند سے اندھیروں میں ایک نئی روشنی پیدا ہوئی، نئے راستے نظر آئے اور عمل کا ایک نیا دروازہ کھلا۔ پھر تو لوگ جوق در جوق اپنے سوال لے کر واصف صاحبؒ کی محفل میں شامل ہوا کرتے اور ان کے جواب سے تشفّی پاتے۔ انہی محفلوں کے احوال پر مشتمل چھ کتابیں پہلے ہی پیش کی جا چکی ہیں جنہیں علم اور عرفان کے متلاشیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اس سلسلے کی ساتویں جلد اب پیشِ خدمت ہے۔ ادارہ یہ امید رکھتا ہے کہ قارئین اپنی رائے اور تجاویز کے ذریعے ہم سے ضرور رابطہ رکھیں گے۔

فہرست

(۱)

۱	علمِ نافع یا نفع بخش علم کی کیا تعریف ہے؟	۱۵
۲	عملی زندگی کے لیئے بھی تو علم کی ضرورت ہے؟	۲۳
۳	کچھ سوال تو خلوت میں پوچھنے والے ہوتے ہیں' وہ یہاں ہم کیسے پوچھ سکتے ہیں؟	۲۸
۴	آج کل اتنی مصروفیات ہیں کہ اللہ کے لیئے وقت نکالنا بہت مشکل ہے؟	۲۹
۵	کیا نماز میں کوئی تصوّر کر کے نماز پڑھنی چاہیئے؟	۳۰
۶	اللہ کے راستے پر چلنا اور کامیاب ہونا بہت مشکل ہے' پھر ہم کیا کریں؟	۳۲
۷	انسان چاہتا ہے کہ امتحان کا نتیجہ معلوم ہو جائے تو کیا اللہ کے راستے میں ایسا ہو سکتا ہے؟	۳۳
۸	ہم صحیح اور غلط کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟	۳۶
۹	آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی دعا نہیں مانگنی چاہیئے اِس بارے میں فرمائیں؟	۳۷
۱۰	غیر مذاہب والے تو بڑے منظّم طریقے سے کام کرتے ہیں' ایسے میں ہم مسلمان کیا کریں؟	۳۹

(۲)

۱ موجودہ دور میں رشتوں کی اذیّت سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟ ۴۷

۲ جو لوگ ہمیں اذیّت دیتے ہیں کیا ہم انہیں اس کا جواب نہ دیں؟ ۵۸

۳ کیا ظالم کو طاقت کے ذریعے ظلم سے نہیں روکنا چاہیئے؟ ۶۰

۴ جو لوگ ایسے اداروں میں کام کرتے ہیں جہاں سود ہے تو ایسے لوگوں کے لیئے کیا حکم ہے؟ ۶۶

۵ سرِ دانشِ نورانی کی وضاحت فرمادیں؟ ۶۶

۶ اللہ اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقام میں کیا فرق ہے؟ ۶۸

۷ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ دل میں اللہ اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت پیدا ہوگئی ہے؟ ۷۱

(۳)

۱ انسان بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوتا جاتا ہے' ایسے میں وہ اسلام پر کیسے عمل پیرا رہ سکتا ہے؟ ۷۵

۲	اللہ تعالیٰ اپنا علم براہِ راست دیتا ہے یا کسی بندے کے ذریعے دیتا ہے؟	۸۱
۳	جب مانگے بغیر ہی ملنا ہے تو پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟	۹۴
۴	کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ محبّت میں صحیح جا رہا ہے؟	۹۷
۵	کیا انسان خیال پر کنٹرول کر سکتا ہے؟	۱۰۳
۶	اس کی کیا نشانی ہے کہ انسان کا انتظار صحیح ہے؟	۱۰۶
۷	کیا دنیاوی کاموں میں بھی انتظار کرتے رہنا چاہیئے؟	۱۱۰

(۴)

۱	یہ جو اقبال نے کہا تھا یہ دانائے راز کیا ہوتا ہے؟	۱۱۳
۲	علم اور آگہی کی کوئی بات سنیں تو ذمّہ داری بڑھ جاتی ہے۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟	۱۲۳
۳	یہ جو اتنی ڈھیر ساری تفسیریں ہیں' یہ سب کیا ہے؟	۱۲۴
۴	ہم کس بات کا انتخاب کریں اور کسی مزار پر جا کر ہم کیا کریں؟	۱۲۵
۵	اس سفر میں تو ہماری ابتداء ہے....؟	۱۲۸
۶	اگر ہم صرف اللہ اللہ کرتے جائیں تو بازاروں کی رونق تو بند ہو جائے گی۔ پھر ہم کیا کریں؟	۱۲۹
۷	کیا آپ کے ذہن میں ہماری عملی روحانی تربیّت کا بھی	

کوئی پروگرام ہے؟ ۱۳۰

۸ آپ کی ہر بات پر ہم عمل کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن اصل میں ہم کیا کریں؟ ۱۳۳

۹ اگر مجھے آپ کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو یہ بے ادبی تو نہیں؟ ۱۳۵

۱۰ کیا استعداد میں اضافہ ممکن ہے؟ ۱۳۷

۱۱ دوسروں کو مرعوب کرنے کی خواہش کیسی ہے؟ ۱۳۸

(۵)

۱ عزّت اور ذلّت کی اصل حقیقت کیا ہے؟ ۱۴۷

۲ آپ نے فرمایا ہے کہ اہلِ مزار کے درجات بڑھتے رہتے ہیں تو یہ کیسے ہوتا ہے؟ ۱۵۸

(۶)

۱ جس طرح انسان پرورش پاتا ہے کیا اسی طرح رُوح بھی بڑھتی ہے؟ ۱۶۳

۲ کیا تزکیۂ نفس اور رُوح کی تلاش ایک چیز ہے؟ ۱۷۵

۳ کیا انسان روح کی دریافت میں جلد باز ہے؟ ۱۷۷

۴ خیال کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟ ۱۸۲

۵ انسان جو محنت اور وظیفہ کرتا ہے، اگر اس کا نتیجہ نہ نکلے تو کیا وہ ضائع ہو جاتے ہیں؟ ۱۹۱

۱ جس گناہ کی اللہ سے معافی مانگ لی جائے اس کا کیسے
پتہ چلے گا کہ معافی ہو گئی ہے؟ ۱۹۹

۲ زندگی میں تو بے شمار مسائل کا سامنا ہے، پھر
اللہ سے رجوع کیسے کریں؟ ۲۱۹

(۸)

۱ تلاشِ حق کیا ہے اور حق کے مسافر کے لیئے بیعت
کیوں ضروری ہے؟ ۲۷۷

۲ کیا مشیّتِ ایزدی کبھی حق تلفی کر کے بھی انسان کے
درجے بڑھا دیتی ہے؟ ۲۳۶

۳ امام حسینؑ کو حق حاصل تھا کہ وہ خلیفۂ وقت بنتے لیکن
وہ شہید ہو گئے۔ ۲۳۶

۴ آج کل یہ جو بیعت کم ہو گئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ ۲۴۵

۵ محبّت اور عقیدت میں کیا فرق ہے؟ ۲۵۱



۱ علمِ نافع یا نفع بخش علم کی کیا تعریف ہے؟

۲ عملی زندگی کے لیئے بھی تو علم کی ضرورت ہے؟

۳ کچھ سوال تو خلوت میں پوچھنے والے ہوتے ہیں' وہ یہاں ہم کیسے پوچھ سکتے ہیں؟

۴ آج کل اتنی مصروفیات ہیں کہ اللہ کے لیئے وقت نکالنا بہت مشکل ہے؟

۵ کیا نماز میں کوئی تصوّر کر کے نماز پڑھنی چاہیئے؟

۶ اللہ کے راستے پر چلنا اور کامیاب ہونا بہت مشکل ہے' پھر ہم کیا کریں؟

۷ انسان چاہتا ہے کہ امتحان کا نتیجہ معلوم ہو جائے تو کیا اللہ کے راستے میں ایسا ہو سکتا ہے؟

۸ ہم صحیح اور غلط کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

۹ آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی دعا نہیں مانگنی چاہیئے اس بارے میں فرمائیں؟

۱۰ غیر مذاہب والے تو بڑے منظّم طریقے سے کام کرتے ہیں' ایسے میں ہم مسلمان کیا کریں؟

سوال :۔

علمِ نافع یا نفع بخش علم کی تعریف کیا ہے؟

جواب :۔

وہ علم جو عقیدے کے بغیر بھی چل سکتا ہو' وہ نفع بخش نہیں ہو سکتا۔ اب آپ دیکھیں کہ بلڈنگ ڈیزائن کرنے والے کے کام میں عقیدہ شامل نہیں ہے۔ یہ نفع بخش نہیں ہو گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ جو علم اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف سے آئے تو پھر یہ علمِ نافع ہو گا۔ جو علم آپ کو اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے قریب رکھے وہ نافع ہو گا۔ جو ایک کافر علم حاصل کر سکتا ہے مثلاً" میڈیسن ہے یا ریسرچ ہے' یا کائنات کے راز معلوم کرنے کا علم ہے تو اللہ نے خود کہا ہے کہ کائنات کی تشکیل کو تلاش کرو۔ یہ عقیدے کے بغیر والا بھی کر سکتا ہے۔ اگر عقیدے کے بغیر یہ علم ہے تو اللہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ تو ثابت یہ ہوا کہ راز کی دریافت سے پہلے ایک راز ہوتا ہے اور راز کو معلوم کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جسم کیا ہے' جگر کیا ہے' اس کا فنکشن کیا ہے'

ہارٹ کیا ہے' ہارٹ فیل کیا ہے اور ہارٹ بریک کیا ہے۔ تو یہ ساری ریسرچ ہے' یہ سارا علم ہے لیکن یہ علمِ نافع نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس میں خالق کا ذکر نہیں ہے۔ یہ باہر کی ریسرچ ہے اور اندر کی ریسرچ اور ہے جسے مذہب کے حساب سے دیکھیں گے کہ Why has man come to this world انسان اس دنیا میں کیوں آیا ہے؟ کس کے لیئے آیا ہے؟ اس دنیا کو چلانے والا کون ہے اور انسان کا End کیا ہے' عاقبت کیا ہے' اس زندگی کے اندر انسان کو کس نے بھیجا' وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس نے کتنے دلوں کو توڑا؟ یہاں سے Return کون کرائے گا؟ کیا وہی ہستی واپس بلائے گی جس نے یہاں بھیجا ہے؟ اگر بھیجتا ہے تو واپس کیوں بلواتا ہے؟ واپس بلوانا ہے تو بھیجا کیوں تھا؟ پھر یہ سب شور کیا ہے' سارا مائنڈ کیا ہے اور پھر Feelings کیا ہیں' احساسات کیا ہیں' غم کیا ہے' خوشی کیا ہے' عقیدہ کیا ہے اور عقیدے کے بغیر کیا صورت حال ہے؟ وہ کام جو عقیدے کے بغیر ہو جائیں علمِ نافع نہیں کہلائیں گے۔ پھر علمِ نافع کیا ہوا؟ وہ علم جو آپ کو آپ کے مستقبل بعید کی منزل بتائے۔ وہ علم بتائے گا کہ آخرت کیا ہے اور انجام کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو فرائض آپ کے ذمے لگائے ہیں ان کا علم' علمِ نافع کہلائے گا۔

اللہ نے فرمایا ہے الھٰکم التکاثر مطلب یہ ہے کہ کثرت ہر آدمی کی خواہش ہے۔ علم حاصل ہونے کی کثرت کی خواہش اچھی ہے۔ مگر یہ بھی علم ہے کہ بینک کیا ہے' بینک میں مال کیسے جمع کیا جاتا ہے اور مال میں اضافہ کیسے ہوتا ہے۔ یہ علم تو ہے مگر علمِ نافع نہیں ہے کیونکہ جمع کرنے سے انسان غافل ہو جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ الھٰکم التکاثر

حتٰی زر تم المقابر یعنی "غافل کر دیا تمہیں کثرت نے حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے"۔ تو کثرت کا علم تو ہوتا ہے لیکن وہ غافل کرنے والا علم ہے' حتیٰ کہ وہ علم حاصل کرنے والا قبر میں جا گرتا ہے۔ قبر کا ایک معنی Nothing بھی ہے یعنی ختم ہو جانا۔ اس لیئے کافر کی بھی قبر ہے کیونکہ وہ Nothing ہو جاتا ہے اور جب نہ ہونے کے بعد اس نے ہونا ہے تو وہ قبر دوبارہ آ گئی۔ تو قبر وہ عرصہ ہے جو ہونے کے بعد دوسری مرتبہ ہونا ہے۔ تو علمِ نافع کیا ہو گا؟ جو آپ کو آپ کے Master یعنی آقا کی طرف سے فرائض سے آگاہ کرے۔ اگر آپ کے مالک کی طرف سے' Creator کی طرف سے' خالق کی طرف سے علم ہو اور عقیدے کے ساتھ ہو تو وہ نافع علم ہے۔ وہ علم جس سے آپ کی زندگی کا فنکشن یا عمل عقیدے کی سلامتی کے ساتھ چلے تو وہ علمِ نافع کہلائے گا۔ اس لیئے یہ دُعا کی گئی ہے کہ یا اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں اس علم سے جو نفع نہ دے۔ اب یہاں ایک بات پر آپ ذرا غور کرو تو علمِ نافع تعلیم نہیں ہے بلکہ اور علم ہے' جب میڈیسن نہیں آئی تھی تو اس وقت طب تھی' حکیم صاحب نے نبض کو دیکھا اور بتا دیا' مریض کی جان بچائی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ مگر اصل حکمت کیا ہے؟ بیماری کی منشاء کو پہچاننا۔ بیماری اصل میں وہ ہوتی ہے جب عزرائیل کے آنے کا ٹائم ہو۔ جاننے والے اس وقت دخل نہیں دیتے اور جب مریض کو وہ خطرناک بیماری نہیں ہوتی تو جاننے والے اس کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں' تم ٹھیک ہو جاؤ گے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے پیچھے عزرائیل نہیں ہے۔ تو یہ علم جو ہے علمِ نافع ہوتا ہے۔ تو علمِ نافع کیا ہوتا ہے؟ جس میں

اللہ کی رضا کی پہچان ہو۔ اگر رضا کی پہچان نہیں تو وہ علمِ نافع نہیں ہے اور آپ جو تعلیم حاصل کرتے رہتے ہیں' یہ نافع نہیں ہے کیونکہ جو پیسہ جمع کرنے کا علم ہے یعنی تعلیم کے ذریعے پیسہ جمع کرنا Function of life یعنی زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ فرعون نے پیسہ جمع کیا' سلطنت بنائی اور آپ کہتے ہیں کہ یہ لعنت والی بات ہے۔ اور ابلیس نے باغی ہو کے Almost next to Allah اپنی طرف سے بادشاہی بنا لی مگر یہ نقصان والا علم ہے' بغاوت کا علم ہے۔ آپ نے جو اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے' وہ جن چیزوں کے ساتھ تعارف کرواتی ہے' آپ کو تو ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہو گی۔ لہٰذا صرف تعلیم ہی علم نہیں ہے۔ اب دنیا کے اندر سمجھنے والی یہ ضروری بات ہے کہ دنیا کے اندر علم رکھنے والے لوگ اکثر تعلیم سے باہر تھے۔ اللہ میاں نے ان کو اپنی طرف سے علم دیا۔ غالب نے کوئی ایم۔ اے نہیں کیا' کسی یونیورسٹی میں داخلہ نہیں لیا۔ وارث شاہؒ کے بغیر پنجابی کا ایم اے نہیں ہو سکتا اور وارث شاہؒ خود بی۔ اے پنجابی نہیں تھے۔ اس کے پاس پنجابی تعلیم نہیں تھی بلکہ پنجابی کا علم تھا۔ شیکسپیئر جو ہے وہ دوسری جماعت میں سکول سے بھاگ گیا تھا۔ بھاگا بھاگا جا کے سٹیج کے اندر چلا گیا' وہاں پہ پردہ اٹھانے کا کام کرنے لگا۔ چلتے چلتے اس نے ایک ڈرامہ لکھا' پھر دوسرا ڈرامہ لکھا۔ پھر چھتیس ڈرامے لکھے' پھر افسانے لکھے اور پھر نظمیں لکھیں۔ پھر دنیائے تھیٹر میں شیکسپیئر نے وہ کردار پیش کئے کہ شاید نیچر میں کوئی کردار ایسا نہیں رہ گیا جو اس کے ڈرامے میں نہ ہو۔ تو یہ تعلیم نہیں ہے بلکہ علم ہے۔ اسی طرح ایک آدمی تھا جسے آپ ارسطو کہتے ہیں' اس کے پاس علم تھا لیکن تعلیم نہیں

تھی، تو ابتدائی طب کا علم اس کے پاس تھا جس کے پاس تعلیم نہیں تھی۔ تو ابتدائی طب کس کے پاس ہے؟ جس کے پاس تعلیم نہیں ہے۔ تو علم کے بعد تعلیم جو ہے، اسی علم کی تصویر کا دوسرا نام ہے اور وہ علم بغیر تعلیم کے ملتا ہے۔ تو ثابت کیا ہوا؟ معلّمِ کائنات دنیاوی تعلیم کے علاوہ بھی ہو سکتے ہیں اور وہ علم جو اس معلّمِ حقیقی کی تعلیم سے حاصل ہو اور ہدایت کے ساتھ ہو تو یہ علمِ نافع ہے۔ تو علم کیا ہے؟ جس میں عقیدے کا ہونا برحق ہے اور لازمی ہے۔ عقیدے کے بغیر جو علم ہے، وہ نافع نہیں ہو گا چاہے وہ علم Useful کہلاتا ہو، بظاہر نفع دینے والا ہو۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے بڑا نفع ترک کر کے چھوٹے نفع پہ زندگی کو قربان کر دیا اور یہ تجارت خسارے کی ہو گی۔ تو خسارے کی تجارت یہ ہے کہ مثلاً" آپ نے اپنی زندگی کے یہ سال اچھے گزار لیئے اور آگے آپ نے کروڑوں سال کہاں گزارنے ہیں۔ اگر آگے کا نہ سوچا تو پھر آپ کے اعمال تو ضائع ہوگئے اور تجارت خسارے میں چلی گئی۔ چاند پر جانا کائنات کی تسخیر نہیں ہے یا مریخ کو پہچاننا تسخیر نہیں بلکہ مشیّت کو پہچاننا تسخیر ہے۔ اسی طرح آپ نے سورج کو دیکھا تو وہ بڑا خوب صورت لگا مگر آپ نے کہا کہ ہم اس سورج کی پرواہ نہیں کرتے، سورج کو بنانے والے نے کروڑہا سورج بنائے ہیں، وہ اتنی بڑی اور وسیع کائنات بنانے والا ہے کہ نہ اس کی وسعت کا حساب ہے اور نہ اس کی باریکیوں کا حساب ہے، جسم میں ملین کے حساب سے لمبی شریانیں ہیں اور ان میں خون دوڑا جا رہا ہے۔ تو یہ اس "العلیم اور" الحکیم ذات کا علم ہے، اس سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علمِ نافع کہلاتا ہے۔ باقی کا علم تعلیم ہے اور

ریکارڈ ہے۔ اور یجنل اور اصلی علم دینے والے تعلیم سے آزاد ہوتے ہیں۔ تو وہ علم جاننے والے کہتے ہیں کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا اور وہی تو جانتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ سقراط سے کسی نے کہا کہ تو بڑے آرام سے زہر پی رہا ہے تو اس نے کہا کہ میں Enjoy کر رہا ہوں' مزے لے رہا ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ کے لیئے رہ جانا ہے اور تم لوگوں کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا اور وہ واقعی رہ گیا کیونکہ اس کے پاس سولی پہ چڑھ جانے کا علم تھا' کسی اور کو یہ پتہ نہیں تھا۔ اب فتح یزید کی ہوئی ہے یا فتح امام حسینؑ کی ہوئی ہے۔ یزید کی فتح شکست کا نام ہے' اور امامؑ کی شکست فتح کا نام ہے۔ اگر آپ یہی بات سمجھ جائیں کہ نفع کس کو ہوا تو پھر آپ کو ساری منطق معلوم ہو جائے گی کہ نافع علم کیا ہوتا ہے۔ بظاہر تو یزید کو نفع ہوا لیکن آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ آج خود کہتے ہیں کہ علمِ نافع کس کے پاس ہے یعنی امام عالی مقامؑ کے پاس ہے۔ تو علمِ نافع یہی ہے۔ علمِ نافع یہ ہے کہ جان دے کر جان بچا لینا۔ تو یہ ہے علمِ نافع۔ علمِ نافع یہ ہے کہ سارا سال تقسیم کرو اور پھر تم سخی بن جاؤ گے۔ اگر اللہ کے راستے میں آپ محتاج ہو جائیں تو پھر سخی کہلائیں گے حالانکہ محتاج سخی کبھی نہیں ہوتا۔ تو یہ علمِ نافع ہے۔ علمِ نافع دُعا کا علم ہے' رُوح کا علم ہے' خیال کا علم ہے' مشّیت کا علم ہے' بزرگانِ دین کے قریب رہنے کا علم ہے' اپنی قبر کو پہچاننے کا علم ہے' یہ جاننا ہے کہ جب چھوڑ ہی جانا ہے تو جمع کیا کرنا ہے۔ علم یہ ہے کہ یا تو آپ چھوڑ دیں ورنہ آپ نے ضرور چھوڑ جانا ہے۔ تو یہ دیکھنا ہے کہ آپ نے کیا حاصل کیا' کیا بنایا اور کیا نہ بنایا' جس کو بچانا تھا اگر آپ اس کو بچا نہ سکے تو

آپ نے کیا بچایا؟ آپ تو پیسہ بچاتے رہے ہیں جو کہ آپ کے کام نہیں آیا حالانکہ جان بچانا تھی اور وہ آپ بچا نہ سکے' بیماری سے نہیں بچ سکے' کمزوری سے نہیں بچ سکے' اور موت سے نہیں بچ سکے۔ یہاں پر یا تو باپ بیٹے کو روئے گا یا بیٹا باپ کو چھوڑ کر چلا جائے گا۔ تو باپ بیٹا دونوں میں سے ایک نے دوسرے کو رونا ہے اور ایک بھائی نے آ کر دوسرے کو رونا ہے۔ ایک نہ ایک دن ان ہونی نے ہو جانا ہے۔ اس لیئے آپ اس اصل علم کو پہچانیں۔ جب تک یہ علم نہ آیا آپ کے پاس صرف تعلیم ہی رہے گی اور آپ کی تعلیم خسارے کی ہے۔ تو نافع علم کیا ہوا؟ اصلی راز کو پہچاننا اور اصلی شخص کو پہچاننا' یہ پہچاننا کہ اس کے پیچھے مصلحت کیا ہے اور واقعات کیا ہیں۔ یہ آپ روز دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کو غریبی میں آسائش ہے اور دوسرے کو دولت کے اندر پریشانی ہے مگر دنیا دولت کے پیچھے پڑی ہوئی ہے اور پریشان ہے۔ ایک آدمی تو سکون سے ہوتا ہے اور دوسرا تخت پر بیٹھا ہوا سسکیاں بھرتا رہتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں اس کی حکومت ختم نہ ہو جائے اور داتا صاحبؒ کو دیکھیں تو ہر دور ہی ان کا ہے ۔

نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی

ان کی حکومت میں کوئی Change نہیں ہے' کبھی تبدیلی نہیں آئے گی۔ وہ ایسا نافع علم ہے جس سے آپ ہمیشہ فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے موت کو مسخر کر لیا ہے' وہ کامیاب زندگی کا حوالہ ہیں۔ تو نافع علم وہ جو آپ کے عقیدے کے ساتھ چلے اور عقیدہ محفوظ ہو جائے۔ ڈاکٹر کا علم بھی عِلمِ نافع بن سکتا ہے اگر وہ یہ سوچ کر مریض کا

علاج کرے کہ میں اللہ کی رضا کے لیئے یہ سب کر رہا ہوں' اللہ کی مشّیت کے مطابق کر رہا ہوں' کیونکہ اللہ نے اس کو بچانا ہے اس لیئے وہ اس کو میرے ذریعے بچا رہا ہے۔ تو یہ مشّیت کا علم ہے اور علمِ نافع ہے۔ اگر علاج میں صرف پیسے کمانے کا علم ہے تو پیسہ تو ان لوگوں کے پاس وافر ہے جن کے پاس عقیدہ نہیں ہے۔ تو علمِ نافع یہ ہے کہ مشّیت کو پہچانا جائے اور عاقبت کو پہچانا جائے۔ تو عاقبت کے حوالے سے علم حاصل کرنا علمِ نافع ہے اور دنیا کے حوالے سے علم حاصل کرنا دنیاوی علم ہے۔ وہ چیز جو فانی نتیجہ دیتی ہے اس کا علم نافع نہیں ہے اور وہ علم جو باقی کا نتیجہ دیتا ہے وہ علمِ نافع ہے۔ باقی اور فانی کا فرق تو آپ سمجھتے ہوں گے۔ مثلاً" مکان فانی ہے اور جو نیکی ہے اور خیرات ہے' وہ فانی نہیں۔ اس لیے وہ علمِ نافع ہے جس کا حوالہ بقاء کے ساتھ ہو مثلاً" اللہ کی راہ میں جان دینا باقی ہو جانا ہے۔ جان تو وہ بھی دیتا ہے جو اللہ کی راہ میں نہیں ہوتا یعنی مرا تو وہ بھی ہے مگر وہ فانی ہے اور جو فیلڈ میں مرا' وہ اور ہے۔ اس کا علم' علمِ نافع ہے! اب آپ یہ جائزہ ضرور لیں کہ آپ جو کام کر رہے ہیں یہ کس حصول کے لیئے کر رہے ہو؟ اگر حصول کوئی ایسا کام ہے جو دنیا کے حوالے سے ہے تو پھر اس علم سے جتنا جلدی نجات پائیں بہتر ہے۔ مثلاً" پیسہ کمانا ہے تو اگر پیسے کمانے کے اندر آپ کا ارادہ اللہ نہیں تو یہ فانی ہے اور اگر پیسہ کسی نیکی میں یا دین کی راہ میں آپ نے خرچ کرنا ہے تو وہی پیسہ کمانا بامراد ہو جاتا ہے۔ آپ پیسہ اپنی انا کی تسکین کے لیئے جمع کر رہے ہیں تو پھر یہی فنکشن خراب ہو گیا۔ ہر کام بیک وقت نیک بھی ہو سکتا ہے اور بد بھی ہو سکتا ہے' دیکھنا یہ ہے کہ

اس کے پیچھے کیا چیز ہے یعنی آپ کی Intention کیا ہے' نیّت اور ارادہ کیا ہے۔ اگر نیّت اور ارادہ عاقبت ہو تو وہی کام نیکی ہو جاتا ہے۔ اگر نیّت اور ارادہ صرف دنیا ہو تو پھر عبادت بھی فانی ہے اگر آپ کا نیک ہونا شہرت کے لیئے ہے' آپ کی عبادت شہرت کے لیئے ہے تو سمجھو یہی عبادت حجاب ہے۔ اگر آپ کی عبادت آخرت کی تمنّا کے لیئے ہے تو پھر یہ آپ کے لیئے علمِ نافع ہے۔

سوال :۔

پریکٹیکل لائف یعنی عملی زندگی کے لیئے بھی تو علم کی ضرورت ہے؟

جواب :۔

آپ جسے پریکٹیکل لائف کہہ رہے ہیں اس کا ایک فنکشن ہے' وہ ایک پیشہ ہے' نوکری ہے اور کاروبار ہے۔ جسے آپ پریکٹیکل لائف کہتے ہیں یہ وجود کی Preservation کے لیئے ہے' جسم اور رُوح کو زندہ رکھنے کے لیئے ہے تاکہ زندگی قائم رہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ زندگی قائم رہے تو اس کا آپ علم حاصل کرتے ہیں اور پھر تعلیم حاصل کرتے ہیں' یا کام کرتے ہیں۔ پہاڑ ہمیشہ قائم رہتا ہے لیکن نہ عذاب ہے اور نہ ثواب ہے۔ آسمان ہمیشہ قائم رہتا ہے اور نہ تو وہ مسلمان ہے اور نہ کافر۔ مگر آپ جمادات اور حیوانات تو نہیں ہیں۔ مثلاً" پتھر کا علم ہے' دھات کے زمانے سے پہلے پتھر کا زمانہ تھا۔ پتھر تو مرتا نہیں ہے چاہے وہ ٹوٹتا جائے اور بجری بن جائے' پھر بھی اس کا وجود قائم رہتا ہے۔ وہ انسان

جو پریکٹیکل لائف کا علم حاصل کر رہا ہے اس کو یہ علم پتھر بنا دے گا' سنگ بنا دے گا بلکہ خشت و سنگ بنا دے گا۔ علم وہ ہوتا ہے جو ہر زمانے کے ساتھ اور گزرتے زمانوں کے ساتھ آپ کے اندر شعور قائم رکھے چاہے آپ دنیا سے رخصت بھی ہو جائیں مثلاً" ایک درویش کو ہی دیکھ لیں' وہ زندگی میں بھی لوگوں کو شعور دیتا ہے اور دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی لوگوں کو شعور دیتا رہتا ہے' شعور کی تلاش میں لوگ خانقاہوں پر جاتے ہیں اور انہیں شعور ملتا ہے۔ تو ایسا شخص موت سے آزاد ہوتا ہے جس کے مزار پر بیٹھنے سے شعور ملتا ہے' وہاں بیٹھنے سے خیال بدل جاتا ہے اور خیال کا بدل جانا ہی ان کا فیض ہوتا ہے۔ یعنی پہلے خیال کچھ اور ہوتا ہے' پھر مزار پہ جاکے بیٹھنے سے خیال اور ہو جاتا ہے۔ مزار پہ جاکے ایک شخص بیٹھا تو اسے یہ خیال ملا کہ ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

تو خیال کا آ جانا جو ہے یہی احسان ہوتا ہے اور مہربانی ہوتی ہے۔ اگر حیواناتی علم ہے' اور پتھر کا علم ہے' تو آپ کی Sensibility یا احساس جہاں پر مجروح ہو جائے وہاں آپ یہ دیکھیں کہ اس علم نے آپ کو نقصان پہنچایا جو آپ حاصل کر رہے ہیں' تو آپ کی Realization یعنی حقیقت شناسی' Sense یعنی احساس اور احساس کی Sublimity یعنی تصعید ہو جانا ہی اصل علم ہے۔ تو اس علم کے ذریعے آپ Sublime ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان اپنے اصل یعنی مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے' پھر اپنے مالک کو پہچانتا ہے' اپنے خالق کو پہچانتا ہے اور اپنے رازق کو پہچانتا ہے۔ اگر آپ نے یہ پہچانا کہ تنخواہ دینے والی فیکٹری آپ کی

رازق ہے تو پھر تو آپ مارے گئے کہ زندگی بیچ کر زندگی گزار رہے ہیں مگر ایمان ضائع کر دیا' آپ نے اپنے بارہ گھنٹے بھی بیچ دیے' محنت بھی کی اور محنت کے بعد عذاب بھی خرید لیا۔ کبھی رشوت کا عذاب اور کبھی ملاوٹ کا عذاب خود خرید لیا۔ تو آپ دنیاوی ضروریات کا علم ضرور حاصل کریں لیکن یہ خیال رہے کہ کہیں اس علم اور عمل کے بعد آپ کی عاقبت ضائع نہ ہو۔ اس علم کے ذریعے آپ بیوی بچوں کی خدمت کریں' مریضوں کی خدمت کریں اور دوسروں کی خدمت کریں مگر یہ خیال رہے کہ یہ خدمت اللہ کے آگے جواب دہ ہے۔ اگر آپ اللہ کے آگے جواب دہ ہیں تو یہ نیکی ہے اور اگر جواب دہ نہیں ہیں تو یہ غلطی ہے' آپ کی نیکی بھی رد ہو جائے گی۔ اس لیئے آپ اپنی Sensibility کو' احساس کو قائم رکھیں' محفوظ رکھیں۔ زندگی تو چلتی جا رہی ہے' آپ کے جو قواء غالب ہیں وہ مغلوب ہوتے جارہے ہیں۔ بینائی کمزور ہوتی جا رہی ہے' پھر آپ کو کوئی چیز نظر آنا ختم ہو جائے گی' احساس معطّل ہو جائے گا' اور سارا کاروبار تباہ ہوتا جائے گا۔ افسوس ہے' اس آدمی پر جس نے بڑی محنت سے کوئی راستہ اختیار کیا' بڑی سخت محنت کی اور جب محنت کرنے کی عمر گزر گئی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کی ساری محنت غلط ہو گئی' اب اس کے پاس نہ تو طاقت ہے' نہ ہمّت ہے اور نہ نیا راستہ چُننے کی صلاحیّت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں اسے الجھا دیا۔ آپ ساری عمر باریک سوت کاتتے کاتتے دن رات محنتیں کرتے ہیں' کتابیں پڑھتے ہیں' راتوں کو جاگتے ہیں' دنوں کو محنت کرتے ہیں اور آخر میں خود

ہی کہتے ہیں کہ میں نے یہ کیا کیا۔ ساری عمر کام کرتے رہے اور آخر میں پتہ چلا کہ وہ سب غلط تھا۔ اس لیئے آپ وہ راز معلوم کریں کہ آپ کا آج کا دن کسی اور دن سے ابتر ثابت نہ ہو اور آج کی بات کسی اور زمانے میں جاکر نقصان میں ظاہر نہ ہو۔ آج آپ خواہش کے پیچھے ایسے نہ بھاگیں جیسے مٹھائی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ ایک دن ایسا ہونا چاہئے جب آپ خود ہی اپنا جائزہ لیں اور اپنی عاقبت کا سوچیں۔ یہ ضرور سوچیں کہ کیا آپ کی گزری ہوئی زندگی میں کوئی وقت ایسا تھا جب آپ نے سوچا تھا کہ وہ وقت کیسے گزر سکتا ہے اور پھر آج وہ وقت گزرا ہوا ہے۔ تو ایسے ہوتا ہے۔ جب وہ وقت تھا تو آپ نے کہا تھا کہ وہ کیونکر گزر جائے گا۔ کیا آج کا وقت جو ہے یہ نہیں گزر سکتا؟ وہ پرانا دن بھی تو نہیں گزر سکتا تھا' وہ رات بھی نہیں گزر سکتی تھی مگر اس کو گزرے ہوئے بھی زمانے ہو گئے۔ تو اسی طرح یہ گھڑی بھی گزر جائے گی اور پھر آپ کی یہ زندگی جو ہے یہ ساری ختم ہو جائے گی اور آپ سے پوچھا جائے گا کہ یہاں کتنے دن رہے تو آپ کہیں گے کہ ہم یہاں ایک دو دن رہے ہیں' یہ تو بس کھانے پینے میں ہی ضائع ہو گئے۔ تو انہی دو چار دنوں کے اندر سارے کا سارا کھیل ختم ہو جائے گا اور آپ نے اس میں کرنا کچھ بھی نہیں۔ یہ معمولی سی بات ہے اور اس میں لمبے چوڑے شعور کی بات بھی نہیں' آپ جیسے پیدا ہوئے ہیں ویسے ہی بن کے مریں۔ یعنی کہ جس طرح معصوم پیدا ہوئے' اسی طرح معصوم بن کے مریں اور یہاں کا علم یہیں چھوڑ دیں' جو علم اٹھایا ہے آپ اسے یہاں چھوڑ دیں۔ ایسے بن جائیں As you were born تو اپنے آپ کو بچے جیسا کرلیں یعنی بچے

کی طرح معصوم کر لیں' جیسے آپ تھے۔ اگر آپ اتنا بھی نہ کر سکے تو پھر آپ نے کیا کیا۔ تو جو جِن آپ کو یہاں چمٹے ہیں' ان کو آپ یہیں نکال دیں۔ اس لیئے آپ ضرور سوچیں کہ آپ نے کیوں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ What you have made of yourself یعنی آپ نے اپنے آپ کو کیا بنا دیا۔ There was a time ایک وقت تھا کہ آپ اچھے ہو سکتے تھے مگر آپ نہیں بن سکے۔ And now you can not تو اس میں کیا بات ہے؟ آپ برائی کے راستے کیوں تلاش کرتے رہتے ہیں' بدی کیوں تلاش کرتے ہیں۔ آپ تو جھوٹی شہرت تلاش کرتے ہیں اور مال دولت تلاش کرتے ہیں حالانکہ آپ نے پڑھا ہوا ہے کہ الھٰکم التکاثر حتٰی زرتم المقابر تم دولت کی تلاش میں قبروں تک جا پہنچے۔ کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون پھر تم جان لو گے بلکہ تم ضرور جان لو گے۔ کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم پھر آپ اپنے علم یقین کے ساتھ جان لو گے کہ جہنم کیا ہے؟ ثم لترونھا عین الیقین جب آپ جہنم کو دیکھیں گے تو پھر آپ کو یقین ہو جائے گا کہ جو ہم کہتے تھے وہی صحیح تھا ۔ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم اس دن آپ سے پوچھا جائے گا کہ نعمتیں دینے والے کی آپ نے بات کیوں نہ مانی۔ نعمت دینے والے کی بات پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ نعمتیں آپ نے کہاں ضائع کیں۔ اللہ تعالٰی کہے گا کہ فلاں کام سے میں نے روکا تھا مگر آپ وہ کرتے رہے' آپ ضد میں تھے' انا میں تھے' لالچ میں تھے' شہوات میں تھے' خواہش میں تھے اور منع کرنے کے باوجود منع نہیں ہوئے۔ آپ کو سمجھایا گیا' مارا گیا' کبھی غریبی دی گئی' کبھی حالات خراب

کر دیئے گئے مگر آپ نہیں سمجھے۔ آپ وہ کیریر تلاش کریں' وہ علم تلاش کریں جس سے آپ کی عاقبت بہتر ہو۔ ہر مرض کا علاج ہوتا ہے لیکن ایک مرض کا علاج نہیں ہوتا اور وہ غفلت ہے۔ غفلت کا علاج نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا غفلت سے بچیں اور اپنی عاقبت کو اپنی ظاہری زندگی پر قربان نہ کریں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ہر پیدا ہونے والا ضرور مرے گا۔ اگر دعا سے کوئی مریض ٹھیک ہو بھی گیا تو کچھ عرصہ بعد ضرور مر جائے گا۔ تو یہ زندگی فراق کا نام ہے اور داستان الفراق ہے' موت وصال کا نام ہے۔ چونکہ زندگی فراق ہے اس لیے فراق کی تمام تکلیفیں یہاں پر ہوتی ہیں۔ آپ Mentally تیار رہیں' ذہنی طور پر تیار رہیں کہ ہر حادثہ یہاں ہونا ہے کیونکہ یہ حادثات کا گھر ہے اس لیئے آپ اللہ کا فضل تلاش کریں۔ اللہ کو یاد رکھو گے تو اللہ کا فضل ہوگا۔ اب اور سوال پوچھو ------

سوال :۔

سر! کچھ سوال تو خلوت میں پوچھنے والے ہوتے ہیں' وہ یہاں ہم کیسے پوچھ سکتے ہیں؟

جواب :۔

غالبؔ کا ایک شعر ہے کہ ؎

غالبؔ نہ کر حضور میں تُو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

تو کہتے یہ ہیں کہ جو جانتا ہو اسے مت بتاؤ اور جو جانتا نہیں اسے کیا بتاؤ گے؟ یعنی ایک شخص نے تو بغیر پوچھے آپ کی مدد کی' دوسرا پوچھنے

کے بعد بھی مدد نہیں کرتا۔ اس لیئے آپ اس ذات سے تعلّق حاصل کریں تو پھر آپ کو خلوص مل جائے گا اور آپ کا کام ہو جائے گا۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ جب آپ یہاں سوال کرتے ہیں تو یہ سارے کے سارے خلوت کے سوالات ہوتے ہیں اور ساتھ بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو بات سمجھ نہیں آتی! یہ خاص چیز ہے۔ آپ کا سوال بنانا ایسا ہونا چاہیے' کہ آپ کا ذاتی مسئلہ بھی حل ہو جائے' اور لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔

اب اگر ذاتی بات ہے' ذاتی سوال ہے تو آپ یوں کہیں گے کہ یہ کچھ لوگوں کا خیال ہے' حالانکہ وہ آپ کا خیال ہے۔ اس لیئے جلوت کے اندر خلوت اور خلوت کے اندر جلوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود بھی تخلیہ اور تنہائی ہوتی ہے۔ آپ اتنی مہربانی ضرور کریں کہ اپنے ساتھیوں کو بھی اپنی خلوت میں شامل کر لیں یہ ساری باتیں عام طور پر وہ ہوتی ہیں جو سب کے ساتھ ہو رہی ہوتی ہیں۔

سوال :۔

آج کل اتنی مصروفیات ہیں کہ اللہ کے لیئے وقت نکالنا بہت مشکل ہے؟

جواب :۔

کچھ لوگ دفتر میں بیٹھے ہوتے ہیں اور ذکر کرتے رہتے ہیں۔ تو دفتر کی اتنی مصروفیات کے باوجود بھی آپ کو صاحبِ ذکر مل جائیں گے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز کی سمجھ نہیں آتی' سکون نہیں ہوتا اور راحت

بھی جاتی رہتی ہے۔ مگر بے شمار چیزوں کی یلغار کے باوجود صاحبِ نماز اب بھی موجود ہیں۔ تو آپ اپنا کام کرتے جائیں اور دوسرے اپنا کام کریں۔ پھر آپ کو وقت نکالنا نہیں پڑے گا بلکہ یہ سب خود ہوتا جائے گا۔

سوال :۔

کیا نماز میں کوئی تصوّر کرکے نماز پڑھنی چاہیے مثلاً" یہ کہ ہم بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے ہیں۔

جواب :۔

بیت اللہ کا تصور کرنا بلکہ کسی چیز کا تصوّر کرنا منع ہے اور تصوّر ہو جائے تو جائز ہے۔ ایک حال میں اگر تصوّر نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی اور دوسرے حال میں تصوّر ہو تب بھی نماز نہیں ہوتی۔ اگر خود کرنے سے تصوّر ہو تو نماز حرام ہو گی اور منع ہے۔ یہ تو غیر ہے کیونکہ یہ آپ کا کیا ہوا ہے اور اگر اُدھر سے ہو گیا تو وہ عین اللہ ہے۔ تو اگر آپ کوشش کریں گے تو یہ ناجائز ہے اور خود ہو جائے تو یہ جائز ہے ۔

بٹھا کے دل میں اسے اس کی ہی نماز پڑھی
اسی کے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا

مطلب یہ ہے کہ مالک خود موجود ہو تو آپ کی نماز جو ہے یہ تصوّر کرنے کی بجائے عبادت ہو جاتی ہے۔ تو ایسا بھی تصوّر ہو جاتا ہے۔ Effort اور کوشش کے ساتھ تصوّر ناجائز ہے۔آپ یہ بالکل نہ کرنا، چاہے شیخ کا ہو یا چاہے کسی اور چیز کا ہو اور جو تصوّر ہو جائے وہ ٹھیک

ہے۔ فرض کریں اللہ کا تصوّر کوشش سے کیا ہے تو "اللہ" کوئی لفظ تو نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کی ذات کا ایک نام ہے اور اس کا تصوّر ہے۔ اللہ تو وہ اللہ ہے جو کائنات کا خالق ہے اور مخلوق جو ہے وہ خالق کا تصوّر کر ہی نہیں سکتی۔ مگر خالق نے ایسا رُستہ رکھا ہوا ہے کہ وہ خود اپنی مخلوق کے دل میں آجاتا ہے' تو وہ اگر یہ کام کر دے تو جائز ہے اور اگر آپ کریں تو یہ بالکل ناجائز ہے۔ اللہ ایسی ذات ہے کہ نہ اس کی مثل ہے نہ اس کی مثال ہے ۔

زمیں پہ کعبہ میرا مکاں
گو فلک پر رکھتا ہوں لامکاں
تیرے دل میں رہتا ہوں ہر زماں

جس ذات کا مکاں ہے' اس کا ایک لامکاں بھی ہے وہ تیرے دل میں نہاں بھی ہے اور عیاں بھی ہے' وہ یہاں بھی ہے اور وہ وہاں بھی ہے اس لیئے اس کو اسی کے مقام پہ رہنے دو۔ اس کا تصوّر آگیا تو آپ اپنا فرض ادا کرتے جائیں۔ تصوّر کو خود بہ خود چلنے دیں کیونکہ جو خود بخود ہوتا ہے وہ صحیح ہوتا ہے۔ اگر نماز میں خیال آتا ہے تو آنے دیں اور اپنا فرض ادا کرتے جائیں اور لگن کے ساتھ ادا کریں۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو نماز میں محویّت اور Concentration عطا فرما دیتا ہے۔ اس کا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ محویّت کے لیئے ایک فارمولا یہ ہے کہ آپ سجدے سے سر نہ اٹھانا! اگر "انا للہ" بھی ہو جائیں تب بھی سجدے میں پڑے رہیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔ جو شخص دفتر جانے

اور دفتر سے آنے کے ٹائم میں لگا رہے گا اس کو کیا محویّت ملنی ہے۔ محویّت والے کو نہ تو سجدے کا پتہ ہے اور نہ قیام کا' نہ قعود کا اور سجود کا' اسے کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا۔ محویّت کا معنٰی یہ ہے کہ ؎

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم
شدم غرق وصالِ او نمی دانم کجا رفتم

میں اس کے خیال میں جا رہا تھا اور خدا جانے میں کہاں چلا گیا اور میں اس کے وصال میں ایسا غرق ہو گیا کہ مجھے پتہ نہیں میں کہاں چلا گیا' کہاں جانا تھا اور کدھر جا رہا ہوں۔ اس سے پوچھا آپ کا نام؟ کہتا ہے کہ مجھے میرا نام یاد نہیں۔ کہاں جانا ہے؟ کہتا ہے مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ کہاں جانا ہے۔

سوال :۔

اللہ کے راستے پر چلنا اور کامیاب ہونا بہت مشکل ہے' پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بجائے اس کے کہ آپ خواہشات کو پکاریں آپ کو چاہئے کہ اللہ کا نام پکاریں' یہ بہت بہتر ہے۔ جب یوسف علیہ السلام بک رہے تھے تو مصر کے بازار میں اس ہجوم میں ایک بڑھیا بھی ان کی خریدار تھی' لوگوں نے کہا تم یوسفؑ کو کیسے خرید سکتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ خرید تو نہیں سکتی مگر اس کے خریداروں میں میرا نام تو آئے گا۔ آپ اللہ کو مان کر اس کے راستے پہ چلتے جائیں۔ وہ منظور کر لے تو اس کی مرضی اور اس کی

مہربانی ۔

غلام فریدا! اودیاں او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

آپ شیطانی وسوسوں سے بچ کر اس کی طرف چلتے جائیں۔ وہ ضرور فضل فرمائے گا۔

سوال :۔

یہ انسانی خواہش ہے کہ وہ امتحان دیتا ہے تو کہتا ہے مجھے نتیجہ معلوم ہو جائے۔ کیا اللہ کے راستے میں ایسا ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ مالک ہے اور اس نے کہا ہے کہ میں آخرت میں نتیجہ سناؤں گا۔ یہ اس کی شرط ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ابھی Process جاری ہے' جب یہ کام ختم ہو گا تو پھر نتیجہ بتایا جائے گا۔ ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ کی طرف رجوع دلائے' اس چیز کے ساتھ آپ کا ادب قائم رہنا چاہئے۔ پھر آپ سمجھیں کہ آپ محفوظ ہو گئے۔ مثلاً" ایک آدمی کو اپنے ماں باپ سے اللہ کا تعارف ملا' اب ماں باپ کا اللہ کے حوالے سے ادب ہونا چاہئے۔ اگر کسی آدمی کو اللہ کی یاد کسی محفل میں ملی اور کسی سنگت میں ملی تو اس سنگت کا احترام کرنا چاہئے۔ جہاں جہاں سے آپ نے اللہ کے ضمن میں تعلیم حاصل کی ہے' وہاں عزت کا مقام ہے۔ ایسے کسی مقام پر باغی نہیں ہونا چاہئے' بے شک وہاں آپ کو کچھ سمجھ نہ آئے۔ اگر آپ نے شیخ بنایا اور پھر اس سے بہتر شیخ مل گیا تو نیا علم ملنے کے باوجود پرانے استاد کو برا بھلا نہ کہو۔ اگر آپ گریجویشن کر رہے ہوں تو پرائمری

والے استاد کی بہت عزّت کریں کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔ تو علم جو ہے یہ ایک انداز کا نام ہے' ادب کا نام ہے اور یہ نہیں کہ کون سا علم ہے۔ آپ یہ ضرور سوچیں کہ کیا ان تمام صاحبان کا آپ نے ادب کیا ہے جن کے لیئے آپ پر احترام واجب تھا۔ اگر کیا تو بہت اچھا کیا۔ کیا وہ شیخ' بزرگ یا مرشد' جن کو آپ نے قبول کیا تھا' کیا ان کے ساتھ آپ کی نسبت قائم رہی؟ اگر قائم رہی تو سمجھو کہ آپ پر اللہ راضی ہے۔ پیر کیا ہے؟ اللہ کی راہ کا ایک آدمی ہے جو آپ کی اصلاح کرے گا اور بہت کرے گا۔ تو راہنمائی کرنے والا مرشد اگر راضی ہے تو اللہ راضی ہے۔ اگر مرشد آپ کو لگتا ہے کہ گمراہ کر رہا ہے' کمزور کر رہا ہے یا کچھ غلط کر رہا ہے تو آپ اس کو غلط نہ کہنا بلکہ خود کنارہ کش ہو جانا۔ جس زبان سے آپ نے کسی کی تعریف کی ہوئی ہے اس زبان سے کسی کی خامی بیان نہ کرنا۔ آپ اگر اتنی بات پہ دھیان کر لیں تو سمجھیں کہ آپ کامیاب ہو گئے۔ لوگوں کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا کہ انہیں مرشد نے ایک بات بتائی اور وہ اس پر عمل کرتے رہے' پھر جب انہیں کوئی اور بات سمجھ آئی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے مرشد کے پاس بھی وہ بات نہیں ہے۔ مگر جب بعد میں حقیقت معلوم ہوئی تو آنکھیں کھل گئیں۔ تو آپ کا فرض ہے کہ اس کا ادب کریں۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو ولایت عطا ہو گئی تو بھی وہ اپنے والد کی عزّت کرے حالانکہ اس کے باپ کے پاس تو ولایت نہیں ہے۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کا باپ خوش ہو جائیگا کہ میں تو اس قابل نہیں ہوں' تم ہی اسے Enjoy کرو۔ تو آپ اپنے تمام پرانے احترامات قائم رکھیں' ادب نامے قائم رکھیں اور جہاں پر عقیدت سے سر

جھکایا تھا وہاں آج بھی جھکائے رکھنا۔ اس طرح آپ کی عاقبت آسان ہو جائے گی۔ جس پہ یہ مہربانی ہوتی ہے اس کی عاقبت آسان ہو جاتی ہے۔ ان پر اللہ کے حبیب پاک ﷺ مہربان ہوتے ہیں۔ کربلا کے واقعہ کا نتیجہ آخرت میں ہونا ہے لیکن اب ہوگیا ہے۔ امام عالی مقامؑ سرفراز ہو چکے ہیں۔ پھر اس طرح آپ کو فلاح پانے والا کوئی بندہ مل جائے گا' کوئی مزار مل جائے گا۔ تو وہاں آپ کی حاضری جاری رہی ہے تو آپ اس گروپ میں شامل ہو گئے۔ تو فلاح پانے والوں کے قافلے میں شامل ہونا ہی فلاح کی دلیل ہے۔ اس لیے آپ اپنی سنگت کا جائزہ لیتے رہیں۔ اگر آپ کی سنگت فلاح یا فتگان کی نسبت میں ہے تو آپ بھی فلاح پا گئے۔ تو آپ کا فیصلہ آخرت میں ہو گا مگر فلاح پانے کا آج ہی پتہ چل جاتا ہے۔ جس پر بزرگ راضی ہوں' اولاد اس پر خوش ہو' جو کسی انسان سے زیادتی نہ کرے' لوگوں کے دلوں کو سکون پہنچائے' اللہ کی کائنات کو تسلیم کرے' زندگی کو تسلیم کرے' کائنات اور زندگی کا احترام کرے تو اللہ اس پر راضی ہے۔ تو اگر اللہ راضی ہو جائے تو فلاح کی خبر تو آگئی۔ اس لیئے عقیدہ کیا ہے؟ اللہ اس پر راضی ہے جو اللہ پر راضی ہو۔ جو شخص زندگی پر راضی ہو' کمی' بیشی' خامی' خوبی' غم اور خوشی کے باوجود زندگی پر راضی ہو' اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا' اس نے مسلمان بنایا اور اچھی زندگی دی۔ اگر آپ یہ شکر قائم رکھیں تو فلاح پاگئے۔ زندگی میں اگر گلے کی بجائے شکر آگیا تو آپ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ لہٰذا اللہ کا گلہ نہ کرنا بلکہ شکر کرنا۔

تو آپ انسانوں کا گلہ اللہ کے پاس نہیں کرنا اور اللہ کا گلہ بندوں

کے سامنے نہیں کرنا' بس پھر آپ کامیاب ہوگئے۔ کامیاب ہونے کے لیئے جب آپ نے دعا مانگی تو انسان کو لگتا ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی۔ اگر آپ کوئی ایسی دعا مانگیں جب دل کہے کہ میرا حق نہیں تو وہ دعا منظور نہیں ہو گی۔ جب دل یہ کہے کہ یہ میرا حق ہے اور مجھے مل جائے تو آپ کو خود پتہ چل جائے گا کہ دعا منظور ہو گئی ہے۔ اس لیئے آپ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اگر بندہ خود کو دنیا کے خیال کے سپرد کر بیٹھے تو پھر غلطی ہو جائے گی۔ اس لیے آپ خود کو خواہش کے حوالے نہیں کرنا بلکہ اس ذات کے حوالے کرنا۔ پھر آپ کا نتیجہ محفوظ ہے یعنی عاقبت محفوظ ہے۔

سوال :۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز غلط ہے اور کچھ دوسری چیز کو غلط کہتے ہیں۔ ہم صحیح اور غلط کا فیصلہ کیسے کریں؟

جواب :۔

انسان کو یہ خیال آ سکتا ہے کہ کیا ہمارے غلط سمجھنے کا نام گناہ ہے یا گناہ ہمارے غلط سمجھنے کے علاوہ بھی ہو سکتا ہے؟ تو غلط وہ ہے جس کو اللہ غلط کہے۔ تو پھر اس غلط سے بچنا چاہئے ورنہ آج جس کو آپ غلط سمجھ رہے ہیں' عین ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو۔ جب تک آپ کا Mind جو ہے وہ Mature نہ ہو' تو غلطی کو اپنے علم پر نہیں پرکھنا بلکہ غلطی کو اللہ کے حکم کے مطابق دیکھنا۔ بس یہ بات یاد رہے! آپ تو کافی چیزوں کو غلط کہیں گے لیکن کیا پوری زندگی غلط ہے۔ بیوی خاوند کو کہے گی کہ

تیری زندگی غلط ہے' تیرے ساتھ رہنے کا فائدہ نہیں' تو رشوت نہیں لیتا' مال نہیں کماتا۔ تو آپ کی زندگی تو صحیح ہے اور غلط نہیں۔ لہٰذا انسان کا غلط کہا ہوا عین ممکن ہے کہ صحیح ہو۔ تو آپ اپنے کو اللہ کے حوالے سے جانچو۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا تھا کہ کوئی دعا نہیں مانگنی چاہئے۔ اس بارے میں فرمائیں؟

جواب :۔

اگر آپ کی بارانی زمین ہو' اس میں آپ بیج بو دیں اور اللہ سے رحمت کی بارش مانگیں ۔

رحمت دا مینہہ پا خدایا باغ سُکا کر ہریا

اور یہ کہیں کہ یا اللہ میری زمین میں پانی دے دے' اور ساتھ میں ایک ایسا کمہار ہے جس نے بٹھی بنائی ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ ہماری بٹھی کو بارش سے محفوظ کر' مجھ غریب کے بچے بڑی دعا دیں گے۔ اب اللہ جو ہے وہ کیا کرے؟ تو اکثر تمام دعائیں' تمام دوسری دعاؤں ۔کے برعکس ہوتی ہیں۔ آپ کبھی ساری دعاؤں پر نظر ڈالیں تو اتنا ضرور ہوتا ہے کہ آدھی دعائیں آدھی دعاؤں کے خلاف ہوتی ہیں۔ اس لیئے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ جو آپ مانگ رہے ہیں' عین ممکن ہے یہ کسی اور کا حق ہو' اس لیئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ آپ مانگنا چھوڑ ہی دیں اور جو اللہ کر رہا ہے آپ اس پر راضی رہیں۔ تو آپ یہ

کہیں کہ یااللہ مجھے راضی رہنے کی توفیق عطا فرما! یااللہ مجھے تو اپنا شکر گزار بندہ بنا! یا اللہ مجھے اس قافلے میں شامل کر جو قافلہ ہمیشہ راضی رہنے والوں کا ہے! آپ پیسے گننا چھوڑ دیں بلکہ ممکن ہو تو تاریخیں گننا بھی چھوڑ دیں اور اگر زندگی میں آپ لینے کی بجائے کچھ دینا شروع کر دیں تو پھر آپ اچھی زندگی میں چلے جائیں گے۔ آپ کو جو چیز اچھی لگتی ہے اگر وہ کسی کو دے دیں تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اپنی چیزیں اپنے بچوں کے Handover کر دیں' حوالے کر دیں۔ تو دعا یہ ہے کہ آپ اپنی چیزیں' جن کو پاس رکھ کے آپ خوش ہوتے ہیں' وہ اپنے بھائی کے پاس دیکھ کر خوش ہو جائیں۔ خدا کے بندو' کبھی تو زندگی میں بھائی کو بھائی سمجھ لیا کرو' کبھی ایک بار تو بھائی سمجھ لیا کرو۔ بھائی سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی پیاری چیز اس کے گھر پہنچا دو۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ فی الحال حوصلہ نہیں پڑتا۔ کسی غریب کو رات کا کھانا ہی دے دو۔ اگر توفیق نصیب ہو جائے تو آپ کھانا چھوڑ دو یا کم کر لو۔ اس طرح آپ کا نفس کنٹرول ہو سکتا ہے۔ آپ کا اپنا کچھ نہیں ہے بلکہ یہ سب آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا ہے یا ان کی ماں کا ہے۔ آپ کے پاس کچھ بھی نہیں رہے گا۔ انسان عزرائیل کا جلوہ دیکھنے کے بعد بھی مانتا نہیں ہے حالانکہ وہ ایک دفعہ تو ضرور Knock کر جاتا ہے کہ میں آ رہا ہوں۔ پھر انسان دعا کرتا ہے کہ یااللہ ایک چانس اور دے' میں بڑی نیکیاں کروں گا۔ پھر جب کشتی کنارے لگ جاتی ہے تو وہی انسان کہتا ہے کہ یہ تو ہم نے چپو چلائے اور طوفان سے ہمت اور محنت کر کے کنارے پہ آ گئے اسے اللہ کا شکر کہنا چاہئے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو چیز آپ کے پاس ہے اسے

Handover کرنے سے آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو آپ Take over کی بجائے Handover کریں یعنی لینے کی بجائے دینا شروع کر دیں یا انسانوں کی بہبود کے لیئے کوئی کام کریں اور اگر آپ یہ کام کرنے پہ آ جائیں گے تو اسی کے اندر اللہ راضی ہو جائے گا۔ اگر آپ سے میں کہوں کہ جمعرات کو کسی غریب کو اللہ کی راہ میں کچھ دے دینا تو آپ اگلی جمعرات کو نظر بھی نہیں آئیں گے۔ کچھ لوگ ہوں گے جو کسی کو دے کر آئیں گے۔ تو اللہ کی راہ میں کسی غریب کو کچھ نہ کچھ دیا کرو' کسی غریب بچے کی فیس ہی دے دو۔ تو اللہ کی راہ جو ہے وہ ہی انسانوں کی راہ ہے۔ تو حاصل شدہ کو انسانوں میں تقسیم کرو۔ کسی کی غلطی معاف کر دو' بھائی کو معاف کر دو' بہنوں کے ساتھ تو کبھی ناراض نہ ہونا۔ تو بھائی کے ساتھ صلح کرو اور بہنوں کی خدمت کرو۔

سوال :۔

حضور یہ غیر مذاہب تو بڑے منظم طریقے سے کام کرتے ہیں اور مسلمان بکھرے ہیں مثلاً" کشمیر کے مسئلہ پر سوائے ایران اور ترکی کے کسی نے حمایت کا اعلان نہیں کیا' ایسے میں ہم مسلمان کیا کریں؟

جواب :۔

یہ جو کشمیر جاگا ہے' اگر تو یہ دنیا سے مدد لینے کے لیئے جاگا ہے تو کوئی نہیں جاگا اور اگر خود اپنا حق لینے کے لیئے جاگا ہے تو وہ لے لے گا۔ آپ تو آدھا ملک دے بیٹھے ہیں۔ ایران وہ ملک ہے جو آدھا ملک ویسے ہی برباد ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ملک کے ساتھ

اپنی کچھ پرابلمز ہیں۔ اگر کشمیر کے لوگ دل کے ساتھ جاگے ہیں تو انڈیا کیا چیز ہے۔ بس آپ دعا یہ کریں کہ ان کا دل جاگا ہو۔ آپ سے وہ کیا مدد لیں گے اور اگر اللہ سے انہوں نے مدد لینی ہے تو ان کو اللہ سے ضرور مدد مل جائے گی۔ پھر آپ لوگ بھی ٹھیک ہو جائیں گے اور وہ بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اگر یہ سیاسی طور پر بیدار ہوئے ہیں تو پھر بڑی مشکل بات ہے اور اگر واقعی ان کا دل بیدار ہو گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوں گے۔ چڑیا اگر اپنے گھونسلے پر لڑنا چاہے اور شاہین پر حملہ کرے تو اس کو اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ اس طرح کی یہ جُرأت جو ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ اس لیئے میرا خیال ہے کشمیر ویسے ہی آزاد ہو جائے گا۔ تم مدد نہ کرو' مہربانی کرو' کشمیر کی جنگ میں Interfere نہ کرو' مداخلت نہ کرو کہ پاکستان فوج بھیج دے۔ جھگڑا جو ہے بڑھ جائے گا۔ آپ یہ کہیں کہ کشمیریوں کا راج ہو جائے۔ آپ لوگ اندر سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ کامیاب ہو جائیں گے' لیکن جب تک اپنا دل نہ بیدار ہو' باہر کی کوئی مدد بیدار نہیں کر سکتی۔ اس طرح کی مدد کام نہیں آتی۔ لہٰذا آپ ابھی انتظار کریں۔ اگر کشمیر باہر کی مدد سے آزاد ہو بھی گیا تو کیا آزاد ہوا بلکہ غلام ہو گیا۔ اس لیئے آپ ان کو بیدار ہونے دیں۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بیدار ہو جائیں گے۔ اگر افغانستان بیدار ہو گیا ہے تو وہ بھی ہو جائیں گے۔ اسی طرح روس کے اندر رہنے والے مسلمان گروہ ایسے بیدار ہوئے ہیں کہ روس کو مصیبت پڑ گئی۔ تو یہ بیداری جو ہے یہ اللہ کی طرف سے آ رہی ہے۔ آپ انتظار کریں کیونکہ یہ لائٹ اندر سے

پیدا ہو رہی ہے اور آپ دیکھیں کہ کیا پیدا ہوتا ہے اور کیا واقعہ ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اسلام کی حفاظت آپ نے نہیں کرنی! یہ بات یاد رکھنا۔ مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کرنی بلکہ اسلام نے مسلمانوں کی حفاظت کرنی ہے۔ کہیں غلطی سے یہ نہ سمجھ لینا کہ آپ اپنے اللہ کی حفاظت کر رہے ہیں بلکہ اللہ آپ کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ آپ اللہ کو بچاتے جا رہے ہیں بلکہ اللہ ہی آپ کو بچائے گا۔ اس لیئے آپ اللہ کو جانو اور پہچانو۔ اللہ موجود ہے اور وہ طاقت والا ہے اور وہ سب طاقتوں پر غالب ہے' ان اللّٰہ علٰی کل شیءٍ قدیر ہے' وہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ دُعا کرو کہ اللہ یہ چاہے۔ اب باتیں بند کرو۔ لوگوں کو لوگوں کی مدد بیکار ہوتی ہے' مثلاً" دریا میں تیرنے والے دو آدمی تھک چکے ہوں' اگر ایک دوسرے کو بچانے کے لیئے پکڑیں گے تو دونوں ڈوب جائیں گے۔ تو آپ تھکے ہوئے ہیں اور دنیا بھی تھکی ہوئی ہے' وہ کیا مدد کریں گے۔ اگر اللہ کی مدد نہیں تو آزادی بھی کیا آزادی ہے اور غلامی بھی کیا غلامی ہے۔ اگر اللہ راضی ہو گا تو ہر شے آزاد ہو گی۔ جب پیغمبر آتے ہیں تو ساری دنیا اُمّت ہو جاتی ہے۔ اور ان کے بعد بھی وہ اُمّت آج تک چلتی جا رہی ہے۔ جب ایک درویش آتا ہے تو اس کے بعد بھی مزار کام کرتا رہتا ہے۔ تو یہ صداقت کی بات ہے۔ اگر کشمیر کے اندر یا کشمیریوں میں صداقت آ گئی ہے تو کوئی چیز اس میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کشمیریوں کی مدد کریں لیکن پہلے آپ مسلمان تو بنیں مگر آپ تو سیاست دان بن گئے اور ہم جو ہیں وہ سیاست کے قائل نہیں بلکہ مسلمان ہونے کے قائل ہیں۔ تو

مسلمانوں کے گروہ کے ہیڈ کو امیر المؤمنین کہتے ہیں مگر اب تو وہ امیر المنافقین بن جاتا ہے۔ سب منافق ہوتے جارہے ہیں۔ اگر گورنمنٹ ہی رشوت دے تو رشوت دور کون کرے گا۔ آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو گا کہ گورنمنٹ نے اپنے حق میں بولنے والوں کو رشوت دی ہے۔ خدا کرے میں نے جھوٹ سنا ہو' لیکن ہے یہ حقیقت' گورنمنٹ نے ایم این اے اور ایم پی اے کروڑوں روپوں سے خریدے ہیں' پھر رشوت کون بند کرے گا جب گورنمنٹ ہی رشوت لے لے اور گورنمنٹ ہی رشوت دے ؎ تو اس لیئے ملک کا کیا ہو گا' اللہ کی رضا کیا ہو گی' اللہ کا احسان کیا ہو گا اور اللہ کا فضل کیا ہو گا۔ رشوت جو ہے وہ تو شیطان کا کاروبار ہے اور اسلام میں منع ہے مگر سارے واقعات سب جگہ ہو رہے ہیں۔ اس لیئے کشمیر کا آپ کیا فیصلہ کرو گے۔ اللہ تعالیٰ کشمیریوں کی ایماندرانہ محنت کو سرخرو کرے۔ وہ کامیاب ہیں' فکر نہ کرو۔ بہت کامیاب ہیں کیونکہ ان پر یہ وقت اس وقت آیا ہے جب دنیا نیا سانس لے رہی ہے جو کہ اسلام کی Revival کا وقت ہے' نشاۃِ ثانیہ کا وقت ہے۔ کشمیر بھی بیدار ہو گیا ہے اور بیدار کرانے والا ہی ان کی حفاظت کرے گا۔ انشاء اللہ۔ وہ اللہ کا اپنا نظام ہے۔ اس لیئے آپ انتظار کریں۔ آپ اپنے آپ کو اچھا مسلمان بنائیں تو یہ کافی ہے۔ آپ نے کسی کی کیا مدد کرنی ہے جب ہمارے جنگی قیدی ہندوستان میں تھے تو کسی نے بڑی تحریک چلائی کہ ہمارے قیدی بھائیوں پر سردی کا وقت ہے' برا حال ہے اور پردیس ہے' لہٰذا ان کی مدد کی جائے اور وہ جو جرسیاں اکٹھی ہوئی تھیں اگلے دن انار کلی کی دکان پر بک رہی تھیں۔ افغانستان جانے والی

امداد بھی لاہور میں بکتی ہوئی دیکھی گئی ہے۔ سیلاب والوں کی مدد کے لیئے باہر سے آنے والا بٹر گھی بازاروں میں مل جاتا ہے' دودھ ابھی تک بِک رہا ہے۔ تو یہ قوم کشمیریوں کی کیا مدد کرے گی' وہ بیچارے سادہ سے کشمیری ہیں' محبوب اور سادہ دل والے' آپ انہیں ہیرا پھیری سکھا دیں گے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ آپ نہ جائیں اور ان کو اپنی جنگ لڑنے دیں اور ان کے لیئے آپ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کشمیر کو فتح دے' آزادی دے' مسلمانانِ کشمیر آزاد ہو جائیں اور مسلمانانِ پاکستان اپنی خواہشات سے آزاد ہو جائیں۔ ہیرا پھیریوں سے آزاد ہو جائیں! یااللہ ان لوگوں کو صحیح مسلمان بنا دے' صحیح معنوں میں ماننے والا بنا دے۔ دنیا کے مسلمانوں کو واحد مسلمان بنادے اور ان کو اندر سے نیک بنا دے تاکہ یہ دنیا پر غلبۂ اسلام کے لیئے کامیاب ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو آسانیاں عطا فرمائے' اور آپ کے باطن کی درستگی فرمائے۔ آمین

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبینا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

☆... ○...☆



۱ موجودہ دور میں رشتوں کی اذیت سے کیسے بچا جاسکتا ہے؟

۲ جو لوگ ہمیں اذیت دیتے ہیں کیا ہم انہیں اس کا جواب نہ دیں؟

۳ کیا ظالم کو طاقت کے ذریعے ظلم سے نہیں روکنا چاہیئے؟

۴ جو لوگ ایسے اداروں میں کام کرتے ہیں جہاں سود ہے تو ایسے لوگوں کے لیئے کیا حکم ہے؟

۵ سرِ دانش نورانی کی وضاحت فرمادیں؟

۶ اللہ اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام میں کیا فرق ہے؟

۷ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ دل میں اللہ اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوگئی ہے؟

سوال :۔

سر! موجودہ دور میں انسانی رشتوں کی اذیّت اور ان کے برے اثرات سے کیسے محفوظ رہا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

آپ کا سوال یہ ہے کہ In the persent situation of Human relations یا انسانی رشتوں کی موجودہ اذیّت اور اس کے برے اثرات سے تنگ آکر انسان سوچ رہا ہے کہ کیوں نہ کوئی Animalism کا راستہ اختیار کر لیا جائے۔ اگر اندیشہ یہی ہے تو انسان ہونے کی حیثیت سے بات یہ ہے کہ جب انسان سفر کے لیئے اپنے آپ کو مسافرت میں ڈالتا ہے تو یہ بات اسے بھی پریشان کرتی ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگ Misbehave کرتے ہیں' اس کی محبت کا مذاق اڑاتے ہیں' Off days میں اس کو ناگوار لیٹر لکھتے ہیں بلکہ اس کو Rebound لگاتے ہیں۔ اصل بات جو وہ بھول جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ سفر تیرا ہے اور ان کا تو نہیں ہے' وہ تو بے چارے اپنے سفر سے محروم ہیں۔ اب ان بے چاروں کو بولنے کا حق تو دو۔ جب آپ

نیک سفر پر چل پڑے ہیں اور ہٹے نہیں بلکہ ڈٹے رہے' تو اگر لوگ کہتے ہیں کہ حرام کا پیسہ لے کر جا رہا ہے تو ان بیچاروں کو کہنے دو۔ آخر وہ اپنی تکلیف کا اور حسد کا کچھ تو اظہار کریں گے' ان کے اندر اتنی Jealousy بھری پڑی ہے۔

اصل میں کوئی آدمی دوسرے آدمی کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور نہ ہی کوئی آدمی دوسرے آدمی کے عمل کا جوابدہ ہے' اس بد دنیا میں نیک ہمیشہ موجود رہے گا۔ جس دنیا نے آپ کو نیکی کا موقعہ دیا اسے آپ بد کیوں کہتے ہیں۔ اگر ایک بندہ یہاں نیک ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے اس کو اچھا مقام ملتا ہے تو وہ اللہ سے جا کر کہے گا کہ اس سارے راستے کی خیر ہو جس سے میں آیا ہوں۔ جو لوگ شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا اللہ ان کو تباہ کر' تو اللہ کہتا ہے کہ ایک بار پھر دنیا میں جا' پھر میں سب کو تباہ کروں گا۔ یہ عجب آدمی ہے' جس مقام سے عروج حاصل کر رہا ہے' اس مقام کی تباہی مانگتا ہے۔ یہ تو ایسے ہے کہ جس کمان سے تیر نکلا اور نشانے پہ بیٹھا' وہ تیر کہتا ہے کہ کمان کو پکڑو۔ اس بات پہ استغفار کرنا چاہئے' توبہ اس دعا سے جو تباہی مانگے۔ تو نیک آدمی وہ ہے جو بد کی فلاح کی دعا کرتا ہے اور بد آدمی نیک کو بھی تباہ کر سکتا ہے۔ تو سفر آپ کا اپنا ہے' ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس راستے میں لوگ آپ کو دعائیں دیں گے بلکہ ہم نے تو یہ بھی کہا تھا کہ محفل میں جاؤ گے تو جوتے چوری ہو سکتے ہیں۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہوتے ہیں تو ہو جائیں' پھر کہا تھا کہ جیب کٹ سکتی ہے تو آپ نے کہا بے شک کٹ جائے۔ پھر یہ کہا تھا کہ لوگ آپ کو بدنام کریں گے تو آپ نے کہا تھا کہ ہونے دیں۔ اب آپ

وہ ساری باتیں کہہ رہے ہو جن سے منع کیا گیا تھا۔ تو جب آپ نے عشق کیا ہے تو پھر صبر بھی کریں۔ اس میں تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پیغمبروں پر الزام آیا لیکن پیغمبر' پیغمبر ہی رہے۔ ان کو اذیت ملی تو بھی صبر کیا۔ آپ بھائیوں کا گلہ کرتے ہو' یوسفؑ کو بھائیوں نے کیا سے کیا کر دیا' کنوئیں میں پھینک دیا' اور یوسفؑ نے ان کے ساتھ یہ کیا کہ لا تثریب علیکم الیوم "آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں"۔ اب آپ کون سا سفر کر رہے ہیں؟ آپ تو یہ کہیں کہ یا اللہ ان رشتے داروں کی خیر جن سے مجھے خیر نہیں ملی۔ یہ سوال آپ بار بار Repeat کرتے ہیں اور مجھے بار بار افسوس ہوتا ہے۔ ایک وعدہ کرو کہ آئندہ یہ سوال کبھی نہیں آئے گا۔ دوسرے کا برا عمل ہی تو آپ کی نیکی کا باعث ہے۔ آپ نے دوسرے کا جو ظلم برداشت کیا ہے' اس سے بڑی نیکی کیا ہے! اگر آپ نے گھر بیٹھے منزل لینی ہے تو یہ ظلم برداشت کر لو۔ ورنہ آپ نے نمازیں کون سی اور کتنی پڑھی ہیں' ان کا حساب لگا لو اور آپ نے کتنا پیسہ خیرات کیا ہے اور کتنا حلال کمایا ہے۔ آپ یہ کام کرو کہ اللہ سے دعا مانگو۔ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

میں نے آپ کو پہلے ہی دن ایک بات بتائی تھی۔ آپ نے دو کام نہیں کرنے' تقاضا نہیں کرنا اور شکایت نہیں کرنی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے آگے یہ شکایت کر رہے ہو کہ یا اللہ یہ رشتے دار جو اذیت پہنچانے والے ہیں انہیں سزا دے۔ آپ ایک کہانی سنو۔ کچھ لوگ اپنے پیر صاحب سے ملنے گئے۔ وہ گھر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ پیر صاحب

ہیں؟ اندر سے پیر صاحب کی گھر والی نے بڑے غصے سے جواب دیا اور پیر صاحب کو اور ان کے مریدوں کو خوب برا بھلا کہا۔ پیر صاحب جب واپس گھر آئے تو ان مریدوں سے ملے۔ ان لوگوں کے سارے مسئلے حل ہو گئے اور سارے معاملات حل ہو گئے۔ پھر ایک مرید نے کہا کہ میرا ایک مسئلہ حل کریں' آپ کا تو اتنا مقام ہے اور وہ کیا معاملہ تھا جو آتے وقت ہمیں پیش آیا۔ پیر صاحب کہنے لگے کہ میرا یہ سارا فیض اس کا احسان ہے' میں اپنی بیگم صاحبہ کا نامناسب رویہ برداشت کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اس کی وجہ سے نوازتے ہیں۔ تو عروج کی داستان حاسدوں سے بھی شروع ہوتی ہے۔ آپ میں سے کتنے لوگ ہیں جو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یا اللہ اگر ہمارے پاس اختیار ہوتا تو ہم امام حسینؓ کو کربلا کے مقام سے کبھی نہ گزرنے دیتے۔ جو یہ کہتا ہے کہ کبھی نہ گزرنے دیتے تو آپ امام پاکؑ کو اس مقام سے Reduce کرنا چاہتے ہو۔ مقامِ کربلا تو کرب و بلا ہی ہے' اگر آپ کہتے ہیں کہ کرب و بلا نہیں ہونا چاہئے تھا تو پھر آپ امام حسینؓ کے ماننے والے نہ ہوئے۔ یزید کا تو بیڑہ غرق ہو گیا اور اس پر لعنت ملامت بھی ہو گئی مگر امام پاکؑ کو تو عروج ملا اور درجات مل گئے۔ آپ اس عروج کی نسبت سے تھوڑی سی دعا ہی کر دو' ہو سکتا ہے کہ کوئی بخشش کا موقع نکل آئے۔ مگر آپ تو رشتے داروں کی کہانی سنا رہے ہیں کہ آپ کے رشتے دار ظالم ہیں۔ تو اگر وہ ظالم ہیں تو تبھی تو آپ اچھے ہیں ورنہ تو آپ بھی ان جیسے ہو جائیں گے۔ میں آپ کو بار بار سمجھاتا رہتا ہوں کہ آپ اچھے انسان بن جاؤ۔ فقیری' درویشی تو نام ہی ہیں' اصل میں تو آپ انسان ہیں۔ انسان ہی دانا انسان اور نیک انسان بنتا

ہے۔ پھر وہ انسان جتنا جتنا صاف ہوتا جائے' اس کو اتنا مقام ملتا جائے گا' رہنا اس نے انسان ہی ہے۔ اچھا انسان کیسے بنتا ہے؟ ایک نے برا سلوک کیا اور دوسرے نے اس سے اچھا سلوک کیا۔ اس طرح وہ نیک بن گیا۔ اور اگر دنیا سے بد نکل گئے تو نیک مرجائیں گے۔ اگر لوگ باغی نہ ہوتے تو پیغمبر نہ آتے۔ اگر لوگ خدا کے خلاف نہ ہوتے تو خدا والے کدھر سے آتے کیونکہ پھر ان کے آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اللہ والے یہ کام کرتے ہیں کہ باغیوں کو اللہ والا بنا کے کچھ عرصہ بعد آپ چلے جاتے ہیں' لوگ پھر باغی ہو جاتے ہیں اور پھر ایک اور اللہ والا آجاتا ہے' وہ ان کو اللہ کا راستہ بتاتا ہوا پھر غائب ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ یہ اذیتیں جب وہ برداشت کرتا ہے تو وہ حکومتیں' معاشرے Reform ہو جاتے ہیں۔ یہ بات سوچنے والی ہے کہ پیغمبروں کے مقامات' اوّلیاء کے مقامات' اور نیک لوگوں کے مقامات' سارے کے سارے لوگ اسی راستے سے گزرتے ہیں جو اذیتوں کا راستہ ہے اور تکلیفوں کا راستہ ہے۔ احسان فراموشیوں کے راستے سے گزرنے والے ہی ولی ہوتے ہیں۔ آپ Cause سے نہ لڑا کرو' وجہ سے مت لڑو' وجوہات سے مت لڑو' سبب سے مت لڑو' مسبّب کا ارادہ دیکھو۔ جس نے تمہیں نیک بنایا' اس نے انہیں ویسے بنایا۔ وہ کتنے نا سمجھ ہیں اور آپ کو قدرت نے کتنی سمجھ دی ہے۔ اب آپ کہو کہ یا اللہ ان کو ہدایت عطا فرما' انہوں نے بلا سبب میرے بچوں کو برا بھلا کہا ہے۔ آدھے بندے بہشت کے پاس جا کے یا اندر جا کے ہی واپس آ جائیں گے کیونکہ وہ کہیں گے کہ یا اللہ اگر میرے دشمن بہشت میں ہیں تو میں نے بہشت میں نہیں آنا' تو اسے کہا جائے گا کہ پھر آپ

یہاں سے Get out ہو جاؤ' نکل جاؤ' وہ تو مالک ہے' وہ کہے گا یہ بات ہے تو تم بھی واپس جاؤ۔ ایک شخص کہے گا کہ یا اللہ میرے دشمن بہشت میں کیسے پہنچ گئے تو اللہ کریم فرمائے گا کہ یہ تیرے دشمن ہیں ہمارے تو دشمن نہیں ہیں ؎

ستم ہے جور ہے یعنی غضب ہے
میرے قاتل کا رب میرا بھی رب ہے

رب تو ایک ہی ہے اور وہی رب ہے تو آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے۔ اگر تیرے رب کی کائنات میں تیرے مخالفین نہ ہوں تو پھر تیری قدر ہی کیا ہے۔ آپ نے ان لوگوں کے لیئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں برباد کر دے اور ہمیں زندہ رکھے۔ پتہ نہیں کل کو وہ آپ کے دوست نکل آئیں تو آپ پھر کیا کریں گے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ کون کیا ہے؟ آپ کی ٹریننگ ان لوگوں کے ذمہ ہے جو اپنا اعمال نامہ ضائع کر کے آپ کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور اس طرح آپ کو نفیس بناتے ہیں ' لطیف بناتے ہیں اور گدھے سے گھوڑا بناتے ہیں۔ وہ خود بدنام ہو جاتے ہیں اور آپ کو مقام دے جاتے ہیں۔ چور بڑا کام کر جاتا ہے' جس نے توکل ایسا دیا کہ اس چوری کے بعد ہم نے پیسہ اپنے پاس رکھنا ہی بند کر دیا اور اب چین سے سوتے ہیں ؎

نہ لٹتا دن کو تو کیوں رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

تو توکل والا شخص رہزن کو دعا دے رہا ہے کہ یا اللہ اس نے اچھا کیا کہ مال لوٹ لیا' اب آرام سے نیند آتی ہے۔ کہتا ہے جب مال ہی کوئی نہیں

ہے تو پھر کس بات کا خطرہ۔ آپ بلاوجہ اپنی اہمیّت جتا رہے ہو' کوئی انسان تو آپ کو مانتا نہیں ہے اور آپ اللہ کے سفر پر جا رہے ہو۔ جو آپ کو اذیّت دے رہا ہے اس کی کتنی مہربانی ہے اور آپ اس کا ہزار شکر بجا لاؤ۔ تو برے اور اچھے آدمی کا یہی فرق ہے کہ اچھا آدمی برے کو اچھا سمجھ رہا ہے اور برا آدمی اچھے کو برا سمجھ رہا ہے۔ آپ اچھے ہیں لیکن وہ برا آدمی آپ کو برا سمجھتا ہے اور آپ اچھے کیوں ہو؟ کیونکہ آپ برے سے بہتر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میرے مالک نے یہ بندے بنائے ہیں' ان کو شعور نہیں ہے' یا اللہ ان کو شعور دے۔ اللہ کے راز اللہ جانے' نیک بندہ نیکی ہی کرے گا ادفع بالتی ھی احسن اچھے کام سے برائی کو رفع کر اچھے عمل سے برائی کو دور کر۔ یہ نہ کہنا کہ وہ برائی اس نے کی ہے' میں نے تو نہیں کی ہے۔ اس کا کام ہے برائی کرنا اور آپ کا کام ہے نیکی کرنا۔ ایک بزرگ ایک جگہ سے گزرے۔ ایک کسان نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک شہ سوار جا رہا ہے اور فصل سے گزر رہا ہے تو اس نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ وہ بزرگ کسان کے پاس گئے' گھوڑے سے اترے' بغل گیر کیا' سرفراز کر دیا اور اسے غوث کا خطاب عطا کیا۔ جو ساتھ والے لوگ تھے انہوں نے کہا یا حضرت آپ نے کمال کر دیا' ہم ساری عمر آپ کے پاس رہے اور ہم کو تو آپ نے کچھ عطا نہیں کیا اور اس کو گالی گلوچ کے بدلے میں سب کچھ عطا کر دیا۔ اس بزرگ نے فرمایا "جو اس کے پاس تھا اس نے پورا مجھے دے دیا اور جو ہمارے پاس ہے ہم نے بھی پورا اسے دینا تھا"۔ آپ نے ابھی تک برائی کو اپنے اندر رکھا ہوا ہے۔ آپ اپنی برائی کو باہر نہیں نکالتے یعنی ابھی

تک دانتوں میں زہر ہے' اللہ کرے یہ دانت ہی ٹوٹ جائیں۔ ایک بچے نے دوسرے کو گالی دی۔ دوسرے بچے نے کہا کہ میں تمہیں گالی نہیں دے سکتا کیونکہ میرے ابا جان مجھے دیکھ رہے ہیں اور میں ان سے ڈرتا ہوں۔ تو آپ بھی یہ کہو کہ میں لوگوں کو تباہ کر دیتا لیکن میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ آپ کسی آدمی سے برائی نہ کرو کیونکہ آپ برے بن جائیں گے۔ کوئی پتہ نہیں کہ وہ آدمی کل کو نیک بن جائے اور بزرگ ہو جائے۔ آپ بزرگی کا دعویٰ کرنا چھوڑ دو اور دوسرے کو معاف کر دو' ایک دوسرے کو کاٹنا چھوڑ دو۔ آپ یہ سب کچھ خدا کی نگاہ سے دیکھو' پتہ نہیں وہ کون ہے' پتہ نہیں کیا کہتا ہے' پتہ نہیں کیا کر رہا ہے' اس لئے جب تک آپ یہ باتیں نہ سمجھو گے تو آپ کو حقیقت کی سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ والا وہ ہوتا ہے جو اپنے مقام میں انسان بن جائے۔ مثلاً" جو شخص ٹیچر ہے وہ دکان نہیں چلا سکتا اور جو دکان چلاتا ہے وہ ٹیچر نہیں بن سکتا۔ جو پیشہ ہے آپ اس میں چلتے جاؤ اور اس پیشے میں Sincere ہو جاؤ۔ پہلی بات یہ ہے کہ اپنے آپ سے جھوٹ کو نکال دو' لوگوں سے نفرت کو نکال دو' لڑائی جھگڑے کی صلاحیت نکال دو' اپنا مقام اللہ کے حوالے کر دو' اللہ کو مان لو اور دل سے اللہ کو مان لو۔ اس طرح سفر کرتے چلے جاؤ۔ آپ کا سفر کیا ہے؟ گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر تک۔ بات صرف اتنی ساری ہے کہ یہی شہر' گلی' کوچے اور بازار ولیوں کی گزر گاہیں ہیں۔ ولی کہاں پھرتے رہتے ہیں؟ بازاروں میں پھرتے رہتے ہیں۔ وہ بازار جاتے ہیں' گھر کا سودا سلف لاتے ہیں' کام کرتے ہیں۔ تو آپ ایمان داری سے کام کرتے جاؤ' مالک تو آپ کو دیکھ رہا ہے اور آپ کا سفر اس

کے لئے ہے۔ آپ کا سفر انسانوں کے لیئے نہیں ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ آپ ابھی تک انسانوں کے سفر سے نہیں نکلے ہیں۔ انسانوں کو انسانوں سے آزاد رہنا چاہیئے۔ اپنے نیک ہونے کا شعور بھی ہونا چاہیئے لیکن بہت نیک مشہور ہونے کی کوشش نہ کرو' نمایاں ہونے کی کوشش نہ کرو' نمازیں' دم اور درود مشہور کرنے کی کوشش نہ کرو۔ یہ اپنے مقام کے کام ہیں۔ آپ اپنے مقام میں نیک ہو جاؤ اور اللہ کے ساتھ چلنا شروع کر دو۔ مشہور ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مشہور ہونا بھی ایک حجاب ہے اور مشہور ہونے کی خواہش جو ہے یہ بھی ایک حجاب ہے۔ تو آپ یہ کرو کہ رشتے داروں کے ساتھ' دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور ان کے ناروا رویے پر خاموش ہو جاؤ۔ جو بد دعا دے رہے ہیں' آپ ان کو دعا دے دو۔ کیونکہ یہی تو فرق ہے آپ میں اور ان لوگوں میں! وہ اگر کوڑا پھینکتے ہیں تو جب آپ ولایت میں داخل ہوں تو آپ ان کو دعا دے دو۔ جس طرح فتح مکہ کے موقعہ پر حضور پاک ﷺ نے کفارِ مکہ سے فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں' تو ان لوگوں نے کہا کہ آپ کو حق ہے کہ آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ سلوک کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ میں وہ سلوک کروں گا جو مجھ سے پہلے میرے بھائی یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا " لا تثریب علیکم الیوم یعنی "آج کے دن تمہارے لیئے کوئی سزا نہیں ہے"۔ آپ لوگ بھی سب کو معافی دے دو۔ آپ اللہ سے معافی لینے جا رہے ہیں اور لوگوں کو معاف کئے بغیر جا رہے ہیں تو یہ مشکل ہے۔ جو لوگوں کو معاف کر کے جائے گا اس

کو معافی ملے گی۔ آپ تو لوگوں کو معاف نہیں کرتے' زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ کوئی آپ کا پیسہ لے گیا' آپ کی نیک نامی کو خراب کر گیا اور آپ کو تکلیف پہنچا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا تکلیف تو آتی ہے تیری وسعت کے مطابق۔آپ کو سب سے زیادہ دکھ تو آپ کا وہ عزیز یا دوست دے جاتا ہے جو مر جاتا ہے۔ آپ یہ نہ دیکھو کہ مرنے کا سبب کیا تھا بلکہ آپ مارنے والے کو دیکھو اور یہ دیکھو کہ وہ کتنا پیارا دوست تھا جو آپ کو غم کا سرمایہ دے گیا۔ یہ سب اللہ کی مرضی ہے۔ آپ ذرا اپنے آپ کو پہچانو کہ آپ کا سفر کیا ہے۔ آپ اپنے سفر کی قدر کرو' لوگوں سے الجھنا چھوڑ دو اور پیسوں کو گننا چھوڑ دو۔ جب آپ پیسے کے خیال میں رہو گے تو پھر آپ لوگوں کے ساتھ لڑو گے۔ سفر کرنے والے کے ساتھ صرف مسافرت ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے کے لیئے ہر کام اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر اللہ کا سفر کرنا ہے تو اذیّت آئے تو اذیّت لے لو' تکلیف آئے تو تکلیف لے لو اور فاقہ آئے تو فاقہ لے لو یعنی یہ سب قبول کر لو۔ پھر اگر فراوانی آئے تو اسے بھی قبول کرو۔ جو کچھ آتا ہے آپ اس پر راضی رہتے جاؤ۔ انشاء اللہ تعالیٰ منزل آسان ہو جائے گی۔ آپ نے جانا کہیں نہیں ہے بلکہ رہنا یہیں پر ہی ہے۔ اگر آپ لوگوں کو برائی کے بدلے میں انہیں دعا دینے والے بن جاؤ' تو آپ کو اللہ کی طرف سے گنجائش مل جائے گی اور رعایت مل جائے گی۔ اس لیئے اس کام سے بچ جاؤ' گلہ سے بچ جاؤ۔ گلہ کیا ہے؟ یہ بد دعا کی ایک شکل ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کا گِلہ نہ کرو اور ان کی شکایت نہ کرو۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ کوئی پتہ نہیں کہ کون کب کیا ہو

جائے۔ مثلاً" کسی درویش کے گھر میں کوئی چور جائے تو اس گھر سے اس کو کچھ تو ملے گا' وہی کچھ ملے گا جو اس درویش کے پاس ہے۔ تو آپ سب کو یہ دعا دیا کرو کہ یا اللہ اس کا بھلا ہو' یا اللہ جس نے مجھ سے بھلا نہیں کیا' اس کا بھی بھلا ہو۔ تو برے شخص اور آپ میں یہ فرق ہو گا۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھا کرو۔

آپ نے ساری زندگی لوگوں کے منفی رویے کے خلاف شکایت نہیں کرنی ورنہ آپ کو راستہ نہیں ملے گا۔ لوگوں کے خلاف سزا کی درخواست نہیں کرنی ہے ورنہ آپ کے خلاف ایک اور آدمی کھڑا ہو جائے گا۔ یہاں پر لوگوں کو معاف کرو بلکہ اپنی جان چھڑاؤ۔ پھر کوئی آدمی آئے گا اور کہے گا کہ آپ کو بھی معاف کر دیا جائے۔ لوگوں کی بے مروتی کی شکایت مت کرو' بد عملی کی شکایت مت کرو۔ بلکہ یہ کہو کہ اس کی بات سن کر مجھے تکلیف تو ہوئی ہے' مگر یا اللہ اسے بھی معاف فرما اور مجھے بھی معافی عطا فرما دے۔ یا اللہ مجھے لوگوں کو خوش کرنے والا بنا دے' یا اللہ مجھے لوگوں پر راضی رہنے والا بنا دے۔ اب آپ نے آئندہ کسی کی شکایت نہیں کرنی۔ آپ کو معلوم ہے کہ جنت کسے کہتے ہیں؟ جنت اسے کہتے ہیں کہ ناروا کے ساتھ صلح کے ساتھ رہنا اور نامناسب کے ساتھ مل کر رہنا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا اور ہم قریب کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے چلے گئے۔ جب امام صاحب نے کہا "ولا الضّالین" تو سب مقتدیوں نے بلند آواز سے کہا " آمین"! تو ایک شخص جو میرے ساتھ کھڑا ہوا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہوا مسجد سے نماز چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس آدمی سے اتنا گوارا نہیں ہو سکا کہ

باقی لوگوں نے آمین بلند آواز سے کیوں کہی ہے۔ تو ایک تعلیم مسجد کے اندر ہے اور ایک تعلیم مسجد کے باہر ہے۔ آپ کبھی یہ نہ کرنا کہ لوگوں سے نفرت شروع کر دو اور کبھی لوگوں کو ناپسند نہ کرنے لگ جانا۔ یہ بات اللہ کو بہت ناپسند ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ سے پیار کرنے والے اللہ کے بندوں کو ناپسند کریں۔

سوال :۔

جو لوگ ہمیں اذیّت دیتے ہیں کیا ہم انہیں اس کا جواب نہ دیں؟

جواب :۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ صدقِ دل سے اور محبّت سے ان کے حق میں دعا کرو کہ یا اللہ ان پر رحم کر اور ان پر اپنا فضل کر۔ جتنی صداقت سے آپ دعا کرو گے اتنا ہی اس آدمی میں اذیّت ختم ہوتی جائے گی۔ آپ کے اندر نفرت پہلے آتی ہے اور اذیّت بعد میں آتی ہے۔ جس شخص کے خلاف بھی آپ کا نفرت کا رویّہ ہے' اذیّت اسی کی طرف سے آئے گی۔ آپ اگر نفرت چھوڑ دو تو اذیّت نہیں آئے گی۔ جب آپ نفرت سے دیکھو گے تو اس کا کچھ تو نتیجہ نکلے گا۔ وہ بے چارہ تو مجبور ہے۔You expected something bad from him اگر آپ کسی کو ٹھیک کہو تو وہ ٹھیک ہو جائے گا اور کسی کو غنڈہ کہہ دو تو وہ غنڈہ گردی کرے گا۔ جس کو آپ شریف آدمی کہو گے تو وہ شریف لوگوں کی طرف چلا جائے گا۔ غنڈہ کہنے سے ہی لوگ غنڈہ بنتے ہیں۔ محبت کرنے سے لوگوں کا کردار بدل سکتا ہے۔محبّت ایک ایسی چیز ہے جو لوگوں کو بدل دیتی

ہے اور عوام کا رخ بدل دیتی ہے۔ آپ اللہ کی طرف رجوع کرو اور کہو کہ یا اللہ میں تیرا ہی بندہ ہوں' تو ہی لوگوں کے دل بدلنے والا ہے' مجھے حوصلہ دے اور ان کو اصلاح دے۔ پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ورنہ کہتے یہ ہیں کہ لوگوں سے لڑنے والا' لوگوں سے نہیں لڑ رہا ہوتا بلکہ اپنے آپ سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ لوگوں کو ناپسند کرنے والا آخر کار اپنی اولاد اور بیوی کو بھی ناپسند کرنا شروع کر دے گا اور کچھ عرصہ کے بعد اپنے آپ کو بھی ناپسند کرے گا۔ When you hate people then you start hating your children and your family and finally hate yourself لوگوں کو مارنے والا اپنے بچوں کو مار دے گا اور Ultimately خود Suicide یعنی خود کشی کرے گا۔ پہلے آپ لوگوں سے Hate کرنا شروع کرتے ہیں' پھر بچوں کی باری آتی ہے اور آپ ان سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں' پھر آپ کے بچے آپ کا کہنا نہیں مانیں گے اور آپ سے نفرت کریں گے' پھر یہ بچے اپنی منزلوں کو نکل جائیں گے اور Ultimately آپ اکیلے رہ جائیں گے۔ پھر آپ کی تنہائیاں ہوں گی اور آپ ہوں گے اور اس طرح آپ اپنے آپ کو ختم کر دیں گے۔ اس لئے یہ جو معاف کرنے کا مقام ہے آپ اس مقام کا خیال رکھا کرو ورنہ تو آپ اپنے آپ سے نفرت کرنے لگ جاؤ گے۔ آپ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے جن کی برائیوں پر آپ نظر رکھتے ہیں۔ جب ان پر اللہ کا کرم ہونا شروع ہو جائے گا تو وہ سب پر رحم کرنا شروع کر دیں گے۔

سوال :۔

کیا ظالم کو طاقت کے ذریعے ظلم سے نہیں روکنا چاہیئے؟

جواب :۔

ہم ظلم کا ساتھ نہیں دے رہے بلکہ ہم صرف نجات کا راستہ بتا رہے ہیں۔ دنیا میں جو ظلم ہو رہا ہے اس کے لئے اجتماعی راستہ ہے اور وہ ہے جہاد کا راستہ۔ ہم فی الحال جہاد پر گفتگو نہیں کر رہے کیونکہ اس وقت تو سوال یہ ہے کہ میں اپنے اللہ کے قریب کیسے ہو سکتا ہوں۔ اس کے لیے آپ کو ظلم قبول کرنا' غریبی قبول کرنا اور بیماری قبول کرنا ضروری ہے اور بھی بے شمار کام کرنے والے ابھی رہتے ہیں مثلاً" ایسا عمل کرنا کہ نجات مل جائے۔ آپ تو اس چھوٹی سی بات کے پیچھے لگ گئے ہیں کہ دنیا سے غریبی کب دور ہوگی' اللہ تعالیٰ نے جن کے ذمہ یہ کام لگایا ہے' وہ کر رہے ہیں' اور وہ بڑی مدت سے یہ کام کر رہے ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ دنیا سے غریبی دور ہو ہی جائے گی۔ آپ دعا کریں کہ یا اللہ سب کو برابر کردے۔ پھر اگر شکلیں برابر ہو جائیں گی تو عقل برابر نہیں ہوگی۔ تو یہ تو سیاسی لوگوں کا نعرہ ہے اور وہ یہ کام کر رہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں اور آپ کا مسئلہ ہے کہ "میں اور میری بخشش" اور "میں اور میرا روحانی ارتقاء"۔ اسی روحانی ارتقاء کے اندر یہ بات ضروری ہے کہ آپ اپنے آپ کو بچاؤ۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ کیوں ناں ہم اس ظالم کو پہلے ہی جھٹک دیں؟ ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ جن لوگوں نے بارڈر پر بڑی جنگ لڑنی ہو' وہ گلی کی لڑائی نہیں لڑتے۔ جس نے بارڈر پر لڑنا ہے

اور بہت بڑی' فیصلہ کن جنگ لڑنی ہے یعنی کہ وہ جو بہت بڑے مقصد والے لوگ ہوتے ہیں' وہ چھوٹے مقاصد سے نکل جاتے ہیں۔ مثلاً" چار بجے آپ کی فلائٹ بک ہو اور آپ نے آگے جانا ہو کیونکہ آگے آپ کا محبوب آپ کا انتظار کر رہا ہے تو اگر ساڑھے تین بجے آپ کا جھگڑا ہو جائے' آپ کا دشمن آپ کے سامنے آ جائے تو اب آپ جھگڑا نہیں کر سکتے حالانکہ یہ بہترین موقع ہے انتقام لینے کا' دشمن نہتا موجود ہے لیکن وہ محبوب کا راستہ ہے اور وہاں ضروری جانا ہے۔ تو محبوب کے راستے پر جانے والا دشمنوں سے نجات پا جاتا ہے' وہ کہتا ہے اِس کو بھی چھوڑا اور اُس کو بھی چھوڑا۔ صرف اس کو محبوب کی فکر ہے جو ادھر ائرپورٹ پر انتظار کر رہا ہے۔ تو اگر آپ کو محبوب سے محبّت ہو جائے تو محبوب کے راستے پر چل پڑو اور دشمنی کا راستہ چھوڑ دو۔ اور آپ تو ہیں ہی محبوب کے راستے پر چلنے والے' محبوب سنگِ درِ یار پر ملے تو سر جھکا دو اور اگر نوکِ خار پر ملے تو ادھر چلے جاؤ' اور اگر محبوب دار پر ملے تو سر کٹا دو۔ بڑی آسان بات ہے اور یہ ان لوگوں کی بات ہے جو محبوب کے راستے کو تلاش کرتے ہیں۔ جہاد کا راستہ اور ہے کیونکہ یہاں تو اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانی فرمادی ہے۔ جہاد کے لیئے فوج بنا دی ہے' مریں گے تو شہید کہلائیں گے اور اگر جیت جائیں گے تو غازی کہلائیں گے۔ اگر نیّت "اللہ" ہے تو وہ جہاد ہے اور اگر نیّت کچھ اور ہے تو وہ جہاد نہیں ہوگا۔ ہر کسی سے پوچھا جائے گا کہ آپ کی نیّت کیا ہے۔ اسلام میں اصلاحِ احوال تو ہوتی ہے مگر یہ کام بھی علماء صاحبان نے اپنے ذمّہ لے لیا ہے کہ وہ اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کے نفاذ کا یہ کام علمائے

کرام جانیں اور حکومت جانے' ہم پر تو صرف محبّت نافذ ہو رہی ہے اور یہ سب سے بڑی بات ہے اور ہم "محبّت" کا پہرہ دے رہے ہیں' محبّت کی نماز ذرا اور ہے اور نماز کی محبّت اور ہے۔ اس لیئے ہم محبّت کی تلاش میں ہیں کہ محبت کیا ہے؟ محبّت ہمیں جدھر بلاتی ہے ہم چل پڑتے ہیں' وہ کہتی ہے کہ آجاؤ تو ہم ادھر چلے جاتے ہیں چاہے راستے میں دریا ہو' جنگل ہو یا بیلے ہوں۔ چاہے دوری ہے' چلنے والا چلتا جاتا ہے۔ جس کو محبت کی یہ آواز سمجھ آئی ہے' صرف اسے سمجھ آئے گی۔ ہم اس راستے پر چلنے والے لوگ ہیں جہاں انسان ایک آواز کے پیچھے چلتا ہے اور وہ واقعات کے پیچھے نہیں چلتا۔ یہاں میں آپ کو محبوب کی بات بتا رہا ہوں کہ محبوب کی آواز کیسے ہوتی ہے؟ جب محبوب کی آواز آئے کہ میرے پاس آؤ تو پھر کوئی بھی رکاوٹ آئے' انسان اس کو خاطر میں نہیں لاتا اور کہتا ہے کیونکہ محبوب نے بلایا ہے' میں ہر خطرے سے گزر جاؤں گا۔ وہ شخص اپنے محبوب کو یہ نہیں کہے گا کہ مجھے یہ مسئلہ ہوا ہے' یا یہ کہ مجھے راستے میں تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ اور اگر محبوب کو کہے گا کہ میں تو یہ کر رہا تھا تو حبطت اعمالھم یعنی پھر سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تو آپ محبوب کی آواز پر لبیک کہو اور محبوب کی آواز سے کبھی اپنی آواز اونچی نہ کرو' محبوب کے کام کے علاوہ کبھی کسی کام کو نمایاں طور پر نہ کرو۔ سب سے بڑا کام یہی ہے۔ اور اگر محبوب جو ہیں وہ محبوبوں کے محبوب ہوں تو پھر اس شخص کو کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اگر اس کام کے اندر کوئی رکاوٹ ہے تو آپ اس کا علاج دریافت کرو۔ ورنہ تو باقی سب کچھ لکھا ہوا ہے کہ کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہیئے۔آپ

پیسہ کماؤ' اور مشکل وقت کے لیئے کچھ پیسہ جمع کرو تو پھر یہ ہوگا کہ مشکل وقت آجائے گا۔ تو طریقہ یہ ہے کہ کچھ خرچ کرو اور کچھ جمع کرو۔ یہ صحیح ہے کہ جو شخص مشکل وقت کے لئے جمع کرتا ہے اس پر مشکل وقت آتا ہے۔ اور سماج میں کیا ہوتا ہے؟ کہ ایک مکان بنالو اور پھر آدھے سے زیادہ پیسے قرضے میں دیتے جاؤ۔ خدا کرے کہ سود کھانے والے سارے لوگ ختم ہو جائیں۔ سود لینے والے' سود لکھنے والے اور سود دینے والے اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ سارا سماج جو ہے یہ مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ آپ لوگ سود کو بند کر دو تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ سود کیسے بند کرسکتے ہیں؟ جن کو یہ توفیق ہے' وہ یہ کام کریں اور جن کو توفیق نہیں ہے' وہ اس معاملے کو چھوڑ دیں۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ محبوب کا سفر ہے اور آپ محبوب کی آواز پر' محبوب کے خیال پر لبّیک کہیں ؎

بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
تیرے دیار میں لائی مجھے تیری خوشبو

اس طرح آپ خوشبو کے سفر پر چلیں گے' سود وزیاں تو ادھر ہے' نفع و نقصان ادھر ہی ہے اور وہ آپ لوگ کرتے رہتے ہیں۔ یہ دنیا سود وزیاں کا صحرا ہے کہ اس میں جمع کرو' تفریق کرو' مکان بناؤ' بیوی بچے اور دوسرے سارے واقعات پورے کرو۔ مگر محبت والا یہ کہتا ہے کہ ؎

تیری تلاش مجھے اپنے سامنے لائی
میں آئینے میں جب اترا تو سامنے تھا تُو

میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ آئینے میں اترنے کا سفر ہے' یہ نفاست کا

سفر ہے' لطافت کا سفر ہے' اس میں انتقام نہیں ہوتا' اس میں جھگڑے نہیں ہوتے' فساد نہیں ہوتے' زیادہ کھانا بھی نہیں ہوتا' زیادہ پینا بھی نہیں ہوتا بلکہ کچھ بھی نہیں ہوتا صرف محبوب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ سفر عجیب و غریب ہے۔ اس میں نہ تو' تو رہتا ہے اور نہ میں' میں رہتا ہوں۔ یہ سفر ایک تلاش ہے اور مستقل تلاش ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس مقام پر آپ کو کسی کی جستجو لائی ہے۔ اس لئے آپ یہ دعا کرو کہ آپ کو محبوب پاکؐ کی محبت نصیب ہو' سلطان باہوؒ نے ایک جگہ کہا ہے کہ ع

ایمان سلامت ہر کوئی منگے تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی ایمان کی سلامتی اور چیز ہے اور عشق کی سلامتی اور چیز ہے۔ یہ سفر ہی اور ہے اور اس کے فارمولے ہی اور ہیں۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ سفر ہے concentration کا Enlightenment کا' Self realization کا' Self awakening کا' یعنی کہ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا اور اس کے لئے آپ کو کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے اندر ہی سب کچھ مل جائے گا۔

ہم اپنے آپ ہی میں تجھے ڈھونڈھتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

بس آپ ہر طرف سے دست بردار ہو جاؤ اور صرف اپنے آپ کو دریافت کرلو۔ پھر Ultimately آپ اپنے آپ کو دریافت کر لو گے' پہچان لو گے' محبوب سے وصال ہو جائے گا اور منزل مل جائے گی کیونکہ اس طرح آپ کا وصال حق سے ہو جائے گا۔ باقی جو ساری باتیں ہیں وہ سب ٹھیک ہیں'

جہاد بالکل حق ہے' عبادت اور نماز بالکل حق ہے' مال جمع کرنا بھی حق ہے' خیرات کرنا بھی حق ہے' جہاد بھی حق ہے' یہ تمام صداقتیں ہیں اور اللہ کی کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب سچ ہے اور ٹھیک ہے' مگر ایک اور خاص مقام ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ محبوب کو تلاش کرو' اسے چاہو۔ یہ اور مقام ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے' اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

یہاں جلوہ گاہِ حسن کی بات ہے' اس لیئے آپ نے اور کچھ نہیں کرنا ہے' ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ پوٹلیاں باندھتے رہ جائیں۔ اس راستے میں پیسہ جمع کرنے کی بجائے مانگ کر کھا لینا بہتر ہے۔ اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ کا محبوب "اللہ" ہے تو پھر آپ اگر بچوں کی فکر کرتے ہیں تو پھر یہ جھوٹ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کس اللہ کو مانتے ہو؟ وہ "اللہ" تو وہ ہے جو آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کا خیال رکھے گا کیونکہ وہ آپ کے پیدا ہونے سے پہلے بھی آپ کا خیال رکھتا ہے۔ تو کیا وہ محبت کے بعد آپ کا اور بچوں کا خیال نہیں رکھے گا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے! فرض کریں اگر آپ آج مرجائیں' تو پھر بچوں کا کون خیال رکھے گا؟ اللہ خود رکھے گا۔ جب آپ یہاں نہیں ہوتے تو پھر بچوں کا کون خیال رکھتا ہے؟ بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون پالتا ہے؟ اللہ پالتا ہے۔ یہ تو آپ کو یقین ہے' تو اگر آپ اللہ کے کام میں لگے ہوئے ہیں تو کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ آپ کے بچوں کا خیال نہ کرے۔ یہاں سے آپ کا عقیدہ خراب ہو سکتا ہے۔ وہ اللہ ہے اور پالتا ہے' لوگوں کو

سنبھالتا ہے اور لڑائیاں ختم کراتا ہے۔ آپ کو جیسے ہی راستہ ملے اس صحرا سے نکل جاؤ' اور آپ زمان ومکاں کو توڑ کر نکل جاؤ۔ بس اپنا راستہ بناؤ۔راستہ محبت کا ہے اور یہی اصل راستہ ہے۔

سو ال :۔

سر! جو لوگ بینکوں میں اور ایسے ہی دوسرے اداروں میں کام کرتے ہیں جن کا کام سود کا حساب کتاب اور لین دین ہے تو پھر ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جو اب :۔

آپ کے لئے اس بات کا یہ جواب ہے کہ جائز مجبوریاں ذکر میں نہ لاؤ اور سفر طے کرنے کو ایمان بنا لو۔ لیکن مجبوری کو جواز نہ بناؤ اور باطل کو باطل ہی کہو۔ جہاں مجبوری نہیں ہے وہاں پر جواب وہ ہو جانا۔ جہاں مجبوری ہے' وہاں خاموش ہو کر چل پڑو اور یہ کبھی نہ کہنا کہ یہ حق ہے۔ وہاں پر خاموشی سے چل پڑو۔ مجبوری میں فی الحال یہ وقت نکال لو۔ جب آپ کو اختیار مل جائے تو پھر آپ مجبوری سے نکل جانا۔ اس لئے آپ ابھی بینک والوں کو کچھ نہ کہو بلکہ دعا کرو کہ دنیا کے اندر سب صحیح ہو جائے۔ ابھی آپ یہ دعا کرو کہ یا اللہ! مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ ایسے بینک بنائیں کہ سود سے جان چھوٹ جائے اور وہ اس لعنت سے بچ جائیں۔ جب ایمانداری شروع ہو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دعا کرو' آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال :۔

سر! "دانشِ نُورانی" کی وضاحت فرما دیں۔

جواب

"دانش" حکمت کو اور پہچان کو کہتے ہیں۔ زمانے کی پہچان اور چیز ہے اور اپنی ذات کی پہچان اور چیز ہے۔ کوئی انسان جب اپنی ذات کی پہچان کر لیتا ہے تو یہ پہچان "دانشِ نورانی" کہلاتی ہے' یعنی کہ یہ اللہ کی منشاء کی پہچان اور اللہ کے امر کی پہچان ہے۔ مثلاً" جیسے ایک عمل کو پہچاننا کہ اس کے پیچھے منشاء کیا ہے؟ اس کی منشاء کو پہچانو اور امر کو پہچانو تو پھر یہ دانشِ نورانی بن جائے گی۔ وگرنہ تو صرف راز ہی راز اور پردہ رہے گا اور جو Ultimate راز ہے وہ "اللہ تعالیٰ" ہے' اس راز کے جاننے کو کہتے ہیں پہچان' یعنی خالق کے ارادے کی پہچان' اپنی ذات کی پہچان' اسباب' اشیاء' ان کے مسمّٰی' ان کے ظاہر' باطن کی پہچان' اس کو دانش کہتے ہیں۔ کسی چیز کے بارے میں یہ جاننا بہت بڑی بات ہے کہ اس کی صفت کیا ہے' یہ کام کیا کرتی ہے؟ رنگ کیا ہے؟ روشنی کیا ہے؟ Sound یعنی آواز کیا ہے اور یہ واقعات کیا ہیں؟ یہ ساری ایک دانش ہے۔ اور دوسری دانش یہ کہ رُوح کیا ہے؟ میں کیا ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ کس کے حکم پر آیا ہوں؟ آنا تھا تو پھر جانا کیوں ہے؟ جانا تھا تو پھر میرا آنا کیا ہے؟ کیا میں کوئی حکم لے کر آیا تھا؟ کوئی منصوبہ لے کر آیا تھا؟ کس نے مجھے اس اجنبی دیس میں بھیجا اور اگر بھیجا ہے تو پھر راز کیا ہے؟ اس سے آگے پھر راز ہی راز ہے۔

سوال :۔

سر! اللہ اور اللہ کے حبیبِ پاک ﷺ کے مقام میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔

جب تک انسان عاشق نہیں بنتا تو ان میں فرق رہتا ہے۔ عاشق بن جائے تو فرق نہیں رہتا۔ اور جو عاشق ہوتا ہے اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ فرق کیا ہوتا ہے کیونکہ وہ فرق کا شمار نہیں کرتا۔ جب تک آپ عشق میں داخل نہ ہوں تو پھر بے شک عشق کی تعریف کرتے جائیں کہ عشق یہ ہے' وہ ہے' پھر عشق پر کتابیں لکھ دیں اور مضامین لکھ دیں مگر عشق سمجھ میں نہیں آئے گا۔ عشق کا مطلب عاشق سے پوچھو تو وہ کہتا ہے کہ عشق صرف معشوق ہے۔ وگرنہ اس کی کوئی تعریف نہیں ہوگی۔ عشق صرف محبوب ہوتا ہے۔ اگر آپ اللہ کے پاس جاؤ گے تو وہاں اس کے محبوبؐ کا ذکر پاؤ گے اور اگر اللہ کے محبوبؐ کے پاس جاؤ گے تو اللہ کا ذکر پاؤ گے۔ تو اس میں یہ فرق نکالا ہی نہیں جاسکتا کیونکہ ایک لامحدود ہے اور دوسرے کی شان لامحدود ہے۔ اس میں فرق نکالنے والے عام طور پر گمراہ ہوکر مرگئے ہیں۔ اس لیئے آپ بھی فرق نہ نکالنا۔ اللہ کے محبوبؐ نے اگر فرمایا ہے کہ اللہ ہے تو پھر اللہ ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ پیغمبرؐ ہیں تو بس پیغمبرؐ ہیں! پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ پہلے ہے تو ہم نے کہا وہاں اللہ پہلے ہے۔ اب اگر یہ سوچیں کہ اللہ کا ارادہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں صرف ایک کو محبوب کیوں بنایا ہے تو یہ اللہ بہتر جانتا

ہے۔ اس لئے اس راز کا کسی کو پتہ نہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ کے آگے سجدہ کرو تو آپ سجدہ کرو' جھکو۔ بس آپ اتنی بات یاد رکھو کہ سجدہ صرف اللہ کو کرنا ہے اور سجدہ محبوبؐ کو نہیں کرنا ہے۔ یہ انہوں نے خود ہی فرمایا ہے کہ سجدہ گناہ ہے۔ بس آپ اتنی بات یاد رکھو' باقی محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ محبت میں بات اکثر برابر ہو جاتی ہے اور عام طور پر "حمد" اور "نعت" کا شعر برابر ہوجاتا ہے۔ یہ ایک شعر داتا گنج بخشؒ کے بارے میں کہا گیا ہے ؎

گنج بخشؒ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

یعنی گنج بخشؒ فیضِ عالم وہ ہوتا ہے جس کا ساری کائنات پر فیض ہو۔ حضرت علیؓ کا نام ہی ایسا ہے کہ ان کا نام آجائے تو طبیعت مست ہو جاتی ہے۔ اب اللہ سے محبّت یا اللہ کے رسول پاک ﷺ سے محبّت جو ہے وہی محبّت اب حضرت علیؓ سے بھی ہوگئی۔ "من کنت مولٰی" جو ہے یہ کون بولا؟ بندہ کہ مولیٰ۔ پہلے تو پیغمبرؐ سے محبّت تھی اور پھر حضرت علیؓ سے محبّت ہوگئی۔ تو راز یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی محبّت اور رسول اللہ ﷺ کی محبّت ایک ہی ہے اور یہی محبّت اللہ کی محبّت بھی ہے۔ دراصل محبت دل سے ہوتی ہے۔ آپ اپنے دل میں دیکھو کہ وہاں کیا ہے اور پھر وہاں سے بات آگے چلتی ہے۔ دل میں جس کی محبّت ہو وہی دل میں رہتا ہے اور اگر دل اللہ والا ہو تو محبت اللہ کی ہے اور جس نے یہ محبت سکھائی ہے وہ اللہ والا ہے۔ مولانا رومؒ کی محبت جو ہے وہ عشقِ حقیقی ہے اور شمس تبریزؒ کی محبت بھی عشقِ حقیقی ہے۔ بس یہ راز سمجھنے والی بات اور بڑے غور والی بات ہے۔ عشق میں بڑا چھوٹا کوئی نہیں ہوتا

یہ پیمانے وہاں نہیں چلتے۔ اللہ بڑا ہے اور جس دل میں اللہ کی محبّت ہے وہ سب سے بڑی محبّت ہے اور پیغمبرؐ کے دل میں اللہ کی جو محبّت ہوتی ہے وہ اس سے بھی بڑی ہے۔ یہ بڑا اور چھوٹا' آپ کے پیمانے ہیں۔ اللہ مالک ہے' اس کے پاس Greatness ہے۔ اگر ایک آدمی نیچے والی منزل پر رہتا ہے اور دوسرا آدمی سب سے اوپر والی منزل پر رہتا ہے اور درمیان میں دو ہزار فٹ کا فاصلہ ہے تو یہ دونوں سورج کے حساب سے تو برابر ہیں۔ سمندر کے اندر سے چار دریا نکل جائیں تو کیا فرق پڑتا ہے اور چار دریا اور شامل کرلیئے جائیں تو پھر وہ بھی تلاش نہیں کئے جاسکتے کیونکہ اب وہ سمندر کا حصہ بن گئے ہیں۔ تو وسعتوں کے اندر یہ چھوٹے پیمانے نہیں ہوتے۔ جو پیمانے ہمارے پاس ہیں ان کے مطابق ایک وسعت تک جاکر ہمارا پیمانہ ختم ہو جاتا ہے۔ ہم کیا جانیں بلندی کیا ہوتی ہے وسعتیں کیا ہوتی ہیں اور وہاں کائنات کیا ہے؟ دن رات تو سورج کا اپنا نام ہے' سورج کا نام آدھا دن ہے اور آدھی رات ہے۔ سورج نکل آئے تو دن رات بنتے ہیں ورنہ ہمارے ہاں نہ دن ہوتا ہے اور نہ رات ہوتی ہے ہماری ساری دنیا سورج کا نظام ہے۔ نظامِ شمسی سے پرے کوئی اور نظام شمسی ہے! اس نظام کے مالک کو ہم اس نظام سے کس طرح ماپ سکتے ہیں۔ تو یہ بات ضرور دیکھنی چاہئے کہ سورج کی کہانی اور ہے' اور یہ چوبیس گھنٹوں کی کہانی ہے اور جہاں سورج نہیں ہے وہاں دن کیسے آئے گا؟ یہ پھر آگے کی بات ہے کہ ٹائم کیا ہوتا ہے؟ نظامِ شمسی سے وراء بھی کئی آفتاب ہیں یعنی اس سے آگے بھی کئی آفتاب ہیں اور ان آفتابوں سے آگے پھر ایک اور کائنات ہے اور اس کائنات کی وسعتوں کے آگے

پھر کئی وسعتیں ہیں' اور پھر خالق کا مقام ہے۔ اس کو آپ کیا سمجھو گے اور کیسے سمجھو گے۔ یہاں سے معلوم ہوگا کہ خالق بڑا ہے یا مخلوق بڑی ہے۔ آپ خالق اور اس کے حبیب پاک ﷺ دونوں کا احترام کریں۔ دونوں ہماری سمجھ سے بہت بلند ہیں۔ اللہ کو لوگ صبح شام پکارتے رہتے ہیں' اس سے باتیں کرتے رہتے ہیں اور دیکھا کسی نے بھی نہیں ہے۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ کو بھی آپ لوگوں نے نہیں دیکھا لیکن ان سے باتیں کرتے رہتے ہیں اور درود شریف بھیجتے رہتے ہیں۔ آپ نے صرف اس دنیا کو دیکھا ہے اور یہ دنیا صرف احساس کی کہانی ہے' احساس سے محبت ہوتی ہے اور یہ محبت کی باتیں ہیں۔ اگر آپ کسی ماں سے پوچھیں کہ آپ کے جو دو بیٹے ہیں ان میں محبت کس سے زیادہ ہے تو یہ اس بیچاری کے لئے خاصا مشکل ہو جائے گا۔ تو آپ کبھی محبتوں کا پیمانہ رکھو۔ محبتوں کا پیمانہ رکھنا بڑا مشکل ہے اور اس کا حل نا ممکن ہو جائے گا۔ اور پھر اللہ اور اللہ کے رسول پاک ﷺ کی محبّت کا پیمانہ کس طرح رکھا جاسکتا ہے؟ ہمارے لئے اتنا پیمانہ رکھنا مشکل ہے! بس آپ یہ یاد رکھیں کہ اللہ' اللہ ہے اور پیغمبرؐ 'پیغمبرؐ ہیں۔ اللہ وہ ہے جو پیغمبرؐ نے ہمیں بتایا اور پیغمبرؐ وہ ہیں جو اللہ نے ہمیں بتایا۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ دل میں اللہ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی محبت پیدا ہوگئی ہے؟

جواب :۔

بات یہ ہے کہ اگر کسی کی سوچ پر اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ غالب آگئے تو اس سے پہلے جو بے شمار سوچیں ہوتی ہیں وہ ختم ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ وہ سوچیں ایسی ہوتی ہیں جو قیامت تک نہیں نکل سکتی تھیں۔ پھر آپ کو نجات مل جاتی ہے اور آپ حساب کتاب سے بچ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی سوچ پر حضور پاک ﷺ کا اسمِ مبارک غالب آجاتا ہے جس اسم کی وجہ سے آگے آپ کی نجات ہو گی۔ ایسی صورت میں آپ کے عمل میں بھی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کے عمل میں جواب دہی ہے اور جب عمل آسان ہوجائے تو آپ کو جواب دہی سے نجات مل جاتی ہے۔ کچھ لوگ پیدائشی طور پر سوزِ دلِ پروانہ رکھتے ہیں' ان کے لیئے یہ راستہ آسان ہے۔ محبّت کرنے والے ہیں تو پھر آپ کے لیئے بڑی آسانی ہے اور اگر آپ وقتی طور پر محبت کررہے ہیں تو پھر آپ کے لیئے دِقّت ہے۔ اس لیئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اور اپنے حبیبِ پاک ﷺ کی حقیقی محبّت سے نوازے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰینا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔



۱ انسان بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہوتا جاتا ہے' ایسے میں وہ اسلام پر کیسے عمل پیرا رہ سکتا ہے؟

۲ اللہ تعالیٰ اپنا علم براہِ راست دیتا ہے یا کسی بندے کے ذریعے دیتا ہے؟

۳ جب مانگے بغیر ہی ملنا ہے تو پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟

۴ کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ محبت میں صحیح جا رہا ہے؟

۵ کیا انسان خیال پر کنٹرول کر سکتا ہے؟

۶ اس کی کیا نشانی ہے کہ انسان کا انتظار صحیح ہے؟

۷ کیا دنیاوی کاموں میں بھی انتظار کرتے رہنا چاہیئے؟

سوال :۔

انسان بڑھاپے کی وجہ سے روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے اور اس کا اسلام پر عمل پیرا ہونا مشکل ہوتا جاتا ہے ایسے میں ہم اسلام پر کیسے عمل پیرا رہ سکتے ہیں؟

جواب :۔

آپ خود اپنے عمل کے جواب دہ ہیں کوئی آدمی کسی دوسرے کے عمل کا جوابدہ نہیں ہے اِلّا یہ کہ باپ اپنے نابالغ بچوں کا۔ اللہ نے پوچھنا ہے کہ ہم نے آپ کو معصوم بچے دیے تھے' آپ نے ان کو کھانا دیا کہ نہیں دیا' کیا آپ نے ان معصوموں کو حرام تو نہیں کھلا دیا؟ یہ آپ سے پوچھا جائے گا۔ معصوم اگر معصوم نہیں ہیں تو پھر وہ خود ذمّہ دار ہیں اور آپ ان کے باپ ضرور ہیں لیکن اپنے عمل کی اولاد خود جوابدہ ہو گی۔ دوسروں کے اسلام کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے ہیں۔ آپ سے یہ پوچھا جائے گا کہ آپ کیا کرتے رہے ہیں' آپ کو اسلام کیسا لگا اور آپ کے علم میں کتنا اسلام آیا

اور آپ کے عمل میں کتنا اسلام آیا۔ جب آپ نے اللہ کے حوالے سے کسی بات کو مان لیا اور یقین کے ساتھ مان لیا تو اب وہ بات آپ کے عمل میں کیوں نہیں آئی۔ اسلامی عمل میں ڈھالنے کے لیئے دِقّت تو نہیں ہو رہی۔ اگر کوئی دِقّت ہو رہی ہے تو آپ اس کے بارے میں سوال کریں۔ سوال یہ ہونا چاہیئے کہ اسلام کے بارے میں ہمیں علم ہے اور جب اس کے مطابق ہم عمل کرتے ہیں تو ہمیں یہاں دِقّت محسوس ہوتی ہے۔ اس دِقّت کے بارے میں سوال کیا کریں۔ تو یہ پوچھیں کہ کہاں دِقّت ہوتی ہے؟ یہ پوچھیں کہ ترقّی اور عروج کے درمیان کہاں رکاوٹ ہوتی ہے یا کون شخص اسلام کے حوالے سے آپ سے تعاون سے گریز کر رہا ہے۔ جہاں عقیدہ آپ پر گراں گزر رہا ہے وہاں یہ سوال پیدا ہوگا۔ یعنی جہاں عقیدہ ذرا مشکلات پیدا کر رہا ہے وہاں سوال پیدا ہوگا۔ تو اس لیئے یہ سوچنا چاہیئے ورنہ تو آپ نے صرف آنا ہے اور جانا ہے' یہاں انسان نے چند روز رہنا ہے' جیسا مرضی مکان بنالے یا سامان بنا لے' ان سب کو ایک معیّن وقت کے بعد چھوڑ چھاڑ کر چلے جانا ہے۔ دنیا نے آپ سے کیا نگاہ بدلنی ہے' آپ نے خود اپنے آپ سے نگاہ بدل لینی ہے۔ لوگ کیا نگاہ بدلیں گے' آپ خود ہی اپنے مکان سے نگاہ بدل لیں گے اور آپ دنیا سے نگاہ موڑ کر واپس چلے جائیں گے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ خود نگاہیں پھیر لیتے ہیں مثلاً" پہلے آپ ہر وقت بچوں کے ساتھ رہتے ہیں کہ کہیں باہر نکل نہ جائے' اِدھر اُدھر نہ چلا جائے مگر پھر آپ ایک دن خود ہی بچوں سے کہتے ہیں کہ جاؤ آپ اپنا کام کرو۔ اب نگاہ کس نے پھیری؟ آپ نے خود ہی پھیری ہے۔ تو نگاہیں

بدلنا آپ کا شعبہ ہے کہ پہلے کسی کو آپ اپنا کہتے ہیں اور بعد میں اپنا نہیں کہتے۔ اسی طرح زندگی کے رشتے ہوتے ہیں کہ آپ ان سے بھی نگاہ پھیر لیتے ہیں' زندگی کی جو Achievements ہیں' ان کو بھی آپ چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً" ایک زمانے میں آپ نے بندوق لی تھی اور اسے روز استعمال کرتے تھے حالانکہ اس زمانے میں آپ کا کوئی دشمن بھی نہیں تھا لیکن اب دشمن بہت ہیں مگر آپ پھر بھی بندوق کی صفائی نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ جانے اور دشمن جانے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا مزاج بدل جاتا ہے۔ تو یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مزاج بدلتا رہتا ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے بدلتے ہوئے مزاج میں کبھی کوئی سوال پیدا ہوا؟ اسی طرح ایک شخص نے کسی پیر صاحب سے' کسی شیخ سے رابطہ کیا اور ان کے حکم کے مطابق چلنا شروع کر دیا مگر اس کو وہ حاصل نہیں ہوا جیسا ہونا چاہئے تھا تو یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے پورا آزمایا لیکن وہ بات بنی نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ یہاں پر انسان یہ سوال کرتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس ایک درویش نما انسان آیا' وہ اصل میں درویش نہیں تھا لیکن اس کی شکل درویشوں والی تھی۔ تو وہ اس آدمی سے کہنے لگا کہ میں تمہارے لئے دربارِ رسالتؐ سے ایک پیغام لایا ہوں۔ ماننے والا اس کو صحیح مان گیا کہ اصل پیغام ہے اور وہ اس پیغام پر چل پڑا۔ اگر پیغام لانے والا صحیح نہ ہو لیکن اگر اس پیغام پر چلنے والے نے نیّت سے مان لیا ہے تو وہ پیغام صحیح ہو جائے گا' راز یہ ہے۔ اگر ایک آدمی نے آپ سے یہ کہا کہ آپ روزانہ پانچ لال مرچ اللہ کی راہ میں تقسیم کیا کرو تو اب کہنے والا پتہ نہیں کیسا تھا لیکن اگر آپ نے یہ کہا کہ

اللہ کا حکم ہی ایسا ہے تو آپ کو راز مل جائے گا۔ اب کہنے والے نے جو بھی کہا لیکن ماننے والے نے اگر اس چیز کو سچ مانا ہے تو اس کا ضرور نتیجہ نکلے گا۔ تو سچ کیا ہوا؟ ماننے والے کا نام سچ ہے۔ اللہ کریم نے کبھی اپنے منہ سے نہیں کہا کہ میں اللہ ہوں' اس نے جب بھی کہا پیغمبروں کی زبان سے کہا اور ماننے والوں کی صداقت نے اسے مانا کہ ہم حضور پاکؐ کی بات کو سچ مانتے ہیں یعنی جب آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہے تو بس اللہ ہے کیونکہ اللہ تو آج تک سامنے آیا ہی نہیں۔ ماننے والا کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ ہے' ہمارے ساتھ رہتا ہے' باتیں بھی اسی کے ساتھ ہیں' کام بھی اسی کا ہے' ڈر بھی اسی کا ہے' محبت بھی اسی کے ساتھ ہے' سجدہ بھی اسی کا ہے' بغاوت بھی اسی کے ساتھ کر جاتے ہیں۔ اللہ سامنے نہیں آتا لیکن سامنے سے ہٹتا بھی نہیں ہے۔ یہ سب کا عقیدہ ہے' تو اس عقیدے کے اندر جہاں کہیں رکاوٹ ہوتی ہے تو وہاں پر سوال ہوتا ہے کہ یہاں پر کیا ہے' اور یہاں کیوں ہے؟ تاکہ آسانی پیدا ہوتی جائے۔ اس زندگی میں بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بات سنتے ہیں' سنانے والے کا پتہ نہیں ہوتا اور بات صحیح ہوتی ہے۔ بے شمار لوگوں کو آپ اللہ کی صحیح بات سنا دیتے ہیں لیکن آپ کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ بات کیا ہوتی ہے لیکن اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ شخص ملے تو وہ کہتا ہے کہ آپ کی بات سے تو میری زندگی بدل گئی ہے' آپ نے جو کہا تھا تو اس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے ویسے ہی کیا جیسے آپ نے کہا تھا۔ آپ اسے کہتے ہیں کہ مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا تھا لیکن اب اس شخص کی زندگی بدل گئی۔ تو راز یہ ہوتا ہے کہ ماننے والے کی زندگی بدل

جاتی ہے۔ تو جس نے صدقِ دل سے مان لیا اس کی زندگی بدل گئی اور اس کی کائنات بدل گئی۔ ہمیشہ ماننے والے کی کائنات بدلتی ہے کیونکہ یہ دور کی منزل ہے' اللہ کا کام ہے' ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کوئی کام کر نہ سکے۔ اگر آپ یہ مان لیں کہ یہاں زمین سے ایک پودا اُگے گا مگر زمین بنجر ہے' بیج بیمار ہے اور پانی قطرہ قطرہ ہے' تو آپ کو اگر یقین ہے کہ یہاں اللہ کے حکم سے درخت اُگے گا تو وہ درخت ضرور اُگے گا۔ اللہ نے کسی کو جوابدہ نہیں ہونا۔ اللہ کہتا ہے کہ جو چاہے کروں اور جیسے چاہوں کروں فعال لما یرید یعنی اللہ جو اِرادہ کرتا ہے وہ کر لیتا ہے۔ اللہ کے سامنے کوئی شے Impossible نہیں' ناممکن نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں ایسا رب ہوں کہ رات سے دن پیدا کرتا ہوں اور دن سے رات پیدا کرتا ہوں۔ انسان کہہ سکتا ہے کہ رات سے دن پیدا کرنے کا کام تو سورج کرتا ہے لیکن جب اللہ کہے کہ میں رات سے دن پیدا کرتا ہوں تو اس کے معنی کچھ اور ہوں گے' سورج کیا کرتا ہے؟ آ جائے تو دن ہو جاتا ہے اور چلا جائے تو رات ہو جاتی ہے اور یہ کام تو سورج کا ہے کہ وہ رات سے دن اور دن سے رات کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات سے دن پیدا کرتا ہوں اور دن سے رات پیدا کرتا ہوں تو یہ پوری حقیقت ہے اور پوری تشبیہہ ہے کہ اللہ خوشی سے غم پیدا کر سکتا ہے اور غم میں سے خوشی پیدا کر سکتا ہے' دُکھ میں سُکھ پیدا کر سکتا ہے اور سُکھ میں سے دُکھ پیدا کر سکتا ہے' ہونے سے نہ ہونا پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہونے سے ہونا پیدا کر سکتا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں رات سے دن اور دن سے رات پیدا فرماتا ہوں تو اس کا مطلب یہ بھی

ہے کہ دکھ سکھ' غم خوشی' موت زندگی' ہونا نہ ہونا' اپنا بیگانہ' سب ہی اس کا کام ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ کام اس کا ہے تو پھر آپ کا کیا کام ہے؟ جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں زندگی سے موت پیدا کرتا ہوں اور موت سے زندگی پیدا کرتا ہوں اور یہ کہ ہم جس کو چاہتے ہیں بے حساب رزق دیتے ہیں تو ایک فارمولا ہے کہ رزق کیسے ملے گا؟ حساب سے ملے گا لیکن جب اللہ جوشِ رحمت میں آئے تو وہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ تو گویا کہ استحقاق کے بغیر بھی رزق دے دیتا ہے یعنی حق والے کو تو دیتا ہی ہے لیکن حق کے بغیر بھی دیتا ہے' حق کے ماسواء بھی دیتا ہے۔ اور یہ سب سائل کی ادا پر مبنی ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے کیسے مانگتا ہے۔تو کبھی کبھی اللہ تعالیٰ حق سے زیادہ دیتا ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ نے فقہ نہ پڑھی' عربی نہ پڑھی' حدیث شریف نہ پڑھی ' کوئی عبادت بھی نہ کی ہو لیکن وہ آپ کو اپنالے' اللہ والا بنا دے۔ پھر سارے علم مل جاتے ہیں' جب اللہ کی مہربانی ہو جائے تو پھر علم ہی علم ہے۔ ایسے بے شمار لوگوں کو ولایتیں ملی ہیں' علم ملا ہے' جن کا استحقاق نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک مزاج ہے کہ جس کو چاہے' جیسا چاہے پیدا کر دے اور جس کو چاہے ستّر سال کے کفر کے بعد اسلام میں داخل کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں۔ یہ اس کا اپنا کرم ہے کہ ہر چیز میں سے ہر دوسری چیز پیدا کرسکتا ہے یعنی زندگی سے موت اور موت سے زندگی پیدا کر سکتا ہے' جہالت سے علم پیدا کر سکتا ہے اور عالم سے جاہل پیدا کر سکتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ عالم لوگوں نے بڑی بڑی جہالتیں کی ہیں اور ایک آدمی اگرچہ ان پڑھ تھا لیکن ایسی بات کر گیا کہ

عالم بھی اس پر نثار ہو جائے۔ تو ایسے واقعات موجود ہیں۔ یعنی کہ ایجوکیشن نہیں ہے، تعلیم نہیں ہے لیکن علم ہے، ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس تعلیم تو ہو لیکن علم نہ ہو۔ ایک آدمی سے کسی نے پوچھا تمہاری تعلیم کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایم۔ اے کیا ہے۔ اس نے کہا پھر زندگی سے باہر جانے کا راستہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کیونکہ میری کتابوں میں یہ راستہ تھا ہی نہیں۔ اس نے پھر کہا کہ ماں باپ کی عزت کیسے کرتے ہیں؟ تو وہ بولا کہ ماں باپ کا ادب تو کتاب میں لکھا ہی نہیں تھا کیونکہ میں نے تو Statistics پڑھی ہے، شماریات پڑھی ہے اور اس میں تو ماں باپ کا کچھ لکھا ہی نہیں تھا۔ اب وہ بیچارہ ایم ایس سی بھی کرلے تو اس کو ماں باپ کے ادب کا پتہ نہیں چلے گا اور یہ پتہ نہیں چلے گا کہ اولاد سے پیار کیسے کرتے ہیں، وعدہ پورا کیسے کرتے ہیں۔ کیلکولیٹر اور کمپیوٹر میں وعدہ پورا کرنے کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ تو لوگوں کے پاس تعلیم تو ہوتی ہے لیکن علم نہیں ہوتا مگر اللہ چاہے تو علم عطا ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ جب چاہے اور جہاں سے چاہے علم پیدا کرسکتا ہے۔ انسان کو اللہ کا علم اسی زندگی میں مل جاتا ہے اور عمل بھی یہاں ہو جاتا ہے۔ اس لیئے اللہ کے فضل کی تلاش سے ہر مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ یہ علم براہِ راست دیتا ہے یا کسی بندے کے ذریعے سے دیتا ہے۔

جواب :۔

دونوں طریقے ہیں۔ بعض اوقات بغیر سبب کے بھی علم آجاتا ہے۔ ایک بادشاہ تھا' اس کے ہاں اولادِ نرینہ نہیں تھی یعنی بیٹا نہیں تھا۔ اس نے دیکھا کہ وقت آخری آگیا ہے اور ولی عہد نہیں ہے۔ ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ اسی صف میں سے ایک بچہ چن لوں اور اسے ولی عہد بنا کر چلا جاؤں' دنیا کے کام تو دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں۔ تو اس نے فیصلہ کیا کہ آج رات ولی عہد چنوں گا۔ رات کو وہ ولی عہد کی تلاش میں نکلا۔ اس نے دیکھا کہ مٹی پر ایک بچہ سویا پڑا ہے۔ وہ ایک یتیم بچہ تھا جو بھوک سے مارا ہوا سو گیا تھا۔ بادشاہ کے دل میں بات آگئی کہ یہی بچہ ولی عہد ہونا چاہیئے۔ تو وہ بچہ بادشاہ کو پسند آگیا اور اس نے حکم دیا کہ یہی بچہ ولی عہد ہو گا' اس کو اٹھا لو۔ جب بچہ صبح جاگا تو وہ اس سلطنت کا ولی عہد تھا۔ تو نہ تو کوئی اس بچے کا استحقاق ہے اور نہ کوئی ذریعہ ہے اور نہ کوشش ہے۔ اس کو یہ سب ایسے ہی مل گیا۔ اس سلسلے میں ایک اور مثال بزرگ لوگ دیتے ہیں کہ یہاں لاہور میں ایک بزرگ تھے۔ وہ بزرگ دریائے راوی میں پانی کے اندر کھڑے ہو کر قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ صبح کھڑے ہو جاتے اور شام کو قرآن شریف کی منزل پوری کر کے واپس تشریف لے آتے۔ وہ پیدل چلتے ہوئے بادشاہ کے قلعے کے پاس سے گزرتے تھے کیونکہ ان دنوں دریا قلعہ کے ساتھ بہتا تھا۔ ایک دن بادشاہ سلامت نے سوچا کہ اس درویش کی بڑی شہرت ہے' اس سے یہ پوچھا جائے کہ یہ فقیری کا علم آپ کو کیسے ملا' براہِ راست ملتا ہے یا سبب سے ملتا ہے یا وسیلے سے ملتا ہے؟ تو بادشاہ

سلامت نے حکم دیا کہ درویش کو عزت و احترام سے بلایا جائے۔ لوگ درویش کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی خدمت میں بادشاہ سلامت نے ادب کے ساتھ گزارش کی ہے کہ آپ تشریف لائیں' بادشاہ آپ کا نیاز مند ہے اور آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہے۔ درویش ان کو ٹالتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد پھر وہ لوگ آئے کہ بادشاہ سلامت آزردہ ہو رہا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے عزّت دی ہے اور میں کوئی اتنا برا آدمی بھی نہیں ہوں بلکہ اچھا آدمی ہوں' میں آپ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں' آپ تشریف لائیں۔ درویش نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں قلعے کے پاس سے روزانہ گزرتا ہوں' مجھے سیڑھی کے راستے سے نہیں چڑھنا آتا' بادشاہ سے کہو کہ وہ کھڑکی کے راستے سے ایک پالکی نیچے بھیج دے' میں اس میں بیٹھ جاؤں گا' آپ اس کو اوپر کھینچ لینا' تو اس طرح بادشاہ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ بادشاہ نے پالکی بھیجی اور درویش کو اوپر کھینچ لیا گیا۔ وہ آگئے تو بادشاہ کہنے لگا کہ میں نے آپ کو بلایا ہے اور آپ کو بڑی تکلیف دی ہے لیکن آپ میرے ایک سوال کا جواب ضرور دیں' میرا سوال یہ ہے کہ آپ کو یہ ولایت اور فقیری کیسے ملی؟ اس درویش نے فرمایا کہ میں تو آپ کے گھر میں جواب دے کر آیا ہوں یعنی اس کا جواب تو میں نے پہلے ہی آپ کو دے دیا ہے! بادشاہ کہنے لگا کہ میں سمجھا نہیں ہوں کہ آپ نے کیسے جواب دیا ہے! درویش نے کہا کہ میں قلعے میں سیدھے راستے سے نہیں آیا ہوں یعنی محنت والے راستے سے بلکہ میں نے آپ کو کہا کہ پالکی بھیج دیں' جس طرح آپ نے مجھے بلا لیا' اوپر کھینچ لیا' اسی طرح اللہ نے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور اللہ نے یوں مجھے عرفان عطا فرمادیا! تو عرفان

حاصل کرنے کا ایک تو یہ طریقہ ہے کہ آپ وظیفہ پڑھتے جائیں اور محنتیں کرتے جائیں تو : پھر نتیجہ نکلے گا۔ جیسے فصل کا موسم آتا ہے کہ چیت آئے گا تو فصل پکے گی ورنہ نہیں پکے گی۔ ایک اور طریقہ یہ ہے کہ بنی بنائی چیز آپ کی جھولی میں ڈال دی۔ تو ایسا طریقہ بھی ہوتا ہے۔ تو بعض اوقات کچھ بنانا پڑتا ہے اور بعض اوقات بنا بنایا ملتا ہے۔ تو یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ بعض اوقات آپ کو بنانے کا شعور دے دے' وسیلے کا شعور دے دے اور بعض اوقات بے سبب ہی کرم کر دے وترزق من تشاء بغیر حساب ۔ اور جس کو میں چاہتا ہوں بے حساب اور بے سبب دیتا ہوں ۔ کیونکہ وہ مسبّب ہے' اسباب کو Create کرنے والا ہے' خود ہی اسباب کے ذریعے سے دے سکتا ہے اور اسباب کے بغیر بھی دے سکتا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں کہ وہ کس طرح عطا کرتا ہے۔ اس کی عطا اور اس کی نوازشوں کا فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہر فارمولا خود ہی توڑا ہے مثلاً" اللہ فرماتا ہے کہ محنت کرو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور کبھی محنت کے بغیر ہی کامیاب کر دیتا ہے۔ اور یہ کہ میرے پاس گناہگار آئے گا تو اس کو سزا دوں گا اور جس کو چاہتا ہوں معاف کر دیتا ہوں بلکہ اس کی بدی کو نیکی میں بدل دیتا ہوں۔ ایسے شخص کے گناہوں کے باوجود اس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ہم اس کے سئیات کو حسنات میں بدل دیتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں۔ اس کے فارمولے کے علاوہ بھی اس کے اپنے کام ہیں۔ مثلاً" سبب کے ساتھ بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن باپ کے بغیر بھی بچہ پیدا ہوتا ہے' اللہ نے حضرت آدمؑ کو باپ کے بغیر پیدا فرمایا ہے اور آپ

کو علم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ بعض اوقات ساری عمر فارمولا ہی چلتا رہتا ہے اور بعض اوقات بغیر فارمولے کے سب کچھ ہو جاتا ہے۔ آپ یہ یاد رکھو کہ "تشاء" کا لفظ جو ہے یعنی "اللہ کی مرضی" کا لفظ جو ہے اس سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ جس کو وہ چاہتا ہے سب کچھ دیتا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ چاہنا بھی اسی کا ہے اور وسیلہ بھی اس کا ہے' وسیلے کے ذریعے سے بلا لے تب بھی اسی کا ہے' وسیلے کے بغیر بھی بلا لے' تب بھی اسی کا ہے۔ دراصل بلانا اسی نے خود ہی ہے' جس راستے سے وہ مرضی بلا لے اور داستان اس کی اپنی ہے' فراق عطا کردے تو اس کی مرضی ہے اور وصال کرادے تو اس کی مرضی ہے۔ایک فقیر نے ایک شخص سے کہا کہ ذکر شروع کرو' یعنی اللہ ہُو کا ذکر۔ اللہ ہُو' اللہ ہُو کا ذکر شروع ہو گیا تو کپڑے پھاڑ کے جنگل میں چلا گیا کیونکہ اس کو ذکر میں لطف آنے لگ گیا تھا۔ پھر اس فقیر نے کہا کہ دیکھو آپ اس طرح کرو کہ تھوڑا سا منہ کھولو تاکہ میں اس میں تھوڑا سا دم کردوں مگر وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے دم نہیں چاہئے کیونکہ جو میرے پاس موجود ہے یہی کافی ہے۔ اب "اللہ ہُو" کا ذکر اس کے پاس ہے' اس میں جوش ہے اور مستی ہے اور ذکر میں وہ شخص ذکر دینے والے کو بھول گیا۔ تو ذکر دینے والے کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ سارا کھیل ہی اس کا ہے۔ تو ہر دم اللہ کا خیال رہنا چاہئے۔ آپ اللہ کی طرف رجوع رکھیں' اگر وہ دے دے تو یہ اس کا کام ہے اور نہ دے تو بھی یہ اس کا کام ہے' بس آپ کا تعلّق اس سے ٹوٹنا نہیں چاہئے۔ ایسا انعام جس میں تعلّق ٹوٹتا ہوا لگتا ہے وہ انعام آزمائش ہے۔ ہوتا تو وہ

انعام ہی ہے کہ اللہ کا فضل ہو گیا' پیسے مل گئے مگر اللہ تعالیٰ آپ کو ایسے پیسوں سے بچائے کہ آپ اس قدر مصروف ہو گئے۔ اب یہ جو مصروفیت ہے یہ اس شخص کو نعمت دینے والے سے دور کر رہی ہے۔ تو آپ اس نعمت سے بچیں جو آپ کو منعم سے دور کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہ کرو' پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے خود ہی بیان کیا کہ حضرت یوسفؑ کے والد بزرگوار حضرت یعقوبؑ' حضرت یوسفؑ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ ان کی جدائی میں بینائی چلی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس قصّے کو بڑا خوبصورت قصّہ قرار دیا ہے' احسن القصص قرار دیا ہے۔ تو باپ کو بیٹے سے اتنی محبت بھی ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں ہے کیونکہ اس محبت میں باپ بیٹا دونوں پیغمبری کا راستہ طے کر گئے۔ تو اللہ کے راستے پر چلنے والے آپس میں محبت کریں تو شرک نہیں ہے اور اللہ کے راستے کے علاوہ جو محبت ہوگی وہ شرک ہے۔ دو مسافر اگر اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ سے جذباتی شدّت میں محبت کرتے جائیں تو وہ شرک نہیں ہے بلکہ وہ محبت لازمی ہے۔ تو شرک یہ ہوا کہ اس انسان سے محبت جو شریکِ سفر ہو اور شریکِ عاقبت نہ ہو' جو شریکِ سفرِ توحید نہ ہو اور جو شریکِ سفرِ رسالتؐ نہ ہو۔ تو دنیاوی عشق جو ہے وہ شرک ہے اور اللہ کا عشق جو ہے وہ حقیقت ہے۔ تو عشق جو ہے وہ عین شرک بھی ہے اور عین حقیقت ہے۔ اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیروں سے بچو کیونکہ یہ شرک ہے تو وہ ٹھیک کہتے ہیں کیونکہ اگر پیروں کی محبت انسان کی طرف لے جاتی ہے تو شرک اور اگر یہ آپ کو مقامِ رسالتؐ کی طرف لے کر چلی ہے تو پیر سے محبت کرنا عین خدا سے محبت کرنا ہے۔

اب یہ آپ کے ارادے کی بات ہے۔ وہ عشق جو آپ کو راہِ توحید کی طرف لے چلے وہ عین توحید ہے اور وہ عشق جو توحید کے راستے سے روکے وہ شرک ہے چاہے وہ پیر کا عشق ہو۔ اگر اللہ کے راستے سے پیر صاحب روک رہے ہیں اور اپنے راستے پر چلا رہے ہیں تو یہ شرک ہے۔ اگر پیر صاحب اور مرید ایک دوسرے کے لیئے دنیاوی مفاد کے کام کر رہے ہیں تو دونوں کے لیئے بربادی ہے۔ تو وہ عشق جو سارے کا سارا دنیا کا کاروبار کرے وہ سارے کا سارا شرک ہے۔ تو ایسے عشق سے بچ جانا چاہیئے۔ وہ عشق جس سے آپ دنیا میں غرق ہو جائیں وہ عشق نفس والا عشق ہے اور جس نے حقیقی عشق نہ کیا اس نے کبھی فلاح نہ پائی۔ تو جو دنیاوی عشق میں رہ گیا وہ برباد ہو گیا اور جس نے حقیقی عشق نہ کیا وہ بھی برباد ہو گیا۔ تو اس لیئے یہ ضروری بات ہے کہ آپ اپنے اس راستے پر چلیں جو راستہ آپ کو فلاح کی طرف لے چلے ورنہ یہ شرک ہو جائے گا۔ اگر آپ نے پیر کو پیر سمجھ کر اس کی ذات تک محبت کی ہے تو دونوں غرق ہو جائیں گے اور اگر اس کو اللہ' نشان یا Indicator سمجھ کر محبت کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر Indicator نہ ہو تو پھر سارا ہی غلط ہے اور سارا ہی فیل ہونے کا پروگرام ہے۔ اگر مقصد اللہ نہ ہو تو پھر پیر خانے اور پیروں کی مجالس غلط ہوں گی کیونکہ درمیان میں ان کی اپنی ذات آجاتی ہے۔ آپ پارٹیوں اور کمیٹیوں میں نہ پڑیں بلکہ صرف اللہ کے راستے کو تلاش کریں۔ حبیب پاکؐ پر درود شریف پڑھتے رہیں۔ یہاں صرف چار دن کا میلہ ہے' وہ خیریت سے گزارنا ہے' آپ اپنا رُخ سیدھا کرتے جائیں اور اللہ کے راستے کے لیئے پیر صاحب سے ملا کریں

کیونکہ صرف پیر صاحب کی ذات تک رہ جانے والا گمراہ ہو گا۔ اس لیئے آج کل دوسرے فرقوں میں نفس کا غلبہ اتنا نہیں جتنا آپ لوگوں میں ہے۔ پیر صاحب لوگوں کو کیمیا بنانے میں' نسخے بنانے میں اور اپنی محبت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ یہاں سے بات میں فساد آ جاتا ہے۔ ورنہ محبتِ توحید ہی تو اصل چیز ہے۔ آپ کو مشکل سے کوئی ایسی مثال ملے گی کہ کسی شخص کے دل میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہو۔ تو اللہ کی محبت بھی ہونی چاہئے اور اللہ کی طرف لے جانے والے بندے کی محبت بھی۔ اگر ایسے بندے کی محبت نہ ہو تو یہ بھی شرک ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ یا اللہ میں تیرے ساتھ محبت کر سکتا ہوں لیکن تیرے بندے کے ساتھ محبت نہیں کر سکتا' تیرا سجدہ کر سکتا ہوں اور کرتا رہوں گا لیکن تیرے بندے کا سجدہ نہیں کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم Get out ہو جاؤ' یہاں سے نکل جاؤ۔ تو شیطان کون ہوا؟ جو توحید کو تو مانتا ہے لیکن رسالت کو نہیں مانتا۔ تو اس لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دیں کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ یعنی اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو' تب ہی اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو حضور پاکؐ کی اطاعت ہی اللہ کی محبت ہے اور یہ طریقت ہے۔ تو طریقت یہ ہے کہ ہم اطاعت بھی کرتے ہیں اور محبت بھی کرتے ہیں۔ تو اتنی سی بات ہے کہ جس سے اللہ محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس میں جھگڑے والی بات ہی نہیں ہے۔ اگر درود شریف اور تلاش کا معنی تھوڑی دیر کے لیئے محبت سمجھ لو تو ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھا الذین آمنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما یعنی اللہ اور اس

کے فرشتے حضور پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں اس لیئے اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ تو آپ حضور پاکؐ سے ضرور محبت کرو۔ اگر درود شریف کا معنیٰ محبت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ تو کہانی بالکل واضح ہے کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے حضور پاکؐ سے محبت کرتے ہیں' تو اے ایمان والو تم بھی ان سے محبت کرو۔ تو حضور پاکؐ سے محبت جو ہے یہ بھی توحید ہے۔ سجدہ اللہ تعالیٰ کا کرو اور محبت حضور پاکؐ سے کرو' آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام حضور پاکؐ کے ذریعے سے ملیں گے' پہلے بھی ملتے رہے ہیں اور اب تازہ بھی مل سکتے ہیں۔ تو حدیث کیا ہے؟ یہ حضور پاکؐ کی زبان مبارک سے فرمایا ہوا لفظ ہے۔ اگر آج کسی کو حضور پاکؐ کی زیارت ہو جائے اور حضور پاکؐ اس کو کچھ فرمائیں تو وہ کیا ہو گا؟ وہ بھی حدیث ہی ہو گی۔ اسے حدیثِ تازہ' حدیثِ نو کہیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جو حضور پاکؐ کے منہ مبارک سے بات نکلی اسے ہم حدیث کہیں گے اور وہ بھی حدیث ہوگی۔ اس لیئے محبت کس سے کرنی ہے؟ اللہ کے راستہ پر لے جانے والے کے ساتھ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جامد شے سے محبت کریں۔ جامد کے معنیٰ رُکی ہوئی شے ہے اور وہ دنیا سے محبت کرنے والی شے ہے۔ تو اگر اس شے کی طرف آپ راغب ہو جائیں تو پھر یہ جو منبع ہے یہ غیر اللہ ہے اور اگر "اِلی اللہ" یعنی کہ اللہ کی طرف لے جانے والی محبت آپ کو مل جائے تو آپ کو وہ محبت عین اللہ کی طرف لے جائے گی۔ تو یہ سفر مع اللہ ہے۔ مع اللہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ سفر۔ تو Genuinely' اللہ والوں کے ساتھ سفر جو ہے یہ مع اللہ ہے۔ آپ ان باتوں پر ذرا غور کرو تو آپ کا سارا مسئلہ

حل ہو جاتا ہے۔ تو بات یہ ہو رہی تھی کہ سبب کے ساتھ ملنے والی بات اور ہے لیکن سبب کے بغیر بھی اللہ دے سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سبب کے ساتھ دے اور اگر چاہے تو بے سبب دے دے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو مجاز کے ذریعے سے اپنا راستہ طے کرا دے اور اگر چاہے تو دوسرے راستے سے طے کرا دے۔ یہاں یہ احتیاط رکھنی چاہئے کہ وہ مجاز جو اللہ کے علاوہ نکل آئے اسے مجاز نہ کہنا' وہ مجاز نہیں ہے بلکہ وہ رُکاوٹ ہے۔ مجاز جو ہے یہ حقیقت کے ایک رُوپ کی بات ہوتی ہے اور وہ مجاز جو اللہ کی طرف لے جائے وہ ٹھیک ہے۔ وہ جو دنیا کے اندر غرق ہے' پیسے سے محبت میں ہے' اشیاء سے محبت کرتا جا رہا ہے' مکان سے بھی محبت کرتا جا رہا ہے' وہ اندر ہی اندر غرق ہوتا جا رہا ہے۔ تو یہ محبت جو ہے یہ مجاز نہیں کہلاتی بلکہ یہ غیر اللہ کی محبت کہلاتی ہے۔ محبت تو آپ ضرور کریں گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ انسان محبت ضرور کرے گا اور ہر آدمی محبت کرے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہو یا غیر اللہ سے کرتے ہو۔

یہ اللہ کی مرضی ہے' بات پوری کرے یا نہ کرے۔ وہ باری تعالیٰ تو پیغمبر سے کہتے ہیں کہ میں تم سب پر عذاب ڈالنے والا ہوں' پیغمبر نے سب کو بتا دیا کہ عذاب آنے والا ہے لیکن عذاب نہیں آیا اور لوگ پیغمبر کے گرد جمع ہو گئے کہ جناب آپ نے ابھی یہ کہا تھا مگر یہ تو نہیں ہوا تو پیغمبر نے کہا کہ میں اللہ سے پوچھتا ہوں کہ بات کیا ہوئی ہے' میری بات جھوٹی کیوں ہو گئی ہے۔ جب اس راز کو انہوں نے پوچھا تو اللہ نے کہا کہ اس عذاب کو میں نے کسی کی دعا سے ٹالا ہے۔ تو پیغمبر کو اللہ نے کہا کہ

اب ذرا مچھلی کے پیٹ سے گزرو کیونکہ یہ ہماری مرضی کی بات ہے کہ ہم نے کہا کہ عذاب دیں گے' لیکن ہم نے عذاب نہیں دیا تو تب بھی ہماری مرضی ہے کیونکہ میری بادشاہت کے اندر شریک کون ہے! اللہ نے کہا کہ اے آدمؑ! اس درخت کے قریب مت جانا۔ اللہ نے اس کی وجہ نہیں بتائی کہ کیوں نہیں جانا۔ پھر انسان کے ساتھ عقل لگا دی گئی' اسے شعور دے دیا گیا۔ آدمؑ اپنے آپ کو سمجھاتے رہے کہ یہ ہے کیا' کیا کوئی خزانہ ہے' ہر شے مل رہی ہے' کھانے کو مل رہا ہے' پینے کو مل رہا ہے' انہیں یہ سمجھ آئی ہے کہ انسان کو اکیلا نہیں ہونا چاہئے' کوئی بندہ یا ساتھی ہونا چاہئے' پھر حضرات حوّاؑ تشریف لے آئیں' ان دونوں نے کھوج لگایا کہ اس درخت میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بالکل صاف کہہ دیا کہ اس کو نہ چھونا' یہ Arbitrary will ہے' حکمِ خداوندی ہے' لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیوں؟ اِبلیس صورت میں شیطان کو شیطانی نصیب ہوگئی اور اس نے حضرت حوّاؑ کے دل میں یہ بات ڈالی اور کہا کہ میں اس کی وجہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے منع کیا ہے کیونکہ اس درخت کا پتہ کھانے سے تم زیادہ خوبصورت ہو جاؤ گی' کتابوں والے یہی بتاتے ہیں۔ حضرت حوّاؑ نے وہ پھل کھا لیا اور پھر Fall یعنی زوال شروع ہو گیا۔ حضرت آدمؑ نے سوچا کہ میرا ساتھ تو جا رہا ہے' انہوں نے کہا کہ ایسی بہشت کیا ہے جس میں ساتھی نہ ہو۔ اس طرح وہ بھی زمین کی طرف چلے گئے۔ پھر استغفار کا سفر شروع ہوا اور استغفار کا سفر جو ہے یہ عروج کا آغاز ہوتا ہے۔ نعمت سے بغاوت زوال کا آغاز ہے اور استغفار کا سفر عروج کا آغاز ہے۔ استغفار کا سفر چلتا چلتا معراج شریف کے عروج پر

جا کر مکمل ہوا۔ آج مومن کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہاں جانا ہے جہاں سے ہم نکلے تھے۔ جنت کیا ہے؟ جہاں سے آپ نکلے ہیں یا جہاں سے آپ آئے ہیں' وہاں دوبارہ جانے کی خواہش کا نام جنت ہے۔ جس چیز کو کھو دینے کے بعد اس کی تلاش باقی ہو' وہ جنت کہلاتی ہے۔ تو جنت کیا ہوتی ہے؟ جس صفت کو کھو دینے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جائے اس کا نام جنت ہے۔ جس حاصل کے بعد اس سے نکلنے کی تمنّا ہو' وہ دوزخ ہے۔ تو دوزخ کیا ہے؟ جو چیز حاصل ہو گئی اب اس سے جان چھڑانے کی خواہش ہو تو اس کو دوزخ کہتے ہیں۔ آپ زندگی میں جو چیز ضائع کر بیٹھے ہیں اور وہ دوبارہ حاصل کرنا چاہیں تو وہ جنت ہے۔ تو انسان کہتا ہے کہ پھر جذبۂ دروں عطا کر' مجھے پھر پرانی شراب عطا کر' شرابِ سخن پھر پلا ساقیا اور یہ کہ ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی! تو وہ نعمت جس کے چھن جانے کے بعد انسان اس کی تلاش میں سرگرداں رہے وہ جنت کہلاتی ہے ۔

آدمی کے لیئے وہی جنت ڈھونڈنے چل پڑے جسے کھوکر

جہاں سے آپ نکلے ہوں اور پھر اسی گلی کی تمنّا ہو تو وہ جنت کہلاتی ہے۔تو پھر دوزخ کیا ہے؟ جس چیز کے آنے کے بعد اس سے نجات کی خواہش پیدا ہو جائے وہ دوزخ ہے۔ جس دور کے اندر آپ دور سے نجات چاہتے ہوں تو اس دور کا نام دوزخ ہے اور وہ دور جو آپ کہتے ہیں کہ دوبارہ آئے' وہ جنت ہے۔ مسلمانوں کو کس دور کی تمنّا ہے؟ وہ دور جنت تھا۔ اس لیئے آپ ان باتوں کو دیکھیں کہ آدمی تحقیق کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ Pure اپنی مرضی کا مالک ہے اور کسی کی سفارش

نہیں سنے گا اور اگر آپ کی سننا شروع ہو جائے تو آپ تو اس سے کہہ کر سارا نظام ہی بدل دیں۔ اللہ تعالیٰ اگر سننے پر آجائے تو چیونٹی کی فریاد سنے اور اگر نہ سننے پر آجائے تو امتیں گزر جائیں' ملتیں گزر جائیں اور اس کو پرواہ نہیں ہوتی' اسے کیا پرواہ ہے کیونکہ وہ مالک ہے جو چاہے کرے اس لیئے آپ یہ کہیں اے اللہ تعالیٰ تو جو چاہے کر' کرے گا تو اپنی مرضی اور پھر فریاد کی کوئی لَے بھی نہیں ہے کہ ہم اس طرح سے آپ سے فریاد کریں' تو ہمیں بہتر ہی جانتا ہے اور ہم آپ کو جانتے نہیں ہیں' ہمیں تو یہ نہیں پتہ کہ ہم کس الفاظ سے کیا کہیں' جو کہا جائے وہ بھی سنتا ہے اور جو نہ کہا جائے وہ بھی تو جانتا ہے' تو پھر آپ ہی ہمارا فیصلہ کر اور ہمارا فیصلہ بھی آپ ہی سنا۔ ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ مانگنے والا عام طور پر اپنے حقوق سے اپنے آپ کو خود ہی محروم کرتا ہے' مثلاً" کسی کے بارے میں اللہ کے ہاں سوچا جا رہا ہے کہ اس کو بادشاہ بنا دیں' فیصلہ ہونے والا ہے' اتنے میں اس بندے کی درخواست آ جاتی ہے کہتا ہے یااللہ مجھے A.S.I لگا دیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مانگنے والا عام طور پر اپنے آپ کو اپنے حقوق سے خود ہی محروم کر دیتا ہے۔ اگر مانگنا ہے تو عقل مانگو' شعور مانگو' اس سے مانگنے کا شعور مانگو۔ مگر سب سے بہتر ہے کہ آپ خاموش ہی ہو جائیں' بن مانگے کھڑے ہو جائیں' سائل وہ' جو سوال نہ کرے کیونکہ یہ بارگاہِ صمدیت ہے! سائل کون سا اچھا ہے؟ جو سوال نہ کرے۔ اور جو سوال نہیں کرے گا وہ وہیں ٹھہرا رہے گا۔ یہ اس نے بڑا کمال کر دیا ہے کیونکہ دینے والے کا ساتھ ہو تو پھر لینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ جو مانگ کر لے گئے پھر ان کو وہاں سے نکال دیا گیا۔ اور جس کے پاس

دینے والے کا ساتھ ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے تو ہم نے لینا ہی کچھ نہیں ہے۔ جس کو ملا وہ وہاں سے چلا گیا۔ اللہ نے جن کو اپنا بنا کر رکھا تو پھر ان کو اپنا بنا کر رکھا۔ بس آپ دینے والے کے پاس رہیں اور لینے کی کوشش نہ کریں کیونکہ جس کو مل گیا' پھر اس کو دور بھیج دیا گیا کہ آپ اپنی ڈیوٹی پر جاؤ۔ عام طور پر جب کسی انسان کو رُوحانی طور پر سرفراز کیا جاتا ہے تو اس کی ٹرانسفر ہو جاتی ہے یعنی اس کو دوسری منزل پر بھیج دیا جاتا ہے۔ اس لیئے اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ پکّے رہیں' اللہ تعالیٰ سے مانگے بغیر ملے گا جس طرح سے اس نے آنکھ دی ہے' بینائی دی ہے' شعور دیا ہے' ذہن دیا ہے' اولاد دی ہے اور ماں باپ دیے ہیں۔ جس طرح اس نے ہر چیز مانگے بغیر دی ہے تو وہ اور بھی مانگے بغیر دے گا۔ آپ اس کے کام اس کے حوالے کریں۔

سوال :۔

سر! جب مانگے بغیر ہی ملنا ہے تو پھر مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب :۔

مانگے بغیر تب ملے گا جب آپ مانگے بغیر ملنے کی آرزو بھی چھوڑ دیں۔ مانگے بغیر وہ لے بھی کیا سکتا ہے' یہ سوچنا کہ مانگے بغیر ملتا ہے تو یہ بھی مانگنے کی تمنا ہے۔ ملتا ہے یا کہ نہیں ملتا ہے' ہوتا ہے یا کہ نہیں ہوتا ہے' دے دے گا یا پھر نہیں دے گا' یہ سب اس کے کام ہیں۔ آپ صرف اللہ سے محبت کرتے جائیں اور محبت جو ہے وہ انجام سے مبرّا ہو' انجام فراق ہے یا انجام وصال ہے' دونوں باتیں اللہ کے لیئے رکھیں۔ اللہ

کے ہاں وصال بھی فراق ہے اور فراق بھی وصال ہے۔ جب تک آپ اللہ سے دور رہیں گے تو آپ اس کی محبت میں قائم رہیں گے اور جب قریب آئیں گے تو ۔

کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر

اگر وصال ہو گیا تو پھر فراق کے لطف سے آشنا تو ہو گئے۔ اللہ کے قریب یا دور سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہاں زیادہ فاصلے اور کم فاصلے دونوں برابر ہیں' اللہ کے ہاں قریب اور بعید دونوں برابر ہیں۔ اللہ جب بہت مہربانی فرماتا ہے تو اپنے چاہنے والے کے ساتھ آپ کی محبت کرا دیتا ہے اور یہ اس کی مہربانی ہے۔ اور سب سے زیادہ مہربان اس وقت ہوتا ہے جب اپنے سب سے زیادہ چاہنے والے یعنی اپنے حبیب پاکؐ کے ساتھ محبت کرا دے یعنی سب سے زیادہ محبوبؐ کے ساتھ محبت کرا دے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے ساتھ محبت کرا دے تو یہ اس کی مہربانی ہے۔ ہم یہ دعا مانگتے ہیں کہ اس راستے پر چلا جن لوگوں پر تیرا انعام ہوا یعنی انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلا۔ انعمت علیھم کا مطلب کیا ہے؟ محبوب! اھد نا صراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کا راستہ جو تیرے محبوب ہیں۔ تو انعمت علیھم کون ہو گا؟ محبوب' کیونکہ انعام تو محبوب کو دیا جاتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یا اللہ تعالیٰ سیدھی راہ دکھا' ان لوگوں کی راہ جو تیرے محبوب ہیں یعنی ان لوگوں کی راہ دکھا جن کے ساتھ تیری محبت ہے اور جن کو آپ سے محبت ہے اور ہمیں ان لوگوں کے قریب نہ کر جن کو تیرے ساتھ محبت نہیں ہے۔ یہ مغضوب لوگ ہیں اور مغضوب کون ہو گا؟ جو اللہ

سے محبت نہیں کرتا۔ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محبت والے قرآن کا ترجمہ اور طرح سے کرتے ہیں۔ محبت والوں کے لیئے "رزق" کمانا بھی ہے اور وہاں رزق محبت بھی ہے۔ تو محبوب کون ہے؟ یہ اصل طریقت ہے اور اس راستے کو کچھ مشائخ کرام نے خراب کیا اور یہ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کچھ لوگوں نے کتے پالنے شروع کر دیے' شکاری بن گئے اور کچھ تو ناچ گانے تک چلے گئے۔ یہاں آکر پریشانی ہو جاتی ہے۔ اب قوالی جاری ہے لیکن Spiritual قوالی' رُوحانی قوالی بند ہوگئی' قوالی کی رُوح ختم ہو گئی اور کچھ مشائخ کرام نے اس کو کچھ بازی گری بنا دیا۔ تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ وہ خانقاہیں اور بزرگوں کے وہ قدیم نام تو آج بھی زندہ ہیں' وہ لوگ تو ایک خاص مقام والے لوگ تھے۔ تو ان مشائخ کے بزرگ جو ہیں وہ بڑے قیمتی لوگ تھے' وہ دن کو جاگتے تھے اور رات کو رویا کرتے تھے مگر جو بعد میں خلیفہ در خلیفہ آئے تو یہ بات کو بگاڑ بیٹھے۔ اس لیئے لوگ پریشان ہوگئے۔ آپ لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو گدی کی وراثت سے محروم نہ کرے اور گدیاں وراثت سے بچ جائیں۔ مگر نہ تو پیغمبر کی وراثت ہوتی ہے اور نہ پیر کی وراثت ہوتی ہے۔ پیر کی وراثت کون ہے؟ اس کا چاہنے والا' بس وہ جہاں بھی ہے " وراثت ہے۔ تو اپنے پیر کی محبت والا جہاں وہ ہے وارث ہے۔ اب آپ ایسی خانقاہ کو بند کر دیں کیونکہ اس میں عافیت والی بات نہیں۔

سوال :۔

جس طرح بخار کے لیئے تھرمامیٹر ہوتا ہے کیا اسی طرح کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ محبت میں صحیح جا رہا ہے؟

جواب :۔

اتنی بات تو آپ کو سمجھ آتی ہے کہ اگر ایک آدمی آپ کی نگاہ میں آیا اور آپ اس سے کہتے ہیں کہ آپ آج کچھ پریشان لگ رہے ہیں یا کسی کو یہ کہتے ہیں کہ لگتا ہے کہ آپ اتنی دور سے آئے ہیں کیونکہ مٹی مٹی ہو گئے ہیں۔ یا کسی کو دیکھ کے کہتے ہیں کہ خدا نخواستہ کیا بات ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہم قبر کے لیئے گئے تھے۔ تو آدمی کی شکل سے صاف پتہ چل جاتا ہے۔ اگر کوئی خوفناک چہرہ سامنے آئے تو شکل سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ عزرائیل کے خاندان سے ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ چہرہ جو ہے وہ Reveal کرتا ہے' آدمی کے دل کی بہت ساری حالت' ان لوگوں کے سامنے' جو دل کا حال چہرے کے ذریعے پڑھ سکتے ہیں۔ اب یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ چہرہ Reveal بھی کرتا ہے اور چہرہ Conceal بھی کرتا ہے یعنی چہرہ ظاہر بھی کرتا ہے اور چھپاتا بھی ہے۔ مثلاً" ایک آدمی بظاہر بڑی عبادت کرتا ہے مگر اندر سے خطرناک ہے ۔

بگلا کھڑا ندی کنارے کہے رام رام رام
اک مچھلی جو بھیجو میں تجھ کو مانوں رام
مچھلی بولے رام سے رام رام رام
اس موذی کو ماریو تب ہم جانیں رام

رام کہے دونوں سے تم دونوں جھوٹے ہو
رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

آپ لوگ تو آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں جیسے کہ بگلا کہتا ہے کہ میں مچھلی کھاؤں گا اور مچھلی کہتی ہے مجھے بگلے سے بچا۔ آپ پہلے اللہ سے اللہ کی محبت مانگیں پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ تو پھر محبت کی کہانی محبت کرنے والے کو سمجھ آجاتی ہے اور یہ محبت والے کی آنکھ سے پتہ چل جاتا ہے۔

دل افسردہ' لب خشک' آنکھیں پُرنم
مگر مسکرائے چلا جارہا ہے

ایسا شخص محبت والا ہے جس کا دل افسردہ ہے' لب خشک ہیں' آنکھیں پُرنم ہیں' روتا جارہا ہے' بے سبب روتا ہے اور بے وجہ ہنستا ہے اور اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ یہ باتیں جاننے والے جانتے ہیں کہ محبت ہوگئی۔ محبت اگر اپنا گل کھلا جائے تو یہ اس کے چہرہ پہ عیاں ہو جاتی ہے۔ محبوب عام طور پر چہرے پر سارے فسانے لکھ جاتا ہے۔ شب بیداری کا پتہ چل جاتا ہے' دن کے واقعات کا پتہ چل جاتا ہے اور چہرے سے پتہ چل جاتا ہے کہ آدمی کدھر جانے والا ہے۔ تو سارا واقعہ چہرے پر لکھا ہوتا ہے کہ صحیح جارہا ہے یا غلط جا رہا ہے۔ جس کو اپنا محبوب یاد ہے تو وہ صحیح جارہا ہے چاہے وہ بازار اپنا سودا لینے جا رہا ہے۔ ہر وقت آدمی محبوب کے گھر نہیں جا سکتا بلکہ کبھی سبزی بھی لانی ہے' کبھی گھر کا سودا سلف بھی خریدنا ہے' دفتر بھی جانا ہے اور حاضری بھی لگانی ہے۔ محبوب یہ ہے کہ آپ کے ارادے کا رُخ بن جائے۔ اگر ارادہ ایک رُخ کا ہو جائے

تو پھر محبوب ہی محبوب ہے۔ محبوب کا سفر فزیکل نہیں ہے بلکہ یہ کیمیکل ٹائپ کا ہے' یہ Eternal ہے' دائمی ہے' Spiritual ہے' رُوحانی ہے' خیال ہے' ارادہ ہے اور اندر کی بات ہے۔ محبوب معلّم ہوتا ہے۔ وہ خیال کا معلّم ہوتا ہے جو آپ کے اندر ہمہ حال رہتا ہے۔ تو آپ کی زندگی کا معلّم کون ہے؟ وہ خیال جو ہمہ حال آپ کے ساتھ رہے اور پھر وہی خیال آپ کو اوپر نیچے لاتا ہے۔ جیسے ہی آپ دیکھیں کہ وہ خیال ٹوٹ رہا ہے تو پھر آپ یہ سمجھیں کہ کہیں غلطی ہو گئی۔ یہ خیال بڑی طاقت ور چیز ہوتا ہے۔ جو خیال کسی کا دیا ہوا ہوتا ہے' معلّم کا یا کسی پیر صاحب کا یا کسی محبوب کا' تو یہ دیا ہوا خیال بڑی طاقت ور چیز ہوتا ہے' یہ خیال بڑا تیز رفتار ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ غلطی کرنے لگ جاتے ہیں اور اگر پیر صاحب آپ کے سامنے ہوں تو وہ غلطی ان کے سامنے تو نہیں ہو گی۔ لیکن یہ خیال ایسا ہے کہ ذرا اس کے مخالف چل پڑیں تو فوراً" یہ خیال ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کیا ہوا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا بیڑہ غرق یہیں پر ہوا ہے اور یہ سب ابھی ابھی ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا خیال ٹوٹ گیا ہوتا ہے۔ پھر وہ چیختا ہے' چلاتا ہے' اللہ سے فریاد کرتا ہے' استغفار کرتا ہے' ایک کہانی سن لو۔ ایک بہت بڑے درویش تھے' بہت ہی نیک سیرت اور خوبصورت تھے' ویسے تو سارے ہی درویش خوبصورت ہوتے ہیں۔ اس درویش کا بڑا چرچا تھا۔ اسی شہر کے اندر ایک تاجر رہتا تھا اور تاجر شادی شدہ تھا۔ تاجر نے سوچا کہ جب میں تجارت کے لیئے جاؤں گا تو پیچھے اپنی بیوی کو کہاں اور کس کے پاس رکھ جاؤں گا کیونکہ مجھے تو دو چار مہینے لگ جائیں گے۔ تو اس نے سوچا کہ یہ

جو درویش اپنے بھائی اور دوست ہیں ان کے ہاں بیوی کو رکھ کر تجارت کے لیئے چلا جاؤں گا۔ وہ درویش عبادت میں لگے ہوئے تھے' انہوں نے کہا کہ اپنی بیوی کو اندر زنان خانے میں بھیج دو۔ سب کام چلتا رہا۔ ایک دن درویش کو پانی کی ضرورت پڑی' انہوں نے اندر آواز دی کہ پانی دو تو تاجر کی بیوی نے اندر سے ہاتھ نکال کر پانی دیا۔ اب درویش کی نگاہ اس کے ہاتھ پر پڑی تو اس نے آناً" فاناً" تخیّل میں عورت بنا لی کہ جس کا یہ ہاتھ ہے تو اس کی شکل کیسی ہو گی۔

ہوس چھپ چھپ کے سینے میں بنا لیتی ہے تصویریں

ہوس ہی تصویر بناتی ہے۔ ایک ہوتی ہے ہوس اور ایک ہوتی ہے محبت۔ محبت میں پرستش ہوتی ہے۔ تو محبت کیا ہوتی ہے؟ محبت پرستش کی حد تک ہوتی ہے کہ اس کو دیکھا تو پاکیزہ ہو گئے اور اگر نفس کی خواہش پیدا ہو گئی تو پھر ساری محبت ختم ہو جاتی ہے' حیوانیّت باہر آجاتی ہے۔ تو اس عورت کا ہاتھ دیکھ کر اس درویش نے اس کی شکل و صورت کا نقشہ بنا لیا۔ پھر اس درویش کے اندر نے چیخ ماری کہ میں لٹ گیا' میں برباد ہو گیا۔ وہ جو اندر فولادی طاقت تھی وہ غائب ہو گئی یعنی وہ رُوحانی طاقت جو اُس کے پاس تھی وہ ساری غائب ہو گئی۔ تب وہ چیخیں مار رہا تھا اور کپڑے پھاڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا' میں لٹ گیا' برباد ہو گیا بلکہ گھر کے اندر ہی برباد ہو گیا' میں نے تو بس اتنا ہی خیال کیا تھا کہ یہ کون سی لڑکی ہو گی اور کیسی ہو گی۔ اور پھر اپنا رابطہ بحال کرانے کے لیئے اس درویش کا سفر شروع ہو گیا' بزرگوں کے پاس' خانقاہوں اور اِدھر اُدھر تا کہ سب کچھ Rehabilitate ہو جائے' بحال ہو جائے'

Reinstate ہو جائے۔ لیکن کوئی شخص یا بزرگ ایسا نہ ملا جو کام کرتا۔ کسی نے کہا کہ آپ کی منزل مشکل سی ہے' آپ فلاں علاقے میں جائیں تو پھر آپ کو وہ بات مل جائے گی کیونکہ وہاں ایک بندہ ہے جو یہ کام کر سکتا ہے۔ تو وہ اس آدمی کے پاس گیا۔ جب وہاں پہنچا تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ وہاں ایک صوفی بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک خوب صورت سا' چھوٹا سا لڑکا بیٹھا ہے جس کو وہ شراب پلا رہا ہے' اور اپنی گود میں بٹھا کے وہ اسے پیار کرتا ہے۔ اس درویش نے کہا کہ یہ مجھے کیا Rehabilitate کرے گا' یہ تو مجھے خود ہی کوئی ٹیڑھا سا بندہ لگتا ہے اور مجھ سے زیادہ پریشان حال ہے۔ جب یہ درویش وہاں سے جانے لگا تو اس صوفی نے آواز دی کہ اِدھر آ جاؤ۔ اس بزرگ نے ایک نگاہ کی اور صوفی صاحب کا رابطہ بحال ہو گیا اور وہ اپنے مرتبے پر آگئے۔ صوفی صاحب کہنے لگے میرا کام ہو گیا یا شیخ! یا شیخ مبارک ہو میرا کام ہو گیا! لیکن یہ سب کیا ہے؟ انہوں نے کہا بات یہ ہے صوفی صاحب کہ یہ میرا بیٹا ہے اور میں اس سے پیار بھی کرتا ہوں' بیٹے سے پیار کرنے پر آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے ناں اور یہ شراب نہیں بالکل خالص شربت ہے۔ میں بیٹے سے پیار کرتا ہوں اور اسے شربت پلاتا ہوں۔ تو صوفی نے پوچھا کہ آپ ایسا کرتے کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں یہ کام اس لئے کرتا ہوں کہ لوگ اپنی بیویاں میرے پاس نہ چھوڑ جائیں! یعنی میں نے یہ دفاع رکھا ہوا ہے کہ کوئی مجھ پر اعتماد نہ کر لے اور اپنی بیوی نہ چھوڑ جائے تاکہ میں کسی آزمائش میں نہ پڑ جاؤں۔ تو بعض اوقات آزمائش ایسے بھی آجاتی ہے کہ خیال سے ہی انسان ٹوٹ جاتا ہے۔ صرف ایک

خیال آیا اور سارا فقر ٹوٹ کر غرق ہو گیا۔ خیال کی کہانیاں بڑے بڑے درویشوں نے لکھی ہیں۔ ایک راجہ تھا اور وہ راجہ گلی میں سے گزر رہا تھا۔ اوپر دیکھا تو چھت پر ایک خوبصورت سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ راجے کے دل میں خیال آیا کہ اس کو رانی بنانا چاہیئے لیکن دوسرے ہی لمحے اس کو خیال آیا کہ میری رانی تو زندہ ہے' یہ تو مجھے بہت برا خیال آگیا ہے۔ وہ اپنے گرو کے پاس گیا کہ اے مہاراج! میں برباد ہو گیا' میری ہر شے ٹوٹ گئی' محنتیں میری ضائع ہو گئیں اور برباد ہو گئیں کہ میں نے ایسی خواہش کی تھی۔ گرو نے کہا کہ یہ تو بہت برا کیا' وہ تو آپ کی بیٹی جیسی ہوتی ہے اور رعایا کے لیئے راجہ کا یہ خیال بہت برا ہے' تُو اب سیدھا ہی دوزخ میں جائے گا۔ راجہ نے عرض کی کہ کسی طریقے سے بچاؤ۔ گرو نے کہا کہ اس سے بچنا بڑا مشکل ہے لیکن اس کی ایک صورت ہے کہ ہمیشہ رہنے والی دوزخ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ تو یہاں پر ہی زندہ جل جاتا کہ تجھے آئندہ آگ کی سولی پر نہ لٹکایا جائے۔ راجہ نے کہا کہ مجھے یہ منظور ہے۔ تو چِتا روشن کی گئی اور لکڑیاں جلائی گئیں اور راجہ اس کی طرف چلا' جب وہ آگ کے قریب گیا تو گرو نے پکڑ لیا۔ کہتا ہے راجہ جی! سزا پوری ہو چکی ہے' آپ کے خیال کا جُرم تھا اور خیال کو سزا مل گئی بس اتنا ہی کام تھا' جسم نے جُرم نہیں کیا تھا کہ جسم کو سزا ملے۔ تو خیال کا جُرم جو ہے یہ بھی بڑا خطرناک جُرم ہوتا ہے۔ فقیری کے اندر بھی خیال کا جُرم ہوتا ہے اور محبت کے اندر بھی خیال کا جُرم ہوتا ہے۔ مثلاً" محبوب کی کلائی کی گھڑیاں آپ پسند کرو تو یہ جُرم ہوگیا' محبوب کا وجود پسند کرو تو جُرم ہوگیا' محبوب سے محبت کے علاوہ اگر آپ

کوئی اور بات کریں تو یہ جُرم ہے۔ آپ کی تلاش تو شادی کے لیئے ہوتی ہے اور آپ محبت کے لیئے تلاش نہیں کرتے۔ محبت تو ایکDivinely اللہ کی طرف سے رُوح کی خوراک ہے۔ اگر محبت رُوح کے علاوہ ہے تو ہم اس کو محبت ماننے کے لیئے تیار ہی نہیں ہیں۔ دو رُوحوں کا اِتّصال یا آمنا سامنا یا دو رُوحوں کی ایک دوسرے کی پہچان جو ہے یہ محبت ہے اور اگر اس کے علاوہ کوئی کاروبار ہے تو وہ آپ کا اپنا کاروبار ہے' چاہے آپ گوشت کی دکان بنا لو' چاہے سبزی فروش ہو جاؤ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے اور ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں ہے۔ محبت کسے کہتے ہیں؟ جب رُوحوں کا ایک دوسرے کے اندر جذب ہونے کا جذبہ ہو۔

سوال :۔

حضور! کیا انسان خیال پر کنٹرول کر سکتا ہے؟

جواب :۔

خیال پر کنٹرول صرف محبت کرنے والا کر سکتا ہے۔ جب خیال ایک خیال میں گم ہو جائے تو پھر دوسرے خیال کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ خیال نہ دور کا ہے نہ قریب کا ہے بلکہ یہ نصیب کا ہے۔ یہ نصیب کی منزل ہوتی ہے کہ جب کوئی چاہے عطا کر دے۔ خدا نخواستہ کسی کو گھر سے خبر آجائے کہ فائر بریگیڈ کی ضرورت ہے تو اس کو کوئی غیر خیال کیسے آئے گا' کبھی نہیں آئے گا۔ تو اس کے لئے تو محویّت پیدا ہو جائے گی کہ یہ کام پہلے کرنا ہے۔ جب بہت ایمرجنسی پیدا ہو جائے تو آپ

لوگوں میں محویّت پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرا خیال چلا جاتا ہے۔ تو آپ کو محو کرنے والی ایمرجنسیاں ہیں اور حادثے ہیں۔ وہ وقت جب کہ آپ کو محو کرنے والی محبت پیدا ہو جائے تو پھر ہر شے کے اندر محویّت ہو جائے گی۔ تو کثرتِ خیال سے بچنے کا طریقہ واحد خیال ہے اور وحدتِ خیال سوائے محبوب کے اور کوئی نہیں دے سکتا کہ ہمہ حال اسی کا خیال ہو' تنہائی میں اس کا خیال ہو اور محفل میں اس کا خیال ہو۔

یکسوئی کی بات پنہارن سے سیکھ
سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گگر کے بیچ

تو پانی بھرنے والی لڑکی سر پر گھڑا لیئے سب سہیلیوں سے باتیں کرتی جاتی ہے مگر اس کا دھیان گھڑے کی طرف ہوتا ہے کہ کہیں گھڑا نہ گر جائے اور یہ سلامت رہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ محبت والوں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ محبوب کے خیال سے اِک لحظہ غافل نہیں ہوتے۔ تو جب ایسا خیال پیدا ہو گیا کہ انسان محبوب کے خیال سے اِک لحظہ بھی غافل نہیں رہا تو اس سے کثرت خود بخود ٹوٹ جاتی ہے۔ محبوب ہم اس کو کہتے ہیں جس کے خیال میں باقی خیال اور باقی آرزوئیں نثار کی جا سکیں۔ یوں کہہ لو کہ آپ کے پاس دس آرزوئیں ہیں یا پندرہ خواہشیں ہیں اور آخری وقت آگیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بس ایک آرزو پوری کر لو اور آپ یہ فٹافٹ فیصلہ کرو کہ وہ کون سی آرزو ہے' تو وہ جو آخری آرزو بچ جائے گی اس سے آپ کو محبت ہو گی۔ اس آخری آرزو کو Develop کرنا ہی سارا کام ہے۔ تو وہ آرزو جو باقی آرزوؤں کو کھا جائے وہ محبت ہے۔

اب نہ زمیں نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لا مکاں
تُو نے جہاں بدل دیا آ کے مِری نگاہ میں

تو محبت میں نگاہ میں ایسی چیز آئی کہ زمین بھی بدل گئی' آسمان بھی بدل گیا بلکہ دونوں جہاں ہی بدل گئے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی نگاہ کو محبوب کی ہر شے بدل گئی۔ تو محبت ایسی چیز ہوتی ہے جو محویّت پیدا کرتی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ انسان ہمہ حال اسی حال میں گم ہو جاتا ہے۔ کس کے خیال میں؟ محبوب کے خیال میں ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

انتظار جب آتا ہے تو محویّت کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ یہ انتظار کب آتا ہے؟ جب اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ یہ نصیب سے آتا ہے اور زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ کسی گلی سے نکل کر اور کسی موڑ سے نکل کر کوئی بات آپ کو مسرور کر دے۔ ایسے ایسے لوگ آئے اور وہ بڑے درویش تھے' ان کا نام آپ کو بعد میں پتہ چلے گا۔ ایک دفعہ ایک درویش ایک بازار سے گزرے تو وہاں پر "ٹک ٹکا ٹک" کی آواز سے ایک مشین چل رہی تھی۔ تو درویش کی ایسی حالت ہو گئی کہ "اللہ" کا ذکر کرتے کرتے ان پر حال طاری ہو گیا۔ تو مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر "اللہ ہی اللہ" ہو گئی۔ کبھی کبھی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وجد طاری کر دے' کبھی وہ احسان کر دیتا ہے' کبھی خوشی کا احسان کر دیتا ہے اور کبھی غم کا ایسا احسان عطا کر دیتا ہے کہ ایک غم ایسا آ پڑا کہ انسان جاگ اٹھا۔ تو کبھی خوشیاں جگا دیتی ہیں اور کبھی غم جگا دیتا ہے۔ یہ اللہ کے

کام ہیں کہ جـ ۔ چاہے بیدار کر دے۔ تو کسی نے اللہ کو قریب آکر دیکھا اور کسی نے دور جاکر دیکھا۔

کسی نے آنکھ کے پردے میں پردہ دار کو دیکھا
کسی نے دار پر چڑھ کر جمالِ یار کو دیکھا

یہ اللہ کی مہربانیاں ہیں کہ جب جس کو چاہے عطا کر دے۔ بہر حال یہ مانگنے کی بات نہیں ہے اور نہ ڈھونڈنے کا کام ہے۔ بس یہ انتظار کا کام ہے۔ انسان انتظار کرے اور جب چاہے گا وہ عطا کر دے گا۔ وہ دیتا ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے اور آپ لوگوں کو بھی جلوہ دکھائے۔ جلوہ محبوب کے چہرے میں ہوگا اور جلوہ اللہ کا ہوگا اور یہ برائے "اللہ" ہو گا اور برائے "الی اللہ" ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے' یہ عطا ضرور ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

سر! انسان انتظار تو کرے لیکن اس کی کیا نشانیاں ہیں کہ انتظار صحیح ہے؟

جواب :۔

غیر آدمی انتظار نہیں کر سکتا۔ انتظار جو ہے یہ محبوب کی مہربانی ہے کہ وہ یہ انتظار عطا کرتا ہے اور یہ کیفیت تا قیامت رہتی ہے۔ جس کو انتظار مل گیا اس کو محبوب مل گیا۔ محبوب کی عطا کے خاص شعبے یہ ہیں' فراق' انتظار' دنیا سے غفلت اور غیر کی محبت سے بچ جانا۔ وصال جو ہے وہ ایک اور قسم کا شعبہ ہے کہ جس میں چیز مل جاتی ہے اور انسان فارغ

ہو جاتا ہے۔ اور انتظار ہو تو ہے وہ ہر ایک کو نہیں دیا جاتا بلکہ صرف Selected لوگوں کو' منتخب لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی انتظار ہے اور بہشت میں دیدار ہوگا۔ زندگی میں ہم اللہ کے انتظار کی منزل میں ہیں اور جب ہم بہشت میں جائیں گے تو وہاں دیدار کی منزل ہوگی۔ تو یہ دنیا انتظار کی منزل ہے اور انتظار کی اسی منزل سے دیدار کے جلوے پیدا ہوں گے اور پھر وہ رُوبرُو ہو جائیں گے۔ اس لیئے آپ انتظار کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ تو آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا آپ کو کسی کے آنے کا انتظار ہے اور کیا کسی خاص واقعہ کے ہو جانے کا انتظار ہے؟ اگر ایسا ہے تو یہ عطا ہے اور یہ بات ہر ایک کو نہیں ملتی۔ اگر دنیا دار سے پوچھیں کہ تمہیں کس چیز کا انتظار ہے تو وہ کہے گا کہ پیسے ختم ہونے لگے ہیں' اس لیئے پہلی تاریخ کا انتظار ہے' کسی کو پروموشن کا انتظار ہے' کسی کو مہمان کا انتظار ہے' سیاست دان کو انتظار ہے کہ اب امریکہ کی طرف سے کیا واقعہ ہوتا ہے ' کچھ لوگوں کے کان اس طرف لگے ہوئے ہیں کہ اب انڈیا کی طرف سے کیا واقعہ ہوتا ہے اور دل والے کو صرف ایک ہی انتظار ہے' اس کے آنے کا اور اس کے جانے کا اور اس طرف سے خبر کا انتظار ہے۔

خبرم رسید اِمشب کہ نگار خواہی آمد

اس کی خبر ادھر سے آتی ہے۔ اس لیئے آپ اپنے انتظار کا رخ دیکھیں' اگر اللہ کے راستے کی طرف رُخ ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے۔ منزلِ انتظار بڑے نصیب والوں کی بات ہے۔ ایک شخص اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ دعا کریں کہ میراج کا نمبر نکل آئے۔

وہ شخص یہ کہہ کر بہت زیادہ روتا رہا۔ پیر صاحب نے کہا کہ سب دعا کرو کہ اس کا بُرا نہ نکلے۔ وہ شخص اور زیادہ رونے لگا۔ پیر صاحب نے سب کے امنے اس شخص سے کہا کہ میں نے جو چودہ حج کیئے ہیں ان سب کا ثواب تُو لے لے اور یہ انتظار کی منزل مجھے دے دے۔ تو حاصل کی منزل سے انتظار کی منزل کا مقام بہتر ہے۔ خدا آپ کے انتظار کو سرخرو رکھے' تازہ رکھے' اسے زندہ رکھے اور اسے برقرار رکھے۔ انتظار ایک قوّت ہے اور یہ محبوب کی قوّت ہے۔ آپ کو جس کا انتظار ہے وہ آپ کے انتظار میں شامل ہے۔ وہ تو اپنا انتظار خود آپ کرتا ہے۔ اپنے رُو برو خود آپ ہوتا ہے اور اپنا ذکر خود آپ کرتا ہے۔ اس کا ایک نام ذاکر بھی ہے۔ اگر آپ اسی کا ذکر کر رہے ہیں تو وہ خود یہ ذکر کر رہا ہے' اگر آپ اس کا انتظار کر رہے ہیں تو وہ اس انتظار میں شامل ہے۔ تو وہ اپنے انتظار کی منزل میں اپنے منتظرین کے ساتھ شامل ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ تم میرا انتظار کرو تو میں اس انتظار کے ساتھ شامل ہوں فانتظروا انی معکم من المنتظرین پس تم انتظار کرو اور میں انتظار کرنے والوں کے ساتھ ہوں لہٰذا تمام انتظار کرنے والوں کو مبارک ہو۔ اللہ آپ کے انتظار کو سرفراز فرماتا ہے۔ آپ وصال کو بھی وصال نہ کہیں بلکہ انتظار ہی کہیں۔ اگر آپ وصال کو انتظار کہیں تو پھر اللہ راضی ہے۔ تو آپ بھی انتظار کریں اور وہ بھی آپ کا انتظار کرتا جائے گا۔ یہ ایسا راز ہے کہ بتانے والی بات ہی نہیں۔ تو انتظار کیا ہے؟ یہ حاصل ہے اور محبوب کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے تلاش کرو اور خود ہی آپ کا انتظار کرتا ہے' راستہ خود ہی بناتا ہے' راستے کا ساتھی بھی خود ہی ہے' اور منزل پر بھی خود

موجود ہوتا ہے۔ ایک انسان کسی دوسرے کو تلاش کرتا ہے تو راستے میں اس کے ساتھ کئی واقعات ہوتے ہیں اور جب اس آدمی سے جاکر ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تمہارے ساتھ راستے میں یہ یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ وہ جب حیران ہوتا ہے تو وہ دوسرا اسے کہتا ہے کہ میں راستے میں تمہارے ساتھ ہی تو تھا۔ گویا کہ وہ مسافر کے سفر کے حالات اس حد تک جانتا ہے کہ لگتا ہے کہ خود سفر میں ساتھ تھا۔ تو اگر منزل ہم سفر ہو جائے تو یہ بڑا مقامِ دل ہے ۔

کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل
ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل

تو یہ عشق کی کہانی ہے اور اس میں منزل آپ کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوتی ہے۔ جس کی طرف ہم چل رہے ہیں وہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ دراصل نہ کہیں آنا ہوتا ہے اور نہ کہیں جانا ہوتا ہے بلکہ آپ نے یہیں کھڑے رہنا ہے۔ تو یہ ایسی منزل ہے کہ ۔

ہم اپنے آپ ہی میں تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

یہ منزل ایسی ہے کہ وہی بھیجنے والا ہے' وہی ہم سفر ہے اور آگے بھی وہی ہے۔ اس لیئے اگر انتظار کرنے والے کو آنسو ملتے ہیں تو آنسو بھی اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے۔ انتظار کے آنسو اللہ کا ایک جلوہ ہے ۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

تو یہ آہ و فغانِ نیم شب کے آنسو ہیں' یہ انتظار کے آنسو ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے جلوے کے آنسو ہیں۔ اللہ تو دل میں ہوتا ہے' رو برو نہیں

آتا اور جو چیز روبرو آتی ہے وہ آنسو ہوتی ہے۔

سوال :۔

کیا ہم دنیاوی کاموں میں بھی اس طرح کا انتظار کیا کریں؟

جواب :۔

نہیں' ایسا نہ کریں۔ یہ توحید کی بات ہو رہی ہے' اللہ کی بات ہو رہی ہے' وہاں انتظار ضروری ہے۔ دنیاوی کاموں میں آپ انتظار نہ کیا کریں بلکہ کام کر لیا کریں اور اگر کچھ مل جائے تو حاصل کر لیں اور نہ ملے تو چھوڑ دیا کریں۔ جو دور کی منزل کے مسافر ہیں ان کے لیئے انتظار کا کہا جا رہا ہے اور اگر کسی نے امتحان دیا ہوا ہے اور رزلٹ نہیں آرہا تو وہ انتظار اور طرح کا ہے۔ اگر درخواست دی ہوئی ہے اور نوکری نہیں ہو رہی تو یہ اور طرح کا انتظار ہے۔ ہم اللہ کے راستے میں انتظار کی بات کر رہے ہیں اور یہ انتظار بصیغہ، محبوب ہوتا ہے اور بصیغہ، حقیقت ہوتا ہے۔ یہ مجاز کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ حقیقت کا انتظار محبوب کے ذریعے ہوتا ہے۔

آخر میں دعا کریں۔ یا اللہ مہربانی فرما۔ دلوں کے حال درست فرما! یااللہ ٹوٹی ہوئی منزلوں کو جوڑ! یا اللہ چھوڑی ہوئی منزلوں کو آباد فرما! دلوں کو اپنی محبت سے آباد کر! فقیروں کو فقیری کے راستے پر چلا! یا اللہ! دوبارہ وہی منزلیں عطا فرما جن منزلوں سے لوگ اپنے آپ کو محروم سمجھتے ہیں۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰینا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم



۱ یہ جو اقبال نے کہا تھا یہ دانائے راز کیا ہوتا ہے؟

۲ علم اور آگہی کی کوئی بات سنیں تو ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ ایسے میں کیا کریں؟

۳ یہ جو اتنی ڈھیر ساری تفسیریں ہیں' یہ سب کیا ہے؟

۴ ہم کس بات کا انتخاب کریں اور کسی مزار پر جا کر کیا کریں؟

۵ اس سفر میں تو ہماری ابتداء ہے....؟

۶ اگر ہم صرف اللہ اللہ کرتے جائیں تو بازاروں کی رونق تو بند ہو جائے گی۔ پھر ہم کیا کریں؟

۷ کیا آپ کے ذہن میں ہماری عملی روحانی تربیت کا بھی کوئی پروگرام ہے؟

۸ آپ کی ہر بات پر ہم عمل کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن اصل میں ہم کیا کریں؟

۹ اگر مجھے آپ کی کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو یہ بے ادبی تو نہیں؟

۱۰ کیا استعداد میں اضافہ ممکن ہے؟

۱۱ دوسروں کو مرعوب کرنے کی خواہش کیسی ہے؟

سوال :۔

کہتے ہیں کہ اقبالؒ نے اپنے آخری وقت میں کہا تھا کہ میرے بعد پتہ نہیں کوئی دانائے راز آئے گا کہ نہیں؟ تو یہ دانائے راز کیا ہوتا ہے؟

جواب :۔

یہ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ نہ جانے اب پرانی آواز آئے کہ نہ آئے' پرانا میوزک آئے کہ نہ آئے' صبح کی ہوا آئے کہ نہ آئے' وہ نسیمِ سحر حجاز سے آئے کہ نہ آئے' کیونکہ اس فقیر کے دن پورے ہو گئے ہیں اور میری طرح کوئی اور دانائے راز آئے گا کہ نہیں آئے گا' کیا پتہ آئے کہ نہ آئے۔ علامہ اقبالؒ نے یہاں خود کو فقیر کہا! مگر بات یہاں ختم نہیں ہوئی۔ اس کے بعد علامہ اقبالؒ نے آگے ایک اور شعر لکھا ہے' اقبالؒ نے اپنے آپ کو قوم کے آگے پیش کیا اور ایک فلسفہ پیش کیا کیونکہ اسے قوم کا درد تھا' وہ ایک فلسفی' ایک شاعر تو تھا ہی مگر اس کے ہزار ہا لہجے تھے۔ تو ایک جگہ اقبالؒ نے کہا۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے
گفتار کا یہ غازی تو بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

ایک اور جگہ اقبالؒ نے اپنے آپ کو قلندر کہا۔

خوش آ گئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے

اسی طرح اور بہت ساری جگہ پر کہا کہ مجھے راز آگاہ کر دیا گیا ہے اور مجھ پر مہربانی فرما دی گئی ہے اور دینے والے نے مجھے بہت کچھ دیا اور میری زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اقبالؒ نے جو آخری شعر کہے تھے وہ یہ ہیں۔

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

یعنی اب حجازِ عرب کی سرزمین سے ہوا آئے کہ نہ آئے۔ اقبالؒ نے دراصل یہ کہا کہ مجھے وہاں سے ہوا آ رہی ہے اور میں جو کچھ لکھتا ہوں یہ وہاں کی یعنی حجاز کی ہوا کا اثر ہے۔ تو یہ راز تو وہ خود بتا رہا ہے کہ وہ شخص تو فقیر بن جاتا ہے جس کو حجاز سے ہوا آئے۔

تو نسیمِ حجاز جو ہے وہی دانائے راز بناتی ہے یعنی جس کو یہاں کی ہواؤں میں عرب کی ہوا مل جائے وہ دانائے راز ہوتا ہے! یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جس کو اس زندگی کے اندر، دنیا کے اندر خالق کا راستہ مل گیا وہ دانائے راز ہو گیا۔ جس کو دنیا کے اندر خدا نظر آتا ہے تو سمجھو کہ دانائے راز ہو گیا۔ حالانکہ لوگ اسے کہتے ہیں کہ تو کیا دیکھ رہا ہے کیونکہ یہ تو سارے گمراہ اور کافر لوگ ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کافروں میں مجھے ایمان

نظر آ رہا ہے۔ اب یہ راز ہے! تو اسے کافروں میں ایمان والا شخص سو سال بعد نظر آیا اور کسی میں ان کو پرانے آباء و اجداد مسلمان نظر آئے۔ اصل میں ان کے پیچھے ایک آدمی ہے کیونکہ سارے حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں یا حضرت نوحؑ کی اولاد ہیں' اس وقت تو وہ سارے مسلمان تھے اور درمیان میں بیچارے کافر ہو گئے۔ تو وہ دانائے راز کفر سے پہلے دیکھتا ہے کہ وہ دانا لوگ تھے۔ تو پھر وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں' کچھ عرصہ کے بعد یہ پھر مسلمان ہو جائیں گے۔ تو یہ ہوتا ہے دانائے راز!

پھر اقبالؒ نے کہا کہ اس فقیر کے دن تو پورے ہو گئے مگر کوئی اور راز جاننے والا میرے بعد آئے کہ نہ آئے ۔

اگر می آید آں دانائے رازے
بدے اُو را نوائے دل گدازے
ضمیرِ اُمتاں را می کند پاک
حکیمے' دل نوازے' نے نوازے

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ دانائے راز آیا تو میرا سوز بھی اسی کو دینا کیونکہ وہ امتوں کے ضمیر کو پاکیزہ کرے گا' وہ حکیم ہو گا' دل نواز ہو گا اور دل سوز ہو گا۔ تو اقبالؒ کا مطلب یہ ہے کہ دانائے راز میرے بعد آ سکتا ہے۔ پہلے اقبالؒ نے کہا پتہ نہیں کوئی آئے یا نہ آئے۔ پھر جب نئی نسیمِ حجاز آئی تو پھر وہ کہتا ہے کہ ہاں اگر کوئی میرے بعد آئے تو اس کو یہ ساری نوا دینا۔ تو گویا کہ دانائے راز نے یہ بتا دیا کہ اور دانائے راز آ سکتا ہے۔ تو دانائے راز کیا ہوا؟ جس کو نسیمِ حجاز آئے ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

یہ بات اقبالؒ نے ایک اور طرح سے کی ہے۔ ایک اور جگہ یہ کہا ہے کہ ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اقبالؒ کہتا ہے کہ میں مدینہ اور نجف کا سرمہ ڈالنے والا ہوں' مجھے کیا پرواہ ہے کہ فرنگ کیا ہے اور دانشِ فرنگ کیا ہے۔ گویا کہ اس نے یہ بتا دیا کہ وہ آدمی جو یہاں بھی رہتا ہو اور حجاز میں بھی بیک وقت رہتا ہو' وہ دانائے راز ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جو آدمی زمین پر رہتا ہو اور پھر خدا کے ساتھ بھی رہتا ہو' وہ دانائے راز ہے۔ وہ آدمی جو اس دنیا کے اندر ہونے والی چیز کا نہ ہونا جانتا ہو کہ جو ہے یہ نہیں ہو گا' جو تھا وہ اب نہیں ہے اور جو ہے وہ نہ ہو گا' تو وہ دانائے راز ہے ؎

یہی ہے اِک حرفِ محرمانہ

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ اب محرمِ راز نہیں رہے اور یہ بات پرانی ہو گئی ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے' دنیا کے جتنے محترم نام ہیں وہ سارے کے سارے ماضی کے ہیں' جتنے چراغ ہیں سب ماضی کے جلائے ہوئے ہیں۔ جتنے مطلعِ انوار ہیں یہ سارے کے سارے ماضی کے ہیں' جتنے مرکزِ تجلّیات ہیں سارے کے سارے ماضی کے ہیں۔ تو گویا کہ مر جانے یا رخصت ہو جانے سے مرکزِ تجلّیات پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ جب چاہے اور جس دور میں چاہے مرکزِ تجلّیات رہتا ہے۔ آپ خانقاہوں پر' مزاروں پر مرکزِ تجلّیات اور الٰہیات کے واقعات کو دیکھو کہ وہ اتنے روشن ہیں کہ آپ لوگوں کی زندگی اتنی روشن نہیں ہے۔ تو ان

کے قبرستان جتنے روشن ہیں اتنی ہماری زندگی روشن نہیں ہے یعنی ان کی موت اتنی روشن ہے جتنی ہماری زندگی نہیں ہے۔ تو وہ لوگ جو ہیں وہ عظیم لوگ ہیں اور اس لیئے عظیم ہیں کہ وہ مرکزِ راز کو جانتے تھے اور وہ محرمِ راز تھے۔ اور جن کو راز مل گیا' وہ پھر روشن ہو گئے کیونکہ روشنی کا راز جاننے والا روشن ہو جاتا ہے' خوشبُو کا راز جاننے والا خوشبُو دار ہو جاتا ہے' اللہ کا راز جاننے والا اللہ والا ہو جاتا ہے۔ اور حضور پاکؐ کا راز جاننے والا تو بس خاموش ہی ہو جاتا ہے۔ وہ تو پھر اور ہی کہانی ہے تو جو اس راز کو جان جائے تو بس پھر چُپ ہی ہو جاتا ہے' وہ بتا نہیں سکتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ بہت بڑی بات ہو جاتی ہے اور وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ تو اقبالؒ نے جس کو راز کہا وہ راز یہی ہے کہ میرا ہونا اس کے فضل کی دلیل ہے' اس کا ہونا میرے یقین کا انجام ہے اور میرے یقین کا مرکز ہے' میں اس کے ثبوت کی بات نہیں کرتا کیونکہ وہ تو میرا یقین ہے' وہ نہیں ہے تب بھی ہے' اور اگر موجود ہے' تب بھی ہے۔ تو یہ ہمارے اعتماد کا باعث ہے۔ اس کے علاوہ راز والوں کے پاس ایک اور بات یہ ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کے راز کو جانتے ہیں کہ یہ جو لوگ گمراہ ہو رہے ہیں شاید ان کی کوئی مجبوریاں ان کو گمراہ کر رہی ہیں' شاید ان تک بات Convey نہیں ہو رہی ورنہ یہ گمراہ نہ ہوتے۔ وہ لوگ جو محرمِ راز ہوتے ہیں وہ راتوں کو جاگنے والے اور زمین و آسمان کے فاصلے ملانے والے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے آسمان رات کو زمین بنا ہوتا ہے اور زمین رات کو آسمان بنی ہوتی ہے۔ تو ان کی راتیں جاگتی رہتی ہیں اور وہ لوگ خاص ہوتے ہیں' راز جاننے والے ہوتے ہیں

اور وہ لوگ راز آشنا کہلاتے ہیں' محرمِ راز کہلاتے ہیں۔ جس طرح خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے ۔

کیا حال سنانواں دل دا
کوئی محرم راز نہ مِلدا

جب محرم راز مل جائے تو وہ اسے اپنے دل کا وہ حال سنا دیتا ہے جو اس کے دل میں موجود ہوتا ہے۔ تو یہ خواجہ غلام فریدؒ کی روہی ہے' روہی سے مراد خواجہ صاحبؒ کی بستی' وہ اس راہ سے گزرتے تھے' آنکھوں میں خون کے آنسو رواں ہوتے تھے۔ حسن کی وادی والے سارے ہی روتے رہے ہیں ۔

عطارؒ ہو رومیؒ ہو رازیؒ ہو غزالیؒ ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

آہِ سحر گاہی کا معنیٰ رو رو کر راتیں کاٹنا۔ رو رو کر راتیں کاٹنے والے عطارؒ بن جاتے ہیں' رومیؒ بن جاتے ہیں' رازیؒ بن جاتے ہیں اور غزالیؒ بن جاتے ہیں۔ تو یہ محرمِ راز ہیں۔ مولانا رومؒ بڑے عالمِ دین تھے اور بڑے مغرور عالمِ دین تھے۔ اُن کا نام جلال الدین تھا' جلال الدین کا بڑا دبدبہ تھا۔ پھر کوئی مست پاس سے گزرا اور جلال الدین کو جلا کر رکھ دیا۔ تب جلال الدین سے وہ مولائے رُوم بن گئے اور یہ کہا کہ ۔

مولوی ہر گز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شُد

شاہ شمس تبریزؒ نے جب ان کو راز کی دنیا دکھا دی تو وہ آگے آگے تھے اور مولانا رومؒ پیچھے پیچھے۔ وہ کئی سال تک مولانا رومؒ سے بولے تک

نہیں۔ پھر کئی سال کے بعد ایسا بولے کہ مولانا رومؒ کو آشنائے راز کر دیا۔

تو یہ ایک نگاہ ہوتی ہے اور یہ نگاہ چلتی رہتی ہے۔ اسی کائنات کا کوئی انسان یا کوئی نہ کوئی گروہ ایسا ہوتا ہے جو ان زندہ آدمیوں میں آتا رہتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کے پاس آتے رہتے ہیں اور ان کے خیال کی داد دیتے رہتے ہیں۔ آپ دل میں صبح سے یہ خیال لے کر بیٹھ جاؤ' مثلاً" جو دکاندار ہے دکان میں بیٹھ جائے' جو دفتر میں کام کرنے والا ہے دفتر میں بیٹھ جائے اور یہ کہے کہ یااللہ آج ہمیں کسی اپنے بندے سے ملا۔ آپ انتظار کرو' کوئی نہ کوئی بندہ' کوئی جلوہ دکھا جائے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو تلاش نہیں کر سکتے اور نہیں جانتے کہ کہاں جائیں' ہم یہاں تیرے بندے کا انتظار کرتے ہیں۔ تو اللہ کا وہ بندہ کسی سائل کی شکل میں آ جائے گا' کسی غریب کی شکل میں آ جائے گا' کسی امیر کی شکل میں آ جائے گا' کوئی محرمِ راز اشارہ کرنے آ جائے گا اور کوئی نہ کوئی بات بتا کر چلا جائے گا۔ پھر آپ پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کا وہ بندہ ہے۔ جو آپ کا راز آپ کو بتا دے وہ اللہ کا بندہ ہے۔ محرمِ راز کو دوسرا محرمِ راز ایسے ملتا ہے جیسے پرانے دوست ہوں حالانکہ یہ ملاقات پہلی ہوتی ہے مگر وہ کہتا ہے کہ وہ زندگی میں مجھے پہلی بار ملا اور مجھے یہ محسوس ہوا کہ اس پہلی بار ملنے سے پہلے بھی میں اس کو کئی بار ملا ہوں۔ تو پہلی بار ملاقات میں پہلے سے جاننے والے کو محرمِ راز کہتے ہیں۔ اس لیئے وہ سارے ہم خیال اکٹھے ہو جاتے ہیں' اس میں Announcement کی بات کوئی نہیں ہے یعنی اعلان نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ سارے لوگ اس وقت یہاں بیٹھے ہیں

تو اس لیئے کہ آپ کے اندر کوئی جذبہ ہے جو آپ کو بٹھائے ہوئے ہے۔ یعنی کوئی ایسی چیز ہے جو خود بخود آپ کے اندر موجود رہتی ہے اور اس چیز کو تلاش کہتے ہیں۔ یہ تلاش کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کی تلاش ہے کیونکہ اپنا آپ گم ہو گیا ہے۔ ہم سارے اپنی تلاش میں نکلے ہوئے ہیں کیونکہ ہم نے اپنا آپ گ کر دیا ہے۔ شاید کہیں اگلے موڑ پر اپنا آپ مل جائے۔ اگر کبھی آپ کو ..سے آئینہ دیکھنے کا اتفاق ہو تو آپ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ کر بات کریں کہ یہ کیا زندگی ہے کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اور اگر اندر سے آئینہ بولے کہ تم کیا بات کر رہے ہو کہ زندگی کیا ہے' یہ تو بہت اچھی شے ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ یہ آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ آپ کو خاموشیوں میں آوازیں آ سکتی ہیں' محرم راز کو ہجوم میں تنہائیاں مل جاتی ہیں اور تنہائی میں ہجوم مل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محرم راز بالکل ہی اور طرح کا ہوتا ہے اور پھر یہ جو زندگی کی رونق ہے یہ نئے سرے سے سمجھ آتی ہے۔ محرمِ راز کو اس زندگی میں ایک اور زندگی ملتی ہے۔ زندگی یہی ہوتی ہے اور یہی شب و روز ہوتے ہیں مگر اس کو اس کے اندر ایک اور زندگی نظر آتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص اقبالؒ کے قریب آیا اور اسے دانائے راز بنا گیا کیوں کہ اس نے اپنا آپ پہچان لیا۔ تو یہ ہوتا ہے دانائے راز۔ دانائے راز کو دیکھیں تو دانائے راز سمجھ آتا ہے ورنہ بیان کرنے سے اس کی سمجھ نہیں آ سکتی۔ راز تو کبھی بیان ہونے کے بعد بھی بیان نہیں ہوتا۔ لوگ صدیوں سے اس راز کو بیان کر رہے ہیں اور یہ بیان نہیں ہوا' ساری کتابیں دانائے راز کے ذکر سے بھری ہوئی ہیں کہ محرمِ راز کیا ہے؟

دانائے راز کیا ہے؟ "دگر دانائے راز آید" کیا ہے؟ یہ قصہ کیا ہے؟ کہانی کیا ہے؟ اصل بات کیا ہے؟ مگر بیان سے کسی کو کچھ سمجھ نہیں آ سکتی۔ اصل بات یہ ہے کہ زندگی میں کچھ بھی نہیں ہے لیکن سمجھ آ جائے تو سب کچھ ہے۔ کبھی انسان کا تعلّق آسمان کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر خدا کا تعلّق دنیا کے ساتھ بھی نظر آ جاتا ہے۔ اللہ نے دنیا کو چابی والے کھلونے کی طرح بنا کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ تو قدم قدم پر ساتھ ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت روح وہی پھونکتا ہے اور وہی تنہائیوں میں آپ کی باتیں سنتا ہے' وہی دعائیں منظور کرتا ہے' آج بھی وہی ہے' کل بھی وہی ہے الآن کما کان وہ جیسے تھا ویسے ہے اور کل من علیھا فان باقی ہر شے فصل کی طرح کٹ جائے گی اور وہ باقی رہ جائے گا ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور باقی تیرے رب کا چہرہ رہ جائے گا۔ تو جو باقی رہ جاتا ہے وہ "وہ" ہے۔ باقی رہ جانے والا اصل ہے اور چلا جانے والا فانی ہے۔ باقی کیسے رہتے ہیں؟ آپ دیکھو کہ ہم لوگ چودہ سو سال بعد پیدا ہونے والے ہیں اور آج بھی ایک نام ہم اذان میں سنتے ہیں' یعنی اللہ کے حبیبؐ کا نام گرامی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ورفعنا لک ذکرک ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا' جہاں ہم بلند ہیں وہاں آپؐ کا ذکر بھی بلند کر دیا اور آج تک بلند ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ایسی ہے کہ اس ساری دنیا میں ماننے والے اور نہ ماننے والے سب ہی آپؐ کی تعریف کریں گے' نام "محمدؐ" ایسا رکھا گیا کہ تعریف ہی تعریف ہو گی' ہر ماننے والا بھی تعریف کرے گا اور نہ ماننے والا بھی تعریف کرے گا کیونکہ یہ تعریف کیا گیا ہے۔ اس نام کی اللہ تعریف کرے گا' اللہ کے

فرشتے تعریف کریں گے' قرآن پاک تعریف کرے گا' صحابہ کرامؓ تعریف کریں گے' ماننے والے تعریف کریں گے' کافر بھی تعریف کریں گے Hero as a Prophet (PBUH) کتاب لکھنے والا کارلائل بھی تعریف کرے گا' اس مصنف نے کسی اور پیغمبر کو مانا ہی نہیں' لیکن جب بھی پیغمبر کا ذکر کرے گا حضور پاک ﷺ کا ہی ذکر کرے گا۔ ہندو' سیاستدان' انگریز' سکھ' خواہ کوئی بھی ہو' آپؐ کے نام کی تعریف کرے گا۔ تو یہ بڑے راز کی بات ہے کہ دانائے راز وہ ہے جو انسان اپنی نسبت حضور پاک ﷺ سے دریافت کرے۔ پیرِ کامل سے محبت اور نسبت بھی آپؐ کے نام اور تعلّق کی وجہ سے ہوتی ہے اور اصل میں اللہ کے محبوبؐ کا عشق ہوتا ہے۔ اور ساری محبت حضور پاک ﷺ کی ہے۔ محبت کے اظہار میں داتا صاحبؒ کا راستہ بھی اِدھر کا راستہ ہے اور یہ راستہ مدینے کو جاتا ہے۔ تو راز یہ ہے کہ درِ مصطفیٰؐ کا راستہ ادھر سے ہی جاتا ہے۔ اسی طرح آپ لوگ کربلا گامے شاہ جاؤ تو یہ کربلا لاہور میں ہے۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

تو یہ جو تعلّقات ہیں یہ راز کی باتیں ہیں۔ اور جاننے والے کے لیئے جہاں ہے وہاں ہے اور نہ جاننے والے کے لیئے نہ وہاں ہے اور نہ یہاں ہے' یہ تو صرف ماننے والے کا رشتہ ہے اور عقیدہ ہے اور یہ ایک راز ہے۔

سوال :۔

حضور! میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اگر علم اور آگہی کی کوئی بات سننے میں آئے تو ذمّہ داری بڑھتی ہے اور جتنا علم آ چکا ہے اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ پھر ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

جب نیا سورج نکلے گا اور نئے واقعات ہوں گے تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ علم پہلے سے تھا ہی نہیں۔ آپ کو یہ علم اس لیئے دیا جا رہا ہے کہ کل کو ہونے والے جو واقعات ہیں ان کے لیئے مدد کی راہ نکالی جائے اور غیر ضروری سامان نہ اٹھایا جائے۔ آپ نے جو غیر ضروری سامان اکٹھا کر لیا ہے اس کے لیئے آگے کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ کے پاس جو علم موجود ہے وہ ترک کر دو کیونکہ یہ علم آپ کے لیئے پرابلم ہے۔ اصل میں ان پڑھ آدمی پرابلم نہیں ہے اور علم والا بھی پرابلم نہیں ہے بلکہ پرابلم ہے بد علم کی اور یہ پرابلم اس لیئے ہے کہ اس نے غلط جگہ کو پکڑا ہوا ہے۔ کسی نے جب نیا علم پڑھانا ہے تو پھر آپ کو پریشانی ہو جائے گی۔ اس سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ موت کا علم حاصل کر لو' پھر آپ کا علم مکمل ہو جائے گا۔ زندگی کا علم آپ جتنا جانتے ہو وہ کافی ہے۔ مثلاً" یہ جو نوکری ہے' ریٹائر منٹ ہے' پنشن ہے' پنشن کے بعد قرضہ لے کر مکان ہے' گریجویٹی ہے اور فکس ڈیپازٹ ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو زندگی کا اتنا علم کافی ہے۔ لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسان کو مرنا بھی ہوتا ہے اور اسے یہ علم بھی آنا چاہیئے۔

سوال :۔

سر! حکم صرف اللہ تعالیٰ اور رسول مقبولؐ کا ماننا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو اتنی ڈھیر ساری تفسیریں ہیں یہ سب پھر کیا ہے؟

جواب :۔

آپ سے صرف اتنا ہی پوچھا جائے گا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ جو تفسیروں کی بات ہے تو کیونکہ آپ لوگوں کے پاس کام نہیں ہے اس لیئے آپ تفسیریں لکھتے رہتے ہیں اور آپ کی قوم کا بڑا مسئلہ ہے اور آپ کی قوم یہ خطرناک رنگ اختیار کرتی جا رہی ہے کہ اگر آپ اور کچھ نہ کریں تو بھی کتابیں لکھتے رہتے ہیں اور پھر قرآن کی تفسیریں لکھتے رہتے ہیں۔ اگر آپ اس زندگی میں غور کریں اور زندگی اگر ساٹھ سال کی لے لی جائے تو اس کا تیسرا حِصّہ تو آپ سونے میں گزار دیتے ہیں' ساٹھ سال میں سے بیس سال نکال دیں کیونکہ یہ نیند کی نذر ہو گئے۔ کچھ زندگی دفتر میں بک گئی' باقی کی زندگی کچھ تو بیوی اور دوست لے جاتے ہیں' پھر آپ کی اولادیں ہیں' جن کے لیئے آپ وقت خرچ کرتے ہیں۔ کچھ وقت مہمان لے جاتے ہیں' کچھ وقت بیماری اور ڈاکٹر لے جاتا ہے' بارات میں آپ چلے جاتے ہیں' جنازے میں چلے جاتے ہیں' رشتے داروں کے پاس چلے جاتے ہیں۔ اگر یہ سب مل ملا کر دیکھا جائے تو آپ کے پاس باقی کے دو چار سال بھی نہیں نکلیں گے۔ پھر اب باقی کے سالوں میں پریشانی یہ ہوتی ہے کہ کلمہ ہوتا ہے' پھر اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ ایسا کرو' ایک اور بندہ آئے

گا اور کہے گا کہ یہ حضور پاک ﷺ کا حکم ہے' اور کہے گا کہ صحابہ کرامؓ کا حکم ہے' یہ حضور غوث پاکؒ کا حکم ہے' یہ خواجہ صاحبؒ کا حکم ہے' یہ داتا صاحبؒ کا حکم ہے' یہ قائد اعظمؒ نے فرمایا ہے' یہ بھٹو صاحب کا فرمان ہے' یہ ضیاء صاحب کا فرمایا ہوا ہے اور پھر قائدینِ ملّت' محمد علی جوہر وغیرہ ——— لیکن آپ کے پاس فرمان ماننے کے لیئے ٹائم ہی نہیں ہے۔ اس حال میں اللہ کے کلام کی تفسیر لکھی جا رہی ہے' تفسیر کے جواب میں ایک اور تفسیر لکھی جا رہی ہے' اور پھر تفسیر کا تفسیر کے ساتھ جھگڑا ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ پر اتنے احکامات جاری ہو چکے ہیں کہ آپ کے لیئے حکم ماننا بڑا دشوار ہے جب کہ زندگی کے بے شمار واقعات ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کے پاس آگہی کا وقت بھی نہیں ہے۔ آپ یہ کرو کہ سب کی عزّت کرتے جاؤ اور اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ کا حکم مانتے جاؤ۔ اس لیئے احکام آسان کر لو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ چار دن ہیں اور آپ مزاروں پر لگاتے پھریں۔ اگر آپ ملتان جاؤ تو وہاں کتنے ہی مزار ہیں اور اگر لاہور کے مزارات گننے شروع کر دو اور ان پر ایک ایک یا دو دو دن لگاؤ تو مہینہ بہت چھوٹا ہو جائے گا۔ تو اس لیئے اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ کا حکم مانو۔ تو آپ راضی رہیں اور زندگی گزار کر رخصتی کی تیاری کریں اور وہ سامان باندھ لیں جو وہاں پر جا سکتا ہے! وہاں کون سا سامان جا سکتا ہے؟ گھڑی بھی ساتھ نہیں جائے گی۔ جب تک انسان زندہ ہے تو چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتا ہے' مگر کوئی چیز ساتھ نہیں جائے گی۔ تو دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے حبیبِ پاکؐ کی بات کافی ہے' فائنل ہے۔ یہ فیصلہ ہم

نے نہیں کیا بلکہ اللہ نے خود Simplify فرمایا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنا ہے۔ یہ اسلام کا احسان ہے کہ آپ کو ہر بات سمجھا دی گئی ہے۔ اس لیے آپ کے سجدے کی اصلاح ہونی چاہئے' سجدہ اس نشان کی طرف کرنا ہے جو خانہ کعبہ کہلاتا ہے' وہ Pointer ہے' اشارہ کرنے والا۔ تو آپ اللہ کے اس رُخ پر چلتے جاؤ۔ اب آپ یہ راستہ اختیار کر لو۔ ایک بندہ اپنے بیٹے کو ہاسٹل میں داخل کرنے گیا۔ ہاسٹل Dues وغیرہ ادا کر دیے اور بیٹا داخل ہو گیا۔ بیٹا اپنے والد کے ساتھ باہر آ گیا۔ والد نے کہا کہ بیٹا آپ کو داخل کرا دیا ہے' اب آپ ہاسٹل میں رہیں گے تو بیٹے نے کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ رہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پیر صاحب کا کام اتنا تھا کہ آپ کو اللہ اور اللہ کے حبیبِ پاکؐ کے راستے پر چلا دیں۔ اب وہ شخص ان کے حکم کے مطابق چلتا جائے اور اپنی مرضی کو ترک کر دے۔ لوگ اپنے پیر صاحب کی ایسی خوشامد کرتے ہیں کہ اسے گمراہ کر دیتے ہیں۔ عام طور پر پیروں کو مریدوں نے گمراہ کیا ہے۔ تو آپ اللہ اور اللہ کے حبیبِ پاکؐ کا حکم مانتے جائیں' قرآن پاک کا احترام کریں' مسجد چاہے جس فرقے کی ہو' اس کا احترام کریں' خانقاہ کا احترام کریں۔ کبھی کسی سے ایسی بات نہ کرنا جس سے اس کی عزت میں کمی آ جائے اور قابلِ عزت کی عزت تو ضرور کریں۔ لہٰذا سجدہ اللہ کو کریں' محبت اللہ کے حبیبِ پاکؐ کی اور اطاعت اللہ کی ہونی چاہئے۔ یہ سب بہت کافی ہے!

سوال :۔

سر! ہم کس بات کا انتخاب کریں؟ کسی مزار پر جا کر کیا کریں؟

جواب :۔

انتخاب کس بات کا کرنا ہے۔ آپ انتخاب نہیں اس کو استعمال کہو۔ اللہ کا آپ نے انتخاب نہیں کرنا ہے' وہ تو پہلے منتخب ہے بلکہ منتخبِ کائنات وہ آپ ہی ہے' حضور پاک ﷺ آخری پیغمبر ہیں' اس میں بھی کائنات کا Choice کوئی نہیں ہے۔ قرآن پاک کی زبر زیر اِدھر اُدھر کریں تو چلان ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن پاک بھی پکا ہے' حدیث شریف بھی پکی ہے' پھر آپ نے کرنا کیا ہے؟ صرف زندگی چلانی ہے۔ بس چلتے جاؤ۔ آپ نے پھر کسی کو کیا کرنا ہے۔ بس آپ کا جو حق ہے وہ پورا کرو' فرائض پورے کرو اور آگے جانے کی تیاری بھی کرو۔ اپنی زندگی میں قبرستان کے اندر اپنی قبر کی جگہ ضرور منتخب کر لینا! آپ یہ نہ کہنا کہ جہاں مرضی دفن کر دینا۔ آپ یہ Choice ضرور کر لو۔ اللہ تعالیٰ کو تو علم ہے لیکن آپ اپنی قبر کی جگہ ضرور مقرّر کر لو اور وہاں پر جایا کرو' دعا یہ کیا کرو کہ آپ کے ابا اگر رخصت ہو چکے ہیں تو ان کے پہلو میں جگہ مانگو اور اگر والدہ رخصت ہو چکی ہیں تو ان کے قدموں میں جگہ مانگو۔ قبرستان میں آپ ضرور جایا کرو۔ یہ سب کا فائنل گھر ہے۔ یہ خبر پکی ہے اور فائنل ہے۔ تو آپ اس طرف خوشی کے ساتھ چل پڑو اور اگر قبرستان جانے سے ڈر لگتا ہے تو استغفار نہ چھوڑنا۔ اس طرح آپ کا ڈر اور خوف نکل جائے گا۔ اگر کسی کے پاس توفیق ہے کوئی جگہ ہے تو قبرستان کے لیئے تقسیم کر دو۔ اگر کوئی عمر میں بڑا مل جائے تو اس کا ادب کرو۔ کوئی مرتبے میں بڑا مل جائے تو اس کا ادب کرو۔ جو علم میں بڑا مل جائے اس کو سلام کر دو۔ جو خانقاہ مل جائے وہاں ادب سے سلام کر آؤ اور

صاحبِ مزار کو سلام پیش کر آؤ۔ تو یہ آپ کے ادب کا اظہار ہے۔ ہر جگہ سے کچھ نہ کچھ لینے کی خواہش بند کرو۔ کسی بھی مزار کو آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ دروازے ہیں' ان سے ملتا بھی ہے اور ان میں سے Enter ہونے کا موقع بھی ملتا ہے۔ یا تو آپ یہاں سوال کر لو یا پھر Enter ہو جاؤ' داخل ہو جاؤ۔ تو یہ جو صاحبانِ مزار ہیں' یہ مقدّس جگہیں ہیں' عزّت کے آستانے ہیں' وہاں پر سوال کرو گے تو سوال پورا ہو جائے گا اور اگر اندر داخل ہونے کی اجازت مانگو گے تو اندر داخل ہو جاؤ گے۔

سوال :۔

حضور والا! اس سفر میں ہماری تو ابتداء ہے' ہم تو بس عزّت کا مقام سمجھتے ہیں اور آگے کچھ نہیں ہے۔

جواب :۔

آپ کو اس طرح پکڑ کر لے جانا پڑے گا جس طرح بچہ سکول سے بھاگا ہوتا ہے تو پھر اس کو چار بچے پکڑ کر لے جاتے ہیں اور یہ واقعہ جب ہو گا' اور چار بندوں نے آپ کو سر پر اٹھایا ہو گا اور کہیں گے کلمہ شہادت پڑھو۔ اس وقت پھر دِقّت ہو جائے گی۔ وہ پہلی شہادت آپ ابھی پڑھ لو۔ تو اگر کلمہ شہادت پڑھ لیا تو آگے پھر خیریت ہے' آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔ آپ جن کے پاس جا رہے ہیں ان کے ساتھ پہلے سے آپ کو محبّت ہونی چاہیئے۔ تو پھر جانا ہی کدھر ہے' پھر نہ کوئی موت ہے' نہ کوئی زندگی ہے' نہ ڈر ہے اور نہ خوف ہے۔ اِدھر بھی اللہ ہے اُدھر بھی اللہ ہے' اوّل اللہ' آخر اللہ' اندر اللہ' باہر اللہ اور اللہ ہی اللہ ہے۔ اگر

آپ آج سے یہ شروع کر دو تو پھر رونق ہی رونق ہے۔

سوال :۔

اس طرح تو کافی چیزوں سے چھٹکارا ہو جاتا ہے۔ میں تو اپنی بات کرتا ہوں کہ ہم دنیا کے دھندوں میں پڑے ہوئے ہیں' اگر ہم صرف اللہ اللہ کرتے جائیں تو بازاروں کی رونق تو بند ہو جائے گی۔ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

آپ بات سنتے جائیں اور اپنے اپنے کاروبار میں بھی لگے رہیں۔ جس طرح سننے میں آتا ہے کہ سرکس دیکھو' تماشہ دیکھو تو آپ تماشہ نہیں دیکھتے بلکہ سیدھا گھر چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے تماشے چھوڑتے ہوئے آپ اپنے گھر چلے جائیں گے۔ آپ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذکر کی محفلوں میں ضرور جایا کریں اور وہاں سے کام کی بات سمجھ کر آئیں۔ آپ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا ذکر کرنے کے بعد کسی اور کا ذکر بھی یعنی غیر کا ذکر بھی لے آتے ہیں۔ مثلاً" کسی جماعت کا ذکر' کسی جماعت خانے کا ذکر اور کسی سیاستدان کا ذکر۔ یہ وہی پرانی قباحت ہے اور وہاں جانا بھی قباحت ہے۔ زیادہ لیڈر نہیں بنانے بلکہ اللہ اور اللہ کے حبیبِ پاکؐ بہت کافی ہیں۔ باقی یہ کہ لوگوں کی جو خدمت کر سکتے ہو' کر لو' کسی کی زندگی کو آسان بنا سکتے ہو تو بنا لو' کسی شخص کے ساتھ کوئی نیکی کر سکتے ہو تو کر لو۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کوئی بندہ ہی نہیں ملا تھا جس کے ساتھ میں نیکی کرتا' ہر ایک کے ساتھ

نیکی ہو سکتی ہے' اگر کسی کو دینے کو کچھ نہیں ملتا تو Gentle الفاظ' اچھے الفاظ ہی بول دو۔

سوال :۔

سر! ہم سوال کرتے ہیں اور تشفّی پاتے ہیں۔ تو کیا آپ کے ذہن میں ہماری عملی رُوحانی تربیّت کا بھی کوئی پروگرام ہے؟

جواب :۔

ہاں بڑا پروگرام ہے۔ یہ ایسی چیز ہے کہ اگر آپ کو ایک وظیفہ دیا جائے کہ آپ چھ مہینے وظیفہ کرو تو اس کے بعد آپ کو جو بات ملے گی وہ یہی ملے گی کہ "میری طرف تم نے لوٹ کر آ جانا ہے"۔ اب آپ یہ بات وظیفے سے پتہ کر لو یا ویسے پتہ کر لو۔ مثلاً" آپ کوئی بھی مقدّس کتاب لے لو وہ سارا علم ہی ہے اور تھیوری ہے۔ اسلام کے اندر داخل ہونے والے کی خوبی یہ ہے کہ اس کی کوئی تھیوری نہیں ہے بلکہ نماز ہے۔ اس کے علاوہ عمل اور کوئی نہیں ہے۔ اگر ہم کوئی اور عملی شکل بنائیں گے تو وہ گمراہی ہو گی اور بدعت ہو گی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آج کل زمانہ بڑی ترقی کر گیا ہے اور انسان اتنا Busy ہے کہ آج کل پانچ نمازیں پڑھنے کا ٹائم نہیں ہے۔ تو کچھ لوگ کہیں گے ہاں جی بڑا مشکل ہے اور میرا خیال ہے کہ ہفتے میں ایک نماز بھی کافی ہے اگر وہ بڑے خلوص کے ساتھ پڑھ لی جائے۔ تو بہت سارے لوگ ہوں گے جو اس کی داد دے دیں گے۔ لوگ اس کو گمراہ کریں گے اور وہ ان کو گمراہ کرے گا۔ اس لیئے اسلام کی خوبی ہے کہ نہ اس نے Change ہونا ہے اور نہ

اسے آپ Change کرو۔ آپ جو مرضی کر لو پانچ نمازیں ہی رہیں گی۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ سرد علاقے میں وضو کی کیا ضرورت ہے وہاں تو برف پڑتی ہے۔ تو جواب یہ ہو گا کہ برف پڑے یا نہ پڑے وضو کرنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی عملی شکل کو شریعت کہتے ہیں اور اس کے علاوہ راستہ ہے ہی کوئی نہیں۔ مزید یہ کہ آپ لوگ ایک دوسرے کے پاس جایا کرو' کھانا کھایا کرو' ملاقات کیا کرو اور تعلّقات بناؤ۔ شریعت کے لیے ترجیح ہونی چاہیئے۔ آپ کو اگر کہا جائے کہ سینٹ پیٹرکس میں بھی داخلہ ملتا ہے' جامعہ نعیمیہ میں بھی' تو آپ اپنے بچے کو جامعہ میں کبھی داخل نہیں کرائیں گے' بچہ بے شک گمراہ ہو جائے لیکن نوکری مل جائے۔ یہ عملی شکل کی زندگی کی مجبوریاں ہیں۔ اسلام کا اصل یہ ہے کہ آپ شریعت پر چلو اور آپ کے پاس شریعت کے لیئے وقت نہیں ہے۔ تو ضروری ہے کہ آپ کو کوئی ٹریننگ دی جائے' ذکر کرنے والوں کی کوئی جماعت ہو' اللہ کو ڈھونڈنے والے ہوں' اس طرح کا کوئی Behaviour Group ہونا چاہیئے۔ مگر حال یہ ہے کہ دین کی تعلیم حاصل کرنے والا دنیا میں ناکام ہو جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی قرآن شریف کسی جامعہ میں پڑھتا ہے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر درسِ نظامی کر آئے تو امام مسجد بن سکتا ہے یعنی اگر درسِ نظامی کر لیا ہے' قرآن پاک بھی جانتا ہے' حدیث شریف بھی جانتا ہے' فِقہ بھی جانتا ہے اور فنِ تفسیر بھی جانتا ہے یعنی جو کچھ بھی ہے' سب کچھ جانتا ہے تو اس کو نوکری کسی مسجد میں ہی ملے گی۔ اور اگر ایک آدمی نِکّما ہو لیکن انگریزی سکولوں سے پڑھ کر آگیا ہو تو اس کو نوکری فوراً مل جائے گی۔ تو اس بات کا مُدّعا یہ ہے کہ آپ یہ

دیکھو کہ کس حال میں آپ جا رہے ہو۔ ضروری ہے کہ آپ یہاں پر Technical Frame Work کوئی اور بنالیں' اپنا سسٹم اور بنالیں۔ پہلے ہی آپ پر بہت سے فارمولے لگے ہوئے ہیں۔ جس بازار میں دکان ہو گی' اس بازار کا فارمولا ہو گا۔ دفتر ہو گا تو یونین بھی ہو گی۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی اتنی مجبوریاں ہیں۔ اب آپ یہ کام کریں کہ آپ اپنے آپ کو اللہ اور اللہ کے حبیبِ پاکؐ کے تابع دار سمجھتے ہوئے اللہ کی شریعت پر چلنے کی کوشش کریں اور مسلمانوں کی خدمت کریں' جتنی بھی آپ خدمت کر سکتے ہیں' اس سے آپ کے دل کے اندر روشنی آ جائے گی۔ میں عملی شکل یوں کراؤں گا کہ آپ کلمہ پڑھیں' بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور کہیں یا رب العالمین میں تیرے ہر فیصلے پر راضی ہوں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے راضی ہوں' یا رب العالمین جو خواہشات کی درخواستیں تیرے پاس گئی ہوئی ہیں وہ ساری میں Withdraw کرتا ہوں' واپس لیتا ہوں اور اپنے آپ کو تیرے حوالے کرتا ہوں' مجھے بنا کر رکھ یا بگاڑ کر رکھ' جہاں مرضی رکھ' میں راضی رہوں گا' تاحیات' تا مرگ میں راضی رہوں گا' میں نے مکمل طور پر اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا ہے' جس طرح کشتی کو دریا کے حوالے کرتے ہیں' بالکل اسی طرح میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا ہے' آج کے بعد میں کوئی درخواست نہیں بھیجوں گا' تیری مرضی پر راضی رہوں گا۔ جب یہ آپ "ہاں" کرنے کے قابل ہو جائیں تو پھر آپ میرے پاس آنا۔ فی الحال یہ ریہرسل کافی ہے۔ بزرگوں کی خانقاہ پر جب عرس ہوتا ہے تو زبردست رش ہوتا ہے۔ اگر اس وقت

آپ صاحبِ مزار کے پاس جائیں اور پوچھیں کہ آپ کے پاس ان لاکھوں بندوں میں سے کتنے بندے آئے ہیں۔ تو وہ فرمائیں گے کہ آج سارا دن کوئی بندہ نہیں آیا' ہجوم تو بڑا ہے لیکن بندہ کوئی نہیں آیا۔ تو وہ شخص پھر پوچھتا ہے کہ "بندہ" کون ہوتا ہے؟ تو وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ جو اللہ کے راستے پر چلنے والا ہو۔ تو اس راستے پر سے گذرنے والے سارے اس راستے کے مسافر نہیں ہوتے۔ عملی شکل کے بارے میں پہلے بھی میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آرزوئیں پوری کرنے والے بزرگ اور ہوتے ہیں اور آرزو ترک کرانے والا کوئی اور ہوتا ہے۔ اگر ترکِ آرزو کا حوصلہ ہے تو آپ عملی شکل میں آئیں۔ عملی شکل میں آنے والا "فوت" ہو جاتا ہے' فوت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے فوت ہونا اور اس کی رضا میں داخل ہو جانا اور اس کی رضا بڑا مشکل کام ہے۔ رضا کا مطلب یہ ہے کہ خود کو اللہ کے حوالے اس طرح کر دینا جس طرح مریض خود کو ڈاکٹر کے حوالے کر دیتا ہے' سواری خود کو ڈرائیور کے حوالے کر دیتی ہے چاہے وہ جیسا ڈرائیور ہو اور اس کے پاس لائسنس بھی نہ ہو۔ تو خود کو اللہ کے حوالے کر دیں۔ تو رضا یہ ہے کہ جو اللہ سمجھ نہ آئے' اس کے حوالے اپنے آپ کو کر دیں۔ اس اللہ کے حوالے جو بنا کے رکھے یا بگاڑ کے رکھے' چاہے یہاں رکھے' چاہے وہاں رکھے اور رکھے یا نہ رکھے' تو یہاں پر کتنے لوگ ہوں گے جو یہ بات کر جائیں گے۔

سوال :۔

آپ کی ہر بات پر ہم عمل کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن

اصل میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اس محفل کی باتوں میں سے جو کچھ بھی آپ کے ذہن میں رہ جائے گا وہی کافی ہے۔ مثلاً" میں آپ کے سامنے بات کر رہا ہوں اور یہاں دس آدمی بیٹھے ہیں تو کچھ کے پاس بات ایک فی صد رہ جائے گی اور کسی کے پاس نوّے فی صد بات رہ جائے گی۔ کچھ لوگ جو کیسٹ ریکارڈ کر رہے ہیں ان کو آج یہ بات سمجھ نہیں آئے گی بلکہ ان کو یہ بات آنے والے زمانوں میں سمجھ آ جائے گی۔ اس محفل میں ہم کسی ایک آدمی سے بات نہیں کر رہے بلکہ سب سے بات کر رہے ہیں۔ اس میں جو آپ کے کام کی چیز ہے وہ آپ سمجھتے جائیں اور جو کام آپ کر سکتے ہو وہ کرتے جائیں۔ اگر کسی ایک شخص کا علیحدہ مسئلہ ہے تو اس کا حل بھی علیحدہ ہو گا۔ اس کا حل بھی ہو جائے گا۔ یہ ہمارا طریقہ ہے۔ جہاں آپ یہ سمجھیں کہ مصیبت جو ہے وہ انتہا کو پہنچ رہی ہے' تو دراصل وہاں سے ہی مصیبت ختم ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ تو آپ وضو کریں' کلمہ پڑھیں اور آج کے بعد اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دیں۔ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ اللہ سچا ہے تو ہم نے کہا کہ اللہ سچا ہے' انہوں نے کہا کہ مان لو کہ اللہ ہے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے مانا کہ اللہ سچا ہے اور جو وہ کرتا ہے آپ کے لیے بہتر کرتا ہے' تو پھر آپ اللہ کے مہمان بن جاؤ' وہ اگر فاقہ کراتا ہے تو فاقہ کرتے جاؤ اور کچھ کھلاتا ہے تو کھاتے جاؤ۔ یہ ہمارے لیئے کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ ہم اللہ کو اپنے کام میں لگائیں۔ ہم اگر اللہ کے کام میں لگنا چاہتے ہیں تو بہت اچھی بات

ہے اور یہی ہماری تعلیم ہے اور میں اسی تعلیم کی بات کر رہا ہوں اور اسی علم کی بات کرتا ہوں۔ تو جو کچھ آپ کو یاد رہ جائے وہی بات آپ کی ہے۔ باقی جو دریا گزر رہا ہے آپ اس کو گزرنے دو اور آپ کے پودوں کو پانی کی جتنی ضرورت ہو گی اتنا پانی لگ جائے گا' باقی دریا چلتا جائے گا' آپ دریا کو کوئی بند نہ لگائیں' وہ چلتا جا رہا ہے اور اسے آپ کے گاؤں سے جا کر آگے بہت سارے گاؤں سیراب کرنے ہیں اور یہ دریا اگلی صدی کو بھی سیراب کرے گا۔ جس کنارے سے دریا گزر رہا ہے وہ کنارہ سیراب ہو گا۔ بس آپ کے پاس صداقت ہونی چاہیئے' آنے والوں میں صداقت ہونی چاہیئے' بولنے والوں میں صداقت ہونی چاہیئے اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جب بات دینے والا مجھے بات دیتا ہے تو پھر میں آپ سے بات کرتا ہوں اور اگر آپ کسی Stage پر یہ بات محسوس کریں کہ بات نہیں آ رہی ہے تو صاف بتا دیا کرو کہ یہ بات سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ آپ ایسے سامعین کو Address نہ کرو' جن کے مجموعی ذہن سے آپ آگاہ نہ ہوں اور جن کے قلوب سے آپ آگاہ نہ ہوں اور ایسے ہی نہ تم قرآن سناتے رہنا۔

سوال :۔

سر! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی بات میرے لیئے نہیں ہوتی تو میں اس کو وصول نہیں کرتا اور وہ میرے اندر داخل نہیں ہوتی تو عرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں کوئی بے ادبی یا بے احترامی تو نہیں ہوتی؟

جواب :۔

آپ کی استعداد سے باہر جو چیز ہے اس کے احترام کی بات نہیں۔ لیکن جہاں آپ محروم ہو رہے ہیں' وہاں آپ کو پرواہ ہی نہیں ہے۔ ایک چیز آپ کے مطلب کی ہے اور وہ آپ ذہن میں نہیں رکھ سکے یا Adjust نہیں کر رہے تو اب ایسی صورت حال میں آپ کی مدد کوئی نہیں کر سکتا۔ اب ایک آدمی اگر بات سمجھ نہیں رہا ہے اور آنکھیں بند کر لیتا ہے تو جلوہ کیسے دیکھے گا' یعنی جب جلوہ آئے اور آپ آنکھیں بند کر لو تو پھر جلوہ تو نکل جائے گا۔ جلوہ آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے اور بات کان سے سنی جاتی ہے' بات دل سے محسوس کی جاتی ہے اور جب دل نہ ہو تو محسوس کون کرے گا۔ دماغ لے کر بیٹھو گے تو بات کیسے ہو گی' بات محسوس تو دل سے ہوتی ہے اگر آپ نقلی طور پر آتے ہیں تو نقلی روشنی ملے گی اور اگر اللہ کے لیئے آتے ہیں تو اللہ تو آپ کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ طے کریں کہ یہاں آپ آتے کیوں ہیں؟ کسی کام کے لیئے کہیں جاتے کیوں ہیں؟ اللہ کی تلاش ہے' اپنی تلاش ہے یا کسی مقصد کی تلاش ہے؟ مقصد یا تو دنیا ہو سکتی ہے یا اللہ۔ اور میں آج پھر کہہ رہا ہوں کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ پھر کہہ رہا ہوں کہ "مرنے سے پہلے مر جاؤ"۔ پھر کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی خوشیوں اور غموں کا جائزہ لیں' آپ جس بات پر خوش ہیں' کہیں یہ غم والی بات نہ ہو اور جس بات سے غمگین رہتے ہیں کہیں وہی خوشی والی بات نہ ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ عین ممکن ہے کہ وہ چیز جو تم پسند کرو وہ تمہارے لیئے بری ہو اور عین ممکن ہے کہ تم ناپسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر ہو۔ اصل میں

آپ کو بہتر اور برے کا پتہ ہی نہیں۔ کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ اس لیئے جب کبھی اندر کوئی بات Develop ہونا شروع ہو تو اس کو الفاظ نہ دیا کرو' اس کو اندر چلنے دو۔ جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی آپ کو مشکل لگے تو اس بات پر غور کیا کرو۔ اس کو الفاظ نہ دیا کرو' خود سوچا کرو' ذمہّ داری اسی کا نام ہے۔ ذمّہ داری کیا ہے؟ ہر وہ کام جو اللہ کے راستے پر صاحبِ نیّت کو ملے وہ ذمّہ داری ہے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے بات سمجھ نہیں آئی۔ اس طرح ضمیر مطمئن نہیں ہو گا۔ جواز بنانے سے ضمیر مطمئن نہیں ہوتا۔ یہ کیا ہے کہ اللہ کی بات تو سمجھ نہیں آتی لیکن "بینک" کی بات سمجھ آ جاتی ہے۔ اس طرح آگے کے لیئے مشکل ہو جائے گی۔ اس لیئے آپ اپنی ذات کے ساتھ بڑے Sincere ہو جائیں کیونکہ فیصلہ کے دن گواہی آپ کی ذات نے آپ کے خلاف دینی ہے' ہاتھ نے گواہی دینی ہے' کان نے گواہی دینی ہے' بس آپ لوگوں پر خدا رحم کرے۔

سوال :۔

سر! کیا استعداد میں اضافہ ممکن ہے؟

جواب :۔

ہاں استعداد میں اضافہ ممکن ہے۔ آپ استعداد پر بوجھ نہ ڈالیں تو پھر استعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ آپ بڑے سمجھ دار آدمی ہیں لیکن کسی بچے کو بڑا کرنے کا کوئی نسخہ کیوں تلاش کرتے ہیں؟ آپ Wait کریں' انتظار کریں تو بچہ خود ہی بڑا ہو جائے گا اور آپ کو کچھ عرصہ کے

بعد کہے گا کہ ابو شادی کراؤ۔ تو پھر آپ کیوں جلدی میں پڑ جاتے ہیں' بچے کو کھلا کر فوراً" بڑا نہیں کیا جا سکتا۔ بس آپ Wait کرو' استعداد خود بخود بڑھ جائے گی' استعداد کو بڑھائیں نہیں۔ جب ذمّہ داری آتی ہے تو استعداد بڑھ جاتی ہے۔ مطلب ہے کہ اگر آپ کو ملک دے دیا جائے' بادشاہ بنا دیا جائے تو خود بخود استعداد بڑھ جائے گی اور پھر آپ جاگنا شروع کر دیں گے اور پھر پچھتانا شروع کر دیں گے' پریشان ہونا شروع کر دیں گے۔ آپ نے استعداد بڑھا کر کیا لینا ہے۔ کھانا پکانے کی استعداد بڑھائیں گے تو مہمان آ جائیں گے' اسی طرح اگر مہمان بلا لو تو خود بخود استعداد بڑھ جائے گی۔ ذمہ داری جوں جوں بڑھتی جاتی ہے استعداد بڑھتی جائے گی۔ استعداد بڑھانے کا نسخہ کوئی نہیں ہے بلکہ صرف استعمال کا نسخہ ہے' تو آپ استعداد کو استعمال کریں گے تو یہ بڑھے گی۔ شہہ سوار وہ ہوتا ہے جو شہہ سواری کرے Things are done by doing them یعنی کام کرنے سے ہوتے ہیں۔ انگریزی کا ایک اور مشہور فقرہ ہے۔ They dance best who learnt dance یعنی کہ ڈانس وہی کر سکتے ہیں جنہوں نے ڈانس کرنا سیکھا ہو' تو یہ سیکھنے کی بات ہوتی ہے' استعداد بعد میں آتی ہے۔ اگر کسی کو روزہ رکھنے کی عادت پڑ جائے تو پھر خود بخود ہی روزہ قائم ہو جائے گا اور وہ شخص کبھی روزہ ترک نہیں کرے گا۔

سوال :۔

حضور! آپ نے فرمایا ہے کہ استعداد بڑھانے کا فارمولا کوئی نہیں

ہے اور فارمولا صحیح نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ ہر چیز کا ایک Process ہے تو اس کی ذرا وضاحت فرما دیں!

جواب :۔

اچھی نیّت کے ساتھ اگر بُرے ماحول میں چلے جائیں تو پھر بھی اچھا نتیجہ نکلے گا۔ آپ نے صرف اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہے۔ ایسا ہوا ہے کہ گانے والے بازار کے اندر ولی اللہ کو دیکھا گیا ہے حالانکہ وہاں سارے شہر کے برے لوگ تھے۔ اور وہ ولی کیا کرتے تھے؟ "اللہ' اللہ" کرتے تھے اور اس بُری جگہ پر کرتے تھے۔ تو آپ کو ہر جگہ پر ہر طرح کا بندہ ملے گا۔ آپ اچھی نیّت کرکے قائم ہو جائیں تو آپ کو اچھائی کی خوراک بدی کے ہر علاقے سے مل جائے گی۔ ایک شخص کی کہانی سنو کہ وہ ایک گانے والی عورت' بُری عورت کے پاس گیا اور اس کے مالک سے اس کو خرید لیا۔ اس عورت سے کہا کہ میرے پاس آنے سے پہلے وضو کر کے آؤ اور پھر اسے نماز کے لیئے کھڑا کر دیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یا باری تعالیٰ میں اسے یہاں تک تو لا سکتا ہوں' آگے تیرا حکم ہی اسے سیدھا کر سکتا ہے' میں تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تو وہ لڑکی جو تھی وہ اللہ اللہ کرنے لگ گئی اور "ولی اللہ" بن گئی۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے اتنا سب کچھ کیا ہوا ہے' ہر شے کئی دفعہ ہو چکی ہے' اب نئی بات آپ کے لیئے کیا رہ گئی ہے' فرعون سے بڑا باغی کوئی نہیں بن سکتا۔ تو لوگوں نے برے علاقوں سے بھی اچھی اچھی چیزیں لی ہیں' وہ گندے دریاؤں سے بھی اچھی مچھلیاں پکڑ آئے۔ آپ نے اور کچھ نہیں

کرنا۔ دنیا کی ساری کوششیں کیا ہیں کہ کسی طرح موت سے بچ جائیں۔ یہ کام نہ ڈاکٹر کر سکتے ہیں' نہ امریکہ کر سکا ہے اور نہ روس کر سکا ہے۔ تو موت سے بچنے کا کام کوئی نہیں کر سکا ہے' اور دینی کام تو صرف ایک ہے کہ اپنے اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے حبیب پاکؐ کی اطاعت کے قریب ہو جاؤ۔ صرف یہ دو باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمل یہ بتاتا ہے کہ اگر تمہیں میرے گھر کی سمجھ نہیں آتی تو پھر سجدہ کر کے میرے قریب ہو جاؤ! اللہ خود بتاتا ہے کہ میں تیرے قریب ہوں۔ باری تعالیٰ آپ پر احسان کرتا ہے کہ آپ کو اس نے بینائی دی' عقل دی' ذہن دیا' شکل دی' سکون بھی دے گا' عرفان بھی دے گا۔ اصل میں آپ لوگ خود ملاوٹ کرتے اور پریشان ہو جاتے ہیں۔آپ لوگ ملاوٹ کرنا چھوڑ دو تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت کچھ ملے گا۔ جو بات اصل میں ہے اس کو وہیں تک رہنے دو۔ اگر اللہ نے ولی اللہ نہیں بنایا تو نہ بنو اور جتنا اللہ نے بنایا ہے وہ کافی ہے۔ اللہ نے آپ کو اچھا انسان بنایا ہے تو آپ اچھے انسان بنے رہو۔ آپ لوگ اپنی ذات کے اندر مبالغہ نہ کرو' اور کسرِ نفسی بھی نہ کرو۔ جو آپ ہو' وہی کافی ہے' صرف وہی رہنے دو That's all! یہ کافی ہے۔ آپ کا گھر اپنا گھر ہے اور وہ بیوی بچوں کا گھر ہے' ان کے لیئے دعا کرنا آپ کا فرض ہے اور ان کی حفاظت بھی آپ کا فرض ہے اور ان کی ہدایت کے لیئے دعا کرنا آپ کا فرض ہے کہ یا اللہ میرے گھر والوں پر اپنا فضل فرما' ان کو اپنے دین کے اندر محفوظ رکھ کیونکہ لادینیت کا حملہ ہو رہا ہے اور اس لادینیت کے اندر ہماری اولادوں کو محفوظ رکھ۔ لادینیت جو ہے وہ ٹی وی کے ذریعے آ رہی ہے' وی سی آر کے ذریعے آ رہی ہے

اور ماحول کے ذریعے آ رہی ہے بلکہ ہر طریقے سے آ رہی ہے۔ تو یا اللہ آپ ہی ہماری اولادوں کو دین کے لیئے محفوظ رکھ۔ آپ لوگ یہ دعا کرو۔ جس طرح آپ ان کے لیئے روٹی لاتے ہو' ان کے لیئے نیکی بھی لایا کرو۔ اور یہ بہت ضروری ہے۔ اولاد کی خاطر آپ نیکی میں داخل ہو جاؤ تو وہ اثر قبول کریں گے۔

سوال :۔

حضور! یہ جو دوسروں کو مرعوب کرنے کی خواہش ہے اس بارے میں رہنمائی فرما دیں اور یہ کہ توفیقِ الٰہی کسے کہتے ہیں؟

جواب :۔

دوسروں کو مرعوب کرنے کی جو خواہش ہے یہ دراصل انسان کی صلاحیّت کی رکاوٹ ہے اور جن لوگوں کے اندر آپ اپنے آپ کو مرعوب کرتے ہیں' آپ ان کا درجہ ضرور دیکھیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ اس لیئے اگر آپ اچھے لوگوں کو مرعوب کرنے کی خواہش کریں تو پھر آپ کے لیئے یہ بات بہتر ہے۔ تو آپ اپنے سے بہتر انسانوں کی تلاش کریں۔ اکثر انسان ان لوگوں کو مرعوب کرتا ہے جو اس سے Inferior ہوں' کم درجے کے لوگ ہوں' اس طرح وہ غلطی کھا جاتا ہے کہ اس نے حلقہ ہی Inferior چُنا ہے۔ اس لیئے اپنے سے Superior یعنی بہتر تلاش کرو۔ اس طرح دوسروں کو مرعوب کرنے کی خواہش نکل جائے گی' جہاں آپ متاثر ہو سکتے ہیں وہاں آپ ضرور جائیں۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ توفیق کسے کہتے ہیں؟ محنت کی عادت میں اگر آسانی ہو جائے تو اس

کو توفیقِ الٰہی کہتے ہیں اور یہ ایک مستند قول ہے۔ اگر آپ کی کمائی ہوئی دولت جمع کرنے کی بجائے خرچ کرنا آپ پر آسان ہو جائے تو اسے بھی توفیقِ الٰہی کہتے ہیں۔ اور اگر آپ کا حوصلہ اس قدر بڑھ جائے کہ آپ خودپر زیادتی کرنے والے کو معاف کر دیں تو اسے بھی توفیقِ الٰہی کہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ اگر کسی نے زیادتی کر دی ہے تو اگر آپ معافی مانگنے میں پہل کر گئے تو یہ توفیقِ الٰہی ہے۔ تو یہ سارے شعبے توفیقِ الٰہی کے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ غریبی آ گئی اور غریبی کے باوجود آپ سجدۂ شکر کر جائیں تو یہ توفیقِ الٰہی ہے۔ اگر مشکل آجائے اور مشکل کے وقت آپ صبر کی بجائے شکر کر جائیں تو یہ توفیقِ الٰہی ہے اور یہ بات بڑے لوگوں کو ملتی ہے کہ جن کا صابرین کے اندر نام ہے' دراصل وہ شاکرین تھے۔ مطلب ہے کہ جتنے بھی شہدائے کرام ہیں' عالی مقام ہیں' وہ صابرین ہیں اور شاکرین ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو مقامِ صبر میں مقامِ شکر پیدا کرنے والے تھے۔ یہ انتہا کی توفیقِ الٰہی ہے کہ جن لوگوں کو مقامِ صبر عطا کیا گیا' ان لوگوں نے اسے مقامِ شکر بنا دیا کہ اگر تیری رضا یہ ہے تو ہم بھی راضی ہیں۔ ایک درویش کے پاس ایک بندہ گیا کہ دریا نے اس شہر کا کٹاؤ شروع کر دیا ہے' تو باباجی آپ دعا کریں۔ بابا جی نے کدال پکڑی اور دریا کے کنارے کو گرانا شروع کر دیا اور کہا کہ اے اللہ اگر تیری یہی مرضی ہے تو پھر میری بھی یہی رضا ہے۔ کہتے ہیں کہ دریا نے رُخ موڑ لیا۔ تو مُدّعا یہ ہے کہ یہ ایک واقعہ ہے کہ دریا بھی رُخ موڑ جاتے ہیں' اگر آپ اس کے ساتھ ہو جاؤ تو وہ آپ کے ساتھ ہوجائے گا۔ مُدّعا یہ ہے کہ اتنا سارا کام کر دو کہ جہاں اللہ کا واقعہ ہو رہا ہے اس کی رضا سے ہو رہا ہے

اور آپ بھی اس پر راضی ہو جاؤ۔ جو دو آدمی آپ سے ووٹ مانگ رہے ہیں ان میں سے اچھا آدمی کون ہے؟ تو جماعت کے حساب سے بے نیاز ہو کر سوچو اور آپ اپنی عاقبت کے خیال سے سوچ کر اچھے انسان کو ووٹ دو۔ جہاں سچ بولنے پر نقصان کا اندیشہ ہے وہاں بھی سچ بول جاؤ لاتلبسوا الحق بالباطل ولا تکتموا الحق و انتم تعلمون حق کو جھوٹ کا لباس نہ پہناؤ اور حق کو نہ چھپاؤ جب آپ جانتے ہو۔ برملا صحیح گواہی دینا توفیقِ الٰہی ہے۔ تو یہ توفیقِ الٰہی کے بڑے بڑے شعبے ہیں۔ ایک بندہ صحرا میں بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ دوسرے نے کہا ارے بھائی تو کس کا انتظار کر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ بھائی اِدھر ایک بندہ آئے گا۔ اس نے کہا اِدھر بندہ تو بندہ' پرندہ بھی نہیں آئے گا۔ تو وہ کہنے لگا کہ تُو آپ ہی آگیا ہے جو میرے ساتھ بات کر رہا ہے! تو مطلب یہ ہے کہ بندہ تو وہاں خود بخود ہی آجائے گا اور یہ ہے توفیقِ الٰہی! اس کو اعتمادِ الٰہی بولتے ہیں کہ آپ اس کے فیصلوں پر اعتماد کرو' انتظار کرو اور خوش رہو!

آخر میں سب کے لیئے دعا کرو۔ یا رب العالمین تمام حاضرین پر رحم فرما۔ ان کے گھروں کو آسانیوں والا اور سکون والا بنا دے! یا رب العالمین ان پر خاص مہربانی فرما! یا رب العالمین مسلمانوں پر رحم فرما! تمام حاضرین کی جو دلی آرزوئیں ہیں یارب العالمین! ان پر مہربانی فرما دے اور قبول فرما!

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سید نا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔



۱ عزت اور ذلت کی اصل حقیقت کیا ہے؟

۲ آپ نے فرمایا ہے کہ اہلِ مزار کے درجات بڑھتے رہتے ہیں تو یہ کیسے ہوتا ہے؟

سوال :۔

عزّت اور ذِلّت کی یُوں تو بہت سی تعریفیں ہیں لیکن اصل میں ان کی حقیقت کیا ہے؟

جواب :۔

عزّت اور ذِلّت دونوں وہ ہیں جو عزّت والوں کے ہاں قبول ہوں۔ اگر عزّت جو ہے وہ عزّت والے کی نظر میں ہو تب ہی عزّت ہے اور ذِلّت بھی اسی طرح ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک معیار بنا دیا گیا ہے کہ یہ اچھا ہے' یہ بُرا ہے اور یہ معیار دینی طور پر بنا دیا گیا ہے۔ دین نے بتا دیا ہے کہ یہ اچھائی ہے اور یہ بُرائی ہے۔ اب جو نیک لوگ ہیں' ان کو معیار مقرّر کر دیا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی بدی کا معیار ہیں۔ ان کا نام Standard ہے اور انہی کے احکام سٹینڈرڈ ہیں۔ جو لوگ اس راہ پر چلنے والے ہیں وہ نیک لوگ ہیں اور وہ کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ فلاں شخص کی عزّت اس لیئے کرو کہ اس کے پاس پیسہ ہے۔ وہ کبھی بھی نہیں کہے گا کہ دین کے علاوہ کوئی معیار ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا معیار دینی

طور پر معیار کہلاتا ہے' وہ پھر اپنا ایک الگ معیار نہیں رکھتے اور نہ ایک الگ سڑک پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو معیار ہے وہ غلط ہے۔ مثلاً" ایک بادشاہ ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس پر لعنت ہو اور اس کے لیئے دوزخ ہو۔ تو اگر وہ بادشاہ تھا تو عزّت کی بات ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس کے پاس Power ہے' اس کے پاس دولت ہے اور اختیار تو اتنا ہے کہ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں۔ اس کے آگے کوئی بول نہیں سکتا۔ اس کی پُوری بادشاہت ہے۔ اس زمانے میں فرعون کی بادشاہی پوری تھی لیکن اس کے باوجود وہ ظالم تھا۔ آپ یہ دیکھو کہ بادشاہی کے باوجود اس پر لعنت ہے اور اللہ نے کہا کہ یہ دیکھو کہ اس کو ہم نے غرق کیا۔ تو معیار دولت تو نہیں ہے۔ ابھی آپ کو پتہ چل جائے گا کہ عزّت کیا ہوتی ہے اور اس کا معیار دولت نہیں ہے اور وہ معیار Fame یعنی شہرت بھی نہیں ہے۔ اسی طرح شیطان کے پاس نام بھی ہے اور شہرت بھی ہے لیکن یہ سب کو پتہ ہے کہ وہ لعین اور رجیم ہے۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اختیار بھی ان لوگوں کے پاس ہو جو بُرے لوگ ہیں۔ ایک پیغمبر کے ساتھ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اختیار سے باہر ہو یعنی اس کے پاس اختیار ہی نہ ہو۔ حالانکہ اللہ نے ان سے کہا ہے کہ تمہارے ساتھ ہماری محبت ہے اور ہم نے تمہیں اپنا پیغمبر نامزد کر دیا ہے۔ لیکن رہا مسئلہ دنیا کا تو آپ ذرا تکلیف میں سے بھی گزرو' تکلیف سے پیغمبری قائم رہے گی اور اس کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حضرت عیسیٰؑ کو لے لو' ان کی پیدائش پر بھی ہنگامہ آرائی ہو گئی۔ نارمل پیدائش ہو جاتی تو الزام تراشیاں نہ ہوتیں۔ کئی لوگ پوچھتے ہیں کہ اس میں کیا مصلحت ہے کہ

ان کو ویسے پیدا کر دیا۔ تو It could be otherwise یعنی اگر Otherwie ہو جاتا تو پھر آدھا الزام تو ختم ہو جاتا۔ لیکن اللہ صحیح ہی کرتا ہے۔ اس لیے آپ توبہ کرتے جاؤ۔ کیونکہ یہ اللہ کے کام ہیں۔ یہ تو ان کو عزت عطا ہوئی ہے کہ ان کو پیغمبر بنایا گیا اور نامزد کیا گیا۔ اگر اللہ ان کو Normal Father عام باپ عطا فرما دیتے تو وہ Normal Child عام بچے ہو جاتے اور پیغمبری بھی مل جاتی۔ مگر اللہ نے ایسا نہیں کیا اور یہ اللہ کے کام ہیں۔ یہ آپ انسان ہیں جو یہ چاہتے ہو کہ ایسا ہو جاتا تو بہتر تھا۔ مگر بہتر وہ ہے جو اللہ نے چاہا۔ تو اب عزّت کیا ہوتی ہے؟ جو اللہ چاہے۔ اس کے معیار پر چلو گے تو یہ عزّت ہے۔ ورنہ آپ کا معیار تو وہی دنیا والا ہے۔ دنیا دار کیا چاہے گا؟ کہ Evergreen رہے' یعنی ہمیشہ جوان رہے' صحت مند رہے' پیسے کی کمی نہ ہو' لوگ سلام کریں' کچھ اختیار بھی ہو کہ لوگ کہا مانیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے یہاں رہ جائے۔ اس کے علاوہ آپ کی اور کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ یعنی انسان جو ہے

Wants to save himself forever and he can not

دنیا میں رہنا چاہتا ہے مگر اللہ کی
اجازت کے بغیر۔ آہستہ آہستہ سب کچھ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے' رنگ اُڑ جاتا ہے اور جگنو اُڑ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان نیک لوگوں کے ذریعے ایک ہی بات بتائی ہے کہ بہتر راستہ اور بہتر عزّت وہ ہے جو اس نے پیغمبروں کو عطا کیا ہے۔ یہ آپ لوگوں کے لیئے ایک اصُول ہے اور اس کے ساتھ آپ کے لیئے ایک صحیح راستے کی نشان دہی ہے' وہی Best راستہ ہے اور وہی Best معیار ہے۔ وہ معیار یہ ہے کہ جو اللہ

کے قریب ہو گا وہ عزّت کا مقام ہو گا اور جو حضور اکرم ﷺ کے قریب ہو گا وہ عزّت کا مقام ہے۔ اسی طرح جو شخص جتنا دور ہو گا اتنا کم عزّت والا ہو گا بلکہ یہ غیر عزّت کا مقام ہو گا۔ جو اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ کے مقابلے میں آئیں گے ان کے لیے ذِلّت کا مقام ہے۔ اب اللہ جس کو چاہتا ہے عزّت عطا کرتا ہے' اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے حبیب پاکؐ کی محبت عطا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے ذِلّت عطا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے اس قابل نہیں سمجھتا کہ یہ میرے حبیب پاکؐ کی عزّت کرے یا احترام کرے' اس بے ادب شخص سے وہ محبت لے لیتا ہے اور اس کو محبت ہی نہیں ہوتی۔ تو اللہ کی عطا کیا ہے؟ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت اور جو اس قابل نہیں ہوتا وہ اس سے محروم ہو جاتا ہے' ایسے لوگ ذِلّت میں چلے گئے ورنہ اللہ کو کیا ضرورت ہے کسی کو ذِلّت دینے کی۔ بتایا یہ گیا ہے کہ یہ میرے اپنے کام ہیں۔ یہ پوری آیت ہے۔ للّٰہ ملک السمٰوات والارض آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہی اللہ کے لیئے ہے۔ اور یہ کہ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعزّ من تشاء وتذل من تشاء جس کو چاہتا ہے بادشاہت دیتا ہے' ملک عطا کرتا ہے' جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے' عزت ذلت اس کی طرف سے ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بغیر حساب دے دیتا ہے۔ اللہ اس کو وافر دے تو اس کی مرضی اور نہ دے تو اس کی مرضی۔ یہاں پر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا تمہارے حساب سے باہر ہے اور تمہارے Calculator میں یہ بات نہیں آئے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ اتنے درجے کی محنت کرو تو اتنے درجے کا رزق مل جائے گا۔ ساری عمر

محنت کرو گے تو نہیں ملے گا' مزدور محنت کرے گا تو اسے اس طرح نہیں ملے گا اور جو دوسرا آدمی ہے' محنت کئے بغیر اشارہ کرے گا تو پیسہ مل جائے گا۔ تو پیسے کے معیار سے آپ یہ نہیں سوچ سکتے کہ کون با عزّت ہے اور کون بے عزّت ہے۔ پیسہ اللہ کی طرف سے بے حساب آتا ہے۔ اللہ کے ساتھ حساب کی ضرورت ہی کوئی نہیں' جب آدمی حساب کرتا ہے' وہاں سے گمراہی کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو کچھ ہے وہ بے حساب ہے یعنی اگر روشنی دی تو پھر ساری کائنات کو روشن کر دیا۔ چاند اور ستارے بنا دیے۔ وہ ستارے بنانے پہ آئے تو بے شمار بناتا جاتا ہے اور اگر ریت کا ذرّہ بنانے پہ آئے تو ریت کا ذرّہ بناتا چلا جاتا ہے۔ صحرا کے اتنے ذرّے ہیں کہ جتنے ذرّے ہو ہی نہیں سکتے۔ سمندر کے قطرے بنائے تو قطرے ہی بناتا چلا جاتا ہے اور جب اس نے بندے بنائے تو بناتا ہی چلا گیا اور ابھی تک بناتا چلا جارہا ہے۔ تو اس کا تو کام ہی بے حساب ہے اور وہ آپ کے حساب سے باہر ہے۔ اگر وہ عزّت عطا کرے تو عزّت اتنی ہو جاتی ہے کہ بس بے حساب ہو جاتی ہے اور مرنے کے بعد بھی عزتیں چلتی جارہی ہیں۔ آج تک وہ بندے صاحبانِ عزّت ہیں۔ اور یہ بڑے راز کی بات ہے کہ ان صاحبان کی اپنے دور میں تو عزّت ہو گی کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ انہوں نے کملات کئے ہیں' نیکی کی ہے۔ مثلاً" داتا صاحبؒ بڑا کام کر گئے۔ چلو وہ لوگ تو جانتے تھے کیونکہ انہوں نے انہیں نماز پڑھتے دیکھا' تہجد گزارتے دیکھا اور آج کل جنہوں نے دیکھا نہیں وہ عزّت کیسے کر رہے ہیں؟ یہ اللہ کے کام ہیں۔ تو اللہ صاحبانِ عزّت کو اتنی عزت عطا کرتا ہے کہ ان کے جانے کے بعد بھی

عزّت ہوتی رہتی ہے اور ان کا مزار بھی درجات طے کرتا رہتا ہے۔ اگر صاحبِ مزار تہجد گزار تھا تو مزار بھی تہجد گزار ہے۔ تو "تھا" کے ساتھ "ہے" یوں لگتا ہے کیونکہ آج بھی وہ عزّت کا مقام ہے اور ان کے درجات جو ہیں وہ آج بھی بلند ہوتے جارہے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے عزّت کیا ہوتی ہے؟ جس کو چاہتا ہے اسے لوگوں کی اور اپنے بندوں کی نگاہ میں باعزّت بنا دیتا ہے' اتنا باعزّت بنا دیتا ہے کہ جو اس کے آنے والے بندے ہیں وہ بھی عزّت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تو جس کو اللہ میاں باعزّت بنا دے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے باعزّت بن گیا۔ پھر یہ نہیں ہے کہ وہ شخص ایک سال کے لیئے' ایک دور' ایک صدی کے لیئے' ایک زمانے کے لیئے باعثِ عزّت ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ کے لیئے۔ تو ایسا شخص پُوری کائنات کے لیئے' ہمہ حال' ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے باعزّت ہو گیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کل تو یہ مزار بڑا باعزّت تھا اور اب نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اور جس کو بُرا کہا یا کوئی ذِلّت دے دی تو وہ ہمیشہ کے لیئے ذلیل ہو گیا۔ مثلاً" یزید اور امام عالی مقامؑ کا واقعہ دیکھیں تو یزید کو ذِلّت والا بنایا گیا اور وہ ہمیشہ کے لیئے ذِلّت والا ہی رہے گا۔ تو اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے میری بات غور سے سنیں' کہ میں ہی لوگوں کو بادشاہت دیتا ہوں اور میں ہی انہیں معزول کرتا ہوں۔ اللہ کہتا ہے کہ تم اپنے لیئے خود بادشاہت نہ مانگنا ورنہ پھر گڑ بڑ ہو جائے گی اور معزول ہو جاؤ گے' بادشاہت ہم ہی دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو اللہ بادشاہت دیتا ہے ان کی بات ہی اور ہے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ جس کو ہم بادشاہت دیتے ہیں وہ ہماری طرف سے اچھا چلتا رہتا ہے اور جس کو آزمائش کے لیئے دیتے ہیں

وہ لوگوں سے اچھا سلوک نہیں کرتا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ بادشاہت اللہ کی طرف سے آزمائش بھی ہے اور اس میں خطرہ بھی ہے کیونکہ وہ بادشاہت تو ذِلّت کے معنوں میں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے کسی کو ذلیل کیا تو اسے بادشاہ بنایا اور ہم نے کسی کو باعزّت کیا تو اسے بادشاہ بنایا۔ تو ایک ہی عمل سے دو متضاد نتیجے اللہ میاں ہی نکال سکتا ہے۔ مثلاً" اللہ کہتا ہے کہ اسے باعزّت کرنا ہے تو غریب کر دو اور دوسرے کو باعزّت کرنا ہے تو اسے امیر بنا دو۔ تو کبھی دولت میں عزّت ہے اور کبھی غریبی میں عزّت ہے۔ اسی طرح کبھی غریبی میں ذِلّت ہے اور کبھی دولت میں ذِلّت ہے۔ اصل میں جو راز ہے وہ امرِ الٰہی کے اندر ہے۔ تو پھر کیا کرنا چاہیئے؟ آپ ماحول کی پرواہ نہ کیا کرو۔ چھوٹی جگہ پر بھی سکون والے لوگ رہتے ہیں اور محلّوں میں بھی بادشاہ سسکیاں بھرتے رہتے ہیں۔ یہ کیسے پتہ چلے کہ کون سا بادشاہ کیا ہے؟ اچھا بادشاہ اس کو ہم کہیں گے جس سے محبت کرنے سے آپ کے خیال میں آپ کے اعمال نامے میں نیکی لکھی جائے۔ اگر آپ اس سے محبت کریں اور نیکی نہیں لکھی جاتی تو اس بادشاہ کے خلاف جہاد تمہاری طرف سے لازم ہے۔ یعنی آپ کے ملک کا کوئی Head of state یعنی سربراہِ مملکت ہو تو اگر اس سے محبت کرنا آپ کے خیال میں' آپ کے اعمال نامے میں نیکی لکھنے کے مترادف ہے تو وہ آدمی اچھا ہے۔ اگر اس آدمی سے محبت کرنا ایمان کا خطرہ ہے تو یہ سمجھو کہ اس آدمی کے خلاف ہونا ہی ایمان ہے۔ جب تک آپ کو اپنے ملک میں ایسا آدمی نہیں ملتا جس سے محبت کرنا' ایمان سے محبت ہو تو پھر آپ یہی کچھ کرتے رہیں گے جو کر رہے ہیں یعنی کبھی محبت کبھی

نفرت۔ تو وہ بادشاہت عزّت کا مقام نہیں رہے گا۔ پھر عزّت کا مقام کیا ہے؟ مثلاً" آپ یہ دیکھیں کہ صحابہ کرامؓ سے محبت کرنے سے کیا ہوتا ہے؟آپ کے اعمال نامے میں نیکی لکھی جائے گی۔ اگر ہم تمام صحابہ کرامؓ کی عزّت کرتے ہیں' توقیر کرتے ہیں تو یہ کیا ہے؟ عزّت کا مقام ہے۔ اگر امام عالی مقامؑ سے محبت کرتے ہیں تو اس سے تو ایمان بڑھ جاتا ہے۔ اگر ہم امام عالی مقامؑ سے محبت کرتے ہیں' یہ تو ہمارے ایمان کا حِصّہ ہے۔ تو وہ لوگ جِن کی محبتیں ایمان کا حصّہ ہیں ان کا عزّت کا مقام ہے اور وہ لوگ جِن سے محبت کرنے سے ایمان کی نفی ہو جاتی ہے وہ عزّت کا مقام نہیں ہے۔ اب یہ بات آپ کو خود طے کرنی ہے کہ عزّت کا مقام کیا ہوتا ہے' ذِلّت کا مقام کیا ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ کس طرح عطا فرماتا ہے' یہ سب کیسے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ بے حساب کیسے عطا کر دیتا ہے' رات کیا ہوتی ہے' دن کیسے ہو جاتا ہے' رات کو دن پر کیسے حاوی کرتا ہے اور دن کو رات پر کیسے حاوی کرتا ہے' دن رات ایک دوسرے کے پیچھے کدھر جارہے ہیں' یہ کیا واقعہ ہو رہا ہے' گردشِ لیل و نہار کیا ہے۔ اتنی چیزیں جاننے والی ہیں کہ آپ کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے۔ زندگی کے دامن میں تو ہے ہی کچھ نہیں' صرف زندگی ہے۔ آدھی زندگی تو سونے میں نکل جاتی ہے۔ بعض لوگوں کی تہائی زندگی سونے میں گزر جاتی ہے' کچھ زندگی تلاشِ روزگار میں نکل جاتی ہے۔ پھر کچھ زندگی آپ نے بیچ دی تاکہ باقی کے گھر والے افراد محفوظ ہو جائیں مثلاً" آپ نے پورا مہینہ بیچا تو پہلی تاریخ محفوظ ہو گئی' تنخواہ مل گئی جس سے خرچہ چلے گا۔ تو آپ یہی کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ایسے میں اگر کوئی علم کی تلاش میں نکلا تو ڈائریکٹریوں

میں اور ڈکشنریوں میں اس کی زندگی ضائع ہوگئی اور اگر علم حاصل کر بھی لیا تو لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ وہاں تو اللہ میاں نے یہ پوچھنا ہے۔ پھر آپ کا ایم۔ اے اور آپ کا میرٹ کس کام آئے گا۔ تو مسلمانوں کو تعلیم تو آپ اور چیز کی دے رہے ہیں اور انہیں بتاتے یہ ہیں کہ تم سے اللہ میاں یہ پوچھے گا۔ تو یہ جب اللہ نے پوچھ لیا کہ چوتھا کلمہ سنا دو تو وہ کہے گا کہ مجھ سے کسی چیز کے معنیٰ پوچھیں' کسی ریسرچ کے بارے میں پوچھیں' ہم جو کچھ پڑھتے آرہے ہیں وہ تو آپ نے پوچھا ہی نہیں۔ مگر اللہ کے ہاں کوئی اور ہی واقعہ نکل آیا۔ تو گویا کہ آپ نے اس طرح کا جو علم حاصل کیا ہے یہ بتا دینا بند کردیں۔ تو یہ دِقّت کا باعث ہے۔ سارا پرابلم اس لیئے ہوتا ہے کہ جو چیزیں ضروری ہیں وہ دوسرے شعبے میں غیر ضروری ہے اور جو غیر ضروری ہے وہ یہاں ضروری ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میرے پاس پیسے تو تھے مگر سارے ضائع ہو گئے۔ دوسرے نے پوچھا کہ کیسے؟ اس نے کہا کہ فقیر مجھ سے سارے پیسے لے گیا۔ تو دوسرے نے کہا تیرے وہی پیسے بچ گئے جو تو نے اس فقیر کو دیے تھے۔ تو اصل میں حقیقت یہ ہے کہ آپ دوسروں کے مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو آپ کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کیا قِصّہ ہے' پیسے کمانے کا اور خرچ کرنے کا اور اللہ کا کیا کام ہے اور آپ کا کیا کام ہے' اور جو آپ تلاش کر رہے ہیں وہ کیا ہے۔ ایک تو انسان کی زندگی ہے اور وہ تنہا ہے۔ پھر عقیدہ آتا ہے کہ آپ کا کیا عقیدہ ہے' کیا Believe کرتے ہیں اور کیا نہیں Believe کرتے یعنی خدا ہے یا خدا نہیں ہے۔ اور اگر خدا ہے تو کیا ہے' نہیں ہے تو کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بارے میں

آپ کا سوچنا' اس کو ماننا اور اس کے خیال میں رہنا ضروری ہے۔ اللہ کے بارے میں آپ جو کچھ سوچتے ہیں یہ آپ کا تنہائی کا عقیدہ ہے یعنی جب آپ بالکل All alone ' تنِ تنہا بیٹھے ہوں۔ تب آپ یہ بھی سوچتے رہتے ہیں کہ سجدہ کر لیا جائے۔ تو گویا کہ آپ ایسا عقیدہ رکھتے ہو جس میں سجدہ ہوتا ہے' اللہ ہوتا ہے' اللہ کے حبیبؐ ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی تنہا زندگی ہے' اس سماج کی زندگی ہے۔ اب آپ یہ سوچیں کہ سوسائٹی کے لیئے آپ کی Contribution کیا ہے' آپ نے سماج کے لیئے کیا کیا ہے۔ پھر آپ نے اپنی ایک اور زندگی بنا لی' انٹرنیشنل لائف یعنی بین الاقوامی حوالے سے زندگی بنا لی مگر وہ آپ کی دینی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں سے آپ کو دِقّت پیدا ہو گئی بلکہ پریشان ہو گئے۔ پھر آپ کے پاس یہ ہونا چاہیئے اور وہ ہونا چاہیئے مگر یہ ساری باتیں اسلام کے خلاف ہیں۔ اگر آپ نے اسلام کے نام پر جنگ لڑی تو غیر اسلامی لوگ آپ کو تباہ کر کے رکھ دیں گے بلکہ برباد کر کے رکھ دیں گے' آپ کو نشانہ بنائیں گے۔ فی الحال آپ کو یہ سوچنا چاہیئے کہ تنہا زندگی کیا ہے' آپ کا سماج کیا ہے اور آپ کی اسلامی مِلّت کیا ہے' اور ان کی قوّت کیا ہوتی ہے' کیا قوّت نام کی کوئی چیز مسلمانوں کے پاس ہے' کیا قوّت نام کی چیز کبھی مسلمانوں کے پاس رہی ہے مگر آپ کبھی کچھ بات کرتے ہیں اور کبھی اور بات کرتے ہیں۔ پہلے آپ اپنے بیان درست کریں پہلے اپنے آپ کی اصلاح کریں۔ پھر Common man یعنی عام آدمی اور آپ کے نوجوان کو سمجھ آئے گی کہ شکست کھانا یا فتح کرنا بے معنی چیز ہے' اصل چیز عقیدہ ہے۔ عقیدہ صحیح ہونا چاہیئے پھر شکست بھی فتح ہو جاتی ہے کیونکہ

عقیدے والا مردِ مومن ہوتا ہے' حق آگاہ ہوتا ہے۔ تو آپ اپنی Language کی' اپنی زبان کی اور آپ اپنی تبلیغوں کی اصلاح کریں۔ پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ عزّت کا مقام کیا ہے۔ آپ تو ایک زرپرست اور ہوس پرست قوم بنتے جارہے ہیں۔ پھر آپ کو کون بچائے گا۔ اب بچانے والا آپ کو آپ کے ہاتھوں سے بچائے گا کیونکہ آپ اپنے آپ کو ضائع کر رہے ہیں۔ ایسے میں آپ کے امام نے کیا کرنا ہے؟ وہ آپ سے آپ کے پیسے کی محبت چھین لے گا۔ چھیننے کے دو طریقے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ آپ پیسہ دینا شروع کر دو یا وہ آپ سے آپ کا پیسہ ہی چھین لے گا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ آپ امام عالی مقامؑ سے محبت کرتے ہیں تو آپ تو پیسے سے محبت کرنے والے لوگ ہیں اور پیسہ جو ہے وہ آپ کی اللہ کی راہ میں محبت کرنے میں حائل ہے۔ تو آپ پیسے کو یا تو چھوڑ دو یا پھر چِھن جائے گا۔ دعا کرو پیسہ آپ سے چِھن جائے! ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حج پر جارہے تھے۔ جب کردستان کے علاقے سے گزرے تو ڈاکو آ گئے۔ ڈاکوؤں نے کہا تمہارے پاس جو ہے یہاں رکھ دو۔ لوگوں نے پیسے اور سب سامان نکال کے رکھ دیے۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ سب کی تلاشی لو۔ جب تلاشی لی گئی تو سردار کے پاس سے کچھ اشرفیاں نکل آئیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ جو قافلے کا سردار ہے' جس سے پیسے نکلے ہیں' اس کو قتل کر دو اور باقیوں کو جانے دو۔ تو کتاب لکھنے والے کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے سردار کو قتل ہونے دیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تو کیسے کہتا ہے کہ یہ تیرا امیر ہے کیونکہ سچے کا سردار جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے

کیونکہ تم تو سب سچے ہو اور یہ تو ہماری ڈیوٹی ہے کہ ہم حج کرنے والوں کو متوکّل بنا کے بھیجتے ہیں مگر تمہارا سردار غیر متوکّل بندہ ہے' اس کو پھانسی لگاؤ۔ تو داتا صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے امیر کے لیئے معافی مانگی اور پھر ہم سارے لوگ سفر پر روانہ ہوگئے۔ تو یہ بھی واقعہ ہے۔ کبھی کبھی ڈاکو جو ہے وہ بھی سرکاری کام کرتا ہے یعنی آپ سے پیسے کی محبت چھینتا ہے۔ تو آپ کے لیئے وقت آگیا ہے کہ پیسے کی محبت چِھن جائے یا پیسہ چِھن جائے۔ تو اللہ کے کام جو ہیں ان میں آپ یہ سمجھا کرو کہ اللہ تعالیٰ مہربانی کس طرح کرتا ہے' بعض اوقات پیسہ دے کے اور بعض اوقات پیسہ لے کے مہربانی کرتا ہے۔ عزّت اور ذِلّت اس کی طرف سے ہے۔ اس بات کو Judge کون کرے گا اور پتہ کیسے چلے گا۔ تو اللہ نے اس کا معیار پہلے سے دیا ہوا ہے۔ تو ہر بات کو اللہ کے دیے ہوئے معیار پہ تولو۔ ساری بات آپ کی اپنی Development کی ہے' اپنی سوچ کی ہے اور اپنے اندازے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کئے ہیں۔ اس دنیا کو ضرور دیکھو اور معیار اپنے پاس رکھو کیونکہ پھر آپ نے اللہ کے پاس جانا ہے اور اللہ کے آگے پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہنا کہ کوئی مجبوری ہے۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا کہ اہلِ مزار کے درجات بڑھتے رہتے ہیں تو یہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب :۔

ہاں بڑھتے رہتے ہیں۔ وہ کون سا عمل کر رہے ہوتے ہیں؟ عمل ان کا یہ ہے کہ وہ سینۂ اہلِ نظر میں زندہ ہوتے ہیں۔ ان کا عمل ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں روشنی ڈال دیتے ہیں۔ اور روشن لوگ جب بھی نیکی کرتے ہیں تو روشن بنانے والے کے درجات میں اضافہ ہو جائے گا۔ مثلاً" وہ ایسی کتاب لکھ گئے کہ پڑھنے والے کو اللہ یاد آگیا۔ تو اس طرح مصنّف کے درجات بڑھ جاتے ہیں۔ آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے ماں باپ پہ رحم فرما گویا کہ اولاد کی دعا ماں باپ کے کام آ سکتی ہے چاہے وہ مر بھی گئے ہوں۔ اسی طرح ایک آدمی کی دعا اس کی اولاد کے کام آ سکتی ہے چاہے وہ زندہ ہوں' چاہے وہ زندہ نہ ہوں۔ لہٰذا مرنے کے بعد بڑے مقامات طے ہوتے ہیں۔ آپ کی نماز جنازہ مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس میں آپ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ اس میّت کی معافی کر دے۔ میّت تو میّت ہے' وہاں اس کا کیا عمل ہے۔ مگر آپ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو یا اللہ معافی دے دے ' اس کے گناہ معاف کر دے۔ حالانکہ اس میّت کی تو زبان ہی کوئی نہیں ہے۔ تو مرنے والا اگر اچھا آدمی ہے تو اس کی زبان آپ لوگ ہیں۔ اس کا عمل کہاں سے شروع ہو رہا ہے۔ اس کے آستان پر آپ قرآن پڑھتے ہیں' درود شریف پڑھتے ہیں اور درجات ان کے بڑھ جاتے ہیں۔عمل آپ کا ہوتا ہے اور درجہ ان کا بڑھتا ہے۔ اگر کوئی مسجد بنا جائے تو جب کوئی وہاں نماز پڑھے گا تو مسجد بنانے والے کے درجات بلند ہوتے جائیں گے۔

آخر میں آپ سب لوگوں کے لیئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی

فرمائے اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔ آمین

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰینا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

☆... ○... ☆

۱

۱ جس طرح انسان پرورش پاتا ہے کیا اسی طرح روح بھی بڑھتی ہے؟

۲ کیا تزکیۂ نفس اور روح کی تلاش ایک چیز ہے؟

۳ کیا انسان روح کی دریافت میں جلد باز ہے؟

۴ خیال کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟

۵ انسان جو محنت اور وظیفہ کرتا ہے، اگر اس کا نتیجہ نہ نکلے تو کیا وہ ضائع ہو جاتے ہیں؟

۶ یقین میں تذبذب کیا چیز ہے؟

سوال :۔

حضور! جس طرح انسان پرورش پاتا ہے کیا اسی طرح رُوح بھی بڑھتی ہے یا کہ رُوح ایسے ہی ہوتی ہے جیسے پہلے دن سے ہوتی ہے؟

جواب :۔

رُوح جو ہے وہ رُوحوں کے ساتھ متاثر ہوتی رہتی ہے۔ کچھ رُوحیں مقدّس ہوتی ہیں اور وہ پیدائش کے بعد ایک جیسی رہتی ہیں' ان رُوحوں کے اندر پرواز رہتی ہے' وہ پروان چڑھتی رہتی ہیں' پاکیزہ ہوتی رہتی ہیں۔ رُوحیں اثر قبول کرتی ہیں ماحول سے' دنیا سے' بیان سے' اللہ اور رسولؐ کے قرب سے' دُرود شریف سے اور قرآن شریف سے رُوح کے اندر پاکیزگی آتی رہتی ہے۔ اس لیئے رُوح جو ہے یہ Develop ہونے والی چیز ہے اور رُوح کو Develop کیا جاسکتا ہے' وہ اس طرح کہ جس طرح جسم کی غذا جسم کو Develop کرتی ہے' اسی طرح رُوح کی غذا ہے' وہ رُوح کو Develop کرتی ہے' جسمانی غذا جو ہے وہ ٹھوس ہے

یعنی کھانا پینا جو انسان کے جسم کو Grow کرتا ہے۔ رُوح کی غذا اللہ کا ذکر ہے اور اس ذکر سے یہ پروان چڑھتی ہے' پاکیزہ ہوتی رہتی ہے۔ اصل میں ایک لحاظ سے یہ بات صحیح ہے کہ رُوح کے اندر Development کا اضافہ کہاں سے آیا؟ سوال یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ رُوح کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک آئینہ ہے اور آئینے پر گرد جما ہوا ہے' حالات کا' زمانے کا' Tragedies کا' بے قاعدہ افکار کا' بے وجہ غم کا' پریشانیوں کا' لالچ کا' اندیشے کا اور اشیاء کی گنتی کا۔ تو گاہ بہ گاہ یہ گردو غبار آئینے پر جم گیا۔ یہ یاد رہے کہ گرد کے نیچے آئینہ محفوظ ہے' گرد کا یہ غبار رُوح پر ایسے ہوتا ہے جس طرح کافر پر کفر کا اور فلسفی کے اوپر فلسفے کا' دنیا دار پر دنیا کا ایک غلاف چڑھ گیا ہوتا ہے۔ اب آپ نے وہ غلاف ہی ہٹانا ہے اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ گرد کے نیچے تو وہ رُوح ہے جو عین اللہ ہے "عین" کے معنیٰ آپ سمجھتے ہیں ناں' یہ دریا اور چشمے کو بھی کہتے ہیں۔ اس کے اندر خود بخود ہی اللہ تعالیٰ کی جلا پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ "صیقل آئینہ ہنوز" کرتے جائیں یعنی اپنے آئینہ کو چمکاتے جائیں' پالش کرتے جائیں پھر پتہ چلے گا کہ آپ کو صرف "الف" درکار ہے۔

اِکو الف تیرے درکار

تو شاعر کہتا ہے کہ اصل بات تو ہمیں سمجھ آگئی ہے کہ سب کچھ "الف" ہے اور "ب" کی ہمیں ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ "الف" کا معنیٰ اللہ اور "ب" کا معنیٰ ہے دنیا کا ساز و سامان اور یہ جو آپ سارا دن کام کرتے رہتے ہو' اس طرح سارے کام کرتے کرتے آدمی کاموں میں

سے نکل جاتا ہے تو اسے سمجھ آتی ہے کہ اس نے ایک کام تو کیا نہیں اور اصل میں اسی کام کی ضرورت تھی یعنی "الف"۔ اس لیئے بابا بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ ۔

اِکو الف تیرے درکار

بابا بلھے شاہؒ نے بات کو پالیا' راز پا لیا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ ہمیں اور کسی کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ کے آگے کیا ہے؟ اللہ کے آگے کچھ بھی نہیں ہے' اللہ سے پہلے کیا ہے؟ اللہ سے پہلے کچھ بھی نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ "الف" موجود ہے' اول بھی موجود ہے' آخر بھی موجود ہے اور آپ نے صرف اپنے آئینے کو پالش کرنا ہے' اس کے اوپر سے غلاف اتارنے ہیں' جو تہہ در تہہ ہیں۔ "صیقلؔ بعض اوقات نگاہ سے ہوتا ہے' بعض اوقات وِرد سے ہوتا ہے' وظائف سے ہوتا ہے' کثرتِ دعا سے ہوتا ہے' کثرتِ توجہ سے ہوتا ہے اور بعض اوقات دنیا سے انحراف کرنے میں ہوتا ہے کہ آپ دنیا کو چھوڑ جائیں یعنی دنیاوی واقعات کم کر دیں اور دنیا کی دولت جس پر آپ خوش ہو رہے ہیں' اس کو تقسیم کر دیں ۔ اور یہ صیقل لوگوں کی خدمت سے بھی ہو جاتا ہے اور پھر وہ آئینہ جو ہے وہ خود بخود بتاتا ہے کہ میں کیسے پالش ہوں گا۔ تو جس وقت آئینے میں عین کا عکس آگیا یعنی اللہ کا عکس آگیا تو پھر رُوح Develop ہونے لگتی ہے۔ Development اور ضرورت' صرف آئینے کو پالش کرنے کی ہے۔ رُوح جو ہے یہ ایک مکمل فارم ہے' مکمل اکائی ہے' جو یا تو حاصل ہو گی یا نہیں ہوگی' اگر انسان کو رُوح حاصل نہیں ہو گی تو یہ گرد و غبار میں گم ہو جائے گی' ایسے جیسے اس کے پاس

رُوح ہے ہی کوئی نہیں اور جیسے وہ ایک جانور ہے۔ اب اس بات کو یوں تقسیم کرتے ہیں کہ جانور اور انسان کے درمیان کوئی فرق ہونا چاہئے۔ یہ فرق ہوتا بھی ہوگا اور یہ فرق ہے بھی سہی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان بولتا ہے اور جانور بولتا نہیں ہے لیکن کچھ جانور بولتے بھی ہیں۔ کچھ کہتے ہیں انسان سوچتا ہے اور جانور سوچتے نہیں ہیں لیکن کچھ جانور سوچتے بھی ہیں' انسان ماضی کی بات یاد رکھتا ہے لیکن جانور ماضی کی بات یاد نہیں رکھتے لیکن کچھ جانور ماضی کو یاد بھی رکھتے ہیں جیسے اونٹ جو ہے یہ پرانا بدلہ لیتا ہے' دس سال بعد بھی بدلہ لے گا' ہاتھی' بھینس اور اونٹ بدلہ لیتے ہیں اور ہاتھی بڑا خطرناک بدلہ لیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کا ماضی بھی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو مستقبل کا خیال ہے لیکن جانوروں کو مستقبل کا خیال نہیں ہے اس لیئے انسان اشرف ہے لیکن کچھ پرندے ایسے ہیں جن کو مستقبل کا خیال ہوتا ہے' وہ گرمیوں میں گھونسلا بناتے ہیں' آشیانہ بناتے ہیں تاکہ سردی سے بچ سکیں۔ لہٰذا سوچنا چاہئے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کو جانوروں پر فوقیّت ہے؟ اس کا جواب یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے پاس "رُوح" ہے۔ "رُوح" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس اللہ کا امر ہے اور یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی امانت قبول کرلی ہے۔ باقیوں کے اندر جو بات ہے وہ صفات کے جلوے ہیں لیکن انسان کے اندر ذات کا جلوہ ہے۔ آپ ذات کا جلوہ جو ہے وہ آئینہ صفات میں دیکھیں گے اور یہ آئینہ جو ہے یہ رُوح ہے۔ تو رُوح کو اس لیئے پالش کیا جاتا ہے۔ روح کی تقویّت کے لیئے بزرگوں نے بے شمار طریقے بتائے ہیں کہ رُوح کو Discover کیسے کرتے ہیں۔ جب وجود مر

جائے گا تب کس نے قائم رہنا ہے؟ رُوح نے ہی قائم رہنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جب وجود مر جائے تو انسان کیسے قائم رہتا ہے؟ آپ یہ دیکھیں کہ جب انسان سو جائے تو قائم کون ہوتا ہے؟ اگر تو سو گیا اور ختم ہو گیا تو پھر اٹھا کون' اور بیدار کون ہوا؟ اور اگر وہ وہی تھا تو سویا کیوں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونے والا' کوئی چیز' کوئی زندہ رہنے والی چیز اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو جو چیز زندہ رہنے والی ہے' وہ وہی ہے جس کے ساتھ وابستگی ہے اور اس کو رُوح کہتے ہیں۔ نیند کے عالم میں بھی آپ کی رُوح آپ کے لیئے سیر کرتی ہے۔ اگر اچھا وجود ہو اور رُوح پالش کی ہوئی ہو تو رُوح آپ کے لیئے مکاشفات لاتی ہے' اچھے خواب لاتی ہے اور بعض اوقات الجھے ہوئے سوالوں کا جواب لاتی ہے۔ اگر ایک سوال حل نہیں ہو رہا ہے' ایک مسئلہ ہے جو حل نہیں ہو رہا ہے تو پھر اس کے لیئے کیا کیا جائے؟ سوچتے سوچتے بے چارہ انسان پریشانی میں سو گیا اور جب اٹھا تو نعرہ حیدری لگایا کیونکہ خواب دیکھا تو اس کے سوال کا حل تھا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اس مسئلے کو یوں حل کر لینا چاہیئے۔ یہ کس نے اس کو بتایا؟ یہ رُوح نے بتایا۔ تو رُوح جو ہے یہ "سیر فی الفلک" آسمان کی سیر کراتی ہے' رُوح جو ہے یہ فضاؤں کی سیر کرانے والی ہے' رُوح آنے والے دور کی خبر لانے والی ہے اور رُوح جو ہے یہ آئینہِ حق نما ہے۔ رُوح کا تعلق ماضی کے ساتھ ہے اور اس کا مستقبل کے ساتھ بھی تعلّق ہے۔ کچھ لوگ رُوح کو دریافت نہیں کر سکتے اور اگر رُوح کی دریافت ہو جائے یا اس کی صفائی ہو جائے تو اسے صفائیِ قلب کہتے ہیں۔ صفائیِ قلب والے انسان کو سمجھ آجاتی ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے۔ رُوح کی Development نہیں

ہے بلکہ Discovery ہے یعنی رُوح پہچان کراتی ہے اور وجُود کی Development ہے' نشو و نما ہے۔ بچے کے لیئے یہ عین ممکن ہے کہ اس کی رُوح اتنی ہی مکمّل ہو۔ بلکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ساری ارواح کی عمر ایک ہے کیونکہ ساری رُوحیں ایک ہی دن میں تخلیق کی گئی تھیں۔ دراصل رُوح ایک کنارے کا سمندر ہے۔ اس کو ایک کنارے کا سمندر اس لیئے کہتے ہیں کہ اس کا پیدا ہونے والا کنارہ ہے لیکن اس کی موت والا کنارہ نہیں ہے جو انسان ہے' اس کا وجود پیدا ہونے والا بھی ہے اور مرنے والا بھی ہے مگر رُوح ایک کنارے کا سمندر ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اللہ اور رُوح میں یہ فرق ہے اور اس کو یاد رکھنا کہ رُوح جو ہے یہ تخلیق تو ہوئی ہے' پیدا تو ہوئی ہے' لیکن اس کو موت نہیں ہے۔ یہ امرِالٰہی ہے اور اللہ جو ہے وہ تخلیق سے آزاد ہے' پیدا ہونے سے آزاد ہے۔ اللہ تعالیٰ تو الآن کما کان یعنی جیسے پہلے تھا ویسے ہی ہے۔ اس لیئے رُوح کی Discovery بڑی آسان ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وجود اور رُوح کا آپس میں تعلّق ہے۔ وجود کو آہستہ آہستہ ارتقاء ملتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ زوال ملتا ہے مگر رُوح کو ایسا نہیں ہے۔ بچے کی رُوح جو ہے یہ روشن ہو سکتی ہے اور بوڑھے انسان کی رُوح ضائع شدہ ہو سکتی ہے اور خراب ہوسکتی ہے۔ رُوح کو کچھ لوگ گھوڑا کہتے ہیں کہ یہ آپ کو اڑاتا ہے' سیر کراتا ہے اور رُوح کمزور ہوگئی تو پھر ہر شے کمزور ہو گئی ہے۔ رُوح کمزور کب ہوتی ہے؟ جب آپ میں اطاعتِ الٰہی سے انحراف پیدا ہوا' وہاں رُوح کمزور ہو جاتی ہے۔ نفسانی خواہشات کے تحفّظ سے رُوح خراب ہو جاتی ہے۔ لالچ

بھی رُوح کی بیماری ہے اور حقوق پورے نہ کرنا رُوح کی بیماری ہے۔ یعنی دوسروں کے ساتھ وہ سلوک کرنا جو اپنے ساتھ آپ نہ چاہیں' ایسے کاموں سے رُوح بیمار ہو جاتی ہے۔ آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ رُوح جو ہے وہ یہاں رہنا نہیں چاہتی' یہ دور سے آنے والی چیز ہے اور یہ دور واپس جانا چاہتی ہے اس کا نام "سیمرغ" رکھا گیا ہے اور یہ سیمرغ کوہ قاف کا رہنے والا ہے اور لامکان سے آیا ہے۔

"سیمرغ" ایک لفظ ہے اور ایک پرندے کا نام ہے۔ اصل میں اس کا مفہوم شیخ فریدالدین عطارؒ کی کتاب سے ملتا ہے۔ ایک دفعہ پرندوں کی دنیا میں ہلچل مچ گئی اور افواہ پھیل گئی کہ ان کا گرو' ان کا پیر پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے۔ اس طرح ان کو روشنی مل گئی۔ ان سے کہا گیا کہ اپنے گرو کے پاس جاؤ۔ سب پرندے جوق در جوق' ہزاروں کے حساب سے پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں سردی' گرمی' جھگڑا' کوئی مرتے گئے' کوئی گرتے گئے' کوئی چلتے گئے اور ان کو کوئی سراغ نہ ملا۔ چلتے چلتے آخر کار کچھ پرندے کامیاب ہوگئے اور وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو وہاں کوئی پرندہ ہی نہیں تھا' کوئی گرو نہیں تھا۔ وہ حیران ہوئے کہ دیکھو ہمیں آواز آئی تھی' ندا آئی تھی کہ تمہارا جو سالار ہے وہ وہاں پر ہے لیکن یہاں تو کوئی سالار نہیں ہے۔ پوچھا گیا کہ سالار کا نام کیا تھا؟ تو پرندوں نے کہا سالار کا نام "سیمرغ" ہے اور یہاں ہونا چاہئے لیکن وہ تو یہاں نہیں ہے۔ تو پھر ان کو وہی آواز آئی کہ تم اپنی گنتی کرو کہ تم کتنے پرندے ہو۔ انہوں نے جب گنتی کی تو کل تیس پرندے تھے۔ تو اس آواز نے کہا کہ "سیمرغ" کا معنی ہے کہ وہ تیس (۳۰) پرندے جو پرواز میں کامیاب ہو

جائیں۔ تو یہ "سیمرغ" ہوتا ہے! تو وہ رُوح جو راستے سے نجات پاتے پاتے اپنی پرواز میں کامیاب ہو جائے' وہ رُوح امر ہو جاتی ہے۔ تو گویا کہ راستے کی آزمائشوں سے نکلنا' آرائشوں سے نکلنا اور اپنی منزل کی طرف چلتے رہنا ہی کامیابی ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ کسی انسان کو منزل بنا لو' لیکن بد نیتی کو منزل نہ بنا لینا کہ منزل اصل میں آپ کا اپنا "آپ" ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ اپنے آپ کو دریافت کر کے اور اس کو مکمل فارم دے کر اللہ کے سامنے پیش کر دینا ہی منزل ہے۔ تو اتنی ساری بات ہے' چھوٹی سی منزل ہے اور لمبی چوڑی کہانی کوئی نہیں ہے۔ اس زندگی میں سے آپ پریشانی نکال دیں' بے ایمانی نکال دیں' جھوٹ نکال دیں' لالچ نکال دیں' دنیا میں زیادہ رہنے کی تمنّا نکال دیں' اللہ نے جو احکامات فرمائے ہیں وہ کر لیں اور جہاں اس نے کہا ہے کہ یہ کام نہ کرو آپ وہ کام نہ کریں۔ تو آپ صرف اللہ کا کہنا مان لیں۔ آپ اگر اس طرح سے سفر کریں گے تو پھر اس کے بعد چلتے چلتے آپ خود ہی سیمرغ بن جائیں گے۔ تو آپ رُوح کے مقام پر اس وقت آ سکتے ہیں جب آپ اپنے وجود کے مقام کی نفی کر لو۔ جن لوگوں نے رُوح کو دریافت کیا ہے جب ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح اپنی رُوح کو دریافت کیا ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے اپنی جسمانی خواہشات کو ترک کیا۔ کچھ لوگ تو ایسے تھے جنہوں نے کئی کئی مہینے کھانا نہیں کھایا اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ انہوں نے کئی کئی سال گفتگو ہی نہیں کی یعنی وہ بولے ہی نہیں' ان کا نام "چپ شاہ" پڑ گیا۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو عرصہ دراز پیدل چلتے رہے' کچھ اور کرتے رہے اور کچھ لوگ سارا سال درود شریف

ہی پڑھتے رہے۔ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ اگر آپ صرف دودھ پیتے رہیں تو آپ کو حضور پاک ﷺ کی زیارت ہو جائے گی' وہ بندہ بڑا سادہ لوح تھا' اس کو کسی نے کہا کہ اس طرح سے زیارت ہو جاتی ہے بلکہ چھ مہینے کے اندر زیارت رسول مقبول ﷺ ہو جائے گی۔ تو وہ دودھ ہی پیتا رہا اور اس کو چھ مہینے کے اندر زیارت ہو گئی۔ اور جس نے بتایا تھا اس کو جب پتہ چلا کہ اس کے کہنے پر عمل کرنے سے حضور پاک ﷺ کی زیارت ہو گئی ہے اور اسے حضور پاک ﷺ نے یہ یہ فرمایا ہے تو وہ بندہ رونے لگ گیا کہ میں نے تو آپ کو ایسے ہی کہا تھا۔ تو جو چیز بھی خلوص سے کر لی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ تو یہ رُوح کی دنیا ہے اور یہ پرواز کی دنیا ہے۔ روح کو اس طرح سمجھیں کہ ایک پرندہ آسمانوں پر اڑنے والا' اگر وہ زمین پر کوئی چیز چلتی پھرتی دیکھے یا محسوس کرے اور جھپٹا مار کر اسے لے جائے اور راستے میں دیکھے کہ یہ مُردار قسم کی کوئی چیز میں نے اٹھا لی ہے' اگر وہ اسے پھینک دے تو وہ مُردار چیز پھر واپس آکر گر جائے گی۔ تو مُردار چیز کی پرواز ختم ہو جائے گی۔ تو رُوح اس طرح ہے کہ یہ پرواز کرتی ہوئی آئی اور آپ کے مردہ جسم کو اس نے حرکت دی' راستے میں اس نے محسوس کیا کہ یہ تو مردہ ہی ہے' اسے پھینک ہی دو' تو پھر آپ مردے کے مردے ہی رہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ھل اتی علی الا نسان خین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔

کہ انسان پر ایسا وقت بھی آیا تھا جب اس کا ذکر تک نہیں تھا یعنی "شیئا مذکورا" کا ذکر نہیں تھا۔ جب انسان کے جسم سے رُوح نکل جاتی

ہے تو اس کو پھر میّت کہتے ہیں۔ وہی آنکھیں' وہی چہرہ' وہی سب کچھ ہوتا ہے لیکن اگر رُوح نکل گئی تو اس کا کام ہی ختم ہو گیا اور اب اس کا نام میّت ہو گیا۔ اب اس شخص کے بچے بھی اس سے خوف کھانے لگ جاتے ہیں۔ اگر انہیں کہیں کہ یہ آپ کے ڈیڈی ہیں تو وہ کہیں گے کہ یہ میّت ہے' یہ ہمارے ڈیڈی نہیں' ان کو نہلاؤ' کفن پہناؤ اور قبرستان پہنچاؤ۔ تو وہ کیا چیز ہے جو نکل گئی' وہ رُوح ہے۔ تو رُوح کا Develop ہونا نہیں ہے' رُوح کا دریافت ہونا ہے۔ تو رُوح کو دریافت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف رُوح کو دریافت کرنے والے رُوح کو دریافت کرتے ہیں۔ اس کی مثال مولانا رومؒ نے دی ہے۔ ایک شیر کا بچہ گم ہو گیا اور بھیڑوں میں پلنے لگ گیا۔ وہ شیر تھا لیکن بھیڑوں میں رہ گیا اور بھیڑوں جیسی حرکتیں کرنے لگ گیا۔ ایک دن ایک بزرگ شیر نے دیکھا کہ ہے تو یہ شیر' لیکن بھیڑوں میں رہ رہا ہے۔ اس نے بچے کو پکڑا اور کہا کہ تو شیر ہے۔ بچے نے کہا کہ میں تو بھیڑ ہوں۔ شیر نے کہا تو اور ہے اور یہ لوگ اور ہیں کیونکہ تیری جنس اور ہے۔ اس بچے نے کہا مجھے کیا پتہ کہ میری جنس اور ہے اور یہ مجھے کس طرح پتہ چلے گا۔ اس بزرگ شیر نے کہا کہ میں تجھے تیری جنس دکھاتا ہوں۔ اس نے ایک بھیڑ کو جھپٹا مارا اور کھا گیا اور بچے کو کہا کہ میرا یہ عمل دیکھا ہے' اس نے کہا کہ جی دیکھا ہے۔ پھر وہ اس کو ایک تالاب پر لے گیا اور کہا کہ تالاب کے پانی میں دیکھو کہ میری شکل یہ ہے اور تیری شکل بھی میرے جیسی ہے۔ جب اس بچے نے اپنی شکل پانی کے آئینے میں دیکھی تو اسے پتہ چلا کہ وہ بھی شیر ہے۔ تو اس نے کہا کہ چل اب تو بھی بھیڑ کو پکڑ اور کھا جا! ایک بار

آئینے میں پہنچنے کی دیر ہے اور آگے کھیل رُوح کا اپنا ہے۔ بس آپ کی آئینے تک رسائی ہوتی ہے اور رُوح کو آئینے تک دریافت کرنا ہوتا ہے۔ آئینے کا وقت وہ ہوتا ہے جب آپ آئینے کے سامنے محو ہوں یعنی آپ عکس کے سامنے محو ہوں کہ پتہ نہیں ہے کہ ہم کیا ہیں اور کیا نہیں ہیں۔ یہ ہوتا ہے محوِ حیرت ہونا۔ تو دنیا کو بھی آئینہ کہا گیا ہے' آپ اپنے آپ کو بھی آئینہ کہہ سکتے ہیں' محبت کو بھی آئینہ کہا گیا ہے' کیونکہ انسان محبت کے ہر مقام پر گم ہو جاتا ہے۔ محبت کرنے والا کسی چیز کے ساتھ آشنا نہیں ہوتا لیکن اسی کے ساتھ آشنا ہوتا ہے جو اس کا محبوب ہوتا ہے۔ کسی عادت میں گم ہو جانا یا کسی ایک خیال میں گم ہو جانا محوِ حیرت ہو جانا ہے ؎

تیری یاد میں ہوا جب سے گم تیرے گمشدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

تو جب آپ حیرت میں گم ہو جاتے ہیں تو پھر رُوح دریافت ہو جاتی ہے۔ رُوح ذکرِ الٰہی کے ساتھ دریافت ہوتی ہے' عبادت کے ساتھ دریافت ہوتی ہے' خیرات دینے سے رُوح دریافت ہوتی ہے' سفر میں رہنے سے بھی رُوح دریافت ہوتی ہے اور اللہ کے کسی حکم پر مکمل طور پر سر تسلیم خم کرنے سے رُوح دریافت ہوتی ہے۔ رُوح خود ایک پوری Form ہے۔ یہ یا تو دریافت ہو گئی اور یا پھر یہ دریافت نہ ہوئی۔ رُوح کو دریافت کرنے کے لیئے لوگ بڑی کوشش کرتے ہیں۔ پھر اس کے اندر سارے جلوے خود بخود آجایا کرتے ہیں۔ رُوح اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا آئینہ ہے جس

کو دریافت کرنا چاہئے۔ وجُود کی Development اور ہے۔ مر جانے کے بعد تو رُوح زندہ رہتی ہے' تو اب زندگی میں رُوح کو کیسے دریافت کریں؟ تو آپ مرنے والی چیز کو تھوڑی دیر پہلے مار کر یہ دیکھ لیں کہ مرنے کے بعد رُوح کیسے زندہ رہے گی۔ تو آپ ایک بار کوشش کر کے دیکھ لیں کہ وجود کو سلا دیا جائے۔ تو اس طرح رُوح زندہ رہتی ہے۔ اسی طرح آپ کسی خیال میں گم ہو جائیں تو رُوح زندہ رہتی ہے۔ یہ اس طرح ہوتا ہے کہ آپ اپنے خیال میں جا رہے ہوں اور پھر آپ کا گھر آ جاتا ہے' آپ کو راستہ یاد نہیں رہتا لیکن پھر بھی آپ چلتے چلتے گھر آجاتے ہیں۔ تو آپ کے ساتھ Unconscious اور Conscious یعنی شعوری اور لاشعوری دونوں باتیں ہوں گی۔ اسی لیئے کبھی آپ اپنے وجود کی نفی کر کے دیکھیں' مرنے جیسی کیفیت پیدا کر کے دیکھیں' جسم کو خوراک نہ دیں' تو تھوڑی دیر بعد آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ پھر جو چیز زندہ رہ جائے گی وہ رُوح ہوگی۔ رُوح کا دریافت کرنا یوں آسان ہو جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا آئینہ' اللہ کی دی ہوئی نگاہ آپ کے کام آتی ہے تاکہ آپ دنیا کو دیکھ سکیں۔ اسی طرح اگر وہ نگاہ عطا ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھنے والی ہے تو وہ آئینہ میسّر آجاتا ہے۔ یہ سارا ایمانداری کا کھیل ہے' Pure ایمانداری کا اور یہ چالاکی کا نہیں ہے۔ وہاں سوال جواب کی بات نہیں ہے۔ صرف رُوح کو صیقل کرنے کی' پالش کرنے کی بات ہے۔ پالش کی کہانی مولانا رومؒ نے بتائی تھی کہ رُومیوں اور چینیوں کے درمیان پینٹنگز کا مقابلہ ہوا' ان کو ایک ہال کی دو دیواریں دے

دی گئیں اور درمیان میں پردہ رکھ دیا گیا کہ آپ ان دونوں دیواروں کو پینٹ کرو۔ رُومیوں نے پینٹنگز بنائیں' چینیوں نے پینٹنگ نہیں بنائی بلکہ وہ دیوار کو صرف پالش کرتے رہے۔ جب پردہ ہٹایا گیا تو کہتے یہ ہیں کہ کام بہت اچھا تھا۔ چینیوں نے اصل میں یہ کام کیا کہ وہ صرف دیوار کو پالش ہی کرتے رہے اور اسے آئینہ بنا دیا اور رومیوں کے رنگوں کا عکس سارے کا سارے ان کے آئینے میں آگیا' اور عکس جو ہے وہ اصل سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ تو یہ بھی دنیا کو دیکھنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے کہ جامِ جہاں نما میں دیکھا جائے۔ تو وہ دور نہیں بلکہ تیرے آئینے کے اندر آسکتا ہے۔ تو یہ سارا جہاں آپ کا اپنا منظر ہے' رُوح دریافت ہو جائے تو دور کی بات بھی پاس کی بات ہے۔

سوال :۔

سر! کیا تزکیۂ نفس اور رُوح کی تلاش تقریباً" ایک ہی چیز ہیں؟

جواب :۔

تزکیۂ نفس وجُود کی ایک کیفیّت ہے مگر رُوح اور چیز ہے۔ نفس جو ہے اسے موت ہے اور رُوح کی موت نہیں ہے۔ نفس کا ایک اپنا مقام ہے اور یہ وجُود کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور رُوح وجود کے علاوہ بھی چل جاتی ہے۔ تزکیۂ نفس کا معنیٰ یہ ہے کہ بغاوت سے بچنا اور اللہ کے امر کو خوشی کے ساتھ قبول کرنے کی صلاحیّت پیدا کرنا۔ اس کی اتنی Definition کافی ہے۔ تو تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کو خوشی کے ساتھ قبول کرنے کی صلاحیّت پیدا کرنا تاکہ وجُود میں بغاوت نہ

آئے۔ جو اللہ نے حکم دیا ہے خود بخود اس کے مطابق چل پڑنا۔ ان ھٰذہٖ تذکرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جو میں سنا رہا ہوں یہ تذکرہ ہے' بیانات ہیں اور جو چاہے میرا راستہ پکڑے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بیانات ہیں اور آپ اس سے اللہ کا راستہ دریافت کر سکتے ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے راستے کے بھی اصلاح ہو جائے مثلاً" یہ کہ اپنے نفس کی خواہش کے علاوہ کرنا۔ اور یہ بات کافروں میں بھی ہو سکتی ہے لیکن مسلمانوں کے لیئے جو تزکیۂ نفس ہے وہ اللہ کے حبیب پاکؐ کے راستے پر چلنا ہے۔ رُوح جو ہے یہ پرواز والی چیز ہے' یہ مقدّس ہے' یہ غیب سے آنے والی چیز ہے۔ شروع شروع میں جب یہ سمجھ نہ آئے تو ہم تزکیۂ نفس اور رُوح کو ایک ہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک ہی مقام ہے لیکن تزکیۂ نفس جو ہے وہ اور ہے' اور رُوح جو ہے وہ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح الفاظ بیان فرمائے ہیں ان سب کے الگ الگ معانی ہیں' اللہ نے نفس کو نفس کہا ہے اور رُوح کو رُوح کہا ہے۔ اللہ نے یہ کہا ہے کہ رُوح میرا حکم ہے' اور پھر ہم نے اس میں اپنی رُوح پھونکی اور رُوح جو ہے وہ ادھر سے ہے۔ جب یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی رُوح کے بارے میں سوال کرے تو آپ کہو کہ رُوح کے بارے میں مجھے اتنا پتہ ہے کہ یہ اللہ کا امر ہے قل الروح من امر ربی رُوح میرے اللہ کا امر ہے۔ تو نفس کا تجزیہ کر لیتے ہیں کہ نفس کیا کرتا ہے۔ نفس جو ہے یہ شرارتیں کرتا ہے' نفس جو ہے یہ لالچ کرتا ہے' نفس کے سارے تزکیہ والے فارمولے رُوح کے کام آتے ہیں لیکن رُوح کے ساتھ کچھ کیفیّات اور ہیں جو نفس

کی دسترس میں نہیں ہیں' وہ یہ ہے کہ پرواز نفس میں نہیں ہے۔ آپ کا نفس رُوح کو اشارہ دے سکتا ہے کہ آپ پرواز کرلو۔ نفس رُوح کے لیئے پرابلم پیدا کر سکتا ہے۔ جب نفس رُوح کو چھوڑ دے تو پھر رُوح کی پرواز بلند ہو جائے گی۔ نفس پرواز تو نہیں کرے گا لیکن پرواز میں رخنہ اندازی کرے گا' اس لیئے تزکیۂ نفس کرتے ہیں تاکہ رُوح کی صحیح دریافت ہو جائے۔ تو نفس اور رُوح میں یہ فرق ہے۔

سوال :۔

کیا ایسا ہے کہ رُوح کی دریافت کے سلسلے میں انسان کچھ جلد باز بھی واقع ہوا ہے؟

جواب :۔

نہیں جلد باز واقع نہیں ہوا ہے بلکہ یہ سستی کر رہا ہے اور اسے زندگی میں جلد ہی رُوح کو دریافت کر لینا چاہیئے۔ اس دریافت کے معاملے میں سستی نہیں ہونی چاہیئے' انسان اس میں جلد باز نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اصل ہے اور اصل دریافت ہونا چاہیئے۔ آپ یہ دیکھو کہ یہ بات بڑی دقت والی ہے کہ محنت کرنا انسان کی فطرت ہے اور وہ محنت کرے گا اللہ کا فرمان ہے کہ یا ایھاالانسان انک کادح یعنی اے انسان تیرا کام محنت کرنا ہے اور خالق نے بتا دیا ہے کہ تو محنت کرے گا اور کچھ نہیں کرے گا۔ فرصت حاصل کرنے کے لیئے محنت کرے گا اور آرام کرنے کے لیئے بھی کام کرے گا۔ تو گویا کہ انسان محنت کرے گا اور کام کرے گا۔ ہمارے دین کا سارا مضمون یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ محنت کرتے

کرتے یہ زندگی محنت میں گزر جائے اور آخرت بھی خراب ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ کہنا پڑ جائے کہ بڑی مشکل اور محنت سے آپ دوزخ میں پہنچے ہیں۔ تو اس لیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اگر محنت کریں تو اللہ کے راستے کی طرف محنت کریں۔ اگر آپ کو پتہ نہ ہو کہ اللہ کا راستہ کیا ہے تو اتنی بات آپ سمجھ لیں کہ اگر آپ مصروف ہیں' لگن میں ہیں' محنت میں ہیں' خیال میں ہیں' تو اپنی محنت کا حاصل جو ہے اس کو اللہ کے راستے پر لگائیں تاکہ آپ کی محنتیں جو ہیں وہ رائیگاں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے تشبیہ دی ہے کہ اس بڑھیا پر افسوس ہے کہ جس نے سُوت کاتا اور آخر میں اس کو الجھا دیا۔ یعنی کہ عمر ساری ایک ایک تار لگا کر سُوت کاتا اور بعد میں اس کو الجھا دیا' تو اس طرح سُوت الجھ کر ساری اس کی کمائی اکارت ہوگئی۔ تو اللہ نے کہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری کمائیاں اکارت جائیں۔ اس لیئے زندگی میں غور و فکر کرتے رہنا چاہیئے کہ ہماری کمائیاں' ہمارا حاصل' ہماری محنتیں اور ہماری تمام زندگی جو ہے یہ رائیگاں نہ ہو اور یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ اپنی زندگی میں ایسا کام ضرور کریں کہ جس کا تعلق صرف اللہ کے ساتھ ہو اور اللہ کی رضا کے ساتھ ہو۔ حتیٰ کہ آپ کی زندگی جو ہے وہ اکارت نہ ہو اور ضائع نہ ہو۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ زندگی ایک عمل سے بچ سکتی ہے اور ایک ہی عمل سے گرفت میں آسکتی ہے۔ مثلاً" ایک شخص کی زندگی تمام عبادت تھی' پھر اسے کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ بس ایسی ایک بات ہوئی ہے کہ سب ضائع ہو گیا۔ شیطان نے کہنا نہیں مانا یعنی کہ سجدہ نہیں کیا تو اس کی باقی ساری عبادت اکارت گئی۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کے پاس

صرف اپنے سجدے تھے اور وہ سجدہ نہیں تھا' اس لیئے اس کی عبادت اکارت ہوگئی۔ ایک انسان جس کے پاس Pure عبادت ہو' نیکی ہو' بزرگی بھی ہو لیکن اتّفاق سے اس کے ماں باپ ناراض ہو جائیں تو اب اس کی کمائی جو ہے وہ زیرو ہو گئی۔ اب یہ واقعہ اس لیئے بتایا گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی دانائیوں اور عبادتوں کے چکر میں پڑے رہو کیونکہ ایک غلط عمل تمام کمائی کو اکارت کر سکتا ہے۔ اور ایک آدمی ساری عمر غلطی کرتا رہتا ہے مگر ایک آدھ ایسی خوبی پیدا ہو سکتی ہے کہ اس کی بخشش کا امکان پیدا ہو جائے۔ تو اس لیئے آپ کسی نیکی کو چھوٹا نہ سمجھو اور کسی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھو' چھوٹے سے چھوٹا گناہ گرفت میں آسکتا ہے اور چھوٹی سی نیکی بھی آپ کو نجات دے سکتی ہے۔ اس لیئے آپ کو محنت کرنی ہے اور پھر محنت کا نتیجہ دیکھنا ہے۔ جو بھی زندگی گزارنی ہے تو اس کو خدا کی راہ کا بنا کر گزار لو۔ بچوں سے محبت آپ کو ضرور ہو گی اور وہ ضرور ہوتی ہے مگر آپ یہ کہو کہ ہم ان سے اس لیئے محبت کر رہے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور جہاں اللہ کا حکم بند ہو جائے وہاں سب کچھ چھوڑ دو۔ یہ آسان سی بات ہے۔ بس اللہ کا حکم ہے تو اللہ کے حکم کے مطابق کام کرو اور جہاں اللہ کے حکم کی Voilation ہو جائے' جہاں حکم عدولی ہو جائے' وہاں اس کام کو ترک کر دو۔ اگر آپ نے ایک کام اللہ کی رضا کے لیئے شروع کر دیا ہے تو جب آپ یہ دیکھو کہ اس میں سے اللہ کی رضا کا پہلو نکل گیا ہے تو آپ وہ کام بند کر دیں۔ تو گویا کہ اپنی زندگی کو اللہ کی رضا میں ڈھالنے کے لیئے تھوڑی سی دماغ کی Application چاہیئے ورنہ یہ ویسے ہی رہے گا۔ میں آپ کو یہ

بتا رہا ہوں کہ کافر جہان اور مومن جہان میں فرق بہت تھوڑا ہے۔ کافر سڑک بنائے گا تب بھی اس پر کار چلے گی اور اگر مومن بنائے گا تب بھی اس پر کار چلے گی اور دونوں طرف کار ایک ہو گی۔ کافر بھی مکان ویسے بنائے گا جیسے آپ بناتے ہو۔ کنسٹرکشن میٹیریل اور بلڈنگ سب برابر ہے' اسی طرح میڈیسن برابر ہے۔ کافر اور مومن میں فرق صرف نیّت اور عبادات کا ہے۔ آپ کی عبادت کا ایک طریقہ ہے' آپ کی نیّت یہ ہے کہ آپ اللہ کو خالق سمجھتے ہو' مالک سمجھتے ہو اور اللہ کے حبیب پاکؐ کو آپ اس طرح مانتے ہو کہ اللہ کے بعد انؐ کا ہر حکم اللہ ہی کا حکم ہے اور آپ انؐ کو اللہ کے ساتھ ہی مانتے ہو۔ اور کافرانہ زندگی جو ہے وہ اور ہے۔ اس زندگی کی فراوانی کافر کے پاس ہے اور زندگی پورے فارمولے کے ساتھ ان کے پاس ہے۔ کافروں نے سائنس آپ سے لی' اب آپ کافروں سے سائنس لیتے ہو یعنی طب' فزکس' میتھ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سخر الشمس و القمر کہ تم چاند ستارے سارے فتح کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے کہا اور یہ سب فتح ہو رہے ہیں اور اللہ کا حکم پورا ہو رہا ہے۔ یہ سب تو انسانوں کے لیئے ہے اور مومن اس سارے واقعہ کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان کہتا ہے کہ اللہ کا حکم پورا ہو رہا ہے اور اللہ تمام اِنسانوں کے لیئے حکم دے رہا ہے اور تمام جہانوں کو اللہ نے کہا کہ میں نے تمام جہانوں کے لیئے حضور پاکؐ کو رحمۃ للعالمین بناکر بھیجا ہے۔ اس لیئے آپ یہ دیکھیں کہ کہیں آپ کی محنت ضائع نہ ہو جائے' کہیں آپ کی ساری کمائی ضائع نہ ہو جائے۔ آپ محنت سے ضرور گزریں گے مگر محنت انا کے لیئے نہ کریں اور اپنی تسکین

کی خاطر نہ کریں بلکہ محنت اللہ کے لیئے کریں۔ کل سے جب آپ دفتر جائیں گے تو آپ یہ سمجھ کر جائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ میں دفتر جا رہا ہوں' اللہ کا حکم ہے کہ بچوں کے لیئے رزق لاؤ' تو اس لیئے میں دفتر جا رہا ہوں۔ آپ دفتر میں نمائش کی غرض سے نہ جایا کریں آپ اس لیئے دفتر جائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ رزق کما کر بچوں کو بھی دو' آپ بھی کھا لو اور کچھ اللہ کی راہ میں لگا دو۔ بس یہی زندگی عبادت بن جائے گی اور اگر ایسا نہ کریں تو یہی زندگی گمراہ ہو جائے گی۔ صرف اس زندگی کا ریفرنس بدلنا ہے کہ فرائض کیا ہیں اور اس کے بعد آپ کی خواہشات کیا ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مشکل سے گزار رہا ہے تو اگر آپ صبر سے گزر جائیں تو یہ بھی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کچھ دے رہا ہے تو اگر اس کو نیکی کے راستے پر لگا دیں تو یہ عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو اپنے دل پر رائج کرنا چاہیئے۔ اس طرح زندگی کا لطف آئے گا۔ یہ چار دن کی زندگی ہے اور پھر جانا تو سب نے ضرور ہی ہے' کسی صورت جانے سے آپ بچ نہیں سکتے بلکہ کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ یہاں سے چلے جانے سے پہلے اسی زندگی کو آگے پیچھے کر کے آپ نے عبادت بنا لینا ہے کیونکہ آپ کے پاس یہی شب و روز ہیں۔ ساٹھ سال کافر کو بھی ملتے ہیں اور آپ کو بھی ملتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی کافر کو نگاہ کمزور ملے گی' شاید اس کو نگاہ تیز ملے' دماغ اس کا بھی ہو گا' چلتا پھرتا وہ بھی ہو گا' کھاتا پیتا وہ بھی ہو گا' روتا' چیختا' چلاتا وہ بھی ہے' اس کے بھی بچے پڑھتے ہیں' اس کے بھی بچے یتیم ہوتے ہیں اور وہ بھی روتا ہے۔ تو یہاں تک تو زندگی برابر ہے۔ آگے فرق عقیدے کی بات کا ہے۔ آپ غور سے دیکھو کہ عقیدے میں

فرق کیا ہے۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے' ہم مسلمان ہیں' ہم اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے بھیجے ہوئے پیغمبرؐ پر ایمان رکھتے ہیں اور حضور پاکؐ کی اُمّت سے ہیں اور ہم اس قرآن پاک کو آخری کتاب مانتے ہیں اور ہم اپنی زندگی کو باغی ہونے سے بچائیں۔ کتنی آسان سی بات ہے کہ اسی زندگی کو آپ عبادت بنا لیں۔ وہی زندگی بغاوت ہے اور وہی زندگی اطاعت ہے۔ بس اس کا تھوڑا سا خیال کرنا ہے۔ بعض اوقات ایک نامعلوم نیکی ایک بہت بڑا نتیجہ دیتی ہے۔ ایسے ہی اگر اتّفاق سے ایک نیکی کا بیج گر گیا تو آپ کچھ عرصہ کے بعد دیکھیں گے کہ نیکی کا ایک بڑا درخت بنا ہوگا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ یہ جو پیپل اور بڑ کے درخت ہیں ان کے بیج بڑے باریک ہوتے ہیں بلکہ بظاہر ہوتے ہی نہیں ہیں۔ لیکن آپ یہ کمال دیکھو کہ اتنا بڑا درخت اگ جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح کبھی کبھی چھوٹی نیکی بھی بڑے نتیجے لائے گی۔ آپ کم از کم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خیال میں تو رہو اور اللہ کے حوالے سے چلو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا اور بہت مہربانی ہو جائے گی۔

سوال :۔

خیال کی اصلاح کیسے ہو سکتی ہے اور اس کے لیئے ہم کیا محنت کریں؟

جواب :۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہر بار اللہ سے یہ دعا مانگنا کہ یا اللہ سیدھی راہ دکھا' اس کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ایک بار کہنا ہی کافی ہے۔ یہ جو انسان

ہے اس کو چاہیئے کہ یہ بار بار اللہ سے مدد مانگے اور اللہ سے بار بار شیطان کی پناہ مانگے کیونکہ انسان کی سوچ جو ہے یہ فائنل فیصلہ نہیں ہونے دیتی کیونکہ یہ نفس ہے اور نفس کبھی فائنل فیصلہ نہیں ہونے دے گا۔ نفس ایسی چیز ہے کہ یہ آخری دم تک بڑے بڑے عبادت گزاروں کو ڈس لیتا ہے۔ تو اپنے خیال کی اصلاح کو مکمل کرنے کے لیئے کوئی نہ کوئی فارمولا ضرور استعمال کرنا چاہیئے مثلاً" آپ ایک کام کرلیں کہ ہمیشہ باوضو رہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ سوچ ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ کوئی تسبیح' نمائش کی ہی سمجھ لو' چلو ریاکاری ہی سہی' اگر آپ تسبیح اپنے ہاتھ میں رکھ لیں چاہے وہ ریاکاری کی ہو تو بھی سوچ میں فرق پڑ جائے گا۔ یا آپ گلے میں مالا ڈال لیں یا کوئی بھی چیز اپنے ہاتھ میں نشانی کے طور پر رکھ لیں' آپ کا خیال ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کوئی ایک لفظ وظیفہ کے طور پر پڑھنا شروع کر دیں تو خیال کی اصلاح ہو جائے گی۔ بس انگلی کے اشارے سے خیال ٹھیک ہو جائے گا اور اس طرح آپ اپنے ایک راستے پر چلتے جائیں گے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ آپ سوتے وقت دعا کرو کہ یا رب العالمین میرے خیال کی اصلاح فرما۔ عمل کی اصلاح سے پہلے خیال کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ خیال صحیح نہ ہو تو بظاہر عمل صحیح ہو جاتا ہے لیکن صحیح نہیں ہوتا۔ بے شمار لوگ جو ہیں وہ صحیح عمل کر رہے ہیں' بے شمار لوگ عبادت کر رہے ہیں لیکن جہاں کوئی موقعہ قینچی چلانے کا آئے گا وہاں قینچی چلا جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک خیال کی اصلاح نہ ہو' تو عمل صحیح نہیں ہو سکتا۔ تو اصل بات نیّت کی ہے۔ آپ یہ کہا کریں کہ یا اللہ میں ظاہر باطن سے تیری عبادت کرتا ہوں۔ ظاہر کی

عبادت یہ ہے کہ کسی بھی طریقے سے ہو اور باطن کی عبادت یہ ہے کہ آپ کی نیّت کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ تو خیال کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ آپ کسی اصلاح شدہ یا اصلاح پسند شخصیّت سے تعلّق ضرور رکھیں تو وہ آپ کو ہر قدم پہ یاد کرا دے گا کہ کیا کرنا ہے۔ آپ اپنے بچوں کے مستقبل کو سامنے رکھیں تاکہ جاتے ہوئے آپ ان کو ایک اصلاح یافتہ اور اچھا باپ دے جائیں اور جاتے ہوئے اپنے بچوں کے لیے نیکی کا کوئی کام کر جائیں۔ تو آپ اپنے بچوں کے لیئے خیال کی کوئی نیکی کر جائیں۔ اس لیئے آپ اپنے خیال کی اصلاح ضرور کریں۔ پھر خیال جو ہے وہ صاف ہو کر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا جائے گا۔ آپ باآواز بلند تلاوت کلامِ پاک کیا کرو تو خیال صاف ہو جائے گا۔ اگر تلاوت کر نہیں سکتے ہو تو تلاوت سنا کرو' خیال ٹھیک ہو جائے گا۔ قرآن پاک کا سننا بھی ایک بہت بڑی با معنیٰ بات ہے اور فرض ہے۔ آپ کو کیسٹ ملتا ہے تو آپ کیسٹ ہی سے قرآن پاک سن لیں۔ نیک مقامات کو دیکھا کرو۔ آپ کو اگر کچھ بھی پتہ نہیں تو پھر آپ مزارات پر جایا کرو۔ نیک مقام کو صرف دیکھنا' نیکی کی ابتداء ہے۔ نیک مقامات وہ ہوتے ہیں جہاں نیک لوگوں کی یاد وابستہ ہو اور یہ کہیں کہ ایک نیک آدمی ہوتا تھا اور اس جگہ بیٹھتا تھا۔ اللہ کرے کہ آپ کو اپنے والدین سے محبت ہو۔ تو آپ وہ پرانی کرسی سنبھال کر رکھیں کہ وہ اس کرسی پہ بیٹھا کرتے تھے۔ اس طرح کی کرسی کے ذریعے ہی بے شمار لوگوں نے کتابیں لکھ دیں۔ پھر لوگوں نے لکھا کہ یہ وہ کرسی ہے جہاں ہماری ماں بیٹھتی تھی' آج بھی وہ اس کرسی پر مجھے بیٹھی ہوئی نظر آ رہی ہے' میں چھوٹا بچہ ہوا کرتا تھا' ہم صبح سویرے پڑھتے

تھے اور وہ ہمیں پڑھایا کرتی تھیں' آج بھی وہ چہرہ وہی ہے اور ہم وہی ہیں۔ اس طرح صرف اس Old چہرے پر لوگوں نے مضمون نگاری کر دی۔ تو کسی مقام کو مقدس سمجھنے والے ان مقامات سے راز دریافت کر لیتے ہیں۔ تو وہ کرسی بھی مقدس بن جاتی ہے جس پر بیٹھ کر مقدس خیال آجائے۔ حالانکہ فوٹو منع ہے لیکن نیک مقامات کے فوٹو جو ہیں وہ ٹھیک ہیں کیونکہ اس سے نیکی کا تصوّر ملتا ہے۔ آج کل ویسے ہی ٹی وی نے بہت پریشر ڈالا ہوا ہے' اس میں غلط مقامات کی تصویریں ہیں اور غلط انداز کی تصویریں ہیں۔ اس لیے کوئی نیک فنکشن ہونا چاہئے' اس میں کوئی حرج والی بات نہیں ہے۔ تو آج کل کے زمانے میں یہ مقامات جائز ہو گئے ہیں ورنہ خیال بالکل پیچھے رہ جائے گا۔ اب کیونکہ آواز بھی آرہی ہے اور ساتھ ہی شکل آ رہی ہے' اس لیئے آج کا انسان گھبرا گیا ہے کہ اس کو آواز بھی غلط ملتی ہے اور نظارہ بھی غلط ملتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو آواز بھی صحیح آنی چاہئے اور نظارہ بھی صحیح ملنا چاہئے۔ اس لیئے آپ اس انداز سے سفر کریں۔ یا تو غلط آوازیں بند ہوں' وہ تو ہونی نہیں ہیں' اس کے لیئے اللہ تعالیٰ ہی کوئی انتظام کرے تو یہ نظام ٹھیک ہو جائے گا۔ بہر حال آپ اپنے خیال کی اصلاح کریں کیونکہ خیال کی اصلاح بہت ضروری ہے' آپ خیال کو یوں سمجھیں کہ یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے جیسے جہاز کا بلیک بکس ہوتا ہے اور اس کے اندر آپ سارا کچھ خیال کی صورت میں لکھتے جارہے ہیں' نیک سوچ بھی اسی کے اندر ہے' نیک خیال بھی اس کے اندر ہے اور نیک دعائیں بھی اسی کے اندر ہیں۔ اور پھر جب آپ یک لخت Crash ہو جائیں گے تو وہ ڈبہ' وہ بلیک باکس باہر

نکل آئے گا اور پھر پتہ چلے گا کہ اس میں کیا کیا تھا۔ خدا نخواستہ اس میں سے کوئی بچھو سانپ نہ نکلیں۔ کم از کم یہ تو ضرور ہو کہ بندہ کمزور تھا لیکن اس کا خیال بڑا خوبصورت تھا اور پھر آپ کے پاس اس کے اندر سے گواہی آئے گی۔ تو اصل اعمال نامہ آپ کا خیال ہی ہے اور یہ اندر Micro Wave System میں' ریکارڈ میں محفوظ ہو جائے گا' اور یہ سارا کچھ محفوظ ہوتا جارہا ہے۔ پھر صرف خیال کی بات رہ جائے گی اور آپ رخصت ہو جائیں گے۔ تب آپ خود سب کچھ سنتے جائیں گے اور آپ کو آپ کا اعمال نامہ دکھایا جائے گا' آپ نے اپنے اعمال کا نظارہ کرنا ہے' اس کا نظارہ آپ نے تب کرنا ہے جب آپ کے ساتھ آپ کے ماں باپ بھی تشریف فرما ہوں گے۔ تو کیا آپ اپنی زندگی کا مکمل زائچہ' مکمل Reprint اپنے والدین کے ساتھ دیکھنا پسند کریں گے؟ مگر ماں باپ کے ساتھ آپ یہ نہیں دیکھ سکتے' استادوں کے سامنے بھی نہیں دیکھ سکتے اور کسی بزرگ کے سامنے بھی نہیں دیکھ سکتے۔ آپ یہ کس طرح دیکھنا پسند کریں گے۔ تو پھر ابھی توبہ باقی ہے! آپ توبہ کرو کہ آپ کے پچھلے ریکارڈ بند ہو جائیں۔ اب آپ اپنے اعمال پھر سے شروع کریں اور آپ یہ بات یاد رکھنا کہ تنہائی کا خیال بھی محفل میں پیش ہو جاتا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو کام انسان تخلیے میں کرتا ہے اس کام کا اظہار بھی برملا چھت کے اوپر ہوگا یعنی لوگوں کے ہجوم میں اس کا اظہار ہوگا۔ تو پھر وہاں تخلیہ کوئی نہیں ہوگا۔ عبرت کے وقت تخلیہ کوئی نہیں ہوتا۔ قیامت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ تخلیے ختم ہو جائیں گے اور پھر تخلیوں کی باتیں محفلوں میں ہوں گی۔ اب وقت ہے کہ اپنے تخلیوں کی خرافات کو

توبہ کے ذریعے فارغ کر دیا جائے' ان خرافات کو مکمل طور پر فارغ کر دیا جائے اور ان سے مکمّل طور پر نجات پائی جائے۔ لہٰذا آپ اپنے ماضی سے توبہ کرکے ایک منٹ میں باہر آ جائیں تاکہ پھر آپ پر کوئی الزام نہ لگ سکے۔ ماضی سارا Expose ہونا ہے اور وہ سارے کا سارا بیان ہونا ہے بلکہ دوبارہ Relay ہونا ہے' قیامت کے وقت" نشر ہونا ہے۔ پھر ایسا نہ ہو کہ آپ کو ندامت ہو اور لوگوں کے جو پیسے کھائے ہیں' اس وقت اس کی فلم دکھا دی جائے گی اور وہ شخص بھی ساتھ ہو گا جس کے پیسے آپ نے کھائے ہوں گے' جس کا حق آپ نے کھایا ہوگا۔ اس سے پہلے کہ وہ واقعہ آجائے آپ توبہ کر لیں' حق دے دیں اور یتیم کا مال واپس کردیں۔ اس سے پہلے کہ ایسا واقعہ ہو جائے آپ توبہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یومئِذ تحدث اخبارھا بان ربک اوحٰی لھا یومئِذ یصدر الناس اشتاتا لیرو اعمالھم تو وہ دن آئے گا جب انسان اپنے اعمال دیکھے گا' خبریں چھپ جائیں گی اور زمین کے اندر جو خفیہ راز ہیں وہ باہر آجائیں گے۔ جو خفیہ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور انسان اپنے اعمال دیکھ دیکھ کر حیران ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وقت Unawarely آ جائے' اچانک آ جائے۔ لہٰذا آپ اس وقت کے لیئے اہتمام کریں اور اس وقت کا انتظار کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ انتظار کرو' میں بھی انتظار کر رہا ہوں۔ اب وہاں انسان تو بول نہیں سکے گا کیونکہ اس کی زبان بند ہو گی۔ اب وہاں ہاتھ خود بخود بولے گا کہ غلطی یہاں سے ہوئی ہے کہ یہ کام یوں کیا تھا اور پاؤں بتائیں گے کہ ہم وہاں چل کر گئے۔ تو پھر سارے واقعات بیان ہوں گے اور آدمی حیران و ششدر رہ جائے گا

کہ یہ میرے اعضاء اور میرے جوارح باغی ہو گئے ہیں۔ آپ اپنے ان ہاتھوں کو ایسے ہی نہ سمجھیں کہ یہ ہاتھ ہیں بلکہ یہ سارے آپ کے خلاف Witness for Prosecution ہیں' استغاثہ کے گواہ ہیں۔ تو یہ سارے کا سارا جسم Witness ہے اور یہ سارے کا سارا Prosecution ہے۔ اس کا ڈیفنس صرف استغفار ہے' وکیلِ صفائی استغفار ہے۔ وہاں استغفار والا کہے گا کہ ہم تو پہلے معافی مانگ کر آئے ہیں۔ اسی طرح سارے کے سارے دوست آپ کے خلاف بولیں گے' گھر کے نوکر تک آپ کے خلاف بولیں گے۔ خیال رکھیں کہ آپ کا سارے کا سارا عمل غلط نہ ہو جائے۔ آپ دوستوں کو دھوکا دیتے ہیں' ناواقف کو تو آپ دھوکا دے نہیں سکتے کیونکہ ناواقف آپ کے داؤ میں نہیں آسکتا۔ اس لیے جو کچھ کیا' رشتے داروں کے ساتھ کیا' دوستوں کے ساتھ کیا' دشمنوں کے ساتھ کیا' خفیہ مال کے ساتھ کیا' تنہائی کے ساتھ کیا' محفل کے اندر کیا' خیال کے اندر کیا' اعمال کے اندر کیا اور ماضی کے اندر کیا۔ وہ سارے واقعات اور پروگرام Relay ہوں گے' نشر ہوں گے' آپ ان کو ضائع کرا دیں اور یہ ممکن ہے' معافی کے ساتھ اور استغفار کے ساتھ۔ اس طرح وہ دریا بُرد ہو کر رہ جائیں گے۔ اگر ستّر سال کا کافر کلمہ پڑھ کر مؤمن ہو سکتا ہے تو ہم توبہ کر کے دوبارہ اسلام میں اور ایمان میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یا اللہ تو ہی ہم پر اپنا فضل فرما دے کہ ہمارے اعمال جو ہیں وہ اظہار میں نہ آئیں' ہمارے اعمال کے نتیجے جو ہیں وہ اظہار میں نہ آئیں اور یا رب العالمین ہماری عبرت مخفی رہنے دے اور یارب العالمین ہمیں اس رسوائی سے بچا!۔

یوں تو رحمت ہے تیری تیرے غضب پر حاوی
پھر بھی محشر میں میرا رکھنا خدایا پردہ

خدایا! وہاں تیری رحمت زیادہ ہے' وہاں میرا پردہ رکھنا! پردہ رکھنے کی ابتدا استغفار سے ہے اور یہ ساری بات استغفار سے دھل جائے گی۔ جو چیز آپ کو یاد ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے بھولے گی۔ آپ خود سوچیں کہ آپ کو اپنی زندگی یاد ہے' اپنے اعمال یاد ہیں تو اللہ کیسے بھول جائے گا۔ وہ تو Memory پیدا کرتا ہے' یادداشت کا خالق ہے تو آپ سب سے پہلے معافی مانگ کر اپنے گناہ خود بھول جائیں۔ اس دن توبہ منظور ہو جاتی ہے جب انسان اپنے گناہ خود بھول جائے' یہ توبہ کی ابتداء ہے اور آپ توبہ کرتے جائیں حتیٰ کہ آپ کو گناہ اور گناہ گار زندگی بھول جائے' آپ توبہ کرتے جائیں حتیٰ کہ آپ کو اپنا آپ بھی بھول جائے یعنی کل کا ماضی ختم ہو جائے گا اور آپ نئے سرے سے Generate ہو جائیں گے' پیدا ہو جائیں گے۔ اسے "قُقْنَس" کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے Phoenix کہتے ہیں۔ وہ جب مرتا ہے تو اس کی راکھ سے اور پرندہ پیدا ہوتا ہے' اس کے بارے میں کہتے یہ ہیں کہ وہ دیپک راگ گا کر مر جاتا ہے' جل جاتا ہے' اپنے آشیانے کے اندر ہی مر جاتا ہے اور پھر اسی میں سے ہی ایک نیا پرندہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بس آپ کا راگ استغفار ہے' آپ استغفار کریں اور اپنے شعلوں میں سے ہی اپنا آپ دریافت کرلیں' نئے سرے سے پیدا ہو جائیں' اور نئے سرے سے Recreate ہو جائیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ اس لیے آپ استغفار کو بہت اہمیّت دیا کریں۔ آپ اپنے آپ کو قائم رکھیں' زندہ رکھیں اور ماضی

سے نکل آئیں۔ فقیر لوگ کہتے ہیں کہ عبادت سے بھی توبہ' یعنی اس عبادت سے جس میں ریا کاری ہے۔ کچھ لوگ ریاکاری کی عبادت کرتے ہیں' کچھ ضرورت کی عبادت میں مصروف ہیں اور کچھ اور واقعات کی وجہ سے عبادت کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال اللہ نے عبادت کی جو توفیق عطا کی ہے اس کا شکریہ۔ ان ھٰذا کان لکم جزآء وکان سعیکم مشکورا" آپ کی محنت جو ہے یہ آپ کے لیئے شکر لائے گی کیونکہ آپ نے محنت کی ہے اور اچھی محنت کی ہے۔ لہٰذا اچھی محنت جو ہے وہ قابلِ شکر ہے اور آپ میری یہ بات یاد رکھنا کہ آپ کی جو محنتیں ہیں وہ بُری نہیں ہونی چاہئیں! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یا ایھا الانسان انک کادح اے انسان تو محنت کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ جواری بھی محنت کرتا ہے اور عابد بھی محنت کرتا ہے' رات کو چور بھی محنت کرتا ہے اور سپاہی بھی محنت کرتا ہے اور شب بیدار بھی محنت کرتا ہے۔ محنت سب لوگ کر رہے ہیں لیکن محنتوں کے رُخ سب کے الگ الگ ہیں۔ آپ اپنی محنتوں کے رُخ متعیّن کر لو کہ جو آپ محنت کر رہے ہیں اس کا رُخ کیا ہے اور جو محنت کر رہے ہیں کس لیئے کر رہے ہیں؟ کیوں کر رہے ہیں؟ کہیں فضول محنت تو نہیں کر رہے؟ یہ نہ ہو کہ آپ مال کی محنت کریں' پھر مال آ جائے گا اور پھر آپ ختم ہو جائیں گے۔ آپ محنت کا رُخ قائم کریں کہ آپ محنت کیوں کر رہے ہیں اور محنت کا مفہوم کیا ہے؟ کون سا ٹارگٹ ہے جو آپ نے حاصل کرنا ہے؟ اگر آپ نے ضرورتوں کے چیلنج کو فائٹ کرنا ہے تو پھر ایک ضرورت کے بعد نئی ضرورت آ جائے گی اور پھر ضرورتوں سے لڑنے کا نیا میدان ہو گا کہ یہ ضرورت ہے اور وہ ضرورت

ہے۔ مؤمن کے لیئے محنت کا رخ جو ہے وہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی کی تلاش کرے اور اگر آپ نے رضائے الٰہی حاصل نہ کی تو آپ کی ساری محنت اکارت گئی کہ پہلے آپ نے پائی پائی کر کے جمع کیا اور پھر ساری پوٹلی خالی نکلی۔ تو ایسا نہ ہو کہ ایک ایک پیسہ کر کے جمع کیا اور رات کو سویا ہوا ہی لُٹ گیا کیونکہ چور مال ہی لے گیا۔ اس لیئے آپ اس بات سے بچو اور بہت خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ انسان کو اپنی محنتوں پر دھیان رکھنا چاہیئے۔ اس لیئے آپ اپنی محنتوں کے رُخ کو تعیّن میں لاؤ۔ ہاں اور بات کرو ——— آپ بولو ———

سوال :۔

انسان محنت کرتا ہے اور وظیفے کرتا ہے لیکن اس کے نتائج تو سامنے نہیں آتے' تو کیا وہ ضائع تو نہیں ہو جاتے؟

جواب :۔

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ سبزیاں جلدی اُگتی ہیں یعنی بیج بویا اور سبزی اُگ گئی اور ہیرے جواہرات جو ہیں یہ بہت دیر سے بنتے ہیں' ان کو کئی کئی سال لگ جاتے ہیں۔ اگر نتیجہ فوری ظاہر نہ ہو تو اس کا معنیٰ یہ نہیں ہے کہ نتیجہ کوئی نہیں نکلے گا۔ ظاہر ہونے والے نتیجے کمزور چیزوں کے ہوتے ہیں کیونکہ انسان کی نگاہ محدُود ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ درخت کے پتے جو ہیں وہ نتیجہ ہیں' مگر جو اس درخت کی جڑیں ہیں اس کو وہ بُھول جاتا ہے۔ تو نتیجہ جڑیں بھی تو ہیں اور وہ اس درخت

کو زمین کے اندر مزید گہرا کر رہی ہیں مگر جڑیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ پھول کیوں نہیں نکلے' کہیں میری محنت ضائع تو نہیں ہو گئی مگر آپ کی محنت ضائع نہیں ہو رہی بلکہ جڑیں پکی ہوتی جا رہی ہیں۔ لہٰذا اگر نتیجہ نظر نہ آئے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ کام کیا کر رہے ہیں؟ تو جو آپ عمل کر رہے ہیں' وظیفہ کر رہے ہیں تو یہ جو نیکی کا عمل ہو رہا ہے اس کا نتیجہ ضائع نہیں ہو سکتا اور یہ آپ کی نسل در نسل کام آئے گا۔ آپ خود اپنے بزرگوں کی دُعا کے سہارے قائم ہیں۔ بعض اوقات آج کا وظیفہ آپ کی اپنی قبر کے اندر چراغ بن جائے گا۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ کیا ہے؟ اس وقت یاد آئے گا کہ یہ روشنی کہاں سے آئی ہے اور وہ کہیں گے کہ وہ جو درود شریف آپ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بے اثر ہے' اب یہ اس درود شریف کی تاثیر ہے۔ اس لیئے نیکی کبھی ضائع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایک رائی کے دانے کے برابر تمہاری نیکی ضائع نہیں کرتا ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ یعنی نہ ہم بدی ضائع کرتے ہیں اور نہ ہم نیکی ضائع کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنی بدی کو استغفار پڑھ کر ضائع کر دیں اور نیکی کو نتیجے سے آزاد کر دیں' نتیجہ وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر اللہ نے آپ کو نیکی کی توفیق دی ہے تو آپ کو اور نتیجہ کیا چاہیئے! بس یہی نتیجہ بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کا نام لینے کی جو توفیق دی ہے اور اجازت دی ہے تو یہی نتیجہ بڑا ہے۔ اس لیئے آپ وظیفوں کے اندر جلدی نہ کیا کرو۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور یہ بڑے غور والی بات ہے' یہ بڑی ضروری اور یاد رکھنے والی بات ہے

کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ نیکی کا نتیجہ جلدی نکل آئے' آپؐ انہیں کہیں کہ اگر نتیجہ جلدی نکلنے کا فارمولا آگیا تو اگر نیکی کا نتیجہ فوری نکل گیا تو بدی کا نتیجہ بھی فوری مل جائے گا یعنی فوری سزا میں بدی کا بدلہ ملے گا۔ اس لیئے آپ برقرار نہیں رہ سکیں گے۔ تو اگر آپ نیکی کا نتیجہ فوراً" چاہتے ہو تو پھر آپ کی بدی کی بھی فوراً" سزا ملے گی۔ اس کام کے لیئے اللہ نے ایک الگ دن رکھ دیا ہے کہ اس دن آپ نیکی کا نتیجہ دیکھ لیں گے اور بدی کا نتیجہ بھی دیکھ لیں گے۔ ذٰلک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الٰی ربہ مآبا تو وہ حق کا دن ہے جب سب اپنے رب کی پناہ چاہیں گے یعنی وہ دن ایک اور ہے اور حق ہے۔ وہ دن آئے گا تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ اس لیے نیکی کا نتیجہ فوراً" نہ مانگا کرو تاکہ کہیں بدی کی فوراً" سزا نہ ہو جائے۔ لہٰذا آپ بدی کے لیئے استغفار کریں' نیکی کے بارے میں جان لیں کہ کبھی ضائع نہیں ہوتی اور قائم رہتی ہے۔ اگر آپ مردہ امانتاً" دفن کریں تو وہ بھی قائم رہتا ہے۔ اس کائنات میں کوئی بھی چیز ضائع نہیں ہوتی حتیٰ کہ کوئی راز' جیسے آپ مشاہدہ کہتے ہیں' کوئی راز ایسا نہیں ہے جو بیان نہ ہوا ہو اور کوئی باطن ایسا نہیں جو بیان نہ ہوا ہو۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ اور اللہ کے محبوب پاک ﷺ کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ بھی بیان ہو گئی' جو بات فرشتوں کے درمیان ہوئی وہ بھی بیان ہو گئی' جو کچھ شیطان نے کہا وہ بیان ہو گیا' جو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے کہا وہ بھی بیان ہو گیا' کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کائنات میں ضائع ہوئی ہو۔ کس نے کس سے کیا کہا' وہ سب ظاہر ہو گیا۔ تو سارا ماضی ظاہر ہے' سب بیانات ظاہر ہیں' سب

واقعات آپ تک آ رہے ہیں اور کیا چیز کہاں' کب' کیسے ہوئی' وہ سب آپ تک آ رہی ہے۔ تو آپ کی نیکی کیسے ضائع ہو گی۔ بعض اوقات نیکی بڑی چالاک ہوتی ہے اور وہ چھوٹی سی نیکی جا کر بڑے اخبار میں چھپ جاتی ہے۔ اگر نیکی کا قطرہ سمندر میں جا کر گُم ہو جائے تو وہ تو سمندر ہی بن گیا ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ گُم ہو گیا حالانکہ وہ تو سمندر ہی بن گیا ہے اور وہ محفوظ ہو گیا ہے۔ تو نیکی گروہ میں شامل ہو کر محفوظ ہو جاتی ہے جس طرح پانی کا ایک قطرہ جو ہے وہ سمندر میں مل کر سمندر بن جاتا ہے اور محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لیئے آپ گھبرایا نہ کریں' آپ کی نیکی محفوظ رہے گی۔

سوال :۔

یہ یقین میں تذبذب کیا چیز ہے؟

جواب :۔

یقین جب تک فقر میں داخل نہ ہو تو تذبذب رہے گا۔ فقر کی دولت جب ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں۔ یقین کو محفوظ کرنے کے لیئے شب بیداری چاہیئے۔ یقین کو محفوظ کرنے کے لیئے ضروری ہے کہ آپ کا مشاہدہ وسیع ہونا چاہیئے۔ آپ کبھی دو قسم کی تعلیم حاصل نہ کیا کریں بلکہ ایک تعلیم حاصل کریں۔ باقی کتابیں پڑھنی بند کر دیں یعنی مذہب کی کتابیں پڑھنی بند کر دیں' یعنی مذہبی اور اسلامی کتابیں پڑھنی بند کر دیں۔ آپ ایسی کتاب مت پڑھیں۔ آپ ایسی کتابوں کو جتنا پڑھتے جائیں گے' اتنا ہی آپ الجھ جائیں گے کیونکہ اس علم کا کام ہے وسوسہ پیدا کرنا۔

کتابوں کے ذریعے آپ یقین کی بات نہیں کریں گے بلکہ علم کی بات کریں گے اور بس! آپ ایسے علم کو چھوڑیں' اس سے باز آ جائیں۔ فرمان ہے کہ "العلم حجاب الاکبر" اور یہ علم بڑا حجاب ہے۔ میں آپ کو "الف" کی بات بتا رہا ہوں تاکہ آپ "ب" اور "ج" کی الجھن سے بچ جائیں۔ بس ایک اللہ کافی ہے! تو الجھن کس میں ہے؟ یقین میں نہیں ہے بلکہ علم میں الجھن ہے۔ اس لیئے علم سے آپ بچ جائیں۔ اللہ اللہ کرتے جائیں' اس کی تسبیح کریں اور ایک راستے پر چلیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز ہاتھ آ جائے وہ آپ پڑھ لیتے ہیں اور یہی چیز الجھن کا سبب بن جاتی ہے کیونکہ ہر آدمی جس کے پاس قلم آ جائے وہ لکھنا شروع کر دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بات الجھ جاتی ہے۔ تو اس لیئے اگر آپ کو پڑھنا ہی ہے تو آپ صرف قرآن مجید پڑھیں' اس کے معنی بھی نہ پڑھیں اور تفسیر بھی نہ پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ آپ کو خود آگاہ کرے گا۔ آج کے بعد آپ کی میز پر کوئی کتاب نہ ہو' آپ اللہ اللہ کریں۔ آپ لوگ سب کے لیئے دعا کریں۔ پھر بات آسان ہو جائے گی اور یقین میسّر آ جائے گا اور پھر یقین کی دولت مل جاتی ہے۔

یا رب العالمین سب پر رحم فرما! یا رب العالمین ہمارے وسوسوں کو نکال اور ہمیں یقین کی دولت عطا فرما! یا رب العالمین ہمیں ماضی کے اعمال کی عبرت سے بچا اور ہماری توبہ کو قبول فرما اور ہمیں صحیح یقین دلانے والے اسلام میں داخل فرما! اپنی رحمتیں عام فرما! یا رب العالمین اپنے محبوب پاکؐ کی محبت عطا فرما! یا رب العالمین ہمیں قرآن پاک پڑھنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرما! یا رب العالمین ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا

فرما! آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

☆... ○... ☆



۱ جس گناہ کی اللہ سے معافی مانگ لی جائے اس کا کیسے پتہ چلے گا کہ معافی ہو گئی ہے؟

۲ زندگی میں تو بے شمار مسائل کا سامنا ہے' پھر اللہ سے رجوع کیسے کریں؟

سوال :۔

جو گناہ سرزد ہو جائے اگر اس کی اللہ سے معافی مانگ لیں تو اس بات کا یقین کس طرح ہو جائے گا کہ اس گناہ سے ہماری معافی ہو گئی ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ سے انسان اپنا تعلّق کیسے قائم کرے کیونکہ یہ تو بہت مشکل بات لگتی ہے۔

جواب :۔

جب گناہ کی معافی ہو جائے تو وہ گناہ یاد نہیں رہتا۔ معافی کا ثبوت ہی یہی ہے کہ جب کبھی توبہ قبول ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا' یہ پہلی بات ہے اور دُوسری بات یہ ہے کہ اس عمل کی یاد بھی نہیں رہتی ہے اور توبہ کے قبول ہونے کا یہی ثبوت ہے یعنی کہ عام طور پر وہ انسان جو توبہ نہیں کرتا' وہ ایک کئے ہوئے گناہ کو یاد کر کے خیال میں وہ گناہ جاری رکھتا ہے اور اس گناہ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے کیونکہ اس نے اس گناہ سے توبہ نہیں کی ہے۔ تو یہ گناہ جاری رہتا ہے۔ خیال میں کسی بُرے وقت کو اچھے انداز سے یاد کرنا برائی کی استقامت ہے یعنی کہ کسی گناہ کو یا عہدِ گناہ کو کسی کے ساتھ یاد کرنا ایسا ہے کہ وہ گناہ جاری ہے۔ تو پھر جب انسان توبہ کرتا ہے تو توبہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو گناہ برا

لگتا ہے' خاص طور پر اس گناہ کا اپنی فردِ عمل میں ہونا برا لگتا ہے کہ میرے عمل میں یہ ریکارڈ آگیا ہے اور یہ اس کو برا لگا تو پھر وہ چاہتا یہ ہے کہ یہ مٹایا جائے۔ تو پھر وہ توبہ کرتا ہے' توبہ کرنے کے بعد پھر بھی اس کا وہ گناہ اس کو Haunt کرتا ہے' اس کے ذہن میں آتا رہتا ہے' بچھو کی طرح ڈنگ لگاتا رہتا ہے حالانکہ وہ توبہ کر چکا ہے۔ تو آپ اس سے یہ سمجھو کہ ابھی اس کی توبہ پوری طرح منظور نہیں ہوئی ہے اور پھر وہ اِس کے ساتھ آنسوؤں کو استعمال کرتا ہے' کبھی اِس کے پاس جاتا ہے اور کبھی اُس کے پاس جاتا ہے کہ گناہ سے توبہ اور معافی ہو جائے۔ اور پھر جہاں کہیں درمیان میں اس کو اطلاع مل جائے کہ جاؤ معاف ہو گئے تو پھر وہ یاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ اور زیادہ مہربان ہو جائے تو اس کے سیّئات کو حَسنات میں بدل دیتا ہے یعنی کہ اس کے جتنے گناہ ہیں سارے نیکیوں میں بدل دیے جاتے ہیں اور یہ کب ہوتا ہے؟ جب آپ اپنی زندگی کو اللہ کے نام لگا دو' اپنا پیسہ اللہ کو دے دو' اپنا حاصل اللہ کے حوالے کر دو۔ اگر آپ نے اپنی ہر چیز اللہ کے حوالے کر دی تو اب اللہ کا بندہ جو ہے اس کے ہاں گناہ تو ہوتا نہیں ہے لہٰذا گناہ کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا یعنی جب آپ اللہ کے ہو گئے تو پھر اللہ آپ کو اس طرح کرے گا یعنی کہ جب آپ نے اپنی کوئی شے نہ رکھی' تو پھر آپ کے اس کے ہونے کی حیثیت سے آپ کی ہر شے اسی کی ہو گئی۔

تو دانی حسابِ من کم بیش را

ورنہ کسی بزرگ کے پاس جانے کا تو کوئی مُدعا ہی نہیں ہے۔ اسلام کا سب کو پتہ ہے' نیکیوں کا پتہ ہے اور بدی کا معلوم ہے۔ تو جب کہیں

مشکل پڑتی ہے تو وہیں آدمی کی ضرورت پڑتی ہے' مشکل یہ نہیں پڑتی کہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا' نماز تو سارے پڑھتے ہیں اور پڑھ سکتے ہیں اور پڑھی جا سکتی ہے۔ تو بزرگوں کی تلاش یا سلاسل کی تلاش یا اہلِ باطن کی تلاش اس لیئے نہیں کہ عبادت مجھ سے نہیں ہو رہی ہے۔ جتنے بھی اہلِ باطن ہیں وہ سارے اہلِ عبادت ہیں اور عبادت کرتے جا رہے ہیں اور لگا تار کرتے جا رہے ہیں۔ تو یہ عبادت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ محبت کی بات ہے۔ تو محبت جو ہے اس میں یا تو محبوب ہو یا پھر محب ہو' دونوں باتیں انسان میں اللہ کے حوالے سے آتی ہیں' تو یا تو وہ محبوب بن جاتا ہے یا پھر محب بن جاتا ہے۔ محب اور محبوب کے اندر کوئی ایسا نقطہ نہیں ہونا چاہیئے جس سے وہ بے قرار یا مضطرب ہو' سوائے محبت کے۔ اس لیئے اس کے حالات کی کمی و بیشی بھی حل کر دی جاتی ہے۔ یا تو اس کی غریبی میں لطف پیدا کر دیا جاتا ہے اور پھر وہ غریب رہ کے بھی لطف لیتا ہے یا اس کے حالات بدل دیے جاتے ہیں اور اس طرح کا جو گناہ ہے وہ مٹا دیا جاتا ہے' یا پھر اس کو گناہ کی اصلیّت بتا دی جاتی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ تاکہ اس کی زندگی میں اطمینان ہو جو کہ اس راستے پر چلنے والوں کا حق ہے۔ اس لیئے توبہ کا مطلب یہ ہے کہ مڑ جانا' وہاں سے راستہ بدل جانا۔ جب آپ نے وہ عمل دوبارہ نہیں کیا تو سمجھیں کہ وہاں توبہ ہو گئی اور جب آپ نے توبہ کی ہے تو اس عمل کو کبھی دوبارہ نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ توبہ ہو گئی۔ پھر اس عمل کی یاد مٹ جائے تو پھر یہ اصل توبہ ہو گئی اور اس کا عمل جو ہے وہ نیکی میں بدل جائے گا۔ یہ سارے توبہ کے حصّے ہیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ جی! مجھ سے غلطی ہو گئی' محبوب ہے لیکن

غلطی ہو گئی تو وہ کہے گا کہ جا تیری یہ غلطی ہی ہمیشہ تیری خوبی گنی جائے گی۔ تو مقصد یہ ہے کہ معاف کرنے والے کے سامنے گناہ کی حیثیّت ہی کوئی نہیں ہے۔ معاف کرنے والا جو ہے اس کے سامنے گناہ کی حیثیّت کیا ہے؟ آپ اس کو یوں سمجھو کہ موچی کے سامنے جوتے کو ٹانکہ لگانے کی کیا حیثیّت ہے! اللہ کے سامنے مخلوق کی کیا حیثیّت ہے! مخلوق بنانے والے کے سامنے کیا مشکل ہے اور وہ کیا نہیں بنا سکتا۔ اس لیئے یہ آپ کی مشکلات ہیں اور وہاں اللہ کے ہاں کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہاں کسی قسم کی مشکل نہیں ہے' چھوٹی مشکل بھی نہیں ہے اور بڑی مشکل بھی نہیں ہے۔ اب آپ یہ غور کرو کہ اللہ کریم کے سفر میں یا اس کی طرف خیال کرنے میں دو طرح کے لوگ ہیں اور دونوں ہی صاحبانِ نصیب ہیں۔ ایک وہ جن کے ارادے پورے ہوتے جاتے ہیں اور وہ اللہ کا شکر ادا کرتے جاتے ہیں' اور اللہ کے قریب ہوتے جاتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن کا کوئی ارادہ پورا نہیں ہوتا اور وہ بھی اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ اللہ کا تقرّب جو ہے یہ آپ کے نصیب کا حصّہ ہے۔ ایسا آدمی بھی اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے اللہ کو پہچانا' اور ایسا انسان بھی ملے گا جو یہ کہتا ہے کہ میری ہر دعا مقبول ہوتی جا رہی ہے' میں کیوں نہ اس کا شکر ادا کروں۔ تو مدعا یہ ہے کہ ایسے لوگ ملیں گے جن کے پاس سب کچھ ہے اور پھر انکار ہے اور ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی اقرار ہے' اور ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے پاس سب کچھ ہے اور وہ مانتے ہیں اور ایسے لوگ بھی ملیں گے جن کے

پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ مانتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کریم کو ماننے اور نہ ماننے میں حالات کو کچھ دخل نہیں ہے مثلاً" اب اللہ کریم پر آپ ذرا غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ اس پیدا فرمانے والے نے انسان کی حدُودِ وجود مقرّر کر دیں یعنی وجود کی حدود مقرّر کر دیں کہ ان حدود سے وجود باہر نہ نکلے اور وجود کے اعضاء مقرّر کر دیے کہ ان اعضا سے باہر اعضاء نہ ہوں مثلاً" سات آنکھوں والا آدمی نہ ہو' دو آنکھیں ہی ہونی چاہئیں۔ تو اسی وجُود کی حُدود مقرّر ہو گئیں کہ اتنا وجُود ہونا چاہیئے' اتنا پھیلاؤ ہونا چاہیئے اور یہ بھی تھوڑی کمی و بیشی کے ساتھ مقرّر ہو گیا۔ اسی طرح اس کے خیال اور اس کی سمجھ کی حدُود بھی مقرّر کر دیں' اس کے دل اور اس کے احساس کی بھی حدُود مقرّر کر دیں' اس کی بینائی اور بینائی کی رسائی کی حُدود بھی مقرّر کر دیں اور یہ جب ساری حدُود مقرّر ہو گئیں تو ان حُدود کے اندر اس نے اپنی ذات کے بارے میں آپ کو سمجھانا ہے کہ میں کون ہوں اور وہ خود اس سے باہر ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ هو الله الخالق البارى المصور له الاسماء الحسنٰى يسبح له ما فى السمٰوٰت والارض وهو العزيز الحكيم۔ یعنی وہ اللہ خالق ہے' باری ہے' مصوّر ہے' سب اچھے اسماء اس کے ہیں اور زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے اس کی تسبیح کرتا ہے اور وہ عزیز اور حکمت والا ہے۔ تو آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ کیسی کیسی اللہ کی صفات ہیں' قدوس ہے' مالک ہے' اول ہے' آخر ہے' باری ہے' مصوّر ہے۔ مصوّر اتنا ہے کہ آپ کے ذہن سے ماوراء ہے۔ تو اللہ نے وہ لفظ اپنے بارے میں بتایا تا کہ آپ کو تھوڑی بہت سمجھ آ جائے کہ مصوّر کیا ہوتا ہے؟ تصویر بنانے

والا کیا ہوتا ہے؟ یہ تصویریں' فی الارحام یعنی رحم کے اندر صورتیں بنانے والا اللہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غور سے دیکھو کہ آپ اللہ کو یا اللہ نے آپ کو اسی محدود زندگی اور محدود سمجھ کے اندر' سمجھنے کی توفیق دی ہے یعنی کہ وہ لامحدود ہے لیکن آپ کی محدود سمجھ کے اندر اس اللہ نے اپنے آپ کی' آپ کو سمجھنے کی دعوت دی ہے کہ جب آپ اسے سمجھتے ہیں مصوّر' تو آپ اپنے ذہن کے مطابق سمجھتے ہیں کہ اس طرح مصوّر ہے۔ اسی طرح وہ باری ہے' قدوس ہے' رحمان ہے اور رحیم ہے۔ اور یہ صفات آپ کی سمجھ کی Range میں Sincere ہیں' آپ اپنی استعداد میں اس سے وفا رکھتے ہیں' صداقت رکھتے ہیں تو پھر آپ کو اسی Range میں بات مل جائے گی۔ یعنی کہ اگر آپ اسم کے ساتھ Sincere ہیں' خالی اسم کے ساتھ' ذات نہیں ہے' تو اگر آپ اسمِ "اللہ" کے ساتھ وفادار ہیں اور صداقت رکھتے ہیں تو آپ کو اسمِ "اللہ" ہی ذات ہی کی طرح فیض دے گا۔ بس صرف آپ کی صداقت Develop ہونی ہے۔ اللہ کی جو توجّہ ہے یا جو اللہ کی یاد ہے تو آپ صرف اسم کی یاد کر رہے ہیں کیونکہ ذات تو آپ نے دیکھی ہوئی نہیں ہے اور "اللہ اللہ" کرتے ہیں۔ اگر کاغذ پر دس دفعہ لکھ لو' تو صرف کاغذ پر اللہ تو نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تو پوری کائنات سے وسیع تر ہے' خالق ہے' لیکن یہ جو اسم ہے اس کو ذات سے نسبت ہے اور یہ جو نسبت ہے اس کو صداقت اور احترام کے ساتھ اور ادب کے ساتھ اگر آپ یاد کر رہے ہیں' تو پھر وہ ذات آپ کو فیض دیتی ہے' آپ کی حدود کے اندر اس باری تعالیٰ کی صفات کو اگر آپ صداقت

کے ساتھ سمجھتے ہیں تو پھر وہ آپ کو فیض دیتی ہے۔ مثلاً" آپ یوں سمجھیں کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے دیکھا میں نے آسمان کیسے بلند کیا بغیر ستونوں کے اور اس کو مزیّن کیا ستاروں سے اور اس کے اندر کوئی کجی نظر آئی؟ نہیں یہ مکمّل ہے' پہاڑوں کو کیسے ہم نے میخوں کی طرح گاڑ دیا' زمین کو کیسے بچھونا بنایا' ہوائیں کیسی ہیں جو آہستہ چلتی ہیں اور کیسی ہیں جو تیز چلتی ہیں اور تمہارے دلوں کے اندر اللہ کی یاد پیدا کرتی ہیں' "کھڑ کھڑ" کی آوازیں آتی ہیں اور "ساں ساں" کی آوازیں آتی ہیں۔ اور اس طرح آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم نے دریاؤں کی موجیں اور سمندر کے طوفان دیکھے اور صحراؤں کی وسعتیں اور تنہائیاں تم نے دیکھی ہیں' پہاڑوں کی غاریں کبھی تم نے دیکھی ہیں اور کس طرح ان کی ہیبت ہے اور کس طرح ان کا دبدبہ ہے۔ اس طرح وہ ذاتِ واحد اپنی نشانیاں بیان کرتی ہے۔ پھر فرمایا کہ تم نے دیکھا کس طرح ہم پانی کے قطرے سے انسان کو پیدا کرتے ہیں! اب آپ یہ بتائیں کہ کہاں ایک ذاتِ انوار و تجلّیات و کائنات وسیع اور کہاں ایک پانی کے قطرے سے اس نے انسان بنایا۔ پھر فرمایا کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ پھر تم خون کا لوتھڑا تھے' تمہیں پتہ ہے کہ پھر تم کیا بن گئے؟ تمہیں پتہ ہے کہ اب تم کیا بن گئے ہو؟ تمہیں پتہ ہے کہ پھر تم کیا ہو جاؤ گے اور آج کیا سے کون بن گئے ہو اور کیا تمہیں پتہ ہے کہ تم کون ہو؟ اب یہ جو بیان کے اندر انتہا کی وسعت ہے یہ بظاہر انتہا کی محدود سی بات ہے اور ایک انسان کے لیئے دونوں طرح سے اللہ کے ثبوت ہیں۔ اب آپ جہاں ٹھہرنا چاہو وہیں پر ثبوت ہے۔ اگر آپ کا خیال وسیع تر ہے تو انوارِ

کائنات میں آپ کو بات ملے گی اور اگر آپ کا خیال محدود ہے تو پھر آپ یہیں سے دیکھ لو کہ جسم میں درد ہے کہ جان میں درد ہے۔ تو جسم میں تو درد ہے ہی نہیں بلکہ درد جان میں ہے اور جان' جان آفرین کی ہے اور اگر جان' جان آفریں کی ہے تو وہ جانے اور اس کا کام جانے اور اس میں ہمارا دخل ہی کیا ہے۔ اگر یہ اس کا کام ہے تو پھر یہ اسی کے نام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پھر پہچان کہاں مشکل ہوئی؟ کہیں بھی مشکل نہ ہوئی۔ اگر آپ پھیلتے ہوئے تصور رکھتے ہیں' تو پھر پھیل کے دیکھیں اور اس وسیع کائنات اور وسیع ستاروں کو دیکھیں' دریاؤں کی روانیاں دیکھیں' بادلوں کے جھرمٹ دیکھیں' پھولوں کی رنگت دیکھیں اور ان کے اندر پرندوں کا چہچہانا دیکھیں اور اگر آپ اپنے آپ میں دیکھیں تو اپنے خیال کو دیکھیں' اپنی آنکھ کو دیکھیں' اپنی بینائیوں کو دیکھیں' چھوٹے سے بچے کو دیکھیں جو آوازیں نکالتا ہے اور یہی بچہ جو ہے کل کو دبدبہ لے کر آئے گا اور کہے گا کہ ہم کیا ہیں؟ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس اسی بڑھاپے میں سے ہوتا ہوا' خاموش ہو کر مٹی میں جاکر غائب ہو جائے گا۔ تو یہ چار دن کا میلہ ہے' پھر ختم ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ آپ جس حال میں ہیں اس حال میں اللہ کریم کا جلوہ قریب ہے۔ اگر تکلیف میں نہیں ہیں تو اللہ قریب ہو سکتا ہے اور اگر تکلیف ہے تو پھر اللہ بہت ہی قریب ہے۔ تکلیف والے کو تو بہت جلدی اللہ ملتا ہے کہ وہ تکلیف میں جس کو پکارتا ہے وہی قریب ہوتا ہے۔ تکلیف میں پکار نکلتی ہے اور یہ پکار جس نام کی نکلے گی وہی نام قریب ہوگا' اللہ کے نام کی پکار نکلتی ہے تو اللہ قریب ہے اور پھر سوئے ہوئے اور پھر کروٹ کروٹ ان کے وجود سے ذکرِ الٰہی نکلتا

ہے "اللہ اللہ"! یعنی کہ ان کو غم یا تکلیف اپنے تقرّب کا پیامبر بنا کر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو تکلیف بھیجی جاتی ہے کہ ذرا میرے قریب لے آئے۔ تو غم اور تکلیف جو ہے وہ تقرّب کی دعوت لے کر جاتے ہیں اور اس کے دل سے نکلتا ہے "اللہ" چاہے رات کی تنہائیوں اور سناٹوں میں ہو یا دن کے وقت ہو اور وہ ہر وقت یہ کہتا رہتا ہے "اللہ اللہ" اور اللہ خود ہی سوال کراتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔ اس کو تکلیف بھی خود ہی دی' پھر اسے دعا کا طریقہ بھی خود سکھایا اور پھر دُعا ہی منظور کر لی۔ یعنی کہ تقرّب جو ہے اس حال میں بھی ہے جس حال میں آج آپ ہیں اور جس حال سے نکل کر آپ آگے آئیں گے وہاں بھی تقرّب کی راہ ہے۔ آپ کی محدود زندگی جو ہے یہ بھی وصالِ حق کا پیغام ہے اور لامحدود تصوّر جو ہے یہ بھی پیغام ہے وصالِ حق کا اور یہ اللہ کریم کی شان ہے کہ وہ محدود کو اپنی لامحدود ذات کا جلوہ ہر رنگ میں دکھا رہا ہے۔ تو اپنی ذات کا جلوہ جو ہے اللہ ہر رنگ میں دکھا رہا ہے' آپ کی خوشیوں میں' آپ کے غم میں' آپ کی محفلوں میں' آپ کی تنہائیوں میں' آپ کی شب میں' آپ کے دن میں اور آپ کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ اگر آپ صادق ہیں تو آپ کو ہر حال میں وہ جلوہ نظر آئے گا اور اگر آپ ذات میں سچے نہیں ہیں تو آپ کو اللہ کا جلوہ کہیں بھی نظر نہیں آئے گا۔ گویا کہ اس کا جو پہلا راز اور ضروری پیغام ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کریم کا جلوہ' اللہ کریم کا علم' اللہ کریم کا تقرّب اسی کائنات میں ملنا ہے' اسی زندگی میں ملنا ہے' یہی ایّام ہیں اور یہی کچھ ہے اور یہ نہیں ہے کہ اس میں کوئی اور چیز شامل ہو تو میں سمجھوں گا یا کوئی اور شرط ہو کہ اس

حالت میں تو ہمیں سمجھ آئے گی۔ اس لیئے کچھ اور نہیں ہونا۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کو غریبوں نے سمجھا' امیروں نے مانا' تکلیف والوں نے مانا' راحت والوں نے مانا' دور والوں نے مانا' نزدیک والوں نے مانا' اصل میں ہر حال' ہمہ حال ماننے والے پیدا ہوتے رہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ماننے کی' تقرّب کی شرط آپ کی طرف سے عائد نہیں ہو سکتی۔ جو زندگی ہے یہی زندگی ہے۔ لہٰذا آپ یہ شرط نہ لگانا کہ پہلے یہ ہو جائے یا یہ ہو جائے کہ ایسا ہو جائے' یہ ہو جائے' جو کچھ ہے اس کو یہیں مان لو کیونکہ اس کے بعد وقت ختم ہو جانا ہے۔ یہی کائنات عین جمال ہے' یہی کائنات عین حقیقت کا آئینہ ہے' اس میں آپ کو حقیقت نظر آئے گی اور جن کو نظر نہیں آ رہی ہے وہ اسی کائنات میں کفر دیکھ رہے ہیں۔ تو اللہ کریم نے فیصلہ کیا کہ میں نے نور بھی پیدا کیا ہے اور اندھیرا بھی پیدا کیا ہے۔ اب جو اندھیرے کے شوقین ہیں انہیں ہر طرف اندھیرا ہی نظر آئے گا' گمراہی نظر آئے گی' کمزوری نظر آئے گی' انہیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ تو اس لیئے اللہ کریم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں فرق فرق کی زندگی دی اور یہ دیکھنے کے لیئے دی ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ اس طرح لطف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو یہ سمجھ آجائے گی کہ زندگی کیا ہے؟ اور اس طرح آپ پہچان سکتے ہیں کہ اللہ کریم نے آپ کی زندگی میں کیا کچھ لطف پیدا فرمایا ہے۔ اب آپ اس راز کو دیکھیں اور اسے اپنی زندگی میں استعمال کریں۔ مثلاً" اللہ تو لامحدود ہے' لا شریک ہے' لاوجود ہے' لیکن ہر جگہ موجود ہے اور آپ کی زندگی میں دکھ بے شمار ہیں' اور آپ کی زندگی میں بے شمار کام ہیں' بڑی مصیبتیں ہیں۔ تو آپ کیسے اس کے

ساتھ برابری کا رویہ پہچانیں گے کیونکہ وہ تو ایک وسیع تر' عظیم تر اور بلند تر ذات ہے! اور آپ کی زندگی ایک لامحدود تر زندگی ہے اور اگر انسان معبود کو نہ پہچانے تو پھر علم کیسے ملے گا۔ علم تو یہی ہے کہ اس محدود سی زندگی میں لامحدود سے وابستہ رہو۔ اس زندگی کے اندر آپ یہ دیکھیں کہ گھر کے اندر قدم قدم پر' گھریلو زندگی میں قدم قدم پر آپ کو دعا کی ضرورت پڑے گی اور قدم قدم پر آپ کو بلا ٹالنے کا خیال آئے گا۔ کوئی انسان ایسا نہیں چاہے جتنا امیر ہو جس کو اللہ نے آنسو نہ دیے ہوں۔ تو گویا کہ وہ کیفیّت جو سب انسانوں کو ملتی ہے' اسی کیفیت کے اندر تقرّب ملتا ہے۔ حال تو بدلتا جارہا ہے لیکن وہ کیفیّت سب پر آئے گی جسے آپ آنسو کہتے ہیں اور خوشی بھی کہتے ہیں یعنی کہ اب آپ حالات کو نہ گنیں' گنتی نہ کریں' تو حالات ایک کیفیّت کا نام ہیں۔ تو حالات کیا ہیں؟ ایک کیفیّت ہے' ایک رستہ ہے' ایک سفر ہے' یا غم ہے یا خوشی ہے' یا محبت ہے یا ٹھنڈک ہے' یا اندر گرمی ہے یا اندر سوز ہے یا تپش ہے اور یہ ہر ایک کے ساتھ ہے اور اسی کے اندر اس کی پہچان ہے کہ اپنے جذبوں کو' اپنے وجدان کو' اپنے ایقان کو' اپنے ایمان کو عرفان بنائے۔ اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے بلکہ اسی کو عرفان بنانا ہے کیونکہ جذبات آپ کے پاس موجود ہیں اور وجدان آپ کے پاس ہے' شعور موجود ہے' زندگی ہے' غم یہیں سے ملے گا' خوشی پاس بیٹھی ہوئی ملے گی اور چھوٹی موٹی غریبی بھی ہو گی' امیری بھی آئے گی' مبارک ہو! صحت بھی مل جائے گی' مبارک ہو! مگر پھر انسان کہے گا سب کچھ تو ہے لیکن نیند نہیں آتی۔ پھر بیماری شروع ہو جائے گی۔ پہلے جو بیوی اچھی تھی کچھ دنوں بعد عذاب لگتی ہے اور اسے

برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ کبھی زندگی برداشت کرنے کا نام ہے، کبھی ذکر کا نام زندگی ہے، کبھی غم ہے، کبھی خوشی ہے، کبھی سرور ہے، کبھی قریب ہے، کبھی دور ہے اور یہ ساری چیزیں ہیں اور اسی کے اندر اللہ کا نور ہے اور یہ بات سمجھنا بالکل آسان ہے :۔

الف اکھیاں کھول کے ویکھ مورکھ
جس نوں ڈھونڈھنا ایں تیں تھی دور ناہیں
شاہ رگ تھیں بہت قریب ہے او
تیرا اپنا قلب حضور ناہیں
چام چٹھ وانگوں اَنّا آپ ہویوں
آفتاب دا کجھ قصور ناہیں
پردہ غفلت دا پیا ای ہدایتؔ اللہ
تاہیں تدھ نوں وسدا نور ناہیں

بات تو غفلت کے پردے کی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ غافل ہونا چھوڑ دو تو درخت سے جلوہ آجائے گا، موسٰی علیہ السلام کو درخت سے آواز آئی کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو آپ سننے والے اگر بنیں گے تو بولنے والا بولے گا، آپ جاگنے والے بنو تو جگانے والا تو موجود ہے۔ اس لیئے آپ جس انداز سے اس سے رجوع کریں گے وہ بھی اسی طرح آئے گا یعنی اگر آپ سوتے ہوئے بھی بات کرنا چاہو کہ میں تیرے فضل کے سہارے سو رہا ہوں اور اس خیال سے سو رہا ہوں کہ تیرے سامنے نیند کیا ہے اور جاگنا کیا ہے؟ تو جب چاہے جو چاہے کر سکتا ہے، اس لیئے تو ہماری نیندوں کو بیداری میں بدل دے، تو مہربانی کر! تو وہ مہربانی کر دے

گا۔ تو یہ اللہ کریم کے کام ہیں کہ جب چاہے' جہاں چاہے مہربانی کر سکتا ہے۔ اس لیئے آپ یہ دعا کرو کہ یہ بات سمجھ آنی شروع ہو جائے اور پھر یہ بات آپ کو سمجھ آنا بہت آسان ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ جن لوگوں کو اللہ کی بات سمجھ آئی ہے وہ ہر پیشے کے لوگ ہیں' ثابت ہوا کہ پیشہ بھی اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ لوگ صرف یہاں نہیں بلکہ دنیا کے ہر علاقے میں ہیں۔ تو گویا کہ علاقہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے یعنی کہ وہ زندگی کے ہر حصے میں ہیں۔ گویا کہ زندگی کا ہر حصّہ اللہ کا قرب حاصل کر سکتا ہے' ہر قوم اللہ کا قرب حاصل کر سکتی ہے اور زندگی کا ہر شعبہ حیات اللہ کا تقرّب حاصل کر سکتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کو کچھ ایسے بھی ولی اللہ ملیں گے جو پہلوانی کرتے تھے۔ ایک بزرگ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ پہلوان تھے اور کشتی میں بہت مشہور تھے۔ وہ ولی اللہ کیسے بنے؟ بادشاہ سلامت نے اعلان کر دیا کہ جو شخص ہمارے اس پہلوان کو گرائے گا اس کو ہم دس ہزار اشرفیاں انعام دیں گے۔ اس پہلوان کے مقابلے میں ایک غریب سا اور کمزور سا آدمی اکھاڑے میں آ گیا اور اس نے آکر پہلوان کے کان میں بات کی کہ میں غریب ہوں' سیّد ہوں' میری تین بیٹیاں بیاہنے والی ہیں اور مجھے پیسے چاہئیں۔ تو اس کمزور سے آدمی سے یہ بڑے پہلوان گر گئے تاکہ اس کو دس ہزار اشرفیاں مل جائیں۔ وہ ہار گئے اور شکست ہو گئی۔ وہ غریب آدمی دس ہزار اشرفیاں لے کر چلا گیا اور یہ ولی اللہ ہو گئے۔ بس یہ اتنی سی کہانی ہے اور کہانی ہے ہی نہیں! تو گویا کہ کبھی شکست میں اللہ ہے اور کبھی فتح میں اللہ ہے۔ اللہ ہر مزاج کے اندر' ہر حال کے اندر' ہر انداز کے اندر ہے' اِس

شعبے میں ہے' اُس شعبے میں ہے' اِس دفتر میں ہے اُس دفتر میں ہے' اِس وقت میں ہے' اُس وقت میں ہے' زندگی میں ہے' زندگی کے بعد ہے' کسی کو موت ولایت دیتی ہے' کسی کو زندگی ولایت دیتی ہے' کسی کو غریبی ولایت دیتی ہے' کسی کو دولت ولایت دیتی ہے۔ گویا کہ ہر حال' ہر آدمی کے لیئے ہے۔ اس لیے یہ جتنی کثرت نظر آ رہی ہے اس کثرت کے اندر ہی آپ وحدت کو دیکھیں ۔

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت
گر سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

آپ اگر سرِ معرفت کو دیکھو تو اسی وحدت کے جلوے ہر طرف نظر آئیں گے' اس کثرت کے اندر وحدت ہی وحدت ہے' یہ علم بھی اسی کا ہے' وہ علم بھی اسی کا ہے۔ اگر آپ ذرا بلند ہو جاؤ اور غور کرو تو ہر چیز اس کی ہے۔ آپ لوگوں کی اس وقت کی زندگی زمان و مکان کے تصوّر سے گزر رہی ہے۔ یہ ۱۹۸۵ء کا سال جا رہا ہے اور یہی آپ کا زمانہ ہے اور یہ آپ کا مکان ہے' یہ آپ کا شہر لاہور ہے' سڑکیں ہیں' آبادیاں ہیں' نئی آبادیاں ہیں' کچی آبادیاں ہیں اور یہ آپ کے مکانات ہیں اور یہی آپ کا زمان و مکاں کا تصوّر ہے اور جب بھی کبھی آپ کو پاکستان کا تصوّر آتا ہے تو ایک وقت کا تصوّر آتا ہے اور ایک زمین کا تصوّر آتا ہے کہ یہ زمین ہے' یہ نقشہ ہے' یہ تصوّر ہے اور یہ چیزیں ہیں۔ اور اگر آپ ذرا بلندی کا تصوّر کرو اور تقرّبِ لازوال کا تصوّر کرو اور اگر آپ اس بات کا تصوّر کرو کہ چودہ سو سال پہلے کی کتاب آج بھی پہلی کتاب ہے اور ہر زمانے تک یہ کتاب چلتی جائے گی' ایسے بھی لوگ

ہوتے ہیں جو صرف قرآن پاک کو یاد رکھتے ہیں اور جن کو دوسری کوئی شے یاد ہی نہیں ہے اور باقی معاملات میں یہ ان پڑھ بھی ہوتے ہیں۔ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے سینوں میں ایسے محفوظ رکھا ہوا ہے کہ یہ اس شخص کے سینے میں بھی محفوظ ہے جس کے سینے میں اور کوئی شے محفوظ نہیں ہوتی۔ یہ اللہ کریم کی شان ہے اور ہر دور کے لیئے یہ شان آ رہی ہے اور چلتی جا رہی ہے۔ ہر دور کے لیئے اللہ کریم نے کوئی واقعہ رکھا ہوا ہے' جو بیان آپ آج سن رہے ہیں' یہ بیان پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ گویا کہ اس اللہ کے سامنے زمان اور مکان کی کوئی حیثیّت نہیں ہے اور کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس کا بیان ہر زمانے اور ہر مکان کے لیئے ہے اور زمانے اور مکان سے بے نیاز بھی ہے۔ اگر انسان زمان اور مکان سے بے نیاز ہو جائے تو یہ لامکاں کی کیفیّت ہے' گویا کہ مکاں کی کیفیّت جو ہے یہ الٰہیات کا تقرّب ہے کہ پتہ نہ چلے کہ کون سا زمانہ جا رہا ہے اور آج دن کون سا ہے اور کون سا سال ہے۔ آج جب کبھی کسی کو کوئی غم ملتا ہے اور اس کو اگر حقیقی غم ہے تو دوسرے دن بھی وہی حالت ہو گی اور سال کے بعد بھی وہی حالت ہو گی! گویا کہ جس کو غم کی تیز آنچ لگے تو اس کا موسم بدلتا نہیں اور اس پر ایک ہی موسم طاری ہو جاتا ہے' اسی طرح جس کو تقرّبِ الٰہی مل جائے اس کا بھی موسم نہیں بدلتا۔ اس کے اندر ایک ہی موسم رہ جاتا ہے یعنی کہ ایک دفعہ اگر آپ حال سے گزر جاؤ یعنی اللہ کے بتائے ہوئے راستے کے ذریعے سے آپ ایک دفعہ حال سے گزر جاؤ تو پھر آپ کے جتنے بھی حالات بدلتے جائیں' پھر آپ کا حال نہیں بدلے گا' حال وہی رہے گا اور پھر آپ صاحبِ حال ہو جائیں

گے۔ آپ پر وہ ایک حال اتنا طاری رہے گا کہ ہر حال کے اندر آپ کا راستہ کوئی نہیں روکے گا اور آپ کی یہ کیفیت مستقل ہے۔ اس لیئے آپ بدلتے ہوئے موسموں کے ساتھ اپنے آپ کو متاثر نہ کرنا' بدلتے ہوئے رنگوں میں ایک رنگ ہمیشہ رہتا ہے' وہ ہے "صبغت اللہ" جس کو کہتے ہیں "اللہ کا رنگ"! ہر بدلتے ہوئے رنگ میں وہ ایک رنگ قائم رہتا ہے' ہر چہرے میں ایک چہرہ بنیادی طور پر درمیان میں Common رہتا ہے' مشترک رہتا ہے کیونکہ یہ اللہ کا بنایا ہوا چہرہ ہے' اس کی قلم یا اس کا برش لگا ہوا ہے اور جب آپ کو یہ محسوس ہو گیا کہ ہر چہرہ ایک ہی چہرہ ہے تو پھر آپ کو یک رنگی نظر آئے گی۔ تو گویا کہ ان وسیع رنگوں میں' تضاد میں' اور ورائٹی کے اندر جس دن آپ نے یکسانیت ڈھونڈ لی اس دن آپ کو توحید سمجھ آنی شروع ہو جائے گی کہ یہ جو کافر ہے یہ بھی انسان ہے اور یہ بھی اللہ کا بنایا ہوا انسان ہے' یہ بھی مخلوق ہے' یہ بھی وہی ہے' اس کے سینے کے اندر بھی دل وہی ہے' اس کی آرزوئیں بھی وہی ہیں' اس کی آنکھ کے آنسو بھی وہی ہیں جو آپ کی آنکھ کے آنسو ہیں' پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ یہ کائنات اللہ کریم نے کس طرح بنائی ہے' پھر آپ کافر کے ساتھ بھی نیکی کریں گے' اور پھر مسلمان کے ساتھ بھی نیکی کریں گے۔ جب تک کہ کوئی حکومتی لیول کا کام نہ ہو تب تک آپ انفرادی سطح پر نیکی کرتے جائیں' اس قدر نیکی آپ خالق کی نسبت سے کرتے ہیں اور پھر یہاں سے آپ کو مخلوق کی بات سمجھ آئے گی۔ تو ساری ورائٹی کے اندر یکسانیت کا دیکھنا جو ہے یہ وحدت ہے۔ آپ آج کی زندگی دیکھیں تو کل آپ کے پاس کوئی خاص قسم کی تکلیف

تھی لیکن وہ تکلیف آج نہیں ہے۔ میں نے کل بھی آپ کو اللہ کے قریب دیکھا اور آج بھی اللہ کے قریب دیکھا ہے حالانکہ وہ کل والی تکلیف نہیں ہے۔ ایک آدمی اپنے بزرگ کے پاس گیا اور زار و قطار روتے ہوئے عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ مجھے حج کی سعادت نصیب ہو جائے تو بزرگ نے اسے لوگوں کی محفل میں کہا کہ سب لوگ دعا کرو کہ اسے حج کی سعادت نہ ملے تو وہ شخص رونے لگ گیا' چیخنے لگ گیا اور کہنے لگا کہ میں تو اس لیئے آیا تھا کہ اتنا عرصہ ہو گیا ہے اور قرعہ اندازی میں میرا نام نہیں آیا ہے۔ تو یہ بات سن کر وہ بزرگ فرمانے لگے کہ دیکھو میری بات سنو' میں نے سولہ حج کیئے ہیں اور تو میرے سولہ حج لے لے اور یہ درد مجھے دے دے جو تجھے حج کے شوق میں ہے۔ تو بعض اوقات حج جو ہے وہ انسان کو چھوٹا کر دیتا ہے اور انسان کی خواہش کو بڑھا دیتا ہے اور بعض اوقات حج نہ کرنا ہی حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

مرشد دا دیدار اے باہوؒ
مینوں لکھ کروڑاں حجّاں ہو

یعنی اے باہو! مجھے اپنے مرشد کا دیدار بے شمار حج کرنے کے برابر لگتا ہے۔ یہ حج گھر میں ہی ہو جاتا ہے اور یہ ایک درجہ ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شوق اگر وہاں جا کر ٹھنڈا ہو جائے تو پھر وہاں جانا نہیں چاہیئے اور اگر شوق حج پر جا کر تیز ہو جائے تو پھر وہاں ضرور جانا چاہیئے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کے اپنے شوق کی کہانی ہے اور یہ آپ کے اپنے ذوق کی بات ہے' اور اللہ جو ہے وہ ہر حال میں "اللہ" ہے۔ جہاں آپ کا من "صفا" ہو گیا وہیں آپ کو وہ مصفّٰی ذات مل جائے گی۔ جہاں آپ

نے اپنا آئینہ تیز کر لیا' چمکا لیا' وہیں آپ عکس دیکھ لیں گے اور جہاں آپ نے سجدہ کر لیا وہیں پر مسجود حاضر ہو گا۔

جب بھی مستی میں سر جھکایا ہے
سنگِ در خود تڑپ کے آیا ہے

مقصد یہ ہے کہ اگر آپ وہاں نہیں جا سکے تو اپنا سر یہیں جھکا دیں تو وہ اللہ یہیں پر ہے! وہ اللہ ہر جگہ ہے اور میں تو ہر جگہ نہیں ہوں بلکہ میں تو کسی جگہ ہوں اور کسی جگہ نہیں ہوں۔ وہ باری تعالیٰ تو یہاں آ سکتا ہے تو پھر سجدہ یہیں سہی ۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہاں سہی

ہم تو وہاں نہیں جا سکتے' تُو تو یہاں آ سکتا ہے۔ لہٰذا آپ زمین پر یقین سے سجدہ کریں تو اللہ یہیں ہے ۔

بڑی مشکل سے میں نے راز جانا
میرا کعبہ تیرا نقشِ قدم تھا

تو بات اتنی سی ہے کہ ذرا عقیدت ہو جائے تو پھر ہر چیز آپ کو سمجھ آ جاتی ہے۔ اصل میں یہ ساری شوق کی بات ہے ۔

تیرے قریب ہوئے جب سے اشکبار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے
ملا نہ ہم کو اگر سنگِ آستاں کا نشاں
برنگِ موج اٹھے راہ کا غبار ہوئے

آپ اپنے حال سے نکلو تو سہی' پھر آپ کو ہر حال اس کا حال نظر آئے گا اور ایک شوق نظر آئے گا۔ میں اس بات کو پھر Conclude کرتا ہوں کہ

آپ اپنے ذوق کو شرائط میں خراب نہ کرنا کہ یہ ہو جائے اور وہ ہو جائے بلکہ آپ یہ کہنا کہ حال جانے اور اللہ جانے' ہمیں تو صرف اتنا پتہ ہے کہ ہمیں اس حال میں اس کا تقرّب لینا ہے' اگلا حال آئے تو پھر تقرّب لیں گے' دن ہے تو ہم دن کا تقرّب چاہتے ہیں' رات ہے تو رات کو ہم اس کے قریب ہونا چاہتے ہیں' درد ہے تو درد میں ہم اس کے قریب رہنا چاہتے ہیں' خوشی ہے تو خوشی میں ہم اس کے قریب جانا چاہتے ہیں' ہر حال میں یعنی جس حال میں سے ہم گزر رہے ہیں' ہمیں اس کا تقرّب چاہیئے کیونکہ یہی اس کا منشاء ہے اور یہی اس نے آپ کو سمجھایا ہے اور یہی اس کی پہچان ہے۔ آپ کے پاس ہی وہ ساری کیفیّات ہیں' جن سے آپ اس کی پہچان کر سکتے ہیں' کبھی آپ کی پیشانی مسجود کی تعریف ہے اور اس کی پہچان ہے۔آپ کی آنکھ جو ہے اور اس میں بینائی جو ہے' یہ مشاہدے کا ثبوت ہے اور مشاہدۂ حق جو ہے یہ آپ کی بینائی کے ذریعے ہے اور کبھی آپ کا دل جو ہے وہ ثبوت ہے کہ لطفِ تقرّبِ الٰہی جو ہے وہ کیا ہے؟ تو آپ کے اندر ہی یہ ساری کیفیّات ہیں۔ گویا کہ آپ کی شہہ رگ سے قریب ہونے کا تو اس کا ویسے ہی حکم ہے کیونکہ اس کا اعلان ہے کہ میں شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ کے اپنے جتنے بھی احوال ہیں' ان صفات اور قواء کی شکل میں انہی کے اندر تقرّبِ الٰہی ہے اور سارا اللہ انہی میں مل سکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ وجود میں نہیں ہے بلکہ اس وجود میں اس کا تعارف ہے وہ کائنات سے ماوراء اور بلند ہے' جس طرح پانی میں چاند کا عکس ہے لیکن چاند باہر ہے' بالکل اسی طرح آپ کے اندر اس ذات کا عکس ہے

لیکن ذات ماوراء ہے اور آپ کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ذات ہی اندر آ گئی ہے۔ بس ذات ماوراء ہے اور آپ کے پاس ذاتِ باری تعالیٰ کا ایک عکس ہے' یاد ہے' اسم ہے بلکہ اسم بھی عکس ہے۔ تو یہی آپ کی صفت ہے کہ آپ اس میں لطف لو' اس میں عبادت کرو' اس میں صداقت پیدا کرو اور یہی آپ کا تقرّب ہے' اپنی پیشانیوں میں سجدوں کا شوق تیز کرتے جاؤ اور پھر سجدہ ہوتا چلا جائے گا۔ آپ کا شوق جتنا تیز ہو گیا آپ کا مسجود اتنا ہی قریب ہو گا حتیٰ کہ مسجود' پیشانی اور ساجد ایک ہی ہو جائیں گے اور یہ ایک مقام ہوتا ہے جہاں ساجد' مسجود اور سجدہ ایک چیز ہو جاتی ہے' جہاں ذکر' ذاکر اور مذکور ایک جگہ آ جاتے ہیں یعنی ذکر' ذاکر اور مذکور ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور یہ ایک خاص وقت ہوتا ہے اور بالکل تھوڑی دیر کا وقت ہوتا ہے۔ تو آپ آج ہی سے اپنے حال سے اپنی خواہش کو نکال دیں' اپنی حالت سے اپنی خواہش نکال دیں اور اپنی حالت میں اس اللہ کی خواہش ایسے پیدا کریں کہ یہ میری زندگی ہے اور اس میں میری خواہش اللہ ہے! اگر آپ کی زندگی وہی رہے اور اس میں خواہش اس باری تعالیٰ کی پیدا ہو جائے تو یہی زندگی سعید ہو جائے گی' با برکت ہو جائے گی۔ تو آپ اپنی اس موجودہ زندگی میں اور اس موجودہ زندگی کو اللہ تعالیٰ کی خواہش بنالیں تاکہ یہ زندگی اس کی خواہش میں گزر جائے اور اس کے نام کی زندگی بن جائے اور اس کے نام پر چلنی شروع ہو جائے۔ اور یہ کب ہو گا؟ جب آپ اپنی خواہش نکال دیں گے۔ تو آپ اپنی خواہش' اپنا ذوق' اپنا Taste اور اپنی اپنائیت' سب کچھ نکال دیں تو پھر سب چیز اسی کی ہو جائے گی اور بس پھر ساری بات بن جاتی

ہے۔ اس طریقے کو آپ نے ابھی تک استعمال ہی نہیں کیا۔ اب ضرور توجّہ کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ بڑی مہربانی فرمائے گا۔

سوال :۔

زندگی میں تو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے' پھر اللہ سے رجوع کیسے کریں؟

جواب :۔

یہ کوئی علیحدہ بات نہیں ہے کہ حالات آپ کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں' آپ کی اپنی Tragedy ہے یا Comedy یعنی آپ کا اپنا غم ہے یا اپنی خوشی ہے' اس کے مصنّف آپ نہ بننا۔ میری یہ بات یاد رکھنا کہ ہم لوگ خود کسی کی تصنیف ہیں اور یہ نہ ہو کہ Written by Mr. You یعنی یہ نہ کہنا کہ تصنیف میری ہے اور یہ کام بھی میں نے کیا ہے۔ آپ نے زندگی میں بے شمار مشاہدات کیئے ہیں مثلاً" آپ کی شادی کی بات ہے تو آپ دیکھیں کہ کوئی کہاں پرورش پانے والا ہے اور دوسرا کہیں اور پرورش پانے والا ہوتا ہے' کہیں اور کا انداز ہوتا ہے اور پھر ایک الگ وجود آپ کی زندگی کے اندر موجود ہو جاتا ہے اور آپ کی زندگی پر تاثیر بن جاتی ہے اور یہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ اسی کے اندر آدھی زندگی الجھن میں گزر جاتی ہے اور آدھی زندگی فضل میں گزر جاتی ہے اور پتہ نہیں چلتا۔ آپ اس ساری زندگی کو اللہ کے حوالے کرو اور یہ جو شادی کی شکل میں رشتہ ہے یہ بھی اس کی طرف سے ہے' شادیاں اوپر ہوتی ہیں اور اولاد کی شکل میں سارا خرچ اولاد کے نام پر ہوتا ہے اور

آمدن بھی اولاد کے نام پر ہوتی ہے۔ پھر تو آپ کے نام پر کچھ بھی نہیں ہے اس لیئے آپ کی خوش نامیاں جو ہیں وہ بھی اولاد کے نام ہیں۔ اتنی سی بات ہے کہ چھوٹی سی چیز میں بڑی چیز آپ کو پنہاں ملے گی' بس ذرا توجّہ کی بات ہے۔ جس طرح میں نے بتایا ہے کہ پیشانی کے اندر مسجود کا مقام ہے' پیشانی آپ کی ہے اور مسجود خالقِ کائنات ہے' اور پہچان ہی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ جتنا بھی علم سیکھتے جائیں یہ سارا اللہ کا سکھایا ہوا ہے و علم آدم الا سماء کلھا اور ہم نے آدم کو یہی کل اسماء سکھائے۔ اس بات کو آپ یاد رکھیں اور اس کی مہربانیوں کو آپ یاد رکھتے جائیں۔ وہ اگر ستم کرے تو آپ ستم بھی سہتے جائیں۔ بس آپ برداشت کرتے جائیں' اس کا ستم جو ہے وہ کرم ہے۔ اور پھر اس طرح آپ اللہ کے قریب ہو جائیں گے۔ پہلے انسان کو ٹھوکر لگتی ہے' پھر درد پیدا ہوتا ہے' پھر وہ درد میں دوڑتا ہے' بھاگتا ہے' یوں تکلیف کے ساتھ وہ درد جو ہے انسان میں پلتا رہتا ہے۔ اب اس دینے والے نے یہ درد دیا ہے یعنی کہ آپ کی خواہش کے علاوہ کچھ مل گیا ہے اور پھر وہ درد جو ہے وہ اندر ہی اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر گیا جو آپؑ کے سارے علم نے آپ کو نہیں دی۔ تو سارے علم اور ساری عبادت نے وہ بات نہیں دی ہے جو ایک درد نے آپ کو دی اور وہ آپ کے اندر عرفان پیدا کر گیا ہے وہاں ساری پڑھائیاں کام نہ آئیں۔ اس لیئے ایک لمبا سفر تو ہو نہیں سکتا' تو اس نے درد کی ایک ہی ٹھوکر سے جگا دیا۔ اب ٹھوکر سے تھوڑا بہت درد تو ہو گا' حالانکہ اس درد سے آپ کو جگایا گیا ہے۔ اس کو بزرگوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اگر پیچھے سے سانپ آ رہا ہو اور اس کو مارنے

کی بجائے آپ کو صرف خطرے سے آگاہ کیا جائے تو وہ پیچھے کی طرف سے آنے والا سانپ آپ کو ڈس لے گا۔ اگر آپ اس کو آرام سے کہتے ہیں تو وہ ڈر جائے گا یا پھر اگر اس کو آپ کہتے ہیں کہ سانپ ہے' ڈس لے گا تو وہ کہے گا کہ تم تو ہو ہی ایسے اور ایسی حرکتیں کرتے رہتے ہو۔ اگر سانپ اس کو ڈس لے گا تو وہ درد سے چلائے گا اور زہر چڑھ جائے گا۔ اس وقت اسے سمجھانے کا وقت نہیں ہوتا بلکہ عمل کا وقت ہوتا ہے۔ تو یہ سارا کام ہے خطرے سے آگاہ کرنے والوں کا۔ وہ آگاہ کرتے رہتے ہیں کہ خطرہ آ رہا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو یہ بڑی دیر سے سنتے آ رہے ہیں کہ خطرہ آ رہا ہے اور جب خطرہ آ جاتا ہے تو پھر وہ کہتے ہیں کہ اے کاش کہ آپ نے مجھے پہلے بتایا ہوتا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو پہلے بتایا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ہمیں زور سے جگاتے۔ تو اسی طرح کوئی اللہ کی طرف سے جب زور سے جگاتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے اور پھر وہ سمجھتا ہے کہ یہ مصیبت ہے۔ تو زندگی کے فنا کی یقینی تصویر ابتدائی درد ہے تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ فنا کیسے ہے؟ مثلاً" صحت کی فنا بیماری ہے۔ اسی طرح دوست کی جدائی فنا ہے۔ اس لئے اللہ کریم سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یارب العالمین! آپ نے جو کچھ احسانات فرمائے ہیں اچھے وقت کی شکل میں یا خوشی کی شکل میں' انہیں ہمارے حق میں مفید بنانے کی استطاعت بھی تو آپ ہی عطا فرما اور ہم پر اپنی مہربانیاں فرما۔ اگر کوئی چیز ہم سے برداشت نہیں ہو رہی ہے تو اس کو آسانیوں میں بدل دے اور ہم پر آسانیاں فرما اورعرفان بھی عطا فرما۔ یعنی ہم پر مہربانیاں بھی کر اور آسانیاں بھی دے۔ یا رب العالمین! تو نے پہلے بھی

مہربانیاں کی ہیں اور مزید مہربانیاں فرما اور ہمیں اپنا بنا لے۔ اور اگر آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے ، آپ اپنے آپ کو پہچانو، اپنے آپ کی عزّت کرو، اپنے آپ سے محبت کرو، اپنے آپ کو Preserve کرو' محفوظ کرو' اپنے آپ کو Destroy ہونے سے بچاؤ' تباہ ہونے سے بچاؤ' اپنے مقام کو پہچانو' اس کائنات میں آپ کا آنا عبث نہیں ہے' فضول نہیں ہے' یہ زندگی ہے کوئی مذاق نہیں ہے اور آپ کو میں یہ بات یقین سے کہتا ہوں کہ اگر دس آدمی ہی ایمان' یقین اور وثوق والے آ جائیں تو وہ پوری دنیا کی زندگی کو بدل دیں گے۔ اور پوری زندگی ہی یقین والی ہو جائے گی۔ اب آپ اپنے آپ کو پہچانو' اور اپنے مقام کو پہچانو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خواہشات کی تکرار نہ کرو اور نعمتوں کا انکار نہ کرو۔ نعمت کی موجودگی میں اور شکر کرو تو اللہ تعالیٰ آپ کو قریب ملے گا۔ میں آپ کو اس کا طریقہ سمجھا رہا ہوں کہ جو کچھ اسی نے دیا ہے اسی کے اندر ہی اس نے اپنا قرب رکھا ہوا ہے' دینے والے نے جو حالات دئے ہوئے ہیں' ٹھیک دئے ہوئے ہیں' آپ اسی کے اندر ہی رہو اور انہی حالات کے اندر ہی اللہ کو پہچانو۔ اس لیئے پہلے آپ یہ کہو کہ جو حالات گزر رہے ہیں آپ ان پر راضی ہیں تو اللہ آپ پر راضی ہے۔ اگر آپ اللہ پر راضی ہیں تو اللہ آپ پر راضی ہے اور جب اللہ آپ پر راضی ہے تو پھر آپ کے حالات خود بخود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ خود ہی اپنی ضرورتیں پیدا کرتے ہیں اور ساتھ ہی خود ہی ضرورت کا علاج پیدا کرتے ہیں' حالانکہ آپ اپنے اندر تسلیم پیدا کر سکتے ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کیا کر سکتے ہیں؟ آپ صرف تسلیم پیدا کر سکتے ہیں اور آپ

راضی ہونا پیدا کر سکتے ہیں۔ جس نے ضرورت پیدا کی وسائل بھی وہی پیدا کرے گا کیونکہ وسائل کا تقاضا بھی وہی دے رہا ہے' لہٰذا آپ صرف تسلیم کرو اور آپ اُس کا کام اُس کے حوالے کرو اور اپنا کام آپ خود کرو۔ آپ کا کام کیا ہے؟ الحمد اللہ یعنی اللہ کا شکر ادا کرنا اور یہ کہنا کہ جو کچھ ہے ٹھیک ہے۔ پھر آپ کے حالات بہتر ہو جائیں گے' بدل جائیں گے اور خوبصورت ہو جائیں گے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیّدنا و مولیٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین بر حمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

☆... ○... ☆



۱ تلاش حق کیا ہے اور حق کے مسافر کے لیئے بیعت کیوں ضروری ہے؟

۲ کیا مشیت ایزدی کبھی حق تلفی کر کے بھی انسان کے درجے بڑھا دیتی ہے؟

۳ امام حسینؑ کو حق حاصل تھا کہ وہ خلیفۂ وقت بنتے لیکن وہ شہید ہو گئے۔

۴ آج کل یہ جو بیعت کم ہو گئی ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

۵ محبت اور عقیدت میں کیا فرق ہے؟

سوال :۔

تلاشِ حق کیا ہے اور حق کے مسافر کے لیئے بیعت کیوں ضروری ہے؟

جواب :۔

حق کیا ہے؟ اللہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ حق ہے؟ اگر ایک انسان کسی شے کی تلاش میں جارہا ہو اور وہ شے اس نے دیکھی ہوئی نہیں تو وہ اس شے کو کیسے پہچانے گا؟ بتانے والا اس کو جو بتائے گا وہ الگ آدمی ہے اور جو سنے گا وہ ایک الگ آدمی ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو اکٹھا کرنے کا نام بیعت ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والا اور ہوتا ہے' تو بتانے والے سے سننے والے کے درمیان علم کا ایک فاصلہ ہوتا ہے' یہ فاصلہ بیعت سے طے ہوتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ بتانے والا آدمی کسی چیز کی تلاش میں جا رہا ہوتا ہے اور چیز کو اس نے دیکھا ہوا نہیں ہوتا' اس سے آگاہ نہیں ہوتا ہے۔ تو اس چیز تک پہنچنے کے لیئے راستہ کوئی بتانے والا بتائے گا۔ بتانے والے سے علم کا حاصل کرنا دراصل ایک Relation کا نام ہے' رشتے کا نام ہے' اب اس سے یہ

ثابت ہوا کہ بتانے والا جو ہے وہ زیادہ علم رکھتا ہے اور پوچھنے والے کا کم علم ہے۔ یعنی بتانے والا آگاہ ہے اور پوچھنے والا وہ آگاہی نہیں رکھتا' اس آگاہ شخص سے علم حاصل کرنے کا جو رشتہ ہے وہ بیعت کہلاتا ہے۔ یہ فاصلہ وہ طے کرائے گا۔ آپ اب اس کا نام استاد رکھ لیں' بیعت کنندہ رکھ لیں یا بیعت کردہ رکھ لیں۔ اس تعلّق کا ایک نام بیعت ہے' دوسرا نام عقیدت ہے اور تیسرا نام اِتّفاق ہے یا حسنِ اتفاق۔ بعض اوقات اس بیعت کے بغیر بھی وہ شخص آپ کو علم دے سکتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی جو اس بات کا قائل نہ ہو کہ کوئی استاد بھی ہو سکتا ہے اور وہ حقیقت تک خود پہنچ جائے' ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہیں اس طالب کو ادب کا طریقہ حاصل کرنا پڑے گا' ورنہ وہ بے ادب ہو جائے گا' گستاخ ہو جائے گا اور مغرور ہو جائے گا۔ اس واسطے پھر بیعت کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ بیعت سے اگر کچھ بھی حاصل نہ ہو تو ایک بات ضرور حاصل ہو گی کہ آپ کو ادب کرنے کا طریقہ آ جائے گا۔ تو ادب جو ہے یہ حق کی تلاش میں بہت ضروری ہے ؎

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

یہ لوگ ادب ضرور سکھا دیتے ہیں۔ اس راہ میں اتنی بات کا آ جانا بڑی بات ہے۔ دوسرا آپ یہ دیکھو کہ ایک بیمار آدمی ہے اور حق کی تلاش کر رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کی تلاش کر رہا ہوں' دراصل اسے ڈاکٹر کی تلاش ہوتی ہے۔ تو بیمار کی تلاشِ حق کا سبب اس کی بیماری ہے اور حق کی تلاش میں جارہا ہے تو اس کی تلاش کی وجہ غربت ہے' اس کی تلاش سے مراد ایسا علم ہے جو اس کو غریبی سے نکال دے یا غریب

الوطنی سے نکال دے۔ تو اس صورت میں حق کی تلاش اپنی ضرورت کے مطابق ہے۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیئے ضروری ہوتا ہے کہ کوئی شخص اسے یہ بتائے کہ دیکھو آپ حق کی تلاش نہیں کر رہے کیونکہ حق تو وہ ہے جس نے آپ کو بیماری دی ہے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ اللہ نے بیماری دی ہے تو تلاشِ حق والا بیماری کو دور نہیں کرے گا۔ لیکن آپ تو بیماری سے نکلنا چاہتے ہیں۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ مرنے والے بندے کو اللہ نے مارا تو تلاش والا کہے گا کہ پھر ٹھیک ہے کیونکہ اس اللہ نے مارا ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اور یہ تسلیم کرنا عبادت کا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ حق کی تلاش صحیح ہے بشرطیکہ وہ ضرورت کی تلاش نہ ہو۔ یہی بات بیعت والے لوگ بتاتے ہیں کہ یہ ضرورت کی تلاش ہے' یہ حق کی تلاش ہے اور یہ حق کی تلاش نہیں ہے۔ اس لیئے اکثر لوگ حق کی تلاش میں نہیں ہوتے بلکہ اپنی ضرورت کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ تو تلاشِ حق جو ہے یہ بڑی مشکل چیز ہے۔ حق کی تلاش وہ شخص کرے جو حاصل اور محرومی کو برابر سمجھے' جو یہ سمجھے کہ حاصل کیا ہے اور محرومی کیا ہوتی ہے' یہ دونوں اللہ کی طرف سے دی ہوئی ہیں۔ حق کی تلاش وہ کرے جو ہونے اور نہ ہونے کو برابر سمجھے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ حق زندگی دیتا بھی ہے اور زندگی واپس لیتا بھی ہے تو پھر آپ اس کو تلاش کرو' اب یہ پتہ نہیں کہ وہ آپ کے ساتھ دینے کا عمل کر دے یا لینے کا عمل کر دے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ راضی ہو گیا کیونکہ بڑے پیسے مل رہے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ اللہ راضی ہو گیا ہے اور پہلے پیسے بھی چلے گئے۔ اب یہ اللہ کی رضا ہے' وہی جیسے مرضی

کرے۔ اب یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ پیسے کے واپس چلے جانے کا عمل جو ہے یہ حق نہیں ہے' یہ بھی حق ہے اور پیسے کا آنا بھی حق ہے۔ پیسہ اللہ کی رضا سے آیا تھا اور اس کی رضا یہ بھی ہے کہ پیسہ چپکے سے واپس چلا جائے۔ اب دونوں باتوں پہ راضی رہنا حق کے طالب کا کام ہے' اب یہ باتیں سمجھنا ضروری ہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے پیسے چلے گئے کیونکہ حق مجھ پر ناراض ہے مگر حق تو پیغمبروں کو غریبی سے گزارتا ہے اور پیغمبر ہمیشہ راضی رہتا ہے' شہادت گاہ سے گزارتا ہے اور ہمیشہ راضی رہتا ہے۔ تو تلاشِ حق والے کو اس کی رضا مندی چاہئے نہ کہ اپنی رضا چاہئے۔ اگر آپ کو اس کی رضا چاہئے تو پھر آپ کو جس راستے سے وہ گزارے' وہی راستہ بہتر ہے۔ اس لیئے ان باتوں کو سمجھنے کے لیئے ضروری ہے کہ جاننے والوں کے ساتھ آپ کا تعلّق ہو اور نسبت ہو تاکہ آپ کو ہمیشہ یہ بات سمجھ آتی جائے۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو غلط Read کرلیں' غلط سمجھ لیں اور پھر سارا سلسلہ ہی غلط ہو جائے۔ وہ اگر کہے کہ یہ تو غلط بات نہیں ہے تو بات کو غلط سمجھنے والا کہہ سکتا ہے کہ پتہ نہیں مجھ سے کون سی غلطی ہو گئی ہے' حالانکہ وہ غلطی نہ ہو بلکہ انعام ہو۔اگر حق کا طالب یہ بات نہ سمجھے کہ اللہ غریبی بھی دے سکتا ہے تو اس سے پوچھو کہ کیا جتنے پہلے حق کے طالب تھے' وہ سارے کے سارے دولت مند تھے؟ جن لوگوں کو آپ مانتے ہیں اور جن کا کلمہ پڑھتے ہیں کیا وہ سارے کے سارے Millionaire تھے' کروڑ پتی تھے۔ لیکن نہیں! ایسا تو نہیں تھا! مطلب یہ ہے کہ وہ کروڑوں پتی نہیں تھے۔ جو حق دینے والے تھے وہ فاقے سے گزرے۔ آپ لوگ

سیرتِ پاکؐ بیان کرتے رہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے گھر میں تو فاقہ تھا لیکن اس کے باوجود آپؐ محبوبِ خدا تھے۔ بات کیا ہے؟ تو گویا کہ محبوبؐ ہونے کے لیئے فاقہ ہونا بھی صحیح بات ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ وہ محبوبِؐ کائنات ہوں' اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ ہوں تو فاقہ جو ہے یہ محبوبیّت کے راستے میں رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ بات عام آدمی کو سمجھ نہیں آتی اور وہ کہتا ہے کہ جب محبوبؐ ہیں تو پھر تو فراوانی ہونی چاہیئے۔ جاننے والے یہ کہتے ہیں کہ فراوانی اس لیئے نہیں ہونی چاہیئے کہ آپ لوگوں کو حق کا محبوب بننا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ محبوب بننے کی بجائے آپ مغرور بن جائیں' تو اس لیئے تلاشِ حق والے اذیّت سے گزرے اور پیغمبر بیمار بھی ہوئے' اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کی طرف سے Appointed duty تو پیغمبری کی ہو' اور پیغمبر غریب یا بیمار کیوں ہو۔ تو ایک بات ساری کائنات کو آج تک سمجھ نہیں آئی' پیغمبر دین کی بات بتاتے تھے کہ آپ لوگ اللہ کو مانو تاکہ آپ آسودگی میں داخل ہو جاؤ۔ تو لوگوں نے اس سے یہ بات سمجھی کہ انسان آسودہ ہو جاتا ہے' یہ دنیا بھی بہتر ہو جاتی ہے اور اگلی دنیا بھی بہتر ہو جاتی ہے۔ مگر بہت ساری دنیا کو آج تک یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ آسودگی ہوتی کیا ہے؟ کبھی تو وہ آسودگی اس طرح ملتی ہے کہ غریبوں کو بادشاہت مل جاتی ہے' کبھی یہ ہوتا ہے کہ آپ کی دولت باعثِ غرور ہوتی ہے' تو ایسے میں وہ آپ سے علیحدہ کر دی جاتی ہے۔ یہ اللہ کے احسانوں میں ایک احسان ہے کہ دولت کی محبت اور دولت کی قربت دونوں آپ کے دل سے نکال دی جائیں تاکہ آپ محبوب ہونے کا راستہ دریافت کر سکیں۔ تو گویا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ممکن ہے کہ آپ کو مالدار

بنا دے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ سے پہلا مال بھی لے لیا جائے۔ راہِ حق میں محبت کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کے لیئے اس لیئے تیار ہیں کہ یہ فیصلہ اللہ کا ہے۔ اگر یہ سمجھ آ جائے کہ یہ فیصلہ اللہ کا ہے تو کوئی فوت ہو گیا تو حق والا کہے گا کہ اگر اللہ نے مارا ہے تو یہ جان اللہ کی طرف سے قبض کی گئی ہے' تو پھر تو یہ اللہ کا عمل ہے۔ اگر یہ کسی اور آدمی کا عمل ہے تو پھر غور سے دیکھو کہ اگر یہ کسی اور کا عمل ہے تو کیا Appointed time' مقرّرہ وقت کے علاوہ جان نکلتی ہے؟ نہیں نکلتی! اگر ٹائم مقرّر ہے اور حکم اس کا ہے تو پھر اس کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور راضی ہونا فقیر کا کام ہے۔ اگر آپ کو تقدیر کا قلم مل جائے تو پھر آپ کیا کریں گے؟ جو حکم ہے اس کو ویسے ہی رہنے دیں۔ اس لئے میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو چاہنے والے اور اس کے فیصلوں پر عمل کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اگر ساری کائنات پر ایک دن کے لیئے قدرت مل جائے تو اس میں اپنی طرف سے نہ کوئی اضافہ کرے اور نہ تخفیف کرے بلکہ کائنات کو جُوں کا تُوں چھوڑ دے۔ تو حق سے محبت دراصل اس کے امر سے محبت ہے' اس کے فیصلوں سے محبت ہے' اس کے دیئے ہوئے صدمات سے محبت ہے' وہ فاقہ دے تب راضی' دولت دے تب راضی' وہ جس حال میں رکھے ہر حال میں راضی رہنا چاہیئے۔ ورنہ تو یہ ہو گا کہ جن کا رنگ زیادہ سفید نہیں ہے وہ تو خدا سے محبت ہی نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ تو اچھا خدا ہے کہ اس کو یہ دے دیا اور ہم کو وہ دے دیا۔ کوا جو ہے یہ تو پرندہ ہونے سے انکار کر دے کہ مور کی موجودگی میں میرا مقام کیا ہے؟ تو حق

یہ ہے کہ کوا کوا ہونے پر راضی ہو اور مور مور ہونے پر راضی ہو' رنگ والا' رنگ پہ راضی ہو اور بے رنگ اپنی بے رنگی پر راضی ہو' غریب اپنی غریبی میں راضی ہو' دولت مند اپنی دولت مندی میں راضی ہو۔ حق کی محبت تو یہ ہے کہ جس کو جس حال میں رکھے' وہ اس حال میں راضی رہے۔ آپ بے شک اپنے حال کو بدلنے کی استعداد پیدا کریں لیکن راضی ہونے کا عمل کبھی ترک نہ کریں۔ آپ بے شک کوشش کریں' ہوا میں اڑیں' پرواز کریں' خیال کی پرواز کر لیں۔ اگر آپ کو پرواز مل جائے تب راضی رہنا اور زمین پر آ جائیں' تب بھی راضی رہنا۔ تو حق کے تقرّب میں رہ کے لوگ اپنے تصرفات کرتے ہیں لیکن دونوں حالتوں میں راضی رہتے ہیں' وہ کامیاب ہوں' تب راضی' ناکام ہوں' تب راضی مثلاً" کوئی شخص حج کی بڑی دیر سے خواہش رکھتا ہے مگر جا نہیں سکا تو اسے بھی راضی رہنا چاہئے' ایسا ممکن ہے کہ اس کا نہ جانا اس کے لیئے زیادہ فائدہ مند ہو۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور کہا کہ بیس سال سے میں کوشش کر رہا ہوں اور مجھے حج کا موقعہ نہیں مل رہا۔ یہ کہہ کر وہ بہت زیادہ روتا رہا اور درخواست کی کہ یا شیخ دعا کریں کہ مجھے حج کا موقعہ مل جائے۔ اس کے شیخ نے کہا سارے دعا کریں کہ اس کو حج کا موقعہ نہ ملے۔ اس بات پر وہ شخص اور رویا اور کہنے لگا کہ یہ آپ نے کیا غضب کر دیا' میں حج پہ جانا چاہتا ہوں اور آپ میرے نہ جانے کی دعا فرما رہے ہیں۔ جب رونے کے بعد کچھ بحال ہوا تو اس کے شیخ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں نے سولہ حج کئے ہیں اور سولہ حجوں کا ثواب تم لے لو اور حج کرنے کی خواہش کا جو درد ہے وہ مجھے دے دو! تو حج کرنا تو

ثواب والی بات ہے' لیکن جو حج کی شدید خواہش ہے یہ اس سے زیادہ قیمتی ہے۔ تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ آپ کو غریبی میں رکھے' دوری میں رکھے' یا قربت میں رکھے کیونکہ اس کے ہاں دور قریب تو ہے کوئی نہیں' دور قریب کا فاصلہ تو انسانوں کی دنیا میں ہوتا ہے' اللہ کے ہاں کیا دُوری اور کیا قریبی ہے؟ اور خیال کو بھی کیا دُوری ہے' مثلاً" اگر تعلّق ہو تو دُور رہنے والا آپ سے متعلّق ہو سکتا ہے۔ مثلاً" آپ کا بیٹا دور گیا ہوا ہے' آپ ہر وقت اس کی یاد میں رہتے ہیں' بیٹا' بیٹا کرتے رہتے ہیں اور جو آپ کے قریب رہنے والا بیٹا ہے اسے ڈانٹتے رہتے ہیں تو قریب ہونے یا دُور ہونے کی بات نہیں بلکہ پسند ہونے کی بات ہے۔ تو یاد کا نام بہتری ہے اور تعلّق کا نام بہتری ہے۔ اس کی ذات کے مقابلے میں دُور اور قریب کوئی نہیں ہے' فاصلے کوئی نہیں ہوتے' حاصل اور محرومی کوئی نہیں ہوتے بلکہ صرف رضا ہی رضا ہوتی ہے۔ جن بزرگوں سے آپ کو عقیدت ہے ان میں سے آدھے لوگ وہ ہیں جو اس کی راہ میں مر گئے' اب ہماری عقیدت' مرجانا ہے اور یہی ہماری زندگی ہے۔ گویا کہ مرجانا بھی زندگی کی Achievement ہے' زندگی کا حاصل ہے۔ وہ بزرگ جن کو آپ یاد کرتے ہیں اور جنہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں ان میں سے اکثر لوگ غریب تھے مگر اللہ کی یاد میں گم تھے۔ اپنے ملک میں رہنا اچھی بات ہے مگر آپ کو کہا جائے کہ دوسرے وطن چلے جاؤ تو آپ کے لیئے مشکل ہو گا۔ اسی طرح آپ کو کہا جائے کہ بغیر کسی سہارے کے لاہور سے شیخوپورہ تک پیدل جاؤ تو یہ آپ کے لیئے بڑا مشکل ہو گا۔ اور All the way غزنی سے پیدل لاہور میں آنا پڑے تو

یہ فقیری تو ہو گی۔ وہاں سے یہاں تک پیدل چل کے آنے کا عمل جو ہے اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ فقیری ہوتی کیا ہے؟ جب کہ زبان بھی اپنی نہ ہو' ملک بھی اپنا نہ ہو' آمد و رفت کا ذریعہ بھی نہ ہو اور ٹیلی فون بھی نہ ہو تو پھر یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ سے تعلّق ہوتا کیا ہے؟ اس تعلّق کی وجہ سے لاہور میں آ کے داتا صاحبؒ نے ایسی رونق لگائی کہ آج بھی یہ کہتے ہیں کہ ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نُورِ خدا

غزنی سے لاہور تک آنے میں پیدل واقعہ ہو گا' اس زمانے میں کوئی Conveyance بھی نہیں ہوتی ہو گی' اور زمانہ دیکھو کہ ہزار سال پہلے کا ہے۔ تو پھر یہ ثابت ہوا کہ حق کے مسافر کے لیئے قریب اور دُور کی بات نہیں ہوتی' وطن اور بے وطنی کی بات نہیں ہوتی' دولت اور غریبی کی بات نہیں ہوتی اور حاصل اور محرومی کی بات نہیں ہوتی۔ تو حق والے بہر حال حق والے ہوتے ہیں۔ اب انسان اگر یہ بات سمجھتا ہے تو اس آدمی سے جو جانتا ہے اور جو حق والا ہے اور اس سے تعلّق بنا لینے کا نام بیعت ہے اور وہ حق والا اسے عرفان دیتا ہے تاکہ بیعت کرنے والے کو گمراہی نہ ہو۔ تو بیعت کے بغیر یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حق کیا ہے ورنہ تو انسان اپنے خیال کو ہی حق سمجھتا ہے جس طرح کہ بیمار آدمی ڈاکٹر کو غلطی سے اللہ سمجھ بیٹھتا ہے' کہتا ہے اللہ کو یاد کر رہا تھا اور ڈاکٹر صاحب ہی آ گئے' اگر آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ کو آنا چاہیئے۔ اس لیئے ضرورت مندی اور حق طلبی میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق بیعت کے بعد واضح ہوتا ہے اس لیئے بیعت ضروری ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

کیا مشّیتِ ایزدی کبھی حق تلفی کر کے بھی انسان کے درجے بڑھا دیتی ہے؟

جواب :۔

اگر حق کے فیصلے اور اپنے حقوق کی بات ہو رہی ہے تو یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کا حق کونسا ہے۔ مشّیتِ ایزدی اور اپنے استحقاق کا فرق رکھنے والا مشّیتِ ایزدی سے ناواقف ہے۔ اگر آپ اپنا استحقاق بتائیں اور مشّیت کو الگ رکھیں تو آپ کو مشّیت کبھی سمجھ نہیں آئے گی۔ تو حق کیا ہے اور مشّیت کیا ہے؟ حق وہ ہے جو مشّیت کا راستہ طے کرائے۔ اس طرح تو درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے اور پہلے درجات اور بڑھ جاتے ہیں۔

سوال :۔

حضرت امام حسینؑ کو حق حاصل تھا کہ وہ خلیفۂ وقت بنتے لیکن وہ شہید ہو گئے۔

جواب :۔

جس ذاتِ ایزدی نے امام پاکؑ کو اس راستے سے گزارا آپ اس ذات کو دیکھیں۔ اگر یہ آپ کا گِلہ ہے کہ ان کو خلافت نہیں دی گئی اور شہادت دی گئی ہے' تو پھر تو آپ مشّیتِ ایزدی کو سمجھ نہیں سکتے کہ حقیقت میں مشّیتِ ایزدی کیا ہے؟ مشّیتِ ایزدی جو ہے وہ چاہے تو

مرتبوں کو رسوا کرے اور چاہے تو محروموں کو سرفراز کرے۔ یہ درمیان میں "تم" کون ہے؟ درمیان میں یہ جو "تم" ہے یہ دنیا کی تاریخ لکھنے والے ہیں۔ "تم" تاریخ لکھنے والے جھوٹے ہو۔ مشیّتِ ایزدی میں یہ دنیا یوں نہیں ہے جیسے آپ سمجھ رہے ہیں۔ مثلاً" چور کسی بیچارے کے پاس سے پیسہ لے گیا اور اگر دینے والا ساتھ ہو اور لینے والا ساتھ ہوتو پیسہ کیا ہوتا ہے؟ مطلب ہے کہ جس کی یہ دنیا ہے' جب اس کے ساتھ تعلّق ہو جائے تو پھر مشیّت سمجھ آئے گی۔ تو تاریخ کا لکھنا اکثر لکھنے والے کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف تقرّب کے فیصلے ہیں اور تاریخوں کے فیصلے نہیں ہیں۔ تو مشیّت تقرّب کی بات ہے اور تعلّق کی بات ہے۔ یہ بات سمجھنے سے پہلے آپ کا تعلّق بحال ہونا چاہیئے۔ تو مذہب کیا ہے؟ حقیقت سے تعلّق ہے۔ اب اگر تعلّق دینے والا' جس سے آپ متعلّق ہونا چاہتے ہیں' اگر اس کا آپ کو پتہ چلے کہ وہ سنگِ در میں نظر آئے گا' پھر تو آپ پیشانی جھکائیں گے۔ آپ کو سنگِ در سے کوئی نسبت نہیں ہے بلکہ اس نشان سے ہے کیونکہ وہ یہاں ملے گا۔ اگر اللہ دار پر چڑھنے سے ملے گا تو وہ وہاں چڑھ جائے گا' اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ جو آپ کا محبوب ہے وہ خنجر کھانے سے مل سکتا ہے تو ایمان والا کہتا ہے نہ ہم راضی ہیں' مگر آپ تو اس شہید سے ہمدردی کرنے لگے ہیں اور اللہ کے ہاں اس شہید کے لیئے سرفرازیاں ہو رہی ہیں۔ اس لیئے آپ تاریخ کو چھوڑ دیں' حق طلب آدمی جو ہے وہ تاریخ نہیں پڑھتا' اس کا تاریخ سے کوئی تعلّق نہیں ہوتا۔ کیونکہ تاریخ کو مشیّت کی سمجھ نہیں۔ تاریخ جو ہوتی ہے یہ جمہُوریّت والے پڑھتے ہیں۔ جمہوریّت والے کون

ہیں؟ کہ یہ اِس کا حق ہے اور یہ اُس کا حق ہے' اس کو حق سے محروم کردیا گیا اور فلاں کو زیادہ دے دیا گیا' اللہ تعالیٰ بھی کمال کرتا جا رہا ہے' جب چاہتا ہے معزول کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے مقبول کر دیتا ہے' کسی کو نافذ کر دیا اور کسی کو معزول کر دیا۔ تو یہاں سے لوگوں نے انکار کیا ہے اور یہاں سے لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم جس اللہ کی عبادت کر رہے ہو وہ تو اپنے محبوبوں کو کربلا میں رلاتا ہے۔ ماننے والے نے کہا کہ وہ اللہ جو اپنے محبوبوں کو کربلا عطا فرماتا ہے اب یہ اس کی عطا کی اور مہربانی کی بات ہے۔ اس لیئے آپ اپنے آپ سے باہر نہ نکلیں' کچھ دن فاقے کریں اور کچھ دن شب بیداری کریں تو پھر آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ کربلا جو ہے یہ کوئی ابتلاء نہیں ہے بلکہ مہربانی کی انتہا ہے! اگر آپ کا محبوب کربلا میں ملے تو پھر آپ کو کربلا میں چلے جانا چاہیئے۔ آپ لوگ تو آسائش میں رہنے والے ہیں اس لیے آپ کو پتہ نہیں چل سکتا کہ اصل بات کیا ہے؟ تکلیف یوں نہیں ہے جیسے آپ کہہ رہے ہیں بلکہ یہ اللہ کے تقرّب کی بات ہے۔آپ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا واقعہ پڑھا ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا قرب رکھنے والے پیغمبر تھے مگر بیمار ہو گئے۔ تو کمال کی بات ہے کہ پیغمبر بیمار ہو گئے اور پھر کہا کہ اللہ سے میرا تعلّق اسی طرح ہے' تو لوگوں نے کہا کہ آپ کا اچھا تعلّق ہے کہ آپ تو بڑے سخت بیمار ہیں۔ آپ اس زمانے میں ہوتے تو کیا کرتے؟ آپ ایوب علیہ السلام سے تعلّق رکھتے یا نہ رکھتے؟ سچا تعلّق یہ ہے کہ اگر آدمی سچا ہے تو وہ سچ کے حوالے سے تعلّق رکھے گا۔ آپ لوگ تو صحت' بیماری' غریبی' دولت اور دوسرے اسباب کے ساتھ تعلّق رکھتے ہیں۔ تو اسباب کی تقرّب کے

معاملے میں کوئی اہمیت نہیں ہے۔ تو اصل تعلّق جو ہے وہ تقرّب کا تعلّق ہونا چاہئے۔ اہلِ ظاہر کو یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ اہلِ باطن کا مقام کیا ہے۔ دنیادار یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ مل جائے تو اللہ تعالیٰ سے تم سب چیزیں مانگو' فرعون کی طرح کی بادشاہی مانگو' دولت مانگو' اور یہ مانگو کہ میرا حکم نافذ ہو جائے۔ تو یہاں سے دِقّت پیدا ہو جائے گی۔ اگر آپ کو اللہ ان باتوں کے علاوہ دے تو پھر آپ کو اس کے پاس جانا مشکل ہو جائے گا۔ تو آپ یہ بات ضرور سمجھیں کہ مشّیت میں تاریخ کا مقام نہیں ہے' دوسرے واقعات کا مقام نہیں ہے اور کچھ آدمیوں کی رائے کا سوال نہیں ہے بلکہ یہاں اللہ کی رضا کا تعلّق ہے۔ تو مشّیتِ ایزدی رضائے الٰہی کے فیصلے یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے قبول کرنا ہے۔ تو مشّیت والا اس کا بندہ بھی ہے اور اس کا چاہنے والا بھی ہے' وہ جس حال سے گزارے اس حال سے گزر جانا چاہئے۔

تو ہر دم می سرائی نغمہ او ہر بار می رقصم
بہرِ طرز کہ تو رقصانیم اے یار می رقصم

یعنی جب بھی تو نے نغمہ سنایا' میں نے رقص کیا اور تیری مرضی ہے کہ تو جس طرح سے' جس حال میں' مجھ سے رقص کرا لے' تیری مرضی ہے تو جہاں رکھے' ہم راضی ہیں۔ تو آپ یہ بات دل میں طے کرنے کی گنجائش ضرور پیدا کریں۔ عام بندہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ ہم ہر حال میں راضی ہیں' لیکن بہتر ہے کہ ہمیں ذرا آسانی میں رکھ' کیوں کہ ہم کمزور انسان ہیں' تیری مخلوق ہیں اور بڑے عاجز ہیں۔ اور اللہ کا طالب جو ہے وہ پھر رعائتیں نہیں چاہتا بلکہ عام بندہ رعایت چاہتا ہے۔ تو اگر

آپ اس کے عام بندے کی حد تک ہیں تو تلاشِ حق عام بندے کا سوال نہیں ہے۔ عام بندہ تو اپنی عبادت کرے اور یہ دعا مانگے کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار یعنی یا اللہ ہماری دنیا بہتر کر' ہمارا دین بہتر کر اور آگ کے عذاب سے بچا۔ یعنی کہ اے اللہ ہمارے بیوی بچوں کو بھی راضی رکھ اور ہمارے ماں باپ کو بھی راضی رکھ۔ تو دنیا اس وقت بہتر ہو جاتی ہے جب بیوی بچے راضی ہوں اور آخرت کب بہتر ہو گی؟ جب ماں باپ راضی ہو گئے۔ یہ زندگی چار دن کا میلہ ہے اور کچھ نہیں' بس آپ ذرا آرام سے گزار جاؤ۔ یہ عام آدمی کی بات ہے کہ تم پیسے جمع کرو اور سال کے بعد زکوٰۃ دے دو۔ اور جو یہ بات بتانے والے ہوتے ہیں وہ کبھی صاحبِ زکوٰۃ نہیں ہوئے۔ ان کے پاس جمع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو فاقے سے گزرتے ہیں' ان کے پاس جب جو پیسہ آیا وہ اللہ کی راہ میں دے دیا' جو چیز آئی' اللہ کی راہ میں وہ دے دی۔ ایک درویش نے دوسرے سے پوچھا کہ صبر کا مقام کیا ہے؟ تو دوسرے درویش نے کہا کہ صبر کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر دے دے تب راضی' نہ دے تب راضی! پہلے درویش نے کہا یہ تو صبر کا مقام کوئی نہ ہوا' یہ تو عام جانوروں میں بھی ہے' اگر اس کو آپ کھانا دے دو' تب راضی ہے اور نہ دو' تب بھی راضی ہے اور اس جانور کا نام ہے کتا۔ تو صبر یہ ہے کہ اگر اللہ نے دے دیا ہے تو تقسیم کر دو اور نہیں دیا تو راضی رہو اور شکر کرو۔ اب یہ مختلف انسانوں کا اللہ سے اپنا تعلق ہے اور اس کے مطابق وہ بات کرتے ہیں۔ تو حاصل ہونے والا جو ہے وہ عطا کرنے والا ہے۔ اب ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس ایک سائل آیا۔

سائل نے سوال کیا کہ کچھ پیسہ چاہئے۔ ان کے پاس ایک تھیلی نیاز میں پیش ہوئی تھی' آپ نے اس کو وہ تھیلی دے دی' تھیلی دینار سے بھری ہوئی تھی مگر وہ بزرگ رونے لگ گئے۔ معتقدین نے پوچھا کہ آپ نے اس کا سوال تو پورا کردیا' پھر آپ روئے کیوں؟ انہوں نے کہا مجھ سے غفلت ہو گئی' میں ذرا توجہ کرتا تو وہ شخص سوال کی اذیّت سے بچ جاتا۔ تو سخی کا کام یہ ہوتا ہے! اور اس بزرگ کا نام ہے حضرت امام حسن علیہ السلام۔ تو سخی وہ ہے جو سوال سے پہلے جواب دے دے تاکہ سائل کو سوال کی اذیّت نہ ہو۔ اور آپ تو دس دفعہ سوال کراتے ہیں اور پھر معذرت کر لیتے ہیں۔ ایک شخص تیسری منزل پر سویا ہوا تھا اور نیچے سے ایک سائل نے گھنٹی بجائی۔ اوپر سے پوچھا کیا بات ہے بھئی! اس فقیر نے کہا بات سنیں' آپ سے کام ہے۔ تو وہ تیسری منزل سے نیچے اترا۔ سائل نے کہا بات یہ ہے کہ اللہ کے نام کا کچھ دو' کوئی چیز دو' میں بھوکا ہوں۔ اس نے کہا میرے ساتھ اوپر چلو' جب اوپر چلے گئے تو سائل سے کہا کہ معاف کر دو۔ اب اس کا مقصد یہ تھا کہ تو نیچے سے سوال کرتا تو میں تجھے وہاں سے جواب دیتا۔ آپ بھی جدھر سے سوال کرو گے تو وہ ادھر سے جواب دے گا۔ تو واقعہ کیا ہے؟ اس کے تعلّق کی بات ہے' اس لیئے صبر اور چیز ہے' رضا بھی اور چیز ہے۔ جب تک آپ مکمل طور پر اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی صلاحیّت نہیں رکھتے تب تک آپ تلاشِ حق کا نام نہ لیں اور جتنی زندگی باقی پڑی ہے اس کو اپنے طریقے سے گزاریں۔ تو راضی رہنے والے جو ہیں یہ کم ہیں بلکہ بہت کم ہیں اور ان کو کم ہی رہنا پڑے گا کیونکہ اس کے فیصلوں پر راضی رہنے

والے بہت کم لوگ ہیں' لوگ یہ راستہ چھوڑ جاتے ہیں' میدان چھوڑ جاتے ہیں' چیخیں مارتے ہیں' فریادیں کرتے ہیں اور بہت شور مچاتے ہیں' تو تلاشِ حق کا مقام بڑا مشکل ہے' اس لیئے عام لوگوں سے کہو کہ بس اتنا ٹھیک ہے کہ اللہ راضی رہے اور ہم بھی راضی رہیں۔ جس جلوے کا کوئی متلاشی ہے وہ اسی کا طالب ہو گا۔ تو وہ اللہ سے معافی مانگے اور اللہ اسے کہے گا کہ جا تجھے معاف کر دیا۔ ایک آدمی ایک بزرگ کے پاس گیا اور کہا مجھے عشق کا درس دیں۔ انہوں نے کہا چلو پھر کبھی سہی' اب تو جانے دو۔ مگر اس نے کہا میں نے ضرور عشق کا درس لینا ہے' دل بے تاب ہے' عشقِ حقیقی مجھے سکھا دیں۔ وہ دس دن وہاں پر رہا۔ گیارہویں دن پیر صاحب نے جب یہ دیکھا کہ یہ بہت شور مچا رہا ہے تو اس کو چپکے سے کچھ پیسے دے دئے۔ اس نے کہا واللہ میرا یہ تو مقصد نہیں تھا' اچھا اگر آپ کہتے ہیں تو میں رکھ لیتا ہوں۔ تو اس شخص کے عشق کا مقصد یہ تھا اور اسے عشقِ حقیقی اتنا تھا کہ چار پیسے اس کو مل جائیں۔ یہ پیسوں کا سفر جو ہے' حاصل کا سفر جو ہے' یہ بڑا خطرناک سفر ہے۔ ایسے آدمی سے اگر اللہ تعالیٰ پوچھے کہ دوزخ میں بھیجوں یا جنت میں؟ تو وہ کہے گا جہاں دو پیسے زیادہ ملیں وہیں بھیج دیں۔ تو اصل چیز اللہ سے تعلق ہے۔ وہ اس وقت راضی ہو گا جب آپ اپنی رضامندی باہر نکال دیں گے۔

رہنا ہے ہر حال میں راضی
مالک سنگ ہے جیون بازی

راضی رہنے والے کا مقام یہ ہے کہ وہ حق طلبی کرے اور وہ نہ بھی ملے تو بھی راضی رہنے والا راضی رہے اور جو ناراض رہنے والا ہے'

ناراض کرنے والا ہے' دنیا کو پریشان کرنے والا ہے اور حاصل کرنے والا ہے' وہ ہر واقفیت کی اور ہر تعلق کی قیمت لگاتا ہے اور اسے پیسوں میں تولتا ہے۔ تو رضا مندی یا رضائے الٰہی کیا ہے؟ اور ظاہری حق تلفی کے باوجود درجات میں اضافہ کیا ہے؟ جب اللہ ساتھ ہو جائے تو طلب کیا ہے اور حق کیا ہے۔ پھر سب اس کی مرضی پہ ہے! حق اگر اپنا جلوہ دکھا دے تو یہی آپ کا حق ہے اور اگر نہ دکھائے تو بھی اسے اپنے لیئے بہتر سمجھیں۔ وہ مرتبہ عطا کر دے' تو حق آپ کا مرتبہ ہے اور اگر مرتبہ نہ عطا کرے تو بھی اس کی مہربانی ہے۔ وہ امیر کردے تو دولت آپ کا حق ہے اور غریب بنا دے تو غریبی آپ کا حق ہے' وہ جو کر دے حق ہے اور جو نہ کرے وہ بھی حق ہے' وطن میں رکھے تو وطن میں رہنا آپ کا حق ہے اور وطن سے باہر نکال دے تو وطن سے باہر رہنا آپ کا حق ہے۔ تو حق وہ ہے جو اللہ کہے اور ناحق وہ ہے جو آپ کہیں۔ اسی لیئے میں نے آپ کو پہلے سے وظیفہ بتایا ہوا ہے کہ الحمد للہ اور استغفراللہ ملا کے پڑھا کریں۔ استغفر اللہ اس کام پر جو آپ نے کیئے ہیں اور الحمد للہ اس احسان پر جو اللہ نے کیئے ہیں۔ تو آپ کے ساتھ اللہ کا جو سلوک ہے وہ حق ہے اور آپ کا اپنے ساتھ جو کیا ہوا ہے وہ ناحق ہے۔ آپ نے اپنے ساتھ جو ناحق کیا ہے اب اس کو نکال دیں۔ کیسے؟ استغفر اللہ کے ذریعے۔ اور اللہ نے جو توبہ کی مہلت دی ہے' شکر ادا کرنے کی مہلت دی ہے' احسانات کیئے ہیں' مہربانی کی ہے' جس طرح اس نے آپ کو بچایا ہے' اس پر اللہ کا شکر ادا کریں الحمد للہ۔ جو چلا گیا' اس پہ راضی ہو جاؤ اور جو بچ گیا اس کا شکر ادا کرو۔ تو حق کے مسافر

اور حق کے طالب راستے کی دشواریوں کا گلہ نہیں کرتے کیونکہ یہ دشواریاں غیروں کو نظر آتی ہیں اور حق والوں کے لیے یہ دشواریاں نہیں ہوتی ہیں' ان کے لیئے تو یہ راستہ ہے۔ تو یہی وجہ ہے کہ اللہ کے محبوب وہ ہیں جو مصائب میں سے گزرتے ہوئے' بظاہر مصائب میں سے گزرتے ہوئے شکر کے کلمات پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیئے تو وہی حق ہے مثلاً" اگر اللہ انسان کے ساتھ ہو جائے تو پھر آتش کیا اور گلزار کیا۔ جس ذات کی تلاش ہے اگر وہ ذات ساتھ ہو جائے تو خوف نہیں ہوتا۔ دوست اگر ساتھ ہو جائیں تو خوف نہیں آتا۔ اگر غریبی ہو لیکن دوست ساتھ ہو تو غریبی آسانی سے گزر جائے گی۔ اسی لیئے اگر اللہ ساتھ ہو تو پھر غریبی کیا ہے؟ اس سے تعلق جوڑنے کا ایک ہی راز ہے کہ اس کے فیصلوں پر راضی رہنا سیکھو۔ یہ دعا کرو کہ یا رب العالمین اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ تو رضا والے اس سے یہ توفیق مانگتے ہیں۔ اور اس توفیق میں اس شیخ کا ذکر بہت ضروری ہے جو یہ توفیق سکھاتا ہے اگر حالات کل بہتر تھے تو بہت اچھا تھا' اور اگر آج بھی بہتر ہیں تو بہت اچھا ہے' وہ وقت بھی اچھا تھا' یہ وقت بھی اچھا ہے اور جو آئے گا وہ بھی اچھا ہی ہو گا۔ تو اچھا وقت کس کا نام ہے؟ اچھا وقت آپ کا نام ہے' اچھا خیال آپ کا نام ہے وگرنہ وقت نہ اچھا ہوتا ہے اور نہ برا ہوتا ہے۔ یہ صرف آپ کا خیال ہے' قبول کرنے کا نام اچھا ہے اور قبول نہ ہو تو کچھ بھی اچھا نہیں ہے۔ بعض لوگ حج کرنے جاتے ہیں تو وہ گلہ کرتے ہیں کہ وہاں جا کے یہ یہ تکلیف ہوئی۔ آپ وہاں جا کے یہ کہیں کہ گھر والا جانے کہ وہاں کیا کرنا ہے' ہمیں کیا۔ تو آپ وہاں اپنا کام کریں' وہاں اللہ

کی بارگاہ میں حاضر ہو کے حج کرنے کے دوران ادھر ادھر لوگوں کو دیکھتے رہنا دراصل اپنا وقت ضائع کرنا ہے۔ لوگ جانیں اور لوگوں کا رب جانے' تو تُو اپنے رب کو راضی کر---- ورنہ ایسا سوچنے سے عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور پھر انسان سوچتا رہ جاتا ہے کہ میرا حق کیا ہے اور دوسرے کا حق کیا ہے۔ تو وہ دوسروں کے حقوق کی بات کرتا ہے مگر اپنے حق کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ تو حق کیا ہے؟ اللہ جو چاہے صرف وہی حق ہے۔

سوال :۔

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ آج کل بیعت کچھ کم ہو گئی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :۔

جب چیزیں کم ہو جاتی ہیں تو اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اصلی گاہک جب آ جائے تو پھر دکانیں بند ہو جاتی ہیں یا نقلی خریدار آ جائے تو پھر دکانیں بند ہو جاتی ہیں یا دونوں باتیں ہوں۔ اگر اصلی دکاندار آ گئے تو نقلی دکانیں بند ہو جائیں گی۔ اگر سارے کے سارے گاہک اصلی ہو جائیں تو پھر دکانیں بند ہونی شروع ہو جائیں گی ورنہ نقلی کام تو چلتا رہتا ہے۔ اگر بیعت کا شعبہ بند ہو گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے طالب ختم ہو گئے ہیں اور طالبِ زر آ گئے ہیں' طالبِ دنیا آ گئے ہیں' اور اپنی زندگی گزارنے کے طالب آ گئے ہیں اس لیئے یہ شعبہ آہستہ آہستہ کمزور ہوتا گیا' یا الگ ہوتا گیا' یا خاموش

ہوتا گیا۔ اب لوگ اس شعبے میں دنیا کی آسودگی کی تلاش کر رہے ہیں۔ مگر جب وہاں سے انسان پریشان ہو کے بھاگے گا اور دنیا سے اس کا دل گھبرائے گا تو یہ اللہ کو تلاش کرے گا' پھر اس کو کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی روشنی نظر آنی شروع ہو جائے گی۔ ایک فرد کی زندگی اور آپ کی زندگی کے اِردگرد اور باقی ساری دنیا میں درویش اور فقیر پھیلے ہوئے ہیں بلکہ اب تو کافروں میں اس طرح کے دعوے پیدا ہو گئے ہیں So Called یعنی نام نہاد درویش اِدھر بھی پیدا ہو گئے جو Reformer کہلاتے ہیں' مصلح کہلاتے ہیں۔ اب تو ہر طرف یہ بات ہو رہی ہے لیکن آپ کی ذات کے اندر بیعت کی تمنا کم ہو گئی۔ اگر آپ فلم دیکھنے والے بن جائیں تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ سارے شہر میں فلمیں لگی ہوئی ہیں۔ اور سارا شہر فلم بین ہے۔ اسی طرح تماشہ دیکھنے والا کہے گا کہ ہر جگہ تماشہ ہو رہا ہے' گھر گھر تماشہ لگا ہوا ہے اور ہر شہر میں یہ کاروبار ہو رہا ہے۔ اگر آپ کی تمنا مزاروں کی ہو' تو آپ یہ دیکھیں گے کہ لاہور کے اندر سینکڑوں اچھے آستانے اور مزار مل جائیں گے۔ مزاروں پر جانے والے ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کل کہاں گئے تھے؟ کل ہم میاں میر صاحبؒ گئے تھے آج کا دن شاہ جمالؒ جائیں گے' پھر شاہ کمالؒ جائیں گے' داتا صاحبؒ کل جائیں گے'

یعنی ان کے پاس پورے مہینے کا پروگرام ہوتا ہے۔ تو فلم والے کو ہر جگہ فلم مل جائے گی' کھیل کود والے کو ہر جگہ کھیل کود کا موقع مل جائے گا اور مزار پر جانے والے کو ہر جگہ مزار مل جائے گا۔ یہ بات مزاج اور سنگت سے سمجھ آتی ہے۔ سنگت جب تک بیعت والی نہ

ہو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ کیونکہ آپ کی سنگتیں کمزور ہو گئی ہیں' سنگتیں ٹوٹ گئی ہیں' اس لئے آپ کو وہ جو مقامات نظر نہیں آتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ پرانے مقامات اور خانقاہوں پر حالات بدل گئے ہیں۔ جہاں ایک بزرگ بیٹھتے تھے اب وہاں پانچ پانچ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک بزرگ کے پانچ عرس ہوتے ہیں' تو یہ کمال کی بات ہے کہ ایک بزرگ کے پانچ عرس ہوتے ہیں' پانچ دن منائے جاتے ہیں اور الگ الگ دن منائے جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آستانے پہلے سے زیادہ ہو گئے' بندے زیادہ ہو گئے لیکن آپ کے اندر قبول کرنے کی صلاحیّت کم ہو گئی ہے۔ اگر آپ کے اندر قبول کرنے کی یہ صلاحیّت بڑھ گئی تو سب کچھ خود بخود محسوس ہو گا کہ سب کچھ موجود ہے۔ یہ آپ کا خیال ہے کہ کچھ کم ہو گیا ہے' کم نہیں ہوا بلکہ پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ صرف آپ کے اندر قبول کرنے کی صلاحیّت کم ہو گئی ہے۔ ایک تو یہ آپ کی عمر کی وجہ سے کم ہو گئی ہے اور پھر آپ نے غلطی سے یہ فیصلہ کر لیا ہو گا کہ چھوڑو جی سب ایسے ہی ہے' اصل بات اب نہیں رہی۔ ایک آدمی کو بتایا گیا کہ دریا کے کنارے جو کنکریاں ہیں اور سنگریزے ہیں' ان میں کہیں نہ کہیں "پارس" ہے اور یہ پارس جس شے کو لگتا ہے اسے سونا بنا دیتا ہے تو وہ اللہ کا نام لے کے وہاں بیٹھ گیا۔ دریا کے کنارے سنگریزے وہ دیکھتا رہا۔ لوہے کی ایک انگوٹھی ہاتھ میں رکھی اور ایک ایک کنکری اسے لگاتا گیا۔ جس کنکری سے کچھ نہ ہوتا تھا اس کو دور پھینک دیتا تھا کیونکہ وہ تو پتھر تھا۔ وہ یہ کرتا گیا۔ ایک ایک کرتے کرتے وہ اتنا مکینیکل ہو گیا کہ ایک پتھر اٹھایا' لگایا اور پھینکا۔ پھر پتھر اٹھایا لگایا

پھینکا۔ اسی عمل میں وہ پتھر بھی پھینک بیٹھا جس سے لگ کر وہ انگوٹھی سونا ہو گئی تھی۔ تو اب وہ غلطی سے پارس کو بھی دریا میں پھینک چکا تھا۔ یہ انسان کی Reject کرنے کی عادت ہے کہ بعض اوقات جو صحیح مقام ہے اسے بھی Reject کر جاتا ہے' رد کر جاتا ہے۔ جس طرح دروازے پر غلط سائل آتے ہیں کہ اللہ کے نام پر دے بابا! تو انسان کہتا کہ معاف کرو بابا۔ پھر ایک روز اللہ کہے گا کہ میں تیرے پاس آیا تھا اور تو نے مجھے بھی جواب دے دیا' میں نے اپنے نام پہ مانگا تھا تو نے مجھے بھی کہہ دیا کہ معاف کرو۔ تو وہ کہے گا کہ مجھے کیا پتہ تھا کیونکہ میری تو عادت ہی ہو گئی تھی کہ سب کو خالی لوٹا دوں۔ تو آپ کہیں یہ عادت نہ بنا لیں کہ آپ سب کو Reject کرتے جائیں' بھگاتے جائیں بلکہ قبول کرنے کی صلاحیّت پیدا کریں۔ کوئی مقام' غلط مقام نہیں ہوتا بلکہ ہر مقام صحیح مقام ہے' کیونکہ صحیح آدمی' غلط مقامات سے بھی صحیح منزل پا لے گا۔ شرط یہ ہے کہ آدمی صحیح ہونا چاہئے۔ اگر ایک مسافر اس وادی سے نکلا' اس وادی سے نکلا' اِدھر سے گیا' اُدھر سے گیا' غلط راستے سے گیا' گمراہی سے گیا' بے راہ راستوں سے گیا تو چلتے چلتے وہ منزل پہ کسی نہ کسی طریقے سے پہنچ جائے گا۔ وہاں جب وہ منزل کے کنارے پر ہو گا تو وہاں اس کو ایک صحیح آدمی مل جائے گا جو اسے اٹھا کے اس منزل پر بٹھا دے گا۔ جس کو صحیح منزل مل گئی اس کا سارا راستہ ہی صحیح ہے۔ وہ کامیاب ہے کیونکہ اس کو منزل مل گئی۔ اگر آپ کی بخشش ہو گئی تو ایسے سمجھیں کہ سارے گناہ بھی کامیاب ہو گئے۔ اس لئے آپ آج سے صحیح ہو جائیں۔ ایک آدمی گرو کی تلاش میں کسی کے پاس گیا۔ اس نے اسے ایک شاخ دی

اور کہا کہ یہ زمین میں بو دو اور جو درویش تیرے پاس آئے اس کے چرنوں کو دھونا اور اس دھوون سے اس شاخ کو سیراب کرنا' جب اس شاخ سے پھول نکل آئے تو وہ تمہارا گرو ہو گا۔ یہ اس کی نشانی ہو گی جس سے اسے پہچان لینا۔ تو وہ شخص بہت عرصہ تک یہ عمل کرتا رہا' درویشوں کے پاؤں دھوتا رہا۔ بہت عرصہ بعد ایک سادھو وہاں سے گزرا' اس کی پاؤں دھو کر پانی دیا تو پھول نکل آئے۔ تو اس شخص نے سادھو کے پاؤں پکڑ لئے کہ آپ میرے گرو ہیں مگر اس نے کہا کہ میں تو یہ کام نہیں کرتا۔ تو اس شخص نے کہا کہ آپ کے پاؤں کے دھوون سے یہ پھول نکل آئے ہیں اور یہی آپ کی نشانی ہے۔ تو سادھو نے کہا کہ اس شخص نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ میں تمہارا گرو ہوں اور میں اب تمہیں گر کی بات بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جتنے لوگوں کے پاؤں تم نے عقیدت کے ساتھ دھوئے ہیں یہ سب اس دھوون کا نتیجہ ہے۔

تو اللہ کی دنیا میں حق تلاش کریں تو ہر چیز ہی حق ہے۔ جو اس نے تخلیق فرمایا ہے' وہ حق ہے بلکہ عین حق ہے۔ لہٰذا سچا آدمی وہی ہے جو ہر طرف سے علم حاصل کرتے کرتے صداقت کے ساتھ اپنی منزل کو پہنچ جائے۔ شرط کیا ہے؟ منزل! ورنہ آپ ایک اور بات دیکھیں کہ ہم سارے کے سارے ایک سچے اور بہت سچے پیغمبرؐ کا کلمہ پڑھنے والے ہیں مگر ہم سارے تو سچے نہیں ہیں۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ صحیح پیر مل جانے کے بعد بھی جھوٹا آدمی جھوٹا رہے' صحیح راستہ مل جانے کے بعد سچا اسلام ملا مگر مسلمان پھر بھی جھوٹا رہا۔ اور سچا ہو جانے والے کو سچ مل جاتا ہے۔ کافروں نے بھی مان لیا کہ حضور ﷺ سچ بول رہے ہیں اور

دین کا یہ راستہ سچا ہے۔ تو جب تک آپ کے اپنے اندر سچ وارد نہ ہو تو راستہ سچا نہیں ہوتا۔ راستہ سچا نہیں ہوتا بلکہ مسافر سچا ہوتا ہے۔ اگر مسافر سچا ہو جائے تو سچ کی منزل مل جاتی ہے ورنہ تو سچ کے راستوں پر بھی جھوٹے لوگ چلنے شروع ہو گئے ہیں اور یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اور یہی آپ کو گلہ ہے کیونکہ راستہ سچا ہے' مسجدیں سچی ہیں مگر بندہ جھوٹا ہے۔ وہ بندہ بے شک جھوٹا ہو مگر آپ سچے ہو جائیں۔ اگر آپ سچے ہو گئے تو آپ کے لئے سچی منزل سامنے ہے اس لیئے آپ گھبرائیں ناں۔ یہ مقامات کم ہو جائیں یا زیادہ ہو جائیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے' گھر گھر میں ایک پیر پیدا ہو جائے تو آپ کو کیا فرق پڑے گا۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ منزل پہ پہنچتے ہیں کہ نہیں۔ آپ کا مسئلہ آپ کا ذاتی مسئلہ ہے کہ آپ منزل پہ پہنچے کہ نہ پہنچے۔ اگر سارا شہر منزل پر پہنچ گیا لیکن ایک شخص رہ گیا تو خیال یہ رکھیں کہ کہیں وہ آپ نہ ہوں۔ آپ کو اپنی منزل کی فکر ہونا چاہیئے۔ آپ ایسے ہی تبصرہ نہ کیا کریں۔ اللہ کی اپنی کائنات ہے۔ کیا ساری کی ساری دنیا خدا کو مانتی ہے؟ نہیں مانتی تو گلہ نہ کریں بلکہ آپ یہ دیکھیں کہ آپ مانتے ہیں کہ نہیں۔ اگر مانتے ہیں تو ایسے مانیں کہ جیسے ماننے کا حق ہے اور اللہ کو ایسے چاہیں جیسے چاہنے کا حق ہے اور اللہ کو ایسے تلاش کریں جس طرح کہ تلاش کرنے کا حق ہے۔ بس آپ کا اپنی ذات کے ساتھ تعلق ہونا چاہیئے۔ اس کے کاموں پہ تبصرہ نہیں کرنا۔ یہ اس کے راز ہیں اور پتہ نہیں کیا راز ہیں۔ اس سے آسانی ہو جائے گی ورنہ پھر تو بڑی مشکل ہے۔

سوال :۔

جنابِ عالی! محبت اور عقیدت میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔

عقیدت جو ہے اس میں احترام ہوتا ہے عقیدت جو ہے وہ دور کی چیز سے بھی ہو سکتی ہے مثلاً" چاند سے آپ کی عقیدت ہو سکتی ہے مگر محبت میں جنسوں کا برابر ہونا ہوتا ہے محبت جو ہے وہ آپ کو کسی جنس یا چیز سے ہوتی ہے۔ عقیدت کا مقام تھوڑا سا احترام کا ہے اور محبت کا مقام اس سے آگے ہے۔ باپ کو بچے سے محبت ہو سکتی ہے لیکن اس بچے سے' چھوٹے سے بچے سے یعنی پیدا ہونے والے بچے سے عقیدت نہیں ہو سکتی۔ تو یہاں محبت اور عقیدت میں فرق ہے۔ اس فرق کو آپ ضرور دیکھیں۔ شاگرد کی استاد سے محبت عقیدت کہلا سکتی ہے اور استاد کی محبت جو شاگردوں سے ہے یہ عقیدت نہیں کہلاتی' آپ نے یہ فرق نوٹ کیا؟ بس یہ فرق ہے۔ اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور بندے اللہ سے محبت کرتے ہیں لیکن یہ عقیدت نہیں کہلاتی۔

سرمد سگِ تُو' بندہ تُو' عاشق تُو

یعنی اے اللہ! سرمد تیرا سگ بھی ہے' تیرا بندہ بھی ہے اور تیرا عاشق بھی یعنی میں تیرا غلام بھی ہوں اور تیرا چاہنے والا بھی ہوں۔ اللہ کی اپنے بندے سے محبت ہو سکتی ہے۔ جیسے اللہ کی حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ' اللہ آپؐ سے اتنا پیار فرماتے ہیں' اب آپؐ کو کس بات کا فکر ہے' آپؐ بڑی عبادت کرتے

ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں کہ اس نے مجھے یہ مرتبے دئے ہیں۔ تو عقیدت جو ہے وہ ایک اور مقام ہے جہاں پر کوئی محترم ٹھہرے اور معتبر ٹھہرے۔

اب دعا کریں۔ پہلی دعا تو یہ ہونی چاہئے کہ آپ کو آپ کی زندگی میں اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے غلط اعمال سے دل سے ہی توبہ کرنی چاہئے! یا رب العالمین ہم نے اپنے ہاتھ سے جو غلطی کی ہے اس کے لیئے ہماری طرف سے توبہ قبول فرما! ہم اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور ہم ان غلطیوں کی توبہ کر رہے ہیں! ہمیں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما! یا رب العالمین ہمیں آسودہ بھی رکھ' ہم پر مہربانی فرما' ہمیں دین دنیا کی فلاح عطا فرما' انفرادی طور پر اور قومی سطح پر اور ملّتِ اسلامیہ پر بھی اپنا رحم فرما تاکہ یہ مِلّتِ اسلامیہ تیرے نام کے حوالے سے دنیا میں کامیابی کی کوئی کاروائی کرے! اس قوم پر بھی رحم فرما اور ہماری ذاتی حالت پر بھی رحم فرما! یا رب العالمین رحم فرما! ہمیں اسلام میں رہنے کی توفیق عطا فرما اور اس میں خوش رہنے کی توفیق عطا فرما! حق والوں کو حق عطا فرما اور کوئی محروم نہ ہو! یا رب العالمین جو تیرے چاہنے والے ہیں ان کو سرفرازی عطا فرما تاکہ یہ اپنی سرفرازی پہ ناز بھی کریں اور خوش بھی ہو جائیں اور جو تجھے نہ چاہنے والے ہوں ان کو تو معزول فرما! اپنوں کو مرتبے عطا فرما! مہربانی فرما! یا رب العالمین سب پر رحم فرما!

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سید نا و مولٰینا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

علم

☆ اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

☆ ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

☆ علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

☆ کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

☆ ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

☆ ضرورت کا علم اور شئے ہے اور علم کی ضرورت اور شئے ہے۔

☆ علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

☆ لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

☆ آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ یہ تلاشِ روزگار کے لیئے ہے اور تقرّبِ پروردگار کے لیئے نہیں۔

☆ وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔

☆ زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

☆ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

(واصف علی واصف رح)

محبت

☆ زمین کے سفر میں اگر کوئی چیز آسمانی ہے تو وہ محبت ہی ہے۔

☆ محبت کوشش یا محنت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ عطا ہے اور نصیب ہے۔

☆ ہم جس کے ہمہ وقت قریب رہنا چاہتے ہیں وہی محبوب ہے۔

☆ محب کو محبوب میں کجی یا خامی نظر نہیں آتی' اگر نظر آئے بھی تو محسوس نہیں ہوتی اور محسوس ہو بھی تو ناگوار نہیں گزرتی۔

☆ ہم جس ذات کی بقاء کے لیئے اپنی ذات کی فنا تک بھی گوارا کرتے ہیں' وہی محبوب ہے۔

☆ محبت اشتہائے نفس اور تسکینِ وجود کا نام نہیں بلکہ محبت دو روحوں کی نہ ختم ہونے والی باہمی پرواز ہے۔

☆ آج کا انسان دور کے سیٹلائٹ سے پیغام وصول کرنے میں مصروف ہے لیکن وہ قریب سے گزرنے والے چہرے کے پیغام کو وصول نہیں کر سکتا۔ انسان محبت کی سائنس سمجھنا چاہتا ہے اور یہ ممکن نہیں۔

☆ زندگی صرف نیوٹن ہی نہیں زندگی ملٹن بھی ہے۔

☆ محبت ہی وہ آئینہ ہے جس میں انسان اپنی اصل شکل' باطنی شکل اور حقیقی شکل دیکھتا ہے۔

☆ محبوب کا فراق بینائی چھین لیتا ہے اور محبوب کی قمیض کی خوشبو سے بینائی واپس آتی ہے۔

☆ عقیدوں اور نظریات سے محبت نہیں ہو سکتی' محبت انسان سے ہوتی ہے۔ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت نہ ہو تو خدا سے یا اسلام سے محبت نہیں ہو سکتی۔

(واصف علی واصف رح)

خاموشی

☆ ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

☆ زیادہ بولنے والا انسان مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔

☆ آواز انسان کو دوسروں سے متعلّق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو اپنے آپ سے تعارف کراتی ہے۔

☆ زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔

☆ باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشمِ بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔

☆ خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔

☆ انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔

☆ انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

☆ انسان کا اصل ساتھی اس کا باطن ہے اور یہ خاموش ساتھی خاموشی سے ملتا ہے۔ کاش ہم کبھی خاموشی کے ساتھ اپنے رُوبرو ہوتے۔

(واصف علی واصف رح)

تصانیف: واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھرے دلے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور

خاموشی

☆ ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

☆ زیادہ بولنے والا انسان مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔

☆ آواز انسان کو دوسروں سے متعلّق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو اپنے آپ سے تعارف کراتی ہے۔

☆ زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔

☆ باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشمِ بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔

☆ خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔

☆ انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔

☆ انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

☆ انسان کا اصل ساتھی اس کا باطن ہے اور یہ خاموش ساتھی خاموشی سے ملتا ہے۔ کاش ہم کبھی خاموشی کے ساتھ اپنے رُوبرو ہوتے۔

(واصف علی واصف رح)

گفتگو 8

واصف علی واصفؔ

واصِف علی واصِف

گفتگو-۸

کاشِف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو-۸
مصنف	.....	واصف علی واصف
سال اشاعت	.....	۲۰۰۱ء
بار	.....	اول
قیمت	.....	[redacted] روپے

کاشف پبلی کیشنز ○ ۳۰۱، اے۔ جوہر ٹاؤن ○ لاہور

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

جب قبلہ واصف صاحبؒ سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو جواب ان پر اترنا شروع ہو جاتا تھا اور پھر جوں ہی وہ گویا ہوتے تو گوہرِ سخن کے دریچے کھلنے شروع ہو جاتے۔ وہ ایک بے خودی اور روانی کے عالم میں بولتے چلے جاتے جس کا اثر محفل میں موجود اصحاب پر ایسا ہوتا تھا کہ وہ قلبی کشادگی بھی محسوس کرتے تھے اور ان کے ہر طرح کے مسئلے کا حل بھی انہیں مل جاتا تھا۔ ہر سوال اپنا جواب پاتا تو سوال کرنے والے کے دل میں پیدا ہونے والی طمانیت اس کے چہرے کی چمک اور بشاشت سے واضح ہو جاتی۔ مرجھائے اور اداس چہروں کو گلاب چہرے بنانا واصف صاحبؒ کا مخصوص وصف اور فن تھا۔ وہ اپنے حکمت اور تاثیر سے بھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے نادر جملوں سے لوگوں کی الجھن سلجھا دیتے تھے اور ان کے باطن میں پڑی ہوئی گانٹھ کو کھول کر انہیں سکون و اطمینان کی ایک نئی دنیا سے روشناس کراتے تھے۔ یہ بڑا دلچسپ اور حیران کن امر ہے کہ آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح کے سوال موجود ہیں جنہیں "گفتگو" کے اس سلسلے سے جواب مل رہے ہیں۔

ان سے پوچھے گئے سوال اور ان کے جواب کتابی شکل میں پیش کرنے کا یہ سلسلہ جاری ہے اور اب زیرِ نظر والیوم اس سلسلے کی آٹھویں کڑی ہے۔ اس سے پہلے کی سات جلدوں کو وہی پذیرائی ملی ہے جو واصف صاحبؒ کی تحریروں کے شایانِ شان ہے۔ قارئین سے امید ہے کہ وہ اپنی تجاویز اور تاثرات سے ادارے کو حسبِ سابق ضرور مطلع رکھیں گے۔

... گفتگو کیا ہے؟

یہ جو میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں یہ ساری کی ساری گفتگو میں ایک خاص ضرورت اور ایک خاص انداز سے کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے مجھے یہ گفتگو سنائی میں آپ سے ویسی ہی بات کرتا ہوں۔ ان بزرگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ساٹھ سال کے وظیفے' ریاضت اور عبادت کے بعد انہیں یہ بات پتہ چلی اور انہوں نے پھر یہ بات بتا دی۔ اور کسی نے یہ بتایا کہ اس بات کے لیے اس کی آدھی زندگی بیت گئی' تب جا کر اسے یہ بات معلوم ہوئی۔ ان تمام وظیفوں' ان تمام محنتوں' ان تمام کاروائیوں اور اس کوچے کے اندر رسوائی اور گدائی کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو وہ بات میں آپ کو چند پل میں بتا دیتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ وظیفے سے نتیجے کے طور پر جو حاصل ہوتا ہے میں آپ کو وہ بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ اس طریقے کو چھوڑنا چاہیں اور یہ کہیں کہ آپ کو وظیفہ بتا دوں تو آپ کو بہت دقت پیدا ہو جائے گی اور ہماری ساری محفل دقت زدہ ہو جائے گی۔ اگر ہم لگاتار اس محفل میں سارے مل کر دو اڑھائی سال ذکر کریں تو اس کے بعد جو نتیجہ نکلے گا وہ میں آپ کو اب بتا دیتا ہوں' تو میں آپ کو یہ بتا دیا کرتا ہوں کہ اگر آپ مشقت کرو گے تو بھی وہی حاصل ہو گا۔

واصف صاحب کی ایک محفل سے اقتباس

فہرست

ا

۱	اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں رہتا ہے اور اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی کیا وجہ ہے؟	۱۹
۲	رزق کی وجہ سے جو ہم دنیاداری میں پھنسے رہتے ہیں اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے؟	۳۰
۳	کیا سرکاری سکیم یا تاج کمپنی میں پیسہ لگانا چاہیے؟	۳۷
۴	تکلیف میں شکر کا کیا مقام ہے؟	۴۲
۵	حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں تو کیا یہ گلہ ہے؟	۴۸
۶	کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی؟	۵۲

۱ اللہ کے اسماء کی کیا اہمیت ہے اور ان کو پکارنے کے
کیا آداب ہیں؟ ۵۹

۲ اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیے؟ ۶۸

۳ آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کر پڑھا کریں۔
لیکن آج کل تو کامل پیر کا ملنا بہت مشکل ہے! ۶۹

۴ اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں! ۷۰

۵ مجھے غصہ بہت آتا ہے' ایسی صورت میں کیا کروں؟ ۷۶

۶ جس طرح بزرگ پر اللہ کا کرم ہوتا ہے
کیا ہم پر بھی رحم ہو سکتا ہے؟ ۸۱

۷ آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں
تو بڑی مشکل ہوتی ہے؟ ۸۵

۱ ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں
ہم اللہ کے قریب ہونے کے لیئے کیا کریں؟ ۹۳

۲ تمام بزرگانِ دین اور آپ بھی نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے
ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔ ۱۰۸

۳ جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنی چیز ہے۔ تو
پھر دل کیسے قوی ہو؟ ۱۱۲

۴ مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔
ایسے میں ہم کیا کریں؟ ۱۲۰
۵ وہ کون سی تکلیفیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں؟ ۱۲۳
۶ اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری
پرابلم ہی ختم ہو گئی۔ ۱۲۶
۷ کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے
کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔ ۱۲۷
۸ بندہ صحیح انسان کیسے بن سکتا ہے؟ ۱۲۷
۹ انسان کی زندگی ابتدا سے انتہا تک اللہ نے بنادی ہے تو
اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟ ۱۳۰
۱۰ کیا یہ بہتر نہیں کہ سب روزہ دار ہوں اور ہم دین اور دنیا
کو ساتھ لے کر چلیں؟ ۱۳۳
۱۱ فرض کریں کہ یہاں آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور
ساتھ کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو بندہ کیا کرے؟ ۱۳۴
۱۲ دین اور دنیا کو اکٹھے کیسے چلائیں؟ ۱۳۵
۱۳ تنہائی میں ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن میلوں میں جا کے
گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟ ۱۳۸

۴

۱ دعا کی کیا اہمیت ہے؟ فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا

خود غرض انسان دوسرے کا حق کیسے دے؟ ۱۴۵

۲ صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟ ۱۶۳

۳ مشکل کو حل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۱۶۶

۵

۱ کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لیے نیک ہے اور
بد لوگوں کے لیئے بد ہے؟ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔ ۱۷۳

۲ تعلق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں؟ ۱۸۹

۶

۱ بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے
تو کیا کریں۔ ہر چیز فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے"
کا کیا مطلب ہے؟ ۲۰۵

۲ آپ جو کہتے ہیں یا جو قرآن میں ہے اس کا اثر اور ہوتا
ہے اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔ ۲۱۰

۳ یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ
آج کل نظر کیوں نہیں آتے؟ ۲۲۲

۷

۱ کسی غیر محرم چہرے پر دوسری نگاہ جرم ہے تو آج کل

	ہم اس گناہ سے کیسے بچیں؟	۲۳۲
۲	یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اس کا رحم اور فضل ہے؟	۲۴۴
۳	کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابل قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں ہوتی۔	۲۵۰
۴	ہم دعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟	۲۵۳

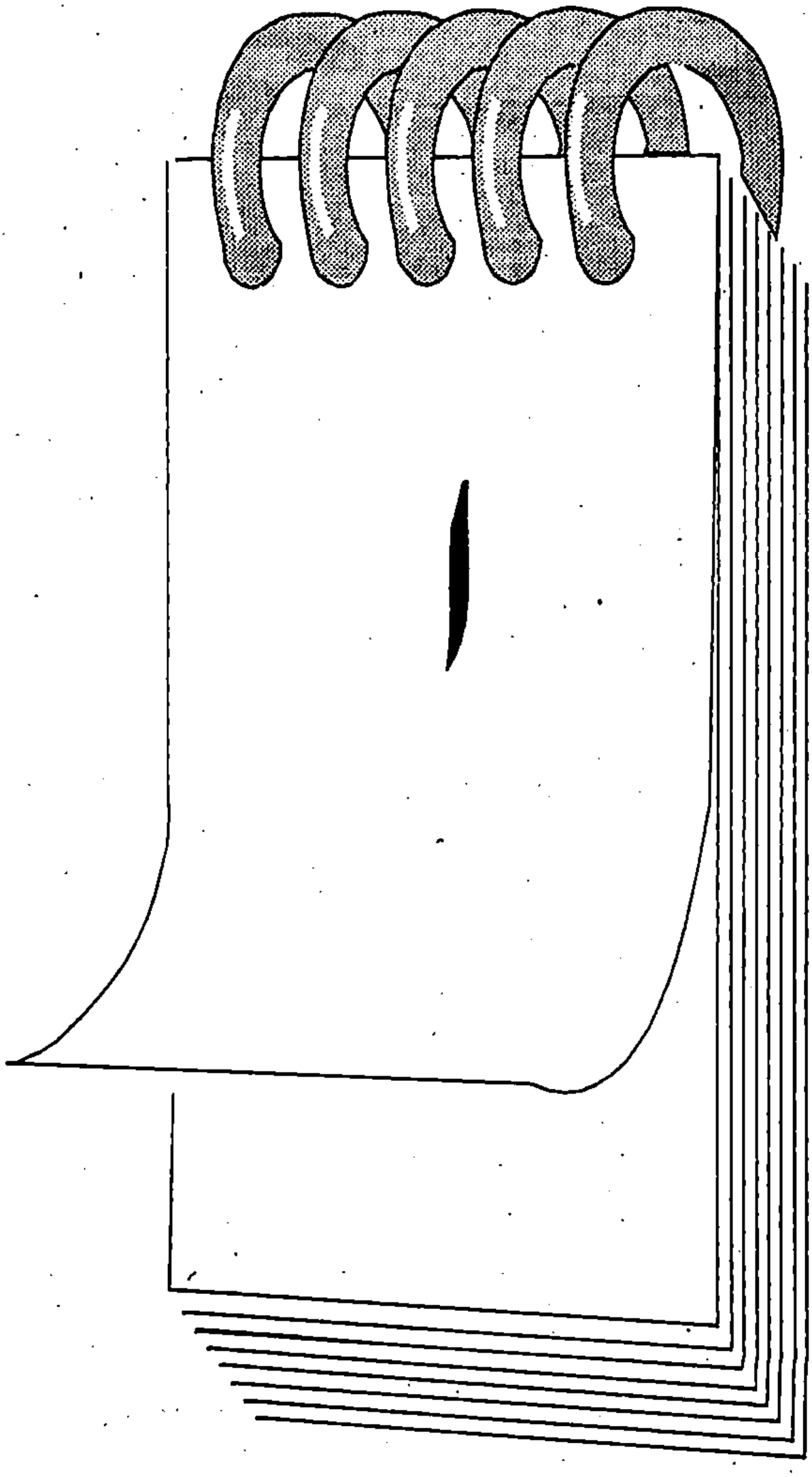

۱ اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں رہتا ہے اور اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی کیا وجہ ہے؟

۲ رزق کی وجہ سے جو ہم دنیا داری میں پھنسے رہتے ہیں اس سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے؟

۳ کیا سرکاری سکیم یا تاج کمپنی میں پیسہ لگانا چاہیے؟

۴ تکلیف میں شکر کا کیا مقام ہے؟

۵ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں تو کیا یہ گلہ ہے؟

۶ کیا یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی؟

سوال :۔

سر! بات یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ مٹی گلاب کے پھول کے ساتھ رہے تو وہ بھی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ اگر ایک انسان مرشد پاک کی صحبت میں دس پندرہ سال رہتا ہے لیکن اس کے اعمال نہیں بدلتے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب :

آپ کا سوال یہ ہے کہ اگر مرشد پاک کی موجودگی میں اعمال تبدیل نہ ہوں تو پھر اس کی وجہ کیا ہے۔ شیخ سعدیؒ نے درست فرمایا ہے کہ ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
و لیکن من ہماں خاکم کہ ہستم

اگر یہ مان لیا جائے کہ اچھی صحبت کا اثر ہوتا ہے یا ہونا چاہیئے یا ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ اچھا اثر ہوتا ہے تو پھر اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ بری صحبت کا برا اثر ہوتا ہے۔ ایک شخص اچھے آدمی کے ساتھ دن کا ایک گھنٹہ روز گزارے اور باقی تیئس گھنٹے برے لوگوں کے

ساتھ گزارے تو پھر یہ ضروری بات ہے کہ وہ اچھا اثر کمزور ہو جائے گا اور باقی کے تاثرات زیادہ حاوی ہو جائیں گے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ انسان اچھے لوگوں کے ساتھ وقت گزارتا ہے اور ساتھ ہی بُری محفلوں میں بھی چلا جاتا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اچھا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اچھا اثر یا اچھا خیال آپ مان تو لیتے ہیں لیکن حتمی طور پر قبول نہیں کرتے اور جب وہ مکمل طور پر قبول نہ ہو تو پھر انسان رشتے کے باوجود جھگڑا کرتا رہتا ہے کیونکہ اس نے قبول نہیں کیا ہے۔ اگر بیٹا باپ کو قبول نہ کرے تو بیٹا باپ سے جھگڑتا رہے گا اور اسی طرح اگر بھائی' بھائی کو قبول نہ کرے تو جھگڑا رہے گا حالانکہ رشتہ ہے لیکن وہ اگر دل سے قبول نہ کرے تو جھگڑا رہے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرو اور دل سے اس کی تصدیق کرو۔ گویا کہ اگر اس بات کی دل سے تصدیق نہ ہوئی تو پھر زبان کا اقرار کافی نہیں ہے۔ اس لیئے یہ بتایا گیا ہے کہ کسی بزرگ کی سنگت کے بعد' صحبت کے بعد' فیض کے بعد اپنی زندگی کی باقی جو سنگتیں ہیں ان کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ تو باقی جتنے احباب کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے اس کی سنگت درست کرنی چاہیئے اور خیال کی سنگت بھی درست کرنی چاہیئے۔ آپ خیال کی بات سن لو اور یہ پکے خیال کی بات ہے اور یہ Once for all ہے' ہمیشہ کے لیے ہے کہ اگر آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ آپ نے اتنے وقفے کے بعد' اتنے عرصے کے بعد' پچاس ساٹھ سال کے بعد چلے جانا ہے۔ تو جتنا عرصہ ہے اصل عرصہ وہی ہے جس میں انسان کوئی کام کر سکے۔ اتنے عرصے میں ہی آپ نے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ بھی آپ کرنا چاہتے ہیں' آپ نے

جو کچھ حاصل کرنا ہے' آپ جو بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں' حاصل کریں لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ایسا حاصل کرنا ہے کہ ساٹھ سال کے بعد اس کو چھوڑنے میں دقت نہ ہو کیونکہ جو آپ حاصل کر رہے ہیں یہ کسی اور کا چھوڑا ہوا ہو گا اور پھر آپ نے بھی اسے چھوڑ جانا ہے اور جو آپ کا اپنا بنایا ہوا ہے وہ بھی چھوڑ کر جانا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک ذہن بنایا ہے اور پھر ذہن کا رسا ہو جانا بڑی بات ہے۔ پھر رسا ذہن بھی ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ساٹھ سال کے بعد کوئی ایسا واقعہ ہونے والا ہے کہ پھر کچھ نہ ہو گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میرے پاس قلب بہت اعلیٰ ہے مگر پھر قلب بھی ساتھ نہیں دے گا۔ اگر کل کو آپ کوئی بہت بڑے انسان ہو جاؤ' ولی ہو جاؤ' درویش ہو جاؤ' پیر ہو جاؤ یا کچھ بھی ہو جاؤ تو آپ کو اتنے مقرر شدہ وقت کے بعد رہنے کا حکم نہیں ہے۔ اب آپ کا حاصل اس نیت سے ہونا چاہیئے یا اس نسبت سے ہونا چاہیئے کہ اتنے عرصے میں حاصل بھی ہو جائے اور حاصل سے نجات بھی ہو جائے اور اگر یہ بات آپ کا دل نہیں مانتا کہ پہلے حاصل ہو اور پھر حاصل سے نجات ہو تو پھر آپ کو کسی شیخ کا فیض مدد نہیں دے گا اور آپ کی سمجھ بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتی۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کا نام سن کر ان کی زندگی بدل جاتی ہے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ آپؐ کو دیکھ کر آپؐ سے لڑائی کرتے تھے۔ تو یہ بڑے نصیب کی بات ہوتی ہے کہ انسان کا خیال آخرت کی طرف رجوع کر جائے ورنہ انسان کا خیال اتنا نادان ہوتا ہے کہ وہ یہیں رہتا ہے۔ پھر انسان اسے موڑ لیتا ہے کہ آخرت کی طرف چل۔ دنیا دار کہتا ہے کہ مرتو رہا ہوں لیکن دو چار ہیرے ہی بنا

لوں اور جاتے جاتے رجسٹری کرالوں۔ عزرائیل سے کہتا ہے کہ ٹھہرو میں آ رہا ہوں بس دو چار سائن کر لوں کیونکہ رجسٹری کرانی اور انتقال کرانا ہے۔ حالانکہ وہ خود انتقال کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ زمینوں کے انتقال کی فکر میں ہوتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ایسے انسان کا دل اس بات کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا کہ اس نے یہ سب کچھ چھوڑ کر جانا ہے' یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی صحبت اور کوئی بھی فیض اس کو کارگر ثابت نہیں ہوتا' کیونکہ اس کا دل اس زر کی ہوس سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتا۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو کعبہ سے جب واپس آتے ہیں تو سنگ دل ہو کر آتے ہیں۔ جگہ کا فیض یہ ہے کہ نیک کو نیک کر دے اور جو نیک نہیں ہے اس پر جتنی مہربانی ہو سکتی ہے کر دے۔ ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ برے لوگ اور زیادہ برے ہو کر آتے ہیں' یہ بات کہنے والی نہیں ہے لیکن اکثر ایسی بات ہوتی ہے کہ سنگدل لوگ حج کے بعد زیادہ سنگدل ہو کر آتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کا گھر ہے' ہم نے دیکھ لیا ہے کہ وہاں بھی جنگ ہو رہی تھی' وہاں میری جیب کٹ گئی' اللہ کے گھر میں ہماری بے عزتی ہو گئی ہے' یہ اللہ کا گھر کیا ہے؟ یہ سب کچھ نہیں ہے' بس یہ سب ایسے ہی ہے' یہ ایک کہانی بنی ہوئی ہے' وہاں میں نے شیطانوں کو کنکریاں ماریں تو کیا شیطان ایسے ہوتے ہیں۔ تو وہ شخص یہ سب کچھ عقل کے ساتھ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ تو عقل سے دیکھنے والا آدمی بڑا پریشان ہوتا ہے کیونکہ وہ عقل کے مفہوم کو دیکھ نہیں پاتا۔ پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ یہیں کا یہیں رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہتے یہ ہیں کہ بغیر کسی قوی دلیل کے کسی بڑے کام کا تجزیہ نہ کرنا بلکہ آپ بڑے کام کو ہاتھ ہی

نہ لگانا اس وقت تک جب تک آپ کے پاس قوی دلیل نہ ہو۔ اس لیئے وہ لوگ جنہوں نے چلتے چلتے کسی پیر صاحب کا نام سنا تو وہ کہتے ہیں کہ ہم پیر صاحب سے ملتے جاتے ہیں' ایسے ہی By the way ملتے جاتے ہیں۔ پھر ایک اور بزرگ ملا تو اس سے مل لیتے ہیں۔ تو جو ایسا پیشہ ور مرید ہوتا ہے اسے کچھ بھی نہیں ملتا۔ اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ نہ کسی پیر صاحب نے کام آنا ہے اور نہ کسی اور نے کام آنا ہے بلکہ آپ کے اپنے کام آپ نے خود آنا ہے۔ ایک بڑا مشہور فقرہ ہے کہ ایک انسان' ایک گھوڑے کو ایک تالاب پر لے کر جا سکتا ہے لیکن بیس آدمی اس گھوڑے کو پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے' اس وقت تک جب تک اس گھوڑے کے اندر پیاس نہ ہو۔ اب پیاس جو ہے یہ کوئی پیر صاحب آپ کو نہیں دے سکتے۔ عشق کی پیاس آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' علم کا شوق آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' سوزِ دلِ پروانہ آپ کو کوئی نہیں دے سکتا' یہ سب خدائی بات ہے۔ اب ایک ایسے آدمی کو سمجھایا جائے کہ جسے محبّت ہے تو اسے اگر کہا جائے کہ محبّت اچھی چیز نہیں ہے اور اس سے آپ برباد ہو جاؤ گے' آپ ضائع ہو جاؤ گے تو اسے یہ بات سمجھ ہی نہیں آئے گی کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اور جس کو محبّت نہیں ہوئی اور آپ اسے سمجھا دو کہ محبّت اچھی چیز ہے تو وہ کہے گا کہ آپ نادان ہیں' یہ بھی بھلا کوئی بات ہے۔ تو بات یہ ہے کہ محبّت کرنے والے اور محبّت نہ کرنے والے یہ مزاج ہیں۔ جاگنے والے اور سونے والے' یہ دو مزاج ہیں۔ حاصل کرنے والے اور قربانیاں دینے والے' یہ دو مزاج ہیں۔ دنیا سے محبّت کرنے والے اور آخرت سے محبّت کرنے والے' یہ دو مزاج

ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں اکٹھے ہو جائیں۔ نار والے اور جنت والے دونوں اکٹھے کیسے ہو سکتے ہیں۔ لا یستوی اصحٰب النّار و اصحٰب الجنۃ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جو کہ اصحاب الجنت ہیں اور اصحاب النّار ہیں' ان کو میں نے اِدھر لے جانا ہے اور ان کو ادھر لے آنا ہے۔ تو یہ دونوں یہاں دنیا میں بھی الگ الگ ہوں گے۔ آپ دیکھیں کہ ایک چیز ایک شخص اکٹھی کر رہا ہے اور دوسرا وہی چیز قربان کر رہا ہے تو لازمی بات ہے کہ ان کا سفر الگ الگ ہو گا اور یہ پتہ چل جاتا ہے کہ دونوں مختلف مسافر ہیں' مختلف راستوں کے مسافر ہیں۔ عام طور پر آپ لوگ اس دنیا میں دیکھیں کہ ان دونوں مزاجوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ اس کا کام کر دیا جائے لیکن دوسرا کہتا ہے کہ چھوڑو یار۔ ایک کہتا ہے کہ قربانی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ کی جائے' دوسرا کہتا ہے کہ ایک گھر میں ایک قربانی کافی ہے۔ پہلا کہتا ہے کہ ہم سب کمانے والے لوگ ہیں' سب کو قربانی کرنی چاہیئے' سارے ہی آزاد قسم کے لوگ ہیں' اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں پورے کا پورے حصّہ ہے اور Independent وجود ہے' لہٰذا آپ سب لوگ الگ الگ قربانی کرو۔ لیکن دوسرا کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں' اللہ نے کون سا دیکھنا ہے اور اللہ نے کون سا مائنڈ کرنا ہے' لہٰذا ایک ہی قربانی کافی ہے۔ ایسے لوگ وہاں پر اللہ تعالیٰ کو بہت Broad minded سمجھتے ہیں اور جب اللہ آپ کو کچھ تکلیف دے تو پھر کہتے ہو کہ یا ربّ العالمین کچھ انصاف کر' ہمارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ تو یہ انسان کی عادت ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ ایثار کرنے والا قربانی کا کوئی موقع ڈھونڈتا رہے گا اور ایثار نہ

کرنے والا قربانی سے بچنے کا موقع ڈھونڈتا رہے گا کہ قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ تو یہ دو مزاج ہیں۔ اور جب تک مزاج اللہ کی طرف راغب نہ ہو۔ تو تب تک پیر کی صحبت جو ہے وہ کام نہیں آتی۔ جتنے بھی پیروں کے پاس ذکر ہوتا ہے تو وہاں جا کر ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ مثلاً" ایک بابا جی جا رہے ہیں اور "اللہ ہو" کا ذکر ہے حالانکہ اس کے نفس کا مضمون ہی Clear نہیں ہوا ہے۔ وہ اللہ کا ذکر کرتے کرتے آپ سے روپیہ دو روپیہ مانگے گا اور بعض اوقات کوئی چیز چوری بھی اٹھا لے گا۔

جب انسان کے
باطن کی اصلاح ہو اور وہ Clear ہو جائے' پاک ہو جائے' تو پھر کسی کی صحبت کام آتی ہے ورنہ فیض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فیض کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ کسی سفید کاغذ پر تحریر ہے۔ تو اس میں کاغذ کا سفید ہونا شرط ہے۔ یعنی کہ آپ کا دل بے آرزو ہونا چاہیئے لیکن اگر آرزو سے بھرا ہوا ہے تو پھر آپ کو کوئی شے کام نہیں آئے گی اور اگر دل بے آرزو ہو چکا ہے تو جو کچھ آپ کا شیخ تحریر کرے گا وہ کام ہو جائے گا اور پھر اس کا فائدہ ہو گا۔ تو آپ نے یہ ٹھیک کہا ہے کہ ہم نشین نے مجھے خوشبو دار بنا دیا ہے ورنہ ہم وہی مٹی ہی تو ہیں۔ تو مٹی بھی خوشبو دار ہو جاتی ہے' آپ مٹی جیسا ہو کر دیکھو گے تو پھر خوشبو ملے گی۔ اس کے لیئے پہلے مٹی ہونا پڑے گا۔ شیخ سعدیؒ نے بڑے حساب سے یہ مثال بنائی ہے کہ انسان مٹی ہے اور مٹی کا مضمون بھی الگ ہے اور جب انسان مٹی جیسا ہو جائے تو پھر پیر صاحب کی صحبت اسے خوشبو دار بنا دے گی' تو شرط مٹی ہو جانا ہے۔ بس آپ لوگ ایک کام کرو کہ یہاں کی یعنی دنیا کی

جتنی تمنائیں ہیں ان کو آپ تھوڑا سا کنٹرول کر لو۔ بس کام کرتے جاؤ لیکن تمنا نہ کرو۔ آپ کمائی بھی کرتے جاؤ لیکن آپ اس کو گنو نہیں اور اس کو جمع نہ کرو اور اس پر فخر نہ کرو۔ یہ کام تو آسان ہے اور یہ کام ہو سکتا ہے۔ آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ کچھ عرصہ کے بعد اس دنیا کو آپ نے چھوڑ جانا ہے۔ آپ کا یہ دنیاوی مرتبہ' دنیاوی حاصل سب بیکار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی اور مضمون کا سوال پوچھ لینا ہے۔ تو پھر اس مضمون کی بھی تیاری ہونی چاہیئے۔ اگر یہاں پر ایک آدمی بادشاہ ہو کر مرنے کے بعد دوزخ میں جائے اور ایک موچی مرنے کے بعد سیدھا براہِ راست جنّت میں جائے تو پھر بادشاہ کے بجائے موچی ہونا بہتر ہے کیونکہ اس کی عاقبت بہتر ہے۔ تو آپ لوگ اپنے اعمال کو عاقبت کے حوالے سے دیکھا کریں کہ جو عمل آپ کر رہے ہیں اس کی عاقبت کیا ہے یعنی اس عمل کی فوری عاقبت اور اخروی عاقبت۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ایمان کو فوری ضرورت میں بیچ دیتے ہیں۔ اس لیئے اس بات پر دھیان رکھنا کہ بعض اوقات فوری ضرورتیں اپنی اخروی عاقبت کے لیئے چھوڑ دینا۔ اور آپ اپنے دین کو محفوظ کر لینا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ دین بیچ کر کہیں دنیا کے پیچھے لگ جائیں۔ تو یہ بڑی جہالت ہو گی اور کمزوری کا سودا ہو گا۔ کچھ لوگوں نے دین بیچ کر دنیا خرید لی ہے۔ اس لیئے اس معاملے میں بہت احتیاط کرنی چاہیئے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ ہم دین سے کتنی محبت کریں؟ تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیا دار دنیا سے محبّت کرتا ہے۔ دنیا دار ایسا کوئی موقع نہیں چھوڑتا جس سے

وہ اپنی دنیا کو Improve کر سکے' بڑھا سکے تو تم بھی دین کو Improve کرنے کا موقع ضائع نہ کرو۔ تو دین کا اصل مدعا یہ ہے کہ اس جہان کو عارضی سمجھنا' اس زندگی کو فانی سمجھنا' آخرت کی طرف جانا اور اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ آپ اللہ کے سامنے وہاں جا کر جواب دہ نہیں ہونا بلکہ آپ یہاں جواب دہ ہو جاؤ۔ الست بربکم ایک حقیقت ہے۔ آپ یہیں قدم قدم پر سنیں گے کہ یہاں آپ جو کام کر رہے ہیں تو وہاں آپ کو اللہ کی طرف سے آواز آئے گی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں اور تم یہ کام کیوں کر رہے ہو' جب میں تمہارا رب ہوں تو پھر اپنے آپ کو انگاروں سے کیوں Punish کرتے رہتے ہو' کیوں سزا دیتے ہیں۔ تو رب کون ہے' اللہ کہتا ہے میں رب ہوں اور ہم تجھے پالنے والے ہیں' مجھے اگر رب مانتے ہو تو پھر میرا کہا مانو اور بچ جاؤ۔ تو یہ آواز قدم قدم پر آئے گی اور پھر آپ سیدھے راستے پر چل پڑیں گے اور سیدھا راستہ وہی ہے جس میں خطرہ کم ہو اور جس سے عاقبت بہتر ہو۔ بہرحال صحبت کا فیض ضرور ہے لیکن غلط صحبتوں کا نقصان راستے میں آڑے آ جاتا ہے۔ تو انسان کو اس سے بچنا چاہیئے اور خیال کی اصلاح ہونی چاہیئے' فیصلہ قوی ہونا چاہیئے' آخرت سے محبّت ہونی چاہیئے اور اللہ سے دعا مانگنی چاہیئے۔ یہ بھی ہوتا ہے اور ایسے بھی ہوتا ہے کہ بڑی بڑی محنتیں برباد ہو جایا کرتی ہیں۔ دعا کرو کہ یا ربّ العالمین ہماری محنتیں ضائع نہ ہوں' ورنہ بڑے بڑے لوگوں کی محنتیں ضائع ہو گئی ہیں۔ آپ نے شیطان کا نام سنا ہو گا کہتے یہ ہیں کہ ابلیس سجدے کے انکار سے پہلے بڑی عبادت کرتا تھا مگر وہ عبادتیں رائیگاں ہو گئیں۔ تو جو سجدے رائیگاں ہو

جاتے ہیں' کہتے ہیں کہ وہ ابلیس کا نصیب ہوتے ہیں۔ تو دعا یہ بھی ہونی چاہیئے کہ ابلیس کا نصیب کسی کو نہ ملے جس کی عبادت رائیگاں ہو گئی تھی اس لیئے کہ اس نے اللہ کی اطاعت نہیں کی لیکن عبادت کی ہے۔ اطاعت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر اللہ کہے کہ سجدہ کرو تو وہ سجدہ کر دے۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے پہلے کہا تھا کہ میرے علاوہ کسی کا سجدہ نہ کرنا تو اس لیئے میں نے انکار کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اللہ سے محبّت نہیں کی اور وہ صرف فارمولے کی عبادت ہی کرتا رہا اور اللہ سے بحث کرنا ترک نہیں کیا۔ بس انسان بھی خدا کے سامنے بحث نہ کرے تو پھر وہ بچ جاتا ہے۔ بحث کرنا جو ہے یہ ابلیسی ہے مثلاً" یہ کہنا کہ آپ یہ ایسے کیوں کرتے ہو یا اللہ نے اسے غریب کیوں پیدا کیا اور اسے امیر کیوں پیدا کیا۔ بس یہیں سے تو ابلیس کا سارا واقعہ چلتا ہے۔ آپ لوگ اللہ سے مت پوچھو کہ اللہ ایسے کیوں کرتا ہے یا ویسے کیوں کرتا ہے' اللہ جو بھی کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے اور جب یہ اللہ نے کیا ہے تو پھر ٹھیک ہی کیا ہے۔ آپ اپنا وقت آسانی سے گزارو۔ آپ کو پہلے بھی بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یتیم کی مدد کرو لیکن آپ اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھ سکتے کہ یا اللہ اسے آپ نے یتیم کیا ہی کیوں ہے؟ اللہ خود ہی اس کو یتیم نہ کرتا اور اب ہم سے اس کی مدد کا کہتا ہے' وہ اس کے باپ کو زندہ رکھتا جو خود بخود ہی اپنے بیٹے کی مدد کرتا رہتا۔ مگر اب اللہ کہتا ہے کہ یتیم کی مدد کرو۔ لیکن جو سیانا ہے وہ یتیم کی مدد کرنی شروع کر دے گا کیونکہ یہ مدد اس کی عاقبت کی بات ہے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ یا اللہ اس کو یتیم کیا ہی کیوں تو پھر یہ آپ کی اپنی عاقبت سے محرومی کی بات

ہے۔ بس آپ اللہ کے کام میں "کیوں" نہ کہو! آپ اللہ سے یہ نہ پوچھو کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ آپ اپنے آپ کو تیار رکھو کہ وہ آپ سے پوچھے گا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو اہم باتیں جو ہیں وہ زندگی گزارنے کے لیے یاد رکھنی چاہیئں۔ آپ اگر کاروبار کر رہے ہیں تو مطمئن ہو جائیں۔ اگر آپ اپنے کام سے Satisfied، مطمئن ہیں تو آپ خوشی کا اظہار ضرور کریں۔ آج تک آپ اچھی زندگی گزار رہے ہیں لیکن آج تک آپ کو گِلہ ہے کہ آپ یہ کیا زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کی ساٹھ سال کی زندگی، ایک کاروبار کی زندگی، ایک پیشے کی زندگی، ایک طرزِ حیات کی زندگی آپ کو مبارک ہو، آپ اس کے بڑے چرچے بھی کرتے ہو اور بڑے رُعب بھی دکھاتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی زندگی کامیاب ہے لیکن پھر آپ اس زندگی کا گلہ بھی کرتے ہیں کہ زندگی بڑی پریشان ہے۔ اگر زندگی پریشان ہے تو آپ اس کو چھوڑ دیں، لیکن آپ چھوڑتے بھی نہیں اور شکر بھی ادا نہیں کرتے۔ تو پھر اس کا مطلب ہے کہ اس میں کہیں نہ کہیں غلطی ہے۔ تو آپ وہ غلطی دور کر دیں۔ اگر آپ زندگی میں خوش ہیں تو خوشی کا اظہار کریں اور اگر آپ اداس ہیں تو پھر اس زندگی کے ساتھ محبّت کرنا ترک کر دیں۔ پھر آپ آخرت کے ساتھ محبّت کریں لیکن آپ آخرت کی طرف بھی نہیں جاتے۔ زندگی کا گِلہ کرتے رہتے ہیں، اُداس ہو جاتے ہیں، پریشان ہیں لیکن پھر بھی اسی زندگی میں ہیں اور آخرت کی طرف نہیں جاتے اور ایسے وقت خدا کی طرف نہیں جاتے، حالانکہ آپ زندگی میں روتے ہیں، گھبراتے ہیں لیکن پھر بھی اللہ کی طرف نہیں جاتے۔ پھر آپ کیا کرتے

ہیں! یہی تو آپ لوگوں کا حال ہے۔ اگر یہ زندگی نجات نہیں دے رہی ہے تو پھر آپ نجات کے راستے پر جائیں اور اس کی طرف مائل ہو جائیں جہاں نجات ہے کیونکہ یہ زندگی کبھی کسی کو نجات نہیں دے گی' یہاں پیسہ نجات نہیں دے گا۔ یہاں غم ہو گا' پریشانی ہو گی' دنیا میں عزّت حاصل کرنے کے لیئے انسان بے عزّتی کے راستے سے گزرے گا' لیکن اللہ کے راستے پر سے گزرنے والے ہمیشہ بہتر رہے اور سرفراز رہے۔ لہٰذا آپ اسی کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اللہ آپ کو استقامت عطا فرمائے اور استقامت اللہ کی عطا ہے۔ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے ساتھ چلنے سے استقامت نہیں آ جاتی' استقامت بس نصیب والے کو آتی ہے۔ ہمارے لوگ دیکھے بغیر کلمہ پڑھ گئے اور کئی لوگ ساری عمر دیکھتے رہے لیکن انہوں نے آخر تک کلمہ نہیں پڑھا۔ یہ سب دل کے فیصلے ہیں۔

سوال :۔

ہر شخص کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ رزق کی وجہ سے دنیا داری میں پھنسے رہتے ہیں۔ اس سے ذہنی طور پر کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

اگر تو آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ذہن کے ساتھ رزق حاصل ہو جائے گا تو پھر دنیا میں کوئی ذہین آدمی فاقے سے نہ گزرتا۔ بلکہ آپ جانتے ہیں اور دل ہی دل میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس پیسے ہیں آپ ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ سارے بے وقوفوں کے پاس پیسے

ہیں۔ آپ اپنے دل میں سوچو کہ جن کے پاس پیسے ہیں آپ ان کو بے وقوف سمجھتے ہیں اور انہیں ظالم بھی سمجھتے ہیں اور پھر آپ خود بھی پیسہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو دانا بھی سمجھتے ہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پیسے کا تعلق ذہن سے نہیں ہے۔ ذہن کو اس طرح الجھائے رکھنے سے پیسہ نہیں بنے گا۔ آپ پیسہ ضرور حاصل کرو' میری نصیحت یہ ہے کہ پیسہ حاصل کرو لیکن پیسہ جیب میں رکھا کرو اور ذہن میں نہ رکھا کرو۔ جب آپ پیسہ ذہن میں رکھتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو پریشان کرتے ہیں' ذہن پیسے کی جگہ نہیں ہے' دل پیسے کی جگہ نہیں ہے' دل یاد کا مقام ہے اور ذہن جو ہے یہ آسودگی کا مقام ہے۔ تو آپ آرام سے اپنی زندگی گزاریں۔ پیسہ آپ ہاتھ سے کماتے جائیں اور اکٹھا کرتے جائیں لیکن اس کے بارے میں تشویش نہ کریں۔ انسان پیسہ کیوں حاصل کرتا ہے؟ اس لیے کہ اس سے بہت سارے کام ہو جائیں گے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ جب بھی کام کریں گے تو پیسہ خرچ ہو گا اور اگر پیسہ خرچ نہیں کریں گے تو وہ آپ کے کام نہیں آئے گا اور وہ آپ کے مرنے کے بعد اولاد کے کام آئے گا۔ اگر پیسہ خرچ کرنا مشکل ہے تو یہ اولاد کے کام آئے گا یعنی یہ اپنی یا کسی کی اولاد کے کام آئے گا یا پھر چور کے کام آئے گا۔ اور اگر خرچ کرتے ہو تب بھی یہ آپ کے پاس نہیں رہے گا کیونکہ آپ کے پاس پیسے کے بدلے چیز آ جاتی ہے' مثلاً" آپ کوئی کتاب خرید لیں گے' کوئی مکان خرید لیں گے یا کوئی اور چیز خرید لیں گے۔ لیکن پھر بھی چیز آپ کے ساتھ نہیں جائے گی۔ تو آپ کا پیسہ آپ کے کس کام آیا؟ آج تک پیسہ کسی نے نہیں کھایا' جب بھی کھایا

ہے گندم کو ہی کھایا ہے اور یہ آپ کی مجبوری ہے کیونکہ پیسہ آپ کھا نہیں سکتے۔ انسان پیسے سے عزّت والا نہیں بن جاتا اور پیسے سے انسان خوب صورت بھی نہیں بن جاتا۔ خدانخواستہ اگر ایک آدمی کم خوب صورت ہو' تو وہ چاہے گا کہ ساری دولت خرچ ہو جائے اور وہ پورا خوب صورت ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہو گا۔ تو پیسہ آپ کو حسین نہیں بنائے گا۔ پیسے سے آپ مکان بنا لو گے' بہت بڑا خوب صورت مکان' اور جب آپ بڑے بڑے مکانوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں اور آپ خود کہتے ہیں کہ یہاں پر کچھ مردنی چھائی ہوئی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ سناٹے چھائے ہوئے ہیں' اتنے بڑے مکان ہیں اور ان مکانوں کے اندر سہمی ہوئی روحیں ہیں۔ تو دعا یہ ہونی چاہیئے کہ اتنا پیسہ حاصل ہو کہ ضرورت پوری ہوتی جائے۔ جمع کرنے والا پیسہ تو بینک کے کام آئے گا اور آپ کے تو کچھ کام نہیں آئے گا۔ اس لیے پیسے کو دل میں نہ رکھو' ہوس نہ بناؤ' لالچ نہ بناؤ' فکر نہ بناؤ' ذہن کے اندر پیسے کی پریشانی نہ پیدا کرو' پیسہ حاصل کر سکتے ہو تو کرو' اس سلسلے میں فقراء نے بڑی بڑی باتیں کی ہیں۔ جب بادشاہ ان فقیروں کے پاس علم سیکھنے کے لیے' فیض لینے کے لیئے گئے تو انہوں نے کہا کہ بات سنو! آپ فیض لینا چاہتے ہو اور آپ لوگ شہر کے بڑے بڑے رئیس آدمی ہو' اس لیئے تمہیں یہ فیض نہیں مل سکتا۔ انہوں نے کہا کہ جی ہم نے فیض لینا ہے تو پھر بزرگوں نے کہا کہ آپ یہ کاسۂ گدائی پکڑو اور اس شہر کے لوگوں سے مانگ کر گزارہ کرو۔ تو مانگنے کا جو عمل ہے وہ ساری انا' سارا غرور' سارا تکبّر ملیا میٹ کر دیتا ہے۔ کئی لوگوں نے تو راستے میں ہی کاسۂ گدائی توڑ

دیا' کچھ ایسے تھے جو لوگوں سے مانگنے گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم نہیں دیتے تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ فقیری ہم نہیں کر سکتے اور انہوں نے اپنی فقیری توڑ دی۔ کچھ لوگ چلتے رہے' ان کا دل اندر سے مسکین ہو گیا بلکہ غریب ہو گیا اور پھر انہیں فقیری عطا ہو گئی۔ تو یہ واقعات چلتے رہے ہیں۔ پیسہ غرور پیدا کر سکتا ہے اور غرور عام طور پر ایمان کی تباہی پیدا کرتا ہے۔ عام آدمی میں پیسے سے ہی غرور پیدا ہو گا۔ جوں جوں دولت آتی ہے توں توں ہوس بڑھتی ہے۔ دولت مند آدمی کبھی مطمئن نہیں ہوتا کہ اب میرے پاس کافی دولت آگئی ہے۔ وہ ہر ایک مقام سے آگے ہی بڑھتا جاتا ہے۔ گویا کہ پیسے والا اپنی آرزو کو اپنے پیسے سے زیادہ ہی رکھتا ہے اور غریب کی تعریف ہی یہی ہے۔ غریب کون ہے؟ جس کی آرزو اس کے حاصل سے زیادہ ہو' وہ غریب ہے۔ یعنی کہ اگر کسی کے پاس دو کروڑ روپیہ ہے اور وہ غریب ہے کیونکہ اس کے پاس تین کروڑ سے کم ہیں اور اس سے اس کا کام نہیں ہوتا' وہ بیچارہ ایک کروڑ پیچھے ہے اور بڑا پریشان ہے۔ اور ایک دوسرا آدمی ہوتا ہے جو کہتا ہے کہ آج کے دس روپے ہمیں مل گئے' کاروبار ہو گیا' چلو اب ہم واپس چلیں اور وہ اپنا کاروبار ٹھپ کر کے چلا جاتا ہے کہ آج کا رزق مجھے مل گیا' جیسا مجھے ملنا چاہیے تھا۔ تو یہ توکل ہے کہ آپ کہاں راضی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک انتظام رکھا ہے' اس نے پرندوں کی جیب نہیں رکھی لیکن ان کا رزق رکھا ہے' مچھلیوں کا رزق رکھا ہے' جانوروں کا رزق رکھا ہے اور کائنات کی ہر شے کا رزق رکھا ہے' گوشت کھانے والے کو گوشت دے رہا ہے' موتی کھانے والے کو موتی دیتا ہے اور جو کھانے والا ہو اس

کو وہی چیز عطا فرماتا ہے۔ اللہ کریم نے ان میں سے کسی کے پاس پیسے کا کوئی ایسا سٹور نہیں رکھا کہ تم یہ لے کر رکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا مگر یہ انسان ایسے ہی Tomorrow کا' کل کا اندیشہ کرتا جا رہا ہے جب کہ کل Tomorrow کو تو اس نے یہاں پر ہونا نہیں ہے کیونکہ کل تو میں نے اس کو لے کر جانا ہے اور آپ یہاں پر کل کو ٹھہرنے کی بات کرتے ہیں جب کہ کل آپ نے سفر کر جانا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تم نادان لوگ ہو کہ تمہیں کل ہم نے بلانا ہے اور تم کل یہاں ٹھہرنے کا پروگرام بنا رہے ہو' تمہارے کل کے بڑے منصوبے ہیں کہ کل ہم یہاں یہ بنائیں گے' تخت سلیمانی ہو گا اور کل کو شاید تمہارا سفر لا مکانی ہو جائے گا۔ اس لیے دانائی کی بات یہ ہے کہ واجبی طور پر گزارہ کرو اور سفر کی Call کا انتظار کرو کہ کس وقت بلاوا آ جائے۔ جب بھی اس کا بلاوا آ جائے تو وہ مالک ہے۔ آپ لوگ پیسے کو ہوس نہ بناؤ' حسرت نہ بناؤ' پریشانی نہ بناؤ اور وقت نہ بناؤ۔ یہ خوشی کی بات تو ہے لیکن اس کو حاصل نہ بناؤ۔ آپ لوگ دعا کریں کہ یا رب العالمین پیسہ وہ دے جس کو خرچ کرنا آسان ہو' بے شک بہت سارا دے مگر بہت سارا خرچ کرنے کی توفیق دے۔ اگر پیسہ زیادہ اور خرچ کم ہے تو پھر آپ کا نام بخیلوں میں سے ہو گا۔ بخیل کبھی فیض نہیں پائے گا اور کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ سخی اس کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس پیسہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو لیکن اس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق ہو۔ تو وہ سخی ہے جس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق ہو اور جس کے پاس خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو' وہ بخیل ہے۔ تو وہ دولت مند جو بخیل ہے وہ نامراد ہوا

اور وہ غریب جو سخی ہے وہ بامراد ہوا۔ پیسے کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا واقعہ ہے کہ وہ ہاتھ میں پیسے کو پکڑ کر دیکھ رہے ہیں اور پیسے سے کہہ رہے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ "تم کون ہو' تم یہ ہو کہ جب تک تم میرے پاس ہو میرے کام نہیں آتے ہو اور جب کام میں آتے ہو تو میرے پاس نہیں رہتے ہو۔ تو تیری عافیت جدائی میں ہے"۔ تو پیسے کی افادیت جدائی میں ہوتی ہے اور جب تک پیسہ آپ کے پاس ہے یہ خالی کاغذ ہی کاغذ ہے۔ اور جب آپ اسے استعمال کریں گے تو یہ چلا جائے گا۔ اور پھر آپ کے پاس کچھ اشیاء آ جائیں گی لیکن پیسہ چلا جائے گا۔ اس لیئے آپ یہ دیکھیں کہ اصل کام کیا ہے۔ تو پیسہ اتنا ہونا چاہیئے کہ آپ کی ضرورتیں پوری ہونی چاہئیں اور ضرورتوں میں سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ یہاں دنیا سے نکل جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ لوگ اس دن کا خیال کرو' جب بھائی بھائی سے جدا ہو گا' وہ کیسا دن ہو گا جب آدمی اپنے بھائی سے الگ ہو جائے گا یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ ماں سے' باپ سے' عزیز واقارب سے' اپنوں سے' بیگانوں سے' واقف سے' جدا ہو گا اور جب جدائیوں کا دن آ جائے گا تو تم ہر چیز سے جدا کر دیئے جاؤ گے۔ تو آپ اس دن کے آنے سے پہلے تھوڑا سا جدا ہو کر دیکھیں' کہیں وہ دن اچانک نہ آ جائے۔ آپ بھائیوں کے تعلق کو سمجھیں کیونکہ بھائی جدا ہو جاتے ہیں۔ سب بھائی خوشی سے یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ مکان آپ کا' اور یہ مکان میرا' یہ کمرہ آپ لے لو' یہ زمین آپ کے حصّے میں آتی ہے اور پھر وہ سب خود بخود مل بیٹھ کر اپنے ٹکڑے کرتے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ماں باپ

سے بچے الگ ہو جاتے ہیں۔ بیٹیوں کو تو ماں باپ ویسے ہی نکال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ نے تمہاری قسمت میں ہی پردیس لکھ دیا ہے اور بیٹے جو ہیں یہ ویسے ہی ماں باپ سے الگ ہو جاتے ہیں کہ ہمیں تو الگ ہی مکان لے کر دے دیں۔ تو یہ سب کرتے کراتے آدمی خود ہی گزر جاتا ہے۔ بھگت کبیر کا ایک دوہا ہے کہ ؎

دھیاں جوائی لے گئے
بھواں لے گئیں پوت
ترِیا جو بن لے گئی
رہے اُوت کے اُوت

یعنی کہ بیٹیاں جو ہیں وہ تو داماد لے گئے اور بیٹے جو ہیں بہُو لے کے چلی گئی اور جوانی بیوی کی نذر ہو گئی اور ہم آخر دم تک اوت کے اُوت ہی رہ گئے یعنی بیوقوف کے بیوقوف ہی رہ گئے۔

مطلب یہ ہے کہ بیٹی وہ لے گیا اور بیٹا اس کو لے گیا اور جو جوانی تھی وہ پیسے کی فکر میں بیوی کی نذر ہو گئی اور ہم آخری دم تک بیوقوف کے بیوقوف ہی رہ گئے۔ تو وہ کہتا ہے کہ وہ اُوت ہے اور اللہ کی طرف چلا جا رہا ہے' نہ تو نامۂ اعمال ہے اور پیسے بھی خرچ ہو گئے ہیں اور اولاد جن کے لیئے وہ یہ سب کچھ کرتا رہتا تھا وہ سب اسے چھوڑ گئے اور کچھ کو اس نے نکال دیا۔ دوست بھی ایک ایک کر کے سارے غائب ہو گئے' سب نے سچا نہیں مانا بلکہ سب ناراض ہی ہو گئے۔ تو پھر اللہ تبارک و تعالیٰ انسان سے کہے گا کہ ان لوگوں کے لیئے تو نے مجھے چھوڑا' اب تو خود ہی بتا کہ تو کیسا آدمی ہے اور تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

آخر میں انسان کہے گا کہ یا ربّ العالمین تو نے ہمیں کیا سزا دینی ہے' بس تو ہمیں معاف ہی کر دے کیونکہ ہمارے پاس تو کوئی عمل ہے ہی نہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ آپ کو وہاں جا کر جواب دینا مشکل ہی ہو جائے۔ تو آپ یہ خیال رکھیں کہ آپ کس کی خاطر کس کو چھوڑ رہے ہیں۔ تو کوئی چیز آپ کے ہاں Permanent نہیں ہے' مستقل نہیں ہے۔ تو اولاد کے لیئے بھی آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالنا اور اولاد کو بھی ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ اس لیئے غلط پیسہ مت کماؤ' اس میں اولاد کے لیئے بھی خرابی ہے اور آپ کے لیئے بھی تباہی ہے۔

سوال :۔

سر! میں ایک ریٹائرڈ سرکاری ملازم ہوں اور میں نے اپنے گزر اوقات کے لیئے پنشن کی رقم کو سرکاری سکیم میں انویسٹ کیا ہے اور کچھ رقم کو تاج کمپنی میں لگایا ہے۔ لیکن مجھے کبھی کبھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں بغیر محنت کے جو منافع لے رہا ہوں یہ صحیح بات نہیں ہے اور اس سے میرا دل مطمئن نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ جسم میں طاقت نہیں ہے تو ایسی صورت میں انسان کیا کرے؟

جواب :۔

آپ نے پیسے کسی سرکاری اسکیم میں لگائے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ خاموش رہو۔ اللہ آپ کو معافی دے۔ جس کسی کے پاس اپنا مال ایثار کرنے کا موقع ہے اور وہ اپنا مال و جان ایثار کرتا ہے تو پھر جب آپ دیکھو کہ اگر کوئی ناپسندیدہ چیز آپ کے سر پر چڑھ گئی ہے تو اس میں سے

کچھ حصّہ جو ہے وہ آپ اللہ کی راہ میں دے دو۔ تو اس طرح شاید اس میں سے کچھ بچت کی راہ ہموار ہو جائے۔ مجبوری کی حد تک اپنے پاس رکھ لو اور مجبوری سے زیادہ اللہ کی راہ میں دے دو۔ اس طرح آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ اگر ایک راستہ ناجائز ہے اور آپ نے اس میں سے کھا لیا تو اب کیا کیا جائے کیونکہ اس کے کھائے بغیر چارہ ہی نہیں ہے ورنہ لوگ آپ کو Dishonest ' بد دیانت کہہ دیں گے۔ اب اس کا انصاف اللہ کے پاس ہے اور آپ اس کو اللہ کے حوالے کر دو کہ یہ میری ضرورت سے وافر ہے اور باقی میری ضرورت ہے کیونکہ باقی جو ہے وہ میرے جسم اور جان کے رشتے کا قیام ہے اور یہ آپ کے حوالے ہے۔ تو اس میں پھر بحث کی ضرورت نہیں رہے گی۔ باقی اس سارے واقعے کو قانوناً" ہم کچھ نہیں کہتے کہ یہ ڈیپارٹمنٹ اسکیم کیا ہے؟ یہ بینک کا نظام کیا ہے؟ اسے کیا ہونا چاہیئے اور کیا نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ سب ہم اس وقت کہیں گے جب ہم ایسا کر سکیں گے۔ یہ بادشاہ کیسا ہے؟ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ بادشاہ اچھا نہیں ہے تو پھر بھی یہ بادشاہ رہے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ اس بادشاہ کو ہٹ جانا چاہیئے اور اس کو مر جانا چاہیئے۔ اس طرح بادشاہ بھلا مرتے ہیں بلکہ بادشاہ نہیں مرا کرتے۔ کوئی کہتا ہے کہ اللہ کرے کہ شام تک ملک کے اندر انقلاب آجائے اور ایسا انقلاب آجائے کہ صبح ہم جاگیں تو اخبار ہی کوئی نہ ہو۔ ایسا بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سارے واقعات چلتے رہیں گے۔ تو آپ اس جگہ اسکیم دو' اس جگہ فیصلہ دو جہاں پر آپ کارگر ہوں۔ آپ لوگ میری یہ نصیحت مان لو کہ جہاں آپ کارگر نہ ہوں وہاں فیصلے نہ دیا کریں۔ مثلاً" یہ کہ یہ پرائم

منسٹر کیا ہے؟ یہ کیا واقعہ ہوا ہے؟ حکومت نے ایسی بات کہہ دی اور کسی نے کچھ اور کہہ دیا۔ دونوں کے درمیان ڈائیلاگ کا یہ کیا تعلق ہے۔ بس دونوں ایسے ہی اندازے لگا رہے ہیں۔ آپ کو اصل بات کا پتہ ہی نہیں ہے۔ تو عام آدمی جو ہے وہ اتنا دور بھی نہ جائے۔ بس آپ اتنے فیلڈ کو Cover کرو جتنا آپ کے Jurisdiction میں ہے' آپ کے اثر میں ہے اور پھر آپ اس کے اندر دیکھو کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ یعنی کہ جہاں آپ Answerable ہیں' جواب دہ ہیں وہاں آپ مداخلت کریں لیکن بہت دور کی بات کے آپ Answerable نہیں ہیں' جواب دہ نہیں ہیں۔ اب یہ بینک کا نظام' پرافٹ کا نظام' تاج کمپنی کا نظام جو ہے اس کی اصلاح کیسے ہوگی۔ تاج کمپنی کو تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رائلٹی دینی باقی ہے۔ اور کب یہ اصلاح ہوگی؟ شاید یہ آپ کے بس میں ہو۔ اب آپ اپنی اصلاح یوں کریں کہ آپ کی نیت صحیح ہونی چاہیئے' تو عمل کی جو بھی فارم آپ کو ملے گی آپ اس میں مجبور ہیں کہ یہی فارم ہے اور آپ کو پرافٹ کی فارم میں تھوڑا سا Interest مل جائے گا۔ تو یہ سارے کا سارا نظام ایسا ہے کہ بین الاقوامی طرز پر ہے۔ آپ Interest کو پرافٹ کہہ لو' کچھ کہہ لو No profit base. پر کاروبار چل رہا ہے' PLS اکاؤنٹ چل رہا ہے' غرضیکہ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ وہ زکوٰۃ کاٹ لیتے ہیں جبکہ سارے مسلمانوں کے اکاؤنٹ ہیں اور ساتھ ہی سود کو پرافٹ لگاتے ہیں۔ اگر روپیہ اکاؤنٹ میں نہ رکھا جائے تو پھر چور آجاتے ہیں۔ تب آپ پیسہ کہاں لیئے لیئے پھرو گے اور پھر آپ کے پاس پیسے بھی تھوڑے نہیں ہیں۔ اب تو ہزار ہزار کے نوٹ چھپ گئے ہیں لیکن

پھر بھی آپ کے گھر بھرے ہوئے ہیں۔ ہماری قوم غریب اور لوگ امیر ہیں۔ تو یہ بڑی مصیبت کی کہانی ہے کہ لوگ بہت امیر ہیں لیکن قوم غریب ہے! پیدل چلنا دشوار ہے کیونکہ گاڑیوں کی بھرمار ہے۔ بس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہ یہ سب کیا ہے؟ آج لوگوں کے پاس کچھ عجیب و غریب قسم کا سرمایہ آگیا ہے اور پھر آج کے دور میں پریشانیاں بھی بڑی ہیں۔ کوئی آدمی آپ کو ایسا نہیں ملے گا کہ جو آسودہ حال ہو کہ میں راضی ہوں اور وہ کہتا ہے کہ اصل میں بات ہی ایسی ہے اور واقعات ہی ایسے ہیں۔ اس زمانے میں آپ لوگوں کو یاد کرو کہ آپ لوگوں کی اپنی شادیوں پر کتنا خرچ ہوا تھا' کم ہی خرچ ہوا تھا۔ اب شادی کا نام کیا لیتے ہو' اب آپ اپنی اولادوں کی شادی پر اتنا خرچ کرتے ہیں کہ وہ آپ کی شادی سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتا ہے اور پھر کہتے ہو کہ جی کیا کیا جائے آج کل کے حالات ہی ایسے ہیں۔ آپ کے والدین کے حالات بھی ایسے ہی تھے؟ لیکن آپ کے والدین جو ہیں وہ توکّل والے لوگ تھے' سیانے لوگ تھے' پاکیزہ لوگ تھے اور انہوں نے پیسے کا Interest اتنا نہیں رکھا' پیسے سے اتنی دلچسپی نہیں رکھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ پیسہ سب تقسیم ہو جانا ہے اور یہ سارے کا سارا لے جانے والے لے جائیں گے اور خالی ہاتھ سب نے چلے جانا ہے۔ دنیا دار کہتا ہے کہ مجھے اس بات کا بڑا افسوس ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو درخواست دی جائے کہ کچھ پیسہ ہمیں ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے اور یہ بڑی مشکل بات ہے کہ ہم پیسہ ساتھ لے جا ہی نہیں سکتے۔ فرعون نے ایسا ہی کیا تھا کہ پہلے سات مقبرے بنائے اور ان میں دولت جمع کی اور پھر خود مرا۔

اس نے کہا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ سارا مال ہم نے کمایا اور پھر ہم یہ ساتھ ہی نہ لے جا سکیں بلکہ ہم ساتھ لے جائیں گے۔ فرعون وہی ہوتا ہے جو اپنا مال ساتھ لے جانا چاہے۔ اس لیے یا تو آپ فرعون بن جاؤ لیکن آپ فرعون بن نہیں سکتے۔ تو مال ہم نے چھوڑ جانا ہے۔ تو یہ مال کس کے لیئے چھوڑ جانا ہے؟ اولاد کے لیئے چھوڑ جانا ہے۔ تو آپ زندگی میں ہی اولاد کو آدھا مال دے دو۔ یہ آپ دے نہیں سکتے۔ پھر آپ آخر کار اولاد کو دو گے اور آپ کو پتہ چلے گا کہ اولاد نے آپ کا مال غلط استعمال کیا ہے اور بے دردی سے استعمال کیا ہے کیونکہ مفت کا مال تھا اور اس کو ضائع کیا ہے۔ میں آپ کو وارننگ دے رہا ہوں تاکہ آپ لوگ یاد رکھیں کہ اگر آپ کی اولاد آپ کے چھوڑے ہوئے پیسے کی وجہ سے گمراہ ہو گئی تو اس گمراہی کی سزا آپ کو بھی ملے گی یعنی اگر آپ کی اولاد آپ کے چھوڑے ہوئے پیسے کی وجہ سے یعنی آپ کے جانے کے بعد آپ کے اس پیسے کی وجہ سے گمراہ ہو گئی تو آپ کے نام بھی سزا لگے گی۔ اور اگر آپ کا چھوڑا ہوا پیسہ نیکی کے کام آیا یعنی اولاد نیک ہو گئی تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ کو بھی فیض مل گیا۔ یا تو آپ اولاد کو ایسا بنا جاؤ کہ اولاد آپ کا چھوڑا ہوا مال استعمال کرے تو وہ نیکی کی راہ پر استعمال کرے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہو گی۔ عام طور پر وہ مال اولاد کو گمراہ بھی کرے گا اور نقصان بھی پہنچائے گا۔ اس لئے یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد اس مال سے گمراہ ہوئی جو اس کو کمائی کے بغیر مل گیا تو اس گمراہی کی سزا آپ کو ضرور ملے گی۔ تو اس کا بھی ذرا خیال رہے اور پیسے کے بارے میں بڑا غور چاہیئے۔ باقی یہ

نظام جیسا بھی آپ کے سامنے آرہا ہے' آجائے' ابھی اس کا کیا کیا جائے۔ آپ پر اللہ مہربانی کرے اور اللہ معاف کرے' تاج کمپنی کو بھی اللہ معاف کرے۔

سوال :۔

تکلیف میں شکر کا کیا مقام ہے اور یہ کیسے کیا جائے؟

جواب :۔

اگر انسان شکر کرنے کا مفہوم سمجھے تو پھر یہ ایک عادت ہے' ایک مضمون ہے اور ایک میلانِ طبع ہے۔ جیسے گلہ جو ہے دراصل یہ طبیعت کا میلان ہے مثلاً" یہ کہنا کہ آج پھر موسم خراب ہو گیا ہے' بادل ہی بادل ہیں اور یہ ہر وقت ہمارے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کی زندگی میں ایک پن چُبھ جائے تو وہ ساری کائنات کے خلاف بولنا شروع ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کائنات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کانٹا چُبھ گیا ہے تو کہیں گے کہ کیا مصیبت پڑی ہوئی ہے اور جب سے یہ چاند ستارے بنے ہیں مجھے کوئی نہ کوئی تکلیف ہی رہتی ہے اور وہ بندہ اس طرح بہت دور تک چلا جاتا ہے۔ ایک اور آدمی ہوتا ہے جس کا سارا سفر تکلیف والا ہوتا ہے اور اس کو خوشی کے صرف چار لمحات مل گئے تو وہ کہتا ہے "اس کائنات میں ہمیں آرام کے دن ملے ہیں' تکلیف تو خیر ہوئی مگر چار لمحات آرام کے میسّر بھی آ گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے کمال کی کائنات بنائی ہے کہ اس میں آرام ہی آرام ہے' سکون ہی سکون ہے" اور وہ ان چار لمحات کے سکون کا شکر ادا کرے گا۔ کہنے کا مقصد یہ

ہے کہ اگر ایسے لوگوں کی تاریک راتوں میں ایک کرن روشنی کی آ جائے تو وہ لمحات کی تعریف کریں گے جب کہ دوسرے کی بہار میں ایک کانٹا بھی آ جائے تو وہ گلہ کرے گا۔ یہ دو الگ الگ مزاج ہیں۔ اسی طرح دو مزاج ہیں' ایک تکلیف کو بیان کرنے والا ہے کہ سر میں درد ہے' ٹانگ میں درد ہے اور بس درد ہی درد ہے یعنی کہ دل میں درد ہے بلکہ درد کے اندر ہی دل ہے' تو یہ ایک آدمی ہے جو مجسّم ہی درد ہے۔ دوسرا شکر والا آدمی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا شکر ہے۔ تو یہاں آپ کو شیخ سعدیؒ کی کہانی یاد آنی چاہیئے۔ ایک دن شیخ سعدیؒ ننگے پاؤں جا رہے تھے اور اپنے ننگے پاؤں کی طرف غور کر رہے تھے کہ میرے پاؤں کو جوتا نہ ملا۔ اس طرح وہ ڈائیلاگ بولتے جا رہے تھے' اللہ کریم سے گلہ بھی کر رہے تھے اور اپنا سفر بھی جاری رکھا ہوا تھا۔ اس طرح ان کا درُود و سلام اور Wisdom کا سفر بھی جاری ہے اور ساتھ میں گلہ بھی جاری ہے۔ آگے جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ ایک لنگڑا شخص ہے جس کے پاؤں ہی نہیں ہیں۔ تو انہوں نے وہیں سجدہ کیا کہ یا اللہ تُو تُو ہے' بے نیاز ہے' میں یہاں پر ہی راضی ہوں کہ میرے پاؤں تو ہیں' مجھے آگے نہ لے جانا' بس مجھ پر مہربانی فرما۔ اس طرح انہوں نے گلہ چھوڑ دیا۔ تو جو شُکر کرنے والے ہیں وہ دانا لوگ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ اس تکلیف سے آگے بھی تکلیف کا مقام ہے' لہٰذا یہیں پر نجات پا جاؤ۔ یہ آدھا شکر ہے اور پورا شُکر وہ ہے کہ اپنی تکلیف کو تکلیف ہی نہ سمجھو۔ یعنی کہ تکلیف کو تکلیف کہنا بھی اس تکلیف کی حوصلہ افزائی ہے۔ تو تکلیف کس بات کی ہے! سر اس کا' مال اس کا' صحت اس کی' زندگی اس کی اور وجود اس کا' تو

پھر تکلیف کیا ہوئی۔ ایک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ ہوا۔ وہ بزرگ بیمار تھے۔ ان کے پاس ایک مرید گیا اور کہا کہ دعا کریں کہ میرا بیمار بچہ ٹھیک ہو جائے۔ انہوں نے دعا کی اور بچہ ٹھیک ہو گیا۔ لیکن ایک مرید نے عرض کیا کہ آپ بھی بیمار ہیں' آپ اپنے لیے بھی دعا فرمائیں۔ پیر صاحب نے فرمایا کہ ہاں میں نے دعا کی تھی تو پھر ایک آواز آئی کہ پہلے یہ فیصلہ کرو کہ یہ وجود ہمارا ہے کہ تمہارا ہے' تو میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یہ وجود ہی اسی کا ہے۔ اگر اس کا وجود ہے اور اس کو تکلیف ہے تو پھر درمیان میں تیرا کیا ہے۔ تو اس لیئے اپنے وجود میں تکلیف کا احساس بھی اس کے حوالے کر دیں۔ تو یہ فقراء کا ایک شعبہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہنا۔ تکلیف پر شکر کرو تو وہ بھی ایک شعبہ ہے۔ بزرگوں نے ایسا کیا' امامؑ عالی مقام نے کیا' بلکہ سب اماموں نے کیا۔ اس سے آگے بھی محبّت کرنے والوں کا ایک شعبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہو' وہ ستم کرے تب کرم اور کرم کرے تب کرم ہے۔ لہٰذا گلہ پھر بھی نہیں ہے۔ تو اس مقام پر تکلیف کو تکلیف کہنا بھی گِلہ ہے۔ یعنی کہ یہ کہنا کہ "یا اللہ میں اس تکلیف میں بھی شکر ادا کرتا ہوں" تو یہ بھی ایک گِلہ ہے کہ آپ نے اس کو تکلیف کہہ دیا بلکہ آپ تکلیف کو تکلیف نہ کہیں۔ آپ یہ کہیں "سب ادھر سے آ رہا ہے اور جو کچھ آ رہا ہے ٹھیک آ رہا ہے"۔ تو آپ اگر وہاں پر خاموشی سے گزرتے جائیں تو یہ بڑا شُکر ہے۔ تو شُکر یہ ہے کہ تکلیف کو تکلیف نہ کہنا اور اس کی دی ہوئی ہر چیز کا دل سے شُکر ادا کرنا' دل سے خوش ہو جانا کہ یا اللہ اگر ہمیں اختیار ہو تو ہم خود بھی یہ کرتے جو آپ نے ہمارے ساتھ

کیا ہے۔ پھر تو یہ بڑا شکر ہے۔ شکر کا مطلب یہ ہے کہ گلہ نہ ہو اور آپ کے اور اللہ کریم کے عمل میں فرق نہ ہو۔ شُکر اس مقام کو کہتے ہیں جہاں آپ کی خواہش اور اللہ کا فیصلہ برابر ہو' اللہ جو آپ کو دے رہا ہے' وہی آپ کی تمنّا ہو اور اس میں Amendment ' ترمیم کی خواہش نہ ہو اور آپ یہ کہیں کہ جو اس نے کیا ہے بس وہ ٹھیک ہے اور ہم اس پر راضی ہیں اور ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ تکلیف میں شُکر ادا کرنا اچھی بات ہے اور یہ اللہ کریم کے قُرب کی نشانی ہے۔ گِلہ غیر کو ہوتا ہے' اپنے کو گِلہ نہیں ہوتا۔ آپ یہ کہا کریں کہ اس کی چیز تھی' اس نے مانگ لی اور ہم نے دے دی' انسان اس کی چیز ہے' چاہے تو تکلیف سے گزارے۔ اس مقام پر بڑے بڑے لوگ ایمان چھوڑ گئے۔ مثلاً" حضور پاک ﷺ کا واقعہ کہ جنگ میں آپؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تو پھر لوگوں نے کہا کہ یہ واقعہ پیغمبر کے ساتھ تو نہیں ہونا چاہیئے اور یہ واقعہ ایسے پیغمبر کے ساتھ ہو گیا جن پر اللہ تعالیٰ دُرود شریف بھیجتا ہے۔ تو اس سے کمزور دماغ لوگ بیچارے اُلجھ گئے۔ اور باقی جو طاقت ور دماغ تھے انہوں نے کہا کہ یہی تو ایک راز ہے کہ خاص انسان کو' خاص طاقتوں والے کو اللہ تعالیٰ نے ایک عام زندگی کے اندر گزار دیا تاکہ عام آدمی جو ہے وہ بھی آپؐ کو اپنا سمجھے۔ آپؐ نے اتنی تکلیفیں برداشت کیں لیکن گلہ نہیں کیا۔ آپؐ وادیٔ طائف سے گزرے تو بھی گِلہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ یا اللہ اگر تو راضی ہے تو ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ تو اصل بات تو اللہ کے ساتھ تعلّق کی بات ہے۔ اس لیئے ہر حال میں شُکر ادا کرنا جائز اور ضروری ہے۔ اور اللہ کریم کی راہ جو ہے یہ شُکر کی راہ ہے اور اللہ

سے دُوری کی راہ گلے کی راہ ہے۔ زندگی سے گِلہ نکال دو' شکایت نکال دو اور تقاضا نکال دو۔ تقاضا دعا کی شکل میں بھی ہوتا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ یہ بھی دے اور وہ بھی دے۔ اگر اللہ ہر چیز دے دے تو پتہ نہیں کہ نتیجہ کیا ہو گا؟ ایسا کہنا نہیں چاہیئے۔ آپ لوگ سیاست کے حالات دیکھیں کہ آج سے پہلے جتنے آدمی قائد اعظمؒ کے بعد ہیڈ آف دی سٹیٹ ہو کر آئے' تاریخ یہ بتاتی ہے کہ تقریباً" سارے ہی مشکلات میں واپس گئے' ان لوگوں سے بات بنتی نہیں تھی۔ گویا کہ سارے بادشاہ دعا کے ساتھ ہی آئے تھے' جو بڑے بڑے نام ہیں' لیکن یہ سارے تکلیف کے ساتھ ہی رُخصت ہوئے ہیں۔ دو پرائم منسٹر تو آپ کے سامنے ہی تکلیف سے گزرے ہیں۔ تو ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ پھر بھی لوگ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ مجھے مرتبہ دے' یا اللہ مجھے بادشاہت دے' حالانکہ پہلے بادشاہوں کا حشر دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی یہ لوگ بادشاہت مانگتے ہیں۔ تو اس لیئے جو لوگ اللہ والے ہوتے ہیں وہ تقاضا بھی نہیں کرتے ہیں' مانگتے بھی نہیں ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یا اللہ تُو وہ دے جو ہمارے لیئے بہتر ہے' ہمیں وہ چیز عطا فرما جو ہمارے لیئے بہتر ہو اور ہمیں وہ چیز نہ دینا جو ہماری برداشت کے علاوہ ہو' ہمیں یہاں سے رخصت بھی عزت والی دینا' ہمارے ساتھ یہ نہ ہو کہ ہم برباد ہو جائیں' یا اللہ ہمارے یہاں بھی حالات بہتر ہوں اور وہاں بھی بہتر ہوں' ہمیں یہاں بھی اپنے فضل میں رکھنا اور وہاں بھی اپنے فضل میں رکھنا بلکہ اپنے سائے میں رکھنا اور یا اللہ ہمیں ہماری خواہشات سے نجات دے۔ آپ لوگ یہ دعا ہر روز مانگا کریں تو پھر آپ کی زندگی ایک دم ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ کہیں کہ یا

اللہ ہمیں ہماری خواہشات سے نجات دے۔ تو پھر آپ کی سب دعائیں پوری ہو جائیں گی۔ یا اللہ ہمیں تو اپنے فیصلے پر راضی رکھ۔ یا اللہ! جو تو نے دینا ہے وہ بغیر دعا کے دے دے اور جو تو نے نہیں دینا ہے اس کی دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ دے' یا اللہ! تو اپنا کام کرتا جا اور ہمیں اپنے کام کے ساتھ راضی رکھتا جا۔ اگر پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ ایک دو کام ہماری مرضی کے بھی ہونے چاہئیں تو آپ لوگ وہ کام بھی کر لیں۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے کام ہوتے ہیں' وہ بھی ہونے چاہئیں۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا اللہ تعالیٰ ہماری آرزوؤں کو پورا بھی فرما اور ان کی اصلاح بھی فرما' ہم پر کڑی آزمائشوں کا بوجھ نہ ڈال' یا اللہ! ہمیں ان امتوں کے انجام نہ دکھا جو ختم ہو گئیں۔ کچھ اُمتیں صرف ایک چنگھاڑ سے ختم ہو گئیں۔ اور پھر کہیں ایک لہر آئی اور اُمت کو بہا کر لے گئی۔ یا رب العالمین! ہمیں کسی ناگہانی صورتِ حال سے واسطہ نہ پڑے' ہم تیرے محبوب پاکؐ کے نام لیوا ہیں' ہم پر تھوڑی سی رعایت ہونی چاہیئے' ہم پر رحمت کے دروازے بند نہیں ہونے چاہئیں' ہم پر توبہ کے دروازے بھی بند نہیں ہونے چاہئیں' ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما اور ہماری توبہ قبول فرما' ہماری توبہ یہ ہے کہ ہماری آرزو سے بھی توبہ ہے' اس لیئے ہم پر رحم فرما اور ہمارے کاموں کو آسان فرما' یا رب العالمین ہماری زندگی کو آسان فرما' ہماری زندگی سادہ رکھ اور ہم پر اپنی رحمتیں اور نوازشیں بھیج' نوازش یہ ہے کہ ہمارے ماں باپ ہم پر راضی رہیں اور ہماری اولادیں ہماری تابع رہیں۔ یہ نوازش ہے کہ اولاد کی زندگی آپ کے مطابق ہو اور آپ کی زندگی آپ کے والدین کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم

فرمائے۔ دنیا آپ پر راضی ہو' دین آپ پر راضی ہو' یہ زندگی آپ پر آسان ہو اور آپ کی اگلی زندگی بھی آپ کے لیئے بہتر ہو۔ آپ سب لوگ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کے حالات پر رحم فرمائے۔

سوال :۔

حضرت یعقوبؑ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ میں اپنی شکایت اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں' تو وہ جو شکوہ ہے یا شکایت ہے کیا وہ اس قبیل میں نہیں آتی؟

جواب :۔

نہیں' وہ اس قبیل میں نہیں آتا' کہ میں اپنا گلہ' اپنا غم' اپنی دِقّت اللہ کے رُوبرُو پیش کرتا ہوں۔ اس ضمن میں آپ ایک قِصّہ سُن لو تو پھر آپ کو میری بات سمجھ آ جائے گی کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔ اس زمانے میں پیغمبر سے زیادہ کوئی آدمی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پیغمبر اس وقت اپنی اُمّت کا ہیڈ ہوتا ہے۔ ایک پیغمبر کا واقعہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی صاحبِ علم موجود ہے اور اگر ہے تو مجھے اس سے آشنائی ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ فلاں آدمی سے جا کر ملو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس آدمی سے ملے۔ اس آدمی نے کہا کہ جیسا میں کرتا جاؤں آپ اس کو دیکھتے جاؤ اور نہ بولنا اور نہ ہی ٹوکنا۔ موسیٰؑ نے کہا کہ ہم نہیں ٹوکیں گے۔ اس نے آگے جا کر کشتی توڑ دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کس لیئے توڑ دی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ نہ میں بولوں گا اور نہ میں ٹوکوں گا۔ پھر ایک بچے کو مار دیا تو موسیٰؑ

نے کہا کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے' یہ آپ نے کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بولنے والی بات صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے وعدہ کیا تھا۔ پھر ایک گری ہوئی دیوار کو دونوں نے مل کر تعمیر کر دیا۔ اب حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا تو اس شخص نے کہا ھٰذا فراق بینی و بینک اب تمہارے ہمارے راستے الگ ہیں۔ پھر انہوں نے ہر واقعے کی وضاحت بیان کی۔ تو یہ پیغمبری علم اور ہے' یہ شریعت کا علم ہے لیکن اس شخص کے پاس ایک اور علم تھا۔ شریعت ظاہر کا علم ہے اور جو کچھ اس شخص نے Pass on کیا وہ آگے کی بات ہے۔ ایسی بات نہیں ہے کہ یہ بات پیغمبر پر آشکار نہیں ہوتی ہے بلکہ ضرور ہوتی ہے لیکن کبھی کبھی اس کے علاوہ بھی ہوتی ہے۔ تو دعا مانگنے کا شعبہ Correct ہے' صحیح ہے۔ حضور پاک ﷺ نے دعائیں مانگی ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ایک واقعہ ہو گیا کہ آپ کے صاحب زادہ صاحب وفات پا گئے تو آپؐ روئے بھی۔ آپؐ نے دعائیں مانگی ہیں بلکہ قدم قدم پر دعائیں مانگی ہیں' سب کے لیئے دعائیں مانگی ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات کے لیئے آپؐ نے فرمایا کہ اگر جوتے کا تسمہ گم ہو جائے تو اللہ سے مانگو۔ ہم اس بات کی نفی نہیں کر رہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر اللہ کے ساتھ تعلق ہو تو ایک راستہ ایسا بھی ہے کہ جہاں انسان بے آرزُو ہو کے چلتا جائے۔ شریعت میں تو ہر مقام پر دعا ہے۔ مثلاً" آئینہ دیکھنے کی دعا ہے کہ اللّٰھم انت حسنت خلقی فحسن خلقی "اللہ تعالیٰ میرا ظاہر جس طرح تو نے اتنا خوب صورت بنایا ہے اتنا میرا باطن بھی خوب صورت کر دے"۔ اور پانی پینے کی دعا اور کھانا کھانے کے بعد

کی دعا الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین جنازے کی دعا' مرنے کی دعا' زندگی کی دعا' پیسہ دینے کی دعا' پیسہ لینے کی دعا' شام کی دعا' مغرب کی کی دعا' اذان سننے کی دعا اور نماز پڑھنے کی دعا ہے بلکہ دعا ہی دعا اور دعاؤں کے اوپر دعا ہے اور پھر کون سی دعا نہیں ہے۔ اگر دوست گیا ہوا ہے تو یہ دعا کہ اس کی جدائی ختم ہو اور وہ مل جائے۔ تو اتنی دعائیں ہیں کہ "ربنا" سے قرآن پاک بھرا ہوا ہے۔ " ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونا من الخٰسرین یا رب العالمین عطا فرما اور ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہم اٹھا نہ سکیں۔ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقته لنا به واعف عنا واغفرلنا ولرحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین یہ ساری دعائیں ہیں اور سارا قرآن پاک ان سے بھرا ہوا ہے۔ رُبنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاٰخرة حسنة وقنا عذاب النار یا اللہ ہماری دنیا بہتر کر' ہماری آخرت بہتر کر اور ہمیں آگ سے بچا۔ یہ بھی دعا ہے بلکہ سب ہی دعا ہے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ صاحبانِ باطن پر ایسا آسان راستہ آیا کرتا ہے جہاں دعا کا مقام نہیں ہوتا۔ وہاں آپ اللہ کی تحویل میں ہوتے ہیں۔ بس آپ چل پڑو۔ تو یہ دعا کا راستہ جو ہے یہ احتیاط کا راستہ ہے' یہ کنارے کا راستہ ہے' آرام سے چلنے کا راستہ ہے لیکن ایک راستہ ایسا ہے جہاں اس کی مرضی پر کشتی کو چھوڑ دو اور کشتی خدا پر چھوڑ کر لنگر کو توڑ دو۔ تو ایک مقام ایسا ہوتا ہے۔ اس لیئے کبھی کبھی اس مقام کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ لوگ تو یہاں تک آ گئے ہیں کہ دعاؤں کے ذریعے کارخانے چلتے ہیں مگر پیسہ مانگتے

مانگتے آپ غریبی تک پہنچ گئے ہیں' جوانی مانگتے مانگتے' صحت مانگتے مانگتے آپ پر بڑھاپا آ گیا ہے۔ آپ نے صحت کا بڑا خیال رکھا لیکن آخر کار صحت ہاتھ سے نکل گئی۔ آپ نے دوستوں کا بڑا خیال رکھا لیکن وہ بھی چلے گئے۔ بچوں کا بہت خیال رکھا' بہت ڈانٹ ڈپٹ کی لیکن وہ وہ سر نکال کر باہر ہو گئے۔ آپ نے بچوں پر کتنا کنٹرول کیا تھا؟ آپ کو یاد ہو گا کہ ہر وقت بچوں کو Attention الرٹ رکھا کہ خبردار ہمارے ساتھ دُو بدُو مت ہو جانا' رُوبرُو مت ہو جانا بلکہ چند قدم پیچھے ہو کر بات کرو لیکن بچوں نے پھر آپ کے سامنے آپ سے آنکھیں ملانی شروع کر دیں۔ یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ اس لیئے یہ جتنی کوششیں ہیں یہ تقریباً" ساری کی ساری فیل ہو جاتی ہیں۔ اگر دعائیں ساری پوری ہو جائیں تو اتنا تو دنیا میں سامان نہیں ہے جتنی دعائیں مانگی جا رہی ہیں۔ مثلاً" کوئی آدمی چاہتا ہے کہ چاند اس کو مل جائے اور کوئی سورج مانگ رہا ہے' کوئی ستارے مانگ رہا ہے لیکن وہاں صرف ایک چاند اور ایک سورج ہے اور وہ سب کو کدھر سے ملے گا۔ تو ہم نے آپ کو آسان سی بات بتائی ہے کہ یا رب العالمین جو تو فیصلہ کرتا ہے ہمیں منظور ہے۔ آپ لوگ دعا مانگا کرو۔ دعا مانگنے کا حکم ہے اور یہ شریعت والی بات ٹھیک ہے لیکن یا تو آپ یہ کہیں کہ آپ کی سب دعائیں منظور ہوئی ہیں مگر آپ تو صرف دعائیں مانگتے جا رہے ہیں اور اللہ کریم اپنی مرضی کرتا جا رہا ہے۔ تو پھر آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یا اللہ جو تُو کرتا جا رہا ہے وہ ہمیں منظور ہے اور یا اللہ کرنی تُو نے اپنی مرضی ہے تُو "ڈاڈھا" ہے کیونکہ مالک جو ہوا۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو یہ کہے گا کہ مرنے والا مر جائے۔ سب مرنے

والے کو بچانا چاہتے ہیں اور ڈاکٹر بھی اسے بچانا چاہتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر کہتا ہے کہ مریض بچ گیا اور جب چار مہینے کے بعد ہم گئے تو ڈاکٹر بھی مر گیا تھا اور مریض بھی مر گیا تھا۔ کون بچ گیا؟ کوئی بھی نہیں بچا۔ آج تک کوئی بھی نہیں بچا۔ نہ ڈاکٹر بچے ہیں اور نہ مریض بچے ہیں۔ اس دنیا میں بچتا کوئی بھی نہیں ہے! اس لیئے آپ لوگ مہربانی کریں' نہ لمبی عمر کی دعائیں کریں اور نہ بہت مال کی دعائیں کریں بلکہ اس کے فضل کی دعا کریں۔ اگر اللہ کا فضل آپ پر ہو جائے تو آپ زندگی پر راضی ہونا شروع ہو جائیں گے اور یہ سب سے بڑی دعا ہے "تاکہ خیر خیریت کے ساتھ آپ کا سفر ہو۔ اس لیئے آپ نے جو سوال کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ پیغمبر نے دعا بتائی ہے اور یہ دعا اُمّت کے لیئے بتائی ہے کہ ایسا ہے کہ میں گِلہ اور اپنا کیس اللہ کے حوالے کرتا ہوں' اپنا غم بھی اللہ کے رُوبرُو پیش کرتا ہوں' فیصلہ بھی وہی کرے گا اور فیصلہ تو اللہ نے کر دیا کہ بینائی قمیض کے ساتھ ہی واپس آ گئی' بیٹے کی یاد آ گئی اور بیٹا زندہ ہو گیا۔

سوال :۔

دعا کے سلسلے میں پوچھنا یہ تھا کہ میرے تصوّر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی دعا نامقبول نہیں ہوتی۔ کیا یہ صحیح ہے؟

جواب :۔

یہ آپ اس وقت کہہ سکتے ہیں جب آپ کا تقاضا خیر کا ہو اور جب آپ شر میں ہوں تو پھر آپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ آپ کیا دعا مانگ رہے ہیں۔ آپ یہ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ پیسہ دے اور آپ لوگ ہر وہ

چیز مانگتے ہیں جو کافروں نے بغیر ایمان کے حاصل کی ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کافر کو تو بغیر ایمان کے ہر شے مل گئی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ پیسہ دے' یا اللہ عزّت دے اور مجھے پھر وہ فقرہ دُہرانا پڑے گا کہ آپ کی دعا یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں زندگی فرعون کی دے اور عاقبت موسیٰؑ کی دے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مہربانی کرتا ہے اور آپ کی ناروا دعائیں منظور نہیں ہوتیں۔ کبھی آپ جنّت میں جانے والوں سے پوچھو کہ کس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو؟ ان میں سے آدھے لوگ بتائیں گے کہ اس لیئے کہ ہماری آدھی دعائیں پوری نہیں ہوئی تھیں۔ آپ لوگ شُکر کریں کہ وہ بات پوری نہیں ہوئی جو آپ مانگ رہے تھے۔ اور اس طرح جنّت میں پہنچ جائیں گے ورنہ جو آپ مانگتے ہیں وہ تو عذاب ہوتا ہے اور آپ کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ عین ممکن ہے کہ تم وہ چیز پسند کرو جو تمہارے لیئے بری ہو اور ناپسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر ہو وعسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیرلکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شرلکم تو ممکن ہے تم ناپسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر ہے اور ممکن ہے تم پسند کرو وہ چیز جو تمہارے لیئے بہتر نہیں ہے۔ جب تک پسند اور ناپسند کی اصلاح نہ ہو تو دعا نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ لوگ ایک مثال سن لو' کہ ایک آدمی اللہ کے دربار میں دعا کر رہا تھا اور بڑے زور و شور سے دعا میں مصروف تھا تو وہاں سے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے جبریل امینؑ کا گزر ہوا' انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بڑے زور شور سے دعا کر رہا ہے۔ اس دعا کرنے والے نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام جبریل ہے۔ اس نے کہا

کہ میں اللہ کے حضور دعا کر رہا ہوں' آپ تو اللہ کے مقرّب فرشتے ہیں' آپ میری دعائیں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دینا۔ جبریل نے کہا کہ بولو آپ کو کیا چاہیئے۔ اس نے ابھی دو فقرے بولے تو جبریل نے کہا کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں اور اسے اللہ کے ہاں پہنچا دوں گا اور باقی کی بات انہوں نے سنی ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ نے میری بات سنی ہی نہیں تو وہاں کیا پہنچا دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں اور میں اللہ سے یہ کہہ دوں گا کہ تیرا فلاں بندہ تجھے یہ کہہ رہا تھا کہ اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے اور اے باری تعالیٰ میری کائنات میں آپ خود نہ آنا۔ کیا آپ لوگوں کی دعا میں اللہ تعالیٰ کو بلانا شامل ہے کہ یا اللہ کبھی تو بھی یہاں آ' میری کائنات تم پر نثار ہو اور میری قربانیوں کو قبول فرما۔ آپ تو اللہ سے صرف یہ کہتے ہیں کہ بس دیتا جا۔ اب ایک بار پھر دعا کرو کہ یا اللہ! تو ہم پر مہربانی فرما' آسانی عطا فرما' ہماری گھریلو زندگی کو آسان فرما اور ہم پر تو اپنی نوازشیں عام فرما' یا رب العالمین ہم پر ہمارا اِدراک آسان کر دے' ہمارے پردے اٹھا دے' ان کو کھول دے' یارب العالمین ہمیں دنیا کی آسانی عطا فرما دے اور دین کی آسانی عطا فرما دے۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

.....☆.....


٢

۱ اللہ کے اسماء کی کیا اہمیت ہے اور ان کو پکارنے کے کیا آداب ہیں؟

۲ اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیے؟

۳ آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کر پڑھا کریں۔ لیکن آج کل تو کامل پیر کا ملنا بہت مشکل ہے!

۴ اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں!

۵ مجھے غصہ بہت آتا ہے' ایسی صورت میں کیا کروں؟

۶ جس طرح بزرگ پر اللہ کا کرم ہوتا ہے کیا ہم پر بھی رحم ہو سکتا ہے؟

۷ آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں تو بڑی مشکل ہوتی ہے؟

سوال :۔

اللہ کے تو کئی اسماء ہیں' ان کی کیا اہمیت ہے اور انہیں پکارنے کے کیا آداب ہیں؟

جواب :۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا یاد کرنے سے پہلے یاد کی وجہ رکھتا ہے۔تو آپ کبھی اللہ کو یاد کرنے والے تو بنیں۔ مثلاً" ایک آدمی بیمار ہے اور اللہ کو یاد کر رہا ہے تو یاد کرنے کی وجہ اس کے پاس ہے اور وہ بیماری ہے۔ ایک آدمی غریب ہے اور اللہ کو یاد کر رہا ہے تو یاد کرنے کی وجہ اس کے پاس غریبی ہے یا غریب الوطنی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ کسی دِقّت میں ہے تو وہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ ویسے دِقّت لوگ خود بنا لیتے ہیں اور یہ ہوتی تو نہیں ہے مثلاً" یہ کہ بچوں کی شادی کرنی ہے تو بڑی دِقّت ہے حالانکہ یہ دِقّت کی بات نہیں ہے۔ سبھی لوگ کہتے ہیں کہ دِقّت ہے اور دعا کی جائے کہ بچوں کی شادیاں ہو جائیں۔ شادیاں تو سب کی ہو ہی جاتی ہیں۔ کیا ان کی شادی نہیں ہو گئی تھی جو اب دعا کرا رہے ہیں۔ تو دعا کی

وجہ موجود ہے۔ اس لیئے یاد کرنا بعد میں ہے اور یاد کرنے کی ضرورت پہلے ہے۔ یاد کرنے والا تب یاد کرنے والا بنے گا جب اس کے پاس یاد کرنے کی وجہ موجود ہو۔ لہٰذا یاد کرنے والا یاد کرنے کا اسم اپنے پاس مضبوط رکھے گا۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ یاد کرنے والا ضرورت کی وجہ سے یاد کر رہا ہے یا محبّت کی وجہ سے یاد کر رہا ہے اور محبّت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو محبّت میں کچھ کہہ لے' جائز ہے مثلاً" آپ خانہ کعبہ سامنے رکھتے ہیں اور اللہ کا تصوّر کر کے پڑھتے ہیں۔ کیا کبھی خانہ کعبہ بھی اللہ بنا؟ یہ تو محبّت کی بات ہے کہ وہ ایسا تصوّر کرتا ہے۔ تو گویا محبّت میں جو بھی آپ پکاریں وہ جائز ہے' اللہ کو آپ عِشق کہہ لیں' محبّت کہہ لیں' حُسن کہہ لیں' قوّت کہہ لیں یا طاقت کہہ لیں' محبّت کے اندر یہ جائز ہے۔ تو محبّت والوں کا وظیفہ کچھ اور ہے باقی لوگوں کے لیئے اللہ تعالیٰ کو پکارنے کی وجہ ہی اس کو نام دے گی کہ کون سا نام پکارنا چاہیئے۔ جس کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی ہے وہ "خالق" کو پکارے گا' جس کا وارث نہیں مل رہا وہ وراثت والے "خیر الوارثین" کو پکارے گا۔ کسی کو خدا نخواستہ کوئی ایسی تکلیف ہو رہی ہے کہ وہ توبہ کے بعد پھر گھبرا جاتا ہے تو وہ "یا الباعث" کو پکارے گا اور جس کو منجملہ خرابیوں میں سے اچھی زندگی چاہیئے وہ "یا وُدود" کو پکارے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء جو Already موجود ہیں ان اسماء کے ساتھ ان کی صفات ہیں اور ان کے ساتھ ایک واردات بھی ہے۔ کوئی ایک اسم پکارا جا سکتا ہے۔ اور جس اسم کو پکارنے کے لیئے آپ کو کہا جائے' کوئی آپ سے اس اسم کا کہے تو وہ اسم آپ کے لیئے اسمِ اعظم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء جو ہیں یہ سارے کے سارے اسم

اعظم ہی ہیں' ہیں الگ الگ لیکن جو کارگر ہو جائے وہ اسمِ اعظم ہے۔ تو اعظم کا ہر اسم جو ہے وہ اسمِ اعظم ہوتا ہے اور اکبر کی ہر صفت ہی اکبر ہوتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں "اللہ اکبر" تو اصل میں آپ تلوار چلا رہے ہوتے ہیں یا چھری چلا رہے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ جو کام اللہ کے لیئے کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر پڑھنا ہے ورنہ چھری کے ساتھ "اللہ اکبر" کا کوئی تعلّق نہیں۔ جو اسم آپ پکاریں وہ اجازت کے ساتھ پکارنا چاہیئے ۔ یہ بات یاد رکھنی ہے۔ کہیں اللہ تعالیٰ کے اسماء کو کتاب سے پڑھ کے شروع نہ کر دینا کہ "یا عزیز" شروع کر دو' "یا حکیم" شروع کر دو' "یا لطیف" شروع کر دو اور "یا خبیر" شروع کر دو۔ ایسے پڑھتے پڑھتے کہیں آپ گم نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ ہر اسم کے ساتھ اس کی اپنی زکوٰۃ ہے' اس کی اپنی ایک Form ہے' اس کا اپنا ایک طریقہ ہے' اس کے ساتھ اور لوازمات ہیں' کچھ اسم جلالی ہیں۔ اگر گرم ذکر کیا جائے تو اس کے ساتھ کچھ نرم واقعات بھی ہونے چاہئیں۔ پھر اس میں کچھ خوراک کی بھی احتیاط ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کو پکارنے کے ساتھ خوراک کا تعلق ہے' عادات کا تعلّق ہے' کچھ اسماء ایسے ہیں جن کے ساتھ خاص قسم کا گوشت نہیں کھاتے' جو Otherwise عام طور پر کھاتے رہتے ہیں مثلاً" Beef یا بڑا گوشت منع کر دیا جاتا ہے اور کسی اسم کو پکارنے میں لہسن کھانا منع ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں مگر منع ہیں۔ مگر کچھ ایسے اسماء ہیں جن کو پکارنے کے لیئے صرف "لحم" ہوتا ہے اور صرف طیُور کا گوشت کھاتے ہیں۔ کچھ اسماء ایسے ہیں جنہیں پانی میں ہاتھ رکھ کے یا پاؤں رکھ کے پکارا جاتا ہے' ورنہ

اللہ کی جلالت مآبی کے ساتھ آپ جل جائیں گے۔ ایسے اسماء پڑھنے میں قربِ دریا ہوتا ہے۔ پُرانے بزرگ دریاؤں کے ساتھ ذکر کرتے تھے' صبح صبح دریا کے پاس ذکر کرتے تھے اور کچھ بزرگ دریا کے اندر بھی جاتے تھے۔ کچھ ایسے اسماء ہوتے ہیں جن کو آدھی رات میں پکارتے ہیں مثلاً" ھُو کا ذکر جو ہے یہ نصف شب' نیم شب کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء ایسے ہیں جو صرف ویرانوں میں پکارے جاتے ہیں۔ آبادی کے اندر کی پکار جو ہے یہ اور طرح سے ہے۔ اس لیئے ضرورت کے وقت پکارنا اور طرح سے ہے۔ "یٰسٓ" جو ہے یہ اور طرح سے پکاری جاتی ہے۔ انسان جب قرآن کریم کی سورتیں پڑھنے لگے' یٰس پڑھنی شروع کردے تو آپ سمجھیں کہ خیریت ہے بلکہ بہت زیادہ خیریت ہے۔ تو ہر آیت کا الگ مفہوم ہے' ہر اسم کا ایک مفہوم ہے' اس کا الگ Grade ہے' الگ Form ہے' الگ بندشیں ہیں اور الگ خوراک ہے۔ کچھ ایسے اسماء ہیں جن کے ساتھ مسلسل خیرات کرنی پڑتی ہے۔ پہلے دن ایک رائج الوقت سِکّہ خیرات کرتے ہیں' پھر بڑھاتے جاتے ہیں حتیٰ کہ اس اسم کے عدد کے برابر آ جائے۔ تو آپ کو اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کا نام پکارنے کے لیئے کیا کیا پابندیاں کرنی ہیں۔ ایک سوال یہ ہے کہ اللہ کو جب پکارتے ہیں تو کیا سارے لوگ "اللہ" ہی کہیں یا کچھ لوگ جو ہیں "یا وہاب" کہیں یا اور اسم پکاریں۔ آپ اللہ کریم کا جو نام پکارتے ہیں یہ صرف ضرورت کے وقت پکارتے ہیں۔ تو صرف ضرورت ہی کے مطابق یہ اسم ہونا چاہیئے۔ جو آدمی خدا نخواستہ کسی گناہ میں پکار رہا ہے کہ یا اللہ معافی دو تو وہ معافی کرنے والے اسم کو

پکارے "یا رحیم" کو پکارے' "یارحمٰن" کو پکارے اور "یاقہار" کو نہ پکارے۔ "یا قہار" بھی اللہ ہی کا اسم ہے یہ پکار بھی ہے مگر اس کا مطلب کچھ اور ہے' "یاقہار" اس وقت پکارا جاتا ہے جب دشمن بلا سبب ظالم ہو جائے۔ دشمن کے ساتھ جھگڑا جو ہے اس میں دشمن ظالم نہیں کہلاتا کیونکہ یہ تو مقابلہ ہے جو ہونا چاہیئے لیکن جب دشمن ظالم ہو جائے کوئی طاقتور آدمی ظالم ہو جائے تو پھر "یا قہار" کو پکارا جاتا ہے کہ "یا قہار" ذرا جلوہ دکھا اپنی قوت کا! اس لیئے اللہ تعالیٰ کے نام کو پکارنے کے لیئے پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی ضرورت کیا ہے؟ پھر اس ضرورت کے بعد اللہ تعالیٰ کا وہ اسم پوچھیں کہ کون سا اسم آپ کو پکارنا چاہیئے۔ پھر آپ کو بتانے والے بتا دیں گے کہ یہ اسم پکاریں۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ ہر اسم کے ساتھ پھر یہ ایک قربانی یا Sacrifice دینی ہوتی ہے اور اس کے اعداد نکالنے ہوتے ہیں۔ اعداد کیا ہوتے ہیں؟ ابجد کا ایک علم ہے۔ اس اسم کے اعداد نکالنے پڑتے ہیں۔ آپ کو اگر یہ وظیفہ ملا کہ "یا نُور" پکارو تو "یا نُور" کے اعداد جمع کر لیں۔ جتنے بھی اس کے اعداد بنتے ہیں اس کے مطابق خیرات شروع کر دیں' جتنی بھی آپ کر سکیں۔ اس خیرات کو ایک سے شروع کر کے بڑھاتے جائیں حتیٰ کہ وہ عدد آ جائے جو اس اسم کا عدد ہے۔ کوئی اسم ایسا نہیں جس کو آپ مستقل طور پر پکارتے جائیں۔ جوں جوں آپ کے حالات بدلتے جاتے ہیں' اسی طرح اسمائے الٰہی بھی آپ کے لیئے بدلتے جاتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ساتھ ساتھ آپ کو بتایا جاتا ہے کہ یہ کرو اور وہ کرو حتیٰ کہ عام طور پر ننانوے کے ننانوے اسماء کا ورد آپ کو کرا دیا جاتا ہے۔ اس میں ضروری بات یہ ہے

کہ وہ اسم پکاریں جیسی ضرورت ہو یا جیسا بتایا جائے اور اس اسم کو اس کے آداب کے مطابق پکاریں۔ ایک اور جگہ پر ایک اور بات بتائی گئی ہے کہ اگر ننانوے آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں اور ہر آدمی ایک ایک اسم کا عامل ہو' قاری ہو یعنی اس نے وظیفہ کیا ہوا ہو اور وہ سارے ایک جگہ پر بیٹھیں تو دشمن کے خلاف مکمّل قوّت بن سکتی ہے اور اپنے ملک کے لیئے' اپنے وطن کے لیئے مکمّل مظہرِ الٰہ صورت بن سکتی ہے۔ اللہ ایک ایسا نام ہے جو ذاتی ہے باقی سب نام صفاتی ہیں۔ لفظ اللہ کیا ہے؟ یہ ذات ہے اور باقی اسماء صفات ہیں اللہ کی صفات کے ننانوے عامل مل کر اگر ذات کو پکاریں' اسم "اللہ" کو پکاریں تو ذات جو ہے وہ ضرور Respond کرتی ہے' ضرور جواب دیتی ہے۔ وہ جو پہلے لوگ تھے وہ اور طرح کے تھے اور وہ اس لیئے تھے کہ ان کے پاس اسماء کا عمل تھا اور وہ صرف پکارا کرتے تھے اور آپ لوگ آدھا گھنٹہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور دو گھنٹے خواہشات کو دیتے ہیں' اللہ کا گلہ کرتے ہیں اور گناہ کرتے ہیں' تو یہ تو مصیبت در مصیبت ہو گئی۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ اللہ نے میری بات نہیں سُنی۔ اللہ اگر آپ کی بات سنتا تو آپ کے کہنے پر دو چار بندے ویسے ہی مار دیتا کیونکہ وہ لوگ آپ کے دشمن ہیں اور آپ کے مطابق فی النّار ہو جائیں' فی السّقر ہو جائیں' تباہ ہو جائیں اور برباد ہو جائیں۔ اسم کو پکارنے والے کہتے ہیں کہ سب کی خیر ہو جائے' ان کی بھی خیر ہو جائے جو ہمیں اچھا نہیں سمجھتے۔ کم ہی لوگ یہ کہتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق خوشی سے کام کرنے دینا بہت کم لوگوں کا کام ہے ورنہ عام طور پر لوگ اللہ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے

ہیں۔ ہر آدمی یہ چاہے گا کہ میرے پاس مالِ دنیا زیادہ ہو' اگر یہ بتا دیا جائے کہ اللہ غریبوں پر زیادہ راضی ہوتا ہے تو پھر بھی کم لوگ یہ کہیں گے کہ یااللہ تو راضی ہونے کے لیئے مجھے بھی غریب کر دے بلکہ وہ کہیں گے یا اللہ تو راضی رہ اور پیسے بھی دیتا جا۔ اللہ کو اللہ کی مرضی کے مطابق چلتے رہنے دینا بہت کم لوگوں کا کام ہے کیونکہ عام لوگ جو ہیں وہ جلد گھبرا جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے اسماء کیسے پکارتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے اسماء کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کی مرضی سے شروع کیا جائے' شروع کرنے کے بعد اس کے آداب کے مطابق چلایا جائے اور پھر بھی اس کے بعد اسی کو اللہ پر چھوڑ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ تیری عنایت ہے کہ جو تُو چاہے کرے۔

ڈبو دے یا اسے تُو پار کر دے

یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے' پھر کشتی کو خدا کے حوالے کر کے چھوڑ دیا جائے۔ تو گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ اللہ کے کس اسم کو پکارا جائے؟ اب یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنے نام کے اعداد اکٹھے کریں۔ فرض کریں آپ کے نام کے اعداد جو ہیں وہ ۴۲۱ ہوں تو آپس میں ان اعداد کو جمع کر لیں' تو یہ سات ہو جائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جو اسماء ہیں ان میں ہر اسم کا ایک عدد نکل آئے گا تو اللہ کے اسم کا وہ عدد جو آپ کے نام کے عدد کے ساتھ Agree کرتا ہے' Tally کرتا ہے' اس اسم کا آپ ورد کرنا شروع کر دیں تو وہ اسم آپ کے لیئے اسمِ اعظم ہو گا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے اور یہ وظیفہ دینے والے اور تعویز لکھنے والوں کی طرف سے ایسی

بات بتائی گئی ہے۔ مگر اللہ کا ذکر چلتا رہے گا' اس کا کوئی نہ کوئی کھیل چلتا رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو گا۔ اللہ کے جس اسم کو آپ شوق سے پکاریں گے' وہ اسمِ اعظم بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ہر اسم جو ہے اسمِ اعظم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت جو ہے وہ اسمِ اعظم ہے' اگر اللہ کا اسم "قوی" ہے تو وہ قوی ہے' اس کی ہر صفت حق ہے۔ اللہ کے اسم کو کسی کی اجازت سے پکارنا چاہیئے تاکہ آپ کو ان کے آداب کا پتہ ہو اور کہیں ایسا نہ ہو کہ پکارتے پکارتے آپ کا ذہن آؤٹ ہو جائے۔ اس میں بڑی احتیاط چاہیئے۔ عام طور پر اللہ تعالیٰ کا اسم پکارنے سے پہلے دُرود شریف Sufficiently پڑھ لیا جائے۔ بہت کثرت سے پڑھا جائے اور پھر اللہ کا اسم پکارا جائے' پکارنے کے بعد پھر کثرت سے دُرود شریف پڑھ لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کو صرف پکارا جائے اور اسے مجبور نہ کیا جائے۔ وہ مجبور نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مالک ہے۔ فارمولے کے مطابق آپ اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے آپ کو دو سو دفعہ پکارا ہے لہٰذا آپ ہماری یہ بات ضرور پوری کریں کیونکہ آپ نے کتاب میں لکھا ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے کہ وہ آپ کی بات پوری کرے یا نہ کرے۔ اس کا یہ اختیار رہنے دو۔ اگر اس کا ارادہ ہو گا تو پوری کر دے گا اور ارادہ ہو گا تو بِن مانگے دے دے گا۔ اگر وہ نہ دینا چاہے تو مانگنے والوں کو نہ دے۔ چاہے تو غریبوں کے گھر میں سہولت پیدا کر دے' دولت مندوں کے گھر میں غریبی پیدا کر دے' نہ ماننے والوں کے گھر میں پیغمبر پیدا کر دے اور پیغمبر کے گھر میں نافرمان پیدا کر دے۔ وہ مالک ہے۔ اس لئے اس کو اس کے مقام پر رہنے دیا جائے۔ تو سب سے ضروری اسم کیا ہے؟ لوگ ایسے بھی

پکارتے ہیں کہ اے حضرت محمدؐ کے اللہ! اے خدائے مصطفیٰؐ! "یااللہ" جو ہے یہ سارے کا سارا جامع اسم ہے۔ "یا اللہ" پکارنے سے سب کام ہوتا ہے مگر اسے ضرورت کے علاوہ پکارا جائے اور شوق سے پکارا جائے۔ پھر جو اسم پکارا جائے گا وہ صحیح ہے۔ اگر آپ ضرورت میں اسم پکاریں گے تو پھر آپ وہی ضرورت کے لوگ ہی ہوں گے جو کہ جب بھی داتاؒ کے دروازے جاتے ہیں کوئی نہ کوئی سوال لے کے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی اگر وہ ضرورت پوری ہو جائے تو فارغ ہو جاتے ہیں ورنہ باغی ہو جاتے ہیں۔ تو ضرورت میں پکارنے والا دونوں حالتوں میں خدا کو چھوڑ جائے گا۔ یعنی اگر اس کی ضرورت پوری ہو گئی تب بھی وہ خدا کو چھوڑ جائے گا اور ضرورت پوری نہ ہوئی تب بھی خدا کو چھوڑ جائے گا۔ ضرورت والا شخص کہتا ہے کہ میں نے دس سال اس کو پکارا' بڑی نمازیں پڑھیں' بڑی عبادتیں کیں' تسبیح کرتے رہے' تہجد پڑھتے رہے مگر وہ واقعہ ہو گیا ہے جو واقعہ نہیں ہونا چاہیئے تھا اور اس سے دل ہمارا ٹوٹ گیا ہے' خدا نے میری بات نہیں سنی۔ تو ایسا شخص بات پوری نہ ہونے پر خدا کو چھوڑ جائے گا اور اگر اس کی بات پوری ہو گئی تو بھی وہ خدا کو چھوڑ جائے گا۔ مثلاً" اس کی بات پوری ہو گئی تو وہ کہے گا کہ اللہ کی مہربانی ہے' اب کارخانہ چلنے لگ گیا ہے لیکن اب اس کی یاد کا وقت میرے پاس نہیں ہے لہٰذا ضرورت میں اللہ کو پکارنے والا ضرورت پوری ہو جائے تو اللہ کو چھوڑ جاتا ہے اور ضرورت پوری نہ ہو تو بد دل ہو کے چھوڑ جاتا ہے۔ تو آپ ضرورت کے بغیر ہی اللہ کو پکارا کریں۔ پکارنا آپ کا کام ہے اور آپ پکارتے جائیں۔

سوال :۔

اللہ کو کس طرح اور کس نام سے پکارنا چاہیئے!

جواب :۔

یہ الگ الگ لوگوں کے لیئے الگ فارمولا ہے۔ آپ کے لیئے بہتر یہ ہے کہ آپ لوگ دُرود شریف پڑھیں' کثرت سے دُرود شریف پڑھا کریں اور اُس کے اسم کے بارے میں اور وِرد کے بارے میں پوچھیں۔ آپ اپنے اپنے کارڈ پر اپنے اپنے نام لکھ کے دے دیا کریں تو میں آپ کو بتا دیا کروں گا۔ اگر آپ کو پوچھنے کی کوئی ضرورت ہوئی تو میں آپ کو بتا دوں گا۔ مگر میں نے آپ کو General وِرد بتایا ہے کہ جس آدمی کے پاس پیسہ ہے وہ پیسہ تقسیم کرے' جس آدمی کے پاس غصّہ ہے وہ غصّہ نرم کرے اور کم کرے۔ یہ اللہ کا وِرد کرے۔ آپ ہر حال میں اللہ کو یاد کر سکتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کا گِلہ نہ کیا کرو' تو یہ اللہ کی یاد ہے۔ آپ لوگوں کو معاف کر دیا کریں اور غلطی کرنے والے کو چھوڑ دیں تو یہ اللہ کی یاد ہے۔ تو اللہ کو یاد کرنا بہت آسان ہے۔ وِرد کے طور پر بھی اس کو یاد کریں لیکن اس کے لیئے آداب ہیں۔ آپ باوضو ہو کے اللہ کو پکاریں اور خلوص سے پکاریں۔ ایک بات وارننگ کے طور پر Generally سب کو میں بتا رہا ہوں کہ اللہ کو پکارنے والا اپنے دل میں اللہ کے علاوہ کسی اور سے محبّت یا کسی اور سے نفرت نہ رکھے۔ یہ ضروری بات ہے اور پابندی ہے۔ پکار اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اس میں اللہ کے علاوہ کوئی شامل نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ کے علاوہ پکار تو فانی کی بات ہے یا فنا کی بات

ہے۔ تو آپ غیر اللہ کی محبّت نہ رکھیں یا اشیاء کی محبّت نہ ہو کیونکہ اشیاء فانی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا اسم پکارنے کے لیئے اللہ کی طرف لے جانے والے چہروں کو یاد رکھیں اور اللہ کے خلاف لے جانے والی چیزوں سے گریز کریں۔ کچھ باتیں ہیں جو اللہ کی طرف لے جاتی ہیں اور کچھ باتیں ہیں جو اُس سے دُور لے جاتی ہیں۔ تو جو اللہ سے دُور لے جانے والی باتیں ہیں' آپ ان سے بچیں۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کے نام کا وِرد فائدہ دے گا۔ اللہ کے اسم کی خوبی یہ ہے کہ پہلے آپ الفاظ میں "اللہ" پکارتے ہیں پھر زبان پہ وِرد آ جاتا ہے اور جب زبان خاموش ہو جاتی ہے تو بھی یہ اسم دل میں چلتا رہتا ہے اور پھر رُوح کے اندر چلتا رہتا ہے' تب ایسا ہوتا ہے کہ آپ اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں اور اللہ کا وہ اسم جو ہے وہ جاری رہتا ہے۔ آپ جب اس مقام پر آ جائیں تو بس یہ سمجھیں کہ اسمِ اعظم جاری ہو گیا ہے۔ جب آپ کو پتہ ہی نہ چلے اور آپ کے اندر وہ وِرد اور وظیفہ چلنا شروع ہو جائے تو یہ اعلیٰ مقام ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ میں وِرد چلتا ہے' پھر خیال میں چلتا ہے' پھر وہ خیال سے بھی باہر ہو کر رُوح کے اندر چلتا رہتا ہے اور کئی انداز سے چلتا رہتا ہے۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے کہ اسم کسی سے پوچھ کے پڑھا کریں لیکن آج کل تو کامل پیر ملنا بہت مشکل ہے؟

جواب :۔

جنہیں پیر و مرشد نہ ملیں وہ ایک کتاب ضرور پڑھے اور وہ کتاب

"کشف المحجوب" ہے۔ اس سے اس شخص کو سلوک کا راستہ سمجھ آ جائے گا۔ کہتے ہیں جس کو کوئی پیر Available نہ ہو' اگر وہ کشف المحجوب پڑھے تو اس کو پیر کا راستہ مل جائے گا۔ داتا صاحبؒ کا فیض عام طور پر یہ ہے کہ جو وہاں جاتے ہیں اُن کو ضرور زندگی میں کوئی نہ کوئی کامل انسان مل جاتا ہے جو اسے ڈائریکٹ بات سمجھا دیتا ہے۔

سوال :۔

اسم "علی" کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب :۔

علی کو اگر اسمِ اعظم مان لیا جائے تو اسم "علی" تین جگہ پر ہے۔ ایک تو یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام ہے اور علی ہجویریؒ کا یعنی داتا صاحبؒ کا نام ہے۔ جب آپ اسمِ "علی" پکاریں تو آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ ان تین اسماء میں سے کس کو پکار رہے ہو۔ اس لیئے یہ پہچان کے پکارنا چاہیئے۔

آپ دعا کریں کہ یا اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ میرے لیئے کیا بہتر ہے۔ پس تُو مجھے وہ دے جو تجھے پسند ہو اور رکھ راضی اُس پر جو تُو نے تقسیم کیا میرے لیئے چاہے وہ غم ہے اور چاہے وہ خوشی ہے۔ کسی چیز کو قبول کرنے میں دِقّت کا نام غم ہے۔ تو غم کیا ہے؟ ہمارا نام ہے۔ تو غم کسے کہتے ہیں؟ جب اللہ کی جانب سے آنے والی کوئی چیز قبول کرنے میں ہمیں دِقّت محسوس ہو رہی ہو تو ہم اسے غم کہتے ہیں۔ اگر غم قبول کر لیا جائے تو اللہ اور ہم ایک پارٹی ہو گئے اور ایک جماعت ہو

گئے۔ یعنی اگر اللہ کہے کہ ہم تمہارے باغ کا سب سے خوبصورت پھول لے جانا چاہتے ہیں تو رضا والا کہے گا کہ باغ ہی آپ کا ہے اور آپ مالک ہیں' اس باغ سے جو مرضی لے جائیں۔ لیکن اس نے کیا لے جانا ہے۔ دینے والا بھی وہ ہے اور لے جانے والا بھی وہ ہے' اِدھر بھی وہ ہے اور اُدھر بھی وہ ہے' اوّل بھی وہ ہے اور آخر بھی وہ ہے' ظاہر بھی وہ ہے اور باطن بھی وہ ہے۔ ہم اس کو اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ لہٰذا آپ اس کو اپنی مرضی کا مکمّل اختیار دے دیں۔ اگر نہیں دیں گے تو بھی اس نے اختیار استعمال کر لینا ہے کیونکہ سارا اختیار اس کا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی مرضی کا اختیار مکمّل طور پر اسے دے دیں۔ یہ عجب بات ہے کہ جہاں پر لوگوں کو مرضی نہیں کرنے دینی چاہیئے وہاں آپ انہیں مرضی کرنے دیتے ہیں اور جس کا اختیار ہے اسے آپ اختیار نہیں دیتے۔ یہاں سے دِقّت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ مانگو کہ یااللہ ہمیں اپنی مرضی سے وہ عطا فرما جو تو عطا فرمانا چاہتا ہے اور ہمیں اس عطا پر راضی رہنے کی توفیق دے کیونکہ ہم کم عقل لوگ ہیں اور ہمیں سمجھ نہیں آتی ہے' ہم تو کچھ غلط ہی مانگ لیں گے۔ اگر آپ کو اپنی دعاؤں کی منظوری کے حوالے کر دیا جائے تو ننانوے فی صد لوگ جو ہیں وہ نقصان اٹھائیں گے۔ عام طور پر آپ پہلی دعا کیا مانگیں گے؟ ہم اور ہمارے چاہنے والے زندہ رہیں' اور اگر یہ سب زندہ رہے تو باقی زمانہ اور آنے والے بچے کدھر جائیں گے۔ پیغمبر تک چلے گئے اور آپ یہ روایت ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ دعا مانگیں گے کہ ہمیں مال اور حال کی آسودگی مل جائے۔ آپ یہ اتار چڑھاؤ کرتے رہتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ جو چیز مانگ

رہے ہیں اس کے برعکس چیز آپ کے لیئے بہتر ہے۔ تو آپ جب تک آشنائے رازِ فطرت نہ ہوں' مانگنا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ دُعا پُوری ہو جائے اور آپ عذاب میں گرفتار ہو جائیں۔ مثال کے طور پر یہ حدیث شریف ہے' اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے فرمایا کہ یہ دُعا نہ مانگا کرو کہ یا اللہ ہمیں بادشاہی عطا فرما۔ کیونکہ اگر دُعا کی منظوری میں آپ کو بادشاہی مل گئی تو بادشاہ ہونے کی ذِمّہ داری آپ کے سر پر ہو گی اور اس ملک میں کوئی ظلم ہُوا تو آپ سے باز پُرس ہو گی۔ اگر اللہ خود عطا فرمائے' زبردستی بادشاہت دے دے تو اس کا ذِمّہ دار وہ خود ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اِس حد تک بھی اختیار نہ مانگا کرو۔ تو اللہ سے کیا مانگنا چاہیئے؟ وہ چیز جو Safe ہے' محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے صرف ایک چیز مانگو' ایسی چیز جو دینے والا خوش ہو اور لینے والا بھی خوش ہو اور وہ یہ ہے کہ یا اللہ تو ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبّت عطا فرما! یہ ہے چیز عطا فرمانے والی! اور اگر اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ سے کبھی سوال کرنا پڑے تو یہ مانگنا کہ اے اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ' ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبّت عطا فرمائیں! اللہ سے محبوبؐ مانگو اور محبوبؐ سے اللہ مانگو۔ بس پھر کھیل مکمّل ہو گیا۔ یہ ہے مانگنے والی چیز۔ ورنہ تو دنیا کا کام چلتا رہتا ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس میں الجھ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی بات بالکل ٹھیک ہے' اس سے ضرور مانگنا چاہیئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ خود سنتا ہے' بعض اوقات اپنے مقبول بندوں کی دُعائیں بھی نامنظور کر دیتا ہے۔ مثلاً" مشائخ کرام کے پاس لوگ جاتے ہیں کہ بیٹا پیدا ہونے کی دُعا کریں' وہ دُعا کرتے ہیں اور پچاس فیصد لڑکے پیدا ہوتے ہیں' کیونکہ باقی لڑکیاں

پیدا ہوتی ہیں۔ تو یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں اور ہونا اور نہ ہونا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا رب ہے اندھیرے کا بھی رب ہے اور روشنی کا بھی رب ہے یعنی وہ رات کا بھی رب ہے اور دن کا بھی رب ہے۔ کبھی آپ کو رات کا لطف دکھاتا ہے' کبھی دن کا لطف دکھاتا ہے۔ جب وہ رات بھیجے تو یہ بھی راز ہوتا ہے۔ زندگی کی رات تکلیف' غم اور مصیبت ہے۔ جب وہ دن کے مزے دکھائے اور رونق میلہ دکھائے تو یہ بھی اس کی مہربانی ہے' آپ اس کا لطف لیں۔ اس لیئے جو وہ عطا فرمائے آپ خوشی سے قبول کریں۔ اگر اللہ تعالیٰ کہے کہ آج ہماری مہمانی ہے تو آپ اللہ کے مہمان ہو جائیں' پھر وہ جو کھلاتا ہے' کھاتے جائیں اور جو پلاتا ہے' پیتے جائیں' جو دکھاتا ہے' آپ دیکھتے جائیں۔ ویسے تو آپ اتنے ظالم لوگ ہیں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد زندگی برداشت کر رہے ہیں۔ اور اولاد کو تکلیف ہوتی ہے تو برداشت نہیں ہوتی۔ ظلم تو پیدا ہوگیا۔ آپ کی خوشی میں جہاں کہیں تھوڑا سا فرق ہو جائے مثلاً" اولاد کی جدائی ہو جائے تو یہ آپ سے برداشت نہیں ہوتی اور ماں باپ آپ کے اپنے ہاتھوں سے رخصت ہو گئے اور آپ سے برداشت ہو گیا۔ اس زندگی میں سارا نظام بدل رہا ہے' اپنا اندر بدل رہا ہے' وہ جس کے بغیر گزر نہیں ہوتی تھی' اب گزر ہوتی ہے اور جس کے بغیر وقت نہیں گزرتا ہے' اب گزر رہا ہے۔ کبھی آپ کہتے تھے کہ اگر دُعا منظور نہ ہوئی تو ہم نہیں رہیں گے مگر پھر بھی آپ موجود ہیں۔ اس لیئے جو وہ کر رہا ہے اسے قبول کرو۔ سب سے اچھی دُعا کیا ہے؟ کہ ہمارے لیئے اللہ جو فیصلہ کر رہا ہے ہمیں اس پر راضی رکھے۔ تو یہ دُعا بھی مانگا کرو کہ یا اللہ

بچوں کے مسائل ہمیں ذرا تکلیف دیتے ہیں' انہیں حل فرما۔ بچے ماں باپ کو پریشان نہ کیا کریں۔ اگر لڑکیاں ہیں تو ان کی شادی ہو جائے اور لڑکے ہوں تو ان کی بھی ہو جائے اور ان کا کاروبار بھی اچھا ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ لڑکے ہوں تو ان کا کاروبار چمک جائے۔ دامادوں کا کاروبار بھی چمکے اور یہ آپ لوگوں کا مزاج بن گیا ہے کہ بیٹا تو اچھا ہے لیکن بہُو اچھی نہیں ہے' بیٹی اچھی ہوتی ہے اور داماد اچھا نہیں لگتا۔ یا اللہ تعالیٰ ہمیں راضی رکھ اور ہمارے اپنوں کو بھی راضی رکھ اور سب پر بھی مہربان ہو جا! اللہ بعض اوقات زندگی دے کے مہربان ہوتا ہے اور بعض اوقات زندگی لے کے مہربان ہوتا ہے' یہ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ اور آپ کے لئے کیا بات مناسب ہے؟ کہ یارب العالمین ہمیں راضی رکھ' ہمیں توقعات کے اندر راضی رکھ اور ہماری توقّعات کو Shatter نہیں ہونا چاہیئے' ہماری توقّعات کو Limit میں رکھ اور پھر انہیں پُورا فرما تاکہ یہ نہ ہو کہ یک لخت ہمیں حادثات سے دوچار ہونا پڑے۔ یا رب العالمین ہمیں ناگہانیوں سے بچا! یا اللہ اچانک نازل ہونے والی مصیبت سے بچا' چپکے سے آنے والی مصیبت سے بچا' یارب العالمین ہمیں اپنی محبّت کے ذریعے بچا اور ہمیں اپنی محبّت عطا فرما تاکہ دنیا کی حقیقت ہم پر آشکار ہو' تاکہ ہمیں دنیا میں یہ سمجھ آجائے کہ ہمارے ذِمّہ کام کیا ہیں۔ ہم سے وہ کام ضرور لے جو تیری رضا کے کام ہیں تاکہ ہم گناہ نہ کریں۔ یہ دُعا ہونی چاہیئے! یہ آسان سی دُعا ہے۔ دُعا اس کی منظور ہوتی ہے جن کا وعدہ ہمیشہ پُورا ہو' جو واضح طور پر گناہ سے گریز کرتا ہو یا کم از کم گناہوں سے گواہ بنانے سے گریز کرتا ہو۔ جو جو کام اللہ کے ہیں اس کی

حدُود ہیں آپ انہیں Violate نہ کیا کرو' حد سے تجاوز نہ کرو۔ توبہ کیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہے۔ اللہ پر راضی رہا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہے' اپنے آپ کو' اپنے کام کو اللہ کے سپرد کر دیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہوتی ہے' اللہ کے حبیبؐ سے محبّت کیا کرو کیونکہ یہ اچھی بات ہوتی ہے' دُرود شریف پڑھا کرو کیونکہ یہ بہت بڑا وظیفہ ہوتا ہے۔ دُرود شریف ساری کائنات کا وظیفہ ہے۔ اللہ اور اللہ کے فرشتے جو پڑھتے ہیں آپ بھی وہی پڑھنا شروع کر دیں۔ پھر آپ خاموشی سے اللہ کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہو جائیں گے جس کے بارے میں اللہ کہتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے ایک کام کر رہے ہیں یعنی دُرود پڑھتے ہیں' آپ بھی وہ کام شروع کر دیں۔ آپ وہ کاروبار شروع کر دیں جو فرشتوں کا کاروبار ہے' اللہ تعالیٰ کا عمل بھی وہی ہے کہ میں اور میرے فرشتے دُرود ہی بھیجتے جا رہے ہیں یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما تو آپ بھی پڑھیں کہ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد دُرود شریف سے مسائل تو حل نہ کرنے شروع کردینا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو دُرود شریف شروع کرتے ہیں' دُرود کی محفل میں آتے ہیں اور پھر اپنے کام بتانا شروع کر دیتے ہیں۔ جب دُرود شریف شروع ہو گیا تو پھر کام کیا ہے؟ میں آپ کو کبھی مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ اللہ کے سامنے جا کے تجویز پیش کریں' اللہ کو کوئی Dictations دیں کہ اللہ میاں یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اللہ جو کرتا ہے اسے کرنے دو اور آپ راضی رہنا شروع کرو۔ آپ انسان ہونے کے ناطے سے اس کی بات مانیں اور وہ اللہ ہے' آپ کی بات مانے یا نہ مانے' وہ اللہ ہی ہے۔

سوال :۔

مجھے غصّہ بہت آتا ہے' ایسی صورت میں کیا کروں؟

جواب :۔

غصّہ دراصل دُوسرے انسان کے اس عمل پر آتا ہے جو ہماری توقّع سے باہر ہو' خلاف ہو' مثلاً" ہماری توقّع یہ تھی کہ کوئی صاحب یوں Behave کریں اور انہوں نے اس کے علاوہ Behave کر لیا تو ہم کہتے ہیں کہ یہ Misbehave ہو گیا' غلط سلوک ہو گیا اور پھر ہمیں غصّہ آگیا۔ اب یہ سوچنا چاہیئے کہ ہماری توقّع جو تھی کیا وہ غلط تو نہیں تھی؟ ہم اس دوسرے شخص کی اصلاح چاہتے ہیں اور اپنی اصلاح کئے بغیر چاہتے ہیں۔ تو غصّہ کرنے والا اپنی اس نالائقی کا اعتراف کرے۔ اگر ہمیں دوسرے شخص سے کچھ توقّعات ہیں اور اس کی جو بات ناپسند ہے ہم اس جیسا عمل کبھی نہ کریں۔ اب دیکھنا یہ چاہیئے کہ کیا وہ عمل اس کی فطرت میں شامل تو نہیں تھا؟ کیا میری توقّعات غلط تو نہیں تھیں' کیا میں نے کبھی اس کو Exploit تو نہیں کیا؟ کبھی میں نے اس کو Expedite تو نہیں کیا؟ کبھی اس کو Ignite تو نہیں کیا؟ تو کسی کے ساتھ ایسا عمل کیا جائے جو ناروا ہو تو اسے غصّہ تو آئے گا۔ غصّہ دلانے والا بُھول جاتا ہے کہ غصّہ کیسے آتا ہے۔ غصّہ ایک آدمی کا عمل نہیں ہے بلکہ غصّہ اس آدمی کے Series of actions' کئی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے جب غصّہ ہوگا تو اس سے پہلے نفرت ضرور ہو گی۔ ماں اگر بچے پر غصّہ کر رہی ہے تب بھی اس وقت بچے سے نفرت کر رہی ہوتی ہے۔ تو غصّے میں

نفرت کا پہلو آ جاتا ہے' وہ غصّہ جو استاد کا غصّہ ہے یا والدین کا غصّہ ہو تو وہ اصلاح کے لیئے ہوتا ہے۔ پھر بچہ کہتا ہے کہ میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ وہ غصّہ جو جذبات میں ہو جائے تو وہ نفرت سے شروع ہوتا ہے اور نفرت جدائی پیدا کر دیتی ہے۔ اس لیئے حکم یہ ہے کہ جب غصّہ آئے تو پہلے اپنے اعمال سے توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ والکاظمین الغیظ جس کو غیظ آجائے وہ اپنے غیظ کو روکے۔تو غصّے کو روکنے کا حکم ہے۔ روکنے کا طریقہ اللہ نے کیا بتایا کہ والعافین عن الناس لوگوں کے لیئے عافیت بن جاؤ اور معاف کر دو یعنی جس پر غصّہ آیا آپ اسے معاف کر دیں۔ غصّہ جو ہے یہ ایک سزا ہے۔ یہ غلطی تو اس دُوسرے کی ہوتی ہے مگر سزا آپ کو ملتی ہے۔ غصّہ ایک Punishment ہے' بڑی عجیب و غریب سزا ہے۔ تو نالائق آدمی سے اگر نالائقی ہو گئی تو اسے معاف کر دینا کیونکہ یہ شکر کا مقام ہے کہ آپ کو اتنا بڑا دانا بنایا کہ آپ سے یہ نالائقی نہیں ہوئی۔ لہٰذا جب دوسرے کے غلط عمل کو آپ غصّے کی نگاہ سے دیکھیں تو یہ ضرور سوچیں کہ اللہ نے اس کو ایسے بنایا اور مجھے ویسے بنا دیا۔ آپ شکر ادا کریں کہ یہ کام آپ سے نہیں ہوا۔ اس لیئے اس پر غصّہ کرنے کی بجائے اپنی پوزیشن کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے کہ یہ غلطی اس سے ہوئی ہے اور آپ سے نہیں ہوئی۔ اب آپ اس میں اگلا راز دیکھیں۔ مثلاً" ایک آدمی آپ کے پاس خیرات کے لیئے آیا' مانگنے کے لیئے آیا تو آپ نے اس کو کچھ خیرات کر دیا تو وہ آدمی دو کام کر گیا۔ ایک تو یہ کہ آپ سے Human Relation ' کوئی تعلق بنایا گیا جو آپ کے ساتھ پھر کبھی Repeat کرے گا' دُوسرا یہ کہ وہ

آپ کو سخی بنا گیا۔ غصّہ دلانے والا اگر آپ کو معافی کرنے کا اختیار دے گیا تو یہ بھی کر گیا کہ آپ کے درجات میں اضافہ کر گیا۔ جس نے غصّہ آپ کو دیا ہے یا تو وہ آپ کی Punishment ہے' سزا ہے یا پھر آپ کا انعام ہے۔ تو وہ شخص آپ کے لیئے سزا ہے' آپ کے لیئے مسلسل عذاب ہے' یا پھر آپ کے لیئے ایک انعام ہے' ایسا انعام جو آپ کے درجات میں اضافہ کرتا جاتا ہے بلکہ ہر روز اضافہ کرتا جاتا ہے کیونکہ غصّہ دلانے والا ہر روز گستاخی کرے گا اور آپ ہر روز معاف کرتے جائیں گے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا حبیبؐ اللہ' ہم اپنے غلاموں کی گستاخیاں ایک دن میں کتنی دفعہ معاف کریں؟ آپؐ نے فرمایا ستّر دفعہ تو ضرور معاف کیا کرو۔ اور آپ کے ہاں تو غصّہ دوستوں میں ہوتا ہے' میاں بیوی میں ہوتا ہے' اپنوں میں ہوتا ہے اور اپنا کہہ کے مارتے ہیں۔ تو اپنا کہہ کے مارنے والا جو ہے وہ ہمارے خلاف ہے' اس آدمی کو ہم اچھا نہیں سمجھتے اور معاف کرنے والے کو ہم بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ غلطی کرنے والے کو ہم نادان کہتے ہیں اور جس نے غصّہ کیا وہ بے وقوف ہے۔ غصّہ کرنے والے کو منع کیا گیا ہے۔ اس لیئے آپ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ جب کبھی بھی غصّہ آئے گا' جس پر بھی غصّہ آئے گا اس کو آپ معاف کر دیں گے۔ چاہے وہ بیوی کا خاوند ہو یا خاوند کی بیوی ہو۔ چاہے جو بھی ہو اس کو معاف کر دیں۔ دُعا یہ کرتے ہیں کہ جس نے ہمیں غصّہ دلایا' یا اللہ اس کو بھی معاف کر دے' ہمیں بھی معاف کر دے اور غصّہ کرنے کی توفیق عطا نہ فرما۔ یا اللہ ہمیں معاف کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں دوسروں کا Viewpoint

سمجھنے کی توفیق عطا فرما' ہمیں دُوسروں کے دلوں میں راستے کی گنجائش عطا فرما تاکہ یہ نہ ہو کہ ہم افلاطون ہی بنتے رہیں اور ہمارے دل بند ہو جائیں۔ اے رب العالمین ہمیں وہ دانائی نہ سکھا جس سے دل بند ہو جاتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ! ہمیں محبّت سکھا اور ایسی دانائی سے بچا جو ہمارے لیئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ تو آپ اپنے Human Relations میں غصّے سے گریز کریں۔ آپ ان تعلّقات کی Dissection نہ کریں' آپ انہیں Expose نہ کریں۔ آپ ان کو Analyze نہ کریں یعنی انسانی رشتوں کا تجزیہ نہ کریں۔ رشتے قبول کریں۔ آپ کے ساتھ جس کا رشتہ ہے اس کو آپ نفی اثبات نہ بناؤ یعنی کہ اس کو Negativity اور Positivity نہ بناؤ کہ یہ آپ نے اچھا کام کیا اور یہ آپ نے بُرا کام کیا ہے بلکہ یہ کہیں کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ تو آپ دُوسروں پر اعتماد کرنا سیکھیں' اعتماد بحال رکھیں۔ تو غصّہ جو ہے یہ اعتماد کی کمی کا نام ہے۔ اور غصّہ جو ہے یہ Understanding کی کمی کا نام ہے' مفاہمت کی کمی کا نام ہے۔ جب کسی کو غصّہ آتا ہے تو وہ نہ تو اپنے آپ کو سمجھ سکتا ہے اور نہ دوسرے کو سمجھ سکتا ہے۔ غصّہ کمزور انسان کو جلا دیتا ہے اور طاقت ور انسان کو مزید تحمّل دیتا ہے۔ انگریزی میں کہتے ہیں Little pot is soon hot یعنی کہ چھوٹا برتن جلد گرم ہو جاتا ہے۔ کم ظرف کو غصّہ جلدی آتا ہے۔ یہ میں نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن یہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ تو جو جلد گرم ہو جاتا ہے وہ کم ظرف ہوتا ہے اور عالی ظرف انسان جو ہے سمندر کی طرح کبھی کبھی جوش میں آتا ہے اور جب جوش میں آتا ہے تو کنارے اڑا دیتا ہے اور زمین اڑا دیتا ہے۔ عالی ظرف کے

غصّہ سے ملکوں کی Direction ہی بدل جاتی ہے۔ چھوٹے ظرف والے کا غصّہ' کوئی غصّہ نہیں ہے۔ خاص طور پر جو لوگ آپ کی عافیت میں ہیں اور آپ کی پناہ میں ہیں ان پر غصّہ نہ کرو' جو لوگ آپ کی تحویل میں ہیں ان پر غصّہ نہ کرو اور اولاد پر غصّہ نہ کرو۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ وعدہ کرو' اور توبہ کرو کہ اولاد پر غصّہ نہیں کریں گے کیونکہ غصّہ بد دُعا ہے۔ ماں باپ کا اولاد پر غصّہ ایک بد دُعا ہے۔ میاں بیوی کے درمیان غصّہ کیا ہے؟ نفرت ہے۔ اور دوستوں کے درمیان غصّہ کیا ہے؟ یہ اپنے آپ کی بربادی ہے۔ غصّہ ہمیشہ ہی Consume کرے گا' نقصان دے گا' غصّے سے جو بچ گیا سمجھو کہ وہ تباہی سے بچ گیا۔ اس لیئے دو آدمی ایک دُوسرے کو مل کے کہیں السلام علیکم! آج سے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف غصّہ نہیں کریں گے' میں تیرے چہرے پر سیاہ لکیریں نہیں لگاؤں گا اور تم میرے چہرے پر سیاہ لکیریں مت لگاؤ۔ تو اس لیئے پچھلے گناہ معاف اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا فیصلہ۔ آج کی شام آپ لوگ یہ فیصلہ کرلیں۔ جس کے ساتھ تعلّق رکھنا ہے اس کے ساتھ غصّہ کیوں کرنا اور جس کا تعلّق چھوڑ دینا ہے تو پھر اس کے ساتھ کیا غصّہ رکھنا! گویا کہ غصّہ کرنے کی بجائے یہ سوچیں کہ اس کے ساتھ دوستی رکھنی ہے کہ نہیں رکھنی۔ اگر دوستی رکھنی ہے تو غصّہ نہ کرو اور دوستی نہیں رکھنی تو صاف کہہ دو کہ ہماری تمہاری دوستی نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر پچھتانا پڑ جائے۔ دوستی کے کل کے فیصلہ کو اگر آج آپ غلط کہہ رہے ہیں تو آپ آج کا فیصلہ کل Tomorrow کو غلط کہہ دیں گے۔ جس کو ایک دفعہ دوست کہہ لیا اس کو کم از کم زندگی بھر تک تو

قائم رکھو۔ اس لیئے پچھلی باتوں کو ترک کرو اور غصّہ معاف کرو۔ اپنے آپ کو بھی معاف کرو کیونکہ غصّے میں انسان اپنی ہستی سے باہر ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

جس طرح بزرگوں پر اللہ کا کرم ہوتا ہے کیا ہم پر بھی رحم ہو سکتا ہے؟ اس کے لیئے ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بزرگوں کے پیچھے ایک حُسن اور حُسن کی Announcement یعنی اعلان چلتا ہے' ان کی خُوبی چلتی ہے اور پھر لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگ تو بچپن سے ہی ایسے تھے' مثلاً" داتا صاحبؒ سے بڑی کرامتیں سر زد ہوئی ہیں۔ اسی طرح ایک اور اللہ والے ہیں' ان کے والد صاحب بھی اللہ والے تھے اور ان کی والدہ صاحبہ بھی اللہ والی تھیں۔ ان پر ان بزرگوں کا سایۂ شفقت تھا اور ان کی پیدائش کے وقت یہ عالم تھا۔ رزقِ حلال کا معاملہ اس قدر تھا کہ انہوں نے ایک سیب کھایا' وہ سیب جو دریا میں بہتا ہوا آرہا تھا تو پھر خیال آیا کہ نہ جانے یہ کس کا تھا' پھر چلتے چلتے اس شخص کے باغ تک پہنچے' جس کے باغ سے وہ سیب گرا تھا۔ وہاں جا کر کہا کہ آپ کے باغ کا سیب دریا میں گرا تھا ہم نے کھا لیا۔ اب اس کی سزا یا قیمت جو بھی ہو' تو باغ کے مالک نے کہا کہ قیمت یہ ہے کہ تم ہمارے باغ میں کام بھی کرو اور پھر شادی کرو ہماری اس بچی سے جو کہ بہری ہے اور اندھی ہے ——— پھر ان کی شادی ہوئی تو دیکھا کہ دلہن

کے تو سب حواس صحیح تھے۔ پوچھا تو انہوں نے بتایا ہے کہ یہ بہری اس لیئے ہے کہ اس نے کبھی نا محرم کی آواز نہیں سنی اور اندھی اس لیئے کہ نامحرم کو دیکھا نہیں اور پھر ایسے طاہر ماں باپ سے جو اولادِ مطہر پیدا ہوئی ہے' ان کا نام ہے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غوث الثقلین تو وہ ضرور ہوں گے' ـــــ ان کے پیچھے سے' باپ دادا سے ایک روایت چلی آرہی ہے کہ ان کا یہ مقام ہے۔ آپ ضرور دیکھیں۔ کم از کم اپنے آپ پر رحم کیا کرو۔ اپنے آپ پر رحم کیسے ہوتا ہے؟ اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو اسے معافی دی جائے۔ آپ مجھے سوال بتاتے ہو تو میں جواب بتاتا ہوں۔ مجھے آپ نے مسئلہ بتایا ہے تو میں نے آپ کو دُعا کا راستہ بتایا ہے۔ دُعا کا راستہ یہ ہے کہ جِن جِن لوگوں کی جِس جِس خامی کا پتہ ہے' ان کو وہ دل سے معاف کر دیں۔ انسان ناسمجھ ہے' غلطی کر سکتا ہے۔ ایک انسان کو دُوسرے کی غلطی کا عمل دل میں یاد نہ رہے تو سمجھو کہ وہ معاف ہو گیا! دوسرے کو ہم کب معاف کرتے ہیں؟ جب اس کے غلط عمل یاد ہی نہ رہیں۔ اس طرح جب انسان کے گناہ معاف ہو جائیں تو گناہ کی یاد ختم ہو جاتی ہے۔ کون سا گناہ معاف ہو جاتا ہے؟ جس کی یاد بھی ختم ہو جائے۔ تو اپنے گناہوں کو یاد کرنا بھی بند کر دیا کرو۔ انسان توبہ تب کرتا ہے۔ گناہ کو دُہرانا غلط ہے' گناہ کو یاد رکھنا غلط ہے اور جب گناہ کی توبہ ہو گئی تو انسان گناہ کو بھُول گیا۔ اس طرح معافی ہو گئی۔ آپ پھر زرخیز ہو گئے' شاد باد ہو گئے۔ یہ انسان کی خوبی ہے کہ گناہ گار توبہ کے بعد نیک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ کافر انسان کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جاتا ہے۔ یہ چھوٹی بات نہیں' بڑی بات ہے۔ کافر صرف کلمہ پڑھنے سے

مسلمان ہوگیا وہ کلمہ پڑھنے والا دوزخ سے نکل کے جنّت میں آگیا۔ اور گناہگار توبہ کے ذریعے گناہ سے نکل کے نیکی میں آجاتا ہے۔ آپ اپنے گناہوں کو خود توبہ کر کے معاف کر دیا کریں' بتانا نہ کسی کو۔ خود معاف کر دینا کیسے ہوتا ہے؟ یہ فیصلہ کہ آئندہ ہم نے غلطی نہیں کرنی تو آپ اپنا سفر دُوسری Direction میں' دوسری سمت میں لے گئے اور پھر جنّت میں چلے گئے۔ کبھی بھی لوگوں کی بدی کا ذکر نہ سنو! اگر بدی کا ذکر سناتے ہیں تو ان سے کہو کہ میں اس کی سماعت نہیں کرتا اور اس میں میں شامل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آپ اچھی بات سنیں' نیک بات سنیں' نیکیوں کی بات سنیں' نیک بات کریں اور اگر کوئی غلطی ہو جائے تو ہرگز بیان نہ کریں۔ کم از کم اتنی بات تو کر لیں۔ غلطی کو' بدی کو' آلائش کو اور بدبُو کو چھپانا بھی نیکی ہے۔ اور یہ راز مٹی سے ملتا ہے' مٹی اور زمین کے قریب رہنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے۔ امانت رکھنا' چھپانا' سنبھالنا' پرورش دینا اور رنگ رُوپ دینا مٹی اور زمین کا راز بھی ہے اور ہوا کا بھی راز ہے۔ یہ تو کوئی پہچانے تو پتہ چلے گا کہ ہوا کا راز کیا ہے اور مٹی کا راز کیا ہے؟ امانت کو سنبھالنا اور پرورش کرنا۔ اچھے لوگ بنیں' دھیان کریں' گناہوں سے بچیں' گناہوں کے ذکر سے بچیں' ساتھیوں کو معاف کریں' خود اپنی معافی کا انتظام کریں اور گناہوں کی یادیں بند کر دیں۔ بس پھر یہ سب آسان ہے اور آپ سمجھیں کہ نیک ہو گئے۔ غلط ماضی کو چھوڑ دو' دل سے نکال دو۔ میاں بیوی میں سے کبھی کوئی دوسرے کے خلاف دل میں کوئی خیال نہ رکھے۔ وہ شخص اپنے آپ کو بڑی بد دعا میں ڈالتا ہے جو اپنے ساتھی کے خلاف اللہ کے آگے رپورٹ کر رہا ہے۔ کبھی اپنے

Petty معاملات' ذاتی معاملات کو اللہ کے رُو برُو شکایت کے طور پر پیش نہ کرنا۔ یہ آپ کا ہمارے ساتھ وعدہ ہونا چاہیئے۔ کیا وعدہ ہے؟ کہ ایک دوسرے کے ساتھ گرمی سختی اور غصّہ کی باتوں کو کبھی اللہ کے رُوبرُو لے جانے کی آرزو نہیں کرنی بلکہ یہاں پر ہی معاف کر دینا ہے۔ دوسرے کو ناسمجھ سمجھ کے معاف کر دینا اور بے وقوف سمجھ کے معاف کر دینا۔ کبھی دل میں رنجش نہ رکھنا۔ اگر یہ شکایت اللہ کے رُوبرُو لے کے جاؤ گے تو اس کو تو سزا ہو گی مگر وہ آپ کو کسی اور گناہ میں پکڑے گا۔ مثلاً" اگر کوئی کہتا ہے کہ اے اللہ میں اس کو سزا دلانے کے لیئے آیا ہوں اس نے میرے ساتھ بڑا ظلم کیا تو اللہ کہے گا کہ چلو سزا دے دو۔ اب آپ ابھی وہاں کھڑے ہوں گے تو اتنے میں ایک اور آدمی آجائے گا' وہ کہے گا کہ آپ نے اس کے ساتھ یہ زیادتی کی ہے تو آپ کی بھی گرفت ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ آپ یہ کہیں کہ چلو میرے ساتھ زیادتی تو ہو گئی مگر میں معاف کرتا ہوں تو آپ کو بھی معافی مل جائے گی۔ تو معاف کرنے والے کو معافی مل جاتی ہے۔ اس لیئے آپ معاف کرکے جائیں اور معافی لے لیں۔ یہ بڑی آسان بات ہے۔آپ اصلاح احوال کو اللہ کے حوالے کردیں۔ آپ بڑے اچھے لوگ ہیں' اپنا دھیان کریں' اپنی عزّت کریں اللہ کا سجدہ کریں اور رب العالمین کی مہربانی کا شکر ادا کریں' اس کی مہربانی کہ اس زمانے میں بھی ہمیں سجدے کا شعور عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ سجدہ اللہ کا کر رہے ہیں تو اللہ کے ساتھ الجھا نہ کریں کہ بیٹا کیوں نہیں دیا اور بیٹی کیوں نہیں دی۔ وہ تو پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس کا کوئی آج کا تو تجربہ نہیں ہے۔ وہ مالک ہے اور وہ پُرانا مالک ہے' زمین و آسمان کا مالک ہے'

اسے پتہ ہے کہ بیٹوں کی شادی کیسے ہوتی ہے' بیٹیوں کی شادی کیسے ہوتی ہے اور رزق کیسے دیا کرتے ہیں۔ وہ سارے کام جانتا ہے۔ آپ تو آج اِس دنیا میں آئے ہیں' وہ تو ہمیشہ کا رہنے والا ہے۔ آپ جانے دیں اور اپنی کاریگریاں بند کریں کیونکہ اصلی کاریگر وہی ہے۔ آپ اپنے مالک کے ساتھ ہیرا پھیری بند کردیں۔ اس پر راضی ہو جائیں' اپنے سر کو جھکا دیں کہ یا اللہ ہم راضی ہیں۔ بس ہم راضی ہیں اور تو بھی راضی ہو جا' تیری مہربانی ہے! اتنی بات آپ کرلیں تو پھر آپ کی زندگی آسان ہونا شروع ہو جائے گی۔

سوال :۔

آپ کی باتیں آسان لگتی ہیں مگر جب عمل کرنا چاہتے ہیں تو بڑی مشکل ہوتی ہے۔

جواب :۔

آپ لوگ دُعا یہ کریں کہ جو بات آسان نظر آتی ہے یہ آسان ہو جائے۔ بات کا بیان آسان ہے اور عمل بھی آسان ہے۔ ایک چیز اس میں Preconditioned ہے' وہ پہلے سے طے ہے' یہ کہ آپ اپنے دل کو آرزُو سے خالی کریں' Temptation نکال دو' تمنّا نکال دیں' غرور نکال دیں' انا بھی نکال دیں اور اللہ تعالیٰ کی بات اس دل میں آنے دیں' زیادہ پروگرام بنانے چھوڑدیں' شکوہ نکال دیں اور تقاضہ نکال دیں' Complaint نکال دیں' شکایت نکال دیں' Demand نکال دیں' طلب نکال دیں اور زیادہ پروگرام بنانا چھوڑ دیں۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ کا

دل آرزُو سے خالی ہو جائے گا۔ جب آپ نے شکوہ' شکایت اور پروگرام چھوڑ دیے تو' پھر آپ خود ہی اللہ کا پروگرام بن جائیں گے۔ تب آپ یقیناً اللہ کا پروگرام ہیں' اب کبھی آپ کو تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ تو اپنا پروگرام شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کا اپنا پروگرام ہوتا ہے۔ اس نے آپ کو اپنے پروگرام پر بھیجا ہوا ہے اور آپ دُوسرا پروگرام شروع کر دیتے ہیں' اس لیئے دِقّت ہوتی ہے۔ اس لیئے جب آپ ایسی بات کریں گے اور آئندہ گھر جا کے سوچیں گے تو پھر عمل ساتھ ہو جائے گا۔ دِقّت پیدا کرنے والا شخص کہیں دُور سے نہیں آتا بلکہ اکثر میاں بیوی آپس میں دونوں مل کے کہتے ہیں کہ آؤ آج دِقّت شروع کریں اور پھر جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ تو آپ ایک دوسرے کو راضی کیا کریں۔ اللہ کب راضی ہوتا ہے؟ جب آپ ایک دوسرے کو راضی رکھیں۔ میں صرف ایک شخص سے بات نہیں کر رہا بلکہ میں سب سے بات کر رہا ہوں۔ آپ ضرور ایک دوسرے کو راضی رکھا کریں۔ اللہ کو راضی رکھنے کے لیئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو راضی رکھا کریں۔ آپ جس کو راضی رکھ سکتے ہیں تو ضرور رکھیں اور اگر نہیں رکھ سکتے تو کوشش تو کر لو' اس میں کامیاب ہو جاؤ تو بہت بہتر ہے۔ یا دُعا کریں کہ یا اللہ راضی رہنے والے خود ہی راضی رہیں کیونکہ ہم سے تو راضی نہیں ہوتے۔ یہ بیچارے کمزور لوگ آپ کو کیا راضی کریں گے' آپ خود راضی رہا کریں۔ تو آج سے راضی رہنے کا عمل مردوں کے ذِمّے ہے اور راضی رکھنے کی کوشش عورتوں کے ذِمّے' اگر وہ آپ کو راضی کر جائیں تو بہت بہتر ہے' اور اگر راضی نہ کر سکیں تو آپ معاف کر دیا کریں۔ میں آپ کو

عاقبت کی ایک بات بتا رہا ہوں۔ کوئی بھی عورت اپنے شوہر کے خلاف سخت اور بے ادب لفظ نہ کہے بلکہ خاموش ہو جائے۔ یہ عاقبت کی بات ہے اور کوئی مرد اپنی بیوی کے ماں باپ کے خلاف بات نہ کرے' کوئی بیوی اپنے میاں کے ماں باپ کے خلاف بات نہ کرے۔ بس یہ دو باتیں ضرور طے کر لو۔ دونوں کے والدین کے ادب کی بات ضروری ہے۔ آپ لوگ ایک دوسرے کو Accomodate کرو اور محبّت کے ساتھ سفر پورا کرو' بس یہی آشیانہ ہے' چار دن کا میلہ ہے' پھر اِس کے بعد یہ میلہ ختم ہو جائے گا۔ زندگی میں اور بہت مسائل ہیں' پتہ نہیں آپ کہاں کہاں ہلاک ہوں گے۔ اس لیئے یہ زندگی ہے' جھگڑا کچھ دیر تو قائم رہے لیکن زندگی قائم رہے۔ زندگی کو جھگڑے کی شکل کبھی نہ بنانا۔

اب آپ کوئی اور سوال کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات کوئی شخص سوال کرتا ہے اور میں محسُوس کرتا ہوں کہ بے کیف ہو گیا ہوں' سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب :۔

وہ شخص Intune ہوتا ہے' مائل ہوتا ہے ایک آواز کے ساتھ اور دُوسری آواز کوئی اور Effect کر جاتی ہے' کوئی اور اثر کر جاتی ہے۔ اس لیئے آپ کی Harmony اور توازن جو ہے وہ ڈسٹرب ہو جاتا ہے۔ اگر آدمی ایک راگ میں محو ہو تو دوسرا راگ چاہے جتنا دلکش ہو' اس کو سمجھ نہیں آتی۔ آدمی اگر ایک چیز کو دیکھ کر محو ہو' دیکھ رہا ہو اور

درمیان میں سے کوئی آدمی گزر جائے تو وہ منظر ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن یہ ضروری بات ہے کہ دوسروں کو بھی اتنا ہی حق ہے جتنا آپ کو ہے' برابر کا حق ہے' اس شخص کی آواز کو بھی اچھا سمجھو بلکہ ساری آوازیں اچھی آوازیں ہیں سارے چہرے اچھے ہیں اور سب باتیں ٹھیک ہیں۔ اللہ آپ کو ایک اچھا مستقبل عطا فرمائے! بس اب دعا کرو۔ کیا دعا کی جائے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں اچھے دن لائے! بہت اچھے دن لائے! آپ کے قُرب میں' قریبی لوگوں کو آپ کی عزّت کا حوصلہ پیدا ہو! اللہ تعالیٰ ایک دُوسرے میں احترام پیدا کرے۔ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی کی توفیق عطا فرمائے اور توفیق عمل میں آئے۔ یہ جو باتیں ہم سُن رہے ہیں' باتیں تو آسان لگتی ہیں اور سمجھ بھی آ رہی ہیں' یہ باتیں ہمارے عمل بھی آئیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو آج کے دن سے اپنے فضل میں رکھے' اپنی پناہ میں رکھے اور آپ لوگوں کے اندر حوصلہ پیدا کرے تاکہ آپ ایک دوسرے کو Accomodate کریں' ایک دوسرے سے محبّت کریں اور ایک دوسرے کو معاف کریں۔ اور سلامتی کے ساتھ آج کی شب بخیر۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیّدنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

☆...○...☆

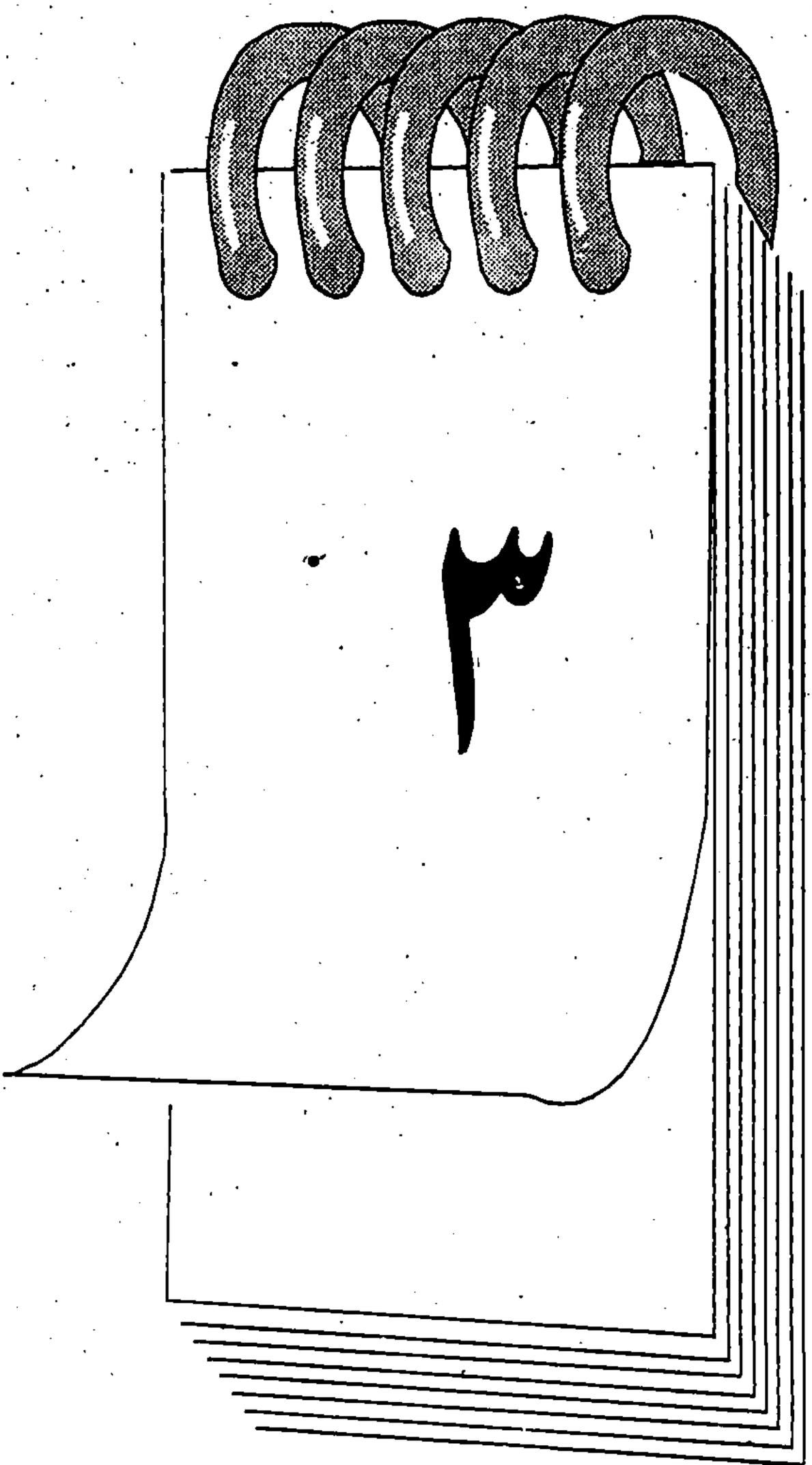
٣



۱ ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں ہم اللہ کے قریب ہونے کے لیے کیا کریں؟

۲ تمام بزرگانِ دین اور آپ بھی نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں۔

۳ جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنی چیز ہے۔ تو پھر دل کیسے قوی ہو؟

۴ مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟

۵ وہ کون سی تکلیفیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں؟

۶ اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری پرابلم ہی ختم ہو گئی۔

۷ کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔

۸ بندہ صحیح انسان کیسے بن سکتا ہے؟

۹ انسان کی زندگی ابتدا سے انتہا تک اللہ نے بنا دی ہے تو اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟

۱۰ کیا یہ بہتر نہیں کہ سب روزہ دار ہوں اور ہم دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلیں؟

۱۱ فرض کریں کہ یہاں آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور ساتھ کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو بندہ کیا کرے؟

۱۲ دین اور دنیا کو اکٹھے کیسے چلائیں؟

۱۳ تنہائی میں ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن میلوں میں جا کے گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟

سوال :۔

ایک تو دین اور دنیا کی سمجھ نہیں آتی تو ایسے میں ہم اللہ کے قریب ہونے کے لیئے کیا کریں؟

جواب :

دین کا جتنا بھی سفر ہے وہ دنیا کے اندر کا ہے۔ یہاں stay کرنے کی تمنا دنیا ہے اور دین آخرت کی طرف رجوع کا نام ہے۔ دین کو یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ آسمان کی طرف رجوع ہے اور زمین کی طرف رجوع دنیا ہے۔ ایسے بھی کہتے ہیں کہ انسانوں کے بارے میں غور کرتے رہنا دنیا ہے اور انسان بنانے والے کے بارے میں غور کرنا دین ہے۔ مستقبل کا پروگرام بنانا' دنیا میں ٹھہرنے کا پروگرام بنانا' سٹڈی کرنا اور ترقی کرنا یہ سب دنیا ہے' اور ماضی سے رابطہ کرنا دین ہے یعنی ماضی کا سارا رابطہ اور وہاں سے جو احکامات آپ کو ملیں گے وہ دین ہے۔ تو دنیا کے اندر اللہ کی رضا کے مطابق سفر کرنا دین بن جاتا ہے اور یہ سفر یہیں

پر اسی دنیا میں ہی ہے۔ اگر کسی حوالے سے سفر نہ ہو' آپ صرف عبادت تو کرتے رہیں لیکن آپ مالک کا حوالہ اپنی زندگی میں محسوس نہ کریں تو وہ بھی دنیا ہے۔ کچھ لوگ دین کو رضائے الٰہی سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ دین کو شریعت کے احکام سمجھتے ہیں۔ دنیا کو متاع الغرور کہا گیا ہے اور دین کو یہ کہا گیا کہ یہ آپ کو اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا طرزِ حیات ہے۔ تو آپ نے اس دنیا کے پھیلاؤ میں کیسے زندگی بسر کرنی ہے؟ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ تو فرمایا گیا کہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز جو ہے وہ اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے' ہر چیز جو ہے وہ اپنے خاتمے کو پہنچ رہی ہے' لباس چیتھڑوں تک پہنچے گا اور آپ کے دستر خوانوں کی زینت جو کھانے ہیں یہ بھی انجام کار فاسد ہو جائیں گے۔ دنیا ایک ایسی چیز ہے کہ اپنے چاہنے والوں کو پناہ نہیں دیتی اور عام طور پر جو اس کو یعنی دنیا کو چھوڑ دیتا ہے یہ اس کا بڑا Regard' خیال کرتی ہے۔ دنیا جو ہے یہ آپ کے وجود کا نام ہے اور دین جو ہے یہ آپ کی روح کا نام ہے۔ دنیا جو ہے وہ وجود ہے جو پلنے والا ہے اور آپ اس وجود کی خوبصورت پالش کریں۔ جو ساری چمک دمک ہے یہ ساری دنیا ہے۔ بس یہ دلہن ہے کہ اس کو بناؤ' سنوارو' دیکھو' دکھاؤ اور اپنی موجودگی کا اعلان کرو' Temptation پیدا کرو' راغب ہو جاؤ' Tempt ہو جاؤ تو یہ ساری دنیا ہے۔ بلکہ آپ یہاں تک بھی کہہ سکتے ہیں کہ زندگی کو صرف لوگوں کے حوالے سے بسر کرنا اور تعریف کے حوالے سے بسر کرنا' یا تعریف کی خواہش کے حوالے سے زندگی بسر کرنا Pure دنیا ہے۔ آپ لوگ اس سے بچیں! جو بھی کام آپ اپنی تعریف کے لیئے کر رہے ہیں یعنی کہ لوگ تعریف کریں گے تو

آپ یہ سمجھیں کہ یہ دنیا ہے۔ یہ تو عبرت کدہ ہے' اس سے بہت زیادہ گریز کرنا چاہئے۔ اگر صرف نگاہ بدل جائے تو اس سے ساری دنیا جو ہے وہ دین بن جاتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس دنیا میں اتنی گمراہی ہے کہ یہاں خدا کا راستہ کیسے مل سکتا ہے؟ یہاں ہم اس دنیا کی بات کر رہے ہیں جس کے اندر صرف گمراہی ہے تو اس میں خدا کا راستہ کیسے مل سکتا ہے مثلاً" آپ اپنے ہی ملک کو لے لیں' شہر کو لے لیں' محلّے کو لے لیں' ان میں حجاب ہی حجاب ہے۔ اور حال یہ ہے کہ مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا ماحول انسان کو راس نہیں آتا کہ اس میں کوئی دین نہیں ہے اور یہ Pure حجاب ہے۔ حجاب کا معنی یہ ہے کہ آپ بازار چلے جائیں یا کہیں اور چلے جائیں تو کہیں پر صحیح چیز نظر نہیں آئے گی۔ تو گویا کہ ایسی جگہ نظر نہیں آتی کہ جہاں انسان خدا کا عرفان حاصل کر سکے۔ تو آج کل یہ پوری دنیا ہے۔ آپ بچپن میں سکول گئے تو کہیں خدا کا راستہ نہیں ملا' سکول سے کالج چلے گئے تو وہاں بھی یہی ہوا' پھر یونیورسٹی میں یہی کیا' سروس کی' پیسہ کمایا مگر خدا کی بات کہیں نہیں ملی۔ تو آپ نے محنت بڑی کی ہے لیکن عرفان نہیں ملا۔ گویا کہ محنت کے باوجود جس راستے پر خدا نہ ملے تو پھر تو یہ راستہ دنیا کا ہے۔ اب یہ دیکھا جائے کہ دین کیا ہے اور کہاں ہے؟ تو جتنے دین کے حوالے آئے ہیں وہ سارے کے سارے اسی دنیا میں آئے ہیں' یہی دنیا عین اللہ کی راہ ہے' اسی دنیا میں اللہ کی طرف سفر ہے۔ جن لوگوں نے دین کو دریافت کیا ہے انہوں نے اسی دنیا میں دین کو دریافت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنا

Pure دنیا ہے اور اپنے اور اپنے اللہ کے حوالے سے زندگی بسر کرنا خالص دین ہے۔ تو یہ نیّت کی بات ہے کہ وہی چیز دین بن جاتی ہے اور وہی چیز دنیا بن جاتی ہے۔ آپ اپنے بچوں سے محبّت کرتے ہیں تو یہ دنیا ہے اور یہ انسان کی سرشت ہے کہ کافر بھی اپنے بچوں سے محبت کرے گا اور مومن بھی اپنے بچوں سے محبت کرے گا۔ اور اگر آپ اپنے بچوں سے پیار و محبّت اللہ کے حوالے سے کرنے لگ جائیں تو وہی آپ کا دین ہے۔ تو یہ آپ کے نگاہ کے بدلنے کی بات ہے۔ اگر آپ کی نگاہ یہاں دنیا میں لگ گئی تو یہ آپ نے کم تر کام کیا' Look Down کیا' پھر تو یہ دنیا ہے اور اگر آپ نے Look Up کر دیا' اونچا دیکھا تو یہ دین ہے۔ اگر یہاں کے حوالے آپ کو یاد رہے تو یہ دنیا ہے اور اگر آپ کسی اور حوالے میں نکل گئے تو یہ دین ہے۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کے حوالے سے' اللہ کی بنائی ہوئی دنیا میں' اللہ کے عطا کئے ہوئے دین کے مطابق' اللہ کی رضا کے لیئے کام کریں۔ تو جس میڈیم میں آپ نے کام کرنا ہے اس کا نام بے شک دنیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے جو کام ہے وہ دین ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ دین اور دنیا الگ الگ نہیں بلکہ یہ ایک ہی چیز ہے۔ اگر خیال بدل جائے تو دین بن جاتا ہے۔ مثلاً" آپ یہاں بیٹھے ہیں اور یہاں آپ نے ایک مصلّٰی بچھا دیا تو یہ دین بن گیا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہاں پر دنیا تھی۔ تو مقصد یہ ہے کہ اسی دنیا کا نام دین بن جاتا ہے۔ آپ یہیں پر استغفار شروع کر دیں تو پھر دین شروع ہو گیا اور اگر گناہ کر لیں تو پھر دنیا شروع ہو گئی۔ نیک آدمی کے لیئے غفلت کر دینا دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے ۔

کچھ دیر تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

اگر وہ لمحات ایسے ہیں کہ انسان ان پر شرمسار ہو رہا ہے تو یہ شرمسار ہونا دین ہے۔ نفرت کا خیال جو ہے یہ دنیا ہے۔ دنیا شعور سے محرومی کی بات ہے۔ زندگی کا خیال دنیا ہے اور موت کا خیال دین ہے۔ جہاں آپ نے جانا ہے تو آپ لوگ ان جگہوں کو یاد رکھیں کہ ہم Ultimately اللہ کے پاس جائیں گے۔ ہم سب اللہ کی طرف سے آئے تھے اور اللہ کی طرف واپس جانا ہے۔ بس اتنے احساس کا نام دین ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دین کی اطاعت اللہ کی رضا کے لیئے کی جائے۔ اطاعت اللہ کی رضا کے لیئے ہو۔ کسی شخص کی اطاعت' کسی ذات کی اطاعت اور کسی خیال کی اطاعت اگر اللہ کے لیے ہے تو وہ آپ کے لیئے دین بن جائے گا۔ مثلاً" آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوں اور اگر خیال مسجد سے باہر ہے تو یہ دنیا ہے اور اگر مسجد سے باہر بیٹھنے والے شخص کا خیال مسجد کے اندر ہے تو یہ دین ہے۔ دین پر چلنے والے لوگ اگر دنیا کی تعریف کے لیئے عمل کر رہے ہیں تو یہ Pure دنیا ہے بلکہ گھٹیا دنیا ہے! سب سے بڑا دنیا دار وہ عالمِ دین ہے جو شہرت کے لیئے علم کی تقریر کرتا ہے ایسا شخص کون ہے؟ یہ Pure دنیا دار ہے۔ دین کیا ہے؟ جو شخص اللہ تعالیٰ سے کانپتا ہے' ڈرتا ہے' خوف کھاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے خوف آتا ہے تو یہ دین کی بات ہے۔ تو اپنے انجام سے ڈرنا اور اپنی عاقبت سے ڈرنا دین ہے۔ تو طالبِ دنیا جو ہے اسے آپ کہتے ہیں کہ یہ مقہور ہے اور جنّت یا آخرت کا طالب جو ہے اس کو آپ

مسرور کہہ سکتے ہو' لیکن طالب مولیٰ ہی اصل میں منظور ہے۔ مقصد یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ ہونا' اللہ کا طالب ہونے سے اصل دین بنتا ہے۔ تو طالبِ دنیا' طالبِ عقبیٰ یا طالبِ مولیٰ کا مسئلہ اصل میں یہ ہے کہ اپنی زندگی کو خالق کے حوالے سے کون بسر کرتا ہے۔ تو اس کے بارے میں بڑی بڑی وضاحتیں بتائی گئی ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے اندر ہی ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ اس کو آپ یوں کہیں کہ ایک گھوڑا ہے اور ایک شہہ سوار ہے۔ نہ سوار گھوڑے کے بغیر رہ سکتا ہے اور نہ گھوڑا سوار کے بغیر رہ سکتا ہے۔ تو نہ وجود رُوح کے بغیر رہتا ہے اور نہ رُوح وجود کے بغیر رہتی ہے۔ یہ دونوں کا ملاپ ہے۔ آپ یہاں دونوں کے لیئے کام کر سکتے ہیں۔ اگر رُوح صرف جسم کی پرستش کرنے پر مصروف ہو جائے تو آپ کے لیئے یہ ساری کائنات دنیا بن جائے گی اور اگر آپ کا جسم جو ہے یہ رُوح کی غذا بن جائے' خوراک بن جائے کہ مشکلات کے باوجود آپ اللہ کی راہ پر چلنے لگ جائیں' نیند کے باوجود جاگنا شروع کر دیں اور سردی کے باوجود باوضو ہونا شروع ہو جائیں تو آپ یہ سمجھیں کہ دنیا ساری کی ساری آپ کی ہے اور یہ سارا دین ہے۔ تو مشکل بات کوئی نہیں ہے' بلکہ یہ بات بڑی آسان ہے۔ جو کچھ آپ کے پاس دنیا میں موجود ہے اس کو لا موجود کے لیئے استعمال کردو تو یہ دین ہے۔ صرف اتنا سارا کام کرنا ہے اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ مثلاً" غم اللہ کے حوالے کر دو' خوشی اللہ کے حوالے کر دو' سرمایہ اللہ کے حوالے کر دو' تمام زندگی کا مسئلہ اس کے حوالے کر دو کہ ہم اللہ کے لیئے ہیں اور اللہ ہمارے لیئے ہے۔ تو اللہ کے حوالے سے کلمہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے

کہ لا الٰہ الا اللہ یعنی کہ کوئی چیز پرستش کے قابل نہیں ہے' الٰہ نہیں ہے' یعنی کہ کوئی چیز لگاؤ یا لگن کے لیے نہیں ہے' دل لگانے کے قابل ہی نہیں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کو آپ ایسے سمجھ کر دیکھیں تو کچھ عرصہ کے بعد آپ کو معلوم ہو گا کہ اللہ کے علاوہ جس سے آپ لگاؤ کر رہے ہیں اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ ختم ہو جائے گا یعنی اگر کوئی آدمی ہے تو مر جائے گا' تو اللہ جو ہے وہ مرتا تو ہے نہیں۔ اس لیئے یہ بتایا گیا ہے کہ اگر آپ اللہ کے علاوہ کہیں بھی دل لگاؤ گے تو پھر آپ کا دل خود بخود ہی افسردہ ہوتا چلا جائے گا اور بیمار ہوتا چلا جائے گا۔ اگر آپ اللہ کی طرف لگاؤ کر لو' محبت کر لو' تو یہ سارے کا سارا واقعہ آپ کے لیئے سرفرازی کا باعث ہوگا۔ ہمارا جینا اللہ کے لیئے ہے' ہمارا مرنا اللہ کے لیئے ہے' ہمارا خیال اللہ کے لیئے ہے اور ہمارا سونا جاگنا اللہ کے لیئے ہے۔ تو دین کیا ہوا؟ دین رضائے الٰہی اور امرِ الٰہی ہوا۔ اور دنیا کیا ہوئی؟ خواہشِ نفس! تو خواہشات نفس جو ہے یا معروضی حالات جو ہیں یعنی یہ جو ہمارے حالات ہیں' ضرورتیں ہیں' آسائشیں ہیں یہ کام تو مسلسل چلتا رہتا ہے اور یہ سارے کا سارا دنیا ہے۔ تو آپ اس کو یوں کہہ لیں کہ عقل کو استعمال کرنا دنیا ہے اور دل کو استعمال کرنا دین ہے۔ دنیا کے اندر رہنے کی تمنّا' فرعون نما ہونے کی تمنّا' طاقتیں اکٹھی کرنے کی تمنا' شہرت اکٹھی کرنے کی تمنّا' دولت اکٹھی کرنے کی تمنّا' چاہنے اور چاہا جانے کی تمنّا' اور دھوکہ دینے کی تمنّا خطرناک ساتھی ہیں اور یہ نفس ایسے مقام پر دھوکا دیتا ہے کہ جہاں دھوکے کا کوئی موقع ہی نہیں ہوتا' کوئی توقّع نہیں ہوتی' ایسا انسان بڑی خطرناک شے ہے' اللہ سے استغفار کرنا چاہیئے کہ میں اللہ

سے پناہ مانگتا ہوں کہ شیطان سے بچائے۔ تو بات یہ ہے کہ شیطان تو ہمیں نظر نہیں آیا' ہمیں تو انسان ہی نظر آیا ہے' شاید کسی انسان ہی کا نام آپ کے لیئے شیطان ہو۔ ایک بات تو طے ہے کہ آپ کو جو گمراہ کرے گا وہ انسان ہی ہوگا۔ تو انسان کو انسان ہی گمراہ کرے گا' انسان کے نفس نے انسان کو گمراہ کرنا ہے اور یہ آرزو بن کے گمراہ کرے گا' خواہش بن کے گمراہ کرے گا' بعض اوقات محسن بن کے گمراہ کرے گا اور بعض اوقات مظلوم ہو کے گمراہ کرے گا۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو بھی گمراہ کرے گا اور لوگوں کو بھی گمراہ کرے گا' بعض اوقات دین کے لباس میں گمراہ کرے گا اور بعض اوقات کسی اور لباس میں گمراہ کرے گا۔ اگر آپ کو آواز کی تمنّا ہے اور آپ کے کانوں کو اچھی آواز کی رغبت ہے تو یہ ایک علیحدہ دنیا ہے۔ اگر آپ کو رنگ رُوپ کی تمنا ہے تو پھر آپ کو خطرے کا اندیشہ ہے۔ تو ایسی تمنا جو اللہ کے لیے نہ ہو اور دنیا کے لیئے ہو' وہ گمراہی ہے۔ تو آپ کو یہ جاننا چاہیئے کہ حق کیا ہوتا ہے' حقوق کیا ہوتے ہیں اور اور حقوق العباد کیا ہوتے ہیں؟ مثلاً" کسی اور کے حصّے میں وقف ہو چکنے والی شے کی آپ تمنّا شروع کرو تو آپ گمراہ ہو جائیں گے۔ یا کسی چیز کو اس کے جائز وارث کی اجازت کے بغیر اپنی تمنّا میں رکھنا ایک طرح سے جرم ہے۔ یہاں سے انسان دنیا میں داخل ہو جاتا ہے اور اس دنیا کے ایسے چکر میں پڑتا ہے کہ پھر اس کے کبھی بچنے کی امید نہیں رہتی ہے۔ آپ لوگ دنیا میں اس طرح رہیں جس طرح آئے تھے یا کم از کم جاتے وقت ایسے ہو جاؤ۔ اپنی نگاہ کو پاکیزہ رکھیں اور اپنی نگاہ کو ناپاک نہ کریں' جلوؤں کی تمنّا میں آپ کو اس کا بڑا دھیان کرنا چاہیئے

اور خیال کرنا چاہیئے۔ اپنی بیٹیوں' اپنی بہنوں اور اپنی ماؤں کے لحاظ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی بیٹیوں کا' دوسروں کی بہنوں کا اور دوسروں کی ماؤں کا احترام کیا جائے۔ اور اپنا احترام کس طرح کرنا چاہیئے؟ وہ بھی اس طرح کرنا چاہیئے۔ اگر حقوق کی بات اجائے تو لوگوں کے حقوق بھی پورے کرو۔ جس چیز کی شریعت میں اجازت نہیں ہے اس کی تمنّا بھی آپ کے اندر نہیں ہونی چاہیئے اور اس کا خیال بھی آپ کے دل میں نہ آئے۔ اس طرح دنیا بچ جائے گی اور یہ دنیا دین بن جائے گی۔ اگر آپ نے صرف خیال میں بھی کچھ Violate کر لیا تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین اور دنیا میں بڑا فرق ہے اور یہ کہ دین اور دنیا میں فرق کوئی نہیں ہے۔ آپ کی نیّت بدل جائے تو دین دنیا ایک شے کا نام ہے۔ اگر آپ کی نیّت دنیا ہو جائے تو پھر آپ کا دین بھی دنیا ہے' آپ کا حج بھی دنیا ہے اور ساری عقیدتیں بھی ڈرامہ ہیں اور اگر آپ واقعی Genuine' اصلی ہو جائیں تو پھر آپ کی گمراہیاں بھی معاف ہو جائیں گی۔ اگر آپ خلوص والے ہو جائیں تو پھر گمراہی بھی با مصرف ہو جائے گی۔ نیک نیّت شخص اگر غلط جگہ چلا جائے تو کہتے ہیں کہ وہاں کوئی نیک کام ہوگا' کوئی نہ کوئی نیکی ہوگی۔ اس لیئے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ تمام کام جو آپ اپنے والدین اور اپنے بزرگوں کے سامنے کرنے میں خوشی محسوس کریں' وہ سب دین ہے۔ والدین' بزرگ' اساتذہ' مشائخ کرام اور علماء صاحبان کے سامنے کرنے والی جو خواہشیں ہیں یا ان کو بتانے والی جو صفتیں ہیں وہ سارے کا سارا دین ہے۔ میں آپ سے اس وقت بات کر رہا ہوں' جو بات آپ فخر سے مجھے بتا دیں گے تو وہ دین ہو گی اور جو بات

آپ چاہو گے کہ مجھے پتہ نہ چلے تو وہ دنیا ہو گی۔ اس لیئے دین اور دنیا کا معاملہ بڑا آسان ہے۔ تو میرے سامنے جو چیز آپ بیان کر سکتے ہیں وہ دین ہے اور چھپانے والی بات جو ہے یہ دنیا ہے۔ آپ اپنے مستقبل کے ڈھانچے پر غور کیا کریں۔ اگر کسی انسان کی مرتے وقت دنیا میں ٹھہرنے کی تمنّا ہے یا کوئی حسرت ہے تو آپ سمجھیں کہ وہ ابھی دنیا کا طالب ہے اور دنیا کی طرف اس کی نگاہ لگی ہوئی ہے۔ مرتے وقت ان لوگوں کو تو انبساط ہوتا ہے خوشی ہوتی ہے جو اللہ کی تمنّا کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اب یہ حجاب اٹھ گیا' پردۂ ہستی چاک ہوگیا' اب اللہ رُو برُو ہو گا بلکہ آمنے سامنے ہوگا۔

میں بھی آئینہ تُو بھی آئینہ
دیکھ اِک بار سامنے ہو کر

جب آئینہ آئینے کے رُوبرُو ہو گیا تو بات ختم ہوگئی۔ اس لیئے یہاں سے ہی اللہ کی تمنّا کرنا اصل چیز ہے اور یہ تمنّا یہیں سے کرنی ہے' یہ اس دنیا سے کوئی الگ مضمون نہیں ہے۔ تمام بزرگوں نے اس دنیا کو دین بنایا ہے اور یہی دین ہے۔ تو دین اور دنیا کے درمیان' میں نے آپ کو ایک بات بتا دی ہے کہ اس بات کا خیال کرنا چاہیئے۔ میں نے آپ کو صرف مضمون نہیں بتایا بلکہ عمل بتایا ہے۔ آپ لوگ پہلے ہی میرے سامنے توبہ کر چکے ہیں' اب ایک بار پھر توبہ کریں' اپنے خیال کی اصلاح کریں' اپنے خیال کی پہرہ داری کریں' اپنے خیال کو چیک کریں۔ آپ بھلے کا سوچیں اور بھلا پائیں اور اگر آپ برائی سوچیں گے تو برائی ملے گی۔ یہ دنیا ایک آئینہ ہے اور یہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ جس شخص

نے جس نگاہ سے اس کو دیکھا وہی نگاہ اس پر آئے گی۔ اس کی تفصیل اور تفسیر بہت لمبی ہے۔ اگر آپ حقوق تلفی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں' تو پھر آپ کو حق نہیں ملے گا۔

اگر آپ اپنے اہل و عیال اور لوگوں کے اہل و عیال کو خوش اور مسرور دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ لوگوں کے اہل و عیال کو خوش اور مسرور رہنے دیں۔ اگر آپ اپنے اہل و عیال کو عزّت اور آبرُو کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ دوسروں کی عزّت اور آبرو قائم کریں۔ کبھی انسان نے کسی اور انسان کے ساتھ بد تمیزی کی تو کوئی اور انسان آپ کے ساتھ بد تمیزی کر جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جیسا کرو گے ویسا ہوگا' آپ کے ساتھ بھی ہو گا اور آپ کی اولاد کے ساتھ بھی ہوگا۔ اس لیئے اپنی اولاد کو اپنی غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرو۔ آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ بُرائی نہیں کرنی ہے بلکہ آپ نے کسی اور کی اولاد کے ساتھ کرنی ہے۔ پھر تو کوئی اور انسان آپ کی اولاد کے ساتھ بدتمیزی کرے گا۔ اس لیئے اے صاحبانِ علم و بصیرت' عقل و فہم و دانش! یہ دنیا ہے' اس ہاتھ میں دے اور اس ہاتھ میں لے' اور یہی تو دنیا ہے۔ اور دین جو ہے اس میں صرف اتنی سی بات ہے کہ آپ اللہ کی طرف رجوع کرتے جائیں اور اللہ آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے بچائے تو وہ دین ہوتا ہے۔ تو دین کیا ہوتا ہے؟ اللہ آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے بچائے اور آپ کے دل کو شگفتگی عطا کرے۔ یہ دین ہے۔ دنیا کے اندر اپنے دل کی شگفتگی کا کوئی اہتمام نہیں کر سکتا اور اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ یہاں آپ کا دل آزردہ ہی ہوتا چلا جائے گا کیونکہ یہ

خواہشات کے نیچے پستا چلا جائے گا' اور اس پر غلاف در غلاف چڑھ جائے گا۔ آپ یہ بات سمجھیں گے کہ آپ کامیاب ہو رہے ہو حالانکہ آپ کامیاب نہیں ہو رہے ہوتے۔ یہاں دین آپ کو روشنی عطا کرے گا کہ یاد رکھو' یہاں آپ نے رہنا ہے اور پھر آپ نے ایک دن یہاں نہیں رہنا' ایک دن آئے گا جب کوئی نہیں ہو گا۔ پھر آپ کو جواب دہ ہونا ہے کہ آپ نے کیا کیا۔ اور پھر اس دن آپ بول نہیں سکیں گے۔ پھر آپ کے اعضاء اور جوارح بولیں گے' آپ کی نگاہیں بولیں گی کہ وہ کہاں پر ناپاک ہوئی تھیں' پھر آپ کے ہاتھ بولیں گے کہ غلطی کہاں لکھی تھی' پھر آپ کے پاؤں بولیں گے کہ غلط راستہ کہاں طے کیا تھا' پھر آپ کے جتنے بھی قواء ہیں یہ سب خود ہی بولیں گے۔ اور پھر آپ دیکھتے رہ جائیں گے کہ یہ سب کیا ہے؟ اس سے پہلے کہ وہ وقت آجائے' اللہ تعالیٰ نے آپ کو موقعہ عطا کیا ہے اور بڑے خوبصورت الفاظ میں یہ ارشاد فرما دیا کہ تم لوگ اس دن سے ڈرو جب زمین سے مخفی باہر آجائے گا۔ تو زمین آپ لوگ ہی ہو اور پھر آپ کی زمین سے آپ کے اندر کا مخفی آپ کے سامنے باہر نکل رہا ہوگا' قبر سے باہر نکل آئے گا' قبر سے باہر نکل آنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے وہ بات بڑی چھپا کر رکھی تھی' وہ جو غلطی تھی وہ توبہ کے بغیر پڑی ہوئی تھی' وہ باہر نکل آئے گی۔ یعنی کہ وہ غلطی جو توبہ کے بغیر پڑی ہو تو اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ غلطی جاری ہو جائے اور اس کا اعلان ہو جائے۔ غلطی کو Continue کرنے کی' جاری رکھنے کی خواہش موجود ہو یا امکان ہو اور وہ غلطی ایسے ہی پڑی ہوئی ہو یعنی بغیر توبہ کے پڑی ہوئی ہو تو وہ جو مخفی غلطی ہے وہ اندر سے باہر اچھل کر

آجائے گی اور وہ واقعات جو آپ اپنی تنہائیوں اور تاریکیوں میں کرتے ہیں یا خیال کی تنہائیوں اور تاریکیوں میں کرتے رہتے ہیں' انہیں Broad Day Light یعنی دن کے اجالے میں آپ کی زبان خود ہی مشہور کر دے گی۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفان کا کوئی راز ایسا نہیں ہے جو چھپا رہا ہو' کمال تو یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر مخفی ضرور آشکار ہوا۔ ایک آدمی کہتا ہے میں چھپا کر جارہا ہوں مگر پھر بعد والا آکے بتا دیتا ہے اور وہ راز راز نہیں رہتا۔ تو جتنے بھی راز ہیں یہ سارے کے سارے بیان ہوئے ہیں۔ کبھی کسی نے بیان کئے اور کبھی کسی دوسرے نے بیان کئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ مخفی آشکار ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ آپ کی جو مخفی ڈائری ہے اس کے آشکار ہونے سے پہلے' ذِلّت آنے سے پہلے' اس کو کاٹ دو۔ توبہ کرکے اسے صاف کر لو۔ آپ لوگ تو سارے نیک لوگ ہیں' دنیا میں کچھ کم نیک لوگوں سے بھی واسطہ پڑتا ہے' اس لیے ہم آپ کو یہ بتاتے رہتے ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے کہ انسان بنو' دین میں داخل ہو جاؤ' اگر توبہ نہ کی تو آج تک جو واقعہ نہیں ہوا' وہ ہو جائے گا۔ اب زمانہ بدل رہا ہے اور پہلے کی طرح چھوٹ نہیں ملے گی۔ ایک شہر کا جو روحانی گورنر تھا وہ شاہی مسجد کے پاس خربوزے بیچتا تھا۔ جو اس کے پاس جاتا کہ جی خربوزے دے دو تو وہ کہتے کہ جی لے لو۔ کوئی کہتا کہ یہ تو خراب ہیں تو وہ کہتے کہ اور لے لو' اگر کوئی کہتا یہ تھوڑا ہے تو وہ کہتے کہ اور زیادہ لے لو۔ کسی کو مفت بھی دے دیتے۔ تو جو آتا اس کی خواہش پوری کر دیتے۔ ایک دن ان کا وصال ہو گیا۔ تو پھر دوسرا بندہ نافذ ہو گیا اور وہ پانی پلانے پر مامور ہوگیا۔

کسی نے اس سے پانی کا گلاس مانگا تو اس نے پیسے مانگے۔ اس آدمی نے ایک اور گلاس مانگا تو اس نے کہا اور پیسے دو۔ تو اس شخص نے کہا بابا جی یہ کیا ہے؟ تو بابا جی نے کہا کہ وہ خربوزے والا مرگیا ہے اور اب یہ دوسرا آدمی ہے۔ تو میں آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ اب وہ خربوزے والا مرگیا ہے جو آپ کی سرزنش نہیں کرتا تھا' اب گناہ جو ہے وہ فوری عبرت میں آئے گا۔ میں آپ کو وارننگ کے طور پر بتا رہا ہوں۔ گناہ کو معاف کرنے والا دور جو تھا وہ بیت گیا ہے اور اب آپ وہ دور بھول جاؤ۔ اب جو غلطی کرو گے اس کا فوری نتیجہ آئے گا۔ اب آپ کو میں نے وضاحت سے بتا دیا ہے۔ اس لیئے میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ لوگ مجھے پھر یہ کہیں کہ بتایا نہیں تھا۔ آپ کو میں جس شعبے سے منع کر رہا ہوں اسے چھوڑ دیں اور آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ یہ تو آپ کے ایک شعبہ کی بات ہے مگر میری یہ بات ہر ایک کو الگ الگ سمجھ آرہی ہے یعنی جو بات میں کر رہا ہوں وہ بات ہر ایک شخص کو الگ الگ سمجھ آرہی ہے۔ جو جو بات میں منع کر رہا ہوں وہ آپ لوگ ٹھیک کریں۔ اس طرح سب آسان ہو جائے گا۔ یہ یاد رکھنا کہ درگزر کرنے والا دور جو ہے وہ تقریباً" خاتمے پر ہے۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی وجہ سے اسلام کو Defame کرا دے' بدنام کرا دے۔ اب مسلمانوں کے بھی اعمال کا محاسبہ ہوگا اور میں آپ کو یہ خود ہی بتا رہا ہوں اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دوسروں کو بری نیت سے دیکھنے والا اپنے گھر کو بچا نہیں سکتا۔ اس لیئے اے صاحبانِ علم و خرد' عقل و دانش! اپنے گھروں کو' اپنی بیٹیوں کو' اپنے حالات کو اور اپنی عزتوں

کو آپ خود محفوظ کرو! یہ اس طرح محفوظ ہوں گی کہ جب آپ دوسروں کی عزت محفوظ کریں گے۔ یہ پیغام آپ کے لیئے ہے اور یہ چھوٹا سا پیغام ہے اور امید ہے آپ کو یہ چھوٹا سا پیغام یاد رہے گا اور آپ لوگ اس کو عمل میں بھی لائیں گے۔ اس معاملے میں آپ لوگوں کی طرف سے وعدہ خلافی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر آپ لوگوں نے کسی کی طرف بد نگاہی سے دیکھا تو پھر تمہاری اولاد اس سے بچ نہیں سکتی۔ اس لیئے اللہ سے توبہ کرو اور دل سے توبہ کرو' میں آپ کو وقت دیتا ہوں۔ میں آپ کو صاف بنا کر بھیجتا ہوں اور آپ جب واپس آتے ہو تو ویسے ہی ہوتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو "خربوزے والے" کی بجائے "پانی والے" کے حوالے کر دیا جائے' جو آپ کو سزا دے دے گا۔ لہٰذا آپ اس بات سے بچو' کسی کی اولاد کی طرف ناپاک نگاہوں سے نہ دیکھو۔ یہ وارننگ ہے! تھوڑی سی احتیاط سے یہ کام ہو جائے گا۔ آپ لوگ صاحبانِ اولاد ہو اور آپ لوگوں کی عمریں بھی کافی ہو گئی ہیں' اپنی نگاہیں پاک رکھو۔ اب اگر آپ منظور نہیں کرو گے تو پھر آپ مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر اپنا فضل کرے اور رحم کرے۔ آپ لوگ مکمل طور پر یہ بات یاد رکھنا کہ اب اس میں رعایت نہیں ہوگی اور پھر وہ واقعہ ہو گا کہ آپ اس کا اندازہ نہیں کر سکو گے اور آپ اس کو برداشت بھی نہیں کر سکو گے۔ آپ اچھے انسان بن جاؤ۔ نہ اپنی عمر سے کم نظر آؤ اور نہ بہت زیادہ نمایاں ہونے کی کوشش کرو ——— اب آپ اور سوال پوچھو ———

سوال :۔

تمام بزرگان دین اور آپ بھی خاص طور پر نگاہ کی پاکیزگی کی بات کرتے ہیں تو اس کو حاصل کرنے کا راستہ بتائیں؟

جواب :۔

یہ جو میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں یہ ساری کی ساری گفتگو میں ایک خاص ضرورت اور ایک خاص انداز سے کرتا ہوں۔ میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے مجھے یہ گفتگو سنائی میں آپ سے ویسی ہی بات کرتا ہوں۔ ان بزرگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ساٹھ سال کے وظیفے' ریاضت اور عبادت کے بعد انہیں یہ بات پتہ چلی اور انہوں نے پھر یہ بات بتا دی۔ اور کسی نے یہ بتایا کہ اس بات کے لیئے اس کی آدھی زندگی بیت گئی' تب جا کر اسے یہ بات معلوم ہوئی۔ ان تمام وظیفوں' ان تمام محنتوں' ان تمام کاروائیوں اور اس کوچے کے اندر رسوائی اور گدائی کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو وہ بات میں آپ کو چند پل میں بتا دیتا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ وظیفے سے نتیجے کے طور پر جو حاصل ہوتا ہے میں آپ کو وہ بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ اس طریقے کو چھوڑنا چاہیں اور یہ کہیں کہ آپ کو وظیفہ بتا دوں تو آپ کو بہت دِقّت پیدا ہو جائے گی اور ہماری ساری محفل دِقّت زدہ ہو جائے گی۔ اگر ہم لگاتار اس محفل میں سارے مل کر دو اڑھائی سال ذکر کریں تو اس کے بعد جو نتیجہ نکلے گا وہ میں آپ کو اب بتا دیتا ہوں' تو میں آپ کو یہ بتا دیا کرتا ہوں کہ اگر آپ مشقّت کرو گے تو بھی وہی حاصل ہو گا۔ اس کا

مطلب یہ ہے کہ آپ کو عنوان کا خلاصہ دے دیتے ہیں۔ آپ کا سوال بعد میں آیا ہے لیکن میں نے آپ کو جواب پہلے دیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی بتانے والے آدمی سے پوچھا کہ آپ یہ بات بتائیں کہ کس طرح ہم نگاہ کی پاکیزگی کو حاصل کر سکتے ہیں' کیا کوئی ایسا وظیفہ ہے اور پھر اس بتانے والے نے اسے وظیفہ بتایا۔ اس شخص نے وظیفہ پڑھا اور وہ اس پر قائم رہا۔ وہ کہتا ہے کہ لگاتار چار سال وہ وظیفہ کرتے کرتے مجھے مشاہدہ ہو گیا' اس دن کے بعد میری پرابلم ختم ہو گئی اور مجھے نگاہ کی پاکیزگی مل گئی۔ ہم نے اس سے کہا کہ تجھے کیا مشاہدہ ہوا کہ تم چار سال کا وظیفہ کرتے رہے۔ اس نے کہا یہ کوئی Alien Spirit تھی جس نے مجھے دکھایا کہ میرے سامنے ایک لڑکی آئی جس کو میری ناپاک نگاہیں دیکھتی تھیں۔ مجھے فوراً" مشاہدہ ہو گیا اور میری نیت صاف ہو گئی۔ میں نے پوچھا کہ تجھے کیا مشاہدہ ہوا؟ کہتا ہے کہ اس کے چہرے میں مجھے میری بیٹی کا چہرہ نظر آتا تھا۔ ساڑھے چار سال وظیفہ کرنے کے بعد پھر آ کے اس کو یہ بات ملی اور میں آپ کو ساڑھے چار سال کے وظیفے سے ایک تو بچا رہا ہوں اور یہ وظیفہ ساڑھے چار سال ڈیلی کرنا ہوتا ہے' لہسن بھی نہیں کھانا' گوشت بھی نہیں کھانا۔ تو نیک نگاہی کا معنیٰ یہ ہے کہ اپنی بیٹی کے چہرے کو روبرو رکھنا۔ ایسا کرنے سے وہ انسان نیک نگاہ ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ تو بڑے خوش قسمت ہیں۔ جو اصل بات ہے وہ ہم نے آپ کو بتا دی ہے' ہمیں کسی نے مفت بتا دی تو ہمیں یہ بات مل گئی' اب آپ کو بھی مل گئی۔ اب اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ واصف صاحب ایسے ہی بات کر رہے ہیں' کیا خبر ایسا ہوتا بھی ہے کہ نہیں ہوتا۔ خبردار! یہ ضرور ہوتا

ہے! میں ایسے نہیں آیا ہوں۔ اور کسی آدمی کو حکم نہیں ہے کہ پبلک میں ایسی بات کرے اور وہ بھی اس انداز سے جس انداز کا اس کو پتہ نہ ہو۔ اور میں نے آپ کو پہلے ہی دن بتایا تھا کہ بغیر قوی دلیل کے بڑی بات نہ کرنا۔ یہ بات آپ کو یاد ہے ناں کہ کبھی بھی قوی دلیل کے بغیر بڑی بات نہ کرنا۔ اس لیے میں جو بات کر رہا ہوں اس کی میرے پاس دلیل بھی ہے اور آپ کے لیے وارننگ بھی ہے اور آپ سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو یہاں نہیں ہیں کیونکہ یہ ضروری تو نہیں کہ ہم صرف آپس میں بات کرتے جائیں' اس دنیا میں اور بھی سوچنے والے لوگ ہیں۔ اس لیئے آپ عزت کرو' عزت کیے جاؤ اور عزت کراؤ۔ یہی دنیا ہے۔ دنیا کیا ہے؟ Exact Rebound ہے' گنبد کی صدا ہے' جو کچھ بولے گا وہ سنے گا' تنہائیوں کی بات محفلوں میں جائے گی' بند کمروں کی بات چھتوں پر جا کر اعلان کرے گی' چھپے ہوئے قتل کا اگر کوئی گواہ نہ ہو تو بھی کوا بول پڑتا ہے' کوا بتا دیتا ہے کہ یہ قتل ہوا پڑا ہے۔ تو بات چھپتی نہیں ہے' یہی تو دنیا کی حکمت ہے کہ بات چھپ نہیں سکتی ہے اور یہاں آج تک کوئی بات نہیں چھپی ہے۔ شیطان کے پاس تین کام ہیں۔ پہلے وہ آپ کے کان میں خواہشِ نفس پیدا کرے گا' یہ کان میں بات کرے گا' آہستہ سے بات کرے گا اور اس سے خواہشِ نفس تیز ہو گی۔ پھر آپ کو گناہ کی ترغیب دے گا کہ یہ گناہ کرو اور آپ کے اوپر ایک ایسی تاریک چادر ڈال دے گا کہ آپ یہ سمجھیں گے کہ آپ کا گناہ مخفی ہو گیا۔ یہ شیطان کے پاس جہالت اور گمراہی کا دوسرا تحفہ ہے۔ یعنی پہلا تحفہ ہے گناہ کا میلان پیدا کرنا اور پھر دوسرا تحفہ یہ ہے کہ اس گناہ کے اوپر تاریکی کا لبادہ دیتا ہے کہ یہ گناہ

Covered ہے' اس میں آپ کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ اور تیسری چیز اس کے پاس ایک ڈھولک ہے' جب وہ گناہ ہو چکتا ہے تو پھر یہ ڈھول بجا دیتا ہے اور لوگوں میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ تو نے مجھے برباد کرایا ہے' تو نے یہ میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے مجھے جنت سے نکلوایا ہے' کیا میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ الا عباد اللہ المخلصین یعنی مخلصین کو شیطان کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مخلصین کون ہیں؟ جو بات سن کر بدل جائیں' ٹھوکر کے بعد جو بدلا وہ بھی کیا بدلا۔ اس سے پہلے کہ کوئی ٹھوکر راستے میں آ جائے بہتر یہ ہے کہ راستہ بدل دیا جائے۔ یہ وارننگ ہے۔ بات کو سن کر ٹھیک ہونے والے ہی اصل مومن ہیں۔ مومن کون ہوتا ہے؟ جو بات کو سن کر ٹھیک ہو جائے کیونکہ تجربے سے تو کتنی ہی دنیا مومن ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ پھر فائنل دن آ جائے گا جب میں تم سے کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا' اب تم کیا مانگتے ہو؟ کافر اس وقت چیخے گا اور اللہ تعالیٰ سے کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا' یا اللہ ایک بار پھر موقع دے! تو پھر اللہ فرمائے گا کہ یہ تو میرا دن ہے۔ اس لیئے اصل بات یہ ہے کہ ٹھوکر سے پہلے پہلے اپنے آپ کو بدل لو۔ یہ اصل وظیفہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ تو شیطان کا شکنجہ جو ہے وہ مخلصین کے لیئے نہیں ہے اور مخلصین کون ہوتے ہیں؟ جو آسانی سے گناہ کو چھوڑ دیں اور آسانی سے نیک ہو جائیں کیونکہ نیک ہونے کے لیئے کوئی بھی وقت ساز گار ہو سکتا ہے۔ دل سے دعا کر لی جائے اور دل سے توبہ کر لی جائے تو نیکی کا سفر آج ہی سے شروع ہو سکتا ہے اور آج کے بعد آپ کے تمام

لواحقین عافیت میں ہوں گے' اس کی میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ کے تمام لواحقین عافیت میں ہوں گے بشرطیکہ پہلے آپ عافیت پیدا کریں' قربانی آپ دیں پھر آپ کے بچے محفوظ رہیں گے بلکہ آپ کے بچے سات پشتوں تک محفوظ رہیں گے۔ تو اے صاحبانِ بصیرت! اپنے آپ کو توبہ کے دروازے پر کھڑا کرو۔ بزرگوں نے یہی بتایا ہے لیکن بڑے بڑے وظیفے کروا کر پھر بتایا ہے اور ہم نے آپ کو ایسے آسانی سے بتا دیا ہے اور آپ کے لیئے بات کو آسان کر دیا ہے۔ ہاں اور بات کرو ------ پوچھو' سوال پوچھو -------

سوال :۔

جب تک دماغ نہ ہو تو پھر دل بالکل ہی بے معنٰی چیز ہے کیونکہ اس کے حوالے سے دنیا نظر آتی ہے' اچھائی نظر آتی ہے' برائی نظر آتی ہے۔ تو پھر دل کیسے قوی ہو؟

جواب :۔

دل اور عقل جو ہے یہ کہنے کے الفاظ ہیں۔ عمل کے وقت دونوں کام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو دل بھی کام کر رہا ہوتا ہے اور عقل بھی کام کر رہی ہوتی ہے اور ذہن بھی کام کر رہا ہوتا ہے۔ اب اس کی Description' تفصیل دیکھو کہ کیا ہے؟ جہاں خواہش پیدا ہوتی ہے اور بے بس بھی کر دیتی ہے تو خواہش Generate کرنے والا شعبہ جو ہے یہ دل ہے۔ خواہش یہ ہوتی ہے کہ تمنّا یا محبت' کسی شے کو چاہنا یا کسی انسان کو چاہنا۔ اس کے لیئے جو طریقہ سوچنا ہے' یہ ذہن کا کام ہے۔

بادشاہ اصل میں دل ہی ہے۔ مثلاً" آپ نے بڑے ذہن کے ساتھ اور بڑی خوب صورتی سے ایک مکان بنایا لیکن آپ کا دل تنگ ہو گیا تو اب کچھ بھی ہو' آپ مکان چھوڑ دو گے۔ میں آپ کو ایک بات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ کے سوال کا جلد ہی جواب دیتا ہوں۔ بیباک سوال بعض اوقات کفر تک لے جاتے ہیں اور وہاں خطرہ ہوتا ہے۔ اس لیئے آپ پہلے یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ کا اللہ پر بھروسہ پکا ہے اور یہ کہیں کہ یا اللہ ہم نے تجھے چھوڑنا نہیں ہے اور نہ تو ہمیں چھوڑنا۔ آپ پہلے یہ پکا عہد کرلو' ہم سے تعلّق بنالو' پھر بے شک بیباک سوال کرو۔ اگر آپ اللہ کو چھوڑنے تک سوچو گے تو سوچ گندی ہو جائے گی اور پھر آپ برباد ہو جائیں گے۔ آپ یہ کہیں کہ میں نے Finally اللہ کو قبول کرلیا ہے یعنی میں نے چاہا' میں نے طلب کرلیا اور میں نے مان لیا۔ پھر سوال کرو تو آپ کو اپنا رابطہ بتائے گا کہ وہ کس طرح ہے۔ لیکن آپ لوگ تو یہ سوچتے ہیں کہ وہ نہیں ہے اور جب وہ نہیں ہے تو آپ اپنے عمل مین آزاد ہیں۔ یہ تو کفروالی بات ہے اور پھروہ آپ کو بڑی دقت میں رکھے گا اور پریشان کرے گا کیونکہ واللہ خیر الماکرین مکر کرنے والے مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ خیر اس میں ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں نے اللہ کو مانا ہے اور جانا نہیں ہے اور مانا ایسا کہ پکا مان لیا ہے یعنی وہ نظر نہیں آتا' یہاں نہیں ہے' تب بھی مان لیا۔ جب اسے مان لیں تو پھر اس سے پوچھیں کہ وہ ہے کہ نہیں ہے؟ پھروہ آپ کو بتائے گا کہ آپ ہیں کہ نہیں ہیں! اس طرح ماننے والا اللہ سے مکالمہ کر سکتا ہے۔ اللہ پوچھے گا کہ ہونا کیسے ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ میں ہوں! "یہ تو

Sufficient نہیں ہے"۔ تو آپ کہیں گے کہ میرا باپ بھی تھا۔ پھر اللہ کہے گا کہ مجھے تو کسی نے نہیں جنا مگر میں پھر بھی ہوں۔ انسان کہتا ہے کہ میری اولاد ہے اس لیئے میں ہوں۔ اللہ کہتا ہے کہ میری اولاد نہیں ہے لیکن میں پھر بھی ہوں۔ پھر انسان کہتا ہے کہ یا اللہ میں دیکھ سکتا ہوں تو اللہ کہتا ہے کہ تمہارے دیکھنے والے آلے کو' تمہاری آنکھ کو میں نے پیدا کیا ہے۔ تو آپ جو جو بات کریں گے' وہ آپ کو سمجھاتا جائے گا۔ اللہ انسان سے کہہ سکتا ہے کہ تم عالمِ ظہور میں کیسے آئے! انسان کہتا ہے کہ جی میں پیدا ہو گیا تھا' ماں باپ کے گھر پیدا ہو گیا تھا تو اللہ کہتا ہے کہ ماں باپ سے پوچھو کہ لڑکی کیسے پیدا ہوتی ہے اور لڑکا کیسے پیدا ہوتا ہے' بے شمار لوگ ہیں جن کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ پھر انسان سوچ کر کہتا ہے کہ میں آپ ہی اپنا خالق ہوں۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ اگر تم آپ ہی خالق ہو تو پھر تمہاری مرضی اور تمہاری رضا کے بغیر تمہارے قواء مفلوج کیوں ہو رہے ہیں۔ تب انسان کہتا ہے کہ میں یہاں بے بس ہو گیا ہوں اور پتہ نہیں ہے کہ کیا بات ہے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تیری آرزوئیں پوری نہیں ہو رہی ہیں' تیری دعائیں بھی پوری نہیں ہو رہیں اور جو تو چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا' تو تُو بے بس ہے اور پھر تو کچھ بھی نہیں ہے' تو آخر کار مر جاتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ یا اللہ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ میں مر بھی جاتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں مرتا نہیں ہوں۔ تو انسان کہتا ہے کہ یا اللہ تو ہی شان والا ہے۔ تبارک اللہ احسن الخالقین۔ پھر اللہ فرماتا ہے کہ اپنا ذہن استعمال کرو اور سوچو کہ موسم کیسے بدلتے ہیں' سورج کا نظامِ شمسی ہوتا ہے' نظامِ گردش ہوتا ہے' پھر

اور نظام ہائے شمسی ہوتے ہیں' یہ بتاؤ کہ سورج روشن کیوں ہے' سورج کی روشنی زمین پر پڑتی ہے اور پھر موسم بدلتے ہیں' سورج کو کس نے بنایا' سورج کو روشن کیوں بنایا' رات تاریک کس نے بنائی' اتنے ستارے اور سیارے کس نے بنائے' اور پھر انسان کس نے بنائے' میں وہ اللہ ہوں' میں ایسا خالق ہوں کہ اگر مچھر کا ایک پر ٹوٹ جائے تو ساری دنیا کے سائنس دان مل کر ایسا پر نہیں بنا سکتے۔ سب سے کمزور ترین چیز مکھی ہوتی ہے' تم وہ مکھی بنا کر دکھاؤ' تو میں وہ خالق ہوں کہ ہر آغاز سے پہلے بھی تھا اور ہر انجام کے بعد بھی ہوں گا اور میری تخلیق جو ہے اس کو تم Artistic انداز سے دیکھو' اتنا حسن کہیں نہیں ہو گا۔ اگر تم کوئی بڑی چیز بناؤ گے تو دیوار پر پھول بناؤ گے لیکن میں نے اصلی پھول بنایا ہے۔ آپ لوگوں کا حسن یہ ہوتا ہے کہ پھول کی تصویر بنانا' کسی لباس پر پھول بنانا اور اللہ کہتا ہے کہ اصل پھول ہی میرا بنایا ہوا ہے' تم روشنی بنا لو گے لیکن میں تو روشنیوں کا خالق ہوں' میرے اس سورج کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ چراغ ہی لے آؤ گے۔ تو اللہ ہی وہ خالق ہے جو آپ کو اس کائنات کے مشاہدے کی دعوت دے گا۔ اگر عقل کی بات ہے اور آپ کائنات کو عقل کے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ نے فرمایا ہے کہ تو آنکھ اٹھا کر میری کائنات کی طرف دیکھ' تجھے کہیں کوئی نقص نظر آیا؟ تیری آنکھ خیرہ ہو کر واپس لوٹ آئے گی' پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ' Once again تو وہ پھر بھی خیرہ ہو کر واپس آئے گی۔ تو یہ میری کائنات ہے مگر تو تو ذہن کو استعمال نہیں کرتا۔ مجھے تو اس بات کا افسوس ہے کہ تجھے ذہن دیا ہے مگر تو ذہن کو استعمال نہیں کرتا۔ اللہ اتنی ورائٹی تخلیق کرنے والا

ہے' یہاں تک کہ درختوں کے پتوں کے رنگ الگ الگ ہیں' ایک درخت کا پتہ دوسرے درخت کے پتے سے نہیں ملتا اور ایک درخت کا پتہ اسی درخت کے دوسرے پتے سے نہیں ملتا۔ آپ لوگ غور کریں کہ جس درخت کا بیج ہے وہی درخت بنے گا۔ بیج میں درخت اور درخت میں بیج اور پھر بیج میں درخت اور درخت میں بیج' یعنی کہ درخت میں درخت اور بیج میں بیج! کبھی آپ دیکھو کہ یہ سب کیا ہے؟ ایک بیج میں کروڑہا بیج اور ایک درخت میں کروڑہا درخت ہیں یعنی ایک درخت کے اندر درختوں کی امت ہے۔ ہر درخت آنے والی امّت کا ایک پیامبر ہے۔ یعنی کہ ایک Seed کے اندر کیا کائنات مخفی ہے اور سار کچھ اس بیج کے اندر لکھا پڑا ہے۔ اتنا بڑا کمال ہے۔ ایک ایٹم کا راز کھلا تو کتنا بڑا ہنگامہ ہو گیا اور دھماکہ ہو گیا۔ صرف ایک ایٹم ہی تو تھا۔ ادھر آپ پوری کائنات کی وسعتیں دیکھو تو کیا سے کیا ہوا پڑا ہے۔ یہ سب کرنے والا کون ہے؟ اس کا نام اللہ ہے۔

اگر آپ اللہ کے ساتھ رابطہ رکھیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے دلوں کے پرابلم کس طرح حل ہوتے ہیں' دل جو ہے وہ سکون میں آ جائے گا' لطف میں آ جائے گا' کائنات آباد ہو جائے گی اور پھر آپ کو زمین کا راز ملے گا کہ زمین کا راز کیا ہے' یہ زمین کیا چیز ہے۔ وہ خالق ایسا ہے کہ یہ پہاڑ ہے اور یہ ساتھ زمین شروع ہو گئی' یہ پہاڑ ہے اور ساتھ ہی دریا چل پڑتا ہے' یہ سمندر ہے اور یہ کچھ اور ہی شے ہے' اور یہ بادل آ گئے ہیں۔ رات کو بجلی چمکتی ہے اور آپ کو اس کے کڑکنے کی آواز آتی ہے۔ تو آپ دیکھو کہ یہ سب کیا ہے اور کائنات کیا ہے؟ اس

کے بعد آپ پھر اپنے آپ کے حوالے سے کائنات کو دریافت کرو' صرف اپنے طور پر دریافت کرو اور یہی بات اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ غور کرو' اور غور کرو۔ تو گویا کہ غور کرنے والوں کو ہی اللہ تعالیٰ تک رسائی ہو گی۔ آپ لوگ تو غور ہی نہیں کرتے تو پھر آپ کو اللہ کیسے سمجھ آئے گا۔ اللہ کہتا ہے کہ تم لوگ غور کرو تو پھر میں تمہیں بتاؤں کہ میں اللہ کہاں ہوں۔ اللہ کہتا ہے کہ بدقسمتی سے' Unfortunately تم نے غور کرنا ہی چھوڑ دیا ہے اس لیئے تمہیں میں یعنی اللہ سمجھ نہیں آتا۔ آپ اپنے مسائل کو دیکھیں۔ کبھی آپ کو زندگی میں کوئی ضرورت ہو اور پھر ضرورت پورا ہونے کا سبب نہ بن رہا ہو تو پھر ایک صبح One fine morning کہیں سے اچانک سبب نازل ہو جائے اور مسئلہ حل ہو جائے تو وہ کون ہے جو اتفاقات پیدا کرنے والا ہے' یعنی کہ The great chances پیدا کرنے والا کون ہے؟ تو اللہ کہتا ہے کہ چانسز پیدا کرنے والا میں ہوں اور میں Routine توڑتا ہوں' بندشیں توڑتا ہوں' میں تدبیر کو توڑتا ہوں اور میں تمہارے چلتے ہوئے سفر کو کاٹتا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ میں اپنے آپ کی طرف تمہارا میلان کراتا ہوں۔ تو اللہ کا ثبوت کہاں سے آئے گا؟ یہ آپ اپنی عقل سے پوچھو کیونکہ اس کو ڈیلی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ جب انسان تمام چیزوں سے بے بس ہو جائے اور بے بسی میں آپ کی آنکھ میں آنسو آ جائیں تو پھر آپ سمجھیں کہ اللہ قریب آ گیا۔ بے بس کی آنکھوں میں آنسو کا آنا اللہ کا واحد ثبوت ہے! تو ثبوت یہ ہے کہ ہم بے بس ہو گئے ہیں تو پھر کیا کریں تو وہ کہتا ہے کہ یہ Cause اور Effect کا کھیل ہے' وجہ اور نتیجہ کی بات ہے کہ مٹی کا پیالہ ٹوٹ گیا

ہے تو اب کیا کیا جائے کیونکہ اس میں رونے کی کیا ضرورت ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اس سے درد پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ پیالہ دوست کا دیا ہوا تھا اور اب دوست یاد آرہا ہے۔ تو یاد' درد' احساس' جدائی' فراق اور اس کی بات کی یاد جو ہے ان سب سے تو اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ تو اس طرح اللہ کا اہلِ دل کو پتہ چلتا ہے۔ شروع میں اہلِ دل کو پتہ نہیں چلتا۔ تو بچہ بیمار ہو تو ماں بچے کے لیے تڑپتی ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ یہ بچہ خود ٹھیک ہو جائے گا' یہ بچہ تو اس کے حوالے کر اور درد سے نجات پا لیکن وہ کہتی ہے کہ بچے کے رونے کی آواز میرے دل کی کائنات میں درد بھر دیتی ہے۔ تو یہاں سے تو اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ بس اللہ جو ہے وہ اہلِ دل کے ساتھ ہے' ان کا کاروبار' ان کی ڈیلنگ سب اللہ کے ساتھ ہے۔ عقل والے نے اللہ کو مانا تو کیا اور نہ مانا تو کیا! تو ماننے کے بعد آپ پھر تحقیق نہ کیا کریں کیونکہ ہر سوال کا جواب اللہ دے گا اور اللہ کو تیرا پتہ ہے اور آپ کے ہر سوال کا جواب جو ہے یہ کفر کے بغیر آپ کو ملے گا۔ کس کا کفر بے باک ہو جاتا ہے اور کون بے باک کافر ہو جاتا ہے؟ وہ جس نے مانا نہیں ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ہم ماننے والے بے باکی کریں گے تو ہم کافر نہیں ہوں گے۔ اللہ کو ہم نے مان لیا ہے اور ہزار بار ہی مان لیا ہے' ہمارا اور آپ کا یہ فیصلہ ہے کہ اگر ماننے والا کوئی آخری انسان رہ گیا تو وہ ہم ہی ہوں گے۔ تو دنیا میں کوئی بھی خدا کو ماننے والا نہ ہو تو ہم موجود رہیں گے اور آخری ماننے والے ہم ہی ہوں گے۔ ماننے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ شاد رکھے تو ہم ماننے والے ہیں' ناشاد رکھے تب ماننے والے ہیں' غریب کر دے تب بھی ماننے والے ہیں' امیر کرے تب بھی ماننے

والے ہیں' ہم نے اللہ کی رضا کو اپنا Finally اصلی مقصد بنا لیا ہے۔ اور آج ہم نے یہ ایک نیا وعدہ کر لیا ہے۔ اب آپ کی نگاہ کے اندر پاکیزگی کا ہونا ضروری ہے تاکہ آپ امانتوں' خیانتوں' اعتبارات اور باقی ساری باتوں کو سمجھنا شروع کر دیں کہ اعتماد کیا ہوتا ہے؟ ریاضت کیا ہوتی ہے اور امانت کیا ہوتی ہے؟ پچھلا جو نرم دور تھا' وہ گزر چکا ہے' اب فوری عاقبت ہو سکتی ہے اور فوری سزا ہو سکتی ہے۔ اس لیئے اب بہت دھیان سے چلنے کا وقت ہے۔ اللہ کو بے شک عقل کے ساتھ ڈھونڈو اور اس بارے میں آپ سوال پوچھو اور ضرور پوچھو لیکن اگر ماننے میں فرق آجائے تو بہتر ہے کہ سوالات کو بند کر دو۔ اس کو سوال کی اجازت ہے جس نے اللہ کو مان لیا ہو۔ وہ سوال جو شرعی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں ان کا جواب تو کتاب میں موجود ہے۔ ہم تو صرف ان لوگوں کے دل اور ذہن کے مسائل کو حل کرتے ہیں جن لوگوں نے دل سے بات مان لی ہے۔ تو ماننے والے کے سوالوں کا جواب ہوتا ہے' نہ ماننے والوں کو روٹین کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ ہم لوگ اللہ کو ماننے والے ہیں مگر سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا بات کرتا ہے؟ یعنی یہ سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا کرتا رہتا ہے' اللہ کبھی کہتا ہے کہ میں پیسے لے رہا ہوں' کبھی کہتا ہے کہ میں پیسے دے رہا ہوں' پھر کبھی کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دو۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا کہتا ہے۔ ہم نے اس کو مانا ہے۔ اللہ کی شان دیکھو کہ وہ پیسہ اپنے لئے مانگتا ہے اور پھر بھی دلواتا غریب انسان کو ہے۔ آسمانوں پر انسان کا ذکر ہے۔ تو اللہ کے آسمان پر کیا ہو رہا ہے؟ آپ یہاں دنیا میں بڑا کام یہ کرو گے کہ اللہ کا ذکر کرنا شروع کر دو گے یعنی لا الٰہ الا اللہ' اور آسمان پر

انسان کا' ماننے والوں کا' انسانی قوتوں کا اور پیغمبروں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ اللہ کا یہ فرمان کیوں ہے کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں' وہ چاہتا ہے کہ زمین پر اس کا ذکر ہو کیونکہ آسمان پر وہ تمہارا ذکر کر رہا ہے۔ تمہارے تذکرے کچھ تمہاری دعاؤں کے حوالے سے اور کچھ تمہاری آزردگیوں کے حوالے سے ہو رہے ہیں اور قدم قدم پر وہ تمہارے ساتھ ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ آپ اس کی طرف نگاہ اٹھاؤ لیکن پھر آپ کی نگاہ غلط ہو جاتی ہے۔ آپ کی نگاہ کے اندر جو پرزے ہیں وہ درست نہیں ہوتے۔ میں کسی ایک آدمی کی بات نہیں کر رہا ہوں لیکن میں آپ سب سے یہ بات کہتا ہوں کہ نگاہ کے پرزے صاف رکھو' نہیں تو پھر کہیں سزا نہ ہو جائے۔ اس زندگی کے ساتھ شوخیاں اور دیر نہ کرو کیونکہ یہ زندگی نہیں ملنی ہے۔ اس کا آپ دھیان کرو اور احتیاط کرو۔

سوال :۔

سر! کائنات کے بارے میں جو سوالات ذہن میں آتے ہیں ان کا تو خدا نے جواب دیا ہوا ہے اگر وہ جواب نہ مانیں تو ہم خدا کو نہیں مانتے اور اگر وہ جواب تسلیم کر لیں تو نئے سوالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تو مذہب کے ہوتے ہوئے فلاسفی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

سوال بالکل واضح ہے۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ آپ یہ کہہ رہے

ہیں کہ ماننا تو اس وقت ہے جب جاننا ہو جائے اور ماننے کے بعد جاننے کے سوال کا خدا تو Already پہلے سے جواب دے چکا ہے' کچھ قرآن پاک میں اور کچھ احادیث شریف میں جوابات آچکے ہیں۔ تو پھر یہ سلسلہ کیا ہے؟ جو آپ کے رائج فلاسفی کے اعتقادات ہیں یہ معاملہ ان کے بالکل برعکس ہے۔ یہ بات اصل میں یوں ہے کہ Cause اور Effect یعنی سبب اور نتیجہ کے تعلق کا نام فلسفہ ہے۔ مثلاً" ایک واقعہ اس نے کیا ہے' اس سے ہوا ہے' یہاں سے یہ ہوا' یعنی جواز اور اسباب ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہم سبب کو پیدا کرنے والے کے پاس چلے جاتے ہیں اور یہ ماننے کے بعد جاتے ہیں۔ ہر جگہ بات سبب در سبب چلی آرہی ہے یعنی مرغی پہلے ہے یا انڈہ پہلے ہے۔ اور یہ سب چلتا جائے گا۔ چلتے چلتے پھر ایک Prime cause آگیا' سب سے بڑا سبب آگیا جہاں ہم مانتے ہیں کہ پہلے Cause کو پیدا کرنے والے کا نام سبب ہے۔ ہم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں لیکن کتنے آدم جہان میں آئے اور چلے گئے ہوں گے۔ ہم کتنوں سے پہلے کو آدم علیہ السلام مان رہے ہیں جب کہ پہلی Human Form آئی ہے' انسانی صورت آئی ہے تو ہم اس کو آدم علیہ السلام کہہ رہے ہیں۔ اس لیے ہم فطرت کے Process کی بات نہیں کر رہے بلکہ ہم فاطر کے منشاء کی بات کر رہے ہیں اور مانا ہم نے یہ ہے کہ تو خالق ہے' مالک ہے اور جو تو نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ ماننے والے کا سوال تو اس کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے۔ جن سوالوں کے جواب آچکے ہیں ان کے سوال کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور شریعت والے یہ سوال کرتے ہی نہیں مثلاً" یہ کہ پیغمبر اس نے کیوں بنایا ہے؟ کسی نے کہا

کہ لوگوں کو گمراہی سے دور کرنے کے لیئے۔ تو پھر اس نے پوچھا کہ لوگ گمراہ کیوں ہوئے؟ پیغمبروں سے لڑنے کے لیئے۔ یہ سب کیوں ہوا؟ شیطان کیوں گمراہ ہوا اور اس کو کس نے گمراہ کر دیا؟ آپ اللہ کی ذات کو مانیں گے تو پھر سارے سوال اس کی صفات کو سمجھنے کے لیئے ہوں گے۔ تو سوالات ذات کے بارے میں نہیں ہونے چاہئیں بلکہ سوالات صفات کے بارے میں ہونے چاہئیں۔ سوال یہ ہونا چاہیئے کہ یااللہ یہ بتا کہ تو رزق کیسے دیتا ہے؟ تو آپ نے اسے رازق تو مان لیا ہے اور اب جو Chain' جو سلسلہ آپ دریافت نہیں کر سکتے' اللہ آپ کو وہ Chain دکھائے گا کہ یہ دیکھو یہاں سے رزق چلا ہے' یہاں سے بیج چلا' یہاں سے درخت بنا' یہاں سے یہ ہوا آئی اور اس کے ساتھ ہم نے بارش بھیجی اور یہ درخت جنگل میں تھا اور پھر جنگل سے اس کو کاٹا گیا' پھر تراشا گیا اور پھر فرنیچر بنایا گیا۔ اس طرح رزق چلتا جا رہا ہے' یہ ساری Continuation سارا تسلسل رزق کا ہے' یعنی لکڑی لادنے والے' لے جانے والے' سارا رزق ہے' پھر فرنیچر رزق ہے' اس کے بعد ٹمبر ہے اور یہ رزق چلتا چلتا مارکیٹ تک پہنچتا ہے اور یہ رزق در رزق چلا آ رہا ہے۔ پھر اللہ آپ کو بتائے گا کہ گندم کا دانہ رزق کیسے ہوتا ہے بعض اوقات آپ کے ہاتھ سے کتنی غذائیں گر جاتی ہیں اور بے شمار نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی مخلوق کی غذا بنتی ہیں اور ان کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ تو ایک دانہ گندم کہاں کہاں جاتا ہے اور کتنی کتنی مخلوق اس پر پلتی ہے۔ اسی طرح مخلوقات پل رہی ہیں' کتنی ہی Visible ' نظر آنے والی طاقتیں آپ کے سامنے آتی ہیں اور کتنی ہی Invisible ' نہ نظر آنے

والی طاقتیں آپ کے پاس سے گزر جاتی ہیں جن کا Invisible وجود ہوتا ہے۔ تو گویا کہ یہ ساری چیزیں اللہ آپ کو دکھائے گا۔ اگر آپ نے ایک بار اللہ کی ذات کو مان لیا کہ تو وہی اللہ ہے جس نے انسانوں کو نبی بنایا' پیغمبر بنایا اور ہم تجھے ماننے والے ہیں اور تیری عبادت کرنے والے ہیں۔ تو اس کے ساتھ آپ کا سوال تو اب شروع ہوا ہے۔ اب آپ پوچھیں کہ حشر کسے کہتے ہیں؟ یومِ حشر کیا ہوتا ہے؟ انصاف کسے کہتے ہیں؟ تو اس طرح خود ہی سارے Statements' سارے مسئلے بیان ہو جاتے ہیں۔ آپ اللہ سے پوچھیں کہ یا رب العالمین تو ہمیں سمجھا کہ یہ ازل کیا ہے؟ یہ کیا واقعہ ہوا تھا کہ آپ نے الست بربکم کہا تھا۔ تو جو لوگ جانتے ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ " قالوا بلٰی " کل کی بات ہے' ہم تو اللہ کو اس سے بھی پہلے جانتے تھے۔ آپ نے بزرگوں کی کتابوں میں پڑھا ہوگا۔ کہ " قالوا بلٰی " کل کی بات ہے اور ہماری تو اس سے پہلے کی آشنائی تھی' یہ ازل تو کل کی بات ہے اور ازل سے پہلے بھی ہم اس کے حسنِ خیال میں تھے۔ تب ہم اس کے حسنِ خیال میں تھے اور اب ہم اس کے حسنِ تخلیق میں ہیں۔ یعنی حسنِ خیال سے نکل کے حسنِ تخلیق میں آگئے اور کل محشر میں ہم اس کے سامنے اس کے حسنِ سلوک کے انتظار میں ہوں گے اور پھر بات ختم ہو جائے گی۔

سوال :۔

جناب! وہ تکلیفیں کون سی ہیں جو اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوتی ہیں؟

جواب :۔

وہ تکلیف جس میں اللہ کے ساتھ تعلق نہ ٹوٹے وہ انعام ہے' وہ غریبی جو اللہ کے قریب کر دے اور جھکا دے' وہ انعام ہے اور وہ دولت جو باغی کر دے وہ بربادی ہے۔ یہ سب تعلق کی بات ہے۔ تو تعلق قائم رکھنے والا غم انعام ہوتا ہے اور تعلق توڑنے والی خوشی سزا ہے اور گمراہی ہے۔ جس بات کے ذریعے اللہ سے تعلق قائم ہو جائے تو وہ انعام ہی انعام ہے۔ لوگ یزید سے کتنی نفرت کرتے ہیں مگر کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام جن کو شہید کیا گیا انہوں نے کبھی کسی مقام پر یہ نہیں کہا کہ یااللہ ہمارے ساتھ یہ مت کر۔ بلکہ انہوں نے یہ کہا کہ جہاں تو بلا رہا ہے وہاں ہم آرہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ Pity کرتے ہیں کہ کاش امام علیہ السلام کے ساتھ یہ واقعہ نہ ہوتا۔ جو آدمی کربلا کے بارے میں امام عالی مقام علیہ السلام کے مقام پر رو رہا ہے کہ ان پر بڑا ظلم ہوا ہے اور اگر مجھے دوبارہ موقع ملا تو میں کہوں گا کہ یہ ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔ یعنی وہ یہ کہہ رہا ہے کہ عروج نہیں ہونا چاہیئے! آپ دیکھو کہ جتنے بھی عروج ہوئے سارے کے سارے ظلم میں ہوئے مگر یہ ظلم نہیں ہے کیونکہ اللہ کا کام ہی ایسا ہے۔ تو کسی کی Pain سے' کسی کے درد' کسی کا جنم ہے۔ یہ جنم ہی ایسا ہے' یہ تخلیق ہی ایسی ہے کہ کہیں درد ہوگا تو پھر کچھ واقعہ ہوگا' آنسو نکلیں گے تو کہیں نہ کہیں عروج ہوگا۔ پتھر آنکھ میں کبھی عروج نہیں ہوسکتا' جب سینہ شق ہوگا تو پھر جاکر کچھ داستان آپ کو سمجھ آئے گی۔

پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہرِ یزداں ہوئے ہم

تو اب مظہر یزداں آپ ہی ہیں۔ تو آپ کیا ہیں؟ مظہرِ یزدان! کب؟ جب پردۂ ہستی کو چاک کریں گے۔ مگر آپ لوگ تو آرام سے بیٹھے ہیں' گپ شپ کرتے رہتے ہیں' ایسے کیسے کام چلے گا کیونکہ جو ہے وہ نہیں ہوگا اور پھر جو نہیں نظر آرہا ہے وہ عین ہوگا۔ ہر وہ تکلیف جو آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم رکھے' وہ تکلیف انعام ہے اور ہر وہ آرام جو تجھے غافل کر دے وہ پھر آرام نہیں ہے بلکہ وہی گمراہی ہے۔ وہ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے۔

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

یعنی اگر وہ دکھ پر راضی ہے تو پھر ہمیں دکھ ہی قبول ہے اور اگر وہ اس پر راضی ہے تو ہم بھی راضی ہیں' پھر سکھ کو لے کر ہم نے کیا کرنا ہے۔ تو جب وہ نہیں دے سکتا تو ہم نہیں لے سکتے۔ اور اگر وہ سکھ دینا چاہے تو ہم نے دکھ کو کیا کرنا ہے۔ ہم دونوں طرح سے تیار ہیں کہ جو وہ قبول کرے۔ بس اسی کا نام لگن ہے اور اسی کا نام تعلق ہے۔ میں آپ سے آسان آسان بات کر رہا ہوں کہ آپ راضی ہو جاؤ یعنی کہ آپ کچھ اور نہ کرو بلکہ صرف اس ذات پر راضی ہو جاؤ۔ اگر ایسا کر لو تو پھر آپ دیکھتے جاؤ گے کہ زندگی میں بہار لگ جائے گی۔ آپ لوگ یہ گِلہ چھوڑ دو کہ آج کیا ہے' یہ کیا ہو گیا اور وہ کیا ہو گیا۔ آپ لوگ یہ سب چھوڑ دو۔ صرف راضی رہو' اگر کچھ اور ہو گیا پھر بھی راضی! جو بھی ہو گیا تب

بھی راضی! اگر کچھ مرضی کے مطابق نہیں ہوا تب بھی راضی! جب آپ نے راضی رہنا سیکھ لیا تو پھر آپ کے اوپر علوم آشکار ہونا شروع ہو جائیں گے۔ تو آپ کی اتنی سی Investment ہے' اتنی کوشش کرنی ہے کہ اللہ جو کر رہا ہے اس کو ہونے دو۔ اگر پیسے گم ہو گئے' کاروبار خراب ہو گیا اور وہ کچھ لے گیا تو آپ کہو کہ وہ جو لینے آیا تھا وہی لے گیا ہے۔ یہ تو سب وہ خود آپ ہی کر رہا ہے۔ تم لوگ اپنی دانائیاں اور اپنی کاریگریاں بند کردو۔ یا تو اپنی دانائی سے آپ نے کوئی آسودگی ڈھونڈ لی ہوتی' مگر آپ کو دانائی سے کچھ نہیں ملا' دانائی آپ کو اور دور لے گئی' ایسی دانائی سے تو نادانی بہتر ہے۔ اگر دانائی انسان کو در در پھرائے تو وہ کیا دانائی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ راضی رہو تو پھر ہر تکلیف اللہ کے نام کی ہے اور اس کے ذریعے آپ کا رابطہ اللہ سے قائم رہے گا۔

سوال :۔

اگر انسان راضی ہو جائے تو پھر تو دنیا کی ساری پرابلم ہی ختم ہو گئی۔

جواب :۔

اس طرح پرابلم ختم نہیں ہوتا بلکہ تب پرابلم شروع ہوتا ہے۔ آپ راضی ہوتے ہیں تو ناراضگی' گلہ اور پریشانی سے تو نکل جاتے ہیں مگر پھر اللہ کے سفر پر چل پڑتے ہیں۔ تو اب Real Problem' اصل پرابلم شروع ہو جاتا ہے۔ اب پرابلم یہ ہوتا ہے کہ فراق کیوں ہے؟ وصال کیسے

ہوگا؟ اب وہ کس حال میں ہے اور ہم کس حال میں ہیں۔ تو اصل میں تو اب پرابلم شروع ہوا۔ لیکن آپ کا پرابلم جو ہے وہ جمع کرنا ہے یعنی آپ Getting and counting' اکٹھا کرنا اور گننا چھوڑ دیں۔ آپ یہ دو کام اپنی زندگی سے نکال دیں اور پھر آپ نے تشویش نہیں کرنی۔ آپ Get کرتے جاؤ' حاصل کرتے جاؤ اور Spend کرتے جاؤ' اور اس طرح یہاں سے نکل جاؤ اور بحث نہیں کرنی۔ اب آپ کا کوئی پرابلم نہیں ہوگا۔

سوال :۔

کسی چیز کے کھونے کو ہم غم کا نام دیتے ہیں اور پانے کو خوشی کا نام دیتے ہیں۔

جواب :۔

آپ کی ساری خوشی Getting یعنی حاصل کرنے کا نام ہے اور آپ کی کوئی چیز ضائع ہو گئی تو یہ آپ کا غم ہے۔ اس کے علاوہ آپ کا غم کوئی نہیں ہے۔ آپ تو غم سے آشنا ہی نہیں۔ آپ کا غم کوئی چیز کھو دینے سے ہے' آپ کا غم ذاتی حوالے سے ہے اور آپ کی خوشی بھی ذاتی حوالے سے ہے۔ اس سے باہر آپ کی زندگی ہے ہی نہیں!

سوال :۔

اگر بندہ ان چیزوں سے مبرّا ہو جائے تو پھر تو وہ انسان بن جاتا ہے؟ یا پھر صحیح انسان کیسے بن سکتے ہیں؟

جواب :۔

وہ شخص انسان تو بن گیا ہے لیکن آپ نے اس کو انسان نہیں بننے دینا۔ تو آپ انسان بنو' غلط باتوں کو چھوڑ دو۔ آپ یہ دیکھیں کہ Pain پر' درد پر شور مچانے سے Pain یعنی درد دور نہیں ہوتا۔ اگر درد آگیا ہے تو آپ اس کی دوائی کر لیں That's all ۔ بس آپ شور نہ کریں۔ اگر دو آدمیوں میں اختلاف ہے اور آپ کو سمجھ آگیا ہے کہ اختلاف ہے تو اسے ختم کرا دو۔ جب اختلاف رائے ہے تو پھر کیا جھگڑا ہے اور اس میں Disturbance کیوں ہے' اس میں کیا پریشانی ہے۔ آپ لوگ یہ وعدہ کریں کہ جھگڑے کی بات کو دوبارہ نہیں کرنا ہے۔ اسی طرح جس بات پر آپ غم کر چکے ہیں' اس بات پر اب دوبارہ غم نہیں کرنا اور جس نقصان پر آپ رو چکے ہیں اب دوبارہ نہیں رونا' تو ہو چکنے والے واقعات کو آپ End ہی کر دو ختم کردو۔ اب پرابلم کیا ہے؟ آپ کا پرابلم ہے Repeat کرنا یعنی جو کل بات کی تھی آج پھر وہی بات کر رہے ہیں اور جو بات آج ہو چکی ہے آپ اسے پھر بھی کریں گے۔ لہٰذا آپ دہرانا چھوڑ دو' Repeat کرنا چھوڑ دو۔ آپ لوگ کم از کم یہ تو کریں کہ حاصل اور محرومی سے نکل جائیں۔ ایمان والوں کے لیئے یہ حکم ہے کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ پیسے کی وجہ سے اس کی عزّت ہوگی تو سمجھو کہ اس کا ایمان کمزور ہے' اس کا ایمان بہت کمزور ہے' بلکہ اس شخص کے پاس ایمان رہ نہیں سکتا جس نے پیسے کے ساتھ ایمان کو مشروط کیا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ غریب ایمان سے باہر ہیں حالانکہ غریبوں کے ہاں ہی تو زیادہ ایمان ہے۔ پیغمبری' رسالت اور بہت ساری چیزیں غریبوں کے

پاس رہی ہیں۔ تو آپ کے ایمان یا عزت کا پیسے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان' محبت کرنے والا' ہو تو پھر محبوب کی محبت ہی زندگی کا مقصد ہے۔ محبوب کہتا ہے آپ نے یہ کام کیوں کیا؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے آپ نے کہا تھا اور میں نے یہ قبول کر لیا۔ اگر محبوب کہے کہ کان میں بالیاں ڈالو تو وہ کان چھدوا آئے گا۔ تو جو محبوب نے کہا ہے اس کی طرف سے ہر بات پھر قبول ہی قبول ہے۔ اگر آپ کو کوئی ذات محبوب ہو جائے تو پھر آپ کے لیئے زندگی میں پرابلم ختم ہو جاتے ہیں اور آپ ہیں کہ پرابلم ختم نہیں ہونے دیتے۔ افسوس ہے کہ آپ پرابلم ختم نہیں ہونے دیتے۔ آپ بے شک کما لو خرچ کر لو یا جمع کر لو۔ لیکن بحث نہ کرو' زیادہ دِقّت میں نہ پڑو' اپنی نگاہ صاف رکھو' یہ Cause effect کی دنیا ہے' وجہ اور نتیجہ کی دنیا ہے' آپ اپنا دل صاف رکھو اپنا دل خراب نہ کرو۔ انسان بننے میں کوئی مشکل نہیں ہے اور یہ بہت آسان بات ہے۔ بس آپ راضی رہنا سیکھو تو یہ بڑی آسان بات ہے۔ زندگی صرف حاصل اور محرومی کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی کسی کی چشمِ عنایت کا نام بھی ہے۔ تو زندگی آپ کی ہے اور نگاہ کسی اور کی ہے۔ چشمِ عنایت والا کوئی محبوب ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص کے لیئے اگر دوست ناراض ہو گیا تو اس کی زندگی ختم ہو گئی کیونکہ اس کی زندگی دوست کی رضا کا نام ہے۔ جس آدمی کی زندگی دوست کی رضا کے نام ہو جائے اس کا ایمان مکمل ہو سکتا ہے۔ تو کسی کی رضا کو اپنی زندگی کی تکمیل ماننے والے لوگ اس کائنات میں موجود ہیں۔

سوال :۔

ایک خیال آتا ہے کہ انسان کی زندگی ابتداء سے لے کر انتہا تک اللہ نے بنا دی ہے تو اب اس میں انسان کیا کر سکتا ہے؟

جواب :۔

یوں بات نہیں ہے۔ جو Preordained ہے' پہلے سے مقرر ہے وہ اور چیز ہے۔ آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے جانے کے بعد جو چیز مقرر ہے وہ اس طرح ہے کہ مثلاً" ایک سڑک جی ٹی روڈ بنی ہوئی ہے تو آپ نے اس پر اب گاڑی چلانی ہے۔ سڑک آپ نے نہیں بنانی اور یہ پہلے طے ہو چکا ہے کہ آپ اسی سڑک پر چلیں گے۔ اسی طرح انسان فنا کی راہ پر ہی چلے گا' یا تو انسان اقرار کرے گا یا پھر انکار کرے گا اور وہ فانی ہو گا۔ اگر وہ دن کو سوئے گا تو رات کو جاگے گا اور رات کو سوئے گا تب بھی جاگے گا۔ تو یہ آپ کی فٹنس Preordained ہے اور یہ مقرر ہے کہ جو آپ کے شب و روز ہیں یہ آپ نے طے کرنے ہیں۔ ہر آدمی جو خوش رہنے والا ہے چاہے امیر ہے تب بھی روئے گا ضرور اور یہ کمال کی بات ہے۔ آپ کو کوئی انسان ایسا نہیں ملے گا جس کی آنکھ میں آنسو نہ ہوں۔ مثلاً" ایک آدمی بہت اچھا آدمی ہے' امیر آدمی ہے اور اس کے پاس ایک اچھا دوست بھی ہے مگر پھر بھی روتا ہے اور آزردہ رہتا ہے ہر بندہ آزردہ ہے۔ کسی کے پاس بیٹھ کر اگر بات کر لی جائے مثلاً" کہا جائے کہ آج کل کے ماحول میں گھٹن ہے تو وہ کہے گا کہ آپ نے تو میرے دل کی بات کی ہے' اور ہر آدمی اسی طرح کہے گا۔ آپ جیسی بات کرو گے' ویسی ہی سنتے جاؤ گے۔ تو پھر مقرر شدہ

Preordained کیا ہوا؟ ایسی بہت ساری باتیں ہیں۔ مثلاً" موت Preordained ہے جہاں آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے لیئے تو سکول بھی Preordained ہے کیونکہ سکول آپ نے نہیں بنایا ہے' آپ سکول میں بچپن میں ہی داخل ہو گئے اور پھر بہت اچھے استاد صاحب اور یہ سب Preordained ہے۔ یہاں تک یہ Preordained ہے کہ آپ کو سروس بھی مل گئی' اب سروس کی تنخواہ لے کر آپ کی مرضی ہے کہ آپ دال لو یا چاول لو' جو چیز مرضی لو' یہاں پر Preordained نہیں ہے۔ لیکن آپ کے لیئے Preordained یہ ہے کہ خوراک کے ساتھ آپ کا وہی عمل ہو گا جو انسان کے لیئے مقرر ہے' پھر نیند وہی ہو گی' پھر رونا وہی ہو گا' پھر جاگنا وہی ہو گا' پھر یہ ہو گا کہ آپ نے ماں باپ کی اطاعت نہیں کی ہے تو آپ کی اولاد باغی نکلے گی' پھر وہی بات ہو گی' پھر وہی پرانے غم اور پرانے قصے ہوں گے' وہی پرانے جلسے ہوں گے پہلے پہلے زندہ باد' پھر تھوڑی دیر کے بعد مردہ باد! جلسہ گاہوں میں ضرور بہار آئی ہے۔ ایک پارٹی نے ایک جلوس نکالا تو دوسری بھی نکالے گی۔ جو سٹیج بنانے والے ہیں ان کو ہر سٹیج کے بنانے پر لاکھوں روپے کی انکم ہوتی ہے۔ جلسوں پر خرچہ کئی کئی لاکھ کا ہوتا ہے چاہے گورنمنٹ کے جلسے ہوں یا کسی پارٹی کے ہوں۔ اس لیئے جو بے چارے غریب لوگ ہیں وہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ مدت ہو گئی ہے کوئی طاقت ور جلسہ نہیں ہوا' اب جلسہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح چیونٹیاں دعا کرتی رہتی ہیں کہ کسی کی کوئی آٹے کی بوری ضائع کر' کچھ گندم ہمارے گھر بھی آنی چاہیئے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گدھ اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتے

ہیں کہ مدت ہوگئی ہے کہ انسانی گوشت نہیں کھایا ہے اور پھر کوئی سائیکلون آجاتا ہے اور گدھوں کو خوراک مل جاتی ہے۔ اور قبروں کے اندر کیا ہوتا ہے' وہاں بھی ایسا عمل ہوتا ہے۔ وہاں کیا ہوگا! یہی کچھ ہوگا کہ جسم تحلیل ہو جائے گا' گوشت ختم ہو جائے گا' ہڈیاں مٹی میں مل جائیں گی اور وہی ہونا ہے جو سب کے ساتھ ہونا ہے۔ یہ سب Preordained باتیں ہیں۔ پھر کچھ لوگوں کی قبر جو ہے وہ زندہ رہے گی اور وہ قبر میں زندہ رہیں گے جنہوں نے یہاں مردوں والا کام نہیں کیا۔ یہاں پر زندگی کے فرق کا پتہ چلے گا۔ ان کی قبر میں چراغ جلتے ہیں جنہوں نے یہاں بیٹھ کر کسی کے گھر میں چراغ جلایا ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ آپ وہاں کے چراغ یہاں سے جلا کر جاؤ۔ یہاں کے چراغ یہ ہیں کہ کسی کو کچھ رقم دے دو' کسی کی ضرورت پوری کر دو' کسی کی غلطی معاف کر دو' کسی کے ساتھ سخاوت کر دو' کسی کے ساتھ رعایت کر دو اور جو شخص آپ کے شکار میں پھنس سکتا ہو اسے نہ پھنساؤ۔ تو پھر انسان کی اپنی قبر جو ہے وہ آسان ہو جاتی ہے۔ تو اگر آپ انسان کو دنیا میں تکلیف نہ پہنچاؤ تو آپ وہاں تکلیف سے بچ جاؤ گے' ورنہ Definitely ضرور وہی کچھ ہو گا جو کچھ ہوتا ہے اور اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔ اس کو Destiny یعنی تقدیر بولتے ہیں۔ تو Destiny جو ہے وہ وہاں پر چانس ہے جہاں اختیار نہیں ہے اور جہاں آپ کو اختیار ہے وہاں آپ کو Choice ہے۔ یعنی یہ آپ کی مرضی ہے کہ دو طریقے کے کھانے پکے ہوئے ہیں' آپ چاہو تو ایک کھالو' دونوں کھالو' یا دونوں ہی نہ کھاؤ۔ تو یہ آپ کی مرضی کی بات ہے۔ لیکن اس کے علاوہ کوئی چانس یہاں پر

Available نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس کا حق آپ کو نہیں دیا۔ مثلاً" یہ چار پانچ چہرے ہیں اور ان میں سے ایک کے ساتھ آپ شادی کر سکتے ہیں۔ جب ایک سے شادی ہو جائے گی تو ہم کہیں گے کہ یہی مقرر تھا اور یہ سب وہیں کی بات ہے حالانکہ یہ آپ ہی کا چائس ہے لیکن اس کا نام Preordained رکھ دیا گیا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نے خود چنا ہے' تو وہ جواب دیتا ہے کہ انسان اپنا مقدّر خود ہی تو چنتا ہے۔ یہ ہے آپ کا مقدّر لیکن چنا آپ نے ہے اور یہ فیصلہ بھی آپ کا ہے۔ تھا کیا؟ تو کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا؟ وہی جو آپ نے چنا۔ اس لیے یہ بڑے حساب کی بات ہے۔ اگر آپ اور اللہ ایک ہی پارٹی بن جائیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ سکتی ہے۔ آپ کا مقدّر جو آپ نے چنا ہے' اللہ کہتا ہے کہ میں نے یہ پہلے سے لکھا ہوا تھا' اب اگر آپ نے چُن لیا ہے تو اس میں کیا حرج ہے کیونکہ لکھا ہی یہی ہے۔ تو اس لیئے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور کہتے یہ ہیں کہ یا اللہ ہم اپنے ہاتھ سے اچھا مقدّر چنیں گے اور تو مہربانی فرما۔ اللہ تو لکھے ہوئے کو مٹانے پر قادر ہے اور اس نے کسی کو کوئی جواب نہیں دینا اس لئے آپ اپنا مقدّر اچھا اچھا لکھا کریں۔ آپ لوگ خود ہی کاتب تقدیر بن جائیں کیونکہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ اس کے کارندے ہیں۔ کائنات کے کچھ کام وہ آپ کے ذریعے کراتا ہے اور باقی اس کے دو چار کام آپ خود کر دیتے ہیں۔

سوال :۔

کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ سب کے لیئے ماحول ایسا ہو کہ سب

روزے دار ہوں اور ہم دین اور دنیا کو ساتھ لے کر چلیں۔

جواب :۔

یہ بات نہیں ہے۔ آپ روزے رکھو یا نہ رکھو لیکن جھگڑا کرنے کا پروگرام نہ بناؤ۔ میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ صرف آپ اور آپ کے اللہ کا تعلق ہونا چاہئے۔ وہ تعلق جو آپ کا اور آپ کے اللہ کا ہے اس کی اصل ابتداء آپ کے مرنے کے بعد شروع ہوگی۔ یہاں تو ہم اس کا ابتدائیہ لکھ رہے ہیں اور آپ صرف یہ اصلاح کریں کہ دین اور دنیا کو ساتھ ساتھ رکھیں۔ اسی زندگی میں دین والے بھی چل رہے اور دنیا دار بھی ہیں۔

سوال :۔

فرض کریں کہ یہاں پر آپ کی یہ محفل ہو رہی ہے اور ساتھ والے کمرے میں میوزک کا پروگرام ہے تو ایسی صورتِ حال میں بندہ کیا کرے!

جواب :۔

یہاں منافقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیئے کہ یہاں اس محفل میں جو آیا ہے وہ چوائس کر کے آیا ہے اور اس نے آنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جب ہم یہاں بیٹھے ہیں تو ہمیں اس بات کا پتہ نہیں ہے کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے حالانکہ شہر میں اس کے علاوہ بہت کچھ ہو رہا ہے لیکن کسی طرح ہم یہاں آ گئے۔ اس کو آپ چوائس سمجھ لیں یا چانس سمجھ لیں۔ اور ہم یہ بات نہیں کہتے کہ وہ کاروبار بند کر دیں بلکہ آپ ان کو چلنے دیں۔ وہ

لوگ اپنا کاروبار کریں اور ہم اپنا کام کریں گے۔ ایک راستہ ضروری ہے تاکہ منافقت پیدا نہ ہو۔

سوال :۔

مسئلہ یہ ہے کہ دونوں باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے کہ میوزک بھی سنیں اور محفل میں بھی رہیں۔

جواب :۔

یہی تو منافقت ہے کہ آپ کی طبیعت یہاں بیٹھنے کو بھی چاہتی ہے اور وہاں جانے کو بھی طبیعت کہتی ہے یعنی آپ آدھے یہاں بیٹھے رہیں آدھے وہاں چلے جائیں۔ یا تو آپ یہاں بیٹھ جائیں یا وہاں چلے جائیں۔ اگر یہاں کیک پڑا ہو تو اسے کھالو یا رکھ لو۔ یہ نہ کرنا کہ کھا بھی لو اور رکھ بھی لو۔

سوال :۔

پھر ہم دین اور دنیا کیسے اکٹھے چلائیں۔

جواب :۔

اس کام کو آپ نے دنیا کہہ دیا' اس کو الگ کہہ دیا ہے اور اس محفل کو آپ نے دین کہہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی دنیا کے اندر ہی دین ہے۔ وہاں بیٹھنے والا بھی نیک ہو سکتا ہے۔ آپ بیک وقت دونوں نہ سوچو۔ اسی دنیا کے اندر ہی تو دین ہے۔

سوال :۔

سر! اگر ہم ایک بات کو ذہن میں سوچتے رہیں تو کیا وہ دین اور دنیا ہو جائے گی؟

جواب :۔

آپ نے بات نہیں سوچنی بلکہ آپ تعلّق بنانا' صرف اور صرف تعلّق بنانا۔ میں نے آپ کو یہ بتایا تھا اور میں یہ بات ان لوگوں کو بتا رہا ہوں کہ جن کو ہمارے ساتھ نسبت ہے۔ مسلمان کے لیئے اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے کہ یہ کام کرو' یہ فرائض ہیں' یہ کر لو اور یہ فرائض نہیں ہیں' انہیں آپ نہ کرو۔ ہم نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ اس دنیا کے اندر' عین دنیا کے اندر' اسی دنیا میں جا کے بھی دین بن جاتا ہے۔ میوزک ہی کی محفلوں کے اندر جا کے اور راگ گاتے گاتے امیر خسرو جو تھے وہ رحمۃ اللہ علیہ بن گئے ۔

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؒ
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

سوال :۔

تو اس طرح کتنے لوگ رحمۃ اللہ علیہ بنے!

جواب :۔

آپ کے علاوہ بہت سے لوگ بنے ہیں۔ لوگوں کی بات کرنے کی بجائے آپ بتائیں کہ آپ بنے کہ نہیں بنے۔ آپ کو اس بات سے

مطلب کہ کتنے بنے' آپ تو صرف یہ دیکھیں کہ آپ خود بننا چاہتے ہیں کہ نہیں چاہتے! آپ تو اسلام اور مسلمانوں کا محاسبہ کرنے لگے ہیں۔ کائنات میں اگر ایک آخری بندہ ایمان والا بچنا ہے تو وہ آپ کو ہونا چاہیئے۔ تو پھر آپ کے لیئے سب کائنات بچ گئی۔ آج بھی کئی لوگوں کا ایمان محفوظ ہے۔ آپ بھی اپنا ایمان بچالو' اگر سب مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ہے تو تم ان میں سے نہ ہونا۔ اس لاہور شہر کے اندر کتنے لوگ داتا صاحبؒ کے پاس جاتے ہیں لیکن آپ یہ دیکھو کہ آپ جاتے ہیں کہ نہیں جاتے۔ اگر آپ وہاں جاتے ہیں تو پھر جانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔ اگر جاننے والا جو ہے وہ نہ جاننے والوں کو چھوڑ کر آیا ہے تو وہ جاننے والا جو نہ جاننے والوں کو نہیں چھوڑ رہا' اس کے لئے سزا ہوگی۔ اگر آپ داتا صاحبؒ جانے والے ہو تو پھر خیر ہے۔ اس وقت آپ جو رعایت مانگ رہے ہیں' وہ آپ کو نہیں مل رہی ہے۔ اب تک وہ رعایت ملتی رہی ہے' مگر اب رعایت نہیں ملے گی۔ اب ماحول ہی ایسا ہے۔ آپ بچ کر گزر جائیں' بچت اسی میں ہے ورنہ بچت نہیں ہے یا پھر آپ اس طرف آئیں ہی ناں۔اب آپ کو یہ چوائس کرنا پڑے گا کہ آپ نے جان بچانی ہے کہ نہیں۔ اب یہ سب کرنا پڑے گا۔ تو اس دنیا کے اندر ہی دین ہے اور دنیا ترک نہیں کرنی ہے لیکن جہاں واضح طور پر اللہ کی مرضی کا حکم آگیا تو اگر آپ اس کے برعکس عمل کریں گے تو پھر گرفت ہو جائے گی۔ میں آپ کو یہ وارننگ نہیں بلکہ میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں۔ اب ہر منافق کے لیے سزا کے دور کا امکان شروع ہو گیا ہے۔

سوال :۔

تنہائی میں تو ہم اچھے ہوتے ہیں لیکن جب ان میلوں میں جاتے ہیں تو پھر گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں؟

جواب :۔

آپ لوگ دعا کرو کہ یا اللہ ہمارے گمراہ کرنے والے میلے برباد ہو جائیں یعنی جو ہمیں گمراہ کرتا ہے وہ میلہ ہی برباد کر! ادھر سے ہی وہ بات ختم ہو جائے گی۔ یا اللہ! ہم تیرے راستے پر آنا چاہتے ہیں' اپنے راستے کی ہر رکاوٹ ختم کر اور مکمل طور پر ختم کر' ہم تو تیرے ماننے والے ہیں اور تیری طرف آنے والے ہیں اور ہم کسی قسم کی بات کا جھنجھٹ نہیں لیتے' اگر کوئی ہمیں تیرے راستے سے روکتا ہے اور مجبور کر دیتا ہے تو تُو ہماری مجبوری دور کر اور اس مجبوری کا خاتمہ کر۔ یہ سچی بات ہے' اب یہ نہیں ہے کہ اِس کی خیر اُس کی خیر' یعنی کافر کا بھلا اور مومن کا بھلا۔ اب وہ دور گیا۔ یا اللہ جو مسلمانوں کو برباد کرتا ہے' اسے برباد کر! اگر دانا انسانوں کو اسلام سمجھ نہیں آرہا ہے تو پھر بے وقوف انسانوں کو اسلام کیسے سمجھ آئے گا۔ اس سے پہلے کہ دشمن اسلام کو غلط ثابت کر دے کیوں نہ اسے راستے میں روکا جائے۔ اور یہ وقت آگیا ہے کہ وہ لوگ یہ کہنا شروع ہو جائیں گے کہ اسلام ہی غلط دین ہے۔ آپ جیسے لوگ جو ہیں وہ دونوں باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیئے جو آپ کا راستہ روکے اس کی فوری عاقبت ہونی چاہیئے۔ تو راستے میں جو بھی رکاوٹ آئے اسے ہٹا دینا چاہیئے۔ ہم دعا کر رہے ہیں کہ ہمیں ٹھیک رہنا چاہیئے۔ جہاں آپ کے

پاس رُک جانے کا چانس ہے وہاں آپ رک جاؤ' جہاں رُک جانے کا Choice نہیں ہے' مجبوری ہے تو دعا کریں کہ یا اللہ وہ مجبوری دور فرما! جہاں آپ کو رُک جانا چاہیئے اور آپ اس محفل میں جاتے ہیں تو پھر سزا ہو جائے گی' Punishment ہو جائے گی۔ یہ واضح بات ہے' اس میں کوئی Ambiguity نہیں ہے' کوئی ابہام نہیں ہے۔ آپ سب کے لیئے بہت دعا ہے۔ اصل میں اسلام کو مسلمانوں نے بدنام کر دیا ہے اور اب یہ بات جو رعایت کی تھی وہ اب ختم ہو گئی کیونکہ اب اور وقت آگیا ہے۔ ورنہ آپ کے بعد یہ واقعہ ہوا تو آپ کو کیا فائدہ یعنی پچاس سال بعد ہوا تو کیا فائدہ۔ یہ واقعہ ہمارے دور میں پیدا ہونا چاہیئے اور یہ آپ کے دور میں ہی ہو گا۔ تو آج کی بات اب فائنل ہو گئی۔ یعنی آپ اپنی نگاہ کو صاف رکھو' تلخیاں نہ کرو' غلطیاں نہ کرو' تمہاری غلطی' تمہاری اولاد کے آگے آئے گی' لہٰذا اچھے انسان بن جاؤ' اب رعایت کا زمانہ نکل گیا ہے' تو جہاں مجبوری آپ کو روک رہی ہے تو پھر آپ کے ساتھ رعایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجبوری کو ہٹا دے۔ تو اللہ ان مجبوریوں کو راستے سے ہٹا دے بلکہ دنیا سے ہی اٹھا لے۔ تو آپ کو چانس ہے کہ آپ غلط محفل میں جائیں یا نہ جائیں You may or may not go اگر اب آپ گئے تو یہ آپ کے لیئے بہتر نہیں ہو گا۔ تو جہاں نہ جا کر گزارہ ہوتا ہے' وہاں مت جاؤ۔ جب گزر نہیں ہو رہا اور راستے میں ہی بدی آگئی ہے' پھر دعا کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ مشکل ٹل جائے گی۔ اب آپ دعا کریں اور سب کے حق میں دعا کریں۔ یا اللہ ہمیں اپنے دین کے عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرما! یا رب العالمین ہم

تمہیں مانتے ہیں' تمہیں چاہتے ہیں اور تیرا حکم بجا لانا چاہتے ہیں اور ہمیں توفیق عطا فرما اور ہمیں اپنا بنا کر رکھ بلکہ تو ہمارا بن اور ہمیں اپنا بنا! ہم پر رحم فرما اور ہمیں اپنے راستے کی آسانیاں عطا فرما اور لوگوں کی نگاہ سے بچا! ہمارے ایمان کو فروغ عطا فرما اور تقویت عطا فرما۔ اپنی مہربانی سے نواز اور وہ لوگ جو تیری نوازشوں سے دوری محسوس کر رہے ہیں ان پر نوازشیں فرما!. اور جو لوگ بیماری اور تکلیف میں ہیں' یا رب العالمین اپنی رحمت سے انہیں آرام عطا فرما اور صحت عطا فرما! یا اللہ تمام حاضرینِ مجلس کی ظاہری' باطنی بیماریاں دور فرما۔ یا رب العالمین رحم فرما! رحم فرما! رحم فرما! ہمیں نیک راستے عطا فرما اور آسان راستے عطا فرما۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

.....☆☆.....

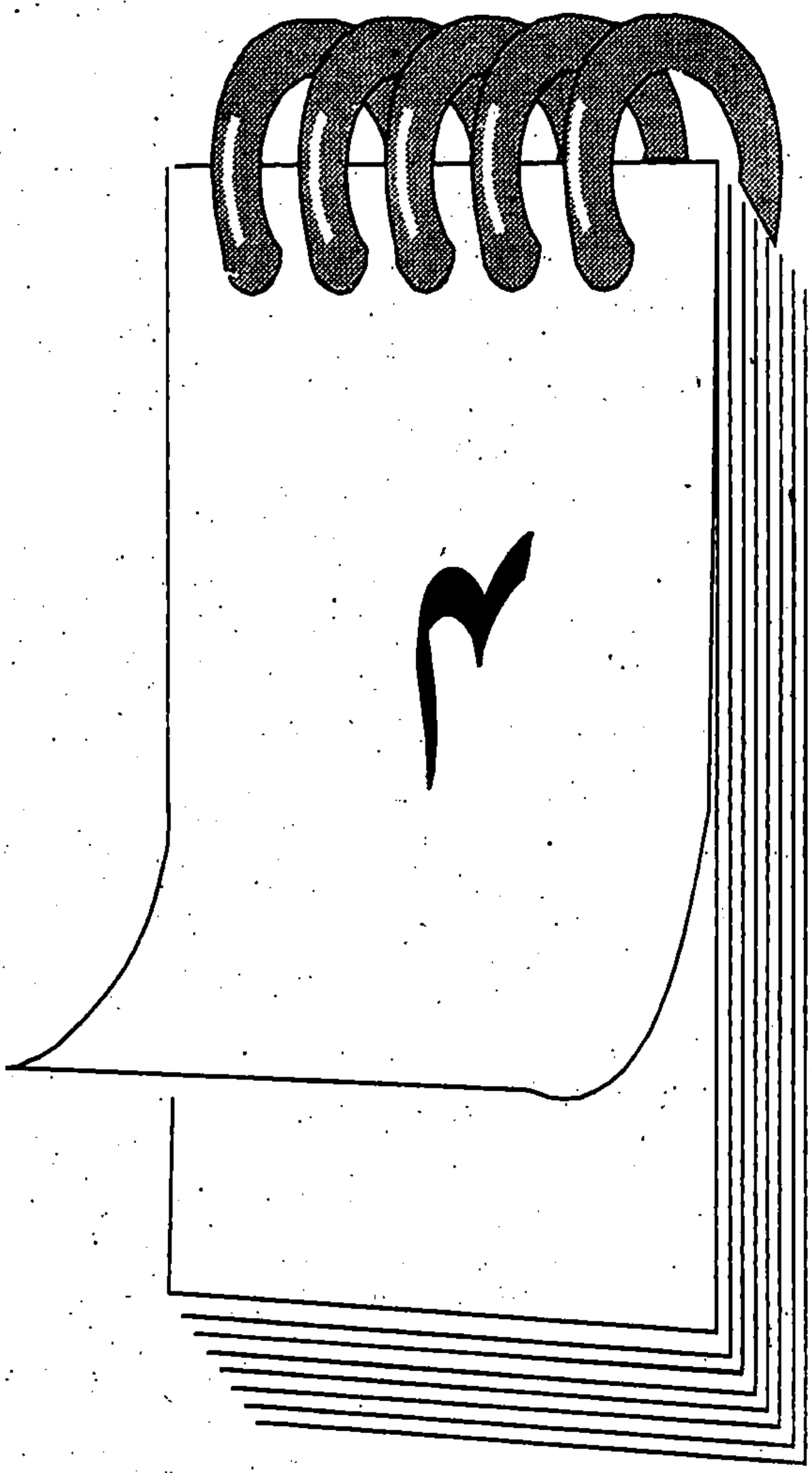
٢

۱ دعا کی کیا اہمیت ہے؟ فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا خود غرض انسان دوسرے کا حق کیسے دے؟

۲ صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں؟

۳ مشکل کو حل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

سوال :۔

سر! انسان کی زندگی میں دعا کی کیا اہمیت ہے؟ انسان کی زندگی میں فضل کا کیا مقام ہے؟ آج کا انسان اتنا خود غرض ہے کہ وہ دوسرے کا لحاظ نہیں کرتا' حق نہیں پہچانتا اور دین کا بھی لحاظ نہیں کرتا۔ اس سے احساس رکھنے والے کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے میں وہ کیا کرے؟

جواب :۔

یہ تو تین سوال ہو گئے اور یہ سارے سوال آسان ہیں۔ پہلے آپ ایک جنرل سی بات کو سمجھیں کہ جب آپ لوگ کسی نیکی کو اختیار کرتے ہیں تو اصل میں آپ وہ نیکی رضائے الٰہی کے لیئے کرتے ہیں۔ پھر اس نیکی کو کرنے کے بعد اس نیکی کے نتائج دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔ یہاں پر غلطی ہو جاتی ہے۔ آپ نے نیکی اللہ کے لیئے کی ہے اور سوچتے ہیں کہ اس کا معاوضہ آپ کو کچھ ہزار سال یعنی کچھ میلینیئم کے بعد ملے گا کہ نہیں ملے گا اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کیا ملے گا۔ اگر آپ نے نیکی اللہ کے لیئے کی ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ سماج میں نیکی کی قدر ہی نہیں رہ گئی تو یہ بات تو بذات خود Logical بات نہیں ہے۔ کیا آپ نے سماج کی خوشی کے لیئے نیکی اختیار کی ہے جب کہ سماج کی خوشی تو بدی میں تھی

اور اگر آپ نے وہ نیکی اللہ کی خوشی کے لیئے کی ہے تو پھر آپ کو اس کی سماج سے داد نہیں ملے گی۔ تو یہ سوال کا وہ حصّہ ہے جس کے اندر انسان کی اَنا پابندی میں ہے اور وہ بے چارہ پریشانی محسوس کرتا ہے۔ وہ بے چارہ پریشانی اس لیئے محسوس کرتا ہے کہ لوگوں کے اندر جو ذات کا پھیلاؤ ہے' جو ذات کا Aggressive ہونا ہے وہ اپنے تشخّص کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔ تو ان لوگوں کو بات اس طرح سمجھ آ رہی ہے اور ان کے لیئے یہی نیکی کا اظہار ہے اور سوال کرنے والے نے اس چیز کو نیکی سمجھا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ اپنی اَنا کو ذرا مدہم رکھے اور اَنا کی تلوار میان میں رہے تو اچھا ہے۔ ایسے شخص نے نیکی اپنی انا کے لیئے کی ہے اور وہ اس بُرے ماحول میں نیک ہوا ہے۔ تو آپ جس کی خاطر نیک ہوئے ہیں آپ کا معاوضہ اسی کے پاس ہے۔ نیک ہونے کے بعد اس بد ماحول سے معاوضہ طلبی جو ہے یہ نیکی کے خلاف ہے۔ آپ اس بات کو یوں دیکھیں کہ اگر رات تاریک ہو تو پھر جگنو کو تو خوش ہونا چاہیئے کیونکہ اس کے پاس روشنی ہے۔ آپ جھوٹے سے داد لینا چاہتے ہیں اور جھوٹے ماحول میں سچّا آدمی اذیت میں نہیں ہو گا تو پھر کیا ہو گا۔ سچّے آدمی کی تعریف ہی یہی ہے کہ جھوٹے ماحول میں اسے تکلیف ہونی چاہیئے' اسے پریشان ہونا چاہیئے' اول تو اسے شہید ہونا چاہیئے وگرنہ زندگی میں تو وہ تکلیف میں رہے گا' اذیّت میں رہے گا' اس کو Discouragement آئے گی' اس کو پریشان کیا جائے گا' اس کو نقصان پہنچایا جائے گا اور اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ تو اس زمانے میں لوگوں کے اندر نیکی پیدا کرنے کی خواہش فی نفسہٖ اچھی خواہش ہے لیکن اس بات پر اصرار اور تقاضا کرنا کمزوری

ہے۔ جن لوگوں میں اصرار اور تقاضے کی صلاحیت ہے اور وہ یہ نقص دور کر دیتے ہیں' وہ گِلہ نہیں کرتے' تو وہ Rare لوگ ہوتے ہیں۔ زمانے میں بڑی برائی تھی اور وہ برائی سے مقابلہ کرتے رہے' وہ یہ ضد اور بحث نہیں کرتے رہے کہ زمانہ بڑا برا ہے' بہت بدی ہو گئی ہے' نیکی پریشان ہے۔ ہاں اگر آپ میں ہمّت ہے تو انقلاب پیدا کریں اور اگر ہمّت نہیں ہے تو اپنی عاقبت سنواریں یعنی کہ یہ خاموش نیکی ہے۔ آپ برے لوگوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرو کیونکہ یہی تو وہ لوگ ہیں جو اصلاح کے قابل ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی اصلاح کریں۔ آپ کے سوال میں جو نقص ہے وہ یہ ہے کہ سائل اپنی نیکی کا ارد گرد کی بدی کے مقابلے میں جائزہ لے رہا ہے لیکن بجائے اس کے کہ اپنی نیکی کی قدر کرے وہ ادھر سے یعنی بدی کے ماحول سے داد لینا چاہتا ہے۔ تو یہ جو غلط Quarter سے صحیح واقعے کی داد لینا چاہتا ہے تو یہ داد تو کبھی نہیں ملے گی۔ اس لیئے ایسے شخص کی اذیّت اس کو مبارک ہو کیونکہ سماج سے اس کی داد نہیں ملے گی۔ اب یہاں ایک اور سوال آگیا ہے کہ سماج کیسے ٹھیک ہو گا؟ تو سماج صرف دو طریقوں سے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کمزور ہیں تو آپ کا تعلّق دعا کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ کمزور کا اختیار ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ آپ کے پاس طاقت نہیں ہے اور جو چیز آپ کی تحویل میں نہ ہو اس کے لیئے آپ کیا کر سکتے ہیں مثلاً" آپ یہ دیکھیں کہ آسمان پر ایک ستارہ ہے اور آج کل اس کی رفتار ٹھیک نہیں ہے اور آپ بڑے پریشان ہیں کہ اس ستارے کا کیا کریں؟ اس کے دو ہی طریقے ہیں کہ یا تو اس کی سمت ٹھیک کر دو یا پھر برداشت کرو۔ اگر اس کو Change کرنے کی صلاحیّت نہیں

ہے اور برداشت کرنے کا ظرف نہیں ہے تو پھر اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تو اس صورت میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب آپ کوئی کام نہ کر سکیں تو وہ کام اپنے سے بہتر کے سپرد کر کے خاموش ہو جائیں۔ تو آپ اپنے سے بہتر کوئی شخص دریافت کریں کیونکہ یہ اس کا کام ہے۔ جب کبھی کچھ لوگوں کے پاس ظاہری و باطنی اختیار آتا ہے تو ان کو پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ مشیّتِ الٰہی میں دخل نہ دینا۔ ایسے اختیار والے کو انفارمیشن کا شارٹ وہاں سے دیا جاتا ہے کہ آپ سماج کو Transform کر سکتے ہو' سماج کو درست کر سکتے ہو لیکن مشیّتِ الٰہی میں دخل نہ دینا۔ کیا اللہ تعالیٰ یہ طاقت و قدرت نہیں رکھتا کہ شیطان کو شیطان نہ بننے دیتا' مگر وہ اللہ ہے اور یہ اس کی مشیّت ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھ سکتے کہ اسلام کے جو عظیم لوگ شہید ہوئے ہیں' تو کیا وہ Powerless لوگ تھے۔ بلکہ مشکل کشا ہی ان کا نام ہے' وہ Powerless نہیں ہیں بلکہ پاور فل ہیں۔ تو پھر شہید ہونے کا واقعہ کیوں ہوا؟ یہ مشیّتِ ایزدی ہے کہ وہ شہید ہوئے اور وہ شہیدِ تسلیم و رضا ہیں کہ یہ اللہ کا امر ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کو سمجھنا ضروری ہے کہ اگر آپ کے پاس اختیار بھی ہے' صداقت بھی ہے' اسلام بھی ہے' اسلامی شعور بھی ہے' شریعت کے واقعات بھی ہیں اور پھر بھی رشوت چل رہی ہے' اس سے بڑی پریشانی ہو رہی ہے' جھوٹی انا کے مضامین چل رہے ہیں' نقلی زندگی ہے' Artificial زندگی ہے' بلکہ Superficiality چلتی جا رہی ہے' سطحی واقعات ہیں۔ جیسے آپ کہتے رہتے ہو اور لمبی لمبی Language بولتے ہو اور یہ سب چلا جا رہا ہے اور اسی زمانے میں دانا نے دانائی حاصل کرنی

ہے' کم دماغ نے کم دماغی حاصل کرنی ہے' برے نے برا ہونا ہے' نیک نے نیک ہونا ہے اور کبھی زمانہ ناسازگار نہیں ہوا۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے ناں بلکہ یہ بات آپ کو سمجھ لینی چاہیئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایسا آگیا ہے کہ کوئی درویش نہیں ہو سکتا مگر درویش اس زمانے میں ہو سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اب زمانہ ایسا آگیا ہے کہ لوگ اللہ کا راستہ تلاش نہیں کر سکتے اور ایسا ناممکن ہے مگر گمراہ بھی ہو گا اور ہر زمانہ میں راہ والا بھی ہوگا کیونکہ ہر زمانہ اللہ کا زمانہ ہے اور یہ بھی ہے کہ ہر زمانہ اللہ کے مقابلے میں ہے بلکہ اللہ کے آمنے سامنے کھڑا ہے اور یہ بات اللہ کی طرف سے ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کہہ رہا ہے کہ زمانہ جو ہے یہ میرا غیر بھی رہے گا اور زمانہ ہم خود بھی ہیں۔ اس لیے زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ یہ اللہ ہے اور زمانے سے محبت نہ کرنا کیونکہ یہ اللہ کا غیر ہے۔ تو یہ کائنات حقیقت کا حجاب ہے اور اس میں آپ کو حقیقت نہیں ملے گی' اور یہ کائنات حقیقت کا عکس ہے اور اسی سے تو حقیقت ملتی ہے' اس کے علاوہ حقیقت ملتی کہاں ہے! ایک آدمی مسجد کے باہر بیٹھا ہوا تھا اور ایک مسجد کے اندر بیٹھا ہوا تھا' باہر والے نے کہا کہ جلدی باہر آجاؤ اور اندر والے نے کہا کہ تو اندر آجا۔ باہر والے نے اندر والے سے پوچھا کہ کون تھا جو تمہیں باہر نہیں آنے دے رہا تھا تو اس نے کہا کہ وہی جو تجھے اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔ اصل میں بات تو اتنی ساری ہے۔ جس نیکی نے آپ کو انا سے محروم کیا اور آپ کو نیکی دی ہے اسی نے ان کو ویسا کر دیا ہے۔ ادھر فرعون بٹھا دیا گیا اور ادھر موسیٰ علیہ السلام بٹھا دیئے گئے' رونق اس

کی اپنی ہے' میلہ اس کا اپنا ہے' آپ کیوں فکر مند ہوتے ہیں۔ آپ اس کے ساتھ وہ جھگڑا نہ کرنا جس میں اَنا شامل ہے۔ ان والا شخص وہ ہے جو یہ جھگڑا کرتا ہے کہ یہ سارا کام میں نے کیا ہے' میں نے یہ بھی کیا اور میں نے وہ بھی کیا۔ کیونکہ آپ اس اَنا کے علاوہ آدمی ہیں لہٰذا آپ بات کو "تُو" سے شروع کریں کہ تم نے جو کیا ٹھیک کیا۔ آپ کسی کے ساتھ چالاکی نہ کریں بلکہ اس کو ذرا حوصلہ دیں' تسکین دیں۔ تو زمانہ جب Thankless ہو جائے' ناشکرا ہو جائے تو پھر "میں" کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ جو زمانہ محسنین کی داد نہ دے' اس زمانے میں لوگوں کو "میں" کا ذکر شروع کرنا پڑتا ہے۔ تو "میں" اس وقت تک ہوتا ہے جب "تو" خاموش ہو جائے۔ جب "میں" نے دوست کے تحفے کا شکر نہیں کیا تو پھر "تُو" کو بولنا پڑ گیا کہ یہ تحفہ میں نے اس کو دیا تھا۔ تو یہ زمانہ جو ہے یہ "میں" کا ذکر کرنے والا ہے اور وہ آپ کو تکلیف دینے کے لیئے ایسا نہیں کرتا بلکہ یہ اس کی مجبوری ہے کہ اس کے پاس اپنے آپ کو Preserve کرنے کا' بچانے کا کوئی شعبہ ہی نہیں ہے۔ آج کے انسان بے چارے کی زندگی پریشان ہے' اس کی انکم پریشان ہے' اس کا خرچ انکم کی چادر سے باہر نکل گیا ہے' زمانے میں اس کو اچھا دوست نہیں مل رہا' زمانہ پریشان' صحت پریشان ہے۔ اب صرف اس کے پاس اپنی زبان سے "میں" کا ذکر ہے۔ تو اس کو یہ ذکر کر لینے دو مگر یہ اذیّت ہے' جو "میں" کا ذکر کرتا ہے اس کے لیئے اذیّت ہے۔ سب سے کمزور چیز اپنی تعریف سننا ہے اور سب سے بدبخت چیز کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ ایسے آدمی کو کوئی تعریف کرنے والا بندہ نہیں ملتا اور وہ کوئی تعریف کرنے والا ڈھونڈ

ہی لیتا۔ اگر آپ کسی کے ساتھ احسان کرو تو وہ تعریف کرنے والا بن جائے گا۔ تو دنیا کے یہ واقعات چلتے رہتے ہیں' لہٰذا اس کا کوئی علاج تلاش نہیں کرنا کیونکہ یہ زمانہ ایسے ہی چلے گا۔ آپ نے اپنے بچوں کو Acknowledge کرنا چھوڑ دیا' حوصلہ نہیں دیا تو پھر انہوں نے اپنا اظہار ضرور کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص بالکل نیا لباس پہن کر اور آپ کو اپنا دوست سمجھ کر آپ کے پاس آئے' اگر آپ اس کے لباس کا ذکر نہ کریں' تعریف نہ کریں تو اس کی توقع کا کیا ہوگا کیونکہ وہ آپ کے پاس داد کے لیے آیا تھا۔ ایک اصلی' Actual واقعہ ہوا تھا کہ ایک لڑکی مس یونیورس بنی۔ ایک ریسٹورنٹ میں ایک رائٹر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ مس یونیورس اس ریسٹورنٹ میں داخل ہوئی تو اس کو لوگوں نے داد دینی شروع کردی اور بڑا شور مچ گیا مگر وہ رائٹر اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور لکھتا رہا۔ اس مس نے بڑا احتجاج کیا' غصّہ کیا' پھر اس رائٹر کے پاس آئی اور اس کو بلایا۔ جب رائٹر نے توجہ نہیں دی تو مس نے اس کو تھپڑ لگا دیا کہ حسن کے باوجود اس نے مجھے Acknowledge نہیں کیا' اس سے بڑی میری توہین کیا ہو سکتی ہے کیونکہ میرا تو ورلڈ کے اندر Acknowledgement آیا ہے کہ ہم مس یونیورس ہیں۔ اور وہ رائٹر بیٹھا ہوا یہ لکھ رہا تھا کہ ابھی یہ آکر مجھ سے جھگڑا کرے گی کیونکہ میں نے اس کی وہ چیز Acknowledge نہیں کی جس کا اس کے پاس اظہار تھا۔ اگر کوئی شخص گانے والا ہو اور آپ اس کے دوست ہوں اور اس سے کہیں کہ گانا چھوڑ دو تو آپ یہ بتاؤ کہ آپ کا یہ سوال کیسا ہے۔ یہ اس کی توہین ہے۔ یعنی کہ جو صفت اس میں نہیں ہے آپ اس میں وہ

صفت ڈالنا چاہتے ہیں اور جس صفت کی وہ داد لینا چاہتا ہے آپ اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس لیے جو لوگ "میں" کا سہارا لیتے ہیں جو فوری داد سے محروم ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی نے کوئی پینٹنگ کی ہے اور آپ نے اس کی پرواہ ہی نہیں کی تو اس کو غصہ آجائے گا کیونکہ اس کی "میں" مجروح ہوئی ہے۔ اس زمانے میں "میں" کا اظہار اس لیے ہے کہ دراصل انسان صفات میں شکست کھا گیا ہے اور اب صرف اس کے پاس آخری صفت رہ گئی یعنی کہ "میں" اور اس طرح "اپنا" برملا اظہار کرنے لگ گیا ہے۔ ہر آدمی کی یہ خوبی ہوتی ہے یا خامی ہوتی ہے یا ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہونے کا Acknowledgement چاہتا ہے' تعریف چاہتا ہے کہ "میں" ہوں۔ اور جب اس کے ہونے کا کوئی اعتراف نہیں کرتا' تو وہ پھر غلط ہونے کی کوشش کرتا ہے' کسی کو پتھر مار دیتا ہے اور کبھی شور مچا دیتا ہے۔ اگر بچوں کو آپ دیکھیں تو وہ چلتے چلتے کچھ کرنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح کئی لوگ سماج کے اندر اپنے ہونے کا ثبوت دینے کے لیے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں مثلاً" کوئی جلسہ جلوس ہو جائے تو یہ بھی ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر انسان اپنے ہونے کا ثبوت اچھا نہ دے تو برا ضرور دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو برائی سے بچانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کو Acknowledge کریں اور ان لوگوں کو داد دیں۔ اگر سماج میں انقلاب کی ضرورت ہے اور آپ کی تحویل میں سماج نہیں ہے تو پھر آپ دعا کر سکتے ہیں۔ ستارے آپ کے اختیار سے باہر ہیں' اگر وہ آپ کے اختیار میں ہیں تو آپ خود Lead کریں یا پھر آپ اس واقعہ سے اگر

Agree کر جائیں' یا اس واقعہ کو نظر انداز کر دیں۔ ایسے لوگ دنیا میں آئے ہیں جو انقلاب والے لوگ تھے یعنی Reformer تھے' ان لوگوں نے دیکھا کہ سماج کے اندر فلاں برائی ہے تو انہوں نے اس برائی کا گِلہ نہیں کیا بلکہ اس کا تدارک کیا ہے۔ آپ لوگ صرف گِلہ کرتے ہیں کہ آج کل سارے لوگ رشوت لیتے ہیں۔ اب آپ مجھے یہ بات بتا رہے ہیں' بھلا میں اس سلسلے میں کیا کروں گا کہ ہم تو رشوت نہیں لیتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر آپ اپنی نیکی جتا رہے ہیں اور اگر آپ اس سسٹم کو توڑنا چاہتے ہیں تو پھر ایک انقلاب پیدا کرو اور لوگوں کو Lead کرو۔ کہتا ہے کہ میں انقلاب پیدا کرنے کی اہلیّت نہیں رکھتا۔ اگر آپ اہلیت نہیں رکھتے ہیں تو پھر آپ نظر انداز کر دیں کیونکہ یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ اگر لوگوں کی اَنا کو توڑنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے تو پھر یہ آپ اس اللہ کے سپرد کردو کہ یہ اس کا کام ہے اور ہمارا کام نہیں ہے یا جس کا بھی کام ہے وہی یہ کام کرے۔ تو آپ اپنے کو اپنے کام تک رکھو۔ آپ اپنی حد تک دوسرے بے چارے کی اَنا کا یا "میں" کا ذکر کرنے سے پہلے اسے Acknowledge کر دو' حوصلہ افزائی کر دو تاکہ وہ بے چارہ تکلیف سے بچ جائے۔ اصل میں تکلیف جو ہے یہ احساس کی بات ہے۔ ایک سائل ایک بزرگ کے پاس گیا۔ سائل نے سوال کیا۔ اس بزرگ کے پاس اس وقت دیناروں کی بھری ہوئی تھیلی تھی۔ آپ نے اس سائل کو وہ تھیلی دے دی تو سائل کا کام ہو گیا۔ مگر وہ بزرگ رونے لگ گئے۔ تو جو ساتھی ساتھ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا کہ سرکار آپ نے اس سائل کا سوال تو پورا کر دیا' پھر آپ رو

کیوں رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ میں غافل ہو گیا تھا' اگر میں غافل نہ ہوتا تو وہ بے چارہ سوال کی اذیت سے بچ جاتا اور یہ کہ میں نے اس کو بن مانگے کیوں نہ دیا۔ یہ بزرگ حضرت امام حسن علیہ السلام تھے جنہوں نے یہ فرمایا کہ سائل کی زبان تک سوال کیوں آیا' اور یہ مجھ سے غفلت ہوگئی ہے۔ اس سے پہلے کہ کچھ لوگ "میں" کریں تو آپ انہیں "تُو" کرکے بچالیں۔ اس سے آپ خود پوچھ لیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں' بجائے اس کے کہ وہ خود ہی کہے کہ ادھر سے آیا ہوں۔ تو آپ اس کو یہ کہنے کا موقع کیوں دیتے ہیں۔ تو آپ ایسا انقلاب پیدا کریں۔ تو سماج کے اندر "میں" کے اذیّت ناک استعمال سے بچنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کا اعتراف کیا کرو اور احسان کرنے والوں کا شکر ادا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ جس نے انسان کا شُکر ادا نہ کیا اس نے میرا کیا شُکر ادا کرنا ہے۔ تو آپ لوگ انسانوں کا شُکر ادا کیا کریں' ایک دوسرے کی شخصیّت کا احترام کیا کریں اور وہی آدمی محترم ہوگا جو احترام کرنے والا ہوگا تاکہ دوسرے کو "مجبوراً" اپنا آپ جتانا ہی نہ پڑے' اس لیئے آپ پہلے ہی اس کو Aknowledge کر دو۔ اس کا طریقہ اسلام نے پہلے ہی بتایا ہے کہ "السلام علیکم" کہا کرو یعنی تم پر سلامتی ہو۔ تو اس کا جواب کیا ملے گا "وعلیکم السلام" یعنی آپ پر بھی سلامتی ہو۔ یہ آسان سی بات ہے کہ وہ آپ کی سلامتی مانگے گا اور آگے سے آپ کے لیئے بھی سلامتی ہے۔ تو یہ سلامتی ہے۔ تو یہ سلامتی کا جواب بھی ہے' تعریف بھی ہے اور تسلیم بھی ہے۔ دوسری بات جو آپ لوگوں نے پوچھی ہے کہ کیا انسان کی زندگی میں دعا کے حوالے سے کوئی

ایسا وقت آتا ہے کہ انسان دعا کے استحقاق سے محروم ہو جائے؟ کہتے یہ ہیں کہ زندگی میں کچھ ایسی خطا ہو جاتی ہے یا ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس کی سزا یہ ہے کہ انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے اور جب آپ یہ دیکھیں کہ دعاؤں کا آسرا آپ سے چھن جائے تو آپ یہ سمجھو کہ اللہ کی ناراضگی زیادہ ہے۔ دعاؤں کا منظور نہ ہونا ایک الگ بات ہے' دعا منظور ہو یا نہ ہو لیکن دعا کی زنجیر کھٹکھٹاتے رہنا بھی اللہ کا قرب ہے لیکن جب دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے تو پھر آپ یہ سمجھیں کہ عذاب شروع ہوگیا۔ اب آپ اس حالت کا کھوج لگائیں کہ وہ اوقات کون سے ہوتے ہیں جب انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب انسان بزرگوں کی عظمت کو عظیم تسلیم کرنے سے گریزاں ہو جائے تو پھر اس سے دعا چھن جاتی ہے۔ یعنی کہ جب وہ اتنا بے باک ہو جائے کہ گستاخ ہی ہو جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس سے دعا چھن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے رب العالمین! ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ سیدھی راہ اللہ کی ہوتی ہے۔ اللہ نے اس کو پھر Elaborate کر دیا' واضح کر دیا کہ میری راہ دراصل ان لوگوں کی راہ ہے جن پر میرا انعام ہوا۔ اللہ سے تو ہم اللہ کی راہ مانگ رہے ہیں کہ یا رب العالمین ہمیں سیدھی راہ دکھا' اپنی طرف کی راہ دکھا' ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ درمیان میں کسی آدمی کا ذکر نہ آئے مگر یہاں اللہ نے خود ہی انسان کا ذکر کر دیا لہ "انعمت علیھم" کون سے ہیں؟ یعنی کچھ بندے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ اگر ایسے لوگ تھے تو پھر ہیں بھی ضرور۔ اور یہ "انعمت علیھم" میں سے ہیں۔ وہ آدمی جس پر اللہ کا انعام ہوا ہو اور آپ جانتے ہوں کہ

اس پر اللہ کا انعام ہوا ہے تو اگر اس آدمی کا آپ نے احترام نہ کیا تو پھر آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ اب آپ نے وہ طبقہ دریافت کرنا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ کے پیغمبروں پر اللہ کا انعام ہوا کیونکہ پیغمبری یا نبوت کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہے۔ اگر کوئی اُمّتی یا کوئی اور آدمی پیغمبر جیسا سارا عمل بھی کر لے تو زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ وہ امتی بن جائے گا۔ تو پیغمبر جیسا عمل کرنے والا پیغمبر نہیں بن سکتا' یہ پکی خبر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمل کا نام پیغمبر نہیں ہے' علم کا نام پیغمبر نہیں ہے بلکہ اللہ کی منشاء کا نام ہے۔ اب اللہ کی منشاء اس پیغمبر پر فضل کر رہی ہے اور اگر آپ نے اس کی عزّت کم کر دی تو آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ دراصل دعا سے محروم ہونے والا خدا سے محروم ہو جاتا ہے۔ دعا سے وہ آدمی محروم ہو جاتا ہے جس نے حضور پاک ﷺ کی شانِ مبارک میں ادب سے گریز کیا' تو اگر ادب نہ کیا یا شان میں کمی کی تو ایسا آدمی دعا سے محروم ہو جائے گا۔ کسی نے حضور پاک ﷺ کو اپنے جیسا آدمی سمجھا' Flesh and Blood ' اپنی طرح گوشت اور خون سمجھا تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا اور اس کا دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ جس کسی نے صحابہ کرامؓ کی شان میں کمی کی وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے اولیاء کرامؒ کی شان میں کمی بیشی کی تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے ماں باپ کی شان میں کمی بیشی کی تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا یعنی کہ وہ آدمی جو اپنے ماں باپ کی عزت میں کمی بیشی کرتا ہے تو اس سے دعا چھین لی جاتی ہے۔ جس نے اپنے اس محسن استاد کی عزّت نہیں کی جس نے اس کو علم سکھایا تو ایسا شخص

بھی دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے اللہ کی راہ میں' اللہ کے سفر میں' اللہ کی طرف جانے کے لیئے کوئی اپنا ہم سفر بنایا' ساتھی بنایا کہ ہم دونوں مل کر اللہ کی طرف چلتے ہیں جسے آپ لوگ رفیقِ طریقت کہتے ہیں تو اس آدمی کے ساتھ جس نے دھوکا کیا وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ کی طرف جانے کے لیے جس نے کوئی ساتھی بنایا کہ ہم دونوں مل کر حج کو جائیں گے یا دونوں مل کر اللہ کے راستے پر چلیں گے اور پھر اس اللہ کے حوالے سے دوست بننے والے کے ساتھ دھوکا کیا یا اس کو چھوڑ دیا تو ایسا شخص دعا سے محروم ہو جائے گا۔ اللہ کی ذات کے لیئے آپ نے جو حلقہ مرتب کیا اس حلقے کے ساتھ وفا نہ کی تو پھر آپ دعا سے محروم ہو جائیں گے۔ اگر کسی کو زندگی میں بزرگ کہہ دیا اور اس کی خامیاں آپ کو معلوم نہیں تھیں اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی خامیاں معلوم ہو گئیں' تو بزرگ کہنے کے بعد اسے اگر غیر بزرگ کہو گے تو آپ دعا سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو ایک دفعہ جو زبان سے کہہ دیا پھر اس کی لاج نبھاؤ۔ جس کو ایک دفعہ دوست کہہ دیا اب خامی کے باوجود اس کے ساتھ دوستی نبھاؤ۔ آپ دوستی کرنے سے پہلے تحقیق کر لیا کریں۔ اب اگر دوستی نہیں نبھاؤ گے تو پھر دعا سے محروم ہو جاؤ گے۔ جس نے سائل کو جھڑکی دی وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جس نے یتیم کا مال کھایا وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ جو کوئی رزقِ حرام کی طرف لپکا تو وہ دعا سے محروم ہو جائے گا۔ ایسے حرام رزق کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک تو اس رزق حرام کے استعمال سے اولاد گستاخ ہو جاتی ہے اور پھر انسان کا دعا سے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔ اگر اولاد کو رزقِ حرام کھلاؤ گے تو اولاد گستاخ ہو جائے گی اور آپ کا اعتماد

دعا سے اٹھ جائے گا۔ بعض اوقات کسی کی بد دعا ہوتی ہے تو بد دعا بھی آپ کو دعا سے دور کر سکتی ہے' بھائی بہنوں میں ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک کی بد دعا لگ جاتی ہے کیونکہ آپ نے اس کے دل کو اذیّت پہنچائی ہے۔ تو ایسی بد دعا جو ہوتی ہے وہ انسان سے دعا چھین لیتی ہے۔ اس لیئے کہتے یہ ہیں کہ سب کا بڑا احترام کرو اور ان کی آہ سے بچو۔ ایک وکیل صاحب نے بڑی شہرت حاصل کر لی' اس کا منشی ایک Client گھیر کر لے آیا کہ ہمارا وکیل بڑا قابل ہے اور آپ جیت جاؤ گے۔ مقدّمہ قتل کا تھا۔ تو وہ وکیل صاحب پیش ہوئے' کاروائی ہوئی اور وہ مقدّمہ ہار گیا' جج صاحب نے سزائے موت کا فیصلہ لکھ دیا تو سائل نے منشی سے کہا کہ تُو تو کہتا تھا کہ میں یہ مقدّمہ جیت جاؤں گا کیونکہ تمہارا وکیل اچھا ہے۔ منشی نے کہا اب تم جیت جاؤ گے کیونکہ جب ہمارے وکیل صاحب آہ نکالتے ہیں تو پھر انسان جیت جاتا ہے کیونکہ اس کی وکالت میں اتنی طاقت نہیں جتنی اس کی آہ میں طاقت ہے ——— اس لیئے آپ اپنے خلاف آہ سے بچتے رہیں۔ سارے علوم ایک طرف اور یہ آہ جو ہے ایک طرف کیونکہ یہ انسان کو اڑا کر رکھ دیتی ہے۔ تو آپ اس بات سے بچنا کہ آپ کے خلاف کوئی آہ نہ نکالے۔ تو چھوٹے آدمی کی آہ جو ہے یہ بڑے واقعات کر جاتی ہے' یتیم کی فریاد بڑا اثر رکھتی ہے۔ اس جانور کی فریاد سے بچیں جو آپ نے پال رکھا ہے۔ مثلاً" اگر آپ کا کتا گھر کے اندر بھوک سے مر جائے تو پھر سارا خاندان برباد ہو جائے گا کیونکہ یہ آہ بن جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی جانور یا پرندہ آپ نے پنجرے میں رکھا ہوا ہے تو اس کے ساتھ بھی زیادتی یا ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے

خلاف کوئی بھی فریاد نہ کرے۔ جب اس طرح کے واقعات ہوں تو آپ لوگ دعا سے الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ جب آپ عبادت نمائش کے لیئے کرتے ہیں تو آپ دعا سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ظالم اور قاتل کی دعا منظور نہیں ہوتی' جو شخص فاسق ہے' فاجر ہے' اس کی دعا منظور نہیں ہوتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک ایسا آدمی جس کا لباس حرام' طعام حرام' وجود ناپاک ہو' الجھا ہوا خیال ہو' اور اس نے گمراہ ہونے کا انتظام کیا ہوا ہے تو جب یہ آدمی دعا مانگے گا تو اس کی دعا کیسے منظور ہو گی۔ ایسے آدمی کو آپ ضرور Visualize کرو کہ جس کا طعام حرام ہے' قیام حرام ہے' واقعات حرام ہوں' الجھا ہوا ہو' غلط واقعات میں مبتلا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی Open Violation کرتا ہو' کھلی خلاف ورزی کرتا ہو' اب وہ دعا کس منہ سے مانگے گا۔ دعا کا استحقاق اس وقت ہے جب آپ خدا کو خدا مانیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ تم پہلے مجھے اللہ تو مانو' پھر دعا منظور کروانا۔ اور جب آپ نے اللہ کو اللہ مانا تو پھر اللہ نے کہا کہ یہ کام کرو اور یہ کام نہ کرو۔ اب اللہ نے جس کام کے لیے منع کیا تھا اگر آپ وہ کام کر گئے تو پھر معذرت بھی ہونی چاہیئے یعنی معافی مانگنی چاہیئے۔ اس لیئے اگر کبھی آپ کو یہ محسوس ہو کہ آپ کی دعا کی قبولیت میں دیر لگ رہی ہے تو استغفار کرنا شروع کر دیا کرو کہ یا رب العالمین! ہمیں معافی عطا فرما' ہمارے کچھ ایسے گناہ ہیں جو کسی وجہ سے سرزد ہو گئے ہیں' حالانکہ تُو تو اللہ ہے اور تجھے کسی کے ساتھ Offend نہیں ہونا چاہیئے' غصہ نہیں کرنا چاہیئے اور اگر ہم سے Offend کرنے والی بات سرزد ہو گئی ہے تو معاف فرما دے۔ اگر تیرا

کوئی نیک بندہ ہم سے Offended ہے تو تُو ہمیں معافی عطا فرما تاکہ ہماری دعا کو قبولیت ملے اور ہمارا لطف و کرم قائم رہے۔ جب آپ کے گیٹ پر کوئی سائل آ جائے تو چاہے وہ حق والا ہو' چاہے حق والا نہ ہو' آپ لوگ اس کو ضرور کچھ نہ کچھ دینا۔ اس سے بڑا حق کیا ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے در پر سوال کرنے آگیا۔ کبھی آپ سوال کر کے تو دیکھو۔ کیا آپ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ اس لیے یہ اس سوالی کا استحقاق بن جاتا ہے اور وہ سائل آپ کو بری کیفیت سے نکال کر اچھی کیفیت دیتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس ایک سائل آگیا کہ مجھے اللہ کے نام پر دو تو اس نے کہا کہ ہمیں معافی دو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ سائل نے کہا کہ یہاں معافی کی بات نہیں ہے' میں بڑی دور سے چل کر آیا ہوں' تم جیسے بخیلوں کو سخی بنانے کے لیئے آیا ہوں اور میں اس کام کے لیئے بھیجا گیا ہوں تاکہ تو سخاوت کر کے اللہ کے دوستوں میں شامل ہو جا۔ تو سخی حبیب اللہ ہوتا ہے۔ آپ لوگ اس لیئے اس کا خیال کرو۔ جو مزدور مزدوری کرنے والا ہے' محنت کر رہا ہے اور پسینے کی کمائی کر رہا ہے' اس کے ساتھ آپ کبھی بھی سخت بات نہ کرنا کیونکہ وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کا حق اتنا ہی ہوتا ہے کہ وہ محنت کرنے والا ہے اور حق والا ہے' اس کے ساتھ کبھی زیادتی نہ کرنا۔ محنتی ہاتھوں سے کام کرنے والا' پاؤں سے کام کرنے والا اور وجود سے کام کرنے والا عزّت کے قابل ہوتا ہے۔ تو ان سے زیادتی کی وجہ سے انسان دعاؤں سے محروم ہوتا ہے اور جب انسان ماں باپ کا خیال رکھنے والا بن جائے تو پھر اس کو دعا مل جاتی ہے۔ دعا کا ہونا یا دعا پر اعتقاد ہونا یہ اللہ کا فضل ہے۔

کسی نے یہ سوال پوچھا تھا کہ اللہ کا فضل کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ اللہ کا فضل مانگنے والا دراصل اللہ سے کوئی چیز مانگ رہا ہے۔ ویسے تو اللہ کا فضل، فضل ہی ہے۔ بارش ہو جائے تو فضل ہے اور اگر بارش نہ ہو تب بھی اس کا فضل ہے۔ کچھ ایام ایسے ہیں کہ بارش نہیں ہونی چاہیئے اور کچھ ایام ایسے ہیں کہ بارش ہونی چاہیئے۔ لیکن جو شخص فضل مانگ رہا ہے تو سمجھو کہ کوئی واقعہ اس کے زیرِ غور ہے۔ اگر کوئی بیمار آدمی اللہ کو پکارتا ہے تو وہ کیا مانگ رہا ہے؟ وہ اللہ سے شفاء مانگ رہا ہے۔ اگر غریب آدمی کہتا ہے کہ "اللہ" تو وہ اپنی غریبی دور کرنا چاہتا ہے۔ جب آپ اللہ کے فضل کو پکارتے ہیں تو آپ کے زیرِ نگاہ ایک واقعہ ہے۔ اب اس واقعہ سے عہدہ براء ہونے کے لئے آپ اللہ کو پکار رہے ہیں۔ اس کو آپ فضل کہتے ہیں حالانکہ اس کے برعکس واقعات بھی فضل ہیں۔ آپ لوگ یہ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کی ساری زندگی فضل کا نمونہ ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی پیغمبر بیمار ہوئے؟ ضرور بیمار ہوئے۔ کیا کسی پیغمبر پر ابتلاء کا وقت آیا؟ ضرور آیا۔ ان کے ساتھ سماج میں بھی عزت کے حوالے سے بظاہر کمزور واقعہ بھی ہو گیا۔ یوسف علیہ السلام کے واقعے میں نیک نامی میں بھی کچھ کمی آ گئی اور "سجن" یعنی جیل کا واقعہ آ گیا۔ مگر یہ سارے اللہ کے فضل ہیں۔ قیدی کے لواحقین جو ہیں وہ یہ فضل مانگ رہے ہیں کہ قیدی گھر آ جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان فضل مانگ رہا ہے تو وہ دعا کر رہا ہے کہ یا رب العالمین یہ جو ہماری تکلیف ہے اس کو دور فرما۔ اس لیے ہم جب یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ فضل فرما تو دراصل ہم اللہ کے ساتھ ایک راز

رکھتے ہیں کہ یا اللہ وہ واقعہ کر دے۔ تو Generally یعنی عام طور پر ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ فضل فرما۔ آپ لوگ جتنے بھی بیٹھے ہیں اگر سب آدمی یہ کہیں کہ یا اللہ فضل فرما تو ہر آدمی کے فضل کا مفہوم الگ ہو گا کہ یا اللہ یہ فضل فرما۔ اگر آپ غور سے دیکھیں تو دو آدمی متضاد چیزیں فضل کے نام پر مانگ رہے ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور ایک کہتا ہے کہ یا اللہ یہ فضل کر' تو دوسرا کہتا ہے کہ یا اللہ وہ فضل فرما۔ اب اگر قوم کہے کہ یا اللہ فضل کر' تو قوم کچھ اور مانگ رہی ہوتی ہے۔ اگر حکومت کہے کہ یا اللہ فضل کر تو حکومت کچھ اور مانگ رہی ہے اور اپوزیشن کچھ اور کہہ رہی ہے کیونکہ اس کے لیئے اللہ کا فضل یہ ہے کہ حکومت کو زوال ہو۔ تو سب سے اچھا فضل کیا ہے؟ "یا اللہ! ہماری زندگی کو آسان فرما تاکہ ہم زندگی کی پیچیدگیوں میں نہ رہیں اور ہماری زندگی جو ہے یہ بے جان اشیاء کے تابع نہ رہے"۔ یہ بے جان چیزیں کیا ہوتی ہیں؟ مثلاً" اشیاء' واقعات' مال و دولت' ان سب بے جان اشیاء کے تابع زندگی ہے۔ آج آپ بڑے پریشان ہیں کیونکہ کچھ پیسے زیادہ چاہئیں مگر یہ بے جان شے ہے۔ آپ بہت پریشان ہیں کہ ایک مکان چاہیئے یعنی آپ کو بے جان شے چاہیئے۔ تو جان دار شے سے وابستگی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ کسی جاندار کے لیئے پریشان ہوں تو یہ پھر بھی بہتری کی بات ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اللہ ہی کی طرف رجوع ہو۔ آپ کہیں کہ یا اللہ تو بن مانگے دینے والا ہے' تو ہم تجھ سے سوال کیا کریں' جو کچھ عنایت فرما رہا ہے اس پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ تو آسان دعا کیا ہے؟ یا رب العالمین جو تو نے دینا ہے

وہ بن مانگے دے دے اور جو نہیں دینا ہے اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے اور اس کے مانگنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ تو پھر سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ تو ہمیں اس طرح کی دعائیں چاہئیں کہ یا اللہ ہمارے بزرگ ہم سے راضی رہیں' ہم سے کم عمر لوگ' مثلاً" جو اولادوں کی شکل میں ہیں وہ ہمارے مؤدّب ضرور رہیں' اور اس کے لیئے اب آپ کو دعا مانگنی پڑے گی کیونکہ اب یہ آپ کا Right نہیں رہا' حق نہیں رہا کیونکہ سماج بدل گیا ہے اور اولاد صبح اٹھ کر سلام نہیں کرے گی۔ اب یہ کام بھی دعا کے ذریعے کرانا پڑے گا۔ پرانے زمانے میں یہ طریقہ تھا کہ لوگ اللہ کے لیئے عبادت کیا کرتے تھے اور آج کل اولادوں کے مستقبل کے لیئے دعائیں کرتے ہیں اب وہ زمانہ ہے کہ آپ کو اولادیں جگائیں گی اور اولاد ہی تہجّد ادا کرائے گی اور اولاد ہی نماز پڑھائے گی۔ کیونکہ اس وقت یہ لوگ بڑی مشکل میں ہیں۔ اس لیئے سب لوگ مل کر دعا کرو کہ یا رب العالمین ہمیں ہماری اولاد کی طرف سے تکلیف نہ آئے۔ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ تسبیح اس کی اپنی ہے' وہ عزیز الحکیم ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ یا عزیز یا حکیم کرتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے۔ ہم آپ کے لیئے دعا کرتے ہیں اور آپ لوگ بھی اپنے لیئے دعا کیا کریں۔

سوال :۔

سر! صدقے کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

جس قسم کی تکلیف ہو ویسا صدقہ ہونا چاہیئے۔ بہترین صدقہ یہ

ہے کہ کسی زندہ چیز کا یا جانور کا اللہ کی راہ میں قربان کر دینا۔ آپ لوگ
صدقے کا مفہوم سمجھ لیں کہ صدقہ کسے کہتے ہیں۔ صدقہ یہ ہے کہ آپ
سے کچھ مال نکل کے ان کے پاس کسی شکل میں جائے جن کے پاس مال
نہیں ہے۔ صدقے کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ تکلیف جو ہے وہ رفع
ہو جاتی ہے کہ آپ کی طرف سے کوئی چیز جو ہے وہ Have-not's
محروم لوگوں کے پاس جانی چاہیئے۔ اس لیے صدقہ ہے جب آپ اگر کسی
غریب کو دیکھو تو اسے لباس کا صدقہ عطا فرما دو یعنی وہ لباس جو آپ نے
زیب تن کیا ہو۔ تو اس سے آپ کا تن آسان ہو جائے گا۔ جو صحت
مند ہو جائے گا۔ تو لباس دینا بھی صدقے کی ایک شکل ہے۔ کسی کو نقد
پیسہ دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔ کوئی ایسا طالب علم جو تعلیم سے
محروم ہو رہا ہو اور آپ کم از کم چار سال یا پانچ سال کے لیے اس کی
وظیفہ لگا دو تاکہ وہ اپنی تعلیم پوری حاصل کر سکے تو یہ صدقہ ہے۔ آپ
لوگ یہ چھوٹے چھوٹے کام کیا کرو۔ یہ صدقہ جاریہ ہیں مثلاً آپ نے
ایک آدمی کو کتابیں لے کر دے دیں تو یہ صدقہ جاریہ ہے۔ کسی کو ایک
مرغا ذبح کر کے کھانے کے لیئے دے دیا تو یہ بھی صدقہ ہے۔ حضرت کی
موجودگی میں کسی کو معاف کر دینا بھی صدقہ ہے۔ اپنا جوتا چھوڑ دینا بھی
صدقہ ہے۔ اگر آپ یہ کام کریں تو پھر اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے
صدقے میں Amount کی، رقم کی بات نہیں بلکہ یہاں Attitude کی،
نیت کی بات ہو رہی ہے۔ Amount یا رقم تو پھر Mathematical
ہے، حساب ہے۔ یہ باتیں ان کے لیئے ہیں جو اللہ کو مانتے ہیں۔ تو وہ
اس وقت تک صدقہ دیتے رہتے ہیں جب تک ان کو یہ محسوس نہ ہو

?لا جائے کہ اللہ راضی ہو گیا ہے اور وہ Amount کو طے نہیں کرتے۔
ں آپ کے دل پر جتنا بوجھ ہو رہا ہے آپ اپنے اس بوجھ کے حوالے سے
ب جذبہ دیتا ہے جس پر آپ Amount کو طے نہیں کرتا ہے۔ آپ یہ بات
ں یاد رکھیں کہ ایک بزرگ نے بوڑھے ذبح کرکے لوگوں کو دیتے دیئے پھر
۔ جگاتے ذبح کرانے کے بعد ذبح کرنے کے بعد ذبح کرنے کے بعد اگر کچھ نہ ہوا تو پھر
ت لوگوں نے اپنے غصے کو ذبح کر دیا۔ تو صدقہ کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے آپ
ں کو تکلیف محسوس ہو رہی ہے ایسی چیز لے جائے اور اس میں نیت
ے اللہ کے قریب جانے کی خواہش ہے۔ صدقہ ضرورت مند کو دیں۔ اگر
ت کوئی بکرا ذبح کرنے کے بعد کسی فقیر کو دیا جائے گا تو وہ اونٹ کے
ے پیٹ میں تھوڑی جائے گا۔ اس لئے تو یہ ہے کہ کسی غریب کے پاس
ے پانچ سو روپے پہنچ جائیں گے تو یہ غریب کو فرق پڑے گا۔ اس کو ملنا چاہئے۔
۔ ہمیں ان کی تعریف یہ ہے کہ ایسے لوگ جو غریب ہیں اور وہ سوال نہیں
ں کرتے، آپ لوگ ایسے آدمی ڈھونڈنے کی کوشش کیا کریں تو پھر آپ کو بے شمار
لوگ مل جائیں گے کہ غریب ہوتے ہیں لیکن سوال نہیں کرتے کیونکہ
وہ خاموش گونگے غریب ہوتے ہیں۔ ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کسی اچھے
طریقے سے ان کو دے دیا کرو۔ اس طرح آپ لوگ اپنی زندگی کو خوشگوار
بناؤ اور آپ کے پاس جو صفت سب سے بڑی ہے اس میں سے لوگوں کو
دو۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ تو آپ وہ چیز قربان کرو
ہ جو آپ کی محبت والی چیز ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت
ے تھی لیکن اللہ کی راہ میں اسے قربان کرنا پڑا تو جس چیز کی آپ محبت
ں کرتے ہیں وہ چیز اللہ کی راہ میں نثار کر دیں۔ اگر آپ بچے والے ہو تو

پیسے نثار کرو۔ صدقہ کا اطلاق غنی پر ہوتا ہے تو غریب کیسے صدقہ دے گا؟ پھر فرمانے والوں نے فرمایا کہ وہ غریب غنی ہے جو دوسرے کے مال کی تمنّا ہی چھوڑ دے۔ ہر صفت ہر آدمی میں پائی جاتی ہے۔ اس لیئے غریب بھی صدقہ دے گا اور اسے پتہ چل جائے گا کہ کتنا پیسہ دے گا۔ وہ اپنی کسمپرسی کی حالت میں یہ ایک واقعہ کر جائے تو یہ پھر ایک صدقہ ہے۔ صدقہ Amount کا نام نہیں ہے بلکہ میں پھر کہوں گا کہ صدقہ Attitude کا نام ہے' یہ آپ کی میلانِ طبع کا نام ہے اور صدقہ ضرور دینا چاہیئے۔ کسی کو معاف کر دینا صدقہ ہے' کسی کو بخشش کر دی تو یہ صدقہ ہے۔ زندگی میں کبھی ایسا موقع آئے کہ آپ کو مجرم مل جائے تو حالانکہ مجرم کو ضرور سزا دینی چاہیئے مگر مجرم کو سزا اس وقت دینی چاہیئے جب آپ بھی اپنے جرم کی سزا لینے کے لیئے تیار ہوں۔ تو کرنا یہ چاہیئے کہ اللہ ہمارے بھی گناہ معاف کرے اور ان کے گناہ بھی معاف فرمائے۔ آپ زندگی میں ایک آدھ مجرم کو بغیر وجہ کے ضرور معاف کر دینا۔ یہ بھی صدقہ ہے اور ایسا صدقہ ضرور دیا کرو۔

سوال :۔

مشکل کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب :۔

مشکل دو طریقوں سے حل ہوتی ہے۔ ایک تو وقت پر وہ کام ہو جائے تو پھر مشکل حل ہو گئی۔ دوسرا یہ طریقہ ہے کہ اگر اس کام سے تمنّا ہی ہٹ جائے تو پھر بھی مشکل حل ہو گئی۔ کبھی آپ غور سے دیکھیں

تو زندگی ایسے Adjust ہوتی رہتی ہے کہ کبھی وہ واقعہ پورا ہو گیا اور کبھی اس کی تمنّا ہی مٹ گئی۔ کبھی آپ اپنے ماضی پر ضرور نگاہ دوڑائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ کتنی آرزوئیں تھیں جن کو آپ چھوڑ چکے ہیں اور آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ کے ہاتھ سے کتنے کبوتر اڑ گئے ہیں۔ پہلے بہت ساری آرزوئیں اور بہت ساری تمنّائیں آپ چھوڑ بیٹھے ہیں' لیکن اب جو آرزو موجود ہے آپ یہ نہیں چھوڑنا چاہتے حالانکہ دس دن کے بعد یہ بھی نہیں ہو گی۔ اس لیئے آرزوئیں تو آپ کے ہاتھ سے نکلتی چلی جا رہی ہیں اور آپ کی عمر بھی ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے۔ تو آرزوئیں کیا چیز ہیں کیونکہ ان کو ہر طرف سے زندگی نگل جاتی ہے۔ اس لیئے آپ اس بات پر کبھی اصرار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ آرزو پوری کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ مشکل کشائی کر دیتا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آیت کریمہ کا ذکر کرو تو اس سے مشکل ضرور دور ہو جاتی ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھ لینا کہ اللہ' اللہ ہے وہ کسی فارمولے میں نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے مزاج میں کام نہیں کرنا۔ اگر سارا شہر دعا کرے مگر جو کام اس نے نہیں کرنا ہے تو وہ نہیں کرے گا اور اگر چڑیا بھی فریاد کر دے تو کام بن جائے گا۔ تو وہ اللہ ہے اور اللہ کسی فارمولے میں نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نماز سے راضی ہو جاتا ہے یا یہ کہ اپنا بنا کے تکلیف نہیں دے گا تو ایسا نہیں ہے' تکلیف بھی دے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہ کام ضرور کرتا ہوں۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال کہ میں خوف ضرور بھیجوں گا' مال میں نقص بھیجوں گا "نقص من الاموال" سے مراد یہ ہے کہ پھل ضائع ہو جائے گا اور دانے ضائع ہو

جائیں گے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ میں کرتا رہتا ہوں۔ وہ اللہ یہی تو کرتا ہے کہ وہ پیدا کرتا ہے اور جب انسان زندگی پر حق دار ہو جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ واپس آ جاؤ۔ پھر اقبالؒ کا یہ شعر بن جاتا ہے کہ ؎

باغ بہشت سے مجھے حکم سفر دیا تھا کیوں
کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

اور اس نے کہا کہ تو بغیر انتظار کے فوراً آ جا اور اقبالؒ چلا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ یا رب العالمین! فرعون کے ساتھ کیا کیا جائے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اس کو ہماری طرف Despatch کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پھر کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر خود بھی آ جاؤ۔ That's all۔ یہ کل کہانی ہے' پہلے فرعون کو Despatch کرو اور پھر خود روانہ ہو جاؤ اور باقی رہے گا اس دنیا میں اللہ کریم کا نام! اللہ تعالیٰ یہی کام کرتا رہتا ہے کہ پہلے بناتا ہے اور پھر بگاڑتا ہے اور یہ اس کے کام ہیں۔ اگر کبھی آپ اس کے کام میں لطف لینا شروع کر دو تو پھر آپ کو ساری بات سمجھ آ جائے گی اور آپ کہیں گے کہ یا رب العالمین یہ تیرا ہی کام ہے' ہمارا ہونا تیرے فضل کی دلیل ہے اور نہ ہونا تیرے امر کی دلیل ہے' یہاں بھی ہم تیرے ساتھ ہیں اور وہاں بھی ہم تیرے ساتھ ہیں' ہمیں یہاں بھی اپنا بنا کے رکھ اور وہاں بھی اپنے پاس رکھ اور ہمارا مسئلہ ہی آسان فرما' ہمیں آسان زندگی عطا فرما کہ یہاں بھی آپ کے لیئے زندہ ہوں اور وہاں بھی آپ کے پاس ہوں۔ یہ آسان زندگی ہے۔ وما علینا الا البلاغ


٥

۱ کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لیے نیک ہے اور بد لوگوں کے لیے بد ہے؟اس بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

۲ تعلق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں؟

١

٢

سوال:-

سر! کہتے ہیں کہ زندگی نیک لوگوں کے لئے نیک ہے اور بد لوگوں کے لئے بد ہے۔ اس بارے میں رہنمائی فرمائیں

جواب:-

The best water ہے۔ سائنس دان کی بات اگر آپ کو سمجھ نہ آئے تو پھر اس سے الجھتے بھی نہیں کیونکہ وہ سائنس دان ہے اور وہ اس راز کو آپ سے بہتر جانتا ہے۔ اسی طرح جب یہ کہا جاتا ہے کہ نماز آپ کو برائی سے روکتی ہے۔ ان الصّلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاءِ والمنکر لیکن بعض نمازیوں میں برائی نظر آتی ہے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کس کو نماز کہا ہے' کس کو فحشا کہا ہے اور کن لوگوں کے لیئے یہ کہا ہے۔ تو یہ بات اس لائن میں ڈھلنے کے بعد سمجھ آئے گی۔ ظاہر کی دنیا کی نماز تو آپ نے دیکھی ہے لیکن جب آپ نماز میں ڈھل جائیں گے اور اس کے اندر سفر کریں گے تو پھر آپ کو اس مالکہ کی بات کی صداقت کا افہام ہو گا۔ وگرنہ اس سے پہلے تو اندازہ ہی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ یہ کتاب آسمانوں سے نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امینؑ لائے ہیں تو جبریل امینؑ کون ہوتے ہیں؟ تو وہ فرشتے ہیں اور یہ کتاب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی ہے۔ پھر یہ سوال کہ کیا یہ تاریخ کی شکل میں آئی ہے؟ یہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہوں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ زمین کا ایک ایک انچ تقسیم ہو چکا ہے' بک چکا ہے۔ اللہ زمین کا مالک ہے اور اس کی مسجد چندے کے بغیر بنتی نہیں' تو وہ کس طرح مالک ہے۔ اب یہ سارے راز ہیں اور ان رازوں کو جاننے کے لیئے حوصلہ چاہیئے اور اس کو پہچاننے کے لیئے ایک عمر چاہیئے یا ادب کا ایک انداز چاہیئے' اس میں کبھی گستاخی نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ساری کائنات کو رزق دینے والا میں ہوں' کچھ جگہ مشاہدہ ملتا ہے

کہ رزق دے رہا ہے اور کہیں نہیں دے رہا۔ اللہ رازق ہے کیونکہ رزق دے رہا ہے اور اگر رزق نہیں دے رہا تو پھر بھی رازق ہے۔ اگر یہ ماننا شروع کر دیں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ اللہ رزق دے کر بھی رازق رہتا ہے اور رزق نہ دے کر بھی رازق رہتا ہے۔ وہ شاہین کو رزق میں Pure کبوتر کا گوشت دیتا ہے' اب کبوتر کو رزق کہاں سے دیتا ہے؟ یہ الگ الگ کہانی ہے کہ کبوتر کو شاہین کا رزق بنایا ہوا ہے۔ کیا کبوتر پر شاہین ظلم کر رہا ہے؟ کیا بڑی مچھلی کا چھوٹی مچھلی کو کھانا ظلم ہے؟ کیا وہ اسے اپنا حق سمجھتی ہے یا وہ کوئی حرام کی کمائی کھا رہی ہے۔ یہ ساری باتیں سوچنی پڑیں گی۔ جیسا بھی رزق ہو دینا وہ خود ہے' اس لیئے اب آپ کے سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ پوچھیں گے کہ جب کسی وقت یہ بات کہی جائے کہ یہ بات آپ کے والد صاحب نے فرمائی ہے تو والد کی وہ بات سن لیں کیونکہ کچھ وقت کے بعد وہ سمجھ آ جائے گی' ان کا تجربہ اور علم آپ سے زیادہ ہے۔ یا اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات سائنس دان نے کہی ہے تو پھر اس کا علم اور اس کا مرتبہ پہچان کے کوئی بات سوچنی چاہیے۔ Discovr کرنے کے لیئے' معلوم کرنے کے لیئے آپ اچانک Suddenly یہ نہ کہا کریں کہ یہ کس طرح ہے اور کیسے ہے؟ اتنی بات یاد رکھیں کہ یہ اللہ کا فرمان ہے۔ اللہ کا فرمان ہے اور اللہ علم نازل کرنے والا ہے اور آپ سے زیادہ جانتا ہے۔ اس لیئے آپ اس بات کا خیال رکھیں۔ میں آپ کو اللہ کی خوبی بتا رہا ہوں کہ اگر اللہ کی بات کو سمجھنا ہے تو پھر اس کو ماننے کا حوصلہ پیدا کرو تاکہ آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جائے لیکن اگر مقابلے کے ساتھ آؤ

گے تو بات سمجھ نہیں آئے گی اور آپ الجھ جاؤ گے، پریشان ہو جاؤ گے۔ اگر آپ اللہ کی بات سمجھنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ کہیں کہ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ پھر ادب سے چلتے جائیں کیونکہ یہ سفر سانس سنبھال کے کرنے والا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ بات عام آدمی کی کہی ہوئی ہے بلکہ یہ اس کی فرمائی ہوئی ہے جس نے زندگی کو پیدا کیا ہے اور جو چیز اللہ فرما دے تو اس کی صحت پر شک کرنے سے بندہ ایمان سے باہر ہو جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو ظاہری علم مل جائے اور ایمان ضائع ہو جائے۔ کرسٹوفر مارلو کے ایک ڈرامے میں ہے کہ ایک آدمی کو کسی نے کہا کہ علم سب سے اچھی شے ہے۔ اس نے کہا کہ اگر علم اچھی شے ہے تو یہ علم حاصل کرنا چاہیئے۔ تو وہ سارا ظاہری علم پڑھ گیا لیکن اسے لطف نہ آیا۔ اس نے کہا مجھے اور بھی علم چاہیئے تو اس شخص نے کہا کہ ایک علم شیطان کے پاس بھی ہے اور وہ بہت کچھ جانتا ہے لیکن وہ تمہارا ایمان چھین لے گا۔ تو اس نے کہا مجھے علم چاہیئے، میں نے ایمان کا کیا کرنا ہے۔ تو وہ شیطان کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے علم چاہیئے۔ اس نے کہا علم کو چھوڑو، کیا کرو گے، یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس نے کہا مجھے چاہیئے۔ اس نے کہا پھر آپ اس علم پر گزارا کرو جو کتابوں کا ہے۔ جب اس نے ضد کی تو شیطان نے کہا کہ وہ علم حاصل کرنے کے لیئے تمہیں اپنی روح مجھے دینا پڑے گی تو اس نے کہا لے لو۔ خیر اس نے اپنی روح Soul اس کے Handover کر دی، حوالے کر دی تو اس وقت کوئی وائٹ چیز اس شخص سے نکل گئی اور کوئی بلیک چیز اس کے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے پوچھا کہ اب مجھے علم دو اور سب سے پہلے مجھے پرانے زمانے کی ایک کہانی "ہیلن آف

ٹرائے" کی ہیلن دکھاؤ تو شیطان نے کہا وہ سامنے ہے۔ تو ہیلن سامنے تھی۔ یہ کئی ہزار سال پہلے' قبل مسیح' B.C. کا واقعہ تھا۔ تو اس نے ٹرائے شہر کی ہیلن کو دیکھا تو کہا

Is this the face that launched the thousand ships یعنی یہ ہے وہ چہرہ جس نے ہزارہا جہاز غرق کیے۔ ڈاکٹر اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہاں وہ کہتا ہے کہ اے کاش! میرے پاس ہزار روحیں ہوتیں تو میں اس پر نثار کر دیتا کیونکہ شیطان سے اتنا بڑا علم مجھے مل گیا ہے۔ پھر اس نے بہت مناظر دیکھے اور ان کو دیکھنے کے نتائج شروع ہو گئے اور جو اس سیاہ علم کا نتیجہ ہوتا ہے وہ رسوائی اور اذیّت شروع ہو گئی۔ وہ کراہتا رہا اور چیختا رہا کہ مجھ پر رحم کرو۔ شیطان نے کہا کہ میں اپنے ماننے والوں کے لیئے سب کچھ کر سکتا ہوں لیکن رحم نہیں کر سکتا' خدا اور مجھ میں یہی ایک فرق ہے۔ میں سارا علم جانتا ہوں لیکن میں کسی پر رحم نہیں کر سکتا جب کہ اللہ رحم کرتا ہے۔ پھر شیطان نے کہا کہ میں اپنے ماننے والوں کو اذیّت میں مبتلا کر کے Enjoy کرتا ہوں' اس لیئے میرا نام ہے شیطان' اگر تم اذیّت میں مبتلا ہو تو ہوتے رہو۔ مجھ سے تو صرف علم کی بات کرو۔ اس نے شیطان سے کہا کہ میری روح واپس دے دو۔ شیطان نے کہا کہ ہم نے یہ کبھی نہیں کیا۔ تو اس علم والے کی زندگی کا اذیّت ناک حشر ہوا۔ اگر آپ کو پڑھنے کا شوق ہو تو اس چیز کو آپ ضرور دیکھنا۔ آپ میں اگر علم کی تمنّا موجود ہے اور ادب کے ساتھ موجود ہے تو پھر وہ علم آپ کو صحیح راستے پہ لے جائے گا' ورنہ وہ علم حجاب بن جائے گا' رکاوٹ بن جائے گا اور پریشانی بن جائے گا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ علم

کے اس سفر پر کسی نہ کسی کو راہ نما بناؤ اور راہ نما وہ ہوتا ہے جس نے علم کے سوال' پگڈنڈیاں اور خیال کو دیکھا ہوا ہے۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ جہاں پر وہ راہنما آپ کو روک دے تو آپ وہاں علم کو روک دینا۔ اگر بریک نہ ہو تو کار کا ایکسیلیٹر آپ کو تباہ کر دے گا اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک بریک نہ ہو آپ ایکسیلیٹر کبھی نہ استعمال کرنا۔ جب روکنے والا کوئی نہ ہو تو پھر آپ معاملات میں دخل دیں گے۔ جو معاملات انسان کے بس کی بات نہیں ہوتے مثلاً" ماں باپ کہتے ہیں کہ تم ہمارے بیٹے ہو اور اگر آپ یہ کہو کہ پہلے ثبوت دو کہ میں تمہارا بیٹا ہوں تو پھر وہ آپ کو ثبوت نہیں دے سکتے۔ اب یہ ماننا ہی پڑے گا کیونکہ یہ جاننا ناممکن ہے کیونکہ آپ اس وقت نہیں تھے۔ اس لیئے یہ بات تحقیق سے باہر ہو جائے گی اور آپ ہر چیز کی تحقیق کرتے رہیں گے۔ اس لیئے تحقیق کی بجائے حکم مان لینا کافی ہے کہ آپ ان کے بیٹے ہیں ورنہ یہ ناممکن ہے کہ دنیا میں کوئی قانون آپ کو یہ بتا سکے کہ آپ کس کے بیٹے ہیں۔ تو یہاں کہیں نہ کہیں بات ماننی پڑتی ہے۔ ماں اس قول میں سند ہے کہ یہ کس کا بیٹا ہے۔ اسی طرح انسان کے والدین ہیں۔تو یہ دیکھا جائے کہ فرمانے والا کون ہے۔ اعتماد کی بات یہ دیکھو کہ حضور پاک ﷺ نے بیان فرمایا کہ معراج شریف کا واقعہ ہوا ہے تو پھر کافر ماننے والوں کے پاس پہنچے اور انہیں کہا کہ تمہارے نبیؐ یہ فرماتے ہیں اور یہ کیسے ممکن ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے' کچھ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ اگر آپؐ نے فرمایا ہے تو سچ ہے۔ تو سچ کی تعریف یہ ہے کہ اگر ایک سچے آدمی نے

کوئی ایسی بات فرما دی جس کا ثبوت بھی نہیں ہے تو وہ بھی سچ ہے۔ اس لیئے آپ اپنے علاوہ کسی اور کو سچا ماننے کی کوشش کریں۔ اور اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کریں کہ اطاعت کے ذریعے آپ اللہ کی بات کو سچ مان لیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہو گی لیکن ہم نے کسی مرنے والے کو قبر سے اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اگر تو ثبوت کی بات ہوتی' پھر تو یہ مسئلہ ہی ختم ہو جاتا مگر یہاں وہ صداقت ہے جس کا ثبوت کوئی نہیں ہے۔ عام طور پر صداقت یہ ہے کہ یہ زندگی ہے' آپ مرجائیں گے اور اٹھائے جائیں گے مگر یہ دیکھا کسی نے نہیں ہے' پھر جو حساب کتاب ہو گا وہ کسی نے نہیں دیکھا۔ جنّت دوزخ کو بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ کو بھی دیکھا کسی نے نہیں ہے اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کو اب دیکھا کسی نے نہیں ہے۔ پیغمبر کہاں بنتے ہیں؟ انسانوں کے ساتھ اور انسانوں کے اندر۔ ہیں وہ انسانوں میں سے لیکن انسانوں سے مختلف ہیں۔ اگر آپ کے ماں باپ آپ کو نادان لگیں پھر بھی ان کا ادب کرنا کیونکہ وہ مرتبے میں آپ سے بلند ہیں۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ آپ کا والد آپ سے کم پڑھا لکھا ہے تو آپ کی فوقیت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میں علم والا ہوں' Learned ہوں۔ اگر والد آ جائے تو اپنے مرتبے کو چھوڑ کر ادب کے ساتھ کھڑے ہو جانا کیونکہ ان کا مرتبہ بڑا ہے' اگر آپ کے والد کے پاس ڈگری نہیں ہے پھر بھی وہ آپ کا باپ ہے۔ اگر ماں ان پڑھ ہو اور پنجابی میں بات کرے تو اس کے ساتھ انگریزی نہ بولنا شروع کر دینا۔ اگر وہ انگریزی نہیں بول سکتی تو اسے Out of date' پرانا سمجھ کے چھوڑ نہ دینا۔ اگر آپ کو پتہ چلے کہ اللہ نے یہ بات فرمائی

ہے تو آپ کہیں کہ یہ صحیح ہے کیونکہ یہ میرے مالک کا قول ہے۔ اس نے جو کچھ فرمایا ہے ٹھیک فرمایا ہے۔ آپ کہیں کہ یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کیونکہ میرا افہام اتنا نہیں ہے' تفہیم اتنی نہیں ہے اور ادراک اتنا نہیں ہے مگر یہ میرا فیصلہ ہے کہ میں اللہ کی بات مانتا ہوں' وہ کہے کہ تم دوزخ میں جا رہے ہو یا یہ کہ جنت میں جا رہے ہو تو آپ کہیں کہ اللہ نے ٹھیک فرمایا ہے۔ اللہ نے اپنے حبیبِ پاکؐ کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے' اس لیے آپ خود ہی اندازہ لگا لو کہ وہ انسان ہیں کہ کیا ہیں' حضور پاک ﷺ کا نامِ محمدؐ ہے اور تم لوگوں کا ایمان ہے۔ تو یہ بڑا فرق ہے' زمین آسمان کا فرق ہے کہ انؐ کا نام آپ کا ایمان ہے' آپ وہ نام لو تو آپ کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ وہ نام ہے کہ صبح سے لے کے شام تک لیا جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا ہے۔ جب اذان آتی ہے تو حضور پاک ﷺ کا نامِ مبارک آتا ہے۔ جب اللہ کا نام آتا ہے تو ساتھ ہی حضور پاک ﷺ کا نامِ مبارک آتا ہے اور پھر ہر اُمّتی درود شریف پڑھتا ہے' چاہے وہ مسجد میں پڑھ رہا ہو' چاہے گھر میں پڑھ رہا ہو لیکن وہ پڑھ درود شریف رہا ہوتا ہے۔ جب قرآن شریف پڑھا جائے گا' چاہے اس کی عبارت کی سمجھ نہ آئے لیکن آپ باادب بیٹھے رہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اس لیئے جب اللہ کے کلام کا پتہ چل جائے تو پھر تحقیق نہ کرنا بلکہ یہ کہنا کہ یہ صحیح ہے۔ کیا اللہ مردہ سے زندہ پیدا کر سکتا ہے؟ اس نے کہا مردہ میں سے زندہ پیدا کرتا ہوں اور زندگی سے موت پیدا کرتا ہوں' رات سے دن پیدا کرتا ہوں اور دن سے رات پیدا

کرتا ہوں۔ تولج اللیل فی النہار وتولج النہار فی اللیل و تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی و ترزق من تشاء بغیر حساب تو میں وہ ہوں جو رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہے' مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے اور جس کو میں چاہتا ہوں بے حساب رزق دے دیتا ہوں۔ یہ کس نے کہا؟ اللہ نے کہا ہے۔ لیکن ہم نے کبھی دیکھا نہیں کہ کسی مردہ میں سے کوئی زندہ باہر آیا ہو۔ لیکن اب سائنس کے ذریعے دیکھو تو یہ ٹھیک ہی ہے لیکن ثابت نہ ہو تو بھی ہم مانتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ فرشتے ہیں اور فرشتے نازل ہوتے ہیں مگر ہم نے نہیں دیکھے' جن بھی ہم نے دیکھے نہیں ہیں لیکن ہم اس بات کو بھی مانتے ہیں جس کو دیکھا نہیں ہے۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ کہنے والے کو ہم نے اتنا مانا کہ اس نے جو کچھ فرمایا ہم نے وہ مان لیا جب کہ وہ ہماری تحقیق میں نہیں ہے' وہ جو کہنے والی ذات ہے وہ تحقیق میں نہیں ہے بلکہ تسلیم میں ہے اور ہم اسے مان گئے۔ اس لیئے جب کسی کو آپ دوست کہہ لیں تو پھر غلطی کے باوجود بھی اسے دوست سمجھیں Few friends are best چند دوست اچھے ہوتے ہیں۔ آپ چند دوست بنائیں اور بنانے سے پہلے ان کو Try کرلیں' پرکھ لیں' پھر ان کو دل کے ساتھ لگا کے رکھیں' غصّہ پی جائیں' دوستی بنائے رکھیں' ان کا ساتھ دیں چاہے وہ دوست احمق ہوں یا برے ہوں' آپ ان کا ساتھ ضرور دیں۔ زندگی میں جب آپ کسی سے رشتہ بنا لیں تو پھر اسے نبھائیں۔ کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو آپ کے مزاج اور آپ کے اختیار سے پہلے بنے پڑے ہوتے ہیں۔ ماں کا رشتہ آپ نے نہیں بنایا بلکہ

بنا بنایا ملا' باپ کا رشتہ بنا بنایا ملا' بھائی کا ملا' بہن کا ملا اور بزرگوں کا ملا۔ یہ بنے بنائے رشتے ملے ہیں۔ یہ خون کے رشتے ہیں۔ بیوی کا رشتہ آپ نے خود بنایا ہے اور یہ قول کا رشتہ ہے۔ اس لیے خون کے رشتوں کی افادیت بھی یاد رکھنا اور بولے ہوئے کلمات کی افادیت کا الگ خیال رکھنا اور ان کا آپس میں Confusion ' الجھاؤ نہ پیدا کرنا۔ یہاں آپ کے قول کی صداقت کی آزمائش ہے۔ یہ قول ہے کہ "اللہ کے نام پر ہم آپ کا ساتھ دیں گے"۔ اور خون کی عظمت کی صداقت بھی یاد رکھیں۔ اس لیے دونوں کو اپنے اپنے طریقے سے چلائیں تاکہ آپ کے لیے زندگی آسان ہو جائے۔ بس یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرما دیا وہ صحیح فرما دیا ہے۔ مثلاً" اس نے کہہ دیا کہ تم سرفراز کر دیے جاؤ گے لیکن ہم نے مسلمان کو سرفراز ہوتے دیکھا نہیں ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ ہم ضرور سرفراز ہوں گے۔ ہم نہیں تو ہماری آنے والی نسلیں ضرور سرفراز ہوں گی۔ سرفراز آپ نے ہونا ضرور ہے کیونکہ اللہ نے یہ فرمایا ہے۔ جو اللہ نے فرما دیا ہے وہ کیسے حق نہ ہو گا۔ وہ ہر صورت ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے برحق ہو گا۔ بس اس کو آپ اپنے ایمان کی تقویت کا باعث بناؤ۔ مگر آج وہی چیزیں آپ کے ایمان کی کمزوری کا باعث بن گئی ہیں۔ آپ اللہ پر ایمان رکھو اور کان کھول کر رکھو تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ اللہ بہت جلد وہ دن دکھائے گا۔ تو آپ کو صداقت کا ثبوت دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کو صداقت کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کو یہ Responsibility' ذمہ داری ملی ہے کہ You do which God has stated خدا نے کہا ہے کہ یہ کائنات میری

ہے' اب تم ثابت نہ کرتے جانا' ثبوت وہ خود ہی دیتا جائے گا۔ اس کے پاس کافروں کو کلمہ پڑھانے کے بڑے طریقے ہیں۔ اس کے پاس انسان کو سمجھانے کے بڑے طریقے ہیں۔ انسان بیچارے کو تھوڑی سی پن چبھ جائے تو وہ چیخ مارتا ہے۔ جب تک کسی کے سر میں درد نہیں ہوتا تو وہ سرفرازی کی بات کرتا ہے۔ جب پہلا درد ہوتا ہے تو وہ چیخ اٹھتا ہے۔ یہ تو انسان کا کل حوصلہ اور ہمت ہے۔ اگر آپ Scientifically دیکھیں کہ لائٹ کی کتنی سپیڈ ہے تو پتہ چلے گا کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل طے کرتی ہے۔ یعنی لائٹ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک ٹریول کرنے میں ایک سیکنڈ میں اتنی تیزی سے چلتی ہے۔ اور کچھ Planet ' سیارے ایسے ہیں کہ جن کا زمین سے کئی ملین لائٹ ایر کا فاصلہ ہے' Distance ہے۔ کتنا فاصلہ ہے؟ اتنا کہ سوچیں تو انسان پاگل ہو جائے۔ نہ سوچیں تو بہتر ہے۔ تو وہ ستارہ اتنا دور ہے کہ اگر وہاں سے روشنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کے حساب سے چلے تو دس لاکھ سال میں زمین پر آئے گی۔ تو اتنے فاصلے ہیں! انسان سوچ کر حیرت میں گم ہو جائے گا۔ اتنی Immensity of space ہے' اتنی وسعت ہے کائنات کی۔ اس وسیع کائنات کے اندر زمین کا وجود ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے' ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے۔ اگر آپ ریت کے ذرّے کو آسمانوں کی وسعت دے دیں' پھر اس کو توڑ کے چھوٹا ذرّہ بنا دیں' اتنی چھوٹی Dimension دے دیں' صورت دے دیں تو پھر شاید زمین کا مقام آتا ہے۔ اور اس زمین میں اتنے ممالک کے اندر پاکستان کتنا ہے' اس پاکستان میں لاہور کتنا ہے اور لاہور کا محلّہ گوجر سنگھ کتنا ہے اور

اس کی رام گلی کتنی ہے' اس گلی کا ایک مقام کتنا ہے' اس گلی میں ایک مکان کے کمرے میں ایک چھوٹا سا آدمی اور اس کا دماغ کتنا ہے اور اس دماغ سے کائنات کے بارے میں سوچے گا تو وہ کیا فیصلہ کرے گا۔ جب تک آپ کے پاس اتنی Immensity نہ ہو' وسعت نہ ہو تو آپ اس کائنات کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ یہ بات آپ مان لیں کیونکہ یہ مان لینے کا مقام ہے۔ آپ یہ کہیں کہ یا رب العالمین اپنی وسعتوں کو تو خود جان۔ ہم تو تیرے بندے ہیں' ہم پر مہربانی فرما۔ پھر تو تُو نے واپس بلا لینا ہے اور ہم واپس آ جائیں گے۔ ہمیں اذیّت والے علم سے بچا۔ یا رب العالمین! ہمیں آسانی والا علم دے۔ آپ اگر پڑھنے والے طالب علم ہیں تو آپ بہت زیادہ پڑھنے کے بعد نوکر ہو جائیں گے اور کوئی نکما منسٹر آپ پر حکم چلائے گا' وہ ایم پی اے بھی ہو گا یا ایم این اے بھی ہو گا۔ ان پڑھ لوگ آپ جیسے علم والوں کا حشر کر دیں گے۔ تو یہ شب و روز آپ دیکھتے جا رہے ہیں مثلاً" ایک ان پڑھ آدمی گورنر بن گیا اور ایک مرتبہ ایک شخص نے وزیر اعلیٰ ہونے کے بعد میٹرک کا امتحان دیا۔ کوئی پہلے کچھ تھا تو کیا بن گیا اور کوئی کچھ اور تھا تو کچھ اور بن گیا۔ یہ تو اس کے فضل کی کہانی ہے اور عجیب و غریب کہانی ہے' یہ وہ مالک جانے اور اس کا کام جانے۔ ابھی تو آپ کو یہ پتہ نہیں چلا کہ گائے کیسے گھاس کھاتی ہے اور کیسے دودھ دیتی ہے اور یہ گھاس دودھ کب بنا۔ اگر آپ یہ بتا دیں تو پھر آپ کے سوال کا جواب میں دوں گا۔ یا اللہ یہ کیا ہے کہ گائے نے کھایا گھاس اور اس نے دیا دودھ۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ گوبر اور خون کے درمیان سے پاکیزہ دودھ جو آپ پی رہے ہیں' اس کو

آپ لوگ پہچانو کہ یہ کون کر رہا ہے؟ اور درمیان میں لطیف سا ایک پردہ ہے۔ دودھ ایک نور ہے' پاکیزہ اور معطر صورت ہے۔ کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا۔ آپ کا ذہن اگر یہ سوچتا ہے اور یہ کرتا ہے تو یہ اچھی بات ہے۔ آپ ادب کے ساتھ اس سفر میں بڑھتے جائیں تو آپ کو بڑا علم ملے گا۔ اس میں بحث بالکل نہ کرنا۔ یہ حکم ہے۔ جب یہ دیکھیں کہ بزرگوں کی محفل ہو رہی ہے تو دعا کرا لیا کرو کہ آپ کو بھی علم ملے۔ علم تو ادب کا نام ہے۔ جب آپ نے ادب کرنا سیکھ لیا تو بہت سارا علم مل جائے گا۔ اگر تم ہمیشہ کے لیئے Rude 'گستاخ ہو جاؤ گے تو علم سے محروم ہو جاؤ گے۔ جس منبع' Source سے علم ملا کرتا ہے اسی Source سے علم Withdraw ہو سکتا ہے' واپس ہو سکتا ہے۔ اس لیئے ادب سے آپ اپنا علم حاصل کرتے جائیں۔

If you are going on the journey of knowledge' اگر آپ علم کے سفر پر نکلے ہیں تو پھر ادب سے چلیں' Respectfully چلیں۔ ایسا شخص علم حاصل کر جائے گا۔ اور اگر آپ گستاخ Rude ہوتے جا رہے ہوں تو محرومی ملے گی۔ گستاخ رہ جائے گا اور باادب سرفراز ہو جائے گا۔ اگر آپ میں ادب ہے' احترام ہے تو علم والے سے ہمیشہ کا تعلق رہ جائے گا اور وہ بتانے والا ایسی اچھی بات بتائے گا کہ آپ حیران رہ جاؤ گے اور گستاخی کرو گے تو محروم ہو جاؤ گے۔ کبھی کسی سے یہ نہ کہنا کہ آپ کا علم بہت زیادہ ہے۔ اگر آپ نے علم کے ذریعے کسی شخص کو زیر کر لیا تو بحث میں تو جیت جاؤ گے لیکن بندہ ہار جاؤ گے۔ تو ایسی بحث میں مبتلا نہ ہونا کہ پوائنٹس جیت جاؤ اور بندہ ہار جاؤ۔ تو آپ Points ہار

دو' بحث ہار دو لیکن بندہ جیت لو' اس کا دل جیت لو۔ بس یہ یاد رکھ لینا اور آج کے بعد یہ سبق یاد کر لینا۔ اس لیئے آپ انسانوں کو جیتنے کی کوشش کرو۔ زندگی میں تو پوائنٹس چلتے رہیں گے۔ چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔ کل تک آپ بچے تھے' روتے تھے اور آپ کے لیئے کھلونا سب سے اچھی شے تھا لیکن اب کھلونا کوئی شے نہیں ہے۔ ابھی تک آپ کے بیٹ بال' فٹ بال اور کھلونے گھر میں ادھر ادھر پڑے ہوں گے۔ اب انسان بدل چکا ہے۔ آپ نے کچھ دیکھا اور کسی نے کچھ اور دیکھا۔ تقاضے بدل گئے ہیں۔ اب اور کہانیاں شروع ہو جائیں گی' کچھ عرصہ بعد بندہ رونا شروع ہو جائے گا یا پھر ہنسنا شروع ہو جائے گا' عمر بڑھے گی اور سائے ڈھلیں گے۔ اس لیئے آنے والی عمر کے اور سوال ہوں گے' آنے والی عمر آپ کے لیئے اور تقاضے لاتی ہے' اور ضرورت لاتی ہے۔ آنے والی عمر کے لیئے بھی کچھ سوال رکھو اور جانے والے وقت کے لیئے بھی کچھ رکھو۔ آپ ایسا ادب کر جائیں کہ پیچھے مڑ کے دیکھیں تو ادب ہی ادب نظر آئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بات کو ادب سے مانا ہے۔ اللہ کو بات کے ذریعے مانا ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑی مہربانی کی ہے۔ سب بڑی ہستیاں آپ سے بہتر جاننے والی ہیں اور ان کو اللہ نظر نہیں آیا مگر سارے اس کو مانتے چلے آرہے ہیں اور سرفراز ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کے لیئے اتنا سبق کافی ہے۔ تو آپ اللہ کی باتوں کو مانتے جائیں ورنہ اعتراض کرو گے تو محروم ہو جاؤ گے۔ اعتراض شیطان کا مقام ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اللہ کا مزاج دیکھو' وہ بادشاہی مزاج ہے' بادشاہ پیدا کرنے والا ہے اور سلطان السّلاطین ہے۔ اس نے سب فرشتوں

کو کہا کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرنا' پھر سب کو سجدہ کرایا۔ پھر اس کے من میں خیال آگیا تو آدم کو بنایا۔ شیطان کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ شیطان نے کہا کل تو آپ نے کہا تھا کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرنا' یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ محمود نے سب کو کہا کہ ہیرا توڑ دو مگر کسی نے نہیں توڑا۔ جب ایاز کو کہا کہ ہیرا توڑ دو تو اس نے فوراً" توڑ دیا۔ تو اگر ادب ہو' محبت ہو تو حکم ماننا آسان ہو جاتا ہے ورنہ حکم ماننا بہت مشکل ہے' پھر انسان کہتا ہے کہ ہم آپ کی نماز کیوں پڑھیں' اگر آپ سامنے ہوتے تو پڑھ بھی لیتے مگر اب نماز کیسے پڑھیں۔ مدّعا یہ ہے کہ آپ ادب کرتے جائیں اور نماز پڑھتے جائیں۔ پھر جو نتیجہ نکلے گا وہ انسان کی زندگی میں کوئی واقعہ کر دے گا۔ جب بھی قرآن کریم میں سے کوئی بات آ جائے تو اس کا بہت احترام کرو۔ اگر تحقیق کرنی ہے تو تحقیق ضرور کرو لیکن بہت ادب کے ساتھ۔ تو راز یہ ہے کہ جس کے لیئے آپ کے دل میں محبت ہے تو وہ یہ راز آپ کو سمجھا دے گا ورنہ سوال کے طور پر کوئی نہیں سمجھائے گا۔ یہ محبّت کے معاملے ہیں اور ادب کے معاملے ہیں۔ جس میں ادب موجود ہو وہ کہتا ہے کہ یہ سب حق ہے ورنہ اگر ادب نہ ہو تو آپ قرآن پڑھ پڑھ کے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اللہ کہتا ہے کہ یہ ہم کرتے ہیں تو ادب والا کہتا ہے یہ حق ہے' آپ جو کرتے ہیں سچ ہے' آپ کا کلام سچ ہے' ہمیں نظر نہیں آتا تو بھی سچ ہے۔ ایسا شخص گمراہی سے بچ جاتا ہے بلکہ ہدایت پا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے چاہے وہ قرآن پاک میں ہو یا چاہے نبی پاکؐ فرمائیں' وہ سچ ہے۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے ہو سکتا ہے چاہے آپ نے ہوتا دیکھا نہ ہو۔ قرآن کو

ادب سے پڑھنے والے ادب سے پڑھ گئے' ان کی نمازیں بھی ہو گئیں' تراویح بھی ہو گئی ان کی زندگی میں رونقیں بھی ہو گئیں' جنازے بھی اچھے ہو گئے اور وہ سلامتی سے پار بھی ہو گئے۔ انہوں نے اپنا سوال بھی چھوڑ دیا۔ بس آپ ان کا راستہ پکڑ لو۔ ان میں سے کسی کا بھی راستہ پکڑ لو چاہے وہ دلی کا ہو یا اجمیر شریف کا ہو۔ آپ کبھی تیزی میں اور جلدی میں سوال نہ کرنا۔ کچھ سوال عمر کی Settlement سے' حساب سے سمجھ آتے ہیں۔ اگر بڑھاپے میں سمجھ آنے والا سوال ہے اور جوانی ہے تو پھر آپ انتظار کریں۔ اگر آپ نو عمر ہیں' بچپن ہے تو آپ کے اندر کئی ایسے سوال پیدا ہوتے ہیں کہ خدا نے دنیا بنائی تو خدا کو کس نے بنایا؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب کا آپ خاموشی کے ساتھ انتظار کریں' Till such time ' اس وقت تک کہ آپ پر خود بخود گرہ کھلنی شروع ہو جائے۔آپ پہلے انسانوں کی قدر کرنا سیکھو۔ انسانوں کی قدر میں آپ کو اپنا احترام سمجھ آئے گا۔ بحث کرنے میں کبھی بے باک نہ ہو جانا' بزرگوں کے ساتھ بحث نہ کرنا۔ اگر بحث کرنی ہے تو اپنے جیسوں کے ساتھ بحث کرنا اور دوسرے کا احترام کرنا۔ ایسے بحث کرنا کہ دوست ضائع نہ ہو۔ اس سے ایسے لہجے میں بات کرنا کہ وہ دوست ہی رہے۔ پھر وقت آنے پر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ تو ایک کتاب نے ایک مسئلہ لکھا ہے' پھر علم کے جواب میں اور علم لکھا گیا اور اس کا جواب شروع ہو گیا' وحدت الوجود کی بحث شروع ہو گئی' وحدت الشہود شروع ہو گیا۔ ایک دوست اسے کافر کہتا ہے اور دوسرا امام مانتا ہے۔ اس طرح تماشہ بن جاتا ہے۔ لہٰذا آپ بڑی احتیاط کیا کریں۔ قائد اعظم کو کچھ لوگ اپنے زمانے میں

کافرِ اعظم کہتے تھے اور کچھ لوگ قائد اعظم کہتے تھے۔ اس لیئے آپ بڑے آرام سے اور دھیرے دھیرے چلتے جائیں۔ جس اللہ نے سوال دیا ہے وہی اللہ جواب بھی دے دے گا۔ اگر سوال پیدا ہوا ہے اور خود بخود ہی پیدا ہو گیا ہے تو اللہ جواب بھی پیدا کرے گا۔ بس اس سوال کو عمر کے ساتھ Settle ہونے دو' اس کے اوپر Age ' عمر کا غبار چڑھے گا اور پھر ایک وقت آئے گا کہ جواب مل جائے گا۔

سوال :۔

سر! تعلّق باللہ حاصل کرنے کا کوئی فارمولا بتائیں۔

جواب :۔

اس کائنات میں کوئی آدمی ایسا مل جائے گا جس کو آپ اللہ کے قریب سمجھیں۔ اس آدمی کا ادب شروع کر دو' اس سے تعلق بناؤ اور اس کا حکم ماننا شروع کر دو۔ جس آدمی کا حوالہ اللہ ہو' جس کی پہچان اللہ ہو' جس کو اللہ کی وجہ سے آپ نے پہچانا ہو تو اس آدمی کے ساتھ ایسا تعلّق پیدا کریں کہ آپ اس کا حکم ماننا شروع کر دیں۔ یہ تعلّق باللہ کی ایک قسم ہے۔ تعلّق باللہ تعلّق بالانسان سے بنتا ہے اگر پیغمبروں کے زمانے میں ہم ہوتے تو پیغمبر کا تقرّب ہی تعلّق باللہ تھا۔ اب زمانہ اور ہے۔ اس لیئے جس آدمی کو آپ اپنی دانست میں اللہ کے زیادہ قریب پاتے ہیں' آپ اس آدمی کے زیادہ قریب ہو جائیں۔ تعلّق باللہ کا یہ فارمولا ہے۔ تو تعلّق باللہ کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو آپ اپنے خیال میں اور اپنے اعتبار میں اللہ کے زیادہ قریب پاؤ' اس آدمی کے زیادہ

قریب ہونے کی کوشش کر لو تو پھر آپ کا تعلق باللہ ہو جائے گا۔ یہ آسان فارمولا ہے۔ اس طرح کی ایک ایک بات جو ہے وہ یاد رکھنے والی ہے۔ آپ اپنے دل کو کبھی اتنا بند نہ کر دینا کہ اس پر وہ رموز آشکار نہ ہوں۔ اپنے آپ کو ہمیشہ سکون میں رکھنا اور ادب سے انتظار کرنا۔ پھر خدا کی طرف سے خود بخود واقعات نازل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ آپ صرف انتظار کرنا۔ اگر آپ لکھنے والے ہیں تو رات کو جاگنا' رائٹر بن کے جاگنا' اپنے پاس قلم پنسل' کاغذ رکھ کے بیٹھنا اور انتظار کرنا کہ آپ کو کوئی بات مل جائے۔ عبادت کرو تو خود بخود آپ کو راستہ مل جائے گا۔ آپ نے یہاں سے رخصت ضرور ہونا ہے۔ اور زندگی میں آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہی آپ کا علم ہے یہی عمل ہے اور اسی پر آپ نے جنّت میں جانا ہے۔ تو جو آپ سوچ رہے ہیں' جو کر رہے ہیں' جو دیکھ رہے ہیں' جو سمجھ رہے ہیں' جو سن رہے ہیں' اس سے آپ کی زندگی ساتھ ساتھ کٹتی جارہی ہے بلکہ زندگی گزرتی جارہی ہے اور اس کا ریکارڈ محفوظ ہوتا جا رہا ہے۔ اسی ریکارڈ سے رزلٹ نکل آئے گا اور بالکل اس طرح ہی ہو گا۔ آپ بظاہر بڑی مشکل میں ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں پیسہ دے دے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ پیسہ قارون کے پاس بھی تھا' شداد کے پاس بھی تھا۔ پھر آپ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ آسانی دے دے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ زندگی میں کبھی اپنے مقدّر کا مقابلہ کسی سے نہ کرنا۔ یہ نہ سوچنا کہ اس کے پاس کیا ہے اور ہمارے پاس کیا ہے۔ جو آپ کے پاس ہے بس وہی آپ کے پاس ہے۔ آپ نے زندگی میں کیا کرنا ہے؟ اپنے مقدّر کا اور اپنے حالات کا مقابلہ کسی سے نہیں کرنا بلکہ اپنے حالات

پر مطمئن رہنا۔ دوسرا میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کسی انسان کا گلہ نہیں کرنا' زندگی میں تقاضا نہیں کرنا۔ آپ کی بات کو اللہ بہتر جانتا ہے آپ شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ جہاں شبہات پیدا ہو جائیں' وہاں صبر کرو تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ دور ہو جائیں گے۔ آپ کی کل اوقات نیند سے پہلے تک ہے' آپ کا غم نیند سے پہلے تک ہے اور پریشان انسان کو بھی نیند آجاتی ہے۔ نیند آجائے تو غم بھی ختم ہو جاتا ہے اور خوشی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ تعلیم حاصل کرنے والا بھی آخر سو جاتا ہے۔ ایک لڑکا مقابلے کا' Competition کا امتحان دے رہا تھا۔ اس کا باپ بڑا نیک تھا' اللہ اور اس کے رسول پاکؐ سے محبت کرنے والا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کو کہتا تھا کہ جاگ کر پڑھتے رہا کرو۔ ایک رات لڑکے کو بڑی نیند آئی ہوئی تھی۔ اس نے کہا باپ سے کیسے جان چھڑاؤں تو اس نے کہا "میں سو جاؤں یا مصطفیٰؐ کہتے کہتے"۔ اس نے سوچا باپ مجھے کچھ نہیں کہے گا اور سوگیا۔ مگر باپ نے ایک تھپڑ لگایا اور کہا "کھلے آنکھ صلِّ علیٰ کہتے کہتے"۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ آپ جس رفتار سے چلیں گے' اس رفتار سے سفر تو ہوتا رہے گا۔ تو آپ اپنے آپ کو بہت احتیاط میں رکھیں' گلہ نہ کریں اور شکوہ نہ کریں۔ محنت ہو یا کوئی اور چیز ہو' سب کچھ شام تک ہے۔ ساری زندگی موت کی شام تک ہے۔ اس کے بعد جو سفر ہے وہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی مکان بنانے لگا تو اس نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ یا شیخ مکان بنانے لگا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ مبارک ہو' اچھا مکان بنانا' اتنا اچھا بنانا کہ اسے چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ آپ بس ایسی زندگی بناؤ کہ اسے چھوڑتے ہوئے کبھی

تکلیف نہ ہو۔ سب کچھ بنالو لیکن چھوڑنا ضرور ہے۔ کل کو یہ نہ کہنا کہ یہ اچانک بات ہو گئی ہے۔ سانس نے آخر کہنا ہے کہ مجھے چھوڑ دو' اس نے اچانک کسی وقت ہاتھ سے نکل جانا ہے۔ جس طرح آپ چلو میں پانی لے آئیں تو وہ آخر بہہ جائے گا اور ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح آپ کے ہاتھ میں جو برف ہے اس نے پگھل جانا ہے۔ یہ سب رہتا نہیں ہے مرضی آپ اسے چھپا کے رکھیں۔ یہ زندگی ایک آری ہے۔ اسے آپ سانس کی آری سمجھیں اور یہ اندر سے کاٹتی جارہی ہے۔ سانس کی آری چلتی جارہی ہے اور زندگی کا درخت کٹتا جارہا ہے اور آخر یہ کٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تو یہ چار دن کا میلہ ہے' اس لیے کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ' اگر کسی نے آپ کے ساتھ برائی کی ہے تو اسے معاف کر جاؤ اور شکر کرو کہ آپ کو معافی کا موقعہ ملا ہے اور اس نے آپ کو مہربان بنا دیا ہے اور مہربانی کرنے والا بنا دیا ہے۔ اگر ایک آدمی نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اب آپ کو موقعہ ہے اس کے ساتھ مہربانی کرنے کا' اور اس پر رحم کرنے کا۔ ورنہ آپ کو سزا دینے کا حق ہے لیکن آپ اسے معاف کر دیں' پھر جب آپ کو سزا ملنے والی ہو گی تو وہ بھی حق ہو گا لیکن اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔ اور اگر سزا دینا ہی آپ کا فیصلہ ہے تو سزا لینے کا بھی آپ فیصلہ کر لو۔ کیا آپ کو یہ بات منظور ہے؟ جس نے کہا کہ ہم سزا دیں گے تو پھر وہ سزا کے لیے تیار ہو جائے۔ پیر مہر علی شاہؒ کا واقعہ ہے کہ کہیں آپ کو ایک مرید ملا۔ اس نے کہا کہ میرے ہاں کھانا کھائیں۔ وہ آپ کی محفلوں میں بھی آتا تھا۔ آپ نے اس کا کھانا قبول کر لیا۔ اس شخص کے حالات زیادہ اچھے نہیں تھے پھر بھی اس نے کھانا

تیار کرایا۔ پیر صاحب کو کہیں جنازے پہ جانا پڑ گیا اس لیئے وہ اس مرید کے گھر نہیں جاسکے۔ دوسرے دن انہوں نے مرید سے کہا کہ ہم کھانا تو نہیں کھا سکے' پھر کسی دن آئیں گے۔ In the meantime ' اسی دوران آپ حج پر چلے گئے۔ اس غریب کے دل کو بڑا صدمہ ہوا۔ جب آپ حج پر گئے تو آواز آئی کہ آپ کا حج قبول نہیں ہے' پہلے آپ اس غریب کے ساتھ معاملہ طے کر کے آؤ۔ تو جس کو آپ نے Offend کیا ہے' ناراض کیا ہے پہلے اسے راضی کرو۔ اگر دل توڑ کے جاؤ گے تو حج قبول نہیں ہوگا۔ تو سارا حج ہی اتنا ہے کہ انسان کو راضی رکھنا۔ اس کو راضی رکھو جس کو راضی کرنے کو آپ کا دل نہیں چاہتا کیونکہ جس کو دل چاہتا ہے اسے تو آپ راضی کرتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کی طبیعت چاہے اور راضی رکھو تو یہ تو آپ کی انا ہے اور آپ کا نفس ہے۔ اور اگر طبیعت نہ چاہے اور اس کے برعکس راضی رکھنے کی کوشش کرو تو پھر یہ نیکی ہے۔ جو آدمی آپ کو اچھا لگتا ہے اسے تو آپ پیار کرتے ہیں' سلام کرتے ہیں کیونکہ وہ آپ کی چاہت کی بات ہے اور جب چاہت نہ ہو' نفرت کا مقام ہو' غصے کا مقام ہو تو راضی تو اس وقت رکھنا ہے۔ کسی پر مہربانی کب ہوتی ہے؟ جب اس کا حق نہ ہو۔ وہ وقت ہے نیکی بڑھانے کا۔ ایک دفعہ ایک سائل کسی کے پاس آیا۔ وہ آدمی لیت ولعل کرنے لگا تو فقیر نے کہا کہ بات سن' کچھ اللہ کے نام پہ دے اور ہمارا شکریہ ادا کر کہ تم جیسے تنگ دلوں کو ہم سخی بنانے کے لیئے آئے ہیں۔ تو اس لیئے اپنی سنگ دلی کو چھوڑو اور زندگی میں سخی بننے کا موقعہ تلاش کر لو۔ سنگ دلی کے اندر سخی بننے کا مطلب کیا ہے؟ جس آدمی کا حق نہیں ہے اس کو

معاف کرنا سیکھو۔ تو اپنے سنگ دل' اپنے پتھر دل کے اندر نرمی کا لہجہ اختیار کرنا آپ کے اپنے حق میں بہتر ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کی سنگ دل زندگی کو نرم دلی میں بدل دیا۔ اور یہ حکم اس لیئے ہوتا ہے کہ آپ رحم کرو۔ اس لیئے انصاف کی بجائے رحم مانگو۔ ورنہ انصاف کرو گے تو پھر آپ کے ساتھ بھی انصاف ہو گا۔ اگر آپ کا فیصلہ یہ ہے کہ غلطی کی Punishment' سزا ہونی چاہیئے تو آپ لوگ غلطی نہ کرنا۔ اس طرح آپ کو Punishment ہو جائے گی' سزا ہوجائے گی۔ آپ اسے معاف کر دیں اور کہیں کہ خدا کے لیئے تجھے معاف کیا کیونکہ میں غلطی کروں گا تو میری Punishment ہوجائے گی۔ اس لیئے آپ ان باتوں کو چھوٹی باتیں نہ سمجھیں بلکہ ان کو بڑی باتیں سمجھا کرو۔ تو آپ کا باطن جو ہے وہ آپ کے چہرے سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اور مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے"۔

اسی لیئے جن کا دل نیک ہوتا ہے ان کے چہرے کی پیشانیاں روشن ہو جاتی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے انتظامات ہیں۔ اس لیئے جب کسی انسان کے خلاف آپ کے دل میں کرودھ ہو تو آپ اس کے خلاف اس کرودھ کو نکالو' لوبھ کو نکالو' لالچ کو نکالو' نفرت کو نکالو' حسرت کو نکالو اور اپنے چور کو خود نکالو۔ چور نکل جائیں گے تو صحیح شے آجائے گی۔ لالچ کا معنی ہے اپنی موجودہ حالت سے زیادہ امیر ہونے کی خواہش۔ غریب ہونے کا ڈر بھی لالچ ہے۔ غریب ہونے کے ڈر کی بجائے آپ اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو گنتی کا اکاؤنٹ پیش نہیں کرتے یعنی کہ یا اللہ

یہ میری تنخواہ ہے اور یہ میرا خرچہ ہے بلکہ اس سے کہو کہ بس تو آپ ہی مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ جب مہربانی فرماتا ہے تو یہ حساب کتاب بھول جاتے ہیں۔ اور اگر آپ گنتی میں رہنا شروع کریں گے تو پھر بڑے Unfair ہو جائیں گے' گنتی کبھی خوشگوار سرفرازی حاصل نہیں کر سکتی۔ آپ میری یہ بات یاد رکھیں۔ دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہمیں گنتی سے بچا' زندگی چار دن کا میلہ ہے' جو تو نے دینا ہے آسانی سے دے' ہم کب تک گنتے چلے جائیں گے' ہم پرایا مال گنتے جا رہے ہیں۔ کوئی بندہ پیسے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ لے جائے گا تو قبرستان میں چیخیں ہوں گی اگر وہاں لے بھی جائے گا تو کیا کرے گا۔ وہاں کھانے کا شوق بھی نہیں رہ جاتا۔ تو دوسروں سے تعلّقات کا نام کردار ہے۔ کردار کیا ہے؟ Human Relation یعنی انسانوں سے تعلّقات۔ آپ یہ غور کیا کریں کہ:

Are you going to punish people'

Are you going to reprimand people'

Are you doing Justice to the people'

And as you do, so will be done to you!

یعنی کیا آپ لوگوں کو سزا دیتے ہیں' کیا آپ لوگوں کو تنگ کرتے ہیں' کیا آپ لوگوں سے انصاف کرتے ہیں' اور جیسے کرو گے ویسے آپ کے ساتھ ہو جائے گا۔ اس لیئے اگر آپ رحم مانگ رہے ہیں تو رحم کرو۔ جس سائل نے آپ کو سخی بنایا اس سائل کا شکریہ ادا کرو کہ تیری مہربانی ہے' تو ہمیں اچھا انسان بنا گیا۔ اس لیئے ان بندوں سے بڑے دھیان سے

بات کیا کرو۔ آپ ان باتوں کو سمجھا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بچوں کو ماں باپ کا ادب سکھائے اور ماں باپ کو بچوں کے ساتھ محبت سکھائے' اللہ تعالیٰ آپ کے کردار کو آسان فرمائے اور کردار بہتر بنائے' آپ انسانوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کے عادی بھی ہو جائیں اور اس قابل بھی ہو جائیں۔ یا اللہ ہمارے ہاتھ سے کسی کے لیئے نیکی ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا کہ جتنے بھی لوگ ہمارے گردو پیش ہیں یہ سارے ہماری آزمائش ہیں اور سارے ہمارا انعام بھی ہیں۔ آپ اگر عمل کی بجائے صرف سوچنے لگ جائیں گے تو بڑی مشکل میں پڑ جائیں گے اور بات بہت مشکل ہو جائے گی۔ بات ماننے کا مطلب یہ ہے کہ مزاج کو مانو۔ میرا مزاج یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہر جھگڑے' ہر Involvement سے دور کرو اور اپنا کام کرو' آزاد ہو جاؤ تاکہ آپ کا من شانتی میں آجائے' من شانت ہو جائے' آپ سب کو معاف کردیں' محبت پیدا کریں اور راضی رہیں' کم سٹینڈرڈ والے سے بھی راضی رہیں' چھوٹے آدمی کو بھی راضی رکھیں۔ چھوٹے آدمی کو راضی رکھنے والا بڑا آدمی ہوتا ہے بلکہ بہت بڑا آدمی ہوتا ہے۔ بڑے لوگوں کی آپ بے شک پرواہ نہ کرنا لیکن جتنا چھوٹا آدمی ہو اس کے ساتھ غور اور توجہ سے Deal کرنا۔ یہ بڑی خوبی ہے۔ ورنہ پتہ نہیں چلتا کہ کیا کرنا ہے اور کیا ہونا ہے۔ ایک آدمی بڑا اداس تھا وہ دفتر کے کیشیئر کے پاس پیسے مانگنے گیا۔ کیشیئر نے کہا ابھی تو پچھلا ایڈوانس بھی رہتا ہے۔ اس کو یہ بات بری لگی۔ اس کے پاس ایک گھڑی تھی' وہ اس نے بیچ دی۔ پھر وہ ایک شراب خانے میں پہنچا۔ وہ لہر میں آیا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو آدمی زور آزمائی کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ

تم بھی زور آزمائی کرو۔ اس نے زور آزمائی کی اور شکست کھا گیا۔ اس کی پیاس اور بڑھ گئی۔ جب اس نے شراب کا پیالہ منگایا تو اس کا ایک مہمان وہاں آگیا اور شراب پی گیا اور وہ بے چارہ اسی طرح پریشان کا پریشان رہا۔ یہ اس لیئے ہوا کہ وہ کسی کا کہا نہیں مانتا تھا۔ جب کوئی بزرگ آپ کو کوئی کام کہہ دے اور آپ نے نہ کیا تو وہ ناراض ہو سکتا ہے کیونکہ اس بزرگ کی حساس طبیعت ہوتی ہے' حساس ہی تو بزرگ ہوتا ہے۔ بزرگوں کے ساتھ ایک مقام پر لاڈ پیار کی بات ہوتی ہے لیکن جب آرڈر کا مقام آجائے تو آرڈر کو Obey کرتے ہیں' تعمیل کرتے ہیں۔ ہم محفل اس لیئے کرتے ہیں کہ ناممکن کو ممکن ہی تو بنانا ہے۔ باقی تو علم سارا ہی آپ کے پاس موجود ہے' نماز بھی پوری موجود ہے۔ بلکہ ہر چیز موجود ہے۔ کوئی چیز تو ہو جسے کرکے انسان کے اندر تبدیلی آجائے۔ وہی تو ہم کرنے لگے ہیں۔ اس لیئے میرے ساتھ آپ لوگ کبھی Careless نہ چلنا' بے دھیان نہیں چلنا۔ یہ ہو کہ آپ نے اشارہ پایا اور ہاتھ اوپر کر دیے۔ اپنے آپ کو Neat and clean' پاک صاف کرکے دکھاؤ۔ اس لیئے آج دعا کرو اللہ تعالیٰ پچھلی کوتاہیاں معاف فرمائے' آئندہ ایسا موقعہ نہ ہو کہ میں آپ کو اس طرح کی بات پھر کہوں۔ آپ اپنے گھروں کے اندر جتنی خوشگوار زندگی بناؤ گے اتنا ہی آپ کے لیئے آسانی ہے۔ آپ زندگی سے گلہ ضرور نکال دینا۔ اگر آپ کہیں گے کہ مجھے اس شخص نے خود بخود ہی ناراض کیا ہے تو گِلہ پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ تو ہمارے سبق کا ابتدائی حصّہ ہے کہ گلہ اور شکوہ نکال کر یہاں آؤ۔ اپنے پروگرام بند کرکے آؤ' پھر ایک مرتبہ آپ کو بتایا تھا کہ دعا کی ضرورت کوئی نہیں ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی مہربانی کررہا ہے۔ لہٰذا آپ کسی انسان کے ساتھ جائز گلہ بھی نہیں کرنا اور جہاں گلہ پیدا ہوتا ہے وہاں آپ احسان کرو۔ تو آپ اس کا گلہ نکالو اور اس کے اوپر مہربانی بھی کرو۔ یہ آپ کو میں نے احسان کا طریقہ بتایا تھا۔ اس لیئے جس نے گِلہ آپ کے اندر پیدا کیا آپ اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو محسن بنا دیا۔ آپ کا حق تو نہیں ہے لیکن احسان کا موقع مل گیا۔ اس طرح وہ آدمی بدل جائے گا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کتاب چوری کی اور اس سے کتاب گر پڑی۔ وہ پکڑا گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کا رنگ زرد اور بُرا حال ہو گیا ہے۔ پتہ چلا کہ اس کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ وہ کتابیں بیچتا ہے۔ میں نے کہا یہ کتاب اگر تمہیں چاہیئے تو لے لو اور اگر پیسے چاہیئں تو پیسے لے لو۔ پھر اس کو پیسے بھی دیے۔ تب وہ رونے لگا اور روتے روتے اپنی زندگی کی حالت بتائی۔ اس معمولی واقعے سے اسے بُری عادت سے چھٹکارا مل گیا وگرنہ میں اسے کسی کے حوالے کرتا تو پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا ہوتا۔ وہ کھاتا پیتا تھا مگر مجبوری کی وجہ سے چوری تک آگیا۔ اس لیئے آپ اللہ تعالیٰ سے رحم مانگو کیونکہ انسان غلطی سے بڑی دور تک جا سکتا ہے۔ جذبات پر قابو پاؤ' گِلہ کسی صورت بھی دل میں نہ رہے' نفرت کسی صورت بھی دل میں نہ رہے کیونکہ نفرت معرفت کو گندہ کر دیتی ہے۔ جس دل میں بغض آگیا اس دل میں عرفان نازل نہیں ہو گا۔ آپ معاف کر دیا کرو۔ جس نے آپ کو جیل میں ناجائز طور پر ڈال دیا۔ جیل میں جا کے اسی آدمی کے حق میں سجدہ کر کے دعا کرنے کا نام عرفان ہے۔ بس اتنی سی بات اگر آپ کو سمجھ آگئی تو پھر سارا سفر آسان ہو جائے گا۔ تو جس نے ناجائز طور پر ظلم

کے ساتھ آپ کو جیل میں ڈالا' جیل میں پہنچ کر سجدے میں اللہ کے حضور' اللہ کے رُوبرُو' اس آدمی کے حق میں دعا کر دینا عرفان کی ابتداء بھی ہے اور انتہا بھی ہے۔ آپ اتنی ہمت ضرور پیدا کریں۔ آج اتنی بات آپ کے لیئے کافی ہے آپ اس پر غور کریں اور نئی ابتداء کریں۔ اچھا السلام علیکم ——

..... ☆ ..... ☆ .....

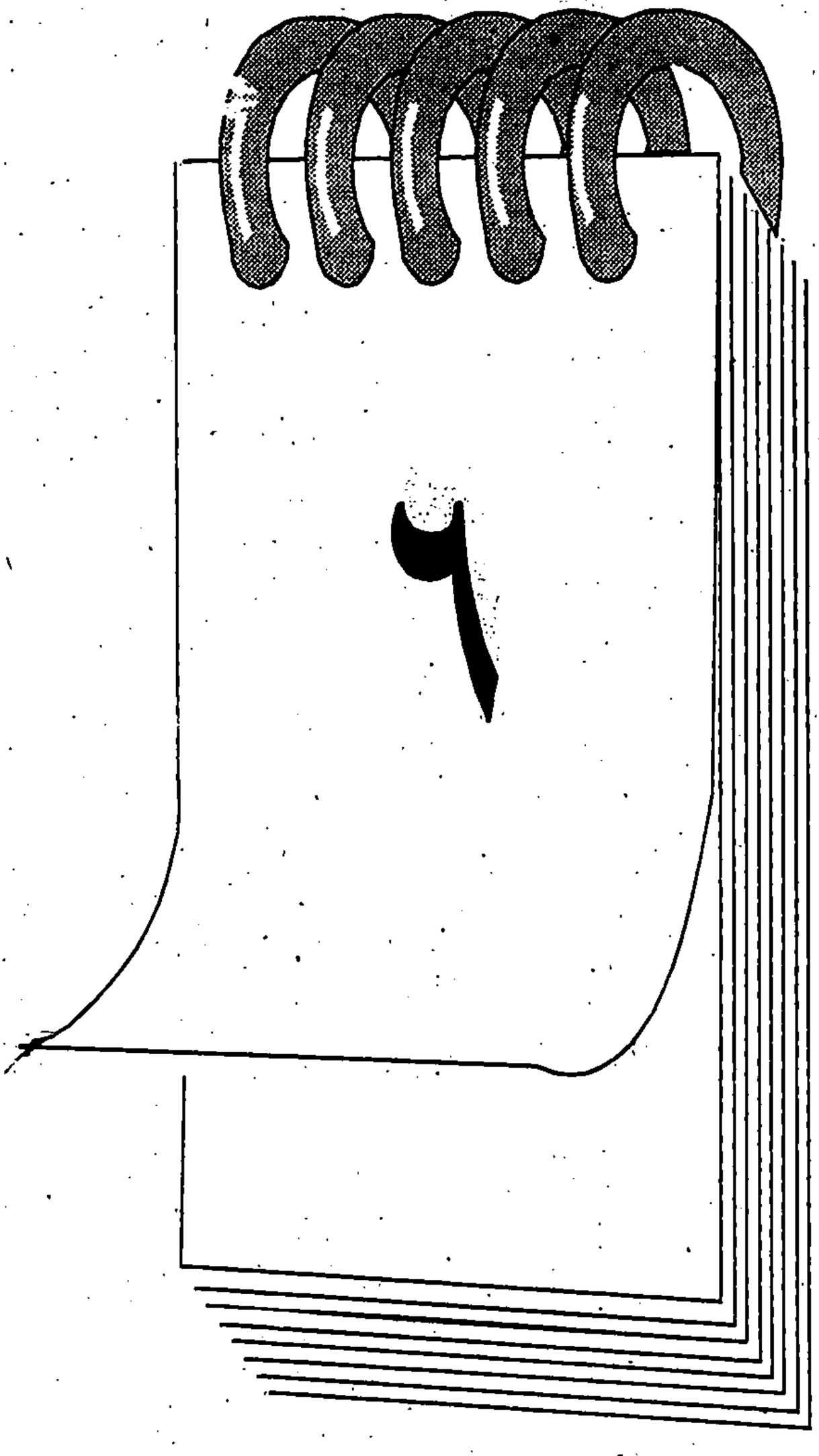
٦

۱ بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے تو کیا کریں۔ " ہر چیز فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے" کا کیا مطلب ہے؟

۲ آپ جو کہتے ہیں یا جو قرآن میں ہے اس کا اثر اور ہوتا ہے اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔

۳ یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ آج کل نظر کیوں نہیں آتے؟

سوال :۔

بعض اوقات قرآن شریف پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے تو کیا کریں۔ "ہر چیز فانی ہے اور صرف تیرے رب کا چہرہ باقی ہے" کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔

بعض اوقات قرآن مجید پڑھنے میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں کیونکہ انسانی یادداشت میں' ذرا خیال دوسری طرف ہو جائے تو لفظ غلط نکل جاتا ہے۔ لیکن اکثر پڑھی جانے والی سورتوں میں' مثلاً سورہ رحمٰن میں تو غلطی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر غلطی ہو جائے تو ٹھیک کر لو اور مان بھی لو کہ غلطی ہو گئی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ہوا کیوں؟ یہ الگ کہانی ہے' یہ الگ سوال ہے۔ آپ کبھی یہ دعویٰ نہ رکھنا کہ آپ قرآن کے حافظ ہو گئے ہیں۔ اگر اللہ کا فضل ہو تو انسان حافظ ہوتا ہے وگرنہ ہم نے ایسی بات بھی دیکھی ہے کہ انسان کا خیال بدل جائے تو سینے سے قرآن نکل جاتا ہے' آپ اپنے کسی بزرگ کی شان کے خلاف بول جائیں تو سب سے پہلے یہ ہو گا کہ سینہ قرآن سے صاف ہو جائے گا۔ اسی طرح

غلط مال اندر جائے تو قرآن بدل جاتا ہے۔ یہ سب بتانے کا مدعا یہ ہے کہ So that you may be known تاکہ آپ جان لیں اور اپنی نگاہ میں جانے جائیں۔ اللہ تو سب جانتا ہی ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کیا اہمیت رکھتے ہیں اور آپ کو اپنے بارے میں علم ہو جائے۔ تو عرفان اتنی سی چیز ہے کہ آپ کو آپ کے بارے میں علم ہو جائے' آپ کو اپنی Position کے بارے میں علم ہو جائے' Status کے بارے میں علم ہو جائے' مقام کے بارے میں علم ہو جائے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فانی ہونے کے بارے میں علم ہو جائے۔ آپ کو تو پتہ ہے ہی کہ آپ فانی ہیں۔ کل من علیھا فان ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کہ ہر چیز جو یہاں ہے فنا ہو جائے گی لیکن تیرے رب کی ذات ہمیشہ باقی رہے گی۔' تو ؎

لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال

یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہر چیز فانی ہے اور اس کی ذات ہمیشہ باقی کیسے ہے؟ یہ ان لوگوں کی بات ہے جو امید زیادہ رکھتے ہیں' یقین زیادہ رکھتے ہیں' اللہ پر بھروسہ زیادہ رکھتے ہیں' اور دنیاوی علم نہیں رکھتے۔ تو ایسے ہوتے ہیں' مجذوب قسم کے لوگ۔ میں آپ کو ان کی بات بتا رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر شے فانی ہے مگر اللہ تو سب سے الگ ہے۔ تو اللہ فانی کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ دیکھو کہ آپ کے دنیا میں آنے' آنکھیں کھولنے' ہوش میں آنے کی بات ہے ------ جب آپ دنیا میں آئے' جب آپ ہوش میں آئے ہو تو آپ کو وہ چیزیں نظر آئیں جو فنا ہوتی جا رہی

ہیں حتیٰ کہ آخر میں آپ خود بھی چلے جائیں گے لیکن کچھ چیزیں ایسی ہوں گی جو آپ کے پیدا ہوتے وقت جیسی تھیں وہ آج بھی ویسی ہی ہیں۔ چاند' ستارے' پہاڑ اور بادل وغیرہ تو غیر انسانی چیزیں ہیں مگر آپ کی نسبت فانی نہیں۔ جس کو اللہ کا تقرّب حاصل ہو جائے تو اللہ اس فنا کو بقا میں داخل کرتا ہے' جیسے پوری بستی مر جائے اور قبرستان بن جائے مگر ایک بزرگ کا آستانہ ایسا ہوتا ہے جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی طرح مسجد کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ تو یہ جو مقامات ہیں' یہاں پر خدا کا آنا جانا ہوتا ہے۔ پیدائش کے وقت بھی دیکھا تو قبرستان وہی تھا' آج بھی ویسی ہی رونق ہے مگر آپ کے محلّے اور گلیوں کی رونقیں ختم ہو گئیں' شہروں کے بازار ویران ہو گئے مگر قبرستان کی رونقیں قائم ہیں۔ آپ داتا صاحبؒ کی بات دیکھیں' یہ خانقاہ ہر سال جوان ہی ہوتی جا رہی ہے' ہے تو خانقاہ مگر کمال کی بات ہے کہ یہ آباد ہوتی جا رہی ہے' بلند ہوتی جا رہی ہے' پھیلتی جا رہی ہے اور آستانہ فروغ پا رہا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی زندگی کا کاروبار ختم ہوتا جا رہا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ کل من علیھا فان ہر چیز زوال پذیر ہے اور فانی ہے۔ جو چیز زوال پذیر نہیں ہے وہ تقرّبِ الٰہی ہے۔ جو چیز بقا میں ہے اور جس چیز میں عروج ہے تو آپ سمجھنا کہ وہ تقرّبِ الٰہی میں ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ کون کون سی چیزیں ہیں جو زوال میں نہیں آتی ہیں' مثلاً" یہ کہ ایک بزرگ پیغمبر تھے' ان کا نام لوگ بھول گئے۔ اسی طرح ایک اور پیغمبر تھے ان کا نام بھی یاد نہیں رہا مگر حضور اکرم ﷺ سب کو یاد ہیں۔ آج بھی ان کی یاد ہے بلکہ ہر آنے والا دور جو ہے اس

یاد کو عروج میں دیکھتا جائے گا۔ ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے۔ تو یہ "وجہ ربک" کی بات ہے۔ تو یہ ساری باتیں "وجہ ربک" میں شامل ہیں۔ آپ میں سے کتنے لوگوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا ہے۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہوں گے۔ مگر نعرۂ حیدری کا سب کو پتہ ہے کہ "یا علیؓ"۔ بعض اوقات مفہوم کا پتہ نہیں ہوتا اور مدعا کا پتہ نہیں ہوتا مگر محبت فروغ پاتی جا رہی ہے۔ کربلا جو ہے اس کے اندر ایک واقعہ ہے جو اب تک بھول جانا چاہیئے تھا مگر ہر سال یہ عروج بڑھتا جا رہا ہے اور کتنے ہی نام نہاد اہلِ عقیدت اس کی نذر ہوتے جا رہے ہیں۔ تو وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو اللہ کے حوالے سے ہو اور فنا نہ ہو اس کے اندر آپ کو راز کی بات ملے گی۔ ؎

یہی چہرہ نشانِ وجہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ

خدا کا تو چہرہ نہیں ہے۔ جو چیز فراموش ہو جائے' بھول جائے' اس میں فنا ہوتی ہے مثلاً" کئی لوگوں کا نام بھول جاتا ہے لیکن جو چیز دین کے حوالے سے ہو اور بھولی نہ جا سکے اس کو وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کی نسبت ضرور ہوتی ہے۔ ایسی چیز اللہ کے چہرے کے قرب و جوار میں رہنے والی شے ہوتی ہے اور وہ دین کے حوالے سے ہوتی ہے۔ تو جو چیز آپ نے بچپن میں دیکھی اور آپ نے اس کو ایسے پایا اور جاتے ہوئے ویسے ہی پایا تو وہ چیز قرب والی ہو گی۔ مثلاً" آپ بچپن میں کسی مزار پر جاتے تھے' مزار اس وقت اتنا ہی رونق والا تھا' پھر آپ بڑے ہو

گئے تو مزار ویسے کا ویسا ہی ہے۔ تو آپ تو فنا ہو گئے مگر مزار پھر بھی قائم ہے۔ تو اس مزار کے اندر کوئی نہ کوئی اللہ کا پرتو ہے۔ تو جس کے اندر وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کا پرتو آ جائے تو اس کے اندر سے فنا نکل جاتی ہے اور اس کی یاد کسی نہ کسی طور پر زندہ رکھی جاتی ہے۔ تو ہر وہ چیز جو دینی حوالے سے ہمیشہ کے لیے یاد رہ گئی ہو' آپ اس کا اس لیے ادب کریں کہ اس میں پرتوِ جمالِ کبریا ہے۔ یہ بتانے والی بات نہیں بلکہ خود سمجھنے والی بات ہے کہ اللہ کا نور ان اشیاء میں ضرور ہو گا' ان افراد میں ضرور ہو گا' جن کی یاد ہمیشہ ہے یا جن کی Appraisal ' تعریف ہمیشہ ہے۔ پہاڑوں میں بھی اللہ کا جلوہ ہو گا' دریا میں جلوہ ہو گا اور آسمان میں جلوہ ہو گا کیونکہ یہ آپ کی نسبت ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اگرچہ یہ سب فنا ہو جائیں گے مگر آپ کی زندگی کی نسبت کے حوالے سے یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں کیونکہ آپ کی زندگی جو ہے ساٹھ سال' ستر سال ہو گی اور پہاڑ کی عمر' آسمان کی عمر اور دریاؤں کی عمر آپ سے زیادہ ہے' ستاروں کی عمر بھی آپ سے زیادہ ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ مر جائیں کیونکہ کروڑہا سال کے بعد ان کی روشنی زمین تک آتی ہے۔ تو ایک ستارے کی عمر کتنی ہو گی؟ لامحدود۔ تو وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے لامحدود عمر عطا کی ہے وہ صرف اپنے "وجہ" کی نسبت سے عطا کی ہے۔ وہ عشق جو ہمیشہ رہتا ہے وہ بھی اس کے پاس درج ہے حتیٰ کہ دنیا داروں کا بھی عشق جو ہے وہ مستقل کر دیا گیا مثلاً" ہیر رانجھا کا عشق مستقل کر دیا گیا ہے۔ تو آپ یہ سمجھیں کہ ان پر اللہ کی عنایت ہے اور قبولیت ہے۔ وارث شاہؒ نے یہ بات بتائی ہے کہ ہر وہ چیز جو نسبت سے قبول ہو اور احترام

کے ساتھ قبول ہو وہ باقی ہو جاتی ہے۔ اگر دین کا حوالہ ہو' احترام ہو اور وہ چیز رہنے والی ہو تو اس چیز کے اندر پرتوِ جمالِ کبریا ہوتا ہے۔ شیطان کی بات اور ہے کیونکہ یہ احترام کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ضد کی بات ہے۔ شیطان کا نام دین کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ اعوذ باللہ کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ فرعون بھی دین کے حوالے سے ہے لیکن وہ باغی طاقت ہے۔ تو اللہ کا فرمان ہے کہ کل من علیھا فان یعنی ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے وہ چیز جو اللہ کا چہرہ ہے۔ چونکہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کا چہرہ ہم اس کو کہیں گے جس کو دینی حوالے سے ہمیشگی عطا ہو اور آنے والے زمانوں میں اس کے لیے احترام پیدا ہو جائے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے۔ اب آپ اور سوال کریں۔

سوال :۔

آپ جو کہتے ہیں یا قرآن میں جو ہم پڑھتے ہیں اس کا اور اثر ہوتا ہے اور پھر ہمارے اندر کچھ اور رہ جاتا ہے۔ آپ فرمائیں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

علم جاننے کا نام نہیں ہے کہ آپ نے کچھ جان لیا۔ بلکہ جو چیز آپ کے عمل میں داخل ہو گئی' وہ علم ہے۔ مثلاً" آپ یہ کہتے ہیں کہ صبح کی سیر علم ہے اور سیر پر مضمون لکھو تو یہ پورا مضمون لکھنا ایک علم ہے۔ تو اس علم کا عمل کیا ہے؟ صبح اٹھ کے سیر کرو۔ تو آپ جتنی سیر کرتے ہیں یہ آپ کا اصل علم ہوتا ہے۔ تو آپ اتنے علم کو علم کہیں جو آپ کے عمل میں داخل ہو گیا ہو۔ قرآن پاک سارے کا سارا علم ہے

لیکن اس میں سے جو چیز آپ نے عمل میں اختیار کر لی ہے وہ آپ کا صحیح علم ہے۔ آپ کو قرآن کریم کی ساری تفسیر تو یاد نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کی تعلیم اور حالات اس طرح کے ہیں۔ اپنی محدود زندگی کا جائزہ لیں کہ آپ کتنے آدمیوں کے نام جانتے ہیں اور کتنے آدمیوں کو نام لے کے پکار سکتے ہیں۔ میرے خیال میں تو اس وقت یہاں جتنے بندے بیٹھے ہیں وہ ایک دوسرے کا نام نہیں جانتے اور پھر آپ پورے رشتے داروں کے نام نہیں جانتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم جاننا نہیں چاہتے بلکہ انسان کی یادداشت' اس کی Memory کی گنجائش بہت محدود اور کمزور ہے۔ محلّے داروں اور مسجد کے نمازیوں کے پورے نام یاد نہیں رہتے۔ تو آپ کی یادداشت کی گنجائش بہت محدود ہے۔ اس میں سارا قرآن پاک محفوظ نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ قرآن مع تفسیر محفوظ کر بھی لیں تو پھر زندگی محفوظ نہیں رہتی کیونکہ زندگی میں آپ نے دفتر جانا ہے' کام کرنا ہے' بچوں کے اور گھر کے دوسرے معاملات ہیں۔ تو آپ سارے قرآن حکیم میں سے وہ بات اختیار کریں جو آپ کی زندگی میں داخل ہو مثلاً" فرعون کو دریا میں غرق کر دیا گیا تو کیا یہ بات آپ کی زندگی سے تعلق رکھتی ہے؟ آپ قرآن کا یہ علم اختیار کریں کہ والدین کے سامنے اف تک نہ کریں اور زمین پر اترا کر نہ چلیں ولا تمش فی الارض مرحا زمین پہ اکڑ کے نہ چلو بلکہ ٹھہر ٹھہر کے چلا کرو' خیرات دیا کرو' تم ہرگز ہرگز فلاح نہ پاؤ گے جب تک تم خرچ نہ کرو گے وہ چیز جو تمہیں سب سے پیاری ہے۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون تو آپ وہ چیز خرچ کریں جو چیز آپ کو پیاری ہے کیونکہ مال آپ کی زندگی کو عذاب

بنائے گا اور مرتے وقت بڑا افسوس ہو گا۔ موت ہوتی کیا ہے؟ پسندیدہ چیز سے جدائی موت ہے اور اگر پسندیدہ چیز ساتھ جائے تو مرنا آسان ہے۔ تو پسندیدہ شے اگر دریا کے پار ہو تو پار جانا آسان ہے اور اگر پسندیدہ شے ادھر رہ جائے تو پھر آگے جانا مشکل ہے۔ جن کی پسندیدہ چیزیں موت کے بعد ملنی ہیں ان کے لیئے موت آسان ہے اور جن کی پسندیدہ چیز یہاں رہ جائے گی ان کے لیئے موت مشکل ہے ورنہ تو موت نہ مشکل ہے اور نہ آسان ہے بلکہ موت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ کی پسندیدہ چیزیں کہاں ہیں' وہ یہاں ہیں یا آگے چلی گئی ہیں۔ مثلاً" آپ کو پیسہ پسند ہے تو آپ خیرات کر کے اسے دریا کے پار بھیج دیں اور اگر پیسہ یہاں رہ گیا تو پھر آپ روتے رہیں گے اور مرنا مشکل ہو جائے گا۔ تو آپ کے لیے بہتر یہ ہے کہ اپنی پسند کی چیزیں آپ آگے بھیجتے جائیں اور پھر چپکے سے خود بھی چلے جائیں۔ تو یہ علم ہے۔ لہٰذا قرآن پاک میں سے اتنی بات کو آپ علم بنائیں جو آپ کے عمل میں آئے۔ قرآن مجید کے جو Operative احکامات ہیں مثلاً" یہ کرو اور یہ نہ کرو Do and don't ان کو آپ اپنے عمل میں لائیں۔ نماز کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار آیا ہے مگر آپ کا علم تب بنے گا جب آپ اس پر عمل کر کے نماز پڑھیں گے۔ باقی تو صرف علم ہے اور جب اللہ کا حکم آپ پر نازل ہو گیا تو آپ نماز پڑھنا شروع کر دیں گے۔ لہٰذا آپ قرآن کریم کی روشنی میں زندگی کا مکمل زائچہ بنائیں ورنہ تو اسلام کے بارے میں دیسی رائٹرز اور بین الاقوامی رائٹرز نے اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان کتابوں کے نام لکھنے لگ جائے تو اس کی پوری زندگی ضائع ہو جائے۔ تو Islam

Books on کی تعداد اتنی ہے کہ کتاب اور مصنّف کا نام کاپی پہ لکھتے لکھتے آپ کی عمر تمام ہو جائے بلکہ ناتمام ہی ہو جائے۔ اب یہ تو اسلام کا مدعا نہیں ہے۔ پھر اسلام کیا ہو گا؟ آپ اپنا ایک زائچہ بنائیں کہ یہ جو آپ کی ایک دن کی زندگی ہے اس میں چوبیس گھنٹے ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں آپ کئی گھنٹے سو جاتے ہیں' پھر ضروریاتِ زندگی میں کمائی بھی کرنی ہے' جس ماحول میں آپ رہتے ہیں اس ماحول کے مطابق آپ کو چلنا ہے' اگر انگریزی بولنے کا ماحول ہے تو وہاں آپ انگریزی بولیں گے۔ اب یہاں اسلام نے آپ کو کچھ نہیں کہنا۔ اگر آپ کا رزق Figure work میں ہے' حساب میں ہے' تو آپ یہ لکھیں گے کہ یہ آمدن ہے' یہ خرچ ہے اور یہ بیلنس ہے۔ کمپیوٹر یہ کام کرے گا اور آپ کمپیوٹر چلائیں گے۔ اب اس میں کیا اسلام ہے؟ اسلام نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ اپنے ماحول میں ادب سے رزقِ حلال کماؤ' عبادت کرو' نماز پڑھو' زکوہ دو ——— غریب آدمی پر تو اسلام پہلے ہی آسان ہے۔ اس نے زکوٰۃ کیا دینی ہے اور حج کیا کرنا ہے۔ اس کو تو پاس ہونے کے نمبر پہلے ہی مل گئے ہیں۔ تو وقت امیر آدمی کو ہے۔ غریب زکوٰۃ لے تو سکتا ہے مگر دے نہیں سکتا۔ بس وہ کلمہ پڑھے گا اور اس کا کام آسان ہو جائے گا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو باقی سب مسلمان کلمہ پڑھتے ہیں' زکوٰۃ خود نہ بھی دیں تو بینک کاٹ لیتا ہے' روزہ بھی رکھتے ہیں۔ روزے میں بھی یہ گنجائش ہے کہ جو بیمار نہ رکھ سکے وہ غریب اور مسکین کو کھانا کھلا دے۔ آج کل ویسے بھی روزہ رکھنا پڑ جاتا ہے کیونکہ ہوٹل بند ہوتے ہیں اور کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ تو باقی نماز رہ گئی؟ اگر ایک

شخص نماز کا انکاری نہ ہو تو وہ اعلیٰ قسم کا مسلمان ہے۔ فرض کرو اگر کسی سے نماز Miss ہو گئی تو آپ یہ نہ کہنا کہ تیرا اسلام ہی Miss ہو گیا کیونکہ اگر کسی وجہ سے نماز رہ گئی ہے تو وہ کافر نہیں ہوا۔ نماز پڑھنی ضرور چاہیئے آپ اس کے ساتھ رعایت کرو۔ اپنی زندگی کو اسلام اور قرآن کے سانچے میں ڈھالنے کے لیئے یہ بہت ضروری بات ہے کہ لوگوں کے ساتھ مہربانی کرو۔ جہاد کا زمانہ اب اس طرح آتا نہیں ہے کیونکہ جہاد کا ذمہ حکومت نے لے لیا ہے' فوج بنالی ہے' اب ہر آدمی کو اس سے دو چار ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ فوج کا آئٹم ہے۔ آپ کے ذِمّے سب سے مشکل کام یہ ہے کہ آپ کمائی کیسے کرتے ہیں اور اس کو خرچ کیسے کرتے ہیں۔ اب اس میں حرام حلال کی بات میں نے پہلے آپ کو بتا دی ہے کہ آپ کمائی ایسے کریں کہ جہاں سے آرہا ہے وہاں تکلیف نہ جائے اور جہاں آپ خرچ کر رہے ہیں وہاں بھی تکلیف نہ پہنچے۔ جس بات کا آپ کو خود یقین ہے کہ آپ نے ظلم سے کمایا ہے تو پھر ایک مہربانی کرنا کہ وہ پیسہ بچوں کو نہ کھلانا' اپنے معصوم اور مسکین بچوں پہ ظلم نہ کرنا۔ کم از کم اپنے بچوں کو تو حلال کی کمائی کھلانا۔ آپ نے حرام کھانا ہے۔ تو اگر بچوں کو حرام نہ کھلایا تو آپ نے کیا کھانا ہے یہ بہت ظلم کی بات ہے کہ آپ حرام کی کمائی لا کے میز پر رکھتے ہیں اور بچوں سے کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرو! آپ ضبط کرو' گلہ نہ کرو' اللہ کا شکر ادا کرو' قرآن پڑھو' نماز پڑھو' دین میں بحث نہ کرو اور تبلیغ سے بچو۔ تبلیغ کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کو اسلام شناسی کرانا یا مسلمان کو زیادہ اسلام شناسی کرانا۔ اب یہاں پر آپ کی قوم میں دِقّت ہوئی پڑی ہے۔

کون سا مسلمان یہ حق رکھتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اسلام Preach کرے؟ تو سوال کیا ہے؟ کونسا مسلمان کتنا حق رکھتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمان کو اسلام سکھائے۔ اس کا جواب جب تک نہ ملے آپ کو تبلیغ کا حکم نہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کا سیکھنے کا زمانہ ہو اور آپ سکھانے لگ جائیں' عین ممکن ہے کہ آپ کا نا آشنائی کا دور ہو اور آپ آشنا بنانے لگ جائیں' عین ممکن ہے کہ آپ کی اپنی فلاح مخدوش ہو اور آپ فلاح کے داعی بن جائیں۔ تو فلاح کون کرا سکتا ہے؟ جس بندے کو اپنی فلاح کا یقین ہو جائے' وہ دوسرے کو فلاح کی دعوت دے۔ اور جو ابھی خود راہ گزر میں ہے وہ راہبر نہ بنے۔ اگر مسلمان اتنی بات پہ عمل کرے تو مسلمانوں کی زندگی خوف سے آزاد ہو جائے گی۔ تو جو خود سفر میں ہے وہ رہبر نہ بنے۔ اب تو یہ حال ہے کہ سارے سب کو بیک وقت اسلام سکھا رہے ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ سنا ہے تم نے' قرآن نے یہ کہا ہے۔ تو دوسرے نے سوچا کہ یہ تو میرے اوپر بوجھ ڈال گیا ہے' اب کیا کیا جائے؟ اس نے تیسرے کو پکڑ لیا اور اسے بات سنا دی' اس طرح بات چلتے چلتے کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ تو کرنے والا کام تبلیغ نہیں ہے بلکہ خدمت ہے۔ جب آپ تبلیغ کرنے لگیں تو پہلے آپ کو یہ Define کرنا پڑے گا کہ اگلا آدمی چھوٹا مسلمان ہے یا بڑا مسلمان ہے۔ یہ ضرور ثابت کرنا پڑے گا۔ مگر یہ تقسیم تو کبھی ہوئی نہیں۔ جس کو آپ تبلیغ کر رہے ہیں اسے زیادہ سے زیادہ اپنے جیسا بنا لیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا ہیں اور وہ چھوٹا مسلمان ہے' یہ تو ہوا ہی نہیں کبھی' یہ تقسیم نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جس کو اپنی

زندگی آسان نہ لگے وہ دوسرے کو آسانی کی دعوت کیوں دے گا؟ اگر آپ مخلص ہیں اور بھائی کو جنّت میں پہنچانا چاہتے ہیں اور اس لیے تبلیغ کر رہے ہیں' یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب آپ کو اپنی جنت کی بشارت ہو گئی ہو۔ اگر آپ اپنے بھائی کو جنّت میں شریک کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اسے اپنے مال میں تو شریک کریں۔ تو وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں جنّت میں تو شریک کرتا ہوں لیکن مال میں شریک نہیں کرتا۔ اگر ایک آدمی تکلیف میں ہے یا ڈوب رہا ہے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ پڑھو لیکن آپ اسے ڈوبنے سے نہیں بچاتے۔ اگر اس کے مکان میں آگ لگی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ پڑھو اور اللہ اللہ کرو مگر وہ آگ نہیں بجھاتے۔ تو تبلیغ وہ کر سکتا ہے جس کو صحیح ہونے کی سند مل جائے اور وہ اس آدمی کو تبلیغ کرے جس کے غلط ہونے کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ ورنہ تو تھوڑے تھوڑے اسلام والوں نے بڑا پاکستان بنا دیا اور بڑے اسلام والوں نے اسے توڑ کے رکھ دیا۔ تو آپ کو کتنا اسلام چاہیئے ؟ جس سے آپ کی بخشش ہو جائے اور دوسروں کی بخشش ہو جائے۔ اگر دوسروں کے ساتھ آپ کو بہت محبت ہے تو اس کو اپنا مال دے دو اور علم نہ دو۔ کیا کہا؟ علم نہ دو بلکہ دولت دو۔ اگر آپ اسے مال نہیں دے سکتے تو اسے تبلیغ نہ کرو۔ اگر آپ یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو نیک کام کا حکم دے اور بُرے کام سے منع کرے' لیکن اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ تم میں سے بہت سی جماعتیں ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ساری جماعتیں' تبلیغی' اسلامی اور سیاسی' سارے مل کے ایک جماعت بن جائیں تو پھر فیصلہ ہو جائے گا۔ جو

مسلمان دوسرے مسلمان سے ملنا نہیں چاہتا وہ جھوٹا ہے۔ تو یہ سارے لوگ کیسے ہیں جو مسلمان ہیں اور ان میں اجتماع نہیں ہوتا ورنہ جو Really سچا ہے' وہ تو جھوٹے کو بھی ساتھ لے لیتا ہے کہ آؤ بھائی ہم مل کے چلیں۔ تب اس پر اسلام آشکار ہو جائے گا اور وہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اب ساری سیاسی جماعتوں والے اسلام کے نام پر آپس میں مل کر نہیں بیٹھتے' تبلیغی جماعتوں والے اسلام کے نام پر مل کے نہیں بیٹھتے' یہ مسجد اس مسجد سے الگ ہے' ایک کہتا ہے کہ اے اللہ اور رسولؐ کے منکرین! اللہ کے حبیب ﷺ' حضور پاک ﷺ غیب کو جانتے ہیں۔ تو اللہ کا مقام اور اللہ کے حبیبؐ کا مقام بیان کرنے والے یہ کون ہیں۔ کیا یہ مقام کافی نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور پاک ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں' اس سے بڑا اور کیا مقام ہو سکتا ہے اور یہ ساری کائنات کا ایک واضح مقام ہے کہ آج تک حضور ﷺ پر نعت کہی جا رہی ہے۔ تو یہ کتنا بڑا مقام ہے! اور آپ یہ بحث کر رہے ہیں کہ وہ غیب کے جاننے والے ہیں کہ نہیں ہیں۔ تو وہ جاننے والے ہی ہیں۔ حال کو جاننے والے ہیں' غیب کو جاننے والے ہیں اور مستقبل کو جاننے والے ہیں۔ لیکن یہ کہنے والا کون ہے؟ یہ بد نیتی سے کہہ رہا ہے۔ آپؐ صحیح جاننے والے ہیں۔ لیکن یہ جس طرح کہہ رہے ہیں تو یہ جھگڑے کے لیے کہہ رہے ہیں' حقیقت میں آپؐ جاننے والے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بحثوں نے اسلام کو اور ملّت کو کمزور کر دیا ہے اور نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آپ اس مقام پر آ گئے ہیں جس مقام پر بھائی بھائی سے برسرِ پیکار ہے اور دوست دوست سے لڑ رہا ہے۔ اگر یہ

کہا جائے کہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے نام پر جو لوگ اعتقاد رکھتے ہیں وہ مسلمان ہیں تو کیا آپ انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا یعنی بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے۔ تو مسلمان کون ہے؟ جو اللہ کو اپنا رب مانتا ہے' جو اللہ کے حبیبؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں اور آخری رسول مانتے ہیں' کیا آپ اس کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ جس کا اس بات پر ایمان ہو' اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں اور وضاحت کیا چاہیئے۔ اس کے بعد اخلاق ہے' لین دین ہے اور عقیدہ ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ یہاں ملاوٹ ہو رہی ہے' چوری ہو رہی ہے' ڈاکہ ہو رہا ہے اور دوسرے سارے غیر اسلامی عمل ہو رہے ہیں۔ اب یہاں ہندو تو نہیں ہے بلکہ آج کا مسلمان یہ کام کر رہا ہے اور اس کا سارا عمل ہی غیر اسلامی ہے۔ تو صرف عقیدے کی اصلاح نہیں بلکہ عمل کی اصلاح ہونی چاہیئے۔ آپ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ وہ سلوک کر رہے ہیں جو غیر مسلم بھی نہیں کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اسلام کے ماننے والے آپس میں الگ الگ نظر آ رہے ہیں اور یہ ہے آپ کی ملّت کی دراڑ۔ کہیں قوم' قوم کے ساتھ لڑ رہی ہے' کہیں مسلمان ملک' مسلمان ملک کے ساتھ لڑ رہا ہے' کسی جگہ لڑائی ہو رہی ہے' کہیں جھگڑا ہو رہا ہے یا پھر ہونے والا ہے' بس اللہ رحم کرے اور جھگڑا نہ ہی ہو تو بہتر ہے۔ تو آپ کے ہاں یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ اس لیئے یہ تبلیغ کا وقت نہیں ہے بلکہ توبہ کا وقت ہے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے تاکہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ عقیدت ہو جائے۔ اتنا اسلام کافی ہے کہ جس نے مسلمانوں جیسا نام رکھا ہے آپ

اسے مسلمان ہی مان لیں۔ یہی کافی ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے انگریزی پڑھی تھی' وہ عربی یا فقہ تو اتنی نہیں جانتے تھے۔ لیکن قائد اعظم کے پاس اسلامی سپرٹ تھی جس کی وجہ سے انہوں نے ایک Country بنا دی تاکہ آپ لوگ ایک اچھی سپرٹ سے اپنا اسلامی فلاحی معاشرہ بنا دیں۔ مگر آپ نے قوم کو عبادت اور صرف عبادت میں لگا دیا ہے۔ اگر صرف عبادت کا مقصد ہوتا تو زندگی وہاں سے یہاں لانے کی ضرورت کیا تھی یعنی وہ چودہ سو سال والی زندگی۔ آپ کو یہاں کی زندگی ملی ہے' نیا دور ملا ہے' اب اس دور کے تقاضے بھی دیکھیں' سائنس بھی دیکھیں' عروج بھی دیکھیں اور پھر اپنا دل اور اپنا ایمان اپنے مذہب میں قائم رکھیں' اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت قائم رکھیں' ان سے محبت کریں جو ویبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام اور صرف تیرے رب کا چہرہ باقی ہے' باقی ہر شے آنی جانی ہے۔ جب تک آپ یہ نہیں کریں گے' آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شعور عطا فرمائے تاکہ آپ دوسرے کو مسلمان سمجھیں۔ تبلیغ کو Mechanical نہ بناؤ۔ مکینیکل کیا ہوتا ہے؟ یعنی دوسرے کا نام بھی نہیں جانتے اور اسے شریعت سکھانا شروع کر دیتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے مسلمان' مسلمان کا احترام کرے' پھر اس کو تبلیغ کرے۔ اس آدمی کو تبلیغ کرو جس کے ساتھ آپ کے تعلقات ہوں۔ اتنے تعلقات ہوں کہ اس کی زندگی میں مدد کرنا آپ کا فرض ہو۔ آپ مدد کرتے نہیں اور کلمہ پڑھاتے جاتے ہیں۔ آپ دوسروں کی مدد کریں' احساس کریں اور خیال کریں تو یہ قوم بن جائے گی

ورنہ تبلیغ اور صرف تبلیغ سے بات نہیں بنے گی۔ اسی لیئے تو سیاست جو ہے وہ سیاست نہیں بن رہی ہے اور علم جو ہے وہ علم نہیں بن رہا۔ جو شخص علم حاصل کر رہا ہے وہ صرف علم حاصل کرتا جا رہا ہے کتاب لکھتا جا رہا ہے اور آپ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اس طرح تو بات بیکار ہو جائے گی۔ جو سیاست کرتا جا رہا ہے' وہ سیاست ہی کرتا جا رہا ہے' جھوٹ اور سچ ملا کے بولتا جا رہا ہے' بیان اور صرف بیان دیتا جا رہا ہے' اور جو تبلیغ کرتا جا رہا ہے وہ صرف تبلیغ کرتا جا رہا ہے۔ آپ سارے حالات دیکھ کر' دوسروں کے احترام کے ساتھ اور اللہ کے فضل کے ساتھ چلیں تو پھر بات بنتی ہے۔ اگر ایک انسان کو حال کے زمانے کی تکلیف آ جاتی ہے' بچوں کا کوئی مسئلہ آ گیا یعنی حالات کسی رخ میں کمزور ہو گئے' کوئی تکلیف آ گئی تو پھر انسان دعا یہ کرتا ہے کاش میرے ساتھ بھائی ہوتے۔ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا کہ سارے مسلمان بھائی ہوتے ہیں۔ آج کا انسان کہتا ہے کہ اگر یہ مسلمان بھائی ہیں تو تکلیف دینے والے بھی تو یہی ہیں۔ اس لیئے وہ واقعہ یہاں آ کے ضائع ہو گیا کیونکہ بھائی ہی تو تھا تکلیف دینے والا۔ جس نے چوری کی وہ بھی تو مسلمان تھا۔ اگر تو کوئی ہندو ہوتا تو ہم اس کے ساتھ لڑائی کرتے لیکن تکلیف پہنچانے والے مسلمان ہیں۔ یہ ہے آج کے مسلمان کا مسئلہ۔

ستم ہے' جور ہے یعنی غضب ہے
میرے قاتل کا رب میرا بھی رب ہے

قاتل اور مقتول دونوں ایک ہی رب کے ماننے والے ہیں۔ مسلمان مل کے بیٹھتے نہیں ہیں' اور ہنگامہ یہاں سے پیدا ہو رہا ہے۔ ان کا آپس

میں فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ دونوں مسلمان ہیں۔ کاش وہ اصل دونوں مسلمان ہوتے اور پھر اسلام کے حوالے سے وہ خود ہی فیصلہ کرتے۔ مگر وہ دونوں کمزور مسلمان ہیں۔ سب کے اپنے اپنے مفادات ہیں۔ جب مفاد ختم ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ مثلاً" یہاں مکان کا جھگڑا تھا مگر وہاں آخرت میں مکان کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اس لیئے انسان اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ مسائل اس وقت تک ہیں جب تک آپ اللہ سے دور ہیں۔ مثلاً" پیسے کا حاصل کرنا اور پیسے کا خرچ کرنا اور عطا کرنا یا ایثار کرنا ہے تو پیسہ ایثار کرنا جو ہے وہ پیسہ حاصل کرنے سے زیادہ قیمتی ہے۔ جب آپ کو یہ بات سمجھ آجائے گی تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہت بلند ہوتا ہے۔ اگر آپ دوسروں کی مسائل حل کرنا شروع کر دیں تو پھر آپ کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ آپ دوسروں کی مدد کرنا شروع کر دیں تو خدا خود آپ کی مدد کرے گا۔ آپ دوسروں کو سکون پہنچانا شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو سکون عطا فرمائے گا۔ جو چیز آپ چاہتے ہیں وہ دینا شروع کر دیں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ کیا بنتا ہے۔ اگر رزق کمزور ہو گیا ہو تو مہمانوں کو گھر میں بلاؤ' کھانا کھلاؤ' انشاء اللہ تعالیٰ رزق کشادہ ہو جائے گا۔ جس کے گھر میں دستر خوان کھل گیا' اس کا رزق کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ بہت برکت دیتا ہے۔ آپ بیمار پرسی کریں گے تو کبھی بیمار نہیں ہوں گے۔ لوگوں کی مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا۔ آپ یہ نسخے ضرور آزمائیں۔ پھر بات ٹھیک ہو جاتی ہے۔

سوال :۔

یہ جو ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں اس طرح کے بزرگ آج کل نظر نہیں آتے۔

جواب :۔

بات یہ ہے کہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ۔

نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلفِ ایاز میں

تو نہ دیکھنے والی وہ آنکھ رہ گئی اور نہ نظر آنے والا وہ چہرہ رہ گیا۔ اب آپ سمجھ رہے ہیں کہ وہ آدمی نہیں رہے مگر آپ یہ دوسری بات کیوں نہیں سمجھ رہے کہ دیکھنے والی وہ نظر نہیں رہی۔ آپ اس آدمی کو دیکھیں جس نے پیر کی تلاش کی۔ فرض کرو وہ گھر سے نکلا اور سولہ سال بعد پیر ملا۔ کسی کو بیس سال بعد ملا۔ اور آج کل آپ دفتر سے ٹیلی فون کرتے ہو کہ کیا پیر صاحب موجود ہیں۔ تو آگے سے وہ کہتا ہے کہ پیر صاحب ابھی نہیں آئے۔ ایسا پیر تو پھر ایسا ہی ہو گا' جو تمہیں دفتر کے اوقات میں ملے کوئی کہتا ہے کہ پیر صاحب کو فلاں فلائٹ پہ بھیج دو۔ تو اصل پیر صاحب آپ کو کیسے ملیں گے جب تک آپ ویسے مرید نہ ہوں۔ ایسا واقعہ ہوا ہے کہ ایک آدمی پیر کی خدمت میں بارہ سال بیٹھا رہا' خاموش اور ادب میں بیٹھا رہا۔ بارہ سال کے بعد اسے خود ہی پتہ چلا کہ پیر کیسے ہوتے ہیں اور مرید کیسے ہوتے ہیں۔ پھر آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ وہ تلاش کرنے والا' وہ نہ رہا۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ اگر تلاش صادق ہے تو دو صورتیں واضح ہوں گی' پکی اور مستند ہوں گی' یا تو سچا پیر اللہ کے حکم سے فوراً مل جائے گا یا پھر آپ کو راستے سے آشنا کرا دیا جائے گا۔ یہ دوسرا سلسلہ ہے

اور یہ اویسی سلسلہ ہے۔ سچا طالب کبھی راستے میں نہیں چھوڑا جاتا۔ پیر سے پوچھا گیا کہ تو کیسے پیر بنا۔ کہتا ہے میں پیر نہیں تھا' میں بیٹھا ہوا تھا' میرے پاس ایک آدمی آیا' کہتا ہے لو یہ چیز پڑھو' میں نے پڑھا تو میرے اندر روشنی آ گئی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بات کیا ہے تو بزرگ نے کہا کہ ایک سچا طالب بیٹھا ہوا ہے' اس کو ہم نے فوری طور پر پیر دینا ہے' تم یہ روشنی لے لو اور اس کو جا کے یہ دے دو' عطا کر دو۔ تو سچے مرید نے پیر پیدا کر دیا۔ اور آپ کے اندر ابھی شک موجود ہوتا ہے' اس لیئے جو سچے پیر ہوتے ہیں وہ بات کو چھپا جاتے ہیں۔ اگر تو پروانہ روشن ہے تو پھر روشنی مل جائے گی اور اگر وہ یہ Smell کرنے والا ہے کہ یہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے تو روشنی سے دور ہی رہے گا۔ ایک دفعہ ایک آدمی لکھنؤ گیا یہ دیکھنے کے لیئے کہ یہاں بڑے جیب کترے ہوتے ہیں' ہم دیکھیں کہ کیسے ہوتے ہیں۔ اس نے جیب میں چند کھوٹے سکے ڈال لیئے اور دن بھر وہاں پھرتا رہا۔ شام کو ایک ہوٹل میں بیٹھا چائے پی رہا تھا اور کہنے لگا کہ بڑا سنا تھا ہم نے کہ لکھنؤ میں جیب کترے ہوتے ہیں مگر ہمیں تو کوئی ایک بھی نہ ملا۔ ایک بوڑھا بابا پاس بیٹھا تھا' وہ بولا کہ تجھے کیا ملتا' چار دفعہ تو میں نے تیرے سکّے گرم کیئے ہیں اور وہ کھوٹے سکے پھر تیری جیب میں واپس ڈال گیا' تجھے جیب کترا کیا ملتا ------ بات یہ ہے کہ پیر ملنے سے پہلے مرید کو دیکھو کہ کیا ہے اور اگر وہ صحیح ہو جائے تو خود بخود یہ صورت ہوگی کہ ؎

میں نے جب بھی اسے پکارا ہے
اِک صدا آئی تو ہمارا ہے

تو آپ جہاں سجدہ کریں گے وہیں مسجود ہو گا۔ اس لیئے پیر غائب نہیں ہوتا۔ پیر آپ کی طلب کا نام ہے۔ پیر آپ کے عشق کا نام ہے۔ پیر آپ کے جنون کا نام ہے مگر آپ کا جنون ٹھنڈا ہو گیا ہے' اس لیئے پیر کدھر سے نظر آئے۔ پیر تو طالب کی نگاہ پیدا کرتی ہے جس طرح انسان محبوب کی تلاش کرتا ہے۔ اگر آپ محبت کی آنکھ لے کے جائیں تو چار دن بعد آپ کو عشق ہو جائے گا اور اگر نفرت کی نگاہ لے کے جائیں گے تو سارے شہر میں سارے ہی بے وقوف لوگ ملیں گے۔ کاروباری آدمی اگر بازار میں جائے تو کہے گا کہ وہاں بڑا مال تھا اور مارکیٹ کا ریٹ بہت اچھا تھا۔ تو جس قسم کا آدمی ہو گا اس کو ویسے ہی منظر ملے گا۔ اگر آپ اللہ سے' اللہ کے لیئے' اللہ کی راہ دکھانے والا پیر مانگ رہے ہیں تو اللہ کیسے نہیں عطا کرے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا! اس لیئے آپ کے اندر فرق آگیا ہے۔ ؎

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

بات یہ ہے کچھ آپ بھی سچے مرید نہیں رہے اور کچھ پیر بھی سچے نہیں ہیں۔ ہم گلہ کر رہے ہیں اس محبت والے سے' اصل پیر سے' کہ ہماری غلطیوں کے باوجود ہم سے مل۔ اب شاید وہ نہ مانے۔ اس لیئے یا تو یہ کہو کہ ہم تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے' تو بے شک نہ مل۔ پھر آپ کو گھر چھوڑنا پڑے گا' واقعات کرنے پڑیں گے' وادیٔ دشت و جنوں میں تلاش کرنا پڑے گا' آدھی رات کو' نصف شب کو جاگنا پڑے گا جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہے کوئی پکارنے والا! پھر آپ اللہ سے پیر کو مانگو تو پیر کیسے

نہیں ملتا۔ پیر صاحب خود ہی تشریف لائیں گے۔ ایک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا مانگتا رہا۔ اس نے کہا میں نے کہیں جانا نہیں بلکہ سچا پیر آئے تو یہیں آئے۔ فقیر وقت کو اطلاع ہو گئی۔ انہوں نے جا کے وہاں فیض دیا۔ انہوں نے کہا اگر مزید ضرورت ہوئی تو یہ میرا پتہ ہے' ہم فلاں بستی کے درویش ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے آپ کے پتے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جس نے پہلے بھیجا ہے وہ آپ کو دوبارہ بھی بھیج دے گا۔ آدھے سے زیادہ فیض دینے والا خود گھر آتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا فیض کا حق ہو۔ اگر فیض کے اندر دنیا کی ملاوٹ ہے تو شکر کرو کہ آپ کو پیر نہیں ملا ورنہ وہ آپ کو مارتا کہ آپ ابھی تک ملاوٹ کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو دین کا پیر مل جائے اور آپ اس سے دنیا مانگتے جائیں تو وہ یہ کبھی نہیں دے گا۔ دعا کرو ہمیں پیر اس وقت ملے جب ہم اس سے صرف دین مانگیں۔ یارب العالمین! ہمیں پیر اس وقت ملا جب ہم اس سے صرف دین مانگیں۔ دنیا ہم خود کماتے جائیں گے' یہ تیرے فضل سے سب ہو گا! پیر کا سفر جو ہے وہ صرف الٰہیات کا سفر ہے۔ یا رب العالمین ہمیں اچھے پیر عطا کر! ہمارے راستوں کو آسانیاں عطا فرما۔ ہماری تلاش کو اپنا جلوہ عطا فرما' ہماری تلاش کی اصلاح کر' آپ ہی مہربانی فرما اور آپ ہی مہربانی حاصل کرنے کے طریقے بتا! ہم پر' ہمارے گردو پیش پر' ہمارے رشتے داروں پر اور سب پر اپنی نظر کرم فرما!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سید نا و مولٰینا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

۱ کسی غیر محرم چہرے پر دوسری نگاہ جرم ہے تو آج کل ہم اس گناہ سے کیسے بچیں؟

۲ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اس کا رحم اور فضل ہے؟

۳ کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابل قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابل قبول نہیں ہوتی۔

۴ ہم دعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟

آپ لوگ وہ بات کریں جس سے آپ کا تعلّق ہو۔ اللہ تعالیٰ کو قرآن بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ اللہ جانے اور قرآن جانے۔ آپ کے پاس جو تعلق ہے قرآن کا' اس کو دیکھیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کیوں بھیجے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کو ہی پتہ ہے کہ کیوں بھیجے۔ آپ کے ساتھ اللہ کا جو تعلق ہے آپ اس بات کو دیکھیں۔ زندگی میں ایسا غور کریں جس سے آپ کا سفر آسان ہو جائے یا جس کے معلُوم نہ کرنے سے آپ کا سفر آسان ہو جائے یا جس کے معلُوم نہ کرنے سے آپ کا سفر مشکل ہو رہا ہو۔ اس مشکل کا سوال بنائیں۔ وہ ذاتی سوال بنانا چاہئے۔ یہ کہنا کہ ستارے بنانے کی کیا ضرورت تھی' اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کیوں کھائی' تو آپ اللہ سے ایسا سوال نہ پوچھیں کہ ایسا کیوں ہے؟ اللہ نے جو کیا وہ صحیح ہے۔ بس یہ اللہ کے کام ہیں اور آپ اس سے یہ نہ پوچھنا کہ اس نے یہ کیوں کیا؟ آپ اس کے رنگ دیکھتے جائیں۔ اللہ جب اسلام چاہتا ہے تو پھر کافروں کو پیدا ہی کیوں کرتا ہے؟ جب اللہ اسلام چاہتا ہے تو پھر مسلمان ہی پیدا کرے' کافروں کو پیدا کرتا ہے' انہیں طاقت دیتا ہے' پیسے دے دیتا ہے اور مسلمان بے چارہ غریب ہو جاتا ہے' کمزور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو بھی کیوں پیدا

کیا' وہ نہ ہوتا تو سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ شیطان نہ ہوتا تو یہ مصیبتیں نہ ہوتیں۔ لہٰذا آپ اللہ سے اس قسم کا سوال نہ کرنا۔ آپ نے اللہ کے حکم کو تسلیم کرنا ہے ـــــ اب آپ اپنا سوال کریں ـــــ

سوال :۔

اسلام کے مطابق کسی غیر محرم چہرے پر دُوسری نظر نہیں اٹھنی چاہئے تو پھر آج کل کے اُٹھنے بیٹھنے میں یہ بڑا چیلنج ہے۔ ایسے میں ہم گناہ سے کیسے بچیں؟

جواب :۔

کسی بھی پرابلم کو اگر سٹڈی کرنا ہو تو وہ In Isolation یعنی الگ سے سٹڈی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بہت ساری چیزیں آپس میں Connected ہیں' Linked ہیں' جڑی ہوئی ہیں۔ اگر آپ کی ذاتی نگاہ اور توجّہ کسی سپلیمنٹری یا غیر ارادی منظر کی طرف چلی جائے اور پھر آپ کی نگاہ کے تقدّس میں' پاکیزگی میں فرق نہیں آتا تو پھر لائف کی پرابلم کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کی دشواری قائم رہے تو پھر دِقّت آپ کی تمنّا کے اندر نہیں ہے اور وہ واقعہ نہیں ہے۔ اصل میں دِقّت جو ہے یہ ناظر کو ہوتی ہے اور نظارے کو نہیں ہوتی۔ تو دِقّت کس کو ہے؟ دیکھنے والے کو ہے۔ دیکھنے والے کی دِقّت اس کے اپنے نفس کے ساتھ ہے اور اپنے ایمان کے ساتھ ہے۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور عرض کی کہ میرے واقعات صحیح ہو گئے ہیں' نمازیں باقاعدہ ہوگئیں' مال بھی صحیح ہو گیا ہے' حج کی سعادت مل گئی ہے' کھانا پینا بھی درست ہو گیا

ہے' رہی نگاہ تو یہ نگاہ اٹھ جاتی ہے' اس کے لیئے دعا کریں۔ پیر صاحب نے کہا اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اس نے عرض کی کہ دُعا کریں تاکہ اللہ مہربانی کرے۔ پیر صاحب نے کہا اس پہ اللہ بھی مہربانی نہیں کر سکتا۔ اس شخص نے پوچھا پھر اس کا علاج کیا ہے؟ پیر صاحب نے فرمایا اس کا ایک علاج ہے' نگاہ کی پاکیزگی آپ کو اپنی بیٹی عطا کرتی ہے' دنیا میں اور کوئی یہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک آدمی ذرا آزاد منش' آزاد خیال' اور آزاد روش تھا۔ اس کی طبیعت بھی رنگیلی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ وہ دین دار بن گیا اور مسجد کے چکر لگاتا ہے۔ کسی نے کہا تجھے کیا ہُوا' تو تو اچھا خاصا آزاد انسان تھا اور اب کچھ پابند سا لگ رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے پیر صاحب مل گئے ہیں۔ اس شخص نے پھر کہا کہ تو نے بتایا ہی نہیں کہ تجھے پیر صاحب مل گئے ہیں اور ہمیں نہیں ملایا۔ پھر کہا کہ کیا نام ہے آپ کے پیر صاحب کا؟ اس نے کہا میرے پیر کا نام ہے بیٹی' جو میرے گھر میں پیدا ہوئی ہے۔ تو بیٹی پیدا ہو جائے تو پھر گھر میں ہی پیر آجاتا ہے۔ جب ہماری نگاہیں دوسروں کی طرف دیکھنے میں مصروف تھیں اس وقت ہمارے اپنی گھر کے حجابات پر کس کی حفاظت تھی؟ تو جب آپ دُوسروں کی طرف دیکھتے ہو تو ان کی نظر آپ کے گھر میں آتی ہے۔ جب بیٹیوں کو جہیز دیا جاتا ہے تو بزرگ کہتے ہیں کہ جہیز میں ایک تحفہ ضرور دینا چاہیئے بچیوں کو اور وہ یہ ہے کہ ماں باپ اپنی نیک نگاہوں کا تحفہ ان کے حوالے کر دیں کہ جب سے تم لوگ ہمارے گھر میں آئے ہو ہماری نگاہیں ہی نیک ہوگئی ہیں۔ تو پرابلم کس کا ہے؟ پرابلم صرف اپنی ذات کا ہے اور کسی منظر کا پرابلم نہیں ہے۔ یہی دنیا جو

ہے یہ مقدّس ہے اور یہی دنیا جو ہے یہی Evil ہے' بُرائی ہے۔ اس کائنات کے اندر ہماری کائنات تو اپنی سوسائٹی ہے اور اس کے چھوٹے مسائل ہیں' اس لیئے ہماری کائنات ہمارے مشاغل کا نام ہے۔ اس وقت کائنات میں کیا ہو رہا ہے اور ہماری زندگی میں کیا ہو رہا ہے' اس سے تو آپ کا تعلّق نہیں ہے۔ ہم اس واقعہ کو واقعہ کہتے ہیں جس کا آپ کے ساتھ تعلّق ہو اور جِن کا تعلّق ڈائریکٹ یا Indirect فوری یا دیر کے بعد آپ کی زندگی کے ساتھ ہو۔ ایک آدمی کے ساتھ غلط واقعہ ہو جائے تو ہم بڑا افسوس کرتے ہیں Meaning thereby کہ کہیں یہ واقعہ ہمارے ساتھ نہ ہو جائے۔ تو آپ اس وقت Pity' رحم کرتے ہیں جب آپ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو کہ کہیں یہ حالت میری نہ ہو جائے۔ رحم تبھی پیدا ہوتا ہے جب آپ یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ اگر میں ایسا ہو جاؤں تو پھر کیا ہو گا۔ رحم تب پیدا ہوتا ہے جب آپ کے دل میں یہ خیال ہو جائے کہ چلو یہ غریب ہے اور شکر ہے کہ میں غریب نہیں ہوں۔ تو پھر آپ اس کی خدمت کرتے ہیں۔ تو یہ اس حالت کا شکریہ ہے جو آپ کی ہے اور ویسی نہیں ہے جیسے اس سائل کی ہے۔ آپ اس پر رحم نہیں کرسکتے جس کی حالت سے آپ کو ڈر نہ لگے۔ جس کی حالت سے خوف آئے گا کہ یہ حالت میری نہ ہو' اس وقت آپ کے اندر رحم پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی اپنی کائنات کے اندر خدا کی دریافت ہوتی ہے' آپ کی یہ چھوٹی سی کائنات ہے' مصروفیات کی' مشاغل کی' اسی میں خدا سے ملتے ہو اور اسی میں Evil یعنی شیطان بنتا ہے' اسی دنیا میں لوگ آئے' یہیں سے سرخرُو ہو کے نکلے' یہیں سے بے آبرُو ہو کے نکلے۔

اسی دنیا میں اللہ کا جلوہ ہے اور اسی دنیا میں شیطان کے تماشے ہیں۔ اسی دنیا میں گمراہ کرنے والے پرابلم ہیں اور اسی دنیا میں راحت بھی ملتی ہے۔ آپ کی کائنات کے علاوہ ایک بڑی کائنات موجود ہے۔ سورج سے پرے کی کائنات میں روشنی کے مقامات اور ہوں گے۔ سورج کے پرے وقت اور طرح کا ہوگا اور یہاں ہمارے وقت ہیں جو کہ صبح شام دن رات گھنٹے اور گھڑیاں ہیں۔ اگر سورج سے آگے نکل جائیں تو وہاں تو وقت اور ہو گا۔ وہاں نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے' اس لیئے وہاں کا وقت اور ہوتا ہے۔ وہاں کا لمحہ یہاں کے حساب سے کروڑہا سال کے برابر ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں گردش نہیں ہے۔ وقت جو ہے وہ زیرِ شمس ہے اور ورائے شمس وقت اس طرح نہیں ہوتا۔ تو یہ جو آپ کی کائنات ہے اس کائنات کے علاوہ ایسی کائنات بھی ہے جس پر دن اور رات کا تصرّف نہیں رہتا۔ تو یہاں پر دن بھی آتے ہیں اور راتیں بھی آتی ہیں' نہ دن آنا آپ کی خوبی ہے اور نہ رات کا آنا آپ کی خامی ہے۔ اگر راستہ مل گیا تو یہ آپ کی خامی نہیں ہے۔ تو آپ کی ذاتی کائنات میں خیال کے اندر دن اور رات آتے ہیں' مایوسی اور امید آتی ہے' اللہ کی طرف جانے کی خواہش اور اللہ سے ذرا الگ ہونے کی خواہش آتی رہتی ہے۔ تلک الایّام یہ ایّام آتے ہیں' انسانوں میں یہ اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے' تو آپ کی ذاتی رومن ایمپائر میں Rise اور Fall ہوتا رہتا ہے' کبھی بیٹھے بیٹھے آپ کا خود بخود سجدہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ پتہ نہیں ہوتا کہ ایسا کیوں ہو گیا ہے' اور کبھی اچانک' اپنے آپ سے آپ گھبرا جاتے ہیں۔ ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تو وہ فرماتے ہیں کہ میں

ان کو ظلمات سے نکال کر نُور میں داخل کرنے والا ہوں' اندھیرے سے نکال کر میں نُور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر آپ کے وسوسے یقین میں بدل جائیں تو سمجھو کہ اللہ نے بڑی مہربانی کردی۔ اللہ نے کہا ہے کہ ان الشیطٰن للانسان عدو مبین بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے' وہ تمہارے اندر وسوسہ ڈالتا ہے۔ شیطان اپنا وار کیسے کرتا ہے؟ آپ کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے' مایوسی ڈالتا ہے' اور تذبذب ڈالتا ہے۔ تذبذب کیا ہے؟ جب انسان یہ سوچے کہ چھوڑو' اس سے کیا فرق پڑے گا' اتنے عرصے کی برائی اب ایک نماز سے کیا حل ہوگی' ایک انسان سے مشکل کیسے حل ہو جائے گی۔ ایک ہی انسان سے تو مشکل حل ہوتی ہے۔ اگر آپ کو اپنی زندگی پر نازل ہونے والے لحات کو Read کرنا آجائے تو نتیجہ سمجھ آجاتا ہے اور آپ یہ اعلان کرنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ اصل بات کیا ہے۔ انسان ہزار دفعہ جنّت کے پاس ہوتا ہے اور ہزار دفعہ دوزخ کے پاس ہوتا ہے اور ہزار دفعہ وہ جنّت میں داخل ہوتے ہوتے رہ گیا اور ہزار دفعہ دوزخ میں داخل ہوتے ہوتے رہ گیا' مثلاً" ایسی نیکی ہوگئی کہ اس کی جنّت بن گئی اور اتّفاق سے ایسا خیال کا گناہ ہوگیا کہ دوزخ کے قریب ہوگیا۔ زندگی میں اتار چڑھاؤ کے یہ لحات آتے رہتے ہیں اور انہیں اگر Read کرنا آجائے' اپنے آپ کو اور اپنے واقعات کو سمجھنا آجائے تو آسانی ہو جاتی ہے۔ کتنی دفعہ آپ کبھی اس کنارے پہ ہوتے ہیں اور کبھی اس کنارے پہ ہوتے ہیں۔ اگر انسان دانا' سمجھ دار اور خوش قسمت ہے تو وہ بہشت کے لمحے کو دیرپا بنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہربانی ہوتی ہے۔ بہشت کب دیرپا ہوتی ہے؟ کہ جب

انسان یہ جان لے کہ میرے گناہ بہت زیادہ ہیں' میری غلطیاں بہت زیادہ ہیں اور ندامت کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے اب تو بس اللہ معاف کرے۔ وہ کہتے ہوئے اللہ کی رحمت کی طرف رجوع کرے' کیونکہ اللہ کا حکم ہے خبردار میری رحمت سے مایوس نہ ہونا' تو وہ کہے کہ اللہ کے کہنے کے مطابق ہم مایُوس نہیں ہو رہے ورنہ ہمارے دامنِ عمل میں کوئی بات نہیں ہے۔ اگر انسان اتنی سی بات کر لے تو اس کی جنّت تو Permanent ہو گئی' مستقل ہوگئی۔ یعنی انسان یہ کہے کہ کیونکہ اللہ نے کہا ہے کہ میری رحمت سے مایُوس نہ ہونا تو ہم مایُوس نہیں ہوتے' تو صرف یہ کہنے سے عمل کے بغیر جنّت مل سکتی ہے۔ تو عمل کے بغیر جنّت اور عمل کے بغیر دوزخ مل سکتی ہے لیکن وہ کیسے؟ آپ کسی نیک آدمی کا ارادتاً" مذاق اڑانا شروع کردیں کہ یہ بڑا نیک بنا ہوا ہے حالانکہ اس کو ہم جانتے ہیں۔ اگر تو وہ واقعی نیک انسان ہے تو آپ کا خیال ہی آپ کو جہنمی بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ لوگوں پر رحمت ہوتی ہے اور انہیں امیر بنا دیا جاتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں' اس پر فضل کرتا ہوں تو یہ فضل دولت بھی ہوسکتی ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کو بھی دولت مند بنا دیا جائے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ ایک جیسا واقعہ ہے اور دو مختلف بندے ہیں مثلاً" فرعون کے پاس پیسہ آزمائش ہے اور اس کی طاقت اور پیسہ اس پر غضب ہے' قیامت ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کے پاس بھی پیسہ ہوسکتا ہے' طاقت ہو سکتی ہے' بادشاہت ہو سکتی ہے اور یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ اگر یہ باتیں آپ کو سمجھ آجائیں' Read کرنا آجائیں تو

یہ اللہ کی رحمت ہو گی۔ ایسا دولت مند جو مبتلا ہے دولت میں' وہ دولت اس کے لیئے عذاب بنی پڑی ہے' اس دولت مند کی تعریف نہ کرنے سے آپ کی زندگی بچ سکتی ہے اور آپ کی جنّت محفوظ ہو سکتی ہے۔ جس دولت مند پر اللہ کی خاص عنایت ہو اس پر تنقید نہ کرنے سے آپ دوزخ سے بچ سکتے ہیں کیونکہ اس پر تو فضل ہے اور فضل پر تنقید نہ کرو۔ جس کو اللہ نے مرتبہ دیا ہے' اپنے فضل کے ذریعے بادشاہت دی ہے' اس پر تنقید نہ کرو اور جس پر اقتدار آزمائش بن کے آیا ہے' اس کی تائید نہ کرو۔ آپ کو کچھ عرصہ کے بعد سمجھ آ جائے گی کہ کون سی چیز عذاب ہے اور وہی چیز دوسرے کے لیئے ثواب ہے۔ تو یہی زندگی کسی کے لیئے عذاب ہے اور کسی کے لیئے ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اولاد اور مال انعام ہیں اور پھر فرماتا ہے کہ اولاد اور مال تمہاری آزمائشیں ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔ یعنی ایک ہی چیز انعام بھی ہے اور غضب بھی ہے' آزمائش بھی ہے۔ آپ کو یہ ضرور سوچنا چاہیئے کہ کب انعام ہوتا ہے اور کب یہ اسباب دشمن ہوتے ہیں؟ تو سماج کو مربوط بنانا' فعال بنانا اور اس میں خواتین و حضرات کو شامل رکھنا نیکی کا باعث بھی ہو سکتا ہے اور یہ بدی کا باعث بھی۔ قوالی کے بارے میں کسی نے چشتی سلسلے والے سے پوچھا کہ قوالی حلال ہے یا حرام ہے۔ تو اس نے کہا حلال کے لیئے حلال ہے اور حرام کے لیئے حرام ہے۔ تو یہ مزاج کی بات ہے' اگر انسان میں اچھائی ہو تو پھر سب واقعات اچھے ہوتے ہیں۔ اگر سب کو دکھ سکھ میں شریک کیا جائے تو پھر یہ سفر بہت آسان ہے اور اگر نیّت کے اندر فتور ہو تو پھر گھر کے اندر بھی فتور ہے' گھر کے باہر بھی فتور ہے' فتور

Within بھی ہے اور فتُور Without بھی ہے۔ جب Within فتُور ہو جائے تو Without بھی خرابی ہو جاتی ہے۔ تو جو ماحول آپ کا Within ہے وہی ماحول آپ کا Without ہے یعنی آپ کے اندر جو ماحول ہے وہی باہر کا ماحول ہوتا ہے۔ اگر آپ افسردہ ہیں تو کائنات غمگین لگتی ہے۔ اگر آپ نیک ہیں تو کائنات پُوری کی پُوری عبادت گاہ ہے' اگر آپ بد ہیں تو یہ دنیا بدی کا ایک مظہر ہے۔ تو آپ جس قسم کے ہیں اسی طرح کا نتیجہ آپ کو ملے گا۔ آپ اگر تلاش کرنا چاہیں اور آپ کا نام خریدار ہو تو ساری دنیا بازار بن جائے گی۔ اگر آپ دینے والے ہیں تو دنیا کا نام طلب گار ہے۔ تو دنیا فوراً" وہ رنگ اختیار کر لیتی ہے جو آپ کے مطابق ہو۔ اگر آپ گانے والے ہیں تو ہر طرف کان جمع ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے پاس جو صفت ہو گی دنیا اس کو Receive کرنے لگ جائے گی۔ اسی طرح اگر آپ کے پاس بدی ہے تو دنیا اس کے لیئے فوری طور پر تیار ہو جائے گی' یہاں اگر آپ کو شطرنج آتی ہے تو بس اعلان ہونے کی دیر ہے' دس دن کے بعد بڑے بڑے شاطر دور سے آنے شروع ہو جائیں گے جو International Fame کے ہوں گے' پھر شطرنج کا کھیل شروع ہو جائے گا۔ تو ہمیں وہی ملتا ہے جو ہم دیتے ہیں۔

We receive that what we give تو فطرت ہر انسان کی اندر اپنا اظہار رکھتی ہے۔ In ourselves alone does nature live تو فطرت اور اللہ کا مظہر آپ کے اندر ہی ہے' تو Nature یا God جو ہے ہم ہی اس کا کفن ہیں اور ہم ہی اس کا عروسی لباس۔ آپ ہی کے دم

سے بہاریں ہیں اور آپ نہ ہوں تو پھر خزاں ہی خزاں ہے۔ اگر آپ کا دوست رُوٹھ گیا یا کہیں چلا گیا' جدائی ہو گئی تو آپ کہیں گے کہ۔

تم کیا گئے کہ رُوٹھ گئے دن بہار کے

اس کے چلے جانے سے ایسا لگتا ہے کہ بہار ختم ہو گئی۔

میرے غم کا عکس پڑا ہے اوروں کے افسانے پر

بات تو یہ ہے کہ اگر آپ غمگین ہیں تو ساری دنیا آپ کو غمگین لگے گی۔ گھر میں اگر کوئی افسوس ناک واقعہ ہو جائے تو ہر چیز غمگین ہو جاتی ہے۔ اور یہ واقعہ ایک دن ضرور ہونا ہے۔ ایک تھی دیوی۔ دیوی وہ ہوتی ہے جو مرتی نہیں ہے۔ اس کو کوئی انسان پسند آگیا' انسان دنیاوی تھا۔ وہ دیوتاؤں کے پاس پہنچی کہ مجھے ایک آدمی پسند آگیا ہے تو میں یہ چاہتی ہوں کہ کیونکہ میرا اس سے تعلّق ہو گیا ہے' آپ اس کو بھی امر بنا دیں' میری طرح ہمیشہ زندہ رہنے والا! دیوتا نے کہا کہ یہ انسان ہوتے ہیں ان کو موت ہی اچھی لگتی ہے' اس کو لافانی نہ بنا۔ اس نے کہا نہیں نہیں' میرا تعلّق ہو گیا ہے' مجھے محبّت ہو گئی ہے' بس اسے زندہ کردو ہمیشہ کے لیئے! دیوتا نے کہا جاؤ ہم نے اس کو لافانی بنا دیا' اس کو موت نہیں آئے گی۔ وہ انسان سو سال کے قریب ہوا تو اس کی شکل بدل گئی' اس کے واقعات اور ہو گئے' نگاہ کمزور' دل افسردہ' لب خشک' آنکھیں پُرنم' عجیب و غریب واقعہ ہو گیا' شکل پہچانی نہ جاتی تھی۔ تو اس آدمی نے دیوی سے کہا کہ تو لافانی ہے اور میں لافانی نہیں ہوں' میری صحت لافانی نہیں ہے' مجھ پر مہربانی کرو۔ دیوی پھر دیوتا کے پاس گئی کہ اب اس انسان کو موت ہی دے دو۔ تب جا کے اس شخص کی نجات ہوئی۔ تو فانی انسان کا

لافانی ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ دو صورتیں ہیں' یا تو آپ اپنے عزیزوں کے سامنے رخصت ہو جائیں یا پھر آپ کے سارے عزیز آپ کے سامنے رخصت ہوں گے۔ آپ کی بڑی عمر کا مطلب کیا ہے؟ جتنے آپ کے جاننے والے ہیں وہ آپ کے سامنے رخصت ہوں۔ تو بڑی عمر جو ہے بڑے غم کا نام ہے۔ تو غم کا عکس آپ پر ضرور پڑے گا اور غم کا سامنا ضرور ہو گا۔ آپ ہی نے سب کچھ دیکھنا ہے ۔

ہمیں سے رنگِ بہاراں ہمیں سے رنگِ چمن

اب آپ کا کام یہ ہے کہ ذاتی طور پر ایک آدمی بھی اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننے والا پیدا ہو جائے تو یہ کائنات ساری کی ساری اس کے ساتھ شامل ہو جائے گی۔ بات یہ ہوتی ہے کہ ہمارے پاس نیکی جو ہوتی ہے وہ عارضی طور پر' ضرورت کے طور پر' پروپیگنڈہ کے طور پر ہوتی ہے۔ کسی ایک کام کے لیئے لوگ نیک ہو جاتے ہیں اور جب کام ہو جاتا ہے تو پھر Crocodile Tears ختم ہو جاتے ہیں' تو مگرمچھ کا رونا بند ہو جاتا ہے۔ عام طور پر رہنما Sincere نہیں ہوتے' مخلص نہیں ہوتے ورنہ آج تک Follow کرنے والے جو لوگ ہیں' سننے والے یا ماننے والے' ان کی طرف سے تو فتوُر ہی کوئی نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی جھوٹا نکلا تو پیر ہی نکلا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی خامی رہ جاتی ہے۔ تو ساری کہانی آپ کی اپنی ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ پر غور کرو کہ کتنی دفعہ وہ آپ کے قریب آتا ہے مگر کتنی دفعہ آپ اس سے دور ہو جاتے ہیں' ایسے لمحات آتے ہیں جب آپ کو توبہ نصیب ہو جاتی ہے مثلاً" کبھی آپ کے ساتھ ایسا ہو کہ گناہ ہو جائے' وہ غلطیاں یا گناہ جو انسان میں

ندامت کے آنسو پیدا کرتی ہیں اس عبادت سے بہتر ہوتی ہیں جو عبادت فخر پیدا کرتی ہے۔ اس لیئے ضروری ہے کہ اللہ کے راستے پر چلنے والے اپنا دل نرم کریں وجلت قلوبھم تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں' وہ خاموش ہو جاتے ہیں' عاجز ہو جاتے ہیں' بے بس ہوجاتے ہیں اور اللہ کے سامنے Surrender کر دیتے ہیں' اپنے خیال کو' اپنی ہیرا پھیری کو' اور اپنی چالاکیوں کو اللہ کے سامنے سر بسجود کر دیتے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ اگر تم چالاکی کرو گے تو واللہ خیر الماکرین تو میں پھر Schemer کا Schemer's ہوں۔ اللہ تعالیٰ بڑی بڑی باتیں بڑی آسانی سے سمجھاتا ہے' اس نے کہا کہ ہم ایک چھوٹی سی بات سے بڑی دلیل پیدا کرسکتے ہیں سب سے قیمتی واقعہ غار ثور کا واقعہ ہے اور حضور پاکؐ کی زندگی کو اللہ نے Defend کرلیا مکڑی کے کمزور جالے سے۔ یہ جالہ کمزور ترین چیز ہے اور اللہ نے کمزور ترین چیز سے قوی ترین دلیل بنالی۔ اللہ کہتا ہے میں تو پھر ایسے کام کرتا ہوں' تم میرے سامنے Trick نہ کرنا' کاریگری نہ کرنا' سیدھا یہ کہہ دینا کہ غلطی ہو گئی' یا اللہ معافی دے دیں' یہ نہ کہنا کہ یہ ہے اور وہ ہے کیونکہ آپ کی زبان کو اللہ تعالیٰ خاموش کر سکتا ہے اور دماغ کو بھی بند کر دے گا پھر تیرے ہاتھ ہی بولیں گے اور وہ ہاتھ بالکل سچ بولیں گے۔ اس لیئے آسان بات یہ ہے کہ یا اللہ غلطی ہوگئی! اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم ضعیف ہو' کمزور ہو' تم سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں اس لیئے ہر غلطی کی معافی۔ غلطی کو Defend کرنا اور غلطی پہ اصرار کرنا' یہ ایک اور غلطی ہے۔ دو آدمی بحث کر رہے ہیں کہ یہ تم نے کیا کیا' گلاس توڑ دیا۔ ایک نے کہا تقدیر

نے توڑا' ہاتھ سے گر گیا اور نظر لگ گئی۔ لوگ یہ بحث کرتے ہیں۔ اور ایک شخص اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ غلطی ہوگئی' معافی دے دو! اللہ کو یہ بات سننے کا شوق ہے کہ غلطی ہوگئی' معافی دے دو' ورنہ تو عبادت کرنے والے بے شمار ہیں۔ ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ بادشاہ بڑا نیک تھا۔ جو بڑا بیٹا تھا اس نے کہا کہ میرے حصّے کا پیسہ مجھے دے دو' میں تو یہاں رہنا نہیں چاہتا' گھبرا گیا ہوں' دنیا کی سیر کروں گا۔ بادشاہ نے اس کو پیسہ دے دیا اور رخصت کردیا۔ وہ پیسے لے کے چلا گیا۔ چھوٹے نے کہا میں ابا حضور کے پاس ہی رہوں گا۔ وہ جو پیسہ لے کے جانے والا ہے کچھ عرصہ کے بعد اس نے پیسہ ضائع کر دیا' پردیس میں بڑی تکلیف ہوئی حتیٰ کہ زمین پر جانوروں کے ساتھ لیٹنا پڑ گیا اور جنگلی بوٹیاں کھاتا رہا۔ ایک دن زمین پر سویا ہوا تھا تو اس نے سوچا کہ میں نے غلطی کی تھی اور باپ کے حضور میں گستاخی کی تھی' لیکن کوئی بات نہیں ہے' شاید معاف ہی کردے' شاید اس کے دل میں رحم آجائے۔ اس طرح وہ نیّت کرکے واپس چلا۔ باپ کو جب پتہ چلا کہ بیٹا شہر میں آنے والا ہے تو اس نے گھی کے چراغ جلائے اور استقبال کی تیاریاں کیں۔ بیٹے کا استقبال ہوا اور بڑا استقبال ہوا' کئی بچھڑے ذبح کیئے اور بڑا انتظام کیا۔ وہ جو چھوٹا بیٹا تھا اس نے کہا کہ ابا حضور یہ تو پیسے لے کے ضائع کر آیا ہے اور پھر استقبال بھی اسی کا ہو رہا ہے' میں آپ کے ساتھ عبادتیں کرتا رہا' خدمت کرتا رہا مگر میرے لیئے تو آپ نے کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی اور اس کے لیئے بڑے بڑے بیل بچھڑے ذبح کر دیئے۔ اس نے کہا بیٹا بات یہ ہے کہ تو گمراہی کا راز نہیں جانتا' تو ایک راستہ جانتا ہے اور وہ نیک راہ ہے۔ جو

گمراہی سے واپس آیا ہے وہ مجھے زیادہ پیارا ہے۔ تو وہ آدمی جو اس جگہ سے آیا ہے جہاں سے آنا ممکن نہیں تھا' اس کو اللہ واپسی کی اجازت دیتا ہے اور تم تو اچھے نصیب میں پیدا ہوئے' عبادت کرتے گئے' تمہیں کیا پتہ گناہ کیا ہوتا ہے۔ گناہ کی دنیا سے مڑ کے آنے والا اللہ کے ہاں زیادہ قابل عزت ہے کیونکہ وہ اس جگہ سے مڑ آیا ہے جہاں سے مڑنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے لیئے زیادہ استقبال ہوا کرتا ہے۔ تو گناہ جتنا بھی ہو واپسی کے لیئے پرواہ نہ کیا کرو۔ سیدھا اللہ کے حضور سجدے میں جاؤ تو اللہ معاف کر دیتا ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں اور ہم پر اللہ کا رحم اور فضل ہے؟

جواب :۔

واپس آنے والا پہلے بیٹھنے والے سے بہتر ہے۔ اپنی زندگی میں بڑی ہی احتیاط کے ساتھ وقتاً" فوقتاً" توبہ کرتے رہنا چاہیئے۔ زندگی میں ایسے دور آتے ہیں جب ہم اللہ کے قریب ہوتے ہیں اور ایسے دور بھی آتے ہیں جب ہم اللہ سے دور ہو سکتے ہیں۔ قریب آنے کا زمانہ وہ ہے جب آپ توبہ کی حالت میں ہوں' جب آپ کا حق نہ ہو اور آپ اس کی رحمت کی طرف نگاہ رکھیں۔ اس لیے کہ اللہ نے کہا ہے میری رحمت کا انتظار کرنا۔ تو آپ کا حق کوئی نہیں ہے لیکن اللہ کا حکم ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو اس وقت آپ اللہ کے قریب ہوتے ہیں

جب آپ کو دنیا کی محبت کم محسوس ہو' دنیا سے جی گھبرا جائے تو اس وقت آپ پر اللہ کا احسان ہوتا ہے' اس وقت آپ اللہ کے قریب ہوتے ہیں۔ تو ایک بات یاد رکھنا کہ اللہ کا جب بھی آپ کو خیال آئے یہ سمجھ لیں کہ اسی وقت اللہ نے آپ کو یاد کیا ہے ورنہ خیال آ نہیں سکتا۔ جس کا خیال ہے اگر وہ خیال نہ دے تو اس وقت تک خیال نہیں آتا۔ کب آتا ہے خیال؟ جب اللہ تعالیٰ مہربان ہو تو آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد آتی ہے' پہچان نہیں ہوتی ہے مگر یاد آتی ہے۔ ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسانو! یاد رکھنا کہ میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ سبقت رحمتی علٰی غضبی تاکہ میری رحمت جو ہے وسیع تر ہے غضب سے۔ اللہ کی رحمت کا مظہر حضور پاک ﷺ کی ذات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت مجسّم حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ جب آپ کے اندر اپنی بد اعمالیوں کے باوجود حضور پاک ﷺ کی طرف رجوع پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ رحمت کا وقت آگیا۔ رحمت کہتے کسے ہیں؟ رحمت کی تعریف یہ ہے کہ رحمت انسان کو اس کے اعمال سے بچانے والی چیز ہے۔ انسان کو اس کے اعمال کی عبرت سے بچانے والی چیز رحمت ہے۔ گویا کہ اعمال نامے کی کمی رحمت سے پوری ہو سکتی ہے۔ کیا نتیجہ یہ ہُوا کہ اعمال نامے کی کمی بخشش سے پُوری ہو۔ رحمت اور مکمّل رحمت حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ لوگوں کے اعمال نامے میں اگر کوئی کمی بیشی رہ گئی ہے تو آپؐ کی رحمت سے یہ پوری ہو سکتی ہے' یہ ہمارا عقیدہ ہے! ورنہ تو انصاف ہو گا اور انصاف ہو تو یہ کہتے ہیں کہ غضب ہے سبقت رحمتی علٰی

غضبی میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے۔ یعنی کہ اگر میں انصاف کروں تو غضب ہوگا۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ سے انصاف کی توقّع کی بجائے رحم مانگنا چاہیئے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ میرے رحم سے مایوس نہ ہونا۔ اور اللہ کا فرمان ہے کہ تمہارے لیئے' کائنات کے لیئے ہم نے مجسّم رحمۃ اللعالمینؐ کو بھیجا۔ گویا کہ آپ اُدھر رجوع کرنا اور مایوس نہ ہونا۔ جس شخص نے حضور پاک ﷺ کی طرف رجوع کر لیا اس کی بخشش کی قوی امید ہو گئی۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے محبوبؐ! یہ کیسے ممکن ہو کہ میں ان لوگوں پر عذاب ڈالوں جب کہ آپؐ ان میں ہیں۔ تو جس دل میں حضور پاکؐ کی یاد ہو اس پر عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کے محبوبؐ کا نام محبّت کے ساتھ ہو تو وہاں عذاب دینا اللہ میاں بھی Afford نہیں کرتا کہ اس دل کو کسی طرح تکلیف ہو۔ تو اتنی ساری کہانی ہے اور صرف اتنا سارا راز ہے' باقی سب میلہ ہے۔ اصل راز یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی محبّت جو ہے ناں یہ آپ کا ایمان ہونا چاہیئے۔ تو گرفت نہیں ہو سکتی' ہو ہی نہیں سکتی' دوزخ وغیرہ سب پیچھے رہ گئی۔ کیونکہ یہ نام ایسا ہے کہ جس دل میں وہؐ نام آیا اور محبّت کے ساتھ آیا تو اس دل پر عذاب آنا ناممکن ہے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے' لمبی چوڑی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ آپ کے لیئے نشانی ہے کہ جب آپ کے اوپر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو' اللہ کا رحم جب ہو جائے تو اللہ کے محبوبؐ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ اللہ کا رحم کب ہوتا ہے؟ جب انسان کا اللہ کے حبیبؐ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ جب حضور پاک ﷺ قبول فرما لیتے ہیں تو انسان عبادت میں

گم ہو جاتا ہے۔ بس اِدھر جاؤ تو اُدھر کا راستہ مل جاتا ہے اور اُدھر جاؤ تو اِدھر کا راستہ مل جاتا ہے درمیان میں زندگی گزر جاتی ہے اور کلمہ پورا ہو جاتا ہے۔ کبھی توحید ہے اور کبھی رسالت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ توحید اور رسالت کی Combination کا نام ہے کلمہ پورا۔ آپ لوگ اسے قائم رکھا کرو۔ جب ماں باپ اپنے اعمال کی غلطیوں کے باوجود آپ کو بزرگ نظر آنے لگ جائیں تو سمجھو کہ اللہ کا رحم ہوگیا آپ پر۔ کیا رحم ہو گیا؟ ماں باپ نے بڑا ہی ظلم کیا' قیامت ہی کر دی لیکن ماں باپ پھر بھی آپ کو اچھے لگے۔ اگر آپ کے دل میں ماں باپ ہونے کی حیثیّت سے ان کا ہر ظلم آپ کو گوارا ہے تو سمجھو کہ اللہ کا رحم ہوگیا۔ اللہ کا رحم کب ہوتا ہے؟ جب ماں باپ کی عزّت میں ان کا کوئی عمل کمی نہ پیدا کر سکے۔ جب آپ کو دنیا کی محبّت کم نظر آئے تو اللہ کا رحم ہو گیا۔ اگر آپ کے اندر یہ شوق پیدا ہو جائے کہ اللہ کے نام لینے والوں میں اور اللہ کی طرف سفر کرنے والوں میں شامل ہو جائیں تو آپ پر اللہ کا رحم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جن پر رحم کرتا ہے وہ سارے آپس میں مربوط ہو جاتے ہیں اشداء علی الکفار رحماء بینھم اور وہ لوگ دشمن کے لیئے سخت اور وہ آپس میں اکٹھے ہو جایا کرتے ہیں' ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کی آپ کے اپنے دل میں خبر ہوتی ہے۔ یہ سماج' سوسائٹی' سوشل لائف' Mixed Life یہ عذاب بھی ہے اور یہ ثواب بھی ہے۔ صوابدید آپ کی اپنی ہے۔ اچھے کے لیئے ہر چیز اچھی ہے۔ اگر خیال میں غلطی ہو جائے تو ہر چیز غلط ہو جاتی ہے۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے خیال کو اللہ کا

فضل مانا کریں اور اس وقت سماج کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ دیکھتے چلے جائیں' سب واقعات ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رُو برُو پیش کیا کریں۔ ہر روز ہی آپ اللہ تعالیٰ سے کہہ دیا کریں کہ یااللہ ہم تیری رحمت سے مایوس نہیں ہیں۔ یا اللہ اس لیئے ہم توبہ کرتے ہیں' تو توبہ قبول فرمانے والا ہے' ہمیں ہمارے اعمال کی عبرت سے بچا۔ آپ نے وہ اعمال جمع کر رکھے ہیں جو اگر بول پڑیں تو وہ اس آتشیں جزیرے کی طرح ہیں جو پانی میں آگ لگا دیں گے۔ اس لیئے اے اللہ! تو مہربانی فرما! جو آگ دبی ہوئی ہے' اسے دبا ہُوا رہنے دیں اور وہیں کی چیز وہیں رہنے دیں۔ اے اللہ معافی کو وہیں سے Announce فرما! اپنی خامی اور اپنی برائی کو چھپانے کی تمنّا بھی ایک قسم کی توبہ ہے۔ غلطی کا فخر سے اظہار کرنے والے کی بخشش ذرا مشکل ہے۔ وہ بڑا اچھا انسان ہے جو اپنی غلطیوں اور خامیوں کو چھپا دے یعنی کہ اپنے گناہوں پر کسی انسان کو گواہ نہ بنائے۔ اگر یہ فارمولا مان لیا جائے کہ گناہوں پر گواہ نہ بنانا تو ایسے گناہ جس میں گواہ لازمی ہے وہ ہو ہی نہیں سکتے۔

تو ایسے گناہ جس میں انسانی گواہ لازم ہو' وہ گناہ ہو ہی نہیں سکتے۔ تو آج یہ فیصلہ ہوگیا کہ گناہ پر کسی انسان کو گواہ نہ بنانا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے اور دوسروں کے گناہوں کو چھپا دینا بھی اللہ کے رحم کی دلیل ہے۔ یہ ستّار العیُوبی کے باب میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ستّارالعیُوب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کو پردے میں رہنے کی التجا کے لیئے ضروری ہے کہ دوسروں کے گناہوں کو پردے میں رکھو' پھر آپ کے گناہ

معاف ہو جائیں گے۔ پھر آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقرّب بھی نصیب ہو جائے گا۔ اگر اپنے گناہ چھپا کے رکھو تو توبہ قبول ہو جاتی ہے اور دوسروں کے گناہوں پر ان کو شرمندہ نہ کرو۔ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو کسی کو گناہگار نہ کہو۔ توبہ کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا' پتہ نہیں کون بخشا جائے گا اور کون نہیں بخشا جائے گا' ابھی فیصلہ کہاں ہوا ہے۔ ایسے ہی کسی کو گناہگار نہ ٹھہرانا۔ پتہ نہیں کس نے کہاں جانا ہے' بے شمار لوگ آخری دم اللہ سے مکر گئے اور بے شمار کافر کلمہ پڑھ کر جنّت میں چلے گئے۔ اس لیئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے جب تک کہ ہمارا آخری سانس نہ ہو۔ کوئی پتہ نہیں کون کدھر جائے گا۔ اس لیئے کسی گناہگار کو قبل از وقت مایوس ہونے کا غم نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے' پتہ نہیں کس نے کہاں جانا ہے۔ وہ آدمی اللہ کو بہت ناپسند ہے جو پہلے ہی اپنا تجزیہ نکالے بیٹھا ہے کہ میں تو گمراہ ہوں' مجھے کہاں بخشنا ہے اللہ نے۔ اس کے خیال کے مطابق اللہ بخش نہیں سکتا جیسے اللہ کو کہیں سے اجازت لینی ہے' وہ تو اللہ ہے اسے کہیں سے Approval تو نہیں لینی' وہ چاہے تو معاف کر دے۔ تو اس لیئے آپ اللہ کو اللہ ہی سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی Advisory council نہیں رکھی ہوئی۔ اللہ مالک ہے' جب چاہے ذرے کو آفتاب بنا دے کیونکہ اس کا نام اللہ ہے' وہ جس کو جو چاہے بنا دے' نقطے کو بسم اللہ بنا دے' اس کی مرضی ہے' اللہ جو ہے! اس لیئے اللہ کے کاموں میں آپ دخل نہیں دے سکتے۔ اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کر دو تو اللہ معاف کر دے گا۔

سوال :۔

کہتے ہیں کہ تھوڑی عبادت قابلِ قبول ہے اور زیادہ ہو تو قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

جواب :۔

زیادہ اور تھوڑا ہماری مقداریں ہیں' یہ اللہ کے ہاں نہیں ہوتیں۔ وہ چیزیں' وہ صفات' دنیاوی Achievements جن پر آپ بالعموم Generally فخر کرتے ہیں وہ چیز ایثار کرنا عبادت ہے۔ یعنی جو چیز آپ کو دنیا میں' اپنے حاصل کی دنیا میں سب سے عزیز ہے' آپ وہی قربان کر دیں تو یہ عبادت ہے۔ اگر آپ اپنی سب سے پیاری چیز اللہ کے رُوبرُو پیش کر دیں۔ جو بھی آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہے' اپنی اس حالت میں' اپنی اس زندگی میں' اگر اللہ کو وہ چیز پیش کریں گے تو یہ عبادت ہے۔ مثلاً" ایک شخص نے ساری عمر میں پیسے کمائے' بڑی محنت کی' وہ Self made بندہ محنت کر کرکے آج اس قابل ہُوا کہ وہی چیز اللہ کے راستے میں نثار کر دے تو یہ عبادت ہے۔ ایک آدمی ایک گرُو کا چیلا تھا' اس کو اُس کے گرُو نے جنگل کی بوٹیوں کی سٹڈی کے لیئے لگایا اور کہا کہ اُن کا رس یعنی عقاقیر اکٹھا کرو۔ وہ بڑا محنت طلب اور مشکل کام ہوتا ہے۔ اس رس کو جواہرِ عقاقیر کہتے ہیں یعنی بوٹیوں کا رس۔ وہ اس کام میں لگ گیا۔ جنگل کی بوٹیوں میں جاتا تھا بوٹی پھلنے پہ آتی ہے تو اس کے اندر سے اس کی ایک خاص مشکِ نافہ نکلتی ہے جو اس کا خاص جوہر ہوتا ہے۔ اس بیچارے چیلے نے تیس سال محنت کرنے کے بعد ایک چھوٹی سے شیشی اکٹھی کی' چیلہ بہت خوش ہُوا کہ محنت کامیاب ہو گئی

اور مقصد حاصل ہو گیا۔ تو وہ خوشی خوشی اپنے گرُو کے پاس گیا' راستے میں ٹھوکر لگی اور شیشی ٹوٹ گئی۔ اس نے بڑی فریاد کی کہ میں نے اتنے سال لگا کے یہ عرق اکٹھا کیا تھا اب تو میری بینائی بھی کام نہیں کرتی' مجھے تو کوئی بوٹی بھی نظر نہیں آئے گی' میں کہاں سے لاؤں گا کیونکہ اب تو میرے اعضا بھی شل ہو گئے ہیں۔ اس کی فریاد پر گرُو ہنس رہا تھا۔ اس نے کہا مہاراج! آپ میری فریاد پر کیوں ہنس رہے ہیں۔ گرُو نے کہا کہ تیری فریاد اپنی جگہ پر کیونکہ تُو سمجھ رہا ہے کہ جو چیز تو نے چاہی وہ نہیں ملی' لیکن جو میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا ہے۔ اس نے کہا مہاراج آپ نے کیا چاہا تھا؟ گرُو نے کہا میں نے تیرے آنسو چاہے تھے۔ کہتا ہے ان آنسوؤں کا کیا فائدہ؟ گرُو نے کہا انہیں آنسوؤں سے بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے۔ تو کہانی اتنی ساری ہے کہ اگر آپ کے پاس آنسو ہیں تو یہی اللہ کی یاد میں لگا دو۔ آپ اللہ سے کبھی نقلی بات نہ کرنا۔ جتنا ہو سکتا ہے اس کی راہ میں لگا دو۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے اپنے کل Amount میں سے کتنی Percentage میں اللہ کو یاد رکھا ہے۔ جتنا اپنے حاصل کی کائنات میں آپ نے اللہ کا حصّہ رکھا ہُوا ہے' اتنا ہی اس کی کائنات میں آپ کا حصّہ ہے۔ اگر آپ نے اپنی ساری کائنات اس کے حوالے کر رکھی ہے تو اس کی کائنات پر آپ کا اختیار ہے۔ اگر آپ نے کہا کہ اللہ میاں تو ذرا ٹھہر کے آ تو پھر وہ بھی کہے گا کہ تو بھی ذرا ٹھہر کے آجا۔ تو اللہ سے آپ نے کیا لینا ہے؟ جو دینا ہے وہی لینا ہے۔ اگر آپ اسے مکمل اختیار دے دیں تو آپ کا کام بن جائے گا۔ آپ کے پاس جو Best چیز ہے اگر وہ اللہ کی راہ میں نثار کردو تو اس کی بہترین چیزیں بھی آپ

کے لیئے ہوں گی۔ امیر آدمی اگر پیسہ اللہ کی راہ میں نہیں لگاتا اور نمازیں پڑھتا رہتا ہے تو نامنظور ہو گا۔ امیر آدمی کے پاس اگر دولت ہے تو اللہ کی راہ میں دولت دے۔ جو غریب آدمی گھبراتا رہتا ہے اگر وہ اپنی گھبراہٹ اللہ کے حوالے کر دے اور نہ گھبرائے' غریبی کو ناپسند نہ کرے' یہ کہے کہ جو دیا ہے ٹھیک ہے تو اللہ اس سے راضی ہو گا۔ اللہ کے فیصلے پر راضی رہنے والا عام طور پر اللہ کو راضی رکھتا ہے۔ آپ نے اللہ کے ہر فیصلے کو رضا مندی سے دیکھا تو اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہے یہ نہ کہنا کہ یا اللہ یہ بھی دے اور وہ بھی دے بلکہ اس نے جو دیا ٹھیک ہے اور جو لے گیا وہ بھی ٹھیک ہے۔ غم بھی اسی کا' خوشی بھی اسی کی' ہر چیز اسی کی' آپ خود بھی اسی کے۔ اگر یہ کہا تو پھر اللہ راضی ہے۔ اس طرح آپ کی یہ زندگی اچھی ہو جائے گی۔ جو کچھ آپ کا حاصل ہے وہ ٹھیک ہے اور جو محرومی ہے وہ بھی ٹھیک ہے' جو آیا وہ بھی ٹھیک ہے اور جو چلا گیا وہ بھی ٹھیک ہے' جو زندہ رہے وہ بھی ٹھیک ہے اور جو مر گیا وہ بھی ٹھیک ہے' یہ اس کے کام ہیں' ہم نے تو یہ کھیل نہیں کیا' یہ اس کی مرضی ہے۔ اس لیئے اس کی مرضی کو اس کے حوالے رہنے دو۔ اگر آپ راضی ہو جائیں تو اللہ کے ہاں سب عبادت قبول ہے۔ تو کون سی عبادت اچھی ہے؟ اس کے فیصلوں پر راضی ہونا۔ یہ شارٹ کٹ ہے۔ آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کسی لمبی آزمائش میں نہ ڈالے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے۔ آپ لوگوں کے رشتے دار آباد رہیں' بچے بھی خوش رہیں اور زندہ سلامت رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ خوش باش رہیں۔

سوال :۔

ہم دُعا مانگتے ہیں کہ کافر غرق ہو جائیں یا مسلمان ہو جائیں مگر ایسا نہیں ہوتا؟ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اللہ سے ڈرو اور باز آ جاؤ۔ آپ لوگ عام طور پر ایک غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ کافروں کو ذہنی طور پر بُرا سمجھتے ہیں لیکن آپ نے کافرانہ زندگی اپنے لیئے اختیار کی ہوئی ہے۔ اس لیئے وہ کافر آپ کی دُعا سے کیسے غرق ہو گا۔ اگر آپ نام نہ بتائیں کہ ہمارا نام اسلامی ہے تو کافر اور مؤمن میں فرق کا کیسے پتہ چلے گا۔ آپ کی گھریلو زندگی میں جتنی چیزیں استعمال ہوتی ہیں مثلاً" مشینیں ساری کی ساری کافرانہ ساخت کی ایجاد ہیں' طرزِ حیات کافرانہ ہے' کچھ علم بھی کافرانہ ہے جو کالجوں اور سکولوں میں پڑھایاجاتا ہے اور پھر جو علم دینے والے ہیں ان کو بھی آپ دیکھ لیں۔ جس نے آپ کے ہاں ٹویوٹا کار بنا کے بھیجی ہے اب اللہ تعالیٰ اس کافر کو غرق کیسے کرے کیونکہ وہ تو آپ کے آرام کے لیئے کار بنا کے دے رہا ہے۔ اصل میں آپ نے کافر کو کافر کے فن کے ساتھ مقابلہ کرکے اسے زیر کرنا ہے' اللہ کے ہاتھ سے غرق نہیں کرانا۔ آپ جو غلطی کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی طرح یعنی ہمارے جیسے جذبات رکھتا ہے حالانکہ وہ سب کا خالق ہے۔ تو اللہ تو اللہ ہے' کافروں کا بھی اللہ ہے اور مومنوں کا بھی اللہ ہے۔ ہم کہتے ہیں کافر تباہ ہو جائیں مگر اللہ نے کافر پیدا کر دیئے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کو مجھ سے تباہ نہ کرواؤ' اگر تمہارے پاس ہمّت ہے تو ان سے مقابلہ

کر لو' تم ان سے خود ہی Deal کر لو۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تم انہیں Deal کرو اور آپ کہتے ہیں کہ اللہ ہی Deal کرے۔ یہ مشکل ہم کو آن پڑی ہے۔ اس لیئے آپ کی دُعا منظور نہیں ہوتی۔ آپ کا کام ان کو تباہ نہیں کرنا ہے بلکہ Convert کرنا ہے' مسلمان بنانا ہے مگر اس کے لیئے شرط یہ ہے کہ پہلے آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو مگر آپ کو تو اپنی بخشش کی گارنٹی نہیں ہو رہی۔ جو یہودی حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک دفعہ کلمہ پڑھ لیتا تھا تو وہ یہودی اگر ایک دفعہ کلمہ پڑھ کر حضور پاک ﷺ کے پاس مرگیا تو وہ کہاں جائے گا؟ جنّت میں جائے گا۔ تو جو ایک دفعہ کلمہ پڑھے گا تو پھر وہ جنّت میں جائے گا۔ اور آپ کلمہ پڑھ پڑھ کے مر جائیں گے مگر آپ کو مولوی صاحب جنّت میں نہیں جانے دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اختلاف آپ کے اندر ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ یا اللہ یا تو یہ شخص جنّت میں جائے گا یا پھر میں جنّت میں جاؤں گا۔ آپ دیکھیں کہ جنّت کے مستحق کون لوگ ہیں اگر آپ کے ذاتی دشمن کو اللہ تعالیٰ جنّت میں لے جانا قبول کرے تو کیا آپ راضی رہیں گے؟ جنّت میں جانے والے انسان کی جنّت میں جا کے جو کیفیت ہوتی ہے وہ یہاں سے شروع ہو جاتی ہے یعنی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔ کیا دنیا میں ایسا وقت آسکتا ہے کہ آپ اپنے قاتل پر معافی کی نگاہ کریں۔ اگر یہ وقت آگیا تو آپ کا نہ کوئی دشمن رہا اور نہ دوست رہا۔ یہ جنّت میں جانے کی پہلی شرط ہے۔ اگر دنیا میں آپ کے دشمن اور دوست ہیں تو آپ کی جنّت ابھی خطرے میں ہے۔ جن کو آپ نے معاف نہیں کیا اگر اللہ انہیں معاف کر دے تو پھر بتاؤ کہ آپ کی کیا پوزیشن

ہوگی۔ اس لیئے فوراً" آپ سب کو معاف کرکے نجات پاؤ! یہ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی دل سے تبلیغ کر رہا ہو کہ نماز پڑھا کرو۔ وہ تو سب کو کہتا ہے اور اگر ایک آدمی نماز نہیں پڑھتا تو سارے اسے کہتے ہیں کہ نماز پڑھو۔ اگر اس بے نماز سے کوئی ایسی نیکی سرزد ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے تو وہ آدمی جو تبلیغ کرتا رہا ہے وہ اس کو نہیں بخشے گا۔ وہ تبلیغ والا کہے گا یا اللہ یہ کیا' ہم تو نمازیں پڑھ پڑھ کے تھک گئے' اس نے ایک نماز نہیں پڑھی اور آپ نے اسے جنّت میں بھیج دیا۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کو مکمّل طور پر اختیار دیں کہ وہ جو چاہے' جس کو چاہے' جو کچھ دے دے۔ اگر یہ کر لیا تو پھر آپ کی نگاہ میں کوئی گناہگار نہیں رہے گا اور آپ یہیں سے جنّت میں داخل ہو جائیں گے۔ جب ذہنی طور پر آپ کسی کو دوزخی نہیں کہیں گے تو پھر آپ جنّتی بن جائیں گے۔ اگر آپ حضور پاکؐ کی اُمّت کے کسی شخص کو دوزخی نہیں کہیں گے تو پھر آپ جنتی ہیں۔ تو جنتی کی تعریف کیا ہے؟ یا اللہ حضور پاکؐ کی ساری اُمّت کو جنتی بنا! اور اس کو بھی جنتی بنا جو مجھے گالی دیتا ہے' مجھے نہیں مانتا' میرا منکر ہے اور میرا باغی ہے۔ اس لیئے جس شخص نے معاف کر دیا اس پر اللہ راضی ہوگیا۔ تو آپ یہ دُعا کریں کہ یا اللہ ہمیں موقع دے کہ ہم اپنی بخشش حاصل کرنے کے بعد کافروں کے لیئے بخشش کا راستہ ڈھونڈیں۔ ایک بزرگ اپنی مستی میں جا رہے تھے۔ وہ زمانہ ہندوؤں کا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ہندو لڑکی رام رام کرتی جا رہی ہے۔ اس نے کہا بیٹے کیا پڑھتی جا رہی ہو؟ "رام رام پڑھتی جا رہی ہوں"۔ اس نے کہا یا اللہ! شکلیں تو تُو بڑی اچھی بناتا ہے اور انہیں

دوزخ میں بھیج دیتا ہے' اتنی پیاری بچی کو دوزخ میں نہیں جانا چاہئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی واپس آئی تو بزرگ نے پوچھا کیا پڑھ رہی ہو؟ کہتی ہے اللہ اللہ کر رہی ہوں۔ بغیر کچھ کہے ہوئے' تیرے دل کی تمنا سے' وہ رام' رحیم کی طرف Convert ہو جاتا ہے' تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا آپ کا دل صاف ہونا چاہئے۔ آج کے مسلمان چاہتے ہیں کہ آپ جنّت میں جائیں' وہ جنّت میں تو آپ کو شریک کرنا چاہتے ہیں مگر دنیا میں دو پیسوں کا شریک نہیں کریں گے۔ تو جو دنیاوی فائدے میں شریک نہیں کرتا وہ جنّت میں کہاں شریک کرے گا؟ وہ جھوٹ بولتا ہے' آپ کو جنّت میں شریک نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ آپ کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ اس لیئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنی جنّت خود تلاش کرلے اور آپ کو اپنی جنّت تلاش کرنے دے۔ اس لیئے آپ کافروں کو کافر ہی رہنے دو تو بہتر ہے۔ اس لیئے دُعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنے آپ سے نجات دے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان سے بات کرلیں۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو بہتر یہ ہے کہ ان کو ایسے ہی رہنے دو۔ تو دُعا کیا ہونی چاہئے؟ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خوش رکھے' سلامت رکھے' آپ کی چھوٹی سی زندگی ہے' اس میں راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائے' اس کے بعد تو یہ ختم ہو جانی ہے۔ زندگی اگر ایک عرصے کے بعد ٹھہرے تو وبال بن جاتی ہے' عذاب بن جاتی ہے۔ ایک نجومی کو بادشاہِ وقت نے بلایا' بادشاہ نے کہا میرا ہاتھ دیکھو۔ اس نے کہا جہاں پناہ آپ کے ہاتھ کی لکیریں میں نے پڑھ لیں' آپ کے سب بچے آپ کے سامنے مریں گے' آپ کی اتنی لمبی عمر ہے۔ You have a long life بادشاہ نے کہا اس کو جیل میں بھیج دو۔ بادشاہ نے دُوسرا نجومی

بلوایا۔ اس نے ہاتھ دیکھ کر کہا جہاں پناہ! کیا بات بتائی جائے' آپ کا ہاتھ بہت اچھا ہے' آپ بڑے خوش قسمت ہیں' سب رشتے داروں سے زیادہ عمر آپ نے پائی ہے

You have very long life بادشاہ نے کہا بول تمہیں کیا چاہئے؟ تو نجومی نے کہا کہ میرا انعام یہ ہے کہ آپ میرے استاد کو آزاد کر دیں' اس نے بھی آپ کو وہی بات بتائی ہے جو میں نے کہی ہے' میں نے یہ کہا ہے کہ آپ اپنے بچوں سے زیادہ عمر پائیں گے اور اس نے کہا ہے کہ آپ کے بچے آپ سے پہلے مریں گے' بات تو ایک ہی ہے! اگر یہ دُعا مانگی جائے کہ اللہ آپ کی عمر زیادہ کرے تو اس کا مقصد کیا ہے؟ کہ زیادہ لوگ آپ کے سامنے رخصت ہو جائیں۔ اس لیئے آپ اللہ کو اس کے حال پہ رہنے دو۔ ایک بچہ بہت رو رہا تھا کیونکہ اس کا باپ فوت ہو گیا تھا۔ اس کے پیر نے کہا روتا کیوں ہے' گھبرانے والی کیا بات ہے' کچھ دن کے بعد تو بھی وہاں پہنچ جائے گا۔ تو سفر کی کوئی مشکل نہیں ہے کیونکہ آگے سب بیٹھے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔ ہم یہاں بچوں کے پاس ہوتے ہیں اور پھر ماں باپ کے پاس ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم کرے' اللہ اپنی عافیّت میں رکھے' اللہ تعالیٰ آپ کو چھوٹی چھوٹی عبادتیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آپ کے پاس جو سب سے بہتر صفت ہے' The best صفت ہے وہ آپ اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ The best achievement سب سے اچھا حاصل جو ہے وہ اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ آپ کا اللہ آپ پر راضی ہے اور آپ اللہ پر راضی رہو۔ ایک دوسرے کو معاف کرنے کی صلاحیّت ضرور پیدا کرو۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیّدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین

☆... ○... ☆

ترتیب :- ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

جمہوریت

- دنیا والوں کے ہاں جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی 'عوام کی حکومت' جو عوام کی خاطر ہو۔
- دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔
- اللہ کا ہونا انسانوں کے ووٹ سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریت کے مزاج سے بہت بلند ہے۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔
- اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرتِ رائے سے نہیں بنتے اور کثرتِ رائے کا کسی نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- حضور پاک ؐ امام الانبیاء ہیں اور آپ ؐ کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپ ؐ جو کچھ بھی ہیں 'انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔
- اسلام کے نام پر جمہوریت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔
- جمہوریت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے۔
- آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔
- جمہوریت کا سفر جلسوں 'تقریروں' جھوٹ سچ ملا کر بولنے 'حکومتِ سابقہ کی گھ جوڑ اور توڑ پھوڑ کا نام ہے۔
- جمہوریت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریت صرف مقدار کی قائل ہے 'معیار کی نہیں۔
- جمہوریت کے ذریعے کوئی مفکر 'امام' دانش ور' عالمِ دین' ولی یا مردِ حق آگاہ برسرِ اقتدار نہیں آسکتا۔
- جمہوریت سقراط کو زہر پلاتی ہے' منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰ ؑ کا احترام نہیں کرتی۔
- جو لوگ جمہوریت کے ننگے راستوں سے ایوانِ اقتدار میں آتے ہیں ان کو دینی حکومت کے قیام سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔

واصف علی واصف ؒ

تصانیف: واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور

واصف علی واصف

گفتگو-۹

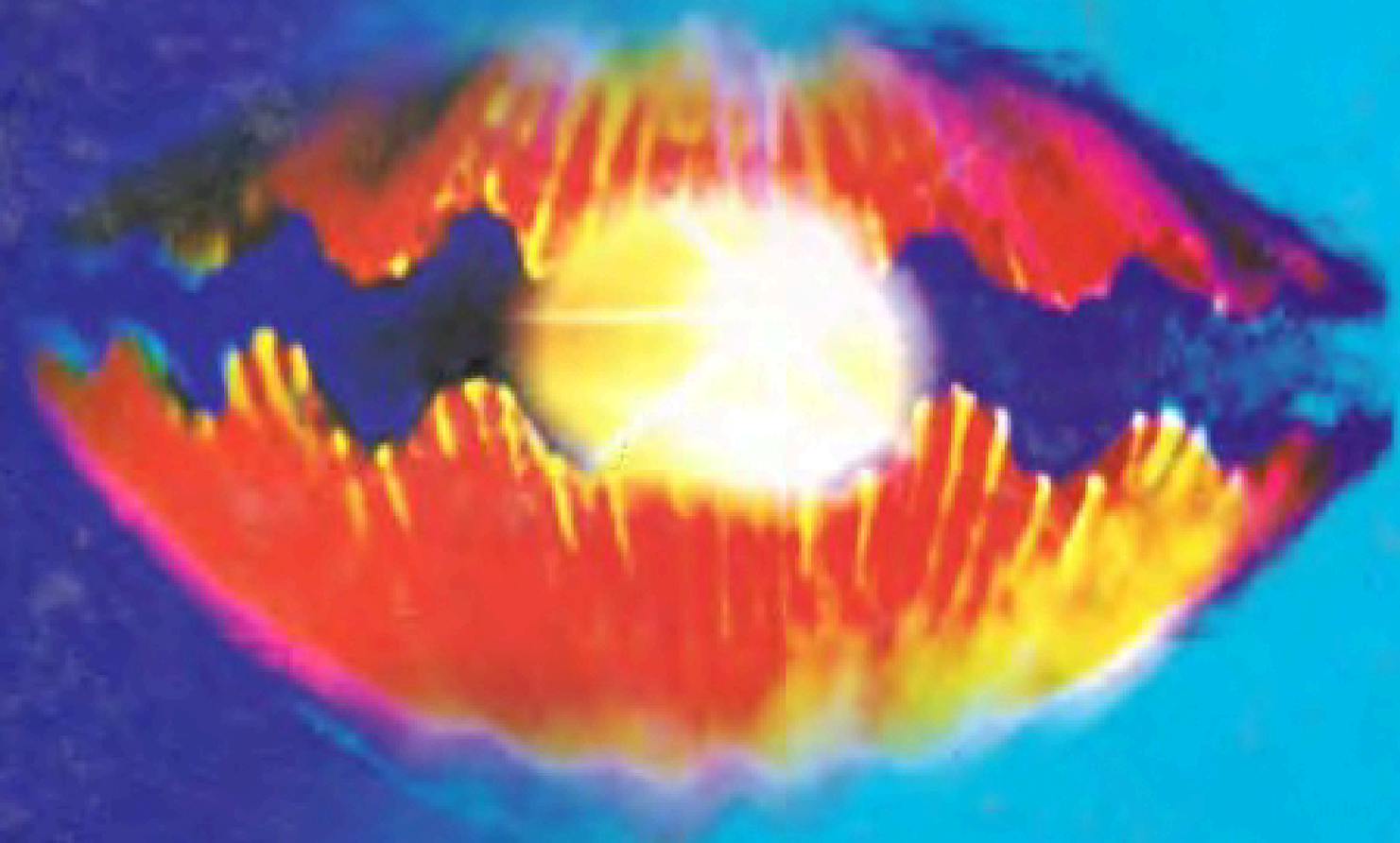

واصف علی واصف

گفتگو-۹

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن-لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو۔۹
مصنّف	.....	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	.....	۲۰۰۱ء
بار	.....	اول
قیمت	.....	[redacted] روپے

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱، اے۔ جوہر ٹاؤن * لاہور

ترے ایک سجدے سے واصفؔ علی
یہی دیر ہو گا حرم دیکھنا

(واصف علی واصفؔ)

عرضِ ناشر

اس دنیا میں آتے ہی انسان اپنا سفر ایک سوال سے شروع کرتا ہے پھر جوں جوں وہ اس دنیا سے گزرتا جاتا ہے ہر مرحلے پر نئے نئے سوال سے دو چار ہوتا ہے اور سوالوں کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔ ذی احساس انسان جب شعور کے دور میں داخل ہوتا ہے تو اس کا خیال جوان ہونا شروع ہوتا ہے۔ خیال کی بیداری اسے ان سوالوں سے آشنا کراتی ہے جو قدم قدم پر اس کے لیئے مسئلہ بن کر سامنے آتے ہیں اور پھر اپنے سوالوں کا جواب پا کر وہ علم؛ عرفان اور آگہی کی نئی دنیا میں داخل ہوتا ہے۔ نئے سوالوں سے متعارف ہونے والا نئے جواب ڈھونڈنے لگ جاتا ہے۔ اس طرح وہ انفس کی دنیا سے نکل کر ذاتِ حقیقی کے آفاق سے تعارف حاصل کرتا ہے۔ یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے اور ہر زمانے کے جو اپنے سوال ہوتے ہیں 'ان کا جواب لے کر ذاتِ حقیقی کی طرف سے کوئی نہ کوئی صاحبِ ارشاد تشریف لاتا ہے۔ ہمارا دور پیچیدگی کا ایسا زمانہ ہے کہ لوگ اپنے ذاتی، سماجی اور دینی مسائل کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں اور ان کا حل نہ پا کر نا اُمیدی، پریشانی اور ڈیپریشن کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس دور کے سوالوں کی مناسبت سے جب قبلہ واصف صاحبؒ کو مسندِ ارشاد پر فائز کیا گیا تو انہوں نے ہر سوال کا اس صراحت سے جواب دیا کہ پوچھنے والے کا مسئلہ بھی حل ہو گیا

اوراس کے لیئے آسان عمل کے دروازے بھی کھلتے گئے۔انہی سوالوں اوران کے جوابات پر مشتمل سیریز یعنی ''گفتگو'' کی یہ نویں جلد ہے۔اس ''گفتگو'' کا اعجاز یہ ہے کہ اس کے سارے سوال اور جواب آج کے دن میں بھی پہلے جیسی تاثیر اور تاثر رکھتے ہیں۔امید ہے کہ ہمارے قارئین اس سلسلے کی کاوش کے بارے میں ہمیں اپنی رائے سے حسبِ سابق ضرور مطلع رکھیں گے۔

☆☆☆

فہرست

﴿۱﴾

۱	ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال کریں؟	۱۷
۲	انسان محبت سے بھی عبادت کرتا ہے اور خوف سے بھی تو کیا اطاعت بالخوف ٹھیک ہے؟	۱۸
۳	روحانی ترقی کا دعا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟	۲۴
۴	مسلمان کو اس دنیا میں آخرت کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟	۳۴
۵	اگر کوئی اپنے ساتھ برائی کرنے والے سے بدلہ نہ لے سکتا ہو اور اسے معاف کر دے تو کیا یہ بھی معافی کہلائے گی؟	۳۸
۶	معاشرے میں ہر طرف خرابیاں ہیں تو ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟	۴۲
۷	کیا ظہور مہدی علیہ السلام کا وقت قریب آ رہا ہے؟	۴۵
۸	عاجزی کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟	۴۶

۱۲	کیا کافر کو بھی معاف کر دیں؟	۱۲۲
۱۳	کیا عادی مجرم کو معاف کر دیں؟	۱۲۲
۱۴	اگر کوئی میرے سر پر ہتھوڑا مار دے تو کیا اسے بھی معاف کر دیں؟	۱۲۳
۱۵	کیا انسان کو اپنے ساتھیوں کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے؟	۱۳۲
۱۶	ماں باپ کے بارے میں جو حکم ہے کیا وہ عورتوں اور مردوں کے لیے برابر ہے؟	۱۳۳
۱۷	میں اپنے شوہر اور گھر کو کیسے راضی رکھوں؟	۱۳۴
۱۸	حضرت امیر خسروؒ کا عرس بھی ہوتا ہے اور یوم بھی منایا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟	۱۳۴
۱۹	''آباد شہر کی اس مسجد کے نام جہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے'' سے کیا مراد ہے؟	۱۳۸
۲۰	میں اللہ کریم کی مصلحت جاننا چاہتا ہوں؟	۱۳۹
۲۱	ہم تو اللہ کے فضل سے آپ تک پہنچ گئے باقی جو بہت سے لوگ ہیں ان کے لیے موقع ہونا چاہئے	۱۴۹
۲۲	آپ کسی تحریک میں آنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟	۱۵۱
۲۳	ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا سفر جلد طے ہو جائے؟	۱۵۳

﴿۲﴾

۱	اسلام ہمیں کیا دیتا ہے اور ہم اسلام کو کیا دیتے ہیں؟	۵۳
۲	کیا انسانی مجبوریوں پر معاشی سائنس لاگو ہوتی ہے؟	۸۰

﴿۳﴾

۱	اللہ نے جس دین فطرت پر ہمیں پیدا کیا ہے اس دین اور فطرت سے کیا مراد ہے؟	۸۹
۲	خالق کائنات نے ہماری زندگی کا کیا مقصد بنایا ہے؟	۹۴
۳	میں عمل کہاں سے شروع کروں؟	۱۰۳
۴	اگر کوئی ظالم ہو تو ہم مظلوم کیسے نہ بنیں؟	۱۰۹
۵	اگر میں اپنے بچے کو مارنے والے کو چھوڑ دوں تو وہ دوسرے بچوں کو مارے گا؟	۱۱۰
۶	اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟	۱۱۵
۷	میں اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔	۱۱۵
۸	اگر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیں تو وہ تو اور ظلم کرے گا؟	۱۱۶
۹	ہماری زندگی میں عمل کا رزلٹ کیوں نہیں آتا؟	۱۱۷
۱۰	اللہ کے معافی والے حکم میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟	۱۱۸
۱۱	کیا ایسا نہیں ہے کہ معاف وہی کریں جو مارنے والے ہیں؟	۱۲۰

﴿۴﴾

۱ قرآن پاک کی تاثیر کب اور کیسے ہوتی ہیں؟ ہم اس رمضان شریف میں کیا کریں؟ ۱۵۹

۲ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں ایک انسان کا کیا مقام ہے؟ ۱۷۱

۳ جب وسیلہ اللہ کا ہے اور محبت اللہ سے ہونی چاہیئے تو پھر غیر سے تو بچنا چاہیئے؟ ۱۸۱

﴿۵﴾

۱ تقویٰ کیا چیز ہے؟ ۱۹۱

۲ بعض اوقات بہت اچھے منظر دیکھنے کے بعد ان کا تصور کیوں بھول جاتا ہے ؟ ۱۹۵

۳ کیا اللہ سے تعلق امید اور خوف کے درمیان رکھنا چاہیے؟ ۱۹۵

۴ اللہ کی رحمت کیا ہوتی ہے ؟ ۲۰۵

۵ اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہیئے ؟ ۲۰۸

۶ اللہ کی خشیت یا خوف کیا ہے؟ ۲۱۰

﴿۶﴾

۱ اللہ کی راہ پر چلنے والے کے لیئے اپنی خواہش کے لیئے کس حد تک دعا کرنی چاہیئے؟ ۲۱۷

۲ یہ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ خدا بندے کی تلاش میں ہے؟ ۲۳۸

۳ شکر کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟ ۲۴۲

۴ کیا ہمیں تبلیغ کرنی چاہیئے؟ ۲۴۶

﴿۷﴾

۱ تصورِ شیخ کا مدعا اور مفہوم کیا ہے؟ ۲۵۳

۲ کیا دعا سے واقعات بدل سکتے ہیں اور مسائل حل ہوسکتے ہیں؟ ۲۶۴

۳ توبہ کے بعد توبہ کیوں کی جاتی ہے ؟ ۲۷۲

۴ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عروج سے نوازا تو پھر انسان میں شر کیسے پیدا ہوگیا؟ ۲۷۵

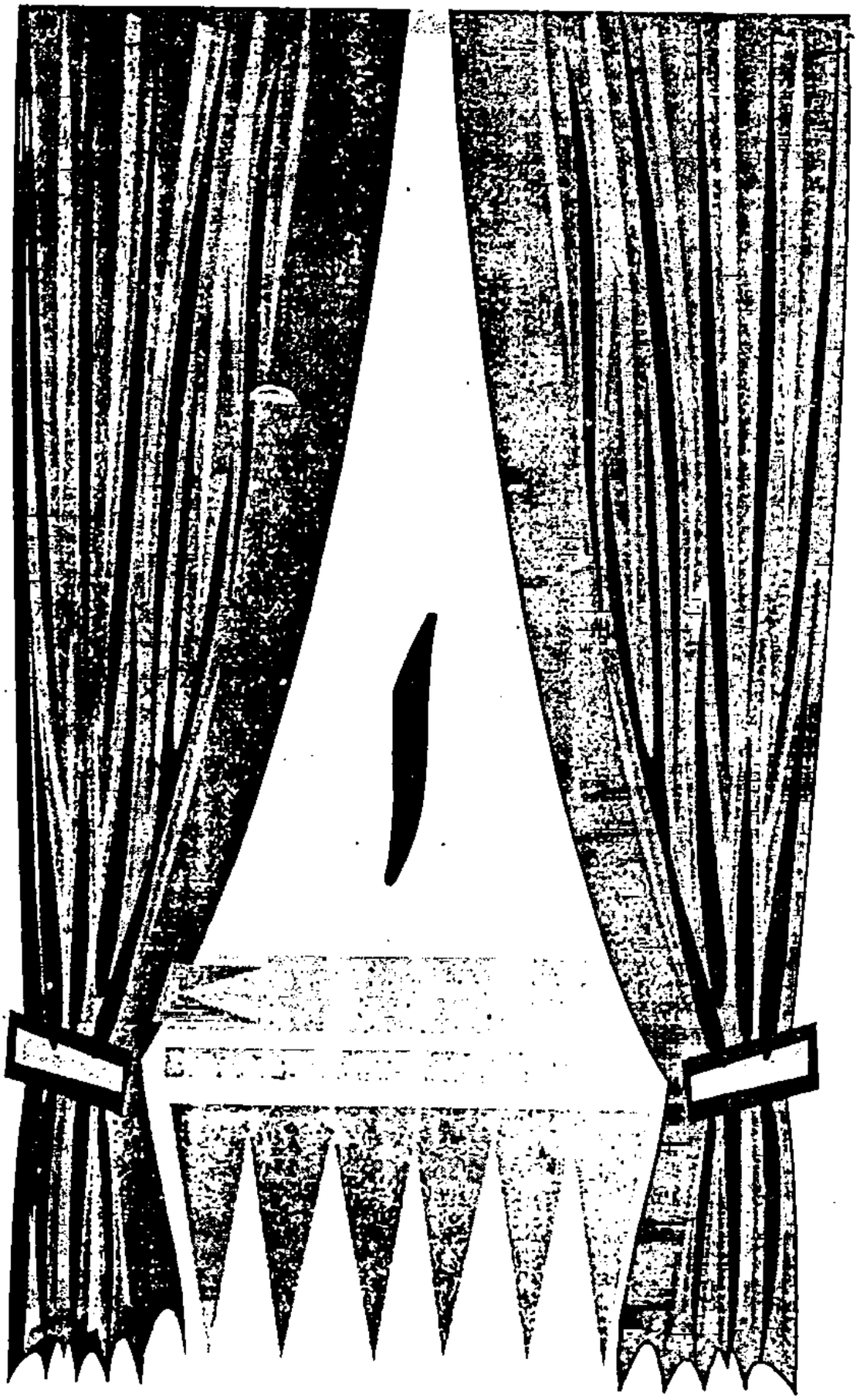

۱ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال کریں؟

۲ انسان محبت سے بھی عبادت کرتا ہے اور خوف سے بھی تو کیا اطاعت بالخوف ٹھیک ہے؟

۳ روحانی ترقی کا دعا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

۴ مسلمان کو اس دنیا میں آخرت کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

۵ اگر کوئی اپنے ساتھ برائی کرنے والے سے بدلہ نہ لے سکتا ہو اور اسے معاف کر دے تو کیا یہ بھی معافی کہلائے گی؟

۶ معاشرے میں ہر طرف خرابیاں ہیں تو ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

۷ کیا ظہور مہدی علیہ السلام کا وقت قریب آ رہا ہے؟

۸ عاجزی کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟

سوال:

سر! ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال کریں؟

جواب:۔

غور والی بات یہ ہے کہ یہ زندگی اپنے تمام مسائل کے ساتھ' کوشش کے ساتھ' کمائی' خرچ اور حالات کے ساتھ موجود ہے۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ انسان ذاتی طور پر کتنا مطمئن ہے' سماج میں اس کی کیا قدر و قیمت ہے' وہ کتنا متعارف ہے اور اس کی کمانے کی صلاحیّت کیا ہے؟ پھر ذاتی طور پر اس کی کیسی طبیعت ہے یعنی کیا وہ مطمئن اور خوش ہے۔ زندگی گزارنے کے لیئے وسائل تک انسان کی رسائی ہے کہ نہیں ہے کیونکہ وسائل بھی ضروری ہیں۔ ان سب چیزوں پر غور کے بعد غور والا مقام یہ ہے کہ آپ مذہب میں داخل ہو گئے اور مذہب کا ایک اپنا سلسلہ ہے۔ مثلاً" یہ کہ مرنے کے بعد پھر زندگی شروع ہو گی۔ یہاں کی تکلیف تو اپنی جگہ پر مگر پھر آگے خطرہ ہے۔ اس آنے والے خطرے سے بھی ڈرنا ہے اور بچنا ہے تاکہ خدانخواستہ دوزخ یا عذاب کا سامنا نہ ہو اور پھر جنّت میں جانے کا راستہ Sure' یقینی ہونا چاہیئے۔ یہ اس لیئے ہے تاکہ

بندہ اطمینان سے مر سکے۔ جس دین میں آپ داخل ہیں اس دین کے بارے میں آپ کے پاس کوئی نہ کوئی ایسی وضاحت ہونی چاہیئے کہ آپ اطمینان سے یہ کہہ سکیں کہ ہم دین میں پورے شامل ہیں۔ ان باتوں پر آپ کا بڑا غور ہونا چاہیئے۔ پھر یہ سوچنا ہے کہ اس وسیع کائنات میں آپ تھوڑے عرصے کے لیئے آئے ہیں۔ اس سفر میں یہ پہچاننا ہے کہ ہمیں اتنی سی زندگی کیوں ملی ہے اور اس نے اتنی بڑی وسیع کائنات میں ہمیں کیوں بھیجا ہے۔ پھر بھیجنے والے کے بارے میں جاننا پڑے گا۔ تو یہ ساری Assignment انسان کے پاس ہے اور وہ اس پر غور کرتا ہے۔ اب اگر راستے میں کوئی سوال اس کے ذہن میں ابھرے تو اس کے بارے میں وہ غور کر لیتا ہے' پھر مل جل کے بحث کر لیتا ہے تو بات سمجھ آ جاتی ہے اور پھر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ تو پھر انسان سکون کے ساتھ چلتا رہتا ہے۔ ان باتوں پہ غور کرتے ہوئے اگر آپ کے اپنے بارے میں آپ کے پاس کوئی سوال ہے تو آپ اس سوال کا جواب پوچھو۔ یہ زندگی وسیع مضمون ہے' یہ وسیع Field یعنی میدان ہے' یہاں پر ایک کے دل میں سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر سارے جوابات ڈھونڈتے رہے ہیں ------ لہٰذا اب آپ سوال پوچھو۔

سوال :۔

بعض اوقات انسان محبت سے اطاعت کرتا ہے اور بعض اوقات خوف سے اطاعت کرتا ہے تو کیا اطاعت بالخوف ٹھیک ہے؟

جواب :۔

اصل میں بات یہ ہے کہ کسی زمانے میں یہ سوال ہوا تھا کہ جن

لوگوں کے لیئے اللہ تعالیٰ نے سند عطا فرمائی کہ ان کے لیئے خوف نہیں ہے لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون تو وہ لوگ ہمیشہ دیکھے گئے کہ وہ خوف میں ہیں جب کہ حکم یہ ہے کہ ان کے لیے کوئی خوف نہیں ہے۔ وہ ڈرتے رہے' جن کو بخششوں کی گارنٹی ہے۔ اب یہ سوال باقاعدہ بڑی ہستی' یعنی حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہوا کہ آپؐ کو تو بخشش کا ڈر نہیں کیونکہ آپؐ کا نام ہی بخشش کا ذریعہ ہے تو آپؐ ساری ساری رات عبادت کرتے رہتے ہیں' روتے بھی رہتے ہیں' یہ سب کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا اس کی رحمت کے لیئے' جو اتنا مجھ پر احسان ہوا' کیا مجھے اس کا شکر نہیں کرنا چاہیئے! اگر یہ گارنٹی ہو جائے کہ آپ کی اطاعت منظور ہو گئی ہے تو آپ مزید اطاعت کریں۔ یہ سوچیں کہ شوق کی دنیا میں خوف کیوں آتا ہے؟ خوف اس لیئے آتا ہے کہ کہیں اچانک کوئی غلطی سرزد نہ ہو جائے اور سب کچھ ضائع نہ ہو جائے۔ مثلاً" جس کے پاس سر پر بھرا ہوا پیالہ ہے وہ پھر سنبھل کے چلتا ہے کیونکہ اس کو خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے۔ آپ کا پیالہ تو جاتے ہی بھر دیا گیا ہے اور اس پر آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ یہ عطا کیا ہوا پیالہ کہاں ٹوٹتا ہے کیونکہ اس میں عطا ہی بھری ہوئی ہے اور یہ ضائع نہیں ہو گا۔ تو پھر وہ شخص سنبھل سنبھل کے چلے گا' خوف یہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ چیز چھن نہ جائے' اور خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ اس بے پرواہ ذات کے ساتھ انسان کا تعلّق ہوتا ہے اور وہ اس کی اطاعت کرتا ہے لیکن وہ ذات تو ہے ہی بے پرواہ اور بے نیاز۔ اگر اس بے نیاز کے ساتھ دوستی ہو جائے تو وہ اپنے چاہنے والوں کو سولی پر چڑھا دیتا ہے' کربلا سے گزار دیتا ہے' اور کسی کا تو ویسے

ہی کچھ پتہ نہیں چلنے دیتا۔ یعنی جو اس کی نوازش ہے وہ ستم ہی ستم ہے۔ تو اس لیئے پھر انسان بعض اوقات نوازش پر بھی ڈرتا رہتا ہے کہ مہربانی ہو رہی ہے تو ذرا ڈر کے چلو' کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت سی نوازشوں کے باوجود کچھ ضائع نہ ہو جائے کیونکہ بعض اوقات جن پر نوازشیں ہوتی ہیں ان کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ہوا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہمیں سونا پہننے کا شوق ہے تو پھر اس کے کان تو چھدیں گے۔ یعنی اگر بالیاں پہنو گے تو کان میں سوراخ تو ہو گا۔ تو شوق کی دنیا میں خوف ساتھ ساتھ چلتا ہے' خوف نعمت کے چھن جانے کا ہوتا ہے' اور اپنی کوتاہی کا ہوتا ہے' خوف یہ ہوتا ہے کہ ہم کب تک اس رفتار سے چلتے رہیں گے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ناشکری ہو جائے اور یہ نعمتیں چھن جائیں۔ بالخوف اطاعت ہی اطاعت بالشوق ہے۔ جتنا تقرّب ہوتا ہے اتنا ہی خوف ہوتا ہے۔ تو وہ شخص لاخوف ہی ہوتا ہے اور اس کو دنیا کا کوئی خوف نہیں ہوتا مگر اللہ کے ساتھ چلنے کا شوق جو ہے یہ خوف کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ وہ شخص سنبھل کے پاؤں رکھتا ہے اور شوق کے مسافر ہی خوف کے مسافر ہوتے ہیں' ہوتا شوق ہی ہے لیکن ڈر ڈر کے چلتا ہے۔ اس لیئے اطاعت بالمحبّت جو ہے دراصل اطاعت بالخوف ہے۔ اگر آپ کو اس کا ڈر نہیں ہے تو اس سے محبّت ہی نہیں ہے۔ وہ ایک ایسی واحد ذات ہے کہ وہ کبھی آپ کو بے باک نہیں ہونے دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور محبت کرنے والے کے پاس بے شمار گارنٹیاں ہوتی ہیں کہ تمہارے حالات اچھے ہیں اور تمہارا آنے والا وقت بھی اچھا ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ وللاٰخرۃ خیرلک من الاولٰی اور آپ کا آنے والا

زمانہ آپ کے گزرے ہوئے زمانے سے بہتر ہے۔ اگر آپ ترقی کرتے جا رہے ہیں اور آپ پر انعامات ہی انعامات ہیں تو اتنا ہی خوف بڑھتا جائے گا۔ خوف بھی آگے جا کر شوق ہی کا ایک نام بن جاتا ہے۔ شوق جو ہے یہ ہے ہی خوف۔ ایسا خوف جس کو آپ چھوڑ نہ سکتے ہوں وہ بھی شوق بن جائے گا۔ قرب کا خوف یہ ہے کہ جتنا آپ قریب ہیں اتنا زیادہ خوف کی شدّت ہوتی ہے۔ تو خوف کا پیدا ہونا جو ہے وہ محبّت کا ایک تقاضا ہے۔ میرؔ نے کہا ہے ؎

دُور بیٹھا غبارِ میرؔ ان سے
عشق بِن یہ ادب نہیں آتا

ادب ہمیشہ خائف ہو گا' وہ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوتا ہے' اور خوف سے ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نشانی ہے کہ انسان کہتا ہے اللہ جہاں چاہے اپنے قریب بلا لے۔ اگر مسجد میں آپ آ گئے تو آپ کو اور کیا چاہیئے۔ اتنی بڑی اور بھری دنیا سے آپ سب کو چھوڑ کر مسجد میں آ گئے تو یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ نصیب والا کہتا ہے کہ یہ اتنا بڑا نصیب کہ میں کہاں اور میرا یہ نصیب کہاں؟ تو پھر وہ ادب سے اطاعت کرتا ہے' اس کی یہ اطاعت شوق کے ساتھ ہے۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ یہ عطا ہے۔ چونکہ عطا ہے لہٰذا اس کے چھن جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بعض اوقات یہ غلطی کی وجہ سے چھن جاتا ہے اور بعض اوقات بغیر وجہ کے چھن جاتا ہے۔ تو یہ عطا کرنے والے کے مزاج کی بات ہے۔ مثلاً" اس نے خود ہی بلایا اور پھر چھوڑ کے چلا گیا' یہ کہہ کر کہ تم ٹھہر جاؤ' انتظار کرو' ہم آپ کو اگلے سال پھر دیدار کرائیں گے۔

اب یہ اس کی مرضی ہے کہ پچاس سال بعد آ جائے۔ تو شوق والا وہاں کھڑے ہوئے کانپ رہا ہوتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی۔ اللہ ایسا کرتا رہتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ محبّت کی اور کنوئیں میں ڈال دیا۔ لیکن اب محبّت شروع ہو گئی اور وہ پکی محبّت ہے۔ پھر وہ ابھی کنوئیں میں ڈال کر بھی مطمئن نہیں ہوا بلکہ ان پر الزام بھی لگا دیا۔ پھر جیل میں بھی ڈلوا دیا۔ لیکن یہ محبّت سرخرُو ہو گئی۔ نبوّت جیل میں پروان چڑھی۔ پھر اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا یہ قِصّہ قرآن میں لکھا جائے کیونکہ یہ سب سے اعلیٰ قِصّہ ہے "احسن القصص" ہے یعنی سب قصوں سے خوب صورت قِصّہ ہے اور بہت اعلیٰ قسم کا قِصّہ ہے۔ تو یہ سارے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ نُوح علیہ السلام کا واقعہ ہے کہ ان کی اولاد ہی پانی کی نظر ہو گئی۔ بے شمار لوگوں نے کہا کہ ایسا کیوں ہے۔ مگر جتنے بھی قابل ذکر نام ہیں سب کے ساتھ کچھ نہ کچھ ہوا۔ یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ آدم علیہ السلام کو شوق سے بنایا اور کہا کہ تم اور تمہاری بیوی جنّت میں رہو۔ اسکن انت و زوجک الجنۃ مگر پھر زمین پر بھیج دیا۔ اور سب سے بڑا واقعہ جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے فرشتے آپؐ پر درود بھیجتے جا رہے ہیں' محبت کرتے جا رہے ہیں' مگر اس کے ساتھ ساتھ آپؐ کے ساتھ ہر طرح کے واقعات ہو رہے ہیں مثلاً" طائف کی وادی سے گزار دیا جاتا ہے۔ اب جو کربلا ہے' یہ بڑی ابتلاء والی بات ہے لیکن یہ بڑے حق والی بات ہے اور جن کو ملی ہے ان سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو بڑا انعام ملا۔ اور جو دیکھنے

والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کربلا میں یہ کیا ہو گیا؟ غم کے لحاظ سے اور عروج کے لحاظ سے اتنا بڑا واقعہ کسی کے ساتھ نہیں ہوا یعنی غم اور عروج بیک وقت اکٹھے ہیں۔ تو اگر غم کو نکال دیں تو عروج بھی نکل جاتا ہے۔ اب یہ بات ایسی ہے کہ کوئی جتنا قریب ہے وہ اتنا ہی خوف زدہ ہے! یعنی کہ اللہ اگر اور قریب کر لے تو اس کے آگے پتہ نہیں کہ کیا کرے گا۔ جس اللہ نے جتنا عروج دیا اتنا ہی اس نے تکلیف سے گزار دیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ ایسا ہی ہے کہ جتنا لوگ اس سے محبّت کرتے ہیں اتنا ہی وہ بادشاہ ہے' مالک ہے' بے نیاز ہے یعنی کہ اللہ جو چاہے کر دے۔ اللہ نے کسی کے ساتھ کچھ کر دیا' کسی کے ساتھ کچھ اور کر دیا' اس لیئے اس کی طرف لوگ چلتے ہی رہتے ہیں اور ڈرتے ہی رہتے ہیں۔ بس یہی کھیل ہے اور یہی تو رونق ہے! تو اطاعت بالمحبّت ہی اطاعت بالخوف ہے اور یہ اچھا ہی ہے۔ خوف کا نہ ہونا تو اچھا نہیں ہے۔ محبّت یہ خوف خود ہی سکھاتی ہے۔ یہ خوف خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہو تو وہاں پر کوئی آہِ سحر گاہی نہ ہو' اور آہِ سحر گاہی نہ ہو تو کوئی عروج نہ ہو اور کوئی عرفان نہ ہو۔ اگر یہ عرفان نہ ہو تو پھر کیا ہے؟ کچھ لوگ بغیر عرفان کے عبادت کرتے ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے ٹکریں مار رہے ہوں کیونکہ یہ لوگ اصل بات کو تو سمجھتے نہیں ہیں اور جس کو یہ بات سمجھ آ گئی ہے اس کو ضرور خوف میں رکھا گیا ہے۔ عرفان جو ہے وہ خوف میں زیادہ پلتا ہے اور خوف میں اس کی منزلیں طے ہوتی ہیں۔ خوف کا ہونا اچھی بات ہے اور یہ اللہ کی اطاعت کا حِصّہ ہے اور یہ صحیح ہے ---- آپ لوگ اور سوال کریں!

سوال :۔

رُوحانی ترقّی کا دعا کے ساتھ کیا تعلّق ہے؟

جواب :۔

اصل میں جو رُوحانی ترقّی ہے یہ وہاں سے ملتی ہے جہاں سے روحانیّت کا آغاز ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی واقعہ سے اللہ حاصل ہو گیا' کسی کو کسی شخص سے مل گیا اور کسی ذات سے روحانیّت حاصل ہو گئی۔ تو رُوحانی عروج عام طور پر وہیں سے ہوتا ہے جہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔ دعا جو ہے یہ مانگنے کی صلاحیّت ہے' اچھی بات ہے اور ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں Approach کرنا چاہیئے' دعا سے رابطہ کرنا چاہیئے۔ آپ وہ کام کرتے رہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور وہ کام یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ پر بہت زیادہ درُود شریف پڑھتے رہیں اور حضور پاک ﷺ سے محبّت کرتے رہیں۔ اس سے اللہ کی رحمت کو ویسے ہی جوش آ جاتا ہے۔ اور آپ اس کے علاوہ کوئی کام نہ کریں۔ کوئی بزرگ مل جائے تو بڑے نصیب کی بات ہے۔ یعنی اگر آپ کو کامل پیر مل جائے تو یہ بھی بڑے نصیب کی بات ہے۔ تو میرا خیال ہے کہ وہاں جا کے سوال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر تو وہ جانتا ہے تو خود ہی سوال پورا کر دے گا اور اگر نہیں جانتا تو سوال کی کیا ضرورت ہے۔ یعنی کہ اگر وہ جانتا ہے تو اسے خود ہی پتہ ہو گا کہ آپ کس کام کے لیئے آئے ہیں اور اگر اس کو پتہ نہیں تو پھر آپ اسے بتا کے وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اور اللہ تو ہر حال میں سب کچھ جانتا ہے اور اللہ کو بار بار Remind کرانا' یاد دہانی کرانا اور کہتے رہنا' کمزور ایمان

کی بات ہے کیونکہ اسے سب معلوم ہے اور وہ سب جانتا ہے کہ ایسے میں سوال کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ کو پتہ ہے کہ اس نے آپ کے پاس کیا بھیجا ہوا ہے۔ اب یہ کہہ دینا کہ جناب یہ تکلیف آپ نے بھیجی ہے اور اسے دور کریں تو یہ عرفان کی بات نہیں ہے۔ یہ تو پھر عام سی بات ہے۔ عرفان کا مطلب یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں اور چلتے جائیں بلکہ دعا سے بھی الگ ہو کے چلتے جائیں' فرض ادا کرتے جائیں' اس کی طرف رجوع کرتے جائیں' اللہ اپنا کام کرتا جائے اور آپ اپنا کام کرتے جائیں۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم تیرے ہی خیال میں ہیں' تیری نماز ادا کرتا ہوں اور تو بے شک ذکر حبیبؐ میں محو رہے۔ تو دُعا رحمت کو جوش دلانے والی بات نہیں ہے' بلکہ اس کی رحمت پہلے ہی آپ کے ساتھ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے آپ کو انسان بنایا۔ وہ اللہ جو چھپکلیاں بناتا ہے' چمگادڑ بناتا ہے' ہر شے بناتا ہے' آپ کو اس نے انسان بنایا اور پھر مسلمان بنا دیا۔ پہلے آپ کو اچھا تخلیق فرمایا' پھر اپنے راستے کا شوق دے دیا۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے! اللہ کی رحمت اور اس کا عرفان حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کی رضا پر راضی رہیں۔ بزرگوں نے اس کا عرفان حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی بتایا ہے کہ کسی انسان کی اللہ کے سامنے شکایت نہ کرو اور تقاضا نہ کرو کہ یہ دے دے اور وہ دے۔ وہ دے تو اس کی مرضی' نہ دے تو اس کی مرضی۔ اللہ ہنساتا ہے تو ہنستے جاؤ' رلاتا ہے تو روتے چلے جاؤ' چیزیں دیتا ہے تو قبول کر اور اگر چھین کے لے جاتا ہے تو راضی ہو جاؤ۔ بس اگر آپ اللہ کے ہر حکم پر راضی رہنا سیکھو تو پھر عرفان ہی عرفان ہے۔ تو

عرفان کے نو درجے زبان بندی میں ہیں اور بولنے میں عرفان کا ایک درجہ ہے۔ جیسے بھی حالات سے گزر جاؤ' چپ چاپ گزر جاؤ' حالاتِ زمانہ کیا سے کیا ہو گئے ہیں لیکن آپ خاموشی سے گزرتے جائیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نو حصے عافیّت کے خاموشی میں ہیں۔ تو عرفان یہی ہے کہ دنیا کا دھیان کرو کہ اس دنیا میں آپ کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو چاہے آپ ڈسپلن ہی قائم کر رہے ہوں۔ مثلاً" آپ یہ ڈسپلن قائم کرتے ہیں کہ میرا نوکر گستاخ تھا اس لیئے سزا تو دینی تھی۔ تو ایسا شخص فقیر نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگوں کو سزا دینے کی بات اپنی طرف سے نکال دو بلکہ لوگوں کو فائدہ پہنچاؤ اور معافی دیتے جاؤ۔ آپ کا پیغام ہی معافی کا ہو اور آپ کے اندر کوئی انتقام نہ ہو بلکہ آپ انصاف کی حد سے بھی آگے نکل جاؤ اور لوگوں کو معاف کر دو۔ تو انسان کو معاف کرنے والا اپنی معافی کا انتظام کرتا ہے کیونکہ ہر انسان ایک بڑا راز ہے۔ پھر اپنے خالق کی کائنات کو غور سے دیکھو کہ تیرے اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹکرانا نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ہر وقت دوسروں سے جھگڑتے رہتے ہیں تو ایسے شخص کی وجہ سے ہر طرف جھگڑا پیدا ہوتا رہتا ہے اور صلح کرنے والا ایسے ہوتا ہے جیسے کہ مُوت کی وادی سے گزر رہا ہے۔ وہ کوئی جھگڑا نہیں کرتا۔ وہ زندگی میں چپکے سے چلتا جاتا ہے۔ اگر کوئی مرجائے تو اچھا آدمی یہ کہتا ہے کہ تو نے میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا مگر ہم تیرے لیئے دعا کرتے ہیں کہ تیرا بھلا ہو جائے۔ وہ یہ اس لیئے کہتا ہے کہ وہ یہ راز جانتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ بنانے والے نے اس کو ایسے ہی بنایا ہے۔ تب آپ کو پتہ چلے گا کہ لوگ بُرے نہیں ہیں بلکہ

مجموعی طور پر اچھے ہیں۔ اگر برا آدمی آ جائے تو لوگ بُرے ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگوں سے بدتمیزی کرے گا اور اچھا آدمی کہے گا کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ وہ سائل کو خیرات بھی دے گا اور لوگوں کو دعا بھی دے گا کہ سب سلامتی سے بستے رہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ دعا دینے والا جو ہے۔ آپ لوگ اس کائنات کی آبادی ہیں۔ لہٰذا اس کے اندر خوشی سے رہیں۔ انسان سے جھگڑا نہ کریں تو پھر خدا راضی ہے۔ انسان کو تکلیف نہ دیں تو اللہ راضی ہے! ماں باپ کی خدمت کرو اور اپنی ہستی سے باہر جا کے بھی کرو تو اللہ راضی ہے۔ ماں باپ میں سے کوئی مل جائے' بس پھر اس کی خدمت کی انتہا کر دو۔ یعنی ماں باپ کی اتنی خدمت کرو کہ وہ کہیں کہ ہم دس دفعہ تم پر راضی ہو گئے۔ پھر آپ ان سے کہو کہ ابھی ہم آپ کو اور راضی کریں گے حتیٰ کہ وہ بے حد راضی ہو جائیں۔ بس پھر آپ کامیاب ہیں۔ ماں باپ کے ساتھ انصاف نہ کرنا بلکہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ بچپن میں جب کہ تجھے مانگنے کا شعور نہیں تھا' سلیقہ نہیں تھا' تو تمہارے ماں باپ نے تجھے مانگے بغیر تمہاری خوراک اور آسائش مہیّا کی۔ اب بڑھاپے میں ان کے پاس شعور نہیں ہے تو اب تم ان کے باپ بن جاؤ یعنی کہ ماں باپ کے بھی ماں باپ بن جاؤ اور ان کو اتنا آرام پہنچاؤ جیسے ان لوگوں نے تمہارے بچپن میں تمہیں پہنچایا تھا۔ اگر آپ ایسا کر لیں گے تو پھر یہ سارا ہی عرفان ہے۔ اور یہاں پر آپ کو عرفان مل جائے گا اور جتنا اللہ نے ظاہر کرنا ہے اسے ظاہر کر دے گا۔ تو عرفان یہ ہے۔ عرفان یہ ہے کہ اپنی ہستی کو پہچانو' اپنے فرائض کو پہچانو' اپنے حقوق کو پہچانو اور اپنا Stay پہچانو کہ یہاں پر کتنی

دیر اور رہنا ہے کیونکہ اس کے بعد یہاں نام و نشان کوئی نہیں ہو گا۔ کچھ عرصہ اخبار میں ذکر ہو گا کہ فلاں بزرگ کا چہلم شریف ہو گیا ہے اور اس کے بعد سب کچھ غائب۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد لوگ دن منائیں گے۔ پھر اس کا End ہو جائے گا' سب ختم ہو جائے گا۔ اور عام آدمی کا تو ویسے ہی End ہو جاتا ہے' خاتمہ ہو جاتا ہے جیسا کہ کسی پیسے والے کا ہوتا ہے۔ جب وہ مرتا ہے تو پھر لوگ کہتے ہیں کہ کاغذات تیار کرو کہ اس کی کتنی پراپرٹی ہے' کتنی زمین ہے' انسان زمین بھی ساتھ نہیں لے جا سکتا اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے' نہ ہی پیسہ ساتھ لے جا سکتا ہے کیونکہ پیسہ بھی ساتھ نہیں جا سکتا۔ انسان کے ساتھ صرف اللہ کی جستجو جاتی ہے۔ تو ساتھ کچھ نہیں جاتا بلکہ ساتھ صرف اعمال جاتے ہیں اور اعمال کی خوشبو جاتی ہے۔ کیا جاتا ہے؟ اعمال کی خوشبو جاتی ہے۔ تو عرفان بہت آسان چیز ہے۔ سب سے زیادہ آسان بات یہ ہے کہ آپ ہر شئے کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور سب سوال باہر نکال دیں۔ اللہ جو عطا فرماتا ہے وہ لیتے جاؤ۔ کیا آپ کو کوئی چیز شکر کرنے والی نہیں نظر آتی؟ چلو اتنا شکر ادا کرو کہ اس کائنات کو دیکھنے کے لیئے اس نے تیری آنکھیں بنائیں' اس کا شکر ادا کرو کہ تمہیں بولنے والا بنایا' کھانے والا بنایا' خوشبو عطا فرمائی' ذائقہ عطا فرمایا' اس نے سماعت دی' اپنے آپ کو دیکھو' چلو آئینے میں ہی دیکھ لو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے میرا ظاہر اچھا بنایا ایسے ہی میرا باطن بھی اچھا بنا۔ تو باطن جو ہے وہ اس کی لگن کا نام ہے یعنی اللہ کی لگن کا نام ہے۔ تو اس کائنات میں چار دن کی بات ہے کیونکہ اس کے بعد تو رہنا کچھ نہیں ہے۔ آپ تو وہ دن بھی اللہ کے ساتھ جھگڑا

کر کے گزارتے ہیں۔ تو انسان اس چھوٹی سی زندگی میں ایسا ہو جائے کہ اللہ پر راضی ہو جائے تو پھر سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے مگر وہ تو ہر ایک سے لڑتا ہے۔ بچوں کے ساتھ' بیوی کے ساتھ' سب کے ساتھ حتّٰی کہ اپنے آپ کے ساتھ اور اپنے خیال کے ساتھ لڑتا ہے۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد Irritate ہو جاتا ہے' تنگ آ جاتا ہے۔ تو عرفان جو ہے یہ Irritation سے نہیں آتا' جھگڑے سے نہیں آتا۔ اور جس کو عرفان مل گیا وہ کہتا ہے کہ ہمیں اس کا پتہ چل گیا۔ کیا پتہ چلا؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہمیں اللہ کا پتہ نہیں چل سکتا اور اللہ کو ہم نہیں جان سکتے۔ بس یہ کہنا ہی عرفان ہے۔ جتنے عارف آئے انہوں نے عرفان کے بارے میں یہ کہا کہ ہمیں یہ عرفان ہو گیا ہے کہ اللہ کو انسان نہیں سمجھ سکتا۔ تو یہ اصل عرفان ہے۔ شوق یہ ہے کہ اللہ کا شوق رکھو۔ اللہ کے بارے میں یہ کہو کہ ہم اسے جانتے نہیں ہیں لیکن ہم اسے مانتے چلے جا رہے ہیں' بس وہ ہمارے قریب ہے اور ہم اس کے کیا قریب ہو سکتے ہیں۔ محبّت اسی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور ہماری طرف سے کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ہم تو ویسے ہی نامکمل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر مل جائے تو دعا کیا مانگنی چاہیئے؟ میرا خیال ہے کہ اس وقت دعا کا رجسٹر بند کر دینا چاہیئے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ دعا بتائی تھی کہ یا اللہ جو تو نے دینا ہے وہ تو مانگے بغیر دے دے اور جو تو نے نہیں دینا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ بس یہ دعا کافی ہے کہ جو تو نے دینا ہے وہ تو ویسے ہی دے دے اور جو تو نے نہیں دینا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے اور ہم راضی ہیں' ہمیں ایسی زندگی دے دے کہ ہم بھی خوش رہیں اور تو بھی خوش اور راضی

رہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ زندگی کی خوشیاں مناتے جائیں اور کل کو پتہ چلے کہ اللہ ناراض تھا' یا کسی کو خوش کرتے جائیں اور آپ کی زندگی میں مصیبت پڑ جائے۔ اللہ سے عرض تو یہ ہے کہ ایسی زندگی دے کہ ہمارا خوشی سے سفر کٹ جائے اور اللہ بھی ہم پر راضی رہے۔ تو یا اللہ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی خوش اور تو بھی خوش یعنی زندگی دینے والا بھی خوش رہے اور زندگی لینے والا بھی خوش رہے۔ یہی عرفان ہے! تو عرفان کیا ہے؟ ماں باپ اور اولاد کو خوش رکھو۔ اولاد کو خوش رکھو گے تو آپ کی دنیا درست ہو جائے گی اور ماں باپ کو راضی کرو تو آخرت صحیح ہو گئی اور عرفان بھی صحیح ہو گیا۔ سر اگر زمین پر آ جائے تو انسان عروج میں جاتا ہے اس لیئے آپ بس سجدہ کرتے جائیں اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ رہیں وارکعوا مع الراکعین۔ اور یہ کہ واسجدوا مع الساجدین۔ تو آپ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو اور سجدہ کرنے والوں کے ساتھ سجدہ کرو۔ اس طرح اس راہ پر چلنے والوں کے ساتھ راستہ بنا لو۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کِدھر چلے ہیں' کہتا ہے کہ اللہ کی طرف چلے ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلو وہ کہتا ہے کہ یہ سفر لمبا ہے' اس راستے میں جو مر گیا وہی منزل پہ پہنچ گیا کیونکہ یہ منزل ہی ایسی ہے کہ اس راستے میں جو اللہ کے رجوع میں مر گیا وہ اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ تو عرفان کے راستے میں مرنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ منزل سے مل گئے' لہٰذا آپ اپنا رُخ ٹھیک رکھو اور چلتے جاؤ۔ صحیح رُخ کی Indication کیا ہے؟ Indication یعنی نشانی یہ ہے کہ اللہ کے محبوب پاک ﷺ کی طرف جانا ہے اور یہی صحیح راستہ ہے۔ آپ

اللہ کے پاس جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے محبوبؐ سے محبت کرو اور جب اس کے محبوب ﷺ کے پاس جائیں تو حضور پاکؐ اللہ کی محبت کی تعلیم دیتے ہیں یعنی حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ کہو لَا اِلٰہ الا اللہ اور اللہ کا فرمان ہے کہ محمدؐ رسول اللہ۔ تو زمین سے اُوپر آواز جاتی ہے لَا اِلٰہ الا اللہ اور آسمان سے آواز آتی ہے محمدؐ رسول اللہ۔ بس یہ زمین اور آسمان کا راز ہے۔ تو آپ نے اس طرف جانا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا ہے۔ آپ عرفان کا جھگڑا نہ کریں لیکن آپ صرف چلتے جائیں۔ عرفان جو ہے وہ عارفوں کی سنگت میں ہے۔ جو لوگ آپ کے خیال میں عارف ہیں آپ ان کی سنگت اختیار کر لو۔ میرا خیال ہے کہ وہ اچھے لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ سنا ہو کہ وہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تو آپ ان کے ساتھ چلتے جائیں۔ اگر آپ کو یہ آج کل نہیں ملتے تو مزار میں ضرور ملتے ہیں۔ آپ مزار پر چلے جائیں اور وہاں کچھ وقت گزار آئیں' مزار کو سلیوٹ کریں' ادب سے جائیں اور ادب سے واپس آ جائیں۔ نقلی طور پر نہ جائیں۔ سیدھے لفظوں میں ان سے کہیں کہ ہم آپ کی خدمت میں آئے ہیں۔ مزار کے بارے میں یاد رکھیں کہ ایک بار یہاں سے دریائے معرفت گزرا ہے اور آج بھی اس کے نشان باقی ہیں اور ہم ان راستوں کے متلاشی ہیں۔ آپ کہیں کہ جو چراغ جلا تھا اس کی روشنی آج بھی باقی ہے اور اسی کی تلاش میں ہم آئے ہیں' اے صاحبِ مزار آپ کو سلام۔ آپ ہم پر نوازشات کا سلسلہ جاری رکھیں' ہم تو غلطی کرتے رہتے ہیں۔ بس آپ اس بات کا دھیان رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ صرف چاول کھاتے جائیں کیونکہ پھر آپ کہیں گے کہ یہ تو رشوت

کی حرام کی کمائی سے لوگ پکاتے ہیں۔ تو آپ اس طرف توجّہ نہ کریں۔ آپ ان بے ایمان لوگوں سے نہ ملیں۔ مزار پر یہ نہ دیکھیں کہ عمارت میں کیا ہے' چادر کیسے چڑھائی جا رہی ہے' وہاں کیسے بے وقوف لوگ ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ مزار کے اندر تہہ در تہہ رجوع رکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ راز کیا ہے؟ تو آپ اس ذات سے رابطہ کریں جس کے لیئے مزار پر گئے تھے۔ یہ نہ ہو کہ آپ قوّالوں میں کھو جائیں' باہر میلے میں کھو جائیں' تھیٹر' کھانے پینے اور لنگر میں رہ جائیں اور صاحبِ مزار کے لیئے آپ کے پاس وقت ہی نہ رہے۔ پھر یہ ہو گا کہ آپ وہ کام کر آئیں گے جو آپ کو نہیں کرنا تھا اور وہ کام نہیں کر سکے جس کے لیئے آپ مزار شریف پر گئے تھے۔ ایک آدمی اپنے پیرصاحب کے پاس گیا ور عرض کی کہ کوئی وظیفہ دیں یا قصیدہ غوثیہؒ پڑھنے کا حکم دیں۔ انہوں نے کہا اچھا سوچیں گے۔ کئی دن گزر گئے تو وہ شخص بڑا بیتاب ہوا اور پھر درخواست کی۔ پیر صاحب نے کہا اچھا کل بتائیں گے۔ اگلے دن پیر صاحب نے اسے کچھ پیسے دے دیے تو وہ کہنے لگا کہ میرا یہ تو مقصد نہیں تھا مگر آپ کہتے ہیں تو میں یہ رکھ لیتا ہوں۔ تو وہ پیسے لے کر گھر چلا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ شخص پیسے کے لالچ میں وظیفہ کرنا چاہتا تھا۔ جس نے پیسے کے لالچ میں وظیفہ کیا تو جب وظیفے سے مؤکّل حاضر ہو گیا تو وہ پوچھے گا کہ کیا حکم ہے؟ اگر اس شخص نے کہا کہ پیسہ چاہیئے تو وہ اسے نقصان پہنچائے گا کیونکہ ایسا شخص دین کے وسیلے سے دنیا مانگتا ہے۔ تو آپ قرآن پاک کی آیات کو وظیفہ نہ بناؤ۔ رمل' عمل' زائچے' پیشین گوئیاں یعنی Foretelling اور لوگوں کو متاثّر کرنا صحیح نہیں ہے اور آپ یہ چھوڑ

دیں۔ اللہ کی محبّت میں شدّت کر لیں۔ آرام اور شانتی سے زندگی گزاریں ——— اللہ نے ہر زبان میں عرفان رکھا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ عربی جانتے ہوں۔ جب اللہ نے ہر زبان میں عرفان رکھا ہے تو پھر آپ کو عرفان آپ کی اپنی زبان میں ملے گا۔ عبادت عربی میں فرض ہے' نماز عربی زبان میں فرض ہے' آپ اس کا ترجمہ نہیں کر سکتے اور جس نے ایسا کیا تو بڑا شور مچ جائے گا۔ نماز عربی میں ہی رہے گی۔ کسی اور زبان میں نہیں ہو سکتی۔ جو کچھ دین میں ہے اس کو ایسے ہی رہنے دیں۔ محبّت ہی کا نام عرفان ہے اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ لینے والا ہے۔ اللہ نے زندگی دی ہے ۔ کسی کی دعا سے کسی کو زندگی مل گئی اور پھر اس نے زندگی لے لی۔ یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں کہ اگر پیر صاحب مہربان ہو جائیں تو پیسہ بڑا آتا ہے اور اگر وہ اور مہربان ہو جائیں تو پھر پہلا پیسہ بھی چلا جاتا ہے۔ اب یہ ان کی مہربانی کے دونوں رُخ ہیں کہ کسی کو دے کے نواز رہا ہے اور کسی سے لے کر اسے نواز رہا ہے۔ کسی کو پیدا کر رہا ہے اور کسی کو مار رہا ہے تو یہ دونوں رُخ صحیح ہیں۔ لیکن ان کاموں کی آپ پرواہ نہ کریں کہ اللہ کیا کر رہا ہے؟ اس نے کسی کو مسافر بنایا' کسی کو مقیم بنا دیا' کسی کو خوب صورت بنا دیا' کسی کو بدصورت بنا دیا' کبھی رات بنا دی اور کبھی دن بنا دیا۔ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ ادھر سے جو کچھ آرہا ہے ٹھیک ہے۔ بس اللہ سے آپ کی محبّت جاری رہنی چاہیئے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ ہمیں تیرا فضل درکار ہے۔ کس پر ہوتا ہے؟ جس پر فضل ہو گیا وہ مطمئن ہو جاتا ہے' جس پر فضل ہو جائے اس کا تقاضا ختم ہو جاتا

ہے' شکایت دُور ہو جاتی ہے' گلہ دُور ہو جاتا ہے۔ جب فضل ہو جاتا ہے تو ماں باپ راضی ہو جاتے ہیں' بیوی بچے بھی راضی ہو جاتے ہیں' بلکہ سب راضی ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے فضل کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ یعنی آپ خود راضی' جب خود راضی تو اللہ تعالیٰ راضی۔

سوال :۔

مسلمان کو اس دنیا میں آخرت کا یقین کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انسان غور کرنے کے لیئے لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھ جائے اور اپنے اعمال کا حساب کر لے کہ میری بچت ہے بھی کہ نہیں ہے۔ یعنی اس کی آخرت صحیح ہے کہ نہیں ہے۔ پھر جب وہ انسان اکیلا بیٹھے گا تو اس کو اندر سے آواز آئے گی کہ یہ کام غلط ہو رہا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس کی پہلے نشاندہی کرے' پھر اس کا ضمیر اس کو Pointout کرے گا' بتائے گا کہ یہ چیزیں غلط ہیں۔ اس کا ضمیر اس کو بتائے گا کہ ابھی آپ نقصان میں ہو' خسارے میں ہو' تو پھر اس کے بعد آپ استغفار کر لیں اور اس سے توبہ کر لیں کہ یا اللہ میری غلطیاں معاف فرما اور تو مجھے غلطی کرنے کی توفیق ہی نہ دے اور نیکی کی توفیق دے۔ تو مقصد یہ ہے کہ اگر ضمیر راضی ہے تو اللہ راضی۔

دوسرا آسان طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی اور جب بھی آپ اللہ سے رجوع کرنے والی محفلوں میں جاتے ہیں یا جن لوگوں سے ملتے ہیں یا آپ نے جن کو اپنا گائیڈ بنایا ہوا ہے ان سے پوچھ لیں کہ آپ ہم پر

راضی ہیں کہ نہیں ہیں۔ اگر گائیڈ راضی ہے تو پھر اللہ راضی ہے! اس سے بھی ایک اور آسان طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ سے اپنی ماں اگر راضی ہے' اگر وہ کہتی ہے کہ میں راضی ہوں تو پھر آپ کا اللہ راضی ہے! تو اللہ راضی ہو تو ماں راضی ہوتی ہے۔ اس طرح استاد راضی ہو تو اللہ راضی ہوتا ہے۔ جس شخص پر اس کا پیر یا شیخ راضی ہوتا ہے تو اس پر اللہ راضی ہوتا ہے۔ تو پوچھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو آپ اپنے ضمیر سے پوچھیں یا اپنے شیخ سے پوچھیں تو وہ بتا دیں گے۔ اگر آپ کے خیال میں کچھ مسلمان ایسے ہیں جن کو ضرور دوزخ میں جانا چاہیئے تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ پر اللہ راضی نہیں ہے بلکہ آپ کا عقیدہ یہ ہونا چاہیئے کہ سارے مسلمان بخشے جائیں گے اور اگر سارے مسلمان نہیں بخشے جائیں گے تو آپ ان کے لیئے دعا کریں۔ یعنی کہ آپ سب کے لیئے عافیت مانگیں۔ اس طرح آپ خود عافیت والوں میں سے ہو جائیں گے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ جس نے میرا دل دکھایا میں نے اس کو معاف کر دیا۔ تو جس نے سب کے لیئے دُعا کی ہے اس کی بخشش ہو گئی۔ جس کی ماں نے کہہ دیا کہ میں تم پر راضی ہوں تو اس کی بخشش ہو گئی۔ جس کو استاد نے کہہ دیا کہ میرا دل بہت خوش ہو گیا تو اس پر علم کا راستہ آسان ہو گیا۔ اگر پیر صاحب نے کہہ دیا کہ میں آپ پر راضی ہوں تو مرید کی عاقبت سنور گئی۔ تو آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ کس کی خوشنُودی کو آپ اپنے لیئے باعثِ رحمت سمجھتے ہیں' تو آپ اس کی خُوشنودی حاصل کر لیں۔ جو چیزیں آپ کو اللہ کا رجُوع کرا رہی ہیں اگر وہ راضی ہیں تو پھر اللہ راضی ہے۔ اگر آپ اپنے دوست کے ساتھ حج پر جا رہے ہیں اور اس سفر میں

وہ آپ پر راضی رہا تو آپ کا حج قبول ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو اللہ کی طرف Indicate کر رہی ہے' اللہ کی طرف نشاندہی کر رہی ہے' وہ اگر راضی ہو جائے تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا تو بڑی آسان ہے۔ اللہ کی رضا کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے جس دل میں حضور پاک ﷺ کی محبّت ہے اس سے اللہ راضی ہے اور وہ دوزخ میں جا نہیں سکتا اور دوزخ میں اس کا داخلہ ممکن نہیں' وہ بے شک کوشش کر کے دیکھے تب بھی نہیں جا سکتا اور اگر وہ دوزخ میں غلطی سے چلا جائے گا تو پھر دوزخ ٹھنڈی ہو جائے گی اور اس کو نہیں جلائے گی۔ اس سے بھی آسان سی بات یہ ہے کہ اب حضور پاک ﷺ سے محبّت جو ہے اگر یہ مشکل بات ہے تو حضور پاک ﷺ کے کسی جانشین سے محبّت کر لیں۔ اسی طرح آپ علیؑ سے دل سے محبت کر لیں تو جو علیؑ کا اصلی ملنگ ہے تو وہ تو دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ تو اگر آپ اپنا تعلّق حضور پاک ﷺ' آلِ رسولِ پاکؑ' خلفائے راشدینؓ' صحابۂ کرامؓ' تابعین' تبع تابعین اور وارثینِ انبیاء کرام یعنی بزرگان دین میں کسی ایک سے جوڑ لیں تو آپ دوزخ میں نہیں جا سکتے! یہ پکّی اور سچّی بات ہے۔ تو آپ حضور پاک ﷺ کے وابستگان سے تعلّق جوڑ لیں تو آپ دوزخ میں نہیں جا سکتے۔ جو اللہ کے عشق میں مر گیا وہ شہید ہے اور جو حضور پاک ﷺ کے نام پر مرا وہ بھی شہید ہو گا' جو حضور پاک ﷺ کے عشق میں مرا وہ بھی شہید ہے۔ لہٰذا جو حضور پاک ﷺ کے عشق میں زندہ رہا وہ بھی شہید ہو کے مرا۔ تو حضور پاک ﷺ سے محبّت کرنے والے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اللہ بے

نیاز ہے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن وہ اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب نہیں بھیجے گا' پچھلے سب مذہب Cancelled ہیں' ختم کر دیے گئے ہیں۔ اسی طرح حضور پاک ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ اللہ کی ذات قدیم ہے اور حیّ و قیوم ہے' قیّم ہے اور قائم ہے۔ وہ اوّل سے بھی پہلے ہے اور آخر کے بھی بعد ہے۔ جب وہ قدیم ہے تو اس کی محبّت بھی قدیم ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے درمیان میں اپنی محبّت پیدا کی ہے۔ اس کی محبّت پرانی ہے' قدیم ہے۔ تو اللہ قدیم ہے' اللہ کی محبّت قدیم ہے' اللہ کے محبوب ﷺ قدیم اور محبوب پاک ﷺ کے محبوب بھی قدیم۔ ساری دنیا بنانے سے پہلے یہ سب کچھ بن گیا تھا۔ یہ محبّت کا کرشمہ ہے کہ اللہ جن سے محبّت کرتا ہے وہ جنّت میں چلے گئے اور جو اللہ سے محبّت کرتے ہیں وہ بھی جنّت میں چلے گئے اور جو لوگ حضور پاک ﷺ سے محبّت کرتے ہیں وہ بھی جنّت میں چلے گئے۔ حضور پاک ﷺ کی آل سے محبّت کرنے والے بھی جنّت میں جائیں گے۔ تو محبّت جو ہے وہ دوزخ میں نہیں جا سکتی۔ تو یہ محبّت کی بات ہے' سنگت کی بات ہے اور رجُوع کی بات ہے۔ ایسا مسلمان دوزخ میں نہیں جا سکتا۔

میرے عقیدے اور مشاہدے کے مطابق مسلمان بعض اوقات عبادت چھوڑ جاتا ہے لیکن مسلمان نے حضور پاک ﷺ کی محبّت نہیں چھوڑی۔ تو لہٰذا دوزخ کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس میں عرفان کی کمی بیشی ہو سکتی ہے' اس کی پہچان کم ہو جائے گی۔ لیکن مسلمان کو دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا لیکن منافق کے لیئے تو دوزخ ہے۔ آپ

لوگوں کو مبارک ہو کہ آپ صحیح قسم کے مسلمان ہو۔ اللہ نے آپ کو مسلمان بنایا ہے اور وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ آپ اس کا ایک اور ثبوت دیکھو جو یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلطی سے دوزخ میں چلا گیا اور آگے سے اسے کوئی کافر مل گیا تو وہ اس مسلمان کو پکڑے گا اور کہے گا اگر اِدھر ہی آنا تھا تو ہمیں کیوں دینِ اسلام کی دعوت دیتے تھے' ہمیں تو آپ کہتے تھے کہ اسلام میں آ جاؤ کیونکہ اس طرح ہم دوزخ میں نہیں جائیں گے جب کہ تو خود اِدھر آگیا ہے' شکر ہے کہ ہم تیرے ساتھ نہیں آئے۔ بلکہ وہ وقت آئے گا جب مسلمان کافر سے کہے گا کہ میں نے کہا تھا کہ دوزخ کے خطرے سے بچ جا اور یہ واضح اور Logical بات ہے۔ مسلمان تو پہلے ہی سرفراز ہے۔ جو لوگ مسلمانوں کو یہ کہتے ہیں کہ دوزخ میں جاؤ گے تو وہ خود ہی دوزخ میں جائے گا۔ آپ کبھی کسی مسلمان کے لیئے دوزخ کی سفارش نہ کریں۔ تو آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ مسلمان کے لیئے جنّت ہی جنّت ہے۔ اصل میں جنّت کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کی محبّت جنّت ہے۔ اور دوزخ کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ سے اجنبی ہونا دوزخ ہے۔ تو یہ سیدھی سادی کہانی ہے اور راز کی بات ہے۔ بس یہ محبّت حاصل ہو جائے تو پھر ہر طرح کا یقین حاصل ہو سکتا ہے ------ اب آپ اور سوال کریں۔

سوال :۔

سر! اگر کوئی کسی کے ساتھ برائی کرے اور وہ اس سے بدلہ نہ لے سکتا ہو اور اسے معاف کر دے تو کیا یہ بھی معافی کہلائے گی؟

جواب :۔

اگر تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں بدلہ لینا چاہتا ہوں اور لے سکتا ہوں تو اس میں بدلہ لینے کی خواہش ہے۔ اگر بدلہ لینے کی خواہش نہ ہو تو یہ معافی ہے اور اگر وہ شخص بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ بدلہ نہ لے اور یہ خواہش کرے کہ یا اللہ تو بھی اس کو معاف کر اور مجھے بھی معاف کر تو یہ ٹھیک ہے۔ کسی کو پتھر مارا اور اسے چوٹ لگ گئی' اب وہ آدمی بدلے کے لیئے پتھر لے کے اس کی طرف جا رہا ہے اور درمیان میں ایک درویش آ گئے اور انہوں نے کہا کہ میری بات سنو کہ پہلے آپ اس پتھر کو دیکھو جو آپ کو لگا ہے اور پھر آپ اس سے آگے یہ دیکھو کہ یہ پتھر جس ہاتھ نے پھینکا ہے آپ اس کے ساتھ لڑنے کی بجائے یہ دیکھو کہ اصل میں وہ مقدر ہے جس نے آپ پر پتھر پھینکا ہے۔ نہ اس میں ہاتھ Important یعنی اہم ہے اور نہ حادثہ Important ہے۔ تو درویش یہ کہتا ہے کہ آپ مقدّر کو دیکھو اور مقدّر جو ہے وہ قادر نے لکھا ہے۔ اب آپ وہاں رجوع کرو کہ یہ جو سب کچھ ہو رہا ہے' اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ تو یہ واقعہ حضور پاک ﷺ کے وادیٔ طائف کے سفر میں واضح ہو گیا۔ وہاں ایسا واقعہ ہوا تو جبریلِ امینؑ آئے' انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپؐ حکم فرمائیں تو اس بستی کو غرق کر دیا جائے کیونکہ انہوں نے آپؐ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ آج مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی۔ ؎

یہ سن کے رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

تو بدلہ کا معنی ہے قہر و غضب۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کو ہم معاف کرتے ہیں اور ان کی اولادوں سے کسی کے مسلمان ہونے کی توقع کرتے ہیں اور کبھی نہ کبھی ان کی نسل میں سے مسلمان پیدا ہوں گے۔ اس لیئے آپؐ نے وادیٔ طائف کے لوگوں کو معاف فرما دیا تھا۔ اس لیئے ہم معافی کا کہتے ہیں۔ آپ دوسروں کو معاف کرو تاکہ آپ کو معافی مل سکے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اپنے غلاموں اور نوکروں کو معاف کیا کرو اور ان کی خطاؤں پر درگزر کر دیا کرو۔ صحابۂ کرامؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ کتنی دفعہ ان کی خطائیں معاف کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ دن میں کم از کم ستّر دفعہ تو معاف کیا کرو۔ تو مقصد یہ ہے کہ اس حد تک معافی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اس نے مجھے گالی دی ہے مگر اس نے نہیں دی ہے بلکہ آپ اس میں یہ دیکھو کہ اس کو توفیق کس نے دی ہے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ تو ناراض نہ ہونا' پھر ہم راضی ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس کو بھول جاؤ کہ اس نے کس کو Instrument بنایا' درمیان کی وجہ کو بھول جاؤ۔ غریبی اگر آئی ہے تو پھر بھی مطمئن رہو کہ اللہ کے قریب رہنے والے بہت سارے لوگ غریب ہیں۔ دولت ملتی ہے تو وہ بھی برداشت کر لو کیونکہ اس سے سخی ہونے کا امکان پیدا ہو گیا ہے تو آپ دولت کو برداشت کیا کرو اور غریبی مل جائے تو پھر اطمینان سے وقت گزار لیا کرو۔ عام طور پر اس دور میں غریب جو ہیں وہ ہمیشہ اللہ کے قریب رہنے والے لوگ ہیں۔ تو جو غریب نوازؒ ہیں وہ خود غریب ہی ہوتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں اور فاقہ کرتے ہیں' جب کبھی اسباب آتا ہے تو مال تقسیم کر دیتے ہیں اور خود ہمیشہ غریبی میں وقت گزارتے ہیں۔

اصل میں انسان ہے ہی غریب الدّیار۔ غریب کا معنی مسافر ہے' غریب کا اصلی مطلب ہے مسافر' تو انسان غریب الوطن ہے' غریب الدّیار ہے اور پردیسی ہے اور وہ یہاں پر آیا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ انسان غریب رہے گا کیونکہ وہ آیا ہے اور اس نے جانا ہے۔ اصل دیس اس کا وہاں پر ہے جہاں نہ کھانا ہے' نہ پینا ہے' نہ کپڑا ہے' نہ کوئی اور انتظام ہے۔ تو آپ وہاں جا کر دیکھو کہ انسان کیسے پہنچتے ہیں۔ تو اس لیئے آپ بالکل بے فکر ہو کے چلتے جائیں۔ بدلہ والی بات اچھی نہیں ہوتی ہے اور اگر بدلہ لے سکنے کی صلاحیّت ہے بھی تو آپ معاف کر دو۔ سخی آدمی وہ ہے جو بدلہ لینے کی پوزیشن میں ہو اور بدلہ نہ لے۔ ایسا آدمی سخی ہے' طاقت ور ہے' اور جرأت والا ہے' ایک بہت بڑی ہستی کو جب شہید کیا گیا تو انہوں نے آخری سانس سے پہلے حکم فرمایا کہ میں نے اس بندے کو معاف کر دیا۔ تو یہ بڑی ہمّت کی بات ہے حالانکہ قاتل پکڑا ہوا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے قاتل کو معاف کر دیا۔ اب وہ جو قاتل کو معاف کر رہے ہیں ان کا تعلّق قاتل سے نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم پہچان گئے ہیں کہ یہ بات ان کی اور اللہ کی بات ہو گئی۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم درمیان میں قاتل کو کیوں Involve کریں' اس کی بات کیوں کریں۔ تو یہ بہت بڑے دلیر اور بہت بڑے عارفوں کی بات ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جھگڑا یہاں نہیں ہے' خط سے جھگڑا نہیں ہے' قاصد سے جھگڑا نہیں ہے بلکہ یہ بھیجنے والے کی بات ہے کہ اس میں اس نے کیا لکھ بھیجا ہے۔ لہٰذا ہر حال میں معاف کر دینا بہت ہی اچھی بات ہے لہٰذا آپ معاف کر دیا کرو ----- اور سوال پوچھو۔

سوال :۔

سر! معاشرے میں ہر طرف خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں مثلاً رشوت ہے' تو ایسے حالات میں ہم اپنے آپ کو کیسے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟

جواب :۔

آپ ایک بات یاد رکھو کہ نہ نیکی کا راستہ کبھی بند رہا ہے اور نہ کبھی برائی کا راستہ بند ہوا ہے اور نہ کبھی یہ بند ہو گا۔ اگر خدانخواستہ سارا دور خراب ہو جائے تو بھی نیکی زندہ رہے گی اور اگر سب لوگ نیک ہو جائیں تو پھر بھی جوتی چوری کرنے والا آدمی آ جائے گا۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ جن حالات سے آپ دوچار ہو تو ایسے حالات میں بھی لوگ موجود ہیں جو نیکی کر رہے ہیں۔ آج کل ماحول خراب ہے بلکہ بہت خراب ہے' رشوت ہے' چوری ہے اور دفتروں میں رشوت کے بغیر جائز کام نہیں ہوتا تو پھر بھی ایسے لوگ آپ کو ملیں گے جو دیانت داری سے چل رہے ہیں اور چلتے جا رہے ہیں۔ آج بھی ایسے لوگ ہیں جو حلال رزق کما رہے ہیں حالانکہ حرام میں بھی گزارہ نہیں ہو رہا ہے۔ تو اس کا طریقہ تو یہ ہے کہ آپ جہاں تک ہو سکے نیکی جاری رکھو' مجبور ہو جاؤ تو وہ الگ بات ہے لیکن ایمانداری کے ساتھ مجبوری کی حد تک تو آپ نیکی کرتے جاؤ۔ اگر نیکی کی حد جو ہے وہ مجبوری کے بعد بھی مشکل ہے تو آپ دیکھو کہ آپ کس طرح کرتے ہو۔ آج کل یہ حال ہے کہ رشوت کے بغیر حج پر بھی نہیں جا سکتے کیونکہ پاسپورٹ نہیں ملتا۔ آپ یہ دیکھتے جاؤ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ حج سے رہ جائیں۔ ایک آدمی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دربار پر گیا تو وہاں پر بڑا رش تھا۔ مار پٹائی اور شور شرابہ دیکھ کر وہ

آگے مزار شریف پر نہیں گیا بلکہ واپس آ گیا۔ وہ جس کام کے لیئے گیا اس کو وہی کرنا چاہیئے تھا۔ یا تو اسے اصلاح کے لیئے بھیجا گیا ہو تو وہ اصلاح کرے کہ ملک میں رشوت کیوں چل رہی ہے۔ آپ کا پرابلم تو یہ ہے کہ آپ اس غلط ماحول میں سے ' تیز آندھی میں اپنے چراغ کو روشن لے کر چلتے جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ بڑا شور تھا' تیز ہوائیں تھیں اور آندھی میں چراغ بجھ گیا۔ بس آپ کا چراغ سلامت رہنا چاہیے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ باہر نکلتے ہی بجھ جائے' پھر آپ لڑائی اور جھگڑا نہ کرنا۔ لوگوں کو برا نہ سمجھو کیونکہ یہیں سے راستہ نکلتا ہے جیسے دریا پہاڑوں سے قطرہ قطرہ' ذرّہ ذرّہ بن کے نکلتا ہے۔ اس کو دریا بننے میں بڑی مشکلات تھیں لیکن ان کے باوجود وہ دریا بن گیا۔ تو یہ جو مشکلات ہیں آپ کو عروج دیتی ہیں۔ راستہ جتنا بھی مسدود ہو لیکن عزم کا راہی کبھی نہیں تھکتا۔ تو آپ عزم کے مسافر بن جائیں۔ اگر آپ اپنے دوست سے ملنے جا رہے ہوں اور راستے میں سخت دشواریاں ہوں' بارش ہو اور طوفان ہو تو عزم آپ کو وہاں پہنچا دے گا۔ اگر آپ وہاں پہنچ گئے تو آپ کو مبارک ہو۔ تو اگر آپ نے دوست کے گھر جانا ہے تو راستے میں جھگڑا نہ کرنا' اپنے بچوں کے پاس جانا ہے تو بھی جھگڑا نہ کرنا' ماں باپ کے پاس جانا ہو تو بھی جھگڑا نہ کرنا۔ تو جس نے خدا کے پاس جانا ہو اس کے لیئے جھگڑا کیسا۔ خدا نے خود آپ کو اپنے راستے پر بلایا ہے' راستے میں رکاوٹ ہے' رشوت والے کھڑے ہیں' کئی مصیبتیں ہیں مگر آپ آخر کار پہنچ جائیں گے۔ اب آپ کیا کہتے ہو؟ اگر اس نے بلایا ہے تو ہر رکاوٹ کو توڑ کر اس تک پہنچو۔ کہتے ہیں کہ معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کے لیئے ایک

آدمی آئے گا۔ وہ رشوت کو ختم کرے گا کیونکہ یہ اس کی ڈیوٹی ہو گی اور وہ اسی کام کے لیئے آ رہا ہے' اس کے پاس طاقت ہو گی اور اسلحہ بھی ہو گا اور اس طرح وہ رشوت بند کر دے گا۔ صرف تبلیغ سے رشوت بند نہیں ہو گی۔ جب وہ سختی کرے گا تو لوگ رشوت سے توبہ کر لیں گے۔ وہ جو حکم دے گا ویسا ہونا شروع ہو جائے گا۔ پھر یہ قوم اسلام میں آئے گی۔ اب دوسرا وقت آنے والا ہے اور پھر تیز ہونے والا ہے۔ پھر وہ جو کہے گا وہ کرائے گا۔ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ جب ایسا وقت آ گیا تو سب کے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے' مار پڑنی شروع ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ جو کہے گا' وہ ہو گا۔ ابھی تک جو کہا گیا ہے وہ پورا نہیں ہوا کیونکہ ابھی اس لیول کے لوگ نہیں آئے۔ جلد ہی یہ اچھی خبر آئے گی کہ وہ کام کرنے والا آ گیا ہے اور وہ جو چاہے گا کرائے گا۔ ایسا حکم والا آ گیا تو سب رشوتیں اور برائیاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ کی بڑی مہربانی' آپ لوگ رشوت نہ لیا کرو۔ یہ دوسروں پر ظلم ہوتا ہے اور گناہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ اور بیان دینے والے کو دیکھو کہ آج ہی رشوت لی ہے اور رشوت کے خلاف بیان دے دیا ہے' کہتا ہے قوم بڑی غریب ہو چکی ہے' دوسروں کا مال نہ کھاؤ اور خود اس نے دوسروں کا مال کھایا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ اس لیے ان کی باتوں میں تاثیر نہیں ہو گی۔ ایسے کم لوگ ہیں جنہوں نے سیاست میں مال نہ بنایا ہو یا مال کی نیّت سے سیاست نہ کی ہو۔ تو یہ سارے واقعات ہیں۔ تو اللہ کے حکم سے وہ آدمی آ جائے گا جو کہے گا جن لوگوں نے سیاست میں ایسا کام کیا ہے' ان کے ساتھ یہ

سلوک ہو گا۔ تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی ورنہ ایسے سمجھ نہیں آتی۔ وگرنہ تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص رشوت لے کے بڑی اچھی زندگی گزار رہا ہے' باپ بیٹے کو کہتا ہے کہ اگر تو رشوت نہیں لے گا تو تیری عاقبت خراب ہو جائے گی اور زمینیں' جائیداد اور کوٹھیاں نہیں بن سکتی۔ جب باپ یہ سمجھائے تو بیٹے کے پاس کوئی دلیل نہیں رہتی۔ تو یہ تو اللہ کی طرف سے کوئی ایسا وقت آئے کہ رشوت لینے والے پر کوئی عذاب آئے ورنہ تو اس وقت رشوت لینے والا Well Placed ہے' اچھے مقام پر ہے اور جس کے پاس رشوت نہیں وہ بے چارہ پریشان ہے۔ اس لیئے ضروری ہے کہ اللہ پر بھروسہ اور یقین ہو۔ پھر انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ کام مکمل ہو جائے گا۔ تو میں یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ بہت جلد نیک لوگوں کی پذیرائی کا وقت آنے والا ہے اور نیک لوگوں کو اچھی شاباش ملنے والی ہے اور بد آدمی کے ساتھ خراب واقعات ہونے والے ہیں۔

سوال :۔

کیا ظہور مہدی علیہ السلام کا وقت قریب آ رہا ہے؟

جواب :۔

پہلے بھی میں نے یہ کہا تھا کہ اچھے آدمی کے لیئے اچھا وقت آنے والا ہے اور بُروں کے لیئے بُرا وقت آنے والا ہے۔ ہر دور میں ہدایت دینے والا آتا ہے اور ہر ہدایت دینے والا اپنا چارٹر لاتا ہے اور اپنی کرامتیں لاتا ہے۔ اب یہ کرامت ایسی ہے کہ جو Social Evils ہیں' جو سماجی برائیاں ہیں وہ اس آنے والے شخص کے حکم سے ٹلیں گی۔ اس

کو آپ مہدی کہہ لیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا' مہدی زماں کہہ لو' اپنے دور کا ہدایت دینے والا کہہ لو۔ یہ ہدایت حضور پاک ﷺ کے دور سے متعلّق ہے یعنی ہدایت وہی ہے جو چودہ سو سال سے چلی ہوئی ہے۔ تو اُنہوں نے ایک نسخہ رکھا ہوا ہے کہ جب ایسا وقت آ جائے تو پھر اس کی باری آ جانی ہے اور اس کے پاس پوری طاقت ہوتی ہے اور وہ Well equipped, Well furnished ہوتا ہے' پوری طاقت اور انتظام رکھتا ہے۔

تو ایسا شخص تب آتا ہے جب ہر طرف ماحول بگڑ چکا ہوتا ہے۔ اور اس کے آنے سے ہی معاشرہ بدلتا ہے۔ آپ اس کا نام کچھ بھی رکھ لو' بہرحال صداقت کا وقت آنے والا ہے' اس وقت دنیا Sense میں نہیں چل رہی ہے' پچھلا Momentum چل رہا ہے' پچھلا دور چل رہا ہے۔ کیا اللہ موجود ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ چوری نہ کرو اور اللہ دیکھ بھی رہا ہے مگر لوگ چوری کرتے جا رہے ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ چوری نہ کرو لیکن انسان اپنے اکاؤنٹ سے خود چوری کر لیتا ہے۔ اس لیئے جب تک اللہ نظر نہ آئے انسان یہ کہے گا کہ اللہ نہیں دیکھ رہا جب کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ پرانے زمانے میں جو جھوٹی قسم کھاتا تھا وہ غرق ہو جاتا تھا مگر آج کل لوگ چند روپوں کے لیئے قرآن اٹھا لیتے ہیں اور جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں۔ پھر بھی عذاب نہیں آتا۔ اس لیئے اب وہ وقت آنے دو جب سارے واقعات ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال :۔

سر! عاجزی کے بارے میں کچھ فرمائیں کہ یہ کیا ہے؟

جواب :۔

اپنی عاجزی کو آپ اپنے اللہ کے لیئے رکھیں۔ ؎

تکبّر' بڑائی تری چیز ہے
رہی عاجزی' سو مری چیز ہے

آپ نے اس طرح اللہ کے سامنے بات کرنی ہے۔ تکبّر صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو زیب دیتا ہے اور کبریائی اس کو زیب دیتی ہے۔ ہمارے پاس تو صرف عاجزی ہے اور بے بسی ہے۔ ہماری عاجزی یہ ہے کہ ہمارا ہونا ہمارے بس میں نہیں ہے' ہمارا نہ ہونا ہمارے بس میں نہیں ہے' ہماری محبتیں ہمارے بس میں نہیں ہیں' ہماری محنتیں ہمارے بس میں نہیں ہیں' کمائیاں ہمارے بس میں نہیں ہیں۔ تو عاجزی یہ ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اس کے فضل کے علاوہ عاجزی کا معنی یہ ہے کہ یہ Realization ہے' احساس ہے اس چیز کا کہ ہم ہر طرف سے بلکہ چاروں طرف سے گھرے ہوئے ہیں' زمین راستہ نہیں دیتی اور آسمان بھی راستہ نہیں دیتا' ہم مشرق' مغرب اور شمال جنوب کے حصار میں ہیں' وقت کے حصار میں جکڑے ہوئے ہیں یعنی حصارِ وقت ساتھ لگا ہوا ہے اور پھر اللہ کے احکام بھی ہیں۔ اب اگر اللہ چاہے تو اپنا جلوہ دکھا دے تو پھر انسان وقت اور واقعات کے حصار سے نکل آتا ہے اور آزاد ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان جب چاہے' جس وقت چاہے' کہیں بھی پہنچ سکتا ہے۔ اس کو ماضی میں عرفان حاصل ہو سکتا ہے اور مستقبل کا عرفان بھی ہو سکتا ہے۔

اب آپ لوگ اپنے لیئے دعا کرو۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ تو ہمیں

زندگی میں اپنی مہربانی سے اپنا راستہ دکھا۔ اس کے علاوہ اگر ہم کہیں گمراہ ہوں یا بھٹک جائیں تو تو اپنی مہربانی سے ہمیں اپنے راستے کی طرف بلائے رکھ اور ہم پر نوازشیں کرتا جا۔ ہمارے رشتوں اور تعلّقات کی ہمیں آسانیاں عطا فرما اور ہم آسانی سے اپنے فرائض پورے کر لیں۔ یا اللہ تو ہمیں دنیا کا محتاج نہ بنانا اور نہ فضول خرچ بنانا۔ یا رب العالمین مہربانی فرما! یا اللہ ہم پر بہت کرم فرما کیونکہ ہم اپنے اصل سے بہت دور آ گئے ہیں۔ یا اللہ مہربانی فرما! ہمیں اپنے فضل سے نواز اور آنے والے زمانے کی ہر قسم کی دقت سے بچا اور ہم پر رحم فرما۔

صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

○ ..... ☆ ..... ○

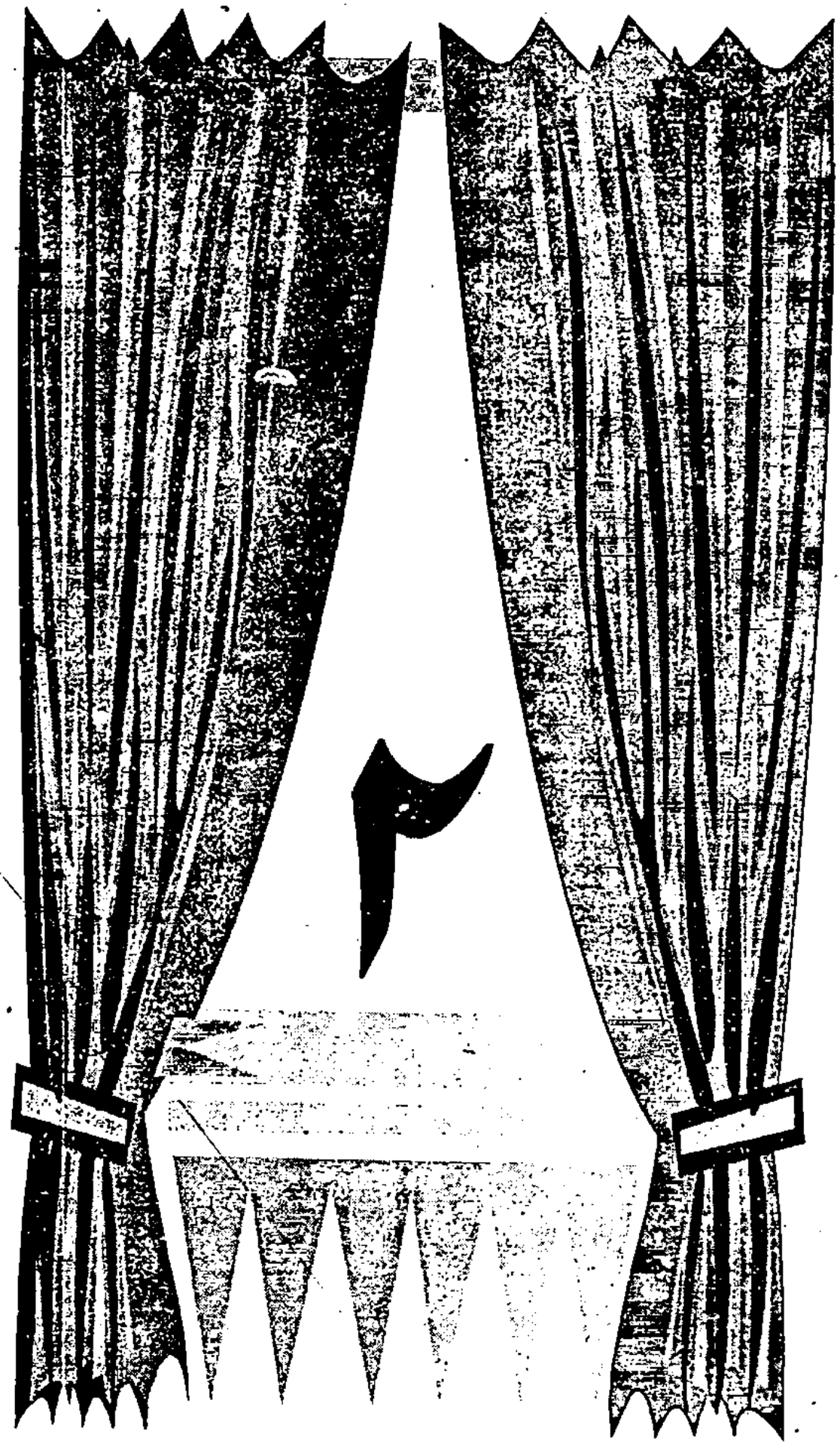
٣

۱ اسلام ہمیں کیا دیتا ہے اور ہم اسلام کو کیا دیتے ہیں؟

۲ کیا انسانی مجبوریوں پر معاشی سائنس لاگو ہوتی ہے؟

سوال :۔

اسلام ہمیں کیا دیتا ہے اور ہم اسلام کو کیا دیتے ہیں؟

جواب :۔

چھوٹے سے کام کے لیئے انسان لمبے سے لمبا سفر کر جاتا ہے اور جن لوگوں کا اس سفر کے بغیر وہ کام ہو گیا' وہ کہتے ہیں کہ وہ سفر ایسے ہی کر رہے تھے اور ان کا سفر تو بیکار تھا۔ اب جس کا کام سفر کے بغیر نہیں ہوتا' اس کے لیئے یہ بیکار نہیں ہے۔ اس لیئے آپ لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کیونکہ پہلے تو آپ کو اپنی بات ہی سمجھ نہیں آتی۔ اس لیئے آپ کو اپنا سفر سمجھ نہیں آ رہا۔ جب تک آپ کو اپنی ضرورت سمجھ نہ آئے تب تک آپ کو اپنا سفر سمجھ نہیں آتا۔ اگر آپ گھر سے کسی کام کو نکلے ہوں اور کام کا اگر پتہ ہو تو پھر آپ کو سفر کا پتہ چلتا ہے کہ یہ کام کتنے عوض میں ہو سکتا ہے یا ہونا چاہیئے۔ اور اگر کام کا ہی پتہ نہ ہو تو پھر چل سو چل یعنی سفر کرتے ہی جائیں گے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ جی کدھر کو جانا ہے' یہ کیا ہے' اسلام کیا ہوتا ہے اور اسلام کیسے ہے؟ اگر آپ کو پتہ ہی نہ ہو کہ آپ نے اللہ کے دین کو قبول کیا ہے تو آپ یہ کہیں گے کہ اسلام آپ کو Serve کرے' خدمت کرے جب کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کو Serve کریں۔ تو جھگڑا تو یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔

آپ یہ چاہتے ہیں کہ اسلام ہمیں یہ یہ چیز مہیا کرے اور اسلام کہتا ہے کہ پہلے آپ اپنے سر کا نذرانہ پیش کرو' دل سے کوئی نذرانہ پیش کرو' جان پیش کرو تاکہ تمہاری عاقبت سنورے۔ اس لیئے پہلے آپ یہ فیصلہ کریں کہ آپ نے سوچا کیا ہے اور آپ کا مدعا کیا ہے؟ اسلام آپ کا اسسٹنٹ تو نہیں ہے کہ وہ آپ کے سائز کے مطابق کپڑے بنائے۔ یہ اسلام ہے اور اسلام کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپ اپنی جان پیش کریں' اگر اس کا دل چاہے تو قبول کرے اور دل نہ چاہے تو رد کر دے' آپ کے اعمال ضائع کر دے۔ حبطت اعمالھم تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ تو پھر اگر اس کی مرضی ہو تو وہ اعمال ضائع کر سکتا ہے۔ اس لیئے آپ پہلے یہ سوچ لیں کہ کیا آپ نے اسلام کو قبول کیا ہے اور کیا قبول کیا ہے؟ تو آپ معذرت کے ساتھ اسلام قبول نہ کرنا۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے اسلام قبول کیا۔ اس قبول کرنے کی بجائے آپ کافر ہو جاؤ تو یہ بہتر ہے۔ اللہ کو اس کی پرواہ نہیں ہے کیونکہ اس نے دوزخ وسیع تر بنائی ہوئی ہے' اگر آپ نے اسلام قبول کیا ہے یا کرنا ہے تو پھر آپ پر ہی سارے فرائض آئیں گے۔ اسلام پر کوئی فرض نہیں' وہ آپ کو روٹی دے تب مسلمان' روٹی نہ دے تب مسلمان' باپ مرجائے تب بھی مسلمان رہو اور اولادیں مرجائیں تب بھی آپ مسلمان رہو اور خود مرجاؤ تب بھی تم مسلمان ہی مرو۔ پھر آپ نے اسلام کو چھوڑنا نہیں ہے۔ اسلام نے ایک گارنٹی دی ہے کہ آپ کی عاقبت جو ہے وہ اللہ کے ساتھ ہے' عاقبت جو ہے اللہ کے دیدار میں ہے' عاقبت جو ہے بہشت میں ہے اگر یہ قبول ہے تو پھر اسلام قبول کر لو۔ اب آپ کا

یہ سوال پیدا ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام نے کیا دینا ہے اور کیا نہیں دیا؟ دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ نے قبول کیا کیا ہے؟ آپ لمبا سفر کر رہے ہیں اور دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ نے کیا قبول کر کے سفر کیا ہے' بس پر بیٹھ گئے ہو تو جانا کدھر ہے' لیا کیا ہے اور کیا کیا ہے؟ یعنی گھر سے جب چلے ہو تو کیا کرنے چلے ہو' اگر ہینگ کا سودا خریدنا ہے تو ہینگ ملے گی اور اگر کستوری خریدنی ہے تو کستوری ملے گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے آپ اپنے سفر کا مدعا معلوم کریں' مقصد معلوم کریں' پھر اس کے بعد آپ دیکھیں کہ یہ سفر جو ہے کتنا سارا ہے اور کتنا وسیع ہے۔ ایک آدمی اگر عمرہ کرنے جا رہا ہے اور عمرے کی کیفیت اس کو حاصل نہیں' وہ پھر بھی عمرہ کرنے جا رہا ہے تو بہتر ہے کہ پیسے غرق کرنے کی بجائے وہ کسی بیوہ کو دے دے یا کسی یتیم کو دے دے۔ اس نے پیسے ضائع کرنے ہیں کیونکہ اس کی نیت عمرہ نہیں ہے بلکہ اس کی نیّت کچھ اور ہی ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ پہلے اپنی نیّت کو ٹٹول لو اور یہ دیکھو کہ What are your intentions آپ کا مدعا کیا ہے اور مقاصد کیا ہیں؟ تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ سفر کیسا ہے اور یہ بھی دیکھو کہ اسلام کو آپ نے قبول کیا ہے کہ نہیں کیا ہے یا ابھی قبول کرنے کا ارادہ ہے۔ شروع شروع میں جب مسلمان دعوت دیتے تھے تو کافر کہتے تھے کہ ہمیں دو دن کی مہلت دے دو' ہم سوچیں گے کہ آپ لوگوں نے جو دعوت دی ہے یہ کیا دعوت ہے؟ وہ پھر آگے پوچھتے تھے کہ ہمیں اسلام کی بات تو سمجھ آئی ہے اور اب آپ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راستے میں مارے گا تو نہیں؟ وہ کہتے تھے کہ نہیں نہیں' بلکہ اللہ تم پر بڑی مہربانی کرے گا۔ پھر وہ پوچھتے تھے کہ روٹی کس

طرح ملے گی؟ وہ کہتے کہ اللہ رزق دیتا ہے اور وہ ساری کائنات کو پالتا ہے اور وہی پالنے والا ہے' وہ پھر اس کو تسلّی دیتے اور تشفّی کراتے۔ تو آپ دیکھیں کہ بلالؓ ہمیشہ فاقے میں ہیں اور دعوت یہ دی جا رہی ہے کہ ہم ساری کائنات کو پالنے والے ہیں۔ یہ اس کے لطف کی کہانی ہے۔ تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ آپ نے کیا قبول کیا ہے؟ قبول کرنے والے کی شرط کوئی نہیں ہوتی اور ساری شرطیں نہ قبول کرنے والے کی ہوتی ہیں۔ تو آپ کے پاس کیا ہے؟ شرطیں ہیں یا کہ یہ بات قبول کر لی ہے۔ یہ پہلا اور ضروری پوائنٹ ہے' قبول کر لیا ہے یا ابھی کچھ جانچنا اور پرکھنا باقی ہے۔ اب تک آپ نے کیا کر لیا ہے؟ یہ آپ سوچ لو۔ پھر یہ آپ نہ کہنا کہ مرتے' گرتے' پڑتے قبول کیا ہے۔ تو یہ کیا قبول کیا ہے؟ پھر آپ اپنا اور ہمارا وقت ضائع نہ کرو کیونکہ ابھی آپ نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اگر آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو اب آپ اسلام کی خوراک ہیں اور پھر آپ کھائے جاؤ۔ پھر اسلام کہتا ہے کہ جو مجھے قبول کر چکے ہیں وہ اپنی جان پیش کریں اور جو قبول نہیں کر چکے ہوتے انہیں یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تمہیں پالنے والا ہے' اللہ رازق ہے' اللہ تمہیں بہت کچھ دیتا ہے' اسلام سے تمہاری عزتیں ہوں گی' بادشاہتیں ہوں گی اور باقی سارے واقعات ہوں گے ------ اور جو مان گئے' قبول کر گئے ان کو تو پھر پتہ چلے گا کہ کس طرح مانتے ہیں' وہ لوگ شہید بھی ہوتے ہیں اور ان کے ہاں فاقے چلتے رہتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کی بڑی مہربانی ہو گئی ہے' اس کا باپ چلا گیا' باقی سارے چلے گئے' سب شہید ہو گئے تو بھی وہ یہ کہتا رہا کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی ہے' اس کا احسان ہو گیا ہے۔ قبول

کرنے والے کی تو یہ کہانی ہے۔ اگر قبول کر لیا ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے؟ اگر موجود لمحے میں' تکلیف دہ لمحے میں' موجود زندگی میں' تلخی والے واقعات میں' آپ کو اس کے احسان کا لطف نہیں آ رہا ہے تو سمجھو کہ ابھی تک آپ نے قبول نہیں کیا۔ قبول کرنے کی تعریف یہ ہے کہ حالات قبول ہوں' مصائب قبول ہوں اور اس راہ پر دشواریاں قبول ہوں۔ جو کھیتوں میں کام کرنے جا رہا ہو اسے پتہ ہوتا ہے کہ وہ کہاں جا رہا ہے' جب اسے پتہ ہے کہ وہ کام کرنے جا رہا ہے تو پھر راستے میں پانی نہ ملے تب بھی وہ برداشت کرتا ہے کیونکہ وہ کام کرنے چلا ہے۔ پھر وہ کام کر کے آ جاتا ہے۔ اب اگر آپ اس سے پوچھیں کہ راستے میں پانی ملا تھا تو وہ کہے گا کہ راستے کا تو مجھے پتہ نہیں' میں تو کام کرنے گیا تھا اور میرا کام ہو گیا۔ تو جب کام ہو گیا تو اس راستے کا کیا بیان کرنا۔ ایسے شخص کا عمرہ بھی ہو گیا اور حج بھی ہو گیا کیونکہ کام کا مقصد موجود تھا۔ اور کام صرف اللہ کی رضا ہے' اگر آپ کو یہ منظور ہے تو پھر کر لیں۔ کام آپ کی رضا نہیں ہے کہ اللہ آپ کو راضی کرتا رہے۔ اگر کبھی اللہ بنفسِ نفیس مل جائے اور اللہ کہے کہ میں اللہ ہوں تو یہ لوگ کہیں گے کہ تو ہمارے دو چار کام کر دے۔ مگر اللہ کہے گا کہ میرے کام کرو۔ یہ لوگ کہیں گے کہ بعد میں یہ فیصلہ کر لیں گے' تیرا کام بعد میں کر لیں گے' دو چار کام ہیں' پہلے تو ہمارے کام کر۔ تو پہلے یہ لوگ اللہ کو کام پہ لگائیں گے۔ اصل میں یہ دقت ہے اور یہ قبول نہ کرنے کی بات ہے۔ قبول کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اللہ مل جائے تو پھر تم فنا ہو جاؤ۔ جب آپ کی زندگی میں اللہ آ گیا اور آپ ابھی تک وہیں اکڑے ہوئے ہیں تو پھر

آپ نے کیا قبول کیا ـــــــ یعنی اللہ آگیا اور آپ ابھی بیٹھے ہیں' تو پھر تو یہ گستاخی ہے۔ اگر اللہ ہے تو پھر بندے کو نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر مالک سے تعلّق ہے تو تقاضے کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے' تنازعے کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے' اختلاف کا تعلّق نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تسلیم کا تعلّق ہونا چاہیئے۔ اس لیئے اگر آپ کو حالات قبول نہیں ہیں تو سمجھو کہ آپ نے باضابطہ اللہ کو قبول نہیں کیا' اللہ نے صرف یہ وعدہ کیا ہے کہ میرا تمہارے ساتھ تعلّق ہے اور اس میں دینے لینے کی کوئی بات نہیں ہے۔ اب اس کی مرضی ہے جیسے حالات کر دے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی درویش مل جائے اور اسے کہا جائے کہ باباجی کوئی دعا فرمائیں تو وہ کہتا ہے کہ اللہ کرے تیرے پاس "ککھ" نہ رہے! یہ کیا چیز اس نے دی ہے' دعا دی ہے' اس درویش نے یہ دعا دی ہے اللہ کرے تیرے پاس کچھ نہ رہے۔ مانگنے والے نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کہہ دیا تو درویش کہتا ہے کہ کہاں تک حساب جوڑتے رہو گے اور حساب دیتے رہو گے۔ جس طرح دنیا کا حساب یہاں دینا مشکل ہے' اس طرح آگے حساب دینا بھی مشکل ہے' اس لیئے تو حساب سے "لا حساب" ہو جا اور بے حساب ہو جا۔ حساب والا یہاں بھی مشکل میں ہو گا اور آگے بھی۔ بے حساب ہو جانا اللہ کی مہربانی ہے وترزق من تشاء بغیر حساب جس کو ہم چاہتے ہیں بغیر حساب کے رزق دیتے ہیں' اگر بغیر حساب کے رزق مل جائے تو پھر حساب کی کیا ضرورت ہے۔ تو اگر حساب کے بغیر کچھ مل جائے تو پھر حساب کی کیا ضرورت ہے۔ اس لیئے اب یہ دیکھنا ہے کہ اگر تو اللہ دیتا ہے تو پھر تو حاصل کی غلطی نہیں ہے اور اگر آپ نے اللہ کے علاوہ خود

حاصل کر لیا ہے تو پھر آپ نے قبول نہیں کیا۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ پھر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور اگر قبول کیا ہے تو پھر حاصل وہ ہے جو اللہ کی عطا ہے۔ تو قبول کرنے والے کا حاصل کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ کی عطا ہوتی ہے اور قبول کرنے والے کا حاصل خطا نہیں ہوتی۔ بات سمجھ آ گئی ناں۔ قبول کرنے والا پہلے تو قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو ہر طرح کے حالات میں لطف آتا ہے چاہے جن حالات سے بھی وہ گزرے' ابتلاء میں سے گزرے' چاہے اچھے حال سے گزرے' خوشی ہو تو الحمد للہ' غم ہو تو الحمد للہ' اگر کچھ ہو تو الحمد للہ اور کچھ نہ ہو تو الحمد للہ' کوئی مر جائے تو الحمد للہ کیونکہ جنازہ پڑھنے والے بھی چلے جاتے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ قبول کرنے والے کا یہ طریقہ ہے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ جانا کہاں ہے' جس نے بھیجا ہے اسی کے پاس جانا ہے اور جو ہمارے پاس رہتا ہے اسی کے پاس ہم رہتے ہیں' جب یہاں وہ ہمارے ساتھ ہے تو ہم وہاں بھی اس کے ساتھ ہیں اور اس کے ہاں' یہاں وہاں تو ہوتا ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ سورج سے پرے تو رات ہی نہیں ہے۔ یہ رات دن تو یہاں اس دنیا کے چکر ہیں۔ ورائے شمس کوئی دن رات نہیں ہوتا۔ جہاں سورج ہو وہاں دن رات ہوتے ہیں' جہاں ہمیشہ سورج نہ ہو وہاں دن رات نہیں ہوتے۔ تو جہاں سورج نہ ہو تب دن رات نہیں ہوتے۔ سورج سے بہت دور دن رات نہیں ہوتے۔ تو پھر دن رات کہاں ہوتے ہیں؟ یہ سورج کے نظام میں ہی دن رات ہیں۔ سورج سے آگے کچھ نہیں ہے۔ یہ اختلافِ لیل و نہار جو ہے یہ زیرِ شمس ہے اور ورائے شمس جو ہے وہاں اختلافِ لیل و نہار نہیں ہے۔ اس لیئے وہاں کی زندگی

ان شب و روز کی طرح نہیں ہے جیسے یہاں شب و روز ہوتے ہیں۔ تو وہاں ہونا یا نہ ہونا اور طرح کا ہوتا ہے۔ یہ معمولی سی بات ہے اور یہ سمجھ آ جائے گی' سائنس کو بھی سمجھ آ جائے گی۔ تو اگر آپ کو مدعا سمجھ آ گیا تو پھر سفر کی صعوبت کوئی نہیں ہے کیونکہ صرف مدعا ہی پورا کرنا ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ہارس اینڈ کیٹل شو پہ میلہ دیکھنے ضرور جاؤں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ میلہ دیکھنا تو ہے لیکن راستہ دشوار ہے تو وہ شخص میلہ نہیں دیکھے گا۔ میلہ دیکھنے والے یہ سوچ لیتے ہیں چاہے راستہ دشوار ہو یا جیب کٹ جائے' میلہ ضرور دیکھنا ہے۔ تو اس کا مدعا میلہ دیکھنا ہوتا ہے۔ اگر مدعا معلوم ہے تو سفر کا گلہ نہ کرو۔ اگر قبول کر لیا ہے تو پھر بھی گلہ ناجائز ہے کیونکہ آپ نے یہی زندگی قبول کرنی ہے اور اگر آپ اللہ کے ساتھ متعلّق ہیں تو اس نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا' آپ ہر حال میں اس کے ساتھ ساتھ چلیں۔ اس سفر میں ہر چیز ادھر سے آ رہی ہے۔ یا پھر ہر چیز آپ خود کر کے دیکھیں۔ اس نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ یا تو آپ خود کریں یا پھر اللہ کی طرف سے ہونے دیں۔ اب یہ بات مشکل ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ کریم کر رہا ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔ کبھی ہمارے دم سے کائنات چلتی ہے' کبھی کائنات کے دم سے ہم چلتے ہیں۔ بس یہ مشین ایسی ہے کہ کبھی سیدھی چلتی ہے اور کبھی دوسری طرح۔ اگر انسان نہ ہوتا تو یہ کائنات کیا ہوتی۔ کائنات کا شرف ہی انسان ہے۔ یہ بس اللہ کو پتہ ہے کہ اس نے کائنات کے لیئے انسان بنایا یا انسان کے لیئے کائنات بنائی۔ تو یہ اللہ کو پتہ ہے یا پھر اللہ کے حبیبؐ کو پتہ ہے کہ کون کس کا جواز ہے؟ کائنات انسان کی

تخلیق کا جواز ہے یا انسان کائنات کی تخلیق کا جواز ہے؟ کائنات مقدّم ہے یا انسان تقدیم میں ہے؟ اب آپ یہ بات سوچیں کہ مالک کا کیا منشاء ہے؟ اگر تو انسان مقدّم ہے تو کائنات اس انسان کے زیرِ نگیں ہے یعنی جو بھی انسان اشرف ہو۔ اور فیصلہ یہ ہو چکا ہے کہ اشرف تو پھر آپؐ ہی ہیں' اشرف تو حضور پاک ﷺ کی ذات ہے۔ لہٰذا یہ کائنات ان کے زیرِ نگیں ہونا لازم ہے۔ اور اگر یہ کائنات اس شرف کے زیرِ نگیں ہے جو اشرف کے پاس ہے تو پھر کائنات اس کے دم سے ہے اور پھر کائنات آپؐ کے مطابق چلے گی۔ پھر وہ جو آپؐ سے واصل ہیں' ملنے والے جو ہیں' وہ کائنات پر حاوی ہیں اور کبھی کائنات ان پر حاوی۔ کیونکہ کائنات کا خالق وہ اللہ ہے جو کبھی کبھی اپنی محبت کو بھی نظر انداز کر جاتا ہے۔ وہ مالک ہے ناں' اس لیئے کبھی وہ شانِ بے نیازی میں آ جاتا ہے۔ بس یہ اس کی شان ہے کہ اس کے پاس ایک "ڈھاڈا پن" ہے کہ وہ بے نیاز ہے' اور وہ اللہ آپ کا ہے' مان جاتا ہے اور جب اس کے آگے سر جھکا دو تو وہ راضی ہو جاتا ہے بلکہ بچوں کی طرح راضی ہو جاتا ہے اور جب وہ کہتا ہے کہ میں وہ اللہ ہوں کہ میں بے نیاز ہوں تو یہاں آ کے انسان کا خیال پھر دم توڑ جاتا ہے کیونکہ وہ بے نیاز ہے۔ یہاں سب دم توڑ جاتے ہیں اور یہاں پر کسی کو لاڈ پیار کی اجازت نہیں ہے۔ تو وہ بے نیاز ہے' جو چاہے کرے اور جیسا چاہے کرے' چاہے تو آپ کو پیسے دے اور چاہے تو کہے کہ مجھے اڑھائی فی صد دے دو۔ گرچہ وہ خود مالک ہے اور خود کہتا ہے کہ مجھے تھوڑا قرضِ حسنہ دے دو۔ اب یہ اس کے کام ہیں اور اس کی بے نیازیاں ہیں' کبھی راضی ہونے پر آئے تو ایک تنکے پہ

راضی ہو جائے اور ناراض ہونے پر آئے تو بادشاہ سے ہی ناراض ہو جائے۔ یہ اس کی شان ہے کہ کس گھڑی کیا ہو جائے۔ یہ اس کی شانِ ربوبیت ہے۔ اگر آنے پہ آئے تو ایسی بارش کر دے کہ سیلاب ہی آ جائے اور بارش نہ لائے تو پھر قحط سالیاں ہی کر دے۔ وہ ضابطے میں نہیں آتا' پابند نہیں ہے۔ اس لیئے کبھی کائنات بندے پہ حاوی ہو جاتی ہے اور کبھی بندہ کائنات پہ حاوی۔ سارے انسان اس کے دم سے ہیں اور یہ Ultimately ' آخر کار ایک ہی واقعہ ہے۔ یا اس کو آپ یوں سمجھ لیں کہ جب آپ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے سے دیکھتے ہیں کہ اللہ نے آپ کو بنایا' آپ کو آنکھیں دیں ہیں' اب جو اللہ نے آنکھیں عطا فرمائی ہیں تو آپ کو ان آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ یہ آپ اپنے آپ سے پوچھیں کہ مجھے آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ اب آپ کو خود ہی جواب دینا پڑے گا کہ آنکھوں کی کیا ضرورت تھی؟ ایک تو یہ ہے کہ کسبِ معاش کے لیئے آپ نے راستے تلاش کرنے ہیں اور کسبِ معاش جن راہوں سے تلاش کرنا ہے وہ راہیں اللہ کریم پیدا کر چکا ہے۔ جن چہروں سے آپ نے دوستی تلاش کرنی ہے' وہ چہرے پیدا فرما چکا ہے' گویا کہ اللہ کریم آپ کی آنکھوں کی ضرورت کو پہلے پیدا کر چکا ہے' کہیں وہ ضرورت چاند ہے' کہیں سورج ہے' کہیں ستارے ہیں' حتیٰ کہ آپ کی ضرورت اندھیرا بھی ہے' روشنی بھی ہے بلکہ سب کچھ ہے۔ گویا کہ اگر آپ کی آنکھیں ہیں تو ان آنکھوں کی ضرورت کے لیئے پوری کائنات انتظار میں ہے۔ تو آپ مقدّم ہوئے اور یہ کائنات تاخیر میں ہے یعنی بعد میں آتی ہے۔ کائنات میں اللہ نے چونکہ سورج چاند بنایا تھا تو اس نے کہا

کہ کوئی دیکھنے والا پیدا کیا جائے' پھر آپ کو آنکھیں دے دیں کہ اب آپ دیکھیں۔ تو یہ کائنات پہلے اور آپ بعد میں ہیں۔ آپ کا تصوّر تو یہی ہے ناں کہ شرف والے انسان یعنی حضور پاک ﷺ کے پاس صفات پہلے ہیں اور کائنات کی تخلیق بعد میں ہے۔ اور آپ کے لیئے کیا ہے؟ کائنات پہلے ہے اور آپ بعد میں ہیں۔ اب آپ اس کائنات سے اللہ کی صفات کا جائزہ لیں' یہ آپ کی پہچان ہے' حضور پاک ﷺ آپ کو دین دے رہے ہیں اور آپ لوگ دین وصول کر رہے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے آپ کو نواز رہے ہیں کیونکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے کلام سے ڈائریکٹ آشنا نہیں ہیں۔ آپؐ ذریعہ ہیں' میڈیم ہیں۔ یہ وہی قرآن ہے جو حضور پاکؐ پر نازل ہوا اور یہ ہمارے سینے میں پورا محفوظ ہے۔ تو پھر نازل ہونے والے اور پڑھنے والے میں کیا فرق رہ گیا؟ یہ بہت بڑا فرق ہے۔ اگر قرآن پورے کا پورا آپ کے سینے میں محفوظ ہو چاہے با معنی بلکہ باتفسیر ہی ہو لیکن جہاں نازل ہوا اور جہاں محفوظ ہوا' اس میں بڑا فرق ہے۔ تو اس لیئے نازل ہونے کا عمل جو ہے مقدّم ہے اور قرآن فہمی کا عمل جو ہے یہ بعد کی بات ہے۔ عین ممکن ہے کہ قرآن جاننے والا حضور پاک ﷺ سے اتنی محبت نہ کرے جتنی قرآن نہ جاننے والے کو محبت ہو۔ لہٰذا قرآن کا پڑھنا حضور پاک ﷺ کی محبت کی ضمانت نہیں ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ سے محبت ہو گئی تو سارا قرآن سمجھ آ جائے گا۔ اب یہ حضور پاک ﷺ کی جو محبت ہے' یہ عطا ہے اور یہ کسی علم کا نام نہیں ہے۔ تو جو اللہ کے دین کو مانتا ہے وہ حضور پاک ﷺ سے محبت کو

اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ اگر آپ کا ایمان جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کی محبت کے علاوہ کسی چیز پر ہے تو پھر آپ نے دین قبول نہیں کیا اور جب دین قبول نہیں کیا تو ساری دِقّتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کو کیا چاہئے؟ جب دِقّت ہو تو پھر سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ جب یہ بات قبول ہو جائے' سمجھ آ جائے یا منظور ہو جائے تو پھر زندگی میں دِقّت کوئی نہیں رہتی۔ جس نے قبول کر لیا اس کے لیئے دِقّت کوئی نہیں ہے۔ پھر آپ گلہ نہیں کر سکتے۔ یا پھر ابھی اسلام قبول کرنا ہو تو پھر گلہ کر سکتے ہیں۔ اسلام آپ قبول کر چکے ہیں اور شکر ہے کہ قبول کر چکے ہیں اور آپ پر یہ مہربانی ہو چکی ہے۔ اب آپ اللہ کے حکم میں ہیں۔ انسان اپنے آپ کو بڑا آزاد سمجھتا ہے' آزاد خیال سمجھتا ہے مگر آپ یہ دیکھیں کہ اگر ایک بندہ ایک جزیرے میں آزاد چھوڑ دیا جائے اور اسے کہا جائے کہ تم آزاد ہو' اب آپ دیکھیں کہ چاروں طرف سے پانی میں گھرے ہوئے جزیرے میں وہ آدمی کتنا آزاد ہے۔ اگر یہ بات سمجھ آ جائے تو یہی کچھ آپ کی زندگی ہے یعنی جزیرے کا جزیرہ ہے۔ اگر بھاگنا چاہیں تو بھی اپنے لباس سے باہر نہیں بھاگ سکتے' دوڑنا چاہیں تو پھر اپنی سانس کے اندر ہی دوڑیں گے۔ اگر آپ بہت زیادہ ناراض ہو جائیں گے تو صرف اپنے رشتے داروں پر ہو سکتے ہیں اور اگر غیر پر ناراض ہوں گے تو وہ آپ کی گردن توڑ دے گا۔ غیر آپ کو کب غصہ کرنے دے گا۔ یہ تو اپنے ہی ہوں گے جو آپ کو ناراض ہونے کا موقع دے دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ پہلے ہی سے پابند ہیں مثلاً" آپ کی زندگی جو ہے' چوبیس گھنٹے میں خود بخود آپ کا عمل Repeat ہوتا ہے اور یہ آپ کی

مجبوری ہے' یہی آپ کی زندگی کا جزیرہ ہے کہ اللہ کی مرضی کے علاوہ' الاّ بسلطان آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ چوبیس گھنٹے میں عمل Repeat ہوتا ہے' دہرایا جاتا ہے کہ آج اگر رات کو آٹھ بجے نیند آ رہی ہے تو کل بھی آٹھ نو بجے کے قریب ہی نیند آ جائے گی۔ تو اس طرح عمل Repeat ہو گیا' دوبارہ ہو گیا۔ اگر آج صبح ناشتے کے وقت بھوک لگی ہے تو کل بھی اسی وقت کے قریب کچھ نہ کچھ بھوک کا ہنگامہ ہو گا' آج آپ بیگ اٹھا کر فٹا فٹ دفتر نو بجے جو گئے ہیں تو کل بھی تقریباً" نو بجے آپ یہی کچھ کریں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بغیر کچھ بتائے ہوئے چوبیس گھنٹے میں عمل Repeat ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کی کل آزادی ہے۔ تو یہ کیا آزادی ہے؟ کیا یہ آزادی ہے' اگر بچپن میں آپ کے ساتھ کوئی واقعہ ہو جاتا تھا تو آپ روتے تھے' کھلونا ٹوٹ گیا تو آپ روتے تھے' پتنگ کٹ گئی تو آپ روتے تھے' پیسے گم گئے تو آپ روتے تھے' امتحان میں فیل ہو گئے تو روتے تھے ------ آپ کے پاس ہر عمل کا ایک ہی جواب ہے اور وہ ہے رونا ------ یہ ہے آپ کی مجبوری۔ کتنی پابندی ہے کہ آپ کے پاس دوسرا کوئی اظہار نہیں ہے۔ آپ اس بات کو سمجھیں کہ آپ کی زندگی کتنی محدود زندگی ہے' بے شمار علم بدل گئے لیکن آپ کے پاس ایک ہی رد عمل ہے' بے شمار علم بدل گئے لیکن آپ کے پاس ایک ہی عمل ہے کہ والد فوت ہو جائے تو رونا ہے اور پیسے گم ہو جائیں تو بھی رونا ہے۔ تو آپ کے پاس اظہار محدود ہے' اور آپ کے پاس اظہار پابند ہے۔ انسان جکڑا ہوا ہے۔ تو اب انسان آزاد کہاں سے ہو گا۔ یعنی کہ آپ اندازہ لگائیں کہ اگر گھر میں مہمان آ جائے تو بڑی

خوشی ہوتی ہے' اب خوشی آپ کے گھر میں ہے اور پیسہ کس گھر میں جانا ہے؟ مٹھائی والے کے گھر میں پیسہ چلا جائے گا۔ آپ کے گھر میں اگر بیٹا پیدا ہوا ہے تو پیسے کس کے گھر میں جائیں گے؟ مٹھائی والے کے گھر میں۔ آپ کی جو بھی خوشی ہو گی تو پیسہ دوسرے کے گھر میں جائے گا۔ آپ کا اظہار مٹھائی والوں نے لے لیا ہے۔ اگر پیر صاحب کا عرس ہو تو پھر مٹھائی ہو گی اور پیسہ اس کے گھر میں جائے گا یعنی آپ کے اظہار کا ذریعہ اس نے لے لیا ہے۔ اسی طرح کبھی آپ کے غم کو ڈیکوریٹ کرنے والے آ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ اس غم کے لیئے کیا دوا چاہیئے تو دوسرا کہے گا کہ فلاں دوائی چاہیئے کیونکہ یہ اتنے درجے کا غم ہے۔ اسی طرح مٹھائی بھی کئی قسم کی ہوتی ہے مثلاً" منگنی کے لڈو اور طرح کے ہوتے ہیں اور شادی کے لیئے اور طرح کی مٹھائی ہوتی ہے۔ تو کہیں خوشی بیچنے والی دکانیں بن جائیں گی اور کہیں غم بیچنے والی دکانیں بن جائیں گی۔ مدعا یہ ہے کہ آپ کا اظہار پھر بھی بہت محدود ہے' اگر آپ کو بہت ہی بھوک لگ گئی ہو' انسان کو بھوک لگتی ہے ناں' آپ محدود ہیں اور آپ بغیر بھوک کے رہ نہیں سکتے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ مصیبت میں گھرا ہوا ہوں کیونکہ مجھے تو بھوک لگ جاتی ہے' جس آدمی کو بھوک لگ جائے وہ اگر زیادہ سے زیادہ ناراض ہو گا بھی تو بھوک سے پہلے تک ہی ناراض ہو گا اور بھوک کے بعد راضی ہو جائے گا۔ وہ کہے گا کہ لڑائی کو دفع کرو' پھر کر لیں گے' پہلے کھانا کھاؤ۔ تو گویا کہ بھوک تک لڑائی ہے یا بھوک ہی کی لڑائی ہے' تو دنیا کے اندر عظیم جنگیں' بھوک کی وجہ سے ہوئیں اور عظیم انقلاب' بھوک کی وجہ سے آئے۔ پیٹ کی

بھوک کے لیئے یہ سارے واقعات ہیں۔ دنیا کی بے شمار تاریخ جو ہے یہ بھوک کی کہانی ہے' بے شمار فلسفے' معاشیات اور معیشت کے واقعات ہیں۔ تو یہ بھوک جو آپ کو لگتی ہے یہ پابندی ہے۔ نیک بندہ تو یہیں سمجھ جائے گا کہ میں پابند ہوں' وہ سر جھکا دے گا اور اگر کوئی آزاد ہے تو وہ کہے گا کہ کوئی بات نہیں بھوک لگی ہے تو دیکھا جائے گا۔ اب وہ جو نیک آدمی ہے وہ دانا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ بھوک تو ہے لیکن ہم آزاد نہیں ہیں۔ آزاد آدمی اپنی بھوک کو مٹانے کے لیئے جزیرے کا سفر شروع کرتا ہے۔ اب جزیرے میں جو چیز اُگی ہے وہ صرف اس چیز سے اپنی بھوک مٹا سکتا ہے اور جو چیز نہیں اُگی اس کا تو اسے پتہ ہی نہیں۔ لہٰذا پھر گندم کی گندم رہ جاتی ہے اور انسان پھر پابند کا پابند کہ وہ بھوک مٹانے کے لیئے گندم Try کرے یا پھر چنے Try کرے' اگر یہ نہیں تو پھر باجرہ تو ہے ہی سہی۔ گویا کہ جو کچھ اگا ہوا ہے اسی سے آپ کا کام چلنا ہے۔ اور جو اگا ہوا ہے یہ آپ کی آزادی نہیں ہے بلکہ یہ اس کی مہربانی ہے۔ اب جو محدود چیز ہے' Limited ہے' وہ آپ کھا سکتے ہیں۔ تو گویا کہ یا تو آپ کے لیئے پروڈکشن محدود ہے یا پھر ضرورت محدود ہے اور سپلائی محدود ہے' یا پھر ڈیمانڈ محدود ہے۔ تو گویا کہ آپ دونوں طرف سے پابند ہیں اور آپ وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو موجود نہیں۔ آپ کی بھوک جب بھی کائنات سے رجوع کرے گی تو آپ اپنی کائنات کو لمیٹڈ یا محدود پائیں گے۔ میں آپ کی ذاتی کائنات کی بات کر رہا ہوں' آپ کی کائنات محدود ہے کہ آپ کو گندم کھانی پڑے گی۔ اب انسان گندم کو کچا کھائے گا یا اس کو گرم کر کے کھائے گا یا پھر اس کو پیس کے کھائے گا' سٹارچ

کھائے گا اور نشاستہ کھائے گا۔ یہ اس کی مرضی ہے جیسے کھائے۔ تو جو چیز موجود ہے اسی پر گزارہ ہو گا یعنی جو سبزی اگی ہوئی ہے وہ کھا لیں' گھاس اگی ہوئی ہے تو گھاس کھا لیں۔ پالک اگی ہوئی ہے تو پالک کھا لیں۔ تو آپ کسی نئی دنیا کا تجربہ کرنے کے قابل نہیں رہے۔ یہاں پر آپ ہر طرف سے پابند ہیں۔ اگر آپ کا ذہن رسا ہو گیا ہے تو آپ ایسی رسائیاں تو ڈھونڈ لیں جو آپ کو اس کی داد دے دیں۔ ایسا داد دینے والا چاہیئے وگرنہ بھینس کو تو آپ بین نہیں سنا سکتے۔ دانائی جو ہے وہ ہمیشہ دانائی کی تلاش کرے گی' اور پھر انسان وہیں کا وہیں محدود۔ جس کو اپنے اچھے چہرے' خوشگوار چہرے کو دیکھنے کا شوق ہے کیونکہ یہ چہرہ خوب صورت ہے تو پھر آپ چہرہ دیکھنے والا تلاش کریں۔ وہ بھی یہاں ہی ملے گا۔ اگر شادی کی ضرورت ہے تب بھی یہاں ہی ملے گی۔ آپ نے کئی لوگ دیکھے ہوں گے جو یہ کہتے ہیں کہ پیر صاحب نے دعا کی تھی مگر بیٹی پیدا ہو گئی اور بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ اور جس کا بیٹا پیدا ہو گیا وہ اس وقت تو بڑا خوش ہوتا ہے مگر کچھ عرصے کے بعد شادی کے لیئے کسی کی بیٹی اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور کسی کا بیٹا کسی کی ضرورت ہوتا ہے۔ پھر بیٹیاں بیٹے الگ ہو جاتے ہیں اور ماں باپ حیران پریشان رہ جاتے ہیں۔ تو بیٹے اور بیٹی والے دونوں پابند ہیں۔ تو یہ الگ صورتیں پیدا ہو گئیں۔ نہ بیٹی آپ کی مجبوری ہے' نہ یہ آپ کا حق ہے اور نہ بیٹا آپ کا حق ہے' یہ دونوں کسی اور کی ضرورت ہیں اور ان کا کوئی اور ہی پراسیس ہے۔ یہ کوئی اور ہی واقعہ چل رہا ہے۔ اور آپ یہاں پھر پابند ہیں۔ آپ ایک واقعہ پر غور کریں۔ ایک آدمی کے پاس پیسوں کی تھیلی ہوتی ہے' وہ

چاہے تو یہ تھیلی اولاد کو دے دے یا پھر سنبھال کے رکھے۔ ایک روز عزرائیلؑ اس کے پاس آ کر اطلاع کرتا ہے کہ چلنے کا ٹائم ہو گیا ہے تو وہ عزرائیلؑ کو وہ تھیلی دیتا ہے کہ اسے آگے پہنچا دو کیونکہ میں یہ کسی کو نہیں دینا چاہتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو آگے نہیں جا سکتی۔ تب وہ انسان کہتا ہے کہ میں تو بے وقت ہی مر گیا' "بے ٹائمے" ہی مارا گیا اور میرا جنازہ بھی خراب ہو گیا۔ اس لیے آپ لوگ "بے ٹائمے" نہ مرنا' اپنے جنازے خراب نہ کرنا اور اپنی تھیلیاں دے کے جانا کیونکہ تھیلی نے آگے نہیں جانا بلکہ کوئی مال آگے نہیں جائے گا۔ اس لیئے وہ پرانے لوگ جو تھے وہ بڑے اطمینان سے اور خاموشی سے مر گئے۔ وہ بڑے اچھے تھے بلکہ بہت ہی اچھے تھے' بہت ہی سادہ تھے' بہت ہی نیک تھے' ان کو موت تکلیف نہیں دیتی تھی اور ان کے لیئے موت آسان تھی لیکن آپ کی زندگی مشکل ہوئی پڑی ہے۔ آپ اس بات پر ضرور غور کریں اور یہ سارے اللہ کے کام ہیں۔ اب آپ کو میں نے جتنی باتیں بتائی ہیں وہ آپ یاد رکھیں۔ ایسا آدمی جس میں یہ باتیں ہوں سمجھو کہ اس نے دین کو قبول کیا ہے۔ اور اب آپ کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔ قبول کرنے والوں کا طریقہ یہی ہے کہ جتنا خیال آپ کو بتایا ہے اس خیال کے لیئے دعا کی جائے کہ یا ربّ العالمین! یہ خیال ہمیں سمجھ آ جائے اور یہ بات سمجھ آ جائے۔ اگر یہ بات یاد رہ جائے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ یہ خیال سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا۔ بس یہ راز کا حصہ ہے کہ اس نے یہیں پر سارا کچھ پورا کرنا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی آزادیوں نے اسی میدان سے سفر پورا کرنا ہے اور یہ میدان بذاتِ خود پابند ہے۔ نگاہ کو اگر

جلووں کی بھی پیاس ہے تو وہ بذاتِ خود ایک محدود واقعہ ہے۔ اگر آپ کو دوست بنانے کی آزادی ہے تو وہ جو Available Stuff ہے' موجود لوگ ہیں وہ بھی محدود ہی ہوں گے۔ آپ کے پاس جو وسائل ہیں' جو حاصل ہے اور جو پیسے ہیں' آپ ان کے بارے میں ایسے ہی مشکل میں پڑے ہوئے ہیں' تلخ ہو رہے ہیں کیونکہ یہ چیزیں وہاں آگے بے معنی ہیں۔ یہاں صرف آپ کے ہاں کا واقعہ ہے۔ جو واقعہ آپ کو اپنے سامنے نظر آ رہا ہے یہ آپ کی زندگی میں ہو رہا ہے اور یہ واقعہ تو وہاں آگے ہے ہی نہیں۔ جس نے آپ کو اس دنیا کے کام پہ بھیجا ہے اس نے یہ تو پوچھنا ہی نہیں ہے۔ آپ اس سے اگر کہیں گے کہ میں راستے میں رک گیا تھا' واقعات کمزور ہو گئے تھے' بچوں کے پرابلم تھے مگر یہ واقعہ تو اس نے Accomodate نہیں کیا ورنہ وہ یہ کہتا کہ جس کے دس بچے ہوں اس پر نماز معاف کر دی جائے' یہ آسان بات ہے کہ دس بارہ بچوں والا نماز کیسے پڑھ سکتا ہے! مقصد یہ ہے کہ اس نے یہ کسی کو نہیں کہا۔ یا وہ یہ کہتا کہ غریب پر روزے فرض ہی نہیں اور وہ عید نہ کرے کیونکہ غریب کے لیئے عید کرنا مشکل ہے۔ عید کا جو تصوّر آپ نے بنا رکھا ہے وہ عید ہی نہیں ہے۔ عید کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار جس نام کے لیئے' جس کام کے لیئے اور جس ذات کے لیئے روزہ رکھے تو عید کا دن اس کے وصال کا دن ہے۔ اور آپ نے عید کو اگر مال کا ذریعہ بنا رکھا ہے تو پھر روزے والے دن کمائی کے زمانے ہونے چاہئیں' سمگلنگ کا مال بکے تو عید تو تب بنے گی۔ مگر یہ عید نہیں ہے۔ عید سے مراد یہ ہے کہ جس ذات کی خوشنودی کے لیئے آپ ایک پراسیس سے گزر رہے

ہیں' آج اس کی رضا کا دن ہے' آج اس کے لقاء کا دن ہے' آج اس سے ملاقات کا دن ہے۔ یہ نئے کپڑے پہننے کا دن نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اچھا لباس پہنو' ایک دوسرے سے ملو گے کیونکہ آپ رمضان میں مل نہیں سکے تھے' صبح' شام' دن' رات' تراویح اور روزہ میں مصروف رہنے اور نہ ملنے سے اُداس ہو گئے تھے' کیونکہ گرم جوشی سے گلے ملنے کا موقعہ نہیں ملا اور عید کا دن بغلگیر ہونے کا دن ہے۔ اب سارے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں تو پھر خوشبو بھی لگنی چاہیئے' لباس اچھا ہو' یہ اچھی بات ہے۔ اور اس کی عید نہیں ہے جو روزہ نہ رکھے اور عید منائے تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ جو پرابلم آپ کے ہاں ہیں وہ اللہ کے ہاں نہیں ہیں اور آپ کے ہاں پرابلم تو چلتے رہیں گے اور آپ ان پرابلم کے درمیان ہی سے واپس بلا لیے جائیں گے اور پھر آپ سے وہی کچھ پوچھا جائے گا جو پرابلم کے بغیر والے سے پوچھا جائے گا۔ اس بات کو یاد رکھنا کیونکہ یہ پکی بات ہے کہ پرابلم والے سے بھی وہی سوال پوچھا جائے گا جو پرابلم کے بغیر والے سے پوچھا جائے گا۔ اگر سوال کچھ اور کا ہونا ہے تو پھر آپ کی پرابلم جو ہے وہ آپ پر حاوی نہیں ہونی چاہیئے۔ تو دین کو قبول کرنے والا' دنیاوی پابندیوں' دنیاوی مجبوریوں اور دنیاوی برداشتوں کے اندر اسی طرح آسودہ خیال ہوتا ہے جیسے کہ وہ آزادی میں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان ہے' یہ میں اللہ کے راستے کا خاص راز بتا رہا ہوں اور یہ راز یاد رکھنا۔ اللہ کے راستے کا راز یہ ہے کہ یہ مشکل میں بھی آسان رہتا ہے۔ کیونکہ صرف یہی ایک راستہ ہے This is the only way'

اور اس راستے پر Alternatives ' متبادل کوئی نہیں ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے اس راستے کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ کسی نے آپؐ سے پوچھا کہ حضورؐ صراطِ مستقیم کی تعریف فرمایئے۔ آپؐ نے ایک سیدھی لائن بنا دی' ایک راستہ ادھر بنا دیا اور ایک لائن ادھر بنا دی۔ پھر فرمایا یہاں سے چلو' اِدھر اُدھر نہ جاؤ بلکہ سیدھے چلتے جاؤ' تو یہ صراطِ مستقیم ہے۔ تو سیدھا راستہ وہ ہے جس میں دو خیال نہ ہوں اور بس ایک ہی راستہ ہو' میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یا تو آپ اپنی لائف کے Creator ' خالق ہیں یا پھر یہ جان لو کہ آپ پابندیوں میں کتنے آزاد ہیں۔ اگر اس ــــ آپ کے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے تو آپ وہ قبول کریں یا پھر آپ اپنی زندگی کے خود مصنّف بن جائیں۔ تو جو خود مصنّف بنے گا وہ تو پریشان ہو گا کہ میں نے اپنے لیئے کیا لکھا ہے۔ اگر اس کی زندگی تلخ ہے تو وہ جواب دے کہ اس نے زندگی کو تلخ کیوں کیا ہے۔ پہلے وہ ہمیں جواب دے کیونکہ اللہ کو تو بعد میں جواب دینا ہے۔ یا پھر آپ یہ کہیں کہ سب اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ اگر اُدھر سے ہوا ہے تو پھر آپ کو مبارک ہو' پھر تلخی کس بات کی۔ اب آپ کی غلطی کوئی نہیں ہے' لیکن اگر آپ ایک کام کرنے کے بعد اب اس کام کو ناپسند کر رہے ہیں تو یہاں پر پریشانی ہو گی۔ لہٰذا آپ نے جو کر دیا اسے پسند کرتے جائیں کہ جو ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا ہو گیا' کاش ایسا نہ ہوتا! آپ لوگ اس سے نکل جائیں تو پھر آپ کا راستہ آسان ہو جائے گا۔ پھر جب راستہ آسان ہو گیا تو کل تک جو آپ کی غلطی تھی' اس کا حل اسلام نے یہ کر دیا ہے کہ توبہ کر لو' اور توبہ کے بعد آپ نئے آدمی

ہیں۔ زندگی میں کوئی ایسا غلط عمل نہیں ہے اور کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہ کر دے' سوائے ایک گناہ کے کہ اگر کوئی شخص حضور پاک ﷺ کا گستاخ ہو تو اس کو اللہ معاف نہیں کرتا۔ باقی تو میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ حیران ہو گا کہ تم لوگ کن باتوں پر ڈرے پڑے ہو اور آپ اپنے گناہوں کی بڑی توقیر کرتے ہیں' اور گناہوں کی اہمیت جتاتے ہیں اور پھر ان کی اتنی عزت کرتے ہیں کہ شاید یہ اتنا بڑا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کر سکے گا۔ اللہ تو ہے ہی قادر! اور اللہ کریم معاف فرمانے والا ہے۔ اس لیئے اپنے گناہوں کی اتنی عزت افزائی نہ کرنا اور غلطیوں کی توقیر بھی نہ کرنا۔ آپ اپنے آپ پر مہربانی کریں اور پھر اس کا نتیجہ اللہ کی مہربانی ہو سکتا ہے۔ اللہ کا فیصلہ قبول کرنے والا اپنا آخری انجام اللہ تعالیٰ کے تقرّب میں پاتا ہے۔ اسی لیے آپ یہاں کی چیزیں یہاں پر ہی پھینک جائیں تو آپ کو آسانی مل جائے گی۔ لہٰذا آپ یہ چیزیں زندگی میں ہی پھینک جائیں۔ جو چیزیں مرنے کے بعد آپ کی نہیں رہیں گی تو بہتر یہ ہے کہ مرنے سے پہلے بھی ان چیزوں کو اپنے پاس نہ رکھو۔ اور بہتر یہ ہے کہ زندگی میں بھی ان سے بچ جاؤ۔ اس سے آپ کو بہت فائدہ ہو گا۔ اس کو آسان لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو چیز ضروری طور پر چھن جانی ہے ان کو لازمی طور پر چھوڑ دو۔ کم از کم ان کو ذہنی طور پر چھوڑ دو' آپ کو ایک بات کا بعض اوقات تجربہ یا مشاہدہ ہوتا ہے کہ آپ کے دوست آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں' اور جن پر آپ نے احسان کیا وہ بھی ممنون نہیں ہوں گے۔ پھر یہ دائرہ اور تنگ ہوتا جاتا ہے تو اپنی اولاد باغی ہو جاتی ہے۔ پھر ایک دن آئے گا جب آپ کا یہ

وجود آپ سے باغی ہو جائے گا۔ اور یہ تو ہوا پڑا ہے کہ آپ کا وجود بھی آپ کا ساتھ نہیں دے رہا۔ اب یہاں وہ مقام آتا ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ وجود ہیں یا کہ روح ہیں۔ اگر آپ وجود ہیں تو پھر تو آپ اپنی روح کو ہلاک کر رہے ہیں اور اگر آپ روح ہیں تو پھر آپ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچائیں اور اپنے وجود کو بھی بچائیں۔ اس لیئے جب آپ کا وجود آپ کے خیال کے اور عمل کے تابع نہ رہے تو یہ وجود دُور کا وجود ہے جو آپ کے قریب آ کے اپنا بنا ہوا ہے۔ تو سب سے پہلی جنگ اپنے وجود کی جنگ ہے' سب سے پہلا جہاد یہ ہے کہ کہیں آپ کا وجود ہی آپ کو لذت کی طرف مائل کر کے حقیقت سے دور نہ کر دے۔ یعنی کہ سونا جسم نے ہے اور محرومِ عبادت روح نے ہونا ہے' بند وجود کی آنکھ نے ہونا ہے اور نظارہ روح کا ضائع ہو جائے گا۔ نظارہ آنکھ کا نہیں ہے کیونکہ آنکھ تو اندھی ہے' آنکھ تو نہیں دیکھتی بلکہ آنکھ کے پیچھے کوئی اور ہے جو کسی اور کو دیکھ رہا ہے۔ تو آنکھیں' آنکھوں کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔ بلکہ آنکھوں کے پیچھے کوئی اور ہے جو کسی اور کو دیکھ رہا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ جو "کوئی اور" ہے' اصل چیز تو وہ ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ آنکھ کے چکر میں آ جائیں اور اس "اور" سے غافل ہو جائیں۔ اس کا بڑا راز ہے اور یہ راز سمجھنا چاہیئے' جس طرح کوئی آدمی ذکر کر رہا ہے' "اللہ ہُو" یہ ذکر جو وہ کر رہا ہے اس کا مدعا ذکر تو نہیں ہے' ذکر تو آواز ہے یا نام ہے اور مدعا تو ذات ہے' ذکر میں آپ ذات کے اسم کو پکارتے ہیں اور یہ ذات تو نہیں ہے۔ اس لیئے یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ ذکر جو ہے وہ مذکور کے راستے میں رکاوٹ اور حجاب ہو کیونکہ یہ مذکور تو

نہیں ہے' جس طرح آپ کسی کو بلا رہے ہوں "امام دین" تو امام دین اگر قریب ہو تو پھر بات بنتی ہے ورنہ تو آپ خالی آواز دے رہے ہیں۔ اب آپ جس کو آواز دے رہے ہیں وہ کہیں پاس ہو تو بات بنتی ہے۔ بعض اوقات آواز جو ہے ریلیشن کا حجاب ہے اور بعض اوقات یہ ضروری ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک یہ راز سمجھ نہ آئے تو خالی ذکر صرف روٹین کی بات ہے۔ اگر دو آدمی ذکر کر رہے ہیں' ایک ماننے والا ہے اور ایک نہ ماننے والا تو جب تک اسے یہ بات سمجھ نہ آئے تو ذکر روٹین کی بات ہے۔ میں یہ بات اور آسان کر دیتا ہوں تاکہ مشکل ختم ہو جائے۔ مثلاً" یہ کہ اللہ' اللہ ہے اور آپ انسان ہیں۔ اللہ خالق ہے اور آپ نے اللہ کو مان لیا۔ کس نے کس کو مانا؟ آپ نے اللہ کو مانا۔ اب دیکھو کہ اللہ کو ماننے کے بعد وجود کے کون سے حصے کی ضرورت ہے؟ مثلاً" آپ کے کھانے کا شعبہ کمزور ہے تو اللہ کو ماننے کے باوجود بھی آپ کے کھانے کا شعبہ کمزور رہے گا کیونکہ وہ اس شعبے کی تسلیم نہیں ہے۔ اگر آپ کو کوئی رزق دینے والا چاہیئے تو کسی کسان یا جاگیر دار سے دوستی کر لیں کیونکہ اس کے پاس واقعی گندم ہے اور آپ دوستی کے ذریعے اس سے گندم کے دانے لے لیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کا بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی آپؒ کے مزار پر گیا اور زور زور سے کہنے لگا کہ اے خواجہ غریب نوازؒ! مجھے پانچ سو روپے دے۔ اس نے رٹ لگائے رکھی تو ایک آدمی نے کہا کہ قبر سے کیوں مانگتا ہے؟ اس نے کہا پھر تُو ہی دے دے۔ اس نے پانچ سو روپیہ دے دیا۔ کہتا ہے اے غریب نوازؒ تیرا شکریہ کہ دلوایا بھی تو کس موذی سے جو تجھے مانتا ہی نہیں ہے۔ بات تو اتنی ساری

ہے کہ یہ خیال کی بات ہے کہ آپ نے اللہ کو جیسے مانا ہے' جہاں اور جس انداز سے مانا ہے' اسی انداز میں وہ آپ کو Cater کرے گا' اگر آپ کی پیشانی میں تڑپ نہیں ہے تو اللہ آپ کے سجدے میں کیسے آئے گا۔ تو آپ اللہ کو کیسے معلوم کریں گے؟ اپنی تڑپ کے ساتھ' اور جب آپ کی پیشانی کے اندر تڑپ ہی نہ ہو تو پھر آپ اللہ کو سجدہ کیسے کریں گے۔ جب آپ کے دل میں اس کے دیدار کی تمنا نہ ہو تو آپ کیسے اس کا جلوہ دیکھیں گے۔ تو یہ ضروری ہے کہ آپ پہلے تو اپنے وجود کی سیر کریں تاکہ معلوم ہو کہ اللہ کی ضرورت کیا اور کہاں ہے۔ تو وہ آپ پر آشکار ہو گا اور آپ کو ملے گا ورنہ تو وہ کافروں میں بھی ہے اور مومنوں میں بھی ہے۔ تو بات کا خلاصہ یہ بنا کہ آپ کے پاس خواہشات کتنی ہی لامحدود ہوں' انہیں پورا کرنے کے سارے امکانات محدود ہیں۔ آپ کو اشتہا یا بھوک جیسے بھی لگے آپ نے انہی چیزوں سے پورا کرنا ہے جو چیزیں یہاں پر اگتی ہیں۔ آپ یہ کسی کو نہیں کہہ سکتے کہ مجھے بھوک لگی ہے ایک ایسی چیز کی جو دنیا میں نہیں ہوتی۔ تو جو کچھ یہاں اُگے گا' آپ کو اسی کی بھوک لگے گی' اب خالق نے کمال یہ فرما دیا کہ جیسے کائنات کی تخلیق فرمائی ویسی ہی آپ کی ضرورت پیدا کر دی' حتیٰ کہ آپ کی تخلیق کا نفیس ترین حصہ جو ہے یعنی محبت' اس کو دیکھیں کہ نگاہوں کو جس قسم کا محبوب چہرہ چاہئے تھا اس نے ویسا ہی تخلیق فرمایا۔ کبھی محبت ہو تو پتہ چلتا ہے کہ ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ کو کوئی گائے خوب صورت لگے اور کوئی شعر خوب صورت لگے۔ پھر پتہ چلے گا کہ محبت کی خوراک کے لیئے جس قسم کا وجود اور چہرہ درکار تھا وہ یہی تھا' اب یہاں ایک نکتہ یاد رکھنے

کا ہے کہ سب Creation ' ساری تخلیق' جانور' پرند' چرند' چیونٹی' مکڑی وغیرہ سب چل رہے ہیں' سارے کے سارے Animals ۔ انسان بھی چلتے پھرتے حیوانوں والی حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی درخت پر چڑھتا ہے' کبھی پانی میں تیرتا ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کو حکم فرمایا کہ یہ ساری شکلیں بنی ہوئی ہیں اور تو ان میں سے کوئی وجود اپنے لیے پسند کر لے۔ تو وہ جو اللہ کا راز تھا وہ سب کے پاس گیا کہ ہم تمہارے وجود میں نازل ہونا چاہتے ہیں مگر سب نے معذرت کی۔ گھوڑے نے کہا میں گھوڑا ہوں' مجھے آپ معافی دے دیں۔ پھر وہ شیر کے پاس گیا تو شیر نے کہا کہ میں تو دھاڑتا ہوں میں یہ راز نہیں سنبھال سکتا' میں شیر سے گیدڑ بن جاؤں گا کیونکہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ کوئی بہت طاقت ور شے ہے۔ وہ جو اللہ کا راز تھا وہ تلاش کرتے کرتے اس غریب انسان کے پاس پہنچ گیا کہ اللہ کی ساری مخلوق میں سے کوئی یہ راز نہیں لے رہا' آپ کا کیا خیال ہے؟ یہ انسان نا سمجھ تھا' اس نے کہا کہ اتنی سی بات ہے' چلو پھر میں قبول کرتا ہوں اور پھر انسان یہ امانت قبول کر گیا' اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا ورنہ یہ آج بھی Animal کا Animal ہے۔ تو اس طرح اس نے اس کے راز کی' اس کی محبت کی وہ امانت قبول کر لی جو کوئی بھی قبول نہیں کرتا تھا۔ جب کبھی اللہ سے محبت کرنے والے اس کے مشتاقِ محبت ہوئے اور اگر ان کو لقائے ربّی کبھی ہوا تو اسی شکل میں ہوا۔ کیا کہا؟ اگر ہوا تو اسی شکل میں ہوا۔ تو مطلب یہ ہے کہ اس نے یہاں پر انسان کو احسنِ تقویم بنایا ' اسی شکل کے اندر اس نے اپنا چہرہ دکھایا اور اس کو وجہ اللہ بنایا۔ اگر آپ کی نگاہ میں تمنائے وجہ اللہ ہو تو یہی ہے لقائے

ربّی۔ پھر وہ یہی چہرہ ہے اور پھر یہی قبول ہے' پھر اس کے علاوہ کسی اور چہرے میں اللہ کے نُور کی جھلک نہیں آئی۔ تو آپ کی آزادیوں میں یہی مکمل پابندی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قصے بیان کرنے والا بھی یہی چہرہ ہے اور سننے والا بھی یہی ہے' اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والا بھی یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کو دکھانے والا بھی یہی ہے۔ جن لوگوں کو کبھی اللہ کا دیدار ہوا یا تمنا ہوئی تو وہ اسی وجود کے اندر ملے گا' اسی پیکر میں ملے گا کیونکہ وہ فی انفسکم' تمہارے اندر ہے ورنہ "فی انفسکم" جو ہے وہ Animal میں ہوتا تو کیا تھا' لیکن نہیں ہے۔ یہی انسان ہے فی انفسکم۔ یہاں پر کچھ لوگ جو ہیں وہ گمراہ ہو گئے کہ شاید اللہ شعور کا نام ہے' شاید اللہ عرفان کا نام ہے' شاید اللہ کسی آگاہی کا نام ہے مگر ہرگز نہیں! وہ اللہ تو ایک ذات ہے۔ یہ آگاہی کے شعبے جو ہیں یہ تو ویسے اضافی صفات ہیں' Attributes ہیں۔ اور آپ کے وجود کے اندر ہی سارا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کو کبھی محبت ہو جائے' فرض کرو آپ کو اللہ تعالیٰ سے' اللہ کے لیئے محبت ہو جائے تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کے پرابلم جو ہیں وہ پرابلم نہیں رہتے۔ نماز میں اگر کسی کا رجوع ہو جائے' توجہ مل جائے تو اگر اسے کہیں کہ آپ کے بچے بیمار ہیں اور آپ نماز پڑھنے جا رہے ہو تو وہ کہے گا کہ نمازی کا بچہ کون ہوتا ہے۔ تو اگر آپ اللہ کے کام میں لگ جائیں تو پھر کوئی پرابلم نہیں رہے گا۔ مگر آپ پرابلم میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس لیئے آپ اپنا اصل کام نہیں کرتے۔ اپنے کام کو آپ نے فرض بنایا ہوا ہے۔ زندگی جو کہ فرض تھی اسے آپ نے شوق بنایا ہوا ہے جب کہ دین جو شوق تھا اس کو آپ فرض کہتے ہیں۔ دین کیا

تھا؟ یہ آپ کا شوق تھا اور آپ اس کو فرض کہہ کے مجبوری کے ساتھ پورا کر رہے ہیں اور زندگی جو کہ فرض تھی آپ نے اس کو شوق بنا دیا۔ اب آپ زندگی میں شوق کے ساتھ بھاگتے ہیں اور یہاں مجبور ہو کے آتے ہیں۔ اس لیئے اگر آپ اللہ کے کام کو شوق بنا لیں اور زندگی کو مجبوری کے ساتھ گزاریں تو آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔ عام آدمی کہے گا کہ میں یہ کام اس لیئے کر رہا ہوں کہ بچوں کا کام ہے اور یہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر اللہ کہے کہ یہ میرا حکم ہے کہ بچے کوئی نہیں' باپ کوئی نہیں اور نہ تم کسی کے خاوند ہو۔ تو یہ اس کا حکم مقدّم ہے اور پھر یہ سارا کچھ سیکنڈری ہے۔ اور آپ کیا کرتے ہیں؟ جب دنیاوی چیزوں سے فارغ ہوتے ہیں تو پھر اللہ کے حکم کی طرف جاتے ہیں۔ یہ فرق ہے! اس لیئے مجبوریوں کو Accomodate کرنا ہی آپ کے دین کی نفی ہے۔ دین کی راہ میں مجبوری کوئی نہیں ہوتی اور شوق کی راہ میں معذوری نہیں ہوتی۔ کیا شوق کی راہ میں بھی کوئی معذوری ہوتی ہے! اگر کوئی کہے کہ مجھے اپنے محبوب سے بڑی محبت ہے اور اسے پتہ چلے کہ اس کا محبوب لاہور اسٹیشن سے گزر رہا ہے اور ملاقات کا موقع ہے مگر وہ کہے کہ کیا کروں میرے بچے بیمار ہیں۔ تو اس کی محبت اور شوق میں کمی ہے۔ اس لیئے آپ اپنے شوق کی حفاظت کرنا۔ حفاظت کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ شوق کی خانقاہ پر مجبوریوں کا قتل عام کرو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ "اللہ اکبر" کر کے قربانیاں کرو' مجبوریوں کو پیش کرو اور انہیں بھینٹ چڑھا دو۔ تو شوق پھر سرفراز ہو جائے گا اور شوق پروان چڑھتا جائے گا۔ آپ کا دین بھی محفوظ ہو جائے گا۔ اس دنیا کا سارا واقعہ عارضی ہے اور یہ سارے

ہنگامے عارضی ہیں۔ اس لیئے آپ کو کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیئے اور آپ مشکلات کو آسانی سے اور خاموشی سے ذہن سے نکال دیں۔

سوال :۔

جناب عالی! کیا انسانی مجبوریوں پر معاشیاتی سائنس لاگو ہوتی ہے؟

جواب :۔

ایسا نہ ہو کہ آپ امیر ہونے کا نسخہ بناتے رہیں اور ایمان کمزور ہو جائے یا پھر آپ کا سفر پورا ہونے کا وقت آ جائے۔ کیمیا گر وہ لوگ ہوتے ہیں جو فنافٹ مال بنا لیتے ہیں۔ ایک کیمیا گر ایک آدمی کے پاس گیا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تھوڑے ہی عرصے میں کیمیا بنا لیں گے۔ اس آدمی کے ہاں شادی تھی اور مہمان بیٹھے تھے۔ اس نے کیمیا گر سے کہا کہ ذرا ٹھہرو' پھر اپنے دوستوں سے کہا کہ اپنے زیورات لے آؤ۔ جب زیورات کا ڈھیر لگ گیا تو اس نے کیمیا گر سے کہا کہ تُو تو جب سونا بنائے گا اور ہماری کیمیا یہ ہے کہ بنے بنائے مل رہے ہیں اور اس وقت سب کے پاس یہ بغیر کیمیا کے ہے اور ڈھیروں ڈھیر ہے۔ تو جو کیمیا گری کا راز نہیں جانتے ان کے گھر میں کیمیا برس رہا ہے اور آپ ابھی کیمیا بنانے کا سوچ رہے ہیں۔ دین کی بات یہ ہے کہ اس کے اندر آپ قبول کرنے کی توفیق پیدا کریں' اپنی اصلاح کریں اور اصل کیمیا اندر سے نکالیں جو کہ تمنا کو Crush کرتا ہے' ختم کرتا ہے اور اس فارمولے کو چھوڑ دیں کہ کس سے کیا بنتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حالات کے مطابق یہ نہیں کہنا کہ اگر میں آپ کو زیادہ دولت دیتا تو پھر آپ جواب دہ ہوتے

بلکہ اس نے آپ کی غریبی کے اندر ہی آپ سے سوال پوچھ لینا ہے۔ اس نے جو سوال مرنے کے بعد پوچھنا ہے وہ آپ اپنے آپ سے آج ہی پوچھ لیں تاکہ آپ کو اس کی پکی خبر ہو جائے۔ اللہ پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے تو لوگ کہیں گے پیسہ! پالنے والے کو رب بولتے ہیں ناں اور آپ کو کون پالتا ہے؟ اللہ پالتا ہے۔ اگر آپ کو یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا رب اللہ ہے اور اگر یہ یقین ہو جائے تو پھر آپ سوچیں گے کہ پیسہ دفتر سے لاتے ہو یا کارخانے سے لاتے ہو۔ تو جن ذرائع سے اور جن محنتوں کے بعد آپ پیسہ لاتے ہیں' وہ ذرائع اور محنتیں بھی اللہ کی عطا ہیں۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ میں پالنے والا ہوں۔ جن لوگوں نے یہ دریافت کر لیا کہ پالنے والا ہمارا اللہ ہے تو انہوں نے یہ راز سمجھ لیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے ان پر نازل ہونے کا مطلب کیا ہے کہ وہ آپ ہی فرشتے ہیں۔ یعنی کہ اب وہ کس کا اللہ ہے' رب کس کا اللہ ہے؟ جو امیر ہونے کی تمنا کو سب سے پہلے روکے۔ اس کی زندگی میں آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ مومن کہتا ہے کہ اگر آسانیاں پیدا ہوتی ہیں یا نہیں ہوتیں تو ہمیں اس سے غرض کوئی نہیں کیونکہ جیسی بھی زندگی ہے ہم اس میں اللہ کا راستہ بنا رہے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ کسی غریب کی مدد کرنے کی بڑی خواہش ہے اور میرا دل بڑا بے تاب ہے تو اس کو چاہیئے کہ غریب کی مدد کرے' اسے کچھ دے دے کہ ہمارا پڑوسی بے چارہ غریب ہے۔ جس نے دین ترک کر دیا اور جواز یہ رکھا کہ میں اس غریب کے غم میں دین سے الگ ہو گیا ہوں تو وہ رد ہو

جائے گا۔ غریب کا یہ غم نقلی ہے۔ آپ غریبوں کو اللہ کے حوالے کرو اور اگر خود غریب ہو تو اللہ کے حوالے ہو جاؤ۔ امیر کون ہے؟ جس کی تمنّا زیادہ امیر ہونے کی نہ ہو۔ بس وہی امیر ہے جس میں Improvement کی گنجائش نہ ہو اور جو زیادہ کا سائل نہ ہو۔ غریب کون ہے؟ جس کی حسرت کبھی پوری نہ ہوئی ہو وہ غریب ہے۔ غریب اصل میں وہ انسان ہے جس کی جیب بھری ہوئی ہو اور نگاہ خالی ہو۔ بس وہ انسان غریب ہی غریب ہے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ جیب خالی ہو اور نظر بھری ہوئی ہو۔ اس لیئے آپ کا یہ جواز اللہ کے ہاں بالکل نہیں چلے گا۔ اللہ تو پیغمبروں کو غریبی کے ساتھ پیغمبری دے دیتا ہے۔ اگر اللہ غریبی کو برا سمجھتا تو پھر ان کو پیغمبری نہ دیتا اور وہ پیغمبر کہتے کہ اس بادشاہ کے پاس' فرعون کے پاس پیسہ بھی بہت ہے اور اس کے پاس بادشاہت بھی ہے۔ تو یہ جو بادشاہت کا ہونا ہے' معاشیات کا اچھا ہونا ہے' یہ سارے کا سارا آپ کے راستے کا دھوکہ ہے۔ اگر داتا صاحبؒ کا عرس ہو اور مزار پہ جانے والے بادشاہ' بادشاہ کے نائب یا گورنر چادر چڑھانے کے لیے آ جائیں تو کیا ہو گا۔ مدعا یہ ہے کہ کسی بزرگ کے آستانے پر جانے والا اس وقت بزرگ ہو گا جب وہ اس کے راستے پر چلنے والا ہو گا۔ یہ نہ ہو کہ وہ وہاں سونے کا پنکھا لگا آئے۔ داتا صاحبؒ سونے کے پنکھے کو کیا کریں گے' انہوں نے اپنی زندگی میں پنکھا استعمال نہیں کیا ہو گا۔ درویش لوگ تو درویش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اللہ کے راستے کو اس دنیاوی انداز کا مت سوچو۔ وہ اور راستہ ہے' اور انداز ہے۔ اس راستے پر چلنے والے اسی راہ کے مسافر ہوتے ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کی

راہ پر چلنے والے اس راستے پر کیا کبھی کوئی غریب چلا؟ ضرور چلا بلکہ سب جگہ پر چلا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا کوئی فاقے والا' اللہ والا ہوا؟ ضرور ہوا۔ کیا کبھی بیماری میں اللہ کا قرب ملا؟ ضرور ملا! کیا کبھی ایسے لوگ ہوئے جو بڑے عیالدار تھے اور اللہ والے ہوئے؟ ہوئے! کیا ایسے لوگ تھے جو بڑے سخت بیمار تھے' اور اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! کیا ایسے لوگ تھے جو بڑے بڑے بادشاہ تھے اور اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! کیا مالدار لوگ بھی کبھی اللہ والے ہوئے؟ ضرور ہوئے! تو نہ غریبی اللہ کی راہ میں رکاوٹ ہے اور نہ امیری اللہ کے قرب کی ضمانت۔

اب آپ لوگ دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنا قرب عطا فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

★ ..... ☆ ..... ★

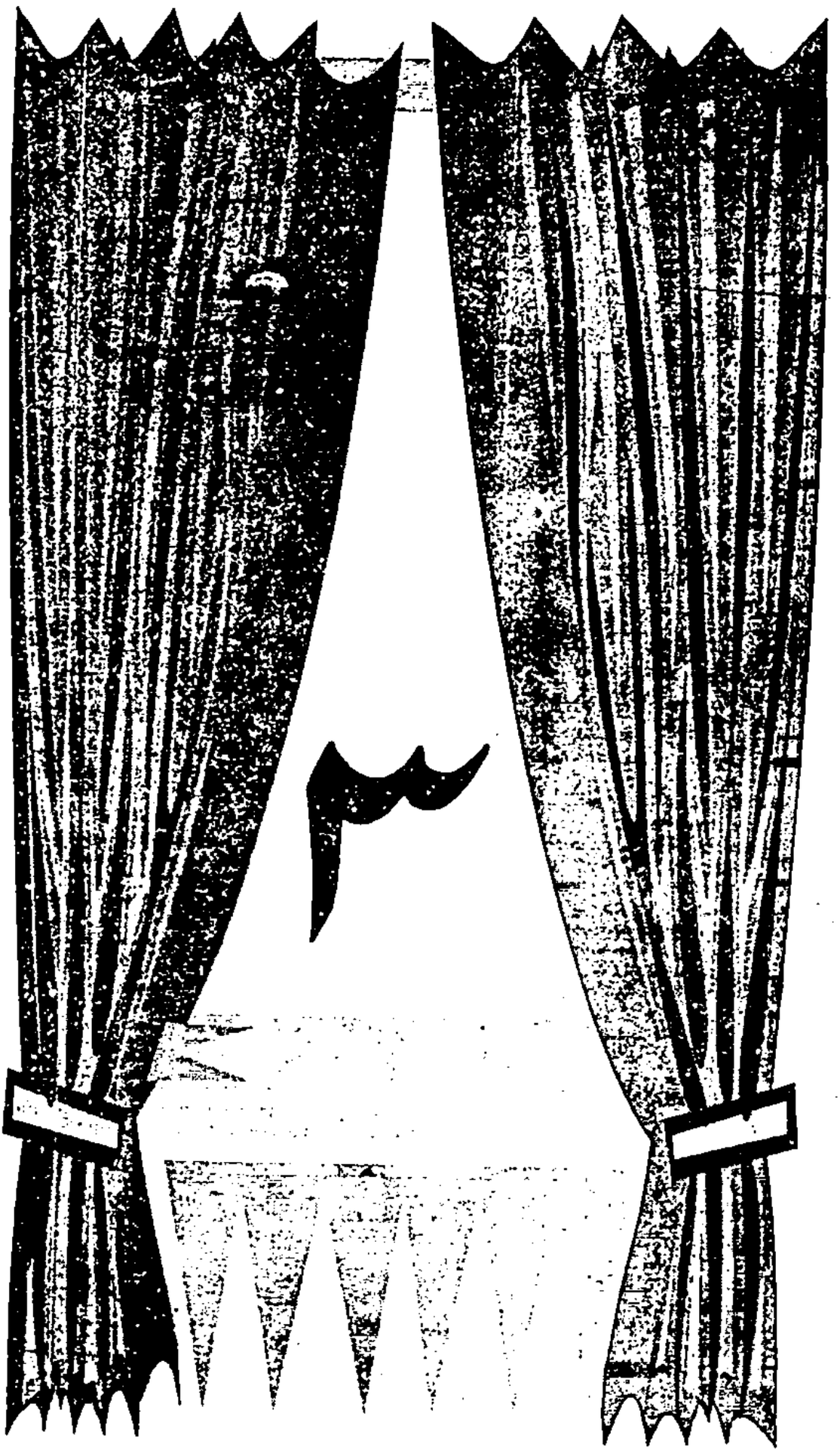
٣

۱ اللہ نے جس دینِ فطرت پر ہمیں پیدا کیا ہے اس دین اور فطرت سے کیا مراد ہے؟

۲ خالقِ کائنات نے ہماری زندگی کا کیا مقصد بنایا ہے؟

۳ میں عمل کہاں سے شروع کروں؟

۴ اگر کوئی ظالم ہو تو ہم مظلوم کیسے نہ بنیں؟

۵ اگر میں اپنے بچے کو مارنے والے کو چھوڑ دوں تو وہ دوسرے بچوں کو مارے گا؟

۶ اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

۷ میں اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہتا ہوں۔

۸ اگر ظلم کرنے والے کو معاف کر دیں تو وہ تو اور ظلم کرے گا؟

۹ ہماری زندگی میں عمل کا رزلٹ کیوں نہیں آتا؟

۱۰ اللہ کے معافی والے حکم میں کیا حکمت پوشیدہ ہے ؟

۱۱ کیا ایسا نہیں ہے کہ معاف وہی کریں جو مارنے والے ہیں؟

۱۲ کیا کافر کو بھی معاف کر دیں؟

۱۳ کیا عادی مجرم کو معاف کر دیں؟

۱۴ اگر کوئی میرے سر پر ہتھوڑا مار دے تو کیا اسے بھی معاف کر دیں؟

۱۵ کیا انسان کو اپنے ساتھیوں کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے؟

۱۶ ماں باپ کے بارے میں جو حکم ہے کیا وہ عورتوں اور مردوں کے لیئے برابر ہے؟

۱۷ میں اپنے شوہر اور گھر کو کیسے راضی رکھوں؟

۱۸ حضرت امیر خسروؒ کا عرس بھی ہوتا ہے اور یوم بھی منایا جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

۱۹ ''آباد شہر کی اس مسجد کے نام جہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے'' سے کیا مراد ہے ؟

۲۰ میں اللہ کریم کی مصلحت جاننا چاہتا ہوں؟

۲۱ ہم تو اللہ کے فضل سے آپ تک پہنچ گئے باقی جو بہت سے لوگ ہیں ان کے لیئے موقع ہونا چاہیئے ۔

۲۲ آپ کسی تحریک میں آنے کے لیئے کیا کر رہے ہیں؟

۲۳ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا سفر جلد طے ہو جائے؟

سوال :۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم نے تمہیں دینِ فطرت پر پیدا کیا تو اس دین سے اور فطرت سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

قرآن کے حوالے سے بات بڑی Exact ہونی چاہیئے اور اس میں ابہام نہیں ہونا چاہیئے' پھر اس کا سیاق و سباق دیکھنا چاہیئے کہ وہ بات کس مقام پر استعمال ہوئی ہے اور اس کی وہاں پر افادیت کیا ہے؟ مثلاً" جب لوگ منافقت کرتے ہیں تو ان کے واقعات بیان ہو جاتے ہیں اور انہیں کہا جاتا ہے کہ منافقت نہ کرو۔ کوئی ایسا سوال کریں جس کا آپ کی ذات کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق ہو اور اس کا جواب ملنے سے صرف آپ کے علم میں اضافہ نہ ہو کیونکہ علم میں اضافے کے لیئے تو لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپ علم میں یا معلومات میں اضافہ کرنا چاہتے ہو تو اس کے لیئے You must spend time یعنی کہ محنت کریں

کہ یہ علم ہے' یہ کتاب ہے اور اس کتاب کے حوالے سے ایک اور کتاب ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان لائبریری میں بیٹھا ہوتا ہے اور زندگی باہر گزر رہی ہوتی ہے' تو وہ اگر باہر کی زندگی کے لیئے لائبریری استعمال کر سکے تو پھر تو وہاں اسٹڈی کرتا جائے گا لیکن زندگی میں کچھ ایسے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں جو لائبریری میں حل نہیں ہو سکتے اور وہ مسائل حل کرنا بھی بہت ضروری ہوتے ہیں۔ تو ایسا نہ ہو کہ لائبریری کے اندر آپ کا ٹائم ضائع ہو جائے۔ میں آپ کو ایک خاص بات بتا رہا ہوں اور آپ اس بات پر غور کریں۔ آپ دو کام ضرور کرلیں' ایک کام یہ ہے کہ Tomorrow میں یعنی آنے والے کل میں آپ کہیں یہ نہ کہنا کہ آج کا دن یعنی Today ضائع ہو گیا۔ آپ اپنے آج کو ایسا بنائیں کہ کل کہیں یہ نہ کہنا پڑ جائے کہ میرا وقت ضائع ہو گیا ہے۔ نوے فیصد لوگ یہ کہیں گے کہ میں نے وقت ضائع کر دیا اور اب وقت مجھے ضائع کر رہا ہے۔

I wasted my time and now time is wasting me اکثر لوگ پہلے وقت کو ضائع کرتے ہیں اور پھر جب وقت انتقام لیتا ہے تو وہ ان کو ضائع کر دیتا ہے۔ آپ اپنے علم' اپنے ذہن' اپنی فکر' اپنی زندگی اور اپنے گردو پیش کے بزرگوں اور ان تمام عوامل کے تعاون سے ایک یہ کام ضرور کرلیں کہ آپ اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچالیں۔ وقت کہاں ضائع ہو گا؟ بعض اوقات گفتگو میں ضائع ہو گا' اس طرح کہ لوگ بے کار باتیں کرتے جاتے ہیں' سنتے جاتے ہیں' بولتے جاتے ہیں اور اس طرح وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بے مقصد گفتگو میں وقت ضائع ہو

جاتا ہے۔ پھر کچھ وقت تقریبات میں ضائع ہو جاتا ہے' کچھ وقت ایسے مشاغل میں ضائع ہو جاتا ہے جن مشاغل کا آپ کی زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر آپ میں سے کسی نے پہاڑ پر جانا ہو اور وہ یہاں بیٹھا ہوا سوچ رہا ہو کہ زمین کے واقعات کیا ہیں اور صحرا کے واقعات کیا ہیں تو اس کا وقت تو ضائع ہو گیا۔ اسے چاہیئے کہ پہلے اپنی چڑھائی کا انتظام کرے۔ اس طرح وہ قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے جو آپ کے مقصد کے علاوہ ہو۔ اس وقت کا مقصد اس وقت سے باہر ہو جاتا ہے۔ آپ کوشش یہ کریں کہ آپ کا وقت ضائع نہ ہو' اس سے آپ کو آسودگی پیدا ہو گی اور آپ کو سکون ملے گا۔ آپ کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ جس کام پر کسی اور وقت میں آپ کو پچھتانا پڑ جائے۔ اور اپنے اعمال سے یعنی آپ سے سہواً" یا عملاً" کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے کہ جس سے کسی اور Moment میں آپ کو پچھتانا پڑ جائے۔ آج کا ذہن جس طرح کا ہے' کل کو عین ممکن ہے کہ آپ کا کچھ اور ذہن ہو جائے یعنی Mature ہو جائے اور باشعور ہو جائے۔ جب آج کا نا پختہ ذہن کل پختگی میں داخل ہو گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آج کی یہ نا پختہ بات کل کے پختگی کے زمانے میں آپ کو ناگوار یا ناروا گزرے۔ اس سے پھر آپ ہی کو تکلیف ہو گی کہ یہ کنگن میں نے غلط زمانے میں پہن لیا تھا۔ یہ خیال کا کنگن ہوتا ہے اور یہ کنگن کاٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کبھی کوئی ایسا کام نہ کریں کہ جس سے آئندہ آپ کو وقت کا احساس ہو۔ آپ وقت ضائع نہ کریں کیونکہ وقت زندگی ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملا ہے وہ وقت ہی تو ہے اور باقی سب آپ کو وقت کے

استعمال کرنے کے شعبے ملے ہیں اور طریقے ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ بے چارے کہاں وقت ضائع کرتے پھریں گے' بے کار رہ کے تھک جائیں گے لہٰذا ان لوگوں کو کچھ منظر بنا کر دو' پھر منظر بنا کر دے دیا اور آپ کو نظارہ کرنے والا بنا دیا کہ آپ وقت اس طرح گزار لو کہ نظارے دیکھ لو' سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' وادیاں' چراگاہیں اور پتہ نہیں کیا کیا! منظر کو دیکھنے سے آپ کا وقت جو ہے وہ فطرت کے قریب گزرے گا۔ پھر سوچ میں وقت گزر جائے گا' گفتگو میں وقت گزر جائے گا' سننے میں وقت گزر جائے گا' کھانے پینے میں وقت گزر جائے گا اور سونے میں وقت گزر جائے گا۔ تو وقت گزرنے کے یا وقت گزارنے کے لوازمات اور انتظامات جو ہیں وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہوئے ہیں۔ اور آپ کو ملا کیا ہے؟ تو ایک بات کی ضرور احتیاط کرنی چاہیئے کہ کہیں وقت ضائع نہ ہو جائے۔ وقت جو ہے وہ بعض اوقات ایسے ضائع ہو جاتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ آج وقت گزرتا نہیں ہے' اب کیا کیا جائے؟ تو جو وقت گزرتا نہیں ہے تو جب وہ وقت گزرے گا تو یہ بڑی ہی دقت سے گزرے گا اور یہ آنے والے وقت کو بہت ہی تکلیف دہ بنائے گا۔ وہی وقت تو زندگی ہے۔ وقت اگر مقصد کے قریب رہے تو پھر یہ ضائع نہیں ہوتا۔ تو آپ اپنا کوئی مقصد بنا لیں مگر آپ تھوڑی سی یہ احتیاط کریں کہ جو مقصد آپ بنا رہے ہیں یا جس کو تلاش کر رہے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ زندگی ختم ہونے پر یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ وہ مقصد ہی غلط تھا۔ پھر اس کا آپ کو بڑا افسوس ہو گا کہ میں نے جو مقصد بنایا تھا وہ تو میرا مقصد ہی نہیں تھا اور اس کو مقصد میں نے خود ہی

بنایا تھا' اول تو میں مقصد کے ساتھ Sincere نہیں تھا اور دوسرا میرا مقصد بھی میری ذات کے لیئے Sincere نہیں تھا' مخلص نہیں تھا۔ اس بات کا دوہرا عذاب ہو جائے گا۔ آپ یہ دو چھوٹے سے کام کر لیں' ایک تو ایسا مقصد بنائیں کہ زندگی سے رخصت ہوتے وقت آپ کو ندامت نہ ہو' افسوس نہ ہو اور پھر وقت ایسے گزاریں کہ آپ کا اپنے مقصد کے حوالے سے وقت ضائع نہ ہو۔ اپنی ذات کا احترام بھی ضرور رکھیں' اپنے آپ پر رحم کریں۔ اپنا احترام بہت مشکل ہوتا ہے لیکن بڑا ضروری ہوتا ہے۔ تو آپ اپنے Poor little self اپنی کمزور جان پر Pity کریں' تھوڑا سا رحم کریں۔ آپ اس جان کو کیوں ضائع کر رہے ہیں اور اس کو گمراہی میں کیوں لگاتے ہیں' اپنے آپ کو ضائع نہ کریں بلکہ اس کو Preserve کریں' محفوظ کریں اور اس کو سنبھالیں' یہ آپ کے بڑے کام آئے گا۔ یہ وجود جو آپ کی صفات کے ساتھ موجود ہے یہ آپ کے کام آئے گا۔ یہی آپ کا آج ہے اور یہی عاقبت ہے۔ یہی آپ کا Tomorrow ہے' یہی Day after ہے اور یہی Hereafter ہے۔ اپنے اس وجود کو آپ نے کوشاں کوشاں آگے لے کر جانا ہے' خراماں خراماں اس کو آپ نے عاقبت کے گھر میں پہنچا دینا ہے اور پھر آپ آزاد ہو جائیں گے۔ مگر آپ نے تو اس کو پرزے پرزے کر دیا ہے' اس کی Disintegration کر دی ہے' اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے' اس کی Fragmentation کر دی ہے۔ لہٰذا پریشانی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ضائع نہ کریں' وقت کو ضائع نہ کریں۔ آج کوئی ایسا عمل نہ کریں کہ کل Tomorrow آپ کو پچھتانا پڑے اور کوئی ایسا مقصد نہ

بنائیں کہ آپ کا Hereafter آپ کی آخرت تباہ ہو جائے۔ اگر آپ ان حوالوں سے سوالات پر غور کریں تو پھر آپ Serious ہوں گے۔ آپ کے اندر اب Seriousness پیدا ہونی چاہیے۔ اصل میں یہ زندگی ضائع ہونے والی چیز نہیں ہے کیونکہ آپ کب سے اس کو ضائع کرنے میں لگے ہوئے ہیں لیکن یہ ضائع نہیں ہوئی' آپ اس کو مارتے رہتے ہیں لیکن یہ پھر بھی زندہ ہو جاتی ہے' آپ اس کو خیال کی آگ میں پھینکتے ہیں' خیال کی پریشانی میں ڈالتے ہیں لیکن پھر بھی آپ Easy ہو جاتے ہیں' اس آگ سے باہر نکل آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو بچاتا آرہا ہے جب کہ آپ نے تو اپنے آپ کو تباہ کرنے کی بڑی تدبیریں کی ہیں۔ لہٰذا آپ اس بات پر باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے جائیں' اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچاتے جائیں' آپ وہ مقصد بنائیں کہ آپ کو زندگی چھوڑتے وقت ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اب آپ اور سوال کریں۔ سنجیدگی کے ساتھ سوال کریں اور فکر کے ساتھ سوال کریں۔

سوال :۔

آپ فرماتے ہیں کہ زندگی کا ایک مقصد بناؤ لیکن عرض یہ ہے کہ سر! خالقِ کائنات نے ہمارا بھی تو کوئی مقصد بنایا ہو گا' وہ کیا ہے؟

جواب :۔

خالق نے آپ کو زندگی دی ہے اور خالقِ کائنات نے آپ کو ساری بات بتا دی ہے' ساری بات Define کر دی ہے۔ اس نے آپ کو ہزارہا طریقے بتا دیئے ہیں' راستے بتا دیئے ہیں اور ان کی تشریحات بھی

بتا دی ہیں۔ خالق نے دین آپ کے حوالے کر دیا ہے' اب آپ اس پر چلتے جائیں۔ ماں باپ آپ کے حوالے کر دیئے ہیں' اب آپ ماں باپ کا حکم مانتے چلے جائیں۔ خالق نے آپ کو زندگی دے دی ہے اور آپ اپنی زندگی کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ خالق نے فرمایا ہے کہ یہاں کے عمل کی آگے جا کر جواب دہی ہوگی۔ خالق نے ایک بڑا آسان عمل بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے حضور پاک ﷺ پر درود شریف بھیجتے جا رہے ہیں اور آپ درود شریف ہی بھیجتے چلے جاؤ۔ خالق کی بات تو بڑی آسان ہے۔ خالق کی بات کو تو بندوں نے مشکل کر دیا ہے۔ خالق نے تو بڑی آسان بات کہی ہے کہ کمانا جو ہے یہ زندہ رہنے کے لیئے ہے اور آپ اتنا کماتے جاؤ کہ زندہ رہتے جاؤ اور زندہ ایسے رہتے جاؤ کہ اس کا شکر ادا کرتے جاؤ تو آپ کا خالق جو ہے وہ عبادت کے لیئے ہے اور باقی کائنات کا خالق جو ہے وہ صرف تخلیق والا ہے۔ لیکن آپ کا خالق جو ہے وہ آپ کا معبود بھی ہے۔ مسلمانوں کے لیئے تو یہ بڑی آسان بات ہے کہ خالق تو وہ ہے ہی اور ساتھ میں اللہ بھی ہے۔ تو ہمارا خالق ہمارا معبود بھی ہے۔ اس لیئے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادت کیا ہے؟ عبادت وہی ہے کہ انسان کا انسان ہونا عبادت ہے۔ اللہ ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا ہے' آپ اس کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ کا ثبوت صرف عابد ہے۔ معبود کا ثبوت کون ہے؟ وہ جہاں آپ کی پیشانی جھکتی ہے وہ معبود ہے اور یہ آخری بات ہے۔ That's all ورنہ تو معبود کا اور کوئی ثبوت نہیں ہے۔ خالق کا ثبوت آپ کا ہونا ہے۔ آپ کا ہونا اگر آپ کے بس میں ہوتا تو آپ کچھ اور ہوتے۔ آپ کا ہونا اگر والدین کے بس میں ہوتا

تو وہ Exactly کچھ اور چاہتے یعنی لڑکیوں کی جگہ پر لڑکے چاہتے لڑکوں کی جگہ پر لڑکیاں چاہتے اور جو صاحبِ اولاد نہیں وہ صاحبِ اولاد ہونا چاہتے اور جن کی زیادہ اولادیں ہیں وہ کہتے کہ اولاد نہ ہو۔ اور اس طرح پریشانی در پریشانی ہوتی۔ تو جو بھی تخلیق ہے یہ خالق کا احسان ہے۔ یہ ہمارا مزاج ہے کہ ہم زندگی کو اللہ کا احسان کہہ رہے ہیں وگرنہ کچھ لوگ مہربانیوں کو بھی آزمائش کہتے ہیں۔ مثلاً" اگر پیسہ مل جائے' مرتبہ مل جائے' درجہ مل جائے' رینک مل جائے یا بادشاہت مل جائے تو وہ اس کو بھی مصیبت سمجھتے ہیں۔ زندگی جو ہے وہ تو۔

مفلسی میں بھی گزر کرتی ہے یہ
تخت پر بھی سسکیاں بھرتی ہے یہ

یعنی ایک جگہ تو تخت پر زندگی رو رہی ہے اور یہاں غریب بھی آسودہ حال ہے کہ اگر شام ہوگئی ہے تو پھر سو جاتا ہے۔ یعنی اس کی زندگی بادشاہ ہو گئی ہے کہ اللہ اللہ کرتا ہے اور سو جاتا ہے اور وہاں تخت پر پریشانی در پریشانی ہے کہ نہ سو سکتا ہے اور نہ جاگنے میں قرار ہے' دوسروں کو ختم کرنے کی فکر ہے' بس زندگی عذاب بن جاتی ہے۔ خالق نے کہا ہے کہ زندگی پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ تیری زندگی تیرے اپنے لیئے عذاب بن جائے۔ تو زندگی کا عذاب یہ ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچانا۔ اس طرح آپ کو خود تکلیف پہنچے گی۔ تو آپ تکلیف پہنچانے کی تکلیف سے بچو۔ اگر آپ معاف کر دو گے تو نجات پا جاؤ گے۔ تو جو شخص کسی کو گرفتار کر کے بیٹھا ہے تو وہ خود آپ ہی گرفتار ہوا پڑا ہے۔ جس کو آپ نے پکڑ کر بٹھایا ہوا ہے تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آدھے بندے آدھے

بندوں کو گرفتار کر کے بیٹھے ہوئے ہیں بلکہ دبوچا ہوا ہے۔لوگوں نے دوسرے لوگوں کو پکڑ رکھا ہے اور دونوں ہی گرفتار ہیں۔ ایک دوسرے کو Dominate کرنے والے اور نیچا دکھانے والے سب عذاب میں مبتلا ہیں۔ کوئی شخص سادہ بات نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص دین بیان کرنا شروع کر دے تو وہ دین بیان کرتے کرتے وہاں سے سیاست کے میدان میں پہنچ جاتا ہے۔

بلائے ناگہاں نازل ہوئی ہے
ہر اِک سینے میں جاں بے کل ہوئی ہے

خدا جانے کیا قہر ہو گیا ہے کہ کسی کو اگر دو آدمی ماننے لگ جائیں تو وہ آدمی فرعون سے کم نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ فرعون ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ جس کو چار آدمی سجدہ بھی کرتے ہوں۔ اس لیئے فرعون کہتا تھا کہ انا ربکم الاعلیٰ میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں۔ یہ وہاں کی تہذیب تھی کہ لوگ Prostrate کرتے تھے' سجدہ کرتے تھے۔ تو اگر چار آدمی سلام کرنے لگ جائیں' ماننے لگ جائیں' مال' پیسہ اور حکومت مل جائے تو انسان کہتا ہے کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ انسان خود بڑی طاقت ہے اور جب اس کو ذرا شعور ملتا ہے تو وہ خدا جیسا ہونا چاہتا ہے لیکن یہاں اللہ نے کہا ہے کہ تم میرے جیسے بننا تو چاہتے ہو لیکن نہ تو میری ماں ہے اور نہ باپ ہے اور نہ میری اولاد ہے اور ہم ہر پیدائش سے پہلے ہیں اور ہر موت کے بعد ہیں' ازل کے ہم خالق ہیں اور ابد کے بھی ہم خالق ہیں' اور ہم وقت سے باہر ہیں۔ اور وہ اللہ ایک اور ہی کائنات ہے جہاں وقت نہیں ہے۔ اس لیئے آپ لوگ اس سے اکتساب کر سکتے ہیں'

فیض لے سکتے ہیں اور دوسرے واقعات کر سکتے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ اس جیسا نہیں کر سکتے۔ بس اپنی زندگی کو سادگی سے گزارتے جائیں اور دریا کی طرح چلتے جائیں۔ دریا کا دین کیا ہے؟ دریا رواں دواں چلتا جا رہا ہے۔ سورج کا مذہب کیا ہے؟ سورج کا مذہب روشنی ہے۔ تو سورج اس دن کافر ہو جائے گا جس دن وہ روشنی دینا بند کر دے گا۔ جب تک Heat اور Light ہے' سورج پورا مومن ہے اور سورج اپنے ایمان سے ذرہ بھی آگے پیچھے نہیں ہوا لیکن آپ لوگ آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اس لیئے آپ اپنی تخلیق کے حوالے سے ان لوگوں سے سوال پوچھو جنہوں نے انسان کو جانا اور یہ پہچانا کہ انسان کا مقصد کیا ہے۔ جو لوگ اسلام کو نہیں مانتے' کسی اور مذہب کو مانتے ہیں کسی Reformer یا مصلح کو مانتے ہیں' کسی اخلاقیات والے کو مانتے ہیں' کسی اور Sage کو' کسی Saint کو' بزرگ کو' دانا کو' یا کسی فلسفی کو مانتے ہیں تو وہ آپ کو بتائے گا کہ بات یہ ہے کہ کسی کو تکلیف نہ دو' عذاب نہ دو اور باقی انسانوں کے لیئے عافیت پیدا کرو اور کم از کم یہ ہو کہ آپ کا وجود باقی انسانوں کو گراں نہ گزرے۔ تو یہ عافیت کی بات ہے۔ اور آپ تو ایک دوسرے کو تکلیف دینے والے لوگ ہیں۔ تو آپ کی زندگی دوسرے لوگوں کے لیئے باعثِ رحمت ہونی چاہیئے۔ مقصد یہ ہے اگر آپ کے پاس مال ہے تو آپ کا مال ان لوگوں کے کام آنا چاہیئے جن کے پاس مال نہیں ہے۔ اگر یہ پیسہ صحیح کام آجائے تو یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ تو علم اگر کسی بے علم کے کام آجائے تو یہ کیا ہی اچھی بات ہے۔ کوئی بھی چیز کسی اور کے کام آجائے تو یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ تو اللہ نے یہ بتایا

ہے کہ میں نے انسان' حیوان اور سب کو خود ہی پیدا کیا اور سب کو عبادت کے لیئے پیدا کیا ہے۔ ہر مسلمان کو یہ پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقصدِ حیات بالکل واضح طور پر بیان کیا ہوا ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کیا مقصد ہونا چاہیئے۔ اب اس میں ہیرا پھیری کرنا یہ وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ آپ نے دین کو مانا ہے تو دین کو ماننا آپ کا ایک مقصدِ حیات ہے۔ اگر کسی نے دین کو نہیں مانا ہے تو اس کو چھوڑ دینا بہت بہتر بات ہے کیونکہ منافق ہونے سے کافر ہونا بہتر ہے۔ منافق ہونے سے بہتر ہے کہ آپ واضح طور پر کہہ دیں کہ ہمیں یہ دین راس نہیں آیا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک پیر صاحب کے مریدوں نے تبلیغ شروع کر دی اور انہوں نے ایک جوگی کو پکڑ لیا اور اس سے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ' اسلام میں آجاؤ۔ جوگی نے کہا کہ اگر اسلام تمہارے والا ہے تو یہ اسلام تو میرے قابل نہیں ہے اور جو اسلام آپ کے پیر صاحب والا ہے تو میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ تو جوگی کا مطلب یہ تھا کہ اصل اسلام بہت بلند ہے' آئیڈیل ہے' اس میں تو میں آ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ مجھ سے بہت ہی بلند ہے اور جو آپ لوگ Preach کر رہے ہو' تبلیغ کر رہے ہو' یہ میرے قابل نہیں ہے۔ آپ نے اس کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ دوسرے اس میں آئیں۔ آپ نے Preacher بن بن کر' مبلغ بن بن کر مسلمانوں کو اور اسلام کو اسلام پڑھایا ہے۔ یعنی کہ لوگ اسلام کو گائیڈ کر رہے ہیں کہ ایسے ہو جا اور ویسے ہو جا۔ لہٰذا آپ لوگوں کے لیئے Easy بن جائیں' لوگوں کے لیئے Comfortable ہو جائیں' آسان بن جائیں۔ یہاں پر مسلمانوں نے اسلام کے نام پر گمراہی پیدا کردی ہے۔

آپ یہ دیکھیں کہ جذبۂ غریبی جو ہے وہ دو غریبوں کو قریب کر دیتا ہے۔ ایک نے پوچھا آپ کے حالات کیسے ہیں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں مزدوری کرتا ہوں۔ اور آپ کیا ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی مزدوری کرتا ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ کل سے ہم اکٹھے ہی جایا کریں گے۔ اسی طرح دو بیمار ملے تو ایک کہتا ہے کہ میرے سر میں درد رہتا ہے' دوسرا کہتا ہے کہ میرے پاؤں میں درد رہتا ہے۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب ہوگئے۔ تو ایک شعبے والے قریب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمسفر جو ہیں وہ قریب ہو جاتے ہیں۔ تو کیا دو مسلمان قریب نہیں ہوسکتے؟ کیا آپ نے کوئی ایسا آدمی دریافت کیا ہے جس کے ساتھ مل کے سفر کرسکیں' عمل کر سکیں تاکہ دونوں مسلمان ثابت ہو جائیں اور پھر بھائی بن جائیں۔ مگر خیر سے آپ اپنا آپ دیکھو کہ آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں اور مسلمان بھائی کی باری تو بعد میں آتی ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ شعبہ ابھی وجود میں نہیں آیا کہ مسلمان جو ہیں وہ مسلمان ہونے کے حوالے سے ایک وحدتِ ملت میں شامل ہو جاتے۔ تو مسلمان نے وحدتِ ملت کا سوال ہی پیدا نہیں ہونے دیا بلکہ مسلمان اسلام کی راہ میں دیوار بن کے کھڑا ہوا ہے اور پھر اسلام سے کہتا ہے کہ تو یہ دیوار گرا کر دکھا۔ تو آپ بتاؤ یہاں پر اسلام کیا کرے! تو آپ لوگوں نے ہی اسلام کو روکا ہے۔ یہاں میں اسلام کے نافذ ہونے کی بات نہیں کر رہا ہوں' میں تو اسلام کے Comfortable ' آسان ہونے کی بات کر رہا ہوں' Feasible ' عملی ہونے کی بات کر رہا ہوں اور دینِ فطرت ہونے کی بات کر رہا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمان اس کے راستے سے ہٹ جائے تو

یہ دینِ فطرت بن جائے گا۔ مسلمان ہی دوسرے مسلمان کو مار رہا ہے' ٹوٹے ہوئے' شکستہ مسلمان کو تکلیف دے رہا ہے' جھگڑالو ہو گیا ہے' ایک دوسرے کا حق مار رہا ہے' ایک دوسرے کا گلہ گھونٹ رہا ہے اور قبریں کھودتے وقت بھی دو مسلمان Simultaneously جھگڑ پڑتے ہیں۔ تو یہ مسلمانوں کا اسلام ہے۔ تو یہاں پر اصلی اسلام جو ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنا نام ہی بدل لوں تو اچھا ہے کیونکہ مسلمانوں نے تو مجھے بالکل Betray کر دیا ہے' مجھ سے بے وفائی کر دی ہے۔ لیکن وہ اللہ جو ہے وہ واللہ خیر المکرین ہے یعنی وہ باری تعالیٰ ایسی ترکیب نکالے گا کہ وہاں تمہاری سب ترکیبوں پر پانی پھر جائے گا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ مکڑی کے کمزور جالے سے طاقتور ترین دلیل نکال لیتا ہے۔ اس کے کام ہی اور ہیں' وہ تو پھر دریاؤں کی رفتار ہی الٹی کر سکتا ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی باتیں تو پھر اللہ ہی جانے۔ اللہ کو کسی زمانے میں' کچھ کرنے میں کبھی کوئی دِقت نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ للہ جنود السمٰوٰت والارض زمین اور آسمانوں کے لشکر اس کے اپنے ہیں' اس کو کسی دشمن کا ڈر ہی کوئی نہیں ہے۔ اس نے لشکر بھی رکھے ہوئے ہیں اور اس کا دشمن بھی کوئی نہیں ہے۔ تو یہ اس کی رونقیں ہیں اور جلوے ہیں۔ آپ لوگوں کی ان سب باتوں سے اللہ کو کیا فرق پڑتا ہے۔ بہرحال ایک بات ضرور ہے کہ اللہ آپ کو نہیں چھوڑے گا' اور آپ کو مسلمان ہی بنا کر چھوڑے گا۔ یا تو آپ لوگ سیدھی طرح سے مسلمان بن جائیں یا پھر مسلمان بننا پڑ جائے گا کیونکہ مسلمان اس مقام پر ہیں جہاں پر نظر انداز نہیں کیئے جا سکتے۔ اب یہ آپ لوگ سوچ لیں کہ کیا

کرنا ہے؟ اس لیئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کا مقصد بتایا ہے۔ آپ لوگ ذاتی طور پر ایک دوسرے کے حقوق دینا شروع کر دو' بھائی کو بھائی کا حق دے دو' ماں باپ کو ماں باپ کا درجہ دے دو' بیوی کو بیوی کے حقوق ادا کر دو اور پڑوسی کے حقوق ادا کر دو۔ آپ صرف اتنا کام کر دو تو ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ اس کا نام مسلمانوں میں لکھ دے۔ تو یہ آپ کے لیئے کافی مقصد ہے اور ہم سب دعا کریں گے کہ آپ کا نام مسلمانوں میں لکھا جائے۔ اگر آپ کی تحویل میں رہنے والا کوئی ذی جان' انسان' سانس لینے والا انسان' بولنے والا انسان' کبھی بھی اللہ کے سامنے یہ فریاد کر دے کہ میں اس کی تحویل میں رہ کر مظلوم تھا تو پھر اسلام آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ اسلام کبھی ظالم کی مدد نہیں کرتا ہے۔ آپ صرف اتنی سی بات کر لو کہ آپ کبھی ظالم نہ بنو اور خاص طور پر ان لوگوں پر ظلم نہ کرو جن کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ یہی تعلق باللہ ہے۔ تعلق باللہ ہی تو تعلق بالناس ہوتا ہے یعنی لوگوں سے تعلق ہی اللہ سے تعلق ہے۔ تو آپ ظالم نہ بنو اور مظلوم بھی نہ بنو۔ اگر کوئی انسان' انسانوں پر ظلم کرتا ہے اور وہ کہتا ہے میں ظلم کا بدلہ لے رہا ہوں' تو بدلہ میں بھی ظلم ہی کرنا پڑ جائے تو یہ اتنا ہی جرم ہے جتنا پہلا ظلم ایک جرم تھا۔ اس شخص کے لیئے اسلام کچھ نہیں کر سکتا بلکہ اسلام اس کے لیئے عبرت لائے گا۔ میرا خیال ہے کہ ظلم کی ابتدا جو ہے یہ عبرت کی ابتدا ہے۔ عبرت کی ابتدا جو ہے یہ تباہی کی ابتدا ہے' وقت ضائع کرنے کی ابتدا جو ہے یہ زندگی ضائع کرنے کی ابتدا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا یہ مقصد سمجھ لیں تو پھر آپ کے لیئے آسانی ہے۔ اب اور سوال کریں۔

سوال :۔

میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ عمل کہاں سے شروع کروں؟

جواب :۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کسی بات کو Debate نہ بناؤ' بحث نہ کرو اور آپ وہ سوال کیا کرو کہ جس کا جواب مل جائے تو اس سے آپ کو عافیت ہو۔ جو عمل آپ کرنا چاہتے ہیں وہ آپ کسی کے حکم سے شروع کر دیں۔ آپ کسی ایک انسان کو مان لیں کہ وہ قرآن کو پڑھ کر آپ کو حکم بتائے کیونکہ آپ کے پاس پڑھنے کا ٹائم نہیں' تو اس کے مطابق آپ عمل کریں اور دعا بھی لیتے جائیں۔ یا پھر آپ خود قرآن پڑھ لیں اور عمل کریں۔ تو عمل کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کو یا تو آپ خود پڑھ لیں یا پھر اس شخص سے پوچھیں کہ میں کہاں سے ابتدا کروں' اور اس کی کہاں سے ابتدا ہے اور کہاں انتہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ الجھتے الجھتے آخرکار الجھ ہی جاؤ۔ آپ ایسے شخص سے تعلق قائم کریں جو آپ کی شخصیت' آپ کا مزاج' آپ کا مرتبہ' آپ کا رہن سہن' آپ کا ماضی' حال اور مستقبل جانتا ہو کیونکہ ہر آدمی ہر چیز نہیں کر سکتا۔ کچھ لوگ ایک طرح کے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ اس لیئے یہ دیکھنا ہے کہ آپ کے مزاج کے مطابق' اللہ تعالیٰ کے وسیع احکامات کے اندر' اس کی کائنات میں آپ کے لیئے کون سا ایسا Step ' قدم اٹھایا جائے کہ جس سے آپ کی زندگی جو ہے وہ آپ کے حق میں آسان ہو جائے تاکہ آپ اپنے لیئے کوئی بوجھ نہ بن جاؤ اور آپ کی عاقبت جو ہے

وہ داغدار نہ ہو جائے۔ بس عمل کی اتنی سی کہانی ہے کہ آپ کبھی بحث نہ کرنا اور علم کی بات نہ کرنا۔ علم جو ہے وہ تو بڑا وسیع علم ہے اور علم کی وسعت میں سے عمل کی سیدھی راہ نکالنا بڑا مشکل ہے۔ بس یہی دانائی ہوتی ہے اور یہی حکمت ہوتی ہے۔ تو حکمت یہ ہے کہ علم کی بڑی وسعت ہے' Immensity ہے اور بے شمار علم ہے' اب اس میں سیدھی لائن کا دھاگہ نکالنا ہے تاکہ یہ راستہ اختیار کرکے آپ چلتے جائیں اور دوسرے سرے پر منزل آجائے۔ سب راستے صحیح ہیں' شیعہ اپنی جگہ پر صحیح ہے اور سنی اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ دونوں ہی مکمل صحیح ہیں مگر شیعہ سنی دونوں مل کر بیک وقت صحیح نہیں ہیں کیونکہ یہ لڑ رہے ہیں وگرنہ تو شیعہ بھی اپنی جگہ پر صحیح ہیں' سنی صحیح ہے' کیونکہ سارے ایک منزل کے مسافر ہیں۔ تو بات یہ ہے کہ سفر کرنے والا صحیح ہے اور لڑنے والا صحیح نہیں ہے۔ وہ مسافر جو مسافروں کے ساتھ الجھ رہا ہے وہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ سارے سفر کر رہے ہیں' اس لیئے سارے چپکے سے چلتے جائیں تو سب کو منزل مل جائے گی۔ آپ اپنے بھائی کو کہیں کہ آپ میرے لیئے دعا کرنا' میں آپ کے لیئے دعا کروں گا۔ اور اس طرح چلتے جاؤ۔ آپ کو وقت مل جائے' شعور مل جائے رات کو نصف شب کے وقت جاگو' تہجد پڑھو تو اس وقت آپ دعا کرو کہ یارب العالمین کوئی ایسا Basic' بنیادی حکم فرما دے جس پر میں کار بند ہو جاؤں تاکہ میری زندگی عمل کے میدان میں داخل ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے حوالے سے' اپنے حبیب پاکؐ کے حوالے سے' آپ کے ماں باپ کی عزت کے حوالے سے' آپ کی عاقبت کے حوالے سے آپ کو کوئی چھوٹا سا عمل بتا

دے تو وہی چھوٹا عمل بڑا عمل ہو جائے گا اور اس کے اندر ہی بے شمار باتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اور اگر آپ اس عمل کو بدلتے رہے' تو پھر اگر ساری باتیں صحیح ہوں اور ساری صداقتیں ہوں تو بھی وہ بے معانی ہوں گی۔ ایسا کب ہو گا؟ سچ بولنے والا اگر بے ترتیب ہو جائے تو وہ جھوٹ بن جاتا ہے۔ مثلاً" جس طرح یہ سارا سچ ہے کہ اس وقت رات کا وقت ہے' یہ بلال صاحب بیٹھے ہوئے ہیں' یہ میز ہے' وہ کرسی ہے' یہ ہم ہیں' وہ آپ ہیں' پنکھے چل رہے ہیں' موسم بدل رہا ہے' بادل ہیں۔ تو یہ ساری باتیں سچی ہیں لیکن یہ سب باتیں بے معنی ہیں۔ ایسی باتوں کا کیا فائدہ! آپ ایسی بے ترتیب صداقتیں نہ بولا کریں مثلاً" یہ تقریر ہو رہی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ذٰلک فضل اللّٰہ یو تیہ من یشاء اور پھر کہتے ہیں کہ یاایھا المزمل اور پھر یہ کہ قل ھو اللّٰہ احد پھر وہاں سے الحمد للہ پڑھ کر اللہ کی صفت بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ اصل میں تو "الحمد للہ" ہی قرآن پاک کی جان ہے اور پھر کہتے ہیں کہ سورۃ یٰسٓ تو قرآن کا دل ہے یٰس والقرآن الحکیم' یہ ہو سکتا کہ اس نے سب سچ بولا ہو لیکن اس کے جو Meanings ہیں' جو معانی ہیں وہ مضمون کے حساب سے ربط میں نہیں ہیں۔ تو آپ ایسی بے ربط باتیں نہ کیا کریں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اصل میں بات کچھ اور ہی ہوتی ہے اور پھر آخر میں یہ کہتے ہیں کہ اے مسلمانو! آج ہماری مسجد میں یہ واقعہ اور یہ دن منایا جارہا ہے' لہٰذا آپ حسبِ سابق اپنی آخرت درست کرنے کے لیئے فوری طور پر اپنا اپنا حصہ اور چندہ دیں' بکرے کی کھالیں دیں۔ تو یہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ کے لیئے یہ بہت آسان عمل ہے کہ کسی سے پوچھ کر

کوئی عمل کریں' وہ عمل چاہے چھوٹا ہو لیکن اگر آپ حاصل کرتے جائیں تو اس چھوٹے سے عمل سے وہ عمل بڑا ہو جائے گا۔ آپ نے اپنا آئینہ چمکاتے جانا ہے' "صیقلِ آئینہ ہنوز" کرتے جانا ہے' شیشے کو پالش کرتے جانا ہے اور پھر جب شیشہ چمک گیا تو اس شیشے میں آپ کو اپنا جلوہ نظر آئے گا بلکہ مالک کا جلوہ بھی نظر آنا شروع ہو جائے گا۔ لکھنے والا جب کام کرتا جاتا ہے تو پھر کچھ اور ہی لکھ لیتا ہے' اسی طرح برش سے جو تصویریں بناتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ تصویریں بناتے بناتے ان تصویروں میں اور ہی مصور نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ تو ایسا ہوتا ہے۔ تو بعض اوقات کسی ایک واقعہ میں کوئی اور ہی واقعہ شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کچھ اور سمجھتا ہے لیکن کچھ اور ہی ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ کوئی بابا جی بات کر رہے تھے تو انہوں نے کمال ہی کر دیا اور انہوں نے جاتے ہوئے کوئی الفاظ بتائے اور پھر نشانی دے گئے کہ یہ بات فلاں جگہ سے ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی آپ کے پاس آئے اور آ کر کہے کہ دیکھو میں آپ سے ملنے کے لیئے آیا ہوں اور دریا میرے مزار کی طرف آ گیا ہے' مجھے بچاؤ اور میرے مزار کو ادھر شفٹ کر دو' لوگوں نے وہاں جا کر دیکھا تو مزار تو وہاں پر نہیں تھا مگر جب کوشش کر کے دیکھا تو وہاں پر مزار موجود تھا۔ تو یہ واقعہ ہے کہ مزار والا پہلے ہی آ کر آپ کو بتا رہا ہے کہ مجھے وہاں سے شفٹ کر کے یہاں پر لے آؤ۔ تو یہ بڑے بڑے راز ہیں' یہ اللہ کی بہت بڑی کائنات ہے لیکن آپ نے اس کائنات کو دیکھا ہی نہیں ہے۔ آپ نے تو اپنی ظاہری کائنات نہیں دیکھی تو پھر باطنی کائنات کہاں سے نظر آئے گی۔ آپ کو صرف ایک بات بڑی واضح طور پر سمجھ آتی ہے کہ

بینک اکاؤنٹ کیا ہوتا ہے' ایک اور بات یہ سمجھ آتی ہے کہ دشمن کون ہوتا ہے' پھر ایک اور بات یہ سمجھ آتی ہے کہ آپ کو کیسے نمایاں ہونا چاہیے اور دوسروں کو Dominate کس طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ باتیں تو آپ لوگوں کو سمجھ آتی رہتی ہیں لیکن آپ کو یہ بھی سمجھ آنی چاہیئے کہ ظاہر کی کائنات کیا ہے' باہر کی کائنات کیا ہے' اندر کی کائنات کیا ہے' امرِ الٰہی کی کائنات کیا ہے اور یہ کہ سارے انسان آپ کا امتحان بھی ہیں اور یہ آپ کی آزمائش بھی ہیں۔ اور یہی آپ کا انعام ہے اور یہی آپ کی سزا ہے۔ تو آدمی کیا ہے؟ یہی آپ کی سزا ہے اور یہی آپ کا انعام ہے۔ جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو آپ کو ایسے انسان سے ملا دیتا ہے جس کو آپ اپنے لیئے رحمت سمجھیں اور خدانخواستہ جب کبھی ناراضگی ہو جائے تو انسان ہی انسان کو مارتا ہے اور آدمی ہی آدمی کا قاتل ہے اور پھر آدمی ہی آدمی پہ مرتا ہے یعنی کبھی اس کو مارتا ہے اور کبھی اس پہ مرتا رہتا ہے۔ یہی ساری کہانی ہے اور اسی بات کی ساری رونق ہے۔ ایک محبوب انسان اور دوست انسان مل جائے تو کہتے ہیں کہ سفر اچھا گزر جاتا ہے حالانکہ اپنا اپنا سفر ہوتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ پیدل چل رہے ہوتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کہیں تھک نہ جائیں۔ کہتا ہے کہ میں ساتھ ہو جاتا ہوں' تو اس ساتھی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ نہیں ہو گی۔ اگر ساتھی دور چلا جائے تو پھر راستہ بند ہو جاتا ہے حالانکہ رستہ تو رستہ ہے۔ جب پیدل چلنے والے کا ساتھی چلا جائے تو پھر وہ کہتا ہے کہ پاؤں بوجھل ہو گئے ہیں حالانکہ پہلے پاؤں بوجھل نہیں تھے۔ اس بات کو آپ غالبؔ کے اس شعر سے سمجھیں۔

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائیِ خیال کہاں

تو وہ کہتا ہے اب میرے خیال میں وہ رعنائی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ بندہ ہی چلا گیا۔ وہ بندہ ہی بیوٹی تھا' وہ حسن و جمال تھا' وہ بندہ ہی رعنائیِ خیال تھا اور وہی بندہ ہی تو سایۂ ذوالجلال تھا۔ تو آپ بندوں کا احترام کریں اور ان ہی بندوں میں اپنی قسم کے بندوں کو پہچانیں تو آپ کو سارا راز مل جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ آپ سرسری طور پر ہر ایک کو دیکھتے جائیں۔ انسان جو ہے یہ ایک بڑا راز ہے اور آپ خود بھی ایک راز ہیں۔ انسانوں کو پہچاننا بہت آسان ہے۔ یہ بات آسان بھی ہے اور بہت ضروری بھی ہے۔ اس میں مشکل اس لیئے ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے آپ کو ہی نہیں پہچانتے۔ لہٰذا آپ کبھی ایسا وقت نہ گزاریں کہ کل Tomorrow کو آپ کہیں کہ وقت ضائع ہو گیا۔ تو آپ ایسا مقصد نہ بنائیں کہ رخصت کے وقت آپ یہ کہیں کہ میرا مقصد ہی خراب تھا اور میری عاقبت کے لیئے اچھا نہیں تھا۔ تو آپ عاقبت کے لیئے مقصد بنائیں اور مقصد کے مطابق وقت گزاریں اور اپنے آپ کے ساتھ رہا کریں اور اپنے آپ سے جدا نہ ہو جایا کریں یعنی کہ جب آپ نے اپنے ساتھ ہی وقت گزار دیا تو آپ ہی اپنا سکون ہوں گے اور آپ کو کوئی اور برباد نہیں کر سکتا۔ تو آپ خود ہی اپنے مصنّف ہیں' Author ہیں یعنی کہ You are the author of your own deeds and worries آپ بسم اللہ کر کے اپنے ہاتھ سے خود ہی لکھتے رہتے ہیں' اس لیئے آپ اپنے آپ کو اچھا خط لکھا کریں۔ لہٰذا آپ اپنے لیئے تباہی نہ لکھا کریں بلکہ

آپ اپنے لیئے بہتر خط لکھا کریں اور یہ آپ کے اعمال ہی ہیں جو آپ کی عاقبت بنتے ہیں۔ کہیں آپ اپنی Tragedies ' اپنے غم نہ لکھتے رہا کریں۔ اب آپ وہ سوال کریں جس سے آپ کے ظاہر یا باطن کا کوئی تعلق ہو تا کہ آپ کے لیئے کچھ آسانی پیدا ہو جائے۔ میں آپ کو ایسا سوال کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔ اب آپ بولیں۔

سوال :۔

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ ظالم نہ بنو اور مظلوم بھی نہ بنو تو اگر ایک ظالم ہے تو دوسرا تو مظلوم بن جاتا ہے۔ پھر ہم مظلوم کیسے نہ بنیں؟

جواب :۔

یوں ہوتا ہے کہ مظلوم اللہ تعالیٰ سے داد لینے کے لیئے فریادی ہوتا ہے کہ یا اللہ فریاد ہے! فریاد ہے! تو جب میں یہ کہتا ہوں کہ آپ مظلوم نہ بنیں تو اس وقت آپ یہ کہیں کہ مجھ پر ظلم تو ہوا ہے لیکن میں نے ظالم کو معاف کر دیا۔ اب مظلوم کون رہا۔ کم از کم آپ اپنا نام تو مظلوموں میں نہ لکھیں۔ آپ یہ کہیں کہ آپ پر بڑا ظلم ہوا ہے لیکن آپ نے معاف کر دیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ وہ تو ظالم ہیں جو آپ کو تباہ کر گئے ہیں تو آپ کہیں کہ میں نے معاف کر دیا ہے اور میں اللہ کے سامنے ظالم کے خلاف فریاد لے کر نہیں جاؤں گا۔ تو آپ مظلوم ہونا بند کر دیں۔ آپ لوگوں نے مظلوم ہونا فیشن بنا رکھا ہے۔ آپ مظلوم ہونا بند کریں اور ظالم کو اپنے آنسو آنے سے پہلے معاف کر دیں۔ ظالم کو معاف کرنے سے مظلوم' مظلوم نہیں رہے گا۔ اور جب آپ نے اس

ظالم کو معاف کر دیا تو آپ نجات پا گئے اور آپ کے لیئے اللہ کے ہاں بڑے ہی مقامات ہیں۔ تو پھر آپ کا مقام جو ہے وہ مظلوموں کی بجائے شاید شہداء میں لکھا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اور مقام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے صبر کے ساتھ اور استقامت کے ساتھ ظلم اور تشدد برداشت کر لیا تو میں ان کے ساتھ ہوں۔ ان اللہ مع الصابرین بس یہ آسان سی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ صابرین کو بھی شاکرین بناتا ہے۔ میں آپ کو یہ نسخہ بتاتا ہوں کہ صبر سے بہتر ہے کہ شکر ادا کرو اور مجھ سے یہ کہو کہ ہم آپ سب کی موجودگی میں کہتے ہیں کہ یا اللہ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ زیادتی اور ظلم کیا ہے ہم نے ان کو معاف کر دیا۔ اس طرح مظلوم بچ جاتا ہے۔ اور جس نے ظلم کیا ہے اس سے ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ معافی مانگ لے۔ تو اس طرح بات ختم ہو جائے گی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے آپ پر بھی ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ تو اپنے آپ پر ظلم کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اپنے آپ پر ضرورت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالیں اور ایسی کسی Destination ' منزل کے لیئے روانہ نہ ہو جائیں جو آپ کے لیئے بہت ہی زیادہ نقصان دہ ہو' Hazardous ہو۔ آپ لوگ آسان آسان کام کیا کریں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اپنے آرام کے لیئے کام کر رہے ہیں تو آپ اتنا کام نہ کریں کہ بے آرام ہو جائیں کیونکہ آپ تو کام اس لیئے کر رہے ہیں کہ آرام ملے گا۔

سوال :۔

اگر کسی نے میرے بچے کو مار دیا اور میں نے اسے معاف کر دیا تو وہ دوسرے کے بچوں کو مار دے گا تو اس کا معاشرے پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب :۔

اگر کسی نے دس آدمیوں کو مار دیا ہے تو اس کی سزا اس کو ضرور دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حق دیا ہے کہ تو جان کے بدلے جان لے سکتا ہے لیکن اگر تو معاف کر دے تو یہ تیرے لیئے بہتر ہے اور معاف کر کے تو نے وہ حق استعمال کر لیا۔ اب اگر یہ آپ کو اچھا نہیں لگتا تو آپ اس حق کو استعمال نہ کریں۔ یہ باقی معاشرے کی بات ہے کہ اگر وہ دس آدمیوں کو مارے تو اسے سزا دیں۔ فرعون نے ہزاروں بچوں کو مارا تھا لیکن حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا کھیل اپنی جگہ پر چلتا ہے اور عاقبت اپنی جگہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اگر ایسی صورت حال ہے کہ یہ معاشرہ آپ کی ذمہ داری ہے اور آپ اس کے کنٹرولر ہیں یعنی آپ قانون نافذ کرنے والے ادارے ہیں تو اب تو یہ بات ہی اور ہو گئی۔ اب اگر آپ نے معاف بھی کر دیا تو قانون اپنی جگہ گرفت کر دے گا مثلاً" اگر قتل کا واقعہ ہے تو پھر قانون قاتل کو گرفتار کر لے گا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی آپ کے گھر میں بم پھینک کر چلا گیا تو آپ معاف بھی کر دو تب بھی گورنمنٹ اس کو پکڑے گی۔ تو یہ اور کہانی ہے۔ لیکن جہاں مجھے معاف کرنے کا حق دیا گیا ہے میں وہ حق ضرور استعمال کروں گا۔ اگر آپ سے ممکن ہو تو آپ بھی یہ حق استعمال کریں۔ اگر آپ یہ تین باتیں یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ نے ایک ہی جگہ پر فرمائی ہیں والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین یعنی وہ لوگ جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کے لیئے عافیت بنتے ہیں تو اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو آپ غصے کو روکیں اور معافی دیں اور احسان کریں کیونکہ احسان کرنے والے

کو اللہ بہت پیارا رکھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کو غصہ نہ آئے اور آپ Cause Effect ' سبب اور نتیجہ کو نہ دیکھیں بلکہ مسبب کو دیکھیں۔ تو آپ نے سبب کو دیکھنا بند کر دیا اور مسبب کے پاس چلے گئے۔ اب سارا کھیل مسسبب کے ساتھ ہے۔ ایک مقام پر حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ معافی کی ابتدا کے طور پر میں وہ خون معاف کرتا ہوں جس کے بدلہ لینے کا مجھے حق ہے اور وہ قرضہ معاف کرتا ہوں جس کے واپس لینے کا مجھے حق ہے اور وہ بات معاف کرتا ہوں جس کے لیئے بد دعا کرنے کا مجھے حق ہے اور میں بد دعا نہیں کرتا۔ یہ حق ہے اور موجود ہے اور آپؐ سے یہ سب پوچھا جا رہا ہے کہ آپؐ فرمائیں تو سب کو ختم کر دیا جائے لیکن آپؐ نے فرمایا کہ یہ سب کچھ رہنے دو کیونکہ ان میں سے کوئی اسلام کا نام لیوا پیدا ہو جائے گا۔ جب تک آپ کا میلان اور Norm عاقبت کی طرف نہیں ہو گا تب تک یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ سب یہاں کی انا ہے' یہاں کے کھیل ہیں اور یہاں کی بستیاں ہیں اور جاننے والا کہتا ہے کہ یہ سب مٹنے والا ہے ۔

ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

کیا بیٹا اور کیا بیٹے کا باپ' سب ہی تو جانے والے ہیں۔ یہ کھیل ہی اور ہے۔ اگر آپ اس کو تھوڑا سا اور وسیع تناظر میں دیکھیں تو آپ کو ایک بڑی بات سمجھ آنا شروع ہو جائے گی کہ اصل میں بات کیا ہے؟ یہ سارا معاشرہ ایک چھوٹا سا Moment ہے اور جو آپ کے پاس ٹائم ہے وہ پورے کا پورا Totality ہے اور اگر آپ اس میں داخل ہو جائیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آنا شروع ہو سکتی ہے۔ یہ جو آپ علم پڑھتے آ رہے

ہیں تو وہ آپ ہی کا حصہ ہو گا۔ آپ جتنا اس دور کے اندر داخل ہوتے جائیں گے تو وہ اتنا ہی آپ کا حصہ ہے۔ اگر آپ وہی ہو جائیں تو وہ آپ ہی ہے۔ آج سے پہلے جو ہوا یہ آپ کا علم ہے اور ان لوگوں کا عمل تھا۔ وہ لوگ تو عمل کرتے گئے اور آپ کے لیئے کیا چھوڑ گئے؟ اپنے اس عمل کا ریکارڈ یعنی کہ 'آپ کا علم' تو آپ کا علم ان لوگوں کی تکلیفیں' آزمائشیں اور عمل ہے گویا کہ وہ سارا پرانا واقعہ آپ کے لیئے تھا یعنی کہ وہ علم آپ کی ساری کیفیت بناتا ہے' افکار بناتا ہے' تخیلات بناتا ہے' آپ کا غم بناتا ہے اور آپ کی خوشیاں مرتب کرتا ہے۔ تو یہ جو ان کا عمل تھا وہ آپ کا عمل بن گیا ہے۔ مثلاً" آپ دیوانِ غالب پڑھتے پڑھتے' اسے داد دیتے' اس کے خیال میں چلے جاتے ہیں اور یہ آپ کا عمل بن جاتا ہے۔ گویا کہ وہ جو کر گیا وہ آپ ہی کر گئے کیونکہ وہ آپ کے اندر وہ حرکت پیدا کر گیا۔ یہ بات سمجھنا بڑی مشکل ہے اور یہ بات اتنی آسان ہے کہ اس سے زیادہ آسان بات کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب پاکؐ جو کچھ فرما گئے' آپؐ کا فرمان اب آپ کے ساتھ رہے گا اور اب آپ پر وہ فرمان رقت طاری کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک تو بہت عرصہ پہلے نازل ہوا ہے لیکن آپ پر تو اب نازل ہو رہا ہے جب آپ پر وارد ہو رہا ہے۔ جب آپ پڑھتے ہیں تو آپ پر تو اب نازل ہو رہا ہے' اسی طرح حدیث تو تب آئی تھی لیکن آپ کے پاس اب آ رہی ہے' آپ کے پاس تازہ حدیث آئی ہے۔ تو یہ آج آپ کے لیئے اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا حکم ہے اور بات اتنے عرصے سے چلتی چلتی آپ تک آ گئی ہے۔ تو آج بات آپ تک آ گئی' جو

چٹھی چودہ سو سال سے چلی ہوئی تھی وہ اب ملی ہے۔ یہ چٹھی آپ کے نام ہے اور یہ بھیجنے والے نے بھیجی ہے' گویا کہ یہ تازہ خبر ہے اور آپ کے پاس اطلاع اب آئی ہے۔ اگر اس واقعہ کو غور سے دیکھیں تو آپ کا یہ چھوٹا سا سماج ہے اور اس میں چھوٹے مسائل ہیں۔ اگر پہچان ہو جائے اور آپ اس بات کو سمجھ جائیں تو پھر آپ ایک ایسا معاشرہ پیدا کر سکتے ہو کہ کوئی کسی پہ ظلم نہ کرے ورنہ تو معاشرے کی زندگی ہی ظلم پیدا کرتی ہے' ناہموار تقسیمیں ہی ظلم پیدا کرتی ہیں۔ پیسے کی' حالات کی' مرد عورت کی اور میاں بیوی کی ناہموار تقسیم ہی ظلم پیدا کرتی ہے اور سارا ظلم یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ دونوں کو عافیت کا راستہ دکھائیں۔ آمدن اور خرچ کو بیلنس کر لیں۔ اگر آپ ایک ایسا حکم نافذ کر دیں کہ بینک میں جس کے بھی جتنے پیسے ہیں ضبط کر لیئے جائیں تو ابھی سب کچھ بند ہو جائے گا۔ ایسا کون کر سکتا ہے؟ جو پہلے اپنے پیسے ختم کرے' اپنے پیسوں کو آگ لگائے اور پھر حرام کے پیسوں کو آگ لگائے' تو پھر سارا ملک ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن آپ میں سے یہ کوئی بھی نہیں کرے گا بلکہ یہ وہی شخص کرے گا جس سے یہ کام کرایا جائے گا۔ تو معاشرے پراپیگنڈہ سے ٹھیک نہیں ہوتے اور تبلیغ سے لوگ مسلمان نہیں ہو جایا کرتے۔ آپ لوگ تو مسلمانوں کو تبلیغ کر رہے ہیں اور ہر تبلیغ کے بعد نتیجہ یہ نکلے گا کہ اپنی کھال اتار کر دے دو۔ آپ کے لیئے بہتر یہ ہے کہ آپ سب کو معاف کر دیں۔ اب یہ کہ معاشرے کا کیا بنے گا تو آپ معاشرے کو بھی معاف کر دیں کیونکہ معاف کر دینا بہتر ہے۔

سوال :۔

صبر کرنا' معاف کرنا اور احسان کرنا یہ تین باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں تو اللہ تعالیٰ کی اس پسندیدگی میں کیا مصلحت پوشیدہ ہے؟

جواب :۔

یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ہر آدمی سے کہا ہے کہ تم بے شک بدلہ لے لو' خونکا بدلہ خون' آنکھ کا بدلہ آنکھ' اور خون بہا لے لو۔ لیکن جب آپ کو یہ اطلاع ملے کہ معاف کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے تو پھر اس پسند کی وجہ دریافت کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب یہ بات اللہ کو پسند ہے تو آپ کہیں کہ میری جان حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ بات تجھے کیوں پسند ہے؟ ایک بات یاد رکھنا کہ کبھی اللہ کے سامنے "کیوں" نہیں کرنا!

سوال :۔

سر! میں اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہتا ہوں!

جواب :۔

اگر آپ عمل کرنا چاہتے ہیں تو پھر چپکے سے عمل کرتے جائیں۔ آپ تو عمل کی بجائے بحث کریں گے اور عمل نہیں کریں گے۔ عمل تو وہ ہے جو آپ چپکے سے کرتے جائیں۔ لیکن یہ جو آپ تکرار کر رہے ہیں' یہ بحث ہے۔ اگر آپ معاف کر سکتے ہیں تو چپکے سے معاف کرتے جائیں۔ اگر آپ یہ عمل کر سکیں تو بہتر ہے لیکن یہ عمل چپکے سے کرتے

جائیں۔ عمل تو سماج میں جا کر ہو گا اور اس سے پہلے بحثیں نہیں ہوں گی۔ اگر کوئی ظالم آپ کے سامنے آ جائے اور مظلوم ہونے کی حیثیت سے آپ بدلہ لینے کے حق میں ہوں یا بدلہ لینے کی استعداد میں ہوں یا یہ کہ بدلہ لینے کا موقع آپ کے پاس ہو تو میری رائے اور مشورہ یہ ہے کہ آپ اس کو معاف کر دیں۔ اللہ کی بات تو بعد میں ہو گی' پہلے تو میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کے بندوں کو معاف کر دیں۔ معاف کرنے سے فساد بچ جائے گا۔ اگر ہو سکے تو اس کو بتائے بغیر معاف کر دیں اور اس پر احسان بھی نہ جتائیں۔ یہ اللہ کو بہت پسند ہے۔

سوال :۔

ظلم کرنے والا سمجھتا ہے کہ وہ حق پر ہے اور اگر اسے معاف کر دیں تو وہ اور ظلم کرے گا۔

جواب :۔

معاف کرنے سے ظلم عام طور پر نہیں بڑھتا۔ آپ اس بحث میں نہ پڑیں۔ معاف کرنے سے ظالم انسان جو ہے وہ ظلم نہیں بڑھاتا اور اگر آپ معاف نہ کریں گے تو ظلم بڑھے گا۔ میں نے پہلے ہی آپ سے کہا ہے کہ بدلہ لے سکتے ہو تو ضرور لو' اس کو آپ گولی مار سکتے ہو تو بندوق چلاؤ لیکن اگر معاف کر دو تو بہتر ہے۔ اس میں دقت کیا ہے؟ تو آپ اگر معاف کر سکتے ہیں تو کر دیں اور اگر معاف نہیں کرنا چاہتے تو بدلہ لے لیں۔ آپ کا عمل تو انسان کو Slave ' غلام سمجھتا ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھنا کہ انسان بہر حال انسان ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس ذات کی رضا کے لیئے کسی کو معاف کر رہے ہیں' وہ آپ کے اس

عمل سے غافل نہیں ہے کیونکہ وہ دلوں کے حال جانتا ہے۔ ہم کوئی Isolated بات نہیں کر رہے ہیں اور یہ کوئی جانبدارانہ بات نہیں ہے۔ اسی زندگی کے اندر اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اسی زندگی کے اندر بڑے بڑے ظالم سرنگوں ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس اس قسم کی بڑی بڑی مشینری ہے اور اس کو Divine Machinery ' خدائی لشکر کہتے ہیں۔ آپ ایک بار ایسا عمل کر کے تو دیکھو' ضرور معاف کیا کرو۔ ظالم نے ضرور ختم ہو جانا ہے۔

سوال :۔

اللہ کریم کے پاس تو بے انتہا وقت ہے اور ہم غریبوں کے پاس تھوڑا سا وقت ہے۔ تو ہماری زندگی میں عمل کا رزلٹ تو آتا نہیں۔

جواب :۔

میں آپ کی یہ بات مانتا ہوں کہ وقت تھوڑا ہے اور یہاں اس کا رزلٹ نہیں آنا مگر آپ وہ وقت بھی ضائع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ نے اپنی زندگی کے عمل کے چھ کارڈ رکھے ہوئے ہیں تو دو کا رزلٹ آئے گا اور باقی کا رزلٹ نیگیٹو ہو گا تو پھر آپ دیکھیں کہ رزلٹ کیسا آئے گا رزلٹ تو اس کا آتا ہے جس کا ایک مقصد ہو اور اس مقصد پر باقی سب مقاصد نثار ہو جائیں۔ تو اگر ایسے شخص کا رزلٹ نہ بھی آئے تو بھی وہ کامیاب ہے۔ یہی اس کا رزلٹ ہے۔ جو لوگ Signleness of purpose رکھتے ہیں' جو وحدتِ مقصد رکھتے ہیں اگر وہ راستے میں مر جائیں تب بھی اسی مقصد میں ان کا نام آتا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی تلاش کرنے والے' Discovery کرنے والے تھے اور

اس راستے میں مر گئے تو وہ کامیاب ہو گئے۔

جو آدمی زمان و مکاں میں رہتا ہو اور اپنے فوری مقصد کو بھی حاصل نہ کر سکے تو اس کو اپنی دانائی کے زعم سے توبہ کر لینی چاہیئے' وہ یہ تو کہے کہ میں بیوقوف ہوں اور میں بات کو نہیں سمجھ سکا۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کم از کم زعمِ آگہی سے تو نجات پا جاؤ اور پھر اللہ کو اپنا مقصد بناؤ۔ اس طرح رزلٹ نکل آئے گا۔

سوال :۔

ہم تو زعمِ آگہی سے اسی دن نجات پا گئے تھے جب آپ کے پاس آئے تھے۔

جواب :۔

یہاں میں کسی ایک فرد کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ شخص جو اپنی زندگی میں اپنے خیال کا نتیجہ نہ نکال سکے تو سمجھو کہ اس کو آگاہی نہیں ہے۔ اگر انسان اپنے خیال کے مطابق اپنا عمل کرتا جائے تو پھر نتیجہ نکل آتا ہے۔ تو نتیجہ وہ ہونا چاہیئے کہ جس سے آپ کی عاقبت مفلون نہ ہو اور وہ عمل کرو جس سے وقت ضائع نہ ہو اور آپ کی عاقبت مجروح نہ ہو اور یہ آپ کا مقصد ہونا چاہیئے۔ اور یہ بہت ضروری بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے باقی سارے مقاصد حل ہو رہے ہیں۔

سوال :۔

اللہ کے ہر حکم میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے تو اس معافی

والے حکم میں کیا حکمت موجود ہے؟

جواب :۔

اگر اللہ کے حکم میں آپ کو حکمت نہ ملے تب بھی آپ اس کا حکم مانتے جائیں۔ اس کی حکمت وہ خود جانے۔ جیسے کہتے ہیں کہ روزہ رکھنے میں بڑی حکمت ہے کہ صحت ٹھیک ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں لیکن اگر آپ کی صحت خراب ہو جائے تو آپ تب بھی روزہ رکھتے جاؤ۔ اب آپ یہ جاننا چاہتے ہو کہ کسی کو معاف کرنے میں کیا حکمت ہے؟ تو جو آپ کو بتایا جا رہا ہے یہ سب کو بتایا جائے گا۔ ہر آدمی ہر دوسرے آدمی کو معاف کر دے تو پھر معاشرہ فلاحی بن جاتا ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم اگر معاف کردیں تو دوسرے لوگ جو ہیں وہ ظلم کرتے جائیں گے۔ تو ان ظالم لوگوں کو بھی یہی پیغام ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ماننے والے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں ماننے والے ہوتے' تو جھگڑا انہی کا نام ہے۔ جب سارے کے سارے مسلمان ہیں اور سارے کے سارے ماننے والے ہیں اور ہر ایک کو بتایا جارہا ہے اور آپ بھی ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ تم بدلہ لے سکتے ہو تو ضرور لے لو لیکن اگر معاف کر سکو تو یہ بہتر ہے۔ جب سب کو یہ علم ہو جائے گا تو پھر معافی شروع ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ معافی مانگنے میں پہل کرو۔ اگر آپ کا کوئی ماتحت آپ سے ناراض ہے تو آپ اس سے کہو کہ بھائی مجھے معافی دے دو' پھر آگے جس افسر نے آپ کو ڈانٹا ہے وہ آکر آپ سے معافی مانگ لے گا۔ پھر تو ایسا ہو گا اور اس طرح معاف کرنا تو پڑے گا۔ اور پھر معاشرے میں آسانی آجائے گی۔

سوال :۔

کیا ایسا نہیں ہے کہ معاف وہی کریں جو مارنے والے ہیں اور کیا یہ بہتر نہیں ہے! جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " اشداءُ علی الکفار" تو آپس میں تو رحم کیا جاسکتا ہے۔

جواب :۔

جب ایک مسلم معاشرہ ہو اور ایک امیر کے تحت معاشرہ قائم ہو تو پھر یہ حکم ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداءُ علی الکفار یعنی محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں۔ تو اس میں حضور پاک ﷺ ان کے ساتھ ہیں اور ساتھ ہی ایک گروپ کی وحدت بنی ہوئی ہے اور یہ جو لوگ ہیں یہ آپس میں رحم کرنے والے ہیں رحماء بینھم اور یہ لوگ کافروں پر شدید ہیں اشداء علی الکفار' یہ تو بات بن گئی۔ میں اصل میں یہ دِقت بیان کر رہا ہوں کہ مسلمان آپس میں مسلمان نہیں رہے' آپس میں ایک گروپ نہیں بن رہے۔ تو دِقت یہ ہو رہی ہے۔ میں آپ کو جس بات سے نجات دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ جائز بدلہ لینے کے پروگرام میں اسی دِقت سے گزریں گے جہاں پہ آپ مظلوم ہوئے تھے اور آپ کو پورے کا پورا اس Process سے گزرنا پڑے گا۔ تو بہتر یہ ہے آپ معاف کرکے نجات پا جاؤ۔ تو ظالم نے ایک دفعہ ظلم کیا اور انتقام کے جذبے نے ہمیشہ ہی آپ پر ظلم رکھنا ہے۔ اگر آپ جگہ جگہ پر بیان کرتے رہیں گے کہ اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے' تو یہ ظلم بیان کرتے

کرتے ساری عمر گزر جائے گی' پھر آپ بدلے تک پہنچیں گے۔ ایک تو آپ پر ظلم ہو گیا اور دوسرا ظلم آپ خود اپنے آپ پر کر رہے ہیں۔ ظالم نے ایک بار ظلم کیا لیکن مظلوم اپنے پر روز ظلم کرتا جا رہا ہے اور یہ خود سے انتقام ہے۔ تو معاف نہ کرنا Revenge ہے' انتقام ہے۔ Revenge ایک ایسی چیز ہے' انتقام لینے کا جذبہ ایسی چیز ہے جو اسی ظالم کو زندہ رکھتی ہے جس نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس سے نجات پائیں اور اپنے ذہن کو عافیت میں رکھیں ورنہ وہ جو ہتھوڑا مار گیا تھا وہ ہتھوڑا روز چلے گا۔ معاف کر کے ایک تو آپ اللہ کی طرف ہو گئے کیونکہ آپ نے کہا ہے کہ یا اللہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ تو یااللہ تُو ہمارے گناہ بھی معاف کر دے کیونکہ ہم لوگ بھی ظلم کر چکے ہیں۔ اگر آپ لوگ حساب پر آ جائیں تو جس چیونٹی کے اوپر آپ نے پاؤں رکھ دیا اور وہ مر گئی تو اب آپ کو اس کا بھی حساب دینا ہو گا کیونکہ ظلم تو آپ سے بھی سرزد ہو جاتا ہے۔ آپ اگر اللہ کے پاس فریاد لے کر گئے تو عین ممکن ہے کہ کل کو کوئی اور فریادی اللہ کے پاس آپ کے خلاف کھڑا ہو جائے۔ اس سے نجات پانے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ معاف کرو۔ تو آپ کے جو مظلومانِ اجتماعی ہیں وہ بھی شاید آپ کو معاف کر دیں۔ آپ یہ کہیں کہ یااللہ مجھ سے تو یہ کچھ ہو سکا ہے کہ میں نے اپنے ظالم کو معاف کر دیا ہے' اب یا اللہ آپ مجھ پہ یہ مہربانی فرمائیں کہ میرے مظلوم بھی مجھے معاف کر دیں۔ یا تو پھر آپ یہ کہو کہ آپ نے مظلوم نہیں بنائے ہیں مگر یہ تو بڑی ہی جھوٹ والی بات ہو گی۔ کہیں نہ کہیں پر انسان مظلوم بناتا رہتا ہے اور

کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ انسان ایسا کر جاتا ہے۔ اپنے آپ کو ظالم بنانے کے جرم کی سزا سے بچنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ مظلوم ہونے کی حیثیت سے اپنے ظالم کو معاف کردو۔

سوال :۔

سر! کیا کافر کو بھی معاف کر دیں؟

جواب :۔

یہاں کافروں کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ گھر کی بات ہو رہی ہے۔ کافر کو معاف کرنے کے لیئے آپ کو پھر وہاں جانا پڑے گا۔ پہلے آپ یہ بتاؤ کہ آپ پر کافر نے کیا ظلم کر دیا ہے؟ کافروں نے جتنے بھی ظلم کیئے ہیں مسلمان معاشرے پر کیئے ہیں اور اسلام پر ظلم کیئے ہیں۔ اب اس معاملے میں کافر جانے اور مسلمان جانیں۔ آپ بے شک اسے معاف نہ کریں لیکن جو معاف کر دے اس کے لیئے بہتری ہے۔ آپ کو اس میں کیا دِقّت محسوس ہو رہی ہے۔

سوال :۔

سر! اگر کسی عادی مجرم کو معاف کر دیں تو یہ ایسے ہے کہ میں اسے دوسروں پر ظلم کرنے کے لیئے کھلا چھوڑ دوں۔ ایسے میں کیا کریں؟

جواب :۔

میں یہاں ایک ذات کی بات کر رہا ہوں۔ کسی کو معافی دینا میرا ذاتی فعل ہے اور میں صرف اتنا ہی کہہ رہا ہوں۔ پھر بھی آپ کو بات سمجھ نہیں آرہی ہے۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جس نے آپ

پر ظلم کیا ہے آپ اس کو معاف کر دیں! یہ تو اتنی سی بات ہے۔ اگر کسی ظالم نے سماج پر ظلم کیا ہے تو جہاں آپ کو سماج اختیار دے کہ ہمارا بدلہ لو تو پھر آپ بدلہ لے لینا اور اگر سماج آپ کو اختیار نہ دے' سماج کی بات میں دخل نہ دینا۔ آپ اتنا کریں جتنا آپ کو سماج نے اختیار دیا ہے۔ اگر پرائم منسٹر کو سماج نے اختیار دیا ہے تو وہ اپنا کام کرے' سماج نے چیف جسٹس کو اختیار دیا ہے تو وہ اپنے اختیار میں کام کرے۔ عدالتوں میں ظلم کی کہانیاں جاتی رہتی ہیں اور وہ وہاں ان کو حل کرتے ہیں۔ لیکن جہاں ذاتی طور پر بدلہ لینے کا موقعہ ہو تو آپ اس کو معاف کرتے جائیں۔

سوال :۔

اگر ایک آدمی میرے سر پر ہتھوڑا مار دے تو کیا اسے بھی معاف کردیں؟

جواب :۔

اگر آپ اس سے ہتھوڑا رکھوا سکتے ہیں تو رکھوالیں۔ میں تو آپ کو بالکل صاف بات بتا رہا ہوں اور میں یہ نہیں کہتا کہ سماج کے اندر ہتھوڑے ہی چلتے جائیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس کو روک سکتے ہیں تو روک لیں۔ آپ اپنی جان بچائیں اور آپ اللہ کے سامنے فریادی نہ بنیں۔ میں اللہ کے بارے میں بات کر رہا ہوں کہ اللہ کے پاس جو فریاد جاتی ہے تو اس وقت سے آپ نجات پا جاؤ کیونکہ پھر آپ کے خلاف بھی بڑی فریادیں ہوں گی۔ تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ سماج کو عافیت میں لے آئیں' ہتھوڑے والے کو روک لیں' اس کو سمجھائیں

اور اگر وہ پکڑا گیا تو پھر بھی اسے معاف کر دیں۔

سوال :۔

ہم اس ہتھوڑے والے کو اس لیئے پکڑنا چاہتے ہیں تا کہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے۔

جواب :۔

تو آپ کی یہ کوشش نیکی ہے اور معاف کر دینا بھی نیکی ہے۔ آپ کی اس بات میں کہیں آپ کو لیڈر بننے کا احساس ہو سکتا ہے اور ہیرو بننے کا گمان ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی کو بتائے بغیر معاف کر دینا صاف ستھری نیکی ہے' عافیت والی نیکی ہے اور بھلے مانس والی نیکی ہے ۔ آپ باقی انسانوں کو بچانے کی بات کرتے ہیں تو اس کے لیئے یہ بات سمجھ لیں کہ کائنات کو بچانے والا انسان نہیں' اللہ ہے۔ یہ تو آپ کا بھی تجربہ ہو گا کہ بچانے والا وہی ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔ کم از کم اتنی گمراہی سے تو بچنا چاہیئے۔ ہاں' کچھ تھوڑا سا' چھوٹا موٹا تعاون آپ کر سکتے ہیں تو کر لیں' ورنہ بچانے والا اس کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ آپ پیدا کرنے والا ہے' وہی بچانے والا ہے اور مارنے والا بھی وہ آپ ہی ہے۔ آپ لوگ اپنے ایمان کے پرزے درست کر لو' گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ لوگ اتنی بات تو یاد رکھیں کہ زندگی اور موت اللہ کے پاس ہے اور یہ اس کے حوالے سے ہے کیونکہ وہ خود ہی زندگی پیدا کرتا ہے اور خود ہی موت پیدا کرتا ہے۔ اس باری تعالیٰ نے کوئی زندگی ایسی پیدا نہیں کی ہے جس کا آخری سانس اس نے مقرر نہ کر رکھا ہو۔ اللہ جو زندگی پیدا

کرتا ہے تو کوئی Indefinite ' لمبی نہیں پیدا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ زندگی پیدا ہو گئی ہے اور یہ بچے کا نام ہے اور اس نے وہاں' اس حال میں فلاں مقام پر' فلاں دیس میں اور اتنے وقت کے بعد میرے پاس آ جانا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اسے کوئی بھی ہتھوڑا نہ مارے پھر بھی اس کو اندر سے ہتھوڑا لگ جائے گا۔ اس لیئے آپ اپنے آپ کو ذرا عافیت میں رکھیں' ذرا تحمل میں رکھیں' اللہ تعالیٰ کے کارخانے اور اس کے وسیلے کو تھوڑا سا سمجھیں کہ وہ ہے کیا؟ اور یہ جو آپ سمجھتے ہیں کہ ہم سماج کو بچاتے ہیں تو آپ اپنے بھائی کو بچا کر دیکھ لو' بیوی کو بچا کر دیکھ لو' اپنی ذات کو بچا کر دیکھ لو بلکہ اس کائنات کے اندر آپ چڑیا کا ایک بچہ بچا کر دیکھ لو۔ چڑیا کے بچے کو بچانے کا پورا اختیار آپ کے پاس ہے لیکن وہ نہیں بچا! مقصد یہ ہے کہ یہ جو بچانا ہے یہ خیال ہی ہے' آپ نے کسی کو بچانا نہیں ہے اور کوئی کسی کو موت سے نہیں بچا سکتا۔ یہ ایسی وادی ہے جس میں پیر چلے گئے' پیغمبر چلے گئے' ولی چلے گئے درویش چلے گئے۔ اگر مارنے والے مر گئے تو مرے ہوئے تو پھر مر ہی گئے۔ یہ کہانی ہی اور ہے اور اس میں کسی کو بچانے والی کوئی بات نہیں ہے' بچانے والی پارٹی بھی گئی' مسیحائے زماں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے' نام مسیحا اور فوت ہو گئے۔ مسیحائے دوراں بھی فوت ہو گئے' خالقِ کائنات نے فرمایا کہ ساری کائنات کی تخلیق کے باعث اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں اور اپنے حبیبِ پاکؐ کو اس انداز سے رخصت کر دیا۔ اب کسی اور انداز سے کوئی اور واقعہ ہو گا اور یہ ایک ایسا راز ہے جو خود ہی ڈھلتا رہتا ہے اور اس میں کسی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اگر آپ کی نیت اچھی ہے تو اچھی نیت

کی مراد بھی اچھی ہے۔ مگر آپ لوگ تو اللہ کے حکم کے Against ' خلاف بات کرتے ہیں۔ اللہ نے یہ کہا ہے کہ معاف کر دینا تمہارے لیئے بہتر ہے تو آپ بس معاف کر دیں اور آپ معاف کرنے سے فائدے میں ہوں گے۔ تو معاف کرنے سے آپ کا کیا نقصان ہوگا؟ ایسی صورتِ حال میں آپ مؤدّب ہو جائیں اور یہ مان لیں کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ معاف کرنے سے فائدہ ہی ہو گا' اگر بظاہر نقصان نظر آرہا ہے تو پھر بھی فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر آپ کو بات سمجھ نہ آ رہی ہو تو تب بھی فائدہ ہی فائدہ ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ کے حبیبِ پاکؐ کا فرمان ہے تو آپ کو سمجھ بھی آ جائے گی اور اس میں عافیت بھی ہو جائے گی۔ آپ لوگ اس زندگی میں وقت ضائع نہ کریں آپ کا کل' Tomorrow ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو Today ' آج پر افسوس ہو۔ کوئی ایسا مقصد نہ بنانا کہ آپ مرتے وقت یہ کہیں کہ میں اپنے Ultimate ' اصل مقصد کے قریب نہیں تھا۔ ایک Immediate object' وقتی مقصد ہوتا ہے اور ایک Ultimate object ' اصل مقصد ہوتا ہے تو آپ کا Immediate object وقتی مقصد جو ہے یہ Ultimate object ' اصل مقصد سے مختلف نہ ہو۔ تو آپ لوگ اپنے آپ پر مہربانی کرو۔ تو معاف کرنے والا بہت بہتر رہتا ہے۔ اب اگر آپ کہتے ہیں کہ مظلوم ہونے سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں' جب کہ ظالم نے ہمیں مظلوم بنایا تو ہم کہتے ہیں کہ آپ مظلوم ہونے سے بچ سکتے ہیں اگر آپ اس ظالم کو معاف کر دیں اور پھر مظلوم ہونے سے بچ جائیں۔ تو اسے کب تک معاف کریں؟ جب تک وہ ظلم کرتا جائے۔ جس سے

آپ نے تعلق نہیں توڑنا ہے تب تک آپ اسے معاف کرتے جائیں۔ یعنی اگر میاں بیوی کی بات ہے اور تعلق نہیں توڑنا ہے تو آپ سب کچھ برداشت کرتے چلے جائیں اور اگر تعلق توڑنا ہے تو عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ جس سے تعلق نہیں توڑنا تو اس کا کیا گلہ اور جس تعلق کو چھوڑ دینا ہے اس کا کیا گلہ۔ تو یہ آسان سی بات ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہماری یہ دوستی نہیں چل سکتی تو آپ اس دوستی کا گلہ کیوں کرتے ہیں اور اگر یہ دوستی ہمیشہ چلے گی تو اب کس بات کا گلہ۔ ہمیشہ چلنے والی دوستیوں میں الجھنوں کے ہزار مقامات آتے ہیں لیکن دوستی ان الجھنوں کے باوجود چلتی رہتی ہے۔ جس کی منزل اچھی ہو جائے وہی اچھا ہے۔ تو منزل پر پہنچنے کے لیئے راستے کی دِقتوں کا گلہ نہیں کرتے کیونکہ راستوں میں دِقتیں تو ہوتی ہیں۔ جو بڑے لوگ تھے' ان کے سفر بہت دور کے ہوتے تھے اور ان کو راستوں میں بڑی بڑی دقتیں پیش آتی تھیں۔ زندگی میں انسانوں کے انداز میں تبدیلی آ جایا کرتی ہے لیکن گھبرانا نہیں چاہیئے۔ آج جھگڑا ہے اور کل کہو گے کہ وہ اچھا بھی ہے' آخر ہمارا دوست ہے۔ آپ لوگ ہر بار اپنے آپ سے کیوں الجھتے ہیں۔ آپ لوگ اپنے آپ میں سادہ ہو جاؤ' اپنے ساتھ Comfortable ہو جاؤ' آسان ہو جاؤ' آپ لوگوں نے اپنے آپ کو پکڑا ہوا ہے' دبوچا ہوا ہے اور خود کو نقصان دو گے۔ آپ اچھے لوگ ہیں اور مجھے بڑے اچھے لگتے ہیں لیکن آپ خود کو اچھے نہیں لگتے۔ اس لیے اپنی قدر کرو' ساتھی کو عافیت میں رکھو' اچھے خیال میں رہو۔ مگر آپ تو کبھی ظلم کی بات کرتے ہو' کبھی نفرت کی اور کبھی گلے کی۔ یہ زندگی تو ایک میلہ ہے اور سب کا جوگی والا

پھیرا ہے' پھر کون آئے گا۔ ؎

پتا ٹوٹا ڈال سے لے گئی پون اڑا
اب کے بچھڑے کب ملیں گے دور پڑیں گے جا

تو بات یہ ہے کہ کیا آپ کے پروگرام اور کیا آپ کی باتیں! صرف چند دن کا میلہ ہے پھر اس کے بعد نام و نشان ہی نہیں رہے گا اور یہ سب آپ کو پتہ ہی ہے' پھر اپنی فاتحہ بھی ہم نے خود ہی پڑھنی ہے' پتہ نہیں کوئی آئے گا کہ نہیں آئے گا۔ تو اس لیئے یہ بھی عادت بنا لو کہ اپنے جنازے آپ ہی پڑھنا سیکھ لو۔ آج کل کے دوستوں کا کیا پتہ ہے کہ کوئی آتا ہے کہ نہیں آتا! تو ان واقعات کا بھی ذرا خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ اتنی غفلت نہ کریں کہ آپ کو اپنی عاقبت کا ہوش نہ ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر کے اندر رہنے والا سادہ سا معصوم آدمی ظالم ہو کر نکلے' پھر تو بڑے بڑے ظالموں اور فرعونوں میں اس کا نام لکھا گیا اور اپنی اسی چھوٹی سی دنیا میں وہ یہ کام کر گیا۔ تو یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ یعنی کہ ایک شخص چار آدمیوں میں رہنے والا تھا' دو نوکر تھے اور دو وہ میاں بیوی اور ایسا شخص بھی ظالموں میں شامل ہو گیا کیونکہ وہ نوکروں پر ظلم کر گیا۔ اس طرح پورا ظالم بن گیا۔ تو ایک گھر کے اندر یہ سارے واقعات ہو گئے۔ اس لیئے آپ عافیت کے واقعات پیدا کریں اور آپ ایسا علم نہ حاصل کریں کہ وہ آپ کے لیئے خود ہی عذاب بن جائے۔ تو آپ عافیت کا علم حاصل کریں اور عافیت کا علم یہی ہے کہ آپ سادہ رہیں' سب کا بھلا اور سب کی خیر مانگتے رہیں اور کائنات کے مالک کو Approach کیا کریں کہ یا اللہ یہ جو منظر ہمیں اچھا نظر نہیں آ رہا ہے تو اس کو ٹھیک فرما دے یا

ہمیں موقع دے کہ ہم ہی اس کو ٹھیک کریں۔ اگر وہ موقعہ عطا کرے تو ضرور ٹھیک کریں ورنہ پرائی بات میں ہم کیسے دخل دیتے رہیں۔ اگر وہ موقعہ دے دے گا تو دروازہ کھل جائے گا۔ پھر آپ بسم اللہ پڑھ کر تشریف لائیں۔ تو آپ اپنے آپ پر اعتماد کیا کریں' دروازہ کھولا جائے گا اور ضرور کھلے گا۔ کیا آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے کہ کیسے دروازہ کھلے گا؟ دروازہ کھلے گا' دروازہ ہی کھلے تو بہتر ہے۔ تو آپ لوگ دعا کرو کہ دروازہ ہی کھلے' عقل کے دروازے کھل جائیں' علم کے دروازے کھل جائیں' عرفان کے دروازے کھل جائیں' ایمان کے دروازے کھل جائیں اور حالاتِ زمانہ کے دروازے کھل جائیں اور آپ کے خیال کے سفر کے دروازے کھل جائیں۔ ہم تو آپ کو اچھا سمجھتے ہیں مگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ زمانہ آپ کو اچھا سمجھے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ زمانہ آپ کو اس وقت اچھا سمجھے گا جب آپ میں کوئی عمل ہو گا۔ مثلاً" قائد اعظمؒ کو آپ اچھا سمجھتے ہیں لیکن ان جیسے واقعات آپ نہیں کرنا چاہتے' ان جیسی زندگی آپ بسر نہیں کرنا چاہتے' ان جیسا سچ نہیں بولنا چاہتے اور ان جیسی گفتگو' Negotiation نہیں کرنا چاہتے۔ پھر تو بات مشکل ہو جائے گی۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ اچھے آدمی جن کو پذیرائی ملی ہے وہ بڑے بڑے تلخ ایام سے گزرے ہیں۔ تو اچھا ہونا آپ کا فیصلہ ہے اور میرا گلہ یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے فیصلہ ہی نہیں کیا ہے! جو آدمی اچھا ہونے کا فیصلہ کر چکا ہو وہ بے تاب نہیں ہوتا' وہ گھبراتا نہیں ہے کیونکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ اس نے اچھا ہونا ہے' اس کو پتہ ہوتا ہے کہ اس سماج نے میری بات سننی ہے اور ہمیشہ میری بات سنی ہے۔ آپ لوگوں نے تاریخ پڑھی ہوئی

ہو گی کہ ایک آدمی نے جب پارلیمنٹ میں تقریر کرنا چاہی تو پارلیمنٹ نے تقریر سننا پسند نہ کی اور کہا کہ بھاگ جاؤ تو اس شخص نے کہا کہ آج تم لوگ میری بات نہیں سن رہے اور وہ وقت جلد آئے گا جب تم میری بات بڑے غور سے سنو گے اور پھر وہ وقت آیا کہ جب اس کی بات بڑے غور سے سنی گئی۔ تو ایسے ایسے بھی لوگ دنیا میں آئے ہیں۔ ایک آدمی تقریر کر رہا تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی' وہ بیچارہ بولتا رہتا تھا' تو لوگوں نے اس کا بہت مذاق اڑایا' تو پھر اس آدمی نے کہا کہ

Thy time will come ایک وقت آئے گا جب تم ہماری بات سنو گے۔ وہ شخص سمندر کے کنارے پر گیا اور اس نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں منہ میں ڈال کر پھر بولنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں Orators مقررین کے طور پر اس کا نام اولین Orators میں سے تھا' وہ شخص جب بولتا تھا تو سمندر کی لہریں آگے پیچھے ہو جایا کرتی تھیں۔ وہ ایک یونانی تھا جس کا نام گریٹ سپیکرز میں تھا۔ تو ایسے کام کرنے والے ایسا کام کرتے رہے۔ آپ ایسا نہ کریں کہ اپنے آپ کو سماج سے منواتے رہیں اور وہ منوانا بھی معذرت کے ساتھ ہو۔ یہ نہ کہنا کہ

Will you please accept me ' کیا آپ مجھے مانتے ہو؟ سماج کبھی معذرت سے نہیں مانتا' وہ درخواست سے نہیں مانتا بلکہ اس سے تو سکہ منوانا پڑتا ہے۔ اس لیئے اپنے آپ کو Confidence میں رکھو' اعتماد میں رہو اور یقین کے ساتھ بات کرو۔ پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو سماج میں آپ اپنا خیال آپ رکھیں۔ مقصد حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ آپ کا اپنا مقصد قائم ہونا چاہیئے کیونکہ جو لوگ انہماک کے ساتھ اپنے مقصد

کی طرف چلے ہیں ان میں سے اکثر لوگ راستے میں ہی رہ گئے ہیں اور وہ منزل پر نہیں پہنچے ہیں مگر پھر بھی وہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اب آپ کربلا کے مقام پر دیکھیں کہ کربلا کی جنگ حضرت امام عالی مقامؑ نے نہیں جیتی لیکن جیتی ہے کیونکہ یہ مقصد کی بات ہو رہی ہے۔ مقصد عظیم ہو تو نتیجہ عظیم ہوتا ہے' چاہے انسان راستے میں ہی رہ جائے۔ تو یہ کہانی اتنی سی ہے کہ آپ کے پاس صادق مقصد ہونا چاہیئے اور آپ اس پر اتنی صداقت سے عمل کریں کہ راستے میں سفر چاہے جہاں بھی ختم ہو پھر بھی آپ کامیاب ہوں۔ تو اب مسئلہ حل ہو گیا کہ کامیاب انسان وہ ہے جو ایک کامیاب اور Selected مقصد کے اوپر پورے یقین سے سفر کر رہا ہو۔ تو وہ راستے میں بے شک جہاں بھی ختم ہو جائے' وہ کامیاب ہے۔ صداقت کی منزل جو ہے اس میں سارے راستے کا نام منزل ہے۔ تو Truth کی منزل کیا ہے؟ سارے راستے کا نام منزل ہے اور منزل صرف کسی ایک جگہ کا نام نہیں ہے۔ صادق آدمی نے پہلا قدم جہاں رکھا ہے وہی منزل ہے' دوسرا قدم رکھا تو وہ منزل ہے اور جہاں اس کے قدم ختم ہو گئے وہیں بھی منزل ہے۔ تو ہم جہاں بھی سجدہ کریں گے وہی کعبہ ہے۔ تو سچا آدمی جہاں سجدہ کرے گا وہیں کعبہ ہے اور عین کعبہ ہے۔ تو کعبہ تو ہمارے دل میں ہوا۔ تو سچے آدمی کی کامیابی یوں نہیں ہوتی یعنی سچے آدمی کی کامیابی وقت کی مرہونِ منت نہیں ہوتی کہ وقت اب Feasible آگیا ہے' آسان ہو گیا ہے تو ہم کامیاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ اصلی باتیں کیا کریں۔ اور سوال پوچھیں۔

سوال :۔

سر! کیا انسان کو اپنے ساتھیوں کے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے؟

جواب :۔

آپ کے ارد گرد کے جتنے بھی لوگ ہیں آپ ان لوگوں کو غور سے دیکھیں اور آپ ان کے اعمال کا فوری طور پر محاسبہ نہ کریں اور یہ آپ کے لیئے بہت ضروری ہے۔ کل کو ایسا نہ ہو کہ آپ اپنی اولاد کو ہی ماپنا شروع کر دیں کہ لے دے کے آپ نے کیا حاصل کیا ہے؟ وہی اولاد ہی تو آپ نے حاصل کی ہے اور اس کے ساتھ ہی آپ کی Bitterness پیدا ہو گئی' تلخی ہو گئی' تو پھر کیا رہ گیا۔ آپ نے تو ان کی اصلاح کرنی تھی نہ کہ ان سے ناراض ہونا تھا۔ تو آپ اس طرح کریں کہ اپنے مزاج کو اللہ کی طرف رجوع کرا لیں اور معافی مانگنے اور معافی دینے کا عمل شروع کریں۔ اور آپ یہ عمل ضرور کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی شکل جو ہے وہ منتقم ہو جائے یعنی انتقام والی شکل ہو جائے۔ آپ اس سے بچیں اور کہیں کہ یا اللہ میں کسی سے انتقام نہیں لیتا اور کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ آپ اس طرح سب سے معافی کا سلوک کریں۔ اگر آپ کے والدین زندہ ہیں تو آپ ان کے پاس جایا کریں اور ان کے پاس رہا کریں' ان کی خدمت کیا کریں اور کبھی ان سے ناراض نہ ہونا اور میری یہ بات بالکل یاد رکھنا اور ضرور یاد رکھنا! ماں باپ کے پاس ہر صورتِ حال کا علاج ہوتا ہے۔ یہ جو حالات کی گرد چڑھ جاتی ہے تو اس کا علاج ماں باپ کے پاس ہوتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے ماں باپ میں سے کوئی ایک آپ سے دل سے ناراض ہے' اس لیئے آپ

پریشان ہیں۔

سوال :۔

ماں باپ کے لیئے جو کچھ آپ فرماتے ہیں تو یہ صرف مردوں کے لیئے ہی اتنا واجب ہے یا کہ عورتوں پر بھی یہ اتنا واجب ہے؟

جواب :۔

مجھے مردوں اور عورتوں میں فرق بہت کم نظر آتا ہے۔ ماں باپ کی خدمت سب پر فرض ہے۔ عورت کی زندگی میں ماں باپ کی خدمت واجب ہونے کے بعد ایک اور شخص آ جاتا ہے اور وہ خاوند ہے۔ اس لیئے اس میں تھوڑا سا فرق آ جاتا ہے۔ سوسائٹی سمندر کا نام ہے اور کنارے کا نام نہیں ہے۔ ساحل کی بات یہ ہے کہ یہ کئی میل تک ہوتا ہے اور سمندر اس سے آگے گہرائیوں میں ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ ذرا اور سٹڈی کر لو۔ اور Male کو' مرد کو نکالنا ہی ہے تو پھر Male Society' مردانہ معاشرہ کہہ کر نہ نکالو۔ ہمارا نقطہ' نظر عورت اور مرد کے بارے میں یہ ہے کہ عورت نازک ہے لہٰذا اس سے Deal with care' احتیاط سے برتاؤ کرو اور مرد کی ذات سے آپ Deal with respect' عزت سے بات کرو۔ عورت مرد کی عزت کا خیال رکھے اور مرد عورت کی Care کرتا جائے' حفاظت کرتا جائے۔ عورت اور مرد کی بحث کوئی نہیں ہے' دونوں اکٹھے ہی ہیں۔ جب عورت اور مرد کی بحث شروع ہو جائے گی تو سمجھو پھر دونوں ہی ختم ہو گئے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ھن لباس لکم وانت لباس الھم وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ تو جو دوسرے کو مارے گا وہ بے لباس ہو جائے گا۔ یہ قرآن پاک کا فیصلہ

ہے۔ لہٰذا آپ یہ خیال رکھیں۔

سوال :۔

میں اپنے شوہر اور گھر کو کیسے راضی رکھوں؟

جواب :۔

ماں باپ کی اطاعت اگر میاں کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو اس کے اندر سے راستہ نکالنا عورت کی دانائی ہے' اس طرح کہ جھگڑا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں عورت کے ذمے یہ لگاتا ہوں کہ وہ گھر کو آباد رکھے۔ آپ اتنی بات یاد رکھنا۔ تو عورت کی دانائی یہی ہے کہ گھر آباد رہیں۔ تو اگر آپ گھر کو کامیابی سے آباد رکھ جاؤ تو یہ قابلِ مبارک بات ہے اور آفرین کا سہرہ عورت کے سر ہے۔ بس عورت کسی بھی طرح گھر کو آباد رکھے۔ ایک آدمی کو راضی رکھنا عورت کے لیے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے اور ان کو کیا مشکل ہے کہ وہ اپنے خاوند کو بھی راضی نہ رکھ سکیں۔

سوال :۔

حضرت امیر خسروؒ کا عرس بھی ہوتا ہے اور ان کا یوم بھی منایا جاتا ہے ------ ایسا کیوں ہے؟

جواب :۔

بابا بلھے شاہؒ کا عرس ہوتا ہے' وارث شاہ صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' میاں میر صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' میاں محمد صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے' بابا فریدؒ کا عرس ہوتا ہے' خواجہ غلام فریدؒ کا عرس ہوتا ہے اور ان کا بڑا ہی

عرس ہوتا ہے۔ تمام اولیاء کے عرس ہوتے ہیں اور پھر اتنا بڑا کلام لکھنے والا دل میں آ جاتا ہے۔ کچھ شاعروں کا یوم منایا جاتا ہے' "ڈے" ہوتا ہے۔ امیر خسروؒ کا ڈے بھی کہتے ہیں لیکن ان کا عرس بھی ہوتا ہے۔ ان کا شمار دونوں میں آ جاتا ہے۔ یہاں سے ۱۷ اپریل کو زائرین جاتے ہیں اور ان کا عرس ہوتا ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ شاعر بھی ہیں اور ان کا باقاعدہ عرس بھی ہوتا ہے۔

کچھ باتوں کو آپ لوگ ذرا Seriously' سنجیدگی سے سوچا کریں۔ یہ دنیا تو یہی ہے اور یہ زندگی بھی یہی ہے' آپ نے ساری دنیا دیکھ لی ہے اور اس میں کوئی صداقت نہیں ہے مگر اسی دنیا میں صداقت ہے۔ اب یہ آپ کا اپنا انداز ہے کہ اسی کائنات کے اندر ہی سارے اللہ کے جلوے ہیں اور یہاں کوئی جلوہ بھی نہیں ہے' آپ نے جو آدمی دیکھے سب جھوٹے تھے' لیکن کسی کے لیئے وہ سارے سچے تھے۔ تو یہ دونوں باتیں ٹھیک ہیں۔ تو آپ ذرا سا سنجیدہ ہو کر سوچیں گے تو پھر آپ کو یہ باتیں سمجھ آ جائیں گی کہ اس دنیا کے اندر صداقت کا سفر کیسے ہوا اور صداقتِ کیا ہوتی ہے۔ تو یہ سوچا کریں کہ بابا بلھےؒ شاہ کو کچھ اور انداز سے کیوں یاد کیا جاتا ہے حالانکہ کلام کے لحاظ سے وارثؒ شاہ کا کلام کچھ اور ہو گا اور ان کا کلام کچھ اور ہو گا اور اقبالؒ کا کلام کچھ اور ہو گا۔ اس میں کچھ فرق ہے۔ آپ لوگ اس فرق کو سٹڈی کیا کریں کہ یہ کون لوگ ہیں اور فقیر کون ہوتا ہے اور صرف Poet' شاعر کون ہوتا ہے؟ عام طور پر فقیر جتنے ہوتے ہیں کچھ نہ کچھ شاعر ہوتے ہیں اور سارے شاعر ضروری نہیں کہ فقیر بھی ہوں۔ عارف جو ہے وہ عالم ضرور ہو گا اور ہر عالم

ضروری نہیں کہ عارف ہو۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ تو وہ عالم جو عارف تھے یا وہ عالم جو عارف بھی تھے اور جو Poet ' شاعر بھی تھے' ان کے گنبد بن گئے اور وہ Poet ' شاعر جو عارف نہیں تھے' صرف شاعر تھے ان کا عرس نہ ہوا۔ اقبالؒ منظور ہے' اس کی شاعری منظور ہے' اس کو شاعری ودیعت ہے اور اس کی شاعری Almost الہام ہے۔ خسروؒ چاہے فارسی میں لکھے' چاہے اردو میں لکھے' چاہے پنجابی میں لکھے' چاہے ہندی میں لکھے' خسروؒ فقیر ہے اور وہ فقیری میں داخل کر دیا گیا حالانکہ اس کے پاس باقاعدہ سلسلہ نظامیہ نہیں ہے بلکہ وہ حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کے پاس ہے۔ خسروؒ کو خلافت نہیں ملی تھی کیونکہ خسروؒ مہم پر گئے ہوئے تھے اور پیچھے سے حضرت محبوب الٰہیؒ کا وقت پورا ہو گیا تو انہوں نے خسروؒ کو بلایا' یہ رات کا وقت تھا۔ باہر خواجہ نصیرالدین چراغؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ خادم نصیر حاضر ہے۔ خسرو تو گئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے کئی مرتبہ پوچھا تو وہی جواب ملا۔ تب انہوں نے کہا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے خلافت حضرت نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو دے دی اور پھر فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا اختیار رکھتا ہوں کہ میرا اور امیر خسروؒ کا عرس ایک ہی جگہ پر ہوا کرے گا۔ اگر کبھی آپ وہاں جائیں تو دیکھیں گے کہ اِدھر امیر خسروؒ کا مزار شریف ہے اور اُدھر محبوب الٰہیؒ کا مزار مبارک ہے اور عرس درمیان میں ہوتا ہے بلکہ امیر خسروؒ کا عرس ان کے آستانے پر نہیں ہوتا وہ بھی حضرت محبوب الٰہیؒ کے مزار مبارک پر ہوتا ہے۔ ودیعت والی خلافت بھی وہ خسروؒ کو دینا چاہتے تھے مگر انہوں نے فرمایا

کہ خلافت اللہ کریم کی طرف سے تھی اور ادھر کا حکم تھا' سو ہم نے دے دی پھر فرمایا کہ میں چاہوں امیر کو اور اللہ نصیر کو' تو میں کیا کر سکتا ہوں' اور پھر خواجہ نصیرالدینؒ کو خلافت عطا فرما دی۔ پھر جب خواجہ نصیرالدین چراغؒ کا وصال ہو گیا تو فقراء سناتے ہیں کہ ادھر دکن سے ایک آدمی آیا' انہوں نے آکر دیکھا کہ یہاں تو ساری خلافتیں بانٹ دی گئی ہیں تو جس چارپائی پر میت اٹھائی گئی اس کی پائنتی لے کر خود ہی کہنے لگے کہ یہ میری خلافت ہے۔ تو آپ کو پتہ ہے کہ وہ آدمی کون تھا؟ وہ تھے خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ۔ اور اس پائنتی کے فیض سے انہوں نے سارا دکن مسلمان کیا۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ خلوص جو ہے یہ کسی خلافت کا محتاج نہیں ہے۔ تو خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کو ان کے خلوص کے ساتھ فیض میں داخل کر لیا گیا اور پھر اللہ کریم نے ان سے بڑا کام لیا۔ امیر خسروؒ سے بھی بڑا کام ہوا' میرا خیال ہے کہ محبت کا کام تو ان کے نام سے چلتا ہے۔ تو آج بھی "خسرو نظام کے بل بل جایئے" پر صوفیاء اور درویش لوگ رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ خسروؒ کا نام آئے تو کہتے ہیں کہ واہ جی واہ کیا نام ہے! وہ خسروؒ کیا کہتے ہیں کہ ؎

زِ قید دو جہاں آزاد گشتم
اگر تو ہم نشینِ بندہ باشی

فرماتے ہیں کہ دو جہاں کی قید ختم ہو جاتی ہے جب آپ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں۔ تو یہ پکی بات ہے کہ امیر خسروؒ محبت ہی محبت ہیں اور ان کے پاس بات ہی بات ہے چاہے بات مختصر ہو اور چاہے لمبی ہو۔ وہ اگر بات "نمی دانم" سے شروع کریں تو بات کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔

تو یہ سارے فیض ہیں اور یہ سارے فیض آنے والے زمانے کے لیئے ہیں۔ فیض جب بھی ملا اللہ کی طرف سے ملا۔ جب بھی کوئی دریا آیا کناروں کو سیراب کرنے کے لیئے آیا اور لوگوں کو ڈرانے کے لیئے نہیں آیا کہ میں بہت بڑا دریا ہوں۔ یہ جو سب بزرگ ہیں ان کا کوئی کام ہے' کوئی فنکشن ہے' کوئی مشن ہے۔ اس لیئے آپ لوگ سوچا کرو کہ عرس کس کا ہوتا ہے اور خالی ڈے کس کا ہوتا ہے۔

سوال :۔

سر! آپ کی اپنی کتاب "کرن کرن سورج" کا انتساب یہ ہے کہ "آباد شہر کی اس مسجد کے نام جہاں لاؤڈ سپیکر نہیں ہے" اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

جواب :۔

لاؤڈ سپیکر مسجدوں میں نہیں رہنے چاہئیں ورنہ آپ کے شہر آباد نہیں رہیں گے۔ آپ لوگ دعا کریں کہ لاؤڈ سپیکر ختم ہو جائیں۔ ہر گلی اور محلے کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر موجود ہیں اور کسی شہر میں شاید کوئی ایسی مسجد کم ہی ہو گی جہاں لاؤڈ سپیکر نہ ہو۔ آپ لوگ صرف اپنی گلی اور محلوں کی بات نہ کریں بلکہ وہ بات کریں جو کہ نتیجہ ہے تا کہ Narrative style نہ ہو' صرف بحث نہ ہو۔ آپ لوگ سارے پڑھے لکھے ہیں اور ساری باتیں جانتے ہیں اور Narrative بات جو ہے وہ صرف کہانی سنانے والی بات ہے۔ اس لیئے آپ صرف Narrative بات نہ کریں بلکہ آپ بتائیں کہ آپ کیا عمل چاہتے ہیں' کیا یہ کہ مسجد کے

ساتھ لاؤڈ سپیکر نہیں ہونا چاہیئے؟ تو آج ہم سارے لوگ ایک Resolution ' قرار داد پاس کرتے ہیں کہ یا اللہ کریم اس شہر کو عافیت والا شہر بنا اور مسجدوں میں سے لاؤڈ سپیکر ہٹا' یہ ہمارے لیئے باعثِ تکلیف ہے اور اب تک کافی تکلیف ہو چکی ہے۔ جو بھی شخص مسجد میں آئے' آپ اس کو تبلیغ کریں لیکن یہ تو ان کو تبلیغ کر رہے ہیں جو مسجد سے باہر رہ گئے ہیں۔ تو مسجد کے اندر لاؤڈ سپیکر اس لیئے رکھو کہ نمازیوں کو آواز پہنچ سکے۔ جو بھی مسجد کے اندر آتا ہے آپ اس کو بات سناؤ۔ جو مسجد کے باہر رہ گیا ہے اس کو باہر رہنے دو۔

سوال :۔

سر! ہم اللہ کریم کی مصلحت جاننا چاہتے ہیں؟

جواب :۔

اللہ آپ کا بھی اللہ ہے' ہمارا بھی اللہ ہے اور سب کا اللہ ہے۔ صرف بحث نہ کریں کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ اس نے جو بھی کیا ہے ٹھیک ہی کیا ہے۔ اس میں مصلحت کی بحث نہیں ہے۔ اللہ کریم کی مصلحت آج تک پوری طرح کبھی سمجھ نہیں آئی۔ موسیٰؑ نے اللہ کریم سے پوچھا تھا کہ یہ چھپکلی کیوں پیدا کی ہے' اس کی مصلحت کیا ہے؟ تو اللہ کریم نے فرمایا تھا کہ چھپکلی پوچھتی ہے کہ موسیٰؑ کو پیدا کرنے کی کیا مصلحت ہے؟ اللہ کی مصلحت جو ہے یہ ماننے کے بعد سمجھ آتی ہے۔ آپ بس اس کو مانتے جائیں۔ یہ نہ کہیں کہ اللہ کریم نے اتنے ستارے کیوں بنائے ہیں اور یہ کس کام آتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ خیریت

سے رات تو گزر گئی۔ یہ ستارے محبت کرنے والوں کے کام آتے ہیں کہ وہ ان کو رات کو گنتے رہتے ہیں' ستارے رونے والوں کے کام آتے ہیں۔ محبوب کے ستم دیکھنے کے لیئے ستارے کام آتے ہیں کہ ہم پر بھاری رات آ گئی ہے۔ ورنہ تو ستارے کس کام آتے ہیں۔ اللہ کریم نے اتنے بڑے سارے ستارے بنا دیے ہیں' نہ ان کا کوئی Purpose ہے' مقصد ہے' نہ ان کی زندگی ہے اور نہ کوئی فنکشن ہے۔ چھوٹا سا انسان ہے' وہ کیا سمجھے گا۔ وہ کہے گا کہ یہاں تو اللہ تعالیٰ صرف تھوڑے سے پیسے بناتا اور تھوڑی سی بادشاہی بناتا' ہر آدمی کی اپنی سلطنت ہوتی اور بادشاہی ہوتی اور ہر آدمی رعایا ہوتا اور ہر آدمی بادشاہ ہوتا مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی بے شمار باتیں ہیں جو آپ کی سمجھ سے باہر ہیں۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ نے ہمالیہ پہاڑ کیوں بنا دیا ہے' جب پہاڑ بنائے تھے تو پھر دریا کیوں بنا دیے گئے' غاریں کیوں بنا دیں' صحرا کیوں بنا دیے' گہرے سمندر کیوں بنا دیے اور سیپ کے اندر موتی کیوں بنا دیے۔ تو یہ اللہ کریم کے کام ہیں۔ آپ غور سے دیکھیں تو آپ کو اللہ کی کائنات کی سمجھ آ جائے گی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یا اللہ ہم باقی تیری ہر بات کو سمجھ گئے ہیں لیکن ایک بات سمجھ نہیں آئی ہے کہ معاف کر دینے میں تیری کیا مصلحت ہے اور کیا فائدہ ہے؟ یہ تو ایک بات ہے مگر ہزارہا باتیں ایسی ہیں جو سمجھ نہیں آ سکتیں بلکہ آپ کو تو کچھ بھی سمجھ نہیں آیا۔ ماننے والے تو صرف مانتے چلے آ رہے ہیں بلکہ تسلیم یہی ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے وہ بھی آپ مانیں۔ عمل کی تعریف ہی یہی ہے کہ اللہ جو بات کہہ رہا ہے اگر وہ سمجھ نہ آئے تب بھی آپ مانیں۔ اس

طرح آپ کے اندر بڑی عافیت پیدا ہو جائے گی اور آپ الجھنوں سے نکل جائیں گے۔ آپ ہر چیز کو چھوڑ دیں اور اس طرح سوچنا چھوڑ دیں۔ آپ کی زندگی آدھی سے زیادہ گزر گئی ہے اور کچھ باقی رہ گئی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سوچ سوچ کر ذہن تنگ آ جائے اور دل میں تنگی آ جائے بس آپ اپنے آپ کو معافی دے دیں اور ایسا سب کچھ چھوڑ دیں۔ باتوں کو جانے دیں اور زندگی کا لطف لیں۔ آپ کے حق میں ہم نے دعا کی ہے اور انشاء اللہ دعا اپنا رزلٹ لائے گی۔ مگر جس کے دل کا دلدار اور محرم چلا گیا ہو تو وہ اپنے دل کی دنیا آباد کر کے کیا حاصل کرے گا۔ اب اس کا حاصل کیا ہے' اس کی Achievement کیا ہے۔ جو غم محبوب نے دیا ہو وہ غم کیسے غلط ہو سکتا ہے۔ وہ ہمارے خیال میں ہوتا ہے اور ہم اس سے دور نہیں رہ سکتے۔ مگر جو چلا گیا اس میں کوئی Compensation نہیں ہے' جو ہو گیا سو ہو گیا۔ بس صرف خلاء ہے اور مکمل خلاء ہے کیونکہ جانے والا Unbreachable gap چھوڑ کر چلا گیا ہے' آپ کی کل کائنات اتنی ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر اس آدمی کو دس دفعہ بادشاہت دے دے تاکہ اس آدمی کو کچھ تسلی ہو اور سکون مل جائے مگر اس کو سکون نہیں ملے گا۔ میں آپ لوگوں سے یہ کہتا ہوں کہ سادہ سادہ سی زندگی بسر کریں' چھوٹے چھوٹے کام کیا کریں' بس آپ لوگ اس معمولی زندگی کو گھر میں آباد رکھیں' آپ کی زندگی چار دیواری کے اندر ہے اور آپ اس کو آباد رکھیں۔ ایسے بھی گھر ہوتے ہیں کہ میاں بیوی کا چالیس سال کا ساتھ ہوتا ہے مگر دونوں اتنا عرصہ Mistrust کرتے کرتے' لڑ لڑ کر گزار دیتے ہیں۔ استغفراللہ! تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو

کسی پر اعتماد ہی نہیں ہوا۔ تو آپ کے ساتھ ایسا نہ ہو کہ ایک گھر میں بحیثیت میاں بیوی رہتے ہوئے مدّتیں بیت گئیں اور ایک دوسرے سے آشنائی نہ ہوئی حالانکہ باہمی رفاقت ہے' سفر ہے' لیکن ایک دوسرے کی پہچان نہ ہوئی۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ جو ساتھ چل رہے ہیں وہ اجنبی ہیں اور جو واقف ہیں وہ خدا جانے کہاں ہوتے ہیں۔ گھر سے باہر ان کی واقفیت ہوتی ہے اور گھر والے سٹپٹاتے رہتے ہیں اور اس طرح سارے لوگ عافیت سے دور رہے۔ تو گھر میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر راضی رہتے ہیں۔ اس لیئے آپ لوگ ایک دوسرے پر راضی رہا کریں۔ کم از کم آپ کا یہ سفر تو آزاد ہو۔ اور آپ لوگ اللہ کریم کے کاموں پر راضی رہا کرو چاہے آپ کو مصلحت سمجھ آئے یا نہ آئے' بس آپ راضی رہا کرو۔ باقی یہ کہ آپ کو دنیا کا میلہ نظر آجائے گا کہ یہ بڑا شاندار میلہ ہے' آپ نے صرف یہ میلہ دیکھنا ہے اور آپ ہی بتائیں کہ آپ یہاں سے کیا لے کر جائیں گے۔ یہاں پر کسی کا کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا ہے اور اگر بولنے کی Openly اجازت ہو تو آپ کہیں گے کہ حکمران اور مخالف دونوں ہی ٹھیک نہیں ہیں۔ تو اللہ کے کاموں کی مصلحت سمجھ نہیں آئے گی بلکہ بہتر یہ ہے کہ آپ تسلیم کر لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانی دے۔

سوال :۔

سر یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ کیا اس سے آگے بھی ہماری کچھ خوش نصیبی ہے؟

جواب :۔

کسی بھی کام کو چلانے کے لیئے دو صورتیں ہوتی ہیں' ایک تو یہ کہ آپ اخبار میں اشتہار دے دیں کہ ایک فرم ہے اور اس کو ایسے ایسے آدمی چاہئیں۔ وہاں لوگ چلے گئے اور ان کو کام مل گیا۔ اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا گریڈ کیا ہے اور ہم کہاں تک اور کتنا عرصہ یہاں ملازمت کریں گے؟ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کو دعوت کے ذریعے بلایا گیا ہے تو پھر آپ کو حق پہنچتا ہے کہ آپ کو بتائیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ میں نے آپ کو دعوت سے بلایا ہی نہیں ہے۔ جب تک آپ کو یہ بات نہ سمجھ آئے کہ آپ یہاں کیسے آئے ہیں تو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کہ آپ کیا ہیں؟ آپ پہلے اس بات کو سمجھیں کہ یہاں کیسے آئے ہیں۔ آپ لوگ سماج کے اندر جانے پہچانے اور نامور لوگ ہیں اور کسی طرح یہاں پہنچ گئے۔ پھر یہ دیکھا گیا کہ ہم بول رہے تھے اور آپ سن رہے تھے۔ یہ بغیر پروگرام بنائے ہوا۔ اور یہ بھی دیکھا گیا کہ میں آپ کو جاننے سے پہلے بھی جانتا تھا۔

میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے

یہ عجب بات تھی۔ اور اگر میں آپ کو نہ جانتا تو میں آپ سے خائف ہو جاتا لیکن ایسی بات بھی نہیں ہے۔ آپ جو مرضی چاہے پوچھیں اور جتنا چاہیں پوچھیں' چاہے اپنا ہی پوچھیں۔ میں آپ کو جانتا ہوں' اب یہ جاننا اور ان لوگوں تک پہنچنا جن لوگوں تک پہنچنا ضروری تھا' پھر ان کا آجانا اور پھر میرا وہاں پہنچ جانا اور پھر سب کا بلال صاحب کے ہاں اکٹھے ہونا' اس نے ہم سب کو پکڑ کر رکھ دیا' حالانکہ پتہ نہیں آپ کہاں کے رہنے

والے تھے' اس کے قابو آ گئے۔ تو بات یہ ہے کہ ؎

میں پہلی بار ملا جب مجھے خیال ہوا
میں جانتا تھا اسے پہلی بار سے پہلے

اب یہ بات جو ہے یہ کیا ہے؟ بس یہی بات ہے۔ جب تک اس بات کا اسے پتہ نہ ہو انسان ایڈریس نہیں کر سکتا' خطاب نہیں کر سکتا۔ کہتے ہیں کہ کبھی ایڈریس نہ کرو' جب تک آپ ان لوگوں کو جانتے نہ ہوں جن کو آپ ایڈریس کر رہے ہو۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور کن لوگوں سے کہہ رہے ہیں۔ وگرنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ غلط بات کر بیٹھیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کن لوگوں سے بات کر رہا ہوں۔ اب یہ بات کوئی اور آدمی دیکھے گا تو پھر اور لوگ آئیں گے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور یہ کیا بات ہے۔ یہ سب قدرت کے کھیل ہیں۔ اب آپ لوگ ایک واقعہ سن لو۔ ایک جگہ ہم لوگ گئے اور کسی آدمی سے ملے' ناواقف آدمی تھا' دو منٹ زیادہ لگ گئے' ہمیں ضروری کام بھی تھا' اس نے دس منٹ اور لے لیئے اور کہا کہ شام کو میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ آج شام میں ذرا مصروف ہوں۔ لہٰذا آپ کل شام آ جائیں۔ وہ بھی بہت اچھا آدمی تھا' دوسری شام کو اس نے بلایا تو ہم نے دیکھا کہ پندرہ بیس آدمی بیٹھے ہوئے تھے' میرے بارے میں کہنے لگا کہ "جی یہ واصف صاحب ہیں حالانکہ ان سے ہماری پہلی ملاقات دو منٹ کی تھی' میں نے ان سے ایک بات کی ہے جو میرے دل کے کسی گوشے میں ایک دیرینہ سوال تھا تو اس کا انہوں نے جواب دیا ہے' اب آپ بھی ان سے سوال

کر لیں"۔ میں نے دیکھا تو ان میں سے ایک دو آدمی مشکل قسم کے تھے' ان کو میں نے سامنے بٹھا دیا اور باقی سب کو اِدھر اُدھر بٹھا دیا۔ وہ لوگ سوال کرتے رہے۔ پھر وہ لوگ کہنے لگے کہ کل ہم پوری محفل بلائیں گے۔ پھر اس دن میں نے بلال صاحب کو بھی ساتھ بلا لیا۔ وہ سارے عجیب و غریب لوگ تھے' لہٰذا ان کے لیئے کوئی اپنا بندہ بھی ساتھ ہونا چاہیئے تھا اور پھر میں بلال صاحب کو اپنا بندہ سمجھ کر ساتھ لے گیا۔ خیر وہاں سارے بیٹھ گئے۔ پھر اس کے بعد جو ہوا سو ہوا اور جو کہا سو کہا۔ تو میں نے ان لوگوں سے کہا کہ میں یہاں اسلام آباد میں نو وارد آدمی ہوں اور میں کوئی تقریر کرنا نہیں جانتا ہوں' بہرحال کچھ کوشش کریں گے۔ پھر اس کے بعد بالکل وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ اپنی کاریگری کی بات ہو بلکہ یہ اس کا فضل ہے' There was a time آپ کے اسی شہر میں ایک نامعلوم آدمی اسی طرح انہی سڑکوں پر پھرتا رہا جس طرح پھرنے کا حق ہے اور اس وقت ہم نے آپ لوگوں سے کوئی بات نہیں کی۔ پھر ہم نے بات شروع کی۔ آپ بات نہیں سمجھے۔ میں آپ کو آپ کی گستاخیوں کی زیادہ داد نہیں دیتا کیونکہ ہم نے بڑے ادب سے یہ بات حاصل کی ہے۔ ہم جو بظاہر بیوقوف لوگ تھے' بات کے لیئے ان کے پیچھے پھرتے رہے اور اپنی دانائیوں سمیت ان کے پیچھے پھرتے رہے' دن رات' گرمی سردی' بہار برسات' اور دھوپ چھاؤں میں ہم ان کے پیچھے پھرتے رہے اور کئی سال کے بعد اس نے ایک بات بتائی اور یہ بات بتائی کہ اس کو اِدھر کر دو اور اس کو اُدھر کر دو۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں بتائی۔ یعنی اس کو

ادھیر کرنے کا دو سال کے بعد نتیجہ نکلا اور پتہ چلا کہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ ایک دانا آدمی نے مجھے ایک دن بات کہی اور وہ بات غلط ہو گئی۔ وہ دانا آدمی تھا اور سچا آدمی تھا لیکن بات غلط ہو گئی اور میرا ایمان متزلزل ہو چلا تھا کہ سچے آدمی نے جھوٹ بولا لیکن میں نے گلا نہیں کیا اور بات چلتی رہی' چلتی رہی۔ ایک اور سچا آدمی آیا تو اس نے بظاہر جھوٹے رزلٹ کی ایسی صداقت ثابت کی کہ میرا ایمان اور زیادہ قوی ہو گیا' کیونکہ جو پہلے غلط ہو گیا تھا وہ غلط نہیں ہوا تھا' بات ویسے ہی ہوئی جیسے ہونی چاہیئے تھی لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ بعض اوقات ظاہر نتیجے کے اندر مخفی نتیجہ ہوتا ہے اور بات سمجھ نہیں آتی ہے' وہ کہتا ہے کہ آپ آ جاؤ' آپ کامیاب ہو لیکن بظاہر آپ ناکام ہو گئے۔ حالانکہ وہ ناکام نہیں ہوا کیونکہ اس آدمی نے چلنا اس وقت تھا جب اس کے اندر درد بیدار ہونا تھا۔ اب یہ سارا درد Pledge کیے بیٹھا ہے' ابھی تک سارا درد پیٹے بیٹھا ہے اور ابھی اس نے درد کو اپنے ساتھ شامل نہیں ہونے دیا' درد کو سٹور کیئے بیٹھا ہے اور وہ درد ایک دن خود ہی سینہ پھاڑ کر باہر نکلے گا۔

سینہ خام شرع شرح در فراق

تو جب سینہ کھلنا "شرح" ہو جائے گا تو پھر یہ خود ہی بولے گا۔ درد والے کو کامیاب ہونے سے کون روک سکتا ہے۔ ابھی آپ کا درد نہیں بول رہا' ابھی تو عقل بول رہی ہے' ابھی مصلحت بول رہی ہے اور ابھی ضرورتیں بول رہی ہیں۔ جب درد بولے گا تو پھر اے صاحبانِ عرفان! تمہارے ساتھ بہت کچھ ہو سکتا ہے! آپ کہیں گے کہ ہمارے ساتھ دھوکا ہو گیا ہے' ہم

بھی دھوکا کھا گئے' تم بھی دھوکا کھا گئے۔ مقصد یہ ہے کہ کون آدمی ہے جو درد بیان کرنے والے کی بات نہیں سمجھے گا۔ سارے کے سارے کہیں گے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا ہو گیا ہے۔ اب نہ پتہ ہے کہ مصلحت کیا ہے اور نہ یہ پتہ ہے کہ مخلص کون ہے' بس اتنا پتہ ہے کہ سب دھوکا ہے' چارہ ساز بھی دھوکا' وہ بھی دھوکا دے گئے اور آپ بھی دھوکا دے گئے اور اب آپ درد سے رو رہے ہیں۔ پھر جب سچی بات کرو گے تو ساری دنیا سرنگوں ہو جائے گی اور دنیا کو پتہ چل جائے گا کہ یہ سچ بول رہا ہے۔ دنیا آج بھی پہچانتی ہے کہ سچ کون بول رہا ہے اور مصلحت کے ساتھ کب بول رہا ہے۔ کچھ لوگ بڑی محبت سے پہلے تو اسلام کی بات کرتے ہیں' پھر سیاست شروع کر دیتے ہیں تو مصلحت کے ساتھ بولنا پڑتا ہے۔ اب وہ سچ والی بات کہاں سے پیدا ہو گی۔ کہنے کا مقصد ہے کہ اس آدمی نے محبت سے بات نہ کی بلکہ اور کہانی شروع کر دی۔ اس سے پہلے اور طرح کے لوگ تھے۔ مثلاً" ایک اسلامی جماعت کو دیکھیں' یہ بڑی شاندار اور طاقت ور جماعت تھی اور اس پر ساری قوم کی بڑی انویسٹمنٹ ہوئی تھی' لوگوں نے کہا کہ جو کام تم نے کرنا ہے' کر ڈالو مگر قافلہ ابھی تک کنارے نہیں لگا۔ اب اگر کوئی صاحبِ درد آ گیا تو وہ یہ کام کرے گا۔ ایسا شخص فطرت کی ضرورت ہو گا حالانکہ فطرت کسی کو اپنی ضرورت نہیں سمجھتی۔ کوئی صاحبِ درد صاحبِ نصیب بن کر اور فطرت کی ضرورت بن کر جب سامنے آتا ہے تو وہ Indispensable ' ناگزیر ہوتا ہے۔ اس میں درد ہوتا ہے کیونکہ قدرت نے جو بھی آواز بولنی ہے وہ آدمیوں کے ذریعے سے بولنی ہے کیونکہ قدرت خود نہیں بولتی ہے اور یہ سب کچھ

انسان کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ تو اس آدمی کی تعریف عام طور پر یہ ہوتی ہے کہ وہ درد والا ہوتا ہے۔ اب آپ کو وافر درد مل چکے ہیں اور درد آپ کے اندر گم ہو گیا ہے۔ انسان اِدھر اُدھر گم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ دنیا ظالم ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ یہ دنیا ظالم کیسے ہوتی ہے؟ یہ مظلوم کو رونے بھی نہیں دیتی۔ اس لیئے آپ سب لوگ دعا کریں کہ اللہ کریم رحم فرمائے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اگر سچ انسان پر وارد ہو جائے تو کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اب کیا ہو گا؟ صرف وہی ہو گا جو اللہ کریم کا حکم ہو گا۔ اب میں آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور یہ بڑا مخفی سوال ہے' آپ بتاؤ کہ یہ جو لوگ سارے یہاں بیٹھے ہیں' یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کام آپ یہ کر رہے ہیں کہ یہاں پر جمع ہیں' اب اس کے علاوہ آپ کو اور کیا کرنا چاہیئے۔ کیا کوئی تحریک بن جائیں؟ غیر سیاسی تحریک بن جائیں یا سیاسی تحریک بن جائیں؟ میں آپ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم جو بات کر رہے ہیں اور یہ جو چند لمحات ہیں یہ ہم لوگ اللہ کریم کے فضل کی بارش میں بیٹھے ہوتے ہیں' اس میں نہ کوئی باعث ہے اور نہ کوئی مبعوث ہے بلکہ یہ سب اللہ کا اپنا ہی فضل ہوتا ہے اور نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں ہمیشہ ایسے بول سکتا ہوں اور نہ میں آپ لوگوں سے ایسی بات کر سکتا ہوں کیونکہ آپ لوگ اس کے علاوہ کبھی ملتے ہو تو میں آپ سے کبھی ایسی بات نہیں کر سکتا۔ تو مدعا یہ ہے کہ ایک تو اللہ کا فضل مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے فضل کے طالب ہیں اور مانگ رہے ہیں کہ ہم پر اللہ کریم کا فضل ہو جائے اور رحم ہو جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم کوئی موومنٹ چلائیں مگر میرا خیال

ہے کہ پہلا طریقہ ٹھیک ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

سوال :۔

سر! ہم لوگ تو اس وقت اللہ کریم کے فضل کی بارش میں بیٹھے ہوئے ہیں تو ہمارے علاوہ جو بہت سے لوگ ہیں ان کے لیئے بھی رابطے یا رسائی کا موقع ہونا چاہیے۔

جواب :۔

جس طریقے سے آپ یہاں آئے ہیں اس طریقے سے وہ بھی مل جائیں گے۔ اگر تو آپ اشتہار سے آئے ہیں تو آپ کل ہی اشتہار دے دیں کہ باقی لوگ جنہوں نے اشتہار نہیں پڑھا تھا اب ہم ان کے لیے اشتہار چھاپ رہے ہیں۔ تو میرا خیال ہے کہ ہم نے پہلے کبھی اشتہار نہیں دیا تھا' بالکل نہیں دیا تھا۔ تو پھر یہ تو اللہ کا فضل ہے جو جن کو پہلے لایا وہ پہلے آ گئے اور جن کو بعد میں آنا ہے وہ بعد میں آ جائیں گے۔ اس میں دِقت والی کوئی بات نہیں ہے۔ تو اب آپ لوگ جمع ہونے کے لیئے ایک سنٹر کی بات کریں گے۔ ذرا اللہ کریم کی طرف سے سنٹر کے لیئے وقت آ جائے تو سنٹر کوئی مشکل کام نہیں ہے اور یہ آنا" فانا" ہو جائے گا۔ پھر ہم سنٹر بنانے کے لیئے بندے بھیج دیں گے اور وہ سنٹر بنا دیں گے۔ بھلا یہ کوئی مشکل کام ہے۔ میں پھر آپ کو بتاتا ہوں کہ میرے لیئے کوئی مشکل کام نہیں ہے اور قطعا" مشکل نہیں ہے۔ آپ اس کے لیئے بے تاب ہیں لیکن یہ میرے لیئے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آپ لوگ صبر کیا کریں۔ وقت آنے پر سب کچھ ہو جائے گا۔

اِک صبر کے گھونٹ سے مٹ جاتی
کب تک نہ لبوں کی تشنہ لبی
کم ظرفیِ دنیا کے صدقے
یہ گھونٹ بھی پینا مشکل ہے

بس آپ لوگ ایک صبر کا گھونٹ پی جائیں تو پھر ہر چیز مل جائے گی۔ سوال کو آپ بالکل ہی غائب کر دیں۔

بِن مانگے موتی ملے مانگے ملے نہ بھیک

آپ لوگ بِن مانگے چلیں تو اس طرح بڑا کچھ ملتا ہے۔ آپ یہ بات دیکھیں کہ عام طور پر مجھے اس بات کا پتہ ہونا چاہیئے کہ میری افادیت کیا ہے؟ میرا خیال ہے کہ' میں اتنا غور کرتا ہوں اور آپ سے پوچھ سکتا ہوں۔ آپ لوگ سماج کے لیئے اتنے بے تاب نہ ہوں' ہاں البتہ اگر آپ نے کوئی بات سیکھی ہے تو آپ اپنے شعور کے اندر اور اپنی اصلاح یافتہ زندگی کے اندر لوگوں کو تھوڑا سا پیغام دے دیں کہ بھئی دیکھو آپ لوگ اچھی طرح زندگی گزارو اور یہ زندگی یوں ہے۔ میرا مقصد ہے کہ جیسے جیسے آپ کو بات سمجھ آتی ہے' وہ آگے بتائیں اور اگر آپ یہاں کسی اور کو لاتے ہیں تو میرا خیال ہے کہ بلال صاحب نے کسی اور کو لانے کے لیئے منع تو نہیں کیا ہے' آپ لے آئیں یعنی جو آپ کو اچھے لوگ لگتے ہیں' ان لوگوں کو آپ لے آئیں۔ آپ کو اور مہمانوں کو لانے کی اجازت ہے بشرطیکہ آدھا کام پہلے کر کے لاؤ یعنی ان کی تھوڑی سی ٹریننگ کر کے لاؤ' ایسا نہ ہو کہ وہ کچھ اوٹ پٹانگ سوالات کریں اور اگر ہم نے کوئی تیز جواب دے دیا تو پھر تمہاری دوستی ختم ہو جائے گی۔

نئے بندے کی تھوڑی سی ٹریننگ کر کے لائیں۔ آپ کو مہمان لانے کی اجازت ہے۔ آپ اپنا کام محنت سے کیا کریں' نوکری ہے یا ذاتی کاروبار۔ گلہ نہ کرو بلکہ شکر کیا کرو۔ اب آپ لوگوں میں کس بات کی بیتابی ہے۔ ایک بے تابی ایسی ہوتی ہے کہ انسان اپنی اصلاح سے بچنا چاہتا ہے' پھر وہ کیا کرتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح شروع کر دیتا ہے اور یہ آسان سی بات ہے۔ لیکن یہ اچھی بات نہیں ہوتی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ایسا کام کریں تو پھر آپ اپنی ایک محفل بنائیں' لوگوں سے جا کر ملیں' اگر وہ محفل کامیاب نہ ہو تو پھر میرے پاس آ جائیں۔

سوال :۔

ہمیں یہ خوش نصیبی حاصل ہے کہ آپ کی محفل میں حاضر ہونے کی سعادت ملی ہوئی ہے' تو ہم آپ کی طرف دیکھتے ہیں کہ آپ کسی موومنٹ یا تحریک میں آنے کے لیے کیا کر رہے ہیں؟

جواب :۔

آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ اللہ کا فضل ہونا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آئی کہ فضل دینے والے نے ٹائم کا حساب لگایا ہو گا کہ نہیں لگایا ہو گا؟ اللہ نے اپنے وقت کا حساب لگایا ہو گا اور وہ وقت کب ہو گا اور اللہ نے اس کی تیاری بھی کی ہو گی کہ اس کے ایجنٹ کون لوگ ہوں گے' وہ کب تیار ہوں گے اور اس کی تیاری کب ہونی ہے۔ تو وہ کون لوگ ہوں گے اور وہ انقلاب کی تیاری کیسے کریں گے۔ ان کا کیا ڈسپلن ہے' کیا سکول آف تھاٹ ہے' کیا مکتبہ فکر ہے' اس کی کوئی ٹریننگ ہوتی

ہے؟ نہیں! ایسی بات ہی نہیں ہے۔ یہی بات میں آپ کو سمجھاتا آ رہا ہوں کہ آپ کو ٹریننگ کا کوئی خاص سنہری اصول میں نے نہیں بتایا ہے اور کوئی پروگرام بھی میں نے نہیں بتایا ہے۔ میں نے تبلیغ کے کوئی Chapter ' کوئی سبق بھی نہیں پڑھائے ہیں۔ سلوک و طریقت پر ہم نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی ہے اور نہ ہی کوئی ادارہ تصوّفین یا متصوّفین بنایا ہے۔ ہم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ آپ لوگ بیٹھتے جائیں اور ہماری بات سنتے جائیں۔ آپ ہی بتائیں کہ اس میں کیا دِقت ہے۔ اب میں تو With that much of knowledge راضی ہوں یعنی میرے پاس جو آگہی ہے اس کے ساتھ میں راضی ہوں۔ تو پھر آپ میں ایسی کون سی بات پیدا ہو گئی ہے کہ میں راضی ہوں' میں تیز رفتار بھی ہوں اور میں نے مڑ کے کبھی نہیں دیکھا۔ طاقت بھی رکھتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کے ساتھ میرا حسنِ سلوک قائم ہے' رکھیں گے' تو پھر آپ میں بھی کوئی خوبی پیدا ہونی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ جب آپ آئے تھے تو آپ میں صرف یہی خوبی تھی کہ آپ اللہ کو ماننے والے تھے لیکن آپ اللہ کے حکم کو نہیں مان رہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے فضل کو تو مانتے ہیں لیکن ڈیٹ ہم اپنی مرضی سے لیں گے۔ تو وہ تو اللہ ہے اور جب باری آئے گی تو وہ ڈیٹ دے گا۔ اللہ کریم جب چاہے' جو چاہے' جس وقت چاہے اور جہاں چاہے' وہ نمودار ہو جائے۔ آپ اللہ کریم کے فضل کا انتظار کرتے کرتے ہزار دفعہ مر جائیں اور کروڑ دفعہ زندہ ہو جائیں تو پھر بھی اس کا فضل اپنا ٹائم رکھتا ہے۔ پھر بھی آپ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ اس کے انتظار میں

رہنا۔ آپ سب کو میری یہ نصیحت ہے' اس کے انتظار سے مایوس نہ ہونا۔ میرے ساتھ آپ کے تعلق کا معاملہ ہے' تو اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں' آپ بتائیں کہ آپ لوگوں کو مجھ سے کوئی گلہ تو نہیں ہے۔ کیا آپ مجھ سے کچھ اور چاہتے ہیں' آپ اس کی کوئی Concrete form بتائیں' مکمل صورت بتائیں تاکہ میں اس پر سوچوں۔

سوال :۔

ہم چاہتے ہیں کہ عمل کا سفر جلد طے ہو جائے۔

جواب :۔

ہمیں کوئی ایمرجنسی نہیں ہے' ہمیں کہیں اور نہیں جانا ہے اور نہ ہم نے بھاگ کر سفر کرنا ہے۔ یہ سفر اندر کا سفر ہوتا ہے اور اس میں کہیں جانا نہیں ہوتا ہے' یہ مشرق مغرب کا سفر نہیں ہے' یہ دوڑ لگانے کا نہیں ہے' یہ سفر خیال کا ہے اور اس میں خیال ہی خیال ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ سر جھکانے کا سفر ہے اور عین اپنے اندر خانہ کعبہ کا سفر ہے' یہ اللہ کریم کے فضل کا سفر ہے بلکہ اپنی آنکھوں میں اپنے آنسو دیکھنے کا سفر ہے۔ اس لیئے آپ سر جھکاتے جائیں۔ اب اس میں دِقّت کی کوئی بات نہیں۔ یہ سفر اس کے لیئے مبارک ہے جس کی آنکھوں کو آنسو عطا ہو گئے اور جو ذات آنسو عطا کر رہی ہے' چاہے وہ غم دے' چاہے وہ کرب و بلا دے' چاہے کچھ بھی ہو' آپ اس کا شکر ادا کریں کہ وہ آپ کے لیئے غم کا وافر سامان کر رہا ہے۔ گھبرانا نہیں چاہیئے' اللہ اللہ کرنا چاہیئے۔ اور

میں آپ کو بتاؤں کہ یہاں پر بڑے بڑے پیر خانے الٹ گئے' خیر ہم نے تو ابھی تک پیر خانے کی شکل نہیں بنائی لیکن ان کے پیر خانے یہیں سے الٹے۔ وہاں جب لوگوں کو تبلیغ کرنے کی بجائے یہ کہا گیا کہ کل سے یعنی آئندہ سے آپ لوگ پیسے لے کر آؤ' گائے لے کر آؤ' بکرے لے کر آؤ اور خود ذبح ہونے کے لیے آؤ تو پیر خانے ختم ہو گئے۔ بعض اوقات وہ جرم پیروں سے معصوم لوگوں نے بھی کرائے۔ لوگ بڑے معصوم ہوتے ہیں اور ان کی معصومیت میں آ کر ہم لوگ اگر جلد بازی کر جائیں تو پھر ہم بھی وہی غلطی کریں گے کہ جس سے ہمارے پہلے پیر خانے ختم ہوئے۔ اس لیے آپ لوگ ان معصوم لوگوں کو تھوڑا سا روکیں اور انہیں کہیں کہ آرام سے چلو اور آرام سے بیٹھے رہو۔ اللہ کریم آپ سب لوگوں کو خوش رکھے' انہی حالات میں خوش رکھے' یہ حالات بھی ٹھیک ہو جائیں جیسا آپ چاہتے ہیں اور اللہ آپ کو خوش رہنے کا طریقہ بھی بتائے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ایک مرکز بنانے کی توفیق دے جس میں صحیح طریقے سے اللہ کریم کا نام بلند ہو۔ اس کے لیے سب لوگ کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کی محنتیں قبول فرمائے۔ آمین!

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین



۱ قرآن پاک کی تاثیر کب اور کیسے ہوتی ہیں؟ ہم اس رمضان شریف میں کیا کریں؟

۲ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں ایک انسان کا کیا مقام ہے؟

۳ جب وسیلہ اللہ کا ہے اور محبت اللہ سے ہونی چاہیئے تو پھر غیر سے توبچنا چاہیئے؟

سوال :۔

قرآن پاک کی تاثیر کب اور کیسے ہوتی ہے؟ ہم اس رمضان شریف میں کیا کریں؟

جواب :۔

جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو' ادب کے ساتھ سنو اور محویت کے ساتھ سنو۔ قاری اور حافظ اپنا کام کریں اور سننے والا اپنا کام کرے تو پھر آپ کو قرآن سننے سے تاثیر ملے گی۔ اس کے پیچھے بڑا مقام ہے۔ تاثیر تو آدمی کا اپنا نام ہے۔ جس شخص کو تاثیر ہونی ہے وہ آپ خود ہی ہیں۔ اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ پہلے آپ ان باتوں کا جائزہ لیں کہ جن سے آپ کو تاثیر ہوتی ہے اور یہ سوچیں کہ تاثیر کے شعبے کیا ہیں؟ غم' خوشی' عبادت اور گناہ عام طور پر تاثیر میں شامل ہوتے ہیں۔ اگر کسی کے انتقال کی خبر آ گئی تو غم بن گیا' کوئی نقصان ہو گیا تو غم بن گیا' عام طور پر نقصان ہوتا ہی ہے' کبھی جان کا' کبھی مال کا' کبھی توقعات کا' کبھی پھل کا یعنی پکا ہوا پھل ہو اور بے وقت اور بے موسم آندھی آ جائے تو وہ پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ اعضا اور ان کی تکلیف سے

غم پیدا ہوتا ہے۔ غم کا مطلب یہ بھی ہے کہ توقع کے برعکس کوئی واقعہ پیش آ جائے' یا ضرورت کے علاوہ کوئی واقعہ ہو جائے۔ اور جب آپ غم کا تجزیہ کرتے ہیں تو غم دراصل ایک انداز کی خوشی ہے' جو آپ کے اندر ٹوٹنا شروع ہو جاتی ہے ورنہ تو غم بذاتِ خود اپنا مقام نہیں رکھتا۔ کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی اپنی نیکی اپنی نہیں ہوتی۔ مثلاً" آپ کی بیوی کی اپنی نیکی' اپنی نیکی نہیں ہے بلکہ وہ آپ کا حسنِ سلوک ہے اور اس کا گناہ اپنا گناہ نہیں ہے بلکہ مرد کا گناہ ہے۔ تو عورت کی دِقت' اپنی دِقت کوئی نہیں ہے بلکہ مرد کی دِقت ہے' عورت کا ماحول' اپنا ماحول کوئی نہیں ہے بلکہ مردوں کا دیا ہوا ماحول ہے یعنی عورت کو جس انداز میں بھی ڈھالا ہوا ہے وہ آپ لوگوں نے ڈھالا ہے۔ اس کا Virtue' اس کی خوبی اور اس کی خامی دراصل یہ انسان کی یعنی مرد کی دی ہوئی چیز ہے۔ اس کی وجوہ سب Passive ہیں' دوسرے کی ہیں۔ ذاتی طور پر عورت کو مسجد میں جا کر اذان دینے کا حکم نہیں ہے یا قرأت کا حکم نہیں ہے' امامت کا حکم نہیں ہے۔ آپ نے اس کو وہ مقام نہیں دیا کیونکہ اجازت نہیں ہے۔ تو عورت نغمہ ہے لیکن اجازت نہیں ہے' وہ حسن ہے لیکن اجازت نہیں ہے کیونکہ اس کی اپنی خوبی اور اپنی خامی' اپنی نہیں ہے۔ اس طرح آپ کا اپنا غم جو ہے وہ آپ کا اپنا نہیں ہے بلکہ یہ کسی نہ کسی شے کا دیا ہوا ہے۔ کسی خوشی کے ٹوٹنے کا نام غم ہے' کسی توقع کے ٹوٹنے کا نام غم ہے۔ بلکہ بعض اوقات کسی خواب کے ٹوٹنے کا نام غم ہے۔ "میں نے یہ سوچا ہوا تھا' میں تو آپ کو بڑا اچھا سمجھتا تھا لیکن آپ تو غلط نکل آئے" اسی طرح غم بن گیا۔ وہ شخص خود اپنی یہ غلطی نہیں مانے گا

کہ اس نے دوست کو بہت اچھا سمجھا ہوا تھا جو بہت غلط نکلا۔ تو پھر آپ کو اپنے اوپر افسوس کرنا چاہیئے کہ غلط آدمی کو آپ نے اچھا سمجھا اور اچھے کو آپ نے غلط سمجھا۔ تو پھر یہ تو آپ کی سمجھ کا بڑا قصور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا غم خوشی سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر خوشی چلی جائے تو غم بن گیا' خوشی ٹوٹ جائے تو غم بن گیا اور آرزو ٹوٹ جائے تو غم بن گیا۔ تو انسان کے اندر تاثیر کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ غم جب آ جائے تو تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ جب آپ روتے ہیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے پھوٹنے لگ جاتے ہیں' یعنی جب غم آتا ہے تو شکل بھی اور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات خوشی آ جائے تو پھر آپ کے اندر مسکراہٹ پیدا ہو جاتی ہے' بعض اوقات خون کے اندر بھی سرخی آ جاتی ہے کیونکہ خوشی آ گئی۔ اسی طرح کبھی کبھی آپ کوئی خوب صورت چیز دیکھتے ہیں یا خوب صورت نظارہ دیکھتے ہیں تو پھر آپ کے اندر ایک تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو پہلی تاثیر کسی خبر کے ذریعے آئی اور ایک احساس کے ذریعے آئی۔ احساس بھی آپ کا نام ہے اور خبر بھی آپ نے Receive کی یعنی خوب صورت نظارہ آپ نے خود دیکھا اور تاثیر لی۔ اگر آپ کے پاس دیکھنے والی مشین یعنی آنکھ نہ ہو تو نظارے سارے ختم ہو جاتے ہیں' گویا کہ یہ آنکھ تاثیر کا ذریعہ ہے۔ آپ کے جسم کے تمام قواء' ظاہر اور باطن کے قواء اور اعضاء سارے تاثیر کے ذرائع ہیں۔ آپ اپنے جسم کے قواء کے ذریعے تاثیر لیتے اور تاثیر دیتے ہیں جیسا کہ آپ کا چہرہ نگاہوں کے لیئے تاثیر ہے اور آپ کی نظر کے لیئے دوسروں کے چہرے تاثیر ہیں' نغمہ کان کے لیے تاثیر ہے' اسی طرح آپ کے لیئے نیکی بھی تاثیر کا ذریعہ

ہوتی ہے۔ آپ کے اپنے کان کا فنکشن عبادت کے حوالے سے ہونا چاہیئے۔ اگر آپ کے کان نامحرم اور غیر مانوس آوازوں سے آشنا ہوں اور اس کے بعد جب آپ سے کہا جائے کہ آپ ان کلاموں میں اللہ کا کلام سنو تو آپ کے اندر تاثیر کا شعبہ متاثر ہو گا۔ وہ شعبہ جس پر ناروا آوازیں پڑی ہوئی ہیں' دھند آ گئی' گرد و غبار آ گیا تو یہ آپ کا قصور نہیں ہے کیونکہ آوازیں ہی اتنی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ناروا نظارہ ہو تو انسان آنکھ بند کر سکتا ہے لیکن آواز سے تو کان بند نہیں ہو سکتے۔ کہیں نہ کہیں سے کان میں آواز پڑ جاتی ہے' کہیں کان میں گالی پڑ جائے تو آپ کا خیال پراگندہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی درد ناک چیخ آپ کے کان میں پڑ جائے تو آپ کے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ کان ذریعہ تاثیر ہیں۔ اللہ کریم نے آپ سے یہ کہا ہے کہ آپ کانوں کا فنکشن یہ رکھو کہ سب سے اچھی بات سنا کرو اور سب سے اچھی بات اللہ کریم کی اپنی بات ہے۔ عربی تو کم ہی لوگ پڑھے ہوتے ہیں لیکن آپ قرآن شریف ایسے انداز کے ساتھ سنو کہ آپ کا اللہ جس کی آپ عبادت کرتے ہیں' اس اللہ نے آج سے پہلے یہ کتاب تحریر کی' اللہ کی کتاب یا اللہ تعالیٰ نے اپنا بولا ہوا فرمان یا کلام جبریلِ امینؑ کے ذریعے' وحی کے ذریعے اپنی سب سے محبوبؐ ذات کو بھیجا' یہ حضور پاک ﷺ کی زبان تک آیا' آپؐ کے قلب پر نازل ہوا' پھر آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ کی زبان سے نکلی ہوئی بات جب حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلتی ہے تو یا وہ حدیث ہے یا پھر وہ قرآن پاک' جب وہ وحی کے ذریعے آئے تو وہ قرآن ہے اور اگر وحی کے بغیر ہو تو پھر وہ حدیث

پاک ہے۔ اصل میں وہ بھی وحی ہے کیونکہ آپؐ بغیر وحی کے بولتے ہی نہیں ہیں۔ تو گویا کہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ایسی ذات ہے کہ آپؐ نے جو بولنا ہے' جو فرمانا ہے' وہ اللہ کی Sanction سے' اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوتا ہے بلکہ اللہ کے الفاظ کو بولنا ہے' حضور پاک ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ کے الفاظ کو بولنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے آگے یہ فرما دیا ہے کہ اتنا بولا ہوا قرآن ہے اور باقی کا حدیث بنا لو۔ لہٰذا جب آپ اپنے کانوں کو قرآن شریف سناتے ہو تو آپ کی تاثیر متاثر ہوتی ہے اور آپ ان دو ہستیوں کے قریب ہو جاتے ہیں اور اس وقت کا کیا اندازہ ہو گا کہ جب یہ قرآن نازل ہو رہا تھا اور جب یہ قرآن پہلی بار دنیا کو سنایا جا رہا تھا تو آپ اس وقت میں اپنے آپ کو Imagine' تصور کرو' تو پھر آپ کو قرآن پاک پڑھنے اور سننے کا لطف بہت زیادہ آئے گا اور تاثیر زیادہ ہو گی۔ تب آپ کہیں گے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کے دربار سے چلا اور حضور پاک ﷺ تک آیا' پھر آپؐ کی زبان مبارک سے نکلا' زمانے میں پھیلا اور آج اس کا سامع میں بھی ہوں۔ تو پھر جب آپ قرآن سنو گے تو اس کی تاثیر اور ہو گی کیونکہ اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ کے ذریعے آپ تک آیا۔ اب آپ اس کلام کو سنو تو یہ آپ کو اور طرح سے اثر دے گا۔ پھر قیام اللیل جو ہے یہ آپ کے لیئے تاثیر بنے گا۔ اس کا فنکشن صرف دنیا یا دین تک محدود نہیں ہے بلکہ اسے آپ محبت کے ساتھ سنیں اور اس حساب کے ساتھ سنیں کہ یہ اللہ کریم کا فرمایا ہوا ہے اور حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی بات ہے۔ پھر تو قرآن آپ کے لیئے تاثیر بن جائے گا۔ تو آپ اپنے تاثیر

کے شعبے کی اصلاح کریں۔ ویسے بھی کہتے ہیں کہ کان کا سب سے اعلیٰ فنکشن جو ہے وہ سب سے اچھی بات کو سننا ہے اور سب سے اچھی بات اللہ کریم کی بات ہے اور آنکھ کا سب سے بڑا فنکشن جو ہے وہ حسن کو دیکھنا ہے اور سب سے احسن مقامات جو ہیں یہ جمالیات کے مقام ہیں۔ مثلاً" اللہ تعالیٰ کے نام سے بننے والے مقامات جو بھی آپ کے ذہن میں آئیں کہ یہ مقام اللہ کے نام سے بنا' یہ مقام اللہ کے نام سے آباد ہے' یہ حرم شریف ہے' یہ حضور پاک ﷺ کا آستانہ عالیہ ہے' یہ کسی بزرگ کی خانقاہ ہے' اس کے پیچھے اللہ کا نام Involved ہے' آگے پتہ نہیں کیا ہے۔ تو جب اللہ کریم کا نام Involved ہو گیا' جب اللہ کا نام آ گیا تو وہ مقام نیکی کا مقام بن گیا۔ تو وہ نیکی کا مقام کیسے ہے؟ اس لیئے کہ اس میں اللہ کا نام آ گیا ہے۔ تو جہاں آپ کی نگاہ ناروا اجسام دیکھنے پر مجبور ہے' نامناسب چہرے' نامناسب جسم' بے ڈھب اور بے ترتیب منظر دیکھنے پر مجبور ہو تو وہاں اس نگاہ کو نیک مقامات دیکھنے کی طرف مائل کر دو اور نیک آواز بھی سنا کرو۔ پھر آپ کے اندر ایک ایسا مقام آئے گا کہ آپ کے اندر نیک خیالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں گے اور پھر آپ کا آٹومیٹک سلسلہ چل نکلے گا اور وہ سلسلہ نیکی کا سلسلہ ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی اصلاح مقصود ہے۔آپ لوگ اللہ کے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آپ بے شک غلطی کریں گے اور جب آپ تنہا ہوں گے تو کہیں گے کہ یا اللہ تو معافی دے دے۔ تو مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کی مجبوری ہے کہ آپ خدا کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کوئی مسلمان کتنا ہی بے باک ہو جائے وہ تنہائی کے اندر ہمیشہ ہی عاجز ہو گا' بلکہ

کائنات کا ذرہ ذرہ عاجز ہے۔ اس لیئے جب آپ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ نہیں سکتے تو پھر یہ ضروری بات ہے کہ اللہ کو تلاش کریں۔ تلاش کیا ہے؟ اب تلاش جو ہے یہ کوئی جغرافیائی سفر تو نہیں ہے کہ آپ نے کتنے میل جانا ہے' کتنے میل سفر کرنا ہے اور یہ کوئی تاریخ نہیں ہے کہ آج سے پرانے دور کا پتہ کرو' اس دور کی تاریخ سٹڈی کرو مثلاً" یہ کہ داتا صاحبؒ جو ہیں وہ کہاں پر پیدا ہوئے تھے۔ تو تاریخ کے سارے واقعات پتہ کرنے سے آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اتنی سی بات ہے کہ اللہ کا فضل ان پر ہوا اور اب آپ بھی کسی وسیلے سے اللہ کا فضل چاہتے ہیں۔ اتنی سی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اب یہ راز ہے کہ آپ اپنے خیال کو تلاش بناتے ہیں اور تلاش حاصل نہیں ہوتی جب کہ دوسرے کو حاصل ہو جاتی ہے۔ تو پھر فرق کیا ہے؟ فرق یہی ہے کہ آپ کا خیال لطیف نہیں ہوا اور آپ کے خیال میں ملاوٹ ہے وگرنہ اللہ کریم کا راستہ تو سب سے آسان راستہ ہے' کیسے؟ خیال کو Purify کرنا' خالص بنانا ہی اللہ کا راستہ ہے اور یہ کہیں جانے آنے کا نام نہیں ہے۔ بس آپ صرف اپنے خیال کو پاکیزہ کر لیں' بہت پاکیزہ کر لیں اور لطیف کر لیں حتیٰ کہ آپ کا خیال بہت ہی لطیف ہو جائے۔ تو آپ لوگوں نے صرف خیال کو پاکیزہ کرنا ہے اور پاکیزہ خیال خود بخود ہی اللہ کریم کے پاس چلا جائے گا۔ آپ نے اپنی نگاہ کو پاکیزہ کرنا ہے۔ میں آپ کو عبادت کا ایک آسان طریقہ بتا رہا ہوں کہ اگر برا منظر آنے کا امکان ہو اور آپ نے وہاں سے نگاہ موڑ لی تو پھر آپ کے لیئے نیکی لکھی گئی۔ اسی طرح کسی وقت بری آواز کان میں آ سکتی تھی' بری آواز بلا رہی تھی مگر آپ نے کہا "معاذ اللہ" کہ میں اپنے

اللہ سے ڈرتا ہوں اور میں بری آواز کی طرف نہیں جاتا' تو یہ بازار برائی کا میلہ تھا اور اس میلے میں آپ خریدار کے طور پر نہیں گئے۔ تو برائی سے بچنا ہی نیکی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اس بازار میں برائی کا موقع نہ ہو بلکہ اس بازار میں برائی تو رہے گی۔ تو یہ دنیا کا بازار ہے' اس میں برائی رہے گی' گناہ رہے گا' جس چیز کا نام قرآن پاک میں ہے وہ رہے گی' کافر بھی رہے گا' مومن بھی رہے گا' یہ سب قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے۔ اگر کبھی کوئی ایسا مقام آ جائے کہ کافر دنیا میں نہ رہے تو پھر قرآن کا یہ حصہ Operative تو نہ رہا! تو اس دنیا میں کافر رہے گا' مومن رہے گا' خیر ہو گی' شر ہو گا' اور یہ سب کچھ یہیں رہے گا۔ آپ کا خیر کی طرف جانے کا مطلب یہ ہے کہ شر سے گریز کر جائیں۔ شر دعوت دے گا مگر آپ اس سے نکل جائیں' شر موجود ہے مگر آپ ادھر نہ جائیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ یہ نہ کہنا کہ بدی میرے سر پر گر پڑی تھی بلکہ آپ اپنا سر بچائیں کیونکہ بدی سے بچنا ہی نیکی ہے اور بدی کا آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ بدی کیا کرتی ہے' بدی کم از کم ایک بات ضرور کرتی ہے کہ آپ کا دعا پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ تو بدی پہلا کام کیا کرے گی' دعا سے آپ کا اعتماد اٹھا دے گی' پھر آپ دعا کے قریب نہیں جا سکیں گے اور جو دعا کے قریب نہیں جا سکتا وہ خدا کے قریب نہیں جا سکتا۔ تو دعا مانگنے والا ہمیشہ خدا کے قریب رہتا ہے۔ دعا کی منظوری یا نا منظوری کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کے قرب کی بات ہے۔ جس انسان نے اپنی مشکلات کو اپنی کوششوں کے ساتھ اور دعاؤں کے ساتھ ملا دیا وہ آدمی ضرور اللہ کے پاس پہنچے گا۔ اس لیئے آپ کو اللہ کریم نے یہ راستہ بتایا ہے۔ آپ

رمضان کے اس مہینے میں اپنی اصلاح کریں کیونکہ یہ مہینہ ایسا ہے کہ اس میںHurdles ' رکاوٹیں کم ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیطان بند ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کے بندے بھی بیچارے روزے کی مجبوری میں بند ہو جاتے ہیں۔ یہ جو آپ کے عمل میں رکاوٹ ڈالنے والے' جواء کھیلنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں بھئی روزہ ہے' روزے کے بعد کھیلیں گے اور آپ بچ گئے۔ غلط کاروبار کرنے والے کچھ شرم اور حیا کرتے ہیں۔ اس لیے شرجو ہے وہ کسی حد تک پابند ہو جاتا ہے یعنی کہ Openly بے دریغ ہر آدمی اگر روزہ نہیں رکھتا ہے تو بھی وہ پبلک میں بیٹھ کر کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ یہ مجبوری ہے' سماج اس کو لعنت کرے گا۔ اس مہینے سے آپ فائدہ اٹھالیں۔ کسی آدمی کو کوئی غلط دعوت دے تو وہ کہے کہ جی ایسا نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ رمضان میں ایسی بات نہیں کرتے۔ تو یہ ایک ایسا مقام آگیا ہے کہ آپ لوگ اس مہینے میں اپنی اصلاح کرلیں۔ تراویح اور روزہ کا سب کو پتہ ہے اور اس طرح عبادت کا ایک پراسیس چل پڑتا ہے۔ اس پراسیس میں آپ بھی چل پڑیں۔ تو آپ کا نیکی کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس لیئے یہ مہینہ اور مقام نیکی کا ہے' رات کو رونق لگ جاتی ہے' افطاری' تراویح اور قیام اللیل میں کلام اللہ شروع ہو جاتا ہے۔ کسی جگہ پر بھی آپ جا کر دیکھو تو سحری تک سارا کاروبار چلتا ہے' اس طرح ایک زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کو زندگی سے ایک نیا انداز ملتا ہے' صبح کے وقت بھی لوگ کاروبار کی طرف بھاگے دوڑے جاتے ہیں' تھوڑا بہت آرام بھی کرتے ہیں۔ کاروبار کے اندر اور احساس کے اندر بہت فرق پڑ جاتا ہے۔ پھر روزہ رکھنے کے ساتھ ہی جسم

کی ٹیکنیک بدلتی ہے تو پھر جسم بے مصرف قسم کی فضول حرکات نہیں کرتا۔ انسان اِدھر اُدھر نہیں جاتا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کی ساری میکانزم بدلنی شروع ہو جاتی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص احسان ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ صحیح معنوں میں کھانے کی فرحت افطاری کے وقت ہوتی ہے ہرچند کہ روزہ افطاری کے لیئے نہیں ہے لیکن افطاری میں آپ کو ایک خاص قسم کی فرحت محسوس ہو گی اور یہ عید کے برابر ہی ہوتی ہے۔ افطاری عید ہوتی ہے اور اس میں آپ کو ایک خاص قسم کی خوشی اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔ اس لیئے روزے کا اہتمام جیسے بتایا گیا ہے اگر آپ ویسا روزہ رکھیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا تقرّب حاصل ہونے کا امکان ہو جاتا ہے' خیال پاکیزہ ہو جاتا ہے' خیال پیور ہو جاتا ہے' خیال لطیف ہو جاتا ہے' برائی کے امکانات کم ہو جاتے ہیں' آپ اپنے آپ کو دیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں اور اس طرح خود بینی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر انسان دیکھتا ہے کہ میرا اپنا مقام کیا ہے۔ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ایک خاص احسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہو جاتا ہے۔ اس مہینے میں جس نے عبادت میں رات گزاری وہ شخص بہت کچھ کما گیا۔ پھر اس مہینے میں خاص راتیں آئیں گی اور خاص واقعات ہوں گے۔ اس مہینے میں سب سے اچھی سننے والی چیز قرآن پاک ہے' سب سے اچھا بولنے والا لفظ قرآن ہے اور یہ تو بہت بڑی بات ہے کہ قرآن سننے کا وقت خودبخود مل جائے گا۔ آپ قرآن شریف ضرور سنیں۔ سننا فرض ہے' آپ سنتے چلے جاؤ اور یہ سننا بڑے ہی مقام کی بات ہے۔ تو آپ قرآن پاک ایسے انداز کے ساتھ سنو کہ جیسے یہ نازل ہو رہا ہو' اس

پراسیس کے ساتھ سنو تو پھر آپ کو بہت ہی لطف آئے گا۔ بظاہر آپ لوگ نیک نہیں ہیں لیکن یہ یاد رکھنا آپ نیک ہوں یا کم نیک ہوں مگر آپ کے پیچھے آپ کے اپنے خاندان کے نیک لوگوں کی پرانی نیکیاں لگی ہوئی ہیں اور وہ آپ کو چھوڑیں گی نہیں کیونکہ کہیں آپ کے دادا کی روح پیچھے لگی ہوئی ہے اور کہیں نانا کی روح پیچھے لگی ہوئی ہے۔ وہ سارے نیک لوگ تھے اور وہ آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے مجبور ہو کر آخر نیکی کی طرف آنا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ مجبور ہو کر آئیں' آپ پہلے ہی سیدھے ہو کر آ جائیں۔ آپ ذرا ماڈرن ہو گئے ہو مگر ماڈرن کے پیچھے سارے Ancient' پرانے بزرگ ہیں' ساری قدیم روحیں پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان کو اگر آپ چھوڑتے ہیں تو بھی وہ آپ کو کبھی بھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ اگر آپ سیدھے راستے سے آ گئے تو ٹھیک ہے ورنہ وہ آپ کو غم کے راستے سے لائیں گے۔ اس سے پہلے کہ غم کا راستہ آپ کو دیا جائے آپ خوشی سے ہی آ جائیں ورنہ آپ کو پتہ ہے کہ جب کوئی تکلیف ہو تو نہ ماننے والوں کے دل سے بھی نکلتا ہے "یااللہ"۔ کسی کافر کا بچہ بیمار ہو اور ڈاکٹر جواب دے دیں تو وہ روتا ہے۔ کس کے سامنے روتا ہے؟ وہ اصل اللہ کے سامنے روتا ہے۔ تو اللہ کو نہ ماننے والا بھی مانتا ہے۔ جب تک انسان کی آنکھ میں آنسو ہیں وہ خدا سے نہیں بچ سکتا اور یہ آنسو ہر آدمی کے پاس ہیں۔ انسان کے پاس یہ تصور ضرور رہے گا۔ اس لئے ساری کی ساری نیکی آپ کو کرنا پڑتی ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ آپ کا اپنا شعور! مجبوری کیا ہے؟ آپ کے بزرگ' ماں' باپ' دادا' دادی' نانا' نانی یہ سارے بزرگ جو ہیں' ان کی روحیں

جہاں بھی ہیں' ان کا وہاں بیٹھے ہوئے بھی ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہمارے جو وارث ہیں' وہ نیک راستے کی طرف چل پڑیں۔ ان میں دعا کی Capacity ہوتی ہے تو دعا کرتے ہیں' عمل کی Capacity ہوتی ہے تو عمل کرتے ہیں اور اگر اختیار ہوتا ہے تو وہ اختیار استعمال کر جاتے ہیں۔ اس لیے وہ خواہش سے آپ کو بلائیں گے اور اگر خواہش سے آپ نہیں آئیں گے تو وہ ابتلاء سے بلائیں گے۔ جس کو آپ ابتلاء سمجھ رہے ہیں' تکلیف سمجھ رہے ہیں وہ تو اصل میں آپ کو بلانے کے لیئے ہے۔ وہ آپ کو چھوڑتے نہیں ہیں' جس طرح آپ اپنے بچے کو نہیں چھوڑتے۔ آپ اپنا لکھا ہوا کاغذ ضائع نہیں کرتے تو وہ اپنی اولاد کو کہاں چھوڑیں گے۔ اس لیئے آپ کو وہ ضرور اس راستے پر لے جائیں گے جس راستے پر وہ جا چکے ہوں گے اور وہ صحیح راستہ ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اپنے بزرگوں کی نیکی کی پروڈکشن سمجھتے ہوئے خود بخود ہی اس راستے پر چل پڑیں ورنہ آپ کو چابک سے چلایا جائے گا' پھر آپ کے لیئے بچت کی راہ کوئی نہیں ہو گی۔ یہ راہ وہی ہے جو آپؐ کے باپ دادا کا راستہ ہے کیونکہ ؎

تجھ کو جانا ہے جہاں آباء گئے
جانے والے سب یہی فرما گئے

اس لیئے سب سے بڑی نیکی قرآن کا سننا ہے' خالص ہو کر سنو اور محو ہو کر سنو کہ اللہ بول رہا ہے اور اللہ کے حبیبؐ بول رہے ہیں' ان کی زبانؐ ہے' سنو اور محو ہو کر سنو۔ آپ کو سمجھ بھی آ جائے گی اور آپ کے ساتھ واردات بھی ہو جائے گی۔ اصل بات تو اللہ کا کلام ہے۔

اللہ ہی بولتا ہے' یہ سمجھ آ جائے تو پھر آپ کے لیئے بہت آسانی ہو جائے گی۔

سوال :۔

جناب عالی الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون میں ایک انسان کا کیا مقام ہے؟ اس کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

آسان سی بات ہے کہ یہ مقام' خوف کا مقام ہے اور خوف سے دنیا میں صرف ایک ہی چیز نجات حاصل کر سکتی ہے' وہ صرف شوق ہے لہٰذا شوق نہ ہو تو انسان کبھی خوف سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ مثلاً" کھیڑوں کے گھر میں جانا صرف رانجھے کا کام ہے ورنہ کسی کے گھر میں کوئی جا نہیں سکتا کیونکہ کسی کے گھر میں بے دھڑک چلے جانا' کسی کے محلے میں یوں جانے سے تو پھر مار پڑنے کا امکان ہے' آخر وہ ہیر شادی شدہ ہے' پرائی عزت ہے۔ تو وہاں صرف رانجھا جائے گا اور ضرور جائے گا کیونکہ اسے شوق ہے اور شوق جو ہے وہ خوف سے مبرا ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو کبھی ملال یا حزن نہیں ہوتا جس شخص پر توبہ کے دروازے کھل چکے ہوں۔ جو شخص اشیاء کی ماہیت جان چکا ہو اور جس کو نفع نقصان سمجھا دیا گیا ہو اسے ملال اور حزن نہیں ہوتا۔ اب یہ ایک مقام ہے جو آپ خود کھول سکتے ہیں اور اگر آپ یہ کھول لیں تو لاخوف کی منزل آ جاتی ہے۔ اگر آپ حاصل اور محرومی دونوں کو برابر سمجھیں تو خوف سے بچ جائیں گے۔ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ایک خلعت ہے جو نااہل کو نہیں دی جاتی۔ یہ اہلیت والے کو دی جاتی ہے۔ اس کی اہلیت یہ ہے کہ

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقامو جن لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اس پر قائم رہنا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے تو پھر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ یہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون والے لوگ ہیں۔ تو جس آدمی نے دنیا کی محبت کو اللہ کی محبت پر نثار کر دیا اس کے لیئے خوف اور حزن نہیں ہے اور یہ معمولی سی بات ہے کہ آپ دنیا کو چھوڑ دیں۔ میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا ہے کہ آپ کے پاس سارا جو حاصل ہے مثلاً" مکان' سامان' جائیداد اور زندگی' اسے اللہ کی راہ میں Convert' تبدیل کروا لو اور ان سب کو چھوڑ دو تو پھر آپ کے لیئے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کو مال کمانے کی خوشی نہ رہے اور رقم خرچ کرنے کا خوف نہ رہے' جس کو آنے کی خوشی نہ ہو اور جانے کا غم نہ ہو' اس کے لیئے لاخوف کی منزل آ جاتی ہے۔ زندگی ہم گزارتے ہیں اور یہ اللہ کا امر ہے کہ پھر ہم زندگی چھوڑتے ہیں۔ موت اور ہستی ساری جو ہے وہ اللہ کے نام اور فقط اس کی رضا کے لیئے لگا دو۔ پھر آپ زندہ رہیں تو اس کی رضا ہے اور مر جائیں تو بھی اس کی رضا ہے۔ اگر آپ اپنی رضا نکال دیں یعنی زندگی کی تمنا نکال دیں تو پھر موت کا ڈر نہیں رہے گا۔ ہر آدمی کو زندگی کا اندیشہ ہو سکتا ہے مگر آرزو اگر اللہ ہو تو کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ اندیشے اور ملال اس دنیا کے ہیں۔ وہاں کے اندیشے ہی کوئی نہیں ہیں کیوں کہ وہاں فراق جو ہے وہ بھی وصال ہے اور وصال تو ہے ہی وصال! اللہ اگر آپ کو اپنے سے دور رکھے گا تو وہ بھی وصال ہے۔ اس دنیا میں جتنے لوگ اللہ والے ہیں سارے اللہ سے دور رہے صرف یاد میں

رہے' یہ ایک راز ہے اور یہ ایک عجیب راز ہے۔ یہ عجب راز ہے کہ بہشت اور پھر یہ دنیا' جب دونوں اللہ کے حوالے سے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا۔ آپ کبھی بہشت میں تھے اور یہاں آ گئے یا پھر بہشت میں چلے جائیں گے' تو کیا فرق ہوا۔ یہاں بھی اس کے چرچے اور جلوے ہیں اور وہاں بھی تو اللہ ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ بات فرشتوں کو حاصل نہیں ہے' اللہ کا دیدار' مشاہدہ ایک مقام ہے اور اس کی یاد' ایک اور مقام ہے۔ مشاہدے پر یاد کو فوقیت دی گئی ہے۔ یاد کو برداشت کرنا یا قائم رکھنا انسان کے علاوہ کسی میں نہیں ہے۔ یاد کے حوالے سے انسان جو ہے یہ فرشتوں پر فوقیت لے گیا۔ فرشتے مشاہدۂ حق میں ہیں' ابلیس بھی مشاہدۂ حق میں تھا' لیکن یاد جو ہے وہ صرف انسان کے پاس ہے اور یہی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ جب آپ یہاں پر ہیں تو کیا ہے؟ اللہ کی یاد! جب وہاں جائیں گے تو مشاہدہ ہو گا لیکن یاد نہیں ہو گی جیسے یہاں چاند کی چاندنی ہے اور وہاں چاند پر جاؤ تو چاندنی نہیں ہے صرف چاند ہوتا ہے۔ چاندنی زیادہ خوب صورت ہے اور چاند ایک علیحدہ مقام ہے۔ چاند کی یاد چاندنی کہلاتی ہے۔ یہ اپنا مقام ہے اور وہ اپنا مقام ہے۔ تو اللہ کی یاد جو ہے وہ عشق کہلاتا ہے' زندگی کہلاتی ہے اور یہ سارا زندگی کا عمل ہے' Process of Life ہے۔ اور اللہ کا جو تقرّب ہے وہ بہشت کہلاتا ہے۔ مشاہدۂ حق جو ہے وہ اللہ کا دیدار ہے۔ جنت میں جا کر آپ کیا ہو جائیں گے؟ آپ فرشتے بن جائیں گے۔ تو آپ اندازہ کرو کہ آپ کی زندگی اور طرح سے ہو جائے گی۔ یہ جو الٰہیات اور یاد کی آرزو ہے یہ بڑا مقام ہے' یہ سوگ ہے' یہ عشق ہے اور یہ تپش ہے۔ یہ جو مقام ہے

یہ فرشتوں کو نہیں ملا۔ فرشتوں کو یاد کا موقع ہی نہیں ملا۔ یاد کے اندر محبت کا طریقہ' پراسیس اور Experience ' تجربہ صرف انسان کو ملا ہے اور یہ بڑا مقام ہے۔ تو یاد کا بڑا مقام ہے دنیا کے اندر جتنے بھی عشق کے سرفراز واقعات ہیں وہ سارے کے سارے مشاہدے کے بعد "یاد" ہیں' جتنے بھی مشہور واقعات ہیں۔ جتنے مشہور قصے ہیں' یاد کا زمانہ ہی ان کا عروج کا زمانہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ تو لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ان کا اس لیئے نہیں ہوتا کہ یاد کے بعد پھر مشاہدہ ہے' لہٰذا وہ مشاہدۂ حق ہے اور یاد بھی حق ہے' اس لیئے ملال کس بات کا اور کس بات کا خوف! خوف' لالچ سے پیدا ہوتا ہے' لوبھ جو ہے یہ خوف پیدا کرتا ہے' لوبھ نکل جائے تو خوف نکل جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی لمبی زندگی تھی' کچھ لوگ کہتے ہیں چودہ سو سال کی زندگی تھی' تو جب ان کے پاس عزرائیلؑ گئے تو السلام علیکم کہا' انہوں نے کہا وعلیکم السلام۔ کہنے لگے آپ نے پہچان تو لیا ہو گا میں وہی ہوں' کہنے لگے کہ ہاں تم وہی ہو۔ انہوں نے کہا یا حضرت آپ یہ بتائیں کہ آپ چودہ سو سال زندہ رہے ہیں تو اس زندگی کے اندر آپ نے کیا محسوس کیا۔ انہوں نے کہا محسوس کیا کرنا تھا بس تیرا انتظار ہی کرتا رہا ہوں کہ اب آتا ہے' کہ کل آتا ہے' ساری زندگی میں بس یہ ایک ہی کام کیا ہے۔ تو ایسے لوگوں کو کیا خوف ہو گا جو چودہ سو سال صرف ایک واقعہ کا انتظار کرتے رہے کہ موت کا فرشتہ اب آتا ہے کہ کل آتا ہے اور آپ اپنی پچاس سال کی زندگی میں جاتے جاتے ایک چیز اور بنا لیتے ہو اور آپ نے یہ ضرور کرنا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ پھر خوف ضرور پیدا ہو گا۔ تو آپ جتنا

حاصل کرتے جائیں گے اتنا ہی اسے چھوڑنے کا خوف ہو گا۔ زیادہ خوف اسی کو ہو گا جس کا پھیلاؤ زیادہ ہو گا۔ تو گویا کہ جن لوگوں کو اللہ نے بتایا ہے کہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون والے جو ہیں وہ دنیا میں پھیلتے نہیں ہیں اور انہیں اللہ کا خوف ضرور رہتا ہے' جسے صرف اللہ کا خوف ہوتا ہے اسے کسی چیز کا خوف نہیں ہے اور دنیا کا خوف اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ اقبالؒ نے کہا ہے کہ:

وہ ایک سجدہ جسے' تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

وہ سجدہ یہی ہوتا ہے۔ اگر ایک خوف ہو تو ہزار خوف نکل جاتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹا بچہ رو رہا ہو' اسے کوئی چھوٹی سی تکلیف ہو اور وہ چپ نہ کرے تو آپ کیا کرتے ہیں کہ اسے آپ تھپڑ لگا دیتے ہیں۔ اسے جب بڑی تکلیف ہوتی ہے تو وہ چھوٹی تکلیف بھول جاتا ہے اور چپ ہو جاتا ہے۔ بس اتنی سی کہانی ہے کہ جب آپ کو چھوٹا غم نہ سمجھ آ رہا ہو اور آپ چیخ رہے ہوں تو آپ کو بڑا غم دکھا دیا جاتا ہے۔ پھر آپ بول اٹھتے ہیں کہ جی چھوٹا غم ہی ٹھیک تھا مثلاً" کوئی یہ کہے کہ مجھ میں لکھنے کی صلاحیت کم ہو رہی ہے تو میں اس سے پین لے لوں گا۔ پھر وہ کہے گا مجھے معاف کر دیں اور مجھے میری وہی صلاحیت دے دیں۔ تو یہ طریقہ ہے "لا خوف" کرنے کا۔ طریقہ کیا ہے؟ کہ بڑا خوف دکھا دو تو پھر وہ لاخوف ہو جاتے ہیں اور اگر بڑے خوف والا خود ہی مہربان ہو تو پھر اور آسانی ہو جاتی ہے۔ یہ مقام ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں اگر آپ پیشِ نظر رکھیں کہ ہر انسان کو تکلیف آتی ہے تو کسی شخص کو اگر معمولی سی

تکلیف آ جائے تو آپ اس تکلیف کو علاج کے حوالے کرنا۔ تو طریقہ یہی ہے کہ تکلیف کو علاج کے حوالے کرتے ہیں۔ اگر آپ کو مزید سمجھ آ جائے تو اس تکلیف کو علاج سے نکال کر اللہ کے حوالے کر دیں یعنی دوسرے کو حوالے کیئے بغیر صرف اللہ کے حوالے کر دیا جائے۔ اس طرح آپ اس تکلیف میں سے خداوند تعالیٰ کا ایک راستہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔ اگر کوئی کام پڑ گیا' کسی غم کا سامنا ہو گیا تو غم کے اندر اگر آپ نے سجدۂ شکر کر لیا کہ "یا اللہ تیری جو مرضی' میری بھی وہی مرضی ہے"۔ تو غم آپ کو ایک خاص مقامِ بندگی سکھا دیتا ہے۔ آپ کو یہاں سے ضرور جانا ہے۔ جانے سے پہلے دو چار عمل ہیں جو آپ کرتے ہیں۔ آپ کو یقین ہوتا ہے کہ کچھ بھی آپ کا اپنا نہیں ہے' اپنا وجود بھی اپنا نہیں ہوتا۔ اس لیئے آپ جب دیکھ لیں کہ یہ چیز اپنی نہیں ہے تو پھر آپ اللہ کی طرف سے ان چیزوں کو امانت سمجھ کر استعمال کریں' آپ اپنا قبضہ چھوڑ دیں اور قبضے کا خیال چھوڑ دیں تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ یہ مقام کیا ہے؟ تو غم میں سجدہ کرنا اللہ کا تقرّب ہے' تکلیف میں سجدہ کرنا اور پھر تکلیف کو دنیا کی نگاہ سے چھپانا' اللہ والا مقام ہے کیونکہ تکلیف جو ہے یہ ایک راز ہے اور چٹھی ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر بھیجی ہے۔ اب آپ یہ راز دنیا پر آشکار نہ کریں اور آپ اس راز کو صحیح معنوں میں راز بنا لیں۔ تو اپنے غم کو چھپانا بھی الٰہیات کا راستہ ہے' خوشی کا ذکر کرنا بھی الٰہیات کا راستہ ہے اور اللہ کا شکر ادا کرنا بھی الٰہیات کا راستہ ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ شخص اللہ کے قریب ہو جاتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ کا احسان کہتا ہے۔ اپنی زندگی کو آپ اپنی

Achievement' اپنا حاصل کہنے کی بجائے اللہ کا احسان سمجھنا حالانکہ Achievement آپ کی ہے لیکن آپ اس کو اللہ کریم کا احسان سمجھیں تو سمجھیں کہ زندگی بن گئی۔ آپ یہ کہا کریں کہ یا رب العالمین! یہ تیرا احسان ہے۔ جتنی بھی آپ کی زندگی میں خوشیاں ہیں وہ اللہ کا احسان ہیں اور جو آپ کا حاصل ہے وہ اللہ کا احسان ہے۔ اگر آپ کی زندگی میں کچھ بھی اور کوئی بھی نعمت ہے تو یہ اللہ کا احسان ہے۔ تو آپ اللہ کا احسان مانیں اور شکر ادا کریں۔ ایک وقت آئے گا کہ جسے آپ غم کہتے ہیں اس کا ایک الگ قسم کا حساب کتاب ہو جائے گا اور یہ بڑا مفید حساب کتاب ثابت ہو گا۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس لیئے جس کو آپ آج غم اور تکلیف کہہ رہے ہیں' اس پر بھی شکر شروع کر دیں تو یہ بھی ایک راستہ بن جائے گا۔ تو اپنی زندگی کو شکر کے راستے سے الٰہیات کا سفر طے کراؤ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے شکر کیا' اس کو ہم نے بڑھا دیا۔ آپ جس نعمت پر شکر کریں گے اللہ اس نعمت کو بڑھا دے گا۔ اس کی بزرگوں نے دو تفسیریں کی ہیں۔ تقرّب والے فقیر لوگ جب تکلیف پر شکر کرتے ہیں تو اللہ کا تقرّب بڑھ جاتا ہے اور دنیا دار غلطیوں پر شکر ادا کرتا ہے' رشوت کا شکر ادا کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو اور بڑھا دو۔ پھر اس کا نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیئے شکر کرنے والا یہ کسی سے ضرور پوچھ لے کہ میرا شکر جو ہے یہ کسی گناہ کا تو نہیں ہے۔ کیونکہ شکر سے اس چیز نے بڑھنا ضرور ہے' جس چیز کا آپ شکر کر رہے ہیں وہ ضرور بڑھے گی۔ آپ یہ خیال رکھیں کہ میں کہیں گناہ پر شکر تو نہیں کر بیٹھا۔ یہاں آ کر بزرگوں کی ضرورت پڑتی ہے

کہ جس کا آپ شکر ادا کر رہے ہیں وہ کہیں غلطی تو نہیں تھی' گناہ تو نہیں تھا' ناجائز تو نہیں تھا' نا روا پیسہ تو نہیں تھا اور غلط شے تو نہیں تھی جو شکر کر کے بڑھ تو گیا لیکن غلط تھا۔ اس لیئے جو چیز آپ دیکھیں کہ اللہ کی طرف سے ہے تو اگر اس کا شکر ادا کریں گے تو وہ بڑھ جائے گی۔ اس لیئے اپنے لیئے یہ طے کر لیں کہ وہ چیز غلط نہ ہو۔ اللہ کریم کا یہ راستہ ہے' جس بندے کو اللہ کریم کے راستے کی خواہش پیدا ہوئی تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ کریم نے اس کو یہ عطا فرمائی ہے کیونکہ غیر کے دل میں خواہش ہی نہیں پیدا ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی خواہش' اللہ کے بندوں سے ملنے کی آرزو' اور اللہ کی کتاب کو دیکھنے کی تمنا' یہ اللہ تعالیٰ کی ہی عطا ہے اور یہ اس کا احسان ہے' تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اللہ کریم تو اپنے راستے کی آرزو ہی عطا کرتا ہے اور جس کو اس کی راہ کی آرزو ہو گئی اس کے ساتھ ہی وہ حاصلِ آرزو چل پڑتا ہے اور ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ تو وہ بھی ساتھ ہے یعنی حاصل اور آرزو ساتھ ساتھ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خواہش کے ساتھ ہے' آرزو کے ساتھ ہے' اس سفر میں آپ نے دور تو جانا نہیں کہ کوئی دوڑ لگانی ہے۔ جس کی آرزو جتنی مخلص ہوتی جائے گی' اتنا وہ اللہ کے قریب ہوتا جائے گا۔ یہ سفر گھر بیٹھے بیٹھے کٹ جائے گا۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

آپ نے کہیں اور تلاش نہیں کرنا بلکہ اپنے آپ میں' اپنے ہی کاروبار میں' اپنی ہی زندگی میں' اپنے وجود میں' اپنے دل میں اور اپنی

روح میں تلاش کرنا ہے کیونکہ تلاش کرنے والا ہی حاصلِ تلاش خود ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ اس کی شکل وہی ہے جو آپ کی شکل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ تلاش کرنے والا خود ہی وہ ہے۔ اس سفر کے اندر جو تنہائی ہے یہی آشنائی ہے' اس کے اندر آپ خود ہی اپنے رفیقِ سفر ہو' خود ہی آپ اپنے ہمسفر ہو اور اپنی منزل بھی آپ خود ہی ہو۔ اللہ کریم آپ کو آپ کا اپنا سفر عطا فرمائے۔ یہ اپنا سفر ہے۔ یہی اس شخص کا سفر ہے۔ اپنا سفر ہی اس کا سفر ہے۔ آپ غور کریں اور آپ کو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ آپ کو بنانے والا وہی اللہ ہے' وہی رب اور اللہ پروڈیوسر ہے اور کیا پروڈکشن ہے' کیا تخلیق ہے! سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین کہ اس نے اپنے خاص فضل کے ساتھ آپ کو پروڈیوس کیا اور اس زمانے کے میلے پر روانہ کیا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ اور ساتھ ہی ساتھ میلہ دیکھنے کی صلاحیتیں دیں یعنی کہیں نگاہ دے رہا ہے' کہیں کان دے رہا ہے اور کہیں لطف دے رہا ہے' کہیں اور آسانیاں دے رہا ہے' جب بچہ ہے' شعور نہیں ہے تو ماں باپ بیچارے سٹ پٹا رہے ہیں کہ کہیں چوٹ نہ لگ جائے' دھیان کرو۔ بلکہ آپ آج تک ہی یہ کرتے آ رہے ہیں۔ تو اللہ کریم نے آپ کو بھیجا۔ اب آپ اس کا شکر ادا کریں۔ تو اس نے آپ کو ایک خاص معینہ وقت کے لیئے بھیجا کہ جاؤ اور جا کے میلہ دیکھ کر آؤ' یہ اس کے فضل کا میلہ ہے' اسے دیکھو اور اس کے اندر دیکھو کہ سیروا فی الارض کیا ہے؟ فانظروا کیف کان عاقبہ المکذبین زمین کی سیر کرو اور پھر جھوٹوں کا مقام دیکھو کہ کیا ہوا۔ سارے بادشاہ ساری ویرانیاں چھوڑ گئے' ظل سبحانی اور آنجہانی

بادشاہ جو تھے' ان کا قلعہ دیکھو' محل دیکھو اور دوسری چیزیں دیکھو کہ وہ کدھر ہیں اور کیا چھوڑ گئے ہیں۔ وہ سارے بادشاہ کدھر گئے اور اس کے مقابلے میں عشق کے بادشاہوں کو دیکھو کہ داتا صاحبؒ غزنی سے پیدل ہی آئے' غزنی سے چلتے چلتے لاہور آ گئے' یہاں پر آ کر بیٹھ گئے' نہ کوئی وسائل' نہ سامان اور نہ پیسہ۔ بس وہاں سے سیدھے چل کر یہاں آ گئے اور بیٹھ گئے۔ بس پھر رونق لگ گئی اور نیا شہر بننا شروع ہو گیا اور یہ پراسیس آج تک چل رہا ہے۔ یہ آدمی کون تھے؟ وہ ایک بندہ تھا کہ بہت سارے بندے تھے؟ خواجہ غریب نوازؒ سنجر سے آئے' داتا صاحبؒ کو سلام پیش کیا' کچھ دن یہاں رہے' کوئی واقعہ ہوا اور پھر چل پڑے۔ اس زمانے میں جب پرتھوی راج' رائے پتھورا کی حکومت عروج پر تھی' اس نے محمد غوری کو مار مار کر نکالا تھا اور خواجہ غریب نوازؒ جا کر وہاں آرام سے بیٹھ گئے' پرتھوی راج کی سلطنت ختم اور غوری کو دوبارہ بلایا گیا اور اس کو انہوں نے بات سمجھا دی کہ رائے پتھورا کی طاقت کا کیا راز تھا۔ پھر پرتھوی راج کا End ہو گیا' اختتام ہو گیا۔ پرتھوی راج کے پاس زمین کی طنابیں تھیں اور خواجہ صاحبؒ جا کر وہاں بیٹھ گئے' وہ غریب آدمی تھے لیکن غریب نوازؒ تھے۔ وہاں جا کے کیا سے کیا مقام بنا دیا ..... انگریز اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ انڈیا پر وہ Rule کرتے ہیں' حکومت کرتے ہیں' اسے ہم کیا Grab کریں گے۔ خواجہ صاحبؒ کا آج بھی ایک مقام ہے۔ وہ Sincere' مخلص لوگ تھے اور آپ کے اپنے اندر Sincerity' خلوص نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی Sincerity' خلوص پیدا کریں تو وہ چیز آج بھی موجود ہو گی۔ اگر وہ ایمان ہو تو۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

تو یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ اس لیئے آپ یقین پیدا کر لیں مگر آپ لوگ اللہ کے پاس جاتے جاتے حبیب سے کام کی ایک نئی پرچی نکال لیتے ہیں۔ آپ کہیں کہ ہم صرف اللہ کو سلام کرنے جا رہے ہیں۔ آپ دیدار کے لیئے جائیں' ملنے کے لیئے جائیں' یہ نہ ہو کہ ملتے ملتے کام یاد آ جائے۔ اس لیئے آپ اپنے آپ کو سیدھا سادا اللہ کے حوالے کر دیں' صرف اللہ کے حوالے۔ Pure اللہ کے حوالے کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے۔ کوئی اور سوال پوچھو۔۔۔۔۔

سوال :۔

جب وسیلہ اللہ کا ہے اور محبت اللہ سے ہونی چاہئے تو پھر غیر سے تو بچنا چاہئے۔

جواب :۔

بات یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو وسیلہ مانتے ہیں کہ ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ الحمد شریف میں اس کا جواب یوں ہے کہ ' الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مٰلك یوم الدین ایاك نعبد وایاك نستعین اھدنا الصراط المستقیم کس اللہ سے یہ مدد مانگتے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' اھدنا الصراط المستقیم ہم تجھ سے یہ مدد مانگتے ہیں کہ تو اپنا راستہ دکھا۔ اللہ کہتا ہے کہ راستہ بھی میں بتاتا ہوں کہ میرا راستہ یہ ہے صراط الذین انعمت علیھم کہ یہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر ہم نے انعام کیا۔ تو اللہ کا راستہ پھر بندوں کا راستہ نکل آیا۔ یعنی

کہ جن پر اللہ کا انعام ہوا ان کا راستہ دیکھو اور جن پر اللہ کا غضب ہوا ان سے بچو۔ تو پھر یہ ساری بات حل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر خود فرماتا ہے کہ آج میں تمہیں سب سے زیادہ خوب صورت قصہ سناتا ہوں۔ نحن نقص علیکَ احسن القصص میں ایک واقعہ سنا رہا ہوں' حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا یہ واقعہ بڑا خوب صورت واقعہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں کہ باپ بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو گیا ہے کہ پیارا باپ تھااور پیارا بیٹا تھا اور یہ دونوں ہی پیغمبر تھے اور مجھے یہ دونوں بڑے پسند تھے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہ کرنا اور ساتھ ہی خود کہہ رہا ہے کہ بڑا خوب صورت واقعہ سنا رہا ہوں اور یہ قصہ بڑا شاندار ہے اور مجھے بڑا پسند ہے۔ اس ساری بات سے آپ کیا سمجھے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف جانے والوں کے ساتھ محبت ہی اللہ سے محبت ہے اور اللہ کے برعکس جانے والوں سے محبت ہی غیر اللہ ہے اور یہ بات یاد رکھنا کہ براہ راست اللہ سے محبت نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کریم کی محبت کا یہ جو دسترخوان بچھ گیا ہے اس میں آپ اب یہ دیکھ لو کہ آپ نے ان لوگوں کا قرب حاصل کرنا ہے جن کے ساتھ آپ کو محبت ہے اور یہ عام سی بات ہے کہ اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو حضور پاکؐ کی اطاعت کرو تاکہ اللہ تم لوگوں کو پسند کرے۔ تو اللہ کی محبت' اطاعتِ حضور پاک ﷺ ہے اور یہ اللہ کریم فرما رہا ہے اور خود ہی یہ نسخہ بتا رہا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میری محبت کو تم سمجھ ہی نہیں سکتے کیونکہ

میں درود شریف میں مصروف ہوں' میں اور میرے فرشتے مصروف ہیں' اس لیے میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مجھ سے محبت کرو گے' تو تم لوگ میرے محبت کے راستے سے محبت کرو' تم لوگ حضور پاک ﷺ کی اطاعت کر لو تو پھر یہ بات خود ہی میرے پاس آ جائے گی ورنہ آپ اندازہ لگاؤ کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود شریف میں مصروف ہیں اور یہ اللہ خود بتاتا ہے۔ اور پھر یہ فرق بھی بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے ان اللّٰہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین امنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ یہ تو آسان ہی حکم دے دیا کہ اے ایمان والو! میں اور میرے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو تم بھی یہ کام کرو۔ گویا کہ اللہ کی راہ بڑی ہی آسان ہے۔ تو اللہ کی راہ جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کا راستہ ہے اور حضور پاک ﷺ کا راستہ حضور پاک ﷺ کے چاہنے اور ماننے والوں کا راستہ ہے۔ تو اللہ کا ملنا تو بڑا آسان ہو گیا۔ سارے قرآن میں Throughout ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتا دی ہے کہ غیر کون ہے اور اپنا کون ہے؟ تو غیر وہ ہے جس کی نیت یہاں ٹھہرنے کی ہے اور اپنا کون ہے؟ جس کی نیت یہاں سے نکلنے کی ہو۔ تو نسخہ آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا رہا ہے کہ آپ لوگ اپنی اپنی جانوں کو لے کر آؤ کیونکہ آج آپ نے اپنی جان پیش کر دینی ہے' قربان کر دینی ہے۔ اگر اس شخص نے کہا کہ آج مجھے تھوڑا سا کام ہے تو وہ غیر ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے وہ غیر اللہ ہے اور جو یہاں سے اللہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے وہ اللہ والا ہے۔ بس اتنا سارا فرق ہے کہ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے

طلب گار ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔ گویا کہ آخرت جو ہے وہ دنیا کے برعکس ہے۔ تو آپ آخرت کی تمنا کر لیں۔ اگر آپ کے پاس دنیا ہے تو یہ مبارک ہے۔ اگر آپ اس دنیا سے اپنی آخرت بنا لیں' اگر آپ کے پاس کچھ دماغ ہے تو آپ اس کو اللہ کی راہ میں لگائیں' نیکی کے راستے پر لگا دیں' اگر پیسہ ہے تو اللہ کی راہ میں لگا دیں۔ تو اس طرح آپ کے پاس عبادت کے ذرائع پیدا ہو جائیں گے۔ اگر کبھی روزے کی کمی و بیشی ہو جاتی ہے تو آپ کسی مسجد کے اندر لوگوں کا روزہ کھلوا دیں' اپنی خامی بتائے بغیر یہ کام کرو تو یہ نیکی ہے۔ تو نیکی کیا ہے؟ نیکی یہ ہے کہ اپنی مجبوری کا خفیہ اعلان نہیں کرنا۔ مجبوریوں کا اعلان نہ کرنا نیکی ہے۔ جس نے اپنے گناہ پر خود پردہ ڈالا' اللہ اس پر بہت راضی ہوا۔ وہ یہ کہے کہ یا اللہ کریم میں گناہ گار ہوں اور اس گناہ کو میں نے اس لیئے چھپا لیا ہے کہ تیری دنیا میں گناہ جو ہے وہ مشہور نہ ہو۔ ایسے شخص نے اپنا گناہ چھپایا ہے تاکہ دنیا میں گناہ کا پروپیگنڈہ نہ ہو' چرچا نہ ہو۔ بس آپ لوگ بھی اپنے گناہ کو اس حد تک چھپا لو۔ گناہ کو چھپانا بھی نیکی ہے' اپنے گناہ پر کسی دنیا دار کو گواہ نہ بناؤ تو یہ بھی نیکی ہے۔ تو آپ اپنے گناہ پر کسی دنیا دار کو گواہ نہ بنائیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ اللہ کریم آپ کو معاف کرنے لگیں اور دوسرا کوئی کہے کہ جی اس کو معاف کیوں کیا۔ اس لیئے میں کہتا ہوں کہ گناہ کو گواہ سے بچاؤ' اپنے گناہ کو گواہ سے بچاؤ! بس آپ اپنے اللہ کے ساتھ محبت پیدا کرو۔ اللہ تو اللہ ہے' اس نے کسی سے Sanction نہیں لینی ہے کہ میں اس سے بات کروں کہ نہ کروں۔ بس آپ نے معافی مانگی اور اس نے معاف کر دیا' اس نے

کسی سے پوچھنا تھوڑی ہے۔ لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اللہ معاف اس وقت کرتا ہے جب آپ اپنی زندگی کے تمام حاصل میں سے کسی چیز کو اللہ کی راہ میں نہ روکو۔ آپ کہیں کہ یہ جو کچھ ہمارا حاصل ہے' اللہ تعالیٰ یہ آپ کا ہے اور تو جو چیز مرضی اٹھا لے۔ اور وہاں گلہ نہ کرنا تو پھر معافی ہو جائے گی کیونکہ وہ تو ہمیشہ سے معاف کرتا آ رہا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کوئی کافر ہوتا تھا لیکن پھر سب سے بڑا مومن ہو گیا' ایسا ہوتا ہے کہ تلوار لے کر آ رہے ہیں اور تلوار کے واقعے سے پہلے وہ اسلام کے خلاف ہیں اور کلمہ شریف کے بعد اسلام کے آدمی ہیں' "سابقون" ہیں اور یہ اللہ کریم کا احسان ہے۔ تو جو کوئی اچھا کافر ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اچھا مومن بناتا ہے اور برے کافر کو تو پھر مومن بھی نہیں بنایا جاتا۔ آپ اپنے طور پر اللہ کریم کو تنہائی میں یاد کریں اور اپنی توبہ تنہائی میں کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کے ان گناہوں پر جو آپ پر بوجھ بنے ہوئے ہیں اور ان کا ذکر آپ نے کسی کے سامنے نہیں کیا ہے' اللہ تعالیٰ ان گناہوں کو معاف کر دے گا۔ تو اس طرح بوجھ اتر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھ میں کشادگی پیدا کر دے گا تاکہ آپ کا حال کشادہ ہو جائے' جس کا حال کشادہ ہو گیا اس کے لیئے کشادگی ہی کشادگی ہے۔ تو آج آپ کے لیئے یہ دعا ہے کہ یا رب العالمین ہمیں' ہمارے اپنے اعمال کی عبرت سے بچا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں ہمارے عمل کا نتیجہ دے بلکہ ہمیں ہمارے عمل کے نتیجے سے بچا۔ کچھ بات جو ہم سے غلط ہو گئی ہے اور تو جانتا ہے کہ وہ غلطی کسی وقت بھی برملا ظاہر ہو سکتی ہے تو آپ اسے ابھی معاف کر دیں۔ یا رب العالمین اس کو معاف کر دے اور ہم پر

رحم فرما۔ اور آج کے دن کے حوالے سے یا رب العالمین ہمیں نیک ہونے کی توفیق عطا فرما' نیکی بھی ہمیں عطا فرما اور دنیا میں بھی ہمیں آسانی عطا فرما۔ ہماری دنیا بھی بہتر ہواور دین بھی بہتر ہو اور یہی دعا تو نے ہمیں سکھائی ہے کہ مجھ سے مانگو کہ دنیا بھی بہتر ہو اور دین بھی بہتر ہو یعنی کہ ایسی زندگی ہو کہ آپ بھی خوش رہیں اور اللہ کریم بھی خوش رہے۔ یا رب العالمین ہمیں ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے تاکہ جب ہم زندگی گزاریں تو خوشی سے گزاریں اور جب چھوڑنے کا وقت آئے تو خوشی سے ہم چھوڑ دیں۔ یا رب العالمین! ہمیں زندگی سے پوری طرح سیراب کر دے' اور میلہ دکھایا ہے تو اچھی طرح دکھا۔ یا رب العالمین ! ہم سے ناراض نہ ہونا' ہم کمزور لوگ ہیں' ہمیں معافی دے! تُو مہربانی فرما۔ یا رب العالمین اپنا فضل فرما' رحم فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

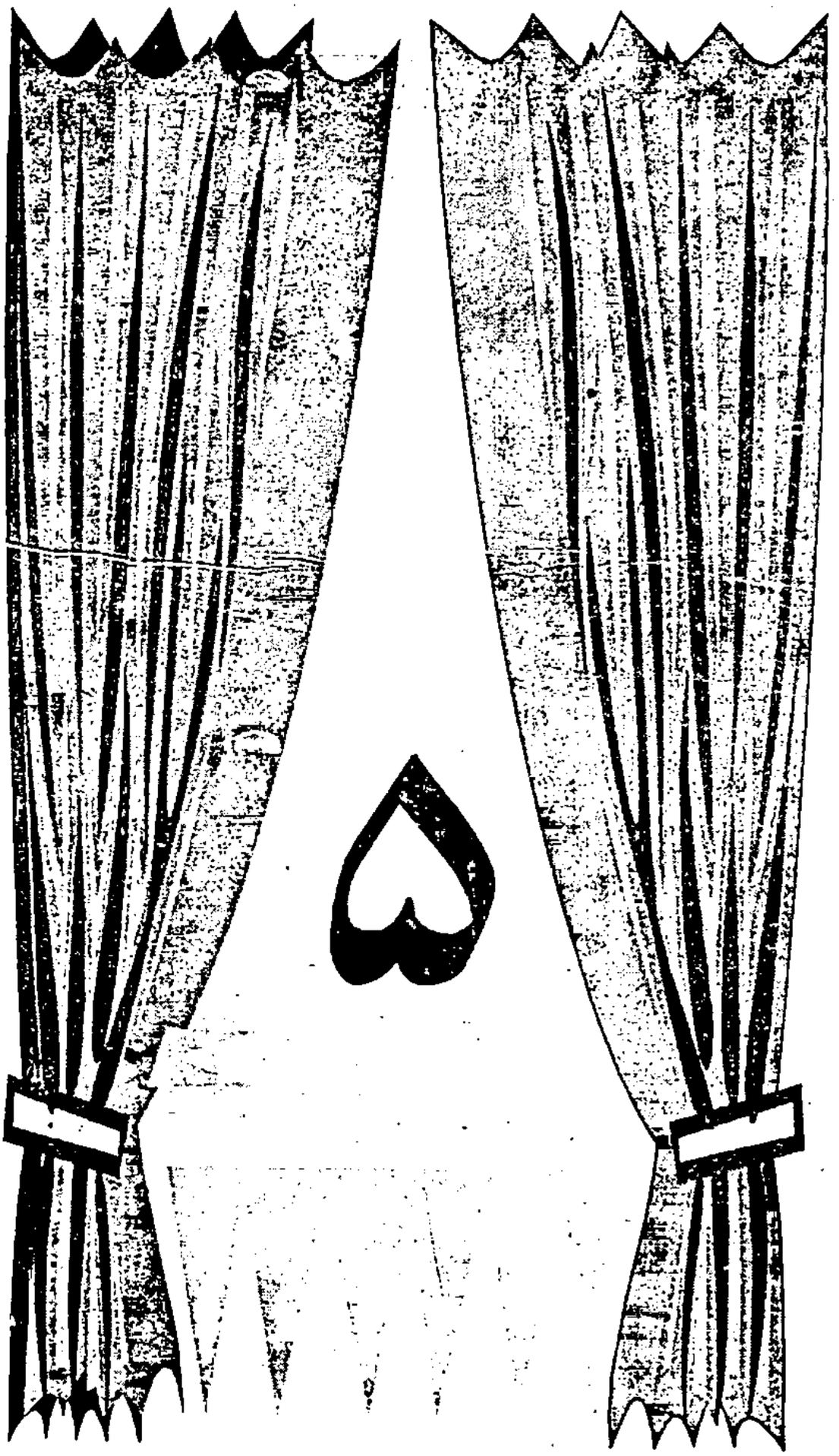
٥

۱ تقویٰ کیا چیز ہے؟

۲ بعض اوقات بہت اچھے منظر دیکھنے کے بعد ان کا تصوّر کیوں بھول جاتا ہے ؟

۳ کیا اللہ سے تعلق امید اور خوف کے درمیان رکھنا چاہیئے؟

۴ اللہ کی رحمت کیا ہوتی ہے ؟

۵ اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہیئے ؟

۶ اللہ کی خشیت یا خوف کیا ہے؟

سوال :۔

اس بات کی وضاحت فرمادیں کہ تقویٰ کیا چیز ہے؟

جواب :۔

اللہ کا فرمان ہے کہ لا یسمعون فیھا لغوا ولا کذّبا جو نہ جھوٹ بولے اور نہ جھوٹ سنے تو متقی وہ ہے۔ تو یہ متقی کا مقام ہے۔ جھوٹ نہ سننے کا مطلب یہ بھی ہے کہ جھوٹے لوگوں کے ساتھ اس کی دوستی نہیں ہوگی تبھی تو وہ جھوٹ نہیں سنے گا' لغو بات نہیں کرے گا اور لغو بات نہیں سنے گا۔ متقی کی ایک Definition یہ ہے۔ باقی وضاحت Definitions میں متقی کے متعلق کئی باتیں ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ ہر کام کے لیئے اس شخص کے پاس اللہ کی طرف سے سند ہو' وہ اپنے تمام کاموں کو اللہ کے حوالے سے کرے اور اللہ کی رضا کے لیئے کرے۔ سب سے پہلے قرآن پاک نے جو آپ کو بات بتائی ہے وہ متقی کی تعریف ہے اور وہ یہ بتائی ہے کہ الذین یومنون بالغیب یعنی کہ جو ایمان رکھتے ہوں بغیر مشاہدے کے یعنی کہ دیکھے بغیر ہی ایمان لے آئے ہوں۔ ایمان لانا دیکھ کر بھی ہوتا ہے اور دیکھے بغیر بھی۔ اور وہ ویقیمون الصّلوٰۃ :نماز قائم کرتے ہیں۔ وہ اس سے بے نیاز ہو کر نماز قائم کرتے ہیں کہ نماز کا کوئی فوری فائدہ ہو رہا ہے یا فوری نقصان ہو رہا ہے اور لوگ کیا کہہ رہے ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ پھر ومما رزقنٰھم ینفقون

اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق کی شکل میں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور ہماری خوشی کے لیئے کرتے ہیں۔ والذین یومنون بما انزل الیک اور وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس بات پر جو آپؐ پر نازل ہوا یعنی علم' عرفان' قرآن وما انزل من قبلک اور جو کچھ بھی آپؐ سے پہلے اللہ کی طرف سے پیغمبروں پر نازل ہوا' صحیفے اور کتابیں۔ یعنی کہ متقی وہ ہے جو حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی بات کو مان لے' وحی کو مان لے' وہ کوئی بحث نہ کرے اور جو پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا وہ بھی مان لے۔ وبالآخرۃ ھم یوقنون اور اس بات کا یقین کر لیں' ایمان رکھ لیں کہ آگے ایک دن ایسا وقت آئے گا جس میں ہم جواب دہ ہوں گے وبالآخرۃ ھم یوقنون کا مطلب ہے کہ آخرت پر ان کو یقین ہو اور ایمان ہو۔ یہ متقی کی تعریف ہے۔ متقی وہ بھی ہیں جو دنیا میں ٹھہرنے کی بجائے دنیا سے نکلنا زیادہ پسند کرتے ہوں۔ دنیا جو ہے یہ کافر کے لیئے جنت ہے اور مومن کے لیئے قید خانہ' الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر دنیا سے اگر آپ کا اختیار ہو' تو پھر نکلنا ہی بہتر ہے۔ اور قید خانے کی تعریف کیا ہے؟ جس سے نکلنا بہتر ہو اسے قید خانہ کہتے ہیں اور جس میں ٹھہرنا پسند آئے وہ جنت کہلاتی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا میں صرف ٹھہرنا ہی چاہیں وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ جن کا حوالہ دنیا ہو گی تو وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے اولئک علٰی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔ یہ اُن کا انعام ہے۔ تو وہ صاف بات بولیں گے اور صاف بات سنیں گے۔ اگر اس زندگی میں صاف بولنا اور صاف

سننا آ جائے تو انسان متقی ہو جاتا ہے اور جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہو رہا ہے اس پر بحث نہ کرے تو متقی' جو کچھ پیغمبر پر نازل ہو رہا ہے اس کو مان جائے تو متقی' نماز کو قائم کرے تو متقی ہو گیا اور اللہ نے جو رزق دیا وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ متقی ہو جاتا ہے۔ اگر آخرت نہیں ہے' اور حال ہی کی زندگی ہے' فرض کریں کہ صرف یہی زندگی ہے تو لامحالہ پھر ماضی بھی نہیں ہے۔ پھر آپ کا ماضی کس طرح ہو سکتا ہے۔ اور اگر ماضی نہیں ہے تو مذہب بھی نہیں ہے۔ پھر تو آپ اپنا حال دیکھیں اور اپنا نیا راستہ اختیار کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ماضی کی طرف جانا دراصل آخرت کی طرف جانا ہے۔ جو شخص اپنے باپ کی قبر کے پاس سے گزر گیا تو اس کے لیئے باپ تو ہے ہی نہیں' تو قبر کدھر سے ہے۔ سارا ماضی' دراصل ایک مستقبل کی نوید ہے۔ اس لیئے جو آدمی آخرت پر یا مستقبل پر ایمان نہ رکھتا ہو وہ ماضی پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا وہ قومیں جو آخرت کو نہیں مانتی ہیں وہ کسی ماضی کو نہیں مانتیں اور وہ کہتے ہیں کہ قبروں پر ٹریکٹر چلا دو کیونکہ وہ کسی قسم کے قبرستان کو نہیں مانتے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ جو ایڈوانس قومیں ہیں یا ہندو بھی کسی آخرت کو نہیں مانتے اور وہ مردے جلا دیتے ہیں۔ تو آخرت پر ایمان دراصل آپ کو ماضی سے متعارف کراتا ہے۔ اگر آپ ماضی کی کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو اس سے آپ کا کیا واسطہ۔ کتاب لکھنے والا تو اب ہے ہی نہیں۔ اب کتاب سے آپ نے کیا عقیدت کرنی ہے۔ اسی طرح قرآن مجید ہے جو آپ بسم اللہ پڑھ کے بڑے ادب سے پڑھتے ہیں۔ یہ تو قدیم کتاب ہے' اب آپ کیوں پڑھتے ہیں۔ مگر ماننے والوں کے لیئے یہ بڑی کتاب ہے۔

اسی طرح کسی امام کی کتاب' کسی ولی کی کتاب آپ پڑھتے ہیں۔ تو یہ تو کسی اور زمانے کی بات ہے۔ اگر آخرت پر آپ کو یقین نہ ہو تو کسی ماضی پر آپ کا اعتبار نہیں ہو گا۔ لہٰذا ماضی کے ساتھ جو محبت اور عقیدت ہے وہ دراصل آخرت پر یقین ہے۔ لہٰذا ماضی پر اعتقاد ہی آخرت پر اعتقاد ہے۔ آخرت پر آپ لوگوں کا اعتقاد ہونا چاہیئے۔ ماضی سے آپ جو رابطہ کرتے ہیں کہ وہ فلاں جگہ ہے' یہ بزرگوں کی جگہ ہے جہاں پر وہ تشریف لائے تھے۔ تو یہی آپ کے لیئے آخرت پر اعتقاد ہے۔ آخرت پر یقین آ جانا ہی متقی ہونے کی دلیل ہے۔ تو متقی وہی ہے جو ماضی کو حال اور مستقبل سے ملا کر دیکھے کیونکہ اللہ کے ہاں اپنا تو کوئی ماضی ہے نہ حال' اور نہ مستقبل ہے۔ اُس کے لیئے ہر وقت برابر ہے۔ یہی بات تو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ ایک ایسے وقت پر یقین کر لو جس کو ابھی آپ نے دیکھا نہیں ہے اور انسان کہتا ہے جی ہم کیسے یقین کر لیں جب دیکھا ہی نہیں ہے! حالانکہ انسان یہ عمل روز کر رہا ہے کہ دیکھا نہیں ہے مگر یقین کرتا ہے۔ کیسے یقین کرتا ہے؟ ماضی کے حوالے سے' اور ماضی پہ یقین رکھتا ہے۔ مگر مستقبل پہ وہ یقین نہیں رکھتا۔ اس سے اگر یہ کہا جائے کہ کسی بزرگ کا واقعہ ہے اور یہ ان کی کتاب ہے تو وہ پڑھتا ہے بلکہ ادب سے پڑھتا ہے۔ جس آدمی کے پاس ماضی کا ادب ہو گا اس آدمی کے پاس مستقبل کا شعور ضرور ہو گا۔ تو ماضی اور حال کو مستقبل سے ملا کر دیکھنے والا بھی متقی ہے۔۔آپ لوگ اور سوال کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات بہت اچھے منظر دیکھنے کے بعد ان کا تصور بھی بھول جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب :۔

انسان گرمیوں میں سردی کا تصور بھول جاتا ہے۔ ہرچند کہ ہر سال آپ سردی سے گزرتے ہیں لیکن گرمی میں کیسے آپ کو وہ تصور آئے گا۔ سردیاں آئیں گی تو سردی کا تصور ہو گا۔

سوال :۔

کیا اللہ تعالیٰ سے تعلق امید اور خوف کے درمیان رکھنا چاہیئے؟

جواب :۔

جتنا اللہ تعلق دے گا اتنا ہی تعلق آپ رکھیں گے' یہ آپ کے اختیار کی بات نہیں ہے بلکہ اس کی اجازت کی بات ہے اور یہ تعلق اللہ کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ ایسا تعلق کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ جتنا بھی علم بیان ہوا ہے یہ بیان کرنے والے اتنا ہی بیان کرتے رہے ہیں جس کو جتنی جتنی آگاہی ہوئی ہے۔ یہ علم جس جس انداز سے بیان ہوا ہے' آپ اس کو اپنے دور' اپنے حوالے سے' اپنی زندگی میں دیکھیں۔ اگر کبھی ایک وقت آتا ہے جب جلال کا زمانہ ہو تو پھر آپ خوف سے گزریں اور اگر رحمتوں کا دور ہو اور اللہ تعالیٰ رحم کرے تو "لاخوف" سے گزر جاؤ۔ تو یہ تو اس کے مزاج کی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کی فصل اچھی ہو رہی ہو تو پھر غریبی کا خیال چھوڑ دو اس لیئے کہ

فصل اچھی ہو رہی ہے۔ جب اللہ مہربانی کرنے پہ آ جائے تو رحمت کے وقت آپ استغفار لے کر نہ بیٹھ جانا۔ جب " الحمد للہ " کے زمانے آئیں تو استغفار نہیں کرنا حالانکہ یہ کہنا نہیں چاہیے کیونکہ استغفار تو روز ہی پڑھنا چاہیئے۔ تو جہاں نوازشیں ہو رہی ہوں وہاں پر " الحمد للہ " ہونا چاہیئے۔ جب کوئی باز پرس کا زمانہ آ جائے تو وہاں "استغفار" ہونا چاہیئے۔ "الحمد للہ" وہی کرے گا جس کو اللہ سے محبت ہو گی۔ جو خدا کے گھر کا سامان لے کر بھاگ نہ جائے وہی "الحمد للہ" کرے گا کہ اللہ نے مجھے اپنے گھر میں بلایا۔ یہ نہ ہو کہ اللہ آپ کو بلائے اور آپ اللہ کے گھر سے کوئی چیز اٹھا کر بھاگ جائیں۔ یہ تو استغفار والی بات ہے۔ الحمد للہ کا مطلب یہ ہے کہ اب ہم آپ کے گھر میں آگئے ہیں اور اب ہم جان دے کر ہی اٹھیں گے۔ یہ آپ کے لیئے "الحمد للہ" ہے۔ یہ جتنی بھی باتیں ہیں یہ آپ کو سمجھ نہیں آتیں اور سمجھ اس لیئے نہیں آتیں کہ ہر بات آدمی کے لیئے ہر وقت کرنے والی نہیں ہے۔ ہر نماز بھی ہر وقت پڑھنے والی نہیں ہے اس لیئے کہ اگر پچھلی نماز کا نام مغرب تھا تو اب عشاء کا وقت ہو گا۔ ہر نماز کا الگ الگ نام ہے' الگ الگ فارمیشن ہے' اور الگ الگ فارمیٹ ہے اور رکعت کی تعداد الگ الگ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں الگ الگ واقعات ہیں' الگ الگ مزاج اور الگ الگ واقعات ہیں۔ اگر کسی پر اللہ تعالیٰ نے غریبی کی آزمائش ڈال دی ہے تو پھر وہ ذرا حساب سے چلے اور صبر کے ساتھ چلے۔ اگر کسی پر اللہ تعالیٰ نے پیسے کی نوازشیں ڈال دی ہیں تو یہ بھی ایک بوجھ ہی ہے اور وہ پھر بڑی احتیاط سے چلے۔ تو یہ دونوں آدمی مختلف طریقے سے آزمائے جا رہے ہیں۔

اب ایک آدمی جس کو اللہ نے پیسہ دیا ہے وہ اس کے نام کا کھانا' لنگر پکائے اور جس کو پیسہ نہیں دیا جا رہا ہے وہ اس کے نام سے صبر کرے' تو امیر اور غریب دونوں سخی ہونے چاہئیں اور غنی ہونے چاہئیں۔ غریب آدمی کی سخاوت یہ ہے کہ وہ امیر آدمی کا پیسہ دیکھنا چھوڑ دے۔ تو یہ الگ الگ آزمائشیں ہیں۔ باپ کے لیئے الگ آزمائش ہے کہ وہ اولاد کی کس طرح پرورش کرے کیونکہ یہ تو باپ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیسے تعلیم دی۔ اولاد کو الٹا لٹکا دیا جائے گا کہ تو نے باپ کی عزت کیوں نہ کی۔ وہ دونوں اللہ کے حوالے سے ماپے جائیں گے۔ تنہائیوں کی بداعمالیاں بھی گرفت میں آتی ہیں۔ سب کے لیئے الگ الگ بات ہے۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ ایک وظیفہ سارے لوگ کبھی نہ کیا کرو کیونکہ ہر آدمی کے لیئے وظیفہ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے اسماء جو ہیں وہ سارے مبارک نام ہیں کیونکہ اللہ کے اسماء جو ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ آج سے آپ یہ وظیفہ کیا کرو "یا قہار" تو آپ نہیں کریں گے۔ "یا جبار" "یا قہار" "یا منتقم" کا وظیفہ آپ نہیں کریں گے۔ اگر آپ "یا قہار" کا وظیفہ کریں گے تو اور سے اور بات ہو جائے گی۔ اگر کوئی "یا رحمٰن" کا وظیفہ کرے تو اس سے پوچھو کہ یا رحمٰن اور یا قہار میں کیا فرق ہے کیونکہ یہ ایک ہی تو ہیں اور ایک ہی ہستی کے دو اسماء ہیں۔ کیا کوئی فرق ہے؟ ہاں فرق ہے! اس لیئے یہ بڑا سوچنا پڑتا ہے۔ ہر آدمی جو ہے اگر وہ کوئی وظیفہ کرنا چاہے تو سوچ کے کرے کیونکہ اس کا اپنا ایک حساب ہے۔ سب کے لیئے "اللہ ہو" کا ذکر بھی نہیں ہوتا' یہ بھی بڑے حساب سے کچھ لوگوں کو بتایا جاتا ہے۔ آپ صرف درود شریف پڑھا کریں۔ کچھ

لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ پڑھا کرو۔ "لا الٰہ الا اللّٰہ" کچھ لوگوں کو کہا جاتا ہے پورا کلمہ پڑھا کرو۔ " لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" کچھ کو کہا جاتا ہے "محمد رسول اللّٰہ" پڑھا کرو۔ کسی سے کہا جاتا ہے "یاحی یا قیوم" کسی کو "یا رحمٰن یا رحیم" پڑھایا جاتا ہے۔ تو اسماء کی پہچان کرنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء بھی ہیں جو آپ پر آشکار نہیں ہوئے۔ اس لیئے انسان یہ سوچے کہ وہ کس انداز سے چل رہا ہے۔ پہلے تو وہ اپنے آپ سے پوچھے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا سوال کرنا ہے۔ اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ بندہ راستے میں اپنے رب سے مل جائے اور کہے کہ یا اللہ میں ابھی آپ کی طرف جا رہا تھا اور آپ کی تلاش میں جا رہا تھا۔ اللہ پوچھے کہ کیا چاہتے ہو؟ وہاں سے پتہ چلے گا یہ آدمی کون ہے کیونکہ اللہ کو اگر کسی نے کسی کام پر لگا دیا تو وہ جھوٹا آدمی ہے اور اگر وہاں اللہ کے سامنے آپ کا کام تمام ہو گیا تو آپ سچے آدمی ہیں۔ اسی لیئے اگر کوئی شخص کچھ لینا چاہ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے لینے کے لیئے جا رہا ہے مثلاً" بچہ بیمار ہو گیا تو اب اللہ کے پاس چلے ہیں۔ اللہ کے پاس کیا لینے جا رہا ہے؟ شفا اور صحت لینے جا رہا ہے۔ تو اس کو ہم توحید کا سفر نہیں کہیں گے' اس کو ہم محبت کا سفر نہیں کہیں گے۔ مگر اس سفر کو غلط بھی نہیں کہیں گے۔ اسے شفا چاہیئے تو ڈاکٹر کے پاس بھی تو جا سکتا ہے۔ مگر یہ شخص ڈاکٹر کی شکل میں اس کے پاس جا رہا ہے' اللہ جو سب ڈاکٹروں کا مالک ہے' اس کے پاس جا رہا ہے۔ اس لیے اس آدمی کا وظیفہ کچھ اور ہی ہو گا۔ جو کہتا ہے کہ بچوں کی شادی کرنی ہے' حالات ٹھیک کرنے ہیں' تو پھر وہ اللہ کے پاس ضرورت کے لیئے جا رہا ہے' دراصل

اس کو کچھ پیسے چاہئیں' وہ اللہ کے پاس نہیں جا رہا ہے بلکہ وہ اپنے رازق کے پاس جا رہا ہے' رزاق کے پاس جا رہا ہے اور ربوبیت کی تلاش میں جا رہا ہے۔ تو اللہ کے پاس جانے والا وہ ہوتا ہے جو اللہ کے علاوہ کچھ نہ مانگے۔ اللہ کے پاس جانے والا سوال کی شکل میں کوئی غیراللہ خواہش نہ لے کر جائے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ سے محبت کرنے والا انسان اللہ کے پاس چلا جائے اور اللہ اس سے پوچھے کہ کیا لینے کے لیئے آئے ہو تو آگے اس کا کوئی جواب نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ سے اگر کچھ لینا ہے تو سمجھو کہ پھر یہ اس سے جدائی ہے کیونکہ وصال سے کچھ مانگنا ہی جدائی ہے۔ وہاں پر سوال ختم ہو جاتا ہے اور اگر وصال پر سوال کر دیا تو پھر جدائی ہے' فراق ہے۔ پیغمبروں کا شعبہ اللہ نے بتایا ہے کہ ان کو دنیا کے کام کے لیئے بھیجا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص دنیا مانگ لے تو پھر وہ محروم ہے۔ تو پھر آپ کیا کریں؟ آپ یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ سے وہی کچھ مانگیں جو اللہ کی مرضی ہو اور اگر اللہ کی مرضی ہی حاصل کرنی ہے تو پھر مانگنا کیا ہے' پھر وظیفہ کیسا ہے۔ تب اپنے آپ سے پوچھو کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی اسماء ہیں۔ ان کو بڑا سوچ سمجھ کے پڑھنا چاہیئے۔ ذات کی اور بات ہے اور رب کا اور معنی ہے' رب ہر پالنے والے کو کہتے ہیں۔ پالنے والی چیز کو بھی رب کہہ سکتے ہیں۔ زمین میں ربوبیت ہے مگر یہ رب تو نہیں ہے' رب وہ رب ہے جو رب الارباب ہے۔ اللہ اتنی بڑی ذات ہے کہ صرف وہی ذات ہے اور باقی سب اس کی صفات ہیں۔ صفات کا ادراک انسان میں ممکن ہے۔ ذات کا ادراک کم ہی ممکن ہے' ذات کا دیدار کم ہی ممکن ہے۔ صفات کی شکل

میں کچھ نہ کچھ آپ جان سکتے ہیں کہ اللہ جو ہے محبت کرنے والا ہے اور ماں باپ کے دل میں بھی محبت و شفقت ہوتی ہے' اللہ Creation کرتا ہے' خالق ہے' آدمی خالق کے حوالے سے کچھ نہ کچھ تخلیق کرتا رہتا ہے جیسے کہ بچے پیدا کرتا رہتا ہے۔ اللہ نے انسان کو زمین کی خلافتِ ارضی سے سرفراز کیا اور اس کے اندر کئی صفات ہیں' سوائے اس کے کہ وہ اللہ نہیں ہو سکتا' وہاں یہ عبد ہے' بندہ ہے' عابد ہے اور اللہ معبود ہے۔ باقی یہ کہ رشتوں کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اللہ کا جتنا رحم ہے کسی انسان کے ذریعے آپ تک آئے گا۔ بندہ خدانخواستہ پھنس گیا اور جیل میں چلا گیا تو رحم کس سے مانگے گا؟ اللہ سے۔ اور حکم کس کا ہو گا' جج صاحب کا ہو گا کہ اس کو چھوڑ دو۔ تو اس ذریعے سے اللہ نے رحم کیا کر دیا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ کچھ رزق دے ۔

تنگیٔ حالات سے گھبرا گیا ہے دل

جب دل حالات سے گھبرا جائے تو اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے اور وہ آپ کو آج کے حالات کے مطابق رزق دے گا اور یہ نہیں ہو گا کہ پرانے دور کے منسوخ شدہ نوٹ دے دے۔ تو گویا کہ اسی زمانے کے وسیلوں کے اندر سے راستہ ملے گا۔ تو یہ سب کچھ کیا ہے؟ یہ ہے کہ دعا اس نے منظور کی' رازق وہ ہے اور آپ تک رزق جو ہے وہ کسی بندے کے ذریعے آ گیا۔ گویا کہ رازق کے عمل میں کہیں نہ کہیں کسی بندے کے شامل ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ضروری شامل ہو گا مگر ایسا امکان ہو سکتا ہے۔ اگر یہ امکان واضح ہو جائے تو پھر آپ کا مسئلہ بڑا آسان ہو جاتا ہے اور آپ کو یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ پیغمبر کا

فنکشن کیا ہے اور پیغمبر کی ضرورت کیا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں معصیت کو مغفرت دیتا ہوں اور میں معاف کر دیتا ہوں۔ آپ سے سوال ہے کہ آپ یہ غور کریں کہ کیا اللہ ہر گناہ گار کو' ہر باغی انسان کو معاف کرتا ہے یا کر سکتا ہے؟ ہاں وہ سب کو معاف کر سکتا ہے۔ اب آپ اگلے سوال کا جواب نہ دینا بلکہ صرف سوال سن لینا کہ کیا اللہ تعالیٰ شیطان کو معاف کر سکتا ہے؟ شیطان سے بڑے بڑے جرم تو لوگوں نے کیے ہیں اور اس شیطان نے صرف ایک کہنا نہیں مانا تھا کہ سجدہ نہیں کیا اور آپ کتنے سجدے Miss کر گئے ہیں۔ شیطان نے اللہ کا کہنا نہیں مانا اور حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کہنا آگے پیچھے کر دیا مگر وہ افتخار میں آ گئے اور شیطان گرفت میں آ گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرعون کو معاف کر دیتا تو کیا حرج تھا مگر وہ ایسا نہیں کرتا! اب یہی بات غور والی ہے اور اس پر آپ غور کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ شیطان اور فرعون کو یوں نہیں معاف کرتا۔ اللہ سب کو معاف کر سکتا ہے مگر ان کو معاف نہیں کرے گا۔ جس شخص نے آج تک اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی ہو تو آخری عمر میں صرف کلمہ پڑھ کر بہشت میں جا سکتا ہے۔ اور اس شیطان نے' ابلیس نے سجدے کے انکار سے پہلے بے حد عبادت کی' مگر وہ عبادت قبول نہیں ہوئی اور وہ کبھی معاف نہیں ہو گا۔ فرعون جو ہے وہ کبھی معاف نہیں کیا جائے گا اور موسیٰ علیہ السلام سرفراز ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلے یہاں کر دیے ہوئے ہیں کہ کس کے ساتھ اللہ کا کیا تعلق ہو گا۔ تو پھر آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ راستہ یوں ہے۔ اسی طرح ماں باپ کا باغی کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ تو یہ واقعات جو ہیں یہ غور طلب ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ

سے محبت کا اظہار کیا تو پھر یہ محبت آج بھی ہے' کل بھی ہے اور تاقیامت رہے گی۔ اور جن لوگوں کو اللہ کے محبوبؐ سے محبت ہو جائے وہ آج بھی سرفراز ہیں اور کل بھی سرفراز ہیں۔ یہ میں اللہ کی مہربانی کی بات کر رہا ہوں۔ اللہ کی مہربانی کو ماپنے کے لیئے آپ لوگوں نے غلط پیمانے بنا لیئے ہیں۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ کی مہربانی پیسے کا نام ہے' مگر اللہ کی مہربانی غریبی کا نام بھی ہے' اللہ کی مہربانی وطن کا نام ہے اور اللہ کی مہربانی پردیس کا نام ہے' اللہ کی مہربانی صحت کا نام ہے اور اللہ کی مہربانی بیماری کا نام ہے۔ اللہ کی مہربانی یہ ہے کہ انسان زندہ رہے اور اللہ کی مہربانی یہ بھی ہے کہ انسان زندگی سے باہر ہو جائے۔ اب اللہ کے باقی اسماء یہاں آپ کے کام آئیں گے۔ یہاں ایک طرح کی مہربانی ہے اور وہاں اس کے برعکس اور طرح کی مہربانی ہو گی۔ ایک شخص کہتا ہے کہ بڑی مہربانی ہوئی کہ ہمارے ہاں کھانے پکے اور ہمارے ہاں لنگر خانے بن گئے۔ دوسرا کہتا ہے کہ بڑی مہربانی ہو گئی کہ چار دن سے کھانا ہی نہیں پکا۔ اس سے پوچھا پھر کیسے گزارہ کرو گے تو اس نے کہا کہ وہ آپ ہی ہمارے پاس ہے۔ اب آپ اپنے آپ کو روٹین سے نکالو تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ مگر آپ کو بات سمجھ تو آتی ہے لیکن پیسوں کی پوٹلی ہاتھ سے جانے نہیں پاتی۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے چل رہے ہیں۔ ایک طرف جہاں اللہ ہے تو عین اس کے برعکس بھی اللہ ہی ہے۔ یعنی دن کے ظہور کا وقت ہے تو رات بھی اس کے ظہور کا حصہ ہے۔ تو آپ کبھی رات کو غلط نہ کہیں۔ زندگی جو ہے وہ اس کا احسان ہے اور موت بھی اس کا احسان ہے' یادداشت' قوتِ یادداشت

اور حافظہ بڑا احسان ہے اور بھول جانا اس سے بھی بڑا احسان ہے' اگر بھول جانا نہ ہو تو ایک غم' پرانا غم' ہمیشہ کے لیئے غم رہ جاتا۔ بھول جانا غم کا صفایا کر دیتا ہے۔ مثلاً" ایک بڑا غم تھا' ابھی ابھی انسان رو رہے تھے اور پھر خاموش ہو گئے۔ خدانخواستہ کسی کا باپ فوت ہو جائے تو وہ رُوتا ہے' پھر تو زندگی کا چلنا ناممکن ہے' وہ شخص غم میں رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد غم ایسا بدلتا ہے کہ غم کا خیال ہی نہیں رہتا۔ پہلے غم ہوتا ہے' پھر قبر کی تیاری ہوتی ہے۔ قبرستان بھیجنا پڑتا ہے۔ ساتھ ساتھ روتا جاتا ہے کہ باپ فوت ہو گیا۔ تو پھر لوگوں نے اسے رونے سے الگ کر دیا اور وہ کفن دفن اور قبر کی تیاری میں لگ جاتا ہے' جنازے کے لیئے مولوی صاحب کا انتظام کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ بے چارہ افراتفری میں پڑ جاتا ہے اور غم بھول جاتا ہے۔ ادھر وہ باپ کی موت کے غم میں ہوتا ہے اور ادھر لوگ پوچھتے ہیں "قل" کا کیا پروگرام ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب مرضی کر لو۔ اب وہ رو رہا ہوتا ہے اور ادھر سے ایک دوست آ جاتا ہے کہ کچھ کھانے پینے کا بھی انتظام کیا ہے' کوئی دیگ پکائی ہے کیا؟ تو اس طرح سارے لوگ اپنے کاروبار کرتے کرتے اس بے چارے کے غم کو برباد کر دیتے ہیں۔ تو یہ بھی اللہ کریم کا ایک احسان ہے کہ غم بھول جاتا ہے ورنہ غم جو ہے وہ آپ کے لیئے قیامت بن جائے بلکہ تباہی بن جائے۔ تو جہاں دنیا خوشی دیرپا نہیں رہنے دیتی وہاں غم بھی دیرپا نہیں رہنے دیتی! تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی وہ بھی ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں اور وہ بھی ہے جو آپ سمجھ نہیں رہے ہوتے۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ آپ لوگ دعائیں کیسے مانگتے ہیں۔ آج آپ اپنی دعاؤں کا

ترجمہ بھی سن لو۔ "یا اللہ ہم پر مہربانی نہ کر" جس چیز کو آپ مہربانی کے طور پر مانگ رہے ہو وہ عین ممکن ہے کہ نامہربانی ہو۔ آپ دعا مانگتے ہیں کہ "یا اللہ یہ دے دے" اگر اللہ دعا منظور کرنا شروع کر دے تو انسان کہے گا کہ یا اللہ پیسے دے دے۔ تو وہ اللہ سے نامہربانی مانگتا ہے' پھر کہتا ہے یا اللہ پیسے والا منصوبہ پورا ہو جائے' یا اللہ دوسرا منصوبہ بھی پورا ہو جائے' یا اللہ یہ جو بل پھنسا ہوا ہے یہ بھی آ جائے' یا اللہ برا دشمن بھی تباہ ہو جائے۔ تو سمجھو کہ آپ نے اللہ کے علاوہ اللہ سے سب کچھ مانگا ہے۔ تو آپ نے اللہ سے کیا مانگا کہ یا اللہ ہم پر تو نامہربانی کر۔ اگر ایک آدمی کے پاس مناسب مقدار میں مال ہے اور نامناسب اظہار غریبی کر رہا ہے تو سمجھو وہ تباہ ہو گیا۔ میں نے کیا کہا؟ جس کے پاس رزق مناسب ہے اگر وہ کہے کہ غریب ہوں' میرے پاس کیا ہے' بڑی مشکل سے ہی گزارہ ہو رہا ہے تو جس کے پاس مناسب مقدار میں مال ہے اور نامناسب اظہارِ غریبی کر رہا ہے تو ایسا آدمی برباد ہو گیا۔ اللہ دینے والا ہے اور وہ سب جانتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پیسے کی مار دیتا ہے۔ پیسے کی مار یہ ہوتی ہے کہ اسے یہودی بنا کے مارتا ہے' سونا ہی سونا' چاندی ہی چاندی' اور ایمان سے خارج۔ یہ یہودیوں والی مار ہے۔ جس شخص نے اپنی دولت کو ہونے کے باوجود کم بیان کیا اس کو یہ مار پڑ جائے گی کہ اس کا مزاج یہودی والا بنا دیا جائے گا۔ یہودی کا مزاج کیا ہوتا ہے؟ پیسہ ہی پیسہ' سونا ہی سونا' چاندی ہی چاندی اور اس کے اندر اندھیرا ہی اندھیرا' بے ایمانی ہی بے ایمانی۔ اس لیئے آپ لوگ یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی دوسری صفت اہم ہے۔ قہار بھی

بہت پیارا لفظ ہے' اور رحمان بھی بہت پیارا لفظ ہے۔ وہ اگر ستم کرے تب منظور' کرم فرمائے تب منظور۔ بس تعلق قائم ہونا چاہیئے۔ اور اگر تعلق قائم ہے تو پھر جو وہ چاہے منظور' صحت دے تو منظور' بیماری دے تو منظور' زندگی دے تو منظور۔ وہ ساتھ رہے تو ہر شے منظور اور اگر جدائی ہو تو پھر بادشاہی بھی نامنظور کر دینا۔ فرعون کون ہے؟ جو اللہ سے جدا ہے اور بادشاہی میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کون ہیں؟ وہ جو دنیا سے الگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اس لیئے آپ اپنی یوں اصلاح کریں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت یہ مانگا کریں کہ یا اللہ ہمیں وہ چیز دے جو تجھے پسند ہو۔ اپنے مال کو گنا نہ کرو' اس سے پہلے کہ چیزیں چھن جائیں آپ چیزوں کو چھوڑ جائیں' یہ پیشے' یہ کاروبار' یہ زندگی سب ہماری اپنی ذات تک ہیں۔ جب آپ اس شہر سے باہر نکلیں گے تو سارے برابر نکلیں گے۔ یہ شہر کون سا ہے؟ یہ پہچان کا شہر ہے' شہر لباس کا نام ہے' گھر کا نام ہے اور ایک دن گھر سے آپ نکل جائیں گے' لباس سے آپ باہر ہو جائیں گے' زندگی سے نکل جائیں گے۔ آگے ایسا شہر ہے جس میں آپ سب ایک لباس میں جائیں گے۔ وہ شہر جو بھی ہے' اس کا نام کچھ بھی رکھ لو' چاہے شہرِ غریباں رکھ لو تو اس میں ایک ہی لباس ہے۔ وہاں نہ پیشہ ساتھ جاتا ہے اور نہ پیشے کی کمائیاں ساتھ جاتی ہیں۔ وہاں صرف اللہ تعالیٰ کی یاد ہی ساتھ جاتی ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑے دھیان کے ساتھ چلا کرو اور ہر حال میں اس سے تعلق قائم رکھا کرو۔۔۔۔۔۔

سوال :۔

اصل میں اللہ کی رحمت کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔

رحمت وہ ہے جب دل اللہ کی یاد سے معمور ہو اور تباہی وہ ہے جب اللہ کی یاد نہ ہو۔ دل اگر اللہ کی یاد سے غافل ہے تو پھر برباد ہی برباد ہے اور دل میں اللہ کی یاد ہے تو آباد ہی آباد ہے۔ اللہ کی یاد کیا ہوتی ہے؟ اللہ کے ہر فیصلے کو خاموشی سے تسلیم کرنا اور اللہ جس راستے سے گزارے اس سے گزر جانا۔ اگر وہ آپ کے ہاتھ میں چلنے کے لیئے چھڑی دے دے تو آپ چھڑی لے کر چلیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کہا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو انہوں نے کہا چھڑی ہے۔ اللہ نے پوچھا کہ اس سے کیا کرتے ہو تو انہوں نے کہا بھیڑ بکریوں کے لیئے درختوں سے پتے توڑتا ہوں۔ تو پیغمبروں نے بادشاہی کی' ان کے تذکرے ہیں' اللہ سے ہم کلام بھی ہوئے اور کنوئیں میں بھی رہے' یوسف علیہ السلام کنوئیں میں بھی تھے' جیل میں بھی تھے' بدنامی بھی ہوئی۔ مولوی غلام رسول صاحب نے یوسف زلیخا کا بڑا خوب صورت واقعہ لکھا۔ پیغمبر کی بینائی بھی گئی' یعقوب علیہ السلام کی بینائی بیٹے کی جدائی میں چلی گئی اور جب بیٹے کی خوشبو آئی تو بینائی واپس آگئی۔ پیغمبر آرے سے چیر دیے گئے' مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔ تو پیغمبروں کے ساتھ کیا کیا واقعہ نہ ہوا۔ کبھی آپ غور کریں تو یہ بڑی عجیب و غریب بات ہے اور اللہ کی طرف سے ان پر سلام آیا ہے۔ وسلام علیٰ نوح اور اگر اللہ سلام بھیجے تو اس سے بڑی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اس لیئے ہوا کہ انہوں نے اللہ کے آگے اُف نہیں کی۔

زخموں پہ زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے یہ دل لگی نہیں

اس لیئے ان پر اللہ کی طرف سے سلام آتا ہے اور اللہ سلام بھیجے تو اور کیا چاہیئے۔ اور آپ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا مال اکٹھا کرتے ہیں اور دنیا کے اندر برباد ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔ آپ گھر میں کسی فن کار کی تصویر لگاتے ہیں' مائیکل اینجلو کی تصویر لگاتے ہیں یا کوئی اور آرٹ' تو کچھ عرصہ بعد پتہ چلتا ہے کہ آنکھیں خراب ہو گئیں' بینائی کمزور ہو گئی اور تصویر وہیں رہ گئی اور دیکھنے والی نظر کمزور ہو گئی۔ گھر میں گلاب کے پھول لگائے اور پھر وہ وقت آیا کہ نہ نگاہ کام کرتی ہے اور نہ خوشبو آتی ہے۔ اب بے چارہ گلاب کیا کرے گا۔ ہر چیز ہونے کے باوجود ان ہونی ہو جاتی ہے۔ پیسہ انسان رکھتا ہے کہ کھانے پینے کے کام آئے گا اور کچھ عرصہ بعد آپ کا کھانا پینا ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے' ایک ڈاکٹر آئے گا اور کہے گا کہ نمک کم کر دو' دوسرا کہے گا چینی بھی کم کر دو حتیٰ کہ ہر شے کم کر دو۔ یہ ڈاکٹر ایسا معاملہ کرتے جائیں گے۔ پھر پیسہ کس کام آیا؟ کیا پیسے سے کبھی صحت آئی ہے؟ پیسے سے کبھی بیٹے پیدا ہوئے ہیں؟ پیسے سے کبھی بیٹیوں کو اچھا رشتہ ملا ہے؟ پیسہ آپ نے دیا کہ بیٹیوں کے گھر اچھے آباد ہوں اور جس بیٹی کو پیسہ نہیں دیا گیا کیا اس کا گھر اچھا آباد نہیں ہوا؟ کیا پیسے سے آبادیاں ہوتی ہیں؟ بزرگوں سے آبادیاں ہوتی ہیں؟ آپ سمجھتے ہیں کہ پیسوں سے آبادیاں ہیں' بیٹیوں کو

پیسے کے ساتھ آباد کرتے ہو اور دامادوں سے بھی پیسے لیتے رہتے ہو۔ اصل میں کیا ہونا چاہیئے۔ پیسے اللہ کے' مال اللہ کا' بندہ اللہ کا اور اللہ جو چاہے کرے آپ کو سب منظور ہونا چاہیئے۔ کسی بات کا گلہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اصل میں یہ اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔

سوال :۔

اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہیئے؟

جواب :۔

دعا یہ مانگنی چاہیئے کہ یا اللہ مجھے تو اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' مجھے تو اپنے فیصلوں پر کاربند رہنے کی توفیق دے اور مجھے یہ حوصلہ عطا فرما کہ میں اپنا مال جو تیرے فضل سے ملا ہے تیری راہ میں خرچ کر سکوں' یا اللہ مجھے حوصلہ عطا فرما کہ میں بچوں کی طرف بھی رجوع کروں اور ماں باپ کی طرف جانے کے لیئے بھی قدم اٹھاؤں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسا ضرور مانگنا کہ یا رب العالمین مجھے حوصلہ عطا فرما تاکہ میں تیری دی ہوئی نعمتوں کا برملا شکر ادا کر سکوں' مخفی شکر نہیں بلکہ برملا شکر ادا کر سکوں۔ مثلاً" یہ کہ اللہ نے مجھے پیسہ دیا۔ آپ کبھی چھپا کر یہ بات بیان نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے' وہ دیتا ہے اور آپ اس سے بھی اس کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپاتے ہو۔ یہ اس کی مہربانیاں ہیں۔ تو دعا کیا مانگنی چاہیئے؟ وہ جو میں نے آپ کو بتائی ہے۔ تین چار بنیادی دعائیں میں نے آپ کو بتائی ہیں کہ اللہ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی ہوں اور تو بھی راضی رہے' اللہ تعالیٰ جو کچھ تو نے دینا ہے وہ بِن

مانگے دے دے اور جو کچھ نہیں دینا ہے اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے' یا رب العالمین اگر پیسہ دے تو پھر اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دے۔ اور اگر تو آزمائش سے گزارنا چاہتا ہے تو صبر کی توفیق دے۔ یا رب العالمین ہمیں یہ دنیا دیکھنے کا موقعہ بھی دے اور دنیا چھوڑنے کا حوصلہ بھی دے۔ یا اللہ آخری دم تک ہمارے قواء مضمحل نہ ہوں اور ہم چلتے پھرتے ہی تیرے پاس آ جائیں اور یہ نہ ہو کہ لوگ گھسیٹ کے' اٹھا کے' آپ کے پاس لے آئیں۔

تاڑی مار اُڈا نہ باہو اسی آپ ای اڈن ہارے ہُو

یا اللہ ہمیں انسانوں کے خوف سے بچا' یا رب العالمین ہمیں انسانوں کے ظلم سے بچا' تو ہمیں اپنا ہی بنا کے رکھ' سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ یا رب العالمین تو ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما اور ہمیں یہ محبت بخش۔ یا اللہ ہماری حفاظت کرنا اور خود ہی تو مہربانی کرنا۔ سب سے اچھا وظیفہ "الحمد للہ" ہے کہ یا اللہ کیا تیری مہربانیاں ہیں' تو نے دنیا کا مجھے اتنا جلوہ دکھایا' یہ سب تیری مہربانی ہے' تیرا انعام ہے کہ تو نے مجھے مسلمان بنایا ہے' یہ تیرا شکر ہے' اور انسان بنایا' تیرا شکر ہے' اور اچھے زمانے میں پیدا کیا' تیرا شکر ہے' اور اپنے محبوب پاک ﷺ کی امت سے پیدا کیا' تیرا شکر ہے' اور اپنی یاد سے ہمارے دل کو معمور کیا' تیرا شکر ہے' تو نے ہمیں آباد کیا' شکر ہے' اور ہمیں دنیا کے بوجھ سے آزاد کیا' شکر ہے' تو نے اپنی طرف ہمیں رجوع کرایا' شکر ہے' یہاں رکھا تیرا شکر ہے اور بلا رہا ہے' تب بھی تیرا شکر ہے۔

سوال :۔

اللہ کی خشیت یا خوف کیا ہے؟

جواب :۔

اللہ کا ڈر وہ ہے جو محبت کا ڈر ہے کہ اللہ ہم سے خفا نہ ہو۔ تو محبت میں خشیت ہوتی ہے۔ تو خشیت یہ ہوتی ہے کہ مل کے بھی روتے ہیں اور فراق میں تو روتے ہی ہیں۔ کبھی آپ نے محبت کرنے والوں کو دیکھا کہ جدا ہوئے تو رو رہے تھے اور اب جب ملاقات ہے تو پھر کیوں روتے ہیں۔ یہ خشیت ہے۔ اس لیئے روتے ہیں کہ پھر جدائی نہ ہو جائے۔ وہ "نَے" یعنی بنسری جس کے اندر فریاد ہے' نغمہِ نَے ہے' نالہ ہے' فریاد ہے' الفراق ہے' اور ہُدہُدِ فرخندہ فالِ عشق ہے۔ تو خشیت کیا ہے؟ وہ عشق اور محبت ہے اور جس دل کے اندر عشق نہیں ہے' اس کو کیا پتہ کہ خشیت کیا ہے۔ رونا' شب بیداری اور آہِ سحرگاہی خشیت ہے۔ بچہ بھی روتا ہے کیونکہ کھلونا ٹوٹ گیا' اس کو دس روپے کا اور کھلونا لا دو تو پھر رونا ختم ہو جاتا ہے۔ یہ خشیت نہیں ہے کیونکہ بچے کا رونا کھلونے کے لیئے ہے اور انسان جب غریب ہونے کے ڈر سے روتا ہے تو وہ خشیتِ الٰہی نہیں ہے۔ زمانے کے حالات کے غم سے جو روتا ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ جو بیٹوں کے خوف سے روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے' غریبی کے خوف سے جو روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے' بیماری کے خوف سے جو روتا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ اس لیئے روتا ہے کہ یا اللہ سب کچھ چھن نہ جائے۔ اس کو یہ خوف ہوتا ہے۔ یہ خشیت نہیں ہوتی۔ خشیت کیا ہے؟ کہ یا اللہ تیرے احسانات اتنے ہیں کہ

گنوا نہ سکیں۔ محبت کا معنی جو ہے وہ خشیت ہے۔ جس میں خشیت آ گئی اس میں سے خوف نکل گیا اور وہ لا خوف میں آ گیا۔ اب دعا کریں۔ یا رب العالمین! جتنا ہم نے یہاں وقت گزارا ہے تیرے فضل سے گزارا ہے' بس تو ہم سے ناراض نہ ہونا' تیری یہی مہربانی ہے' ہم پر راضی رہنا تیری مہربانی ہے' ہم پر مہربانی کرنا' ہم پر نوازشیں کرنا' ہمیں سرفراز فرمانا' ملکی سطح پر ہمارے حالات بہتر کر' یا رب العالمین قوم پر یہ جو وقت آیا ہے' یہ آسانی سے ٹل جائے اور ملک کے حالات بہتر ہو جائیں' تو ہماری ہر چیز اپنی نگاہ میں رکھ' یا رب العالمین ہمیں دین کی خدمت کے لیئے کچھ موقع عطا فرما' اللہ تعالیٰ زندگی اتنی طویل رکھنا جتنی صحت کے ساتھ ہو۔ یا اللہ تو نے جو مہربانی کی ہے' جو احسانات کیئے ہیں' جو نوازشیں کی ہیں' جو انعام دیے ہیں اور جو رزق دیا ہے وہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ یا رب العالمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

.... ☆ ....

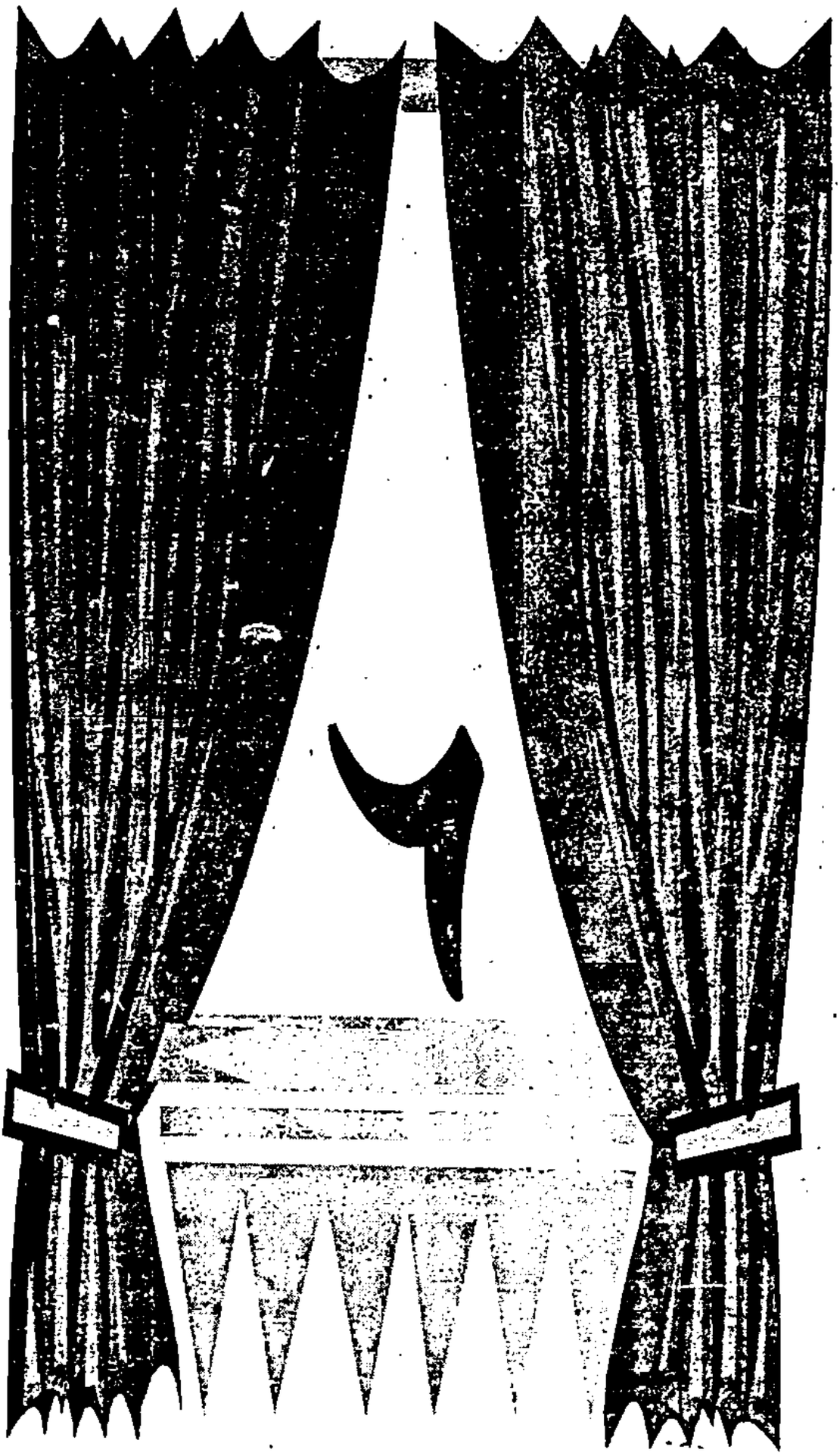

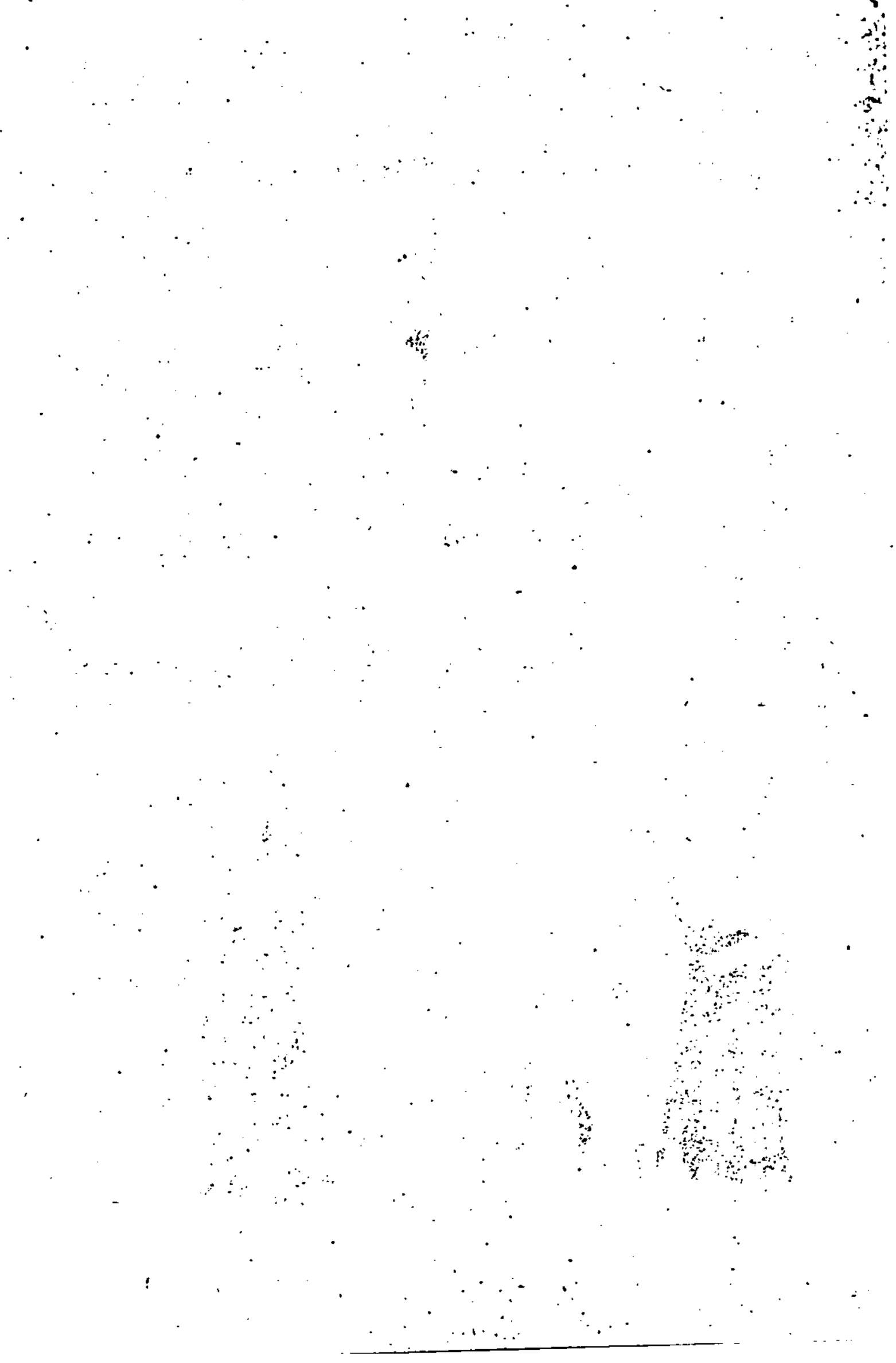

۱ اللہ کی راہ پر چلنے والے کے لیئے اپنی خواہش کے لیئے کس حد تک دعا کرنی چاہیئے؟

۲ یہ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ خدا بندے کی تلاش میں ہے؟

۳ شکر کی کیا کیا صورتیں ہوسکتی ہیں؟

۴ کیا ہمیں تبلیغ کرنی چاہیئے؟

سوال :۔

اللہ کے راستے پر چلنے والے کے لیئے اپنی خواہش کے لیئے کس حد تک دعا کرنی چاہیئے؟

جواب :۔

پہلے تو یہ دیکھیں کہ تکلیف کو دور کرنے کے لیئے دعا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بڑے غور والی بات ہے کہ ہم تکلیفوں کو دور کرنے کی دعا کرتے ہیں' علاج پوچھتے ہیں اور مسئلے حل کرتے ہیں۔ ہم بزرگوں کی' اولیاء کرام کی اور شہدائے کرام کی تعریفیں کرتے ہیں کہ وہ تکالیف میں سے اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے ساتھ آرام سے گزر گئے اور ہم خود بے تاب ہوتے ہیں کہ تکلیفیں دور ہو جائیں۔ اب یہ مسئلہ جو ہے بڑا غور طلب ہے۔ اس میں دو تین باتیں ہیں جو سمجھنے کے قابل ہیں۔ خواہش کے پورا ہونے کی دعا کو آپ بڑی اہمیت دیتے ہیں کہ خواہش جو ہے پوری ہو جائے اور خواہش کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ جب وہ خواہش پوری نہ ہو تو تکلیف ہوتی ہے۔ اس میں Main point ' غور والا نکتہ یہ ہے کہ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات آپ کو اپنی خواہشات کا حاصل ہی

پریشان کرتا ہے۔ گناہ خواہش کے حاصل ہونے کا نام ہی تو ہے۔ جس آدمی کو یہ یقین نہ ہو کہ میری خواہش مجھے کہاں لے کے جائے گی اس کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ خواہش پر اصرار کرے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو دنیاوی کاروبار میں مصروف ہیں' آسودہِ کاروبار ہے اور کامیاب ہیں' ان کے پاس کسی دینی فریضے کو ادا کرنے کا وقت نہیں ہے اور اس کے لیئے دعا کرتے جاتے ہیں۔ بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ زندگی گزارنے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو اللہ پر چھوڑ دیا جائے یا اپنی حفاظت خود کی جائے۔ انسان جب بے بس ہو جاتا ہے اور خواہش نہیں چھوڑتا تو پھر دعا کے لیئے پکارتا ہے۔ جو کام آپ کر سکتے ہیں وہ تو کرتے رہتے ہیں مثلاً" کھانا کھا لیتے ہیں' پکا لیتے ہیں اور یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ کھانا دے کیونکہ خود پکا لیتے ہیں۔ تو جو کام آپ کر سکتے ہیں' وہ کرتے جاتے ہیں۔ آپ کو نیند آتی ہے اور آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ کوئی چارپائی دے دے کیونکہ چارپائی پڑی ہوتی ہے اور آپ سو جاتے ہیں۔ تو وہ کام جو آپ کر سکتے ہیں کرتے ہی رہتے ہیں اور وہ کام جو آپ کرنا چاہتے ہیں اور کر نہیں سکتے اس کے لیئے آپ دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں۔ بعض اوقات اللہ دعا پوری نہیں کرتا تو پھر آپ گھبرا جاتے ہیں۔ بہشت میں داخلے کے وقت اگر کسی سے ملاقات ہو تو آپ پوچھیں کہ تم بہشت میں کیسے آئے؟ تو وہ یہ کہے گا کہ میری بہت ساری خواہشیں پوری نہیں ہوئیں اور میں بچ کے یہاں آ گیا' جن کی خواہش پوری ہوئی وہ دوسری طرف جا رہے ہیں۔ آپ کی خواہش دنیا کے اندر خوشی حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کو مرنے کی

خواہش ہو بلکہ وہ لمبی زندگی چاہتا ہے۔ اگر ایک باپ ہے اور ایک بیٹا ہے تو وہ دونوں طویل زندگی کی خواہش کریں گے۔ تو وہ دونوں چاہتے ہیں کہ مجھ سے پہلے دوسرا مرے۔ تو لمبی زندگی کی خواہش کیا ہے؟ باپ کہتا ہے میری عمر دراز ہو یعنی کہ میرے سامنے باقی لوگ مرجائیں اور اولاد کہتی ہے کہ ہماری عمر دراز کر کہ ہمارے سامنے بزرگ مرجائیں۔ یہ تو کوئی کہہ نہیں سکتا کہ دونوں کی عمر دراز کر' ہم دونوں کے علاوہ باقی سارے مر جائیں یا کوئی بھی دنیا میں نہ مرے۔ تو یہ ہو نہیں سکتا۔ سارے مرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس لیئے آپ کی دعائیں کنفیوژن پیدا کرتی ہیں اور آپ کو محسوس نہیں ہوتا کہ بات کیا ہے اور قصہ کیا ہے؟ پیغمبروں کے درجات اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتے کے درجات ہیں اور اللہ کے حکم کو قبول کرنے کے درجات ہیں۔ اب یہاں ایک مقام غور والا ہے اور مسلمانوں کو اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی۔ پہلے زمانے میں اللہ کریم کا اور طرح کا نظام تھا' پیغمبر آئے' جب تک تعلیم رائج رہی' ان کا اثر رہا۔ لوگ کنفیوز ہونے لگے تو نیا پیغمبر آ گیا۔ اگر لوگوں کو کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبر بھیج دیا۔ اس نے دین کو Renew کر دیا۔ پھر لوگ ذرا اور کنفیوز ہونے لگے تو پھر نیا پیغمبر آ گیا اور وہ لوگوں کے خیال کو Renew کرتا گیا۔ اللہ کی فطرت کی طرف سے اب جب اسلام آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ اب ہم نے آپ کو فائنل بات دے دی ہے اور ہم نے تجدید کے لیئے' Renew کرنے کے لیے نیا بندہ نہیں بھیجنا۔ یہاں سے آ کے مسلمانوں کے ساتھ ایک نئی بات شروع ہو گئی کہ جب خیال کنفیوز ہو جائے تو بندہ پھر بھی موجود ہوتا ہے'

Available ہوتا ہے کیونکہ آخری پیغمبر آ گئے۔ اب آپ اگر کنفیوز ہو جائیں اور اسلام سمجھ نہ آئے تو پھر بھی رجوع ادھر ہی کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو رجوع مستقبل کی طرف کرنا پڑتا تھا کہ انتظار کرو تاکہ کوئی نیا آدمی آ جائے۔ اب کسی نئے آدمی کا انتظار نہیں ہو گا' نئی تعلیم کا انتظار نہیں ہو گا' اب تعلیم وہی رہے گی جو ہے اور اب نظام وہی رہے گا جو ہے۔ اب زندگی نئی ہے' لوگ سائنس میں ترقی کرتے جائیں گے' ہونا یہ چاہیئے کہ مذہب میں بھی نیا نظام آنا چاہیئے کہ آپ کی مغرب کی نماز وہاں پڑھی جائے گی' آپ کی عشاء کی نماز وہاں پڑھی جائے گی' ہوائی جہاز کے زمانے ہیں' Space age ہے' تیز رفتاری ہے' آج کا انسان بہت مصروف ہے' کمپیوٹر لائف ہے' چلو اس طرح کرو کہ نمازوں میں کمی کر دی جائے' دو نمازیں کافی ہیں کیونکہ آج کا انسان بہت مصروف ہے' Busy ہے لیکن دین کے اندر کوئی کمی بیشی نہیں ہو گی۔ تو آج کا تیز رفتار انسان ست رفتار مذہب میں پریشان ہو رہا ہے۔ یہ بات آج کے مسلمان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ہے کیا؟ جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان کے پاس اتنا ٹائم کیسے ہوتا ہے؟ ان کے پاس پورا ٹائم ہے! اور جو نہیں پڑھتے ان کے پاس وقت ہی کم ہوتا ہے' اِدھر دن ہوا' اُدھر شام ہو گئی اور زندگی تمام ہو گئی۔ وقت ہی کوئی نہیں ہے اور جس کے پاس نماز ہے اس کے پاس وقت بہت ہوتا ہے کہ ابھی تو ظہر ہے' پھر عصر ہے اور پھر مغرب ہے۔ وقت کی رفتار' انسان کے عمل کے ساتھ ساتھ بڑھتی کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ جس آدمی نے ملازمت کرنی ہے' اس کو صبح سے شام تک دفتر کا کام ہوتا ہے' پتہ چلتا ہے کہ اس کے بعد چھٹی کا دن ہے۔ یہ اس

کے لیئے ہے جو آدمی ہمہ وقت مصروف رہنے والا ہے۔ سائنس کے زمانے میں انسان کو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ ذہن کیوں Develop نہیں ہوا؟ اب اس کی ڈیویلپمنٹ یہی ہے کہ یہ ویسے ہی رہے گا۔ اب ہمارے پاس تعلیم کا ذریعہ ماضی کے بزرگ ہیں اور ماضی کے واقعات ہیں کیونکہ اسلام کے آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی مستقبل کی نشان دہی نہیں کی ہے بلکہ صرف ماضی کی نشان دہی کی ہے کہ یہ پہلی امتوں کا حال ہے' یہ ان کے واقعات ہیں اور یہ نہیں کہا کہ اب کوئی نئی چیز آئے گی۔ تو ماڈرن انسان جب بزرگوں کے' اولیاء کرام کے اور پیغمبروں کے واقعات پڑھتے ہیں تو ان میں ایک چیز نوٹ کرتے ہیں کہ وہ سارے کے سارے ایک کام ضرور کرتے تھے اور وہ یہ کہ راضی ضرور تھے' تسلیم و رضا کے بندے تھے' تسلیم و رضا کا مطلب ہے کہ جو تیری مرضی ہے وہی ہماری مرضی ہے۔ اگر آپ مرضی نہ تسلیم کریں تب بھی اس نے اپنی مرضی کرنی ہے۔ اگر آپ راضی نہیں ہیں' تو آپ کتنا ہی دفاع کر لیں' میں علاج کو دفاع کہتا ہوں' آپ بیماری کا جتنا علاج کر لو مگر ایک وقت کے بعد ہر شخص کو کمزوری ہو جائے گی چاہے وہ طاقت کی دوائیاں کھاتا ہو۔ تو کمزوری نے آ جانا ہے۔ اگر کوئی ڈاکٹر آنکھوں کا ایکسپرٹ ہو تو بھی اس پر موتیا اتر آئے گا۔ یہ موتیا کہاں سے اترتا ہے؟ یہ کمزوری کی بات نہیں ہے بلکہ یہ عمر بڑھنے کی اناؤنسمنٹ ہے اور یہ خود بخود ہی ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب طاقت ور قواء میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے' بھاگنے دوڑنے والا انسان بھاگنے دوڑنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب آنکھیں کمزور ہو جائیں تو چہروں کے چراغ مدھم ہو جاتے ہیں اور چہرے

نظر نہیں آتے۔ ایک آدمی نے گھر میں باغ لگایا اور اس کو بڑی خواہش تھی کہ گھر میں گلاب کھلیں۔ پھر گلاب کھلے۔ وہ آدمی اب کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ ایک زمانے میں میری خواہش تھی کہ میرے گھر میں گلاب ہوں' اب میری خواہش آخری عمر میں پوری ہوئی ہے مگر اب میری Smell خراب ہو گئی ہے' قوتِ شامہ کو پتہ نہیں چلتا کہ گلاب کی خوشبو کیا ہے اور میری بینائی بھی کمزور ہو گئی ہے کہ گاب کا رنگ بھی نظر نہیں آتا' گلاب حاصل تو ہو گیا لیکن عمر ہاتھ سے نکل گئی۔ انسان کا یہی ایک واقعہ ہے کہ آپ جو چیز اللہ سے مانگتے ہیں وہ آپ مانگتے ہی چلے جائیں۔ آپ کہتے جائیں کہ یہ یہ چیز ہونی چاہیئے' ہوتے ہوتے ایک دن ایسا آتا ہے کہ آپ خود نہیں رہتے۔ اس کا راز کیا ہے؟ سب سے بڑا غم' سب سے بڑی خوشی میں ملتا ہے۔ جتنی بڑی خوشی ہے' اس نے اتنا بڑا غم بننا ہے۔ خوشی کو آپ بیٹی کہہ لیں تو اس نے جدا ہو جانا ہے۔ جتنی پیاری بیٹی ہو گی اتنا بڑا غم دے کے جائے گی۔ غم اسی سے نکلے گا جس سے خوشی ہے۔ کوئی خوشی ایسی نہیں جو ہمیشہ رہ جائے' کیونکہ وہ رہ سکتی نہیں ہے۔ اگر رہ جائے تو وہ خوشی نہیں ہے۔ صرف ایک خوشی ایسی ہوتی ہے جو ہمیشہ رہتی ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر کی خوشی اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی خوشی۔ جو اس کے فیصلوں پر راضی رہ جائے' اس کو غم کوئی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فیصلے اس کے ہیں اور یہ فیصلے آپ کے تو نہیں ہیں۔ اب جو آدمی اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو جائے اس کے لیئے دعا کیا ہے اور تکلیف کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو وہ واقعات دے دیے ہیں جو آپ نے دعا سے لینے

تھے۔ کوئی آدمی یہ دعا نہیں کرتا کہ مجھے راستے میں نظر آئے کیونکہ آنکھیں ہیں اور آپ کو نظر آ جاتا ہے۔ تو آپ یہ دعا نہیں کرتے کہ یا اللہ مجھے راستہ نظر آ جائے' یا اللہ لقمہ میرے منہ میں چلا جائے۔ یہ تو آپ روز کرتے رہتے ہیں۔ تو جو کام آپ کر سکتے ہیں اس کے لیئے دعا نہیں کرتے اور جو نہیں کر سکتے اس کے لیئے دعا کرتے ہیں۔ یہاں دو قسم کے لوگ ہوں گے یا تو راضی ہو جاؤ یا کام خود کر لو۔ یا تو درویش ہو جاؤ یا پھر مالک مانے یا نہ مانے وہ کام کر کے رہو۔ اس اطاعت میں بھی بغاوت ہے۔ جو کام آپ نے کر کے رہنا ہے تو پھر اس کا نتیجہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ حدیث شریف کا حوالہ ہے کہ کبھی اللہ کریم سے دعا کے ذریعے بادشاہت نہ مانگنا۔ اگر دعا کے ذریعے بادشاہت مل گئی تو پھر بادشاہت کی ذمہ داری آپ کی ہو گی۔ اگر وہ عطا کر دے تو وہ خود ہی نبھائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اس حد تک منع کیا گیا ہے کہ یہ دعا نہ کرو۔ ایک واقعہ آپ کو بتاتا ہوں' سمجھ آ جائے گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ایک درویش نے اپنے ایک مرید کو کہا کہ اب تو حج کرنے تو جا رہا ہے مگر جہاں مقبولیت کا مقام آئے وہاں دعا نہ کرنا۔ ایک مقام ہوتا ہے جو مقبولیت کا مقام ہے' جہاں جو دعا کی جائے پوری ہو جاتی ہے۔ اسے کہا کہ جب تم وہاں جاؤ تو دعا نہ کرنا۔ مرید اس مقام پہ پہنچا جہاں دعا کی مقبولیت کا وقت تھا۔ اس نے اپنے شیخ کی بات کو نظر انداز کر دیا اور دعا مانگی تو دعا منظور ہو گئی۔ وہ بات بھول گیا تھا۔ دعا کا اثر ہوا' اس کا ایک بیٹا پیدا ہوا' بڑی مبارکیں دی گئیں' مگر سولہ سال کی عمر میں اس کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ فوت ہو گیا۔ اب وہ شخص مجنونانہ کپڑے پھاڑ کر قبر پر بیٹھ گیا۔ وہی درویش اپنی چھڑی

لے کر پھر قبر پر آ گیا اور پوچھا کہ روتا کیوں ہے؟ اس نے کہا جی بیٹا مر گیا۔ دوریش نے کہا کہ تجھے جو کہا تھا کہ دعا نہ مانگنا کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ تیرے یہ امکانات ہوں گے۔ تو دعا کے ذریعے آپ نے مجبور کر کے یہ کچھ مانگا اور پھر یہ حادثہ گزر گیا۔ اب آپ اس کو برداشت کرو اور رونا بند کرو۔ مدعا یہ ہے کہ آپ لوگ باز نہیں آتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ دیکھو آپ کی کتنی عمر ہو گئی ہے اور اتنی عمر تک ابھی خواہشیں پوری نہیں ہوئیں۔ مگر ایک اور خواہش کا وقت آنے والا ہے کہ وہ آپ سے کہے گا السلام علیکم چلو آپ کا ٹائم اپ ہو گیا ہے۔ مگر آپ سمجھتے ہیں کہ ابھی ٹائم کی Allocation پوری نہیں ہوئی ہے اور آپ نے وہ کام کیا ہی نہیں جس کام کے لیے آپ آئے ہیں۔ مگر پھر آخری وقت آ جاتا ہے جو آپ کے جانے کا ٹائم ہوتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ ابھی تو آ کے بیٹھے ہی ہیں۔ ابھی یہاں ایک خواہش پوری کرنی ہے' اس کے بعد دوسری خواہش شروع ہو جاتی ہے مگر ٹائم بھی دوسرا آ جاتا ہے۔ تو انسان کو اس لیے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اپنی زندگی کو اپنی تصنیف نہ سمجھو' اپنی زندگی کو اپنی تحریر کی ہوئی کتاب نہ سمجھو' اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے رکھو' اور یہ سب سے آسان کام ہے۔ دعا کو پورا کرانا ایک الگ چیز ہے اور تکلیف کو برداشت کر لینا ایک الگ مقام ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ شور شرابہ کریں کہ یہ بیماری ہے اور اس کے لیے دعا کریں' آپ یہ کہیں کہ اب اس کی مرضی ہے اس کو ٹھیک کرے یا نہ کرے۔ کچھ دعائیں وقت کے بعد تاثیر لاتی ہیں۔ اقبالؒ نے ایک شعر کہا تھا۔

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کے فریاد کی تاثیر دیکھ

تو بعض دعاؤں کی تاثیر دیر سے آئے گی۔ اللہ کریم اگر آپ کی دعائیں جلدی سننے لگ جائے' اللہ اگر Simultaneuosly سننے لگ جائے کہ اِدھر دعا مانگی اور اُدھر دعا منظور ہو جائے' ہمارے کام جلدی کرے' جلدی ایکشن کرے اور ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی دے دے تو برائی کی سزا بھی فوری آ جائے گی۔ جب آپ اپنی برائیوں کی سزا فوراً" نہیں لینا چاہتے تو نیکیوں کے معاوضے بھی فوراً" نہ مانگا کرو۔ یا تو اللہ سے کہو کہ ہر چیز فوری کرے' تو عین ممکن ہے کہ برائیاں جلدی سزا پا جائیں۔ اس لیئے آپ یہ کہیں کہ برائیاں ہم نے چھوڑیں اور تُو معاف فرما۔ تکلیف کو برداشت کرنے سے ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

مطلب یہ کہ اگر وہ دکھ دے تو سکھ جو ہے اس کو آپ دکھ پر وار دیں۔ اللہ اگر دکھ قبول کرنے پر راضی رہتا ہے تو وہ دکھ تو ہزار سکھ سے بہتر ہیں۔ اس لیئے اپنے آپ کو بہت پریشان کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آپ پریشانی کو قبول کر لیں' زیادہ شور نہ مچایا کریں کہ بیٹا پیدا ہو اور بیٹی پیدا نہ ہو۔ اگر بیٹا بڑا ہو جائے گا تو پھر آپ کسی اور کی بیٹی مانگیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے کہ آپ بیٹوں کے بعد پھر بیٹیاں مانگیں گے کہ جتنے بیٹے ہیں اتنی بیٹیاں ہونی چاہئیں۔ اگر آپ کے گھر میں بیٹی ہو گئی تو اس میں تکلیف کیا ہے' کیا پرابلم ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے اس

لیئے ہونے چاہئیں کیونکہ بیٹیاں چھوڑ کے چلی جاتی ہیں۔ تو بیٹے بھی تو چھوڑ کے چلے جاتے ہیں' بس بہو آنے کی بات ہے کہ بیٹا گیا۔ یہ چھوڑنا چھڑانا کیا ہے' آپ کی اپنی بینائیاں چھوڑ جاتی ہیں' آپ کی رعنائیاں چھوڑ جاتی ہیں' آپ کا خیال آپ کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے اور آپ کی یادداشت آپ کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے۔ آپ کی یادداشت ایسے چھوڑ جاتی ہے کہ آپ اپنا نام بھی بھول جاتے ہیں۔ آپ کہیں گے کہ کیا نام ہے میرا' اب میرا کیا نام رہ گیا ہے' جن کے دم سے نام تھا وہ نہ رہے تو نام کیا ہے۔ نام بدل جاتا ہے۔ اس سے کہیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ پتہ نہیں میں کون ہوں؟ جب سرفرازی نہ رہی تو "سرفراز خاں" کدھر سے رہ گیا۔ اس لیے تکلیفوں کا ایک ہی علاج ہے اور وہ ہے برداشت کرنا۔ سب سے بڑی قوت انسان کے پاس جو ہے وہ قوت برداشت ہے۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا۔ کہنے لگا مجھے اسمِ اعظم دیں تاکہ میرے بگڑے کام بن جائیں۔ شیخ کہنے لگے کہ اسمِ اعظم میں تجھے کل دوں گا' آج تم سیر تفریح کرو اور کل آ کے اسمِ اعظم لے جانا۔ وہ بڑا خوش ہو کے سیر تفریح کرنے لگا۔ جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا لکڑہارا لکڑی کاٹ کر اپنی کمر پر لاد کر لا رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ بوڑھا آدمی ہے' مشکل سے لکڑیاں کاٹ کے لا رہا ہے' اس کے دل میں آئی کہ شاید میں اس کی کوئی مدد کر سکوں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ شہر کے کوتوال کا وہاں سے گزر ہوا۔ کہنے لگا "بابا یہ لکڑی جو ہے ہمارے گھر میں پہنچا دو"۔ بابا نے کہا اس کی قیمت دے دو۔ اس نے کہا میں کوتوال ہوں اور کوتوال پیسے نہیں دیا کرتا۔ بابا نے کہا ہم پیسے لے

کر ہی لکڑی دیں گے۔ کوتوال نے لکڑی اس سے چھین لی' سزا دے دی اور بابا خاموش دیکھتا رہا' وہ آدمی سکتے میں دیکھتا رہا کہ یہ کیا واقعہ ہے' بڑے ظالم لوگ ہیں اس بستی کے۔ پھر وہ اپنے شیخ کے پاس گیا۔ شیخ نے کہا تم نے کیا دیکھا' صبح تجھے اسم اعظم بھی دینا ہے۔ کہنے لگا میں نے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ ایک بوڑھے کو ایک طاقت ور انسان نے' بااختیار انسان نے مارا۔ لکڑی بھی چھین لی' پیسہ بھی نہ دیا اور سزا بھی دے دی' یہ تو بہت ظلم کی بات ہے۔ شیخ نے کہا تیرے پاس اگر اسمِ اعظم ہوتا تُو تو کیا کرتا۔ کہتا ہے کہ کم از کم میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا۔ شیخ نے کہا دیکھ بات سن! تُو تو یہ ظلم نہ ہونے دیتا اور مجھے اسمِ اعظم اس بوڑھے سے ملا ہے اور وہ میرا پیر ہے۔ تو وہ بوڑھا لوگوں کو اسمِ اعظم دیتا ہے اور خود اتنی برداشت رکھتا ہے کہ مار کھا لی ہے مگر اسمِ اعظم استعمال نہیں کیا۔ تمہارے پاس اگر اسمِ اعظم ہو تو شام سے پہلے تم اس کو بیچ آؤ گے یعنی خواہش پوری کرتے کرتے اسمِ اعظم کا چراغ ہی گل کر دو گے۔ تو اسمِ اعظم جن کے پاس ہوتا ہے ان کے پاس ظرف ہوتا ہے۔ جن کی دعائیں منظور ہوتی ہیں وہ پھر بار بار دعائیں نہیں کرتے بلکہ جب دعا کی تو زمانے بدل گئے۔

داغ سجود تیری جبیں پر ہوا تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

آپ چار سجدے کرتے ہیں اور اللہ کو پانچ لسٹیں پیش کر دیتے ہیں کہ یا اللہ میں تیری نماز پڑھتا ہوں لہٰذا تو میرا کام کر۔ یہ تو پھر کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ کوئی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بس آپ کے کام ہی کرتا جائے۔

آپ لوگ بندہ ہو کے اسے قبول نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ خدا ہو کے آپ کی بات مانے۔ اس لیئے انسان ہونے کی حیثیت سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنے کے بعد جب تُو اس کا ہو گیا تو اس کے بعد تجھے آرزو ہی نہیں رہے گی۔ کہتے ہیں ایک آدمی عبادت کرتے کرتے اس کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔ اللہ نے اسے کہا تیری کیا آرزو ہے؟ اس نے کہا کہ اگر اب میں آرزو بیان کروں تو مجھ سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں ہے' بس یہی آرزو تھی کہ تو پوچھ لے۔ دعا تک رسائی کے بعد دعا مانگنا تو بڑی ذِلّت کی بات ہے۔ جب رسائی ہو گئی ہے تو پھر بِن مانگے تیرے کام ہوتے جائیں گے' پھر تو ہر کام قبول کرتا جائے گا' کچھ تکلیفیں آئیں گی۔ اور وہ تو برداشت کرتا جائے گا' کچھ نقصانات ہوں گے تو وہ بھی تو برداشت کر لے گا' اس لیئے اپنے درجات میں اضافہ کرنے کی بجائے خواہشات کو پورا کرنے کی تمنا کو بدلا جائے۔ مثال میں نے آپ کو دی ہے کہ اگر یہ خواہش ہے کہ آپ اللہ کے سفر پر روانہ ہوں تو پھر یہ بڑی خوب بات ہے۔ اگر خواہش دنیا کی ہے اور یہاں کے معاملات کی ہے تو پھر وہ تو کافروں کی بھی پوری ہوتی جا رہی ہے۔ اس خواہش پہ دعا کو Involve نہ کیا کرو' دعا کو ذریعہ نہ بناؤ۔ دعا یہ کریں کہ آپ پر باطن آشکار ہو جائے۔ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ دنیاوی تکلیف پر شور نہ مچاؤ بلکہ بالکل خاموش رہو۔ یا تو اللہ جانتا ہے یا نہیں جانتا اور اگر جانتا ہے تو مانگو نہیں' اگر نہیں جانتا تو مانگنے کا کیا فائدہ۔ اگر وہ جانتا نہیں ہے تو پھر مانگ کے کیا لینا ہے۔ اگر اس پر آپ کا حال ظاہر ہے تو پھر وہ بِن مانگے عطا کرنے والا ہے' جس نے بِن مانگے تمہیں آنکھیں دی ہیں' نام دیا ہے'

جسم دیا ہے' زندگی دی ہے' خیال دیا ہے' حال دیا ہے' روشنی دی ہے بلکہ سب کچھ دیا ہے تو باقی کام بھی وہ بِن مانگے کرے گا۔ آپ اطمینان سے اس کے راستے پر چلتے جائیں اور جیب میں خواہش کی پرچی نہ رکھیں کہ اللہ جہاں مل گیا اسے کام بتا دیا۔ آپ اپنی آرزوں کو اللہ کے حوالے کریں اور اپنے آپ کو بھی اللہ کے حوالے کریں' اپنی ہمت کر کے حاصل کر لیں' جہاں کہیں مشکل ہو گی وہاں پر خود بخود مشکل کشائی ہو گی۔ بس صرف اس کے راستے پر چلنے کی بات ہے۔ یہ جو فاروقی صاحب نے پوچھا تھا کہ کیا زندگی کے اندر نظاروں سے خیال درست ہو جاتا ہے اور نظاروں سے خیال خراب بھی ہو جاتا ہے؟ آپ یہ دیکھیں کہ کمال کی بات یہ ہے کہ ہمیں نظارے جس دنیا کے ملتے ہیں' اس دنیا کے اندر کافر بھی رہا ہے' پیغمبر بھی رہا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ دونوں کے راستے اسی دنیا کے اندر موجود ہیں۔ ماننے والوں کو اسی دنیا میں ایمان ملتا ہے اور کافر کو اسی دنیا میں کفر ملتا ہے۔ میں نے پہلے دن آپ کو ایک بات بتائی تھی' ایک فقرہ سنایا تھا کہ یہ کائنات جو نظر آتی ہے' آپ کو جو ظاہری باتیں نظر آتی ہیں یہ کائنات عین حقیقت ہے۔ ساری کائنات عکسِ حقیقت ہے۔ اس کائنات کے اندر کچھ بھی باطل نہیں ہے۔ ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا یہ جو کچھ جو تو نے پیدا فرمایا ہے باطل نہیں ہے۔ کائنات حجابِ حقیقت ہے اور یہ بھی ہے کہ کائنات میں حقیقت نظر نہیں آتی۔ اب یہ دونوں باتیں اپنے مقام پر صحیح ہیں کیونکہ یہ خیر اور شر کا بنا ہوا ایک کپڑا ہے' ایک خیر کا دھاگہ چل رہا ہے اور شر کی ساتھ ہی ایک لائن چل رہی ہے۔ اس کے اندر آپ کو ایک تار پر سفر کرنا ہے۔ تو اسی

کائنات میں شر نے پلنا ہے اور آپ نے شر کو چھوڑنا ہے۔ اگر خیر والا انسان آ جائے تو اس کو اس کائنات میں اگر بدی نظر آئے گی تب بھی وہ نیکی کی طرف چلے گا اور جو برا آدمی ہے اس کو پیغمبر ملے گا تب بھی وہ اس کے مقابلے میں کھڑا ہو گا۔ پیغمبروں کے ساتھ لڑنے والے انسان ہی تو تھے۔ اور پیغمبروں پر آج اتنے عرصے کے بعد درود بھیجنے والے انسان ہی ہیں' ان کے ساتھ جنگ کرنے والے کون تھے اور ان پر درود بھیجنے والے کون ہیں۔ آپ لوگوں کے بڑے مقامات ہیں کہ آپ لوگ ان کو دیکھے بغیر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان بالغیب آپ کی مجبوری بھی ہے اور صداقت بھی ہے۔ تو اسی کائنات میں آپ لوگوں کو حقیقت نظر آتی رہتی ہے۔ تو اصل بات کیا ہے؟ حقیقت طلب کا نام ہے اور نظارے کا نام نہیں ہے۔ حقیقت طلبی پیدا ہو جائے تو نظارے خود بخود آپ کے سامنے اپنا رخ ٹھیک کر لیں گے۔ جہاں آپ نے سجدہ کر دیا وہیں پر کعبے کا کوئی نہ کوئی دروازہ کھل جائے گا۔ اگر آپ باغی ہو گئے تو پھر کعبے سے بھی واپس آ جائیں گے یعنی اگر گدھا مکہ مکرمہ چلا جائے تو واپس آ کے گدھا ہی رہے گا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ کا یہ اپنا سفر ہے اور نیک آدمی کو سارا راستہ نیک ہی نظر آتا ہے' برے آدمی کو سارے راستے میں برے نظر آتے ہیں۔ آپ ایک کام کرو' سامنے میز رکھ کر اس پر صرف تاش رکھ دیں اور چپکے سے بیٹھ جائیں' آدھے گھنٹے کے بعد وہاں لوگ کھیل رہے ہوں گے۔ آپ نے وہاں چیز ہی ایسی رکھی ہے۔ اگر شطرنج رکھ دو تو پھر دو چار آدمی بازی لگا رہے ہوں گے۔ تو آپ نے جو کام موجود کیا وہی کام چل پڑے گا۔ اگر آپ کے دل میں نیکی کا خیال شامل ہو گیا تو آپ سارے سفر میں

نیکی تلاش کریں گے۔ اگر ایک آدمی کو قوالی کا شوق تھا اور وہ بے تاب ہو کے گھر سے نکل آیا کہ قوالی سننے کی تمنا ہے' اس کو دور دور سے کہیں آواز نہیں آ رہی' بے چارہ بڑا پریشان' سرگرداں پھرتا ہے' تھوڑی دیر کے بعد وہ دیکھے گا کہ درودیوار سے قوالی کی آواز آئے گی۔ یہ آوازِ دوست نہیں ہے بلکہ یہ اس کی اپنی آواز ہے۔ ستار کے اندر سے آواز کدھر سے آ رہی ہے؟ دوست کی۔ یہ دوست کی آواز اس کے اپنے کان ہیں ؎

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

آواز نہیں ہے لیکن وہ نغمہ سن رہا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو کون سا نغمہ سن رہا ہے تو وہ کہے گا کہ وہ ابھی اس کے اندر سے پیدا نہیں ہوا ہے۔ یہ آپ کے شوق کی بات ہے۔ اور اگر شوق نہ ہو تو کہتا ہے کہ لاہور میں کوئی کام کا بندہ ہی نہیں ملتا' لاہور بھی کوئی شہر ہے؟ اور اگر دیکھو تو سارا شہر ہی نیک لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ لاہور میں سینما ہال گنوا لو تو بہت ہیں اور اگر آپ مزار گننے لگ جاؤ تو داتا صاحبؒ' میاں میر صاحبؒ' پھر گنتے چلے جاؤ تو سارے مزار ہی مزار لاہور میں ہیں۔ میرا مطلب ہے لاہور میں ہزارہا مزار ہیں' ہزارہا خانقاہیں ہیں۔ جدھر جاؤ گے کوئی نہ کوئی آستانہ' کوئی نہ کوئی مزار ہو گا۔ بی بی پاک دامنؒ سے لے کر شاہ جمالؒ تک مزار ہی مزار ہیں۔ یہ دیکھنے والے کی مرضی ہے کہ تجھے کیا نظر آیا۔ دیکھنے والے کا شوق نظارے کے اندر حسن پیدا کرے گا اور دیکھنے والے کی بیزاری نظاروں کو زنگ آلود بنا دے گی۔ برے آدمی کو

برائی نظر آئے گی اور اچھے آدمی کو اچھائی نظر آئے گی۔ اس کائنات کے اندر نظارہ Feed کرتا ہے' نظارہ خوراک دیتا ہے۔ کس کو؟ ارادوں کو اور نیتوں کو۔ نیت جیسی ہو گی ویسا آپ کو نظارہ ملے گا۔ جیسا آپ کا اندازہ ہو گا ویسا نظارہ ملے گا۔ اللہ والوں کے لیئے یہ کائنات مظہرِ الٰہی ہے اور گناہ گاروں کے لیئے یہ کائنات حجاب ہے۔ ولی اللہ کے لیئے یہاں اللہ ہی ہے اور باغیوں کے لیئے یہ کائنات بغاوت کا ذریعہ ہے۔ شیطان والوں کے لیئے یہ کائنات شیطانی کاروبار کا مرکز ہے۔ ملاوٹ والے ملاوٹ والوں سے ملیں گے' ان لوگوں سے ملیں گے کر کر لمبے ہاتھ اور نیک کو نیک ملے گا۔ جو ہم خیال ہوں' ہم سفر خود بخود ہو جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مولانا رومؒ نے دی ہے۔ کبھی کبھی ہم سفر بظاہر ہم جنس نہیں ہوتے۔ مولاناؒ نے کہا ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ دجلہ کے کنارے ہنس اور کوا مل کے چگ رہے ہیں۔ مولانا نے سوچا کہ ہنس کہاں اور کوا کہاں' دونوں ایک جگہ چگتے جا رہے ہیں' یہ کیا ہے؟ پاس جا کے دیکھا تو دونوں زخمی تھے۔ تو بعض اوقات غیر جنس زخمی ہونے سے ہم جنس ہو جاتے ہیں۔ ہسپتال میں جا کے سارے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدرد ہو جائیں گے' ایک بیڈ والا دوسرے بیڈ والے کے ساتھ ہمدرد ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کا اپنا خیال آپ کو اپنے ہم خیال تک پہنچاتا ہے۔ ہم خیال کی طرف سے دعوت نہیں ہوتی کہ اخبار میں اعلان ہو کہ اس خیال والے لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ یہ اپنا خیال کشاں کشاں ہم خیال تک لے جاتا ہے۔ حسن والوں کی تلاش کرنے والوں کو اس کائنات میں حسن ملتا ہے اور عشق والوں کو عشق ملتا ہے' پیسے والے کو پیسہ ملتا ہے کہ وہ کاروبار

کرے اور ان سے اگر اللہ تعالیٰ پوچھے کہ تجھے دوزخ میں ڈالوں یا جنت میں ڈالوں تو وہ کہے گا کہ جہاں دو پیسے زیادہ ملیں وہاں ڈال دو! اس کو جنت دوزخ سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کی لغت پیسہ ہے۔ اس کی Terminology پیسہ ہے۔ وہ کہے گا کہ وہ شخص میرا دوست ہے کیونکہ اس سے مجھے پیسوں کا فائدہ ہوا ہے۔ اور اگر کوئی دوست بن گیا لیکن فائدہ نہ ہوا تو اس کے بعد دوستی چھوڑ دی۔ کچھ لوگ رشتوں کو' منفعت میں ماپتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو رشتوں کو حسن میں ماپتے ہیں کہ وہ حسن یا حسنِ خیال یا خیالِ حسن ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ یہ حسنِ خیال ہے۔ انسان اگر شاعر بن جائے تو یہ سننے والوں کو اکٹھا کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک نیا شعر ہوا ہے۔ وہ داد دیتے ہیں کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ انسان کو داد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا انسان ہو ویسی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر کسی آدمی کے پاس گلا اور آواز ہو تو وہ "سارے گاما" گائے گا۔ تو وہ سننے والوں کو بلائے گا اگر سننے والا کوئی نہ ہو تو صاحبِ گلا کیا کرے گا' مر جائے گا یا پاگل ہو جائے گا۔ اگر چہرہ خوب صورت ہو اور دیکھنے والی آنکھ نہ ہو تو بندہ مر ہی جاتا ہے۔ خوب صورت چہرے کا حق ہے کہ دیکھنے والی آنکھ اسے پہچانے' تو یوں ہم خیال ہوتے ہیں۔ کیسے ہم خیال بنتے ہیں؟ کہ ایک کا چہرہ ہوتا ہے اور دوسرے کی نگاہ ہوتی ہے' اس طرح دونوں ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ اس کائنات میں حسن پرست آنکھ کو جلوہ مل جائے گا اور جو اندھا ہے اس کو اندھیرا مل جائے گا۔ جس کے پاس مکمل حسن کی خواہش ہو گی اس کو حق نظر آئے گا کہ یہ کائنات نور ہے' جلوہِ نور ہے' ہر طرف نور ہے' نور ظاہر میں' نور باطن

میں' نور دل پر' نور و نور بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اب جس کی نگاہ روشن ہو تو ہر طرف جلوہِ نور ہے۔ ستارے روشن' سورج روشن' دن روشن' بندے روشن' نگاہیں روشن' خیال روشن' افکار روشن' بلکہ ہر شے روشن ہے۔ جس آدمی کے اندر اندھیرا ہو تو وہ کہتا ہے کہ رات اندھیری ہے اور پریشانی کا عالم ہے اور پھر کہتا ہے کہ دن بھی اندھیرا ہے' لوگوں کے دل بجھے ہوئے ہیں' دل افسردہ' غم ناک' آنکھیں پرنم ہیں مگر مسکرائے چلے جا رہے ہیں' غم ہی غم ہے۔ گھڑی بند' کتابیں خاموش' ہر طرف پریشانی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کہاں رہتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ دکھ میں رہ رہے ہیں۔ کہتا ہے کب سے؟ جب سے اس دنیا میں آئے ہیں' اس جہانِ رنگ و بو میں آئے ہیں۔ تیرا کیا حال ہے؟ کہتا ہے وہی برا حال ہے' کل والا ہی ہے' بم کی خبر' دھماکہ' پریشانی' غم کا عالم' محبتیں مر گئیں اور بندے مر گئے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ دیکھو اس کا حل یہ ہے کہ یا تو تم توبہ کر لو اور جو مر گئے ہیں ان کے لیئے دعا کرو' تم چونکہ مرے نہیں ہو' اس لیئے اب دعا کرو کیونکہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ خدا کی طرف رجوع کرو۔ تکالیف بندوں کو باغی بنا دیتی ہیں اور تکالیف ہی بندوں کو خدا کی طرف مائل کرتی ہیں۔ برے آدمی کے لیئے تکلیف بہت بری شے ہے۔ اچھے آدمی کے لیئے تکلیف بہت اچھی شے ہے۔ اب بتاؤ تم کون ہو؟ اگر تم اچھے ہو تو تکلیف اللہ کی طرف سے خاص مہربانی ہے۔ غریبی اللہ سے باغی کر دے تو اس آدمی کے لیئے سزا ہے اور جس کو غریبی اللہ کے قریب کر دے' سمجھو کہ غریبی اللہ کی عنایت ہے۔ غریبیٔ غریب نواز کی باتیں ہیں۔ غریبی پیغمبر کے گھر کی عطا ہے' غریبی اداءِ شاہِ مشکل کشا ہے'

غریبی متاعِ غریب نوازؒ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ غریبی اور غریب الوطنی جو ہے یہ تو عطا ہے اگر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ ورنہ کوئی درویش کسی کو سزا دیتا ہے تو کہتا ہے کہ اللہ کرے تجھے پیسے مل جائیں۔ مطلب کیا ہے؟ تو گمراہ ہو جائے۔ "اللہ تجھے امیر بنا دے" کا مطلب کیا ہے؟ گمراہ ہو جانا۔ جب فقیر کبھی اپنے آدمی کو دعا دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کرے تُو فاقے میں رہے کیونکہ درویش سارے فاقے میں پلے ہیں اور سارے اپنے فاقے میں رہے ہیں۔ فاقے سے مراد یہ ہے کہ تجھے غنا مل جائے تُو غنی ہو جائے اور دولت سے بے نیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ مال جمع کرنے والا اور گننے والا فلاح کیا پائے گا؟ تو راضی رہنے کے لیئے کوئی مقدار نہیں ہوتی کہ کتنی چیز ہو تو آپ راضی رہیں گے۔ لہٰذا جو کچھ ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ ورنہ انسان کہتا ہے کہ دس روپے اور دے دے تو پھر راضی ہو جائیں گے۔ درویش کہتا ہے کہ دس روپے کے بغیر ہی راضی ہو جا اور ابھی راضی ہو جا۔ انسان کہتا ہے کہ ایک اور مکان ضرور ہونا چاہیئے تو درویش کہتا ہے کہ اس مکان کے بغیر ہی راضی ہو جا اور یہیں پر راضی ہو جا۔ جو اب راضی نہیں ہے وہ کل بھی راضی نہیں ہو گا۔ جو اب خوش نہیں ہے وہ کل بھی خوش نہیں ہو گا۔ Amendment کی خواہش، تبدیلی کی خواہش، اصلاح کی خواہش، زندگی سے کچھ نکالنے کی خواہش، زندگی میں کچھ داخل کرنے کی خواہش، یہ سب فالتو خواہشات ہیں۔ زندگی پہ As it is راضی ہو جاؤ۔ جیسی ہے راضی ہو جاؤ اور کسی چیز کی کمی ہے تو راضی ہو جاؤ۔ پھر یہ کائنات آپ کو جلوہِ نور نظر آئے گی کیونکہ یہ اس وقت نور نظر آتی ہے جب نگاہ میں

کوئی جلوہ ہو۔ ہیر نے رانجھے سے محبت کی اور وارث شاہؒ کا اس سے کیا تعلق ہے؟ ہیر جانے اور رانجھا جانے' آپ کون ہو؟ محبت والا کہتا ہے کہ ہیر تو وارث شاہؒ کی ہے' رانجھے کی نہیں ہے۔ اب وارث شاہؒ مالک ہے' ہیر کا بھی اور رانجھے کا بھی بلکہ اس سارے کارخانے کا۔ اب ہیر سے پوچھیں کہ رانجھے کے پاس جانا ہے یا وارث شاہؒ کے پاس تو وہ کہتی ہے کہ وارث شاہؒ تو ہمارے پیر ہیں۔ گویا کہ ایک عشق والا آیا اور سارے عشق کا مالک بن گیا۔ کمال ہے وراث شاہؒ کا۔ وارث شاہؒ کے حق میں سلام ہونا چاہیئے کیونکہ ہیر کو رانجھے کے ساتھ عام سی محبت تھی مگر اس نے دونوں کو ایسا نام دے دیا' ایسا کلام دے دیا کہ اس نے رانجھا خدا کا نام بنا لیا۔ "رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی" قوالی ہوتی ہے تو لوگ کہتے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ' حق اللہ ہُو۔ اس حد تک وارث شاہؒ نے کمال کر دیا۔ گویا کہ جلوے والا آیا اور اس نے اندھیرے کو بھی جلوہ بنا دیا۔ ایسا آدمی آ جائے تو وہاں بھی نور پیدا کر دیتا ہے۔ تو چراغ جلا دیا وارث شاہؒ نے۔ اسی طرح آپ کو کیا پتہ "سیف الملوک" کیا ہے۔ سیف الملوک ایک لفظ ہے جو کسی بادشاہ کا نام ہے یا کسی جھیل کا نام ہے۔ لیکن اتنا پتہ ضرور ہے کہ یہ میاں محمد صاحبؒ کا نام ہے۔ میاں محمد صاحبؒ نے ایک معمولی سی کہانی کو جو پریوں کا قصہ ہے' جنوں کا قصہ ہے' اس کو داستانِ فقر بنا کے پیش کر دیا۔ یعنی سیف الملوک کو بادشاہوں کی تلوار بنا دیا۔ نورانی انسان ہو تو ایک سادہ کہانی کو بھی نورانی بنا جاتا ہے۔ امیر خسروؒ نے ایک قصہ لکھا ہے لیلیٰ مجنوں کا' آپ کو تو پتہ ہے۔ جامیؒ نے بھی لکھا ہے لیلیٰ مجنوں کا قصہ۔ حالانکہ لیلیٰ کیا اور مجنوں کیا مگر

یہ وہ مقام ہے جہاں آ کے ان لوگوں نے اپنے جلوے عام کر دیے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایک شعر میں صاحبِ عرفان امیر خسروؒ بیان کر رہے ہیں ؎

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

یعنی پتہ نہیں کون سی منزل تھی جہاں ہم رات کو تھے۔ منزل بیان نہ کرتے کرتے بھی بیان کر رہے ہیں کہ ؎

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو

خسروؒ سے پوچھو کہ تو کہاں تھا تو وہ کہتا ہے کہ میں تو اس مجلس میں موجود نہیں تھا۔ اور کون سی جگہ ہے جہاں وہ جلوہ نہیں ہو گا' بس صرف تیرا رخ پھرنے کی دیر ہے' اگر تو ٹھیک ہو گیا تو جلوہ وہیں پر ہو گا۔ صرف اپنا کعبہ درست ہونا چاہیئے۔ بلکہ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ کعبہ تیری جبینِ شوق ہے۔ اگر جبینِ شوق نہ ہو تو کعبہ ہی کوئی نہیں۔ اگر نگاہ نہ ہو تو جلوہ ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر سماعت نہ ہو تو نغمہ ہی کوئی نہیں ہے۔ بچے جلوہ' بڑے جلوہ' درخت جلوہ بلکہ ساری کائنات جلوہ۔ ہر ایک چیز کو غور سے دیکھتے جاؤ۔ وقت گزر جائے گا اور پھر جلوہ نظر آئے گا۔ اگر طور کو دیکھو اور دیکھتے چلے جاؤ تو جلوہ نظر آ جائے گا۔ یہ ہے مخلوق سے خالق کو دریافت کرنا۔ تو یہ جلوے کا کام ہے۔ یوں کہو کہ کثرت سے وحدت کی تلاش کرنا ہے۔ یہ سارے بے شمار لوگ جو ہیں یہ سب ایک ہی لوگ ہیں' ایک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں اور ایک جیسا خیال ہے۔ تو کثرت سے وحدت کی تلاش جلوہ ہے اور وحدت سے کثرت کی تلاش بھی جلوہ ہے۔ بندوں سے خدا اور خدا سے بندے

ڈھونڈنا بھی جلوہ ہے۔ اسی کائنات سے آپ کو جلوے ملیں گے۔ یہاں نہ خیر ہے اور نہ شر ہے' خیر والے کے لیئے یہ کائنات خیر ہے اور شر والے کے لیے یہ شر ہے۔ ماننے والوں کے لیئے یہ پوری کائنات عبادت گاہ ہے اور باغیوں کے لیئے بغاوت کی جگہ ہے' عبرت کدہ ہے' باغیوں کے لیئے وقت کا عبرت کدہ ہے اور ماننے والوں کے لیئے یہ عبادت گاہ ہے۔ اس کے جلوے ہر طرف عام ہو رہے ہیں ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
وحدت کے ہیں یہ جلوے' نقش و نگارِ کثرت
گر سرِّ معرفت کو پاوے شعور تیرا

تو یہ کائنات اچھے آدمی کے لیئے جلوہ ہے اور برے کے لیئے جلوے کی رکاوٹ ہے۔ تو اچھا بڑا کون ہوا؟ آپ خود ہوئے! ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی اگر الگ الگ خیال رکھتے ہوں تو ان کو کائنات الگ الگ راز دے گی۔ یہ خوبی ہے کائنات کی۔ آپ یہ دعا کرو کہ یہ کائنات آپ کو اپنا راز بھی دے اور اپنے ذریعے اللہ کا راز بھی دے۔

سوال :۔

یہ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ خدا بندے کی تلاش میں ہے؟

جواب :۔

رحمتِ حق انسانوں کا شکار کرتی ہے' گناہ میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو شکار کر کے لاتی ہے اور وہ ان کی تلاش میں ہے۔ کیسے تلاش میں

ہے؟ اگر انسان غافل ہے تو اسے جگاتی ہے۔ ہمارا حاصل دراصل اس کی عطا ہے اور یہ ہماری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے۔ رحمتِ حق جو ہے وہ سورج کی کرنوں کی طرح اندھیروں کے تعاقب میں جاتی ہے اور روشنی فراہم کرتی ہے۔ رحمتِ حق جو ہے یہ گناہ گاروں کے تعاقب میں جاتی ہے کہ کدھر غافل پھرتے ہو' ادھر آؤ۔ پھر کوئی نہ کوئی جلوہ خود یا کوئی جلوہ دینے والا بندہ وہاں پہنچ جائے گا اور آپ کا احساس بدل جائے گا۔ یہ ہے رحمتِ حق۔ رحمتِ حق وہ واقعہ ہے جو آپ کو حق کی طرف رجوع کرائے' وہ واقعہ حادثہ بھی ہو سکتا ہے اور تکلیف بھی ہو سکتی ہے' پریشانی بھی ہو سکتی ہے' وہ غریبی بھی ہو سکتی ہے' وہ مہربانی بھی ہو سکتی ہے' وہ عنایت بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیئے ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ کی طرف رجوع کرائے وہ رحمتِ حق ہے۔ تو اللہ اپنے بندوں کی تلاش میں ہوتا ہے اور یہ ٹھیک بات ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اس نے ہمارے لیئے خزانے مقرر کر رکھے ہیں' خزانے نیکی کے اور عرفان کے۔ جو اِدھر اُدھر پھر رہا ہے وہ اسے کہے گا کہ واپس آ جا۔ وہاں آگے کوئی بندہ ملے گا کیونکہ رحمتِ حق کو بندے' بندوں کے پیچھے لے کے پھرتے ہیں اور اس کو گناہ سے نکالتے ہیں۔ انسان خدا کی تلاش کرتے کرتے' خدا کے بندے تک پہنچ جاتا ہے اور خدا کا بندہ اس کو خدا کی راہ دکھاتا ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ سارے بندے فانی ہیں' بتانے والا بھی اور سننے والا بھی' چل سو چل' میلہ ختم ہو جاتا ہے' جب تک میلہ ہے تب تک یہ رونقیں ہیں۔ آپ میلہ انجوائے کرو اور اپنا رخ صحیح رکھو۔ رخ یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کی طرف دیکھیں "انا للہ وانا الیہ راجعون" ہم اللہ کے ہیں'

اسی کے نام سے یہاں ہیں اور ہم اس کی طرف جانے کے لیئے تیار ہیں۔ ہم یہاں صرف میلہ دیکھ رہے ہیں اور میلہ تو اسی نے دکھایا ہوا ہے۔ ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ شکر ادا کرنے والوں کے لیئے یہ کائنات بڑا راز ہے اور یہ کائنات بڑا جلوہ ہے۔ گلہ کرنے والے کے لیئے یہ کائنات آزمائش ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ گلہ کرنے والا آزمائش سے بچ نہیں سکتا اور شکر کرنے والا لطف سے بچ نہیں سکتا۔ شکر کرنے والے کو لطف مل کے رہے گا۔ گلہ نہ کرو تو یہ زندگی بھی لطف بن جائے گی اور اگر تم گلہ کرو گے تو یہ زندگی آزمائش بن جائے گی۔ آزمائش سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ زندگی کو ہم خود ایسے آزمائش بناتے ہیں کہ یہ کوئی حالات ہیں' یہ کوئی واقعات ہیں' یہ سب کیا ہو رہا ہے اگر دیکھیں تو دن اچھا گزر رہا ہے اور وقت اچھا گزر رہا ہے یعنی جو ہوا اچھا ہوا' جو ہو رہا ہے اچھا ہو رہا ہے اور جو ہو گا اچھا ہو گا۔ صرف اتنا کہنے سے حالات بدل جائیں گے' اتنا کہنے سے حالات درست ہو جائیں گے کیونکہ وہ سب جانتا ہے۔ ایک غریب سائل ایک جگہ پر آیا' وہاں اونچا اونچا بول رہا ہے' ان سب کو Openly Address کر رہا ہے کہ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس پیسے لینے آتے ہیں' ہم خود ہی آپ کو دے دیں۔ جیب میں ہاتھ مارا مگر جیب خالی تھی۔ پھر کہتا ہے کہ پیسے ہیں ہی نہیں' ہم دیں کیا' اگر ہوتے تو میں آپ کو کئی دفعہ دے دیتا۔ اس کی بات کا لوگوں پر اتنا اثر ہوا کہ لوگوں نے اس کے سامنے پیسوں کا ڈھیر لگا دیا۔ پھر اس نے کہا کہ یا اللہ پیسے نہیں دینے تھے مگر تو دینے سے باز نہیں آتا' تو ہی دیتا ہے اور ہمیشہ تو ہی دیتا ہے۔ اس نے آدھے پیسے رکھ لیئے اور آدھے پیسے پھر لٹا دیے۔ کہتا ہے

بس مجھے جتنی ضرورت ہے میں لے چلا ہوں اور باقی تیرے فقیروں کو دے چلا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ خوشگوار خیال والوں کے لیے یہ کائنات خوشگوار ہے' ظریف کو ظرافت مل جائے گی' رونے والے کو رونے کا وقت مل جائے گا' وہ قبرستان میں گیا تو اس کے پاؤں کے نیچے کھوپڑی آ گئی تو اس نے رو کر یہ شعر کہا۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو پڑ گیا
یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا

یعنی کہ اس کے پاؤں سے مردے کی ہڈی ٹوٹ گئی' کھوپڑی ٹوٹ گئی اور اس کھوپڑی نے آواز دی کہ اے بے خبر دیکھ کے چل' میں بھی کبھی کسی پرغرور انسان کا سر ہوتا تھا اور آج میں اس حالت میں پہنچا ہوا ہوں۔ ایک جگہ دو آدمی تھے۔ ایک ہنس رہا تھا اور دوسرا رو رہا تھا۔ اس نے پوچھا تو ہنس کیوں رہا ہے۔ کہتا ہے مجھے تیرے رونے پہ ہنسی آ رہی ہے۔ اور تُو کیوں رو رہا ہے؟ تیری ہنسی پہ تو مجھے رونا آ رہا ہے۔ تو بات اتنی ہے۔ رونے والا رو رہا ہے اور ہنسنے والا ہنس رہا ہے۔ یہ کائنات دونوں کے لیئے الگ جلوہ ہے۔ جو فانی ہے اس کو اس کائنات میں فنا نظر آئے گی' وہ کہتا ہے کہ چار دن کا میلہ ہے' بس سب گئے' ہر شے فنا ہو گئی۔ اور جو باقی کے ساتھ متعلق ہو جائے گا وہ کہتا ہے کہ ہر شے باقی ہے' ہر چیز موجود ہے' اس کا جلوہ عین موجود ہے اور ہر جا عین ظہور ہے۔ تو یہ آپ کا اپنا خیال ہے۔ لہٰذا آپ اپنے خیال کی اصلاح کرو' اپنا

نام آپ خود رکھو' اپنے گلے آپ بند کرو' کچھ فیصلے اللہ کی طرف سے خود کرلو۔ پہلا فیصلہ یہ کرو کہ تم نے راضی رہنا ہے کہ نہیں رہنا۔ راضی وہ ہے جو تقاضا نہ کرے۔ جو سائل ہوتا ہے وہ آواز لگاتا ہے' سوال پورا ہوا اور وہ جائے اپنا کام کرے مگر طالب ہوتا ہے دروازے پر بیٹھنے والا اور وہ سوال نہیں کرتا۔ بس طالب ہونا جو ہے وہ بہت بہتر ہے کہ وہیں کے ہو رہو' جو وہ عطا کرتا ہے اس میں راضی ہو جاؤ۔ وہ ضرور عطا فرماتا ہے۔

سوال :۔

شکر کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جواب :۔

شکر کی پہلی صورت یہ ہے کہ گلہ نہ ہو' بندوں کا گلہ بھی نہ ہو' خالق کا گلہ نہ ہو' زندگی کا گلہ نہ ہو اور شب و روز کا گلہ نہ ہو۔ زندگی کا حاصل اور محرومی کے مطابق جائزہ نہ لو۔ شکر کی تعریف یہ ہے کہ زندگی کو حاصل اور محرومیوں کی شکل میں نہ تولو کہ کیا کھویا اور کیا پایا ہے۔ آپ نے نہ کھویا ہے اور نہ پایا ہے بلکہ اس کا مال اس کے گھر واپس آیا ہے۔ بس یہ سیدھی سادی بات ہے۔ اس میں کھونا نہیں ہے اور پانا نہیں ہے' صرف آنا ہے اور چلے جانا ہے۔ اور شکر کی بات یہ ہے کہ زندگی میں اپنی Comfort کو' عافیت کو' عطا کرنے والے محسنوں کو تلاش کرو اور محسن کے احسان کا شکریہ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کی یہ شکل بتائی ہے کہ جس نے انسان کا شکر نہ ادا کیا اس نے میرا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو' یہ First and foremost ہے' انتہائی اہم

ہے۔ اور جب ان کا شکر ادا کر لیا ہے تو اپنے محسنوں کا بھی شکر ادا کرو۔ اپنے ان قواء کا شکر ادا کرو جو آج تک مفلوج نہیں ہوئے۔ ہاتھ کا شکر ادا کرو کہ اس کی مہربانی ہے کہ ابھی تک چل رہا ہے ورنہ ہاتھ شل ہو جاتے ہیں۔ جو گیا اس کو بھول جا اور جو بچا اس کا شکر ادا کر۔ شکر کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ شکر تکالیف میں گنگناتا ہے۔ تکالیف کا اعلان نہ کرنا شکر کی انتہائی شکل ہے۔ تکلیف کا اظہار نہ کرنا' شکر کے درجے میں داخل ہونے کے برابر ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ تکلیف کو برداشت کرنا' آدھا شکر ہے۔ پھر تکلیف پہ مسرت کر کہ اللہ کو یہی پسند ہے۔ کسی زمانے میں اس نے راحت کی چٹھی لکھی تھی' وہ بھی اسے بڑی پسند تھی اور وہ بھی اس نے لکھی تھی۔ اب یہ چٹھی آ گئی ہے تو یہ بھی پسند کر۔ چٹھی تو اس کی ہے۔ پھر اور چٹھی آئے گی کہ دستخط کر کے فوراً" آ جا تو وہ بھی قبول کرنا۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ شکر کرنے والا انسان اپنی نعمتوں میں جو اس کے پاس ہیں' اس میں لوگوں کو شریک کرنا پسند کرتا ہے۔ تو آپ اپنی نعمتوں میں ان لوگوں کو شریک کرنا جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ تو اپنی آسائشوں میں اور حاصل ہونے والی نعمتوں میں ان لوگوں کو شریک کر جن کے پاس یہ آسائشیں اور یہ نعمتیں نہیں ہیں۔ شکر فیاض ہوتا ہے اور دوسروں کو عطا کرتا ہے۔ شکر غریب ہو کے بھی فیاض ہوتا ہے۔ غریب بھی بڑا سخی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ سوال کیا گیا کہ غریب سخی کیسے ہو سکتا ہے؟ غریب اس طرح سخی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے تو وہ سخی اور غنی ہو گیا۔ اگر آپ تکلیف میں ہیں تو لوگوں سے اپنے حالات پوشیدہ رکھیں۔ اگر آسانی میں

سے گزر رہے ہیں تو لوگوں کو اس میں شریک کریں۔ آپ اپنے غم میں لوگوں کو Involve نہ کرنا' شریک نہ کرنا کیونکہ ان کے پاس پہلے ہی غم بڑے ہیں۔ تو یہ شکر کی تعریف ہے۔ آپ دوسرے لوگوں کو اپنے اعمال سے' اپنے مال سے اور اپنے خیال سے آسانی عطا کریں۔ یہ زندگی کا شکر ہے کہ لوگوں کی زندگی سے Burden کم کریں' لوگوں کو آسانیاں دیں۔ یہ زندگی کا شکر ہے کہ یہ زندگی کسی اور زندگی کے کام آئے۔ شکر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان ہمہ حال سجدے کی کیفیت میں رہے۔ شکر سرنگوں ہو جاتا ہے۔ شکر پھل دار شاخ ہے جو جھک جاتی ہے۔ گلہ بے ثمر شاخ ہے جو اکڑ جاتی ہے۔ شکر کے اندر Wisdom ' دانائی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو شخص Complaint ' گلہ' شکوہ اور شکایت کا پروگرام بنائے گا وہ ٹوٹ جائے گا۔ شکر کرنے والے کا پروگرام نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس کو بنا بنایا ملتا ہے۔ شکر کرنے کی بے شمار حالتیں ہیں۔ ہر حال شکر والا حال ہے۔ شکر ایک عادت ہے' ایک کیفیت ہے' ایک مزاج ہے۔ شکر کرنے والے ہر حال میں شکر کریں گے۔ اپنی زندگی بناؤ' ضرور بناؤ لیکن زندگی کو بوجھ نہ بناؤ کہ ہارٹ ٹربل ہو جائے۔ زندگی گزر رہی ہے تو بس گزر رہی ہے' آج کا دن گزرا تو شکر ہے کہ آج کا دن تو گزر ہی گیا' شام آئی ہے آج کی' کیونکہ صبح آپ کہہ رہے تھے کہ شام نہیں ہو گی' دن بڑا مشکل ہے' کیسے گزرے گا۔ مگر یہ گزر گیا۔ پھر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی تب مرنے کا ایک وقت آئے گا' پھر کیا ہو گا؟ سب ہو ہی جائے گا۔ اس لیئے یہ وقت کشاں کشاں گزرتا جا رہا ہے' آپ سکون سے' آرام سے' اللہ کے رحم سے اور شکر سے چلتے جائیں۔ اب کسی پیغمبر نے نہیں آنا اور

مسلمانوں کو دِقت یہ ہو رہی ہے کہ آپ نے ماضی سے رابطہ کرنا ہے' مستقبل سے رابطہ نہیں کرنا۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ جہاں کوئی تعلیم سمجھ نہیں آتی تھی تو نیا پیغمبر آ جاتا تھا۔ مگر اب نہیں آئے گا۔ اب اولیاء کرام سے رابطہ ہو گا۔ جس بزرگ سے آپ کی نسبت ہو' اس کے لیے میں آپ کو بات بتا رہا ہوں۔ جس بزرگ سے آپ کی نسبت ہو' ماضی میں اس کے نام سے وابستہ ہو جانے کے بعد' اپنے عمل کا جائزہ لے لو۔ وہ کام کرو جو انہوں نے کیا کہ یہ کام وہ کیا کرتے تھے۔ یا وہ کام نہ کرو جو آپ کے خیال میں ان کو پسند نہ ہو۔ پھر آپ کو فیض مل جائے گا۔ کسی بزرگ کی پسند کا خیال رکھنا ہی اس سے فیض لینے کے برابر ہے۔ آج کی زندگی میں کل کے بزرگوں کا خیال رکھنا فیض ہی فیض ہے۔ آج کے دور کا انسان بڑا مصروف ہے۔ کسی نے پوچھا کہ تو کسے یاد کر رہا ہے؟ کہتا ہے میں ماضی کو یاد کر رہا ہوں' ہمارے بزرگ ہیں' ہم ان کو مانتے ہیں۔ جن کو آپ مان رہے ہیں تو ان کا فیض تو ہو گیا۔ یہ زندگی جس میں لوگ کسی کو نہیں مانتے' آپ ماننے والے پیدا ہو گئے اور یہ فیض کی دلیل ہے۔ فیض کی ابتدا یہ ہے کہ انسان ماننے والا بن جاتا ہے۔ ماننے والا یقین سے مانے تو فیض لینے والا بن جاتا ہے۔ پھر جب اس بزرگ کا عمل آپ کی زندگی میں اتر جائے تو پھر یہ اور قسم کا فیض ہو گیا۔ اگر آپ کا عمل ان کی خوشنودی کا باعث بن جائے تو پھر آپ کے لیئے اور طرح سے آسانی آ گئی' فیض آ گیا۔ تو آپ اپنے اعمال کو ان کی نسبت سے کیا کرو' بزرگوں کو یاد رکھا کرو اور شکر کیا کرو کہ آپ کو اسلام عطا ہوا۔ آج لوگوں کو اسلام کی بات سمجھ نہیں آ رہی۔ جب سمجھ آئے

گی تو کافر چیخیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ وقت آئے گا کہ جب کافر جو آج مال پر اتراتا ہے اور فخر کرتا ہے زندگی کی کامیابی پر' وہ زور سے چلائے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا! اس دن کے لیئے آپ آج ہی فیصلہ کرو۔ اس دن میں خوش رہنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ آج کا غم بھی قبول کرو۔ بس ہمیشہ کے لیئے زندگی خوش ہو جائے گی۔

سوال :۔

کیا ہمیں تبلیغ کرنی چاہیے؟

جواب :۔

جب تک آپ کو بات کی سمجھ نہ ہو تو آپ بات کو بیان نہ کرنا اور اگر کافروں کے علاقے میں تبلیغ کرنے چلے گئے تو وہ آپ کو ماریں گے۔ تو بیان کرنے سے پہلے اس کی اجازت ہوتی ہے' پھر آپ بیان کریں۔ آپ اگر سمجھے بغیر جا کے بیان کرنا شروع کر دو کہ صاحبان' مہربان' سنو اسلام کی بات' تو دوسرے آدمی آپ کو اڑا کے رکھ دیں گے۔ حکومت اسلام نافذ نہیں کر سکتی۔ میں نے آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ ہمارے ہاں تبلیغ کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ تبلیغ بغیر تعلق ہو رہی ہے۔ تو آپ تعلق پہلے بناؤ اور تبلیغ بعد میں کرو۔ جو آدمی آپ کو نہیں مانتا وہ آپ کی بات ہی نہیں مانتا اور جو آپ کو مانتا ہے وہ آپ کے کہنے پر سب کچھ ہی مانتا ہے' اس حد تک کہ لوگ ایک دوسرے کے کہنے پر گناہ کر لیتے ہیں۔ تو ماننا جو ہے وہ تعلق کا ماننا ہوتا ہے۔ اس لیئے آپ پہلے تعلق بناؤ اور بے تعلق تبلیغ سے باز آؤ ایسے ہی کسی سے کلمہ

نہ سننا شروع کر دینا۔ آپ کو تبلیغ کا حق ہے۔ آپ پہلے تعلق بناؤ پھر تبلیغ کرو تاکہ ان کو آپ کی بات سمجھ آئے اور آپ کو ان کی بات سمجھ آئے۔ خالی تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ۔ اگر آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو اس کے لیئے آپ کو اجازت لینی پڑے گی کہ میں نے تبلیغ کرنی ہے۔ آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ تبلیغ نہ ہی کرو۔ خواہ مخواہ لوگ آپ کو پریشان کریں گے اور آپ کا مذاق اڑائیں گے۔

اب آپ لوگوں کے لیئے دعا کرنی چاہیئے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی اور دنیاوی طور پر کامیاب زندگی عطا فرمائے۔ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان مشکلات کو دور فرمائے جو آپ کے دنیا کے راستوں میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور جو آپ کے دین کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ آپ کو آپ کے حقوق مل جائیں۔ آپ پر آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ پر خاص مہربانی فرمائے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

○...☆...○

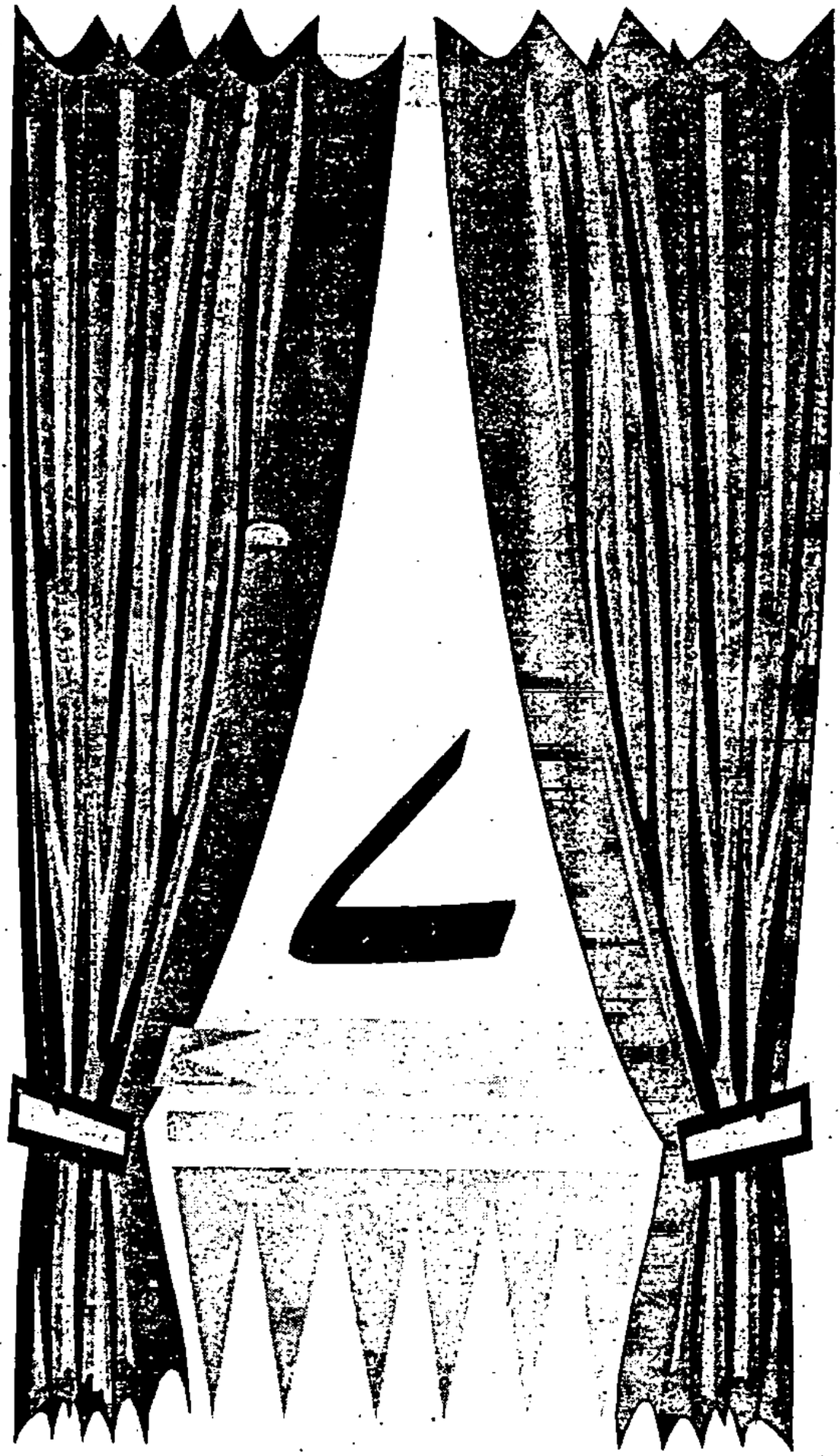

۱ تصوّرِ شیخ کا مدعا اور مفہوم کیا ہے؟

۲ کیا دعا سے واقعات بدل سکتے ہیں اور مسائل حل ہو سکتے ہیں؟

۳ توبہ کے بعد توبہ کیوں کی جاتی ہے ؟

۴ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عروج سے نوازا تو پھر انسان میں شر کیسے پیدا ہو گیا؟

سوال :۔

تصوّرِ شیخ کا مدعا اور مفہوم کیا ہے؟

جواب :۔

انسان جب زندگی میں سفر کر رہا ہو تو سفر کرتے کرتے، غلطی کا یا راستہ چھوڑنے کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ وہاں پر اصلاح کرنے کے لیئے نیکی موجود ہوتی ہے کہ یہ نیک راستہ ہے اور اس پر آپ چلتے جائیں۔ وہ راستہ انسان کو یاد بھی رہتا ہے لیکن جب کوئی نیک دوست ہم سفر ہو تو یہ فطری بات ہے کہ انسان کا وہ راستہ پکا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بات کو یاد رکھنے کی بجائے "شخص" کو یاد رکھنا آسان ہے۔ اس طرح انسان کے ذہن میں خیر اور شر کا خیال قائم رہتا ہے۔ یوں صداقت کی بات یاد رہتی ہے۔ عام طور پر جو انسان ہیں وہ اپنی سمجھ پر زیادہ زور نہیں دیتے۔ زندگی کے اندر سفر کرنے کے طریقے مختلف ہیں۔ سفر ساری دنیا یہیں کرتی ہے۔ کچھ لوگ انجام کے حوالے یا نتیجے کے حوالے سے سفر کرتے ہیں۔ مثلاً" کوئی شخص محنت کر رہا ہو اور پھر اسے پتہ چلے کہ محنت Fruitful نہیں ہوئی، نتیجہ نہیں لائی، چاہے وہ محنت عبادت کی ہی ہو۔ تو کچھ لوگوں

کے لیئے محنت کا جواز یا محنت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ Fruitful ہو' نتیجہ خیز ہو۔ اگر ایک آدمی ریسرچ میں کامیاب ہو گیا اور امتحان میں فیل ہو گیا تو اس کی ریسرچ کو لوگ نہیں مانیں گے کہ یہ شخص علم والا ہے کیونکہ وہ تعلیم میں کامیاب نہیں ہوا۔ دنیا کا سب سے بڑا ڈرامہ نویس شیکسپیئر تھا۔ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' سب نے سنا ہو گا۔ کہتے ہیں کہ وہ تیسری جماعت میں سکول سے بھاگ گیا تھا' کہیں اس کو کوئی بچہ پیارا لگا تو اس نے اٹھا لیا اور اس پر چوری کا مقدمہ بن گیا۔ لیکن بچ بچا ہو گیا۔ پھر وہ کسی تھیٹر کمپنی میں جا کے ملازم ہو گیا اور اسے تھیٹر میں پردہ اٹھانے اور گرانے کی نوکری مل گئی۔ تو وہیں سے اسے سوجھ بوجھ پیدا ہوئی۔ ڈرامے میں کبھی بدلنا شروع کر دیا اور پھر لکھنا شروع کر دیا۔ جب لکھنا شروع کر دیا تو اس نے چھتیس ڈرامے لکھے۔ دنیا کے نقاد اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ دنیا کا کوئی کردار ایسا نہیں جو اس کے ڈراموں سے باہر ہو۔ کچھ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ فطرت ڈکٹیشن دے رہی تھی اور شیکسپیئر ڈرامہ نویس کے طور پر لکھ رہا تھا۔ تو اس کے پاس تعلیم تو نہیں تھی لیکن علم بہت زیادہ تھا۔ اسی طرح سقراط ان پڑھ تھا لیکن علم والا تھا۔ پھر سرکار دو عالمؐ کی ذات گرامی ۔

امی مگر فخرِ بیاں' صلّ علیٰ صلّ علیٰ

آپؐ امی ہیں لیکن فخرِ بیاں آپؐ کا لقب ہے۔ تو تعلیم کی بات نہیں بلکہ علم کی بات ہے۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ علم جو ہے وہ تعلیم کے بغیر بھی آ سکتا ہے' اور اکثر آتا ہے۔ تو علم کا حوالہ سوچنا پڑے گا اور پھر کہنا پڑے گا کہ علم جو ہے یہ اللہ کا فضل ہے۔ تعلیم مکتب کی کرامت ہے اور علم فیضانِ

نظر ہے۔ یہ عطائے الٰہی ہے۔ اسی بات کو اقبالؒ نے کہا کہ۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیلؑ کو آدابِ فرزندی

مطلب یہ ہے کہ اللہ کریم نے انسان کو اپنی روح کے ساتھ زندہ کیا۔ تو اللہ کی روح تک جب انسان پہنچتا ہے تو وہ اپنے حالات زمانہ سے ہٹ کے ہی وجود سے روح تک پہنچتا ہے۔ پھر تو علم ہی علم ہوتا ہے۔ اگر آپ پاکستان اور انڈیا کے ایسے شعراء کو دیکھیں تو پھر آپ کہیں گے کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی علم ہے۔ شاعروں میں تو آپ اقبالؒ کا نام لیں گے کہ اس کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی عنایت ہے کہ وہ ایسی بات کرتا ہے جو کہ کوئی خاص ہی بات ہے' اس بات کا رنگ اور ہے' انگ اور ہے اور مزاج اور ہے۔ اگر آپ اقبالؒ سے پوچھو کہ یہ سارا علم آپ نے کہاں سے لیا تو پھر اقبالؒ آپ کو بتاتا ہے کہ یہ علم جو ہے یہ پیر رومیؒ سے ملا۔ اقبالؒ تسلیم کرتا ہے کہ مجھے یہ فیض پیرِ رومیؒ سے ملا ہے ورنہ اقبالؒ کے پاس جو تعلیم تھی اس کے بارے میں خود کہتا ہے۔

پڑھ چکا میں سب علومِ شرق و غرب
رُوح میں باقی ہے اب تک درد و کرب

اقبالؒ کے پاس ویسٹ کی ساری تعلیم ہے' فلسفہ بھی ہے' لاء بھی ہے' لٹریچر بھی ہے اور دوسرے علوم بھی ہیں مگر اس کی روح میں درد اور کرب ابھی باقی تھا۔ مگر جب اسے علم ملا تو اس نے کہا کہ یہ علم مجھے مولانا رومؒ کی نگاہ سے ملا۔ خود مولانا رومؒ نے اپنی کہانی بڑی واضح لکھی

ہے۔ وہ اپنے دور کے بڑے عالم تھے۔

ایک روز وہ مسجد میں' مکتب میں بچوں کو تعلیم دے رہے تھے' فقہ اور حدیث پڑھا رہے تھے۔ وہاں پر ایک درویش آئے۔ وہ اپنے انداز کے پرانے لباس میں ملبوس تھے۔ انہوں نے کتابیں دیکھ کر مولانا رومؒ سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ تم کیا جانو' یہ وہ علم ہے جو تیری سمجھ سے باہر ہے۔ وہ درویش کامل تھے' انہوں نے مولانا رومؒ کی ساری کتابیں اٹھا کر وضو کرنے والے تالاب میں ڈال دیں۔ مولاناؒ بڑے پریشان ہوئے' انہوں نے کہا تم نے میری زندگی کی ساری محنت ضائع کر دی' میں تباہ اور برباد ہو گیا۔ جب مولاناؒ رونے لگے تو اس درویش نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں باہر نکال دیں۔ مولانا رومؒ نے دیکھا کہ ساری کتابیں خشک تھیں۔ اس درویش نے گرد بھی جھاڑ دی۔ تو مولاناؒ کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ درویش بولے کہ تو کیا جانے کہ یہ کیا ہے؟ بس یہ کہنا تھا کہ مولاناؒ کے تعلیم کے وجود کو آگ لگ گئی۔ اور پھر درویش آگے آگے اور مولاناؒ ان کے پیچھے پیچھے۔ بھاگے' دوڑے لیکن درویش غائب ہو گیا۔ کچھ روائتیں ہیں کہ وہ دو سال بعد ملا اور کچھ کہتے ہیں کہ تین سال بعد اس نے زبان کھولی۔ تب مولاناؒ نے کہا کہ تین سال ہوئے اور اب آ کے آپ نے بات کی ہے' آپ نے یہ مجھے کیا سزا دی ہے۔ وہ درویش کہنے لگے کہ تیرے تین سال لگے ہیں لیکن میں تیرے انتظار میں بیس سال بیٹھا رہا کہ کہیں تو Mature ہو' شعور میں آئے تو میں تجھ سے بات کروں۔ بات یہ ہے کہ وہ جو تو علم دے رہا تھا وہ جہالت پر مبنی ہے اور جب تک تجھے اصل کا پتہ نہ ہو تو تُو کیا پڑھائے گا۔ پھر مولاناؒ کو

جب اس نے راز اور رموز بتائے تو پھر مولانا رومیؒ نے لکھا کہ ۔

مولوی ہرگز نہ شُد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

تو مولاناؒ کو علم کہاں سے ملا؟ شمس تبریزؒ سے ملا۔ ان کی بہت ساری نظمیں ہیں جو اپنی مستی کے عالم میں انہوں نے کہیں ۔

دم ہما دم علیؑ علیؑ

ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کہاں سے علم ملا تو انہوں نے کہا کہ مجھے "باب العلم" سے علم ملا۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ کہ مجھے علم مولا علیؑ کی ذاتِ گرامی سے بہ نفسِ نفیس ملا۔ پھر اگر آپ مولا علیؑ سے پوچھو کہ علم کہاں سے ملا تو انہیں علم مدینۃ العلم سرکارؐ کی ذاتِ گرامی سے ملا اور سرکارِؐ دو عالم کو علم اللہ تعالیٰ سے براہ راست ملا۔ تو گویا کہ علم کا راستہ جو ہے یہ سینہ بہ سینہ چلتا ہے اور تعلیم کا راستہ' کتاب بر کتاب چلتا ہے۔ کتاب کا علم جو ہے وہ دیرپا نہیں ہوتا' یاد نہیں رہتا اور ٹھہرتا نہیں ہے اور سینے کا علم جو ہے یہ قائم رہتا ہے' سنی ہوئی بات اور سنانے والا چہرہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ اگر بات کے ساتھ ساتھ بات سنانے والے کی یاد قائم ہو جائے تو کہتے ہیں کہ تصوّرِ شیخ قائم ہو گیا۔ مثلاً" یہ بات تو فلاں ہمارے بزرگ نے بتائی تھی اور بزرگ کا ٹائم آ گیا لیکن بات یاد رہ گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عنایات میں سے ایک عنایت ہے۔ سورۂ یوسف آپ پڑھو تو اس میں ایک بات ہو رہی ہے اور بیان ہو رہا ہے کہ اس عورت نے دروازے بند کر دیے۔ قالت ھیت لک اچانک ایک واقعہ ہوا تو اللہ نے کہا یوسف اعرض عن ھذا اے

یوسف اس کام سے اعراض کر جا۔ یعنی کہ ایک واقعہ ہو رہا ہے اور وہ واقعہ یوسف علیہ السّلام کے ساتھ ہو رہا ہے' واقعہ جو ہے وہ ترغیب ہے اور اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز آتی ہے۔ یوسف اعرض عن ھذا یہ فقرہ جو ہے یہ کہیں سے آتا ہے کہ یوسف اعراض کر جا' گریز کر جا۔ اب یہ Sentence جو ہے کہاں سے آیا ہے کیونکہ وہاں کوئی انسان نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک آواز تھی یا کچھ لوگ کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی آواز تھی۔ پیغمبر کے لیئے تو پھر اللہ ہی کی آواز ہوتی ہے۔ تو گویا کہ زندگی میں جہاں کہیں قدم کے ڈگمگانے کا اندیشہ ہوتا ہے' وہاں پر کسی نہ کسی چیز کی آواز آ جاتی ہے' کسی نہ کسی چہرے کی یاد آ جاتی ہے۔ اکثر لوگ جو نیک ہوتے ہیں ان کو پاس بٹھا کر پوچھا جائے کہ کیوں تو اتنا نیک ہوا۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں خدا کے خوف سے تو نیک نہیں ہوا بلکہ میں اپنے ابا کے خوف سے نیک ہوا ہوں۔ یعنی کہ نیکی کا ابتدائی بلکہ ابتدائی سے لے کر آدھے سے زیادہ راستہ انسان ماں باپ کے خوف سے طے کرتا ہے۔ کچھ لوگ سماج میں بدنامی کے ڈر سے نیک ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ ہوتے نیک ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی لگن جو ہے یہ دیر سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں باپ کا چہرہ یاد آ جاتا تھا اور میں سوچتا تھا کہ میرے باپ کو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے متعلق کوئی غلط خبر پہنچ جائے اور ابا جان کے دل میں اس سے ملال ہو کہ بیٹے کے بارے میں غلط خبر آ گئی ہے۔ تو یہ بھی باپ کی خدمت ہے کہ آپ اپنی خبریں جو ہیں اپنے باپ کے حق میں اچھی پیدا کریں۔ تو یہ شیخ کا تصوّر ہے۔ تصوّر کے ذریعے چلتے چلتے وہ صورت یاد آ

جاتی ہے۔ کبھی آپ طالب علم کو دیکھیں' طالب علم تو آپ بھی رہے ہوں گے' کہتے ہیں کہ امتحان میں کوئی سوال اٹک جائے تو اگر اچانک استاد کا چہرہ یاد آ جائے تو پھر سوال حل ہو جاتا ہے۔ ایسا واقعہ ضرور ہوتا ہے اور سوال حل ہو جاتا ہے۔ آپ یہ بھی دیکھیں کہ آپ مشکل مرحلے سے گذر رہے ہوں تو اگر مانوس چہرہ آپ کے پاس سے گذر جائے تو پھر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ حالانکہ صرف چہرہ گذر گیا ہے اور اس نے کچھ کیا نہیں۔ تو وہ چہرہ جو آپ کے دل کو قرار دے' وہ آپ کے ذہن کو بھی بیدار کر دیتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اور وہ چہرہ جو آپ کے دل کو پریشان کرے وہ ذہن کو بھی پامال کر دیتا ہے۔ تصوّرِ شیخ کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کا چہرہ جب زندگی کے صحرا میں یاد آ جاتا ہے تو زندگی کو نخلستان بنا جاتا ہے۔ اسی طرح چہرے کی داستان چلتی ہے کہ درود شریف چہرے کے قرب کے لیئے ہے اور اس کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا والضحیٰ چہرہ' زلف واللیل والضحیٰ چہرہ' یہی چہرہ نشان وجہہ اللہ ہے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو' اللہ کا چہرہ ہے۔ اصل میں اللہ کا اپنا چہرہ تو ہے کوئی نہیں ۔

یہی چہرہ نشانِ وجہہ اللہ
ورنہ رکھتا ہے کیا خدا چہرہ

خدا کا تو اپنا چہرہ ہی کوئی نہیں ہے۔ تو گویا کہ چہرے کا علم جو ہے یہ تصوّرِ شیخ کا علم بنتا ہے کہ وہ چہرہ جب یاد آ جائے تو زندگی میں اصلاح ہوتی چلی جاتی ہے۔ خاص طور پر جب آپ تذبذب میں ہوں' فیصلہ نہ کر سکیں' تو

جس موڑ پر وہ چہرہ آپ کو فیصلے کا راستہ بتائے تو وہ فیصلہ آپ کے لیئے صحیح ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوں ضرور ہوتا ہے ایک راستہ ادھر کو جا رہا ہے تو ایک راستہ ادھر کو جا رہا ہے۔ ایک غلط ہے اور ایک صحیح ہے۔ جب آپ غلط راستے پر چلتے ہیں تو آپ کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور شیخ کا چہرہ یاد نہیں رہتا۔ صحیح راستے پر چلیں تو آپ کے شیخ کا چہرہ نمایاں رہتا ہے۔ تو گویا کہ پھر وہ راستہ صحیح ہو گیا۔ صرف چہرے کی یاد سے راستہ صحیح ہو جاتا ہے۔ تو بات اس طرح ہے کہ شیخ اپنا تصور یوں دیتا ہے کہ جس طرف شیخ کا تصوّر قائم رہتا چلا جائے' وہ راستہ صحیح ہے۔ کیونکہ غلط راستے پر وہ تصور قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لیے آپ کے پاس یہ پہچان بن جاتی ہے کہ میں نے کیا کام کرنا ہے' وہ کام کرنا ہے جس کام کے بعد وہ تصوّر ختم نہ ہو جائے۔ زندگی میں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنے کی یہی ایک پہچان ہے اور یہی ایک واحد فارمولا رہ جاتا ہے کہ اس راستے پر میں گیا تو تصور مجھ سے چھن گیا۔ کیا چِھن گیا؟ کہ وہ تصوّر چِھن گیا اور وہ جلوہ گری ختم ہو گئی۔ تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں نہ کہیں غلطی ہو گئی ہے۔ غلطی والے کہتے ہیں کہ شیخ کے پاس گئے تو اس دفعہ وہ ٹھیک طرح سے ملے نہیں ہیں ضرور مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی۔ اگر آپ نیکی کر کے جائیں تو شیخ استقبال کریں گے "ہاں بھئی آ گئے ہو ہم تو آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ سب ٹھیک ہے' قربانی دے آئے ہو؟ وہ کیسا واقعہ تھا' ہاں چلو ٹھیک ہے منظور ہے"۔ انہیں پتہ ہوتا ہے۔ گویا کہ تصور شیخ قائم رہے' شیخ کا قرب رہے تو وہی راستہ صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً" ہم اللہ کا ذکر کرتے ہیں "اللہ اللہ" اگر اس عالم میں اللہ کریم کے محبوبؐ

یا آپؐ کے کوئی محبوب تشریف لائیں تو آپ اپنے اس ماحول کا جائزہ لیں کہ وہ پاکیزہ ہے یا نہیں۔ یعنی اگر ہم اللہ کا قرب مانگتے ہیں کہ یا اللہ مہربانی فرما' تو جس ماحول میں بیٹھ کے ہم اللہ کو پکار رہے ہیں' اگر وہ ماحول اللہ کو پیش کرنے والا ہو گا تو ہی اسے بلائیں گے۔ یعنی جب آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو پہلے ماحول کو پاکیزہ کرتے ہیں اور پھر اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اگر انسان کی زندگی میں' گھر میں ایسا ماحول ہو کہ شیخ اچانک وہاں آ جائیں اور وہ شخص یہ کہے کہ یہ اس وقت کیوں آئے ہیں تو اس کی زندگی ہی غلط ہو گئی۔ جو انسان ہمہ وقت ایسی حالت میں تیار نہیں پایا جاتا جس حال میں اس کا مقدس بزرگ وہاں پہنچ سکے تو وہ حالت غلط ہے۔ یعنی کہ پھر آپ اپنی زندگی میں اپنی حالت کو' اپنے حال کو اس کی موجودگی کے حوالے سے اصلاح کرتے ہیں۔ تو آپ اللہ کی موجودگی بھی سمجھ لو اور اللہ والوں کی موجودگی بھی سمجھ لو۔ گویا کہ زندگی میں وہ شخص جس کو یہ یقین ہو کہ میرا شیخ میرے ساتھ ساتھ چل رہا ہے تو وہ شخص غلطی نہیں کرے گا اور گناہ نہیں کرے گا۔ مثلاً" ایک آدمی شیخ کے پاس گیا۔ شیخ نے اس کو بتایا کہ تم آج ان ان راستوں سے ہو کے آئے ہو۔ اسے یقین ہو گا کہ میرے حال سے یہ باخبر ہے اور محرم ہے۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ شیخ میرے حال سے باخبر ہے تو ہر وقت اس کا چہرہ یاد رہتا ہے اور کبھی آواز بھی آ جاتی ہے۔ تو وہ اس چہرہ کی موجودگی میں کیسے غلط جگہ جائے گا۔ تو شیخ کا تصوّر جو ہے یہ خود بخود ہی غلط راستے سے نجات کی راہ ہے اور اس کے ذریعے آپ غلط راستے سے بالکل نجات پا جاتے ہیں کیونکہ اس تصور کی وجہ سے ہی بچنے کے لیئے یہ واقعہ ہوتا ہے۔ کیونکہ

وہ شخص پھر کوئی غلط کام نہیں کر سکتا اور اس ماحول میں شیخ کو نہیں بلا سکتا۔ مثلاً" آج کسی گھر میں رقص ہو رہا ہے' ڈسکو ہو رہا ہے تو پتہ چلا کہ شیخ بھی شہر میں آ گئے ہیں' تو پھر آپ ایسی حرکت نہیں کر سکیں گے جس سے آدمی کو یہ یقین ہو کہ میرا شیخ ہر دم میرے ساتھ ہے' میرے ہر حال سے باخبر ہے تو کبھی اس کا حال برا حال نہیں ہو گا۔ شیخ اپنا تصوّر اس وقت مرید کو دیتا ہے جب اسے یہ پتہ چل جائے کہ مرید کی حالت خراب نہیں ہوتی۔ ورنہ تو پھر شیخ کو مرید کے ساتھ برائی کے راستے پر بھی جانا پڑ جائے گا۔ اس لیئے جب مرید برائی کے راستوں سے دور رہے تو شیخ کا تصوّر ساتھ ساتھ چل پڑتا ہے کیونکہ نیک راہوں پر ہی تو شیخ چلنے والا ہوتا ہے اور چلانے والا ہوتا ہے۔ اس لیئے تصوّرِ شیخ اس مرید کو دیا جاتا ہے جو اس تصوّر کو غلط راستوں پر نہ لے جائے۔ یہ شیخ کا سایہ ہے۔ تو تصوّرِ شیخ ہی آپ کی زندگی میں آپ کو سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز بتا جاتا ہے۔ تصوّرِ شیخ ہی آپ کو غلط راستے سے صحیح راستے کی طرف لے جاتا ہے۔ زندگی میں جب آپ فیصلے نہ کر سکو تو وہاں تصوّرِ شیخ فیصلہ کرا دیتا ہے اور یہی ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو اپنے آپ کے علاوہ کسی اور طرف مائل ہی نہیں ہونے دیتی۔ یہ تو بڑی مہربانی ہوتی ہے۔

حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا
تیرے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سُو

جب آپ غلطی کی طرف جانے لگتے ہیں تو آپ کا شیخ آگے سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ کدھر جا رہے ہو۔ گویا کہ شیخ کا تصوّر حصار بنا دیتا ہے۔ شیخ کا تصوّر نیکی پر مائل کر دیتا ہے۔ شیخ کا تصوّر آپ کے راستے کو

جگمگا دیتا ہے اور آپ کے باطن کا فیصلہ کرا دیتا ہے اور یہ ان لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو اس تصور کو ملوث نہ کریں۔ اس لیئے کہتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو تصوّرِ شیخ عطا نہیں ہوتا کیونکہ ان کی زندگی ویسے نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے پوچھا تو خدا کو یاد کیوں نہیں کر رہا تو وہ کہتا ہے کہ میں اس حال میں خدا کو کیسے بلاؤں کیونکہ زندگی میری پاکیزہ نہیں ہے۔ اب میں خدا کو بلاؤں تو کس حال میں بلاؤں کیونکہ میری زندگی تو پاک نہیں ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک یہ بھی ادب کا ایک مقام ہے کہ "ہماری زندگی اس قابل نہیں ہے"۔ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ سرکارؐ گھر میں تشریف لاتے ہیں تو آپ اس وقت دعوت دو گے کہ سرکارؐ ہمارے گھر بھی تشریف لائیں جب آپ کا گھر پیش کرنے کے قابل ہو گا۔ اگر آپ کے گھر میں نیک لوگوں کا نیک بزرگوں کا اور نیک روحوں کا آنا جانا ہے تو خود بخود گھر کی دیواریں نیک ہونا شروع ہو جائیں گی اور بہت ساری غلط تصویریں اترنی شروع ہو جائیں گی۔ آپ کے گھر میں بزرگوں کے دو چار چکر لگ جائیں تو آپ کے گھر کے قصے بدل جائیں گے' دیواریں بدل جائیں گی' رستے بدل جائیں گے' سامان بدل جائے گا اور آٹومیٹک ہی گھر کی حالت بدل جائے گی' دیواروں پر خانہ کعبہ کی تصویریں لگ جائیں گی تو آپ کے گھر میں یہ جو شیخ آتے ہیں' بزرگ آتے ہیں' پیر صاحب آتے ہیں تو ان کا دو چار مرتبہ آپ کے گھر میں آنا جانا یہ اثر کرتا ہے کہ گھر کا سارے کا سارا نظام بدل جاتا ہے۔ اگر آپ کا انگریز دوست آئے تو وہاں پر رقص والی تصویر لگ جائے گی۔ یہ سب خود بخود ہی ہوتا ہے کہ جیسی آپ کی Association ہو' جیسی وابستگی ہو تو ویسی ہی زندگی خود

بخود بن جاتی ہے۔ اس لیئے شیخ جب اپنا تصوّر دیتا ہے تو آپ کی زندگی پاکیزگی کی طرف مائل کرنے کے لیئے دیتا ہے۔ تصوّرِ شیخ جو ہے یہ پاکیزگی کی ضمانت ہے اور یہ ہمیشہ رہتا ہے۔ مثلاً" آپ نے دو سوالوں میں جواب دینا ہے کہ فلاں چیز یہ ہے یا وہ ہے یعنی آپ سے سوال پوچھا گیا کہ زندگی یہ ہے یا زندگی وہ ہے۔ جب تصوّرِ شیخ مل گیا تو پھر وہ صحیح جواب دے گا۔ تو گویا کہ تصوّرِ شیخ صحیح فیصلہ کرا دیتا ہے' صداقت بتا دیتا ہے اور زندگی میں پاکیزگی پیدا کر دیتا ہے۔ اس راستے پر تصوّرِ شیخ چلائے گا جو راستہ چلنے کے قابل ہو۔ اس جگہ پر آپ درود شریف بیٹھ کے پڑھیں گے جو جگہ بیٹھنے کے قابل ہو۔ اگر گھر اس قابل نہیں تو پھر سرکار دو عالمؐ کو دعوت نہیں دیں گے اور اگر گھر مقدّس ہوجائے اور پاکیزہ ہو جائے تو پھر سرکارِ گرامیؐ کو دعوت دیتے ہیں۔

سوال :۔

کیا دعا سے واقعات بدل سکتے ہیں اور مسائل حل ہو سکتے ہیں؟

جواب :۔

یہ تیرے ہی سپرد ہے۔ یہاں انسان کی کوئی کوشش کام نہیں آ سکتی۔ انسان اللہ سے کہتا ہے کہ یہ مریض ہے' بیمار ہے' میرا رشتہ دار ہے' مجھ سے بڑا ہی پیار کرتا ہے؟ اب یہ تیرے ہاتھ میں ہے کہ یا اللہ تو اس کی صحت کی حفاظت کر۔ تو یہاں پر دعا پیدا ہو جاتی ہے۔ یا جس مقام پر ڈاکٹر نے جواب دے دیا تو وہاں پر دعا کا مقام پیدا ہو جاتا ہے۔ تو دعا جو ہے وہ اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ دعا کا معنیٰ قوت کو بلانا' وہ قوت جو آپ کی قوت

کو کسی نتیجے کی طرف لگا دے۔ لیکن اصل میں جو صاحبانِ قوت ہیں دعا وہ بھی کرتے ہوں گے۔ دعا شرط نہیں ہے' دعا Condition نہیں ہے' یہ نہ کہنا کہ "یا اللہ ہم تمہیں مانیں گے اگر تو تُو نے یہ دعا قبول فرمالی" میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ اللہ کریم جو ہے اپنے مقربین کی دعا بھی کبھی کبھی نظر انداز فرما دیتا ہے۔ اللہ تو اللہ ہے' اللہ مالک جو ہوا۔ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ کتنے ایسے بزرگ ہیں جن کی دعاؤں کو اللہ کریم نے قبول نہیں فرمایا۔ خاص طور پر نوح علیہ السلام کا واقعہ جو ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے لیئے دعا مانگی تو ان کو بیٹا اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا۔ اور کتنے ہی پیغمبر ہیں جن کے باپ ان کے دین پر نہیں آئے۔ انہوں نے بھی دعا مانگی ہو گی لیکن منظور نہیں ہوئی ہو گی۔ اسی طرح پیغمبر ہیں اور بیوی دین پر نہیں ہے' تو دعا تو مانگی ہو گی۔ مقصد یہ ہے کہ دعا قبول ہونا شرط نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا تعلق ہے وہ دعا بنتا ہے کہ یا اللہ ایسا واقعہ ہو جائے یا پھر جو واقعہ ہو رہا ہے اس کے ساتھ آپ کی رضا مندی شامل ہونی چاہیئے۔ دعا یہاں آ کے کام آتی ہے۔ دعا سے اگر وہ مسائل حل نہ ہوں تو کم از کم مسائل کی حقیقت سمجھ آ جاتی ہے کہ

میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دعا کا مقام کب پیدا ہوتا ہے یا دعا کی ضرورت کب پیدا ہوتی ہے؟ دعا کی ضرورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب آپ کے اندر ایک ایسی خواہش پیدا ہو جو آپ کی کوشش سے حاصل نہ ہو سکے لیکن اس کا حاصل ہونا ممکن ہو۔ تو جب کوشش سے کچھ حاصل نہ ہو سکے تو وہاں آپ دعا کرتے ہیں۔ یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ جو چیز کوشش سے آپ حاصل کر سکتے ہیں اس کے لیئے آپ دعا

نہیں کرتے۔ جہاں آپ کی کوشش، آپ کی استعداد ختم ہو جاتی ہے لیکن خواہش ابھی باقی ہوتی ہے تو وہاں آپ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ میری خواہش ہے، مجھ میں ہمت نہیں ہے مگر اس کو حاصل کرنا ہے کہ یہ بات میری آرزو میں ہے تو اس لیئے تُو مہربانی فرما اور میری یہ آرزو پوری کر کیونکہ یہ میری ہمت سے باہر ہے۔ اس کے لیئے آپ میں کوئی عمل بھی پیدا ہو سکتا ہے اور بغیر عمل کے بھی وہ بات پوری ہو سکتی ہے۔ زندگی جو ہے کوشش بھی ہے لیکن کوشش کے علاوہ بھی ہے یعنی زندگی نصیب بھی ہے اور کوشش بھی ہے، کون سا ناکام آدمی ہے جو کوشش نہیں کرتا، کون سا مزدور ہے جو کوشش نہیں کرتا اور کون سا گناہ گار ہے جو کوشش نہیں کرتا۔ یہ سب کوششیں ضرور ہوتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اچھا نصیب مانگا جائے۔ نصیب اس کو کہتے ہیں جس کے اندر کوشش جزا کی حق دار ہو اور سزا کی حق دار نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ یہ واقعہ صحیح ہو جائے۔ دعا سے کیا ہوتا ہے؟ یا تو وہ آرزو ختم ہو جاتی ہے یا پوری ہو جاتی ہے۔ دعا کا معنیٰ ہے کہ یہ فیصلہ میں نے اللہ میاں کے سپرد کر دیا۔ مثلاً" یا اللہ بیٹا عطا فرما اور یہ مسائل میرے خود ساختہ ہیں۔ اس لیئے جو بزرگ ہیں وہ یہی دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ہم ان دعاؤں سے بھی توبہ کرتے ہیں جو تجھے پسند نہیں ہیں۔ ہم وہ دعا بھی نہیں کرنا چاہتے جو تیری بارگاہ میں قبول نہیں ہے۔ سب سے مقبول دعا اور سب سے بہتر دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی یہ ہے کہ یا اللہ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما، یا اللہ مجھے بزرگوں کا ادب کرنے کی توفیق عطا فرما، جو اللہ کے احکام ہیں وہ آپ کی دعا میں آنے چاہئیں۔

دعا یہ کریں کہ یا اللہ میرے پاس جو وسائل ہیں وہ اس طرح استعمال ہوں کہ میں تیرے قریب ہو جاؤں۔ مال' اینٹ' گارا' پتھر' روڑا' مکان' سامان یہ بھی وسائل ہیں' وسائل میں آپ کا ذہن بھی شامل ہے' وسائل میں آپ کا دل شامل ہے' آپ کی صحت شامل ہے' آپ کی قوت شامل ہے' آپ کی زندگی کے تعلقات شامل ہیں اور آپ کی وابستگیاں شامل ہیں۔ یہ سارے آپ کے وسائل ہیں۔ یا رب العالمین جن وسائل کو میں زندگی کہہ رہا ہوں ان وسائل کا وہ استعمال عطا فرما کہ زندگی کا انجام تیرے قرب میں ہو۔ وسائل تو آپ نے استعمال ضرور کرنے ہیں۔ مثلاً" نظارے دیکھ کر آپ نے بینائی ختم کر لینی ہے۔ اس لیئے دعا یہ کریں کہ آپ کی بینائی ان نظاروں میں صرف ہو جو نظارے منظور ہوتے ہیں' تاکہ گمراہی نہ دیکھنی پڑے اور عبرت کے نظارے نہ دیکھنے پڑیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے مقبول نظارے دکھائے۔ اسی طرح سماعت ہے' سماعت یعنی کان کا سننا بھی آپ کے وسائل میں سے ہے۔ کان کے سننے کے لیئے قرآن پاک کی تلاوت سب سے بہتر ہے۔ نعتِ رسولِ کریمؐ سب سے بہتر ہے۔ حبیب پاکؐ کی آواز سب سے بہتر ہے' شیخ کی آواز سب سے بہتر ہے' نیک انسانوں کی آواز سب سے بہتر ہے۔ اگر کان کے اندر وہ نغمات سنے جائیں جن نغمات کے پیچھے گناہ حرکت کرتا ہے یا تھرکتا ہے یا دھڑکتا ہے تو پھر سمجھو کہ آپ کے کان نے آپ کا وسیلہ بن کے آپ کو گمراہ کر دیا مثلاً" اچانک کان میں ایک آواز آ گئی اور وہ آواز ہیجان پیدا کر گئی۔ یہ گمراہی کی دلیل ہے۔ کان کے اندر آواز جو جاتی ہے یہ آپ کے دل کو Capture کر لیتی ہے' گھیر لیتی ہے اور اگر دعوتِ گناہ ہو تو آپ کا وجود

میلانِ گناہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ دعوت نیکی کی ہو تو آپ کا وجود نیکی کی طرف چلا جائے گا۔ اس لیئے کان کے وسیلے کا استعمال یہ ہے کہ کان ان آوازوں کو سنیں جو آوازیں صداقت کے راستے کی طرف لے جا رہی ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں دونوں آوازیں آ رہی ہیں' حق کی بھی اور جھوٹ کی بھی۔ دونوں سرگرم عمل ہیں اور فٹا فٹ بولتے جا رہے ہیں۔ کان نے یہ Discrimination کرنی ہے' تمیز کرنی ہے کہ میرے لیئے کون سی آواز اچھی ہے۔ ایک آدمی جو نووارد' معصوم اور بھولا بھالا ہو اور گھر سے داتا صاحبؒ کے عرس پر جائے تو جب وہ بھاٹی چوک پر پہنچے گا تو ساری آوازیں شروع ہو جائیں گی۔ ان سب کو وہ عرس کی آوازیں سمجھتا ہے۔ اگر کہیں تھیٹر کی آواز آ گئی تو آپ اس کو عرس کی آواز نہ سمجھ لینا' تھیٹر ضرور لگے گا' میلہ ضرور ہو گا' سودا ضرور بکے گا' دوکان دار ضرور آئیں گے' وہ واقعہ بھی ضرور ہو گا' مجمعے ضرور لگیں گے مگر یہ سب داتا صاحبؒ کا عرس نہیں ہے۔ آگے جاؤ گے تو عزیز میاں قوالی ضرور کرے گا' اور بھی لوگ قوالی کریں گے۔ قوالی جو ہے یہ بھی داتا صاحبؒ کی آواز نہیں ہے' جس کام کو آپ چلے ہیں' اس کام کے راستے میں اس کام کے نام کے حوالے سے بے شمار آوازیں آ جاتی ہیں اور وہ اکثر آوازیں اس راستے کو روک دیتی ہیں جس راستے پر آپ چل رہے ہوں۔ مثلاً" آپ حج کرنے جا رہے ہیں' حج کے نظام میں اگر پیچیدگی پیدا ہو جائے تو آپ بے کیف ہو سکتے ہیں کہ "چھوڑو جی یہ پاسپورٹ واپس کرو' منہ پر دے مارو اسے"۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر آپ کی کیفیت ٹوٹ جائے گی۔ اگر آپ سرکارِ دو عالمؐ کے روضے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی

نے آ کے کوئی ایسا واقعہ کر دیا تو آپ کی کیفیت خراب ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس راستے پر چلنے والا بڑی احتیاط سے چلے۔ اپنے وسیلے کو احتیاط سے استعمال کرے تا کہ Reaction' ردِ عمل غلط نہ ہو جائے۔ ذہن کا استعمال آپ کو نیکی بدی کی تمیز کرائے گا۔ ذہن اگر صرف پیسہ ہی سوچے یعنی پیسہ کمانا' پیسہ جمع کرنا ہی سوچے تو وہ حسن کے خیال سے محروم ہو جائے گا۔ کوئی نمازی اگر کہے کہ مجھے تو کچھ بھی زندگی میں نہیں ملا' بس میرے لیئے دو نمازیں ہی رہ گئی ہیں' جس آدمی کو پیسہ ملا ہے اور اگر وہ پیسے کو گمراہی میں استعمال کر رہا ہے تو تیری نماز اس کی گمراہی سے بہت بہتر ہے۔ گویا کہ وسائل کا استعمال یاد رکھنے والی بات ہے۔ بینائی' سماعت' وجود' رشتے داریاں' وابستگیاں' مال دنیا' اینٹ گارا اور پتھر' یہ سارے وسائل آپ کے استعمال میں آتے ہیں اور یہ ہمیشہ ساتھ نہیں رہیں گے' نہ بینائی رہے گی' نہ ذہن رہے گا' اور نہ کوئی دنیا رہے گی۔ یہ سب کچھ بتانِ وہم و گماں ہو جائے گا۔ یہ ہر چیز آپ چھوڑ دیں گے اور چھوڑنے کے بعد فوری طور پر Direct result' نتیجے کا بٹن دبا دیا جائے گا۔ Net result' آخری نتیجہ نکل آئے گا کہ آپ نے اپنے وسائل کا استعمال کیسے کیا۔ کیونکہ یہاں سے آپ نے کچھ لے کے تو جانا نہیں ہے اور یہیں پر آپ غلطی کر بیٹھتے ہیں اور یہ بڑی Important' اہم بات ہے کہ آپ نے یہ دنیا کا مال جو اٹھایا ہے اس مال کو برائے مال ہی اٹھا لیا ہے۔ یہاں پر غلطی ہو گئی کیونکہ یہ مال برائے استعمال تھا تا کہ نتیجہ نکلے۔ مگر آپ نے مال کو برائے مال ہی جمع کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلے گا کہ زندگی جب ختم ہو گی تو مال کے طور پر مال جمع ہو گا اور عمل کے طور پر

جمع "زیرو" ہو گا۔ اس لیے اس بات کا خیال رہے کہ وسائل تو ختم ہو جانے ہیں' چھن جانے ہیں اور جدا ہو جانے ہیں۔ کہیں وسائل کا اجتماع آپ کو بے عمل نہ کر کے رکھ دے۔ پیسے کا اجتماع صرف پیسے کی خاطر جو ہے یہ بے عملی ہے بلکہ بد عملی ہے۔ زندگی کے وسائل کا اجتماع بغیر استعمال کے بد عملی ہے۔ اس لیئے آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ اپنے وسائل کا استعمال اس انداز سے کرنا ہے تاکہ آپ کا نتیجہ یہ نکلے کہ نیک عمل کر رہا ہے۔ نیک عمل کیا ہے؟ یہاں سے مال اٹھایا' کچھ اس کے حوالے کیا' کچھ اس کے حوالے کیا تو اس طرح نیک عمل بن گیا۔ تو گویا کہ اپنے وسائل کو نیک اعمال میں ڈھالنا چاہیئے اور یہ دعا مانگی چاہیئے۔ یااللہ ہم دعا کرتے ہیں کہ ہم اپنے ملنے والے لوگوں کے ساتھ نیکی کی خاطر ملیں۔ اگر دو بندے دوست ہیں تو دونوں بدی کی راہ پر چل سکتے ہیں اور دو دوست نیکی کی راہ پر چل سکتے ہیں۔ دعا کریں کہ یا اللہ ہمارے مال کو نیک راستے کا سفر بنا' ہمارے وسائل کو نیک راستے کے لیئے لگا۔ اور نیک راستہ ہر راستے میں ملے گا۔ کوئی وقت ایسا نہیں کہ نیکی بند ہو جائے اور کوئی وقت ایسا نہیں کہ بدی بند ہو جائے۔ مسجد کے اندر عین ممکن ہے کہ انسان گمراہ ہو کے نکلے اور عین بت خانے میں بیٹھا ہوا انسان جو ہے وہ وہاں سے نیکی کی راہ لے کے نکلے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ایک ایسا نظام رکھا ہوا ہے کہ۔

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ کون سی جگہ ہے اور کہاں سے کیا مل سکتا ہے' ہر چیز ہر جگہ ہو سکتی ہے۔ انسان جو ہے وہ اپنے حال میں رہ سکتا ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی

چاہیئے کہ آپ کے وسائل جو ہیں وہ اللہ کے راستے میں استعمال ہوں۔ بس یہی زندگی ہے۔ سب سے بڑا کام یہ ہے کہ میری آپ کی جان جو ہے وہ اللہ کے راستے میں استعمال ہو تو اس طرح جان محفوظ ہو جائے گی کیونکہ جس نے دی تھی اس کو واپس لوٹا دی۔ جان دینے والا وہ ہے' اس طرح جیسے باپ کسی بیٹے کو پیسے دے اور باپ کہے کہ تھوڑے سے پیسے میرے لیئے بھی رکھو۔ بیٹا کہتا ہے' نہیں' ہم آپ کو نہیں دیتے۔ تو انسان یہی کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے زندگی دی ہے کہتا ہے زندگی فری' اس کی کوئی Payment نہیں ہے' قیمت نہیں لیتا' اس میں سے کچھ لمحات میری طرف سے تمہیں دیے جاتے ہیں۔ جب اللہ واپس مانگے تو انسان کہتا ہے یہ تو بڑا مشکل ہے' آپ نے مجھے آزمائش میں ڈال دیا۔ اللہ کہتا ہے ہم آپ کو سو روپے دیتے ہیں اور انہیں سال بھر استعمال کرو' اس کو رکھو اور ہمارے لیئے صرف اڑھائی فی صد دے دو تو انسان کہتا ہے کہ یہ تو بڑا مشکل ہے۔ پیسہ دینے والا وہی اللہ ہے' کون آدمی ہے جو خدا کی طرف سے اس کو سمجھ کر استعمال نہیں کرے گا' صرف وہ جس کو یہ یقین ہو گا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ملا۔ جب آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ دولت تمہیں خدا کی طرف سے نہیں ملی اور یہ آپ کا دعوی ہو جائے تو زندگی وہیں گمراہ ہو گئی۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کی طرف سے ملا ہے اور اسی کی طرف لوٹا دیا جا رہا ہے تو پھر آپ کی زندگی آسودہ حال ہو جائے گی۔ اس لیئے دعا جو ہے وہ مسائل حل کرے یا نہ کرے لیکن آپ کی اصلاح کر دیتی ہے۔ دعا کا ہونا اصلاح کی ضمانت ہے۔ دعا کا ہونا تقربِ الٰہی کی ضمانت ہے۔ دعا مانگنے والا اللہ سے کبھی

گمراہی کی دعا نہیں مانگتا۔ ایسی دعا کوئی نہیں مانگے گا۔ دعا بذاتِ خود آپ کے مقصد کی اصلاح ہے یعنی کہ آپ اس چیز کی دعا مانگو گے جو ویسے ہی نیک مقصد ہو۔ اس لیے دعا کا تصوّر بذاتِ خود ایک ایسا تصوّر ہے کہ آپ کا راستہ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے۔ "یا اللہ مہربانی فرما! دعا یہ ہے کہ حج کی تمنّا پوری کرا!" آپ کو پتہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گا۔ آپ یہ دعا نہیں مانگیں گے کہ یا اللہ میری چوری کرنے کی تمنّا پوری کر۔ گویا کہ دعا کا تصوّر' دعا کو تسلیم کرنا' دعا کو ماننا اور دعا مانگنے کے عمل سے آدھی زندگی تو ویسے ہی اصلاح میں آ جاتی ہے کیونکہ یہ چیز بڑی ضروری ہے اس لیئے آپ غور کریں کہ انسان کے لیئے کوئی شے نئی نہیں ہے۔ اپنی زندگی میں سے' اس کے استعمال میں سے' اس کے وسائل میں سے' ساری چیزیں آپ نے دریافت کرنی ہیں تاکہ جب آپ زندگی چھوڑیں تو فوری طور پر دوسرے سفر پر روانہ ہو جائیں۔ کون سا سفر؟ خدا کا سفر اور سچائی کا سفر۔ تو یہ زندگی یا تو جزا بن جائے گی یا سزا بن جائے گی اور اسے آپ خود بناتے جا رہے ہیں۔ اس لیئے اس زندگی کے وسائل میں آپ کو سب کرنا ہے۔ تو دعا کا مقام یہ ہے۔

سوال :۔

توبہ کے بعد توبہ کیوں کی جاتی ہے؟

جواب :۔

اب ایک آدمی جس کی زندگی کثرتِ تضاد میں ہے یعنی زندگی اضداد کی حامل ہے وہ آدمی نیکی بدی ملا کے چلتا ہے اور وہ سچ جھوٹ کو ملا

کے چل رہا ہوتا ہے تو ایسے آدمی کی توبہ کا فیصلہ کمزور ہو جائے گا۔ توبہ ایک فیصلہ ہے کہ اپنے آپ کو اپنی اس برائی سے ہٹا کے نیکی کی طرف گامزن کرنا اور اس فیصلے کا گواہ اللہ کو بنانا۔ توبہ آپ کا فیصلہ ہے' یہ جتنی گہرائی سے ہو گا' جتنی صداقت سے ہو گا' اس کی منظوری وہاں اللہ کے ہاں ہے۔ توبہ اللہ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ توبہ آپ کا فیصلہ ہے۔ اگر آپ کا فیصلہ نہ بدلے تو پھر آپ توبہ نہ کرو۔ اس لیئے اپنی Will Power کو' ارادے کو توبہ کے حوالے سے مضبوط کرو یا توبہ کو Will Power کے حوالے سے مضبوط کرو۔ توبہ منظور ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ بندے کے اندر اتنی Will' قوتِ ارادی پیدا ہو جائے۔ توبہ کے معنٰی ہیں راستہ مڑ جانا' واپس آ جانا' بیک ہو جانا' چلتے چلتے ایک راہ سے دوسری راہ پر پلٹ جانا۔ یعنی جب آپ ایک راستے کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ راستہ آپ کے مالک کی پسند کا نہیں ہے تو آپ وہاں سے پلٹ جائیں۔ پلٹ جانے کا عمل پھر واپس اسی جگہ آنے کا عمل تو نہیں بن سکتا۔ تو گویا کہ توبہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ پلٹ آنا' پھر گناہ ختم ہو جاتا ہے اور یادِ گناہ بھی ختم ہو جاتی ہے کیونکہ آپ نیکی میں Involve ہو گئے' آپ نیکی کے راستے پر چل پڑے۔ توبہ کے بعد اگر گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فیصلہ کرنے والا انسان ہے وہ کمزور ہے اور اس کو گناہ نے دبوچ لیا ہے۔ گناہ دبوچ لے تو پھر مدد کے لیئے آپ اللہ کو پکارتے جائیں اور پھر توبہ کرتے جائیں۔ اگر گناہ ہوتا ہے تو آپ توبہ کرتے جائیں تاکہ اتنی بچت ہو جائے کہ اگر آپ کو موت آ جائے تو توبہ کی حالت میں آئے اور گناہ کی حالت میں نہ آئے۔ یہ ضروری بات ہے کہ موت معذرت میں

آئے اور تکبر میں نہ آئے۔ اس لیے میں کہتا ہوں جو شخص اللہ کو پکارنے والا ہو' اللہ کے بندوں کو پکارنے والا ہو تو وہ حالتِ گناہ میں تو اپنے گھر میں ان کو دعوت نہیں دے گا۔ یہاں تصورِ شیخ جو ہے آپ کو نجات دیتا ہے اور آپ کا نیک خاندان آپ کو نجات دیتا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو گناہ' جو ارادہ اور جو برائی' مخفی ہے' تنہائی میں ہے' تاریکی میں ہے اور دل میں ہے' اس نے چھت پہ چڑھ کے بولنا ہے' دنیا میں کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو مخفی رہا ہو بلکہ ہر مخفی گناہ Announce' مشہور ہو جاتا ہے' اسی طرح بزرگوں کا جو علم باطن ہے وہ بھی ظاہر ہو کے رہا۔ یہ ایسا سسٹم ہے کہ ہر چیز ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس لیئے آپ یہ دعا کیا کریں کہ آپ کے باطن کے اندر بھی کوئی خرابی نہ رہ جائے۔ جب آپ نے اللہ کے پاس فیصلہ کر لیا کہ یا اللہ میں اس بات سے توبہ کرتا ہوں تو آپ پھر اس غلطی سے بچ جاؤ۔ اس لیئے بزرگوں نے کہا کہ توبہ شکنی کے گناہ سے بچو یعنی توبہ توڑنے کے گناہ سے بچو۔ یہ ایک الگ مضمون ہے۔ توبہ کو قائم کرنے کے لیئے یہ ایک ضروری چیز ہے کہ آپ کے ہم سفر اچھے ہونے چاہئیں' آپ کی مشاورت اچھی ہونی چاہیئے' آپ کے دوست اچھے ہونے چاہئیں' آپ کے دوست ہم خیال ہونے چاہئیں اور آپ بزرگوں کی صحبت سے الگ نہ بیٹھنا بلکہ ان کے خیال میں بیٹھنا' اور ان کی یاد کو قائم رکھنا' اس لیے کہ آپ کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔ لہٰذا آپ اپنے آپ کو اس بات سے ضرور بچائیں کہ آج تنہائی کے اندر جو جرم ہوتا ہے' خیال ہوتا ہے' اس نے Publically Announce ہونا ہے۔ کہیں ایسی حالت نہ ہو کہ کل کو آپ شرمندہ ہوں یعنی آپ

محنت بھی کریں' وہ گناہ بھی ہو اور اس میں شرمندگی اور ندامت بھی ہو اور پھر سزا الگ سے ملے۔ اس لیئے سماج میں جو آپ کا وقار موجود ہے' جو عزت موجود ہے اس کے تحفّظ کے لیئے توبہ قائم کرلو۔ شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ کا نام ستّارالعیوب ہے۔ ستّارالعیوب کا معنی ہے گناہ کو چھپانے والی ذات۔ حالانکہ آپ اپنے گناہ نہیں چھپاتے مگر وہ چھپاتا ہے۔ اس لیئے جب تک گناہ چھپے ہوئے ہیں' اس سے پہلے کہ گناہ ظاہر ہوں' آپ توبہ کر کے نجات پالیں۔ گناہ کا آؤٹ ضرور ہو گا۔ اس سے پہلے کہ آؤٹ آئے آپ اس سے توبہ کرلیں کیونکہ آؤٹ ہو گا تو یہ Announce ہو گا۔ توبہ کا معنیٰ ہے کہ آپ کہیں کہ یا اللہ مجھ سے کوتاہی ہو گئی' ہر وہ چیز جو تجھے پسند نہیں ہے اور وہ میرے اندر ہے میں اس سے توبہ کرتا ہوں' چاہے وہ میری ریاکاری کی عبادت ہی ہو' جو عبادت میں نے دنیا کو دکھانے کے لیئے کی ہے' اس ریاکاری سے میں توبہ کرتا ہوں بلکہ میں ہر اس عمل سے توبہ کرتا ہوں جو تجھے ناپسند ہے۔ تو اس چیز سے توبہ کرو جو اللہ کو ناپسند ہے۔ یااللہ میری توبہ کو قائم رہنے کی توفیق عطا فرما! تو آپ Finalتوبہ کریں' ہمیشہ رہنے والی توبہ'Permanent توبہ' Unbreakable توبہ' پھر Mistake نہ ہو' غلطی نہ ہو ------ اللہ تعالیٰ توبہ کو قائم رکھے۔

سوال :۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عروج سے نوازا تو پھر انسان میں شر کیسے پیدا ہو گیا؟

جواب :۔

یہ سوال بڑی دفعہ ہو چکا ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ جب آپ زمین پر خلیفہ بنا رہے ہیں اور آپ نے جنت بنائی ہے تو دوزخ کیوں بنا رہے ہیں؟ بس یہ اللہ کی منشاء ہے۔ منشاء سمجھ آئے تو پھر سارا واقعہ آپ کو بہت جلدی سمجھ آ سکتا ہے۔ مثلاً" شیطان کا یہ بھی سوال تھا کہ اللہ نے مجھے بات سمجھائی نہیں ہے' آدمؑ کو آپ نے سارے اسماء سکھا دیے مگر میرے ساتھ آپ نے کوئی رعایت نہیں کی۔ ایک اور سوال بھی لوگ کرتے ہیں کہ ہمیں تو شیطان گمراہ کرتا ہے مگر شیطان سے پہلے تو شیطان نہیں تھا تو اس کو کس نے گمراہ کیا۔ گمراہ کرنے والی ذات کو شیطان کہتے ہیں اور شیطان بذاتِ خود پہلے گمراہ ہو گیا تو اس کو کس نے گمراہ کیا۔ یہ ایک راز ہے کہ شیطان گمراہ ہے کہ شیطان راہ پر ہے۔ ممکن ہے وہ ایک راہ ہی ہو یعنی شر کی راہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کو پیدا کیا ہے خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالیٰ خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یہ ایک راستہ بتایا جا رہا ہے۔ شر کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ آپ نے یہ جو سوال کیا ہے' اس دنیا کے اندر' انسانوں کی دنیا میں اور اس وقت جب ہدایت آ چکی ہے تو اب یہ سوال نہیں بنتا۔ ورنہ یہ سوال تو پہلے دور کا سوال تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی شفاعت پر اگر غور کریں تو وہ رؤف ہے' رحیم ہے اور غفّار ہے۔ غفّار کا معنی ہے بخشنے والا' خطا کو بخشنے والا۔ اگر وہ غفّار ہے تو انسان ضرور خطا کار ہو گا۔ اگر اللہ انعام دینے والا ہے تو انعام حاصل کرنے والا انسان ضرور ہو گا۔ اگر وہ قہار ہے تو قہر برداشت کرنے والا انسان بھی ہو گا۔ تو گویا کہ اللہ کی اپنی صفات کے حوالے سے'

اس کی مخلوق میں وہ چیزیں ضرور ہوں گی۔ اس کی تخلیق کے اندر دو طرح کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی تمنّا کریں گے اور تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دین کی تمنّا کریں گے' آخرت کی تمنّا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو "احسن تقویم" اچھی صورت میں پیدا کیا اور ثم رددنہ اسفل سٰفلین پھر انسان بہت ہی نیچے گر گیا۔ اسفل سٰفلین تک انسان نے پہنچنا ہے۔ یہ انسان کے مقام ہیں۔ وہ اسفل سافلین کب بنتا ہے؟ اگر وہ روگردانی کرے گا تو گناہ ہو گا۔ اگر اللہ حکم نہ دے اور پیدا کر کے پھینک دے تو پھر خیر شر' نیکی بدی' کا کوئی حوالہ نہیں ہونا چاہیئے۔ پرانے زمانے میں آدمؑ جب تشریف لائے تو اس کے بعد شادیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اب بیٹا ہوتا ہے' بیٹی ہوتی ہے تو شادی ہو جاتی ہے۔ جب قانون بن گیا تو جائز' ناجائز پیدا ہو گیا اور حلال حرام پیدا ہو گیا۔ جوں جوں حوالہ چلتا ہے' قانون نافذ ہوتا ہے۔ جہاں جہاں دین آتا گیا وہ حوالہ بنتا گیا اور اب آپ کے پاس ہدایت آ گئی ہے کہ یہ خیر ہے اور یہ شر ہے۔ اس لیئے آپ خیر کے حوالے سے ہی عمل کریں۔ شجرِ ممنوعہ تک جانا ہی باعثِ شر ہے۔ شجرِ ممنوعہ رکھا ہی اسی لیئے گیا تھا کہ اس کی تمنّا ہو۔ یہ ایک الگ راز ہے۔ انسان کو خلیفۃ الارض بنانا تھا' اگر شجرِ ممنوعہ استعمال نہ ہوتا تو انسان جنت میں رہتا اور اس طرح نیچے کون آتا؟ اگر انسان نیچے نہیں آتا تو خلیفہ کون بنتا۔ جنت کی تعریف میں نے آپ کو بتائی تھی کہ جنت وہ مقام ہے جس سے معزول ہونے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جائے۔ جس مقام کو کھونے کے بعد دوبارہ پانے کی تمنّا ہو اسے جنت کہتے ہیں۔ تو یہ

جنت کی تمنّا ہے اور یہ انسان کو عطا ہوئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا کہ انسان اس جنت میں چلا جائے گا جسے چھوڑ کے آیا تھا۔ اس لیئے یہ باتیں غور کرنے والی ہیں۔ لیکن آپ کو دین کے حوالے سے اللہ نے جو حکم دیا ہے آپ وہ مانتے جائیں اور اس کی حکم عدولی جو ہے وہ پھر دوزخ بن جائے گی۔ اب آپ کے لیئے مسئلہ بڑا آسان ہو گیا۔ جو سرکارِ دو عالمؐ نے راستہ بتایا ہے آپ اس پر چلتے جائیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے' یہ جنت ہے اور اس راستے کے علاوہ دوزخ ہے۔ بلکہ یہاں تک فقراء کہتے ہیں کہ سرکارؐ کا قرب ہی جنت ہے اور سرکارؐ سے دوری ہی دوزخ ہے۔ اس لیئے گناہ جو ہے وہ حکم کے علاوہ چلنا ہے۔

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے' آپ پر زندگی آسان ہو جائے اور زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین ! اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما! ہم آپ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی ہمارا آخری سوال ہے۔ یا رب العالمین! تمام حاضرینِ مجلس کی نیک تمنّائیں قبول فرما! آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

.... ☆ .....

واصف علی واصف

گفتگو۔ ۱۰



واصِف علی واصِف

گفتگو-۱۰

کاشِف پبلی کیشنز
۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب		گفتگو-۱۰
مصنف	-----	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	-----	۲۰۰۲ء
بار	-----	اول
قیمت	-----	200 روپے

ناشر:

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔اے جوہر ٹاؤن لاہور، فون: ۵۳۰۰۴۳۸

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

تجھ کو بھی کچھ آگہی مل جائے گی
تو مری دیوانگی اپنا کے دیکھ

(واصف علی واصفؒ)



عرض ناشر

رنگ اور برش تو سب کو ملتے ہیں مگر ان کے استعمال سے شاہکار تخلیق کرنے کا سلیقہ کسی کسی کے حصّے میں آتا ہے۔ ہر مصوّر اپنے مشاہدے کی قوّت اور اس مشاہدے کو کینوس پر منتقل کرنے کی اپنی اپنی لیاقت رکھتا ہے۔ یوں اس کا خیال ایک تصویر کا روپ ڈھال کر لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کے پاس حرف کو تصویر بنانے کا یکتا فن تھا۔ وہ حروف سے فقرے اس طرح بناتے چلے جاتے کہ ان کا خیال الفاظ کا روپ اوڑھ لیتا اور پھر خیال صوت سے آگے نکل کر مشاہدے کی تصویر بن جاتا۔ اس طرح جب وہ اپنی گفتگو کو پھیلاتے تو سننے والے پر معانی اور آگہی کے نئے دریچے کھلنے لگ جاتے۔ یوں محفل کے شرکاء اس خاص علم سے سیراب ہوتے جو مومن کی میراث اور فقراء کرام کا خاصہ ہے۔ انسان کے خیال کو جلا بخشنے والی یہ روشنی جب پھیلنے لگی تو اُمّت کے ہر طبقۂ حیات و فکر کے لوگ ان سے جوق در جوق رابطہ کرنے لگے اور اپنے اپنے سوال اور مسئلے کا حل پانے لگے۔ یہی سوالات اور ان کے جواب جمع کر کے کتابوں کا یہ سلسلہ ''گفتگو'' کے زیرِ عنوان شروع کیا گیا تو ان قارئین کو وہی خوشبو ملنے لگ گئی جو واصف صاحبؒ کی محافل کے شرکاء کو حاصل تھی۔ ''گفتگو'' کے سلسلے کی یہ کتابیں دلوں اور ذہنوں کے لیے طمانیت اور کشادگی کا تازہ پیغام بن گئیں اور ہر نئے والیوم کا بے کلی سے انتظار ہوا۔ اس سلسلہ کا دسواں حصہ اب پیشِ خدمت ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ ہمیشہ کی طرح ادارے سے اپنی رائے اور تجاویز کا سلسلہ بحال رکھیں۔ شکریہ۔



فہرست

﴿۱﴾

۱	حسد اور رشک کیا ہے؟	۱۹
۲	میں اپنی معروف عبادت کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو، اس کے لیے کوئی رہنمائی فرمائیں؟	۲۵
۳	لوگ جھگڑا کیوں کرتے ہیں؟	۳۱
۴	نفس اور روح کے بارے میں ذرا تفصیل سے وضاحت فرمادیں؟	۳۹
۵	حاسد کی نظر سے کیسے بچنا چاہیے؟	۴۴
۶	آپ کہتے ہیں کہ سوال کرو تو ہمارا ذہن خالی ہوتا ہے، اس میں سوال ہی کوئی نہیں ہوتا، ہم مصنوعی سوال کیا کریں؟	۴۴
۷	میری ایک تجویز ہے کہ آدھا گھنٹہ آپ کسی موضوع پر لیکچر دیں اور پھر سوالوں کے جواب دیا کریں؟	۴۵
۸	میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے مگر رکاوٹ	

آجاتی ہے۔ ۵۲

۹ کیا نماز میں آمین بلند کہنی چاہیے؟ ۵۴

۱۰ آج کل اخباروں میں آتا ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آنے والی ہے! ۵۴

﴿ ۲ ﴾

۱ درود شریف پڑھنے سے ہمارے بزرگوں کی حالت کچھ اور ہوا کرتی تھی لیکن ہماری قلبی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا حل یا علاج ہے؟ ۶۵

﴿ ۳ ﴾

۱ سرعرض یہ ہے کہ ''خیال'' کہاں سے آتا ہے؟ ۹۹

۲ سر! پھر اس کا آخری رزلٹ کیا ہوا؟ ۱۱۱

۳ جس طرح اچھا خیال آتا ہے تو اس برے زمانے میں برے خیال بھی آجاتے ہیں، پھر ہم کیا کریں؟ ۱۱۶

۴ اچھے اور برے خیال کے علاوہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کوئی خیال نہیں ہوتا یا ان کا خیال صرف مال کی

طرف ہوتا ہے؟ ۱۲۰
۵ سر! کچھ لوگوں کی نیچر آف جاب ایسی ہوتی ہے کہ وہ صبح سے رات بارہ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں تو کیا وہ بد آدمی سے بہتر ہوتے ہیں؟ ۱۲۱
۶ یہ جو نیند ہے یہ باعث رحمت بھی ہے اور باعث زحمت بھی ہے تو پھر مکینیکل لائف والے کا کیا معاملہ ہوگا؟ ۱۲۲
۷ کیا خیال کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر وقت گزرتی رہتی ہیں اور ہم وصول کرتے رہتے ہیں؟ ۱۲۵
۸ سر! کبھی کبھی خیالات میں بے چینی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اپنے بس میں نہیں ہوتی ہے؟ ۱۲۶
۹ بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ناپسندیدہ خیال ذہن میں آجاتا ہے؟ ۱۲۶
۱۰ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ سوال ہوتا ہے لیکن آپ جیسا جواب دینے والا نہ ہو تو اس کا جواب لاکھ سوچنے کے باوجود حاصل نہیں ہوتا - پھر ہم کیا کریں؟ ۱۲۸
۱۱ تو کیا ہم دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف چلے جائیں؟ ۱۲۹

۱۲ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام کا تجزیہ ہوسکتا ہے اور انہیں
لوگوں پر کیسے نافذ کیا جاسکتا ہے؟ ۱۳۰

۱۳ اگر بندے پھر بھی ناراض ہوں تو کیا کیا جائے؟ ۱۳۴

۱۴ ایک خیال آتا ہے کہ یہ باتیں جو ہم اس عمر میں سن رہے
ہیں اگر یہی گفتگو، محفل، ہمیں کچھ عرصہ پہلے میسر ہو جاتی
تو شاید ہماری زندگی کچھ اور ہوتی۔ ۱۳۷

۱۵ سر! یہ بھی تو ذمہ داری کا حصہ ہے کہ مجھے نتائج سے
پہلے کچھ احساس ہے۔ ۱۳۸

۱۶ ہم اس مشینی زندگی میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ
ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ تو ایسی صورت حال سے
نکلنے کے لیے کیا کریں؟ ۱۳۸

﴿۴﴾

۱ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں
برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمادیں۔ ۱۵۹

۲ جن لوگوں میں درد نہیں ہے ان میں کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟ ۱۶۹

۳ دنیا کے اندر تو لوگ خدا کو حق نہیں دیتے، ہمدردی نہیں رکھتے، پھر درد کیسے پیدا ہوگا؟ ۱۷۰

۴ چشم پرنم کا آپ نے فرمایا ہے تو رونے والوں کے پاس تو کوئی بیٹھتا نہیں ----- ۱۷۴

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کوئی واقعہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا سزا ہے؟ ۱۷۵

۶ کسی انسان کی ذات میں صفات کی پہچان کس طرح ہوسکتی ہے؟ ۱۷۶

۷ مگر انسان اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے --- ۱۷۷

۸ دنیا بہت تنگ کرتی ہے --- ۱۷۷

۹ جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں۔ جب صبر نہیں ہوتا پھر آدمی کیا کرے؟ ۱۷۷

۱۰ غم اور تکلیف میں اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ ۱۷۹

۱۱ کیا ہم صفات کے حوالے سے ذات کو پہچان سکتے ہیں؟ ۱۸۱

۱۲ کیا درد کی حالت میں ایسا ہوسکتا ہے کہ ہر طرف وہ ہی وہ دکھائی دے۔ ایسے میں دردوالا کیا کرے؟ اور ہمارے

لیے کوئی واضح راستہ بتادیں۔ ۱۸۵

﴿۵﴾

۱ آج کل دین کے بارے میں طرح طرح کی کئی کنفیوز کرنے والی باتیں ہیں ---- پھر ہم کیا کریں؟ ۱۹۹
۲ عرض یہ ہے کہ وجدان کیا چیز ہوتی ہے؟ ۲۰۹
۳ آپ کی کتاب ''شب چراغ'' میں ایک نظم ہے ''سن رہا ہوں میں دور کی آواز''۔ اس میں بڑا وجدان ہے۔ ۲۱۴
۴ وجد اور وجدان میں فرق کیا ہے؟ ۲۱۴
۵ کیا وجدان کو علم کی طرح پھیلایا جاسکتا ہے؟ ۲۱۶
۶ جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں ان کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے تو ہم کیا کریں؟ ۲۱۹
۷ یہ جو بزرگوں کی تعلیمات ہیں یہ اسلام اور ایمان کی تبلیغ کے لیے ہیں۔ ۲۲۲
۸ بہت کوشش کے باوجود اب تک ہمارے باطن کی اصلاح نہیں ہو رہی، اس کے لیے کیا کریں؟ ۲۲۳

۹ ہم اپنے معاشرہ میں لوگوں کو اسلام سے کم وابستہ دیکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور کیا بنے گا؟ ۲۲۴

۱۰ جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوتا رہتا ہے؟ ۲۲۵

﴿۶﴾

۱ آپ یہ فرماتے ہیں کہ لوگ بیمار کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ نماز کا درس دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ بات تاویل سے بتاتے ہیں؟ تاویل کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہونی چاہییں۔ ۲۳۱

۲ کیا تاویل کا کوئی ایسا معیار اور پیمانہ ہے کہ انسان اس سے آگے نہ بڑھے۔ ۲۴۴

۳ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ اپنے آپ کا اظہار کروں۔ یہ حدیث پاک ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟ ۲۵۸

۴ کیا یہ کسی بزرگ کا کلام ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے کلام میں موجود ہے۔ ۲۵۸

۵ سر! ابھی آپ نے حضرت علیؓ کا ایک فرمان سنایا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، تو یہ پہچان کیا ہے؟ ۲۶۱

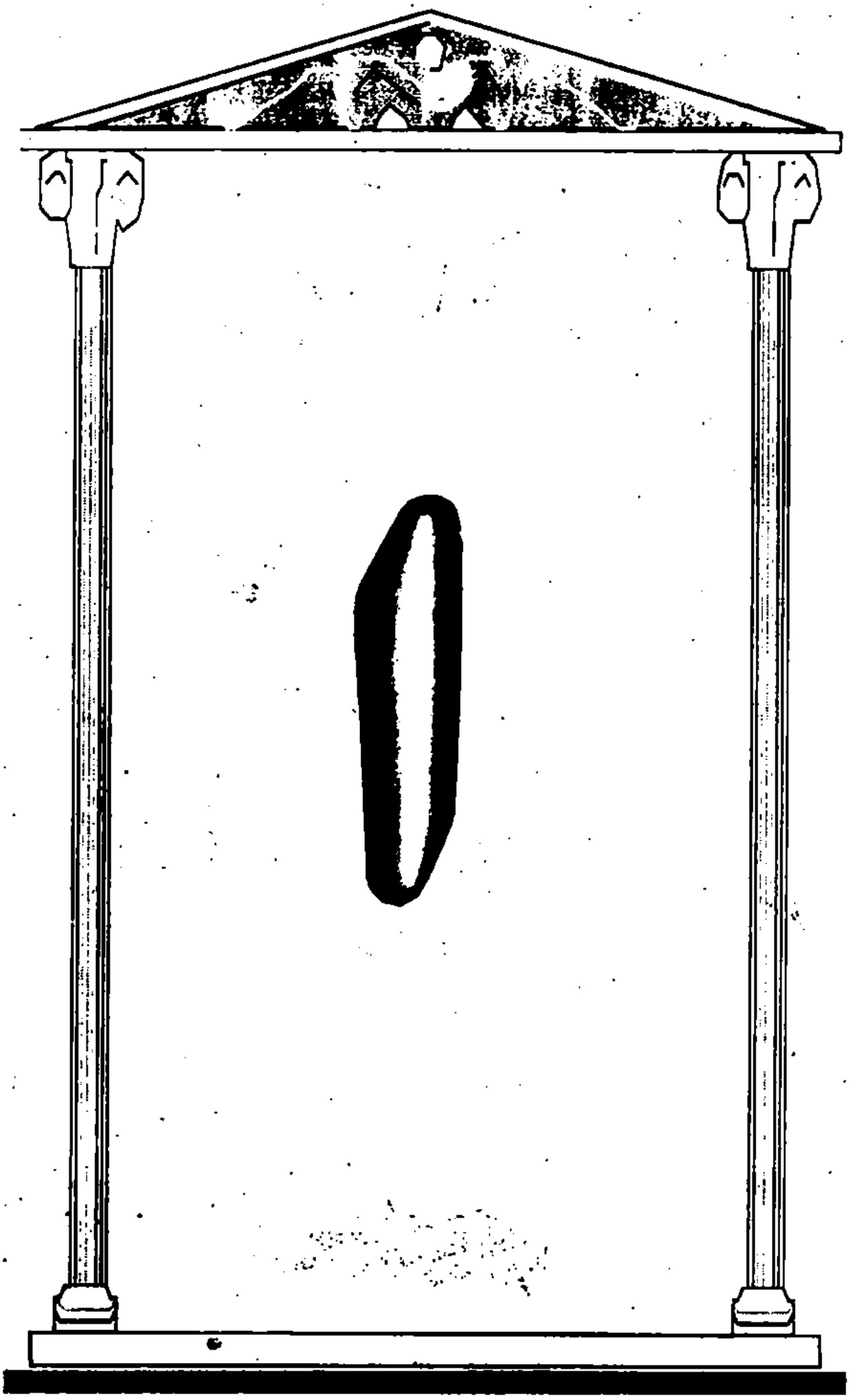

گفتگو-۱۰

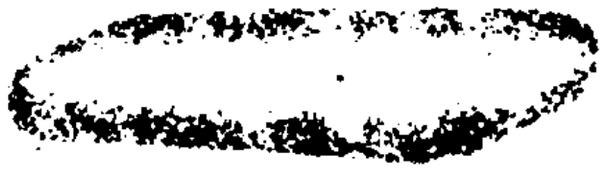



۱ حسد اور رشک کیا ہے؟

۲ میں اپنی معروف عبادت کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو اس کے لیے کوئی رہنمائی فرمائیں؟

۳ لوگ جھگڑا کیوں کرتے ہیں؟

۴ نفس اور روح کے بارے میں ذرا تفصیل سے وضاحت فرما دیں؟

۵ حاسد کی نظر سے کیسے بچنا چاہیے؟

۶ آپ کہتے ہین کہ سوال کرو تو ہمارا ذہن خالی ہوتا ہے اس میں سوال ہی کوئی نہیں ہوتا ہم مصنوعی سوال کیا کریں؟

۷ میری ایک تجویز ہے کہ آدھا گھنٹہ آپ کسی موضوع پر لیکچر دیں اور پھر سوالوں کے جواب دیا کریں؟

۸ میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے مگر رکاوٹ آ جاتی

۹ کیا نماز میں آمین بلند کہنی چاہیے؟

۱۰ آج کل اخباروں میں آتا ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آنے والی ہے!

سوال :۔

حسد اور رشک کیا ہے؟

جواب :۔

آپ مجھ سے ایسا سوال کریں جس کا جواب حاصل ہونے پر آپ کا ذاتی سفر آسان ہو جائے۔ اگر علم میں اضافہ چاہتے ہیں تو علم کی تو کتاب موجود ہے' ایک حسد پر لکھی ہوئی ہے اور ایک رشک پر لکھی ہوئی ہے۔ اچھا تو حسد دوسرے آدمی کو کسی کی اس صفت کے بارے میں ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ اس میں نہ رہے اور رشک اس صفت کے بارے میں ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے کہ یہ اس میں آ جائے۔ تو آپ جو صفت کسی میں سے نکالنا چاہو تو یہ حسد کہلائے گا اور اپنے آپ میں ڈالنا چاہو تو یہ رشک کہلائے گا۔ فرق سمجھ آگیا آپ کو! حسد کرنا غلط ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے' حسد کرنے کو شر کہا گیا ہے قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفٰثٰت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد تو اس کو شر کہا گیا ہے اور حاسد کے شر سے بچنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کہ یا اللہ ہمیں حاسد کے شر سے بچا۔ حسد کرنے والا اپنے آپ میں تو وہ صفت نہیں پیدا کرنا چاہتا بلکہ آپ کو آپ کی صفت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے یہ شر کہلاتا ہے۔ ایک دفعہ

ایک آدمی کی چوری ہو گئی' وہ رو رہا تھا اور روتا جا رہا تھا۔ لوگوں نے کہا اب بس کرو۔ کسی نے پوچھا روتا کیوں جا رہا ہے؟ کہتا ہے کہ روتا اس لیے نہیں ہوں کہ میری چوری ہو گئی ہے بلکہ اس لیے ہوں کہ تمہاری نہیں ہوئی ہے۔ یہ حاسد کا کام ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ تمہاری بھینس بھی مر جائے۔ حاسد کہتا ہے کہ یا اللہ میں تو لوگوں کی چیزیں دیکھ دیکھ کے تھک گیا ہوں' یا تو مجھے بھی یہ چیزیں دے یا پھر ان سے بھی چھین لے۔ تو دو طرح کی خواہش ہوتی ہے کہ اللہ مجھے دے یا اس سے چھین لے' اب "دے" والی بات جو ہے ناں یہ رشک ہے اور جب "چھین لے" والی بات آ جاتی ہے تو وہ حسد ہے۔ حسد کرنے والا اپنے اندر اس صفت کے پیدا کرنے کی اہلیت نہیں پاتا اور چاہتا یہ ہے کہ دوسرا اس صفت سے محروم ہو جائے۔ عام طور پر حسن کے حاسد ہوتے ہیں' خوب صورتی کے حاسد ہوتے ہیں' مال کے حاسد ہوتے ہیں اور اچھی صفت کے حاسد ہوتے ہیں یعنی جو بھی اعلیٰ' Competent صفت ہو اس کا حاسد ہوتا ہے۔ حسد کرنے والا چھوٹا آدمی ہوتا ہے' اس لیے اس میں خود بخود حسد پیدا ہو جاتا ہے' وہ بے چارہ کمزور آدمی ہوتا ہے' بے چارہ چھوٹا آدمی ہوتا ہے' اس کے دل میں سے ایسے ہی غبار نکلتا ہے۔ یہاں سے نظر بد لگتی ہے کہ ایک آدمی نے دوسری چیز کو دیکھا' کسی کی خوب صورتی کو دیکھا' پھر یک لخت پتھر جو ہے وہ پھٹ گیا۔ حاسد کی نگاہ یوں ہوتی ہے۔ اس بے چارے کے اندر سے آہ نکلتی ہے' فریاد نکلتی ہے کہ یا اللہ یہ کیا اس کو تو نے دے دیا' اس سے واپس لے' چھین لے۔ اب یہ ہے حاسد کا کام۔ رشک کرنے والا اس صفت کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے

صرف یہ نہیں کہ یہ صفت اسی کو ملے بلکہ کچھ ہمیں بھی ملنا چاہیے۔ تو رشک والا مقابلہ کرے گا اور کوشش کرے گا' حاصل کرے گا' اپنے آپ میں Achieve کرے گا' پھر وہ بلند ہو گا اور دوسرے کو پست نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں کہ دوزخ کے ایک گڑھے میں کچھ لوگوں کو پھینکا گیا اور وہ بے چارے گڑھے سے باہر نکلتے تو اوپر ایک ایک فرشتہ مقرر کیا گیا جو انہیں مار کے واپس گڑھے میں بھیجتا۔ تو ایک گڑھے پر دیکھا گیا کہ وہاں پہ فرشتہ کوئی مقرر نہیں تھا۔ اس نے پوچھا یہ کیا وجہ ہے تو انہوں نے کہا کہ یہاں کسی کو باہر مقرر کرنے کی ضرورت کوئی نہیں کیونکہ جو باہر آئے اسے نیچے والا ہی ٹانگ سے کھینچ لیتا ہے۔ یہ حسد ہے! تو حسد کیا ہے؟ دوسرے کی ٹانگ کو کھینچنا۔ رشک اور چیز ہے۔ قابل رشک ہونا' بلند ہونا اور بلند پرواز ہونا یہ اور چیز ہے۔ چھوٹے ذہن کا اور چھوٹے دل کا آدمی حسد کرے گا اور بلند آدمی رشک کرے گا۔ مگر زیادہ رشک کی ضرورت کوئی نہیں ہے بلکہ آپ اپنی صفت پر راضی رہیں۔ چڑیا کبوتر نہیں بن سکتی' کبوتر کوا نہیں بن سکتا۔ سب کا اپنا اپنا نصیب ہے' تو تم جو ہو تم وہی بنے رہو گے۔ اس لیے رشک کیا ہے اور پھر حسد کیا ہے کیونکہ تم نے وہی رہنا ہے' سو بار کوشش کرو' ہزار بار کرو مگر اپنے وجود سے باہر نہیں نکلنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ہر آدمی کو اس کی تشکیل پر رہنے پر مجبور کر دیا گیا ہے اور ہر آدمی اپنی تشکیل کے مطابق عمل کرے گا۔ قل کل یعمل علیٰ شاکلتہ ان سے کہ یہ سارے کے سارے عمل کریں گے اپنی شکل کے مطابق۔ شکل کے معنی یہ ہے کہ جو کچھ باطن کے اندر مقرر کیا گیا ہے۔ یعنی جو کمینہ آدمی ہے

وہ کمینگی ہی کرے گا' دنیا کا طلب گار جو ہے وہ دین کو بیچ کے بھی دنیا بنائے گا اور دین کا طلب گار جو ہے وہ دنیا لٹا کے بھی دین بنائے گا۔ یہ پیدائشی طور پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ سخی جو ہے یہ بھی پیدائشی طور پر ہے۔ غریب آدمی بھی سخی ہوتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ امیر سخی نہ ہو۔ سخی تب ہو گا اگر اس کے پاس دولت ہو اور وہ غریبوں کو دے۔ غریب بھی مزاج کا سخی ہو سکتا ہے۔ پوچھا گیا کہ غریب کیسے سخی ہو سکتا ہے کیونکہ غریب تو غریب ہے۔ وہ غریب سخی ہے جو امیر کی دولت کی طرف نگاہ نہ اٹھائے۔ یہ ہے سخی غریب اور اس طرح ہر آدمی سخاوت کر سکتا ہے۔ احسان کرنے والا بھی سخی ہے' معاف کرنے والا بھی سخی ہے' دوسرے کے مال کی تمنا نہ کرنے والا بھی سخی ہے' سخی کا معنی دوسروں کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے۔ بس تُو اپنا سفر کرتا جا اور اِدھر اُدھر جھگڑا نہ کر۔ تو سخی ہونا' بخیل ہونا اور چھوٹے ذہن کا ہونا پیدائشی صفت ہے۔ کہتے ہیں کہ مجاہدہ' کوشش کرنے سے انسان بہت کچھ حاصل کرتا ہے' لیکن کوشش کرنے کے باوجود گدھا جو ہے وہ گھوڑا نہیں بنتا۔ ہاں کوشش سے گدھا جو ہے وہ اچھا گدھا بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہی تمہارا اصل ہے اور اس کے مطابق کام کرو گے تو تمہاری ترقی ہو جائے گی۔ چھپانے کی بات نہیں ہے' بدلنے کی بات نہیں ہے' غلط مزاج ظاہر کرنے کی بات نہیں ہے کہ جتنا تم ہو' اتنا ہی اس نے مقرر کر دیا' ہر آدمی اس کے اپنے عمل کے اندر رہن رکھ دیا گیا ہے کیونکہ ایک اور جگہ پر اس نے فرمایا ہے کہ ہر آدمی اپنے عمل میں رہن رکھ دیا گیا' اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کر دیا ہے کہ تیری حدود ہے اور تم اس سے باہر نہیں جا

سکتے۔ پرندہ بلند پروازی میں اتنا ہی رہے گا جتنی اس کی حد مقرر ہو گئی ہے اور سمندر میں تیرنے والے اتنے ہی رہیں گے جتنی ان کی حد مقرر ہو گئی۔ ہر آدمی ایک دوسرے کی حد کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے رشک کرنا بھی کوئی خاص صفت نہیں ہے بلکہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ اس شخص کو اس کی صفت میں محفوظ رکھے اور ہمیں ہماری صفات میں محفوظ رکھے۔ اگر حسد پیدا ہو جائے تو اس کے لیے تو بڑی ہی توبہ کرنی چاہیے کہ یا اللہ میرے دل میں دوسرے کے لیے حسد پیدا ہو رہا ہے' مجھے بچا۔ حسد پیدا ہوا تو آپ کا دل رحمت سے محروم ہو گیا۔ اللہ اس شخص کو صفت دینے والا ہے اور تم نکالنے والے ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ تو فطرت کے ساتھ ضد ہو جائے گی۔ اور یہ گناہ ہے کہ اللہ نے تو اس کو بادشاہت دی ہے اور تم چھین رہے ہو' اللہ کا مال ہے' اس کو جو ملا ہے' سو چلنے دو۔ کسی کی صفت سے جھگڑا نہ کرنا۔ یہ ضروری بات ہے اور یہ واضح کر لو کہ اگر اللہ کریم نے اس کو صفت دی ہے تو تم وہ صفت منظور کر لو۔ یہ ایک مقام ہے اور دوسرا مقام یہ ہے کہ بعض اوقات وہ صفت تو نہیں ہوتی مگر صفت نما کوئی چیز ہوتی ہے۔ وہاں حکم ہے اس کے ساتھ مہربانی کرنے اور احسان کرنے کا۔ اگر بادشاہ کو اللہ تعالیٰ مہربانی کے ساتھ بادشاہت عطا کرتا ہے تو اس میں دیکھو کہ وہ قرب کی طرف مائل ہے یا بغاوت کی طرف مائل ہے۔ اگر بادشاہ اللہ کے قرب کی طرف مائل ہے تو اس بادشاہ کے ساتھ تمہیں پسندیدگی کی نگاہ کرنی چاہیے۔ اگر بادشاہ بغاوت کی طرف مائل ہے تو پھر جہاد "علی الاعلان" ہو اور وہ یزید ہو گا۔ پھر تمہیں کربلا سے گزر کر اس کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے۔ یہ تم نے

ضرور دیکھنا ہے کہ بادشاہ جس صفت کا مالک ہے اس میں وہ صفت عطا ہے یا نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے اس کو عطا ہے تو پھر تسلیم کرنا ہی بہتر ہے۔ اگر وہ عطا خلاف امر الٰہی ہے تو پھر اس کے ساتھ لڑنا ہی بہتر ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ عطا ہو مہربانی والی اور تم لڑنا شروع کر دو' تو پھر تم برباد ہو جاؤ گے۔ یعنی کسی شخص کو اللہ کی عنایت ہو تو عنایت کے خلاف رنجش رکھنا جو ہے وہ تمہیں عنایت سے محروم کر دے گی۔ آپ محروم ہو جاؤ گے۔ آپ یہ ضرور دیکھ لو کہ دوسرے کی صفت جو ہے وہ اللہ کی عنایت ہے اور اس کی مہربانی ہے۔ اگر اس کی مہربانی ہے تو تم اس کو تسلیم کر لو۔ یہی مہربانی حاصل کرنے کا طریقہ ہے کہ اللہ کے فیصلوں کو قبول کر لیا جائے اور اگر وہ صفت آزمائش ہے اور وہ طاقت اللہ کے خلاف ہے تو پھر تم اس کے خلاف جہاد کر لو۔ اس لیے یہ مقام اہم ہے کہ اس کو پہچانا جائے۔ باقی یہ کہ رشک بھی اور حسد بھی دونوں آپ کی انسانی صفات ہیں مگر وہ بلند صفت تو یہی ہے کہ آپ اپنے آپ میں راضی رہو۔ اپنی صفت کا خیال کرو اور اس کو پہچانو کہ تم کیا ہو۔ حسد یا رشک کرنے کی بجائے یہ کہو کہ اس کا مقدّر اس کو مبارک ہو اور ہمیں اپنا مقدّر۔ ہم نے وہی استعمال کرنا ہے' ہم نے اپنے اپنے مزار میں رہنا ہے۔

اپنے اپنے مزار میں واصفؔ
اپنی اپنی صفات کی خوشبو

سب نے اپنی اپنی صفات کی خوشبو لے کے جانی ہے۔ جس طرح آدمی دن بھر ہجوم میں رہتا ہے اور رات تنہا بستر میں بسر کرتا ہے' اسی طرح

زندگی ہجوم میں رہے گی اور موت تنہا بسر کرے گا' وہاں نہ حسد ہو گا نہ رشک ہو گا' صرف اپنی صفات ہوں گی اور اپنا خیال ہو گا۔ تو آپ اپنی صفات پر راضی رہنے کی کوشش کرو' اس کو دریافت کرنے کی کوشش کرو اور تقربِ الٰہی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ——— اب اور سوال کرو ———

سوال :۔

میں اپنی معروف عبادت کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور کوشش کرتا ہوں کہ کوئی دنیاوی غرض نہ ہو' اس کے لیے کوئی رہنمائی فرمائیں؟

جواب :۔

دیکھو اگر آپ نے اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر کر رکھا ہے تو پھر آپ جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو پابند نہیں ہونا کیونکہ اس کا وقت تو ہمہ وقت ہے۔ معروف عبادت کی بات ٹھیک ہے اور وہ تو وقت کے ساتھ ہے۔ مثلاً" نماز کا اپنا وقت ہے' حج جو ہے وہ حج کے ایام میں ہو گا' زکوٰۃ کے دن ہوں گے روزے' رمضان کے دنوں میں ہوں گے۔ یہ تو ہو گئی معروف عبادت۔ آپ کی معروف عبادت کے علاوہ جن باتوں سے اللہ نے منع کیا ہے ان باتوں سے منع ہو جائیں اور جن باتوں کا حکم دیا ہے' ان کو حتی الوسع پورا کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ اگر شوق پیدا ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں تو اگر وہ شوق صرف ایک ٹائم میں ہوتا ہے مثلاً" رات کے نو بجے تو پھر دنیا داری کر رہا ہوں

اور اب میں اللہ سے بات کر رہا ہوں۔ یہ بات غلط ہے۔ وہ پھر دنیا داری یوں نہیں کرتا بلکہ ہر وقت اس کی کمیونیکیشن اللہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ ٹی وی کا سیٹ نہیں ہے کہ آپ آن کر دو تو آن ہو جائے گا اور آف کر دو تو آف ہو جائے۔ وہ ہمہ حال' ہمہ وقت آپ کے خیال میں رہے اور ہر حال میں ساتھ رہے یعنی اللہ اس طرح ساتھ ہو کہ ۔

خلقت کوں جیندی گول اے
او ہر دم فریدؒ دے کول اے

یعنی مخلوق جس کو ڈھونڈ رہی ہے وہ ہر دم فریدؒ کے پاس ہے۔ تو ہر دم "اس" میں ہونا ضروری ہے۔ پہلی غلطی آپ کی یہ ہے کہ آپ ایک وقت میں یا تنہائی میں اللہ سے بات کرنا' سننا چاہتے ہیں اور باقی اوقات میں اپنی دنیا میں رہتے ہو۔ آپ نے یہ نہیں کرنا۔ اگر آپ نے کہا کہ اپنے اللہ سے رات آٹھ بجے بات کرنا چاہتا ہوں' فرض کرو وہ جواب دے کہ رات کو تین بجے بات ہو گی تو اس وقت تو آپ سوئے ہوئے ہوں گے۔ پھر جب پتہ چل گیا کہ اس نے پیغام بھیجا ہے کہ جب آپ کل دوپہر کو بازار میں شاپنگ کر رہے ہوں تو اس وقت بات کر لیں' تو پھر یہ نہ ہو کہ آپ شاپنگ میں لگے ہوئے ہوں اور بات نہ ہو سکے۔ پھر اس کا انتظار کرو۔ اور ایسا انتظار کرو کہ باقی کا کام جو ہے یہ پابند ہو جائے بلکہ بند ہو جائے۔ پھر ہے کمیونیکیشن۔ تو پھر آگے اس نے کہا تھا کہ میں جواب دوں گا تو وہیں جواب آئے گا۔ جواب کب آئے گا۔ چاہے دو سال میں آئے' پانچ سال میں آئے بلکہ کئی سال بعد آئے' سوال کرنے کے بعد چٹھی ڈال کے آپ انتظار کریں پھر یہ نہ کہنا کہ یہاں سے میں

نے پیغام بھیجا ہے' Message بھیجا ہے' میرا خیال ہے میں انگلینڈ سے ہو آؤں' واپسی پہ آ کے Message کا پتہ کروں گا۔ پھر یوں بات نہیں ہو گی بلکہ آپ پھر اسی جگہ پر ٹک جاؤ جہاں پہ بات ہوئی تھی اس جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ پھر دیکھا جائے گا' وہ جب بھی ہو گا' جہاں بھی ہو گا' آپ اس خیال کے اندر مصروف رہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کبھی مہمان کا انتظار ہو تو انسان بے قرار رہتا ہے۔ مہمان کا اس کی قدر کے مطابق آپ انتظار کرتے ہیں' اگر ایسا نہ کریں تو وہ مہمان واپس چلا جائے گا۔ بات کا جواب لینے کے لیے کم از کم اتنا انتظار تو کرنا چاہیے جو اس کا حق ہے۔ جن لوگوں کے ساتھ اللہ کی کمیونیکیشن ہے وہ پھر پوری توجہ کے ساتھ اس خیال میں گم رہتے ہیں اور ان کو اس خیال کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آتا۔ اگر آپ باقی کے خیالات کی نفی کر دیں تو پھر آپ کو کمیونیکیشن والا خیال مل جائے گا۔ تو معروف عبادتوں میں بھی وہی خیال رہے۔ آپ روز ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں' اس سے گفتگو کرتے ہو کہ اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ تو کہاں ہے اللہ؟ آپ کسے کہہ رہے ہیں کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا؟ اگر کوئی ہے تو آ جائے تو آپ اس پر چل پڑیں مگر وہاں آپ الجھ جاتے ہیں تو سیدھی راہ کے مفہوم کا پتہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ سیدھی راہ کا مفہوم کیا ہے یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اگر کوئی انعام یافتہ آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ ساتھ چل پڑیں۔ تو سیدھی راہ تو یہی ہے مگر آپ اس کے ساتھ جھگڑتے ہیں اور سیدھی راہ کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ پھر جب وہ سیدھی راہ دکھاتا ہے تو آپ پھر الجھ جاتے ہیں آپ یہ اندازہ

لگائیں کہ پیغمبروں کے ساتھ لڑنے والے لوگ موجود تھے اور امام عالی مقامؑ کو شہید کرنے والے لوگ موجود تھے۔ انسان دعا مانگتا ہے اور جب تاثیر قریب آتی ہے تو الجھ جاتا ہے۔ اس بات سے بہت ڈرنا چاہیے۔ ایک بزرگ تھے' ان کا نام آغا تجمل حسین تھا۔ ان کے پاس ایک نوجوان مرید ہوا۔ اس نے باباجی سے کہا کہ دعا کریں مجھے کوئی مرتبہ ملے۔ باباجی نے کہا کیا چاہیے؟ انہوں نے کہا "گورنر" بن جاؤں۔ تو وہ نوجوان کچھ عرصے بعد' Due course میں گورنر بن گیا' یعنی سردار عبدالرب نشتر۔ پھر ایک دن وہ گورنری ملنے کے بعد اپنے بزرگ کے پاس گئے! کہنے لگے کہ سکون نہیں ہے۔ تو باباجی ہنسے' پھر قہقہہ لگایا اور کہا "بات سن تو نے سکون مانگا ہی کب تھا۔ تو نے تو بادشاہی مانگی تھی' سکون تو تُو اب مانگ رہا ہے' ادھر بادشاہی میں تجھے کیا سکون ملے گا" اللہ سے تم دنیا مانگتے ہو تو تم خود ہی دیکھو کہ تم مانگتے کیا ہو یعنی یہ کہ "اے اللہ اپنے علاوہ باقی سب کچھ ہمیں دے دے" جب تم اللہ سے اللہ مانگو گے تو پھر تمہیں باقی کی پسندیدگیاں ترک کرنی پڑیں گی۔ وہ آدمی جو اللہ کے علاوہ کی تلاش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ سے اللہ مانگوں گا تو پھر وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے۔

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

بات اتنی ساری ہے کہ پھر دونوں جہاں کی نعمتیں کس بات کی۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے یہ کہہ کر دیکھیں کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تم سے بات چاہتے ہیں' ہم تم سے کلام چاہتے ہیں چاہے دنیا جہان کی نعمتیں مجھ

سے چھن جائیں تو بھی میرا گلہ نہ ہو گا۔ تو کم لوگ ہیں ایسا کرنے والے' اس کی راہ میں شہید ہونے والے اور اس کی راہ میں جان دینے والے بہت کم لوگ ہوں گے۔ پھر اللہ سے کمیونیکیشن' گفتگو اور مشاہدہ ان کو نصیب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ تلوار کی دھار پہ ہوتا ہے یا نیزے کی نوک پہ ہوتا ہے یا شہادت کے اندر ہوتا ہے۔ اور مشاہدۂ حق سنگِ دربار پہ ہوتا ہے جس کی چوکھٹ پہ سر جھکایا جائے۔ مشاہدہ عبادت نہیں ہے کہ عبادت سے مشاہدہ بن جائے' اس پر ایکسٹرا لیبر' محنت کرنی پڑے گی' ایکسٹرا ایثار کرنا پڑے گا۔ جو کچھ آپ نے دنیا سے حاصل کیا اگر وہ سارے کا سارا قربان کر دیں تو پھر بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میرے پاس پہلے ہی تھوڑے سے پیسے ہیں تو کہو کہ تو وہی تھوڑے سے لٹا دے' تھوڑی سی گریجویٹی ہے تو وہ بھی دے دے' ایک چھوٹا سا جھونپڑا سا مکان بنایا ہے تو وہ بھی خیرات کر دے فی سبیل اللہ۔ پھر جو بات نہیں کرنے والی' اگر وہ کرو گے تو وہ بات جو نہیں ہونے والی' وہ ہو جائے گا۔ بس یہ ہے آپ کا کام۔ اللہ کی طرف جانے کے لیے کئی فارمولے ہیں۔ جیسے جنگ کے دوران او۔ پی ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہاں فائر کرو' وہاں فائر کرو' اسی طرح اللہ تعالیٰ کو تم کہتے ہو کہ اس طرح کر' یہاں جلوہ دے دے' یہاں دشمن کو غرق کر دے' یہاں ان سے مال چھین لے' یہاں ہمیں دے دے۔ اس طرح تو نہیں چلتا۔ وہ اللہ ہے اور تم جیسے بندے وہ بناتا ہے وہ کیسے چلے گا تمہارے کہنے پر۔ وہ اللہ آپ ہی اللہ ہے۔ اس لیے آپ ہی اللہ کے کہنے پر چلو اور اسے اپنے کہنے پر نہ چلاؤ۔ ہمت نہ ہو تو بہتر ہے کہ اسے نہ پکارو۔ اگر محبت کا

دعویٰ کرنے کی ہمت ہے تو پھر باقی محبتوں سے بیزار ہو جاؤ۔ وہ سب سے پیاری چیز سب سے پہلے لے لے گا اور پھر تم شور مچا دو گے۔ اس نے مثال دی ہے کہ اس نے پیغمبر سے کہا کہ بیٹا ذبح کر دو اور وہ بیٹا ذبح کرنے چلے' ذبح نہ ہوا تب بھی ہو گیا۔ باپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ذبح کرتا ہوں تو وہ ذبح ہو گیا۔ اب جو باپ یہ فیصلہ کر سکتا ہے' مشاہدہ اسی کا حق ہے۔ اور آپ سے اگر کہا جائے کہ بیٹے کی انگلی کاٹ کے لاؤ تو مشکل ہو جائے گی۔ وہ کہے گا کہ میری جان حاضر ہے۔ تو پھر آپ آرام سے اپنی عبادت کرتے جائیں اور اللہ سے کبھی دیدار کی تمنا' مکمل Surrender کیے بغیر نہ کرنا۔ آپ کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے کہ یا اللہ تو مہربانی کرتے جانا۔ دیدار کا مقام یہ ہے کہ جب تک نگاہوں سے غیر اللہ نہ نکلے تو پھر اللہ کا مشاہدہ کیسے ہو۔ تو اپنی نگاہوں کا جائزہ لیں' اپنے دل کا جائزہ لیں کہ ان میں کس کس کی محبت بھری پڑی ہے۔ جس کمرے میں آپ اللہ کو بلا رہے ہیں۔ اس میں کوئی اور قباحت نہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ اس کے اندر کہیں مال' کہیں سکہ' کہیں زر' کہیں زمین' کہیں زن وغیرہ پڑے ہوں۔ یہ نہ ہو کہ آپ نے مہمان کو بلا لیا ہو اور اس کے مطابق انتظام نہ ہو۔ جس طرح کعبہ تھا' کعبۃ اللہ میں تب بت رکھے ہوئے تھے اور جب تمام بت صاف کر دیے گئے تو وہ کعبۃ اللہ بن گیا۔ آپ دل سے خواہشات کے بت نکال دو تو پھر یہ اللہ کا عرش ہے۔ اگر اس کی صفائی ہو گئی ہے تو پھر یہ خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ نے کچھ اور نہیں کرنا' صرف آئینہ صاف کرنا ہے اور اس میں خود بخود عکس نظر آ جائے گا۔ اس لیے آپ انتظار کریں' اپنے آپ کو صاف رکھیں' منکرات

سے بچیں' اپنے آپ کو الائشوں سے بچائیں تو خود بخود زیبائش ہو جائے گی۔

سوال :۔

لوگ جھگڑا کیوں کرتے ہیں؟

جواب :۔

میں نے بتایا ہے کہ ہر آدمی کو اس کے مزاج میں رہن رکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ نے یہ بات واضح فرما دی کہ ہم نے انسانوں کو زمین پر خلیفہ بنایا اور فرشتوں سے کہا کہ میں نے یہ کام کرنا ہے۔ پھر کہا کہ اس کے آگے سجدہ کرو تو ایک نے انکار کر دیا' سب نے سجدہ کر دیا لیکن ابلیس نے نہیں کیا' اس نے بڑا غرور کر دیا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ خود بتا رہے ہیں کہ زندگی کی ابتدا ہو گئی۔ سجدہ کرنے والوں کے لیے یہ سیدھی راہ تھی جنہوں نے حکم مان لیا' اور ایک دوسری متبادل راہ پیدا ہو گئی جو شر کی راہ تھی۔ خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ تو اس نے شر کا راستہ بھی خود بنا دیا اور خیر کا راستہ بھی بنا دیا اور اس راستے پر چلنے والے اور اس راستہ پر چلنے والے دونوں طرح کے لوگ ہیں۔ ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ تو اگر آپ کافروں کو ہزار سمجھاؤ مگر وہ نہیں ایمان لائیں گے۔ تو وہ سمجھ سے باہر ہیں' اس لیے جھگڑا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے ختم اللہ علیٰ قلوبھم تو وہ شر کے ساتھ رہیں گے' تو یہ مزاج ہیں۔ اب وہ شخص جو صدا بلند کرتا ہے' حقیقت کی دعوت دیتا ہے' اخلاق کی دعوت دیتا ہے' سیدھے راستے

کی دعوت دیتا ہے اس کے ساتھ دو قسم کے لوگ جھگڑا کرتے ہیں' ایک تو وہ لوگ ہیں جو یہ نہیں چاہتے کہ سیدھا راستہ ایسا ہو جائے کہ لوگوں کے اندر انصاف کا شعور پیدا ہو جائے' جو نا انصافی کرنے والا ہے' وہ انصاف کا شعور پیدا نہیں ہونے دے گا کیونکہ اس سے ناانصافی کرنے والے کا استحقاق مجروح ہو گا اور اس ظالم کے خلاف آواز بلند ہو گی۔ اس لیے وہ یہ راستہ روکتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو زیادہ خطرناک ہیں' وہ لوگ یہ راستہ روکتے ہیں اور اللہ کے نام پر اللہ کی راہ کو روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اسلام کے اندر ہی اسلام کو روکنے والے مسلمان ہیں۔ باہر کا دشمن تو پہچانا جائے گا مگر خطرناک دشمن وہ ہوتا ہے جو دوست کے لباس میں آئے۔ تو سب سے زیادہ خوف ناک وہ دشمن ہے جو دوست بن کے آیا اور اس سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ اب یہ لوگ جھگڑا کر دیں گے کہ یہ بات یوں نہیں ہے' اسلام کی وضاحت' Interpretation یوں نہیں ہے اور اسلام یوں نہیں ہے۔ ان کی نیت میں فتور ہے۔ اس لیے اسلام پر جھگڑا ہو رہا ہے۔ یہ بنیادی بات ہے اور آپ اس پر غور کرنا۔ مثلاً" ایک کانفرنس ہوئی "مشائخ کانفرنس" اور دوسری کانفرنس ہوئی "علماء کانفرنس" اب یہ دونوں الگ الگ کانفرنسیں ہیں حالانکہ دونوں ایک جیسے لوگ ہوں گے' مشائخ علماء ہوں گے اور علماء مشائخ ہوں گے لیکن ان دونوں کی آپس میں نہیں بنتی۔ دونوں میں کوئی نہ کوئی تو حق پر ہو گا یا حق والا اِس میں بھی ہو گا اور اُس میں بھی ہو گا۔ لیکن یہ دو طبقے ایسے ہیں جو آپس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ لاہور میں شاہی مسجد کے اندر جھگڑا ہوا تھا۔ ایک نے کہا نعرۂ رسالت "یا

رسولؐ اللہ" تو دوسرے نے اس کے خلاف نعرہ لگا دیا تھا۔ بڑا جھگڑا ہوا' شاید کوئی آدمی بھی مرگیا۔ تو ایک نام کے لینے والے' ایک نام کے لینے کے انداز پر آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تم یا رسولؐ اللہ کیوں کہتے ہو تو وہ کہے گا کہ مجھے حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ دوسرے سے پوچھو کہ تم یا رسولؐ اللہ کیوں نہیں کہتے؟ تو وہ کہے گا کہ مجھے حضور پاک ﷺ سے محبت ہے۔ "یا" تو حرفِ ندا ہے مگر اس کے خیال میں یہ غیراللہ بن جاتا ہے۔ پھر یہ اپنا اپنا مقام ہے۔ یہ دوسرے مذاہب کے علماء نے' علم جاننے والوں نے آپ کے اندر رخنہ ڈال دیا اور مزاجاً" اختلاف پیدا کر دیا۔ یہ علماء یہ مشائخ' یہ فقراء اور پیر صاحبان بڑے بڑے کمال کے حامل ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو ہمہ حال مسجد میں ملیں گے' کوئی دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے ملیں گے اور لنگوٹی کسی ہوئی ہو گی' اور کسی کے پاس کوے بیٹھے ہوں گے اور وہ ذات سائیں کانواں والی سرکارؒ ہو جائے گی۔ یہ ہر روپ میں آتے رہے ہیں اور ہر رنگ میں آتے رہے ہیں۔ Common Man کو' عام آدمی کو اپنے مانوس چہرے کے علاوہ جب دوسرا چہرہ غیر لگتا ہے تو یہ جھگڑا کرتے ہیں۔ اسی طرح اس کو مانوس راہ کے علاوہ باقی راہ غیر لگتی ہے۔ تو عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو اس کے بزرگ نے جو راستہ بتا دیا ہے' وہی صحیح ہے اور وہی مانوس لگتا ہے اور باقی اس کو غیر لگتے ہیں۔

ایک جگہ ایسا واقعہ ہوا کہ رات بھر قوالی ہوئی۔ پیر صاحب بھی موجود تھے۔ تو قوالی ہوتی رہی' حال ہوتا رہا' قال ہوتا رہا' دھمال ہوتا رہا اور یہ سارا واقعہ ہوتا رہا' اور صبح اذان ہوئی تو ان میں سے ایک آدمی کہتا

ہے کہ دیکھو جی یہ مُلّا اب خدا کو پکارنے لگا ہے حالانکہ ساری رات ہماری محفل میں رہا۔ تو معاملہ یہاں سے Degenerate ہوتا ہے' بگڑتا ہے۔ تو بات محبت سے چلتے چلتے یہاں پر رخ بدل جاتی ہے۔ اب یہ سمجھ لینا غلط ہے کہ اللہ نے شریعت کے علاوہ کوئی اور راستہ دے دیا ہے۔ راستہ وہی اٹل رہے گا' بات یہی رہے گی' یہ وہ راستہ ہے جو اللہ کے ساتھ ساتھ رہے ۔ آپ شرعی لائن کے ساتھ ساتھ رہیں تو پھر آپ کے لیے راہ محفوظ ہو جائے گی۔ یہ اندھوں والا جھگڑا ہے کہ کچھ اندھے ہاتھی کو دیکھنے کے لیے گئے اور بعد میں جھگڑا کرنے لگ گئے کہ اس نے پوچھا ہاتھی کیسا تھا تو ایک نے کہا ستون تھا کیونکہ اس نے ہاتھی کی ٹانگ دیکھی تھی۔ دوسرا کہتا ہے کہ پنکھا تھا کیونکہ اس نے کان دیکھے تھے۔ تو وہ جھگڑنے لگے مگر جس نے پورا ہاتھی دیکھا ہوا ہے' وہ کہہ رہا ہے کہ دیکھو تم دونوں سچ کہہ رہے ہو' ایک نے اس کی ٹانگیں دیکھی ہیں' دوسرے نے اس کے کان دیکھے ہیں مگر پورا ہاتھی نہیں دیکھا۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ جس کو جتنا نظر آیا وہ اس کو حقیقت سمجھتا ہے' وہ سمجھتا ہے کہ یہی Piece فائنل ہے اور یہی Masterpiece ہے۔ عام طور پر لوگ Generally جھگڑا کرتے ہیں' یہ نہیں کہ بدنیتی کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ ایک کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ غلط کر رہا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے۔ یہ اس جھگڑے کی انتہائی کہانی ہے۔ ایک ایسا بھی واقعہ ہے کہ اللہ معافی دے۔ ایک مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مغرب کی نماز کی جماعت ہو رہی تھی۔ میں لیفٹ کی طرف سے آخری صف میں تھا۔ میرے ساتھ ایک اور آدمی آ کے کھڑا ہو گیا۔ جب قاری نے قرأت کی تو

کہا ولا الضّالین تو زور سے سب بولے آمین' وہ جو میرے ساتھ کھڑا تھا وہ کہنے لگا لا حول ولا قوۃ اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ میں کہاں آ کے پھنس گیا ہوں۔ سب نماز پڑھنے میں مصروف تھے اس لیے کوئی بولا نہیں۔ تو یہ اس کی ٹریننگ ہوئی تھی کہ جہاں اونچی آمین پڑھی جائے وہاں لا حول پڑھ کے بھاگ جاؤ کیونکہ ان لوگوں کا ایمان صحیح نہیں ہوتا۔ تو بات یہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اس لیے لوگ ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے ہیں اصل میں کوئی بتانے والا نہیں تھا' کوئی سمجھانے والا نہیں تھا' کسی نے کچھ کہہ دیا' کسی نے کچھ اور کہہ دیا' اور پھر چلتے چلتے قوالی والے نے سمجھا کہ قوالی ہی راستہ ہے۔ اسی طرح ذکر ہوتا ہے۔ بعض اوقات ذکر خفی بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات بلندی کے ساتھ بھی ذکر ہوتا ہے' اللہ ہُو بلند آواز بھی اور بعض اوقات دل میں بھی اللہ ہُو۔ ایک آدمی نے بلند آواز میں کہا۔ اللہ ہُو اللہ ہُو تو دوسرے نے کہا کہ یہ کیا ہے کیا اللہ چلا گیا ہے کہیں دور چلا گیا ہے جسے تو آوازیں دے رہا ہے' کیا اسے نزدیک تلاش نہیں کر سکتا۔ تو یہ ہیں Details' توضیحات اور اس فرق کی وجہ سے بنیاد میں' Fundamentals میں فرق آ گیا ہے جو کہ ہونا نہیں چاہیے تھا۔ بات تفصیل کی' Details کی ہو رہی تھی اور فرق بنیاد میں کر دیا گیا کہ یہ راستہ غلط ہے اور وہ راستہ غلط ہے۔ اس لیے اگر ایسا سلسلہ کر دیا جائے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر اتحاد کر لیا جائے تو یہ اتحاد مکمل ہو گا۔ پوچھو کہ تم کون ہو؟ میں مسلمان ہوں بجائے اس کے کہ تم کہو کہ ہم مسلمان ہیں لیکن آگے تفصیل' تقسیم اور سلسلہ۔ اگر آپ سلسلۂ واردات نکال دیں تو صرف مسلمان ہونا کافی ہے

تو پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے' پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ بس ہوا یہ کہ جس نے جو انداز دیکھا اس نے اس انداز سے چلنا شروع کر دیا اور جس نے دوسرا انداز دیکھا اس نے اسی انداز سے چلنا شروع کر دیا۔ تو ہر ایک نے الگ الگ راستہ دیکھا۔ لیکن اب ایک راستہ ہونا چاہیے۔ جس دن' جب اسلام مکمل ہو گیا تھا تو مکمل ہو گیا۔ اب یہ جو وضاحتیں ہیں انہوں نے اختلاف پیدا کیا ہے۔ اس زمانے میں' جو آدمی حضور پاک ﷺ کے زمانے میں کلمہ پڑھتا' مسلمان ہوتا تو وہ پوچھتا تھا کہ اب مجھے کیا کرنا ہے تو آپؐ فرماتے کہ جو ہم کر رہے ہیں' وہی کرنا ہے ' امن کا زمانہ ہے اپنی آمدن کا خیال رکھ' خرچ کا خیال رکھ' اگر جہاد کا زمانہ ہے تو مجاہدوں کے ساتھ مل کر لڑو۔ یہ نہیں کہا گیا کہ کتابیں پڑھو۔ ان کتابوں نے' علم کی تشریحات نے اور وضاحتوں نے فرق پیدا کیا۔ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ اگر اسلام پر لکھی ہوئی کتابوں کے نام آپ پڑھنا شروع کر دیں تو اس کے لیے کئی زندگیاں چاہئیں۔ اسلام تو خیر بڑا وسیع لفظ ہے' اگر آپ یہ کہو کہ تصوف پر لکھی ہوئی کتابیں جو ہیں ان کا نام لکھنا شروع کرو تو یہ بے شمار نام ہیں' عمر ختم ہو جائے گی۔ دین کی تعریف کیا ہے؟ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ Who is a Muslim یہ اگر آپ کتابوں میں پڑھنا چاہیں تو کئی سال لگ جائیں گے۔ سیدھی سادھی بات ہے کہ مسلمان کون ہوتا ہے' تو مسلمان "ہو" جانا چاہیے بجائے اس کے کہ مسلمان کی تعریف ہو۔ آپ لوگ صرف Oral اسلام کے قائل ہیں' زبانی اسلام کے قائل ہیں۔ Oral اسلام کا مطلب کیا ہے؟ بیان' وضاحت والا۔ ورنہ مسلمان ہونا جو ہے یہ آپ کا Behaviour ہے۔ آپ کا اپنا Code '

آپ کا اپنا ضابطۂ حیات ہے۔ تو نیکی کیا ہوتی ہے؟ بڑی آسان سی بات ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ سلوک ہو' وہی سلوک آپ دوسروں کے ساتھ شروع کر دیں تو یہ نیکی ہو جائے گی لہٰذا آپ جو سلوک چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کے ساتھ کریں' وہی سلوک آپ لوگوں کے ساتھ کرنا شروع کر دیں' یہ دنیا آپ کی ہو تو پھر آپ مالک ہونے کی حیثیت سے کیا چاہیں گے۔ آپ کہیں گے کہ یہاں ادھر فساد نہ کرو' تو یہ اسلام کا اصول ہے کہ فساد نہ کرو' جھگڑا نہ کرو' ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرو' ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرو' کوئی تجاوز نہ کرے' تم سارے ایک امت وحدت سے پیدا ہوئے ہو' اس میں جھگڑا کرنے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ دین کا راستہ ہے' اس پر چلو اور اللہ کا خیال رکھو سارے واقعات ٹھیک ہیں' اللہ کا شکر ادا کرو۔ ایک یہ زندگی ہے اور اس کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اس کے بعد ایک اور زندگی آئے گی۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تم پر ناراض ہے تو دراصل وہ خود ہی تم پر ناراض ہوتا ہے۔ تو خدا کے ناراض ہونے کا تو کسی کو تو پتہ نہیں' اللہ تعالیٰ نے کسی کو اطلاع نہیں دی ہے کہ میں اس شخص پر ناراض ہوں کیونکہ وہ تو کہتا ہے کہ میں اندھیرے سے نکال کر روشنی میں داخل کرنے والا ہوں یخرجونھم من الظلمٰت الی النور اور یہ کہ یغفر ذنوب جمیعا اور بعض اوقات سیئات کو Convert کر کے' بدل کے' حسنات میں بدل دیتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ کون سے گناہ معاف کر دے' کوئی پتہ نہیں ہے اور کون سی نیکی برباد ہو جائے' اس کا بھی کچھ پتہ نہیں ہے۔ اس لیے لوگوں کے بارے میں ان کی زندگی ختم

ہونے سے پہلے رائے نہ دیا کرو۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ آدمی نیک نظر آتا ہے تو کہتے ہیں اللہ کرے کہ آخری دم تک نیک ہو۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہ آدمی بد نظر آتا ہے تو پتہ نہیں آگے جا کے توبہ کر لے۔ تو آپ یہ سب دل میں رکھا کریں۔ کوئی آدمی ضرور برا ہو گا لیکن کسی وقت بھی اسے توبہ کی توفیق ہو گئی تو وہ آدمی اچھا ہو جائے گا۔ تو برے کو برا نہ کہو' اس کے لیے اچھا گمان رکھو' ممکن ہے اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے' ایک توبہ کے ساتھ ستّر سال کا کافر مومن ہو سکتا ہے' اگر کلمہ پڑھ لے تو پرانا کافر' پکا کافر' پکا مومن ہو سکتا ہے۔ اب آپ لوگ اپنی بات دیکھیں کہ کلمہ پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہیں' کیا ابھی مومن ہوئے کہ نہیں؟ اپنے آپ کو مومن سمجھنے والا دوسرے کو ضرور مومن سمجھتا ہے۔ تو اچھا مومن کون ہے؟ جو دوسرے مومن کے لیے جنت کا گمان رکھے۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ یہ جتنے لوگ بیٹھے ہیں' سب کو اللہ تعالیٰ جنت میں لے جائے' یہی ہم سفر ہیں' یہی ہمارے ساتھ وہاں بھی ہوں گے تو پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑا اس وقت ہوتا ہے' جب انسان اپنے آپ کے لیے جنت الاٹ کرتا ہے اور دوسرے کو دوزخی کہتا ہے۔ پھر جھگڑا ہوتا ہے تو آپ دوسرے کو بھی جنت میں جانے دیں جہاں آپ جا رہے ہیں' پھر جھگڑا نہیں ہو گا۔ اس کے حق میں بھی دعا کرو تو جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑا کرنے والا جھگڑا کم ظرفی میں کرتا ہے' لاعلمی میں کرتا ہے' مطلب پرستی میں کرتا ہے' ورنہ جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھوٹا علم جھگڑتا ہے اور بڑے علم والے نہیں جھگڑتے۔ جس کو بات سمجھ آ گئی تو جھگڑا نہیں ہو گا۔ پھر جھگڑا ختم ہو جاتا ہے جس نے کچھ دیکھ لیا تو جھگڑا ختم ہو گیا اور جس کو علم

نہیں ہوتا وہ جھگڑا کرتا رہتا ہے کہ یہ ہے' وہ ہے' اِدھر ہے' اُدھر ہے۔ اس کے پاس بحثیں اور جھگڑا ہے اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا کہ تم فساد نہ کرنا۔ جب فرشتوں کے ساتھ ڈائیلاگ ہوا تھا تو فرشتوں نے کہا کہ آپ اس انسان کو پیدا کر رہے ہیں جو من یفسد و یفسک الدماء کہ یہ تو خون بہائے گا۔ جھگڑا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا بات یہ ہے کہ انی اعلم مالا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور اس کو میں جانتا ہوں کہ یہ تو بہت اچھا ہے۔ جو جھگڑا کرنے والا ہے۔ اس کے اندر شر ہے یہ فرشتوں کا اندازہ تھا کہ انسان جھگڑا کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا یقین تھا کہ یہ جھگڑا نہیں کرے گا تو جو جھگڑا چھوڑ دے وہ اللہ کے اعتماد پر پورا اترا اور جو جھگڑا کر رہا ہے' وہ فرشتوں کے اعتماد پر قائم کیا۔ اب یہ تمہارا کام ہے کہ خود ہی سوچ لو کہ وہ تو جھگڑا کر رہا ہے۔ لیکن تم جھگڑا نہ کرو۔ یہ حضور پاک ﷺ کا معجزہ تھا کہ جھگڑا کرنے کے لیے ایک آدمی تلوار لے کے آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ نے فرمایا کہ جھگڑا نہیں کرنا اور السلام علیکم کہہ دیا' کہ تجھ پر سلامتی ہو۔ پھر تلواریں کدھر رہتی ہیں۔ کلمہ پڑھا گیا اور ختم ہو گئی بات۔ جھگڑا نہ کرنا ہی اخلاق ہے۔ تو آپ جھگڑا نہ کرو بلکہ اس کو محبت کے ساتھ نوازو۔ انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سوال :۔

نفس اور روح کے بارے میں ذرا تفصیل سے وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

یہ دو الگ الگ نہیں ہیں اور ان میں جھگڑا نہیں ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ' ایک Hormony ایک توازن میں ہیں۔ ایک سوار ہے اور دوسرا گھوڑا ہے۔ گھوڑا بغیر سوار نہیں ہے اور سوار بغیر گھوڑا نہیں ہے۔ یہ جسم جو ہے ایک گھوڑا ہے اور روح جو ہے اس کا سوار ہے۔ کہیں سوار کو بیمار نہ کر لینا کہ صرف گھوڑا ہی پالتے جاؤ' وہ شاہسوار ہونا چاہیے۔ گھوڑا صحت مند ہونا چاہیے اور سوار بہتر ہونا چاہیے۔ سفر دور کا ہے۔ وہ لوگ جو صرف گھوڑے کو پالتے رہتے ہیں تو سوار مریل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو سوار کو پالتے رہتے ہیں گھوڑا مریل ہو جاتا ہے اچھا سوار اور مریل گھوڑا یہ بھی اچھی بات نہیں ہے۔ اس لیے گھوڑا جو ہے سوار کے مطابق ہو' Sound mind اور Sound body دونوں ہونے چاہئیں۔ پھر یہ جھگڑا نہیں کرتے اور جب آپ دل سے اللہ کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ کا نفس بھی آپ کو تنگ کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یہ نفس پھر نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے۔ وہ لوگ گناہ کو یاد نہیں کرتے کیونکہ انہیں نفسِ مطمئنہ مل جاتا ہے۔ نفسِ مطمئنہ کا مطلب یہ ہے کہ جھگڑا کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو یہ نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے۔' ویسے بھی ایک عمر کے بعد یہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ جب ایسی عمر آ جائے کہ ختم ہو جائیں تو پھر تو کھانے کے لیے آپ جھگڑا نہیں کریں گے کیونکہ اب ذائقہ ہی ختم ہو گیا ہے۔ یا اگر آپ کھانا کھاؤ اور ہضم نہ ہو تو پھر بھی آپ جھگڑا نہیں کریں گے اور ایک ایسا وقت آ جائے جب خدانخواستہ آپ کی نگاہ ذرا کمزور ہو جائے تو پھر آپ رنگین چیزیں انتخاب

نہیں کریں گے۔ خدانخواستہ کان سنائی دینا کم کر دیں تو پھر آپ میوزک کی طرف رجوع نہیں کریں گے کیونکہ کان تو بیچارے پہلے ہی بند ہو گئے ہیں۔ تو ایسا وقت آخر آ ہی جاتا ہے اور اگر جوانی میں یہ وقت آ جائے' یہ کیفیت مل جائے تو سبحان اللہ! تو رنگین ہو گیا انسان۔ تو نفسِ مطمئنہ کیا ہوتا ہے؟ کہ تمام صفات کی موجودگی میں ایک طرف کا خیال لگ جانا۔ ورنہ ایک ایک کر کے سب چھن تو جانا ہی ہے مثلاً" آپ کے جسم کے قوا' آپ کی اجازت کے بغیر آپ کے خلاف ہو جائیں گے' آپ کے خلاف گواہی دینے کا مطلب ہے کہ آپ کا ہاتھ جو ہے آپ کی مرضی کے مطابق کام نہیں کرتا' آپ کی اجازت کے بغیر آپ کا ہاتھ کانپنا شروع ہو گیا۔ آپ کی بینائی' آپ کا خیال اور آپ کا وجود جو ہے یہ آپ کے تابع فرمان نہیں رہے گا۔ انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ آہستہ آہستہ تحلیل ہو رہا ہے۔ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ہو تو ضرور جانا ہے' پھر کیوں نہ وقت پر ہو جائے۔ تو آپ اسے کنٹرول میں رکھ لیں۔

جوانی میں ہم ہو گئے ہیں جو پیر
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر

اس لیے جوانی کے اندر ہی توبہ ہو جانی چاہیے تاکہ انسان اس راستے پر ہو۔ تو آپ روح کو سنبھالیں کہ یہ اصل مسافر ہے کیونکہ جسم نے یہیں رہ جانا ہے اور روح جو ہے یہ اگلے سفر پہ روانہ ہو جانی ہے۔ روح کے لیے جسم کا پردہ ہونا ضروری ہے۔ ایک شاہین نے جھپٹا مارا کیونکہ اسے زمین پر کوئی چیز نظر آئی' اس نے پکڑ لیا اور اس کو اوپر لے گیا۔ راستے میں دیکھا تو کوئی مری ہوئی چیز تھی' اس نے وہیں پھینک

دی۔ اب جتنا عرصہ وہ مری ہوئی چیز اس کے پنجے میں تھی' پرواز کر رہی تھی اور پھینکنے پر وہ زمین پر واپس آ گئی اور وہ سوتے لامکاں اڑ گیا۔ اس طرح روح آئی ہے اور یہاں اس نے مٹی کو اڑایا' آپ کی مٹی جو ہے وہ بھاگم دوڑ کرتی جا رہی ہے' روح نے پھر اس کو یہیں چھوڑ جانا ہے' مٹی میں مل جائے گا اور وہ لامکاں کی طرف چلا جائے گا۔ بات اتنی ساری ہے۔ جب تک یہ دونوں اکٹھے ہیں' آپ کلمہ شکر ادا کرو۔ تو خالی روح کی عبادت نہیں ہے اور خالی وجود کی عبادت نہیں ہے۔ جسم کو' مٹی کو جب روح جھکائے گی اور آپ جب دل کے ساتھ جھکیں گے تو پھر یہ عبادت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خاص کرم رکھا ہے کہ مٹی کو روح کے ذریعے کنٹرول کیا ہے۔ اچھے لوگ جو ہیں وہی ہوتے ہیں جن کا وجود پہلے جان لیتا ہے کہ وہ جانے لگا ہے پنچھی اڑنے لگا ہے اور پھر پنجرہ خالی رہ جائے گا۔ وہ پہلے بتا دیتے ہیں کہ دیکھو یہ جگہ ہے ہماری اور اس جگہ پر ہمارا مزار بننا چاہیے بلکہ اپنا مزار پہلے ہی اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں ۔ تو اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں جو انتخاب کر لیتے ہیں یہ جگہ میری ہے' عام طور پر وصیت بھی کر جاتے ہیں یا پہلے کہتے ہیں کہ میری جگہ یہاں رکھو۔ عین گرمئ حیات میں' Heat of life میں یہ بات سمجھ نہیں آتی اور جب Heat' گرمی ختم ہوتی ہے اور Fire جو ہے وہ Ash بن جاتی ہے' آگ جو ہے راکھ بن جاتی ہے' پھر سمجھ آتی ہے کہ کرنا کیا ہے اور رہنا کہاں ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ جانا کہاں ہے۔ یہاں پر رہنا ہے' تو وہ تو ہے مگر اب دیکھو کہ جانا کہاں ہے۔ زندگی میں اگر وہ جگہ آپ نے دیکھ لی ہے جس جگہ زندگی کے بعد پہنچنا ہے تو آپ آدھے فقیر تو پکی طرح بن گئے۔

فقیری کا یہ نسخہ بڑا پکا نسخہ ہے۔ جس آدمی نے زندگی میں اپنا مزار دیکھ لیا وہ شخص بہت فلاح پا گیا۔ تو آپ کبھی یہ بھی دریافت کر لیں کہ آپ کا وہ مکان کہاں بننا ہے۔ تو آپ وہ دریافت کر لیں تا کہ آپ کو پتہ ہو کہ کہاں جانا ہے' غور کرو اور پہچانو کہ آپ نے کہاں جانا ہے' اس جگہ پر جا کے Visit کرو اور کہو کہ اے زمین ہم آ رہے ہیں' مہمان کا انتظار کرو۔ دیکھو پھر آپ کی درویشی پکی ہو جائے گی۔ تو ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ پکی بات ہے کہ یہاں کسی نے نہیں رہنا۔

جس سر کو غرور آج ہے یہاں تاجوری کا
کل شور اسی سر پہ ہے پھر نوحہ گری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہِ شیشہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اپنا مزار ضرور دیکھو۔

تُو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار
تُو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تو آپ نے بے شمار جنازے Attend کیے ہیں تو یہ بھی دیکھو کہ آپ نے بھی جانا ہے' تو پھر کیسے جانا ہے اور کون کون لوگ ساتھ ہوں گے۔ آپ یہ اندازہ ضرور کر لیں۔ یہ پکی درویشی کی بات ہے۔ درویشوں کو بتایا جاتا ہے کہ اپنا مزار ضرور دیکھنا۔ کچھ لوگ پہچان بھی لیتے ہیں۔

زمین بولتی ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ یہ جگہ ہے جہاں پر ہم نے آنا ہے۔ ایسے نہ اپنے آپ کو چھوڑ دینا کہ جہاں مرضی دریا لے جائے۔ تو خودکو دریا کے حوالے نہ کرنا بلکہ جہاں جانا ہے اس جگہ کا پتہ ہونا چاہیے۔ پھر یہ درویشی ہے اور پھر یہ فقیری ہے۔ یہ زمین کی بات نہیں ہو رہی اور نہ قبرستان کی بات ہو رہی ہے بلکہ مقام کی بات ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو آشنا کرا سکتا ہے' وہاں پر کروڑوں سال کا سفر کرنا ہے تو اس پر جگہ کا پتہ ہونا چاہیے۔ اس لیے اچھا یہ ہے کہ جگہ کا انتخاب کر کے پہلے ہی طے کر لینا چاہیے۔

سوال :۔

حاسد کی نظر سے کیسے بچنا چاہیے؟

جواب :۔

حاسد کی نظر سے اللہ بچائے گا۔ اس لیے دعا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ دعا کیا کرو۔ قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر غاسق اذا وقب ومن شر النفثت فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد اللہ سے دعا کی جاتی ہے کہ تو نے شر تخلیق فرمائی ہے' اس سے تو ہی بچا کیونکہ اور کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو حاسد کی نگاہ سے خالق ہی بچا سکتا ہے۔ اور سوال کرو ——— ضرور پوچھو ———

سوال :۔

آپ کہتے ہیں کہ سوال کرو تو ہمارا ذہن خالی ہوتا ہے' اس میں سوال ہی کوئی نہیں ہوتا' ہم مصنوعی سوال کیا کریں؟

جواب :۔

نہیں' یہ نہیں ہے بلکہ بات یہ ہوتی ہے کہ سوال بھی اللہ کے فضل سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ دیکھو کہ مختلف ذہنوں میں مختلف سوال پیدا ہوتے ہیں' حالانکہ پہلے سب خالی ذہن ہوتے ہیں اور پھر تمام سوالوں کا جواب ہوتا ہے۔ جو جواب پیدا کرنے والا ہے' وہی سوال پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم اپنے لیے یہ "سوال جواب" کر رہے ہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ بہت سارے لوگوں کے یہ سوال ہوں اور بہت سارے لوگوں کو یہ جواب ملے۔

سوال :۔

میری ایک تجویز ہے کہ آدھا گھنٹہ آپ کسی موضوع پر لیکچر دیں اور پھر سوالوں کے جواب دیا کریں۔

جواب :۔

موضوع پر اگر لیکچر دیا جائے تو موضوع کو پہلے تیار کرنا پڑے گا اور پھر کتابوں سے استفادہ ہو گا۔ پھر وہ اسی کا اسی طرح ہو جائے گا جس طرح ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس سے بچنا ہے۔ یہ ایک ٹائپ بن جائے گی کہ آج آپ ایمان کے اوپر تقریر کرتے ہیں کہ ایمان کسے کہتے ہیں' تو ایمان کہتے ہیں شخصیت پر اعتماد کرنا' پھر ختم ہو گئی تعریف۔ اب اس سے آگے' ایمان پر اس سے آگے کچھ نہیں کہنا۔ تو ایمان کیا ہے؟ اعتماد شخصیت۔ اللہ پر ایمان کیا ہے؟ اللہ کے نبیؐ پر اعتماد۔ تو ختم ہو گئی بات۔ اب اس سے آگے ایمان کیا ہے۔ اس سے آگے کوئی ایمان نہیں ہے۔ پھر ایمان

کی تعریف یہ ہے کہ ایمان بھی حضور پاک ﷺ پر نثار۔ تو یہ ایمان ہے۔ پھر مزید نہیں کہہ سکتے کہ ایمان یہ ہے اور ایمان وہ ہے۔ آخری بات' Ultimate بات' ایمان کی بات یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ پر ایمان بھی نثار۔ تو ختم ہو گئی بات۔ اب اس پر لیکچر کیا ہو گا۔ ویسے اگر ایمان پر تقریر کرنے لگ جائیں تو اس میں کئی سال لگ جاتے ہیں کہ ایمان کیا ہے ایمان کے کتنے حصے ہیں' اس میں کتنی صفات ہیں' کیا کیا واقعات ہیں' کلمے پر شروع ہو جاؤ تو کلمے ہی چلتے جائیں گے۔ اس لیے اس ٹائپ سے نکلو۔ آپ کہتے ہیں کہ ذہن میں نہیں آتا لیکن پھر بھی آپ کے ذہن میں سوال آتا ہے۔ آج کے دن دو سوال آپ نے کیے ہیں حالانکہ خالی ذہن آپ بھی ہیں' پھر بھی سوال آئے' حالانکہ سوال بظاہر معمولی تھا لیکن اس کی واضح طور پر حد بندی ہو گئی کہ رشک کیا ہے اور حسد کیا ہے۔ اس لیے ان سب کو اللہ کے حوالے کر دو۔ جب میں کہوں کہ سوال پوچھو تو اگر اس وقت ذہن میں جو آ جائے وہ بول دیا کرو۔ سوال کا مطلب یہ نہیں کہ آپ گھر سے کوئی سوال لے کے آئے ہیں یا میں کوئی جواب لے کے آیا ہوں' تو نہ میں لے کے آتا ہوں نہ آپ لے کے آتے ہیں۔ اور یہیں جواب آئیں گے۔ آپ نے بھی سنا' میں نے بھی سنا۔ پھر یہ دونوں یہاں محفوظ ہو جائیں گے جنہیں ہم کتاب کی شکل میں دے کے چلے جائیں گے اللہ میاں کے پاس۔ ٹھیک ہے! اس لیے تقریر جو ہے تیار نہیں کرنی چاہیے۔ تقریر تیار کرنے کے لیے عنوان ہوتا ہے' وہ پہلے کتاب سے پڑھتے ہیں' پھر خطبہ کرتے ہیں' پھر اس کے بعد قال اللہ تعالٰی فی کلام مجید' پھر آیات پڑھتے ہیں کہ

کل من علیھا فان و یبقٰی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ہر چیز جہاں کی فانی ہے اور باقی رہنے والی ذات تیرے رب کریم کی ہے۔ فانی سے مراد کیا ہے کہ یہاں کچھ نہیں رہے گا۔ اور پھر ایک تقریر شروع کر دو کہ ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے' جو آیا وہ ضرور گیا۔ کسی کی تاریخ میں بات رہ گئی اور کسی کا تاریخ میں نام نہیں آیا' کسی کا تو مردم شماری میں بھی نام نہیں آیا' آنے والا چلا جاتا ہے اور پھر یہاں تقریر ختم ہو جائے گی کہ اس دنیا میں انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ کچھ پاتا ہے۔ وہ تو آتا ہے اور جاتا ہے' یہاں پانا کیا اور لے جانا کیا۔ وہ چیز جو آپ کے ساتھ جائے گی وہ کیا ہے' وہ کسی کا کلمہ خیر ہے جو آپ کے ساتھ جائے گا' آپ کا عمل صالح آپ کے ساتھ جائے گا۔ یہ جو آپ کی دنیا میں ٹھوس انعامات ہیں یہ ساتھ نہیں جاتے۔ اس لیے یہاں پر ہر چیز فانی ہے' جو بھی آیا اس نے جانا ضرور ہے۔

پیر' پیغمبر' ولی' درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذاتِ ربِ ذوالجلال

ایک چیز قائم رہے گی' اسی کا ذکر قائم رہے گا اور وہ قائم ہی ہے' آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا ذکر قائم ہوتا چلا جا رہا ہے' اس کے نام قائم ہوتے چلے جا رہے ہیں' اس کے ماننے والے اس کے بندوں کے مزار پہ چلے جا رہے ہیں۔ تو یہ ہے طاقت کی بات۔ داتا صاحبؒ کا دربار دیکھ لو ایسے لگتا ہے جیسے آج کل کی بات ہو۔ پتہ چلا کہ یہ تو بڑے پرانے

زمانے کی بات ہے لیکن بالکل تازہ دم لگتا ہے۔ ان لوگوں نے ہزار سال کیسے طے کر لیے۔ ان کا مزار زندہ ہے اور ادھر تمہاری زندگی مزار بنی پڑی ہے۔ تو کوئی بات ضرور ہے کہ وہاں جو آدمی جاتا ہے' قرآن شریف پڑھتا ہے' نماز پڑھتا ہے' درود شریف پڑھتا ہے' کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے' کسی کو پتہ ہے اور کسی کو پتہ نہیں ہے کہ یہ مزار کس کا ہے اور یہ راز کیا ہے؟ راز یہ ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ "ہمارا ذکر کر' ہم تمہارا ذکر کریں گے"۔ تو جن لوگوں نے اللہ کا ذکر کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر ہمیشہ کے لیے لوگوں سے کروا دیا۔ اب جو نہیں جانتے وہ بھی جانتے ہیں داتا صاحبؒ کو۔ داتا صاحبؒ کون ہیں؟ کہتا ہے یہ نہیں پتہ کہ داتا صاحبؒ کون ہیں لیکن یہ شہر لاہور جو ہے یہ داتا صاحبؒ کی نگری ہے۔ کتنا علاقہ ہے داتا صاحبؒ کی نگری کا اور اس کی ریخ کیا ہے' اس کا کچھ نہیں پتہ۔ یہ پتہ ہے کہ بس یہ داتا صاحبؒ کی نگری ہے اور یہ خوب صورت جگہ ہے۔ تو یہ مزاج کی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر بھی اتنا بلند کرا دیا کہ دنیا بھی ان کا ذکر کرنے لگ گئی۔ باقی ہر شے فانی ہے۔ اس زمانے کا لاہور کیا ہو گا جب داتا صاحبؒ آئے۔ شہر سے کتنی دور ہوں گے؟ یہ کل ہی کی بات تو ہے۔ میاں میر صاحبؒ کا مزار شہر سے کتنی دور ہو گا؟ اس وقت نہ ٹانگہ تھا نہ بس تھی' شہر سے دور وہ پرانا شہر' شہر سے دور آ کے یہ بزرگ بیٹھے تھے اور انہوں نے شہر آباد کر دیے۔ یہ ہے اللہ کا نام' باقی ہر شے فانی ہے۔ جہانگیر بادشاہ کا مزار دیکھو' فاتحہ درود کا نام نہیں ہے اور یہ درویش کا مزار ہے' دیکھو فاتحہ ہے' درود ہے اور دیگیں پکتی چلی جاتی ہیں' اس بزرگ کی صندوقچی سے خزانہ نکل رہا

ہے۔ اب مزار پر دینے والا وہ آدمی ہے جو کسی فقیر کو بھی پیسہ نہیں دیتا۔ بڑا سخت آدمی ہے چیک کاٹ کے لا رہا ہے کئی کئی لاکھ کا چیک ہوتا ہے۔ اس واقعہ کے پیچھے کوئی نہ کوئی بات ضرور ہو گی۔ دنیا دار بے وقوف نہیں ہوتا۔ دنیا دار جب پیسہ دیتا ہے تو سمجھو واقعی اچھی بات ہے' کوئی خاص بات ہے' دنیا دار کھانا کیسے کھلاتا ہے دیگیں کس طرح پکا کے لاتا ہے' اس میں کوئی بات ضرور ہے۔ وہ بات کیا ہے؟ وہی تو بات ہے کہ ان کا نام ہمیشہ رہتا ہے جن لوگوں نے نیک کمائیاں کیں۔ تو ان کا نام ہمیشہ رہا۔ اگر کبھی سلطان باہوؒ آپ چلے جائیں تو آپ کے اندر بھی "ہو" کا ذکر شروع ہو جائے گا۔ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور وہاں آپ ایک رات رہ کے دیکھیں تو صبح آپ ذکر کرنے لگ جائیں گے۔ بالکل ذکر جاری ہو جائے گا۔ پورے کا پورا ذکر۔ ایک واقعہ ہے۔ بری امامؒ جاؤ تو اور کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ جن لوگوں نے اللہ کا نام دل سے یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام امر کر دیا۔ باقی ہر شے فانی ہے۔ پتہ نہیں اس وقت کا لاہور کیا تھا' راجہ کون تھا' مہاراجہ کون تھا اور یہ واقعہ کیا تھا؟ درمیان میں سے ہر شے غائب ہے لیکن وہ مقام بلند ہے' آج بھی وہ قبر ہے پھر بھی بلند ہے۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام تو میں نے تقریر کر دی آپ کے سامنے۔ اب سوال کرو آپ۔ تو میں نے بتایا تھا کہ جو سوال کا موسم ہے وہی جواب کا موسم ہے' موسم ایک ہی ہے۔ جواب دلانے والا ہی خود سوالات مہیا فرماتا ہے۔ اس لیے کبھی آپ کا سوال وارد ہو جائے تو سوال برملا کرنا چاہیے۔ یہ بات دل میں رکھنے والی ہے اور کسی سے نہ کہنا مگر یہ بڑا دھوکا ہے کسی سے کہہ

دینا کہ سوال کرو اور یہ کہہ دینا کہ سوال کرو اور جواب کے حوالے سے دعوت دینا' Invite کرنا اور یہ کہ کوئی سوال کسی قسم کا ہو۔ تو یہ ہر آدمی ہر وقت نہیں کر سکتا یہ بڑی بات ہے' یہ بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ کا کہ یہ کہا جائے کہ آپ سوال کرو' کسی قسم کا سوال ہو' پھر اس کا جواب بھی آرہا ہے۔ یہ دعویٰ بھی نہیں ہے لیکن اللہ کی مہربانی ہے۔ یہ کوئی دعویٰ نہیں ہے۔ عرفان جو ہے وہ ہو جانے کا نام نہیں ہے بلکہ مسلسل' Constantly ہونے والا عمل ہے۔ آپ عرفان کی تعریف دیکھو کہ علم عام طور پر معلوم پر ناز کرتا ہے لیکن جسے آگہی کہتے ہیں عرفان کہتے ہیں' لا معلوم' عاجز ہو گئی' تو معلوم کی بات نہیں ہو رہی ہے' یہ دیکھو کہ کتنا لامعلوم ہے' نامعلوم ہے' تو اس نامعلوم کے احساس کا نام ہے آگہی۔

عرفان کیا ہے؟ اللہ کے نہ پا لینے کا عرفان۔ جنہوں نے اللہ کا عرفان حاصل کیا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ یااللہ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ یہی اللہ کا پانا ہے۔ جاننا کیا ہے؟ ہم تجھے نہیں جان سکتے۔ پانا کیا ہے؟ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ اس کا قرب کیا ہے؟ ابھی قرب کی بات نہیں ہے۔ تیرا وصال کیا ہے؟ تیرا فراق ہی تیرا وصال ہے۔ اللہ کا فراق ہی اللہ کا وصال ہے۔ اس لیے پانے کی بات نہیں ہے۔ نہ پانے کے احساس کا نام عرفان ہوتا ہے۔ عرفان کیا ہوتا ہے؟ نہ پا سکنے کے احساس کا نام۔ تو آپ عرفان کا سوچنے کی بجائے اس کی طرف چل پڑیں' جیسے بھی ہو۔ ففروا الی اللہ اللہ کی طرف بھاگ پڑو' فرار کر جاؤ۔ تو عرفان کا لفظ کہہ دینے سے انسان عارف نہیں ہو جاتا۔ جن لوگوں کا وصال ہو چکا ہے ان کی ماضی کی زندگی کے حوالے سے ہم کہتے ہیں کہ یہ عارف تھا۔ یہ نہیں کہتے کہ کوئی عارف

"ہے" بلکہ کہتے ہیں کہ عارف "تھا" جس نے کہا کہ "وہ عارف ہے تو اس کو خطرہ ہے' "وہ درویش ہے' اس کو عرفان حاصل ہے" تو یہ خطرہ ہے۔ دنیا داروں میں یہ ہوتا ہے کہ وہ "زندہ باد" کہہ دیتے ہیں اور پھر "مردہ باد" کہنے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ لوگ یہی کرتے ہیں کہ زندہ باد کہہ کر جلوس شروع کرتے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد تنگ آ جاتے ہیں' وزیروں سے تنگ آ جاتے ہیں' حتیٰ کہ ایک چہرہ دیکھتے دیکھتے تنگ آ جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ منظر بدلو اور پس منظر بدلو تو یہ انسان کا مزاج ہے۔ تو عارف کون ہے! وہ مستقبل کا ہوتا ہے۔ اللہ کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اس کو نہ پا سکنے کا ادراک ہو جائے کہ ہم تجھے نہیں پا سکتے۔ تو آپ اس بات کا ادراک اور یقین کر لیں اور عاجزی کے ساتھ کر لیں تو یہ عرفان ہے۔ عرفان ماضی کا نام نہیں ہے' پا لینے کا نام نہیں ہے بلکہ تشنگی کا نام ہے' پیاس کا نام ہے' قلزم کی پیاس کا نام ہے اور اللہ جو ہے وہ سمندر ہے' کبھی مل گیا تو مل گیا ورنہ اس کی مرضی' جس نے اسے پایا وہ بول نہ سکا' بولنے والا صرف شور مچاتا ہے۔ پانے کا نام خاموشی ہے اور وصال ہے۔ گویا کہ زندگی فراق ہے اور آگے وصال ہے۔ آخری وقت آ جائے تو ہم کہتے ہیں کہ وصال ہو گیا' تو وصال سے پہلے کا وقت کیا تھا؟ فراق! مگر آپ لوگ فراق کو نہیں مان رہے' اس زندگی کو فراق نہیں کہہ رہے تاکہ اگلی زندگی کو وصال کہہ سکیں۔ تو یوم وصال سے پہلے کے ایام جو ہیں وہ فراق کے دن ہیں' جدائی کے دن ہیں۔ اس لیے فرمایا فرمانے والوں نے کہ اس آنکھ سے مشاہدہ نہیں ہو سکتا' اس آنکھ سے کبھی مشاہدے کا نام نہ لینا' اس حال میں آپ اللہ کو نہیں پا سکتے کیونکہ آپ

وجود کی حالت میں ہیں' اس حالت میں اسے دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ تو وہ خیال کا عالم ہے' خواب کا عالم ہے' روح کا عالم ہے' احساس کا عالم ہے اور وہاں پر وجود کا عالم ہے ہی نہیں' اس نگاہ سے اسے نہیں دیکھ سکتے ——— اب اور سوال پوچھو ———

سوال :۔

میں ذکر کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے مگر رکاوٹ آ جاتی ہے ———

جواب :۔

میں نے یہ بتایا تھا کہ جو کوئی آدمی معروف عبادت کے علاوہ ذکر کرنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے۔ اگر آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کی طرف سے معذرت نہیں ہونی چاہیے' یہ آپ کا دعویٰ اور خواہش ہے کہ محبت کریں گے تو پھر اس پر آپ معذرت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں محبت نہیں کر سکتا۔ پھر اگر آپ کو حکم دیا جائے کہ محبت کرو تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں معذور ہوں۔ اس وقت آپ کی طرف سے یہ خواہش ہے کہ معروف سے زیادہ ذکر کرنا چاہتا ہوں اور آپ ہی کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تو یہ آپ کا اپنا شوق ہے۔ اور شوق کی تعریف یہ ہے کہ شوق وہ ہوتا ہے جو اپنی راہ میں مجبوری نہ آنے دے۔ اور اگر مجبوری ہو رہی ہے تو پھر یہ شوق نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کسی کا حکم ہو اور شوق جو ہے وہ حکم کا نام نہیں ہے۔ اگر کوئی حکم دے کہ اللہ کو دریافت کرو تو یہ عرفان والی بات نہیں ہے بلکہ عرفان جو

ہے وہ شوق کا نام ہے۔ اگر شوق پیدا ہو جائے تو پھر رکاوٹ کیسی۔ پھر کون منع کر سکتا ہے' جس کو شوق ہو اس کے لیے کھلا میدان ہے اور وہ تلاش کرے۔ انسان اس وقت ڈگمگا جاتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ مجھے شوق تو ہے لیکن مجبوری ہے' محبت کرنے کا جذبہ ہے لیکن ہم کر نہیں سکتے' میں بڑے کام کرتا لیکن نہیں کروں گا۔ تو یہ سب دنیا داری کی باتیں ہیں۔ ایسا آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس ایسا گھوڑا ہے جو سمندر کو عبور کر جائے اور آسمان کی طرف چلا جائے مگر یہ ہمت نہیں کرتا۔ اس لیے اگر شوق ہے تو وہ کام کرو کیونکہ شوق کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جس آدمی کا جو دعویٰ ہے اسی کے ذمے ثبوت مہیا کرنے کا فرض ہے تو شوق کا ثبوت کون دے گا؟ جو دعویٰ کرے گا وہی ثبوت دے گا۔ اور شوق کیا ہے؟ مجبوری کو راہ سے ہٹانا' معذرت کی راہ سے ہٹانا۔ تو شوق وہ ہے جو اپنے راستے میں مجبوری اور معذوری کو نہ آنے دے؟ شوق کا مطلب یہ ہے کہ اس طرف انتھک سفر کرنا۔ شوق میں تھکاوٹ نہیں آ سکتی' شوق میں بیزاری نہیں آ سکتی' شوق میں مجبوری نہیں آ سکتی' شوق چلتا چلا جاتا ہے' شوق بے دم نہیں ہوتا۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

جن لوگوں کو یہ شوق ہوا آپ ان کی زندگی پڑھ لیں' کوئی ایک مثال اپنے سامنے رکھ لیں تو پتہ چل جائے گا کہ شوق کیسے چلتا گیا۔ شوق دریا کی طرح ہے اور یہ منزل سے پہلے نہیں رکتا' شوق چلتا جاتا ہے۔ خدا کرے کہ شوق پیدا ہو جائے۔ شوق میں نہ دن ہے اور نہ رات ہے نہ صبح ہے نہ شام ہے وہاں ہر موسم ایک ہی موسم ہے' بس شوق چلتا جاتا

ہے' شوق جو ہے وہ غم میں بھی اللہ کے آگے جھکتا ہے' خوشی میں بھی جھکتا ہے' ہر کیفیت اسے اللہ کے قریب رکھتی ہے' کوئی موسم اسے اللہ سے دور نہیں کر سکتا کیونکہ شوق والے نے اللہ کو مان لیا اور محبت سے اس کی طلب کی۔ شوق اور محبت سے اللہ کو پکارنے والا رکتا نہیں' وہ چلتا چلا جاتا ہے' جس قیمت پر ہو وہ جاتا ضرور ہے' اس نے جانا ضرور ہے۔

اساں سر بھر ماہی دے دیس جانا

تو شوق والے نہیں رکتے۔ جس کو ذکر کا شوق ہو وہ پھر نہیں رکتا' وہ ضرور ذکر کرتا ہے ——— اور کوئی سوال ———

سوال :۔

کیا نماز میں آمین بلند کہنی چاہیے؟

جواب :۔

یہ تو بعد میں آنے والوں کے جھگڑے ہیں۔ آپ آمین ضرور کہو چاہے بلند کہو۔ مین نے تو مثال یہ دی تھی کہ اونچی آمین کہنے والے اور نہ کہنے والے دونوں نماز میں جھک گئے اور وہ شخص نماز سے بھاگ گیا کیونکہ اس کی ٹریننگ اور طرح سے ہوئی تھی۔ اب یہ ٹریننگ کا فرق ہے ورنہ اسلام تو ایک ہی ہے ——— ہاں تو اور سوال پوچھو ———

سوال :۔

آج کل اخباروں میں آتا ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آنے والی ہے؟

جواب:۔

میں آپ سے ایک سوال پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ۲۰۱۵ء تک زندہ رہیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی قیامت تو روز ہی آتی جا رہی ہے۔ موت کی سمجھ آ جائے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ سکتی ہے۔ آپ نے آخری سانس کے ختم ہونے کا نام موت رکھا ہوا ہے حالانکہ موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے اور موت ساتھ ساتھ چلتی ہے' پہلے بچپن مر گیا لیکن آپ کو پتہ نہیں چلا' پھر دوست احباب چلے گئے اور آپ کو پتہ نہیں چلا' ماں باپ اور بزرگ چلے گئے اور آپ کو پتہ نہیں چلا' آپ نے مکان بدل لیا تو یہ موت کا عمل ہے' محلّہ چھوڑ دیا تو یہ موت کا عمل ہے' دفتر چھوڑ دیا تو یہ موت کا عمل ہے' گذشتہ دن مر گیا تو یہ موت کا عمل ہے اور آج کا دن ختم ہونے لگا تو یہ موت کا عمل ہے۔ آپ اس عمل کو دیکھ نہیں رہے اور آخری سانس کو موت کا عمل سمجھتے ہیں حالانکہ موت جاری ہے۔ ہر دن کی قیامت ہر شام کو ہو جاتی ہے۔ جب آپ سو گئے تو سمجھو کہ آپ گئے۔ جب انسان سو جاتا ہے تو پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کدھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نیند میں انسان مر جاتا ہے اور پھر ہمارے حکم سے یہ دوبارہ زندہ ہوتا ہے اور یہ ڈیلی ہوتا ہے۔ تو قیامت جو ہے وہ کسی چیز کے ختم ہونے کا نام ہے۔ تو قیامت اس وقت گزر جاتی ہے جب کوئی دوست کسی دوست سے جدا ہو جاتا ہے' عشق والوں کی اور دل والوں کی قیامت محبوب کا جدا ہونا ہے اور دنیا دار کی قیامت یہ ہے کہ پیسے ختم ہو جائیں۔ قیامت کسی ایک نسل کے ختم ہونے کا نام نہیں ہے۔ قیامتیں آتی رہی ہیں۔ اللہ کی بات اللہ جانے کہ

وہ گھڑی کب آئے گی۔ اللہ نے فرمایا کہ عم یتسائلون یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ عن النباء العظیم اس عظیم خبر کے بارے میں ھم فیھا مختلفون جس میں ان کا اختلاف ہے کلا سیعلمون وہ جلدی جان لیں گے ثم کلا سیعلمون پھر یہ جلدی جان لیں گے الم نجعل الارض مھادا کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا والجبال اوتادا اور پہاڑوں کو میخیں بنایا ——— اور کیا تم لوگ دریا کی روانی نہیں دیکھتے۔ یعنی جو اللہ یہ سب بنا رہا ہے اور یہ سب کچھ کر رہا ہے اس کے لیے قیامت کو لانا کیا مشکل ہے۔ جو یہ سب کر سکتا ہے تو اس سے خاص طور پر تم قیامت کے لیے کیوں Insist کرتے ہو' اصرار کرتے ہو۔ کیا تم نے اللہ کے باقی کے عمل نہیں دیکھے کہ انسان بنائے' پہاڑ بنائے' دریا کی روانی بنائی' خوب صورت میوے بنائے اور کھانا پینا دیا ہے۔ مگر تم لوگ اللہ کے اس عمل کا انتظار کر رہے ہو جب وہ ہر چیز ختم کر دے گا حالانکہ اللہ کے موجود عمل کو دیکھو۔ اس سے پہلے کہ آپ قیامت کا انتظار کریں پہلے آپ اونٹ کی طرف تو دیکھو کہ کیف خُلقت کیسا بنایا اس کو۔ کتنے پیار سے چیز بنائی ہے۔ فرمایا فرمانے والے نے کہ اگر آپ ایک چمگادڑ کو دیکھو اور غور کرو تو آپ کو زندگی موت اور قیامت سب سمجھ آ جائیں گے۔ آپ اللہ کی کسی ایک چیز پر غور کریں تو آپ کو عرفان ہو جائے گا کہ زندگی کیا ہے' موت کیا ہے اور قیامت کیا ہے۔ تو قیامت کیا ہے! آپ کے دل کے علاوہ واقعہ ہو جانا۔ اگر آپ زندہ رہنا چاہیں تو موت قیامت ہے اور اگر مرنا چاہیں تو زندگی قیامت ہے۔ حاصل کرنا چاہو تو محرومی قیامت ہے اور نہ حاصل کرنا چاہو تو حاصل قیامت ہے۔

اگر نہ چاہو اور مہمان آ جائے تو آپ کے لیے یہ بھی قیامت ہے۔ محبوب کا چلے جانا قیامت ہے۔ ناپسندیدہ کا ہو جانا قیامت ہے۔ اور اگر آپ سے کہا جائے کہ قیامت کو پسندیدہ ذات سے ملاقات ہو گی تو آپ کہیں گے کہ بسم اللہ قیامت ضرور آئے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقتربۃ الساعۃ وہ وقت قریب آ گیا۔ اب اللہ کا "قریب" پتہ نہیں کب ہو۔ یہ جھوٹ ہے کہ ۲۰۱۵ء میں قیامت آ جائے گی اور یہ بات Predictable نہیں ہے' پیش گوئی کے قابل نہیں ہے۔ قیامت جو ہے یہ Unpredictable ہے' اس کی پیش گوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ موت کب اور کہاں آئے گی۔ یہ کوئی نہیں بتائے گا No one will tell ۔ تین چیزیں کوئی نہیں بتا سکتا' نمبر ایک یہ کہ آپ لوگوں نے رزق کہاں سے حاصل کرنا ہے' دوسرا یہ معلوم نہیں ہو گا کہ ویعلم مافی الارحام کہ رحم میں کیا ہے. تیسرا یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ بای ارضٍ تموت کون سی زمین میں تم نے دفن ہونا ہے۔ یہ بات مخفی رہے گی کہ کون سی زمین میں کب دفن ہونا ہے اور کب Collapse ہونا ہے' کب یہ ساری زندگی Wipe out ہونی ہے' اس کے بارے میں کوئی نہیں بتائے گا۔ یہ اللہ کی مرضی کی بات ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ پہلے زمانے میں امتیں باغی ہو گئیں تو پھر ایک آواز نے ان کو آ لیا' تو آواز آئی اور سارے کے سارے مر گئے' کبھی ہوا چلی اور سارے کے سارے مر گئے' کبھی ایک زلزلہ آیا اور سارے مر گئے۔ اب اس امت کے ساتھ وہ واقعہ نہیں ہونا' لہٰذا یوں قیامت نہیں آئے گی کہ عذاب کی شکل میں آئے۔ آپ کی زندگی کا سفر جب پورا ہو

جائے گا تو آپ کہیں گے کہ میری قیامت تو آ گئی۔ خالق وہی ہے جو مالک ہے یعنی اللہ اور اس نے زمین و آسمان بنائے ہیں یہ دین اسی کا ہے۔ اگر وہ خالق ہے اور یہ دین اس کا بنایا ہوا ہے تو اس دین کو اس کے بنائے ہوئے بندوں پر ایک بار مکمل طور نافذ ہونے کا فارمولا نظر آنا چاہیے' مکمل طور پر ——— اگر تم یہ تماشہ دیکھ لو کہ تمام کائنات جو ہے وہ خالق کو تسلیم کر گئی ہے تو دنیا کی بازی تو ختم ہو گئی۔ وہ دن یہاں آئے گا' ادھر ہی۔ لمنِ الملکُ الیوم لِلّٰہ الواحد القہار وہ اس دن کا مالک ہے۔ یعنی کہ اللہ کو سب نے مان لیا۔ اس وقت باغی موجود ہیں۔ قیامت اس وقت نہیں آئے گی جب تک باغی جو ہیں وہ مائل نہیں ہوتے۔ اس وقت جھگڑا ہو سکتا ہے' ایٹم بم چل سکتا ہے مگر یہ نہیں ہو گا کہ قیامت آ جائے۔ قیامت یہ ہے کہ خالق اپنی مخلوق کو Wipe out کر دے' مٹا دے' کہ آرٹسٹ اپنے آرٹ کو ختم کر دے۔

اس لیے آپ قیامت کا فکر نہ کرو۔ آپ اپنی قیامت کو دیکھو کہ کیا قیامت گزر گئی کہ احساس بدل گیا' دین سے آپ کو راحت نہیں ہے' زندگی اور دین میں فرق ہو گیا' زندگی ادھر جا رہی ہے اور دین ادھر جا رہا ہے' انسان کام کرتا ہے اور مشکل سے روٹی کماتا ہے اور شرط یہ ہے کہ حلال کی کماؤ۔ آج کا انسان آج کے زمانے میں ساری چیزیں پوری نہیں کر سکتا۔ اس لیے آج کے انسان کے لیے دعا کرو کہ اس کو کوئی راستہ ملے کیونکہ راستہ دشوار ہو گیا' آپ حلال کی بات کرتے ہیں حالانکہ حرام کا کمانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ دعا کرو کہ آج کے انسان کو رزق کی آسودگی ملے اور اس کے دل میں ایمان نافذ ہو' ایمان کو راستہ ملے' تاکہ یہ

زندگی جو چار دن کا میلہ ہے خوشی سے دیکھا جائے اور بغاوت پیدا نہ ہو' مجبوری سے بھی بغاوت پیدا نہ ہو' معذوری سے بھی بغاوت پیدا نہ ہو کیونکہ کادالفقر ان یکون کفرا عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ تو ایسا وقت آ سکتا ہے۔ دعاکرو کہ غریبی کافر نہ بنائے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو آسانی عطا فرمائے ——

وما علینا الاالبلاغ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اٰمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین

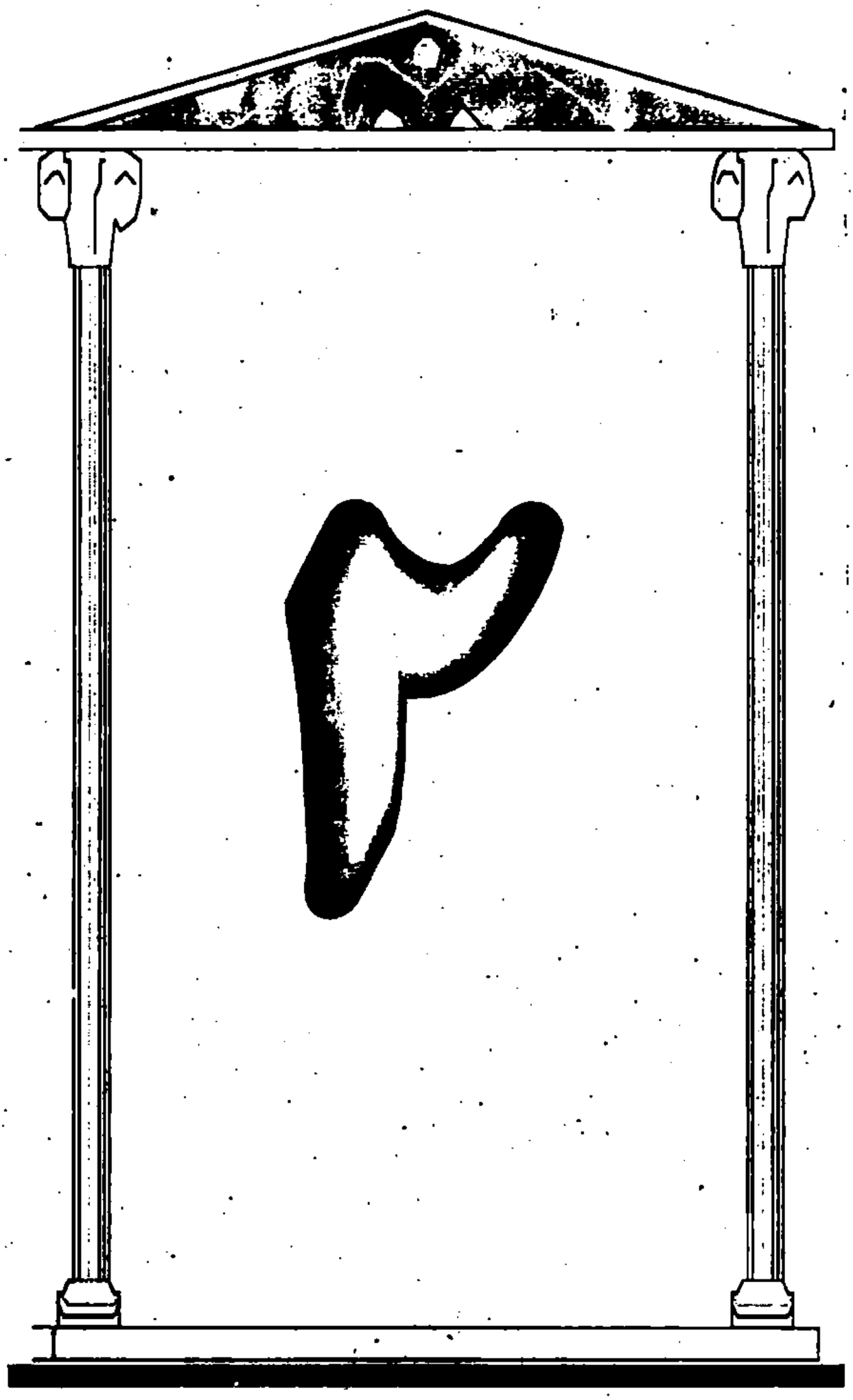



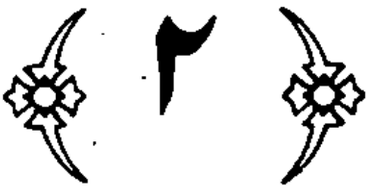

درود شریف پڑھنے سے ہمارے بزرگوں کی حالت کچھ اور ہوا کرتی تھی لیکن ہماری قلبی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا حل یا علاج ہے؟

سوال :۔

درود شریف پڑھنے سے ہمارے بزرگوں کی حالت کچھ اور ہوا کرتی تھی لیکن ہماری قلبی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا حل یا علاج ہے؟

جواب :۔

بزرگوں کے درود شریف پڑھنے میں قلبی کیفیت کا یہ عملی فرق ہے کہ ماڈرن مین کوئی اور ہے اور قدیم آدمی کوئی اور تھا' دل کو بھی اگر آپ چھوڑ دو تو آپ باقی حالات میں' باقی وجود کے حصوں میں بھی ٹھیک نہیں ہیں۔ تو کیا ان کی طرز رہائش اور ہماری طرز رہائش میں کوئی فرق ہے؟ کیا ایسا ہے؟ ہاں ایسا ہی ہے۔ جو کام وہ لوگ کرتے تھے وہ آپ سوچیں اور جو کام وہ لوگ نہیں کرتے تھے وہ بھی آپ سوچ لیں۔ تو اب آپ کا سوال Clearly' واضح طور پر یہ ہوا کہ ماڈرن مسلمان اور قدیم مسلمان میں کیا فرق ہے؟ ان کے پاس علم محدود تھا' تھوڑا تھا' ان کے پاس بڑے بڑے علوم و فنون نہیں تھے' وہ فاضل' عالم' دیو بندی' بریلوی اور فرقہ بندی میں نہیں تھے اور علم اتنا نہیں تھا لیکن ان کے پاس شوق تھا اور ذوق تھا۔ اقبالؒ نے اس کو یوں بیان کیا ہے ۔

رہ گئی رسم اذاں روح بلالیؓ نہ رہی

اب روح بلالی تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ گئی' اذان تو وہی ہے لیکن کیفیت نہیں ہے۔ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں تو پھر وہ روح پیدا ہو لیکن اب وہ اذان دینے سے وہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ پھر ان صحابہ کرامؓ کی زندگی کا مقصد سیدھا سادا قرب رسالتؐ تھا اور ان کا مقصد بڑا واضح اور پھر عمل بھی واضح تھا۔ لیکن آج لوگوں کا مقصد ہی کچھ اور ہے۔ اگر آپ کبھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو جائیں یا اللہ کے قریب ہو جائیں تو آپ اللہ سے پیسے مانگیں گے' ڈگریاں مانگیں گے کیونکہ آپ کا طرز حیات ایسا بن گیا ہے۔ آج کا انسان ان حالات کے حساب سے بڑا پریشان ہے' اس میں کچھ لوگوں کو پتہ ہے اور کچھ لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ علم زیادہ ہے اور فضل و عمل کم ہے' بس صرف بہت ساری کتابیں ہیں۔ اور درمیان میں اِکا دُکا واقعہ ہوتا رہا ہے کہ بچے سے کہا گیا کہ بیٹا پڑھ سبق تو اس نے کہا کہ پڑھاؤ سبق۔ تو مولوی صاحب نے کہا کہ پڑھ "الف" اس نے کہا "الف"۔ پھر مولوی صاحب کہتا ہے پڑھ "ب" تو شاگرد کہتا ہے کہ "ب" کیا ہوتا ہے جب ہم نے "الف" ہی پڑھ لیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ؎

اِکو الف تیرے درکار

تو آپ لوگ باقی سب چیزیں ایک طرف رکھیں ؎

علموں بس کریں او یار
اِکو الف تیرے درکار

تب وہ بندہ کہتا ہے کہ مجھے "الف" سمجھ آ گیا ہے لہٰذا "ب" کو ہم چھوڑتے ہیں۔ زندگی اچھی طرح گزارنے کے لیے آپ کو بے شمار قسم کے علم سیکھنا پڑیں گے' بہت سے کورسز اور ڈپلومے کرنے پڑیں گے۔ اگر آپ سے حساب کا سوال پوچھا جائے تو وہ Mathematician آپ کو بتائے گا اور اگر Mathematician سے سائنس کا سوال کریں تو وہ سائنس سے نابلد ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ علم کی ورائٹی اتنی زیادہ ہو گئی کہ علم جو ہے وہ جہالت کے اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ اور آپ لوگوں نے سادہ سی دال روٹی کھانی ہے' ساگ کھانا ہے' جڑی بوٹیاں کھانی ہیں' درختوں سے ٹوٹے ہوئے پھل کھانے ہیں اور پھر آپ اسٹرانومی اور اسٹرالوجی کا علم بھی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اسٹرانومی کا علم حاصل کرنے کے لیے بھی آپ کو قدیم' پرانے زمانے کے لوگوں سے علم سیکھنا پڑے گا جنہوں نے سیارگان کی ایسی ایسی پوزیشنیں بنائی تھیں مثلاً" البیرونی کا علم آج تک چلتا جا رہا ہے اور ستاروں کی چال کا وہ پرنسپل چلتا جا رہا ہے۔ وہاں سے دیکھ کر آج بھی لوگ ستاروں کی چال بتا دیں گے' وہ ان پڑھ آدمی ہو سکتا ہے مگر آپ کو ستاروں اور سیاروں کا حال بتا دے گا۔ اور ایسی Wisdom والے' دانائی والے لوگ بھی آپ کو مل سکتے ہیں جو اسٹرانومی یا دوسری سائنس نہیں جانتے مگر پھر بھی آپ کو بتا دیں گے کہ فلاں ہنگامہ ہو گا' بادشاہ کے لیے فلاں وقت بھاری ہو جائے گا۔ یہ پرانے وقتوں کی کہانی ہے' بہت ہی پرانے یونان کی بات ہے اور آپ لوگوں کو تو پتہ ہے ہی کہ یونان اور روم کی داستان بڑی مشہور ہے۔ اہل روم علم فلسفہ میں اور اہل یونان Wisdom میں بہت مشہور تھے کیونکہ یونان میں

ایک خاص قسم کی Wisdom تھی' دانائی تھی۔ جب یہ دونوں اکٹھے ہوئے اور Wisdom علم میں داخل ہوا تو پھر بات چلی نہیں۔ اگر آپ ایک عام دیہاتی سے علم کا پوچھیں تو وہ کہے گا کہ جی ہم نے تعلیم حاصل نہیں کرنی بلکہ عقل استعمال کرنی ہے۔ تو اس نے کیا کہا؟ کہ میں نے تعلیم تو حاصل نہیں کی ہے لیکن میں اپنی عقل سے کام چلا لیتا ہوں۔ اور آپ نے تو تعلیم حاصل کی ہوئی ہے لہٰذا آپ کو عقل کی کیا ضرورت ہے۔ جب کوئی ہستی یا بستی بہت سائنٹیفک ہو جاتی ہے اور وہاں پر علم کی فراوانی ہو جاتی ہے' علم سے سیراب ہو جاتی ہے تو پھر حقِ صمدیت سے اس کو برباد کرنے کا حکم آتا ہے کہ اس بستی کو غرق کر دو۔ اگر انسان علوم سے مغرور ہو کر فطرت کے معاملات میں دخل دے گا تو پھر بربادی اس کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ اصلی علوم تو یہ تھے کہ انسان کو پتہ چل رہا ہے کہ نیچر کیا ہے' واقعات کیا ہیں' آسمان کدھر ہے اور زمین کدھر ہے۔ یہ تو علم نہیں ہے کہ انسان منشائے ایزدی کا کوئی فارمولا بنا لے۔ منشائے ایزدی کیا ہے؟ علم والا کہتا ہے کہ اس کا حساب لگاؤ تو اصل علم والا یہ کہتا ہے کہ اندازہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ یونان کو تباہ کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ کچھ زیادہ ہی علم حاصل کر گئے ہیں اور یہ تہذیب اپنی عمر پوری کر چکی ہے اور اب یہ فروتنی میں آ گئی ہے' لہٰذا اس پر اب ہمارا عذاب نازل ہو گا۔ جبریلؑ کو حکم ہوا کہ اس بستی کو نابود کر دو' بود سے نابود کر دو یعنی صفحہ ہستی سے اس کو بالکل ہی مٹا دو۔ یہ عزرائیلؑ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ جبریلؑ کا کام ہے کیونکہ اس میں بڑا Magnitude ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ کیا میں ان کی روانگی' فائنل Departure سے پہلے ان

کا انٹرویو کر لوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا چلو انٹرویو کر لو۔ تو جبریلؑ امیں زمین پر ایک انسان کی شکل میں گئے۔ یہاں پر ایک بات یاد رکھنے والی ہے کہ جب کبھی کوئی فرشتہ' جن' دیو' پری یعنی جو بھی آدم زاد نہیں ہے' تو وہ جب کبھی انسانوں کی دنیا میں آئے گا تو انسانی شکل میں آئے گا۔ اس میں گھبرانے والی بات کوئی نہیں ہے۔ جو بھی انسانوں کی دنیا میں کسی دوسری مخلوق کا آئے گا تو وہ انسانی شکل میں ہی آئے گا۔ اس لیے کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ جو بھی انسانوں کی دنیا میں آئے وہ لباس بشریت میں آئے۔ تو پھر یہاں سے لوگوں نے کہا کہ لباس بشریت میں جو محبوب کائناتؐ تشریف لائے تو وہ آپ ہی تھا کیونکہ صرف لباس بشریت میں آنے کا حکم ہے تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے پہچان لیا کہ آپ ہی آپ ہو۔ تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ اصل میں بات یہ ہے کہ انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ تو پھر لوگوں نے کہا کہ ہم مان لیتے ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے کہ آپؐ ہماری طرح کے انسان ہیں لیکن کبھی آپؐ عرش پر رات بسر کرنے جاتے ہیں اور کبھی آپؐ ساری کائنات کو کلمہ پڑھاتے رہتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ محبت میں کیا سے کیا واقعات ہوتے ہیں کیونکہ آپؐ ہماری طرح کے انسان نہیں ہو سکتے' آپؐ والی تو کوئی بات کسی میں نہیں ہے' مطلب یہ ہے کہ آپؐ وہ ہیں۔ تو پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ ایک نقطہ "میم" کا ہے اور تو اگر "میم" کو نکالو تو پھر ساری کہانی بن جاتی ہے۔ تو یہ "میم" کیا ہوتی ہے؟ "میم" ایک راز ہے اور وہ "راز" کیا ہے کہ احد اور احمدؐ میں "میم" کا فرق ہے اور اگر آپ میم کے فرق کو سمجھ جائیں' یعنی اگر "احمدؐ" میں سے "م" کو نکال

دیں تو پھر صرف "احد" ہی رہ جاتا ہے اور پھر احد میں "م" کو شامل کرو تو پھر "احمدؐ" ہو گیا۔ تو یہ وہ سارے واقعات ہیں جن پر لوگ غور کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال جبریلؑ وہاں انسان کے لباس میں ایک گڈریے کے پاس گئے' وہ بکریاں چرا رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ وہ ایک ان پڑھ آدمی تھا۔ جبریلؑ نے سوچا کہ اس سے کچھ پوچھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس تہذیب میں کیا رنگ ہیں۔ جبریلؑ نے کہا السلام علیکم اور اس نے اپنا کام کرتے ہوئے وعلیکم السلام کہا۔ جبریلؑ کہنے لگے کہ میں کچھ بات یا سوال آپ سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ پوچھ لو لیکن بھیڑوں بکریوں کو چراتا رہوں گا کیونکہ یہ بڑا ضروری کام ہے۔ تو جبریلؑ نے کہا کہ آپ ذرا میرے اس سوال کا جواب بتاؤ کہ جبریلؑ ابھی اس وقت کہاں ہیں؟ اس نے کہا میں ابھی حساب کرتا ہوں۔ اس نے اسی لکڑی کے ساتھ حساب شروع کیا' زمین پر دو چار ٹیڑھی میڑھی لکیریں لگائیں اور بولا کہ جبریلؑ اس وقت آسمانوں پر تو نہیں ہیں۔ جبریلؑ نے کہا آپ پورا پورا حساب لگاؤ۔ اس نے پھر دو چار لکیریں لگائیں اور کہا کہ زمین پر بھی نہیں ہیں۔ جبریلؑ نے کہا کہ دیکھو آپ میری بات سنو' اگر وہ آسمانوں پر نہیں ہے' زمین پر بھی نہیں تو آپ حساب لگاؤ اور صحیح بتاؤ کہ وہ کہاں ہے؟ وہ کہنے لگا کہ یا آپ جبریلؑ ہو یا پھر میں جبریل ہوں' اور کہانی صاف ہے کہ میں تو جبریلؑ ہوں نہیں لہٰذا آپ ہی جبریلؑ ہو۔ اور پھر اسی لمحے فرشتے نے بستی الٹا دی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ علم اور ہے' تو یہ جو Wisdom ہے' پہچان ہے' یہ اور ہی چیز ہے۔ جب پہچان کا علم دور ہو جاتا ہے تو پھر انسان دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں

غور کرنے والی ہیں۔ اگر آپ نے علم پر زور دیا مثلاً" اللہ کا علم ہے تو آپ کے علم کے مطابق تو آپ کو اللہ ملنا نہیں ہے۔ وہ تو نور ہے اور یہ سب اللہ کا جلوہ ہے۔ وہ باطن میں ہے' ظاہر میں ہے' حاضر ہے' ناظر ہے' غائب ہے' اول ہے' آخر ہے اور قریب ہے۔ اور یہ سب اللہ ہے۔ مگر آپ لوگ تو کتاب سے اللہ کو ڈھونڈتے ہیں' ساری کتابیں پڑھ پڑھ کے کتابوں کے حافظ ہو گئے اور اللہ کی تلاش کرتے جا رہے ہیں اور آپ کو اللہ کا پتہ تو ہے ہی نہیں۔ اللہ کبھی علم کے راستے سے نہیں ملا اور آپ فضل کی طرف تو آئے نہیں ہیں' اس لیے آپ کو فضل ملا ہی نہیں ہے۔ اور جو علم آج کا ماڈرن مین حاصل کر رہا ہے یعنی فزکس' کیمسٹری' ریاضی' بیالوجی' عمرانیات وغیرہ وغیرہ' تو اس علم کا حاصل کیا ہے؟ صرف تنخواہ' پیشہ' گریڈ اور پیسہ۔ تو پیسے کا مقصد کیا ہے؟ زندگی گزارنا اور دال روٹی کھانا۔ اگر تو آپ نے مرنے کے لیے اتنا بڑا ہنگامہ کیا تو پھر آپ نے کیا کیا۔ اور اصل دانائی' Wisdom کیا ہے؟ آپ اللہ اللہ کرتے جائیں کہ یا اللہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور اب ہم آپ کے پاس آ رہے ہیں یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون' یا اللہ! ادھر بھی آپ' ادھر بھی آپ' اول آپ' آخر آپ' ہمارا آنا تیرے حکم سے ہے' جانا تیرے حکم سے ہے اور یہاں رہنا بھی تیرے ساتھ ہی ہے۔ تو یہ جو ایمان ہے وہ تھوڑے عرصے میں مل جاتا ہے اور جس کو زیادہ عرصہ ہو گیا ہے اس کو علم ملتا رہتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ آپ بہت حاصل کر لیتے ہیں مگر آپ کے ہاں پیسے کی کمی ہوتی ہے۔ جوں جوں آپ کا Competition بڑھے گا' مقابلہ بڑھے گا اتنا ہی آپ کو غریبی کا احساس شدید ہو گا۔ حالانکہ علم

پورا ہے' لیکن علم میں رزق نہیں ہے بلکہ رزق تو اللہ کے فضل میں ہے اور اللہ کا فضل حاصل کرنے کا علم آپ کو نہیں ملا ہے' اور یہ علم کسی اور جگہ سے ملتا ہے۔ اب آپ ماڈرن مین کی مجبوری کی باتیں سنو کہ وہ کتنی ساری ہیں۔ پرانے زمانہ میں جب لوگ فارغ التحصیل ہو جاتے تھے یعنی ظاہری علوم سے فارغ ہوتے تو باطنی علوم کی تلاش شروع کر دیتے تھے۔ اس وقت ظاہری علوم بھی زیادہ نہیں ہوتے تھے' وہ بھی پورے حاصل نہیں کرتے تھے اور نہ کسی یونیورسٹی میں جاتے تھے۔ آپ اس بات سے اندازہ لگاؤ کہ امام غزالیؒ نے بی۔ اے نہیں کیا اور مجھے بڑا Shock ہوا کہ انہوں نے بی۔ اے نہیں کیا ہے اور داتا صاحبؒ نے بھی کوئی ایسا امتحان نہیں دیا اور ان پر پی۔ ایچ۔ ڈی ہوتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ ان کے نظام میں Perfection تھی۔ تو بات یہ ہے کہ ماڈرن مین کو بڑی مجبوریاں ہیں' اس کے پاس مصروفیت زیادہ ہے اور فرصت کم ہے۔ کہتا ہے کہ میں Busy ہوں' مصروف ہوں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں بھی Busy ہوں۔ کچھ تو Busy with business ہوتے ہیں' اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں مگر کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں کوئی کام نہیں اور وہ مصروف ہیں۔ یہ ہیں Busy without business وہ کہتا ہے کہ میں Busy ہوں' یہ کرنا ہے' وہ کرنا ہے' اِدھر جانا ہے' اُدھر جانا ہے۔ اور پھر وہ فاقہ حاصل کرتا ہے' پریشانی حاصل کرتا ہے' بس صرف دقتیں ہی دقتیں ہیں اور علم ہی علم ہے۔ آپ لوگ اندازہ لگائیں کہ ایک آدمی جس نے بہت اعلیٰ تعلیم حاصل کر لی لیکن اس کی گھریلو زندگی میں وہ سکون نہیں ہے جو اس کی پچھلی گھریلو زندگی میں تھا' تو باپ

کے گھر کی زندگی سب سے اچھی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ سب کی زندگی اچھی ہو۔ اگر کوئی پڑھا لکھا بندہ کسی ان پڑھ لڑکی سے شادی کر لے اور یا کوئی ان پڑھ بندہ پڑھی لکھی لڑکی سے شادی کر لے اور غیر مساوی Conjunction ہو جائے تو پھر سارا پروگرام خراب ہو سکتا ہے لیکن آپ یہ کہیں کہ میری بیوی کی یہ تعلیم کافی ہے کہ اس کو نماز آتی ہے اور وہ روزہ رکھتی ہے تو اس سے بڑی تعلیم اور کیا ہوتی ہے۔ پھر اس سے پوچھیں کہ اس کی اور کیا Achievements ہیں۔ کیا خوبیاں ہیں تو وہ کہتا ہے کہ وہ تابعدار ہے لیکن کیا اس نے تعلیم حاصل کی ہے؟ کہتا ہے کہ اس کی تعلیم ہی کا تو میں بتا رہا ہوں اور یہی اس کی تعلیم ہے۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ صرف ڈگریوں کی تلاش کرتے جا رہے ہیں اور علم کی طرف نہیں جاتے۔ یہ ساری بات درود شریف کے حوالے سے ہو رہی ہے۔ تو زندگی ایسی ہو گئی ہے کہ اس کا کوئی شعبہ درود شریف کی طرف نہیں جا رہا ہے بلکہ سارے شعبے ہی ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ آج کے انسان کو صبح جاگتے ہی کم از کم دو تین اخبار تو ضروری ہیں ورنہ ایک اخبار تو ہر آدمی کو پڑھنا ہوتا ہے۔ جن کے پاس اپنا اخبار نہیں ہوتا وہ ساتھ والے سے لے کر پڑھتے ہوں گے بلکہ وہ ساتھ والے سے زیادہ ہی پڑھتے ہوں گے۔ جب کبھی آپ بس یا گاڑی میں سفر کر رہے ہوں اور آپ کے ہاتھ میں اخبار آ جائے تو پھر اخبار کے اوپر ہی کئی چہرے لٹکے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نے لکھا تھا کہ میں بس میں اخبار پڑھ رہا تھا تو ساتھ والا دیکھنے لگ گیا اور پیچھے والا دیکھنے لگ گیا' تو پھر میں نے وہ اخبار چپکے سے بس سے باہر پھینک دیا کہ ایک تو میں نے پیسے خرچ

کیے اور پھر یہ پریشانی کہ اندر والا صفحہ کسی نے لے لیا اور باہر والا کسی اور نے، کچھ ٹیڑھا ہو گیا اور کچھ پھٹ گیا۔ تو جن لوگوں نے درود شریف پڑھنا ہے وہ اخبار نہیں پڑھ سکتے، اس لیے تو ان کو تاثیر ہوتی ہیں۔ اور اگر آپ تھوڑے سے ریزرو ہیں تو ٹیلی ویژن کا خبرنامہ تو دیکھتے ہی ہوں گے، زیادہ نہیں تو تھوڑا سا ہی Not much of it اور پھر کوئی اور اچھا پروگرام بھی دیکھتے ہوں گے۔ مثلاً" ٹیلی ویژن پر حج دکھایا جا رہا ہے۔ یہ حج تو نہیں ہے جو آپ کو ٹی وی پر دکھایا یا رہا ہے بلکہ حج تو وہاں ہو رہا ہے اور آپ اس حج کا عکس دیکھتے ہیں۔ تو جس کا عکس ہے آپ لوگ اس کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہیں اور یہی بات پریشانی کا باعث ہے۔ تو میں نے کہا ہے کہ عکس حقیقت نہیں ہے۔ مولانا رومؒ نے لکھا ہے کہ اگر ایک تالاب کا پانی بڑا صاف شفاف ہو۔ اور رات کے وقت چودھویں کا چاند نکلا ہوا ہو، آپ تالاب کے کنارے بیٹھے ہوں اور اگر آپ کو پانی کا عکس جمیل نظر آجائے تو آپ برملا کہیں گے کہ یہ چاند ہے Whereas، جب کہ یہ چاند نہیں ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ عکس کو چاند سمجھ بیٹھتے ہیں تو آپ یہ بھول جاتے ہیں کہ چاند کی طرف اپروچ کرنے کا یہ جھیل والا طریقہ نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی اور طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نگاہ کو ڈائریکٹ کر لیں۔ تو ہوا یہ ہے کہ آج کے علم اور آج کی تعلیم نے ڈائریکٹ نگاہ بند کر دی ہے۔ تو جب ڈائریکٹ نگاہ بند ہو جائے گی تو پھر آپ یہ کہیں گے کہ سکون تو ملتا نہیں ہے۔ راز، درود شریف پڑھنے سے ملتا ہے اور کیف جو ہے وہ کیفیت سے ملے گا۔ آج کل نعت شریف کہنے والے جو شاعر ہیں، بڑے بڑے لوگ اس لاہور شہر

میں بیٹھے ہوئے ہیں' تو شاعروں نے نعت کہی ہے اور حضور پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دی ہے۔ اگر آپ سارے شاعروں کو اکٹھا کریں تو وہ ایک دوسرے کو پیش کرنا شروع کر دیں گے مگر جس کی ذات کے لیے نعت کہی گئی' آپ وہیں تک پہنچو تو وہاں سے ہی فیض ملے گا۔ اور اگر نعتِ پیغمبرؐ سے عرفانِ پیغمبرؐ نہ ملے تو پھر نعت کہنے کا مدعا کیا ہے۔ جہاں یہ بات نہیں آئی وہاں نعت نہیں آئی اور یہ وہاں اس کیفیت میں داخل نہیں ہوتی اور اس طرح درود شریف کیفیت میں داخل نہیں ہوتا ہے بلکہ قرآن شریف پڑھنے والا آدمی جو ہے وہ سرسری طور پر پڑھ جاتا ہے۔ جس طرح آپ نماز تراویح میں قرآن پاک پڑھتے رہتے ہیں۔ بلکہ آپ یہ دیکھیں کہ یہاں پر جو شبینہ ہوتا ہے وہ شبینہ بڑی اچھی اور برکت والی بات ہے اور وہ برکت بھری رات ہوتی ہے۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ قرآن کا سننا فرض ہے اور توجہ کے ساتھ سننا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ اگر قرآن کے معنی پتہ نہیں ہیں تو بھی معنی سمجھ آجاتے ہیں۔ لیکن اگر ٹیپ ریکارڈر لگالیں اور ٹیپ ریکارڈر پر کلام پاک جاری ہو اور خود مولوی صاحب آرام سے کھانا تناول فرما رہے ہوں تو یہ چیز نہیں ہونی چاہیے۔ تھوڑا سا تو انصاف ہونا چاہیے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر وہ کیفیت کیسے پیدا ہوگی۔ جب صبح اذان دینے کے وقت پہلے یہ درود شریف پڑھیں گے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ ایک کچھ اور پڑھے گا اور دوسرا کچھ اور پڑھے گا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا اول سے لے کر آخر اذان میں کوئی اضافہ تھا؟ اور یہ کہتے ہیں کہ یا رسولؐ اللہ کہنا بڑا ضروری ہے بلکہ فرض ہے' آپ یہ ضرور کہیں لیکن اس کو اذا

کا حصہ نہ بنائیں۔ پھر وہ اس کے اندر بحث کا ایک پہلو نکالیں گے اور وہ چیز چلتے چلتے لاؤڈ سپیکر پر پہنچ جائے گی۔ پہلے زمانے میں بھی نمازیں ہوتی تھیں اور مسجدیں بہت نہیں ہوتی تھیں لیکن اب مسجدیں زیادہ ہیں لیکن نمازی کم ہیں اور ساتھ ہی کیفیت کم ہو گئی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ نے ہر چیز کو کمرشل کر دیا ہے اور یہ دین بھی کمرشلائز کر دیا گیا ہے' فٹافٹ کوٹیشن لکھتے ہیں اور پھر ڈیوٹی ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اگر آپ ساتھ والے کو اسلام بتا دیں تو آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی اور اس سے کہہ دیں کہ وہ آگے بتا دے۔ لیکن آپ نے اسلام پر عمل نہیں کرنا ہے اور اب اسلام جو ہے یہ پروپیگنڈہ سا ہو گیا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ماڈرن مین میں روحِ اسلام مفقود ہو گئی ہے کیونکہ ماڈرن مین Wealth oriented ہو گیا ہے' دولت کا جنون رکھتا ہے۔ ایسے آدمی بہت کم ملیں گے کہ جو یہ کہیں کہ ہمارے پاس جو مال و اسباب ہے وہ اللہ واپس لے لے اور ہمیں اپنے پاس قبول کر لے۔ اصل وقت اس وقت یہ ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ مگر آج کے اس ماڈرن زمانے میں بھی آپ کو وہ لوگ ملیں گے جن کو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ؎

رساں رساں بہ رود روضہ رسول کریمؐ

اس سے ان کی کیفیت اور ہو جاتی ہے۔ ؎

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
زِ احوالم محمدؐ را خبر کن
غریبم یا رسول اللہؐ غریبم
ندارم در جہاں جز تو حبیبم

مرض دارم زِ عصیاں لا دوائے
مگر الطاف تو باشد طبیبم
بری نازم کہ ہستم امتی تو
گناہگارم ولیکن خوش نصیبم

یعنی ہمیں اس بات پر ناز ہے کہ ہم آپؐ کی امت سے ہیں۔ تو کہنے کا مدعا یہ ہے کہ کیفیت والے آج بھی کیفیت میں ہیں۔ اب اس میں راز کیا ہے؟ اگر آپ کو بتانے والا صاحبِ تاثیر نہ ہو تو اثر نہیں ہو گا۔ اگر قرآن پاک سنانے والا سچا نہ ہو تو پھر سچا قرآن پاک بھی اثر نہیں کرتا۔ تو ثابت یہ ہوا کہ صادق کلام کو پیش کرنے والے کا سچا ہونا لازمی ہے۔ تب کلام کی صداقت آپ کو ملے گی۔ تو جو لوگ آپ کو دین سکھاتے ہیں اگر ان کے قول و فعل میں آپ نے تضاد دیکھا تو پھر تاثیر نہیں ہو گی۔ ورنہ تو سلطان العارفینؒ کا ایک مصرعہ سن لو کہ ؎

کلمہ پیر پڑھایا باہُو تے میں سدا سہاگن ہوئی ہُو

کلمہ تو سارے پڑھتے رہتے ہیں لیکن اصل کلمہ وہ ہے جو مرشد پاک پڑھائے۔ انسان ساری عمر کلمہ پڑھتا رہا مگر اس نے کہا کہ تیرا کلمہ ہنوز مکمل نہیں ہے۔ اور جب اس کو مرشد کامل مل گیا تو پھر مرشد پاک نے اس کو کلمہ پڑھایا۔ تو وہ کلمہ کچھ اور ہے۔ جس آدمی نے یہ کلمہ پڑھا ہے آپ دیکھیں کہ وہ کیا کہتا ہے ؎

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈِسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

یعنی میرے لیے چاچڑاں کا شہر جو ہے وہ مدینہ ہے اور کوٹ مٹھن

بیت اللہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اصل کہانی ہے اور لوگوں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو آپ لوگ درود شریف سے کیفیت حاصل کرنے کے لیے Concentration کریں' توجہ کریں تو پھر یہ بات آپ کو سمجھ آئے گی۔ درود شریف پڑھنے کے لیے نصف شب ہو' تنہائی ہو اور وضو بہت ضروری ہے کہ ہو' عالم سجدے کا ہو' رقت طاری ہو اور درود شریف جاری ہو' تو پھر وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ یہ شوق کی کہانی ہے اور ماڈرن مین کا شوق کم ہو گیا۔ اگر جاگنا ہی پڑ جائے تو یہ الارم لگائیں گے' تو الارم بھی کیا کرے گا' بجتا رہے گا اور آپ اس کو بند کر کے سو جائیں گے اور جس آدمی کے دل میں درد ہو' اس کو الارم کی کیا ضرورت ہے' وہ تو جاگے ہی جاگے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو مدعا یہ ہے کہ ہمارے دور کے ماڈرن مین میں شوق کم ہو گیا ہے' ذوق کم ہو گیا ہے' علم زیادہ ہو گیا ہے' یہ لوگوں کی نگاہ میں عزت چاہتا ہے' اللہ کی نگاہ میں اسی بات کا خیال نہیں رکھتا' کمرشل ہو گیا ہے' Artificial ہو گیا ہے' بلکہ Superficial ہو گیا ہے' اور یہ درود شریف لاؤڈ سپیکر پر پڑھتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس نے درود شریف کو ایک قسم کا پروپیگنڈہ ہی بنا دیا ہے۔ تو آپ لوگ اپنے قلب کے اندر صداقت کے ساتھ اس بات کا احساس کرنا۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ درود کا معنی یاد ہے تو پھر کتنے لوگ ہیں جو درود شریف پڑھیں گے۔ تو درود شریف کا معنی ہے یاد' درود کا معنی ہے ادب' یاد کرنے کا نام درود ہے' پڑھنے کا نام درود نہیں ہے۔ آپ یاد کرو تو پھر وہ یاد کریں گے۔ اور بس یہی راز ہے کہ درود شریف خالی پڑھنے کی بات نہیں ہے۔ تو ماڈرن مین ورائٹی میں الجھ گیا ہے

اور یہ کثرت اوقات میں الجھ گیا ہے' کثیرالمقصدیت میں الجھ گیا ہے۔ پرانے لوگوں کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ راضی رہیں جن کے لیے کائنات بنی ہے' تو پھر مقصد پورا ہو گا۔ آپ لوگ پتہ ہے کہ کیا کرتے ہیں' حضور پاک ﷺ پر درود پڑھتے ہیں اور آپ لوگوں نے درود شریف کا ایک نام تکلیف دور کرنے والا رکھا ہوا ہے' دعا کی منظوری کے لیے درود شریف رکھا ہوا ہے اور درود شریف کے ساتھ پرچیاں لے کر بیٹھے ہوتے ہیں یعنی آج درود شریف کی محفل ہے تو وہاں میرے لیے یہ دعا منگوانا' اس دعا میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ یا اللہ درود شریف پڑھنے کی مزید توفیق دے' بس کہتے یہ ہیں کہ ایک مسئلہ الجھا ہوا ہے' آپ دعا کرو کہ وہ مسئلہ حل ہو جائے۔ دنیاوی مسئلے الجھے ہوئے ہوتے ہیں اور آپ درود شریف سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ایسا شخص پھر کہتا ہے کہ میں نے بڑے درود شریف پڑھے لیکن مسئلہ حل نہیں ہوا' پوچھا کہ آپ کا مسئلہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کاروبار میں تھوڑا اضافہ ہو جاتا۔

تو آپ اپنے کام خود کریں۔ پرانے لوگ نماز پڑھتے نہیں تھے بلکہ وہ نماز میں ہی رہتے تھے' پورا دن نماز میں رہتے تھے کوئی بھی مسئلہ ہو جائے' چاہے غم ہو' شادی ہو' قوالی ہو جائے' ادھر سے اذان کی آواز آئی اور سب کچھ بند اور نماز کی طرف چلے جاتے تھے' اور پھر خاموشی ہو جاتی تھی۔ اور آج کل آپ نے نماز پڑھنے کے علاوہ ہی بات بنائی ہوئی ہے کہ آپ نماز پڑھتے جا رہے ہیں' نماز کا پروگرام بناتے جاتے ہیں' تو یہ عادت اور ردھم کی عبادت ہے اور آج کے انسان کا ردھم ٹوٹ گیا ہے'

اس لیے آج کا انسان جو ہے وہ پریشان ہے کیونکہ وہ ردھم ہی نہیں رہا۔ دعا یہ کرو کہ وہ دور آئے کہ جب نماز ہو رہی ہو تو پھر ہر چیز بند ہو جائے۔ لیکن یہاں پر تو اسلام کے نام پر بے شمار چیزیں پیش ہو رہی ہیں' ٹی وی پر ریسلنگ دکھائی جا رہی ہے' کہیں کچھ اور دکھا رہے ہیں اور کہیں کچھ اور واقعات دکھا رہے ہیں' پھر آپ کہتے ہیں کہ جی یہ اسلام ہے۔ مذہب کی تعلیم میں اگر آپ اپنے بچوں کو ڈالیں تو پریشان ہو جاتے ہیں۔ میں نے بے شمار لوگ ایسے دیکھے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو اسلامی نقطہ نگاہ سے زندگی ملنی چاہیے۔ پھر تو بچے اسلامی سکولوں میں پڑھنے چاہئیں۔ اگر ان سے کہا جائے کہ آپ اپنے بچوں کو اسلام سکھاؤ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو بچوں کو سکول میں بھیج دیا ہے۔ کون سے سکول میں بھیجا ہے؟ تو بتاتے ہیں کہ انگلش میڈیم سکول میں بھیجا ہے۔ ایسے سکولوں اور کالجوں میں بھیج کر کیا آپ اسلامی رزلٹ نکالیں گے۔ تو اسلامی رزلٹ کیسے نکلے گا۔ اور اگر بچوں کو اسلامی سکولوں میں بھیجو گے تو یہ رزلٹ نکلے گا کہ بچہ کسی مسجد کا امام ہو جائے گا۔ ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھا ہو گا اور اذان کہہ رہا ہو گا اور اسے دنیا میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ جو ایچی سن کالج میں پڑھ کر آئے گا وہ ڈی سی لگے گا یا ڈی ایس پی لگ جائے گا۔ تو یہ تو سارے کا سارا ماڈرن مین کا فراڈ ہے اور یہاں درویشی بھی عیاری ہے اور سلطانی بھی عیاری ہے۔ کوئی بھی شے اپنے مقام پر نہیں ہے۔ یہی تو خلفشار ہوا پڑا ہے۔ یہ جو آج آپ کا سوال ہے تو ہمارا بھی یہی سوال ہے کہ اس ماحول کی اصلاح کیسے ہو؟ ہم میں سے ہی لوگ ہیں جو یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کے اندر دین کی تڑپ ہو' وہ دین کی

خواہش بھی رکھتے ہیں' قربِ حق کا جذبہ بھی رکھتے ہیں' وہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہونا چاہتے ہیں اور وہ یہ جذبات رکھتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی پیروی کی جائے۔ ان سب کو یہ زندگی لے کر بیٹھ گئی ہے۔ اب اس کا حل یہ ہے کہ وہ زندگی جو حضور پاک ﷺ کا تقرب حاصل کرنے والوں کی تھی' وہ ضروری ہے اور یہ جو زندگی آپ کے زمانے میں ہے' اس کے اور حضور پاک ﷺ کی زندگی کے درمیان جتنا ہو سکے فاصلہ کم کیا جائے۔ اگر آپ کے گھر میں حضور پاک ﷺ تشریف لائیں اور آپ کہیں کہ ۔

میرا پیا گھر آیا میں شکر ونڈاں

یعنی میرے گھر پیا آئے ہیں تو میں شکر بانٹوں' تو یہ بات کہنے والے بابا بلھے شاہؒ کا مطلب یہ تھا کہ ان کے گھر پیا آئے ہیں تو اب "وقت" کو نکال دینا چاہیے۔ تو انہوں نے کہا کہ اب "ٹائم" ختم ہو گیا ہے اور وہ endless ہو گئے ہیں یعنی وہ Timeless Entity بن گئے ہیں' وقت کے حصار سے نکل چکے ہیں اور وہ کوئی اور تھا جو کہ آپ ہی آیا اور آپ ہی بابا بلھے شاہؒ کو نہال کر گیا۔ اس تک کوئی اپروچ نہیں ہے اور یہ سب اس کی مہربانی ہے۔ آج کل تو لوگ آپ کے تصور کو خراب کر رہے ہیں۔ اب نیا مست ڈرامہ آ گیا ہے' پرانی قوالی میں نیا فارمولا ملا رہے ہیں' نیا علم پیدا ہو گیا ہے جو لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ وہ کیفیت جو جامی علیہ الرحمہ کو نعت کہتے ہوئے ہوتی تھی وہ کیفیت اب کیسے آئے؟ تو جامیؒ کہاں سے آئے۔ وہ نعت بعد میں کہتے ہیں اور حضوری پہلے ہوتی ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ بات یہاں نہیں آ رہی ہے

اور وہ بات کس طرح یہاں آ سکتی ہے؟ آپ کے ساتھ یہ ایک اور گھمبیر مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو تبلیغ کرنے والے قوال لوگ ہیں اور قوالوں کی زندگی آپ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ یہ کیا ہوتی ہے؟ مطلب یہ ہے کہ ہر طرح سے آپ پھنسے پڑے ہیں۔ اس لیے آپ کے پاس غور ہونا چاہیے۔ آپ لوگ ذمہ دار لوگ ہیں' دانا لوگ ہیں' آپ کو سوچنا چاہیے کہ آپ کو کیا کرنا ہے؟ یہ نہ ہو کہ ہر طرف ڈرامہ ہی ہو کہ تھوڑا سا ڈانس کر لیا' تھوڑا سا میوزک لگا لیا' تھوڑا سا مشرق اور مغرب کو ملا دیا' آج ایک محفل ادراک سخن کر دی ہے' اور پھر محفل میلاد سخن کر دیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھیل کود میں وقت ضائع کر دیں گے تو نتیجہ کیسے حاصل ہو گا۔ اس لیے درود شریف پڑھنے کا وہ نتیجہ تو حاصل نہیں ہو گا جو پرانے لوگوں کو ملتا تھا۔ تو یہ بات سمجھیں کہ زندگی پہلے بنیادی طور پر برابر تھی' سب کھاتے پیتے نظر آتے تھے لیکن ان کے اندر ایک بات تھی کہ وہ ان ساری فضول باتوں سے خداداد طور پر بچے ہوئے تھے' اس وقت نماز پڑھنے کا کوئی ہنگامہ نہیں تھا' وہ بس ہر وقت نماز میں ہی رہتے تھے' روزہ رکھنے میں کوئی حیل و حجت نہیں تھی کہ روزہ رکھ لیں کہ نہ رکھ لیں' ان کے لیے روزہ روٹین کی بات تھی۔ گاؤں کے اندر آج بھی رمضان شریف میں کسی گھر سے دھوئیں کی خوشبو آ جائے تو وہ گھر اب بھی بلیک لسٹ ہو جاتا ہے' مقصد یہ ہے کہ سارے گاؤں والے اس کا بائیکاٹ کر دیتے ہیں کہ آپ کے گھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ کوئی کھانا پک رہا تھا۔ ایسے واقعے کا گاؤں میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہاں ایسے نہیں ہو سکتا کہ کوئی آدمی روزہ نہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھے تو برملا ظاہر

کرے۔ لیکن اس کے برعکس شہر میں تو رمضان میں دعوتیں ہوتی رہتی ہیں' کھانا چلتا رہتا ہے۔ رمضان شریف میں کسی کے پاس چلے جاؤ اور پوچھو کہ بھئی روزہ کیوں نہیں رکھا تو آگے سے کہتا ہے کہ بیوی کی طبیعت ناساز تھی اور بچے سکول گئے ہوئے تھے اور یہ بڑا ضروری تھا' تو پھر میں کہاں سے روزہ رکھتا۔ تو ایسی صورت میں سب کے لیے لعنت ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ آج کل صورت حال ایسے ہے۔ چلو اگر آپ روزہ نہیں رکھتے تو نہ رکھو لیکن باقیوں سے تو چھپا کر رکھو' لیکن آپ تو برملا اظہار کرتے ہو۔ تو ایسی صورت میں آپ وہ کیفیت کہاں سے لاؤ گے۔ اس وقت کا مولوی جو ہے وہ پیشہ ور ہو گیا ہے' انا للّٰہ وانا الیہ راجعون' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر شعبہ حیات چاہے قومی اسمبلی کا اسپیکر ہو' سیاستدان ہو' گورنمنٹ کا افسر ہو' مدعا یہ ہے کہ ہر طرف انحطاط اور زوال پذیری ہو گئی ہے اور آپ رزلٹ میں یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں حضور پاک ﷺ کا قرب ملے۔ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اگر کبھی آپ کے پاس کسی دعا کی منظوری کے طور پر یہ فیصلہ ہو جائے کہ حضور پاک ﷺ آپ کے گھر تشریف لائیں گے اور آپ کو یہ بھی پتہ ہو کہ یہ حضور پاک ﷺ ہیں تو آپ کیا کریں گے۔ پہلے آپ مجھ سے گھر آنے والے مہمان کے آداب سیکھ لو۔ ایک بزرگ دلی میں نظام الدین اولیاءؒ موجود تھے اور ان کے ایک مرید نصیر الدین چراغ دہلویؒ تھے جو بعد میں ان کے خلیفہ بنے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے محبوب امیر خسروؒ تھے' امیر خسروؒ نے ساری بات ان سے سیکھی ہے' وہ حکومت کے بھی امیر تھے اور حضرت نظام الدینؒ کے دل کے بھی امیر تھے اور ان

کے پاس بڑے بڑے مرتبے تھے اور انہیں بڑا فیض ملا' اور یہ فیض کیسے ملا؟ دینے والے نے دیا۔ جب حضرت نظام الدینؒ پر آخری وقت آیا تو رات کا وقت تھا اور امیر خسروؒ ایک مہم پر گئے ہوئے تھے کیونکہ یہ بادشاہ کے مصاحب تھے۔ رات کا وقت آ گیا تو آدھی رات کو حضرت نظام الدینؒ نے آواز دی کہ امیر ہے؟ تو باہر سے آواز آئی کہ سرکار نصیر ہے یعنی نصیرالدین چراغ دہلویؒ۔ آدھے گھنٹے کے بعد آپ نے پھر آواز دی کہ امیر ہے؟ انہوں نے کہا سرکار! نصیر ہے۔ اور یہ واقعہ تین دفعہ ہوا۔ تو پھر آپؒ نے کہا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ نصیرالدین چراغ دہلویؒ کو بلایا اور خلافت انہیں دے دی اور ساتھ ہی فرمانے لگے کہ خلافت تو سرکاری ہے جو میں نے ان کو دے دی ہے۔ پھر وصیت لکھوائی کہ امیر خسروؒ کا عرس میری خانقاہ پر ہوا کرے گا اور میں امیر خسروؒ کو محبوبیت کا درجہ عطا کرتا ہوں اور یہ درجہ عطا ہو گیا۔ جب امیر خسروؒ تشریف لائے تو اس وقت حضور نظام الدین اولیاءؒ کا وصال ہو چکا تھا' تو امیر خسروؒ نے انہیں دیکھ کر یہ دوہا کہا۔

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر اپنے سانجھ بھئی چودیس

یعنی خسروؒ اب اپنے گھر چلو کہ اب یار چلے گئے ہیں' اب تو ہمارے لیے صرف رات ہی رات ہے اور پھر اسی محبوبیت میں خسروؒ کا "دم" نکل گیا اور پھر وہیں خواجہ صاحبؒ کے مزار مبارک میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ یہ جو چراغ دہلویؒ ہیں' یہ بھی بڑا راز تھے۔ ان کا زندگی میں یہ وطیرہ رہا ہے کہ یہ قوالی نہیں سنتے تھے اور ان کے پیر نظام الدین اولیاءؒ

قوالی سنتے تھے کیونکہ ان کا چشتی سلسلہ تھا۔ تو پیر نظام الدین اولیاءؒ اپنے مرید چراغ دہلویؒ کی اتنی عزت کرتے کہ جب نصیرالدین چراغ دہلویؒ آتے تو آپ قوالوں کو کہتے کہ چپ ہو جاؤ کیونکہ نصیر آگیا ہے اور وہ شریعت کا پابند ہے۔ لہٰذا قوالی کو رہنے دو۔ حالانکہ یہ آپؒ کے مرید تھے۔ اور جب کبھی حضرت نظام الدینؒ اپنے مرید حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے گھر تشریف لے جاتے' تو نصیر الدینؒ قوالوں کو بلا لاتے اور کہتے کہ قوالی سننے والے پیر صاحب آ رہے ہیں اور بس اتنا ہی میرا اسلام ہے۔ پھر وہ اپنے پیر صاحب کو قوالی سناتے۔ تو یہ سب کچھ آپ کو یہ بتانے کے لیے بتایا ہے کہ مہمان نوازی کے آداب یہ ہیں کہ مزاجِ مہمان کے مطابق آپ اس کا استقبال کرو۔ وہ آدمی جو یہ خواہش کرتا ہے کہ حضور پاک ﷺ ہمارے گھر تشریف لے آئیں اور وہ مزاج آشنا نہیں ہوتا تو پھر بڑا مشکل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس نے خواب دیکھا ہے کہ حضور پاک ﷺ تشریف لائے' آپ فرسٹ کلاس بائی ایر آئے اور پھر مجھے کہنے لگے کہ میں تمہارے ہاں مہمان ٹھہروں گا' تم میری رہائش اور واپسی کا انتظام کرو۔ اگر یہ سب کچھ اخبار میں چھپا ہوا ہو تو پھر لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یاد رکھنا! حضور پاک ﷺ جب بھی آئیں گے اپنے ماحول سے آئیں گے۔ پھر دیکھنے والا کہے گا کہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ یہاں یہ مکان نہیں ہے یہ واقعات نہیں ہیں بلکہ وہی مٹی کا گھروندا ہے اور وہی ماحول ہے' ایک طرف ایک دیا ہے اور وہی کیفیات ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زیارت کے لیے' حضور پاک ﷺ کے دیدار کے لیے' حضور پاک ﷺ کے قرب کے

حصول کے لیے اور درود شریف پڑھنے کے لیے آپ اپنی زندگی کو Mentally یعنی ذہنی طور پر اس معیار کے قریب لے جانے کی کوشش کرو جو معیار آپؐ کو پسند ہے۔ اگر گھر میں حضور پاک ﷺ تشریف لائیں تو کمرے میں کوئی ایسی ہنگامہ خیزیاں نہ ہوں کہ جس سے یہ مہمان ہی واپس چلا جائے' یہ نہ ہو کہ آپ نے بڑی مشکل سے انہیں بلایا اور آگے ان کو ناپسند آنے والا ماحول ہو۔ اب آپ میں سے کتنے لوگ اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہیں کہ آپ حضور پاک ﷺ کو ان کی طبیعت کی پسند کا ماحول دو۔ مثلاً" یہ کہ آپ دعا کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ ہماری بیٹی کی شادی کی تقریب میں تشریف لائیں' آپ سب لوگ دعا کرو کہ اللہ کرے کہ یہ دعا منظور ہو' تو پھر آپ کی بیٹی کی شادی میں حنا بندیاں' مہندی کی رسمیں اور بہت سی اوٹ پٹانگ چیزیں نہ ہوں کیونکہ آپ یہ چاہ رہے ہو کہ حضور پاک ﷺ تشریف لائیں! اگر آپ کے ملک میں برائیاں ہو رہی ہوں کہ امیر غریب کا حق کھاتا جا رہا ہے اور آپ کہتے ہو کہ حضور پاک ﷺ اس ملک کو بچانے کے لیے تشریف لائیں تو جب یہ ملک بچنے کے قابل ہی نہیں ہو گا تو وہ کیا بچائیں گے۔ حضور پاک ﷺ اس وقت آپ کی بہ نفس نفیس مدد فرمائیں گے جب ملک میں بچنے کی صلاحیت ہو یعنی کہ آپ لوگ دین میں آ جاؤ اور پھر اس ماحول میں آ جاؤ یعنی محبت کے ماحول میں آ جاؤ۔ تو حضور پاک ﷺ غیر ماحول کو تو نہیں بچائیں گے۔ اس لیے آپ لوگ خاموشی سے دیکھتے جائیں کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ اگر ایک بندہ بھی بچانے کے قابل ہو تو تب بھی آپ لوگوں

کی بچت ہو جائے گی۔ اگر ایک بندہ بھی Genuinely درود شریف پڑھ رہا ہو تو بھی آپ لوگ بچ جائیں گے۔ ایک چراغ ہی اگر آندھیوں سے بچ گیا تو پھر بھی روشنی رہے گی اور پھر سب کو روشنی مل جائے گی۔ تو آپ لوگ اس طرح غور کیا کریں اور سوچا کریں کہ آپ کی زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی سے کتنی مختلف ہے۔ حضور پاک ﷺ کے گھر میں جو ادب آپؐ کی ازواج مطہراتؓ کر رہی ہیں' وہ کیسا ماحول تھا' آپ لوگ بھی حضور پاک ﷺ کے نام لیوا ہو تو وہی حقوق ادا کرو' وہی مزاج بناؤ۔ اس زمانے میں جو نوکر' غلام ہوتے تھے تو اس وقت آپؐ غلام کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرتے تھے' تو آپ بھی اپنے نوکروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو لیکن آپ تو ان کے ساتھ کیا کیا وحشت ناکیاں کرتے رہتے ہو۔ کیا زندگی میں کبھی آپ نے کسی کے ساتھ اس طرح گفتگو کی کہ یہ حضور پاک ﷺ کا پسندیدہ لہجہ ہے' کبھی آپ نے زندگی میں ایسا کام کیا؟ کبھی آپ نے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک اس لیے کیا کہ یہ حضور پاک ﷺ کا حکم ہے؟ کبھی آپ نے پاکیزگیٔ نیت کی؟ لیکن کبھی تو آپ نے کیا کیا اور کبھی آپ نے کچھ اور کیا۔ تو پھر وہ کیفیت آپ کہاں سے لاؤ گے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدانخواستہ آپ کا رزق بھی صحیح نہ ہو اور دین کے لیے قربانیاں بھی کم ہوں' دین کے اندر آپ کی Contribution بھی کم ہو' آپ کے اندر دین کے رجوعات بھی کم ہوں تو خالی درود شریف سے تو پھر کوئی بات نہ بنی' پھر بے شک آپ بیٹھے بیٹھے درود شریف پڑھتے جاؤ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں پڑھ جاؤ۔ تو یہاں گنتی کی بات ہی نہیں ہے بلکہ یہاں

رجوع کی بات ہے' بس صرف رجوع کی بات ہے۔ آج کل ربیع الاول کے اچھے دن آئے ہوئے ہیں' یہ اہل ایمان کے لیے مبارک دن ہیں تو آپ لوگوں کو میں اجازت بھی دیتا ہوں اور حکم بھی دیتا ہوں کہ آپ لوگ رات کو بیٹھیں' باوضو ہو کر بیٹھیں اور درود شریف پڑھیں۔ میری ایک بات یاد رکھنا کہ کسی انسان کے لیے آپ کے دل میں گلہ و رنجش نہ رہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہونے کی پہلی شرط ہے۔ کسی غیر سے بھی اور کافر سے بھی گلہ اور رنجش نہ ہو اور آپ میں کسی کے لیے بد دعا کی کیفیت نہ رہے۔ یہ نہ کہنا کہ کتا رات کو بھونکتا رہتا ہے' اسے چپ کرا دیں۔ یہ تو آپ کو پتہ ہی ہے کہ میں نے کہا تھا کہ سؤر اگر زخمی ہو تو اس کی مرہم پٹی کر دو لیکن اس کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اور اگر سؤر کو مارنے کا حکم ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرما دیتے کہ جہاں سؤر دیکھو تو اس کو مار دو۔ لیکن اللہ نے ایسا حکم نہیں دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اجازت دے دیتا تو یہ سؤر کو نابود کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بڑی رعایت کی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ اس کو یعنی سؤر کو نہ کھانا۔ بہرحال آپ کا خشوع و خضوع ہونا چاہیے' رجوع ہونا چاہیے۔ اور پھر آپ ہمارا ایک کام کرو کہ وہ شخص جو آپ کا دشمن ہے اور جس نے آپ کے والد کو نقصان پہنچایا تھا' آپ کہو کہ اس کو حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے ہم معاف کرتے ہیں' وہ کام ہم حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے چھوڑتے ہیں' یہ کام حضور پاک کی خوشنودی کے لیے ہم شروع کرتے ہیں' اس بندے کو چھوڑتے ہیں' اس کام میں حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے

لیے تعاون کرتے ہیں اور اس بندے کی مدد حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں' آپ کوئی کام حضور پاک ﷺ کی خوشنودی کے لیے کرو' خالی درود شریف پڑھنے سے کیا حاصل ہو گا۔ اگر کچھ لوگ یا علیؓ یا علیؓ کرتے جا رہے ہیں اور حضرت علیؓ تشریف لائیں اور پوچھیں کہ کیا بات ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ یا علیؓ جانے اور یا علیؓ کہتے چلے جا رہے ہیں۔ اس آدمی کو علیؓ خود بلا رہے ہیں اور یا علیؓ تشریف لے آئے اور وہ کہتا جا رہا ہے کہ "یا علیؓ یا علیؓ"۔ تو آپ ایک ایسی کہانی سن لو پھر آپ کو اس کی سمجھ آ جائے گی۔ ایک شخص کو ایک درویش نے بتایا کہ دریا کے کنارے جو سنگ ریزے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی پتھریاں' کنکریاں ہیں' ان میں "پارس" ہے' آپ اس کو تلاش کرو۔ اس نے پوچھا کہ پارس کسے کہتے ہیں؟ کہتا ہے کہ پارس اسے کہتے ہیں کہ وہ اگر آپ لوہے کو لگا دو تو وہ سونا ہو جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے' اب تک ہم کیا کرتے رہے ہیں' وقت ہی ضائع کرتے رہے ہیں۔ اس نے کہا چاہے دس سال لگ جائیں لیکن اگر اتنی بڑی چیز مل گئی تو کیریر بن جائے گا۔ پھر اس نے ہاتھ میں ایک لوہے کی انگوٹھی رکھ لی' ایک کنکری اٹھاتا' اس کو انگوٹھی سے لگاتا اور پھر پھینک دیتا۔ چھ مہینے یا سال کے بعد اس کا یہ عمل آٹومیٹک ہو گیا کہ کنکری کو اٹھایا' انگوٹھی سے لگایا اور پھر پھینک دیا۔ پھر ایک دن اس نے دیکھا تو وہ انگوٹھی سونا ہوئی پڑی تھی۔ اس کی روٹین بن گئی تھی کہ کسی سنگریزے کو اٹھایا' لگایا اور پھینک دیا۔ اور جب پارس آیا تو اسے بھی لگایا اور پھینک دیا۔ تو اس طرح پارس نہیں ملتا۔ بات کہنے کا مقصد یہ ہے کہ

آپ لوگوں کی چھوڑنے کی ایسی عادت ہے کہ اگر حق آیا تب بھی اسے چھوڑ دیا' وہ "وقت" آیا لیکن آپ نے اس کو بھی اسی طرح نکال دیا جیسے پہلے نکالتے تھے' آپ کے پاس خزانہ آیا' آپ کے پاس دولت آئی' آپ کے پاس موقعہ آیا لیکن اس موقعہ کو بھی آپ نے ویسے ہی گنوا دیا جیسے پہلے موقعہ گنواتے تھے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ کبھی نہ کبھی تو انسان بن جایا کرو۔ آج فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ لوگ حضور پاک ﷺ کے نام کی زندگی گزاریں گے بلکہ یہ کہو کہ ہم اپنی زندگی اس محبت کے لیے وقف کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے نام کی زندگی گزارو گے اور آپؐ کے نام کی Orientation کرو گے' اپنے تعلقات کو حضور پاک ﷺ کے نام پر ڈھال دو' اپنے غصے کو آپؐ کے نام پر قربان کر دو اور اپنی طرز حیات کو آپؐ کے نام پر قربان کر دو۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ اگر زندگی میں فیصلہ نہ ہو پائے کہ یہ مسئلہ کیسے حل کیا جائے تو آپ خود تھوڑی دیر کے لیے سوچو کہ اگر حضور پاک ﷺ کو یہ کیس پیش کر دیا جائے تو پھر آپؐ کیا فیصلہ کریں گے۔ اگر آپ اپنا مسئلہ حضور پاک ﷺ کو پیش کرو گے تو آپؐ کیا کہیں گے' آپؐ یہ فرمائیں گے کہ اسے چھوڑ دو' انہوں نے تو کافروں کو چھوڑ دیا تھا کہ یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد ہی مسلمان ہو جائے گی۔ اس لیے اپنی برادریوں میں' بھائی چاروں میں' لینے دینے میں آپ لوگوں کو چھوڑنے کا عمل شروع کر دیں' آپ لوگ صرف باتیں نہ کرو بلکہ اپنے آپ پر رحم کرو اور درود شریف سے وہ تاثیر لو جو تمہارے بزرگوں میں تھی اور بزرگوں سے درخواست کیا کرو کہ ادھر بھی رجوع

فرماؤ' ہمیں بھی یہ چیز عطا ہو' وہ جذبہ' خشوع و خضوع' تاکہ ہم بھی جلوے دیکھیں کہ وہ کیا جلوے ہیں۔

ہم بھی دیکھیں ذرا وہی جلوے
سامنے ہوں نظر کے طور و کلیم

تو وہ جلوہ کیا تھا جو حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے مانگا تھا؟ آپ کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے خزانے دیکھنے کے علاوہ کوئی خواہش ہی نہیں ہے۔ آپ تو یہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں خزانے بتا' کسی منسٹر کے ساتھ یا کسی بڑے افسر کے ساتھ لگا۔ آپ لوگ خود ہی اذیت کی زندگی مانگتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے وہ چیز مانگیں جو اللہ اپنے پاس Best رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ قرآن پاک میں مسلمانوں پر احسان نہیں جتلایا لیکن ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان جتا دیا کہ میں نے تمہارے اندر پیغمبرؐ بھیجا' میں نے تمہارے اندر اپنا نبیؐ بھیجا اور یہ اللہ نے برملا کہا۔ حالانکہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میں نے تمہیں آنکھیں دی ہیں' یہ دیا ہے' وہ دیا ہے لیکن اللہ نے یہ احسان نہیں جتلایا بلکہ اللہ پاک نے یہ کہا ہے کہ میرا تم مومنوں پر احسان ہے کہ "فیھم" تم میں سے رسولؐ بھیجا۔ تو یہ بات جو ہے بڑی خاص بات ہے آپ اس پر غور کرو۔ اس لیے امتی بن کر آپ کہو کہ ہم میں رسولؐ ہیں اور ہم رسولؐ کی محفل میں ہیں۔ اگر آپ لوگ یہ باتیں سوچا کریں تو پھر آپ کو وہی محفل مل جائے گی' فاصلے صدیوں کے نکل جائیں گے' زمانے نکل جائیں گے اور پھر آپ وہیں اسی جگہ پر ہوں گے۔ میں آپ کو رازِ اصل بتاؤں کہ اصل میں رلتا کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کا ذکر وہی لوگ سن سکتے ہیں جن کی روحیں

پیدا ہونے سے پہلے حضور پاک ﷺ کی محفل میں رہی ہوں۔ آپ لوگ پھر اس بات کو سمجھ لو کہ میں نے کیا کہا ہے کہ حضور پاک ﷺ سے محبت' حضور پاک ﷺ کا ذکر' وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کی روحیں پیدا ہونے سے پہلے حضور پاک ﷺ کی محفل میں پرورش پا کر آئی ہوں۔ تو آج آپ کو اس دنیا میں حضور پاک ﷺ سے جو محبت ہے تو آپ کی روح اس محفل سے آشنا ہے اور اس محفل کو جان چکی ہے۔ تو روح میں اب بھی وہی نقشہ ہے کہ ؎

مجھ کو کسی کی انجمن ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

وہ روح اب بھی وہاں ہوتی ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنی روح نہ کچلو۔ آپ کی روح اس محفلِ پاک سے آشنا ہے' حضو رپاک ﷺ کی محبت سے آشنا ہے۔ آپ کی روح میں محبت ہے۔ آپ اب اس زمانے کی آلائش کو نکال دو تو پھر آپ کی روح صاف ہو جائے گی۔ اس لیے اب آپ دعا کرو' کل میلاد شریف ہے' آپ پر کچھ عنایت ہو جائے آپ پر کچھ رحم ہو جائے' بس آپ لوگ خالی باتیں بند کرو' خدا کے لیے ڈرامہ بند کر دو اور اپنے آپ کو پیش کر دو چاہے' جاہل کے طور پر ہی پیش کر دو' غریب کے طور پر ہی پیش کر دو' اپنے آپ کو گناہگار کے طور پر پیش کر دو' اپنے آپ کو اسی منہ سے پیش کر دو' بس اپنی مکمل سپرداری دے دو۔ میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے گناہ بخش دے' آپ کی دوریوں کو معاف فرمائے' دوریوں کو قربتوں میں تبدیل فرمائے۔ یا رب

العالمین! اس پوری قوم کو اپنے محبوب پاک ﷺ کے جلووں سے آشنا کر اور ان کو بھی وہ راستہ دکھا جس پر پرانے زمانے کے لوگ چلتے تھے' وہی جگمگاہٹ والا راستہ اور روشنی والا راستہ۔ یا اللہ ان کی سادہ دلی کے اندر ان پر مہربانی فرما' ان کے اندر اور کوئی عمل بھی نہیں ہے' یہ اتنے سادہ لوح ہیں کہ صرف آج کی یہ محفل سن رہے ہیں اور یہ تھوڑی بات نہیں کہ یہ بات کو سن رہے ہیں' بس ان میں اور عمل کوئی نہیں ہے' بس صرف یہ عمل ہے' صرف شوق ہے' صرف تیرے نام کا شوق ہے اور آگے یہ پتہ نہیں کہ اے اللہ تو کہاں ہے۔ میرے مولا تو جہاں کہیں بھی ہے ہمارے اس شوق کو آباد رکھ اور مہربانی فرما۔ آپ لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں۔ سب لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں اور سب کے لیے خیر ہو۔ آپ سب لوگوں کا بھلا ہو۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

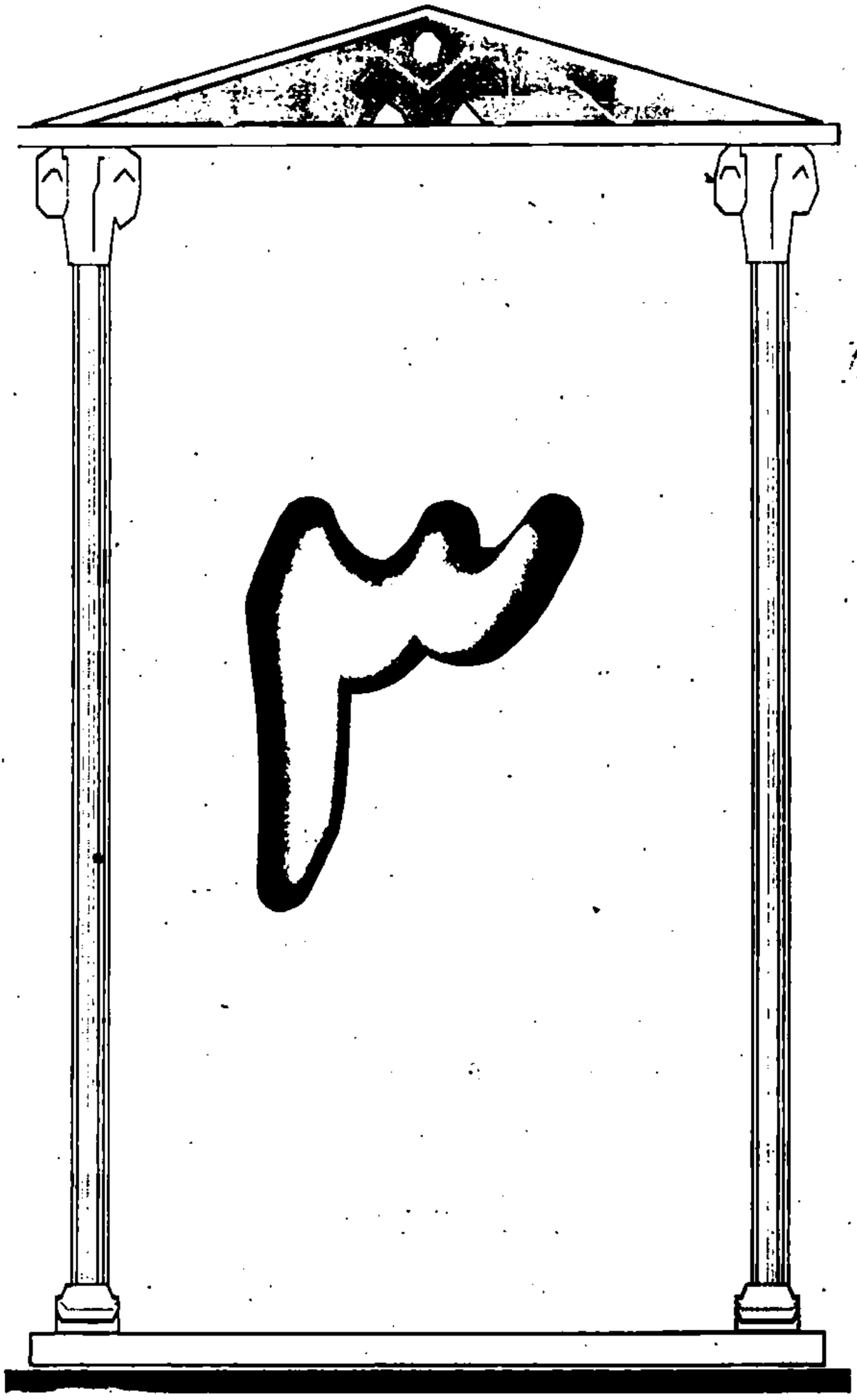
٣

۳

۱ سر عرض یہ ہے کہ ''خیال'' کہاں سے آتا ہے؟

۲ سر! پھر اس کا آخری رزلٹ کیا ہوا؟

۳ جس طرح اچھا خیال آتا ہے تو اس برے زمانے میں برے خیال بھی آجاتے ہیں، پھر ہم کیا کریں؟

۴ اچھے اور برے خیال کے علاوہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کوئی خیال نہیں ہوتا یا ان کا خیال صرف مال کی طرف ہوتا ہے؟

۵ سر! کچھ لوگوں کی نیچر آف جاب ایسی ہوتی ہے کہ وہ صبح سے رات بارہ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں تو کیا وہ بدآدمی سے بہتر ہوتے ہیں؟

۶ یہ جو نیند ہے یہ باعث رحمت بھی ہے اور باعث زحمت بھی ہے تو پھر مکینیکل لائف والے کا کیا معاملہ ہوگا؟

۷ کیا خیال کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر وقت گزرتی رہتی ہیں اور ہم وصول کرتے رہتے ہیں؟

۸ سر کبھی کبھی خیالات میں بے چینی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اپنے بس میں نہیں ہوتی ہے؟

۹ بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ناپسندیدہ خیال ذہن میں آجاتا ہے؟

۱۰ بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ سوال ہوتا ہے لیکن آپ جیسا جواب دینے والا نہ ہو تو اس کا جواب لاکھ سوچنے کے باوجود حاصل نہیں ہوتا - پھر ہم کیا کریں؟

۱۱ تو کیا ہم دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف چلے جائیں؟

۱۲ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام کا تجزیہ ہو سکتا ہے اور انہیں لوگوں پر کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟

۱۳ اگر بندے پھر بھی ناراض ہوں تو کیا کیا جائے؟

۱۴ ایک خیال آتا ہے کہ یہ باتیں جو ہم اس عمر میں سن رہے ہیں اگر یہی گفتگو، محفل، ہمیں کچھ عرصہ پہلے میسر آجاتی تو شاید ہماری زندگی کچھ اور ہوتی -

۱۵ سر یہ بھی تو ذمہ داری کا حصہ ہے کہ مجھے نتائج سے پہلے کچھ احساس ہے-

۱۶ ہم اس مشینی زندگی میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی - تو ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیے کیا کریں؟

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ "خیال" کہاں سے آتا ہے؟

جواب :۔

آپ نے خیال کے بارے میں پوچھا ہے کہ یہ کہاں سے آتا ہے' دراصل آپ یہ پوچھ رہے ہیں کہ میں کہاں سے آیا ہوں' اگر یوں سمجھا جائے اور کہا جائے کہ ہم لوگ کہاں سے آئے ہیں اور کیوں آئے ہیں اور کس نے ہمیں یہاں پر بھیجا ہے اور آئے ہیں تو پھر جاتے کیوں ہیں' اس کا مفہوم کیا ہے' اگر یہ راز کوئی جانتا ہے تو بتائے! اور جس نے یہ بتایا پھر اس سے اور پوچھا جائے گا۔ تو خیال تو پھر انسان ہوا۔ جس نے خیال کو تشکیل دیا اسی نے انسان کو تشکیل دیا ہے' اس لیے خیال ساز وہی ہے جو انسان ساز ہے' او ارہ ایک ہی ہے' جو خیال کو بناتا ہے وہی انسان کو بناتا ہے' وہی انسان کی شکلیں بناتا ہے اور خیال کی بھی شکلیں بناتا ہے۔ اب یہ خیال جو ذہن میں ہوتا ہے یا ذہن میں آتا ہے تو اس کا کون سا مرکز ہے' اس کا "کی۔ بورڈ" کون سا ہے اور "کی۔ بورڈ" سے آگے کیا ہے؟ تو وہ خیال ہی کیا ہوا جو صرف "کی۔ بورڈ" میں آجائے۔ تو خیال کی۔ بورڈ میں نہیں آئے گا یہ خیال جو ہے یہ عنایت ہے۔ آپ جس دن سے آغاز کریں یہ اس وقت سے عنایت ہے۔ آپ کے پاس

جب بھی خیال آجائے تبھی یہ عنایت ہے۔ بعض اوقات خیال کی کوئی ایجنسی ہو سکتی ہے۔ ایسی ایجنسی ہوتی ہے جو خیال بھیجتی ہے اور یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ کچھ ایجنسیز ایسی ہیں جو دنیا میں خیال ہی بھیجتی رہتی ہیں اور خیال بدلتی رہتی ہیں۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی دن آپ صبح کے وقت بیٹھے بیٹھے اکتا جائیں گے' گھبرا جائیں گے کیونکہ ایسا خیال آئے گا کہ آپ مایوس ہو جائیں گے۔ اس وقت کسی دوسرے سے پوچھیں کہ آپ کا کیا حال ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی ہے۔ اور بعض اوقات پھر ایسا خیال آئے گا کہ آپ اپنے اندر مضبوطی محسوس کریں گے۔

تو کچھ دن برائٹ ہوتے ہیں اور کچھ دن اداس ہوتے ہیں۔ خیال کا کوئی ادارہ ہوتا ہے کہ اچانک ایک آدمی کسی اور طرف جا رہا ہے اور وہ جاتے جاتے کسی اور طرف چلا جاتا ہے کہتا ہے کہ میں تو بڑا ہی خوش قسمت ٹھہرا اور اچھا ہوا کہ میں مڑ گیا کیونکہ میں تباہی کی طرف جا رہا تھا۔ تو انسان خیال میں کہاں سے کہاں چلا جاتا ہے۔

منم محو خیال اونمی دانم کجا رفتم

میں اس کے خیال میں جا رہا تھا کہ پتہ ہی نہیں چلا کہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ مثلاً" وہ تو آگ لینے گئے تھے اور آگے پیغمبری مل گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر دیکھتے ہیں کہ بجلی کا طلاطم ہے اور دیکھتے ہیں کہ آگ ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہاں سے آگ لے آتے ہیں' وہاں آگ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ ہے اور پھر آپ کو پیغمبری مل گئی۔ تو اس لیے کہتے ہیں کہ آگ لینے جاؤ تو پیغمبری مل

جاتی ہے۔ یہ سب کون کر رہا ہے' اللہ! پھر کچھ لوگوں نے اس کو سوچا کہ یہ سب کاروائی حضرت شعیب علیہ السلام کی ہے کہ انہوں نے یہ کام کیا۔ تو خیال ساز ایجنسی کون ہو گئی؟ حضرت شعیب علیہ السلام۔ اسے اقبالؒ نے یہ سمجھا اور کہا۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام گلہ بانی کر رہے تھے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ کاروائی کر دی اور کہا کہ ہماری بیٹی سے شادی بھی کرو اور پیغمبری کا حصہ بھی لو۔

یہ کسی شعیب علیہ السلام کا کام ہے' اور یہ کسی اور کا کام ہے' یہ کسی تبریزؒ کا کام ہے کہ مولوی کو رومیؒ بنا دیا اور رومیؒ کو یہ مثنوئ خیال وہاں سے مل گئی۔ تو تبریزؒ کے خیال سے یہ عمل ہوا' تو پھر درخت بول پڑتے ہیں' مٹی سے آواز آجاتی ہے اور خوشبو رنگ دکھا دیتی ہے۔ پھر مولانا رومؒ کہانیاں ہی بناتے جارہے ہیں۔ تو مولانا رومؒ کدھر سے بات لے آئے؟ وہ کہتے ہیں کہ یہ خیال تبریز رحمتہ اللہ علیہ سے چلا آ رہا ہے' وہ میرے پاس آئے تھے۔ تو ان کے پاس خیال کدھر سے آیا؟ مولانا رومؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو ایک شکل میں آیا ہے یعنی شاہ شمس تبریزؒ کی شکل میں آیا ہے۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نہ شد

غلام شمس تبریزؒ کا خیال اس وقت تک نہیں آیا جب تک تبریزؒ نہ

آیا' بہ شکل نہ آیا اور پھر خیال آیا۔ خیال کبھی کبھی گھوڑے پر چڑھ کے آتا ہے۔ خیال کیا کرتا ہے؟ کبھی کبھی چور کی شکل میں آ جاتا ہے کہ گھر میں چور آیا تو آپ سوچ میں پڑ گئے کہ جی دیکھو ہم تو چوروں کی زد میں ہیں' اپنے آپ کو بچائیں اور کوئی بچانے والی طاقت بھی ہونی چاہیے مگر اللہ بڑا کارساز ہے' وہی خود بچائے گا۔ تو آپ نے اللہ سے رجوع کر لیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لٹ جائیں۔ اب جب آپ نے بچانے والے کی طرف رجوع کیا تو پھر دیکھا تو وہ خود ہی ہے۔ خطرہ بعض اوقات انسان کو اس کے اصل مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ کیا کرتا ہے خطرہ؟ وہاں منزل پہ پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ جو خطرہ ہے یہ بڑا کام کرتا ہے کہ استغفار پڑھا دیتا ہے اور الحمد للہ تک پہنچا دیتا ہے' خطرہ آپ کو آپ کے اصل تک پہنچا دیتا ہے۔ خطرہ ٹلتا نہیں ہے لیکن انسان بدل جاتا ہے اور خطرہ نہ بدلے تب بھی انسان بدل جاتا ہے۔ موت کا خطرہ زندگی کو مبارک بنا دیتا ہے۔ انسان کو بے شمار خطرات لاحق ہیں' جتنا انسان کو خطرے کا شعور آتا جائے گا' اتنا ہی انسان بدلتا جائے گا۔ اور اصل میں خطرہ کیا ہے؟ جو کام ہو جائے گا وہ آپ کا حاصل ہو گا اور جس کا امکان ہو اور وہ نہ ہو تو وہ خطرہ کہلاتا ہے۔ تو گویا کہ خطرے کا وجود ممکن ہوتا ہے لیکن اس کا وجود حاصل نہیں ہوتا۔ خطرہ وہ ہے جس کا ہونا ممکن ہو لیکن ابھی ہوا نہ ہو مثلاً" موت کا خطرہ ہے لیکن ابھی موت نہیں آئی۔ لیکن اس میں ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ بعض اوقات موت کا خطرہ موت سے زیادہ خوفناک ہوتا ہے۔ موت تو اتنی خوفناک نہیں ہوتی کیونکہ اگر بیماری تھی تو وہ چلی گئی۔ صرف خیال میں خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ تو خطرہ بھی ایک مخرج

خیال ہے۔ یہ خیال کہاں سے آتا ہے؟ اس خیال کو خطرہ Generate کرتا ہے' پیدا کرتا ہے۔ اس خیال کا مخرج Origin of thought کیا ہے؟ اس کا Origin خطرہ ہے' محبت اس کا Origin ہے' جب محبت دل پر چھا جاتی ہے تو پھر خیال بدلتا رہتا ہے اور پھر خیال یہاں سے وہاں چلا جاتا ہے۔ پتہ نہیں چلتا لیکن خیال چلتا جاتا ہے حالانکہ محبوب پاس نہیں ہوتا۔ محبوب سے زیادہ پیارا محبوب کا خیال ہوتا ہے۔ محبوب جب آئے گا تو کچھ کھائے گا' پیئے گا اور شور شرابہ کرے گا مگر محبوب سے اس کی یاد زیادہ محبوب ہوتی ہے' چاند سے زیادہ بہتر چیز چاندنی ہوتی ہے اور چاند پر تو روشنی ہی نہیں ہے۔ تو جب چاند محبوب ہو گا تو چاندنی اس کی یاد ہو گی اور کبھی کبھی وہ بہتر ہوتی ہے اور یہ خیال کو Generate کرتی ہے پیدا کرتی ہے اور یہ خیال کی Origin ہے' خیال کی مخرج ہے۔ بعض اوقات کوئی ایسا انسان جو ویسے ہی دل پہ چھا جائے' اس کا خیال آپ کے دل پہ چھا جائے گا' اس کا جب بھی ذکر آئے گا تو خود بخود خیال آنا شروع ہو جائے گا۔ جب بھی آپ اس کو ڈھونڈیں گے تو یہ نہیں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ پہ لکھا ہوتا ہے کہ آپ کا کوئی کلاس فیلو مر گیا' سکول کے بعد پھر اور زمانے آئے اور سارے محرم مرتے گئے' تو بعض اوقات انسان خیال میں گم ہو جاتا ہے' پہلے سکول کے زمانے' پھر اور خیال' اور پھر انسان سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں گم ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات خیال میں آتا ہے کہ میری یادداشت میں کون ہے۔ اگر کوئی برائٹ ڈے یاد رہ جائے تو پھر خیال Generate ہوتا رہتا ہے' خیال چلتا رہتا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ خیال ایک بیج کی طرح ہوتا ہے اور وہ کہیں پہ

کوئی آنے جانے والا پھینک جاتا ہے' کبھی وہ نام بتا جاتا ہے اور کبھی نام نہیں بتاتا۔ کوئی واقعہ ہوتا ہے کہ کوئی انسان آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ کے اندر ایک بیج پھینک جاتا ہے اور وہ بیج برآمد ہوتا ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ایک تناور درخت بنتا جاتا ہے۔ پھر خیال ہی خیال' خیالات ہی خیالات بلکہ خیالات اور تخیلات پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اب اس ایک بیج سے کیا کیا کرشمے پیدا ہوگئے۔ مثلاً" کسی جاننے والے نے ایک بات کان میں کہی ہے اور اب وہ بات Grow کرتی جا رہی ہے' چلتی جا رہی ہے کہ اس نے ایک بات میرے کان میں کہی تھی اور اس ایک بات سے میری ساری کائنات ہی بدل گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے بڑی بات کر دی اور کوئی خاص بات کر دی۔ ایک نیک بادشاہ تھا اور اس کو اللہ کا بڑا شوق تھاایسا ہوا کہ ایک دن ایک درویش اس کے محل میں آگیا۔ بادشاہ سلامت نے پوچھا کہ آپ کدھر آئے ہوئے ہیں تو اس درویش نے کہا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا ہے اور میں اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ محل ہے اور اس میں اونٹ' آپ کیسی بات کر رہے ہیں' کبھی بادشاہ کے محل میں بھی اونٹ ہوا؟ درویش کہتا ہے کہ بادشاہ کے محل میں اونٹ تو ملتا نہیں اور تو یہاں خدا کو ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر آپ نے اللہ کو تلاش کرنا ہے تو باہر نکل کر اللہ کی تلاش کرو مگر آپ تو بادشاہ بن کر اللہ کی تلاش کر رہے ہیں۔ تو کہتے یہ ہیں کہ اس بادشاہ میں بڑا انقلاب آگیا' اس نے سوچا کہ اونٹ تو محل میں ملتا نہیں ہے لیکن خدا کو کہاں سے تلاش کریں گے۔ تو حاصل میں جو چیز نہیں ملتی وہ محرومی میں ملتی ہے۔ اگر آپ کو اچھا بننے کا شوق ہے تو آپ کسی اللہ والے کے

خادم بنیں تو پھر آپ کو اصل بات مل جائے گی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس بات سے زندگی میں Fountain شروع ہو جاتے ہیں' چشمے بلکہ سرچشمے شروع ہو جاتے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطارؒ ایک روز اپنی دوکان میں مصروف تھے' ایک سائل اس دوکان پر آیا کہ مجھے کچھ خیرات دے دو تو انہوں نے کہا کہ ٹھہر جا ٹائم نہیں ہے۔ وہ سائل کافی دیر کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر اس سائل نے کہا کہ دیکھو میاں تیرے پاس خیرات دینے کا ٹائم نہیں تو آپ میری ایک بات کا جواب دو اور پھر آپ بھلے خیرات نہ دینا' سوال یہ ہے کہ تمہارے پاس تو ٹائم نہیں ہے تو پھر تم مرو گے کیسے! انہوں نے جواب دیا کہ جیسے تو مرے گا۔ تو فقیر نے کہا کہ ہمارا کیا مرنا ہے' اس نے وہیں چادر بچھائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور موت سے گزر گیا اور یہ واقعہ فرید الدین عطارؒ کے اندر گزر گیا۔ پھر تو شیخ فرید الدین عطارؒ کے پاس تذکرہ الاولیاء' پرندوں کی کہانیاں اور پھر اتنے خیالات آئے کہ سب دنیا کے خیالات ہی ان کے پاس آگئے۔ اور اس ایک واقعے نے کیا کیا خیالات بدل دیئے۔

تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

تو جہاں بدل گئے' شکلیں بدل گئیں' خیالات بدل گئے اور زندگیاں بدل گئیں۔ تو یہ خیالات کہاں سے پیدا ہوئے؟ ایک واقعہ سے پیدا ہوئے۔ خیال کہاں سے پیدا ہوا؟ کسی کے ساتھ تعلق سے پیدا ہوا۔ اور کس نے پیدا کر دیا؟ بعض اوقات ایک چیز باہر ہوتی ہے اور وہ خیالات ہی بھیجتی رہتی ہے کہ آج ایک شہر پر اس نے حملہ کر دیا اور ایک خیال آ گیا' پھر دوسرا خیال آ گیا۔ تو خیال بھیجنے والا Actual ' اصل کوئی ادارہ

ہے جو لوگوں کے خیال کی نگہداشت کرتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی لوگ بیٹھے بیٹھے ایک واقعے سے رونے لگ جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا ہی مغموم ہے' بس کبھی کسی کو یاد کرلیا اور کبھی کسی کو یاد کرلیا اور کبھی کسی اور کو یاد کرلیا۔ تو یہ خیالات آتے رہتے ہیں۔ مثلاً" ڈپریشن کا خیال بھی آ جاتا ہے۔ یہ جو کسی کو خیال دینے والا درویش ہے وہ خیال بھیجتا رہتا ہے اور وہ طاقت میں ہوتا ہے۔ اکثر آپ کسی آدمی سے جاکر ملتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے ڈپریشن ہو گیا ہے' دوسرے سے پوچھو گے تو اسے بھی ڈپریشن ہو گا۔ تو کبھی کبھی یہ ہوتا ہے کہ ایک ہی جیسی کیفیت یا بیماری ہو جاتی ہے۔ پھر انسان آہستہ آہستہ لوگوں سے منقطع ہوتے ہوتے اپنی مرضی سے الگ ہو جاتا ہے' علیحدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال کسی آدمی سے آ جاتا ہے' خیال یادداشت سے آ جاتا ہے' خیال استاد سے آ جاتا ہے' کوئی ایک شخص نگاہ میں آتا ہے اور جہاں بدل جاتا ہے۔ اور بعض اوقات تو پتہ نہیں چلتا کہ خیال کدھر سے آگیا۔ بعض اوقات آپ سوچتے ہیں کہ آپ خیال کے مالک ہیں' اور یہ میں نے تخلیق کیا ہے I am creative' ہم یہ خیال پیدا کر رہے ہیں اور خیال کے خالق ہم ہی ہیں۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں یہ خیال باہر سے آتا ہے اور آپ اپنے ذہن کو خیال وصول کرنے والا Recipient بنا کر چھوڑ دو۔ یہ بحث چلتی ہے' پتہ نہیں کہ کہاں کہاں یہ بحث چلتی رہی ہے' یہ بھی ممکن ہے کہ اب بھی چل رہی ہو کہ جبریل امیں علیہ السلام نے نہیں آنا کیونکہ اب کوئی پیغمبر نہیں ہے جس پر وحی اترے۔ لیکن خیال اترتا ہے۔ تو کیا آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آتے ہیں؟ جبریل علیہ السلام

خیال لانے والی ایجنسی ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ خیال لانے والے کو جبریل علیہ السلام کہہ لیں کہ آپ کے پاس ایک بات نازل ہوئی اور اچانک خیال شروع ہو گیا' فوراً" آپ کا ماتھا ٹھنکا اور ذہن جھٹکا اور کچھ بات آئی۔ یہ خیال کون لایا؟ پتہ نہیں کون لایا' مگر اس نے آپ کو اس کیفیت سے گزار دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جبریلؑ ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ازل سے یعنی جب سے آغاز کائنات ہوا' جب سے دریا چلے ہوئے ہیں' جب سے ہوائیں چلی ہوئی ہیں' جب سے سمندر چلے ہوئے ہیں اور یہ سارا گردوپیش چلا ہوا ہے تو خیال کی لہریں بھی چلی ہوئی ہیں' ادھر سے کبھی گرم رو گزری کبھی سرد رو گزری تو انسان اس کی زد میں آ گیا۔ تو اس طرح خیال چلتا رہتا ہے' اور یہ کب سے ہے؟ ازل سے ہے۔ اس خیال کو آپ قید نہیں کر سکتے' یہ پکڑا نہیں جا سکتا اور اس کو آپ تلاش بھی نہیں کر سکتے اور ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے پاس سے خیال کی تیز لہر گزر جائے اور آپ کو پتہ بھی نہ چلے اور آپ اس کو نہ سمجھیں اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اسے پکڑنا چاہیں اور وہ پکڑا جائے۔ آپ اس بات کو یوں کہیں کہ یہ ایک قدسی پرندہ ہوتا ہے۔ تو خیال کو کیا بولتے ہیں؟ ایک قدسی پرندہ جو کہ قدس سے آتا ہے' یہ پرندہ بارگاہ قدس سے آتا ہے اور جس کے سر پر بیٹھ گیا اس کو خیال مل جاتا ہے' جس کے بھی قریب آ جاتا ہے' اس کو خیال مل جاتا ہے' یہ پرندہ ہے یا پرندے ہیں' اس کو "طیور" کہتے ہیں' آپ کو اس شعر سے بات سمجھ آ جائے گی۔

چلا ہوا ہے ازل سے ہی کاروانِ خیال
طیورِ قدس کبھی صیدِ جستجو نہ ہوئے

یہ قدس کے پرندے ہیں اور یہ کبھی جستجو کا شکار نہیں ہوں گے' ان کو خود بخود ہی خیال آیا ہے اور جب خیال کا جی چاہے وہ آ جائے۔ اس لیے خیال کو پکڑنے کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ خیال جب چاہے آ جائے اور جب چاہے چلا جائے۔ بس آپ اپنے دروازے کھلے رکھیں۔ خیال کبھی آپ کے دل میں آ جائے تو پھر یہ سرفرازی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ تو خیال کی کائنات آپ کی کائنات سے کچھ علاوہ ہی چیز ہے جہاں سے پیغام آتے ہیں' چٹھیاں در چٹھیاں اور پیغام در پیغام آتے رہتے ہیں اور پھر آپ کا ذہن فٹافٹ اور کھٹا کھٹ چلتا رہتا ہے۔ تو دل کو خیال سے روشن رکھا جاتا ہے۔ تو خیال دیتا کون ہے؟ بس یہ خیال وہ بھیجنے والا بھیجتا رہتا ہے' جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے خیال کو بھیجا ہوا ہے' جس نے آپ کو بنایا ہے' اس نے خیال کو بنایا ہے۔ یہ خیال ذہن سے پیدا ہوتا ہے کہ باہر سے آتا ہے؟ کبھی اس کا فیصلہ نہیں ہو سکا ہے۔ خیال کا آرگن کیا ہے؟ خیال کا آرگن کوئی نہیں ہوتا ہے' یہ جہاں چاہے' جب چاہے' اور کہیں سے بھی نمودار ہو جائے۔ ہر خیال جو ہے وہ نیا ہے اور ہر خیال پرانا بھی ہے' جس طرح ہر انسان نیا ہے اور ہر انسان پرانا ہے۔ انسان نیا اس لیے ہے کہ وہ آج پیدا ہوا ہے' پرانا اس لیے ہے کہ یہ وہی پرانا انسان ہے کہ ایسے ہی پیدا ہوتا ہے اور ایسے ہی مرتا رہتا ہے۔ سارے انسان دوست تھے' ایک انسان ایک وقت میں پیدا ہوا اور دوسرا ایک مدت کے بعد پیدا ہوا' اور ایک ہی طرح ان کا قد بنتا ہے اور

شکل بنتی ہے' سب کا یہی حساب ہوتا ہے' پہلے وہ ابو کہتا ہے' پھر بڑا ہو کر وہ بیٹا کہتا ہے۔ تو یہ وہی پرانا انسان ہے اور وہی نیا انسان ہے۔ تو ہر انسان نیا ہے اور ہر انسان پرانا ہے' ہر دور نیا ہے اور ہر دور پرانا ہے' ہر زمانہ نیا ہے اور ہر زمانہ پرانا ہے کیونکہ اندر کی کہانی تو وہی ہے کہ آپ لوگ آئے' آپ لوگ بیٹھے اور آپ لوگ چلے گئے۔ آپ کس لئے آئے تھے اور آپ کیا کر چلے ہیں' بس اتنی ساری کہانی ہے آپ خود ہی بتائیں کہ اس کے علاوہ کہانی کیا ہے؟ کہانی یہ ہے کہ چار دن کی زندگی ہے' دو دن آرزو میں کٹ گئے اور دو دن انتظار میں کٹ جائیں گے۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے' دو انتظار میں

آپ کا کچھ وقت پرانی یادداشت اور پرانے زمانوں میں گم ہو جاتا ہے اور کچھ آنے والے زمانے کی حسرتوں میں گزر جاتا ہے اور درمیان میں آپ کو کوئی وقت ہی نہیں ملتا۔ کچھ وقت دوست بنانے میں گزر گیا اور کچھ دوستوں کی تکلیفیں سہنے میں گزر گیا۔ انسان کچھ وقت استغفر اللہ کرتا ہے اور نعوذ باللہ من ذٰلک کہتا ہے یعنی کہ اتنے عرصہ سے دوست بنایا' پھر اس کی وجہ سے جو مشکل آئی اس کو برداشت کیا اور پھر اس سے نجات حاصل کرنے میں اتنا وقت لگا دیا' پہلے عذاب میں مبتلاء ہونے میں اتنا ٹائم لگا اور اب نجات میں اتنا ٹائم لگا دیا۔ بس اس طرح وقت گزر گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو پتہ نہیں چلا کہ وقت کیسے ختم ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس عزرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے سلام کیا' آپ بولے وعلیکم السلام' کیا حال ہے' آپ آ گئے

ہو۔ تو عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس سے پہلے کہ میں آپ کی خدمت میں پروانہ پیش کروں' آپ مجھے دنیا کی یہ بات بتائیں کہ آپ نے جو اتنا لمبا عرصہ زندگی پائی تو آپ نے کیا دیکھا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے صرف تیرا انتظار' تیرا راستہ ہی دیکھا ہے اور ہم نے کچھ نہیں دیکھا ہے کہ تو اب آتا ہے کہ کب آتا ہے' بس یہی اک مجبوری تھی اور کچھ نہیں تھا۔ وہ وہاں درخت کے سائے میں بیٹھے تھے' پھر وہاں سے اٹھ کر دھوپ میں چلے گئے اور فرماتے ہیں کہ زندگی کو میں نے اس طرح پایا کہ یہ درخت کا سایہ ہے اور یہ دھوپ ہے' یہاں بیٹھے تو سائے میں تھے اور وہاں بیٹھے تو دھوپ میں۔ اور اب یہ پتہ نہیں ہے کہ کون سا پل کدھر لے جائے' وہ مالک ہے جو کرے۔ یہ ایک عجب کہانی ہے جس کو ساری رات سنتے ہی رہیں۔ اور یہ حقیقت ہے اور پھر حقیقت خیال بن جاتی ہے۔ تو زندہ انسان کون ہے؟ ایک حقیقت ہے' اور گزرا ہوا انسان خیال ہے یعنی کہ حقیقت' خیال بنتی جا رہی ہے' پاس بیٹھا ہوا انسان حقیقت ہے اور گھر سے باہر جانے والا آدمی خیال ہے' تو ہر حقیقت خیال بنتی جا رہی ہے اور آپ حقیقتوں کو خیال بناتے جا رہے ہیں' مزید خیال بناتے جا رہے ہیں یعنی کہ حقیقتوں کو خیال بنانے والا ہی تو وہ عظیم انسان ہے۔ تو وہ انسان عظیم ہے جو حقیقتوں کو خیال بناتا ہے اور پھر کچھ لوگ خیال کو کسی طرح سے حقیقت بناتے ہیں۔ تو درمیان میں کون ہے؟ اس کا کسی کو پتہ نہیں ہے کہ کون ہے؟ وہ اندر سے بول رہا ہے کہ پتہ نہیں کون بول رہا ہے' کدھر سے آواز آ رہی ہے؟ یہ سارے قافلے اور سارے مرحلے چلتے جا رہے ہیں' اس کا اپنا کوئی انت نہیں ہے۔ آپ ذرا

یہ بتائیں کہ سمندر میں اتنا پانی کہاں سے آتا ہے؟ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سمندر دریاؤں کے پانی سے بن رہا ہے مگر دریا تو خود سمندر سے نکلتے ہیں۔ تو دریا نکلتے بھی سمندر سے ہیں اور جاتے بھی سمندر سے ہیں۔ تو پھر یہ کیا چیز ہے' کیا راز ہے؟ انسان مر جاتا ہے لیکن پھر بھی دنیا میں انسان ہی انسان ہیں اور اس دنیا کا کام ہی انسانوں سے ہے' یہ دنیا انسانوں سے تنگ نہیں ہے اور نہ ہی انسان دنیا کے کاروبار سے تنگ ہوا ہے' یہاں انسان روز ہی آتا ہے اور روز ہی چلا جاتا ہے' کہتا ہے وہ میں نہیں تھا' وہ چاہنے والا اور تھا' اور یہ اور آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ اور کیا کرے گا؟ کہتا ہے کہ یہ بھی بری امامؒ کا میلہ لگائے گا۔ تو وہ جو کل تھے وہ کیا کر رہے تھے؟ وہ بھی میلہ لگا رہے تھے' تو لوگ میلہ لگائے ہیں چلے جاتے ہیں' دوسرے آکر پھر میلہ لگاتے ہیں اور پھر چلے جاتے ہیں' یہ کھیل بند نہیں ہونا چاہیئے! تو وہ کہتا ہے کہ یہ کھیل بند نہیں ہوتا کیونکہ یہ تو کوئی اور ہی کھیل ہے! بس اس طرح خیال آتا ہے اور خیال چلا جاتا ہے۔ آپ لوگ اس کو انجوائے کیا کرو اور اس کی زیادہ تحقیق نہ کیا کرو کہ کہاں سے خیال آتا ہے اور کہاں چلا جاتا ہے' خیال کی مرضی ہے جو چاہے کرے!

سوال :۔

سر! پھر اس کا آخری رزلٹ کیا ہوا؟

جواب :۔

آپ کو میں نے کہا ہے کہ آپ اس کو انجوائے کرو۔ جب خیال

کی دنیا آباد ہو جائے تو پھر انجوائے کرو۔ آپ اس کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے! خیال کس نے بھیجا؟ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ خیال بھیجنے والا بھیجتا ہے' آپ اس کی تحقیق نہیں کر سکتے۔ تحقیق سے' Discussion سے بیوٹی ختم ہو جاتی ہے' گلاب کی اگر آپ Dissection کر دیں' پتیاں پتیاں کر دیں تو اس سے گلاب کی خوبصورتی کو کیا ہو گا؟ اس سے خوبصورتی ختم ہو جائے گی۔ اچھا یہ بتاؤ کہ بیوٹی کیا ہوتی ہے؟ بیوٹی ایک مجموعی تاثر کا نام ہے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ وہ ایک آدمی بڑا بیوٹی فل تھا وہاں جا کر وہ کھانا کھاتا چلا گیا۔ تو ایسا آدمی کیسے خوبصورت ہو سکتا ہے کہ جو ہر وقت کھانا کھاتا رہے اور ہر وقت اس کا کھانے کا وقت ہو۔ آپ لوگ خوبصورت ہیں' کھلا پینا بھی سب خوبصورت ہے لیکن جہاں بیوٹی کا سوال ہو تو اس کو Analyse نہ کریں' تجزیہ نہ کریں کیونکہ تجزیہ Analysis کرنے سے اس چیز کی بیوٹی ختم ہو جائے گی۔ تو خیال بیوٹی ہے' خیال بلندی ہے اور خیال احسان ہے۔ کس کا احسان ہے؟ وہ جو آپ کا محبوب ہے' جو آپ کا درویش ہے' جو آپ کی نسبتوں کا مرکز ہے' اللہ ہے یا اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں' تو یہ ان کا فیض ہے۔ چاہے داتا صاحبؒ ہی ہوں' خیال داتا صاحبؒ بھی بھیجتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً" ایک آدمی جو ہے وہ برے خیال کے اندر پریشان ہو جاتا ہے یعنی جب اس کو برا خیال آتا ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب اچھا خیال بھیجنے والا اس کی مدد کر دیتا ہے۔ پھر نتیجہ کیا نکلا؟ کہ ہم لوگ دراصل خیال کی دنیا میں رہتے ہیں' اگر خیال کی دنیا ختم ہو جائے تو پھر آپ کی دنیا میں کچھ نہیں رہتا' نہ آپ کا حافظہ رہتا ہے یعنی ماضی اور نہ آپ کا مستقبل رہتا ہے

یعنی تخیل۔ مستقبل خیال ہے' ماضی خیال ہے' جو گزر گیا وہ محض خیال ہے اور جو آنا ہے وہ تو ہے ہی خیال! پتہ نہیں کیا ٹرن لے گا۔ آپ لوگ زیادہ تر خیال میں رہتے ہیں' کسی کا جو حال ہے وہی کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ حقیقت صرف ایک منظر کا نام ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟ یہ ایک لمحہ حقیقت ہے جہاں آپ بیٹھے ہوئے ہیں' اس کے بعد آپ چلے جائیں گے اور پھر آپ واقعات میں سے گزریں گے۔ تو جو موجود لمحہ ہے وہ حقیقت ہوتا ہے اور باقی سب خیال ہے ہر شے وہم خیال ہے جیسے بابا بلھے شاہؒ فرماتے ہیں:۔

سب کجھ وہم خیال

تو یہ سب خیال ہی خیال ہے جیسے:۔

کھائیو مت فریب ہستی
ہر چند کہیں کہ ہے نہیں ہے

اور یہ کہ

؎ ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسدؔ
غالبؔ تمام حلقہ داناں خیال ہے

تو یہ سب خیال ہی خیال ہے۔ یہ جو آپ کی اولادیں ہیں یہ آپ کا خیال ہیں۔ آپ اپنے خیال کو اچھا رکھیں' انتقام کا خیال ایک جذبہ ہے اور وہ بھی خیال ہی ہے' محبت کی آرزو ایک خیال ہے' پیسہ آپ کی جیب میں نہیں رہے گا اور آپ کے کام نہیں آئے گا' یہ بھی ایک خیال ہے' صرف ایک خیال ہے اور یہ خیال تسکین پائے گا۔ تو اصل میں آپ خیال کے اندر رہیں' خیال ہی آپ کا دل ہے اور خیال ہی آپ کو چلا رہا ہے اور مستقبل کی آرزو بھی خیال ہی چلا رہا ہے۔ خیال بھیجتا کون ہے؟

یہ سب ایجنسیاں ہیں جو کبھی کبھی خیال بھیجتی ہیں' کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ میں نے آپ کو خیال بھیجا۔

یہ کون تھا جو میرے ساتھ ہمکلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس

یعنی وہ کون تھا جو ہمکلامی کر رہا تھا اور اس وقت آپ بڑی بڑی باتیں کر رہے تھے' پھر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو آپ اکیلے ہی تھے۔ تو وہ کون تھا؟ وہ خیال تھا! خیال آپ کا دوسرا وجود ہے جو آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ تو اسے کیا کہتے ہیں؟ دوسرا وجود جس سے آپ روز ہی ملتے ہیں۔ تو دوسرا وجود جو آپ کے ساتھ رہتا ہے کبھی پژمردہ اور افسردہ رہتا ہے' کبھی زندہ ہو جاتا ہے' کبھی وہ نیک ہو جاتا ہے اور کبھی وہ بد ہو جاتا ہے' آپ مہربان نہیں ہوتے' وہی مہربان ہوتا ہے' وہ کبھی آپ کو برباد کر دیتا ہے اور کبھی آباد کر دیتا ہے' اس کا نام آپ کا ہی نام ہے' اس کی شکل آپ کی ہی شکل ہے' وہ خیالوں میں گم رہتا ہے' آسمانوں کی سیر کرتا ہے' اچھے اچھے خیالات لاتا ہے اور کبھی کبھی بد خیالات لاتا ہے۔ تو وہ کون ہے؟ وہ آپ ہی ہیں۔ کوئی بھی آدمی پیدا نہیں ہوتا جب تک اس کا خیال پیدا نہ ہو' پیدا کرنے والے نے جب اس کو پیدا کیا تو ساتھ ہی اس کی شکل کو پیدا کیا اور ساتھ ہی اس کی Duration of trade ساتھ ہی زندگی کے اتار چڑھاؤ' اونچ نیچ پیدا کیے' ساتھ ہی حادثات اور غم پیدا کیے' ساتھ ہی اس کے خوشیاں پیدا کر دیں۔ پوری لسٹ اس نے بنا کر بھیج دی کہ فلاں شخص کے ساتھ اس کی شادی ہوگی' یہ ان کے واقعات ہوں گے اور یہ ان کی زندگی ہو گی۔ تو اللہ کارساز ہے۔ اس نے خیال کو

اس شخص کے ساتھ ہی بنا دیا۔ اور یہ جو سب کچھ ہے اس میں آپ کو سوچنا ہے' اس میں آپ کو رہنا ہے' آپ کبھی یہ کیا کریں گے اور کبھی وہ کیا کریں گے' کبھی آپ دنیا کی سیر کریں گے اور کبھی آپ بھاگیں گے' دوڑیں گے اور پھر آپ کے افکار کا نام ہو گا' آپ فکر بلیغ پیدا کریں گے' وہ فکر نہ ہو تو پھر انسان جانور ہے۔ جانور اور انسان میں یہی فرق ہے کہ انسان دوسرے آدمی سے جو اس کے ساتھ ہوتا ہے' جو آپ کے اندر ہی ہے' آپ اس سے باتیں کرتے رہتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی تنہائی میں باتیں کی ہیں؟ اکثر کی ہوں گی۔ جب انسان پروگرام بناتا ہے کہ آج ہم تنہا رہیں گے تب بھی وہ تنہا نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خود کہتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ ہے' وہ کبھی ماضی بن کر بولتا ہے اور کبھی مستقبل بن کر بولتا ہے اور آپ سے زیادہ تو وہ بولتا ہے' کبھی وہ ڈائیلاگ بولتا ہے اور کبھی وہ مومن بن کر بولتا ہے۔ بعض اوقات آپ تنہائی میں بیٹھے ہوتے ہیں اور باتیں کرتے جاتے ہیں۔ یہ کون ہے؟ یہ وہی ہے! اور آپ سے یہ جو ساری باتیں کر رہا ہے وہ بڑی چیز ہے' اور وہ کون ہے؟ اس کا نام بھی آپ ہی کا نام ہے' وہ قابو آ جاتا ہے' بندۂ آزاد ہی ہو تب بھی وہ قابو ہو جاتا ہے' جب وہ قابو آ گیا تو آپ خود بخود ہی قابو آ جاتے ہیں۔ کہانیوں میں کہتے ہیں ناں کہ جادوگر کی جان طوطے میں ہوتی تھی' تو جو درویش لوگ ہوتے ہیں وہ طوطا پکڑ لیتے ہیں اور پھر آپ کچھ نہیں کر سکتے' کیونکہ آپ کی جان اس میں ہے۔ تو درویشوں کے پاس کیا ہے؟ وہ جس میں آپ کی جان ہوتی ہے' انہوں نے وہ ہی پکڑ لیا اور پھر آپ اس درویش کے ہاں روزانہ جاتے ہیں' ملنے کے لیے' سلام کرنے کے لیے جاتے

ہیں۔

یہاں دنیا میں آکر ہی آپ کھو گئے ہیں' اس دنیا کے مدار میں آپ کھو گئے ہیں اور اب آپ تلاش کے بعد خود سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں سنا بھئی تیرا کیا حال ہے' یہ آپ ہی ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ جی ہم ہی ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ٹھہر جا میرے پاس ٹائم نہیں ہے اور وہ چلا جاتا ہے' تو وہی خیال ہے اور وہ آپ ہی ہیں۔ تو خیال کہاں سے نکلا اور خیال کس کا نام ہے؟ آپ ہی کا نام خیال ہے۔ آپ پر ہونے والی نوازشیں کیا ہیں؟ وہ بھی آپ ہی کا نام ہیں۔ آپ میں پیدا ہونے والے جذبے کیا ہیں؟ وہ بھی آپ ہی کا نام ہیں۔ خیال کون پیدا کرتا ہے؟ آپ ہی پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے پاس جو خیال باہر سے آتا ہے وہ خیال بھی ہم ہی پیدا کرتے ہیں کیونکہ یہ ہمارا ہی نصیب ہے' جس نے بھیجا ہے تب بھی ہمارا ہی نام ہے۔ بہرحال خیال Wonderful world ہے' اعلیٰ ترین دنیا ہے' آپ لوگ اس کی سیر ضرور کیا کریں۔ کبھی آپ اس دنیا کو بھول کر اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے نکل کر گزر جائیں تو پھر آپ کو خیال کی دنیا ملتی ہے۔

سوال :۔

جس طرح اچھا خیال آتا ہے تو اس برے زمانے میں برے خیال بھی آجاتے ہیں' پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اگر آپ کو کچھ ہوش آیا ہے کہ یہ باتیں بری ہیں پھر اپنا اچھا خیال زندہ رکھنا چاہیے ورنہ برائی کرو گے تو پتہ نہیں چلے گا۔ اکثر برائی جو

نازل ہوتی ہے وہ آپ کی اپنی غلطی سے آتی ہے اور اکثر انسان کو غلطی یا برائی اچھی لگتی ہے۔ جس نے یہ سمجھ لیا کہ یہ برائی ہے تو وہ تو پھر بچ ہی گیا۔ اب میں آپ کو اس کی عملی شکل بتاتا ہوں کہ ہمیں اچھے برے خیال کے زمرے میں کیا کرنا چاہیے۔ نمبرون آپ یہ کام کریں کہ اپنے علاوہ جو ساری دنیا ہے اس کو مجموعی طور پر قابل احترام سمجھیں۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ زمانے کو برا نہ کہیں کیونکہ زمانہ ہی خدا ہے۔ اس کا پہلا طریقہ یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زمانے کو اچھا نہ سمجھو کیونکہ یہ غیر اللہ ہے۔ لہٰذا اس سے بچو! آپ بیک وقت دونوں کام نہ کریں بلکہ آپ نے ایک کام کرنا ہے۔ اگر زمانے کو آپ اچھا سمجھ کر چلیں تو پھر آپ کو ایک انداز کا سفر اور فکر مل جائے گا۔ مثلاً" آپ کو توقع یہ ہے کہ کوئی شخص آپ کو دھوکا نہیں دے گا تو آپ یہ کہیں کہ میرا ارادہ کسی کو دھوکا دینے کا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کا سفر دنیا کی سیر ہے اور اب سیر کے ساتھ ساتھ زندگی ہے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ دنیا میں شاید کہیں کوئی سچا ہو گا جو یہ کہہ گیا کہ وہ ابھی آئے گا تو دوسرا کہتا ہے کہ کوئی کسی کے لئے کب آتا ہے۔ تو پہلا کہتا ہے کہ ناں ناں وہ ضرور آئے گا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ سچے نے اسے سچا جانا اور جھوٹے نے جھوٹا جانا بلکہ پیغمبروں کے ساتھ بھی ایسا واقعہ ہوا۔ ایک آدمی حضور پاک ﷺ کے پاس گیا کہ ہم آپؐ کو بہت اچھا سمجھتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے، اور دوسرے نے کہا کہ ہم آپؐ کو اچھا نہیں سمجھتے تو پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ایسی ہی بات ہے! صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ آپؐ نے دونوں کو ایک ہی جواب دے دیا ہے کہ ہاں ایسی ہی بات ہے تو

آپؐ نے فرمایا کہ ہم آئینہ ہیں اور ہر شخص اپنا اپنا چہرہ دیکھتا جارہا ہے۔ تو آپ زمانے کو برا نہ کہیں کہ زمانہ اچھا ہے اور زمانے کو اچھا نہ سمجھیں کہ زمانہ غیر اللہ ہے۔ تو یہی زمانہ غیر اللہ ہے اور یہی عین اللہ ہے' اب آپ نے فیصلہ کرلینا ہے' اللہ کے تمام واقعات' تمام ارشادات اسی زمانے سے ملیں گے اور اللہ سے بغاوت کرانے والے واقعات بھی یہاں سے ملیں گے' یہیں آپ نے گمراہ ہونا ہے اور یہیں آپ نے راہ پر چلنا ہے' یہیں سے جنت کا سفر ہو گا اور یہیں سے دوزخ کے سفر کا آغاز ہو گا۔ تو یہ خیال ہونا چاہیئے' کیا ہونا چاہیئے؟ کہ جنت اور دوزخ کو جانے والے راستے یہاں سے شروع ہوتے ہیں۔ یہ فیض یہاں سے ہو سکتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کسی انسان پر تحقیق کیے بغیر بدگمانی نہ کرنا۔ بس یہ بات بہت ضروری ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجھے اندازہ ہے کہ جب میں وہاں نہیں تھا۔ تو وہاں بہت برائی ہوئی ہے تو یہ اندازہ ہے' شک ہے' بدگمانی ہے۔ اگر ایسا کوئی واقعہ نہ ہوا ہو اور آپ کو شک ہو جائے تو پھر نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ تو پھر نتیجہ بربادی ہوتا ہے۔ بعض اوقات کہتے یہ ہیں کہ کچھ شک' کچھ ظن ایسے ہوتے ہیں جو گناہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ گناہ ہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہیں کہ تم نے کسی انسان کو قتل کر دیا' اس کے خیال کو قتل کر دیا۔ خیال ہی انسان ہے وگرنہ انسان تو یونہی بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بات آپ کو ضرور سمجھ آنی چاہیئے۔ اگر کوئی بندہ دور بیٹھا ہوا ہے اور آپ گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اب بندے کا نام کیا ہے؟ خیال! اور واجب الاحترام! اگر اچانک وسوسہ پیدا ہو گیا اور بدی پیدا ہو گئی کہ وہ بندہ جو ہے وہ بدی کر رہا ہے تو گویا کہ آپ نے اس کے خیال کی شکل

قتل کر دی اور اگر وہاں وہ بندہ قتل ہو جائے تو جو اس کے قتل کی سزا ہے تو وہی سزا آپ کے خیال کو مل جائے گی اور آپ کے خیال کو پھانسی لگا دی جائے گی۔ تو وہ جو آپ کے خیال کا ساتھی ہے' اگر آپ کے خیال نے بدی کا خیال کیا یا کسی آدمی کے بارے میں بدگمانی کی' یا وسوسہ کیا اور اس آدمی نے آہ نکال دی تو پھر آپ کا خیال وہیں ختم ہو گیا اور مر گیا۔ تو کبھی انسان پر شک نہ کرنا۔ اگر یقین ہو جائے تو پھر وہ اور کہانی ہے مگر بغیر یقین کے' بغیر گواہی کے' تحقیق کے' بغیر بڑی دلیل کے کسی کے اوپر بدگمانی نہ کرنا اور غیر محفوظ ذرائع کا خیال نہ کرنا۔ آپ دنیا سے مجموعی نیکی کی امید رکھیں۔ آج کا بد کل کا نیک ہو سکتا ہے اگر اس کو استغفار کی توفیق مل جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو دنیا کی اجتماعی نیکی کا خیال مل جائے' اللہ تعالیٰ اس کو نیکی کی توفیق دے سکتا ہے۔ تو اپنے خیال کو محفوظ کرنے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔ آپ اچھا خیال پیدا ہونے کا شکریہ ادا کریں' جہاں خیال Generate ہوتے ہیں آپ لوگ وہاں ضرور حاضری دیا کریں' اس سے خیال کی خیرات لیا کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ خیال کے نام کی نیاز تقسیم کیا کریں کہ جس نے آپ کو خیال کی دولت عطا فرمائی ہے یہ اس کے نام کی نیاز ہے اور یہ آپ ضرور کیا کریں۔ جیسے کسی کو اچانک خزانہ مل جائے تو وہ خیرات کرتا ہے اسی طرح جب آپ کو اچانک خیال کی خیرات مل جائے تو آپ اس کی خیرات دیا کریں۔ خیال بہت بڑی دولت ہے اور یہ عطا ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں پر عنایت فرمانی ہو تو اس کو خیال عطا فرماتا ہے۔ اس ذات نے جاہلوں کو مال دیا اور ہم خوش

قسمتوں کو اس نے خیال دیا۔ تو بات یہ ہے کہ مال والا اور ہے اور خیال والا اور ہے۔ تو آپ کا صاحبِ خیال ہونا عطا ہے۔ درویش سارے صاحبِ خیال ہوتے ہیں۔ تو خیال کہاں سے آتا ہے' بس خیال وہی ہے جو وہاں سے آتا ہے۔

سوال :۔

اچھے اور برے خیال کے علاوہ کیا دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا کوئی خیال نہیں ہوتا یا ان کا خیال صرف مال کی طرف ہوتا ہے؟

جواب :۔

ایسے لوگ ہوتے ہیں اور آپ میری یہ بات یاد رکھنا کہ یہ بہت ضروری بات پوچھ لی گئی ہے۔ ایک تو بد خیال لوگ ہو گئے یعنی Engineered بد جو بدی کرتے جا رہے ہیں اور دوسرے نیک خیال والے لوگ جو نیکی کرتے جاتے ہیں۔ تو پھر وہ کون ہیں وہ مزدور ہیں؟ 'Busy Ever busy. یعنی مصروف اور مکینیکل انجینئر مزدور میں کیسے کہہ رہا ہوں' اس کو نہیں کہہ رہا ہوں جو عام مزدوری کر رہا ہو' یہاں میں اس آدمی کو مزدور کہہ رہا ہوں جو ہر وقت busy ہو' مصروف ہو' اس busy شخص کے پاس اتنی Assignments ہیں' اتنے منصوبے ہیں کہ اس بیچارے کے پاس سوچنے کا ٹائم ہی نہیں ہے۔ تو وہ شخص جس کو سوچنے کا ٹائم نہیں ملتا اور وہ مصروفیت میں مبتلاء ہے تو اس آدمی کو خیال نہیں ملے گا کیونکہ وہ نہ خیر کی طرف چلا ہے نہ بد کی طرف چلا ہے کیونکہ وہ مصروف ہے اور اس کے پاس ٹائم ہی کوئی نہیں کیونکہ

بدی کے لیے بھی ٹائم چاہیئے اور نیک خیال کے لیے بھی ٹائم چاہیئے۔ جس کو نیند آنی ہے تو چاہے وہ برائی میں مبتلاء ہو اسے نیند آ جائے گی۔ کیونکہ وہ ایک آٹو میٹک مشین ہے اس لئے وہ خیال سے محروم ہے کیونکہ اس میں آٹومیٹک پرزہ لگا ہوا ہے اور یہ آٹومیٹک پرزہ صبح اٹھے گا' آٹومیٹک کام کرے گا' عین وقت پر Exact Time پر ناشتہ کرے گا' Exact ٹائم پر گاڑی پکڑے گا' Exact ٹائم پر دفتر پہنچے گا اور دفتر سے عین وقت پر واپس آجائے گا۔ تو وہ اسی روزمرہ چکر میں Same dull routine میں مبتلا ہوتا ہے اور ایسا شخص خیال سے محروم ہوتا ہے اور اس چکر سے' Dull routine سے باہر نہیں آ سکتا۔ تو آپ کو خیال کی رونقوں کو دیکھنے کی لیے مصروفیت سے کچھ نہ کچھ آزاد ہونا چاہیئے۔

سوال :۔

سر! کچھ لوگوں کی نیچر آف جاب ایسی ہوتی ہے کہ وہ صبح سے رات بارہ بجے تک کام کرتے رہتے ہیں تو کیا وہ بد آدمی سے بہتر ہوتے ہیں؟

جواب :۔

میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ کس کے خیال اچھے ہیں اور کس کے خیال اچھے نہیں ہیں یا ان کے خیال اچھے ہونے چاہئیں۔ میں تو آپ کو خیال کا تجزیہ بتا رہا ہوں کہ خیال کہاں سے آتا ہے۔ اب آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہونا کیا چاہیئے؟ ہونا یہ چاہیئے کہ آپ بد کیوں رہیں بلکہ آپ نیکی کر گزریں۔ وہ آدمی تو بد آدمی سے بہتر ہے جس کو

بے خیالی ہے یا جس کو خیال نہیں ہے۔

سوال :۔

یہ جو نیند ہے یہ باعثِ رحمت بھی ہے اور باعثِ زحمت بھی ہے تو پھر مکینیکل لائف والے کا کیا معاملہ ہو گا؟

جواب :۔

نیند ایک بد آدمی کو بدی سے بچاتی ہے اور نیک آدمی کو نیکی سے محروم کرتی ہے۔ تو پھر کیا ہونا چاہیئے؟ انسان کو نیک ہی ہونا چاہیئے اور اگر نیک نہ ہو سکے تو معذرت کے ساتھ سو جائے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو مکینیکل لائف گزار رہا ہے' اسی طرح بے شمار لوگ زندگی گزار رہے ہیں اور بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ خیال کی جلوہ آرائی جب آپ کریں گے تو آپ کو ذاتی طور پر یہ سوچنا چاہیئے کہ میں درشن والا خیال کیوں نہ کروں۔ میرا مطلب ہے کہ اگر آپ داتا صاحبؒ جاتے ہیں تو آپ کو داتا صاحبؒ کے درشن میں مبتلا رہنا چاہیئے۔ یہ جو آپ کی زندگی کی روٹین ہے یہ تو آپ کو بیکار کر رہی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ درویش کیا کرتے ہیں؟ میں آپ کو درویشوں کی بات بتا رہا ہوں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ سارے درویش ہو جائیں مگر آپ کو درویش ہونا تو چاہیئے۔ مگر آپ لوگ تو اپنے آپ کو مصروفیات میں مبتلا کرتے جا رہے ہیں۔ اچھا درویش کون ہے؟ ایک بڑے درویش نے چھوٹے درویش کو نصیحت کی کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا اور کما کر بھی نہیں کھانا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کام میں کیسے کروں گا۔

بڑے درویش نے اس کو بات سمجھائی کہ بات یہ ہے کہ مرنے والے کا ماتم نہیں کرنا' اور پیدا ہونے والے کی مبارک نہیں دینی۔ چھوٹا درویش باقی سب کام کر گیا اور پھر کہنے لگا یہ کام بڑا مشکل ہے کہ مرنے والے پر رونا نہیں اور پیدا ہونے والے پر خوش نہیں ہونا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں گم رہو یعنی درویشی خیال میں گم رہو' پھر بے شک کوئی ادھر جائے یا ادھر آئے تو یہ ساری کہانی ادھر کی ادھر ہی رہ جائے گی۔ تو وہ درویش پھر آرام سے اپنا وقت گزارتا گیا' گزارہ کرتا گیا اور اپنا ٹائم گزار کے منزلیں طے کر گیا۔ اسی طرح بے شمار لوگ منزلیں طے کر گئے اور درشن پا گئے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جلوہ دیکھا اور یہ جلوہ ان کی منزل ہوتی ہے' اور وہ واصل باللہ ہو گئے۔ تو کچھ لوگ یہاں پر مال بناتے ہیں' ماڑیاں بناتے ہیں' بنگلے بناتے ہیں' یہ بناتے ہیں' وہ بناتے ہیں اور ایک کام یہ درویشی بھی ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ مال بنا گئے' پھر چلے گئے اور لوگ دنیا کے عیش و آرام میں مبتلا ہیں۔ مگر آپ کو ذاتی طور پر خیال رکھنا چاہیئے کہ آپ کو زندگی کے درمیان میں اللہ کا خیال آئے اور دعا کرو کہ یا باری تعالیٰ بد خیال سے بچا اور نیک خیال عطا فرما تاکہ میں نیک خیال میں پایا جاؤں۔ ایک کمزور نیکی بھی نیکی ہے' خیال کی نیکی بھی نیکی ہے' اور خیال کی بدی بڑی تھوڑی ہوتی ہے اور وہ پوری بدی نہیں گنی جاتی۔ آپ یہ خیال رکھیں کہ خیال کی بدی کی الجھن کیوں پیدا ہو رہی ہے۔ ایک بادشاہ تھا' وہ بازار سے گزر رہا تھا' اس کو ایک خوبصورت لڑکی دیکھ کر خیال آ گیا ہے کہ اس کو تو محل میں رانی ہونا چاہیئے۔ بعد میں بادشاہ کو بڑا دکھ ہوا کہ میں نے یہ خیال کیوں کیا حالانکہ

گرو نے کہا تھا کہ یہ سب لڑکیاں رعایا کی' بادشاہ کی بیٹیاں ہوتی ہیں اور مجھے یہ خیال کیوں آگیا۔ تو پھر وہ اپنے گرو کے پاس گیا جوگی جی مہاراج! مجھ سے غلطی ہو گئی ہے۔ گرو نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت بڑی غلطی کی ہے کیونکہ آپ Already married ہو' شادی شدہ ہو اور پھر آپ اس علاقے کے بادشاہ سلامت ہو' یہ آپ کی رعایا ہے اور وہ آپ کی بیٹی ہونی چاہیے' آپ نے یہ کیا جرم کیا اور اس جرم کی بڑی سخت سزا ہے' یا تو یہاں آگ میں جل جا' یا پھر دوزخ کی آگ میں سدا رہے گا' اور اگر یہاں جلنا قبول کر لو تو پھر آگے بچ جاؤ گے! تو بادشاہ نے کہا کہ یہ سزا بہتر ہے کہ اس دنیا میں ہی ہو گی اور آگے نہیں ہو گی۔ خیر آگ روشن کی گئی اور جب بادشاہ سلامت آگ کے قریب پہنچے اور چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو جوگی نے کہا کہ بس آپ رک جاؤ' سزا ہو چکی کیوں آپ کی بدی خیال کی بدی تھی اور اس خیال کو سزا ہو گئی' وہ تیرے عمل کی بدی نہیں تھی اس لیے تجھے سزا نہیں ہو گی۔ تو وہ اس طرح واپس آ گئے۔ تو برے خیال کی سزا بھی خیال سے ہو جاتی ہے اور عمل سے سزا نہیں ہوتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سزا ہے کہ کسی کے خیال میں دوست کوئی نہ ہو' خیال کی دنیا آباد نہ ہو اور اس کا خیال روشن نہ ہو۔ کم از کم آپ لوگوں کا خیال تو روشن ہونا چاہیئے' خیال درخشاں ہونا چاہیئے' درخشندہ ہونا چاہیئے' خیال میں اللہ ہونا چاہیئے' اللہ کا خیال ہی تو خیال ہے' آپ نے اللہ کو دیکھا تو ہے نہیں۔ لہٰذا آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ ایسا ہے۔ تو وہ بھی ایک خیال ہے۔ آپ ہر وقت اللہ کا خیال رکھنا' آنے والے زمانے کا خیال رکھنا اور اللہ کے حبیب پاکؐ کی یاد رکھنا۔

آپ نے دیکھا تو نہیں ہے' یاد کیسے کرو گے' بس خیال رکھنا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے خیالات کو حسن خیال بنا لو' جس نے اپنے آپ کو حسن خیالات بنا لیا وہ خود بخود ہی حسن کائنات بن گیا۔ تو آپ لوگ خیالات کے اندر وسعت پیدا کرو' رفعت پیدا کرو اور حسن پیدا کرو اور دنیا کے حسین خیالات کو اکٹھا کرو۔ یہ خیالات کہاں سے آتے ہیں؟ یہ خیالات اللہ کے فضل سے آتے ہیں۔ اللہ سے خیال مانگنے کے بعد یہ مانگو کہ یا اللہ اچھی دنیا دے اور پھر اور اچھا خیال دے۔ اور یہ آپ کا باقاعدہ عمل ہونا چاہیے۔ آپ لوگ اس بات پر غور کر لیا کریں کہ ہر بندہ ایک ظاہری Assignment رکھتا ہے اور ایک اس کی باطنی Assignment ہوتی ہے یعنی اس کے ظاہر اور اس کے باطن کے اندر ایک پروگرام ملتا ہے اور وہ اس کو کرنا چاہتا ہے۔ وہ جو آپ کے اندر کی چاہت ہے اس کو آپ ضرور پورا کرنا جس طرح کہ آپ ظاہر کی Assignment پوری کرتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگوں کو بھی وہ خیال ملے۔ اندر ہی اندر الاؤ رہتا ہے' وہیں سے خیالات پختہ ہوتے ہیں اور وہیں سے بات سمجھ آتی ہے اور وہ لوگ کام کرتے ہیں' اس سے بڑی منزلیں ملتی ہیں بڑے فیض ملتے ہیں روشنی ملتی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو کون ہے جو رات کو جاگے کیونکہ رات کی کسی گھڑی میں یہ واقعہ ہوتا ہے۔

سوال:۔

کیا خیال کی لہریں ہوتی ہیں جو ہر وقت گزرتی رہتی ہیں اور ہم وصول کرتے رہتے ہیں؟

جواب :۔

ابھی میں نے بتایا ہے کہ ایسا واقعہ ہوتا رہتا ہے کہ جس نے دریاؤں کو روانیاں دی ہیں وہ خیال کے دریا چلاتا رہتا ہے اور آپ اس سے سرفراز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' کبھی یقین کے زمانے آتے ہیں اور کبھی بدگمانی کے زمانے آتے ہیں۔

سوال :۔

سر! کبھی کبھی خیالات میں بے چینی اور مایوسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کیفیت اپنے بس میں نہیں ہوتی ہے؟

جواب :۔

ایسے میں تو وہ شخص مارا جائے گا اور اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔ اگر دونوں خیال Hospitable ہیں تو یہ تو ایسے ہے جیسے کہ آپ نے گھر میں دو آدمی مہمان بٹھائے ہوئے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کے قاتل ہیں' دشمن ہیں۔ آپ نے دونوں کو اکٹھے بٹھایا ہوا ہے تو پھر تو آپ پریشان ہو جائیں گے۔ وہ دونوں آپس میں تو لڑیں گے ہی لیکن وہ آپ کو بھی تباہ کر دیں گے۔ یہ ساری بیماری فیصلہ نہ کرنے کی ہے۔ جس نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے اچھی زندگی اچھے خیال سے گزارنی ہے تو پھر تو برا خیال ٹوٹ جائے گا۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ برا خیال آپ کے پاس آ کر بیٹھ جائے۔

سوال :۔

بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی ناپسندیدہ خیال ذہن میں آ

جاتا ہے۔

جواب :۔

گویا کہ اگر دنیا کے اندر بد منظر دیکھنے کو مل جائے تو آپ بدی کا خیال پیدا کریں گے مگر آپ کو اچھا خیال آنا چاہیئے۔ بدی کے انتظار میں نہ رہنا اور ایسا موقع تلاش نہ کرنا۔ ایسے بن جاؤ کہ آپ نے بھی ایک جلوس کو دیکھا تھا مگر اب آپ کو یاد بھی نہیں کہ کیا ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا۔ تو یہ فیصلہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے وگرنہ دنیا بدی سے بھری پڑی ہے لیکن وہ بد کے لیے ہے۔ جو نیک ہے وہ دیکھتا ہے کہ دنیا بدی سے بھری ہوئی ہے لیکن وہ اپنا دامن بچاتا ہے۔ تو یہ آپ کی عادت ہونی چاہیئے۔ سمندر اگر پانی سے بھرا ہوا ہے تب بھی آپ دامن بچا کر نکل جاؤ' بس آپ نے ملوث نہیں ہونا ہے۔ بدی تو دنیا میں ہے۔ خیرہٖ و شرہٖ من اللّٰہ تعالٰی یعنی خیر اور شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں' وہی ان کا خالق ہے اور اس نے رونق لگائی ہوئی ہے۔ یہ سب اس کے کام ہیں۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ آپ یہاں سے بچ کر نکل جاؤ' بس آپ نکل جائیں۔ آپ کی خواہش کا دعویٰ نیکی کا ہونا چاہیئے ورنہ تو یہ ایک کہانی ہے کہ خیر کیا ہے اور شر کیا ہے۔ آپ صرف زندگی کا خیال رکھیں۔ مسافروں کے لیے خیر اور شر ہوتا ہے' خرچہ کرنے والوں کے لیے ہوتا ہے' خواہش والے کے لیے ہوتا ہے' چانس والے کے لیے ہوتا ہے ورنہ تو یہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ تو آپ اپنے ذہن میں اچھا خیال رکھا کریں۔

سوال :۔

بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ سوال ہوتا ہے لیکن آپ جیسا جواب دینے والا نہ ہو تو اس کا جواب لاکھ سوچنے کے باوجود حاصل نہیں ہوتا۔ پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

یہ اس لیے ہے کہ آپ کی Thought کی Habit نہیں ہے' سوچ اور فیصلے کی عادت نہیں ہے۔ ابھی آپ نے ارادہ پکا نہیں بنایا۔ اگر خیر کی نیت ہو تو انسان ہر صورت میں خیر کے بارے میں سوچے گا' اگر چل نہیں سکتا تو پھر بھی خیر کی طرف جائے گا۔ اگر آپ لوگوں کو بدی کا خیال مل جائے تو آپ لوگ اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ نہ کہنا کہ میں نے بدی کر لی کیونکہ وہاں پر بے شمار بد لوگ بیٹھے تھے۔ یہ بھلا کوئی جواز ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہم اکیلے نہیں تھے بلکہ یہ سارے بھی میرے ساتھ تھے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ پہلے تو تو آ جا' باقی سے ہم بعد میں نپٹیں گے۔ یہ کہانی صرف ایک آدمی کی ہے۔ کس کی کہانی ہے؟ صرف ایک آدمی اور ایک خدا کی کہانی ہے اور آپ درمیان میں خوامخواہ تماشے کرتے جا رہے ہیں اور درمیان میں کچھ بھی نہیں ہے' نہ کوئی جواز ہے اور نہ کوئی دنیا ہے' کچھ بھی نہیں ہے بس آپ ہیں اور اللہ ہے' اللہ کا حکم چلتا ہے اور آپ حکم مانتے ہیں' اللہ کے ہونے سے آپ ہیں' آپ کے ہونے سے اللہ نہیں ہے' آپ نہ ہوں تب بھی اللہ ہوگا' کیونکہ آپ کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب آپ بتائیں کہ کیا بات بن گئی؟ باقی ساری مخلوق کچھ کہے' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ آپ

دنیا سے غرض نہ رکھیں۔ یہ تو وہ بات ہوئی کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ مجھے تو آپ نے پھانسی لگانا ہی ہے لیکن میری ایک آرزو ہے کہ میرے چار پانچ دوست بھی پھانسی ساتھ لگا دیں۔ یہ تو کوئی بات نہ بنی کہ چار پانچ دوست پھانسی لگ جائیں گے۔ تو پھر آپ خوش ہو جائیں گے۔ بات یہ ہے کہ وہ پھانسی لگیں یا نہ لگیں آپ کو اس سے غرض کوئی نہیں ہونی چاہیے' آپ نے صرف اپنی منزل بچانی ہے۔ اس کی وہ جانے۔

اوہدی او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

اس کی وہ جانے' اس نے ہی شر کو پیدا کیا مگر آپ کہتے ہیں کہ شر کو پیدا نہ کرتا تو ٹھیک ہی تھا' وہ خود ہی انسان کو یتیم کرتا ہے اور باقیوں سے کہتا ہے کہ اس کی مدد کرو۔ ایک دفعہ ایک بندے نے اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا کہ یا اللہ تو اس بچے کو یتیم ہی نہ کر تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خبردار! تم یہاں سے Get Out ہو جاؤ' نکل جاؤ۔ تو وہ لوگوں کو بار بار یتیم بنائے گا اور آپ سے کیا کہے گا؟ کہ یتیم کی مدد کرو' وہ خود غریب بنائے گا اور آپ سے کہے گا کہ غریب کی مدد کرو۔ یہ کیوں ہے؟ یہ راز مت پوچھنا کیونکہ یہ راز کی بات ہے! آپ کا کام کیا ہے کہ اس کی مدد کر دیں اور اللہ کا حکم مانتے جائیں۔ جو سوال پیدا کرتا ہے وہی جواب بھی عطا فرمائے گا۔ آپ اپنا ارادہ اللہ کی طرف رکھیں۔

سوال :۔

تو کیا ہم دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف چلے جائیں؟

جواب :۔

دنیا کو آپ نے چھوڑنا نہیں ہے' صرف اس کے حکم پر چلنا ہے کہ یہ اس کا حکم ہے کہ تو یہ کام کر۔ دنیا ڈائریکٹ آپ پر اثر نہیں کرے گی۔ یہ نکتہ آپ سمجھ لیں تو پھر آپ کو بہت سمجھ آ جائے گی۔ یعنی کہ حقوق العباد جو ہیں وہ حقوق العباد نہیں ہیں بلکہ وہ حقوق اللہ ہیں۔ اگر اللہ کہے تو والدین کی خدمت کرو

If he says you serve your parents اور یہ Fact ہے اور وہ کہے کہ ان کو مار دیا کرو تو آپ مار دیا کرو۔ تو اللہ کے حکم سے دنیا کے کام ابھی اس کے کام ہیں۔ امید ہے آپ کو اب بات سمجھ آ گئی ہو گی۔

سوال :۔

کیا اللہ تعالیٰ کے احکام کا تجزیہ ہو سکتا ہے اور انہیں لوگوں پر کیسے نافذ کیا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ تجزیہ نہ کرو بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ڈائریکٹ اس سے بات کرو۔ کیا آپ کا کوئی ایسا خیال ہے جس میں ورلڈ حائل ہو گئی ہو' آپ ایسی کوئی ایک بات بتائیں یا کوئی ایک ایسی مثال دے دو جس میں آپ خدا کے سامنے یہ کہہ سکیں کہ تیرے راستے میں ورلڈ حائل ہو گئی تھی۔ اس نے آپ سے نوکری میں پروموشن کا تو نہیں کہا ہے' اس نے تو رزق کا کہا ہے کہ آپ رزق حلال تلاش کرو اور واپس گھر آ جاؤ' اس کا طریقہ بھی ڈائریکٹ اس نے بنا دیا ہے۔ آپ

صرف اس کی طرف رجوع کر کے دیکھیں تو وہ آپ کو بہت کچھ دے گا۔ اب اس نے تو کہا ہے کہ بچوں کو پالو' تو آپ نہ بچوں پر خود عذاب بنو اور نہ ان کو عذاب بناؤ۔ اس نے فرمایا ہے کہ پرورش کرنا فرض ہے۔

آپ بچوں کے کان میں تو یہ باتیں کرتے ہیں کہ مسجد سے بچنا' خدا سے بچنا' کہیں کوئی اللہ والا تمہارے پاس نہ آ جائے' اگر آ جائے تو وہاں سے بھاگ کر بچ جانا' ہم تو بڑے پریشان ہیں کہ ہم لوگ تو قابو آ گئے ہیں' کبھی داتا صاحبؒ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی واصف صاحبؒ پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں اور کبھی خدا پکڑ لیتا ہے۔ آپ نے خدا کا کیا کہنا مانا ہے' اس نے کہا تھا کہ بندوں کو پالو' اس نے کہا تھا کہ میں نے پیسے دئے رزق میں نے دیا' اتھارٹی اور مرتبہ میں نے دیا کہ آپ بچوں کو پالو اور آپ بچوں کو پہلی بات یہ سکھاتے ہیں کہ خدا سے بچو' یہ آپ نے کیا بات کر دی ہے۔ یہ تو برا حکم ہے۔ آپ خدا سے ڈائریکٹ رابطہ کریں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ علم تو وہی پرانا ہے اور شکر کرو کہ شریعت بھی وہی ہے اور اسے Change نہیں کرنا ہے اور ہم آپ کو یہ ایک بات بتا رہے ہیں کہ اس میں تبدیلی نہ کرنا مثلاً" یہ کہ آپ اللہ سے ڈائریکٹ رابطہ رکھو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ مگر سلسلہ وہی پرانا ہے۔ اب پیر صاحب نے دین تو تبدیل نہیں کرنا ہے کیونکہ یہ تو فائنل بات ہے اور یہ حکم تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ نماز بھی ہو گی' زکوٰۃ بھی دینی ہو گی اور سارے واقعات کرنے پڑیں گے۔ آپ محبت کا طریقہ اختیار کریں' اول اور مقدم محبت خدا کی ہے اور درمیان میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جو محبوب سے جا کر یہ کہتا ہے کہ ہم پورے ٹائم پر

آجاتے لیکن راستے میں مجبوری تھی' مصیبت آگئی تھی' تو اس سے جھوٹا بندہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ تو محبوب کے ساتھ مجبوری کی بات بھی کیا بات ہے اور آپ تو محبوبوں کے محبوب' خالق کائنات کے محبوبؐ کو بھی مجبوریاں بتاتے ہیں' معذرتیں بتاتے ہیں' اللہ وہ دیکھ رہا ہے جو آپ کر رہے ہیں اور آپ اس جگہ اپنی کہانی سنا رہے ہیں اور وہ بھی جھوٹی کہانی سنا رہے ہیں۔ وہ تو دیکھ رہا ہے He is seeing it یا یوں کہو کہ جو آپ نے بات بتائی ہے کہ جی ہم وہاں گئے' پھر وہاں سے وہاں گئے تو اگر وہ جاننے والا اصلی بات بتا دے کہ آپ یہ دیکھو کہ آپ کہاں کہاں گئے تھے اور وہاں یہ ہوا' وہ ہوا' تو پھر آپ کے پلے کیا رہ جائے گا۔ مگر آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ آپ نے کچھ اور بتانا ہے اور انہوں نے کچھ اور دکھا دینا ہے کہ یہ آپ ہی ہو ناں' تو پھر آپ یہ دیکھیں گے کہ آپ کے اعضاء و جوارح بولتے جائیں گے اور پھر آپ خود دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ پھر آپ کی ساری گپیں رہ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بولو یہ تم ہی ہو' اس واقعے کے پیچھے Behind the fact تم ہی ہو تو آپ کہو گے کہ یہ ہم ہیں۔ تو پھر وہ فرمائے گا کہ تم وہاں کیا کر رہے تھے جب کہ تم کہتے ہو کہ میں وہاں نہیں تھا۔ آپ کتنی ہی مرتبہ جھوٹ بولتے ہیں اور اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے اور اللہ پھر بھی معاف ہی کر دے گا۔ اس لیے آپ یہ مہربانی کریں کہ اللہ کے ساتھ معذرت نہ کرنا کہ تیری دنیا نے مجھے آنے نہ دیا اور یہ کہ تیری دنیا میں کچھ نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ دنیا نے میرا کام نہ ہونے دیا تو وہ صرف ایک جگہ پر بیٹھا ہے اور اس جگہ کے علاوہ وہ ساری دنیا کو چھوڑ

دیتا ہے۔ باقی کی دنیا اس نے کیوں چھوڑی ہوئی ہے' وہ یہ چھوڑنا جانتا ہے اور وہ بس اتنی چیز کو چھوڑنا جانتا ہے۔ آپ بھی اگر یہ سیکھ لیں تو سارا کام آسان ہو جائے گا۔ حالانکہ اس سے پہلے بے شمار چیزیں آپ نے چھوڑی ہوئی ہیں' جس نے ایک چیز کو پکڑا ہوا ہے' اس نے بھی تو کئی چیزیں چھوڑی ہوئی ہیں۔ اگر آپ ایک چھوٹی سی چیز کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ خوش ہو جاتا ہے۔ جس کو میں دل کی بات قریب ہو کر کروں گا اور پوچھوں گا کہ زندگی کے دکھ سکھ بتاؤ تو وہ صرف دکھ ہی بتائے گا اور سکھ کی بات نہیں کرے گا۔ پھر کہے گا کہ سکھ کا زمانہ ہم نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ آپ سکھ کے زمانے کیسے دیکھ سکتے ہیں' آپ کے لیے تو سکھ کے زمانے یا تو گزر گئے یا آئے ہی نہیں ہیں۔ ہر آدمی یہ کہتا ہے کہ اچھے دن یا ابھی آئے نہیں یا پھر گزر گئے ہیں اور ہم مر مر کے جی رہے ہیں اور جی جی کے مر رہے ہیں' بس ہم برداشت کر رہے ہیں' اس شخص نے ہمیں بڑی تکلیف دی ہے جس نے ہمیں راحت دینے کا وعدہ کیا تھا' بلکہ سارے انسان بڑے پریشان ہیں۔ تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی برداشت کا نام ہے اور ہم اس کو برداشت کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ ایک راستے پر چلتے ہیں تو دوسرا راستہ بولنے لگ جاتا ہے کہ مجھے کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو' تو جب آپ پلٹ کر دیکھتے ہیں تو کبھی یہ رہ جاتا ہے اور کبھی وہ رہ جاتا ہے' اور پھر کہتے ہیں کہ جو ہم نے حاصل کرنا چاہا وہ ہاتھ سے نکل گیا' آدھی زندگی گزر گئی ہے بلکہ ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ مگر زندگی ابھی ہاتھ سے نہیں نکلی بلکہ آپ اپنے آپ کو اپنے ہاتھ میں رکھیں' اڑنے والی چیز نے اڑنا ہی ہے اور جانے والی چیز کو جانے دو'

آپ اور خدا' دو طاقتیں قائم ہیں آپ اللہ کو راضی کر لو اور بندے کی رضا چھوڑ دو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ آپ بندے کی رضا بھی چھوڑ دیں اور بندوں سے ناراض ہونا بھی چھوڑ دیں' اور آپ میری یہ ایک چھوٹی سی نصیحت مان لیں کہ بندوں کو ناراض کرنا چھوڑ دو اور بندوں کو راضی کرنا بھی چھوڑ دو اور صرف اللہ کو راضی کر لو۔ یعنی اللہ جس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا حکم دے اس سے تعلق بنا لو اور جہاں سے وہ روکے آپ رک جاؤ۔ بس آپ یہ کرتے جائیں۔

سوال :۔

اگر بندے پھر بھی ناراض ہوں تو کیا کیا جائے؟

جواب :۔

بندے ناراض کیوں ہوں گے' ہم تو Deputed لوگ ہیں' ہم تو اللہ کی طرف سے ہیں۔ اللہ کو یہ نہ کہنا کہ میں تو اسے بڑا سمجھاتا ہوں لیکن یہ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اللہ نے یہ نہیں کہا کہ ناراض ہو کر آ جانا۔ اگر لوگوں نے سر پر پتھر مارے تو اگر وہ اللہ کو یہ بتائے گا کہ یا اللہ آج تیرے راستے میں مجھے یہ پتھر لگے ہیں تو اللہ کہے گا کہ پتھر لگنے دو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن میرے بندے کو نہ چھیڑنا۔ پھر آپ یہ نہ کہنا کہ آپ پتھر مارنے والے کا بتائیں تو میں پھر اس کا سر پھوڑ کر رکھ دوں گا' ایسا نہیں کرنا ہے۔ تو اللہ کے نام پر چلنے والے لوگ ہر چیز کو اللہ ہی کی طرف سے منسوب سمجھتے ہیں کہ نیکی بھی اللہ کی طرف سے آئی ہے اور بدی بھی اللہ کی طرف سے آئی ہے' جزا بھی ادھر سے آئی ہے اور سزا

بھی ادھر سے آئی' خوشی بھی ادھر سے آئی اور غم بھی ادھر سے آ گیا۔ آپ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں آیا۔ ایسا کبھی نہیں کہنا بلکہ یہ کہنا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے آتی ہے اور یہ سب کچھ وہی اللہ بھیج رہا ہے۔ تو یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے آ رہا ہے بشرطیکہ آپ اللہ والے ہوں۔ تو آپ اللہ سے معافی مانگا کریں' نماز پڑھ لیا کریں' دعا کریں اور دنیا کا کاروبار بھی چلنے دیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ کسی کام کے لیے خدا کو اور نماز کو چھوڑ دیں۔ پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ کی گھڑی چھن جائے گی یا آپ پھینک دیں گے اور خالی ہاتھ واپس آ جائیں گے۔ یوں بیٹھے بیٹھے وقت ختم ہو جائے گا۔ وہ پہلا وقت اچھا تھا جب لوگوں میں خدا کا نام بھی تھا' عمر بھی زیادہ ہوتی تھی۔ وہ اچھے زمانے تھے' آپ اس زمانے کو نہ چھوڑیں باقی سب کائنات کو بے شک چھوڑ دیں حالانکہ کائنات بھی آپ کو حاصل رہے گی کیونکہ کائنات کہیں پر جاتی نہیں ہے۔ یہاں میں آپ کے لیے ایک ترجیح کی بات کر رہا ہوں کہ آپ کس چیز کو یا بات کو کس بات پر Preference دیں یا Priority دیں۔ اگر آپ لوگ اپنی Priority اللہ کر دیں تو اگر آپ کا مسئلہ حل نہ ہو تو میں ذمہ دار ہوں۔ تو آج آپ کے اور میرے درمیان فیصلہ ہو گیا کہ جہاں مشکل وقت آیا یا جہاں مشکل آئی تو ہماری Priority اللہ ہو گی اور اگر کچھ جدا ہو گیا تب بھی آپ کی Priority اللہ ہونی چاہیئے۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ آپ لوگ اپنی Priority کے وقت اللہ کو چھوڑ دیتے ہو کہ ہم اللہ سے معذرت کر لیں گے بلکہ ایسا ہونا ہی نہیں چاہیئے' آپ اپنی Priority اللہ کو قائم رکھیں اور اس سے آپ پہلے اپنی Clearance

لے لیں' صاف ہو جائیں' پھر کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔ پھر جو دوست آپ کو خدا سے دور کرے گا وہ دوست نہیں کہلائے گا کیونکہ آپ کی Priority اللہ ہے اور دوست وہ ہے جو اللہ سے دور کر رہا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پرانے عبادت گزار یعنی شیطان کو انسان کی خاطر راندۂ درگاہ قرار دیا کہ اس نے انسان کو سجدہ نہیں کیا' صرف اسی بات پر اس نے اپنے مقرّب کو معتوب قرار دے دیا اور کہا کہ چلو بھاگ جاؤ اور اللہ بہت افسوس کے ساتھ فرماتا ہے کہ یہی انسان' شیطان کے لیے مجھے چھوڑ رہا ہے۔ تو یہ فیصلہ اللہ نے خود دیا ہے' اس نے بتایا ہے کہ اس طرح زندگی سے دوسری چیزوں کو نکالا جاتا ہے۔ انسان اللہ کو پسند ہے اور اشرف المخلوقات ہے' وہ کہتا ہے کہ یہ میری پسند کا انسان ہے اور شیطان بڑا پرانا' قدیم ہے لیکن اللہ نے اس قدیم کو نکال دیا کیونکہ وہ اللہ کی پسند کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ تو بات یہ ہے کہ آپ اس طرح کر کے دکھائیں اور آپ لوگ یہ بالکل نہیں کرتے بلکہ اس میدان میں تو آپ لوگ بالکل ہی شکست کھا گئے ہیں۔ آپ لوگ بھی اپنی زندگی سے اس شیطان کو نکالو کیونکہ اللہ نے آپ کی خاطر' انسان کی خاطر اسے اپنی بارگاہ سے نکالا ہے۔ تو اب آپ لوگ اللہ کی خاطر کچھ تو کریں۔ آپ لوگ تو شیطان کی خاطر اللہ کو چھوڑ دیتے ہو لیکن آپ کی Priority اللہ ہونی چاہیے۔ یہ آپ کی طرف سے پکی بات ہونی چاہیے۔ اب آپ لوگ ہی بتائیں کہ کیا پھر کوئی ایسا سوال ہے جو باقی بچا ہو اور پھر مشکلات کا کوئی جواز باقی رہتا ہے۔ اگر ہے تو آپ لوگ بتائیں۔

سوال :۔

ایک خیال آتا ہے کہ یہ باتیں جو ہم اس عمر میں سن رہے ہیں اگر یہی گفتگو، محفل ہمیں کچھ عرصہ پہلے نصیب ہو جاتی تو شاید ہماری زندگی کچھ اور ہوتی۔

جواب :۔

آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ماں باپ کوئی اور ہوتے تو کیا ہوتا؟ یہ نہیں ہو سکتا! آپ ان ماں باپ کے علاوہ اگر ماں باپ مانگو تو یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو اٹل ہیں، آپ کا مقدر ہیں جو لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے At their proper time تو تمام کام اپنے مقرر شدہ وقت پر ہوں گے۔ نہ آپ وقت سے پہلے مر سکتے ہیں اور نہ آپ وقت کے بعد زندہ رہ سکتے ہیں کیونکہ یہ اللہ نے لکھ دیا ہے۔ وقت سے پہلے آپ کو عرفان نہیں مل سکتا۔ اگر آپ دو مہینے پہلے مجھے مل جاتے یا آپ چار مہینے بعد پیدا ہوتے تو بھی یہی ہونا تھا۔ آپ لوگ کبھی کبھی بچوں جیسی باتیں کرتے ہیں یعنی مفروضے اختیار کرتے ہیں۔ تو ایسا کب ہوتا ہے؟ یہ تب ہوتا ہے جب انسان کے پاس وقت زیادہ ہو، تو پھر آپ اس طرح کی کہانی بناتے ہیں کہ اگر گھوڑے گدھے بن جائیں تو گھوڑے کدھر جائیں گے، اگر مچھلی پہاڑوں پر چڑھ جائے تو دریا میں کیسے ہو گی؟ آپ لوگوں کو اتنی بات معلوم نہیں ہو رہی ہے کہ ہر چیز نے اپنے مقررہ وقت پر پیدا ہونا اور پھر مقررہ وقت پر چلے جانا ہے اور جو واقعہ سوموار کو ہونا ہے، وہ منگل کو نہیں ہو گا۔ آپ لوگوں کو اب تو یہ بات سمجھ آ جانی چاہیئے۔

سوال :۔

سر یہ بھی تو ذمہ داری کا حصہ ہے کہ مجھے نتائج سے پہلے کچھ احساس ہے۔

جواب :۔

آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو اس وقت کے ضائع ہونے کا احساس ہے جو آپ اس سے پہلے ضائع کر بیٹھے ہیں' تو یہ اور بات ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اف اللہ! Oh God ہم نے اس سے پہلے کیا ضائع کیا ہے۔ لیکن آپ کہیں کہ Oh thanks God اللہ کا شکر ہے کہ اس کے باوجود ہماری آنکھ آپ نے کھول دی۔ آنکھ نہ کھلنے کا گلہ کرنے کی بجائے آنکھ کھلنے کا شکر ادا کرو اور دعا کرو جو بیت گیا اس کو چھوڑو' جو ہو رہا ہے اس کو دیکھو۔

سوال :۔

ہم اس مشینی زندگی میں اتنے مصروف ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز کی خبر نہیں رہتی۔ تو ایسی صورت حال سے نکلنے کے لیے کیا کریں؟

جواب :۔

آپ اپنے آپ کو دانا بنا کر یہ پوچھتے ہیں کہ ہم تو نکلنا چاہتے ہیں لیکن نکل نہیں سکتے۔ یہ کیا بات ہوئی۔ اگر آپ کی Priority ' ترجیح اللہ ہے تو آپ اس سٹیج سے نکل سکتے ہیں جہاں آپ لوگ Almost' تقریباً" سوئے پڑے ہیں یعنی آپ اپنے مشاغل میں مصروف ہیں اور آپ اب اس سٹیج کو وہ سٹیج بنانا چاہتے ہیں' تو اگر آپ کی Priority ' ترجیح

اللہ ہے تو وہاں پر جو آپ کی ساری Activity ہے' دنیا کے لیے کوشش جو ہے وہ ساری کی ساری Useless ہے' بے کار ہے۔ یعنی یہ جو آپ کام کر رہے ہیں اس کام کرنے کا جواز کوئی نہیں ہے بلکہ وہ کام بغیر جواز کے ہے کیونکہ اس کی اتنی ضرورت ہی نہیں ہے۔ یہ جو آپ چوبیس گھنٹوں میں اٹھارہ گھنٹے مصروف ہیں تو آپ کے اس میں سے چار گھنٹے ایسے ہوں گے کہ جن میں آپ بیکار کام کر رہے تھے۔ اگر آپ ایک چیز ایک دفعہ گن چکے ہیں تو پھر اس گنی ہوئی چیز کو دوبارہ گننا کہاں کی دانائی ہے۔ یہ تو ایسے ہے جیسے ایک ایسا غم جس پر آپ رو چکے ہیں' اب اس غم پر دوبارہ رونا ہو تو یہ بیکار ہے۔ آپ لوگ کم از کم وہ چیز تو چھوڑ دیں جو آپ Repeat کرتے ہیں' دہراتے ہیں اور ایسی ہر چیز سے انسان کو نکل جانا چاہیئے۔ اگر انسان اس کو اپنے خیال میں Repeat نہ کرے' نہ دہرائے تو جو چیز آپ کر چکے ہیں اسے بھول جائیں' Done کو Done ہی رہنے دیں اور اس کو آپ مت کھولیں۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ اگر آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو آپ صرف الارم لگا دو' کسی ایسے انسان کو' Companion کو تلاش کر لو جو تھوڑا بیدار ہو' اسے کہو کہ ذرا مجھے اٹھا دینا۔

اس وقت مجھے چونکا دینا جب رنگ پہ محفل آ جائے

تو وہ آپ کو چونکا دے گا۔ تو آپ کا کوئی جذبہ' کوئی خیال' کوئی انسان' کوئی ساتھی یا کوئی صاحبِ نصیب ایسا ہونا چاہیے جو آپ کو اس وقت چونکا دے جب محفل رنگ پہ آ چکی ہو۔ تو وہ آپ کو اس وقت جگا دے گا اور یہ شخص صاحبِ نصیب ہوتا ہے' یہ رفیقِ طریق یعنی

Companion ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کے گلے میں تعویذ لٹکا دو تاکہ اس پر نشان لگ جائے' جس طرح سرکاری مہروالا ہوتا ہے کہ جب کسی زمانے میں گرفتاریاں ہو رہی ہوں تو اس سرکاری مہر والے کو کوئی نہیں پکڑتا۔ تو جو چیز اپنے ساتھی' Companion کی طرف نہیں جا رہی وہ چیز آپ کو بھی ادھر نہیں لے جائے گی اور جو چیز اسے ساتھی کے قریب لے کر جا رہی ہے وہ آپ کو بھی اس کے قریب لے جائے گی۔ اگر کسی نے آپ کو اپنی طرف سے بخشش کی یا بچ جانے کی سند دے دی تو پھر کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ Create ہو گا' پیدا ہو جائے گا کہ آپ کا جو نیند کا عالم ہے وہ پھر نیند کا عالم نہیں رہے گا یعنی آپ کا اگر نمبر لگا دیا' آپ کی پیشانی پر خاص چیز لکھ دی تو اب وہ پیشانی بد بختی میں نہیں جا سکتی۔ پھر وہ آپ کی نیند' غفلت یا زیادہ مصروفیت کی بد بختی کو مٹا دیتا ہے۔ تو آپ لوگ کسی جاننے والے سے اپنے آپ کو خوش قسمت کہلوا لیں تو پھر آپ لوگ ضرور خوش قسمت ہو جائیں گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی جاننے والے سے اپنے حق میں بہتر الفاظ کہلوا لیں' تو پھر آپ لوگ بچ جائیں گے' پھر ایسے شخص کو کوئی بھی نہیں چھیڑتا حتیٰ کہ ابلیس بھی نہیں چھیڑتا۔ نوے فی صد لوگ جو شیطان سے بچے ہوئے ہیں' یہ اپنی ہمت سے نہیں بچے ہوئے بلکہ ان پر مہربانی ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ویسے ہی بچ جاتے ہیں کہ ان کو پیدائشی معصوم رکھا گیا ہوتا ہے۔ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے پیدا کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں دنیا کا خیال ہی نہیں ہے۔ لوگ ان سے کہتے ہیں کہ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ شہر میں بڑے بڑے فنکار ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کا خیال

نہیں ہے' پرواہ نہیں ہے۔ ان کو بدی کا خیال ہی نہیں رہتا ہے۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ خود ہی پیدا کرتا ہے۔ تو پیدائشی طور پر کچھ لوگ اچھے ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے مثلاً" بدی کے بازار سے ایک لڑکا گزر رہا ہے تو اگر اس کے والد صاحب کو اس کے ساتھ بھیج دیں تو پھر وہ کچھ نہیں کرے گا۔ تو اس طرح اس کی کہے بغیر اصلاح ہو جائے گی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر نیک بندہ ساتھ ہو جائے تو بدی کے مواقع بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ یہاں ایک اور بات بڑے غور والی ہے اور اگر یہ یاد رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتری آ جائے گی۔ میں نے اس واقعے کو خود دیکھا کہ ایک آدمی ایک ایسی محفل میں چلا گیا جہاں پر قوالی ہو رہی تھی' بہت سارے لوگ قوالی سن رہے تھے' پیر صاحب مجذوب تھے اور قوالی سن رہے تھے اور وہ ایسے مجذوب تھے کہ کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ وہ شخص محفل کے باہر بیٹھا تھا۔ تو پیر صاحب نے قوالی کے دوران آواز دی کہ وہ جو آدمی ہے اسے اندر لے آؤ۔ مریدوں نے اس شخص سے کہا کہ پیر صاحب آپ کو اندر بلا رہے ہیں تو اس شخص نے کہا کہ مجھے بلا رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ہی کو بلا رہے ہیں۔ تو وہ چلا گیا۔ جب قریب پہنچا تو جوتے اتارنے لگا' پیر صاحب نے کہا کہ آپ ایسے ہی آ جاؤ۔ وہ تو ایسی محفل تھی کہ اس محفل میں بغیر وضو کے کوئی نہیں بیٹھتا تھا مگر اس سے پیر صاحب نے فرمایا کہ آپ جوتوں سمیت ہی آ جاؤ' تو وہ شخص گھبرایا' رویا اور پیچھے جانے لگا۔ تب پیر صاحب نے کہا کہ ادھر آؤ' تو خیر وہ آ گیا۔ تو پیر صاحب کے مرید بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے کہ یہ سب کیا ہے۔ کچھ دیر کے

بعد وہ شخص چلا گیا تو پھر مریدوں نے پیر صاحب سے کہا کہ یہ تو اس علاقے کا مشہور و معروف غنڈہ ہے اور اس کے کھانے پینے کے مشاغل بھی غلط ہیں اور اس وقت بھی اس نے خوب غلط چیزیں کھائی اور پی ہوئی تھیں تو پیر صاحب نے مریدوں سے فرمایا کہ آپ لوگ پریشان نہ ہوں کیونکہ یہ آدمی جہاں سے آیا ہے وہاں سے سوائے نصیب والے کے دوسرا کوئی نہیں آ سکتا۔ اس کا نام غنڈہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس کو خود اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کیونکہ اور کوئی وہاں سے نہیں آ سکتا اور یہاں پر آنا اس کے بس کی بات بھی نہیں ہے۔ حالانکہ اس نے شراب پی رکھی تھی اور وہ پریشان حال تھا تو ایسے بندے سے پیر صاحب نے کہا کہ ادھر میرے پاس آؤ اور فٹافٹ ہی آ جاؤ۔ تو اس وقت یہ شخص جہاں سے آیا وہاں سے سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی نہیں آ سکتا۔ وہاں تو بڑے بڑے صوفی بہک جاتے ہیں' بھٹک جاتے ہیں' اس پر خدا کا فضل ہے اور خدا کا یہ فضل جو ہے وہ پیر صاحب کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس شخص کا استقبال کریں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کہانی ہے کہ آپ لوگ اللہ کے فضل کو تلاش کریں۔ تو یہ اللہ کا فضل ہی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کو بدی کے زمانے میں نیکی کا شعور حاصل ہو۔ جس کو نیند کے زمانے میں بیداری کی تمنا ہو تو یہ اللہ کا بڑا فضل ہے اور بہت بڑا فضل ہے۔ تو اللہ کے فضل کو دیکھنے کے لیے ہم پیغمبروں کی زندگی کو اسٹڈی کرتے ہیں کہ پیغمبروں کی دنیا میں کون سی اچھی بات ہے' کیا کیا واقعات ہیں' ان کی کیا کیا نیکیاں تھیں' نوح علیہ السلام کی زندگی میں کیا کیا واقعات رونما ہوئے' موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں کیا واقعات رونما

ہوئے اور پھر دوسرے پیغمبروں کی زندگی کے احوال اور واقعات دیکھتے ہیں۔ اب جب ہم یوسف علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ دیکھتے ہیں تو اس میں دو تین خاص واقعات ہیں جیسے وہ کنوئیں میں اس وقت گرائے گئے جب وہ معصوم بچے تھے۔ اس سے پہلے تو انہیں بہت بڑا خواب دکھایا گیا وہ خواب یہ تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس القمر راینھم لی سجدین کہ میں نے دیکھا کہ شمس ہے قمر ہے اور گیارہ ستارے ہیں اور وہ میرے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام سے ان کے باپ نے کہا کہ بیٹا یہ خواب کسی اور کو نہ بتانا کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ ہو جائے ان الشیطن للانسان عدو مبین اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ خواب سننے والے سن گئے اور اس خواب کی تعبیر بھائیوں نے خود ہی نکال دی کہ گیارہ ستارے ہم لوگ ہیں یعنی گیارہ بھائی ہیں اور شمس' قمر ہمارے والدین ہیں اور یوسف علیہ السلام کو اتنا عروج ملے گا کہ وہ سارے ان کے تابع فرمان ہوں گے اور یہ ضرور بادشاہ بنے گا۔ اس زمانے میں بادشاہ کے سامنے جھکنے کا رواج تھا۔ تو اس زمانے میں جو بھی بادشاہ ہوتا تھا' جب کوئی بھی اس کے دربار میں حاضر ہوتا تو ادب کے طور پر سجدہ کرتا تھا۔ اب یہاں پر آپ لوگ یہ باتیں نوٹ کرتے جاؤ کہ اب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اللہ کی منشاء کو توڑنے کے لیے سکیم بنائی' یہ خواب خدا کا منشاء ہے بلکہ اللہ کا فیصلہ ہے اور انسان اس فیصلے کو توڑنے کے لیے صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ وہ کیا توڑ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کام ہوتا ہی رہتا ہے۔ ان میں سے ایک بھائی کہتا ہے کہ اس کو قتل کر کے کہیں پھینک دیتے ہیں۔ پھر

ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی ہے اس کو کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دیتے ہیں۔ اب وہ سب کہنے لگے کہ یہ ٹھیک ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی سکیم کتنی کامیاب ہے اور وہ سکیم واقعی کارگر ہوتی ہے کیونکہ وہ اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کنوئیں میں پھینک کر گھر چلے گئے اور وہاں باپ سے جا کر کہا کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ پیغمبر ہیں لیکن پھر بھی شہر میں ہونے والے واقعے سے بے خبر ہیں اور پھر بھی انہوں نے پیغمبری کو نہیں چھوڑا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کبھی آپ کو اگر فقیری' درویشی مل جائے اور آپ کو دور کی نگاہ نہ ملے تو پھر بھی کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بس یہ بھی اس کا فضل ہے۔ آپ نے اللہ سے دور کی بات نہیں لینی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے کیا لینا ہے؟ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطاعت لینی ہے' آپ کا اطاعت کرنے سے کام ہے اور یہ کبھی نہ کہنا کہ نگاہ مل جائے' دور کی دعائیں مل جائیں۔ بے شمار ایسے پیغمبر ہیں جنہوں نے اپنی دعائیں منظور ہی نہیں کرائی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ تو آپ لوگ دور کی بات مت سوچیں۔ ایک ہی شہر میں باپ رو رہا ہے کہ میرا بیٹا کدھر چلا گیا حالانکہ اس شہر کے اندر بیٹا موجود ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہے' باپ بھی پیغمبر ہے اور وہ بیٹا بھی پیغمبر ہے۔ یہاں پر آپ لوگوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ لوگ سوچو اور یہ بات سوچنے والی ہے کہ ایک نیک بچہ ہے اور باقی بد بچے ہیں۔ پھر ایک قافلہ آیا' انہوں نے پانی لینے کے لیے کنوئیں میں ڈول لٹکایا تو اندر سے رونے کی آواز آئی۔ انہوں نے کہا

کہ اندر تو بچہ ہے۔ جب اس کو باہر نکالا دیکھا تو بچہ زندہ ہے اور بہت خوب صورت ہے' ایسا حسین کہ اس کے حسن کا چرچا اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے اور یوسف علیہ السلام تو نام ہی محبت کا ہے' خوب صورتی کا ہے' حسن کا ہے۔ جب باہر نکالا تو وہ بچہ بے تحاشہ رونے لگا۔ تو قافلے والوں نے کہا کہ اب تم کیوں روتے ہو' اب تو بچ گئے ہو' ہم نے کنوئیں سے نکال لیا ہے اور یہ سب کھانا پینا بھی حاضر ہے۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے بھائی یاد آ رہے ہیں' وہ کہاں چلے گئے ہیں؟ اب آپ ان بھائیوں کا کام بھی دیکھیں اور پھر ان کا کام بھی دیکھیں یعنی کہ برے نے بدی کی ہے اور نیک جو ہے وہ یاد کر رہا ہے' اپنی محبت میں بھائیوں کو یاد کر رہا ہے۔ اس نے نفرت کا ہنگامہ دیکھا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہنگامہ تھا اور کب محبت ٹوٹی اور کیا ہوا بلکہ یہ سب چھوڑ کر وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے میرے بھائی یاد آ رہے ہیں۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ محبت کرنے والے محبت کرتے جاتے ہیں اور یہ قطعی بات ہے۔ پھر یہاں سے قافلہ مصر گیا۔ آپ لوگ اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی ساری باتیں غور سے دیکھو کہ وہاں پر اس گھر میں جہاں پر یوسفؑ نے پہنچنا تھا جہاں مائی زلیخا صاحبہ اسے دعوتِ گناہ دیتی ہے تو پھر انہوں نے کوئی بات نہیں کی اور معصومیت سے دو لفظ کہے کہ قال معاذاللہ کہ ہم تو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے سارے واقعے میں بس یہی ایک فقرہ ہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو دعوتِ گناہ میں اتنی بات کہہ دینا کہ "میں اللہ سے ڈرتا ہوں" تو اتنی بات سے آپ کی بخشش سند یافتہ ہو جاتی ہے۔ یہ بات مستند ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ

السلام کی کوئی اور نیکی نہیں بتائی ہے بلکہ یہ کہا کہ دعوتِ گناہ ہے اور پھر آنے والے زمانے کے لیے آزمائشیں ہو رہی ہیں۔ تو اس وقت یوسف علیہ السلام نے صرف اتنا کہا کہ " قال معاذاللہ " کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ تو کسی بدی سے اس لیے گریز کر جانا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور اتنا پسند ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو اپنا پیغمبر بنا دیا۔

مصر میں کچھ عرصہ کے بعد قحط پڑنا تھا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیزِ مصر سے کہا کہ گندم ذخیرہ کر لیا جائے۔ یہ واقعہ عزیز مصر کے خواب دیکھنے کے بعد کا ہے۔ تو کچھ عرصہ کے بعد قحط پڑ گیا اور پھر قحط کی وجہ سے آپ کے بھائی غلہ لینے کے لیے آپ کے پاس آئے تو آپ نے انہیں پہچان لیا۔ لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے' انہیں گندم دی اور پوچھا کہ تمہارا کوئی اور بھائی بھی ہے؟ تو وہ سوچ میں پڑ گئے اور کہا کہ ہاں ہمارا ایک بھائی اور بھی ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی اور بھائی ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ اس کو تو بچپن میں کوئی بھیڑیا کھا گیا تھا۔ تو اس بات پر ان بھائیوں کا ماتھا ٹھنکا کہ اس میں کچھ ہے ضرور! حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا ایک چھوٹا بھائی تھا' وہ کدھر ہے؟ تو وہ پوچھنے لگے کہ آپ کو کس طرح یہ سب پتہ ہے؟ تو یوسف علیہ السلام کہنے لگے کہ خبریں پہنچتی رہتی ہیں' پھر فرمایا کہ تم لوگ جب اگلی بار آنا تو بن یامین کو لے کر آنا' تب تمہیں گندم ملے گی۔ اگلی دفعہ وہ بھائی اپنے بھائی بن یامین کو ساتھ لے آئے۔ جب وہ بھائی بن یامین کو اپنے باپ سے مانگ رہے تھے تو باپ نے کہا کہ اس کے

بھائی کو تم لوگوں نے برباد کر دیا بلکہ مار دیا' اب یہی میرے بڑھاپے کا سہارا ہے اب تم لوگ اس کو بھی مجھ سے چھین رہے ہو۔ پہلے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے حوالے کرتے وقت باپ نے کہا تھا کہ میں یوسف علیہ السلام کو تمہارے حوالے کرتا ہوں بلکہ تمہاری حفاظت میں دیتا ہوں' اب انہوں نے کہا کہ میں بن یامین کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ لوگ اس بات کو بھی یاد رکھنا اور یہ بات یاد بھی رکھنی چاہیے کہ اگر بندے کے حوالے کیا تو مایوسی ہے' لہٰذا اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرو۔ تو انہوں نے بن یامین کو اللہ کے حوالے کیا اور وہ ان کو لے کر چلے گئے اور پھر یوسف علیہ السلام نے ایک مصلحت کی کہ انہوں نے بن یامین کی گندم کی بوری میں ایک برتن رکھوا دیا اور اعلان کرا دیا کہ برتن چوری ہو گیا ہے۔ پھر جب وہ ان کی بوری سے برآمد ہوا تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اس چور کی یہ سزا ہے کہ وہ یہاں رہ جائے گا۔ اور بن یامین ان کے پاس رہ گئے۔ تب اس کو سارے راز و نیاز بتائے۔ بھائیوں نے کہا کہ جب ہم واپس جائیں گے تو پہلے ہی ہمارے والد صاحب ناراض ہیں کہ ہمارا بیٹا یوسف تم لوگوں نے گنوا دیا اور اب چھوٹے بیٹے کو بھی کہیں دے آئے ہو۔ بہرحال یوسفؑ نے کہا کہ آپ لوگ جاؤ اور اپنے ماں باپ کو بھی لے آؤ اور پھر باپ آیا' ماں آئی' سب نے سجدہ کیا اور پھر ملاقات ہو گئی۔ تو یہ یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر تھی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو فیصلہ کرتے ہیں وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے حصے میں نیکی لکھی ہوئی ہے تو پھر اس کو عمل میں بھی وہ لے کر آئے گا۔ یہ نہ ہو کہ آپ اس کو لینے کے

لیے خود ہی نکل پڑو اور پھر ایسا نہ ہو کہ شراب خانے میں ہی جان نکل جائے۔ تو داتا صاحبؒ نے بڑے راز کی بات فرمائی ہے کہ گناہ کے بعد توبہ کر لیا کرو اور ہمیشہ توبہ کر لیا کرو۔ یاد رہے کہ کہیں توبہ سے پہلے موت آ گئی تو گناہ میں موت آئے گی۔ تو بہتر یہ ہے کہ گناہ ہی چھوڑ دو۔ جس عالم سے بھی آپ گزرو اگر اس عالم میں موت آ جائے تو پھر آپ کا انجام وہی ہو گا۔ اس لیے جن لوگوں کے حصے میں اللہ تعالیٰ نے نیکی لکھی ہے وہ نیکی کرتے ہیں۔ میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں' Define کر رہا ہوں کہ بدی کا موقع ہونے کے باوجود جس نے یہ کہہ دیا کی میں بدی اس لیے نہیں کرتا کہ مجھے خدا کا خوف ہے تو آپ یہ سمجھو کہ وہ سرفراز ہو گیا۔ جو بدی کے موقع پر بدی کرنے سے باز رہا وہ اللہ والا ہو گیا' بس اتنا سارا وظیفہ ہے۔ یعنی بدی موجود ہے' ساتھ ہی آفر بھی موجود ہے اور پھر اس پر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ "قال معاذاللہ" یعنی میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو جس نے ایسا کر لیا آپ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا۔ تو جوانی میں اس طرح کی نیکی مل سکتی ہے' اس کا کوئی وظیفہ نہیں ہے' اور کچھ بھی نہیں کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے کہ آپ اس بد دنیا سے اللہ کے خوف کے سہارے نکل جاؤ۔ میں اگر بادشاہ ہوتا تو میں کبھی بھی شراب کو بند نہ کرتا کیونکہ اگر کوئی شخص بد نصیب ہے تو وہ بد نصیب ہی مر جائے گا اور اگر خوش نصیب ہو گا تو پھر بچ کر ہی نکل جائے گا۔ شراب پینے والے عام طور پر جھوٹے آدمی نہیں ہوتے اور وہ سچ بولتے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے منع فرما دیا ہے اس لیے منع ہو جانا ضروری ہے۔ تو ایک دفعہ ایک پیر صاحب

اپنے مرید سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو میں تمہیں بہشت میں ضرور لے جاؤں گا اگر اللہ تعالیٰ نے شراب پینے والوں کو بہشت میں جانے کا موقع دیا تو میں تمہیں ضرور لے جاؤں گا لیکن میرا خیال ہے کہ اللہ نے یہ نہیں دینا ہے کیونکہ وہ وہاں صرف نیک لوگوں کو بھیجے گا۔ لہٰذا مدعا یہ ہے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے کم از کم کسی ایک بدی کو چھوڑ دو۔ آپ لوگ کم از کم اپنے آپ پر اتنی مہربانی کرو کہ یہ چیز آپ جان جائیں اور کہیں کہ ہم یہ کام کر سکتے ہیں۔ تو آپ لوگ بدی کو چھوڑ دیں اور کہیں استغفراللہ' معاذاللہ! تو پھر آپ کو نیکی مل جائے گی۔ آپ لوگ اپنے آپ کے لیے دعا کروالیں تو نیکی مل جائے گی' آپ اپنے اچھے انجام کی توقع کریں تو آپ کو نیکی مل جائے گی اور غفلت ختم ہو جائے گی۔ آپ لوگ میری یہ بات یاد رکھنا کہ ہر علاقہ اللہ کا علاقہ ہے اور جہاں لوگ گاگا کر رزق کماتے ہیں تو وہاں بھی اللہ کے ولی موجود ہوتے ہیں' اس لیے ہر علاقہ اللہ کا علاقہ ہے اور ہر علاقے میں ولی اللہ ہوتا ہے۔ ہر بد علاقے میں بھی ولی اللہ بیٹھا ہوتا ہے اور وہ کوئی ایک آدھ لعل نکالتا رہتا ہے۔ جو لوگ بدی کے علاقے میں ہوتے ہیں تو اللہ ان میں سے اچھے لوگ نکالتا رہتا ہے۔ ایسے آدمی کو دیکھ کر ہی وہ کہتا ہے کہ تو یہاں کدھر آگیا ہے' وہ آگے سے کہتا ہے کہ یہ سارے آگئے ہیں تو میں بھی ادھر آگیا۔ تو بزرگ اسے کہتے ہیں کہ "ایسا نہیں ہے بلکہ وہ تو سارے ہیں ہی بد نصیب لیکن تو تو نیک دادے کا پوتا ہے یعنی نیک لوگوں کی تولاد ہے' اچھے خاندان کا چشم و چراغ ہے' تو تو "وہ" ہے' تو یہاں کدھر آگیا' یہ تو بیچارے سارے بدنصیب ہیں' یہاں تیرا کام نہیں ہے تو چل دوڑ'

تیرا وہ کام ہے"۔ تو وہ اس کو اس کی حقیقت سے آشنا کرا دیتے ہیں۔ لوگ اس سے پوچھتے ہیں کہ تجھے یہ فیض کہاں سے ملا ہے تو وہ آگے سے بتاتا ہے کہ مجھے وہاں گانے والے علاقے سے یہ سب فیض ملا ہے تو وہ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ وہاں پر کس طرح ملا؟ تو وہ کہتا ہے کہ آپ لوگ دیکھ لو' مجھے تو وہاں سے یہ سب ملا ہے اور دینے والے نے مجھے وہاں سے دیا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ دینے والا وہاں جا کر بھی دے دیتا ہے۔ آج آپ اس محفل کی بدولت اپنے آپ کو آپ ہی دینے والے بن جاؤ۔ آپ لوگ اپنی ایک بدی سے دل میں سچی توبہ کر لو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی اس بدی کو چھوڑتے ہیں اور آپ لوگ مجھے بتاؤ کہ توبہ کر لی ہے کہ ہم نے ایک بدی یہ چھوڑ دی ہے جو آپ میں غلطی سے موجود رہ گئی تھی' اس کو آپ ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا ہمارے ساتھ وعدہ کر لو' آپ لوگ اس کا اعلان بے شک نہ کرو لیکن دل میں تو تہیہ کر لو۔ میں آپ لوگوں سے بڑا پکا وعدہ لے رہا ہوں اور یہ بڑی مشکل بات ہے لیکن میں دعا کروں گا کہ آپ کو اس پر عمل درآمد کرنے کی طاقت ملے' اور یہ دعا کروں گا کہ آپ کو عافیت ملے۔ اگر آپ نے بدی کو نہ چھوڑا تو خدانخواستہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی اولادیں بھی وہ بدی نہ کر دیں' اس لیے آپ اپنے کو بچالیں۔ آپ نے کیا کرنا ہے؟ نیکی کرنی ہے' کس کی خاطر نیکی کرنی ہے؟ اپنی اولاد کی خاطر نیکی کرنی ہے تاکہ آپ کی اولاد آپ کو نیک سمجھے اور آپ کے خوف سے نیک رہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ آپ کی اولاد آپ کی عزت کرے اور وہ آپ کی وجہ سے نیک رہے۔ لہٰذا آپ نے اپنے آپ کو اس لیے نیک بنانا

ہے۔ اگر آپ اولاد کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا بری بات ہے تو وہ آگے سے کہیں گے کہ بابا آپ تو خود جھوٹ بولتے ہیں اور پھر پتہ نہیں کیا بولتے رہتے ہیں۔ اس طرح تو بیٹا اپنے باپ کو کھا جائے گا۔ تو آپ کے دل میں اللہ کے علاوہ اولاد کا بھی خوف ہونا چاہیے۔ ان کے سامنے کبھی جھوٹ نہ بولیں اور بدی نہ کریں۔ تو لوگ اس لیے بھی گناہ سے ڈرتے ہیں کہ اگر میں نے گناہ کیا تو میری اولاد بھی گناہ کرے گی۔ تو پھر آپ اپنی اولاد کو کس منہ سے روکیں گے کہ آپ گناہ نہ کرو بلکہ آپ تو اولاد کے سامنے بے بس ہوں گے۔ وہ کہیں گے بابا ہم نے تو وہی کیا ہے جو آپ خود کرتے تھے' اب آپ ہمارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ کام نہیں کیا تو اولاد کو کہہ سکتے ہیں کہ تم نے یہ کام کس طرح کیا ہے۔ پھر تو آپ اسے اڑا کے رکھ دیں گے۔

اڑا کے جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

لہٰذا بدی نہیں کرنی ہے۔ بدی نہ کرنے سے طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور آپ کے اندر بادشاہت پیدا ہو جائے گی۔ اپنے آپ کو بدی سے روکنے سے بھی بادشاہت پیدا ہوتی ہے۔ سب سے بڑا وظیفہ کیا ہے؟ اپنے آپ کو روکنا اور نفس کی مخالفت کرنا۔ اس سے بے شمار جہان آپ کے تابع ہو جاتے ہیں۔ آپ کو کھانے کی خواہش ہو رہی ہے تو آپ اپنے جسم کو روکو' نفس کو روکو کہ ہم نے کھانا نہیں کھانا ہے۔ پھر اگر ایک خواہش آ گئی تو آپ نے خواہش کو روکا بلکہ اس کے برعکس چل پڑے تو اس سے آپ کے اندر ایک ایسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے جو آپ

کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے قریب لے جاتی ہے۔ خواہشِ نفس کو روکنا' ترک کرنا بہت بڑی طاقت ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل کے قریب لے جاتی ہے۔ اور یہ عرفان کی طاقت ہے' ایک آدمی مرغن غذا کھا رہا تھا' اس کے بزرگ وہاں پہنچے اور انہوں نے پوچھا کہ ہم تو تجھے ترک کی بات کرتے ہیں اور تو یہ کیا کھا رہا ہے۔ کہنے لگا کہ آج نفس نے کہا ہے کہ مرغا نہیں کھانا ہے تو میں نے کہا کہ میں آج تجھے کھلا کر چھوڑوں گا' کیونکہ مجھے نفس کی مخالفت کرنی تھی اس لیے میں ایسا کر رہا ہوں۔ تو پیر صاحب نے کہا کہ ایسا نہیں کرنا کہ نفس کی مخالفت شروع کر دو بلکہ آپ اپنے نفس کو روکو' جب وہ آپ کو بدی کے قریب لے جائے تو آپ اس وقت اس کو روکو۔ اللہ راضی ہو جائے گا۔ ایک پیغمبر کی زندگی میں صرف ایک ہی واقعہ ہے کہ وہ بدی کی دعوت میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے باز رہے' تو اتنی سی بات پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ خدا تو بچوں کی طرح راضی ہو جاتا ہے اور اگر آپ مکر و فریب کرو گے تو وہ تو پھر اللہ ہے واللہ خیر المٰکرین وہ تو آپ کی تدبیروں کو اڑا کے رکھ دے گا۔ وہ غار پر ایسا جالا بنائے گا کہ ساری دنیا حیران پریشان ہو جائے گی کہ اس غار کے اندر کون ہو سکتا ہے اور ساری بات وہیں تو تھی۔ اور وہ کمزور جالا اللہ تعالیٰ نے قوی دلیل بنا کر کھڑا کر دیا کہ بتاؤ کیا بات ہے؟ بس آپ لوگ اللہ کے ساتھ دانائی نہ کرنا' آپ سیدھا سادا مان لینا کہ بس غلطی ہو گئی ہے' مجھے معافی عطا فرمائی جائے' سرکار معافی دے دیں' تو اللہ سے معافی مانگ لیں۔ یہ کبھی نہ کہنا کہ جی حالات ہی ایسے تھے' میں وہاں پر کیا کرتا' اور میری حیثیت ہی کیا تھی۔

اب آپ دعا کریں۔ تو آپ لوگوں کے لیے دعا کیا ہے؟ آپ کہیں کہ آج تک کیے جانے والے یا ہونے والے یا سرزد ہونے والے گناہوں سے میں توبہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ التجا ہے کہ ہم تیرے راستے پر چلنے کے لیے تیار ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنا راستہ دکھا' اس کا شعور عطا فرما' اس راستے کے ساتھی عطا فرما اور اس راستے کی دستک دینے والوں' آواز لگانے والوں' صدا دینے والوں کا ساتھ دینے اور اطاعت کرنے کا ہمیں حوصلہ دے' جرات و ہمت عطا فرما۔ یا اللہ ہماری زندگی اسلام کے کام آئے' ہماری زندگی وطن کے کام آئے' یا اللہ ہمیں اس کام میں لگا جس سے تو راضی اور تیرا محبوب پاکؐ راضی ہو۔ یا اللہ ہمیں خواہش کے دل فریب جال سے بچا اور ہمیں ایسے خیال سے بچا دے تاکہ ہم اس خوبصورت جال سے نجات پا سکیں۔ یا اللہ تو ہم پر مہربانی فرما۔ یا اللہ! تو ہمارے حال پر رحم فرما۔ ہم اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں تو ہی ہمیں بچا۔ ہم نے اپنے ساتھ دشمنی کی ہے' یا اللہ مہربانی فرما۔ رحم کرنے والے مہربان اللہ' ہم پر رحم فرما۔ یا اللہ ہمارے ماضی سے ہمیں معافی دے۔ یا اللہ ہمیں اچھا مستقبل دے اور ہمیں نیک سنگت دے' نیک خیالات دے۔ یا اللہ خیال کی ہماری دنیا آباد فرما۔ یا اللہ ہمارے حال کی دنیا بھی آباد فرما۔ یا اللہ ہمیں رزق حلال بھی دے اور بے شمار دے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ حبیبنا و شفیعنا سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

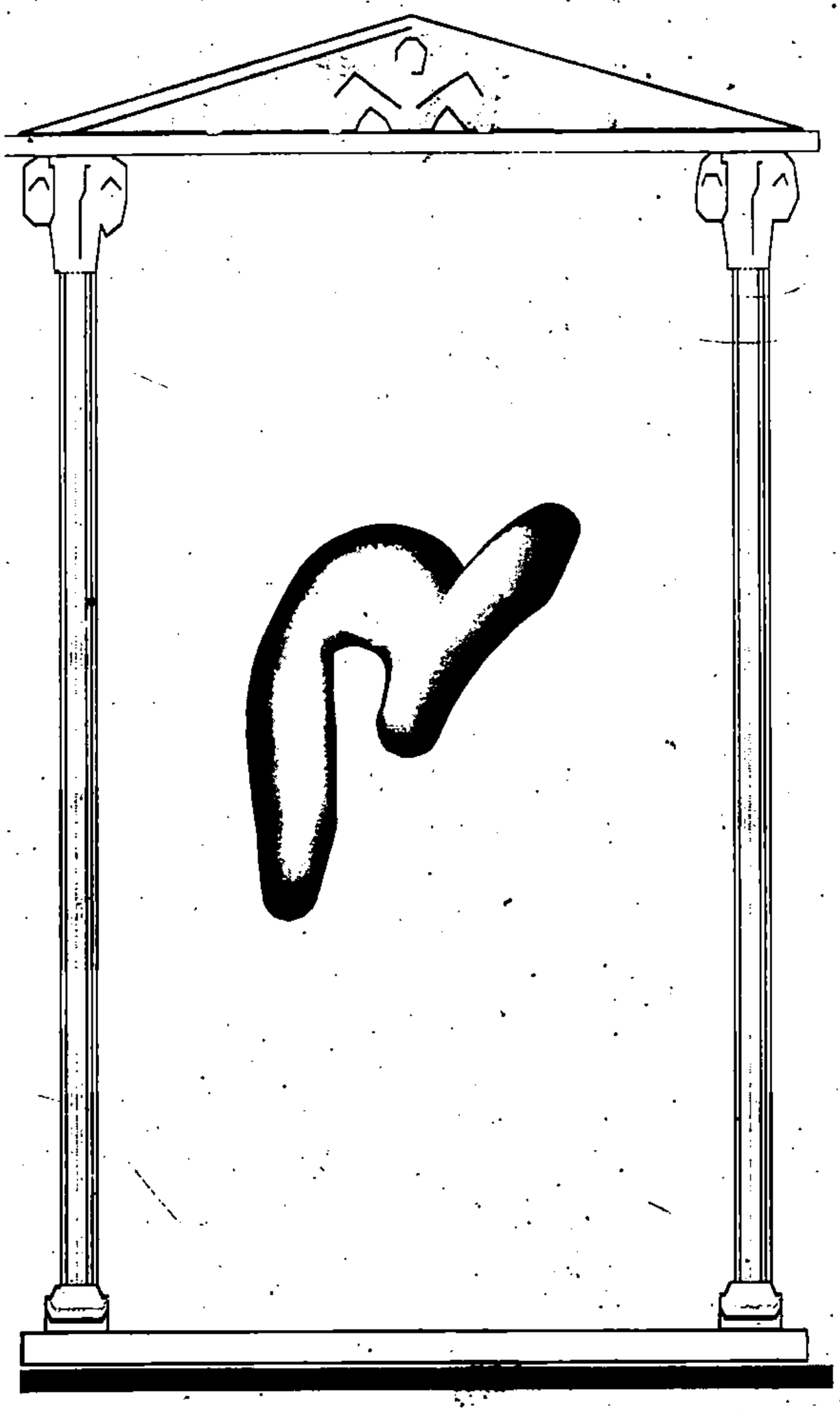



۱ درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیان
برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمادیں۔

۲ جن لوگوں میں درد نہیں ہے ان میں کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟

۳ دنیا کے اندر تو لوگ خدا کو حق نہیں دیتے' ہمدردی نہیں رکھتے' پھر درد کیسے پیدا ہوگا؟

۴ چشم پرنم کا آپ نے فرمایا ہے تو رونے والوں کے پاس تو کوئی بیٹھتا نہیں۔۔۔۔۔

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کوئی واقعہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا سزا ہے؟

۶ کسی انسان کی ذات میں صفات کی پہچان کس طرح ہوسکتی ہے؟

۷ مگر انسان اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے -------

۸ دنیا بہت تنگ کرتی ہے -------

۹ جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں۔
جب صبر نہیں ہوتا پھر آدمی کیا کرے؟

۱۰ غم اور تکلیف میں اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟

۱۱ کیا ہم صفات کے حوالے سے ذات کو پہچان سکتے ہیں؟

۱۲ کیا درد کی حالت میں ایسا ہوسکتا ہے کہ ہر طرف وہ ہی وہ دکھائی دے۔
ایسے میں درد والا کیا کرے؟ اور ہمارے لیے کوئی واضح راستہ بتادیں۔

سوال :۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

برائے مہربانی اس کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

یہ سوال اہم بھی ہے اور اس میں کمال بھی ہے کہ تخلیقِ آدم کا اشعار میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ درد دل کے واسطے پیدا کیا گیا۔ اگر نہ بھی صحیح ہو تو بھی تخلیق کا اپنا سفر تو جاری ہے۔ تخلیق کا مدعا تو یہ ہے کہ اللہ نے کہا کہ میں نے چاہا کہ ایسا ہو تو وہ ہو گیا۔ اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی کیا اہمیت ہے' انسان کی کون سی بات ہے جو فرشتوں میں نہیں ہے اور اگر وہ چیز نہ ہو تو انسان' انسان کیوں نہیں رہتا۔ تو اہم بات یہ ہے کہ اگر وہ چیز نہ ہو تو انسان وہ انسان نہیں رہتا۔ ہر چیز جو کہ کائنات کے اندر ہے اس کے اندر اپنی صفات ہیں اور صفات میں اختلاف بھی ہو سکتا ہے' تضاد بھی ہو سکتا ہے یعنی رحم بھی ہو سکتا ہے اور غضب بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک ہی ذات میں' ایک ہی شے میں بیک وقت مختلف صفات

Operate کر سکتی ہے' عمل کر سکتی ہیں جیسا کہ رحم بھی چل رہا ہے اور غضب کی چکی بھی چل رہی ہے۔ تو ایسی بات ہو سکتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی کبھی ایک پر رحم ہو رہا ہو تو دوسرے پر رحم نہیں ہو رہا ہوتا۔ تو صفات کا تضاد پہچاننا اکثر مشکل ہو جاتا ہے اور یہ اپنی ذات تک رسائی کے لیے ضروری ہے۔ مثلاً" رازق کے حوالے سے آپ ذات تک پہنچیں گے۔ اللہ رازق ہے' جب دے گا تو وہاں معلوم ہو گا کہ اللہ ہے اور جہاں نہیں دے گا وہاں لگے گا کہ اللہ نہیں ہے۔ وہ ایسا رازق ہے کہ اگر دے تب بھی رازق ہے اور نہ دے تب بھی رازق ہے۔ تو یہ تضاد کے اندر ایک اور تضاد ہے۔ مثلاً" جب وہ شاہین پر رحم کرتا ہے تو کبوتر کی جان بخشی نہیں ہوتی اگرچہ ہے رحم ہی۔ تو ایک دوسرے پر رحم ویسے نہ ہو جیسے ہم سمجھ رہے ہیں۔ اسی لیے اس کی ذات میں الگ الگ صفات کا تضاد بھی ہے اور ہر صفت میں بھی تضاد ہے۔ اس لیے صفات سے ذات کو آپ بہت مشکل سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ صفات بدل جاتی ہیں مثلاً" رات کا بھی اللہ ہے' دن کا بھی اللہ ہے' خوشی لینے والا بھی اللہ ہے' خوشی لے کر جانے والا بھی اللہ ہے' زندگی دینے والا بھی اللہ ہے' زندگی لینے والا بھی اللہ ہے' اللہ نے صحت عطا کی ہے اور بیماریاں بھی اللہ نے بنائی ہیں۔ تو اس طرح ایک ہی ذات کی پہچان مشکل ہے۔ پھر پہچان ہے۔ پھر پہچان کیسے ہو؟ اس ذات میں غور طلب بات یہ ہے کہ جوہرِ ذات کو اگر آپ پہچان لیں تو صفات کے تضاد کے باوجود آپ ذات کو پہچان سکتے ہیں۔ آپ کو ذات کا جوہر' ذات کا اصل' ذات کی Reality اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو صفات کا تضاد آپ کو کوئی الجھن

نہیں دے گا۔ تو ذات کے جوہر کو سمجھنے کے لیے آپ ایک صفت کو لے لیں' مثلاً" اللہ مالک ہے اور باقی تمام ملکیت ہے' تو پھر مالک کی مرضی کہ جس کے ساتھ جو سلوک کر لے۔ پھر کوئی کون ہے پالنے والا۔ لہٰذا جہاں آپ دیکھتے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے تو وہ آپ کا اپنا Opinion ہے' اپنا خیال ہے اور آپ کی اپنی فکر ہے۔ دراصل وہ مالک ہے اور مالک اپنی مخلوق کے ساتھ جیسا چاہے سلوک کرے۔ آپ کو جو لگتا ہے وہ آپ کے اپنے دیکھنے کی بات ہے اور اللہ سے آپ کے تعلق میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ اگر آپ نے مالک ہونے کو مان لیا تو جو صفات کا بھی تضاد ہے وہ آپ کو دقت نہیں دے گا۔ یعنی اگر آپ کا تعلق ذاتِ الٰہی سے ہو گیا اور ذات کا کوئی جوہر آپ کو اللہ کی پہچان میں حاصل ہو گیا تو اس ذات کے متضاد عوامل آپ کو تکلیف نہیں دیں گے۔ پھر اگر اللہ ستم کرے تب بھی تعلق قائم ہے' کرم کرے تب بھی تعلق قائم ہے' نظر انداز کرے تب بھی تعلق قائم ہے' خاموش کر دے تب بھی تعلق قائم ہے اور گویائی عطا کر دے تب بھی تعلق قائم ہے۔ اب آپ کو دقت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ آپ نے مانا ہے کہ اس کی ذات کے ساتھ تعلق ہر حال میں قائم رہنا چاہیے۔ تو یہ ذات کا جوہر ہے۔ مثلاً" اللہ کی ایک صفت آپ کے اندازے میں رحم ہے تو اللہ رحم ضرور کرے گا۔ جیسا کہ آپ اس نے بتایا ہے کہ پہچان کے لیے یہ میرا ذاتی جوہر ہے۔ الٰہیات کے اسرار و رموز کے بیان کے لیے بات کو نکتہ میں کہتے ہیں یعنی ایک نکتہ میں اور نکتہ جو ہے اس صفت میں مخفی رکھا گیا ہے۔ پھر اس صفت کا تعارف کروا دیا جاتا ہے تاکہ وابستگی پیدا ہو' جب وابستگی ہو جاتی ہے تو

سارے رموز سمجھ میں آ جاتے ہیں اور اگر وابستگی ختم ہو گئی تو سارے رموز ختم ہو جائیں گے اور ہر چیز آپ کی پہچان سے باہر ہو جائے گی۔ مثلاً" آپ ایک بات یہ سمجھ لیں کہ اگر ذات میں جوہر نہ ہو تو وہ شے' شے نہیں رہتی۔ یعنی لکڑی اگر نہ جلے تو وہ لکڑی نہیں رہتی' کسی بیوقوف انسان میں تکبر پیدا نہ ہو تو بیوقوف نہیں رہے گا' کم ظرف آدمی تکبر ضرور کرے گا اس لیے کہ اس کا اصلی جوہر یہی ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ یہ سانپ ہے' بہت اچھا سانپ ہے' اس کو پال کر رکھنا چاہیے اور سانپ اگر زہر نہ اگلے تو وہ سانپ نہیں ہے کیونکہ زہر اس کا جوہر ہے' ذاتی جوہر ہے۔ اسی طرح جیسے میں نے کہا تھا کہ ایک پرندہ ہے شاہین' اگر ساری خوبیاں پیدا کرے اور پرواز ہی نہ کرے تو پھر تو وہ عام پرندہ ہی ہے۔ تو اس کا ذاتی جوہر کس بات میں ہے؟ پرواز میں۔ اور وہ گدھ جو ہے' چاہے وہ راجہ گدھ ہو' اس کا سفر مردار کھانے کی طرف ہے۔ اگر وہ مردار کھانے سے گریز کر جائے تو پھر وہ گدھ نہیں کیونکہ یہ اس کا ذاتی جوہر ہے اور اس میں یہ صفت رکھ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر کسی کو اس کی صفت کے اندر اور اس کی شکل کے اندر رہن رکھا ہوا ہے' اس لیے وہ کام کرنے پہ مجبور ہے۔ تو کمینہ آدمی مجبور ہے کمینگی کرنے پہ' یہ اس کا کام ہے اور وہ مجبور ہو چکا ہے چھوٹی بات کرنے پہ۔ اس لیے بڑا آدمی چھوٹی بات نہ کرے۔ کسی کی کسی بات پر ناراض ہونے والا اصل میں اسے پہچان نہیں رہا۔ اور کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دوست سمجھا تھا مگر وہ دشمن نکلا۔ اسے اس پر گلہ ہے مگر اپنی سمجھ پر گلہ نہیں کر رہا۔ گویا کہ کسی ذات کا اگر جوہر چھین لیا جائے یا نکال لیا

جائے تو وہ جوہر' جوہر نہیں رہتا۔ یہ بات دیکھو' زندگی میں آپ کو جتنے تجربات ہوئے ہیں' اگر ذات میں وہ جوہر تھا تب تعلق بھی تھا' خوشی بھی تھی اور آپ کی نظر سے گر گیا یا ذات سے نکل گیا تو وہ کامن ہو گیا۔ پھر آپ کی زندگی عام سی زندگی ہو گئی' ساری شاعری ختم ہو گئی' سارے عنوانات ختم ہو گئے' سارے رنگ ختم ہو گئے' سارے راستے ختم ہو گئے۔ اب بندہ تو وہی ہے مگر اب وہ بات نہیں ہے کیونکہ وہ جوہر آپ نے نکال دیا۔ اسی جوہر کو اقبالؒ نے خودی کہا۔ تو اگر وہ چیز وہ نہ ہو تو وہ شخص وہ نہیں رہتا۔ لہٰذا آپ انسان ہونے کی حیثیت سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنے ذاتی جوہر کو ڈھونڈیں۔ آپ کا جوہر عبادت گاہ میں ہے' آپ کا جوہر گھر کی آسودگی میں ہے' آپ کا جوہر تخلیہ میں ہے' آپ کا جوہر فتوحات میں ہے۔ تو مسلمان میں اصلی کیا چیز ہے جو اگر نہ ہو' بے شک باقی سب کچھ ہو' اگر وہ نہ ہوئی تو وہ مسلمان نہ رہے گا! اس جوہر کو یوں بیان کیا گیا ہے ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

ذاتی جوہر بس یہ ہے' یہ قائم رہے' اگر حضور پاک ﷺ سے آپ کا عشق قائم ہے' تو مسلمان ہونا قائم ہے' نہیں تو نہیں۔ اگر مسلمان سے وہ چیز نکال دی جائے تو وہ شخص وہ نہیں رہتا۔ تو آپ کا سوال یہ تھا کہ "دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" تو اس شاعر نے یہ سوچا کہ انسان دولت مند ہو تب بھی انسان ہے' غریب ہو تب بھی انسان ہے' دولت میں کمی بیشی ہو تو بھی فرق نہیں پڑتا' مرتبے کی کمی بیشی سے

فرق نہیں پڑتا مگر درد نہ ہو تو انسان انسان نہیں رہتا۔ اس لیے اس نے یہ شعر کہا۔ درد کا معنی کیا ہے؟ کسی کے درد کے ساتھ احساس پیدا کر لینا۔ آپ نے سنا ہوا ہے ناں کہ اطاعت کے لیے فرشتے کم تو نہیں تھے۔ اللہ نے انسان کو تخلیق کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اگر فرماتے کہ میں مانا جاؤں پھر تو بات ہی اور تھی۔ مگر اللہ کی پہچان کی سکیم ناکام تو ہو نہیں سکتی' وہ اللہ ہے! لہٰذا اس کی پہچان میں ماننے والا اور نہ ماننے والا شامل ہیں' انکار کرنے والا اور انکار نہ کرنے والا' سب اس کی پہچان کا حصہ ہیں' دنیا میں چھوٹے جانور بھی رہیں گے اور بڑے جانور بھی رہیں گے۔ اور انسان کو امتیاز کیوں حاصل ہے جب کہ فرشتے جو ہیں بے حد عبادت کرتے ہیں؟ انسان کیوں ممتاز ہے؟ کیونکہ اس کے اندر درد کا امکان ہے۔ پھر یہ وضاحت کریں کہ درد کیا ہوتا ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا دل جو بہت ہی وابستہ ہو' احساس رکھتا ہو۔ کائنات کے مالک کے ساتھ تعلق رکھا جائے اور دل سے اس کی عبادت کی جائے تو پھر وہ انسان بنتا ہے ورنہ نہیں بنتا۔ یہ آپ کی Observation ہے کہ آج کل یہ نہیں ہے۔ واقعی ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آج کل کی ٹریجڈی یہی ٹریجڈی ہے کہ ٹریجڈی نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں اگر لوگ کسی کا قصہ سنتے' ہیر رانجھے کا قصہ سنانے والے بھی رو رہے ہوتے تھے اور سننے والے بھی رو رہے ہوتے تھے۔ آپ اخبار میں سب کچھ پڑھ کے دفتر چلے جاتے ہیں اور آپ کے پاس احساس کا وقت ہی نہیں ہے۔ ہر آدمی اپنے کام میں مصروف ہے اور آپ کی توجہ چونکہ مالِ دنیا پر مرکوز ہے' اس لیے درد ختم ہو گیا ہے۔ درد کو ختم کرنے والی حُبِ دنیا کے علاوہ اور کوئی شے

نہیں۔ جس شخص کو یہاں ٹھہرنے کی خواہش ہو' دنیا بنانے کی خواہش ہو' اس شخص کو لازماً" کامیاب دنیا بنانے کے لیے بے حس ہونا پڑتا ہے۔ ایک آدمی بڑا خوش ہو کے کہہ رہا تھا کہ پیر صاحب نے بڑی دعا دی' دکان چلنے لگی' ڈھیروں ڈھیر نفع ہونے لگا اور اس نے کیا کیا؟ ہر چیز کو مہنگا کر دیا۔ اب وہ بھائیوں کو نقصان دینے لگ گیا۔ جس آدمی کی انکم بڑھ گئی تو کسی نہ کسی کو نقصان ہونے کا اندیشہ بڑھ گیا۔ سامان کے ساتھ ملاوٹ دوسروں کو نقصان پہنچانا ہی تو ہے۔ تو آپ احساس والے دل سے رجوع کریں۔ اللہ کی عبادت ایک لفظ کی عبادت ہے' ایک انداز کی عبادت ہے' ایک احساس کی عبادت ہے' اجتماع کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اوقات مقرر فرما دیے ہیں۔ اسی طرح بارش نہ ہو تو دعا مانگتے ہو اور پھر بارش ہو جایا کرتی ہے۔ اور کچھ لوگوں کے لیے درد کی عبادت' آنسوؤں کی عبادت رکھی گئی ہے اور یہ عبادت سب عبادتوں پر حاوی ہے۔ اس کا انداز کوئی بھی نہیں ہے' اس کا کوئی خاص طریقہ بھی نہیں ہے' اس کا ٹائم بھی کوئی نہیں ہے' یہ بے وقتی ہے۔ درد کا مل جانا اللہ کا فضل ہے۔ جب انسان کا دل بے حس ہو گیا' ٹھوس ہو گیا تو وہ عذاب سے قریب ہو گیا۔ بے حس دل پر عذاب قریب آ جاتا ہے کیونکہ اس کو سمجھ نہیں آتی کہ کون کیا ہے اور کس کے ساتھ ظلم ہونے والا ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ احساس سلامت رکھے۔ یہ صرف وابستگی سے ہی ممکن ہے۔ ایک کتاب کا واقعہ ہے' اس نے لکھا ہے کہ کسی کی ماں مر گئی تو اس نے چھٹی مانگی۔ افسر نے پوچھا کہ تو چھٹی کیوں لے رہا ہے؟ اس نے کہا میری ماں مر گئی ہے۔ کب مری ہے؟ کہتا ہے کہ کل مری

ہے یا پرسوں مری ہے اور چھٹی اس لیے لے رہا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ماں مری تو چھٹی بھی نہیں لی۔ آپ سمجھے بات! یہ بے حسی کی بات ہے! سب رشتے دم توڑ گئے' تعلق ساتھ چھوڑ گئے اور انسان منہ موڑ گئے! اب لوگ پوچھتے ہیں کہ احساس کیسے پیدا ہوتا ہے؟ جب آپ کو سب سے محبوب آپ کی اپنی ذات ہو تو احساس کیسے ملے۔ خدا کے لیے اپنے آپ سے محبت کرنا چھوڑ دو' اپنے دشمن کا نام بتاؤ؟ تو اپنا نام بتاؤ گے' اپنا معاون بتاؤ تو بھی اپنا نام' اپنا تباہ کرنے والا بتاؤ تو بھی اپنا نام' اپنا انجام؟ اپنا نام۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہر وقت جو ہے ناں اپنی ذات سے باہر رہنے کی سوچو۔ اس لیے یہ عبادت جو ہے یہ احساس کی عبادت ہے۔ اللہ کریم نے بار بار آپ کو بتایا ہے۔ مثلاً" جنازہ ہو تو سارے وہاں پہنچیں گے' اس طرح احساس پیدا ہو گا ورنہ کسی کو اس طرف رغبت نہیں ہو گی کیونکہ جانے والا تو چلا گیا۔ پھر شادی ہو تو وہاں پہنچیں گے۔ تو انسان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی' اس میں سارے کا سارا اجتماع ہے۔ آپ نیکی کریں گے تو کسی انسان کے ساتھ' خیرات کریں گے تو کسی انسان کے ساتھ' جیسا کہ آپ کرتے رہتے ہیں۔ تو انسان کا کوئی بھی راستہ آپ دیکھ لیں وہ انسانوں کے ساتھ احساس ہے۔ اگر آپ کسی کو راستہ بتا رہے ہیں تو پہلے آپ اسے اپنی ہمدردی دیں۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو پیاس لگے اور وہ پانی مانگے تو لوگ کہتے ہیں صبر کر' ٹھہر جا تیرے لیے ہم ٹیوب ویل لگانے والے ہیں۔ تو یہ ٹیوب ویل جانے کب لگے گا' اب اس کو پانی ہی پلا دو۔ اس لیے آپ احساس پیدا کریں۔ تو درد دل جو ہے یہ بہت ضروری بات ہے' یہ محبت سے ہے' تعلق سے ہے'

اپنی ذات سے باہر نکلنے میں ہے اور موت کو یاد رکھنے میں ہے۔ یہ زندگی عارضی ہے اور یہ یاد رہنا چاہیے۔ وگرنہ تو ہر کسی کا اپنا اپنا خیال ہے' مثلاً" ایک آدمی نے کہا کہ موسم بہت شاندار ہے' بڑا فائن ڈے ہے۔ دوسرے نے کہا میں جانتا ہوں۔ اس نے پوچھا پھر تو اتنا اداس کیوں ہے؟ دوسرے نے کہا اداس اس لیے ہوں کہ فائن ڈے کب تک! تو خوشی کا زمانہ ضرور ہے لیکن کب تک۔ اگر آپ کو یہ بات سمجھ آنا شروع ہو جائے کہ "کب تک" تو درد پیدا ہونا شروع ہو جائے گا اور احساس زندہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے جاننے کے لیے اور ماننے کے لیے پیدا کیا تاکہ وہ خود پہچانا جائے کہ ذات اس کی ہے' جو ہر اس کے ہیں' سب اس کے احسانات ہیں اور اس کے بڑے بڑے راز ہیں مثلاً" کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کا راستہ قرآن کریم کو ہی فائنل مان لیں' تو یہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سارے کا سارا عرفان تو ہے مگر قرآن اور اللہ برابر نہیں ہیں۔ یہ بات غور والی ہے اور محدود اور لامحدود والی ہے' اس کتاب کے باہر بھی جو ہے وہ اللہ ہے' اس کے علاوہ بھی جو کام کر رہا ہے وہ اللہ ہے' کائنات میں جن اسماء کا ذکر ہے وہ قرآن پاک سے باہر بھی ہیں۔ تو جن اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے وہ سب چیزیں قرآن سے باہر ہیں یعنی آسمان باہر ہے' سورج باہر ہے' چاند ستارے باہر ہیں' زندگی باہر ہے اور تعلق باہر ہے۔ ان سب کا بیان قرآن کریم میں ہے۔ تو جب آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے تو صرف قرآن سے تو رجوع نہیں ہو گا۔ بلکہ قرآن کی زندگی کا مشاہدہ آپ کو باہر ملے گا۔ اس لیے جب آپ کو باہر کی زندگی کا خیال ہو گا' علم ہو گا تو پھر وہ علم آپ کو پورا ہوتا ہوا ملے

گا ورنہ نہیں ملے گا۔ مشاہدہ نہ ہو تو صرف علم سے راستہ نہیں ملتا۔ لہٰذا جب تک اللہ سے تعلق نہ ہو تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔ صرف "اللہ اللہ" کرنے سے بھی پتہ نہیں چلے گا جب تک کہ اس کی وہ منشاء سمجھ نہ آئے جو انسانوں پر Operate کرنے والی ہے۔ یہ درد سے سمجھ آتا ہے۔ لہٰذا درد جو ہے وہ عبادت سے آگے ہے اور یہ درد کافی ہے' بہت کچھ ہے لیکن ساتھ ساتھ عبادت کا سلسلہ بھی جاری رہنا چاہیے۔ درد کی بات لازوال ہے۔ کسی درد والے نے دعا کی تھی کہ ؎

خدا کرے کہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

تو یہ درد قائم رہنا چاہیے کیونکہ درد کی ایک ہی جست نے قصہ تمام کر دینا ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ درد سے آہِ سحر گاہی بنتی ہے اور ؎

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

یہ اسرار و رموز کی دنیا ہے۔ یہاں کوئی شے اگر بچا سکتی ہے تو وہ درد ہی ہے۔ اسرار و رموز کی دنیا میں کوئی اور شے نہیں بچا سکتی۔ عبادت فرشتہ تو بنا سکتی ہے لیکن انسان نہیں بنا سکتی۔ انسان درد سے بنتا ہے لہٰذا درد جو ہے اس کی اہمیت اپنی جگہ ہے اور اس کو سمجھنا چاہیے۔ درد احساس کرنے والی بات ہے۔ احساس کا معنی ہے اپنے علاوہ کسی کا خیال کرنا اور اسے اپنی ذمہ داری بنا لینا۔ ہم نے آج تک کئی لوگوں کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ کو "گیان" کہاں سے ملا' آپ کو عرفان کہاں سے ملا؟ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو احساس کے چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کرتے ہیں مثلاً" کسی زخمی جانور کی خدمت کی' زخمی کتے کی خدمت

کی' کسی بچے کی خدمت کی اور عرفان مل گیا۔ تو درد کی دنیا کے چھوٹے چھوٹے واقعات کے بڑے بڑے نتیجے نکلے۔

سوال :۔

جن لوگوں میں درد نہیں ہے ان میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

یہ درد زندگی کے اندر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ ایسا کوئی انسان نہیں جس میں درد پیدا نہ ہو اور قسمت والے وہ ہیں جن میں درد پہلے پیدا ہو گیا۔ بد قسمت ہیں وہ جن کا درد آخر میں پیدا ہوا۔ درد جو ہے محبت والوں کا کام ہے۔ کسی کو اگر کسی سے خوشی ہو تو وہ خوشی دیرپا نہیں ہو گی اور یہ خوشی چھن جانے سے درد پیدا ہو گا کیونکہ خوشیاں ٹوٹتی رہتی ہیں۔ جس کو درد نہیں ہے اسے خوشی نہیں ہے' جس کو درد نہیں ہے اسے محبت بھی نہیں ہے' جس کو درد نہیں ہے اس کو وابستگی بھی نہیں ہے کیونکہ ہر وابستگی نے درد بننا ہے' ہر حاصل نے محرومی سے درد بننا ہے' یہ بن کے رہے گا اور یہ رک نہیں سکتا۔ اس لیے زندگی کے اندر جن لوگوں میں درد نہیں ہے اللہ تعالیٰ انہیں درد عطا فرمائے اور تکلیف نہ عطا فرمائے۔ درد خوب صورت چیز ہے' یہ عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندے وہ ہیں جو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا یعنی وہ کم ہنستے ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ جتنے صاحبانِ مرتبہ ہیں وہ درد سے گزرے ہیں' راتوں کو جاگنے والے اور رونے والے صاحبانِ درد ہیں۔ وہ اس لیے مرتبے والے ہیں کیونکہ ان کو درد عطا کیا گیا ہے۔ درد جو ہے

یہ اللہ کے اپنے قریب والے لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے دعا مانگی جاتی ہے کہ یا اللہ! مجھے احساس کی دولت عطا فرما۔ پھر احساس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے کسی پالے ہوئے جانور کا خون بہاتے رہنا چاہیے' صدقہ کرتے رہنا چاہیے' اپنے ہاتھ سے اکٹھی کی ہوئی دولت آپ کے گھر میں بیکار پڑی ہے' اب ناجائز دولت کو جائز طریقے ہی سے تقسیم کرنا شروع کر دو تو درد ملے گا۔ پھر آپ کے اندر ایک احساس پیدا ہو جائے گا۔ کسی کو اپنے آپ پر فوقیت دینا شروع کر دو' بھائی کو اس کا حصہ دینا شروع کر دو' اپنا بھی دینا شروع کر دو تو احساس پیدا ہو جائے گا اور درد کی دولت سے آشنائی شروع ہو جائے گی۔ تو آپ سب کو چھوڑ دیں لیکن درد کو نہ چھوڑیں۔

سوال :۔

دنیا کے اندر تو لوگ خدا کو حق نہیں دیتے' ہمدردی نہیں رکھتے' پھر درد کیسے پیدا ہو گا؟

جواب :۔

اگر کوئی "صاحبِ گلا" ہو اور وہ گانا شروع کر دے تو سب لوگ خوش گوار ہو جاتے ہیں۔ سب پہ اثر اور تاثیر ہوتی ہے۔ اگر کوئی فن کار کسی فن کا مظاہرہ کرنے تو اثر شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ایک درد رو کے بیان ہو جائے تو سب کے اندر تاثیر شروع ہو جاتی ہے۔ اب یہ جو آپ کا گلہ ہے کہ ہمارے ہاں درد نہیں ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دنیا کو بے درد دیکھنا چھوڑ دیں' لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ آپ نے

ذاتی طور پر جو غم حاصل کیے ہیں ان کو یاد کرنے کا وقت بھی نہ نکالیں۔ یعنی کہ یہ سمجھیں کہ جو غم حاصل ہوا وہ متاع بے بہا تھا مگر وہ بھی Celebrate کرنے کا' یاد کرنے کا وقت نہیں رہا۔ اس لیے اس قسم کی مصروفیت سے ہٹ کر آپ اپنے آپ کو آواز دینے کا سوچا کریں' گزرے ہوئے لمحات کو آواز دیں' آنے والے وقت کو دیکھا کریں۔ آپ کبھی کبھی بزرگوں کے مزار پر جایا کریں تو وہاں پر آپ کو اپنا مزار نظر آنا شروع ہو جائے گا اور پھر وہاں آپ کو آواز آنی شروع ہو جائے گی۔ پھر وہ مقام آئے گا کہ ؎

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام

تو ایسے مزاروں پر جانا چاہیے جہاں جا کر پتہ چل جائے کہ زندگی در اصل کیا ہے۔ درد جو ہے وہ درد بانٹنے والوں کے پاس ملتا ہے۔ درد جو ہے وہ دنیا کی محبت سے نجات میں ملتا ہے' درد بیماری میں ملتا ہے۔ یہ ساری احساسات کی کہانیاں ہیں۔ جس شخص کو اولاد سے محبت ہو وہ درد سے بچ نہیں سکتا۔ خاص طور پر خواتین کے اندر دیکھو کہ بیٹی ہے' بچی ہے اور گھر میں پل رہی ہے' سمجھو کہ ایک درد چل رہا ہے' بڑی ہوتے ہی درد کی اور کہانی شروع ہو جائے گی۔ تو یہ پورے کا پورا درد گھر ہے' یہ زندگی جو ہے بابل کا گھر ہے کیونکہ جانا کہیں اور ہے۔ وہ دنیا اور ہے' وہاں جانا ہو گا بھیس بدل کے۔ یہاں ہم کب تک کے لیے آئے ہیں اور کب تک رہیں گے؟ یہ سوچ کر درد ہونا چاہیے۔ دعا کریں کہ آپ پر زندگی کی حقیقت آشکار ہو جائے۔ زندگی درد سے بھری ہوئی ہے' دعا کرو کہ خود بخود اس سے محبت شروع ہو جائے۔ مثلاً" ایک چیز ہے شیشے کا

گلاس' اگر اس سے محبت ہو جائے تو آج یا کل اسے ٹوٹنا ہے۔ تو اس طرح درد پلتے ہیں اور یہ ساری درد کی کہانیاں ہیں' یہ جتنی خوب صورت چیزیں ہیں یہ ساری درد کی کہانیاں ہیں مگر آپ اس سے وابستہ نہیں ہوتے بلکہ آپ اپنے آپ سے وابستہ ہیں اور اپنے آپ کو حصار میں رکھا ہوا ہے۔ اگر آپ کسی سے محبت کریں تو درد مل جائے گا۔ اولاد سے محبت کریں تو درد مل جائے گا۔ اولاد کو تھوڑی سی تکلیف ہو جائے تو درد مل جاتا ہے۔ کسی دوست سے' کسی آنے والے سے محبت کریں تو درد مل جاتا ہے۔ جانے والا درد دے جاتا ہے' لہٰذا آپ کسی کی یاد سے محبت کریں اور کسی کا فکر پیدا کریں' آپ کچھ تو کریں۔ پیسے گن کر سونے والا کبھی درد نہیں پا سکتا۔ یہ فیصلہ ہے۔

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

اس کے لیے درد نہیں ہے اور باقی کائنات کے ہر ذی شعور کے لیے درد ہے۔ مال متاع جمع کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی سختی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے مال متاع میں گرفتار کر دیا ہے کہ اب پیسے گنتے جاؤ' دوسروں کے پیسے گنتے جاؤ' پھر چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور پھر آنے والے اس پیسے کو ایک منٹ میں ختم کر دیں گے۔ پیسہ تو خرچ کرنے کے لیے ہے کیونکہ پھر چلے جانا ہے۔ اس پیسے کی محبت درد پیدا نہیں کرتی' باقی ہر محبت آپ میں درد پیدا کرتی ہے۔ اگر جاگنا شروع کر دو' تخلیہ میں چلے جاؤ تو درد مل جائے گا۔ غور کریں کہ اگر ایک آدمی جس کو زندگی کی ہر چیز راس آ رہی ہے مگر درد پیدا نہیں ہو رہا تو اس نے کیا حاصل کیا۔ ہر آدمی درد سے ضرور آشنا ہوتا ہے' اگر باپ نہیں فوت ہوا تو دادا تو فوت

ہوا ہو گا' تو پھر اس کو درد کیونکر نہیں ہوا ہو گا۔ کسی کے ساتھ کوئی نہ کوئی حادثہ تو ضرور ہوا ہو گا' اپنے نہ سہی تو دوست کے گھر' پڑوسی کے گھر ہی سہی۔ مگر آپ کی یاد داشت کمزور ہو گئی اور درد کم ہو گیا۔ شکر کرو کہ پرانا واقعہ یاد نہیں رہا۔ ورنہ تو یہ ہوتا کہ ایک بار آپ جہاں سے گزرے پھر ہمیشہ وہاں سے گزرتے رہتے۔ درد اگر آپ کے دل سے ایک دفعہ گزر جائے تو ہمیشہ نشان رہتا ہے۔ زندگی میں اگر ایک واقعہ گزر جائے تو احساس والا دل ہمیشہ اسے زندہ رکھتا ہے' اس بات کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور پرانا درد شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کے اندر کہانی بن جاتا ہے' درد مقبول ہو جاتا ہے۔ شکر کرو کہ یاد داشت کم ہو گئی اور دنیا نے آپ کو کسی اور واقعہ میں لگا دیا' کسی اور کام میں لگ گئے اور آپ کو وقت نہیں ملا۔ اگر آپ اپنی پرانی ڈائریاں دیکھیں' پرانے سکولوں میں جایا کریں' بزرگوں کے پاس جایا کریں اور سلام کیا کریں تو یہ درد ہی درد ہے۔ درد ساری زندگی میں بھرا پڑا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو آنکھ روئی نہ ہو اس کو آنکھ کہنا بھی نہیں چاہیے۔ اس لیے درد کا ہونا ضروری ہے۔ ایک خاص راز یہ ہے کہ عبادت کا متبادل ہے ہی کوئی نہیں اور اگر کوئی چیز عبادت کے متبادل ہے تو سوائے آنسوؤں کے اور کوئی چیز نہیں۔ تو آنسو ایسی چیز ہے جو عبادت کے متبادل ہو سکتی ہے۔ اس لیے دعا مانگنی چاہیے کہ یہ "آبِ رواں" مل جائے کیونکہ یہ زندہ دل کی نشانی ہے۔ اور بے حسی کی نشانی یہ ہے کہ آنکھ پتھرا جائے کیونکہ ایسا دل بے حس ہو جاتا ہے' پتھر ہو جاتا ہے۔ اور اگر احساس والا دل ہو تو کہتے ہیں آنکھ میں نمی آ جاتی ہے۔ بعض اوقات جدائی میں درد ہوتا ہے' بعض اوقات قرب

میں۔ جوں جوں آپ قریب ہوتے جاتے ہیں توں توں وہ قریب آتا ہے اور رِقّت طاری ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ جوں جوں کوئی دور جاتا ہے تو جدائی کا درد شروع ہو جاتا ہے۔ بس اس کے درمیان ساری کہانی ہے۔ تو آپ کو زندگی میں دو قسم کے آنسو آئیں گے' ایک یہ کہ اتنا قریب ہو گیا کہ آنسو شروع ہو گئے' ایک اتنا دور ہو گیا کہ بس آنسو ہی آنسو تھے۔ بس اس کے درمیان میں آپ کی زندگی کھیلتی ہے' جلوے دکھاتی ہے۔ ورنہ یہ سب گنتی کے دن ہیں۔ وہ چاہے تو جدائی عطا کرے اور دور ہو کے بھی تقرب عطا کرے تو رقت طاری ہو جاتی ہے' چشمِ پرنم اسی کو کہتے ہیں' چشمِ بینا یہی ہوتی ہے' اس پر راز آشکار ہوتے ہیں' رموز آشکار ہوتے ہیں۔ اس طرح درد پیدا ہوتا ہے اور اہلِ درد کے لیے دنیا کوئی مسئلہ نہیں رہتی چاہے وہ جو کچھ کرے۔

سوال :۔

چشمِ پرنم کا آپ نے فرمایا ہے تو رونے والوں کے پاس تو کوئی بیٹھتا نہیں ....!

جواب :۔

پاس بٹھانے کی ذمہ داری ہماری نہیں ہے۔ پاس بیٹھنا اور چیز ہے اور دوری اور چیز ہے۔ آپ اس لیے رونا بند نہ کر دینا کہ کوئی پاس نہیں بیٹھے گا۔ ویسے تو لوگوں کی نفرت سے بچنا چاہیے بلکہ لوگوں کی "محبت" سے بھی بچنا چاہیے۔ آپ جس رونے کی بات کر رہے ہیں' رونے والا وہ واقعہ زندگی میں ایک ہی دفعہ ہونا کافی ہے۔ اگر مشاہدہ کھل جائے اور

کسی کو اپنا عمل بوجھ نظر آنے لگے تو اسی وقت درد بن جاتا ہے' پھر انسان کہتا ہے کہ یا الٰہی ہم کس کام کے لیے آئے اور یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ غور سے اپنا حاصل کردہ سامان دیکھیں تو کہیں گے کہ سارا کباڑ خانہ ہی اکٹھا کرتے رہے ہیں اور کس کس طرح اکٹھا کیا ہے۔ عام رونے میں اور چشمِ پرنم میں بڑا فرق ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کوئی واقعہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے یا سزا ہے؟

جواب :۔

اب آپ اس معیار سے نکلنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ یہی کہنا کہ سب اللہ نے کیا ہے۔ جب انسان مکان بنا چکا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں نے پیسوں سے بنایا ہے۔ مگر یہ تو اللہ احسان کر رہا ہے' اس لیے اس کا شکر ادا کرو۔ آزمائش ہوتی ہے غیروں کے لیے اور اپنوں کے ساتھ تو مہربانی ہوتی ہے۔ اگر اللہ سے آپ کا تعلق ہے تو پھر آزمائش نہیں ہے۔ راز کی بات یہی ہے۔ جو غیر ہے وہ صبر کرتا ہے اور جو اپنے ہیں وہ شکر ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شکر ہے کہ تو نے مجھے اپنے لیے چن لیا اور شکر ہے کہ تو نے اس امانت کے لیے مجھے منتخب کیا۔ اگر آپ کو شہادتِ کربلا کا واقعہ سمجھ آ جائے تو پھر آپ کہیں گے کہ شکر ہے ایسا واقعہ ہو گیا۔ جس کو اتنی بڑی دولت مل گئی اس کے لیے ہی تو شکر ہے۔ اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ آزمائش نہیں ہے۔ اس نے چمگادڑوں کو بنایا

اور آپ کو انسان بنا کر بھیج دیا ہے۔ اس پر بڑا شکر ادا کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کیا نہیں بنا سکتا' وہ کیا نہیں کر سکتا تھا۔ کتنی مہربانیوں میں اس نے پہل کی' اس لیے آپ شکریہ ادا کرنے میں پہل کریں۔ یہ آزمائش کی بات نہیں بلکہ احسان کی بات ہے۔ احسان ماننے والے کے لیے کوئی آزمائش نہیں ہے' احسان ماننے والے کے لیے ہر راستہ خوشگوار ہے۔ اس کا احسان مانو اور اس سے محبت کا اظہار کرو۔

سوال :۔

کسی انسان کی ذات میں صفات کی پہچان کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب :۔

ایک آدمی نے دوہا کہا' اس پر غور کرنا چاہیے :۔

پتھر پوجے' پاتھری پوجے' پوجے بڑے پہاڑ
گھر کی چاکی کو نہ پوجے جس کا پیسا کھائے سنسار

تو انسان پہاڑوں کو پوجتا ہے' پتھروں کو پوجتا ہے' بتوں کو سجدہ کرتا ہے مگر اس کو نہیں پوجتا جو اسے کھلاتا ہے یعنی گھر کی چاکی کو اور اپنے آپ کو۔ اسے سب میں نقص نظر آ رہا ہے' دوسرے تیسرے سب میں نقص نظر آتے ہیں۔ اس کا جوہر خراب ہو چکا ہے اور اصلی نہیں رہا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھنے سے پہل کرے کیونکہ "جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا' خدا کو پہچان لیا۔ یعنی کہ عرفان جو ہے وہ اپنی ذات سے ملتا ہے۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو نہیں پہچان سکا تو میں یہ نہیں مانتا۔ آپ اپنے آپ کو تھوڑا ٹائم دیں' اپنی رعنائیوں میں تھوڑی

جلوہ گری دیکھیں' یہ دیکھیں کہ حاصل کیا ہے' محرومی کیا ہے اور اندیشہ کیا ہے۔ جب انسان اپنے حاصل پر مطمئن ہو تو اسے محرومی کا ڈر کیوں ہے؟ حاصل پر مطمئن ہو کر اپنی پہچان شروع کرو تو صفات سے تعارف ہونا شروع ہو جائے گا۔

سوال :۔

مگر انسان اپنے آپ کو فریب دیتا رہتا ہے .....۔

جواب :۔

وہ کیوں دیتا ہے؟ نہ دے۔ ایک آدمی جو خود کشی کرتا ہے وہ خود کشی نہ کرے۔ اس لیے اگر فریب دیتا ہے تو فریب ہرگز نہ دے۔

سوال :۔

دنیا بہت تنگ کرتی ہے .....۔

جواب :۔

لوگ برداشت کرتے ہیں' اس دنیا کے اندر خودکشی والے چند واقعات ہوتے ہیں' باقی ہزارہا لوگ غم برداشت کر رہے ہیں' وہ صبر کرتے ہیں۔

سوال :۔

جب قوت برداشت جواب دے جاتی ہے تو پھر ایسا کرتے ہیں۔ جب صبر نہیں ہوتا پھر آدمی کیا کرے؟

جواب :۔

جب صبر نہیں ہوتا تو کیا آدمی خودکشی کا راستہ اختیار کرے؟ کیا

کسی پر پہلے اتنا غم پڑا جتنا آپ پر پڑا ہے؟ ضرور پڑا ہو گا۔ کیا کسی انسان نے اپنے آپ کو رضائے الٰہی سے گزارا؟ گزارا ہو گا۔ کیا آپ اپنے آپ کو کچھ زیادہ کمزور تو محسوس نہیں کر رہے یا اپنے آپ کو زیادہ بلند تو نہیں سمجھ رہے۔ آپ دوسروں کی نگاہ سے اپنے آپ کو دیکھیں یا اپنی نگاہ سے دیکھیں یا خدا کی نگاہ سے دیکھیں۔ اگر آپ دنیا کی نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو محسوس ہو گا کہ لوگ آپ کی عزت نہیں کرتے مگر آپ کو تو قابلِ عزت ہونا چاہیے تھا۔ آپ محسوس کریں گے کہ کوئی پاس سے گزر گیا اور سلام ہی نہیں کیا' بعض اوقات وہ دیکھتا بھی نہیں ہے۔ اگر آپ خود کو اپنی نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو بات سمجھ آتی ہے کہ آپ کیا ہیں۔ جس شخص نے آپ کا خیال نہیں کیا' آپ نے اس کا کیا خیال کرنا ہے۔ جو آپ کو آج برا لگ رہا ہے' آپ اسے کیوں اچھے لگ سکتے ہیں۔ جس انسان نے آپ کو خوشی نہیں دی اس کی زندگی میں آپ نے کیا خوشی پیدا کرنی ہے۔ انسان خود اپنے آپ کو محبوب سمجھتا ہے اور دوسروں سے محبت نہیں کرتا۔ یہ بھی ایک قسم کی خوابوں کی بستی ہے اور اگر خود اللہ تعالیٰ کی نظر سے دیکھو تو دنیا چار دن کا میلہ ہے' کوئی خوشی زیادہ دیر نہیں رہے گی' سارے غم گزر جانے ہیں۔ اگر آپ چپ کر جاؤ تو یہ غم بھی کم ہو جائے گا۔

کٹ جائیں ایام میری تشنہ لبی کے

تو کٹ ہی جائیں گے یہ دن۔ رات بھی ختم ہو جائے گی' دن بھی ختم ہو جائے گا' وہ سب بھی ختم ہو جائے گا' خوشی نہ رہی تو غم کب تک

رہے گا۔ اس لیے غم کو بھی چار دن کا میلہ سمجھ کر گزار لو۔ ہر چیز چار دن کا میلہ ہے' اس کے بعد وہ ختم ہو جائے گا۔ بندہ نہیں رہتا تو غم کہاں سے رہے گا۔ آپ فکر نہ کیا کریں۔ لوگ ایسے ہی ڈراتے ہیں کہ وہ کچھ کرنے والے ہیں۔ آپ خود پر مہربانی کریں۔ آپ پر اللہ کی مہربانی ہے۔ وہی برداشت دیتا ہے اور صبر دیتا ہے۔

سوال :۔

غم اور تکلیف میں اللہ کا شکر کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟

جواب :۔

غم اور تکلیف میں لوگ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں جب کہ اللہ ساتھ رہتا ہے۔ لوگ آپ کی شادیوں میں شامل نہیں ہوتے' غم میں کون شامل ہو گا حالانکہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ خوشی میں شامل ہونا آسان ہے۔ آپ زندہ رہیں' سب لوگ زندہ رہیں' اللہ کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کے شکر میں خاص بات ہے۔ جب آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ الحمدللہ تو یہ بڑے راز کی بات ہے۔ لہٰذا جہاں آپ کی پسند کی زندگی نہ ہو' وہاں خاموشی سے گزر جانا' یہ بھی اللہ کا شکر ہے۔ اسی طرح اپنی پسند کو خاموشی کے ساتھ چھوڑنا بڑا شکر ہے بلکہ نمبرون شکر ہے۔ ناپسند کو خوشی سے قبول کرنا بھی اللہ کی بڑی مہربانی ہوتی ہے۔ تو جو چیز آپ کو پسند نہ ہو اور آپ کے ساتھ ہو' آپ کے گلے کا ہار ہو تو پھر آپ اسے قبول کرو۔ پسند کو چھوڑنا بڑا مشکل ہوتا ہے اور ناپسند کو قبول کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے' اور یہ کر جانا اللہ کے شکر کا مقام ہے۔ جب آپ اپنی زندگی کی تعریف کرتے

ہیں' شکر کرتے ہیں تو دراصل یہ اللہ کی تعریف ہے۔ تو اللہ کا شکر یہ ہے کہ اپنی حاصل چیز کو پسند کرو اور یہ اللہ کی تعریف ہے۔ یہ زندگی چار دن کی ہے اور اس میں آپ محبت سے گزر رہے ہیں تو یہ اللہ کی تعریف ہے۔ عبادت بھی اللہ کی تعریف ہے اور زندگی کو قبول کرنا بھی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ آپ اس کی طرف سے آنے والی ہر چیز کو قبول کریں۔ تو راز یہ ہے۔ اگر آپ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کس پر راضی ہے تو آپ خاموشی سے یہ فارمولا استعمال کر لیا کریں۔ اگر آپ اللہ کی ہر بات پر دل سے راضی ہیں تو اللہ آپ کے ہر عمل پر راضی ہے۔ جس پر اللہ نے راضی ہونا ہوتا ہے اسے اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ اگر آپ کی خواہش اور ہے' آپ کو ملا کچھ اور ہے یعنی آپ نے جو چاہا تھا یوں تو نہیں چاہا تھا' اور پھر بھی آپ اس کا شکر ادا کرتے ہیں تو یہ بڑی بات ہے۔ جن لوگوں نے جیل میں شکر ادا کیا ان کا شکر قبول ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ لاہیںؑ کی طرف سے چلا آرہا ہے اور یہ بڑے تقرب کی بات ہے۔ غم میں سجدہ بڑے تقرب کی بات ہے۔ خوشی پوری نہ ہونے کے باوجود سجدہ کرنا بڑے مقام کی بات ہے اور بڑے قرب کی بات ہے۔ اس لیے جب خوشیاں نہ پوری ہوں تو آپ سجدہ کریں۔ اس طرح اللہ راضی ہوتا ہے۔ جب خواہش پوری نہ ہو تو سجدہ کریں' اللہ راضی ہوتا ہے۔ جب زندگی ابتلا سے گزر رہی ہو' لوگ ہمدردی کر رہے ہوں تو آپ کو چاہیے کہ آپ سجدہ کر رہے ہوں اور کہیں کہ یا اللہ تیری مہربانی ہے' تو جس حال سے گزار' تیری مرضی' یا اللہ میں تیری ہر مرضی پر راضی ہوں۔ اس لیے فرمایا گیا ہے کہ ۔

ہم راضی ہیں اس قسمت سے
جیسی جبار نے تیار کی ہے

تو وہ جو بھی عطا کرے' آپ راضی ہیں۔ اس رضا پر اللہ خوش ہوتا ہے کہ آپ اس کے ہر فیصلے پر خوش ہو جائیں۔ آپ درمیان میں اپنا فیصلہ نافذ نہ کریں۔ بلکہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہیں۔

سوال :۔

کیا ہم صفات کے حوالے سے ذات کو پہچان سکتے ہیں؟

جواب :۔

صفات کے حوالے سے آپ اللہ کو نہیں پہچان سکتے اگرچہ صفت کو آپ پہچان سکتے ہیں۔ صفات کی تفسیر بھی بڑی لمبی ہے۔ صفات کے اندر جو تضادات ہیں' اس میں آپ دیکھیں گے کہ لامحدود کی ہر صفت لامحدود ہے۔ آپ صفات سے ذات تک بڑی مشکل سے پہنچیں گے۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے واحد ذات' واحد راستہ جو ہے وہ تقرب محبوبِ الٰہی ﷺ ہے۔ اور راستہ کوئی نہیں ہے بلکہ صرف تقرب محبوبِ الٰہی ﷺ ہے۔ اللہ کی Known صفات' معلوم صفات آپ کے پاس کل ننانوے ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ وہ ہر روز نئی شان کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ اس کی ذات کو جاننے کے بعد اس کے بارے میں بے حد معلوم ہو گا۔ اس کی کسی ایک صفت کو جاننے کے بعد' پہچان لینے کے بعد آپ اس کی متضاد صفت کو نہیں پہچان سکتے۔ اس لیے اکثر آپ کے ساتھ اس کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً" دعا قبول ہو گئی اور آپ نے کہا

مہربانی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ قبولیت کچھ اور نتیجہ لاتی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہوئی۔ اس لیے صفات کے اندر ایک وسیع Paradox ہے' تضاد ہے۔ اس لیے ذات سے تعلق بڑا آسان ہے۔ اللہ نے اپنے تقرب کا بتایا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ کے قریب ہوں۔ تو آپ اسے کسی ایک طریقے سے پہچان لیں ورنہ آپ چلتے ہی جائیں گے۔ صفات کے ذریعے چلنا مشکل ہو گا' محال ہو گا۔ اس لیے دقت ہو جاتی ہے۔ مثلاً" نماز آپ کی صفت نہیں ہے لیکن آپ کی نماز آپ کو ذات سے متعلق کر سکتی ہے۔ آپ کی کوئی صفت آپ کو متعلق کر سکتی ہے۔ اگر آپ ایک صفت کے حوالے سے چلتے جائیں گے تو جب دوسری صفت Operate کرے گی تو آپ گھبرا جائیں گے۔ مثلاً" بچانے والا خالق ہے اور مارنے والا بھی اللہ ہے۔ ذاتِ الٰہی کا شعور قرآن کریم کے باہر بھی ہے۔ قرآن صرف اللہ کا کلام ہے' وہ آپ نہیں ہے۔ لفظ "اللہ" بھی وہ نہیں ہے' وہ ذات ہے اور "اللہ" اسم ہے۔ صفات جتنا بھی اثر کرتی جائیں' ذات پھر بھی نہیں بنے گی کیونکہ یہ حصہ ہے' تعارف ہے۔ آپ کے پاس Demand ہوتی ہے' طلب ہوتی ہے کہ ایک چہرے کو دیکھنا ہے اور اگر عکس نظر آیا تو وہ ذات نہیں ہے۔ ہر چند کہ ذات اس کی اپنی ہے' صفت اپنی ہے مگر آپ کی ڈیمانڈ اور ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری اطاعت کرو اور ان کی بھی اطاعت کرو۔ خانہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اور تیرا دل بھی اس کا اپنا گھر ہے' اگر دل والا گھر خالی ہے تو خانہ کعبہ بھی خالی ہے۔ گمراہی کی بات ہو جاتی ہے اور کہنا نہیں چاہیے کہ اگر تیرا دل آباد ہے تو یہی خانہ خدا ہے۔ صفت بہرحال

Infinity کا حصہ ہے' لامحدود کا حصہ ہے ہر چند کہ Infinity اس کا حصہ ہے مگر وہ نہیں ہے۔ اللہ رازق ہے اور یہ اس کی صفت ہے۔ اگر کوئی اللہ کو رازق سمجھ کر پیسے کی بات کرتا ہے اور اس لیے سجدہ کرتا ہے تو یہ شرک ہے اور وہ شخص گمراہ ہو گیا۔ یہ ایک اتنی بڑی بات ہے کہ اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو سفر آسان ہو جاتا ہے اور آپ کنفیوژن سے نکل جاتے ہیں۔ اللہ کی یہ صفات بھی ہیں کہ وہ رؤف اور رحیم ہے اور اللہ نے قرآن میں اپنے محبوب کو بھی رؤف اور رحیم کہا ہے۔ رازق اللہ ہے اور رازق انسان بھی ہے' قہار اللہ اور قہار انسان بھی ہے' رحمان اللہ اور رحمان انسان بھی ہے' رحیم اللہ اور رحیم انسان بھی ہے۔ تو صفات ساتھ ساتھ چلتی جاتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بھی کہا رؤف اور رحیم۔ لیکن اللہ واحد ہے' نہ اس کا جمع نہ واحد' اللہ معبود ہے' رازق معبود نہیں ہے۔ معبود صرف اللہ ہے۔ ذات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کائنات میں جتنی بھی صفات ہیں وہ معبود نہیں ہیں۔ یہی ایک راز تھا جس کو آپ نے پہچاننا تھا۔ آپ صفات کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ذات کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپ کسی خانقاہ پر جاتے ہیں جہاں اللہ کی مہربانی ہے تو کیا مانگتے ہیں؟ اولاد اور پیسہ۔ سجدہ صرف اللہ کا کرنا ہے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے' یہ ہے اس کا راز۔ ضرورت کے سارے سجدے غیر ہیں۔ آپ نے کتنی ہی عبادتیں کیں اور ان سے اللہ کو نکال دیا۔ آپ نے اگر صفات سے اللہ تعالیٰ کو مانا ہے تو مریض جب اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ شفا مانگ رہا ہوتا ہے۔ غریب آدمی اللہ کی عبادت کر رہا ہوتا ہے تو وہ رزق مانگ رہا ہوتا ہے۔ اگر کسی کا دوست ناراض ہو گیا' جدا ہو گیا تو

دوست کو قریب لانے کے لیے آپ اللہ کی پاور کو Evoke کرتے ہیں۔
مانگنا تو ٹھیک ہے مگر عبادت اللہ کی کرنی ہے' شفا کی نہیں کرنی۔ اگر وہ قیامت تک شفا نہ دے' پھر بھی عبادت کرتے رہنا چاہیے اور بیمار ہونے کے باوجود آپ کی اطاعت میں فرق نہ آئے' غریب ہونے کے باوجود آپ کی اطاعت میں فرق نہ آئے' اللہ ہر حال میں اللہ ہے مثلاً" وہ ابھی ابھی رحمٰن ہو کر گزرا اور ابھی ابھی قہار ہو کر جلوہ دکھا گیا۔ آپ کا سجدہ ہر حال میں قائم ہونا چاہیے۔ مسائل حل کرانے والے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ خواہش پوری نہ ہو تو گلہ تو نہ ہو۔ بس آپ اپنی عبادتوں کا جائزہ لیتے رہا کریں کہ یہ عبادت صرف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ جو ہے وہ اللہ ہے۔ بہرحال آپ اللہ کی عبادت کریں' صفات کی نہیں۔ اللہ کی صفات کو ہم سب مانتے ضرور ہیں۔ صفات کی اتنی عزت کریں جتنی اللہ کی۔ اطاعت کس کی ہو گی؟ سجدہ کس کا ہو گا اب آپ کو ایک اور بات بتائی جائے۔ صفات کو ساری کائنات اور غیر مسلم بھی مانتے ہیں' ذات کو نہیں مانتے۔ آپ نے ذات کو ماننا ہے۔ خالق اپنی مخلوق میں جلوہ گری کرتا رہتا ہے۔ رازق کے حوالے سے پوری کائنات چل رہی ہے۔ موت کے حوالے سے سب مانتے ہیں۔ موت کو سب مانتے ہیں' زندگی کو مانتے ہیں' لیکن اللہ' عین اللہ' آپ نے ماننا ہے۔ اگر وہ دے تو اللہ' نہ دے تو اللہ۔ ہر حال میں آپ نے ماننا ہے۔

آپ اور سوال کرو۔ میں منع نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سوالوں کے بغیر بھی دیتا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا جائے۔ جو ہوتا

ہے ہونے دو۔ مانگو' ملے نہ ملے' تب بھی آپ عبادت کرتے جاؤ۔ دیتا ہے کبھی اور کبھی نہیں دیتا۔ مگر اس اللہ کی عبادت کرتے جاؤ۔ وہ اللہ جو دیتا ہے کبھی وہی اللہ ہے جو نہیں دیتا۔ اکثر لوگ اس اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رزق دیتا ہے۔ آپ ذات کو پہچانیں اور اس کی عبادت کریں۔

سوال :۔

کیا درد کی حالت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ ہر طرف وہ ہی وہ دکھائی دے ـــــ ایسے میں درد والا کیا کرے؟ اور ہمارے لیے کوئی واضح راستہ بتائیں۔

جواب :۔

اس سے آگے اس کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ آگے سرحد شروع ہوتی ہے وحدت الوجود کی۔ وہ بیان کرنے والی بات نہیں ہے۔ وحدت الوجود علم نہیں ہے جسے بیان کیا جائے' مشاہدہ ہے جسے دیکھا جائے۔ ذات' صفات' نظر' نظارہ' شعور' ظاہر اور شہود' یہ صداقت ہے۔ اگر آپ کے سجدہ کرنے کے عمل میں صداقت ہے تو آپ جہاں بھی سجدہ کرو گے تو وہاں وہ مسجود ہے۔ جو آپ کے سامنے ہے اور پیچھے ہے' وہ سب کا علم رکھتا ہے۔ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور ساری کائنات میں غیراللہ کا وجود ممکن نہیں۔ وہ قادر ہے اور کوئی انکاری کیسے ہو سکتا ہے۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

آپ سجدے سے تعلق رکھیں۔ میں نے بتایا یہ ہے کہ کہیں صفات کو سجدے نہ کرتے رہنا' ذات کو' اللہ کو سجدہ کرنا اور یہ سجدہ ضرورت کا سجدہ نہ ہو۔ ماسوائے عبادت کے کوئی چیز شاملِ عبادت نہ ہو۔ تو یہ ساری بات بیان کرنے والی نہیں ہے بلکہ غور کرنے والی ہے۔ ایسا کیوں ہے' دو انسان بیک وقت' یکساں اوقات میں ایک ذات کا' ایک انداز سے' سجدہ کرتے ہیں مگر دونوں کے نتیجے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ذات ایک ہے' سجدہ ایک ہے' وقت بھی ایک ہے' دونوں کا علم ایک ہے' الفاظ بھی ایک ہیں' مگر دونوں کی عبادت کے اندر نتیجہ مختلف ہے۔ تو لازماً" بات ہے کہ اس عمل کے علاوہ بھی کوئی بات شامل ہے۔ وہ دونوں جو ظاہری عبادت کر رہے ہیں' اس میں عبادت کے علاوہ بھی کوئی چیز شامل ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ان کی عبادتیں لوٹا دی جائیں گی۔ اللہ یہ کبھی نہ کہتا' اسے کیا ضرورت ہے کہنے کی' عبادت کو نامنظور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک تو ویسے ہی آپ کے پاس عبادت کرنے کا وقت نہیں ہے اور کبھی عبادت کر لیتے ہیں تو نامنظوری کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ فرشتے بھی عبادت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کچھ فرشتے آپس میں اس اندیشے میں بیٹھے تھے کہ عبادت کا وہ حشر نہ ہو جو شیطان کی عبادت کا ہوا تھا کیونکہ اس کی کروڑہا سال کی عبادت ایک سجدے کی وجہ سے رائیگاں ہو گئی۔ سجدے سے انکار سے پہلے شیطان بڑا عبادت گزار تھا۔ آج بھی جو لوگ مانتے گئے اور ایک کہنا نہ مانا تو وہ ابلیس بن گئے۔ اور آج کل آپ کتنے احکام نہیں مانتے۔ بس یہ اس

کی مہربانی ہے کہ وہ واقعہ Repeat نہیں ہو رہا' سزا نہیں مل رہی ورنہ عبادت کا وہ انجام بھی ہو سکتا ہے یعنی جو ابلیس کا حشر ہوا۔ اس لیے یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ وہ ہمارا ایسا حال نہیں کرتا۔ تو جب آپ یہ کہتے ہیں کہ دو اشخاص کی عبادتوں میں' یکساں عبادتوں کے درمیان آخر فرق کیا تھا تو فرق یہ ہوتا ہے کہ اس میں احساس ہوتا ہے' درد ہوتا ہے' کچھ بھی ہو' یہ Condition کی بات نہیں ہے' بس یہ مل جائے تو درد ہے۔ ورنہ یہ بیان نہیں ہو سکتا۔ خوشی بیان نہیں ہو سکتی تو وہاں غم کیسے بیان ہو گا۔ درد بیان نہیں ہوتا' بینائی بیان نہیں ہوتی' بلکہ دیکھی نہیں جا سکتی۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ درد غصہ بن سکتا ہے' درد انتقام بن سکتا ہے' بعض اوقات محبت کا درد نفرت بن سکتا ہے' ظالم نے اتنی تکلیف پہنچائی کہ محبت کی بجائے نفرت ہو گئی' اب اس کی جدائی نے اتنی تکلیف دی ہے کہ اس محبوب سے نفرت ہو گئی ہے۔ محبت کی یاد شدتِ غم کی وجہ سے نفرت پیدا کرتی ہے۔ بعض اوقات غم سجدہ بنتا ہے' ایک ایسا غم جو اگر بارگاہِ الٰہی کی طرف رجوع کر جائے تو یہ اس غم کی بات ہے جو منت کش دوا نہ ہوا۔ وہ غم ایک ایسی چیز ہے جو اگر چھن جائے تو سمجھو کہ متاعِ بے بہا ختم ہو گئی۔ اس غم والے کہتے ہیں کہ ؎

مجھے سب قبول فلک مگر
غمِ دوست مجھ سے طلب نہ کر

غم والا کہتا ہے کہ یہی میری زندگی کی آس ہے' یہی زندگی کی

تلاش ہے اور زندگی کے اندر جو میرا حاصل ہے یہ غمِ دوست ہے' یہ نہ لینا۔ وہ لوگ خوش قسمت ہیں جن کی ماسوا کی محبت' غیراللہ کی محبت' کسی انسان کی محبت' ماورا کی محبت میں تبدیل ہو جائے۔ وہ غم جو ہے واحد ذریعہ ہے اللہ تک رسائی کا۔ اس لیے ماسوا کی محبت ماورا کی محبت بن جانے کا بڑا امکان ہوتا ہے' اس لیے اس کو قبول کرتے رہتے ہیں' پھر یہ آنا" فانا" قبول ہو جاتی ہے۔ جس طرح ہیر رانجھا کو ذاتی محبت تھی مگر وارث شاہؒ کے آ جانے سے وہ غیر ذاتی بن گئی۔ اللہ کی طرف جانے والوں کا غم ویسے ہی بیان ہوتا ہے جیسے دنیا والوں کی محبت۔ مثلا" امیر خسروؒ نعت پڑھ رہے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ۔

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سرپا آفتِ دل بود' شب جائے کہ من بودم

یہ ساری غزل ہے اور دردِ الٰہی عام طور پر مزید ہو جاتا ہے' وہ درد اللہ کی طرف سے ہے اور وہ دنیا سے کچھ حاصل کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ درد اچھا نہ ہو تو یہ اچھی بات ہے۔ تو اس طرح ماسوا کی محبت ماورا کی لگن بن جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ اچھا ہوا کہ درد ٹھیک نہیں ہوا۔

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

درد والا تسلیم کو تحقیق کے بغیر مان لیتا ہے۔ کیا زندگی میں کوئی ایسی سنج آتی ہے کہ تسلیم کی شکل دیکھیں اور کبھی ہم ایمان کا چہرہ دکھا

سکیں؟ اگر آپ نے یہ نہ دیکھا تو آپ کا ایمان نامکمل رہ جائے گا۔ یہ ضروری ہے۔ آج کی دنیا جو آپ کے سامنے ہے' مسلمانوں کی جو دنیا ہے' کیا آپ کے علم میں ہے اور علم کے مشاہدے میں کیا کوئی آدمی ہے؟ تو آج کل اسلام ہے مگر مسلمان نظر نہیں آتا۔ اسلام کے قوانین مکمل ہیں' قوانین کے مطابق آپ کو کوئی آدمی ایسا نظر نہیں آتا جو Present کیا جا سکے' پیش کیا جا سکے کہ یہ ہے مسلمان۔ تو جب تک آپ کو زندگی میں کوئی ایسا نظر نہ آئے جس کو آپ کہہ سکیں کہ یہ مسلمان ہے تو آپ کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ جب تک تاریخ میں یہ نظر آئے گا کہ آئیڈیل مسلمان ہے' یہ صحیح مسلمان ہے' یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہوئی ہیں تو گواہی دینے کی حد تک آپ پر مشاہدہ لازم ہے۔ ورنہ آپ کے ایمان کے اندر دراڑ ہے۔ اس زندگی کے اندر آپ سے ہر روز پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے اس اسلام کے مطابق کوئی مسلمان دیکھا؟ اگر آپ کا جواب ناں میں آتا ہے تو پھر آپ پر گرفت ہے۔ اگر کوئی ایسا انسان آپ کو نہیں ملا تو پھر آپ نے خود کو وہ آدمی سمجھا ہے اور اگر یہ کہتے ہیں کہ میں بھی وہ نہیں ہوں تو پھر سارا نظام خراب ہو گیا۔ آخر کار آپ اسلام سے باہر ہو جائیں گے۔ پھر لوگ پوچھیں گے کہ یا اللہ کون ہے وہ آدمی جو اسلام کے مطابق کام کر رہا ہے؟ یا تو کسی کو ڈھونڈو یا خود بنو۔ جتنا بھی اس کے قریب ہو سکیں' اس کا مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ مشاہدہ دراصل کسی مسلمان کا مشاہدہ ہے اور اسلام کی زندگی کو مشاہدے میں دیکھنا ہے۔ یہ آپ کے لیے ثواب کا باعث ہے۔ ایسا کوئی انسان موجود ہونا چاہیے جس پر اللہ کا انعام ہو۔

ایک درویش نے بہشتی دروازہ لگایا' ان سے پوچھا گیا یہ واقعہ کیوں ہے اور کیا ہے' بہشت تو آخرت کے بعد ہے۔ تو انہوں نے فرمایا جس نے یہاں بہشت نہیں دیکھی' اس نے آگے کیا دیکھنی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت ہے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ یہ اس اندھے کی بات نہیں جو بینائی سے محروم ہے۔ یہ ایمان کے اندھے کی بات ہے۔ جس نے یہاں اپنے ایمان کا چہرہ نہ دیکھا اس نے قیامت کو کیا دیکھنا ہے۔ اسی لیے یہ بڑا سوال ہے اور اس کا بڑا جواب ہے۔ اللہ آپ کو آپ کے ایمان کی شکل کا دیدار کرائے اور اسے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے کوئی گرائمر نہیں ہے' کوئی فارمولا نہیں ہے' اللہ پوچھے گا کہ کیا میری کائنات دیکھی؟ اگر آپ جواب دیں کہ دیکھی اور اسلام پسند آیا تو آپ کے پاس کم از کم دو نام ضرور ہونے چاہئیں' ایک آپ خود اور ایک جس کو آپ نے دیکھا ہے۔ آپ مسلمان ہیں' آپ اسلام کو جانتے ہیں' آپ کو یہ راستہ چلنا چاہیے' اللہ ضرور یہ راستہ دکھاتا ہے۔ بزرگوں میں سے اگر کوئی خواب میں دیدار کرائے تو اسے کہتے ہیں اویسی سلسلہ۔ اویسی سلسلہ کیا ہوتا ہے؟ خواب میں کسی کا گزر ہو' کوئی بزرگ آپ کو دیدار کروائے اور آپ کو نسبت دے دے' داتا صاحبؒ سے ہو جائے' خواجہ صاحبؒ سے ہو جائے یا کسی بزرگ سے ہو جائے یا پھر کوئی حال کا بزرگ ہو۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔ اگر آپ کو کوئی ایسا پیر بھی مل گیا جو ناکامل ہے' نامکمل ہے' تو اگر وہ نامکمل پیر آپ کو وابستگی دے گیا تو اس کی اس سے بڑی قابلیت کوئی نہیں ہے۔ وابستگی کے بعد کسی مقام پر آپ نے اس کی صداقت فکری یا صداقت غیر فکری

کا اظہار کر دیا تو وابستگی کا فائدہ ہی کچھ نہ ہوا۔ آپ کو اس سے تعلقات پر استقامت ہی فائدہ پہنچاتی ہے۔ اپنے تعلقات پر استقامت جس کو نہیں ملتی اسے فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہم سفر کے ساتھ استقامت عطا فرمائے۔ استقامت ہی اس سفر میں کرامت ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ اگر چار آدمی مل کر اللہ کی تلاش میں چل پڑیں تو ان کو اللہ ضرور ملے گا۔ اگر ان چاروں کو اللہ نہیں ملتا تو جتنی سنگت چلتی ہے اتنا ہی اللہ ہے۔ جس جگہ آپ اللہ کا ذکر کرتے ہیں' اس جگہ کا نام ہے اللہ کی جگہ' جس جگہ آپ سجدہ کرتے ہیں وہ جگہ ہے مسجود کی جگہ۔ دو آدمی اگر ہم سفر ہو کر ملیں تو ان دونوں آدمیوں کو آخری مقام تک ہم سفر رہنا چاہیے۔ اپنے ساتھوں کے ساتھ وابستگی اتنی ضروری ہے کہ اپنے خیال کے اندر استقامت ہو جائے۔ اگر آپ اکیلے جا رہے ہیں تو اکیلے چلتے جائیں' اس میں بھی بڑا خیال ہے' اسے یکتائی خیال کہتے ہیں۔ ایک بزرگ نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ توحید کے متعلق فرمائیں۔ انہوں نے کہا کہ بتائیں گے۔ ایک مرتبہ وہ اپنے شیخ کے ہمراہ حج پر جا رہے تھے تو ایسا واقعہ ہوا کہ راستے میں ایک گھوڑ سوار آیا اور ان کے شیخ سے بات کی۔ شیخ نے کہا نہیں اور وہ شخص واپس چلا گیا۔ بزرگ نے اپنے شیخ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ تیرے اس سوال کا جواب آیا تھا جو تو نے توحید کے بارے میں پوچھا تھا۔ پوچھا یہ کون تھے؟ بولے خضر علیہ السلام آئے تھے اور کہتے تھے اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ حج پر چلوں تو میں نے کہا کہ ہم مل کر نہیں چل سکتے' یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اللہ کے خیال کو توڑ کر تمہارے خیال میں لگا دوں۔ یعنی کہ جس

خیال میں آپ چلے ہیں اسی خیال میں آپ نے سفر کرتے جانا ہے' جس سنگت کو لے کر چلے ہیں' اس سنگت کو لے کر چلنا ہے' جس احترام میں چلے ہو اس احترام میں چلنا ہے' پہلے دن جو آپ کی حالت ہے یہ آخری دن تک رہ گئی تو آپ کامیاب رہیں گے۔ جس نے کامیاب نہ ہونا ہو وہ راستے بدلتا رہتا ہے' کبھی چشتی' کبھی قادری' کبھی اِدھر کبھی اُدھر' کبھی یہ کبھی وہ اور پھر کہتا ہے کہ ہم بہت سے لوگوں سے ملے مگر فیض نہیں ہوا۔ تیری استقامت کا نام ہے فیض! تو اپنے آپ میں اپنے حال میں استقامت اختیار کرو۔ یہی فیض ہے۔ اس کے اندر سارے حجاب کھل جاتے ہیں۔ استقامت قائم ہونے کا نام ہے۔ جب آپ کو یہ حالت مل جاتی ہے تو ایمان کی سمجھ آ جاتی ہے۔ تو اگر آپ سے یہ پوچھا جائے کہ آپ کے خیال میں کون آدمی ہے جس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے۔ تو آپ کو چاہیے کہ فوراً" بتا دیں۔ اس طرح آپ فقیر ہو جائیں گے اور آپ کو فقیروں کا گروہ مل جائے گا۔ اگر آپ دنیا دار ہو جائیں گے تو دنیا داروں کا گروہ مل جائے گا' کافروں کا گروہ مل جائے گا۔ اگر آپ میز پر تاش کے پتے رکھ دیں تو کچھ دیر بعد سارے کھیلنے والے آ جائیں گے۔ اگر آپ گھوڑے دوڑا دیں تو ریس لگ جائے گی۔ جیسے انسان آپ ہیں' آپ کو ویسے انسان مل جائیں گے۔ اگر آپ فقیر ہیں تو آپ کو فقیر ملیں گے۔ اگر آپ اعلان کر دیں کہ پڑھنے والے بندے مل جائیں تو وہ مل جائیں گے آپ کو۔ یہ آپ کا اپنا اندیشہ ہوتا ہے جو آپ کو تنہا لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اس لیے آپ کو آپ کے ایمان کا حسن' آپ کو اپنے ایمان کی شکل ضرور نظر آنی چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ آپ یہاں اس دنیا سے

اندھے ہو کر گزریں۔ آپ اس ایمان کی شکل کو ضرور دیکھنا۔ پھر آپ کو کسی انسان ہی کی شکل نظر آئے گی۔ یہی ہے آپ کا عرفان۔ باقی یہ کہ آپ سب لوگوں کو میرے سفر کا پتہ ہے۔ یہ علم کا پراسیس ہے کہ آپ لوگ مجھ سے ملتے رہتے ہیں' ہم مل کر بیٹھتے ہیں' میں آپ کو گیٹ پر کبھی ریسیو کرتا ہوں اور کبھی گیٹ تک چھوڑنے بھی جاتا ہوں۔ جب میں اس سیٹ پر بیٹھتا ہوں تو یا تو آپ نے بٹھایا ہے یا میں بیٹھا ہوں۔ اس سیٹ پر بیٹھنے کے بعد اس سیٹ کے مالکوں کی طرف سے میں نے آپ کو سکھانا ہے اور آپ عقیدت میں بیٹھ گئے۔ اگر میرے ہاتھ میں قرآن کا علم ہے تو میں آپ کو قرآن کی طرح احترام سکھاؤں گا۔ اگر صداقت کا علم ہے تو میں صادقوں کی طرح آپ کے اندر احترام پیدا کراؤں گا۔ ذاتی تعلق میں آپ سارے میرے لیے محترم ہیں مگر جب میں یہ بات کرتا ہوں تو پھر خاموشی کے ساتھ سنا جائے تا کہ Disturbance پیدا نہ ہو۔ آپ کی خاموشی میری گویائی ہے' آپ کا ادب' میرا مقام ہے۔

اب دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمارے اپنے عمل میں صداقت عطا فرمائے۔ ہمیں فکر میں صداقت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے نواز۔ یا رب العالمین دنیا میں اتنی کمی نہ دے کہ ہم تیرے خیال سے غافل ہو جائیں' اتنا کرم نہ کر کہ ہم تمہیں بھول جائیں اور اتنا ستم بھی نہ کر کہ ہم تمہیں یاد ہی نہ کر سکیں۔ ہمیں اپنے قریب رکھ اور اپنے قریب والوں کے قریب رکھ۔ ہمیں آسانی عطا فرما۔ یارب العالمین! صاحبانِ اولاد کو

اولاد کی طرف سے آسانی عطا فرما۔ پاکستان کو بھی آسانی دے۔ مشکلات کو آسان کر یا اللہ! آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

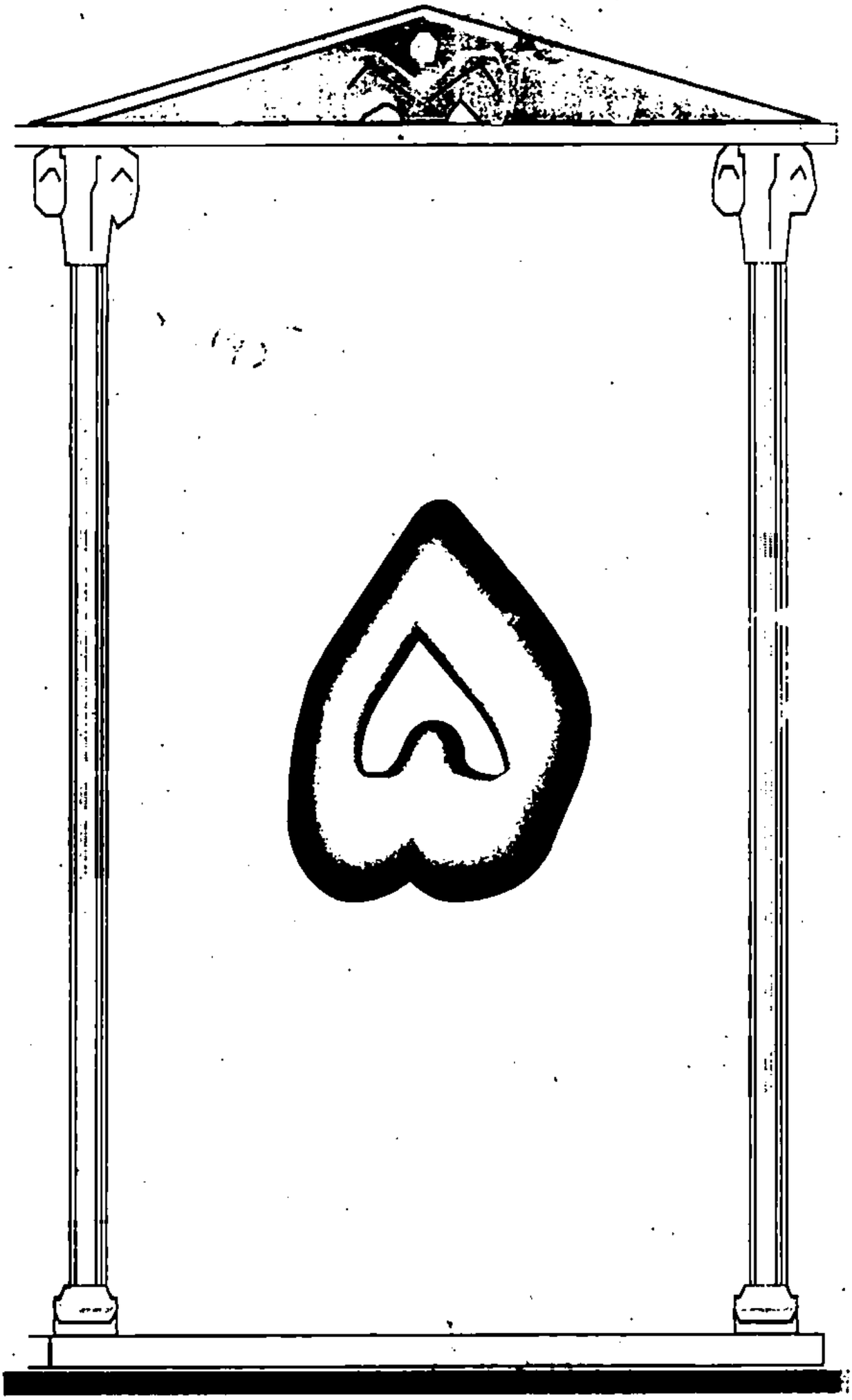





۱ آج کل دین کے بارے میں طرح طرح کی کئی کنفیوز کرنے والی باتیں ہیں۔۔۔۔پھر ہم کیا کریں؟

۲ عرض یہ ہے کہ وجدان کیا چیز ہوتی ہے؟

۳ آپ کی کتاب ''شب چراغ'' میں ایک نظم ہے ''سن رہا ہوں میں دور کی آواز''۔اس میں بڑا وجدان ہے۔

۴ وجد اور وجدان میں فرق کیا ہے؟

۵ کیا وجدان کو علم کی طرح پھیلایا جا سکتا ہے؟

۶ جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں ان کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے تو ہم کیا کریں؟

۷ یہ جو بزرگوں کی تعلیمات ہیں یہ اسلام اور ایمان کی تبلیغ کے لیے ہیں۔

۸ بہت کوشش کے باوجود اب تک ہمارے باطن کی اصلاح نہیں ہو رہی' اس کے لیے کیا کریں؟

۹ ہم اپنے معاشرہ میں لوگوں کو اسلام سے کم وابستہ دیکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اور کیا بنے گا؟

۱۰ جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوتا رہتا ہے۔

سوال :۔

آج کل دین کے بارے میں طرح طرح کی کئی کنفیوز کرنے والی باتیں ہیں ——— پھر ہم کیا کریں؟

جواب :۔

بہت ساری چیزیں ہیں جو پتہ نہیں چلتا کہ کس طرح سے ہمارے ہاں آ گئی ہیں۔ ایسی چیزیں نماز میں بھی آ گئی ہیں اور تو اور آپ یہ دیکھو کہ کہتے ہیں کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھو' کبھی آپ اذان سنو تو ایک نے جب یا رسولؐ اللہ کہہ دیا تو دوسرے نے کہا کہ یہ کافر ہے' تو اس نے کہا کہ تم یا رسولؐ اللہ نہیں کہتے ہو لہٰذا تم کافر ہو اور یہاں پر جتنے لوگ ہیں ان میں یا رسولؐ اللہ کہنے والے بیٹھے رہیں اور باقی نکل جائیں۔ تو دوسرے نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ پڑھنے والوں کو باہر نکال دیا جائے کیونکہ ان کے نزدیک اللہ کے علاوہ کسی کو پکارنا گناہ ہے بلکہ شرک ہے۔ اللہ کو پکارنے کا مطلب کیا ہے؟ آپ کو کچھ بیماری کا تو پتہ ہو تا کہ اس کا علاج کر کے بچا جا سکے۔ تو ایک نے دوسرے کو کافر کہہ دیا اور دوسرے نے پہلے کو کافر بنا دیا۔ یہ تو حساب کا سوال بنا ہوا ہے کہ کس طرح کا کافر اور کس طرح کا مومن! جو کام کافر کے ساتھ ہوتا ہے وہی کام مومن کے ساتھ بھی ہو رہا

ہے' یہ ایمان والی بات تو نہ ہوئی۔ مرنا اور زندہ ہونا تو دونوں کے ساتھ ہو رہا ہے' ہندو بھی روتا ہے اور مسلمان بھی روتا ہے۔ جب آپ روتے ہیں تو کیا آپ کے آنسو مسلمان آنسو ہیں اور ہندو کے آنسو ہندو ہیں؟ اور یہ سب آنسو مرنے والے ہیں۔ وہ کام جو زندگی میں آپ کرتے ہیں وہی کام کافر بھی کرتا ہے۔ آپ ایسے کاموں کو اپنی زندگی سے نکال دیں۔ لہٰذا پیدائش اور موت پر کوئی بحث نہیں ہے' آپ کے رونے یا ہنسنے پر بھی بحث نہیں ہے' ہر انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ کھانا کھاتا ہے' اس پر بھی کوئی بحث نہیں ہے' ہندو بھی کھانا کھاتا ہے اور آپ بھی کھانا کھاتے ہو' اس پر بھی بحث نہیں ہے' بیٹیاں آپ بھی بیاہتے ہو' ہندو بھی بیاہتا ہے' بیٹا بیاہ کر ہندو بھی گھر میں لاتا ہے اور مسلمان بھی' اس میں بھی فرق نہیں' پیسے آپ بھی گنتے رہتے ہیں اور ہندو بھی گنتا رہتا ہے بلکہ ہندو زیادہ گنتا رہتا ہے' اور یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آنے والے وقت کا آپ کو بھی انتظار ہوتا ہے اور ہندو کو بھی انتظار ہوتا ہے۔ تو پھر کون سی ایسی بات ہے جو مسلمان میں ہے اور ہندو میں نہیں ہے! وہ آپ بتائیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو دعائیں اور آرزوئیں مسلمانوں کی ہیں اور وہی آرزوئیں ہندوؤں کی ہیں اور کافروں کی بھی ہیں۔ ہندو یا کافر اس طرح تو مسلمان ہونے سے رہا۔ مسلمان کہتا ہے کہ یا اللہ ایک اچھا مکان دے اور یہ کہ میں ایک اچھا مکان بناؤں گا۔ اور کافر کے پاس پہلے سے اچھا مکان ہے۔ اور آپ کا خیال ہے کہ اچھی زندگی ہونی چاہیے اور کافر کے پاس پہلے ہی اچھی زندگی ہے۔ ہمارے پاس ہسپتال اچھے ہونے چاہئیں اور وہاں کافروں کے پاس بہت اچھے ہسپتال ہیں اور یہاں سے لوگ علاج کرانے کے

لیے وہاں جاتے ہیں' بچہ یہاں بھی ویسے پیدا ہوتا ہے جیسے امریکہ کے ہسپتالوں میں' بچوں کے لیے تعلیم اچھی ہونی چاہیے تو وہاں ان کافروں کے پاس تعلیم اچھی ہوتی ہے' یہاں مستقبل اچھا ہونا چاہیے تو ان کے پاس بھی مستقبل اچھا ہے' یہاں اخبار ہونا چاہیے' تو اخبار وہاں بھی چھپتا ہے' یہاں جمہوریت ہونی چاہیے' وہاں بھی جمہوریت ہے بلکہ آپ نے جمہوریت کا پورا نام سنا نہیں' اس کا پورا نام یہ ہے کہ

Government of the poeple,for the people,by the people.

یعنی عوام کی حکومت' عوام کے لیے اور عوام کی جانب سے۔ تو یہ ڈیموکریسی یورپ میں آئی اور وہاں سے چلتی ہوئی ہمارے پاس آ گئی اور یہی ہمارے فیل ہونے کی وجہ ہے کہ ہم اکثریت کا فیصلہ نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اکثریت بے وقوف ہے اور اگر آج اکثریت سے پوچھا جائے کہ پاکستان میں اسلام ہونا چاہیے تو اکثریت یہی کہے گی کہ پاکستان میں اسلام نہیں ہونا چاہیے' جب کہ جمہوریت میں اکثریت کا فیصلہ مانا جاتا ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کوئی پیغمبر اکثریت کے فیصلے سے نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے اکثریت کا فیصلہ تو نہیں لیا۔ اب آپ بتائیں کہ کیا یہ ووٹ سے ہوا۔ کسی پیغمبر نے ووٹ نہیں لیے۔ کسی ولی اللہ نے ووٹ نہیں لیے اور کسی امام نے ووٹ نہیں لیے۔ دین کے جتنے بھی درجے ہیں وہ کسی نے ووٹ سے حاصل نہیں کیے۔ ووٹ سے اس علاقے کا "غوث" آپ نہیں بنا سکتے! "غوث" کون بنائے گا؟ اللہ بنائے گا۔ تو اسلام کی جمہوریت یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ وہ جو مرتبے مغرب سے آتے ہیں وہ آپ لوگ چھوڑ دیں۔ جمہوریت کے فیصلے کہاں سے آتے ہیں؟ تو یہ جمہوریت

کی طرف سے آتے ہیں۔ تو ووٹ کافر بھی دیتا ہے اور مسلمان بھی دیتا ہے۔ پھر آپ بتائیں کہ کون سی ایسی چیز ہے جس پر آپ مسلمان Claim کرتے ہیں' دعویٰ کرتے ہیں' وہ آپ بتائیں۔ یعنی کون سی ایسی چیز ہے جو مسلمان میں ہے اور کافر میں نہیں ہے۔ تو وہ ہے ایمان۔ ایمان سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ کے پاس ایمان ہے لیکن آپ کو اس کا تو کچھ پتہ نہیں ہے۔ جس بس میں آپ بیٹھتے ہیں وہ کافروں کی بنائی ہوئی ہے' جہاز میں بیٹھ کر حج کر آتے ہو اور ان کی چیزیں خرید آتے ہو جو مسلمان نہیں ہیں' تقریباً" چیزیں کافروں کی بنی ہوئی ہیں اور وہ آپ استعمال کرتے ہیں۔ تو پھر فرق کیا پڑا؟ آپ کے ایمان کا یہ حال ہے کہ آپ کا ایمان دنیاوی شے مانگتا ہے۔ آپ وہ چیز بتائیں جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپ مسلمان ہیں اور وہ کافر ہیں۔ آپ کے سارے دن میں اسلام کا کچھ نہ کچھ تو واقعہ ہونا چاہیے۔ تو یہ سب قصہ کیا ہے؟ جب تک یہ ساری بات آپ کو سمجھ نہ آئے تب تک یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ سارا واقعہ کیا ہے۔ اب یہاں پر لوگوں نے سوال شروع کر دیے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں درود شریف بھیجتا ہوں اور تم لوگ بھی حضور پاک ﷺ پر درود بھیجو۔ یہ بات صحیح ہے ناں! پھر لوگوں نے سوالات شروع کر دیے کہ اللہ درود کس طرح بھیجتا ہے اور وہ کیا الفاظ ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں اللّٰھم صل علٰی محمد اے اللہ تو نے رسول پاکؐ کو جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اس میں اضافہ فرما اور سلامتی بھیج۔ اللہ تعالیٰ خود درود بھیج رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ مومنو تم بھی درود بھیجو۔ تو سب درود بھیجیں۔ اب پیغمبرؐ اپنی ذات پر خود کیسے درود بھیجتے ہیں؟ انداز تو

وہی ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں یعنی درودِ ابراہیمی۔ تو نماز میں حضور پاکؐ کا نام آتا ہے اور کہتے یہ ہیں کہ نماز میں اگر غیراللہ کا خیال آ جائے تو نماز فسق ہو جاتی ہے مگر نماز میں کتنے ہی اور غیراللہ کے نام آتے ہیں۔ نماز میں آپ کے ماں باپ کا نام آتا ہے' درود شریف میں حضور پاک ﷺ کا نام آتا ہے' ان کی آل کا نام آتا ہے' حضرت ابراہیمؑ کا ذکر آتا ہے' آلِ ابراہیمؑ کا ذکر آتا ہے۔ اعتراض کرنے والے' ان سب کو غیراللہ کہہ رہے ہیں لیکن اسی کا نام نماز ہے۔ تو نماز تو بنتی ہی "غیراللہ" سے ہے۔ ان کو آپ غیراللہ کہتے ہیں لیکن ہم تو کہتے ہیں کہ یہ عین اللہ ہے۔ جب یہ واقعات واضح ہوتے ہیں تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ تو آپ نماز کو بھی اللہ کی نماز سمجھ کر پڑھیں۔ نماز میں جتنے لوگوں کا ذکر آتا ہے ان کے ذکر کے باوجود اللہ' اللہ ہے۔ اور باقی سب غیراللہ نہیں ہیں کیونکہ غیراللہ وہ ہے جس کا نماز میں ذکر نہ ہو۔ گمراہ یہ کہے گا کہ اگر نماز میں حضور پاک ﷺ کا تصور آ جائے تو نماز ختم ہو گئی' بلکہ نماز میں ذکر نہ آئے تو ختم ہو گئی۔ اگر نماز میں درود نہ پڑھا جائے تو نماز ختم ہو جاتی ہے۔ تو نماز میں جو درود شریف ہے یہ عباد الصالحین ہے۔ جس کی ذات کا ذکر قدرت کی طرف سے حکم کے طور پر آ رہا ہے تو ان کا ذکر جو ہے یہ عین اللہ ہے' یہ اللہ کے ذکر میں شامل ہے اور یہ اللہ کی نماز میں شامل ہے۔ تو اللہ کی عبادت میں انسان کا ذکر شامل ہو گیا' ذکر کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کا نام کثرت سے لیا جائے' تو یہ نام شامل ہو گیا۔ قرآن پاک اللہ کی کتاب ہے اور اس میں اللہ کا ذکر ہے۔ آپ قرآن پاک شروع کریں تو اس میں اللہ تعالیٰ انسانوں کا ہی ذکر کرتا ہے۔ شروع میں

فرمایا گیا ہے کہ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ یہ کتاب وہ ہے جس میں کوئی شک نہیں اور یہ کتاب ہدایت ہے ان لوگوں کے لیے جو متقی ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اپنے مال سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر اس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے' ان کا یہاں تک ذکر ہے کہ وہ لوگ کیا کھاتے تھے اور کیا پیتے تھے' موسیٰؑ کا ذکر ہے' فرعون کا ذکر ہے' عصا کا ذکر ہے' سانپ کا ذکر ہے' گائے کا ذکر ہے' گائے کے بچے کا ذکر ہے' مچھلی کا ذکر ہے' پیغمبر کو مچھلی کا نگل لینا اور پھر پیغمبر کا زندہ ہو جانا' یہ سب انسانوں ہی کا ذکر ہے' عیسیٰؑ کا ذکر ہے' صالحؑ کا ذکر ہے' بلکہ بے شمار انسانوں کا ذکر ہے' بے شمار واقعات ہیں' میرا مطلب ہے کہ سارا ہی ذکر انسان کا ہے اور اللہ تعالیٰ کیا کمال سے ان واقعات کو بیان کرتا ہے کہ انسانوں نے فریاد کی' انسانوں پر مصیبت آ گئی اور ظالموں کو برباد کر دیا گیا' یہ سب اگر غیراللہ ہوتا تو اللہ کہتا کہ ان کا ذکر نہ کرو۔ اللہ فرماتا ہے کہ سلام علیٰ نوح یعنی ہم نوحؑ پر سلام بھیجتے ہیں۔ اگر نوحؑ پر اللہ سلام بھیج رہا ہے تو یہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ میرا مطلب ہے کہ جس پر اللہ سلام بھیجے' وہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ جس پر درود شریف بھیج رہا ہے وہ غیراللہ کیسے ہو گیا۔ یہ سب کم عقل لوگ ہیں جو ایسی بات کرتے ہیں۔ لوگ قرآن پاک تو پڑھتے نہیں ہیں' اور جب قرآن پاک پڑھا کرو تو اس کو دیکھا کرو' غور کیا کرو اور تدبر کیا کرو۔ قرآن پاک میں جتنا ذکر ہے سب انسانوں کا ہے اور یہ کسی جگہ نہیں لکھا ہوا کہ مسلمان جو ہے یہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ کفار کے لیے لکھا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے لیے قرآن پاک میں بشارتیں لکھی ہوئی ہیں اور آپ لوگ

ہو کہ غیروں سے' کفار سے' مرعوب ہو اور مانتے نہیں ہو۔ تو عذاب کن پر آنے والا ہے؟ جھوٹوں پر! اور مسلمان جو ہے وہ تو جھوٹا ہوتا نہیں ہے۔ اب آپ جھوٹ بولنا چھوڑ دو تو عذاب نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کا سارا کمال یہ ہے کہ وتبارک اللہ احسن الخالقین وہ بہترین تخلیق کرنے والا ہے' Best of the Creators ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خوب صورت کائنات بنائی اور اسے مرقعَ جمال بھی بنایا اور اس کائنات میں سب سے بہتر جو چیز بنائی ہے وہ عین انسان بنایا ہے۔ اس کے ہاں انسان ہی کا سارا ذکر ہے جس کو آپ غیراللہ کہہ رہے ہو۔ انسان جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی کمال Creation ہے' کمال کی تخلیق ہے۔ اس نے انسان کو بنایا اور اب انسان کا ذکر کرے تو یہ غیراللہ نہیں ہے۔ غیراللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ سے روکے' چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ ہر وہ چیز جو اللہ کی راہ سے روک رہی ہے وہ غیراللہ ہے اور ہر وہ چیز جو اللہ کی راہ کی طرف لے کر جا رہی ہے وہ عین اللہ ہے' بے شک آپ اسے عین اللہ نہ کہو لیکن اسے قاصد فی اللہ ضرور کہو' جو اللہ کی راہ پر لے جانے والا ہو۔ تو ان لوگوں کا ذکر کرنا ناجائز نہیں ہے جو اللہ کی راہ دکھانے میں معاون ہوتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں ان کا مقصد چاہے کوئی بھی ہو وہ غیراللہ ہیں۔ تو اس لیے عین اللہ کیا ہوا' غیراللہ کیا ہوا' ولی اللہ کیا ہوا' محب اللہ کیا ہوا' یداللہ کیا ہوا' وجہہ اللہ کیا ہوا؟ آپ یہ سب غور سے دیکھ لیں۔ وجہہ اللہ کیا ہوا؟ وہ انسان جس کو دیکھتے ہی اللہ کریم یاد آ جائے' اسے کیا کہیں گے؟ وجہہ اللہ! وہ اللہ کا چہرہ ہو گیا۔ اور جس کو دیکھتے ہی قوت یاد آ جائے وہ یداللہ ہو گیا۔ اور وہ ولی اللہ ہو گیا

جس کو آپ کہیں کہ اب ہم آپ کے پاس آ گئے ہیں لہٰذا ہمیں ڈر کوئی نہیں ہے۔ جب یہ یداللہ ہو گیا تو پھر اللہ ہی اللہ ہو گئی اور طاقت آ گئی۔ اس لیے یہ سارے واقعات تو موجود ہیں' پھر بھی آپ غور نہیں کرتے ہو۔ آپ غور کریں گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا بات سکھائی ہے کہ ید اللہ' ولی اللہ اور غیراللہ کیا ہے۔ یہ آپ لوگوں نے بلا سبب سب جھگڑے بنا دیے ہیں۔ آپ نے پڑھا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اگر آپؐ نہ ہوتے تو میں یہ کائنات ہی نہ بناتا"۔ تو اگر آپؐ نہ ہوتے تو یہ کائنات ہی نہ ہوتی۔ تو کائنات جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کی تخلیق کا رزلٹ ہے۔ آپؐ کی ذات گرامی اول اور یہ کائنات دوم۔ اب آپ بتائیں کہ غیراللہ کیا ہوا اور عین اللہ کیا ہوا۔ تو پہلے اللہ ہے اور پھر کوئی وجہ تخلیق بنے گی' تو وجہ تخلیق حضور پاک ﷺ ہیں۔ تو اللہ کے بعد کون سی ذات ہے؟ وہ حضور پاک ﷺ ہیں؟ اب اللہ کا درود کیا ہے؟ وہ اللہ محبت میں ہے' اللہ پاک نے اپنا محبوب پاکؐ بنایا اور پھر اپنے محبوب پاک ﷺ سے محبت کی۔ اب آپ بتائیں کہ پہلے محبت ہوتی ہے یا کہ پہلے محبوب ہوتا ہے؟ اب یہ آپ کو پتہ نہیں کہ پہلے کیا ہوتا ہے؟ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ ہیں اور ان کی خوشنودی کے لیے اللہ نے یہ کائنات بنائی اور یہ کائنات جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کے ذکر کے لیے ہے۔ تو اس کا راز یہ ہے کہ جس شخص نے کائنات میں حضور پاک ﷺ کا ذکر دیکھا اور حضور پاک ﷺ کا ذکر کیا' وہ اس کائنات کے راز کو پا گیا۔ اب کسی اور وضاحت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ

لوگ تو صرف یہی دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں کچھ پیسے ہی دے دو' کچھ اور ہی دے دے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی ان سارے واقعات کو بہتر فرمائے گا اور چلتے چلتے کچھ اور ہی معاملہ ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور سے آپ لوگ کچھ لینے کے لیے یعنی پیسہ لینے کے لیے' ضروریاتِ دنیا لینے کے لیے اور بیوی لینے کے لیے کھڑے ہوتے ہو۔ آپ کو یہ سب کوشش سے ہاتھ نہیں آیا' لہٰذا اب یہ دعا کے ذریعے لینا چاہتے ہو اور ادھر کافروں نے کمائیاں کی ہیں اور اس کے لیے محنتیں کی ہیں اور آپ اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو یہ چیز نہیں دیتا' کافر وہ چیز مانگتے بھی نہیں ہیں بلکہ وہ چیز محنت سے حاصل کر لیتے ہیں۔ تو آپ اللہ سے وہ چیز مانگیں جو مومن اور کافر میں فرق کرنے والی ہے کہ یا اللہ مجھے کوئی ایسی چیز دے جو کافر اور مومن میں فرق کرنے والی ہو تاکہ لوگ مجھے کافر نہ کہیں۔ پھر آپ یہ کہیں گے کہ قرآن پاک میں لکھا ہوا ہے کہ دعا مانگنی چاہیے۔ تو یہ ضرور لکھا ہوا ہے اور دعا ضرور مانگنی چاہیے اگر مسلمان دعا مانگے تو اسے کون سی دعا مانگنی چاہیے؟ آپ ہی بتائیں۔ اگر ہر چیز ہی مانگنی ہے تو ہر چیز مانگو' بہترین مانگو گے تو بہترین ملے گا یعنی The best مانگو گے تو The best ملے گا۔ اور یہ کائنات تو چیزوں سے بھری پڑی ہے اور یہاں آپ نے چیزیں استعمال کرنی ہیں' پیسے کیا کرنے ہیں؟ استعمال کرنے ہیں؟ مکان کیا کرو گے؟ استعمال کرو گے۔ مکان میں ایک شے کو آپ نے استعمال کرنا ہے اور یہ مکان زندگی گزارنے کا وسیلہ ہے' یہ زندگی گزارنے کا ایک سایہ دار درخت ہے مگر آخر اس کو بھی آپ نے چھوڑ دینا ہے۔ وجود ذریعہ ہے اور یہ روح گھوڑا ہے' جب

گھوڑا اڑ جائے گا تو وجود ختم ہو جائے گا' خود بخود لاغر ہو جائے گا۔ تو مکان آپ کو چھوڑ دے گا اور آپ مکان کو چھوڑ دیں گے۔ ایک درویش نے نیا مکان دیکھا تو کہا کہ یہ مکان تم نے غلط بنایا ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہتا ہے کہ اس میں Fault یہ ہے کہ چارپائی کیسے نکلے گی کیونکہ دروازہ تو آپ نے چھوٹا بنایا ہے' اس کا دروازہ تو پھاٹک ہونا چاہیے! پوچھا کیوں؟ تاکہ آپ کی چارپائی سلامت نکل سکے' آسانی سے چارپائی اٹھا کر لے جائی جا سکے۔ "دروازے" کم از کم اتنے کھلے ہونے چاہئیں۔ یہ بات عین حقیقت ہے۔ دروازے کی کیا حقیقت ہے؟ کہ اس سے بندہ بھی جائے اور چارپائی بھی آئے اور چارپائی نکل بھی سکے۔ تو جس کمرے یا مکان سے چارپائی ہی نکلنی ہے اس کمرے میں کیا جانا اور کیا نکلنا! اور یہی زندگی کا انجام ہے۔ اسلام نے یونہی نہیں یہ راز کہا کہ یہاں رہنے کی تمنا کفر ہے اور یہاں سے نکلنے کی تمنا کو اسلام کہا' آخرت پر یقین رکھنے والے کو مسلمان کہا گیا اور اس زندگی پر یقین رکھنے والے کو کافر کہا گیا۔ یعنی وہ آدمی جو اس دنیا کو اپنے لیے سمجھتا ہے اس کو کافر کہا گیا ہے۔ کافر ظاہری شان و شوکت کا قائل ہے اور مومن آخرت کا خیال رکھتا ہے اور آخرت کا قائل ہے۔ مومن ایک اور زمانے کا خیال رکھتا ہے؟ وہ بزرگوں کا خیال رکھتا ہے اور کافر جو ہے وہ کسی شئے کا خیال نہیں رکھتا ہے چاہے وہ اجتماعی ہو' وہ صرف اپنے آپ کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ وہ ہے جو اس فرش اور عرش کا مالک ہے اور انسانوں پر حکم چلاتا ہے یعنی زمین والوں پر حکم فرماتا ہے اور اب زمین وللا انسان جو ہے وہ کسی شے کو نہیں جانتا۔ مسلمان اپنے خالق کا حکم جانتا ہے' مانتا ہے' جو غیب کے ساتھ

اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے' حالانکہ اللہ سامنے نہیں ہے لیکن پھر بھی ڈرتا رہتا ہے۔ لیکن کچھ لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں' وہ سمجھتے ہیں کہ مسجد سے باہر اللہ نہیں ہوتا وہ آدمی جو اللہ کو نہ جاننے کے باوجود ڈر گیا وہ ایمان دار ہے۔ تو ایماندار کون ہے؟ وہ آدمی جو اللہ کو دیکھے بغیر ڈرے۔ تو وہ آدمی جس نے اللہ کو اللہ کہہ دیا اور اس کو مانتا رہا' اللہ نظر نہیں آیا لیکن وہ مانتا رہا اور ڈرتا رہا' اس آدمی پر اللہ کا رحم ہوتا ہے۔ اس لیے صرف ایمان کی اصلاح چاہیے۔ اللہ سے ڈر کر نیکی کرنے والا ہی اللہ کے قریب ہے۔ ایمان کی اصلاح ہو جائے تو کوئی مسئلہ نہیں رہتا ——— اب اور سوال پوچھو ———

سوال :۔

عرض یہ ہے کہ وجدان کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب :۔

میرے خیال میں وجد وہ کیفیت ہوتی ہے جس کا بظاہر کوئی سبب نہیں ہوتا ہے۔ اس چیز کو بغیر سبب کے تسلیم کرنا تو چاہیے لیکن میرا خیال ہے کہ اسے سوچنا بھی چاہیے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ میرا خیال ہے کہ آسمان گرنے والا ہے تو پھر وہ سوچے گا کہ آسمان کے ستون تو بہت پکے ہیں اور یہ کیوں کر گرے گا۔ تو کہتے ہیں کہ اگر چھت گرنے کا خیال آ جائے تو خیال کو صاف کر لو' لیکن بندے کو اندر سے ڈر لگتا ہے۔ وہ کچھ محسوس ہونا جس کی بظاہر وجہ کوئی نہ ہو' اس کو Intuition یعنی وجدان کہا گیا ہے۔ مثلاً" رات کو وجدان ہوتا ہے' رات کو جاگنے والے میں

کیفیت پیدا ہو گی جس سے وہ آگاہ ہو گا۔ مثلاً" آپ دیکھیں کہ جتنی بوٹیاں ہیں اور جو ان کی دوائیاں ہیں ان کی کیفیت سب وجدانی معاملہ ہے' پہلے یہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا کہ بوٹی کی کیا تاثیر ہے' تو وہ بزرگ وہاں پر گئے اور بوٹیوں کی تاثیر سے آگاہ ہوئے' پھر کہا یہ میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ بوٹی اس کام آئے گی' وہ اسی کام آئی' میرا وجدان کہتا ہے کہ اس بوٹی کا راز یہ ہے تو ویسا ہی ہوا۔ گویا کہ ان واقعات کی آگاہی یا ان واقعات کا علم ہونا وجدان ہے کیونکہ بظاہر علم کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے اور یہ ایک باطنی حس ہے جو عام طور پر محسوس نہیں ہوتی اور یہ کسی نہ کسی کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے مثلاً" ایک بزرگ لیکچر دے رہے ہیں' خطاب کر رہے ہیں یا وعظ کر رہے ہیں یا خطبہ دے رہے ہیں اور پھر وہاں سے آواز دی کہ او بھئی دشمن آ رہا ہے' آپ خیال کرو۔ وہ آواز اس نے نہیں دی بلکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس بزرگ کی وجہ سے سب کو بچا دیا گیا۔ ایک ایسی آواز جو بجلی کے بغیر حرکت کرے اور پہنچ جائے اور یہ بغیر کسی ذریعے کے اور بغیر کسی نگاہ کے پہنچ جائے' تو یہ وجدان کی تعبیر ہے۔ اور یہاں سے بات سمجھ آتی ہے کہ اس کے کتنے معنی ہیں جیسے مکاشفہ اور انکشاف ہے۔ مثلاً" ایسا لگتا ہے کہ کوئی واقعہ ہونے والا ہے اور دل تنگ ہے۔ تو کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ حاصل نہیں ہے' جب آپ اس پر Depend نہیں کر سکتے ہیں تو خاموش ہو جائیں۔ آپ اس کے لیے جلدی نہ کریں۔ آپ Imagination یعنی تصور کو بھی بیان نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی چیز Imagine ہو' تصور میں ہو اور پھر تصور جو ہے وہ مشاہدہ بن سکتا ہے' جب تصور مشاہدہ بن جائے تو اس کو

وجدان کہتے ہیں یعنی وہ شخص کہتا ہے کہ پہلے تو یہ خیال آیا کہ ایسا ہو اور وہ خیال یک لخت سامنے آگیا' تو وہ کہنے لگا کہ ایسا تو سوچا تھا کہ ایسا ہو گا' تو ایسا ہونا جو ہے یہ تصور بن جاتا ہے اور پھر خیال مشاہدہ بن جاتا ہے۔ یہ وجدان ہے۔ یہ بعض اوقات قریب اور بعض اوقات دور کی خبر لاتا ہے۔ اقبالؒ کا وجدان کہتا تھا کہ ۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

تو اقبالؒ کو کیسے پتہ ہے کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی؟ یہ وجدان ہے۔ وجدان سے اس نے کہا کہ ایسا وقت آنے والا ہے کہ پتہ نہیں کیا سے کیا ہو جائے گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

اور پھر یہ کہا کہ ۔

تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

تو اقبالؒ کو کیسے پتہ ہے کہ آسمانوں پر ان کی بربادیوں کے مشورے ہو رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ وہاں ذکر ہو رہا تھا اور یہ سارے کا سارا وہی بیان ہے۔ تو انسان جب بہت صاف ہوتا ہے تو آنے والا واقعہ اس کی روح پر چمک جاتا ہے اور دل کے آئینے پر اس کی تصویر آتی ہے اور اسے سمجھ آ جاتی ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تو وہ کچھ لوگوں کو پہلے سمجھ آ جاتی ہے لیکن کچھ لوگوں کو واقعہ کے بعد بھی سمجھ نہیں آتی۔ یعنی وہ

واقعہ ہو گیا لیکن پھر بھی سمجھ نہیں آئی۔ مثلاً" پاکستان بن گیا لیکن وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ کہ کیا ہوا ہے۔ کچھ لوگ بات کو قبل از وقت جان لیتے ہیں' کچھ لوگ بات آئے تو جان لیتے ہیں اور کچھ بات جاننے کے بعد بھی نہیں جانتے۔ تو یہ آپ کے تصور پر انحصار کرتا ہے۔ جتنا زیادہ اپنے دل کو پالش کیا جائے اتنے جلوے زیادہ ہوں گے' لہٰذا آپ اپنے دل کو چمک دار بناتے جائیں' مزید چمکائیں' اور صاف کرتے جائیں تو پھر آئینہ اور Clear ہو جائے گا' صاف ہو جائے گا' اب آئینے کی صورت دیکھو تو آئینے کے اندر ہی عکسِ آئینہ ہے اور اس کے اندر جواہر ہی جواہر ہیں۔ تو یہ اندر کا شیشہ صاف کرنے والی بات ہے کیونکہ اندر صورت خود موجود ہے۔ تو وجدان جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے قلب کے اوپر آنے والے زمانے کا انکشاف ہو جائے۔ تو آدمی اگر کسی کام کے لیے مقرر ہوتا ہے تو اسے ہم خاص آدمی کہتے ہیں' یہ Deputed بندہ ہوتا ہے اور یہ آنے والے وقت سے Committed ہوتا ہے' متعلق ہوتا ہے اسے کہو کہ کیا حال ہے اور موسم کیسا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ موسم اچھا ہے اور لوگ ہنستے جا رہے ہیں۔ پھر پوچھو کہ تو کیوں روتا جا رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس لیے کہ تم ہنس رہے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا میں آخر کیا چیز ہے جس پر یہ لوگ ہنستے ہیں بلکہ دنیا میں صرف غم ہی غم ہے' کوئی بھی اپنی خوشی سے دنیا میں نہیں آیا۔ تو رونے والے روتے جا رہے ہیں اور ہنسنے والے ہنستے جا رہے ہیں۔ ہنسنے والا کہتا ہے کہ مجھے تیرے غم پر نہیں بلکہ تیرے رونے پر ہنسی آ رہی ہے اور وہ کہتا ہے کہ تمہارے ہنسنے پر مجھے رونا آ رہا ہے۔ تو دونوں صحیح ہیں اور یہ وجدان کی کیفیت ہے۔ کسی نے کہا کہ

دیکھو چاند ہو گیا ہے' آپ کو مبارک ہو اور وہ خوش ہو گیا۔ کسی آدمی کا پین گم ہو جاتا ہے یا کوئی اور چیز گم ہو جائے اور وہ رو رہا ہو' اسے اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو مبارک ہو تو وہ آگے سے کہے گا کہ مبارک کس بات کی دے رہے ہو' میں تو پریشان ہوں کہ میرا پین گم ہو گیا ہے۔ وہ پھر کہتا ہے کہ بس مبارک ہو تو وہ پوچھتا ہے کہ وجہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ جو آپ نیا پین لو گے تو اس کے لیے مبارک دے رہا ہوں۔ تو روشن آدمی کے لیے ہر شے روشن ہے اور غمگین آدمی کے لیے ہر شے غمگین ہے۔ ایک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا رو رہا تھا' پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ کہتا ہے کہ دریا جو ہے یہ پہاڑ کے آنسو ہیں اور پہاڑوں پر اتنے بڑے آنسو ہیں' یہ سب کائنات رو رہی ہے اور روتی چلی جا رہی ہے۔ پھر دوسرا شخص کہتا ہے کہ کائنات کو دیکھو' اوپر بادل ہنستے ہوئے جا رہے ہیں۔ تو ہر چیز کا روشن پہلو بھی ہے اور تاریک پہلو بھی ہے۔ اگر آپ اپنے دل کو روشن رکھیں تو اس کائنات کی روشنی آپ میں آ جائے گی' آپ اس روشنی کو وجدان کہہ لیں' اسے عرفان کہہ لیں یا گیان کہہ لیں یا Intuition کہہ لیں۔ لیکن یہ عمل سے نہیں ملے گی' کسی کتاب سے نہیں ملے گی' یہ کسی پریکٹس سے حاصل نہیں ہو گی۔ اگر آپ پریکٹس کر لیں' Concentration کر لیں' غور کریں تو تھوڑا سا گیان مل جائے گا' اور آپ اپنے کسی عمل پر غور کرتے جاؤ لیکن جب اللہ چاہے گا تب آپ کو عرفان اور وجدان حاصل ہو گا۔ اور یہ کیفیت دل پر گزر جاتی ہے اور یہ من کی دنیا ہے۔ آپ کچھ پڑھیں تو کچھ حاصل ہو جائے گا' آپ اللہ تعالیٰ کے اسم کو دیکھتے جائیں' پھر کیا سے کیا ہو جائے گا' کبھی سرخ ہو

جائے گا' پھر نور ہو جائے گا اور پھر آپ نور کو دیکھتے جائیں' پھر یہ نور آپ کے دل پر نازل ہو جائے گا۔ لیکن آپ کو اس قابل بھی تو ہونا چاہیے۔ اللہ اگر چاہے تو یہ آسان بھی ہو سکتا ہے۔ وجدان اور عرفان دو طریقوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک طریقہ تو اللہ کے پاس پہنچتا ہے اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ خود ہی پہنچ جائے۔ اب اللہ جس پر چاہے جو مہربانی فرما دے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ جس پر رحم کرے' تو پھر اس پر رحم ہو جائے گا۔ آپ اللہ کا رحم مانگا کریں۔ پھر یہ مہربانی ہو جائے گی۔

سوال :۔

آپ کی کتاب "شب چراغ" میں ایک نظم ہے "سن رہا ہوں میں دور کی آواز" اس میں بڑا وجدان ہے۔

جواب :۔

عام طور پر وجدان Poetry میں آتا ہے' شاعری میں آتا ہے۔ وجدان کے معنی عام طور پر شعر کے ہیں اور وہ شعر سلامتی کے پیمان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے ہوتے ہیں ان کا کلام اونچا ہوتا ہے۔ جس طرح مثنوی مولانا رومؒ کو یہ کہیں گے کہ یہ خاص کلام ہے۔ اور سوال پوچھو ——

سوال :۔

وجد اور وجدان میں فرق کیا ہے؟

جواب:۔

وجدان ایک کیفیت ہے' وجد ایک اور چیز ہے۔ وجد ایک جذبہ ہے جب انسان یک لخت اپنے جذبات سے باہر آ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس پر وجد غالب آ گیا ہے۔ صاحبِ وجد ضروری نہیں ہے کہ صاحبِ وجدان ہو۔ بلکہ صاحبِ وجدان عام طور پر وجد سے گریز کرتے ہیں اور ہوش قائم رکھتے ہیں۔ صاحبِ وجد عام طور پر مجذوب ہو جاتے ہیں اور صاحبِ وجدان مجذوب نہیں ہوتے' وہ جاننے کے باوجود عام طور پر خاموش رہتے ہیں۔ وہ ماہیتِ اشیاء کو جانتے ہیں' وہ نام سے اشیاء کو جانتے ہیں اور اشیاء سے نام کو جانتے ہیں' وہ آواز کو پہچانتے ہیں' وہ آواز سے اشکال بنا لیتے ہیں اور رنگوں سے آواز بنا لیتے ہیں اور ہونے والے کا نہ ہونا دیکھ لیتے ہیں۔ وجدان جو ہے اشیاء اور واقعات کا ایک قسم کا Translator ہے' ان کے تعلق کی وضاحت ہے۔ ایک صاحبِ وجدان نے ایک دن دیکھا کہ شہر پر چیلیں اڑ رہی ہیں تو کہنے لگا کہ لوگوں سے کہو کہ شام کو گھروں کے دروازے بند رکھنا کیونکہ کوئی مصیبت نہ آ جائے حالانکہ صرف چیل اڑ رہی ہے اور اس سے ان واقعات کا کیا تعلق ہے۔ تو قدرت کے واقعات سے ان کو ساری بات کا پتہ چل جاتا ہے۔ شہر میں اگر گدھ اڑ رہے ہوں تو وہ کہتا ہے کہ شہر میں گدھ بڑے منڈلا رہے ہیں' کہ ضرور کوئی موت آ رہی ہے۔ مثلاً" اگر کوئی چھ سات سال کا چھوٹا بچہ دانائی کی باتیں کرنے لگ جائے تو سب حیران رہ جاتے ہیں۔ مثلاً" ماں اسے گلاب کے پھول لا دیتی ہے کہ بیٹا یہ پھول لو تو بچہ کہتا ہے کہ میں پھول ضرور لیتا اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ یہ مرجھاتے نہیں ہیں' یہ

پھول مرجھا جائیں گے تو میں پھر کیا کروں گا۔ ماں اس کی باتیں سن کر حیران ہو جائے گی کہ اس نے یہ کیا بات کی ہے کہ میں ضرور یہ پھول پسند کرتا اگر یہ مرجھانے والی چیز نہ ہوتی۔ یہ حیرانی اس لیے ہوتی ہے کہ بات اس کی عمر سے زیادہ ہے۔ اور یہ واقعہ دنیا میں ہوا' اور ماں نے یہ واقعہ لکھ کر رکھ دیا۔ ایک دن بچے نے اپنے امی' ابو کی بات سن لی کہ بیوی' میاں سے کہہ رہی تھی کہ ہمارے بچے بہت زیادہ ہیں' کمائی کے لیے کچھ اور کرنا چاہیے' وہ ماں باپ بہت پریشان تھے۔ وہ جو دانا بچہ تھا تو وہ اپنے بھائیوں سے کہتا ہے کہ ہم نے ماں باپ کو آسانی دینی ہے' تو انہوں نے درخت کے ساتھ رسی باندھی اور اس کے ساتھ لٹک گئے اور ساتھ ہی ایک پرچی لکھ دی کہ ہم جا رہے ہیں اس لیے کہ ہم بہت سارے ہیں۔ یعنی اے ہمارے ماں باپ! آپ کا یہی مقصد تھا جو ہم نے حل کر دیا ہے۔ تو اس بچے نے اپنے دماغ سے اس کا حل نکال لیا۔ اس لیے جب بچہ عمر سے زیادہ طاقت والا ہو تو یہ خطرے کی بات ہے۔ تو یہ ساری چیزیں جو ہیں یہ گیان ہے' علم ہے' وجدان ہے۔ اور اس بات کو جاننے والے جانتے ہیں۔ تو بزرگ فرماتے ہیں کہ جس نے طلب کیا اس نے پا لیا' حاصل کر لیا۔ وجد کر کے انسان حاصل کرتا ہے۔ کبھی کبھی محبوب اور طالب کے درمیان رشتہ جو ہے اس کی وجد کی کیفیت ہو جاتی ہے۔ وہ اور مقام ہے۔ وجدان سے علم اور آگہی ہوتی ہے' اور وجد جو ہے وہ خیال کا پا لینا ہوتا ہے یعنی Concentration۔

سوال:۔

کیا وجدان کو علم کی طرح پھیلایا جا سکتا ہے؟

جواب:۔

یہ ان کی اپنی مرضی ہوتی ہے' ان کو درجے اور مرتبے دیے جاتے ہیں کہ یہ تیرا کام ہے اور وہ تو نے کرنا ہے' کسی کو کہا جاتا ہے کہ سٹیج پر چڑھ جا اور کسی سے کہا جاتا ہے کہ تو منبر پر بیٹھ جا اور سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں' ان کو اپنے اپنے درجے کے مطابق علم دیا جاتا ہے۔ جس طرف سے وجدان آتا ہے اس کی طرف سے حکم ہو جاتا ہے کہ یہ کام کرو۔ یعنی جس کو لنگر ملتا ہے وہ مہمانوں کو بلائے گا اور ضرور بلائے گا کہ اب میرا لنگر منظور ہو گیا ہے۔ جو انعام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اس کا انتظام کبھی بند نہیں ہوتا۔ جس شخص کو گانا مل گیا یعنی جس شخص کو گانے کا شعبہ مل گیا تو وہ سامعین کو آواز دے گا کہ آؤ آج شام کو گانا ہو گا کیونکہ اس کو گلا ملا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو جو نعمت ملتی ہے وہ نعمت بانٹنے کا حکم ہوتا ہے۔ بعض جاننے والے لوگ تو دنیا میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں' تو یہ علم کا انقلاب ہو سکتا ہے اور یہ جاننے والوں نے' وجدان والوں نے کیا ہے۔ ابھی کچھ عرصے کے بعد اس پر کتابیں چھپ جائیں گی۔ مثلاً" قرآن پاک میں آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے جب اللہ تعالیٰ نے آگ سے کہا کہ اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا حضرت ابراہیمؑ پر قلنایٰنار کونی بردا وسلام علیٰ ابراھیم تو اس لفظ کے اندر کتنی سائنٹیفک طاقت ہے اور پتہ نہیں کتنی اٹامک پاور ہے کہ جس نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ اب سائنس دان اس پر ساری ریسرچ کریں گے کہ وہ کون سی بات ہے کہ جس سے وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کون سی خاص ریز نکالیں کہ جب یہ ریز یہ کرنیں آگ

میں سے گزریں گی تو آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ تو اس کلام سے یہ ریز نکلی ہیں جنہوں نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ جب پتہ چلے گا تو پھر ہر شے صاف نظر آئے گی۔ تو لفظ میں بڑی طاقت ہوتی ہے' لفظ انسان کو مار دیتا ہے اور انسان کو زندہ کر دیتا ہے' لفظ بیمار کر دیتا ہے' لفظ ہوشیار کر دیتا ہے' لفظ بیدار کر دیتا ہے' لفظ انسان کو بزدل کر دیتا ہے اور لفظ ہی بہادر بنا دیتا ہے۔ تو الفاظ میں تاثیر ہوتی ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ آپ لوگ کیوں خاموش بیٹھے ہوئے ہیں' چلو تسبیح کرو! اور آواز اثر کر جاتی ہے۔ تو کون سی آواز کی کیا طاقت ہوتی ہے' اس پر بھی سائنس دان پریشان ہوئے پڑے ہیں۔ ابھی کتابیں آنے والی ہیں اور مطلب یہ ہے کہ آپ حیران ہی ہو جائیں گے اور یہ ساری بات سائنٹیفک ہو گی۔ اگر ایک انسان وظیفہ پڑھ رہا ہے تو وہ اتنے الفاظ پڑھ لیتا ہے کہ پھر اور تسبیح شروع ہو جاتی ہے۔ وہی لفظ عذاب بھی ہے اور وہی لفظ ثواب بھی ہے' وہی لفظ دشمن کے لیے عذاب بن جائے گا اور وہی لفظ مسلمان کے لیے رحمت بن جائے گا۔ جس طرح میں نے بتایا ہے کہ ایک آدمی نے وظیفہ پڑھا' ایک لفظ پڑھا' ابھی اللہ ہو پڑھا ہی تھا تو درختوں کے پھل نیچے گر گئے۔ تو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ یہ تم نے کیا کر دیا تو اس نے کہا کہ خود بخود ہی پھل نیچے گر پڑے تھے میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ دیکھ کر کام کیا کرو۔ تو یہ تو نیت کی بات ہے جو لفظ کی طاقت بن جاتی ہے۔ کیا ہے؟ لفظ وہی ہوتے ہیں اور تاثیر بدل جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس سب کا دارو مدار نیت پر ہے۔ اگر بندہ بدل جائے تو لفظ اپنی نوعیت بدل جاتا ہے۔ اپنا کام کر جاتا ہے۔ توحید اللہ کی طاقت

ہے اور اس کا فنکشن کسی اور کے پاس ہوتا ہے اور وہ خود ہر جگہ موجود ہے۔ مجذوب کا اپنا فنکشن کوئی نہیں ہوتا بلکہ مجذوب کسی اور کا فنکشن ہوتا ہے۔ یہ پاور ہے اور پاور خود اندھی ہوتی ہے' جو اس کو استعمال کرا دے' اس کو کوئی بتائے کہ یوں کر دو تو وہ ایسے کر دیتا ہے۔ مجذوب صرف اپنے محبوب کے مطابق چلتا ہے اور اس کو کچھ نہیں چاہیے۔ تو صاحبِ وجدان جو ہوتا ہے وہ حکم کے مطابق چلتا جاتا ہے اور اس سے کام کرایا جاتا ہے۔

سوال:۔

جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں ان کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے تو ہم کیا کریں؟

جواب:۔

نہیں! آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی جب تک آپ کی نسبت نہ ہو۔ مثلاً" قادری نسبت ہے' چشتی نسبت ہے اور نقشبندی نسبت ہے' یہ سب ٹریننگ کا حصہ ہے اور ٹریننگ کا انداز ہے۔ اگر آپ کو ان کی بات سمجھ آ جائے تو پھر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ قادری سلسلہ ہے حالانکہ سلسلے سارے ایک ہی ہوتے ہیں کیونکہ سارے سلسلے حضور پاک ﷺ سے جڑے ہوئے ہیں۔ اب حضور پاک ﷺ کا مزاج ایک مزاج ہے اور آگے صحابہ کرامؓ کے مزاج الگ الگ ہیں اور سب کی نسبت حضور پاک ﷺ سے ہے۔ پھر مختلف مزاج بنے اور ہر مزاج کا اپنا رنگ ہے۔ ثابت یہ ہوا کہ وحدت جو

ہے اس میں کثرت ہے۔ بعض اوقات آپس میں مزاج نہیں ملتے۔ اب ایک نام رکھا گیا حضرت صدیق اکبرؓ! میرا مطلب ہے کہ سارے صحابہؓ ہی صدیق ہیں' سارے سچے ہیں' صالح ہیں۔ اسی طرح اولیائے کرامؒ ہیں' تو وہ سارے اولیاء سب ولی ہیں۔ آگے پھر ان سب کی اپنی اپنی صفات ہیں۔ اس طرح نسبتیں آگے چلتی جا رہی ہیں' تو یہ جو نسبت کا سلسلہ لمبا ہوتا گیا ہے' یہ بات سے بات چلی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے بھی اللہ کو دیکھا۔ وہ فیض آگے چلا تو پھر تعلیم بدل گئی' جس کو رحم دیا وہ رحمت میں چلتا جا رہا ہے مگر اسی فیض کی نسبت میں ہے۔ اسی طرح چلتے چلتے وہ سب ایک درجہ اور حضور پاک ﷺ کے قریب ہو گئے' تو یہ بات اس نے آنے والے کو بتائی' پھر آگے چلتے چلتے کئی کڑیاں ہو گئیں اور اب وہ فیض جو ہے وہ آپ لوگوں تک آیا ہے اور آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کل فیض ہے۔ اب اگر کوئی کہے کہ یہ فیض سو وسیلوں سے پہنچا ہے تو اس کو شجرہ کہتے ہیں۔ شجرہ میں ایک نام لکھا ہو گا کہ ان کی فلاں سے بات ہوئی اور فلاں نے فلاں سے بات کی اور پھر کئی ناموں کے بعد حضور پاک ﷺ کا نام گرامی آ گیا۔ تو یہ شجرہ ایسے بنتا ہے اور ان سب سلسلوں میں ایک جیسا ہی سلسلہ چلتا ہے۔ تو قادری جو ہیں انہوں نے قادری سلسلہ میں پرورش پائی اور چشتی جو ہیں انہوں نے چشتی سلسلہ میں پرورش پائی اور نقشبندی نے نقشبندی سلسلے میں پرورش پائی۔ ان سب نے اپنے اپنے مزاج کی ٹریننگ حاصل کی اور اہلِ حدیث والوں نے اپنے حساب سے

پرورش پائی۔ اگر مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑا نہ کریں اور اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کو یاد رکھیں اور ان کا آسرا لے لیں تو پھر سارے ہی کامیاب ہیں۔ مگر یہاں تو اپنی اپنی بولیاں ہیں' کوئی کہتا ہے کہ تم اللہ کو "تُو" کہتے ہو' دوسرا کہتا ہے کہ قادری سلسلہ افضل ہو گیا ہے' تیسرا کہتا ہے کہ ہمارا سلسلہ افضل ہے' چوتھا کہتا ہے کہ نقشبندی سلسلہ سچا سلسلہ ہے۔ ان کا مخالف کہتا ہے کہ اگر نقشبندی فلاح پا جائیں تو سمجھو کہ دوسرے تو پھر سب فلاح پا گئے۔ اور پتہ نہیں یہ لوگ کیا کیا کہتے ہیں۔ بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ آپس میں مقابلہ کرتے ہیں' بحث کرتے ہیں۔ اس لیے صورت حال انتہائی خطرناک ہو چکی ہے۔ ایک جگہ نماز مغرب کا وقت ہو گیا اور ہم بھی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے' ایک آدمی جلدی جلدی بھاگا ہوا آیا اور نیت کر کے نماز میں شامل ہو گیا' مولوی صاحب نے جب ولا الضالین پڑھا تو سارے مقتدیوں نے بلند آواز سے آمین پڑھا۔ تو وہ آدمی جو آیا تھا وہ کہتا ہے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور نیت توڑ دی اور نماز چھوڑ دی اور بھاگ گیا۔ وہ مسجد سے ہی بھاگ گیا یہ کہتے ہوئے کہ میں کدھر پھنس گیا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کی تعلیم دے دی گئی ہے کہ اگر کوئی آمین کہے تو پھر آپ کہتے ہیں لا حول ولا قوۃ کوئی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کرتا۔ ایک نے کہا کہ یا رسولؐ اللہ تو ایک اور نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ تو دوسرے نے اس کو کافر کہہ دیا۔ تو مولویوں نے اتنا بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ آپ لوگ سمجھ دار ہیں' آپ اس بگاڑ کو ختم کرائیں۔ اگر نیت اللہ ہے تو سب ٹھیک ہے اور نیت اللہ کے حبیب

پاک ﷺ ہیں تو سب ٹھیک ہے۔ آپ لوگ درمیان میں جھگڑا بند کر دیں۔ آپ لوگ اگر جھگڑا بند کر دو گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وحدت جو ہے یہ کعبہ کی ہونی چاہیے' وحدت اللہ کے نام کی ہی کافی ہے۔ تو اسلام وہ ہے جو حضور پاک ﷺ کے زمانے میں تھا' بس اتنا اسلام کافی ہے! زیادہ اسلام نہیں چاہیے آپ مسلمان کی تعریف کر لو' اللہ کو ماننے والا مسلمان ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو آخری نبی ماننے والا مسلمان ہے' کتاب الٰہی کو اللہ کی کتاب ماننے والا مسلمان ہے۔ نبی کریمؐ کے ارشادات کو بھی اللہ کے ارشادات مانو اور اپنے آپ کو بھی انسان مانو اور اس اصلاح کا نام اسلام ہے۔ آپ لوگ اپنی اپنی اصلاح کرو۔ اور اصلاح کیا ہے؟ کہ جتنا آپ حضور پاک ﷺ کے قریب ہو گئے' اتنے ہی آپ بچ گئے۔ اور لمبی چوڑی کوئی کہانی نہیں ہے۔ جتنا قرب حضور پاک ﷺ کا ہو گا اتنی بات بہتر ہو گی اور یہ خیال دل میں اللہ کے حوالے سے رہے۔

سوال :۔

یہ جو بزرگوں کی تعلیمات ہیں یہ اسلام اور ایمان کی تبلیغ کے لیے ہیں۔

جواب :۔

اسلام میں اس طرح تبلیغ تو ہے ہی نہیں۔ آپ اپنی بچت کی بات کرو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس فارمولا لکھا ہوا ہو' مثلاً" جیسے ایک دوائی ہو تو اس پر لکھا ہوتا ہے کہ اس میں یہ یہ چیزیں شامل کی گئی

ہیں اور اگر آپ وہ ساری چیزیں لے کر وہ دوائی بنانا چاہو تو آپ وہ دوائی اس وقت تک نہیں بنا سکتے جب تک کہ موقعہ پر آپ کا کوئی استاد نہ ہو یعنی اس دوائی کو بنانے کے لیے سکھانے والا استاد نہ ہو۔ تو نسخہ جو اسلام نے بتایا ہے وہ یہی ہے کہ موقعہ پر جو اس سے پوچھا جائے۔ وہ پھر آپ کو بتائے گا کہ اسلام کیا ہے۔

سوال :۔

بہت کوشش کے باوجود اب تک ہمارے باطن کی اصلاح نہیں ہو رہی' اس کے لیے کیا کریں؟

جواب :۔

آپ نے اسلام کا فارمولا ماں سے' باپ سے' استاد سے سیکھ لیا کہ یہ کلمہ پڑھو اور آپ نے کلمہ پڑھ لیا۔ مگر یہ انہوں نے بتایا نہیں ہے کہ اس کا عمل کیا ہے۔ آپ دفتر میں ملازم ہو گئے تو کیا پہلے دن سے آپ دفتر کا کام سیکھ گئے۔ بات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو رب مانا کیسے جاتا ہے؟ جب وقت پڑتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اب رب کو پکار۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ سے کہا جائے کہ یہ پرائے پیسے ہیں' آپ یہ نہ کھاؤ تو اب یہ بات رب العالمین کی ہے' حکم ہے۔ جب تیرے پاس ناجائز پیسہ آرہا تھا اور تو نے نہیں لیا کہ یہ میرے رب کا حکم ہے' صرف اس کی امید پر قائم رہا' تو وہ تیرا رب ہے۔ تو پھر وہ آپ کو یہ راز بتا دے گا کہ اس کی پہچان کیسے ہوتی ہے؟ جہاں تمہارا نفس تم پر حاوی ہو اور کوئی فارمولا استعمال نہ کر سکو تو وہ تمہیں فارمولا استعمال کر کے دکھائے گا۔

آپ کوئی عمل کرتے وقت یہ دیکھ لیا کریں کہ اس وقت اللہ کا حکم کیا ہے۔

سوال :۔

ہم اپنے معاشرہ میں لوگوں کو اسلام سے کم وابستہ دیکھتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے اور کیا بنے گا؟

جواب :۔

اگر شہر میں کوئی چیز کم ہو جائے تو لازمی طور پر وہ چیز Precious' ہو گی اور زیادہ قیمتی ہو گی۔ سونا کم ہے' لہٰذا مہنگا ہے اور اس کی افادیت یہ ہے کہ یہ آپ کی ذات کے لیے مفید ہے۔ جو علم آپ نے کتاب سے پڑھا ہے اس کی عملی شکل آپ نے دیکھنی ہے اور یہ اس کی اصل افادیت ہے۔ ظاہری پہلو جو ہے اس کی بجائے باطنی پہلو دیکھنا چاہیے۔ اور اگر روحانی استاد آپ کو باطنی پہلو دکھائے گا تو آپ دیکھو گے' وہ کوئی بات بتائے گا تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی۔ باقی جو لوگ ہیں اس کے لیے سسٹم یوں نہیں ہے کہ کوئی فارمولا بن جائے۔ فارمولا چلانے کا ایک سسٹم ہے اور فارمولا توڑنے کا ایک سسٹم ہے۔ اب اگر آپ فارمولے کی بات کر رہے ہیں تو یہ سسٹم فارمولا توڑتا ہے اور اگر یہ بھی Tight بن جائے تو پھر بات مشکل ہو جاتی ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ ایک بھی مشکل بات نہ ہو لیکن آپ پھر مشکل بات کی طرف چل پڑتے ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ایک بھی مشکل بات نہ ہو اور مضمون بھی مکمل ہو۔ اگر ایک نیک آدمی ایک علم لے کر

بیٹھا ہے مگر کوئی بھی شخص وہاں تک نہیں پہنچا تو وہ انتظار کرتا ہے' پھر کسی وقت کوئی ایک اہل بندہ آ گیا تو پھر اس کو وہ علم منتقل ہو جاتا ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے اور باطن والوں کی خوبی یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی فیصلہ شریعت کا ہی ہوتا ہے۔ اگر پانچ نمازیں ہیں تو یہ کسی صورت چار نہیں ہو سکتیں۔ اور اس میں کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو طاقت ور تھے اور صاحبانِ نسبت تھے' کہا کہ ہمارا اسلام وہی پرانا ہی رہے گا۔ اس اسلام والے صرف مسلمان تھے اور تب شیعہ بھی کوئی نہیں تھا اور سنی بھی کوئی نہیں تھا بلکہ سارے صرف مسلمان تھے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے! تو وہ مسلمان اور وہ اسلام کب کا تھا؟ حضور پاک ﷺ کے زمانے کا اور وہ اسلام جو ہے وہ اب بھی وہی رہے گا' نماز وہی رہے گی' مسجد کی شکل تقریباً" Almost وہی رہے گی' قرآن پاک وہی رہے گا' وہ رہتا ہی وہی ہے۔ Almost تقریباً" سب کچھ وہی رہے گا۔ اب قریب کے لوگ آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو راز کی بات سمجھاتے ہیں۔ یہ سب اختلاف اس لیے ہے کہ اجتماعی شکل بند ہے۔ جب اجتماع بنے گا تو اسلام بنے گا اور کون سا اسلام بنے گا؟ وہ جو چودہ سو سال پہلے کا اسلام ہے۔ پھر لوگوں کو اصل وابستگی مل جائے گی۔

سوال :۔

جس معاشرے میں ہم رہتے ہیں اس میں تو نہ جانے کیا کیا ہوتا رہتا ہے؟

جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں کیا اس معاشرے کے ساتھ آپ کی قبر بنے گی۔ کیا وہ لوگ زندہ رہیں گے اور آپ مرجاؤ گے۔ یہ مصیبت ہی تو آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ رہتے ہیں ایک سوسائٹی میں اور مرتے الگ الگ ہیں۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ یا تو معاشرے کو سدھارو یا پھر سب کو لٹکا دو تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔ کوئی کہتا ہے کہ میں فلاں معاشرے میں وہاں جا کے کاروبار کرتا تو ان لوگوں کو انعام دیتا۔ تو سوسائٹی جو ہے یہ مجموعی عمل کرتی ہے اور اسلام معاشرے کے اندر رہ کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے' الگ الگ خواص کا نام لیتا ہے' کمال تو یہ ہے۔ یہ آپ کا دور نہیں ہے' تو اس لیے آپ کیا کر سکتے ہیں' لہٰذا آپ سماج کو مانتے اور اسلام کو مانتے ہیں کیونکہ آپ تو مجبور ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ معاشرے نے آپ کو گناہ گار کیا ہے کیونکہ سارے لوگ مال کھا رہے تھے اور آپ بھی کھا گئے' آپ بھی پھانسی لگ گئے۔ میری بات آپ کو سمجھ نہیں آ رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرداً فرداً" سب کی جواب دہی ہو گی۔ قبر میں سب علیحدہ جواب دہ ہوں گے' ہر فرد اپنے عمل کا جواب دہ ہو گا۔ اس لیے اپنے عمل کی اصلاح ہونی چاہیے اور اس کے لیے دعا ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے اور مہربانی فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

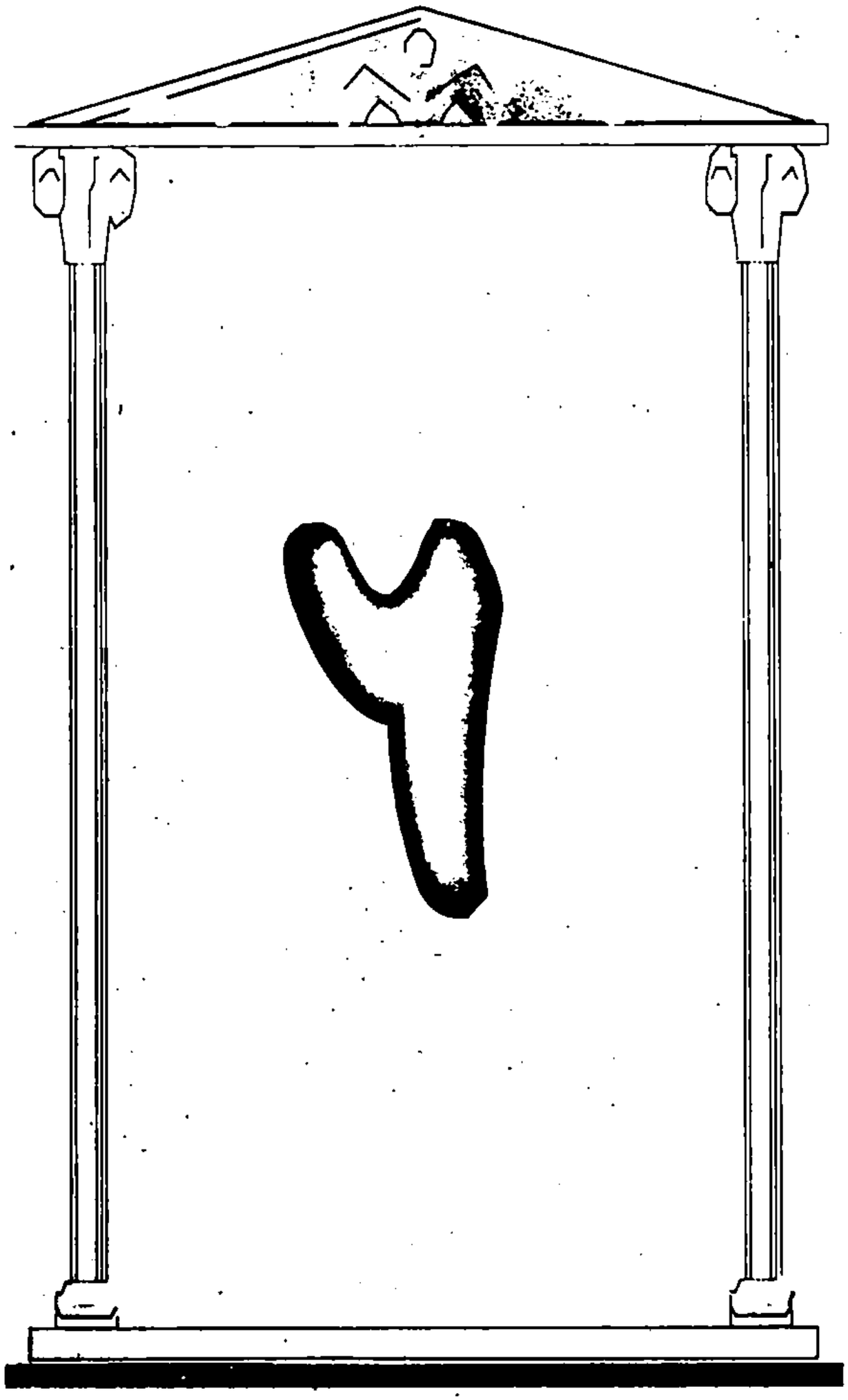





۱ آپ یہ فرماتے ہیں کہ لوگ بیمار کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ نماز کا درس دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ بات تاویل سے بتاتے ہیں؟ تاویل کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہونی چاہییں۔

۲ کیا تاویل کا کوئی ایسا معیار اور پیمانہ ہے کہ انسان اس سے آگے نہ بڑھے۔

۳ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ اپنے آپ کا اظہار کروں۔ یہ حدیث پاک ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟

۴ یہ سی بزرگ کا کلام ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے کلام میں موجود ہے۔

۵ سر! ابھی آپ نے حضرت علیؓ کا ایک فرمان سنایا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ تو یہ پہچان کیا ہے؟

سوال :۔

آپ یہ فرماتے ہیں کہ لوگ بیمار کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ اسے نماز کا درس دیتے ہیں۔ کیا آپ یہ بات تاویل سے بتاتے ہیں؟ تو تاویل کیا ہے اور اس کی کیا حدود ہونی چاہئیں؟

جواب :۔

آپ یہ دیکھیں کہ اصل میں انسانی تخلیق کا واقعہ کیا ہے اور انسان کی ضرورت کیوں آئی اور اللہ کریم کا منشاء کیا ہے؟ عبادت کرنے والے' ہمہ حال نماز قائم رکھنے والے فرشتے موجود تھے' ایک دو کی بات نہیں ہے بلکہ کروڑ ہا فرشتے روز عبادت کرتے ہیں' نہ انہوں نے کھانا ہے نہ پینا ہے' نہ بحث ہے نہ جھگڑا ہے اور نہ لینا ہے اور نہ ہی دینا ہے' تو ہر وقت عبادت گزار فرشتے موجود تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں اظہار میں آؤں تو پھر میں نے انسان کو پیدا کر دیا۔ اور اگر انسان بھی فرشتے والا کام کرنے لگ جائے تو پھر خزانہ اظہار میں نہیں آتا۔ فرشتے عابد تو ہیں لیکن مظہر نہیں ہیں۔ وہ کون سی چیز ہے جو مظہر ہے؟ فرشتوں کے پاس عابد کی حد تک تو مکمل عبادت ہے بلکہ جنّات کے پاس بھی اور جو بھی مخلوقات تھیں ان کے پاس بھی عابد کی

حد تک تو مکمل عبادت تھی۔ تو ان سب کے بعد انسان کو بنایا گیا۔اب انسان میں یہ جو عبادت کے احکامات ہیں اوامر اور نہی' کہ ایسا کرو اور ایسا نہ کرو' تو یہ پیور فرشتہ بننے والی بات ہے۔ تو پھر کون سی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں کہا نہیں گیا لیکن کرنی فرض ہے؟ اور اس کے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ انسان بنو لیکن انسان بننا پہلے فرض ہے۔ اب انسان ہونے کی حیثیت سے آپ پر کون کون سے فرائض عائد ہوتے ہیں؟ انسان ہونے کی حیثیت سے آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ راستہ دیکھ کر چلو تاکہ جو سامنے والی چیز ہے اس سے آپ ٹکرا نہ جاؤ۔ پرانے زمانے میں کسی اور قسم کی راستے کی رکاوٹ ہوگی مثلاً" راستے میں کوئی اونٹ ہی نہ آجائے اور پھر اونٹ کے پاؤں کے نیچے کوئی بلی نہ آجائے اور آج کل آپ کے سامنے کار ہی نہ آجائے' لہٰذا آپ دیکھ کے چلو۔ اب دیکھ کر چلنے کا حکم ہے اور پھر کار کو دھیان سے چلاؤ' اچھی طرح بس سے جاؤ اور پھر گھر جا کر دروازے بند رکھو' وقت پر اپنا نظام اور نظام الاوقات قائم رکھو۔ تو جس دور میں آپ کی زندگی ہے اس دور کے اچھے انسان کی طرح آپ نے زندگی گزارنی ہے۔ جب سردی آگئی تو پھر گرم کپڑے پہنو' یہ تو اللہ کریم نے حکم نہیں دیا' یہ تو تاویل ہی تاویل ہے۔ گرمی ہو جائے تو آپ پنکھا لگاؤ بلکہ اگر ہو سکے تو اے سی بھی لگا لو۔ یہ سارے احکامات ہیں جو مخفی رکھے گئے ہیں' یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ انسان ہے اور انسانیت لے گا' بیمار کی تکلیف کم کرے گا اور اپنا ایک مزاج بنائے گا۔ تو اس لیے اگر Sufficient کلام ہوتا اور کلامِ الٰہی اتنا ہی ہوتا جتنا کتاب اللہ کی شکل

میں ہے تو پھر تو حدیث مبارک کی ضرورت ہی کوئی نہیں تھی اور یہ بھی کہ یہی کلام ہے او یہی کلام پہلے پیغمبر کے ساتھ ہی شروع میں ہی نازل ہو جاتا کہ بس یہ کتاب ہے اور اس کے اندر رہو۔ اور پھر ہم جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ پر اور آپؐ سے پہلے جو صحیفے نازل ہوئے ان پر بھی ایمان ہونا چاہیے' یعنی جو آپؐ سے قبل ہیں والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اور جو آپؐ سے پہلے نازل ہو چکا اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور جو پہلے نازل ہو چکا ہے وہ بہت کچھ نازل ہو چکا ہے' اس میں اخلاق بھی ہے اور ساری زندگی کے فرائض اور دوسرے واقعات بھی ہیں۔ پھر اس کے بعد حضور پاکؐ کی حدیث مبارک آگئی کہ یہ' یہ کام کرنے ہیں۔ اب آپ اپنی زندگی دیکھیں کہ کیا کوئی ایسا وقت آیا کہ آپ عبادت میں ہوں اور جنازے میں شامل نہ ہوں اور کسی بیمار کی بیمار پرسی آپ نے نہ کی ہو۔ اب اس میں ایک واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نماز پڑھ رہے تھے تو آپؐ جو نماز پڑھیں وہ فرض ہی ہے چاہے آپؐ نفل ہی پڑھیں' آپؐ تو آپؐ ہی ہیں۔ سنا یہ ہے کہ اس وقت امام عالی مقامؑ بچے تھے اور اللہ کی نماز اللہ کے پیغمبرؐ' اللہ کے حبیبؐ پڑھ رہے ہیں اور سب سے بڑے پیغمبرؐ ہیں اور سب سے بڑے خدا کی سب سے بڑی عبادت ہو رہی ہے' یہ عبادت سب سے بڑا بندہ کر رہا ہے' عبادت ہو رہی ہے اور سجدے کے وقت چھوٹا سا بچہ آکر پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتا ہے' سب سے بڑا فرض وہی ہے جو پیغمبر عبادت کر رہا ہو اور پھر اللہ کی عبادت کر رہا ہو اور یہ عبادت Openly مسجد میں ہو رہی ہو۔ یہ عبادتِ فرائض کی شکل میں ہوگی اور یہاں فرائض میں ایک نکتہ آگیا اور آپ ٹھہر گئے۔ اس میں

بحث نہیں ہو سکتی کہ یہ واقعہ ایسے ہی ہوگا بلکہ یہ واقعہ ایسے ہی ہوا اور یقیناً ایسا ہوا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ وہ کون سا فرض ہے جو Delay ' موخر ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی اور نمازی بندہ ہوتا اور فرائض والا وقت ہوتا تو وہ بچے کو اڑا کے رکھ دیتا چاہے وہ نواسا ہی ہو۔ مگر انہوں نے کہا کہ نماز ہے تو نماز ہی سہی' تھوڑی دیر بعد ہی ہو جائے گی' بچہ تو پھر بچہ ہی ہوتا ہے۔ اب یہ جو بچے والی بات ہے تو یہ پوری خوشبو آپ کے لیے ہے۔ ایسا ہوا' ضرور ہوا اور یہ جو ایسا ہونا ہے اس کے اندر بہت کچھ ہونا ہو سکتا ہے۔ اس میں بتایا یہ گیا ہے کہ نماز جو ہے وہ اللہ کی نماز ہے اور اللہ کے بندوں پر فرض ہے اور سارے بندوں کی زندگی کا احترام کرنا فرض ہے اور یہ ایک سنت کا واقعہ ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک گستاخ یہودی مسجد میں آگیا اور اس یہودی نے مسجد میں غلاظت پھیلا دی' آپؐ نے اسے مارا بھی نہیں اور مسجد صاف کرا دی۔ یہ ساری رواداری کی کہانی ہے۔ ایسے واقعات ہوتے رہے ہیں۔ تو مسجد کا احترام اپنی جگہ پر اور نماز اپنی جگہ پر' اور یہ نہیں ہم کہتے کہ آپ نماز نہ پڑھو' نماز تو پہلے پڑھنی ہے۔ یہ آدمی جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں اللہ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور یا اللہ تیری بڑی مہربانی میں نماز پڑھ رہا ہوں اور اس کی ماں بلکتی ہوئی دنیا سے گزر گئی' وہ اللہ کے پیچھے لگا ہوا ہے اور ماں کے پیچھے موت لگی ہوئی ہے' تو اب یہ کوئی نماز نہ ہوئی بلکہ یہ فرائض سے فرار ہے۔ فرائض پورا کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ فرائض جو کتاب میں لکھے ہوئے نہیں ہیں وہ بھی آپ نے پورے کرنے ہیں اور وہ فرائض سامنے ہونے چاہئیں' ان کا علاج ہونا چاہیے اور ان کا خیال ہونا چاہیے۔ ہم آپ کو خوش کرنے

کے لیے یہ نہیں کہتے کہ مریض کا خیال رکھو بلکہ مریض کا خیال رکھنا جو ہے یہ انسانیت ہے اور قرآن پاک کا منشاء یہی ہے کہ آپ اچھے انسان بنو اور بہت اچھے انسان بنو' سچ بولو اور ہمیشہ ہی سچ بولو۔ آپ یہ سمجھ لو کہ اعمال کب ضائع ہوتے ہیں؟ مثلاً" ایک آدمی نماز میں لگا ہوا ہے' بہت سیریس اور سنجیدہ قسم کی نماز پڑھ رہا ہے' اللہ تعالیٰ کی مخصوص عبادت کر رہا ہے' بڑے غور و فکر میں ہے اور اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے' اگر حضور پاک ﷺ موجود ہوں اور آواز دے دیں کہ میری بات سنو اور وہ کہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ اب آپ یہ بتاؤ کہ اعمال ضائع ہوئے کہ نہ ہوئے؟ کیوں؟ یہ کوئی تاویل نہیں ہے یہ تو حقیقت کی بات ہے کہ جب وہ تمہیں بلائیں تو فوراً" جاؤ۔ اور یہ پوچھنے والوں نے پوچھا ہو گا کہ جب ہم نماز پڑھ رہے ہوں تو پھر ہم کیسے جواب دیں۔ بات یہ ہے کہ نماز کے بارے میں بتانے والے نے یہ جو کچھ بتایا وہ اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی بات اور ان سے محبت جو ہے یہ ایک الگ کہانی ہے۔ تو لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ ایمان بھی حضور پاک ﷺ پر نثار ہو جائے۔ تو مقصد یہ ہے کہ فرائض سے فرار نہیں ہونا ہے بلکہ فرائض تو پورے کرو اور ضرور پورے کرو۔ اگر تو اتنی بات ہوتی کہ یہ کتاب ہے اور آپ لوگ کتاب پڑھتے جاؤ اور زندگی گزارتے جاؤ تو پھر کسی درویش یا امام کے آنے کی ضرورت نہیں تھی' پیغمبر کے بعد پھر کس نے آنا ہے کیونکہ کتاب بھی آپ کے پاس آگئی ہے' اب تو صرف آپ کے پاس کتاب خریدنے کے لیے پیسے ہونے چاہئیں۔ تو اور کوئی بات ہے ہی نہیں' لہٰذا آپ لوگ قرآن پاک دیکھتے

جائیں اور پڑھتے جائیں کہ اس میں کون کون سا واقعہ ہے مثلاً" فلاں واقعہ آپ صفحہ نمبر چار اور آیت نمبر پانچ پر پڑھ لو۔ تو اس طرح ہر آدمی کے پاس فوراً" ریڈی ریفرنس ہوتا مگر ایسی بات تو نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ درویش کہاں سے آگئے' اولیائے کرام کہاں سے آگئے' امام کہاں سے آگئے' شہید آکر کیا کہتے ہیں اور جو مخلصین ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔ آپ لوگ یہ بتائیں کہ پیغمبرؐ کے آنے کے بعد ان کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان سب کی ضرورت ہے اور ضرورت ہونی چاہیئے تھی۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد اولیائے کرام آپ کو وقت کے عین مطابق منشائے الٰہی کے عین مطابق صحیح راستہ تجویز کریں اور آپ انہی کو قرآن پاک سنانے لگ جاؤ تو یہ تو ایسے ہے کہ خسروؒ کو آپ راگ ہی سنانے لگ جاؤ۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ راگ تو اسی کا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں استادوں کو استادی نہ سکھانا۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ پیغمبرؐ کو نظرانداز کرنے کے لیے قرآن Quote کرتے ہیں کہ آپ ہم جیسے انسان تھے اور یہ قرآن میں صاف لکھا ہوا ہے کہ انا بشر مثلکم کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ لیکن آپؐ اتنے بھی انسان نہیں جتنا تم بنانا چاہتے ہو۔ کہ آپؐ کا نام جو ہے وہ سب لوگوں کا ایمان ہے اور کلمہ آپؐ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اب اگر تم حضور پاک ﷺ کو اپنے جیسا انسان بناؤ تو پھر تم جیسے تو پھر تم جیسے ہی ہوں گے۔ وہ بشر ہونا تو اس لیے بتایا گیا کہ لوگ کہیں آپؐ کو خدا نہ سمجھ لیں' تو فرمایا کہ میں تمہاری طرح کا انسان ہوں لیکن آپ لوگ ان کی فضیلت دیکھو کہ کیا ہے یعنی کہ جس خدا کے لیے تم حضور پاک ﷺ کو نظرانداز کر رہے ہو کہ میں خدا

کی نماز پڑھ رہاہوں تو تم یہ دیکھو کہ وہ خدا جو ہے وہ انؐ پر درود ہی بھیجتا جا رہا ہے۔ تو خدا خود ان کے خیال میں ہے کہ ؎

میں تری نماز ادا کروں' تو ہو محو ذکرِ حبیبؐ میں
مجھے مل گئیں تیری نکہتیں' مجھے مل گیا تیرا آستاں

یہ عجب بات ہے کہ تم اللہ کی نماز ادا کر رہے ہو اور اگر اللہ سے پوچھیں کہ وہ کیا کر رہا ہے تو وہ ذکرِ حبیبؐ میں محو ہے۔ تو بات یہ ہے کہ جب تک آپ دل والے نہ بنو گے آپ کو حقیقت سے آشنائی نہیں ہو گی۔ تو آپ لوگ عبادت سے پہلے اللہ سے محبت کرو' عبادت کے دوران محبت کرو اور عبادت کے بعد بھی اللہ سے محبت کرو۔ پھر آپ لوگ اللہ کی محبت کو دریافت کرو کہ اس کی محبت کس کے ساتھ ہے؟ جس کے ساتھ اللہ کی محبت ہے' آپ ادھر بھی رجوع کرو۔ اللہ کریم جس سے محبت کرتا ہے' ادھر آپ کی اطاعت اور محبت ہونی چاہیئے۔ اللہ کریم نے خود ہی یہ بات کہی ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ آپؐ کی اطاعت کریں' پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ دعویٰ اللہ سے محبت کا اور اطاعت حضور پاک ﷺ کی' یہ بات کون کہہ رہا ہے؟ اللہ! اللہ کہتا ہے کہ ہم خود ہی ان سے محبت کرلیں گے' لہٰذا یہ انسان میرے ایڈریس کی طرف نہ بھاگے' نہ دوڑے' تو یہ چٹھی غلط جگہ' غلط Direction میں چلی گئی ہے لہٰذا Re-direct کر دو۔ آپ نے تو کہا میں صرف اللہ سے محبت کرنا چاہتا ہوں لیکن اللہ کریم کہتے ہیں کہ اگر مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرے حبیب پاکؐ کی اطاعت کرو' اور یہ

بات اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جو کائنات کے واحد خالق ہیں کہ مجھ سے محبت کرنے کا ایک ہی طریقہ اور راستہ ہے کہ میرے حبیبؐ کی اطاعت کرو۔ اور اطاعت کی تعریف ابھی میں آپ کے سامنے کر چکا ہوں کہ اطاعت سے پہلے محبت ہو' اگر آپ اطاعت کرتے ہو اور محبت نہیں کرتے ہو تو پھر آپ گستاخ ہو۔ ایسا بھائی جو آپ کا کہنا مانے اور دل سے آپ کی عزت نہ کرے تو پھر آپ یہ کہو گے کہ یہ گستاخ ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کا بیٹا ضدی ہو لیکن آپ کا سارا کہنا مانتا ہو اور اگر وہ محبت سے نہیں مانتا تو پھر آپ کہو گے کہ Somethi worong somewhere بات غلط ہو گئی ہے۔ لہٰذا اطاعت کیا ہے؟ اطاعت سے پہلے محبت کرو ورنہ اطاعت میں منافقت کا پہلو ہو سکتا ہے۔ کربلا میں امام عالی مقام علیہ السلام کو شہید کرنے والوں نے کہا کہ جلدی جلدی شہید کرو پھر ہم نے نماز بھی پڑھنی ہے۔ شہید کرکے وہ نماز پڑھنے چلے گئے۔ اور وہاں وہ نماز میں درود شریف پڑھیں گے' آل محمد ﷺ بھی کہیں گے اور نماز بھی پڑھیں گے۔ تو میرا خیال ہے کہ آپ لوگ نماز کو پہچانو کہ نماز ہے کیا چیز' کہیں آپ لوگ فارمولے کا نام نماز نہ رکھ لینا کہ وضو کیا اور نماز پڑھ لی۔ تو پھر آپ بڑے شریف بن گئے مگر اندر سے آپ کا دل ویسا ہی ہے تو پھر یہ تو بڑی سفاک بات ہو جائے گی۔ جب تک آپ کے اندر محبت نہ ہو تو دین کیا ہے ۔

دین کیا ہے تیریؐ الفت کے سوا
دین کا بس اک یہی معیار ہے

دین کا کیا معیار ہے؟ دین حضور پاک ﷺ کی الفت کے سوا

اور ہے ہی کوئی نہیں۔ بس اب بات کو ختم کرو کہ دین اسلام کیا ہے؟ صرف اور صرف حضور پاک ﷺ کی محبت' اور پھر حضور پاک ﷺ سے محبت جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کی ساری امت سے محبت ہے' سادہ' غریب اور بے وقوف لوگوں کے لیے دعا کرنا کیونکہ یہ امتی ہیں اور ان کا خیال رکھنا ان کی بخشش کی دعا کرنا۔ جو لوگ مغرور نمازی بن جاتے ہیں تو کہتے ہو کہ یا اللہ آدھے لوگوں کو تو فوراً" دوزخ میں بھیج۔ مسجد میں نئے نمازی سے آپ کہتے ہو کہ تو کہاں سے آ گیا اور تو کون ہے؟ نماز کا غرور جو ہے اس نے مسلمانوں کو برباد کیا ہے۔ نماز کا غرور اور عبادت کا غرور برباد کر دیتا ہے۔ عبادت کے غرور نے ہی شیطان کو جنت سے دور کیا اور بے شمار مسلمانوں کو عبادت کے غرور نے تباہ کر دیا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ صرف اللہ کی بات کرو' سیدھی سیدھی اللہ کی بات کرو۔ اللہ کی بات اس طرح اللہ کی بات نہیں ہے' اگر کبھی آپ اللہ کریم کے پاس جاؤ وہاں سارا ذکر ہی انسانوں کا ہو رہا ہے۔ اللہ کریم کے ہاں جو شب و روز ہیں وہاں کا ایک شب و روز یہاں ہزاروں کروڑوں سال کا ہوتا ہے' وہاں فرشتے بھی بیٹھے ہوتے ہیں اور کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہو گی اور ذکر کس کا ہو رہا ہے؟ انسان کا۔ اور یہ انسان جو ہے یہ انسانوں کو چھوڑ کر اللہ کے پاس چلا جارہا ہے۔ اگر آپ اللہ کے پاس جاؤ گے تو پھر بھی اس انسان ہی کا ذکر ہو گا اور وہاں پر آپ سے پوچھا جائے گا کہ پڑوسی کا کیا حال تھا' کیا وہ بیمار تھا؟ تو انسان کہے گا کہ میں تو نماز پڑھتا تھا' مجھے پڑوسیوں کا کیا پتہ۔ یہاں پر آپ کا ایمان کمزور ہو گیا کہ آپ انسانوں سے غافل نہیں بلکہ بد دل ہو گئے اور مایوس

ہو گئے اور جو شخص انسانوں سے مایوس ہو گیا اس کا خالق سے بھی تعلق کوئی نہیں ہے۔ خالق نے تو یہی ایک کام کیا ہے' کون سا کام کیا ہے؟ خالق نے انسان ہی بنائے ہیں۔ تو خالق کا کام کیا ہے؟ انسان بنانا! آپ کے دور کے انسان بھی تو اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اور یہ بڑی بات ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنے دور کے انسانوں کو سب سے پہلے انسان ہونے کی حیثیت سے قبول کرو' ان کا خیال بھی رکھو اور نماز بھی ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ نماز بھی ادا کرو' نماز سے پہلے اللہ کریم سے محبت کرو اور اللہ سے محبت کرنے سے پہلے اللہ سے پوچھو کہ آپ کی محبت یا اطاعت کا کیا طریقہ ہے تو وہ کہے گا کہ میری اطاعت سے پہلے آپ حضور پاک ﷺ کی اطاعت کرو اور آپؐ کی اطاعت یہ ہے کہ آپؐ کی امت کا خیال رکھو۔ خدا نخواستہ یہ نہیں کہتے کہ نماز چھوڑ دو بلکہ نماز ضروری ہے' فرض ہے لیکن اس کے اندر دردِ دل شامل ہے' خیال شامل ہے' انسان شامل ہے' اطاعت شامل ہے' وقت کا خیال رکھو' اپنا خیال رکھو' ماں باپ کا خیال رکھو' کسی کی دل آزاری نہ کرو کیونکہ دل آزاری جو ہے یہ اچھی بات نہیں ہوتی۔ آپ انسانوں کو ناراض نہ کرنا۔ اگر کوئی بندہ کسی کو ناراض کر کے حج پر جارہا ہے تو پھر حج قبول نہیں ہوتا' اسے پھر واپس بھیج دیا جاتا ہے کہ جاؤ پہلے اسے راضی کر کے آؤ۔ تو یہ اتنا سارا راز ہے۔ کل چار دن کا کھیل ہے اور اگر آپ عبادت کے حوالے سے کسی سے نفرت کرنے لگ جاؤ تو پتہ نہیں تمہاری عبادت قبول ہوتی ہے یا اس کا گناہ قبول ہوتا ہے۔ بس یہ کہنے والی بات نہیں ہے! گناہ کبھی قبول نہیں ہوتے' کہنے کا مقصد یہ ہے کہ گناہ توبہ کے بعد

مغفرت بن جاتے ہیں یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ کریم اسے معاف کر دے۔ اللہ معاف کرنے پر قادر ہے؟ تو پھر اللہ کریم معاف کر سکتا ہے اور اللہ کریم مہربانی فرما سکتا ہے۔ یہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ مغرور کو پسند نہیں کرتا۔ اس لیے آپ عبادت کرو لیکن عبادت سے پہلے اللہ سے محبت کرو اور اللہ سے محبت سے پہلے اس سے پوچھ لو کہ ہم آپ سے محبت کرنا چاہتے ہیں' تو باری تعالیٰ کہے گا کہ پہلے حضور پاک ﷺ کی اطاعت کرو۔ آپ لوگ یہ بات یاد رکھو کہ آپ نے انسان کا' بچوں کا' بیماروں کا بڑا خیال رکھنا ہے۔ کسی جگہ ایسا نہیں ہوا کہ کوئی بزرگ عبادت میں مصروف تھے اور پھر انسان کو نظر انداز کر دیا ہو' ایسا کبھی بھی نہیں کیا اور کسی بیمار کا خیال نہ رکھا ہو' ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ آپ نے نماز کی افادیت دیکھی ہے کہ نماز ہوتی کیا ہے؟ مسجد سے لاؤڈ اسپیکر نکال دو اور پھر اذان دو تو جہاں تک آواز جا رہی ہو وہ آپ کا محلہ ہے یعنی بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آواز کے اندر جتنے لوگ ہیں وہ ایمانداری سے اکٹھے ہو جائیں اور پانچ وقت اکٹھے ہو جائیں یا جتنے وقت اکٹھے ہو سکتے ہیں وہ اکٹھے ہو جائیں اور ایمان داری سے ایک دوسرے کے ساتھ' محلے کے اندر نیکی کرنے کے خیال میں' اللہ تعالیٰ کے پیغام قرآن پاک کی وضاحت کی روشنی میں نیکی شروع کر دیں تو پھر رونق لگ جائے گی اور صاف ستھرا معاشرہ بن جائے گا۔ لیکن اگر آپ عبادت کرتے جاؤ اور دوسروں کو نظر انداز کرتے جاؤ تو یہ عبادت آپ کے فرار کا نام ہے' Escape کا نام ہے۔ یہ تو فرشتوں والی عبادت ہو گئی۔ میرا خیال ہے کہ انسان بڑا ہی ناکام ہو گیا اگر تو وہ فرشتہ بن گیا۔ تو آپ لوگ خدا نخواستہ فرشتہ نہ بن

جانا۔ ویسے فرشتہ بننا بڑی بات ہے لیکن کہیں فرشتہ نہ بن جانا' جن ہونا بڑی بات ہے کہیں جن نہ بن جانا' یہ نہ مانگنا کہ آپ کو پرواز مل جائے اور اڑان پیدا ہو جائے' پرواز بڑی بات ہے لیکن آپ اڑنے نہ لگ جانا۔ تو سب سے اچھی بات کیا ہے؟ وہ ہے انسان بننا! انسان یہ ہے کہ اس میں کچھ کوتاہیاں ہوں' کچھ کمزوریاں ہوں' کچھ خواہشیں پوری ہو جائیں' کچھ خواہشیں نا تمام ہو جائیں' کچھ آرزوئیں پوری بھی ہو جائیں کچھ رہ بھی جائیں' دو چار آنسو مل جانے چاہئیں' دو چار مسکراہٹیں مل جانی چاہئیں' کبھی بات پوری ہو گئی' کبھی بات ادھوری رہ گئی' کبھی آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا' پیسے بھی ہونے چاہئیں اور غریبی بھی ہونی چاہیئے' آپ کے پاس پیسہ کچھ ہونا بھی چاہیئے اور کچھ ضرورت بھی باقی رہنی چاہیئے' کچھ صحت ہونی چاہیئے' کچھ بیماری ہونی چاہیے' تو بس آپ کے ہاں رونق لگی رہے گی۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا کا یہ میلہ ختم ہو جائے اور آپ کو بات ہی سمجھ نہ آئے۔ مثلاً" جس طرح آپ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے۔ تو زندگی کا مطلب کیا ہوا؟ آپ جن لوگوں کے لیے زندگی گزار رہے ہو' ان کو پہچانو۔ زندگی کیا ہے؟ یہ کوئی درخت نہیں ہے کہ درخت کی طرح آپ اگتے چلے جاؤ' اگتے چلے جاؤ اور پھر وہی لکڑی خشک ہو جائے اور جل جائے۔ اس میں کافی کام آپ کا ہے۔ آپ کی جتنی زندگی ہے وہ آپ کی وابستگی کا نام ہے اور آپ ان ساری وابستگیوں کو پہچانو۔ کیونکہ ایک ایک کر کے یہ سب ختم ہو جائیں گی اور پھر آپ بھی ختم ہو جائیں گے۔ تو اپنے ساتھیوں کو' اپنی وابستگیوں کو اسی زندگی میں پہچانو۔ اور اللہ جو کام کر رہا ہے وہ کام جاری رہے گا۔ اور اگر

زندگی آپ نے مسجد میں ہی گزار دی تو پھر آپ مسجد کے اندر ہی زندہ ہو اور مسجد سے باہر کے لیے آپ ختم ہو گئے۔ مسجد کے اندر زندہ ہونا ایسے ہے جیسے پیدائش سے پہلے آپ زندہ تھے یا جب موت کے بعد آپ زندہ ہو جائیں گے۔ تو پھر وہ واقعہ جو انسانوں کے پاس آنے کا تھا پھر تو وہ واقعہ ختم ہو گیا۔ آپ کو انسانوں کے مابین بھیجا گیا رحماء بینھم اشداء علی الکفار آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرنے والے ہوں اور کافروں کے لیے سخت ہوں۔ رحم کا مطلب کیا ہے؟ آپس میں یہ سارا رحم ہی رحم ہے' بیمار کو دیکھنا' غریب کو دیکھنا' ساتھی کو دیکھنا' ضرورت مند کو دیکھنا' یہ سارے واقعات ہوتے ہیں' معاشرہ ہوتا ہی یہی ہے۔ آپ یہ سوچتے نہیں تب ہی تو آپ سے معاشرہ بنتا نہیں ہے! آپ سے مسجدیں بنتی ہیں لیکن معاشرہ نہیں بنتا۔ مسلمان ہر جگہ یہ کرتا ہے کہ مسجدیں بنا دیتا ہے مگر معاشرہ نہیں بناتا کیونکہ مسجد بنانا آسان ہے اور معاشرہ بنانا بہت مشکل ہے۔ معاشرے میں رعایت' معافی اور دوسرے کا خیال کرنا پڑتا ہے اور مسجد میں آسان بات ہے کہ پیسے اکٹھے کرتے جاؤ' اینٹ گارہ اور پتھر لگا دو تو مسجد بن گئی' پھر ایک اور مسجد بن گئی مگر نمازی اتنے نہیں بنتے جتنی مسجدیں بن رہی ہیں۔ آپ کے شہر میں کتنی مسجدیں ہوں گی' تو جتنی مسجدیں ہیں اتنے ہی امام ہیں اور لوگ "امام" کی تلاش کر رہے ہیں۔ آپ لوگ اندازہ لگاؤ کہ "امام" ہی نہیں ملتا جبکہ یہاں امام ہی امام ہیں۔ یہ جو امام مسجد ہیں اگر یہ امامت' امامت ہوتی تو پھر آپ کے معاشرے کے مسائل حل ہو جاتے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ لفظ وہی ہے لیکن کام کچھ اور ہو گیا ہے۔ تو پاکستان میں کتنی مسجدیں ہیں' کتنے امام ہیں اور

پاکستانی قوم تلاش کر رہی ہے کہ کوئی لیڈر مل جائے' امام مل جائے یعنی لیڈر کو تھوڑی دیر کے لیے "امام" ہی کہہ دو تو اب تک وہ نہیں ملا۔ مسلم امت اس کو تلاش کر رہی ہے کہ کوئی امام مل جائے' کوئی لیڈر مل جائے' کوئی ایسا سربراہ مل جائے جو مسلمانوں کی ملت کو کنارے لگائے لیکن اب تک امام ہی نہیں ملا۔ سارے کے سارے ظل الٰہ' ظل سبحانی اور جلالت الملک وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ٹائٹل جو ہے وہ انسانوں والا ہونا چاہیے اور خدمت بھی انسانوں کی ہونی چاہیے۔

سوال :۔

کیا تاویل کا کوئی ایسا معیار یا پیمانہ ہے کہ انسان اس سے آگے نہ بڑھے؟

جواب :۔

اصل میں آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ یہ سارا واقعہ جہاں الجھا ہے وہ یہ ہے کہ علماء نے آپ کو الجھایا' اور فقراء نے سلجھا دیا ہے' تو اب بات ختم ہو گئی۔ آپ کے ذہن میں الجھن کب ہو گی؟ جب آپ آدھا علم علماء سے سیکھو گے اور آدھا علم فقراء سے سیکھو گے۔ تو اس طرح آپ مرجاؤ گے یا آپ آدھے زندہ اور آدھے مرگئے جیسے کہ دل زندہ ہو اور دماغ مرگیا ہو یا دماغ زندہ ہو اور دل مرگیا ہو۔ اس بات کو آپ یوں سمجھیں کہ یہ طریقت اور شریعت کا واقعہ ہے یعنی کہ محبت آپ کو کربلا میں امام عالی مقام علیہ السلام کے کیمپ میں ملے گی اور نماز

دوسری طرف پڑھی جا رہی ہے' کیا آپ وہ نمازِ پڑھیں گے۔ جب آپ نے محبت کا باب طے کر لیا تو پھر آپ کسی کے ساتھ Discuss نہیں کرنا کہ ہمارے محلے میں ایک جید عالم رہتے ہیں تو ان سے میں نے بات پوچھی تو انہوں نے کہا کہ خبردار! تجھے وہاں الٹا لٹکا دیا جائے گا اور فرشتے دو اڑھائی ہزار سال تک تجھے ماریں گے' پھر آپ کہیں گے کہ میں تو ڈر کر واپس ہی آ گیا۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ آپ نے اس سے بات ہی کیوں کی؟ محبت کا یہ پیغام میں نے آپ کو دیا تھا۔ یہ اس کے لیے تو نہیں تھا۔ مثلاً" آپ ساری نمازیں پڑھو لیکن پہلے نماز سے محبت کرو۔ لیکن وہ عالم کہے گا کہ محبت فرض نہیں ہے' فرض تو نماز ہے اور یہ بات اس کی سمجھ سے باہر ہے۔ پروانے کی بات جو ہے وہ شمس کی سمجھ سے باہر ہے' تمہارا دل پروانہ ہے اور اس کا اور مضمون ہے۔ یہ تو محبت کی بات ہے اور محبت والوں کی بات ہے۔ بابا بلھے شاہؒ محبت میں شراب کو عشقِ الٰہی کہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ ۔

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے بُوہا یار دا کعبہ پی کے شراب نفل پڑھ لے
شرع کہے اساں شاہ منصورؒ نوں سولی اوپر چاڑھیا سی
عشق کہے تُسی چنگا کیتا بُوہے یار دے واڑیا سی

یعنی شرع کہتی ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اسے پھانسی لگا دیتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ تم اس کو پھانسی نہیں لگاتے بلکہ تم اس شخص کو اس کے پاس ہی بھیج دیتے ہو اور اس طرح وہ اور قریب ہو جاتا ہے۔ اب یہ بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے اور یہ واقعہ Already ہو چکا ہے کہ یہی

منصورؒ کا واقعہ تھا' اور شہداء کا واقعہ یہی ہے۔ عام طور پر شہداء کو کافروں نے نہیں مارا بلکہ مسجد کے اماموں نے مارا' وہ کہتے تھے کہ شریعت کا یہ حکم ہے۔ اورنگزیب عالمگیر نے بھی ایک درویش کو قتل کرا دیا تھا کہ شریعت کا فیصلہ یہی تھا کہ سرمدؒ پاگل سا آدمی ہے جو کچھ اور کہتا ہے اور شریعت کچھ اور کہتی ہے۔ عالمگیر نے ایک دفعہ تو سرمدؒ کو دو شالا دے دیا کہ اے سرمدؒ تو لباس کے بغیر ہی پھرتا ہے۔ سرمدؒ نے دوشالا ادھر ادھر پھینک دیا اور پھر ویسے کے ویسے لباس سے محروم رہے' اسی طرح دوسری بار ہوا اور پھر تیسری بار ہوا۔ اس بات پر عالمگیر کو بڑا غصہ آیا کہ تجھے لباس دیا اور پھر تم نے پھینک دیا۔ تو سرمدؒ نے کہا کہ میں تیرے لباس سے اپنے بدن کو ڈھانپوں یا تیرے قتل ڈھانپوں' کہ جن لوگوں کو تو نے ایذا دیا ہوا ہے میں ان گناہوں کو چھپاؤں یا اپنے آپ کو چھپاؤں۔ مدعا یہ ہے کہ اورنگزیب نے اپنے بھائی کو تکلیف دی تھی اپنے باپ کو تکلیف دی تھی' آپ ہی بتاؤ کہ تاریخ کیا کہتی ہے؟ کہ بھائی کو قتل کروا دیا اور باپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور پھر خود امام شریعت بن گئے اور فتاویٰ عالمگیری بھی بنا دیا۔ جس آدمی نے بادشاہت کی خاطر اپنے والد کو اذیت دے کر قید کر دیا تو اس کا فتویٰ چل ہی نہیں سکتا۔ اب یہ شریعت کی بات نہیں ہے اور شریعت کی رو سے باپ کو قتل کرنا کہیں نہیں لکھا ہوا ہے اور یہ کہیں نہیں لکھا ہوا ہے کہ باپ کو گرفتار کر لو۔ یہ سب انا کے کھیل ہیں' یہ دنیا مسافر خانہ ہے اور اتنی بھی زیادتی نہ کرو کہ اپنے باپ کو آپ گرفتار کر لو اور بھائی کو ہی قتل کروا دو اور پھر خود بادشاہ سلامت بنتے چلے جاؤ۔ اگر آپ انسان ہی بن جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اس سلسلے میں بڑے

بڑے واقعات ہیں۔ بادشاہ سلامت کو پتہ چلا کہ ایک آدمی کے دو تین جگہ پر مزار ہیں یعنی روایت ہے کہ یہ بھی بوعلیؒ کا مزار ہے اور وہاں بھی ان کا مزار ہے۔ تو بادشاہ نے کہا کہ ایک بندہ دو تین جگہ کیسے دفن ہو سکتا ہے تم لوگ پاگل ہو' جہاں میں جاؤں گا وہاں میں سلام کروں گا اور اگر جواب نہ ملا تو پھر میں اس قبر کو اڑا دوں گا۔ ایک مزار پر گئے اور کہا السلام علیکم تو آگے سے جواب آیا وعلیکم السلام۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ قبر ہے اور یہ مزار شریف ٹھیک ہے۔ وہ دوسری جگہ پر گیا اور کہا السلام علیکم تو آگے سے جواب آیا وعلیکم السلام۔ پھر بادشاہ سلامت تیسری جگہ بھی گیا اور کہا السلام علیکم تو آگے سے انہوں نے اپنا شعر سنا دیا۔

چہ گفتی ایں سخن کفر است اگر گوئی شوی کافر
برو اے مدعی ناداں چہ دانی سر مستاں را

کہ اے ناداں تجھے کیا پتہ کہ مستوں کا راز کیا ہوتا ہے' ان کی قبر کوئی نہیں ہوتی ہے! آپ بات کو سمجھ رہے ہیں ناں۔ یہ شریعت جو ہے یہ بڑی خوب صورت بات ہے لیکن شریعت کو بیان کرنے والا دل والا ہونا چاہیے اور کہیں وہ کٹھور نہ ہو' کٹھور کا معنی ہے سنگدل۔ کہیں آپ سے شریعت کے حساب سے تازیانہ لگ جائے کہ لوگوں کو مارنا شروع کر دو' ایسے واقعات بھی آ سکتے ہیں کہ اس نے نماز نہیں پڑھی اور آپ اس کو مار ہی دو۔ مثلاً" بیٹے نے نماز نہیں پڑھی اور باپ مولوی تھا اور طاقت ور مولوی تھا تو اس نے بچے کو زور سے مارا تو بچہ اللہ کو پیارا ہو گیا تو درویش نے کہا کہ تو سمجھتا تھا کہ یہ نماز نہیں پڑھے گا مگر یہ تو اللہ کریم کو پیارا ہو گیا ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

تو اس زندگی کے اندر غور کرنا چاہیے۔ میں آپ کو کہانی نہیں سنا رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت کی باتیں ہیں کہ ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ اب یہی بات بتانے کے لیے فقراء آئے جو یہ بات سمجھانے کے لیے آئے کہ آپ نے زندگی میں عبادت کیسے کرنی ہے' مخلوق کے ساتھ کیسے ڈیل کرنا ہے اور اپنی تنہائیوں میں اللہ کریم سے کیسے محبت کرنی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور ہی راستے پر چل پڑیں۔ عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ وہ اسلام کو بچا رہے ہیں' دراصل بات یہ ہے کہ اسلام نے انہیں بچانا ہے' آپ خود کو تو بچا نہیں سکتے بلکہ خدا ہی آپ کو بچائے گا۔ تو آپ خدا سے طریقے سے بات کریں کیونکہ وہ آپ کی عبادت کا محتاج نہیں ہے' آپ یہ کریں کہ اس کی دنیا کے اندر آپ کی وجہ سے فساد نہ پھیلے۔ اللہ کریم کا یہی حکم ہے کہ فساد نہ پھیلے اور انسان کو انسان کے قریب رکھا گیا بلکہ انسان کو بنایا ہی انسان کے لیے گیا ہے اور میں نے بار بار آپ کو اس کی تفصیلات بتائی ہیں کہ آنکھیں آپ کی ہیں اور چہرہ کسی اور کا ہے۔ اب اس میں دقت والی کیا بات ہے۔ تیری آنکھوں کا زندہ رہنا اسی وقت تک ہے جب تک تیری پسند کے چہرے زندہ رہیں وگرنہ تیری آنکھیں تیرے کام کی نہیں ہیں۔ تو آپ کی آنکھ کس کے کام آتی ہے؟ کسی کو دیکھنے کے لیے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا ہونا کسی اور کے ہونے کے ساتھ مشروط ہے اگر کان آپ کا ہو اور بات کسی اور کی ہو' تب کان کا فائدہ ہے ورنہ آپ کان بند کر دو کیونکہ اب یہ نمک کی

کان ہے۔ تو کان کا ہونا کب ہے؟ جب آواز کسی انسان کی ہو اور وہ کسی غیر انسان کی آواز نہ ہو اور کہیں خدا نخواستہ یہ نہ کہنا کہ آواز کسی ستارے سے آ رہی ہے' چاند سے آ رہی ہے' کائنات سے آ رہی ہے اور دور کسی اور طرف سے آ رہی ہے بلکہ وہ صرف انسان کی آواز ہونی چاہیئے اور یہ کہ آپ کی زبان ہو اور سننے والا کوئی اور ہو۔ اگر آپ کو کسی ایسے جزیرے میں بھیج دیا جائے جہاں آپ کی آواز سننے والے صرف آپ کے کان ہوں تو آپ پاگل ہو کر مرجائیں گے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں وہاں پر بولتا رہا لیکن وہاں پورے جزیرے میں میرے علاوہ کوئی سننے والا ہی نہیں تھا' میں بڑا بھاگا دوڑا اور آخر کار پاگل ہو گیا۔ ایسے ویرانے میں انسان جو ہے وہ دریا یا جھیل میں اپنی شکل دیکھتا ہے تا کہ کوئی انسان تو نظر آئے۔ گویا کہ آپ کا تعلق کس بات سے ہے؟ انسانوں کے ساتھ ہے۔ تو آپ کے کان کا تعلق انسانی آواز کے ساتھ ہے' آپ کی آنکھ کا تعلق انسانی چہرے کے ساتھ ہے' آپ کی زبان کا تعلق کسی اور انسان کے کان کے ساتھ ہے اور اگلی بات جو ہے وہ یہ کہ آپ کی محبت کا تعلق انسان کے ساتھ ہے۔ چاہے آپ جتنا بھی خدا کو پسند کرتے جاؤ خدا سے آپ کی محبت بنتی ہی نہیں ہے کیونکہ جنس برابر نہیں ہے کیونکہ وہ خالق ہے' مالک ہے' "ڈاڈھا" ہے اور آپ تابع دار ہو۔ تو اگر عشق کرو گے تو بھی ڈر ڈر کر کرو گے۔ کیا آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ تو آپ کی محبت جو ہے وہ اللہ کریم کے محبوب پاک ﷺ کے راستے سے بنتی ہے اور آپ کا اس راستے پر چلنا بنتا ہے۔ تو دل بھی کسی انسان کے کام آئے گا' دماغ بھی کسی انسان کے کام

آئے گا اور آپ مرجائیں تو جنازہ بھی جنات نے نہیں اٹھانا بلکہ وہ آپ کا بھائی ہی اٹھائے گا۔ وہی آپ کے بھائی ہوں گے' چار پائی اور چار بھائی ہوں گے۔ پھر آپ کی شادی بھی انسان سے ہو گی' یہ الگ کہانی ہے جس میں آپ کو اور انسان کی ضرورت پڑ گئی' پھر صاحبِ اولاد ہونا اور پھر صاحبِ نصیب ہونا۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کریم نے بڑی مہربانی فرمائی کہ اولاد ہو گئی اور اولاد کیا ہوتی ہے؟ انسان ہوتی ہے۔ اور جنازہ کیا ہوتا ہے؟ انسان ہوتا ہے۔ شادی کیا ہوتی ہے؟ انسان سے ہوتی ہے۔ محبوب کون ہوتا ہے؟ انسان ہوتا ہے۔ نظر کیا ہوتی ہے؟ انسان کی ہوتی ہے۔ آواز کیا ہوتی ہے؟ انسان کی ہوتی ہے اور عبادت کیا ہوتی ہے؟ انسان کا ذکر' نماز میں سارا ذکر انسان کا ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین

یہ اللہ کی تعریف ہو گئی' پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین اھد نا الصراط المستقیم یہ درخواست ہو گئی انعام والے لوگوں کے راستے کی صراط الذین انعمت علیھم یہاں انسان کا ذکر آ گیا ہے۔ پہلے خدا تھا اور اب کیا ذکر ہو گیا؟ انسان! تو انعمت علیھم والے بندے ڈھونڈے جائیں کہ یہ کون انسان ہیں! یعنی کہ آدمیوں کی راہ خدا کی راہ ہے۔ خدا کہتا ہے کہ میرا راستہ ان انسانوں کا راستہ ہے جن پر میرا انعام ہوا یعنی انعمت علیھم۔ پھر غیر المغضوب علیھم اور وہ بھی لوگ ہیں جن پر اس کا غضب ہوا۔ اور اس کے بعد التحیات شروع کر دو التحیات للہ والصلوات و الطیبات' السلام علیک ایھاالنبی تو نماز میں اللہ کے ساتھ حضور پاک ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ نماز

اللہ کی اور ذکر غیر اللہ کا مگر یہ غیر نہیں ہے بلکہ یہی نماز ہے۔ کہ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین اور اب نماز میں عباد الصالحین ' نیک بندے بھی شامل ہو گئے ۔

اپنا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

یہ کئی بندے ہوں گے جنہیں صالحین کہا جاسکتا ہے۔ اشہد لا الہ الااللہ واشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

یہاں پھر ایک بار حضور پاک ﷺ کا نام آگیا اور یہ نماز کے اندر آیا ہے یعنی کہ خدا کی نماز میں انسان کا نام۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللھم صل علٰی محمد و علٰی آل محمد یہ آل محمدؐ کیا ہے؟ یہ بھی انسان ہیں کما صلیت علٰی ابراھیم وعلٰی آل ابراھیم انک حمید مجید حضرت ابراہیمؑ انسان اور آپ کی آل انسان ہیں۔ اللھم بارک علٰی محمد و علٰی آل محمد کما بارکت علٰی ابراھیم و علٰی آل ابراھیم انک حمید مجید یہ سارا انسان کا ذکر ہے۔ پھر رب اجعلنی مقیم الصلٰوۃ ومن ذریتی ربنا و تقبل دعا تو اس میں آپ اور آپ کی ذریت' اولاد سارے آ گئے' بیٹے' بیٹیاں' نواسے نواسیاں' پوتے پوتیاں سارے آ گئے کیونکہ پندرہ بیس سال میں آپ کی ذرّیت کچھ اور بن جائے گی اور کبھی آپ سوچو کہ اگر دو سو سال بعد آپ واپس آؤ تو آپ کی ذریت جو ہے وہ کم از کم ایک شہر بنائے بیٹھے ہوں گے اور اگر آپ پانچ سو سال بعد آ جاؤ تو آپ کی ذرّیت میں لاکھوں کروڑوں بندے ہوں گے تو ذریت' اولاد بڑھتی جائے گی۔ ربنا وتقبل دعاء ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب میرے رب میری دعا قبول

فرما، تو مجھے بھی معاف کر اور میرے والدین کو بھی معاف فرما اور والدین سے اوپر جو قبیلہ ہے ان سب کی مغفرت فرما۔ تو نماز میں آپ خدا کی بات کر رہے تھے اور یہ غیر کہاں سے آ گئے۔ تو غیر کا ذکر اللہ کریم نے آپ کو سکھایا ہے۔ بس یہی خاص بات ہے اور یہی راز ہے کہ آپ عبادت میں داخل ہو جائیں اور عبادت کے یہ الفاظ ہیں جو اللہ نے آپ کو سکھائے ہیں کہ یا اللہ ہمارے والدین کو بخش دے۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ نے خود آپ کو الفاظ سکھا کر بتایا ہے کہ تم والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پھر یہ دعا سکھائی کہ میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا۔ تو آپ نے خود ان کو نماز کا پابند بنانا ہے مگر آپ اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور حضور پاک ﷺ کے حوالے سے مدد مانگتے ہیں جو کچھ بتایا گیا ہے آپ وہ کام کریں، اسی کو آپ نے کرنا ہے اور یہی بات میں آپ کو بتا رہا تھا۔ یہ نہ کرنا کہ اللہ سے یہ کہو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کہ جن پر تیرا انعام ہوا ان کا راستہ دکھا اور جب اس انعام والا شخص ملے تو آپ اسے نماز کے آداب سکھانے لگ جاؤ، حالانکہ وہ انعمت علیھم والوں میں شامل ہے اور اس پر اللہ کا انعام ہو گیا ہے۔ تو اب آپ بھی وہ راستہ ڈھونڈو اور آپ اس کو قرآن نہ سکھانا شروع کر دینا کیونکہ وہ تو آپ کے لیے راستہ بن کر آ گیا ہے۔ تو اللہ کی راہ کون سی ہے؟ انسانوں کی راہ ہے۔ کون سے انسان، جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو آپ اس راز کو دریافت کرو۔ یہ نہ ہو کہ ان لوگوں کو قرآن سکھانے لگ جاؤ۔ آپ پہلے یہ تو مان لو کہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا ہے، اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن پر اللہ کا غضب

ہوا ہو۔ اب آپ یہ فیصلہ کریں کہ اگر انعام یافتہ آپ کو مل جائے تو اس سے آپ نے کیا سیکھنا ہے! آپ نے اس سے راستہ چلنے کے آداب سیکھنے ہیں۔ یہ وہ قرآن ہے جو قرآن سے باہر قرآن ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ راستہ بتانے والے ہوں گے' ہر دور میں ہوں گے۔ یہ بھی الٰہیات ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہونا بھی اللہ کی مہربانی ہے۔ تو جن پر اللہ کریم کا فضل ہو گیا پھر ان کی بات بھی اللہ کا فضل ہی ہے۔ وہ بتائیں گے کہ یوں کر لو تو آپ ویسے کر لو اور اس میں کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ آپ لوگ کسی مولوی سے مناظرہ نہ کیا کرو' مباہلہ نہ کیا کرو ورنہ آپ کا سارا علم چوپٹ ہو جائے گا۔ آپ اپنی زندگی گزارو اور اس کو علم کی بحثیں مت بناؤ۔ ورنہ ہر روز جھگڑا شروع ہو جائے گا کہ کون کیا ہے اور کون کیا نہیں ہے' کس کا علم سچا ہے اور کس کا علم سچا نہیں ہے' یہ سارا جھگڑا ہی ہے۔ آپ انہیں کہو کہ آپ جیت گئے اور ہم ہار گئے' تمہارا اللہ سچا ہے اور ہمارا اللہ بھی وہی ہے اور اس طرح لڑائی جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ تو جو آدمی زیادہ مخلص ہو گا وہی بہتر ہو گا' انسانوں کی جتنی زیادہ سروس کرے وہی بہتر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جو ہے اس نے مالک ہو کر کبھی سروس بند نہیں کی ہے' وہ ہر آدمی کو ضروریات زندگی مہیا فرماتا ہے اور ہر حالت میں Serve کرتا ہے' اس نے کافر کا کبھی کھانا پینا نہیں روکا' وہ کہتا ہے تو کافر ہے' آگے تیرا انجام بہت برا ہونا ہے مگر تو یہاں آرام سے رہ اور کھا پی کر جا' آگے جا کر دیکھا جائے گا۔ تو ہر روز آپ کو راستے میں کوئی مولوی مل جاتا ہے اور وہ کوئی اور بات بتا دیتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ میں کیا کروں' میں تو جنازے کے لیے جا رہا تھا' راستے میں

اس نے مجھے ڈرا دیا' میں نے جنازے کو چھوڑا اور مسجد میں داخل ہو گیا' اس نے ڈرا دیا کہ کدھر چلا ہے نماز کا ٹائم ہو گیا ہے۔ تو ٹائم کی نماز اور ہے اور نماز کا ٹائم اور ہے۔ اس لیے وقت کی نماز کا خیال رکھو اور وقت کی آواز کا خیال رکھو کہ آپ پر اب کیا ہے۔ اگر زلزلہ آ جائے تو پھر آپ تھوڑی دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جاؤ اور جان بچاؤ۔ تو آپ محاذ آرائی سے بچو' کسی مولوی سے بحث نہ کرنا۔ اس سے کہو کہ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں' میں ذرا کمزور آدمی ہوں کبھی کبھی جنازوں میں چلا جاتا ہوں' کمزوری میں ہی بیمار پرسیاں کرتا رہتا ہوں' میرا دل بڑا ڈرتا ہے' میں اللہ سے بھی ڈرتا ہوں اور بیمار سے بھی ڈرتا ہوں' کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور نماز بھی پڑھ لیتا ہوں اور آج تو اللہ سے درخواست کر دے کہ آج میری نماز لیٹ ہو گئی ہے کیونکہ میں نے انسانوں والی نماز پڑھ لی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ یا اللہ ہمیں تیری دنیا میں کوئی بندہ پسند نہیں آیا تو اللہ کریم فرمائے گا کہ سب سے پہلے اسے دوزخ میں ڈالو کیونکہ اسے میری تخلیق میں سے کوئی بندہ ہی پسند نہیں آیا۔ انسان کہے گا کہ میں تیری نماز پڑھتا رہا ہوں تو اللہ کہے گا کہ شیطان بھی پڑھتا رہا تھا لیکن اسے میرا کام نہیں پسند آیا کہ میں نے خلیفۃ الارض کیوں بنایا۔ شیطان نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے' آپ عبادت کی بات کرتے ہیں تو ہم آپ کی عبادت کرنے کے لیے کافی ہیں' تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے سب سے پہلے فنافی النار کرو اور باہر نکالو۔ تو آپ اللہ کریم کے کام کو پسند کریں' بندوں کا خیال رکھیں بلکہ بندوں کا بہت ہی خیال رکھیں۔ اس لیے آپ لوگ غور کرتے جائیں۔ میں نے کہا تھا کہ مسلمانوں میں زوال

کے جو سبب ہیں تو اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے عبادت اور عبادت گاہوں کا تو بڑا خیال رکھا مگر انسان کا خیال چھوڑ دیا۔ لہٰذا آپ انسان کا خیال رکھیں' مسلمان کا خیال رکھیں' مسلمان کے معاملے میں آپ اتنی خود غرضی کر لیں کہ انسانوں میں آپ مسلمانوں کو انسان سمجھیں اور باقی جو مرضی کریں اس کا فیصلہ بعد میں کریں گے۔ تو آپ کا جو بھائی ہے اس کا خیال رکھیں انسان کا خیال رکھیں لیکن آپ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خیال کرتے جا رہے ہیں۔ تو اللہ نے تو کہیں جانا نہیں ہے للہ جنود السمٰوٰت و الارض اللہ کے لیے تو زمین اور آسمان کے لشکر ہیں۔ وہ تو کائنات کا مالک ہے' اسے کیا حرج ہے' وہ جو چاہے کرتا ہے' کن فیکون والا ہے اور کتاب اس کی اپنی ہے۔ تو آپ انسان کا خیال کرو' وہ تو جا رہا ہے اور آپ کے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے' لہٰذا آپ اس انسان کی خدمت کر لو' سروس کر لو' اور یہی آپ کی زندگی ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ کسی اور کام میں لگے رہو۔ یہ سند ہے کہ جب کبھی جنگ کا زمانہ آیا تو کچھ لوگوں نے نماز ادا کی اور کچھ لوگ پہرہ دیتے رہے' تو کچھ آدمی نماز پڑھ رہے ہیں اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد میں نماز ادا کر لیں گے پہلے یہ کام کر لیا جائے۔ تو اس لیے آپ لوگ اس بات کا ذرا خیال رکھو کہ حقائق کیا ہیں۔ اس وجہ سے دنیا بڑی تکلیف میں ہے' میں مسلمانوں کی دنیا کی بات کر رہا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ جو ہے نا وہ امیر کو اور امیر کر رہا ہے اور کبھی غریب کے کام ہی نہیں آیا۔ یعنی مسلمانوں کے پاس تیل کی دولتیں ہیں اور مسلمانوں کے گھروں کے دیے میں تیل نہیں ہے' تو وہ کیسے مسلمان ہیں جن کے پاس تیل کے خزانے ہیں اور انہوں

نے اپنے غریب بھائی کو چراغ کے لیے تیل نہیں دیا۔ تو پھر ان کا انجام اچھا نہیں ہو گا۔ یعنی ظالم بھائی کی موجودگی میں مظلوم بھائی کا یہ حال ہوا ہے۔ سعودی عرب والے نماز پوری پڑھتے ہیں وہ ایسی ایسی نماز پڑھتے ہیں کہ آپ کو حیران کر دیں یعنی فٹافٹ نماز قائم اور فٹافٹ بندہ غائب۔ اور ظلم اپنی جگہ پر موجود ہے۔ آپ لوگ ذرا اس بات کا خیال رکھیں۔ اس بات کو ظلم میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے اپنے محروم بھائی کو مال نہیں دیا۔ بلکہ یہودیوں کو مال دیا ہے اور چالاکوں کو مال دیا ہے۔ یہ ہیرا پھیری کا مقام ہے کہ مسلمانوں کا تیل جو ہے وہ یہودی کے ٹینک میں استعمال ہوتا ہے اور فلسطینی مسلمان مارے جاتے ہیں۔ ایسا ہے کہ نہیں ہے؟ مال ان کا' تیل ان کا اور ان کو پتہ نہیں اندر کے کیا واقعات ہیں' یہ کہنے والی بات نہیں اور یہ شادیوں کے شوقین لوگ ہیں' یہاں سے ان کا بیڑہ غرق ہوا ہے' اس لیے ان کو مسلمان بھائی کہاں سے نظر آئیں گے' ان کو تو وہی چکا چوند روشنیاں نظر آئیں گی۔ اس لیے یہ مسلمان کی تباہی اور زوال کا سبب ہیں بلکہ اب آپ لوگوں کو یہ نعرہ لگا دینا چاہیئے کہ پہلے انسان کی جان بخشی ہونی چاہیئے' پھر اس کی آخرت بخشی ہو جائے گی۔ لہٰذا پہلے انسان کی جان کو بچانے کی کوشش کرو۔ تو بیمار کو پہلے دوائی مہیا کرو۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب کبھی آپ بازار گئے تو پیدل چلنے کا راستہ نہیں ملتا اور وہاں کاروں کی بھرمار ہوتی ہے اور آج بھی ایسے انسان موجود ہیں جن کے پاس بس کا کرایہ نہیں ہوتا' تو آپ حیران ہی رہ جائیں گے' ایسے بے شمار لوگ ہیں جن کے پاس لاہور سے پنڈی کا ریلوے کا کرایہ نہیں ہے اور وہ اسی لاہور شہر میں موجود ہیں۔ اور ایسے

لوگ آج بھی موجود ہیں جن کی گزر اوقات مشکل ہے' ایسی بات ہے کہ نہیں ہے۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے پاس مال ہی مال ہے۔ تو اب دونوں مسلمان برابر کیسے ہو گئے؟ اور وہ امیر اپنے ظلم کو نماز کے پردے میں جاری رکھتا ہے۔ وہ ظلم کو نبھاتا کیسے ہے اور اپنے ضمیر کو کیسے مطمئن کرتا ہے؟ کہتا ہے کہ میں نماز اور دوسرے فرض ادا کرتا رہتا ہوں اور میں اللہ کو اڑھائی پرسنٹ دیتا ہوں اور وہ جو پروڈکشن کا ذخیرہ تھا وہ اس نے اپنے نام لگا لیا' چراگاہ اپنے نام لگا لی اور وہ چراگاہ کا مالک ہو گیا اور پھر باقیوں کے پاس تھوڑا رہ گیا یعنی گنجائش تھوڑی رہ گئی۔ تو اس لیے پھر باقی لوگوں کے پاس مال تھوڑا ہو گیا۔ ذرائع پیداوار چند لوگوں نے قابو کر لیے ہیں اور باقی لوگوں کو محروم کر دیا ہے اور ضمیر کو نماز کے ساتھ مطمئن کر لیتے ہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ نماز کے دم سے ظالم آدمی نے بھی اپنے ضمیر کو مطمئن کیا ہوا ہے۔ آپ اس کا بہت خیال رکھیں لیکن جو بے نماز آدمی ہے اس نے اپنا ضمیر کیسے مطمئن کیا؟ یہ مجھے سمجھ نہیں آتی کیونکہ بے نماز کو مطمئن نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کبھی بے نماز نہیں ہونا' نماز کا کوئی متبادل نہیں ہے اور نماز بہت ضروری ہے' بہت افضل ہے' بہت اعلیٰ ہے اور آپ نماز کے حکم کو پورا کرو۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ دو منٹ کی تاخیر سے نماز کو فرق نہیں پڑتا اور یہ بندے اور خدا کے درمیان بات ہے۔ بندے اور خدا کے درمیان جو بات ہے' اگر تو دل خدا کی طرف ہو تو اس میں ٹائم آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ لیکن بندے کی ضرورت میں آپ کے پاس ٹائم آگے پیچھے نہیں ہو سکتا' بندے نے آپ سے سوال کیا ہے' پھر اس کا سوال ہو کہ نہ ہو' شاید کہ وہ رہے کہ نہ

رہے اور کیا سے کیا ہو جائے۔ تو اس لیے عبادت کو کبھی آپ اپنے ظلم کا سہارا یا پردہ نہ بناؤ' عبادت تو عبادت ہی ہے اور وہ ضروری ہے۔

سوال :۔

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ میں اپنے آپ کا اظہار کروں' یہ حدیث پاک ہے یا کسی بزرگ کا قول ہے؟

جواب :۔

کنت کنز "امخفیا" میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں تو میں نے خلق کو تخلیق فرما دیا۔ یہ بات آپ تک کیسے پہنچی ہے؟ بس یہ بات سند کے ساتھ ہی آئی ہے کیونکہ یہ حدیث قدسی ہے۔ یہ قرآن پاک میں تو نہیں ہے اور اپنے پاس سے بھی کوئی نہیں بناتا۔ آپ اس کی اور تحقیق کر لیں۔ یہ بات اللہ کی طرف سے ہی ہے اور لازمی بات ہے حضور پاکؐ نے بیان فرمائی ہے۔

سوال :۔

کیا یہ کسی بزرگ کا کلام ہے کیونکہ کہتے ہیں کہ یہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے کلام میں موجود ہے۔

جواب :۔

آپ اسے کسی بزرگ کا کلام کیوں کہتے ہیں' یہ کسی بزرگ نے اپنی طرف سے نہیں بنایا ہے۔ یہ کلام تو ہر جگہ موجود ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے

اور یہ سند کے ساتھ ہی آتی رہی ہے۔ حدیث کے کچھ شعبے ایسے ہیں جو کتاب کے بغیر بھی اہم ہیں' کچھ احادیث ایسی ہیں جو حدیث کی کتابوں میں نہیں ہیں۔ حضور پاکؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر فقرہ حدیث ہے تو جن لوگوں کو زیارت نصیب ہوئی ان سے حضور پاک ﷺ نے جو فرما دیا' وہ بھی حدیث ہے۔ تو اس طرح سے بات چلتی آ رہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بالمشافہ بھی حضور پاک ﷺ سے ملاقات ہوتی ہے اور حضور پاک ﷺ کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی بات جب کسی صاحبِ حق نے سنا دی تو وہ حدیث ہے۔ اس لیے اس کی تفصیل میں جانے والی بات نہیں ہے۔ تو جو ہے ٹھیک ہے۔ اگر ٹھیک لوگوں سے بات سنی ہے تو ٹھیک ہی ہے۔ اس لیے ہم نے کبھی نہیں پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ اس طرح یہ بات کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یہ بات کس سے منسوب کی جاتی ہے من عرف نفسہٖ فقد عرف ربہٗ یہ بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے۔ اب اس میں تحقیق کی بات نہیں ہے کہ ایسا آپ نے کہا کہ نہیں کہا' وہ بات خود بتاتی ہے کہ وہ ٹھیک ہے اور انہوں نے اپنے پاس سے کہی ہے یا حضور پاک ﷺ سے سنی ہے یا اللہ نے ان سے بات کی ہے۔ تو ایسی باتوں میں نہیں پڑتے۔ بس جو انہوں نے کہا وہ ٹھیک ہے۔ اسی طرح ایک مصرعہ ہے کہ قدمی ھٰذہ علٰی رقبۃ کل ولی اللہ یہ قصیدہ غوثیہ میں ہے یعنی میرا پاؤں تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ اب یہ واقعہ الفاظ میں سمجھ نہیں آتا کہ اس کا مفہوم کیا ہے' جب تک آپ مفہوم میں داخل نہ ہوں اس کا پتہ نہیں چلے گا۔ تو

یہ کرنے والے کام ہیں اور صرف سننے والی بات نہیں ہے۔ کوئی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ آدمی کہے کہ میرے پاس سارے وقت ہو کر جاتے ہیں۔ اب یہ بات تو کسی پیغمبر نے بھی نہیں کہی ہے لیکن یہ بات ہو سکتی ہے کہ ایسا ہو۔ وہاں مفہوم یہ نہیں ہے کہ ہم موسموں کے مالک ہو گئے' جس طرح کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم کائنات کو نہ بناتے اگر آپؐ کی ذات نہ ہوتی۔ تو حضور پاک ﷺ کے لیے لولاک کا لفظ ہے' پورا لفظ کیا ہے لولاک لما خلقت مطلب یہ ہے کہ یہ کائنات کی ساری چیزیں جو ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے تخلیق ہوئی ہیں یعنی کہ باعث تخلیقِ کائنات آپؐ کی ذات ہے اور یہ کائنات آپؐ کے بغیر چلتی نہیں ہے۔ اصل میں تو بات یہ ہے۔ تو یہ بات اس وقت تک آپ کو سمجھ نہیں آتی جب تک آپ اس راز میں داخل نہ ہوں کہ حضور پاک ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے کیا معانی رکھتی ہے' انسان کے لیے کیا معنی رکھتی ہے' اللہ تعالیٰ اور حضور پاک ﷺ کا کیا ریلیشن ہے' اور اگر خالق اور مخلوق کی محبت ہو سکتی ہے تو کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں سلام بھیجتا ہوں وسلام علیٰ نوح' وسلام علیٰ ابراھیم یعنی اللہ کریم ان پر سلام بھیجتا ہے۔ انسانوں کو سمجھانے کے لیے اللہ تو انسانوں جیسی بات کرتا ہے اور یہ انسان ہیں جو اللہ جیسی باتیں کرنا چاہتے ہیں اور پھر یہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے ہر جگہ انسانوں سے بات کی ہے مثلاً" یہ کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اور یہ انسان والی بات ہے کہ تم نے لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔ اور یہ بات بالکل سمجھ آنے والی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بات

نہیں کی ہے جو انسانوں کی سمجھ سے باہر ہو۔ اللہ نے انسان بنایا تو اس کی عقل کے مطابق اس کو چیزیں دے دیں۔ اگر اللہ اپنی زبان بولنا شروع کر دے تو پھر انسان کو بات کیسے سمجھ آئے گی۔ آپ کی زبان میں ایک لفظ کائنات ہے' اب انسان کے لیے اس میں بے شمار راستے ہیں' اس کا دھیان کہاں کہاں جائے گا' وسیع کائنات ہے کہاں کہاں جائے گا اور کہاں کہاں پھرے گا اور زندگی میں کیا کیا دیکھے گا' کس کس ستارے کو دیکھے گا' اتنی خلائیں ہیں کہ اگر آپ کروڑ بار پیدا ہو جائیں اور کروڑ گنا ہو کر کروڑوں سال دیکھیں تو بھی آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ تو اللہ کریم کی ایک یہ بھی زبان ہے یعنی یہ جو چاند ستارے اور سورج ہیں' اب آپ یہ زبان کیسے پڑھیں گے؟ آپ نے ایک ایٹم کو تھوڑا سا پڑھا ہے تو آپ حیران ہو گئے ہیں کہ یہ واقعہ کیا ہے؟ اور کائنات کی بے شمار وسعت ہے جو دریافت ہونے والی ہے۔ لہٰذا آپ لوگ اس بات پر غور کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آپ لوگوں سے وہ آپ کی سمجھ کے مطابق بات کرتا ہے کہ یہ کام کر لو اور یہ کام نہ کرو اور یہ کہ یہ دوزخ ہے اور یہ جنت ہے۔ تو اللہ نے دوزخ جنت کو آپ کی زبان میں سمجھایا ہے اور اصل دوزخ جنت کیا ہو گی؟ یہ تو بعد میں پتہ چلے گا' تو یہ بات جانے کے بعد پتہ چلے گی۔ اس لیے آپ اس لائن پر چلیں گے تو بات سمجھ آئے گی وگرنہ یہ علم کی بات نہیں ہے اور تحقیق کی بات نہیں ہے۔

سوال :۔

سر! ابھی آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا ایک فرمان سنایا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا تو یہ

پہچان کیا ہے؟

جواب:۔

رب کو پہچاننے کا مطلب ہی یہی ہے کہ آپ پہلے اپنے آپ کو پہچانو۔ اگر آپ کے اندر کوئی ایسی خوبی دریافت ہو گئی جس کا کوئی ثانی نہ ہو تو پھر آپ یہ پہچانیں کہ یہ خوبی کس نے بنائی ہے۔ پہلے آپ اپنی Human life سے اپنے ونڈر دریافت کرو اور ونڈر دریافت کرنے کے بعد یہ دیکھو کہ وہ کتنا ونڈر فل ہے جس نے یہ Wonder بنائے ہیں۔ یہاں سے آپ کو اللہ کی پہچان ملے گی۔ آپ خود آئینہ ہیں' اگر آپ آئینہ پالش کریں تو وہ چمکتا جائے گا' چمکتا جائے گا' اور پھر اندر کے بنانے والے کی صورت نکل آئے گی۔ اللہ کی تلاش آپ باہر سے نہ کرو' اس کی تلاش آپ کے پاس ہے جیسے کہتے ہیں کہ ۔

بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
تیرے دیار میں لائی مجھے تیری خوشبو

اس کے پاس جانے کا سوچو گے تو پھر اسی کی تلاش میں چلتے جاؤ گے ۔

تیری تلاش مجھے میرے سامنے لائی
میں آئینے میں جو اترا تو روبرو تھا تو

پھر انسان کہتا ہے کہ ہم تو اللہ کو تلاش کرنے جا رہے تھے' اور کہاں تک پہنچے؟ اپنے آپ تک ہی پہنچے۔ آپ نے اپنے آپ میں اترنا ہے اور پھر آپ اس کے روبرو ہو جائیں گے۔ تو اللہ کو جاننے یا پہچاننے

کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ میں اتریں اور جب آپ اپنے آپ میں اترو گے تو پھر یہ کہانی سمجھ آجائے گی۔ یہ سب بعینہٖ ایسے ہے جیسے آپ کے سامنے آئینہ ہو' آپ آئینے کو دیکھتے ہیں' پھر اس کے قریب ہو جاتے ہیں' اور قریب ہو جاتے ہیں تو پھر آپ دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ کون دونوں؟ آئینے کا عکس اور آپ! اب کبھی ایسا واقعہ ہو جائے کہ اندر والا عکس باہر نکل آئے تو پھر کمال ہی ہو جاتا ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ اندر اس سے باتیں کر رہے ہوں اور وہ بھی آپ سے باتیں کر رہا ہو' اشارہ کر رہا ہو' جب آپ چپ ہو جائیں تو وہ آگے سے بول پڑے کہ آگے اب کیوں نہیں بولتا' تو پھر تو بات ہی اور ہو جائے گی۔ ایسا ہو سکتا ہے! مثلاً" آپ ایک آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بات کر رہے ہوں' جیسے آپ اشارہ کرتے ہیں' وہ بھی اشارہ کرتا ہے' آپ آگے ہو جاتے ہیں' وہ آگے ہو جاتا ہے' آپ پیچھے ہٹ جاتے ہیں تو وہ بھی پیچھے ہٹ جاتا ہے جب آپ چھپ جاتے ہیں تو وہ بھی چھپ جاتا ہے' نظر نہیں آتا' پھر کہتے ہیں کہ دیکھیں اب وہ ہے کہ نہیں ہے' جب پھر آپ آئینے میں دیکھتے ہیں تو وہ اندر موجود ہوتا ہے' پھر آپ اس سے باتیں کرتے ہیں' پھر آپ چپ ہو جاتے ہیں اور آپ جب چپ ہوں اور وہ بول پڑے اور کہے کہ آگے بول' اب کیوں نہیں بولتا۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کے اندر سے' آپ کے ساتھ کوئی بولنے والا' اندر سے آواز دے دے کہ تو بول کیا چاہتا ہے؟ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہ آپ سے تنہائی میں کوئی ہم کلام ہو جائے جب کہ وہاں کوئی پرندہ نہیں تھا' کوئی انسان نہیں تھا' تو وہ کون تھا؟ یہاں سے رب سمجھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔

تو تنہائی میں وہ کون تھا جو آپ سے ہم کلام ہوا تھا۔

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس

انسان کہتا ہے کہ وہاں پر میرے سوا کوئی آدمی نہ تھا تو وہ کون تھا جو مجھ سے بات کر گیا۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ تنہائی میں ایک ایسا مقام آ جائے کہ جب آپ کو تقرب ہو جائے۔ تو جس نے اپنے آپ کو پہچانا اسی نے ہی اپنے رب کو پہچانا۔ تو آپ اپنے آپ کو پہچاننے والے بنو۔ جیسے آپ کی آنکھ کوئی انسانی چہرہ دیکھتی ہے' آپ کو اسی آنکھ کے ذریعے نظر آئے گا اور دل کے اندر احساس پیدا ہو گا' خیال میں اس کی بات آئے گی اور پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کو تنہائی کے اندر آواز بھی آجائے جسے دور کی آواز کہتے ہیں۔ تو راز یہ ہے کہ دور کی آواز بھی قریب سے آتی ہے۔

آرہی ہے یہ دور سے آواز
جو ملا خاک میں بنا ہم راز

تو جب آپ خاک میں مل جاتے ہیں تو پھر آپ ہم راز بن جاتے ہیں اور پھر وہ آپ سے بات کرتا ہے۔ یہ خاک وہی ہے جس کو بوتراب سے نسبت ہے۔ تو پہلے آپ اپنے آپ کو پہچانیں پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ آپ کا رب کون ہے؟ رب کا معنی ہے پالنے والا۔ تو آپ اپنے آپ کو پہچانیں کہ آپ کیا ہیں؟ جنہوں نے یہ کہا ہے انہوں نے رب کو پہچان کر بات بتائی ہے اور یہ پہچان رکھنے والوں نے کہا ہے۔ اس لیے آپ کا اللہ جو ہے یہ آپ کے خیال کا نام ہے' اللہ کی ذات ہے تو الگ' لیکن جتنا آپ کا عقیدہ ہے اتنا ہی اللہ ہے اور عقیدہ آپ کے پاس

ہے جیسے کہ خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے۔

خلقت کوں جیندی گول اے
ہر دم فریدؒ دے کول اے

ایسا دعویٰ خواجہ غلام فریدؒ رکھتے ہیں کہ اللہ تو ہر دم ہمارے ساتھ ہے۔ وہ کون ہے' آپ کون ہو' کیا دونوں ایک ہیں اور یا دونوں دو ہیں؟ تو یہ بات اپنے آپ کو پہچاننے سے سمجھ آ جاتی ہے۔ اس لیے آپ کی اپنی پہچان جو ہے یہ آپ کو آپ کے اللہ کے قریب کر دے گی۔ لہٰذا آپ اپنے آپ کو پہچانیں کہ آپ کو بنانے والے نے کیا بنایا۔ ساری پہچان اسی میں ہے۔ تو اللہ باہر کی بات نہیں ہے بلکہ اندر کی کہانی ہے۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

تو اس کے مسافر کہیں دور پیدل نہیں جاتے کہ ہم اللہ کی تلاش میں جارہے ہیں۔ ایک بندہ اللہ کی تلاش میں جارہا تھا۔ راستے میں اسے درویش ملا اور پوچھا کہ کدھر چلے ہو؟ کہتا ہے کہ میں اللہ کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ تو وہ درویش بولے کہ پیچھے جس کو چھوڑ آئے ہو وہ کون تھا؟ اللہ کسی آگے کا نام نہیں ہے' اللہ پیچھے کا نام بھی ہے' جسے آپ چھوڑ آئے ہو وہ بھی اللہ ہی ہے۔ کہتے ہیں کہ جس شہر میں آپ رہتے ہو وہاں بھی اللہ ہے' تو اللہ اس شہر میں بھی ہے جہاں آپ رہ رہے ہیں اور اس شہر کا نام بھی ہے جہاں آپ جا رہے ہیں بلکہ یہ ساری آپ کے اپنے باطن کی بات ہے۔ اللہ کسی بھاگم دوڑ کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کریم ٹھہرنے کی بات ہے۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے ٹھہرو اور اپنے آپ میں غوطہ

لگاؤ' بس باہر جانے والی بات نہیں ہے بلکہ اندر جانے والی بات ہے۔ یہ اندر کا سفر ہے کہ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔
آپ سب سلامت رہو اور آخر میں دعا کرو۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

دعا

☆ جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔

☆ دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے التجا ہے۔

☆ دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔

☆ دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں

☆ دعا منظور کرنے والا ہے۔

☆ ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔

☆ ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔

☆ دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔

☆ گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔

☆ دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔

☆ دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔

☆ مال کی دعا دشت ہستی میں سایہ ابر ہے۔

☆ پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔

☆ نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

خاموشی

☆ ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

☆ زیادہ بولنے والا انسان مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔

☆ راز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو اپنے آپ سے تعارف کراتی ہے۔

☆ زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔

☆ باطن کا سفر، اندرون بینی کا سفر، من کی دنیا کا سفر، دل کی گہرائیوں کا سفر، راز ہستی کا سفر، دیدہ وری کا سفر، چشم بینا کا سفر، حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔

☆ خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔

☆ انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے روبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے روبرو نہیں ہوتا چاہتا۔

☆ انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔ (واصف علی واصفؒ)

خوش نصیب

خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔

آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔

خوش نصیبی وجود کا ظاہر نہیں، وجود کا باطن ہے۔

خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے، نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔

حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپؐ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔

خوش نصیب اپنے آپ پر راضی، اپنی زندگی پر راضی، اپنے حال پر راضی، اپنے حالات پر راضی، اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

توبہ

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

☆ توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔

☆ جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔

☆ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

☆ نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

(واصف علی واصف رح)

علم

☆ اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

☆ ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

☆ علم باد صبح گاہی اور آہ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

☆ کتاب کا علم فیض نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

☆ ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

☆ ضرورت کا علم اور شئے ہے اور علم کی ضرورت اور شئے ہے۔

☆ علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

☆ لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

☆ آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ یہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقرب پروردگار کے لیے نہیں۔

☆ وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب اکبر ہے۔

☆ زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

☆ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

(واصف علی واصف رح)

تصانیف: واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)	100
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)	140
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)	140
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)	150
-5	The Beaming Saul		150
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)	100
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)	140
-8	شب راز	(اردو شاعری)	100
-9	بات سے بات	(نثر پارے)	100
-10	گمنام ادیب	(خطوط)	135
-11	گفتگو1	(سوال جواب)	145
-12	گفتگو2	(سوال جواب)	165
-13	گفتگو3	(سوال جواب)	175
-14	گفتگو4	(سوال جواب)	175
-15	گفتگو5	(سوال جواب)	175
-16	گفتگو6	(سوال جواب)	170
-17	گفتگو7	(سوال جواب)	160
-18	گفتگو8	(سوال جواب)	160
-19	گفتگو9	(سوال جواب)	170
-20	گفتگو10	(سوال جواب)	180

ادارے کی دیگر تصانیف

-21	واصف باصفا	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170
-22	واصف واصف	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	160
-23	مکالمہ	(ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)	170

کاشف پبلی کیشنز

A/301 جوہر ٹاؤن لاہور


واصف علی واصف
گفتگو ۔۱۱

واصف علی واصفؒ

گفتگو-۱۱

کاشف پبلی کیشنز

۲۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو ۱۱
مصنف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۲ء
بار	اول
قیمت	روپے

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔اے۔جوہر ٹاؤن ۔ لاہور

زبان ہم ہیں ہمہ گوش و گفتگو ہم ہیں
ہم آئینہ ہیں نظر ہم ہیں رُوبرُو ہم ہیں

(واصف علی واصف)



فہرست

﴿ ۱ ﴾

۱۔ سکون قلب کیا خواہش کے پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش کو ترک کرنے کا نام ہے؟ ۱۷

۲۔ حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو۔ اس سے کیا مراد ہے؟ ۳۱

۳۔ اسلام تو سچا دین ہے مگر دنیا اس سے کیوں دور ہے؟ اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق کیوں ہے؟ ۳۸

۴۔ اللہ والے اپنی تعداد میں اضافہ کرتو سکتے ہیں لیکن کیوں نہیں کرتے؟ ۴۰

۵۔ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ خواہش اللہ کی ہے یا غیر اللہ کی؟ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر راضی ہے؟ ۴۰

﴿ ۲ ﴾

۱۔ سر! دقت یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں؟ اس دقت کو حل کر دیں۔ ۵۵

۲۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اپنی ذات سے محبت اور پوجا سے کیا مراد ہے؟ ۷۱

۳۔ حضور! ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے ایمان کی رسید اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا کرو جب کہ اللہ تو خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون ایمان لایا اور کون نہیں لایا؟ ۷۷

۴۔ کیا اللہ کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟ ۸۱

۵۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ فنافی الشیخ سے کیا مراد ہے؟ ۸۴

۶۔ ایک مسلمان اسلام پر تو پورا یقین رکھتا ہے مگر مسلمانوں کا گلہ اور افسوس کرتا ہے کہ ان کا یہ حال ہے اور مغربی ممالک کا یہ حال ہے، تو اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔ ۸۶

۷۔ سر! یہ جو روحانیت ہے یہ صرف اسلام میں ہی ہے یا یہ باقی مذاہب میں بھی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کیا ہے؟ ۸۹

۸۔ بزرگوں کے مزارات پر یہ جو جمعرات کا دن مخصوص ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ۹۴

۹۔ اگر ہم اور دنوں میں مزار پر جائیں تو پھر کیا ایک ہی بات ہے؟ ۹۴

۱۰۔ داتا صاحبؒ کے ہاں کب اور کیسے جانا چاہیے؟ ۹۶

﴿ ۳ ﴾

۱۔ اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔ ۱۰۳

۲۔ حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے دانت کیوں توڑ دیے تھے؟ ۱۲۳

۳۔ یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ طریقت کے راستے میں نہیں بدلنا چاہیے لیکن ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟ ۱۲۳

۴۔ حضور رسول مقبولؐ خاتم الانبیاء ہیں ہمارے ہادی ہیں اور خالق ارض وسما کے محبوب بھی ہیں۔ اس بات کی ذرا اثر انگیز وضاحت فرما دیں۔ ۱۲۶

۵۔ کیا کچھ علم حاصل کرنا ضروری بھی ہے؟ ۱۲۶

۶۔ مسلمانوں کو ہدایت کا کیا مفہوم ہے؟ ۱۳۰

۷۔ آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ علم نافع حاصل کرو تو کیا اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے؟ ۱۳۷

۸۔ قطب ارشاد کیا ہوتا ہے؟ ۱۴۰

۹۔ رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ ۱۴۲

﴿ ۴ ﴾

۱۔ اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ کے پاس جو پیسہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے میری راہ میں خرچ کرو۔ تو کیا اس سے اولاد کے حقوق پر فرق نہیں پڑے گا اور یہ کہ ہم لوگوں کو کہاں تک معاف کرتے جائیں؟ ۱۵۱

۲۔ ضرورت سے زائد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو سوال یہ

ہے کہ ضرورت کا تعین کون اور کس طرح کرے گا؟ ۱۵۸
۳۔ آپ نے پیسے خرچ کر دینے کا کیا اور قومی سطح پر ہمیں سیونگز کی ضرورت ہے۔ اگر ہم سیونگز نہ کریں تو اس سے ملک پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ ۱۶۳
۴۔ ہمارے ذہنوں میں پیسہ ایسا سوار ہو گیا ہے کہ نکلتا ہی نہیں ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟ ۱۶۷
۵۔ تصوف میں وحدت الوجود کا اکثر ذکر آتا ہے' کیا یہ فلسفہ ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے تو یہ ثابت نہیں۔ ۱۶۹
۶۔ جو بھی نئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن پاک میں بڑے عرصے سے لکھا ہوا ہے اور یہ اصل میں ہمارے قرآن پاک سے لے کر ایجاد کی گئی ہے۔ ۱۷۴

﴿ ۵ ﴾

۱۔ خواب اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟ ۱۸۱
۲۔ خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے جاننے والے کا کیسے پتہ چلے گا؟ ۱۸۲
۳۔ سر! میں کوشش کروں گا کہ عمل کی کوئی صورت بن جائے۔ ۱۹۱
۴۔ میت کا عمل تو مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو کیا جنازے اور دعا سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟ ۱۹۳
۵۔ ہم شوق پیدا کریں یا ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم میں شوق ہے۔ ۱۹۸

۶۔ کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ محنت بھی زیادہ کرتے ہیں اور خوش حال بھی نہیں بلکہ غریب اور پریشان ہیں؟ ۲۰۴

۷۔ کیا انسان سب اس لیے کرتا ہے کہ شہرت حاصل کرے؟ ۲۰۹

۸۔ کیا عشق مجازی میں بے بسی کی کیفیت میں انسان لاشعوری طور پر عشق حقیقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے؟ ۲۱۰

۹۔ لوگ مزاروں پر جا کر ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں جب کہ میں ڈائریکٹ اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔ ۲۱۲

﴿ ۶ ﴾

۱۔ قریش مکہ رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے تھے کہ ہم جس دین پر قائم ہیں اس پر ہمارے آباؤ اجداد قائم تھے۔ تو اب ہم سب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟ ۲۱۹

۲۔ یکسوئی کا آپ نے فرمایا ہے تو یہ اصل میں کیا ہے؟ ۲۲۳

۳۔ میں نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو جس ملک، جس دور اور جس زبان میں پیدا کیا گیا ہے آپ کو اسی ملک، اسی دور، اسی زبان میں عرفان ملے گا۔ ۲۳۱

۴۔ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقته الموت لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ ہم درود بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔ ۲۳۹

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق جب کسی دوسرے سے رابطہ کرتی ہے تو اس کے اظہار کا اپنا اپنا طریقہ ہوتا ہے۔ مخلوق میں سے سب سے زیادہ شرف انسان کو ملا ہے اور اظہار کے گوناگوں طریقے بھی اسے ملے۔ انسان اپنے خیال، سوچ اور فکر کا اظہار کئی طریقوں سے کرتا ہے جن میں تحریر، تقریر، گفتگو اور مکالمہ زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان ذرائع سے وہ اپنی بات احسن اور مؤثر طریقے سے آگے تک پہنچاتا ہے۔ سننے والے پر اس بات کے کئی طرح کے اثرات ہوتے ہیں، وہ بیک وقت کانوں سے سنتا ہے، آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا تجزیہ بھی کرتا جاتا ہے۔ اگر تجزیہ دماغ کے ذریعے ہو تو وہ سود و زیاں کی کسوٹی پر اسے جانچتا ہے اور اگر وہ بات کرنے والے پر کامل یقین اور اعتماد رکھتا ہے تو پھر بات اس کے دل میں اتر جاتی ہے۔ دل میں اتر جانے والی بات اس لیے مؤثر ہوتی ہے کہ پھر اس انسان کو عمل کرنے میں کوئی دِقّت نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس شخص کا علم لاشعوری اور غیر ارادی طور پر عمل بنتا چلا جاتا ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کے پاس اپنے سوال لے کر آنے والے شخص کے ساتھ بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ آنے والا اپنی دِقّت بیان کرتا تو واصف صاحبؒ اپنے یکتا انداز سے اس کا حل بتانا شروع کرتے۔ بس دیکھتے ہی دیکھتے علم و عرفان کا ایک دریا رواں ہو جاتا اور سوال کرنے والا اس سے اپنی پیاس بجھاتا۔ پھر سب لوگ دیکھتے کہ آنے والے دنوں میں اس شخص کے خیال میں کشادگی اور زندگی میں آسانی آجاتی تھی۔ آج بھی جب یہ سوال اور جواب پڑھے جاتے ہیں تو اسی دِقّت اور کیفیت کے حامل اصحاب کو ایک آسان اور قابلِ عمل حل مل جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''گفتگو'' کے سلسلے کی پہلی دس جلدوں کو قابلِ ذکر مقبولیت اور قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اسی سلسلے کی گیارھویں جلد اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ادارے کو امید ہے کہ یہ کتاب بھی خیال کی کشادگی اور عمل پذیری کے لیے بے حد معاون ثابت ہوگی۔ ادارے کو ہمیشہ کی طرح آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

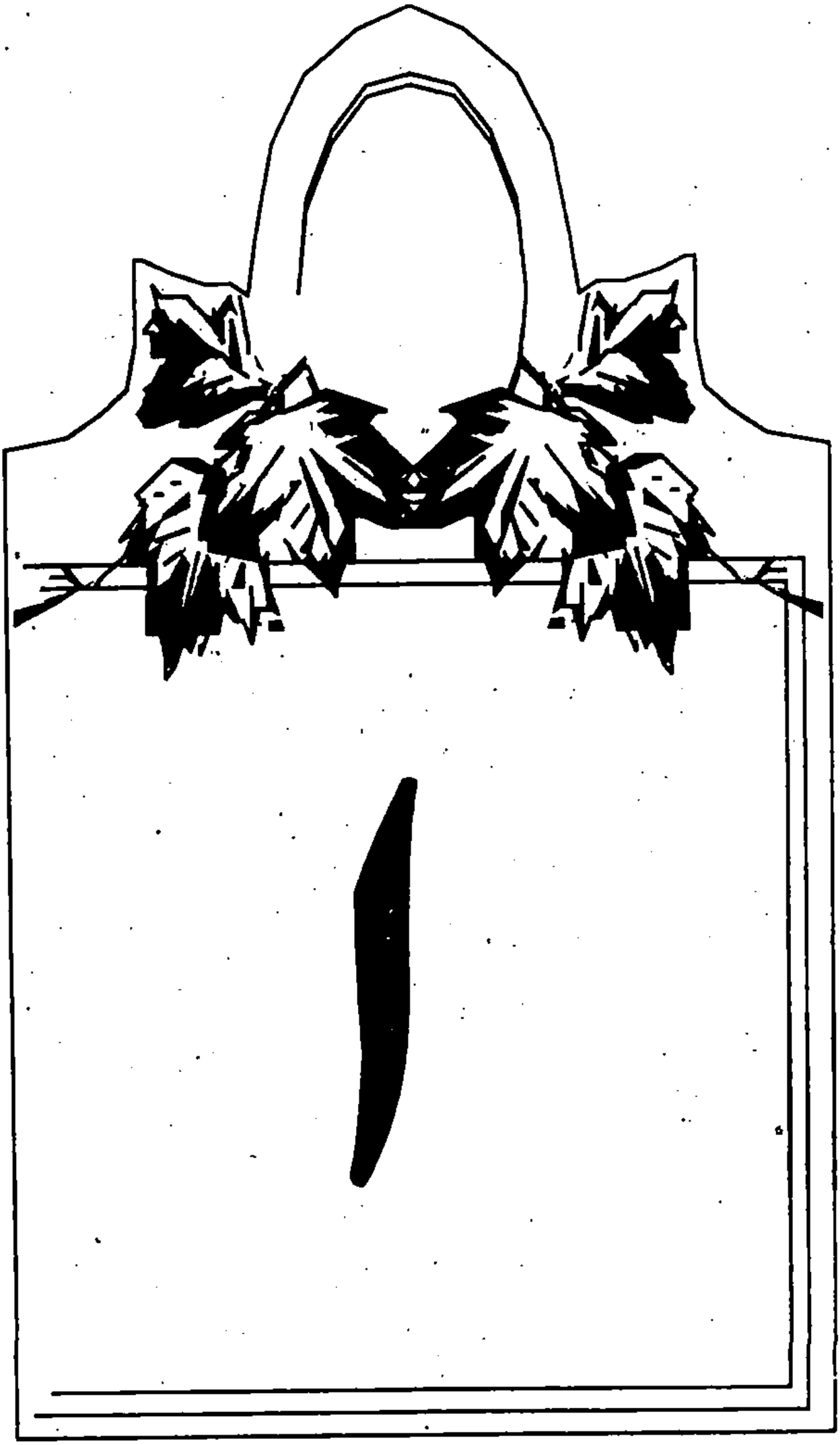



1- سکون قلب کیا خواہش کے پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش کو ترک کرنے کا نام ہے؟

2- حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو۔ اس سے کیا مراد ہے؟

3- اسلام تو سچا دین ہے مگر دنیا اس سے کیوں دور ہے؟ اہل ظاہر اور اہل باطن میں فرق کیوں ہے؟

4- اللہ والے اپنی تعداد میں اضافہ کر تو سکتے ہیں لیکن کیوں نہیں کرتے؟

5- یہ کیسے پتہ چلے گا کہ یہ خواہش اللہ کی ہے یا غیر اللہ کی؟ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر راضی ہے؟

سوال :۔

سکونِ قلب کیا خواہش کے پورا ہونے کا نام ہے یا خواہش کو ترک کرنے کا نام ہے؟

جواب :۔

سکونِ قلب کسی چیز کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے فضل کا نام ہے۔ تو اللہ کے فضل کا ایک نام سکونِ قلب ہے۔ اللہ کے فضل کے اور بھی بڑے نام ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کا فضل جب نازل ہوتا ہے تو آپ کو سکونِ قلب محسوس ہوتا ہے اللہ کا فضل ہو تو خواہشات کی فراوانی والا بھی، مطمئن رہتا ہے اور خواہشات نہ پورا کرنے والا بھی مطمئن رہتا ہے۔ جس نے زندگی خوشحالی میں گزاری اس کو بھی سکونِ قلب مل گیا اور جس نے زندگی اللہ کے نام کی گزاری اس کو بھی سکونِ قلب مل گیا، بھوک میں بھی سکون مل گیا اور لنگر خانوں میں بھی مل گیا۔ تو مطلب یہ ہے کہ سکونِ قلب کسی فارمولے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کے فضل کا نام ہے۔ فارمولا تو ایسے ہے جیسے بچوں کے لیے مٹھائی ہوتی ہے، تو اس لیے اس کا فارمولا اور نسخہ بناتے رہتے ہیں مثلاً" یہ کہ کسی کا سکونِ قلب برباد نہ کرو تو سکونِ قلب مل جائے گا، دوسروں کو خوش رکھا کرو تو سکونِ قلب مل جائے گا، پیسوں سے محبت نہ کیا کرو تو سکونِ قلب

مل جائے گا' خواہشات کو ضد کی حد تک نہ Follow کرو' نہ لے جاؤ تو سکون مل جائے گا۔ دعا کے اوپر بھی ضد نہ کرنا کیونکہ وہ منظور کر دیتا ہے تو سبحان اللہ' اور جب فیصلہ اس کی منظوری پر ہی ہے تو نا منظوری بھی منظور ہے کیونکہ نا منظور بھی اسی نے کیا ہے۔ تو نا منظور خواہش کا بھی اتنا احترام کرو جتنا منظور کا۔ اگر یہ فرق سمجھ نہیں آتا ہے تو سکونِ قلب نہیں ملے گا۔ تو مقصد یہ ہے کہ اس خالق کا آپ کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے' اور یہ تعلق ستم کا ہو یا کرم کا ہو' دونوں ہی کرم ہیں۔ اگر آپ اپنی کسی بات پہ ضد کر رہے ہیں یا خواہش کر رہے ہیں یا آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کام کر دے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا تو یاد رکھیں کہ آپ کے کسی کام کے مکمل ہونے کا نام سکونِ قلب نہیں۔ اللہ کی طرف سے جو ہو رہا ہے اگر اس کو پسند کر کے آپ چلنا شروع ہو جائیں سکونِ قلب ہو جائے گا۔ یعنی کہ آپ اللہ کے پروگرام میں اپنے پروگرام کے حوالے سے مداخلت نہ کرو اس لیے کہ تمہیں ایک سائیڈ کا پتہ ہے اور اول تو ایک کا بھی نہیں پتہ اور دوسری طرف' دیوار کے پرے کیا ہے' اس کا تو خیر کسی کو پتہ نہیں۔ اور دیوار کے اس طرف کیا کیا واقعات ہیں' وہ بھی کسی کو نہیں پتہ۔ آپ ایک چیز کرتے ہیں کہ یہ چیز حاصل ہو جائے' مثلاً" بھوک لگی ہے شدت کی' کھانا مل گیا اور کھانے کی بھوک مٹ گئی۔ اب یہ کھانا کن ذرائع سے آرہا ہے' کون انسان پکا رہے ہیں' اس کی تاثیریں کیا ہیں' اس کی ضرورتیں کیا ہیں اور یہ کھانا جو ہے کن کن لوگوں کو ملنا آپ سے زیادہ ضروری ہے؟ اگر یہ سارے واقعات سمجھ نہ آئیں تو اپنی خواہش کے پورا ہونے سے بھی سکونِ قلب نہیں

مل سکتا۔ آپ دیکھیں' یہ راز کی بات ہے کہ یا تو کوئی ایک خواہش ہو اور آپ وہ ایک خواہش اپنے اندر ڈھونڈ لو Locate کر لو۔ اب خواہش آپ کی اور Locate بھی آپ نے کیا' اگر اللہ پوری فرمادے تو پھر اس کے بعد ہر خواہش حرام ہو جائے گی۔ تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس خواہش کو آپ سکونِ قلب سے متعلق کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو پتہ ہو کہ یہ میری جو خواہش ہے یہ آخری اور پہلی' انتہائی اور ابتدائی خواہش ہے اور یہ پوری ہو جائے تو مجھے سکونِ قلب مل جائے گا' اگر آپ وہ خواہش دریافت کر لیں تو وہ پوری نہ بھی ہو تب بھی سکونِ قلب مل جائے گا۔ جب تک آپ نے وہ خواہش دریافت نہیں کی ہے' جتنی مرضی خواہشات پوری کرتے جائیں یا وہ ٹوٹتی جائیں' ہرگز سکون نہیں ملے گا۔ تو گویا کہ سکونِ قلب یہ ہے کہ ایک واحد خواہش کو دریافت کر لیا جائے جس پر باقی تمام خواہشات قربان ہو جائیں۔ تو آپ ضرور دریافت کر لینا۔ اگر وہ خواہش آپ نے دریافت کر لی تو اگر وہ پوری ہو جائے تب سکونِ قلب ہو گا۔ اور نہ پوری ہو تب بھی سکونِ قلب ہوگا۔ تو گویا کہ سکونِ قلب جو ہے یہ اپنے اندر پھیلاؤ کی خواہش کو سمیٹنے کا نام ہے۔ تو پھیلاؤ جو ہے اس کو سمیٹا جائے۔ لوگ بعض اوقات نیکی کے نام پر بے سکون ہو جاتے ہیں' مثلاً" یہ کہ "میں تو نیکی کے لیے مسجد بنا رہا ہوں اس کے لیے اینٹیں درکار ہیں' سیمنٹ چاہیے" تو یہ ایسے ہی مسجد کے نام پر پریشان ہے۔ مسجد اللہ کی ہے اور انتظام اللہ کا ہے تو وہ شخص اپنی ہستی کے اندر رہ کے کام کرے۔ ہستی سے باہر یہ اپنے آپ پہ بوجھ ڈال رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں کسی انسان پر اس کی استعداد سے

زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ تو مسجد بنانا اس شخص کا کام ہی نہیں' تو البتہ وہ نماز پڑھ لے۔ تو مسجد بنانے کی اگر ہمت نہیں ہے تو کیا کریں؟ نماز کی ہمت ہے تو وہ پڑھ لو' اگر بہت قیمتی کپڑے نہیں ہیں تو سادہ کپڑوں میں ہی نماز پڑھ لو۔ مدعا یہ ہے کہ آپ اپنی استعداد کے اندر رہیں۔ تو ماڈرن مین کو ایک نہ ایک خواہش رہتی ہے اور اس کو زندگی کے اندر بڑی سزا ہے کیونکہ اس کو جب بھی مارا' اس کی خواہشات نے مارا اور خواہشات کی چابکوں نے مارا۔ انسان اپنے اندر ایک خواہش بنا لیتا ہے' چابک نکال لیتا ہے' پھر اپنے نفس کو کہتا ہے کہ مجھے مار' اور نفس اس کو نیکی کے نام پر خواہش سے مارتا رہتا ہے۔ کس کے نام پر؟ نیکی کے نام پر اپنے آپ کو جتلا کرنا' اور جس نیکی کا اسے شعور نہیں ہے' جس نیکی کا اسے حکم بھی نہیں ہے' جس نیکی کا سیاق و سباق اسے پتہ نہیں ہے تو وہ اس نیکی کا پرچارک بن جاتا ہے حالانکہ اسے پتہ نہیں ہوتا کہ دوسرا کیا کر رہا ہے۔ تو کسی کو خواہ مخواہ آپ اُس کام میں نہ لگاؤ جو اس کام کے لیے بنا نہیں ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ نیکی ہے مثلاً" ایک کسان کو اس کے ہل چلانے سے منع کر دینا اور اسے عبادت گاہ میں داخل کر دینا۔ اس طرح تو نظامِ عالم بھوکا مر جائے گا۔ اب کتنی تبلیغ ہو رہی ہے اور جو ہل چلانے والے ہیں اس سے پوچھا کہ کیا کلمہ اس تک پہنچا ہے۔ آپ صبح شام تبلیغ کرتے ہیں بلکہ لاؤڈ سپیکر پر کرتے ہیں' اگر کسی سے پوچھو کہ آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں' نیک لوگ ہیں' کیا آپ کو دعائے قنوت آتی ہے' کیا کلمہ نمبر تین آتا ہے' چلو جی جانے دو' صرف گیارھویں پارے کا نام ہی بتا دو۔ پھر بھی بڑی تبلیغ ہے' اسلام لوگوں پر وارد ہوا پڑا ہے' لیکن

لوگوں کو ابتدائیات کا بھی پتہ نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اسلام کی تعلیم ہے وہ جس جس کے حق میں جو جو اللہ تعالیٰ نے لکھا' وہ اس کو ملتا جا رہا ہے' باقی ساری کی ساری تبلیغ ہی ہے' ایک شور ہے' کرتے چلے جاؤ۔ ہونا وہی ہے جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس لیے جو مزدور آپ کا مکان بنا رہا ہے اور اس نے روزہ نہیں رکھا' تو وہ اگر روزہ رکھے تو اسے درمیان میں Relief چاہیے' آرام چاہیے لیکن وہ آپ اسے نہیں دیں گے اور کہیں گے کہ دہاڑی پوری کر۔ مقصد یہ ہے کہ روزے کی عزت تو کرو اور اسے کہو کہ کیونکہ تیرا روزہ ہے اور تجھے اپنے دن کے پیسے ملتے رہیں گے' رمضان شریف میں تو کام نہ کر۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ میں نے کام پورا لینا ہے' آپ کو پتہ ہے کہ پورا کام پورے روزے کے ساتھ نہیں ہو سکتا' لہٰذا پھر اس پہ یہ الزام تو نہ لگاؤ کہ تو نے کھانا کھا لیا اور تو نے چائے پی لی' تو تُو بڑا بے ایمان ہے کام چور ہے' تو اسے کہتے ہیں کام چور ہے۔ اور اگر ایمان ترک کر گیا' روزہ ترک کر گیا' مگر کام پورا کرتا ہے تو پھر آپ کہتے ہیں کہ روزہ خور ہو اور کام چور ہو۔ تو پھر آپ کو سکون کدھر سے ملنا ہے۔ سکون یہ ہے کہ پہلے آپ لوگوں کی کیفیت پہچانو' اور پھر اپنی کیفیت پہچانو۔ اگر کوئی والہانہ خواہش پیدا کر دی جائے جس کا تعلق دنیا سے ہو تو سکون نہیں ہوگا اور اگر خواہش کا تعلق عاقبت سے ہو اور وہ پوری ہو یا نہ ہو تو وہی سکون ہے۔ مثلاً" حج کی خواہش کا میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ جس میں شدت کی خواہش ہو کہ حج کرے تو سکون مل جائے گا۔ وہ پرانے زمانے کے لوگ جو تھے وہ ایسی خواہش رکھتے تھے۔ وہ پرانے زمانے کے لوگ کہتے تھے کہ میں یہاں ہوں' آپ وہاں ہیں'

مدینہ دور ہے' یہ ہند کی سرزمین ہے' میرے مولا بلا لو مدینے مجھے۔ یعنی کہ وہ جو خواہش ہے وہ خواہش بذاتِ خود ایک کعبہ ہے' وہ خود ایک نیکی ہے اور نیکی کی خواہش پوری ہو یا نہ ہو' بذاتِ خود نیکی ہے۔ یہ اللہ کریم کا بڑا احسان ہے کہ نیکی خواہش میں آجائے تو نیکی کہلاتی ہے اور بدی خواہش میں آجائے تو بدی نہیں کہلاتی بلکہ بدی اگر ہو جائے تو بدی کہلاتی ہے۔ جب وہ بدی خواہش میں ہے اور اندر ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو پھر سزا نہیں ہے اور اگر نیکی خواہش میں آجائے تو سمجھو کہ ہوگئی۔ اس لیے کون سی خواہش ہے جو آپ کو سکونِ قلب دے گی؟ تو وہ خواہش جس کی Direction' سمت زندگی کے بعد کی ہے' جس کی ڈائریکشن دین کی ہو' جس کی ڈائریکشن عاقبت کی ہو' جس کی ڈائریکشن اللہ کی ہو اور جس کی ڈائریکشن اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی ہو وہ خواہش سکون پیدا کرے گی۔ جس کی ڈائریکشن یہیں قیام کرنے کی ہے' اینٹ کے اوپر ایک اور اینٹ' گارے کے اوپر ایک اور گارا' اور کرکٹ کے رنز کے اوپر ایک اور رنز' سنچری کے اوپر اور ایک سنچری' تو پھر سکون کا نام نہ لینا چاہیے۔ تو اس طرح سکون نہیں بلکہ وہ ایک ابتلا ہے اور سزا ہے کہ آپ دوسروں کا پیسہ گنتے چلے جاؤ۔ یہ دوسرے کون ہو سکتے ہیں؟ اولاد ہو سکتی ہے اور اولاد کی غلطیاں ہو سکتی ہیں' پتہ نہیں وہ پیسہ کہاں خرچ کریں گے اور کیا کریں گے۔ تو سکون جو ہے وہ ایک ایسی خواہش کا نام ہے جو خواہش اللہ کی راہ پر استعمال ہو' پوری ہو جائے تب سکون ہو گا اور پوری نہ ہو تب سکون ہوگا۔ تو آپ نے سوال کیا ہے کہ سکون کیا خواہش کے ترک کا نام ہے یا خواہش کے Saturate ہونے کا نام ہے'

سیراب ہونے کا نام ہے' تو خواہش کے ساتھ سکون کا تعلق ہی کوئی نہیں۔ سکون کا تعلق اللہ کے فضل کے ساتھ ہے' اس کی مہربانی کے ساتھ ہے' وہ جب کبھی کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اس پر سکون نازل کر دیتا ہے۔ تو اس کو سکون آ جاتا ہے اور انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ پر سکون آ گیا اور خواہش کے اندر ٹھہراؤ آ گیا۔ تو ٹھہرنے میں سکون آ گیا۔ یعنی کہ زندگی کو اللہ کا فضل ماننے والا سکون دریافت کر گیا۔ جس آدمی کی ابھی بہت ساری دعائیں ضروری ہیں اور وہ کہتا ہے کہ کبھی اللہ مل جائے تو ساری دعائیں میں نے پوری کرانی ہیں تو اسے سکون نہیں ملے گا۔ اب وہ دعائیں جو دنیا کی ہیں' ان میں سکون نہیں ہے' وہ دعائیں جو یہاں سے متعلق ہیں' ان میں سکون نہیں ہے۔ جو آدمی کہتا ہے کہ زندگی تو بہت اچھی ہے' اللہ کا بڑا فضل ہو رہا ہے لیکن جس نے "لیکن" لگا لیا اسے سکون نہ ملا۔ "زندگی میں بہت مہربانی ہے' اللہ کا بڑا فضل ہو گیا' پہلے سے بہت آرام میں' بڑے اچھے حالات ہیں لیکن ...." یہ "لیکن" بے سکونی کا نام ہے۔ "اگر مگر" بے سکونی کا نام ہے' "کاش" بے سکونی کا نام ہے' "I wish" بے سکونی کا نام ہے ' "Had it been so!" "اگر ایسا ہو جاتا" بے سکونی کا نام ہے۔ "Otherwise" ' "Thiswise" بے سکونی کا نام ہے' "If" جو ہے وہ بے سکونی کا نام ہے' "But" بے سکونی کا نام ہے۔ تو یہ سب بے سکونی ہے اور بے سکون زندگی مشروط زندگی ہے' شرطوں سے بھری ہوئی زندگی ہے۔ تو یہ کہنا بے سکونی ہے کہ "کاش ایسا ہوتا' اگر ایسا ہوتا تو پھر کیا ہوتا؟ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی فرما دے تو"۔ گویا کہ جو اب تک ہوئی ہے وہ مہربانی نہیں ہے۔ مہربانی میں مزید

مہربانی کے اضافے کی خواہش جو ہے یہ بے سکونی ہے۔ تو فقیروں کی دنیا میں یا درویشوں کی دنیا میں اس لیے کہتے ہیں کہ خواہش نہ کر کیونکہ بِن مانگے ہی ملتا جا رہا ہے' ہمیشہ ہی بارش ہوتی ہے' ہمیشہ ہوتی ہے' ہمیشہ ہی زمین سے پودے نکلتے رہتے ہیں' اب جو بارش کے لیے بے تاب ہونا ہے کہ یا اللہ آج بارش کر دے' تو آج نہیں تو کل ہو جائے گی' چلو اگلے سال تو ضرور ہی ہو جائے گی کیونکہ یہ نظام اس کا ہے اور چلانا اس نے آپ ہے' آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ لوگ بھوک سے مر جائیں گے تو کیا اسے نہیں پتہ' لوگ اس کے' کھانے اس کے' چلانا اس نے ہے' دنیا کی آبادی اس کی اپنی چال ہے' تم اس کی آبادی کی کیا فکر کر رہے ہو کہ یا اللہ میں چاہتا ہوں اس غریب کو کچھ نہ کچھ پیسہ مل جانا چاہیے۔ غریب اس نے پیدا کیا اور وہ کئی غریبوں کو غریب بنا کے قریب کر لیتا ہے اور کسی انسان کو پیسہ دے کے دور کر دیتا ہے کیا پتہ۔ اس لیے نہ پیسہ سکون کا نام ہے' نہ غریبی سکون کا نام ہے' صرف اللہ کے فضل کا نام ہے۔ وہ غریبی جو اللہ کے قریب ہو اس کا احسان ہے اور وہ پیسہ جو اس کا قرب عطا کرے' وہ بھی اس کا احسان ہے۔ اس لیے میں پہلے سے بار بار بتا رہا ہوں کہ امیر غریب کی تقسیم نہیں ہے بلکہ تقسیم کس بات کی ہے؟ کہ وہ غریب جو اللہ کے فضل کو مانتا ہے اور وہ امیر جو اس کے فضل کو مانتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اصل سکون اس کا فضل ہے اور اس کی مہربانی ہے۔ اور اس کی مہربانی کیسے محسوس ہوتی ہے؟ ذرا آپ اپنی مہربانیاں زندگی سے تھوڑی دیر کے لیے ہٹا لو' جو آپ نے زندگی کو بنایا ہے تھوڑی دیر کے لیے اس کو نکال دو تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ

جس Premises میں' جس ماحول میں' جس ابتدا سے انسان شروع کر رہا ہے یہ ابتدا ہی آپ کی نہیں ہے اور جس ذہن سے آپ خواہش کر رہے ہیں وہ ذہن ہی آپ کا نہیں ہے بلکہ وہ اس اللہ کا بنایا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بھوک اس نے بنائی' پیٹ اس نے بنائے' کھانے اس نے بنائے اور اب آپ کیا کر رہے ہو؟ شور کیوں مچا رہے ہو؟ تو پہلے وہ کھانا پیدا کرتا ہے' پھر تمہارے ہاں بھوک پیدا کرتا ہے اور کھانے کا شعور پیدا کرتا ہے۔ نظام عالم وہ چلا رہا ہے اور تم ایسے ہی شور مچا رہے ہو کہ بھوک لگی' بھوک لگی حالانکہ بھوک لگانے والا کھانے کا پہلے ہی انتظام کر چکا ہے۔ تو یہ انتظام اس کا اپنا کیا ہوا ہے۔ اسی طرح آنکھ بینائی ہے' یعنی کہ جب آپ یہ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی بینائی میں کمزوری آ گئی ہے تو جب وہ کمزوری نہیں تھی تو کیا آپ نے وہ فضل دریافت کیا تھا اور شکر کیا تھا۔ کمزور تو ہر شے کو ہونا ہے' کمزور کا مطلب یہ بھی ہے کہ آخر تو ختم ہی ہو جانا ہے۔ اور وہ نعمت موجود تھی تو کیا آپ نے اس نعمت سے منعم کا سفر دریافت کیا؟ اگر اب ایک نعمت ذرا کمزور ہو جاتی ہے تو باقی نعمتوں کا ہی خیال کر لو۔ ایک ایک کرکے یہ سارے کا سارا ختم ہو رہا ہے' جوں جوں عمر گزرتی جائے گی' نقص پیدا ہوتا جائے گا۔ اس لیے جو نعمتیں محفوظ ہیں ان نعمتوں سے منعم کی راہ تلاش کرو اور اسے اختیار کرو۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو تو دریافت کرنا نہیں ہے' کمال کی بات تو یہ ہے کہ اللہ وہ جو آپ کے ہاں بیان ہو گیا ہے لیکن اس سے آپ کی ملاقات نہیں ہونی' پر آپ سجدہ تو اللہ کا ہی کریں گے کیونکہ اللہ مسجود ہے اور سجدے کے لیے ہی مسجود ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ وہ کہاں ہوتا

ہے جب وہ یہ سجدہ قبول کرتا ہے۔ یعنی کہ اگر یہیں موجود ہے' اتنا قریب ہے' آپ کے بہت قریب ہوتا ہے جب کہ آپ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں' تو تھوڑی دیر بعد جب آپ مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو وہ دور کیسے جاتا ہے۔ اتنا پاس آکے اتنا دور کیسے ہوتا ہے۔ پھر جب آپ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کے قریب ہوتا اور آپ کا بھائی جو نماز نہیں پڑھ رہا اس سے دور ہوتا ہے' تو پھر وہ کہاں ہے؟ تو وہ شخص کہتا ہے میرے پاس ہے کیونکہ اس وقت میں سجدہ کر رہا ہوں اور جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے اس کے ساتھ نہیں ہے مگر یہ بات یوں نہیں ہے کہ ایک کے پاس ہو اور دوسرے کے پاس نہ ہو' کبھی قریب آجائے اور کبھی دور چلا جائے' کیونکہ وہ اللہ ہے۔ آپ جن شعبوں سے اور جن صفات سے اسے دریافت کرتے ہیں وہیں آپ کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ اگر آپ زمین پر سجدہ کر رہے ہیں تو ایسا سمجھیں کہ آسمان قریب ہے کیونکہ وہ سجدہ آسمان پر ہو گا۔ تو آپ نے اپنے جسم کے قواء سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے دل کی خواہشات سے اسے دریافت کرنا ہے اپنے ارادوں سے اسے دریافت کرنا ہے' اپنے اعمال سے دریافت کرنا ہے۔ گویا کہ اس کی پہچان اور دریافت آپ کے اپنے عمل کا نام ہے۔ تو یہ سب آپ کے عمل کا نام ہے' مقصد یہ ہے کہ علم کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے۔ اگر آپ کے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو سمجھو کہ وہ وہیں ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ مگر اتنا قریب ہے کہ ساری زندگی ملتا نہیں! شہ رگ سے زیادہ قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شہ رگ میں سے دنیاوی خواہشات کو آہستہ آہستہ

نکال دو تو خود بخود اس کا ڈیرہ وہاں نظر آجائے گا اور پھر اس کی پہچان ہو جائے گی۔ سکون کی بات دراصل سکون کی تلاش ہے اور سوال یہ ہے کہ سکون کیا ہے؟ دراصل سکون کی تلاش، اللہ کے فضل کی تلاش ہے اور اللہ کی تلاش ہے۔ اس لیے اس کا فارمولا کوئی نہیں بنتا۔ اگر آپ کو خرچ کرنے کا اس کی راہ میں موقع ملتا ہے تو اگر پیسے ہیں تو اس کی راہ میں خرچ کرو۔ اس طرح سکون مل جائے گا۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں تو پیسے والوں کو معاف کر دو اور انہیں برا نہ کہو۔ اگر آپ کے پاس پیسے نہیں ہیں اور غریبی ہے تو اس کو برا کیوں کہتے ہو جس کے پاس پیسہ ہے! اس کی آزمائش پیسے میں ہو رہی ہے اور آپ کی آزمائش غریبی میں ہو رہی ہے۔ اس لیے یہ بات جو آپ کے بس میں نہیں ہے اس میں دخل نہ دو اور جو آپ کے بس میں ہے وہاں پر جواب دہی ہو گی' جواب دہی پوری ہو گی تو سکون مل جائے گا۔ تو سکون کے یہ فارمولے ہیں۔ اگر دل اس کی یاد سے آباد ہو جائے تو وہ دل ہی سکون والا ہے۔ اگر انسان کی نیت درست ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ اگر یہاں ٹھہرنے کی بجائے نکلنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ اگر آپ کو Option دیا جائے' اختیار دیا جائے کہ یہاں ٹھہرنا ہے کہ جانا ہے؟ جو کہتے ہیں جانا ہے تو ان کو سکون مل گیا۔ اور یہاں ٹھہرنے والے کے لیے بے سکونی ہے۔ اور اگر اسے کہا جائے کہ تیرے واپس جانے کا وقت آگیا تو وہ کہے گا کہ نہیں' ذرا Extention دے دو' ہم یہیں ٹھہریں گے۔ اس طرح سکون نہیں ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ملنے کی تمنا کی بجائے آپ کو یہاں ٹھہرنے کی تمنا ہو گئی ہے اور وصال کے بغیر تو دوری

ہے اور دور رہنے کی خواہش حجاب ہے۔ اللہ اس سے پوچھے کہ کیا تمنا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی اپنے پاس نہ بلانا' ابھی مجھے ذرا دور ہی رہنے دو۔ تو اس طرح سکون کہاں سے ملے گا۔ سکون اللہ کے قرب میں ملے گا' اس کی یاد میں ملے گا' اس کے فضل سے ملے گا' اس کے بندوں پر رحم کرنے سے ملے گا' بندوں کی خدمت کرنے سے ملے گا اور خواہشات کے پھیلاؤ کو روکنے سے ملے گا۔ جس کو آپ نے اللہ مانا ہے اس کو یاد کرو' دل سے یاد کرو' اس کا ذکر کرو' جیسے بھی ذکر کرو' ذکر کے بے شمار طریقے ہیں' تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ سکون کے بڑے ہی فارمولے ہیں اور اصل فارمولا یہ ہے کہ دعا کرو کہ یا اللہ سکون دے' اور اس سے خواہش نہ پوری کرانا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ خواہش ترک کردو لیکن بات یہ ہے کہ خواہش پوری کرانے والا اور انسان ہوتا ہے اور ترک کرانے والا اور۔ خواہشات اس طرح ہیں کہ جیسے ایک پہاڑی پر ایک اور پہاڑی رکھ دی اور اس کے اوپر ایک اور پہاڑی رکھ دی' پھر دھڑام سے ساری گر جائیں گی۔ کوئی آدمی ایسا نہیں جس کی خواہش کا سفر رکا ہو' وہ کہتا ہے پہلے یہ خواہش پوری ہو' پھر وہ خواہش پوری ہو' پھر ایک اور خواہش پوری ہو۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ کو خواہش پوری کرنے میں لگایا ہوا ہے اور اس سے محبت نہیں کرتا۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے خواہشات چھوڑ ہی دیں تو کیا قیامت آجائے گی۔ پھر وہ اصل خواہش پیدا ہو جائے گی کہ جس سے تم نعمتیں مانگ رہے ہو اس سے اسی کو مانگو! پھر تو نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی۔ یعنی جب منعم ہی ساتھ آجائے گا تو نعمتیں آپ کی اپنی ہو جائیں گی۔ آپ سٹور سے کوئی چیز کیوں لیتے

ہیں' آپ سٹور کی پکی پرچی ہی لے لو۔ تو یہاں سے چیزیں نہ اٹھاؤ۔ اس لیے دل سے خواہش کا چور نکال دو کیونکہ ہوتا یہ ہے ایک دنیاوی خواہش پوری ہو جائے تو پھر انسان کہتا ہے کہ ایک خواہش اور پوری ہو جائے' اس کے بعد دو تین خواہشیں رہ جائیں گی' پھر وہ پوری ہو جائیں گی اور اس طرح زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے سکون کا معنی کیا ہے؟ اپنے آپ پر رحم کرنا۔ تو آپ آزاد ہو جاؤ' جیسے کہ زندگی میں مر گئے ہو' یعنی زندگی میں زندگی کو آپ تھوڑی دیر کے لیے ترک کر دو' ایسے کہ جب مرنا ہے تو پھر یہاں کچھ بھی نہیں کرنا۔ یہاں پر انسان کہتا ہے کہ میرے بعد یہ دنیا چلے گی کیسے۔ اس سے پوچھو یہ بتا تیرے آنے سے پہلے کیسے چلتی تھی؟ اخباروں میں لکھا ہوا ہے اور تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ دنیا کروڑوں سال سے چل رہی ہے' اور آپ یہاں پر نہیں تھے' پھر بھی دنیا چل رہی تھی۔ تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی۔ آپ کے والد صاحب کے بعد چل گئی ہے تو کیا آپ کے بعد نہیں چلے گی۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تو یہ دنیا پیغمبروں کے بعد چل گئی' ولیوں کے بعد چل گئی اور آپ کے والدین کے بعد چل گئی ہے تو کیا تیرے بعد نہیں چلے گی' کیا تو کوئی بہت ہی افلاطون ہے۔ اس لیے یہ دنیا چلتی رہے گی۔ بچوں کا کیا ہو گا؟ ٹھیک ہوتا ہی رہے گا' انہیں پالنے والا پالتا ہی رہے گا' بس آپ اپنی جان بچائیں۔ اس طرح پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ تو سکون کی تمنا یہ ہے کہ ضد نکال دو' غصہ نکال دو اور خواہش کی پرستش نکال دو۔ اگر اللہ کی خواہش نہ ہو تو خواہش مکمل طور پر غیر اللہ ہے۔ ہر چیز غیر اللہ ہے۔ غیر اللہ کی خواہش جو ہے وہ شرک کے قریب لے جاتی ہے' اس لیے ایسی

خواہش ترک کردو۔ خواہش قائم رہے تو اس کی پرستش ہو جاتی ہے۔ خواہش جو ہے اس کے اندر ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ خواہش تھوڑی دور چلتے چلتے ایک قسم کا نقلی معبود بن جاتی ہے اور پھر یہ پوری کی پوری شرک کی کہانی بن جاتی ہے۔ مثلاً" خواہش یہ ہے کہ میں نے سیاست کرنی ہے' موجودہ پرائم منسٹر اس قابل نہیں ہے اور ہم اس قابل ہیں۔ ایسا ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میں ہی اس قابل ہوں۔ اگر سکون چاہیے تو جو نظام چل رہا ہے آپ وہ نظام چلنے دو۔ تم اپنے آپ کو دیکھو کہ تمہارا حال کیا ہے' خیال کیا ہے اور نیکی کیا ہے۔ اور پیسے کی تمنا' پیسے کا خیال حد میں رکھو اور اپنے قد میں رہو۔ جب پیسہ نہیں تھا اور آج سے پہلے تھوڑا تھا تو اس وقت بھی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ اب پیسہ ذرا زیادہ ہو گیا ہے تو کون سا زندگی میں کوئی خاص فرق ہے' یہ تو چل رہی ہے' مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ کے بزرگ ہوتے تھے' والدین' چچا' ماموں سارے ہوتے تھے اور زندگی میں کتنی رونق ہوتی تھی' اور آپ نے ان سب کو نکال کر صرف ایک چیز حاصل کی ہے' پیسے! اور آپ نے کچھ بھی نہ کیا۔ تو بچوں کا ہی خیال کرو۔ بچوں کو آپ کا دم حاصل ہے' بچوں کو دعا کرو کہ یا اللہ ان پر اپنا فضل فرما۔ ان کے لیے راستے نہ بناتے پھرو کہ یہ راستہ ہو جائے گا اور پھر وہ راستہ ہو جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ ان کے لیے دکان الاٹ کروا رہا ہوں جو برانڈرتھ روڈ پر ہے۔ دوکان کی بات ہے تو برانڈرتھ روڈ پر ہزار ہا دوکانیں ہیں اور شہر بھرے پڑے ہیں دوکانداروں سے مگر سارے تو مطمئن نہیں ہیں بلکہ سبھی پریشان ہیں۔ اس لیے کاروبار سے کبھی کوئی مطمئن نہیں ہو گا۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کاروبار

کرتے کرتے فرعون کے گھر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس لیے کاروبار کی کامیابی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ اطمینان عام طور پر تنہائی میں اللہ کی یاد میں' خاص طور پر درود شریف میں' اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے میں' پیسے کی محبت سے باز رہنے میں' یہاں ٹھہرنے کی خواہش کو ذرا مدھم کرنے میں' اور لوگوں کے ساتھ دھوکا نہ کرنے کی خواہش میں ہے۔ یہ تھوڑی تھوڑی باتیں ہیں ان کو آسان کر لو۔ یا پھر ایسی خواہش دریافت کر لو جو ہر خواہش پر حاوی ہو اور جس پر باقی خواہشیں نثار ہو جائیں۔ تو اپنے دل میں کوئی ایسی خواہش پیدا کر لو کہ میری ایک ایسی خواہش ہے جس پر باقی خواہشات قربان۔ جب وہ خواہش حاصل ہو جائے پھر زندگی بھی دے دو۔ اگر وہ خواہش دریافت ہو جائے تو پھر پورا ہونا نہ ہونا دونوں ہی سکون کا باعث ہیں۔ جیسے میں نے کہا تھا کہ اگر دل میں حج کا شوق ہو تو شوق ہی حج ہے اور اگر شوق نہ ہو تو بیس بار حج کر آؤ مگر بات نہیں بنے گی۔ تو یہ کیا ہے؟ شوق والا حج پہ گیا تو کچھ اور بن کے آیا اور بے شوق جیسے گیا ویسے آ گیا۔ تو اگر دل کے اندر حج نہ تو پھر انسان کو سکون نہیں ملے گا ..... اب اور سوال پوچھو ..... بولو۔

سوال :۔

حضرت سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہُو ..... اس سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

یہ جو لفظ ہے ناں "عشق سلامت کوئی ہُو" جب تک یہ واردات نہ ہو۔ یہ صرف لفظ ہی ہے۔ آپ اگر لفظ "عشق" کہہ لیں' محبت کہہ لیں

تو یہ لفظ ہی ہیں اور اگر محسوس ہو جائے تو پھر اس لفظ کا معنی سمجھ آ جاتا ہے۔ مثلاً" کچھ لوگ ہیں جو ایمان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اللہ کا حصہ اڑھائی فیصد نکال دیا۔ اس نے مانگا اور اڑھائی پرسنٹ دے دیا اور حساب ادا ہو گیا اور اڑھائی پرسنٹ دینے کے بعد بھی سائل آ گیا۔ کہتا ہے کہ اللہ کے نام پہ کچھ دو' کہتا ہے ابھی تو میں اللہ کے نام پہ دے چکا ہوں' یعنی کہ وہ حقیقی سائل جتنا بھی زور لگائے' وہ Genuine سائل ہو' تو وہ اس مال میں سے کچھ اور نہیں نکالے گا کیونکہ اس کا حصہ ایمان کا ہے اور عشق کا نہیں ہے۔ اگر عشق کا حصہ مل چکا ہو تو پھر اس کے پاس پیسہ ہی نہیں ہو گا یعنی یا تو اسے دے گا یا پھر اس کے ساتھ مانگنے والوں میں ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی بات اور ہوتی ہے کہ سائل ہزار بار سوال کرے تو وہ ہزار بار دے دے۔ تو وہ حساب نہیں کرتے۔ جس طرح کوئی کہتا ہے کہ میں نے پانچ نمازیں پڑھ لی ہیں اور اس کے بعد میری ڈیوٹی ختم ہو گئی ہے' تو جن کو محبت ہوتی ہے وہ تو عبادت کرتے ہی رہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق یہ روایت چلی آ رہی ہے کہ ان سے حضور پاک ﷺ نے پوچھا ایمان کی تعریف تم نے کیا سمجھی۔ جب یہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا تو صحابہ کرامؓ نے کہا ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنا فرشتوں' کتابوں' پیغمبروں اور آپ ﷺ پر جو کچھ نازل ہوا ہے ان سب پر ایمان رکھنا ہے۔ وہاں پر ایک آواز آئی کہ ایمان سے تو ہمیں اتنی بات سمجھ آئی کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر نثار ہے۔ اب یہ اور بات ہے کہ ایمان یہ ہے کہ ہمیں تو اتنی بات سمجھ آتی

ہے کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر نثار ہے۔ اب یہ ہے عشق۔ تو عشق کی بات اور ہے۔ اللہ پر جان دینے والا شہید ہو گا اور اسلام پر جان دینے والا شہید ہو گا اور حضور پاک ﷺ پر جان دینے والا کیا ہو گا؟ حالانکہ شہید تو اللہ کی راہ میں مرنے والا ہے لیکن حضور پاک ﷺ کی راہ میں مرنے والا شہید ہی ہو گا۔ اگر آپ یہ کہیں گے تو دوسرے نہیں مانیں گے کیونکہ خالی ایمان سے یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ آپ اس کو یوں سمجھ لیں' کلمہ پڑھنے والوں کا سب کا ایمان ہے اور پھر آپ یہ دیکھیں کہ کربلا کے اندر یزید اینڈ کمپنی مسلمان ہیں' ایمان والے ہیں لیکن وہاں عشق نہیں ہے۔ اب ایک طرف نماز پڑھی جا رہی ہے' وہاں امام پاک علیہ السلام نماز پڑھ رہے ہیں اور دوسری طرف یزیدی لوگ بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تو دونوں نماز پڑھ رہے ہیں مگر فرق دیکھ لو کہ کیا ہے۔ تو عشق کی نماز اور ہے اور خالی ایمان کی نماز اور ہے۔ اور کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ غلام یزید اپنا نام رکھا ہوا ہے' یزید کو شہید کہتے ہیں' یزید رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں اور اس طرح کے دوسرے بے شمار واقعات ہیں مثلاً" یہ ہے کہ یہ کہہ دینا کہ حضور پاک ﷺ بھی تو ہماری طرح بشر ہیں۔ یہ اتنے تعجب کی بات نہیں ہے' کچھ لوگ یہ کہتے ہیں اور اپنے ایمان کی رو سے کہتے ہیں' اس کے پیچھے قرآن پاک کی سند بھی لگاتے ہیں کہ خود قرآن پاک میں لکھا ہے انا بشر مثلکم۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ لکھا ہوا ہے مگر یہ کب کا واقعہ ہے؟ جب لوگ آپ ﷺ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور غور کیا تو انہوں نے کہا ہمیں بات سمجھ آ رہی ہے کہ آپ ہی وہ ہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں انا بشر

مثلکم میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں بشر ہوں تمہاری طرح کا' مجھے وہ نہ سمجھ لینا' میں عبادت کرتا ہوں اور معبود نہیں ہوں۔ اور اللہ اور اللہ کے فرشتے کیا کرتے ہیں؟ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ تو یہ مسئلہ جو ہے صرف ایمان سے سمجھ نہیں آتا جب تک محبت نہ ہو۔ محبت سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود کیسے بھیج رہے ہیں جب کہ ان کے لیے تو ساری کائنات برابر کی ہے۔ اللہ کے ہاں تو سب کو برابر ہونا چاہیے ناں لیکن اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ کب سے بھیجتے جا رہے ہیں اور کب تک بھیجیں گے؟ ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک۔ تو پھر یہ بات جو ہے وہ کیسے سمجھ آتی ہے؟ یہ ایمان سے نہیں بلکہ عشق سے سمجھ آتی ہے۔ اس لیے ایمان کی سلامتی عارضی سلامتی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایمان صحیح ہو اور پہچان نہ ہو مثلاً" یہ کہ کسی کو اللہ کے پیغمبر ﷺ آواز دیں اور جواب دینے والا یہ کہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں۔ تو اگر عشق نہ ہو تو پھر آپ اس آواز کے سامنے اونچی آواز سے بول سکتے ہیں کہ ٹھہر کے آؤں گا۔ تو کیا ہو گا؟ حبطت اعمالھم تو سب اعمال گئے اور ضائع گئے۔ یعنی کہ وہ ایسی ذات گرامی ہیں کہ ان کے سامنے اونچی آواز نکالنا' آپ کے اعمال اور عبادت کو ضائع کر دیتی ہے۔ تو یہ ہے عشق کا مقام! عشق کا معنی ہے اپنے دین کو بڑے ادب سے قبول کرنا۔ شوق سے قبول کرنا اور اگر عبادت میں شوق داخل ہو گیا تو سمجھو یہ عشق ہے۔ عبادت کا شوق اور عبادت کی محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اطاعت بھی ہے اور محبت بھی ہے۔

سرمد سگِ تو' بندۂ تو' عاشقِ تو

سرمد آپ کا سگ بھی ہے' بندہ بھی ہے اور عشق بھی کرتا ہے۔ ایسے بندے سے اللہ نے مانگا تو وہ کہتا ہے اڑھائی پرسنٹ کی بجائے سب کچھ لے لیں۔ اسے کوئی اگر کہتا ہے کہ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا مگر وہ کہتا ہے آپ سب کچھ ہی لے جاؤ۔ تو شوق والے یہ کہتے ہیں کہ ؎

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو یہ عشق والوں کی بات ہے۔ اور آپ پر اللہ کی طرف سے ذرا غریبی آ جائے تو آپ اسلام سے استعفیٰ دے دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اگر عشق ہو تو پھر اللہ جو کر رہا ہے' منظور ہے' ستم ہے تب بھی کرم ہے' کرم ہے تب بھی کرم ہے' وہ مجھے اِس حال میں رکھ رہا ہے تو میں اِس حال میں خوش ہوں اور اُس حال میں رکھ رہا ہے تو اُس حال میں خوش ہوں' ہم نے تو راضی رہنا ہے کیونکہ ہم نے جی میں یہ ٹھان لی ہے' وہ جس حال میں رکھ رہا ہے ہم خوش ہیں۔ تو عشق والوں کو کوئی گلہ نہیں ہوتا۔ اگر محبوب جو ہے وہ تقاضہ کر لے اور آپؑ سے کسی چیز کی تمنا کر لے' مانگ لے تو پھر آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ شکر ہے اس نے مانگ لی' اگر وہ جان مانگ لے تو شکر کیا جاتا ہے کہ اس نے مانگ لی اور کوئی گلہ نہیں ہوتا۔ پھر آپ یہ نہیں کہتے کہ ٹھہر کے آئیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے اس میں۔ تو ایمان والے جو ہوتے ہیں عام طور پر ان میں تذبذب ہوتا ہے اور عشق میں تذبذب نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک ہی جست میں پار ہو جاتے ہیں اور یہ بھی عشق کا مقام ہے کہ ؎

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اور پھر یہ کہ ۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

مطلب یہ ہے کہ عشق جو ہے وہ سوچتا نہیں ہے' بس اللہ نے جان مانگی ہے تو وہ کہتا ہے چلو آتش میں۔ اس لیے سلطان باہوؒ صحیح فرماتے ہیں کہ ۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی ہر کوئی ایمان کی سلامتی مانگتا ہے اور عشق کی سلامتی کوئی کوئی مانگتا ہے۔ عشق کہیں پر کھڑے ہو کر باتیں کرنے کا نام نہیں بلکہ عشق جو ہے وہ اس کی آواز پر لبیک کہنا ہے۔ اور یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اس واسطے پھر وہ کہتے ہیں کہ شریعت اور اس میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ ہو سکتا ہے' وہ لوگ عبادت اور طرح سے کر جاتے ہیں' کئی درویش ایسے ہیں جو عبادت تنہائی میں کر گئے تاکہ وہ اپنا راز فاش نہ کر بیٹھیں۔ تو عشق کا معنی ہے جاں نثاری کر دینا اور انتہا سے زیادہ کر دینا' اس کی خواہش پر لبیک کہہ دینا' تکلیف میں خاموشی سے گزر جانا اور اللہ کی طرف سے جو کچھ آ رہا ہے اسے قبول کرنا۔ عشق کی خوبی یہ ہے کہ محبوب کا قرب دریافت کرے۔ عشق کی کیا خوبی ہے؟ ہر حال میں اپنے محبوب کا قرب دریافت کرے' اگر جان دے کے قرب ملتا ہے تو جان دے اور جان بچا کے قرب ملتا ہے تو جان بچائے۔ تو جس حال میں ملتا ہے اس حال میں حاصل کرے۔ یہ درویشوں کی بات ہے۔ آپ عشق کی سلامتی مانگو' یعنی کہ ان کے ساتھ وابستگی کی سلامتی مانگو' تو یہ حضور

پاک ﷺ کے حوالے سے چلتا ہے۔ سلطان باہوؒ اکثر حضور پاک ﷺ کا نام لیے بغیر راز کی بات کرتے ہیں۔ مثلاً" فرماتے ہیں کہ ؎

چڑھ وے چناں تے کر رشنائی ذکر کریندے تارے ہو

اب چن یعنی چاند جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ نسبت سے بیان کیا کہ چڑھ وے چناں تے کر رشنائی یعنی اے چاند نکل ا اور روشنی کر اور ہم لوگ جو آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں آپ ﷺ کا ذکر کر رہے ہیں' درود شریف پڑھ رہے ہیں اور جلوہ دیکھ رہے ہیں۔

تارے کا معنی آپ ﷺ کے چاہنے والے ہیں اور اولیاء کرام کی محفل میں آپ ﷺ کے دیدار کی تمنا ہو رہی ہے۔ تو بظاہر تو یہ چاند اور ستاروں کا ذکر کر رہے ہیں مگر یہ ستاروں اور چاند کی بات تو نہیں ہو رہی۔ تو سلطان باہوؒ کے کلام کے اندر اس طرح کی گہرائی ہوتی ہے ؎

اچیاں بانگاں اوھی دیندے نیت جنہاں دی کھوٹی ہو

یعنی اونچی' بلند اذانیں وہ دے رہے ہیں جن کی نیت کھوٹی ہے۔ اب یہ سلطان باہوؒ کہتے ہیں کہ دین کی زیادہ تبلیغ کرنے والے نے جب تک اپنے باطن کی اصلاح نہیں کی ہے تو کیا تبلیغ کر رہا ہے۔ پہلے اپنے نفس کا مسئلہ حل کرو' اپنی خواہش کو حل کرو اور پھر تبلیغ کرو۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کے نام کی تبلیغ ہو رہی ہے اور اگلا بندہ آگر جواب غلط دیتا ہے تو پھر ذاتی غصہ میں سب لڑتے ہیں کہ ہم تمہیں اڑا دیں گے' مار

دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو نہیں مارا مگر تم اڑا دو گے۔ تو یہ آپ کی ضد' عناد' غصہ ہے' تبلیغ نہیں اور یہ سارا کچھ آپ کے اندر اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ تو اسلام میں ایسے تضاد اور واقعات ہو رہے ہیں ان سے بچنے کا طریقہ ہی یہ ہے کہ انسان عشق میں داخل ہو جائے' اللہ کی محبت میں داخل ہو جائے۔

سوال :۔

اسلام تو سچا دین ہے مگر دنیا اس سے کیوں دور ہے؟ اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن میں فرق کیوں ہے؟

جواب :۔

یہ سوال اکثر لوگ کرتے ہیں' آپ نے تو ادب میں یہ سوال کیا ہے مگر اللہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ دین اسلام آپ کا ہے' ان الدین عند اللہ الاسلام کہ بے شک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہے' اور آپ قادر بھی ہیں اور مالکِ کائنات بھی آپ ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی دنیا کے اندر لوگوں کی زیادہ تعداد اسلام میں داخل نہیں ہوئی۔ جبکہ یہ دین سچا بھی ہے اور قدرت بھی آپ کے پاس ہے' پیسے آپ ان کو دیتے ہیں جو ماننے والے نہیں اور بے چارہ مسلمان پریشان ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ تو لوگ یہ پوچھتے ہیں اللہ سے۔ بس اللہ کریم نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ اس بات میں پریشان نہ ہوں کہ کون سی بات کثرت میں ہے اور کون سی بات قلت میں ہے۔ اسی طرح باطن سب لوگوں پر آشکار نہیں ہوتا تو اس میں پریشانی کی بات نہیں ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ ظاہر میں بھی اگر اصلاحِ نفس ہو جائے تو وہ سارے اہلِ باطن

ہی ہیں' فرق اس لیے محسوس ہوا کہ کچھ عرصہ سے اہلِ باطن کے نام پر کچھ ایسے لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر سے بالکل عاری تھے۔ اس لیے پھر ان کا رستہ رک گیا کیونکہ وہ نظام ظاہری کے بالکل قائل ہی نہیں رہے تھے۔ پھر کچھ ہندو تہذیب مل گئی' کچھ اور تہذیبیں مل گئیں۔ ورنہ تو یہ تھا کہ جہاں بزرگوں کا نام آتا ہے تو سارے اہلِ ظاہر تھے اور سارے اہلِ باطن تھے۔ آپ کسی بزرگ کا نام لو جو بڑے منصب والے ہیں تو ان کے پاس مسجد ضرور ہوگی' سارے بزرگ جیسے داتا صاحبؒ' خواجہ صاحبؒ اور بابا صاحبؒ۔ تو سارے کے سارے جو تھے وہ عبادت کے نظام کو چلا رہے تھے۔ پھر یہ تضاد کیوں ہوا' یہ Bifurcation کیوں ہو گئی؟ کچھ شخص ایسے تھے' کچھ خانقاہیں ایسی تھیں جہاں ظاہری عبادت ہی نہیں ہو رہی تھی' اس لیے یہ فرق پڑ گیا۔ بہر حال اگر کوئی ایسا مقام آجائے کہ باطن اور ظاہر میں کہیں انتخاب کا موقعہ ہو تو ظاہر کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ تو باطن جو ہے اللہ کی مہربانی سے ملتا ہے' کہیں ظاہر کے نظام میں کوتاہی نہ کرنا بلکہ اس کو ماننا' اللہ تعالیٰ نے ظاہر کے نظام کی حفاظت باطن والوں کے ذریعے کی ہوئی ہے۔ تو ظاہر ٹھیک رکھنا اچھی بات ہے۔ اسی طرح قلت میں ہونا اس طرح ہے جس طرح پانچ نمازیں ہر کوئی پڑھتا ہے لیکن تہجد کوئی کوئی پڑھتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ بس جس جس کو جو شعور ملا ہے وہ ٹھیک ہے۔ سارے لوگ جو ہیں وہ پیسہ جمع کرنا نہیں پسند کرتے ہیں۔ کچھ لوگ خرچ کرنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔ اب ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں مگر انہیں اللہ تعالیٰ نے کم تعداد میں رکھا ہوا ہے۔ دراصل سچے انسان سارے ایک

ہی ہیں' دین کے حوالے سے اچھی نیت والے لوگ ایک ہی ہیں' اہلِ ظاہر ہوں یا اہلِ باطن ہوں سب ایک ہی ہیں اور سب کا مقصد رضائے الٰہی ہے' یہ جو درمیان میں Clash ہوا' بریلوی' دیوبندی اور اہل حدیث کا' تو یہ درمیان میں غلط ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور سب ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال :۔

اللہ والے اپنی تعداد میں اضافہ کر تو سکتے ہیں لیکن کیوں نہیں کرتے؟

جواب :۔

یہ منشا ان کا اپنا نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ "لاخوف" کی منزلیں کس کس کو عطا کر دے۔ تو آپ سب اکٹھے ہو جاؤ اور ایک ہی مسلک بنالو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ان کے اختیار میں نہیں ہے کہ قلیل رہنا ہے' منشا اللہ تعالیٰ کی اپنی ہے' اگر قلیل ہیں تو یہ اللہ کی منشا ہے۔ یہ ان آدمیوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ اپنی تعداد کو بڑھا دیں یا اس میں قلت پیدا کر دیں یا اہلِ ظاہر کو جاکے تبلیغ کر دیں یا ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دیں۔ تو جتنا جتنا کسی کو اختیار ہے' اتنا اتنا وہ چلے گا۔ اس میں کوئی وقت والی بات نہیں ہے' بس سب اس کی مہربانی سے چل رہا ہے۔

سوال :۔

یہ کیسے پتہ چلے کہ گا کہ یہ خواہش اللہ کی ہے یا غیراللہ کی؟ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ ہم پر راضی ہے؟

جواب:۔

اگر خواہش کا رخ" Direction اللہ ہے تو یہ خواہش من اللہ ہے' خواہش کا رخ اگر الی اللہ ہے' تو خواہش بھی من اللہ ہے۔ اور اگر خواہش یہیں کی یہیں رہ جانی ہے تو یہ تمہاری اپنی ہے اور اس خواہش کا مقصد جو ہے وہ نفس ہے۔ آپ نے مرکز کو دریافت کرنا ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ خواہش تو صبح شام پیدا ہوتی رہتی ہے اور بزرگ جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ دل اسلام سے پہلے والا ایک قسم کا خانہ کعبہ ہے اور اس میں خواہشات کے بت پڑے ہوئے ہیں' انہیں ان بتوں کو توڑ کے تم اسے آزاد کرا دو تو یہ Pure کعبہ بن جائے گا' پھر یہ کام کرو کہ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے خود ہی بیٹھ جاؤ اور دیکھو کہ جو خواہش آئی اس کا مدعا کیا ہے۔ مثلاً" خواہش یہ ہے کہ یہاں پر دنیا میں ترقی کریں گے۔ تو یہ نفس کی خواہش ہو سکتی ہے اور یہ خواہش غیر کی ہو سکتی ہے۔ اگر خواہش جو ہے وہ کہتی ہے کہ ہم یہیں سے مالک کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں تو وہ خواہش اس مالک کی طرف سے آئی ہے اور ادھر ہی جانا چاہتی ہے یعنی انا للہ و انا الیہ راجعون تو وہ خواہش جو ہے من اللہ ہے اور اللہ کے فضل سے آتی ہے۔ زندگی میں اللہ کی طرف سے آنے والی خواہشات کی بہت کثرت ہوتی ہے لیکن انسان نظر انداز کرتا رہتا ہے' بھولتا رہتا ہے۔ بس اس کی پہچان کا آسان نسخہ یہ ہے کہ ٹھہرنے کی خواہش تمہاری ہے اور نکلنے کی خواہش اس کی ہے' انسانوں کی خدمت کی خواہش اس کی ہے اور انسانوں کو استعمال کرنے کی خواہش آپ کی ہے۔ تو یہاں پر قوت حاصل کرنا آپ کی خواہش ہے اور یہاں

خدمت کا جذبہ پیدا ہونا اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ وہ خواہشات ہیں جو بزرگوں اور پیغمبروں کو اللہ کریم نے عطا کی ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ظلم کرنے والوں پر بھی رحمت کی۔

یہ سن کر رحمت اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

اللہ تو پھر اللہ ہے' وہ کہتا ہے وادی طائف سے گزرنا ہے تب آپ ﷺ نے فرمایا۔

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو یہ وہ اللہ ہے جو پہلے محبوب بناتا ہے پھر اسے سب واقعات کی سیر کراتا ہے' افلاک کی سیر کراتا ہے' بہشتوں کی سیر کراتا ہے' سارے زمانوں کی سیر کراتا ہے۔ ماضی بھی دکھاتا ہے' حال بھی اور مستقبل بھی۔ پہلے دوست بنتا ہے' پھر تھوڑی دیر بعد اللہ بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہاں وادی سے گزر جائیں یہ دیکھنے کے لیے کہ جو میں نے محبت کی ہے اس کے جواب میں کیا محبت ہے۔ اور جب آپ ﷺ تکلیف کی وادی سے گزرے تو اللہ نے پوچھا کہ اگر کہیں تو پھر ان کا حشر کر دیا جائے' جیسے پہلی امتوں میں ہوتا رہا ہے کہ انہوں نے حکم نہیں مانا اور خلاف ہو گئے۔ مگر آپ رحمت اللعالمین ﷺ تھے کیونکہ آپؐ کا نائیٹل بھی رحمت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں مسلمان ہو جائیں گی۔ تاریخ نے دیکھا کہ ان کی اولادیں پوری مسلمان ہوئیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے نہیں مانا جب کہ انہوں نے بڑی تبلیغ کی' ان کی زندگی طویل تھی' کوئی کہتا ہے کہ چودہ سو سال'

کوئی گیارہ سو سال اور کوئی نو سو سال کہتا ہے۔ جب قوم نہ مانی تو نوح علیہ السلام نے پھر ایک Request کی' دعا کی کہ یہ تو مانتے نہیں ہیں' پھر ان کو Despatch ہی کر دیا جائے' آگے بھیج دیا جائے۔ اللہ تو خالق ہے' جب چاہے پھر مخلوق کو پیدا کر لے' اللہ نے کہا Despatch کر دو' اگر نہیں مانتے تو انہیں بھیج دیا جائے۔ نہ ماننے والوں کی لسٹ میں نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا بھی تھا' انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔ اللہ نے فرمایا یہ بھی تو نہ ماننے والوں میں ہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو باقی بھی تو کسی اور کے بیٹے ہیں' وہ گئے ہیں تو پھر یہ بھی جانے دو۔ تو ان کو بات سمجھ آ گئی' جس جگہ نہ ماننے والوں کو بھیجا جا رہا ہے تو پھر نہ ماننے والوں میں رشتہ داریاں کیا ہیں۔ تو وہ رشتہ دار نہیں ہے جو نہیں مانتا۔ تو حضور پاک ﷺ ایک واحد ذات ہیں کہ نہ ماننے والوں کو سزا کبھی تجویز نہیں کی بلکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ ہی معاف فرمایا ہے۔ تو یہ ایک مزاج ہے اور جو پیغمبروں کے ہاں بھی خواہشات رہتی ہیں اس قسم کی خواہش اگر آپ میں پیدا ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی طرف سے ہے' مثلاً" ایک آدمی ظلم کر کے چلا گیا' اب بد دعا نکلنے کی تیاری ہو رہی ہے' پھر خیال آیا کہ اس کو معاف کر دیں۔ جب کہ بد دعا کی تیاری ہو چکی تھی لیکن معاف کر دینے کی خواہش پیدا ہو گئی اور پھر کہا کہ معاف کر دیا' تو یہ خواہش جو ہے یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو وہ خواہش جو پیغمبروں کی خواہشات کی اطاعت میں پیدا ہوئی ہوں وہ اللہ کی طرف سے ہے' وہ خواہش جو ولیوں کی خواہش کی اطاعت میں آئی وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جس

خواہش کا مرکز فرعونیت کی اطاعت میں آئے وہ آپ کے نفس کی بات ہے اور سزا کی بات ہے۔ خواہش تو پیدا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن خواہش کو پہچاننا ہی زندگی ہے۔ تو آپ خواہش کو پہچانتے جائیں' خواہش آتی جا رہی ہے اور ساتھ ہم نے کمپیوٹر سیٹ لگایا ہوا ہے کہ یہ خواہش گئی' اور یہ اصلی خواہش ہے' اس کو آنے دو۔ تو آپ اپنے آپ کا خود ہی جائزہ بن جائیں کہ اب کون سی خواہش ہے جو اتباع کرنے کے قابل ہے۔ داتا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حج کو گئے' کردستان کے علاقے میں پہنچے تو ڈاکو آ گئے۔ ڈاکوؤں نے آ کے کہا جو کچھ ہے نکال دو۔ سب نے جو پیسہ اور اشرفیاں چھپائی ہوئی تھیں وہ نکال دیے مگر قافلے کے امیر نے اپنا مال چھپائے رکھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی تو امیر سے کچھ اشرفیاں چھپی ہوئی نکل آئیں۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا اسے قتل کر دو۔ داتا صاحبؒ کہتے کہ پھر میں نے مداخلت کی کہ دیکھو یہ ہمارا امیر ہے اور امیر ہی قتل ہو گیا تو بات کیا رہ گئی۔ تو وہ سردار کہتا ہے کہ یہ کیسا امیر ہے' کہ بچوں کا جھوٹا امیر کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر وہ سردار بولا کہ ہم تو ڈیوٹی پر آئے ہوئے ہیں کہ ہم لوگوں کو متوکل بنا کے حج پر بھیجیں۔ تو بس اتنی سی بات ہے کہ آپ اس خواہش کو نکال دیں جو ڈاکو والی خواہش ہے یعنی کہ چھپا کے خزانہ گننا۔ جمع مالا وعدده یعنی مال جمع کیا اور گن گن کے رکھا۔ تو آپ اس خواہش کو نکال دو۔ کسی کے خلاف چھوٹی سی بد دعا بھی نہ کرنا اور یہ چھوٹی سی بد دعا کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ دل میں خواہش کرنا کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو جانا چاہیے۔ تو دل میں کسی کے لیے برائی نہ سوچنا' کسی کے لیے برائی سوچنا بھی بد دعا ہے۔ اگر

کہنا بھی ہے تو یہ کہو کہ یااللہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو میں اپنے لیے چاہوں۔ کیا آپ دل سے یہ دعا مانگتے ہیں کہ اگر میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو میں اپنے لیے چاہوں۔ جب دوسروں کے لیے اچھائی چاہو گے تو اپنے لیے اچھائی بنے گی اور برائی چاہو گے تو یہ تمہارے لیے ہو گی۔ تو میرا خیال ہے کہ آپ کو اتنی بات ضرور کہنی چاہیے کہ یا اللہ اگر آج سے میں کسی کے لیے برائی چاہوں تو پھر میں اپنے لیے برائی چاہوں۔ تو وہ خواہش جو کسی کے لیے برائی کی تمنا کرتی ہے' یہ خواہش کیا ہے؟ یہ آپ کی اپنی جانب ہے وہ بھی آپ کی اپنی طرف سے ہے' وہ خواہش جو فرعونی خواہش ہے وہ بھی تمہاری طرف سے ہے۔ وہ خواہش جو اللہ کی طرف سے ہے وہ اللہ ہی کی طرف لے جائے گی۔ جس طرح کہ ؎

لے گئی بوئے علیؑ سوئے علیؑ

تو وہ جدھر سے آئی تھی ادھر ہی لے گئی۔ بس بات یہ ہے کہ اُدھر سے جو کچھ آئے گا وہ ادھر ہی لے جائے گا اور اُدھر سے آنے والی چیز آپ کو اِدھر نہیں رہنے دے گی۔ تو خواہش کا مطلب ہے کہیں لے جانے والی چیز اور جدھر کی دعوت آئے گی ادھر آپ کا رخ آٹو میٹک ہو جائے گا۔ تو خواہش کے بعد اپنا رخ دریافت کر لیا کرو اور پہچان لیا کرو کہ یہ خواہش کدھر سے آئی ہے' بس پھر خواہش کا علاج ہو گیا۔ آپ نے صرف خواہشات کی سلیکشن کرنی ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ لمبی چوڑی عبادت کا مقام نہیں ہے دنیا میں آپ کتنی عبادت کرو گے۔ میں نے پہلے آپ کو گن کے بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی میں آپ روزانہ

آٹھ گھنٹے سوتے ہیں' تو بیس سال تو نیند کی نذر ہوگئے' انا للہ و انا الیہ راجعون پہلے بچپن کے سال جہالت کی نذر ہو گئے' پھر بڑھاپا' بیماری اور پرانی یادوں کی نذر ہو گئے' کچھ سال آپ نوکری میں بیچ دیتے ہیں یعنی آٹھ گھنٹے روز رزق کمانے کے لیے بیچتے ہیں' جس میں دوکان' سامان' دفتر' افسر شامل ہیں' نہانے اور کپڑے بدلنے میں آپ کے تین سال لگتے ہیں' کھانا کھانے میں چار سال تو لگ ہی جاتے ہیں یعنی کھانے کی ٹیبل پر آپ چار پانچ سال لگاتے ہیں۔ بچ بچا کے آپ کے پاس تین چار سال رہتے ہیں اور اس میں ہزار کام کرنے ہیں' تو مصیبت کا مارا انسان کتنی عبادت کرے گا۔ تو عبادت کا ایک لمحہ ہی ہوتا ہے اور ایک سجدہ قبول ہو جائے تو عبادت پوری ہو گئی۔ اور اگر آپ کی ایک غلطی اللہ کو ناپسند ہو جائے تو سمجھو کہ ساری زندگی ضائع ہو گئی۔ سرکار ﷺ کی ذات گرامی' حضور پاک ﷺ کی شان میں ایک کلمہ احتیاط کے بغیر کہہ گئے تو تم مارے گئے۔ تو اس ذات کے لیے کوئی بے احتیاط فقرہ نہ کہنا۔ اللہ سے ڈرنا جو ہے اگر وہ ڈر قبول ہو گیا تو یہی آپ کی عبادت ہے' اللہ قبول کرے تو عبادت ہے' بعض اوقات ناز قبول کر لیتا ہے اور بعض اوقات نماز بھی نہیں ہوتی۔ تو وہ اللہ ہے اور وہ چاہے تو نمازیں ان کے منہ پر دے ماری جائیں گی۔ بس بات یہ ہے کہ پتہ نہیں کون سا سجدہ قبول ہو جائے۔ اس لیے عبادت کی طوالت پہ نہ جانا' بلکہ اگر ایک عبادت قبول ہو جائے تو سارا مدعا قبول ہو جائے گا۔ تو یہ قبولیت کی بات ہے جیسے کسی کو دوست کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ ابھی ابھی کوئی آدمی آپ سے ملا' اس نے آپ سے کوئی بات کی' آپ نے کہا میں

تمہیں دوست مانتا ہوں جب کہ اس کے پیچھے اتنا بڑا ماضی ہے' آپ نہیں جانتے اور اس کے آگے اتنا بڑا مستقبل ہے جو آپ نہیں جانتے' اور وہ کیسا آدمی ہے' یہ بھی آپ نہیں جانتے مگر دوست بنا لیا۔ تو آپ دوستی نبھا جائیں گے۔ اس طرح اللہ کریم جو ہے اس کو اگر آپ کی کوئی ایک ادا پسند آ گئی تو آپ کو سرفراز کر دیتا ہے۔ تو حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اور بہشت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور انسان دوزخ میں جا گرے۔ یعنی عبادت اگر غرور پیدا کر جائے تو مارے گئے اور برباد ہو گئے۔ اور گناہ عاجزی پیدا کر جائے تو شکر ہے کہ بچ گئے۔ اس لیے کوئی پتہ نہیں کہ اس کا فضل کیسے ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک واقعہ ہوا' داتا صاحبؒ کے بزرگوں میں سے ایک تھے' تو اعلان ہو گیا کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کر دی اور وہ باطن میں داخل ہو گئے' ولی ہو گئے۔ صبح سارے درویش ان کے پاس گئے' سلام کیا اور بتایا کہ رات کو آپ کی پروموشن ہو گئی ہے اور آپ ولی ہو گئے ہیں۔ تو وہ کہنے لگے کہ میں تو شرابی آدمی ہوں' میں کہاں سے ولی ہو گیا' میرا کیا تعلق ہے' تم مجھے کیوں بے وقوف بنانے آئے ہو۔ انہوں کہا ہم خود نہیں آئے ہیں' بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں' ہم سارے منصب پر فائز لوگ ہیں' اب بتاؤ کہ تیرے پاس کیا نیکیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خود تجھے ترقی دے دی اور ولی بنا دیا ہے۔ انہوں نے کہا بات نہ پوچھو' بس کچھ نہیں کیا میں نے' بس بات یہ ہے کہ رات کو ہم نے بہت پی اور شراب کے نشے کے عالم میں ہم آ رہے تھے' سڑک پر ہم نے دیکھا کہ ایک کاغذ گرا ہوا تھا اور اس پر اللہ کا لفظ لکھا تھا۔ میں نے کہا تیری زندگی میں نیکی تو ہے کوئی

نہیں' میں نے اللہ کے نام کا لکھا کاغذ اٹھایا' خوشبو لگائی اور سنبھال کے رکھ دیا۔ ان درویشوں نے کہا پھر اللہ کا جواب سن لے' تو نے میرے نام کو خوشبو دار بنایا ہے اور ہم تمہارے نام کو خوشبودار بنا دیں گے۔ تو وہ اللہ ہے' چاہے تو یہاں سے منظور کر لے۔ اس لیے یاد رکھنا' چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی کبھی چھوٹا نہ سمجھنا' چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نیکی نہ سمجھنا اور چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا۔ بس یہ بات زیادہ یاد رکھنی چاہیے کہ چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا اور چھوٹی لغزش کو کبھی چھوٹی لغزش نہ سمجھنا۔ چھوٹی نیکی کو کبھی ضائع نہ کرنا' چھوٹی نیکی قبول ہو جائے تو نیکیوں کا انبار بن جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو دل میں راضی رکھا کرو اور راضی رکھنے کا ثبوت بتاتا ہوں' طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ میں تنہا بیٹھ کر یہ سوچا کریں کہ کیا آپ اللہ پر راضی ہیں یا ابھی دوچار دعائیں باقی ہیں۔ اللہ پر راضی وہ انسان ہوتا ہے جس نے اللہ سے اور کچھ نہیں لینا' اور کچھ مانگنا نہیں' وہ کہتا ہے کہ ہم راضی ہوئے اور ہم نے دعا سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اگر آپ راضی ہو گئے تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر راضی ہو چکا ہے۔ اللہ جس پر راضی ہوتا ہے اس کو اپنے پر راضی کر لیتا ہے۔ اور جو اللہ پر راضی نہیں ہوتے تو بس سمجھ لو کہ اللہ ان پر راضی نہیں ہے۔ تو انسان یہ سمجھ لے کہ کبھی آپ آئینہ ہیں کبھی وہ آئینہ ہے۔ تو آپ کی اپنی کیفیت اللہ کے حوالے سے جو ہے وہی کیفیت اللہ کی آپ کے حوالے سے ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے' آپ اس کے قریب آ جاتے ہیں تو وہ آپ کے قریب ہو جاتا ہے' اگر آپ دور ہو گئے تو وہ دور ہو گیا' تب ہی آپ دور ہو

گئے۔ تو کبھی آپ Cause ہو یعنی وجہ ہو اور وہ Effect ہے' کبھی وہ Cause وجہ ہے اور آپ Effect ہو' نتیجہ ہو۔ تو کبھی وجہ وہ اور نتیجہ آپ' کبھی وجہ آپ اور نتیجہ وہ۔ تو یہ دونوں باتیں ہیں۔ اگر آپ راضی ہیں' جو کچھ زندگی میں ہے کمزوری' خامی' کمی بیشی' پھر بھی راضی ہیں' یعنی آپ مکمل طور پر راضی ہیں تو اللہ آپ پر راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہے وہ اللہ پر راضی رہے گا۔ یہ بات اپنی تنہائی میں دریافت کر لو۔ مقصد ہے کہ یہ دنیا اللہ نے بنائی ہے' وہ کبھی آپ کے دشمن بنائے گا' اس نے دوست تو بنائے لیکن آپ کے دشمن بھی بنا دیے' تو آپ اس کے دشمن بنانے کے عمل پر راضی رہیں' اس نے ہی کافروں کو بنایا' ان کو رزق بھی دیتا ہے تو اس پر بھی آپ راضی رہیں یعنی کہ اگر آپ کو اس کائنات کا اختیار پانچ منٹ کے لیے مل جائے تو پانچ منٹ کے بعد آپ کائنات اللہ کو واپس کرو تو اس میں ایک رتی برابر تبدیلی نہ ہو۔ تو یہ ہے راضی انسان کی خوبی۔ وہ کہتا ہے کہ پانچ منٹ کائنات میرے قبضے میں رہی ہے' پھر جیسی تھی ویسی رہی ہے اور میں نے اس میں دخل نہیں دیا۔ کہتا ہے آپ نے کوئی دو چار کام کر لینے تھے تو وہ راضی شخص کہتا ہے نہیں' وہ بہتر جانتا ہے' ہم اس کے کام میں دخل نہیں دیتے۔ راضی رہنے والا انسان وہ ہے جو اس کے کام میں دخل نہ دے۔ بس سمجھو کہ اللہ اس پر راضی ہو گیا۔ تو اگر آپ راضی ہو جاؤ تو اللہ راضی ہو جاتا ہے۔ زندگی میں دیکھو کہ دعا کی بڑی ضرورت ہے' اصلاح کی کوششیں جو ہیں آپ یہ ضرور کرو لیکن یہ یاد رکھنا کہ دنیا کی مکمل اصلاح نہیں ہو گی۔ جب تک شیطان کا لفظ قرآن میں ہے' تو شیطان رہے گا۔ جو قرآن کے

اندر لفظ ہیں وہ رہیں گے۔ کافر کا لفظ ہے تو کافر رہے گا' مومن کا لفظ ہے تو مومن رہے گا' شر رہے گا' خیر رہے گی' ہم رہیں گے اور وہ بھی رہیں گے۔ زندگی صرف آپ کی کوشش کا نام ہے' آپ ایمانداری سے کوشش کریں۔ آپ تنہائی میں غور کریں اور اگر آپ کو اپنی بخشش کا یقین ہو گیا' مکمل یقین ہو گیا' جس میں کمی بیشی نہیں ہے اور اس یقین میں اپنے بھائی کو شامل کرنا چاہتے ہو' تو آپ یہ کہتے ہیں کہ میرے اپنے دل میں بخشش کا یقین ہے' میرا سگا بھائی ہے اور اسے شامل کرنا ہے تو اپنی بخشش میں شامل کرنے سے پہلے' بہشت میں شامل کرنے سے پہلے اپنے پیسوں میں شامل کرو۔ جب پیسوں میں آپ شامل کر لو بس پھر آپ یہ سمجھیں کہ اسے زندگی میں شامل کر لیا اور وہ عاقبت میں بھی شامل ہو گیا۔ تو تبلیغ اس وقت کرو۔ پھر اللہ راضی رہے گا۔

آخر میں سب لوگ سب لوگوں کے لیے دعا کریں اور جو یہاں نہیں آسکے ان کے لیے بھی دعا کریں۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الا نبیاء والمرسلین سیدنا و سند نا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

○

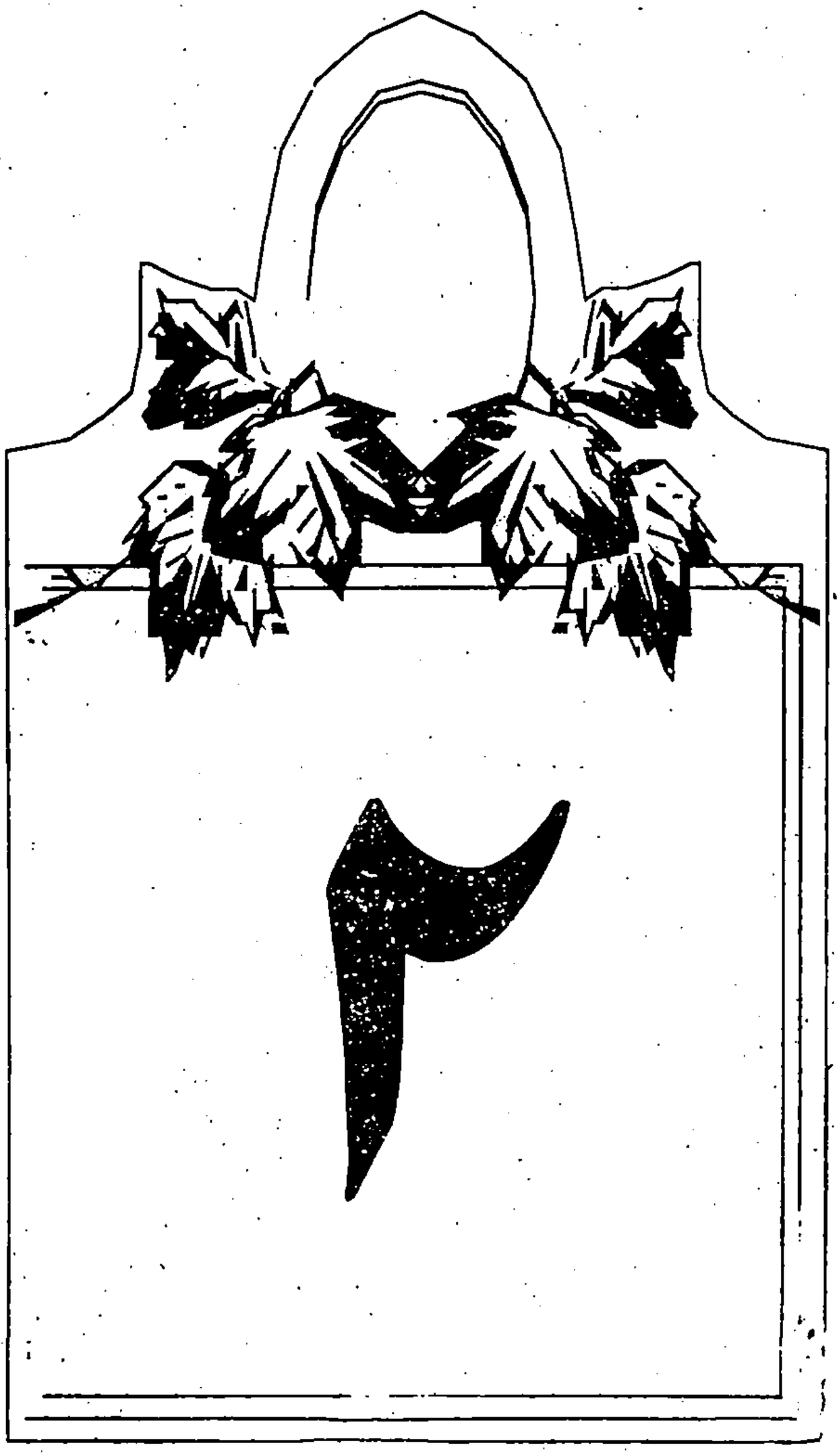

1- سر! دقت یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں؟ اس دقت کو حل کر دیں۔

2- مجھے یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اپنی ذات سے محبت اور پوجا سے کیا مراد ہے؟

3- حضور! ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے ایمان کی رسید اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا کرو جب کہ اللہ تو خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون ایمان لایا اور کون نہیں لایا؟

4- کیا اللہ کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟

5- میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ فنافی الشیخ سے کیا مراد ہے؟

6- ایک مسلمان اسلام پر تو پورا یقین رکھتا ہے مگر مسلمانوں کا گلہ اور افسوس کرتا ہے کہ ان کا یہ حال ہے اور مغربی ممالک کا یہ حال ہے، تو اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

7- سر! یہ جو روحانیت ہے یہ صرف اسلام میں ہی ہے یا یہ باقی مذاہب میں بھی ہوتی ہے۔ اور روحانیت کیا ہے؟

8- بزرگوں کے مزارات پر یہ جو جمعرات کا دن مخصوص ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

9- اگر ہم اور دنوں میں مزار پر جائیں تو پھر کیا ایک ہی بات ہے؟

10- داتا صاحبؒ کے ہاں کب اور کیسے جانا چاہیے؟

سوال :۔

سر! دِقت یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں رہ سکتے ہیں اور نہ اس دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں' اس دِقت کو حل کر دیں۔

جواب :۔

اس دِقت کا حل کوئی بھی ہو' اس کو حل کرنا چاہیے۔ ورنہ تو یہ ایک فارمولا ہے جو علم کی حد تک رہے گا اور یہ مسئلہ عملی ہے اور عملی مسائل کا عملی حل ہوتا ہے۔ اگر عملی طور پر کسی کو تکلیف ہو رہی ہے تو تکلیف کا ایک علاج تو یہ ہے کہ اسے کہہ دیا جائے کہ کوئی تکلیف نہیں ہے' لیکن جب اس کو تکلیف ہو رہی ہے تو پھر اس کا عملی حل ہونا چاہیے۔ تو عملی پرابلم کا عملی حل ہونا چاہیے۔ اور علمی پرابلم کا علمی حل ہونا چاہیے۔ تو اگر دنیا میں رہنا مشکل ہے اور دنیا کو چھوڑنا بھی مشکل ہے تو مسئلے کا حل یہ ہے کہ نہ دنیا میں رہنا ہے اور نہ اسے چھوڑنا ہے۔ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ نہ دنیا میں رہنا ہے اور نہ چھوڑنا ہے؟ اسے دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ دنیا میں رہنا بھی ہے اور اسے چھوڑنا بھی ہے۔ اب یہ کس طرح رہنا ہے اور کس طرح چھوڑنا ہے؟ اب آپ اس کی مثال پوچھیں گے کہ اس کا کس طرح پتہ چلے گا۔ اس سلسلے میں بزرگوں نے بے شمار مثالیں دی ہیں اور ان میں سے ایک مثال اس

طرح دی جاتی ہے کہ ۔

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

تو بازار میں سارے خریدار نہیں ہوتے' کچھ تو ویسے ہی مسافر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں بازار سے صرف گزر جاؤں گا اور میں نے توجہ اس لیے نہیں کی کیونکہ میں خریدار نہیں تھا۔ تو خریدار کا مسئلہ خریدار کی نیت پر ہے' اور جو صرف گزر گیا تو کوئی دکان اسے ستائے گی نہیں' اس کے لیے کوئی مہنگائی نہیں اور اسے کوئی معاشی مسئلہ نہیں ہو گا کیونکہ وہ وہاں سے گزر گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بھیڑ میں سے گزر جانے والے کو اس سے گلہ ہی نہیں ہو گا۔ جس کی جیب ہی نہیں تو اس کی جیب کٹے گی کیا؟ تو اسے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہو گا اور وہ ٹھگوں کے علاقے سے گزر جائے گا' چوروں کے علاقے سے بھی گزر جائے گا۔ اب چوروں کا علاقہ جو ہے وہ تو اسے تنگ کرے گا جس کے پاس مال ہو گا۔ جس کے پاس مال ہی نہیں ہے اور جو مال ہے وہ مالک کا ہے تو اسے چوری سے کیا ڈر! اس کا ایک حل بزرگوں نے اور بتایا ہے کہ ۔

درمیاں قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکُن ہشیار باش

تو ہوشیار باش! حکم یہ ہے کہ دریا میں رہو لیکن دامن تر نہ ہو۔ اس کی ایک اور مثال یہ ہے کہ اگر مرغابی پانی میں غوطہ لگائے تو اس کے پر گیلے نہیں ہوتے۔ تو مرغابی پانی میں بھی رہتی ہے لیکن پھر سے ہوا میں بھی اڑ جاتی ہے۔ تو یہ مرغابی' پانی کا مرغ ہے' پانی کا پرندہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا سے اس طرح گزر جانا ہے۔

اس کی ایک اور مثال لوگوں نے اس طرح دی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو کہ جیسے تم غریب الدیار ہو' غریب الدیار کا معنی ہے پردیسی! تو یہ دنیا اور دیس ان لوگوں کے لیے پردیس ہے جو لوگ اس دیس کا خیال رکھتے ہیں' اس لیے یہ دیس ان کے لیے پردیس ہے۔

کچھ اور لوگ اس کی یوں مثال دیتے ہیں کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے پنہارن رہتی ہے۔ تو یہ پنہارن کون ہے؟ وہ جو پانی بھرنے والی ہوتی ہے۔ وہ سب سکھیوں' سہیلیوں سے بات کرتی ہے لیکن اس کی گھاگھر نہیں چھلکتی۔

سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گھاگھر کے بیچ

تو اس پنہارن کا دھیان گھاگھر پر رہتا ہے۔ تو دنیا سے گزرتے جانا ہے لیکن اس میں ملوث نہیں ہونا ہے اور ملوث ہونے کا معنی یہ ہے یہاں دنیا میں گم نہیں ہو جانا۔ تو دلدل سے اگر گزر ہو تو ضروری نہیں ہے کہ آپ کپڑے ہی خراب کر لو۔ مقصد یہ ہے کہ یہ صفائی قلب کی بات ہے۔ دنیا ایک ایسی چیز ہے جو اپنی طرف متوجہ کرے گی' تو دنیا کو اس کا اصل حسن جاننے کے لیے دیکھو کہ اس کی عمر کیا ہے؟ بزرگوں نے اس کی عمر کے متعلق بتایا ہے کہ دنیا کی عمر بہت زیادہ ہے' اس کا حسن عارضی ہے' یہ سارا اس کا "میک اپ" ہے' اصل میں یہ بہت قدیم چیز ہے' اس دنیا میں ہزاروں لوگ آئے جو آپ سے بہتر تھے۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

اس دنیا نے کتنے دارا اور سکندر کھا لیے۔ اس دنیا سے محبت انسان کو فانی بنا دیتی ہے اور بزرگوں نے بتایا ہے کہ اس دنیا نے کبھی کسی

کے ساتھ وفا نہیں کی ہے اور دنیا کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مردار ہے اور اس کی تمنا کرنے والا مردار کھانے والا ہے' اسے کتا کہو' گدھ کہو یا کچھ بھی کہو۔ اس دنیا میں بیلنس جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ دنیا میں کام کرو یعنی آپ کو محنت کے لیے بنایا گیا ہے' محنت کرنا آپ کی جبلت ہے' فطرت ہے اور آپ کچھ نہیں بھی کرو گے تب بھی محنت کرنا پڑے گی۔ آرام کے لیے بھی بڑا کام کرنا پڑتا ہے۔ تو اگر مقصد آرام ہے' تب بھی آپ کو کام کرنا پڑے گا۔ اب کام کی نیت اگر اجرت بھی ہو تو آپ کا مقصد یہ ہو گا کہ اس دنیا میں سے آرام سے گزر جائیں۔ تو دنیا میں زیادہ ملوث نہیں ہونا' بلکہ اس زمین سے پار چلے جانا مقصد ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ ایسے انداز سے رہو کہ اس زندگی کو چھوڑنا مشکل نہ ہو اور فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے۔ جس کو دین کا پتہ نہیں ہے اور دوسری باتوں کا بھی علم نہیں ہے بلکہ بے شمار چیزوں کا پتہ نہیں ہے لیکن اس کو ایک چیز کا ضرور پتہ ہوتا ہے کہ وہ چیز جو اسے پریشان کرتی ہے' وہ اسے نہ کرے۔ یہ ہر ایک کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ پریشان ہے۔ اب آپ پریشانی کا تو بتا رہے ہیں لیکن وجہ نہیں بتا رہے حالانکہ وجہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیوں پریشان ہیں۔ تو پریشانی دو چیزوں سے ہوتی ہے' ایک چیز جو آپ چاہتے ہیں لیکن ملتی نہیں ہے اور ایک وہ چیز جسے آپ نکالنا چاہتے ہیں لیکن وہ نکلتی نہیں ہے یا آپ کچھ لانا چاہتے ہیں اور وہ آتی نہیں ہے۔ تو اس بات پر پریشانی ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسا عمل سرزد ہو گیا جس کی یاد آپ کو پریشان کر رہی ہے یا ایک ایسی چیز جو آپ چاہتے ہیں لیکن وہ ملتی نہیں ہے۔ تو پھر پریشانی ہو جاتی ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو اور اپنی آرزوں کو اس اللہ کے حوالے کر دیں' جس کے حوالے آپ نے بھی ہو ہی جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آخر تم نے میرے پاس آ ہی جانا ہے اور پھر آپ سے کہا جائے گا کہ ہم نے تو جس کا کہا تھا یہ وہی دن ہے۔ تو اس لیے دنیا سے اتنی محبت نہ کرو کہ یہ شدید ہو جائے۔ دنیا سے واجبی واجبی اتنی محبت کرو جتنی مسافر کو گاڑی سے ہوتی ہے۔ مسافر جو ہے گاڑی میں اپنی سیٹ بناتا ہے' بیٹھتا ہے اور اسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ سیٹ اس نے چھوڑ جانی ہے اور گاڑی آپ خرید نہیں سکتے۔ تو یہ ٹرین ہے' آپ آرام سے اپنی سیٹ کا خیال کرو' آپ سے پہلے اس سیٹ پر بے شمار مسافر بیٹھے ہیں' آپ کے بعد اس سیٹ پر بے شمار مسافر بیٹھیں گے اور مسافر کی طرح آپ اپنا وقت گزارو۔ اگر پھر بھی بات سمجھ نہیں آ رہی ہے تو آپ کسی انسان کو نہ ستاؤ' پھر آپ کو دنیا میں دقت نہیں ہو گی' کسی انسان کو دنیا میں پریشان نہ کرو' کسی انسان کو دکھ نہ پہنچاؤ' کسی کا حصہ نہ روکو' کسی کا مال ہضم نہ کرو اور اگر آپ کو پھر بھی یہ بات سمجھ نہیں آتی تو اپنا حصہ اپنے سے زیادہ ضرورت مند کو دے دو۔ یعنی اپنا مال کسی ایسے انسان کو دے جاؤ' جو آپ سے کم مال دار ہو' اپنی زندگی کسی ایسے کام میں لگاؤ جس کی آپ سے زیادہ دوسرے کو ضرورت ہو۔ تو گویا کہ آپ اپنے آپ کو دنیا میں مفید بنا لیں۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو انسانوں کے لیے مفید بنا لیا تو پھر دقت کم ہو جائے گی اور آپ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ تو دنیا کی تکلیف اس طرح ختم ہو جائے گی۔

دنیا سے عافیت چاہنے کے لیے آپ کو ایک اور فارمولا بتاتے ہیں

کہ آپ اس میں جسم کی تسکین کو کم کر دیں۔ جسم کی تسکین کا سامان کیا ہوتا ہے؟ وہ ہوتا ہے آرام' جسم کا آرام' نیند' کھانا' بیوی بچے' خوشیاں' شہرت' دولت اور اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں۔ ان کو آپ کم کر دیں یعنی کہ اپنے آپ کو ان باتوں میں ذرا کم Involve کرو تو پھر آپ کو عافیت ہو جائے گی۔ پیسے سے محبت کم کر دو' تو عافیت ہو جائے گی۔ پیسے کے بعد امیر تو آپ ہی ہوں گے اور غریب ہوں گے تو پھر بھی آپ ہی ہوں گے۔ تُو اگر غریب ہے تو یہ بھی تُو ہی ہے' تو تُو ایسا انسان بن جا کہ اپنی زندگی کو پسند کر لے۔ آپ کی زندگی کی غریبی کا دور آپ کو پسند نہیں اور کچھ زندگی کو آپ نے ایسے رکھا ہوا ہے کہ میں وہاں ہوں گا تو یوں کروں گا۔ تو یہ جو اپنے آپ سے ناپسندیدہ بات ہے وہ آپ نکال دیں کیونکہ یہ بھی آپ ہی ہو۔ میں آپ کو یہ بات دوبارہ سمجھاتا ہوں۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں وقت مال آ جائے گا تو میری یہ زندگی خوش ہو جائے گی۔ تو آپ اپنے آپ کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک وہ خوشی نہیں آئے گی اس وقت تک آپ کی زندگی پریشان رہے گی۔ تو آپ کی زندگی کا پریشان حصہ جو ہے وہ تو زندگی سے نکل گیا' تو اب آپ کے پاس اچھی زندگی کون سی رہ گئی؟ اچھا انسان وہ ہے جو اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ اچھا سمجھے کیونکہ یہ ہماری زندگی آپ کی زندگی ہے۔ تو اچھا انسان کہتا ہے کہ امیری میں ہم اچھے ہیں کیونکہ یہ ہماری امیری ہے اور غریبی میں ہم اچھے ہیں کیونکہ یہ ہماری غریبی ہے۔ تو اچھے آدمی کا ہر دور اچھا ہوتا ہے۔ آپ نے تاریخ پڑھی ہے اور دنیا میں دیکھ بھی لیا ہے کہ پیغمبرؑ پر کوئی دور آئے تو پیغمبرؑ پھر بھی پیغمبرؑ ہے۔

پیغمبرؐ پر غریبی کا دور آجائے پھر بھی پیغمبرؐ ہے' ولی پر بیماری کا دور آ جائے' غریبی کا دور آ جائے تو پھر بھی ولی ہے۔ تو خوش انسان پر کوئی دور آ جائے وہ خوش ہی رہے گا اور جو غمگین آدمی ہے اس پر کوئی دور آ جائے وہ غمگین ہی رہے گا اور اسے اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ انعام ملا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس کو لانے میں تو بڑی دِقت ہوئی ہے۔ تو غمگین شخص کو کوئی نہ کوئی مصیبت رہے گی۔ یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ پریشانیوں کی تلاش میں رہو گے تو پریشانی ہی ملے گی۔ اور اگر جو کچھ آپ کے پاس ہے آپ اسی پر راضی ہو جاؤ گے تو یہ دنیا تمہیں راضی کر دے گی۔ تو جہاں جو کچھ ہے ٹھیک ہے۔ بیٹا ہے تو بیٹا پیدا ہو گا' ایک بیٹا پیدا ہوا' خوش ہو جاؤ' ایسے بھی لوگ ہیں جن کے ہاں ایک بھی بیٹا پیدا نہیں ہوا' چار بیٹیاں ہو گئی ہیں پھر بھی مبارک ہو' ایسے بھی لوگ ہیں جن کی سات بیٹیاں ہیں۔ بیٹی بھی اچھی ہے اور بیٹا بھی اچھا ہے بس نصیب اچھا ہونا چاہیے۔ تو آپ اپنے آپ کا ہر دور خوش قسمت سمجھو تو پریشانی کا حل مل گیا۔ پریشانی اس زمانے کو کہتے ہیں جب تمہیں اپنی زندگی ناپسند ہونا شروع ہو جائے۔ جب آپ کو آپ کی زندگی ناپسند ہے تو اور کسے پسند ہو گی' یہ آج کے انسان کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو حالات کی کمی و بیشی سے ناپسند کر رہا ہے۔ اس لیے اسے نصیحت یہ ہے کہ اپنی زندگی کو پسند کرے۔ اور جب تکلیف کی شدت آئے تو اس کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی کبھی آپ ایسی نصیحتوں اور محفلوں میں جاؤ کہ جہاں آپ محویت حاصل کر سکو۔ محویت خیال کا وہ مقام ہے جہاں غم اور خوشی دونوں ہی بے معنی ہو جاتے ہیں اور انسان کہتا ہے کہ پتہ نہیں اس وقت

ہم کہاں تھے؟ پتہ نہیں کیا خیال تھا؟ کہتا ہے پتہ نہیں کچھ سود تھا کہ زیاں تھا' نہ نفع تھا نہ نقصان تھا' نہ کوئی دن تھا نہ کوئی رات تھی' ہمارے ساتھ ایسا ہو گیا کہ خدا جانے میں کہاں سے کہاں چلا گیا..... تو خیال میں ایسے گم ہو جاؤ کہ حالات کی اضافی تکلیف اور خارجی تکلیف بند ہو جائے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں گم ہو جاؤ۔ اللہ' اللہ کرتے رہو۔ پھر یہ حالت ہو گی کہ ؎

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

انسان اللہ کے خیال میں' اللہ کی یاد میں اتنا گم ہو جائے کہ اللہ کی زمین پر' اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں جا رہا ہے اور اسے پتہ ہی نہیں کہ کہاں جا رہا ہے اور اسے کیا تکلیف ہے۔ ایسے درویش سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کھانا کھاتے ہیں؟ انہوں نے کہا آپ قسم لے لو ہم نے کبھی بھی کھانا نہیں کھایا' حالانکہ اس وقت کھا کر آیا تھا' دوسرا شخص کہتا ہے کہ ابھی ہمارے ساتھ کھایا ہے مگر درویش کہتا ہے کہ قسم لے لو کبھی نہیں کھایا کیونکہ میں نے کبھی کھایا نہیں جب تک وہ نہ کھلائے' وہ کھلاتا ہے تو ہم کھاتے ہیں' نہیں کھلاتا تو کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور ہم نہیں کھاتے۔ یا تو پھر آپ اس کے مہمان ہو جاؤ اور پھر کبھی گلہ نہ کرنا' اب یہ بڑی ضروری بات کر رہا ہوں کہ جب آپ کسی چیز' کسی خیال' کسی دور' کسی واقعہ کسی مرتبہ پر قبضہ جما کر بیٹھ جاؤ جس طرح بعض دفعہ بلی کبوتر کو اپنے پنجے میں جب دبوچ لیتی ہے تو آپ یہ سمجھو کہ تکلیف کا آغاز ہونے لگا ہے' اور جب آپ اپنے پاس ایسی چیز رکھو کہ اگر بلی کا بچہ بھی کبوتر لے جائے تو لے جائے' کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ قبضے کی

خواہش چھوڑ دو اور اگر آپ قبضے کی خواہش چھوڑ دو گے تو پھر آپ کو ہر چیز ذکر الٰہی میں مشغول نظر آئے گی۔ تو قبضے کی خواہش کیا ہے؟ جو یہ دیوار ہے یہ بھی ذکر کرتی ہے اور جو بھی آسمان اور زمین میں اشیاء ہیں وہ اللہ کا ذکر کرتی ہے۔ یسبح للّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض تسبیح بیان کرتے ہیں اللہ کی' جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور یہ سب آپ کے علم سے باہر ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ اگر ان چیزوں کا نام ہی لکھواؤں تو پھر بھی آپ کے پاس ان چیزوں کے نام لکھنے کا وقت نہیں ہے اور آپ کے پاس آسمان کو غور سے دیکھنے کا بھی وقت نہیں ہے کیونکہ آپ کی زندگی عارضی ہے اور کام بہت وسیع ہیں۔ آپ یہ بات جان لیں کہ یہ باتیں وہ اللہ بیان کر رہا ہے جس کی تسبیح ہو رہی ہے۔ آپ صرف اتنا کام کریں کہ اگر اس زندگی میں ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے تو آپ کم از کم اس تسبیح کو سن کر جائیں' یہ ایک ہی کام ہے۔ پہلا کام یہ ہے کہ آپ یہ یقین کر کے جائیں کہ ہر شے تسبیح بیان کر رہی ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ آپ بھی تسبیح بیان کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے' پھر ہر شے کی تسبیح سن کر جاؤ اور دیکھ کر جاؤ کہ کائنات کی ہر شے کیسے تسبیح بیان کر رہی ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کر رہی تھی' دیواریں ذکر کر رہی تھیں' دروازے ذکر کر رہے تھے' یہ کل رات کا ذکر ہے کہ تسبیحِ کائنات ہو رہی تھی اور کیا بات ہو رہی تھی' ہم نے گواہی دی اور ہم اللہ کے روبرو ہو گئے بلکہ سرخرو ہو گئے۔ تو گویا کہ حالاتِ زمانہ کی پریشانی سے بچنا چاہیے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اگر آپ کے حالات نہیں بڑھتے یعنی اگر

آپ کا حاصل نہیں بڑھتا تو چلو آرزو ہی کم کر دو' یہ تو چھوٹا سا نسخہ ہے۔ یعنی اگر آرزو پوری نہیں ہو رہی ہے تو وجہ یہ ہو گی کہ آپ کے پاس وسائل کم ہیں' تو آپ اپنی آرزو کم کر کے دیکھ لیں۔ امیر وہ آدمی ہے جس کا حاصل اس کی آزرو سے زیادہ ہو' اور اگر حاصل آرزو سے کم رہ گیا تو پھر یہ غریب ہو گیا۔ ایک انسان کہتا ہے کہ مجھے کل چار کروڑ روپیہ ملا ہے اور مجھے پانچ کروڑ چاہیے تھا' مجھے یہاں سے پریشانی ہو رہی ہے کہ کیسے ایک کروڑ کا گیپ میں کیسے پورا کروں گا۔ دوسرا کہتا ہے کہ دو روٹی کی طلب تھی اور تین روٹیاں مل گئیں ہم نے تینوں اللہ کی راہ مین دے دیں کہ اللہ اور بھی دے سکتا ہے اور جب چاہے دے سکتا ہے۔ بس اس کا ایمان جو ہے وہ افروز ہو گیا' زیادہ ہو گیا۔ اور کس کا ایمان جو ہے وہ بے ایمان ہو گیا؟ جس کو چار کروڑ روپے ملے ہیں مگر وہ پانچ کروڑ چاہتا تھا۔ تو یہ بات آپ کے حالات کے مطابق ہے۔ کسی کو ایمان کے راستوں میں بے دینی ہو جاتی ہے اور کسی کو لادین راستوں میں ایمان مل جاتا ہے۔ ایمان کے راستے میں بے دینی کیسے ہو جاتی ہے؟ ایمان کی راہ میں' مسلمانوں کے گھر میں رہنے والا آدمی گلہ شروع کر دیتا ہے' کہتا ہے کہ دیکھو! یہ تو کوئی زندگی نہیں ہے' آپ دیکھو اسلام نے ہمیں دیا ہی کیا ہے؟ یہ کہنے والا مسلمان یعنی خود مسلمان ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اسلام کا یہ واقعہ کیا ہے' کہ یہاں کچھ مسلمانوں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ تو یہ کیسے مسلمان ہیں اور یہ خود بھی مسلمان بندہ ہے اور اس طرح یہ گلہ کرتے کرتے منافقت کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ ایسے آدمی کو منافق کہتے ہیں اور میں آپ کو بتا دوں کہ منافق کی بخشش کا موقعہ کم ہی ہے

اگرچہ کافر کی بخشش ہو سکتی ہے مگر وہ آدمی جو اسلام کو چھوڑتا بھی نہیں ہے اور اسلام کے خلاف بھی باتیں کرتا ہے اس کے لیے برا حشر ہو گا۔ ایک وہ آدمی جو اپنے آپ کی پوجا بھی کرتا ہے اور اپنے آپ سے نفرت بھی کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کا منافق ہوتا ہے۔ آپ اس پر ذرا غور کریں یعنی کہ اپنا مومن اور اپنا کافر کون ہے؟ اللہ کا مومن یہ ہے کہ وہ کہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو یہ پڑھنے والے' اللہ کے مومن ہو گئے۔ دوسرے اللہ کے کافر ہیں اور وہ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو مانتے ہی نہیں ہیں۔ اپنا کافر بندہ خود آپ ہی ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں آپ ہی آپ ہوں چاہے وہ برا ہے۔ اپنے آپ کا مومن وہ ہے جو اپنے آپ کو مانتا ہے کہ میں ہی سب کچھ ہوں کہ I am every thing. اور یہ اپنے آپ کا منافق کیا ہے؟ کہ کبھی اپنے آپ کی پوجا کرتا ہے اور کبھی اپنے آپ سے نفرت کرتا ہے۔ نفرت اور پوجا کے درمیان میں رہنے والا جو ہے وہ اپنے آپ کا منافق ہو جاتا ہے اور اپنی ذات کی منافقت میں انسان بڑا پریشان رہتا ہے۔ تو ایسا آدمی اپنے آپ کو پسند بھی کرے گا اور اپنے آپ کو ناپسند بھی کرے گا۔ آپ لوگوں کو مشورہ یہ ہے کہ اللہ وہ وقت نہ لائے کہ جب آپ اپنے آپ کو ناپسند کرو' پسند کرتا ہے تو پھر پسند کرتے جاؤ' ناپسند کرتا ہے تو پھر عاجزی اختیار کرو اور اپنے آپ کو پسند کرتے ہو تو پھر Humanity کو' انسانیت کو بھی اختیار کرو' اللہ کے قریب رہو' اور اس کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہتر بنایا اور پھر کبھی اپنے آپ سے جھگڑا نہ کرو' خدا سے جھگڑا تو دور کی بات ہے' آپ اپنے آپ سے بھی جھگڑا نہ کرو۔ آپ ذہن سے

یہ سمجھتے ہو کہ رزق اللہ سے نہیں ملتا مگر یہ اللہ سے ملتا ہے' اچھا رزق اللہ سے ملتا ہے۔ اگر آپ کا رزق کسی صاحب نے روک لیا ہے اور اگر رزق اللہ سے ملتا ہے تو پھر گلہ میرے ساتھ کیوں کرتے ہو؟ اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ بیماری سے شفاء نہیں دے سکتا تو آپ مجھے کیوں بتاتے ہو کہ شفاء نہیں ہوئی۔ نہیں ہوئی تو نہ ہو۔ جب آپ کو یقین ہے کہ اللہ نے کام کرنا ہے تو بندے سے کیا کہنا ہے۔ تو آپ اگر اللہ کا گلہ بندے سے نہ کرو' تو یہ عافیت کی بات ہے۔ اور اگر تو آپ بندے کا گلہ اللہ سے نہیں کریں گے تو اس طرح آپ خود عافیت میں آ جائیں گے۔ اگو آپ کو یہ پتہ ہے کہ آپ کے دماغ نے رزق کمانا ہے اور پھر آپ کو یہ بھی پتہ ہے کہ آپ کا رزق آپ کے پاس نہیں ہے تو پھر آپ یہ تو مانیں کہ آپ کا دماغ کمزور ہے۔ ادھر آپ اپنے دماغ کو بھی بہتر کہتے ہو اور پھر رزق کما بھی نہیں سکتے ہو' اپنی زندگی کی اصلاح بھی نہیں کر سکتے ہو اور اپنے دماغ کو نالائق بھی نہیں کہتے ہو' تو پھر آپ خود ہی بتاؤ کہ آپ کا کیا علاج ہو گا۔ جو شخص اپنے آپ کو نالائق بھی نہیں کہتا اور پھر اپنا علاج بھی نہیں کر سکتا تو پھر ایسا آدمی جو ہے وہ کسی طرح بھی راضی نہیں ہو گا۔ تو جو آدمی ڈاکٹر صاحب کے پاس نسخہ پوچھنے کے لیے آئے اور ڈاکٹر نسخہ بتائے اور وہ استعمال نہ کرے تو پھر آپ ہی بتاؤ کہ بیماری کیسے دور ہو گی۔ اور اگر آپ جانتے ہو کہ بیماری نہیں ہے تو پھر علاج کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو آپ جانو اور آپ کی بیماری جانے۔ آپ کو میری یہ بات سمجھ آئی! کہتا ہے کہ دنیا کی محبت میرے سر میں درد پیدا کر رہی ہے اور جب اس کو نسخہ بتاتے ہیں کہ ایسا کر' تو پھر یہ نسخہ استعمال نہیں

کرتا' سر کا درد کس طرح جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس چیز کی وجہ دریافت کرو' جو چیز آپ کو تنگ کر رہی ہے اس کی وجہ دریافت کرو کہ اصل وجہ کیا ہے؟ مسئلہ یہ ہے کہ آپ اپنی مرضی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور جو مرضی قبول کرنے کا نتیجہ ہے اسے بھی قبول نہیں کرنا چاہتے' یا تو آپ یہ کہو کہ میں جانوں اور میرے اعمال کا نتیجہ جانے' تو پھر آپ اپنا کام کرتے جاؤ' پھر جو بھی اس کا نتیجہ ہو گا آپ اس کے ذمہ دار ہوں گے۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ مسلمان ہو کر نتیجہ اچھا نہیں ہو گا تو پھر آپ اپنے عمل سے ذرا گریز کر جائیں اور اگر آپ عمل نہیں چھوڑتے تو پھر آپ نتیجے کو قبول کریں اور اگر نتیجہ قبول نہیں کرنا تو پھر آپ عمل سے گریز کریں۔ تو اس وقت مسلمانوں کو عام طور پر یہ پرابلم ہے' جو بالعموم پایا جاتا ہے کہ یہ اسلام کو بھی چھوڑتے نہیں ہیں اور نتیجہ بھی قبول نہیں کرتے۔ جب بندہ اسلام میں داخل ہو گیا تو سمجھ لو کہ وہ مصیبت میں پھنس گیا۔ تو اب آپ اسلام کو قبول کرو کیونکہ اسلام میں آدھا آدمی داخل نہیں ہو سکتا اور یہ پکی بات ہے۔ یہ ایسا دین ہے کہ جب تک آپ اس میں مکمل داخل نہیں ہوں گے آپ کو عافیت نہیں ملے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ اپنے آپ کو آدھا قابو کر لیں' کچھ عمل کر لیں اور سوچیں کہ اسلام میں قبول ہو گئے تو ٹھیک' ورنہ واپس تو آ جائیں گے کیونکہ یہ یاد رکھنا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام پھر آپ کو واپس نہیں جانے دے گا۔ اسلام یہ ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کو All providing اللہ مانو یعنی کہ ہر طرف اللہ ہے' ظاہر اللہ ہے' باطن اللہ ہے' اِدھر اللہ ہے' اُدھر اللہ ہے اور ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے اور جو

کرتا ہے سو اللہ کرتا ہے۔ تو جب تک آپ مکمل طور پر اللہ کو نہ مانیں آپ کو عافیت نہیں ملے گی۔ اور میرا خیال ہے کہ سب سے اچھا مشورہ یہی ہے کہ مان لیں کیونکہ اگر اللہ خالی محبت کا نام ہوتا جیسے اور لوگ بتاتے ہیں تو پھر بھی گزارہ ہو جاتا مگر یہ تو بولنے والا اور حکم دینے والا اللہ ہے اور اللہ کہتا ہے کہ یہ کام کرو' مثلاً" اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اڑھائی فی صد مجھے دے دو' اب اللہ کو زکوٰۃ کی کیا ضرورت ہے؟ اعتراض کرنے والا کہے گا کہ اس کو اس کی کیا ضرورت ہے' کیا اللہ نے کھانا کھانا ہے' کیا یہ سکہ اللہ کے ہاں چلتا ہے اور پھر سو روپے کے اڑھائی روپے' اللہ یہ کیسی بات کرتا ہے؟ یہ اس کا آرڈر ہے اور یہ پیسے اٹھا کر اللہ تعالیٰ آپ کے قریب کے غریب ہی کو دے دے گا۔ امیر سے اللہ نے پیسے لے لیے اور اس غریب کو دلا دیے۔ اس سے اللہ کو کیا ملا؟ اسلام میں یہ بات سمجھنے سے پہلے ایک بار مرنا پڑے گا' پھر یہ بھی سمجھ آئے گی کہ اللہ نے یہ بات کیوں کی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سمجھنے کے لیے جب تک آپ زندگی میں مرو گے نہیں' آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایسا کیوں کہا تھا؟ وہ باری تعالیٰ کائنات کا مالک ہے' پھر بھی اسے کوئی نہیں مانتا۔ اللہ خالق ہے پھر بھی مخلوق نہیں مانتی' للہ خزائن السمٰوٰت والارض اللہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک ہے اور پھر بھی اس کے پاس پیسہ نہیں ہے' غریب کی مدد کے لیے چندہ چاہیے۔ تو خزانے اس کے' زمین اس کی' آسمان اس کا' وہ اگر صرف سورج کو لے کر چلا جائے تو سب کو سمجھ آ جائے۔ پھر بھی مطلب ہے کہ لوگ نہیں مانتے' تو یہ بات کیا ہے؟ پہلے ہی دن اس باری تعالیٰ کا حکم شیطان نے نہ مانا اور پھر

بھی اللہ کا حکم چلتا ہے۔ اللہ کو سمجھنے کے لیے بڑی ہمت چاہیے' اور وہ ہمت کیا ہے؟ قبول کر لینا' کہ آپ اسے قبول کر لو۔ آپ اگر آج یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ اللہ کے روبرو یہ کہتے ہیں کہ آج کے بعد زندگی کے ہونے والے واقعات کو اور اللہ کے ہر فیصلے کو دل سے قبول کریں گے اور آپ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے دیانت داری سے کوشش کریں گے تو پھر جو نتیجہ نصیب ہو گا وہ آپ قبول کریں۔ آپ ایک بات کو یاد رکھیں کہ کبھی کسی شے کو خود سے چمٹا کے نہ رکھنا' اگر وہ پیسے لے جاتا ہے تو لے جانے دو یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ جھوٹا نہ ہونا' کہ دنیا کی چیز سے محبت اس طور پر نہ کرنا کہ کہیں اللہ کو ناراض کر بیٹھو۔ نہ ماں کے ساتھ' نہ اولاد کے ساتھ اور نہ اولاد کی ماں کے ساتھ ایسی محبت کر بیٹھنا کہ آپ کو اللہ کی راہ سے غافل ہونا پڑ جائے۔ تو یہ بڑے احتیاط کی بات ہے۔ جب امیر ہو جاؤ تو مغرور نہ ہونا اور اگر غریب ہو جاؤ تو مایوس نہ ہونا۔ میں چھوٹے چھوٹے راستے آپ کو بتا رہا ہوں کہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے راستے کیا ہیں؟ پھر اس کے بعد آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔ اگر آپ کے پاس جوانی ہے تو اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے کی نگاہ سے دیکھو اور اگر بڑھاپے میں داخل ہو رہے ہو تو آج آپ خود کو اپنی جوانی کی نگاہ سے دیکھو کہ آپ نے کس طرح کا بڑھاپا سوچا تھا' تو کیا یہ بڑھاپا ویسے ہی آیا کہ کوئی کمی آگئی۔ جانے کا وقت سوچو کہ اب آپ اپنے ماں باپ کے پاس جا رہے ہو' اپنے بزرگوں کے پاس جا رہے ہو اور اپنے پیغمبروں کے پاس جا رہے ہو تو کیا وہاں جا کر شرمندگی تو نہیں ہو گی؟ یہ کہ آپ اپنے اللہ کے پاس جا رہے ہو تو کیا وہاں جا کر ندامت تو نہیں

ہوگی؟ اگر ندامت کا اندیشہ ہے تو پھر آپ توبہ کا سفر اختیار کرو اور اللہ کے روبرو ہو جاؤ اور سرخرو ہو جاؤ۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔ اس دنیا میں رہنے کے انداز کا نام دین ہے' جب آدمی اللہ پر راضی ہو گیا تو متوکل کہلایا اور اگر راضی نہ ہوا تو پھر پریشان تو ہو گا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اس لیے آپ اس بات پر غور کریں کہ کون لوگ ہیں جو پریشان ہیں؟ ایسے لوگ جن کی خواہشات زیادہ ہیں۔ اگر آپ خواہش چھوڑ دو' جیسے کہ دریا میں تختہ جا رہا ہے تو اس کو جانے دو' کنارے نہ لگے تو مان لو' دوسرے کنارے چلا جائے گا تو بھی مان لو کیونکہ لہریں جانیں اور وہ تختہ جانے' ڈبو دے یا اسے وہ پار کر دے' یہ اس کی مرضی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کشتی کو پار کرے یا ڈبو دے' یہ اس کی مرضی ہے' آپ اپنی زندگی کی کشتی کو اللہ کے حوالے کر دو۔ یہ اس کا کام ہے کہ کیسے چلاتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو اپنے دماغ کے حوالے نہ ہونے دینا' اس سے شر پیدا ہو جائے گا' نفس پیدا ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو توکل کے حوالے رکھنا' اپنے آپ کو سکون کے حوالے رکھنا' اپنی زندگی پر خود بھی راضی رہنا' اپنے آپ کو برا نہ سمجھنا' اپنے آپ کو غریب نہ سمجھنا' بے بس نہ سمجھنا' بے کس نہ سمجھنا اور مغلوب الحال نہ سمجھنا' اپنے آپ کو اللہ کا نیک بندہ سمجھنا' اچھا بندہ سمجھنا' پہلے آپ اپنی عزت آپ کرو۔ دو چیزیں آپ یاد رکھیں یعنی اس باری تعالیٰ کی بندگی اور اپنا احترام کرنا ہے۔ آپ اس بات کو غور سے سن لو۔ اللہ تعالیٰ کے آگے مکمل Surrender کرو' مکمل تسلیم کرو' اپنا احترام کرو اور خواہش سے اجتناب کرو اور خواہش سے گریز کرو۔ خواہش کا معنی دنیا کی والہانہ خواہش۔

محبت کا استعمال وہاں کرو جہاں اللہ کی راہ ہو' اگر نہ ہو تو پھر اس میں وقت پیدا ہو جائے گی۔ بالعموم اللہ کی راہ آپ کو بتاتا ہوں کہ مجاز کی محبت میں اللہ کی راہ اس وقت آتی ہے جب یہ آنا" فانا" ذہن میں تبدیلی کر دے۔ ورنہ مجاز' مجاز ہی ہے۔ تو دنیا کی محبت جو ہے یہ یہیں تک رہتی ہے' یا یہ وجود تک رہتی ہے' وجود سے نکل کر یہ روح کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جاتی ہے۔ اور ایسی محبت ہونے کے بعد انسان کے لیے دنیا کا راستہ ترک ہو جاتا ہے۔ سیڑھی کا تعلق چھت پر چڑھنے تک ہی ہے' اسی طرح دنیا میں مجاز سے حقیقت کا سفر ہے۔ یہ صرف سیڑھی کا کام ہوتا ہے کہ چھت پر چڑھنے کے کام آئے' چھت پر چڑھنے کے بعد جو شخص سیڑھی ساتھ لے کر جاتا ہے وہ پھر دقت میں پڑا رہتا ہے' اس لیے آپ یہ غور سے دیکھیں کہ دنیا کی محبت میں آخرت کی محبت کہاں کہاں پر ہے' اگر آخرت کی راہ ترک کر کے آپ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تو پھر آپ کو پریشانی ہو گی۔ اپنی محبت کو چیک کرو کہ آپ کی محبت آخرت کو جا رہی ہے کہ نہیں جا رہی ہے۔

سوال :۔

مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اپنی ذات سے محبت اور پوجا سے کیا مقصد ہے؟

جواب :۔

ایک آدمی جو غرور سے بولتا ہے' فخر سے کرتا ہے' افتخار سے بولتا ہے اور دنیا کے سامنے مال کا بولتا ہے بلکہ مالداریت کا بولتا ہے اور گھر جا کر غریبی کا رونا روتا ہے تو ایسا آدمی منافق ہوتا ہے۔ جب ایسا آدمی اکیلا

ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور جب اس کا بھائی اس کے پاس آتا ہے تو پھر یہ اکڑ اکڑ کر اس کو کارنامے پیش کرتا ہے' کہتا ہے کہ اپنے پاس مال کی کوئی کمی نہیں ہے اور اپنا بڑا حساب کتاب ہے۔ پھر اپنے بھائی سے کہتا ہے کہ آپ کو دقت اس لیے ہے کہ آپ نے میرا کہنا نہیں مانا' اس لیے تو آپ یہیں پڑے ہوئے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے مال کا اظہار کرتا ہے اور اپنی بڑی بڑی طاقتوں کا اظہار کرتا ہے اور جب تنہائی نصیب ہوتی ہے تو روتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ کوئی مال نہیں ہے' یا اللہ ایسا ہو کہ کہیں سے دولت آ جائے کیونکہ ہم کمزور ہیں۔ تو وہ آدمی جو ہے وہ اندر کا جھوٹا ہوتا ہے۔ جس کے ظاہر اور باطن میں تضاد آگیا وہ آدمی منافق ہوتا ہے۔ وہ مصلوں پر بیٹھ کر امام مسجد بن گیا لیکن اس کا باطن جو ہے وہ روشن نہیں ہے بلکہ اس کا اندر جھوٹا ہے۔ تو یہ یہاں پر چور ہو گیا' لوگوں میں تلقین واعظ شروع کر دی کہ صاحبان' مہربان' دیکھتے جاؤ اور بدل جاؤ اور ایسا کرتے کرتے اگر وہی وقت اپنے آپ پر آگیا تو کہتا ہے معاف کرنا' مجھے بہت ضروری کام ہے۔

تو وہ جو تلقین کر رہا تھا اس کے اندر سے دعویٰ باہر چلا گیا۔

رخصت کے وقت صبر کی تلقین کر گیا
ایمان ہی میرا مجھے بے دین کر گیا

وہ جس پر بھروسہ تھا اور وہ کہتا تھا کہ ہم اگر چاہیں تو کیا ہو نہیں سکتا لیکن اب کہتا ہے کہ مصیبت یہ ہے کہ ہم تو بہت کمزور آدمی ہیں۔ یہاں کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا کہ جو یہ اعلان اپنی زبان سے کر دے کہ میں غریب ہوں اور کوئی ایسا بھی نہیں ملے گا جو تنہائی میں اپنے آپ کو غریب نہ

سمجھتا ہو۔ یہ اس دور کی منافقت ہے' گھیراؤ ہے اور جلاؤ ہے' ہر چہرے کے اوپر ایک اور چہرہ ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو امیر سمجھتا نہیں اور امیر بیان کرتا ہے' وہ جھوٹا ہے۔ اگر آپ کے بچوں کے رشتے کے لئے کچھ لوگ آ جائیں تو اس وقت تو آپ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو غریب ہیں اور عام طور پر اپنے آپ کو بیان کرتے ہو کہ اللہ کا فضل ہے' ایک مکان اِدھر ہے' چار مکان اُدھر ہیں' حالاتِ زمانہ ساز گار ہیں۔ ایسے ہے کہ نہیں ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ غریب ہیں تو غریب بتاؤ' امیر ہو تو امیر بتاؤ اور وہی سمجھو۔ تو آپ جو ہو' وہی بولو۔ اگر آپ کے بولنے اور ہونے میں فرق ہے تو سکون نہیں ملے گا۔ تو آپ کے حالات کا جو جائزہ آپ کا باطن لے رہا ہے وہی جائزہ آپ کا باطن بیان کرے' آپ کی زبان آپ کے دل کی رفیق ہو' جو دل میں محسوس ہو رہا ہے وہی زبان پر آئے اور اگر زبان جو ہے وہ کوئی بات روک کر بیان کر رہی ہے یعنی اصل اور ہے' اور بیان اور ہے' تو آپ اپنے منافق ہو۔ یعنی آپ اپنی ذات کے منافق ہو اور آپ نے اپنی ذات کے اندر دو عملی شروع کر دی ہے اور آپ کی ذات Divide ہو گئی ہے' پرزے پرزے ہو گئی ہے۔ ایسا شخص پہلے کہتا ہے کہ پیر صاحب سے ملنے جا رہے ہیں' پھر کہتا ہے چلو ایک وی سی آر ہی لے لیں۔ تو آپ گئے تھے پیر صاحب سے ملنے کے لئے اور راستے سے کچھ اور اٹھا کر لے آئے۔ تو ایسا شخص جو ہے یہ اپنی ذات کے ساتھ منافق ہے' وہ حج کرنے گیا اور دھندہ' بیوپار کر کے آ گیا' کہتا ہے کہ وہاں سے مجھے کچھ ملا ہی نہیں بس صرف ایک گھڑی ساتھ ہی پڑی تھی' میں نے چپکے سے اٹھا لی

کہ اللہ کے گھر سے ملی ہے اور اللہ کے گھر کا مال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو چوری ہے۔ یہ حج کرنے گیا تھا لیکن اللہ کے گھر سے چوری کر کے آگیا ہے تو یہ منافقت ہے۔ مسجد میں جا کر کم از کم چوری نہ کرو' علم کی چوری بھی نہ کرو اور دوسروں کے مال کی بھی چوری نہ کرو۔ کچھ لوگ آپ کو ایسے ملیں گے جو دھڑا دھڑ نماز پڑھ رہے ہوں گے' ان میں کوئی اپنے ابا سے ڈر کر اور کوئی اپنے بیٹوں سے ڈر کر' اور کچھ احترام میں نماز پڑھ رہے ہوں گے اور کچھ پریذیڈنٹ صاحب سے ڈرتے ہوئے نماز پڑھ رہے ہوں گے۔ پریذیڈنٹ صاحب بے چارے کو مرتبہ Defend کرنا ہوتا ہے' مرتبہ بچانا ہوتا ہے وہ اگر نماز نہ پڑھے تو پھر ماتحت عملہ بھی نماز نہیں پڑھتا۔ ہم نے دیکھا ہے ایک اچھے ہاؤس میں' چاہے وہ گورنمنٹ ہاؤس ہی ہو' پریذیڈنٹ صاحب تشریف نہیں لائے لیکن اذان ہو چکی ہے مولوی صاحب سے عرض کیا کہ آپ جماعت کرائیں تو وہ آگے سے فرماتے ہیں کہ صاحب یہاں آکر نماز پڑھیں گے تو میں پھر کیسے نماز پڑھا دوں' میں تو ملازم آدمی ہوں۔ تو آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ پھر آپ کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ خدا گورنمنٹ ہاؤس سے باہر ہے۔

اگر کوئی چھوٹا موٹا بندہ رہ جائے تو مولوی صاحب نماز "پار" کر دیتے ہیں اور اگر کوئی بڑا بندہ رہ جائے تو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ آپ جلدی تشریف لائیں کیونکہ نماز میں دیر ہو رہی ہے لیکن آئندہ وقت پر آیئے گا' اب میں صرف پانچ منٹ اور انتظار کرتا ہوں۔ میرا بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ فرق ہے کہ مولوی صاحب دو قسم کی ڈیلنگ کرتا ہے۔

بس آپ لوگ ڈیلنگ کرنی چھوڑ دو اور آپ اپنے ظاہر اور باطن کا فرق نکال دو۔ اور جس نے ظاہر اور باطن کا فرق مٹا دیا' وہ سیدھے راستے پر چل پڑا' اور وہی راستہ سکون کا ہے۔ تو آپ Say Poor when you are poor. یعنی اگر غریب ہو تو غریب ظاہر کرو۔ تو کتنے لوگ ہیں جو غریب ہوں اور ہاتھ کھڑا کرنے پر تیار ہو جائیں! ہم تو کہتے ہیں کہ ہم غریب ہیں لیکن پاکستان میں ایسی بات کہنا ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ لوگ شیخ چلی بننا چھوڑ دیں' ڈھینگیں مارنا چھوڑ دیں اور خاموش ہو جائیں' اللہ جانتا ہے' جو کچھ اس نے آپ کو بنایا نہیں' وہ آپ بیان کر رہے ہیں اور جو اس نے نہیں بیان کیا وہ آپ بیان مت کریں۔ آپ کو اگر اچھا خواب نہیں آیا تو آپ اس کو مت بیان کریں' آپ تو اپنے پاس سے ہی خواب بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ خواب میں مجھے حضور پاکؐ کی زیارت ہوئی ہے اور مجھے یہ فرمایا ہے۔ یہ سن کر پبلک جو ہے وہ ساری کی ساری خاموش ہو جاتی ہے۔ اگر زیارت نہ ہوئی ہو تو خواب نہ بناؤ ایسا انسان جو ہے اس کو سکون نہیں ملے گا جو خود ہی سکون پرور خواب بنالے۔ آپ کو خواب نہیں آیا تو آپ مت بیان کریں۔ مال نہیں آیا تو آپ مت بیان کریں' غریبی ہے تو غریبی بیان کریں' کام نہیں ہو سکا تو بیان کریں' کچھ نہیں ہے تو بیان نہ کریں اور اگر کچھ ہے تو بیان کریں۔ مطلب یہ ہے کہ جتنا آپ کے پاس ہے اتنا آپ بیان کریں تو پھر آپ کی عافیت ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ ظاہر اور ہو اور باطن اور ہو۔ اس فرق کو ختم کرنے کی آپ کوشش کریں۔ دنیا میں ایسے ہوتا ہے اور بے شمار لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں کہ داڑھی بھی رکھی ہوتی ہے' نیکی

بھی کرتے ہیں' ماتھے پر نماز کے مصلے کا نشان بھی ہے اور ادھر رشوت بھی ہے۔ تو وہ جو اسلامی ظاہر داری ہے وہ ساری کی ساری اپنے ساتھ منافقت ہے اور اگر رشوت ہو اور عبادت ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دونوں میں فرق نہ ہو۔ ایک آدمی سے کہا گیا کہ آپ یہ کہہ دو کہ میں اللہ والا ہوں' اس نے جواب دیا کہ میرے پاس یہ روحانی شعبہ نہیں ہے اور میں اسے بیان نہیں کرتا اور میں یہ کیسے کہہ دوں کہ میں درویش ہوں اور فقیر ہوں بلکہ میں نہیں ہوں۔ تو یہاں پر تو جھوٹ نہ بولو' آپ کم از کم اس بات پر تو احتیاط کرو کہ جو آپ نہیں ہو وہ آپ بیان نہ کرو۔ دو قسم کے جھوٹ ہوتے ہیں' سچ کو چھپانا اور اپنے پاس سے Forgery کرنا' دھوکہ دینا۔ تو ایک ہے Simulation اور دوسری ہے Dissimulation' تو Dissimulation کا معنی کیا ہوا؟ جھوٹ موٹ بیان کرنا' مثلاً" یہ کہنا کہ میں نے یہاں سے زمین جو بیچی ہے وہاں سے بھی بیچ دی ہے' تین جگہ اور زمین خرید لی ہے اور آج کل بہت کاروبار ہے۔ تو اس نے بات بڑھا کر بیان کی ہے کہ حالات اب ایسے ہیں' یعنی کہ وہ کچھ چھپا گیا' وہ چھپانے میں جھوٹ بولتا ہے' بولنے میں جھوٹ بولتا ہے یا بیان میں جھوٹ بولتا ہے۔ تو اگر نقلی بیان دے جاتا ہے یا اصلی بات چھپا جاتا ہے تو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہیں۔ آپ لوگ یہ کام نہ کریں۔ انسان بننے کے لیے یہ بہت ضروری ہے' درویش بننے کے لیے تو یہ بہت ہی ضروری ہے کہ حق کے علاوہ بیان نہ کرو اور حق کو چھپاؤ بھی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون کہ حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ' حق کو

چھپاؤ بھی نہیں اور تم یہ جانتے ہو۔

سوال :۔

حضورؒ ایک دفعہ آپ نے فرمایا تھا کہ اپنے ایمان کی رسید اللہ تعالیٰ سے نہ مانگا کرو جب کہ اللہ تو خود فیصلہ کر دیتا ہے کہ کون ایمان لایا اور کون نہیں لایا؟

جواب :۔

بات یہ ہے کہ آپ اللہ سے رسید یوں نہ مانگو' بس آپ چلتے چلو اس کی رسید یہ ہے کہ جس شخص کو ایمان کی دولت ملی اور وہ اس دولت کے ساتھ چلتا رہا تو یہ دولت Permanent ہو گی' دائم ہو گی اور اس میں قائم رہنا ہی اس کی رسید ہے اور جس شخص کا ایمان اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آتا' اس کو خود بخود دنیا کی کوئی خواہش اللہ سے الگ کر دیتی ہے اور اس راستے سے الگ کرنے والی خواہشات بہت ہوتی ہیں۔ ایک مثال سے آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ ہوا یوں کہ ایک آدمی کا اپنے شیخ کی محفل میں آنا جانا بند ہو گیا۔ شیخ نے دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کہ بھئی وہ کیوں نہیں آرہے ' ایک بندہ بھیجا اور اس سے پوچھا کہ آپ کیوں نہیں آرہے ہو اور آج کل کیا کرتے ہو؟ کہنے لگا کہ آپ کی مہربانی' آپ کی دعا اور آپ کی توجہ سے مجھے سب کچھ مل گیا' اب اللہ نے مجھے منظور فرمالیا ہے' جو خواہش ہوتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے' میرا وہاں آنا جانا شروع ہو گیا ہے' بہشت سے میرا تعارف ہو چکا ہے' آپ کی دعا سے یہ سب کچھ ہوا ہے کہ ایک بزرگ آتے ہیں اور مجھے لے جاتے ہیں' جنت کے باغ کی سیر کراتے ہیں اور یہ سب آپ کا فیض ہے' اس کی وجہ سے میں

محفل میں نہیں آ سکتا۔ شیخ نے کہا کہ اچھا تم بہت مصروف ہو گئے ہو لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ جب آج تم باغ کی سیر کرنے لگو تو یہ ضرور پڑھ لینا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اب وہ صاحب چلے گئے۔ اپنے وقت پر وہ بزرگ آئے اور ان کو لے گئے اور باغ کی سیر کرائی یعنی باغ بہشت کی سیر کرائی' وہاں اسے یاد آیا کہ پیر صاحب نے کہا تھا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا تھا' جب پڑھا تو دیکھا کہ وہ ایک کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑا ہوا ہے' برے حالات ہیں' پریشانی ہے اور گندگی کھا رہا ہے۔ پھر حاضر ہوا تو پیر صاحب نے اس کی تشریح بیان فرمائی کہ اگر اللہ کا فضل ہے تو وسیلۂ فضل قائم رہے گا اور اگر وسیلۂ فضل کٹ جائے تو یہ بات یاد رکھنا کہ یہ آزمائش ہے۔ تو میں آپ کو یہ نسخہ بتا رہا ہوں کہ اگر آپ اپنے پیر صاحب سے خدانخواستہ بڑے ہو گئے اور پیر صاحب کے پاس آنا جانا کم کر دیا ہے تو پھر آپ آزمائش میں آگئے' ورنہ کتنے ہی شیخ ایسے ہیں جن کے نام کتابوں میں نہیں آئے لیکن مریدوں کے نام کتابوں میں آ گئے ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ کا نام اتنا لیا گیا ہے اور کچھ لوگوں کو ان کے شیخ کے نام کا علم ہی نہیں ہے لیکن ان کا رابطہ اور ان کا وسیلہ پورا قائم رہا اور جب بھی کتاب کھولو گے ان کا واقعہ سب سے پہلے ہو گا۔ وسیلہ قائم رہا تو انعام موجود ہے اور اگر وسیلہ قائم نہ رہا تو وہ جو انعام کی شکل ہے وہ آزمائش ہے۔ آپ لوگ اس بات کا خیال رکھنا۔ اس بات کا ثبوت کیسے ملے گا کہ آپ کو دولت مل گئی' وسیلۂ ظفر موج سے آپ کو دولت مل گئی تو کیا یہ انعام ہے؟ اگر آپ کو Independent جہاز مل گیا' پیر صاحب نے کہا کہ اس ہوائی جہاز میں سفر کرنا چھوڑ دو اور آج

کے بعد جہاز پر سفر نہ کرو تو اگر آپ میں کہنا ماننے کی ہمت ہے تو یہ آپ پر انعام ہے اور اگر آپ میں کہنا ماننے کی ہمت نہیں ہے تو یہی آزمائش ہے جو آپ کے اور پیر صاحب کے درمیان کھڑی ہو گئی ہے۔ تو وہ شے انعام نہیں ہے جو تیرے اور تیرے گرو کے درمیان کھڑی ہو جائے اور آپ کے اور اللہ کے درمیان کھڑی ہو جائے۔ تو یہ آپ کے لیے دِقت ہے کہ یا اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ۔

اوروں کو ملیں حور و قصور
اور بے چارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور

تو یہ کیا ہے؟ مسلمانوں کے ساتھ یا باری تعالیٰ آپ نے یہ کیا ہے؟ تو یہ تو اللہ کے ساتھ دو بدو ہو گئے۔ تو یہ دِقّت والی بات ہے۔ آپ لوگ میری یہ بات یاد رکھنا کہ کوئی چیز اللہ کا فضل کب ہوتی ہے' وہ دولت' وہ حسن' وہ شہرت' وہ مرتبہ' وہ محبتیں اور وہ اولاد اللہ کا فضل ہوتا ہے جن کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو اور اگر اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے تو یہ آپ پر آزمائش ہے۔ اولاد اور مال آپ کے دشمن ہیں! کب؟ جب اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہ ہو۔ اولاد اور مال ہمارے لیے نعمت ہیں! نعمت کب ہیں؟ جب ان کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو' اور جب ان کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت نہ ہو تو یہ کڑی آزمائش ہیں۔ جب نعمتوں کو اللہ کی راہ میں چھوڑنے کی ہمت ہو تو وہ نعمتیں اللہ کی طرف سے انعام ہیں۔ انعام' منعم پر نثار ہو سکتا ہے۔ اگر انعام' منعم پر نثار نہ ہو اور منعم کی راہ میں کھڑا ہو جائے تو وہ انعام نہیں ہے بلکہ منعم کی راہ میں آزمائش ہے اور غیر منعم ہے۔ تو

یہ اس باری تعالیٰ کے غیر کا راستہ ہے۔ غیر کا راستہ کیا ہے؟ جو آپ کو اللہ کے راستے سے روکے۔ بس آپ لوگ اس بات کو سمجھ لو۔ آپ کی دنیا میں یعنی مسلمانوں میں یہی پریشانی ہے' اور کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ لوگ آج سے چالیس سال پہلے دیکھو' آپ کے باپ دادا کے پاس کھانے کے لیے چٹنی بھی نہیں تھی' یہ بات سارے ہی جانتے ہیں' ہم بھی جانتے ہیں اور آپ لوگ بھی جانتے ہیں۔ آپ لوگ وہاں کے رہنے والے تھے جہاں مکان نہیں ہوتا تھا۔ وہاں کے رہنے والے جب وہاں نہیں تھے اور یہاں کے رہنے والے جب یہاں نہیں تھے' اس کالج میں' جس میں آج آپ شور مچاتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں' اس میں صرف ایک مسلمان ہوتا تھا۔ پورے ہاؤس میں ایک آدمی' یہ بھی کوئی شمار والی بات ہے! لاہور میں تو بلڈنگیں بھی صرف مال روڈ پر تھیں' اور کتنی تھیں؟ سب واقعات ہی اور تھے۔ مال روڈ پر مسلمانوں کا کیا کام! آپ کو تو ہر شے بنی بنائی ملی ہے اور اب آپ اس کو اللہ کی راہ میں رکاوٹ بنا دیں تو یہ آزمائش ہے! اور اگر آپ اس نعمت کو اللہ کی راہ میں چھوڑتے ہیں تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ اللہ کی راہ کے مسافر ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ اللہ کے مسافر ہو یا اللہ کے Against مسافر ہو' اللہ کے مخالف ہو' اس طرح سب کے سفر کا تعین ہو رہا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک آواز میرے کان میں آتی ہے کہ تیرا میری طرف آنا قبول ہے' اگر اللہ اسے کہتا ہے کہ اب تو ادھر چلا جا تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جاتا' پھر اسے کہیں کہ اس طرف مڑ جاؤ تو وہ نہیں مڑتا۔ اللہ کہتا ہے کہ اب رمضان آگیا ہے' اب نہیں کھاتا تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لوگوں کی مزدوری کھانا بھی اس کی عادت ہوتی ہے۔ تو اللہ سے جو بحث کرے' جو اس کے آگے بات کرے' تو کیا وہ اس سے خوش ہو گا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں نعمت دی ہے اور اب تم سے اور چیز مانگتے ہیں کہ تو جان پیش کر تو کہتا ہے کہ میری جان تو آپ کے کام آرہی ہے کیونکہ میں نماز پڑھتا رہتا ہوں' تسبیح پڑھتا رہتا ہوں' جان کا آپ کیا کریں گے' باری تعالیٰ بس آپ تسبیح سنتے جائیں۔ اسی طرح ایک نعرہ لگانے والا یا علیؑ یا علیؑ کرتا جا رہا تھا اور اس سے کہا گیا کہ یا علیؑ نے دو چار بندے اللہ کی راہ میں مرنے کے لیے مانگ لیے ہیں' تو وہ کہتا ہے کہ ابھی آپ لوگ چلے جاؤ' میں پھر کبھی چلا جاؤں گے کیونکہ ابھی میں "یا علیؑ" ورد کرتا جا رہا ہوں۔ اگر آپ لوگ صرف ورد ہی کرنے والے ہیں' تو پھر آپ لوگ خود ہی خیال کریں۔ تو نعمت منعم کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیے۔ بس آپ اس کو سمجھ جائیں۔ اب اور سوال کریں .....

سوال :۔

سر! میرا سوال ابھی نامکمل ہے کہ کیا اللہ کی تصدیق نہیں کرنی چاہیے؟

جواب :۔

اللہ سے تصدیق کی بات اس طرح ہے کہ یہ تصدیق ہی ہے کہ وہ نعمت جاری رہے بلکہ ماسوائے عبادت سے جو بے نیاز کرے وہ بندگی' وہ سجود و قیام پیدا کرو۔ ماسوائے عبادت کا معنی یہ ہے کہ وہ شخص کہے کہ "میرا کام اتنا ہی تھا کہ عبادت کروں' اب عبادت کا انعام لینے کے لیے میں آیا ہی نہیں ہوں"۔ بس بات یہ ہے کہ آپ نے اللہ سے فضل مانگنا

نہیں بلکہ وہ دے تو یہ اس کی مرضی ہے' تو آپ نے اس سے طلب نہیں کرنا ہے کہ یا اللہ میں نے اتنے سارے روزے رکھے ہیں' یا اللہ ایک کار ہی تو مانگی ہے' وہ تو ہمیں دو۔ یہ تو معمولی سی باتیں ہیں کہ آپ کسی دوست کو گفٹ دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی کھڑے ہو جاتے ہیں کہ کیا خیال ہے کہ میں کیسی چیز آپ کے لیے لایا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ تو اسے واپس ہی لے جا۔ تو آپ گفٹ دے دیں اور پھر بھول جائیں۔ اور اگر کبھی وہ گفٹ دے تو یہ نہ کہنا کہ میں نے آپ کو سات سو روپے کا تحفہ دیا ہے اور آپ نے مجھے سات روپے کی چیز دی ہے' جا' اب تیری میری دوستی ٹوٹ گئی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محبت میں قیمتیں نہیں لگاتے۔ محبت خود Value رکھتی ہے کہ وہ محبت ہے! رسید لینے کا مطلب یہ ہے کہ رشوت کے پیسے سے بلڈنگ بنائی اور اس پر یہ لکھ دیا کہ ھٰذا من فضل ربی تو یہ رسید مل گئی کہ اللہ کا بڑا فضل ہو گیا ہے اور اللہ نے مہربانی کی ہے کہ مال ہی مال آنا شروع ہو گیا ہے۔ تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی مہربانی جو ہے وہ مال نہ رہنے دے۔ اللہ کے نیک بندے مال کے بغیر بھی رہے ہیں بلکہ اکثر اوقات وہ مال کے بغیر ہی رہے ہیں اور اللہ کی محبت کا معراج کربلاؤں میں ہوتا رہا ہے اور لوگ شہید ہوتے رہے ہیں' غریب رہے ہیں اور غریب الوطن رہے ہیں۔ ایسے ہوتا رہا ہے کہ نہیں ہوتا رہا؟ اس لیے اللہ کی مہربانی کے بڑے آداب اور بڑے راز ہیں۔ آپ اللہ کے لیے راہ تجویز نہ کیا کرو' اللہ کو Dictation نہ دیا کرو' بلکہ اللہ سے عرض کیا کرو کہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا کر اور مجھے تو اپنے فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ تو اس سے یہ توفیق مانگ کہ مجھے تو اپنے

فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' بس آپ چلتے جاؤ اور چلتے جاؤ۔

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

مثلاً" قربانی کا دن آگیا اور یہ تجویز ہو گیا کہ سات بکرے کرنے ہیں' چھری بھی آگئی اور مالک بھی آگیا' اس نے آتے ہی دو بکرے الگ کر دیے اور باقی کے ذبح کر دیے' اب یہ جو دو بکرے بچ گئے ہیں کیا ان کو خوش ہونا چاہیے کہ ہمیں قبول نہیں کیا گیا؟ بلکہ یہ ان کے لیے افسوس کامقام ہے کہ یہ اللہ کی راہ میں قبول نہیں ہوئے۔ اس لیے جو اس باری تعالیٰ کی راہ میں چلتے جا رہے ہیں وہ قبول ہی ہیں۔ تو سند جو ہے وہ یہی ہے کہ چلتے چلو اور چلتے چلو۔ اور میں پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے سند نہ مانگنا اور رسید نہ مانگنا اور گنتی نہ کرنا کہ میں نے اتنی نمازیں پڑھ لی ہیں کیونکہ جو نہیں پڑھی ہیں پھر وہ بھی گننی پڑیں گی' تو پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں ویسا ہو جائے۔ تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ آج تیری راہ میں چار نیکیاں کی ہیں تو پتہ نہیں کہ پھر زندگی میں گناہوں کا بھی حساب ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے کہہ دو کہ نیکیوں کا ہم حساب نہیں کرتے اور گناہوں کا آپ حساب نہ کرنا' یا اللہ ہم اپنی نیکیاں چھوڑ دیتے ہیں اور آپ ہمارے گناہ چھوڑ دیں' یا اللہ ہم نیکیوں کا معاوضہ نہیں لیتے اور آپ گناہوں کی سزا نہ دو' یا اللہ ہم نیکیوں کا کوئی معاوضہ آپ سے نہیں مانگتے اور ہمارے گناہوں کی سزا آپ بھی نہ دو' آپ ہم پر ویسے ہی راضی ہو جاؤ۔ تو یہ آسان سی بات ہے اور مومن جو ہے وہ ہر روز صبح سویرے اپنی زندگی کا نئے سرے سے آغاز کرتا ہے۔ جس طرح کہ نیا بچہ پیدا ہوتا ہے' اسی طرح مومن پیدا ہوتا ہے کیونکہ یہ

توبہ کر کے رات کو پچھلی زندگی ختم کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یا اللہ آج تک مجھ سے جو کچھ ہوا اس سے میری توبہ! معافی! رات بھر معافی میں سوتا ہے' استغفار میں سوتا ہے' صبح نیا ہوتا ہے' زندہ ہوتا ہے' پھر نمودار ایسے ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے اور یہ پھر نیکی کی کوشش کرتا ہے۔ تو رات کو آپ لوگ اپنے آپ کو معصوم کر کے سویا کرو۔ پرانے مال پیٹ سے ذرا باہر نکالو' پرانی باتوں کو نئے زمانوں میں آزاد کر دو' گلے بند کر دو اور اللہ تعالیٰ پر نئی رضا مندیاں ظاہر کر دو کہ یا اللہ ہم راضی ہیں' تو ہمیں معاف کر دے۔ بس اتنی ساری بات ہے! آپ لوگوں کی لیے معافی مانگنا بھی مشکل ہے اور آپ لوگ وہ بھی نہیں مانگتے ہو۔

اب آپ اور سوال کرو کیونکہ جو سوال آپ کے اندر اٹکا پڑا ہے وہ آپ کو بہت تکلیف دے گا۔ کیا آپ نے کوئی مضمون پڑھا ہے جس کی وجہ سے آپ کو تکلیف ہو رہی ہے۔

سوال :۔

حضور! میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ "فنا فی الشیخ" سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

فنا فی الشیخ ویسے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ جب تک یہ ہو نہ جائے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا اور اگر ہو جائے تو پھر پوچھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اب آپ کہو گے کہ بخار سے کیا ہوتا ہے اور آپ کو میں کیا بتاؤں کہ بخار کیا مراد ہے؟ جب بخار ہوتا ہے تو خود بخود پتہ چل جاتا ہے کہ بخار سے مراد کیا ہوتی ہے؟ اس کی مراد ڈاکٹر ہی ہوتا ہے۔

اس لیے یہ باتیں ہیں' الفاظ ہی ہیں جب تک کہ یہ ہو نہ جائیں اور جب یہ ہو جائیں تو پھر ان کی وضاحت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ مثلاً عشق کیا ہوتا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ عشق بڑا خطرناک ہوتا ہے' یہ ہوتا ہے' وہ ہوتا ہے۔ لیکن جب تک عشق ہو نہ جائے اس وقت تک صرف بیان ہی ہوتا ہے اور جب ہو جائے تو پھر بیان نہیں ہوتا' پھر عشق ہی ہوتا ہے۔ اور اگر عشق نہ ہو تو بیان ہی بیان ہوتا ہے۔ اس لیے جب عشق ہو جائے تو بیان کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی فنا فی الشیخ ہو جائے تو اس کا بیان ہی کوئی نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ۔

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت

تو جب انسان کو چہرہ' اس کا چہرہ یعنی ایک ہی چہرہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے تو سمجھو کہ وہ اس چہرے میں گم ہو گیا۔ فنا کا معنی یہ ہے کہ صرف وہی ایک چہرہ اس کو کائنات میں نظر آنا شروع ہو گیا اور کوئی دوسرا چہرہ نہ رہا اور پھر یہاں سے مقامات طے ہو جاتے ہیں' یہی چہرہ اس کو گائیڈ کرتا ہے' پہلے اس کے اندر صلاحیت پیدا کی جاتی ہے' پہلے محبت پیدا کی جاتی ہے پھر اس کے بعد شیخ کی محبت عطا ہوتی ہے۔ یہ واقعہ فنا فی الدنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے اس کو دنیا کی محبت سے نکال کر شیخ کی محبت میں مبتلا کیا جاتا ہے' پھر اس کو شیخ لے کر چلتا ہے' پھر جب فنا فی الرسول ﷺ کا وقت آتا ہے تو شیخ اس کو چھوڑ دیتا ہے کہ دریا جانے اور بندہ جانے! آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کہانی ہی اور ہے' پھر اس کے بعد فنا فی اللہ کا مقام ہے اور اس کے بعد بقا باللہ کا مقام ہے کہ

اب جو ہو سو ہو۔ تو یہ صرف محبت کے درجے ہیں اور اصل محبت اللہ سے ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ صرف اللہ سے محبت ہے کہ محبت کرنے والا کہیں اللہ کا گلہ نہ کر بیٹھے۔ اور وہ محبت جس کو وہ ترک نہیں کر سکتا وہ آزمائش میں رہتی ہے' وہ ناجائز قبضہ ہے' مخالفانہ قبضہ ہے' منعم اور نعمت کا ناجائز' مخالفانہ قبضہ ہے' اس کا مطلب یہ ہے کہ منعم کی راہ میں نعمت حائل نہ ہو..... چلو اور سوال پوچھو.....

سوال:۔

ایک مسلمان اسلام پر تو پورا یقین رکھتا ہے لیکن وہ مسلمانوں کا گلہ اور افسوس کرتا ہے کہ ان کا یہ حال ہے اور مغربی ممالک کا یہ حال ہے' تو اس کے متعلق رہنمائی فرمائیں۔

جواب:۔

آپ دیکھیں کہ جو شخص ایسی بات کرتا ہے' وہ اسلام پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں پر افسوس کرتا ہے اور مسلمانوں کا مغربی دنیا سے موازنہ کرتا ہے' تو اس کے متعلق آپ ایک بات یاد رکھیں کہ گلہ اتنی Range کا کرو جتنا آپ کو اختیار ہے اور اس چیز کا کرو جس کا آپ کو اختیار ہے۔ مثلاً" آپ ایک گلہ کر سکتے ہیں کہ میرا بیٹا کہنا نہیں مانتا حالانکہ میرا بیٹا ہے اور اختیار میں ہے۔ جہاں دائرہ وسیع ہو جائے وہاں آپ علم حاصل کریں یا اپنے آپ کو وسیع کر لیں اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر بات کریں کہ تم لوگ ہوش کرو' تم سارے لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟ جب ہم کہتے ہیں کہ تم سارے لوگ کیا کر رہے ہو؟ تو "تم" کو دائرہ اختیار میں ہونا چاہیے اور یہ پتہ ہو کہ "تم" کون لوگ ہیں' جب "تم" سے آپ کا

تعلق ہی کوئی نہیں ہے اور آپ اخبار میں بیان دے دیں کہ تم لوگ ہوش کرو' تو جتنے لوگوں کو آپ کہہ رہے ہیں' وہ آپ کے اختیار میں ہونے چاہییں۔ دوسری بات یہ کہ جب انسان گلہ کرتا ہے اور مغربی دنیا سے موازنہ کرتا ہے تو وہ شخص مغرب کی دنیا جیسا انعام چاہتا ہے۔ اب آپ یہ یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار کہا ہے کہ ان لوگوں کو میں نے دنیا میں بالکل مال دیا اور تم لوگوں کو میں نے اپنی محبت دی اور تم لوگوں کو میں نے اپنا محبوب پاک ﷺ عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ احسان جتاتا ہے کہ تم لوگ میرا شکریہ ادا کرو کہ میں نے تم میں سے اپنا رسول پاک ﷺ پیدا کیا اور آپ ﷺ کو تمہاری محبت اور انعام کے لیے مقرر فرمایا۔ اب لوگ اگر یہ کہتے ہیں کہ ان کا مکان اچھا ہے' سامان اچھا ہے' یہ اچھا ہے' وہ اچھا ہے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ ان کی آخرت خراب ہے۔ کہیں آپ ان کی ظاہری چمک سے ان کی آخرت کی مصیبت کو اپنے لیے حاصل نہ کر بیٹھنا' اس لیے آپ یہ دیکھو کہ ان کی ظاہری چمک جو ہے وہ عارضی ہے' اندر ان کی تباہی ہے۔ تو آپ کا اپنا مقابلہ صرف ہمارے ماضی کے مسلمانوں سے ہو سکتا ہے اور کافروں سے نہیں' ورنہ آپ ان کی دولت حاصل کر سکتے ہیں یا حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے ساتھ عاقبت ان کی طرح کی ہو گی۔ تو یہ خیال رکھیں کہ ایک عاقبت بھی ہے' اپنے لیے آپ سرمایہ اکٹھا کرو اگر کر سکتے ہو تو' لیکن آپ اس ظاہری دولت کی بنا پر آخرت کی دولت نہ ضائع کر بیٹھنا! آپ کو اس بات کی امید ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دوسری دنیا میں آپ کے لیے بہتر مقامات آ رہے ہیں۔ یہ دنیا تو گزری چلی جا رہی ہے'

اس میں آپ انعام حاصل کرو' محنت کرو' دنیا کو اور بہتر بناؤ اور مال اکٹھا کرو لیکن آخرت ضائع نہ کر بیٹھنا' کہیں حبِ دنیا سے متاثر ہو کر آخرت نہ ضائع کر دینا۔ اس لیے سب سے بڑی نیکی یہ بھی ہے کہ غریبی میں خاموشی سے گزارہ کرو' غریبی کے اندر راضی رہنے والا وہ غریب جو راضی ہے وہ اللہ کے بڑا قریب ہے اور وہ غریب جو اللہ کے بڑا قریب ہے وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ اللہ کے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ غریب میرے ہیں اور میں غریب ہوں اور ہمیں غریبی پر فخر ہے۔ اور وہ غریب جو گلہ کرتا ہے اس کے بارے میں ارشاد ہوا' اور زبانِ نبوت ﷺ سے ارشاد ہوا کہ عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اب آپ کو یہاں پر ایک مسئلہ آگیا کہ غریبی اور امیری دونوں بیک وقت انعام اور سزا کیسے ہیں؟ یہ کس طرح ہے؟ آپ اس کو یوں سمجھیں کہ وہ غریبی انعام ہے جو سکونِ قلب دیتی ہے اور قربِ حبیبِ خدا ﷺ عطا فرماتی ہے اور وہ غریبی سزا ہے جو آپ کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔ غریبی اگر اللہ کے قریب کرے تو یہ بڑی خوشی کی بات ہے' خوش قسمت ہے وہ غریب جو اللہ کے قریب ہو' اور وہ غریبی جو اللہ کے قریب ہو' وہ نجات پانے والی غریبی ہے۔ نجات کا فارمولا یہ ہے کہ وہ غریب خوش نصیب ہے جو گلہ نہ کرے اور وہ غریب جو گلہ کر رہا ہے وہ ڈبل بدبخت ہو گیا۔ ڈبل کیسے بھلا؟ ایک تو اس کے پاس مال نہیں ہے اور پھر خدا بھی نہیں ہے یعنی کہ دنیا کے اندر رہ کر وہ مال سے بھی گیا اور آخرت کے انعام سے بھی گیا اور یہ بڑی بد نصیبی ہے! اور وہ دولت خوش نصیب ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہو سکے' نعمت منعم کی راہ میں

خرچ ہونی چاہیے اور اگر وہ مال اکٹھا کر گیا اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتا' تو اب نعمت جو ہے وہ اللہ کی راہ میں کھڑی ہو گئی ہے اور اب یہی سزا ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ نعمت منعم کی راہ میں کھڑی نہ ہو جائے بلکہ یہ منعم کی راہ میں صرف ہو۔ جو نعمت منعم کی راہ میں خرچ ہونا چاہے' وہی نعمت جو ہے وہ احسانِ الٰہی ہے ورنہ وہ نعمت آپ کے لیے آزمائش ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی! اور سوال بولو..... پوچھو.....

سوال :۔

سر! جو روحانیت ہے یہ صرف اسلام میں ہی ہے یا یہ باقی مذاہب میں بھی ہوتی ہے اور روحانیت کیا ہے؟

جواب :۔

جہاں انسانیت ہے وہاں روحانیت ہے۔ روحانیت کیا ہے؟ اس کے لیے ایک بات یہ ہے کہ لباس مناسب ہو اور مناسب سلا ہوا ہو' بہت سمارٹ بھی نہ ہو اور بہت ڈھیلا بھی نہ ہو' اور لباس انسان کے مطابق ہو' باطن اور ظاہر اور وجود کے اندر جو روح موجود ہے ان کے درمیان بیلنس ہونا چاہیے' تو روح ایک ڈرائیونگ فورس ہے جو آپ کو چلا رہی ہے اور انسان چلتا چلا جا رہا ہے کہ انسان صبح گیا اور شام کو گیا' اِدھر گیا اُدھر گیا اور اس کو کون چلا رہا ہے؟ وہاں کیوں گئے ہو؟ دفتر کیوں گئے تھے؟ تو وہ کہتا ہے کہ پیسہ چلا رہا ہے۔ اگر تو پیسہ چلا رہا ہے تو یہ مادہ ہے۔ کہتا ہے کہ خواہش اور محبت چلا رہی ہے تو پھر یہ محبت ہے اور اگر یادِ الٰہی چلا رہی ہے تو یہ مالک ہے جو اس کو چلا رہا ہے۔ تو ہم اس کی دنیا دیکھنے کے لیے جاتے ہیں ۔ یہاں سے اب روحانیت شروع ہو گئی۔

روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایک اندازِ نظر کی تبدیلی ہے۔ مثلاً" دونوں شخص ایک جگہ سے گزرے ہیں۔ ایک ایسے گزرا کہ وہ کہتا ہے کہ کتنا بڑا محل تھا بادشاہ سلامت کا' ہمارے پاس ایسا ایک بھی نہیں ہے' بادشاہ استحصال کرتے تھے' کاش ہمارے پاس بھی ایسا مکان ہو۔ دوسرا وہاں سے گزرا تو وہ کہتا ہے کہ جھوٹے لوگ ویرانیاں چھوڑ گئے' کیا کیا باغ جہاں میں لگ لگ سوکھ گئے' کہ ظل سبحانی' آنجہانی بلکہ فانی کے فانی نکلے اور وہاں کہتا ہے کہ یا اللہ تیری دنیا میں کتنے کتنے لوگ آئے اور سارے کے سارے یہاں سے چلے گئے اور بڑی بڑی سلطانیاں' ویرانیاں ہو گئیں۔ تو وہاں کھڑے کھڑے اس نے کچھ اور دیکھا' دوسرے نے کچھ اور دیکھا اور یہاں سے روحانیت شروع ہو گئی۔ ایک بہت بڑے درویش نے اس کی ایک کہانی سنائی ہے اور انہوں نے اس پر ایک دوہا لکھا۔ وہ سفر پر پیدل جا رہے تھے جب وہ ایک بستی سے گزرے تو انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک عورت دوسری عورت کو مار رہی ہے' پوچھا کہ یہ کیا ہوا' کیوں اس کو مار رہی ہے؟ پتہ چلا کہ یہ اس کی نوکرانی ہے' مارنے والی اس کی مالکن ہے' یہ اس نوکرانی کو اس لیے مار رہی ہے کہ نوکرانی مالکن کو کاجل ڈال رہی تھی کہیں سے کاجل میں کوئی ریت کا ذرہ آگیا اور وہ آنکھ میں چبھ گیا' اس لیے وہ اس کو مار رہی ہے کہ تم نے میری آنکھ میں کاجل غلط ڈالا ہے۔ خیر' انہوں نے دیکھا اور چلے گئے۔ اللہ کی یاد میں سفر کرتے کرتے' سیروا فی الارض کے مقام دیکھتے دیکھتے کئی سال کے بعد واپس ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک قبرستان سے گزرا تو ایک عجیب منظر دیکھا' میں نے چڑیا کا ایک گھونسلہ دیکھا جو ایک انسانی کھوپڑی میں

بنا ہوا تھا' فرماتے ہیں کہ یہ عجیب منظر میں نے دیکھا کہ کھوپڑی کے اندر چڑیا نے اپنا گھونسلہ بنایا ہوا ہے' آشیانہ بنایا ہوا ہے' بچہ آنکھ میں سے اپنی چونچ نکالتا اور ماں اس کو وہاں سے چونچ دیتی ہے' فرماتے ہیں کہ دیکھنے والا منظر بڑا خوب صورت تھا۔ وہ بزرگ بڑے متاثر ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے عجیب منظر دکھایا۔ وہاں پر ذرا توجہ کی کیونکہ وہ روح والے تھے' جوش میں آگئے کہ یا اللہ پتہ تو دے کہ یہ کھوپڑی کس کی ہے؟ تو ایسا ہو سکتا ہے اور یہ طاقتیں ہوتی ہیں۔ دیکھا تو آہستہ آہستہ عورت کی شکل بنتی گئی اور انہوں نے پہچان لیا کہ یہ وہی عورت ہے جو اپنی نوکرانی کو اس لیے مار رہی تھی کہ اس نے آنکھ میں کاجل غلط ڈالا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ انہوں نے وہاں پر ایک بات کی' ایک شعر کہا۔

جن لوئیں جگ موہیا
سو لوئیں میں ڈٹھ
کجلہ ریکھ نہ سہندیاں
سے پنچھی سوئے بنھ

یعنی جن آنکھوں سے اس نے دنیا کو موہ لیا تھا کہ وہ ایسی پیاری اور خوب صورت آنکھیں تھیں اور وہ آنکھیں میں نے دیکھی ہیں۔ جو کاجل کی ریت نہ سہہ سکتی تھیں اور آج ان میں پنچھی بچے دے رہے ہیں اور آج میں نے ان آنکھوں کا تماشا دیکھا۔

تو یہ روحانیت کی بات ہے اور وہ منظر جو ہے وہ کچھ اور منظر ہوتا ہے۔ روحانیت میں کیا ہوتا ہے؟ منظر میں ایک اور منظر تلاش کرنا۔ تو یہ روحانیت کی بات ہے۔ زندگی کی مصروفیتوں میں کبھی کبھی تنہا بیٹھ کر غور

کریں' خاموشی کے ساتھ جس طرح آپ اس محفل میں بیٹھتے ہیں' اس طرح دس منٹ کے لیے خاموش بیٹھ جانا' یہی روحانیت ہے۔ تو خاموش بیٹھ جانا ہی روحانیت ہے' نہ کسی آغاز کی پرواہ' نہ کسی انجام کا فکر۔ اللہ کے روبرو اور خاموشی کے ساتھ حاضرِ خدمت ہو جانا' یہی روحانیت ہے۔ انسانوں کے ساتھ فساد چھوڑ دینا روحانیت ہے' دوسروں کا حق ادا کر دینا روحانیت ہے۔ اپنا حق بے شک چھوڑ دو' یہ روحانیت ہے۔ فساد کرنے والوں میں شامل نہ ہونا روحانیت ہے' محبت کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ' اللہ کی راہ میں چل پڑو' بزرگوں کا حکم ماننا شروع کر دو' نفع و نقصان اللہ کے حوالے کر دو۔ یہ سب روحانیت ہے۔ اس بازار کے اندر خریدار بنے بغیر گزر جاؤ' بس یہ دیکھتے ہوئے ہی گزر جاؤ' یہ روحانیت ہے۔ بس آپ مالک کا جلوہ دیکھنے کے لیے گزر جاؤ۔ چلتے چلو' اور چلتے چلو' اور چلتے چلو' یہ روحانیت ہے اور یہ کارسازی کا نام نہیں ہے' کچھ کر جانے کی بات نہیں ہے کہ جس میں طاقت ہو کہ آسمان کو زمین بنا دیا' اور زمین آسمان ہو گئی' تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا' آپ جمعرات کو جمعہ کہہ دو تو کیا فرق پڑے گا' دن تو وہی کا وہی رہے گا۔ کہتا ہے کہ دن کو دن کیوں کہتے ہو اور رات کو رات کیوں کہتے ہو' اگر دن کو دن نہ کہیں اور رات کہہ دیں اور رات کو رات نہ کہیں بلکہ دن کہہ دیں' تب بھی معاملہ وہی رہے گا اور کہیں نہ کہیں سے کچھ نہ کچھ شروع ہو جائے گا۔ تُو مسافر ہے اور یہ روحانیت ہے۔

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل

ہے گلِ رعنا کی رعنائی فریب
حسن کی مخمور رعنائی فریب
لاکھ مرغانِ چمن ہوں نغمہ زن
صوت کے جادو میں کھوجائے نہ من
گلشن ہستی میں آ بیگانہ وار
دیکھتا جا ان بہاروں کا نکھار
دیکھ چپکے سے فضاؤں کا طلسم
دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم
برق میں تنکے ہیں یا تنکوں میں برق
موت اور ہستی میں ہے بس اتنا فرق

تو آپ یہ دیکھتے جاؤ' یہ روحانیت ہے۔ تو اسی کو یاد کرتا جا اور چلتا جا۔ اس نے اگر کہا کہ آ جا تو جواب آئے کہ لبیک میں حاضر ہوں۔ اللہ جب چاہے بلائے تو تُو یہ نہ کہنا کہ میں ٹھہر کر آؤں گا بلکہ کہنا کہ ہم پہلے ہی حاضر ہیں۔ روحانیت کی تعریف نہیں کرتے بلکہ روحانیت یہ ہے کہ آپ اس راستے پر چلتے جاؤ' پھر یہی مادہ روحانیت بن جاتا ہے' یعنی آپ بے ضرر ہو جائیں' خاموش ہو جائیں' آپ اپنے آپ کو دنیا کے لیے بے ضرر کر دیں اور دنیا کے لیے مفید بنا دیں۔ پہلے بے ضرر ہو جا اور پھر مفید ہو جا' کسی کو مارنا نہیں اور نقصان نہ پہنچانا بلکہ فائدہ ہی فائدہ پہنچانا بس یہ روحانیت ہے! بندہ فائدہ پہنچانے والا بن جائے تو یہ بڑی روحانیت ہے' دوسرے کا نقصان آپ نہ کرو تو یہ بڑی توفیق ہے' بہت بڑی توفیق ہے اور یہی روحانیت ہے! آپ اپنے آپ کے ساتھ ذرا احسان کیا کرو

اور اپنی غریبی کا دور پسند کرو کیونکہ یہ عارضی دور ہے' پھر دولت آ جائے گی اور آپ وہ دور پسند کریں گے مگر وہ بھی عارضی ہو گا۔ آپ زندگی کو پسند کرتے ہیں تو یہ بھی عارضی ہے' پھر موت آ جائے گی اور وہ بھی عارضی ہے اور پھر Permanent ' دائم صرف تیرا اللہ ہے' آپ جب اللہ کے پاس چلے جاؤ گے تو پھر Permanent ہو جاؤ گے' مستقل ہو جاؤ گے' پھر نہ کمی ہے نہ بیشی ہے' اور پھر مظہرِ دیدارِ حق ہے۔

اگر کوئی بات ہے تو بولو.....

سوال :۔

بزرگوں کے مزارات پر یہ جو جمعرات کا دن مخصوص ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب :۔

کوئی بھی دن مقرر کر لیں' انہوں نے جمعرات اس لیے رکھی کہ جمعۃ المبارک عبادت کے لیے مصروفیت کا دن تھا اور جمعہ نماز داتا صاحبؒ پڑھنے کے لیے آتے تھے' جمعرات کو سارے آسانی سے اکٹھے ہو جاتے تھے' اس لیے انہوں نے فرمایا کہ جمعرات کے دن سب کو بلا لیا کریں۔ اس وجہ سے جمعرات شروع ہو گئی۔

سوال :۔

سر! اگر ہم اور دنوں میں جائیں تو پھر کیا ایک ہی بات ہے؟

جواب :۔

بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ داتا صاحبؒ باہر گئے ہوئے ہیں اور کبھی داتا صاحبؒ وہاں نہیں ہوتے۔ داتا صاحبؒ کہاں ہوتے ہیں؟ داتا

صاحبؒ چاہنے والوں کے دل میں ہوتے ہیں۔ ان کی دنیا کبھی ختم ہوتی ہے؟ کبھی نہیں! اب جہاں کہیں داتا صاحبؒ کا چاہنے والا ہے وہیں داتا صاحبؒ کی گلی ہے' وہاں کوئی جمعرات یا سوموار کا دن نہیں ہوتا ہے۔ ایک بندے نے کہا کہ خواب میں میں نے داتا صاحبؒ کی محفل دیکھی' وہاں بڑی روشنیاں تھیں' داتا صاحبؒ کی نشستیں لگی ہوئی تھیں' داتا صاحبؒ کرسی پر جلوہ افروز تھے اور وہاں پر کچھ نشستیں خالی تھیں مجھے بھی وہاں پر بٹھا دیا گیا' وہاں پر بہت بڑے بڑے بلب تھے۔ تو یہ اپنی طرف سے بات بنائی گئی ہے کیونکہ نہ تو وہاں واپڈا والے بلب ہوتے ہیں اور نہ داتا صاحبؒ کرسی پر بیٹھ کر جلوہ افروز ہوتے تھے۔ داتا صاحبؒ تو داتا صاحبؒ ہیں' شیخ عظام ہیں' محبت کرنے والے ہیں اور محبت دینے والے ہیں اور آپ کے دلوں سے میل صاف کرنے والے ہیں اور آپ لوگوں کی گرہ کو کھول دیتے ہیں۔ وہاں مراتب کی بات نہیں ہوتی' وہاں تو صرف چاہنے والے کی بات ہوتی ہے۔ چاہنے والا جب آ جائے سب اسی سے مراد ہوتی ہے اور جھوٹا بندہ جب چلا جائے تو داتا صاحبؒ کا دربار بند! جھوٹے کے لیے داتا صاحبؒ کا دربار بند ہے چاہے آپ عرس پر لے لیں۔ ایک جھوٹا بندہ بھی آ جائے تو داتا صاحبؒ وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ تو داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ وہ سچے ہیں' سچے کا انتظار کرتے ہیں اور سچے کے دل میں رہتے ہیں' جمعرات کو بھی رہتے ہیں اور جمعہ کے دن کو بھی رہتے ہیں۔ اگر سچی بات پوچھو تو ہر روز ہی رہتے ہیں۔ تو داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ جلوہ ہیں کسی اور کا! اور پھر آخری جلوہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہے' جس کے اندر آپ کی برداشت کے مطابق آپ کا نصیب ہے اور آپ لوگوں کی

برداشت کا جتنا جتنا نصیب ہے اتنا اتنا اللہ تعالیٰ دیتے رہتے ہیں۔ جمعرات کو اصل میں یوں رکھا گیا ہے کہ شہر میں سارے اللہ کا سفر کرنے والے ایک روز اکٹھے ہو جائیں تاکہ آپس میں ایک دوسرے کا غم بانٹنا شروع کر دیں۔ اگر آپ کا مقصد داتا صاحبؒ کی دریافت تھا تو طریقہ کیا ہے؟ کہ جو ہم سفر ہیں ایک دوسرے کا خیال بانٹیں' ایک دوسرے کی مدد کریں اور تعاون کرو۔ ایک پوچھتا ہے کہ آپ کہاں پر ہوتے ہیں؟ کہتا ہے کہ میں اس دفتر میں ہوتا ہوں' اور آپ کہاں ہوتے ہیں؟ میں اس آفس میں ہوتا ہوں' میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں' کیونکہ ہم دونوں ایک ہی جانب سفر کر رہے ہیں' چار دن کا اختیار میرے پاس ہے' چار دن کی ضرورت تیرے پاس ہے' اور اگر آپ چاہو تو میں آپ کی بیٹی کا اپنے بیٹے سے بیاہ کرا دوں' اور میں چاہوں تو میرا بیٹا آپ بیاہ دو اپنی بیٹی سے' تو ایک دوسرے کی مدد یوں کرتے ہیں۔

سوال :۔

داتا صاحبؒ کے ہاں کب اور کیسے جانا چاہیے؟

جواب :۔

اصل میں آپ بات کو سمجھے نہیں ہیں' داتا صاحبؒ کے پاس تو دس ہزار لوگ جاتے ہیں اور ان کے اندر ان کے مطلب کا صرف ایک آدمی جاتا ہے۔ اب ایک راز کی بات یہ ہے کہ جب کبھی کسی درویش سے پوچھا گیا کہ تنہائی کہاں ملتی ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ تنہائی ہجوم میں ملتی ہے! تو تنہائی کہاں ملتی ہے؟ ہجوم میں ملتی ہے۔ اور بندہ کہاں نہیں ملتا؟ بندوں کے اندر۔ اور کسی وقت اس کیفیت کا ایسا وقت آئے گا کہ شام کا وقت

ہے یا رات کا وقت ہے تو پتہ چل جائے گا۔ اور ایسا بندہ جو ہے' یہ لاکھ میں بھی پہچانا جاتا ہے' باقی لوگ اِس دروازے سے جا رہے ہیں اور وہ اُس دروازے سے جا رہا ہے اور اندر جانے کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ یہی بات تو میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اور اگر کسی نے لنگر لینا ہے یا حلوہ لینا ہے تو وہاں سارا جھمگھٹا ہو گا اور جس نے محبت لینی ہے وہ پیچھے ہی کھڑا رہے گا۔ تو جانے آنے کی کوئی بات نہیں ہے' کوئی یوں کر کے جا رہا ہے' کوئی سیدھا منہ کر کے جا رہا ہے' ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ سارا خانہ کعبہ تیرے دل کے اندر ہی ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ میں وہاں بیٹھا خیال میں گم ہو گیا۔ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جو کچھ ہو' وہی کچھ بیان کرنا' جھوٹ نہ بولنا یعنی کبھی باطن کے حوالے سے جھوٹ نہ بولنا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جو نہیں ملا' وہ کبھی نہ کہنا۔ تو داتا صاحبؒ کی چاہ یا طلب کیا ہے؟ کہ جب خیال آ جائے کہ داتا صاحبؒ جاؤں بشرطیکہ کوئی دنیا کی آرزو نہ ہو' کیونکہ وہ تو گنج بخش ہیں اور ہر طرح کا خزانہ تقسیم کرتے ہیں

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

گنج بخشؒ جو ہیں یہ وہاں پر خزانہ' پیسہ نہیں تقسیم کرتے بلکہ یہ علم کا گنج ہے' محبت کا گنج ہے اور عرفان کا گنج ہے۔ تو اس لیے جب کبھی آپ کو ان کی تمنا ہو' اللہ کی راہ کی تمنا ہو' عشق کی تمنا ہو' عرفان کا شوق ہو' تو پھر آپ اس راستے پر جانا۔ تو آپ کبھی دنیاوی ضرورت لے کر گنج بخشؒ کی طرف نہ جانا کیونکہ وہ مقام اور ہے اور آپ کو وہاں ضرور جانا چاہیے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ وہاں یہ کہنا ہے کہ اے

صاحبِ مزار! جس بات کے لیے تیرا اس برصغیر میں آنا ہوا' اس بات کی محبت کا کچھ حصہ اس ناچیز کو عطا فرما۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ ان کو Complicated ' پیچیدہ باتیں نہ بتایا کرو کہ داتا صاحبؒ چار ووٹ ہمیں زیادہ چاہییں تو پھر مرکز آؤٹ ہو جائے گا' پھر مرکز والا جا کر کہتا ہے سنٹر آؤٹ ہو جائے گا' ایک کہتا ہے یہ ہو جائے گا اور دوسرا کہتا ہے وہ ہو جائے گا' ایک بندہ کہتا ہے کہ میں پارٹی میں شامل ہو جاتا ہوں مگر مجھے فلاں منسٹری چاہیے۔ کیا داتا صاحبؒ جو ہیں وہ صرف منسٹریاں تقسیم کرتے جا رہے ہیں۔ داتا صاحبؒ کا مقام محبتوں کی بات ہے' عشق کی بات ہے' نصیب کی بات ہے' اللہ کی راہ کی بات ہے' اللہ کے حبیب ﷺ کی راہ کی بات ہے کہ جسے چاہا در پہ بلا لیا۔ تو یہ اور بات ہے۔ چلو بات ختم ہو گئی۔

اب آپ دعا کرو۔ یا اللہ جو سب حاضرین ہیں ان کو اس زندگی کی آسانیاں عطا فرما اور ان لوگوں کے اندر اطاعت کا جذبہ عطا فرما۔ یا اللہ تعالیٰ کوئی ایسے سبب بنا کہ نعمتیں تیری راہ میں حائل نہ ہوں' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا بنا کے رکھ اور مہربانی عطا فرما اور کشادگی عطا فرما اور دین دنیا کی کشادگی عطا فرما' یہ زندگی بھی بہتر فرما اور آنے والی زندگی بھی بہتر فرما۔ ہمارے حال پر رحم فرما' ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمارے حال پر رحم فرما۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و سندنا وحبیبنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

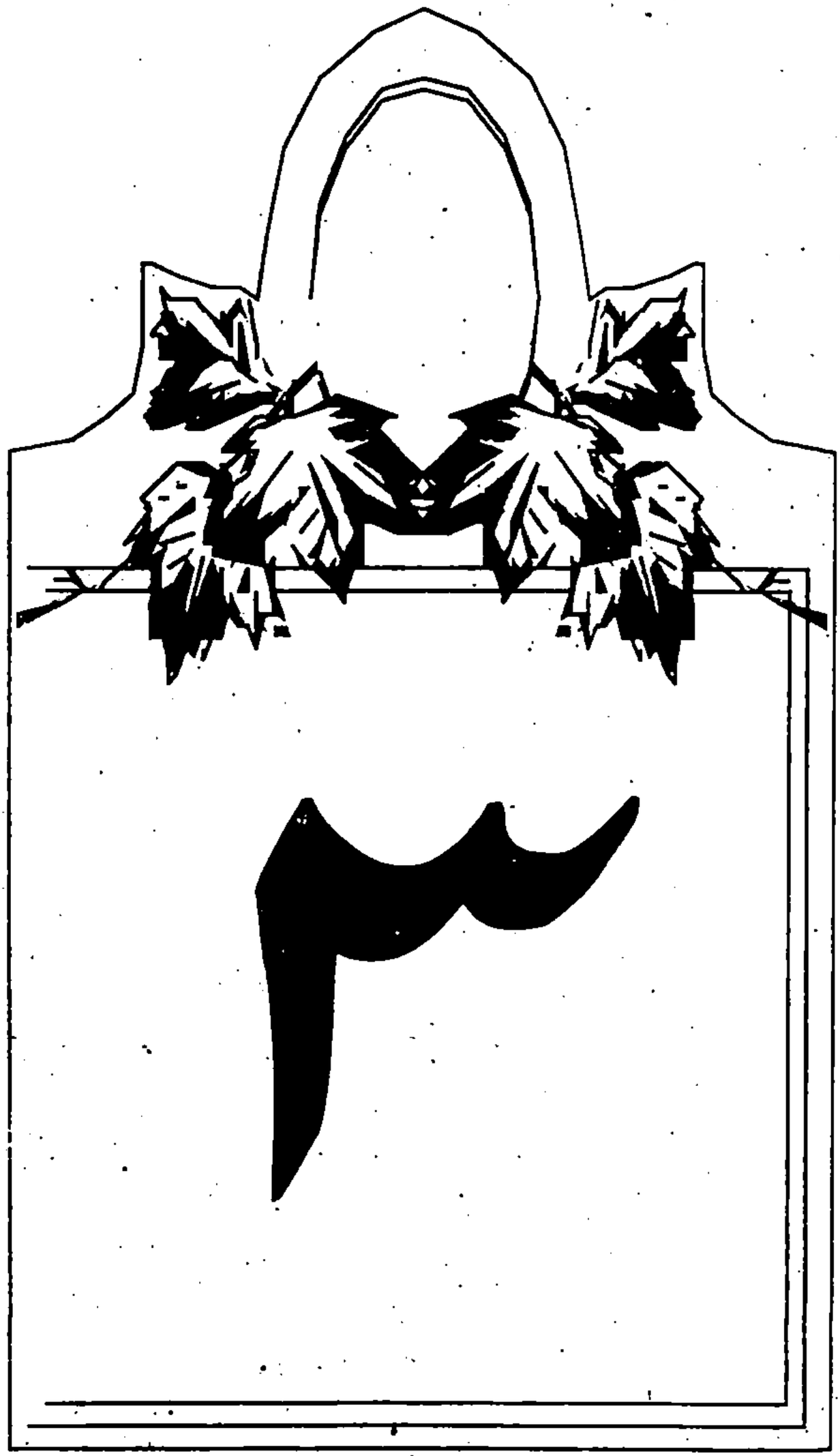

1- اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔

2- حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے دانت کیوں توڑ دیے تھے؟

3- یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ طریقت کے راستے میں نہیں بدلنا چاہیے لیکن ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟

4- حضور رسول مقبول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں ہمارے ہادی ہیں اور خالق ارض وسما کے محبوب بھی ہیں۔ اس بات کی ذرا اثر انگیز وضاحت فرما دیں۔

5- کیا کچھ علم حاصل کرنا ضروری بھی ہے؟

6- مسلمانوں کو ہدایت کا کیا مفہوم ہے؟

7- آپ نے بار بار فرمایا ہے کہ علم نافع حاصل کرو تو کیا اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے؟

8- قطب ارشاد کیا ہوتا ہے؟

9- رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟

سوال:۔

اس فقرے کا کیا مطلب ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہونا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔

جواب:

اس فقرے کا مطلب بڑا Simple ہے' سادہ ہے کہ سوت کاتتے کاتتے انسان بوڑھا ہو گیا' سوت کاتنے کا معنی ہے لیبر' محنت۔ بڑھیا اپنی محنت' لیبر اور پروڈکشن کا ڈیفنس کرتی رہی۔ اگر عبادت کو ہی لے لیں کہ عبادت کرتے رہے اور کرتے کرتے انبار لگ گیا۔ اب انبار تو لگ گیا لیکن بعد میں جب اس کو استعمال کرنے کا وقت آیا تو اس وقت آپس میں تاریں الجھا دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے' مراد ایسا آدمی ہے جس نے کسی ایک سمت میں بڑی محنت کی اور بعد میں اس نے اپنی محنت کو خود ہی غرق کر دیا۔ مثلاً" ایک آدمی ساٹھ سال تک مسلمان ہی رہا' عبادت ہی کرتا رہا اور بعد میں کہتا ہے کہ اس نتیجے پر پہنچ کر مجھے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا' پڑھ پڑھ کے تھک گیا ہوں مگر کچھ نہیں بنا۔

اب یہ جو محنت ہے وہ رائیگاں ہو گئی۔ تو اس وقت محنت رائیگاں ہوتا' جب نئی محنت کا موقعہ ہی نہ ہو' یہ سب سے زیادہ افسوس والی بات

ہے۔ تو دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہماری محنتیں رائیگاں نہ ہوں کیوں کہ اگر محنت رائیگاں ہو گئی تو پھر موقعہ شاید نہ ملے کیونکہ اس زندگی میں کسی غلطی کو بھی دوبارہ کرنے کا موقعہ نہیں ملتا' دوبارہ چانس نہیں ملتا۔ اکثر ایک بار موقعہ ملتا ہے۔ مرتے وقت کافر دوسری بار زندگی مانگتا ہے کہ یااللہ ایک بار ذرا اور موقعہ دیا جائے تاکہ میں سب ٹھیک کر لوں مگر ایک دفعہ اور کیسے موقعہ ملے کیونکہ موقعہ تو ایک بار ملنا ہے۔ اور جب پتہ چلتا ہے کہ اور موقعہ نہیں مل رہا تو پھر وہ کافر کہتے ہیں "کاش ہم مٹی ہوتے"

مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہاں پر آپ کو بتاتے ہیں کہ محنتوں کا دفاع کیسے کرنا چاہیے۔ ایک تو مذہب کی محنت ہے' پھر اللہ کے نام کی محنت ہے یعنی ایسی محنت جو اللہ کے ذریعے ہی آپ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ محنت کا یقین کے ساتھ دفاع کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ عبادت کی محنت کرتے رہیں اور یقین اندر سے کمزور ہو جائے تو پھر سمجھو کہ محنت رائیگاں ہو گئی۔ تو ایسا آدمی جو منزل پر پہنچ کر بے دم ہو جائے' مایوس ہو جائے' وہ کہتا ہے کہ چھوڑو جی اب کیا ہونا ہے' کچھ بھی نہیں ہونا ہے' اتنی عمر میں نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا۔ کہتا ہے اس کام کے لیے اتنی عمر ضروری تھی اور اب تو اس کے ہونے کا وقت آگیا۔ وہ کہتا ہے اتنا عرصہ ہو گیا ہے بیج بویا تھا' اب کیا اگنا ہے۔ مگر اصل میں اب تو اگنے کا وقت آیا ہے۔ اس لیے اپنی محنتوں سے بد دل وہ آدمی ہوتا ہے جس کو خدا کی رحمت سے مایوسی ہو جائے۔ پھر وہ بات وہیں آ جاتی ہے کہ اگر آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں تو آپ کی محنتیں آپس میں نہیں الجھیں گی' اکارت نہیں ہوں گی کیوں کہ اگر بڑھیا کا سوت الجھ گیا تو سمجھو کہ اس کی

ساری عمر کی کمائی ضائع ہو گئی۔ یہ اس دنیا کے بارے میں بات ہو رہی ہے کہ دنیا کے اندر آپ جو محنت کرتے ہیں مثلاً" مکان بنانے میں محنت کرتے ہیں اور پھر آپ مکان چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ تو بہت افسوس ہوا کیونکہ مکان چھوڑنا نہیں چاہیے۔ مگر یا تو آپ مکان چھوڑ دیں گے یا مکان آپ کو نکال دے گا۔ کچھ نہ کچھ Event ہو جاتا ہے' واقعہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آپ اولاد کو پالنے میں محنت کرتے ہیں اور اولاد ایک ایسا جملہ کہتی ہے کہ آپ کو اپنا ابا یاد آ جاتا ہے یعنی کہ بیٹے کا کہا ہوا فقرہ کیا کرتا ہے؟ ابا یاد آ جاتا ہے۔ تو ہوا یہ کہ یہ ساری محنتیں آخر میں الجھ گئیں۔ آپ نے پائی پائی کر کے پیسہ جمع کیا' اب جب بیماری کا وقت آیا تو پیسہ کام نہ آیا کیونکہ بیماری اور پیسہ الگ الگ شے ہے' بیماری تو اِدھر سے آتی ہے اور اُدھر چلی جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! تو یہ پیسہ جس کو آپ نے حتی المقدور اپنے لیے ذریعہ بنایا' کارگر ہے یا کاریگر ہے یا کارساز ہے مگر پتہ یہ چلتا ہے کہ پیسہ ہی کارساز نہیں ہے کیونکہ پیسہ روٹھے ہوئے دوست کو منا نہیں سکتا' بیمار کے لیے دوائی نہیں بن سکتا' پیسہ جو ہے آپ کے آزردہ دل کو راضی نہیں کر سکتا اور پیسہ جو ہے مسافر کا سفر روک نہیں سکتا۔ آپ مسافر نہیں بلکہ اصل میں سورج مسافر ہے۔ سورج ایک ایسا مسافر ہے کہ آپ کے چہرے پر سفر لکھتا جا رہا ہے۔ تو مسافر سورج ہے اور سفر آپ کا ہو رہا ہے' آپ اپنی جگہ پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور سورج سفر کر رہا ہے اور آپ کا نام مسافر ہے۔ تو آپ نہ کہیں سے آئے' کہیں گئے نہیں بلکہ گھر میں رہے ہیں۔ پھر بوڑھے کیسے ہو گئے؟ چل چل کے؟ کون چلا؟ سورج چلا۔ سورج اگر تھم جائے تو

آپ بھی تھم جاؤ مگر نہ وہ تھمتا ہے نہ آپ تھمتے ہیں۔ تو یہ وہ سفر ہے جو آپ کی جگہ پر سورج کر رہا ہے۔ سفر آپ کا ہے' مسافر آپ ٹھہرے اور سورج سفر کرتے کرتے جوان رہ گیا اور آپ گھر میں بیٹھے بیٹھے بوڑھے ہو گئے۔ تو مطلب یہ ہے کہ پیسے سے آپ کا سفر بھی نہ رکا کیونکہ آپ رک سکتے نہیں ہیں۔ سورج سفر کر رہا ہے' گردش ہو رہی ہے اور گردش زمان و مکاں ہو رہی ہے۔ آپ کے اندر آپ کی اجازت کے بغیر خون سفر کر رہا ہے۔ آپ کا سفر کون کر رہا ہے؟ خون کر رہا ہے اور آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ وہ خون پیسے سے رکتا نہیں ہے۔ غم زدہ آدمی کو پیسہ نہیں منا سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ آج میں بہت غمگین ہوں' ایسے ہی بلا وجہ' تو اس کا کیا علاج ہے؟ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ غم زدہ آدمی کا کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ اگر اچانک آپ کو کوئی بھولا ہوا' کوئی گزرا ہوا دوست یاد آ جائے' فوت ہونے والا یاد آ جائے تو اس شخص کو پیسہ کیا کرے گا۔ پیسے سے یادیں تو نہیں بہلتیں۔

اس لیے پیسے سے کبھی کچھ بھی نہ ہوا۔ اگر کوئی کہتا ہے میں پیسے خرچ کرنا چاہتا ہوں تاکہ سماج میں عزت بن جائے تو آپ جانتے ہیں کہ پیسے سے لوگوں کی عزت نہیں بنی۔ تو اس پیسے کے لیے بعض لوگوں نے دین کی انویسٹمنٹ بھی کر دی۔ سچ بول کے پیسہ کمایا اور بعض اوقات جھوٹ بول بول کے پیسہ کمایا۔ تو ایسے ہی By the way بھی بولتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا بولتے ہیں۔ اِسی طرح پیسہ کمایا لیکن آخر میں پیسہ کام نہ آیا۔ تو یہ ہے سوت کی کمائی جو آخر میں الجھ گئی اور وہ پیچھے کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ یہ کیا تھا؟ تو وہ بتاتا ہے کہ یہ وہ

کمائی ہے' یہ وہ سوت ہے جو تم نے کاتا اور آخر میں الجھا دیا اور بڑھیا کی طرح محروم ہو گئے۔ اس لیے اگر کمائی کرنی بھی ہے تو پھر ایسی کمائی کرو جو اکارت نہ جائے کیونکہ یہ کمائیاں جو آپ کر رہے ہیں یہ اکارت جائیں گی۔ کہتا ہے فی الحال میں چاہتا ہوں کہ میں یہ کام ایسے کر لوں' چلو کر لو مگر اس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ اس نے تو جاتے وقت کچھ اور ہی چیز پوچھنی ہے اور آپ کو وہ زبان آتی نہیں ہے' باقی سب زبانیں آپ نے سیکھ لی ہیں' کتنی زبانیں سیکھی ہیں؟ کہتا ہے میں ہفت اقلیم کا بادشاہ ہوں' ہفت اقلیم کتنے ہو گئے؟ سات زبانوں کا بادشاہ' Polyglot ہے یعنی کہ جو سات زبانیں جانتا ہے' سب Languages جاننے والا ہے لیکن ایک زبان عربی نہیں آتی اور باقی سب آتی ہیں۔ تو جب اللہ کے پاس جا رہے ہوں اور وہ اتفاق سے عربی میں بات پوچھے تو پھر کیا کہو گے کہ سب زبانیں تو آتی ہیں لیکن عربی نہیں آتی۔

تو نتیجہ یہ ہے کہ ساری لیبر اکارت گئی' سب محنت اکارت گئی۔ اسی طرح اگر آپ نے محنت کرتے کرتے پیسہ تو کما لیا لیکن ماں باپ ناراض ہو گئے تو سب محنت اکارت گئی۔ دنیا کے اندر بہت ساری محنتیں ہیں جو اکارت جاتی ہیں۔ اگر ماں سادہ لوح ہے' بے وقوف ہے تو بھی ماں ہی ہے اور یہی تو آزمائش ہے. اب آزمائش کیا ہے؟ ماں جیسی بھی ہو آپ اس کا کہنا مانیں' اس کا ناجائز کہنا ماننا جو ہے یہ آپ کی عقل مندی ہے۔ یعنی ماں باپ کے جس کہنے کو آپ نامناسب سمجھ رہے ہیں کہ ماں باپ نے یہ حکم دے دیا ہے اور یہ حکم صحیح نہیں ہے' تو اس کو بھی مان لیں۔ اگر ماں باپ ان پڑھ ہیں اور بچہ پڑھا ہوا ہے تو بھی ان کا حکم ماننا

جائے۔ اگر آپ کی خواہش کو ماں باپ نے روند ڈالا ہے تو بھی ان کا کہنا مانتا' یہ کر کے دیکھو تو اس کے نتیجے میں بے شمار واقعات ہو جائیں گے' زندگی میں کئی گل کاریاں ہو جائیں گی۔ صرف تھوڑا سا قبول کرنے کی بات ہے اور پھر اس کے بعد بڑے نتیجے نکلیں گے۔ دنیا کی محنتوں کو آپ نے ضائع ہوتے عام طور پر دیکھا ہے' سیاست میں دیکھا ہے' حکومت میں دیکھا ہے' مال میں دیکھا ہے اور دوسرے بے شمار انداز سے آپ نے دیکھا ہے۔ اللہ کا فرمان یہ ہے کہ اے انسان تجھے محنت کے لیے پیدا کیا گیا۔ محنت تو تُو ضرور کرے گا لیکن اے انسان وہ محنت کر جو تجھے تیرے رب کے راستے کی طرف لے جائے۔ وہ ایک ایسی محنت ہے جو ضائع نہیں ہوتی اور باقی محنتیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اپنے آپ کا ذرا دھیان کرو کہ محنتیں ضائع نہ ہوں۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ غافل کر دیا تم کو کثرتِ مال نے اور کثرتِ اولاد نے یعنی مال کی خواہش نے غافل کر دیا' اولاد کی خواہش نے تمہیں غافل کر دیا حتیٰ کہ وہاں آ گئے جہاں تم نہیں آنا چاہتے تھے یعنی قبروں میں' پھر تم نے دیکھ لیا جو تم نے دیکھ لیا اور تمہیں یقین آ گیا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ دن ہے ذٰلک الیوم الحق جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور یہ وہ دن ہے جس کو تم جھٹلاتے رہے ہو۔ پھر تم سے اس دن یہ پوچھا جائے گا کہ اب بتاؤ نعمتیں دینے والے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جس نے نعمتیں عطا کی تھیں ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ پوچھے گا کہ اب بول کہ ہم کیسے نعمتیں دیتے رہے اور تُو نے شکر بھی ادا نہ کیا اور آج بتا کہ کون کام آیا؟ تمہاری لیبر کام آ

رہی ہے یا میرا فضل کام آ رہا ہے۔ تو فضل ہی کام آئے گا' دنیا کی محنت کام نہیں آئے گی اور دنیا کا حاصل بھی کام نہیں آئے گا۔ تو آپ فضل کو یہیں سے حاصل کرنا شروع کریں۔ فضل کو مانگنا ہی فضل ہے۔ اس کا اور فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اگر دانا بیٹا اپنے "بے وقوف" ماں باپ کا حکم مان لے تو یہ ہے اس کا فضل۔ اللہ کا فضل کیا ہے؟ کہ اپنی دانائیوں سمیت تم ان "نادانوں" کا حکم مان لو۔ پھر دیکھو کہ اللہ کا فضل کیسے ہوتا ہے۔ تو فضل کیا ہوا؟ فضل ہے اپنے ذہن کی رسائیاں اور ذہن کی کاریگریاں ترک کرنا' اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اللہ سے فضل مانگنا' فضل جو ہے ہر حال میں ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے۔ اللہ جب چاہے فضل ہو سکتا ہے۔ تو اس لیے سب سے بڑی دعا یہی ہے کہ یا اللہ محنتیں رائیگاں نہ ہوں۔ مثلاً" یہ کہ ساری عمر ایک دوست بنایا اور وہ دوست ہی جنازے پر نہ آیا' تو پھر مرنے کا فائدہ کیا ہوا؟ یعنی کہ کندھا دینے وہ دوست نہ آیا اور وہ بھی ناراض ہو گیا۔ تو پھر یہ ہے رائیگاں محنت۔ تو اس طرح محنت رائیگاں جاتی ہے۔ اس لیے کئی ایسے مسلمان ہیں جو عبادت کرتے کرتے تنگ آ جاتے ہیں اور پھر جھگڑا شروع کرتے ہیں' تو اس طرح محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ اس لیے بڑی دعا کرنی چاہیے۔

عام طور پر دنیا میں' زندگی میں Monotony پیدا ہو جاتی ہے' انسان ایک جیسا کام کر کے تنگ آ جاتا ہے' Dull ہو جاتا ہے۔ عبادت ایسی چیز ہے جسے بار بار کرنے سے بھی انسان میں سکون پیدا ہو گا اور تنگی نہیں آئے گی۔ یہ وہ محنت ہے جو کبھی ضائع نہیں ہو گی۔ تو اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا ہونی چاہیے کہ یا اللہ مجھے اس بڑھیا کی طرح نہ کرنا جس نے

سوت کاتا' بہت باریک کاتا' محنت سے کاتا' راتوں کو جاگ جاگ کے کاتا اور آخر میں "الجھا دیا" کا مطلب ہے سب کچھ الجھا دینا مثلاً" اس نے ایک بہت اچھی چیز لکھی مگر اسے پھاڑ دیا اور یہ کہ اس نے کچھ خاص حاصل کیا تھا مگر وہ سب چھوڑ دیا' گنوا دیا' اسی طرح ایک شخص بڑا نیک ہوتا تھا' غازی ہوتا تھا مگر پھر اس کا عقیدہ ہی بدل گیا۔ اس لیے کون اچھا؟ جس کا آخر اچھا! تو آخر کے اچھا ہونے کی دعا ضرور کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بیمار ماں باپ کو چھوڑ کر کسی صحت مند سفر پر چلے جائیں۔ صحت مند سفر کیا ہوتا ہے؟ کہ میں کچھ بننے کے لیے جا رہا ہوں۔ پیچھے کون ہیں؟ یہ کمزور ماں باپ ہیں اور کوئی ایک آدھ آگے پیچھے ہو گیا تو آپ کی صحت ویسے ہی خراب ہو جائے گی۔ اس لیے جب آپ دیکھو کہ ماں باپ بڑھاپے کی طرف مائل ہو گئے ہیں تو ان سے اپنے طاقتور ہاتھ علیحدہ نہ کرنا اور ان کے لیے رحمت کا سایہ بنتے رہنا۔ اب بات سمجھ جانا' پھر یہ نہ ہو کہ ہر چیز حاصل ہو جائے لیکن یہ حسرت رہ جائے کہ ان کی خدمت نہیں کی۔ پھر اس کا کوئی علاج نہیں ہو گا۔ پھر یہ نہ کہنا کہ آپ اس وقت موجود نہیں تھے۔ جب کسی کو ماں نے یا باپ نے پکارا کہ بیٹا پانی پلا دو اور اسے پتہ چلے کہ پانی پلانے والا گیا ہوا ہے تو اس One day سے' اس روز سے پہلے ذرا بچ کے رہو اور دھیان کرو تاکہ محنتیں الجھ نہ جائیں' آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! بس یہی راز ہے کہ دانا بیٹا "بے وقوف" ماں باپ کا کہنا مان کر اللہ کے فضل کو حاصل کر لے اور اپنے آپ کو کبھی کسی "لمبے سفر" پر مت ڈالو۔ یہ سفر چھوٹا ہی ہوتا ہے اور اس میں آپ نے اللہ کا فضل حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ تو آخرت

کا سفر ہے۔ تو آپ نے دین میں کیا حاصل کرنا ہے؟ سکون! اور یہ یہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ وہاں جانے سے فائدہ ہو گا؟ کہتا ہے وہاں جا کے پیسے ملیں گے اور اس سے مجھے سکون آ جائے گا تو دوسرا کہتا ہے کہ مجھے تو یہیں سکون آ رہا ہے۔ اگر آپ سکون کے لیے سفر کرنے جا رہے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ یہیں پر ہی سکون حاصل کر لیں۔ سکون آپ کا اپنا نام ہے۔ کس کا نام ہے؟ آپ ہی کا نام ہے' عبادت آپ کی اپنی پیشانی کا نام ہے اور زمین پہ لگ جاؤ تو عبادت ہے اور اکڑ جاؤ تو پھر عبادت سے محروم ہو گئے۔ تو یہ سب اپنے ہی خیال کا نام ہے بلکہ کہتے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی تمہاری تسلیم ہی سے ہے۔ اللہ ہے تو سہی' اس کی ذات کریم' رب کریم ہے' وہ قائم حی و قیوم ہے لیکن تیری تسلیم نہ ہو تو تیرے لیے اللہ نہیں ہے۔ تو تسلیم کہاں ہوتی ہے؟ یہ آپ کے اندر ہی کوئی شے ہے' کوئی شعبہ ہے' آپ اپنے شعبے کو درست کریں تاکہ اللہ کو ماننے والا شعبہ زنگ آلود نہ ہو جائے۔ آپ جتنا مانیں گے اتنا ہی آپ کے لیے اللہ قائم رہے گا۔ تو آپ ماننا سیکھیں۔ ماننے سے مراد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو فارمولے کے حساب سے نہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ عبادتوں کے حوالے سے انعام دیتا ہے کہ اس نے کمپیوٹر لگایا ہوا ہے اور عبادت کے بدلے میں یہ چیز دے گا۔ ایسی بات نہیں ہوتی۔ تو کیا ہوتا ہے؟ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس کی نیت کیسی ہے' اگر اس کی نیت بہت اچھی ہے' اس کا دل بہت اچھا ہے تو دل جب اچھا ہو گا تو دل میں اللہ کے بارے میں یقین بھی بہت اچھا ہو گا۔ تو یقین والا کبھی فضل سے مایوس نہیں ہو گا۔ فضل سے مایوس وہی ہو گا جو حساب کتاب

کرتا ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کی یاد سے غافل کرتا ہے۔ تو وہ محروم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی ایسا تشویش ناک غور نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر فضل نہیں کرے گا۔ ابلیس کی کیا تعریف ہوتی ہے؟ ابلیس کا معنی ہی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو چکا ہے۔ تو بندوں میں بھی ابلیس وہ ہوتا ہے جو یہ کہتا ہے کہ چھوڑو جی ساری دنیا میں برائی ہو رہی ہے اگر پاکستان میں ہو گئی تب کیا ہوا اور ہم نے برائی کر لی تب کون سی برائی ہے۔ ابلیس لوگوں کو بہکا رہا ہوتا ہے کہ دیکھو یہ جو سارے نمازی مسجد میں گئے ہیں وہ سارے کے سارے چور ہیں' مجھے پتہ ہے کہ وہ رات کو سارے چوریاں کرتے ہیں۔ اب نماز کے بارے میں اپنا تبصرہ کر رہا ہے حالانکہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کو پسند ہے۔ یہ شخص یہ جو تبصرہ کر رہا ہے وہ نمازیوں کی برائی کے حوالے سے نماز کو غلط کہہ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ نمازیوں پر رحم نہیں کرتا تو اللہ مجھ پر رحم کیسے کرے گا۔ آپ اللہ کی باتوں کو مانتے ہوئے معذرت تو پیش کر سکتے ہیں لیکن تنقید نہیں کر سکتے۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ سب سے اچھا نظام تیرا ہی ہے' اسلام ہی کا ہے' کبھی کبھی ہم سے کمی بیشی ہو جاتی ہے' تو ہم پر مہربانی فرما۔ تو آپ تنقید نہ کرنا۔ اس لیے اس بڑھیا کی حالت بہت بری ہے جو سوت کو الجھا دے۔ آپ اپنے ماضی کا دفاع کیا کریں اور جو کچھ آپ کرتے آ رہے ہیں اس کی Direction' اس کی سمت اللہ کی طرف ہونی چاہیے تاکہ یہ نہ الجھے ورنہ ہر شے الجھ جائے گی۔ آپ وعدوں کے پابند رہا کریں اور آپ کے یقین کا چراغ جلتا رہے۔ سارا کام ہی یقین کا ہے

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

اندیشہ پیدا نہیں ہونا چاہیے' شک پیدا نہیں ہونا چاہیے' اپنے آپ میں یقین پیدا کریں' اپنے مستقبل میں یقین پیدا کریں۔ یہ یقین پیدا کریں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل آپ کو ملے گا۔ آج بھی آپ کو اللہ کا فضل مل رہا ہے' فضل نہ ہو تو آپ کا ایک لمحہ نہیں گزر سکتا' ایک Moment نہیں گزر سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کا آپ کو ہر وقت آسرا ہونا چاہیے۔ تو ہمیشہ فضل ہی رہے گا۔ میاں محمدؒ صاحب کہتے ہیں۔

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں کم بن جاندا ای میرا
وچ خزانے تیرے یا رب ہرگز تھوڑ نہ کوئی
ہر محتاج نمانیاں کارن رحمت تیری ہوئی
رحمت دا مینہہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کردے میوے بھریا

یعنی اے اللہ تیری رحمت کا دریا ہر وقت جاری ہے اور اگر مجھے ایک قطرہ بھی عطا ہو جائے تو میرا کام بن جائے گا۔ تیرے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے اور ہر محتاج کو تیری رحمت ملتی ہے تو اے میرے خدا رحمت کی ایسی بارش فرما کہ میرا سوکھا باغ ہرا ہو جائے' اور میری آس اور امید کے پودے کو میوے لگا دے۔

آس کا معنی وہ انتظار جو آپ کے اندر ہے اور وہ آس اس کے فضل سے ہی بار آور ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو یاد رکھیں

تاکہ محنتیں رائیگاں نہ ہوں۔ بس محنت ضائع نہیں ہونی چاہیے۔ محنت تو آپ کرتے آ رہے ہیں' بس یقین رکھنا! جس شخص نے ابھی تک عاقبت نہیں دیکھی اسے کیسے پتہ ہے کہ کس کا کیا بنے گا۔ تو کبھی کسی شخص کو کافر نہ کہنا کہ اس نے جنت میں نہیں جا سکنا' یہ اس لیے تاکہ آپ اپنا جنت کا راستہ تیار رکھو۔ کہتے ہیں کہ کچھ عبادت والے لوگ جنت میں ہڑتال کر دیں گے' Strike کر دیں گے اور جب ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ ہڑتال کیوں کی تو بولیں گے کہ دیکھو کل اللہ نے ایک بندے کو جنت میں بھیج دیا ہے حالانکہ وہ نماز نہیں پڑھتا تھا اور اس کا حق نہیں بنتا تھا کیونکہ وہ بڑا نقصان دہ بندہ تھا' یا اللہ یہ تو بڑی غیر جمہوری بات ہے! آپ کو یہ یقین ہونا چاہیے کہ اللہ اپنی بے پناہ رحمتوں کے ساتھ ہر ایک کو معاف کر سکتا ہے۔ تو اللہ جس کو چاہے' جب چاہے' معاف کر دے۔ آپ نے پڑتال نہیں کرنی' آپ نے ہڑتال نہیں کرنی۔ آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ آپ بھی جنت میں جائیں گے اور آپ کا دشمن بھی انشاء اللہ وہاں پہنچا ہو گا۔ اس کے ساتھ دشمنی تو آپ کی ہے اور اللہ کے ساتھ اس کی دشمنی کوئی نہیں۔ وہ تو مالک ہے' کسی کو وہاں پیدا کر دیا تو وہ ہندوستانی بن گیا اور جس کو یہاں پیدا کر دیا تو وہ پاکستانی بن گیا۔ وہ جہاں جس کو چاہے پیدا کر دے' تو وہ وہاں پیدا ہو جاتا ہے' اگر آپ انگلینڈ میں ہوتے تو انگریزی بولتے' چین میں ہوتے تو ہوچی منہ ہو جاتے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ یونان میں ہوتے تو سکندر اعظم کی فوج میں ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ آپ کو کہاں' کس مقام پر پیدا فرمایا' کس علاقے میں پیدا فرمایا اور کس ٹائم میں پیدا فرمایا۔ تو یہ ساری بات غور

کرنے والی بات ہے۔ پہلے بتایا تھا اور آج پھر بتا رہا ہوں کہ آج بھی جو لوگ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو فقراء بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کی روحوں کو حضور پاک ﷺ کی محفل میں محبت عطا فرمائی جا چکی ہے' یعنی جب آپؐ کی محفل موجود تھی تو اس وقت روحوں کو اس محفل میں محبت عطا ہو چکی ہے اور اب وہ اپنی باری پر جب دنیا میں آتے ہیں تو خود بخود محبت لے کے پیدا ہوتے ہیں اور کسی کو محبت کا یہ علم دینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں کیونکہ یہ محبت جو ہے حاصل ہو چکی ہے۔ تو اس کا ماضی بھی کوئی نہیں ہوتا۔ تو سارے حال اور روحوں کی تقسیم ہو چکی ہے کہ کون سی روح نے کیا کرنا ہے' کہاں ہونا ہے اور کہاں جانا ہے۔ تو جہاں اللہ تعالیٰ پیدا فرما دے تو اس کا شکر ادا کرو اور اپنے عمل پر قائم رہو۔ اس لیے اس بڑھیا کی بات کرتے ہیں کہ سوت کات کر اسے الجھا نہ دینا۔ ایک آدمی سوت الجھاتا کب ہے؟ مثلاً" کوئی یہ کہتا ہے کہ میں چالیس سال پیر صاحب کے ساتھ رہا مگر وہ کوئی ٹھیک بندہ نہیں نکلا تو اب سوت الجھ گیا۔ وہ ٹھیک نکلے نہ نکلے' تُو اپنی توڑ نبھا' پھر دیکھا جائے گا۔ تُو اپنا یقین رکھ اور پار ہو جا۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا آخری وقت تھا' رات کا ٹائم تھا اور حضرت امیر خسروؒ جو کہ ان کے محبوب تھے وہ اپنی ایک مہم پر گئے ہوئے تھے۔ وہاں حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ بھی موجود تھے۔ تو آپؒ کو رات کو طبیعت میں تھوڑا سا افاقہ ہوا۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جو امانتیں ہوتی ہیں وہ دینی ہوتی ہیں' Handover کرنی ہوتی ہیں' مثلاً" خلافت۔ تو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے آواز دی کہ "امیر ہے"؟ باہر سے آواز آئی کہ "سرکار

امیر تو نہیں ہے مگر نصیر حاضر ہے"۔ آپؒ چپ ہو گئے۔ ان کو امیر خسروؒ سے بہت محبت تھی۔ خواجہ نصیر الدین چراغؒ بھی بڑے نیک بزرگ تھے لیکن محبوب امیر خسروؒ تھے۔ کچھ وقت کے بعد دوبارہ آواز دی کہ "امیر ہے"؟ تو انہوں نے کہا کہ "خادم نصیر ہے" تو تیسری بار بھی یہی واقعہ ہوا تو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت نصیر الدینؒ کو اندر بلا لیا اور فرمایا کہ نظام چاہے امیر کو اور اللہ چاہے نصیر کو ——— تو فیصلہ نصیرؒ کے حق میں ہو گیا۔ تو خلافت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کو مل گئی۔ تو امیر خسروؒ کو خلافت تو نہیں ملی مگر خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے امیر خسروؒ کے لیے ایک وصیت کی کہ اس کو میرے آستانے کے سامنے دفن کرنا اور اس کا اور میرا عرس برابر ہی ہو گا' ایک ہی جگہ ہو گا۔ تو وہ اب بھی ایک ہی جگہ پر ہوتا ہے۔ اتنے میں حضرت امیر خسروؒ اپنی مہمات سے واپس آئے راستے میں پتہ چلا کہ ان کے مرشد کا وصال ہو گیا ہے' وہ تو رخصت ہو گئے ہیں۔ پھر ان کو اپنے شیخ کے کھڑانویں یعنی جوتیاں عطا ہو گئیں۔ امیر خسروؒ نے اپنا سب کچھ دے دیا اور وہ جوتے لے لیے اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔ جب انہوں نے اپنے مرشد کو اس حالت میں لیٹے دیکھا تو فرمایا کہ ؎

گوری سوئے سیج پر مکھ پر ڈارے کیس
چل خسروؒ گھر اپنے سانجھ بھئی چودیس

یعنی کہ لمبے بال ہیں جو مکھ پر ڈالے ہوئے ہیں اور گوری جو ہے اب سیج پر سوئی ہوئی ہے۔ یہ وہ اپنے محبوب کو کہہ رہے ہیں' محبوب الٰہیؒ کو' حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو' کہ آپؒ کے بعد اب تو رات ہی پڑ گئی' اب

میں نے یہاں کیا کرنا ہے۔ اور پھر چند مہینے کے اندر خسروؒ فوت ہو گئے' یہ بھی تو خلافت ہے' اب بھی آپ کے سامنے دفن ہیں اور امیر خسروؒ کا عرس جو ہے حضور محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کے آستانے پر ہوتا ہے۔ پھر خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا وصال ہوا تو وہاں ایک بزرگ آئے' انہیں خلافت نہیں ملی تھی' وہ تھے خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ۔ آپ نے یہ نام سنا ہو گا۔ جو وہ آئے تو پتہ چلا کہ ان کے شیخ فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو خلافت نہیں مل سکی تھی۔ انہوں نے کہا کوئی بات نہیں' پھر انہوں نے جنازے والی چارپائی کی پائنتی نکال کے اپنے سر پہ لپیٹ دی اور فرمایا کہ ہمارے لیے یہی خلافت ہے اور جا کے دین کا کام کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے دکن میں جا کے تبلیغ کا بے شمار کام کیا۔ تو کہنے کا مدعا یہ ہے کہ یہ کرنے والا کام ہے اور یہ واستگیاں ہیں۔ تو اللہ جس کو چاہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اگر چالیس سال خدمت کر لی ہے تو یہ مرتبہ مل جائے گا' ضروری نہیں کہ یہ واقعہ ہو' یہ Desired result ہو' یہ نتیجہ مل جائے۔ مدعا یہ ہے کہ یقین کرنے والے کو کھڑانویں بھی مل گئیں تو وہ اس کو خلافت ہو گئی اور پیر کے جاتے ہوئے وصال نہ ہوا اور ملاقات نہ ہوئی مگر پھر بھی ملاقات ہوئی ہے۔ تو یہ ہے یقین والی بات۔ اگر یقین نہ ہو تو انسان الجھ جاتا ہے اور پیروں کے سلسلے میں محنتیں بڑی اکارت جاتی ہیں۔ اول تو آپ اس میں نہ پڑیں اور اگر داخل ہو گئے ہیں تو واپس نہیں جانا چاہیے۔

غلام فریدؒ جیڑیاں راہ وچ مڑیاں
نہ او اروار دیاں نہ او پار دیاں

یعنی اے غلام فرید جو راستے سے واپس آ گئی وہ نہ یہاں کی رہی اور نہ وہاں کی۔

تو جو راستے سے مڑ گیا وہ کسی کام کا ہی نہ رہا بلکہ ختم ہی ہو گیا' دنیا دار رہ گیا اور نہ دین دار رہ گیا۔ اس لیے یقین کا ہونا بہت ضروری بات ہے۔ آپ کے یقین کا نام ہی رہبر ہے' عشق ہی راہنمائی کرتا ہے' اس میں کوئی بڑا علم نہیں چاہیے۔ کہتے ہیں کتنا علم حاصل کرنا چاہیے؟ کھانا کھانے کے لیے کتنا علم چاہیے؟ یہ تو کھانا پکانے والے کو علم ہونا چاہیے اور آپ کو جو مل گیا آپ نے کھا لینا ہے۔ تو وہاں علم نہیں چاہیے۔ اسی طرح سونے کے لیے کتنا علم چاہیے؟ کوئی علم نہیں چاہیے۔ دوسری ضروریات زندگی میں بھی کوئی علم نہیں چاہیے۔ تو علم کس بات کے لیے چاہیے؟ اللہ کے ہاں علم کی ضرورت ہی نہیں ہے' اس کی وقعت ہی کوئی نہیں ہے' وہ تو آپ علم عطا فرمانے والا ہے اور آپ کو علم ملتا جا رہا ہے۔ آپ کو تو صرف وقت ضائع کرنے کے لیے علم چاہیے۔ ورنہ تو حضور پاک ﷺ سے محبت کے لیے علم نہیں چاہیے۔ بس صرف اللہ کی مہربانی چاہیے۔ پانچ نمازوں کا علم بچپن سے ہی آپ کو مل گیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ سبحانک اللّٰھم سے لے کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ تک یہ کل آپ کی عبادت ہے۔ اگر آپ حج پڑھ جائیں گے تو حج والی دعائیں کسی کو یاد نہیں ہوں گی' چھوٹی سی کتاب ہی ملتی ہے اور اس کتاب میں سب لکھا ہوتا ہے۔ پھر معلّم ہوتے ہیں جو بتاتے ہیں کہ اب دعا نمبر چار پڑھو اور اب یہ مقام آ گیا ہے' یہاں پر یہ کرو۔ ایک روٹین بن جاتی ہے۔ زبانی یاد تو کسی کو نہیں ہوتا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ عشق

کا فارمولا کوئی نہیں' یہ جو ہے ناں یہ اللہ کا فضل ہوتا ہے اور اس لیے لمبا چوڑا علم نہیں چاہیے۔ میں تو آپ کو یہاں تک بھی کہتا ہوں' لیکن ڈر ڈر کے کہتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ کی جو زندگی تحریر میں ہے' جس کو آپ سیرت النبیؐ کہتے ہیں' یہ پڑھنے سے محبت نہیں ملے گی بلکہ وہ عطا فرمائیں گے تو محبت ملے گی۔ کتاب پڑھنے سے محبت نہیں ملتی اگر آپ قرآن شریف پڑھ لو تو کیا اللہ سے محبت ہو جائے گی؟ ضرور نا نہیں۔ بعض اوقات خوف پیدا ہو جائے گا کیونکہ قرآن میں لکھا ہوتا ہے کہ اڑا کے رکھ دیں گے مگر یہ کافروں کے لیے لکھا ہو گا اور آپ اپنے لیے سمجھ بیٹھیں گے۔ تو اللہ کی محبت جو ہے وہ کسی اللہ والے سے مل جائے گی' یہ کوئی اور ہی حساب ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت جو ہے وہ اللہ کے کسی محبوب سے مل جائے گی۔ تو محبت کے لیے آپ علم سے بچو۔ یہ بہت زیادہ علم کی بات نہیں بلکہ بزرگوں کا اپنا اپنا طریقہ ہے' کسی نے یہ طریقہ بتایا کسی نے وہ طریقہ بتایا' کسی نے کہا یہ وظیفہ پڑھ لو یا حی یا قیوم' کسی نے کہا یا نُور یا لطیف پڑھا کرو' کسی نے کہا پڑھنے والی تو سورۃ ملک ہے وہ پڑھا کرو' کسی نے سورۃ واقعہ کا کہہ دیا' کسی نے کہا تبارک الذی آپ روز پڑھا کرو' سورۃ النساء پڑھا کرو۔ پھر ایک بزرگ نے کہا یہ سب قرآن کی سورتیں ہیں لیکن تم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو' سارا قرآن اسی میں ہے۔ پھر فرمایا گیا الحمد للہ میں سارا قرآن ہے یا یہ کہ بسم اللہ کی "ب" کے اندر سارا قرآن ہے۔ پھر کہتا ہے کہ "ب" تو دور کی بات ہے "الف" کے اندر سارا قرآن ہے۔ بات تو اتنی ساری ہے۔ اصل میں تمہاری نیت میں ہی اللہ ہے اور تمہارے

یقین میں اللہ ہے۔ آپ نیت کو یقین کے ساتھ ملا دیں تو بس آپ کی طرف سے اللہ کا کام ہو گیا۔ آپ علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈتے ہیں کہ دیکھو اللہ اس وقت کہاں ہے؟ چوتھے آسمان پر ہو گا! یہ چوتھا آسمان کہاں پر ہے؟ تیسرے کے اوپر! اور دوسرا آسمان کہاں ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ پہلے آسمان کے اوپر۔ کہتا ہے تو پہلا آسمان کہاں ہوتا ہے؟ کہتا ہے مجھے تو پتہ نہیں کیونکہ میں تو زمین پر رہتا ہوں۔ جب آپ کو پہلے آسمان کا پتہ نہیں تو چوتھے آسمان کا کیا پتہ ہو گا؟ اگر اللہ ہے تو تمہارے دل میں ہے اور اگر نہیں ہے' تو پھر لا مکاں میں ہے۔ تو لامکاں یہ ہے کہ تمہارا اپنا مکان بھی لامکان ہے' اگر اس میں خواہشات کو نکال دو تو ہر مکان لامکاں ہے' خواہشوں سے دل کو بھر کے تم کون سے لامکاں کی تلاش کرتے جا رہے ہو' خواہش چھوڑنے کا مطلب ہے لا آرزو ہونا۔ اگر دل کو لا آرزو اور بے آرزو کر دو تو یہی لامکاں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ زمین پر اس کا مکان ہے کعبہ' اگر اللہ تعالیٰ کعبے تک رہتا تو پھر اللہ کعبے تک رہنا چاہیے تھا۔ تو پھر جو کعبہ میں جا کر اللہ کو یاد کرتے صرف وہی اللہ کو یاد کر سکتے مگر نماز تو ہر جگہ ہو جاتی ہے۔ پھر تو کعبے کے اندر نماز فرض ہونی چاہیے تھی مگر نماز تو کعبے کے باہر بھی فرض ہے۔ یعنی اللہ صرف کعبے میں ہے تو نماز لاہور میں کیسے فرض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ جو ہے ایک جامعیت کا رخ ہے' قبلے کا ایک رخ ہے کہ مسلمانانِ عالم ایک سمت میں رخ کریں' اللہ کا گھر وہ ہے جہاں اللہ کی یاد ہو گی' تو تیرے دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد ہو۔ قلب المومن عرش اللہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ بس

مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے منور کرو' یہی کعبہ ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ ۔

ساڈا کعبہ یار دیاں گلیاں

تو کعبہ صرف اس مکان کا نام نہیں ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ اگر کعبہ اللہ کا گھر ہے' لفظ تو بیت اللہ ہی ہے' تو پہلے کعبے میں بت تھے پھر اللہ کا گھر اس کے پاس تھا جس نے کعبے سے بت نکالے۔ تو اللہ تعالیٰ تو اس گھر میں تھا جس میں بت نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ یاد کرنے والوں کے دل میں رہتا ہے' کام کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے' اللہ تعالیٰ پکارنے والوں کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کے دل میں رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تیرے دل میں رہتا ہے۔ اس لیے بتایا گیا کہ یہ جامعیت ہے یہ مرکزیت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے آئینے اور روشنی سے پہچانو۔ بس آپ اپنی محنتوں کو نہ الجھاؤ۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ پیروں کے ساتھ تعلق بنانے والا عام طور پر جب ان سے الجھتا ہے تو بڑا ہی خطرہ ہوتا ہے اور اس کے لیے بچت کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔ وفا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ! وفا کے ساتھ چلتے جاؤ' بس آپ چلتے جاؤ چلتے جاؤ' یہ سفر کوئی لمبا نہیں ہوتا' سفر یقین کا ہوتا ہے' تو پہلا قدم ہی آخری قدم بن جاتا ہے۔ اس لیے بڑی احتیاط کے ساتھ چلو اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات نہ توڑا کرو' اور ماں باپ کے ساتھ تعلقات نہ توڑنا' یہ ایسے ہے جیسے اللہ سے تعلق توڑ دیا ہو۔ تو ماں باپ سے تعلق نہ توڑنا اور کبھی یہ نہ کہنا کہ ماں باپ خود ہی توڑ گئے تھے۔ پھر بھی آپ ہلاک ہو گئے' ان کو اپنی ہڈیاں توڑنے دو مگر ان کو تعلق نہ توڑنے دو! آپ ان کو

قابو کر لو اور کہو کہ کہ ہم آپ کو ناراض نہیں ہونے دیں گے' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ تو آپ ماں باپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں تو ماں باپ کی مرضی کے بغیر حج بھی نہ کرو' تو یہاں تک حکم ہے۔ اس کا یہ ثبوت ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ کو ماں نے مدینہ شریف بھیجا۔ آپؓ کو حضور پاک ﷺ سے بہت محبت تھی۔ ماں نے کہا جاؤ' اگر حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہوں تو آپ ان سے مل لینا۔ اویس قرنیؓ قرن سے چلے' پیدل رفتار' محبت میں سرشار' کچھ بیمار تھے' چلتے چلتے وہاں پہنچے' مسجد میں پہنچے' مسجد سے پتہ چلا کہ حضور پاک ﷺ گھر تشریف رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا ماں کا حکم تھا کہ مسجد میں ہوں تو مل آنا وہ واپس چلے گئے All the way ۔ پھر جا کے پوچھا تو ماں نے کہا کہ اگر آپؐ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو جا کے مل آنا۔ اس وقت اتفاق سے حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ تو حضرت اویس قرنیؓ پھر واپس چلے گئے۔ اتنے میں محبت Establish ہو گئی' قائم ہو گئی تو ان کو حضور پاک ﷺ کی طرف سے خرقہ مبارک پیش ہوا' دو صحابہ کرامؓ کو بھیجا گیا کہ جاؤ اس بندے کو عطا کر کے آؤ۔ یہ ہے وہ واقعہ۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ خالی نہیں گئے بلکہ ان کو انعام ملا۔ تو اس واقعہ میں ماں کا حکم ماننے کی افادیت بتا دی گئی اور اس کا انعام بھی مل گیا۔ انعام یہ مل گیا کہ جس محبت کے لیے وہ جا رہے تھے وہ محبت ان کے گھر جا پہنچی۔ تو وہ ایک واحد آدمی ہیں جنہوں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا نہیں مگر حضور پاک ﷺ کو دیکھا ہے۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بتاتا ہے کہ محنت کا انعام مل گیا۔ اس کو

ذرا دھیان کے ساتھ دیکھو کہ سوت ضائع تو نہیں ہوا' تو سوت کاتنا استقامت کا نام ہے۔ جنہوں نے استقامت چھوڑ دی وہ بڑھیا کی طرح ہو گئے۔ کون سی بڑھیا؟ جس نے سوت کاتا اور الجھا دیا۔ تو آپ ایسی بات مت کرنا' محنتیں ضائع نہ کرنا' محنتوں کو قائم رکھنا۔

سوال :۔

حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے دانت کیوں توڑ لیے تھے؟

جواب :۔

میں یہ جو بات کہہ رہا ہوں یہ محبت قائم رکھنے والی بات ہے۔ یہ تو محبت کی بات ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ حضور پاک ﷺ کے دانت مبارک شہید ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنا ایک دانت توڑ دیا۔ پھر خیال آیا کہ پتہ نہیں کون سا دانت شہید ہوا؟ تو پھر سارے دانت تڑوا لیے۔ عشق کے اندر ایسی بات آ جاتی ہے۔ عشق جو ہے احتیاط کا نام نہیں ہے' عشق' عشق ہی ہے۔

آپ بولو! سوال وہ پوچھو جو آپ کا ذاتی سوال ہو' آپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہو' آپ کی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتا ہو تاکہ آپ کے اوپر کچھ واردات ہو۔

سوال :۔

یہ آپ نے کئی دفعہ فرمایا ہے کہ طریقت کے راستے میں نہیں بدلنا چاہیے لیکن کئی ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ انسان بدلنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟

جواب :۔

بدلنا اور چیز ہے' میں کہتا ہوں کہ مایوس نہ ہونا۔ یعنی کہ بدلنا تو یہ ہوتا ہے کہ Handover کرنا اور Take over کرنا' یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ لیکن آپ Reject نہیں کرنا' ترک نہ کرنا یا یوں کہو کہ جس کے بارے میں آپ کی زبان سے اچھے کلمات نکل چکے ہوں' اس شخص کے بارے میں کبھی آپ کی زبان سے غلط لفظ نہ نکلے' بس یہاں سے سزا شروع ہو جاتی ہے۔ Hand over تو ہوتا رہتا ہے مثلاً" یہ کہ کوئی قادری سلسلے میں بیعت تھا' اس کے پیر صاحب وصال فرما گئے اور پھر اسے چشتی سلسلہ عطا ہو گیا۔ مگر اس کا Credit ' اعزاز بھی پہلے پیر کو جاتا ہے' مدعا یہ ہے کہ سارا کچھ پہلے پیر صاحب سے ملتا رہتا ہے۔ تو نام کس کا لکھا جاتا ہے؟ اپنے اصلی پیر کا۔ جس طرح آپ کا نام کیا لکھا جائے گا؟ آپ اپنے ماں باپ کا بیٹا ہی کہلائیں گے چاہے راستے میں آپ کسی کو اپنا بزرگ بنا لو یا استاد بنا لو' اس سے فرق نہیں پڑتا۔ نام وہی رہے گا۔ یہ مایوسی نہیں ہے بلکہ یہ تو استحقاق استعمال ہو رہا ہے۔ داتا صاحب" نے بہت سے شیوخ سے فیض حاصل کیا مگر ان کا اپنا پیر ایک ہے۔ پیر تو پردہ کرتے رہتے ہیں اور پھر پردے سے باہر آ جاتے ہیں۔ وہ ایسا کھیل کرتے رہتے ہیں۔ اصل میں پیر ایک ہی ہوتا ہے' وہ اِدھر چلا جاتا ہے' اُدھر چلا جاتا ہے' غیب ہو جاتا ہے' پھر حاضر ہو جاتا ہے' پیر وہ جو تمہاری محبت میں ہے' پیر دستگیر ہے بلکہ پیر جو ہے امیر ہے۔ یہ یاد کا کام ہے' جسے آپ یاد کر رہے ہیں وہ ادھر ہی سے آ رہا ہے اور سب فیض اد" ہی سے آ رہا ہے جہاں سے سارا فیض آتا ہے۔ میں پیر تبدیل کرنے

کی' Change کی بات نہیں کر رہا بلکہ یہ کہہ رہا ہوں کہ مایوس ہو کر چھوڑ نہ جانا' اور وفا ترک نہ کرنا۔

سوال :۔

حضور رسول مقبولؐ خاتم الانبیاء ہیں ہمارے ہادیؐ ہیں اور خالق ارض و سما کے محبوب بھی ہیں۔ اس بات کی ذرا اثر انگیز وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

مقصد یہ ہے کہ خالق کا فیصلہ ہی یہی ہے کہ آپؐ ایسے ہوں۔ یہ بات بیان سے اثر انگیز نہیں ہوتی بلکہ بات یہ پہچان سے معلوم ہوتی ہے کہ خالق کے محبوبؐ تخلیق کے محبوب ضرور ہیں۔ وہ خالق کے محبوب تو ہوئے اور جتنی بھی تخلیق ہے ارض و سماء میں' وہ خالق کی تخلیق ہے۔ تو خالق کے محبوب ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ساری کائنات کے محبوب بھی آپؐ ہیں۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ بات بیان سے اثر انگیز ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی؟ تو یہ سب عطا سے ہوتی ہے۔ اس میں بیان والی کوئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ عطا ہے۔ اگر وہ مہربانی فرما دیں تو خود بخود حجاب اٹھ جاتا ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ علم سے نکلو' علم سے نکلو گے تو پھر انشاء اللہ عطا ہو جاتی ہے' کسی آستانے پر حاضری دیا کرو' بزرگوں کے پاس جایا کرو' تنہا بیٹھا کرو' درود شریف کثرت سے پڑھا کرو' کثرت سے پڑھا کرو۔

سوال :۔

کیا کچھ علم حاصل کرنا ضروری بھی ہے؟

جواب :۔

جو علم ضروری ہے وہ تو ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ علم ضروری نہیں ہے۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ بہت سارے علم جو ہیں ان کا آپ کی زندگی میں استعمال نہیں ہے اگرچہ ہیں وہ ضروری۔ لیکن چونکہ آپ لوگوں کی زندگی ہی ایسی ہے کہ تعلیمِ حاضرہ پچیس سال تک تو آپ کو ہوش ہی نہیں آنے دیتی' آپ دورِ جدید کی تعلیم میں لگے رہتے ہیں' مثلاً" آپ نے ایم بی بی ایس میں کتنے سال لگا دیے' پچیس سال کے بعد پھر ازدواجیت کا علم حاصل کیا ہو گا' اس میں بھی آپ کو ٹائم نہیں ملا ہو گا اور اسی طرح علیٰ ہذا القیاس کتنے ہی واقعات ہیں۔ اسی طرح وہ علم بڑا ضروری ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کا علم ہو لیکن آپ کی زندگی میں اب کیا بات سمجھ آئے گی۔ اس لیے آپ واجبی بات کرو۔ آپ اللہ کی بات کرو تو اللہ کے حبیب ﷺ کے حوالے سے کرو اور اللہ کے حبیبؐ کی بات کرو تو اللہ کے حوالے سے کرو۔ بس اتنی سی بات ہے! آپ کا کام ہو جائے گا۔ باقی سارا علم ہے' حالانکہ وہ بڑا ضروری علم ہے' مثلاً" قرآن پاک کی تفسیروں میں بے شمار واقعات لکھے گئے ہیں' سیاسی بھی اور غیر سیاسی بھی' ضروری بھی اور غیر ضروری بھی' تو آپ ان سے بچ ہی جاؤ تو بات بڑی آسان ہے۔ مثلاً" مسلمانوں نے اپنی عظمت کی تاریخ لکھی ہے' مسلمانوں کی تاریخ بڑی اعلیٰ ہے' گریٹ پاور فل

مسلم نیشن کی تاریخ یعنی غزنوی' غوری' بابر' وغیرہ بڑے ہی فاتحین تھے' ان کی اچھی تاریخ ہے' انہوں نے ہندو کو اڑا کے رکھ دیا' سومنات اڑا کے رکھ دیا اور اس تاریخ کے بعد اگر آپ کا فال آف ڈھاکہ ہو جاتا ہے تو بس کرو ایسی تاریخ کو۔ آپ اب پھر وہی علم پڑھاتے جا رہے ہو کہ محمد بن قاسم آیا تو اس نے ہندوؤں کو اڑا کے رکھ دیا اور سندھ فتح کر لیا۔ اب تو مسلمانوں کو بتاؤ کہ آپ انسان بنو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بہادری کی تاریخ جو ہے اب اتنے بڑے واقعہ کے بعد آپ کیسے پڑھاؤ گے۔ کچھ لوگ بھٹو مرحوم کے دور کو درخشاں کرنا' چمکانا چاہتے ہیں تو یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ اس دور میں بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ بڑی خوبی کی بات تھی کہ اپنے اس پاکستان کو ہم نے بنگلہ دیش مان لیا۔ تو بھٹو صاحب نے یہ کارنامہ کیا اور بڑا خوب صورت کارنامہ کیا ورنہ بنگلہ دیش کہاں سے آزادی حاصل کرتا۔

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

تو آپ اپنے پچھلے دور کو اس طرح اجاگر کریں تاکہ یہ آپ کے حال کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ تو آپ یہ خیال کے ساتھ اور دھیان کے ساتھ کریں ورنہ خرابی ہو جائے گی۔ آج کل لوگ پچھلے ادوار کو دہرانے' Revise کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی کسی لیڈر کو شہید ثابت کرنے میں لگا ہوا ہے' کوئی کسی اور کو۔ پتہ نہیں کوئی شہید ثابت ہوتا ہے کہ نہیں۔ کیا ایک شہید سے گزارا نہیں ہوتا' کیا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام آپ کے لیے کافی نہیں ہیں۔ کیا آپ نے شہیدوں کی فوج بنانی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ پاکستان کی عظیم تاریخ ہے' سرمایہ ایمان

ہے' مجاہدین کی بڑی تاریخ ہے اور وہاں ہندوستان میں ایک لاکھ آدمی گرفتار ہو گئے تھے۔ جب تک آپ اس واقعہ کو ہسٹری سے Delete نہیں کرتے' ختم نہیں کرتے تو بہادری کی باتیں چھوڑو۔ تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ علم اتنا چاہیے جس سے آپ کا کام چلے اور یہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ کیا ضروری ہے' یعنی مسلمان جو ہے اس کے پاس وہ کون سی چیز ہے جس سے اسلحے کی کمی پوری ہو سکتی ہے اور کون سی وہ چیز ہے جس سے پیسے کی کمی پوری کرو گے اور کون سی وہ چیز ہے جس سے آپ پسماندگی دور کرو گے' تو پھر آپ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح لوگ کہتے ہیں کہ بات کر کے ہم نے اپنا فرض پورا کر لیا ہے۔ اسی طرح فرض پورا کرنا ہے تو پھر تو فرض پورے نہیں ہوتے اور کچھ عمل اگر کرنا ہے تو پھر کر کے بتاؤ۔ پھر امامت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ جب تم نے یہ کہا کہ مسلمان ہو جا اور اگر وہ نہیں ہوتا تو اسے معزول کر دو۔ اگر تم نے معزول نہیں کیا اور مسلمان ہونے کی درخواست کی ہے' Request کی ہے اور وہ Request نامنظور ہو گئی ہے تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ یہ تو معمولی سے آدمی بھی کر سکتے ہیں کہ خط لکھ دیں اور خط منظور نہ ہوا تو پھر وہ کہیں گے کہ کوئی بات نہیں۔ مگر یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہوتی۔ اس لیے اے مسلمانو! ذرا دھیان کرو۔ اصلی طاقت کا سرچشمہ جو آپ کے پاس ہے وہ اللہ کے ساتھ تعلق ہے اور وہی اصلی قوت ہے۔ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ للہ جنود السمٰوٰت والارض یعنی اللہ کے لیے ہیں لشکر زمین و آسمان کے۔ تو اس کے پاس بڑے لشکر ہیں اور وہ دیتا بھی ہے اور اللہ کو ہم مانتے بھی ہیں اور اللہ کے پسندیدہ دین میں بھی ہیں۔ تو لشکر

ہمارے ہیں' اللہ ہمارا ہے اور شکست بھی ہماری ہے۔ تو Something wrong ہے' some where. کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہے' یا تو اللہ نے ہمیں قبول نہیں کیا یا پھر ہم نے اللہ کو قبول نہیں کیا' یا ہم اللہ کو اس لیے مانتے ہیں کہ یہ ہماری سماجی ضرورت ہے' سیاسی ضرورت ہے' اللہ ہماری ذاتی ضرورت ابھی بنا نہیں ہے۔ اللہ اس کی ضرورت بنتا ہے جو بہت ہی ابتلاء میں ہو ورنہ اللہ کا اگر آپ کے ساتھ تعلق ہو جائے اور آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے تو پھر مسئلہ ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ دیکھیں کہ اللہ ایک پیغمبر کو پیدا کرتا ہے' آج تک ساری دنیا ان کا کلمہ پڑھے جا رہی ہے۔ تو یہ ہوئی ناں اللہ سے تعلق کی بات اور اللہ سے تعلق کا پتہ چل رہا ہے کہ وصال کے بعد بھی آج تک لوگ نعت کہتے جا رہے ہیں' حضور پاک ﷺ کی شان میں ہندو بھی نعت کہتے جا رہے ہیں اور آج تک لوگ دھڑا دھڑ کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں' کسی نے ان کو دیکھا نہیں مگر حضور پاک ﷺ کا کلمہ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ورفعنا لک ذکرک: اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ لوگوں نے تو قرآن کو بڑا Change کرنا چاہا' تبدیل کرنا چاہا لیکن قرآن شریف تبدیل نہیں ہوا' یہ بھی اللہ کا فرمان ہے کہ میں مسلمانوں کو سرفراز کر دوں گا۔ اگر مسلمانوں پر حرف آتا ہے تو یہ وہ مسلمان نہیں ہیں' پھر یا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کسی اور سرفراز کو مسلمان کر دے۔ بہ غور والی بات ہے کہ یا تو آپ کو سرفراز کرے' یا پھر جو سرفراز ہیں ان کو کلمہ پڑھا دے' مثلاً" چین والے کلمہ پڑھ گئے تو تمہیں کسی نے پوچھنا ہی نہیں ہے اور پھر وہ اصلی مسلمان ہوں گے اور آپ کے بارے میں لوگ

کہیں گے کہ یہ لوگ کہیں درمیان میں، کسی زمانے میں مسلمان کہلاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر میں قوم بدل دیتا ہوں۔ اس لیے آپ ذرا غور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کا رشتہ، تعلق ہے یا کہ نہیں ہے، اس نے آپ لوگوں کو قبول بھی کیا ہے کہ نہیں کیا۔ اس کے پاس قوت ضرور ہے جو اللہ کو ماننے والا ہے اور اللہ کے لشکروں کو ماننے والا ہے، یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو آزردہ ہی کرتا جائے۔ اس لیے آپ دھیان کرو اور آپ لوگ بات کو سمجھو، علم وہ حاصل کرو جس کے لیے حضور پاک ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ یہ دعا کیا کرو اللّٰھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں آپ سے، اس علم کے بارے میں جو نفع نہ دے۔ تو علم نافع حاصل کریں۔ کون سا علم ہونا چاہیے؟ وہاں جا کے انگریزی میں نہیں سنا سکتے، منکر نکیر سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ How do you do کیا حال ہے آپ کا، آپ کہاں سے آئے ہو۔ وہ تو پوچھیں گے کہ ما دینک تمہارا دین کیا ہے؟ پھر اسے یہ نہ کہنا کہ اس کا ترجمہ کرو۔ وہ کہیں گے کہ اپنا دین بتاؤ تو یہ کہے گا کہ دین والی بات ذرا ٹھہر کے بتاؤں گا۔ تو وہاں یہ بات نہیں چلے گی۔ وہاں تو ما دینک اور من ربک کا جواب آنا چاہیے۔ تو جو کچھ اللہ نے بتایا اس کے مطابق چلنا چاہیے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے راستے پر ڈالو۔ بس اتنا علم چاہیے اور کوئی لمبا علم نہیں چاہیے۔ ہاں اور سوال پوچھو ـــــ بولو ـــــ

سوال :۔

مسلمانوں کو ہدایت کا مفہوم کیا ہے؟

جواب :۔

مسلمانوں کو مسلمان کرنا آج کل ہدایت کہلاتی ہے۔ اس سے باز آ جاؤ۔ ہدایت کا مفہوم کیا ہوتا ہے؟ بھئی مسلمانوں کو آپ نے اور کیا ہدایت کرنی ہے' وہ اللہ کے فضل سے مسلمان ہیں۔ آپ مسلمانوں والا کوئی کام کرو۔ یہ تو علماء کرام نے ایک شعبہ بنا لیا ہے کہ مسلمانوں کو ہدایت سکھانی ہے۔ ان کا تعلق کسی نہ کسی جامعہ سے ہوتا ہے یعنی وہ کسی جامعہ کا پڑھا ہو گا' جامعہ جات یعنی جامعہ نعیمیہ' جامعہ عرفانیہ' جامعہ غزالیہ' جامعہ اویسیہ' جامعہ غوثیہ اور دوسری بے شمار جامعہ ہیں' وہاں کا پڑھا ہوا درس نظامی پڑھ کے آ گیا' عربی فارسی کے سارے علوم پڑھے اور اپنا دورۂ حدیث بھی کر کے آ گیا اور اب تبلیغ کرے گا کہ یا ایھا الذین امنوا اے ایمان والو! تمہارے لیے یہ حکم ہے اور تمہارے لیے وہ حکم ہے ـــــ یہ سب باتیں کرے گا اور ظاہری علم کا اس کے پاس رابطہ کم ہے' اس لیے اس کے پاس وہ واقعہ نہیں ہو گا۔ اور اب اس کے پاس ایک ہی علم رہ گیا کہ تمہیں ڈراتا جائے کہ تم مر جاؤ گے' تم تباہ ہو جاؤ گے اور تمہیں دوزخ میں ضرور جانا چاہیے کیونکہ تم انگریزی پڑھتے ہو اور دوسرے کام کرتے رہتے ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ تبلیغ والا ڈراتا جائے گا اور براجمان کون ہو گا؟ ایچی سن کالج والا۔ یعنی انگریزی تعلیم والے وہاں پہ حکومت کرتے جائیں گے اور تم لوگ وہاں پہ ڈرتے رہو گے اور ڈراتے رہو گے۔ پھر کہو گے کہ یہ تعلیم ہو رہی ہے اور تبلیغ ہو رہی ہے۔ تبلیغ کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ مسلمان کو اسلام کی تبلیغ کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اب مسلمانوں کو اسلامی عمل کی ضرورت

ہے۔ اگر آپ کے پاس اسلامی عمل ہے تو یہ تبلیغ ہے۔ ورنہ مزید تبلیغ سے تو کنفیوژن پیدا ہو جائے گی۔ تو ہدایت سے مراد یہ ہے کہ ہادی کے ساتھ رابطہ ہو یعنی کہ ہادیٔ اعظم ﷺ کے ساتھ رابطہ ہو۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آ رہی کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ پہاڑ کی چوٹی تک جانا ہے اور وہاں تک جانے کے یہ راستے ہیں جس کو آپ تبلیغ کہتے ہیں' ہدایت کہتے ہیں۔ آپ نے سمجھا ہوا ہے کہ ہدایت کا راستہ یہ ہے' نماز ہے' یہ حج ہے' یہ روزہ ہے' یہ زکوٰۃ ہے' یہ ماں باپ ہیں جن کی یہ عزت ہے اور یہ مقام ہے اور یہ قرآن ہے۔ پھر یہ سارا منظر نامہ دیکھتے ہوئے چلتے چلتے آپ پہاڑ پر چڑھ جاؤ' منزل پر پہنچ جاؤ ---- مگر یہ جو ہدایت ہے یہ ہدایت نہیں ہے بلکہ ہدایت یہ ہے کہ ہدایت یافتہ کے ساتھ جا کے رابطہ کرنا۔ ہدایت کیا ہے؟ ہادیٔ اعظم ﷺ کے ساتھ یا ہدایت یافتہ کے ساتھ تعلق قائم کرنا۔ پھر وہ جس حال میں چلائے آپ اس حال میں چلتے جاؤ۔ صرف فارمولے کو یاد نہ رکھنا کیونکہ فارمولا نقصان پہنچا سکتا ہے یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا یہاں سے بہت سارے لوگ گمراہ ہو سکتے ہیں اور یہیں سے بہت سارے لوگ ہدایت پا سکتے ہیں۔ تو جس ذاتؐ پر قرآن کا نزول ہوا اس کے ساتھ رابطہ آپ کو گمراہ نہیں کرے گا۔

جس ذاتؐ پر نزولِ کلامِ مجید ہو
وہ ذاتؐ کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

اصل میں تو وہ ہدایت ہے۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادیؐ کے ساتھ یا ہدایت یافتہ کے ساتھ رابطہ کرنا اور اصل میں وہ ہادی ﷺ ہی سب

کچھ ہیں۔ تو آپ انؐ کے ساتھ رابطہ کرو تو ہی آپ کی ہدایت ہے۔ ہدایت کیا ہے؟ رابطہ، تعلق، اطاعت، محبت، عشق۔ اور یہ جو علم کی بات ہے تو ۔

علموں بس کریں او یار
اِکو الف تیرے درکار

یعنی اب علم سے باز آ جاؤ کیونکہ تمہارے لیے اللہ کافی ہے۔

یہ بابا بلھے شاہؒ صاحب کہہ رہے ہیں کہ ۔

چھڈ جھگڑا پڑھن پڑھاون دا
سکھ چج کوئی یار منّاون دا

یعنی پڑھنے پڑھانے کا طریقہ چھوڑو اور اللہ کو راضی کرنے کا کوئی طریقہ سیکھ لو۔

تو اللہ کو منانے کا آپ کو کوئی "چج" آ جائے، طریقہ آ جائے تو وہ ہے ہدایت۔ باقی سارے کا سارا منسوخ شدہ ہے۔ ایک شخص کسی کی بیوی کی باتیں کر رہا تھا کہ وہ بڑی علم والی ہے، گریجویٹ لیڈی ہے، سماج میں اس کے چرچے ہیں، فضل والی ہے اور امیر خاندان کی ہے۔ دوسرے نے پوچھا کہ وہ کیسے، تو وہ کہتا ہے کیونکہ اس کی خاوند سے نہیں بنتی۔ اب وہ کیا بیوی ہے جس کی خاوند سے نہ بنے، جو خاوند کو چھوڑ دے، Reject کر دے۔ آپ ایسے مسلمان ہیں کہ ہادیٔ اعظم ﷺ سے آپ کا تعلق کوئی نہیں ہے اور آپ نے اسلام سے تعلق پیدا کر لیا ہے، استغفراللہ تعالیٰ !!! میں آپ کو منع کر رہا ہوں کہ صرف اسلام سے تعلق نہیں رکھنا بلکہ اسلام دینے والے سے تعلق رکھنا، اسلام نافذ کرنے والے

کے ساتھ تعلق رکھنا' جس کے نام سے اسلام ہے اس کے ساتھ تعلق رکھنا' جس کی ذات کے لیے اسلام آیا اس سے تعلق رکھو۔ تو اس ذات کے ساتھ تعلق ہی اسلام ہے اور یہ ہی سارا واقعہ ہے۔ تو آپ لوگ تو اسلام کو اسلام دینے والے کے مقابلے میں استعمال کر جاتے ہو اور یہاں سے تم فیل ہو جاتے ہو۔ اللہ فارمولا دینے والا ہے اور اللہ کہتا ہے کہ ہم کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتے۔ جب آپ نے اس بات کا علم سیکھ لیا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ سے یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ آپ نے کہا ہے کہ کسی کی محنت رائیگاں نہیں ہوتی تو شیطان کی محنت کیوں رائیگاں ہوئی؟ تو آپ سے اللہ بھی گیا' اسلام بھی گیا' مفت کا عذاب بھی آ گیا اور بات پھر بھی سمجھ نہ آئی۔ علم والے نے کیا کیا؟ اس نے فارمولا دینے والے اللہ پر اپنا فارمولا دیا۔ یہاں آ کر تمہاری تبلیغ جو ہے وہ تمہارے لیے نقصان ہے بلکہ عذاب بن جاتی ہے۔ تبلیغ کیا ہے؟ اللہ کے نام کی تبلیغ یہ ہے کہ اللہ کی بات سمجھ آئے نہ آئے تو ماننا جا۔ جب یقین پختہ ہو جائے گا تو بات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی۔ تو اتنی ساری تبلیغ چاہیے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک جید صحابیؓ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ کے پیغمبرؐ نے آج ایک نئی بات کر دی ہے وہ فرما رہے ہیں کہ میں آج معراج پر گیا' دور آسمانوں پر چلے گئے اور وہاں پر بڑے واقعات ہوئے' قاب قوسین او ادنیٰ' پھر جو ہوا سو ہوا' پھر بڑے واقعات ہوئے' مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک واقعات ہوئے' پیغمبروں کی امامت ہوئی' کئی اور واقعات ہوئے' کئی سو سال تک گئے اور جب آپؐ واپسی تشریف لائے تو بستر گرم تھا' آپ بتائیں کہ ایسی کوئی بات ہو سکتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ کیا یہ آپؐ نے

فرمایا ہے اور اگر یہ آپؐ نے فرمایا ہے تو سچ ہی فرمایا ہے۔ اس کو کہتے ہیں اعتماد۔ تو اعتماد جو ہے وہ تحقیق سے بچنے کا نام ہے۔ کہیں تحقیق نہ کر بیٹھنا کہ اگر جنت واقعی بنائی ہے تو پہلے تھوڑی سی سیر تو کرائیں تاکہ یقین ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شاید تمہیں یقین اس وقت ہو گا جب تم جنت کے علاوہ کسی اور جگہ پہنچے ہوئے ہو گے' تو پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم پھر تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال ہو گا' پھر تم وہاں جا پہنچے تو یقین آئے گا' پھر یقین جو ہے وہ عین الیقین ہو گا۔ اس لیے تبلیغ اور ہدایت کیا ہے؟ سب سے پہلے ہدایت دینے والے سے تعلق بناؤ اور کہو کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمیں معافی دے دیں' ہمارے لیے اتنی ہدایت کافی ہے کہ آپؐ کا فضل ہم پر ہونا چاہیے۔ ہمیں تو ایک بات چاہیے کہ ہمیں تو عشق کی نعمت ملنی چاہیے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ آپ یہ پیغام لے کر چل پڑیں کہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے اور اس طرح تم لوگ صرف فرمان ہی سناتے جاؤ۔ اصل بات یہ ہے کہ ہدایت' فرمانے والے کے قرب کا نام ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادی تک پہنچنا۔ اگر آپ ہندو کی بات کریں تو وہ کہیں گے کہ ہمارے بڑے نے یہ فرمایا ہے' لارڈ کرشنا نے یہ فرمایا ہے' بُدھا نے یہ فرمایا ہے مگر جب تک وہ اپنے اس بندے کے ساتھ رابطہ نہیں رکھیں گے تو ان کا دین بھی صحیح نہیں ہو گا۔ تو آپ جس پیغمبرؑ کے دین پر چل رہے ہیں' اس Prophet کے ساتھ رابطہ رکھو۔ یہ صرف Procedure کی' طریقے کی بات نہیں کیونکہ Procedure تو سمجھانے کے لیے تھا' ہر دور میں بتایا گیا ہے' مگر ہدایت

کیا ہے؟ ہدایت یہ ہے ہادی کے چرنوں میں پہنچنا۔ بس یہ پکی خبر ہے۔ تو یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ اور ہدایت یہ ہے کہ اللہ ایک ہے' اللہ کے محبوب ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں' اور وہ تھے بھی اور ہیں بھی اور رہیں گے بھی سہی' تم ان سے رابطہ اسی طرح کر لو جیسے صحابہ کرامؓ کے زمانے میں تھا۔ بس یہ ہدایت ہے۔ اللہ یا تو تھا یا پھر ہے الآن کما کان وہ تو ایسے ہے جیسے تھا' ہمیشہ کے لیے اللہ ہے اور اس سے رابطہ ہو سکتا ہے' اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی ہیں اور ان سے بھی رابطہ ہو سکتا ہے۔ اب اس میں تبلیغ کیا ہے؟ بس یہ درمیان کی ہیرا پھیری نکال دو تو پھر تبلیغ کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ ہیرا پھیری آپ کرتے رہتے ہیں اور مجبوریوں کے نام پر جو ہیرا پھیری کرتے رہتے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ تو ہدایت کیا ہے؟ ہادیٔ برحق ﷺ کے تقرب کی تمنا۔ تو صرف یہ ہدایت ہے۔ اس لیے یہ کرنے والی بات ہے اور صرف کہنے والی نہیں ہے۔ کلمہ بھی صرف زبانی نہیں ہے کہ صرف پڑھتے رہنا کیونکہ یہ تو طوطا بھی پڑھ سکتا ہے اور صرف ایمان کی سلامتی بھی نہیں ہے بلکہ عشق کی سلامتی ہے۔ اگر عشق کی سلامتی ہے تو ہر شے خود بخود سلامت ہے۔ میں بار بار کہتا رہا ہوں کہ کیا صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اسلام کی لائبریریاں تھیں؟ لائبریری نہیں تھی اور ان کا ایمان بہت قوی تھا۔ یعنی کہ آج کے مسلمان کا ایمان اور کسی صحابیؓ کا ایمان' دونوں میں مقابلہ کرو تو کس کا ایمان زیادہ ہو گا؟ صاف بات ہے کہ ان کا زیادہ تھا' وہ ہدایت یافتہ تھے حالانکہ ہدایت کی کتاب آپ نے اب لکھی ہے کتاب الھدایہ آپ نے کب لکھی ہے؟ ابھی آج کل لکھی ہے' یہ کتاب کب چھپی

ہے؟ یہ کچھ سال پہلے چھپی ہے۔ تو وہ جو لوگ تھے وہ ہدایت یافتہ تھے اور آپ ہدایت کی کتابیں لکھتے رہتے ہیں' اس لیے تو آپ ہدایت یافتہ ہونے کی بجائے "پیسے یافتہ" ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے اور تو کچھ نہیں ملتا۔ اس لیے آپ بچو ان باتوں سے اور اپنا خیال کرو۔ صرف عملی شکل میں آپ کا کام ہو جائے گا' تب نوازش ہو جائے گی' فضل ہو جائے گا' احسان ہو جائے گا اور آسانیاں ہو جائیں گی۔

اب اور کوئی سوال پوچھو ——— وہ بات پوچھو جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو' علم کے ساتھ تو کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایسی بات پوچھو جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

سوال :۔

جناب آپ نے بار بار فرمایا کہ علمِ نافع حاصل کرو تو کیا اس کی تبلیغ بھی کرنی چاہیے؟

جواب :۔

آپ تبلیغ نہ کرو۔ ذاتی طور پر آپ اس وقت تبلیغ کریں جس وقت اپنا کاروبار Establish کر لو۔ کہیں تبلیغ کے ساتھ رزق وابستہ نہ کر لینا' پھر آپ تبلیغ کرنا۔ یہ میں آپ کی ذاتی بات کر رہا ہوں۔ تبلیغ اس وقت تک نہیں کرنی چاہیے جب تک آپ کو ارشاد نہ ملے یا مقامِ ارشاد پر آپ فائز نہ کیے جاؤ' اس وقت تک آپ رشد و ہدایت نہ کرنا۔ "قطبِ ارشاد" ایک لفظ ہے اور ایک مقام ہے اور اصل میں یہ مقامِ ارشاد ہے۔ تو مقامِ ارشاد پر جب تک آپ کو فائز نہ کیا جائے' آپ رشد و ہدایت نہ کریں بلکہ اپنی اصلاح کرتے جائیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ نے

ایک بات سنی اور لے کے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں تبلیغ کرنے کے لیے آیا ہوں اور اے ایمان والو! یا ایھا الذین اٰمنوا آپ لوگ ٹھہر جاؤ اور ہماری بات سن کے جاؤ۔ تو یہ ایسا ہو گا کہ کچی پکی باتیں حاصل کر لیں اور کچی پکی بات سنا رہے ہیں۔ اس لیے یہ ایک مہربانی کرو کہ تبلیغ نہ کرو۔ میں بات کر رہا ہوں جلوے کی اور تقرب ذات کی۔ اگر ذات کا تقرب مل گیا اور جلوے کا قرب مل گیا تو پھر آپ جلوے کا قرب دیتے جائیں۔ بس یہی علم ہے اور یہ بتانے والی بات نہیں ہے بلکہ دکھانے والا کام ہے۔ بس پھر علم وہاں ختم ہو جاتا ہے ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

تو پھر انسان خاموش کھڑا رہ جاتا ہے' کہتا ہے کہ اب یہ ایسا مقام ہے کہ یہاں پر سب کچھ خاموش ہو جاتا ہے کیونکہ یہ جلوہ ہے اور آپ نے جلوے کو دیکھنا ہے' صرف باتیں نہیں کرنی۔ اور اس کو کیوں دیکھنا ہے' کہ اللہ کا حکم ہے من کان اعمٰی فی ھٰذہٖ فھو اعمٰی فی الاٰخرۃ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ اس لیے آخرت میں اندھا ہونے سے بچنے کے لیئے یہاں آنکھ کھول کے چلو' قدم قدم پر اسے پکارو' اگر کہیں جلوہ آپ کے روبرو ہو گیا تو پھر ساری بات ہو بہو سمجھ آ جائے گی۔ بس بات یہ ہے کہ آپ پیدائش سے پہلے کچھ دیکھ کے آئے ہیں' یہ سب پیدائش سے پہلے دیکھا ہوا ہے اور اب درمیان میں بھی وہ اپنا آپ دکھاتا رہتا ہے' بس اس جلوے کی تلاش کرنی ہے۔ کیا کرنا ہے؟ تلاش کرنا ہے' کبھی کسی رنگ میں کبھی کسی رنگ میں' کبھی اِس رنگ

میں اور کبھی اُس رنگ میں دیکھنا ہے۔ وہ سارے جلوے ایک ہی جلوہ تھے۔ آپ نے صرف دیکھنا ہے۔ آپ نے سورج کو پکڑنا نہیں اور نہ روشنی پر مضمون لکھنا ہے' بس آپ اپنا سفر کرتے جائیں۔ یہ تبلیغ ہوتی ہے کہ یہ سورج ہے' وہ روشنی ہے' روشنی یہ ہوتی ہے' روشنی وہ ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ جو لوگ ہدایت کی باتیں کرتے ہیں' تو اصل بات کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سفر کرو' وہاں جاؤ جہاں جانا ہے' سب وہیں پہنچاؤ اور وہاں پہنچو اور تعلق میں پہنچو۔ ایک بزرگ کا مرید ایک یہودی کے پاس گیا اور تبلیغ کی۔ وہ بزرگ بڑے جید تھے' عالم دین بھی تھے اور فقیرِ وقت بھی تھے اور ان کا نام حضرت جنید بغدادیؒ تھا۔ تو ان کا مرید ایک یہودی سے کہنے لگا کہ تو انسان بن' تو نیک آدمی ہے اور حساب کتاب صحیح رکھتا ہے' تو مسلمان ہو جا۔ یہودی نے کہا بات تو ٹھیک کہتا ہے لیکن اگر تو اسلام تیرے جیسا ہے پھر تو یہ ہمارے قابل نہیں ہے اور اگر اسلام جنیدؒ جیسا ہے تو پھر ہم اس کے قابل نہیں ہیں۔ بس اتنی ساری تمہاری تبلیغ ہے۔ اگر آپ کا اسلام حضور پاک ﷺ کی شان کے حوالے سے بیان ہو رہا ہے کہ یہ سچے لوگوں کا دین اسلام ہے تو وہ پہلے یہ وعدہ کرے کہ میں سچ بولتا ہوں' مبلغ سچ نہیں بولتا تو سامعینِ کرام جھوٹ کیوں نہیں بولیں گے۔ اور ایسے میں سچا کلام پیش ہو رہا ہے تو کیا اثر کرے گا۔

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب
مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

پھر وہ تاثیر اس لیے نہیں ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک سوزِ دل

نہ ہو تو تبلیغ نہیں ہوتی۔ اور مسلمانوں میں سب سے بڑا نقصان کیوں ہو رہا ہے؟ اس لیے کہ تبلیغ زیادہ ہو گئی ہے۔ تو مسلمان نا اہل ہو گیا ہے۔ آپ تبلیغ کرنے والی مسجدوں میں باری باری روزانہ جاؤ اور جب آپ چالیس مسجدوں میں جاؤ گے تو آپ اسلام سے توبہ کر جاؤ گے' کہیں کچھ تبلیغ ہو رہی ہو گی' کہیں کچھ اور ہو رہی ہو گی۔ وہ آپ کو بالکل تباہ کر کے چھوڑیں گے۔ اس لیے سب سے اچھی تعلیم کیا ہے؟ اللہ کو یاد رکھو' اللہ کے محبوب ﷺ کا قرب حاصل کرو اور چپ کر کے اپنا راستہ طے کرتے جاؤ تو پھر نوازشات ہو جائیں گی۔ ماں باپ زندہ مل جائیں تو ان کی بڑی خدمت کرنا اور انہیں کسی صورت میں ناراض نہ ہونے دینا بلکہ ان سے "راضی نامہ" پر دستخط کرا لو۔ آپ کی زندگی اور آپ کی صحت آپ کے ماں باپ کی بیماری اور ماں باپ کی کمزوری میں کام آنی چاہیے۔ بس یہی آپ کی ڈیوٹی ہے اور یہی آپ کا دین ہے۔ دین تو وہ تھا جب کتابیں نہیں لکھی ہوئی تھیں۔ تو اب آپ دین کی ساری کتابیں نکال دو' چودہ سو سال کا لٹریچر نکال دو۔ یہ ساری کروڑہا کتابیں نکال دو۔ تو کتاب کیا ہے؟ وہ جو تم میں شوق پیدا کرے' اللہ کا شوق اور اللہ کے محبوب ﷺ کا شوق۔ یہ کتاب سے تم حاصل کر لو ورنہ بھاگ جاؤ کیونکہ کتابیں لٹریچر کے طور پر نہیں ہیں۔ دعا یہ کرو کہ اللہ فضل کرے' اللہ تعالیٰ کرم فرمائے ------ ہاں اور کوئی بات۔ آپ بولو ------

سوال :۔

یہ قطب ارشاد کیا ہوتا ہے؟

جواب:۔

قطبِ ارشاد جو ہے ایک لفظ ہے جو فقیروں نے بنایا ہے۔ قطب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک مقام ہے۔ اسی طرح غوث' قطب' ابدال اور قلندر' یہ سارے مقامات ہیں۔ قطب ایک مقام ہے یعنی کہ تصوف میں ایک درجہ ہے۔ قطب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو ایک جگہ ٹھہر جائے تاکہ اِدھر اُدھر نہ ہو جیسے قطب مینار ہوتا ہے' جس طرح سمندر میں لائٹ ہاؤس ہوتا ہے کہ اِدھر اُدھر کا بھولا بھٹکا جہاز آئے تو وہاں اس نے لائٹ دینی ہے کہ یہاں سے گزر جاؤ تو تمہارا سفر صحیح رہے گا۔ اسی طرح قطب کو ایک مقام پر فکس کر دیا جاتا ہے اور پھر اس کو Pivot کا مقام دیا جاتا ہے۔ Pivot کا مطلب یہ ہے کہ اس کے گرد واقعات گھومنا شروع ہو جاتے ہیں۔ دو قسم کے قطب ہوتے ہیں' ایک قطب تو خاموش ہوتا ہے اور اس کے پاس کرامتیں ہی کرامتیں ہوتی ہیں اور اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خاموشی سے ہر کام کرتا ہے۔ ہر کام کر سکتا ہے مگر بول نہیں سکتا۔ تو یہ قطب کی ایک قسم ہے جو سارے کام اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق کرتا جاتا ہے اور اسے بولنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ بس وہ کام کرتا جاتا ہے۔ تو وہ کارگر ہوتا ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ ایک قطبِ ارشاد ہوتا ہے' اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز کی وضاحت پیش کرتا جائے تاکہ لوگوں کے خیال میں Suffocation نہ ہو' گھٹن نہ پیدا ہو جائے اور خیال کو دھواں یا گرد نہ لگ جائے۔ تو وہ لوگوں سے گفتگو کرتا ہے اور ان کے خیال کو Ventilator لگا دیتا ہے' روشندان لگا دیتا ہے' ان سے باتیں کرتا ہے

اور نتیجہ وہی ہوتا ہے جو قطبِ عالم کا ہوتا ہے۔ تو یہ اپنی کرامتیں کرتے ہیں اور بڑے کارگر ہوتے ہیں۔ عام طور پر ان کے پاس لوگ جاتے ہیں' کام ہو جاتا ہے اور بولنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے مگر کبھی کبھی زندگی میں بولنا بہت ضروری ہو جاتا ہے' اس وقت پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں نامزد کر دیا جاتا ہے اور اس کو قطبِ ارشاد بنا دیا جاتا ہے' پھر کہا جاتا ہے کہ یہ صاحب ارشاد ہو گا' اس کی بات میں طاقت ہو گی' اس کی بات میں وزن ہو گا' اس کی بات میں صداقت ہو گی' مقام قطب کا ہو گا اور اس کا Operation' اس کا کام اس کا بیان ہو گا۔ ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنا دوست بنا لے' اس کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوست بنا لیا تو کہاں سے کھلائے گا' وہ تو کائنات کو پہلے ہی کھلا رہا ہے' دوست بنانے میں اس کو کیا مشکل ہے' ہر ایک کو دوست بنا سکتا ہے۔ اگر تمہارا دوست اللہ ہے تو تم اللہ کے دوست ہو۔ اب بتاؤ اللہ تمہارا دوست ہے کہ نہیں ہے۔ تو تم اس لیے دل سے ایک بار کہو کہ یا اللہ ہم تیری دوستی چاہتے ہیں' تیرا فضل چاہتے ہیں۔ تو اس کی دوستی عام ہے' مسلمان کیوں نہ اللہ کے دوست ہوں' اللہ کے دوست

نحن اولیاء کم فی الحیٰوۃ الدنیا ہم دنیا میں تمہارے اولیاء ہیں' تمہارے وارث ہیں' پالنے والے ہیں۔ اس لیے یہ ہے قطبِ ارشاد کا مقام۔

سوال :۔

رابطہ کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

رابطہ اس طرح ہوتا ہے کہ پہلے اپنے آپ کو دریافت کرو۔ اور آپ رابطہ کس کے ذریعے کرنا چاہتے ہو؟ اگر ایک آدمی آنکھیں بند کر کے جلوے سے رابطہ کرنا چاہے تو نہیں ہو گا کیونکہ جلوے کے رابطے کے لیے آنکھ چاہیے۔ اگر وہ کیفیات سے رابطہ کرنا چاہتا ہے تو دل چاہیے۔ کہتا ہے دل تو میرے پاس ہے نہیں لیکن مجھے کیفیات چاہئیں' تو کیفیات نہیں ہوں گی۔ کہتا ہے مجھے کوئی بڑا حسنِ خیال چاہیے لیکن میرا ذہن پریشان ہے۔ تو پریشان ذہن میں حسنِ خیال نہیں ہوتا۔ کہتا ہے میں چاہتا ہوں کہ میں سخی بن جاؤں لیکن میں پیسے بینک سے نکلوانا حرام سمجھتا ہوں' میں صرف جمع کرواتا ہوں اور نکلوا نہیں سکتا۔ اب یہ بندہ سخی نہیں بنے گا بلکہ بخیل ہو جائے گا۔ مدعا یہ ہے کہ جس طرح آپ اللہ کے ساتھ رابطہ یا اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ رابطہ یا جس صفت کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتے ہو تو پہلے وہ صفت دریافت کرو۔ مثلاً" نماز کے ذریعے سے رابطہ کرنا چاہتے ہو تو پھر یہ رابطہ پیشانی سے نکلے گا پھر آپ پیشانی اس وقت تک نہ اٹھاؤ جب تک وہ رابطہ نہ ملے۔ پھر دیکھا جائے گا۔

شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

پھر یہ رابطہ پیدا ہو جائے گا۔ اگر آپ آنکھ کے ساتھ کرنا چاہتے ہو تو پھر آنکھ کو تلاش کرو' تو جہاں تمہاری آنکھ کو خیرہ کرنے والی طاقت آگئی' چہرہ آگیا وہاں سے رابطہ مل جائے گا۔ تو آپ جیسا ذریعہ لے کے چلیں گے ویسی ہی طاقت کو پالیں گے' یہ نہ ہو کہ آپ آنکھ لے کے چلو اور آگے

جا کے آنکھیں بند کر لو۔ چمگادڑ کو سورج نظر نہیں آتا۔ یہ فقیروں نے پوری بات بتائی ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کریں کہ آپ کس سے رابطہ کرنا چاہتے ہیں اور کس کے ذریعے رابطہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں اللہ سے رابطہ کان کے ذریعے کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سارے رابطے آپ کے حواسِ خمسہ کے ذریعے ہو سکتے ہیں' یہ جو سارے آپ کے حواسِ خمسہ ہیں بولنا' سننا' دیکھنا' سونگھنا' احساس' دل' دماغ' سب چیزیں اس میں شامل ہیں۔ تو اس شخص نے کہا میں کانوں کے ذریعے اللہ سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں اور پھر بیٹھا رہا' اس کے سامنے سے جلوے کی طاقت گزر گئی لیکن اس نے نہیں دیکھا اور کہنے لگا کہ وہ تو آنکھوں کو جلوہ دکھا رہا ہے لیکن میں کانوں والا جلوہ چاہتا ہوں۔ تو اس کو تو کانوں والا جلوہ چاہیے تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ ایک تار چھڑا ہے' تنبورے کا' ستار کا تار ——— اور وہ سٹ پٹا اٹھا اور بولا۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

یعنی کہ تار کے اندر سے اس کو دوست کی آواز آ گئی اور تڑپ اٹھا۔ کہتا ہے کہاں سے یہ آواز آ رہی ہے یعنی کہ خود اسی کے اندر سے آواز آ رہی ہے۔ مولانا رومؒ نے جب آواز سنی تو کہا۔

بشنو از نَے حکایت می کند
و زِ جدائیہا شکایت می کند

یعنی یہ بنسری کیا نغمہ سنا رہی ہے' یہ تو جدائی کی کوئی کہانی ہے اور میری ہی داستان سنا رہی۔ ہے تو ان کو کہاں سے رابطہ ملا؟ بنسری سے

اور نغمے سے۔ تو کانوں سے سننے والے یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ۔

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

اگر شوق والے پیدا ہو جائیں تو ساز کے اندر سے نغمہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر شوق پیدا ہو جائے تو قوالی کے بغیر ہی قوالی ہو جاتی ہے اور آپ کے کان کے ساتھ اندر باہر قوالی شروع ہو جاتی ہے۔ یعنی کہ آپ اپنے آپ کو درست کرو کہ اسے کیسے دیکھو گے' اس کی تلاش کس ذریعے سے کرو گے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ اگر پیسے لے کے جاؤ گے تو وہ لینے والوں میں آئے گا' پیسے لینے جاؤ گے تو دینے والا بن کے آ جائے گا' سجدہ کرنے جاؤ گے تو وہ مسجود ہے اور اگر کافر ہو کے اس کی تلاش کرو گے تو پھر تھوڑی سی الجھن ہو جائے گی' زیادہ الجھن بھی ہو سکتی ہے' زیادہ "دانا" بن کے اللہ کی تلاش میں جاؤ گے تو پھر وہ الجھا دے گا واللہ خیر الماکرین تو وہ الجھا دے گا۔ اس لیے آپ سادہ بن کے جاؤ۔ تو رابطے کا ذریعہ کیا ہے اور رابطے کا نمبر کیا ہے؟ رابطے کا نمبر تیری صفت ہے اور رابطے کا ذریعہ تیرا Instrument ہے' تیرا ذریعہ ہے۔ تو جو تیرا ذریعہ ہے وہی اس کا ذریعہ ہے۔ اگر آپ کان لے جاؤ گے تو نغمہ بن کے آئے گا' آنکھ لے کے جاؤ گے تو وہ جلوہ بن کے آئے گا' تم بولنا چاہو تو وہ سماعت بن کے آ جائے گا' آپ کچھ کرنا چاہو گے تو کچھ ہو جائے گا۔ آپ کچھ کرو تو سہی۔ پھر رابطے ہی رابطے ہیں۔ ایسے آدمی میں نے دیکھے ہیں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو آج بھی قرآن شریف کے مالک آ کے سنتے ہیں! آپ بات سمجھے ـــــ اسی طرح جب وہ درود شریف پڑھتے

ہیں تو درود شریف جس ذات پر پڑھا جا رہا ہے' وہ ذات گواہی دیتی ہے کہ میں سن رہا ہوں' Even Now آج کل بھی ـــــ آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو جس کی نماز پڑھتے ہیں وہ وہیں ہوتا ہے۔ کہاں ہوتا ہے؟ وہ وہیں ہوتا ہے ورنہ حساب کون رکھتا' وہیں منظوری اور نامنظوری ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ ہی وہیں ہوتا ہے اور اس کا بیک وقت ہر جگہ ہونا ہی اس کے اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔ یہی اس کی شان ہے کہ بیک وقت ہر جگہ ہونا اور ہر ایک کے ساتھ ہونا۔

آخر میں دعا کرو۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

..... ☆☆☆ .....



1- اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ کے پاس جو پیسہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے میری راہ میں خرچ کرو۔ تو کیا اس سے اولاد کے حقوق پر فرق نہیں پڑے گا اور یہ کہ ہم لوگوں کو کہاں تک معاف کرتے جائیں؟

2- ضرورت سے زائد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو سوال یہ ہے کہ ضرورت کا تعین کون اور کس طرح کرے گا؟

3- آپ نے پیسے خرچ کر دینے کا کہا ہے اور قومی سطح پر ہمیں سیونگز کی ضرورت ہے۔ اگر ہم سیونگز نہ کریں تو اس سے ملک پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

4- ہمارے ذہنوں میں پیسہ ایسا سوار ہو گیا ہے کہ نکلتا ہی نہیں ہے ایسے میں ہم کیا کریں؟

5- تصوف میں وحدت الوجود کا اکثر ذکر آتا ہے' کیا یہ فلسفہ ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے تو یہ ثابت نہیں۔

6- جو بھی نئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن پاک میں بڑے عرصے سے لکھا ہوا ہے اور یہ اصل میں ہمارے قرآن پاک سے لے کر ایجاد کی گئی ہے۔

سوال :۔

اللہ کریم کا حکم ہے کہ آپ کے پاس جو پیسہ آپ کی ضرورت سے زائد ہے اسے میری راہ میں خرچ کرو۔ تو کیا اس سے اولاد کے حقوق پر فرق نہیں پڑے گا اور یہ کہ ہم لوگوں کو کہاں تک معاف کرتے جائیں؟

سوال :۔

یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اس نے فرمایا کہ پیسہ اتنا ہونا چاہیے کہ ضرورت سے جو زیادہ ہے وہ تقسیم کرو۔ ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو اب "ضرورت" میں آپ اولاد کو شامل کر رہے ہیں' تو اولاد کا زمانہ ان کے کمانے سے پہلے تک ہے اور یہ آپ کی ذمہ داری ہے مگر اولاد کو اتنا نا اہل نہ بنا جاؤ کہ جوان ہو کر بھی آپ کے پیسے کھاتے جائیں۔ پھر خدانخواستہ اولاد نااہل ہو جائے گی' تب اولاد کمائی کرنے کے قابل تو ہو گی لیکن باپ کی کمائی پر قابض ہو گی' پریشان ہو گی اور کہے گی کہ ہم کس طرح کما سکتے ہیں جب تک ہمارے ابا کا پیسہ پڑا ہے۔ اب وہ ابا کو مرتے دم تک نہیں چھوڑتے' مرجائے تب بھی نہیں چھوڑتے اور اس کی قبر پر خیرات کریں گے۔ ہم نے ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور آپ نے بھی دیکھا ہو گا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا' وصال ہو گیا'

بڑے اعلیٰ بزرگ تھے اور ان کے بڑے مرید بھی تھے' پھر ان کے بعد ان کا عرس شریف ہونا تھا تو اٹھے سال اولاد نے عرس کو تقسیم کر دیا۔ ایک بیٹے نے عرس ایک روز کرایا' دوسرے بیٹے نے دوسرے روز عرس کرایا یعنی کہ مرید تقسیم ہو گئے' ایک دیوار آگئی اور عرس تقسیم ہو گیا یعنی کہ باپ کی موت تقسیم ہو گئی' قبر بھی تقسیم ہو گئی۔ کہتا ہے کہ آج بڑے صاحبزادے صاحب نے عرس کرایا ہے اور کل چھوٹے صاحب زادے صاحب عرس کرائیں گے گویا کہ صاحب زادگان کئی عرس کرائیں گے۔ آپ کسی بزرگ کا نام لے لو' تقریباً" سب بزرگوں کا نام لو' سوائے داتا صاحب" کے عرس کے باقی تقریباً" بزرگوں کے عرس کے بارے میں تشویش ہو رہی ہے۔ ایک یہاں عرس کروا رہا ہے' دوسرا وہاں عرس کروا رہا ہے' کہتا ہے کہ اس سے ہماری نہیں بنتی' تو ایک آستانے پر عرس کرواتا ہے اور ایک گھر میں عرس کرواتا ہے۔ یہ واقعات ہوتے چلے آئے ہیں۔ نااہل اولاد جو ہے وہ اہل باپ کو اس حد تک پریشان کرتی ہیں کہ اس کے جنازے کو بھی تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا اہل نہ بنائے کہ آپ اولاد کے لیے رقمیں چھوڑ جاؤ بلکہ آپ اولاد کے لیے علم چھوڑ جاؤ' محنت کا جذبہ چھوڑ جاؤ۔ یہ نہ ہو کہ اگر بچے سے پوچھا جائے کہ آپ کو باپ کی سب سے اچھی چیز کیا پسند آتی ہے تو وہ کہے کہ مرے تو پیسہ ملے' مطلب یہ کہ اولاد اس طرح نا اہل ہو جاتی ہے۔ وہ باپ جو مال جمع کرتا ہے اس کی اولاد باپ سے زیادہ اس کے مال سے پیار کرنے لگ جاتی ہے' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ماں باپ برباد ہو جاتے ہیں۔ اس لیے مال ساتھ ساتھ تقسیم کرتے رہا کرو۔ کچھ مال اپنے

لیے بھی جمع کیا کرو اور جو مال خیرات کر جاؤ گے تو یہ مال آپ کو آگے چراغوں کی شکل میں جا کر ملے گا' یا پھر راستے کی شکل میں ملے گا۔ اس لیے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی ہے' آپ اولاد کو تعلیم دے دو' راستہ دے دو' یقین دے دو اور اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرتے جاؤ' حتیٰ کہ اولاد باشعور اور بالغ ہو جائے اور جب اولاد بالغ ہو جائے تو آپ کہو کہ تم بھی وہ کرو جو ہم کرتے آ رہے ہیں۔ تو یہ ہے راستہ اور یہ ہے واقعہ! تو اولاد بالغ کب ہوتی ہے؟ جب وہ باپ سے تھوڑی سی اونچی آواز میں بات شروع کر دے' بس جب اولاد نے اپنی Tone میں' اپنی سُر میں بات کی' یا باپ کی بات سے تھوڑا سا اختلاف کر دیا تو سمجھو کہ اولاد جوان ہو گئی ہے۔ تو اب آپ جوان اولاد کو حکم دو اور راستہ سکھاؤ کہ یہ کمائی کا راستہ ہے یعنی یہ بابا کی ہٹی ہے' اگر یہاں بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ اس کو مال یا سرمایہ نہیں دینا کیونکہ سرمایہ دار انسان اگر اپنی اولاد کو اپنے چھوڑے ہوئے سرمائے کی وراثت دے جائے گا تو اس سرمائے سے پیدا ہونے والا گناہ جو ہے اس کی ذمہ داری مالدار باپ پر بھی ہو گی۔ دوسری بات یہ کہ آپ کب تک معاف کریں تو ہم نے کہا ہے کہ اگر آپ کو معاف کرنے کی صلاحیت یا افادیت مل جائے تو اتنی دفعہ آپ معاف کرتے جائیں۔ یہ سوال صحابہ کرامؓ نے حضور پاک ﷺ سے کیا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم ایک غلام کی غلطی کو دن میں کتنی بار معاف کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کم از کم ستر مرتبہ تو معاف کرو۔ تو گویا کہ ایک شخص غلام ہو اور وہ غلطی کرے' آپ کا کہنا نہ مانے تو اس کو کتنی دفعہ معاف کرو؟ ایک دن میں ستر مرتبہ معاف کرو۔ آپ ﷺ نے

معاف کرنے کی بات بتائی ہے کہ آپ لوگ کم از کم ستر مرتبہ دن میں اللہ کریم سے اپنے لیے معافی مانگا کرو یعنی دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھو۔ ستر مرتبہ آپ کے استغفار پڑھنے سے آپ اپنی غلطیاں معاف کرا سکتے ہیں۔ کسی انسان کے ساتھ حضور پاک ﷺ نے اپنے ساتھ ہونے والی کسی زیادتی کے بدلے میں ذاتی طور پر کبھی غصہ نہیں فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے یہ راستہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ بدلہ لے سکتے ہو' آنکھ کا بدلہ آنکھ لے سکتے ہو' سر کا بدلہ سر' اور جان کا بدلہ جان لے سکتے ہو لیکن اگر تم معاف کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اب یہ تمہارے لیے کتنی مرتبہ بہتر ہے؟ ہر بار ہی بہتر ہے۔ جیسے

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

یعنی ادھر تو ظلم کرتا جا' ادھر ہم معاف کرتے جائیں گے بلکہ اور بھی معاف کرتے چلے جائیں گے کیونکہ تم ویسے بنے ہوئے ہو اور ہم ایسے بنے ہوئے ہیں۔ تو یہ اپنی اپنی خو کی بات ہے۔ ایک بزرگ ایک جگہ کام کرتے تھے' کہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ بچھو ڈسنے لگ گیا' بچھو نے ڈسا اور آپ دیکھتے جا رہے ہیں۔

تو آپ یہ دیکھیں کہ ظالم کی خو کب تک ہے۔ کہتا ہے کہ اس کی خو تو آپ دیکھ رہے ہو لیکن آپ کیا کر رہے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں اس کے لیے دعا کر رہا ہوں۔ مدعا یہ ہے کہ وہ اپنا کام کرتا جائے اور آپ اپنا کام کرتے جائیں۔ یہ ہے معاف کرنے کی بات۔ تو صرف یہ معاف کرنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات اس سے بھی آگے ہے۔ اور وہ بات یہ

ہے کہ ایک درویش ایک جگہ سے جا رہے تھے اور وہ ایک کھیت میں سے اپنے ساتھیوں سمیت گزرے۔ تو جو کسان اس کھیت کا مالک تھا اس نے بہت برا بھلا کہا کہ آپ لوگ ہمارے کھیت میں سے گھوڑوں سمیت گزر گئے ہیں اور ہماری فصل خراب کر دی ہے' یہ کر دیا اور وہ کر دیا' وہ الٹا پلٹا بولتا رہا۔ وہ بزرگ گھوڑے سے اترے اور وہ کسان جو آپ کو گالیاں دیتا تھا اس کے ساتھ بغل گیر ہوئے اور اسے فیض دے دیا۔ وہ جو مریدِ خاص ساتھ تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو فیض نہیں دیا اور اس کا تو آپ نے رنگ ہی بدل دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ جو کچھ اس کے پاس تھا اس نے مجھے مکمل طور پر دیا ہے اور جو کچھ میرے پاس ہے میں بھی مکمل دے کر جاؤں گے۔ اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ ظالم اگر ظلم Sincerely کرتا جا رہا ہے تو آپ اسے Sincerely معاف کرتے جائیں' آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ آپ پیش کریں کیونکہ اس کے پاس تو ظلم ہے اور وہ اس نے پیش کیا ہے۔ اگر آپ ظلم کا بدلہ چاہتے ہیں تو پھر آپ یہ دیکھ لیں کہ کبھی آپ نے جو ظلم کیا ہو گا تو اس کا بدلہ بھی واپس آ جائے گا۔ اس لیے معاف کر دینے کی کوئی حد نہیں ہے اور چاہے جتنی مرضی مرتبہ معاف کرو' ہزار مرتبہ معاف کرو بلکہ راز یہ ہے کہ اس کو آپ نے معاف نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے آپ کو معاف کرنا ہے! ظلم کرنے والا تو ایک دفعہ کرتا ہے اور آپ اس ظلم کو یاد کر کر کے ہر روز ظلم کرتے ہیں اور اگر آپ اس کو معاف کر دیں تو پھر اس طرح آپ اپنے آپ کو صاف کر دیں گے اور آزاد ہو جائیں گے۔ آپ کو یاد نہیں رہے گا کہ اس نے جو ظلم کیا ہے وہ کون سا ظلم اور کس کا ظلم ہے اور

کس نے کیا تھا؟ معاف کرنے والے کو یہ یاد نہیں رہے گا کہ کس نے کیا زیادتی کی تھی۔ کہتا ہے کہ ہم نے جب یہ سنا کہ اس نے زیادتی کی ہے' تو ہمیں افسوس ہوا کہ یہ کیا ہے' تو معاف کرنے والے کہنے لگے کہ افسوس کی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ بے چارہ ان پڑھ نالائق آدمی ہے۔ تو کسی پیغمبر کو کئی انسانوں نے نہیں مانا اور نہ ماننے والے کہتے تھے کہ ہم پہ جادو کر دیا ہے' سحر کر دیا' کبھی مجبور کر دیا اور کبھی کچھ کر دیا۔ ماننے والے کہتے تھے کہ ٹھیک بات ہے' وہ سنتے تھے اور پہچانتے تھے۔ تو اللہ کے ساتھ جن لوگوں کا تعلق جتنا زیادہ ہوتا ہے ان لوگوں میں معاف کرنے کی صلاحیت اتنی ہی زیادہ پیدا ہو جاتی ہے اور جس کا اللہ سے تعلق نہیں ہوتا ہے وہ اپنا بدلہ آپ لیتا ہے بلکہ بدلے میں پھر ظالم ہو جاتا ہے۔ تو ظالم سے بدلہ لیتے وقت مظلوم بھی ظالم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ اس شعبے سے ہی بچو۔ ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین تو غصہ نہ کرنے والے لوگ اور لوگوں کو معاف کر دینے والے لوگ اور احسان کرنے والے لوگ اللہ کو پسند ہیں۔ تو احسان کا مطلب یہ ہے کہ ظالم کو معاف کر کے اس کو تھوڑی سی چائے بھی پلا دو' تو پھر یہ احسان ہے۔ مقصد یہ ہے کہ احسان' آپ ایسا کرو کہ بدی کو نیکی سے دفع کرو' بدی کبھی بدی سے دفع نہیں ہوتی' یہ بدی کی خوبی ہے کہ بدی جب بھی دفع ہو گی تو نیکی سے ہو گی' ظلم جب بھی دفع ہو گا رحم سے ہو گا۔ اگر آپؐ کو کبھی انتقام کا موقع ملے تو اس وقت آپؐ اپنے رحم دل ہونے کا' رحیم ہونے کا شعبہ دکھاؤ اور اسے معاف کر دو۔ بڑے بڑے

لوگوں نے بڑا بڑا کچھ کر کے دکھایا ہے۔ یہ تو عام کہانیوں میں بھی مثال ملتی ہے کہ جب قاتل مہمان کے روپ میں گھر آگیا تو وہ کہتا ہے کہ جا میں تجھے معاف کر دیتا ہوں کیونکہ تو ہمارے گھر مہمان جو آگیا ہے' تو ہمیں مہمان کی تواضع کرنی ہے ہرچند کہ تو قاتل ہے پھر بھی ہم نے تمہیں معاف کیا۔ ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں قتل معاف کرتا ہوں' تو آپ ﷺ نے اپنے چچا کا قتل معاف کر دیا۔ کیا ایسا واقعہ ہوا؟ اگر ہوا تو پھر آپ بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ اب قتل سے زیادہ تو کوئی ظلم نہیں ہوتا' وہ بھی آپ ﷺ نے معاف کر دیا۔ تو آپ معاف کر دینا' قرضہ معاف کر دینا' ظلم معاف کر دینا اور ظالم کو معاف کر دینا۔ تو ظالم کو کتنی دفعہ معاف کر دینا چاہیے؟ ایک دن میں ستر دفعہ۔ تو بات یہ ہے کہ معاف کرنے والا ایک مزاج ہے اور انتقام لینے والا ایک مزاج ہے۔ اگر آپ اپنا مزاج معاف کرنے والا بنا لیں تو پھر آپ کو مشکل کوئی نہیں ہو گی' کیونکہ یہ آپ کا مزاج ہو گا تو پھر آپ کے خون کے اندر ٹمپریچر بڑھ نہیں جائے گا۔ وہ آپ کا کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ کتے کی آواز سے گداگر کا رزق کم نہیں ہوتا۔

آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا

بس آپ چلتے جائیں' وہ جو مرضی کہتا ہے آپ اپنا راستہ چلتے جائیں اور لوگوں کی آپ پرواہ نہ کریں۔ آپ اللہ کے راستے پر جا رہے ہیں تو اللہ کے راستے پر چلتے جائیں۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ظالم جو ہے وہ شیطان ہو جاتا ہے اور ظالم کو راستے سے روکنا چاہتا ہے اور وہ ایک نیا کھیل کھلائے گا' بدلہ اور انتقام سکھائے گا۔ ہوتا یہ ہے کہ جہاں آپ نے

جانا تھا' آپ وہاں سے رک گئے۔ کہتا ہے کہ آپ نے وہاں جانے کا وعدہ کیا تھا تو کیا آپ وہاں گئے تھے؟ کہتا ہے کہ راستے میں ایک ظالم سے واسطہ پڑ گیا تھا' اس لیے میں رہ گیا۔ دوسرے سے پوچھا کہ آپ کو ظالم سے واسطہ پڑا؟ تو اس نے کہا کہ میں نے پرواہ نہیں کی اور میں منزل پر پہنچ گیا۔ تو پہلے آپ منزل پر پہنچ جاؤ ظالم کے ظلم کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے بلکہ آپ اس کے ساتھ فیصلہ نہ ہی کرنا۔ ظالم ہو کر ناکام ہونے سے مظلوم ہو کر کامیاب ہو جانا بہتر ہے۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھیں.....

سوال :۔

ضرورت سے زائد کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے تو سوال یہ ہے کہ ضرورت کا تعین کون اور کس طرح کرے گا؟

جواب :۔

ضرورت کا تعین آپ نے خود کرنا ہے اور یہ آپ اور آپ کے اللہ کی بات ہے۔ اس کا تعین سٹیٹ بھی نہیں کرے گی بلکہ آپ نے خود ہی کرنا ہے کہ وہ چیز اگر آپ کو پیسے سے محروم کر دے اور کسی ساحل پر پھینک دی جائے تو زندگی گزارنے کے لیے جو آپ کی چٹھی جائے گی کہ اتنے پیسے میرے پاس ہونے چاہئیں اور آپ اجنبی دیس میں ہوں یعنی کہ جو آپ کے لیے ضرورت کی بات ہو۔ مقصد یہ ہے کہ پیسہ برائے پیسہ رکھنا نہیں ہونا چاہیے یعنی کہ فصل کی ضرورت ہو' کھانے کی ضرورت ہو' لباس کی ضرورت ہو' مکان کی ضرورت ہو' شادی کی ضرورت ہو' شادیوں کی ضرورت ہو' اولاد کی تربیت کی اور پرورش کی ضرورت ہو اور

ذاتی خرچے کی ضرورت ہو' بنیادی ضروریات بھی ہوں' لیکن اس کے باوجود جو پیسہ پڑا ہے اور جو اپنے آپ بڑھتا جا رہا ہے اور وہ پیسہ جو اپنے آپ میں Multiply ہوتا جا رہا ہے' بڑھتا جا رہا ہے' یہ بات اس کے خلاف ہے۔ تو وہ پیسہ کبھی نہ رکھا کرو جو Multiply ہوتا ہے یعنی پیسہ جو ہے وہ Itself multiply ہوتا رہتا ہے' دو کروڑ رکھے تھے اب ڈھائی کروڑ ہو گئے ہیں' مقصد یہ ہے کہ آپ جتنے زیادہ پیسے رکھیں گے تو پیسے مزید خود بخود آپ کے پاس آتے جائیں گے' آپ نے کوئی کام نہیں کیا صرف پیسے آپ نے جمع کیے ہیں' جمع ہونے کے ساتھ ہی پیسہ جو ہے وہ بچہ پیدا کرتا رہتا ہے اور وہ بچہ حرام ہے اور اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔ اور یہ بات یہودیوں نے کی تھی۔ اسلام نے یہ پیسہ یعنی سود منع کر دیا ہے یعنی پیسہ پڑا ہوا ہے اور اب وہ اپنے ساتھ کچھ اور پیسہ بنا لے' کسی کے استعمال میں دیا اور پھر وہ ساتھ اور پیسہ لایا' جمع کیا اور وہ اور پیسہ لایا۔ تو یہودی کہتے تھے کہ دیکھو یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے ہم بھیڑیں رکھتے ہیں تو اون خود بخود ملتی ہے تو وہ ہماری ملکیت ہے اور اسی طرح پیسے سے پیسہ بنانا ہے۔ اسلام نے یہ بات منع کر دی ہے کہ پیسے سے پیسہ نہ بناؤ۔ تو اسلام نے ایک نئی ٹرم بنا دی کہ کوئی ہے جو قرضِ حسنہ دے' تو اگر کسی کو قرض دینا پڑ جائے تو پھر اسے دو اور پھر اس کے بدلے میں صرف اتنا ہی مال واپس لو اور اضافی کچھ نہ لو اور پیسے کو Multiply ہونے سے بچاؤ' کیونکہ یہاں اس کے استعمال سے وہ محروم ہو جائے گا اور لوگوں کے پاس وسائل کم ہو جائیں گے' لوگوں کو ان کی ضروریات نہیں ملیں گے۔ لہٰذا اس بات سے بچو۔ باقی یہ کہ سٹیٹ نے

بڑے فیصلے کیے ہیں اور فقہائے کرام نے بتایا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کتنا پیسہ ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ کیا کیا ہے اور سٹیٹ مقرر کرے کہ یہ میعاد' یہ حد ہونی چاہیے۔ یہ بہرحال آپ کے اور اللہ کے مابین بات ہے۔ کچھ لوگ یہاں آکر یہ کہتے ہیں کہ جتنا آپ کا اللہ کی طرف رجوع ہو' تعلق ہو' جیسے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بالکل اڑھائی پرسینٹ زکوٰۃ نکال دی ہے' انصاف سے اور اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ ادا کر دی ہے' دوسرے نے کہا کہ ہم نے زکوٰۃ تک پیسہ ہی نہیں رکھا۔ اب یہ جو حکم دینے والے ہیں ان کے پاس کبھی یہ موقع نہیں آیا کہ وہ زکوٰۃ دیں' زکوٰۃ کا موقعہ آئے تو وہ زکوٰۃ سے پہلے ہی پیسے کو فارغ کر دیتے ہیں۔ فقرائے کرام نے تو ایسے ایسے کھیل کھیلے ہیں کہ ایک بزرگ جب رات کو تہجد پڑھنے لگے تو بے تاب ہو گئے' مزہ نہیں آیا تو بڑی پریشانی ہوئی تو پھر وہ مصلے سے اٹھے ادھر ادھر دیکھا کہ گھر میں ایسا کیا ہے؟ تو دیکھا کہ صبح کے لیے ناشتہ پڑا ہوا تھا' تو وہ اس وقت تقسیم کر آئے۔ تو پھر یکسوئی کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو ان کے پاس تو صبح کا ناشتہ بھی نہیں ہوتا ہے' رات کو کھانا تھا اور ناشتے کی فکر اس کو نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ لیکن لوگ تو کہتے ہیں کہ اولاد' بچے' تعلیم' جیسے یہ ہے کہ میں نے بچے کو انگلینڈ بھیجنا ہے' انگریزی کی تعلیم سکھانی ہے' تو یہ تعلیم دینی طور پر شامل نہیں ہے' یہ تو آپ اس کو ایسے راستے پر چلا رہے ہیں' اللہ کرے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے' اس سے تو آپ اس کو دین سے گمراہ کرو گے۔ دوسرا یہ کہ پیسے کو دین سے بچانا چاہتے ہو کہ یہ پیسہ اولاد کے کام آ رہا ہے حالانکہ وہ پیسہ اولاد کے کام نہیں آ رہا ہے بلکہ اولاد کو گمراہ کرنے کے کام

آ رہا ہے۔ اس لیے اسلامی آدمی' اسلامی پیسہ' اپنے اسلامی بچے کے لیے اسلام ہی کے انداز سے خرچ کرے' غیر اسلامی طرز سے خرچ نہ کرے کہ جی دیکھیں آج کل بچوں کو ضرورت ہے' کہ بچے ہیں' زور لگا رہے ہیں' اب وہ وی سی آر مانگتے ہیں' اگر ان کو نہ دیا جائے تو بڑی پریشانی ہو جائے گی' آپ کو تو پتہ ہے کہ آج کل بہت سخت ضرورت ہے' بچے تو پھر آپس میں جھگڑتے ہیں' ہم نے پھر ان کو الگ الگ وی سی آر دے دیا ہے۔ اس طرح اب یہ ضرورتیں پھیلتی چلی جائیں گے اور پریشانیاں بڑھتی جائیں گے۔ اگر اولاد کو وی سی آر کے حوالے سے گرفت ہوئی تو باپ کو اس دن ندامت ہو گی کہ تم نے اپنی اولاد کو بغیر گناہ کے قتل کر دیا۔ تو اصل میں قتل یہ ہے بای ذنب قتلت تو جس طرح لوگوں نے پہلے زمانے میں اولادیں دفن کی تھیں کہ اگر بیٹی پیدا ہو گئی تو دفن کر دی یعنی اس کو بغیر گناہ کے دفن کر دیا' تو وہ بڑا سخت گناہ تھا۔ تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس گناہ کے بدلے میں قتل کیا گیا۔ اب ان بچوں سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس نے قتل کیا؟ وہ کہیں گے کہ ماں باپ نے قتل کیا' ہمیں غلط تحریک پر چلا دیا' غلط راہوں پر چلا دیا۔ اور خاوند سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس نے قتل کیا تو وہ کہے گا کہ ہمیں بیویوں نے قتل کر دیا تھا کہ انہوں نے ایسا تقاضہ کیا کہ ایسی زندگی گزارو اور امیر زندگی کے لیے پھر ہمیں ایمان تھوڑا سا بیچنا پڑ گیا۔ تو یہ شخص بھی سودا سمجھ کر ایمان کو بیچ رہا ہے' ایمان کو سجا کے رکھا ہوا ہے اور پھر ایمان بیچتا جا رہا ہے کہ جی یہ رعایت کر دو' وہ رعایت کر دو' چلو چھوڑو جی' جانے دو' اس سے کیا فرق پڑتا ہے' تھوڑا سا جھوٹ سے کاروبار چلنے دو' کیا فرق

پڑے گا۔ اور اس طرح تھوڑا سا ایمان بیچتے بیچتے ایمان کو آپ نے پیسہ بنایا' پھر اس طرح ایمان بیچا اور پیسہ حاصل کیا' کچھ لوگ تو ملک بیچ کر پیسہ حاصل کرتے ہیں۔ تو بات اصل میں مسلمان ہونے کی ہے۔ اگر آپ دل سے مسلمان ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی بات کو مانو تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی۔ ورنہ یہ ہو گا کہ کبھی مان لو گے اور کبھی نہیں مانو گے' کبھی کر لو گے اور کبھی نہیں کرو گے۔ کہتا ہے کہ ہمیں اسلام کے بڑے فائدے ہوئے' بڑے ہی فائدے ہوئے اور ساتھ ہی ایک شخص بیٹھا تھا اور کہنے لگا کہ مذہب کا بڑا نقصان ہوا اور مذہب کی وجہ سے بڑا نقصان ہوا۔ کہتا ہے کس طرح؟ تو وہ کہتا ہے کہ مذہب کا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ پریشان زندگی ہے لیکن ایک آنے والی جنت کا کم از کم انتظار تو ہے اور یہ خوب صورت انتظار ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ امید تجھے ملی ہے لیکن مجھے آنے والی دوزخ کا ڈر ہے' تو یہ مذہب کا نقصان ہے۔ تو فائدے والا کہتا ہے کہ مجھے مذہب کا بڑا فائدہ ہے کہ مجھے سنگتیں ملی ہیں اور دوست ملے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ مجھے مسجد میں اپنے دشمن ملے ہیں۔ اب یہ دین کا نقصان بھی ہو گیا یعنی وہ مسجد میں دشمن بنا کر آیا ہے' اور دوسرا مسجد میں دوست بنا کر آیا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ ہمیں اللہ ملا جو ہماری باتیں پوری کرتا ہے' ارمان پورے کرتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمیں جو اللہ ملا اس نے میری ایک دعا بھی منظور نہیں کی ہے۔ اب یہاں مذہب کا فائدہ بھی ہوا اور مذہب کا نقصان بھی ہوا۔ ماننے والے کو فائدہ ہی فائدہ ہے چاہے کوئی بھی بات پوری نہ ہو اور آپ نے دل سے نہیں مانا اس لیے نفع نقصان کی باتیں سوچتے ہو۔ نفع نقصان سوچنے والا

کبھی بھی نہیں مان سکتا۔ میں آپ کو یہ نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ آپ نے نفع اور نقصان کے اندر اللہ کریم کو ماننا ہے۔ آپ اپنے آپ کو جب ماننے والا بنالو گے تو نہ کوئی نفع ہے' نہ سود ہے اور نہ زیاں ہے۔

نہ سود ہے نہ زیاں لا الٰہ الا اللہ

یعنی نہ کوئی نفع ہے' نہ سود ہے' نہ زیاں ہے بلکہ صرف لا الہ الا اللہ ہے۔ تو نفع نقصان جو ہے یہ غیر کا کام ہے کہ اللہ کو نفع کے لیے ماننا اور پھر نقصان کے وقت اللہ کو چھوڑ دینا۔ تو نفع بیان کرنے والا نقصان کے زمانے میں اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو آپ ایسے نفع والا اللہ نہ ماننا' آپ بس صرف اللہ کو مانو اور صرف مانو' اللہ کے حکم کو مانو' نفع نقصان تو چلتا رہتا ہے کیونکہ آپ کو تو پتہ ہی نہیں ہے کہ اصل میں نفع کیا ہے اور نقصان کیا ہے؟ آپ جسے نفع سمجھ بیٹھے ہیں ممکن ہے کہ وہ نقصان ہو اور جسے آپ نقصان سمجھ بیٹھے ہوں عین ممکن ہے کہ وہ نفع ہو۔ اس لیے آپ اللہ کو دل سے مانتے جاو اور موازنہ نہ کرو کہ آپ کو کیا ملا۔ اگر ایک Honest ' دیانت دار آدمی ہے تو اس کو فاقہ ہی آئے گا' تو اگر دیانت داری سے فاقہ ہی آ جاتا ہے تو پھر فاقہ ہی بہتر ہے۔ مقصد فاقہ ٹالنا نہیں ہے بلکہ دیانت داری پالنا مقصد ہے ..... ہاں اور سوال پوچھو.....

سوال :۔

آپ نے پیسے خرچ کر دینے کا کہا ہے اور قومی سطح پر ہمیں سیونگز کی ضرورت ہے اگر ہم سیونگز نہ کریں تو اس سے ملک پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

جواب:۔

دیکھو ہم جو بات کر رہے ہیں وہ ہے ایک اسلامی معاشرے کا قیام اور اسلامی معاشرے میں مسلمانوں کا طرزِ حیات۔ اگر مسلمانوں کا طرزِ حیات اسلامی معاشرے میں عین اسلامی انداز کا ہوتو ان لوگوں کو سیونگز کی پرواہ ہے اور نہ کسی اور چیز کی پرواہ ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ مجبوری یہ ہوئی پڑی ہے کہ آپ کا عقیدہ اسلامی ہے اور زندگی غیر اسلامی ہوئی پڑی ہے۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ آپ کا سرمایہ یہودی کے پاس سے آتا ہے یعنی کہ آپ ہی کا مال تیل کی شکل میں جاتا ہے اور یہودی انداز سے پھر واپس آتا ہے' ہنود اور یہود دونوں آپ کے دشمن ہیں اور دونوں علاقوں سے آپ کی وابستگی رہتی ہے۔ اس لئے آپ کو یہ سمجھ نہیں آسکتی کہ اسلام نے آپ سے کیا تقاضہ کیا ہوا ہے؟ کیونکہ اسلام نے جو تقاضہ کیا ہوا ہے وہ طرزِ حیات ابھی تک آپ لوگوں نے اپنایا ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہم آپ کو یہ کہتے ہیں کہ فی الحال سٹیٹ کے Level پر' حکومت کی سطح پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کو ہونے دیں اور اس کو آپ روک نہیں سکتے۔ آپ دیکھیں کہ اسلام میں ساتھ والے پڑوسی کو نظر انداز کرنا محروم کرنے کے برابر ہے۔ حکم یہ ہے کہ وہ شخص مسلمان ہی نہیں ہے جس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ اگر یہ کہا جائے تو پھر کتنے آدمی مسلمان رہیں گے؟ تو پڑوسی جو ہے سات مکانوں کو کہتے ہیں' اِدھر اور اُدھر سات مکان۔ اور اگر صرف یہی دیکھا جائے تو پھر آپ کی بچت کیا ہو سکتی ہے اور کیا نہیں ہو سکتی۔ اور اگر پڑوسی کا خیال کیا جائے تو وہ دشمن نکل آئے گا۔ تو حالات ایسے ہوئے پڑے ہیں کہ وہ اسلامی سماج بکھر گیا

ہے اور وہ واقعہ جو ہے پھر قائم نہیں ہو سکا ہے۔ اس لیے لوگ کوشش کر رہے ہیں کہ اسلامی ممالک' اسلامی لوگ اور کوئی ایسا اسلامی معاشرہ بن جائے کہ جو کچھ ہم Preach ' تبلیغ کرتے جا رہے ہیں' یہ لوگوں کو دکھائیں بھی سہی کہ ہم اس معاشرہ کا کہتے تھے اور وہ معاشرہ ابھی تک بن نہیں پا رہا ہے۔ اس لئے مسلمان پریشان ہیں۔ اگر مسلمانوں میں وہ طرزِ حیات آ گیا تو پھر بینک کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔ ابھی وہ طرزِ حیات آ نہیں رہا ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ترقی یہی ہے کہ کمپیوٹر آ جائے اور ترقی ہو جائے۔ تو یہ ترقی کرنے والا کہاں جائے گا؟ سمندر ڈوبے بغیر آپ پار کر جاؤ' تو پھر آپ کدھر جاؤ گے۔ یعنی سمندر پار ہو گئے اور ڈوبے نہیں کیونکہ اچھا جہاز بنایا تھا لیکن اب جائیں کہاں پر؟ کہتا ہے کہ وہاں چلے گئے ' افریقہ چلے گئے' امریکہ چلے گئے اور پھر آپ میانی صاحب واپس پہنچ گئے یعنی آخر میں آپ کو اللہ والا جواب آگیا اور پھر ادھر ہی جنازہ ہوگا۔ تو پتہ نہیں چلتا کیا قصہ ہے۔ لہٰذا اس قصے کو سمجھنا چاہئے۔ اگر تو یہ صداقت ہے اور ضرور ہے' تو پھر یہ ہمارا کچھ کیا ہے؟ تو مغرب کی تقلید آپ کی مجبوری ہو گئی ہے۔ اور مغرب نے آپ کو کیا دیا ہے؟ اس نے صرف اور صرف آپ کو مذہب سے بیزاری دی ہے یا پھر آپ کو مذہب کو نظر انداز کرنا سکھایا ہے' یہ مغرب کی تہذیب ہے اور مغرب نے یہ سکھایا ہے کہ پیسے سے محبت جو ہے یہ خدا سے محبت کا ایک جواز ہے اور پیسے کو اللہ کے متبادل کے طور پر لے آئے ہیں۔ تو آج کا انسان جو ہے وہ خدا کی محبت کی بجائے پیسے سے محبت کرے گا۔ تو انسان ایک قسم کا پیسے کا پجاری ہو گیا ہے' اور سنگدل ہو گیا' وہ پیسے کو

خرچ نہیں کرے گا بلکہ سنبھال کر رکھے گا اور ارد گرد پریشانی رہے گی' لوگ بیمار رہیں گے' دوسرے واقعات ہوں گے لیکن وہ پیسہ خرچ نہیں کرے گا؟ کیونکہ وہ سخت دل اور سنگدل ہوگیا۔ تو مغرب نے آپ کو یہ کچھ سکھلایا ہے۔ Careless Life ' بے حس زندگی' ایک دوسرے کے ساتھ اجنبی کی زندگی' مقابلے کی زندگی' اپنے آپ میں پیسہ زیادہ رکھنے کی زندگی اور پیسے کو ایک لیور بنا کے سماج کو مارنا' یہ سب آپ کو مغرب نے سکھلایا ہے۔ اور پھر بھی آپ اپنا انجام مشرقی چاہتے ہیں کہ یا اللہ رحم فرما' دوزخ سے بچا' جنت عطا فرما' ہمیں تجھ سے محبت ہے' تیری عنایت ہے۔ آپ کی باتیں تو یہ ہوتی ہیں اور آپ کے کام وہ ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ پیسہ اگر نہیں جمع کریں گے' بچت نہیں کریں گے تو ہم مرجائیں گے حالانکہ جمع کرو گے تو پھر بھی مرجاؤ گے۔ تو پھر مرنے سے کیا ڈرنا۔ تو یہ نہ کہنا کہ اگر پیسے جمع نہ کئے تو ہم مر جائیں گے' تباہ ہو جائیں گے۔ اور اگر جمع کیے تو پھر کیا ہوا؟ پھر بھی مر گئے۔ اور اولادوں نے باپ سے جو پیسہ Inherit کیا' وہ گمراہ ہو گئیں۔ تو میں آج کل کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ یہ آئیڈیل بات ہے اور ایسا ہونا چاہئے اور ایسا معاشرہ ہونا چاہئے کہ بچت جو ہے اس میں اندیشہ نہ پیدا کرے۔ اگر بچت ہو تو کسی نیک کام کے لیے ہو کہ ہم پیسے جمع کر رہے ہیں اور ہم نے حج کے لیے جانا ہے' یہ تو بچت ہوگئی۔ آپ نے کسی اور کو حج کرانا ہے تو یہ بچت صحیح ہے یا آپ جو پیسے خرچ کر رہے ہیں یہ نیکی کے لیے کر رہے ہیں۔ تو پیسہ برائے پیسہ' چاہے وہ جمع ہو یا تفریق ہو' دونوں ہی خطرناک ہیں اور پیسہ

اگر نیکی کے لیے جمع ہو یا خرچ ہو تو دونوں ہی ٹھیک ہیں اور یہ نیکی کی بات ہے۔ اب اور سوال پوچھو۔ بولو.....

سوال :۔

ہمارے ذہنوں میں پیسہ ایسا سوار ہو گیا ہے کہ نکلتا ہی نہیں ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

اصل میں آپ کے ذہنوں میں دو باتیں سوار ہیں' ایک تو آپ لوگوں پر Artificial ' مصنوعی معیارِ زندگی سوار ہو گیا ہے اور یہ ہے آپ کا معیارِ زندگی۔ اب ہر آدمی یہ بیان کرتا جا رہا ہے کہ حضور پاک ﷺ لباس میں پیوند لگایا کرتے تھے اور پیوند والا لباس پہنا کرتے تھے' آپ میں سے کوئی صاحبِ حیثیت مسلمان' جو صاحبِ مرتبہ ہو' ابھی تک پبلک میں پیوند والا لباس پہن کر نہیں آیا اور حدیث بیان کرتے جا رہے ہیں کہ یہاں پر حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا مگر آپ لوگ عین وہی کرتے جا رہے ہیں' اسی طرح ہر آدمی بیان کرتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے جہیز میں اپنی دختر نیک اختر کو یہ عطا فرمایا تھا' یہ یہ چیزیں آپؐ نے عطا فرمائی تھیں' مصلّٰی ہے' چکی ہے اور کھجور کی چٹائی ہے اور اس تقلید میں ایسا کام کسی نے نہیں کیا جب کہ بیان حضور پاک ﷺ کی زندگی ہو رہی ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ طرزِ حیات آتی ہے تو آپ لوگ وہ طرزِ حیات اپناتے نہیں ہو اور صرف طرزِ خیال لیتے ہو' تو یہاں سے یہ واقعہ پیدا ہو گیا اور آپ لوگ پریشان ہو گئے کہ آپ بیان کرتے ہو کہ حضور پاک ﷺ پیٹ پر

پتھر باندھ کر کام کرتے تھے جب کہ یہ بات تو نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ ﷺ کو کوئی مسئلہ تھی کیونکہ آپ ﷺ مالک کائنات ہیں' انہوں نے یہ بتانا تھا کہ As a man' انسان ہونے کی حیثیت سے ہم یہ کام کر رہے ہیں' تو اللہ کے راستے پر چلنے والے آپ لوگ یہ بھی کام کر سکتے ہیں' اور آپ لوگ اللہ کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں لیکن یہ کام نہیں کر سکتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کے مکانوں کی اور خوبصورتی ہونی چاہئے۔ اس لیے یہ جو درمیان میں تضاد ہے یہ جب تک نکلے گا نہیں آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ تو پیسہ آپ پر اس لیے سوار ہوا کہ آپ نے کسی اور کو سوار ہی نہیں ہونے دیا۔ تو پیسہ ایک قسم کی سزا کے طور پر آپ پر سوار ہوا ہے کیونکہ آپ نے اصلی سوار کو نہیں پہچانا کہ اصلی سوار کون ہے اور کس کے لیے آپ زندگی بسر کر رہے ہو۔ اگر آپ اللہ کے خیال میں قائم ہو جاؤ تو کوئی چیز آپ پر سوار نہیں ہو سکتی اور ہر جن اتر جائے گا بشرطیکہ کہ آپ اللہ کے خیال میں چلے جاؤ' اس کی لگن میں چلے جاؤ' تو پھر آپ پر کوئی بوجھ نہیں آئے گا۔ دنیا کا خیال بوجھ ہے۔ جس کو دین کی محبت کم ہو جائے گی اس کو دنیا کی محبت بڑھ جائے گی۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی محبت کم ہو جائے تو پیسے کی محبت بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے کہ ایک اللہ ہے اور دوسرا دولت کا دیوتا ہے' تو جو دولت کے دیوتا کا پجاری ہوتا ہے وہ خدا کا پجاری نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خود دولت کا دیوتا بن جاتا ہے اور لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں اور اس کا کام ہے گننا' جمع اور مال۔ اب ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ غریبانہ زندگی بسر کرو' کماؤ اور کمانے کی صلاحیت پیدا کرو اور ضرور کماؤ

لیکن تقسیم کرنے کا بھی حوصلہ پیدا کرو اور کسی محروم کو کھلاؤ اور دیتے چلے جاؤ کیونکہ آگے چلے جانا ہے اور پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

تو آپ کا دوست بھی تباہ ہوتا جا رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے اور آپ نے بھی مرنے کے قریب ہو جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ دونوں مرنے کے قریب آئیں' دونوں یہاں آپس میں ہی قریب ہو جائیں' اس طرح شاید وہ بھی بچ جائے اور آپ بھی بچ جائیں۔ آپ لوگ اس بات کا دھیان کرو اور ضرور دھیان کرو۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھو.....

سوال :۔

تصوف میں وحدت الوجود کا اکثر ذکر آتا ہے' کیا یہ فلسفہ ضروری ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ سے تو یہ ثابت نہیں۔

جواب :۔

اس کے لیے پہلے تو یہ بتانا پڑے گا کہ وحدت الوجود کیا ہوتا ہے اور ہوتا بھی ہے کہ نہیں ہوتا؟ آپ لوگ ان بحثوں میں نہ پڑا کرو۔ آپ کا کام ہے چلتے جانا۔ وحدت الوجود کیا ہے اور وحدت الشہود کیا ہے' ایک میں دو ہے' دو میں چار ہے' ایک ہی دو ہوتا ہے اور ایک ہی چار ہوتا ہے' ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کثرت کیا ہے؟ وحدت کیا ہے؟ وہ کیا ہے' ہم کیا ہیں؟ یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے؟ آپ ان بحثوں میں نہ پڑا کرو۔

اگر آئینہ آئینے کے روبرو ہو تو جلوہ کہاں ہے؟ عکس کہاں ہے؟ یہ لمبی کہانی ہے۔ یہ بات علم کے طور پر بیان نہیں ہوتی بلکہ مشاہدے کی بات ہے۔ آپ لوگ اور سوال پوچھو۔

سوال :۔

مسلمانوں کے فکری زوال کے اسباب کیا ہیں کیونکہ گذشتہ تین سو سالوں سے مسلمانوں میں کوئی نامور سائنس دان پیدا نہیں ہوئے۔ کہیں یہ مسلمانوں کے زوال کا دور تو نہیں ہے؟

جواب :۔

آپ اس پوزیشن کو مانیں ہی نہ اور اس کو زوال کہیں ہی نہیں۔ زوال اور عروج جو ہوتا ہے یہ چھوٹی منزلوں کے لیے ہے' جیسے دس سال اِس کو مل گئے' دس سال اُس کو مل گئے اور عروج ہو گیا یا زوال ہو گیا یعنی ایک صدی کو عروج ہو گیا اور دوسری صدی کو زوال ہو گیا۔ اب ایک ہیرا بننے کے لیے ہزار سال چاہییں' اس کے عروج اور زوال کی کہانی ہی اور ہے! ستاروں کے عروج و زوال کی کہانی اور ہے۔ اس لیے اسے ہم مسلمانوں کا زوال نہیں کہہ سکتے۔ ابھی یہ کہانی اور ہے' لمبی مسافرت کے لیے عروج اور زوال کا پیمانہ یہ نہیں ہوتا جو عام پیمانہ ہے۔ سر درد کا کوئی پیمانہ نہیں ہوتا' خدانخواستہ سر آگے پیچھے ہو جائے تب بھی زوال نہیں کہا جا سکتا۔ ایک بھی مسلمان زندہ بچ گیا تو پھر وہ ساری دنیا کے اندر انقلاب پیدا کر دے گا' بس ایک Soul چاہیے' ایک شخصیت چاہیے۔ تو یہ ایسی کہانی ہے کہ آپ اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ عروج کیا ہوا۔ سائنس دان کا پیدا نہ ہونا عروج کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔

ویسے اسلام اپنی حفاظت خود آپ کرتا ہے۔ اس کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ باقی یہ کہ مسلمانوں میں سائنس دان ہوئے اور اب بھی ہیں' پہلے بھی ہوئے' ورلڈ فیم کے سائنس دان ہوئے' نوبل پرائز والے ہوئے' اور واقعات بھی ہوئے' انسان کو یہ پتہ چلتا جا رہا ہے کہ کائنات کی ایک طاقت جو ہے وہ ایک خدا ہے' ایک Creative energy ہے' ایک تخلیق کار انرجی ہے' اس کو ہم زوال نہیں کہہ سکتے۔ زوال کسی بادشاہ کو ہو سکتا ہے یا جو بادشاہوں کے ادارے ہیں ان کو زوال آ سکتا ہے' مسلمانوں کو کبھی زوال نہیں آیا' یہی تو خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فردا" فردا" ماپنا ہے اور ہر ایک کی فردا" فردا" جواب دہی ہے اور جو اجتماعی سطح پر جواب دہی ہے ہم اس معیار کو جج نہیں کرتے' یہ بین الاقوامی معیار ہے' ہمارا معیار ہی اور ہے۔ مثلا" ایک آدمی جو ہے یا ایک ادارہ جو ہے یا ایک قوم جو ہے وہ بڑی ترقی یافتہ ہوئی ہے اور انجام اس کا دوزخ ہے تو وہ کیا ترقی یافتہ ہوئی! مقصد یہ کہ سائنس نے بہت ترقی کر لی ہے اور سائنس نے ہیرو شیما پر ایٹم بم پھینک دیا' اب اس کے اندر لاکھوں انسان مر گئے تھے یعنی کہ یہ سائنس کا ایک شعبہ ہے۔ سائنس نے فریج بنائے' سائنس نے ایئر کنڈیشنڈ بنائے' ہسپتال بنائے' ایک مریض کی جان بچانے کے لیے سائنس بیس مہینے آپریشن کرتی رہی ہے اور بڑی بڑی دوائیوں کے نسخے ایجاد کرتی رہی ہے اور جب سائنس نے کروٹ لی ہے تو لاکھوں انسان منٹ میں برباد کر دیے۔ اس لیے سائنس کی ترقی جو ہے یہ ترقی بھی نہیں ہے' اس وقت سائنس کے اندر Destroy کرنے کی Facility ' تباہ کرنے کا سامان بہت زیادہ ہے۔ تو جو سائنس Preserve

کر رہی تھی' تحفظ کر رہی ہے' وہی سائنس Destroy کر رہی ہے' تباہ کر رہی ہے۔ تو یہ Preserve بھی ہے اور Destroy بھی ہے' یہ انسان کو بچاتی ہے اور انسان ہی کو مارتی ہے۔ مذہب کہیں بھی ہو اسلام ہو یا کوئی اور مذہب' مذہب میں مارنے کی یہ صلاحیت نہیں ہے' مذہب اپنے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے کو ہٹاتا ہے اتنی Whole sale death ' اتنی وسیع موت مذہب کبھی نہیں لایا۔ مذہب پھر بھی خدا ترس ہوتا ہے چاہے وہ جہاں بھی ہو' مذہب کی حکومت جہاں بھی ہو ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ چلو اندازہ لگاؤ کہ بھارت کے ساتھ جنگ میں بے شمار تباہیاں ہوئیں لیکن اس میں مشکل سے ہزار دو ہزار آدمی مرے ہوں گے اور دنیا کی جنگ عظیم پہلی نے اتنی تباہی مچائی' اس تباہی کا آپ اندازہ لگاؤ کہ کتنے آدمی مرے ہوں گے۔ ایک پولیس آپریشن میں اس سے زیادہ مر جاتے ہیں۔ افغانستان میں زیادہ آدمی مر گئے۔ ایک مائیگریشن میں انڈیا' پاکستان کے اندر زیادہ آدمی مر گئے۔ ورلڈ وار جو ہے اس میں شہروں کے شہر برباد ہو گئے۔ کل بندے جو ہیں وہ چند لاکھ ہی ہوں گے۔ تو سائنس کی کامیابی کو ہم کامیابی نہیں کہیں گے۔ سائنس نے انسان کی بڑی خدمت کی ہے بلکہ بڑی ہی خدمت کی ہے مثلاً" دل کا آپریشن کر دیا' گردے کا آپریشن کر دیا لیکن انسان کو تباہ بھی کر دیا۔ اس لیے ہم یہ کہہ نہیں سکتے کہ مسلمانوں کے زوال کے کیا اسباب ہیں کیونکہ میں تو ذاتی طور اس کو زوال مانتا ہی نہیں ہوں' دیکھتے ہیں کہ آپ اس کو کیا مانتے ہیں۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ آپ اپنے مقام سے گر گئے ہو' کہتا ہے کہ کون سے مقام سے گرا ہوں' کہتا ہے چوتھے

آسمان کا مقام تھا اور آج آپ زوال میں آگئے۔ اس نے کہا دیکھو بابا جی جب میں چوتھے آسمان پر تھا اس وقت تو آپ نے مجھے بتایا نہیں اور اب زوال پر آپ مجھے بتا رہے ہیں' اب مجھے وہ عروج کا زمانہ تو بتاؤ کہ وہ کیا تھا؟ آپ مسلمانوں کے کون سے زمانے کو عروج کا زمانہ کہیں گے کہ وہاں اس وقت کیا تھا اور اب نہیں ہے؟ تو مسلمانوں کے پاس عروج کا کون سا زمانہ تھا' یہ تو آپ نہیں بتا سکتے کہ وہ عروج کا زمانہ تھا اور اب وہ زمانہ نہیں ہے۔ آپ نے تین سو سال پہلے کا زمانہ بتایا ہے۔ تین سو سال پہلے کے زمانے میں مسلمانوں کے یہاں پر بادشاہت تھی' بادشاہ لوگ ہوتے تھے اور مسلمان اکیلے اکیلے نمازیں پڑھتے تھے' درویش لوگوں کا اپنا طریقہ تھا' کون سی درس گاہیں تھیں اور کیا ادارے تھے؟ آپ یہ چیزیں دیکھ لو کہ وہ کیا تھے؟ اب مسلمان مجموعی طور پر پہلے سے بہتر ہیں۔ آپ کے پاس سارا Past ' ماضی کا علم ہے اور سارا Future مستقبل کا منصوبہ ہے' یہ دور جو ہے یہ تقریباً" بہتر ہوا ہے۔ آج کل کے زمانے کے حساب سے آپ ٹھیک جا رہے ہیں۔ اللہ آپ کو مرتبے دیتا جا رہا ہے' اب ساری دنیا آپ کو نظر انداز نہیں کرتی' دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ اسی اللہ کو مانتے ہو جس نے تمہیں بنایا اور اس دنیا کو بنایا۔ تو پھر مسلمانوں کا کوئی زوال نہیں ہوا۔ مسلمانوں کا زوال اس دن ہو گا جب ان کے دل سے عشق نبی ﷺ نکال دو اور یہ برہمن کی چال ہو گی۔ تو ایسا اب تک نہیں ہوا اور مسلمانوں کو زوال نہیں آیا۔ یہ زوال ایسے نہیں ہوتا کہ دو سال میں آ جائے یا چار سال میں آ جائے' یہ پورے کا پورا ایک لمبا راؤنڈ ہے' آپ اندازہ لگاؤ کہ مسلمانوں نے کمال کر دی کہ ایک سلطنت

Create کر دی' پاکستان بنا بھی دیا اور توڑ بھی دیا۔ تو یہ Create کرنا جو ہے یہ کمال ہے' اور مسلمانوں کے پاس بڑی بڑی خوبیاں ہیں اور یہ بات دنیا والے جانتے ہیں' آپ گیمز میں لے لو یا دوسرے واقعات میں لے لو' Creative Arts بڑے ہیں' تخلیقی آرٹس بہت ہیں سائنس کو بھی Develop کرتے جا رہے ہیں۔ تو مسلمان جو ہیں یہ نظر انداز نہیں ہوں گے۔

سوال :۔

بات یہ ہے کہ جو بھی نئی چیز ایجاد ہوتی ہے تو علمائے کرام کہتے ہیں کہ یہ تو قرآن پاک میں بڑے عرصے سے لکھا ہوا ہے اور یہ اصل میں ہمارے قرآن پاک سے لے کر ایجاد کی گئی ہے۔

جواب :۔

یہ جو بات ہے یہ ایک Tendency ہے اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کہ اس کا قرآن پاک میں ذکر ہے جس طرح ایٹم کا ذکر ہے "کسر" ٹوٹنا' توڑنا تو حطما کا لفظ بھی ایٹم کی طرح ہے تو اس پر پورا تھیسز لکھا گیا ہے۔ اگر کلام پاک میں کسی بات کا ذکر نہ بھی ہو تو بھی اللہ پاک جو ہے وہ ایک Broader outline آپ کو دیتا ہے' ایک وسیع تناظر دیتا ہے۔ ایک آدمی کا دوسرے کے ساتھ جھگڑا ہو گیا۔ کہتا ہے کہ چاند پر آدمی چلا گیا ہے' دوسرا کہتا ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے' بھلا چاند پر بندہ کیسے جا سکتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ چاند پر گیا بھی کافر ہے تو وہ کہتا ہے کہ اوہو' اس نے ہمارا چاند ناپاک کر دیا۔ جس طرح ہمارا چاند ہے اسی طرح کافروں کا بھی چاند ہے وسخر الشمس والقمر یہ انسان کے بارے

میں ہے کہ وہ فتح کرتا چلا جائے گا۔ اب یہ بات تو نہیں ہے چاند آپ کی کوئی مسجد تھی کہ اس میں کوئی نجس کتا چلا گیا۔ ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین ہے اور اللہ تعالیٰ کے آسمان ہیں اور اللہ کے بندے اس میں کھیل کرتے جا رہے ہیں' آپ بس دیکھتے جائیں۔ ماننے والے آپ ہی لوگ ہیں' آپ لوگ شکر کرو کہ آپ کو دین ملا اور باقی لوگوں کو دنیا ملی اور وہ دنیا کے شعبوں میں ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ اس میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ علمائے کرام کے پاس جتنا جتنا علم ہے نہیں ہے' آپ لوگ بھی ان کے ساتھ تمسخر کی بات نہ کرو بلکہ ان کو کرنے دو جو وہ کرتے ہیں۔ آپ اپنا اسلام پھیلاتے جاؤ اور ترقی کرتے جاؤ۔ عبدالسلام جب سائنس میں کامیاب ہوا تو اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ اتنی بڑی Achievement کیسے حاصل ہوئی' تو یہ شروع میں اس کا بیان تھا کہ It is because of Islam کہ مجھے اسلام کی وجہ سے یہ کامیابی حاصل ہوئی حالانکہ وہ قادیانی ہے' غیر اسلامی ہے۔ اب یہ جو بات ہے اب اس میں سارا واقعہ ہی غور و فکر والا ہے کہ جب سائنس کا ذکر آتا ہے تو اس کو The best of Pakistan کہہ دیا جاتا ہے اور جب عقیدے کا ذکر آتا ہے تو اسے کافر کہہ دیا جاتا ہے' کافر کب سے کہنا شروع کر دیا اور کیوں کہنا شروع کر دیا' یہ عقیدہ ایسا ہے کہ نہیں ہے' ان سے پوچھو کہ نہ پوچھو' بس یہ لمبی کہانیاں ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ مسلمان ہیں کہ نہیں ہیں حالانکہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ جو جو فقہ نے فیصلے کیے ہیں وہ صحیح فیصلے ہیں' ہوں گے لیکن یہ ہے کہ کبھی کبھی اسے مسلمان مان لیتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر وہ ایک ایسا جلیل القدر

سائنس دان پیدا ہوا' حالانکہ وہ ایسا واقعہ نہیں ہے۔ بہرحال مسلمانوں کو زوال نہیں ہے' یہ پکی بات ہے۔ اس لیے آپ لوگ مسلمانوں کے زوال کے اسباب نہ تلاش کیا کریں۔ آخر میں دعا کریں۔ اور حافظ صاحب درود تاج سنائیں۔

○

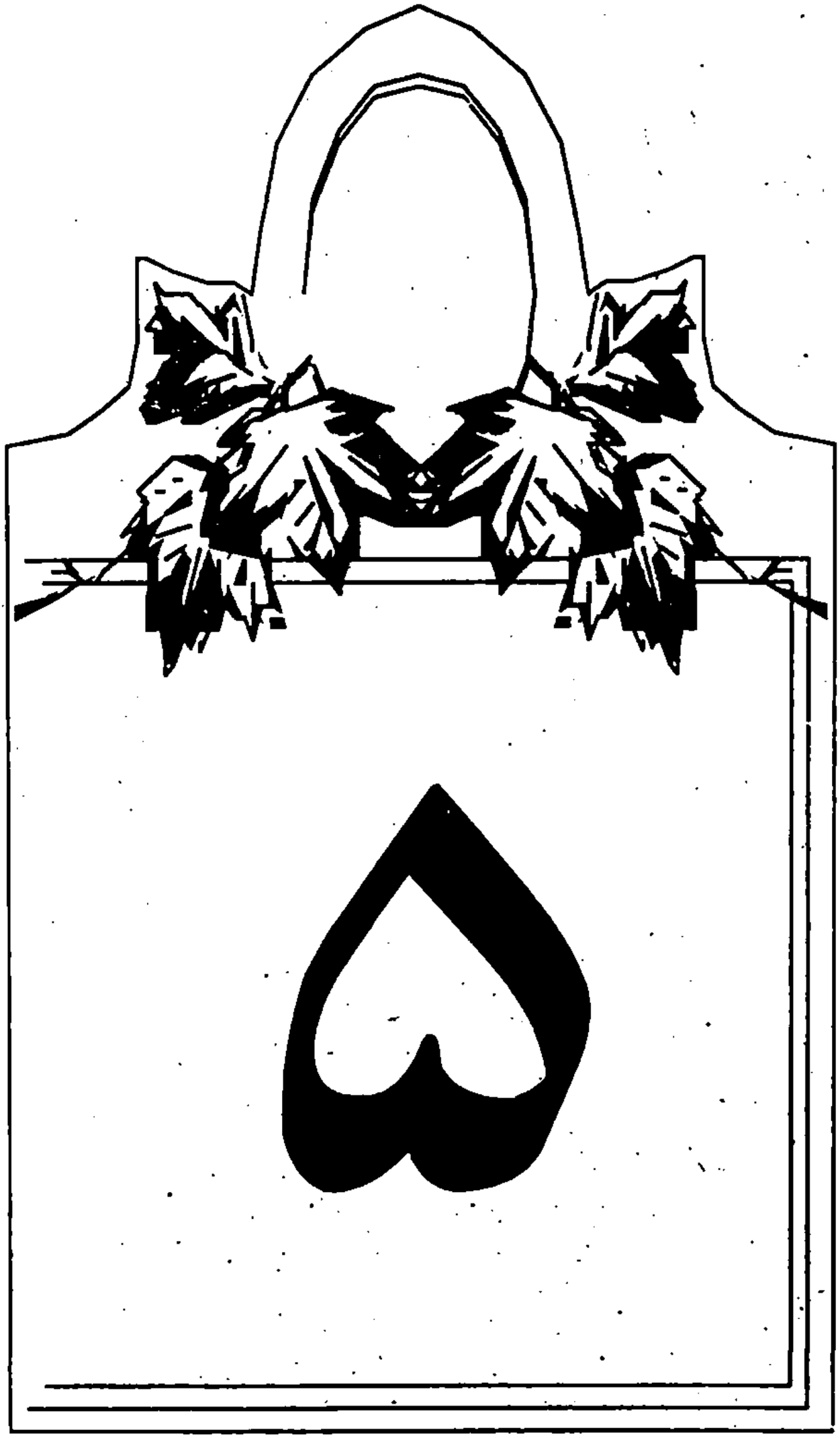

1- خواب اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟

2- خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے جاننے والے کا کیسے پتہ چلے گا؟

3- سر! میں کوشش کروں گا کہ عمل کی کوئی صورت بن جائے۔

4- میت کا عمل تو مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو کیا جنازے اور دعا سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟

5- ہم شوق پیدا کریں یا ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم میں شوق ہے۔

6- کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ محنت بھی زیادہ کرتے ہیں اور خوش حال بھی نہیں بلکہ غریب اور پریشان ہیں؟

7- کیا انسان سب اس لیے کرتا ہے کہ شہرت حاصل کرے؟

8- کیا عشق مجازی میں بے بسی کی کیفیت میں انسان لاشعوری طور پر عشق حقیقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے؟

9- لوگ مزاروں پر جا کر ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں جب کہ میں ڈائریکٹ اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔

سوال:۔

خواب اور خواب کی تعبیر کے بارے میں ہماری راہنمائی فرمائیں۔

جواب:۔

خواب کی تعبیر بتانا ہر آدمی کا کام نہیں ہے' یہ خواب کی تعبیر جاننے والے سے پوچھو' خواب کی تعبیر خود نہ نکالنا' یہ ایک الگ شعبہ ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں نے خواب دیکھے' بڑے بڑے لوگوں نے خواب دیکھے اور انہوں نے تعبیر والوں سے پوچھا۔ حضرت یوسفؑ کو تعبیر کا علم دیا گیا' تعبیر ایک الگ علم ہے اور خواب کے بارے میں تعبیر کا جاننا بہت ضروری ہے اور تعبیر کسی جاننے والے سے پوچھنا۔ ایک خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب اپنی نوکرانی کے ذریعے کسی جاننے والے سے پوچھنے کے لیے بھیجا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے تو جاننے والے نے کہا کہ جس نے خواب دیکھا ہے اس کو بھیج کیونکہ یہ خواب تم دیکھ نہیں سکتیں۔ آپ لوگوں کو یاد ہے کہ یہ کس کا خواب تھا؟ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ خاتون نے یہ خواب دیکھا تھا کہ میں چوک کے درمیان میں ہوں اور ہر آنے جانے والا مجھ سے معانقہ کرتا ہے۔ خواب اس نے دیکھا اور اس نے ایسا خواب دیکھا تو اس نے کہا کہ یہ شرمندگی کی بات ہے لہٰذا اپنی کنیز کو بھیج دیتے ہیں۔ تو کنیز اس وقت کے درویش کے پاس

تعبیر کے لیے گئی کہ یہ ہم نے خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جا بھاگ جا یہ تیرا خواب نہیں ہے' جس نے یہ خواب دیکھا ہے اسی کو بھیج کیونکہ یہ خواب تم نہیں دیکھ سکتیں۔ تو اس نے کہا کہ ہاں بات ایسی ہی ہے یہ خواب میری مالکہ نے دیکھا ہے۔ تو پھر انہوں نے فرمایا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے' اس کے نام کی ایک نہر جاری ہو گی' حج پہ آنے والے اس سے استفادہ کریں گے اور قیامت تک اس کا نام رہے گا۔ تو آپ لوگ دیکھیں کہ یہ اور سے اور قصہ ہو گیا۔ اس لیے خوابوں کی تعبیر جو ہے یہ جاننے والے کی بات ہے۔ آپ لوگ کبھی خود خواب کی تعبیر نہ کرنا۔

سوال :۔

خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے جاننے والے کا کیسے پتہ چلے گا؟

جواب :۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ جو خواب تعبیر کا انتظار کرائے تو بہتر ہے کہ آپ خواب ہی نہ دیکھیں تاکہ انتظار نہ کرنا پڑے اور جب تعبیر آ ہی جائے گی تو پھر خواب کو کیا کرنا ہے۔ اگر تو خواب کی کیفیت اچھی ہو تو پھر خواب اچھا ہے اور اگر خواب کی کیفیت وقت میں ہو تو آپ سمجھیں کہ وارننگ ہو گئی ہے' اس لیے آپ گناہوں سے توبہ کر لیں اور عبادت شروع کر دیں۔ خواب عام طور پر تعبیر تک ہی ہے اور خواب بذات خود تو کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ وہ خواب جس میں دیدار کی تمنا ہو' اس خواب کی تعبیر وہیں ہوتی ہے کہ جس چیز کو آپ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آپ نے خواب میں دیکھ لی' آپ نے اس کو

دیکھنا ہی تھا۔ زندگی میں آپ کو اس کی تعبیر نظر نہیں آتی' وہ چیز نظر نہیں آ سکتی ہے کیونکہ آپ کا وجود ساتھ ہے' زندہ ہے' اور جب وجود سو جائے تو پھر وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔ تو اگر کسی چیز کا دیدار ہو گیا تو پھر اس کی تعبیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً" خواب میں آپ نے بہشت دیکھی تو اب اس کی تعبیر کیا پوچھتے ہیں کیونکہ وہ تو بہشت ہی ہے۔ تو اس طرح خواب میں آپ نے جو چیز دیکھی تو وہ وہی ہو گی۔ مثلاً" آپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ جو دور کا رشتے دار ہے وہ کچھ تکلیف میں ہے تو اگر آپ ٹیلی فون کر کے پوچھ لیں تو وہ تکلیف میں ہی ہو گا کیونکہ یہ خواب توجہ والا خواب ہے۔ وہ خواب جو Symbolic ہوتے ہیں' علامتی ہوتے ہیں تو آپ ان خوابوں کے بارے میں ضرور پتہ کریں کہ وہ کیا ہیں اور ان کا مفہوم کیا ہے۔ خواب میں چاند کو دیکھا ہو تو اگر پہلی کا چاند ہو تو اس کا اور معنی ہے' فل مون دیکھنے کے اور معنی ہیں' کسی اور تاریخ میں چاند دیکھیں تو اس کا اور معنی ہے۔ تو چاند سے وابستہ کتنے ہی معنی ہیں مثلاً" چاند بیٹا ہے' چاند روحانیت ہے' چاند بادشاہت ہے اور اسی طرح بے شمار واقعات ہیں۔ اگر آپ کا کوئی نیا نیا دوست بنا ہو اور خواب میں آپ کو لومڑی نظر آنے لگ جائے تو آپ سمجھ لیں کہ غلط دوست بنا لیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ سارے وہ واقعات ہیں جب اللہ انسان سے بات کرتا ہے' کبھی کچھ علامتوں کے ذریعے بات کرتا ہے' اپنے بندوں کے ذریعے بھی بات کرتا ہے اور خوابوں کے ذریعے بھی بات کرتا ہے۔ خواب ایک قسم کی اطلاع ہوتی ہے' وارننگ ہوتی ہے اور اس سے آنے والے زمانے کے بارے میں کچھ نہ کچھ

روشنی مل جاتی ہے۔ تو خواب کی تعبیر پوچھنی چاہیے کہ اس کا کیا معنی ہے؟ خواب میں ہاتھی دیکھیں تو اور معنی ہے' شیر دیکھیں تو اس کا اور مطلب ہے۔ یہ جتنی بھی دنیا کی چیزیں ہیں یہ خواب میں ساری کی ساری نظر آئیں تو پھر ان کے اور ہی معنی ہو جاتے ہیں اور ان کے بڑے بڑے معنی ہوتے ہیں۔ تو خواب دیکھنے کے بعد تعبیر کا انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ اقبالؒ نے پاکستان کا خواب دیکھا اور ہم تعبیر کے انتظار کے سفر میں جا رہے ہیں' Till such time ' اس وقت تک جب تک کہ ہم کوئی اور خواب نہ دیکھ لیں۔ ایسے خواب دیکھتے ہیں تو خوابوں کو آپ اتنا ہی دیکھیں جتنا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ لوگوں نے بڑے بڑے خواب دیکھے ہیں اور میں نے پہلے بھی آپ کو اس کی بڑی تفصیل بتائی تھی کہ۔ دنیا کے اندر خواب کا سفر کیسے شروع ہوا' کس وقت شروع ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا کہ چاند' سورج اور ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور پھر باپ نے کہا کہ اپنے بھائیوں سے یہ خواب نہ دہرانا یٰبنی لا تقصص رؤیاک علٰی اخوتک کیونکہ بات ادھر ادھر ہو جائے گی اور ان الشیطٰن للانسان عدو مبین شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے۔ بھائی پہچان گئے کہ اس نے خواب دیکھ لیا ہے اور انہوں نے وہ واقعہ کر دیا۔ پھر ان کا مصر جانا ہوا اور پھر جب ان کا خواب پورا ہوا اور یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے تو آنے والے لوگ جھک کر سجدہ کیا کرتے تھے' پھر جب بھائی اور باپ جھکے تو انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔ بڑی مشکل سے وہ تعبیر تک پہنچے حالانکہ وہ پیغمبر ہی تھے۔ جب ان کا جیل کا واقعہ ہوا تو وہاں پر لوگوں نے دو تین خواب دیکھے کہ جن کی

تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ پہلا خواب ان کے جیل کے ساتھیوں میں سے ایک نے دیکھا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے سر پر ایک ٹوکرہ ہے' اس میں روٹی ہے اور اس روٹی کو کوے کھا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یوسف علیہ السلام نے یہ بتائی کہ تو پھانسی لگ جائے گا' تجھے پھانسی کی سزا ہو گی۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں انگور کا رس نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ سلامت پی رہے ہیں تو یوسف علیہ السلام نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ تم وزیر بحال ہو جاؤ گے۔ پھر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اس خواب کی ایسی صورت نکلی کہ یوسف علیہ السلام کی ضرورت پڑ گئی کہ وہ اس کی تعبیر بتائیں۔ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات طاقت ور گائیں ہیں اور سات کمزور ہیں اور پھر کمزور گائیں طاقت ور گائیں کو کھا گئیں۔ تو بادشاہ اس کی تعبیر ڈھونڈنے لگ گیا۔ کوئی بھی اس کی تعبیر نہ بتا سکا۔ وہ جو وزیر اعظم بحال ہوا تھا اس نے کہا کہ مجھے یاد آیا کہ تعبیر جاننے والے جو ہیں وہ تو جیل میں ہیں اور ان کا ایک پیغام بھی تھا جو مجھے یاد نہیں رہا کہ "ان کا کیا ہوا جن کے ہاتھ کٹے تھے" تو بادشاہ سلامت کو ساری بات یاد آ گئی۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو بلایا گیا کہ اب کیا کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ پہلے سات سال فصل اچھی ہو گی اور پھر اگلے سات سال اچھی فصل نہیں ہو گی' تو آپ لوگ اچھی فصل کے زمانے میں اسے سٹور کرو اور اچھی فصل نہ ہونے کے زمانے میں اسے کھاؤ۔ یعنی کہ پہلی دفعہ راشننگ کنٹرول کیا گیا اور پھر آگے کے زمانے میں ایسا واقعہ ہوا۔ پھر ایک خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ خواب میں وہ اپنے بیٹے کو ذبح کیے

جا رہے ہیں۔ اب اس خواب کی تعبیر کی ضرورت کوئی نہیں ہے یہ تو بالکل صاف بات ہے۔ تو باپ نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں یہ واقعہ دیکھا تو بیٹے نے کہا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے آپ وہ کریں۔ تو پیغمبر اگر خواب میں دیکھے تو پھر یہ حکم ہوتا ہے۔ اس طرح واقعات چلتے چلتے دور تک چلے جاتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر کا کام جو ہے بہتر یہ ہے کہ یہ کسی ایکسپرٹ کے حوالے کر دیا کریں بجائے اس کے کہ خوابوں کی تعبیر کے علم کے پیچھے پڑے رہیں کہ میں خوابوں کی تعبیر کا علم حاصل کر لوں گا۔ خواب کے ضمن میں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ یہ کس ٹائم میں آیا' کون سا وقت تھا' رات کو کیا کھانا کھایا ہوا تھا اور وضو کی کیا کیفیت تھی۔ بہرحال اچھے شخص کا خواب اچھا اور برے کا خواب برا ہو گا۔ تو آپ آدمی کو دیکھیں' پھر اس کی شخصیت دیکھیں' ایک خواب بیک وقت دو آدمی دیکھیں تو دونوں کی تعبیریں الگ ہوں گی۔ یہ اتنا بڑا علم ہے کہ ایک کو کہا کہ تم پھانسی لگ جاؤ گے اور دوسرے کو کہا کہ وزارت ملے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب کے پیچھے شخصیت الگ الگ ہے یا ٹائم الگ الگ ہے۔ دن کا خواب اور ہے' رات کا خواب اور ہے۔ اس لیے خوابوں کے بارے میں بڑی احتیاط سے کسی ایکسپرٹ کے پاس جائیں۔ میں نے آپ کو ایک فقرہ بتایا تھا اور وہ آپ کو یاد ہو گا کہ خواب دیکھنا یا خواب دیکھنے کے خواب دیکھنا' درحقیقت حقیقت کو نہ دیکھ سکنے کے اعتراف کا نتیجہ ہے۔ انسان خواب کو اس وقت تک خواب سمجھتا رہتا ہے جب تک خواب ختم نہ ہو۔ خواب میں خواب کو خواب سمجھ لینا اتنا مشکل ہے جتنا اپنے آپ کو پہچاننا۔ جن لوگوں نے خواب میں خواب کو

خواب سمجھ لیا وہ عرفان پا گئے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ زندگی ایک خواب ہے لیکن جن کو پتہ چل گیا کہ یہ خواب ہے تو وہ جاگ گئے اور جن کو پتہ نہ چلا کہ یہ خواب ہے تو وہ سوئے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ خواب ہے کہ ۔

جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا

اب آپ کو بات سمجھ آ گئی ہو گی کہ خواب کا معنی سونا ہوتا ہے ۔

شورِ شد و از خوابِ عدم چشمِ کشودیم
دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ غنودیم

یعنی ہم نے شور سنا کہ یہ ہے وہ ہے اور جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ دنیا کا شور تھا' فتنہ تھا اور پھر ہم سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو پتہ چلا کہ دنیا میں پیدا ہو گئے اور یہاں آ کر پتہ چلا کہ یہ فتنہ فساد ہے' شام کو پھر گھر جا کر سو گئے۔ بس یہی زندگی ہے کہ آپ دو چار آنسو گرائیں گے' دو چار مسکراہٹیں کریں گے' کچھ پیسہ کمائیں گے' کچھ خرچ کریں گے' آپ کسی کے بچے ہوں گے اور کوئی آپ کا بچہ ہو گا۔ بعض اوقات آپ لوگوں کے گھر دیکھنے جاتے ہیں کہ ہم دیکھنے جا رہے ہیں کہ یہ لوگ کیسے رہتے ہیں' Ultimately ' آخر کار ہوتا یہ ہے کہ آپ زندگی دیکھنے جاتے ہیں اور موت دیکھ کر واپس آ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ لوگ کرتے کیا ہیں؟ تو اس کے علاوہ آپ لوگوں نے کچھ نہیں کرنا ہے۔ تو جو کہتا ہے کہ میں زندگی دیکھنے چلا ہوں تو اسے جب کہتے ہیں کہ آخری وقت آ گیا تو وہ کہتا ہے کہ یہ بھی آ گیا! آپ لوگ اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کرتے۔ تو یہ ساری نیند ہے' زندگی سے پہلے نیند ہے اور موت کے بعد

بھی نیند ہے۔ نیند کے درمیان عمل کا احساس خواب کہلاتا ہے۔ تو پیدا ہونے سے پہلے کیا تھا؟ مکمل نیند! اور پتہ نہیں کہ آپ کہاں سوئے ہوئے تھے' کسی اور جگہ ہی سوئے ہوئے تھے' پھر مرنے کے بعد کہاں جائیں گے؟ پھر وہیں جا کر سو جائیں گے۔ تو درمیان میں عمل کیا ہو گا؟ آپ لوگ آج بیٹھ کر ماضی کو یاد کریں تو تھوڑی دیر بعد آپ کہیں گے کہ ایک وقت تھا جب ابا حضور ہوا کرتے تھے' یہاں پر کئی لوگ ہوا کرتے تھے' یہاں دکان ہوا کرتی تھی اور بازار ہوا کرتے تھے' وہاں لوگوں کی دکانیں تھیں' جس طرح کا بازار تھا اسی طرح کے لوگ تھے۔ اسی طرح گاؤں میں اور طرح کے لوگ ہوں گے۔ تو جب آپ یہ سب یاد کریں گے تو پھر کیا ہو گا؟ یہ سارا خواب محسوس ہو گا۔ کہتا ہے کہ اب بچے یاد آرہے ہیں اور کبھی آپ بھی اپنے ماں باپ کے بچے تھے' اب آپ کو اگر ماں باپ یاد ہوں تو پھر اس زمانے کے ماں باپ کدھر چلے گئے' وہ لوگ کہاں چلے گئے' وہ اپنا خواب پورا کر گئے ہیں اور اب آپ بھی اپنا خواب پورا کرنے والے ہیں تو یہ سارا شور شرابہ خواب کی کیفیت کا ہے۔ اصلی آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب بند ہونے کو ہوتی ہے۔ تو زندگی پہلے ہی خواب ہے اور آپ لوگ پہلے خواب میں ایک اور خواب دیکھنا شروع کر دیتے ہیں' آپ کی زندگی میں خواب ہی ختم نہیں ہو رہا' اس میں آپ کوئی کام نہیں کرتے یعنی کہ آپ لوگوں میں یہ احساس اور یہ ٹریننگ ہے۔ آج کل ریٹائرمنٹ کے بعد آپ لوگ پھر سروس کی تلاش شروع کر دیتے ہیں' تو پھر یہ زندگی کیا ہے' حالانکہ ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کی نجات ہو گئی ہے۔ کہتا ہے اب کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب

پھر مکان چاہیے۔ نوکری سے پہلے کیا تھا؟ کہ مکان چاہیے اور سروس چاہیے کیونکہ ماں باپ کی خدمت کرنی ہے۔ اب ریٹائر ہو گئے تو پھر آپ کو کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ مکان چاہیے اور سروس چاہیے کیونکہ اب بچوں کی خدمت کرنی ہے۔ تو پھر آپ نے کیا ہی کیا ہے' کچھ بھی نہ کیا۔ اور پھر Ultimately ' آخرِ کار آپ رخصت ہو کے چلے جائیں گے۔ اب بچے کس کی ذمہ داری ہیں؟ کہتا ہے کہ اللہ حافظ ہے' ان کا اللہ مالک ہے' جب جانے لگتے ہو تو کہتے ہو کہ اللہ مالک ہے اور جب یہاں ہوتے ہو تو پھر کیا ان کا اللہ مالک نہیں ہے! مزا تو تب ہے کہ جب زندہ ہو تو پھران کا مالک اللہ کو بناؤ۔ کہتا ہے کہ جی یہ کس طرح ہو سکتا ہے کیونکہ ہم تو خود ہی مالک ہیں۔ تو جب جاؤ گے تو کس کے حوالے کر جاؤ گے؟ اللہ کے' پھر کہتے ہو کہ اللہ آپ ہی مالک ہے۔ تو یہ ہے سارا قصہ۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی پیسے کے بغیر نہیں گزر سکتی اور آپ کے بغیر آپ کی اولادوں کی زندگی نہیں گزر سکتی۔ تو جب آپ لوگ چلے جاؤ گے پھر آپ کی اولادوں کی زندگی ایسے گزرے گی جیسے آپ کی اپنے ماں باپ کے بغیر گزر گئی تھی' جیسے ان کی زندگی گزر گئی تھی ان کے ماں باپ کے بغیر' اور یہ کارخانہ چلتا ہی جا رہا ہے۔ تھوڑے عرصے کے بعد بندے بدل جاتے ہیں' باتیں بدل جاتی ہیں' شکلیں بدل جاتی ہیں' محلے وہی رہتے ہیں اور شہر آباد رہتے ہیں' آبادی اتنی رہتی ہے لیکن بندہ کوئی بھی نہیں رہتا یعنی کہ آبادی اتنی ہے لیکن جاننے والا بندہ کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لاہور شہر کی آبادی پچاس لاکھ ہو گی' واقف بندہ ڈھونڈنے لگ جاؤ تو کوئی بھی نہیں ملے گا بلکہ آپ کا مزار بھی نہیں کیونکہ مزار' مزار

سے مل جاتے ہیں۔ آپ لوگ یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اجتماعی قبر سے بچا' کیونکہ قبر تو علیحدہ ہونی چاہیے۔ آپ کا قبرستان گاؤں میں ہونا چاہیے لیکن آپ گاؤں میں تو جاتے نہیں ہیں پھر قبروں کی دیکھ بھال کون کرے گا' میرا خیال ہے کہ قبر دور ہی ہونی چاہیے۔ لاہور میں تو اجتماعی قبریں ہیں۔ آپ لوگ سوچو کہ اتنے عرصے سے شہر مرتا مرتا جا رہا ہے اور میانی صاحب شہر کے مقابلے میں تو بہت ہی تھوڑی جگہ ہے اور وہ ختم ہی نہیں ہو رہی' یہ ختم ہوتی رہتی ہے' پندرہ سال کے بعد پھر قبر پر قبر بنا دیتے ہیں' پھر شروع کر دیتے ہیں' پھر بیس سال بعد پھر نئی قبر بنا دیتے ہیں' کہتے ہیں کہ پرانی ہڈیاں تھیں اور وہ چلے گئے' جب وارث چلے گئے تو پھر وراثتیں بھی چلی گئیں' دیکھ بھال کرنے والے بھی چلے گئے۔ جب پوچھتے ہیں کہ یہ قبر کس کی ہے تو کہتا ہے کہ اس کا بیٹا پچھلے سال تک زندہ تھا' اب تو وہ بیٹا بھی نہیں ہے' لہٰذا اب اس قبر کو برابر کرو' اس طرح وہ اس کی ہڈیاں ادھر ادھر دبا دیتا ہے اور پھر نئی قبر تیار ہو جاتی ہے اور مولوی صاحب جنازہ پڑھاتے ہیں' پھر سارے باہر آ جاتے ہیں۔ سارا قصہ یہی ہے۔ ادھر حقیقت مشکل ہوئی پڑی ہے اور آپ خوابوں کے چکر میں پڑے ہو۔ لہٰذا خوابوں کی دنیا کو چھوڑو کیونکہ اصلی بات بڑی مشکل ہوئی پڑی ہے' زندگی مشکل ہے! خواب کیا ہوتا ہے اور کون سا خواب ہوتا ہے' کیسا خواب ہو گا اور خواب میں کھانا تو نہیں ملنا' کھانا تو آپ کو دفتر سے ہی ملے گا' اللہ کے پاس ملے گا۔ اس لیے جو چیز ویسے حاصل نہیں ہوتی وہ خواب میں حاصل ہو جاتی ہے لیکن کچھ خواب کنفیوژن پیدا کرتے ہیں لہٰذا خوابوں کو دھیے دھیے رکھا کرو۔ اللہ مالک

ہے اور آپ یہ کہو کہ یا اللہ ہمیں خواب ضرور دکھا لیکن فنِ تعبیر بھی دکھا کیونکہ ہم کہاں تعبیروں کا انتظار کرتے جائیں' تو یا اللہ تُو ہمیں صرف تعبیر ہی دکھا دیا کر۔

سوال :۔

سر! میں کوشش کروں گا کہ عمل کی کوئی صورت بن جائے!

جواب :۔

آپ عمل کی صورت نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔ سب سے اچھا عمل یہی ہے کہ انسان اچھے وقت کا انتظار کرے۔ انسان نے کیا عمل کرنا ہے' آپ اپنے عمل پر کبھی غور کریں تو دیکھیں گے کہ آہستہ آہستہ علم جو ہے وہ یادداشت سے نکل جاتا ہے' آہستہ آہستہ پرانی خوشیاں بھول جاتی ہیں' آہستہ آہستہ پرانے غم بھی بھول جاتے ہیں' آہستہ آہستہ قریب رہنے والے بہن بھائی دور رہنے والے بہن بھائی بن جاتے ہیں' انسان اس طرح کے کام کرتے ہیں کہ جن کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا تھا اور اب ان کے ساتھ گزارہ نہیں ہوتا۔ یہ میں آپ کے عمل کی بات کر رہا ہوں۔ تو ایسے میں انسان عمل کرے تو کیا عمل کرے کہ سارے کے سارے واقعات آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ کوئی ایسا عمل تو آپ کے پاس ہونا چاہیے تھا کہ آپ موت سے بچ سکتے اور یہ عمل آپ کے پاس ہے نہیں!

آپ کو یہ راستہ نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ راستہ نہیں دیا اور اس راستے کو چھپا دیا' اگر یہ پتہ چل جاتا تو پھر انسان عمل سیکھتا۔ بس اس کے فضل کی درخواست ہی درخواست ہے' اس میں عمل کیا ہے؟ تو کوئی ایسا عمل ہونا چاہیے جو اس کے فضل کو گارنٹی کر سکے۔ میرا خیال ہے کہ

اپنے فضل کی گارنٹی وہ آپ ہی ہے' ہم نے اس عمل کو دیکھا ہے کہ کتنے سالوں کی ابلیس کی محنت اور عبادت تھی اور پھر وہ انکار کر گیا' تو اگر وہ انکار نہ کرتا تو بچ جاتا لیکن وہ انکار کیوں نہ کرتا کیونکہ اس نے ابلیس جو بننا تھا۔ تو اسی طرح یہ عمل ہے۔ آپ کو عمل کے سلسلے میں بتانے والی بات یہ ہے کہ آپ کبھی چھوٹے بچوں پر ناراض نہیں ہونا' چاہے وہ آپ کا کہنا نہ مانیں' بلکہ وہ آپ کا کہنا نہیں مانیں گے' تب بھی آپ ناراض نہ ہونا کیونکہ انہوں نے جس زمانے میں تعلیم لی ہے اس میں اطاعت نہیں ہے اور جس زمانے سے آپ آرہے ہو یعنی پرانے' پسماندہ زمانے سے' آپ وہاں سے اطاعت سیکھ کر آرہے ہیں۔ تو اب اطاعت نہیں ہو گی۔ بس اب آپ وقت گزارتے جاؤ اور ان بچوں کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ تو جب آپ کے بغیر ہی گزارہ ہونا ہے تو پھر تھوڑا تھوڑا گزارہ اب بھی ہونا چاہیے۔ آپ اللہ اللہ کرتے جاؤ تو اللہ کریم مہربان ہو جائے گا۔ یہ عمل اتنا سارا ہے۔ کوئی انسان مل جائے تو اس کی خدمت کر دیا کرو' خیر خیریت دریافت کیا کرو' کسی کے جنازے میں جانا بڑا عمل ہے لیکن جب واقفیت والا جنازہ بن جائے تو پھر جانا کیا اور نہ جانا کیا' کیونکہ جو واقف تھا وہ چلا جا رہا ہے تو اب کس کے لیے جانا' یا تو اسے پتہ چلے کہ آپ آرہے ہیں' پھر بھی کہتے ہیں کہ جنازے کے ساتھ چلو کیونکہ حکم یہی ہے کہ جنازے کا ساتھ دو' تو آپ ساتھ دے دو' اسے پتہ نہیں چلنا ہے کہ آپ ساتھ ہیں لیکن جو زندہ ہیں ان کو پتہ چلے گا کہ یہ ہمارے جنازے میں ساتھ آیا ہے۔ آپ جنازوں کو کندھا دو تاکہ کچھ لوگ آپ کے جنازے کو کندھا دے سکیں۔ یہ سب سے بڑا عمل ہے۔

سوال :۔

میت کا عمل تو مرنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے تو کیا جنازے اور دعا سے اسے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

اس میں نیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے جنازے میں مسلمان ساتھ دے گا اور جب مسلمان مریں گے تو اور مسلمان ساتھ دیں گے اور جب آپ جنازہ پڑھیں گے تو اور لوگ آپ کا جنازہ پڑھیں گے۔ اب کہتے ہیں جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اس کا عمل تو ختم ہو گیا۔ اب یہ شریعت کی بات ہے اور آپ اس میں مت دخل دو۔ مرنے والے کی موت کے بعد جب ہم دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ اس میت کو بخش دے تو کیا مرنے کے بعد انسان بخشا جاتا ہے؟ جب اس کے عمل کی اصلاح نہیں ہوئی تو کیا عمل کی اصلاح کے بغیر مرنے کے بعد دعا سے انسان بخشا جاتا ہے؟ اگر آپ لوگوں کا یہ یقین نہیں ہے کہ موت کے بعد انسان بخشا جا سکتا ہے' وہ آدمی جو موت سے پہلے بخشا ہوا نظر نہیں آرہا تو پھر آپ کے لیے اس کا جنازہ پڑھنا بے کار ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی! اس طرح تو آدھے لوگ جنازہ غلط پڑھ رہے ہیں' وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ عمل سے واقعات ہوتے ہیں یعنی جو نیک عمل ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ بد عمل بندہ مرگیا' کیا اس بد عمل کا جنازہ پڑھنے سے اس کو کوئی فرق پڑے گا؟ بالکل پڑے گا! یعنی کہ موت کے بعد بھی دعا سے بخشش ہو سکتی ہے' یہاں سے اس کو دعا جاتی ہے۔ تو پھر آدھے لوگ اپنے عقیدے کی اصلاح کریں کہ یہاں سے مرنے والے کے ساتھ کمیونیکیشن

ہو رہی ہے اور آپ کی دعا اس کی اصلاح کر رہی ہے اور دعا فٹافٹ اس لیڈریس پر جا رہی ہے' لینا دینا شروع ہو گیا' جب اس کو دعا جا رہی ہے تو پھر ارواح نہیں جا رہی ہے جو ہم کھانے میں اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ کھانا اس کی نیاز ہے' تو کیا نیاز نہیں جائے گی' پھر نیاز بھی جائے گی' جب نیاز جائے تو آپ اپنے عقیدے کی اصلاح کریں۔ وہ کون ہے جو اس نیاز کو نہیں مانتا' کون ہے جو دعا کو نہیں مانتا۔ تو جب آپ دعا کرتے ہیں تو دعا منظور ہوتی ہے اور جب آپ ادھر سے کوئی سوال کریں تو کیا ادھر سے کوئی چیز نہیں منظور ہو گی! تو جواب بھی آئے گا۔ اور اگر وہ مرنے والا زیادہ قابل ہے اور آپ ناقابل ہیں تو پھر بھی کوئی چیز آ جائے گی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے والے زندہ ہیں لیکن آپ زندہ ہونے کے باوجود مرے پڑے ہو۔ کہانی اتنی ساری ہے اور بس اس کا یہ راز ہے۔ وہ جو مر گئے وہ زندہ ہو گئے ہیں اور یہ جو زندہ ہیں یہی غافل ہوئے پڑے ہیں۔ آپ لوگ یہ عقیدہ بنا کر بیٹھ گئے ہیں کہ اگر موت ہے تو مرنے کے بعد حیات کیا ہے یعنی موت کے بعد زندگی کیا ہے۔ موت کے بعد ہی تو زندگی ہے بلکہ موت زندہ ہے اور زندگی مر گئی ہے۔ جب یہ بات سمجھ آئے گی تو آپ کو سب سمجھ آئے گی اور اگر یہ بات سمجھ نہیں آئے گی تو آپ سمجھ نہیں سکتے اور پھر یہ بات آپ لوگوں کو سمجھانا چاہیے بھی نہیں کیونکہ جب تک یہ راز سمجھ نہ آئے تو پھر کیسے سمجھایا جائے۔ جنازہ پڑھانے کا مطلب ہی یہی تھا کہ بے وقوف لوگو سمجھ لو کہ مرنے کے بعد اس کا کام ہو رہا ہے کیونکہ مرنے کے بعد اس کو غسل کی کیا ضرورت ہے لیکن مرنے والے کا کام ہو رہا ہے' قبر کے اندر واقعات

ہیں اور باہر واقعات ہو رہے ہیں اور یہ اس آدمی کا کام ہو رہا ہے یعنی کہ Something is being done with this man. اس میں جو راز ہے یہ بڑا اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا بھی ہو رہی ہے' قرآن شریف بھی پڑھا جا رہا ہے' قرآن شریف بھی دعا ہی ہے' قرآن پہنچ رہا ہے' دعا پہنچ رہی ہے' کلام پہنچ رہا ہے' درود شریف پہنچ رہا ہے اور دوسرے واقعات ہو رہے ہیں۔ تو نبیؐ تو نبیؐ ہیں' ان کی حیات کی کیا بات ہے' میں تو کہتا ہوں کہ مردے بھی حیات ہیں جن کا آپ جنازہ پڑھ رہے ہیں' یعنی جس کو آپ جنازہ کہتے ہیں پھر اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ اس مردے پر رحم فرما۔ تو میت جو ہے وہ آپ کے ساتھ دعا میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان باتوں پر ذرا غور کیا کرو کہ جاتا کوئی بھی نہیں ہے' جانے والا اس وقت جاتا ہے جب آپ اس سے غافل ہو جائیں یا اسے بھول جائیں۔ جن کو آپ لوگ یاد کرتے ہیں وہ نہیں گئے اور وہ تو ہیں۔ اب آپ لوگ یہ دیکھیں کہ جو لوگ محبت اور عقیدت سے یاد کیے جاتے ہیں وہی تو زندہ ہیں اور جن لوگوں کو محبت اور عقیدت نہیں ملتی وہ اگر زندہ بھی ہوں تب بھی مر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو وہ مر گئے چاہے وہ بڑے عالم دین ہی ہوں۔ تو یہ ہے نفرت کا جھگڑا اور پھر جھگڑوں کی نفرت' جو مانتے نہیں ہیں کہ دعا کیا ہوتی ہے' جو مانتے نہیں ہیں کہ مرنے کے بعد دعا کیا ہوتی ہے' وہ کہتے ہیں کہ کیا مرنے کے بعد بھی دعا پہنچ سکتی ہے۔ مرنے کے بعد ہی تو آپ جنازہ پڑھتے ہیں' یا تو پھر آپ لوگ جنازہ زندگی میں پڑھا کریں۔ پڑھنے کے بعد آپ لوگ کہتے ہیں کہ جنازے کو دعا پہنچ گئی۔ جب ہم دوبارہ ان کے لیے دعا کریں گے تو

پہنچے گی' پھر بھی پہنچے گی' ہر جمعرات کو دعا کریں تو وہ دعا پھر بھی پہنچے گی۔ سال کے سال ہم ان کی برسی کا دن منائیں تو پھر کیا دعا نہیں پہنچے گی' ہم ہر روز نیاز دیں تو کیا وہ نہیں پہنچے گی' اور اگر ہم چاند کی چھٹی منائیں' پندرہویں منائیں' تیسویں منائیں تو کیا وہ نہیں پہنچے گی؟ بالکل پہنچے گی! تو پھر آپ لوگ مانتے کیوں نہیں ہو' آپ کا سارا مسئلہ حل ہوا پڑا ہے مگر آپ لوگ پھر بھی نہیں مانتے' مسئلہ عین حل ہوا پڑا ہے اور آگے بیان بند ہے' اس لیے بتاتا کوئی نہیں ہے' یہاں تک بھی نہیں بتاتے کہ جنازہ مرنے کے بعد کیوں؟ کیا جنازہ پہلے ہونا چاہیے تھا' اس لیے یہ بات سمجھنے والی ہے۔ ہر وہ چیز عین ہے جو عین ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ چل رہے ہیں' کوئی بھی عمل آپ کی زندگی کا ہے اس عمل میں اللہ کے نام سے جو آپ میں Change آرہی ہے' تبدیلی آرہی ہے وہ حصہ آپ کی زندگی میں اللہ کا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کام نہ کرو کیونکہ اللہ کریم ناراض ہو جائے گا یعنی کہ کچھ عمل جو ہے اللہ کے خوف سے وہ آپ نہیں کرتے ہو' تو آپ کی زندگی کا وہ حصہ اللہ کا ہے' آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے حوالے سے جو کام کرتے ہیں وہ حصہ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا ہے اور جو کام یا حصہ آپ بزرگان دین کے نام سے کرتے ہیں وہ حصہ ان کا ہے۔ تو آپ لوگ سوچیں کہ پھر آپ کے پاس کیا ہے۔ زندگی کا تو ہم نے یہاں سے فیصلہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اصل میں زندگی یہی ہے جو آپ وقف کر چکے ہیں۔ تو یہ زندگی ان کی ہے جن کے نام آپ زندگی وقف کر چکے ہیں۔ تو یہ ان کے نام کی زندگی ہے۔ اگر آپ سید ہیں تو پھر سید رہا کرو بلکہ آپ کو سید رہنا چاہیے۔ پھر آپ

جھگڑا نہ کیا کریں کہ پھر میرے اعمال کیا ہوں گے اور کیا نہیں ہوں گے یا یہ کہ میں عمل کر رہا ہوں اور اپنی عاقبت سنوار رہا ہوں۔ عاقبت سنوارنی عمل سے نہیں ہے بلکہ نسبت سے ہے۔ اور یہ بات آپ لوگوں کو بھول جاتی ہے بلکہ فوراً" بھول جاتی ہے اور پھر آپ فٹافٹ سوال کر دیتے ہیں کہ عاقبت کس طرح سنواریں؟ تو عاقبت کیسے سنورے گی؟ نسبت سے سنورے گی۔ اگر آپ مولوی صاحب کی طرح صرف عمل کرتے جائیں تو عاقبت مولوی سے نہیں بنے گی بلکہ نسبت سے بنے گی۔ تو آپ لوگ اپنی نسبت درست کرو اور اپنا قبلہ درست کرو تو پھر سارا کام بالکل ہی آسان ہو گیا۔ تو ساری کی ساری بات نسبت کی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ کسی نسبت میں گم ہو گیا تو اب اس سے اور کیا پوچھتے ہو' اب یہ اس کا عمل ہے کیونکہ اب اس کی زندگی اس نسبت میں گم ہو گئی جس میں اللہ کا حصہ ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا حصہ ہے۔ تو یہ اس کی نسبت ہو گئی جو اس کا عمل بن جاتی ہے۔ تو نسبت میں گم ہونے والا نسبت کی عاقبت میں شامل ہو جاتا ہے' جو اس راہ میں گم ہو گئے وہ اس راہ کا حصہ بن گئے۔ تو یہ اتنی سی بات ہے۔ جن لوگوں کو سنگ در نہ ملا وہ راہ کا غبار ہو گئے' تو غبارِ راہ بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا سنگِ در ہے۔

ملا نہ ہم کو اگر سنگِ آستاں کا نشاں
برنگِ موج اٹھے راہ کا غبار ہوئے
تیرے قریب ہوئے جب سے اشک بار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے

تو بات یہ ہے آپ لوگ لمبے چوڑے عمل سے بچا کرو' اصل

عمل کیا ہے؟ نسبت' محبت' اطاعت اور شوق۔ بے شوق عبادتوں سے شوق کا جو ایک آنسو ہے وہ بہت بہتر ہے۔ باقی یہ کہ جنازے میں آپ شرکت کرتے جائیں' جنازہ پڑھتے جائیں لیکن میں کہتا ہوں کہ شوق کی ایک نگاہ جو ہے یہ زندگی کے ہزار بے شوق سجدوں سے بہت بہتر ہے۔ میں سجدے کے خلاف بات نہیں کر رہا' سجدہ بہت ضروری ہے لیکن آپ شوق پیدا کرو' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بے شوق ہو جاؤ۔

تو کہیں راہی بے ذوق نہ ہو جائے۔ تو شوق کیا ہوتا ہے؟ نسبت! نسبت کیا ہوتی ہے؟ نسبت کسی انسان سے ہوتی ہے' انسان کہاں ہوتا ہے؟ پردے کے باہر' پردہ کسے کہتے ہیں؟ موت کو پردہ کہتے ہیں۔ اس سے پرے جب بلانے والا بلاتا ہے تو انسان کو شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو آپ یہ نسبت ڈھونڈا کریں اور ادھر آنا جانا رکھا کریں۔ ادھر سارا فانی جہان ہے' ادھر آپ کیا رابطہ رکھیں گے' تو یہاں کے رابطوں سے وقتی طور پر گزارہ کریں' آپ کا اصلی گزارہ ادھر ہی ہو گا' ادھر کی کوئی پکی خبر حاصل کر لیں' بس پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال :۔

ہم شوق پیدا کریں یا ہم یہ یقین کر لیں کہ ہم میں شوق ہے۔

جواب :۔

شوق کا آپ یقین ہی کر لیں کہ آپ میں شوق ہے۔ شوق یقین ہے' یہ پیدا نہیں ہوتا ہے' یہ موجود ہوتا ہے' یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس کو بڑے طریقے سے بزرگوں نے بیان کیا کہ ۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو

یعنی کہ ہر آدمی شریعت کی بات کرتا ہے لیکن وہ لوگ جو شوق کی سلامتی مانگتے ہیں وہ کوئی کوئی ہوتا ہے۔ تو شوق کی سلامتی' وابستگی کی سلامتی مانگنے والا کوئی کوئی آدمی ہوتا ہے۔ اس بات کو آپ یوں سمجھ لو کہ ایک بزرگ ہیں' وہ ایک فنکشن کر رہے ہیں اگر فنکشن نیکی کا ہے' فنکشن میں تقریر ہے' جلسہ ہے' جلوس ہے' مہمان ہیں' آنے والے لوگ ہیں' بہت بڑا فنکشن ہے' علم دوست دین کے نام پر اکٹھے ہو گئے' یہ اچھی بات ہے لیکن وہاں جو آدمی باورچی خانے میں کھانا پکا رہا ہے وہ اس فنکشن کا میجر حصہ ہے' اگر اس سارے فنکشن کو کامیابی کا ٹکٹ ملنا ہے تو اس کو یہ ٹکٹ پہلے ملنا ہے۔ تو قافلے کے اندر جو شریک ہوا اگر اسے قافلے جیسا عرفان نہ ہو تب بھی قافلے جیسا نتیجہ مل جاتا ہے۔ آپ بات کو سمجھے نہیں؟ تو جو قافلے کے ساتھ صرف چل پڑا اس کو بھی نتیجہ وہی ملے گا چاہے اسے عرفان ملے یا نہ ملے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ مقامات جن پر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے جلوے ہوئے وہ مقامات آج تک مقدس ہیں' زمین مقدس ہے' تو یہ کیا بات ہے؟ یہی اصل بات ہے کہ زمین مقدس ہو جاتی ہے حالانکہ زمین میں تقدیس کہاں' کیا زمین عمل کرتی ہے' کوئی باتیں کرتی ہے' لیکن وہ زمین بھی مقدس ہو جاتی ہے۔ تو گویا کہ مقدس چیز' مقدس روح' مقدس انسان جہاں جہاں سے گزریں تو وہ شے مقدس ہو جاتی ہے' جہاں اللہ گزرے وہاں کعبہ بن جاتا ہے' اور جہاں حضور پاک ﷺ تشریف رکھتے ہیں وہ کیا بن گیا؟ مدینہ شریف بن گیا اور جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو اسے کیا کہیں گے؟ اسے بھی مدینہ شریف کہیں گے۔ تو اس کو وہی کہیں گے۔ جس دل

میں حضور پاک ﷺ کی آل کی محبت ہو گی اسے کیا کہیں گے؟ اسے آپ ولی کہیں۔ گویا کہ درجے کہاں سے آئے؟ درجے نسبت سے آئے۔ ولایت کہاں سے آئی؟ ولی کی محبت سے آئی' کیا یہ بات عمل سے آئی؟ اگر عمل کرنے والا الٹا لٹکا دیا جائے تو اس کا عمل' عمل نہیں ہوتا۔ ایسا شخص صبح سے شام تک شور مچاتا ہے' وہ جھوٹا ولی بن جاتا ہے اور پھر پھانسی لگا پڑا ہوتا ہے۔ اور بیان جو ہے وہ چوراہے میں بند ہو جاتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے ہمارے ہاں پندرہ پندرہ سال دین میں لوگوں نے محنت کی ہے' بڑی جماعتیں بنائی ہیں اور آخر میں ایسی غلطی ہو گئی کہ وہ گمراہ کے گمراہ ہی نکلے۔ کیا ایسا ہوا کہ نہیں ہوا؟ کبھی آپ نے دیکھا کہ لوگ کیا کیا بیان کر جاتے ہیں' وہ بیان اس لیے ہوتا ہے کہ دل سے تسلیم نہیں کرتے' تو جنہوں نے ولی کو ولی نہ تسلیم کیا انہوں نے دین کو کدھر سے تسلیم کر لیا۔ تو ساری کہانی تسلیم سے ہی ہے۔ ایسا شخص کہہ سکتا ہے کہ جو شخص آج سے محنت کرے گا وہ شخص پیغمبر بن سکتا ہے۔ پیغمبر کیوں نہیں بن سکتا؟ اس لیے کہ پیغمبر محنت سے نہیں بنتے۔ تو پیغمبر کیسے بنتے ہیں؟ عطا سے بنتے ہیں۔ اور ولی کیسے بنتے ہیں؟ ولی بھی عطا سے بنتے ہیں۔ تو پھر محبت کیا کرتی ہے؟ محبت جو ہے وہ راستہ دکھاتی ہے ان لوگوں کا جن پر اللہ کریم کا انعام ہوا۔ تو اللہ کریم کا راستہ کون سا ہے؟ وہ راستہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر اللہ کریم کا انعام ہوا۔ اگر آپ براہ راست اللہ کی طرف چلے جاؤ گے تو پھر آپ نہیں جا سکتے' پھر اللہ پوچھے گا کہ پیغمبر کے حوالے سے آئے ہو یا کہ خود ہی آ گئے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ میں خود ہی آ گیا ہوں۔ تو اللہ کریم فرمائے گا کہ اس کو "گوتم بدھ" بنا کر واپس

بھیج دو۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے۔ تو آپ لوگ پیغمبر ﷺ کے حوالے تک ہی رہو' اس سے آگے کیا وصول کرنا ہے' آگے کیا جانا ہے' یہی کافی ہے۔ میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ وہ دل جس میں یاد نبی پاک ﷺ ہو وہ دل ہی مدینہ ہے' مدینہ کے معنی قیام نبی ﷺ کی جگہ۔ یہ آسان سی بات ہے اور لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ تو دل کو لطف کے ساتھ آزاد رکھو۔ اور باقی جو محنتیں ہیں وہ توحید اور توحیدِ خالص کی ہیں اور میرا خیال ہے کہ توحیدِ خالص گورونانک کی ہو سکتی ہے یا ابلیس کی ہو سکتی ہے۔ خالی توحید' صرف اللہ کی توحید۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے آج تک تیرے علاوہ کسی کو نہیں مانا یعنی میں نے صرف اللہ کو مانا اور کسی کو نہیں مانا' بس یہ گمراہی ہے۔ مومن نے اللہ کو مانا' اللہ کے احکام کو مانا' اللہ کی عنایات کو مانا' اللہ کے ہدایت یافتگان کو مانا بلکہ اللہ کی ہر شے کو مانا۔ خالی توحید والے کو مانتے ہیں لیکن اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کو نہیں مانتے' اس لیے تو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ یہ تو ایسے ہے کہ جیسے آپ ایک آدمی سے کہیں کہ میں آپ کو بہت اچھا فنکار مانتا ہوں لیکن میں آپ کی تصویریں نہیں مانتا۔ یہ تو پھر فنکار کے لیے بڑی ناراضگی والی بات ہے۔ تو یہ کیا بات ہوئی کہ فنکار کو آپ بہت اچھا آدمی مانتے ہیں You are a great man ' لیکن اسے کہتے ہیں کہ اپنی پینٹنگز کی بات چھوڑو' وہ تو آپ کو نہیں آتی۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کو اس لیے مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیغمبر عطا فرمائے اور پیغمبر عمل کے بغیر بنتا ہے اگر پیغمبر عمل سے بنتا تو پھر آج بھی کوئی انسان پیغمبر بن سکتا تھا' آج پیغمبر نہیں بن سکتے' کیوں نہیں پیغمبر بن سکتے جب کہ عمل موجود ہے' شاید

تہجد کے بعد پیغمبر بن جائیں گے' بالکل نہیں' یہاں سے تو بندہ گمراہ ہوا ہے' اس نے کہا کہ پیغمبر عمل ہی ہے اور ہم بھی عمل کر رہے ہیں تو ہمیں بھی پیغمبر بنا لو' نبی بنا لو' ہم بھی پورا عمل کرتے ہیں' فقہ آتی ہے' حدیث آتی ہے' قرآن آتا ہے' علم رکھتے ہیں' عربی دان ہیں' فارسی دان ہیں' پیغمبر کے پاس یہی کچھ ہوتا ہے لہٰذا آپ مجھے نبی کہہ دو۔ تو وہ گمراہ ہو گیا اور وہ کافر ہو گیا۔ تو مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کیسے بنتے ہیں؟ اللہ کی مہربانی سے پیغمبر بنتے ہیں' کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ جس سے کوئی پیغمبر بن سکے' پیغمبر علم والے بھی ہیں' علم کے بغیر بھی ہیں' بادشاہ ہیں اور ان کے پاس سرکاری علم ہے' پیغمبر لوہار بھی ہیں' ان کو لوہار نہیں کہنا چاہیے لیکن ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا' پیغمبر کو چرواہا نہیں کہنا چاہیے لیکن پیغمبر بھیڑ بکریاں چراتے ہیں' اس پر اقبالؒ نے پورا شعر کہا ہے۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

یہ شبانی کیا ہوتی ہے؟ گلہ بانی کو شبانی کہتے ہیں۔ تو بھیڑیں چرانے والے پیغمبر بنے' ہاں پیغمبر یہی ہے' بس یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ تو پیغمبر کیا ہے؟ اللہ کی مہربانی ہے جسے چاہے نواز دے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ یا اللہ آپ نے مجھے پیغمبر بنا دیا' رسول بنا دیا تو بات یہ ہے کہ میری زبان میں لکنت ہے تو اللہ کریم نے فرمایا کہ چلو پھر تجھے کلیم اللہ بنا دیتے ہیں یعنی کہ جو بات نہ کر سکے وہ اللہ کریم سے بات کرتا ہے' کمال کی بات تو یہ ہے۔ تو موسیٰؑ نے کہا کہ دنیا کے لیے کیا کیا جائے تو اللہ کریم نے فرمایا کہ تیرے بھائی کو پیغمبر بنا دیتے ہیں' تو بھائی کو بھائی کے کہنے پر پیغمبر بنایا جا

سکتا ہے۔ یعنی کہ بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' نبی کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' پیغمبر کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' رسول کے کہنے پر بہت کچھ کیا جا سکتا ہے' کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا ہے' ان کے کہنے پر سب کچھ ہوتا ہے۔ یہ صرف آپ کے ہاں نہیں ہوتا کیونکہ آپ لوگ پاگل ہو اس لیے یہ سب نہیں ہوتا' آپ لوگ علم پڑھتے رہتے ہو' تعلیمیں حاصل کرتے رہتے ہو' آپ لوگ کہتے ہو کہ علم ہے اور پھر عمل ہی عمل ہے اور لوگوں کو کہتے ہو کہ اگر ایک رکعت چھوڑ دی تو پھر سترہ ہزار سال دوزخ کے کنارے پر الٹے لٹکائے جاؤ گے۔ یہ تو پھر آپ کا علم ہے جب کہ وہاں تو کہانی ہی اور ہے' ادھر کہانی بہت ہی اور ہے' ادھر بخشش کے طریقے اور ہیں' بخشش ہے ہی اور' ان بندوں کو بخشش کا کیا پرابلم ہے جو اسلام کے نام پر رہتے ہیں' ہاں اس کی بخشش نہیں ہے جو کسی بخشے ہوئے انسان کے خلاف بولا' اس کی بخشش نہیں ہے جو کسی معتبر کے خلاف بولا' جو اللہ کے محبوبؐ کے خلاف بولا اس کی بخشش نہیں ہے۔ تو وہ معتوب ہے' معتوب کون ہے؟ جو کسی محبوب کے خلاف بولے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے آپ اس کو ضرور یاد رکھو۔ تو پھر آپ کیا عبادت کرو گے؟ آپ صرف یہی عبادت کرو کہ محبوب کا قرب حاصل کرو اور جن لوگوں نے محبوبوں کا قرب حاصل کیا تو ان لوگوں کو عبادت کا راز ملا کہ عبادت ہوتی کیا ہے' ورنہ یہ ساری بات صرف فارمولا ہی فارمولا ہے اور اس کے اندر مغز کوئی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مساجد میں فساد ہوتا ہے کیونکہ ان کی بات میں مغز کوئی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عبادت' محبت محفوظ کرنے کا ذریعہ ہے' محبت دریافت کرنے کا نہیں۔

محبت پہلے حاصل کرو اور پھر عبادت کو محفوظ کرو' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو محبت عطا کی۔ تو محبت کس سے ہے؟ محبوب سے ہے۔ تو اس طرح سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ جس نے گزرے ہوئے زمانے میں سے اپنے محبوب کو تلاش کرنا ہے تو آپ خود دیکھو کہ اس نے حال کو کیا کرنا ہے یا مستقبل سے کیا لینا ہے' بلکہ مستقبل اس کا ہے جس کا ماضی ہے۔ تو مستقبل کس کا ہے؟ جس کا ماضی ہے اور آپ مستقبل کے لیے کہاں جا رہے ہو؟ ماضی والوں کے پاس۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ان کے پاس جو ماضی میں ہیں۔ تو آپ کا سارا سفر آگے کا ہے اور آپ ایک دائرے کے اندر ہیں۔ اور دائرہ کہاں جا رہا ہے؟ مرکز کی طرف۔ اور آپ آگے کدھر جا رہے ہیں؟ پچھلے لوگوں کی طرف۔ تو پرانی محفلوں میں نئے لوگ جا رہے ہیں۔ تو پرانی محفل میں پہنچنا ہی نیا کام ہے۔ تو یہ ایک نیا کام ہے۔ تو آپ اس کام کا خیال رکھو کہ ہم نے ادھر ہی جانا ہے۔ اب آپ چاہے نعرہ لگاؤ' چاہے میلاد مناؤ' چاہے یا رسول اللہ ﷺ کہو' چاہے کچھ اور کہو' یہ آپ کی مرضی کی بات ہے۔ کیونکہ بات اس کی حقیقت کی ہے۔ بس اتنی ساری بات آپ نے کرنی ہے اور کچھ نہیں کرنا۔ یہ سیدھی سادی باتیں ہیں' آپ لوگ کسی کو بخشا ہوا مانتے نہیں ہیں' اس لیے آپ کی بخشش ہونی نہیں ہے۔ بس یہی آخری راستہ ہے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھنا' اور اس طرح آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ اب آپ اور سوال پوچھو.....

سوال :۔

کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ محنت بھی زیادہ کرتے ہیں اور خوش حال

بھی نہیں ہیں بلکہ غریب اور پریشان حال ہیں؟

جواب :۔

ایک تھے درویش اور وہ مجذوب بھی تھے جو الٹ پلٹ باتیں کرتے ہیں' تو وہ کہتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے روزہ رکھا اور جب میں افطاری کے لیے گیا تو وہاں بڑے بڑے امیر لوگ تھے' اور میرا روزہ وہاں سے شرمندہ ہو کر واپس آگیا اور میں نے کہا کہ تیرا روزہ کیا ہے کیونکہ ہم تو صرف پانی سے روزہ رکھنے والے لوگ ہیں اور وہ بڑے بڑے درجے والے اعلیٰ لوگ تھے' تو کہتے ہیں کہ میں اپنا روزہ شرمندہ کر کے واپس ہی آگیا۔ پھر کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے روزہ نہیں رکھا اور سوچا کہ چلو جا کر چائے پی لوں تو وہاں ہوٹل پر اتنے اعلیٰ اعلیٰ لوگ چائے پی رہے تھے' اگرچہ میرا روزہ نہیں تھا لیکن پھر بھی میرا روزہ شرمندہ ہو گیا۔ تو یہ جو آپ کو امیر آدمی نظر آتے ہیں تو جہاں آپ نہیں گئے ہیں وہاں بھی یہ امیر آدمی پہنچے ہوئے ہیں' تو غریب آدمی کہتا ہے کہ میں پیدل گیا لیکن وہاں کاریں بڑی تھیں۔ تو جہاں آپ نہیں گئے ہیں وہاں بھی کاریں کھڑی تھیں۔ تو امیر غریب کی بات جو ہے تو واقعی امیر زیادہ ہو گئے' پیسے کی ریل پیل ہو رہی ہے' اس لیے آپ نے کسی اسلامی سنٹر پر دیکھا ہو گا کہ ڈھیروں ڈھیر' میلوں تک کاروں کی قطاریں لگی ہوئی ہوں گی اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے اسلام کے کارخانے چل پڑے ہیں۔ تو غریب کہتا ہے کہ اسلام ہمارے کام تو نہیں آیا بلکہ ان کے کام آگیا ہے۔ بس یہی بات ہے کہ اسلام ان کے کام آگیا اور ان کو راس آگیا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ جب اسلام کی کہانی ہیں، دودھ اور پانی الگ الگ ہو جائے گا تو پھر

آپ کو اپنے سوال کا جواب ملے گا۔ ابھی آپ جیسے لوگ مایوس نہیں ہوئے اور غریب آدمی کبھی مایوس نہیں ہو گا۔ غریب ہی کے دم سے نظامِ عبادت صحیح معنوں میں قائم ہے' جو غریب ہے یہ اللہ کے قریب ہے' غریب کا دل جو ہے یہ اللہ کے قریب ہے۔ مثلاً" آپ داتا صاحبؒ جاؤ' دولت کی وجہ سے' پیشے کی وجہ سے' مرتبے کی وجہ سے چادر کون چڑھائے گا؟ گورنر چڑھائے گا اور آپ کے کچھ گورنر ایسے بھی تھے جن کا کھانا پینا بھی غلط تھا' خوب کھایا پیا ہوتا تھا اور پھر جا کر داتا صاحبؒ پر چادر چڑھا دی۔ عرصہ پانچ سو سال سے یا کتنے سو سال سے داتا صاحبؒ کے عرس کی چادر داتا صاحبؒ جیسی کسی شخصیت نے نہیں چڑھائی۔ یہ کوئی گورنر ہاؤس کا کام نہیں ہے' یہ تو ایک اور نظام ہے' ایک اور منصب ہے' اس منصب جیسا کوئی بندہ ہو تو پھر یہ منصب بنتا ہے ورنہ وہی ہو گا کہ جس وقت وہ چادر چڑھانے جائیں گے' پولیس ہو گی' پہرہ ہو گا' لینا ہو گا' زندہ باد ہو گا' ان کو چادر چڑھائی جائے گی' یہ کیا جائے گا' وہ کیا جائے گا' ٹی وی پر آئے گا اور ریکارڈ ہو گا۔ مگر یہ لوگ داتا صاحبؒ کی طرزِ حیات کے مطابق نہیں ہوں گے۔ اس طرح یہ سارا واقعہ غلط ہوا پڑا ہے اور اس کے واسطے ہی تو یہ ساری دعا ہے کہ یا تو اپنے جیسے کوئی اس نظام کے بندے لاؤ جو چادر چڑھائیں یا پھر چادر چڑھانی بند کرو۔ چادر کا مفہوم کیا ہے؟ مفہوم یہ ہے کہ جو اس کے ماننے والے ہیں' جو اس طرز پر چلنے والے ہیں ان کو یہ راستہ آسانی سے ملے' تو اس راستے پر بھی امیر لوگ غالب ہو گئے ہیں جو اپنے نام کی تختیاں لگانے والے ہیں' غریب آدمی وہاں بھی شرمندہ ہو گیا۔ تو اس غریب آدمی کو "گونگا خطرہ"

کہتے ہیں اور جب یہ جاگا تو یہ خطرناک ہو گا۔ ابھی غریب آدمی بیٹھا سوچ رہا ہے اور وہ وقت آ جاتا ہے' کسی وقت بھی آ جاتا ہے۔ اس لیے یہاں دولت کی یا غریبی کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ بہرحال آپ لوگ یہ دیکھو کہ ظالم آدمی عبادت گاہوں پر بھی حملہ آور ہو گیا ہے' ظالم آدمی خانقاہوں پر بھی حملہ آور ہو گیا ہے' ظالم آدمی جو ہے وہ ہر چیز پر حملہ آور ہو گیا ہے۔ جو جو مقدس شعبے تھے ان پر بھی وہ ظالم آدمی دولت کے ذریعے حاوی ہوا پڑا ہے۔ اور حق والے جب حق مانگیں گے تو پھر بڑی جلدی فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ حکومت پر بھی ظالم' سماج پر بھی ظالم' ادیبوں خطیبوں کے مقام پر بھی ظالم' خانقاہوں اور عبادت گاہوں پر بھی ظالم' واقعات بھی ظالم' تحریروں اور تقریروں پر بھی ظالم' غریب آدمی تقریر لکھتا ہے اور ظالم آدمی پیسے دے کر پڑھ جاتا ہے اور غریب خوش ہو جاتا ہے کہ میرا گزارہ ہو جائے گا اور گزارہ کرتا جائے گا اور اسی طرح تقریریں لکھتا جائے گا اور اسی طرح اس نے ظالم کو رائٹر بنا دیا۔ کتنی ہی کتابیں امیروں کی ہیں جو غریبوں نے لکھی ہیں مگر آپ کو اس بات کا پتہ ہی نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک یار مرا تھا اور اس کے مرنے کے ساتھ ہی کتنے سارے لکھنے والے لوگ مر گئے تھے' اس کا نام ساغر صدیقی تھا۔ ساغر صدیقی کے پریشان ذہن سے' اداس جسم سے' لرزاں روح سے نکلی ہوئی غزل کسی اور احمق کے نام سے چھپ گئی اور اس کا نام بہت سے لوگ جانتے ہیں اور وہ آدمی فخر سے کہتا ہے کہ یہ میری غزل ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے پیسے بھی پورے نہیں دیے۔ ایک اور آدمی آپ کو بتاؤں جو غزلیں لکھتے تھے اور پھر ان کو

بیچ دیتے تھے' وہ نوائے وقت اخبار میں کام کرتے تھے اور لوگ غزلیں ان سے لے کر اپنے نام سے چھاپتے تھے اور ان کا نام بڑا مشہور ہے' وہ کہتے ہیں کہ وہ آ کر مجھ سے غزل لے گیا' پہلے تو دو روپے دیا کرتا تھا لیکن اس دن مجھ سے دو غزلیں لے گیا لیکن پیسہ بھی کوئی نہیں دیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس سیالکوٹ کا جانے اور آنے کا ٹکٹ ہے' وہ دے دیا گیا' کہتے ہیں کہ میں نے دو غزلیں دے دیں اور ٹکٹ لے لیا اور میں وہاں چلا گیا تو وہاں میرا کھانا پینا بھی مشکل ہو گیا اور میں واپس آ گیا۔ تو انہوں نے سیالکوٹ کے ٹکٹ پر دو غزلیں بیچ دیں۔ ان کی ایک غزل کا مصرعہ ہے ۔

میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ وہ بڑے Well known poet تھے اور نوائے وقت میں لکھتے تھے اور اچھے شاعر تھے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ یوں غزلیں بیچا کرتے تھے' ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیوں بیچتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ گزارہ نہیں ہوتا۔ ایک اور رائٹر ہے اور وہ اچھا خاصہ صاحبِ دیوان ہے اور اس نے اپنے پاس ملازم شعراء رکھے ہوئے ہیں' وہ خود حکیم ہیں اور منڈی بہاؤالدین میں رہتے ہیں اور دو چار کتابیں بھی انہوں نے لکھی ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان کی نشست و برخاست دیکھی ہوئی ہے' جن لوگوں کو انہوں نے مقرر کیا ہوا ہے ان کو حکمت کی دوائی بھیجتے ہیں یعنی "شربت عقاقیر ارواح" بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی الٹ پلٹ مصرعے بنا کر بھیجتے ہیں اور پھر پوری غزل لکھوا لیتے ہیں اور پھر اپنی کتاب شائع کر دیتے ہیں' اس طرح دو تین چار کتابیں ان کی بن گئی ہیں'

اس میں سے ایک کتاب میں آدھی سے زیادہ غزلیں غالب کی ہیں۔ پہلے وہ پچاس روپے ایک غزل کے دیتا تھا اب تیس روپے دینے شروع کر دیے ہیں اور ان کی دکان بڑی چلتی ہے۔ تو ایک غزل بیس روپے' تیس روپے میں چلتی جا رہی ہے اور اس طرح لوگ کرتے جا رہے ہیں۔ وہ لوگ جو کسی کی لکھی ہوئی چیز' کسی اور ذہن کی پروڈکشن' کسی اور دل کے سوز کو اپنے نام سے استعمال کرتے ہیں ان پر ترقی کے دروازے بند ہیں' آپ سب لوگ آمین بولو! اس کاروبار کو ختم کردو۔ مقصد یہ ہے کہ Misuse کرنا یا کسی اور کو Use کرنا غلط بات ہے' یہ بند کر دینا چاہیے کہ پرانی کتابیں پڑھ لیں اور اس میں سے کچھ چیزیں نوٹ کر لیں اور پھر اپنے نام سے شائع کر دیں۔ تو یہ نام جو ہے اللہ تعالیٰ اس نام کو کبھی Favourite نہیں بنائے گا' یعنی جس نے کسی اور نام کو اپنی ترقی کے لیے استعمال کیا' کسی اور دل کی نکلی ہوئی بات کو اپنے نام سے لگایا' جب کہ اس کا دل ہی کوئی نہیں ہے' اس پر ترقی کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ تو جب اس کی ترقی بند ہو جائے گی پھر ایسا کام کبھی نہیں کرے گا اور پھر توبہ کرے گا اور کہے گا کہ اس کا ہی نام لکھو اور میرا نام نہ لکھو اور وہ کہے گا کہ اپنی بات کرو یعنی بات ہے تو کرو ورنہ چپ ہی رہو۔

سوال :۔

کیا وہ یہ سب اس لیے کرتا ہے کہ شہرت حاصل کرے؟

جواب :۔

شہرت کو بد شہرت ہونے میں ایک سیکنڈ لگتا ہے۔ زندہ باد کے جلسے مردہ باد پر ختم ہوتے ہم نے دیکھے ہیں۔ شہرت ایسا گھوڑا ہے جو

راستے میں چڑھنے والے کو گرا دیتا ہے۔ شہرت Precarious ہے' یعنی غیر یقینی ہے' مشکوک ہے' Doubtful ہے' عارضی ہے۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء اللہ جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دیتا ہے۔ تو آپ لوگ توبہ کرو۔ تو جن کو شہرت اللہ سے مل چکی ہے ان کی شہرت مرنے کے بعد اور بڑھتی ہے۔ جو لوگ شہرت Trick ' فریب سے حاصل کر چکے ہیں وہ Trick سے ہی فیل ہو جائیں گے

A trick has made them and a trick will kill them وہ Trick ' دھوکے سے بنے اور Trick سے' دھوکے سے ہی گئے۔ اس لیے آپ جو رائٹر لوگ ہیں وہ اپنی کاوشوں سے لکھا کریں' اپنی محنتوں سے لکھا کریں' اپنی شب بیداریاں لگایا کریں' اپنا خون گرم کر کے لکھا کریں اور پھر آپ کو سوچ مل جائے گی۔

سینے میں اگر سوز سلامت ہو تو خود ہی
اشعار میں ڈھل جاتی ہے افکار کی صورت

اللہ تعالیٰ سوز سلامت رکھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے سوز کی سلامتی مانگا کریں اور پڑھ کر نہ لکھنا اور کسی کا خیال کاپی نہ کرنا بلکہ اپنے خیال کے آپ مصنف بنو۔ ایسا نہ ہو کہ چار کتابیں پڑھیں اور پانچویں خود لکھ دی' اس سے بچو' یہ بری بات ہے۔

سوال :۔

سر! کیا عشق مجازی میں بے بسی کی کیفیت میں انسان لاشعوری طور پر عشق حقیقی کی طرف جا رہا ہوتا ہے؟

جواب :۔

ہاں ایسے ہی ہوتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے' یہی راستہ ہے اور یہ روٹ ٹھیک ہے۔ یہ بہتر ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مجاز بھی ان کے اور حقیقتیں بھی ان کی' دل بھی ان کے اور دلبری بھی ان کی' دل نوازیاں بھی ان کی۔ ہوتا یہ ہے کہ پہلے کسی جگہ مجاز کی تعلیم دلوائی جاتی ہے تاکہ یہ آدابِ محبت سے آگاہ ہو جائے۔ جب وہ آدابِ محبت سے آشنا ہو جاتا ہے تو پھر اسے اصلی محبت سے آشنا کیا جاتا ہے۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں' پیر جو ہوتے ہیں وہ آداب سکھاتے ہیں' گفتگو کا طریقہ سکھاتے ہیں' استعمال کے انداز سکھاتے ہیں' جواب کا طریقہ سکھاتے ہیں' آدابِ محفل سکھاتے ہیں' نشست و برخاست سکھاتے ہیں تاکہ جب کبھی آپ حضوری کی محفل میں جائیں تو وہاں اس طرح سے بیٹھنا۔ اور اگر یہاں مجاز تک رہنا ہے تو کہتے ہیں کہ یہاں آکر اب غائب ہو جاؤ کیونکہ یہ انجام نہیں ہے۔ ہمارا' آپ کا اور سب کا انجام تو آگے ہیں۔ مجاز میں یہ سکھایا جاتا ہے کہ ادب سے' آداب سے یوں بیٹھنا ہے اور پھر وہ وقت آ جاتا ہے۔ Till such. time کہ پھر ہم سارے کے سارے Accommodate کر دیے جائیں گے' اکٹھے کر دیے جائیں گے اور ایک ہی کلمے کے سہارے ہم سارے کے سارے سفر طے کر جائیں گے۔ تو یہ سکھانے والی بات ہوتی ہے۔ یہ سکھلائی اس لیے جاتی ہے تاکہ آداب سے آگاہی ہو جائے اور اس طرح مجاز سے حقیقت کی طرف جاتے ہیں۔

سوال :۔

لوگ مزاروں پر جا کر ان کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں جب کہ میں ڈائریکٹ اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔

جواب :۔

آپ دعا ڈائریکٹ مانگا کریں لیکن حوالہ اور وسیلہ رکھا کریں۔ آپ اللہ سے نبی کریم ﷺ کا وسیلہ تو کرتے ہیں' درود شریف پڑھتے ہیں اور درود شریف کے حوالے اور وسیلے جو ہیں یہ مزارات ہیں۔ آپ ان کے حوالے سے چلو کہ یہ وہ لوگ ہیں جو درود شریف کے بیچ میں رخصت ہوئے ہیں۔ اب یہاں پر دعا کی بات نہیں ہو رہی ہے' بات یہ ہو رہی ہے کہ ان کے راستے پر چلو۔ دعا کا مقام ہی اور ہے کہ ان کے حوالے سے اللہ سے مانگنا یا نہ مانگنا۔ دعا کے لیے نماز پڑھا کرو۔ کوئی ایسا فارمولا نہ بنا دو کہ جس سے کسی صاحبِ مزار کی شان میں کمی آئے' وہاں ادب سے جایا کرو۔ اچھا آپ یہ بتاؤ کہ آپ لوگ میرے پاس کیوں آتے ہیں؟ آپ لوگ اللہ کے پاس جایا کرو۔ آپ لوگ بات کو سمجھو۔ آپ لوگ ہمارے پاس ادب سے آتے ہو' اسی طرح مزارات پر جایا کرو۔ ہمارے پاس آپ دعا مانگتے ہیں' ہم آپ کے لیے دعا کرتے ہیں' یہاں آنا مانگنا ہی ہے۔ آپ اس بات کو سمجھو۔ اور بالکل اسی طرح آپ مزارات پر جایا کرو۔ آپ اگر کسی کو بتاؤ گے کہ ہم وہاں جاتے ہیں تو وہ کہیں گے کہ آپ وہاں کیا لینے جاتے ہو؟ اگر آپ کہو گے کہ میں واصف صاحب کے پاس جاتا ہوں تو بھی وہ یہی کہیں گے کہ وہاں کیوں جاتے ہو کیا لینے جاتے ہو؟ تو کوئی تو ایسی ضرورت ہے جس کے لیے آپ آتے ہیں' اگر

بتاؤ گے تو بات سمجھ نہیں آئے گی' اس لیے آپ اپنے عمل کو نہ بتاؤ جب تک کہ دوسرا آدمی آپ کا ہم خیال نہ ہو۔ بحث نہ کرو' جھگڑا نہ کرو' جو مزارات پر نہیں جاتا ہے اس کو نہ جانے دو' یہ ضدی باتیں کرنے والے جو ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قوالی جو ہے یہ حلال ہے یا حرام ہے؟ اگر کسی چشتی سے پوچھو تو وہ اور جواب دے گا کیونکہ وہ تو قوالی سنتا ہے۔ ایک آدمی نے ایک چشتی سے یعنی قوالی سننے والے سے پوچھ لیا کہ قوالی حلال ہے یا حرام؟ تو وہ کہتا ہے کہ حلالی کے لیے حلال ہے اور حرامی کے لیے حرام ہے۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی کہ آپ نے اس سے کیوں پوچھا کیونکہ وہ تو قوالی سن رہا ہے اور وہ یہ فعل کر رہا ہے۔ تو جو کوئی کام کر رہا ہے اسے کرنے دو' آپ یہ دیکھو کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ وہاں دعا مانگنے جاتے ہو کہ نہیں مانگنے جاتے ہو' آپ دعا مانگا کرو' یہ آپ سے ہم کہہ رہے ہیں اور یہ بات گھر میں کسی کو نہ بتانا' ہاں اگر کسی کو بتاؤ گے تو پھر حکم کیا ہے؟ منع ہے یعنی مت وسیلہ بناؤ۔ کیا کہا؟ کہ وسیلہ مت بناؤ اور اگر ایسا کرنا چاہو تو جائز کر لینا۔ یہ بڑی لمبی کہانی ہے کہ آپ کسی آستانے پر جاؤ' بیٹھو' اگر آپ نے نیچے سر جھکا دیا تو گناہ ہے اور اگر سر جھک گیا تو ثواب ہے۔ کیا کہا؟ کہ اگر سر جھک گیا تو جائز ہے اور اگر آپ نے جھکایا تو ناجائز ہے۔ اس لیے جو کام فطرتاً" ہو جائے وہ کیا کرو۔ کسی آدمی کے ساتھ بحث نہ کرو۔ جو نہیں جانے والے ان کو مت بھیجو اور جو جانے والے ہیں ان کو جانے دو۔ بس آپ اپنی بات کرو۔

اودی او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

چلو اب دعا کرو اور آپ آئے بھی دعا کرانے کے لیے ہیں اور یہ اچھا ہے کہ دعا کرانی چاہیے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ اپنا راستہ دکھا اور اپنے محبوبؐ کا راستہ دکھا اور اپنے محبوبوں کے وسیلے سے ہم پر رحم فرما۔ یہی دعا ہے اور آج کی دعا اتنی ہی ہے کہ یا رب العالمین اپنے محبوبوں کے وسیلے سے ہم پر رحم فرما، فضل فرما۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

☆ ☆

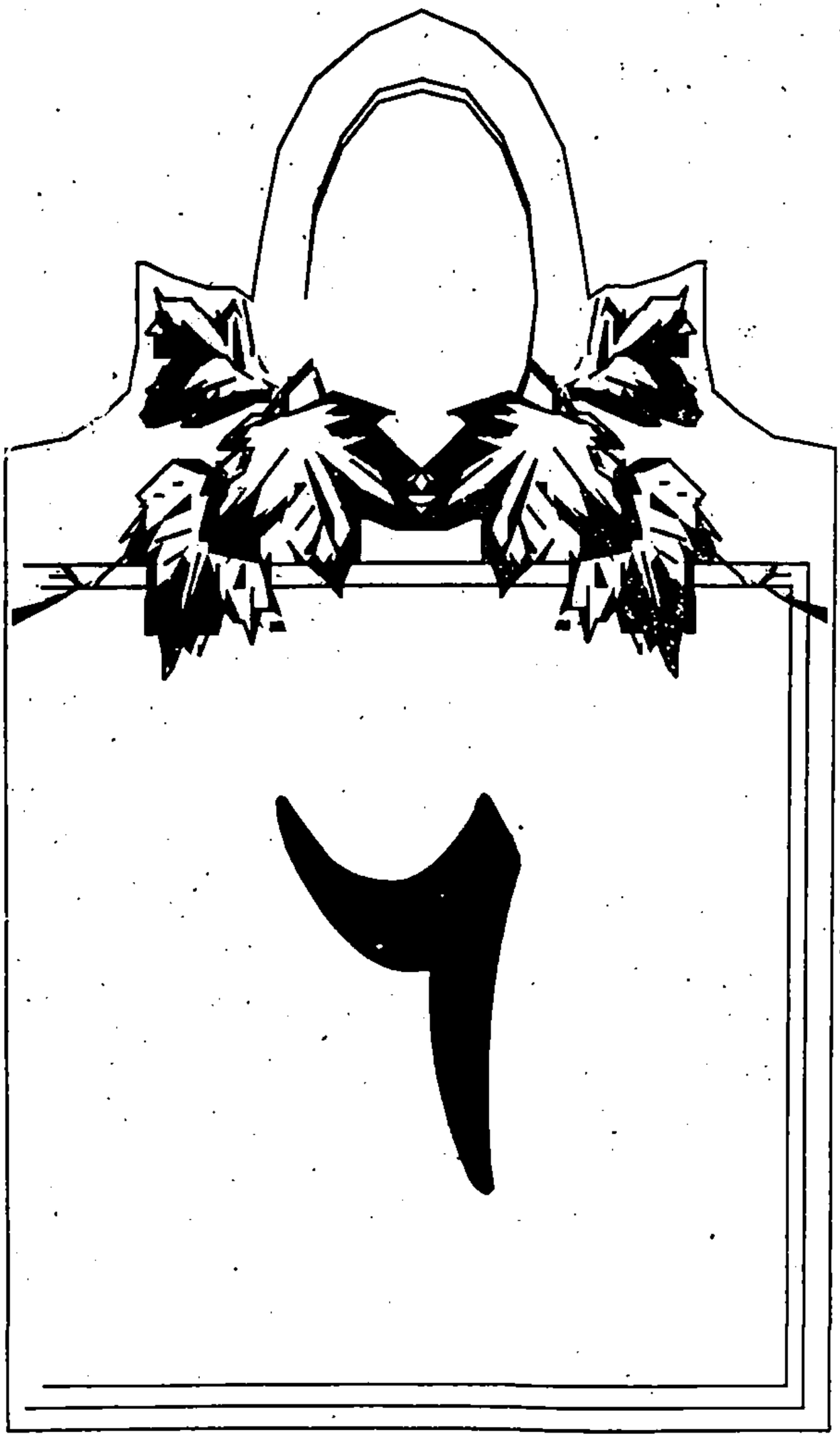

1- قریش مکہ رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے تھے کہ ہم جس دین پر قائم ہیں اس پر ہمارے آباء واجداد قائم تھے۔ تو اب ہم سب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

2- یکسوئی کا آپ نے فرمایا ہے تو یہ اصل میں کیا ہے؟

3- میں نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو جس ملک، جس دور اور جس زبان میں پیدا کیا گیا ہے آپ کو اسی ملک، اسی دور، اسی زبان میں عرفان ملے گا۔

4- آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقة الموت لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ ہم درود بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

سوال :۔

قریش مکہ رسول مقبول ﷺ کو یہ کہتے تھے کہ جس دین پر ہم قائم ہیں اس پر ہمارے آباؤ اجداد قائم تھے تو اب ہم سب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں۔ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے؟

جواب :۔

اس میں فرق یہ ہے کہ آج آپ کو پیغمبر تو نہیں ملا جس سے آپ نے کہنا ہے۔ اب اگر کہو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر پچھلے پیغمبر کے ساتھ چل رہے ہو تو پھر آپ کا یہ دین ٹھیک ہے۔ پیغمبر کی بات پر کسی اور دین کی وضاحت یا تسلیم کا بیان کرنا جہالت ہے اور اگر آپ ایک پیغمبر کو تسلیم کرتے آ رہے ہیں تو پھر تسلیم کرنا ہی جائز ہے۔ اگر کوئی اور پیغمبر آپ سے آکر مل جائے کہ ہم آپ کو یہ دعوت دے رہے ہیں تو آپ یہ کہیں گے کہ ہم تو پرانے دین پر قائم ہیں' تو پھر یہ بات محلِ نظر ہے۔ لیکن آپ کو تو کوئی اور نبی نہیں ملا' اگر آپ کو نبی مل جائے تو پھر سوچنا پڑے گا کہ آپ پھر پچھلے نبی کی بات کیوں کر رہے ہیں' اس لیے آپ کا جو نبی ہے وہ صحیح ہے' آپ کا جو وعدہ' اقرار ہے وہ صحیح ہے اور آج کا جو نبی ہے وہ جھوٹا ہے۔ لہٰذا بات تو بالکل آسان ہو گئی کہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا یہ آپ نہیں کر سکتے۔ کیوں نہیں کر سکتے؟ وہ اس لیے کہ انہوں

نے پیغمبرؐ سے کہا تھا کہ ہم اپنے پرانے دین پر قائم ہیں لہٰذا اب نیا دین کیوں قبول کریں۔ اور آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دین پر قائم ہیں اور اسی پر دائم ہیں اب اگر کوئی نئی دعوت دے گا تو وہ جھوٹا ہو گا۔ تو آپ کا مسئلہ تو پکا ہے۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی۔ اب آپ یہ نہ کہنا کہ ہمارا سوال تو وہی ہے جو ان کا سوال تھا' ہماری بات وہی ہے جو قریش کی بات تھی لیکن ہمیں کوئی پیغمبر دعوت تو نہیں دے رہا' آپ نے اس فرق پر غور نہیں کیا یا یہ فرق آپ کے خیال میں نہیں آیا۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اور نبی نہیں آئے گا تو اس کا مطلب بڑا سادہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ اب یہی دین رہے گا' اب اس دین میں Amendment نہیں ہونی' تبدیلی نہیں ہونی۔ اگر اس کے مقابلے میں کوئی اور دین آ جائے جو کہے کہ دیکھو جی آپ نمازیں پڑھ پڑھ کر پاگل ہو جاتے ہو' آپ کو اس کا کیا فائدہ جب کہ اصل میں تو بات یہ ہے کہ خدمت تو اس جان کی کرنی ہے' چلو کسی اور طریقے سے کر لو یا دین کے بغیر ہی اچھا وقت گزر جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو بھی کوئی دین آپ کے سامنے آئے' کسی رنگ کا آئے تو آپ نے وہ بھی نہیں ماننا' مثلاً" یہ خالصہ کا دین ہے' گورونانک کا کہنا ہے کہ یہ سارے دین آخر میں تو خدا کے پاس ہی پہنچتے ہیں' ہم آپ کو ڈائریکٹ خدا تک پہنچاتے ہیں تو بزرگوں نے کہا کہ خدا تک تو تُو پہنچا رہا ہے لیکن تیرا یہ دین گمراہی ہے کیونکہ ہم خدا تک ڈائریکٹ نہیں پہنچنا چاہتے بلکہ ہم رسالت کے ذریعے سے پہنچنا چاہتے ہیں' چاہے آپ اللہ والے بن جاؤ لیکن آپ اللہ والے بن کے بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ تو آپ پہلے رسول ﷺ والے بنو پھر اللہ والے بنو۔ اس لیے آپ کا راستہ

بہت آسان ہے کہ رسالت کے ذریعے سے اللہ کریم تک پہنچو۔ بس یہی راستہ ہے اور یہاں سے بڑے لوگ گمراہ ہوئے۔ بندہ کہاں سے گمراہ ہوا؟ جب تو اُس دین والے نے کہا کہ بات تو گُر کی ہے کہ واہ گرو کی جے' وہ "ہر" کی بات ہے' "ہری" کی بات ہے' وہ ہر رنگ میں جلوہ گر ہے' سب کھیل اسی کے ہیں' وہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے' دیکھو اس کے لیے ضروری تو نہیں کہ ماضی کا حوالہ ہو۔ اسلام ایک ایسا دین ہے کہ اس میں ہمیشہ ماضی کا حوالہ ہی رہے گا اور اس نے کبھی Fresh راستہ' تازہ راستہ اختیار نہیں کرنا کہ آؤ ابھی آپ کو تازہ راستہ بتاؤں' آپ خدا کے گھر کا نیا راستہ سن لو کہ اب آپ کو کسی بات کی ضرورت نہیں ہے' پرانی قبریں گرا دو' اب نئے واقعات چلیں گے۔ اب یہ گمراہی ہو گی' جھوٹ ہو گا' یہ جھوٹا ہو گا' اور یہ جھوٹا نبی ہو گا' اگر اب کوئی سچا نبی آئے پھر بھی وہ جھوٹا ہے کیونکہ اب سچا نبی بھی نہیں آ سکتا۔ آپ سب کو بات سمجھ آئی؟ کہ اگر آج سچا نبی آ جائے تو پھر بھی جھوٹا ہے' اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم آپ کو ڈائریکٹ اللہ سے ملاتے ہیں تو ڈائریکٹ اللہ سے ملنا گمراہی ہے' تو آپ اللہ سے کیسے ملو گے؟ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے ذریعے سے ملو گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا' تو ان لوگوں کے بغیر جو راستہ ہے وہ سیدھا راستہ ہو نہیں سکتا۔ اس کے علاوہ کسی شخص میں طاقت ہو سکتی ہے لیکن وہ اسلام کا رنگ نہیں ہو سکتا' مثلاً" ایک بندہ ایسا بیٹھا ہوا ہے جس کی ساری دعا پوری ہو جاتی ہے' وہ دریا کے کنارے لنگوٹے میں بیٹھا ہوا ہے اور وہ جو کہتا ہے وہ

بات پوری ہو جاتی ہے اور وہ جو کہتا ہے ٹھیک ہے' تو وہ طاقت والا ہو سکتا ہے لیکن وہ اسلام نہیں ہے! اسی طرح مجذوب بھی ہوتے ہیں لیکن وہ اسلام نہیں ہے۔ تو اسلام کیا ہے؟

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' تو یہ مکمل اسلام ہے لیکن خالی لا الہ الا اللہ اسلام نہیں ہے بلکہ یہ اسلام نہیں ہے بلکہ یہ اسلام ہے ہی نہیں! اس بات کو یاد رکھنا چاہیے۔ ہم اس اللہ کریم کو مانتے ہیں جس کے بارے میں اطلاع حضور پاک ﷺ نے دی ہے' ہمیں اللہ کی یہی سمجھ آئی ہے' آپ استغفار پڑھو اور موجیں کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے یہ راستہ بتا دیا کہ میرا راستہ یہ ہے جو میرے محبوب ﷺ کا راستہ ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو ہماری اطاعت کرو' پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو حضور پاک ﷺ کے بغیر اللہ کا کوئی راستہ اگر ہو تو ہو مگر آپ کے لیے نہیں ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ اب پیغمبر کے نہ آنے کا مطلب کیا ہے اور نبی کے نہ آنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ کہیں تم اللہ کے پاس آنے کا نیا راستہ نہ ڈھونڈھ لینا۔

تو آپ کو ادھر جانے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ سب کچھ ادھر ہی ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ میرا گھر ہے تو بس یہ اللہ کا گھر ہے' ہر جگہ اللہ تو ہے لیکن اللہ نے وہ جو مرکزیت بنائی ہے تو اس مرکزیت کی قدر کرو اور ادب کرو۔ تو خانہ کعبہ مرکزیت ہے' اس کا ادب اور احترام ہونا چاہیے اور ہر مقام اللہ کا اپنا مقام ہے' اسی کو یکسوئی کہتے ہیں' [illegible]

معنی ہے ایک رو ہو کے' سارے قبلہ رو ہو گئے تو یہ یکسوئی ہو گئی ورنہ تو فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جدھر بھی آنکھ اٹھا کر دیکھو اللہ ہی اللہ ہے' یہ ٹھیک ہے کہ آپ مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف منہ کرو' ہر طرف اللہ کی بات ہے لیکن جب ایک مرکز بن گیا تو اب آپ مرکز کو قائم رکھو۔ جب ایک نبی ﷺ تشریف لائے ہیں تو اب آپ ان کی کفالت میں چلو کیونکہ نیا راستہ کوئی نہیں ہے۔

سوال :۔

یکسوئی کا آپ نے فرمایا ہے تو یہ اصل میں کیا ہے؟

جواب :۔

یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ کسی ایسے مقصد کا اپنے لیے تعین کرنا جس مقصد پر باقی کے مقاصد نثار کر دیے جائیں۔ کیا کہا؟ کہ اپنے لیے کوئی ایسا مقصد مقرر کرنا جس مقصد کی خاطر باقی کے مقاصد قربان کرنا آسان ہو' تو یہ یکسوئی ہے۔ ہر راستہ ہر دوسرے راستے کی طرف جاتا ہے' دوسرے سے ملا ہوا ہے لیکن آپ کے گھر کو ایک ہی راستہ جاتا ہے' یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ سب راستوں سے راستہ لیتا ہوا انسان اپنی راہ چلتا جائے' یہ نہیں ہے کہ اس کو جھگڑا کرنا ہے بلکہ اس نے سیدھا راستہ لینا ہے۔ کائنات کی جو عظیم اشیاء ہیں وہ اپنے اپنے مدار میں یکسوئی سے گردش کر رہی ہیں لیکن انسان کے لیے وقت ہوتی ہے کہ کبھی اِدھر چلا جاتا ہے' کبھی اُدھر چلا جاتا ہے' وہ بے چارہ ہے ناں' کبھی جلدی اٹھ جاتا ہے' کبھی دیر سے اٹھتا ہے اور کبھی اٹھتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو یکسوئی کا پیغام دیا جاتا ہے کہ تو سیدھا راستہ چلتا جا' اس راستے میں افکار

کی زیادہ ورائٹی نہ کرنا' زندگی میں زیادہ مقاصد نہ بنانا کیونکہ جو بہت سی زندگیاں گزارتا ہے اس کو بہت سی موتیں ہوں گی۔ تو ایک زندگی کو تو ایک ہی موت ہے اور جو بہت سی زندگیاں گزارے گا وہ بہت سی موتیں گزارے گا' انسان کہتا ہے کہ یہ بھی اس کا ہے' وہ بھی اس کا ہے' سیر بھی کرنا چاہتا ہے' کاروبار بھی کرنا چاہتا ہے' اگر گھر بیٹھ کر یا دوکان میں کاروبار کرنا چاہتا ہے تو پھر سیر نہیں کرے گا' اس لیے ایک خواہش ضرور مرے گی' مثلاً" ایک شخص بینکر ہو اور وہ ٹورسٹ بننا چاہے تو لازمی بات ہے کہ ایک شے پوری ہو گی اور دوسری پوری نہیں ہو گی' اس لیے آپ ایک چیز دیکھیں کہ دنیا کے اندر جتنے بھی یکتا آرٹسٹ ہوئے' رائٹر ہوئے' ان کا سفر ایک سمت کا تھا۔ تو یکسوئی کا معنی ہے کہ ایک مقصد کی طرف رجوع کرنا اور باقی کے جو مقاصد ہیں' رجوع ہیں ان کو روک دینا یا کم کر دینا۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں کہ باقی زندگی کو بیلنس کر لو اور ایک شے کو Excess کر لو کہ کھا بھی لیا' پی بھی لیا' بیلنس ہے' آنا ہے' جانا بھی ہے' کاروبار بھی ہے لیکن وہ ایک شعبہ جو یکسوئی والا ہے وہ Excess کر لو' وہ بڑھا لو۔ اس کو عام طور پر یہ بھی کہتے ہیں کہ جیسے وہ پنہارن لڑکی ہے جو پانی بھر کر آ رہی ہے اور اپنی سکھیوں سہیلیوں سے باتیں بھی کر رہی ہے لیکن اس کا دھیان گھڑے کی طرف ہے اور اس کی گھاگھر چھلکتی نہیں ہے۔ تو اس کو اس طرح بتایا گیا کہ یکسوئی کی بات جو ہے وہ پنہارن سے پوچھ کہ سب سکھیوں سے باتیں کرے اور دھیان گھاگھر کے بیچ رہے۔ تو اس نے اپنے دھیان کو کام میں رکھا ہوا ہے۔ تو یکسوئی کا معنی ہے کہ اپنے مقصد کی نگرانی کرنا جب کہ بظاہر دیگر مقاصد

میں رہنا لیکن کان ادھر ہی لگے رہیں۔ مثلاً" بچے جیسے چھٹی کی گھنٹی کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ بظاہر وہ اپنے کام میں لگے ہوتے ہیں لیکن خیال ادھر ہوتا ہے' یکسوئی ادھر لگی ہوئی ہے۔ تو یکسوئی کا معنی یہ بھی ہے کہ جس چیز کا آپ کو انتظار ہو' تو ایسی چیز بھی آپ کے لیے یکسوئی کا باعث ہے۔ حسنِ انتظار' حسنِ تڑپ' حسنِ نگاہ' اور حسنِ خیال' یہ ساری یکسوئی کی باتیں ہیں۔ یکسوئی جو ہے یہ روح کے سفر سے آتی ہے' روحانی سفر سے یکسوئی ملتی ہے' وجود جو ہے یہ یکسوئی میں نہیں جا سکتا' یہ گرمی میں گرم ہو جائے گا' سردی میں ٹھنڈا ہو جائے گا' اس کا لباس بدل جائے گا' اس کے انداز بدل جائیں گے' یہ جاگے گا' سوئے گا' روئے گا کیونکہ یہ وجود ہے مگر روح کا ایک ہی موسم ہے اور وہ یکسوئی کا موسم ہے' وہ چاہے دوستی کا سفر ہو۔ تو روح کا عام طور پر ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ یکسوئی جو ہے یہ اللہ کی مہربانی سے عطا ہوتی ہے' اسے عزم بھی کہتے ہیں' Ambition بھی کہتے ہیں۔ وہ چیز جو آپ کو Restless کرے' وہ چیز جو آپ کو سونے نہ دے' وہ چیز جو آپ کو غافل نہ ہونے دے' اسے یکسوئی کہتے ہیں۔ وہ چیز جو انسان سے زندگی مانگے تو وہ زندگی دینے کے لیے تیار ہو جائے' اس کی قیمت کتنی ہے؟ جو آپ کے پاس ہے' Available ہے اور وہ ساری قیمت دینی پڑے تو بھی وہ ادا کرنے کو تیار ہو' تو ایسے انسان کو بولیں گے کہ وہ یکسوئی والا ہے' قبلہ رو ہے' اس کو گرد و پیش کی کوئی خبر نہیں ہے' اسے یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کہاں سے کہاں جا رہا ہے' بس جا رہا ہے اور چلتا جا رہا ہے' اس کی مثال دریا کی سی ہے کہ وہ اپنے خیال میں چلتا جا رہا ہے' کناروں سے جھگڑا' ساحلوں سے

جھگڑا' اِدھر اُدھر چلتا جا رہا ہے مگر چلتے چلتے سمندر سے مل گیا' بس اس نے اپنے راستے پر چلنا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی ہے' اس کو کہا گیا کہ یہ چٹھی ڈاک خانے میں ڈال آؤ' اب آپ نے اس کو چٹھی ڈالنے کے لیے بھیجا ہے تو یکسوئی والا بندہ کیا کرے گا؟ چٹھی لے جائے گا اور ڈال آئے گا اور جو جھگڑے والا ہے اس سے کسی نے راستے میں کہا کہ کدھر جا رہا ہے تو وہ اس سے جھگڑنا شروع کر دے گا اور چٹھی وہیں رہ جائے گی۔ تو جو کام وہ کرنے جا رہا تھا وہ وہیں رہ گیا' اس سے پوچھا گیا کہ آپ کو کام کہا تھا' اس کا کیا بنا تو کہتا ہے کہ جی راستے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ تو جس کا راستے میں جھگڑا ہو گیا وہ آدمی یکسوئی سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ جھگڑا جو ہے یہ مقصد سے محروم کر دیتا ہے۔ عام طور پر لوگوں کا جھگڑا اسلام کے نام پر ہوتا ہے کہ جس کو تھوڑا تھوڑا اسلام حاصل ہو جائے وہ اللہ کو سپورٹ کرنے کے لیے جھگڑا کرتا ہے' اللہ آپ کی سپورٹ نہیں چاہتا' سب سے پہلے آپ خود اللہ کے لیے سپورٹر بنیں کہ آپ اللہ کے حکم کو اپنے اوپر نافذ کرو' پھر آپ یہ دیکھیں کہ اللہ آپ پر راضی ہے کہ نہیں ہے اور جب تک آپ کو اپنے اوپر اللہ کے راضی ہونے کا یقین نہ آئے آپ دوسروں کو کیا اللہ کے حوالے کرتے جا رہے ہیں۔ اس لیے آپ پہلے اپنا قصہ نبیڑ لو' ابھی آپ کا اپنا قصہ پڑا ہوا ہے' انا انذرنکم عذاب قریبا یوم ینظر المرء اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو ایک ایسے دن سے ڈراتا ہوں کہ جو عذاب کا دن ہو گا اور آپ دیکھ لو گے۔ اللہ کریم عذاب کا فرماتے ہیں تو عذاب کا معنی وہ دن ہے جب آپ کا اعمال نامہ آپ کے سامنے آ جائے گا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ کچھ

لوگوں کا حساب ہو گا اور کچھ کا نہیں ہو گا بلکہ سب کے لیے مجموعی طور پر فرمایا ہے۔ تو اگر اعمال نامے کے مطابق رزلٹ آئے تو یہ عذاب ہی ہے کیونکہ انسانی اعمال نامہ کبھی اتنا طاقت ور نہیں ہوتا کہ انسان بہت کامیاب ہو جائے' بلکہ اس میں ساری رعایت ہی ہوتی ہے۔ تو آپ لوگ اس بات کا خیال رکھنا کہ تبلیغ وہ آدمی کرے جس کو اپنا خطرہ ٹل گیا ہو' جس کو اپنی نماز کے منظور ہونے کی اطلاع آ گئی ہو وہ دوسروں کو کہے کہ آپ بھی اس طرح نماز پڑھا کرو۔ تو اللہ کے نام پر اللہ کے بندوں میں' اللہ کے دین کے لیے فساد پیدا کرنا' یہ اللہ کی منشاء نہیں ہے اور یہ اللہ کے بندوں کی شان نہیں ہے۔ آپ محبت سے لوگوں کو قائل کرو اور طاقت وہ استعمال کرے جو امیرالمومنین ہو کہ اس کی سلطنت میں کچھ لوگ اسلام کا کہنا نہیں مانتے۔ تو وہ امیرالمومنین قوت استعمال کرے' امیرالمنافقین کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ وہ امیرالمومنین ہو یعنی مومنوں کا امیر ہو' تو گویا کہ مومن بھی ہونے چاہئیں تاکہ وہ ان کا امیر ہو۔ تو ایک مسلمان ہوتا ہے اور ایک مومن ہوتا ہے۔ اگر مسلمان دیکھو تو کئی سیاستدان مسلمان تو ہیں مگر ملک دشمن ہیں' تو ملک دشمن بھی مسلمان ہیں' اسلام دشمن بھی مسلمان ہیں' کچھ مسلمان سوشلزم مانگتے ہیں' کمیونزم بھی مانگتے ہیں اور یہ سب کہنے والے ہیں تو مسلمان ہی لیکن مومن جو ہے وہ سوائے ایمان کے اور کچھ نہیں مانگے گا' وہ کہتا ہے کہ وہی ہونا چاہیے جو اللہ چاہے۔ مومن کو کوئی کہتا ہے کہ غریب ہو جاؤ گے تو وہ کہتا ہے کہ غریب ہوتا ہوں تو غریب سہی۔ دوسرے کو کوئی کہتا ہے کہ آپ کو رات کو روٹی ملے گی لہٰذا آپ اسلام کو چھوڑ دو تو بے شمار لوگ

ہاتھ کھڑا کر دیں گے کہ روٹی کپڑا اور مکان تو ملتا ہے' اسلام کا بعد میں دیکھا جائے گا۔ یہ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں لیکن مومن کون ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ ہم Compromise نہیں کریں گے' سمجھوتہ نہیں کریں گے

دین کو دے کر دولتِ دنیا مل بھی جائے تو میرے کس کام کی

زیادہ ایمان میں داخل ہونے والے وہ ہیں جو رزق کا بہت خیال نہیں رکھتے' جھگڑا نہیں کرتے اور فساد نہیں کرتے۔ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے ڈائیلاگ کیا تھا کہ اللہ کریم آپ کیا بنا رہے ہیں کہ یہ تو زمین پر جا کر خون بہائے گا من یفسد فیھا ویفسک الدماء ونحن نسبح بحمدک یہ انسان زمین پر فساد کرے گا' خون بہائے گا اور جھگڑا کرے گا جب کہ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ گویا کہ جھگڑا کرنا انسان کی فطرت ہے اور جھگڑا نہ کرنا' یہ آپ پر اللہ کا اعتماد ہے۔ آپ لوگ اس کے اعتماد کو پورا کرو کیونکہ فرشتے کہتے تھے کہ یہ جھگڑا کرے گا' اللہ نے کہا کہ یہ جھگڑا نہیں کرے گا۔ گویا کہ آپ لوگ جھگڑا نہ کرو۔ جس آدمی کو آپ اپنی زندگی کی آسائش دے سکتے ہو' سردی میں اپنا کوٹ اتار کر دے سکتے ہو اس کو اپنا ایمان دو' جب کہ آپ اس کو ایمان دیتے ہو لیکن پیسہ نہیں دیتے ہو' کیونکہ ایمان سے آپ لوگ بیزار ہو چکے ہو' کہتے ہو کہ چلو آپ ہمارا ایمان ہی لے لو اور پیسہ آپ نے دینا نہیں ہے کیونکہ آپ کو پیسے سے پیار ہے۔ تو جس شخص کو پیسے سے پیار ہے وہ کسی کو ایمان نہیں دے

سکتا۔ تو ایمان دینا یا اسلام دینا کس آدمی کا کام ہے؟ وہ آدمی جو اپنا حصہ بھی دے سکے۔ تو جو شخص کسی کو آسائش نہیں تقسیم کرتا وہ ایمان کیسے تقسیم کر سکتا ہے۔ آپ اسے جنت تو دیتے ہو لیکن اس کو دنیا میں سے کچھ نہیں دیتے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے دوائی لے دو تو آپ کہتے ہو کہ پہلے کلمہ پڑھو تو پھر دوائی ملے گی۔ تو گویا کہ آپ اس کو آسائش بھی نہیں دیتے اور اس کی ضروریات بھی پوری نہیں کرتے' اسے محبت بھی نہیں دیتے اور اس کو حکم کے طور پر ڈانٹ دیتے ہو کہ چل نماز پڑھ یعنی کہ ہم مشکل میں ہیں لہٰذا تو بھی مشکل میں آ۔ اس لیے یہ تبلیغ جو ہے یہ جائز نہیں ہے' تبلیغ محبت کی ہے' مائل کرنے کی ہے' قائل کرنے کی ہے اور گھائل کرنے کی بالکل نہیں ہے' جھگڑا کرنے کی تو بالکل نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ اس کو آپ نے کیوں مارا؟ کہتا ہے کہ یہ نماز نہیں پڑھتا اس لیے اس کو مار دیا جائے' اب یہ جو ہے یہ قتل ہے۔ تو دوسرے آدمی کو نماز کی افادیت اپنی محبت کے ساتھ بتاؤ۔ مگر آپ میں محبت ہے نہیں لیکن تبلیغ ہے۔ تو اگر محبت نہ ہو اور تبلیغ ہو تو یہ گمراہی ہے۔ بغیر تعلق کے تبلیغ نہ کرو اور تعلق وہ جب وہ شخص آپ کے کہنے میں آ کر آپ کے ساتھ چلے۔ اگر آپ کا ہندو کے ساتھ تعلق ہو تو آپ مندر میں چلے جاؤ گے کہ وہ آپ کے دوست کا گھر ہے' چلو مندر سے ہو آئیں۔ تو اگر آپ کی کسی آدمی کے ساتھ دوستی ہے تو وہ آپ کے دین پر چلے گا اور اگر دوستی نہیں ہے تو وہ آپ سے بیزار ہو گا اور آپ کے دین سے بیزار ہو گا۔ تو دشمن کو کبھی تبلیغ نہ کرو' اس کو اس وقت تک تبلیغ نہ کرو جب تک اس کے ساتھ دوستی نہ کر لو۔ ایسا نہ کرنا جیسے تبلیغ کو لاٹھی کی طرح

پھینکتے ہیں' جھگڑا نہیں کرو گے تو کبھی جھگڑا نہیں ہو گا۔ جھگڑے کے بارے میں مَیں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ ایک شخص نے ایک کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے دوسری کتاب پڑھ لی' ایک آدمی کو ایک مولوی مل گیا اور دوسرے کو دوسرا مولوی مل گیا' اس نے اس کو بات پکی کر دی' اس نے اس کو بات پکی کر دی کہ دیکھو یا رسول اللہ ﷺ کہنے والی کوئی بات ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت کہ جو بھی یہاں آیا سب کو مرنا ہے اور آج کل کے حالات میں یہ کہنا کہ حیات النبی ﷺ ہے' کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ زندہ ہیں' یہ تو اسلام کے خلاف ہے۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ ہاں یہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہیں' پھر دوسرے نے کہا کہ اگر حضور پاک ﷺ زندہ نہیں ہیں تو پھر کلمہ کیسے رہ سکتا ہے۔ اب یہ باتیں الگ الگ دونوں پر نازل ہوئی ہیں اور پھر دونوں آپس میں Clash کر گئے' جھگڑا کر گئے' اور پھر یہ بیان کرنے والے رخصت ہو گئے' ایک نے کچھ بیان کیا تھا اور دوسرے نے کچھ اور بیان کیا تھا' تو درمیان میں فرق آ گیا۔ اس لیے اب ضروری ہے کہ اسلام کے حوالے سے مسلمانوں میں جھگڑا پیدا نہ کرو' جھگڑا نہ ڈالو' پھر آپ کے لیے یہ بہتر ہو جائے گا۔ تو میں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ جھگڑا نہیں ہونا چاہیے' اسلام کے نام پر' تبلیغ کے نام پر اور حالات کے نام پر مسلمانوں میں جھگڑا نہیں ہونا چاہیے۔ بس آپ لوگ یکسو ہو کر اپنا عمل جاری رکھیں۔ یکسوئی کی ایک مثال ایسی ہے کہ ایک بچہ رو رہا ہے کیونکہ اس کو پنڈلی میں درد ہو رہا ہے یا کوئی سا بھی درد ہے یا بچے کا کھلونا ٹوٹ گیا ہے' اس

کی کل کائنات کھلونا ہے جو ٹوٹ گیا ہے' اب وہ رو رہا ہے' اب آپ نے اس کو تھپڑ لگا دیا پھر بھی وہ رو رہا ہے مگر اب اس کی یکسوئی ٹوٹ گئی کیونکہ اس کو کھلونے کا درد نہیں ہے بلکہ تھپڑ کا درد ہے' اس کی وجہ ہی بدل گئی۔ تو مرد وہ ہے جس کی یکسوئی نہ بدلے اگرچہ آپ کہیں کہ اس کو دریا میں پھینکو' تب بھی وہ وہی رہے گا اور کہو کہ موت میں پھینکو تب بھی وہ وہی رہے۔ تو کلمہ وہ پڑھو جو موت کے بعد بھی Same جاری رہے۔ تو یکسوئی کا ایک مطلب یہ ہے کہ جو خیال آپ نے اپنایا ہے وہ خیال ہمہ حال قائم رہے' زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر یہ بات قائم رہتی ہے۔ ہاں بولو! سب سوال کرو.....

سوال :۔

میں نے آپ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ آپ کو جس ملک' جس دور اور جس زبان میں پیدا کیا گیا ہے آپ کو اسی ملک' اسی دور' اسی زبان میں عرفان ملے گا۔

جواب :۔

مقصد یہ ہے کہ عرفانِ الٰہی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو عربی زبان میں پکارو۔ مقصد یہ ہے کہ جس علاقے میں آپ پیدا ہوئے اس علاقے کی ذمہ داریاں' اس علاقے کی زبان' اس علاقے کی فضا' ا . . . اقے کی لوکل Symbolic ' تشبیہات اور اشاروں کے اندر آپ کو بات سمجھائی جا سکتی ہے اور سمجھ آ سکتی ہے۔ نماز کے لیے عربی کا مضمون مکمل ہو گیا۔ اب اگر آج آپ یہ فیصلہ کریں کہ لحن کے ساتھ' اس زبر زیر کے ساتھ' اس آواز کے ساتھ جیسے وہاں قرآن پاک پڑھا جاتا

ہے' ویسے ہی آپ یہاں کے رہنے والے پڑھنا شروع کرو تو میرا خیال ہے کہ اس کے لیے دس زندگیاں چاہئیں' تب بھی آپ قرآن پاک کو ویسا نہیں پڑھ سکتے جیسا وہ پڑھتے ہیں۔ اس وقت صرف پڑھنے کی بات کر رہے ہیں اور اگر آپ یہ کہو کہ معنی میں بھی آپ اس طرح عارف ہو جائیں جیسے صاحبانِ زبان ہیں تو یہ بڑا مشکل ہو گا' پھر تفسیر آ جائے گی اور یہ بھی بڑا مشکل ہے اور اتنے عرصہ میں زندگی گزر جائے گی۔ مثلاً" محبت جو ہے یہ انسان سے ہوتی ہے زبان سے نہیں ہوتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ بے شمار فقیر' درویش ایسے ہیں جن کی پرانے بزرگوں کے ساتھ محبت اور تعلق قائم ہے' مشاہدہ بھی قائم ہے اور اِن کی زبان جو ہے وہ اور ہے اور اُن کی زبان اور ہے لیکن مشاہدے کی زبان ایک ہے۔ اب کوئی آدمی کسی کو آ کر یہ کہے کہ مجھے اپنے پیغمبر ﷺ کا دیدار ہو گیا' بات بھی ہو گئی اور اگر یہ عربی نہیں جانتے تو بات کیسے ہو گئی؟ بس بات ہو گئی' تو جب یہ بات ہو گئی تو سمجھ لو کہ واقعی بات ہو گئی۔ تو اب یہ زبان جو ہے ناں کیونکہ آپ ﷺ مدینۃ العلم' علم کا شہر ہیں وہاں علم مکمل کوائف کے ساتھ ہر زبان میں موجود ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس زبان میں آپ کو پیدا کیا آپ کو اس زبان میں جلوے آ سکتے ہیں۔ تو یہاں کے جو عام الفاظ ہیں کہ رانجھا لوکل زبان ہے' ہیر لوکل زبان ہے' اب اس استعارے کے اندر بزرگوں نے عرفان بیان کر دیا کہ ہیر کیا ہے؟ رانجھا کیا ہے؟ اور دونوں کو وارث شاہؒ نے عرفان بنا دیا حتیٰ کہ پھر آپ حال کھیلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ۔

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

تو یہ کیا ہوا کہ یہ بندہ کہہ رہا ہے کہ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپ رانجھ ہوئی' تو وہ حال میں کہہ رہا ہے یہ "انا الحق" ہے گویا کہ انا الحق یعنی ۔ اللہ کا ایک نام بن گیا۔ اور یہ آپ کی لوکل زبان میں بن گیا۔ اسی طرح اور بھی آپ کی زبان میں بیان ہوئے جیسے سسی پنوں' تو پنوں بھی اس کا ایک نام ہے اور یہ لوگوں نے بنا لیا اور یہ ایک واقعہ اپنی زبان میں بن گیا۔ میاں محمد صاحبؒ عارف ہیں اور سارا عرفان جو ہے وہ "سیف الملوک" میں بیان کر دیا۔ آپ حضرت سلطان باہوؒ کو دیکھیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی

"چنبے دی بوٹی" پنجابی کا لفظ ہے اور یہ عربی کا لفظ نہیں ہے عربی میں "چ" تو ہوتی نہیں ہے ۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو

اب "چنبے دی بوٹی" کہہ دینا ایک لوکل تشبیہہ ہے یعنی کہ پنجابی کی تشبیہہ ہے لیکن مکمل تشبیہہ ہے۔ اس طرح بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ آپ کا عرفان جو ہے وہ اسی طرح چلتا آیا اور اس زبان کے محاوروں میں بات سمجھ آ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کو نہیں سمجھ سکتا اور ہم اللہ کو کیسے سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ہم پنجابی لوگ ہیں' وہ کہاں ہم کہاں؟ اس بات کو بھی پیر مہر علی شاہؒ عرفان میں کہہ گئے اور یہاں وہ اللہ تعالیٰ کو "متر" کہہ گئے یعنی دوست' محبوب کہہ گئے ۔

اج سک متراں دی ودھیری ہے
کیوں دلڑی اداس گھنیری ہے

لوں لوں وچ شوق چنگیری ہے
اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

یعنی مجھے آج دوست کی بڑی یاد آ رہی ہے اس لیے دل بڑا اداس ہے' میرے رُوں رُوں میں اس شوق نے آگ لگائی ہوئی ہے اور آنکھوں سے برسات جاری ہے۔

اور یہ کہ ۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یعنی میں مہر علی کہاں اور تیری تعریف کہاں۔ میری یہ گستاخ نگاہیں نجانے کہاں جا لڑی ہیں۔

وہ فقراء کی بات سن کر روتے رہتے تھے اور حضور پاک ﷺ کے حوالے سے "ساربانا' مہربانا" کہہ گئے۔ تو گویا کہ یہ جو ہے کہ کبھی لوکل زبان میں "گرو" کہہ دیا اور گریب نواج کہہ دیا خواجہ غریب نوازؒ کو تو گریب نواجؒ ہندی کا لفظ ہے' نام تو ان کا خواجہ معین الدینؒ ہے مگر گریب نواجؒ کہہ کر لوکل محاورے میں ایک بات آ گئی اور پھر کہتے گئے۔ داتا صاحبؒ کا نام لیں تو "داتا" بھی ہندی کا نام ہے جس کا معنی ہے دینے والا' سخی اور یہ فارسی کا لفظ نہیں۔ تو گنج بخشی اور لفظ ہے اور داتاؒ اور لفظ ہے۔ یہ اپنے اپنے علاقے میں ہندی کے محاورے میں ہندی کے حساب سے ہے' پنجابی کے محاورے میں پنجابی کے حساب سے ہے' فارسی کے محاورے میں فارسی کے حساب سے ہے اور چین کے محاورے میں چین کے حساب سے ہو گا۔ اب آپ یہ بات دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا کہ کوئی ایسا طبقہ نہیں ہے جس میں ہم نے اپنا کوئی ہادی نہ بھیجا ہو' گویا کہ اس زبان اور اس خیال میں ہادی آ سکتا ہے۔ اب چونکہ ہادی آخرالزماں ﷺ تشریف لائے ہیں' ہدایت اس زباں میں ہو سکتی ہے' اس زبان میں آپ کا عشق پرورش پا سکتا ہے جس زبان مین آپ پیدا ہوئے ہیں اور اس عشق کی ایک انتہائی منزل عرفان ہے۔ تو آپ کا اپنے علاقے میں' اپنی زبان میں' اپنے لوگوں میں عرفان کا واقعہ جو ہے وہ مکمل ہو سکتا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ میاں زبان کی دوری تھی اس لیے ہم کیسے سمجھ سکتے تھے' تو عربی بولتا تھا' ہم پنجابی بولتے تھے اور تیرا میرا تو آمنا سامنا ہی نہیں ہوا۔ تو آپ کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے۔ چلو اگر آپ عربی نہیں بول سکتے تو وہ تو پنجابی بول سکتا ہے' آسان سی بات ہے۔ لہٰذا آپ اسے اگر پنجابی میں پکارو تو وہ آپ کو پنجابی میں جواب دے گا' پنجابی کی دعائیں جو ہیں وہ عربی والے خدا کے پاس پہنچ جاتی ہیں اور بڑی آسانی سے پہنچ جاتی ہیں اور وہ آپ کو پنجابی میں جواب دیتا ہے۔ لہٰذا آپ کا اپنی زبان میں ہونا عرفان کے لیے کافی ہے۔ اس میں زبان کی دِقت کوئی نہیں ہے اور نہ ماحول کی دقت ہے۔ ایک آدمی غریب ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں کیسے اللہ کو پکار سکتا ہوں مگر غریب جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوئے۔ بے شمار ایسے غریب ہیں جو بہت ہی غریب تھے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بہت ہی قریب تھے۔ تو اللہ کے تقرب کے لیے نہ زبان رکاوٹ ہے' نہ ملک رکاوٹ ہے' نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی رکاوٹ ہے' نہ بینائی رکاوٹ ہے' نہ اندھیرا رکاوٹ ہے بلکہ رکاوٹ ہے ہی کوئی نہیں۔ بس صرف من ناپاک نہ ہو۔ اگر نیت پاک نہیں ہے تو پھر رکاوٹ

ہے۔ ہر بندہ' ہر زمانے کا' ہر انداز کا' ہر خیال کا' ہر کیفیت کا' امیری کا' غریبی کا' تنہائی کا' جزیرے کا جو بھی ہے' کائنات ساری اس کی اپنی ہے کیونکہ اللہ ساری کائنات کا خالق ہے۔ تو آپ جہاں بھی ہو' پہاڑ پر ہو' صحرا میں ہو' تنہائیوں میں ہو' غاروں میں ہو' پھر بھی آپ اس کے قریب ہو سکتے ہو۔ اس لیے یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے اس کا پتہ نہیں چلا کیونکہ میرے پاس زبان نہیں تھی۔ تو آپ اسے اپنی زبان میں پکاریں۔ آپ دیکھو کہ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں لیکن زبان میں لکنت ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں' تو ظاہری زبان کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ تو اللہ سے اپنی زبان میں بات کرنا چاہیے کیونکہ اللہ سے بات ہوتی ہے تو اللہ بات سنتا ہے اور اللہ جواب دیتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں لیکن زبان میں لکنت ہے اور اللہ تعالیٰ اس زبان پر خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح "س" اور "ش" کی بات ہو تو حضرت بلالؓ یاد آتے ہیں' ان کا یہ تلفظ تو ٹھیک نہیں ہے لیکن کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہی آواز پسند ہے اور ہمیشہ سے وہی پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے یہ کسی خاص Language کی زبان کی بات نہیں کر رہا کہ یہ زبان بولو۔ واتا صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ہمیں پتہ چلا کہ ایک علاقے میں ایک درویش ہے' ہم اس کی زیارت کرنے چلے گئے' اس کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی' اس کا قرآن شریف کا تلفظ کچھ صحیح نہیں تھا' ہم نے اس کی نماز چھوڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی کہ اس کے الفاظ صحیح نہیں ہیں' نشست و برخاست صحیح نہیں ہے اور یہ الفاظ حلق سے نہیں نکل رہے۔ سلام دعا کر کے چلے گئے لیکن ان سے کوئی بات نہیں کی ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم واپس سفر پہ جا رہے تھے

کہ ہمارا جنگل سے گزر ہوا' دیکھتے ہیں کہ ایک شیر میری طرف لپک کر آ رہا ہے' ہم گھبرا گئے کہ اب کیا ہوتا ہے' اتنے میں دیکھتے ہیں کہ وہی مسجد والا بابا عصا ہاتھ میں لیے چلا آ رہا ہے اور شیر سے کہتا ہے کہ ہمارے مہمان کو تنگ کیوں کرتے ہو' چلو بھاگ جاؤ اور وہ شیر بھاگ گیا۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا اور پوچھا کہ آپ نے یہ مقام کہاں سے پایا؟ تو انہوں نے کہا کہ تُو تلفظ ٹھیک کر' تجھے ان مقاموں سے کیا واسطہ! تو پتہ یہ چلا کہ بات تلفظ کی نہیں ہے بلکہ بات نیت کی ہے۔ تو بات صرف اتنی ساری ہے کہ ایک دنیا ہے اور ایک دین ہے اور بات ساری نیت کی ہے۔ داتا صاحبؒ نے ایک اور خوب صورت واقعہ لکھا کہ ہم ایک اور بزرگ سے ملنے کے لیے گئے' کیونکہ انہیں جس درویش کی بھی اطلاع ملتی تھی یہ لوگ وہاں جاتے تھے کیونکہ وہ اچھی نیت والے لوگ تھے۔ یہ اس طرح ہے جیسے آپ کو کہیں سے اطلاع ملے کہ کاروبار بہتر ہو سکتا ہے تو ضرور آپ جاؤ گے کیونکہ اپنے اپنے کلائنٹ کی تلاش ہوتی ہے۔ ان کو اپنی تلاش ہوتی تھی' آپ کو اس درویش کی اطلاع ملی تو آپ وہاں گئے۔ آپ کے ساتھ دو اور درویش بھی گئے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے راستے میں سوچ لیا کہ کوئی شرط رکھ لی جائے' اگر وہ پوری کر دے گا تو درویش ہو گا۔ خیر ہم تینوں گئے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس قصیدہ امام زین العابدین علیہ السلام نہیں ہے' مجھے قصیدہ چاہیے' وہ کاغذ میرے سے گم ہو گیا تھا اور یہ قصیدہ ان سے لینا چاہتا ہوں۔ دوسرے نے کہا کہ میری تلی میں درد ہے اور اس سے مجھے نماز پڑھنے میں تکلیف ہوتی ہے' اس تکلیف سے میں نجات چاہتا ہوں۔ تیسرے نے کہا کہ فقیر کے پاس

جا رہے ہیں تو اچھا ہے کہ مجھے حلوہ چاہیے۔ خیر ہم تینوں چل پڑے۔ وہ درویش ایک چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے' وہاں جا کر ہم نے سلام عرض کیا اور ادب سے بیٹھ گئے' وہ درویش مجھے کہنے لگے کہ وہ دیکھو دیوار پر قصیدہ لکھا ہوا ہے اسے آپ نوٹ کر لیں' دوسرے سے کہا کہ ادھر آؤ میں دم کروں تاکہ تیری تلی ٹھیک ہو جائے اور تیسرے سے کہا کہ بازار سے جا کر حلوہ خرید لو اور کھاؤ کیونکہ بازار کی چیز بازار سے ملتی ہے' وہ چیز ہمارے پاس کیوں ملے گی' وہ تو بازار سے ملے گی کیونکہ دنیا دنیا داروں کے پاس ملے گی۔ اب یہ سارے واقعات جو ہیں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر علاقے کی اپنے انداز کی کہانی ہے اور اپنے انداز میں عرفان بیان ہوا' لوکل ڈائیلاگ میں بیان ہوا' لوکل محاوروں میں بیان ہوا۔ ان کے محاورے بھی اور ہیں کہ۔

کلمہ پیر پڑھایا باہو تے میں سدا سہاگن ہوئی

اب "سدا سہاگن" ایک محاورہ ہے' یہ انڈیا کا محاورہ ہے اور اس کا کوئی اور ہی معنی ہوتا ہے۔ تو یہ جو عرفان ہے اپنے اپنے علاقے میں' اپنی اپنی زبان میں بیان ہوتا ہے۔ تو آپ اپنی زبان کے اندر سے عرفان تلاش کرو۔ دوسرے کی زبان میں جا کر آپ اس کے ساتھ Inrteract نہیں کر سکو گے' مثلاً" آپ کو انگریزی میں عرفان نہیں ملے گا۔ Your God, God Almighty کہنے سے وہ کیفیت نہیں پیدا ہو گی اور یہ جو کہا گیا ہے۔

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم

یعنی میں اس کے خیال میں کہاں سے کہاں چلا گیا تو یہ کہنے سے

ہی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ اور جب یہ کہیں گے کہ

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لا مکاں خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

یعنی اس لامکاں کی محفل میں اللہ تعالیٰ خود میرِ مجلس تھے اور حضور پاک ﷺ شمعِ محفل تھے لیکن پتہ نہیں کہ میں اس رات کہاں تھا۔ اگر آپ اس کا انگریزی ترجمہ کر لو تو کیفیت نہیں رہے گی۔ تو انگریزی کیفیت میں یہ واقعہ نہیں ہے۔ سکھوں کے اندر بزرگوں کا کلام بیان ہو رہا ہے لیکن کیفیت نہیں ہے' مہاراج گورو نانک آپ کے اسلام سے سارا عرفان لے کر' نچوڑ لے کر توحید بیان کرتے رہے' لیکن اس نے رسالت Minus کر دی' رسالت نکال دی کیونکہ رسالت کے مقام پر وہ خود کھڑے ہو گئے تھے' دعویٰ کر نہیں سکتے تھے کیونکہ مار پڑتی ہے' اور توحید جو ہے یہ مسلمانوں سے لے کر وہ بیان کر گئے' نتیجہ یہ ہے کہ بہت سارے لوگ ان کے دام میں آگئے۔ پھر کسی وقت آپ لوگوں کا اچھا وقت آیا تو آپ یہ بیان کر دینا' پھر یہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تو یہ اتنا سارا واقعہ ہے کہ زبان اپنی جگہ پر بیان کرنے کے لئے Sufficient ہوتی ہے' کافی ہوتی ہے۔ ہاں اور سوال بولو ..... ہاں آپ پوچھو اور آپ کو پوچھنا چاہیے .....

سوال :۔

آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کل نفس ذائقۃ الموت لیکن لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ زندہ ہیں اور حدیث شریف بھی ہے کہ ہم درود بھیجیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔

جواب :۔

اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ نہ کہو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں اس کا شعور نہیں۔ تو اللہ کی راہ میں مارے جانے والے زندہ ہیں اور اللہ کے محبوب پاک ﷺ کے عشق میں مرنے والے شہید ہیں یعنی جو حضور پاک ﷺ کی آن پر مرمٹے وہ شہید ہی ہو گئے۔ جو حضور پاک ﷺ کی آن پر مرمٹے وہ شہید ہے تو پھر آقا ﷺ کا کیا مقام ہو گا؟

پھر حضور پاک ﷺ کے نور اور ان کے جلوے کی بات ہوتی ہے کہ حضور پاک ﷺ ہیں کہ نہیں ہیں یا یہ کہ یہ کیا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں کہ نور ہیں۔ یہ بحثیں لوگ عام کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوگ دیکھیں کہ اگر فرشتہ نور ہے اور فرشتے آپ ﷺ کے خادم ہیں تو آپؐ کا مقام کیا ہوگا! آپ یہ سمجھ لیں کہ جبریل علیہ السلام اگر نور ہیں تو جبریل علیہ السلام تو باہر کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے خادم ہیں۔ تو فرشتے' ملائکہ نور ہیں اور وہ نور آپ ﷺ کے خادم ہیں تو مالک کا کیا مقام ہوگا!!!! بس یہ بیان کرنے کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ پھر اللہ کریم تو نورٌ علیٰ نور اور خالقِ کائنات ہے' تو اللہ جس ذات پر اتنے عرصے سے درود بھیج رہا ہے وہ تو اب تک نور ہی ہو گیا ہو گا!!!! میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نور نہیں تب بھی نور ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب ﷺ ہوں تو پھر آپ کے لیے یہ بڑی بات ہے۔ بات یہ ہے

کہ اُس وقت لوگ پہچان گئے کہ آپ ﷺ کی آمد اور ذات کوئی بڑا واقعہ ہے۔ پرانے زمانے کے واقعات آپ قرآن پاک میں پڑھتے ہیں کہ لوگ پیغمبروں کے پاس آیا کرتے تھے کہ آپ ہو تو ہماری طرح اور کیسی کیسی باتیں کرتے ہو' مطلب یہ ہے کہ آپ " ہماری ہی طرح ہو" بالکل یہ واقعہ ہوا ہے کہ آپ ہماری طرح بازار میں جاتے ہو اور ہماری طرح کے انسان ہو لیکن آپ کیسی باتیں کرتے ہو۔ تو لوگوں کا یہ اعتراض پیغمبروں کے ساتھ چلتا رہا۔ حضور پاک ﷺ کا زمانہ جب آیا' لوگ ذرا زیادہ تحقیق کرنے لگ گئے تو لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ تو ہماری طرح نہیں ہیں' آپ ﷺ تو ہمیں وہی لگتے ہیں جو وہ ہے' تو پھر آپ ﷺ نے کہا کہ "میں تمہاری طرح ہوں"۔ فرق ہو گیا کہ وہاں لوگ پیغمبروں کو کہتے تھے کہ آپ ہماری طرح ہیں لیکن یہاں آپ ﷺ کو اللہ کریم نے کہا کہ ان کو کہہ دو کہ "میں تمہاری طرح ہوں" ورنہ یہ کچھ اور ہی کہہ دیں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ واقعہ کچھ اور ہے۔ پھر سورہ آل عمران میں میثاق النبیین علیہ السلام ہے کہ سب نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا' کہ جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا کہ ہم نے تم لوگوں کو علم دیا' کتاب دی اور تمہارے پاس ہمارا رسول ﷺ آئے گا' کب آئے گا؟ وہ ہوں گے تو آئیں گے' تو آپ ہیں' جب آئیں تو تم ان پر ایمان لانا' مطلب یہ ہے کہ ان کی گواہی دینا۔ یہ اللہ کریم نے پہلے نبیوں سے وعدہ لے لیا۔ پھر اقرار لیا اور اللہ نے کہا کہ دیکھو یہ نظارہ ہے۔ یعنی کہ جب میثاق ہوا' نبیوں سے وعدہ لیا' انہوں نے کہا کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اطاعت کرنی ہے' اتباع

کرنا ہے' انہوں نے کہا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں' یہاں تک تو بات بیان کی ہے کہ "فشھدوا" یعنی اب دیکھو' آگے پھر اللہ نے منظر دکھا دیا اور یہ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے کا منظر ہے انی معکم من الشٰھدین میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں۔ یعنی میرے نبی ﷺ کو اب تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ تو اللہ نے وعدہ پہلے لے لیا اور دکھایا بعد میں۔ یہ کب کی بات ہے؟ نبیوں کے وصال کے بعد تو یہ میثاق نہیں ہو سکتا' یہ اس سے پہلے کی کوئی بات ہو گی۔ تو گویا کہ آپ ﷺ کے لیے قبل از پیدائش یا بعد از موت کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ ہی اور ہے۔ اس لیے اس ایک ذات پاک ﷺ کے بارے میں سائنٹیفک تحقیق بند کردو۔ مطلب یہ ہے کہ ویسے بھی آپ کا ایمان ہے کہ حضور پاک ﷺ کی اتنی تعریف کی گئی ہے' نعت کہی گئی ہے اور نعت جب بھی کوئی کہہ رہا ہے تو اس کی گواہی یہ ہوتی ہے کہ نعت کہلوائی جاتی ہے' یعنی کہ لوگ تو اپنے باپ کی تعریف نہیں کرنے والے لیکن نعت آج بھی رِقت میں کہی جاتی ہے اور رِقت میں سنی جاتی ہے یعنی رو رو کر۔ تو یہ خاص الخاص تعلق ہے۔ آپ لوگ خدا سے دعا کیا کریں کہ ایسا وقت آ جائے کہ جس میں پیغمبر ﷺ کے مقامات کی بحث نہ ہو۔ بس! بحث وہ کرے جو مقام آشنا ہو۔ اب اللہ بڑا ہے کہ پیغمبر ﷺ' یہ کیا بحث ہوئی۔ اللہ اللہ ہے اور پیغمبر ﷺ نے بتایا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور اللہ' اللہ ہی ہے' اب یہ نہ کہنا کہ وہ وہی ہے۔ یہ بتانے کے لیے کہ پیغمبر ایک انسان ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تو بس وہ اللہ ہے!

اللہ خالق ہے اور حضور پاک ﷺ مخلوق ہیں' بس! بیان جیسے ہوا ویسے ہی ہے۔ اب رہ گئی سمجھنے کی بات تو جیسے اور جوں جوں آپ قریب ہوتے جاؤ گے' سمجھتے جاؤ گے کہ بات کیا ہے کہ آپ ﷺ کیا ہیں؟ ہیں! آپ ﷺ ملتے ہیں؟ ملتے ہوں گے! جب آپ پر کبھی کوئی کشادگی ہو جائے تو یہ مشاہدے کی بات ہے اور علم کی بات نہیں ہے کہ آپ علم کے ذریعے معلوم کرو کہ وہ ہیں کہ نہیں ہیں۔ یہ تو مشاہدہ ہے کہ جب کبھی نظر آ گیا تو پھر بات نظر آ گئی۔ اللہ کرے کہ آپ کو ایسی بات نظر آ جائے تو پھر آپ کبھی بحث نہیں کریں گے۔ تو جو حضور پاک ﷺ کے مقام کو کم بیان کرنے کے لیے بات کرتے ہیں دراصل وہ حضور پاک ﷺ کے مقام کو کم نہیں کرتے بلکہ وہ تم لوگوں سے جھگڑا کر رہے ہیں۔ یہ آپس میں انسانوں کا جھگڑا ہے۔ جھگڑا یہ نہیں کہ حضور پاک ﷺ ہیں' تھے یا چلے گئے ہیں۔ ایک پیغمبر کا مقام سمجھنا بڑا مشکل ہے' پیغمبر صفات کی وجہ سے پیغمبر نہیں ہے' یہ بات آپ نے یاد رکھنی ہے' وہ صفات ساری کی ساری کسی بندے میں ہوں تو وہ بندہ زیادہ سے زیادہ امتی ہو جائے گا۔ تو صفات پیغمبر نہیں بناتیں' اللہ کی ذات پیغمبر بناتی ہے۔ اب وہ ذات جب کسی کو پیغمبر بنائے تو وہ ذات کیا کہے اور کیا نہ کہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اپنے بندے کو معراج پر لے گیا' تو وہ لے جائے' اب اللہ لے جا سکتا ہے کہ نہیں لے جا سکتا' یہ بات ولی اللہ سے پوچھو کہ لے جا سکتا ہے؟ مسجد الحرام سے بیت القدس تک لے جا سکتا ہے؟ ہاں لے جا سکتا ہے! قاب قوسین سے آگے لے جا سکتا ہے؟ ہاں لے جا سکتا ہے! اللہ

اگر چاہے تو کیا بندے کو ماضی دکھا سکتا ہے؟ دکھا سکتا ہے! اللہ چاہے تو کیا اپنے بندے کو مستقبل دکھا سکتا ہے؟ اللہ چاہے تو کیا کیا نہیں ہو سکتا سب کچھ ہو سکتا ہے! لہٰذا بحث آپ کیوں کریں۔

جانے جاون والا یا لے جاون والا
توں وچ کون ہوندا ایں بولن والا

تو جانے والا جانے یا لے جانے والا جانے اور تم بیچ میں بولنے والے کہاں ہوتے ہو۔ اس بات میں بالکل کبھی جھگڑا نہ کرنا' اس سے کہنا کہ مقام تیرا یا میرا بیان ہونا چاہیے کہ آپ کون سے دفتر میں ملازم ہو' کس سکیل میں ملازم ہو' گریڈ آپ کے کمزور ہیں' تنخواہ آپ کی تھوڑی سی ہے اور آپ ان کی شان کے بارے میں بحث کر رہے ہو کہ جن کا نام آپ کا کلمہ ہے۔ اندازہ لگاؤ کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کلمہ پڑھنا محاورہ ہوتا ہے اور یہ عمل کہ اس ذات کا نام جس پر ساری کائنات درود بھیج رہی ہے' اللہ درود بھیج رہا ہے' اللہ کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں اور آپ لوگ خود درود شریف بھیج رہے ہو اور ساری کائنات میں جو کہا گیا' اس ذات کا مقام آپ نے کیا بیان کرنا ہے بلکہ بیان کرنا بھی غلط ہے کیونکہ ہمیں صرف تسلیم کرنا ہے۔ اگر آپ بیان کریں تو مقابلے میں اور لوگ بیان کر دیتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ تسلیم کریں اور اس مقام کا لطف لیں اور مشاہدہ کریں۔ آئندہ اس مقام پر بحث نہیں ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کا مقام اتنا بلند ہے کہ بہت ہی بلند ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بلند مقام حضور پاک ﷺ کا

ہے۔ کیا آپ ﷺ وصال کر گئے ہیں؟ درویشوں نے کہا کہ ہمارا ایمان ہے کہ نہیں کر گئے ہیں' وصال کر گئے ہیں تب بھی نہیں کر گئے ہیں' چلو کر لو اب بات! اچھا' اگر ایک آدمی ظاہری زندگی سے وصال کر کے لوگوں کے دلوں میں چلا جائے تو وصال کیسا' یہ تو اور ہی مقام ہو گیا۔ اس لیے اس بات کی بحث نہیں کرنی ہے۔ یہ سب انگریزوں نے سکھلایا ہے۔ آپ لوگ دیکھو کہ دیو بندی اور بریلوی دو چیزیں ہیں۔ بریلی بھی ہندوستان میں ہے' اور دیوبند بھی ہندوستان میں ہے تو خیر سے ہندوستان کے دو گاؤں آپس میں جھگڑ رہے ہیں' یہ ساری کل کی بات ہے اور یہ جتنے واقعات اور فرقے ہیں یہ بعد میں پیدا ہوئے ہیں' سچے بھی اور سچ سے ہٹ کر بھی' ان ساروں کو نکال دو تو باقی اسلام بچ جائے گا۔ تو آپ فرقے نکال دو اور جو بچ جائے وہ اسلام ہے۔ تو آخر میں کون سی چیز بچ جائے گی! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یعنی مدینہ شریف اور مکہ شریف' یہ دو بچ جائیں گے لا الہ الا اللہ مکہ شریف ہو گیا اور محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مدینہ شریف ہو گیا۔ بس یہ دو چیزیں بچ جائیں گی اور یہی اسلام ہے اور اس سے آگے آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ چاہے ادھر سے ہو کر آئیں' ادھر سے ہو کر آئیں' بس آپ وہاں پہنچنے کی بات کریں' کلمہ کی وحدت پر اکٹھے ہو جاؤ' بس یہ کافی ہے۔ باقی یہ جتنے بھی ماضی کے حوالے ہیں یہ سارے لاعلمی کے جھگڑے ہیں۔ مثلاً" آپ تو بالاکوٹ کی جنگ میں کہیں نہیں تھے' کیا آپ لوگ وہاں پر تھے؟ آپ نہیں تھے' اچھا پانی پت کی پہلی لڑائی میں آپ تھے؟ آپ نہیں تھے؟ کتاب کیوں پڑھ رہے ہیں؟ ادھر کربلا میں

آپ لوگوں میں سے کوئی تھا؟ تو آپ لوگوں میں سے کوئی نہیں تھا۔ مگر آپ لوگ بیان اس طرح کرتے ہو کہ جیسے یہ واقعہ آپ لوگوں نے دیکھا ہو۔ اس لیے آپ لوگ خیال کرو کہ آپ نے یہ واقعہ دیکھا نہیں ہے' آپ نے واقعہ سنا ہے اور سننے کی تصدیق آپ کے پاس نہیں ہے' لہٰذا ایسا نتیجہ پیدا ہو گیا کہ ایک طرف وہ طبقہ پیدا ہو گیا جس نے کہا کہ محرم ہے ہی کوئی نہیں' سرے سے ہی بات ختم کر دی کہ ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں ہے اور اگر ہوا بھی ہے تو پھر وہ یزید صحیح تھا اور وہ اسے رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ایک مشہور عالم نے ایک کتاب تفسیر کی شکل میں لکھی اور تفسیر کے اندر چلتے چلتے انہوں نے بیان کر دیا کہ پرانی امتوں کا طریقہ کہ وہ اللہ کے علاوہ غیر اللہ کو پکارتے تھے' بتوں کو پکارتے تھے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے لیکن انہوں نے یہاں پر اضافہ کیا کہ ہمارے ہاں بھی کچھ لوگ غیراللہ کو پکارتے ہیں' اب ہمارے ہاں اور پرانی امت میں تو فرق ہے۔ لیکن وہ مزید کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں کو مشکل کشا کہا جاتا ہے اور یہ گمراہی ہے' کچھ لوگ "گنج بخش" کہلاتے ہیں اور بنے ہوئے ہیں' کسی کو غریب نواز" کہا جاتا ہے حالانکہ اس غریب کو تو یہ پتہ ہی نہیں ہے۔ حالانکہ ان کا اچھا خاصا مقام ہے اور باطن بھی تھوڑا تھوڑا فقیروں کے ساتھ ہے۔ تو میں نے انہیں کہا تھا کہ فرض کرو کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں مگر اتنا صحیح آپ بغیر سوچے سمجھے کس قوم میں کہہ رہے ہیں۔ تو یہ کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ یہ سالہا سال کی جو Tradition ' روایت چلی آرہی ہے' تو اتنے لوگوں کو سمجھائے بغیر آپ انکار کر رہے ہیں تو یہ ابلاغ جو ہے یہ آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ مشکل کشا کی بات ہے تو

بڑے درویش یہ کہتے ہیں کہ مشکل کشا اللہ ہے مگر اللہ کیا مشکل کشا ہے جب کہ مشکل تو رہتی ہی اللہ والوں میں ہے' اللہ نے کیا مشکل کشائی کی ہے' اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ساتھ دشمن مقابلے میں آگئے اور آپ ﷺ گھاٹی میں گئے اور پتھر برسے اور آپ ﷺ کا خون نکل رہا ہے تو اللہ نے کیا مشکل کشائی کی۔ اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کے لاڈلے نواسے شہید ہو رہے ہیں تو اللہ کہاں مدد کو آیا' اور اللہ کے نبی و پیغمبر یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گر گئے تو وہاں اللہ نے کیا مدد کی؟ تو اللہ مشکل کشا کدھر سے ہے۔ تو اس طرح کے بھی لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں۔ تو یہ دو طرح کے خیال ہو گئے لیکن اللہ کی بات سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ مدد کو آئے تب اللہ ہے اور مدد کو نہ آئے تب بھی اللہ ہے۔ اللہ غریب رکھے تب اللہ ہے' امیر رکھے تب بھی اللہ ہے۔ آپ اگر اللہ کو حالات سے Judge کرو گے' حالات سے ناپو گے تو اللہ کو کبھی نہیں سمجھ سکو گے۔ تو اللہ کو کس طرح جج کرتے ہیں؟ اللہ کو محبت سے جج کرتے ہیں اور اگر آپ اللہ کو اپنے حالات کے مطابق جج کرنے لگ جاؤ وہ یوں ہونے لگ جائے تو آپ اللہ کو Ordinary' عام انسان بنا دو گے' کمپیوٹر بنا لو گے کہ اب بھوک لگی ہے تو کھانا دے دے' اب سفر پر جانا ہے تو گاڑی منگوا دے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے کام لیتے جاؤ گے اور اس کا کام آپ کسی طرح نہیں کرو گے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ محبت رکھو' اطاعت رکھو اور وہ جو کرے اس پر راضی رہو' اگر وہ زندہ رکھے تو راضی رہو اور اگر وہ واپس بلا لے تو بھی راضی رہو' چاہے رلائے' غریب بنائے' امیر بنائے جس حال میں رکھے' آپ راضی

رہو' تو اللہ کو تب آپ جاکر پہچانیں گے ورنہ تو اللہ کے ساتھ آپ شرائط رکھیں گے' وہ پتہ نہیں پوری کرے کہ نہ کرے کیونکہ وہ اللہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ بندے ہو کر کہتے ہیں کہ وہ آپ کی بات مانے لیکن وہ اللہ ہو کر آپ سے نہیں کہہ سکتا کہ تم مانو۔ اس لئے آپ لوگ ذرا دھیان کرو کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس لیے مشکل کشا انسان ہو سکتا ہے اور گنج بخش انسان ہو سکتا ہے' قائد اعظم بھی انسان ہو سکتا ہے اور یہ مبالغے نہیں ہیں بلکہ یہ وہ مقام بیان کرنے والوں کی اپنی پہچان ہے کہ انہوں نے کبھی خود نہیں کہا کہ مجھے مشکل کشا کہو اور انہوں نے از خود نہیں کہا کہ مجھے گنج بخش کہو لیکن یہ بعد میں آنے والے ایک درویش نے ان کا مقام پہچان کر کہا۔ انہوں نے خود نہیں کہا کہ مجھے غریب نواز کہو یہ بعد میں آنے والوں نے کہا اور بعد میں آنے والے فقر کے بادشاہ تھے' وہ جو مرضی کہہ دیں۔ اس واسطے اس کا مفہوم بالکل ٹھیک ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو آپ سمجھو لیکن اللہ کی سمجھ آپ کو کیوں کر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں علیٰ کل شئ قدیر ہوں' مکمل ہوں' اور مکمل قبضہ قدرت رکھتا ہوں اور کوئی شے میرے اختیار سے باہر نہیں جاتی' اور خود ہی اللہ فرماتا ہے کہ شیطان نے میرا کہنا نہیں مانا۔ تو یہ کوئی خاص راز ہے' اور آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آدھی سے زیادہ دنیا اللہ کو نہیں مانتی ہے۔ مالک وہ ہے اور ساری اس کی ملکیت ہے لیکن مسجد کے لیے بڑی مشکل سے جگہ ملتی ہے' اور اللہ مالک ہے لیکن مسجد چندے سے بنتی ہے حالانکہ گھر اللہ کا ہے۔ تو ان سارے واقعات کے باوجود کہیں نہ کہیں آپ لوگوں کو دقت ہے مگر اللہ ٹھیک ہے اور فرق آپ کی سوچ

میں ہے' لہٰذا آپ اس فرق کو مٹائیں کہ آپ کا اللہ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ کیا Priority رکھتا ہے' کیا ترجیح رکھتا ہے کہ آپ اسے کتنا حق دے رہے ہیں' جتنا اختیار آپ اپنی زندگی میں اللہ کو دیں گے اتنا اختیار اللہ کی کائنات میں آپ کو مل جائے گا۔ بس یہ راز ہے! آپ اگر اللہ کو دکھاوے کے اڑھائی فیصد دیتے ہیں تو اتنا سا حصہ آپ کو مل جائے گا جتنا آپ دے رہے ہو۔ جو آپ اس کے لئے کر رہے ہیں' وہ آپ کو مل رہا ہے۔ جس نے مکمل سپردگی کر دی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ ہمارا ہے اور ہم اللہ کے ہیں فاذکرونی اذکرکم تم میرا ذکر کرو' تو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ اگر آپ اِدھر اُدھر کی تعبیریں کرو' تفسیریں کرو اور اللہ کے خلاف سکیمیں بناؤ تو پھر واللہ خیر المٰکرین اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے اور اس کا نام تدبیر شکن تو ہے ہی کہ ایسی تدبیریں توڑے گا کہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔ مکڑی کا کمزور جالا آپ کی ساری سکیمیں توڑ ڈالے گا اور آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ آپ کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ دلیل شکن ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماننے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ کو مکمل ماننا ہے اور منواؤ ناں بلکہ مان جاؤ' اور اللہ کے حبیب ﷺ کے اوپر درجہ بندیاں نہ کرو' بس تسلیم کر لو اور یہ آپ کے لیے بہت کافی بات ہے۔ بس آپ کے لیے یہ بہت کافی ہے۔ اب اس ساری بات کو Sum up کر لو' خلاصہ نکال لو' یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ پتہ کرنا کہ اللہ آپ پر راضی ہے کہ نہیں ہے اور یہ ضرور پتہ کرتے رہنا اور اس کا فارمولا یہ ہے کہ جو شخص اللہ پر راضی ہے اللہ اس پر راضی ہے۔ اپنے آپ کو دیکھیں کہ آپ کی زندگی جیسے ہے کیا

آپ اس میں جوں کے توں راضی ہیں' کیا آپ اپنے رب پر راضی ہیں' وہ رب جو دشمن کی قوت بھی ہے اور وہ آپ کے دشمن کو بھی پالتا ہے' وہ رب جو نیکوں کو غریب بھی رکھتا ہے اور کئی دفعہ آپ کی سمجھ سے باہر بھی رہتا ہے' کیا آپ اس پر مکمل راضی ہیں' بس اب آپ سمجھو کہ اللہ بھی آپ پر راضی ہے۔ جس پر اللہ راضی ہو' اس کو اپنے پر راضی کرلیتا ہے۔ اس لیے آپ یہ طریقہ اپنالو اور اللہ پر راضی ہو جاؤ' اپنے آپ پر مکمل راضی ہو جاؤ اور نہ اس زندگی میں اضافہ کرنا ہے اور نہ اس زندگی میں ترمیم مانگنا' یعنی جو کچھ زندگی میں ہو رہا ہے۔ آپ لوگ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسی زندگی عطا فرمائے کہ وہ خود بھی راضی رہے اور آپ خود بھی راضی رہیں۔ اور حضور پاک ﷺ کے مقام کو کبھی بیان نہ کرنا' میری طرف سے یہ نصیحت ہے کہ کبھی مقام نہ بیان کرنا کہ کیا مقام ہے' یہ مقام جو ہے یہ تسلیم کا مقام ہے اور آپ تسلیم کرنا اور آپ کو کیا پتہ کہ حضور پاک ﷺ کا کیا مقام ہے' یہ مقام اللہ جانے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ جانیں' بس آپ نے مقام بیان نہیں کرنا ہے۔ آپ اپنا راستہ چلتے جاؤ اور تبلیغ اس شخص کو کرو جس سے تعلق ہو' جس کو آپ اپنے دین پر لے جانا چاہتے ہو اس کے ساتھ تعلق بنالو تعلق کے بعد اس کو تبلیغ کرو اور اپنے دین پر لاؤ۔ اولاد کے لیے دعا کرو اور ماں باپ کے لیے دعا کیا کرو اور یہ بڑی بات ہے۔ جو والدین ہیں وہ بچوں کے لیے دعا کریں کہ وہ نیک راہ ہوں اور بچے جو ہیں والدین کے لیے دعا کریں کہ سلامتی ہو۔ بچے والدین کے لیے آسانی پیدا کریں اور والدین بچوں کے لیے شفقت کریں۔ یہی زندگی کا میلہ ہے۔ اور آپ

نے کیا کرنا ہے' چار بچوں کو وقت پر پالنا ہے اور بچوں نے ماں باپ کو کندھا دینا ہے اور بات ختم ہو جائے گی۔ اس طرح زندگی آسان ہو جائے گی کیونکہ اتنا سارا میلہ ہے۔ اس سے پہلے کہ میلہ ختم ہو آپ لوگ اپنے آپ کی تھوڑی سی اصلاح کر لو' وہاں جانا ضرور ہے کیونکہ کوئی شخص یہاں رہ نہیں سکتا۔ اس لیے سب نگران بن کر جاؤ اور سب کو اپنے لیے رحمت بنالو۔ اب سب کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے حق داروں کے لیے دعا کرو' قرض داروں کے لیے دعا کرو' مسافروں کے لیے دعا کرو اور آنے والے زمانوں کے بہتر ہونے کی دعا کرو۔ اور جن لوگوں کے حالات میں کچھ کمزوری ہے اللہ تعالیٰ ان کے حالات بہتر فرمائے' ہر طرح کے حالات' ظاہری باطنی دینی دنیاوی سب میں بہتری فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

....☆....

ترتیب : ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

توبہ

☆ اگر انسان کی اپنی عقل اس کی اپنی زندگی خوشگوار نہ بنا سکے تو اسے زعم آگہی سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان اپنے آپ کو غم، پریشانی، غریبی، غریب الوطنی یا موت سے نہ بچا سکے تو اسے اپنے خود مختار ہونے کے بیان سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان ایک ہی پتھر سے دو دفعہ ٹھوکر کھائے تو اسے اپنی صحیح روی کی ضد سے توبہ کرنی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو یاد آجائے کہ کامیاب ہونے کے لئے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہئے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہئے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ نہ سمجھے وہ بد قسمت ہے۔

☆ ہر اس عمل سے توبہ کرنی چاہئے جو اللہ کو ناپسند ہو چاہے وہ برائی ہو یا وہ عبادت جس میں ریاکاری شامل ہے۔

واصف علی واصفؒ

جمہوریت

- دنیا والوں کے ہاں جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ عوام کی لائی ہوئی' عوام کی حکومت' جو عوام کی خاطر ہو۔
- دینی معاشرے میں دینی حکومت دراصل اللہ کی حاکمیت ہے جو اللہ کے بندوں پر اللہ کی خاطر ہو۔
- اللہ کا ہونا انسانوں کے ووٹ سے نہیں۔ اللہ خود جمہوریت کے مزاج سے بہت بلند ہے۔ لوگ مانیں یا نہ مانیں۔
- اللہ کے پیغمبر بھی انسانوں کے ووٹ اور کثرت رائے سے نہیں بنتے اور کثرت رائے کا کسی نبی کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- حضور پاک "امام الانبیاء ہیں اور آپ" کا مرتبہ نبیوں کے ووٹ کا محتاج نہیں۔ آپ" جو کچھ بھی ہیں' انسانوں کی رائے سے نہیں بلکہ اپنے خداداد مرتبے سے ہیں۔
- اسلام کے نام پر جمہوریت کا قیام دراصل اسلام اور جمہوریت دونوں سے مذاق ہے۔ اسلام صداقت پر مبنی ہے اور صداقت اکثریت میں نہیں ہے۔
- جمہوریت اکثریت کی حکومت ہے اور اکثریت دین سے بیزار ہے۔
- آج تک اسلام کے نافذ نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ لوگوں سے رائے مانگی جاتی رہی۔
- جمہوریت کا سفر جلسوں' تقریروں' جھوٹ سچ ملا کر بولنے' حکومت سابقہ کی گٹھ جوڑ اور توڑ پھوڑ کا نام ہے۔
- جمہوریت جوہر شناس نہیں کیونکہ جمہوریت صرف مقدار کی قائل ہے' معیار کی نہیں۔
- جمہوریت کے ذریعے کوئی مفکر' امام' دانش ور' عالم دین' ولی یا مرد حق آگاہ بر سر اقتدار نہیں آسکتا۔
- جمہوریت سقراط کو زہر پلاتی ہے' منصور کو سولی چڑھاتی ہے اور عیسیٰ کا احترام نہیں کرتی۔
- جو لوگ جمہوریت کے ٹیڑھے راستوں سے ایوان اقتدار میں آتے ہیں ان کو دینی حکومت کے قیام سے کیا غرض ہو سکتی ہے۔

(واصف علی واصفؒ)

اللہ

☆ جتنا تم اللہ پر راضی ہوا تنا اللہ تم پر راضی ہے۔

☆ اللہ کی عطاؤں پر الحمد للہ اور اپنی خطاؤں پر استغفر اللہ کرتے ہی رہنا چاہئے۔

☆ اللہ کی رحمت سے انسان اس وقت مایوس ہوتا ہے جب اپنے مستقبل سے مایوس ہو۔

☆ اللہ والے خیال کے گناہ کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ عمل کا گناہ تو وقت کے ساتھ ویسے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ خیال کا گناہ غفلت سے شروع ہوتا ہے۔

☆ جو انسان اللہ کے جتنا قریب ہوگا، اتنا ہی انسانوں کے قریب ہوگا۔

☆ اللہ ہر آخر کا اول اور ہر اول کا آخر ہے۔

☆ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اس نے ہمیں بھولنے کی صفت دی ورنہ ایک غم ہمیشہ کے لئے غم بن جاتا۔

☆ اپنی مرضی اور اللہ کی مرضی میں فرق کا نام غم ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

تصانیف

واصف علی واصفؒ

-1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
-2	دل دریا سمندر	(مضامین)
-3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
-4	شب چراغ	(اردو شاعری)
-5	The Beaming Soul	
-6	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
-7	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
-8	شب راز	(اردو شاعری)
-9	بات سے بات	(نثر پارے)
-10	گمنام ادیب	(خطوط)
-11	گفتگو ۔ ۱	(سوال جواب)
-12	گفتگو ۔ ۲	(سوال جواب)
-13	گفتگو ۔ ۳	(سوال جواب)
-14	گفتگو ۔ ۴	(سوال جواب)
-15	گفتگو ۔ ۵	(سوال جواب)
-16	گفتگو ۔ ۶	(سوال جواب)
-17	گفتگو ۔ ۷	(سوال جواب)
-18	گفتگو ۔ ۸	(سوال جواب)
-19	گفتگو ۔ ۹	(سوال جواب)
-20	گفتگو ۔ ۱۰	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز ☆ ۳۰۱۔اے جوہر ٹاؤن۔لاہور

iliwasif.com

واصف علی واصف

گفتگو-۱۲

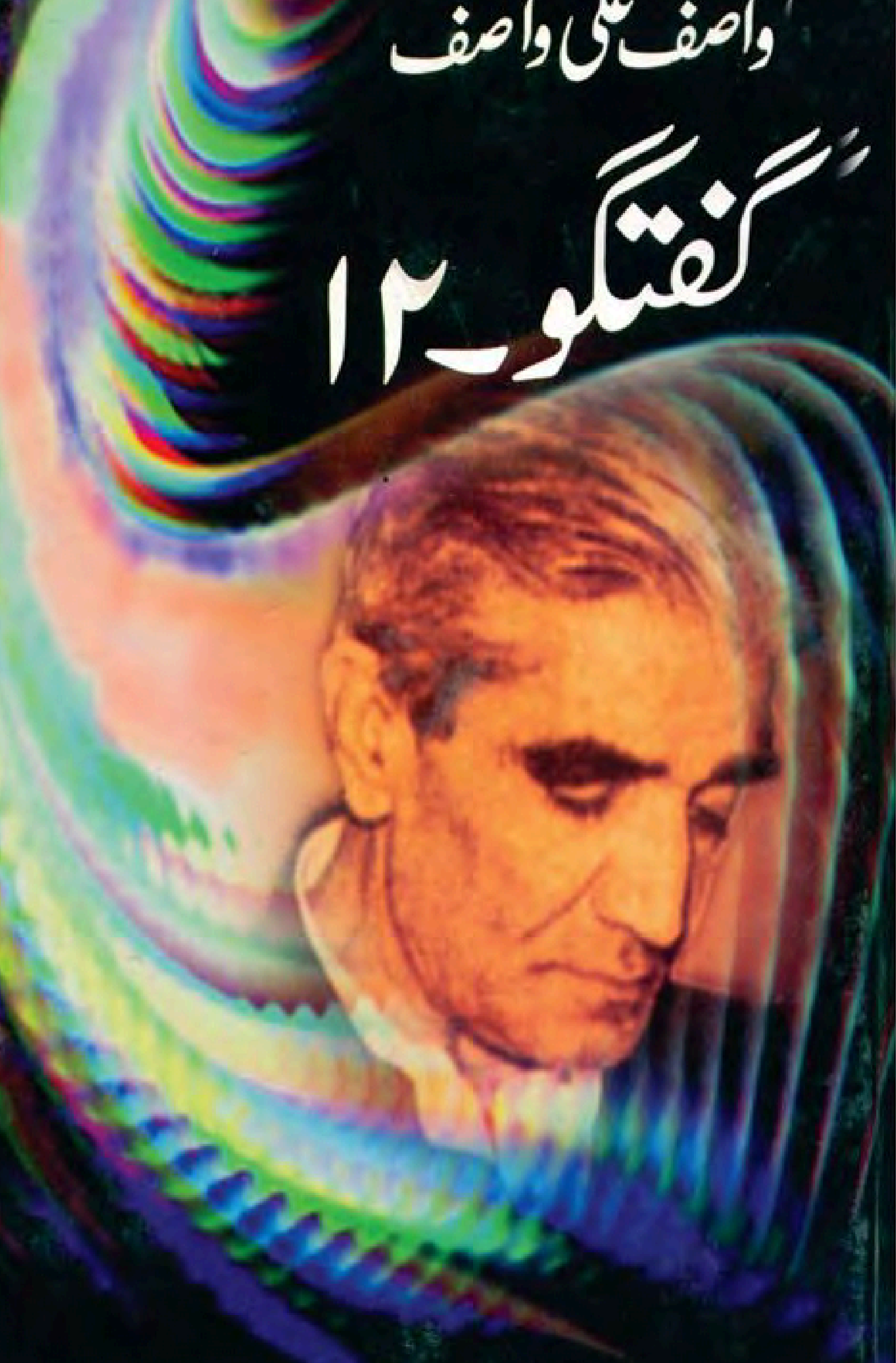

واصف علی واصف

گفتگو ۱۲

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار، لاہور فون: 7314169

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو - ۱۲
مصنّف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۳ء
بار	اوّل
قیمت	[redacted] روپے

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن-لاہور

جنوں بنا ہے خرد کا امام پھر واصفؒ
کہ گنج ہائے گراں مایہ شے نہیں سستی

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ حال

قبلہ واصف صاحبؒ کی محفل ایک بالکل منفرد انداز' نوعیت اور کیفیت کی محفل ہوتی تھی۔ محفل میں کسی طے شدہ موضوع پر گفتگو نہیں ہوتی تھی بلکہ وہاں پر موجود شرکاء کو دعوت دی جاتی تھی کہ وہ اپنی کسی ذاتی الجھن کے بارے میں دریافت کریں تاکہ پھر اس کے سلجھاؤ کے لیے گفتگو کا سلسلہ شروع ہو۔ اس بات سے یہ اندازہ لگانا بڑا آسان ہے کہ محفل میں معاشرے کے ہر طبقے اور خیال کے اصحاب کے سوالات گوناگوں موضوعات کے حامل ہوا کرتے تھے اور زندگی کا شاید ہی کوئی پہلو ایسا ہوتا تھا جس کے بارے میں گفتگو نہ ہوئی ہو ——— پھر واصف صاحبؒ کا یہ کمال تھا کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم پر کامل دسترس رکھنے کی وجہ سے سوال کرنے والے کی ذات کا جائزہ لیتے' اس کے سوال کے اندر چھپی ہوئی الجھن کی نشاندہی کرتے اور پھر اس مسئلے کا نہایت آسان حل بیان فرما دیتے اور یہ حل بغیر کسی دقت کے قابل عمل ہوتا تھا۔ اس طرح سوال کرنے والے کو کئی طرح سے فیض ملتا' ایک تو وہ اتنے عرصے سے من میں چھپی الجھن کو بیان کر کے اس کے بوجھ سے یکسر آزاد ہو جاتا اور پھر اس کا پر تشفی جواب پا کر اس کے خیال میں کشادگی' قلب میں اطمینان اور من میں شانتی آ جاتی۔ اور سب سے بڑا فیض یہ ملتا کہ اسے

عمل کے لیے آسانی میسر آ جاتی۔ یہ شخص جب مسرور ہو کر واپس جاتا تو اسے دیکھ کر دوسرے پوچھتے کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی کہ اس طرح اڑتے پھرتے ہو۔ اس کا جواب سُن کر کئی صاحبِ دل بھی محفل کے لیے اجازت طلب کرتے۔ یوں خیال کا یہ قافلہ رواں ہوتا گیا اور علم لدنی کی یہ روشنی پھیلتی گئی۔ تو یہ وہ محرکات تھے جن کی وجہ سے بیان واصف" تہہ دل تہہ اثر کر کے لوگوں میں پذیرائی حاصل کرتا گیا اور پھیلتا گیا۔ جب یہ گفتگو آواز سے کاغذ پر منتقل ہوئی تو ان پڑھنے والوں پر بھی کم و بیش اسی طرح کی کیفیات مرتب ہوئیں جیسا کہ ان محافل کے شرکاء پر ہوا کرتی تھیں اور اس طرح ان کی محفل میں شریک نہ ہو سکنے والوں کے خیال کی پیچیدہ گرہیں کھلتی چلی گئیں اور وہ اپنے اپنے سوال کے بوجھ سے آزاد ہو کے اپنے ذاتی مسئلے کا حل پانے کی خوشی میں ایسے سرشار ہوئے کہ انہیں اس نئے اور منفرد علم کی اہمیت کا احساس ہونے لگا۔ اس طرح وہ سب اصحاب "گفتگو" کے اس سلسلے کی ہر اگلی اشاعت کا بے چینی سے انتظار کرنے لگے ——— یوں ان قارئین کی طلب ہر نئی "گفتگو" کی اشاعت کا ایک بڑا محرک ثابت ہوئی اور پھر چلتے چلتے آج بحمداللہ آپ کے ہاتھوں میں اس سلسلے کی بارہویں جلد موجود ہے۔

ادارہ بے حد ممنون ہو گا اگر قارئین ہمیں اپنی قیمتی اور مفید آراء سے حسب سابق آگاہ کرتے رہیں گے۔ والسلام۔

فہرست

(۱)

۱ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں سب لکھ دیا ہوتا ہے تو آخر یہ تقدیر کیا ہے؟ ۱۷

۲ صبر سے کیا مراد ہے؟ ۲۸

۳ کیا آخری منزل کوئی نہیں ہے؟ ۳۵

۴ کیا انسانوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے؟ ۳۶

۵ تنہائی انسان کی اپنی کوئی کیفیت ہے یا باہر سے اس کے کوئی محرکات ہیں؟ ۴۱

۶ کیا ہم اس دنیا میں جنت اور دوزخ کا نظارہ کر سکتے ہیں؟ ۴۶

۷ وقت کیا ہے؟ ۴۷

۸ ''توجہ'' کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔ ۴۹

(۲)

۱ کچھ لوگ کلمے کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں خوفناک چیزیں نظر آتی ہیں' ذکر تو اللہ کا نام ہے پھر اس میں ایسی پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟ ۵۷

۲ میرا ایک کام نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آیت کریمہ کا ''لکھ'' نکالا تو

	میرا کام فوراً ہو گیا----	۷۶
۳	ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کرتا ہے ----	۹۳
۴	کیا نیت کا اچھا ہونا کوشش سے ہے یا کہ خداداد ہے؟	۹۸
	(۳)	
۱	کیا حروفِ مقطعات الم' یٰس' طٰہٰ کے کوئی خصوصی معنی ہیں؟	۱۰۵
۲	کیا بزرگانِ دین نے ان امور کو جاننے کی کوشش کی ہے؟	۱۰۵
۳	حضرت موسیٰ علیہ السلام کس کی آواز سنتے تھے؟	۱۱۴
۴	کیا یہ وہی کام یا مقام نہیں ہے جو آپ ہمارے ساتھ ایک مہربانی کرتے رہتے ہیں' کیا فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے؟	۱۱۵
۵	کیا اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں؟	۱۱۷
۶	کیا ہمارے لیے بزرگانِ دین کی صورت میں ایک ایسا رہبر' مرشد نہیں ہونا چاہیے جو ہمیں رسالت تک لے جائے----	۱۱۸
۷	جو تزکیہ کا نبوت کا فنکشن ہے کیا وہی بزرگانِ دین کا فنکشن نہیں ہے؟	۱۲۰
۸	حضور پاک ﷺ کی رحمت کا یہ ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ بزرگانِ دین آج بھی امت میں موجود ہیں۔	۱۲۱
۹	بہشت میں چور بھی ہوگا؟ توحید کیا ہے اور باطن کے مقام کس حد تک بیان کرنے چاہئیں؟	۱۲۴
۱۰	آج کل کے دور میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟	۱۲۹
۱۱	ہمارے لیے آسان عمل بتا دیں۔	۱۲۹

۱۲ قرآن کو ماننے کا اصل مطلب کیا ہے؟ ۱۳۰

۱۳ کیا اس طرح بہتر معاشرہ بن سکے گا؟ ۱۳۰

۱۴ مختلف علماء نے اپنے طریقے سے قرآن کو سمجھا ہے اور بیان کیا ہے؟ ۱۳۱

۱۵ انسان پر قرآن کس طرح آشکار ہو سکتا ہے؟ ۱۳۲

۱۶ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جہاں سے موت پہنچے گی وہاں سے رزق پہنچے گا' تو رزق کی وضاحت فرما دیں۔ ۱۳۴

۱۷ رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟ ۱۳۶

۱۸ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں زیتون کی قسم کھائی ہے تو کس بات کی وضاحت کی گئی ہے؟ ۱۳۸

۱۹ یزید کس حد تک تزکیہ شدہ آدمی تھا؟ ۱۳۹

۲۰ علم اور تزکیے کو کہاں اور کیسے جمع کیا جائے؟ ۱۴۰

۲۱ آپ فرماتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ کیونکہ اب کچھ ہونے والا ہے تو یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟ ۱۴۱

۲۲ اگر کسی وقت جان بچانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قسم کھائی جائے اور پھر وہ قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟ ۱۴۶

۲۳ بعض اوقات لوگ عادتاً قسم کھا لیتے ہیں۔ ۱۴۷

۲۴ آج کل کے حالات میں انسان اپنے خیالات اور عمل میں یکسوئی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ ۱۴۷

۲۵ جو بچے ہیں ان کو ہم کس طرح Deal کریں' کس طرح

بچائیں؟ ۱۵۱

(۴)

۱ کہتے ہیں کہ ہر عروج کو زوال ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عروج کسے کہتے ہیں اور زوال کسے؟ ۱۶۱

۲ میرا خیال ہے کہ انسان کی خوشیوں کی انتہا یہ ہے کہ اس کے بعد غم شروع ہو جاتے ہیں---- ۱۶۱

۳ یہ فرمان سمجھا دیں۔
پاک پلیدنہ ہوندے ہرگز بھانویں رہندے وچ پلیتی ہو ۱۷۳

۴ سیئات کو حسنات میں بدلنا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ ۱۷۶

۵ بعض اوقات خیال آتا ہے کہ ابھی کافی زندگی موجود ہے تو پھر کیوں شور مچائیں اور عمل کریں---- ۱۸۰

۶ انسان نیک اور بد سب کو راضی نہیں کر سکتا۔ ۱۸۷

۷ کیا ہم لوگوں کو تبلیغ شروع کر دیں؟ ۱۸۸

(۵)

۱ یہ کیوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں اور کچھ جلوہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتے۔ ۱۹۷

۲ کیا کربلا کے ذکر پر مرثیہ سننے پر آنسو آ جانا جائز ہے؟ ۲۲۰

۳ امام حسینؑ کی کامیابی پر آنسو آ جانا۔ یہ کس طرح ہے؟ ۲۲۰

۴ اللہ چاہے تو ابتلا کے بغیر بھی درجات بلند کر سکتا ہے؟ ۲۲۲

۱ ''حرام'' ممنوعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور محترم کے معنی میں بھی' عربی کی اتنی وسیع لغت ہے' اس سلسلے میں روشنی ڈالیں۔ ۲۳۳

۲ جانوروں اور پرندوں کی جو زبانیں ہیں ان کا علم حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا' ہم تک یہ علوم نہیں آئے؟ ۲۳۵

۳ پیغمبر تو اللہ کی مرضی سے بنتے ہیں مگر اولیاء اللہ سے بھی معمول کے خلاف کافی واقعات ہوتے ہیں تو یہ کس ذیل میں آتے ہیں؟ ۲۴۸

۴ کیا بہت نیک کام کرنے سے ولی کے درجے کا مقام مل سکتا ہے؟ ۲۵۲

۵ ولی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟ ۲۵۶

۶ کائنات اور انسان کے حوالے سے ولی کا منصب کیا ہے؟ ۲۵۷

۷ آپ نے فرمایا ہے ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا مگر یہ انکار ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ولیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہے--- ۲۶۰

۸ انسان ولی کی صحبت میں بیٹھتا ہے لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں ہے--- ۲۶۱

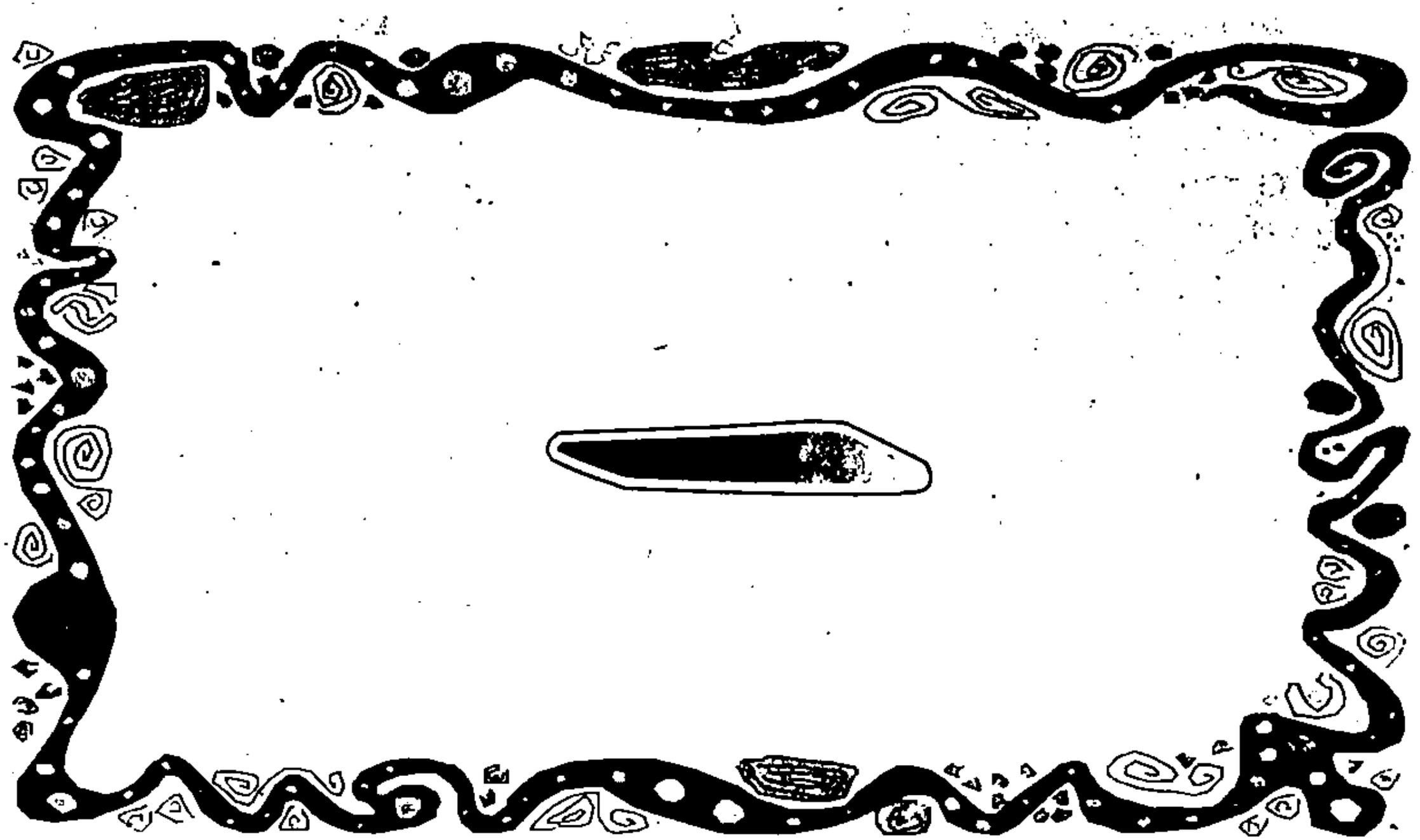

(۱)

۱ اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں سب لکھ دیا ہوتا ہے تو آخر یہ تقدیر کیا ہے؟

۲ صبر سے کیا مراد ہے؟

۳ کیا آخری منزل کوئی نہیں ہے؟

۴ کیا انسانوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے؟

۵ تنہائی انسان کی اپنی کوئی کیفیت ہے یا باہر سے اس کے کوئی محرکات ہیں؟

۶ کیا ہم اس دنیا میں جنت اور دوزخ کا نظارہ کر سکتے ہیں؟

۷ وقت کیا ہے؟

۸ ''توجہ'' کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

سوال :

اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقدر میں سب لکھ دیا ہوتا ہے تو آخر یہ تقدیر کیا ہے؟

جواب :

اس پر پہلے بڑی باتیں ہو چکی ہیں۔ پھر اصل میں سوال اس جگہ پر آ جائے گا کہ کیا Destiny ' مقدر' چانس ہے یا چوائس ہے؟ اور یہ سوال چلتے چلتے وہیں جا کر رکے گا کہ انسان کی زندگی میں تقدیر کا کتنا حصہ ہے۔ اور تدبیر کا کتنا حصہ ہے اور ہندی کا مشہور قول ہے کہ ۔

جے کو رام دلدر دے
پہلے مت وا کی ہر لے

یعنی جس کو تکلیف ملنی ہوتی ہے تدبیر سے پہلے اس کی مت مار دی جاتی ہے۔ یعنی کہ اگر وہ بات تقدیر میں نہ ہو تو پھر تدبیر میں بھی وہ بات نہیں آتی۔ گویا کہ حسن تدبیر بھی تقدیر ہے ورنہ ساری تدبیریں غلط ہو جائیں گی اور پھر انسان کہے گا کہ میں نے چاہا تھا کہ ایسا ہو جائے اور وہی تباہی کا باعث بنا۔ یہ عام مثال ہے کہ ایک آدمی نے ایک چیز چاہی مثلاً" دولت چاہی اور وہ حاصل ہو گئی' اول تو اللہ تعالیٰ معافی دے کہ آپ دولت کو پسند کرو۔ فرض کرو کہ ایک شخص نے دولت چاہی اور ضد کی

کہ مجھے دولت چاہیے اور مجھے یہ سخت درکار ہے اور اس کو دولت حاصل ہو گئی' اگر کبھی اس کو ہوش یا خیال ہو تو اسے پتہ چلے گا کہ ایک خواہش کے پورا ہونے میں دس ضروری اشیاء ترک ہو گئیں۔ پیسہ کمانے والے دوسرے گاؤں' دوسرے شہر چلے جاتے ہیں بلکہ پردیس میں چلے جاتے ہیں۔ یعنی وطن کی محبت کو پیسے میں Convert کر لیا۔ تو پیسے کے لیے وطن کی محبت' بھائی سے جدائی بلکہ ایمان سے بھی جدائی ہو سکتی ہے اور بعض اوقات تھوڑا سا دین بھی بیچ دینا پڑتا ہے۔ آپ تعجب کیوں کرتے ہیں' لوگ ایمان بھی بیچتے رہتے ہیں۔ مثلاً" ملاوٹ کیا ہے؟ یہ دین کا بیچنا ہی تو ہے۔ پیسے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا کیا ہے؟ دین کا بیچنا ہے' پیسہ کمانے کے لیے صداقت کو ذبح کرنا بھی دین بیچنا ہے۔ کچھ لوگوں نے دین کو بیچا' کچھ لوگوں نے قوم کو بیچا' کچھ لوگوں نے وطن کو بیچا اور کچھ لوگوں نے بھائی بن کر دھوکا کیا۔ تو خواہش حاصل ہو گئی' تدبیر پوری ہو گئی اور یہ پتہ نہیں ہے کہ تقدیر اپنا کام کر گئی ہے۔ تو تقدیر اپنا کام کر جاتی ہے۔ اور اب ہمیں اس کے لیے پریشان بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تقدیر اتنی Cruel ہے' ظالم ہے تو ہم کیا کریں۔ میں آپ کو راز کی ایک بات بتاتا ہوں کہ اگر تقدیر کو کسی کا عمل سمجھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی۔ تو بات کیسے سمجھ آئے گی؟ کہ اگر خدا اور بندے میں مقابلہ ہو رہا ہے تو تدبیر اس کے خدا کا فیصلہ ہے۔ کس کا فیصلہ ہے؟ یہ میرے خدا کا فیصلہ ہے اور بس یہ مجھے منظور ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے کہ آپ خود ہی اپنے آپ کو تقدیر کہہ دیں یعنی کہ جو اللہ کو پسند ہے وہ ہمیں پسند ہے۔ ایک دفعہ ایک درویش کو کسی نے کہا

کہ اگر آپ کو دنیا کی بادشاہی دے دی جائے تو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر آپ اس میں کیا تبدیلی کریں گے تو اس درویش نے کہا میں تو جوں کی توں واپس کر دوں گا۔ تو اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ اللہ نے کیا ہے میں اس پر اتنا راضی ہوں' اتنا راضی ہوں کہ اس میں Amendment ' ترمیم نہیں چاہتا۔ اگر اللہ آپ کو مل جائے اور کہے کہ بول کیا چاہیے تو آپ اس سے کہنا کہ تیری رضا چاہیے۔ تو پھر تقدیر جو ہے وہ آپ کی اپنی ہے بلکہ آپ خود کاتبِ تقدیر ہیں ورنہ جب تک ڈیمانڈ آپ کے پاس ہے تو نہ آپ کو خدا ملے گا اور نہ خواہش پوری ہو گی۔ یہ میری آپ کو وارننگ ہے کہ جب تک آپ نے اندر خواہش رکھی ہوئی ہے وہ تو ایسی بات ہے کہ ۔

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

تو بات یہ ہے کہ کبھی بھی کسی آدمی نے تمام کام پورے نہیں کیے۔

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

تو کسی نے بھی آج تک ہر کام مکمل نہیں کیا' روتے ہی گئے جو بھی آئے اور دوسروں کے مال کی حفاظت کی ہے۔ بزرگ بڑی بڑی باتیں کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی بڑی خوشی ہو گی اتنا بڑا غم بنے گا۔ کہتا ہے کہ "وہ کام ہو گیا جو میں نے چاہا تھا" تو وہ بولا "اس کے اَن ہونے کا انتظار کر"۔ کہتے ہیں کہ خوشی برف کا بلاک ہے اور آپ نے برف کا بہت بڑا بلاک خریدا ہے۔ کہتا ہے "اب تو دھوپ کے نکلنے کا انتظار

کر" جب دھوپ نکلے گی اور برف پگھلے گی، تو خوشی رخصت ہو جائے گی۔ تو پھر اسی طرح خوشیاں رخصت ہو جائیں گی اور آپ پریشان ہو جائیں گے۔ لوگ اپنے وطن میں ایک فخروالی زندگی گزارنے کے لیے پردیس کے دھکے کھاتے ہیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو پھر تقدیر کیا ہوئی؟ آپ کا فیصلہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے جنات اور انسانوں کے گروہ! اگر تم آسمان اور زمین کے حصار سے نکل جانا چاہو تو نکل جاؤ' اگر تم نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ مگر اس بات کی وارننگ بتائی ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر' طاقت کے بغیر نہیں نکل سکو گے۔ یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوت والارض فانفذوالا تنفذون الا بسلطٰن۔ اب وہ چیزیں جن سے آپ نہیں نکل سکتے وہ آپ گن لو' Mathematical طریقے سے یعنی حساب کے ساتھ گن لو' یعنی کوئی اپنے قد سے نہیں نکل سکتا' قد آپ کا یہی رہے گا۔ تو یہ کیا ہو گا؟ تو یہ قد کی حد ہے۔ تو جب آپ قد کی حد پہ آ جائیں تو اس کو آپ تقدیر کہہ دیں۔ اسی طرح وجود کی حد پہ آ جائیں تو یہ تقدیر ہے' آپ کو دو آنکھیں مل گئی ہیں اور تیسری کی ضرورت ہے اور وہ نہیں ملتی تو یہ کیا ہے؟ یہ حد ہے! مثلاً" آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اجازت کے بغیر کوئی بال سفید نہ ہو مگر بال آپ کی اطلاع کے بغیر سفید ہو جائیں گے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ غم سے' مرنے سے بچ جائیں تو اگر یہ قبول ہو جائے کہ آپ نہیں مریں گے تو آپ کے پیارے مر جائیں گے۔ غم اپنی موت کا تو ہے ہی نہیں۔ تو غم کیا ہے؟ غم عزیزوں کی موت ہے۔ دعا کریں کہ اللہ آپ کے عزیزوں کو زندہ رکھے' آمین! اگر وہ عزیز نہ رہا گویا کہ مرا وہ اور غم

آپ کو دے گیا' حالانکہ گیا وہ لیکن غم آپ کو دے گیا اور جاتے وقت کہتا ہے کہ میں جا رہا ہوں اور یہ پوٹلی آپ سنبھالو۔ آپ نے پوچھا کہ یہ ہے کیا تو وہ کہتا ہے کہ یہ غم ہے۔ تو جانے والے نے اپنا غم آپ کو دے دیا۔ تو یہ بھی مجبوری ہے اور جہاں مجبوری ہے وہ تقدیر ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اتنے اچھے والدین ملے اور ہمارا باپ بڑا غریب تھا لیکن آپ یہ بدل نہیں سکتے' اب اس کو تقدیر کہیں گے۔ تو اگر آپ اپنے والدین کو نہیں بدل سکتے تو یہ تقدیر ہے۔ کیونکہ پیدا کرنے والے نے آپ کو ان والدین کے ہاں پیدا کیا۔ آپ مانو یا نہ مانو یہ حقیقت ہے۔ اب آپ تسلیم کریں گے تو بچ جائیں گے۔ تو جو چیز آپ کو کوشش کے باوجود تسلیم کرنی پڑتی ہے اسے آپ تقدیر کہہ لیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ایسا ہو لیکن وہ پورا نہیں ہوتا تو یہ تقدیر ہے۔ آپ دنیا میں جہاں مرضی شادی کریں لیکن یہ شادی ایک ہی دفعہ ہو گی' یہ تدبیر ہے اور یہ چوائس ہے' بے شمار چوائس ہیں' لیکن ہو گا کیا؟ وہی جو تقدیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ضرور لکھا ہوا ہے اور یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ کو جو پسند ہو اس سے شادی کر لو' بندہ خوش ہوتا ہے کہ تدبیر کروں گا' مرضی کروں گا' پھر وہ کارڈ پہ لکھا ہوا اٹھا لاتا ہے کہ میں یہ چن کر لایا ہوں۔ اس نے کہا کہ پرچی کھول کر دیکھو تو اس میں وہی نام لکھا ہوا تھا۔ کتنے ہی مشہور واقعات ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فیصلے تو وہاں لکھے ہوئے ہیں اور یہی تقدیر ہے۔ حادثہ' حفاظت کے باوجود ہو جاتا ہے تو یہ تقدیر ہے۔ حادثہ کیا ہے؟۔

ہوائیں ان کی فضائیں ان کی سمندر ان کے جہاز ان کے

تو بھنور ہے تقدیر کا بہانہ اور اس بھنور میں کوئی بھی گر سکتا ہے۔ تو ہزار جہاز مل کے بھی سمندر فتح نہیں کر سکتے۔ تو سمندر کیا ہے یا بھنور کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے۔ اصل میں تقدیر کا راز آپ کو سمجھ نہیں آ رہا اور جب آپ سمجھنا چاہتے نہیں تو سمجھ کہاں سے آئے گا' آپ باہر کے حملے کو تدبیر کے ساتھ روکتے ہیں حالانکہ حملہ اندر سے ہوتا ہے' تو آپ وہاں کیا کرو گے؟ مثلاً" آپ خندق میں تھے' بندوق لے کر بیٹھے تھے' تو ہوا کیا؟ کہتا ہے کہ اندر ہی دیوار گر گئی۔ اندر کی دیوار گرتی ہوئی کسی نے محسوس ہی نہیں کی۔ مثلاً" کوئی کہتا ہے کہ اچانک بیٹھ گیا' پوچھا کہ کون؟ تو کہتا ہے کہ بادشاہ سلامت یعنی میرا دل۔ کہتا ہے کہ دل جو ہے ڈوبا جائے ہے۔ تو کبھی کبھی انسان کا اپنا دل بیٹھ جاتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب انسان کسی کے سامنے جاتا ہے تو اسے کچھ ہوش نہیں رہتا۔ اس سے پوچھا کہ پھر آگے کیا ہوا تو وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں آگے پھر کیا ہوا ——— تو میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو آپ کے اختیار میں نہیں ہیں لیکن آپ کے ساتھ ہوتی جا رہی ہیں۔ بندہ دفتر جا رہا ہے' بندہ سیر کرنے جا رہا ہے' بادشاہ ہے' راج کرتا جا رہا ہے اور چلتے چلتے اس نے کہیں سے آواز سن لی' خوب صورت آواز' تو اس کے پاؤں وہیں رک گئے' تو یہاں تقدیر آ گئی کیونکہ آواز سن کر وہ ڈوب گیا' آواز نے اس پر جادو کر دیا' اب اس آواز کی تلاش میں وہ سرگرداں ہے' جیسے وہ کہتے ہیں کہ ایک بار سنا تھا اب دوبارہ سننے کی خواہش ہے' تو اب یہ کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے! آپ نے چلتے چلتے ایک شکل دیکھ لی اور وہ نورانی شکل کوئی کوئی دیکھتا ہے۔ تو ایک شکل دیکھنے سے

بھونچال آگیا۔ تو یہ جو بھونچال آتا ہے یہ تقدیر ہے کہ چلتے چلتے کیا سے کیا ہو گیا۔ اور یہ جو واقعہ ہے کہ ایک افغانستان کا بندہ اور دوسرا ایران کا بندہ' چلتے چلتے ایک نے دوسرے کو دیکھا اور ایک واقعہ ہو گیا۔ وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑا راز رکھا ہے کہ ایک کو آنکھیں دے دیں اور دوسرے کو چہرہ دے دیا' پھر کہتا ہے کہ اب بچ کے دکھاؤ؟ تو کیسے بچ سکتے ہیں۔ آنکھ والا جو ہے وہ چہرہ تلاش کرے گا' وہی چہرہ بھولا بھالا' معصوم چہرہ' چھوٹا ہو کہ بڑا ہو' بزرگ ہو کہ درویش ہو' اس نے دیکھا اور بس وہ جاذب ہو گیا۔ یہ مجذوب ہونے سے پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ تو جاذب کا ہو جانا کیا ہے؟ یہ تقدیر ہے! اور کبھی کبھی ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ پھر کیا بتاؤں کہ کیا ہوا' پھر ہم نے دیکھ لیا' کیا دیکھا؟ کہ ایک بندہ ہی دیکھا لیکن ہم نے قدرت خدا کی دیکھی۔ تو بندے میں قدرت خدا کی دیکھنا' یہ تقدیر ہے یعنی کہ انسانی چہرے میں پوری کائنات نظر آگئی ——— اب میں آپ کو بزرگوں کی باتیں بتاؤں کہ وہ کہتے ہیں کہ عرفان عبادت سے ملتا ہے' زیادہ عبادت سے ملتا ہے' اور عبادت کرو تو ملتا ہے' منزلوں سے ملتا ہے' مسافرت سے ملتا ہے' گھر سے باہر نکلنے سے ملتا ہے' بڑی بڑی جگہوں سے ملتا ہے اور کوئی آدمی پاس سے گزر جائے تو بھی ملتا ہے۔ تو گویا کہ صرف دیکھنے سے بھی مل جاتا ہے۔ تو وہ دیکھنا جو ہے وہ کیا ہے؟ وہی تقدیر ہے ۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

تو وہ شعیبؑ کیا ہوتے ہیں؟ یہ تقدیر ہوتے ہیں ورنہ تو آپ ہر

طرف پھرتے رہتے ہیں لیکن اس طرح کوئی نہیں ہو سکتا۔ تو تقدیر کیا ہوئی؟ اس کا میسر ہو جانا جس کے دل میں آپ بھا گئے اور جس نے آپ کو دیا راز اور آپ پا گئے منزل۔ تو یہ تقدیر ہے۔ ایسے شخص سے اگر پوچھیں کہ تو نے کہاں سے پایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو پتہ نہیں ہے' دینے والے کو پتہ ہو گا' بس اس نے کان میں کچھ کہہ دیا اور میں نے راز پالیا۔ کسی نے اقبالؒ کے کان میں کہہ دیا کہ تو کدھر بھٹکتا پھرتا ہے' ادھر دیکھ کیا ہے! اور وہ پتہ نہیں کیا سے کیا بن گیا۔ تو گویا کہ یہ وہ راز ہیں جو آپ کے بس میں نہیں ہیں۔ تو کیا کیا چیز آپ کے بس میں نہیں ہے؟ قد' حد' ماں باپ' رنگ روپ' رشتہ' وہ زمین جہاں پیدا ہونا ہے' پھر ایک اور چھوٹی سی چیز ہے کہ پیدا ہونے کی تاریخ اور پھر یوم وصال! یہ بھی تقدیر ہے' اور پھر بتانے والے نے بتایا کہ کوشش کے باوجود بھی غریبی ملے گی اور پیسے کے بغیر وقت کٹ جائے گا' وہ چاہے گا تو پیسہ ملے گا' عزت اور ذلت بھی ادھر سے ملے گی اور زندگی اور موت بھی ادھر سے ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اگر نہیں تو پھر آپ اپنی مرضی سے پیدا ہو جاؤ اور ایسا تُو کر نہیں سکتا' چلو اپنی مرضی سے مر جاؤ' لیکن نہیں۔ تو جب زندگی اچھی طرح سے سمجھ آتی ہے کہ یہ زندہ رہنے کا طریقہ ہے تو ادھر سے آپ کا ٹائم اپ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ آپ کا ٹائم ختم' آپ کو بات تو سمجھ آ گئی ہے لیکن وقت ختم ہو گیا ہے۔ مثلاً" کوئی کہے کہ باغ کی سیر کرو کیونکہ بڑا خوب صورت باغ ہے' کہتا ہے کہ جب پھولوں کی سمجھ نہ آئے تو پھر باغ کیا ہوتا ہے اور سیر کیا ہوتی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ ہم سیر کرتے کرتے یہاں تک پہنچے کہ پھولوں کے اندر رنگ نظر آ رہا

ہے لیکن جب رنگ نظر آ گیا تو پھر آواز آ گئی کہ تیرا وقت ختم ہو گیا ہے۔ تو اس کی کیا خبر کہ وقت ختم ہو جائے گا' کون سا دوست کب ملے گا' کون سا چہرہ کب پسند آئے گا' دینے والا کہاں سے آئے گا' لینے والے کہاں سے آئیں گے۔ اور یہ دیکھ کہ تیرے گھر میں پیسے کے باوجود بیٹا پیدا نہیں ہوا' یہ تو کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے' آپ کسی کو تھوڑے سے پیسے دے دیں کہ جی آپ دعا کر دیں لیکن کائنات ساری ادھر ادھر ہو جائے مگر جس نے نہیں پیدا ہونا اس نے نہیں پیدا ہونا' تو یہ مقدر ہے! آپ یہ بات سمجھ لو کہ جہاں انسان بے بس ہوتا ہے وہاں تقدیر ہے۔ تو جہاں آپ بے بس نہیں ہیں وہاں آپ کی مرضی ہے۔ یا یوں کہو کہ جو کام ہو گیا وہ تقدیر ہے۔ اور یہ کہو کہ یہ دو راستے تھے' میں ادھر بھی جا سکتا تھا اور ادھر بھی جا سکتا تھا' لیکن گیا کہاں! تو جدھر گیا یہ تقدیر ہے۔ چوائس سے پہلے تدبیر ہے اور چوائس کرتے وقت تقدیر کام کر رہی تھی کہ ہم نے وہ چنا' جو چنا وہ مصیبت کا بار ہمارے حصے میں آیا۔ بس پھر وہ وہاں سے پریشان ہو گیا۔ کیا تقدیر بدل جاتی ہے؟ کہتے ہیں کہ بدل جاتی ہے' لیکن بدلنے کے بعد جو حاصل ہوا اس کا نام ہے تقدیر! بدلنے سے پہلے وہ تقدیر تھی ہی نہیں' بدلنے سے پہلے امکان تھا' اب یہ بات آپ یاد رکھنا۔ تو بدلنے سے پہلے کیا ہے؟ امکانات۔ اور ہم امکانات میں ہیں' لیکن جو ہو گیا تو وہ اب مقدر ہے۔ آپ یہ کہیں کہ مقدر کو بدلنے والا ہمارا اپنا ہے' جو اس نے بنایا ہم کو بھی وہی پسند ہے۔ اس نے کہا تھا کہ شام کو جانا ہے لیکن ہم وہاں دوپہر کو جا بیٹھے کہ آپ نے بلایا تھا۔

تاڑی مار اڈا نہ باہو
اسی آپ ای اڈن ہارے ہو

یعنی تو ہمیں ڈرا کے نہ بھگا بلکہ ہم تو خود ہی جانے کے لیے تیار ہیں۔ تو ہم تو پہلے ہی تیار ہیں۔ تو آپ اس کے ساتھ صلح رکھو' تقدیر کو تسلیم کرو اور تدبیر کرتے جاؤ اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کرو۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ Trust God and keep your powder dry.

یعنی خدا پر بھروسہ رکھو اور اپنی توپ کا بارود خشک رکھنا ایسا نہ ہو کہ بارود ہی نہ چلے۔ تو بارود خشک رکھو' تیاریاں پوری کرو' باقی اللہ پر چھوڑ دو کہ اللہ کیا کرتا ہے' اس کو کرنے دو۔ تو یہ ہے تقدیر اور مقدر۔ جس طرح آپ برحق ہیں اسی طرح مقدر برحق ہے۔ آپ کسی کا مقدر ہیں اور کوئی آپ کا مقدر ہے ——— ایک بندہ ہاتھ دکھا رہا تھا تو وہ کہتا ہے کہ تیرا مقدر ٹھیک نہیں ہے۔ پاس ہی ایک بندہ بیٹھا تھا' وہ کہتا ہے کہ اس کا ٹھیک ہونا میری زبان میں ہے' میں کہوں گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔ تو انسان کا آدھا مقدر لوگوں کی زبان میں ہوتا ہے' دعا دینے والے کی زبان میں ہوتا ہے' مثلاً" آپ بیمار ہوں اور دعا اس نے دی تو آپ ٹھیک ہو گئے۔ تو آپ کے مقدر کا بہت سارا حصہ جو ہے وہ کہاں ہوتا ہے؟ لوگوں کی زبان پر ہوتا ہے۔ تو لوگوں کی زبان بڑی شے ہے۔ مثلاً" کوئی ایک لفظ کہے اور آپ پریشان ہو جائیں گے۔ تو آپ کا مقدر ایک آدمی ہے اور اس کی زبان میں ہے' ماں زندہ ہو تو ماں' پھر باپ' استاد' پیر و مرشد' گرو! جس سے آپ کا رابطہ ہو اس کی دعا کارگر ہے۔ تو دعا کیا ہے؟ یہ تیرا مقدر ہے' وہ کہتے ہیں ناں کہ نگاہِ مردِ مومن سے تقدیر

بدل جاتی ہے' تو نگاہِ مردِ مومن ہی تقدیر ہے' لیکن مومن تقدیر کو بدلتا نہیں ہے بلکہ کرتا یہ ہے کہ جو مخفی ہوتا ہے اسے ظاہر کر دیتا ہے۔ تو مومن کیا کرتا ہے؟ مخفی کو ظاہر کرتا ہے۔ مومن کبھی اللہ کی رضا کے خلاف نہیں چلتا۔ مثلاً" مقدر میں لکھا ہوا تھا کہ یہ تو نیک بندہ ہے لیکن آج کل بدی میں ہے۔ مردِ مومن اسے کہتا ہے کہ آپ ادھر چلے جاؤ۔ اسے کہتے ہیں کہ اس کو مردِ مومن مل گیا تو بندہ ہی بدل گیا' مگر وہ تھا ہی دوسری لائن کا بندہ۔ جیسے کہتے ہیں کہ چور کو قطب بنایا گیا مگر وہ تھا قطب ہی' چور بن کر آیا تھا اور اس کی Destiny' اس کا مقدر قطب ہی کا تھا۔ بنانے والے نے ایسے ہی بنا کر رکھا تھا۔ وہ ادب کے مارے حاضر نہیں ہو سکتا تھا' تو اس نے کہا کہ چور بن کر ہی جاتے ہیں' تو یہ ادب کے قرینے ہیں۔ تو اس نے ایسے ہی آنا تھا اور قطب بنانے والے نے بنانا تھا تو بنا دیا۔ یہ ہے تقدیر۔ تقدیر بالکل آپ ہی کا نام ہے' آپ کا دوسرا نام ہے' آپ خود ہی کاتبِ تقدیر ہیں اور آپ خود ہی مقدر ہیں اور آپ خود ہی پریشان ہوتے رہتے ہیں۔ تو آپ راضی رہیں' اپنے آپ سے صلح اور اپنے مالک سے صلح کے ساتھ رہیں یا آپ یہ کر کے دیکھیں کہ اس سے نکل کر دیکھیں۔ تب زمین و آسمان کا حصار آپ کے گرد ہے اور جب آپ نکل نہیں سکتے تو میرا خیال ہے کہ آپ سجدۂ رضا کریں۔ تو سجدۂ رضا کیا ہے؟ تسلیم و رضا کا سجدہ۔ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم راضی ہیں جیسے تو رکھتا ہے رکھ۔ بس پھر تقدیر آسان ہو جاتی ہے۔ جب مرنا تو ہے ہی تو بجائے اس کے کہ تقدیر کے ساتھ لڑائی کر کر کے مرو' اس سے بہتر یہ ہے کہ راضی ہو کر مرو۔ پھر موت نہیں آئے گی' ہرگز نہیں آئے گی'

پھر وہاں پر موت کا کیا کام۔ بس اس طریقے پر بہت ساری باتیں ہیں جو ہو سکتی ہیں اور کی جا سکتی ہیں ۔

تقدیر بدل جائے تو حاصل بھی ہے تقدیر
آغاز کی پیشانی پر انجام رقم ہے

تو جو آپ نے آغاز کر دیا وہی انجام ہے۔ تو یہ عشق کی منزل ہے اس میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے' منزل محبوب کا نام ہے' طالب کا تو نام ہی نہیں ہے' وہ تو خود عشق کی منزل طے کر رہا ہے۔

ہاں کیا کوئی اور سوال ہے؟ آپ لوگ پوچھا کریں۔ سارے بولا کریں۔ ایک جگہ بحث ہو رہی تھی' ایک آدمی کا پوائنٹ دوسرا آدمی مانتا نہیں تھا' بڑی بحث ہو رہی تھی۔ اس آدمی نے کہا کہ چپ تو میں آپ کو کرا دوں گا۔ اس نے کہا کہ کیسے کرائے گا؟ اس نے دوسرے کی گردن پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اب بول۔ کہتا ہے کہ میں آگے سے نہیں بول سکتا۔ اس لیے آپ بحث نہ کیا کریں بلکہ آپ لوگ سوال پوچھیں' کوئی تو سوال پوچھیں' اپنا سوال پوچھیں یا دوسروں کا سوال پوچھیں ---------

سوال :۔

صبر سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

آپ کا یہ سوال آپ کی کیفیت کا نہیں ہے' آپ پر وارد نہیں ہے بلکہ یہ سوال ڈکشنری والا ہے' لہٰذا جواب بھی ڈکشنری والا دیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سوال آپ کے اندر پیدا ہو رہا ہے'

محسوس ہو رہا ہے کہ میں یہ بات عرصہ دس سال سے سوچ رہا ہوں اور میرے اندر یہ واردات ہو گئی' اس کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے اور میں الجھ گیا ہوں' یہاں پر اس کا جواب ملے تو شاید میں آگے کا راستہ طے کر لوں۔ ایسا سوال فریش سوال ہوتا ہے اور واردات کا سوال ہوتا ہے ورنہ تو یہ Novelty of Language ہے' Language کا سوال ہے' زبانی کلامی بات ہے کہ صبر کیا ہے اور شکر کیا ہے؟ ہم ایک بات جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولنبلونکم بشی من الخوف والجوع ونقص من الاموال You are being warned آپ لوگوں کے لیے اطلاع ہے کہ آپ کو خوف کے ساتھ آزمایا جائے گا۔ تو خوف کیا ہے؟ کسی ناگہانی کے ہو جانے کا نام ہے کہ شاید مجھ سے وہ چھن نہ جائے جو کچھ میرے پاس ہے۔ تو خوف کا ایک معنی ہے دولت کا چھن جانا' سرمائے کے چھن جانے کا نام' لطف کے ضائع ہو جانے کا اور دوست کی صلح' ناراضگی میں بدلنے کا' یہ بھی خوف ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں خوف سے آزمائیں گے اور بھوک سے آزمائیں گے۔ بھوک کیا ہے؟ کسی بات کی تمنا بھی بھوک ہے۔ آج کل کیا بھوک لگی ہوئی ہے؟ کہتا ہے کہ بندوں کی بھوک لگی ہوئی ہے۔ تو وہی بندہ محبت کرتا تھا۔ یہ بھی بھوک ہے۔ تو تمنا اور خواہش کی بھی بھوک ہوتی ہے۔ آدھی دنیا خواہش کے پیچھے بھاگ رہی ہے اور آدھی دنیا خوف سے بھاگ رہی ہے۔ آگے آگے لالچ ہے اور پیچھے پیچھے خوف ہے' بندہ بھاگتا ہی جا رہا ہے کہ کہیں ٹائم ختم نہ ہو جائے۔ اس کے پیچھے مصیبت لگی ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں خوف سے آزماؤں گا' بھوک سے آزماؤں گا۔ نقص من

الاموال۔ تمہارے مال میں نقص ہو جائے گا۔ آپ جس چیز کو مال سمجھتے ہیں اس میں نقص ہو سکتا ہے۔ آپ کا سرمایہ اور آپ کی Possession یعنی آپ کے حاصل میں نقص ہو سکتا ہے۔ تو یہ Possession کیا ہے؟ حاصل وہ ہے جس پر قبضہ ہے' وہ آپ کی عزت بھی ہو سکتی ہے' تو وہ جاتے جاتے گم ہو جاتی ہے۔ تو اس طرح بھی آزمائیں گے۔ اور کس طرح آزمائیں گے؟ والانفس اور زندگی موت میں داخل ہو جائے گی۔ والثمرات پھلوں کے نقصان سے آزمائیں گے۔ محنت کا پھل' محنت کی کمائی ضائع ہو جائے گی۔ اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ اس بڑھیا کی طرح نہ ہو جانا جس نے ساری عمر سوت کاتا اور آخر میں الجھا دیا۔ تو یہ کیا ہوا؟ ثمرات ضائع ہو گئے' محنت ضائع ہو گئی' اس نے محنت سے سوت بنایا تھا جو آخر میں الجھ گیا۔ آپ ایک کہانی سن لو۔ ایک تھا سادھو مہاراج' اس نے اپنے چیلے کو حکم دیا کہ بوٹیوں سے رس نکال کر لاؤ۔ یہ بوٹیوں کا رس بڑی قیمتی چیز ہے' کبھی کبھی ایک قطرہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ رس اکٹھا کرتا رہا' کرتا رہا اور اس کو بوتل میں ڈالتا رہا۔ اسے کہتے ہیں "جواہر العقاقیر"۔ تو اس نے بوٹیوں کا رس نچوڑا اور زمانہ بیت گیا۔ بوتل بھر گئی۔ وہ چلتا آ رہا تھا کہ گرو کو دکھاؤں گا کہ اس کو ٹھوکر لگی' وہ گر گیا اور شیشی ٹوٹ گئی۔ وہ چیخا' چلایا کہ گرو مہاراج مارے گئے' برباد ہو گئے اب میں اس حال میں نہیں کہ رس اکٹھا کر سکوں' نہ وہ جوانی رہ گئی ہے نہ بینائی رہ گئی ہے' نہ میرے پاس کوئی خواہش رہ گئی ہے نہ پہچان رہ گئی ہے' میری محنت برباد ہو گئی' سارا ثمرہ برباد ہو گیا۔ اس کی باتوں پہ گرو ہنس رہا تھا۔ چیلا کہتا ہے کہ گرو مہاراج میں برباد ہو گیا ہوں' یہ شیشی ٹوٹ

گئی ہے' تو گرو یہ بات سن کر اور ہنسا' بہت زور سے ہنسا۔ چیلے نے کہا کہ مہاراج تُو اچھا گرو ہے کہ میں رو رہا ہوں اور آپ ہنس رہے ہو۔ تو گرو کہتا ہے کہ تو سمجھتا ہے کہ تیری چیز ضائع ہو گئی لیکن جو میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا۔ کہتا ہے کہ آپ نے کیا چاہا تھا؟ کہتا ہے کہ میں نے تیرے آنسو چاہے تھے۔ کہتا ہے کہ اس سے کیا ہو گا؟ کہتا ہے کہ اس سے ہی تو بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے ——— تو یہ سمجھنے کی بات ہے کہ کون سا ثمرہ ضائع ہوتا ہے اور کون سا ثمرہ حاصل ہوتا ہے۔ وبشر الصابرین تو یہاں پر یہ بتایا گیا ہے کہ صابر لوگ کون ہیں؟ جو ان آزمائشوں کے بعد یہ کہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہم اللہ کے پاس سے آئے ہیں اور اللہ کے پاس جانا ہے۔ تو حاصل کیا اور محرومی کیا' تو لینا کیا اور دینا کیا' ہمارا کیا اور تیرا کیا' سب کچھ ہی اللہ کا ہے۔ تو یہ صابر ہیں اور ان کو صابر کہو' صابر ان کو اس لیے کہو کہ آپ کی خواہش اور اللہ کی رضا میں تھوڑا بہت فاصلہ ہوتا ہے' یعنی آپ کی خواہش اور اللہ کے حکم میں جب فرق رہ جاتا ہے تو اس کے لیے صبر کا مقام کام آتا ہے۔ تب آپ کہتے ہیں کہ اللہ مالک ——— تو یہ صبر کا مقام ہے۔ درویشوں نے ایک اور بات بیان کر دی' انہوں نے کہا کہ جو مقامِ صبر ہے وہی مقامِ شکر ہے' تو جس مقام میں عام آدمی صبر کرتا ہے وہاں پر درویش شکر کرتا ہے ——— اگر کوئی اسے کہے کہ وہ فوت ہو گیا وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ' کہتا ہے کہ وہ مر گئے تو وہ کہتا ہے الحمد للہ۔ اس نے پوچھا یہ کیا؟ تو وہ بولا انہیں کون لے گیا؟ اللہ لے گیا۔ تو پھر ٹھیک ہی ہے۔ تو درویشوں نے مقامِ صبر کو مقامِ شکر بنا دیا اور یہ بڑا راز ہے۔ تو گویا کہ درویش کے لیے صبر اور شکر

ایک ہی مقام کا نام ہے' اس مقام پر وہ صبر نہیں کرتا بلکہ وہ شکر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جس کو غم دیتا ہوں یا تکلیف دیتا ہوں اس کی وسعتوں کے مطابق دیتا ہوں لا یکلف اللہ نفسا" الا وسعھا تو درویش کہتا ہے کہ تو نے مجھے وسیع مانا یا وسیع بنایا اور یہ غم دیا تو اچھا' یہ قبول ہے۔ تو اس وسعت والے نے اس پر صبر نہیں کیا بلکہ شکر کیا۔ عام طور پر درویشوں نے جیل میں شکر کیا' شہادت پر شکر کیا' اذیت پر شکر کیا' رونے پر شکر کیا اور مصیبت کے واقعات پر شکر کیا۔ دیکھنے والے جو مرضی کرتے جائیں۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ درجات کی بلندی ہے' اللہ کے ہاں درجات کی بلندی تکالیف چاہتی ہے۔ گویا کہ صبر ایک ہی مقام ہے اور شکر ایک ہی مقام ہے اور دونوں مقام جو ہیں یہ قربِ الٰہی کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان اللہ مع الصابرین کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ آپ نے کسی کی موت پر صبر کیا' یہ گیا' وہ گیا اور وہ بھی گیا مگر آپ راضی رہے' اب آپ کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو اللہ نے کہا کہ اب تم بھی میرے پاس آ جاؤ۔ کسی نے کہا کہ سب سرمایہ فقیر کا لٹ گیا تو اللہ نے کہا اگر فقیر کا سارا سرمایہ لٹ گیا تو پھر فقیر کے پاس ہم جو ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح کرتا رہتا ہے' کسی کو دار پر بلا لیا' کسی کو شہید کرا دیا مگر وہ پریشان نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ خود آ کر بیٹھ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ ہے جس نے صبر کیا' شکر کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس جیسا کوئی انعام نہیں ہے۔ تو یہ تکلیف جو ہے یہ بڑا راز ہوتا ہے' اذیت' راز ہوتا ہے' غم' راز ہوتا ہے' چیز کا چھن جانا راز ہوتا ہے' ابتلاء راز ہوتا ہے' لیکن یہ عام آدمی کے لیے سزا ہوتی

ہے۔ مثلاً" غریبی ایک مقام ہے اور آپؐ نے فرمایا کہ غریب میرے قریب ہے۔ پھر ایک اور جگہ سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ کاد الفقر ان یکون کفرا" ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اگر غریبی آپ کو راضی رکھتی ہے تو آپ اللہ کے حبیب پاکؐ کے قریب ہیں۔ میں یہ نسخہ بتا رہا ہوں کہ اگر غریبی تجھے راضی رکھتی ہے تو تم حضور پاکؐ کے قریب ہو۔ اگر غریبی تجھے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے تو جہنم۔ لوگ اس طرح گلہ کرتے رہتے ہیں کہ دیکھو وہ پیسہ لے کر کیا کیا کر رہے ہیں اور کیا ہماری زندگی ہے ——— یعنی اگر غریبی گلہ کرتی ہے تو پھر یہ آپ کے لیے کفر ہے اور آپ کا ایمان چلا گیا۔ اللہ تمہیں بھی دے لیکن اللہ کی اجازت اور حکم اس کا اپنا ہے' جس کو دے یا نہ دے' بس یہ اس کی مرضی ہے۔ یہاں تمہاری مرضی نہیں چلے گی کہ "یا اللہ تعالیٰ میں نے محنت کی اور مجھے دس روپے ملے جب کہ اس نے محنت نہیں کی ہے لیکن اس کو بے شمار ملا ہے"۔ یہ سب اللہ کی مرضی ہے کہ کسی کو رنگ پکا دے دیا اور کسی کو رنگ کچا دے دیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ کس کو کیا رنگ محبوب ہو گیا۔ تو کسی کو محبوب بنا دیا اور کسی کو محب بنا دیا' کسی کو کچھ بنا دیا کسی کو کچھ بنا دیا' چڑیا گانا گاتی ہے' مور کو مور کا مقدر ملا اور کوے کو کوے کا مقدر ملا۔ اگر آپ کہو کہ سب کو مور کے پر لگ جائیں تو یہ تو آپ نے گلے کی بات کی ہے۔ اس کو وہ مقدر ملنا ہے جو ملنا ہے۔ بس آپ نے اپنے مقدر پر راضی رہنا ہے اور یہ بات میں نے بارہا بتائی ہے اور لکھ کر بھی بتائی ہے کہ خوش نصیب وہ ہوتا ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔ آپ اس لیے اچھے ہیں کہ آپ یہ ہیں' آپ آپ ہیں' تو

آپ اپنے آپ پر راضی رہو۔ تو جو اپنے آپ پر راضی رہا وہ زندگی پر راضی رہا' جو زندگی پر راضی رہا وہ زندگی بنانے والے پر راضی رہا' تو جو زندگی بنانے والے پر راضی رہا اس پر اللہ راضی رہا بلکہ راضی ہے! تو گویا کہ اپنے آپ پر راضی رہو' اللہ آپ پر راضی رہے گا۔ اور یہ آسان سی بات ہے کہ آپ صبر کرو' شکر کرو' راضی رہو تو کیا ملے گا؟ وہ آپ ہی آ کر ملے گا' تو ہے پیا ملیں گے ——————

ہاں کوئی اور بات کریں۔ آپ لوگ اونچا سنتے ہیں اور نیچا بولتے ہیں اور یہ انسان کی بڑی شان ہے کہ اونچا سنتے ہیں اور آہستہ بولتے ہیں۔ آپ زیادہ مت بولا کریں۔ تو حصے عافیت کے خاموشی میں ہیں اور عام طور پر زیادہ بولنے کا عادی مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ کے ساتھ جھوٹ کو ملا کے بولے۔ وہ کہتا ہے کہ جی کیا کریں جب بولنا ہی تھا تو پھر ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ تو اللہ نے انسان کو بولنے والا بنایا یعنی ناطق اور یہ بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ کوئی آدمی کسی کے مقام کو اس لیے نہیں سمجھتا کہ یہ لائف جو ہے Dynamic لائف ہے' تیز رفتار ہے' زندگی چل رہی ہے۔ تو آپ جو آج سمجھ نہیں رہے تو جب سمجھنے کے بعد تبدیلی آنی ہے اس کو کون سمجھے گا۔ اس لیے انسانوں کا فیصلہ ان کے خاتمے پر ہونا چاہیے۔ تو آپ کسی گناہگار کو گناہگار نہ کہو کیونکہ جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے کیا پتہ کیا سے کیا ہو جائے۔ فرمایا گیا ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اور بہشت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے اور آدمی دوزخ میں جا گرے اور عین ممکن ہے کہ انسان اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ ہو اور وہ آدمی بہشت میں چلا جائے۔ تو یہ اللہ

کی شانیں ہیں کہ کس آدمی کو کب' کہاں اور کدھر لے جائے۔ تو پھر آپ ٹھنڈے دل سے اور خاموشی کے ساتھ اللہ کی مہربانی پر صبر و شکر کے ساتھ چلتے رہو' دھیرے دھیرے' قدم بہ قدم۔ اور کسی بات پر ناز نہ کرنا کیونکہ ناز کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا مقام تھوڑا سا کم ہو گیا یعنی مقام ضائع ہو گیا۔ یہ نہ کہنا کہ بس ہم تو چل رہے ہیں اس میں مقام کیسا۔ یہ ایسا مقام ہے کہ منزل ہی مقام پر ملتی ہے۔ یہ بالکل ایسا مقام ہے کہ ؎

منزل پہ جب سے آیا ہوں منزل سفر میں ہے

یہ ایسا مقام ہوتا ہے کہ کبھی آپ یہ خیال نہ کرنا کہ آپ نے پا لیا' بس انسان چلتا رہتا ہے کیونکہ یہ لا محدود کا سفر ہے' محدود کیسے ہو گا۔ تو آپ نے پانا کچھ نہیں ہے' بس چلنا ہے۔ اقبالؒ کا شعر ہے کہ ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں ہے

تو ہر اِک مقام کے آگے ایک مقام ہے' ہر منزل کے بعد ایک اور منزل ہے ——

سوال :۔

کیا آخری منزل کوئی نہیں ہے؟

جواب :۔

ایک آخری منزل ہے اور وہ آخری بلند انسانؐ کے قدموں تک پہنچنا۔ یہ آخری منزل ہے۔ جس کا کلمہ آپ لوگ پڑھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ آپؐ کے قدموں تک پہنچنا آخری منزل

ہے' اس سے آگے کوئی منزل نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی کوئی منزل نہیں ہے' تو یہ منزل آخری بھی ہے اور پہلی بھی ہے۔ جب آپ درود شریف پڑھ رہے ہوں تو آپ دیکھ کر پڑھ رہے ہوں' تو یہ آخری منزل ہے' زبانی اور غائبانہ درود نہیں پڑھنا ہے بلکہ درود دیکھ کر پڑھنا ہے' اجازت کے ساتھ پڑھو۔ یہ آخری منزل ہے کہ ساقی کی نظر سے اپنی نظر ملے یا نہ ملے لیکن پاؤں پر سر تو ہو۔ یہ آخری منزل ہے ۔

تیرے نقش پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ۔

تیرے قریب ہوئے جب سے اشک بار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے
ملا نہ ہم کو اگر سنگِ آستاں کا نشاں
برنگِ موج اٹھے راہ کا غبار ہوئے

تو یہ وہ مقام ہے جو آخری منزل کا ہے۔ انسان محو ہو جاتا ہے اور اس پر ایسا مقام آ جاتا ہے کہ ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

یہ آخری مقام ہے' اور وہاں سوال ختم ہو جاتا ہے اور سر جھک جاتا ہے اور یہ حضور پاک ﷺ کے ہاں ممکن ہے' اور کہیں بھی نہیں ہے۔ تو آپ سب کو بات سمجھ آ گئی ہو گی کہ یہ آخری منزل ہے۔

سوال :۔

کیا انسانوں کے درمیان انصاف کرنا ضروری ہے؟

جواب :۔

انسانوں کے ساتھ سلوک میں یہ سوال آتا ہے کہ انسانوں کے ساتھ سلوک کیا ہونا چاہیے۔ یہ Mathematical ' حساب کا سوال ہے اور اس کا Mathematical جواب یہ ہے کہ انصاف کرو انصاف لو اور رحم کرو رحم لو۔ انسانوں کے ساتھ رحم کرو گے تو پھر مالک آپ کے ساتھ رحم کرے گا۔ لوگوں کے ساتھ انصاف کرو گے تو تیرے ساتھ انصاف ہو گا۔ تو آپ کے لیے مشورہ یہ ہے کہ انصاف سے بچو۔ یا اللہ انصاف سے بچا! یا اللہ رحم کر! مجھے ہائی کورٹ کا ایک جج مل گیا' اس سے باتیں ہوتی رہیں' میں نے کہا کہ آپ اتنے بڑے قانون دان ہیں' کوئی بات کریں تو وہ بولا کہ مجھے درویشی چاہیے۔ میں نے کہا کہ آپ فیصلے کیسے کرتے ہیں؟ تو اس نے کہا کہ جو کوئی فیصلہ نہ ہو رہا ہو تو میں رجوع الی اللہ کرتا ہوں اور ہم دین کے مطابق چلتے ہیں۔ ہم نے اسے کہا کہ ایک بات بتاؤ آپ فیصلہ دین کے مطابق کرتے ہو اور دین میں اگر کوئی مجرم' گناہگار توبہ کرے تو معاف کر دیا جاتا ہے اور آپ کے پاس معاف کرنے کی گنجائش ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ بات تو کوئی نہیں ہے۔ تو پھر ہم نے کہا کہ یہاں سے ہی آپ کا کام نہیں چلتا کہ آپ کے پاس کوئی ایسا اختیار نہیں ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ انصاف نہ کرنا' رحم کرنا' فضل مانگنا جیسے ۔

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میرے جیے منہ کالے

انصاف کرنے والا بندہ بے کیف ہوتا ہے' Ready Reckoner ہوتا ہے' اس کو کیفیت نہیں ہوتی۔ اور ایک آدمی کہتا ہے کہ سفارش کی

ضرورت نہیں ہے بلکہ مجھے تو حکم چاہیے اور میرے پیر کی چٹھی آئی ہے اور یہی تو میرے لیے حکم ہے۔ اور دوسرے کی سفارش رہ گئی اور وہ اس طرح ہم سے آگے نکل گئے۔ اس لیے آپ اس طرح کے انصاف سے بچو۔ انسان محبت ہے اور آپ محبت میں اسے بخش دو۔ ان ساری باتوں پر آپ غور کرو تو پھر آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں رائی رائی کا حساب لوں گا فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ رائی رائی کا حساب لوں گا اور ایک ذرہ بھی اِدھر سے ادھر نہیں ہونے دوں گا۔ اور پھر کہتا ہے وترزق من تشاء بغیر حساب اور جس کو چاہیں ہم بے حساب دیں۔ پھر ایک اور جگہ کہتا ہے کہ ہم نے پھر ان کے گناہ بخش دیے۔ ویغفر الذنوب جمیعا اور پھر وہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے کہ میں جو چاہوں کروں' اسی کا نام اللہ ہے۔ آپ اگر اللہ کو ڈسپلن میں لائیں گے تو پریشان ہو جائیں گے۔ لہٰذا والکاظمین الغیظ کا مطلب ہی یہی ہے کہ غصہ پی جاؤ۔ ایک اور جگہ پر اللہ کا ارشاد ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ وسیع ہے۔ سبقت رحمتی علیٰ غضبی یعنی میری رحمت جو ہے میرے غضب سے وسیع ہے۔ اگر رحمت غضب سے زیادہ ہے تو انسان کے لیے رحمت کا استعمال ہو گا۔ اب میں آپ لوگوں سے سوال کر رہا ہوں کہ اگر رحمت انسانوں کو ان کے اعمال کی عبرت سے نہیں بچاتی تو پھر رحمت کیا ہے؟ تو پھر اگر وہ رحمت آپ کو آپ کے اعمال کی عبرت سے نہیں بچاتی تو پھر رحمت کیا ہے! اگر انصاف ہوتا ہے تو پھر توبہ کیا ہے؟ اگر انصاف ہے تو کلمہ کیا ہے؟ ستر سال کا کافر کلمہ پڑھ

کر مسلمان ہو گیا تو پھر یہ کیا ہے؟ توبہ کر لی اور پھر آدمی بخشا گیا تو پھر یہ کیا ہے؟ اور پھر میں نے اگر معاف کر دیا تو یہ کیا ہے؟ تو آپ سارا انصاف نہ کرنا۔ اور آپ اگر انصاف کا معاملہ لیے بیٹھے ہیں تو انصاف یہ ہونا چاہیے کہ پیغمبروں کے لیے انتخاب ہو' ایک جمہوری انتخاب ہونا چاہیے اور اس سے پیغمبر چنا جائے۔ یہ انصاف ہے۔ اور فضل کیا ہے؟ کہ اللہ نے پیغمبر بنا دیا اور پیغمبر کو بھیجا گیا کہ سارے کا سارا دین ظاہر کرے۔ اور یہ خود انصاف کے علاوہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جو آپؐ کے ساتھ ہے آپس میں "رحماء" ہیں اور کافروں کے لیے "اشداء" ہیں تو پھر یہ انصاف تو نہ ہوا۔ مگر یہی تو رحم ہے۔ تو رحم کیا ہوتا ہے؟ اللہ کی مرضی پر چلنا اور معاف کر دینا۔ اللہ کا فرمان ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین وہ لوگ غصہ پی جاتے ہیں' لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو اس سے آگے احسان ہے اور احسان کیا ہے اگر انصاف ہے تو۔ اگر آپ انصاف مانگیں گے تو پھر انصاف ہی ملے گا' رحم مانگیں گے تو رحم ہی ملے گا' فضل مانگیں گے تو فضل ہی ملے گا اور محبت مانگیں گے تو محبت ہی ملے گی۔ تو آپ اللہ کو جیسا چاہیں گے ویسا پائیں گے۔ اگر حجت کرو گے اور بحث کرو گے تو ساری عمر برباد ہو جائے گی۔ اللہ نے دماغ کو پیدا کیا ہے اور آپ اللہ سے دماغ لڑاتے ہیں۔ لہٰذا اللہ سے کوئی شے لینے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کر اور راضی رہ۔ واسجد واقترب سجدہ کرو قریب ہو جاؤ۔ تو سجدہ کرتا جا اور قریب ہوتا جا' سجدہ کرتا جا اور قریب ہوتا جا' اور قریب ہو جا۔ تو نماز یہیں سے بچائے گی۔ اور آپ

درود شریف پڑھا کریں' اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جائے گی۔ اور خیرات دیا کرو' صدقہ دیا کرو' یہ بے شمار بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ اور جب قربت چاہیے تو سجدہ کر لو۔ ایک سجدہ ہے وضو کر کے اور ایک سجدہ والہانہ ہے کہ فوراً" سجدہ اور بندہ اللہ کے قریب۔ تو اللہ کا قرب جو ہے وہ سجدے میں ہے۔ سجدہ نصیب ہو جائے تو فضل ہی فضل ہے' رحم ہی رحم ہے۔ آپ میری بات سن رہے ہیں؟ اب اس کو آپ سمجھ لیں۔ بات یہ ہے کہ مدت سے قانون چلا آ رہا ہے کہ جہاں برائی پیدا ہو جائے وہاں عذاب آتا ہے' پرانی امتوں میں ایک آواز آئی اور برباد ہو گئیں' ایک منظر آیا' برباد' رعد' برق چمکی' کہیں کوئی ہنگامہ' کہیں کوئی اور ہنگامہ اور کہیں پر جبرائیلؑ آ گئے۔ عرب کا معاشرہ اسلام سے قبل تمام قابل ذکر برائیاں رکھتا تھا اور یہ بات آپ کتابوں میں خود ہی لکھتے ہو' کئی برائیاں تھیں' کہیں پینے پلانے پہ جھگڑا' چھوٹی چھوٹی بات پہ جھگڑا' مثلاً" اونٹ پر جھگڑا نسل در نسل چل رہا تھا اور کہتے ہیں کہ بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ واذالمؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت اور نومولود بچی پوچھے گی کہ اس کا کیا قصور ہے کہ آپ نے اس کو مار دیا۔ تو وہ معاشرہ عذاب کے قابل تھا۔ اللہ نے کہا کہ اس طرح تو یہ انصاف ہو جائے گا' پھر رحم کب آئے گا' تو اللہ نے کہا کہ ان پر رحم کر دو بلکہ رحمت اللعالمینؐ ہی بھیج دو۔ وہ معاشرہ سب سے بڑا گناہگار ہے اور سب سے بڑے عذاب کے قابل ہے اور وہاں ہی سب سے بڑا رحم بھیج دیا گیا۔ یہ اللہ کی شانیں ہیں اور آپ انصاف کرتے جا رہے ہیں۔ میرے ساتھ آپ وعدہ کریں کہ انصاف نہیں کریں گے بلکہ رحم کریں گے اور کسی

سے انصاف مانگیں گے بھی نہیں' رحم مانگیں گے' فضل مانگیں گے۔ اللہ سب پر فضل ہی کرتا جائے۔ چلو سب کے لیے دعا کرو کہ اللہ فضل فرمائے' آسانی دے اور سب کو خوش رکھے۔ اب آپ سوال کرو

سوال :۔

سر! تنہائی انسان کی اپنی کوئی کیفیت ہے یا باہر سے اس کے کوئی محرکات ہیں؟

جواب :۔

تنہائی باہر سے آتی ہے یا اندر سے آتی ہے' یہ ہر صورت میں آپ کی اپنی ہے اور اندر کی تنہائی کو دور کرنے کے لیے کسی نے آنا نہیں ہے۔ تنہائی خیال کا نام ہے۔ اگر آپ کسی کو قبول نہ کریں تو تنہائی ہی تنہائی ہے۔ اور یہ کہ دور رہنے والے کو اجنبی نہیں کہتے اور مسکرا کر ملنے کو دوست نہیں کہتے۔ تنہائی خیال کا نام ہے اور اگر خیال میں کوئی اور اجمال شامل ہو جائیں تو تنہائی ختم ہو گئی۔ تو تنہائی Participation ہے' شرکت ہے اور وہ بھی کسی بندے کی یا خدا کی۔ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ جو میلہ ہے' ہجوم ہے' اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے جب تک کوئی آپ کا شریک نہ ہو' جب تک کوئی ساتھی نہ ہو' جب تک کوئی آپ کے خیال پر سوار نہ ہو' ورنہ انسان تنہا ہی تنہا ہے۔ اور یہ جو تنہائی ہے یہ اپنا ہی نام ہے اور تنہائی کا علاج کسی سے مانگنا نہیں ہے بلکہ آپ نے کسی کی تنہائی دور کرنی ہے۔ تنہائی کا علاج نہیں کرنا کہ کسی کو فون کرو کہ

آپ آ جاؤ کیونکہ اگر وہ آ گیا تو بھی آپ کی تنہائی دور نہیں ہو گی۔ تو تنہائی کیا ہے؟ یہ کہ کسی کی تنہائی دور کرو۔ تنہائی جسم کا نام نہیں ہے' تنہائی روح کی تنہائی ہے' Wilderness ہے' روح کی ویرانی ہے' آپ نے اسلام کو بالکل سمجھا نہیں ہے' اسلام یہاں کھڑا ہے جہاں ہم کھڑے ہیں یعنی سفر کے دوران' اور اس کا جو محرک جذبہ ہے وہ چودہ سو سال پہلے کا ہے۔ تو پھر تنہائی کدھر سے آئے گی' تنہائی کہاں سے آئے گی' اس نے تو تنہائی کے اندر پہلے ہی محفل لگائی ہوئی ہے کیونکہ کلمہ آپ وہاں سے لے رہے ہیں اور بیٹھے یہاں پر ہیں۔ تو تنہائی تو ہے ہی نہیں۔ یہاں کا اس دنیا کا ماحول تنہا رہے گا اور دل کا ماحول کبھی تنہا نہیں ہو گا' جس دل میں اللہ کی یاد ہے' اللہ کے محبوب پاکؐ کی یاد ہے' قرآن کریم کی یاد ہے اور اس آدمی کی یادداشت خراب ہو گئی جس کو مری ہوئی ماں یاد نہ آئی۔ تو روح کی ویرانی کب آتی ہے؟ یادوں کا ختم ہو جانا تنہائی ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی اندر سے آتی ہے۔ جب آپ دل کے کٹھور ہو جائیں تو تنہائی آ جاتی ہے' "کٹھور" ہندی کا لفظ ہے اس کا مطلب ہے "سخت"۔ جب آپ دل کے سخت ہو جاؤ' جب آپ مطلب پرست ہو جاؤ تو تنہائی آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تم میری یاد سے غافل ہو جاؤ گے تو پھر عذاب کی شکل کا نام تنہائی ہے۔ تو یہ راز ہے۔ اللہ نے اور بھی کہا ہے کہ میری یاد سے غافل ہو گئے تو سکون نہیں ملے گا' تو سکون نہ ہو تو تنہائی ہوتی ہے۔ تو اللہ نے کہا ہے کہ نہیں پاؤ گے سکون مگر اللہ کی یاد میں۔ تو اللہ کی یاد میں سکون پانے کا مطلب کیا ہے؟ کہ تنہائی ختم ہو جائے گی۔ تو تنہائی جو ہے یہ آپ کی روح کی ویرانی کا نام

ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی بلکہ اندر سے زنگ لگتا ہے' پھر پارٹنر شپ ختم ہو گئی' کسی کے شریک ہونے کا غم ختم ہو گیا' جذبہ ختم ہو گیا یعنی نہ کسی کو شریک پاؤ اور نہ کسی کے ساتھ شریک رہو تو یہ تنہائی ہے اور یہ باہر سے نہیں آتی بلکہ اندر سے آتی ہے۔ آپ جا کر کسی محفل میں بیٹھ جائیں اور جب آپ نے کسی سے بات ہی نہیں کرنی تو پھر خود بخود تنہائی آئے گی۔ اور اگر کوئی کسی کو یاد کر رہا ہے کہ کسی کا خط آیا ہے اور اس نے خط میں لکھا ہے کہ آپ نے میرے خط کا جواب نہیں دیا اور ہے بھی پیار بھرا خط' کہاں سے اس نے لکھا اور کہاں پر بیٹھ کر اس نے لکھا' آپ کو یاد کر رہا ہے تو ایسے میں تنہائی نہیں ہو گی۔ تو گویا کہ دل میں یاد نہ ہو تو تنہائی ہے اور اگر دل آباد ہو تو تنہائی نہیں ہے' تو دل کی آبادی جو ہے یہ تنہائی کا علاج ہے اور اگر دل ویران ہو جائے تو تنہائی ہو گی۔ اور دل ویران نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کا ہمیں افسوس ہو گا کہ ساری عمر گزر گئی اور آپ روحانیت کا علم حاصل کرتے رہے مگر دل میں تنہائی ہے۔ تو تنہائی کیا ہے؟ یہ دل کی ویرانی ہے۔ اور تنہائی کب نہیں ہے؟ جب دل کی آبادی ہو۔ تنہائی نہ باہر سے آتی ہے اور نہ اندر سے آتی ہے بلکہ یہ بدقسمتی سے آتی ہے۔ تو تنہائی کب آتی ہے؟ بدقسمتی سے آتی ہے اور یہ اس وقت آتی ہے جب یاد کم ہو جائے۔ صحرا کے جاننے والے جانتے ہیں مثلاً" تھل کا علاقہ ہو' کہ ریگستان کی رات ہو اور بندہ اکیلا ہو' بس اس سے زیادہ کوئی تنہائی نہیں ہے' تو یہ "لگے" کی رات ہے' بس اس سے بڑی رات کوئی نہیں ہے جہاں انسان کو اس کی اپنی آواز بھی ڈرا دیتی ہے۔ اور ایسے ہوتا ہے! فقراء کہتے ہیں کہ قبر میں بھی

تنہائی نہیں ہوتی' رونقیں' میلے' سارے بزرگ وہاں آتے ہیں' وہاں سب تیار ہیں۔ ہم ان کو یاد نہیں کرتے بلکہ کمال کی بات ہے جو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی' آدھی زندگی میں آپ کے مانوس' آپ کے پاس رہنے والے چہرے' آپ کے محبوب رہنے والے چہرے سب وہاں رہتے ہیں۔ آپ کے ابا حضور بھی چلے گئے' پیر صاحب بھی چلے گئے' پرانے کلاس فیلو اور دوست بھی چلے گئے۔

غم دوستوں کے فوت کا اور ان کی جواناں موت کا
یہ دیکھ شیشے میں مرے ان حسرتوں کا خون ہے

تو جو آرزوئیں تھیں' اب یہ سارے لوگ وہاں ہیں' جنہیں آپ یاد کرتے ہیں وہ سارے وہاں چلے گئے۔ تو آپ کے دوست' بزرگ' درویش' پیر اور فقیر سب ادھر چلے گئے' میرا خیال ہے میلہ ادھر زیادہ لگ گیا ہے۔تو میلہ تو وہاں ہے اور میرا خیال ہے کہ اب میلے میں چلو۔ یا تو آپ کا محبوب کوئی نہ ہو یا پھر طویل زندگی نہ ہو کیونکہ محبوب کے بغیر طویل زندگی عذاب ہے۔ تو محبوب کسی انسان کا نام ہوتا ہے۔ نہ مقصد سے محبت' نہ نظریے سے محبت' نہ قوم سے محبت' نہ وطن سے محبت' نہ اِدھر سے محبت' نہ اُدھر سے محبت' صرف اور صرف بندے سے محبت اور بندوں میں سب سے بڑے بندے سے محبت اور محبتوں کی انتہا محبت الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بس محبت یہ ہے۔ تو محبت کس سے ہونی چاہیے؟ اللہ کریم اور اللہ کے حبیب پاکؐ سے ہونی چاہیے۔ محبت انسان سے ہو اور اس کے لیے جنس کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا نہ ہو' وہ تو جانتا ہے کہ یہ مجھ سے کس طرح محبت

کریں گے انہوں نے تو مجھے دیکھا نہیں ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ محبت کرو' وہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے' اس سے کیا محبت کریں گے' وہ اول بھی ہے آخر بھی ہے' اگر کوئی کہتا ہے کہ جو زندگی دیتا ہے وہ اللہ ہے اور مجھے اس سے بڑی محبت ہو گئی ہے تو اسے کہو کہ جو زندگی لے جاتا ہے وہ بھی تو اللہ ہے' تو پھر محبت کیا ہے؟ تو محبت اس وقت ہو گی جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب پاکؐ عطا فرمائے اور پھر ان سے آپ محبت کرو اور آپؐ کی زندگی سے محبت کرو اور آپؐ کے محبوبوں سے محبت کرو اور ان کے محبوبوں سے محبت کرو اور چلتے چلتے اپنے آپ سے محبت کرو اور پھر محبت والوں سے محبت کرو۔ تو زندگی یہ ہے کہ آپ محبت والوں سے محبت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شریعت کے فتوے لگاتے رہیں کہ انصاف کرو' پھر کسی کو مارو اور اسے بتاؤ کہ قبر کا عذاب مرنے کے بعد کیا ہو گا' کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے۔ ایسی کتابوں کا نام یہ بنتا ہے کہ اگر اللہ معاف نہ کرے تو کیا ہو گا؟ اور اگر اللہ معاف کر دے تو پھر کیا ہو گا! تو کیا اللہ معاف نہیں کرتا؟ اگر اللہ چاہے تو کافروں کو معاف کر دے' کیا آپ اسے روک سکتے ہیں۔ جنت میں بھی یہ لوگ فساد مچائیں گے کہ یا اللہ وہ شخص جنت میں کیسے آیا ہے؟ اللہ کہے گا کہ تیرے پاس آیا ہے۔ تو وہ کہے گا کہ ہم ایسی جنت میں نہیں رہیں گے۔ تو اللہ نے کہنا ہے کہ تو دوزخ میں چلا جا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تو اس سے راضی ہوں لیکن انسان نے ناراض ہو جانا ہے۔ کوئی شخص جو کسی انسان کے ساتھ رنجش رکھتا ہے وہ برباد ہو گیا۔ جنت کس کو کہتے ہیں؟ کسی انسان کے ساتھ عناد نہ رکھنا ہی جنت ہے۔ ہر ایک پر راضی رہنا' وہ جو

چوری کر کے لے گیا ہے اس پر بھی راضی رہنا' جو مال لے گیا اس پر بھی راضی رہنا۔ آپ جس سے نفرت رکھتے ہیں' ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی وہاں پر پہلے بیٹھا ہو' پھر تو آپ کی جنت رہ جائے گی۔ آپ نے اللہ کریم سے کہنا ہے کہ اس کو نکال تو اس نے اسے نکالنا نہیں ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ راضی رہنے کی کیفیت میں آ جائیں' اور جنت اسی کیفیت کا نام ہے اور جھگڑے کا نام دوزخ ہے۔ جو لوگ گھروں میں جھگڑے کرتے ہیں وہ توبہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ نہ لڑا کرو تو پھر پتہ ہے کیا کرتے ہیں؟ نفرت کی لڑائی کرتے ہیں۔ اور نفرت' غصہ وغیرہ تو جنت والی کیفیت تو نہیں ہے۔ جنت کا معنی ہے معاف کرنا' معافی دینا ---------- تو اور بات پوچھو ----------

سوال :۔

کیا ہم اس دنیا میں جنت اور دوزخ کا نظارہ کر سکتے ہیں؟

جواب :۔

یہی جنت ہے جو حاصل ہو سکونِ خاطر
اور دوزخ یہی دنیا ہے جو آباد نہیں

اگر سکونِ خاطر ہے تو یہی جنت ہے اور اگر یہ بھی حاصل نہیں ہے تو پھر یہ دوزخ ہے۔ تو سکون لینے کا ذریعہ کیا ہے؟ کہ سکون دو۔ عام طور پر گھریلو زندگی میں جس آدمی سے آپ کو گلہ ہے تو آپ یہ بھی دیکھو کہ اس کی زندگی میں آپ نے کیا نیکیاں کی ہیں کیونکہ اس کو بھی آپ سے گلہ ہے' آپ کو گلہ ہے تو اس کو بھی گلہ ہے کہ میرے لیے آپ نے کیا کیا ہے۔ تو دنیا کے اندر سکون دو گے تو سکون ملے گا ورنہ سکون

نہیں ملے گا۔ یہ جنت کا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ کہ اس کو سکون دو جس سے آپ کو سکون نہیں ملا اور معاف اسے کرو جس نے آپ کو معاف نہیں کیا' پھر دیکھو کہانی کیسے بنتی ہے' اگر آپ نے کہانی بنانی ہو تو' ورنہ تو پھر مشکل ہے۔ اب آپ اور سوال پوچھو ——————

سوال :۔

سر! وقت کیا ہے؟

جواب :۔

وقت یہ ہے کہ کوئی خوش نصیب بندہ آپ سے محبت کرے۔ وقت کے تین حصے میں نے پہلے بھی بتائے ہیں کہ ازل سے پہلے بھی وقت ہے' ازل کے بعد بھی وقت ہے' حال ماضی مستقبل وقت ہے' مگر اصل بات یہ ہے کہ جو لمحہ موجود ہے اس کا نام وقت ہے۔ جو لمحہ گزر گیا اس کا نام ماضی ہے اور جو ابھی آیا نہیں ہے اس کا نام مستقبل ہے اور وقت وہ ہے جو تیرے پاس ایک لمحہ ہے' اسی میں صدیاں ہیں' اسی میں زمانے ہیں' اسی میں واقعات ہیں' اسی میں آپ لوگ آتے ہیں اور اسی میں چلے جاتے ہیں اور یہ بہت ہی چھوٹا سا حصہ ہے' ایک Micro حصہ ہے' یہ ہے وقت' ٹائم ——————

سوال :۔

سر! اس کا مطلب یہ ہے کہ اس لمحے کا ادراک جو ہے وہی شعور ہے ——————

جواب :۔

وہ تو زندگی کا شعور ہے' Consciousness ہے اور آگہی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ لمحہ جو ہے یہ ۔

یہی ازل ہے
یہی ابد ہے
یہ ایک لمحہ ——————— ہمارے فکر و عمل کی حد ہے !!

تو یہ ایک لمحہ تمہارے فکر و عمل کی حد ہے۔ بس یہی حد ہے' اسی سے صدیاں بنتی ہیں اور اسی سے زمانے بنتے ہیں۔ پھر لوگوں نے اس لیے یہ کہا کہ وقت میں ہوں۔ وقت کو سمجھنا ضروری ہے' ایک شعر ہے کہ ۔

وقت کی آواز پر چلنا بجا
وقت کو آواز دینا ہے کمال

وہ لوگ جو وقت کے شاہسوار ہیں وہ زمامِ وقت روکنے والے ہیں' صاحبِ وقت زمانے روک گئے اور وقت کا راکب جو ہے وہ جا رہا ہوتا ہے اور وقت کا پتہ نہیں چلتا کہ ساکن ہو گیا' اور پھر جو ہوا سو ہوا' جو دیکھا سو دیکھا' جو بولے سو بولے' اور جب وقت کو Release کیا' دوبارہ چلایا تو وقت ریلیز ہو گیا۔ تو یہ راکبِ وقت کی بات ہے۔ ہم جو ہیں اور قسم کے لوگ ہیں اور ہم پر وقت حاوی ہے اور وہ لوگ وقت پر حاوی تھے اور حاوی ہیں' وہ زمانوں پر حاوی ہیں۔ تو وقت کو روکا جا سکتا ہے اور وقت جو ہے زمان و مکاں سے باہر ہے' جو لا مکاں میں عبادت کرتے ہیں

ان کا زمان و مکان سوا ہے۔ اب آپ یہ راز دیکھیں کہ آپ کہاں پر ہیں؟ باقی تو آسمان ہے جس میں سورج ہے' یہ وقت بنانے والا ٹائم میکر ہے اور سورج سے پرے جو کائنات ہے وہاں کیا وقت ہے۔ اور آپ جانتے ہو کہ بے شمار کائناتیں ہیں جہاں سورج نہیں ہے۔ جب سورج ہے نہیں تو وہ نکلے گا کیا اور وہاں وقت کیا ہو گا۔ وہ ہے اور یہی مالک کا حکم ہے' تو جو مالک کا حکم ہے وہ چل رہا ہے اور مخلوق کا خالق کے ساتھ رابطہ یہ ہے ——————

سوال :۔

توجہ کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب :۔

وہ ایک شعر ہے کہ ۔

وہ خود لیے بیٹھے تھے آغوشِ توجہ میں
بے ہوش ہی اچھا تھا ناحق مجھے ہوش آیا

تو توجہ اس کو کہتے ہیں۔ توجہ دور سے بھی ہوتی ہے اور قریب سے بھی ہو جاتی ہے۔ اس میں بڑا راز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی جا رہا ہے اور دوسرے کے پاس سے گزرا اور اس نے اس کے لیے دعا کر دی کہ یا اللہ اس کو سلامت رکھنا۔ بس اتنی سی بات کر دی اور توجہ ہو گئی اور کسی نے تسلیم نہیں کیا' کسی نے شور نہیں مچایا' جس کے لیے دعا کی ہے اس کو بھی معلوم نہیں ہو گا' اس کے دل کو بھی معلوم نہیں ہو گا لیکن یہ توجہ ہو گئی۔ توجہ دلانے والا دلاتا ہے۔ توجہ یہ

ہے کہ کسی کی نگاہ میں آنا' آگے وہ نگاہ خود ہی اصلاح کر دیتی ہے۔ پھر اسے ڈھالنا نہیں ہوتا بلکہ وہ خود بخود ڈھل جاتا ہے۔ وہ نگاہ ایسی ہوتی ہے کہ دوسرے کو خوش گوار دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اگر غمگین بندہ اس کی نگاہ میں آ جائے تو وہ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے کیونکہ وہ نگاہ ہی ایسی ہوتی ہے۔ تو اسے توجہ کہتے ہیں۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کے دل و دماغ میں آپ کے بارے میں ایک ایسا نقشہ پیدا ہو جانا جو اسے پسند ہے۔ یہ خود بخود ہو جائے گا۔ تو یہ توجہ ہے۔ یہ فزیکل لیول پر بھی ہے' مینٹل لیول پر بھی ہے' Spiritual لیول' روحانی سطح پر بھی ہے۔ آپ آدھی زندگی دوسروں کی توجہ سے گزارتے ہیں۔ اور آپ کی اپنی توجہ تو ہے ہی کوئی نہیں اور یہ کسی کی مہربانی کی توجہ ہے۔ کونج جو ہے وہ تنہا چلتی ہے' تو یہ پہاڑوں میں برف میں انڈے دے کر آ جاتی ہے یعنی انڈے ٹھنڈے علاقوں میں دے کر گرم علاقوں میں آ جاتی ہے۔ لوگوں نے دیکھا کہ برف کے اندر انڈے گرم تھے اور پھر ان سے بچے پیدا ہو گئے۔ تو یہ گرمی کہاں سے آئی؟ پتہ چلا کونج توجہ سے انڈوں کو سیتی ہے' ہزاروں میل دور سے اس کی توجہ سے انڈے پر گرمی پڑتی ہے۔ تو یہ بھی توجہ ہے۔ آج ایک راز میں آپ کو بتاتا ہوں' نام یعنی اسم اور مسمّٰی دو چیزیں ہیں' جس کا اسم ہے وہ مسمّٰی کہلائے گا' تو اسم اس کا تھا اور وہ مسمّٰی ہے' تو کچھ لوگوں کے نام عزت کے ساتھ مشہور ہو گئے اور کچھ لوگوں کے نہیں ہوئے۔ اگر کوئی عزت والا نام آپ نے پکارا کہ یہ نام والا فلاں کام کرتا تھا اور آپ نے وہ نام پکارا' وہ بندہ چلا بھی گیا' اگر نام اس کا مشکل کشا ہے اور ذات جو ہے وہ بہت دور ہے' مگر مشکل کشائی کا Title

ہے' وصف ہے کہ وہ کام کر دے' مشکل دور کر دے اور آپ نے بے وقت مشکل کشائی کا نام لے لیا کیونکہ آپ تو بعد میں آئے ہیں۔ تو وہ ذات جہاں بھی ہے اپنے اسم کی حفاظت کرے گی اور وہاں جا کر مشکل کشائی کرے گی۔ تو یہ توجہ ہے! تو توجہ کیا ہے؟ وہ نام جو مقدس ہو گیا وہ مقدس ہی رہے گا اور وہ ذات جس کا یہ نام ہے جہاں بھی ہے وہ اپنے نام کی حفاظت کرتی ہے۔ اور اگر اللہ سے بات کرتا ہے تو یہ اور ہی اچھی بات ہے۔ تو نیک ناموں کو نیک رہنے دینا' یہ توجہ ہے۔ کون کرتا ہے؟ اللہ کرتا ہے یا بندہ کرتا ہے؟ آپ جیسے مرضی کہہ لو۔ ہمارے حساب سے بندہ خود ہی کر لیتا ہے۔ تو مشکل کشاء ہی اپنے نام کو مشکل کشا بناتا ہے یہ ہمارا خیال ہے اور تمہارا خیال جو کچھ بھی ہو۔ جو کہتا ہے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے تو وہ اس لیے کہتا ہے کیونکہ وہ مانتا نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ نام کو پرانے ٹائیٹل کے ساتھ محفوظ رکھنا۔ یہ نہیں ہو گا کہ مقدس نام کسی آنے والے زمانے میں غیر مقدس ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو گا' وہ مقدس ہی رہے گا' یہ اسلام کی شان ہے۔ آستانہ بن گیا تو بنا ہی رہے گا۔ تو توجہ کیا ہوئی؟ کہ اپنے نام کے ساتھ مسمیٰ کی توجہ ہوتی ہے' اس نام کے سائے میں آ جاؤ تو توجہ مل جاتی ہے۔ اس لیے جو تمہارے دل میں ہے تم اس کے دل میں ہو۔ آپ اپنے دل کو دیکھیں کہ آپ کی توجہ کس طرف ہے؟ تو اس کی توجہ آپ کی طرف ہو گی۔ تو جو آپ کے دل میں ہے آپ کے دل میں ہیں ——— اب آپ لوگ دعا کرو اور تو دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ یا اللہ ہم پر مہربانی فرما! یا اللہ ہماری غفلتیں اور گناہ معاف فرما! ہم پر نوازش خاص

فرما! یا اللہ اپنے محبوب پاکؐ کی محبت عطا فرما! یا رب العالمین کرم فرما! ہم سے جو غلطیاں اور غفلتیں ہوئی ہیں ان سب کو معاف فرما! یا رب العالمین! اس ملک کو بھی سلامت رکھ اور ملک والوں کو بھی سلامت رکھ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا ومولٰنا محمدٌ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔



(۲)

۱ کچھ لوگ کلمے کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں خوفناک چیزیں نظر آتی ہیں' ذکر تو اللہ کا نام ہے پھر اس میں ایسی پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

۲ میرا ایک کام نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آیت کریمہ کا ''لکھ'' نکالا تو میرا کام فوراً ہو گیا----

۳ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کرتا ہے ----

۴ کیا نیت کا اچھا ہونا کوشش سے ہے یا کہ خداداد ہے؟

سوال :۔

کچھ لوگ کلمے کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں خوفناک چیزیں نظر آتی ہیں اور بعض اوقات دماغی توازن بھی خراب ہو جاتا ہے لیکن ذکر تو اللہ کا نام ہے تو اس میں ایسی پریشانیاں کیوں آتی ہیں؟

جواب :۔

دراصل آپ نے یہ پوچھا ہے کہ اللہ کے نام پر یا اللہ کے نام سے لوگوں کو دقت کیوں پیدا ہوتی ہے؟ آپ اللہ کے نام پر بکرے کو چھری پھیرتے ہیں تو بکرے کو دقت کیوں پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ آپ اللہ کا نام لے رہے ہیں لیکن اس سے بکرے کو دقت ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام لینے والا ساتھ ہی ایک ارادہ رکھتا ہے اور وہ اپنا ارادہ اللہ کے نام سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ بزرگوں نے ایسے ایسے واقعات کہے ہیں اور یہ واقعات ان کے بزرگ بننے سے پہلے کے واقعات ہیں کہ بعض اوقات انہیں کسی چیز کے حاصل کرنے کا خیال تھا' مثلاً" ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انہیں مٹھائی حاصل کرنے کا خیال تھا اور وہ بزرگ اللہ کو بہت یاد رکھتے تھے' کہتے ہیں کہ میرا گزر کسی حلوائی کی دوکان کے سامنے ہوا تو میں نے دل میں کہا کہ یا اللہ یہ حلوائی مٹھائی چھوڑ کر ہی مر جائے' بعد میں پتہ چلا کیوں نہ مٹھائی کی خواہش ہی کو ترک کر دیں اور اس حلوائی کو زندہ رہنے دیں۔ حالانکہ وہ بزرگ کہتے ہیں کہ

واقعی میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میں تیرا ذکر بھی کرتا ہوں اور تجھے یاد بھی رکھتا ہوں اور تیری نماز بھی پڑھتا ہوں تو کیا تُو ان کو میرے لیے مار نہیں سکتا تاکہ میں آسانی سے اپنا مقصد حاصل کر سکوں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ نے کہا کہ بعض اوقات انسان گناہ کے لئے بھی اللہ سے دعا کرتا ہے یعنی اس کی حکم عدولی کے لیے چور اس کے آگے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ آج تو تُو ہمیں موقعہ دے' تُو تو خالق ہے' مالک ہے' رازق ہے کہ آج رات گھر والے کو نیند آ جائے تو پھر یہ کیا ہی بات ہے' اس میں تیرا کیا جاتا ہے اور یہ سارا دس منٹ کا کام ہے۔ اور یہ بات سچ ہے کہ وہ واقعی یہ دعا کر کے نکلا اور اس نے کہا کہ میں اور میرا بیٹا تہجد پڑھ کر نکلے اور دعا کی کہ ان کو نیند آنی چاہیے۔ گویا کہ اِس کے اللہ اور اُس کے اللہ میں بڑا فرق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں برے آدمی کے لیے کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ اگر برا آدمی حج بھی کرے گا تو یہ بھی کوئی صحیح بات نہیں ہو گی۔ تو ساری بات نیت کی ہے۔ اگر اللہ سے محبت کرنے والے جن کو دنیا سے محبت نہ ہو' تو ایسے لوگ جب ذکر کریں گے تو اس میں منفعت ہو گی۔ اگر اللہ کریم کے دین سے آپ دنیاوی منفعت لینا چاہیں تو پھر آپ کو تو سانپ نظر آنے چاہئیں' یہ اچھی بات ہے تاکہ آپ وہ کام نہ کریں۔ مثلاً" ایک آدمی باآواز بلند ذکر کرتا جا رہا ہے اور ساتھ ہی پیسے بھی مانگتا جا رہا ہے' ایسا آدمی ذکر سے لوگوں کو ڈراتا بھی ہے۔ عام طور پر جو سوال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر جیب کٹ گئی۔ کیا وہاں ایسا ہوتا ہے کہ خدا کے گھر میں جیب کٹ گئی۔ ایک جیب کاٹنے والے کا بیان یہ ہے کہ خدا کے گھر سے مال نہ ملا تو پھر کہاں سے ملے گا! یعنی کہ ایسے ایسے لوگ ہیں۔ مطلب یہ ہے

کہ ذکر جو ہے یہ Sufficient نہیں ہے' کافی نہیں ہے۔ ذکر کا معنی ذکر بھی ہے' نماز بھی ہے' حج بھی' روزہ بھی اور زکوٰۃ بھی۔ تو جب تک نیت مومن نہ ہو آپ کے مومنانہ عمل مومن نہیں ہیں اور مومنانہ عمل میں سے ایک ذکر بھی ہے۔ اور اگر طوطا ذکر کرے گا تو پھر وہ امرود ہی کھائے گا کیونکہ طوطے نے ہرحال میں اپنی فطرت میں رہنا ہے۔ اس لیے بزرگ لوگ ان لوگوں کو ذکر کی اجازت نہیں دیتے جن کا تزکیہ نہ ہو چکا ہو۔ ایک آدمی پیر صاحب کے پاس گیا کہ جناب آپ حکم فرمائیں اور مجھے کوئی طاقت ور اسم پڑھنے کی اجازت دے دیں تو پیر صاحب نے کہا کہ اچھا دے دیں گے۔ تو وہ کچھ عرصہ کے بعد بھی نہیں مانا اور دوبارہ تقاضہ کیا تو پیر صاحب نے کہا کہ میرے پاس کچھ پیسے ہیں' یہ آپ لے لو' چند ہزار روپے اس وقت پڑے ہیں' ابھی آپ یہ لے لو' ذکر پھر کبھی آپ کو دیں گے۔ تو اس نے پیسے پکڑ لیے اور کہنے لگا کہ واللہ میرا یہ مقصد نہیں تھا' اچھا اگلی دفعہ آپ مجھے ذکر دے دیجئے گا۔ تو وہ ذکر نہیں مانگ رہا تھا بلکہ پیسہ مانگ رہا تھا۔ تو ایسی نیت والا اصل میں جو ذکر مانگ رہا ہے وہ بھی پیسہ مانگ رہا ہے۔ یہ واقعہ تو آپ لوگوں نے دیکھا کہ رانجھا بال ناتھ کے ٹیلے پر چلا گیا اور وہ جوگی کا ٹیلہ تھا اور وہ جوگ سکھاتا تھا' "جوگ" کا معنی؟ جوگی بنانا' سادھو بنانا' فقیر بنانا۔ اور رانجھے کو اچھا بھلا پتہ تھا کہ یہ فقیروں کا ٹیلہ ہے لیکن وہ وہاں چلا گیا۔ تو وہاں وارث شاہؒ نے ڈائیلاگ لکھا کہ بال ناتھ نے رانجھے سے کہا کہ آؤ میں تجھے فقیر بنا دوں' فقر عطا کر دوں۔ بال ناتھ نے کہا رانجھا جوان آدمی ہے' اس کی آنکھ گرم تھی اور اس میں محبت تھی تو اس نے کہا کہ تجھے فقر عطا کر دوں۔ رانجھے نے کہا کہ مجھے فقر تو نہ عطا کرو بلکہ مجھے ہیر عطا کرو تو بال

ناتھ نے کہا کہ یہ شعبہ تو ہمارا ہے ہی نہیں' اچھا اگر تو کہتا ہے تو چلو ٹھیک ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فقر ہی ہونا چاہیے۔ تو پھر ہیر کی تفسیر لکھنے والے کہتے ہیں کہ بال ناتھ اپنا کام کر گیا اور اس نے رانجھے کو فقیر بنا دیا۔ تو اس کے بعد آپ دیکھیں کہ ہیر کا قصہ یا رانجھے کا قصہ وارث شاہؒ کی زبان اور قلم پر چڑھا تو کیا سے کیا بن گیا۔ تو رانجھا فقیر ہوا اور اسے فقیر بنا دیا گیا اور اس کو فقر میں ایسے داخل کر دیا کہ رانجھے کو پتہ ہی نہ چلا کہ ہیر کی تلاش کر رہا ہے یا خدا جانے کس کی تلاش کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے شعبے میں Expert ہے' ماہر ہے۔ مرید بہت "کاریگر" ہوتا ہے یعنی جو طالب ہوتا ہے وہ اکثر کاریگر ہوتا ہے اور وہ اپنی خواہش چھپا کر بیٹھتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ سرکار بندہ حاضر خدمت ہے کوئی حکم فرمائیں۔ آپ کو ایک پیر صاحب کا واقعہ سنائیں' ان کے پاس دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ مہمانوں سے بات کر رہے تھے کہ ہمارا یہ جو آدمی ہے یہ کتنا مسکین بن کر بیٹھا ہے لیکن اس نے دو دفعہ ہماری گائیں بیچی ہیں۔ تو وہ کہتا ہے کہ سرکار مجھے ضرورت تھی' میں نے سوچا کہ آپ کو کیا فرق پڑتا ہے اگر میں اس کو بیچ ہی دوں۔ پیر صاحب کہتے ہیں کہ یہ پھر میرے پاس ہی بیٹھا ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر یہاں پر کیوں بٹھایا ہوا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ اتنا کام کرنے کے بعد چلو یہ اللہ کا نام تو سنتا ہے' کبھی نہ کبھی اثر ہو جائے گا۔ لیکن بات یہ ہے کہ صرف نام بولنا اور نام سننا اثر کا ذریعہ نہیں ہے۔ اس دنیا کے اندر اذان سننا جو ہے یہ نماز پر جانے کی دعوت ہے لیکن یہ چند لوگوں کو دعوت ہے' وہ سنتے ہیں جو دعوت مانتے ہیں اور باقی سنتے ہیں لیکن نہیں سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں لیکن نہیں دیکھتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ سڑک پر

ایک آدمی جاتے جاتے رک گیا کہنے لگا کہ یہ گلاب ہے اور کیسا گلاب ہے! وہ سوچنے لگ گیا اور حیرت میں چلا گیا' دوسرے نے کہا کہ یہ کیا گلاب ہیں' وہاں بڑے گلاب کھلے ہوئے ہیں اور یہ تو بازار میں عام ملتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایک نے وہاں قدرت کا کرشمہ دیکھا۔ یہی نظارے ہیں اور یہی دنیا ہے اور جب چاہے وہ ذات کسی آدمی کو اپنی طرف متوجہ کر لے اور جب نہ چاہے تو بے شمار قافلے گذرے لیکن انہیں کچھ نہ ہوا۔ تو کفر بھی اسی سڑک پر گزر رہا ہے اور ایمان بھی اسی سڑک پر سے گذر رہا ہے۔ آپ لاہور کے اندر داتا صاحبؒ کا دربار دیکھیں' انہی بازاروں میں سے چور بھی گزرے ڈاکو بھی گزرے' چادر چڑھانے والے حکومت کے اکابرین بھی گزرے' انہی کے اندر ولی بھی گزرے' رات کو جانے والے بھی آئے' بابا فرید گنج شکرؒ جن کا کچہری کے پاس چلہ گاہ ہے اور یہاں سے وہ ادب میں گھٹنوں کے بل جایا کرتے تھے اور میاں شیر محمد صاحبؒ شرق پور شریف والے راوی کے پاس آکر سلام کر کے چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ آگے تو میری ہمت نہیں پڑتی۔ اب کئی لوگ داتا صاحبؒ کے ہاں دربار کے اندر بیٹھے ہوں گے' ان کی خوراک' کھانا وغیرہ اور طرح سے ہو گا یعنی کہ ان کی بالکل ہی کوئی اور زندگی ہو گی' کبھی کسی نے ایک آدمی سے پوچھا کہ لاہور میں چرس کہاں ملتی ہے؟ کہنے لگا کہ یہ کیا مشکل ہے' جہاں کوئی مزار ہو گا اس کے آس پاس ہی ملے گی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ روشنی کے آس پاس ہمیشہ ہی اندھیرا بیٹھتا ہے۔ تو ثابت کیا ہوا کہ ان کے لیے روشنی' روشنی نہیں ہوتی' حالانکہ وہ ذکر سنتے رہتے ہیں اور ہر وقت سنتے رہتے ہیں اور ہر وقت ہی ذکر کی بات ہوتی ہے۔ تو ذکرِ خیر کی خوبی یہ ہے کہ ایک تو آپ

کی نیت صرف اللہ ہو اور پھر اجازت دینے والے نے بتایا ہو۔ اگر کسی کی نیت دنیاوی ہے اور وہ بتائے بغیر ہی شروع ہو گیا اور اس کو کسی کام میں استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ استعمال میں نہیں آئے گا۔ تو جس آدمی کو ذکر سے نقصان ہوتا ہے اس کی نیت کے اندر گڑ بڑ ہے ورنہ تو اللہ کا نام ہی اور پھر اللہ کی تمنا کرنا بڑی بات ہے اور یہ تمنا ہی ذکر ہے۔ تو یہ تمنا بذات خود ہی ذکر ہے کہ چل رہے ہیں تو بھی ذکر ہو رہا ہے۔ تو بغیر اجازت کے کاریگری کرنا اچھی بات نہیں ہے اور کیا آپ "کاریگری" کا مطلب سمجھتے ہیں؟ یعنی مجاہد والا عمل کرنا لیکن مجاہدانہ جذبے کے بغیر اور فقیروں والا عمل کرنا لیکن فقیر نہ ہونا۔ حالانکہ عمل تو بالکل برابر ہے' کسی آدمی کا آپ کو پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ پیر ہے' فقیر ہے یا غیر فقیر ہے یا کون ہے اور کون نہیں ہے کیونکہ عمل تو سارے کے سارے کرتے رہیں گے کھائیں گے' پئیں گے' اِدھر جائیں گے' اُدھر جائیں گے' سارے ہی واقعات ہوں گے لیکن یہ نیت کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ نیت نہ ہو تو قرآن کریم سے بھی ہدایت نہیں ملتی کیونکہ ہدایت حاصل کرنے کے لیے متقی ہونا شرط ہے اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ تو پھر آپ کو ہدایت ملے گی۔ تو ہدایت سے پہلے تقویٰ ہونا چاہیے۔ اور اگر آپ اللہ کے اسم کو یا قرآن پاک کو تعویذ کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو وہ اثر تو کرے گا لیکن ہو سکتا ہے کہ نہیں بھی کرے۔ اگر آپ قرآن مجید کو رمل کے لیے استعمال کر رہے ہیں' فال کے لیے استعمال کر رہے ہیں' کسی اور عمل کے لیے استعمال کر رہے ہیں' کسی اور کا راستہ روکنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور اپنی دنیا کو بڑھانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں تو قرآن عاقبت کی' آخرت کی دعوت دیتا ہے لیکن آپ قرآن

کو استعمال کرتے ہیں دنیا کے لیے' اس طرح تو آپ بالکل اللہ کے مقابلے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً" قرآن کریم نے آپ کو اطلاع دی کہ یہ پرانی امتوں کا واقعہ ہے یعنی کس طرح لوگ آئے اور چلے گئے' ویرانیاں چھوڑ گئے اور تم نے بھی یہاں نہیں رہنا ہے' یہاں ہرچیز فنا ہونے والی ہے' آپ کا یہ آخرت کا سفر ہے۔ لیکن آپ اسی چیز کو دنیا حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو' ورنہ تعلیم کو مدعائے تعلیم کے برعکس استعمال کرنے سے وہ تعلیم پھر آپ کو فائدہ نہیں دے گی۔ تو منشائے تعلیم اور ہے لیکن آپ اسے کچھ اور طرح سے استعمال کرنا چاہتے ہو' دین کو دنیا کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو' نتیجہ آپ کے لیے بڑا ہی نقصان دہ ہے۔ پھر وہ جو آپ کو سانپ بچھو وغیرہ نظر آتے ہیں وہ تو پھر اطلاع ہے کہ آپ کا یہاں کچھ کام نہیں ہے۔ تو صرف ذکر کرنا Sufficient نہیں ہے' کافی نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اس طرح کا ذکر کرنا کہ جب تک آپ کی طبیعت نہ ہو' میلان نہ ہو' نیت نہ ہو اور آپ کو کسی نے بتایا نہ ہو۔ کبھی آپ کسی بزرگ کے آستانے پر جا کر دیکھو تو ساری رات لوگ جاگ رہے ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ غلط نیت سے بھی جاگ رہے ہوتے ہیں۔ تو وہاں جاگنا کافی نہیں ہے بلکہ یہ دیکھو کہ جاگنے کی نیت کیا ہے' آپ جہاں جا رہے ہو وہاں نیت کیا ہے؟ تو یوں نیت کو پہچانتے ہیں۔ آپ کسی بزرگ کا عرس لے لیں' آپ داتا صاحبؒ کا عرس ہی لے لیں' تو ان کا جو دن مناتے ہیں' یاد مناتے ہیں تو اس میں جو ماننے والے ہیں ان پر تو وہ کیفیت طاری ہو گی جو اس بزرگ کی دی ہوئی کیفیت ہے' اس بزرگ کی دی ہوئی قربانیوں کی کیفیت جو ہے وہ ان پر طاری ہو گی اور وہ اس جذبے میں سرشار ہو جائیں گے۔

اور باقی لوگ اس فنکشن کو کاروبار بنائیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ داتا صاحبؒ کا عرس ہو رہا ہے' عرس اس بزرگ کی بزرگی کا واقعہ ہوتا ہے' تو وہاں پر دوکان لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو عرس تو بزرگان کا ہو رہا ہے اور وہ کوئی بزرگی کا واقعہ ہو گا' ان کی یاد ہو گی' اور یہ کہتا ہے کہ بھاٹی گیٹ پر دوکان کھولنی چاہیے۔ بزرگ وہ تھے اور دوکان آپ کھول رہے ہیں' حتیٰ کہ سرکس بھی ضرور ہونی چاہیے اور یہاں چینی کے برتنوں کی دوکان بلکہ بازار بھی کھل جانی چاہیے کیونکہ یہ عرس ہے اور یہ سب کھل جانا چاہیے' عرس کے دوران لوگ دودھ بھی جا کر ضرور پیتے ہیں' وہاں عرس میں خالص دودھ دینا چاہیے اور فی سبیل اللہ سبیل لگ گئی۔ مدعا یہ ہے کہ ایک عرس کے نام پر دنیا دار اپنی دنیا بناتا جا رہا ہے اور دین دار جو ہوں گے وہ دین کے لیے آئیں گے کہ آج عرس ہے اور دیکھتے ہیں کہ آج بزرگ ہم سے کیا فرماتے ہیں۔ وہ سنگت اور ہو گی' وہ لوگ اور ہوں گے جو جا کر ان سے ان کے شعور کی بھیک مانگیں گے اور باقی سارے کے سارے لوگ کاروبار کریں گے۔ چادریں چڑھانے والا اس نیت سے جائے گا کہ اس بزرگ کے آستانے پر چادر چڑھائی جائے اور آپ بیچنے والے کی نیت دیکھو کہ وہ کس نیت سے بیٹھا ہے کیونکہ وہ مہنگے دام چادریں بیچتا چلا جائے گا اور کہتا ہے کہ بہت اچھا کاروبار ہے' داتا صاحبؒ کا آج بڑا کرم ہے کہ آج تو پندرہ چادریں بک گئی ہیں۔ اور جہاں جا کر وہ چڑھتی ہیں تو انہوں نے پھر آگے بیچ دینی ہیں بلکہ لوگ کہتے ہیں کہ اسی دوکان پر واپس آ جاتی ہیں۔ تو یہ واقعہ ہوتا ہے اور اس واقعے کے اندر آپ دیکھیں کہ نیت کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔ تو انسان کی اپنی نیت کے اندر بڑا دھوکا ہے۔ یہ دھوکا درمیان سے نکل جائے تو پھر

سارے کا سارا الٰہیات کا سفر ہے۔ اس لیے اس بات کو بڑے غور سے دیکھیں کہ بڑے بڑے وظیفہ کرنے والے' بڑے بڑے پیر خانوں میں جانے والے' بڑی بڑی عمر گزارنے والے نیت کے لحاظ سے' اندر سے وہی کے وہی ہوتے ہیں۔ تو چند لوگ ہوتے ہیں جو مقصد کو پالیتے ہیں جیسے پیر مہر علی شاہؒ نے فرمایا ہے کہ ۔

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

یعنی کہ بے شمار لوگوں نے سمندر کے اندر غوطہ لگایا' عشق کے بحر کے اندر غوطہ لگایا اور تلاش کی مگر چند لوگوں کو موتی نصیب ہوا' باقی سارے کے سارے جو ہیں وہ مچھلیاں پکڑتے رہے' اپنی منفعت کی مچھلیاں' یعنی اپنے کاروبار ہی کرتے رہے۔ تو چند آدمی ہوتے ہیں جو راز پا گئے' مراد پا گئے اور باقی سارے کے سارے منفعت طلب ہوتے ہیں۔ اس لیے پہلے سوچنا یہ چاہیے کہ آپ کی نیت کیا ہے' پھر ذکر شروع کریں ورنہ ذکر کرنا ایسے ہے جیسے ہلاک ہونا یعنی خالی اللہ کا ذکر کر دو اور یہ کہو یا اللہ میں تیرے نام پہ چلا ہوں اور اندر سے نیت کچھ اور ہو' تو بعض اوقات اللہ اس بات کو مائنڈ کرتا ہے کہ دیکھو تو نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ میں آپ سے محبت کے لیے آیا ہوں مگر تو نے محبت کے بجائے وہاں سے کچھ اور ہی چیز اٹھالی اور کہتے ہو کہ یہ مجھے راستے میں نظر آگئی تو میں نے کہا کہ اسے اٹھا ہی لو۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ چیزیں اٹھانے والی بات نہیں ہے بلکہ جب آپ اللہ کی نیت سے چلے ہو تو پھر اس کی نیت سے ہی چلو۔ بے شمار لوگ جو ہیں وہ عبادت گاہوں میں برباد ہوئے اور بے شمار لوگ آباد ہو گئے اور کامیاب ہو گئے۔ بے شمار لوگ خانقاہوں کے اندر برباد ہوئے بلکہ وہ لوگ ایمان سے بھی گئے'

انہوں نے خانقاہ کی صندوقچی پر نظر رکھی' وہاں سے پیسے لیے' کوئی بندہ گیا تو اسے کہا آپ کی دعا اللہ کے ولی کی مہربانی سے منظور ہو جائے گی بس آپ جو چاہو دے دو۔ تو وہ اس شخص سے وہاں خانقاہ پر منفعت لے رہا ہے۔ خانقاہوں کے سامنے بیٹھ کر لوگ اندھیرے بیچتے رہتے ہیں بلکہ خانقاہ کے اندر بیٹھ کر لوگ تعویذ بیچتے رہتے ہیں' پیری کرتے رہتے ہیں' اور کئی واقعات کرتے رہتے ہیں۔ تو خانقاہوں میں بھی کئی لوگ برباد ہوئے' عبادت گاہوں میں بھی کامیاب ہوئے' مدرسوں میں' دینی مدرسوں میں بھی کامیاب ہوئے' ظاہری اور باطنی دونوں۔ یہ جو لوگ ہیں ان کے اندر سارے نہیں کچھ نہ کچھ لوگ ہیں جو اپنا ایمان دے بیٹھے ہیں' اسی طرح ایمان کے مرکزوں میں بڑے بڑے کمزور ایمان والے پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ کے اندر آپ کو سنگ دل ملے گا بلکہ وہاں تو زیادہ ملے گا۔ آپ نے سنا ہو گا کہ خانہ کعبہ کے اندر فتنہ فساد ہوا' اس سے پہلے بھی ہوا' آج سے چند سال پہلے یہ ہوا کہ ایک آدمی نے امام ہونے کا دعویٰ کیا' فرض کرو دعویٰ جھوٹا تھا لیکن آپ اس کو موقعہ تو دو۔ مقصد یہ ہے کہ ایک جھوٹے آدمی نے امام ہونے کا دعویٰ کیا تو دعویٰ کی دلیل تو آپ نے سنی نہیں ہے بلکہ اس کو شوٹ کر دیا۔ مقصد یہ ہے کہ کہیں کوئی امام کا دعویٰ ہو تو وہ لوگ مارنے کے لیے تیار بیٹھے ہوں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کو تسلیم نہیں کرنا ہے مگر جھوٹے کو تسلیم کرنا بہتر' سچے کو مارنے سے۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ ایک ایسا شعبہ ہے کہ وہاں جھگڑا ہے اور اللہ کا خاص حکم ہے کہ میرا گھر دارالامن ہونا چاہیے' میرے گھر کے اندر جوں' مکھی' مچھر نہیں مارنا یعنی وہاں ایسا کوئی فعل نہ ہو مگر وہاں پر ان لوگوں نے ٹینک چلائے۔ آپ بتاتے ہیں کہ وہاں عیسائی یا یہودی کوئی سرنگ بنا رہے تھے

اور وہ بڑے ظالم تھے' یہ ہوا وہ ہوا۔ مگر یہ کام تو آپ مسلمان خود کرتے رہتے ہیں' توپیں' بندوقیں اور ٹینک آپ خود چلاتے رہتے ہیں۔ تو یہ جو زندگی ہے اس میں یہیں پر سنگ دلی زیادہ پیدا ہوتی ہے جہاں نرم دلی پیدا ہونی چاہیے اور قبرستان کے اندر جو قبر کھودنے والا ہوتا ہے وہ شقی القلب ہوتا ہے حالانکہ وہ ہر روز مردے دفن کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کفن بیچنا کاروبار ہے تو میں کیسے اللہ کو مانوں۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ تو ہر روز موت دیکھتا ہے' تو عبرت سیکھ' تو اس نے کہا کہ میں عبرت کیسے سیکھوں میرا تو کام ہی مردوں سے پیسے نکالنا ہے اور میرا یہ کام بڑا مشکل ہے۔ وہ اس طرح مانگتا ہے کہ اتنا بڑا بندہ اور مشہور بندہ مرا ہے مجھے دے کیا رہے ہو' چند سو روپے' خود ہی سوچو! اور یہ کون کہہ رہا ہے؟ قبر کھودنے والا کہہ رہا ہے یعنی کہ وہ قبر سے بھی سلامی لیتا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مردے کی بھی قیمت لگاتا ہے کیونکہ یہ وہاں سنگ دل ہو جاتا ہے۔ تو قبر کھودنے والے عام طور پر سنگ دل ہو جاتے ہیں' نہ ان کو زندگی کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ موت کی فکر۔ کسی نے اس سے کہا کہ یہ کیا قبر کھودی ہے نیچے سے تو ہڈیاں نظر آ رہی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ اس پر مٹی ڈال دیتے ہیں' دیکھا جائے گا' دونوں مل کر گزارہ کر لیں گے' یہ کوئی زندہ ہیں کہ جھگڑا کریں گے' یہ تو مل کے رہتے ہیں اور بڑے آرام سے رہتے ہیں' ان کو کوئی فرق نہیں پڑتا' پرانا قبرستان ہے کئی کئی مردے ایک قبر میں دفن ہو چکے ہیں۔ لاہور کی کتنی آبادی پھیل گئی ہے مگر میانی صاحب کا قبرستان تو نہیں پھیلتا' تو آپ لوگ سوچو کہ یہ لوگ کدھر جائیں' تو وہ کہتا ہے کہ مل جل کے یہ کاروبار چلتا رہتا ہے۔ تو وہ بالکل ہی سنگ دل ہو جاتا ہے۔ تو ہر وہ جگہ

جہاں نرم دلی کا پیغام ہوتا ہے وہیں سنگ دلی بنتی ہے۔ تو پیر خانوں میں ایسے ایسے ظالم آدمی بھی ملیں گے کہ ایک بڑے محبت نامے والا مرید آیا تو اس نے عرض کی کہ پیر صاحب سے ملنا ہے تو خادم نے کہا کہ پیچھے ہٹ کر بیٹھو' خبردار! تو وہ کہتا ہے کہ مجھے بڑی تکلیف ہے اور میرے دل کی گہرائیوں سے درد اٹھ رہا ہے۔ تو آگے سے کہا جاتا ہے کہ خبردار پیچھے ہٹ کر بیٹھ۔ اور ادھر سے اگر جنرل صاحب آ گئے تو اس نے جا کر کہا کہ جنرل صاحب تشریف لائے ہیں تو پیر صاحب ہمہ وقت وہاں چلے گئے۔ اب پیر صاحب کو پتہ نہیں ہوتا کہ جنرل کون ہے اور درد والا کون ہے بلکہ وہاں جو خادم کھڑا ہوتا ہے وہ سنگ دل انسان ہوتا ہے۔ یہ آپ نے سنا ہو گا کہ روضہ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت ہمارے لوگوں کا ارادہ ہوتا ہے کہ ؎

تیری خیر ہووے پہرے دارا روضے دی جالی چم لین دے

یعنی اے روضے کی جالی کے پہرے دار تیرا بھلا ہو' ہمیں جالی کو چوم لینے دے۔ تو یہاں کے لوگوں کی عقیدت ہے چومنا۔ وہ لوگ اس کو نہیں سمجھ سکے اور وہ کہتے ہیں کہ "ھٰذا حرامٌ ھٰذا حرامٌ" اور ایسا ہوتا رہا ہے کہ اگر اس کو پیسے دے دو تو وہ کہتا ہے کہ "ھٰذا حلالٌ" اب آپ چوم لو۔ تو وہاں رشوت چلتی ہے۔ آپ لوگ تو ڈر گئے' ایسا بالکل ہوتا ہے اور یہ ان لوگوں کی بتائی ہوئی بات ہے جو ایسا کر کے آئے ہیں۔ تو جو چاہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کے روضے کی جالی کو ہاتھ لگانا ہے تو وہ اس کو پیسے دے دیتے ہیں پھر وہ ان کو چومنے کی اجازت دے دیتا ہے' وہ پیسے گنتا رہا اور یہ جالی مبارک چوم کر آ گیا۔ تو وہ وہاں کھڑے کھڑے حضور پاک ﷺ کی تعلیم کے برعکس عمل کر گیا ہے۔ اور

اگر وہاں کسی سے یہ پوچھا جائے کہ آپ لوگ ایسا کیوں کرتے ہو کہ ہاتھ نہیں لگانے دیتے تو وہ اس کا جواب یہ بتاتے ہیں کہ اگر ہاتھ لگانے دیا جائے تو یہ لوگ چوم چوم کر ذرہ ذرہ ساتھ لے جائیں۔ آپ جانتے ہوں گے لوگ تبرکاً" غلافِ کعبہ کاٹ کر لاتے ہیں' کہتے ہیں کہ اس سے اللہ کو کیا فرق پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کی مٹی اٹھا کر لاتے ہیں کہ وہاں سے یہ پتھر ملا ہے' خانہ کعبہ تھوڑا سا اکھڑا ہوا تھا تو میں نے یہ ٹکڑا جیب میں ڈال لیا کہ چلو دیکھا جائے گا' اس کے گھر کو کیا فرق پڑتا ہے۔

جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم بن جاندا اے میرا

اور یہ کہ۔

وچ خزانے تیرے یا رب ہرگز تھوڑ نہ کوئی

یعنی اے اللہ تیرے خزانے میں کیا کمی ہو سکتی ہے' تو اس ٹکڑے کے جانے سے تجھے کیا کمی ہو رہی ہے۔

بات بنتی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

تو وہ کہتا ہے کہ میں وہاں خانہ کعبہ سے یہ پتھر لایا ہوں۔ خانہ کعبہ سے کیسے لائے؟ وہاں یہ کچھ اکھڑا ہوا تھا۔ اس لیے درویش عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ حج نہیں کرنا؟ کہتا ہے کہ نہیں۔ کیوں نہیں؟ کہتا ہے کہ یہ جو دل کے اندر محبت ہے کہیں یہ بھی میں نہ دے آؤں' کہیں ایسا نہ ہو کہ وہاں جا کر یہ محبت ہی نہ نکل جائے۔ اب یہ دور کا احترام ہے اور اگر وہاں جا کر دیکھیں تو اور نہ ہو جائے۔ اب تو دل کے اندر ایک زندہ انسان کی محبت ہے وہاں جا کر کہیں مزار ہی نہ بن جائے' وہاں صرف خانقاہ ہی نظر نہ آنے لگ جائے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اس لیے میں اپنے محبوبوں کے مزار پر بھی نہیں جاتا کہ اب تو محبوب بندہ ہے' پھر کہیں مزار نہ بن

جائے' جیسے آپ لوگ فوٹو لگاتے ہیں' کسی مزار کا فوٹو لگاتے ہیں' اب تو پھر بھی میرے ذہن میں انسان ہے' دل میں ہے' محبت کرتا ہوں' درود شریف پڑھتا ہوں اور اس درود شریف کو جو زندہ انسان کے ساتھ ہے کہیں مزار بنا لوں۔ تو وہ درویش یہ کام اس لیے نہیں کرتا ——————— پھر یہ حکم ہوا کہ حج کرنے کے فوراً" بعد باہر سے آنے والے مہمانوں کو فٹافٹ رخصت کر دو' واپس بھیج دو کیونکہ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ وہاں ماحول سے مانوس ہو جائیں تو جو ان کے اندر Respect' احترام ہے وہ Ordinary Life' عام بات میں نہ بدل جائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت جامیؒ کو حج کرنے کا حکم نہیں تھا کیونکہ کہتے ہیں کہ اگر وہ حج کریں تو سارے واقعات لرز جائیں یعنی کہ وہ عشق والا آدمی ہے تو وہ کس طرح جائے گا' اس کا سفر راستے میں ہی روکنا مقصود ہے' عاشق کو حج کرنے کا موقعہ ہی نہیں ہوتا اور باقی لوگ وہاں پر بے دریغ جاتے ہیں' وہاں پر لوگ اونچا بھی بولتے ہیں' دوسرے واقعات بھی کرتے رہتے ہیں' لین دین بھی کرتے رہتے ہیں' مسجد نبویؐ میں بیٹھ کر ایک دوسرے کو پتے Exchange کرتے رہتے ہیں' اپنے وزٹنگ کارڈ دیتے ہیں' کہتا ہے کہ آپ کون سا کاروبار کرتے ہو؟ کہتا ہے کہ میں شیئرز کا کاروبار کرتا ہوں کہتا ہے کہ تو؟ کہتا ہے کہ میں فلاں کاروبار کرتا ہوں۔ تو کہتا ہے کہ اچھا پھر وہاں ملیں گے اور ہم مل کر کوئی ایل۔ سی کھولیں گے۔ جاتے ہوئے کہتا ہے کہ بڑا سرکارؐ کا کرم ہے کہ ایک بار حج کرتے ہیں تو اگلے حج کا خرچ نکل آتا ہے' بس اللہ کا کرم ہے' مہربانی ہے۔ کہتا ہے کہ حج کرتے ہو تو خرچ کیسے نکل آتا ہے؟ کہتا ہے کہ سامان ہی ایسا آتا ہے اور یہ قسمت کی بات ہے کہ وہ بک جاتا ہے اور پھر حج کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے' بس

پہلا حج مشکل ہوتا ہے' پھر تو حج میں سے دوسرے حج نکلتے رہتے ہیں' یہی سمگلر ہے جو حج سے حج نکالتا ہے۔ تو وہاں یہ سارے واقعات چلتے رہتے ہیں' یہ سارا قصہ چلتا رہتا ہے ——— اس لیے ذکر Sufficient' کافی نہیں ہے جب تک کہ آپ کے اندر ایمان قائم نہ ہو' اور نیت قائم نہ ہو' تو خالی ذکر سے یا نیک مقامات پر جانے سے نیکی پیدا نہیں ہو جاتی۔ نیکی آپ کے اندر پیدا ہو تو پھر ان مقامات سے نیکی Develop' پیدا ہوتی ہے اور اگر نیکی اندر پیدا نہ ہو تو بہتر ہے کہ آپ کہیں نہ جاؤ۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے اندر کیا خواہش ہے۔ تو اچھی جگہ جو ہے وہ برے آدمی کے لیے بھی کوئی خاص اثر نہیں دکھاتی ——— نیت کی اصلاح ہونی چاہیے' پھر اس کے بعد عمل کرنا چاہیے ورنہ عام طور پر نیک عمل نیکی پیدا نہیں کرتا جب تک نیک نیتی نہ ہو۔ بے شمار لوگ ہیں جو نیک عمل میں آپ کو نظر آئیں گے لیکن بد نیتی میں بھی نظر آئیں گے۔ تو ایسے انسان کا عمل نیک ہے اور نیت بد ہے' ماحول اچھا ہے لیکن بندہ برا ہے کیونکہ کسی نہ کسی طور پر اس کے اندر برائی موجود ہے۔ تو نیک محفلوں کے اندر بھی بدی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے اگر ایک آدمی نیت کا کھرا ہو کہ وہ جو کہے وہی کرے اور جو چاہے وہی چاہے تو پھر سارا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اس طرح بے شمار لوگ جو پیروں کے پاس بیٹھنے والے تھے انجام کار وہی گھٹیا کے گھٹیا نکلے۔ کہتا ہے کہ میرے پیر نے کمال کر دیا' کیا کر دیا؟ کہ ہم جب ان کے پاس گئے تھے تو بڑے غریب تھے جب انہوں نے نگاہ کی تو دولت آ گئی' تو دوسرے نے کہا کہ تیرے پیر صاحب نے تجھ پر بہت بری نگاہ کی کہ تجھے دنیا کا غلام بنا دیا اور پھر اس نے کہا کہ جب میں اپنے پیر صاحب کے پاس

گیا تو میں بڑا دنیا دار تھا' بڑا مال تھا' جب میرے پیر صاحب نے نگاہ کی تو میرے سب مال کا صفایا ہو گیا' میری مال سے ایسی نجات ہوئی کہ اب میں صرف اللہ ہی اللہ کرتا ہوں۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ دونوں باتیں ہیں کہ نگاہ ہوتی کیا ہے؟ اور کیا نگاہ دنیا کے اندر اضافہ کرنے کا نام ہے یا دنیا کی تمنا میں کمی کرنے کا نام نگاہ ہے' کیا نیت کی اصلاح کا نام نگاہ ہے' کیا پار جانے کا نام نگاہ ہے۔ یہ سب سوچنا چاہیے۔ اصل میں اپنی نیت کا نام نگاہ ہے۔ ورنہ آپ پیسے کا عمل قرآن سے نکالو گے تو نکل تو آئے گا لیکن آپ نہ ہی نکالو بلکہ آپ پیسے کا عمل دنیا سے نکال لو۔ تو پیسے کے لیے قرآن پاک کو استعمال نہ کرو۔ اور ھذا من فضل ربی یہ کتنا خوبصورت مقام ہے کہ یہ میرے اللہ کے فضل سے ہے' اور اگر رشوت سے مکان بنایا ہے تو اس پر تو ھذا من فضل ربی نہ لکھو۔ وہ کسی نے کوٹھی پر لکھا ہوا تھا کہ:

یہ بن گئی رب سببی ہے
ھٰذا من فضل ربی ہے

کہتا ہے کہ یہ کوٹھی پہلی تو نہیں' دوسری ہے یا تیسری ہے اور یہ بن گئی رب سببی ہے۔ تو یہ بات ایسی نہیں ہے اور ھٰذا من فضل ربی یہ نہیں ہے بلکہ ھٰذا من فضل ربی وہ ہے جو واقعی اللہ کے فضل سے ہو اور سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ تیری نیت کی اصلاح ہو جائے' نیت درست ہو جائے ——— اس لیے ذکر کی محفل میں ضرور جانا چاہیے لیکن نیت جو ہے یہ ذکر ہی ہونی چاہیے۔ ذکر کی نیت اگر اللہ ہے تو پھر اللہ کا قرب ہونا چاہیے ورنہ اگر دنیا کا قرب ہے تو پھر اللہ کے ذکر کی بجائے دنیا کی محفل میں جاؤ۔ کہتے ہیں کہ اسے کہا تھا کہ تو کستوری لے

کر آ اور وہ ہینگ لے کر آ گیا ہے! تو انسان کی نیت صحیح ہونی چاہیے ورنہ دنیا کے اندر' دنیا کی تمنا تو کافروں کے پاس بھی ہے اور آپ وہ ویسے ہی محنت سے پوری کر لو۔ تو ذکر جو ہے وہ اس شخص کو منفعت دے گا جس کی نیت اللہ ہو ورنہ آپ ہمارے خیال کے مطابق ذکر نہ ہی کرو تو بہتر ہے اور اگر آپ ذکر کرتے ہو تو پھر اللہ سے محبت کی شرط ضروری ہے۔ محبت شرط نہ ہو اور آپ صرف خالی ذکر کرتے جا رہے ہو تو کیا ذکر کرتے جا رہے ہو! آپ تو وہاں خانہ کعبہ میں جا کر بھی جھگڑا کرتے ہو اور گناہوں کے پورا ہونے کی دعائیں کرتے ہو کہ یا اللہ میری لاٹری نکل آئے' تُو تو سچا رب ہے' میرا جواء ہی لگ جائے' یا اللہ تیرا کیا جاتا ہے اگر ہمارا گھوڑا جیت جائے' ہمارے گھوڑے کا نمبر چار ہے اور اس نے ڈربی ریس جیتنی ہے اور ہمارے پیر صاحب بھی تو ریس کھیلتے ہیں۔ تو پھر وہ پیر ہی کیا جو ریسیں کھیلتا ہے اور جوا کھیلتا ہے اور وہ مرید ہی کیا جو ڈربیاں کھیلتا ہے اور وہ دین ہی کیا جو ریسیں جتواتا ہے اور وہ فقیر ہی کیا جو نمبر بتاتا ہے۔ تو یہ سب فراڈ ہے' اس سے بچو! سیدھی سادی بات ہے کہ دین کے اندر پورے کا پورا کچرا شامل ہو گیا حالانکہ یہ خالص دین تھا۔ تو آپ دنیا کماؤ اور اللہ اللہ کرو اور اللہ سے محبت کرو' یہ دنیا یہاں عارضی ہے اور آپ نے اِس دنیا سے نکل کر اُس دنیا میں جانا ہے۔

او وی اک اڈاری سی تے اے وی اک اڈاری ہے

تو وہ بھی ایک اڑان تھی اور یہ بھی ایک اڑان ہے۔ تو پہلے ایک "اڈاری" یہ تھی کہ آپ وہاں سے یہاں اڑ کر آ گئے اور پھر یہاں سے اڑ کر وہاں چلے جانا ہے' کھیل ختم ہو جائے گا' جو دانہ چگا ہے کھایا ہے پیا

ہے' یہ کافی ہے !That's all۔ تو آپ نے یہاں سے نہ کچھ حاصل کیا ہے' نہ کچھ Gain کیا ہے نہ کچھ کھویا۔ اور یہ اللہ کا کام ہے کہ اس نے اٹھا کر یہاں رکھ دیا اور پھر یہاں سے وہاں رکھ دیا۔ ایک لہر پتھر کو کنارے پر پھینک گئی اور دوسری لہر آئی تو پتھر کو واپس لے کر چلی گئی اور پھر وہ سمندر میں چلا گیا۔ تو یہاں کی بات اتنی ساری ہے کہ آپ نے اپنی نیت کو دریافت کرنا ہے اور اپنے آپ کی اصلاح کرنی ہے۔ باقی یہ کہ ذکر' پیر' مشائخ' طریقتیں اور شریعت یہ سب برے آدمی کے کام کے نہیں' تو برے آدمی کو کلب وغیرہ میں جانا چاہیے' جو نیت کا برا ہے۔ اگر نیت اچھی ہے تو پھر سبحان اللہ' یہاں منفعت ہی منفعت ہے' مال بھی ہے اور دنیا بھی ہے۔ بس آپ کی نیت اچھی ہو۔ تو نیت کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اچھی نیت کا کیسے پتہ چلے گا؟ نیت اس آدمی کی اچھی ہوتی ہے جس کو دین اور دنیا میں کبھی مقابلہ آ جائے تو وہ دنیا کو دین پر نثار کر دے۔ تو ایسے شخص کی نیت اچھی ہوتی ہے۔ نیت اس شخص کی اچھی ہوتی ہے جسے یہاں رہنے اور آخرت پر غور کرنا پڑ جائے تو وہ آخرت کو ترجیح دے' نیت اس کی اچھی ہے جو اولاد کی بجائے والدین کی طرف رجوع کرے' بزرگوں کی طرف رجوع کرے اور بزرگوں کی طرف جس کی لگن ہو اور جو چاہتا ہو کہ اس کا اللہ کی طرف رجوع ہو جائے' ہاتھ سامان سے بھرنے کی تمنا نہ رکھتا ہو' بس وقت اچھا گزرتا جائے' عزت کے ساتھ اور ادب کے ساتھ۔ باقی یہ کہ عبادت گاہوں میں بڑی ہلچل رہی ہے۔ تو ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرما دیا کہ یہ مسجد ہی گرا دو اور اب یہ پورا راز ہے اور یہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔ کہ ہم مسجد کیسے گرا دیں؟ تو اللہ نے فرمایا کہ یہ مسجد منافقین کی ہے۔ تو اگر منافق

مسجد بنائے تو پھر مسجد ہی گرا دو۔ گویا کہ اسلام کے خلاف بد نیت لوگ جو ہیں اسلام جیسا عمل کر رہے ہوں تب بھی غلط ہے۔ تو یہ منافقین کی بات ہے۔ منافق کلمہ پڑھ رہے ہوں تب بھی کلمہ نہیں ہے' منافق اللہ اللہ کر رہے ہوں تب بھی اللہ اللہ نہیں ہے لیکن یہ اللہ کہہ سکتا ہے کہ یہ منافق ہے۔ آپ کو منافق کی پہچان نہیں ہے۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ اطلاع ملی کہ ایک کافر کو مارا گیا ہے جب کہ اس نے مرتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ پوچھا گیا پھر آپ لوگوں نے اسے کیوں مارا؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ویسے ہی جھوٹا کلمہ پڑھ رہا تھا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کا دل کھول کر دیکھ لیا تھا کہ یہ جھوٹا ہے یا سچا ہے؟ تو تمہیں کیسے پتہ چلا؟ جب تک آپ کو یقین نہ ہو فیصلہ نہ کریں۔ اگر وہ کلمہ جھوٹا ہی پڑھ رہا ہو' آپ کو تو وہ نہیں نظر آئے گا۔ منفعت اس کی نہیں ہو گی یعنی جھوٹا کلمہ پڑھنے والے کی منفعت نہیں ہو گی لیکن سننے والا منافق کہنے سے پہلے فیصلہ کرنے میں احتیاط کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو جھوٹا کہہ کے بے شمار لوگوں کو نقصان پہنچا دو۔ اس لیے اس میں اصلاح اپنی ہوتی ہے کہ اپنی نیت کی اصلاح کرو اور اپنے رفقاء کی نیت کی اصلاح کرو اور یہ پیغام دو کہ نیت کی اصلاح ہونی چاہیے اور کسی کو بد نیت نہ کہو۔ آپ نام لے کر کسی کو بد نیت نہ کہو کہ تو بڑا بد نیت ہے۔ ہاں بد نیت آدمی اچھی نیت والوں میں ہوتے ضرور ہیں۔ جہاں مکان ہوتے ہیں وہاں چور ضرور ہو گا اور چور بھی بڑی دعا کرتا ہے کہ اس وقت ان کی آنکھ لگ جائے۔ جب چور کی آنکھ کھلتی ہے تو لوگوں کی آنکھ لگ جاتی ہے اور وہ اپنا کام کر کے چلا جاتا ہے۔ تو آپ اس لیے یہ دیکھیں کہ اللہ کو پکارنے والا اللہ کو نہیں پکار رہا ہے بلکہ اپنی خواہش کو پکار رہا ہے

اور اس نے اپنی اس خواہش کا نام "اللہ" رکھا ہوا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی نیتوں پر مہربانی کرے اور ان کو اچھا کر دے تاکہ آپ کی نیت بیمار نہ ہو۔ نیت صحیح ہونی چاہیے۔ پھر ذکر کا بہت فائدہ ہے۔ پھر آپ کو کوئی ایسا واقعہ نظر نہیں آئے گا کہ ذکر کرنے کے دوران آپ کو سانپ نظر آئیں یا بچھو نظر آئیں۔ پھر تو آپ کو نور ہی نور نظر آئے گا' روشنی نظر آئے گی' اجالا نظر آئے گا ——————

اب آپ لوگ اور سوال کریں ——————

سوال :۔

میرا ایک کام نہیں ہو رہا تھا تو میں نے آیت کریمہ کا "لکھ" نکالا تو میرا کام فوراً" ہو گیا —— اس بارے میں کچھ فرمائیں ——————

جواب :۔

جن لوگوں کا کام آیت کریمہ کا لاکھ نکلوانے سے ہو گیا انہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ویسا کام کیا ان لوگوں کا بھی ہوا جو ایمان بھی نہیں لائے' کیا ایسے کام ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے؟ کوئی کہتا ہے کہ آیت کریمہ کا لاکھ نکالا اور دس دفعہ نکالا تو میرا بیٹا پیدا ہوا۔ اور اتنے بچے ہیں کہ سکول میں داخلہ نہیں ملتا' چھوٹے چھوٹے بچے موٹر سائیکلوں کی دکانوں پر کام کرتے ہیں' کہتا ہے کہ یہ گھر سے نکلے ہوئے بچے ہیں' یہ آوارہ بچے ہیں' جب ذرا بارش ہو جائے تو گلیوں میں بے شمار بچے نکل آتے ہیں چاہے سردی ہو چاہے گرمی ہو تو یہ بچے جو ہیں ان کے لیے انہوں نے کون سا لاکھ نکالا تھا۔ تو غریبوں کے ہاں بے شمار بچے پیدا ہوتے ہیں۔ آپ لنگر پکا لو تو لینے والے بے شمار بچے نکل آئیں گے۔ شہر بچوں سے بھرا ہوا ہے' لڑکوں سے بھرا ہوا ہے' تیرا ایک بیٹا پیدا ہو گیا اور یہ دیکھو کہ لوگوں کے

کتنے بیٹے پیدا ہوئے ہیں' پھر پرائمری سکول کتنے ہیں اور کتنے لڑکوں کے شام کے سکول ہیں اور کتنوں کو داخلہ نہیں ملا۔ لڑکے ہی لڑکے اور ڈھیروں ہی ڈھیر ہیں اور یہ سب بغیر لاکھ نکالنے کے ہیں اور کئی لاکھ لڑکے ہیں۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ماننے والے اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے یوں کہتے ہیں کہ یہ کام یوں ہوا۔ وہ تو اللہ کا کام ہے' وہ تو کرتا رہے گا اور اللہ اپنے کام کرتا ہی رہتا ہے۔ اللہ کو آپ کبھی بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہاں پر اس نے یہ کام اس فارمولے سے کیا۔ بعض اوقات وہ تو پیغمبروں کی بات نہیں مانتا۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ بات مانے تب اللہ ہے اور نہ مانے تب اللہ ہے۔ اللہ آپ کا کام کر دے تب بھی آپ اس سے محبت کرو اور اگر وہ آپ کا کام تمام کر دے تب بھی آپ اس سے محبت کرو اور کہو کہ تُو اللہ جس طرح راضی ہے ہم بھی ویسے ہی راضی ہیں۔ کہیں آپ یہ نہ کہہ دینا کہ Love کے ساتھ اللہ نے یہ بات مان لی۔ وہ اپنی مرضی سے مانتا ہے اور وہ جب چاہے تو گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور چاہے گناہ کو نیکی بنا دے' چاہے تو عبادت کو واپس کر دے' یعنی شیطان ان گنت سالوں تک عبادت کرتا رہا' تو ابلیس انکار سے پہلے بے شمار سال تک عبادت کرتا رہا ہو گا' وہ انکار سے پہلے اقرار میں تھا' اور پھر اللہ نے اس کی ساری عبادت رائیگاں کر دی۔ یہ اللہ کی شانِ بے نیازی ہے اور آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ کوئی شیطان کی سفارش کرے۔ حالانکہ لوگ اللہ سے بڑے بے تکلف بھی ہوئے کہ جو ہم چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے مگر آج تک کسی نے شیطان کی سفارش نہیں کی کہ یا اللہ اس کو بھی معاف کر دے۔ پھر وہ بھی پھنس جائے گا۔ تو جس کا ابلیس دوست ہے وہ بھی لعین اور رجیم ہو گیا۔ تو

مطلب کیا ہوا؟ کہ اللہ عبادت بھی رائیگاں کر سکتا ہے' معصیت کو قبول بھی کر سکتا ہے' چاہے تو یتیموں کو پیغمبر بنا دے اور۔

جاگنے والوں کو محرومِ دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

تو وہ جاگنے والوں کو محروم کر سکتا ہے۔ یہ تو اللہ کے کام ہیں:

نقطے کو اگر چاہے تو بسم اللہ بنا دے
بے نطق کو چاہے تو کلیم اللہ بنا دے

جس کو جو چاہے کر سکتا ہے' یہ اس کی شان ہے اور وہ کرتا اپنی شان سے ہے۔ کہیں اس کی شان کا فارمولا نہ بنا دینا کہ ادھر سے ہم نے یہ پڑھا اور اللہ نے ایسی ہماری بات مانی جیسے تیر تلوار کی بات ہوتی ہے۔ وہ اللہ ہے اور بس۔ یہی اللہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے۔ وہ چاہے تو آپ کو بغیر سبب کے پیسہ عطا کر دے اور چاہے تو محنتوں کو فاقے سے گزارے۔ انسان صبح و شام محنت کرتا جا رہا ہے' کرتا جا رہا ہے لیکن اسے کچھ نہیں ملتا کیونکہ یہ اس کی مرضی ہے۔ وہ اگر نوازنے پہ آئے تو زمانہ نواز دے اور اگر تنگی آ جائے تو وہ تنگی کر دیتا ہے' یہ اس کا کام ہے۔ تو اس کا ایسا فارمولا کوئی نہیں کہ جس کو آپ یہ کہہ سکیں کہ اس کا یہ فارمولا سو فیصد ہے کہ یہاں اللہ بات مانے گا۔ اللہ مانے گا تو اپنی مرضی سے مانے گا۔

اودیاں او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

تو وہ اپنی بات خود جانتا ہے اور تو اپنا عمل جاری رکھ۔ حکم یہ ہے کہ انسان ہی اللہ کی بات کو مانے اور یہ حکم بڑا خوب صورت ہے۔ تو وہ چاہے تو محتاج کو بادشاہ کر دے اور چاہے تو بادشاہوں کو محتاج کر دے' وہ چاہے تو

معزول کر دے' چاہے تو سرفراز کر دے' وہ چاہے تو عنایت کر دے اور اگر اس کا دل کرے تو خود ہی قرضہ مانگ لے' یہ بھی اس کی مہربانی ہے کہ کبھی دیتا ہے اور کبھی مانگنے آ جاتا ہے' خود ہی بیماری دیتا ہے اور خود ہی شفاء دیتا ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ بے شک سالہاسال دعا مانگو مگر ایسا نہیں ہو گا کہ موت نہ آئے کیونکہ کل نفس ذائقۃ الموت کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے وجود کو عدم نہ بنایا ہو۔ کل من علیھا فان

یہاں پر ہر شے فانی ہے۔ اب یہاں دعا کیا کرے گی کیونکہ آپ "علیھا" میں آ گئے' یعنی آپ اس گروہ میں آ گئے جو زمین پر وارد ہے' اور جو زمین پر وارد ہوا ہے اس کی فطرت اجتماعی فطرت ہے اور اجتماعی عاقبت ہے' وہ اسے کہتا ہے کہ واپس جاؤ تو وہ کہتا ہے کہ ہم تو ابھی آئے ہیں مگر وہ کہتا ہے ابھی جاؤ!! اس کا نام ہے امرِ الٰہی۔ تو کہتا ہے کہ جاؤ! انسان پوچھتا ہے کہ کدھر جائیں تو اللہ کہتا ہے کہ ادھر ہی ہمارے پاس آؤ۔ یہ واقعہ وہ کرتا رہتا ہے۔ تو جب تک آپ یہاں ہیں آپ بات کو سمجھیں۔ اس لیے لاکھ نکالنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات اللہ کریم کی مرضی کی ہے۔ تو وہ جو چاہے کرے' وہ کن سے فیکون کرتا ہے اور اپنے ارادے سے کرتا ہے۔ انما امرہ اذا لراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون وہ جس چیز کا امر کرے یا ارادہ کرے تو اس کو کہہ دیتا ہے' کیا کہہ دیتا ہے؟ کہ ہو جا! پس وہ ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں کہ کسی انسان نے کہا ہو کہ یا اللہ ایسا کر اور اس نے ایسا کر دیا ہو۔ خبردار! وہ ایسا نہیں کرے گا' کر بھی سکتا ہے لیکن یہ فارمولا نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس لیے آپ بڑی احتیاط کرنا' اللہ تعالیٰ سے عاجزی کرتے رہو' خواہش پوری ہو یا نہ ہو' آپ دعا کرتے رہو لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ دعا یوں

منظور ہو جائے گی۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ یہ دعا فلاں جگہ پر منظور ہو گی' وہاں بزرگ سے منظور ہو گی۔ یہ باتیں تو سب لوگوں کے ساتھ ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ جی فلاں جگہ گئے تھے تو پھر یہ لڑکا پیدا ہو گیا۔ لڑکے بھی ڈھیروں ڈھیر پیدا ہوتے رہتے ہیں اور لڑکیاں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں' امیر بھی بے شمار پھرتے ہیں' کاریں اتنی ہیں کہ رستہ نہیں ملتا اور پیدل اتنے لوگ ہیں کہ آپ کو کار نظر نہیں آ سکتی' اتنے ڈھیروں ڈھیر لوگ پیدا ہوئے ہیں' بندے ہی بہت سارے ہیں۔ کہیں اوپر سے کوئی کاروائی ہو جائے یعنی بندوں کی لوڈ شیڈنگ نہ ہو جائے۔ اللہ ہی حافظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ڈھیروں ڈھیر ہی بندے ہو گئے ہیں اور باغی بھی زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس کی مرضی ہے' اسے مجبور کرنے والا کوئی بھی نہیں اور اس کو پابند کرنے والا کوئی بھی نہیں' وہ زمان و مکاں ہر شے سے آزاد ہے۔ جو باپ اولاد سے آزاد ہو گیا تو اس کے متعلق کیا کہو گے؟ تو وہ ہر شے سے آزاد ہے۔ کچھ بھی نہ ہو تب بھی وہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو "اللہ" ہی رہنے دیا جائے۔ اللہ کبھی فارمولے میں نہیں آئے گا۔ ایک جگہ پر ایک بزرگ تقریر کر رہے تھے' کہنے لگے کہ دیکھو ہم لوگ عبادت نہیں کرتے' اب لوگوں کی توجہ آ گئی کہ ہم لوگ پوری طرح دین میں داخل نہیں ہوئے' توجہ نہیں کرتے پھر کہا کہ تم لوگ نماز نہیں پڑھتے' تم لوگ روزہ نہیں رکھتے' تم لوگ عبادت نہیں کرتے' اگر تم لوگ اسلام کے مکمل اصولوں پر چلو تو تمہاری قومی زندگی بہت خوب صورت ہو جائے گی۔ یہ ہماری جماعتوں کا پورا منشور ہے کہ اے مسلمانو! پوری طرح اسلام میں داخل ہو جاؤ' عبادت کرو' روزے رکھو' پابندی کرو' تو پھر تمہیں بین الاقوامی برادری کے اندر سرفرازی مل جائے گی' تمہارے بھی

ایٹم بم ہوں گے' تمہارے بھی کارخانے چلیں گے اور تمہارے پاس بھی بڑا مال ہو گا۔ وہاں ایک سادہ سا مرید بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ سرکار آپ یہ تو فرمائیں کہ جن لوگوں کے پاس ایٹم بم ہیں اور کارخانے چل رہے ہیں وہ تو مسلمان ہی نہیں ہیں اور ہمارے ساتھ یہ ہے کہ ہم دین میں داخل ہوں گے تو پھر ہماری موٹر چلے گی' تو یہ چلا تو کیا چلا۔ ثابت کیا ہوا؟ کہ علمائے کرام اور مشائخ کرام دعوتِ دین جو ہے اس انداز سے دیتے ہیں کہ اس سے آپ کی دنیا کی بھی بہتری ہو جائے گی حالانکہ دنیا کی بہتری اللہ کے نہ ماننے والوں کے پاس بھی ہے۔ جہاز ان کے ہیں' ان جہازوں پر بیٹھ کر آپ حج کے لیے جاتے ہو' آپ کا حج جو ہے یہ اسلام کا بڑا فنکشن تھا لیکن یہ بھی آپ دے بیٹھے ہیں۔ آپ سب کو پتہ ہے کہ حج کے لیے پیسے جمع کرتے رہتے ہو کہ میں نے حج کرنا ہے' پیسے گن گن کر جمع کرتے رہتے ہو' کمیٹیاں جمع کرتے رہتے ہیں کہ اس دفعہ حج ضرور کرنا ہے' سمندری جہاز سے نہیں جانا ہے بلکہ بائی ایئر جانا ہے' تو آج کل کتنا خرچہ آئے گا' وہاں سے سامان بھی تو لانا ہے' تقریباً" اس وقت پچیس تیس ہزار روپے خرچ آتا ہے اور وہ ہم گن گن کر بنا رہے ہیں تو یہ مال کس کے پاس جائے گا؟ اُس کے پاس جس کمپنی نے یہ بوئنگ بنایا ہے اور وہ تو یہودی ہے۔ سامان کن کا بکے گا؟ جو سامان بنانے والے ہیں یعنی فرانس کے لوگ' الیکٹرونکس ساری جاپان کی ہے' یہاں سے حج کے لیے جانے والا جاپان کو خرید کر آئے گا۔ سمندر ان کے' جہاز ان کے' دوسرے واقعات بھی ان کے' سودا بھی ان کا' خریداری بھی ان کی' خانہ کعبہ میں جو آپ پتھر لگاؤ گے وہ بھی ادھر سے آئے گا' ٹیوبیں لگاؤ گے تو وہ بھی کسی یہودی کی بنی ہوں گی ——— تو جب آپ یہ سامان لے کر

آؤ گے تو حج کی ساری منفعت Ultimately ' آخر کار ان کو جائے گی اور آپ دیکھتے چلے جاؤ گے اور کہو گے کہ میں حج کر کے آگیا ہوں' اللہ کا حج کر آیا' اللہ کے گھر کو دیکھا' اور یہ سامان لایا ہوں' یہ مشین لایا ہوں ------ تو سب یہ لے کر آ جاتے ہیں اور یہ بہت بڑا حج کر کے آتے ہیں۔ تو یہ کیا حج کر کے آئے ہیں؟ آپ لوگوں کی کتابیں بھی دوسرے ملکوں میں چھپتی ہیں۔ قرآن کریم بھی جرمنی میں چھپتے ہیں' اور علاقوں میں بھی چھپتے ہیں اور اچھے چھاپے خانے بھی وہاں ہیں۔ آپ کی جائے نماز بھی وہاں ان یہودی علاقوں میں بنتی ہے۔ اب جائے نماز پر قطب نما بھی ایسا لگایا ہے کہ پتہ چل جائے کہ خانہ کعبہ کدھر ہے۔ یہ سارے واقعات ادھر کے ہیں حتیٰ کہ وہ تسبیح بھی بنانے لگ گئے ہیں۔ اور آپ جا کے یہ چیزیں خرید کر لے آتے ہیں۔ ایک آدمی سگریٹ کیس بھی مدینے شریف سے لایا اور ایک خوب صورت ایش ٹرے بھی لایا اور کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے آستانے کے بالکل سامنے یہ دوکان ہے۔ تو آج کل کا مسلمان یہی کرتا رہے گا۔ آپ کی ہر نیکی اور ہر جذبے کی قیمت Ultimately وہ یہودی لے لے گا۔ وہاں بیمار ہو جاؤ تو دوائی بھی میڈ ان انگلینڈ ملے گی اور ان کے ہسپتالوں میں ساری ولایتی دوائیاں ہوتی ہیں' یہودیوں کی بنی ہوئی دوائی۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ سارا حرام ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ مدینے شریف کے اندر اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے اور وہ کسی کافر کمپنی کی بنائی ہوئی دوائی کھائے گا تو میری طرف سے اس کو اجازت نہیں ہے' مرجائے تو بہتر ہے۔ اور یہ وہاں کی بنی ہوئی دوائی کھاتا ہے کیونکہ ہمارے ہاں دوائی میں ملاوٹ ہو گی اور ہم دوائی بنانا جانتے نہیں ہیں بلکہ ہم تو صرف دعا جانتے ہیں کہ ایک لاکھ درود شریف پڑھ

لیں' سوا لاکھ آیت کریمہ پڑھ لو اور ہمیں کسی بات کا پتہ نہیں ہے۔ ہمارا ایک پرانا حکیم بو علی سینا تھا' اس کے بعد ہماری حکمت بھی ختم ہو گئی' ہماری ڈاکٹری بھی ختم ہو گئی اور طبِ یونانی' تو یونان بھی ان کا علاقہ ہے یعنی دیوی دیوتاؤں کا علاقہ ہے' لوگ یونانی ایسے کہتے ہیں جیسے یہ شیخوپورہ کا ہو۔ یونان ہمارا علاقہ تو نہیں ہے' وہ تو ادھر کا علاقہ ہے۔ طبِ مشرق کدھر کی ہو گی؟ وہ انڈیا کی ہو گی۔ آپ نے سارے واقعات کو گڑ بڑ بنا دیا ہے بلکہ چکر چلا دیا ہے' اور نام رکھا ہے پیر خانہ' نام رکھا ہے عبادت گاہ' نام رکھا ہے مولوی صاحب' اور مولوی صاحب کا دارالقرآن کے بغیر گزارہ نہیں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے مدرسے بناتے ہیں اور بڑے بڑے فقہ بناتے ہیں۔ میں سیاسی جماعتوں کی بات کر رہا ہوں کہ وہ یہ کہتے ہیں پہلے آپ لوگ صرف مسلمان تو ہو جاؤ اور مسلمان بنتے بنتے بندہ مر جاتا ہے' تو نہ اسے حکومت ملتی ہے اور نہ اسے دنیا نظر آتی ہے اور نہ سمجھ آتی ہے۔ ان میں ایک خاکسار جماعت ہے' اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں اضافہ فرمائے اور یہ اس زمانے کی بات ہے۔ انہوں نے مسجدوں کے اندر رجسٹر رکھے ہوئے تھے' یہ علامہ مشرقی کے زمانے کی بات ہے جب یہ تحریک بنی تھی۔ تو رجسٹروں میں محلے کے سارے لوگوں کی حاضری لگتی تھی اور جو وقت پر نماز نہیں پڑھتا تھا تو امیر مسجد جو تھا وہ اس کو درہ مارتا تھا' باپ نہیں آیا تو بیٹا درہ مارے گا' بیٹا نہیں آیا تو باپ اس کو درہ مارے گا۔ باقاعدہ نماز ہوتی تھی' جیب میں چنے رکھتے تھے اور ان کو کھاتے تھے اور ان کو کہا گیا تھا کہ کم پیسوں میں گزارہ کریں۔ ایک دفعہ شاہ عالمی میں میٹنگ کی گئی اور اس میٹنگ میں علامہ مشرقی نے لوہاری گیٹ آنا تھا تو انہوں نے ٹانگے والے سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ دو آنے کی بجائے

چھ پیسے لے لو' بحث کرتے کرتے انہوں نے میٹنگ کا ٹائم ہی گزار دیا۔ کیا بات سمجھے؟ کئی لوگ کفایت شعاری کرتے کرتے مر گئے اور اسلام درست کرتے کرتے مر گئے' اس طرح نہ تو اسلام نے درست ہونا ہے اور نہ کفایت شعاری ہو گی۔ اسلام تو بہت پہلے ہی مکمل ہو گیا ہے۔ پاکستان کے اندر کسی ایک جماعت کا نام اگر اسلامی رکھ دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی ساری جماعتیں غیر اسلامی ہیں' وہ کہتے ہیں کہ ہم اسلامی ہیں یعنی اسلام کا نظامِ عالم ان کو سونپ دو۔ ایسی جماعتوں کی مخالفت نہ انڈیا سے آئی ہے اور نہ افغانستان سے' نہ انہیں ہندو نے روکا ہے بلکہ مسلمان کے مقابلے میں مسلمان کھڑا ہو گیا ہے' تو مسلمان ہی روک رہا ہے۔ ہر آدمی ہر آدمی کے خلاف ہے بلکہ آدھی قوم آدھی قوم کے خلاف ہے۔ یہ بات کیا ہے؟ بات بڑی خطرناک ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام کی آپ کو سمجھ نہیں آتی اور زندگی آپ کو راستہ نہیں دیتی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ کبھی آپ ذکر کرتے ہو' کبھی آپ مسجدوں میں جاتے ہو اور کبھی خانقاہوں میں جاتے ہو اور کبھی آپ کہیں جاتے ہو۔ آپ نے انسان بننا تھا اور بڑا سچا انسان بننا تھا اور یہ دین سچا تھا اور اس میں سب نے اتفاق کرنا تھا' کوئی ایسا لیڈر پیدا کرنا تھا جو ساری قوم کے لیے متفقہ طور پر قابل قبول ہوتا اور اس طرح بات ٹھیک ہو جاتی۔ یہ تو آدھے آدھے لیڈر ہیں' ایک ایک طبقے کے' گروہ کے لیڈر ہیں۔ آپ کے ہاں کئی لیڈر شہید ہیں اور جس شہید کا ہمیں تصور دیا گیا ہے وہ اور ہی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ شہادت وہی جو دین کے لحاظ سے ہے اور شہید لوگ اپنی شہادت کی خود ہی حفاظت کرتے ہیں۔ دین کے واقعات ہی اور ہوتے ہیں اور دین بڑی شے ہوتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرو اور

ضرور کرو کہ یا اللہ تو نے اس دین کی حفاظت کرنی تھی' تو آپ ہی حفاظت فرما۔ اب تو آپ ہی اس دین کی حفاظت کر' ہم سے تو صرف یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی حفاظت مشکل سے کر سکتے ہیں' ہم اپنی غریبی کی حفاظت بڑی مشکل سے کر سکتے ہیں' غریبی ایمان میں رہے تو بڑی بات ہے ورنہ غریبی میں ایمان بہت مشکل چیز ہے۔ آج کل ایسی مجبوری آ گئی ہے کہ لوگوں کو غریبی کی مایوسی آ گئی ہے۔ اس لیے آج کل غریب آدمی ایمان محفوظ رکھے تو ایسا غریب بڑی ہمت والا ہے ورنہ ایمان خطرے میں ہے۔ آپ لوگ دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ خود ہی حفاظت کا کوئی انتظام فرمائے ورنہ یہ قوم آپس میں تقسیم ہو کے مر جائے گی اور یہ قوم تقسیم تو ہوئی پڑی ہے کہ آدھے بندے آدھوں کے خلاف ہیں۔ اسلامی جماعت تو ایک ہونی چاہیے لیکن یہاں تو سات اسلامی جماعتیں ہیں اور جب بھی کبھی پیپلز پارٹی کا زمانہ آیا تو وہ ایک جماعت ہوتی ہے اور یہ سات جماعتیں ہوتی ہیں اور یہ سات آپس میں الگ الگ ہوتے ہیں اور پھر کوئی نظام مصطفیٰؐ ڈھونڈنا پڑتا ہے' اور پھر اور واقعات ہوتے ہیں اللہ سے رحم مانگتے ہیں کہ اپنے حبیبؐ کے نام پر رحم فرما ------- یہ ایسا نہیں کریں گے کہ ساری اسلامی جماعتیں ایک بن جائیں' خاکسار اور جماعت اسلامی ایک ہو جائے یا جمعیت علماء اور جماعت اسلامی ایک ہو جائیں۔ کیا یہ مشکل ہے۔ یہ دونوں ہی مسجدیں آباد کرنے والی جماعتیں ہیں' خود دونوں "قال اللہ" اور "قال رسولؐ اللہ" کرنے والے ہیں۔ تو ان کو دقت کہاں پر ہے؟ یہ ان کو پتہ نہیں ہے۔ چلو بریلوی دیوبندی کی دقت ہے کہ اس میں مشائخ کرام آتے ہیں' اور بھی لوگ آتے ہیں لیکن ان دونوں جماعتوں کے درمیان کیا دقت ہے؟

اہل حدیث اور اہل قرآن میں کیا دقت ہے؟ اہل حدیث اور اہل قرآن میں کیا فرق ہے؟ ایک جماعت دوسری جماعت سے کیا اختلاف کر رہی ہے' دونوں اللہ کا نام لینے والے ہیں' دونوں ایک جیسے بندے ہیں' تو دونوں بھائی اکٹھے ہو جانے چاہئیں۔ لیکن یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے یہ اکٹھے نہیں ہو سکتے؟ وہ درمیان میں واقعہ کیا ہے؟ تو اگر ہمارے "بزرگ" قوم کو تقسیم نہ کریں تو پھر بزرگی کیسے چلے گی۔ تو اصل دقت یہاں پر پیدا ہوئی ہے۔ یہاں پر ایک کامیاب جماعت' تبلیغی جماعت ہے' اللہ اس کے درجات میں اضافہ کرے' ہر سال ہم اخبار میں پڑھتے ہیں کہ پانچ یا سات لاکھ کا مجمع تھا اور پھر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ قوم کے لیے کیا نتیجہ نکلا؟ کہتا ہے کہ جی بس سات لاکھ کا مجمع تھا' وہاں پر بڑا ذکر و فکر ہوا اور جب دعا ہوئی تو رقت طاری ہو گئی' بڑی روحانی کیفیات تھیں۔ قوم کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' خدا نخواستہ ملک کو کچھ ہو گیا تو پھر آپ دیکھتے رہ جاؤ گے' مسلمانوں کو ہندو نے شودر نہ بنایا تو پھر کہنا۔ کیا آپ نے ہندو کا زمانہ دیکھا ہے؟ یہ زمانہ کبھی نہ کبھی تو دیکھا ہو گا۔ ہندو کے زمانے میں لاہور کی جو مال روڈ ہے اس روڈ پر کسی مسلمان کی کوئی دکان' کوئی پراپرٹی نہیں تھی اور انارکلی کے اندر غالباً" کوئی ایک آدھ دکان مسلماں کی تھی۔ اور یہ مسلمانوں کی پراپرٹی کا عالم تھا۔ لاہور کے گورنمنٹ کالج میں کئی سالوں میں کوئی ایک مسلمان داخل ہوتا تھا' اس زمانے کے آئی سی ایس کے اندر دو تین مسلمان ہوئے' باقی سارے ہندو تھے۔ تو یہ مسلمانوں کا عالم تھا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت جا کر دیکھو تو شودروں سے بری ہے' اور آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے کہتے رہتے ہیں کہ جی یہ کیا ہے اور وہ کیا ہے' ہم بہت

مسلمان ہیں اور وہ کم مسلمان ہیں اور آپ کیا کیا کرتے رہتے ہو ------- تو یہ ساری دقت ہوئی پڑی ہے اس لیے آپ لوگ سب مل کر فی سبیل اللہ اکٹھے ہو جائیں' اس سے پہلے کہ اوپر سے کوئی پتھر گرے کیوں نہ آپ سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ پھر آپ کو ذکر فائدہ دے گا اور عبادت فائدہ دے گی ورنہ آپ مسجد کے اندر جھگڑتے رہو گے' حدیث اور فقہ کے بارے میں جھگڑتے رہو گے' یا رسولؐ اللہ اور نعرہ رسالتؐ پر جھگڑا کرو گے اور اسی طرح بے شمار جھگڑے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر وحدت میں شامل ہوں' وحدتِ فکر بنا لیں۔ قائد اعظمؒ پر اتفاق ہو گیا اور چند دنوں کے بعد ملک بن گیا۔ تو ایک چھوٹا سا ایسا واقعہ ہونا چاہیے کہ ساری قوم مل کر کوئی ایسا انتظام کر لے کہ سارے ایک فکر میں ہوں' Develop ہو جائیں' اس طرح یہ ایک قوم بن جائے گی اور اسلام بھی Develop ہو جائے گا۔ آپ یہ دیکھو کہ اسلام کی سرفرازی کا دور وہی ہے جب مسلمان سرفراز تھے۔ تو ثابت کیا ہوا؟ کہ مسلمان کی سرفرازی ہی اسلام کی سرفرازی ہے اور اگر مسلمان پسماندہ ہو جائے تو یہ اپنے ساتھ اسلام کو بھی بدنام کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ پیسہ کون مانگ رہا تھا؟ کہتا ہے کہ مسلمان تھا' فقیر تھا اور پیسے مانگ رہا تھا' اس کی معاشی حالت خراب ہو گئی۔ ایسٹ پاکستان میں کون قید ہوئے تھے؟ کہتا ہے وہ مسلمان تھے ------- تو اس طرح تاریخِ اسلام تو ختم ہو گئی۔ تو مسلمان کا عمل برا ہو گا تو وہ کہیں گے کہ اسلام کے اندر یہ خامی ہے حالانکہ اسلام Perfect دین ہے' مکمل دین ہے' اللہ تعالیٰ کا دین ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا دین ہے اور یہ آپ کو جمع کرنے کے لیے آیا کہ آپ سب مومن بھائی بھائی ہو۔

لیکن ہمیں تو یہ لگتا ہے کہ یا ایک طبقہ مومن ہے یا پھر دوسرا طبقہ مومن ہے کیونکہ یہ بھائی بھائی تو بنتے نہیں ہیں۔ اس لیے آپ لوگ یہ فیصلہ کریں کہ مسلمان کون ہے؟ میرا خیال ہے کہ کمزور مسلمان کو بھی ساتھ ملا لیں تاکہ یہ ایک وحدت بن جائے۔ تو بہت نیک آدمی جو ہے وہ ان کمزور مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔ اب جو بچے آ رہے ہیں لگتا ہے وہ دین سے آزاد ہوں گے' دور ہوں گے' آپ ان کو جتنا مرضی سمجھاتے رہیں یہ نہیں سمجھیں گے' آپ لوگوں نے تو دین اپنے باپ دادا سے سیکھا ہے کہ وہ آپ کو باتیں کرتے کرتے دین سکھا دیتے تھے اور گھر کے اندر دین کی باتیں ہوتی تھیں اور اس طرح سارا دین گھر کے اندر ہی سکھا دیا جاتا تھا۔ اب آپ کے پاس بچوں کو دین سکھانے کا ٹائم ہی نہیں ہے کیونکہ آپ صرف انکم ہی حاصل کرتے رہے ہو اور بچوں نے سکول اور کالج سے دین سیکھا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وقت ہونے کا یہ بھی ایک امکان ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی ہنگامہ ہو جائے اپنے بچوں کو دین کی موٹی موٹی باتیں سکھا دو کہ دین یہ ہے کہ ایک اللہ پر یقین رکھنا اور اس پر ایمان رکھنا اور اس سے محبت کرنا' وہ چاہے تو پیسہ دے دے تب بھی محبت کرنا' پیسہ لے لے تب بھی محبت کرنا' صحت بھیج دے تب محبت کرنا' بیماری بھیج دے تب محبت کرنا' یعنی کہ آپ مسلمان ہو اور مسلمان کیسا ہونا چاہیے؟ مسلمان ہر حال میں صحت' بیماری' فتح شکست دونوں میں' اچھے اور برے زمانے کے اندر اپنے اللہ پر پورا بھروسہ رکھتا ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ پر ایمان لانا کہ انسانوں کے اندر جو سب سے زیادہ مستند بات فرمائی گئی ہے وہ حضور پاک ﷺ کی بات ہے' آپؐ نے جو فرما دیا ہے وہ مکمل صحیح ہے ہر لحاظ سے اور عین صحیح ہے

------ اس کے علاوہ بات ہمیں سننے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ آپؐ کی بات سچی' آپؐ کا قول سچا۔ انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ اور واحد' ایک انسان آیا جس کا قول اور عمل عین مطابقت رکھتے ہیں' وہ حضور پاکؐ کی ذات پاک ہے۔ باقی کسی کا بیان زیادہ ہے اور کسی کا عمل زیادہ ہے اور آپؐ ایک واحد ذات پاک ہیں کہ آپؐ کا عمل اور آپؐ کا علم پورا منطبق ہے۔ آپؐ نے جو فرمایا وہ کیا اور جو کیا وہی فرمایا۔ تو یہ بچوں کو سکھا دیا جائے۔ قرآن کو پڑھا جائے' یہ سچا کلام ہے اور اس کی حفاظت اللہ کریم نے کی ہوئی ہے' آنے والے زمانوں کے اندر' بہت جلد ہی دنیا کے سائنس دانوں کو قرآن پاک کی کرامت سمجھ آنے والی ہے' یہ ایسا کلام ہے اور مکمل کلام ہے اور یہ ضابطہ ہے اخلاق کا اور زندگی کا' شریعت کا سب سے اچھا راستہ ہے اور یہ سب سے اچھا دین ہے۔ باقی یہ آپ کی زندگی ہے' اس کے اندر آپ اچھے اچھے راستے اختیار کرو اور اپنی نیت صاف رکھو۔ یہاں آپ نے رہنا ہے اور پھر جانا ہے۔ اس کائنات کا بھی لحاظ رکھو اور اپنا بھی احساس رکھو' یہ چار دن کا میلہ ہے اور یہ آپ گزار جاؤ ------ آپ لوگ یہ باتیں بچوں کو ضرور سکھا دو اور ہو سکے تو بچوں کو قرآن کریم پڑھا دو اور یہ موٹی موٹی باتیں ان کو بتا دو کیونکہ ابھی تک بچوں کو بات نہیں ملی ہے۔ باقی یہ کہ سیاست کے میدان میں بہت سارا کچرا آگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا بھی کوئی سبب بنائے گا' اس کا کوئی نہ کوئی سبب بننے والا ہے' بس اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ بگڑ ہی جائیں اور ضائع ہو جائیں' بڑی بڑی قومیں ضائع ہو گئی ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی بد قسمت قوم ہو جائیں۔ اس لیے آپ لوگ بہت دعا کیا کرو کہ یا اللہ بس تو ہم پر مہربانی

فرما کہ ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آئی ہے' تو ذرا ہماری خاص مدد فرما تا کہ ہم As a nation ' قوم کے طور پر زندہ رہ جائیں اور یہ پاکستان As a country ' ملک کے طور پر زندہ رہ جائے۔ اور اگر وہ چاہے تو مہربانی ہو جائے۔ ہمارے پاس گُن کوئی نہیں رہ گئے' ہر آدمی پیسے میں پڑ گیا ہے' گنتی میں پڑ گیا ہے' پریشانی میں پڑ گیا ہے۔ اس لیے آپ لوگ درود شریف پڑھتے رہا کرو' اور درود شریف بھی لوگ کام کے لیے پڑھتے ہیں کہ یہ درود شریف کی محفل ہے اور پھر یہ دعا مانگتے ہیں کہ یہ کام ہو جائے۔ اب میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ آپ درود کو درود کی حد تک پڑھو' بس آپ کا درود قبول ہو جائے اور آپ اگر کام نہ کراؤ تو کیا فرق پڑتا ہے' بلکہ آپ کام خود ہی کر لیا کرو۔ آپ کام کو درود کے ذریعے کیوں حاصل کرتے ہو' اگر آپ نے کوئی چیز خریدنی ہے تو بازار سے پیسے دے کر لے آؤ لیکن آپ اس کے لیے درود شریف پڑھتے جا رہے ہو کہ کار چاہیے۔ تو آپ جا کر خرید آؤ اور اگر کار نہیں خرید سکتے تو پھر کار کا خیال ہی چھوڑ دو' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اب آپ لوگ یہ مہربانی کرو کہ درود شریف سے کار نہ لے کر آؤ۔ اتنی بات تو آپ لوگ مان جاؤ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہو۔ آپ لوگ نماز سے دنیا نہ بناؤ' آپ دنیا سے دنیا بنا لو' آپ لوگ نمازیں پڑھ پڑھ کر دنیا مانگتے رہے اور اصل نماز آپ نے آج تک کہیں نہیں پڑھی۔ نماز کا مطلب یہ ہے کہ ماسوائے نماز سے بے نیاز ہو کر پڑھو کہ نماز کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ پوچھے گا کہ میرے دربار میں نماز پڑھنے کیوں آئے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ ہم صرف آپ کے سلام کے لیے آئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ضرور تمہیں کوئی کام ہو گا تو انسان کہتا ہے کہ میں واحد آدمی ہوں کہ مجھے کام کوئی نہیں ہے

میں تو صرف سلام کے لیے آیا ہوں۔ ورنہ عام آدمی پتہ ہے کہ کیا کرتا ہے؟ پہلے کہے گا کہ میں صرف آپ کے سلام کے لیے آیا ہوں اور آپ کی عبادت کے لیے آیا ہوں اور تھوڑی دیر بعد وہ کہے گا کہ معاف کیجئے گا آپ سے ایک چھوٹا سا کام بھی ہے۔ کیا کام ہے؟ کہتا ہے کہ میرا بچہ بیمار ہے اور کاروبار بھی کچھ کمزور ہے' فوری طور پر تھوڑے سے پیسے چاہئیں' میرے دشمن بہت ہو گئے ہیں' دوست کمزور ہو گئے ہیں اور دشمن طاقت ور ہوتے جا رہے ہیں' مجھے دو چار بندے بھی چاہئیں آپ میری مدد ضرور کریں' میرے دو چار مخالف بندے بھی مرنے چاہئیں' دو چار بندے اور ملنے چاہئیں تاکہ زمینیں آباد ہو جائیں اور کارخانہ چلنا چاہیے اور میں تو آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں اور مجھے اس کے علاوہ کام کوئی نہیں ہے ------- تو آپ نے دیکھا کہ یہ شخص صرف ملنے کے لیے آیا ہے اور ہر نماز میں یہ یہی کام کرتا رہتا ہے۔ تو اب آپ یہ چھوڑ دیں' کافی ہو گیا ہے' سیدھے ہی اللہ کی طرف جائیں اور اس کی محبت میں اور ادب میں جائیں۔ اللہ تعالیٰ بھی یہ جھوٹ سن سن کر تھک گیا ہو گا کہ یا اللہ ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرنے کے لیے آئے ہیں اور ہم مخلصین ہیں' اور پھر مسلمان ایسی ایسی باتیں کرتا ہے کہ بس ------- اللہ نے سچا دین بنایا ہے اور اللہ کے ساتھ جھوٹ بولنے والے مسلمان ہی نکلے۔ بڑا افسوس ہے' توبہ کرنی چاہیے۔ اللہ کے ساتھ جتنی باتیں مسلمانوں نے کی ہیں ان میں اکثر نے جھوٹ بولا۔ اس لیے خاص طور پر آپ لوگ سچ بولنا' سچ سمجھنا یا سچ ماننا یا سچ سوچنا شروع کر دو۔ یہ تو آپ کر سکتے ہیں کہ سچ سوچنا شروع کر دیں۔ آپ اپنے آپ کو دین کے لیے زندہ رکھیں۔ ایک بار پھر آپ دعا کر لیں

کہ یا اللہ ہم سب کی زندگی بہتر فرما' ہمارے حالات بھی بہتر کر دے اور ہمیں حلال کا اتنا رزق دے دے کہ حرام کی تمنا نہ رہے۔ اور اگر حرام کا چسکا پڑ گیا تو پھر بربادی ہے۔ حلال کا پیسہ اتنا مل جانا چاہیے کہ حرام کی تمنا ہی نہ رہے۔ بس یہ دعا کر لیں تو بہت بہتر ہے۔ باقی یہ کہ آپ لوگ کام کرو اور اپنی نیت کی اصلاح کرو' اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ اس ملک میں ہم سب مسلمان ہیں اور اخبار میں پڑھتے ہیں کہ چوری ہو گئی' میں یہ سوچتا ہوں کہ سکھ یا ہندو آ کر چوری کر گیا ہو گا' بعد میں پتہ چلتا ہے کہ مسلمان ہی چوری کرنے والا تھا اور قریب ہی رہتا تھا۔ پھر کوئی قتل ہو گیا' کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ کوئی باہر کا بندہ آیا ہو گا' کوئی شیطان ہو گا یا پھر جن ہو گا لیکن کہتے ہیں کہ وہ اس کا کزن تھا اور وہ آپس میں رشتے دار تھے۔ تو گویا کہ مسلمانوں کے ملک میں غیر مسلمانی اعمال کرنے والے اگر کوئی ہوں تو پھر آپ بتاؤ کیا کہ آپ کا ملک ہے اور کیا آپ کی Nation ہے!

تو یہ دین سب سے اعلیٰ ہے اور لوگ جب دنیا میں دیکھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں' تہذیب کا اور اخلاق کا سبق سکھانے والے' اور ان کی زندگی یہ ہے' تو وہ کہتے ہیں کہ تم تو جھوٹے ہو کہیں تمہارا دین جھوٹا نہ ہو' خدانخواستہ ——— جب تک لوگ آپ کو سچا نہ کہیں آپ دین کا پرچار نہ کیا کریں' آپ لوگ دین کی تبلیغ مت کریں جب تک لوگ آپ کو سچا نہ کہیں' جب لوگ آپ کو سچا مانیں گے اور پوچھیں کہ آپ کون ہو؟ تو آپ بتائیں کہ میں مسلمان ہوں' تب ٹھیک ہے۔ اور ایک جھوٹے آدمی سے لوگ پوچھیں کہ تو کون ہے؟ وہ اگر کہے کہ میں مسلمان ہوں تو وہ کہیں گے کہ تو جھوٹا ہے' کاروبار غلط کرتا ہے' وعدہ خلافی کرتا ہے' اور اب تو کہتا ہے کہ میں مسلمان بھی ہوں' کیا تم اسلام

کے ماننے والے ہو؟ پرانے زمانے کے ہندو جو ہوتے تھے اگر ان کے سامنے کوئی مسلمان لڑکا جھوٹ بولتا تو وہ آگے سے یہ کہتے تھے کہ آپ مسلمان ہو کر جھوٹ بولتے ہو' مسلمان کو تو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اور اب یہ ہو گیا ہے کہ تم مسلمان ہو کر سچ بول رہے ہو؟ اب یہ مشکل ہو گئی ہے۔ گاہک جھوٹا' دکاندار جھوٹے' خریدار جھوٹے' سودا جھوٹا' ہر شے میں جھوٹ' دوائی میں ملاوٹ' خیال میں ملاوٹ' بات میں ملاوٹ اور حسنِ خیال میں بھی ملاوٹ۔ تو گویا کہ صحیح اخلاص نہیں پیدا ہو رہا۔ دعا کرو کہ اخلاص پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو مخلص بنائے' کم از کم اپنی ذات میں تو مخلص ہو جاؤ' اگر ایک بندہ مخلص پیدا ہو گیا تو ساری کشتی سلامت ہو جائے گی۔ آپ دعا کرو اور وہ ایک بندہ آپ کو ہونا چاہیے۔ لیکن آپ ضرور کوشش کرو اور دعا کرو۔ ہاں اور کوئی بات پوچھو

سوال :۔

ہوتا تو وہی ہے جو اللہ کرتا ہے اور اللہ کسی فارمولے کا پابند بھی نہیں ہے لیکن کچھ فارمولے بنائے بھی گئے ہیں۔

جواب :۔

لوگوں کو کام پر لگایا گیا ہے اور عوام الناس کو کام پر لگانا چاہیے۔ یہ عوام کی بات ہو رہی ہے۔ عربی میں ایک دعا ہے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بہتر زندگی دے' آخرت میں بہتر زندگی دے اور آخرت کے عذاب سے بچا۔ اس نے پہلے انہیں بتا دیا تھا کہ دنیا کی بہتر زندگی کیا ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ

ہی نہیں ہے کہ دنیا کی بہتر زندگی کیا ہوتی ہے' آپ سمجھتے ہیں کہ فرعون کی زندگی دنیا میں بہتر ہوتی ہے' یعنی پیسہ بھی ہو اور طاقت بھی ہو اور دلیل دیتے ہیں کہ یہ قرآن میں لکھا ہوا کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ کہ یا اللہ ہمیں بہتر دنیا دے دے' مطلب یہ ہے کہ پیسہ دے دے' طاقت دے دے اور سیاست میں منسٹر بنا دے' بیٹا میرا بھی منسٹر ہو جائے ------- تو آپ یہ دعائیں مانگتے ہیں۔ اگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ دنیا کی بہتر زندگی وہ ہے کہ کھانے کو بھی نہیں ہے اور دنیا کے سارے بادشاہ مسلمانوں کی طاقت سے کانپ رہے ہیں' اور یہ ان لوگوں کی طاقت ہے جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا۔ تو یہ بہتر زندگی ہے! اور سب سے بہتر زندگی حضور پاک ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی ہے۔ یہی زندگی بہتر ہے ناں؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی بھی ویسے کر دے۔ اب آپ اسے دعا کے طور پر قبول کرتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ سنا کہ حضور پاک ﷺ کو فاقہ بھی آیا' کبھی سنا کہ لشکرِ اسلام کے پاس ٹوٹی زرہ' دو تین تلواریں اور دو تین گھوڑے تھے' تو یہ مسلمانوں کی حالت تھی اور وہ اچھی دنیا تھی۔ اب آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اچھی دنیا دے اور آپ اچھی دنیا کا تصور بڑا غلط رکھتے ہو کہ آپ کافرانہ زندگی کو اچھا کہتے ہیں۔ آپ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں بہتر زندگی دے اور قرونِ اُولیٰ جیسے صحیح مسلمانوں کی زندگی دے' تو یہ عاقبت کی زندگی ہے۔ تو ایسی زندگی اچھی ہے۔ تو آخرت کی زندگی ان لوگوں کی ہے جو حضور پاک ﷺ کے Real حقیقی جانثاروں کی زندگی ہے۔ تو آپ یہ دعا مانگو کہ ہمیں آگ سے بچا' اور آگ جو ہے وہ ہے غریب کا' یتیم کا مال کھانا' اور یہ آگ ہے' یہاں بھی آگ ہے اور وہاں بھی آگ ہے۔ تو

آپ کہو کہ ہمیں دوزخ سے بچانا۔ اور یہ بات وہ جانتے تھے جو یہ مانگتے تھے کہ یا اللہ ہمیں دنیا کی بہتر زندگی دے۔ کون سی زندگی دے؟ جو اس سماج میں اس وقت تھی۔ اللہ کرے آپ کی یہ دعا منظور ہو جائے تو یہ ماحول فٹافٹ ہی پرانا ہو جائے۔ اس لیے اچھا ہے کہ آپ کی دعا منظور نہیں ہوتی کیونکہ آپ کے پاس کچھ پیسے بینکوں کے لیے بچ جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ کرے سب کی دعا منظور ہو جائے۔ تو سب سے اچھی زندگی کون سی ہے؟ جس کا فاصلہ حضور پاک ﷺ کی زندگی سے کم ہو اور یہ اچھی بات ہے اور یہ ہونا چاہیے اور آپ اس زندگی کا اندازہ لگاؤ کہ وہ زندگی کیسی ہوتی ہو گی اور ان کی آخرت کیسی ہوتی ہے' جن کی آخرت حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہو گی اور جنہیں ہم کہتے ہیں کہ ساقیٔ کوثر و تسنیم ہیں۔ تو یہ اچھی زندگی ہے اور آخرت بھی ان کی اچھی ہے۔ اور اچھی زندگی کے بارے میں پھر آپ کو بتانا پڑتا ہے کہ کربلا میں بہت اچھی زندگی تھی' پہلے ایک بیٹا شہید ہو گیا' پھر ایک اور بیٹا شہید ہو گیا' پھر ایک واقعہ ہو گیا' پھر ایک اور واقعہ ہو گیا اور پھر درد کی داستان پیدا ہو گئی۔ تو یہ اچھی زندگی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو بھی نصیب ہو۔ آپ نے کہنا ہے کہ یہ دعا نہ کریں۔ تو یہ ہے آپ کی حالت کہ یہ دعا میرے لیے نہ کریں' حالانکہ یہ اچھی زندگی ہے اور آخرت بھی اچھی نظر آ رہی ہے اور سب سے اچھی نظر آ رہی ہے اور سب سے اچھی عاقبت بھی یہی ہے' کوثر و تسنیم کا ساقی وہی ہو گا جو دریا کے کنارے پیاسا رہے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ اتنی جلدی نہ کریں۔ آپ نے کوکا کولا پینی ہوتی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم کربلا کے جانثار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں کہ آپ لوگوں کی دعائیں منظور نہیں ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ اگر میں ان کو ان کی دعاؤں کے حوالے کر دوں تو یہ سارے برباد ہو جائیں' مانگتے مانگتے ہمیشہ کے لیے برباد ہو جائیں۔ شکر کرو آپ کی ساری دعائیں منظور نہیں ہوئی ہیں اور اگر انسان کی تمام دعائیں منظور ہو جائیں تو انسان بالیقین دوزخ تک ہی پہنچ جائے۔ آپ کی ساری خواہشیں آپ کے حوالے کر دی جائیں تو خواہش بڑھتے بڑھتے آپ پھنس جاؤ گے' شہد کے اندر مکھی کی طرح پھنس جاؤ گے کہ وہ نہ شہد کو چھوڑتی ہے اور نہ پھر وہ اڑ سکتی ہے تو پھنستی پھنستی وہ غرق ہی ہو گئی۔ تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اسے شہد کا ایک گڑھا سمجھو جس میں دنیا دار مکھی کی طرح جا رہا ہے۔ انسان کو کہا جاتا ہے کہ اس کے قریب نہ جا' کہتا ہے کہ تھوڑا سا کاروبار کرنا ہے' تھوڑا اور کرنا ہے۔ اسے پھر کہا جاتا ہے کہ راضی ہو جا' کہتا ہے کہ راضی نہیں ہوں' ابھی اور کام ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ گھنٹی بج گئی ہے اور تمہارا ٹائم ختم' اب تو بس کر دے' کہتا ہے کہ تھوڑا سا اور کر لینے دے۔ اتنے میں بیچارے کا End ہو جاتا ہے' خاتمہ ہو جاتا ہے ——————— کیا کسی کا آج سے پہلے End نہیں ہوا' کیا اور سماج ختم نہیں ہوئے اور کیا بزرگ بھی نہیں چلے گئے۔ تو ان باتوں سے آپ کو دعاؤں کا مفہوم سمجھ آ جانا چاہیے۔ یہ اس پرانے مسلمان معاشرے کو پتہ تھا کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں اور وہ عمل بھی ویسا کرتے تھے جیسا وہ مانگتے تھے' اور ہمارا معاشرہ اور ہو گیا ہے۔ اس لیے جو فارمولا بنایا گیا ہے وہ ماحول کے مطابق بنایا ہے' عوام الناس کو مصروف کرنے کے لیے بنایا ہے اور مفہوم جو ہے وہ صرف خواص کو دیا ہے' جس طرح قرآن حفظ کرنے والا حافظ قرآن ہو گا' اس نے محفوظ کر لیا اور یہ خوب صورت بات ہے' اب مطلب یہ ہے کہ آپ کا ریفرنس محفوظ ہو گیا لیکن

جو معنی جاننے والا ہے وہ اس سے بہتر ہو گا' جو عمل کرنے والا ہے وہ اور بہتر ہو گا' جو مفہومِ قرآن جاننے والا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہو گا' اور اس کے باطن کے پیچھے منشائے الٰہی کو جاننے والا اور ہو گا' جو اس واقعہ کو دیکھنے والا ہو گا کہ جبرائیلؑ اور حضور پاک ﷺ کے واقعات قرآن کریم کے حوالے سے کیسے ہو رہے ہیں' تو وہ دیکھنے والا اور ہو گا' جہاں اللہ نے قرآن بھیجا یعنی حضور پاک ﷺ پر نازل کیا وہ دیکھنے والا اور ہو گا' جہاں لوحِ محفوظ ہے' وہ دیکھنے والے اور ہوں گے۔ قرآن کے کئی مفاہیم ہیں اور اس کے اندر پرت در پرت بات چل رہی ہے۔ اس لیے مفہوم جاننا بہت ضروری ہے کہ اصل میں بات کیا ہے' قرآن کا مفہوم کیا ہے' اور اللہ کا جو قرآن ہے وہ تو پھر دلوں کے ساتھ نازل ہوتا جا رہا ہے جب کہ لوگ دس روپے کی قرآن کی قسم کھا لیتے ہیں کہ جو کچھ بولوں گا سچ بولوں گا' اور پھر جھوٹ بولتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ دیکھو کہ یہ اچھا ہوا کہ اثر نہیں ہو رہا ورنہ اگر اثر ہونے لگ جائے تو پھر آپ پر فوری عذاب آنے کے خطرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مہربانی فرما دے اور کچھ موقعہ دے دے تاکہ یہ لوگ شعور میں آ جائیں اور یہ لوگ پہچان کرنے لگ جائیں کہ یہ کیا ہے؟ سچے دین کو یہ لوگ اپنے جھوٹ کے ذریعے بدنام کر رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ دین کو سچے محافظ عطا فرمائے اور اللہ ان جھوٹے محافظوں کو بھی سچا محافظ بنا دے۔ ورنہ تو دین کے محافظوں میں تھوڑی تھوڑی گڑ بڑ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بہتر صورت بنائے اور آپ کے اندر صداقت پیدا ہو جائے جو کہ اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔ آپ لوگ اسے صحیح مانو' دین بالکل ایسا ہے جیسے ہے اور اس کے اندر غور و فکر کی بڑی گنجائش ہے' آپ لوگ غور کرو' اللہ تعالیٰ کا تقرب

حاصل کرو' اللہ تعالیٰ کا منشاء دریافت کرو تاکہ آنے والے مستقبل میں ایک اچھی قوم بنے' اور یہ آپ کا کام ہے اور یہ آپ کا فرض ہے۔ میں آپ کو اس فکر کی دعوت دے رہا ہوں کہ یہ آپ لوگوں پر فرض ہے اور آپ لوگ ضرور غور کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شعور عطا فرمایا ہے' تنہا بیٹھ کر غور کیا کرو کہ آپ کے فرائض کیا ہیں' اولاد کے بارے میں' ماں باپ کے بارے میں اور سماج کے بارے میں۔ آپ لوگ غور کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ کی اصلاح فرمائے گا ——————

اور لوگ بھی سوال پوچھیں —————— یونیورسٹی والے بولیں

——————

سوال :۔

کیا نیت کا اچھا ہونا کوشش سے ہے یا کہ خداداد ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

جواب :۔

آپ اچھی نیت کی خواہش تو کریں' نیت کی بات سننا بھی اللہ کا فضل ہے' نیت کی اصلاح کے بارے میں سننا بھی اچھی بات ہوتی ہے' نیت کی اصلاح کی خواہش بھی اچھی بات ہوتی ہے' یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اللہ کا فضل جو انجام میں ہوتا ہے' جسے آپ جنت کہتے ہو' یہ آغاز میں ہی ہوتا ہے۔ تو نیت کی بات کا سننا بھی اللہ کا فضل ہے۔ ہے یہ اللہ کا فضل ہی لیکن آپ اس کی کوشش ضرور کریں' آپ پر اللہ مہربانی فرمائے گا تو پھر کوشش کا جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ اسے توفیق کہتے ہیں اور توفیقِ الٰہی جو ہے اسے امرِ الٰہی کہتے ہیں۔ انسان کو توفیق ملتی ہے اور ہوتا

کیا ہے؟ یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے اور یہ اس کا فضل ہوتا ہے۔ توفیق آپ کو دی جاتی ہے ---------

آخر میں دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب پر کرم فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

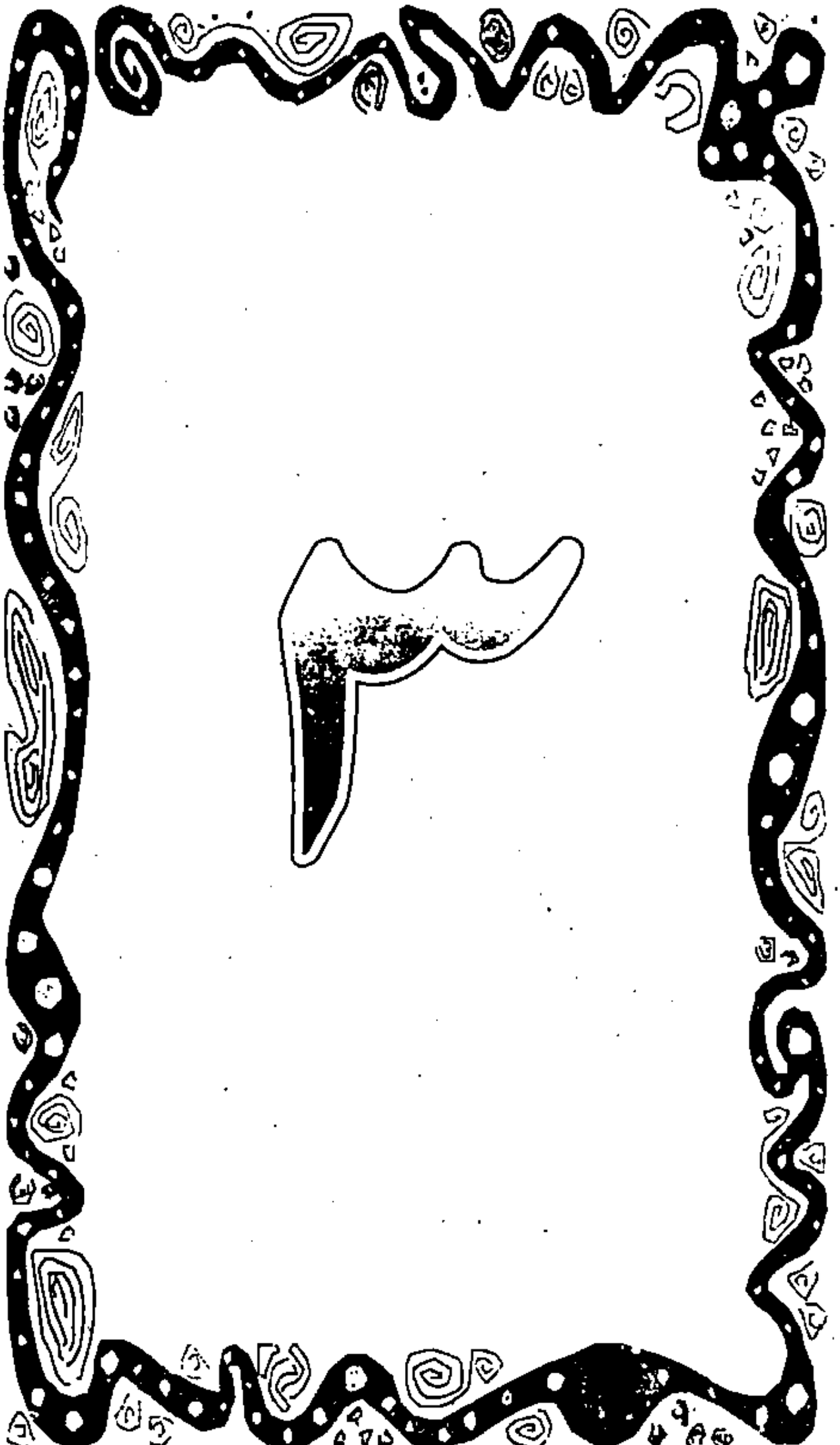

(۳)

۱ کیا حروفِ مقطعات الٓمٓ، یٰسٓ، طٰہٰ کے کوئی خصوصی معنی ہیں؟

۲ کیا بزرگانِ دین نے ان امور کو جاننے کی کوشش کی ہے؟

۳ حضرت موسیٰ علیہ السلام کس کی آواز سنتے تھے؟

۴ کیا یہ وہی کام یا مقام نہیں ہے جو آپ ہمارے ساتھ ایک مہربانی کرتے رہتے ہیں، کیا فانی کا باقی سے رابطہ ہوسکتا ہے؟

۵ کیا اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں؟

۶ کیا ہمارے لیے بزرگانِ دین کی صورت میں ایک ایسا رہبر، مرشد نہیں ہونا چاہیے جو ہمیں رسالت تک لے جائے----

۷ جو تزکیہ کا نبوت کا فنکشن ہے کیا وہی بزرگانِ دین کا فنکشن نہیں ہے؟

۸ حضور پاک ﷺ کی رحمت کا یہ ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ بزرگانِ دین آج بھی امت میں موجود ہیں۔

۹ بہشت میں چور بھی ہوگا؟ توحید کیا ہے اور باطن کے مقام کس حد تک بیان کرنے چاہئیں؟

۱۰ آج کل کے دور میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

۱۱ ہمارے لیے آسان عمل بتادیں۔

۱۲ قرآن کو ماننے کا اصل مطلب کیا ہے؟

۱۳ کیا اس طرح بہتر معاشرہ بن سکے گا؟

۱۴. مختلف علماء نے اپنے طریقے سے قرآن کو سمجھا ہے اور بیان کیا ہے؟

۱۵ انسان پر قرآن کس طرح آشکار ہوسکتا ہے؟

۱۶ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جہاں سے موت پہنچے گی وہاں سے رزق پہنچے گا' تو رزق کی وضاحت فرمادیں۔

۱۷ رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟

۱۸ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں زیتون کی قسم کھائی ہے تو کس بات کی وضاحت کی گئی ہے؟

۱۹ یزید کس حد تک تزکیہ شدہ آدمی تھا؟

۲۰ علم اور تزکیے کو کہاں اور کیسے جمع کیا جائے؟

۲۱ آپ فرماتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ کیونکہ اب کچھ ہونے والا ہے تو یہ سب کچھ کیسے ہوگا؟

۲۲ اگر کسی وقت جان بچانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قسم کھائی جائے اور پھر وہ قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ کیا ہوگا؟

۲۳. بعض اوقات لوگ عادتاً قسم کھا لیتے ہیں۔

۲۴ آج کل کے حالات میں انسان اپنے خیالات اور عمل میں یکسوئی کیسے حاصل کرسکتا ہے؟

۲۵ جو بچے ہیں ان کو ہم کس طرح Deal کریں' کس طرح بچائیں؟

سوال :۔

کیا حروفِ مقطعات الٓمٓ یٰسٓ، طٰہٰ کے کوئی خصوصی معنی ہیں اور ان کا کیا راز ہے؟

جواب :۔

ہاں بزرگان دین نے ان مقطعات کے بارے میں بتایا ہے کہ ان کا رَاز ہے، ان کا اسرار ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالی نے جس چیز کو واضح نہیں فرمایا اس میں دو قسم کی چیزیں ہیں، ان میں سے ایک تو وہ ہیں جن کی وضاحت نہیں ہو گی، وہ آپ کے لیے آئی نہیں ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کی وضاحت ہو سکتی ہے۔ مقطعات جو ہیں ان کی وضاحت نہیں ہے، ان کو ایسے ہی پڑھا جائے کہ یہ راز ہی ہے، ان کو الفاظ مین ہی رکھا جائے لیکن یہ الفاظ کسی قفل کی چابی آپ کہہ سکتے ہیں، بے شمار ایسے واقعات ہیں جہاں ایک اسم کارگر ہو گا یا ایک مقطعات کارگر ہو گا، الٓمٓ کارگر ہو گا، حٰمٓ کارگر ہو گا۔ یہ الگ الگ مقامات ہیں، اور ان کے پیچھے بڑے بڑے رموز بھی ہیں۔

سوال :۔

کیا بزرگانِ دین نے ان رموز کو جاننے کی کوشش کی ہے؟

جواب :۔

نہیں۔ انہوں نے جاننے کی کوشش ہی نہیں کی ہے اور نہ یہ ان

سب کو اطلاع ملی ہے' کسی کو کوئی آشنائی دی گئی' کسی کو کوئی اور آشنائی دے دی گئی۔ یہ بڑی Simple' سادہ سی بات ہے کہ علم ہے کیا' علم کوئی ایسی خلافِ فطرت یا کوئی دور کی بات نہیں ہے یہ روزمرہ کی بات ہے' اسی زندگی کا ایک الگ سا منظر ہے یعنی کہ اسی زندگی کو ایک انداز سے دیکھنا' اللہ تعالیٰ کو مزید تقرب میں دیکھنا' یہی زندگی ہے جو خدا سے دور ہے اور یہی زندگی ہے جو خدا کے حضور ہے۔ اب دور اور حضور کے درمیان جو ہے یہ فقیر ہوتا ہے' اس نے کہیں باہر نہیں جانا' بس یہیں پر اس کا نظارہ بدل جاتا ہے۔ آپ یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے انسان اپنے آپ کو پہچانو کہ تمہیں میں نے کیسے پیدا کیا' اپنی اصل کو پہچانو کہ تمہاری تخلیق کس طرح معرضِ وجود میں آئی یاایھا الانسان ما غرک بربک الکریم اور اب غرور کیا کرتا ہے کیوں کہ تمہاری تخلیق کے اندر تو ندامت کی کچھ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود بتائی کہ تمہیں کس چیز سے پیدا کیا گیا' پھر سختی سے بتایا گیا کہ تم لوتھڑا تھے' ایک Clot تھے' پھر کچھ اور بنے' کوئی Genetical substance بنے' ہڈیاں اور گوشت بنے' اور یہ باقاعدہ ترتیب سے سب کچھ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ سب کہا کہ تم ایک Jelly like substance تھے' اس لوتھڑے میں پھر شعور پیدا ہو گیا' پھر یہ باتیں کرنے لگ گیا اور اب یہ میرے ساتھ بحث کرنے لگ گیا ہے۔ تو اسے اللہ نے یہ کہہ کر چپ کرا دیا کہ ماغرک بربک الکریم ایک بات تو یہ ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے کہا کہ ہم نے تم کو احسنِ تقویم پیدا کیا' مسجودِ ملائک بنا دیا' نورٌ علیٰ نور کر دیا' میرا نور جو ہے ظہور کے لیے تم سے دور نہیں تھا کیونکہ میرے نور کو ظہور کے لیے یہی وجود درکار تھا' پھر میں نے اپنی شکل میں تمہیں

پیدا کر دیا' پھر اپنے اظہار کا تمہیں ذریعہ بنایا' اور پھر تمہیں بہت کچھ عطا فرمایا اور پھر تمہارے ہاں ہم نے اپنے محبوب ﷺ بھیجے اور پھر تمہیں ہم نے کیا کیا نہیں دیا۔ اب انسان کو یہ Elevation' بلندی دی گئی ہے۔ اب یہ کس کس کے مقام ہیں؟ دونوں کے' غور والے کو ماغرک بربک الکریم کہہ کر جھاڑ پلا دی Shut up کر دیا گیا اور کہا گیا تو اپنی اوقات کو پہچان کہ تو کیسے پیدا ہوا اور یہ ناپاک انسان کیا کیا چیزیں بیان کرتا رہتا ہے ——— اور جب انسان مایوس ہونے لگ جائے تو اسے کہا جاتا ہے کہ پاکیزگی تیرے بغیر ہے ہی کوئی نہیں' تو نہیں ہے تو کعبہ کدھر سے ہے' اگر تو نہیں ہے تو سارا واقعہ کدھر سے ہے' زندگی کا سارا واقعہ ہی تیرے ساتھ ہے۔ اب درمیان میں آپ کا ٹھہراؤ ہونا چاہئے لیکن آپ لوگ درمیان میں پڑاؤ رکھتے نہیں' کبھی پاکوں میں جاتے ہیں اور کبھی ناپاکوں میں جاتے ہیں' کبھی اِدھر کبھی اُدھر کبھی ظلوما" جھولا' کبھی اسفل سٰفلین اور کبھی اعلٰی علیین۔ تو آپ ایک طرف ٹھہریں کیونکہ یہ سارے مقام انسان کے ہیں' عرش سے لے کر فرش تک سارے مقام ہیں' تحت الثریٰ تک سارے مقام ہیں' اب یہ سارے مقامات' سب انسان کے ہیں بلکہ جتنا خیال ہے وہ بھی انسان ہی کا ہے' اللہ ماسوائے خیالِ انسان کے الگ وجود کا اظہار ہی نہیں فرماتا! کیا یہ سمجھنا مشکل بات ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ مقدس کا جو اظہار فرمایا اسی چھوٹے انسان کی زبان سے بیان فرمایا۔ تو باقی ذات کا تمام بیان فانی کی زبان سے ہوا۔ آپ غور کر رہے ہیں؟ باقی کا مطلب یہ ہے کہ جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد قائم ہو' جو کبھی فنا نہ ہو' اب آپ غور کریں' اس چھوٹی سی بات پر غور کرلیں تو پھر اور بات کرتے ہیں۔ جو

ہمیشہ رہنے والی چیز ہے اسے ہم باقی کہیں گے بلکہ جو ہمیشہ کے بعد بھی رہے تو وہ باقی ہے۔ تو باقی ذات کا بیان جتنا بھی ہے وہ سارے کا سارا انسان نے کیا اور انسان فانی ہے۔ اب یہ بات صاحبانِ عقل کے لیے تشویش کا باعث ہے کہ باقی کا شعور فانی نے کیسے حاصل کر لیا؟ کیونکہ انسان فانی ہے اور فانی جو ہے صرف فنا کو سمجھ سکتا ہے لیکن بقا کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ مہربانی کی کہ بقا کا بیان جو ہے وہ بذریعہ فنا ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ کا تمام اظہار' جتنا مخفی اور ظاہر اور باطن اور اول اور آخر ہے اور قدرت اور کمال ہے وہ سارے کا سارا انسان نے بیان کیا۔ اب سوال صرف یہ پیدا ہوگا کہ وہ کون سا مقام ہے جہاں پر فانی انسان باقی کے بارے میں علم حاصل کرے؟ یہ پیغمبروں کا مقام ہے اور پھر بزرگانِ دین کی بات ہے جن کو آپ اولیائے کرامؒ کہیں گے۔ یہ مقام کون سا ہے؟ فانی انسان کا وہ مقام جہاں وہ باقی رہنے والی حقیقتیں اور اللہ کے بارے میں علم معلوم کرنا چاہے یا معلوم کرنا شروع کر دے یا اس پر اس علم کا انکشاف ہو جائے یا وہ علم منکشف ہونا شروع ہو جائے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ خود آپ ہی کرتا ہے ورنہ فانی کے پاس باقی کا علم حاصل کرنے کا کوئی استحقاق ہی نہیں ہے کیونکہ وہ جنس ہی اور ہے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ آپ قسمیں کھائے اور آپ کو قسمیں کھانے نہ دے' اللہ ہزار کام آپ کرے اور ہمیں وہ کام کرنے نہ دے' وہ سوتا نہیں ہے' اونگھتا نہیں اور ہمیں نیند دیتا ہے اور جگاتا ہے' ہمیں کہتا ہے کہ کھاؤ اور خود کھاتا بھی نہیں ہے۔ تو یہ ساری باتیں ہیں اور لیکن اللہ تو اللہ ہی ہے اور جو کچھ اس نے انسانوں کو اپنے بارے میں انسانوں کے ذریعے صفات بتائیں ان صفات کے علاوہ بھی اس کے پاس صفات ہیں وہ

جو اس نے اور چیزوں کے ذریعے' جانوروں کے ذریعے بتائی ہیں' پرندوں کے ذریعے اپنی قدرت کو آشکار کیا اور پھر ہوا کی قسم کھائی ہے' تو ہوا بھی شعورِ ذاتِ حق ہے' ہوا کو آپ جنس نہ سمجھو' ہوا وہی ہے جو ہے' اب ہواؤں کے ساتھ بھی وہی اللہ ہے' ہواؤں کے اندر بھی قدرتِ کمل وہی ہو گی ------ آپ لوگوں نے بڑی مشکل بات شروع کر دی ہے لیکن اب جواب سنتے جاؤ۔ اب میں ایک مقام کی بات کرتا ہوں' اگر آپ نے بات غلط سمجھی تو گمراہ ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اس مقام کو پہچان لو کہ میں کون سے مقام سے بات کر رہا ہوں؟ یہ وہ مقام ہے جہاں پر فانی کو باقی کا علم عطا ہو رہا ہے' وہ ایک سنگم ہے' ایک پوائنٹ ہے' اگر وہاں تک آپ پہنچ گئے تو اب جلالِ خداوندی جلالِ انسان ہے اور وہاں پر جلالِ خداوندی جو ہے وہ جلالِ ہوا ہے' بادِ صبا بھی اس کی ہے اور زلزلہ بھی جلالِ خداوندی ہے' یعنی کہ یہ ساری ایک ہی صفات ہیں' وہاں اللہ تعالیٰ ایک زلزلے کی زبان سے بولا' حادثے کی زبان سے' قیامتِ صغریٰ کی زبان سے' آسمان کا ٹکڑا کہیں گر پڑے تو اس کی زبان سے' زمین کا کوئی ٹکڑا پھٹ پڑے تو اس کی زبان سے' تو جلال وہی ہے' کوئی انسان قہرِ خداوندی بن کر نازل ہو جائے تو یہ بھی وہی جلال ہے۔ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت بن کر آجائے تو سبحان اللہ یہ بھی ایک ہی مقام ہے' ہے اللہ ہی لیکن اللہ کی رحمت بندے کے ذریعے سے آئے گی' ہے اللہ ہی لیکن اس کا جلال انسان کے ذریعے سے آئے گا یا حادثات کے ذریعے سے آئے گا' رحمت بھی بارش بن کر آئے گی یا انسان رحمت بن کر آئے گا۔ تو گویا کہ ساری کائنات جو ہے یہ Total manifestation ہے' مکمل اظہار ہے اور بالکل خوبصورت Manifestation ہے'

خوبصورت اظہار اور انسان مکمل Manifestation ' اظہار ہے اور خوبصورت ہے' شرط صرف یہ ہے کہ آپ اپنی فنا سے نکل کر بقاء کے قریب ہو کے بات سمجھیں' فنا کو بات سمجھنے کا حق ہی نہیں ہے' فنا نے بقا سے کیا لینا ہے؟ وہ اللہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور آپ تھوڑی دیر کے رہنے والے ہیں۔ تو آپ اس سے کیا مانگیں گے؟ آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہماری زندگی کے یہ بقیہ کچھ سال بہتر گزر جائیں' آپ خود بہتر کر لیں تو اس سے اس کو کیا فرق پڑے گا اور نہ بہتر ہوں گے تب کیا فرق پڑے گا۔ بہتر کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اپنے سے چھوٹے ماحول کو دیکھو تو آپ بہتر ہو جاؤ گے اور اپنے سے اونچے ماحول کو دیکھو گے تو بہتر نہیں رہو گے۔ کیا آپ سے زیادہ کوئی غریب نہیں ہے؟ کیا آپ سے زیادہ کوئی اور صاحبِ عقل غریب نہیں ہے؟ اول تو آپ سے زیادہ صاحبِ عقل اور کوئی ہو گا نہیں کیونکہ آپ کسی کو مانتے نہیں ہیں کہ آپ سے زیادہ عقل مند کوئی ہو سکتا ہے' نہیں ہرگز نہیں' بالکل نہیں ہے' یہی تو آپ کی "عقل" کا ثبوت ہے۔ لیکن آپ سے کمزور عقل والے جو ہیں وہ اور ماحول میں رہ سکتے ہیں' غریب ہو سکتے ہیں' امیر ہو سکتے ہیں' کچھ بھی ہو سکتے ہیں۔ تو اپنے حالات کو Change' تبدیل کیے بغیر آپ Change محسوس کر سکتے ہیں۔ اسی حال میں بیٹھے بیٹھے ایک انسان مضطرب ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی زندگی ہے کہ ہم اس زندگی میں تنگ ہیں اور یہ ستم زدگان کا جہان ہے۔ آپ بڑے جلد باز ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری اتنی سی' چھوٹی سی' مختصر زندگی ہے اور کتنی پابندیاں ہیں' کتنی مصروفیات ہیں' کیا کیا Appointments ہیں' اِدھر جا سکتے ہیں اور اُدھر جا نہیں سکتے۔ اور اگر آپ غور کریں تو کائنات اتنی وسیع ہے کہ چھوٹے

سے انسان کے لیے اس نے سورج چاند ستاروں کی کائنات بنائی ہے اور لاجواب کام کیا ہے' کہیں کوئی اور انسان نہیں ہے' کہیں کوئی زندگی نہیں ہے' آپ کی رونق کے لیے سورج کے' چاند کے اور ستاروں کے سارے میلے ہیں' اگر آپ سمجھو تو یہ کائنات آپ کا حسن ہے اور آپ کو پالنے والی ہے اور سمجھو تو یہ کائنات ساری کی ساری آپ کے لیے تباہی ہے' یہ ظالم کائنات ہے اور آپ کو کھانے والی ہے۔ تو یہ ویسی ہے جیسے آپ چاہو۔ تو اللہ تعالیٰ کے جو یہ سارے مقطعات ہیں یہاں سے اٹھا کر وہاں رکھے ہوئے ہیں' یعنی کہاں پر؟ آسمان پر' آپ کی زندگی میں' پہاڑوں کے اندر' سفر کے دوران' اللہ کے ساتھ تعلق کے درمیان' اور فانی اور باقی کے سنگم پر' ہر جگہ یہ سارے مقطعات پڑے ہوئے ہیں۔ آپ بات سمجھے کہ مقطعات کہاں پر ہوتے ہیں؟ جہاں آپ اپنی فنا سے نکل کے کچھ بقا کے شعور میں آجاؤ۔ آپ کو بقا کا ایک آسان شعور بتاؤں کہ کیا ہے؟ ایسا کوئی شخص جو اپنے دور کے بعد' چاہے وہ مزار کی شکل میں ہو' آپ کے دور میں بھی اتنا ہی معزز چلا آرہا ہو تو سمجھو وہ بقا میں داخل ہے۔ کیونکہ لوگ اپنے دور میں کسی کا معزز ہونا برداشت نہیں کر سکتے' اپنے علاوہ کسی کی عزت کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کی اپنی عزت کوئی ہوتی نہیں۔ تو کوئی ایسے لوگ جو پرانے زمانے سے معزز چلے آرہے ہوں اور ہمارے زمانے میں نازل ہو جائیں تو وہ بقا میں داخل ہو گئے۔ ان کے بارے میں آپ کوئی تجسس نہیں کر سکتے کیونکہ وہ بقا والے ہیں۔ آپ تاریخ کے پرانے واقعات سے کسی کو نکال نہیں سکتے کیونکہ ان حالات کا واقعہ مکمل ہوگیا۔ تو یہ بھی بقا ہے۔ ان لوگوں سے حال کے اندر تعلق بنا کر ماضی سے ان کا شعور حاصل کر لینا' یہ بقا میں داخل ہونا ہے۔ کیا یہ مشکل بات

ہے؟ وہ لوگ تو چلے گئے اور ان کا چرچا' مزار اور آستانہ باقی ہے۔ اب آستانہ سے مراد قبر ہے' تو قبر بھی تو سارا پتھر ہے لیکن اب اس مزار سے آج کے زمانے میں ایسی لو لگا کر' لگن لگا کر آپ ان کے زمانے کا شعور' ان کی شخصیت کے مطابق حاصل کر لو تو آپ فنا سے نکل کر بقا کی سرحد میں جائیں گے۔ یہ بات ممکن ہے اور آپ اس کی اپنے ذہن میں گنجائش رکھ لو۔ کیا ہے؟ یہ بات ممکن ہے! وہ لوگ اپنے زمانے سے آکر آپ کو گائیڈ کر دیں تو یہ ان کے لیے بالکل ہی ممکن ہے۔ یہ آپ کے لیے بھی ممکن ہے کہ آپ اپنے زمانے سے نکل کر ان کے زمانے میں داخل ہو جائیں۔ یہ آپ کے لیے بڑی غور طلب بات ہے اور ان کا احسان' ان کا احسان ہے اور یہ الگ کہانی ہے۔ تو بات یہ ہے کہ ہر دور میں فنا اگر محنت کرے تو بقا میں داخل ہو سکتی ہے۔ اور فنا اور بقا کے درمیان کے علاقے میں سیر کا موقعہ مل جائے تو وہاں مقطعات ہی مقطعات ہیں' اور بھی بہت سارے مقطعات ہیں۔ کچھ لوگوں نے اوز لفظ بتا دیا کہ یہ اسم پڑھا کرو اور بظاہر اس کا معنی کچھ نہیں ہے' وہ بھی مقطعات ہیں۔ تو یہ ایسے الفاظ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جو یہ بتایا کہ یہ الفاظ ہیں' مقطعات ہیں اور ان کے اندر راز ہیں' رموز ہیں' ان کے معنی کچھ اور بھی ہیں' باقی اسماء کے اندر اعداد کا ایک اور راز ہے' ان کو آپ اعداد میں لے آؤ اور نمبر نکالو تو یہ پورے کے پورے فقرے بن جاتے ہیں' پوری آیتیں بن جاتی ہیں اور بعض اوقات آپ کے سوالوں کے جواب بن جاتے ہیں' بعض اوقات آپ کے سوال بن جاتے ہیں' یہ پوری کی پوری فارم جو ہے یہ تعداد کی شکل میں' علم الا عداد کی کل میں' یہ آپ کے لیے بات بن سکتی ہے' لیکن اس کام میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے۔ کیا

کرنا چاہیے؟ آپ کو بس یہ پتہ ہو کہ یہ مقطعات ہیں حٰمٓ حٰمٓ ہے' یٰسٓ یٰسٓ ہے' یٰسٓ تو حضور پاک ﷺ کا نام ہے لیکن یٰسٓ' یٰسٓ ہے جب تک آپ پر آشکار نہ ہو آپ یٰسٓ کو یٰسٓ ہی کہو' حٰمٓ کو حٰمٓ ہی کہو اور والضحٰی کو والضحٰی ہی کہو۔ یہ بتانے والے نے بتایا کہ والضحٰی کیا ہے؟ والضحٰی رخ ہے اور پھر واللیل زلف کیا ہے' مازاغ کا کجلہ کیا ہے' سرمہ کیا ہے۔

مازاغ البصر خوانم دو چشم نرگسینش را
کہ مازاغ البصر خوانم دو زلفِ عنبرینش را

واللیل اذا یغشی کیا ہے؟ یہ زلف ہے اور اس کے اندر پورا ایک مقام ہے۔ وہ لوگ بتانے والے ہیں کہ اس کے اندر ایک راز ہے کہ الف کے ساتھ جب لام ملایا اور پھر جب اس میں میم ملایا تو پھر ساری کہانی ختم ہو گئی۔ الف لام اللہ اور میم کی ساتھ محمد ﷺ تو پھر کلمہ پورا ہو گیا۔ اب بتانے والے یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ الٓمٓ ہے کیا اور پھر یہ میم کی مروڑی کیا ہوئی' یہ راز تو ہے سارا میم کا لیکن الف لام کے بغیر حل نہیں ہو گا۔ گویا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک مقام ہے اور اقبالؒ نے اس کا راز بتا دیا کہ یہ الم کا سورہ ہے' کہ انسان کی زندگی میں غم کی کائنات ہے "الم" کا اردو معنی غم ہی ہے' یہ وہی لفظ ہے حالانکہ وہ الف لام میم ہے۔ تو الف لام میم کے ہزار ہا معنی قافیے کے طور پر بھی اور واقعے کے طور پر بھی ہیں۔ لہٰذا مقطعات کی بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ تو مقطعات' مقطعات ہیں۔ یہ راز وہ راز ہی ہے۔ یہ راز کہاں پر ہے؟ جب آپ فنا سے نکل کر بقا کی دنیا میں داخل ہو جاؤ تو پھر آپ کو یہ راز مل جائے گا۔ اس مقام پر بے شمار ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ اس کی بات

جو ہے وہ اس کی بات ہو جاتی ہے۔ مولانا رومؒ نے کہا۔

گفتہ ہائے اُو گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

تو اس کی بات اللہ کی بات ہے۔ تو اس کی بات کیوں اللہ کی بات ہے؟ اللہ کی کوئی بات بھی اللہ کی زبان سے نہیں ہوئی ہے! یہیں آپ گھبرا جاتے ہیں۔ گویا یہاں پر سوچنے والے لوگ سوچتے تھے کہ اس کی بات جو ہے وہ اللہ کی بات کیسے ہو سکتی ہے یعنی بندے کی بات اللہ کی بات کیسے ہو سکتی ہے۔ پھر ایک درویش نے کہا کہ دیکھو بات سنو' اللہ کی اپنی بات اللہ کی زبان سے کبھی بھی نہیں ہوئی' اللہ کی ساری باتیں انسان کے ذریعے سے ہوئی ہیں۔ لہٰذا انسانوں ہی کے ذریعے سے اللہ نے بات کرنی ہے اگر اسے کوئی انسان کام کا نہ ملے تو درخت کے ذریعے سے بات کر لیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنی زبان سے بات نہیں کرتا ہے' یہی اس کی خوبی ہے اور کبھی پرندے کی زبان سے بات کر لی' ہد ہد کی زبان سے بات کر لی اور کبھی ہواؤں کی زبان سے بات کر لی۔ کبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ صرف خوشگوار ہوا چل جائے تو کہتے ہیں کہ الحمد للہ' اللہ تیرا شکر ہے حالانکہ صرف ہوا ہی چلی ہے۔

سوال :۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کس کی آواز سنتے تھے؟

جواب :۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی آواز سنتے تھے' رب تعالیٰ کی آواز سنتے تھے' وضاحت اس کی یہ ہے کہ "رب جو بولا تو درخت سے بولا"۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ In the presence of

a man ' تو انسان کی موجودگی میں وہ اللہ ہے جو درخت سے بول جاتا ہے' تو ثابت یہ ہوا Proving thereby کہ اگر درخت سے بول سکتا ہے تو انسان سے کیوں نہیں بولے گا۔

سوال :۔

کیا یہ وہی کام یا مقام نہیں ہے جو آپ ہمارے ساتھ ایک مہربانی کرتے رہتے ہیں' اور کیا فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

فانی کا باقی سے رابطہ ہو سکتا ہے یعنی کہ انسان کا اللہ کریم سے رابطہ ہو سکتا ہے' اس رابطے کے بارڈر پر مقطعات ہیں اور علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا علم انسان کے ذریعے آپ تک پہنچایا۔ وہ انسان جنہوں نے اللہ کا علم بتایا وہ مامور من اللہ درجہِ رسالت و نبوت پر تھے۔ یہ ٹائیٹل اب نہیں آئے گا۔ اور اب یہ واقعہ نہیں ہو گا۔ اب کوئی شخص اپنی روح کو نفیس اور پالش کرتا ہوا اس مقام کے قرب و جوار میں لے جائے تو اس کے لیے بہت بہتر بات ہے یعنی کہ آپ قربِ حضور پاک ﷺ تک جاؤ۔ اب آپ کا براہِ راست اللہ کے ساتھ ریلیشن دریافت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ نبی کا مقام ہے اور اگر آپ نبوت کے مقام کی تلاش کرو تو یہ نہیں ہوسکتا۔ تو اتنا سا دھیان رہے کہ آج کل جو امتی ہے اگر وہ اصل مقام تک جانا چاہتا ہے جہاں وہ فنا بقا سے ہمکنار ہو تو اس کے لیے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے اور باقی راستے جو ہیں وہ بند ہیں اور وہ راستہ رسالت کا مقام ہے' لہٰذا رسالت کے ذریعے آپ توحید کا سفر کرو۔ مثلاً" اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ گورو نانک جی مہاراج

کے پاس توحید کا علم موجود تھا' اب اگر آپ اس شخص کی عاقبت کے بارے میں غور کریں تو شاید توحید کی وجہ سے رعایت کر دیں لیکن اس کو مسلمان کا مقام نہیں مل سکتا کیونکہ رسالت کے مقام پر وہ خود آپ کھڑا ہو گیا۔ اس نے توحید کو دیکھا اور مسلمانوں کو سٹڈی کیا اور دیکھا کہ رسالت کا یہ مقام ہے اور وہ رسالت کے مقام پر خود کھڑا ہو گیا اور توحید مسلمانوں کی بیان کر گیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں آپ کو یہ آسانی ہو گئی ہے کہ اب آپ وہ آدمی بننے کی کوشش نہ کرو' اب ایک شخصیت موجود ہے' آپ اس کو تسلیم کر کے اپنا کام چلا لو' کبھی اپنے آپ کو ایسا پروجیکٹ نہ کرو کہ میں ہی وہ آدمی ہوں' I am the man تو کوئی آدمی اس میں The Man نہیں ہے' خاص انسان نہیں ہے بلکہ سارے کے سارے جو ہیں نبی پاک ﷺ کی امت ہیں بلکہ میں یہاں تک بھی وارننگ دیتا رہا ہوں کہ مسلمان ہونے کے بعد کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ باقی اشخاص کے ساتھ جو ہے اتنا ریلیشن بنالے' زیادہ عزت کا تعلق بنالے کہ باقی لوگ جو ہیں وہ انہیں اپنے دین سے زیادہ مرعوب ہونے کی کوشش کرے اور وہ لوگ دین میں خود کو بہت کمزور محسوس کریں۔ یہ مسلمانوں کا استحصال ہے' یہ کام جو لوگ کرتے ہیں وہ استحصال کرتے ہیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے اندر سے وہ مقام دریافت کریں جو آپ کو اپنے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے ساتھ مزید ملائے۔ تو مقام کس کا؟ آپ کا' اور یہ مقام دریافت بھی آپ نے کرنا ہے' اس کا راستہ ہم بتا رہے ہیں اور راستہ بتانا کوئی نقص کی بات نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ اور اگر ہم آپ کو اپنے گھر کا راستہ بتا دیں تو پھر اس میں آپ کا فائدہ کوئی نہیں ہو گا اور مجھے نقصان ہو جائے

گا۔ تو بات کیا بنی؟ تو اس لیے بات یہ ہے کہ راستہ وہی ہے یعنی سچا راستہ شریعت کا ہے۔ آپ کو اس میں کیا دقت ہے؟ آپ اس میں اپنا مقام تلاش کرو کہ جہاں پر فانی باقی سے ملتا ہے ——————

ہاں اور بولو۔ کسی کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو اس کو پوچھنے کا موقعہ ہونا چاہیے۔ میں اس لیے آپ لوگوں کو سوال کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ ایک مقام پر ہم نے دیکھا کہ کئی کئی سال سوال جو ہے وہ دلوں میں رہا اور جواب نہ ملا۔ تو میرے پاس سوالوں کا بڑا احترام ہے کیونکہ مسلمان کو سوالوں کا جواب ملنا چاہئے۔ یہ وہ سوال ہیں جو اگر بے باکی میں کر دیے جائیں اور ان کے سامنے کر دیے جائیں تو پھر کفر کے فتوے کے امکانات ہیں حالانکہ یہی وہ سوالات ہیں جو انسان کو اندر دقت پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ لوگ سوال کرو.....

سوال :۔

کیا اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں؟

جواب :۔

یہ سوال بہت Important' اہم ہے کہ اللہ اور قدرت کیا ایک ہی چیز ہیں؟ عمل کے لحاظ سے Function کے لحاظ سے اللہ اور قدرت ایک ہی چیز ہیں' Function سے میری مراد اللہ کی صفات ہیں۔ جلالِ قدرت اور خوبصورت جمالِ قدرت' اللہ کا جمال اگر کہا جائے تو اللہ نور السمٰوٰت والارض' سماوات اور ارض نکال دیا جائے تو نور کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اسی طرح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض' اور یہ کہ یسبح للہ ما فی السمٰوٰت ومافی الارض' سماوات اور ارض کا وہی اللہ

ہے لیکن یہاں تک تو برابر ہے' تو پھر فرق کیا ہے؟ تو فطرت جو ہے وہ صفات کے طور پر' فنکشن کے طور پر اللہ ہی ہے لیکن اللہ فاطر ہے۔ تو فطرت مخلوق ہے اور خالق فاطر ہے' فطرت اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹوٹل آئینہ ہے۔ لیکن وہ آئینے کا عکس بھی ہے' آئینے کے رو برو بھی ہے اور آئینے کا خالق بھی ہے۔ تو اس میں یہ فرق ہے۔ اس لیے فطرت کو بنانے والا اللہ فاطر السمٰوٰت والارض ہے اور اس نے یہ کہہ کر مسئلہ حل کر دیا۔ کیا کہہ کر مسئلہ حل کر دیا؟ کہ میں فاطر السمٰوٰت والا رض ہوں' ہم آسمانوں اور زمینوں کے خالق ہیں۔

سوال :۔

کیا ہمارے لیے بزرگانِ دین کی صورت میں ایک ایسا رہبر' مرشد نہیں ہونا چاہیے جو ہمیں رسالت تک لے جائے اور رسالت جو ہے وہ ہمیں اللہ کریم تک لے جائے گی ——————

جواب :۔

آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امت میں موجود ہو چاہے اس بڑے لیول کا فقیر ہو' کیوں نہ ہم اس کو اس سیٹ پر بٹھا کر کاروبار چلائیں' رموزِ مملکت' کاروبارِ زندگی اور زندگی کی پہچان۔ پہلے آپ یہ پہچان لیں تو پھر آپ یہ بات کرنا۔ فرق یہ ہے کہ رسول ہو یا نبی ہو' اس سے انکار کرنے والے کا ایمان ضائع ہو جائے گا اور فقیر سے انکار کرنے والے کا ایمان ضائع نہیں ہو گا' چاہے فقیر پورا ہی فقیر ہو۔ آپ میری بات کو سمجھ رہے ہیں؟ فقیر سے آپ بحث کر سکتے ہیں' جھگڑا کر سکتے ہیں' انکار کر سکتے ہیں' آپ Deviation کر سکتے ہیں لیکن رسول ﷺ کی بات کو

رد کیا تو ایمان ضائع ہو جائے گا اور اعمال ضبط کر لیے جائیں گے۔ حبطت اعمالکم تو جو حضور پاک ﷺ کے بعد لوگ آئے ہیں' وہ چاہے درویش ہوں' چاہے غوث ہوں' چاہے کوئی ہو' ان کے انکار کرنے سے آپ کا ایمان ضائع نہیں ہو رہا۔ اگر ایک دیوبندی ہے اور ہمارے مسلک پر نہیں ہے لیکن عین مسلمان ہے' اس کا آپ کے ساتھ جھگڑا ہے لیکن وہ مسلمان ہے' اسی طرح اگر بریلوی ہے' آپ کا اس کے ساتھ بھی جھگڑا ہے تو وہ بھی مسلمان ہے' شیعہ ہے' اس کے ساتھ آپ کا قدیم کا جھگڑا ہے لیکن وہ بھی مسلمان ہے' تو آپ کا سب کے ساتھ جھگڑا ہے لیکن سب مسلمان ہیں۔ اگر آپ رسول پاک ﷺ کے منکر ہیں تو پھر آپ کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا فرق آپ کو سمجھ آگیا ہے؟ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ دو انسان بیک وقت یکساں صفات کے ہوں' یکساں نماز پڑھنے والے ہوں' ایک علاقے میں پرورش پائی ہو بلکہ ایک ہی ٹیبل پر پرورش پائی ہو تو بھی دونوں میں صفات کا الگ الگ فرق ہو گا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ فرض کریں کوئی شخص جس میں کسی پیغمبر کی تمام صفات آپ بیان کرو' اور تمام اعتبار سے وہ صفات ہوں' واقعات ہوں' سارے حالات ہوں تب بھی وہ شخص پیغمبر کے امتی ہونے کا شرف حاصل کر سکتا ہے لیکن پیغمبر نہیں کہلایا جا سکتا۔ کیونکہ پیغمبر جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا مرتبہ ہے' آپ کی اپنی بنائی ہوئی صفت نہیں ہے۔ لہٰذا صفات جو ہیں یہ مرتبہ نہیں دیتی۔ مرتبہ جو ہے وہ صفات Create نہیں کرتا' مرتبہ' مرتبہ ہے اور صفات' صفات ہیں۔ اگر صفات کے ساتھ وہ مرتبہ دے دے تو اس کی مرضی ہے' اور مرتبہ دے دے اور اس کے ساتھ صفات دے دے تو بھی اس کی مرضی ہے۔ تو آپ نے

صفات کو مرتبے سے ملانا نہیں ہے اور یہ نہیں کہنا کہ چونکہ یہ صفات ہیں' لہٰذا وہ نبی تھے۔ وہ نبی تھے' اس لیے وہ مبارک تھے' اب نبی کی جو صفات ہیں وہ اپنی جگہ مکمل ہیں اور اس کے علاوہ صفات Incorporate نہ کرو' اور صفات نہ ملاؤ۔ ان کو ان کی صفات کے ساتھ پیغمبر بنایا گیا۔ بے شمار نبیوں نے اپنی امتوں کے خلاف بد دعا کر دی تو وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ کچھ آنے والے گمراہ لوگ یہ کہنے لگے کہ پیغمبروں کو بد دعا نہیں کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ وہی ہیں جو ان کی صفت ہے۔ تو نبی کی ذات پر تنقید سے آپ لوگ گریز کیا کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا کیا ہوا مرتبہ ہے۔ آج کل کچھ مولوی صاحبان ایسے پھرتے ہیں کہ ان سے ایک آدمی نے بات کی تو وہ کہنے لگے کہ "ہم وہ کام کر رہے ہیں جو حضور پاک ﷺ کرتے تھے' قرآن سنایا' پڑھایا' اس سے بات کی' یہ کیا وہ کیا اور بالکل ہمارا کام وہی ہے"۔ وہ شخص مولوی صاحب سے کہتا ہے کہ آپ ﷺ کا ایک فنکشن یہ بھی تھا کہ وہ تزکیہ بھی کرتے تھے اور وہ تم نہیں کر سکتے ہو۔ تو آگے سے کہتا ہے کہ اس کی ہمیں جانچ اور طریقہ نہیں آتا۔ تو وہ جو پیغمبر کی نگاہ ہے وہ تزکیہ کرتی ہے۔ جس پر وہ نگاہ پڑ گئی وہ ویسے ہی صاف ہو گیا' اب وہ مرتبہ اور ہے' وہ علم اور ہے

سوال :۔

وہ جو تزکیہ کا نبوت کا فنکشن ہے کیا وہی بزرگانِ دین کا فنکشن نہیں ہے؟

جواب :۔

وہ فنکشن بالکل ہو' بار بار ہو لیکن مقام وہ نہیں ہے' وہ مقام سب

پھ ہے لیکن رسول نہیں ہے۔

سوال :۔

حضور پاک ﷺ کی رحمت کا یہ ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ بزرگانِ دین آج بھی امت میں موجود ہیں اور ان کے حوالے سے ہم نبی کریم ﷺ کا فیض حاصل کرسکتے ہیں۔

جواب :۔

رحمت کا فنکشن یہ ہے کہ آج بھی تقسیم ہو رہی ہے اور یہ بڑی رحمت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بزرگانِ دین نے کمال کیا ہے۔ آپ بزرگانِ دین کے چھوٹے چھوٹے کام دیکھو کہ لوگوں کا انہوں نے ایک ایسا کام کر دیا کہ ان کی زندگی بدل دی۔ بابا فرید گنج شکرؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں ٹوٹل اسلام بتا دیں کہ کیا ہے کیونکہ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے غریب اور امیر دونوں کے پاس وقت نہیں ہے۔ لہٰذا آپ ہمیں موٹی موٹی بات بتا دیں تو فرمایا کہ اچھا آپ موٹی موٹی باتیں سن لو۔ "اللہ محمد ﷺ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ"۔ چلو اسلام پورا ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جی بات سمجھ نہیں آئی۔ فرماتے ہیں کہ یہ جو میں نے چار نام بتائے ہیں یہ یاد رکھ لینا تو آپ کا اسلام ضائع نہیں ہو گا' اللہ پکا یاد ہے محمد ﷺ پکا یاد ہے' چار یارؓ میں جھگڑا نہ کرنا' خواجہ غریب نوازؒ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور آخیر میں خاکسار فریدؒ" آپ میرے پاس رہو اور ان چار باتوں کو آپ یاد رکھو تو آپ گمراہ نہیں ہوں گے یعنی اللہ محمد ﷺ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ اور میرے کہنے پہ چلتے جاؤ۔ ان لوگوں کو پھر آسانی ہو گئی۔ یہ کوئی علم کی بات نہیں ہے اور کوئی لمبی

چوڑی بات بھی نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ جو وہ کہتے ہیں کرتے جاؤ۔ تو وہ شخص جو ہے وہ چار یار میں بحث نہیں کرے گا' اس کے لیے دائرہ بن گیا اللہ محمد ﷺ چار یارؓ' خبردار کوئی بحث نہ کرے' جب چار یارؓ کا لفظ آگیا تو پھر اس میں تبدیلی یا دوسرا واقعہ یا تیسرا واقعہ سب بیکار ہے۔ اور انہوں نے کیا کام کیا کہ بہشتی گیٹ کھول دیا کہ یہ دروازہ ہے جو اس میں سے گزرا وہ بہشت میں چلا گیا۔ بہشت میں جانے کی آرزو جو ہے یہی بہشت ہوتی ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ آپ نے کبھی اس بات پہ غور نہیں کیا کہ ابھی بہشت کا دروازہ کھلنے والا ہے' آپ اور ہم چار آدمی مل کر جا رہے ہیں' کوئی پوچھتا ہے کہ کدھر جا رہے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ بہشتی گیٹ کھلنے والا ہے۔ تو پھر آپ نے کیا کرنا ہے؟ کہتا ہے کہ بہشت میں جانا ہے۔ تو دراصل بہشت جانے کی آرزو ہی بہشت ہے۔ اس زندگی کے اندر بہشت کی تمنا بڑی مبارک بات ہے اور یہ بہشت ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ اور پھر بابا صاحبؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہاں بہشتی دروازہ لگا دیا جب کہ بہشت تو آگے کی بات ہے تو آپؒ نے فرمایا کہ جب یہاں بہشت نہیں ہے تو پھر آگے کدھر ہے۔ بہشت ادھر ہی ہے' بہشت کی آرزو ادھر ہے' بہشت کا یقین ہو جائے شب ادھر ہے۔ آپ لوگ تو بالکل غور نہیں کرتے! مثلاً" یہاں ایک بلال صاحب ہیں' تو رامے صاحب آپ کیا ایسی بہشت کا تصور کر سکتے ہو کہ جس میں آپ ہوں اور بلال صاحب نہ ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو بہشت کیا ہوئی؟ اپنے دوستوں کو یک جا دیکھنے کی تمنا بہشت ہے اور یہ چیز زندگی میں آپ نے دریافت نہیں کی ہے۔ ایک بات پھر سن لو کہ اگر کوئی شخص کسی اور شخص کو اس کے عمل کی وجہ سے دوزخ میں جاتا ہوا

دیکھنا چاہے' کہتا ہے کہ اس نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی' میرا خیال ہے کہ اسے بڑی سزا ہو گی اور دوزخ ہو گی' اس نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے اور جاتے ہوئے آبگینہ لے گیا اور زینہ بھی لے گیا اور یہ بڑی بری بات ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ دوزخ میں جائے گا' تو کسی مسلمان کے لیے آپ زندگی میں اگر دوزخ میں جانے کی تمنا لے کر بیٹھے ہیں تو فقیروں نے یہ بتایا ہے کہ اس آدمی کو دوزخ میں دیکھنے کے لیے' تیری آنکھ ضرور وہاں اس کو دیکھنے کے لیے بھیج دی جائے گی۔ لہٰذا آپ اپنی آنکھوں کو حدتِ نار سے آزاد کرو' اپنے خیال کو حادثۂ غیر سے آزاد کرو' تیرے خیال میں حادثہ ہو رہا ہے' تیرے دل میں حسد کی آگ لگی ہوئی ہے' تو جو اس کے لیے چاہ رہا ہے وہ تیرے دل کے اندر داخل ہو گیا' وہاں اس کی زندگی میں کانٹا لگا دیا تو کانٹا وہاں نہیں لگا بلکہ یہاں آپ کے دل میں لگ گیا' آپ کی زندگی میں الجھنیں انسانوں کے ذریعے آ رہی ہیں جن کو آپ ناپسند کرتے ہو' ناپسندیدہ انسانوں کا نقصان آپ کو پتہ ہے کہ کیا ہے؟ ان کے دم سے تیرے اندر گرہ پڑتی جا رہی ہے' الجھن بڑھتی جا رہی ہے۔ تو الجھن کس نے ڈالی ہے؟ وہ بڑا کمینہ انسان تھا اور وہ آپ کو الجھن میں ڈال گیا' تو آپ اگر اس کو معاف کر دیں تو سارا قصہ ہی ختم ہو جائے گا اور الجھن ختم ہو جائے گی۔ کہتا ہے کہ یہ کیسے ہو کیونکہ وہ معافی نہیں مانگتا تو میں آپ سے کہتا ہوں کہ اسے معاف کر دو' "اگر آپ کہتے ہیں تو ہم مان لیتے ہیں" تو اس طرح گرہ کھل جائے گی۔ تو چور جو سامان لے گیا سو لے گیا' اب آپ کیوں روتے ہو' چور سامان لے گیا اور دل جو ہے اس سامان کی یاد میں غرق ہو گیا' اب اسے معاف کرو اور بھول جاؤ۔ اس طرح معاف کرنے سے آپ بزرگانِ دین سے اپنا فیض لے

سکتے ہیں۔

سوال :۔

اس کو معاف کرنے سے دل آزاد ہو گیا لیکن کیا وہاں بہشت میں چور بھی ہو گا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ توحید کیا ہے اور باطن کے مقام کس حد تک بیان کرنے چاہئیں؟

جواب :۔

ہاں کمال کی بات تو یہ ہے کہ اگر چور بھی بہشت میں ہو تو پھر تو آپ کا سامان مل جائے گا۔ ایک بات تو یہ ہے' دوسری ایک اور بات یہ ہو جائے گی کہ آپ کا چور بخشا گیا تو آپ جس کے چور ہیں آپ بھی بخشے گئے۔ آدھے لوگوں کے چور آپ خود ہو بلکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ آپ کے ساتھ ہو رہا ہے آپ یہ سب کر چکے ہو' جو ہو رہا ہے وہ ہوا۔ جو ہو رہا ہے اسے چھوڑ دو تو جو ہوا وہ معاف ہو جائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیِ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

آپ بات کو سمجھ رہے ہیں کہ معاف کر دو تو معاف ہو جاؤ گے۔ چور جو ہے وہ کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ چور ایک سٹیج پر محسن بھی ہوتا ہے' وہ اشیاء کی محبت کو دلوں سے نکالتا ہے۔ پھر آپ کیا اشیاء کی محبت میں گرفتار ہوئے پڑے ہو' انہیں چھوڑ دو۔ ایک بزرگ کا واقعہ میں ابھی سنانے لگا ہوں' کیا وہ آپ نے سنا ہے کہ کس کا واقعہ ہے؟ ایک بزرگ ایک قافلے کے ساتھ سفرِ حج پہ جا رہے تھے۔ وہ بزرگ قافلے میں ممبر

کے طور پر شامل تھے' امیرِ قافلہ کوئی اور تھا اور قافلہ مختصر تھا' پیدل حج کے سفر کو چلے' وہ کوئی کردستان کا علاقہ تھا جہاں پر ڈاکو ہوتے تھے اور انہوں نے راستہ روک لیا اور کہا لائن میں کھڑے ہو جاؤ' سارا سامان رکھ لیا اور جو کچھ پیسہ تھا وہ بھی رکھ لیا' وہ جو ڈاکوؤں کا سالار تھا اس نے کہا کہ پیسے تو سارے یہاں رکھ دیے ہیں' اب ان کی تلاشی لو' تو جو اس حاجیوں کے قافلے کا سالار تھا اس کے پاس سے مخفی جیب سے تھوڑے سے پیسے نکلے' تو ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ اس قافلہ کے سالار کو فوراً" قتل کر دیا جائے۔ یہ کہانی لکھنے والے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سوچا کہ اس قافلے میں میں بھی شامل ہوں اور میری موجودگی میں ہمارا قافلہ سالار کٹ گیا تو پھر میری فقیری کس کام آئے گی' تو میں بول پڑا کہ اس کو آپ ابھی نہیں مارنا کیونکہ یہ ہمارا سالار ہے اور ہماری زندگی میں ہمارا سالار مر نہیں سکتا۔ وہ ڈاکوؤں کا سردار میرے ساتھ روبرو ہو گیا اور کہتا ہے۔کہ آپ کیسے انسان ہو اور یہ کیسا سالار ہے کیونکہ سچے آدمی کا سالار جھوٹا آدمی نہیں ہو سکتا' کیا آپ کو اس بات کا خیال نہیں آیا؟ پھر ڈاکو نے کہا کہ ہم تو سرکاری ڈیوٹی پر ہیں' مدت سے عازمینِ حج کو متوکلین بنانے کا کام ہمارے سپرد ہے' جس شخص کو حج کے دوران بھی پیسے کی محبت ہے اور اس میں غرق ہوا پڑا ہے تو وہ کیسے بیدار ہو سکتا ہے۔ تو یہ توحید ہے اور یہ وہ توحید ہے جس کو نہ تو سمجھا اور نہ میں سمجھا۔ توحید کی ایک اور کہانی سن لو۔ انہی بزرگ کی کہانی ہے اور یہ بہت بڑے بزرگ ہیں' ان کا نامِ گرامی ہے گنج بخشِ فیضِ عالمؒ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے پیر صاحب سے پوچھا کہ جناب آپ یہ فرمائیں کہ توحید کیا ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ توحید آپ کو ہم

ضرور سمجھائیں گے کیونکہ یہ بڑا مقام ہوتا ہے' بڑا بلند مقام ہوتا ہے لیکن آپ کو پھر کبھی سمجھائیں گے۔ جب میں نے ضد کی تو فرمانے لگے کہ آپ کو جلدی سمجھاویں گے۔ کچھ عرصے بعد ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے اپنے پیر صاحب کے ساتھ حج کے سفر پر جانے کا موقعہ ہوا۔ داتا صاحبؒ یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ شام کا وقت ہے' ہم لوگ نماز ادا کر چکے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار تیزی سے آرہا ہے اور ہمارے پیر صاحب نے انہیں جا کر سلام کیا' دونوں ملے اور گھوڑ سوار نے میرے پیر صاحب کے کان میں کوئی بات کی' انہوں نے کچھ جواب دیا' وہ واپس چلے گئے اور پیر صاحب آکر آرام سے بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا جناب یہ کون تھا اور کیوں آیا تھا؟ آپ نے کہا کہ یہ تیرے سوال کا جواب تھا جو گھوڑے پہ چڑھ کر آیا تھا' وہ سوال جو توحید کا پوچھا تھا یہ اس کا جواب تھا' داتا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ میں بڑا حیران ہوا کہ یہ توحید کا سوال کیسے بن کر آیا؟ یہ کون تھا؟ میں نے وضاحت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اور خضر علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ حج کرنے جارہے ہیں تو آپ کہیں تو میں بھی آپ کے قافلے کے ساتھ چلوں۔ تو آپ نے کیا جواب دیا؟ داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ نے جواب دیا کہ اسے میں نے یہ کہا کہ آپ چلے جائیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں توحید کے خیال سے ہٹ کر تیرے خیال میں نہ چلا جاؤں۔ تو یہ توحید ہے! توحید کیا ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کے خیال سے گزر کر کسی اور خیال میں گم نہ ہو جاؤ' یہ توحید ہے۔ اور یہ وہ توحید ہے کہ جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا۔ یہ خیال کی یکسوئی کا مقام ہے۔ اس بارے میں کیا خوبصورت شعر کہا ہے ؎

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

اس کے خیال' اس کی یاد میں ہم گم ہو گئے' اس قدر غرق ہوئے کہ پتہ نہیں جانا کہاں تھا اور چلے کہاں گئے۔ تو یہ توحید ہے کہ کہاں جانا تھا اور صرف اسی کے خیال میں کدھر چلا گیا۔ تو یہ توحید ہے! بس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ تو یہ ان بزرگوں نے کیا' میں آپ کو بزرگانِ دین کا بتا رہا تھا کہ وہ اس طرح توحید میں ہیں اور چاہے ان کا مقام کچھ بھی ہو' ان کا درجہ نہ بنانا' اور آپ مسلمانوں کے اندر یہ بھی نہ بنانا کہ قلندر کون ہے اور دوسرا کون ہے' غوث کون ہے' ابدال کون ہے اور قطب کون ہے۔ اب یہ بات ختم کرو۔ ہم مسلمان ہی مسلمان ہیں' وہ ٹائیٹل ہندوؤں کے مقابلے میں تھے' مخالفین کے مقابلے میں تھے' اب جو ہے وہ جمیع المسلمین کا مقام ہے' اس لیے کسی فرد کے بلند تر ہونے کا مقام نہیں ہے۔ اب وحدتِ ملّت کا مقام ہے۔ وحدتِ ملّت قائم کرنے والا کچھ بھی ہو وہ اپنے مقام سے سفر کا آغاز نہیں کرے گا۔ یعنی چاہے کوئی اپنے دور کا غوث آجائے' وہ غوث بن کر کام نہیں کرے گا۔ اس سے جمیع المسلمین میں Inferiority complex پیدا ہوتا ہے' احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے' آپ کو یہ بات سمجھنی مشکل ہو رہی ہے حالانکہ آپ ذہین لوگ ہیں۔ اس بات کو ایسے سمجھو کہ اگر میں ابھی ایک بات کہہ دوں کہ ہم اس کمرے میں ایک ایسی چیز دیکھ رہے ہیں، جس کا دیکھنا زندگی کی انتہائی کامیابی ہے مگر وہ آپ کو نظر نہیں آرہی ہے' ابھی آپ تھوڑی دیر کے لیے میری تعریف کرو گے اور گھر جاکر بڑے پریشان ہو جاؤ گے کہ ایسی وہ کیا چیز ہے جس کا دیکھنا ہمارے لیے ضروری ہے اور ہمیں نظر

نہیں آئی اور نظر نہیں آئی تو کیوں نظر نہیں آئی' پھر ہم مسلمان نہیں ہیں کیا؟ تو کچھ لوگوں نے یہ کام کیا' انہوں نے ایسے بیانات دیے اور اپنے سننے والوں کو متاثر کیا لیکن سننے والے بعد میں بڑے بدظن ہوئے کہ یہ چیز تو پھر ہمارے لیے ہے ہی نہیں۔ اگر ہے ہی نہیں تو پھر کیا ہے؟ ایسے ہی کہہ دیتے ہیں کہ وہ دیکھو وہ کیا نظر آرہا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ ہمیں تو نظر نہیں آرہا۔ آپ کو ایک پورا واقعہ سنا رہا ہوں کہ کہیں قوالی ہو رہی ہے اور قوالی میں پیر صاحب بیٹھے ہیں اور قوال کے بول ہیں

او دسدی چُنی یار دی

اور یہ کہ "وہ جا رہا ہے دیکھو تو سہی" اور "وہ دیکھو گلیاں نبی ﷺ کی"۔ اور پیر صاحب "حال" کھیل رہے ہیں' ان کو اندرون بالکل نظر آرہا ہے۔ ایک بے باک مرید تھا کہتا ہے کہ مجھے تو نظر نہیں آرہا۔ تو اس کو تو نظر نہیں آیا لیکن باقی سب کو نظر آگیا۔ پھر اس بے باک کو سزا دے دی گئی۔ حالانکہ اس نے سچ بولا تھا' سچ یہ بولا تھا کہ اسے نظر نہیں آیا تھا اور باقیوں کو بھی اس وقت نظر نہیں آرہا تھا لیکن وہ ہاں سے ہاں ملا رہے تھے' پھر باقیوں کو بات دکھا دی اور اس سچ بولنے والے کو محروم کر دیا گیا۔ اس لیے مسلمانوں کے اندر ایسے مقامات کا اظہار نہیں ہونا چاہیے۔ حضور پاک ﷺ کی محفل کا ذکر نہیں کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی محفل ہوتی ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے یہ فیصلے ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو بات بتا دو کہ یوں کر لو اور یہ آسان بات ہے۔ آپ کسی شخص کو وہ بات نہ سنائیں جو آپ اس کو دکھا نہیں سکتے۔ بس بات آسان ہو گئی۔ تو یہ مشاہدے کے مقامات ہیں' مقاماتِ رسالت مشاہدے کا مقام ہے' مقاماتِ ولایت مشاہدے کے مقام ہیں۔

اب آپ لوگ اور سوال کرو ــــــــــ

سوال :۔

آج کل کے دور میں ہم مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب :۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے۔ ہم مسلمانانِ عالم ہونے کی حیثیت سے یہ کہتے ہیں کہ پرانی تعلیم کو آج کل کے مسلمان بہت زیادہ Discover کرنے کی' دریافت کرنے کی کوشش نہ کریں' اس کا بہت تجزیہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ پچاس سال' ساٹھ سال کی زندگی ہے' اس میں اتنا علم حاصل کرو کہ یہ زندگی آسان ہو جائے اور آپ کی عاقبت آسان ہو جائے۔

بس آپ مانتے جاؤ چاہے آپ جانتے ہو یا نہیں تب بھی مانتے جاؤ اور کسی کی پرواہ نہ کرو۔

سوال :۔

ہمارے لیے آسان عمل بتا دیں۔

جواب :۔

اپنے بزرگوں کو آپ تسلیم کرتے ہوئے' سلام کرتے ہوئے آگے چلیں۔ اللہ کو زیادہ جاننے کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ ہے اور اسے آپ جان نہیں سکتے۔ آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو مانیں' بہت زیادہ بحث کرنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے' بس ادب کے ساتھ مانیں' قرآن پاک کو مانیں کہ یہ آخری کتاب ہے اور واقعی کتاب

ہے' یہ ایسی کتاب ہے جو کتاب ہونے کے قابل ہے کیونکہ اس میں خاص بات ہے۔ اس کے بعد آپ اپنے آپ کو انیں۔

سوال :۔

قرآن کو ماننے کا اصل مطلب کیا ہے؟

جواب :۔

جو کچھ قرآن پاک کہتا ہے آپ وہ سب کریں اور جتنا کر سکتے ہیں کریں۔ اور اس کے بعد جو بات ہے وہ یہ ہے کہ دس آدمی ایک قرآن پاک کو پڑھنے کے بعد دس نسخے نہ نکال لینا کہ اس میں یہ گنجائش ہے بلکہ دس آدمی مل کر قرآن پاک کا وہ نسخہ نکالنا کہ باقی آدمی متفقہ طور پر اس پر عمل کرنے کے قابل ہو جائیں۔

سوال :۔

کیا اس طرح بہتر معاشرہ بن سکے گا؟

جواب :۔

معاشرہ تو بنتا ہے اور کیوں نہیں بنے گا۔ اور اگر دس آدمی مختلف چیزیں نکالیں گے تو صاف بات ہے کہ مختلف باتیں نکل آئیں گی۔ قرآن پاک کی بڑی وراثی ہے اور ایسے واقعات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے خطاب کیا کہ یا ایھا الناس اور مسلمانوں سے بھی خطاب ہے یا ایھاالمسلمون اور مومنین سے بھی بات کی ہے۔ تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سب سے خطاب کیا ہے' کبھی اپنے آپ کو "انا" کہتا ہے اور کبھی "نحن" فرماتا ہے۔

سوال :۔

کچھ آیات سے Unity نکلتی ہے جو کہ وقت کا تقاضا ہے اور کیا ایسا معاشرہ بننا چاہیے؟

جواب :۔

معاشرہ بننا چاہیے اور کیوں نہیں بننا چاہیے۔ آیات میں Unity' اتحاد ضرور ہو گا اور یہ سب کو نکالنی چاہیے اور یہ معاشرہ ضرور بننا چاہیے تاکہ پھر اس طرح کا اصل معاشرہ قائم ہو جائے۔

سوال :۔

مگر مختلف علماء نے اپنے طریقے سے قرآن کو سمجھا ہے اور بیان کیا ہے۔

جواب :۔

آپ کا یہ طریقہ ٹھیک ہے اور یہ اچھی بات ہے۔ ماحول کو تھوڑی سے آسانی بھی دینی چاہیے۔ آپ یہ سوچیں کہ قرآن پاک کا جو سسٹم ہے' طریقہ ہے اور تقاضا ہے تو کیا آپ لوگوں سے پہلے کوئی انسان یا معاشرہ اس پر چلا؟ ضرور چلا ہو گا! اس کے بعد جن لوگوں نے قرآن آشنائی حاصل کی کیا وہ قرآن آشنائی ان سے کسی نے حاصل کی؟ مثلاً" ایک آدمی نے ایک بات سمجھی' دوسرے نے اور سمجھی' سات آدمیوں نے بات سمجھی اور اگر وہ سب جانتے ہیں تو ان کو اکٹھا کرنے کا کوئی نسخہ ہونا چاہیے۔

سوال :۔

سر! انسان پر قرآن کس طرح آشکار ہو سکتا ہے؟

جواب :۔

آپ ایک کیفیت میں قرآن پڑھیں گے تو ایک عالم آشکار ہو گا' دوسرے دور میں پڑھیں گے تو دوسرے عالم کی آشنائی ہو گی اور کسی اور زمانے میں پڑھیں گے تو ایک اور چیز ہو گی۔ قرآن کے کم از کم ساٹھ مفاہیم نہیں ہیں تو اکیس تو ضرور ہیں یعنی اس کی پرت در پرت کہانی ہے۔ اس لیے دیکھنے والے اور جاننے والے اسے دوسرے انداز میں پڑھتے جا رہے ہیں۔ صرف قرآن پڑھنا اور مقام کی بات ہے۔ جوں جوں شعور بڑھتا جائے گا' معنی بڑھتے جائیں گے' پھر ایک مقام آتا ہے کہ قرآن' کتاب سے اور ظاہر سے نکل کر کائنات میں آ جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ پھر یہ سارے واقعات الگ الگ ہو جاتے ہیں اور یہ اچھی بات ہے کہ غور و فکر سے انسان آگے نکل جاتا ہے۔ کبھی قرآن کسی انسان کی شکل میں آ جاتا ہے یعنی مکمل قرآن اور مکمل انسان' حاملِ قرآن' ناطق قرآن۔

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اور پھر یہ کتاب کہ جس میں کوئی شک نہیں ذلک الکتٰب لا ریب فیہ' ایک کائنات جانتی ہے۔ اس لیے قرآن کو صرف پڑھنے کی بات نہیں ہو رہی ہے اور قرآن فہمی کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ اگر اللہ آشنائی کرائے تو آشنائی ہو سکتی ہے ورنہ بہت مشکل ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے

کہ قرآن پاک سے آگہی ہو۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔

سوال :۔

لیکن کتنی قوم ہے جس نے قرآن پڑھا نہیں ہے؟

جواب :۔

آپ کو میں آسان بات بتاتا ہوں' آپ تفسیر نہ پڑھا کرو کیونکہ اس طرح قرآن پاک سمجھ نہیں آئے گا' یعنی قرآن پاک کی تفسیر نہ پڑھا کرو ورنہ قرآن سمجھ نہیں آئے گا۔ اگر قرآن پاک کے معنی بھی سمجھ نہیں آتے تو معنی بھی کسی غیر اردو والے آدمی سے سمجھا کرو۔ اب آپ مجھ سے یہ پوچھو گے کہ کوئی ایسا ترجمہ بتائیں جو صحیح ہو۔ میں آپ کو دو ترجمے Suggest کروں گا کہ آپ وہ دو ترجمے پڑھ لو' مولانا اشرف علی تھانویؒ اور احمد رضاخان بریلویؒ کا پڑھ لو۔ اور درمیان میں سے ایک راہ نکال لو' یہ دونوں Extreme کے' اصل بادشاہ ہیں' ان دونوں کے درمیان آپ کو صحیح بات سمجھ آ جائے گی دونوں میں سے اگر آپ صرف ایک Afford کر سکتے ہو تو احمد رضا خان بریلویؒ کا پڑھ لو۔ اگر نہیں تو کسی انگریز کا پڑھ لو' اگر یہ بھی نہیں تو آپ خالی قرآن شریف پڑھ لو یعنی ترجمہ کے بغیر پڑھ لو اور اگر قرآن شریف نہیں پڑھے ہوئے ہو تو آپ خالی قرآن شریف دیکھتے جاؤ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے' اللہ موجود ہے' خالق موجود ہے' آپ بھی موجود ہو' کتاب بھی موجود ہے' تو وہ آپ کو کتاب خود ہی پڑھا دے گا اور کیوں نہیں پڑھائے گا۔ میں نے ایسے آدمی دیکھے ہیں کہ وہ قرآن پڑھنے لگے لیکن نہیں پڑھ سکے' سمجھ نہیں

آتی تھی تو وہ قرآن کے اوپر سر رکھ کر رونے لگے اور پھر صبح تک ان کو قرآن فہمی ہو گئی۔ آپ یہ کہیں یا اللہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہے' تیری کتاب ہے اور تو موجود ہے اور میرا دل بے تاب ہے اور پھر بھی سمجھ نہیں آتی۔ تو صبح تک کتاب کا شعور پیدا ہو جائے گا۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں۔ آپ لوگ گھبرایا نہ کریں' اللہ موجود ہے' کتاب موجود ہے اور یہ آپ لوگوں کو سمجھ آ جائے گی۔ بس اپنی اصلاح کرنے کا پروگرام ہونا چاہیے ——————— اب آپ لوگ۔اور سوال کرو

سوال :۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ جہاں سے موت پہنچے گی وہاں سے رزق پہنچے گا' تو رزق کی وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

اگر آپ رزق کی تعریف کریں تو رزق وہ کھانا ہے جو آپ نے استعمال کیا اور اتنی ضرورت تھی۔ بس باقی سارے کا سارا امانت ہے جو آپ نے کسی کو رزق دینا ہے۔ تو رزق کیا ہے؟ وہ حصہ جو آپ نے استعمال کیا وہ رزق ہے اور باقی امانت ہے۔ اب آپ ذہن بوجھ سے آزاد کر لیں۔ سارا چکر یہ ہے کہ بنانے والے نے کھیل کے طور پر یہ سارا کچھ رکھا ہے۔ آپ بوجھ محسوس کر رہے ہیں لیکن یہ رونق بھی ہے۔ آپ لوگ اگر غور کریں تو دیکھیں گے کہ کئی دفعہ دانا' عقل مند' صحت مند' صاحب فکر' صاحب غور' اور افلاطونِ وقت انسان اپنے رزق

کا مسئلہ حل نہیں کر سکا۔ وہ کہتے تھے کہ میں سب باتیں جانتا ہوں مگر رزق کا مسئلہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔ آپ لوگ اندازہ لگائیں! تو اسے عقل کے باوجود رزق کا مسئلہ سمجھ نہیں آیا۔ تو یہ ایک ایسی کہانی ہے۔ اور عام طور پر بے وقوفوں کو رزق مل جاتا ہے۔ تو یہ ایک ایسا معاملہ ہے۔ آپ لوگوں کو میں نے بتایا تھا کہ رزق کے بارے فکر نہیں ہونی چاہیے۔ رزق پیسے کا بھی نام ہے جو آپ کو استعمال کے لیے ملا ہے اور رزق اس خواہش کا نام بھی ہے جو آپ کے دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے اور پتہ نہیں ہوتا کہ وہ حسرت بنتی ہے کہ اس کی تکمیل ہوتی ہے' رزق اس اولاد کا نام بھی ہے جو آپ کے پاس جلوہ افروز ہوتی ہے۔ رزق' بیوی کا نام بھی ہے اور شوہر کا نام بھی ہے جو آپ کے گھر میں موجود ہیں۔ رزق کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو آپ کے دل میں ہے اور آپ کے سینے میں موجزن ہے اور یہ آنکھوں میں جو بینائی ہے' رزق ہے' یہ میں آپ کو پکی خبر دے رہا ہوں اور بینائی کے رزق سے تمام نظاروں میں رنگ پیدا ہوتا ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں کہ ایسی بہار لگائے' گلاب لگائے' فرض کریں کہ بیسہ گلاب پیدا کرے گا تو گلاب بذاتِ خود ایک رزق ہے' تو گلاب کو دیکھنا اور گلاب کا جلوہ رزق ہے' تو نگاہ نہ ہو تو تیری عقل جو ہے وہ کیا عقل ہے۔ تو آپ لوگ یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ صرف عقل نہ دے بلکہ نفع والا علم دے اور یہ ہمیشہ دعا مانگی گئی کہ اللھم اعوذ بک من العلم لا ینفع اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو مجھے نفع نہ دے۔ تو آپ بھی پناہ مانگو اس علم سے جو نفع نہ دے' پناہ مانگو اس فلسفے سے جو تیرا راستہ آسان نہ کرے اور پناہ مانگو ان واقعات سے

جو تجھے خود تکلیف دیں اور تیرا راستہ روک لیں' اس بات سے پناہ مانگو کہ آپ نے کل کیا کیا تھا اور کل کا کیا ہوا۔ آج راستہ روک رہا ہے اور آج تک آپ کو سمجھ نہیں آرہی' اور آج پھر آپ اپنے آپ کو صحیح سمجھ رہے ہیں۔ تو ایمان بھی ایک رزق ہے اور اسی طرح کئی طرح کے رزق ہیں ---------

سوال :۔

رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟

جواب :۔

رزق کا معنیٰ اور Definition ہماری ڈکشنری میں بارش ہے۔ تو رزق کا معنیٰ بارش یعنی نازل ہونا ہے' تو جو چیز نازل ہو رہی ہے وہ بارش ہے۔ دنیا کا رزق جو ہے یہ بارش سے وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے رزق آسمانوں سے اتارا۔ کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ تیرا فضل کیا ہے تو فرمایا کہ بارش! اس بارش سے رزق پیدا ہوتا ہے کہ زمین سے' کھیتی سے اور فصل سے جو واقعات وابستہ ہیں مثلاً" تمہارا کھانا' پینا' لباس وغیرہ تو یہ سارے کا سارا بارش سے وابستہ ہے۔ اگر صرف لکڑی کا رزق دیکھیں تو یہ کمال ہی کمال ہے کہ درخت سے لکڑی لے کر فرنیچر اور خدا جانے آپ لوگ کیا سے کیا چیز بنا لیتے ہو۔ تو یہ سارا رزق ہے۔ اور رزقِ کریم ہوتا ہے خیال کا رزق' احساس کا رزق یعنی کہ ترتیبِ احساس یا احساس کا مزین ہونا رزقِ کریم ہے۔ احساس کا مرتب ہونا بڑی قیمتی بات ہے' ورنہ عام طور پر انسان جاہل ہوتا ہے' عقل مند آدمی بھی

جاہل ہوتا ہے کیونکہ اس میں احساس نہیں ہوتا۔ تو بہت عقل مند آدمی یہ کہتا ہے کہ میں ذرا بیٹے کو ڈانٹ رہا ہوں اور وہ رو رہا ہے اور عقل مند آدمی یہ کہتا ہے کہ میری بیوی بے وقوف ہے' اگر تو وہ عقل مند آدمی ہے تو پھر یہ اس کا رفیق کیسے ہوا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ تو دعا یہ ہونی چاہیے کہ عقل کے ساتھ لطافت قلب بھی ہو اور لطافتِ قلب رزقِ کریم ہے' اور عام طور پر لوگ اس رزق سے محروم ہوتے ہیں' Dry ہوتے ہیں' بالکل ڈرائی یعنی خشک۔ تو صرف خالی عقل نہیں چاہیے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ یہ اس کے کرم کی بات ہے کہ ؎

کرماں دی رتڑی اک چنگی
تولہ عقل دا کم نہ آوندا ای

کہ کرم کی ایک رتی بھی بہتر ہے اور عقل کا تولہ بھی ہو تو کام نہیں آتا۔

تو اس لیے عقل سے بھی توبہ کرنی چاہیے کہ یہ وہ عقل ہے جس سے آپ اپنا راستہ درست نہیں کر سکتے' تو یہ کیا عقل ہے! اور اس عقل والے نے اپنی زندگی کو کیا بنایا ہے' جو شخص لوگوں کو آج زندگی بنانے کا نسخہ دیتا ہے' اس کی اپنی زندگی نہ جانے کس حال میں ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ میں تو بے بس ہوں' تو ہی مہربانی کر اور پردہ رہنے دے۔ اور یہ پیغمبروں کی خاص بات ہے اور اولیائے کرام کی بات ہے کہ اپنی زندگی میں جو علم دیا وہ پہلے کر کے دکھایا' اور یہ واحد لوگ ہیں اور کمال کے لوگ ہیں۔ اگر پیغمبر کہتے ہیں کہ سادہ زندگی بسر کرو

تو انہوں نے سادہ زندگی بسر کر کے دکھائی ورنہ صرف یہ علم دینا کہ سادہ زندگی بسر کرو تو لوگ کہیں گے کہ کیسے بسر کریں اور آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ سادہ زندگی اختیار کرو اور سادگی اختیار کرو۔

سوال :۔

سر! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں زیتون کی قسم کھائی ہے تو کس بات کی وضاحت کی گئی ہے؟

جواب :۔

اس بات میں جو Emphasis ہے' زور ہے وہ بلد الامین یعنی امن والے شہر پر ہے' باقی صرف قسم ہے' پہلے بیان ہے' Statement ہے' پھر کنفرم قسم ہے' والتین یعنی زیتون کی قسم ہے اور وہ مٹی کا مقام ہے جس کی زیتون پروڈکشن ہے' پھر طورِ سینا کی قسم ہے جو تقدیس کا ایک مقام ہے اور آگے بیان ہے کہ وھٰذالبلد الامین اور اس بلد کی شہرِ خاص کی قسم ہے جو امین ہے' امن والا ہے تاکہ اس کے اندر کسی قسم کی Disturbance نہ ہو' بے چینی نہ ہو۔ پھر اصل میں یہ بیان آ رہا ہے کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یہ کہ ہم نے اس انسان کو Pure اور The best form of production ' بہترین صورت میں تخلیق کیا اور جب انسان جو ہے وہ اللہ کا نہ ہوا تو "ثم رددنہ اسفل سٰفلین" بن گیا' بہت ہی گر گیا' تو یہ Degenerate ہو کر بہت ہی نیچے چلا گیا۔ یعنی پہلے کہا کہ قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بہت بڑا بنایا' قسم ہے کہ یہ بہت گریٹ تھا' قسم ہے کہ یہ ایسا ہے اور یہ بالکل پکی بات

ہے' پھر پتہ نہیں کہ اسے کیا ہو گیا۔ پھر اس سے آگے اس کے لیے یہ Extension بتائی کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ان کو پھر مقام مل گیا اور راز حل ہو گیا۔ تو اخذ یہ ہوا کہ انسان کا سفر جو ہے وہ یوں ہے کہ آپ ایک Curve ہو اور ایک Wave کی طرح' لہر کی طرح آرہے ہو کہ ایک بلندی سے آکر پستی کو چھوتے ہوئے پھر بلندی تک جانا ہے اور کل سفر آپ کا یہ ہے۔ جنت کی تعریف بھی یہی ہے کہ جنت اس مقام کو کہیں گے کہ جس کے چھن جانے کے بعد اس کی تلاش شروع ہو جائے اور دوست بھی ساتھ ہو تو جنت یہی ہے۔ تو اپنی بلندی کو ضرور تلاش کرو۔

سوال :۔

یزید کس حد تک تزکیہ شدہ آدمی تھا؟

جواب :۔

میں آپ لوگوں کو بڑے عرصے سے سمجھا رہا ہوں کہ اپنے ذاتی تزکیہ نفس کے بارے میں غور کیا کریں۔ جس طرح قرآن کریم پر آج ہم یہاں غور کر رہے ہیں تو ہمارے دور کا بھی آنے والے دور میں فیصلہ ہو گا کہ آپ لوگ کون ہیں۔ جن لوگوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں تو ان کا عاقبت کے حوالے سے تزکیہ نہیں تھا۔ اب آپ کہیں گے کہ یہ دیکھا جائے کہ ان کا تزکیہ کیوں نہیں تھا تو اس کو آپ چھوڑ دیں اور بحث نہ کریں۔ آپ کا کام کیا ہے اور آپ کو کیا کرنا ہے' آپ یہ دیکھیں کہ کون سے ایسی بات ہے جس سے آپ کو دقت ہو رہی ہے' یزید آپ کی دقت نہیں ہے اور یہ بات تو بہت پہلے حل ہو گئی ہے اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے

کہ وہ کون تھا۔

سوال :۔

علم اور تزکیے کو کہاں اور کیسے جمع کیا جائے؟

جواب :۔

علم اور تزکیہ صرف ایک جگہ پر جمع ہوتا ہے اور اس کا نام ہے عشق! محبت! اور محبت کا مقام بیان کرنے کے لیے حضور پاک ﷺ کا نام آئے گا' یہ بیان ہے اور وہ عشق' محبت آپ کو جہاں بھی ہو جائے' اس کو Accommodate کرتے ہیں' اس کا دھیان کیا جاتا ہے اور پھر وہ محبت آپ کو تزکیہ کرا دیتی ہے۔ محبت کے بغیر تزکیہ نا ممکن ہے اور علم سے تزکیہ کبھی نہیں ہوتا۔ محبت جو ہے یہ آپ کے اندر نیا شعور پیدا کرتی ہے اور عشق و محبت سے اطاعت جو ہے وہ آسان ہو جاتی ہے ورنہ جتنا مرضی آپ ڈسپلن کر لو کہ یہ کام آپ کریں گے اور ضرور کریں لیکن وہ کام کوئی نہیں کرے گا۔ اور محبوب چل پڑا تو پیچھے وہ محبت کرنے والا بھی چلتا جائے گا۔ بارہا ایسا واقعہ ہوا ہے اور لوگوں نے اس سے بڑے بڑے اثر لیے۔ مثلاً" کوئی ہرنی کا بچہ پکڑ کر لے جا رہا تھا اور پیچھے پیچھے اس کی ماں آ رہی تھی اور اس واقعہ کو دیکھ کر اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ محبت کو اطاعت بتائی نہیں جاتی بلکہ اس سے اطاعت خود بخود ہو جاتی ہے اور تزکیہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ اپنے دور کے اندر محبت کرنا بھول گئے ہیں۔ آپ لوگ کچھ تو میرا کہنا مانو' آپ لوگ مادی اشیاء سے محبت چھوڑ دو' بے جان کی محبت چھوڑ دو' بعض اوقات خیال

بھی بے جان ہوتا ہے' انسانوں سے محبت کرو اور انسانی چہرے سے محبت کرو۔ اشیاء کی محبت چھوڑو' خیالوں کی محبت چھوڑو اور اصلی محبت میں داخل ہو جاؤ' اس سے آپ کا خود بخود ہی تزکیہ ہو جائے گا اور یہ یقیناً" ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

آپ فرماتے ہیں کہ تم چپ ہو جاؤ کیونکہ اب کچھ ہونے والا ہے تو یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟

جواب :۔

کبھی آپ نے یہ دیکھا یا سنا کہ ایک درویش تھے اور انہوں نے چپ کا روزہ رکھ لیا۔ کبھی آپ نے یہ بات سنی؟ تو ایک درویش تھے' انہوں نے اپنا ہیڈ کوارٹر بدل لیا اور گاؤں میں چلے گئے تھے۔ وہاں وہ کسی سے ملتے جلتے نہیں تھے' تخلیے میں چلے گئے تھے۔ آپ یہ دیکھیں کہ یہ کون سا مقام ہوتا ہے جہاں چپ کرا دیا جاتا ہے اور بندہ چپ کر جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے کہ جب صاحبانِ عقل گستاخ ہو جائیں وہاں پر فقیر کو خاموش رہنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ انہیں بتایا جاتا ہے کہ ان کی عقل جو ہے اب گستاخی میں داخل ہو گئی ہے اور اب یہ ان کی سزا ہے اور یہ ان عقل والوں کے لیے بہت بڑی سزا ہے جن کی عقل نے ان کو گستاخ بنا دیا ہے کہ فقیر خاموش ہو جائے۔ عقل اگر آپ کو Humble ' انکسار نہیں بنا رہی ہے تو سمجھو کہ بہت بڑی سزا ہے۔ کوئی بھی بڑی تبدیلی' Total transformation یا معاشرے کی تخلیق یا کوئی اور واقعہ جو ہے

اس وقت تک کبھی معرض وجود میں نہیں آئے گا جب تک کہ عقل مئودب ہونی شروع نہ ہو جائے۔ گستاخ عقل جو ہے یہ عتاب ہے' اس عقل والے کے اوپر بھی ہے اور باقیوں کے لیے بھی ہے۔ فی الحال کچھ آثار نمودار ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ عقلیں جو ہیں کچھ کچھ مئودب ہو رہی ہیں۔ اور عذاب کی شکل میں سزا جو ہوتی ہے وہ عقل مندوں کے باغی ہونے پر ہوتی ہے یعنی جب عقل جو ہے یہ غیر مہذب ہو جاتی ہے اور غیر شائستہ ہو جاتی ہے۔ جتنا علم آتا ہے' جتنی تبدیلی آتی ہے' جو اخلاق آتا ہے یہ Intellectuals کے لیے ہے' دانش والوں کے لیے ہے' عوام الناس تو بڑے سادہ لوگ ہیں' وہ تو "اللہ والے" ہی ہوتے ہیں اور مکمل "اللہ والے" ہوتے ہیں' تو وہ پیور اللہ والے ہیں اور اللہ خود ہی ان کا کام کرتا ہے کیونکہ جن کو یہ نہیں پتہ کہ کلمہ کسے کہتے ہیں اور پڑھتے کس طرح ہیں' انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ رزق کہاں سے آتا ہے' کیسے ہوتا ہے' وہ صبح اٹھتے ہیں اور بیل کی طرح کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ بات صرف جاننے والے کی ہے اور یہ دو قسم کے ہوتے ہیں' جاننے والا مئودب اور جاننے والا گستاخ! گستاخ عبرت کے اندر داخل ہونے والا ہے' میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ گستاخ Intellect' عقل جو ہے یہ عبرت میں داخل ہونے والی ہے اور مودب Intellect جو ہے وہ نافذ ہونے والی ہے' آپ کے معاشرے کی تصحیح کے لیے نافذ ہونے والی ہے! آپ لوگ بتائیں کہ اور کیا چاہیے! اس اطلاع کی آپ کو سمجھ آ گئی ہے؟ کہ جو Intellect عقل غیر مودب ہے' گستاخ ہے' جو ذہن گستاخ ہے اس پر عبرت نازل ہونے والی ہے اور جو Intellect مودب ہے اس

کا نفاذ ہونے والا ہے' نفاذ کے معنی یہ ہے کہ آپ کو دائرہ اختیار مل جائے گا اور آپ کا دائرہ اختیار اتنا ہے جتنی آپ کے ذہن کی Range ہو گی۔ تو اسے، ہم دائرہ اختیار کہیں گے اور وہ مل جائے گا' یہ اسی لائف کے اندر ہو گا اور یہ نہیں ہے کہ میں کوئی خواب کی بات بتا رہا ہوں یا آنے والے زمانے کی بات ہو' Remote Future کی بات ہو' مستقبل بعید کی بات ہو' مثلاً" یہ کہ جو چالیس سال بعد شروع ہو جائے۔ لوگوں نے اللہ سے پوچھا کہ وہ وقت کب آئے گا جس سے آپ ڈرا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا عم یتساءلون عن النبا العظیم الذی هم فیه مختلفون یہ اس بڑی خبر کے بارے میں پوچھتے ہیں جس میں ان کا اختلاف ہے اور وہ بڑی عظیم خبر ہے' انہیں کہہ دیا جائے کہ جب کہہ دیا ہے کہ یہ ہو جائے گا تو بس وہ ہو جائے گا اور جلد ہی' قریب وقت میں ہو جائے گا اور اس میں کیا مشکل بات ہے کہ یہ کب ہو گا؟ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے زمین کو بچھونا بنایا' پہاڑ میخیں بنائے ہیں اور میدان بنائے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب میں پہاڑوں پر میدان بنا سکتا ہوں' میدانوں میں سے پہاڑ نکال سکتا ہوں' زندگی میں سے موت اور موت میں سے زندگی بنا سکتا ہوں تو مجھے وہ وقت لانا کیا مشکل ہے' تو تم پہلے اپنے آپ کو سمجھو کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ اور پھر یہ ساری سورۃ ایک بات پہ جا کے ختم ہوتی ہے کہ "اے انسان میں تمہیں ایک وقت کی اطلاع دیتا ہوں کہ ایک دن آئے گا انا انذرنکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یدٰہ و یقول الکفر یٰلیتنی کنت ترابا ہم تمہیں ایسے عذاب سے ڈراتے ہیں جو قریب ہے جب انسان دیکھ لے گا کہ اس نے

آگے کیا بھیجا تھا اور اس دن کافر کہے گا کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ تو حق کا دن آئے گا۔ جس خبر کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو تو وہ آنے والی آئے گی۔ پھر آگے فرمان ہے کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک ایسے دن سے' یہ عقل والوں کے لیے ہے' کہ ہم تمہیں ایک ایسے دن سے ڈرا رہے ہیں کہ جس دن انسان اپنے اعمال کا نتیجہ اپنے سامنے دیکھ لے گا اور وہ عذاب کا دن ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اس دن سے ڈرا رہا ہوں انا انذرنکم عذابا قریبا ہم تمہیں ڈراتے ہیں اس عذاب سے جو بہت قریب ہے۔ تو پہلے خبر ہی یہی دی گئی ہے کہ وہ قریب ہے' قریب ہے۔ اب بتائیں کہ قیامت ہوتی کیا ہے؟ تو قیامت اس کو بولتے ہیں جب آپ کے اعمال کا نتیجہ آپ کے سامنے پڑا ہو۔ اور قیامت کیا ہوتی ہے! یعنی کہ ڈرو اس وقت سے جب تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہاری ٹیبل پر پڑا ہو۔ تو یہ عذاب ہو گا اور یہی قیامت ہو گی۔ اس لیے اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال تمہارے لیے عبرت کا انداز لے کر آئیں' اس سے استغفار کے ذریعے نجات پا جاؤ اور وہ جو Intellect' عقل گستاخ ہے آپ اسے Tame down کر لو' جھکا دو۔ بس آپ اپنے اعمال کے نتیجے سے ڈرو اور کسی انسان سے نہ ڈرو۔ صرف اس بات سے ڈرو جو آپ کے اعمال کا نتیجہ ہے' یہ ڈر ہو کہ جو کچھ کر کے آئے ہو وہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور جو نہیں کیا وہی کرنا تھا' اور جو نتیجہ ہے اس سے بچنا ہے۔ اب آپ کی عقل کیا کرے گا؟ یہ اللہ کے انداز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی کیا بات ہے! وہ تو کبھی بات ایک طرح سے سمجھاتا ہے اور کبھی کسی اور طرح سے سمجھاتا ہے۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ جلدی ہونے والی قیامت ہے

تو اللہ یہ کہہ سکتا ہے۔ اللہ کے دن اور رات اور ہیں' اس کی باتیں اور ہیں۔ تو ہم نے یہ بتایا ہے کہ گستاخوں کا اصل ان کے لیے عبرت لا رہا ہے اور وہ جو عقل مند ہے' Sincere مخلص ہے' ذہین ہے' گستاخ نہیں ہے' ماننے والا اور مودب ہے تو اس کے نفاذ کا وقت آ رہا ہے۔ نفاذ کا معنی یہ ہے کہ اس کے لیے اچھا وقت آ رہا ہے بلکہ آپ یوں کہو کہ اچھوں کے لیے اچھا وقت آ رہا ہے اور بروں کے لیے برا وقت آ رہا ہے۔ یہ تو آسان بات ہے اور اس میں کیا مشکل بات ہے۔ برا کون ہے؟ وہ آدمی جو اپنی عقل کو خدا سے جا کر ٹکرا دے اور خالق اور مخلوق کے درمیان فرق نہ سمجھے۔ بس اپنے آپ کو اطاعت میں رکھو' یہ بہت بڑی بات ہے۔ آپ اپنے اعمال کی جواب دہی کا خیال کرو۔ اس لیے ایسا معاشرہ ہونا چاہیے۔ معاشرہ خود بنانا چاہو گے تو شاید اس میں کوئی وقت ہو جائے' تو معاشرے کی اصلاح اسلام کی اپنی ضرورت ہے' اسلام کو اپنے لیے ضرورت ہے' ملک کو اپنے لیے بھی ضرورت ہے اور آپ کو بھی ضرورت ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اب یہ منظوری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' آپ اجازت کا انتظار کرو' Wait کرو۔ اب "کُن" کے ساتھ "فیکون" ہونے کا انتظار ہونا چاہیے۔ ایک بات یاد رکھیں کہ بے شمار سچی باتیں غلط وقت پر بیان ہو کر اپنا مقام کھو بیٹھیں۔ خاکسار تحریک بہت سچی تحریک تھی لیکن بہت Ill - timed تھی' تو وہ آگے پیچھے ہو گئی۔ اسی طرح ایک اسلامی جماعت بہت اچھی تحریک تھی لیکن ٹائم کی وجہ سے آگے پیچھے ہو گئی۔ حتیٰ کہ کوئی تنظیم کم ہی ایسی ہو گی کہ جو غلط آئی ہو لیکن ٹائم غلط ہونے کی وجہ سے وہ اپنا مقام کھو بیٹھی۔ اس لیے آپ اپنی تحریک' اپنی تنظیم کو Ill - timed نہ کرنا' Wait کرنا' انتظار کرنا تاکہ

اللہ کے فضل کو جوش میں آنے دیا جائے اور وہ خود ہی نافذ کرے گا۔ تو یہ سوچنے والی بات ہے۔ آپ کسی کی نیت پر شک نہ کرو' سب اچھی نیت والے تھے مگر اللہ نے کسی کو منظوری دی اور کسی کو نہ دی۔ قائد اعظمؒ ایسے انسان تھے کہ ان کی نیت صحیح تھی اور ان کو ایسا مقام مل گیا' کامیابی مل گئی' لوگ کہتے رہ گئے کہ بھئی جانے دو کہ اسلام کے نام پر کیا کر رہے ہو' بس یہ سب چھوڑ دو مگر اس کے اندر کوئی ایسی منظوری کی بات تھی کہ وہ واقعہ ہو گیا اور جیسے بھی ہوا سو وہ ہو گیا۔ تو نیت صحیح ہونی چاہیے اور اچھے وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔

سوال :۔

اگر کسی وقت جان بچانے کے لیے یا کسی اور وجہ سے قسم کھائی جائے اور پھر وہ قسم توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ کیا ہو گا؟

جواب :۔

قسم کا کفارہ ہوتا ہے' جس طرح کی قسم ہے اس طرح کا کفارہ ہو گا۔ کفارہ بالکل ہوتا ہے۔ ایک آدمی نے غصے میں بیوی سے کہا کہ میں نے قسم کھائی کہ میں تجھے سو چھڑیوں سے ماروں گا یا سو لاٹھیاں ماروں گا۔ یہ اس نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر کہا تھا اور جب راضی ہو گیا تو سوچا کہ اسے سو لاٹھیاں ماروں گا تو یہ مر ہی جائے گی۔ تو وہ پھر ایک بزرگ کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا کہ پھر اسے سو تیلیوں والی جھاڑو ہلکی سی لگا دے۔ تو یہ سو چھڑیوں کا کفارہ ہو گیا۔ تو ہر چیز کفارہ رکھتی ہے۔ کسی گداگر کو کفارے کے طور پر پیسے بھی دیے جا سکتے ہیں اور اگر اس میں اتنی حیثیت نہ ہو تو پھر سزا برداشت کرے۔ اور اگر بیسے کا کفارہ نہیں ہے

تو پھر وہ روزے رکھے اور کفارہ کے لیے نفل پڑھے۔ قسم کا معاملہ جو ہے یہ بہت ہی سخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم جانو تو یہ بہت بڑی قسم ہے فلا اقسم بمواقع النجوم وانه لقسم لو تعلمون عظیم ------ یعنی کہ اللہ نے فرمایا کہ میں ستاروں کی گردش' ان کے مدار کی جو گردش ہے' Rotation کی قسم نہیں کھاتا کیونکہ یہ بہت بڑی قسم ہے۔ تو قسم کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ قسمیں مت کھایا کرو۔

سوال :۔

بعض اوقات لوگ عادتاً" قسم کھا لیتے ہیں۔

جواب :۔

وہ تو ایسے ہی By the way ہوتا ہے کہ مجھے تو پتہ ہی کوئی نہیں ہے کہ میں نے قسم کھائی ہے' یہ قسم نہیں ہے بلکہ تکیہ کلام ہے۔ قسم اور چیز ہے۔ بعض لوگ ایسے ہی بلا سبب قسم کھا لیتے ہیں جیسے "اللہ قسم" اور یہ کہ "ثم واللہ باللہ" تو ایسی باتوں کی قسم نہیں ہوتی۔ عام طور پر قسم زیادہ کھانے والا آدمی سچ سے دور ہو جاتا ہے ------ ہاں جی اور سوال پوچھو ------

سوال :۔

آج کل کے حالات میں انسان اپنے خیالات اور عمل میں یکسوئی کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

جواب :۔

Faith یعنی ایمان کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ آپ کا ایک راستے کا مسافر ہونا طے پا گیا' اب آپ گرد و پیش کے حالات دیکھیں تاکہ

آپ اپنا راستہ بالکل نہ بھولیں اور یہ آپ ہر روز ہی کرتے رہیں۔ آپ کا ایک گھر ہوتا ہے جسے آپ مکان بھی کہتے ہیں' گھر سے آپ نکلتے ہیں' راستے میں آپ جگہ جگہ بیٹھتے ہیں اور پھر اپنے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ تو آپ اردگرد کے مناسب اور نامناسب حالات سے گزر جائیں اور پھر اپنے گھر پہنچ جائیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کا اپنا عمل جو ہے وہ سیدھا ہونا چاہیے اور وہ ہونا چاہیے جو درست ہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ صراطِ مستقیم کیا ہوتی ہے تو آپ ﷺ نے ایک سیدھی لائن لگا دی اور ساتھ ہی Deviations کر دیں' ایک لائن ادھر لگا دی اور ساتھ ہی ایک اور لائن لگا دی' تو درمیان میں جو لائن جا رہی ہے یہ صراطِ مستقیم ہے اور جو اس کے علاوہ اِدھر چلا گیا تو اس کے لیے آگے راستہ بند ہے اور اُدھر چلا گیا تو راستہ بند ہے۔ تو آپ واپس آ جاؤ۔ اور کبھی جانا پڑ گیا تو پھر واپس آ جانا۔ تو واپس آنا جو ہے وہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ تو جب آپ کو صراطِ مستقیم کا پتہ چل گیا تو پھر چاہے اردگرد کے واقعات جیسے ہوں آپ کا راستہ نہیں روک سکتے اور ٹوٹل کائنات اگر خدانخواستہ درہم برہم ہو جائے تو وہ آپ کو عقیدے سے دور نہیں کر سکتی۔ بس آپ کا عقیدہ پختہ ہونا چاہیے۔ ایسا عقیدہ ہو کہ مرنے سے پہلے اگر عزرائیل علیہ السلام پوچھے کہ کوئی تمنا ہے تو آپ کہیں کہ کلمہ نصیب ہونا چاہیے۔ تو وہ اپنی بات میں اتنا پختہ ہو کہ اس سے پوچھا جائے کہ آخری خواہش کیا ہے تو وہ کہے کہ دیدار کی خواہش ہے۔ اسے اگر کوئی کہتا ہے کہ حملہ ہونے والا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی حملہ نہیں ہونے والا' مجھ پر تو پہلے ہی "حملے" ہو گئے ہوئے ہیں۔ تو آپ کا عقیدہ اتنا پختہ ہونا چاہیے۔ مثلاً"

آپ کا Loss ' نقصان ہو گیا تو کہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ بس عقیدہ اتنا پختہ ہو کہ انسان کہے کہ پرانے بزرگ جو تھے وہ بھی چلے گئے ہیں اور ہم سب نے بھی جانا ہے۔ جس کا عقیدہ پختہ نہ ہو وہ اخباروں کی خبروں سے دہشت میں آ جائے گا' ارد گرد کا واقعہ اخبار ہی دیتا ہے کہ دیکھو اب کچھ ہونے والا ہے بلکہ بے شمار واقعات ہونے والے ہیں۔ کوئی کہے کہ شہر کے اندر کرفیو لگنے والا ہے تو پھر کیا ہو گا۔ تو وہ کہتا ہے کہ گھر میں بیٹھو گے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ بات بری ہے کیونکہ گھر کے لوگوں کے ساتھ رہنا بڑی مشکل بات ہے' باہر جانے کی دقت کی ہمیں پرواہ نہیں ہے مگر یہاں گھر میں رہنا جو ہے یہ بڑی مشکل بات ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ یہ آپ کے لیے دقت والی بات ہے۔ تو جس کا عقیدہ درست ہو گیا اس کے لیے کوئی تکلیف نہیں ہو گی اور وہ کہے گا کہ موت کا ہمیں کوئی ڈر نہیں ہے۔ تو عقیدہ درست ہونا چاہیے۔ تو گویا کہ ارد گرد کے حالات کی تیزی اور تنگی کے تاثر سے بچنے کے لیے عقیدہ کی پختگی ہی آپ کی نجات ہے۔ عقیدہ ہوتا ہی اس لیے ہے کہ آپ کو ارد گرد کے حالات سے بچائے۔ پختہ عقیدے والے کو اگر کہیں کہ کوئی بڑا سخت واقعہ ہو گیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ شام ہو گئی ہے اور ہمارا کام ہو گیا ہے۔ صرف عقیدے کی پختگی ہو تو ہر چیز سے نجات مل جاتی ہے۔ بس آپ اپنا عقیدہ پختہ رکھو' اپنے ایمان پر آپ ایمان لاؤ۔ اپنے یقین پر ایمان لاؤ' اپنے آپ سے وسوسہ نکالو' وسوسہ وہ ہے کہ جو اندر گھن لگا ہوا ہے' اس سے بچو اور شک سے بچو۔ میں آپ کو یہ نصیحت' حکم نامے کے طور پر کر رہا ہوں کہ اپنی عاقبت پر کبھی شک نہ کرنا کہ اللہ بخشے گا یا نہیں' اللہ یقیناً بخشے گا۔ اب جب میں آپ کو بتا

رہا ہوں تو بہت سارا Burden ' بوجھ جو ہے وہ مجھ پر آنا چاہیے ' تو آپ اس بات پر یقین رکھیں کہ اللہ بخشے گا اور اللہ مہربانی کرے گا۔ جو اپنی بخشش پر یقین نہیں کرتا تو اس کو اس کی عقل کے حوالے کر دو اور ہم اللہ کے رحم کے حوالے ہیں۔ رحم کسے کہتے ہیں؟ رحمت کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے عمل کے عذاب سے بچائے۔ رحم ہوتا کیا ہے؟ Cause کو Effect سے یعنی وجہ کو نتیجے سے بچانے والی مشینری کا نام رحم ہے۔ تو رحم کسے کہیں گے؟ Cause کو Effect سے بچانے والا واقعہ رحم کہلائے گا۔ اور اگر Cause کا Effect کے ساتھ تعلق ہے ' وجہ کا نتیجے سے تعلق ہے تو آپ جو غلطی کر آئے ہیں اس کا غلط Effect ' نتیجہ نکلنا چاہیے۔ تو رحم کیا ہے؟ Cause کو Effect سے بچانے والی بات رحم ہے اور ہم رحم کے انتظار میں ہیں اور اللہ نے ہمیں کہا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ لہٰذا وہ مایوس نہیں کرے گا اور بالکل نہیں کرے گا۔ پس اللہ غلطیوں سے نجات عطا فرمائے۔ ایک تو اس نے رحم کا فرمایا ہے اور دوسرا آپ توبہ کا نسخہ آزمالیں کہ یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں اور آئندہ ہم سے غلطی نہیں ہو گی۔ تو سمجھو دونوں راہوں سے رحم مل گیا' اب ارد گرد جو مرضی ہو جائے ہمیں پرواہ نہیں ہے' جو مرضی ہوتا ہے ہونے دو' ہمارا عقیدہ پختہ ہے اور آپ بھی اپنا عقیدہ پختہ کر لو۔ آپ ارد گرد کے حالات کے Answerable نہیں ہیں' جواب دہ نہیں ہیں' آپ اپنے اعمال کے Answerable ہیں' جواب دہ ہیں۔ تو دوسروں کے عمل کے آپ جواب دہ نہیں بلکہ آپ اپنے عمل کے جواب دہ ہیں۔ تو اس طرح خیال اور عمل میں یکسوئی مل جائے گی۔

سوال :۔

جو باشعور اور پختہ عمر کے لوگ ہیں وہ تو اپنا عقیدہ پختہ رکھیں گے یا رکھ سکتے ہیں لیکن جو بچے ہیں ان کو ہم کس طرح Deal کریں' کس طرح بچائیں؟

جواب :۔

ان کو آپ اس طرح سے Deal کرو' جس طرح میں آپ کو پچھلے کئی سال سے ڈیل کر رہا ہوں۔ آپ لوگ بار بار وہی بات کرتے ہو' اور میں ہر محفل میں کہتا ہوں کہ پچھلے اعمال سے توبہ کرو۔ آپ بھی ان کو یہ کہا کرو کہ اپنے پچھلے اعمال کی توبہ کرو اور آپ اللہ کی رحمت کی طرف ان کی نگاہ لگاؤ کہ مایوس نہیں ہونا بیٹا' اللہ مہربانی کرنے والا ہے' گھبرانا نہیں ہے ——تو سارے واقعات کا محنت پر دارومدار نہیں ہے' ساری بات کا عقل پر بھروسہ نہیں ہے' عقل اور چیز ہے اور اللہ کی مہربانی اور چیز ہے' بعض اوقات عقل جو ہے وہ کام ہی نہیں آتی ہے اور ایک واقعہ کام آ جاتا ہے یعنی نصیب۔ تو آپ انہیں سمجھاؤ اور انہیں یقین دلاؤ۔ ایک بات آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی اولاد کو تعلیم اور عقل کے حوالے چھوڑ کر نہ جانا ورنہ آپ کی اولاد بڑی تکلیف میں ہو گی۔ آپ اپنی اولاد کو آج کل کی تعلیم جو دلا رہے ہو وہ بچوں کے لیے کسی پیشے کے لیے تو ضروری ہے مگر آپ بچوں کو اس تعلیم کے حوالے نہ کر کے چلے جانا اور بچوں کو عقل کے حوالے نہ کر کے چلے جانا بلکہ آپ بچوں کو تھوڑا سا دین سکھا جاؤ' ان کو اللہ پر بھروسہ سکھا جاؤ' اللہ کے حبیب پاک ﷺ سے نسبت سکھا جاؤ' قرآن پاک کی عزت کرنا

سکھا جاؤ اور ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا سکھاؤ۔ یہ باتیں تو کی جا سکتی ہیں۔ باقی اخلاقیاتِ دنیا وہ سیکھ جائیں گے۔ دین جو ہے وہ اخلاقیات کے ساتھ الٰہیات کا نام ہے۔ دنیا تو بے شمار اخلاقیات سکھا دے گی' دنیا میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے کہ جو یہ کہے کہ جھوٹ بولنا اچھی بات ہے' کوئی ایسا معاشرہ نہیں جو یہ کہے کہ قتل کرنا اچھی بات ہے' یہ اخلاقیات ہے۔ تو آپ اخلاقیات کے ساتھ الٰہیات کو ملائیں یعنی کہ اللہ کی طرف سے یہ باتیں حکم ہیں۔ تو آپ اپنی اولادوں کو بچا کے جاؤ۔ آپ آخری لوگ ہو' اس کے بعد اولادوں کو دین کی کوئی آواز نہیں آئے گی۔ آپ ہی لوگ ہو جو انہیں آواز دینے والے ہو۔ آپ لوگ میری بات سمجھ لو' یا تو اس کے بعد Pure دین سے جہالت پیدا ہو جائے گی یا Pure دین سے دوری کی جہالت پیدا ہو جائے گی۔ توبہ توبہ! کیا آپ نے اللہ سے معافی مانگی ہے؟ تو دین سے دوری جہالت ہوتی ہے اور دین کی جہالت بہت بری ہوتی ہے' دین دار جو ہے وہ اگر جاہل ہو جائے تو پھر اس کا رستہ ہی کوئی نہیں ہے' یہ سب سے بڑا عذاب ہے کہ وہ دین دار ہو اور جاہل ہو۔ جو شخص اللہ کی منشاء کے خلاف اپنی پسند سے اللہ کے دین کو استعمال کر رہا ہے اس کو ہم دین کی جہالت کہیں گے اور دین کی جہالت سے بچنے کے لیے دعا کرو کیونکہ وہ شخص دین سے باہر چلا جا رہا ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت کے سلسلے میں اللہ کے محبوب ﷺ کے راستے سے باہر چلا جا رہا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ پیشین گوئی' Foretelling کے لیے جو حساب دان حساب کرتا ہے تو یہ گمراہی ہے' آپ کو یاد ہونا چاہیے اور اگر اس کے بعد بھی آپ وہی کام کرتے ہیں تو آپ پر بات کا اثر نہ ہو گا۔ تو سب

سے اچھا اثر کون سا ہوتا ہے؟ جو بات کا ہو' بات سے پہلے کس کا اثر ہوتا ہے؟ وہ اشارے کا ہے۔ تو پہلے اشارے کا اثر ہوتا ہے اور پھر بات کا۔ جب بات کا اثر نہ ہو تو پھر واردات کا اثر ہوتا ہے۔ تو میں نے کہا تھا کہ آپ لوگ ان باتوں کو چھوڑ دو اور ان واقعات کو چھوڑ دو اور آپ سیدھا اللہ کے رحم کی طرف چلے جاؤ۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ کچھ لوگ دین کے نام پر دین سے دور ہو جاتے ہیں' کچھ لوگ اسلام کے نام پر اسلام سے دور ہو جاتے ہیں' کچھ لوگ سچائی کے نام پر سچائی سے دور ہو رہے ہیں' آپ کے کچھ کالج ایسے ہیں جو تعلیم کے نام پر تعلیم سے دور کر رہے ہیں' اور کچھ پیر خانے ایسے ہیں جو آپ کو طریقت کے نام پر طریقت سے دور کر گئے ہیں اور کچھ علماء ایسے ہیں جو علم کے نام پر اسلام سے دور کر گئے ہیں۔ اس بات کا آپ کو بھی پتہ ہے اور میں آپ کو کیا کیا نام گنواؤں' آپ سارے جو ہیں سب کچھ جانتے ہیں۔ اللہ آپ کو ہدایت دے رہا ہے تاکہ اسلام کے نام پر جو اسلام سے دوری ہو رہی ہے' دین کے نام پر دین سے جو دوری ہو رہی ہے اور تعلیم کے نام پر تعلیم سے جو دوری ہو رہی ہے وہ نہ ہو۔ آج کل بچہ تعلیم حاصل کرنے جاتا ہے اور واپسی پر جہالت لے کر آ جاتا ہے' تو تعلیم کا بیج بویا اور جہالت کا درخت اگا۔ کیا آپ نے سنا ہے یا دیکھا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے گیا لیکن جب نتیجہ نکلا تو وہ جہالت تھا' بچہ دین سیکھنے گیا لیکن واپس آیا تو بے دین تھا بلکہ لادین تھا۔ تو لادین کا دین حاصل کرنا آسان ہے لیکن دین والے کو واپس لانا مشکل ہے۔ کہتے ہیں کہ کچی روٹی کا پک جانا ممکن ہے لیکن جلی ہوئی کا پکنا مشکل ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لادین ہے اس کو دین مل سکتا ہے لیکن جو بد دین ہے اس کو قطعاً" نہیں ملے گا۔ تو بے

دین کو دین مل جائے گا مگر بد دین کو نہیں ملے گا۔ بد نیت' بد دین' بد باطن اور بد بخت انسان کو دین نہیں ملے گا۔ تو یہ کون ہوتا ہے؟ کہ جس کا علم اس کا حجاب بن جاتا ہے اور جس کی عقل اس کی راہ روک رہی ہے اور جس کی تعلیم نے اس کو علم نہ سکھایا۔ تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور رحم کا طریقہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

آپ دعا یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچائے۔ سب سے بڑا وسوسہ ڈالنے والی آپ کی عقل ہے اور عقل کے حجاب سے بچنا بڑی عقل مندی کی بات ہے۔ اپنی عقل کے حجاب سے بچنا کیونکہ یہ آپ کا اپنا سانپ ہے۔ اس میں لوگ پوچھتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام کہاں ہے' فرشتے کہاں ہیں' اللہ کہاں ہے' اور شیطان کیا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اللہ نے انسان کو اپنے عکس میں پیدا کیا تو اسے انسان کیسے سمجھیں' پھر کہا گیا کہ یہ انسان کی کل کائنات ہے اور اس کا دل جو ہے یہ عرش ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہے' اگر دل سے دنیاوی آرزو کے بت نکال دو تو یہی کعبہ ہے' جبریل علیہ السلام کا بتاؤ کہ وہ کیا ہوتا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ اس خیال کا آنا جو خدائی خیال ہو وہ جبریل علیہ السلام ہے۔ خیال کا آنا کیا ہے؟ جبریل علیہ السلام ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ کائنات کیا ہے؟ کہتا ہے کہ "وچے بیڑے وچے جھیڑے" یعنی کہ سب کچھ اسی دل کے اندر ہے جو ایک دریا کی اور سمندر کی طرح ہے اور سب کشتیاں اور کشتیوں والے اسی میں ہیں۔ یہی کل کائنات ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میری آنکھیں نہ ہوں تو ستارے سارے بے کار ہیں' تو یوں ستاروں کا جہان میرے دل کے اندر ہے اور سورج کا جہان'

یہ سب جہان میرے اندر ہے' میرا ہونا ہی اس کائنات کا باعث ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بات تو سمجھ آگئی اب تُو یہ بتا کہ شیطان کہاں ہے؟ تو وہ کہتا ہے دل اللہ ہے اور عقل شیطان ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنے شیطان سے بچو' شیطان تیری عقل ہے جو تیری راہ روکے ہوئے ہے۔ اس بات کو جب کسی درویش نے اقبالؒ کو بتایا کہ یہ یوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ ۔

نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

تو عقل سے بچ جا کیونکہ عقل حجاب ہے' مقامِ عقل جو ہے یہ قدسیوں کے لیے نہیں ہے بلکہ عشق کا مقام لے آ۔ پھر دین والوں نے یہ کہا کہ ۔

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو

کہتا ہے کہ ایمان کی ہمیں ضرورت کوئی نہیں ہے' عشق کی ضرورت ہے' تو اصل میں سلامتی کس بات کی ہونی چاہیے؟ عشق کی سلامتی' عشق ہوتا ہے اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے دوسرے آدمی کی بات کو ماننا۔ یہ میری بات یاد رکھنا۔ کیا کہا؟ کہ اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے دوسرے آدمی کی عقل پر چلنا اور اس کی آواز پر چلنا۔ یہ کیا ہے؟ یہ عشق ہے! تو عشق کیا ہوتا ہے؟ اپنی عقل کی جہالت سے بچنے کے لیے کسی کی آواز پر لبیک کہہ کر چلنا عشق ہے۔ اور جس شخص کو عشق نہیں ہے وہ اپنے حجاب میں غرق ہو جائے گا۔ تو دعا یہ ہے کہ یارب العالمین ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچا۔ عقل کا پردہ جو ہے اس سے ہمیں بچا' عقل گمراہ کر دیتی ہے ۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

تو عقل عیار ہے لہٰذا آپ اس سے نکلو۔ عقل کیا ہے؟ یہ شیطان ہے' کائنات کے اندر ہی سارا کچھ ہے اور تیرے اندر ہی پہاڑ ہیں' دریا ہیں' اتنی لمبی' میلوں کے حساب سے شریانیں ہیں Millions of Miles ہیں' یہ سارا دریا اور پھر سمندر تک کا واقعہ ہے' سارا کچھ بنا کے پوری کائنات دکھا دی ------

اب دعا ہونی چاہیے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ یارب العالمین ہمیں ہماری عقل کے حجاب سے بچا! یارب العالمین ہماری چھوٹی سی زندگی ہے' اس کے اندر ہمیں الجھنوں سے بچا! ہمارے تضادات تو اپنی مہربانی سے حل فرما! ہمیں وہ دور دکھا جس دور کی ہمارے دل میں تمنا تو ہے لیکن اس کے بیان کے لیے ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں لیکن یہ ہمیں امید ہے کہ کوئی ایسی چیز ہے جس کی ہمیں آرزو ہے۔ تو وہ اپنے فضل سے ہمیں دکھا۔ ہماری غلطیوں کو نتیجے کی شکل میں ہمارے سامنے لانے سے یارب العالمین تو بچا۔ یارب العالمین ہماری غلطیوں کو معاف فرما کر فارغ کر دے! یارب العالمین ہماری پرانی غلطیوں کو نئے سرے سے معاف کر دے۔ ہمیں اپنی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں ہماری آرزو کے حجاب سے بچا۔ ہم آرزو کے شکنجے میں آ جاتے ہیں' یارب العالمین! ہمیں اس سے نکال! ہمیں کم آرزو کا انسان بنا اور زیادہ خوبیوں والا انسان بنا! یا رب العالمین ہم تیری رحمت کی طلب گار ہیں۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

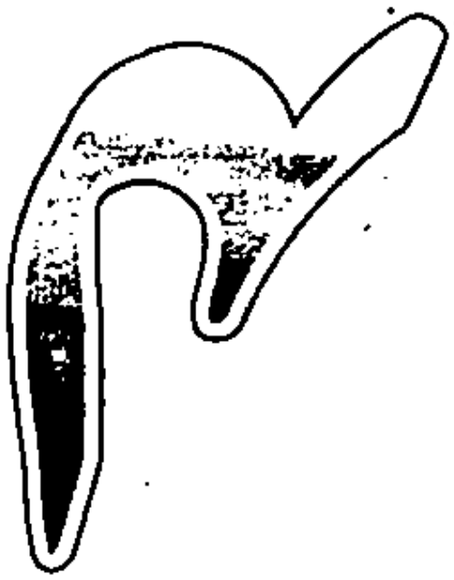

(۴)

۱ کہتے ہیں کہ ہر عروج کو زوال ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عروج کسے کہتے ہیں اور زوال کسے؟

۲ میرا خیال ہے کہ انسان کی خوشیوں کی انتہا یہ ہے کہ اس کے بعد غم شروع ہو جاتے ہیں----

۳ یہ فرمان سمجھا دیں۔

پاک پلیدنہ ہوندے ہرگز بھانویں رہندے وچ پلیتی ہو

۴ سیئات کو حسنات میں بدلنا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

۵ بعض اوقات خیال آتا ہے کہ ابھی کافی زندگی موجود ہے تو پھر کیوں شور مچائیں اور عمل کریں----

۶ انسان نیک اور بد سب کو راضی نہیں کر سکتا۔

۷ کیا ہم لوگوں کو تبلیغ شروع کر دیں؟

سوال :۔

کہتے ہیں کہ ہر عروج کو زوال ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ عروج کسے کہتے ہیں اور زوال کسے؟

جواب :۔

عروج کا معنی یہ ہے کہ جس سے آگے انسان نہ جا سکے۔ تو اسے عروج کہتے ہیں۔ عروج سے پہلے کا سفر بلندی کا سفر ہے اور عروج کے بعد کا سفر جو ہے کیونکہ وہاں تو ٹھہرنا نہیں ہے' وہ تو Height ہے' بلندی ہے' اور وہ آپ نے صرف چھونی ہے اور اس کے بعد واپسی کا سفر ہے۔ تو عروج کی تعریف یہ ہے۔

سوال :۔

میرا خیال ہے کہ انسان کی خوشیوں کی انتہا یہ ہے کہ اس کے بعد غم شروع ہو جاتے ہیں؟

جواب :۔

اور غم کی انتہا یہ ہے کہ پھر خوشی شروع ہو جائے گی اور یہ یوں نہیں ہے۔ یہ مشکل بات ہے' لیکن میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔ ممکن ہے کہ زندگی میں انسان کو بہت سارے عروج ملیں اور سارے ایک

کی طرح اور ایک Wave' لہر کی طرح چلتی ہے اور ہر Wave' لہر کا اوپر والا حصہ عروج کہلاتا ہے اور اس کی تعریف یہی ہے جسے آپ کہیں گے کہ Maximum جو Height ہے اس کے بعد وہ Curve نیچے کو آتی ہے' پھر کچھ عرصے کے بعد اور بلندی آ سکتی ہے اور پھر نیچے کا سفر شروع ہو جاتا ہے تو یہ سارے Climax' عروج کہلائیں گے۔ تو Climax کی' عروج کی تعریف یہ ہے کہ جس کے بعد پھر Curve جو ہے وہ Descend کرے' نیچے کو جائے۔ عروج کی تعریف یہ ہے کہ جو اس کے عروج کا زمانہ تھا تو اس عروج کے بعد کے زمانے کا آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ کیا ہو گا۔ تو بعد کا زمانہ عروج کا زمانہ نہیں ہو گا۔ تو کسی کی زندگی کے عروج کے زمانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد وہ عروج نہیں رہا۔ تو عروج اس مقام کو کہتے ہیں جس کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے' ہر کمال کے بعد زوال آتا ہے۔ اب زوال کے بارے میں ہماری بات مذہب اور پیغمبروں کے بارے میں نہیں ہو رہی ہے بلکہ زندگی کے بارے میں بات ہو رہی ہے۔ اس بات کو آپ یوں سمجھ لیں کہ میلہ جب عروج کو پہنچ گیا تو اب دکانیں سمیٹنے کا وقت آ گیا یعنی اپنے اپنے گھر جانے کا وقت آ گیا۔ تو آپ یوں سمجھو کہ زندگی کا میلہ ختم ہونے والا ہے۔ آپ کوئی بھی زندگی کا شعبہ لے لیں تو جہاں انتہا کی رونق آ جائے گی تو اس کے بعد پھر ویرانیاں شروع ہو جائیں گی۔ آپ اس کو اس طرح سمجھو کہ میلہ بھرا ہوا ہے' پھر آہستہ آہستہ سب رت جگے ختم ہو جائیں گے یا آپ اس کو یوں سمجھ لو کہ دن کو Climax' عروج ہے' بازار بھرے ہوئے ہیں' شام کو آہستہ آہستہ گاہک بھی چلے گئے' دکاندار

خاموش ہو گیا' یہ وہی جگہ ہے جو بازار کہلاتی تھی لیکن اب بازار نہیں ہے۔ یعنی دن کو یہاں سے گزرنا مشکل تھا' دن کو ڈر لگتا ہے کہ رش زیادہ ہے اور رات کو ڈر لگتا ہے کہ یہ جگہ ہولناک ہے۔ یہی زندگی کا عالم ہے اور یہی دنیا کا عالم ہے کہ یہاں پر دنیا میں رونقیں ہوتی ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھتے ہو کہ ویرانیاں ہوتی ہیں' جتنے بھی صاحبان دنیا میں آئے' ایک کام کیا اور پھر اس کے بعد گئے۔ تو عروج کے بعد رخصت کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ پیغمبروں کی بات نہیں ہو رہی ہے' پیغمبروں کے بارے میں میں نے یہ کہا ہے کہ ان کا تو پھر دلوں کا سفر شروع ہو جاتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ زندگی کے مقام سے نکال کر ان کا دلوں کے اندر داخلہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ اور مقام ہے! باقی جو بھی شخصیت آپ لے لو' ایک اس کی انتہا کا زمانہ ہوتا ہے اور اس کے بعد پھر وہ انتہا ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیشہ سے یہ اصول چلا آ رہا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ کے پاس کبھی اچھا زمانہ آئے تو بڑے ادب سے اس کو گزارو کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر یہ زمانہ چھن جائے۔ جس زمانے میں آپ کو فخر محسوس ہونے لگ جائے' غرور محسوس ہونے لگ جائے تو وہی زمانہ زوال کی ابتدا کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لیے بڑے ادب کے ساتھ خوشیوں کا زمانہ گزارو' کامیابیوں کا زمانہ گزارو' لوگوں کی Reception کا' استقبال کا زمانہ گزارو کیونکہ ایک ایک کر کے سب ستارے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے جب کبھی آپ کا استقبال ہو' جب کبھی آپ کے ہاں اچھا ماحول ہو یعنی خوشیاں ہوں اور خواہشات پوری ہونے لگ جائیں تو آپ یہ سمجھ لو زوال قریب آ گیا ہے۔ جب آپ کو طاقت کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھ لو کہ کمزوری قریب آنے لگی

ہے۔ کیونکہ طاقت کے احساس کے بعد کمزوری کا احساس شروع ہو جائے گا۔ تو جوانی کے احساس کے بعد بڑھاپے کے آنے کا وقت آگیا۔ زندگی کے احساس کے ساتھ پھر موت کا احساس ساتھ ہی ہے۔ غالباً" زندگی کے احساس کا نام ہی موت کا احساس ہے۔ جب تک زندگی کا احساس نہ ہو موت سمجھ نہیں آسکتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے مراقبہ کیا کشف القبور کے لیے اور روحوں سے ملے' اس سے کہا "کیا تو زندگی کے بارے میں جانتا ہے؟ تو زندہ ہے زندگی کے بارے میں نہیں جانتا' ہم مرگئے ہیں" تو موت کا پتہ نہیں"۔ تو روح موت سے اتنی بے خبر ہے جتنی زندگی زندگی سے بے خبر ہے۔ تو زندہ آدمی زندگی سے بے خبر ہے' مرنے والا موت سے بے خبر ہے۔ تو یہ ضروری نہیں ہے کہ مرنے کے بعد آپ کو موت سمجھ آ جائے گی۔ کیونکہ زندہ ہیں تو زندگی سمجھ نہیں آئی۔ جن لوگوں کو موت کی سمجھ آگئی یہ وہی تھے جن کو زندگی سمجھ آئی۔ تو اگر زندگی سمجھ آ جائے تو موت سمجھ آجاتی ہے۔ اگر آپ کو نعمتیں سمجھ آ جائیں تو پھر منعم کی سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ نعمت کو اپنی محنت سے وابستہ کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ پھر زوال آئے گا۔ کیوں آئے گا؟ کیونکہ نعمت ہمیشہ نہیں رہے گی اور اگر نعمت کو منعم کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں تو پھر یہ دیکھیں کہ وہ نعمت دینے والا واپس بھی لے لیتا ہے۔ یہ سب اس کے اختیار میں ہے' وہ زندگی عطا فرماتا ہے اور پھر زندگی کو واپس بلا لیتا ہے۔ اس لیے اس بات کو بڑے دھیان سے دیکھو کہ آپ کا حاصل ہی لاحاصل ہو جاتا ہے' آپ کا قبضہ ہی غیر مقبوضہ ہو جائے گا' آپ کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے قبضے کی چابیاں ہاتھ سے گر جائیں گی اور آپ یہ کہیں گے کہ اس ڈیپازٹ کی چابیاں ہیں جو آپ کے قبضے میں ہیں۔ یہ سب

آپ کے قبضے نہیں تھا' اختیار میں تھا' اقتدار میں تھا' سب پر آپ کی حکومت چلتی تھی۔ تو آہستہ آہستہ ان سب کی چابیاں ختم ہو جاتی ہیں اور بچے بڑے ہو جاتے ہیں پھر آپ ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جن کو آپ ڈرایا کرتے تھے۔ کبھی آپ نے یہ دیکھا کہ کالجوں میں اور سکولوں میں کسی زمانے میں استادوں سے شاگرد ڈرتے تھے اور اب استاد شاگردوں سے ڈرتے ہیں کہ یہ شرارتی بچے ہیں کہیں جلوس ہی نہ نکال دیں۔ تو مقصد یہ ہے کہ جس چیز کا آپ کے پاس اختیار موجود ہے تو اختیار کا احساس ہوتے ہی وہ چیز اختیار سے باہر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہ زندگی کا نظام ہے کہ جہاں آپ کو اپنے بس کا احساس ہوا تو وہاں بے بسی شروع ہو گئی۔ یہ دونوں رنگ برابر چلتے ہیں۔ عروج کے ساتھ زوال کا راستہ چلتا جاتا ہے۔ کسی نے پوچھا "زندگی کی عمر کیا ہوتی ہے؟" تو اس نے کہا "جتنی عمر زندگی کی ہے اتنا ہی عرصہ موت کا ہے"۔ موت کسی ایک سانس کا نام نہیں بلکہ جتنا عرصہ زندگی کو لگا ہے تو اتنا عرصہ موت کا عمل جاری ہے' پہلے بچپن مرے گا' پھر باقی عرصہ گزر جائے گا۔ تو موت ہوتی کیا ہے؟ موت آپ کی اپنی موت نہیں ہے بلکہ موت آپ کے اپنوں کی موت ہے۔ بچپن کے وہ Faces' وہ چہرے' شاندار چہرے The Glorious old faces وہ چہرے جو آپ کی نگاہ میں تھے اور وہی تو زندگی تھی یعنی والدین' بزرگ' دادی اماں' نانی اماں' وہ سارے لوگ' پھر ایک ایک کر کے نظارے آپ کی نگاہ سے ہٹتے گئے' ہٹتے گئے' آپ کا مرنا شروع ہو گیا کیونکہ وہ نہیں مرے بلکہ آپ مرتے گئے۔ کبھی بازاروں میں رونق تھی اور آپ بازاروں میں بیٹھتے تھے' پھر آہستہ آہستہ بازاروں کی رونق ختم ہو گئی' آپ کے ہاں بیٹھک ہو گی مہمان آتے ہوں گے' پھر ایک

ایک کر کے طوطے اڑ گئے' مہمان بھی اور گھر والے بھی۔ آپ نے بہت سارے لوگوں سے انتخاب کر کے کچھ دوست بنائے ہوں گے' کچھ تو ناراض ہو گئے' کچھ کو آپ نے ناراض کر دیا اور کچھ ویسے چلے گئے' کچھ ادھر ادھر ہو گئے' کچھ مرنا شروع ہو گئے۔ تو جوانی مر گئی' جوانی کے واقعات مر گئے' احساس مر گیا' خواہش اور آرزو مر گئی' سفر کا جذبہ مر گیا' مسافرت کی خواہش مر گئی' پردیس بھی مر گیا' دیس بھی مر گیا' اب ایک سانس باقی رہ گیا ہے' وہ کسی وقت ختم ہو جائے گا۔ سانس ختم ہونے کا نام موت نہیں ہے بلکہ موت کا عمل پوری زندگی میں آپ کر کے آئے ہیں۔ موت ایک دن کا نام نہیں ہے بلکہ موت کا عرصہ اتنا ہی ہے جتنا زندگی کا عرصہ ہے' زندگی کا طویل ترین عرصہ موت کا عرصہ ہے۔ مثلاً" آپ نے کہا "وہ آج مر گیا ہے"۔ مگر نہیں' وہ تو کل کا مرا ہوا ہے' جب سے وہ پیدا ہوا وہ مرا ہوا ہے' کیونکہ پیدا ہونے کا نام موت ہے۔ اور جس کی پیدائش نہیں ہے اس کی موت نہیں ہے۔ ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلل والاکرام تو جو پیدائش سے آزاد ہے وہ موت سے آزاد ہے' وہ اس لیے موت سے آزاد ہے کیونکہ اس کی پیدائش نہیں ہے۔ جو آغاز سے آزاد ہے وہ انجام سے آزاد ہے۔ اس لیے اللہ ہر اول سے پہلے ہے' ہر آخر کے بعد ہے' ہر آغاز سے پہلے ہے' ہر انجام کے بعد ہے' اسی کو موت نہیں آتی اور باقی سب کو موت آ جائے گی۔ تو موت کو کتنا عرصہ لگتا ہے؟ پوری زندگی۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ کی اپنی موت جو ہے یہ موت ہے' دراصل یہ موت نہیں ہے بلکہ آپ کے اپنوں کی موت' موت ہے' آپ کے خیال کی موت ہو جاتی ہے' عادتوں کی موت ہو جاتی ہے تعجب کی بات تو یہ ہے' کھانے کی عادتوں میں موت ہو جاتی

ہے' اب آپ وہ چیز نہیں کھاتے جو کسی زمانے میں بڑی مرغوب غذا تھی مثلاً" انڈہ آج کل نہیں کھاتے کیونکہ اس میں کولیسٹرول ہے۔ تو اس طرح پسند کی غذا ناپسند ہو گئی' پسند کے بندے رخصت ہو گئے' ناپسند واقعات آنے شروع ہو گئے' دوڑنے کا جذبہ بیٹھنے کی خواہش میں بدل گیا' کوئی کہتا ہے وہاں چلو گے تو وہ کہتا ہے کہ نہیں' بس بیٹھے رہو' دوست نے خط لکھا کہ میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا تو وہ کہتا ہے کہ تجھے یاد کروں کہ تیرے خط کا جواب دوں۔ اتنی سستی اور کوتاہی ہو جاتی ہے کہ خط کا جواب کیا دیتا بلکہ یاد ہی کر لیتا ہے۔ تو انسان کے اعضاء اور جوارح جو ہیں وہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان خیال کا سفر کرتا ہے اور پھر وہ کہتا ہے کہ خیال میں بڑی طاقت ہے جیسے کہ ۔

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا میرے آگے

تو پھر انسان خیال کا عمل کرتا ہے۔ ایک آدمی اگر مرتا ہے تو اس کو ہم فزیکل موت کہتے ہیں اور اس Process ' عمل تک اس کی باقی اموات ہوتی جا رہی ہیں۔ جس آدمی کی بھوک ختم ہو جائے اور وہ بیمار ہو جائے' اس کی پسند کا کھانا لوگ کھا رہے ہوں' تب بھی اسے لطف آتا ہے حالانکہ وہ کھا نہیں سکتا کیونکہ کھانا اس کی کیفیت نہیں ہے۔ تو پسند کا کھانا پڑا ہو اور کھاتا بھی نہیں لیکن اس کو لطف آ جاتا ہے' جس طرح کوئی اچھی تصویر دیوار پر ہو تو پسند آ جاتی ہے۔ تو جب کبھی آپ مرنے والوں کی ارواح کے لیے ان کی پسند کا کھانا پکاتے ہیں تو کھانا روح نے کھانا نہیں بلکہ صرف کھانے کا Flavour' خوشبو روح کی پسندیدہ چیز ہے۔ تو مرنے والوں کی پسند کا کھانا پکا کے کھانا آپ ہی نے ہے یعنی جسم

والوں نے اور روحانیات والے صرف کھانے کے Flavour سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ آپ کے ساتھ کچھ عرصہ بعد خود بخود ہو جانا شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً" آپ نے وہ کھانا نہیں کھانا تو پھر یہ چیز کیوں پکائی ہے تو وہ کہتا ہے کہ کم از کم اس کا Flavour تو ہے اور مجھے یہ چیز پسند ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ "وہ دوست نہ سہی پاس تو رہتا ہے اور پاس سے تو گزر جاتا ہے" تو انسان جو ہے وہ اس طرح محسوس کرتا ہے۔ تو یہ عروج اور زوال ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ یہ برابر کی لائنیں ہیں۔ زندگی اور موت ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ کہتا ہے کہ تیری اپنی شکل! تو جو تیری شکل ہے یہی موت کی شکل ہے۔ تو اسی انسان نے' طاقتور انسان نے' جابر انسان نے کچھ عرصہ کے بعد' خاموشی کے ساتھ میت کہلانا ہے۔ اب نہ اس کو کوئی باپ کہتا ہے' نہ بیٹا کہتا ہے اور نہ کوئی خاوند کہتا ہے بلکہ سب اس کو میت کہتے ہیں۔ یعنی کہ اس کا نام ختم ہو گیا۔ زندگی کے تمام زیورات آخری سانس کے بعد' زندگی والوں نے اتار لیے اور اس کو بغیر نام کے رخصت کر دیا اور کہا کہ یا اللہ اس میت پر رحم کر' وہ یہ نہیں کہتے کہ اس آدمی پر رحم کر' نام نہیں لیتے گویا کہ وہ بے نام آیا اور بے نام گیا' بے لباس آیا اور بے لباس گیا' بے حاصل آیا اور بے حاصل گیا۔ یہ سارا عمل زندگی کا ہے اور یہ سارا عمل ہی موت کا ہے۔ ہر زندگی عروج کے حوالے سے ہے۔ حالی نے کہا تھا کہ ۔

چند خطوط اک دانا نے کھینچ کے یاروں سے کہا
ہے کوئی جو بن ہاتھ لگائے دے یوں چھوٹے خط کو بڑھا

ایک نے جتنے خط تھے بڑے اس نے دیا اک اک کو مٹا
جب نہ رہا واں پیش نظر خط کوئی چھوٹے خط کے سوا
آنکھ اٹھا کر دیکھو جدھر تھا وہی چھوٹا وہی بڑا
کل کی ہے یارو بات یہ' تھی قوم میں باقی جان ذرا

حالی نے لائینیں کھینچی اور کہا کہ کوئی ہے جو ہاتھ لگائے بغیر چھوٹی لائن کو بڑا کر دے۔ آج یہ جو آپ حالی بنے پڑے ہیں تو اس لیے کہ بزرگ مر گئے ہیں۔ کبرنا موت الکبریٰ: بڑے کی موت چھوٹے کو بڑا کر دیتی ہے۔ تو بڑا ہونے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بڑے مر جائیں یعنی آپ کو بیٹا کہنے والا کوئی نہ ہو تو آپ بالغ ہو گئے' ابا کہنے والا ہو تو آپ اور بڑے ہو گئے' "بابا جی" کہنے لگے تو پھر آپ ذرا اور بڑے ہو گئے' پھر ابا حضور سے آپ دادا حضور ہو گئے۔ تو یہ آپ ہی کے نام بدلتے جا رہے ہیں۔ اگر دوسرے چھوٹے ہو جائیں تب بھی کلائیمکس آ جاتا ہے اور آپ بڑے ہو جائیں تب بھی کلائیمکس ہو جاتا ہے۔ یہاں کلائیمکس کا معنی نسبتاً" Comparatively لوگوں سے تھوڑا سا مقام بلند ہو جانا۔ تو یہ عروج اور زوال ہمیشہ برابر برابر چلتا ہے۔ اس لیے دھیان سے سفر ہونا چاہیے۔ ساری کہانی یہ ہے کہ انسان یوں بلندی پر گیا اور خلاؤں میں چلا گیا اور اب دور ہی دور جا رہا ہے۔

ایک آدمی کی چوری ہو گئی' چور نہیں ملا۔ وہ آدمی قبرستان میں جا کے بیٹھ گیا۔ "یہاں کیوں بیٹھ گیا" تو وہ کہتا ہے کہ چور آخر تو یہاں ہی آئے گا ——————تو آپ پہاڑوں پر جاؤ' آسمانوں پر جاؤ' آخر تو آپ نے یہیں آنا ہے کیونکہ ہر عروج کا فائنل اور منطقی جواز اور زوال یہاں پر ہے۔ بس یہ آپ کی Destination ' منزل ہے۔ اس راستے سے

جاؤ' آسمانوں سے آؤ' زمین سے آؤ' بیمار ہو کے جاؤ' چاہے صحت مند ہو کے جاؤ' ہارٹ کو تکلیف دے کے جاؤ' ذہن کو تکلیف دے کے جاؤ' آپ نے کشاں کشاں چلتے جانا ہے' آرام سے چلے جاؤ یعنی کلمہ پڑھتے پڑھتے خود ہی چلے جاؤ۔ کئی لوگوں نے ایسے کیا ہے۔ حضرت فریدالدین عطارؒ کا بڑا مشہور واقعہ ہے۔ فرید الدین عطار جو تھے وہ رحمۃ اللہ علیہ تو بعد میں بنے پہلے تو صرف عطار ہی تھے۔ ایک روز دوکان میں اپنا کام کر رہے تھے تو ایک درویش آیا اور کہنے لگا"دے اللہ کے نام پر" کہتا ہے "ٹھہر جا' دیتا ہوں" اس نے پھر سوال کیا۔ کہا ٹھہر جاؤ۔ آدھا گھنٹہ گزر گیا درویش کو' پھر کہا تو کہتا ہے کہ ٹھہر جا' دیتا ہوں۔ درویش نے کہا کہ تو کیا کر رہا ہے؟ کہتا ہے ٹھہر جا' میں ابھی مصروف ہوں' تجھے دیتا ہوں' تو وہ فقیر غصے میں آ گیا اور اس نے کہا کہ تو اتنا مصروف ہے تو پھر مرے گا کیسے؟ فریدالدین نے کہا جس طرح تو مرے گا۔ فقیر نے کہا ہمارا کیا ہے' اس نے چادر بچھائی' کلمہ پڑھا اور مر گیا! اب اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ فریدالدین عطار پھر رحمۃ اللہ علیہ ہو گئے' پھر نکلے اور عرفان کی منزلیں طے کیں اور کہا کہ اگر یہ موت ہے تو پھر ہم موت سے محروم ہو گئے' ہمیں نہ زندگی ملی نہ موت ملی۔ تو موت بھی سسک سسک کے ملی۔ زندگی بھی کراہ کراہ کے گزری۔ اس لیے آپ اگر زندگی میں اور شعبہ درست نہیں کر سکتے تو کم از کم موت تو خوشگوار سی اور آسان سی بنا لو۔ آپ سے وہ بھی نہیں بنتی۔ تو اسے موت کے وقت بھی زندگی کی تمنا ہوئی پڑی ہے اور جب زندہ تھا تو مرنے کی آرزو تھی۔ تو اس نے نہ زندگی کے وقت زندگی کی خواہش کی اور نہ موت کے وقت موت کو درست کیا۔ تو یہ ہے Odd انسان اور یہ ہمیشہ رہتا ہے یعنی ہر چیز کو غلط

ٹائم پر کر رہا ہے۔ تو زندگی کے اندر زندگی کی بات کرو' بازار گئے ہو تو کچھ خریدو یا نہ خریدو لیکن بازار میں سے آرام سے گزر جاؤ' خاموشی کے وقت خاموش ہو جاؤ' دیکھو کہ موت آرہی ہے' بادشاہ نے چٹھی بھیجی ہے تو پھر وہ تو آ کے رہے گی' اب گھبرانا نہیں ہے' شور نہیں مچانا کہ میرا سانس تنگ ہوتا جا رہا ہے' یہ تنگ تو ہونا ہی ہے' اب اس میں بھی ڈرنے والی کوئی بات نہیں۔ تو اپنی موت کو خوشگوار بناؤ اور زندگی کو بھی خوشگوار بناؤ۔ خوشگوار زندگی کا میں نے بتایا ہے کہ کیسے گزرتی ہے یعنی آرزوئیں کم کر دو تو آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آرزو جو ہے یہ بعض اوقات ہلاکت کا باعث ہے کہ انسان پھیلتا جائے' پھیلتا جائے لیکن انسان کہاں تک پھیلتا جائے گا ---------- پوچھو اس سے کہ کہاں تک پھیلے گا۔ دوسروں کے علاقے فتح کرنے والا انسان بے علاقہ مرا۔ کئی بار ایسا ہوا ہے کہ فاتحین جو ہیں ایسی بے بسی کی حالت میں مرے ہیں' اِدھر فتح کرتے گئے اور اُدھر بغاوت ہوتی گئی۔ ایک آدمی گھاس کی رسی بُن رہا تھا پاس ایک گدھا کھڑا ہوا تھا اور وہ گدھا کھاتا جا رہا تھا' وہ رسی بُنتا جائے اور گدھا کھاتا جائے' کہتا ہے کہ میں نے میلوں میل رسی بنائی ہے حساب لگاؤ کہ میں نے کتنے میل رسی بنائی ہو گی تو گدھا کہتا ہے کہ اتنی جتنی تیرے ہاتھ میں ہے' باقی تو میں کھا گیا۔ تو یہ انسان کا عالم ہے۔ اس کا حاصل کیا ہے؟ وہی جو اس نے استعمال کیا' باقی کسی کی امانت ہے جو وہ رکھ رہا ہے اور وہ اس کے وارث لے لیں گے۔ تو اس نے جو کچھ استعمال کیا صرف وہی اس کا تھا اور جو کچھ اللہ کی راہ میں دیا وہ آگے استقبال کرے گا' اور جو چھوڑ گیا یہ اس کا نہیں تھا اور وارثوں کو ان کی امانت مل جائے گی اِس لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ زندگی کیا

ہے اور موت کیا ہے' عروج کیا ہے اور زوال کیا ہے۔ تو یہ عروج و زوال کی کہانی تھی۔ انسان بہت غافل ہے' ایک چیز آپ دیکھیں کہ اگر آپ کوئی عظیم کتاب پڑھتے ہیں تو پھر ساتھ ساتھ یہ بھی سوچا کرو کہ جن لوگوں کا کتاب میں ذکر ہے وہ بھی مر گئے' کتاب لکھنے والی شخصیت بھی نہ رہی اور پڑھنے والا بھی نہیں رہے گا۔ اب آپ پڑھ لو جتنا پڑھنا ہے' تم پڑھتے وقت بھول جاتے ہو اور کہتے ہو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ وہ کہہ نہیں رہا بلکہ اس نے کہا تھا' اس کو مرنے ہوئے کئی سو سال ہو گئے۔ تو اپنی مصروفیت کے زمانے میں یہ نہ بھول جاؤ کہ یہ مصروفیت بھی عارضی ہے' یہ علم بھی عارضی ہے' یہ بات بھی عارضی ہے' یہاں کا Stay' قیام بھی عارضی ہے اور ایک چیز جو Permanent ہے اور اس نے Permanent رہنا ہے آپ دیکھیں کہ اس کائنات میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جو آپ کے باپ دادا کے وقت بھی تھی' اب بھی ہے اور وہ ضرور رہے گی۔ وہ چیز آپ سے زیادہ Permanent ہے۔ چاند' سورج' ستارے اور پہاڑ آپ سے زیادہ دیر تک ٹھہرتے ہیں اور آپ سے پہلے بھی اللہ کا ذکر ہے اور آپ کے بعد بھی اللہ کا ذکر ہو گا' اور وہ ہمیشہ رہنے والی ذات ہے۔ آپ کم از کم اس ذات سے تو وابستہ ہو جائیں جس کو زوال نہیں ہے۔ اس طرح آپ بھی بچ جاؤ گے۔ فانی چیز سے وابستگی' فانی شے سے محبت اور فانی چیز کا ساتھ آپ کو فنا کر دے گا۔ آپ اپنی محبت کو دریافت کرو کہ آپ کی محبت کس بات سے ہے' اگر مال سے ہے تو فانی' اشیاء سے ہے تو فانی' آسائشوں سے ہے تو فانی اور اگر اللہ سے ہے تو یہ باقی ہے اور پھر آپ کا نام ہمیشہ رہے گا' اگر اللہ والوں سے محبت ہے تب بھی باقی۔ اس میں بحث کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ والے

کون ہوتے ہیں؟ تم ہوتے ہو تو سارے ہی ہوتے ہیں اگر تم نہیں ہوتے ہو تو کوئی بھی نہیں ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ والے ہوں' سو ہوں' اگر تم نہیں تو پھر اللہ والوں کا کیا ذکر کر رہے ہو۔ اگر بہار کا موسم ہے اور آپ کی گائے بھوکی مرتی جا رہی ہے' اسے گھاس نہیں ملا تو پھر بہار کا کیا ذکر کرنا۔ یہ دیکھنا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیا رشتہ قائم کر رہے ہو' اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو گے تو پھر اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہے ورنہ اللہ والوں کا ذکر کرنے کا تمہیں کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ خالی کسی کا ذکر کرنے سے تمہیں بات سمجھ ہی نہیں آئے گی۔ اس لیے اپنے سفر کا رجوع دیکھو اور مدعا دیکھو کہ تم نے کہاں جانا ہے' کہاں سے چلے ہو' مقصدِ سفر کیا ہے' اور اس کا انجام کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حاصل کی تمنا آپ کو ہمیشہ کے لیے لاحاصل کر دے۔ اس لیے مقصد کو بڑے غور سے پہچاننا چاہیے پھر یہ بات سمجھ آتی ہے۔

اب آپ سوال پوچھو۔ جب میں کہوں کہ بولو تو بولا کرو۔ جب آپ سے کہا جائے کہ سوال کرو تو آپ ضرور سوال کرو۔ جو سامعین کی خواہش ہے وہ تقریر بن جاتی ہے۔ تو جب سوال کا کہا جائے تو آپ غور کرو کہ آپ کے پاس کیا سوال ہے۔

سوال:۔

یہ فرمان سمجھا دیں ۔

پاک پلید نہ ہوندے ہرگز بھانویں رہندے وچ پلیتی ہو

جواب:۔

غور کرو اس کا مطلب آسان ہے یہ فرمایا گیا ہے کہ پاک جو ہے وہ

پلید نہیں ہو سکتا چاہے وہ پلیدی میں رہے۔ یہ تو آپ کی پیدائش کا ذکر ہے' انسان بنانے والے اعضاء ناپاک ہوتے ہیں اور پاکیزہ انسان پیدا ہوتا ہے' جس طرح کہ انسان کی زندگی کا آغاز ہے۔ یہ تو بار بار کہا گیا ہے کہ کبھی اپنی پیدائش پر غور کرو کہ تمہیں کس پانی سے ہم نے تخلیق فرمایا اور کیسے خون سے تخلیق فرمایا' تو وہ دونوں غیر پاکیزہ چیزیں ہوتی ہیں اور پاکیزہ انسان پیدا ہو گیا۔ ناپاکی سے بنا ہوا' پاکیزہ انسان' احسنِ تقویم بن کر پیدا ہو گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ یہ سمجھنے والی بات ہے اور ذکر والی بات نہیں ہے۔ کبھی پاکیزہ جو ہے وہ ناپاک نہیں ہوتا' ورنہ اگر اس کو ناپاک مان لیا جائے تو اس کو زندگی گزارنا مشکل ہو جائے کیونکہ انسان کی تخلیق کی دونوں چیزیں ناپاک گنی جاتی ہیں اور نتیجہ انسان ہے' امرِ ربی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی ہے۔ یہ ایک عجیب راز ہے کہ پاکیزہ جو ہے وہ غیر پاکیزہ میں کیسے رہا۔ یہ سلطان العارفینؒ اللہ کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ ہمارا وجود تو ناپاک تھا تو آپ نے کیسے اس میں اپنی پاکیزہ روح پھونکی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ پاک' پاک ہی ہے' وہ پاک ہی ہے' ہم چاہے کچھ بھی ہوں' اس کے دم سے ہم بھی پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ فقیروں کی دوسری شرح یہ ہے کہ آپ کے اندر جسم میں تقریباً" ہر وقت ناپاکیاں موجود رہتی ہیں لیکن آپ Covered ہیں' ڈھانپے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا پابند بنایا ہوا ہے کہ آپ پاکیزہ ہو جاتے ہیں' حتیٰ کہ ناپاک ہونے کے بعد پھر سے پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ تو آپ ناپاک بھی ہو گئے' پھر پاکیزہ بھی ہو گئے' گویا کہ ناپاکی کے باوجود آپ کے اندر پاکیزگی موجود ہے' صرف غسل کرنے سے پاکیزگی نہیں آ جاتی بلکہ پاکیزگی اندر موجود ہے۔ اصل میں ناپاکی جو ہے وہ ناپاکی نہیں ہوتی' اگر

ظاہر ہو جائے تو ناپاکی ہے۔ لیکن اگر اندر رہے تو پاکیزگی ہے۔ تو جب آپ سے آلائش باہر نکلے تو آپ ناپاک ہو گئے۔ آلائشیں اندر موجود رہیں تو آپ پاکیزہ ہیں' راز پاکیزہ ہوتا ہے' آپ اظہار سے بچو' تو راز کا اظہار جو ہے یہ وقت والا کام ہے۔ تو اسی "ناپاک انسان" نے پھر نماز پڑھنی ہے' اسی کو عرفان ہونا ہے' اسی کو گیان ہونا ہے' اسی نے عروج حاصل کرنا ہے' اسی سے والدین بننے ہیں اور اسی سے بڑے واقعات ہونے ہیں گویا کہ پاکیزہ اس کی یاد ہے' اس کا عمل ہے اور وہ روح پاکیزہ ہے جو اللہ نے اس میں پھونکی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ انسان کبھی ناپاک نہیں ہوتا اور کبھی پاکیزہ نہیں ہوتا۔ بس یہ ایسا راز ہے کہ جس کو فقیروں نے دریافت کیا ہے مثلاً" انسان کا وضو ہمیشہ قائم رہتا ہے اور وضو بھی قائم نہیں رہتا یعنی کہ اگر خیال پاک رہے تو انسان پاک رہتا ہے۔ آپ کے اندر جو بینائی ہے یہ نور ہے' یہ پاکیزہ ہے لیکن نظارے اگر پاکیزہ نہ ہوں تو پھر بینائی پاکیزہ نہیں رہتی' حالانکہ یہ پاکیزہ ہے' نور ہے لیکن اگر آپ کا خیال پاکیزہ ہے تو آپ پاکیزہ رہیں گے۔ اگر ایک پاکیزہ خیال انسان کسی ناپاک گلی سے گزر گیا تب بھی پاکیزہ کا پاکیزہ ہے۔ تو اس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ناپاکی سے گزر جائے تو بھی پاک رہتا ہے' چاہے وہ جن حالات سے گزرے اور جن واقعات سے گزرے۔ ناپاک آدمی اگر مسجد سے گزر جائے تو پھر مصلیٰ چوری کر کے آ جائے گا۔ تو ناپاک آدمی مسجد میں جائے تب بھی ناپاک ہے اور پاکیزہ آدمی جو ہے مندر میں چلا جائے تب بھی پاکیزہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ پاکیزگی جو ہے اسے ہم کہتے ہیں "تطہیر"۔ تطہیر جو ہے یہ ایک مقام ہے اور بڑا مقام ہے اور سمجھنے والا مقام ہے۔ تطہیر ہمیشہ مطہر رہتی ہے۔

That's all بس یہ یاد رکھو۔

سوال :۔

سیئات کا حسنات میں بدلنا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟

جواب :۔

دیکھو ! سیئات کا حسنات میں بدلنا جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان میں بیان فرمایا ہے کہ میں ان لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور میں داخل کر دوں گا اور میں ان کے گناہ معاف کر دوں گا۔ یغفر الذنوب جمیعا یعنی میں ان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ اور اگر اور کروں تو ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جائے تو انسان کا ماضی بھی حال میں پاکیزہ ہو جاتا ہے اور ماضی کی غلطی حال کے پلیٹ فارم سے درست ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ماضی کی غلطی کو ماضی میں درست ہونا چاہیے تھا کیونکہ گناہ کل کا ہے اور آج کیسے درست ہو سکتا ہے۔ "آج" درست ہونے کا ایک مقام تو یہ ہے کہ اس وقت اَسّی سال کا کافر کلمہ پڑھنے کے بعد صحابہ کرامؓ کی لسٹ میں شامل ہو گیا' اب دیکھو کہ اس کی شان میں اضافہ ہو رہا ہے کہ اَسّی سال زندگی مخالفت میں گزری ہے اور جب کلمہ نصیب ہو گیا تو اُس صف میں وہ شامل ہو گئے۔ گویا کہ وہ پچھلے کئی سال بھی Accommodate ہو گئے' درست ہو گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ پچھلی غلطیاں جو ہیں ان کی آج کیسے اصلاح ہوتی ہے' آدمی دراصل اپنی منزل سے ملایا جاتا ہے اور پہچانا جاتا ہے۔ اگر سارا سفر نیکی میں گزرے اور انجام نامرادی کی منزل ہو تو وہ ساری نیکیاں گنی نہیں جائیں گی بلکہ ضائع ہو جائیں گی۔ ایک

وقت تھا جب آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پہلے شیطان عبادت میں تھا۔ اب ابلیس کی کروڑوں سال کی عبادت کا ذکر کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ایک مقام پر آ کر وہ ابلیس باغی ہو گیا۔ اب بغاوت کے بعد پرانی اطاعت کا تذکرہ ہی ختم ہو گیا۔ تو تسلیم کے بعد پرانی بغاوت کا ذکر بھی ختم ہو گیا۔ توبہ کے بعد انسان نیکیوں میں شامل ہو گیا اور بدی جو ہے وہ ساری کی ساری بدل گئی۔ تو اللہ تعالیٰ یہ بتاتے ہیں کہ اگر آپ کو ایسی ایک نیکی نصیب ہو جائے تو پھر بدی کا تذکرہ ہی کیا یعنی عطا کے باب میں خطا کا ذکر ہی کیا۔ عطا حاصل ہو جائے تو پھر خطا ختم ہو جاتی ہے کیونکہ قبول جو ہو گئے۔ ایسا بھی ممکن ہے کہ لوگوں میں کوئی آدمی بہت نا اہل سمجھا جائے اور قبول کرنے والا اسے قبول کر لے تو پھر ساری نا اہلی ختم ہو جائے گی۔ ایسا ہوتا ہے کہ سونے والوں کو بعض اوقات اس نے جگا کے عطا فرمایا اور جاگنے والوں کو بعض اوقات اس نے محروم رکھا۔ تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ۔

جاگنے والے کو محرومِ عنایت رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

تو یہ اس کے کام ہیں اور وہ دے سکتا ہے۔ وہ تو جو چاہے کرے۔ وہ جیسے کرے کیونکہ وہ خالق کل ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اس کے کھیل بڑے عجیب ہیں۔ دریا کے کنارے اپنے محبوب کو پیاسا رکھنا' یہ وہی کر سکتا ہے' ایسا اللہ ہی کر سکتا ہے' اور کوئی نہیں کر سکتا۔ دریا کے کنارے' گرمی کا موسم ہو' کوئی غیر بھی نہ ہو بلکہ ہو بھی محبوب' محبت بھی جاری ہے اور دریا بھی جاری ہے اور وہ واقعہ بھی ہو رہا ہے' تو یہ اللہ ہی برداشت کر سکتا ہے' یہ کسی بندے کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو یہ اللہ کے باب میں اور ہی واقعات ہیں۔ وہاں وہ ظلم نہیں ہے بلکہ اس

کی عنایات کا رنگ ہی ایسا ہے کہ سننے والوں کے لیے غم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ عنایات ہی ہوتی ہیں۔ سر قلم کرنا بھی اس کی عنایت ہے۔ وہ جیسے بھی چاہے قریب کر لے' کسی کو کچھ دے کر قریب کر لے اور کسی سے کچھ لے کے قریب کر لے۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

وہ پہلے دیتا ہے اور پھر کہتا ہے اڑھائی فی صد دو' ہمیں بہت ضرورت ہو گئی ہے۔ کبھی مسجد کے لیے خیرات مانگ لی' مسجد خدا کی' اور چندہ آپ کا' یہ عجب راز ہے۔ زکوٰۃ اللہ کے نام پر ہے' خیرات اللہ کے نام پر ہے' قرضِ حسنہ اللہ کے نام پر واقرض اللہ قرضا حسنہ اللہ کو دو قرضِ حسنہ۔ تو اللہ کو قرض کی کیا ضرورت ہے' اس نے نہ کھانا نہ پینا مگر اللہ کے باب میں کچھ سمجھنے کی جلدی نہ کرنا۔ وہ آپ کے سیئات کو حسنات میں بدل سکتا ہے۔ جس نے اللہ کو مانا' وہ پھر اللہ کے ساتھ مل گیا بلکہ وہ اللہ کا مہمان ہو گیا۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جنہوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر استقامت کر دی' انہی پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے سلام ان لوگوں پر' وسلام علیٰ نوح اور وسلام علیٰ ابراھیم اللہ کی طرف سے سلام آنا' یہ عجب بات ہے۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ میرے بندے جو ہیں ان کو نہ خوف ہے اور نہ ملال ہے۔ یہ میرے بندے ہیں' ہم ان کے لیے یہ کرتے ہیں' وہ کرتے ہیں اور ہم نے ایک جنت بنائی ہوئی ہے یعنی بڑا اچھا مقام بنایا ہوا ہے کافروں کے لیے دوزخ کا مقام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے باب میں یہ سب ٹھیک ہے۔ آپ صرف اتنی بات کرو

کہ آپ عملی شکل میں اپنے ماضی کی اتنی عزت افزائی نہ کرو بلکہ ماضی کو یک لخت توبہ کے ساتھ منسوخ کر دو۔ ماضی کے لیے آسان نسخہ یہی ہے کہ اس کو توبہ کے ساتھ گزارو تاکہ ماضی بھی مومن ہو جائے۔ یہ کہو کہ یا اللہ ہماری غلطیوں کو تو معاف ہی کر دے۔ اور پھر جب معافی ہو گئی تو ہم اس کی رضا میں داخل ہو گئے' اور یہ داخل ہونا جو ہے یہ ساری نیکی ہی نیکی ہے' پھر کیا سیئات رہ گئے بلکہ سیئات تو ختم ہو گئے' سیئات توبہ تک ہی ہیں۔ تو گناہ کی عمر توبہ تک ہے۔ معاف کرنے والے کو معاف کرنا کوئی بوجھ نہیں ہے۔ اس نے تو معاف کرنا ہے اور یہ اس کا اپنا کام ہے۔ گناہ گار اگر تھک جائے تو تھک جائے لیکن معاف کرنے والا تو نہیں تھکتا کیونکہ اس کے لیے معاف کرنا Feasible ہے' آسان ہے اس کی شان ہے۔ پھر یہ کہ انسان اللہ کی اپنی تخلیق ہے' اور اللہ کو پتہ ہے کہ یہ کمزور ہے' غریب ہے' بے چارہ جلد الجھ جاتا ہے' یہ دو چیزوں کے اندر پھنس جاتا ہے' ایک تو رنگ کے اندر پھنس جاتا ہے اور دوسرا یہ مال کی محبت میں پھنس جاتا ہے۔ اس کے اندر نفس نہ ہو تو پھر تو یہ فرشتہ ہی تھا۔ اور اس کے اندر سے یہ بات نکال دی جائے تو یہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اللہ کا فضل ہو جائے تو انسان ان باتوں سے نکل جاتا ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو اور اپنے اعمال کے لیے توبہ کا مقام ضرور ڈھونڈنا چاہیے۔ اللہ معاف فرما دیتا ہے اور پھر سارے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور گناہ' نیکی میں بدل جاتے ہیں۔ جس آدمی کو پہاڑ پر جانا تھا اس کو راستے میں تکلیف ضرور ہوتی ہے' وہ ادھر گیا' ادھر گیا' اور انجام کار پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس کا کیا ذکر کرنا کہ راستے میں طوفان

پھر بات یہ ہے کہ ۔

بھر لے پانی ہاریئے' رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانئے جس دا توڑ چڑھے

تو ساری کہانی اتنی ساری ہے کہ انجام جس کا اچھا ہے اس کا سفر اچھا ہے۔ یہ سفر انجام کا نام ہے۔ انجام کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کرو کہ آپ کا احتساب نہ ہو' اور آپ کا حساب کتاب نہ ہو۔ اور آپ توبہ کر کے ساری بات صاف کر لو' یا اللہ ہمیں تو معاف ہی کر دے' اور ہمیں اپنی عنایات میں رکھ۔ تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

بعض اوقات خیال آتا ہے کہ ابھی کافی زندگی موجود ہے تو پھر کیوں شور مچائیں اور عمل کریں ——

جواب :۔

تین لوگوں کا کہتے ہیں کہ ان کا شور مچانا جائز ہے' ایک وہ جس کے پاس مچھلی ہے اور وہ بیچنے کے لیے شور مچائے گا کیونکہ اس مچھلی میں بد بو ہو جاتی ہے اور وہ آرام سے نہیں بیٹھے گا۔ ایک وہ جس کے پاس پھول ہیں وہ بیچنے کے لیے شور مچائے گا کہ کہیں پھول مرجھا نہ جائیں اور تیسرا وہ جس کے ہاتھ میں برف ہے اور پگھلی جا رہی ہے' وہ شور مچائے گا تاکہ جلدی جلدی وہ فارغ ہو جائے۔ اب جوانی جو ہے وہ جلدی جلدی فارغ ہو جائے گی۔ تو اس کا پتہ ہونا چاہیے' لیکن ان سب باتوں سے جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ جب پتہ چل جائے کہ زندگی پگھلی جا

رہی ہے بلکہ ہاتھ سے نکلی چلی جا رہی ہے' سے گزرتا چلا جا رہا ہے تو شور مچانے کا وقت ہے کہ یا اللہ میرے ہاتھ سے میرا اپنا آپ نکل گیا' جب میرے ہاتھ سے میرا اپنا آپ نکل گیا تو پھر تو میں مکمل بے بس ہو گیا۔ اور جو کچھ اس نے حاصل کیا یہ ساری کی ساری چیزیں کسی اچھے سے یا برے سے Auction mart ' نیلام گھر میں موجود ہیں' Available ہیں' تو اس انسان نے کیا کیا کباڑ خانہ اکٹھا کیا۔ کبھی آپ جمعے کو سڑک کے کنارے جاؤ تو کتابیں عام پڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ آپ کی لائبریریوں کا یہ حشر ہے۔ پڑھنے والے لوگ' جن کے گھر میں کم پڑھنے والے ہوں' کتابوں سے وہ محبت نہ ہو تو اس کا جو وارث ہو جاتا ہے' وہ وارث ساری کی ساری لائبریری اٹھا کے بیچ دیتا ہے' بالکل سستی۔ وہ کتابیں مارکیٹ میں جا کے پھر بک جاتی ہیں۔ تو کتابوں کا اجتماع بھی کوئی اجتماع نہ ہوا۔ سامان پرانا ہو گیا تو انہوں نے دے دیا۔ مکان' محلہ بدل لیا' اندرون شہر تھا' پھر بیرون شہر آ گیا۔ وہ مقام بھی چلے گئے۔ آپ کا سارا حاصل آپ کی نظروں کے سامنے غائب ہو تا گیا۔ جب ایسا وقت آ جائے تو سمجھو کہ کوئی شے ہو رہی ہے۔ تو جو ہو رہا ہے وہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ کیا ہو رہا ہے؟ یعنی آپ کے جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔ اگر جانے کے انتظامات ہو رہے ہیں تو تھوڑا سا شور مچا لو کہ یا اللہ تو معاف کر دے۔ یہ نہیں کہو کہ دیکھا جائے گا۔ سب کچھ یہیں سے دیکھ کے جانا ہے۔ اس نے صاف فرما دیا ہے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ آگے بھی اندھا ہی ہو گا۔ جس نے یہاں نہیں دیکھا اس نے وہاں کیا دیکھنا ہے۔ تو یہاں سے ہی دیکھ کے جاؤ۔ ایک چیز ضرور کر کے جانا' اپنی توبہ کو منظور کرا کے جانا۔ اسے یہاں نہ چھوڑ کے جانا۔ کبھی بیٹھ کے اکیلے میں

یہ ضرور کر لیا کرو کہ "یا اللہ میری غلطیوں کی توبہ"! بعض اوقات غلطی ہم نہیں سمجھتے تو غلطی کیا ہوتی ہے؟ یہ بھی غلطی ہے کہ کسی ایسی خواہش پر اصرار جو اس کی مرضی کے علاوہ ہو' ہم نے جو بھی خواہش تیری رضا کے خلاف کی وہ ہی ہمارا گناہ تھا اور ہم نے ساری خواہشات ایسی کیں کہ ہم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں' وہ کہتا ہے کہ یہاں سے نکلنا چاہیے۔ اس لیے ٹھہرنے کی آرزو جو ہے وہ نکلنے والوں کے لیے گناہ بھی کہلا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے اور یہ دنیا بسنے کی نہیں ہے بلکہ اس میں کوچ ہی کا نقارہ بجے گا۔ تو یہ شور مچانے کا مقام ہے کہ کوچ کا منظر تیار ہے اور کوچ اجتماعی بھی ہو سکتی ہے لیکن انفرادی کوچ تو ہو رہی ہے۔ یہ ایک دن کا نام نہیں ہے بلکہ لگاتار ہر روز کا نام ہے۔ کہتے ہیں سورج جب غروب ہوتا ہے تو ساری فضا میں ایک اعلان ہوتا ہے کہ لو آج کا دن بھی مر گیا' ایک دن اور رخصت ہو گیا' اب تو ایک دن اور قریب آ گیا' اسی طرح کچھ سورج تیرے اور باقی رہ گئے ہیں' اس کے بعد پھر سورج نہ ڈوبے گا' نہ طلوع ہو گا۔ جتنے سورج باقی رہ گئے ہیں ان کو ذرا گن کے حساب کے ساتھ چلانا اور بعد میں یہ نہ کہنا کہ اچانک پھول دو دن کھلے' مرجھا گئے ہیں' پھول نہیں مرجھاتے' وقت پورا ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کا بڑا دھیان کرنا اور ایسا نہ کہنا کہ ابھی تو ہمیں پتہ نہ تھا۔ اللہ نے کہا ہے خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ہم نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا یہ دیکھنے کے لیے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے ——— یہ انسان ہے تو ایک میت مگر زندگی بن کے چل رہا ہے اور اس کا ایک نام رکھا گیا اور پیدا اس لیے کیا گیا کہ دیکھیں کہ اس کے اعمال کیا ہیں تو اپنے اعمال کا حساب رکھنا چاہیے۔

سوال :۔

یکسوئی حاصل کرنے کا کوئی نسخہ بتا دیں۔

جواب :۔

ایک شعر سے یہ نسخہ سمجھ آ سکتا ہے۔

یکسوئی کی بات پنہارن سے سیکھ
سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گگر کے بیچ

یعنی پانی بھرنے والی لڑکی سے یکسوئی کی بات سیکھ کہ وہ کس طرح اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی رہتی ہے مگر اس کا دھیان اپنے پانی والے برتن پر رہتا ہے۔ یہ یکسوئی ہے کہ وہ باتیں کرتی جا رہی ہے ہر ایک کے ساتھ، مگر گھڑا نہ چھلکے' نہ ٹوٹے۔ بس یہ یکسوئی ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ پنگھٹ سے پانی بھر کر لاتی ہیں' اور وہ باتیں کرتی ہیں' گانا گاتی ہیں' چلتی جاتی ہیں' لیکن مجال ہے کہ گھڑا اِدھر اُدھر ہو جائے۔ تو یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خیال رہے جو تیرا حاصل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حاصل ہی ضائع کر دو اور ایسا نہ ہو کہ دنیا حاصل کرنے کے لیے ایمان ہی بیچ آؤ کہتا ہے کہ آج کیا بیچا ہے؟ کہتا ہے آج تو صرف ایمان ہی بیچا ہے۔ تو یکسوئی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اپنے آپ میں دھیان رہے اور آپ کو مقصد اور مدعا نہ بھولنے پائے' مدعا یاد رہے ورنہ عام طور پر لوگ اپنا مدعا بھول جاتے ہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے دعا کریں کہ حالات بہتر ہو جائیں' مدت سے ایک کارخانہ چلا رہا ہوں کہ کچھ پیسے آ جائیں' حج کرنے کی دعا کریں۔ جب حج کرنے کا وقت آیا تو کہتا ہے کہ ٹائم نہیں ملتا کیونکہ اب کارخانہ چل رہا ہے۔ بے شمار لوگ جن کے پاس وسائل نہیں' لیکن ان کے پاس حج کی آرزو ہے اور بے شمار لوگ ہیں جن کے پاس وسائل

ہیں اور حج کی آرزو نہیں ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ کہ بے شمار لوگ ہیں جن کو بات سمجھ نہیں آتی ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ کا گھر زمین پر اللہ کے نام سے وابستہ تو ہے ناں! ہر چند کہ ہر مقام اس کا اپنا ہے۔

ہے زمیں پہ کعبہ میرا مکاں گو فلک پہ رکھتا ہوں لامکاں
تیرے دل میں رہتا ہوں ہر زماں ہے نشاں یہی میرا جاوداں

رہتا دل میں ہی ہے لیکن وہ گھر اس کے نام سے وابستہ ہے۔ اس گھر کی آرزو کا پیدا ہونا اللہ کے قرب کی دلیل ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ یہ کہہ دیں کہ یہ گھر مٹی کا ہے۔ گھر تو مٹی کا ہی ہے لیکن یہ تو ایک نسبت ہے اور آپ کو اس نسبت کا احترام کرنا ہے۔ یکسوئی کا معنی یہ ہے کہ اپنے اندر اللہ کی ذات کا جو جلوہ مخفی ہے اس کو اس کے Grand جلوے سے ہمکنار کرنا۔ یعنی ذرے کو آفتاب کی نسبت سے تابدار بنانا۔ تو آپ کے اندر جو اللہ کا احساس ہے اس کو گرینڈ جلوے کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔ تو جب آپ اس کے پاس جا کر محو ہو جاتے ہیں تو اسے یکسوئی کہتے ہیں۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں
اب نہ زماں نہ وہ مکاں اب نہ زمیں نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لامکاں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ ایسا خیال جو باقی خیالوں سے بے نیاز کرے اور ماسوا سے بے نیاز ہونا۔ اگر آپ عبادت کر رہے ہیں تو عبادت کے علاوہ چیزوں سے بے نیاز ہو جانا حتیٰ کہ کسی بات کا سوال ہی نہ کریں۔

تو یہ یکسوئی ہے۔ یکسوئی کا معنی اس اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ تو سب سے اچھی بات یہی ہے جیسے پنہارن کرتی ہے کہ گھڑے بھر کر لاتی ہے' گھڑا نہیں ٹوٹتا حالانکہ باتیں کرتی جا رہی ہے۔ تو آپ دنیا کی باتیں کرتے جاؤ اور آپ کا خیال ادھر رہے۔ کسی وقت بھی آواز آ سکتی ہے کہ چلو کیونکہ آپ کا کام تمام ہو گیا ہے۔ آپ اس وقت یہ نہ کہنا کہ ابھی میں نے خط لکھنا ہے' چابیاں دینی ہیں اور میں نے بہت سارے چارج دینے ہیں۔ ایسا کبھی نہ کہنا۔ چلو پھر بات کو دہرا دیتے ہیں۔ پہلی بات تو آپ یہ کرو کہ جو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں آپ لوگ ان پر غصہ نہ کیا کرو۔ یہ آسان بات ہے اور اس میں وقت والی بات کوئی نہیں ہے۔ آپ لوگ شہرت کی اور پیسے کی بہت تمنا چھوڑ دو۔ یہ بات بھی آسان ہو گئی۔ آپ لوگ زندگی میں اپنے اعمال کے حوالے سے توبہ کا عمل جاری رکھو' اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا عمل جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ آپ کی ذات لوگوں کے لیے منفعت والی بن جائے۔ لوگوں کو ضرور کوئی نہ کوئی فائدہ پہنچاؤ' فائدہ ہونا چاہیے۔ کم از کم آپ کی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی نے غلطی کی ہے تب بھی سزا نہ دو۔ اس دنیا میں انسان نے کچھ بھی نہیں کرنا' میں آپ کو ایک خاص بات بتا رہا ہوں کہ ہم کچھ کر کے نہیں جاتے یہاں کوئی انقلاب نہیں آیا مگر دنیا میں صرف ایک انقلاب آیا ہے جو حضور اکرم ﷺ والا ہے کہ دشمن آپس میں دوست ہو گئے۔ وہ تھا دلوں کا انقلاب' محبت کا انقلاب اور یہ بڑا انقلاب ہے اور یہ انقلاب آج تک چلا آ رہا ہے۔ اس زمانے کے لوگوں کے ایمان بڑے قوی تھے' وہ ایمان کے سابقون اور اول زمانے تھے۔ میں ایک لحاظ سے کہتا ہوں کہ

آج کے لوگوں کے ایمان بڑے قوی ہیں' کیونکہ وہ تو حضور اکرم ﷺ کے پاس رہتے تھے لیکن ہم چودہ صدیاں دور ہیں اور پھر اس تذکرے میں رہتے ہیں۔ یہ بھی خاص کرم اور عنایت ہے' یہ بڑی عنایت ہے انؐ کی کہ ہم جغرافیائی طور پر بھی دور ہیں اور تاریخ کے طور پر بھی ہم دور ہیں' تاریخ کے چودہ سو سال گزر گئے ہیں اور جغرافیے کے حساب سے اس علاقے سے کتنے ہزار میل ہم دور ہیں۔ تو پھر اس علاقے میں اگر حضور پاک ﷺ کی محبت ہے تو یہ ان کا خاص کرم اور عنایت ہے اور یہ بغیر انؐ کی توجہ کے ہو نہیں سکتا۔ اور آپ کو اس بات کی بہت مبارک ہو۔ یہ خاص واقعہ ہے اور یہ خاص علاقہ ہے' درویش بھی یہاں اس لیے آئے ہیں کہ شاید اس زمیں میں کوئی نہ کوئی واقعہ کرنا ہو۔

میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا یہاں سے

تو بزرگ بھی اگر یہاں آئے ہیں تو کوئی خاص بات ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کو اپنے ایمان کی قدر کرنی چاہیے' یہ آپ نے کمائی نہیں کی بلکہ یہ ایمان آپ کو عنایت ہوا ہے' خاص عنایت ہوا ہے اور اس کی بہت قدر کرو' یہ اتنے عرصے کے بعد ہوا ہے۔ اور آج بھی آپ ایسے محسوس کر رہے ہیں جیسے اس زمانے میں ہوں۔ یہ بڑی خاص بات ہے۔ حالات اتنے Pressure میں ہیں' دباؤ میں ہیں' ہزار واقعات ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ ایسا سماج بنا پڑا ہے کہ پیسے نہ ہوں تو شادی نہیں ہوتی اور اس سماج میں جائز کام کرنے کے لیے بھی' ناجائز ذریعہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ بڑی Tradgedy ہوئی پڑی ہے۔ پھر بھی آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور دعا یہ کرو کہ یا اللہ تعالیٰ آپ اچھے حالات پیدا فرمائیں

تاکہ ایک بار وہ وقت آ جائے جب ہم دیکھیں کہ دودھ دودھ ہو جائے اور پانی پانی ہو جائے' حق والوں کو حق مل جائے' محنت والے کی محنت رائیگاں نہ ہو' اور نیکوں کے لیے کشائشِ رزق عطا فرما' یا اللہ نیکی کو تو کم از کم آسودہ فرما' یہ نہ ہو کہ رزق پر بدی غالب رہے۔ رزق آج کل اُدھر زیادہ ہے' دعا کرو کہ سچے لوگوں کے پاس رزق ہو اور دل والوں کے پاس ہو' ان کی دنیا بہتر ہو جائے' پھر یہ واقعہ ٹھیک ہو جائے گا' درست ہو جائے گا۔

آپ اور سوال کرو ——————

سوال :۔

انسان نیک اور بد سب کو تو راضی نہیں کر سکتا۔

جواب :۔

سب کو راضی کرنے کا تو میں نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے کسی کے ساتھ ناراض نہیں ہونا ہے۔ سب کو راضی کرنے کی بات میں نہیں کر رہا۔ بس آپ ناراض نہ ہونا' آپ بدی کو بے شک برا سمجھو لیکن بد کو برا نہ سمجھنا۔ بد آدمی بیمار ہے' جس طرح ڈاکٹر بیمار آدمی کو دیکھتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس کا ایمان کیا ہے۔ ڈاکٹر کا کام ہے چاہے مریض عیسائی ہو' سکھ ہو' مسلمان ہو' کوئی ہو' اس کا علاج کرتا ہے۔ ڈاکٹر نے اس کا علاج کرنا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بدی بھی ایک بیماری ہے۔ بدی اس کا پسندیدہ عمل نہیں ہے بلکہ اس کی بیماری ہے' وہ مجبور ہو گیا' بیمار ہو گیا' Fall کر گیا' گر گیا بندہ' وہ بدی کے Trap میں آ گیا اور آپ کو اچھا راستہ مل گیا' خوشگوار بندے مل گئے' اس کو وہ راستہ مل گیا اور ناخوشگوار بندے مل گئے' اب اس بے چارے کو

ہمدردی سے وہاں سے نکالو' اس لیے اس سے نفرت نہیں کرنی کہ یہ آدمی گناہ گار ہے۔ شاید نفرت نے ہی اس کو گناہ گار بنایا ہو اور ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کی محبت ہی اس کو گناہ سے واپس لے آئے۔ اس لیے آپ اس کے ساتھ محبت کرو' اس کے پاس آنا جانا رکھو' شاید وہ اپنا راستہ بدل دے۔ اس سے نفرت نہیں کرنی بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے۔ اس غریب کی بیمار پرسی کرو جو بد ہو گیا' جو گناہگار ہو گیا وہ تو خود عذاب میں ہے' لہٰذا اس کے ساتھ ہمدردی کرو' اس کے لیے دعا کرو' نفرت نہ کرنا اس کے ساتھ۔ اب آپ لوگ اور سوال پوچھیں ——— بولیں ———

سوال :۔

کیا ہم لوگوں کو تبلیغ کرنا شروع کر دیں؟

جواب :۔

آپ احتیاط ضرور کرو۔ تبلیغ تو ہے ہی کافر کے لیے۔ ہمارے ہاں ٹریجڈی یہ ہو گئی ہے کہ ہم تبلیغ مسلمان کو ہی کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں یہ لوگ کون ہیں' مسلمان ہیں' تو تبلیغ کرو ان کو۔ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے' مسلمان کا کام خراب نہ کرنا' تو اس کو کام کرنے دو' مسلمان جائے اور اپنا کاروبار کرے۔ بس آپ کسی مسلمان کو دھوکہ نہ دینا' زیادہ نفع نہ لیا کرو' اسے تنگ نہ کیا کرو' رشتے داروں کا خیال کیا کرو' پیسوں سے بہت محبت نہ کیا کرو' اب تبلیغ کس بات کی؟ مسلمانوں کو جب تک آپ Offend کریں گے' تنگ کریں گے' تبلیغ جاری رہے گی' انہیں محفل میں یقین دلائیں گے کہ تمہیں دوزخ میں جانا ہے ابھی سے انتظام کر لو۔

ہماری تبلیغ کا یہ منشا ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کو کبھی یقین کے ساتھ اسلام میں نہیں رہنے دینا۔ ایک مبلغ جو بیان کر رہا ہے وہ یہ بتائے گا کہ اگر ایک نماز آپ کی قضا ہو گئی تو ستر ہزار سال آپ کو الٹا لٹکایا جائے گا۔ اور ہم یہ کہہ رہے ہیں اگر ایک بار آپ نے کلمہ پڑھ لیا تو ستر سال کے گناہ معاف ہو گئے۔ تو ہم اور بات کر رہے ہیں۔ اسّی سال کا کافر کلمہ پڑھنے سے مومن ہو سکتا ہے۔ آپ روز کلمہ پڑھتے رہتے ہو' تو کیا ہم نے آپ کو ہی کافر بنانا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اس بات کا خیال رہے۔ آپ مسلمانوں کو زندگی کا عمل سکھاؤ' تبلیغ کی کیا بات ہے۔ تبلیغ ہوتی ہے اسلام تک اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کے ساتھ حسن سلوک کرو' کچھ پیسے اپنے پاس سے اس کو دو بلکہ تم تو اس کو علم سکھاتے جا رہے ہو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس دوائی کے پیسے نہیں ہیں اور میرا بچہ بیمار ہے۔ کہتا ہے پھر تو کلمہ پڑھ' نماز پڑھا کر' خیر سے تیرا بچہ دعا سے ٹھیک ہو جائے گا' اور اس کا اپنا بچہ ہسپتال میں داخل کروا دیا جاتا ہے۔ پھر اگر دوسرے کے بچے نے تعلیم حاصل کرنی ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو اپنے بچے کو درس نظامی' جامعہ نعیمیہ میں داخل کروا دے اور خود اپنا بچہ کدھر ہوتا ہے؟ ایچی سن کالج میں! پھر وہ کہتا ہے کہ "بچے کو بڑی مشکل سے داخل کروایا ہے' وہاں بڑا خرچ ہوتا ہے اور آپ کا بچہ بڑا مبارک ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں داخل ہو گیا ہے' اگر وہاں نہیں تو پھر جامعہ استفہامیہ میں کروا دو' جامعہ اشرفیہ میں کروا دو' بڑی اچھی پڑھائی ہوتی ہے وہاں بڑی اچھی تعلیم ہوتی ہے' صرف و نحو بھی پڑھائی جاتی ہے' درسِ نظامی ہوتا ہے' بڑا شاندار علم ہوتا ہے' بس اس کی عاقبت بن جائے گی اور وہ کسی مسجد کا امام بن جائے گا"۔ اور اس کا اپنا بچہ؟ کہتا ہے وہ تو

ایسے ہی ہے' کہیں ڈی سی وغیرہ لگ جائے گا' بے چارہ ساری عمر ہی نوکری کرے گا۔ آپ کو میں ایک پیر صاحب کی بات بتاتا ہوں۔ پیر صاحب لوگوں کو دین کی تعلیم دیتے ہیں لیکن ان کے اپنے بچے باہر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ اس بات کا خیال رہے کہ اگر درس نظامی اچھی تعلیم ہے تو سب سے پہلے تم اپنے بچوں کو داخل کراؤ خصوصاً" جو کہ قوم کے لیڈر ہیں' یا پھر تمام مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم ایک جیسی ہونی چاہیے۔ وہ آپ کرتے نہیں ہیں اور مسلمانوں کو تبلیغ سکھاتے رہتے ہیں۔ بچہ کہتا ہے طبیعت خراب ہے' دوائی لا دو' کہتا ہے کلمہ تیرا ٹھیک نہیں ہے' کلمہ صحیح سنا۔ ایک آدمی ڈوب رہا ہے تو وہ کہتا ہے پہلے تو کلمہ سنا۔ پرانے زمانے میں جادو گرنیوں کو چڑیلیں کہتے تھے' انگلینڈ میں لوگوں نے اس وقت قانون بنایا تھا کہ یہ جو ہوتی ہیں جادو گرنیاں' ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو زندہ جلا دو۔ اب یہ کیسے پتہ چلے کہ یہ جادو گرنی ہے کہ نہیں! اب ان کی یہ سزا تھی کہ ان کو پانی میں پھینکو' اگر تو وہ ڈوب گئی تو جادوگرنی نہیں ہے' اگر نہ ڈوبی تو جادو گرنی ہے' اس کو پھر زندہ جلاؤ۔ یعنی مارنا ہر طرح سے ہے۔ تو یہ ہیں احمقوں کے زمانے کی باتیں کہ جادو گر کہہ کے زندہ جلا دیا۔ انسان' انسان ہے' آپ پر کوئی جادو نہیں آ سکتا۔ ما اصاب من مصیبه الا باذن الله نہیں آتی تم پر کوئی مصیبت مگر اللہ کے حکم سے۔ تو آپ اللہ کی طرف رجوع کرو تو کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ تو آپ اپنا رجوع صحیح رکھو۔ اس لیے اسلام کی تعلیم بڑی سادہ سی ہے اور بڑی مشکل ہے کہ جو بھائی کے لیے پسند کرتے ہو وہی اپنے لیے پسند کرو۔ کتنی آسان بات ہے' کر کے دیکھو' ہر روز سنتے رہتے ہو' زندگی گزر جائے گی لیکن یہ عمل نہ کر سکو گے'

اس کو پورا کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ صحیح انقلاب یہی ہے کہ اسلام نے اور جو باتیں بتائی ہیں ان پر عمل کرو۔ جب آپ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہو تو اللہ کی طرف سے بہتری ہو جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو درست رکھو اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کسی گناہ گار آدمی کے ساتھ آپ کا تعلق جو ہے اسے گناہ سے نکال سکتا ہے اور آپ کی نفرت اسے گناہ میں مبتلا کر دے گی۔ آپ کی مدد اس کے بہت سے اعمال ترک کرا دے گی۔ کتنے لوگ ہیں جو غریبی میں مجبور ہو کے گناہ گار ہوئے ہیں۔ گناہ ان کے شعبہ اختیار میں نہیں تھا بلکہ شعبہ مجبوری بنا ہوا ہے اس لیے آپ لوگ خیال رکھو کہ تعلیم اور تبلیغ جو ہے یہ مسلمان کو کرنے سے گریز ہی ہونا چاہیے۔ مسلمان تو پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔ جو پہلے کافر تھا' کلمہ پڑھ لیا' مسلمان ہو گیا تو دوسرے مسلمان اسے کہتے ہیں کہ پتہ تو اب چلے گا' چھڑیاں تو اب پڑیں گی کیونکہ کافر تو جنت دوزخ کو مانتا نہیں' اس لیے وہ تو آزاد ہے۔ اب تو مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اسے ڈرا ڈرا کے مارنا ہے۔ وہ مسلمان امید کے لیے ہوا تھا' Hope کے لیے' فلاح کے لیے' ترقی کے لیے' دین کی فلاح' دنیا کی فلاح' آخرت کی فلاح' مگر مسلمان ہونے کے بعد آپ نے اس پر بوجھ ڈال دیا' عذاب میں مبتلا کر دیا اور مرنے کا منظر اس کے اوپر لگا دیا' موت کا منظر کیا ہو گا' پریشانی کیا ہو گی' تیرے اوپر کیا عذاب آنے والا ہے۔ کیا اس پر کبھی رحمت بھی آئے گی؟ حالانکہ آپؐ کا Title یہ ہے کہ آپؐ رحمت اللعالمینؐ ہیں ساری کائنات کے لیے۔ عین ممکن ہے کہ کافروں پر بھی رحمت ہو جائے۔ کیا آپ نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جو ہندوؤں سے مسلمان ہوئے ہیں یا کافروں سے مسلمان ہوئے ہیں' ان کے لیے فلاح ہے۔ وہ کہتے ہیں آپ

ہمیں بتاؤ ناں ہم کیا کریں۔ ان کو خوشخبری دو کیونکہ وہ مسلمان جو ہو گئے ہیں۔ مگر آپ ان کو ڈرائیں گے۔ آپ کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ اگر مسجد میں گئے' عید پڑھنے گئے' مولوی صاحب نے کہا اب عیدیں پڑھنے آ گئے ہو مگر تراویح تو کبھی پڑھنے نہیں آئے' عید کی نماز تمہیں کیا فائدہ دے گی' جاؤ بھاگ جاؤ' تو وہ بندہ بھاگ گیا کیونکہ مولوی کہتا ہے کہ اب کس منہ سے آ گئے ہو۔ تو اسے عید بھی نہیں پڑھنے دی۔

ٹھکرا کے دو جہاں کو جو آئے تھے بزم میں
ساقی کی بے رخی نے وہ انسان بھی کھو دیے

اب آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو آسانیاں دے' اولاد کے حوالے سے' ماں باپ کے حوالے سے' آپ کی زندگی کے حوالے سے' اور کشائش رزق ہو جائے' مسائل کے اعتبار سے ہو جائے۔ عافیت کے ساتھ زندگی بسر ہو اور خیریت کے ساتھ موت ہو' ڈرنا نہیں چاہیے سب خیریت کے ساتھ ہو۔ اللہ کریم سب کو سلامت رکھے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(۵)

۱ ''حرام'' ممنوعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور محترم کے معنی میں بھی' عربی کی اتنی وسیع لغت ہے' اس سلسلے میں روشنی ڈالیں۔

۲ جانوروں اور پرندوں کی جو زبانیں ہیں ان کا علم حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا' ہم تک یہ علوم نہیں آئے؟

۳ پیغمبر تو اللہ کی مرضی سے بنتے ہیں مگر اولیاء اللہ سے بھی معمول کے خلاف کافی واقعات ہوتے ہیں تو یہ کس ذیل میں آتے ہیں؟

۴ کیا بہت نیک کام کرنے سے ولی کے درجے کا مقام مل سکتا ہے؟

۵ ولی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

۶ کائنات اور انسان کے حوالے سے ولی کا منصب کیا ہے؟

۷ آپ نے فرمایا ہے ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا مگر یہ انکار ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ولیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہیں----

۸ انسان ولی کی صحبت میں بیٹھتا ہے لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں ہے----

سوال :۔

یہ کیوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں اور کچھ جلوہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتے۔

جواب :۔

ماننا اور نہ ماننا' یہ دونوں چیزیں شروع سے ہی چلی آ رہی ہیں اور خالق نے خود ہی تخلیق کے حسن میں یہ شعبہ پیدا فرمایا۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ شیطان نے انسان کو گمراہ کر دیا مثلاً" یہ کہ کچھ آدمی مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے ہیں یعنی کہ دیکھنے کے باوجود بھی تسلیم نہیں کرتے' مثلاً" مسجد کے پاس مکان ہے بلکہ آج کل تو ہر مکان کے پاس مسجد ہے لیکن ہر مکین جو ہے وہ مسجد میں نہیں دیکھا جاتا' چوبیس گھنٹے وہاں ذکر' فکر اور نماز ہو رہی ہے لیکن کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کا یقین جو ہے وہ قائم نہیں ہوتا اور وہ دیکھ کر بھی نہیں مانتے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو سن کر مان لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہی اندازہ کر کے اپنے ایمان کو تسلیم میں لاتے ہیں۔ یہ بات ان بہت سارے اسرار میں سے ایک ہے جن کو دریافت کرنے کی مہلت تو نہیں ہے لیکن جنہیں سمجھنے کا یا ایک بار نشان دہی کا موقع ضرور ملنا چاہیے تاکہ انسان کا ایمان جو ہے وہ اس موڑ سے آسانی سے گزر جائے۔ تو تسلیم اور انکار ازل سے چلے آرہے ہیں اور

اللہ تعالیٰ نے یہ حسن جو ہے ایک سرِّ تخلیق کے طور پر پیدا فرمایا ہے یعنی تخلیق کے راز کے طور پر' اور راز یہ ہے کہ اللہ نے تخلیق کے پہلے دن سے ہی انکاری کھڑا کر دیا' پیدا کر دیا۔ اب اپنے حکم کے سامنے' اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو' مرتبے کے بعد' مرتبہ تسلیم ہی کا تھا' انکاری کے مقام پر کھڑا کیا گیا یا وہ کھڑا ہو گیا' تو یہ تخلیق کا حسن ہے اور یہ ایمان اور کفر کے درمیاں ایک راز ہے' ایک پردہ ہے' کہ شیطان کو تو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں تھا' چلو انسان کو تو شیطان گمراہ کرتا ہے لیکن شیطان سے پہلے شیطان کوئی نہیں ہے' اسے وسوسہ کہاں سے آ سکتا ہے' اسے کفر کا یا انکار کا کہاں چارہ ہے یا یارہ ہے کیونکہ اس سے پہلے تو انکار کا واقعہ ہی کوئی نہیں ہے۔ تو پہلا انکار جو ہے یہ تخلیق کا راز ہے اور خالق نے ایک راز کے طور پر پیدا فرمایا اور یہ چیز چلتی آ رہی ہے۔ باقی جو ہیں وہ اس کے نتیجے ہو سکتے ہیں' اس کے ذریعے ہو سکتے ہیں' شیطان کی گمراہی میں آ کر انسان انکار کر سکتا ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسے کوئی گمراہ کرے' عین ممکن ہے کہ انسان پیدائشی طور پر باغیانہ سرشت لے کر آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انسان پیدائشی طور پر تسلیم لے کر پیدا ہوا ہو۔ گویا کہ تسلیم اور انکار' پیدائشی ہو سکتا ہے' ماحولیاتی ہو سکتا ہے' واقعاتی ہو سکتا ہے' اپنے ذہن کا عمل ہو سکتا ہے یا اپنی ضرورت کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ تو انکار کب پیدا ہوتا ہے؟ انکار سے پہلے ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ ضرورتیں جب پیدا ہو جائیں اور پیدا ہونے والی ضرورتوں کو آپ ضرورت تسلیم کر لیں کہ یہ لازمی ہے تو آپ سمجھ لیں کہ یا تو یہ آپ کے یقین میں اضافہ کرے گی یا پھر یہ ضرورت آپ کو نقصان پہنچائے گی۔ ضرورت جب والہانہ ہو جائے تو اس سے نکلنا

ضرورت ہے' مثلاً" بیماری' تو بیماری سے نکلنا ضرورت ہے۔ اگر تو اللہ بیماری سے نہ نکالے اور آدمی کمزور ہو تو وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ یعنی اگر انسان کی فطرت کمزور ہو اور وہ بیمار ہو' کمزور دل کا یا کمزور یقین کا آدمی ذرا بیمار ہو جائے اور اس نے دعا بھی کی اور بیماری سے نکلا بھی نہیں تو پھر عین ممکن ہے کہ وہ ایمان سے نکل جائے۔ اس لیے کمزور اعتماد والوں کے لیے یہ بڑی نصیحت کی بات ہے کہ وہ دعاؤں کی منظوری پر اصرار نہ کریں کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ اللہ منظور ہی نہ کرے' اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اعتماد اور ایمان سے نکل جائے۔ تو میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ انکار اور تسلیم' یہ ازلی تقسیم ہے' جس طرح عشق اور مطلب پرستی ازلی ہے اور کچھ لوگ پیدائشی طور پر یہ مزاج رکھتے ہیں۔

سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

یعنی پروانے کا سوز مگس کو نہیں ملتا۔ یہ ازلی بات ہے کہ پروانے کا مزاج اور ہے' مگس کا مزاج اور ہے' دونوں کی پروڈکشن اور ہے' دونوں کے طرزِ حیات اور ہیں' گلاب اور چیز ہے' کانٹا اور چیز ہے' پرندہ اور چیز ہے' مچھلی اور چیز ہے۔ تو سب کی فطرتیں اور سرشتیں الگ الگ ہیں۔ اسی طرح تسلیم والوں کی سرشت تسلیم ہے اور انکار والوں کی سرشت انکار ہے۔ اب سزا کیوں ہے جب کہ یہ سرشت ہے؟ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سوال یوں پیدا نہیں ہوتا کہ یہ اس کا سوال ہی نہیں ہے جس کے ہاں انکار ہے اور جس کے ہاں تسلیم ہے اس کا یہ سوال بن نہیں سکتا۔ یہ سوال کوئی اور کرے گا کہ جس میں پیدائشی انکار ہے کہ اگر سرشت ایسی ہے تو اس کو سزا کیوں ہے؟ یہ سوال کون پوچھے گا؟ مومن یہ کبھی نہیں پوچھے گا' مومن یہ سوال پوچھ نہیں سکتا کیونکہ

اس میں تو اللہ نے انکار نہیں رکھا اور یہ اس کا گلہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس کے اندر تو اللہ نے ایمان رکھا ہے لہٰذا وہ تو یہ سوال نہ کرے۔ اور جس میں انکار ہے اس کا یہ سوال نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کو مانتا نہیں ہے۔ تو یہ سوال کن لوگوں کا ہے؟ وہ لوگ جن میں کبھی ایمان ہے اور کبھی کفر ہے۔ تو یہ ان لوگوں کا سوال ہے اور اس مقام پر منافق ہے۔ لہٰذا اس مقام سے بچنا چاہیے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ تو اس "کیوں" کو نکالنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یہ راز رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے یہ بڑا راز ہے کہ تسلیم کیوں ہے اور انکار کیوں ہے؟ اللہ کے راز کی بات تو اللہ ہی جانے' اس کا قرب اور اس کا اپنی فہم کے مطابق ادراک صرف انسانوں کے لیے ہے۔ اور آپ یہ بات جانتے ہیں کہ جانوروں کے لیے اس کا ادراک نہیں ہے' درندوں کے لیے بھی نہیں ہے' پرندوں کے لیے نہیں ہے' جمادات کے لیے نہیں ہے' نباتات کے لیے نہیں ہے' حیوانات کے لیے نہیں ہے لیکن اشرف المخلوقات کے لیے ہو سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تقرّب کا احساس یا واردات یا جلوہ اگر ممکن ہے تو انسان کے لیے ہے ورنہ دوسری مخلوق کے لیے یہ نہیں ہے۔ دوسری مخلوق کے لیے تقرب ہو تب بھی احساس نہیں ہے۔ تو یہ احساس اور شعور جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہے' کس کے لیے ہے؟ صرف انسان کے لیے ہے۔ اب انسان کے لیے ہی یہ سارا سفر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دوری یا اللہ تعالیٰ سے قرب جو ہے یہ انسان کے سوالات ہیں اور یہ انسان ہی کا عمل سمجھو' ایمان سمجھو یا کام سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے اگر تو انسان کو انسان کے حال پر چھوڑ دیا ہوتا تو پھر تو بڑی آسان بات تھی کہ ہم کسی نہ کسی Concrete' مجسّم اللہ کو

دریافت کر چکے ہوتے' اس کی Dimensions 'حدیں بنا چکے ہوتے اور اس کا کوئی نہ کوئی Mathematical فارمولا نکل آتا کہ یہ اللہ ہے یا اس مقام کا نام اللہ ہے یا اس بات کا نام اللہ ہے یا اس شہر کا نام اللہ ہے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا' بلکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی باتوں کے ذریعے مانا ہے۔ گویا کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مداخلت فرمائی ہے' اپنے بارے میں خود بیانات فرمائے ہیں اور ان بیانات کے اندر اتنی ورائٹی ہے کہ بظاہر تضاد بھی لگتا ہے' اور یہاں آ کر انسان کنفیوز ہوتا ہے' ماننے والا بھی کنفیوز ہوتا ہے۔ مثلاً" اپنے محبوبؐ سے محبت کے دعوے کے بعد محبوبؐ کی طرف تکلیف اور موت کو بھیجنا اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے' یہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ بس یہ اللہ ہے کہ محبوبؐ پر درود بھی بھیجے اور بیماری بھی بھیجے' پتھر بھی بھیجے اور سلام بھی بھیجے' زندگی بھی لازوال کر دے اور موت کا ذائقہ بھی دے دے' یہ اللہ تعالیٰ ہی Afford ' برداشت کر سکتا ہے۔ تو یہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ تو اللہ جو ہے وہ اپنے محبوبوں کو سلام بھی بھیجتا ہے' تکلیف بھی بھیجتا ہے۔ اب یہاں آ کے کسی باہوش انسان کا ذہن سٹپٹا جاتا ہے کہ یہ کیا ہے کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ کے حبیب ہیں' اور اللہ کے پیغمبر ہیں' درویش ہیں اور ان پر تکلیف آ گئی ہے اور تکلیف بھی ایسی کہ ہر طرح کی تکلیف ہے آپ نے دیکھا کہ بیماری کی تکلیف بھی پیغمبروں کو ہوئی' صبرِ ایوبؑ میں آپ نے بیماری کی انتہا کو دیکھا' پیغمبروں نے بیٹوں کا غم بھی دیکھا اور والدین کا غم بھی اور یہ پیغمبروں پر آتا رہا' بھائیوں کی جدائی کا غم بھی دیکھا اور بیٹے کی جدائی کا غم بھی دیکھا' الزام بھی دیکھا کہ پیغمبر پر آیا حالانکہ نبوّت معصومیت کا نام ہے' معصومیت پر بھی الزام لگ گیا اور

الزام جو ہے وہ بظاہر دنیاوی فارمولے میں Confirm بھی ہو گیا اور سزا بھی ہو گئی لیکن وہ معصومیت' معصومیت ہی رہی۔ اور پیغمبروں کی موجودگی میں جنگ جو ہے وہ فتح کے علاوہ بھی گزری یعنی شکست کا نام بھی ہوا۔ کمزور ایمان والا کہے گا کہ جو اللہ کے سپاہی ہوں تو ان کو شکست کا کیا سوال ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارے واقعات آپ کو معلوم ہیں کہ پیغمبر ہیں' اللہ کے نام کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ان کے سپاہیوں کے پاس کھانے کو آٹا نہیں ہے۔ آپ نے یہ سنا ہو گا کہ لشکرِ اسلام کے پاس آٹا نہیں تھا۔ اس حد تک بات تھی۔ کہتے یہ ہیں کہ شروع شروع کے جو لشکر تھے ان کو جب فاقے کی حالت ہو گئی' تو لکھنے والے لکھتے ہیں کہ بعض اوقات حالت یہ ہو گئی کہ چیونٹیوں کے بلوں سے اناج نکالنا پڑ گیا۔ پیٹ پر پتھر باندھنے کا واقعہ تو آپ لوگوں کو معلوم ہی ہے۔ تو مشکل حالت کا ایسا زمانہ بھی گزرا ہے لشکر اسلام پر کہ گھر کا سامان بھی بک گیا اور مجاہدین کے پاس کھانے کا سامان تک نہیں ہے اور وہ اللہ کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں۔ تو یہ آج کے ذہین آدمی کے لیے بڑی پرابلم ہے کہ اللہ کے سپاہی ہو کے اتنی بڑی ابتلاء میں کیسے آئے اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہم ان کے لیے فتح مبین کا حکم دیتے ہیں اور اگر تم ہمارے نام کے ساتھ زندگی گزارو تو پھر تمہارا فوز و فلاح کے ساتھ تعارف کرا دیا جائے گا۔ ایک اور جگہ اللہ نے اعلان کیا کہ تم میری طرف دعائیں مانگو میں تمہاری دعائیں سنتا ہوں اور منظور فرماتا ہوں اور یہ ہم نے دیکھا کہ دعا ہم نے کی ہوئی ہے' اس نے سنی تو ہے لیکن منظور نہیں کی۔ اب یہاں آ کے آج کا ذہن جو ہے وہ الجھتا ہے اور یہیں پر اسرار ہیں' راز یہیں پر ہے کہ کربلا والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا' باقی دنیا نے تو جو کیا سو

کیا' اللہ نے کیا کیا حالانکہ مالک وہ آپ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ محبوبوں کے ساتھ اللہ کی مدد نہیں آئی اور دستِ حق' باطل شکن' ضربِ یداللّٰہی' مشکل کشائی اور تلوار' ذوالفقار یہ سارے واقعات ان کے پاس تھے مگر مدد نہیں آئی۔ تو یہ آج کے ذہن کو Disturb کر سکتا ہے کہ یہ کیا راز ہے؟ اب یہیں پر اس کا جلوہ ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جہاں الجھن ہے وہیں جلوہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جلوۂ حق جیل میں ملے گا' آپ کے لیے ان کی جیل الجھن ہے اور ان کے لیے مقامِ جلوہ ہے۔ حضرت یوسفؑ کو جیل کے اندر اللہ تعالیٰ کے تقرّب اور جلوے کے ساتھ آشنائی ہونی ہے' اس لیے وہ ابتلاء جو ہے ابتلاء نہیں ہے۔ بس آپ کے ذہن کو بلاوجہ پریشانی ہے۔ حضرت ایوبؑ کو جسم کی اس بیماری کے دوران عین راحتِ جان محسوس ہو رہی ہے اور آپ کے ذہن کو بلا وجہ پریشانی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم نے جس آدمی کو ابتلاء کے سفر سے گزارا وہ ابتلاء نہیں ہے بلکہ وہ راز ہے۔ اگر ابتلاء ہوتی تو ان میں سے کوئی شخص استعفیٰ دیتا یا واپسی کا سفر کر لیتا اور اگر انہوں نے یہ نہیں کیا تو آپ کون ہیں Resent کرنے والے' نہ ماننے والے۔ آپ ناسمجھ ہیں' لاتشعرون والے' یعنی شعور نہیں ہے بل احیاء ولٰکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ یعنی اللہ اور اللہ کے بندے کے درمیان جو راز چل رہا ہے وہ بظاہر تکلیف کا نام ہے۔ تو آپ کو تکلیف ہو رہی ہے اور وہاں راز چل رہا ہے' وہاں جلوہ آ رہا ہے اور آپ اس بات کو سمجھ نہیں پاتے اور آپ الجھ جاتے ہیں۔ گویا کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ یہ راز ہے کہ تکلیف ہے؟ جس پر تکلیف آ رہی ہے وہ بتائے گا۔ کیا کسی نے آپ کو بتایا کہ ہم تکلیف میں ہیں' کیا یوسف

علیہ السلام نے جبیل سے خبر دی کہ میں تکلیف میں ہوں' کیا کسی پیغمبر نے خبر دی کہ میں تکلیف میں ہوں' کیا کسی اولیاء اللہ نے کہا کہ میں بڑے دکھ میں ہوں۔ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ کسی ولی اللہ کو گردے میں ایسی درد ہوتی تھی کہ چیخیں آسمان تک جاتی تھیں، اور پوچھا گیا کہ اس کا کوئی علاج کریں تو کہتے ہیں کہ نہیں' بس خیر ہے' وہی ہے جو کچھ ہے۔ یہ تو اب کے واقعات میں سے ہے۔ تو بظاہر جس آدمی پر ابتلاء گزر رہی ہے وہ اس راز کو Enjoy کر رہا ہے' Relish کر رہا ہے' لطف لے رہا ہے کیونکہ اس کو اللہ کا تقرّب مل رہا ہے اور دیکھنے والے کہتے ہیں کہ کیسا اللہ والا ہے کہ اس پر تو تکلیف اتر رہی ہے اور اس کے اللہ تعالیٰ بنے کیا کیا؟ تو اللہ تعالیٰ کا راز یہ ہے کہ یہ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور یہ تکلیف کے اندر ہے' اللہ اس کے قریب آ رہا ہوتا ہے اور وہ محسوس کر رہا ہوتا ہے کہ وہ قریب آ رہا ہے حتیٰ کہ موت کے اندر پورا مشاہدہ ہے۔ اللہ نے کتاب میں خود فرمایا ہے کہ جب اس کی جان اس کے حلق میں آ رہی ہوتی ہے تو تجھے نہیں پتہ کہ اس کی اور میری کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کون سی تکلیف جو ہے وہ تکلیف ہے اور کون سی تکلیف راحت ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے لیے غور کرنا پڑے گا کہ وہ جو صاحبِ تکلیف ہے اس کا تکلیف کے دوران Behaviour' رویّہ کیا ہے؟ اگر تکلیف کے دوران جو تکلیف نظر آ رہی ہے اس کا Behaviour اللہ تعالیٰ کے تقرّب میں گزر رہا ہے تو وہ تکلیف جو ہے وہ اللہ کی طرف سے انعام ہے اور گروہ Resent کر رہا ہے' Reaction کر رہا ہے' ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے' بچنے کی فکر کر رہا ہے تو یہ تکلیف جو ہے ابتلاء ہے اور وہ دنیا دار ہے۔ تکلیف جو ہے وہ دنیا

دار کے لیے سزا ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے بندوں کے لیے وہی تکلیف جو ہے وہ راحت ہے۔ گویا کہ یہ سارا واقعہ Reaction کا نام ہے' ردِ عمل کا نام ہے۔ کہ اگر آپ تسلیم کرنے والے ہیں تو اللہ کی طرف سے آنے والی چیز چاہے وہ مشکل ہی ہو' اس کو آپ تسلیم کرنے والے پیدائشی طور پر بنائے گئے ہیں۔ جس طرح فرمایا گیا ہے کہ جب لوگوں کو تکلیف سے' دکھ سے آزمایا جاتا ہے اور موت سے گزارا جاتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں وہ کہتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اس کی طرف واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ وہ جو کچھ بھیجتا ہے یہ سارا اس کا کام ہے اور ہم ہر حال میں رضا مند ہیں ——— اور وہ دوسرا آدمی جو ہے وہ قدم قدم پر Reaction کرتا جا رہا ہے' احتجاج کرتا جا رہا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو چھوٹی موت برداشت نہیں کر سکتا وہ پوری موت کیسے برداشت کرے گا۔ وہ تو بڑی تکلیف میں ہو گا۔ آپ کو پتہ ہے کہ چھوٹی موت کیا ہوتی ہے؟ جیسے انگلی کا جوڑ ٹوٹ گیا اور ابھی گردن کا جوڑ نہیں ٹوٹا' صرف انگلی کا جوڑ ٹوٹا ہے' اب وہ گھبرا گیا۔ یعنی کہ موت کی آمد سے پہلے اس کو موت کا ایک ذائقہ چکھایا گیا اور وہ گھبرا گیا' پریشان ہو گیا۔ تو یہ شخص پوری موت نہیں چکھ پائے گا۔ اور جو تسلیم والے ہیں وہ موت کے مکمل عمل تک شانتی اور سکون میں ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون وہ آخری دم تک تسلیم میں رہتے ہیں' آخری دم تک سجدے میں رہتے ہیں' ان لوگوں کے لیے وہ ابتلاء جو ہے یہ بلندی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے جلوے کا ذریعہ ہے اور اس کے تقرّب کا ذریعہ ہے۔ اس لیے اللہ نے اپنے بندوں کو دو طرح سے تقرّب کی راہ

دکھائی ہے' ایک تو انعامات ' فضل کہ تمہیں غریبی میں سے نکالا اور پھر تمہیں کشادگی عطا کر دی' تو اللہ تعالیٰ کے انعام پھیلتے گئے' بڑھتے گئے اور کشادگی آتی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ کے تقرّب کا ایک طریقہ تو یہ ہے۔ اور ایک راہ یہ ہے کہ تم گھبرانے والے تھے' تمہیں اللہ نے مستقل مزاج بنایا اور اتنی بڑی ہمت والا بنایا کہ تم نے اپنے ہاتھ سے ہر چیز با امن و امان واپس لوٹا دی۔ یہ اللہ کی خاص مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہے کہ اس کے بندے اس کے عمل کو اپنی زندگی میں اتنا آسان بناتے ہیں کہ اس میں اپنا دخل دیتے ہی نہیں ہیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا راز یوں دریافت کرتے ہیں' اللہ کا جلوہ یوں دریافت کرتے ہیں کہ اللہ اپنا عمل کر رہا ہے اور بظاہر دیکھنے والے کو ظلم نظر آ رہا ہے لیکن جس پر ہو رہا ہے اس کو احسان نظر آ رہا ہے۔ تو یہ ہیں مزاج جو اللہ تعالیٰ نے رکھے ہوئے ہیں۔ اور آپ بلاوجہ پریشان ہوتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر مہربانی کی زیادہ راہیں کھولتا ہے تو اس پر بظاہر ابتلاء آتی ہے اور وہ ابتلاء نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ان کے لیے اللہ کے تقرّب کی راہ ہوتی ہے۔ تو قریب کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ تو ایک طریقہ ہے احسان کے ساتھ قریب کرنا اور دوسرا ہے ابتلاء کے ساتھ قریب کرنا۔ اللہ کریم ابتلاء کے ساتھ اپنے اولیاؤں کو قریب کرتا ہے۔ اپنے ولیوں کو' اپنے بزرگوں کو ابتلاء کے ذریعے اور Common man ' عام آدمی کو کھلا کے قریب کرتا ہے' ان پر فضل کر کے قریب کرتا ہے کہ جاؤ آپ کا راستہ ٹھیک کر دیا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والے ہوں' طالبینِ حق ہوں انہیں ابتلاء کے ذریعے سفر کرایا جاتا ہے۔ تو ابتلاء کا سفر جو ہے یہ راہِ حق میں بڑے دور کے مسافروں کا ہے اور بڑے قوی مسافروں کا ہے'

شاہسواروں کا ہے۔ اور جو عام آدمی ہے ان کے لیے وہی ہے کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو' اللہ کا شکر ادا کرو کہ زندگی بچ گئی ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ مریض بچ گیا ہے شکر کرو' تو دوسرا کہتا ہے کہ کہاں بچ گیا ہے' دس سال بعد پھر مرجائے گا۔ تو مرتو اس نے جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ مرجاؤ' کسی مقصد کے ساتھ مرو کیونکہ اس کا سورج غروب تو ہو گا ہی' تو اس طرح وہ بلا مقصد ہی مر جائے گا' کیونکہ جو آج بچ گیا ہے وہ کل نہیں بچے گا اور وہ ڈاکٹر بھی نہیں بچے گا جس نے اس کو بچایا تھا' آخر کھیل تو ختم ہو ہی جانا ہے ——— اس لیے اللہ تعالیٰ کا راز کیا ہے؟ اگر وہ اپنے بندے کو اپنا جلوہ دکھائے تو پھر تکلیف جو ہے وہ تکلیف نہیں ہے۔ لوگ کئی کہانیاں بیان کرتے ہیں مثلاً" کسی کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ روز اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا دیدار کرے' یہ ناممکن ہے۔ کہتا ہے کہ ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ کہتا ہے کہ کیسے دیکھا ہے؟ کہتا ہے کہ ہم نے اس آدمی کو دیکھا کہ اس کا سر بھی الگ تھا' دھڑ بھی الگ تھا' جسم ٹکڑے ٹکڑے تھا اور کچھ دیر کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا۔ یہ باتیں فقراء بیان کرتے رہتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جو شام کو اپنے جسم کے حصے الگ الگ کر دیتا ہے۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندگی میں ہی اپنے اعضاء الگ الگ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک اور کہانی یہ ہے کہ دو درویش ایک دوسرے کو تلاش کرنے کے لیے نکلے' ایک نے کہا کہ میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو' دوسرے نے کہا کہ میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو۔ ایک درویش چھپ گیا اور کہیں دور بہشت میں جا کر چھپا۔ دوسرا درویش اسے ڈھونڈ لایا۔ دوسرے نے کہا کہ

اب میں چھپتا ہوں آپ تلاش کرو' وہ چھپ گئے اور دوسرے درویش کو نہیں ملے۔ تو پھر انہوں نے آواز دی کہ میں ہار گیا' اب تو واپس آ جا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے پوچھا کہ آپ چھپے کیسے تھے جب کہ میں بہشت میں بھی گیا' دوزخ میں بھی' زمین میں گیا' آسمان میں گیا مگر آپ نہیں ملے۔ انہوں نے کہا کہ تو مجھے ڈھونڈ نہیں سکتا کیونکہ میں تو ایسی جگہ چھپا تھا۔ آخر آپ چھپے کہاں تھے؟ تو اس نے کہا کہ آسان سی بات ہے کہ میں نے اپنے جسم کا مٹی کا حصہ مٹی میں ملا دیا' آگ کا حصہ آگ میں ملا دیا' پانی کا حصہ پانی میں ملا دیا اور ہوا کا حصہ ہوا میں ملا دیا' تو پھر ایسی حالت میں تم مجھے کیسے ڈھونڈ سکتے ہو۔ تو یہ ایک طریقہ ہے چھپنے کا کہ مٹی' مٹی میں مل جائے' آگ' آگ میں مل جائے' پانی' پانی میں مل جائے اور اس نے یہ بات کر دکھائی۔ تو ایسے لوگ ہوتے ہیں' وہ بہت بڑے جلوے کو قریب سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے وہ لوگ جو ہوتے ہیں وہ اپنے اعضاء اور اپنے عناصر الگ الگ کر لیتے ہیں' کبھی مٹی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں' کبھی آگ ہو کر دیدار کر لیتے ہیں اور کبھی ہوا بن کر دیدار کر لیتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو یہ قدرت ہوتی ہے۔ چلو آپ اس کو ان کی قدرت کا امکان کہہ لیں' میں یہ نہیں کہتا کہ ہر ایک کو ایسی قدرت ہوئی لیکن ان کو قدرت کا امکان ہو سکتا ہے اور جہاں ممکن نہیں وہاں ممکن ہو سکتا ہے۔ تو جن راہوں پر ممکنات نہیں ہیں فقیر کے لیے وہی ممکنات کا راستہ ہے۔ تو فقیر کے لیے ناممکنات کا راستہ ہی ممکنات کا راستہ ہے ——— تو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے ماننے والی فطرت بنائی ہے اور انکاری فطرت بنائی ہے اور یہ ازل سے تا امروز چلا آ رہا ہے۔

تو یہ شروع سے چلا آ رہا ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن سے نہ ماننے والے اور انکاری کو اپنے پاس کھڑا کیا۔ جب بھی اللہ کا ذکر شروع ہوا' اللہ کی بات شروع ہوئی' ایک انکاری ساتھ ضرور کھڑا ہوا اور ہر دور میں ایسا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کھڑا ہوا۔ تو ہر دور میں ایسا ہوا کہ ماننے والے کے ساتھ انکاری۔ سامری کا ایک واقعہ ہے' اسی طرح بو لہبی کا ایک واقعہ ہو گیا اور یہ واقعہ ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اس طرح شیطان یعنی ابلیس والا واقعہ ہر دور میں Repeat ہوتا رہتا ہے' دہرایا جاتا رہا' اس درجے کا' Level کا نہیں ہوتا تو بھی اس ابلیس کے سائے میں ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ آپ کو عرفانِ حق ہو۔ اس جیسا کھیل ہوتا رہتا ہے' تب جا کر انسان کو بات سمجھ آتی ہے کہ موت کیا چیز ہوتی ہے اور وہ واقعہ کس طرح ہو گا۔ تو یہ ساری انسان کے عرفان کی بات ہے اور یہ پردے انسان پر کھلتے ہیں اور اس کو جلوے کے راستے ملتے ہیں۔ اگر ابتلاء کے اندر مقامِ شکر محفوظ ہو جائے تو سمجھو کہ ابتلاء احسان ہے ورنہ یہ سزا ہے اور اس سے بچنا چاہیے۔ تو تکلیف جو ہے یہ آپ کی بداعمالی کی سزا ہے اگر تکلیف کے اندر آپ میں تسلیم نہیں ہے اور گلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اگر دعا منظور نہ ہو اور اللہ سے محبت کم ہو جائے تو سمجھو کہ آپ اللہ کے قریب نہیں ہو اور قریب وہ ہے جو دعا منظور ہو یا نہ ہو' یہ کہے کہ ہم ہر حال میں راضی ہیں۔

رہنا ہے ہر حال میں راضی مالک سنگ ہے جیون بازی

تو یہ اصل بات ہے۔ یہاں آ کر جھوٹے اور سچے کا فرق نکل آتا ہے ورنہ لوگ تو سارے فقراء کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ

والے ہیں اور اللہ والے کے ساتھ پھر سارے چل پڑتے ہیں۔ کہتا ہے کہ اب طوفان آنے والا ہے' تو کچھ چھوٹے Level والے' درجے والے گھر چلے گئے اور جو کچھ سچے تھے وہ آگے چلے گئے۔ کہتا ہے کہ اب ایک اور طوفان آنے والا ہے۔ پھر کسی کی ٹانگ کٹ گئی' کسی کا سر کٹ گیا۔ جو بچ گیا اس سے وہ کہتا ہے کہ کیا تو تیار ہے؟ کہتا ہے کہ تیار ہوں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ آپ چلتے جاؤ' چلتے جاؤ۔ پھر آخر میں چند صلوق لوگ رہ گئے۔ تو یہ کہانی لوگوں نے اس طرح بنائی ہے۔ آپ نے پرندوں کی دنیا میں یہ کہانی پڑھی ہو گی کہ پرندوں سے کسی نے کہا کہ تمہارا جو گرو پرندہ ہے' پیر پرندہ ہے وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور آپ اس کو جا کر ملو اور اس سے اس کا نام پوچھو' اس کا نام ہے "سیمرغ"۔ یعنی سیمرغ پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور سب پرندوں کا استاد ہے' گرو ہے' آپ اس کو ملو۔ تو جتنے بھی اس کے علاقے میں پرندے تھے سب چل پڑے۔ پہلے طوفان آیا' کچھ گر گئے' ہوائیں آئیں کچھ مر گئے' برف آئی کچھ تباہ ہو گئے' وہ چلتے گئے' چلتے گئے' آہستہ آہستہ' کسی کے پر ٹوٹے' کسی کو کچھ ہو گیا' کسی کو بچوں کی بیماری کی خبر آئی اور وہ واپس چلے گئے' تو چلتے چلتے کچھ پرندے پہاڑ پر پہنچے۔ جب چوٹی پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آواز دینے والے نے غلط آواز دی ہے' اِدھر اُدھر دیکھا تو وہاں گرو نہیں ہے صرف وہ خود ہی تھے۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ یہ آواز کدھر سے آئی تھی۔ تو آواز پھر آئی کہ آپ کا گرو ادھر ہی ہے اور اس کا نام سیمرغ ہے۔ انہوں نے پوچھا کدھر ہے تو اس نے کہا کہ گنتی کرو کہ تم کتنے ہو۔ انہوں نے گنا تو تیس پرندے تھے۔ تو اس نے کہا کہ تیس پرندوں کو "سیمرغ" بولتے ہیں۔ "سی" کے معنی فارسی

میں تیس ہیں۔ تو جو لوگ ان مشکلات سے گزرتے جائیں ان کا گرو وہی ہے۔ اور گرو وہ جو آپ کے ساتھ تھا' جس نے عشق کا سفر طے کرایا' گرو آگے کسی چیز کا نام نہیں ہے' گرو اس عشق کا نام ہے جو آپ کو سفر کراتا ہے۔ اگر یقین کا سفر طے ہوتا جائے تو یہی گرو ہے اور اگر یقین نہ ہو تو گرو کسی انسان کا نام نہیں ہے۔ اگر آپ کے اندر یقین نہ ہو اور آپ کہیں کہ پیر صاحب آپ دعا کریں' تو پیر صاحب کیا دعا کریں اور دعا کیا ہونی چاہیے۔ ایک شخص نے پیر صاحب سے کہا ہے کہ آپ دعا کرو' پیر صاحب نے کہا ہاں میں نے دعا کی تھی تو آواز آئی کہ یہ بندہ تو تجھے مانتا نہیں ہے تو پھر تم دعا کس لیے کر رہے ہو۔ اس نے کہا کہ میں تو آپ کو مانتا ہوں۔ پیر صاحب کو بتایا گیا کہ یہ مانتا ہے کہ اگر میں انعام دوں تو یہ شکر ادا کرتا ہے اور اگر میں تکلیف دوں تو یہ گلہ کرتا ہے ——————
تو ماننے والا کون ہے؟ جو تکلیف کو بھی مانے اور راحت کو بھی مانے' یہ نہ ہو کہ تھوڑی سی تکلیف آ گئی' Dent پڑ گیا' تو پھر چیخیں مارنے لگ گیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے سفر میں گلہ نہیں ہے' اور اگر آپ نے اللہ کا سفر کرنا ہے تو گلے کا سفر نہیں ہونا چاہیے اور اگر گلہ کرنا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کا سفر نہیں ہونا چاہیے۔ تو پھر چپ چاپ ڈاکٹر کا سفر کرو' دنیاوی کسی امیر آدمی کو دوست بناؤ' اور جب کوئی تکلیف ہو تو پھر اس سے پیسے کا سوال کرو تاکہ آپ کے حالات درست ہو جائیں۔ تو اللہ کا سفر جو ہے اس میں اگر اللہ قریب کرے گا تب بھی تکلیف دے گا اور دور رکھے گا تب بھی تکلیف دے گا' اللہ تو Unpredictable ہے' اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' اللہ ہے ناں' چاہے تو کیا کر دے' کبھی وہ پیسے دیتا ہے اور کبھی وہ مانگنے آ جاتا ہے' خالقِ کونین کے کام عجب ہیں'

کبھی زندگی دے جاتا ہے اور کبھی تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ واپس زندگی دے دو' ابھی بچہ پیدا ہی ہوا تھا اور واپس مانگ لیا۔ انسان کہتا ہے کہ جی ابھی تو پیدا ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے پیدا ہوا کہ نہ ہوا بس ہمیں تو بچہ واپس چاہیے۔ تو پھر دینے کی تکلیف ہی کیا کرنی تھی۔ بس یہ اس کے کام ہیں کہ عین اس وقت کہ جب اس چیز کی بہت ضرورت ہو گی وہ لے جائے گا اور جب سورج کی روشنی کی بہت ضرورت تھی تو پھر سورج کے چھپنے کا وقت آگیا۔ اب یہ اللہ کی مرضی ہے۔ تو کچھ ایسے لوگ ہیں جو بچوں کی تکمیل نہیں دیکھتے اور کچھ لوگ بچوں کی تکمیل دیکھتے ہیں۔ لوگ دعا مانگتے ہیں یا اللہ اتنی مہلت دے کہ بچوں کی شادی دیکھ لوں۔ تو اس کی مرضی ہے بچوں کی شادی دکھائے' مرضی ہے نہ دکھائے۔ اس کی مرضی پر اپنے آپ کو چھوڑ دو کیونکہ اس نے اپنی مرضی کر کے رہنا ہے اور اگر آپ اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع کر لو تو پھر سفر بڑا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے یہ بات قدرتی ہے کہ تسلیم اس نے سکھائی ہے اور انکار بھی تخلیق کا حصہ ہے اور اس میں آپ اپنے آپ کو دریافت کر لو۔ نقلی بات نہیں چل سکتی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ ہم ماننے والے ہیں جب کہ آپ ماننے والے نہ ہوں تو دقت پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے آپ کی شناخت کر لی جائے۔ تسلیم کرنے والوں کے اور مقام ہیں۔ تسلیم کرنے والا کبھی بھی گلہ نہیں کرتا اور لوگ تسلیم کرنے والے کی طرف سے' اس کے Behalf پر گلہ کر رہے ہیں کہ دیکھو جی امام عالی مقامؑ کے ساتھ کیا ہو گیا' یزید کو مارو' پکڑو' یزید کی اولاد کو مارو۔ تو جھگڑا یہاں پر ہو گا۔ نہ یہ لوگ امام عالی مقامؑ کے قافلے میں تھے اور نہ یزید کے قافلے میں وہ تھے' دونوں ہی گھر بیٹھے ہوئے ہیں' بعد میں یہ

سب لوگ پیدا ہوئے ہیں اور دونوں نے تحریر پڑھ کر جھگڑا شروع کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ کربلا جو ہے یہ چھوٹے ایمان والوں کا جھگڑا ہے' بڑے ایمان والے جھگڑا نہیں کرتے' وہ انسان کا انسان کے درمیان جھگڑا نہیں سمجھ رہے' وہ اللہ کی نوازشات کا سفر سمجھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو کن حالات میں گزارا ہے' اس لیے اللہ نے ان کو انعامات سے نوازا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں اور اللہ کے بندوں کے واقعات ہیں۔ وہ اسے تسلیم و رضا کا شعبہ سمجھتے ہیں۔ اللہ والے نہ شیعہ ہوتے ہیں' نہ سنی ہوتے ہیں' وہ اللہ والے ہوتے ہیں۔ اللہ ہمارا شیعہ ہے؟ اللہ ہمارا سنی ہے؟ اللہ تو اللہ ہے۔ آسان سی بات ہے کہ بس اللہ اللہ ہی ہے۔ تو اللہ کو ماننے والے بس اللہ کو ماننے والے ہوتے ہیں اور اللہ کے کام کو ماننے والے ہوتے ہیں اور جو صاحبان' بصیرت والے ہوتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جس کو ہم تکلیف کہہ رہے ہیں یہ ان کو تکلیف نہیں تھی جن کے لیے آپ تکلیف سمجھ رہے ہیں کہ ان کو تکلیف ہوئی ہو گی' ان کے لیے یہ اور مقامات ہیں۔ اللہ کہہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے میری راہ میں جان نثار کی ہے آپ انہیں مردہ نہ کہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں کہہ رہا ہے کہ مردہ نہ کہو اور یہ نہیں کیا کہ آپ انہیں مارے ہی ناں' اے اللہ جن لوگوں نے آپ کی راہ میں جان دی ہے آپ ان کی جان ہی نہ لو۔ جان اس نے لینی ہے اور وہ آپ سے کہتا ہے کہ آپ اسے مردہ نہ کہو بل احیاء و لٰکن لا تشعرون وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو خبر اللہ دے رہا ہے اور ہمیں یہ پتہ ہے کہ اللہ نے ان کی جان لے لی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ جان نہیں لی ہے۔ بس آپ یہ راز دریافت کرو کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اللہ نے ان کی جان لے لی ہے'

ان کو تکلیف ہو گئی ہے اور اللہ کہتا ہے کہ ان کی جان ہم نے نہیں لی ہے بلکہ یہ زندہ ہیں۔ تو گویا کہ اس وقت جب ابتلاء ہو رہی تھی وہ کسی خفیہ دروازے سے لازوال زندگی میں داخل ہو رہے تھے' حیاتِ جاوداں میں داخل ہو رہے تھے۔ جس کا تم گلہ کر رہے ہو وہ عین راحت کا مقام ہے' وہ کبھی کبھی کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ انسان ابدی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی زندگی کے اندر ابتلاء کا پردہ پہن کے' لباس پہن کے داخل ہو گیا' کہاں پر؟ اس زندگی میں جو کبھی موت میں داخل نہیں ہوتی اور اس کے اندر لباس کون سا ہے؟ ابتلاء کا لباس ہے۔ دیکھنے والے ہائے ہائے کرتے رہے اور وہ پار ہو گئے' لازوال ہو گئے۔ تو وہ لازوال ہو گئے اور دیکھنے والا پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ تو دیکھنے والے کو شعور ہی نہیں ہے کہ وہ کہاں چلا گیا۔ اس لیئے اس تکلیف میں راحت ہے جس تکلیف کے اندر مالک یہ کہے کہ یہ زندہ ہیں' وہ جس نے زندگی پیدا فرمائی ہے وہ کہتا ہے بل احیاء و لٰکن لا تشعرون یعنی کہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو یہ وہ زندگی ہے۔ تو اس راز کو' اللہ کے راز کو' اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا بڑا ضروری ہے کہ جہاں ابتلاء ہے وہاں جلوہ ہے۔ اگر یقین ہو تو ٹھیک ہے اور اگر یقین نہ ہو تو بس پھر اس سے بڑی کوئی سزا کی بات نہیں ہے۔ اور وہ غریب جس کا ایمان کمزور ہو' بیچارہ بڑے دکھ میں ہے۔ دعا کرنی چاہیے کیونکہ اس کا ایمان قائم نہیں رہ سکتا۔ تو جس کا ایمان کمزور ہو اور وہ خود غریب ہو' اس کا ایمان تو ختم ہو گیا۔ اگر ایمان قوی ہو تو غریبی جو ہے یہ اللہ کے قریب ہے اور اگر ایمان کمزور ہو تو غریبی جو ہے یہ عذاب ہے' اس میں انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ لوگ اپنے آپ کو ایمان پر قوی کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو

اور یقین کرو۔ بعض اوقات ابتلاء جو ہے وہ آپ کو لازوال راستے کی طرف لے کر جاتی ہے جہاں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اس لیے ایمان کو قائم رکھو۔ اسی زندگی میں وہ لازوال زندگی کا دروازہ نکل آتا ہے۔ تو جتنے لوگ آج تک تاریخِ انسان میں آئے ہیں اور اللہ کی راہ پر مستقل مزاجی سے چلے تو ان کا نام آج تک روشن ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر انہوں نے استقامت اختیار کی ہے' تو ان کا نام آج تک روشن ہے' انہیں وہ دروازہ عطا ہو گیا جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو روشنی ملی اور ان کو لازوال زندگی مل گئی۔ آپ لاہور میں داتا صاحبؒ کو دیکھیں' ان کا جو مزار شریف ہے وہاں جانے والوں میں اکثر کو عرفان کا بھی پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کیا ہے۔ بس یہ کہتے ہیں کہ وہاں کچھ نہ کچھ ہے' تو یہ کچھ نہ کچھ بڑا کچھ ہے' یعنی صرف قبر ہے لیکن کچھ نہ کچھ ہے اور بڑا ہی کچھ ہے' وہ مزار ہے' پتہ نہیں کیا کچھ ہے لیکن بڑا کچھ ہے۔ خالی مزار دیکھنا ہے تو جہانگیر کا مقبرہ ہے لیکن وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے اور یہاں بڑا کچھ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کچھ نہ کچھ کے اندر بڑا کچھ ہے اور یہ پتہ کرنا چاہیے کہ یہ راز کیا ہے؟ یہ ضرور معلوم ہونا چاہیے کہ جہانگیر کا مقبرہ لاہور کے اندر ہے اور میاں میر صاحبؒ کا مقبرہ بھی لاہور کے اندر ہے لیکن دونوں کے اندر فرق بڑا ہے تو آخر قصہ کیا ہے۔ جہانگیر کے مقبرے پر مینا کاری زیادہ ہے اور یہاں کچھ اور مقام ہے۔ ان میں تو فرق ہے اور یہ فرق کیا ہے؟ آپ لوگ یہ Try کرو' معلوم کرو' اگر اس فرق کو آپ دریافت کر لو گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ قصہ ہے کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے تقرب سے یہ بات حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ نہ سمجھ آئے تب بھی یہ

بات قائم ہے اور چل رہی ہے۔ اس لیے اگر آپ کو یقین کی راہ سمجھ نہ آئے تو بھی یقین میں رہو اور اگر بعض دفعہ یہ پتہ چلے کہ یہ بظاہر کمزوری کی بات ہے تب بھی یقین میں رہو۔ یقین کا معنی ہے کہ دل مضبوط کر کے' حوصلہ کر کے تکلیف کو گلے کے بغیر گزارو۔ آپ کو میں یہ راز بتا رہا ہوں۔ اگر بہت سخت تکلیف آئی ہے تو آپ کے گلہ سے یہ تکلیف دور نہیں ہو گی۔ تو راز یہ ہے۔ اور راز یہ ہے کہ یہ تکلیف تیرے علاج سے بھی دور نہیں ہونی۔ تو آپ تکلیف کو میلہ بنا دیں اور گلہ کرنا چھوڑ دیں' آپ کہیں کہ اگر اللہ کی مرضی ہے تو یہی سہی' اگر وہ یہی چاہتا ہے تو یہی سہی۔ ایک مرتبہ لوگ ایک درویش کے پاس گئے کہ سرکار دریا میں سیلاب آ رہا ہے' آپ دعا کریں کہ جو سیلاب آ رہا ہے اس سے کہیں شہر تباہ نہ ہو جائے۔ وہ درویش کہنے لگے کہ اچھا دعا کرتا ہوں' پھر وہ درویش سب کے ساتھ دریا کنارے گئے اور ان کو کہا کہ بیلچہ دو' پھر بیلچہ لے کر وہ کنارے کو اور کاٹنے لگ گئے اور کہا کہ اگر تیری مرضی سیلاب ہے تو میری مرضی بھی سیلاب ہے۔ سب نے دیکھا کہ پھر دریا واپس چلا گیا تو ------ تو ایسے ایسے لوگ دیکھنے میں آئے ہیں کہ اللہ کی رضا پر کھڑے ہو کر دعا کا سفر پورا کرا دیا۔ ایک اور بزرگ دلی میں تھے' وہ ہمیشہ اپنے سر پر دوپٹہ رکھتے تھے جیسے کچھ لوگ ہوتے ہیں جو نسوانیت کے لباس میں رہتے ہیں' لوگ انہیں مائی صاحبہ کہتے تھے حالانکہ وہ تھے مرد ہی لیکن سہیلی بنے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس گئے کہ دعا کریں کہ مدت ہو گئی ہے بارش نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ تو اللہ کی لڑائی ہے' جھگڑا ہے' وہ آج کل میری بات مانتا نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پھر بھی آپ دعا کریں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ

میرا آج کل اس کے ساتھ بہت جھگڑا ہے اگر اعتبار نہیں تو دیکھ لو' دوپٹہ دھو کر میں دھوپ میں خشک کرنے کے لیے رکھتا ہوں لیکن وہ خشک نہیں ہونے دے گا۔ انہوں نے دوپٹہ دھو کر دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھا تو بارش ہو گئی۔ تب انہوں نے کہا میں نے تو آپ کو کہا تھا کہ اس کی اور میری لڑائی ہے' اس نے میرا کوئی کام کرنا ہی نہیں۔ تو ایسے ایسے لوگ ہوتے ہیں اور یہ ان کے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ یقین والوں کے سارے چراغ ہیں اور بے یقینوں کے پاس صرف جھگڑا ہے' آج کا شیعہ بھی بے یقین ہے اور سنی بھی بے یقین ہے اور یقین والے وہی تھے۔

تھے لاکھوں میں بہتر(۷۲) تن تسلیم و رضا والے
وہی لا سیف والے ہیں وہی لا فتیٰ والے

تو وہ اور تھے اور آج کل یہ سب بے یقینی کے جھگڑے ہیں۔ اور اگر یقین پیدا ہو جائے تو ہر شے آپ کے سامنے کھلی ہوئی موجود ہے' سارا ماضی' یقین کا ماضی آپ کا ماضی ہے جسے Glorious Islam کہتے ہیں' شان والا اسلام کہتے ہیں۔ یہ سب یقین کی کہانی ہے۔ تو جہاں پر ڈپریشن والا اسلام ہے وہ بے یقینی والا اسلام ہے' ایسے لوگ کہتے ہیں کہ اسلام کے پہلے سال ہی جنگ ہو گئی' پہلے خلیفہ کو کیا ہو گیا' چوتھے خلیفہ کو کیا ہو گیا' کربلا کتنے سال بعد ہو گئی' اس کے بعد بنو امیہ کو کیا ہو گیا' اس کے بعد دوسری خلافت کیا ہو گئی اور یہ سارا سلسلہ کیا ہے' اور اب پاکستان میں اسلام کو کیا ہو گیا ——— اور یقین والا کہتا ہے کہ مٹتے مٹتے بھی اسلام روشن ہوتا جا رہا ہے' یہ مٹتا نہیں ہے' اس کی کہیں حفاظت کی جا رہی ہے اور چلتے چلتے یہ آج آپ کے پاس آیا ہے تو آپ

اسے سرخرو کرو' اپنے لہو سے سرخرو کرو۔ تو اپنا ایمان اور اپنا ہی شک' بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو کیا آپ نے اپنے ایمان کو مانا ہے؟ اگر مانا ہے تو پھر شک کیا ہے' یعنی اپنے ایمان پر بھی شک کر رہے ہیں۔ آپ کی چھوٹی چھوٹی ذاتیں ہیں' اس پر آپ کو بڑا فخر ہے اور بھروسہ ہے کہ ہم شیخ ہیں' برہمن ہیں' راجپوت ہیں' ہم یہ ہیں' ہم وہ ہیں اور پتہ نہیں ہے کہ آپ مسلمان ہیں بھی کہ نہیں ہیں' اپنے راجپوت ہونے پر بڑا فخر ہے اور مسلمان ہونے پر ندامت ہے۔ یہیں ایمان میں کمزوری آتی ہے۔ ہم آپ کو بے ایمان تو نہیں کہتے' بس آپ کے ایمان میں کمزوری ہے۔ تو آپ اپنے ایمان میں اپنی قوت پیدا کرو' اپنے اللہ پر آپ بھروسہ کرو اور اپنے آپ ایمان کے اندر اور مومن ہو جاؤ یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمِنوا اے ایمان والو ایمان لاؤ۔ ایمان تو لے آئے ہو اب ایمان لاؤ یعنی اب اپنے ایمان پر اور ایمان لے آؤ۔ تو جب آپ ایمان میں داخل ہو گئے ہو تو پوری طرح داخل ہو جاؤ' یا پوری طرح باہر نکل جاؤ۔ لیکن باہر نکلنا آپ Afford نہیں کر سکتے۔ تو آپ اسلام کے اندر داخل ہونے کی جرأت پیدا کریں۔ داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ گلہ نکال دو' شکوہ نکال دو' شکایت نکال دو' اپنا پروگرام نکال دو' تبصرہ نکال دو' اپنے نصیب کا کسی کے نصیب کے ساتھ مقابلہ نکال دو۔ یہ نہ کہنا کہ لوگ بڑے آرام میں ہیں' ہم بڑی تکلیف میں ہیں' ہم دونوں ایک جیسے ہیں' قد ہمارا برابر ہے لیکن حد بڑی مختلف ہے۔ اگر قد برابر رہتے ہیں اور خد مختلف رہتی ہے تو یہ اللہ کی مرضی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا بات ہوئی کہ اس کا رنگ اور ہے' ہمارا رنگ اور ہے' رنگ کا فرق ہمیشہ رہتا ہے' نصیب کا فرق رہتا ہے' اس کو اس کا نصیب ہے اور دوسرے کو اس کا اپنا نصیب ہے۔ یہ پہاڑ

اور گلہری کا جھگڑا ہے اور اقبالؒ نے اس کا فیصلہ کیا تھا کہ پہاڑ نے گلہری سے کہا کہ تو چھوٹا سا جانور ہے اور اِدھر سے اُدھر دوڑتا رہتا ہے نکل جا' ہٹ جا میرے راستے سے' میں پہاڑ ہوں۔ گلہری نے کہا کہ پہاڑ صاحب تو پہاڑ تو ہے لیکن ایک قدم نہیں چل سکتا اور میں اِدھر سے اُدھر بھاگا دوڑا پھرتا ہوں' تو میرے سامنے کیا شے ہے' تُو بڑا ضرور ہے لیکن اندر سے بے حرکت ہے' گلہری چھوٹا ہے لیکن حرکت کرے گا ——————

تو ہر چیز اپنے مقام پر بہتر ہے اور جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ آپ اپنے آپ کو' اپنے حالات کے آئینے میں غور سے دیکھو' تمہارے جیسا کوئی اور نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ اپنے آپ پر بھروسہ کرنے کی بات ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں تیری طرح نہیں ہوں تو تُو بھی میری طرح نہیں ہے' میں تیری طرح بڑا نہیں ہوں تو تُو بھی میری طرح چھوٹا نہیں ہے' میں تو شرمندہ ہوں' تُو بھی تو شرمندہ ہو۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ غریب آدمی اپنی غریبی پر شرمندہ ہے تو امیر آدمی اپنی امیری پر شرمندہ ہو گا۔ اسے پتہ نہیں ہے کہ غریبی میں کیا مزے ہوتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کے کتنے جلوے ہیں' یہ الگ کہانی ہے۔ تو آپ نے شکوہ نہیں کرنا' شکایت نہیں کرنی' پروگرام نہیں بنانا اور نصیب کا مقابلہ نہیں کرنا۔ دوسروں کے نصیب کو ان کے ہاں چھوڑو اور اپنا نصیب آپ لو' اپنے ایمان پر مکمل بھروسہ کرو۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ اس جگہ پر جہاں اللہ تعالیٰ سے آپ بحث کر رہے تھے' وہیں جلوہ تھا۔ تو جلوہ کہاں ہوتا ہے؟ جہاں عام طور پر بحث ہوتی ہے۔ تو جلوہ لینے والے امام عالی مقامؑ جلوہ لے گئے اور شیعہ سنی دونوں جھگڑا کرتے جا رہے ہیں۔ وہ جلوے سرخرو ہو گئے اور آپ کیا کر رہے ہیں؟ جھگڑا کر رہے ہیں۔

تمہارے جھگڑے ختم نہیں ہوئے اور ان کے جلوے جاری ہیں۔ تو غور کرو کہ یہ قصہ کیا ہے۔

سوال :۔

کیا کربلا کے ذکر پر یا مرثیہ سننے پر آنسو آ جانا جائز ہے؟

جواب :۔

جو آ جائے ٹھیک ہے' بے شک آ جائے۔ جو چیز آ جاتی ہے ٹھیک ہے' آنسو کا آ جانا ٹھیک ہے' آپ خود بخود نہ کرو۔ بس آنے دو۔

سوال :۔

امام حسینؑ کی کامیابی پر آنسو آ جانا۔ یہ کس طرح ہے؟

جواب :۔

وہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی ایک راہ ہے۔ اگر آپ کسی بزرگ کے آستانے پر جائیں' نہ وہاں غم ہے نہ وہاں خوشی ہے۔ بس صرف آنسو ہیں۔ تو یہ رقت اور شے ہے' یہ غم نہیں ہوتا۔ حضور پاک ﷺ کے آستانے پر جائیں تو آنسو آ جاتے ہیں۔ کس بات کے؟ وہاں کوئی غم تو نہیں ہے اور یہ آنسو خوشی کے بھی نہیں ہیں۔ یہ رقت ہے۔ رِقّت ایک الگ داستان ہے۔ آپ سجدہ کرتے ہیں تو بعض اوقات آنسو آ جاتے ہیں' یہ رِقّت ہے۔ رِقّت آپ کے وجود کی ریت کے اندر سونے کے ذراتِ ہیں اور وہ سونا پھر خود بخود نکلتا ہے۔ اس لحاظ سے انسان بڑی شاندار مخلوق ہے۔ رِقّت جو ہے وہ الٰہیات کا ایک حصہ ہے' خدا کو اپنے وجود میں دیکھنا ہو تو ان آنسوؤں میں دیکھو جو رقت کی شکل میں آتے ہیں۔ وہ اَیّام، خاص وقت ہوتا ہے جب رِقّت طاری ہو

جاتی ہے۔

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت نظر آ جاتے ہیں
سجدے میں ہوں جب آنکھیں پُرنم اور نام محمدؐ آہوں میں

تو یہ ایک خاص مقام ہے۔ اس لیے یہ آنسو جو ہیں یہ غم کی بات نہیں ہوتی۔ آپ میں سے کتنے آدمی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کو ایسی کربلا نہیں ملنی چاہیے تھی۔ اس بات کا آج فیصلہ کر لیتے ہیں۔ تو کون آدمی ایسا ہے جو یہ کہے کہ کربلا نہیں ہونی چاہیے تھی یعنی امام حسین سے کربلا کا مقام جدا کرنے والا کون ہے۔ کسی شیعہ سے پوچھو یا کسی سنی سے پوچھو جو امام عالی مقام سے مقام کربلا جدا کرنے کا خیال کرے۔ تو جب آپ امام عالی مقام سے کربلا کا مقام جدا نہیں کرتے ہیں تو پھر روتے کس بات پر ہیں اور جھگڑا کس بات کا ہے۔ مقام کربلا امام عالی مقام کی شان ہے تو پھر یہ شان قائم رہے گی یا یہ کہو کہ مقام کربلا جدا کر دو یا وادی طائف حضور پاک ﷺ کی سیرت سے جدا کر دو۔ تو آپ نہیں کرو گے۔ یہ کوئی شیعہ عالم کر دے' کوئی سنی عالم کر دے' کوئی مولوی صاحب کر دے' کہنے کا مقصد ہے کہ یہ کوئی نہیں کر سکتا۔ درویش اس لیے سرخرو رہتا ہے کہ وہ مقام کربلا کا تحیر پہچانتا ہے کہ یہ مقام کیا ہے۔ ورنہ تو یہ ہوتا کہ آپ دعا کرتے کہ یا اللہ اگر دوبارہ موقع ہو تو کسی اور امام حسین کے ساتھ یہ نہ کرنا۔ تو آپ یہ کبھی نہیں کہیں گے۔ یہ کوئی نہیں کہے گا کہ امام حسین علیہ السلام کو کربلا نہ ملتی تو اچھا تھا۔ تو پھر آپ نے یہ کیا بات کی ہے بلکہ آپ نے تو دین کے بالکل خلاف بات کر دی ہے' امام پاک کی مرضی کے بغیر آپ ان کی Achievement کو'

ان کے حاصل کو نکال رہے ہیں' امام پاکؑ سے پوچھو کہ اے امام عالی مقامؑ کیا آپ کو کربلا کا مقام پسند نہیں ہے؟ یہ امام پاکؑ کے والدین سے پوچھو یا امام پاکؑ کے اور بزرگوں سے پوچھو ——— تو مقامِ کربلا جو ہے یہ امام عالی مقامؑ کی سرفرازی کی دلیل ہے' یہ سرخوشی کی دلیل ہے۔ یہ اسلام کی زندگی نو کی بات ہے۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ وہ مقام ہے کہ وہ پیغمبر تو نہیں ہیں لیکن مقام پیغمبری جیسا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ تو آپ یہ مقام ان سے جدا کیسے کر سکتے ہو۔ تو غم وہ ہوتا ہے کہ اگر وہ واقعہ دوبارہ ہو تو ایسا نہ ہو۔ جس طرح رستم سہراب کا واقعہ ہے' اگر دوبارہ ایسا واقعہ ہو تو اسے پتہ ہونا چاہیے کہ بیٹے کو نہ مارے لیکن آپ یہ تو کبھی نہیں کہو گے کہ ایسا واقعہ نہ ہو ——— یہ تو مقام بھی Achieve ہو گیا' حاصل ہو گیا عجیب مقام ہے' اس کائنات کا کوئی انسان اس مقام کو صاحبِ مقام سے جدا کرنے کی تمنا اور جرأت نہیں کر سکتا۔ جو اس مقام کو جدا کرنے کی کوشش کرے' وہ کر کے دیکھے' نہ ہو سکتا ہے اور نہ ہونا چاہیے۔ اب بھی یہ کسی کے دل میں نہیں ہونا چاہیے' کوئی آدمی اس کائنات میں ایسا نہیں ہونا چاہیے جو یہ کہے کہ یہ مقام ان کو نہیں ملنا چاہیے تھا۔ پھر یہ مقام کیا ہے؟ بس یہ مقام ہی اصل مقام ہے! پھر یہ ابتلاء کیا ہے' یہ ابتلاء روشنی ہے' نور ہے' خاص بات ہے اور اس کے اندر بڑا راز ہے۔

سوال :۔

اللہ چاہے تو ابتلا کے بغیر بھی درجات بلند کر سکتا ہے؟

جواب:۔

وہ بلند کر سکتا ہے لیکن آپ یہ دیکھیں کہ یہ مقام یہی مقام ہے' شہید کا مقام شہید کا مقام ہے' کیا وہ شہید کیے بغیر شہید کا مقام دیتا ہے؟ نہیں دیتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی کہ اللہ کا فرمان ہے کہ جو لوگ میری راہ میں مارے گئے انہیں آپ مردہ نہ کہو بل احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں' تو اس کی راہ میں مرنا شرط ہے' زندہ کو شہید کا مقام نہیں ملتا۔ شہید ہونے کے لیے جان کا نذرانہ دینا پڑتا ہے اور آج کے انسان کی یہ پرابلم ہے کہ وہ روزے کے بغیر عید مناتا ہے اور مرے بغیر شہید ہونا چاہتا ہے اور یہ ممکن نہیں ہے۔ شہید کا مقام اللہ کی راہ میں مرنے سے ہے مگر یہ آج کے انسان کا خیال ہے کہ مرے بغیر مل جائے۔ انسان کہتا ہے اللہ جو چاہے کر دے' تو وہ جو اللہ نے کیا ہے وہی اس نے چاہا ہے۔ اللہ نے کیا کیا ہے؟ جو چاہا ہے' تو اس نے جو چاہا ہے وہ کر دیا ہے۔ اور اس نے جو کیا ہے بہتر کیا ہے۔ تو اس لیے آپ ان باتوں کے اندر زیر زبر نہ لگایا کرو۔ جو مقام ہے وہ صحیح ہے' جو عطا ہے وہ صحیح ہے' جو درجے ہیں وہ مکمل ہیں' جو واقعہ ہے وہ درست ہے۔ آپ کبھی اپنے کسی اور بزرگ کو دیکھیں کہ جن کے ساتھ آپ کی عقیدت ہے۔ مثلاً" آپ مانتے ہیں کہ داتا صاحبؒ بڑے بزرگ ہیں۔ آپ کو اس بزرگی کی خواہش ہو سکتی ہے لیکن جس طرح وہ گھر سے کئی سو میل باہر آئے ہیں' آپ یہ بات نہیں کریں گے۔ آپ چاہتے ہیں کہ داتا صاحبؒ جیسا مقام بھی مل جائے اور گھر سے باہر بھی نہ جانا پڑے۔ تو یہ تو ممکن نہیں ہے۔ گھر سے باہر تو جانا پڑتا ہے اور اپنے گاؤں کو چھوڑنا پڑتا ہے اور بعض اوقات پیدل جانا پڑتا ہے۔ داتا صاحبؒ یہاں پر پیدل چل کر آئے ہیں' یہاں پر ٹھہرے

ہیں اور شہر سے باہر ٹھہرے ہیں' بڑی تکلیف میں آئے ہیں' زبانیں سیکھی ہیں' عمر گزاری ہے' دوستوں کو چھوڑ کر پردیس میں آئے ہیں' اپنے پیر سے جدائی برداشت کی ہے' پھر آکر انہوں نے یہاں زندگی بسر کی ہے اور وہ ڈیوٹی کی ہے جو ان کے ذمہ تھی۔ لیکن آپ تو اپنے گھر سے شام تک جدا نہیں ہوتے اور وہ اپنے گھر سے ہمیشہ کے لیے آئے ہیں۔ تو اس میں بڑا فرق ہے۔ داتا صاحبؒ کا بڑا مقام ہے اور یہ آپ جیسے لوگوں کو کیسے مل سکتا ہے۔ اسی طرح خواجہ صاحبؒ افغانستان سے آئے ہیں اور وہ جنگل میں آکر بیٹھے ہیں' رائے پتھورا کے مقابلے میں آکر بیٹھے ہیں' وہاں ہر دم خطرہ رہا ہے' اس وقت سارا جنگل تھا' وہاں شیر بھی آ سکتے تھے' انسان بھوکا بھی ہے اور پردیس بھی ہے اور اللہ سچا ہے۔ آپ اگر کہیں کہ یا اللہ ہمارا بھی خواجہ صاحبؒ جیسا مقام بنا دے تو آپ گھر بیٹھے اپنا مقام تو نہیں بنا سکتے' تو یہ تو بات نہیں ہے۔ بابا صاحبؒ جو ہیں یعنی بابا فریدؒ تو ان کے بڑے مقام ہیں۔ اب یہ نہ کہنا کہ یہ ہر ایک کو مل سکتا ہے تو ہمیں کیوں نہیں مل سکتا۔ بابا صاحبؒ نے زندگی میں اتنا اناج کھایا ہے کہ کہتے ہیں کہ آپ نے کچھ کلوگرام اناج ہے جو ساری زندگی میں کھایا ہے۔ ایک روز فرمایا میں نے ایک سیر زیادہ کھایا تاکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے برابر نہ آ جاؤں۔ تو یہ ریاضت کے درجے ہیں اور کھائے بغیر کا سفر ہے۔ تو پھر ایسی ریاضتوں اور عبادتوں کے بعد پھر جا کر فریدؒ کا مقام بنتا ہے اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں فریدؒ کا مقام اس حال میں مل جائے تو آپ تو کوئی غلط کام کر لو گے۔ اگر اس حالت میں آپ کو فریدؒ کا مقام مل جاتا ہے تو آپ تو اپنی اولاد کو دے جاؤ گے اور انہوں نے اپنی اولاد کو نزدیک نہیں آنے دیا جب تک ان کو مقام نہیں دیا۔ آپ

لوگوں کو اس راز کا پتہ ہی نہیں ہے کیونکہ آپ لوگوں کی جو سب سے بڑی وارث ہے' وہ اولاد ہے جب کہ وہاں وارث حق دار ہے' تو یہ بڑا فرق ہے۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ اصل میں کیا بات ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ آپ نے حق والے کو حق دینا ہے چاہے وہ سو سال بعد آئے اور اپنا حق لے کر چلا جائے' اس کے بعد پھر خاموشی کی خاموشی۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں وارث یوں نہیں ہوتا جیسے آپ کے ہاں وراثت ہوتی ہے۔ آپ تو بس یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے اور میرا بیٹا ٹھیک ہو جائے' میری بیٹی ٹھیک ہو جائے' میرا بھائی ٹھیک ہو جائے' میری بیوی ٹھیک ہو جائے' ہمارا گھر ٹھیک ہو جائے اور اچانک اللہ پیسے کی بارش کر دے ——— تو یہ اور واقعات ہیں کیونکہ ہماری ٹریننگ اور طرح سے ہے' خواہش اور طرح سے ہے' اور وہاں کے واقعات اور طرح سے ہیں ——— اس لیے آپ یہ دیکھیں کہ مقام حاصل کرنے کی تمنا اس Process' عمل سے گزرے بغیر ایسے ہے جیسے کسی نااہل کو بادشاہی مل جائے یا بچے کے ہاتھ میں Loaded Pistol آ جائے' بھرا ہوا پستول آ جائے' تو اگر وہ خود کشی نہیں کرے گا تو اپنے باپ کو مار دے گا کیونکہ وہ بچہ ہے' نا سمجھ ہے' پستول اس کے ہاتھ میں آ گیا ہے' یا تو وہ باپ کو مارے گا یا خود کو مارے گا۔ اس لیے نااہل کے پاس عرفان کا آ جانا بھی ایسی ہی طاقت ہے۔ تو اصل بات وہی ہے جو ہے' یہ مقام ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرفراز مقام ہے اور یہ کربلا کا مقام ہے اور انہی کے سر مناسب ہے' یہ ان کی Achievement ہے' ان کا اعزاز ہے اور ان کو مبارک ہو' ان کے اس عمل کے بغیر یہ مقام ممکن نہیں ہے۔ یہی ہے آخری بات۔ اور آپ لوگ یہ بات یاد رکھیں کہ ایمان کا سب سے

اچھا مقام یہ ہے کہ جہاں گلے کا امکان ہو وہاں گلہ نہ کرو' اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا کو تقاضا نہ بناؤ' آپ دعا کو اپیل کی شکل میں مانگو اور شکایت نہ کرو' گلہ نہ کرو' اس کے پروگرام دیکھو کہ وہ کیا چاہ رہا ہے اور اپنی زندگی کو اس کے سامنے بالکل سرِ تسلیم خم کر کے گزار دو۔ غم تو آئے گا' اسی زندگی میں آئے گا اور ہر صورت میں آئے گا' تکلیف آئے گی' ہر صورت میں آئے گی' سفر آئے گا' ہر صورت میں آئے گا اور موت آئے گی' ہر صورت میں آئے گی۔ پہلے آپ کے بزرگوں کی موت آئے گی پھر آپ کی اپنی باری آئے گی۔ اس میں ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا اور یہ سب خود بخود چلتا جا رہا ہے' موت ایک دن کا عمل نہیں ہے' موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے' پہلے ہی دن سے موت کا عمل جاری ہے' بچپن چلا گیا' لڑکپن چلا گیا' جوانی چلی گئی' کچھ پیسے چلے گئے' کچھ بھوک چلی گئی' کچھ نیند چلی گئی' کچھ اور واقعات چلے گئے' کہتے ہیں کہ جی عینک لگ گئی ہے نگاہ کمزور ہو گئی ہے' تو یہ عینک کیا چیز ہوتی ہے؟ یہ نگاہ کی کمزوری ہوتی ہے ——— یعنی کہ زندگی میں یہ سارے واقعات ہوتے جا رہے ہیں۔ اور جو دوست تھے وہ بھی چلے گئے' پھر ایک اور دوست جو قریب رہتا تھا وہ بھی چلا گیا' ایک اور دوست بنایا تھا وہ بھی چلا گیا اور آہستہ آہستہ وہ ساری ملاقاتیں چلی گئیں' پرانے زمانے کے لوگ چلے گئے' محلہ چلا گیا' محلے والے چلے گئے' ایک بابا جی تھے وہ بھی چلے گئے' ایک اور بابا جی تھے وہ بھی چلے گئے' تو سارے چلے گئے اور سارے چلے جا رہے ہیں۔ یہ سب لوگ کدھر جا رہے ہیں۔

تو نے جانا ہے جہاں آباء گئے
جانے والے سب یہی فرما گئے
تو نے دیکھے ہیں جنازے بے شمار
تو نے کیا دیکھا نہیں اپنا مزار

تو اپنا مزار بھی دیکھنا چاہیے۔ بس یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اور تسلیم و رضا جو ہے یہ بڑا مقام ہے' یہ بڑے لوگوں کا نصیب ہے' جس نے تسلیم و رضا کرلی ہے اس کے لیے تحسین ہے' آفرین ہے اور سلام ہے' اس کے لیے Pity کوئی نہیں ہے' افسوس کوئی نہیں ہے۔ تو یہ خاص مقام ہے تسلیم و رضا کا اور تسلیم و رضا کا انتہائی روشن مقام جو ہے وہ کربلا کا مقام ہے۔ تو کہتے ہیں کہ جو انتہائی قوی مقامِ ولایت ہے وہ ولایتِ امام عالی مقام علیہ السلام ہے کیونکہ یہ عملی ولایت ہے اور ولایت کا منبعِ فیض جو ہیں وہ آپؑ ہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں تسلیم و رضا کے تمام شعبے پورے ہیں۔ یہ ایسا مقام ہے جیسے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے ہوں کہ ہم نے تیرا سارا قرضہ ادا کر دیا۔ بس یہ مقام ہے جیسے وہ اللہ سے کہہ رہے ہوں کہ ہم نے آپ کی ساری امانتیں واپس لوٹا دیں اور ہم نے آپ کے سب قرضے ادا کر دیے ——— اس لیے آپ بھی راضی ہو جاؤ۔ یہ اللہ کو راضی کرنے کا انتہائی فارمولا ہے۔

دعا کرو کہ اللہ سب پر راضی رہے اور کرم فرمائے ———

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔



(٦)

۱ یہ کیوں ہوتا ہے کہ کچھ لوگ تو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں اور کچھ جلوہ دیکھنے کے بعد بھی نہیں مانتے۔

۲ کیا کربلا کے ذکر پر مرثیہ سننے پر آنسو آجانا جائز ہے؟

۳ امام حسینؑ کی کامیابی پر آنسو آجانا۔ یہ کس طرح ہے؟

۴ اللہ چاہے تو ابتلا کے بغیر بھی درجات بلند کرسکتا ہے؟

سوال :۔

"حرام" ممنوعہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور محترم کے معنی میں بھی' عربی کی اتنی وسیع لغت ہے' اس سلسلے میں روشنی ڈالیں۔

سوال :۔

عربی کی لغت وسیع ہے' ایک ایک لفظ کے ستر ستر معنی ہیں۔ یہ اتنی فصیح زبان ہے۔ جیسا استعمال ہو گا ویسا ہی اس کا معنی ہو گا۔ یہ Language ' زبان ہے ہی ایسی' بلکہ عربوں کو تو Language کا' زبان کا اتنا فخر تھا کہ باقی زبان والوں کو تو وہ عجمی کہتے تھے یعنی کہ ان کے پاس زبان نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا انا انزلنٰہ قراٰنا عربیا اور سورۃ جن میں ہے کہ انا سمعنا قراٰنا عجبا کہ ہم نے سنا ہے عجب قرآن۔ تو یہ زبان ہی عجب ہے۔ "عجب" کا معنی فصیح اور بلیغ بھی ہے۔ اس لیے عربی کے الفاظ کے دو دو معنی' چار چار معنی' چھ چھ معنی' بارہ بارہ معنی ہیں اور یہ اچھی بات ہے اور شکر کی بات ہے ------

لیکن آپ اپنا کوئی ذاتی سوال کرو جس کے جواب سے آپ کا اپنا سفر بہتر ہونے کا امکان ہو اور آسان ہونے کا امکان ہو۔ عربی تو ویسے ہی سب Languages کی' سب زبانوں کی ماسٹر ہے اور قرآن پاک سب کتابوں سے افضل ہے اور ہمارے پیغمبرؐ سب پیغمبروں سے افضل ہیں۔ تو

یہ ہے ہی سب سے Best اور اس پر کیا بات کی جائے۔ اصل میں اسے ہونا ہی اس طرح چاہیے تھا۔ جس طرح قومیں ہوتی ہیں تو پھر ان کی زبانیں ہوتی ہیں۔ اس لیے دنیا میں اتنی زبانیں نازل ہوئی ہیں اور یہ سب زبانیں اللہ کریم کی طرف سے ہیں۔ اور یہ جو زبانیں ہیں اگر ان کے صرف نام لیے جائیں تو اتنی زبانیں ہیں کہ ان کا انت نہیں ہے۔ تمام مخلوقات کے اپنے علاقے ہیں اور ان سب کی الگ الگ زبانیں ہیں۔ یہاں بھی آپ شہروں میں دیکھو اور ملکوں میں دیکھو تو ہر ساٹھ میل کے بعد لہجہ بدل جاتا ہے' زبان بدل جاتی ہے۔ ایک چیز کو ایک علاقے میں کچھ کہتے ہیں اور دوسرے میں کچھ اور کہتے ہیں۔ اب اگر آپ چھوٹی سی بات پر غور کریں کہ جس انسان کو ملکی رہنما ہونے کا دعویٰ ہو وہ کم از کم ملک کی پانچ چھ زبانیں تو جانتا ہو' تبھی تو راہنما ہو گا یا وہ زبان جو ہے وہ اس ملک کی زبان ہو سکتی ہے جو سب زبانوں پر حاوی ہو اور اس میں سب زبانیں Accommodate ہو جائیں' سما جائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس زبان کے اندر دعویٰ کتنا ہے کیونکہ جتنا دعویٰ ہے اتنے معنی ہوں گے۔ تو دعویٰ یہ ہے کہ یہ عربی زبان کائنات کے لیے ہے یعنی کہ یہ زبان ساری کائنات کے لیے ہے کیونکہ یہ کتاب جو ہے یہ ساری کائنات کے لیے ہے' For all times to come ' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور یہ کتاب آنے والے زمانوں کے لیے بھی ہے۔ تو اس لیے اس زبان میں اتنی وسعت ہونی چاہیے جتنی کائنات کے زندہ انسانوں میں ہے۔ اس لیے عربی کے اندر اس وسعت کا ہونا بالیقین ہے۔ ابھی اس زبان کا ابلاغ نہیں ہوا' کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اس زبان کے اندر زیادہ جہتیں نظر آئیں گی کیونکہ یہ زبان ساری کائنات کے لیے ہے اور اللہ کی

یہ کتاب ساری کائنات کے لیے ہے' ساری کائنات کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ پنجاب کے رہنے والے مسلمانوں کے لیے بھی اور باقی جگہ کے لوگوں کے لیے پیغام عربی میں ہے' لہٰذا وسعت تو اس میں ضرور ہو گی۔ حالانکہ آپ قرآن شریف عربی میں پڑھ رہے ہیں لیکن اس کا معنی آپ کی زبان میں اتر رہا ہے۔ لیکن بعض دفعہ پتہ نہیں چلتا کہ کیا بات ہے' مثلاً" اللہ کا گھر جو ہے وہ ساری کائنات کے لیے اللہ کا گھر ہے اور وہ پیغمبر جو رحمت اللعالمینؐ ہیں ان کے ایڈریس کرنے کی زبان بھی وہی ہے' اس لیے عربی زبان کے اندر وسعت کا ہونا ضروری بھی تھا اور یہ حقیقت بھی ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے کیونکہ یہ The Best' بہترین زبان ہے The Best ' بہترین علاقے کی ہے اور The Best Man نے Best Book The یعنی سب سے اعلیٰ انسان نے سب سے اعلیٰ کتاب پیش کی ہے۔ لہٰذا اس زبان کو ایسے ہونا ہی چاہیے جیسے یہ ہے۔ اس لیے زبان پر بھی سلام ہے' زبان والے پر بھی سلام ہے' کتاب لانے والے پر بھی اور کتاب بھیجنے والے پر بھی سلام ہے ——— اب آپ لوگ اور سوال کریں۔

سوال :۔

جانوروں اور پرندوں کی جو زبانیں ہیں ان کا علم حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا' ہم تک یہ علوم کیوں نہیں آئے؟

جواب :۔

پیغمبر آپ تک اللہ کا ارشاد Impart کرتے ہیں' پہنچاتے ہیں پر

پیغمبر ہونے کا فارمولا نہیں دیتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا یہ حکم ہے کہ آپ خاموش بیٹھیں اور اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ پیغمبر بننے کا کوئی نسخہ بتائیں تو یہ کوئی نہیں بتائے گا۔ لہٰذا وہ چیز جو پیغمبر ہونے تک مخصوص ہے آپ وہ نہ پوچھیں کیونکہ کچھ شعبہ' کچھ Powers' کچھ تاثیریں ایسی ہیں جو پیغمبر ہونے کے ناطے سے ان کو ملی ہیں جیسے اللہ کریم سے ہم کلام ہونا۔ اور امتوں نے یہ پوچھا کہ آپ اللہ سے گفتگو کرتے ہیں کبھی ہماری بھی گفتگو کرا دیں تو ان کو منع کر دیا گیا کہ یہ بات نہیں پوچھنی۔ اس لیے کہ پیغمبری مرتبہ ہے' نسخہ نہیں ہے۔ اور یہ نسخہ ہے کہ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام ہر چیز یہاں کی فانی ہے اور یہ نسخہ ہے اور یہ فائنل ہے اور سب چیز یہاں کی فانی ہو جائے گی اور صرف اللہ کا چہرہ باقی رہ جائے گا اور یہاں سب پیغمبر بھی آ جائیں گے۔ لیکن پیغمبر ہونا جو ہے یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ پیغمبر کیسے پیغمبر ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کیوں پیغمبر بنا دیا' باقی لوگوں سے ان کی کیا خصوصیت تھی۔ ناں! پیغمبر اللہ کریم کی مرضی ہے اور یہی وجہ ہے جس سے بہت سارے مسلمانوں کو دقت ہوئی ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ کہاں دقت ہوئی ہے؟ کہ عمل ہمارا عمل کے تابع ہے' لوگوں کا عمل حضور پاک ﷺ کے عمل کے تابع ہے' ہم بھی عبادت ہی کرتے ہیں لیکن وہ سکون نہیں آ سکتا اور وہ سکون کیسے آ سکے گا۔ اب یہ جو تقلید کرتے ہیں' سنت کی پیروی کرتے ہیں تو سنت کی پیروی کرنے کا نتیجہ وہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نگاہ جو ہے وہ تو تزکیہ کر دیتی ہے۔ تو یہ فرق سمجھنا چاہیے۔ تو کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کون سا علم ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کا نام جو ہے وہ ہمارا ایمان بن گیا۔

ہے کوئی علم؟ مقصد یہ کہ ان کا نام ہے اور آپ کے لیے مکمل ایمان ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ کسی عمل کی وجہ سے ہے؟ یہ اللہ کریم کی مرضی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے مخلوقات پوچھے کہ اے ہمارے رب! تو اس کائنات کا مالک ہے اور سب کو پیدا کیا ہوا ہے اور ہم سب تیری مخلوقات ہیں' آپ یہ بتاؤ کہ وہ کیا خصوصیت ہے کہ آپ ایک پیغمبرؐ پر درود بھیج رہے ہو۔ تو کوئی بات تو ہے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ اللہ کریم کی مرضی کی بات ہے۔ یہ بات منشائے خالق کی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ منشائے خالق کو فارمولے میں نہ بدلنا۔ اور یہیں سے آپ سارے فیل ہوتے ہیں۔ مثلاً" لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو جی وہ امیر ہو گیا' اس میں ضرور کوئی فارمولا ہو گا۔ یہاں پر آپ فارمولا استعمال کرتے ہیں اور فیل ہو جاتے ہیں' کیونکہ جہاں منشاء کام کر رہی ہے وہاں فارمولا کام نہیں کر سکتا۔ کسی نے پوچھا کہ ہمارا کاروبار نہیں چل رہا..... اس سے پوچھا جائے کہ کاروبار نہ چلنے کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اس کے اندر کوئی نہ کوئی بندش لگ جاتی ہے' کوئی جادو ہو جاتا ہے یا کوئی تعویذ ہو جاتا ہے' ہمارا پریس لگا ہوا ہے لیکن کچھ آگے پیچھے ہو جاتا ہے' کیا ہو گیا ہو گا؟ کوئی بندش ہو گئی ہو گی۔ تو بندش وغیرہ کچھ نہیں ہوتی۔ جس کو بندش ہوئی ہے اس کا اور فارمولا ہے' نااہلی کا اور فارمولا ہے' یہ آپ کے اپنے مزاج کا فارمولا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کے ساتھ ہونے والے واقعات کو فارمولا نہ بنایا جائے تو آپ کو بات زیادہ سمجھ آئے گی۔ جو انسان سکون میں ہے اس کے لیے فارمولا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ فارمولا جو اللہ نے دیا ہے وہ سب کے لیے ہو گا' مثلاً" بغیر اللہ کے ذکر کے اطمینان قلب نہیں ہو گا۔ یہ فارمولا ہے اور

یہ اللہ نے دیا ہے۔ اور باقی تو اپنے نسخے بتاتے رہتے ہیں مثلاً" یہ کہ ایک شخص ہے' وہ گورنمنٹ ملازم ہے' اس لیے اس کے حالات اچھے ہیں۔ ناں ناں ایسی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے شکل ہی خوب صورت دے دی تو اب دوسرا آدمی کیا فارمولا بنائے گا۔ تو کوئی فارمولا نہیں بنتا۔ اگر کسی کی شکل ہی معصوم ہے تو اس کا بھی فارمولا نہیں بنتا۔ کسی کو دیکھتے ہی ہیبت طاری ہو جاتی ہے تو اس کا بھی فارمولا نہیں بنتا' اور کسی کے لیے سلام درود شروع ہو جاتا ہے تو اس کا بھی کوئی فارمولا نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ان پیغمبروں کے ساتھ جو تعلقات موجود ہیں اس کا فارمولا نہ بنانا۔ ان سب پیغمبروں پر سلام ہو۔ پیغمبروں نے آپ کو جو بات بتائی ہے وہ فارمولا ہے۔ لہٰذا اگر پیغمبر پرندوں کی بات سنتے ہیں اور ان سے بات کرتے ہیں تو یہ بات آپ تک انہوں نے نہیں پہنچائی۔ جنات ان کے پاس آتے ہیں' بات سنتے ہیں اور سناتے ہیں اور اپنی بستیوں کو جا کر بتاتے ہیں انا سمعنا قرٰانا عجبا کہ ہم نے قرآن سنا ہے۔ تو یہ فارمولا آپ تک نہیں آئے گا۔ تو آپ تک کیا بات آئے گی؟ وہ بات جو آپ نے پیغمبر کی زبان مبارک سے سنی ہے وہ بات آپ تک آئی ہے۔ تو جو پیغمبرؐ اور کائنات کے درمیان ابلاغ ہے وہ ضروری نہیں کہ آپ تک بیان ہو' پیغمبرؐ اور خدا کے درمیان جو بات ہوئی ہے ضروری نہیں کہ وہ ساری آپ کو ابلاغ ہو۔ تو اللہ کریم اس بات کے بارے میں فرماتا ہے کہ "جو ہوا سو ہوا"۔ تو اس کے بعد کیا ہے کہ قاب قوسین او ادنٰی دو ابرو بلکہ اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ اور پھر فاوحٰی الٰی عبدہٖ ما اوحٰی تو اس کے بعد جو ہوا سو ہوا۔ تو وہ آپ سمجھ نہیں سکتے۔ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے' قتل ہو گئے' آپ کبھی ان کو

مردہ نہ کہو ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے حالانکہ وہ زندہ ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ زندہ کا تو ہمیں شعور ہوتا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس لیے کہ آپ کو شعور نہیں ہے' کیونکہ شعور نہیں ہے لہٰذا شعور نہیں ہو سکتا۔ تو جہاں جہاں آپ کے راستے کی پروردگارِ عالم نے حد بتا دی ہے تو اس حد سے آگے آپ بلا سبب مداخلت نہیں کر سکتے۔ مثلاً" یہ آپ کے اور اس واقعے کے درمیان حد ہے' یہ قوسین ہے' یہ سدرہ ہے' سدرہ ہو یا سدِّ راہ مقصد یہ ہے کہ یہ راستے کی دیوار ہے' That's all! اب اس مقام سے آگے پروازِ جبریلؑ بند ہے۔ فقراء بتاتے ہیں کہ اللہ دل کا ایک مقام ہے' دل اللہ کا عرش ہے۔ قلب المومن عرش اللہ یعنی مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ تو پھر اس میں سدرہ کا مقام کیا ہوا؟ اور پھر جبرائیلؑ کا مقام کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ تمہارا خیال وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں خیال کو اور تخیل کو اگر جبرائیل کہہ لیں تو جہاں خیال کے پر جل جائیں وہاں سے عشق کی منزل شروع ہوتی ہے' تو جہاں دماغ مفلوج ہو جائے وہاں عشق کی بات چلتی ہے ؎

مجھے عشق کے پر لگا کر اڑا
مری خاک جگنو بنا کے اڑا

اور پھر یہ کہ ؎

نکل جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

تو پھر منزل کیا ہے؟ تو منزل نہیں آئی بلکہ پھر دوسرا مقام آ گیا۔ تو جتنے بھی واقعات بتائے گئے ہیں ان کے اندر ایک راز ہے اور تمثیل ہے

کہ آگے والا مقام دوسرا ہے۔ تو جہاں دوسرا مقام آ جائے اور وہ آپ کی پہچان کے علاوہ آ جائے وہاں آپ سلامتی کے لیے دعا اور عبادت کریں۔ مثلاً" آپ کو یہ پتہ ہے کہ کائنات میں رزق تقسیم ہو رہا ہے اور یہ آپ کا اگر اعتقاد اور ایمان ہے کہ رزق اللہ دے رہا ہے تو یہ دینے کا آزاد فارمولا آپ اس کے پاس رہنے دیں۔ تو اگر اللہ رزق دے رہا ہے اور اگر آپ کا ایمان یہ ہو گیا کہ اللہ ہی یہ رزق دے رہا ہے تو اللہ کو آزادی کے ساتھ دینے دو' اگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی تو بھی اس کو رزق دینے دو اور آپ بس تسلیم کرتے جاؤ۔ اگر آپ رزق پیسے کو کہہ رہے ہیں تو آپ کو یہ سمجھ آ جائے گا کہ اس کے رزق دینے کے کئی انداز ہیں' کسی کو پیسہ تھوڑا دے دیا لیکن اس کو دل دے دیا' یہ بھی بڑا وسیع رزق ہے' کسی کو دماغ دے دیا اور کسی کو بینائی دے دی۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ ایک آدمی غریب ہے تو اس کو اگر اللہ تعالیٰ گلا عطا فرما دے تو وہ گا گا کر آپ کو مسحور کر دے گا۔ تو یہ کئی قسم کے رزق ہیں مثلاً" کسی کو ایمان عطا کر دیا۔ اب کوئی غریب آدمی ہو اور ایمان والا بھی ہو تو یہ بڑا وسیع رزق ہے۔ یعنی ایک آدمی غریب بھی ہے اور ایمان والا بھی ہے تو آپ ہی بتاؤ کہ یہ رزق ہے کہ نہیں۔ تو غریب وہ نہیں جس کی جیب میں مال نہیں' غریب وہ ہے جو علم و ادب کا غریب ہو' جو ایمان کا غریب ہو' جس کے پاس استقامت نہ ہو' ایمان نہ ہو۔ اس لیے ان غریبوں کے لیے یہ پیغام ہے کہ جن کی جیب میں مال نہیں ہے کہ مال ہو یا نہ ہو' کم از کم ایمان ہونا چاہیے۔ اس لیے یہ تمام باتیں جو بتائی گئی ہیں یہ فارمولے سے باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح کائنات چلا رہے ہیں ان کو چلانے دیا جائے۔ آپ اپنی کائنات دیکھیں کہ آپ کی کائنات میں کیا

ہے؟ اب یہاں نصیحت یہ ہے کہ اپنی زندگی کو جتنا درست کر سکتے ہو کر لو اور جہاں درست نہیں ہوتی وہاں خاموش ہو جاؤ' پھر اپنی ٹرائی کر لو' پھر جہاں درست نہیں ہوتی تو خاموش ہو جاؤ۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ پوری کوشش کے بعد بھی اور پہلے بھی ہر حال میں اللہ کی تقسیم پر راضی رہنا' جو بھی اللہ نے تقسیم کی ہے۔ اگر آپ گلے میں آ گئے تو پھر آپ کا حاصل بھی محرومی ہے اور محرومی بھی محرومی ہے۔ گلہ دو طرح کا ہوتا ہے' ایک اپنے پاس کچھ نہ ہونے کا کہ یا اللہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے اور اگر وہ چیز ہمیں نہیں دیتا تو ایک کام یہ کر کہ تو میرے ساتھ والے سے تو چھین لے۔ کسی نے پوچھا کہ بارش کا سب سے بڑا فائدہ کیا ہے؟ کہتا ہے ہمارے کھیت پر برستی ہے۔ اور بارش کا نقصان کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ میرے بھائی کے کھیت پر بھی برستی ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ اے اللہ یا تو مجھے بھی چیزیں دے یا ان لوگوں سے چھین لے' یا پھر ایسا کر کہ ہمیں اندھا ہی کر دے کیونکہ ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔ تو یہ حسد ہے کہ یہ بات مجھ سے دیکھی نہیں جاتی کہ اس کے پاس مال ہو' چاہے وہ میرا بھائی ہی ہو۔ اگر اللہ کا ماننے والا اپنی زندگی کے کمزور حالات کے باوجود اللہ پر راضی رہنے کا فیصلہ کرے تو پھر حالات کبھی کمزور نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک مکمل ذات ہے لیکن آپ کو اس کا شعور نہیں ہے کیونکہ وہ آپ کا دیکھا ہوا نہیں ہے' آمنا سامنا نہیں ہوا' بس آپ کا ایمان ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو اللہ جو ہے وہ آپ کے ایمان کا ہی نام رکھ لیا جائے۔ تو اگر آپ اپنے ایمان پر ایمان لاؤ جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ' یعنی آپ اپنے اعتقاد پر ایمان لاؤ کہ وہ تمہارا اللہ ہے' اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں'

ہمیشہ کے لیے' For all times to come کہ آپ نے اس کے ہر فیصلے پر راضی رہنا ہے' اس کے ہر حکم پر راضی رہنا ہے چاہے حکم آپ کے مزاج کے خلاف ہی ہو' کیونکہ مزاج بھی وہی بنانے والا ہے اور حکم بھی وہی دینے والا ہے۔ اگر آپ اس بات پر اکتفا کر لو کہ ہمارے مزاج کے خلاف جو حکم ہے وہ بھی ہم راضی ہو کر مان لیں گے' چاہے ہم کتنے ہی نا اہل ہیں' مان لیں گے اور کوشش بھی کریں گے تو پھر آپ پر کوئی افتاد نہیں پڑے گی' کوئی تکلیف نہیں آئے گی۔ ہم کرتے کیا ہیں؟ مان لیتے ہیں کہ یہ اس کا حکم ہے اور چل اس کے مخالف پڑتے ہیں۔ تو یہاں سے آ کر بات بگڑ جاتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کچھ لوگ امیر ہیں اور کچھ غریب ہیں۔ اگر آپ اپنے سے کم لوگوں کو دیکھیں تو آپ امیر ہیں اور اپنے سے بڑے کو دیکھیں تو غریب ہیں۔ آپ امیر ہوں یا غریب' آپ ایک بات مان لیں کہ آپ راضی رہیں گے۔ تو آپ اپنی تقسیم پر اور اپنے حال پر راضی رہیں اور آئندہ اس پر گلہ نہ کریں۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا جائے تو نہ گلہ رہے' نہ شکایت رہے' نہ تقاضا رہے اور اس طرح آپ کی زندگی مبارک ہو گی اور یہ بڑی مبارک بات ہے۔ آپ لوگ پیغمبروں پر سلام بھیجتے ہیں؟ ضرور درود و سلام بھیجتے ہیں بلکہ بہت زیادہ سلام بھیجتے ہیں۔ تو آپ کو کسی پیغمبر کا بینک بیلنس معلوم ہے؟ ناں' بینک بیلنس نہیں ہے' پیغمبروں نے اتنا پیسہ بھی گھر میں نہیں رکھا کہ سال کے بعد زکوٰۃ کا موقع آئے' اس سے پہلے ہی تقسیم ہو جاتا تھا' اور انہوں نے دو وقت کا کھانا بیک وقت نہیں رکھا۔ اور وہ پیغمبر ہیں! تو مدعا یہ ہوا کہ اللہ کے ہاں مرتبے جو ہیں یہ اور مقام ہیں اور آپ کی اپنی کمزوریوں اور خدشات کے مقام اور ہیں۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ اپنے

حالات بناؤ' کوشش کرو' نا اہلی نہ کرو' تدبیر کرو' محنت کرو اور پھر جو حاصل ہو جائے اس پر راضی رہو۔ پھر یہ نہ کہنا کہ صبح اٹھے تو سر میں درد تھا' دماغ پریشان تھا' آج صبح پھر سر میں درد ہے' تو اس کا کیا علاج ہے؟ سر میں درد تو ہے ہی سہی لیکن آپ راضی تو رہنا شروع کرو ورنہ تو یہ اللہ کا گلہ ہے۔ تو آپ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں آپ یہ فیصلہ کریں کہ اپنے حالات کی شکایت نہیں کرنی۔ یہ وعدہ ہو گیا۔ تو کیا وعدہ ہو گیا؟ کہ آپ نے اپنے حالات کی شکایت نہیں کرنی۔ تو اللہ کریم کو جب مان لیا تو اللہ کس کا نام ہے؟ آپ کے ماننے کا نام ہے۔ اور اللہ دوسروں کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟ تو یہ اللہ جانے اور دوسرے جانیں' یہ اس کی تقسیم کی بات ہے۔ جب آج آپ نے مان لیا تو پھر ہمیشہ ہی مانتے رہیں چاہے اللہ آپ کی مرضی پر چلے یا نہ چلے' وہ اللہ ہو کر آپ کی مرضی پر کیوں چلے جب کہ آپ اس کے بندے ہو کر اس کی مرضی پر نہیں چلتے۔ وہ تو اللہ ہے اور آپ اس کے بندے ہیں۔ تو پہلے اُس کی مرضی پر کون چلے گا؟ بندہ چلے گا کیونکہ آپ انسان ہیں اور وہ مالک ہے' آپ اس کی مرضی پر چلو' اس کی مرضی ہے کہ وہ آپ کی مرضی پر چلے یا نہ چلے ۔

اودیاں او جانڑے توں اپنی توڑ نبھا

تو یہ فیصلہ ہو گیا کہ ہم اس کی مرضی پر چلیں گے' ہم گلہ نہیں کریں گے' جو حالات ہیں وہ اللہ کی مہربانی ہے اور اپنے حالات کا' نصیب کا موازنہ کسی کے ساتھ نہیں کرنا ہے کہ ان کی زندگی میں کیا ہے اور ہماری زندگی میں کیا ہے اور راضی رہنے کے لیے تیار رہنا ہے۔ اگر آپ تجزیہ کریں تو کوئی انسان ایسا نہیں جس کی زندگی میں دقت نہ ہو۔ جن کی زندگی میں دقت نہیں ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے بتایا نہیں ہے۔ تو

جنہوں نے بیان نہیں کیا ان کی زندگی میں دقت نہیں ہے' لہٰذا وہ صحیح چلے گئے' جو خاموش نکل گئے ان کو دقت نہیں ہے' وہ جانتے ہیں کہ یہ زندگی ہے اور اس میں دقت تو ضروری ہے۔ مثلاً" کون ایسا آدمی ہے جس کا باپ نہ مرے گا' دادا نہ مرے گا' اور خود نہ مرے گا۔ اور اب اگر یہ غم نہیں ہے تو کیا ہے؟ جس نے گلہ نہیں کیا تو وہ خاموش ہو گیا۔ باقی لوگ گلہ کرتے رہے اور بقا والے لوگ چلتے رہے ہیں اور سب چلتے وہیں جا رہے ہیں اور چلتے چلتے جانا وہیں آگے ہے' تو کیوں نہ خاموشی سے چلا جائے۔ تو جو لوگ گلہ کرتے ہوئے نہیں پائے گئے ان کی زندگی میں آسانی آ گئی۔ اور جنہوں نے اپنی تکلیفوں پر لوگوں کو گواہ بنایا' ان کی تکلیف کبھی ختم نہیں ہوئی یعنی کہ وہ اللہ کی شکایت دنیا کے سامنے کر رہا ہے' کہتا ہے کہ پھر ہمارے حالات خراب ہو گئے۔ تو آپ اپنے حالات پر راضی رہنے کی کوشش کرو۔ اپنے گھر کی تکلیف دوسرے کے کان میں بتانے والا اپنے گھر کو Expose کر رہا ہے' افشا کر رہا ہے۔ اپنے اللہ کی بات آپ اپنے اللہ سے کر سکتے ہیں یا اس سے کوئی بڑا ہو تو اس سے بات کر سکتے ہیں یا اس کے علاوہ کوئی ہو تو اس سے تو بات کر سکتے ہیں مگر وہ تو سب سے بڑا ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اگر آپ ہمارے فیصلے پر راضی نہیں ہو تو ہماری کائنات سے نکل جاؤ اور پھر ہماری کائنات سے کہیں اور چلے جاؤ' ہماری کائنات میں تو پھر ہمارا ہی فیصلہ چلے گا۔ اور ہم کہتے ہیں کہ جی آپ کی کائنات میں ہمیں آپ کا ہی فیصلہ چاہیے یعنی جو تجھے منظور ہے وہ ہمیں بھی منظور ہے۔ ایک درویش تھا اس کے پاس لوگ گئے اور کہا کہ دیکھو بابا جی دریا نے کناروں کو "ڈھا" لگا دی ہے' کناروں کو گرانا شروع کر دیا ہے' کاٹ شروع کر دی ہے' آپ دعا کریں۔

تو بابا جی کہتے ہیں کہ دعا کیا کرنی ہے' آپ لوگ کدال لاؤ' بیلچہ لاؤ۔ تو وہ لوگ کسّی لے آئے اور بابا جی نے بھی کنارہ گرانا شروع کر دیا اور کہا کہ اگر تیری یہی صلاح ہے تو میری بھی یہی صلاح ہے' گرانا ہے تو گرا' پھر دیکھا جائے گا۔ تو دریا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ یہ تو محبت کے انداز ہوتے ہیں! تو اس طرح دریا نے اپنا رخ موڑ لیا۔ ایک اور واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ دلی میں ایک درویش تھے اور درویش بھی وہ جنہیں "خواجہ سرا" کہتے ہیں' بہت اچھے درویش تھے۔ تو لوگ ان کے پاس گئے اور کہتے ہیں کہ بابا جی مدت ہو گئی ہے بارش نہیں ہو رہی ہے' آپ دعا کرو کہ بارش ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ دعا نہیں کر سکتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ضرور دعا فرمائیں تو بابا جی نے کہا کہ آج کل اللہ ہماری بات سنتا نہیں ہے' ہم سے ذرا خفا ہے' اس لیے وہ میری بات نہیں سنے گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی تو ہر دعا پوری ہوتی ہے۔ انہوں نے پھر کہا کہ آج کل ہماری بات وہ مانتا نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ کچھ ناراض ہے' ایسا کرو کہ آپ یہ دوپٹہ لے لو اور اسے دھو کر دھوپ میں بچھا دو۔ انہوں نے دوپٹہ لیا' دھویا اور دھوپ میں رکھ دیا' پھر بارش شروع ہو گئی۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ اس نے ہماری بات سننی نہیں ہے اور اب دیکھ لو اس نے ہمارا دوپٹہ سوکھنے نہیں دینا۔ اور اس طرح لوگوں کا کام ہو گیا۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ یہ محبت کے انداز ہیں اور محبت کا ایسا انداز تسلیم کے بعد ہوتا ہے اور اگر تسلیم نہ ہو اور صرف بحث ہو تو پھر آپ کیا کر سکتے ہو۔ تو اس لیے سب سے پہلے آپ اپنے آپ کو بحث سے نکالو۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنے آپ کو بحث سے نکالنا ہے تو پھر انشاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو رزق کیا ہوا؟ کہ جو عطا

ہو رہا ہے۔ اور اس میں تکلیف بھی رزق ہو سکتی ہے' راحت بھی رزق ہو سکتی ہے۔ تو آپ کی زندگی میں ہونے والا سارا واقعہ ہی رزق ہے اور آپ اس تقسیم پر راضی رہیں۔ اگر آپ اس تقسیم پر راضی رہے تو آپ کا نام عابدوں میں لکھا جائے گا۔ یہ عبادت کی انتہائی شکل ہے کہ آپ کی زندگی میں ہونے والے تمام واقعات پر آپ راضی رہیں یعنی جو بھی آپ کے ساتھ ہو رہے ہیں اور جو آپ لوگوں نے اپنے ساتھ کیے ہیں آپ ان کو استغفار پڑھ کر فارغ کر دیں کہ یہ غلطی ہم سے ہوتی جا رہی ہے' ہم نے اپنے ساتھ کچھ غلطیاں کی ہیں' اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں معافی دے دے۔ باقی جو واقعات ہو رہے ہیں ان میں موت کا واقعہ ہے اور یہ بھی اس کی مرضی سے آتا ہے' پیدائش ہو جاتی ہے یہ بھی اس کی مرضی سے ہے' کوئی انسان اپنے وقت سے ایک سیکنڈ بعد نہیں جاتا اور اپنے وقت سے ایک سیکنڈ پہلے نہیں جا سکتا۔ کس آدمی نے کب پیدا ہونا ہے یہ کتاب میں لکھا جا چکا ہے اور اگر شادی کا مقام ہے تو پیدا ہونے والے بچے ماں باپ کو کہیں نہ کہیں سے لا کر اکٹھا کر دیں گے اور وہ کہیں گے کہ میرے پیدا ہونے کا ٹائم آ رہا ہے اور آپ کدھر پھر رہے ہیں' لہٰذا جلدی کرو شادی کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شے کا وقت مقرر ہے۔ آپ کے ذمے مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک کام ہے کہ اپنا عمل کرو' کوشش کرو جتنی کوشش کر سکتے ہو اور یہ یاد رکھو کہ بڑبڑانا نہیں ہے' Grumble نہیں کرنا' بس راضی رہنا ہے۔ تو آپ نے یہ آج وعدہ کر لیا ہے۔ کیا وعدہ کر لیا ہے؟ کہ Grumble نہیں کرنا' بندوں کی شکایتیں نہیں کرنیں۔ تو جب آپ شکایت کرتے ہیں تو پھر دوسرے کے دل سے غبار نکلتا ہے اور وہ واقعہ اور خراب ہو جاتا ہے۔ تو جس نے عطا

کیا اسی کے ساتھ بات کرو' یا اس سے کسی بڑے کے ساتھ بات کرو' اگر کوئی اس سے بڑا ہو تو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس سے بڑا ہو کیونکہ وہ تو اللہ ہے۔ اس لیے اللہ کی تقسیم پر راضی رہیں۔ اس نے جو کیا ہے یا کر رہا ہے یا کرے گا آپ وقت سے پہلے اس پر راضی رہیں۔ آپ یہ ایک کام کر لو۔ باقی پیغمبروں کا پیغمبر ہونے کا فارمولا نہیں ملے گا' پیغمبر ہونے کے بعد کی تحریر اور تقریر ملے گی۔ پیغمبر کیسے بنتا ہے؟ یہ آج تک کسی نے نہیں بتایا۔ یہاں سے تو بڑے لوگ گمراہ ہوئے کہ اگر یہ عبادت ہے تو وہ تو ہم کر لیں گے' وہ نیک بھی تھے تو یہ بھی نیک مشہور ہو جائے گا' ان کا لین دین بھی صاف تھا تو یہ بھی آپ کر لیں گے' کہتا ہے کہ بس اتنی ساری باتیں کتابوں میں لکھی تھیں کہ یہ پیغمبر تھے' گھر آ کر بیٹھتے تھے' عبادت کرتے تھے' نیک تھے' بڑے ملنسار تھے' رحیم' شفیق تھے تو یہ بھی ہم کر لیں گے' تو بس پھر آپ پیغمبر نہیں ہو جائیں گے۔ پیغمبر کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر بنانا اللہ کی مرضی تھی۔ تو اب یہ جو مرضی ہے اس کا فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اللہ تو بادشاہ ہے۔ تو جو وہ کرے گا وہی ہو گا۔ مطلب یہ کہ پیغمبر بنانا اللہ کا کام ہے اور یہ بندے کا کام نہیں ہے۔ باقی یہ کہ عبادت گزار ہونا بندے کا کام ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ صرف اللہ کی مرضی ہے کہ کس کو کیوں پیغمبر بنایا' کب بنایا' کن صفات سے بنایا' پرندوں کی زبان سے آشنا بنایا' انسانوں سے بنایا اور کتنے زمانوں تک کے لیے بنایا؟ یہ سوال پیغمبروں کے دل میں بھی آ سکتا تھا کہ یا اللہ آپ صرف ایک ہی پیغمبرؐ پر درود بھیجتے جا رہے ہیں' ہم بھی تو آپ کے کچھ لگتے ہیں مگر یہ کسی پیغمبر نے نہیں کہا۔ تو پیغمبروں کی خوبی یہ ہے کہ وہ ان پیغمبر ﷺ کے تابع رہے۔ تو یہ کائنات کا اصل ہے۔ ایک پیغمبرؐ کو

کہا کہ آپ اصلِ کائنات ہیں اور وجہ تخلیقِ کائنات ہیں تو سب پیغمبروں نے کہا آمین! پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے میثاق کے وقت یہ کہا کہ جب کبھی میرے نبیؐ سے ملاقات ہو تو آپ ان کی اطاعت کرنا اور اطاعت کا حکم دیتے چلے جانا اور دیکھتے جانا' مشاہدہ کرتے جانا اور ہم بھی تمہارے ساتھ مشاہدہ کرتے جائیں گے فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین تم بھی مشاہدہ کرنا اور ہم بھی مشاہدہ کریں گے۔ تو یہ ایک واقعہ ہے اور آپ اسے یاد رکھیں۔ اب آپ اور سوال پوچھو ——————

سوال :۔

پیغمبر تو اللہ کی مرضی سے بنتے ہیں مگر اولیاء اللہ سے بھی معمول کے خلاف کافی واقعات ہوتے ہیں تو یہ کس ذیل میں آتے ہیں؟

جواب :۔

یہ سوال آپ نے تھوڑا سا ادب کے خاموش دائرے میں کیا ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ پیغمبر تو اللہ کی منشاء سے ہوتا ہے تو پھر ولی کیا ہے؟ اب سوال دراصل یہ ہے کہ خرقِ عادت کیا ہے؟ تو بات یہ کہ پیغمبر کے واقعات میں سے کوئی علاوہٗ فطرت واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر کسی ولی سے ایسا واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ تو آپ یہ پوچھ رہے ہیں کہ وہ تو پیغمبر کے معجزات ہوئے لیکن یہ کرامت کدھر سے آ جاتی ہے اور یہ کون سا شعبہ ہے؟ تو بات اتنی سی ہے کہ ایک جگہ درویش نے اپنی دیوار پر لکھا ہوا تھا کہ ولی کی کرامت جو ہے یہ بھی یکے از معجزاتِ پیغمبر ہے۔ یعنی کہ ولی کی کرامت جو ہے یہ بھی پیغمبر ہی کے معجزوں میں شامل ہے کہ یہ ان کے فیض' برکت بلکہ ان ہی کی مرضی سے ہوتا ہے' کہ پیغمبر کی نبوت اور رسالت جاری ہے اور

یہ انہیں کے کام ہیں اور یہ انہی کے اپنے کام ہیں کہ آج چودہ سو سال کے بعد جب انسان کو اپنے دادا کا نام یاد نہیں ہے' زمانے ایسے آ گئے ہیں' ایسے واقعات آج کل کہاں یاد رہتے ہیں' لوگ اتنے مصروف ہو گئے ہیں' تو چودہ سو سال بعد پیغمبرؐ کے نام پر بیٹھ کے' باوضو ہو کر نعت کہنا' یہ ان کی مرضی سے ہو رہا ہے اور یہ کسی انسان کی مرضی کی بات نہیں ہے۔ تو آج بھی نعت کہی جا رہی ہے۔ وہؐ ایسی ذات ہے کہ اس کائنات میں آج تک کسی ذات کی اتنی تعریف نہیں ہوئی جتنی آپؐ کی ہوئی' اللہ اور اللہ کے فرشتے تعریف کر رہے ہیں' بندے تعریف کر رہے ہیں' مومن تو مومن' نہ ماننے والے بھی تعریف کر رہے ہیں یعنی کافروں نے نعت کہی ہے' ہندوؤں نے نعت کہی ہے۔ آپؐ کی ذات مبارک کا انہوں نے کہا کہ اسلام ہمیں سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن یہ جو کچھ فرما رہے ہیں سچ فرما رہے ہیں۔ لوگ تو عام مسلمانوں کا طرزِ عمل دیکھ کر رائے بنا لیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ بغدادی کے کچھ مرید کافروں کے پاس گئے کہ آپ مسلمان ہو جاؤ' یہ ایسے ہے جیسے لوگ یہ کرتے ہیں کہ جس کو دو لفظ آ گئے تو وہ کہتا ہے کہ خبردار' مہربان' قدردان' کلمہ پڑھ کر سنا' مسلمان ہو جا' تو ٹھیک ہو جا' تو نے نماز نہیں پڑھی ہے۔ تو جن کو وہ لوگ تبلیغ کر رہے تھے وہ Non-Believer تھے' یہودی تھے' انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ تم لوگ کہہ تو ٹھیک رہے ہو لیکن بات یہ ہے کہ اگر تو اسلام آپ کے عقیدے کا نام ہے جو آپ کے پاس ہے تو یہ اسلام ہمارے کام کا نہیں ہے اور اگر یہ تیرے پیر والا' جنید بغدادیؒ والا اسلام ہے تو ہم اس کے قابل نہیں۔ تو اگر اسلام وہ ہے جو تیرے پیر صاحب کے پاس ہے تو میں اس کے قابل نہیں ہوں کیونکہ میں بہت چھوٹا آدمی

ہوں اور اگر یہ اسلام تیرے والا ہے تو یہ میرے قابل نہیں ہے۔ تو بات یہ ہے کہ مریدوں نے پیروں کے عمل کو نہیں اپنایا اور آگے بات کرنی شروع کر دی اور نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں کو آج تک اسلام کا Behaviour ہی نہیں ملا کہ اسلام کا طرزِ سلوک کیا ہے۔ تحریر' تقریر اور تبلیغ شروع ہو گئی ہے اور مسلمانوں کا سا عمل بہت کم لوگوں نے دکھایا۔ بھائی بھائی کے مکان میں دیواریں بننی شروع ہو گئیں' ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور نتیجہ یہ ہے کہ اسلام صرف بیان ہونا شروع ہو گیا۔ تو بات یہ ہے کہ یہ جو ولی ہے تو ولی اصل میں یہ ہے کہ پیغمبر تو اللہ بناتا ہے اور ولی اللہ کے رسول ﷺ بناتے ہیں۔ تو جہاں ولی کا ذکر آئے گا وہاں پہ لفظ "نحن" کا ذکر آئے گا۔ نحن اولیاء کم فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ "نحن" کے لیے جمع کا صیغہ آئے گا تو یہ جو اولیاء ہوتے ہیں یہ اللہ کے راستے کی طرف چلنے والے ہوتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ نے اس کا نسخہ بتا دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں یعنی محبت کرتے ہیں' تم بھی درود بھیجو۔ کچھ لوگوں نے اس بات کو سمجھ لیا کہ اللہ کا کام یہی ہے تو ہمارا کام بھی یہی ہے اور اللہ اس بات پر راضی ہونا شروع ہو گیا اور ان لوگوں کو اللہ نے مرتبہ دے دیا۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور یہاں تک عمل کیا "فاتبعونی" یعنی اطاعت کرتے کرتے "یحببکم اللہ" میں داخل ہو گئے اور وہ ولی ہو گئے یعنی کہ اطاعتِ رسالت مآب ﷺ کرتے کرتے اللہ کی محبت میں داخل ہو گئے تو پھر وہ ولی ہو گئے۔ ولی سے جو خرقِ عادت سرزد ہوتی ہے' وہ اور کوئی دوسری کرامت کبھی بھی مرضی کے تابع نہیں ہے کہ

مرضی سے سرزد ہو جائے۔ جب اللہ کریم کسی آدمی کو کسی کام کے لیے نمایاں طور پر ظاہر کرنا چاہے تو پھر اس کے ہاتھ سے کسی کرامت کا سرزد ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ اور جو یہ کہے کہ میرے پاس یہ کرامت ہے اور یہ ہو سکتی ہے تو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ اور بزرگوں نے کہا کہ کرامت اس طرح ہے جیسے ناپاک خون' اسے عورت کا ناپاک خون کہا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ ولی کے ہاتھ سے کسی کرامت کا سرزد ہونا اس کے ایمان میں کمی کی بات ہے اور فقیر کے لیے یہ راستے کی دیوار ہے۔ تو فقیر کے لیے کرامت راستے کی دیوار ہے اور وہ اس سے آگے نکل جاتا ہے۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ اس کا تسلیمات کا سفر طے ہوتا جائے۔ تو یہ کرامت ہے۔ ایک درویش کسی بزرگ کے پاس گئے' ان کے پاس ٹھہرے رہے' آخر ایک دن کہا کہ ہم نے دس سال تک آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی ہے تو اس بزرگ نے کہا کہ اس عرصہ میں تم نے مجھ میں کوئی خلافِ شرع بات دیکھی ہے تو اس نے کہا کہ نہیں تو آپ نے کہا کہ یہی بڑی کرامت ہے! تو کسی بزرگ نے کچھ بیان کیا اور کسی نے کچھ اور بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ کرامت ہو یا معجزہ ہو' معجزہ کافروں کو ان کی اتمامِ حجت کے لیے عطا ہوتا ہے اور معجزے سے کافر مسلمان نہیں ہوئے اور مسلمان معجزے کے بغیر ہی مسلمان ہو گیا۔ تو مسلمان نے معجزے کی طلب ہی نہیں کی ہے اور ادھر کرامت جو ہے جن لوگوں کو دکھائی جاتی ہے وہ کرامت سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ھٰذا سحر مبین یہ تو کوئی جادو ہے۔ اور جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ بغیر کرامت کے تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ اس لیے کرامت ہو یا معجزہ ہو' یہ تسلیمات پیدا نہیں کرتے' تسلیم جو ہے یہ آپ کا اپنا

ایمان پیدا کرتا ہے۔ ورنہ پیغمبر بہت بڑے معجزات دکھانے والے تھے مگر ھذا سحر مبین کہ یہ تو سحر مبین ہے' یہ تو جادو ہے اور پھر اس کو جادو کہہ دیا۔ اگر معجزہ Convince کرے تو یہ ٹھیک ہے ورنہ تو یہ ایک اتمامِ حجت ہوتی ہے۔ معجزہ مانگنے کے بعد اگر سوال کرنے والا معجزہ دیکھنے کے بعد قائل نہ ہو تو پھر اس پر عذاب ہوتا ہے' تو یہ عذاب سے پہلے کا واقعہ ہے اس قوم پر جس نے معجزہ مانگا اور معجزہ ملا اور پھر تسلیم نہیں کیا' تو بس پھر اس کے بعد عذاب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تو پیغمبر اللہ کا بنایا ہوا ہے اور ولی جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کے سائے میں پلنے والے ہیں' آپؐ کی رِدا میں اور آپؐ کی رضا میں پلنے والے ہیں۔ اس پر بزرگوں نے دو لفظ لکھے ہیں' کیا لفظ لکھے ہیں؟ کہ آپؐ کی رِدا میں اور آپؐ کی رضا میں پلنے والے۔ ہاں اب آپ بولو ——————

سوال :۔

کیا بہت نیک کام کرنے سے ولی کے درجے کا مقام مل سکتا ہے؟

جواب :۔

ولایت کے درجے اور ہیں' آپ نے کبھی ولی بننے کا قصہ سنا؟ کیا آج تک کوئی ولی گزرا ہے؟ کسی کو آپ اولیائے کرام مانتے ہو؟ قصور میں بابا بلھے شاہ صاحبؒ ہیں' یہ اولیاء ہیں' بڑے کامل ولی اللہ ہیں۔ اگر بابا بلھے شاہ صاحبؒ بیٹھے ہوں اور داتا صاحبؒ بیٹھے ہوں' ایک دن دونوں آپ کے ساتھ اکٹھے رہیں تو کیا دونوں کا عمل برابر ہو گا؟ حالانکہ دونوں ولی ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فارمولا نہیں بنتا۔ یہی میں آپ سے کہنا چاہتا تھا کہ فارمولا نہیں بنتا۔ تو تقرب کی لہریں الگ الگ ہیں۔ ایک

بزرگ پہلے بڑے پہلوان تھے' اونچی نسل والے یعنی بادشاہ کے پہلوان تھے۔ انہوں نے چیلنج کیا کہ ہے کوئی اس علاقے میں جو مجھ سے کشتی لڑے۔ مقابلے کے لیے ایک نحیف سا' کمزور سا آدمی آ گیا۔ لگتا تھا کہ اس کی ہڈیاں پسلیاں ٹوٹ جانی ہیں' اس کشتی پر بادشاہ نے انعام بڑا رکھا تھا۔ جب ہاتھ میں ہاتھ ڈالا تو اس نحیف آدمی نے پہلوان سے کہا کہ میں غریب ہوں' سید ہوں اور میں نے بیٹیوں کی شادی کرنی ہے' تیرے گرنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ سن کر وہ پہلوان گر گئے یعنی شکست کھا گئے اور اس آدمی کو انعام مل گیا اور انہیں ولایت مل گئی۔ ایک تو یہ فارمولا ہے۔ ایک اور فارمولا یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس صبح صبح شہر کے اولیاء میں سے بڑے مشہور ولی آئے۔ وہ آدمی ایک شرابی تھا۔ درویش نے کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ آپ شہر کے ولی اور پاکیزہ آدمی ہیں' ہم جیسے لوگوں کے پاس کیسے آ گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں حکم سے آیا ہوں' میں ایسے نہیں آیا ہوں اور مبارک ہو کہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہوئی اور اولیائے کرام میں تیرا نام لکھا گیا ہے اور میں تجھے بشارت دینے کے لیے آیا ہوں اور ساتھ ہی ادب سے میرا سوال یہ ہے کہ کون سا نیک کام تیری زندگی میں ہے جس سے یہ ولایت تمہیں ملی۔ اس نے کہا کہ میری زندگی میں نیک کام کیا ہو سکتا ہے' میں تو وہی ہوں پرانے کا پرانا' روسیاہ آدمی۔ انہوں نے کہا کہ پھر بھی کوئی بات تو ہے کہ تجھے ولایت ملی ہے اور ولیوں کی ساری کائنات میں Announcement ' اعلان ہوا ہے تو آخر واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ ٹھیک سے یاد تو نہیں ہے مگر کل رات کا واقعہ ہے کہ میں نے شراب پی ہوئی تھی اور راستے میں کاغذ کا ٹکڑا ملا' اس پر "اللہ" کا

لفظ لکھا ہوا تھا' مجھے اتنا ہوش تھا کہ یہ "اللہ" کا لفظ ہے' میں نے اسے اٹھایا اور خوشبو لگا کے رکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کا جواب یہ ہے کہ تو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا اور میں تیرے نام کو خوشبو دار بناتا ہوں۔ اور وہ ولی ہو گیا۔ تو ولی کا فارمولا نہیں ہوتا' ولی بھی اللہ کی مرضی ہے۔ ولی بننے کا اگر نسخہ بن جائے تو پھر یہ کام ہی اور ہو جائے گا۔ اس لیے لوگوں نے اس شعبے کو ماننا ہی شروع نہیں کیا۔ یہ بالکل الگ بات ہے۔ جب اسلام آگیا تو ایک فارمولا بن گیا کہ یہ اسلام ہے' یہ نماز ہے' یہ موت ہے' یہ زندگی ہے اور اس طرح سارے واقعات ہیں۔ پھر اس کے بعد یہ جو ہے یہ کیا ہے؟ ولی اپنے دور میں یہ کرتا ہے کہ لوگوں پر اس زمانے کا پریشر ریلیز کرائے اور پرانے زمانے کے بھیجے ہوئے اسلام کے ساتھ رابطہ کرائے۔ پریشر حال میں آئے گا' کب آئے گا؟ آج کل آئے گا' آپ پریشر دیکھو تو سماج کا پریشر' اتنا پریشر ہے کہ آپ کے گھر تک پہنچ جائے گا' بچوں کی' اولاد کی شکل میں' سکولوں کی شکل میں' کالجوں کی شکل میں سارا پریشر ہی پریشر ہے۔ وہ جو ولی ہے وہ آپ کو زمانے کی وقتوں سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد کرا کے آپ کو اللہ کے ساتھ Attachment کرا دے گا' وابستگی کرا دے گا۔ اس لیے یہ شعبہ الگ ہے۔ تو یہ اللہ کے فضل کی بات ہوتی ہے اور یہ کبھی فارمولا نہیں ہوتا۔ اور فارمولا نکالو تو پھر یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ ان کی زندگی میں کوئی ایسا عمل ضرور ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی وہ اضافی طور پر اللہ کے حکم پر راضی رہتے ہیں' اطاعت کرتے ہیں اور عبادت کرتے ہیں لیکن ہر ایک کا عمل الگ الگ ہو گا' کہیں شریعت پر زور دیا جا رہا ہے اور کہیں شریعت کا کچھ اور ہی حساب کیا جا رہا ہے جیسے ایک بزرگ کا قول یہ ہے

کہ ۔

چوری کرتے بھن گھر رب دا تے اس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

تو یہ فقرہ روحانی فقرہ ہے۔ اب ان سے اگر پوچھا جائے کہ یہ آپ نے کیا کیا کہ اس کو "ٹھگاں دا ٹھگ" کہا تو وہ کہتے ہیں کہ وہ تو ساری کائنات کے دل ٹھگ کر لے گیا ہے اور ہم تو اس کا دل ٹھگنا چاہتے ہیں کہ چوری کرتے بھن گھر رب دا کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی چوری کرنا چاہتے ہیں یعنی کہ اس کو ہم مخفی یاد کرتے ہیں اور "اللہ ہو" کا ذکر مخفی کرتے ہیں۔ تو یہ اس کی تفصیل ہے۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ "میری بکل دے وچ چور" تو اب "بکل" کیا ہے اور "چور" کیا ہے۔ یعنی کہ ظاہر میں میں کچھ اور ہوں اور باطن میں کچھ اور ہوں "بکل دے وچ چور" کا مطلب کیا ہے کہ میرے اندر کوئی اور بات سما گئی ہے۔ اسی بات کو ایک اور شاعر نے اس طرح کہا ہے کہ ۔

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے مجھ میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں تمہی تو ہو اصل میں راز ہے یہی

اور اس طرح وہ لوگ بات کہتے جائیں گے۔ بعض اوقات کسی پر پیر راضی ہو جائے تو وہ ولی ہو گیا' بعض اوقات ماں راضی ہو جائے تو ولی ہو گیا' بعض اوقات راستے میں چلتے چلتے پڑا ہوا سکہ اٹھایا تو لکھا تھا کہ تیرا نام ولی ہے' بس ایسے ہی چانس ہو جاتا ہے۔ بہرحال اچھے انسان کے لیے اچھی بات ہے۔ ولی ہونا فرض نہیں ہے' مسلمان ہونا فرض ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی۔ ولی ہونا فرض نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی کائنات نثار کر دیں

میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اجڑے وطن میں آ

تو اپنی کائنات نثار کر دو گے تو ولی ہو جاؤ گے۔ ولی جو ہے وہ کربلا سے گزرتا ہے' کربلا Actual سے بھی گزرتا ہے اور Factual سے بھی گزرتا ہے۔ یعنی اپنے سمیت ہر چیز کو نثار کر دینے والا ولی ہو جائے گا' دوست ہو جائے گا' تو وہ نثار کرنے والا ہو گا۔ تو جتنے بھی آپ لوگ دیکھیں گے وہ Preference میں' ترجیح میں اللہ کے لیے ہر چیز قربان کرنے والے ہوں گے۔ یہ ان کی شانوں میں ایک شان ہے۔

سوال :۔

ولی کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

جواب :۔

ولی کی پہچان جب ہو گی جب آپ اس کے ساتھ سفر کریں یا اسے جانیں۔ ولی کی یہ پہچان نہیں ہے کہ اس نے کیا کیا۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی معیت میں سفر کرنے سے آپ کے دل میں اللہ کی یاد کا کیا حال ہوتا ہے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھنا۔ تو آپ کے دل میں اپنے اللہ کی نسبت سے کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ کا دل اپنے اللہ کی طرف راغب ہو تو وہ ولی کی پہچان ہے۔ ولی کی پہچان اس کی اپنی پہچان نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی پہچان ہے اور آپ کے اللہ کی نسبت سے۔ اگر آپ کا دل آپ کے اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو یہ ولی کی پہچان ہے۔ موسم اچھا ہو تو پھر کیا' وہ تو بندہ پسند ہوتا ہے اس لیے موسم اچھا لگتا ہے کہ آج موسم بہت اچھا ہے تو پھر ہم کیا کریں؟ تو وہ جو کام کرتا ہے اصلی بات تو وہ ہے کہ اب موسم اچھا ہے لہٰذا عبادت کی جائے' کھانا کھایا جائے یا سیر کی جائے۔ لہٰذا ولی جو ہے وہ موسم کی طرح آپ کی خواہش کو

Expedite کرتا ہے اور ایمان کو تیز کرتا ہے۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ اگر آپ کے قلوب کو اللہ کی طرف میلان مل جائے تو وہ ولی ہے اور اگر نہ ملے تو جتنا مرضی ولی ہو ہمیں اس سے کیا غرض۔ اگر اس کی صحبت میں ہمارا اللہ کی طرف رجوع نہیں ہوتا' خواہ وہ ولی مستند ہو' ہو تو ہو۔ آپ اگر پیغمبر کو نہ مانیں گے تو کافر ہو جائیں گے' ولی کو نہ مانیں گے تو آپ مسلمان رہیں گے۔ ولی کو ماننا فرض نہیں ہے' پیغمبر کو ماننا فرض ہے۔ لہٰذا ولی تحقیق سے ہو سکتا ہے اور ولی کی تحقیق کی جا سکتی ہے اور ہو سکتی ہے۔ پیغمبر کی تحقیق کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے' پیغمبر کو As it is ماننا پڑتا ہے' اللہ کا شکر ہے کہ پہلے کی طرح کسی پیغمبر کا زمانہ ہی نہیں رہا اور ہمیشہ کے لیے پیغمبرؐ کا زمانہ آ گیا۔ ہاں اور سوال آپ پوچھو ——————

سوال :۔

کائنات اور انسان کے حوالے سے ولی کا منصب کیا ہے؟

جواب :۔

ولی کا منصب ایک نہیں ہوتا' ولایت ایک آپریشن ہے' عمل ہے' وہ علاقے کا ڈپٹی ہے' یہ کیفیات کے اضلاع ہیں اور اگر اس کائنات کے خطے بنائے جائیں تو وہ جغرافیکل بھی ہیں' تاریخی بھی ہیں' کیفیات کے حساب سے بھی ہیں اور اشیاء کے حساب سے بھی ہیں۔ کسی کو کوئی کیفیت دی جا رہی ہے' کسی کو کوئی اور کیفیت دی جا رہی ہے۔ ولی جو ہے بعض اوقات اپنے منصب سے بھی آشنا نہیں ہوتا جب کہ منصب پر عمل کر رہا ہوتا ہے اور کچھ ولی اپنے منصب سے آشنا ہوتے ہیں' ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ یہ کام آپ نے پورے کرنے ہیں اور وہ اپنا کام کرتا جا

رہا ہے' اسے کہو کہ کائنات اِدھر کی اُدھر ہو گئی ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ' بس وہ اپنے کام میں چلتا جا رہا ہے' ہر ایک کا الگ الگ فنکشن ہے' ایک فنکشن نہیں ہے' سب کا الگ الگ فنکشن ہے' الگ الگ ڈیوٹی ہے' کوئی دن کے ولی ہیں' کوئی رات کے ولی ہیں' کوئی جاگنے کے ولی ہیں' کوئی سیر کرتے رہتے ہیں' کوئی جہاں گشت ہوتے ہیں اور کوئی مقیم ہیں' جنہیں قطب کہتے ہیں ۔ قطب کا معنی کیا ہے؟ وہ جو چکی ہوتی ہے اس کے نیچے ایک کھونٹی سی لگی ہوتی ہے' اسے قطب کہتے ہیں' تو چکی چلتی جا رہی ہے اور یہ اپنی جگہ پر قائم ہیں جیسے ۔

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

اب اس کا فنکشن کیا ہے؟ وہیں پر ٹھہرے رہنا اور پھر اس کے گرد زمانہ Revolve کرتا جائے گا' گردش کرتا جائے گا اور یہ اپنی جگہ پر قائم رہے گا۔ تو اس کا یہ Purpose ہے' عمل ہے۔ جہاں گشت کا مقصد یہ ہے کہ کہیں پر ٹھہرے گا نہیں' وہ چلتا جائے گا اور اسے راستے میں کئی لوگوں سے ملایا جائے گا۔ دریا کا بھی قطب ہوتا ہے اور پہاڑ کا بھی ولی ہوتا ہے اور پہاڑ بھی ولی ہے اور وہ ولی بھی پہاڑ ہے' دریا بھی ولی ہے اور وہ ولی بھی دریا ہے۔ تو جو جو کائنات کی شے نظر آتی ہے ویسے ویسے اس کے فنکشن ہیں' کوئی چاند کی طرح ہے' کوئی سورج کی طرح ہے' کوئی ستارے کی طرح ہے۔ ان سب کے فنکشن دیکھ لو' وہی فنکشن ولیوں کے ہیں' کوئی ایک شعبہ ان کو ملتا ہے' کہیں تقسیم ہو رہی ہے تو کہیں صلح کرائی جا رہی ہے' دو بھائیوں میں ایک اجنبی صلح کرا کے چلا گیا' وہ اجنبی نہیں تھا وہ ولی تھا' اس نے کہا کہ اچھا یہ بات ہے' آپ دونوں خوب لڑا کرو' اور آپ کے ماں باپ جو مر گئے ہیں وہ آج بڑے خوش ہو رہے

ہیں' میں وہیں سے آیا ہوں' تمہیں مبارک دیتا ہوں کہ آپ کے بیٹے آپ کو بڑا خوش کر رہے ہیں' شرم کرو تمہارے ماں باپ کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا تو بیٹوں نے سوچا کہ واقعی یہ بندہ تو قبرستان سے آیا ہے' یہ ہم کیا کر رہے ہیں' وہ سچ کہتا ہے کہ ہمارے مرے ہوئے ماں باپ پھر مر جائیں گے' تو صلح کر لو۔ اب یہ ولی کا فنکشن تھا جو وہ کر گیا۔ ہر ولی کا الگ فنکشن ہے' کبھی لے کے وہ پورا کرتا ہے اور کبھی دے کے پورا کرتا ہے' کوئی ولی جلالی ہوتے ہیں اور کوئی ولی جمالی ہوتے ہیں۔ جمالی ہنستے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے کوئی بات نہیں' سب ٹھیک ہو جائے گا' خیر ہے۔ اسے کہیں کہ بابا جی کوئی چیز گم ہو گئی ہے' گاڑی گم ہو گئی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اچھا کوئی بات نہیں آپ رویا نہ کرو۔ کسی اور ولی سے کہیں کہ ابا حضور مر گئے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں خیر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خیر کیسے ہے؟ تو وہ ولی کہتا ہے کہ آپ بھی دو چار دن تک مر جاؤ گے' گھبرانے والی کوئی بات نہیں' تو بھی وہاں جا کر ابا سے مل جائے گا' خیر ہے' اس میں ڈرنے والی کیا بات ہے۔ تو کچھ درویش اس طرح کے بھی ہوتے ہیں۔ کوئی جلالی ہوتے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کیا ہے؟ کہتا ہے کہ ابا مر گیا ہے۔ تو وہ ولی کہتے ہیں کہ جاؤ اور اس کے ابا کو واپس بلا کر لاؤ۔ جا کر دیکھا تو وہ بیٹھا ہوا ہے اور آگے سے ابا حضور کہتے ہیں کہ غنودگی آئی تھی اور میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے یہ سمجھا کہ میں مر گیا ہوں۔ تو ایسے جلالی درویش بھی ہوتے ہیں۔ تو ہر قسم کا ولی آیا۔ تو فنکشن جو ہیں یہ اللہ کے قرب کی نشانیاں ہیں۔ جس طرح بارش جو ہے وہ اگر کسی زمین پر ہو تو پھر پتہ نہیں کیا پیدا ہو جائے۔ اور اسی طرح ولی کی نشانیاں ہیں' یہ اللہ کی رحمت کی انتہا ہوتی

ہے' کسی زمین میں کچھ پیدا ہو گیا اور کسی زمین میں کچھ اور پیدا ہو گیا' کچھ ولی ایسے ہیں جو روتے رہتے ہیں اور رلاتے رہتے ہیں' آپ جب ان کی محفل میں جاؤ گے وہ فرمائیں گے کہ اے ہمارے مظلوم بھائیو! کیسے آئے ہو' دنیا میں دھوکا کھا گئے ہو' تو یہ دنیا ایسی ہے ۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

اور پھر یہ کہتے ہیں ۔

غنیمت جاں لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

یہ تو آنے والا وقت ہے' کل کو یہ صورتیں کہاں ہوں گی' کل کہاں ہوں گے' کون کہاں ہو گا' کیا پتہ کیا ہو گا۔ تو وہ روتے رہتے ہیں اور بیان کرتے رہتے ہیں' مخصوص طرز کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ شکلیں پھر جو ہیں ناں خاک میں مل جائیں گی' تو ایک دوسرے کو پہچان لیا جائے' پھر شاید ملاقات ہو کہ نہ ہو۔ اور کچھ ولی اللہ کہتے ہیں کہ ۔

باغ بہاراں تے گلزاراں بن یاراں کس کاری

انہوں نے رونق لگائی ہوئی ہے۔ تو ولی جو ہیں یہ اپنے اپنے گلستان کے پرندے ہیں اور یہ گلستانِ رحمتِ خداوندی ہے۔ اس لیے آپ خوش رہا کرو۔ ہاں اور سوال پوچھو ——————

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے ولی کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا مگر یہ انکار ایمان کی کمزوری ہے کیونکہ ولیوں کا قرآن پاک میں ذکر ہے ——————

جواب :۔

ولی کی تحقیق کیا کرو اور پیغمبر کی تحقیق نہیں کرنی چاہیے اور شکر کرو کہ آپ پیغمبروں کے زمانے کے بعد پیدا ہوئے ہو' اب آپ کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی پیغمبر نے آنا نہیں ہے جس کو آپ "ناں" کر سکیں۔ تو ولی جو ہے وہ اگر اسلام کے بارے میں کوئی خوبی بتا دے تو آپ سن لو' ماننا آپ پر فرض نہیں ہے ——————

سوال :۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان ولی کی صحبت میں بیٹھا ہے لیکن وہ اسے پہچانتا نہیں ہے ——————

جواب :۔

آپ نے ولی کو نہیں پہچاننا بلکہ اپنی کیفیت کو پہچاننا ہے۔ آپ نے یہ پہچاننا ہے کہ آپ کے دل کی کیفیت اللہ کی طرف ہے کہ نہیں ہے اور کیا آپ کا قطب نما ٹھیک کام کر رہا ہے۔ تو آپ نے قطب کو جا کر پکڑ نہیں لینا ہے بلکہ آپ نے قطب نما کو پکڑنا ہے یعنی آپ نے اپنے دل کو پکڑنا ہے ان کو نہیں پکڑنا ہے۔ تو ولی اپنی جگہ پر کام کر رہا ہے' اس کا اپنا اللہ ہے' اپنا دل ہے اور آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے دل میں کیا کیفیت ہے' تو جہاں پر آپ کے دل میں اللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے' وہاں ولی اللہ ہے' چاہے وہ مزار ہو یا بندہ ہو۔ جس طرح آپ ایک جگہ سے گزرتے ہیں تو وہاں قبر تو نظر نہیں آتی لیکن جب وہاں سے گزرتے ہیں دل میں اللہ کی یاد آ جاتی ہے تو جب پتہ کرتے ہیں کہ یہاں کیا ہے؟ تو پتہ کرتے کرتے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر بابا جمال شاہ صاحبؒ کا مزار

ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاں آپ کا دل اپنے مالک کی طرف رجوع کر جائے اس مقام کو ولی کہتے ہیں۔ چاہے وہ جگہ ہو' چاہے وہ بندہ ہو' چاہے وہ کوئی کتاب ہو' چاہے وہ کیفیت ہو۔ آپ نے اس کی پہچان نہیں کرنی کہ آپ کہاں پیدا ہوئے' آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے' آپ اتنا عرصہ کہاں رہے ——— تو ولی آپ کے دل کی کیفیت ہے اور ولی آپ کے دل کا نام ہے۔ کہتے ہیں کہ ایسی بہار کو ہم کیا کریں گے جس میں ہماری گائے بھوکی مر جائے۔ اگر آپ کی گائے بھوکی ہے تو آپ نے چراگاہوں کو کیا کرنا ہے جب کہ ان چراگاہوں کے باوجود گائے بھوکی مر گئی۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ دیکھیں کہ آپ کے دل میں اللہ کی کیا کیفیت بنی ہے' بس یہی ولی کی نشانی ہے۔ تو ولی کی پہچان کیا ہے کہ آپ کا دل اللہ کریم کی طرف راغب ہو۔

اس لیے آپ دعا کریں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنے ان خاص بندوں سے آشنا کرائے جو آپ کے دل کو اللہ کی طرف راغب کریں ——— آخر میں سب کے لیے دعا کرو ———

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)
11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	گفتگو-I	(سوال جواب)
13	گفتگو-II	(سوال جواب)
14	گفتگو-III	(سوال جواب)
15	گفتگو-IV	(سوال جواب)
16	گفتگو-V	(سوال جواب)
17	گفتگو-VI	(سوال جواب)
18	گفتگو-VII	(سوال جواب)
19	گفتگو-VIII	(سوال جواب)
20	گفتگو-IX	(سوال جواب)
21	گفتگو-X	(سوال جواب)
22	گفتگو-XI	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾ ۳۰۱ -اے جوہر ٹاؤن-لاہور

گفتگو ۱۳

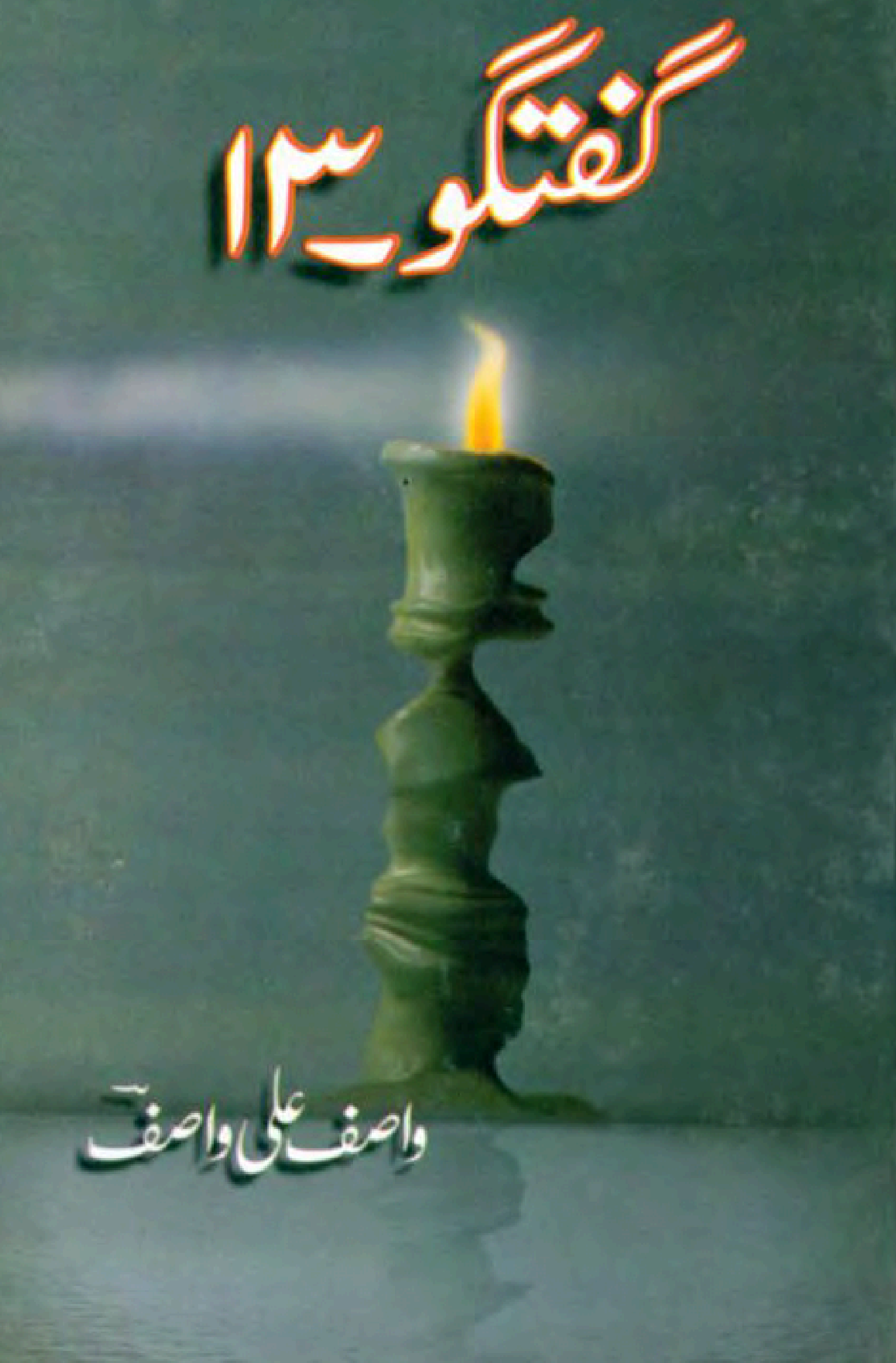

واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو ۳

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو۔۱۳
مصنف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۳ء
بار	اوّل
قیمت	[redacted] روپے

ناشر:

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن لاہور فون: ۵۳۰۰۴۳۸

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

واصفؔ ہے یہی ہر کس و ناکس کی زباں پر
ہم جانتے سب کچھ ہیں مگر کہہ نہیں سکتے

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

صاحبِ نظر کے پاس جب کوئی شخص آتا ہے تو وہ اُس کو اُس کی ذہنی سطح، اُس کی ضرورت اور استعداد کے مطابق اپنے فیض سے نوازتا ہے۔ یہ نوازش کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ وہاں پر ایک عام آدمی کی چھوٹی چھوٹی خواہش، ضرورت اور سوال پورا کرنے سے لے کر رُوحانی اور وجدانی علم عطا کیا جاتا ہے۔ اِن لوگوں میں سے کچھ اصحاب وہ ہوتے ہیں جو اُس صاحبِ نظر کی خاص توجہ کے طالب بن جاتے ہیں۔ جب صاحبِ نظر انہیں قبول کرتا ہے تو پھر اُن پر توجہ کے دریچے کھول دیتا ہے۔ طالب پر توجہ کرنے کے کئی معروف طریقے ہوا کرتے ہیں۔ یہ توجہ رُوحانی بھی ہوسکتی ہے۔ یہ توجہ قلبی توجہ بھی ہوسکتی ہے اور یہ توجہ وقت اور فاصلے سے مُبرّا اور مستثنیٰ بھی ہوسکتی ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کی صاحبِ نظری کا عالم یہ تھا کہ آپ کے پاس آنے والے اصحاب کے لیے توجہ کرنے کے سب طریقے موجود بھی تھے اور عمل پذیر ہو کر اپنے جلوے بھی دکھاتے تھے۔ اُن کی محفلوں میں آنے والے شرکاء جو کہ ایک دوسرے کے حال سے واقف اور باخبر رہتے، یہ مشاہدہ کرتے رہتے کہ کس پر کس طرح کے فیض کا رنگ چڑھ رہا ہے۔ ہر کوئی اپنے حصّے کی توجہ حاصل کرتا جاتا۔ صاحبانِ نظر کی توجہ

کرنے کی اقسام میں ایک بہت ہی خاص قسم کی توجہ کا نام ہے لسانی توجہ یعنی کہ زبان کی توجہ' گفتگو کی توجہ۔ جب قبلہ واصف صاحبؒ کسی ملاقات میں یا اپنی محفل کے بیان میں اِس توجہ کی خوشبو پھیلاتے تو یہ ایک قابلِ دید منظر ہوتا تھا۔ پھر دیکھا یہ جاتا تھا کہ سننے والے پر کئی قسم کی کیفیات اثر کرنے لگی ہیں۔ اُسے پہلے تو خاموشی ملتی کیونکہ اُس کے اندر بے چین اور چیختا ہوا انسان اپنے سوال کا جواب پا کر ایک سرور والی خاموشی کی کیفیت میں داخل ہو جاتا ـــــ پھر اُس پر قبلہ واصف صاحبؒ کی دانشِ نورانی سے لبریز علم اور عرفان کی باتیں اپنے اصل معانی کے ساتھ واضح ہو جاتیں۔ وہ شخص اپنا ذاتی مسئلہ حل ہونے کے ساتھ ساتھ سکون و سرور کی دولت سے آشنا ہو جاتا۔ ایسے اصحاب جب اپنی دنیا میں واپس لوٹتے تو انہیں دیکھ کر اور اُن سے پوچھ کر دوسرے لوگ بھی اِس توجہ کی حامل گفتگو کے لیے اُن کی خدمت میں' اُن کی محفل میں پہنچ جاتے۔ یوں گفتگو کا یہ سلسلہ چلتا گیا' بڑھتا گیا اور پھیلتا گیا۔ اُسی گفتگو پر مشتمل ایک اور کتاب آپ کے لیے حاضر ہے' یہ خواہش اور دعا لیے ہوئے کہ اس گفتگو کی توجہ اس کتاب کے پڑھنے والے کو بھی وہی فیض دے جو تب اِس کا خاصّہ تھی۔

اُمید ہے پڑھنے والے ہمیں اپنی رائے سے ضرور مطلع کرتے رہیں گے۔ والسلام۔

فہرست

﴿۱﴾

موجودہ دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ۱۷

موجودہ دور میں بڑی پریشانیاں ہیں' اخبار بھی آتا ہے تو تہلکہ مچ جاتا ہے۔ ۴۸

۳ ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اور خود نہیں بدلتے؟ ۴۸

۴ آپ جاننے والے ہیں آپ سمجھ لیں کہ ہماری تمنا کیا ہے اور ہم کیا جاننا چاہتے ہیں..... ۵۴

۵ آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرتے ہیں مگر ہم نے آج تک آپ کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ ۶۳

۶ ہم آج کل کے حالات میں بندوں کو کیوں مورد الزام ٹھہراتے ہیں جب کہ اس میں اللہ کی رضا اور مشیت بھی تو ہو سکتی ہے؟ ۶۳

۷	یہ جو سارے واقعات ملک میں ہو رہے ہیں تو کیا اس میں کوئی معنی پوشیدہ ہیں؟	۶۴
۸	سر! یہ جو اس وقت ملک کی صورت حال ہے یہ جزا کی ہے یا سزا کی ہے؟	۶۵
۹	مگر آپ فرماتے ہیں کہ صورت حال بہتر ہے.....	۶۶
۱۰	آج کل جھوٹ اور ظلم سے کیسے لڑیں؟	۶۶
۱۱	سر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسی قوم ہوگی ویسے حاکم مسلط کر دیے جائیں گے ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟	۶۷
۱۲	۱۹۶۵ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدت فکر پیدا نہیں ہو سکی!	۷۱
۱۳	سر! اسلام میں سکون قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟	۷۲
۱۴	سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا مطلب کیا ہے؟	۷۵

﴿۲﴾

۱	نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟	۸۱
۲	استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرما دیں؟	۸۶
۳	حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟	۸۸

۴	نماز قائم کرنے، عمل پیرا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے؟	۸۹
۵	اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟	۹۲
۶	ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟	۹۸
۷	گزارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟	۱۰۰
۸	عرض یہ ہے کہ ''ظرف'' ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟	۱۰۳
۹	کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟	۱۰۵
۱۰	کیا ہم جمع ہو کر ایک جماعت نہ بنالیں۔	۱۰۷
۱۱	اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟	۱۰۸
۱۲	ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے اور ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے؟	۱۰۹

﴿۳﴾

۱	علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے؟	۱۲۸
۲	بعض آوازیں کیوں پسند آجاتی ہیں؟	۱۳۱
۳	چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔	۱۳۲

۱	ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر کامیاب کیوں نہیں ہوتے؟	۱۴۷
۲	کچھ لوگوں کو تو فقیری ہرگز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی سے مل جاتی ہے.....	۱۵۵
۳	کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے یہ پیدائشی ہے؟	۱۵۶
۴	آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے۔	۱۶۳
۵	اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر یہ سمجھ نہیں آتا.....	۱۶۴
۶	یہ بزرگ، یہ پیر کون تھے؟	۱۶۶
۷	اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟	۱۶۶
۸	اگر وہ غلط کہے تو پھر بھی مانتے جائیں؟	۱۶۷
۹	صراط مستقیم کا کیا تصور ہے؟	۱۷۲
۱۰	ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے پاس جب ہم جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن یہاں آ کر یاد نہیں رہتا؟	۱۷۶
۱۱	ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں.....	۱۷۹
۱۲	اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور بھی کرنا پڑے گا؟	۱۸۱

﴿۵﴾

۱ لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور پر وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ۱۸۹

﴿۶﴾

۱ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟ ۲۱۵

۲ اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتے دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟ ۲۱۸

۳ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے؟ ۲۱۹

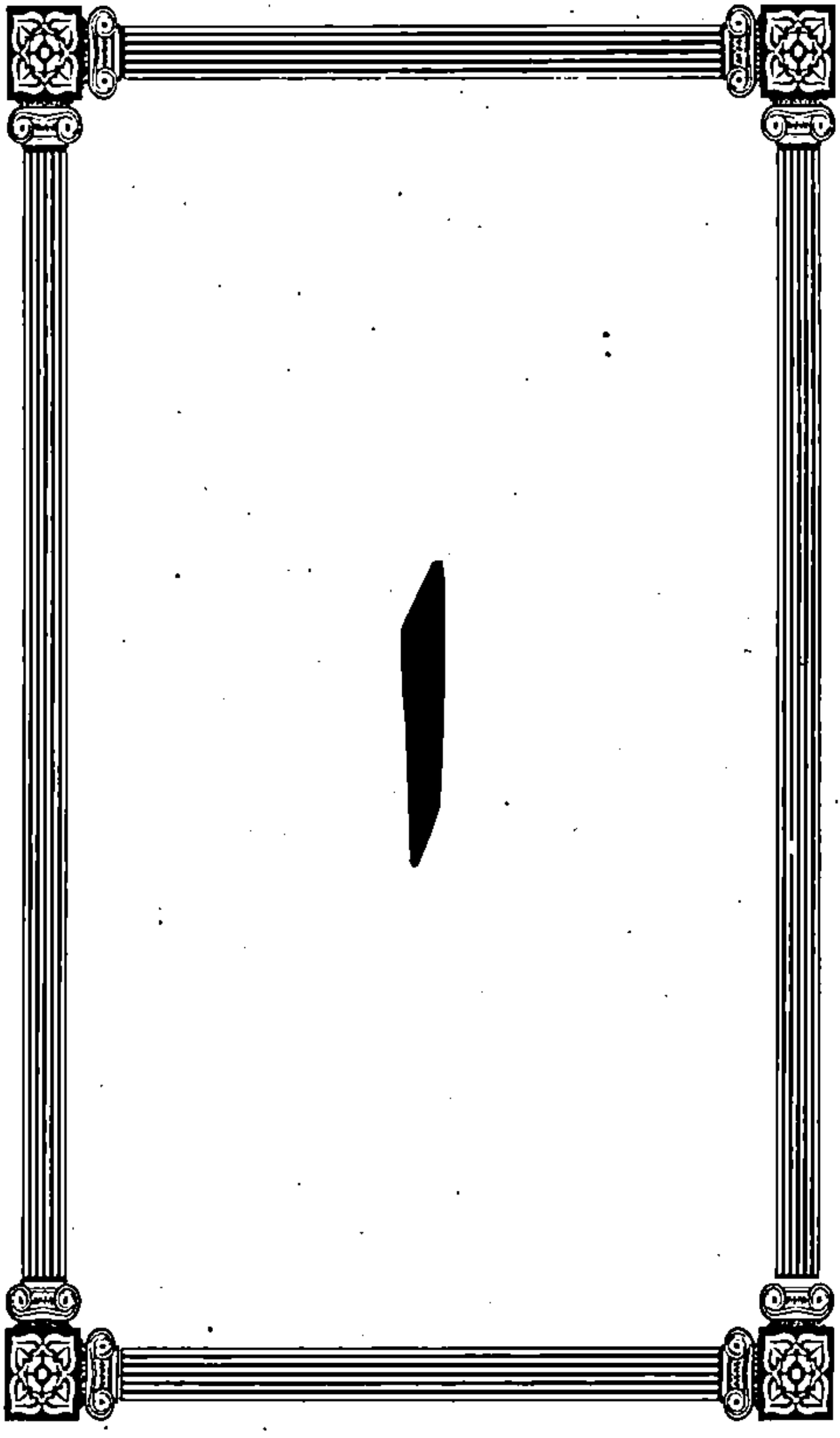

﴿۱﴾

۱ موجودہ دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۲ موجودہ دور میں بڑی پریشانیاں ہیں' اخبار بھی آتا ہے تو تہلکہ مچ جاتا ہے۔

۳ ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اور خود نہیں بدلتے؟

۴ آپ جاننے والے ہیں آپ سمجھ لیں کہ ہماری تمنا کیا ہے اور ہم کیا جاننا چاہتے ہیں.....

۵ آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرتے ہیں مگر ہم نے آج تک آپ کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

۶ ہم آج کل کے حالات میں بندوں کو کیوں موردالزام ٹھہراتے ہیں جب کہ اس میں اللہ کی رضا اور مشیت بھی تو ہو سکتی ہے؟

۷ یہ جو سارے واقعات ملک میں ہو رہے ہیں تو کیا اس میں کوئی معنی پوشیدہ ہیں؟

۸ سر! یہ جو اس وقت ملک کی صورت حال ہے یہ جزا کی ہے یا سزا کی ہے؟

۹ مگر آپ فرماتے ہیں کہ صورت حال بہتر ہے.....

۱۰ آج کل جھوٹ اور ظلم سے کیسے لڑیں؟

۱۱ سر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسی قوم ہو گی ویسے حاکم مسلط کر دیے

جائیں گے ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟

۱۲ ۱۹۶۵ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدت فکر پیدا نہیں ہو سکی!

۱۳ سر! اسلام میں سکون قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟

۱۴ سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا مطلب کیا ہے؟

سوال:

موجودہ دور میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

اگر آپ غور کریں تو آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی دور کے بدلنے سے فطرت میں تبدیلی آئی ہو' اشیاء کی فطرت اور افراد کی فطرت میں۔ Even اگر دور بدل جائے تو مولی' گاجر نہیں بن جائے گی اور گاجر مولی نہیں بن جائے گی۔ ہر شے فطرت کے اندر رہن ہے' مقرر ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز اپنی شکل میں مقرر شدہ رکھ دی گئی ہے۔ جس طرح نجوم یعنی ستارے اور سیارے اپنے اپنے مدار میں مقرر کر دیے گئے ہیں اسی طرح انسان اپنے اعمال میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ پھر اس دور میں آج کل کیا کرنا چاہیے۔ ہم میں سے ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جسے یہ کہا جائے کہ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنی جائداد قوم کے نام لگا دو' آج اپنا مکان بیچ کر دریائے راوی میں پیسے ڈال دو۔ تو اس بات کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ یعنی کہ اپنی فطرت مادی جو ہے اُس سے نکلنے کے لیے کسی کے اندر حوصلہ نہیں ہے۔ تو فطرت بدلنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اگر دَور پلٹا کھا گیا تو وہ اپنے گھر جانے کی بجائے کسی اور گھر میں داخل ہو جائے۔ اسی لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو اپنی فطرت' اپنی ضرورت' اپنا کردار Even اپنے خواب' اُن کو قائم رکھتے ہوئے آج کے انسان میں کسی ایک عمل کی

تمنا ہے۔ تو انسان کیا چیز Preserve کرے' محفوظ کرے؟ ماضی Preserve کرے اور حال بھی Preserve کرے' مال بھی قائم رکھے' مکان بھی قائم رکھے' اولاد بھی قائم رکھے' Even صحت کے لیے ڈاکٹر کا انتظام بھی رکھے اور مستقبل بھی قائم رکھے جو اس کے تفکر اور خیال میں ہے اور اپنے خوابوں کی دنیا بھی آباد رکھے۔ تو پھر کوئی نیا عمل چاہیے۔ اتنے اعمال میں نیا عمل بیان کرنے والا آپ کو کیا بتائے سوائے اس کے کہ اس کی Valium' نیند کی گولیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔ وہ عمل جو آپ کو اپنے ماضی سے باہر نہ نکال دے' آپ کو اپنے آپ سے باہر نکالنے کے لیے ذرہ پھٹنے کے لیے بے تاب نہ ہو جائے' کوئی ایسی رائے دی نہیں جا سکتی کہ آج کا دور بدلا نہیں۔ تو وہ آدمی جس کی فطرت میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ اس کے لیے دور کبھی بدلا ہی نہیں۔ جس نے اپنے کمرے میں صبح شام کرنی ہے اُس کے لیے دَور کبھی نہیں بدلا۔ آپ لوگ اجتماعی زندگی میں ایک کیفیت مرتب کرتے ہیں۔ اجتماعی زندگی میں ایک گینگ بنا رہے ہیں' پھر بہت بڑا گینگ بن جائے گا' وہ بڑے کام کرے گا اور سارے لوگ خود کو اس میں Involve محسوس کریں گے۔ اور آپ کو یہ پتہ نہیں چل رہا کہ موت ایک شیر کی طرح ایک ایک بھیڑ کو دبوچتی چلی جا رہی ہے' کھاتی چلی جا رہی ہے اور اُن کا جنازہ پڑھ کے آپ فارغ ہوتے جا رہے ہیں' پھر سے زندگی میں Involve ہو جاتے ہیں' یہ آپ کی اجتماعی مصروفیت ہے' Collective Activity ہے اور اِس بات پر کسی نے غور نہیں کیا کہ Collective Activity میں مصروف رہنے والا شخص انفرادی طور پر رخصت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ تو اس پر غور کرنا چاہیے کہ انفرادی رخصت جو ہے جسے آپ انفرادی موت کہتے ہیں دراصل اجتماعی عمل ہے۔ خیال

کا ٹوٹ جانا موت ہے۔ وجود کی موت سب سے آخری موت ہے یعنی سانس کی موت بعد کی موت ہے اور اس سے پہلے احباب کی موت ہے' واقعات کی موت ہے' سکول کی زندگی' کالج کی زندگی' یونیورسٹی کی زندگی کا ختم ہونا' یہ ساری موتیں ہی ہیں۔ وہ آدمی جو اِن تبدیلیوں کو محسوس نہ کرے وہ ایک Collective' ایک بہت بڑے ہنگامے میں اپنے آپ کو شامل سمجھے' اُس کے لیے ایک ہی واقعہ باقی رہ جاتا ہے کہ وہ رخصت ہو جائے' یا پھر ہمت ہو تو چلتے ہوئے دَور کو تھام لے۔ تو ایسے لوگ بھی آئے۔ چلتے ہوئے دور کو وہ تھام سکتا ہے جس کے پاس جو چیز موجود ہو' وہ اُس کو چھوڑ دے یعنی موجود کو لاموجود کرنے والا شخص دور کو تھام سکتا ہے۔ اور موجود میں کیا ہوتا ہے؟ مال والے کے پاس مال' خیال والے کے پاس خیال یعنی گذشتہ Previous زندگی میں جو خیال اس نے حاصل کیا چاہے وہ بشکل Feasible Philosophy ہو' ایک معنی خیز علم ہو' جو آپ نے حاصل کیا یعنی معنی پرور علم حاصل کیا اور پھر اس علم کی حالت اور کیفیت میں یہ موجودہ دور آپ کو غلط لگا' وہ دور جس کی Product پیداوار آپ ہیں یا جو آپ کی Product پیداوار ہے یا جس سے لاتعلق آپ ہیں یا جو آپ سے لاتعلق ہے۔ اگر یہ دور آپ سے لا تعلق ہے اور آپ اس سے لاتعلق ہیں تو آپ کا ہونا اور نہ ہونا اس دور کے لیے بے معنی ہے۔ اگر یہ آپ کی پروڈکشن ہے تو آپ اِسے Reproduce کریں' تخلیق کریں کیونکہ اگر اس ماحول کے خالق آپ ہیں تو پلیز اسے Recreate کریں۔ مگر آپ نہ تو Creator ہیں اور نہ اس ماحول کی Creation ہیں' پیداوار ہیں اور نہ اس ماحول میں شامل ہیں Involved ہیں' تو پھر یہ آپ کا تو مسئلہ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ دریا جو ہے آج کل بہت تیز چل رہا ہے تو

کیا کیا جائے؟ آپ دریا پہ نہ جایا کریں کیونکہ دریا کو روکنا' اس کی رفتار کم کرنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے' اگر آپ کے بس کی بات ہے تو اس کا پھر ایک طریقہ رہ گیا کہ آپ وقت کو روکنے کا کوئی بندوبست کریں۔ ہر آدمی کو وقت ہزار بار ناپسند آتا ہے' کچھ لوگوں کو وقت آج ناپسند آ رہا ہے جب کہ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ وقت بہت خطرناک ہے' یہ تو وہ Event ہو گیا ہے وہ واقعہ ہو گیا جو غالباً نہیں ہونا چاہیے تھا' یہ تو تاریخ کا ناسازترین واقعہ ہے۔ کسی کے لیے کوئی واقعہ اداس ہو گا اور کسی کے لیے کوئی دوسرا واقعہ اداس ہو گا۔ سوال اتنا ہے کہ کیا وقت کی رفتار روکی جا سکتی ہے؟ کیا حالات کنٹرول کرنے کی پاور موجود ہے؟ اگر تو پاور موجود ہے تو پھر میں یہ کہوں گا کہ اُسے Exercise کرو' استعمال کرو۔ تو صرف یہ نہیں کہ موجود واقعہ میں کریں بلکہ جب بھی وقت کی گردشِ زمان و مکاں آپ کے مزاج سے باہر جانے لگ جائے تو اُسے پکڑ لو۔ اگر آپ بے بس ہیں تو پھر Fuss Create نہ کرو' پھر دعا کرو۔ دعا کے آپ قائل نہیں ہو اور ہمت پر آپ مائل نہیں ہو تو زندگی میں گھائل ہو جاؤ گے اور پریشان ہو جاؤ گے۔ جس آدمی کو بات پکڑنے کی عادت ہو اور گفتگو کی عادت ہو تو وہ وقت کا مزاج پہچانتا ہے اور اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ وقت کہاں رکتا ہے' وقت جہاں سے چلتا ہوا نظر آ رہا ہے وہ وہاں پہ رُکے گا۔ اور اگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ وقت کی رفتار کیسے رکتی ہے تو جو آپ نے سوچا کہ وقت غلط جا رہا ہے اس سوچ کے بارے میں غور کریں۔ شاید آپ کی یہ سوچ صحیح نہ ہو۔ کہ بیماری ہو' علاج کا پتہ ہو اور پھر بھی اپنے ذہن پر زور نہ دو تو پھر ڈاکٹر کی تحویل میں چلے جاؤ۔ مثلاً ایک بیماری آپ کو محسوس ہوئی کہ آپ کو درد ہے' چلو مان لیا کہ درد ہے' پھر آپ کیا کرو؟ علاج کر لو۔ کہتا ہے

میرے ذہن نے بتایا کہ میں بیمار ہوں لیکن علاج کا پتہ نہیں۔ پھر آپ ڈاکٹر صاحب کے پاس چلے جائیں' اس کی تحویل میں دے دیں اپنے آپ کو' اِس سے یہ نہ پوچھنا کہ یہ چھوٹا سا کیپسول مجھے کیسے ٹھیک کرے گا۔ تو اپنے لیے ایک بہتر ڈاکٹر تجویز کر کے اُس کے سپرد کر دیا کرتے ہیں۔ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہے اُس کے لیے مناسب ادارے میں چلے جاؤ اور اُسے کہو کہ جناب یہ احوال ہیں' طبیعت ناساز ہے' کیا کیا جائے؟ پھر جو وہ نسخہ دے وہ آپ لے لو۔ اگر آپ پیروں فقیروں کو مانتے ہیں' وہ گلے میں تعویز لٹکا دے گا' بسم اللہ کر کے لٹکا دو' کہتا ہے یہ کیا ہے؟ کہتا ہے جن نہیں آئے گا' تعویز کے ساتھ چلا جائے گا۔ کہتا ہے کہ یہ کیا ہے؟ کہتا ہے اُس کو درخت کے ساتھ لٹکا دو رزق بڑھ جائے گا' اس سے رزق پھیل جاتا ہے' یہ اس تعویز سے محبت واپس آ جائے گی۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو نسخے وہ بتائیں اعتقاد کے ساتھ پورا کرو۔ اب اس Situation میں' کیفیت میں جس میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں اس میں ضروری بات یہ ہے کہ آپ کا خیال یہ ہے' آپ کو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ وقت کے اندر جو گردش ہے' اس وقت جو ظلم ہے اِس کو روکنے کی تمنا ہے۔ تو میری طرف سے ذاتی طور پر اجازت ہے کہ اسے روکو' میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اسے روکو اگر روکنا نہیں آتا تو پھر خاموش ہونا سیکھو۔ اگر Fight کرنا' لڑنا نہیں آتا' حضرت امام عالی مقامؑ کی طرح کسی کو شہید ہونے کا طریقہ نہ آئے تو پھر خاموش ہو جاؤ ورنہ ظالم کو للکارو تو پھر شہادت کا طریقہ خود بخود آئے گا۔ شہادت کا طریقہ وہ سکھا دے گا۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو رائج الوقت طریقے ہیں' سیاسی ادارے ہیں' ایک جماعت بنائی جاتی ہے' وہ جماعت اعلان کر دیتی ہے' الیکشن' پھر موچی دروازہ ہے'

جلسہ گاہ ہے' اسی طرح پڑھے لکھے لوگوں کے لیے ایک کالم ہوتا ہے' اخبار ہوتا ہے' اُس شخص پر لکھا جاتا ہے کہ اے ظالمو' ہوش کرو' خیال کرو' دھیان کرو' تم لوگوں نے وقت کی نبضیں خراب کر دی ہیں' ہوش کرو' جواب دینا ہوگا۔ تو یہ بھی ایک طریقہ ہے انسانوں کا۔ اس کے علاوہ انسانوں کی دنیا میں اور بھی طریقے ہیں۔ ایک آدمی جب کسی اور حساب سے چلتا گیا تو اس نے وقت کو بدل دیا' وقت کی گردش روک دی' تو کوئی کس انداز سے گیا اور کوئی کسی اور انداز سے گیا۔ بیماری محسوس کرنے والا کہیں نہ کہیں علاج کرا لیتا ہے' یا دعا کرتا ہے یا پھر صبر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ تو چارہ ہی نہیں ہے۔ آپ نے جس طور پر قوم کی بیماری تجویز کی ہے' دریافت کی ہے' اس کے علاج کے لیے مناسب ادارے کے پاس رجوع کیا جائے' پھر وہ مناسب ادارہ خود ہی بیماری کو دریافت کرے گا' خود ہی علاج کرے گا' آپ صرف تعاون کریں۔ تو یا تو آپ اس اصلاح کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں یا پھر آپ جو کر سکتے ہیں وہ کر لیں۔ اتنی دنیا میں' اتنے لوگوں میں ہم نے ایک جماعت مرتب کر لی ہے' یہ جماعت آپ دیکھیں' اس میں سامعین کرام ہیں' آپ جیسے لوگ ہیں' تمام افکار اور اذکار والے لوگ ہیں' باطن والے بھی ہیں' دعا والے بھی ہیں' منصب والے بھی ہیں' ارادے والے بھی ہیں' فلسفے والے ہیں اور فکر والے ہیں' تو سارے موجود ہیں۔ اس لیے کوئی ایسی راہ اور بن جائے گی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو مانتے ہیں تو پھر اس کا ایک علاج ہو جائے گا۔ ایک نیک بندہ تھا' وہ بڑا Upset ہوا' پریشان ہوا' اللہ سے کہتا ہے کہ کمال ہے طاقت اس کو دے دی ہے اور خیال مجھے دے دیا ہے' میں خیال کو لے کے بیٹھ گیا اور تم نے طاقت اُس کے حوالے کر دی یعنی ہندو کی بات

کر رہا ہوں' انگریزوں کی بات کر رہا ہوں اور یہ حملہ آور کی بات ہے کہ اسلحہ اُن کو دے دیا اور ایمان ہمیں دے دیا۔ کہتا ہے اب ایمان اسلحہ کے ساتھ کیسے لڑے' یا تو ایمان میں وہ قوت دے جو اسلحہ کو توڑ دے' ایٹم کو توڑ دے۔ اے اللہ تو اُن لوگوں کے ساتھ ملا ہوا ہے' ان کے ساتھ Allied ہے' ان کو اسلحہ دے دیا' مال بھی دے دیا' فکر بھی دے دی' اُن کو Strategic Points بھی بتا دیے' اہم نکات بھی بتا دیے اور ہمیں صرف ایمان دے دیا' اب بتا ایمان کا ہم کیا کریں' ہمارا ایمان سلامت ہے' جنگ جانے اور کافر جانے۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ایمان کو اسلحہ بناؤ' یہ شہادت کی راہ ہے' پھر Clash ہے اور Confrontation ہے یعنی للکارنا۔ پھر ایک چھوٹی سی چیز بھی للکارے گی تو بڑی چیز کو اڑا دے گی۔ مگر یہاں کسی سے کہیں کہ تحریک چلانی ہے کمرے سے باہر نکلو تو وہ کہتا ہے کہ دھوپ بڑی تیز ہے' موسم کا آپ کو پتہ ہے کہ Heatwave' گرمی کی لہر آئی ہوئی ہے' کمرہ بڑی مشکل سے ٹھنڈا ہوا ہے' دوپہر کو کمرے سے باہر جانا بڑا مشکل ہے۔ اگر اُسے کہیں کہ کل دو بجے دوپہر کو نعرے لگانے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کیا ٹائم نہیں بدل سکتا؟ ٹائم تو بدل سکتا ہے اور ٹائم ہمیشہ کے لیے ٹل بھی سکتا ہے۔ اس لیے علاج جو ہے' علاج بتانے والا نہیں ہوتا بلکہ علاج کرنے والا ہوتا ہے۔ جب چار آدمی مل کے متفقہ طور پر فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم علاج کریں گے تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ کریں گے۔ تو اس مسئلے کا علاج ہم نے کرنا ہے اور علاج کرنے کا طریقہ تو بتا رہا ہوں آپ کو۔ علاج یہ ہے کہ ایک آدمی کی آواز پر چل پڑیں تو آپ سارے ایسے ہیں جیسے مہلک ہتھیار ہوں' ابھی تو آپ کو پتہ نہیں کہ آپ کیا ہیں۔ اگر سارے ہم خیال ایک جگہ پہ بیٹھ جائیں' بشرطیکہ آپ سارے

ہم خیال ہوں' تو اتنے آدمیوں کا ہم خیال ہو کے بیٹھ جانا' دعا کرنا' بڑی بات ہے۔ دعا کے اگر آپ قائل ہیں تو یہ دعا موسم بدل دے گی' وقت کو ٹال دے گی اور زمانہ صحیح ہو جائے گا۔ باقی یہ کہ ظالم کا کیا کریں؟ ظالم کو سزا دو۔ دو ہی صورتیں ہیں' ایک یہ ہے کہ سزا دینے والا ادارہ آپ ہونے چاہییں یا پھر وہاں تک آپ کی رسائی ہونی چاہیے۔ مگر نہ آپ وہ ادارہ ہیں اور نہ اس ادارے تک آپ کی رسائی ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب آنا چاہیے۔ اللہ کا عذاب تم نہیں دے سکتے' اُس نے تو ابھی وارننگ دینی ہے' اس طرح عذاب تو نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اللہ کی Agency تو یہی ہے کہ اللہ یا تو خود فیصلہ کرتا ہے' پھر اللہ کے نبیؐ کی طرف سے فیصلہ ہوتا ہے یا وقت کا کوئی آدمی فیصلہ کرتا ہے۔ تو کہیں نہ کہیں سے یہ منظوری ہوتی ہے۔ تو طریقہ یہ ہے کہ یا درویشِ وقت اعلان کرے کہ خبردار زمانہ رُک جا' یا حضور پاک ﷺ کی طرف سے کوئی وارننگ ہو' حکم ہو' یا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عتاب اور عذاب کی شکل آ جائے' زمین کے اندر سے کوئی واقعہ اُمڈ پڑے ورنہ آپ حالات کو اپنی حالت کے انداز سے پہچانو اور اپنی Contribution کو اپنی صلاحیتوں کی حد میں رکھو' یہ نہ ہو کہ آپ آسمان کے ستارے کی چال کی اصلاح کرتے جائیں۔ سوچنا چاہیے کہ آپ کتنا کچھ کر سکتے ہیں۔ وقت کی رفتار کی مثال دی جائے تو کون سے آدمی ہیں جو وقت کی رفتار کو بدلنے کے لیے جان قربان کرنے کو تیار ہیں؟ تو وہ آدمی ہونے چاہییں۔ چونکہ آپ وہ آدمی نہیں ہیں لہٰذا آپ سے ان کی آشنائی کس انداز سے ہو۔ تو وہ راہنمائی آپ تک کیسے پہنچے جب کہ آپ اُس لائن میں نہیں ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ آپ تک وہ بات آنی چاہیے تو آپ کس Capacity میں پوچھ رہے ہیں'

کیا آپ Spectator ہیں' تماشائی ہیں' تمنائی ہیں اور اس وقت کو پہچاننے میں' Read کرنے میں' اور اس وقت کے تبدیل کرنے میں آپ کی Contribution' آپ کا حصہ کیا ہوگا اور آپ کی استعداد کیا ہوگی' وہ استعداد آپ کی طرف سے ہو گی یا مانگنے والے کی ضرورت کے مطابق ہوگی۔ تو سارے آدمی ایسی بات کہیں کہ ہم سے جو ہو سکا وہ کریں گے' جتنی بھی ہماری استعداد ہوگی۔ تو خود کو معالج کو Handover کریں' سپرد کریں' یہ اور طرح کا معالج ہے' Different معالج ہے' یہ وہ نہیں ہے کہ آپ کی مرضی سے علاج کرے اور جسے آپ کہیں کہ پہلے علاج اگر پسند آیا تو علاج کریں گے اور پسند نہیں آیا تو نہیں کریں گے۔ تو فیصلہ کرنا چاہیے آپ کو۔ آپ نے حکیم دریافت کرنا ہے۔ اب آپ کا مسئلہ بڑا آسان ہو گیا کہ وقت کی بیماری دور کرنے کے لیے کسی حکیم کی ضرورت ہے' اب آپ Wait کرو' انتظار کرو۔ اگر آپ کسی ماں سے پوچھیں کہ بچہ بیمار ہو تو ڈاکٹر کو کیسے تلاش کیا کرتے ہیں۔ تو میرا خیال ہے آپ کو اس کے جواب کا پتہ چل سکتا ہے بلکہ ہر ایک کو پتہ چل جاتا ہے۔ اگر کسی کو ذاتی تکلیف ہو تو اس کو معالج کا پتہ چل جاتا ہے' اگر زمین میں نقائص ہو جائیں تو پٹواری کے گھر چلے جاتے ہیں یا اُسے گھر بلا لیتے ہیں۔ اس طرح آپ کو پتہ چل جاتا ہے۔ وقت کی ضرورت جو ہے اُس کو پہچاننے کے لیے آپ کے اندر اگر یہ خیال جاگزیں ہو تو یہ باقی خیالوں سے بہتر ہے۔ پھر آپ کو اس کا جواب ضرور مل جائے گا۔ کوئی ایسی بیماری نہیں ہے جس کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہ پیدا کیا ہو' اللہ تعالیٰ نے سب علاج پیدا فرمائے ہیں۔ اب آپ لوگوں کے دماغ جو ڈسٹرب ہو رہے ہیں یہ بے سبب نہیں بلکہ یہ علاج ہی مرتب ہو رہا ہے۔ یعنی اگر لوگوں کے ذہن میں تشویش پیدا ہو گئی' لوگوں

کے ذہن پریشان ہونا شروع ہو گئے اور ایک کیفیت پیدا ہو گئی ہے تو یہ کیفیت بذاتِ خود معالج کے وجود کو پیدا کر رہی ہے' تو اُس معالج کی موجودگی خود بخود ہو جائے گی۔ پھر معالج کہے گا کہ آپ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ' پھر ہم جانیں اور ہمارا کام' ہم آپ کے کان میں Whisper کریں گے' بات کہہ دیں تو آپ ہماری بات ماننا۔ میں آپ کو صرف صلاح نہیں دے سکتا' رائے نہیں دے سکتا بلکہ فیصلہ دے سکتا ہوں۔ فیصلہ میں اس کو دیتا ہوں جہاں پہلے میں اس کو قبول کرنے والا بناتا ہوں۔ میں آپ کو یہ ایک طریقہ واردات بتا رہا ہوں کہ قبول کرنے والا مزاج میں پہلے بناتا ہوں اور فیصلہ میں بعد میں دیتا ہوں۔ اگر آپ کا مزاج ایسا ہے' قبول کرنے والا ہے تو میں فیصلہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔ ہم آپ کو بتا دیں گے جب بھی آپ قبول کرنے والے ہوئے' ابھی تک تو نہیں ہوئے' تو پھر آپ Wait کرو۔ اب فیصلہ یہ ہو گیا کہ جو قبول نہیں کر رہا' اُس کو ہم قبول نہیں کر رہے اور جس کو قبول نہیں کر رہے اُس کو پھر علاج نہیں بتا رہے۔ تو یہاں تک تو پوزیشن Clear ہو گئی' واضح ہو گئی۔ اب میرے ذمے کوئی کام نہیں رہ گیا اور بال آپ کے کورٹ میں واپس چلا گیا۔ اب آپ کا سوال کیا رہ گیا؟ آپ کہیں گے کہ میں نے تو گزارش کی تھی کہ ہم کیا کریں؟ میں یہ کہہ رہا ہوں میرے پاس تو فیصلہ قبول کرنے والے لوگ ہیں' اور یہ میری اطاعت کی بات ہے اور یہ کہنا ماننے والے لوگ ہیں۔ جو شخص یہ کہے کہ میں آپ سے دوستانہ رکھنا چاہتا ہوں تو میں کہوں گا کہ آپ کے ساتھ میرا دوستانہ ہے مگر جو علاج کے لیے آئے اُسے میں کہوں گا کہ علاج کے لیے کلینک میں داخل ہو جائیں۔ تو یہاں حل اور طرح کا ہے۔ ایک کہانی سناتا ہوں۔ ایک پیر صاحب تھے' اُنہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم

کے لیے اُسے اپنے خلیفہ کے پاس بھیجا کہ اس کی تربیت کرو۔ صاحبزادہ صاحب چلے گئے۔ وہاں گئے تو خلیفہ صاحب نے بڑی عزت کی کہ بسم اللہ پیر صاحب کا بیٹا کیا آیا کہ پیر صاحب ہی آ گئے۔ اُس نے کہا کہ مجھے ابا جی نے بھیجا ہے کہ میں آپ سے علم حاصل کروں۔ تو خلیفہ صاحب نے کہا آپ نیچے بیٹھ جاؤ' جس طرح ہم نے علم حاصل کیا ہے' ہم اُسی طرح تمہیں دیں گے۔ پھر اسے باہر بٹھا دیا اور کہا کہ تم سے بعد میں بات کریں گے' تمہارے ساتھ کل بات ہو گی' جس طرح دوسرے لوگ لنگر کھا رہے ہیں اُسی طرح لنگر سے کھانا کھاؤ۔ تو اگر پیرزادہ بن کے آنا ہے تو عزت ہے' ادب ہے اور اگر طالب علم بن کے آنا ہے تو جو سب کے ساتھ ہو گا وہی تیرے ساتھ ہو گا۔ تو بات یہ ہے کہ اگر آپ نے دوست بن کے آنا ہے تو بسم اللہ' جو آپ کہو' ہم ماننے کے لیے تیار ہیں' ہم دوستوں کے بڑے دوست ہیں لیکن اِس وقت ہم دوسرے فنکشن میں ہیں۔ اگر آپ نے مجھ سے دوستی کا تعلق رکھنا ہے تو ہم آپ کو دوست اور محترم سمجھتے ہیں۔ یہ تو ہوئی ناں دوستانہ بات۔ رہ گئی نیاز مندی تو یہ شعبہ اور ہے۔ آپ دعا کریں کہ ملک کے حالات بہتر ہو جائیں' آپ کے ذاتی حالات بہتر ہو جائیں' انسان نجات پا جائے' یہ زندگی اور اگلی زندگی بہتر ہو جائے۔ باقی یہ کہ اللہ کا کام تو چلتا ہی رہتا ہے۔ آپ کے لیے یہ نصیحت ہے کہ جہاں آپ عمل کر سکتے ہیں عمل کریں اور جہاں آپ دعا کر سکتے ہیں وہاں دعا کریں' تو جہاں جو کر سکتے ہیں وہ کریں۔ آپ کو آپ کی Will کی Exercise کے لیے' اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی مکمل آزادی اور مکمل اجازت ہونی چاہیے۔ میری طرف سے تو یہ اجازت پہلے دن سے ہی ہے۔ باقی جو لوگ ہمارے پابند ہو جاتے ہیں ہم اُن کے ساتھ پھر

راز کی بات کر دیتے ہیں۔ وہ جب پوچھتے ہیں تو پھر میں اُس کو بتاتا ہوں اور اُس کا اصول اور ہے' Rule of the Game ہے' اس گیم کے اور اصول ہیں۔ ایک دفعہ میں بے تاب ہو گیا تو میں نے ایک آدمی سے پوچھا جو اس گیم کو جاننے والا تھا' میں نے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے اور اب کیا ہوگا؟ اُس نے بڑے آرام سے کہا ''ہم سے زیادہ بے تاب ہے تُو'' تو میں بات سمجھ گیا۔ پھر بولے ''اتنا کچھ ہم جانتے ہیں اور تم سے زیادہ جانتے ہیں اور ہم سے تُو زیادہ بے تاب ہے' تُو تو سب خراب کر دے گا' اب یہ دیکھ کہ کیا کیا چیز ہے جو تیری نگاہ سے اوجھل ہے' کتنے اور واقعات بھی ہو رہے ہیں لیکن تمہیں ہونے والے یہ واقعات نظر آ رہے ہیں اور جہاں دوسرے واقعات ہو رہے ہیں وہ تو تمہیں نظر نہیں آ رہے''۔ تو یہ بڑا Correlated Affair ہوتا ہے' بڑے مربوط معاملے ہوتے ہیں' ایک سائیڈ نظر آتی ہے مگر پورے کا پورا نظام عالم بدلتا ہے' تو آپ لوگوں کے لیے یہ نظامِ عالم کی نوید ہے اور یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ ویسے آپ لوگ اپنی تسلی کے لیے اس کا تجربہ کر لیں کہ یہ کیا ہے۔ ہماری حکومت سے جو لوگ معزول ہوئے اُن لوگوں کو کچھ کرنے کی ہمت ہی نہیں اور نہ ان کی ذاتی زندگی میں کوئی فرق پڑا' انہوں نے کھایا اور انہوں نے کمایا اور پھر اُن کو ایک اشارے سے ایک طرف کر دیا گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ بڑا ظلم ہوا' یہ کیسے مظلوم ہیں کہ اُن میں سے کوئی بھی نہ بولے اور آپ بولیں' آپ کس کی داد میں اور کس کی فریاد میں بولیں گے۔ آپ کے لیے تو کل بھی یہ جائز نہیں تھا اور آج بھی یہ جائز نہیں ہے' ہمارے لیے تو کل بھی یہ اسلام نہیں تھا اور آج بھی یہ اسلام نہیں ہے' کل بھی یہ روا نہیں تھا اور آج بھی روا نہیں ہے۔ تو ہمارے لیے تو کوئی نئی بات ہوئی ہی نہیں' جیسے کل تھا ویسے

ہی آج ہے اور جن کے ساتھ یہ نئی بات ہوئی ہے اُنہیں کیا ہو گیا' وہ بولتے کیوں نہیں ؟ اُن میں سے کوئی نہیں بول سکتا۔ تو لازمی بات ہے Something wrong, seriously wrong, somewhere تو کہیں نہ کہیں کچھ غلط ضرور ہے۔ میں یہ کہتا ہوں ایک آدمی کی کرپشن کی بات نہیں بلکہ جنہوں نے بہت زیادہ مال کھایا وہ بھی محفوظ اور قائم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا وقت اپنی پوری کامیابیوں کے ساتھ موجود ہے۔ ان کا پورے کا پورا وقت قائم ہے۔ اور Apathy بڑھتی جا رہی ہے اور وہ ایک وقت گزرنے کے بعد وہ اپنے منطقی نتیجے پر نہیں پہنچی یعنی قوم کے اندر بے حسی اپنی جگہ موجود ہے اور جسے آپ علم کہہ رہے ہیں یہ ایک میٹھا درد ہے' قوم کے اندر موجود ہے' قوم کے اندر لالچ کی صورت میں' آج بھی لوگوں کے ذہن میں کوئی پروگرام ہو گا کہ بزنس کہاں ہو' کاروبار کیسا ہو' بے شمار لوگوں کی بے شمار Activity ہے۔ قوم جو ہے غالباً یہ کسی کے ذہن میں ترجیح کے طور پر نہیں ہے' کسی کی فکر میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ قوم کیا ہے۔ قوم جو ہے الگ الگ ہو رہی ہے اور اس قوم کے اندر وحدت ابھی تک ہے ہی نہیں۔ آپ کسی ایک سے پوچھیں تو ایک ادارہ کچھ اور کہہ رہا ہے اور دوسرا کچھ اور کہہ رہا ہے۔ اگر آپ Responsibility کی بات کریں' ذمہ داری کی بات کریں تو تمام صاحبان کے آپس میں الگ الگ بیان ہیں جس سے قوم کو اسلام کے بارے میں تشویش ہے کہ کیا کیا جائے۔ ہر آدمی ایک انبار لگا کے بیٹھا ہے اور کہتا ہے میرے پاس آؤ' صداقت ہمارے پاس ہے۔ تو ہر آدمی کہہ رہا ہے کہ صداقت ہمارے پاس ہے' اور عام آدمی' Common Man جو ہے وہ کچھ حاصل کیے بغیر ہی گھر واپس آ جاتا ہے کیونکہ اتنی صداقتیں ہیں کہ وہ کرے کیا۔ لہٰذا علماء

صاحبان اتفاق کرلیں، تھوڑی دیر کے لیے ہی اجتماع کرلیں تو پھر ایک واقعہ بن جائے گا۔ اور مشائخ کرام اتفاق کرلیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔ علماء اور مشائخ اکٹھے ہو جائیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔ تمام سیاست دان وقتی طور پر اکٹھے ہو جائیں اور کہیں کہ ایک آدمی کو ہم مان لیتے ہیں اور چل پڑیں تو ایک واقعہ بن جائے گا۔ آپ لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں تو سب ایک خاص قسم کے لوگ ہیں، یہاں پر سب اپنے ذہن کو Enlighten کر لیتے ہیں، روشن کر لیتے ہیں اور زندگی کی کربناکیوں اور اذیتوں سے نکل آتے ہیں، مگر جن لوگوں کا کام سیاست ہے وہ اتفاق نہیں کرتے تو کہتے ہیں کسی شخص کے پاس جو طاقت ہو اُس کو یہ نہ دیکھو کہ اُس کے پاس اپنی طاقت ہے بلکہ یہ دیکھو کہ دشمن کی طاقت دراصل دوستوں کی کمزوری کا نام ہے۔ جب دوست ہی نہ رہے تو دشمن تو خود بخود طاقت ور ہو جاتا ہے۔

میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ یہ سیزر کا واقعہ ہے۔ اس وقت سیزر کا اتنا بڑا Image تھا کہ سارے کہتے تھے کہ یہ کوئی دیوتا ہے، کائنات کا بادشاہ ہے۔ تو کسی نے کہا کہ سیزر انسان ہی ہے، اس سے اتنا ڈرا نہ کرو، ایک مرتبہ یہ دریا میں ڈوبنے بھی لگ گیا تھا۔ تو اس کا اتنا بڑا ادبدبہ تھا کہ کوئی آدمی اس کے خلاف بولنے کو خدا کے خلاف بولنا سمجھتا تھا۔ تو اس آدمی نے کہا کہ ایک مرتبہ سیزر کو مرگی کا دورہ پڑا تھا۔ تو جواب دیا ایک جواب دینے والے نے کہ مرگی اس کو نہیں پڑی بلکہ مرگی تو ہمیں پڑی ہے کہ ہم اس کے خلاف بولنے سے بھی گریز کرتے ہیں۔

تو اگر سیاست سے Belong کرنے والوں، تعلق رکھنے والوں میں جذبہ اور جرأت نہ ہو تو پھر جو بھی فاسق و فاجر ہو اُس کو Perpetuation مل

جاتی ہے' تقویت مل جاتی ہے۔ ظلم کی Perpetuation جو ہے تقویت جو ہے مظلوم کی خاموشی ہے بلکہ مظلوم کو اب ظلم عزیز ہونے لگ گیا ہے' مظلوم ہونے کے ساتھ نہ صرف سمجھوتہ کر لیا ہے' Compromise کر لیا ہے بلکہ اس کو ظلم سے Pleasure' خوشی ہو رہی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان زخم کو Enjoy کرتا ہے' لطف اٹھاتا ہے' بعض اوقات زہر پینے کو Enjoy کرتا ہے۔ بعض اوقات زہر سے بھی لذت ملنی شروع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بے خانماں برباد رہنے کی بھی لذت ہوتی ہے۔

نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

کچھ لوگوں کے اندر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ مظلوم ہونے کو بھی گوارا کرتے رہتے ہیں بلکہ ہمیشہ Enjoy کرتے ہیں' لطف اٹھاتے ہیں' ابھی اس قوم کو رد نہیں کرتے بلکہ اس قوم کے لیے دعا کرتے ہیں' اس کی عاقبت کے لیے دعا کرتے ہیں اور ملک کے لیے دعا کرتے ہیں۔ آپ میرے ساتھ اتنا وعدہ کر لیں کہ آپ اپنی اپنی حد میں Domain میں اتنے Sincere' مخلص ہو جائیں گے جتنا آپ کسی Head of State' ملک کے صدر کے ساتھ Sincere' مخلص ہوتے ہیں' جتنا کسی کو Sincere' پُرخلوص دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو آپ اپنی Domain میں' حد میں اُس سے Sincere ہو جائیں۔ اللہ جب آپ سے پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تو کہنا کہ ہم سورج تو نہیں بنا سکے بس ہم نے ایک جگنو کی روشنی کا کام کیا۔ سورج بننا آپ کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے یہ نیکی' بدی' سیاست' زندگی' مال' دولت' یہ ساری کی ساری Activity جو ہے' یہ Answerable ہے' جواب دہ ہے۔ آپ میری ایک بات وارننگ کے طور پر سن لیں' Answerability' آپ لوگوں کے عمل

کی جواب دہی آپ لوگوں کے اپنے سامنے نہیں ہے' اپنے ذہن کے سامنے نہیں ہے' جواب دہی Answerability اللہ کے سامنے ہے اور ذہن جو ہے وہ حجاب کے طور پر اللہ اور آپ کے درمیان کھڑا ہے۔ لہٰذا ذہن کو آپ درمیان سے نکال دیں۔ تو جواب دہی آپ کی ذہن کے سامنے نہیں بلکہ اللہ کے سامنے ہے اور اللہ کے سامنے اتنی ہے جتنی آپ کی استعداد میں ہے۔ استعداد تھوڑی ہے تو اگر آپ زیادہ کی کوشش کرو گے تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو گے۔ کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوسرے کے اعمال کا Answerable نہیں ہے' جواب دہ نہیں ہے۔ No man will never be questioned for the action of others تو کوئی آدمی دوسرے کے عمل کا جواب دہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ دوسرے کا عمل ہے' دوسرے کا Action ہے' دوسرے کا دین خراب ہو رہا ہے اور آپ اپنے دین کو سنواریں۔ ایک دفعہ کسی نے سوال کیا تھا کہ جہاں کوئی مردار ہوتا ہے تو وہاں گدھ کیسے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ مردار میں تھوڑی سی جان باقی ہے تو وہاں مسیحا کو بھی جانے کی اجازت ہے کہ شاید کام بن جائے۔ اس کا دارومدار Intention پر' نیت پر ہے' تو اے صاحبانِ عقل' تمہاری عقل قوم کے کام آنی چاہیے' اے صاحبانِ مال' تمہارا مال قوم کے کام آنا چاہیے' اے صاحبانِ سیاست' تمہاری سیاست' قوم کے کام آنی چاہیے۔ اے صاحبانِ جاگیر آپ کی جاگیر قوم کے کام آنی چاہیے۔ تو آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ قوم کے کام آنا چاہیے۔ تو ہمارے پاس جو دولت ہے ہم یہ کہیں کہ یارب العالمین' اس کو قوم کے فائدے کے لیے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنے آپ سے باہر جانا' یہ پہلی بغاوت ہے' پہلا ظلم ہے۔ بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ ظالم وہ

انسان ہے جو کسی چیز سے اُس کی Capacity سے' صلاحیت سے زیادہ کام لے' کسی چیز سے اُس کی فطرت کے علاوہ کام لے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ظالم وہ بھی ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ بیان کرے کہ اس کے پاس ہے' یعنی جو چیز نہیں ہے اُس کا ہونا ظاہر کرے تو وہ ظالم ہے۔ اور جس کے پاس جو چیز ہے اُس کا نہ ہونا بیان کرے' وہ بھی ظالم ہے' یعنی جو مخفی رکھے ظاہر کو اور ظاہر کرے مخفی کو وہ ظالم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرفان نہیں دیا' اللہ کی مرضی جس کو دے' اگر وہ کہتا ہے کہ صاحبان' میرے پاس عرفان کی دولت آئی ہے' اور اس نے کسی کتاب سے فقرہ پڑھ کے بول دیا۔ اب یہ آدمی ظالم ہے جو عرفان رکھتا نہیں ہے مگر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ظلم اپنے آپ پر بھی ہے اور لوگوں پر بھی ہے' یہ آدمی انشاء اللہ تعالیٰ اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ کون؟ جو ایسی چیز بیان کر رہا ہے جو Exist نہیں کرتی' موجود نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی Head of the State ہے' سربراہِ مملکت ہے اور کہتا ہے کہ اے میری قوم' مظلوم قوم میں تمہیں کنارے پر لے جانا چاہتا ہوں۔ مگر اس کی نیت یہ نہیں ہے' تو وہ ظالم ہے اور عبرت کو پہنچے گا۔ اسی طرح اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ صاحبان میرے پاس تمہارے لیے عرفان کی دولت ہے مگر اُس کے پاس نہیں ہے تو یہ آدمی ظالم ہے اور اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس دین کا علم ہے اور علم اُس کے پاس لادینیت کا ہے تو وہ ظالم ہے اور عبرت کو پہنچے گا۔ کسی حقیقت کو چھپانے والا شاید بچ جائے لیکن غلط مقام بیان کرنے والا مشکل سے بچے گا۔ تو وہ غریب جو دولت مند ہو کے سامنے آ رہا ہے' وہ جاہل جو عقل مند بن کے سامنے آ رہا ہے اور وہ کمزور جو طاقت ور بن کے آ رہا ہے' یہ سارے کے سارے ظالم ہیں۔ ظالموں

کے یہ شعبے بھی غور کرنے والے ہیں۔ لہٰذا آپ وہ بات نہ کریں جس کا آپ کو عرفان نہیں ہے۔ دو انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی' یہ دو قسمیں' دو Categories آپ کو بتا رہا ہوں' ایک وہ جس کو اللہ نے چاہا' پسند کیا اور اُس کو بادشاہت سے نوازا اور دوسرا ایک وہ جس کے لیے اُس نے عبرت تجویز کی اور اس کو بادشاہی دی' ایسی بادشاہی جو عبرت اور عذاب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ اللہ کیسے معزول کرتا ہے؟ معزول کرنا' مذموم کرنا ہے۔ اب یہ ہے بادشاہت کا حال جو کہ ایک Contrivance ہے اللہ کے نزدیک۔ جس کے اعمال میں حسن اور خوبی ہے اس کو کبھی کبھی دانائی کی دولت اور بادشاہت سے نواز دیتا ہے۔ بادشاہت کا مطلب ہوتا ہے اس کی رعایا' عوام' اُس کے چاہنے والے' اُس کے ماننے والے' اُس کا جن پر حکم نافذ ہو۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے' بہت عرصہ پہلے' ایک زندہ انسان تھا جو لاہور میں موجود تھا اور اُس کے بعد تھوڑے عرصہ بعد مزار بن گیا۔ اب مزار کو تو کوئی حق نہیں ہے کہ زندہ انسانوں پر Rule کرتا جائے' حکومت کرتا جائے مگر یہی بادشاہت ہے۔ حکومتیں تو بدلتی رہتی ہیں۔ مگر ان کی بادشاہت نہیں بدلتی' اس بادشاہت کا کوئی نام رکھ لو' غریب نواز رکھ لو یا داتا صاحب رکھ لو۔ یہ ایک بادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت اور چرچا ہے۔ ایک بادشاہت وہ ہے کہ ہر وقت اندیشہ ہے اور خطرہ ہے' بادشاہت کے باوجود چین کی نیند نہیں آتی۔ اس طرح کی بادشاہت کا ہونا جو ہے یہ بذاتِ خود عبرت ہے۔ اس کے بارے میں زیادہ سوچنے کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اپنے منطقی نتیجے کو پہنچ رہی ہے اور جلدی جلدی پہنچ رہی ہے۔ ایک طریقہ

تو خدائی ہے اور دوسرا دنیاوی طریقہ بھی سن لو۔ وہ شخص جو کسی طور پر اپنی کسی ضرورت کے ماتحت اپنے کسی پرانے دوست کو ترک کرنے کی مجبوری میں آ جائے سمجھو کہ وہ بربادی کے آغاز میں آ گیا۔ اس فقرے کو دوبارہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی آپ لوگ ضرور سن لو کہ وہ شخص جو کسی موجود ضرورت کی بنیاد پر' حال کی ضرورت کی بنیاد پر' ماضی کے دوستوں کو ترک کرنے پر مجبور ہو جائے تو حال کی ضرورت جو ہے اس کے لیے عذاب ہے۔ ہر وہ آدمی جو ضرورتوں کے وقت' محبتوں کو ترک کر دیتا ہے وہ آدمی کبھی وفاداری نہیں پائے گا اور ہمیشہ عذاب میں رہے گا۔ وہ شخص جس نے دوستی کو ظلم کر کے ساتھ ترک کر دیا' وہ شخص جس نے محبتوں کے ساتھ وفا نہ کی' وہ شخص جس نے مروتوں کو نظر انداز کر دیا' وہ شخص جس نے محبتوں کو ترک کر دیا' اُس کی بادشاہت پر بھی عذاب ہے۔ یہ بھی کیا بادشاہت ہے۔ یہ بھی کیا ضرورت ہے کہ دوست بھی قربان کر دیا۔ کیا ضروریات پیدا ہو گئیں کہ تُو نے وفا ہی نظر انداز کر دی۔ ہمارا شعبہ ہی اور ہے' ہم وفا کے دعویدار ہیں' مروّتوں کے ہم تمنائی ہیں اور ہم وضع داریوں کے قائل ہیں۔ رہ گئی ضرورت تو ضرورت کیا اور اس کا پورا ہونا کیا۔ سکندرِ اعظم ایک مرتبہ جا رہا تھا' چلا جا رہا تھا' ایک فقیر کہتا ہے کدھر جا رہا ہے۔ کہتا ہے دنیا پر حکومت کرنی ہے' دنیا کو کنٹرول کرنا ہے' دنیا کو فتح کرنا ہے۔ فقیر نے کہا دیکھو یہ پردیس میں اپنی لاوارث قبر بنانے جا رہا ہے۔ لاوارث کون ہوتا ہے؟ جو اپنے وارثوں کو چھوڑ دے' جو دوستوں سے لاتعلق ہو جائے' اتنا خود پسند اور خود فریب کہ جس شخص کو اپنے دوستوں سے دغا کرنے میں ذرا دیر نہ لگے۔ اب ایک اور پوائنٹ بھی زیرِ غور آ جائے کہ جب کبھی آپ یہ دیکھو کہ ملک کی بات ہو رہی ہے تو آپ کہیں

کہ کشتی آپ کی ہے' یہ ملک آپ کا ہے' تو ملک ہے وفادار کا' Sincere انسان کا۔ ایک دفعہ پوچھا کسی نے کسی سے کہ ملک میں شاعر کا مقام بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی کا' ادیب کا بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی کا بہتر ہوتا ہے' مہذب انسان بہتر ہوتا ہے کہ سپاہی بہتر ہوتا ہے تو اُس نے کہا کہ سپاہی کا کام ہے ملک کو بچانا لیکن جب ملک میں مہذب نہ ہو تو اُس ملک میں بچانے والی شے ہی کیا ہے۔ سپاہی بچائے گا کس کو جب مہذب انسان ہی نہ رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی قابل بچا ہی نہیں تو تمہارے پاس کچھ نہ رہ گیا' پھر تم نے کنٹرول کسے کرنا ہے۔ اس لیے بارڈر تو اُس وقت کنٹرول کیے جاتے ہیں جب اُن کے اندر دفاع کرنے کا خفیہ خزانہ اور محبت نامہ ہو۔ تمہارے دلوں سے تو محبت اتر چکی ہے۔ اب تمہیں بچانا کیا اور نہ بچانا کیا' اس کی ضرورت کیا اور ایمرجنسی کیا۔ پھر یہ دیکھو کہ جب آپ کی کشتی میں کوئی دیوانہ سوراخ کرنے کے لیے تیار ہو جائے تو آپ کا کام ہے کہ کشتی میں جنگ کرو اور اُسے بچاؤ' Now is the time وقت ایسا ہے کہ آپ دیوانہ ہو کے War پر جاؤ' جنگ پہ جاؤ' ورنہ آپ کی نسلیں کسی اور ملک میں ڈوبیں گی یعنی کہ سورج نکلا کسی اور ملک میں اور ڈوبا کسی اور ملک میں۔ میں آپ کو صحیح بات بتا رہا ہوں' اس کو آپ لوگ غور سے سن لیں' اپنی وراثتوں میں لکھ جاؤ اور کتابوں میں لکھ جاؤ اگر اب کوئی غلطی ہو گئی تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ شام کہاں بسر ہو گی اور دن کہاں بسر ہو گا۔ یہ جو جائدادوں کے چکر آپ کے ذہن میں پڑے ہوئے ہیں یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اس لیے اب ایک ایسا وقت ہے کہ سمجھ جاؤ۔ آپ اپنے انداز سے کام کر رہے ہیں اور لوگ اس کے برعکس کام کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ آپ اکیلے نہیں ہیں اور

آپ کا یہ خیال اکیلا نہیں ہے' اس کے آگے پیچھے بھی بہت سارا عمل ہو رہا ہے۔ بہرحال یہ ایک بات ضروری ہے کہ ہر آدمی اپنے اپنے Field میں مستعد ہو جائے' اگر کوئی پانی آ رہا ہے تو آپ اُسے کسی مقام پر روک لیں' دروازے سے نہیں روک سکتے تو چھت کا سوراخ بند کر دو' کچھ نہ کچھ کرو' آپ لوگ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ آپ Country کے لیے' ملک کے لیے دعا کریں گے' ایک Ideal زندگی میں ساری بے ایمانی ہے لیکن صداقت کی زندگی بسر کرنے کا آغاز تو کریں۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ حالات بہتر ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ مالک تو پھر وہ ہے۔ تمہارے پاس زبان ہے اُس کو استعمال کرو' نگاہ کو استعمال کرو' فکر کو استعمال کرو' درد کو استعمال کرو یعنی تیرے سینے میں جو درد ہے اُس کو استعمال کرو' جو بھی چیز ہے اُس کو استعمال کرو۔ اب یہ لفظ استعمال نہ کرنا کہ میں نے تو ایک کام کر لیا تھا کہ میں خودکشی کر کے آ گیا کیونکہ حالات بڑے خراب تھے۔ تو یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ حالات خراب تھے۔ جو چیز تیرے پاس صلاحیت کی شکل میں ہے' اُسے Exercise کرو' استعمال کرو' تو سونے والے جاگنا شروع کر دیں گے اور رونے والے ہنسنا شروع کر دیں گے۔ تو گھر سے باہر نکل کے غور کرو اور کسی کے ساتھ کوئی نیکی Contribute کرو' کسی خیال پہ غور کرو' شاید یہ بلا ٹل جائے۔ جس طرح آپ اپنے گھروں سے بلا کو درود سے نکالتے ہیں' سلام سے نکالتے ہیں' اس کے لیے بڑے بڑے کلام پڑھتے رہتے ہیں' اسی طرح ملک کی وبا کو بھی آزاد کرو۔ یہ ابتلا کا وقت ہے' وقت میں کچھ بھی نہیں رہا' وقت تو اسی طرح چل رہا ہے لیکن ابتلا کا وقت ہے۔ یہ اس لیے ابتلا کا وقت ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی طبیعتیں اُداس ہو گئی ہیں۔ مجھے افسوس اس لیے ہو رہا ہے۔ مجھے تاریخ میں کچھ نہیں لگا۔

ایک شخص آج بادشاہ ہے' وہ کل بھی بادشاہ تھا۔ میں اُن کو نہیں جانتا' میں نے تو آپ لوگوں کو دیکھا ہے اور آپ مجھے اُداس نظر آ رہے ہیں' کہیں پہ کچھ ضرور ہو گیا ہے Something wrong has happened somewhere ۔ تو اگر آپ اداس ہو گئے تو پھر ہم بھی اداس ہو جائیں گے۔ کہیں کوئی ایسی چیز ہے جو یہاں تک بھی آ گئی ہے' اگر یہاں تک آ گئی ہے تو پھر یہاں سے تو اڑا دیں گے۔ کسی واقعہ کی سب سے بڑی شامت یہ ہوتی ہے کہ وہ محبت کے اندر دخل دینا شروع کر دے۔ یعنی کہ اس محفل کے اندر یہاں ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں یہاں پر اگر وہ غلط خیال آنا شروع ہو جائے تو پھر اُس خیال کی اور واقعہ کی بڑی بدبختی آ گئی ہے۔ کہتے ہیں درد تھا' کہاں تھا؟ پہلے دماغ تک تھا۔ کوئی بات نہیں ہے۔ اور اب یہ درد جو ہے دل تک آ گیا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اب اڑا دو اس کے پرزے' اب گریبان کو سلوانے کا وقت نہیں ہے' جو بچا ہوا ہے اُس کو پھاڑنے کا وقت ہے۔ اب سلوانے کا ٹائم ختم ہو گیا ۔

پھاڑ کر پھینک دیا روز کا الجھاؤ گیا
ایک قصہ تھا گریبان سلوانے کا

اب تو ایک طریقہ ہے کہ آپ کچھ کر جاؤ اور اگر آپ نے Compromise کرنا ہے تو میرا خیال ہے کہ بہتر ہے آپ سو جاؤ۔ ایک آدمی نے سونے والے کو جگایا اور کہا کہ دیکھ کیا ہو رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کیا ہو رہا ہے؟ تیسرا آدمی کہنے لگا کہ تیرے کام کی باتیں نہیں ہیں تُو سو ہی جا۔ تو اُسے کیا پتہ کیا ہو رہا ہے۔ خوابوں پر چلنے والے کو کیا پتہ کہ حقیقت کیا ہوتی ہے۔ تم لوگ اپنی زندگی تو تبدیل نہیں کر سکتے اور جب تک یہ تبدیل نہ کر سکو تو دوسرا کیسے تبدیل ہو گا۔ تم لوگ اپنے دس

روپے نہیں چھوڑتے ہو اور بادشاہت کے خزانے چھوڑنے کی بات کرتے ہو۔ اختیار چھوڑنے کی بات نہیں ہوتی بلکہ اختیار لینے کی بات ہوتی ہے۔ کوئی بھی لینے والا اختیار چھوڑتا نہیں ہے۔ لینے والا وہ ہے جو Candidate ہو' امیدوار ہو۔ وہ آدمی کیا انقلاب لائیں گے جن کی ضرورت ان کے قد سے زیادہ ہے۔ انقلاب وہ لاتا ہے جو اپنے آپ سے باہر ہو اور جو دیوانہ ہو' جو پاگل ہو' پہلے آگ لگائے جنگل کو اور پھر لگائے اپنے آپ کو۔ تو وہ آدمی یہ کام کر سکتا ہے۔ اس کے بعد پتہ نہیں پھر کیا کہانی ہو' اگر لاہور میں دقت ہو تو کسی گاؤں میں چلے جاؤ۔ ایسی جگہ چلے جاؤ کہ سچ آپ کے پاس نہ پہنچے یعنی سچی خبر ہی نہ ملے۔ سچ سے دلوں میں پریشانی ہوتی ہے' کانوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ آپ جیسے لوگوں کے لیے بہتر ہے کہ سچ سے بچو۔ اور اگر سچ بولنا ہی ہے' سچ سننا ہی ہے تو پھر اٹھو' جاگو اور پھر یہ نہ کہنا کہ وہ کیوں نہیں کرتا اور تم کیوں نہیں کرتے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں تو آپ کے سامنے یوں سرخ رو ہوں کہ میں نے اور کچھ نہیں کیا' صرف یہ کہ آپ لوگوں کو بغیر کسی دھوکہ دیے ہوئے میں نے یہاں اکٹھا کر لیا ہے اور آپ لوگوں کو محبت کا دام دے کے اکٹھا کر لیا۔ آپ کے ساتھ تھوڑے آدمی ہیں اور میرے ساتھ بہت سارے آدمی ہیں' بہت سارے شعبوں اور رابطوں کے آدمی ہیں۔ اگر آپ میں کوئی خوبی ہے تو آپ کچھ کرو۔ اگر آپ دیوانے ہو تو محفل میں آؤ' اگر آپ روشنی ہو تو پھر جگمگاؤ کیونکہ رات کا اندھیرا بڑھ گیا ہے' اگر آپ مال دار ہو تو میدان میں آؤ' خرچ کرو۔ مال کا رعب جماتے ہو اور جب کوئی ضرورت مند بات کرتا ہے تو تم ڈھیلے پڑ جاتے ہو۔ پہلے کہتے ہو بول کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے تھوڑا سا مال دے دو۔ پھر کہتے ہو یہ

بڑا مشکل ہے یہ تو نہیں دے سکتا۔ پہلے اُس کو دعوت دیتے ہو پھر اُسے یہ کہتے ہو۔ تو آپ اپنے حالات میں Sincerely Contribute کرو' خلوص سے حصہ لو' اپنے Domain میں اور اپنے Premises میں یعنی اپنے قد اور حد کے مطابق حصہ لو۔ آپ کا یہی علاج ہے۔ دوسرے کا عمل ابھی آپ کی اصلاح میں نہیں آیا۔ قابو کیسے آئے کیونکہ بہت سے لوگوں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتی۔ ایک ایسے شخص نے خط لکھ دیا اور کئی لوگوں کو بھیج دیا۔ اس میں لکھا کہ آپ لوگ مسلمان ہو جاؤ اور ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا' کل کو یہ نہ کہنا کہ میں نے ڈیوٹی نہیں ادا کی وہ خط اخبار میں چھپا بھی تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ فرض یوں پورا نہ کر دو کہ صرف خط لکھ دیا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور وما علینا الا البلاغ میں نے آپ کو دعوت دے دی۔ اور کل قیامت کے دن یہ نہ کہنا کہ میں نے بتایا نہیں تھا کہ اسلام سچا مذہب ہے۔ یہ تو کوئی دعوت کا طریقہ نہ ہوا کہ اُس کو خط لکھ دو کہ تُو بادشاہت چھوڑ کے چلا جا۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ بادشاہت میرا حق ہے تُو چھوڑ دے۔ تو آپ اپنا حق تو لو مگر یہ آپ کا حق نہیں ہے۔ بادشاہ کا متبادل آپ تیار نہیں کرتے اور خود آپ متبادل ہو نہیں۔ پھر بحث کیا کرتے ہو۔ کون ہے وہ آدمی آپ میں سے جو اختیار لینے کے قابل ہو' ایمان داری سے بتاؤ' اس محفل میں ہے کوئی امیدوار' Candidate' ہے کوئی وارث' موجودہ سربراہ سے یہ مانگنے والا اور وہ یہ کہہ سکے کہ I am a better person and competent کہ میں بہتر اور اہلیت والا شخص ہوں یا یہ کہہ سکے کہ I have found a person other than myself کہ میں نے اپنے علاوہ ایک اہل شخص تلاش کر لیا ہے۔ اگر ہے تو پیش کرو' Present کرو ورنہ انتظار کرو۔ وقت

کی مشینری خود ہی ایسا شخص پیدا کرے گی۔ میری خبر یہ ہے کہ وقت کی مشینری ایسا شخص تیار کر رہی ہے' آدھا بندہ بن گیا ہے انشاءاللہ تعالیٰ اب جان باقی ہے' بت بن گیا ہے اور روح پھونکنے والی ہے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ بس آپ اپنی ذات کے ساتھ مخلص ہو جائیں۔ Be true to your ownself آپ کی بادشاہت آپ کا گھر ہے' اُس بادشاہت میں بہتری پیدا کرو' اپنی رعایا کے ساتھ ظلم نہ کرو' آپ گھر کے اندر رہو اور آپ کی تحویل میں جو لوگ ہیں اُن پر ظلم نہ کرو۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔ یہ نہ کہو کہ جھوٹ بہت ہو گیا' جھوٹ کو چھوڑو' سچے کو پکڑو وہ کہاں گیا' سچا کدھر چلا گیا۔ جھوٹے کا قصور نہیں ہے بلکہ قصور سچے کا ہے کہ وہ کدھر چلا گیا۔ جھوٹ تو باطل ہے' جھوٹ نے تو باطل ہونا ہی ہے اور سچ کو اُس نے Replace کرنا ہے کیونکہ سچا ہی کہیں بھاگا ہوا ہے۔ اُس کو جا کے پکڑو کہ سچے آدمی تُو کہاں پر چھپا ہوا ہے۔ تو اس کو ڈھونڈ نکالو۔ ہمارا جھگڑا ہے سچے آدمی کے ساتھ کہ وہ کہاں غافل ہے۔ اُسے کہو اے سچے انسان' صادق انسان' وقت کے انسان' تو کدھر چپ کر کے بیٹھا ہوا ہے' تو باہر نکل' جھوٹ نے قبضہ کر رکھا ہے' تیری بادشاہت میں چوہے دوڑ رہے ہیں' اصل تو تیری بادشاہت ہے اور تُو کیا کر رہا ہے' اجالے کو ہمارے سامنے جلدی جلدی لا' کہیں سے بھی آتا ہے' جلدی لاؤ' نہیں آتا تب بھی لاؤ' اب ہم گھبرا گئے ہیں' ہمارا دل تنگ ہو گیا ہے۔ اب بدل ڈال وقت کو۔ وقت بدل جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ دعا کرو کہ یا اللہ وقت کی رفتار کو بدل' وقت کی گردش کو بدل' ہمارا دل گھبرا گیا ہے میں نہیں گھبرایا مگر آپ لوگوں کی طرف سے مایوسی ہے۔ آپ سب یہ کہیں کہ ہم نہیں گھبرائیں گے آج کے بعد۔ کیا میں یہ دعا کر دوں کہ میرے پاس جتنے لوگ بیٹھے ہیں یا اللہ تُو

ان سب کا مال لے لے اور وقت کو بدل دے۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مال لے لیا جائے گا۔ مگر ایک آدمی کا مال لینے سے بات نہیں بنتی یہ ساری قوم کی بات ہے۔ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہوگا مگر ایک سسٹم کے تحت ساری بات ہوگی۔ تو آپ سسٹم ہی بدل دو۔ لیکن ایک بات یہ ہے کہ آپ جو بھی سسٹم بدلو وہ خوش نیتی سے بدلو' بدلو اُس وقت جب آپ کا اختیار ہو اور اختیار سے پہلے نہ بدل دینا کیونکہ اس طرح آپ بدل نہیں سکو گے۔ پھر جو بھی سسٹم ہوگا وہ خوب صورت ہو گا۔ میں کہتا ہوں آپ کچھ بھی نافذ کرلو مگر دیانت داری سے نافذ کرلو' ایمان داری سے نافذ کرلو' شرط یہ ہے کہ قوتِ نافذہ Honest ہو' دیانت دار ہو۔ پھر تو ہر چیز ٹھیک ہے۔ حکومت کی کوئی Form آ جائے' کوئی شکل آ جائے بہتر ہے۔ اگر آدمی Sincere ہو' مخلص ہو تو ہر Form بہتر ہے' ایسا آدمی جو نافذ کرے گا وہ صحیح سمجھ کے نافذ کرے گا۔ تو آدمی Sincere 'مخلص ہونا چاہیے' قوتِ نافذہ Sincere ہونی چاہیے۔ آپ کا مسئلہ ہی یہ ہے کہ قوتِ نافذہ Sincere نہیں ہے۔ اب اگر آپ قوتِ نافذہ میں Sincere ہیں' مخلص ہیں تو پھر تو آپ کا کام ہوگیا' کام ہوا پڑا ہے بلکہ دو قدم باقی رہ گئے ہیں' تو آدھا کام تو آپ کر آئے ہیں کہ Sincere ہو گئے ہیں۔ وہ جو لوگ غلط کو نافذ کر رہے ہیں اور غلط بن کے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ آپ لوگ Sincere ہو جائیں اور آپ کو نفاذ کا موقع مل جائے' کوئی ایسا Miracle 'معجزہ ہو جائے کہ نفاذ ہو جائے۔ کوئی ایسی Energy توانائی پیدا ہو جائے' Create ہو جائے' ایسا واقعہ ہو جائے کہ کوئی Collective Movement 'اجتماعی تحریک بن جائے۔ ورنہ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ موومنٹ تو Sincere 'مخلص لوگ شروع کرتے ہیں مگر غیر

مخلص لوگ Insincere لوگ آگے جا کے پھر ایوانِ صدارت میں بیٹھ جاتے ہیں۔ عام طور پر یہی ہوتا رہا ہے کہ فکر کرنے والا کوئی اور ہوتا ہے اور آگے پہنچنے والا کوئی اور ہوتا ہے۔

منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

قافلے در قافلے کٹ گئے Partition میں' 1947ء میں لوگوں کے اور حکومتِ نافذہ کوئی اور ہی آ گئی۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ Movement چلانے والے کوئی اور ہوتے ہیں' نافذ ہونے والے بعد میں کوئی اور آ جاتے ہیں۔ ہم دعا یہی کرتے ہیں کہ نافذ ہونے والے وہی ہوں جو Movement چلانے والے تھے۔ تو آپ لوگ موومنٹ چلائیں' ہمت دکھائیں۔ عام طور پر جس کو ملک چلانا ہوتا ہے پھر وہ اپنی طاقت استعمال کرتا ہے اور طاقت عام طور پر ذرا سخت ہوتی ہے' یہ مانگی نہیں جاتی بلکہ چھینی جاتی ہے۔

وہ نہیں ملتا جسے مانگا گیا
ہاتھ وہ آیا جسے چھینا گیا

اب آپ اس سے آگے چلو اور دیکھو کہ اس سے آگے کیا تذکرہ ہے۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان کے ستاروں کی رفتار ٹھیک کرتے کرتے' زمین پر پاؤں ہی ٹیڑھے ہو جائیں۔ سفر آپ کا اتنا ہے جتنا آپ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ بس اس کا خیال رہے۔

سوال:

یہ تو ہماری دنیا کا حال ہوا باقی دنیا کا کیا ہونے والا ہے؟

جواب:

تمام دنیا کا حال بالکل ٹھیک ہے۔ میرا خیال ہے مزاجِ خالق تو ایک سا ہی ہے۔ ساری دنیا کے ساتھ ایسے ہی ہو رہا ہے۔ ہم Collectively ' مجموعی طور پر غور کرتے ہیں تو ہمیں بہت ساری تکلیف نظر آتی ہے اور بہت خوشی بھی نظر آتی ہے۔ دراصل آپ انفرادی طور پر Consume ہو رہے ہیں' آپ کو زمانہ نظر آ رہا ہے کہ بہت بڑی ارب کھرب آبادی ہے مگر ہر آدمی انفرادی طور پر Consume ہوتا جا رہا ہے' انفرادی طور پر اس کو دکھ اور سکھ ملتا رہتا ہے۔ انسان کا اتنا بڑا ذہن ہوتا ہے کہ پڑھ پڑھ کے کتابیں ختم کر گیا مگر خاموش ہو کے مر جائے گا۔ پھر دور تک دیکھنے والی نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ بہت بڑے Event ' واقعات ہوتے ہیں اور کرنے والے گزر جاتے ہیں۔ اس لیے آپ غور کرو کہ یہ سب کیا ہے۔ اتنا بڑا Figure جو ہے Develop نہ کرو' مال کی اتنی گنتی نہ بڑھاؤ کہ جس کے لیے ہمیشہ زندہ رہنا پڑے۔ یہ واقعہ مزید تیس چالیس سال کا ہے' اس کے بعد تو پھر After Effects ہیں' مشکل ایام ہیں' آپ جانتے ہی ہیں کہ پچاس سال تک انسان Creative Mind ' تخلیقی ذہن رہے گا' اور ساٹھ سال تک وہ قائم رہے گا کہ جس نے بڑا دودھ پیا ہو۔ اس کے بعد تو پھر زندگی کی یادیں رہ جاتی ہیں' بس یادیں' حسرتیں' آرزوئے ناتمام' گذشتہ چہرے' غم دوست کی موت کا' اُن کی جواناں موت کا' گذرے دن یاد آ جاتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ اور غور کرو کہ انسان کے لیے محبت سے پالی ہوئی اولاد اور محبت سے اکٹھی کی ہوئی دولت' ان دونوں میں انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جب اُسے یہ پتہ چلتا ہے کہ میری دولت یہی وارث لے جائے گا تو اُس کو اولاد سے محبت کم ہو جاتی ہے۔ انسان کی اتنی ساری کل اوقات ہے! وہ زندگی میں مال نہیں دیتا اور بعد میں وراثت دے

جاتا ہے۔ بے شمار مقدمے ہم نے دیکھے وراثت کے' وہی وراثت زندگی میں کر دیتا تو کیا تھا مگر انسان برداشت نہیں کرتا۔ یہ ہے انسان' کہ خواہش بہت زیادہ اور حاصل بہت تھوڑا۔ حاصل اتنا سارا ہے کہ نیند کا بھی وقت نہیں ہے اُس کے پاس۔ ہم اُسے کہتے ہیں کہ سو جاؤ' اجازت ہے تو وہ کہتا ہے کہ اب نیند نہیں آتی۔ جب ہم کہتے تھے کہ جاگو تو اُس وقت جاگ نہیں کھلتی تھی' آنکھ نہیں کھلتی تھی' نیند آجاتی تھی۔ بتاؤ زندگی میں کیا رہ گیا۔ محبت کو کاروبار بنا دیا' دولت کا نظام غلط کر دیا' کوئی وفا آپ نے قائم نہیں کی ہے' کسی ایک جگہ پر کچھ نہیں رہنے دیا' عبادت کرتے ہو تو بیان زیادہ کرتے ہو اور کرتے تھوڑی عبادت ہو۔

کارسازِ ما و فکر کارِ ما

خود کو ہر رات کو کس کے سپرد کر جاتے ہو' اُس کے حوالے کر دیتے ہو' سوتے وقت کس کے حوالے کر دیا خود کو؟ بارہ بارہ گھنٹے اللہ کے حوالے کرتے رہتے ہو اور بنے ہوئے ہو مفکرینِ وقت! رات کو سوتے وقت خود کو کس کے حوالے کرتے ہو؟ اللہ میاں کے۔ ضرورت' کھانا پینا' ہزار باتیں' سب اللہ کے حوالے' اللہ کے حوالے' جب اللہ کوئی اپنا کام کہتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ تم نے کیا کر دیا' اس لیے کہ تم تو کرتے ہی کچھ نہیں ہو' تم تو صرف بحث کرتے ہو۔ خدا بھی مل جائے تو اس سے بحث کرنے لگو گے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اُس دن حساب کروں گا جس دن تمہاری زبانیں خاموش ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تو پھر اللہ ہے' وہ کہے گا کہ اب ہاتھ کو کہو کہ ہاتھ بولے۔ بڑا مشکل وقت ہوگا جب آپ کے چہرے' آپ کی زبانیں سلب کر لی جائیں گے' اب اعمال کی عبرت کا وقت آجائے گا' ایک بات میری بہت یاد رکھنا' بہت زیادہ یاد رکھنا' میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں' جب آپ یہ

دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو اپنے کیے ہوئے کی سزا ہونی چاہیے اور پھر آپ کہتے ہو کہ یا اللہ اس شخص کو اس کے اعمال کی عبرت سے آشنا کر دے تو یہ اُس وقت ہو گا یعنی دعا اس وقت Operate کرے گی جس وقت دعا کرنے والے کو اُس کے اپنے اعمال کی عبرت سے آشنا کرایا جائے گا۔ کیا آپ کو ایسی دعا کرنا منظور ہے؟ خبردار' آمین نہ کہنا بلکہ آپ کہو کہ یارب العالمین' اُس شخص کو بھی اور ہم لوگوں کو بھی اپنے اعمال کی عبرت سے دوچار ہونے سے بچا تو ہم عبرت نہیں چاہتے ہیں' اپنی نہیں چاہتے اور اُس کی عبرت بھی نہیں چاہتے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اللہ تو پھر اللہ ہی ہے' بادشاہ ہے' ایک آواز آتی ہے تو عبرت شروع ہو جاتی ہے۔ ایک آواز' چنگھاڑ' ایسی آئی کہ پھر بستیوں کی بستیاں غائب ہو گئیں۔ تو وہ مالک ہے۔ کیونکہ وہ دوبارہ Create کر سکتا ہے' تخلیق کر سکتا ہے اس لیے اُسے کیا تباہی سے فرق پڑتا ہے۔ اس لیے یہ نسخہ آج کے دن یاد رکھو کہ دوسرے کو عبرت میں داخل کرنے کی آرزو خود عبرت میں داخل ہونے کی تمنا ہے' دوسرے کو اُس کے انجام سے آشنا کرانے کی آرزو اپنے انجام سے بھی آشنا ہونے کی تمنا ہے۔ ایسا شخص دراصل یہ کہتا ہے کہ یا اللہ' اُس کو بھی عبرت سے آشنا کر اور مجھے بھی میرے اعمال کا نتیجہ دے۔ بہت کم لوگ ہیں جو جرأت کے ساتھ یہ بات کریں گے۔ کیونکہ یہ مشکل الفاظ ہیں اس لیے کوئی آدمی دوسرے کو اس کی عبرت میں پہنچاتے وقت اپنے لیے بھی عبرت کی تیاری کرے۔ پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ اپنے اعمال کے نتیجے آپ کے سامنے آ جائیں گے اور وہ وقت جو ہے بڑا سخت ہوتا ہے۔ اس لیے فریاد کا سہارا لو' اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر مہربانی کرے آپ کو آسان وقت سے گذارے اور آپ کے خیال کی الجھن دور کرے۔ آدمی

کا خیال الجھن بن جائے تو بہتر ہے آدمی کو اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خیالوں کی الجھن سے بچائے۔ آپ لوگ الجھے بلاوجہ ہی ہیں' آپ کو الجھنا نہیں چاہیے۔ اللہ کے مضمون اللہ ہی جانے۔ تمہارے پاس جتنا دَور ہے اتنا ہی دیکھو۔ جو تحویل میں ہے اس کو درست کرو۔ تو اپنی تحویل والوں کو درست کرو۔ جھگڑا اُس کے ساتھ ہو جس کو سامنے بٹھا کے جھگڑا کرو' تب لطف بھی آتا ہے وگرنہ ہوا کے ساتھ جھگڑا نہ کرو کہ تُو تیز کیوں چل رہی ہے' اور دریا Slow کیوں چل رہا ہے۔ اس لیے جس آدمی کے آمنے سامنے بیٹھ کے بات کرنے کی گنجائش ہو اُس کے ساتھ کلام کرو۔ پھر بھی دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ آپ ابتلا سے آزاد ہو جائیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے۔ دعا تو ہوسکتی ہے۔ جس آدمی سے آپ آمنے سامنے بیٹھ کے بات کرنا چاہتے ہیں اور وہ حالات پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ آمنے سامنے بیٹھ کے بات ہوسکے تو اللہ تعالیٰ یہ مہربانی فرما سکتا ہے۔ آپ کو جو پسند ہے حاصل کرلو یا جو حاصل ہے اُسے پسند کرلو۔ درمیان میں پریشان نہ ہونا۔ لوگ چاہتے ہیں کہ چاند کا بڑھنا گھٹنا بند ہو جائے' لوگ بہت کچھ چاہتے ہیں مگر قابو نہیں آ رہا۔ اگر قابو نہیں آ رہا تو پھر آپ ذرا دھیان کرو۔ میں آپ کو یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ کہیں Sincerely' خلوص میں اتنے پریشان نہ ہو جانا کہ دل میں کوئی اذیت پیدا ہو جائے۔ انسان کی صحت کے معاملات کمزور ہو جاتے ہیں' آپ ضرور اس کا خیال رکھنا۔ اعصاب پہ بہت پریشانی نہیں آنی چاہیے' اپنے کام میں دھیان رکھو اور یہ یاد رکھو کہ آپ سے زیادہ جاننے والے کوئی اور لوگ بھی ہیں بلکہ بہت سارے ہیں اور وہ سب غور کر رہے ہیں۔ آپ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی بہتر صورت نکال دے۔ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالے گا۔ آپ کو اگر ذاتی

طور پر کوئی عمل کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو دعا کرو' فکر کرو اور فکر کو تازہ رکھو' اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا۔ گھبرانا نہیں چاہیے۔

سوال:

موجودہ دور میں بڑی پریشانیاں ہیں' اخبار بھی آتا ہے تو تہلکہ مچ جاتا ہے۔

جواب:

اس سوال کے اندر آپ نے آدھا سوچا ہے' سوچنے والی پوری بات یہ ہے کہ جو خبر دینے والی ایجنسی ہے اس نے اخبار میں جو خبر دی ہے' دینے والے نے بڑے حساب سے دی ہے کہ جو نتیجہ وہ Desire کرتے ہیں' چاہتے ہیں' وہی برآمد ہوتا ہے۔ جب پریشان کرنا مقصود ہو تو پریشان کرنے والی خبر دی جاتی ہے اور جب نہ پریشان کرنا مقصود ہو تو پھر صاف خبر دی جاتی ہے۔ بات ویسے نہیں ہوتی جیسے آپ کو نظر آ رہی ہے۔ جو اخبار میں بات ہے وہ بات ویسے نہیں ہے۔ اخبار کی خبر اور ہے اور اصل واقعات اور ہیں۔ بس جو جس کے اختیار میں بات ہو وہی کرو۔ باقی ذرائع جتنے ہیں' آپ اچھے ذرائع استعمال کریں۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اور خود نہیں بدلتے؟

جواب:

ایک آدمی نے جا کے کسی سے پانی مانگا' اس نے کہا پانی تو فی الحال نہیں ہے' ہم ٹیوب ویل کا انتظام کرنے والے ہیں' سکیم بنائی ہوئی ہے۔ تو یہاں بے شمار ٹیوب ویل لگ جائیں گے مگر اس وقت پیاسے کو پانی نہیں ملے گا۔ اپنی

اصلاح بہت مشکل ہے اور دوسرے کی اصلاح بہت آسان ہے۔ صرف اپنی اصلاح ہوتی نہیں ہے۔ اصلاح کو بیان کرنا بڑا آسان ہے اور اپنی اصلاح سب سے مشکل کام ہے۔ عام انسان گھبراتے ہیں کہ اپنی اصلاح اور اپنے گھر کے ساتھی کی اصلاح کیسے کریں۔ اپنے گھر کا اپنی مرضی کے مطابق ماحول بنانا بڑا مشکل ہے۔ اب آپ کو ایک فارمولا بتاتا ہوں کہ وہ شخص جو اپنے ذاتی گھر کو اپنی پسند کے مطابق نہ بنا سکا وہ دنیا کو اپنی پسند کے مطابق کیسے بنائے گا۔ آپ کے گھر کے افراد تو آپ کا کہنا مانتے نہیں۔ جو آپ کی تحویل میں ہے اُس کی اصلاح کرو۔ پہلے آپ اپنے آپ کی تحویل میں آ جاؤ ورنہ یہ اَنا کا غبارہ تو پھیل جاتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے لیکن اس سے یہ اصلاح نہیں ہوتی' وہ کہتا ہے کہ ذاتی زندگی میں' ایک ذاتی زندگی میں اپنی اصلاح کے لیے' مسلمان کے لیے قرآن پڑھنے کے لیے بڑا وقت درکار ہے اور بڑی تھوڑی زندگی ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی میں بیس سال آپ سو کے گذارتے ہیں اور باقی سال مصروفیات میں رہتے ہیں' اور پھر آپ کے پاس کچھ کرنے کے لیے ٹائم ہی نہیں ہوتا کیونکہ سونا' جاگنا' بیماری اور کام میں سب وقت ختم ہو جاتا ہے۔ پچاس سال کے بعد یادیں ویسے ہی ختم ہو جاتی ہیں' نام بھولنے شروع ہو جاتے ہیں' وہ آدمی جس کو یادداشت پر ناز تھا اُس کی یادداشت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے' وہ چہرے جن کا محبت سے انتظار ہوتا تھا' اب وہ چہرے پہچانے ہی نہیں جاتے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے دیکھو میں وہی ہوں۔ زندگی ہے کیا؟ ماں باپ سے انسان باہر نہیں نکل سکتا' اولاد سے باہر نہیں نکل سکتا اور مزاج سے باہر نہیں نکل سکتا۔ انسان سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کو تھامے ہوئے

ہے اور تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے کہ مجھے نیند آ گئی ہے۔ وہ آدمی جو دنیا کے بارے میں متفکر ہوتا ہے' شہر کے لیے متفکر ہوتا ہے' لوگوں کے لیے غور وفکر کرنے والا تھوڑی دیر کے بعد کہتا ہے اچھا اب سو جائیں۔ اب کس کے حوالے کر کے سوتے ہو؟ کہتا ہے اب اللہ کے حوالے کر دو' تھوڑی دیر کے بعد چارج لے لوں گا۔ جو شخص سو سکتا ہے اُس کو زیادہ فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ زندگی میں کیا تبدیلی آئی ہے' امیر کیا ہے اور غریب کیا ہے۔ اب امیری غریبی کی بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ لوگوں کے پاس پیسہ برابر بھی کر دیا جائے تو پھر فکر برابر نہیں ہوگی' خیال برابر نہیں ہوگا۔ فرض کرو پیسہ برابر کر دیا اور خیال برابر کر دیا مگر چہرہ کہاں سے برابر کرو گے؟ ایک چہرہ' ایک سادہ لوح انسان کا چہرہ' جب سامنے آتا ہے تو دانا انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے بلکہ بالکل ہی پریشان ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا! اُسے جواب ملتا ہے کہ ایک صورت' ایک شکل آئی ہے' دیکھ اب یہ صورت۔ پھر وہ صورت نگاہ کے اندر ایک جلوہ گاہ بنا دیتی ہے۔ اب یہاں کیا کرے گی تمہاری امیری غریبی۔ یہ واقعہ دل والوں کی زندگیوں میں ہوتا رہتا ہے اور یہ واقعہ وفا والوں کی زندگیوں میں ہوتا رہتا ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ مادہ پرستی کی دنیا میں سے تھوڑی سی وفا کی دنیا میں داخل ہو جاؤ' تھوڑی سی محبت کی دنیا میں داخل ہو جاؤ اور پھر دیکھو کہ چہرہ کیا کام کرتا ہے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ ہزار برابری ہے مگر برابری کے اندر ہی غیر برابری ہو جاتی ہے۔ پھر یہ دیکھو کہ ایک مسجد میں جانے والے' باقاعدہ' باجماعت نماز پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی نمایاں ہو جائے گا' ایک ٹیبل پر پڑھنے والوں میں سے ایک آدمی الگ ہو جائے گا۔ یہ خداداد چیز ہے۔ یہ غور کرنے والی بات ہے اور آپ سمجھ دار ہو کہ دنیا کی

ساری تاریخ عوام کے واقعات ہیں اور خواص کے بیان ہیں' فکر والے لوگ' مفکرین اور عام آدمی کی بات ہے اور پیغمبروں اور امتوں کا واقعہ ہے۔ یہ کمال کی بات ہے کہ سب دنیا کے برابر کا قرآن ایک آدمی پر نازل ہو رہا ہے اور درود ہو اُس آدمی پر' آپ ؐ کی ذات پر۔ اللہ کے کام آپ نہیں سمجھ رہے کہ اللہ کے کام کیا ہیں اور ایسے ہی پریشان ہوتے جا رہے ہیں۔ کام اُس نے ایسے کیے ہیں کہ صاف ظاہر ہے کہ وہ انفرادیت کا مالک ہے۔ اللہ سب انسان برابر پیدا کرے گا چہرے پہ دو کان' دو آنکھیں اور ایک ناک۔ مگر انسان برابر نہیں ہوتے۔ دس کروڑ آدمی اگر کھڑے کر دیے جائیں تو کہتا ہے دیکھو سب کی آنکھیں دو دو ہیں اور سب کے کان برابر ہیں' ٹھیک ہے؟ بالکل ٹھیک ہے۔ پھر کہتا ہے مگر سب کی شکلیں الگ الگ ہیں۔ تو ہر انسان برابر ہے مگر ہر انسان غیر برابر ہے۔ وہ انفرادیت کا مالک ہے مگر آپ اس میں انفرادیت شکنی کرتے ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پیسے والا بخیل ہو سکتا ہے مگر غریب آدمی فیاض ہو سکتا ہے' سخی ہو سکتا ہے۔ بے شمار غریب سخی ہوتے ہیں۔ سخی آپ نے دیکھا ہی نہیں' چل پھر کے دیکھو۔ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡنَ سیر کر دنیا کی اور دیکھو عاقبت مکذبین کی' جھوٹوں کی۔ دولت سے انسان معتبر نہیں ہو جاتا اور نہ غریبی سے غیر معتبر ہوتا ہے۔ غریبی اور دولت کی اور کہانی ہے۔ دعا کرو کہ فکر کی غریبی نہ ملے اور ایمان کی غریبی نہ ملے۔ میں بار بار آپ کو سمجھاتا آ رہا ہوں کہ صرف رزق یہ نہیں ہے کہ پیسہ ہو بلکہ خیال' ایمان' فکر اور بعض اوقات چہرہ بھی رزق دیتا ہے۔ اکثر اوقات کچھ اور بات بلکہ ایک بات نہیں ہزار باتیں رزق ہیں۔ تو یہ کمال کی بات ہے۔ چودہ سو سال پہلے حضور پاک ﷺ تشریف لائے۔ آپ لوگ اندازہ

لگائیں کہ آپ جیسا انسان جو کہ بھائی کی بات نہیں مانتا' اپنے باپ کی بات نہیں مانتا' اپنے کسی اُستاد کی بات نہیں مانتا مگر آج بھی آپ کا کلمہ پڑھتا جارہا ہے۔ تو اُس انسان پر درود کیسے نہ بھیجا جائے۔ آپ ایسے لوگ ہو کہ بادشاہوں کے خلاف بولتے ہو اور اس ذات پر درود بھیجتے ہو تو پھر وہ ذات کیا ذات ہے' بس کمال ہے! تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ انہیں غریب ترین پیدا کر کے دکھایا' یتیم پیدا کر کے دکھایا مگر ساری کائنات جھکی پڑی ہے اُن کے سامنے۔ تو دولت پیسہ نہیں ہے' دولت اخلاق ہے' اصل دولت وہ مقام ہے جو رحمۃ للعالمینی کا مقام ہے' فیاضی کا مقام ہے' کردار کا مقام ہے' افکارِ عالیہ کا مقام ہے' جیب خالی ہے اور کائنات ان کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔ اگر کوئی آدمی غریب بھی ہے اور پیسے کی پوجا بھی کرنے والا ہے تو وہ بہت ہی غریب ہے۔ آپ اپنی غریبی کو عزت کی نگاہ سے دیکھو۔ عزت کی نگاہ سے کب دیکھا جاتا ہے؟ جب حسرت ختم ہو جائے۔ جن کے پاس مال ہے اُن کی آزمائش ہے۔ تم Simple ہی صحیح ہو' سادہ ہی ٹھیک ہو' غریبی پیغمبرؐ کے گھر کی عطا ہے' اِس بات کو یاد رکھنا! یہ ہم نہیں کہتے کہ قومیں غریب ہو جائیں' امیر بھی ہو جائیں' لیکن پہلے آپ یہ دیکھو کہ اچھا امیر بہت اچھا امیر ہوتا ہے اور برا غریب بہت برا غریب ہوتا ہے' بہت برا ہوتا ہے' اور اچھا غریب بھی بہت اچھا ہوتا ہے' اللہ والا ہوتا ہے۔ تو انسان Good اور Bad ہوتے ہیں' اچھے یا برے ہوتے ہیں' امیر غریب نہیں ہوتے بلکہ نیک اور بد ہوتے ہیں۔ میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ معاشرے میں نیکی اور بدی کی تقسیم کیا کرو' نیکی اور بدی کو تقسیم کا معیار بناؤ' پھر امیری غریبی کی تقسیم بھی ہو جائے گی۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمارے ملک میں غریبی آئی پڑی ہے' مگر سڑکوں پہ راستہ ملتا نہیں ہے کیونکہ

گاڑیاں اتنی ہیں' مہنگائی زیادہ ہوتی جارہی ہے اور سپلائی بھی زیادہ ہورہی ہے۔ جھگڑا غریبی کا نہیں ہے۔ جھگڑا ہے غریب فکری کا۔ آپ کے افکار ختم ہو گئے۔ ایمان کمزور ہو گیا۔

میں آپ کو اپنی ذات کی اصلاح کا طریقہ بتاتا ہوں' آپ اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں دے دو جیسے مردہ بدستِ زندہ یعنی جیسے وہ چاہے اصلاح کر دے۔ تو یہ ایک طریقہ ہے۔ اس طرح اصلاح ہو جاتی ہے۔ ایک لگن میں لگ جاؤ تو بھی آپ کی اصلاح ہو جائے گی' کثیر المقصدیت سے بچ جاؤ تو اصلاح ہو جائے گی' Singleness of Purpose' ایک مقصد رکھو تو اصلاح ہو جائے گی۔ آپ نیکی اور بدی کی پہچان کرو' اچھے آدمیوں سے ملو اور برے آدمیوں کو Avoid کرو' ان سے دور ہو جاؤ یا پھر یہ کہ آپ ان کی اصلاح کے لیے ملنا چاہتے ہیں۔ Unless you are going to reform them' تو آپ کی اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح یافتہ کی تمنا جو ہے وہ اصلاح کرتی ہے۔ اصلاح' اپنی تنہائی کے اندر اپنا محاسبہ کرنا ہے۔ Man alone اور دوسرا In Society یعنی تنہا انسان اور ہجوم میں انسان۔ تو آپ سوسائٹی میں مبالغے سے گریز کریں' سوسائٹی میں جھوٹ سے گریز کریں اور تنہائی میں اپنا محاسبہ و جائزہ لیتے رہیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح بہت ساری صفات کا نام نہیں ہے بلکہ ایک صفت کا نام ہے۔ اور یہ بات یاد رکھ لینے والی ہے۔ مثلاً ایک Reformed آدمی ہے' اصلاح شدہ آدمی ہے چاہے آپ کسی کا نام لے لو' تو اُس میں ایک صفت نمایاں ہو گی اور باقی صفات جو ہیں وہ صرف Balance میں ہوں گی' توازن میں ہوں گی۔ مثلاً وہ ایک اچھا انسان تھا۔ وہ کیا کرتا تھا؟ کہتا ہے کہ وہ ایک بینک میں

ملازم تھا۔ اب آپ اُس بیچارے سے پوچھو کہ اُس نے دنیا کا سفر کیا؟ کہے گا کہ نہیں کیا۔ تو اُس میں ساری صفات اکٹھی نہیں ہوسکتیں بلکہ ایک صفت نمایاں ہو گی۔ تو آپ اپنی ایک صفت کے سائے میں اپنی عمر گزار لو تو یہ Reformation ہوگی' اصلاح ہوگی۔ تو اُس ایک صفت کے اندر آپ Perfect ہو جاؤ' مکمل ہو جاؤ۔ تو ''کسبِ کمال کُن'' بن جاؤ' اس صفت میں کمال حاصل کرلو مثلاً یہ صفت کہ دشمن کو ہمیشہ معاف کر دیا' ہمیشہ معاف کر دیا۔ بس یہ صفت جو ہے یہ آپ کو کمال تک پہنچائے گی۔ تو کسی ایک صفت کے آپ ماہر بن جاؤ' Expert بن جاؤ' انشاء اللہ تعالیٰ اصلاح ہو جائے گی۔ اصلاح زیادہ صفات کا نام نہیں بلکہ ایک صفت کا نام ہے۔ آج کے دور میں اصلاح مشکل نہیں ہے بلکہ آسان ہے۔ بس اس کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کی اصلاح نہ کرو بلکہ صرف اپنی اصلاح کرو۔ اگر آپ نے دوسروں کی اصلاح کرنی ہے تو پہلے اُس سے محبت کرو' لاتعلق اصلاح نہ کرنا' میری طرف سے آپ کو منع ہے۔ یعنی لاتعلق اور بے تعلق اصلاح کرنا منع ہے۔ تو آپ کو جس سے محبت ہو اُس کی اصلاح کرو۔ پہلے آپ تعلق بناؤ پھر اصلاح کرو' اُسے کہو کہ پہلے ہم آپ کے ساتھ بات کر رہے ہیں' پھر آہستہ آہستہ دوستی بڑھے گی۔ پھر اُسے کہو کہ مجھے آپ میں کوئی خامی نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر آپ کی کیا اصلاح کرنی ہے۔ اس طرح اصلاح ہونا شروع ہو جائے گی.....

سوال:

آپ جاننے والے ہیں' آپ ہی سمجھ لیں کہ ہماری تمنا کیا ہے اور ہم کیا جاننا چاہتے ہیں.....

جواب:

آپ لوگ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آپ کی یہ زندگی کیسی ہے اور آپ کی آنے والی زندگی کیسی ہے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا یہ ملک تاریخ میں رہ جائے گا؟ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ملک میں جو موجود Disturbance ہے اس سے Situation کچھ زیادہ Worse تو نہیں ہوگی یعنی حالات اور زیادہ خراب تو نہیں ہوں گے۔ اور آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا ہمارے لیے فلاح ممکن ہے؟ اور آپ یہ سوچ رہے ہیں کہ کیا ہم آزادی کی دولت ضائع تو نہیں کر بیٹھیں گے؟

آپ یہ سب باتیں جو پوچھنا چاہتے ہیں' یہ سب باتیں بتانے والی نہیں ہیں۔ اس میں میں کچھ اشارہ کر سکتا ہوں کہ یہ زندگی اُس آدمی کی اچھی ہے جس نے اپنے علاوہ کسی اور آدمی کی خوشی کو اپنا مقصود بنایا ہو۔ عاقبت یا آخرت اُس آدمی کی اچھی ہے جس آدمی نے توبہ کی ہو اور دوسروں کو معاف کر دیا ہو' تو اُس کی عاقبت اچھی ہے۔ میں ایک بات کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے آپ کے خلاف زیادتیاں کی ہیں آپ اُن کو معاف کر دیا کرو اور آپ سے جو غلطی سرزد ہو گئی ہے آپ اُس کی معافی مانگ لیا کرو اور استغفار کر لیا کرو۔ اس طرح آپ کی عاقبت بہتر ہوگی۔ ملک کے بارے میں یہ ہے کہ یہ ملک قائم رہے گا اور بہتر ہوگا' انشاء اللہ تعالیٰ! اس کے اندر صرف یہ نہیں ہے کہ آپ اور ہم یا اِدھر اُدھر کے چند لوگ ہی ہیں بلکہ اس ملک کے اندر بہت سارے واقعات ہیں اور یہ ملک قائم رہے گا اور اس کی آزادی بھی قائم رہے گی۔ اب رہا کہ موجود Situation' حالت کے بارے میں تو یہ ہے کہ ؎

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جُنبش میں

ہر بار ہی موجود Situation' حالت بڑی خراب ہوتی ہے اور ہر بار ہی حل ہو جاتی ہے' اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اگر آپ کو ہم لازمی جزو سمجھیں تو پھر آپ کی ہر دور کو ضرورت ہے۔ لہٰذا ہر دور جو ہے بہتر نتیجہ حاصل کر لیتا ہے۔ مثلاً اگر ہم آپ کو Sincere مانیں' مخلص مانیں تو ہر دور میں مخلص' Sincere آدمی کی گنجائش ہے' ضرورت ہے۔ تو آپ کی ہر دور میں گنجائش ہے اور حالات میں کبھی بھی انشاءاللہ تعالیٰ ایسا وقت نہیں آئے گا کہ جب کوئی چیز لاعلاج ہو' علاج ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ اس لیے آپ کبھی مایوس نہ ہونا اور اچھے حالات کا انتظار کرنا۔ اور یہ جو برائی آپ دیکھ رہے ہیں یہ کسی ایک انسان کی کی ہوئی نہیں ہے' ایک سسٹم کی پیداوار ہے۔ اب سسٹم کی جو غلطی ہے وہ آپ نوٹ کرو کہ کیا ہے؟ سسٹم کیا ہے؟ وہ جو تضاد ہے وہ کیا ہے؟ تو تضاد یہ ہے کہ آپ نے اللہ کو مانا' کیوں مانا؟ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو اُس نے فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں یہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے اس Idea پر' بات پر بہت زیادہ غور نہیں کیا اور کہا کہ آپ اُسے پیدا کر رہے ہیں جو فساد مچائے گا' ہم آپ کی عبادت کرنے والے ہیں اور کیا ہم کافی نہیں ہیں تو اللہ کریم نے فرمایا کہ You don't know,Which I know اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور پھر انسان پیدا ہو گیا۔ اب یہ تخلیق کا فارمولا ہے کہ اللہ نے فرشتوں سے کہا اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَةً میں زمین پر خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا کہ آپ اُسے بنا رہے ہیں جو فساد مچائے گا۔ یہ جو انداز ہے اور طریقہ ہے کہ یوں انسان کی تخلیق ہوئی ہے' تو اسلام نے یہ بتایا اور اس کے علاوہ بھی کتابوں میں درج ہے' اور دنیا کے فارمولے بنائے ہوئے ہیں کہ آدم کب

سے چلا آ رہا ہے کوئی کہتا ہے کہ وہ بندر سے بنا' کوئی کچھ اور کہتا ہے۔ تو تخلیق کے وہ طریقے ماننے والا یعنی اسلام کے علاوہ طریقے ماننے والا اپنی عاقبت کا خود آپ ذمہ دار ہے۔ میں نے آپ کو وارننگ دے دی ہے۔ There can be other explanations as well دوسرے راستے بھی بیان کیے جا سکتے ہیں مگر اسلام نے یہ بتایا ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' ہم نے فرشتوں کو بنایا' پھر اُس کو ہم نے مٹی سے پیدا کیا اور پھر اُس میں جان ڈال دی اور فرشتوں سے کہہ دیا کہ اس کی اطاعت کرو۔ نہ یہ کوئی Symbol ہے' نہ یہ کوئی علامت ہے بلکہ یہ سیدھی سادی بات ہے اور یہ واقعہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ بھی تخلیق کے متعلق باتیں ہوں گی' بائبل کے انداز سے یا کسی دوسرے انداز سے' مذہبی کتابوں کے علاوہ بھی ہوں گی' کچھ فلم والے بھی کہانی بناتے ہیں مگر آپ کو اسلام میں یہی بتایا گیا ہے۔ اب آپ اس کے علاوہ بات مانیں گے تو اپنی آخرت کی' عاقبت کی ذمہ داری آپ کی خود کی ہوگی۔ اب یہ میں اللہ کی بات کر رہا ہوں کہ اُس نے یہ بتایا ہے اور ہم اس کو مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مزاج کی بات ہے کہ اُس نے انسان سے کہہ دیا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے قریب مت جاؤ' یہ اُس Divine Excellence کی Pure Arbitrary Will تھی یعنی اس جلّ شانہ کی مطلق مرضی تھی' اور وہ مالک ہے' اُس نے انسان کو سوچنے والا بنایا اور Reasons دیے بغیر' وجہ بتائے بغیر اُس نے حکم لگا دیا۔ تو میں اللہ کریم سے یہ بات اُس کی مہربانی کے ساتھ' مہربانی کے طفیل کر رہا ہوں۔ تو کیا کہا؟ اس نے انسان کو سوچنے والا بنایا' اور انسان کیوں' کب اور کیسے یہ سب کرتا ہے؟ اور پھر اُسے کہہ دیا کہ اس درخت کے قریب نہیں جانا اور وجہ بھی نہیں بتائی۔ پھر انسان کو

عقل دے کر عقل پر مہر لگا دی تو اب انسان کیا کرے' اللہ سے کیسے پوچھے کہ جناب آپ نے یہ حکم کیوں دیا' پھر انسان نے پوچھنے کا طریقہ یہ اپنایا کہ اللہ کے حکم کو Violate کیا' توڑ دیا' یہ ''کیوں'' کی ایک انتہائی شکل ہے اور اس کے ساتھ ہی Punishment' سزا کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی Arbitrary Will کے سامنے' اس کے حکم اور مرضی کے سامنے سوال کی گنجائش نہیں ہے! تو یہ بتا کر میں آپ کو آپ کی عاقبت کے حوالے کر رہا ہوں۔ میں یا آپ جس اللہ کو مانتے ہیں اُس کے سامنے ''کیوں'' کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور آپ کو میں یہ پکی اطلاع دے رہا ہوں۔ تو جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات اللہ نے کہی ہے اور یہ ایسی بات ہے تو اُس کے سامنے ''کیوں'' کا سوال نہیں کرنا۔ اگر آپ اس کے علاوہ کوئی بات مانتے ہیں تو پھر آپ کی عاقبت کی ذمہ داری آپ کی ہے۔ آپ اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ اس زمین پر وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا اس زمین پر کوئی مخلوق نہیں ہے مگر میرے پاس ہے اس کا رزق۔ ہم اُس کو رزق دینے والے ہیں اور یہاں اور آگے اس کے دوست ہیں نَحْنُ اَوْلِيَاءُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ تو اللہ نے فرمایا ہم اس کے پالنے والے ہیں اور اس کے دوست ہیں یہاں دنیا میں اور آخرت میں۔ یہ اللہ کی بات ہے کہ رزق کے خالق ہونے کی حیثیت سے اُس نے تمام مخلوق کو رزق دینے کے لیے اپنی ذمہ داری لگا رکھی ہے۔ آپ کا کارخانہ الگ کہانی ہے اور فیکٹری الگ راز ہے لیکن مالک نے کہا ہے کہ رزق میرے ذمے ہے۔ اب اگر آپ فیکٹری سے رزق لے کر آؤ گے یا زمینوں سے لے کر آؤ گے تو یہ رزق دیا کس نے؟ اللہ نے دیا ہے۔ اگر آپ کو یہ

بات سمجھ آ گئی ہے تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ آ سکتی ہے ورنہ بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو آپ یہ سمجھیں کہ رزق اللہ نے کیسے دیا' یہ زمین کیسے اللہ نے آپ کو دی ہے' یہ رزق کہاں سے آیا' تنخواہ لینے والا آدمی جانتا ہے کہ رزق کہاں سے آیا ہے' سب خدا کی طرف سے آیا۔ آپ کی محنت کرنے کی صلاحیت' آپ کی Activity اور آپ کا ذہن' سب اللہ نے دیا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ اللہ نے کیسے آپ کو رزق دیا ہے' کہ کسی کی نگاہ میں رزق ہے' کسی کے انداز میں رزق ہے' کسی کے خیال میں رزق ہے' کسی کے قلم میں رزق ہے اور کسی کے تھوڑے سے ذہن میں علم کی ایسی گنجائش ہے کہ وہ ڈگری لے کر ملازمت کر لیتا ہے۔ تو اللہ نے یہ کہا ہے کہ رزق میرے پاس ہے' اللہ نے کہا کہ عزت اور ذلت ہماری طرف سے ہے۔ تو آپ یہ بات مان لیں۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو سوال جواب سے آزاد رکھو' یہ آپ کی عاقبت کے لیے بہت ضروری ہے۔ تو جہاں اللہ کی بات نہ ملے کہ اس بارے میں کیا فتویٰ ہے کیا حکم ہے تو پھر آپ رجوع کرو الی الرسول کہ حضور پاک ﷺ کی کسی بات سے اس کا فیصلہ مل جائے گا اور اگر نہ ملے تو پھر آپ اس کو حال میں تلاش کرو کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ تو یہ ضروری بات ہے اور اللہ کے ساتھ زیادہ بحث کی گنجائش نہیں ہے..... تو میں آپ کو آج وقت کے اندر تضاد کا بتا رہا تھا کہ تضاد یہ ہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ اللہ وہ ہے جو Arbitrary Will رکھتا ہے' ہم سے پہلے آپ ہی رب بن کر بیٹھ گیا ہے' وہ بادشاہ ہے' مالک ہے' اُس کو سلام اور سجدہ کرتے ہیں کہ اُس نے ہم سے رب بننے کے لیے نہیں پوچھا' یہ اُس کا کمال ہے' ووٹ نہیں لیا' اور اُس نے کائنات میں کسی کو بھی نہیں پوچھا اور پھر بھی وہ کائنات کا رب ہے' ہر آغاز سے پہلے رب ہے اور ہر

انجام کے بعد بھی رب ہے۔ آپ لوگوں کا کائنات میں ہونا Fraction of Seconds کی کہانی ہے' ایک سیکنڈ کا بھی ذرہ ہے۔ اللہ کا مزاج غیر جمہوری ہے۔ میں نے یہ کہا ہے کہ رب کا مزاج غیر جمہوری ہے اور جب یہاں پر تضاد پیدا ہوتے ہیں تو پھر آپ کے ملک میں فساد پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو جب چاہے پیغمبر بنا دے' کمال کی بات تو یہ ہے کہ پیغمبر بھی انسان کے ووٹ سے نہیں بنے گا' پیغمبر کو نامزد کرنا بھی غیر جمہوری ہے۔ اللہ جس کو جب مرضی چاہے پیغمبر بنا دے۔ وہ اگر چاہے تو قطرے کو قلزم بنا دے۔ آپ لوگ یہ دیکھیں کہ موسیٰ علیہ السلام کلام نہیں کر سکتے لیکن اللہ کریم نے انہیں اپنا ہم کلام بنا دیا اور نام اُن کا کلیم اللہ ہے حالانکہ اُن کی زبان میں لُکنت ہے' تو یہ اللہ کی بادشاہی ہے' وہ جو چاہے کرے۔ اب آپ لوگ دیکھیں کہ آپ کے ملک میں اسلام کا نعرہ ہے اور یہ نعرے کی حد تک ہی ہے' اور جمہوریت کی آمد آمد ہے۔ اگر آپ کے ملک کے آدھے سے زیادہ لوگ یعنی اکیاون فی صد لوگ اسلام نہ چاہیں' بشرطیکہ سارے لوگ ووٹ دیں تو' پھر آپ کی جمہوریت کیا کرے گی؟ پھر تو جمہوریت آئے گی لیکن اسلام نہیں آئے گا۔ اور اگر اسلام اِن لوگوں کو نظر انداز کر دے کہ یہ سارے جھوٹے ہیں تو پھر نظامِ مملکت کیسے بنے گا۔ اس تضاد کے دوران جو موجود حکومت ہے وہ عافیت میں بیٹھی ہے۔ آپ کے ملک میں اسلام آتا ہے تو جمہوریت نہیں رہتی اور اگر جمہوریت آتی ہے تو اسلام نہیں رہتا۔ لہٰذا یہ مسئلہ کسی سے حل نہیں ہونا اور زندگی کا کاروبار اسی طرح چلتا رہے گا۔ جمہوریت آپ کے ہاں آئی نہیں' پھر اسلام کا جو نفاذ یہاں ہو رہا ہے اس سے زیادہ اور کوئی بے معنی چیز نہیں ہے' اس میں ناراض ہونے والی بات کوئی نہیں ہے۔ آپ اس بارے میں ذرا جذباتی ہیں

مگر آپ یہ دیکھیں کہ مسلمانوں پر اسلام کا نفاذ ابھی تک کیوں نہیں ہوا؟ چودہ سو سال ہو گئے اور اسلام کا نفاذ مسلمانوں پر نہیں ہوا تو پھر وہ کیسے مسلمان ہیں۔ مسلمانوں پر اسلام نافذ نہیں ہوا اور یہ اسلام مسلمانوں پر نافذ نہیں ہوسکتا اور یہ قوت اسلام نافذ کر ہی نہیں سکتی۔ تو اب آپ یہ مسئلہ حل کر لو کہ وہ کون سا اسلام ہے جو مسلمانوں پر نافذ نہیں ہو رہا ہے اور یہ کیسے مسلمان ہیں کہ جن پر پچھلے کئی سال سے اسلام نافذ نہیں ہو رہا ہے' لہٰذا یہ تضاد جو ہے یہ اس طرح حل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ آپ لوگوں کو آزاد نہیں چھوڑ سکتے کہ جیسے مرضی ہو جائیں اور پابند کر نہیں سکتے۔ لہٰذا موجیں حکمران طبقے کی ہیں اور اِن تضادات کے اندر ہی بادشاہوں کی آسودگی و عافیت ہے۔ اس تضاد کو Resolve کرنے کے لیے' حل کرنے کے لیے آپ میں سے کوئی صاحبِ دانش آگے بڑھے اور کہے کہ جمہوریت جو ہے یہ اسلام کا مزاج نہیں ہے کیونکہ نہ تو کوئی ولی اللہ جمہوریت کے ذریعے آیا' نہ کوئی پیغمبر آیا اور نہ خدا آیا اور نہ خدا کے رسولؐ آئے۔ یہ سب جمہوریت سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے آئے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کسی کی بات کر لو مثلاً کسی فقیہہ کی بات کر لو کہ لوگوں نے اُن کو فقیہہ بنا لیا ہو' نہیں! یہ سب ادھر سے ہوا ہے' مجدد الف ثانیؒ ووٹوں کے ذریعے سے نہیں بن گئے۔ جب الیکشن ہوں گے تو آپ ووٹ دیکھو گے۔ لوگ کہیں گے اس دفعہ ہمارا خیال ہے کہ مجدد کے الیکشن کرا دیں' کسی قلندر کے الیکشن کرا دیں' ابدال کا الیکشن ہونا چاہیے' چلو غوث الاعظم کا الیکشن ہو جائے۔ تو یہ تو انتخاب والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ آپ خود کہیں گے کہ یہ تو اُدھر سے آتی ہیں۔ تو پھر باقی کیا رہ گیا۔ باقی صرف ساری کہانی کی کہانی رہ گئی ہے۔ تو آپ لوگوں کی فکر میں جو تضاد موجود ہے آپ

اس تضاد کو فکر سے نکالو۔ یہاں آ کر انسان کو ٹھہرنا چاہیے اور خدا کے ساتھ بحث نہیں کرنی ہے۔ جب تک آپ کا خیال درست نہ ہو جمہوریت نافذ نہیں ہونی اور اسلام نے آنا نہیں ہے اور یہ وقت ٹلنا نہیں ہے۔ یہاں پر اسلام کے نفاذ کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ ہم پر پیدائشی طور پر اسلام نافذ ہے۔ اب آپ اسلام کا قانون نافذ کرو' آپ اسلام کی زندگی نافذ کرو' آپ زندگی میں آسانیاں نافذ کرو' آپ ریلوے کو ٹائم سے چلاؤ' ٹیلی فون کو صحیح فنکشن کرنے دو' اور اس طرح کے ہزاروں قسم کے پرابلم ہیں جو حل ہونے چاہئیں۔ یہاں پر تو اسلام ہی اسلام ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ باقاعدگی سے نماز پڑھتے ہیں' سارے درود شریف پڑھتے رہتے ہیں اور سارے اللہ کریم کو یاد کرتے رہتے ہیں' یہ سب اسلام ہے اور مکمل نافذ ہے۔ آپ نے اور کیا نافذ کرنا ہے؟ اور اگر آپ نے اسلام نافذ کرنا ہے اور آپ ایسا کئی سال میں نہیں کر سکے تو آپ وجہ بتاؤ کہ آپ ایسا کیوں نہیں کر سکے؟ آپ کو کس نے روکا ہے؟ یہ آپ کی Inefficiency ہے' نااہلی ہے یا پھر آپ کی مرضی نہیں ہے کہ یہ نافذ ہو۔ آپ کو ایسا کرنے سے کس نے روکا ہے جب کہ آپ باقی ہر شے کرتے جا رہے ہیں' ہر چیز نافذ کرتے جا رہے ہیں۔ آپ جس چیز کو نافذ کرنا چاہتے ہو اُسے تو آپ نافذ کر دیتے ہیں۔ کوئی بھی نیا قانون آپ بنائیں تو سمجھو وہ راتوں رات نافذ ہو گیا' اُس کو Ordinance کہتے ہیں اور اُس وقت فٹافٹ Arbitrary Will چل پڑتی ہے' منشا' مرضی کے مطابق کام ہو جاتا ہے۔ تو جو آپ چاہتے ہیں کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کرتے ہیں اور اگر نہیں ہوتا تو اسلام نافذ نہیں ہوتا۔ پھر تو آپ کو اپنے اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا چاہیے کہ یہ چیز جو ہے اس کو کیا کرنا ہے' اسلام نافذ

ہونا ہے یا جمہوریت نافذ ہونی ہے۔ یہ جو تضادات ہیں یہ ابھی حل نہیں ہوں گے جب تک اِن کو حل کرنے والا کوئی صاحب نہ آئے اور وہ آنے والا ہے۔ آپ لوگ بھی دعا کرو کہ وہ جلدی آ جائے۔ اب آپ لوگ اور سوال کریں .....

سوال:

آپ ہمارے لیے بہت کچھ کرتے ہیں مگر ہم نے آج تک آپ کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تو ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

میرے لیے آپ ایک کام یہ کرو کہ میرے لیے دعا کرو اور میں بھی آپ کے لیے دعا کروں گا' آپ باقی سب لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھو اور آپ کی دعا جو ہے وہ بہت ضروری ہے' اور میری بات کو غور سے سنو اور عمل کرنے والی بات پر عمل کرو' یاد رکھنے والی بات کو یاد رکھو اور آگے بیان کرنے والی بات کو بیان کرو۔ بس آپ کی یہی Contribution بہت ہے' یہ عمل بہت ہے۔ میں راضی ہوں اور آپ کا یہ عمل آپ کی بڑی Contribution ہوگی۔

سوال:

ہم آج کل کے حالات میں بندوں کو کیوں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں جب کہ اس میں اللہ کی رضا اور مشیت بھی تو ہو سکتی ہے۔

جواب:

موردِ الزام کوئی نہیں ٹھہرا رہا' بس کچھ لوگ غور و فکر کرتے رہتے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر بات ضرور اللہ کی طرف سے ہوتی ہے لیکن پھر بھی انسان جائزہ لیتا رہتا ہے کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ ہر چیز کو اللہ کے حوالے کرنے سے جو نتیجہ ہوتا ہے تو

جو صاحبانِ غور ہوتے ہیں اس پر وہ غور کرتے رہتے ہیں۔ اب اللہ کی طرف سے دونوں طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ اللہ کے حوالے کرنے والی جو بات ہے تو ایک واقعہ سنو۔ ایک آدمی کسی کے باغ میں چلا گیا اور بغیر اجازت کے آم کھانے لگ گیا' تو مالک آ گیا اور اُس نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو تو وہ شخص کہتا ہے کہ یہ اللہ کا باغ ہے اور اللہ کا بندہ اللہ کے حکم سے آم کھا رہا ہے' آپ کو اس میں کیا دقّت ہے۔ تو مالک نے چھڑی اٹھائی اور کہتا ہے کہ اللہ کے دوسرے حکم سے اللہ کا دوسرا بندہ یہ چھڑی استعمال کرنے کی بسم اللہ کرتا ہے..... تو بات اتنی ساری ہے کہ ایک واقعہ اگر اللہ کے حکم سے نافذ ہوتا ہے تو دوسرے آدمی بھی اللہ کے حکم سے ہی سوچتے ہیں۔ آپ یہ بات کیوں نہیں دیکھ رہے۔ اس لیے سوچ کا عمل آپ بند نہیں کر سکتے۔ یہ چلتا رہے گا .....

سوال:

یہ جو سارے واقعات ملک میں ہو رہے ہیں تو کیا اس میں کوئی معنی پوشیدہ ہیں؟

جواب:

یہاں تک کا واقعہ تو آپ کو سمجھ آ رہا ہے۔ اگر کچھ سمجھ آ رہا ہے تو پھر گہرائی میں آپ کیوں جاتے ہیں کیونکہ یہ آپ کا پرابلم نہیں ہے' اور جن لوگوں کا یہ پرابلم ہے اُن کو جواب مل گیا ہے۔ آپ کے لیے یہی ٹھیک ہے۔ آپ کا یہ کام نہیں ہے کہ واقعہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ یہ سمجھیں کہ سب ٹھیک ہی ہو رہا ہے' کیونکہ جو آدمی کام میں لگا ہوا ہے' ڈیوٹی پر جاتا ہے' سوتا ہے' نماز پڑھتا ہے وہ اتنا مصروف ہے اُس کے لیے تو واقعہ کوئی نہیں ہے۔ واقعہ تو اُن لوگوں کے لیے ہے

جن کے پاس وقت ہے' دعا کرنے کا وقت ہے یا یہ اُن کی ڈیوٹی ہے۔ آپ کے لیے یہ واقعہ نہیں ہے۔

سوال:

سر! یہ جو اس وقت ملک کی صورتِ حال ہے یہ جزا کی ہے یا سزا کی ہے؟

جواب:

جو اِس وقت صورتِ حال موجود ہے' آپ دیکھیں کہ جب خیال پر جبس طاری ہو جائے تو یہ جزا نہیں ہے۔ آج خیال پر بوجھ پڑ گیا ہے۔ غالباً اعمال جو ہیں اُن کا نتیجہ نکل رہا ہے۔ آج آپ کو دوسرے کے عمل سے پریشانی نہیں ہو رہی ہے بلکہ اپنے اعمال ہی اس قابل نہیں ہیں' بات سختی کی طرف جا رہی ہے کہ اپنے اعمال بھی اچھے نہیں اور کوئی آدمی بھی نہیں جس کو یہ موقع ملے کہ وہ اس کے علاوہ بھی بات کرے۔ آج کل کے حالات کا مقام ہی ایسا ہے یعنی لالچ کا اور طاقت کا مقام ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہیں' سارے ہی ایسے کرتے ہیں' اپنے اپنے علاقے' اپنی اپنی Domain میں ایسے ہی کرتے ہیں۔ اس لیے یہ سزا کا وقت ہے۔

سوال:

مگر آپ فرماتے ہیں کہ صورتِ حال بہتر ہے.....

جواب:

انشاءاللہ تعالیٰ صورتِ حال بہتر ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا ساری کافر ہو جائے تو مومن کے لیے مومن ہونے کی گنجائش رہے گی۔ اس دنیا میں کوئی بھی

خدا کو نہ مانے تو کچھ لوگ خدا کو مانتے رہیں گے۔ اچھے آدمی کے لیے ہر وقت اچھا ہے اور برے آدمی کے لیے کوئی وقت بھی اچھا نہیں ہے۔ بس آپ نے خود اچھا ہونا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وقت ہمیشہ ہی اچھا رہے گا۔ یہ آپ کی وقت کے ساتھ Total Involvement ہے' وقت کے ساتھ کل معاملہ ہے اور آپ کی جوابِ دہی انفرادی ہے۔ تو آپ اپنی ذاتی زندگی انفرادی طور پر دیکھیں کہ کیا ہے۔

سوال:

آج کل جھوٹ اور ظلم سے کیسے لڑیں؟

جواب:

آپ دیکھو کہ جہاں جھوٹ As such exist نہیں کرتا' وہاں ہر انسان اپنے جھوٹ سے خود بچتا ہے۔ انسان میں اصلاح کی ہمیشہ گنجائش رہتی ہے۔ کسی نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ ہم دین سے کیسے محبت کریں' کتنی محبت کریں؟ اب آپؐ لوگ حضور پاک ﷺ کا جواب سن لیں' آپؐ نے فرمایا کہ آپ لوگ دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیادار کو دنیا سے محبت ہے کہ وہ دنیا حاصل کرنے کا کوئی موقعہ نہیں چھوڑتا تو تم بھی کوئی دین حاصل کرنے کا موقعہ نہ چھوڑو۔ تو جھوٹ کی اصلاح کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنے سچ کو نہ چھوڑو' وہ اپنا جھوٹ پکڑے رکھے' آپ اپنا سچ پکڑے رکھو اور اُس پر قائم رہو۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ یعنی حق آجاتا ہے اور باطل چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جھوٹ کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ یہ بھاگنے کے لیے ہے۔ سچا بن کر آپ کسی ماحول میں چلے جاؤ تو جھوٹ ٹھہر نہیں سکتا۔ تو

جھوٹ کو Deal کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے سچ سے نکال دیا جائے' جھوٹ کو جھوٹ نہیں نکال سکتا' اس لیے جو آپ لوگ کرتے ہیں وہ تو غلط ہے۔ یہاں تو جھوٹ کو سچ کر دیا جاتا ہے۔ تو آپ جہاں بھی جائیں بس سچا بن کر جائیں تو انشاءاللہ تعالیٰ جھوٹ نکل جائے گا۔ تو جھوٹ کو نکالنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ سچے بن جاؤ۔ سچ اور صداقت والے صادق لوگ صادق بن کر پوری دنیا پر چھا گئے ہیں۔ صداقت گواہی ہے' کسی اور طریقے کی بات نہیں ہے بلکہ صرف صادق کی بات ہے۔ جو طاقت سچ کو پیدا کرتی ہے وہ طاقت باطل کو بھی پیدا کر دیتی ہے۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ جس نے سورج بنا کے کائنات کو چلانا ہے اُس نے آپ کی نگاہ پہلے بنائی ہے اور سورج کو بعد میں بنایا ہے' اب وہ روشنی خود بخود نظر آ رہی ہے' نہ اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ فارمولا ہے' آنکھ کے ساتھ نظر لگا کے نظارے بنانے والا لطف لے رہا ہے۔ تو نظارے بعد میں بنائے پہلے نظر بنا دی۔ اس لیے صداقت کو پہچاننے کے لیے آپ کے پاس صداقت کا شعور آ جائے گا اور یہ شعور موجود ہے۔ اب صداقت کا آغاز ہو رہا ہے جو کچھ آپ کر رہے ہیں' آپ کو جو پریشانی ہے' یہ جو صداقت دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی ہے' یہ جو حالات کو بہتر دیکھنے کی تمنا پیدا ہو گئی ہے' یہ جو کنفیوژن دُور کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی ہے' یہی تو صداقت کا آغاز ہے۔ پھر جب وہ واقعہ ہو جاتا ہے تو قرار آ جاتا ہے۔ اب یہ جو بے چینی پیدا ہو رہی ہے' اس کا حل نکل آئے گا اور انشاءاللہ تعالیٰ یہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال:

سر! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جیسی قوم ہو گی ویسے حاکم مسلط کر دیے

جائیں گے۔ایسی صورت میں ہم کیا کریں؟

جواب:

آپ کو کس نے کہا ہے کہ قوم کو حاکم پسند نہیں ہیں۔ یہ جو بارہ کروڑ عوام ہے یہ کب حاکموں کو ناپسند کر رہی ہے کیونکہ اتنی بڑی قوم اگر مخالفت کرے تو کیا کوئی حاکم چل سکتا ہے۔آپ کا یہ بیان جو ہے یہ ایسے نہیں ہے جیسے آپ بیان کر رہے ہیں کہ جیسی قوم ہوگی ویسے حاکم ہوں گے۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بالکل ٹھیک فرمایا ہے۔اور ایک حدیث شریف ہے جو لوگوں کے بارے میں ہے کہ جیسے بادشاہ ہوتے ہیں ویسے ہی لوگ بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں برابر برابر چلی ہوئی ہیں۔اب جب اُس حکمران کو ہٹانا مقصود ہوگا تو لوگوں میں طاقت آ جائے گی۔ فی الحال تو لوگ ڈر رہے ہیں اور نہیں جانتے کہ اچھا ہے کہ نہیں ہے۔اگر نوے دنوں کے بعد انتخابات ہو جائیں گے تو عام آدمی کی اقتصادی زندگی میں کیا فرق پڑ جائے گا۔آپ اگر انتخاب لڑیں تو پھر کیا فرق پڑ جائے گا۔ جہاں اور جس وقت میں آپ کے خیال میں دقت ہو' اُسے آپ Change کرو تبدیل کرلو اور اگر Change' تبدیل کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو پھر غور کرو اور خاموش رہو۔یعنی کہ جو پسند کی چیز ہے اُسے حاصل کرلو ورنہ جو کچھ حاصل ہے اُسے پسند تو کرو۔صرف بیان کرتے رہنا اچھا نہیں ہے کہ یہ برا ہے اور وہ برا ہے۔آپ ایک اور بات دیکھو کہ اگر برائی دیکھنی ہے تو اپنے آپ میں دیکھو اور پھر اُس برائی کی اصلاح کرلو۔ بار بار یہ بات ہم آپ کو سمجھاتے ہیں کہ بادشاہوں کی برائیوں کو حل کرنے کا کام آپ کا نہیں ہے جب تک کہ آپ کو یہ ڈیوٹی نہ ملی ہو۔ Unless you are appointed that way فی الحال آپ

دیکھتے جائیں۔ یہ قبول کرنے کا وقت ہے اور آپ سے بہتر لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں۔ بس آپ غور کریں اور آپ اپنے حالات کو دیکھیں۔ سیاست کے میدان کی اور بات ہے' یہ اور میدان ہے' آپ اپنی اصلاح کرو اور اپنے آپ پر غور کرو' جب نوے دن میں انتخابات نہیں ہوئے تھے تو لوگوں نے کیا کر لیا۔ یہ ایسے ہی پریشان ہونے والی بات ہے۔ آپ لوگ اس کا تھوڑا سا علاج سوچو۔ اس کا کوئی اور ہی علاج ہے۔ اس سے پہلے جو انتخاب ہوئے تھے اُن سے کیا فرق پڑا تھا اور اب اگر انتخاب ہو جائیں گے تو کیا فرق پڑے گا۔ بات انتخاب سے حل نہیں ہوتی ہے بلکہ آپ کا مقصد کیا ہے اور آپ کیا چاہتے ہیں' اصل بات یہ ہے' اور یہ کہ اصل میں آپ کی پوری قوم کا نصب العین کیا ہے۔ حکومت چلانا تو مقصد نہیں ہے۔ اسلام کو تو ایک توضیح بنا دیا گیا ہے۔ 1947ء میں قوم کو ایک مقصد مل گیا تھا یعنی مسلمانانِ ہند کو ایک مقصد مل گیا تھا کہ ہم نے ملک بنانا ہے اور اُس مقصد کے لیے مسلمان چل پڑے اور وطن بھی چھوڑا' مال و اسباب بھی چھوڑا' کچھ کٹ گئے اور کچھ یہاں پہنچ گئے۔ مگر اُس کے بعد کوئی منزل نہیں ملی 1947ء میں ایک پاکستان بنانا تھا' اُس کے بعد آپ کے ذاتی مقاصد ہیں اور قومی مقصد کوئی نہیں ہے۔ اگر قوم کا کوئی بھی متفقہ مقصد ہو جائے پھر تو قوم کامیاب ہو جائے گی کیونکہ وہ اُس میں مشغول ہو جائے گی۔ اس وقت قوم کا قومی مقصد کوئی نہیں رہ گیا' اجتماعی Purpose کوئی نہیں رہ گیا' لہٰذا پریشانی ہے۔ جس کو وحدتِ کردار کہتے ہیں یہ ختم ہو گئی ہے' کوئی متفقہ عمل نہیں رہ گیا' نہ ہی آپ کا کوئی مشترکہ لائحہ عمل رہ گیا' نہ کوئی مشترکہ مقصد رہ گیا' ہاں اگر انڈیا مہربانی کرے' حملہ کرے تو آپ کو ایک مقصد مل جاتا ہے اور وہ مہربانی کرتا ہے' وہ مہربانی کرتا رہتا

ہے۔قوم کو اگر اکٹھا کیا ہے تو انڈیا نے کیا ہے اور یہ ایمان داری کی بات ہے جیسے کہ 1965ء میں کیا اور قوم اکٹھی ہوگئی۔ جب یہ واردات اُدھر ہو جائے گی تو آپ اکٹھے ہو جاؤ گے۔ جب کوئی افتاد پڑی تو یہ قوم اکٹھی ہوئی ہے ورنہ اکٹھی نہیں ہوئی۔ آسودگی میں تو آپ جھگڑا کرتے ہیں اور دولت آپ کو راس نہیں آتی ہے بلکہ پریشانی آپ کو راس آتی ہے۔فرض کرو کہ آج جو حکومت بدلی ہے اس سے آپ بڑے پریشان ہیں' اس کو تو چار دن ہو گئے ہیں' اُس سے پہلے کیا تھا؟ کون سے ایسے درخت کے ساتھ پھل لگ رہے تھے جو اب نہیں لگیں گے۔ تو اب بھی آپ کے آموں کے ساتھ پھل لگیں گے اور اس سے کچھ بھی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ بے فکر رہیں' آپ کے درختوں پر پھل لگے گا اور حسبِ معمول لگے گا اور وقت پر لگے گا۔ کچھ لوگ ہیں جو دوست بھی ہیں اور دشمن بھی وہی ہیں' تو پھر تبدیلی کیا آئی ہے؟ تبدیلی تو آنی چاہیے' ہم بھی کہتے ہیں کہ تبدیلی آنی چاہیے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ لوگ بدل جاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ انقلاب اس کو کہتے ہیں جب آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی پیدا ہو جائے اور دنیا کی گنتی ختم ہو جائے۔اور آپ اللہ کریم کے محبوب بن جاؤ' آپ اللہ کی محبت میں چل پڑو تا کہ دنیا کی محبت ہی نکل جائے' تو یہ انقلاب ہے۔ ورنہ آپ کوئی سا بھی زمانہ لے لو تو یہ کل ہی کی بات ہے' ہم تو بہت پرانے ہیں' یہ روزِ الست بھی کل کی بات ہے ہم تو اُس سے بھی پہلے سے انتظار میں ہیں۔تو ہر دور میں ایسی بات ہوتی ہے' یہ سمجھو کہ بادشاہوں میں کوئی خامی نہیں ہے اور خامی عوام کی بھی نہیں ہے' وقت ٹھیک چل رہا ہے' بس جب اللہ کی مہربانی ہو جائے گی تو وقت اور اچھا ہو جائے گا۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ قوم کے پاس کوئی واحد مقصد ہونا چاہیے۔

سوال:

1965ء میں تو انڈیا کے آنے سے ایک واحد مقصد ہو گیا تھا لیکن جب مشرقی پاکستان کا مسئلہ ہوا تب یہ وحدتِ فکر پیدا نہیں ہو سکی۔

جواب:

میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ وحدتِ فکر صرف انڈیا کے آنے سے پیدا ہوگی' یہ میں نے ایک مثال دی ہے اور میں نے 1965ء ہی کہا ہے 1970ء نہیں کہا ہے۔ آپ لوگ پاکستانی تو بنتے نہیں ہیں' صرف انتشار میں ہیں اور آپ پہلے بھی انتشار میں تھے۔ مقصد یہ ہے کہ میں اس بات پہ زور دے رہا ہوں کہ آپ اپنے اندر کوئی وحدتِ فکر پیدا کریں۔ اس سے پہلے کہ کوئی بات ہو آپ اپنی قدر کریں' اپنا خیال کریں تا کہ قوم جو ہے وہ ضائع نہ ہو جائے۔ تو آپ لوگ کوشش کریں لیکن آپ لوگ کوشش نہیں کرتے۔ صرف یہ نہیں کہ آپ لوگ مسئلے پر غور کر لیں اور مسئلے کو سن لیں بلکہ آپ قوم کو وحدتِ فکر دیں' وحدتِ کردار دیں اور یہ آپ کا کام ہے۔ مگر آپ تو سیاست کی بات کر رہے ہیں۔ ملک کی بہبود کا سوچنا جو ہے یہ سیاست ہے۔ سیاست دان کا کوئی الگ شعبہ نہیں ہے۔ ہر آدمی جو ملک کے بارے میں سوچتا ہے وہ سیاست دان ہی ہے۔ سیاست کا شعبہ جیسے آپ لوگوں نے بنایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ یہ سیاست دانوں کا کام ہے' مذہب مولویوں کا کام ہے اور دوسرا کام صاحبِ اقتدار کا کام ہے۔ پھر آپ کا کام کیا ہے؟ کیا صرف نعرے لگانا۔ آپ لوگ صرف نعرے نہ لگائیں' آپ اپنا کردار بنائیں اور آپ اپنی اصلاح کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایک جماعت کے جلسے میں نعرے لگانے والے دوسری جماعت کے جلسے میں بھی نعرے لگا

رہے ہوں گے اور سامعین بھی وہی ہوں گے۔ جب زندہ باد اور مردہ باد کہنے والا ایک ہی ہو تو ایسے آدمی کی عاقبت خراب ہونی چاہیے جو کسی آدمی کو زندہ باد کہتا ہے اور پھر کسی آدمی کو مردہ باد کہتا ہے یعنی دوستوں کے مخالفوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ نعرے لگانے والے پیسے لیتے ہیں' یہ پورا کاروبار ہے اور جلسے' جلوسوں کا آدھا کام تو اس طرح ہوتا ہے۔ بہر حال آپ سب لوگ یہ دعا کریں کہ خیر ہو جائے۔ لیکن آپ کسی طور یہ نہیں کہہ سکتے کہ وحدتِ کردار کسی اور کا کام ہے بلکہ یہ آپ ہی کا کام ہے' یا تو آپ یہ بات نہ کریں یا پھر یہ آپ ہی کا کام ہے۔ آپ کے گھر پر مصیبت آ جائے تو پھر آپ اُس کو ٹال لیتے ہیں اور اگر ملک پر مصیبت آ جائے تو نہیں ٹال سکتے۔ یہ کیا بات ہوئی۔

سوال:

سر! اسلام میں سکونِ قلب کے لیے کیا بتلایا گیا ہے؟

جواب:

اسلام کہتا ہے کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ سکونِ قلب نہیں ملے گا' اطمینانِ قلب' سکونِ قلب صرف اللہ کے ذکر سے ملے گا۔ یہ ایک طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سکونِ قلب ایک عطا ہے' سکونِ قلب کسی کی مہربانی سے ملتا ہے۔ آپ میں اگر ہمت ہے تو آپ اللہ کا ذکر کریں' محویت پیدا کریں' Meditation کریں۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ اُس کی ویسے ہی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ سکونِ قلب عطا فرما دیتا ہے۔ خواہشات کم ہو جائیں تو سکونِ قلب آ جاتا ہے' حاصل کی بجائے ایثار پیدا ہو جائے تو سکونِ قلب آ جاتا ہے۔ ایثار کے معنی قربانی کے ہیں' مثلاً جو چیز آپ نے محنت سے کمائی ہے وہ اپنی خوشی سے آپ کسی کو دے

دیں تو پھر آپ کو سکونِ قلب بڑا آ جائے گا۔ اصل میں سکونِ قلب حاصل کرنے کا سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ سکونِ قلب حاصل نہ کرو بلکہ کسی کو سکونِ قلب دو۔ سکونِ قلب دوسروں کو سکون دینے سے ملتا ہے۔ کوئی پریشان آدمی ڈھونڈو کہ کون ہے؟ آپ اُس کو سکونِ قلب دے دو' اُس کو آپ نے سکونِ قلب دے دیا تو پھر آپ کو سکونِ قلب مل جائے گا۔ آپ سکون دیتے جاؤ تو پھر آپ کو سکون ملتا جائے گا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ سکون لینے کی خواہش کو ہی چھوڑ دو تو یہ سکونِ قلب ہے۔ آپ اپنی زندگی کو بے مقصد ہونے سے بچاؤ' آپ با مقصد ہو جاؤ۔ اگر آدمی با مقصد ہو جائے تو نیند بھی مقصد ہے اور جاگنا بھی مقصد ہے۔ چاہے کسی ایک شخص کی محبت میں ہی گرفتار ہو جاؤ اور آپ زیادہ مقاصد سے بچو۔ آپ لوگ زندگی کے دس مقاصد چھوڑ دو' صرف زندگی کا ایک مقصد ہونا چاہیے۔ چاہے آپ کسی نادان شخص کی محبت میں گرفتار ہو جاؤ' اجازت ہے۔ آپ بات کو سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ ایسے آدمی سے محبت کرنے والا بھی شروع شروع میں بڑی دانائی حاصل کر جاتا ہے۔ تو محبت ایک ایسی چیز ہے۔ تو محبت جو ہے یہ سکونِ قلب کا باعث ہے' عبادت سکونِ قلب کا باعث ہے' ذکر سکونِ قلب کا باعث ہے' دوسروں کو سکون دینا سکونِ قلب کا باعث ہے' اور تنہا بیٹھنا سکونِ قلب کا باعث ہے' صرف خالی تنہا بیٹھنا' بغیر کسی عبادت کے تنہا بیٹھو تو یہ سکونِ قلب کا باعث ہے' کسی آستانے پر جا کر بیٹھنا سکونِ قلب کا باعث ہے' محنت سے حاصل کیے ہوئے پیسے کو ایثار کرنا سکونِ قلب کا باعث ہے۔ تو سکونِ قلب کے بڑے طریقے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سکونِ قلب کے لیے ایک ایسا وقت آتا ہے کہ خالی آسمان کو دیکھنے سے سکون نازل ہوتا ہے کہ آسمانوں کی سیر سے فنِ تخلیق

کی ثناء اور فنِ تخلیق کو سلام' سبحان اللہ' فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن گویا کہ خالق کی کیا بات ہے' کیا تخلیق ہے' صرف ایک پھول کی پتیوں کو دیکھو تو کیا تخلیق ہے' خالق کے لیے سبحان اللہ' سبحان اللہ' کیا بات ہے' کیا چیز اللہ تعالیٰ نے تخلیق فرمائی ہے۔ ساری داد وجہِ تخلیق کو دے دو تو پھر سکون پیدا ہو جائے گا۔ انسان جو ہے وہ سکونِ قلب خود ضائع کرتا ہے اور یہ اپنے آپ کو پریشان کرتا ہے اور بڑی کوشش سے پریشان کرتا ہے ورنہ اس کا سکون کیسے برباد ہو۔ یہ کسی کو چھیڑ کے' کسی کو تنگ کر کے' کسی سے مار کھا کے' کسی کی پگڑی اچھال کے' اور ایسے ایسے تماشے کرتا رہتا ہے کہ پھر اپنا سکون ضائع کر بیٹھتا ہے۔ پہلے دوسرے کو چھیڑتا ہے اور پھر خود پریشان ہوتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔ لہٰذا آپ دوسروں کی تذلیل کرنا چھوڑ دو' شکایت کرنا چھوڑ دو اور تنقید کرنا چھوڑ دو۔ جو آدمی تنقید کرنے والا نہیں ہوتا وہ سکون میں رہتا ہے۔ تقاضہ چھوڑ دو' شکائتیں چھوڑ دو' گلہ چھوڑ دو' شکوے چھوڑ دو' سب کو چلنے دو' اللہ جانے اور اللہ کی مخلوق جانے' بس آپ اپنا کام کرتے جاؤ۔ آپ کو وہ تاریخی فقرہ یاد ہوگا کہ ہمیں تو ہمارے اونٹ دے دو باقی رہ گیا خانہ کعبہ' جس کا ہے وہی سنبھالے گا۔ تو آپ لوگ اسلام کے لیے فکر نہ کرو اور اسلام کو بچانے کی زیادہ فکر نہ کرو' اسلام کو وہ خود بچائے گا۔ آپ لوگ تو اسلام کی بجائے خدا کی حفاظت کرتے ہو' آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایسا نہیں بلکہ اللہ آپ کی حفاظت کر رہا ہے۔ یہ چھوڑ دو تو سکون آپ کو بڑی آسانی سے مل جائے گا۔ خالی سجدہ کر لو اور جب تک سکون نہ ملے تب تک سر مت اٹھاؤ۔ پھر بے شمار حساب سے سکون ملے گا کیونکہ اُس وقت تک سر اٹھانا ہی نہیں ہے جب تک سکون نہ ملے۔ آپ کا کوئی ایک Base ہونا چاہیے کہ

جس سے سکون ملے' سکون کا معنی ہے کہ ساکن حالت میں ہونا تو آپ کسی ایک مقام پر ساکن ہو جاؤ' Stay کر جاؤ' پھر بس سکون ہی سکون ہے۔ اپنی حرکت کو بند کرو بلکہ حرکتیں بند کرو اور یہ حرکتیں اگر بند ہو جائیں تو سکون ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ بولو .....

سوال:

سر! آپ کہتے ہیں کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ تو اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب:

میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمان کو مسلمان نہ بناؤ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ بغیر تعلق کے کبھی تبلیغ نہ کرو۔ اگر ایک ناواقف آدمی ہے اور آپ چلتے چلتے اُسے تبلیغ کرنا شروع کر دیں تو پھر وہ انسان Offend ہو جاتا ہے' غصہ کر جاتا ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ تعلق پہلے بناؤ اور تبلیغ بعد میں کرو۔ اور اتنی بات آپ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ مہربان ہے' اللہ تعالیٰ کسی سے بدظن نہیں ہوا اور آپ اللہ تعالیٰ کو مہربان سمجھو اور اپنے گناہوں کی توبہ اور معافی مانگتے رہنا اور دعا کرتے رہنا ہے کہ جو کچھ ہم سے ہو گیا اللہ تعالیٰ وہ ہمیں معاف فرمائے۔ میں بتا رہا تھا کہ گناہگار کو تو معافی مل سکتی ہے لیکن شیطان کو معافی نہیں مل سکتی۔ گناہگار اور شیطان کا فرق میں نے آپ کو بتلایا ہے کہ گناہگار وہ ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور شیطان وہ ہے جو اپنی غلطی کو Defend کرے' غلطی پہ اصرار کرے۔ بس جو اپنے گناہ کو Defend کرنا چاہے' گناہ پہ اصرار کرے اُس کو معافی نہیں ہے اور جو Confess کرے' اپنا گناہ مان لے اُس کو معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری کوتاہیوں کے باوجود معاف کرے یعنی جو بھی ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ ہماری غلطیاں

معاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اچھی زندگی میں داخل کرے' یہ زندگی بھی اور آنے والی زندگی بھی اچھی کرے' ہماری زندگی میں آنے والے تمام تضادات اللہ کریم حل فرمائے اور ہمیں سکونِ قلب عطا فرمائے۔ سکونِ قلب کب ہے؟ جب آپ کا حاصل اور آپ کی آرزو برابر ہو جائے۔ تو اس طرح سکونِ قلب آجاتا ہے ورنہ حاصل کم رہ جائے اور آرزو بڑھ جائے تو پھر پریشانی ہی پریشانی ہے۔ خدا آپ کی آرزوؤں کی ٹانگیں کاٹ دے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے کہ آپ کی آرزوئیں کم ہو جائیں' لمبی آرزوؤں کو کم کرو اور چھوٹی آرزو کرو۔ صرف چار دن کی زندگی ہے۔ آپ لوگ دعا کرو کہ اللہ کریم ملک کے حالات بہتر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے زمانے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ اچھے زمانے آپ کی زندگی میں آئیں۔ تو اچھے زمانے بھی ہوتے ہیں اور وہ زمانے آنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ بچوں کو نافذ کرے اور اللہ تعالیٰ نیک کو توفیق دے کہ وہ نافذ ہو' اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے اور اُن کو کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا وسندنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

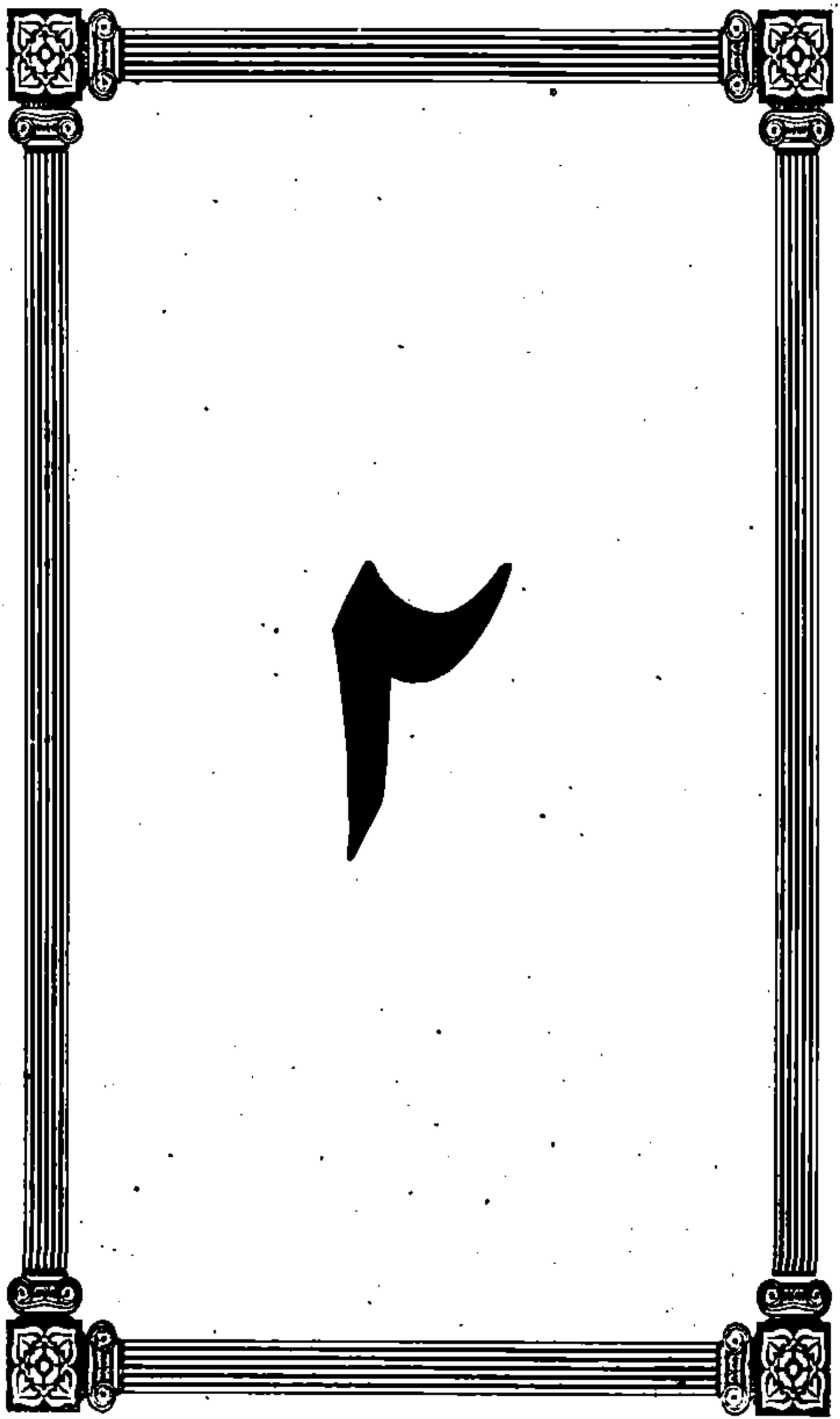

﴿۲﴾

۱ نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

۲ استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرمادیں؟

۳ حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟

۴ نماز قائم کرنے، عمل پیرا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے؟

۵ اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟

۶ ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟

۷ گزارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟

۸ عرض یہ ہے کہ ''ظرف'' ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟

۹ کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟

۱۰ کیا ہم جمع ہو کر ایک جماعت نہ بنالیں۔

۱۱ اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟

۱۲ ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے، ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے؟

سوال:

نماز قائم کرنے اور نماز پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

جواب:

دفتر جانا' کاروبار کرنا اور پھر گھر آنا' ان میں سے وقت نکال کے انسان نماز پڑھتا ہے یا نماز ادا کرتا ہے اور جس نے نماز قائم کر لی وہ نماز میں رہتا ہے اور وہ درمیان میں وقت نکال کر بچوں کو دیکھ آتا ہے۔ گھر کے کام کرنے کے لیے وہ نماز سے وقت نکالتا ہے اور دوسرا آدمی اپنے کام سے نماز کے لیے ٹائم نکالتا ہے۔ نماز قائم کرنے والا دنیا کے لیے وقت نکالے گا' فرائض ادا کرے گا اور جس نے نماز ادا کرنی ہے وہ فرائضِ دنیا میں رہے گا اور نماز کے لیے وقت نکالے گا۔ بس دونوں میں یہی فرق ہے۔ یا آپ اِس کو یوں کہہ لیں کہ اگر انسان کا ظاہر و باطن کا کردار اور مسجد کے اندر کی زندگی مسجد کے باہر کی زندگی کے برابر ہو جائے تو نماز قائم ہو گئی۔ جو بات آپ مسجد میں نہیں کرتے وہ آپ باہر بھی نہ کریں' مسجد میں خدا رُوبرو ہوتا ہے تو باہر بھی اُسے روبرو رہنے دو' یہ نہ ہو کہ باہر جا کے' نماز پڑھ کے پھر ویسے ہو جاؤ ..... تو نماز کب قائم ہو گی؟ جیسے حالتِ نماز میں رہتے ہو وہ نماز کے بعد کی حالت بھی ہو۔ حالتِ نماز میں آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے ماں باپ پر رحم کر' تو حالتِ نماز سے جب باہر نکلیں تو خود ہی اُن پر رحم کریں اور اُن کے لیے دعا بھی مانگیں اور یہ دعا بھی کریں کہ میری اولاد کو نیک

بنا' نمازی بنا۔ تو آپ مسجد سے باہر نکل کر وہی کام کرو جو آپ نماز میں کہہ رہے تھے۔ نماز میں آپ عبادالصالحین اور اپنے آپ پر سلام بھیجتے ہیں تو آپ باہر بھی ایسے ہی کام کریں۔ نماز میں کہتے ہیں کہ ہم تجھ ہی کو رب مانتے ہیں' پروردگار مانتے ہیں' اگر نماز میں آپ یہی کہہ رہے ہیں تو آپ باہر بھی یہی کہیں۔ یہ نہ کہنا کہ یہ حالاتِ زمانہ ہیں' ضرورت تو پڑتی ہے' پھر کیا کیا جائے' تھوڑی سی رشوت ضروری ہوتی ہے ورنہ کاروبارِ دنیا نہیں چلتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم نہ ہوئی۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں کہے ہوئے الفاظ کا استعمال عام زندگی پر ایسے ہو جائے کہ اطلاقِ مطلق ہو جائے۔ اگر اطلاقِ مطلق نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میں جو اللہ سے بات کر رہا تھا وہ یہ بات تو نہیں تھی۔ تو اگر اللہ سے بات اور بندوں سے بات میں فرق ہو جائے یعنی آپ کے کردار میں فرق آ جائے' آپ کی ادائیگی میں فرق ہو جائے تو پھر آپ سمجھیں کہ نماز قائم نہیں ہوئی۔ نماز قائم کرنے والے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان ہمیشہ ہی اللہ کے رُوبرو رہتا ہے' مسجد کے اندر بھی اور مسجد کے باہر بھی۔ جس طرح اقبالؒ نے کہا کہ ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یعنی بادشاہ نماز پڑھ رہا ہو تو غلام بھی ساتھ کھڑا ہو' محمود غزنوی کے ساتھ ایاز بھی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو ؎

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے

اگر وہ مسجد کے اندر ایک ہوئے ہیں تو باہر بھی ایک ہو جائیں۔ اگر مسجد

کے اندر غلام اور آقا دونوں ایک ہو جائیں' دونوں برابر کھڑے ہوں اور باہر نکل کر غلام کو آقا کہہ دے Shut up and get out تو پھر وہ ایک تو نہ ہوئے۔ نماز قائم کرنے والا جو اندر ایک ہو گیا وہ باہر بھی ایک ہو گیا۔ اگر مسجد کے اندر ''تیری سرکار'' ہے تو مسجد کے باہر بھی وہی سرکار ہونی چاہیے' پھر ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ ؎

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

تو اس سرکار میں باہر بھی ایک جیسے ہونے چاہئیں۔ حالتِ نماز میں اور حالتِ زندگی میں جتنا فاصلہ ہے حالتِ کاروبار میں وہ فاصلہ کم سے کم کرو تو نماز قائم ہو جائے گی۔ وہ لوگ جنہوں نے نماز قائم کی ہے اُن کا فاصلہ کم سے کم ہے بلکہ انہوں نے اتنا کم کر دیا کہ فاصلہ ہی نہ رہا۔ اور ہمارے ہاں اصل اور نقل میں فرق کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ جیسے مسجد کے اندر کی حالت میں ہیں ویسے ہی آپ مسجد کے باہر کی حالت میں ہوں' اگر یہ حالت قائم ہو گئی تو نماز قائم ہو گئی۔ اگر مسجد کے اندر حالتِ وضو میں ہیں تو باہر بھی ایسے رہ جائیں' مسجد کے اندر بعض ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں کہ وہ نماز میں رو رہے ہوتے ہیں' تھر تھر کانپ رہے ہوتے ہیں' فرض کریں کہ یہ کیفیت سچی ہے تو باہر بھی سچی ہونی چاہیے۔ مسجد کے اندر بھی اللہ ہے اور اللہ تو مسجد کے باہر بھی ہے۔ اگر ایک آدمی نماز کے اندر رو رہا ہے اور وہ ''مکڑ'' ہے اور باہر اس کی ایسی حالت نہیں ہے تو وہ ظالم ہے۔

تو جس کے ظاہر اور باطن میں فرق آ جائے اُس کی نماز قائم نہیں ہوئی۔ تو حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ تو جو آپ مسجد میں کہہ رہے ہیں وہ آپ باہر بھی کر کے دکھائیں تو نماز قائم کرنے اور نماز ادا کرنے

میں یہ فرق ہے ..... یہ نہ کہنا کہ وہ اپنی ذاتی ذمہ داری پر نماز قائم کرتا ہے' نماز پڑھتا ہے' ادا کرتا ہے۔ بلکہ نماز قائم کرنے والا شخص وہ ہوگا جو نماز ادا کروائے۔ اُس شخص نے نماز کی فوقیت محسوس کی اور کہنے لگا کہ جی آپ بھی نماز پڑھیں' بیٹا آپ بھی نماز پڑھیں' بس سب ہی نماز ادا کریں' تو اُس کی نماز قائم ہوگئی جس نے نماز ادا کروادی۔ تو نماز ادا کرنا' اپنے آپ کو ہمیشہ حالتِ نماز میں پانا اور کاروباری زندگی کے مزاج اور حالتِ نماز کے مزاج میں فرق کو کم کرنا' یعنی جب آپ مسجد میں کہہ رہے ہیں کہ ہم تم کو رب مانتے ہیں اور تمہیں سے مدد مانگتے ہیں تو مسجد سے باہر یہ سب کر کے دکھانا اور مسجد کے اندر اگر آپ جھگڑا کر رہے ہیں تو پھر آپ نماز کیا قائم کریں گے۔ بہر حال جو کچھ مسجد میں جائز ہے حالتِ زندگی میں وہی کچھ ہونا چاہیے۔ زندگی مسجد میں لے جاؤ تو زندگی مسجد کے برابر آئے' مسجد زندگی میں لے جاؤ تب برابر آئے۔ تو جن لوگوں نے فاصلے کم کر دیے اُن لوگوں نے نماز قائم کر دی اور اگر فاصلے نہیں کم ہوئے تو نماز قائم نہیں ہوئی ہے۔ تو نماز قائم کرنے والے توجہ سے نماز قائم کریں۔ حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار میں فرق نہ رہے۔ تو جو مسجد میں خدا سے کہہ رہے ہو' خدا کے ساتھ باتیں کر رہے ہو وہ کاروبار میں بھی کرو۔ اگر مسجد کے اندر خدا حاضر ہے تو مسجد کے باہر بھی آپ اُسے حاضر سمجھو۔ اللہ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ٹی وی کی طرح آن کر دیا اور پھر بند کر دیا۔ یہ نہ کہنا کہ تھوڑی سی رشوت لی تھی حالانکہ میں رشوت نہیں لیتا ہوں' بس اُس نے زبردستی میری جیب میں ڈال دی ہے' کیونکہ یہ پیسے آگے بھی دینے ہوتے ہیں اور اس میں بڑے بڑے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ آپ یہ کبھی نہ کرنا' یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت خدا موجود نہیں ہے۔ تو اللہ جس طرح

مسجد کے اندر ہے ویسے ہی باہر ہے۔ تو جب حالتِ نماز اور حالتِ کاروبار برابر ہو جائیں تو نماز قائم ہو جاتی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تو وہ لوگ جو باپ سے ڈرتے ہیں' باپ سامنے ہو تو ڈرتے ہیں اور باپ سامنے نہ بھی ہو تب بھی ڈرتے ہیں۔ اس سے پوچھا کہ کیا ہوا تھا تو وہ کہتا ہے کہ مجھے خوف آ گیا تھا۔ خوف کیوں آیا' کیا تمہارا باپ وہاں تھا؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ وہاں تھا۔ تو جو اللہ کو حاضر سمجھ کر ڈر جائے کہ وہاں اللہ نظر آ رہا تھا تو اُس کی نماز قائم ہے۔ تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ سے غیب میں ڈرتے ہیں یہ اُن کے ایمان کی بات ہو رہی ہے۔ تو وہ لوگ جو غیب میں ڈرتے ہیں اور وہ لوگ اللہ پر ایمان لائے بالغیب' یعنی دیکھے بغیر' اب وہ اس لیے ڈر رہے ہیں کہ دعوتِ گناہ تو ہے لیکن اللہ دیکھ رہا ہے۔ تو نماز قائم کرنا پیغمبری شعبہ ہے۔ ایک پیغمبر کو جب دعوتِ گناہ دی گئی تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ تو نے مجھے گناہ کی دعوت کیوں دی بلکہ انہوں نے کہا قال معاذاللہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو حالتِ گناہ کے وقت معاذاللہ کہہ دیں تو گناہ قریب نہیں آئے گا۔ تو گناہ کی دعوت کے باوجود گناہ نہ کرنا' یہ نماز قائم ہو گئی۔ تو جب دعوتِ گناہ موجود ہے' وسائل ہیں' گنجائش ہے' امکانات ہیں اور انسان اگر یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو نماز قائم ہو گئی۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ جہاں میں ہوں وہاں اللہ ہے اور جب تک میں ہوں تو اللہ میرے ساتھ ہے۔ تو وہ مسجد کے اندر یہ نہیں کہتا کہ یا اللہ ہم آپ سے رحم کی التماس کرتے ہیں' ڈرتے ہیں اور آپ ہم پر مہربانی فرمائیں' یہ باتیں تو مسجد کے اندر ہیں اور مسجد سے باہر آ کر وہ کہتا ہے کہ اللہ ہم پر مہربانی فرمائے اور ہمارے کام میں دخل نہ دیا کرے' کچھ کاروبار ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں اس کا دخل نہیں

ہونا چاہیے۔تو ایسے شخص کی نماز قائم نہیں ہے۔بس آپ منافقت نکال دیں' اس کا اصل مدعا ہی یہ ہے کہ منافقت نکال دو۔اگر آپ مسجد کے اندر مسلمان تھے تو مسجد کے باہر بھی مسلمان ہی رہو مسلمان کے اندر جب آپ Group of Pray Offerers' عبادت گزاروں کے گروپ کی طرح بیٹھے ہیں اور السلام علیکم کہہ کر ملتے ہیں یعنی سب کو سلامتی کی دعا دے رہے ہیں' تو پھر اُن ہی لوگوں کو سلامتی کی دعا مسجد سے باہر جا کر بھی دو' جب کہ باہر آپ اُن سب کے ساتھ لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد کرتے ہو۔اس لیے یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔آپ کسی دن ٹرائی کر کے دیکھو اور مسجد کے اندر کے لمحات اور دفتر کے اندر کے لمحات برابر کر لو۔ تو آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا آپ ناکام ہو جائیں گے؟ کیا کامیاب ہو جائیں گے؟

سوال:

استقامت کا کوئی آسان راستہ بیان فرما دیں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تو جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پر قائم ہو گئے۔تو اب لفظ ''استقاموا'' جو ہے اُس کا مطلب ہے استقامت' اور استقامت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جان نہیں بچائے گا بلکہ وہ اپنا قول بچائے گا کیونکہ اُس نے اللہ کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔جس نے قول کی حفاظت کی' وعدے کی حفاظت کی' اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر۔یہ وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرنے کی سہولتیں بذریعہ فرشتگان آتی ہیں۔استقامت کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو کچھ آپ کرتے ہیں اُس کا اللہ

کے ساتھ وعدہ پورا رکھیں' دوسرا یہ کہ کوئی نماز میں استقامت کرنے والا مل جائے' ساتھی سے آدھا راستہ طے ہو جاتا ہے۔ تو ساتھی کون ہوتا ہے؟ نیک ساتھی۔ تو نیک ساتھی جو ہے وہ نیکی کے اندر آسانی پیدا کر دیتا ہے' برا ساتھی نیکی کے سفر میں نقصان پہنچا دیتا ہے اور آدھا سفر برے ساتھی برباد کرتے ہیں' تو وہ زندگی کے ساتھی ہو سکتے ہیں' دوست بھی ہو سکتے ہیں' دوسرے لوگ بھی ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کا نیکی کا راستہ روکتے ہیں کہ آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں' آپ کی وہاں جانے کی عمر ہی کیا ہے' آگے دیکھا جائے گا ۔

جب حشر کا دن آئے گا
اُس وقت دیکھا جائے گا

اب ناچتے جاؤ اور گاتے جاؤ۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ کی جو حالت یہاں ہو وہی وہاں ہو۔ تو نماز قائم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ یا اللہ کا خوف ہو یا ساتھی اچھا ہو یا یہ پریکٹیکل عمل کر کے دیکھو کہ آج جو کہا ہے اور جو کیا ہے اُس میں کتنا فاصلہ ہے' کتنا فرق ہے' تو اُس فرق کو نکالو۔ بہرحال یہ آپ کے لیے مشق ہے' Exercise ہے' آپ ایسا کر کے دیکھا کرو۔ اللہ کو ماننے اور اللہ کو قائم رکھنے میں بڑا فرق ہے۔ اس لیے آپ پوری کوشش کیا کریں اور دعا مانگا کریں اور بزرگوں کے آستانے پر ضرور جایا کریں' اس سے استقامت پیدا ہوتی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ وہاں کیا ہے اور کیا نہیں ہے لیکن استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ایک ایسی جگہ جانا جہاں بظاہر کوئی بات نظر نہیں آتی لیکن آہستہ آہستہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ استقامت کیا ہوتی ہے۔ تو آپ استقامت حاصل کریں۔ دعا مانگا کرو کہ یا اللہ میرے باطن اور ظاہر کا فرق جو ہے یہ مٹا دے' مہربانی فرما۔

اور آپ پیسے کی محبت سے بچو اور توبہ کرو۔ پہلی بات یہ کہ پیسے کو فوقیت نہ دینا' پیسہ کمانے سے میں منع نہیں کر رہا ہوں' آپ پیسہ کماؤ لیکن پیسے کو فوقیت نہ دو' پیسے کی پرستش نہ کرنا۔ دوسری بات یہ کہ جسمانی لذتوں سے تسکین حاصل نہ کرنا' جسم کو تسکین میں ملوث کر دینا' زیادہ کھانا' پینا' سونا وغیرہ' اس سے بچو۔ اور تیسری چیز عبادت ہے۔ آپ یہ تین چیزیں کر لیں تو پھر آسانی ہو جائے گی۔ تو تین چیزیں کون کون سی ہیں؟ پیسے کو فوقیت نہ دو' پیسہ ہے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے' پیسہ عام طور پر برائی پیدا کرتا ہے' اس سے بچو' پیسے کی Worship نہ کرو اور لذتِ وجود سے بچو' ''تلذُّذ'' سے بچو اور تیسری چیز کہ حالتِ وضو میں رہو۔ حالت وضو والا جو ہے وہ عام طور پر محفوظ رہتا ہے۔ تو اس طرح نماز قائم ہو جائے گی۔ نماز ادا کرنے کے لیے مستعد رہنا اور آواز سے پہلے تیار ہو جانا۔ اس طرح یہ بات قائم رہے گی۔ دوست اچھے بنانا یعنی وہ دوست جو آخرت کی یاد دلاتے جائیں' اُس سے نماز قائم ہو جائے گی' حالتِ وضو میں رہنے سے نماز قائم ہو جائے گی' کچھ پڑھتے رہنا مثلاً درود شریف تو نماز قائم ہو جائے گی ..... ہاں اب آپ اور سوال پوچھو ..... بولو .....

سوال:

حضور! مومن اور مسلمان میں کیا فرق ہے؟

جواب:

جو ایمان لایا کلمے پر' اسلام لایا تو وہ مسلمان ہو گیا اور جو اِس پر قائم ہو گیا وہ مومن ہو گیا' جس طرح کہ نماز پڑھنے اور قائم ہونے والی بات ہے۔ مومن جو ہے وہ نماز پر قائم ہو جاتا ہے .....

سوال:

نماز قائم کرنے' عمل پیرا ہونے پر تو اس عمل کا خارجی طور پر بھی اثر ہوتا ہے۔

جواب:

تمام خارجی دنیا اور یہ ساری کی ساری ظاہری دنیا' یہ سب باطن کی تکمیل ہے' باطن نے آنا اسی راستے سے ہے اور اسی راستے میں' اسی کائنات میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں' اور یہ عجیب راز ہے کہ یہی بازار ہے' اس میں ایک دکان ہے' وہاں آٹا بکتا ہے' پیغمبر بھی وہیں سے لائے گا اور اُمتی بھی وہیں سے لائے گا۔ دنیا کے انہی بازاروں میں نبوت بھی پلتی ہے اور اسی کے اندر گناہ بھی پلتا ہے' یہ خارج جو ہے یہ نیک کے لیے پورا راستہ دیتا ہے مگر یہ راستہ پہچاننا ذرا مشکل ہے۔ تو خارج کس کو سرفراز کرتا ہے اور کون سے مقام پر کرتا ہے؟ جیسے کہ کربلا میں فتح نہیں آئے گی بلکہ کربلا میں صداقت سرفراز ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ تم جنگ میں فتح حاصل کر جاؤ' وہ جنگ جیت جائے گا مگر وہاں تو صداقت جیتی ہے۔ پھر صداقت کیا ہے؟ صداقت یہ ہے کہ سارا قافلہ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ اور یہ جو بات ہے کہ صداقت کو حاصل کرنا اور باقی سب کچھ دے دینا ہے' تو یہ انتہا ہے۔ اس لیے خارج کی دنیا جو ہے یہ باطن کا راستہ دیتی ہے بلکہ ساری خارج کی دنیا سارے باطن کا راستہ دیتی ہے۔ دنیا میں کوئی باطن نہیں ہے جو ظاہر نہ ہوا ہو' کوئی راز ایسا نہیں ہے جو باہر نہ آیا ہو' کوئی خزانہ ایسا نہیں جو زمین نے اُگل نہ دیا ہو' کوئی بات ایسی نہیں جو ہو نہ سکی ہو' کوئی شے ایسی نہیں جو مخفی رہ گئی ہو۔ اور جو آج تک مخفی ہے اور ظاہر نہیں ہوا' وہ ہے ہی نہیں' تمہیں کیا

پتہ کہ کیا ہے۔ اور جس کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ایک امام ہے جس نے ابھی آنا ہے تو جب آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ امام ہے اور اُس نے آنا ہے تو پھر وہ آ ہی جائے گا' وہ علم میں آ گیا' بات میں آ گیا' بیان میں آ گیا' آنا اُس کا منظور ہے اور وہ آ کر ہی رہے گا۔ اور ایک اللہ ہے جو نظر آج تک نہیں آیا لیکن بیان میں آ گیا' تو وہ ہے۔ تو جو چیز بیان میں نہیں آئی اور دھیان میں بھی نہیں آئی' وہ ہے بھی کہ نہیں ہے' اُسے ناں ہی گنو۔ باقی جتنا راز ہے جس کے بارے میں کوئی کہتا ہے کہ یہ ایک بڑا راز ہے' لکھ کر کہہ رہا ہے کہ ایک ایسا راز ہے جو تمہیں معلوم ہونا چاہیے اور یہ کوئی نہیں جان سکتا اور راز یہ ہے کہ زمین کے اندر اور زمین کے سینے میں مخفی خزانے ہیں اور یہ بہت بڑا گہرا راز ہے۔ تو یہ کیا راز ہے کیونکہ آپ کو بتا ہی دیا۔ اور جتنے بھی پراسرار راز ہیں وہ سارے بیان ہو گئے' تمام خزانے ظاہر ہو گئے' کوئی بات ایسی نہیں جو مخفی رہ گئی ہو اور ظاہری دنیا کے اندر باطن Involve ہے اور ظاہری دنیا میں باطن کا علم کیا ہے؟ تو باطن بھی بیان ہوتا ہے اور وہ اسی کانوں سے سنا جاتا ہے اور اسی زبان سے بیان ہوتا ہے' یہ سارا باطن ہے اور سب بندے باطن ہیں' اور یہ سارا ہی ظاہر ہے۔ تو جو ظاہر نہیں ہوا اُس کا باطن ہی کیا ہے؟ تو ظاہر ہو جانے والے کا باطن یہی ہے اور راز کی بات یہ ہے کہ اِسی زندگی میں دوزخ کے راستے طے ہوتے ہیں اور اِسی زندگی میں جنت کے راستے طے ہوتے ہیں' یہی زندگی ہے دانا کو دانا بنانے والی اور یہی زندگی ہے جاہل کو جاہل بنانے والی' یہی زندگی ہے جس میں مولانا حضرات چلتے ہیں اور اِسی زندگی کے اندر بیوقوف لوگ بھی چلتے ہیں' اِسی زندگی میں سیٹھ چلتے ہیں اور اِسی زندگی میں غریب چلتے ہیں۔ تو یہ دنیا بڑی عجیب و غریب کہانی ہے۔ تو یہ سب کو پالتی

رہتی ہے' گناہوں کو بھی پالتی ہے۔تو دنیا نہ گناہ ہے اور نہ دنیا ثواب ہے بلکہ یہ راستہ ہے' یہ بازار ہے' شیطان کا کہتے ہیں کہ یہ شر کا راستہ ہے گرچہ وہ خود بھٹکا ہوا ہے' یہ ایک الگ کہانی ہے' وہ ایک ایسی راہ ہے جو اُس کا کہنا مانے گا وہ برا ہی ہو جائے گا۔اس دنیا کے اندر شر اور خیر سب چل رہا ہے' اِدھر بھی راستہ طے کر رہے ہیں' اور اُدھر بھی راستہ طے کر رہے ہیں' سینما ہاؤس والے سینما ہاؤس جا رہے ہیں اور داتا صاحبؒ والے داتا صاحبؒ جا رہے ہیں اور نماز والے نماز کے لیے جا رہے ہیں آج بھی ایسے لوگ ملیں گے جو اپنی ماں کو ماں جی کہتے کہتے تھکتے نہیں اور آج بھی آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جو والدین کا ادب نہیں کرتے' آج بھی آپ کو ایسے غریب مل جائیں گے جو اپنی غریبی پر بڑے مطمئن ہیں کہ اللہ نے بڑی مہربانی کی ہے ۔

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو

حضور پاک ﷺ کی حدیث ہے کہ غریب میرے قریب ہے۔اس لیے ہم اللہ کے قریب ہیں' اللہ کے بندوں کے قریب ہیں' تو غریب ہونا بہت بہتر ہے۔تو کچھ لوگ کچھ اور طرح سے سوچتے ہیں۔آپ ذرا غور کریں لیکن آپ غور ہی تو نہیں کرتے' اگر آپ ذرا غور کریں تو آپ کا اپنا ہونا اسی زندگی میں ہے' جو خیالات والے ہیں وہ اسی زندگی میں ہیں' جتنے اللہ والے ہیں' جتنے دانا' عقل مند اللہ کی عبادت اور پرہیز گاری والے ہیں سارے کے سارے اسی زندگی میں ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے جو بہت محبوب ہیں وہ بھی اس دنیا میں ہیں اور یہ بڑے راز کی بات ہے کہ محبوب ﷺ ہیں' نور ہیں' سلطان ہیں' مبین ہیں' اور پتہ نہیں کیا کیا

مقامات ہیں لیکن ہیں اِدھر ہی۔ اور یہ سارا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جو واقعہ اِدھر نہیں ہے وہ زندہ ہی نہیں ہے۔ مثلاً ستارے کتنے خوب صورت ہیں' آسمان کتنا خوب صورت ہے' چاند کتنا خوب صورت ہے' سورج کتنا خوب صورت ہے' لیکن وہ چل پھر نہیں سکتے اور آپ کتنے اختیارات استعمال کرتے رہتے ہیں کہ آنا جانا' لینا دینا۔ اور یہ سبھی کچھ اسی زمین پر ہے اور زمین کی زندگی ہی آسمان ہے اور یہیں پر سارا واقعہ ہے' یہیں عبادت ہوتی ہے' یہیں مصلّے بنتے ہیں' یہیں مسجدیں بنتی ہیں اور وہاں اللہ کے ہاں تو مسجد ہے ہی کوئی نہیں' وہاں اگر فرشتے کھڑے ہیں تو کھڑے ہیں' سجدہ ہی سجدہ ہے' رکوع ہی رکوع ہے اور اُن کو اس سے آگے کا تو پتہ ہی نہیں ہے۔ تو فرشتوں نے اور کیا کرنا ہے۔ تو عبادت وہ ہے کہ جس کے پاس نفس بھی ہو اور پھر عبادت کرے تو پھر اُس کی عبادت ہوتی ہے۔ تو انسان جو ہے وہ یہیں پر ہی ہے اور خیر شر بھی اِدھر ہی ہے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ آپ کو اِسی ظاہری دنیا کے اندر باطن کا اِدراک مل جائے اور سارا اِدراک اِدھر ہی ہے۔ آپ کا ظاہر کا وجود اور احساس جو ہے یہ باطن ہے۔ تو ظاہر میں باطن ہے۔ اس زندگی میں آپ کو ایک اور زندگی نظر آ جائے گی' اسی زندگی میں چلتے چلتے ایک آدمی آپ کو ایسا ملے گا جس نے ایک ایسی بات کر دینی ہے جو صرف آپ جانتے ہیں اور کوئی جان نہیں سکتا۔ وہ راز کہہ کے چلا گیا اور پھر کہتے ہیں میرے علاوہ تو یہاں بندہ ہی نہیں تھا تو کون تھا ؎

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام ہوا
میرے سوا کوئی انسان تھا نہ آس نہ پاس

تو وہ کہتا ہے کہ وہاں بندہ تو تھا نہیں پھر کون بول پڑا۔ کبھی ایسے شخص

آپ کو مل جائیں گے اور آپ کو کوئی ایسی بات کر کے چلے جائیں گے جو صرف آپ کی گواہی میں ہے اور جب آپ پیچھے دوڑو گے تو بندہ نظر نہیں آئے گا۔ تو اس زندگی میں ایک اور زندگی آپ کو نظر آنی شروع ہو جائے گی' اس واقعے میں ایک اور واقعہ ہونا شروع ہو جائے گا' تو آپ اپنی زندگی میں موت دیکھنا شروع ہو جائیں گے۔ پھر کوئی پوچھے گا کہ کدھر بھاگا بھاگا جا رہا ہے اور تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے تو آپ کہیں گے کہ میں نے اپنا ہی جنازہ خود اٹھایا ہوا ہے' اس مردے کو پھر لے چلو' میں نے اس کا جنازہ خود پڑھانا ہے۔ لوگ کہیں گے یہ بیوقوف آدمی ہے' کہتا ہے کہ اپنا جنازہ میں نے آپ پڑھانا ہے۔ تو لوگ اپنا جنازہ خود آپ پڑھاتے ہیں' ایسے لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم قبرستان چلے ہیں' ذرا جنازہ پڑھانا ہے' کہتا ہے کہ پھر؟ کہتا ہے کہ اس کو لے کر آؤں گا اور پھر یہ اپنا کاروبار کرتا رہے گا۔ کہتا ہے کہ مرنے سے پہلے مر جا' اگر مر جاؤ تو اچھا ہے ورنہ تو پھر بھی مارے جاؤ گے۔ تو یہ وہ بات ہے کہ جو سمجھ گیا وہ مر گیا اور جو نہ سمجھا وہ مارا گیا۔ آپ اگر نہ سمجھے تو آپ مارے ہی جاؤ گے۔ یا تو آپ ہر شے چھوڑ دو یا پھر ہر شے چھن جائے گی' تو بہتر ہے کہ آپ چھوڑ ہی دو۔ تو ظاہر کہاں ہے؟ باطن کہاں ہے؟ اِدھر ہی ہے' سب کچھ ہی یہاں ہے' اِسی زندگی میں ہے۔ یہاں ایک بات بڑے غور والی ہے کہ جو فارمولا آپ بیان کرتے ہیں کہ یہ کسی سچے آدمی سے سنا ہوا ہے' جب وہ فارمولا استعمال میں پورا نہ ہو تو کیا اس کی صداقت میں فرق پڑا؟ اگر حکیم صاحب نے کہا کہ یہ دوائی استعمال کرو گے تو آپ ٹھیک ہو جاؤ گے' دوائی استعمال کر لی لیکن بندہ ٹھیک نہ ہوا تو کیا حکیم صاحب کی حکمت پر کچھ فرق پڑا؟ کچھ لوگ کہیں گے کہ فرق پڑا اور کچھ لوگ کہیں گے کہ فرق نہیں پڑا یعنی جن کا

ایمان قائم ہے وہ کہیں گے کہ فرق نہیں پڑا۔ اللہ کہتا ہے کہ محنت کرو میں کامیابی دوں گا' تو محنت کی لیکن کامیابی نہیں ملی۔ اب اللہ ہے کہ نہیں ہے؟ تو ایمان والا کہتا ہے کہ پھر بھی ہے۔ جس کا اتنا ایمان پختہ ہو جائے تو سمجھو کہ وہ پار ہو گیا۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو چیلنج نہ کرنا' اللہ کو یہ نہ کہنا کہ کافروں کو ڈھیر سارے پیسے دیے ہیں' بم بھی اُن کے پاس' جہاز اُن کے پاس' چینل اُن کے پاس' سیٹلائٹ اُن کے پاس ہیں' ہر شے اُن کے پاس ہے' تو صدام صاحب کیا کریں' اب ہم کیا کریں۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ تو پھر یہاں تک شکوہ بڑھ جاتا ہے کہ ؎

اور بے چارے مسلمان کو فقط وعدۂ حور

تو یہ شکوہ ہے اور پھر جواب شکوہ آگے خود دینا پڑ جائے گا کہ دیکھو آپ اِن باتوں کی پرواہ نہیں کرو' اس سے آگے بھی بڑی باتیں ہیں۔ اللہ کی بات یا اللہ سے منسوب کی ہوئی بات پوری ہو یا نہ ہو' آپ اللہ پر یقین قائم رکھیں۔ وہ پیسے دے تب اللہ ہے' پیسہ نہ دے تب اللہ ہے' زندگی عطا فرما دے تب بھی اللہ ہے اور اگر زندگی چھین لے تب بھی اللہ ہے۔ تو اس سے آپ کے ایمان یا تسلیم میں فرق نہ آئے۔ یہی دعا مانگو اور سارے مل کر دعا کرو' یہ دعا کرو کہ مریض کی زندگی بچ جائے۔ دعا قبول ہوئی اور مریض بچ گیا' اللہ تو سنتا ہے کیونکہ دعا مانگی اور وہ پوری ہو گئی۔ اور پھر کیا ہوا؟ کچھ عرصے بعد دعا مانگنے والے بھی رخصت ہو گئے اور مریض بھی رخصت ہو گئے اور ہسپتال بھرے رہے۔ پھر اب کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ ایمان پھر قائم ہے۔ اس لیے اِن باتوں کو آپ دیکھیں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ دعا منظور ہی ہو جائے۔ پیغمبروں کے لیے امتیوں نے دعا کی ہو گی کہ ہمارے پیغمبر سخت بیمار ہیں' یا اللہ شفا دے۔ تو اِن کے لیے دعا کر کر تھک گئے

ہوں گے مگر جب آخری وقت آ گیا تو اُس کا ہونا ہو گیا۔ اس لیے ایمان کے لیے پہلی بات یہ ضروری ہے کہ اللہ کی طرف سے ہونے والے کام کو چیلنج نہ کرنا تا کہ آپ کے ایمان میں خلل نہ آئے۔ وہ آپ کو پیسہ دے یا نہ دے' خوشی دے' غم دے' بیٹے پیدا ہوں' بیٹیاں پیدا ہوں یا کچھ بھی نہ پیدا ہو' بس آپ مانتے چلے جائیں۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں تو افغانستان بھیج دے' کوئی کہتا ہے کہ ہمیں انڈونیشیا بھیج دے' آسٹریلیا بھیج دے یا فلاں علاقے میں فلاں واقعات ہو جائیں۔ یہ باتیں آپ کہہ رہے ہیں اور تسلیم والا کہتا ہے کہ تو جہاں رکھ ہم راضی ہیں اور اسی میں ہماری رضا ہے۔ اس لیے یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو گدا کو بادشاہ بنا دے اور چاہے تو بادشاہ کو گدا بنا دے اور وہ چاہے تو غریبوں کو سلطان بنا سکتا ہے' وہ چاہے تو کچھ کر دے' چاہے تو سب گناہگاروں کو معاف کر دے' چاہے تو نیکوکار کو اس لذت میں قائم کر دے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم جس پر مہر لگا دیتے ہیں یعنی جس کو ہم ہدایت دیتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ من یضلل اللہ فلا ھادی لہ یعنی جسے ہماری طرف سے گمراہی مل جائے اُسے کیا ہدایت ہو سکتی ہے۔ ایسا پوچھنے والا کوئی بھی نہیں کہ یا اللہ تمہاری طرف سے گمراہی کیوں ملتی ہے۔ تو جو اللہ فرما رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ تو ایمان کا پہلا حصہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کے حبیبؐ نے جو بھی فرما دیا ہے وہ عین حق ہے۔ اس پر تو پوری طرح ایمان رکھو کیونکہ یہ ضروری بات ہے۔ پھر آپ یہ یقین رکھ لو کہ میں نے اس زندگی کے بکھیڑوں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونا ہے اور صداقت میں ہونا ہے' اور میں نے اپنا اسلام قائم رکھنا ہے' اگر دنیا کے سارے مسلمان اسلام سے بھاگ جائیں تو میں پھر بھی اسلام پر قائم رہوں گا۔ تو آپ

اپنے ایمان کو حالاتِ زمانہ سے مشروط نہ کرو' حالاتِ زمانہ جو بھی ہوں دیکھا جائے گا' ایمان قائم رہنا چاہیے۔ پھر آپ کو بڑی آسانی سے بات سمجھ آ جائے گی۔ تو آپ مانو اور ماننے والوں کو مانو' آپ کے خیال میں جو صحیح ماننے والا ہے اُس کی عزت کرو کہ یہ خدا کو بہت مانتا ہے۔ اِن لوگوں کو اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ والے کہتے ہیں کہ جن لوگوں پر تیرا انعام ہوا' اُن کا راستہ دکھا۔ تو آپ اُن کی عزت کرو۔ جو لوگ باغی ہیں' گمراہ ہیں' اُن سے بچو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان ہو جائے گا۔

سوال:

اللہ کا شکوہ کیا ہوتا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا شکوہ کریں یا جھگڑا کریں لیکن ایک بات ضروری ہے کہ بات تعلق کے مطابق ہونی چاہیے' ایسا نہ ہو کہ آپ کی بات میں بیبا کی جو ہے وہ گستاخی بن جائے۔ اگر میرا آپ کے ساتھ رابطہ ہی نہیں ہے اور آپ بیبا کی کریں تو پھر بات غلط ہو جائے گی اور اگر آپ کا اللہ کے ساتھ رابطہ ہے تو آپ بیبا کی کر سکتے ہیں۔ آپ غور کریں تو ہر وقت آپ لوگ زندگی کی کوئی نہ کوئی چیز Repair کرانے کے لیے اللہ کو پکارتے ہیں۔ وہ بات جو کافر لوگ محنت سے یا روٹین میں حاصل کر لیتے ہیں تو اگر دنیا کو حاصل کرنے کے لیے بھی دعا کرنی ہے تو کیوں نہ آپ دنیاوی ذرائع سے حاصل کریں کیونکہ وہ چیزیں کافر کے پاس آ جاتی ہیں تو کیا وہ آپ کے پاس نہیں آ سکتیں۔ تو نااہلی دعا سے دور نہیں ہوتی' نااہلی محنت سے دور ہوتی ہے۔ سکیم اور پلاننگ سے نااہلی دور ہوتی

ہے۔ دفتر تو آپ نے جانا نہیں ہے اور دعا یہ کرتے ہیں کہ یا اللہ مہربانی فرمایہ بندہ مر جائے تو پھر میں اس سیٹ پر آ جاؤں۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ اس لیے نااہلی کو تقدیر کے ساتھ وابستہ نہ کرو۔ آپ دعا کریں کہ آپ صحیح راستے پر قائم رہیں اور یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ صحیح راستے پر پیسے زیادہ ہوتے ہیں' صحیح راستہ تو صحیح راستہ ہی ہوتا ہے۔ اگر صحیح رہبر یا قطبِ زماں پیسے والا ہوتا تو پھر آپ کے پاس پیسے ہی پیسے ہونے چاہئیں تھے۔ لہٰذا آپ کسی بات کو پیسے سے نہیں ماپنا' رہبر کو تسلیم سے ماپنا' اپنے سفر کو تسلیم سے قائم رکھنا ہے' مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ یہ وعدہ کریں کہ حالاتِ زمانہ کے ساتھ ہم اپنے ایمان کو تبدیل نہیں کریں گے اور یہ وعدہ پکا ہونا چاہیے اور یہ عملی شکل ہے۔ آپ کہیں کہ اگر وہ ہنسائے تو ہنس پڑیں گے اور رُلائے تو رو پڑیں گے' اللہ کے ساتھ تعلق نہیں توڑیں گے۔ جس طرح گھروں میں بعض اوقات جھگڑا ہو جاتا ہے لیکن باوجود جھگڑے کے تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ ایسے آدمی سے اگر کہیں کہ وہ شخص جو آپ کا دوست ہے اُس نے آپ کی توہین کر دی ہے تو وہ کہتا ہے کہ اُس نے توہین تو کی ہے لیکن میں نے دوستی چھوڑنی نہیں ہے۔ یہی صحیح طریقہ ہے۔ اگر آپ تسلیم نہ چھوڑیں تو اس میں شامل جو کچھ بھی ہے سب جائز ہے۔ تو ایمان قائم رہے گا اور ایمان کو قائم رکھنے کے لیے فیصلہ چاہیے۔ تو فیصلہ کیا چاہیے؟ کہ اللہ کے ساتھ بندہ ہونے کی حیثیت سے جو میرا تعلق ہے اس کو حالاتِ زمانہ کے ساتھ تبدیل نہیں ہونے دوں گا' چاہے اتار ہوں' چڑھاؤ ہوں یا جو کچھ ہو۔ تو اس سفر پر جتنے گذرے ہیں بڑے بڑے غریب گذرے ہیں اور پھر بھی وہ قابلِ عزت ہیں اور جو امیر گزرے ہیں وہ بھی قابلِ عزت ہیں۔ تو قابلِ عزت وہ ہے جس کا عمل قابلِ عزت ہے۔

یہ پیسے کی بات نہیں ہے۔ تو خیال کو ماپنے کے لیے پیسے کو معیار نہ بناؤ بلکہ آپ صرف خیال کو ماپو۔ تو جس شخص کا خیال اچھا اُس کا حال اچھا۔ اب آپ اپنے آپ کا جائزہ لیں۔ ورنہ پھر آپ کا سارا ایمان منتشر ہو جائے گا اور پریشانی ہو جائے گی۔ آپ اپنے خیال کو درست رکھیں اور اپنے حال سے بے نیاز ہو کر ایسا کریں، تو آپ پیسے سے بچو۔ اللہ بہتر کرے گا۔ اللہ کرے آپ کو پیسہ کبھی اتنا نہ ملے کہ آپ اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں اور اتنا کم بھی نہ ملے کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں۔ بس گذارہ ہونا چاہیے۔ تو یہ گذارہ کیا ہوتا ہے؟ بس زندگی کا کاروبار چلنا چاہیے ..... اب آپ لوگ اور سوال پوچھو .....

سوال:

ہمیں کیا دعا مانگنی چاہیے؟

جواب:

دعا وہ مانگو کہ جب سننے والا کسی بات پہ کہے کہ یہ کیا مانگا ہے تو آپ کو شرمندگی نہ ہو۔ بس اپنا حق ہی مانگو اور میرا خیال ہے کہ حق مانگے بغیر ہی مل جاتا ہے۔ تو کوئی ایسی ویسی بات نہ مانگو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں تمہاری خواہش کے حوالے کر دیا جائے کہ مانگو جو کچھ مانگو تو تم مجھ سے جدائی مانگو گے۔ مثلاً یا اللہ مجھے بادشاہ بنا دے۔ اب بادشاہ بننے کے بعد آپ نے اللہ کو بادشاہ ہی نہیں مانا تو یہ جدائی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی مانگو گے وہ جدائی کا ہو گا۔ وہ کہتا ہے کہ بول کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ سرکار اجازت دے دیں کہ آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ تو ہر بندہ یہی بات مانگے گا اور اگر بندے کو دے دیا جائے اور اُس کی مرضی پر چلا جائے تو بندہ کہے گا کہ اے اللہ اپنے علاوہ کوئی چیز دے،

مجھے دُنیا کی چیزیں دے اور مجھے اپنی دربار سے ہٹا دو۔ تو بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اپنے رُوبرو رکھ' اپنے دربار میں رکھ' اپنے در کا سائل بنا اور ہمیں دَردَر نہ پھرا۔ اور یہ خاص بات ہوتی ہے۔ اس لیے آپ اپنے خیالات کا جائزہ لیتے رہو' اپنی بات کا جائزہ لیتے رہا کرو۔ جو بات ذہن میں خود بخود آ جاتی ہے اُسے خود بخود نکال دیا کرو۔ کہتا ہے کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ کہتا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ میلہ لگا ہوا تھا تو ہم بھی آ گئے جیسے گھر میں برات آئی ہوئی ہو۔ تو جو آدمی ویسے ہی وہاں سے گذر رہا تھا وہ بھی آ گیا۔ جب پوچھا کہ تم کون ہو تو اُس نے کہا کہ میں نے رونق دیکھی تو میں نے کہا کہ میں بھی جاؤں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ تو آپ کہتے ہیں کہ Get out ہو جاؤ یا کچھ کھا کے چلے جاؤ۔ اس لیے جو Intruder خود بخود آ جائے' وہ ہوتا ہے محفل میں مداخلت کرنے والا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے ہاں یہی رواج ہے کہ مداخلت کرنے والے کو نکال دو' تو آپ غلط خیال کو نکال دو اور دعا یہ کرو کہ یا اللہ نیکی دے' نیکی کی توفیق دے' قرآن پاک پڑھنے کی توفیق دے اور نماز پڑھنے کی توفیق دے۔

اگر آپ کو دعائیں یاد نہیں رہتیں تو پہلے لکھ لیا کرو اور پھر اللہ کے سامنے پڑھ دیا کرو۔ اوّل تو جب آپ لکھ رہے ہوتے ہیں تب بھی اللہ پاس ہی ہوتا ہے اور جب پڑھنے لگتے ہو تب بھی اللہ پاس ہوگا۔ اگر آپ کی نماز قائم ہو تو جب بھی آپ نے مانگا وہیں ہی ٹھیک ہوگا۔ تو ''من چنگا'' ہو' دل صاف ہو تو ہر جگہ ہی اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ آپ کا ارادہ' آپ کا اللہ کے رُوبرُو ہونا اور رُوبرُو رہنا' یہی اصل حاصل ہے۔

سوال:

گذارش ہے کہ نفس بعض اوقات منہ زور گھوڑے کی طرح ہو جاتا ہے تو اس کو قابو کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟

جواب:

نفس کے باغی ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ نفس یہ کام کرے گا کہ وہ طاقت مانگے گا' پیسہ مانگے گا اور لذت مانگے گا۔ کیا مانگے گا؟ بادشاہی' کہ پیسہ جیب میں ہو' بینک میں ہو اور لذت کا ساتھ ہو۔ تو یہ تین چیزوں سے اپنے آپ کو قائم رکھتا ہے۔ اس کو کنٹرول کرنے کا طریقہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگ عام طور پر رات کو جاگنے والے ہوتے ہیں' جاگنا جو ہے ایک تو ویسے ہی عبادت ہے دوسرا یہ صحت کو ٹھیک رکھتا ہے۔ اور نفس کو قابو کرنے والے فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلاً وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا کہ وہ ہنستے تھوڑا اور روتے زیادہ ہیں۔ آپ یہ وعدہ پکا کر لیں کہ آئندہ قہقہہ نہیں لگانا ہے یعنی ہنسی کی آواز اپنے کان تک نہ آئے' تو ایسا نہ ہو۔ اگر آپ قہقہے سے توبہ کر لیں تو پھر آپ کو اپنا نفس جو ہے یہ معتدل نظر آئے گا۔ نفس کی خوبی یہ ہے کہ جب وہ باغی ہوتا ہے تو قہقہہ مارتا ہے' مزاحیہ باتیں کرتا ہے اور لطیفے بولتا ہے۔ بس آپ اس سے بچو۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ اِدھر اُدھر گھومتے رہتے ہیں' تو آپ گھروں میں بیٹھو' اپنے بیوی بچوں کے پاس بیٹھو' بیوی بچوں کے پاس یہ نفس معتدل رہتا ہے' تو نفس کو بازاروں میں نہ پھراؤ۔ تو پھر آپ کہاں بیٹھو؟ گھر میں بیٹھو۔ تو گھر میں بیٹھنے والا آدمی بالعموم نیک رہتا ہے۔ جب وہ باہر جاتا ہے اور نظارے دیکھتا ہے تو پھر اُسے فوراً خیال آ جاتا ہے کہ میرے گھر میں جو بچے ہیں' میرے بیٹیاں اور بیٹے'

ان کی حفاظت جو ہے وہ صرف میرے اخلاق سے ہی ہوسکتی ہے' تو میرا اخلاق صحیح ہونا چاہیے۔ تو اس طرح نفس باغی نہیں ہوتا۔ تو آپ کے ذہن کی بغاوت جو ہے وہ فوری طور پر بچوں کے عمل میں آجاتی ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ مثلاً آپ انگلینڈ میں ہوں اور وہاں آپ غلطی کریں تو غلطی کا اثر یہاں اولاد میں پہنچ جاتا ہے۔ تو یہ ایسا راز ہے۔ جس طرح کہتے ہیں کہ Genes میں اثر آجاتا ہے۔ تو نفس کو قابو کرنے کے لیے آپ شب کو جاگو' گھر میں رہو' روزہ رکھو اور فاقہ کرو تاکہ نفس کمزور ہو جائے۔

ایک آدمی مرغا کھا رہا تھا۔ اس سے پوچھا آپ کیوں کھا رہے ہو؟ کہتا ہے کہ بڑی دیر سے میرا نفس کہہ رہا تھا کہ میں نے کھانا نہیں کھانا ہے تو میں نے کہا کہ تو زبردستی مرغ کھا۔ تو اس طرح آپ نفس کی مخالفت نہ کرنا۔ آپ مہربانی کرنا' ایسا نہ کرنا۔ میرا خیال ہے کہ صحیح معنوں میں نفس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ تو آپ غلط طریقے سے نفس کو نہ مارنا۔ اور اگلی بات یہ ہے کہ اپنے شیخ کی اطاعت کرو' اگر شیخ بنایا ہے تو اطاعت کرو اور اطاعت کے اندر Concession نہیں ہوگی اور نہ Concession' رعایت مانگو۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے شیخ کی باتیں سنا کریں اور آپ اگر اس کا کہنا مانتے ہیں تو اس نے جو بات آپ سے کہہ دی ہے اُس کو سنو اور اُس کو Follow کرو۔ اطاعت کرو' اگر Follow نہیں کرتے تو اس نے کچھ کہنا تو ہے نہیں اور نہ ہی کوئی مارشل لاء لگانا ہے۔ پھر اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ نفس طاقت ور ہو جاتا ہے۔ تو نفس ہوتا ہے اطاعت کے نہ کرنے کی سزا۔ ایک آدمی کا اپنے شیخ' اپنے پیر صاحب کی محفل میں جانا بند ہو گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ تو کسی اور کام میں مبتلا

ہو گیا ہے شیخ نے اُس کو بلایا اور پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ تو کہتا ہے کہ آپ کی دعا سے فیضان ہو گیا' رات کو میرے پاس بندہ آتا ہے' مجھے لے جاتا ہے اور پھر بہشت کی سیر کراتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب جب رات کو تم بہشت کی سیر کرنے جاؤ تو یہ لفظ پڑھنا' اُس نے رات کو اس جگہ وہ لفظ پڑھے' دیکھا تو وہاں پر کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے اور جو وہ بزرگ تھا وہ شیطان تھا۔ تو وہ لوگ جو اللہ کی یاد سے غافل ہو گئے اُن پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے قریب ہیں۔ اگر شیخ کو مانا ہوا ہے تو اللہ کے قرب کا احساس بغیر شیخ کے تعاون کے ممکن نہیں ہوگا۔ اور اگر نہیں مانا ہوا تو پھر جس اُستاد کو مانا ہوا ہے اُس کے ساتھ چلو۔ اور کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ماں باپ کو نہیں مانتا اور اللہ کو مانتا ہوں' تو اس سے زیادہ جھوٹ کوئی نہیں ہے کہ کوئی اللہ کو تو مانتا ہے لیکن ماں باپ کو نہیں مانتا' اللہ کو مانتا ہے اور اُستاد کو نہیں مانتا' اللہ کو مانتا ہے اور شیخ کو نہیں مانتا۔ تو نفس کو کنٹرول کرنے کے طریقے یہ ہیں۔ رونا' شب بیداری کرنا' کم کھانا' بزرگوں کی صحبت اختیار کرتے رہنا' گھر کے اندر موجود پایا جانا' اپنے بچوں کے پاس اپنی بیوی کے پاس رہنا اور ماں باپ کے پاس رہنا۔ ایسا شخص باہر جا کر فساد نہیں مچائے گا۔ اُسے اندیشہ ہوگا کہ اگر میں نے فساد مچایا تو اِن لوگوں کی حفاظت کون کرے گا۔ ایک بچہ تھا اور وہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلا۔ کافی لوگ مسجد کے دروازے سے باہر آ رہے تھے۔ وہاں پر کیچڑ تھی۔ ایک پیر صاحب بھی وہاں سے گذر رہے تھے۔ انہوں نے اُس بچے سے کہا کہ بیٹا آگے دلدل ہے دیکھ کر چلو کہیں پھسل نہ جاؤ۔ تو بچہ فی البدیہہ بولا کہ سرکار میں تو پھسلا سو پھسلا اور اگر میں گرا تو اکیلا ہی گرا لیکن آپ گر گئے تو ہم سارے گر جائیں

گے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بات بڑی ضروری ہے کہ گھر کا مالک جو ہے وہ بھی پھسلنے لگ گیا تو پھر گھر کے بچے تو پہلے ہی تباہی مچائیں گے۔ تو گھر کے بچوں کو کنٹرول کرنے کے لیے سوائے اپنے آپ کو ڈسپلن میں رکھنے کے اور کوئی حفاظت نہیں۔ جب تک آپ اپنے نفس پر کنٹرول نہ کرو بچوں پر کنٹرول نہیں کر سکتے۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔ لہٰذا آپ نفس کو کنٹرول کریں تا کہ آپ کا اولاد پر کنٹرول ہو جائے ورنہ اولاد باغی ہو جائے گی۔ اگر نفس باغی ہوا تو اولاد باغی ہو جائے گی۔ نفس تو شاید آپ کو لذت دے دے پھر اولاد کی بغاوت آپ کو وہاں صدمہ پہنچائے گی جہاں آپ صدمہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ اس بات کا سب سے بڑا خطرہ ہے کہ تمہاری بغاوتیں تمہاری اولاد پر نازل نہ ہو جائیں۔ لہٰذا آپ دھیان کرو اور نفس کو کنٹرول میں رکھو۔

سوال:

عرض یہ ہے کہ ''ظرف'' ہوتا کیا ہے اور یہ بڑا کیسے ہوتا ہے؟

جواب:

''ظرف'' جو ہے یہ ہے برداشت کرنے کی صلاحیت' اور آپے سے باہر نہ ہونے کی صلاحیت۔ مثلاً اگر بہت پیسہ آ جائے تو بہکی بہکی باتیں نہ کرنا اور اگر بہت غریبی آ جائے تو مایوسی کی باتیں نہ کرنا۔ بہت ساری عبادت مل جائے یا پھر اللہ تعالیٰ بہت سارے اختیارات دے دے تو پھر یہ نہ کہنا کہ تمہیں میں اُڑا کے رکھ دوں گا۔ ظرف یہ ہوتا ہے کہ توازن میں رہنا ہے۔ آپ چاہے گرم ہو جاؤ، سرد ہو جاؤ' غریب ہو جاؤ' امیر ہو جاؤ' بااختیار ہو جاؤ یا بے اختیار ہو جاؤ' آپ کو توازن میں رہنا ہے۔ یعنی کہ یہ نہ کہنا کہ آج میں بہت بڑا ہو گیا ہوں! خبردار!

ایسی بات نہ کرنا کہ آج ہمارے پاس بہت پیسے آ گئے ہیں۔ یہ ظرف نہیں ہوتا۔

جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

تو انسان کو اگر غصہ آئے تو خوفِ خدا ہو اور پیسہ آ جائے تو خدا کی یاد میں ہو۔ تو کوئی غریب ہو جائے یا امیر ہو جائے اُس کا مزاج وہی رہے گا اور مزاج میں تبدیلی نہ ہو۔ غریب بھی بڑا سخی ہو سکتا ہے یعنی غریب ہے اور اُس نے مہمان کو بلایا اور کہا کہ مل کے کھاتے ہیں' ایک روٹی تھی' آدھی اُس کو دی' آدھی خود کھالی۔ تو غریب بھی سخی ہوتا ہے۔ غریب کے سخی ہونے کی شرط کیا ہے؟ غریب کب سخی ہوتا ہے؟ وہ غریب سخی ہو جاتا ہے جو امیر کے مال کی طرف توجہ نہ کرے اور وہ غریب جو امیروں کے امیر ہونے کا گلہ نہیں کرتا وہ سخی غریب ہے' اور سخی غریب کا بڑا مقام ہے۔ اور اگر غریب گلہ کر رہا ہے کہ ایک اور بیٹا پیدا ہو گیا جب کہ پہلے بھی کئی بیٹے تھے' یہ کوئی انصاف تو نہیں ہے۔ اس بات کی بڑی سزا ہے۔ تو یہ جو امیر کے امیر ہونے کا گلہ کر رہا ہے یہ سخی غریب نہیں ہے بلکہ یہ دوہری مار میں پڑا ہوا ہے کہ ایک تو غریبی ہے اور پھر گلہ کر رہا ہے۔ اس لیے اس غریب کو دوہری مار پڑ رہی ہے۔ تو اچھا غریب کون ہے؟ جو امیروں کو امیر رہنے دے کہ اُن کا مقدر اُن کے ساتھ اور ہمارا مقدر ہمارے ساتھ۔ اس لیے دوسرے کے مال کی تمنا چھوڑ دو' اپنا مال آپ کو مل جائے گا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ کسی کو ایک کاروبار دیا اور کسی کو دوسرا کاروبار' کسی کو خوب صورت بنا دیا' کسی کو کچھ اور کر دیا۔ یہ سب اُس کا اپنا نظام ہے اور دنیا اُس کی سجائی ہوئی ہے' جو اینٹ جس جگہ لگی ہے وہی بلڈنگ کا حصہ ہے اور بہترین ہے۔ بس آپ پرواہ نہ کیا کریں۔ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ مطمئن شخص یہ کہتا ہے کہ اگر ہم تمہاری طرح بڑے

نہیں ہیں تو تم بھی ہماری طرح چھوٹے نہیں ہو' اس لیے نہ تُو میرے جیسا ہوسکتا ہے اور نہ میں تیرے جیسا ہوسکتا ہوں' اس میں کوئی افسوس کی بات نہیں ہے کہ آپ امیر ہیں اور ہمیں اس بات کا بھی افسوس نہیں کہ ہم غریب ہیں' جہاں ہیں ہم خود ہیں' ہماری دنیا یہ ہے کہ ہم موجود ہیں۔ تو اپنے آپ کو ایسا سمجھنے والا نفس کے شر سے بچ جاتا ہے۔ نفس سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کے پیچھے لگ کر چل پڑو اور چلو تو ایک آواز پہ چلو۔ اس طرح آپ نفس سے بچ جائیں گے۔ دو آوازوں پر چلنے والا نفس میں برباد ہو جائے گا۔ تو دو آوازیں کیا ہیں؟ کہ ہم اِدھر کو بلائیں اور تم اُدھر کو جاؤ۔ کہتا ہے کہ آپ کو کیا معلوم کہ وہاں کیا ہے؟ وہاں جلوے ہیں' وہاں پر بے شمار رونقیں ہیں' آپ باہر کی دنیا میں جاؤ تو وہاں امریکہ میں کیا کچھ ہے۔ تو جس کو یہ پتہ ہے کہ میرا Ultimate fate ' عاقبت کن لوگوں کے ساتھ ہے' قسمت کن لوگوں کے ساتھ ہے' مقدر کن لوگوں کے ساتھ ہے' بس اپنی سانجھ کے ساتھ ہے تو وہ آدمی ہمیشہ ایک سمت میں جائے گا۔ تو آپ اپنا آخری ساتھی دریافت کریں وہ کون ہے' آخری منزل کیا ہے' جانا کن لوگوں کے ساتھ ہے' آپ نے کس کے کیمپ میں رہنا ہے اور اگر کیمپ معلوم ہو گیا تو پھر آپ دنیا کی آواز سے بچ جائیں گے' دو آوازوں سے بچ جائیں گے اور اس طرح نفس کے شر سے بچ جائیں گے۔

سوال:

کیا زندگی میں Competition نہیں کرنا چاہیے؟

جواب:

آپ مقابلہ' Competition عبادت کی کریں' نیکی کی

Competition کریں اور جس حال میں آپ ہیں اُس حال میں ترقی کریں۔ لیکن آپ تو دو کام کرتے ہیں' ایک یہ کہ یا اللہ مجھے ترقی دے' اگر نہیں تو اُس دوسرے کو بھی گرا۔ یہ نہ کہنا کہ ''اُس کو بھی گرا''۔ بس وہ جو مرضی کرتا جائے' اور نظام بھی چلتا جائے گا۔ ایسے شخص کے لیے Competiton نہیں ہے' رضا میں Competition نہیں ہے بلکہ رضا میں جہاں اللہ رکھے بہتر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پیچھے بیٹھنے والے کے ساتھ اُس کا تعلق زیادہ ہو اور ہوسکتا ہے کہ سامنے رہنے والے کے ساتھ اُتنا تعلق نہ ہو اور اس طرح ہوتا بھی میں نے دیکھا ہے۔ جو نبیؐ سب سے بعد میں آیا وہ مرتبے میں سب سے پہلا تھا اور کچھ لوگ باقاعدہ کہتے ہیں کہ جو خلافت میں سب سے بعد میں آیا وہ خلیفوں میں سب سے اوّل تھا۔ تو جو ولیوں میں سب سے بعد آئے گا تو وہ اتنا ہی بڑا اولیاء ہوگا۔ اس لیے اللہ کے ہاں تقدیم وتاخیر نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ سب سے بڑے کو بعد میں لے آتا ہے۔ تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ پہلا نبی ہے' یہ دوسرا نبی ہے اور یہ تیسرا نبی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی رونقیں ہیں' بہت خوب صورت رونقیں ہیں اور پھر آپؐ تشریف لے آئے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کو پہلے آنا چاہیے تھا' یہ بڑے بیوقوف لوگ ہیں اور اس سے زیادہ بیوقوفی کی کوئی بات ہی نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مرتبے اللہ بنائے اور درجے تم بناؤ۔ اور تم یہ کہو کہ اس کو پہلے بھیج دو اور اس کو بعد میں بھیج دو۔ تو مرتبہ ہے ہی اسی میں کہ اللہ جب چاہے بھیجے۔ اسی طرح خلافت میں بھی یہی بات آتی ہے' مطلب یہ ہے کہ لوگ کم جانتے ہیں کہ اُسے پہلے آنا چاہیے تھا یا کہ اس کو بعد میں آنا چاہیے تھا۔ جو دلوں کے قریب ہے وہ

جب چاہے آ جائے۔ اُس نے قریب ہی رہنا ہے اور قریب رہنے والا دور کیسے ہوسکتا ہے۔

سوال:

کیا ہم جمع ہو کر ایک جماعت نہ بنالیں؟

جواب:

ناں ناں! آپ مہربانی کریں' ہم نے جماعت نہیں بنانی ہے۔ آپ جماعت نہ بناؤ بلکہ اپنی جان بچاؤ۔ میں نے کیا کہا ہے؟ اپنی جان بچاؤ۔ جماعت بندی ہم نے نہیں کرنی۔ کیوں نہیں کرنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس طرح بات شروع کرتے ہیں کہ ہم ایک اخلاقی Reformation کرنا چاہتے ہیں' اخلاقی انقلاب لانا چاہتے ہیں' تو کیا کرنا چاہیے' چار بندے اکٹھے کرو' سیکرٹری جنرل بناؤ' رسیدیں چھاپ کر لے آؤ' اس کا چندہ رکھنا چاہیے' چلو جی رسید بنالو دس ہزار کی' اور پھر اس کے بعد جماعت ہی ختم ہوگئی' جماعت بناتے ہی جماعت ختم ہوگئی۔ تو یہ آپ کا اخلاقی انقلاب آ رہا تھا۔ لہٰذا بندے کو اُس کی حالت میں رہنے دو۔ جتنی جماعتیں پہلے بنی ہوئی ہیں آپ نے اُن کا حشر دیکھا ہے' انہوں نے ہال بنائے' بڑی بڑی مسجدیں بنائیں' بڑے بڑے مدرسے بنائے' بڑے بڑے بیانات ہوئے' بڑی کتابیں چھاپی گئیں اور Ultimately' لوگ منتشر ہو گئے۔ ایسا آپ نے دیکھا ہوا ہے۔ جماعت کا نام لینے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لیے آپ کام چلنے دو اور خود چلتے جاؤ' گزارہ کرتے جاؤ' خود ہی کماتے جاؤ' اچھی اچھی باتیں سنتے جاؤ اور عمل کرتے جاؤ! That's all۔ ہمارے ہاں پہلے اسلام کے نام پر بہت ساری جماعتیں موجود ہیں اور نتیجہ بھی

آپ جانتے ہیں۔لہٰذا آپ اپنا اخلاق درست کریں' کسی جماعت کا اخلاق درست کرنے کے لیے آپ کی ڈیوٹی نہیں لگی ہے' آپ کی ڈیوٹی اتنی ساری ہے کہ گھر کا اخلاق درست کرو' اپنا اخلاق درست کرو اور جمعرات کی شام کو اِدھر آجایا کرو' آسان سی بات ہے' یہاں فیس کوئی نہیں ہے' پھر آپ چُپ کر کے چلے جاؤ۔ اور جو لوگ یہاں پر آتے ہیں اُن کے کاروبار چلتے رہیں' وکالت چلنی چاہیے' ڈاکٹری چلنی چاہیے' سارا کاروبار چلنا چاہیے' گھر بار چلنے چاہییں۔یعنی کہ سب نظام الاوقات چلنا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے ..... ہاں حافظ خوشی محمد بولو ..... جو بات ذہن میں آئی ہے بول دو اور سوال پوچھو .....

سوال:

اجتماعی زندگی میں کیا کیا جائے؟

جواب:

آپ اجتماعی زندگی میں شامل ہو جائیں' آپ الگ جماعت نہ بنائیں۔ اگر آپ کو بہت ہی ضرورت ہے تو کسی بھی جماعت میں شامل ہو جائیں آپ لازمی تقریر کرنا چاہتے ہیں تو آپ تقریر یہ کریں کہ صاحبان مہربان! آپ کی مہربانی آپ گھر چلے جاؤ' سیاستیں بند کیا کرو یا پھر لوگوں سے ایک وعدہ لے لو' آپ کہو کہ میں پہلا جلسہ کرنے لگا ہوں اور آپ لوگ میرے ساتھ ایک وعدہ کرو ایک بار جس جماعت کے جلسے میں جاؤ۔ آئندہ دوسری جماعت کے جلسے میں نہ جانا اور جس کو ووٹ دو اس کے ساتھ تعاون کرو' اور دوسرے کے ساتھ بات نہ کرو جس شخص کو زندہ باد کہا ہے اُسے مُردہ باد کبھی نہ کہنا ورنہ تمہارا دین دنیا ضائع ہو جائیں گے۔ مگر یہ تو وہی لوگ ہیں جو دوسرے کو چھوڑ کر آئے ہیں۔ روز موچی

دروازے پر جلسہ ہوتا ہے اور ہر روز وہی لوگ ہوتے ہیں۔ تو یہ آپ کے سامعینِ کرام ہیں اور اُن پر لیبل چڑھایا ہوا ہے کہ عوام طاقت کا سرچشمہ ہے۔ تو عوام پر کیا اعتماد۔ آپ دیکھو کہ اگر کوئی پیغمبر ہوں اور پیغمبر کو ماننے والا کوئی نہ ہو تو کیا اُس کے مرتبے میں فرق پڑے گا' جب کہ اُسے ووٹ کوئی نہیں ملا اور اگر اللہ میاں ووٹ مانگنے شروع ہو جائیں تو کیا لوگ ووٹ دیں گے' آدھی سے زیادہ دنیا تو اللہ کو مانتی نہیں ہے لیکن پھر بھی اللہ تو اللہ ہی ہے۔ اس لیے کوئی مجبوری والی بات نہیں ہے۔ عوام کو اختیار دے دیا جائے تو یہ کسی مذہب کو نہ مانیں' کسی خدا کو نہ مانیں' عوام کو تو یہ اختیار ملا کہ روٹی کھاتے جائیں اور روٹی ملی کہ نہ ملی یہ برباد ہو گئے۔ تو جو نامزد ہے وہ نامزد ہے۔ یہ آپ کا میرے ساتھ وعدہ ہونا چاہیے کہ نامزدگی عوام سے نہ مانگنا۔ عوام جیسے ہوں گے ویسا ہی لیڈر چنیں گے۔ اس لیے آپ ان کی کیا اصلاح کرنا چاہتے ہو۔ بڑے بڑے انقلاب ناکام ہو گئے۔ بس تیری جان بخشی ہو جائے اور تیرا کلمہ قبول ہو جائے ۔

یہ وہ توحید ہے جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

بس دعا کرو کہ توحید قائم ہو جائے' اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر بیک وقت برابر کا ایمان قائم ہو جائے اور بندے اور رب کا فرق قائم ہو جائے' اور اپنا آپ بھی ہونا قائم ہو جائے کہ ہم بھی اس دین میں شامل ہیں اور یہ ہمارے دم سے ہی بات ہے اور ہماری کہانی ہمارے دم تک ہے۔ جماعتیں بنانا غلط بات ہے۔ اگر آپ جماعت بنانا چاہتے ہیں تو بنالیں میں تو نہیں بنانا چاہتا' فیصلہ پکا ہے۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ ایک طرف تو انسان سیاست میں دلچسپی لیتا ہے اور

ایک طرف سیاست سے بھاگتا ہے۔

جواب:

سیاست سے بھاگنا نہیں چاہیے' عملی زندگی میں یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ آپ سیاست میں اُس وقت جائیں جب آپ کا سیاسی قائد آپ کا روحانی قائد ہو۔ آپ اس کی جماعت میں جاؤ اور پھر اُس کا حکم جو ہے وہ ایمان کا حصہ ہے۔ ماننے والے آ جاتے ہیں اور ایسے ہوتا ہے۔ ماننے والے قائدِ اعظمؒ کو روحانی باپ بنا گئے۔ یہ تو دوسرے لوگ کہتے تھے کہ یہ قائدِ اعظم نہیں ہیں' ابوالکلام آزاد وغیرہ کہتے تھے کہ یہ کیسا اسلام کا قائد ہے بلکہ اسلام کے قائد تو ہم ہیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم وہیں رہو اور جو یہ کہے گا وہ اسلام میں ہے۔ پھر لوگوں نے اقبالؒ کو مان لیا اور اُس کو قائد مان لیا اور اس کی بات کو اسلامی انقلاب مان لیا۔ لہٰذا اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں کے مشترک عمل کا نام۔ جس جگہ پر مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ یہ فیصلہ ہے! مسلمانوں کا کٹھ یا اجتماع عام طور پر گمراہ نہیں ہوتا۔ اجتماع جو ہے وہ وحدت ہے کثرت کے اندر۔ چلو جو لوگ جماعت بنا سکتے ہیں بناتے جائیں۔ آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ذاتی طور پر فلاح دے' آپ کی ذاتی زندگی اچھی گذر جائے' آپ کی اولاد کی زندگی اچھی گذر جائے' حالاتِ زمانہ بہتر ہو جائیں' اللہ تعالیٰ اُسے قائد بنائے جس کے پاس صلاحیت ہے' یا اللہ اپنا کوئی نیک بندہ ہمارے پاس قائد بنا کے بھیج تا کہ ہم اُس کو مانیں اور وہی ہماری جماعتیں کرائے اور وہی ہماری سیاستیں لڑائے۔ ہمیں ایسا بندہ چاہیے کہ جس کے پیچھے ہم نماز بھی پڑھیں' جو اسلام بھی پھیلائے اور ملک کی باگ ڈور بھی سنبھالے۔

ایک بار پھر دعا کریں حاضرینِ مجلس کے لیے کہ اِن کی ذاتی مشکلات اللہ تعالیٰ آسان کرے یارب العالمین مہربانی فرما! سب کے حال پر مہربانی فرما! جو ذاتی الجھنیں، ذاتی مشکلات، جو بھی ذاتی تکالیف ہیں، نیک، جائز، خواہشات مہربانی فرما کے پوری فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ و اصحابہٖ واھل بیتہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

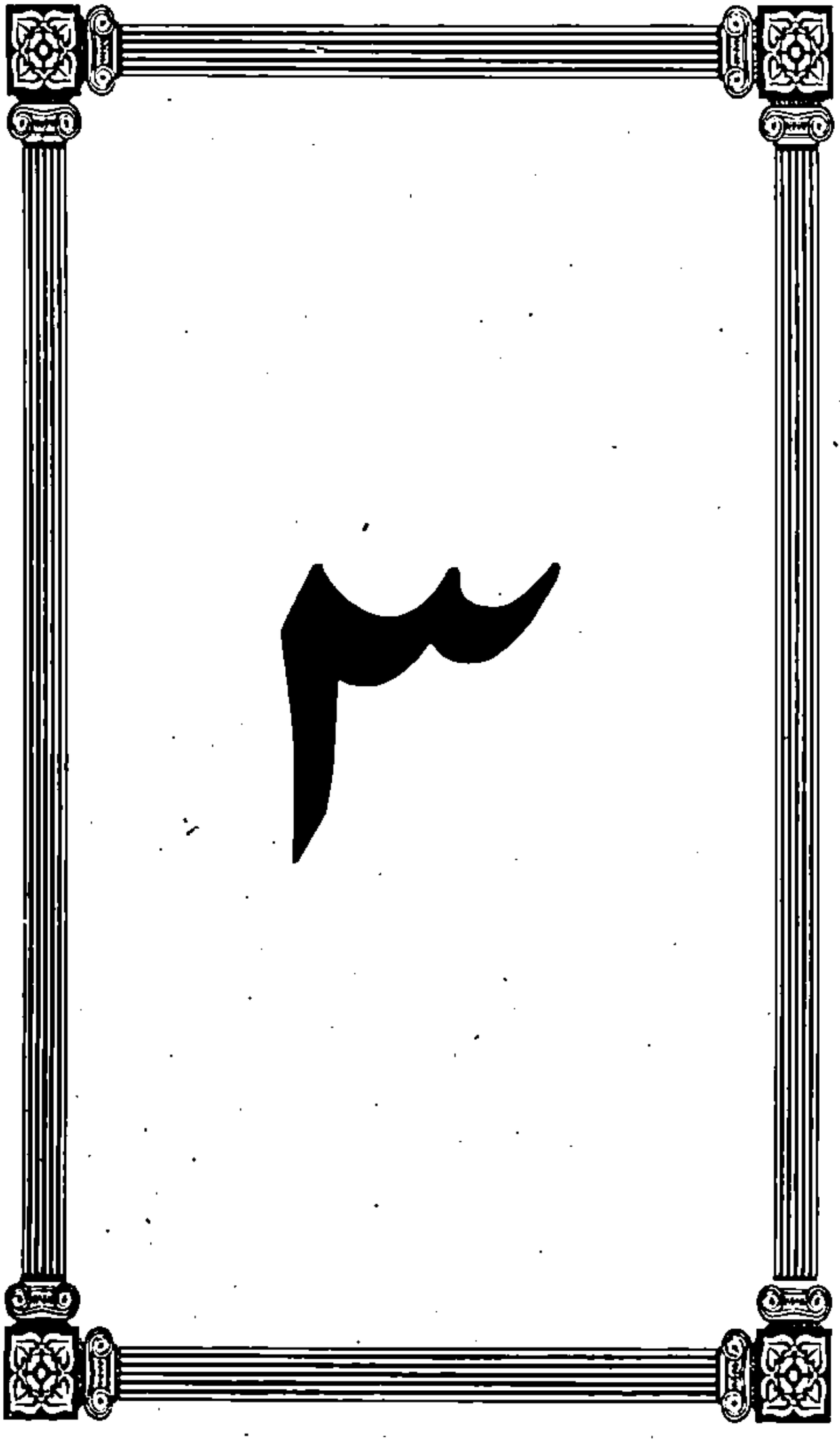

﴿۳﴾

۱ علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے؟

۲ بعض آوازیں کیوں پسند آ جاتی ہیں؟

۳ چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔

آپ لوگ سوال پوچھیں۔ کسی طرح کا بھی سوال پوچھا جا سکتا ہے۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کو ضرورت کسی اور چیز کی ہو اور Discuss کوئی اور چیز کرتے رہیں۔ تو آپ اپنا ذاتی سوال بنائیں۔ آپ کی طرف سے اپنا سوال ہونا چاہیے..... تو سوال ایسا ہو کہ مضمون کا بھی پتہ چل جائے کہ کیا ہے۔

بولنا ضرورت کی بات نہیں ہے' اس کو تو فرمائش کہہ لو اور امر کہہ لو ورنہ بولنا کیا ہے۔ تو جب کہا جائے کہ گفتگو کرو تو گفتگو کرنی چاہیے۔ اب آشناؤں کو پاس بلوایا جاتا ہے اور پھر جو ناآشنا تھے وہ بولنے کے ذریعے آشنا ہو گئے۔ مطلب یہ کہ جو کسی چیز کا آشنا ہے وہ بولے گا اور جو ناآشنا ہے وہ اس سے محرم ہو جائے گا۔ ناواقف کو واقفیت کے لیے آواز کی ضرورت ہے' کلام کی ضرورت ہے۔ ورنہ ناواقف بھی اللہ کو اتنا عزیز ہے جتنا واقف' سب اس کے اپنے ہیں' آپ غور کریں تو مخلوق ساری خالق کے حوالے سے ایک ہی فن ہے۔ فن ایک ہے کیونکہ ساری مخلوق ایک ہی خالق کی ہے۔ یہ ہم مانتے بھی ہیں اور یہ ہمارا ایمان بھی ہے۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے کسی اور نے پیدا کیا ہو جو آپ کا دشمن ہے اور آپ کو کسی اور خدا نے پیدا کیا ہو۔ مطلب یہ کہ یہ تخلیق ایک ہی ہے۔ ایک خالق نے اپنی خوشی اور اپنی مرضی سے' بغیر کسی کی Dictation کے' بغیر کسی کے کہنے سے' اپنے حساب کے مطابق' اپنی خواہش کے مطابق' ایک مخلوق یا کئی مخلوقات

تخلیق فرمائیں۔ اب تخلیق ایک ارادہ ہے' وہ مخلوق یا وہ تخلیق جب تک معرضِ وجود میں نہیں آئی وہ کیا ہے.....؟ ارادہ! تو مشیت کے ظہور سے پہلے مشیت کا ارادہ ہے۔ ابھی جو عمل ظاہر نہیں ہوا اور ابھی جو تخلیق ظاہر نہیں ہوئی اس سے پہلے کیا ہے؟ ارادہ ہے یا حسنِ خیال ہے اور یہ اللہ کریم کا اپنا ارادہ ہے اور جو چیز اس کے ارادے سے ہو کے آئے' اس میں سب خیریت ہی ہے۔ اس لیے آپ بہت سا فکر نہ کیا کرو کہ کافر کون ہے اور مومن کون ہے۔ اس کے ارادے سے جو چیز نکل کے آئی ہے وہی بہتر جانتا ہے کہ اس کا کیا آغاز ہے اور کیا انجام ہے۔ تو ہر چیز اس کے ارادے سے نکل کے آئی ہے اور ارادے کو امر بننے کے لیے کلام چاہیے ..... اور کلام میں ''کُن'' پہلا لفظ ہے کائنات کا۔ اس کائنات میں سب سے پہلے اگر کوئی چیز ظہور میں آئی ہے' تخلیق سے پہلے' مخلوق سے پہلے تو وہ لفظ ہے ''کُن''۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' پھر میں نے تخلیق فرمائی۔ اور پھر لفظ آ گیا ''کُن''۔ ایک آواز آئی ..... آواز کیا آئی؟ ''کُن''۔ یہ آواز کس کو آئی ہے؟ تو یہ جو آواز ہے وہ کائنات کے جاندار' بے جان' ذی جان' ہونے والے' نہ ہونے والے' ہونے سے پہلے ہونے والے' سب کو سنائی دے گی۔ ہر چیز کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے سماعت ہو گی۔ یہ فرق ہے آپ کی اور اس کی آواز میں۔ اس کی آواز پیدا نہ ہونے والا بھی سن سکتا ہے اور آپ کی آواز پیدا ہونے کے بعد بھی نہیں سن سکتے چاہے آپ کے بچے ہی ہوں۔ اس طرح فرق پڑتا ہے۔ اب یہ دیکھو کہ کیا فرق ہے۔ اللہ کریم نے انسان کو پیدا فرمایا' اس کی زندگی کے لیے ایک مقررہ وقت طے کر لیا یعنی ایک معلوم مدت ہے۔ آپ ڈرتو نہیں گئے چلو آپ کی عمر سو سال' دو سو سال سہی مگر دو سو سال کی عمر

مانگنے والا ظالم آدمی ہوتا ہے۔ پتہ ہے کیوں؟ وہ شخص اصل میں یہ کہتا ہے مجھے اتنی عمر دو کہ میرے سامنے میرا کوئی رشتے دار زندہ ہی نہ بچے یا سب کو اتنی عمر دو کہ کسی کو جگہ ہی نہ ملے۔ اس لیے زیادہ عمر مانگنے والا Comparatively بڑا ظالم ہے۔ تو عمر اتنی ہونی چاہیے کہ آسانی ہو یعنی واجبی طور پر۔ یہاں آپ اپنے بچوں کے پاس رہتے ہیں اور اگر وہاں سے آپ کے والد صاحب نے یاد کر لیا تو آپ انکار تو نہیں کر سکتے۔ بس آپ گھبرایا نہ کرو۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقررہ وقت رکھا ہے' اس کے اندر زندگی گزارنی ہے' شب و روز بھی گزارنے ہیں' تقریباً ساٹھ سال کی زندگی ہے' آپ ساٹھ سال ہی لگا لو' بیس سال آپ نے سو کر گزارنے ہیں' یہ عرصہ غائب ہے کیونکہ نیند کا عالم ہے' واللہ عالم کیا ہے۔ تو یہ تو اس میں سے غائب ہو جائے گا۔ بچپن کا عالم ہے' واللہ عالم کیا عالم ہے۔ بچہ تو ہے ہی بچہ' چاہے جس چیز کا بچہ ہو' اس کو تو کسی چیز کا شعور ہے ہی نہیں اور پچاس سال کے بعد عام طور پر شعور کے پختہ ہونے کے بعد اس کی ضرورت ہی نا پختہ ہو جاتی ہے' آپ اب زیادہ Mature ہو گئے' بڑے ذہین ہو گئے۔ اب ذہن کہاں استعمال کرنا ہے؟ ذہن استعمال کرنے کی جگہ ہی نہیں رہ گئی کیونکہ اب آپ ریٹائر ہو گئے۔ اب جا کے آپ کا ذہن سونا بنا' کیمیا گری آ گئی اور آپ کہتے ہیں کہ اب میں ریٹائر ہو گیا ہوں۔ تو گویا کہ ساری عمر کتابیں اور لائبریری Memory میں' یادداشت میں محفوظ کیں' اب جب کہ اس کمپیوٹر کی ضرورت ہے تو اسے ریٹائر کر دیا گیا کہ گھر جا کر بیٹھو' پنشن سے حالات چلاؤ۔ مطلب یہ کہ جس وقت وہ کارآمد بنا ہے اس وقت وہ ناکارہ ہو گیا۔ اب آپ یہ اندازہ لگاؤ' کہ ساٹھ سال کا وقت تقسیم کرتے جاؤ' بچپن کا' بڑھاپے کا' تھوڑی سی بیماری بھی

فرض ہے' تقریباً ایک آدھ سال' یہ بھی نکال دو' کچھ مہمانوں نے بھی وقت لینا ہے' یہ بھی نکال دو' کھانے کی میز پر تھوڑا سا وقت لگے گا' وہ بھی نکال دو' اور کچھ ہنگامہ ہائے سود و زیاں ہوگا' وہ بھی نکال دو' باقی زندگی میں سے کچھ وقت آپ بچو گے تاکہ باقی وقت آرام سے نکل جائے' آٹھ گھنٹے نوکری کرتے ہیں' جو نوکری نہیں کرتے وہ اپنی نوکری کرتے ہیں یعنی اپنے دفتر میں ملازم ہیں' اپنا کام ہے تب بھی کام ہے۔ آٹھ آٹھ گھنٹے انسان بیٹھا رہتا ہے' کس لیے؟ اس لیے کہ باقی کا کام محفوظ ہو جائے۔ پھر بچوں نے کچھ وقت لے جانا ہے۔ اور پھر حصولِ علم ..... یہ نئی بات آئی' علم کی ضرورت آ گئی' علم کون سا؟ انفارمیشن والا' ظاہری اور باطنی دونوں۔ ظاہری علم ضروری ہے کہ اس سے شعبہ حیات چلے گا' اس سے ڈگری لیں گے' سماج بنائیں گے' نوکری ہوگی' قانون دانیاں ہوں گی اور پھر اس زندگی میں باطنی علم بھی ہوگا۔

اتنی زندگی میں ایک آدمی کپڑے بدلنے میں ساٹھ سالوں میں ایک سال لگا دیتا ہے۔ کچھ لوگ دو سال لگا دیتے ہیں۔ حساب لگانے والوں نے حساب لگایا کہ آئینے کے سامنے انسان کے سال' چھ مہینے لگ جاتے ہیں۔ یعنی صرف آئینہ دیکھنا۔ انسان کے پاس بننے بنانے کے لیے جو زندگی ہوتی ہے وہ صرف ڈیڑھ دو سال ہے کہ جس میں اس نے بننا ہے۔ اگر وہ بھی انسان ضائع کر دے تو اس کا کیا بنے گا۔ اب میں یہ آپ کو اس لیے بتا رہا ہوں کہ زندگی عام طور پر ضائع کرنے والا کامیابی کے نام پر ضائع کرتا ہے۔ اپنے آپ کو کامیاب سمجھنے کی غلط فہمی میں وہ ناکامی کے اندر جا رہا ہے۔ ''بڑا اللہ کا فضل ہو گیا'' ''کیا ہو گیا'' ''بڑا کاروبار چل پڑا'' لیکن اندر سے وہ ایسا مصروف ہو گیا کہ جائز ناجائز کمائی

کرنے میں ساری زندگی کا کاروبار ختم ہو گیا۔ میں یہ وارننگ کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ اکثر لوگ وہاں پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھتے ہیں جہاں پر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھنا تھا۔ اور اس مقام پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پڑھنے سے اللہ کہتا ہے کہ اس میں اور اضافہ! اللہ کا ارشاد ہے کہ ''تم جہاں شکر کرو گے میں وہاں بڑھا دوں گا'' یعنی تم جس چیز کا شکر ادا کرو گے میں اس میں اضافہ کروں گا' نعمت کا شکر ادا کرو گے تو نعمت میں اضافہ ہوگا' مصروفیت کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ ہوگا' اور جائز ناجائز کمائی کا شکر ادا کرو گے تو اس میں اضافہ ہوگا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی کامیاب سمجھتے سمجھتے اچانک یہ خیال آتا ہے کہ دیکھو زندگی ختم ہوگئی اور یہ جو ہم نے حاصل کیا ہے اس کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ جب پوچھا جائے گا کہ یہ بتا کہ تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ یہ تو پڑھا ہی نہیں ہم نے''۔ پھر پوچھیں گے ''اچھا یہ بتا کہ تیرا اظاہر کیا ہے اور باطن کیا ہے؟ تجھے اللہ کریم سے نسبت کیا ہے؟'' تو جو وہ پوچھے گا آپ کو اس کا پتہ نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ جو یہاں کا علم' یہاں کی طاقت ہے' طاقت یعنی سیاست' طاقت یعنی مرتبہ' طاقت یعنی مال' طاقت یعنی دفتر' طاقت یعنی جسمانی طاقت بلکہ ہر طرح کی طاقت' تو یہاں کی طاقت وہاں کارگر نہیں ہوتی۔ لہٰذا طاقت جو ہے صرف واہمہ ہے اور یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ طاقت کا وہاں تعلق کوئی نہیں ہے' استعمال کوئی نہیں ہے' جو چیز آپ حاصل کر رہے ہیں اگر یہ سکہ وہاں رائج نہ ہوا تو آپ یہ غلط کر رہے ہیں۔ میں بتا رہا ہوں کہ آدھے سے زیادہ لوگ کامیابی کے نام پر تباہ ہوئے۔ مدعا یہ ہے کہ کامیابی آپ کے مزاج کا نام ہے اور اس کے امر کی کامیابی وہ بہتر جانتا ہے۔ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ ممکن ہے تم پسند کرو ایک ایسی چیز کو جو تمہارے لیے نقصان دہ ہو اور یہ بھی قوی امکان ہے کہ تم

ناپسند کروالیتی چیز کو جو تمہارے لیے بہتر ہے۔ جب تک اپنی پسند اور ناپسند کی اصلاح نہ ہو' تمنا جو ہے یہ نقصان پہنچاتی ہے۔ بلکہ کامیابی بھی تباہ کرتی ہے۔ اگر کبھی انٹرویو کیا جائے زندگی چھوڑ کے جانے والوں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں سے یعنی کسی جنت جانے والے سے پوچھو کہ آپ کیسے پہنچے تو وہ کہے گا کہ یہ بڑے اتفاق کی بات ہے' بس کسی سبب پہنچ ہی گیا ہوں' یعنی جو میں نے چاہا تھا وہی نہیں ہوا اور میں یہاں جنت میں آ گیا۔ اور اگر دوزخ میں جانے والے سے پوچھیں تو وہ کہے گا جو میں نے چاہا تھا وہ پورا کرلیا اس لیے اب میں دوزخ میں آ گیا ہوں۔ گناہ کسے کہتے ہیں؟ کامیاب ارادہ' غلط ارادے کی کامیابی گناہ ہے' اور صحیح ارادے کی ناکامی بھی ثواب ہے۔ اپنے ارادے کی اصلاح کرو' اپنے نصب العین کی اضلاح کرو۔ اپنی خواہش کی اصلاح کرو۔ خواہش کا جب تک پتہ نہ ہو کہ جانا کہاں ہے تو سفر رائیگاں ہوگا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال تو آپ نے سو کر گزار دینے ہیں۔ باقی کچھ نوکریاں کرنی ہیں' وہ سال بک گئے' کچھ بیمار ہونا ہے' کچھ شیو کرنی ہے' کچھ بچوں کے مسائل ہیں' کچھ اپنے مسائل ہیں۔ لہٰذا آپ کے پاس دو چار لمحات ہیں جو رہ گئے۔ اس کے اندر اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کریم کو اللہ کریم ماننے کے لیے اب کتنا علم چاہیے' واجبی بات کر لیتے ہیں کہ اتنا ضروری ہے' وہ ہم کر لیتے ہیں یعنی اللہ سے محبت کرنے کے لیے' اللہ کے ساتھ انسان ہونے کی حیثیت سے رشتہ جوڑنے کے لیے کتنا علم چاہیے۔ وہ تو علم دینے والا ہے..... آپ پہلے دنیا کا جائزہ لو' کیا اس دنیا کے اندر کچھ ایسے لوگ آئے جو اللہ کے قریب اور محبوب تھے لیکن دنیاوی علم سے آزاد تھے۔ آپ کہیں گے کہ آئے

تھے بلکہ اکثر ہی آئے' بیشتر ہی آئے بلکہ آئے ہی آئے۔ پھر وہ کیا علم ہوتا ہے جو تعلیم سے آزاد ہوتا ہے اور اللہ کا تقرب ہوتا ہے؟ اسے آپ کہیں گے باطن یا لدنی۔ یہ علم کیسے حاصل ہوتا ہے؟ جو اللہ کہے وہ ضروری ہے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ کسی آدمی سے ملاقات ہو۔ تو اللہ کریم نے یہ ملاقات کرادی..... اور پھر وہ شخص ایسے واقعات کرتے رہے کہ وہ وقت کے پیغمبرؑ کے لیے عجوبہ تھے۔ پہلے ایک واقعہ ہو جاتا ہے پھر ایک اور واقعہ ہو جاتا ہے اور پھر تیسرا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ حیران رہ جاتا ہے کہ بظاہر تو یہ علم صحیح نہیں ہے۔ تب انہوں نے کہا میں وجہ تو تمہیں بتا دوں گا لیکن اس کے بعد تیری میری جدائی ہو جائے گی' ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِکَ یعنی اس کے بعد پھر جدائی ہے۔ وہ علم جو آپ کو آتا ہے یہ شریعت کی بات ہے اور یہ علم جو ہے یہ ڈائریکٹ بات ہے۔ تو گویا کہ اس کائنات میں ایسا علم چل رہا ہے جو تعلیم کے علاوہ ہے' شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا علم ڈائریکٹ ملا' پھول کو خوشبودار ہونے کا علم ڈائریکٹ ملا۔ ایسے واقعات آئے کہ کچھ آدمیوں میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک کو فوقیت عطا فرما دی اور پیغمبری عطا فرما دی' اور یہ ڈائریکٹ ملا۔ گویا کہ یہاں کا رائج جو علم ہے ضروری نہیں کہ اللہ کریم کے لیے صرف یہی علم ہو' چاہے اللہ کریم کی طرف جانے کا علم وہی بتایا گیا ہو بلکہ اللہ کے پاس اس کے علاوہ بھی بہت علم ہے۔ اللہ کریم کا علم کیا ہے؟ جو سارا آپ کو بتایا گیا ہے اور جو اللہ کے قریب جانے کا علم ہے۔ آپ اندازہ لگا لو' آپ پڑھے لکھے لوگ ہو' اسلامی لٹریچر کی اتنی کتابیں ہیں کہ جو واقعی مستند ہیں اور ضرور پڑھنی چاہییں۔ تو یہ کتنی ہیں؟ پانچ ہزار؟ دو ہزار؟ اتنی تو ضرور ہوں گی۔ کتابیں در کتابیں در کتابیں' یہ بھی پڑھ لو' وہ

بھی پڑھ لو' وہ بھی پڑھ لو۔ اب آپ یہ دیکھو کہ فلسفۂ حیات یا رُوحانیات کو جاننے کے لیے کم از کم ''کیمیائے سعادت'' تو ضرور پڑھنی چاہیے۔ کس کی لکھی ہوئی ہے' امام غزالیؒ کی۔ آپ تنہا بیٹھو' غور کرو۔ حضرت امام غزالیؒ کو غزالی بننے کے لیے کون سی کتاب پڑھنی پڑی تھی۔ ان سے پہلے تو غزالی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں ڈائریکٹ بات ہے۔ یعنی جتنے قدیم لوگ ہیں ان کے پاس Fresh Knowledge ہے' تازہ علم ہے اور ہمیں سیکنڈ ہینڈ درکار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں پہنچ نہیں پاتے۔ اللہ کریم بھی وہی ہے' کائنات بھی وہی ہے اور آپ پڑھتے جا رہے ہیں۔ اب دیکھو شریعت کا علم مبارک۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے دن ہم نے دین کو مکمل کر دیا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ تو یہ نعمت مکمل ہو گئی۔ مکمل کے بعد اضافے کی ضرورت کیا ہے؟ جتنا علم اس وقت تھا' اتنا علم آپ کو درکار ہے۔ اس وقت کا علم آپ تلاش کرو کہ اس دن' جس دن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نعمت اپنی مکمل فرمالی ہے اور آج کے دن دین مکمل ہو گیا تو اس وقت کتنا سارا علم موجود تھا۔ اس کے بعد کے واقعات تو صرف وضاحتیں ہیں۔ قرآن پاک پڑھنا ضروری ہے اور تفسیر وضاحت ہے۔ پھر مفسرین' پھر تفسیریں' پھر تفاسیر' چلتے چلے جاؤ' اصل بات وہیں کی وہیں رہ جائے گی۔ تو اللہ کریم کو آپ کا علم متاثر نہیں کرتا' اللہ کریم کو آپ کا مال متاثر نہیں کرتا بلکہ وہ وارننگ دے رہا ہے کہ دیکھنا یہ حجاب ہے کہیں اس میں پھنس نہ جانا' کہیں ایسا نہ ہو کہ مال اور علم تمہیں غافل کر دیں اور حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرو۔ تو کہیں ایسا نہ ہو' اس کا دھیان کرنا۔ اللہ کریم کو ایک جگہ پر جو چیز متاثر کرتی ہے' وہ ہے بندے کا شوق۔ شوق کے لیے کتنا علم چاہیے۔ کسی نگاہ کو

کوئی چہرہ پسند کرنے کے لیے کتنی کتابیں پڑھنی چاہئیں؟ آپ بتا دو۔ اس کے لیے کتاب کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بس چہرہ پسند ہونا چاہیے۔ ایک آدمی کو دوسرے کے ساتھ محبت کرنے کے لیے کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کریم کا شوق ہو جائے تو جس طرح بابا بلھے شاہ کا کہنا ہے ''اِکو الف تیرے درکار'' تیرے لیے صرف ایک ''الف'' کافی ہے' یعنی کہ آپ کو صرف ایک بات آنی چاہیے کہ جب اللہ کا لفظ آئے تب آگے کیا پڑھنا ہے اور آگے کیا کرنا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ باقی کا علم جسے آپ حاصل کرتے رہے ہیں وہ صرف انفارمیشن ہے کہ ایک بزرگ نے یہ فرمایا اور دوسرے بزرگ کے بڑے اچھے واقعات ہیں۔ چند دن بعد پوچھو کہ اس بزرگ کا نام کیا تھا؟ تو تھوڑی دیر بعد Memory یادداشت ختم ہو جائے گی اور آپ سب بھول جائیں گے۔ بزرگ رخصت ہو گئے اور آپ کی یادداشت رخصت ہو جائے گی' آپ کو کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ آپ کو علم کی نہیں بلکہ خدمت اور اچھی نیت کی ضرورت ہے۔ بزرگوں میں سے ایک بزرگ کی کہانی سناتا ہوں۔ انہوں نے سنا کہ فلاں مقام پر ایک بڑے بزرگ ہیں تو وہاں بڑے شوق سے گئے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی' نماز کے دوران انہیں یہ لگا کہ یہ جو تلاوت کر رہے تھے ان کا تلفظ صحیح نہیں تھا۔ انہوں نے نماز برخاست کر کے الگ پڑھ لی اور پھر واپس جانے لگے۔ جب وہ جنگل سے گزرے تو دیکھتے ہیں کہ آگے سے شیر آ رہا ہے۔ یہ خوف زدہ ہو کے کھڑے ہو گئے۔ پھر دیکھا کہ وہی بابا جس نے جماعت کرائی تھی اور جس کا تلفظ صحیح نہیں تھا وہ آہستہ آہستہ اس طرف آ رہا ہے اور وہ شیر سے کہتا ہے کہ تجھے پتہ نہیں یہ ہمارا مہمان ہے اور تو اس کی طرف آ رہا ہے' چل بھاگ جا اور ہمارے مہمان کو رستہ

دے۔ شیر سلام کرتا ہوا چلا گیا۔ یہ بڑے Impress ہوئے اور پوچھا کہ سرکار اتنی بڑی طاقت آپ نے کہاں سے لی۔ کہتا ہے تجھے طاقت سے کیا واسطہ' تو تلفظ ٹھیک کرتا رہ..... بات اتنی سی ہے کہ تلفظ ٹھیک کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بلکہ مسئلہ جو ہے وہ نیت ٹھیک کرنے سے ہوتا ہے۔ نیت ٹھیک ہو تو سب ٹھیک ہے۔ باقی جو علم کی بات ہے تو بزرگ علم سے ہمیشہ ہی پناہ ہی مانگتے آئے ہیں' اتنا علم ہونا چاہیے جتنا کہ اللہ کو راضی کرنے کا علم ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ علم کو لیکچر بنا دیں مثلاً آپ کا بیٹا آپ سے پیسے مانگے اور آپ اس کو دو گھنٹے کا لیکچر تو دے دیں مگر پیسے نہ دیں۔ اب آپ بتاؤ کہ وہ راضی کیسے ہوگا۔ بجائے اس کے کہ آپ اس کو علم کی باتیں سناؤ' اسے پیسے دے کے راضی کرلو' تو راضی کرنے کا علم جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں اپنی پسندیدہ شے کو اللہ کے نام کے لیے وقف کر دیں۔ اور یہ کہ آپ کیا علم حاصل کرو گے' آپ کو تو علم کا بتایا تھا کہ دنیا میں اتنی زبانیں ہیں کہ ان کے نام لکھتے لکھتے کئی سال گزر جائیں گے۔ اگر کوئی شخص آپ کو یہ بتا دے کہ جہاں آپ بیٹھے ہیں وہاں آپ کو نظر مل جائے اور آپ زمین میں دیکھو تو انسانوں کی ہڈیاں نظر آئیں گی جو ہزارہا سال کی ہوں گی۔ جہاں آپ نیا مکان بنا کے بیٹھے ہو' اس کے نیچے پرانے انسانوں کی ہڈیاں ہو سکتی ہیں' تو آپ بھاگ جائیں گے' ڈر جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ واقعہ ہوتا چلا جا رہا ہے ؎

کتنے باغ جہاں میں لگ لگ سوکھ گئے

تو آپ کا تھوڑا سا وقت باقی ہے' اس لیے کتنے دن درکار ہیں۔ تو زیادہ علم کی بات نہیں ہے۔ اور کتنی کمائی درکار ہے؟ جس سے آپ کی زندگی چل سکے۔ وہ کمائی

جو جمع ہے اور استعمال کے بغیر ہے وہ کمائی بھی اتنی ہی غیر ضروری ہے جتنے باقی کے کام۔ پیسے کے بارے میں بزرگوں نے فرمایا کہ پیسہ ایسی چیز ہے جس کی افادیت جدائی ہے۔ تو خرچ کرنے سے کچھ افادیت ہوگی۔ تو وہ چیز جس کے جانے سے فائدہ ہوتا ہو وہ چیز کیا ہے۔ تو اس کے رکھنے کا فائدہ نہیں ہے بلکہ اس کے چھوڑنے کا فائدہ ہے۔ تو اپنی زندگی میں اپنے حاصل کو Ultimate حاصل کو محفوظ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ باطل علم کی طرف زور نہ دو' نزاکت کی طرف زور نہ دو' نفس مضمون دیکھو' نیت کی اصلاح کرو اور راضی رکھنے کا علم سیکھو' راضی رہنے کی بجائے راضی رکھنے کا علم سیکھو' خوش رکھنے کا علم سیکھو اور خوش رہنے کا علم چھوڑو' اشیاء حاصل کرنے کا علم نہ ہو' کچھ دینے کا علم سیکھو۔ اصل علم یہ ہے کہ آپ نے اپنی زندگی میں کتنے لوگوں کی زندگی میں چراغ جلائے' کتنے مکانوں میں آپ نے روشنی کی' آپ نے کتنے لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ نے اس دنیا میں کیا Contribute کیا' دنیا کو کیا دیا۔ آپ اللہ کے بندوں کو کیا دے کے آ رہے ہیں' آپ کتنے لوگوں کو معاف کر کے آئے ہیں' کتنے لوگوں سے معافی مانگ کے آئے ہیں' آپ نے کس مقام پر اللہ کے خوف سے جھگڑا بند کیا' کون سا گناہ جو ممکن تھا مگر اللہ کے ڈر سے' اللہ کے خوف سے چھوڑ دیا' کون سی چیز تھی راستے میں پڑی ہوئی اور آپ نے اس لیے نہیں اٹھائی کہ اللہ کا خوف آ گیا تھا..... گویا کہ علم اتنا چاہیے جس سے آپ کا تعلق بحال ہو اور یہ تعلق اللہ تعالیٰ سے ایسے ملتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے انسانوں کے لیے اپنے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجا اور پھر ان کے ذریعے تعلق جتلایا۔ تعلق میں علم نہیں چاہیے۔ تو لمبا چوڑا علم حاصل کرنے کی بات نہیں ہے۔

طریقت میں کہتے ہیں میرا پیر جو ہے وہ محفوظ ہے اور اس کے سارے مرید بھی محفوظ ہیں۔ تو عقیدہ یہی ہے کہ جس پر پیر صاحب راضی ہیں وہ محفوظ ہے۔ یہ کرلو' اب آپ دیکھیں کہ اگر ایک مرید ان کے لیے کوئی کام کر رہا ہے اور دوسرا ان کے ساتھ علم کی بات کر رہا ہے' معلومات کی بات ہو رہی ہے اور بین الاقوامی باتیں ہو رہی ہیں اور ایک مرید ایسا ہے جو بغیر کچھ بولے تندور گرم کر کے باقی مریدوں کے لیے روٹی پکا رہا ہے تو اس مرید کا درجہ اگر سب کے برابر نہیں تو تھوڑا سا زیادہ ہے حالانکہ اس کے پاس علم کوئی نہیں ہے۔ یعنی کہ علم والوں کو کھانا کھلانے والا' علم والوں سے زیادہ درجہ پا سکتا ہے' یہ عقیدت کی بات ہے۔ مدعا یہ ہے کہ علم وہ ہونا چاہیے جس سے آپ کا تعلق جو ہے وہ قائم ہو جائے' اور تعلق قائم کرنے کا علم جو ہے اللہ کے فضل سے ملتا ہے' یہ اللہ کریم کا سارا فضل ہے اور سارا کچھ اس کے فضل سے ہے۔ اگر آپ اس کی طرف رجوع کریں تو کسی نہ کسی طرح سے بات مل جائے گی۔ تو انشاءاللہ تعالیٰ یہ تعلق یوں بحال ہوگا اور اس میں کوئی علم نہیں چاہیے۔ اور اس میں آواز کی اہمیت' کلام کی اہمیت اس لیے ہے کہ جہاں کسی کو خبر نہیں' اطلاع نہیں وہاں کوئی اطلاع مل جائے۔ آپ اس لیے اونچی بات کرتے ہیں تاکہ تیسرا آدمی سن سکے اور اسے اطلاع ہو جائے۔

سوال:

علم حاصل کرنے کے لیے تو تاکید کی گئی ہے۔

جواب:

وہ علم نفع والا ہے جو اللہ کی طرف لے جائے۔ علم کی تعریف یہ کر رہا ہوں کہ ہر وہ چیز جو اللہ کی طرف لے جائے وہ علم ہے اور ہر وہ مصروفیت جو اس سے

دور لے جائے وہ علم نہیں ہے۔ بس یہ مختصر سی بات ہے۔ تقرب جو ہے وہ علم کی انتہا ہے اور جدائی جو ہے یہ علم کی ضد ہے۔ علم حاصل کرنے والا کہتا ہے کہ میں علم سیکھ رہا ہوں' میں تو اللہ کے حکم سے علم سیکھ رہا ہوں' چین میں جا کے علم سیکھ رہا ہوں یہ بالکل حدیث شریف کے مطابق ہے کہ اگر ہمارے راستے پر چل رہے ہو' علم کی تلاش کر رہے ہو تو ہمارے راستے پر علم حاصل کرو۔ اور اللہ کے راستے کا علم جو ہے وہ شوق کا علم ہے۔ اس لیے شوق کی اصلاح کرنی چاہیے مثلاً اگر اللہ کریم مل جائیں' اگر ملاقات ہو جائے اور اسی دنیا میں ہو جائے تو آپ اگر اللہ کریم سے کچھ چیزیں مانگنے کے لیے تیار ہیں تو سمجھیں کہ شوق پورا نہیں ہوا۔ اگر اللہ سے حاصل کرنے کی تمنا اور دعاؤں کی آرزو ابھی باقی ہے کہ اللہ میاں یہ بھی دے دے' وہ بھی دے دے تو سمجھو کہ یہ شوق نہیں ہے' یہ تو بندے کا کام ہے اور طالب کا مقام نہیں ہے' بندے کا مقام کیا ہے؟ کہ اللہ میاں یہ بھی دے دے' راستہ دے دے' آسانیاں دے دے' آسائش دے دے اور سب کچھ ٹھیک کر دے۔ تو بندہ یہ سب کہے گا۔ تعلق کی بات یہ ہے کہ وہ شخص محبوب کے علاوہ اپنی اور کوئی تمنا رکھتا ہی نہیں۔ مثلاً اس کی اللہ سے ملاقات ہو جائے اور اللہ پوچھے کہ بول کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے اس کے بعد تو چاہیے کچھ نہیں کیونکہ آپ نے پوچھ لیا۔ اب آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا ابھی کوئی دعا یا ابھی کوئی تمنا باقی ہے؟ یہ نہ کہنا کہ ہم بچوں کے نام پہ دعا کر رہے ہیں۔ بچے زندہ رہیں گے جس طرح آپ کے باپ کے بعد ان کے بچے زندہ رہے ہیں۔ اب کوئی دعا نہیں رہنی چاہیے اور اب تمنا کیا ہے۔ اگر میں کہوں کہ ابھی پانچ منٹ کے اندر جنت کا دروازہ کھلنے والا ہے اور جو جو لوگ جانا چاہیں ابھی ابھی ہاتھ کھڑا کریں تو کیا

ہمارے ہاتھ بلند ہو جائیں گے؟ مدعا یہ ہے کہ یہ بڑا مشکل ہے۔ اس زندگی کے اندر پریشانیوں کے باوجود ہر انسان جو ہے وہ ابھی ٹھہرنا چاہتا ہے۔ اللہ کریم کا یہ ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کے طالب ہیں۔ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْدُ الْاٰخِرَه تو تمہی میں سے لوگ ہیں' جن کا ارادہ' تمنا یہ دنیا ہے اور تم میں سے لوگ ہیں جن کا ارادہ اور تمنا آخرت ہے۔ اب اس دنیا میں ٹھہرنے کی آرزو حجاب ہے۔ ٹھہرنے کے تمام علوم جو ہیں یہ حجاب ہیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی نے ایک مکان بنایا' ذرا پختہ اور نمایاں مکان بن رہا تھا۔ آپؐ پاس سے گزرے' پوچھا کس کا ہے' صحابہ کرامؓ نے بتایا۔ شام کو جب صحابی مسجد کے اندر گئے تو سلام کیا' آپؐ نے جواب نہیں دیا اس صحابی نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا ناراضگی ہوگئی ہے' کیا مجھ سے غلطی ہوگئی؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ آپ کے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو آپؐ نے پوچھا تھا کہ مکان کس کا ہے۔ وہ صحابی گئے اور جو اپنا اونچا گنبد نما مکان تھا' اس کو گرا دیا۔ پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کے کہا السلام علیکم۔ آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام اور پھر آپؐ نے فرمایا کیا تم یہاں ٹھہرنا چاہتے ہو جب کہ ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں..... ٹھہرنا کسی نے کہاں ہے' مکان ٹھہر جائے گا' تم تو ٹھہر نہیں سکتے۔ جب تم ٹھہر نہیں سکتے تو پھر اتنا سارا پکا مکان کیوں چاہیے۔ ایک درویش کے ساتھ ایک واقعہ ہوا' وہ مکان بنانے لگا' مستری سے کہا تم کوئی پکا سا مکان بناؤ۔ مستری نے کہا کوئی فکر نہ کریں' ایسا پکا مکان ہوگا آپ کے بعد بھی ٹھہرے گا۔ تو اس درویش نے کہا ایسا مکان بند ہی کر دو۔ تو بات اتنی ساری ہے۔ تو ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔

ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا اور کہا پیر صاحب دعا کریں' میں مکان بنا رہا ہوں۔ پیر صاحب نے کہا بیٹا بہت اچھا مکان بنانا' بہت شان دار بنانا' ایسا بنانا کہ تمہیں چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ گویا کہ اس کو تم نے چھوڑ دینا ہے۔ اور وہ علم جس کو تم نے چھوڑ جانا ہے' وہ علم حجاب ہے بلکہ حجابِ اکبر ہے اور وہ علم جو ساتھ دے گا' وہ علم حقیقت ہے' وہ علم نور ہے۔ وہ علم جو ساتھ دے گا' اس کو علم نافع اور علم نور کہتے ہیں اور یہ علم جو ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یہ ایسا علم ہے جو اللہ کا راستہ دکھائے اور آپ کو اس کی طرف لے جائے۔

سوال:

بعض آوازیں کیوں پسند آجاتی ہیں؟

جواب:

یہ بڑا راز ہے کہ کوئی آواز کیوں پسند ہوتی ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آواز کیا ہے؟ تو آواز کا بھی ایک راز ہے۔ ایک وقت آئے گا جب دنیا میں آپ آواز سن کر شکل بنا سکو گے۔ یعنی ایسا وقت آنے والا ہے جب آواز سے انسان کی شکل بنائی جا سکے گی' اس بات کا خیال رکھنا۔ آواز کو غور سے دیکھیں تو آواز کا تعلق ذہن سے ہے۔ جب ذہن آواز دیتا ہے تو اگلا ذہن سنتا ہے۔ اگر آواز دل سے ہو تو خیال کی رعنائیاں آباد ہو جاتی ہیں۔ جب کبھی آواز کا تعلق دل سے ہو تو انسان محبت نامے بولتا ہے۔ اب دل کی بات کرنے والی آواز جو ہے' اس کا لہجہ کچھ اور ہی ہوتا ہے' وہ کچھ Melodious ہوتی ہے' سریلی ہوتی ہے' Enchanting ہوتی ہے' خوش کن ہوتی ہے۔ اس سے انسان کا لہجہ بدل جاتا ہے۔ دل کی بات کا لہجہ ہی اور ہوتا ہے۔ آواز کا لہجہ جو ہے یہ بتاتا ہے کہ آواز کا

تعلق کس چیز سے ہے۔ مثلاً جن کا تعلق عیاری کے ساتھ ہے اور مکاری کے ساتھ ہے تو وہ پوچھے گا کہ آپ کہاں رہتے ہیں' اس کو اس آواز میں جواب ملے گا۔ او جی ہم نے کہار ہنا ہے' ہم تو تکلیف میں رہتے ہیں۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ نے گھر کا پتہ نہیں بتایا تو وہ کہے گا کہ جہاں پر چیل اڑ رہی ہے' اس کے نیچے ہی ہمارا گھر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اسے کچھ نہیں بتائے گا۔ تو یہ ذہن کی بات ہے اور دل کی بات جو ہے وہ محبت والی زبان کی بات ہے۔ جب کسی سے محبت کرنی ہو' یا محبت کا فقرہ بولنا ہو' تو اس وقت آپ کا لہجہ اور ہو جاتا ہے' آواز بھی اور ہو جاتی ہے' آواز کا لوچ بدل جاتا ہے' لچک اور ہو جاتی ہے' باپ سے بات کرتے ہیں تو آواز دھیمی ہو جاتی ہے' بچوں سے بات کرنا ہے تو پھر آپ کی آواز سخت ہو جاتی ہے۔ بچوں سے سخت لہجے میں بات نہ کیا کرو ورنہ وہ آپ کے بعد کہیں گے کہ ہمارا ابا صرف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہی بنا رہا.....

سوال:

چھوٹے بچے سے جب ہم بات کرتے ہیں تو زبان اس وقت بدل جاتی ہے۔

جواب:

ہاں بتایا تو تھا کہ لہجہ بدل جاتا ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ زبان کا تعلق آواز سے اور آواز کا تعلق دل سے ہے۔ دل کی آواز Poetry ہو سکتی ہے' شاعری ہو سکتی ہے' اس میں لوچ ہو سکتا ہے' لچک ہو سکتی ہے۔ آواز کا تعلق روح کے ساتھ ہو سکتا ہے' آواز کا تعلق روح کے ساتھ ہو جائے تو یہ باقی روحوں کو اپنی تاثیر دے دیتی ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ آواز سن کر زندگی میں انقلاب پیدا ہو

جائے۔ایسا ہوا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ آواز جو ہے یہ انقلاب پیدا کرتی ہے۔اس شخص نے علم نہیں پڑھا کوئی کتاب نہیں پڑھی' صرف ایک آواز کا لفظ سن لیا اور زندگی میں انقلاب آ گیا۔اسی طرح آواز جو ہے وہ گناہ کی طرف بھی مائل کر سکتی ہے' ایسی آوازیں ہیں جو سریلی آوازیں ہیں اور ان کا تعلق انسان کے گناہ کی طرف میلان کا ہے۔ایسی آواز بھی ہوتی ہے کہ سننے والا بلاوجہ رقص کرنا شروع کر دے اور اس طرح آج کل دنیا میں ہو رہا ہے' ایک آواز سنتے ہی سارے اِدھر اُدھر ہونا شروع ہو جاتے ہیں' امریکہ وغیرہ میں کیا کچھ ہو رہا ہے' ایسا ہوتا ہے کہ ایک آواز آتی ہے اور لوگ سڑکوں پر کھڑے ہو کر ناچنا شروع کر دیتے ہیں۔مطلب یہ کہ آواز اپنا مقام رکھتی ہے۔اور سب سے بہتر آوازوں میں سب سے بہتر آواز جو ہے وہ آواز ہے جس آواز کے مقابلے میں اللہ کی نگاہ میں ہر آواز کا قد پست ہے۔سب سے مبارک آواز آپ ؐ کی ہے جس کے بارے میں اللہ کا حکم ہے کہ خبردار کوئی اپنی آواز جو ہے وہ آپ ؐ کی آواز سے بلند نہ کرے۔تو اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ تمام آوازیں کم ہو جائیں' خبردار !اسی طرح ذہن کم ہو جائے' دل کم ہو جائے' روح بھی کم ہو جائے' نفس بھی کم ہو جائے' خواہ سارا انسان ہی کم ہو جائے۔اب آپ ؐ کے سامنے دنیا کا جتنا فلسفہ ہے اگر تم لوگوں کو حضور پاک ؐ کی بات کے مقابلے میں کم نظر نہیں آتا تو تم ناکام ہو چکے ہو .....تو اس آواز کے سامنے آپ لوگ اپنے خیال کی آواز بھی پست کر دو۔جب تک یہ واقعہ آپ کے دل میں نہیں ہوتا' آپ کو حضور ﷺ سے محبت ہو ہی نہیں سکتی' اللہ کریم کا اس آواز کے بارے میں ارشاد ہے کہ اپنی آواز آپ کی آواز سے بلند نہ کرنا ورنہ اعمال ضبط کر لیے جائیں گے۔اللہ تو اللہ ہے ناں' وہ تو حکم دیتا

ہے' تو آپ لوگ اپنے خیال کی آواز کو بھی اس آواز سے کم رکھنا۔ مثلاً آپ سے کوئی کہے کہ ایک نیا دین آ رہا ہے' بڑا شان دار' نیا خوب صورت مذہب آنے والا ہے تو آپ کہیں کہ وہ جھوٹا ہوگا' جو نبی اور آنے والے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور اس طرح کے کئی نبی جینے سے پہلے مر گئے۔ ایسا کہنے کا مطلب ہے کہ آپ کے پاس سند مکمل ہے اور آپ سوچے بغیر یہ کہہ سکتے ہیں۔ تو کوئی چیز جو ہے دل کی ہو روح کی ہو' خیال کی ہو' دماغ کی ہو' ناولٹی کی ہو اور کسی نئے فن کی ہو' وہ آپؐ کے مقابلے میں سب سچ ہے۔ تو آپ کا اتنا اعتقاد ہونا چاہیے۔ آپ کا جب تک یہ عقیدہ نہ ہو تو آپ کا ایمان پختہ نہیں ہوتا۔ تو کتنا سارا ایمان چاہیے اور کتنے سارے علم چاہئیں؟ جو آواز اللہ کریم کو اتنی پسند ہے کہ اس کے مقابلے میں ہر آواز کو پست کیا ہے' کمزور کیا ہے' مدہم کیا ہے' اس آواز کو کبھی آپ سننے کی تمنا کر لیں تو سمجھنا کہ آپ کا ایمان قوی ہو گیا اور آپ کی بخشش ہو گئی۔ یا آپ کوئی اپنی بات وہاں تک سنا سکیں تو بھی آپ کی بخشش ہو گئی۔ یا وہ آواز سنو یا ان کو کچھ سناؤ! یا سنو یا سناؤ' بس اسی خیال میں رہو' تو یہ ہے علم! اتنا سارا علم چاہیے! علم وہ جو آپ کو اس راستے کی طرف لے چلے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک عالم کشتی میں سوار ہوا' اس نے ملاح سے پوچھا کہ بھائی ملاح یہ بتاؤ کہ اتنی ساری عمر ملاحی کرتے رہے ہو کیا کوئی علم بھی حاصل کیا۔ اس نے کہا میں نے علم نہیں پڑھا' بچپن میں پڑھا تھا کہتا ہے صرف نحو پڑھی ہے؟ اس نے کہا سرکار میں نے صرف نحو نہیں پڑھی ہے' میں تو بڑا پریشان رہا ہوں' بس کشتی چلاتا رہا ہوں عالم نے کہا تیری آدھی زندگی ضائع ہو گئی۔ کشتی دریا کے اندر گئی تو ہچکولے کھانے لگی۔ کچھ سیلاب کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔ جب سیلاب بڑھا اور کشتی ہچکولے کھانے لگی تو ملاح نے اس

عالم سے پوچھا' بھائی تیرنا جانتے ہو؟ عالم نے کہا نہیں' تو ملاح کہتا ہے کہ میری تو آدھی زندگی ضائع ہوئی ہے اور تیری پوری ضائع ہونے والی ہے..... بات تو اتنی ساری ہے کہ وہ کہتا ہے تیری آدھی زندگی ضائع ہوگئی کیونکہ علم حاصل نہیں کیا اور ملاح نے کہا میری آدھی تو بچ جائے گی' تیری اب پوری غرق ہونے والی ہے کہ تجھے تیرنے کا علم نہ آیا تو تو نے صرف نحو کا کیا کرنا ہے۔ اگر خدا کو راضی کرنے کا علم نہ آیا تو پھر کیا پڑھا۔ اگر عبادت کرنے والا ہر ایک کو ناراض کرتا جا رہا ہے تو وہ کیا عبادت۔ آج کل عبادت کے نام پر فرقہ پرستی ہو رہی ہے' ہماری مسجدوں میں کیا ہے۔ یا رسولؐ اللہ کا نفرنس اور محمد رسولؐ اللہ کانفرنس۔ ایک دوسرے کو کیا کیا کہتے رہتے ہیں۔ تو ان کی باتیں کیا ہیں' بس موضوعِ سخن بنالیا ہے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے نام کو۔ تو سب کمائیاں رائیگاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ محبت کرنے والے دل میں نفرت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ راز ہے کہ محبت کرنے والے دل میں نفرت نہیں پیدا ہو سکتی۔ تو جس کی محبت عطا ہو جائے اس کی نفرت ہو ہی نہیں سکتی۔ جس کو دعا کا مقام مل جائے اس کو بددعا سے تعارف نہیں ہو سکتا۔ جس کے پاس سب سے بڑی دعا ہو' وہ سب کے لیے رحمت اللعالمینؐ ہوں گے' ساری کائنات کے لیے' تمام جہانوں کے لیے' ہر انسان کے لیے اور ہر دور کے لیے۔ دعا اور محبت ایسی چیز ہے جو کہ ہر ایک کے لیے ہے اور کسی کے لیے بددعا نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم وہ ہے جو آپ کو اللہ کریم کا راستہ دکھائے اور وہ علم جو آپ کو دنیا میں ٹھہرنے کا راستہ بتائے وہ حجاب ہے۔ ٹھہرنا تو آپ نے ہے نہیں ٹھہر سکتے نہیں ہیں' کوئی ٹھہرا ہی نہیں آج تک' یہاں سے تو جانا ہی جانا ہے اس لیے علم حاصل کرو جو آگے جانے کا راستے آسان کرے..... آپ سوچا کرو کہ

آواز کا تعلق کس چیز سے ہے؟ اس میں آنکھوں کا تعلق ہے' آنکھیں جو ہیں وہ دل کی بات بتاتی ہیں' رُوح کی بات بتاتی ہیں۔ مردار کی آنکھیں صرف مردار تلاش کرتی رہتی ہیں۔ تو یہ دنیا ہے' اس کو مردار دور سے نظر آئے گا۔ تو یہ نیت کی بات ہے۔ ایک دفعہ گدھ اور شاہین دونوں High Flying ' اڑتے جا رہے تھے۔ یک لخت گدھ نے دیکھا کہ نیچے کوئی مرا ہوا گھوڑا پڑا ہے۔ اس نے کہا تیری میری جدائی اور میں تو چلا اپنے کام۔ تو گدھ جو ہے وہ مردار کی تلاش کرے گا۔ اسی طرح انسانوں کی آنکھ ہے' ایک نیکی تلاش کرے گی اور دوسری بدی تلاش کرے گی۔ آنکھوں کے ذریعے آدھے سے زیادہ گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ زبان کی وجہ سے بے شمار عافیت ضائع ہوتی ہے۔ اگر زبان سچ نہ بولے تو چپ ہی رہے' یہ یاد رکھ لو۔ اگر سچ نہیں بول سکتی تو چپ تو کر سکتی ہے ناں۔ اس لیے خاموشی میں بہت ساری عافیت ہے۔ عام طور پر یہ جو زبان ہے انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔ آپ اس وقت بولو جب کوئی آپ سے پوچھے کہ بات کیا ہے۔ اس وقت بولو جب کوئی صداقت بولنی ضروری ہو جائے اور اس وقت بولو جب آپ کو کوئی کام ہو۔ صرف بولتے رہنا اور دن بھر بولتے رہنا اور بولتے ہی چلے جانا' اس سے بچو۔ اللہ کریم کا احسان مانو کہ اس نے یہ سب بنایا۔ انسان عام طور پر سوال کرتا ہے کہ دیکھو جی اس زمانے میں بڑا مشکل ہے کہ کسی صداقت کا سفر کیا جائے' حالات ایسے ہیں' ایسے واقعات اور مجبوریاں ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ہر زمانے میں ہر طرح کا آدمی محفوظ ہے۔ کوئی زمانہ ایسا نہیں ہے جس میں نیکی کا وجود ختم ہو جائے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں بدی کا وجود ختم ہو جائے۔ آپ کے مشاہدے میں غلطی ہے اور واقعات بالکل ٹھیک ہیں۔ سچے آدمی کو

جھوٹ نظر نہیں آتا اور کہتا ہے کہ سب سچ ہی ہے۔ سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً تو تم یہ کہو کہ جو کائنات بنائی ہے یہ باطل نہیں ہے بلکہ عین حق ہے۔ سب سے بڑا حق تو یہ ہے کہ یہ کائنات عین عالمِ حقیقت ہے اور غور سے دیکھو تو اس میں تلاش کے دوران حجابِ حقیقت ہے۔ اس حجابِ حقیقت سے عالمِ حقیقت تک آپ نے پہنچنا ہے۔ بس یہ ہے سارا سفر۔ آپ نے غور کیا میری بات پہ؟ کہ یہ کائنات آپ کو غیر لگ رہی ہے مگر یہ غیر نہیں ہے' ''غیر'' میں آپ نے دریافت کرنا ہے کہ یہ کائنات بنانے والے نے کس خوبی سے بنائی ہے۔ بس اسی طرح آپ کو جلووں کے اندر جلووں کا بنانے والا بھی نظر آ جائے گا۔ اگر کوئی آپ کو دشمن نظر آ رہا ہے تو اس میں کوئی خوبی تلاش کرو' وہ ضرور نکل آئے گی۔ مثلاً آپ اپنی زندگی لے لو' کیا آپ کی زندگی آپ پر بوجھ ہے' پریشانی ہے' بڑی دقتیں ہیں اور آپ کی زندگی پر اللہ کریم کا کوئی احسان بھی ہے۔ یہ احسان دریافت کرنے والا اللہ کریم کی طرف سے آنے والی بیماری کو بھی احسان سمجھتا رہا۔ احسان ماننے والوں نے کنوئیں کے اندر بھی احسان مانا' پیغمبر ہیں' ابتلا میں ہیں لیکن احسان مانا جا رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بیٹے کے لیے دعا مانگی مگر قبول نہیں ہوئی' مگر دریا کا' سیلاب کا پانی بھی احسان ہے یعنی کہ اگر احسان ماننے والا مزاج ہو جائے تو ادھر سے آنے والی ہر ابتلاء ہی احسان ہے۔ بات صرف تعلق کی ہے' اگر تعلق ہو تو ابتلا احسان ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو ابتلا ہے' مثلاً اگر کسی نے خلوص میں زیادہ کھلا دیا تو کہے گا کہ اس کی مہربانی کہ اتنا کھانا کھلایا' اور دوسرا کہے گا کہ بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے' یہ کوئی شرافت ہے کہ اتنا کھانا کھلا دیا اُس نے۔ مطلب یہ کہ تعلق نہ ہو تو پریشانی

ہے اور تعلق ہو جائے تو یہ اس کا حکم ہے' کہتا ہے بسم اللہ۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ وہاں پر اب حکم کون ماننے والا ہے اور اللہ سے محبت کون کرتا ہے۔ جب آپ نفع نقصان کے خیال سے آزاد ہو جائیں گے تو وہاں سے آپ کو تعلق مل جائے گا۔ جمع تفریق کا خیال جو چیز آپ کو چھڑا دیتی ہے وہ وہی ایک چیز ہے اور وہ ہے وہ ذات۔ جس خیال میں آپ کو نفع اور نقصان کی تمیز نہ رہ جائے وہ خیال عشق کا ہے۔ یہ ابتدا میں ہوتا ہے کہ نفع کیا' اور نقصان کیا۔ تعلق والے سے اللہ کہتا ہے کہ یہ زندگی اب میرے حوالے کر دے تو آپ اس وقت یہ نہیں کہہ سکتے کہ کب یا کل۔ بس اللہ نے کہا ہے لہٰذا پورا کرو۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ماننے والوں کے لیے اس زندگی کی مصیبتیں بھی احسان ہیں۔ اللہ کریم نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم آپ کو آزمائیں گے خوف' بھوک' نقصِ اموال' انفس اور ثمرات سے۔ یعنی اِن چیزوں سے ہم آپ کو آزمائیں گے اور جو صبر کر جائے گا اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے گا۔ تو جو باتیں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیں وہ سب کے ساتھ ہو گا۔ اب کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو خوف سے آزاد ہو' خوف رہے گا' خوف اس فائل پر رہے گا جو چھپی ہوئی ہے اور کل کو نہ کھل جائے۔ خوف اس بات کا رہے گا کہ جو غلطی تھی اور ابھی کسی کو معلوم نہیں ہوئی' وہ ظاہر نہ ہو جائے' خوف اس بات کا رہے گا کہ ابھی بات میرے تک محدود ہے اور میرے تک محفوظ ہے مگر اس کا پتہ چل گیا تو کیا ہو گا۔ خوف آنے والے وقت کا رہے گا اور گزرے ہوئے دور کا رہے گا' آج کے انسان کو پیسے کی ڈھیریوں کے اندر غریبی کا خوف رہے گا۔ اور زندگی محفوظ ہونے کے باوجود غیر محفوظ ہونے کا اندیشہ رہے گا۔ یہ ایسا وقت مصیبت کا وقت ہے' ابتلا کا وقت ہے کہ انسان ڈر رہا ہے۔ آج کے انسان کو بین

الاقوامی صورتِ حال کا ڈر ہے' ہندوستان' افغانستان' روس اور پتہ نہیں کیا سے کیا ..... زیادہ سے زیادہ اندیشہ کیا ہے؟ موت کا۔ جنگ نہ ہو تو کیا انسان مرتے نہیں ہیں؟ کیا جنگ میں مرنا ضروری ہے' جنگ سے پہلے بھی لوگ مر سکتے ہیں۔ تو یہ خوف جو ہے انسان کا وہم ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آزماؤں گا خوف سے اور آپ کے مال میں نقص سے' آپ کے رزق میں نقص ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی کہتا ہے کہ میرے رزق میں تو میرا نقص نہیں ہوا اور یہ پہلے سے بڑھتا گیا' تو جان لو کہ بینائی بھی رزق ہے' اور یہ رزق کم ہو گیا' ذہن بھی رزق ہے اور وہ کم ہو گیا' صحت بھی رزق ہے اور یہ رزق کم ہو گیا۔ آپ کے تمام قواء اور جوارح یہ سب رزق ہیں' تو یہ کم ہو گئے مگر تُو تو پیسے ہی کو رزق سمجھ رہا ہے۔ ماں باپ بھی رزق ہیں جو کہ اب تمہارے پاس نہیں ہیں۔ تو کچھ نہ کچھ واقعات ہوں گے اور رزق کم ہو گا' اس میں نقص آئے گا اور ضرور آئے گا۔ اسی طرح خیال میں نقص آئے گا' اور واقعات میں آئے گا۔ ایک وقت تھا کہ بچپن میں آپ کتنے شعر سنایا کرتے تھے اور اب شعر یاد نہیں رہ گئے' اب اگر پوچھو کہ میر نے کیا کہا تھا یا پھر غالب کا شعر سنا دو' کہتا ہے کہ اب چھوڑو' دونوں ہی چلے گئے' مجھے سب بھول گیا۔ تو اموال میں نقص ضرور ہو گا۔ اور پھر موت کا واقعہ ضرور ہو گا اور پھل ضائع ہو جائے گا' پھل کا معنیٰ یہ بھی ہے کہ آپ کا حق' استحقاق مجروح ہو جائے گا' پھل کا معنیٰ ہے کہ کھیتی باڑی میں آپ نے جو محنت کی ہے وہ حق مجروح ہو جائے۔ ان سب باتوں کے بعد اللہ نے کہا کہ اب اس پر صبر کرو اور اس کے خاص بندوں نے کبھی صبر نہیں کیا بلکہ وہ اسی مقام پر شکر کرتے ہیں۔ تو راز اتنا سارا ہے کہ صبر کے مقام پر شکر کرنے والا جو ہے وہ اللہ کا بندہ ہے اور جہاں مقام صبر ہے' وہاں

وہ کیا کرتا ہے؟ وہ شکر کرتا ہے۔ اس لیے صبر کا مقام ہی مقامِ شکر ہے۔ جتنے بھی اللہ کے مقربین گزرے ہیں' سارے مقامِ صبر سے گزرے ہیں اور سارے شکر کرتے ہوئے گئے ہیں۔ سب سے زیادہ اس کائنات میں پیغمبروں کے واقعات ہیں اور وہ تو پیغمبروں کے ساتھ ہیں' ان کا درجہ اور ہے' اس لیے ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ باقی یہ کہ امام الانبیاء آپؐ ہیں اور بات بھی ٹھیک ہے کہ اُنؐ جیسا کوئی نہیں ہوسکتا۔ آپؐ کے بعد کی بات بتا رہا ہوں کہ سب سے زیادہ مقامِ ابتلاء ظاہر کیا اور باطن کیا' کربلا ہے۔ کربلا کا واقعہ' کربلا والوں کے لیے اس کائنات میں اللہ کریم کی سب سے زیادہ عطا ہے۔ کائناتِ میں رحمتوں کے چشمے اس نام سے پھوٹتے ہیں' تو یہ ابتلا ہے کہ عطا ہے؟ یہ مقامِ صبر ہے کہ مقامِ شکر ہے؟ ان کے لیے یہ مقامِ شکر ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جو مقام کبھی کبھی آتا ہے' رہتی دنیا تک اس مقام کی تعریف ہی ہوتی چلی جائے گی۔ تو گویا کہ اللہ کے بندے اس مقام کو یہ سمجھتے ہیں کہ ابتلا ایک راز ہے' تو ابتلا کیا ہے؟ ایک راز ہے' اپنا بنانے کا راز ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کو بیماری دی ہوئی ہے اور اندر سے اللہ تعالیٰ لڈو کھلا دیتا ہے۔ تو یہ ایک راز ہے! گویا کہ اللہ کے بندے ابتلاء کو پہچانتے ہیں۔ جب ابتلاء کا وقت آیا اور مشکل آ گئی تو اللہ کا بندہ کہتا ہے کہ مہربانی کا وقت آ گیا' کہتا ہے پھر بڑی تکلیف آ گئی' سمجھو کہ کھیل بن گیا۔ تو اللہ کریم جو ہے اپنی چٹھی کے اوپر تکلیف لکھ کے اندر سے مہربانی لکھ دیتا ہے۔ آپ ایسی چٹھی کو خوشی سے قبول کر لیا کرو کہ یہ اس کی طرف سے آنے والی چٹھی ہے' یہ اس کی بڑی مہربانی ہے' تو کبھی گلہ نہ کرو' اللہ سے گلہ کرنا چھوڑ دو' شکوہ کرنا چھوڑ دو اور تقاضا کرنا بھی چھوڑ دو اور اس کے فیصلے قبول کرنا شروع کر دو۔ کیا کرو؟ قبول' ہر

حالت قبول' ہر بات قبول' اس کی طرف سے آنے والی ہر چیز قبول' سب قبول۔ بس اتنا سا اس میں راز ہے' اور کوئی راز ہی نہیں۔ درود شریف پڑھنے والا دوزخ میں نہیں جا سکتا یا دوزخ رہ نہیں سکتی۔ ویسے بنیادی طور پر دیکھو' کوئی آدمی اپنے کسی محبوب کا ذکر کرنے والے سے ناراض ہو سکتا ہے؟ کیا کبھی ایسا ہو سکتا ہے۔ اللہ کے محبوب ؐ کا ذکر جس مقام پر ہو' اسی کا نام جنت ہے' اس کے علاوہ جنت ہے کیا چیز۔ جہاں اللہ کے محبوب ﷺ کا ذکر ہو' وہ جگہ کیا ہے؟ جنت ہے۔ تو جہاں اللہ کا بندہ اللہ کے محبوب ؐ کا ذکر کر رہا ہو گا وہی جنت ہے' وہاں دوزخ کا کیا Concept ہے' سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ دوزخ میں ہو۔ آپ کو اس کا طریقہ بتایا ہے کہ آپ درود شریف پڑھتے رہا کرو' اور اللہ کے محبوب ﷺ کا نام لب زبان رکھو' محبت کرتے جاؤ' تو پھر آپ کو کچھ اور سمجھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ یہ علم کی انتہا ہے! علم وہ ہو کہ دیکھنے والا کہے کہ یہ آدمی بڑا سیانہ ہے کہ سیدھا ہی جنت میں چلا گیا اور دوسرے کو دیکھو' اس کو ہم نے پہلے کہا اِدھر جاؤ' اُدھر جاؤ' مدرسہ جاؤ' کالج جاؤ' یونیورسٹی جاؤ' اور وہ سیدھا ہی اللہ کے حضور ﷺ کے پاس آ گیا۔ کہتا ہے بس یہی علم ہے اور یہ خوش نصیب ہے۔ تو خوش نصیب وہ ہے جو اس مقام تک سفر کر جائے کہ جس مقام پر عافیت ہے خیریت ہے' شفاعت ہے' رحمت ہے' بخشش ہے اور سب کچھ ہے اس مقام پر' تو اس مقام کی طرف رجوع کر جاؤ' آپ کی زندگی بھی آسان اور انشاء اللہ تعالیٰ موت بھی آسان۔ دعا یہی مانگا کرو کہ یا اللہ زندگی آسان بنا اور موت بھی آسان بنا۔ ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تُو بھی راضی رہے۔ یہ نہ ہو کہ ہم خوش رہیں اور تُو ناخوش ہو جائے۔ زندگی میں ہم بھی راضی رہیں اور آپ بھی راضی ہو جاؤ۔ تو ایسی زندگی

ہونی چاہیے۔تو آپ یہ دعا کیا کرو' یارب العالمین ہمارے بعد ہماری اولادیں بھی خوش رہیں۔ یا اللہ ہم جھوٹ بولنے کی بجائے خاموش ہی رہیں۔اس لیے دعا کرو' اپنے بچوں کے لیے اور سب کے لیے دعا کرو' سب حضرات کے لیے دعا کرو' کہتا ہے دعا تو مانگی ہے' فقیر اور درویش کہتے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کے کیا کرنا ہے' زبان چلا کے کیا دعا کرنا ہے دل ہی دعا کر رہا ہے' آنکھ دعا کر رہی ہے' ہمارے پرانے والے آنسو دعا کر رہے ہیں۔تو دل کے اندر دعا ہے اور دعا ہی دعا ہے۔ یاد رکھو جہاں دعا مانگنے والا ہے وہاں دعا سننے والا ہے' کوئی فاصلہ تھوڑا ہے' ادھر دعا مانگی' ادھر دعا اس نے قبول کی۔تو صحیح دعا وہ ہے جو الفاظ بننے سے پہلے منظور ہو جائے اور وہ دعا جو ہے وہی دعا ہے کہ جس وقت آپ کی نگاہ میں آنسو ہوں' اور یہ دعا کی قبولیت ہے۔بس اللہ سے اللہ کو مانگنا چاہیے' سب سود و زیاں کی باتیں ہیں۔چلو اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

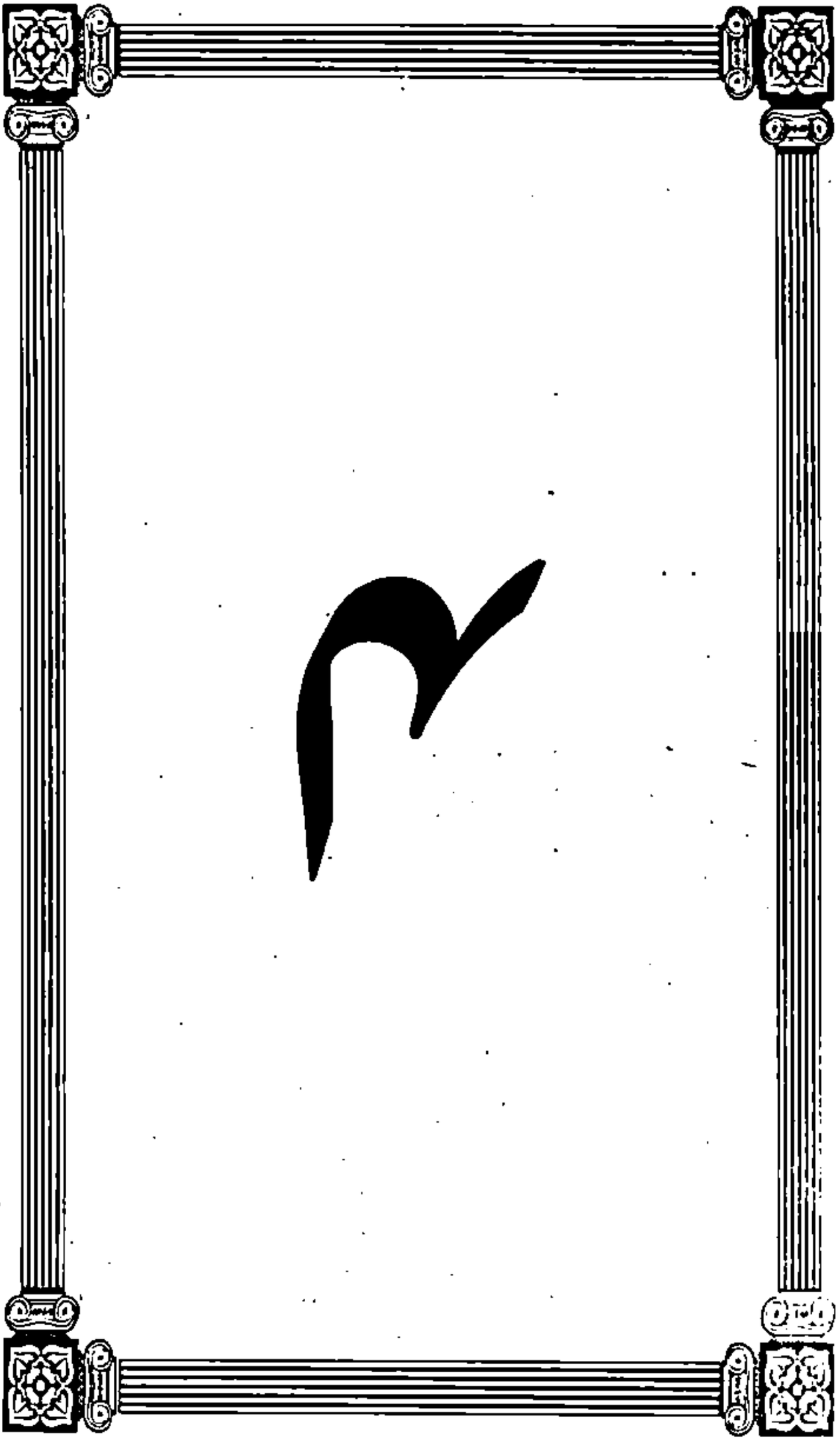

﴿۴﴾

۱ ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر کامیاب کیوں نہیں ہوتے؟

۲ کچھ لوگوں کو تو فقیری ہرگز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی سے مل جاتی ہے.....

۳ کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے یہ پیدائشی ہے؟

۴ آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے۔

۵ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر یہ سمجھ نہیں آتا.....

۶ یہ بزرگ، یہ پیر کون تھے؟

۷ اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟

۸ اگر وہ غلط کہے تو پھر بھی مانتے جائیں؟

۹ صراط مستقیم کا کیا تصور ہے؟

۱۰ ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے پاس جب ہم جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن یہاں آ کر یاد نہیں رہتا؟

۱۱ ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں.....

۱۲ اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور ہی کرنا پڑے گا؟

سوال:

ہم فقیری یا درویشی کے لیے کوشش تو کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے؟

جواب:

جہاں تک انسان کا اور انسان کی زندگی کا تعلق ہے' تکلیف روحانی ہو، جسمانی ہو، تکلیف انسان کو ہی ہوتی ہے۔ اگر کسی کی نماز قضا ہو جائے، کافی عرصہ سے نماز قائم ہو اور اچانک کچھ عرصہ بعد نماز قضا ہو جاتی ہے یا فوت ہو جاتی ہے تو وہ انسان بڑی تکلیف میں ہوتا ہے۔ یا یہ کہ کسی تہجد گزار آدمی سے یک لخت تہجد بلا سبب غائب ہو جائے تو وہ بہت تکلیف میں ہوتا ہے، یا کسی کا بچہ بیمار ہو جائے تو وہ بھی تکلیف میں ہوتا ہے، تو وہ دونوں رو رہے ہوتے ہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ اُس کو کیا ہے اور اِس کو کیا ہے، لیکن تکلیف دونوں کو برابر ہے۔ تکلیف ایک شعبے کا نام ہے جس میں غم اُترتا ہے۔ غم چاہے احساس ہو، ماضی ہو، مستقبل ہو، کسی چیز کے ہونے کا خیال ہو، کسی چیز کے نہ ہو جانے کی خواہش ہو، کچھ بھی ہو، غم نے اگر آنسو بننا ہے تو آنسو جو ہے یہ آنکھ سے ٹپکے گا۔ اس کی وجہ غلط بیانی بھی ہو سکتی ہے اور خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ بادشاہ اگر بادشاہت سے معزول ہو جائے تو وہ رونا شروع کر دے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح فقیر، فقیری سے معزول ہو جاتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی چیز ہے جو عام طور پر اتنی سمجھ نہیں آتی اور

اس سے آگے انسان کو سمجھ ہی نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ اس سے اگلی بات کیا ہے؟ تو آپ کو اگلی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لیے کہ اگر بندے کا Emphasis، زور، اصرار اور ترجیح دنیا پر ہے تو اس کو سوائے دنیا کے غم کے اور کوئی چیز آنسو نہیں دے سکتی اور اگر وہ دین کا بندہ ہے تو سوائے دین کے غم کے اسے اور کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکتی۔ یہ بتائی ہوئی بات چودہ سو سال سے چلتی آ رہی ہے اور اب آپ کو سمجھ آنا بند ہو گئی ہے۔ ایک مقام تھا کہ جب یہ بتایا گیا کہ دیکھو اپنی اولاد، اپنی جان، اپنا قبیلہ، چھوٹے بڑے سب بچا لو، عارضی طور پر یزید کی بیعت کر لو۔ عقل کہتی ہے کہ بیعت کر جاؤ اور زندگی گزار لو۔ مگر بات یہ ہے کہ یہی تو کرنا نہیں ہے۔ اب یہ فرق ثابت کر کے انہوں نے بتا دیا، کیا بتا دیا؟ کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہم نے نہیں کرنی۔ کیوں نہیں کرنی؟ کیوں کہ ہم دین والے لوگ ہیں اور دنیاوی حاصل کے لیے دین کو ترک کرنا ہمارے مقصد میں نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بچے چھینے جائیں گے تو انہوں نے فرمایا بچوں کا غم اور چیز ہے اور دین کا غم اور چیز ہے۔ کیونکہ ہم دین والے لوگ ہیں لہٰذا ہمیں بچوں کا غم نہیں ہوگا، اس کا افسوس ہوگا اور ہونا بھی چاہیے، بچوں کو ہم اتنی زندگی دے سکتے ہیں جتنی اللہ نے دے رکھی ہے اور دین کو ہم اپنی زندگی دے سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب ان کا Emphasis ان کا رخ، ان کا اصرار دنیا کی طرف نہیں ہے۔ اب یہ فرق بتانے والے تو بتا گئے۔ اسی طرح دنیا دار بزرگوں کو سمجھاتے ہیں کہ آپ کچھ تو اپنا خیال رکھیں، آپ یہ کام کر لیں، پیسوں کی بات ہے تو آپ پیسے لے لیں، آپ تو خود ہی بزرگ ہیں، درویش ہیں، کاروبار چلا لیں یا کوئی فیکٹری لگا لیں، حالانکہ فیکٹری لگانا ضروری ہے اور سب فیکٹریاں لگاتے رہتے ہیں مگر درویش

نے کہا نہیں میرا Emphasis اور ہے۔ جب تک آپ لوگ اپنا Emphasis دریافت نہ کرو، مقصد دریافت نہ کرو، آپ کو دین کا غم نہیں ہوگا، جب تک مقصد دریافت نہ کرو، آپ کو دنیا کا غم نہیں ہوگا، آپ کو کچھ نہیں ہوگا اور کوئی فقیری نہیں ملنی کیونکہ اس طرح گاڑی آگے نہیں چل سکتی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین کی سمجھ دے دے گا اور جب آپ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے قریب آگیا ہے تو پھر آپ کہیں گے کہ ذرا پروموشن تو کرادیں۔ پروموشن والا رستہ تو پھر ختم ہوگیا۔ یہ پروموشن والا راستہ تو پروموشن والے سے پوچھو کہ کیسے پروموشن مل سکتی ہے۔ پروموشن والا صرف پروموشن سے خوش ہوگا کہ پروموشن کیسے ملتی ہے۔ اسے لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کرو تو پروموشن ملتی ہے، ایک کالا بکرا نیاز دو اور دفتر کے بڑے افسروں کو بلا لو تو ہم ان کو آپ کی سفارش کر دیتے ہیں، تو ایک یہ طریقہ ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں بادشاہ بننا چاہتا ہوں، تو اگر وہ بادشاہ بننا چاہتا ہے تو پھر الیکشن کی تیاری کر لے کیونکہ اس بات کا شعبہ اور ہے واقعات اور ہیں۔ تو ہر مقام دوسرے مقام میں ہے اور دوسرا تیسرے مقام میں ہے۔ آپ لوگ جس چیز کا شکار ہو اس چیز کا نام کنفیوژن ہے۔ کنفیوژن کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ دین کی کتابوں میں دنیا کی کتابیں رکھتے ہو کہ یہ کتاب نمبر چار ہے اور یہ تسکین وجود کے لیے ہے اور لذتِ بے حیائی کے لیے ہے اور ساتھ ہی دین کی کتابیں کھول کر رکھی ہوئی ہیں۔ تو کتاب کو کتاب کے ساتھ نہ ملاؤ جب تک کہ آپ کا مزاج نہ ملے اور آپ لوگ مزاج کے ساتھ بدمزاجی، بدمزاجی کے ساتھ کم مزاجی اور کم مزاجی کے ساتھ تلخ مزاجی رکھتے ہیں یعنی کہ آپ ایک مزاج میں دوسرا مزاج ڈالتے ہیں۔ اگر ایک انسان حج کرنے جائے تو اس کو مبارک ہو کہ وہ حج

کر کے آیا ہے اور وہاں سے جا کر وی سی آر لے آئے اور پھر دنیا جہان کی بے حیائی کی فلمیں لے کر آئے تو پھر اس نے حج کیا تو کون سا کیا یا کیا کیا، بلکہ اس کو تو بہت سخت عذاب ملے گا۔ عذاب کیوں ملے گا؟ اس لیے کہ اس نے نیک سفر کے اندر بدی کی۔ تو ایسے لوگوں کی وجہ سے ساری قوم پریشان ہے، اس لیے درویشی جو ہے وہ شہروں میں نہیں چلتی۔ شہر والے مرید جو ہوتے ہیں وہ پیروں کو الٹا ٹانگ دیتے ہیں، مثلاً پیر صاحب کو کوئی چیز پیش کر دی، کیا پیش کر دیا؟ کوئی ایسی چیز، جس کا مدعا صرف دنیا ہو اور کیا چیز مانگتے ہیں یعنی کوئی ایسی چیز مانگتے ہیں جس کا مدعا صرف دنیا ہو، وہ پیر صاحب کو بڑے ٹی وی پیش کرتے ہیں، وی سی آر پیش کرتے ہیں تو وی سی آر اور ٹی وی کی پیش کش اور چیز ہے اور مصلّے پیش کرنا اور ہے۔ دونوں میں فرق ہے اور یہاں آ کر Complications پیدا ہوتی ہیں۔ تو آج کا انسان جو ہے اور مسلمان خاص طور پر جو پیر آشنا بھی ہو اور چاہتا ہو کہ وہ فقر آشنا بھی بنے تو فقر آشنا وہ اس لیے نہیں بنتا کہ اس کے مزاج میں رجوع اِلی الدنیا موجود ہوتا ہے اور اس کو اگر وہ بیلنس کر جائے تو پھر یہ بڑی بات ہے۔ اگر آپ یہ حوصلہ کر لیں کہ آپ نے دین کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر یہ نہ کہنا کہ باپ ہونے کی حیثیت سے میرا فرض یہ ہے کہ اولاد کی تربیت کروں، بھائی ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے، سماج کے اندر میرا یہ فرض ہے، اسلامی حکومت کا قیام کریں گے لیکن اسلامی حکومت بنتی نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ پاکستان میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ہندوستان میں بھی رہ سکتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جہاں چاہے مرضی رہ سکتا ہے۔ تو اللہ کا فقیر جو ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے' نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کے لیے آپ کا بنایا ہوا جو نظامِ شریعت اور دین

ہے وہ اس سے بھی علیحدہ ہے' الگ ہے۔ پس وہ اللہ کی محبت میں چلا جا رہا ہے۔ باقی لوگ کہتے ہیں کہ محلے کے سارے مسلمان جو ہیں آج شام ان کا جلسہ ہوگا اور یہ بڑا نیکی کا کام ہے۔ اسلامی کام کیا جائے گا۔ اور وہ اس طرح کے اسلامی کام کرتے رہیں گے۔ محبت والے کا ایسے اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا اپنے ساتھ تعلق ہے اور اللہ کے ساتھ تعلق ہے۔ اس لیے فقیری جو ہے وہ مسلمانوں کے ظاہری اعمال سے مرجاتی ہے، ظاہری اعمال یہ ہیں کہ اجتماع بناؤ' یہ ضروری ہے۔ شریعت میں یہ ضروری ہے کہ اجتماع بناؤ اور سارے محلے کے واقعات Discuss ہوں' آپ کے گھر Discuss ہوں کہ آپ کے گھر میں کیا ہو رہا ہے، کیا آپ کے گھر میں تکلیف ہے، آپ کس کو ووٹ دیں گے، آپ کی جماعت کون سی ہے، آپ کے شہر میں کیا ہو رہا ہے، تو آپ کے ہاں اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں یہ سارے واقعات ہو رہے ہیں' یہ سارے مل کر انقلاب لائیں گے پھر یہ جا کر تقریر کریں گے' پھر یہ اسلامی تقریر کریں گے کیونکہ یہ آپ کی دینی جماعتیں ہیں۔ تو فقیری کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ طے ہو جائے کہ اس نے فقیری کرنی ہے اور اگر فقیری نہیں کرنی اور دنیا کرنی ہے تو یہ دنیا وہی ہے کہ اپنی دنیا کو دین کے تابع کر کے زکوٰۃ مانگنے سے پہلے ادا کر دو، اور ایسے واقعات کرتے جاؤ۔ الحمد للہ پڑھتے جاؤ اور فی سبیل اللہ چلتے جاؤ۔ جب تک کوئی شعبہ باریکی سے نہیں دیکھیں گے اس کا راز سمجھ نہیں آئے گا۔ راز جو ہے یہ غیر کو نہیں بتایا جاتا۔ دنیا کی محبت جو ہے یہ فقیری میں ضرر ہے اور شریعت میں جائز ہے اور بالکل جائز ہے اور بہت ضروری ہے کیونکہ پیسے ہوں گے تو حج کریں گے اور فقیر کہتا ہے کہ اگر حج نہیں کریں گے تو بھی حج ہو گیا کیونکہ حج کرنے سے نہیں ہوگا

بلکہ حج نیت سے ہوتا ہے، حج محبت سے ہوتا ہے اللہ جہاں مل جائے حج ہے۔ فارمولے والا کہتا ہے کہ اللہ یہاں کیسے مل سکتا ہے، وہ اپنے گھر کے علاوہ کبھی نہیں ملتا ہے، تیرے گھر میں بھی نہیں ملے گا۔ بات سمجھنے کے لیے ایک مزاج چاہیے اور اس مزاج میں چلتے چلتے ایک بات آتی ہے اور پھر اس بات کے پیچھے آپ چلتے جائیں تو یہ ایسے ہے کہ جو کچھ حاصل کیا اب اس سارے حاصل کو ایک نئے کام میں لگا دیں۔ جس طرح آپ نے زندگی میں یہ سارا وجود جو بنایا ہے، ساٹھ سال میں جو بنایا ہے، صحت بیماری ملا کر جو بھی وجود بنا ہے، جسم کا جو بھی مکان بنا ہے، یہ جو آپ کی زندگی ہے یعنی ساٹھ سال کی زندگی جو ہے اب جا کے یہ موت کے قابل بنی ہے۔ اسی طرح آپ کی ساری زندگی فقیری کے کب قابل ہوگی؟ جب ساری زندگی دے دو جیسے ساری زندگی دے کے آپ کو موت ملتی ہے اسی طرح ساری دنیا دے کر فقیری مل سکتی ہے۔ یہ ایک Important اہم چیز ہے اور اس پر آپ چل نہیں سکتے۔ اب آپ کا فیصلہ آپ کے پاس ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ بس جو کرنا ہے آپ کو Wholetime کرنا ہوگا۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ نے Wholetime کیا کرنا ہے لیکن جو حکم ہو گیا ہے وہ ہو گیا ہے۔ بس یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ سب کچھ دیتا ہے فقیری نہیں دیتا تو کیا اس کے پاس فقیری ختم ہو گئی ہے؟ بھلا کبھی سمندر ختم ہوا، کبھی پانی ختم ہوا، کبھی ہوا ختم ہوئی، کبھی پہاڑ ختم ہوئے، یہ ساری سڑکیں، ان کے لیے بجری، روڑی، پتھر وغیرہ آتا ہی رہتا ہے اور پہاڑ ختم نہیں ہوئے۔ ایک چھوٹی سی پہاڑی بھی ختم نہیں ہوئی ہوگی اور نہ دریا ختم ہوں گے اور نہ ہوا ختم ہوگی، کچھ بھی ختم نہیں ہوگا، آپ لوگ تو بکرے کھا کھا کر ختم کر رہے ہو لیکن وہ بھی ختم نہیں ہوئے بلکہ یہ تو جائز جانور ہے اور جو ناجائز

جانور ہے وہ بھی ختم نہیں ہوتا' آپ لوگ اندازہ لگاؤ کہ کچھ بھی نہیں بھی ختم نہیں ہوتا' شہر میں بڑی ڈویلپمنٹ ہوگئی لیکن مکھیاں ختم نہیں ہوئیں' جس کو آپ نے مارنا تھا وہ بھی ختم نہیں ہوئیں۔ شہر بہت اچھے ہوگئے لیکن مٹی ختم نہیں ہورہی۔ تو کوئی بھی چیز آج تک دنیا میں ختم نہیں ہوئی۔ علم کے باوجود جہالت آج تک ختم نہیں ہوئی، پیغمبر کے باوجود کافر ختم نہیں ہوئے، جس شہر میں آپ چلے جائیں ہر شے Available ہے۔ تو فقیری اللہ نے کیسے ختم کردینی ہے، فقیری اس کے پاس بے شمار ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے، اگر آپ نے ابھی تک فیصلہ نہیں کیا ہے تو ضروری ہے کہ آپ اپنا فیصلہ کرلو۔ پھر کہتے ہیں کہ فقیری کا فارمولا کیا ہے؟ بھلا شوق کا کیا فارمولا ہوتا ہے' شوق کا بھی کوئی فارمولا ہوتا ہے؟ کہتا ہے کہ میں نے وہاں جانا ہے۔ پوچھا کدھر جانا ہے؟ جب جانا ہے تو پھر پہنچ ہی جانا ہے۔ ہم نے آج تک یہ دیکھا ہے کہ آنکھوں سے محروم بھی اپنے گھر پہنچ گیا اور جہاں کہیں اس نے پہنچنا تھا پہنچ گیا جب کہ وہ آنکھوں سے محروم ہے۔ ایک شخص معذور ہے لیکن وہ بھی پہنچ گیا۔ ووٹ کے لیے جب لوگ آتے ہیں تو معذور انسان بھی ووٹ ڈالنے امیدوار کی گاڑی پر بیٹھ کر پہنچ جاتا ہے۔ تو جو جو کرنا چاہے انسان کر جاتا ہے۔ بندہ جو کرنا چاہے کرسکتا ہے اور کرلیتا ہے۔ آپ اپنے گاؤں سے پیدل آکر شہر میں اپنا گھر بنالیتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اللہ کی طرف جانا چاہتا ہوں تو اللہ کیوں نہیں ملے گا۔ اگر نہیں ملتا تو یہ نیت کی خرابی ہے کیونکہ انسان جو کرنا چاہے وہ سب کرسکتا ہے۔ فرض کرو اسے منزل نہیں ملتی تو چلو اس راہ میں مَر تو جائے گا اور یہ اس کا حاصل ہوگا کہ فلاں شخص فقیری میں مر گیا۔ تو فقیری پوری ہوگئی اور یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ دوسرا آدمی آپ کو صرف بات

بتا سکتا ہے' سمجھا سکتا ہے مگر فقیری نہیں دے سکتا' تو آپ کو فقیری کون دے گا؟ آپ کا مزاج آپ کو فقیری دے گا' آپ کا شوق آپ کو فقیری دے گا، اگر شوق نہیں ہے تو آپ فقر نہیں لے سکتے۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی گھوڑے کو تالاب تک لے جا سکتا ہے لیکن بیس چابک مارنے کے بعد بھی اسے پانی نہیں پلا سکتا، پیاس ہوگی تو خود ہی پیئے گا۔ آپ صرف یہ کر سکتے ہیں کہ یہ ہے تالاب اور یہ ہے گھوڑا' آپ کو پیاس لگے تو پانی پی لو۔ نہیں تو گھوڑے کو کوئی پانی نہیں پلا سکتا، گھوڑے کو تو پیاس ہی پانی پلا سکتی ہے۔ اسی طرح آپ کو اگر پیاس ہے تو فقیری مل جائے گی۔ ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ محبوب کے لیے اخباروں میں اشتہار دو کہ مجھے فلاں آدمی سے محبت کرنی ہے' تو وہ محبت کوئی نہیں ہو سکتی۔ آپ باقی سب کام خود کر سکتے ہیں کہ آپ نے نوکری بھی کر لی، کاروبار بھی کر لیے، شادی بھی کر لی، Conveyance والی چیز خرید لی، گھر کا سامان بھی خرید لیا، بچوں کے لیے چیزیں بھی خرید لیں، مگر فقیری کا نسخہ ایسے نہیں مل سکتا۔ تو وہ اندر کی کہانی ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ کہتے ہیں کہ جو آدمی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کو کوئی بھی چیز نہیں دی جاتی اور استحقاق والا کبھی محروم نہیں ہوگا۔ دنیا میں ایک چیز ہے جو کبھی محروم نہیں ہوتی' وہ صرف شوق ہے، چاہے کسی چیز کا بھی شوق ہو، وہ آج تک کبھی محروم نہیں ہوا۔ اس لیے اے راہی تو بے ذوق نہ ہو۔ راہی اگر بے ذوق ہو جائے تو پھر بات ہی ختم۔ ورنہ تو یہ کتابوں کی بات ہے نہ کسی اور طریقے کی بات ہے۔ اس وقت فقیری کو بھی کتابوں سے پڑھ کر بتایا جا سکتا ہے' اور وہ بھی طریقے موجود ہیں، فقیری کے لیے نسخے موجود ہیں کہ یہ کرو وہ کرو مگر اصل میں تو آپ کا اپنا نام ہے فقیری۔ تو فقراء نے فقیری کی کتابیں کیسے لکھی ہیں؟ جیسے جیسے وہ لوگ

Behave کرتے جاتے تھے، جیسے جیسے وہ بولتے جاتے تھے بعد میں وہ بات قانون بنتی جاتی تھی۔ فقیری ہوتی ہے فقراء کو کھانا کھلانا، تو آج بھی وہ سارا کچھ موجود ہے، آج بھی بھوکوں کو کھانا ضرور کھلائیں گے، کھانا ضرور پکے گا' دیگچی میں یا دیگ میں کچھ پکا لو کیونکہ یہ دو چار بندے بیٹھے ہیں یہ کھانا کھائیں گے۔ تو فقیری میں لنگر خانے ہوتے ہیں۔ ضرور ہوتے ہیں اور باہر سے جو بندے آئیں گے ان کے لیے ٹھہرنے کی جگہ بھی ہوگی اور ان کو بتانے والی بات بھی ہوگی، شب بیداری کا سماں بھی ہوگا۔ اس لیے آپ لوگ دعا کریں کہ آپ کو شوق پیدا ہو جائے۔

سوال:

کچھ لوگوں کو تو فقیری ہرگز نہیں ملتی اور کچھ کو بڑی آسانی سے مل جاتی ہے؟

جواب:

یہ نصیب کی بات ہے، شوق کی بات ہے، کرم کی بات ہے اور فضل کی بات ہے۔ علم تلاش سے مل سکتا ہے مگر شوق تلاش سے نہیں ملتا۔ شوق کو آپ نے خود ہی تلاش کرنا ہے' دریافت کرنا ہے۔ اگر آپ کو شوق ہے تو پھر اس کی تکمیل کے لیے آدمی کو فقیری کا ادراک ہوتا ہے۔ دنیا اور فقیری کے شعبے ہی الگ ہیں۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں پہلے دنیا کے کام کروں گا اور ناممکن کام بھی کروں گا اور فقیری کا شوق بھی کروں گا تو فقیری کوئی اتنی فالتو بات نہیں ہے کہ وہ بعد میں ہو گی۔ فقیری Préference ترجیح کا نام ہے۔ اور آپ Preference ترجیح کس کو دے رہے ہیں؟۔ مثلاً شوق والا کہتا ہے کہ مجھے فلاں انسان سے محبت ہے وہ کہتا'

ہے کہ چھوڑ وا سے اور آپ اس طرح کرو کہ بائیسویں گریڈ کی ایک اعلیٰ نوکری لے لو اور اس آدمی کے پاس جانا بند کرو، اسے چھوڑ دو، تو شوق والا کہتا ہے کہ گریڈ کدھر اور میں کدھر۔ اسے اگر کہیں کہ بادشاہت لے لو مگر وہ تخت چھوڑتا ہے لیکن وہ محبت نہیں چھوڑتا، یہ اس کا حال ہے۔ تو فقیری جو ہے صرف عشق کا نام ہے۔ مسلمان کی فقیری جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کا عشق ہے باقی سب باتیں چلتی رہتی ہیں۔ فقیری منصب ہے اور منصب پیدائشی ہوتے ہیں۔ اس میں بڑے بڑے راز ہیں، ایک راز یہ ہے کہ اللہ کریم کو تو پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ اگر نبوت سے پہلے بھی خطاب فرمائیں گے، نبوت شروع ہونے سے ایک دن پہلے جو خطاب فرمائیں گے یہ وہ بھی صداقت ہوگا کیونکہ منصبِ نبوت عطاء ہونے سے دو ایک دن پہلے بھی حضور پاک ﷺ اللہ کے نبی تھے یعنی منصبِ نبوت کا اعلان وعطاء ہونے سے پہلے بھی آپ نبی تھے یعنی جو لوگ پہلے آپ کے ساتھ دوستی اور وفا کر رہے تھے وہ سارے کے سارے اس وقت بھی اُمتی تھے۔ اب یہ ایک راز ہے ایسا کہ اُمتی تو پھر نبوت کے اعلان کے دن سے ہونا چاہیے تھا مگر یہ اس دن کی بات نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے دن کی بات ہے۔ تو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو منصب عطاء ہوتا ہے وہ منصب پیدائشی ہوتا ہے اور وہ واقعات وہاں اس جگہ سے ہوتے ہیں۔

سوال:

کوئی کیسے دریافت کرے کہ یہ جو ہمارا منصب ہے، یہ پیدائشی ہے؟

جواب:

یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اگر لوہے کا ٹکڑا آگ میں چلا جائے تو اس آگ

کی حدت جو ہے وہ اس ٹکڑے کو بھی آگ بنا دے گی۔ پھر لوہا اپنے بارے میں کہتا ہے کہ میں ہی آگ ہوں اور پھر آگ سے علیحدہ ہونے کے بعد تھوڑی سی ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ لوہے کے ٹکڑے کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ میں آگ ہی ہوں۔ شیخ سعدیؒ کا کہنا ہے کہ جمالِ ہم نشین کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان بھی ویسا ہونے لگ جاتا ہے۔ تو کچھ اور ہی واقعات ہو جاتے ہیں۔ جب کبھی آپ بزرگانِ دین کے پاس جاؤ تو ایک طریقہ یاد رکھنا کہ جس طرح آپ لوگوں میں پسند ناپسند کی صلاحیت ہوتی ہے' قبول اور نہ قبول کی صلاحیت ہوتی ہے' ان کے پاس بھی یہ صلاحیت ہوتی ہے۔ جس دن آپ میں پہلی دفعہ محبت داخل ہوتی ہے تو ان کو چاہنے والا مل جاتا ہے' پھر ان کو آپ کی شکل سنوارنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور اس شخص کو پہلی دفعہ یہ پتہ چلتا ہے کہ چہرہ بھی سنوارنے کی ایک چیز ہوتی ہے۔ تو یہ کس دن ہوتا ہے؟ جس دن محبت ہوئی۔ جب آپ کسی فقیر کے پاس جاتے ہیں' ایسا فقیر جو مشہور فقیر ہو اور پوری عبادت بھی کرتا ہو، سچا ہو اور آپ سچے آدمی ہوں تو آپ سچے کے پاس چلے گئے۔ اگر ایک جھوٹا آدمی آپ کے سچے اللہ کی بات کر رہا ہے، زور لگا کر کر رہا ہے مگر اس کا اثر نہیں ہوگا اور سچے آدمی کا مقصد دنیا ہی ہو یا مقصد کچھ اور ہو لیکن اس کا اثر ہو گا سچا آدمی تو یہی کہے گا کہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اب اس آدمی کی اپنی پسند ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اسی طرح درویش کی بھی اپنی پسند و ناپسند ہوتی ہے اور اگر بعض اوقات درویش اس شخص کو قبول نہ کریں تو وہ اپنا حسن اس پر ظاہر نہیں کرتا، وہ آپ کے سامنے ایسی بات رکھ دے گا کہ آپ بددل ہو کر کہیں گے کہ بابا جی پتہ نہیں کیا کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر وہ درویش آپ کو اچھا ساتھی سمجھے تو وہ آپ کو

خوبصورت انداز سے بات سمجھا دے گا۔اس لیے آپ سچے آدمی کے طور پر اپنی تلاش کو جاری رکھتے ہوئے چلتے جائیں' پھر آپ کو راز دینا کس نے ہے؟ وہ آپ کے محبوب' اللہ نے راز دینا ہے۔اس تلاش کرنے والے کو تو پتہ نہیں ہوتا کہ کون سچا پیر ہے اور کون نہیں ہے۔اس لیے وہ اللہ کا نام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میرے اللہ آپ تو سچے ہیں اور میں آپ کا نام لیتے ہوئے چل پڑا ہوں جبکہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے، بس تو سچا ہے تو میں بھی سچا ہوں، اللہ سچا ہے تو میں بھی سچا ہوں اور میری محبت بھی سچی ہے۔تو اللہ فرماتا ہے کہ میری محبت میں بس آپ چل پڑو اور اس کی شرط یہ ہے کہ کسی کو جھوٹا مت کہو اور جھوٹا مت بولو۔ تمہارے پیروں کی محفل میں شامل ہونا یا پیر نوازی کا نسخہ یہ ہے کہ اس میں شک نہ کیا کرو۔پیر صاحب سے یہ نہ کہنا کہ میں نے اپنا مدعا پیش کرنا تھا بلکہ آپ اپنے آپ کو پیش کر دو۔کیا پیش کر دو؟ اپنی چاہت پیش کر دو اور اپنی محبت پیش کر دو تو اس بظاہر جھوٹی دنیا کے اندر ان لوگوں کو سچ کا راستہ ملے گا کیونکہ اللہ کے سامنے کوئی چیز جھوٹی نہیں ہے۔رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً یعنی اے ہمارے رب تو نے کوئی چیز باطل تخلیق نہیں کی۔تو دنیا عین سچ ہے، اور آخرت بھی سچ ہے۔ ذٰلِکَ الْیَوْم الْحَق وہ حق سچ کا دن بھی آئے گا۔وہ بھی سچ ہے اور یہ بھی سچ ہے اسی سچی دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔جب آپ سچا سمجھ کر چل رہے ہیں تو آپ خود ہی سچے ہیں' اور یہ عین سچ ہے، اللہ جس کو چاہے جہاں سے چاہے عطا فرما دے۔اگر آپ اعتراض کرنے لگ جاؤ کہ یہ کیا ہے وہ کیا ہے؟ ایسی صورت میں اگر آپ مفتیٔ اعظم بھی بن جائیں تو بھی آپ سچ سے محروم ہو جائیں گے۔اس لیے آپ اپنے سچ کے ساتھ سفر کا آغاز کریں اور جو نیت لے

کر آپ چلے ہیں تو آپ کا اللہ اسی طرح کہیں نہ کہیں آپ کو ملے گا اور جلوہ دکھائے گا۔ جہاں پر آپ کی تسلی ہوگی، تصدیق ہوگی، تسکین ہوگی وہی جلوہ آپ کے لیے تھا۔ اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ بعض اوقات غلط مقامات بھی آپ کے راستے کا حصہ ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر ایک شخص راستے میں ٹھوکر کھاتا، گرتا پڑتا' چلتا چلتا' چوٹی تک پہنچ گیا تو سمجھو کہ آپ کے نصیب میں منزل آگئی، صداقت آگئی۔ تو آپ جس راستے سے بھی آئے وہ راستہ صحیح ہے، تو جو راستہ ہے سب ٹھیک ہے، آپ کسی کو مت روکو، یہ جو غلط راستہ تھا یہ آپ کے لیے غیر نہیں تھا' یہ راستہ آپ کو یہاں لے آیا ہے۔ وہ جن راستوں سے گزرنے، سچا آدمی ان راستوں کی قدر کرتا ہے ہر چند کہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اب اگر آپ کے پاس ہمت ہے تو ان کی اصلاح کریں اور ان پر تنقید نہ کریں۔ ان سے کہو کہ بابا جی میں نے یہ تھوڑی سی بات نوٹ کی تھی، میرا خیال ہے اسے صحیح کر لیں۔ جب مرید منزل پر پہنچ جائے، اللہ کے پاس پہنچ جائے اور وہاں جا کر پتہ چلے کہ پیر صاحب نہیں پہنچے، وہ تو اس سفر میں شامل ہی نہیں ہیں تو پھر وہ مرید کہتا ہے کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کی مہربانی سے یہ بات بنی جو میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر آپ کے والد صاحب فقیر نہ ہوں اور آپ کو فقیری مل جائے تو اچھا بیٹا وہ ہے جو والد صاحب کی عزت کرے اور عزت رکھے، والد صاحب غریب ہوں تو امیر بیٹا وہی ہے جو والد صاحب کو سلام پیش کر سکے۔ تو آپ یہ سمجھیں کہ انتخاب کیا چیز ہے؟ انتخاب یہ ہے کہ باپ کو باپ سمجھو، اگر وہ آپ کے ساتھ غلط Behaviour، رویہ رکھے یا کرے، ناراض کرے، ناراض ہو جائے، باپ کبھی دھوکا بھی کر جائے تو باپ کو باپ ہی کہنا ہے، استاد سے اگر کل کو جھگڑا ہو جائے تو

استاد کو استاد ہی کہنا ہے اور ادب سے کہنا ہے کہ استاد جی، ماسٹر جی، بات یہ ہے کہ آپ جو مرضی کہیں اور ہر چند کہ وہ غلط ہے لیکن آپ کی اسی طرح عزت کرتا ہوں۔ وہ ٹیچر جو پہلی جماعت میں آپ کو پڑھاتا تھا، اس نے آپ کو علم کا راستہ دکھایا، اس کا ادب ویسے ہی کرنا ہے، وہ مولوی صاحب جس نے قرآن پڑھایا ہے اس کا ادب ویسے ہی کرنا ہے، جس نے نماز پڑھائی اس کا ویسے ہی ادب کرنا ہے اور جس نے اس راستے کا شوق دے دیا اس کا ادب بھی ویسے ہی کرنا ہے۔ ان راستوں کی کمائیاں ان راستوں کے لیے تعاون کرتی ہیں۔ کئی دفعہ یہاں سے گمراہی ہوتی ہے کہ راستہ فقر کا ہے اور فائدہ مٹھائی والے اٹھا رہے ہیں۔ ایک جگہ پیر صاحب باتیں کر رہے تھے کہ آپ لوگوں کو بات سمجھ آ گئی؟ ''ہاں جی آ گئی ہے'' ''ہاں تو آپ کافی دیر سے یہاں بیٹھے ہو آپ یہ بتاؤ کہ سارا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے''؟ ''جی فائدہ تو ہوٹل والے کو پہنچ رہا ہے جس سے ہم چائے پی رہے ہیں''۔ مدعا یہ ہے کہ یہ چیز جو ہے یہ Confusion ہے' پریشان کرتی ہے کہ دینی ماحول میں دنیاوی انداز کیسے۔ اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سچا آدمی Formalities تکلفات سے بے نیاز ہو کر سچ کی تلاش میں سفر کرتا رہتا ہے۔ سچے آدمی کی ایک صفت یہ ہے کہ راستے میں جھوٹ کے مقامات اس کو جھگڑے پر مائل نہیں کرتے۔ مثلاً ایک آدمی کی ہوائی جہاز کی سیٹ بک ہو گئی اور جہاز نے چار بج کر پندرہ منٹ پر اڑ جانا ہے اور آپ کو ائیر پورٹ کے قریب ایک آدمی سے جھگڑے کا موقع مل رہا ہے' ادھر جہاز جانے والا ہے' اب آپ اس سے کیا کہیں گے؟ یہ معاملہ بعد میں طے ہو گا فی الحال تو میں نے جانا ہے کیونکہ جہاز نہیں ٹھہرتا۔ تو جن لوگوں کو دُور کے سفر درپیش ہوں وہ قریب کے جھگڑے نہیں

کرتے! آپ لوگوں نے جانا دور ہے لیکن جھگڑا پہلے کر لیتے ہو کہ پہلے تم سے تو نپٹ لیں، تو پھر آپ جہاز پر کب چڑھیں گے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ آپ کبھی بھی جہاز پر نہیں چڑھ سکتے بلکہ قیامت تک نہیں جا سکتے۔ اس طرح آپ بے شمار وقت ضائع کر لو گے۔ اس لیے پہلے اپنے مزاج کی ترشی ختم کرو۔ آپ نے نپولین کا نام سنا ہوا ہے نپولین کی ایک جنگ بڑی مشہور ہے، Waterloo ''واٹرلو'' کی جنگ۔ وہ اس کی زندگی کی اہم ترین جنگ تھی۔ جس شخص کو واٹرلو جانا ہو وہ شخص محلے کی جنگ نہیں لڑتا۔ تو جس نے دور کا کام کرنا ہے وہ قریب میں جھگڑا نہیں کرے گا۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ میری کتنی بے عزتی کی گئی ہے اور میں نے بدلہ ضرور لینا ہے بلکہ کہتا ہے کہ ہندوستان نے ہمارے ملک کو توڑا ہے، ہم اس کے ساتھ جنگ ضرور کریں گے اور زندگی ہی میں کریں گے، اس لیے یہ محلے کی جنگ ہم نے کیا لڑنی ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اسے چھوڑو۔ وہ جو سر جھکاتا ہے، سرفراز ہوگا، اور دونوں جہان کا کامیاب ترین انسان صلح حدیبیہ سے گزرتا ہے۔ دونوں جہان کا کامیاب، پیدائش سے پہلے کامیاب، بعد میں کامیاب اور ساری کائنات میں کامیاب، تو آپؐ نے صلح پسند فرمائی۔ یہ بات جو ہے یہ سمجھنے والی ہے کہ آپ لوگ جو ہیں اَنا کے شکار ہیں، کبھی آپ کے ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے، مارتے چلے جاتے ہو اور ڈھال کا استعمال ہی نہیں کرتے کہ آپ مشکل میں ہو، حوصلہ بھی کرو اور انتظار بھی کرو، کہتا ہے کہ میں اس کو مار کر فنا کر دوں گا۔ تو یہ غلط بات ہے۔ اس طرح آپ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے کی غلطی کی آگ میں آپ خود جل رہے ہوتے ہیں۔ کچھ غلطیاں آپ کرتے ہو جو آپ کا نصیب بن جاتی ہیں اور یہ یاد رہتی ہیں۔ آپ کے نصیب کا زیادہ حصہ وہ عمل ہے جو آپ کے ساتھ

دوسروں کی غلطی ہے۔تو دوسروں کی غلطی آپ ہی کا نصیب ہے' اب آپ اس کی غلطی کے ساتھ جھگڑا نہ کرو بلکہ یہ دیکھو کہ اس میں آپ کا نصیب کتنا ہے، بس پھر چپ کر جاؤ، فقیر کہتا ہے کہ اگر ادھر سے گالی ہے ہماری طرف سے دعا ہے۔اس لیے اس کو اٹھا کر پھینک دو۔ جہاں پھول رکھے ہوئے ہیں وہاں ایک پتھر بھی ڈال اور جھگڑا مت کر' نہ تو آپ پھول والے کو Pay کر سکتے ہیں اور نہ اس کو Pay کرو، نہ اس کو جواب دو' بس جو یہ سامان دیتا ہے، اس کو اُٹھاؤ اور چل پڑو، اب اس سارے سامان کو لے کر آگے چل پڑو' جہاں غم ملے وہاں غم کو سمیٹ لو اور وہاں غم کو ضائع نہ کرنا۔ یہ آپ کا مقام ہے بلکہ آپ کا مقام تو آگے ہے ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

تو حیات کے ذوقِ سفر کے ساتھ چلتے جاؤ' یہ ذوقِ سفر ہی غنیمت ہے اور اس کے ساتھ ہی چلتے جاؤ اور اس میں مقام تلاش کرنے والا کبھی فقیری نہیں کر سکتا، فقیری میں مقام نہیں ہوتا، فقیری میں سفر ہوتا ہے۔بس آپ لوگ یہ بات یاد رکھنا! جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کہ کیا کیا ہے اور ایسا ایسا حاصل ہوتا ہے' بس ان کی بات ختم ہوگئی کیونکہ لامتناہی کا کیا حاصل۔ مثلاً جو سورج کے سفر پر ہو وہ تو جب پورا ہوگا جب وہ جل جائے گا' اس سے پہلے اس سفر نے پورا نہیں ہونا۔ جو اس سے پہلے بیان کر رہا ہے وہ غلط بیان کر رہا ہے۔بس یہ اتنی ساری کہانی ہے، اور کہانی ہی کوئی نہیں ہے۔تو آپ لوگوں کے بارے میں تشویش نہ کرو اور جب دیکھو کہ لوگ غلط کر رہے ہیں تو دُعا کرو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ میں یہ غلطی نہیں کر رہا اور دوسری میری یہ دعا ہے کہ یا اللہ اس پر بھی مہربانی کر، اس فیض اور

فضل کے حوالے سے جو مجھ پر ہوا ہے، یا اللہ اس پر بھی فضل کر۔ تو آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ اس کے لیے دعا کرنی ہے جو اس چیز سے محروم ہے اور جو آپ کے پاس ہے۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ اس بات کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ لوگ چلتے جائیں، سچے کا سفر سچا ہے اور ہمیشہ پورا ہوتا ہے اور ہمیشہ ہی پورا ہوتا ہے۔ اللہ کے سفر میں انسان کبھی محروم نہیں ہوا، جہاں بھی سفر ختم ہو جائے وہیں پر اللہ ہے۔ اور حاصل کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں یہ کام کر آیا ہوں، اللہ کے سفر پر گیا تھا اور پھر سارا کام ہو گیا۔ اور شوق والا کہتا ہے کہ اللہ مل گیا اور کام ہو گیا ہے۔ یہ اور کہانی ہے۔ تو پروانوں کی اور داستان ہے، یہ قربانی کی بات ہے۔ شمع کے پاس جا کر واپس آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو اس طرح شوق کا پتہ چلتا ہے اور شوق والے کا پتہ چلتا ہے۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ جو جان لیتا ہے وہ مر جاتا ہے.....

جواب:

فقرہ یوں ہے کہ یہ وہ راز ہے کہ جس نے جان لیا وہ مر گیا اور جو نہ جان سکا وہ مارا گیا۔ اس میں پوری بات آ گئی ہے۔ یہ فقرہ ہی ایسا ہے کہ جس میں انجام ساتھ ہی آ گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ حالت ہے کہ جب کسی چیز کی حقیقت انسان پر آشکار ہو جائے تو وہ انسان مر جاتا ہے ۔

تھی وہ اِک شخص کے تصوّر سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

اگر کوئی بہت پیارا دوست' عزیز' ساتھی چلا جائے تو پھر انسان ختم ہو جاتا ہے۔

خدانخواستہ کسی کا بیٹا آگے پیچھے ہو جائے تو پھر اُس کی اپنی زندگی ختم ہو جائے گی' وہ چیز جو آپ کو زندگی کا باعث نظر آئے اگر وہی چھن جائے تو سب ختم ہو جائے گا۔ اگر مجنوں سے لیلیٰ چھن جائے تو پھر مجنوں تو مر گیا۔ یہ وہ راز ہے کہ جس کو پتہ لگ جائے کہ لیلیٰ کے بغیر زندگی کوئی نہیں ہے تو وہ نہیں مر سکتا۔ اور جس کو زندہ سمجھ رہے ہو وہ مارا گیا اور وہ روز مرتا ہی جا رہا ہے' حالانکہ مرے دونوں ہی ہیں لیکن وہ مرجانا اور ہے کیونکہ وہ کسی مقصد کے لیے مرا ہے' اور وہ مرجانا اور ہے کہ وہ مر مر کے مرا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ تڑپنے پھڑکنے پر مارو مگر سسکنے اور کراہنے پہ نہ مارو۔ اُمید ہے اب آپ کو تھوڑا تھوڑا آئیڈیا ہو جائے گا' بات سمجھ آ جائے گی.....

سوال:

اللہ نے فرمایا ہے کہ میں شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں مگر یہ سمجھ نہیں آتا۔

جواب:

جب یہ کہا تو کس سے کہا' آپ سے کہا ہے۔ یہ قرآن پاک میں کہا ہے' تو جب قرآن پاک میں آپ اُس مقام کو پڑھو گے تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے خطاب فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ مجھ سے مانگتا ہے' تو مجھے اپنے قریب پاتا ہے' اور جب تم سجدہ کرتے ہو تو قریب ہوتے ہو۔ قریب ہونے کے لیے اور بہت سے طریقے بھی ہیں' مثلاً یہ کہ جو میرے حبیبؐ کے قریب ہیں وہ میرے قریب ہیں۔ سب سے آسان کون سا عمل ہے جو قریب کرتا ہے؟ سجدہ سب سے زیادہ آسان عمل ہے' اور یہ سجدہ نماز کے علاوہ بھی کیا جائے۔ قریب ہونے کی تمنا اگر Genuine' اصلی ہو جائے تو بندہ قریب ہو جاتا ہے۔ ایسا بالکل

ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا اس لیے مشکل نہیں کہ اللہ کہیں گم نہیں ہوتا بلکہ آپ تو ڈرتے پھرتے ہو کہ کہیں اللہ مل نہ جائے' آپ تو اس سے چھپتے پھرتے ہو کہ اُس کو کیسے ملیں اور کس منہ سے ملیں' کیا پیش کریں' آپ لوگ بھاگ رہے ہو اور اللہ آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے' وہ آپ کا تعاقب کر رہا ہے۔ تو آپ اُس کی طرف جانا شروع کر دو۔ آپ اس کی طرف کب جاؤ گے؟ توبہ کر کے جاؤ' تب جاؤ جب آپ کے پاس ایسا عمل کوئی نہ ہو جس کو دیکھ کر وہ ناراض ہو' تو اس طرح کا کوئی کام کر لو پھر اللہ قریب ہی قریب ہے۔ آپ بدی سے دور ہو جاؤ' اللہ قریب ہی قریب ہے۔ اللہ ضرور قریب ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنے پیر صاحب سے سوال کیا کہ یا پیر و مرشد ہمیں توحید کے بارے میں کچھ سمجھائیں' اُن کے پیر صاحب نے فرمایا کہ کچھ وقت کے بعد سمجھاؤں گا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد مرید اور اُن کے پیر صاحب حج کرنے کے لیے گئے' راستے میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے' ایک سوار گھوڑے پر چڑھ کر آیا' اُس سوار نے پیر صاحب کو الگ بلایا' اُن سے کچھ بات کی' پیر صاحب نے ادب سے جواب دیا اور وہ سوار رخصت ہو گیا۔ پھر وہ اپنے مرید سے بات کرنے لگ گئے۔ اُس مرید نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے جو آئے اور چلے گئے۔ انہوں فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے' مرید کہنے لگا کہ کیا مطلب' یہ کیوں آئے تھے؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ حج پر جا رہے ہیں تو اگر آپ کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ نہیں۔ مرید نے پوچھا آپ نے نہیں کیوں کہا تو پیر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ دیکھو ہم اللہ کی راہ میں چل رہے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیرے خیال

میں گم ہو جائیں! اور یہ تیرے سوال کا جواب ہے کہ توحید یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کے سفر پر جا رہے ہو تو کہیں خضر علیہ السلام کے خیال میں گم نہ ہو جانا۔ اس طرح بڑے بڑے لوگ چلتے رہتے ہیں اور اللہ کے قریب ہوتے رہتے ہیں.....

سوال:

یہ بزرگ' یہ پیر کون تھے؟

جواب:

وہ آپ کے اور ہمارے پیر تو نہیں تھے وہ تو پیروں کے پیر تھے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کون تھے یا وہ کون ہوں گے' آپ کے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ نہیں۔ تو مرید کا نام تھا داتا صاحبؒ اور ان کی کتاب کا نام ''کشف المحجوب'' ہے' اور یہ اُن کا اپنا ذاتی واقعہ ہے۔ تو ایسی ایسی بات وہ سمجھاتے ہیں۔ جہاں توحید کا Chapter ہے' باب ہے' وہیں کہیں درمیان میں بات سمجھا دی ہے کہ توحید کیا ہوتی ہے۔ بعض اوقات کسی بندے کے خیال میں گم ہو جانا بھی توحید ہوتی ہے' یہ بھی انہوں نے بتایا ہے کہ شرک کیا ہوتا ہے اور بندے کے خیال میں گم ہو جانا کیا ہوتا ہے؟ تو شرک یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے والے کی یاد کا نام شرک ہے' اللہ کی یاد دلانے والے کی یاد میں رہنا شرک نہیں ہے بلکہ توحید ہے۔ وہ جو اُدھر اللہ کی طرف لے کر جائے وہ توحید ہے اور جو اُدھر سے روکے وہ شرک ہے چاہے وہ آپ کا دین ہی ہو۔ تو دین کیسے ہو سکتا ہے؟ بعض اوقات مذہبی Formalities تکلفات' باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ آپ محبت بھول جاتے ہیں۔

سوال:

اپنے پیر کا حکم کس حد تک ماننا چاہیے؟

جواب:

یہ بڑی آسان بات ہے کہ کسی کا مرید ہونے کے بعد اگر یہ دریافت کرنا پڑے کہ مجھے کیسے چلنا ہے' سچ کیا ہے' جھوٹ کیا ہے' کرنا کیا ہے' کدھر جانا ہے تو پھر راہنما کا کیا کام۔ اگر تو راستہ خود ہی تلاش کرنا ہے تو شیخ کی کیا ضرورت۔ اس لیے جو آپ کا علم ہے اُس علم کو بھی اُس شیخ کے تابع کردو یعنی اپنے ہادی کے تابع کردو' پھر جس طرح وہ کہے آپ کرتے جاؤ اور اُس کے ساتھ بحث نہ کرو.....

سوال:

اگر وہ غلط کہے پھر بھی مانتے جائیں!

جواب:

ہاں پھر بھی مانتے جاؤ کیونکہ وہ بات عقل کے حساب سے غلط ہو سکتی ہے مگر دراصل صحیح ہوگی۔ جو Lead کرنے والا ہے' رہنمائی کرنے والا ہے وہ بہتر جانتا ہے۔ جب آپ اُس کے حوالے ہو گئے تو پھر آپ اُس کو یہ نہ کہو کہ آپ مجھے اس طرح گائیڈ کرو' وہ کوئی آپ کا Assistant ' نائب نہیں ہے کہ آپ کو فلاں مقام پر وہ ہدایت دے اور فلاں مقام پر کوئی اور ہدایت دے۔ اس لیے وہ جو کہتا ہے آپ کرتے جائیں۔ حکیم بہتر جانتا ہے کہ مریض کے ساتھ اُس نے کیا کرنا ہے' شیخ بہتر جانتا ہے کہ اُس نے سفر کرنے والے کو کس طرح سفر کرانا ہے۔ اس حد تک بھی کہا گیا ہے کہ اگر آپ کو اُن کی کوئی بات ناجائز لگے تو کر گزرو کیونکہ اگر جائز آدمی کہہ رہا ہے تو ناجائز بات بھی صحیح ہوگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے اُس آدمی کا کہنا کتنا ماننا ہے۔ تو کہنا ماننے سے لوگوں نے بڑے بڑے

جواز نکالے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ اللہ کریم کا سجدہ فرما رہے تھے' اب اللہ کا سجدہ ہو اور اللہ کے محبوبِ پاک سجدہ ادا کر رہے ہوں تو کسی کی کیا مجال کہ اُس کو درمیان میں سے رو کے یا آگے پیچھے کرے' تو ایک بچہ آ گیا' امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے نواسے' آپؐ کے اوپر سوار ہو گئے' انہیں تو چاہیے تھا کہ بچے کو جھٹکو اور پھر اپنا فرض ادا کرو' پھر آپؐ نے کہا کہ بچہ اپنا ہے اور اللہ بھی اپنا ہی ہے' چلو خیر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ مطلب یہ ہے کہ ایک راہ یہاں سے نکال دی۔ اور باقی لوگوں نے بحث نہیں کی کہ جبریلِ امین علیہ السلام یہ کر دیتے' یا یہ کہ ایک بچے کی وجہ سے نماز آگے پیچھے کر دی۔ تو نماز جو ہے یہ مزاج رہبر ہے۔ تو آپ مزاجِ رہبر پر چلتے جاؤ' جیسے آپؐ نے فرمایا ہے ویسے کرتے جاؤ۔

تو نصیحت یہ ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہیں اور آپ کا دین راہنمائی ہے اور اگر کسی کو راہنما بنا لیا ہے تو جیسے وہ راہ دکھائے آپ چلتے جائیں۔ تو یہاں لوگ بحث عام طور پر یہ کرتے ہیں کہ راہنما کے ساتھ' پیر کے ساتھ مرید کی Dealing' مرید کی ڈیوٹی کیا ہونی چاہیے' اگر مرید شریعت لے کر پیر صاحب کو گائیڈ کرتا جائے اور پیر صاحب اُس کو راستہ بتاتے جائیں' اُس کو کچھ اور سمجھاتے جائیں تو نہ کوئی سفر ہو گا اور نہ کوئی مسافر رہے گا اور پھر یہ تو بحث ہی بحث رہ جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں خوبی والی کوئی بات ایسی ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ابھی تک نئی کتابیں لکھنے کی گنجائش ہے۔ ہونا تو چاہیے کہ چھوٹا سا کوڈ ہو کہ کلمہ پڑھو' پانچ نمازیں ادا کرو' روزہ رکھو' پیسے ہیں تو زکوٰۃ دو' حج کرو' اللہ پر اعتماد رکھو اور حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی پر پورا اعتماد کرو' اس طرح کلمہ شریف

مکمل ہوجائے گا۔اور یہ کتاب' قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اِسے پڑھو۔ اس طرح مسلمان کا امتحان تو ختم ہوگیا۔مگر پھر اور کیا ہے؟ اگر بات ختم ہوجاتی تو پھر فقہ نہ ہوتی' اگر بات ختم ہوجاتی تو پھر سلاسل نہ ہوتے' بات ختم ہوجاتی تو ختم ہوجاتی لیکن بات ختم ہوئی نہیں ہے' تو اس کا مطلب ہے کہ کوئی ''اور'' بات ہے۔

کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

تو کوئی پیغام اور ہے اور یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ بات اتنی آسان بھی نہیں ہے جتنی آسان لوگ سمجھ رہے ہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے' غلبہ ہم نے دیکھا نہیں ہے اور اللہ سچ بولتا ہے یہ بھی پتہ ہے ان وعداللہ حق اللہ کا وعدہ تو ویسے ہی حق ہے۔اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ بات ہوکر رہتی ہے۔تو بات سمجھنے والی ہے۔تو یہی بات سمجھنے والی ہے' فقہا کا آنا یہی بات ہے' ورنہ تو شریعت بالکل آسان سی بات ہے کہ جس آدمی نے نماز پڑھ لی' زکوٰۃ دے دی اور اگر پیسے ہوں تو حج بھی کرلیا' نہیں ہوں تو چلو گزارہ کرلیا' ماں باپ کی خدمت کرلی' کلمہ شریف مکمل کرتا ہے اور روزہ بھی رکھ لیتا ہے' تو اب اُس کو پرابلم کیا ہے؟ دین میں یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کو راضی کرنا ہے۔میرا خیال ہے کہ کوئی پرابلم ہے اور وہ پرابلم دریافت کرتے کرتے وضاحتیں شروع ہوئیں اور پھر وضاحت کی وضاحت اور وضاحت کی پھر وضاحت..... اور پھر لوگوں کا اپنا سفر جاری رہا۔اور سفر چلا کس طرف ہے؟ یہ بھی غور والی بات ہے کہ بہت سارے لوگ مسلمان ہوگئے اور اجماع نہ ہوا' لوگ مسلمان ہوگئے لیکن جماعتِ اسلامیہ نہ بنی' مسلمان بن گئے اور اُمت واحد نہ ہوئی۔تو پھر بننا کیا ہے۔آپ لوگ یہ سوچو کہ جب آپ سارے مسلمان ہو تو پھر جھگڑا کس بات کا

ہے۔ اچھا اب یہ پاکستان ہے اور یہ اسلامی ملک ہے' اخبار میں پڑھتے ہیں کہ ڈاکہ ڈالا گیا' پہلے سب نے سوچا کہ یہ شاید ہندو لوگ ہوں گے اور ہمارے ملک میں ڈاکہ ڈالتے ہوں گے' پتہ چلا کہ اُس کا نام تو مسلمانوں والا تھا جو ڈاکہ ڈالنے والا تھا۔ سب کے مسلمانوں جیسے نام تھے۔ پتہ یہ چلا کہ مسلمان ڈاکو ہوتے ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ مسلمان گناہگار ہوتے ہیں' مسلمان رشوت لیتا ہے یہ بھی پتہ چلا' مسلمان بے ایمانیاں بھی کرتا ہے یہ بھی پتہ چلا' آٹے میں مٹی اور ہلدی میں رنگ یہ بھی سنا ہے کہ ہوتا ہے' ملاوٹیں ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ ہے کہ ملاوٹیں کرنے والے مسلمان ہوتے ہیں' تو ایسے مسلمانوں کو جو مرضی کہہ لو ٹھیک ہے۔ یا تو یہ فتویٰ ہونا چاہیے کہ جس نے کھانے کی چیز میں ملاوٹ کی اُس کو اسلام سے خارج کر دیا گیا' ادھر زمانہ خاموش ہے یعنی اسلام قبول کرنے والے خاموش ہیں' یا تو یہ آواز آ جاتی یا یہ کہ ایک رجسٹر چھپ جاتا' یا ایک اخبار آ جاتا کہ مندرجہ ذیل لوگوں کو اسلام سے خارج کر دیا گیا' ایسا تو ہوا کوئی نہیں ہے بلکہ تبلیغ کرنے والے آپس میں لڑ پڑے ہیں اور Common Man' عام آدمی بیچارہ پریشان ہے کہ مبلغ' مبلغ سے لڑ پڑا ہے اور جھگڑا ہو گیا' یا رسولؐ اللہ اور محمد رسولؐ اللہ کہنے اور نہ کہنے پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک آدمی اللہ کو پیارا ہو گیا تو دوسرا کہتا ہے کہ اللہ کو پیارا نہیں ہو گیا بلکہ فنا ہو گیا ہے کیونکہ وہ یا رسولؐ اللہ کہتا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ شہید ہو گیا' کہتا ہے کہ اس آدمی کو تو شہید نہیں کہنا چاہیے۔ اس بات پر آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ لاہور میں دو کانفرنسیں ہوئی تھیں یا رسولؐ اللہ کانفرنس اور محمد رسولؐ اللہ کانفرنس تو جھگڑا ہی ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہے کہ یہ بات یہاں تک آ گئی کہ اگر نماز میں حضور پاک ﷺ کا تصور آ جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی اور

دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ جس نماز میں حضور پاک کا تصور نہ آئے وہ نماز ہی نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

اب یہ دونوں کے نزدیک نماز کس کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کون سا سسٹم ایسا بنایا ہے کہ آدھے لوگوں کی نماز ہوتی ہے آدھے لوگوں کی ہوتی نہیں ہے۔ تو آپ لوگ یہ بات سمجھو۔ اس لیے وضاحت کی غرض سے لوگ پیروں کے پاس جاتے ہیں اور جب جاتے ہیں تو پھر یہ غلطی کرتے ہیں کہ پھر پیر صاحب سے بحث کرتے ہیں اور اُس کو شریعت سکھاتے ہیں۔ تو اُستاد کو جو گُر سکھائے وہ جھوٹا شاگرد ہے۔ تو آپ بات کو سمجھ گئے؟ کہ اُستاد جو گُر سکھائے آپ وہ کرتے جاؤ! That's all۔ تو وہ آپ کو بہتر راستہ بتائے گا۔ یہ الگ سوال ہے کہ آپ مرید ہیں کہ نہیں ہیں' بیشک مرید نہ بنیں لیکن سکون سے چلتے تو جائیں۔ اس لیے آسان بات اور میری نصیحت یہ ہے کہ اسلام پر بحث نہ کرو' جو آدمی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اُسے مسلمان سمجھو' بس آپ اپنے آپ کو اسلام کی راہ پر چلاؤ' اسلام علم کا نام نہیں ہے بلکہ عمل کا نام ہے اور آپ عمل کرتے جاؤ' آپ کو سکون آ جائے گا۔ اور پھر میلہ ختم ہو جائے گا۔ تو آج کی بات کل نہیں رہے گی کیونکہ کل آپ نے فنا ہو جانا ہے' آپ نے چلے جانا ہے اور آپ نے قبرستان بن جانا ہے' ایک دن آپ سارے کے سارے قبرستان بن جاؤ گے' پھر کھیل ختم ہو جائے گا۔ پھر بحث ختم ہو جائے گی کیونکہ دونوں مولوی اللہ کو پیارے ہو جائیں گے' وہ مولوی جو مناظرہ کرنے والے تھے' مباہلہ کرنے والے' مجادلہ کرنے والے' بقراطِ عالم' وہ سب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ کتنے کتنے دعوے رائیگاں ہو گئے' کیا کیا باتیں

آپ نے یہاں دیکھیں اور کیا کیا باتیں کہاں سے کہاں چلی گئیں۔ اس لیے توبہ ہی بھلی ہے۔ آپ بیشک کسی پیر کے پاس مت جائیں لیکن اگر گئے ہو تو پھر کوئی لائحہ عمل پوچھو کہ کیا ہے' پرابلم کیا ہے' سوال کیا ہے؟ اور سوال کے بغیر تو جانا نہیں چاہیے تاکہ آپ کو پتہ ہو آپ کا مقصد کیا ہے' مدعا کیا ہے' آپ کو کیا چاہیے اور آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔

سوال:

صراطِ مستقیم کا کیا تصور ہے؟

جواب:

جو اس زندگی میں اپنے علم کے مطابق یا اپنے وجدان کے مطابق' آج سے پہلے یا آج کے دن' اپنے علاہ کسی اور کو سیدھی راہ پر مانتا ہے' اس آدمی کے ساتھ ساتھ چلنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے۔ تو وہ لوگ جو اپنے سے پہلے یا آج کے زمانے میں اپنے علاوہ کسی اور آدمی کو سیدھی راہ پر چلتا ہوا مانیں اُس آدمی کے ساتھ یا اُس کے نقشِ قدم پر چلنا' صراطِ مستقیم ہے۔ آپ کو بات سمجھ آ گئی؟ صراطِ مستقیم صرف چلنے والے کا راستہ ہے' اللہ نے جس کی راہ کو صراطِ مستقیم کہا ہے اُس کی راہ پر چلو یٰسٓ ج وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ لا اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ لا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو اللہ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کی قسم ہے کہ آپؐ ہمارے رسول ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔ یعنی کہ آپؐ ہی ہیں سیدھی راہ پر۔ تو آپ لوگوں کے سامنے سرٹیفکیٹ آ گیا ہے کہ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ کون ہے؟ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور آپ لوگ اُس راہ پر چلتے چلو اور وہ راہ کیا ہے؟ تیرے شوق کی راہ ہے۔ اب حضور اکرم ﷺ کی زندگی صرف وہ نہیں

ہے جو آپ جانتے ہو' جو آپ لوگ نہیں جانتے وہ بھی ہے' آپ ؐ کی ریکارڈ میں جو زندگی آئی ہے وہ دن کی زندگی ہے یعنی آدھی زندگی اور آدھی زندگی ریکارڈ میں ہی نہیں آئی' وہ آپ ؐ کی شب کی زندگی ہے۔ تو شب کی زندگی بھی اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ ذاتِ گرامیؐ جو جاگتے زیادہ ہیں اور سوتے کم ہیں۔ اُن کی شب کی زندگی زیادہ اہم ہے۔ تو کسی انسان کو آپؐ نے 'وجدان عطا فرمایا' کسی کو راستہ عطا فرمایا' کسی کو جہاد کا جذبہ عطا فرمایا' کسی کو عبادت عطا فرمائی' کسی کو کچھ عطا فرمایا' کسی کو کچھ اور عطا فرمایا' جو چل رہے ہیں ٹھیک جا رہے ہیں۔ تو آپ لوگ وہ زندگی اختیار کریں اور خلوص کے ساتھ اختیار کریں اور چلتے جائیں۔ اگر دوسرا آدمی جہاد اختیار کر رہا ہے اور آپ تعلیم یا علم اختیار کر رہے ہو' اس کی قدر کرو تو وہ آپ کی بھی قدر کرے گا کیونکہ آپ دونوں ایک راستے پر چل رہے ہو' حالانکہ شعبے جدا جدا ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ تو کیا آپؐ کے بعد کسی اور نے یہ راستہ طے کیا؟ پھر آپ کہیں گے کہ طے کیا' صحابہ کرام ؓ نے طے کیا' چلو صحابہ کرام تو رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں تو پھر آپ اس راستے پر چلو۔ آپ کہتے ہیں کہ وہ بھی ذرا دور کی بات ہے' ذرا قریب کی بات ہونی چاہیے۔ تو اس راستے پر کیا کوئی اور بھی لوگ چلے؟ کہتا ہے کہ جی ہاں' لاہور میں اسلام کے آنے سے پہلے داتا صاحبؒ آئے' خواجہ صاحبؒ آئے اور اولیاء کرامؒ آئے اور علماء صاحبان آئے' پھر ان کے راستے پر چلو' کہتا ہے یہ بھی یہاں سے پہلے چلے گئے تھے۔ تو آج کل کوئی اُس راہ پر چل رہا ہے؟ کہتا ہے کہ ہاں ابا حضور چلتے تھے' تو پھر تو ابا کی راہ پر چل' دادا حضور کی راہ پر چل۔ کہتا ہے کہ وہ بھی کچھ زیادہ یاد نہیں کہ وہ کیسے چلتے تھے۔ تو کسی اور آدمی کو دیکھ' پہلے اُس کو سرٹیفکیٹ دے کہ یہ صراطِ

مستقیم پر ہے اور اس پر اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کا شعبہ لگتا ہے اور پھر تو اس کے راستے پر چل' اگر اُس کے راستے پر نہیں چلتا تو اُس کی سنگت پر چلا جا' اس نے گمراہ نہیں ہونا کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور وہ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ والوں میں سے ہے۔ تو آپ بھی اُن کی انگلی پکڑ کر چلتے جائیں۔ تو صراطِ مستقیم کا مطلب یہ ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود بتایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی بات کیا ہے' اس نے کہا کہ دعا مانگا کرو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا' کس کی راہ؟ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اُن لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ اور اگر آپ لوگ انعام یافتہ کو نہیں مانتے تو پھر تو آپ پہلے ہی گمراہ ہو گئے اور آپ اسلام میں داخل ہی نہ ہوں تو اچھا ہے۔ آپ جانتے ہی نہیں ہو کہ کوئی آدمی اصلاح یافتہ ہے یا انعام یافتہ ہے۔ آپ کسی انعام یافتہ کا نام لو' تو وہ آپ کے علم میں اور تاریخ میں ہونا چاہیے۔ صراط مستقیم ڈھونڈنا اس لیے مشکل ہے کہ آپ نے اپنی تاریخ کا رُخ اپنی مرضی سے بنالیا ہے۔ اب ہماری تاریخ کیوں پریشان ہوئی ہے سب لوگ مارشل لاء مارشل لاء کہتے ہیں؟ تاریخ شروع ایسے ہوئی ہے کہ ہند میں سندھ کے اندر اسلام کی آمد' ایک سترہ سال کا لڑکا' یہاں آنے والا مجاہدِ اوّل محمد بن قاسم تھا۔ شاید آپ مارشل لاء کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ سپہ سالاروں کو آپ پسند کرتے ہیں۔ صلاح الدین ایوبی بھی ایک سپہ سالار تھا۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فوج والا شعبہ ہی اچھا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جمہوریت اچھی ہے' جمہوریت چیز تو بہت اچھی ہے اور اصل میں اسلام کو یہ بات چاہیے تھی لیکن کیا کریں کہ اسلام ہم سے پہلے آ گیا' اب کیا رائے دینی ہے۔ یا تو دنیا والوں کے ووٹ سے اللہ تعالیٰ حکمران اعلیٰ بنتا' اُس نے تو دنیا والوں کی

پرواہ ہی نہیں کی اور پہلے خدا بن بیٹھا' تین چوتھائی دنیا اللہ تعالیٰ کو مانتی ہے۔ لیکن پھر بھی اقتدارِ اعلیٰ اُسی کے پاس ہے۔ اگر نہیں مانو گے تو وہ تو اللہ ہے وہ تو ویسے ہی آپ کو اُڑا کے رکھ دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا اللہ ہونا ووٹ کے بغیر ہے' پیغمبر کا پیغمبر ہونا ووٹ کے بغیر ہے' ایسے ایسے پیغمبر گزرے ہیں کہ ان سے گنتی کے چار پانچ آدمی مسلمان ہوئے مگر پھر بھی وہ پیغمبر ہیں' سچے ہیں۔ تو ثابت کیا ہوا کہ بندوں کی تعداد پر' مقدار پر پیغمبر کا بننا نہیں بلکہ پیغمبر اللہ کی رضا پر ہے' اِن میں صداقت ہے کیونکہ ان کا ایمان اللہ کی رضا پر ہے اور اُس کے فیصلے پر ہے۔ اس لیے جمہوریت جو ہے وہ یہاں آ کے مار کھا گئی کہ جمہوریت کی بات نہیں بلکہ صداقت کی بات ہے۔ جس طرح شہر میں جھوٹے ووٹرز ہوں تو اُس میں سچا آدمی کیسے جیت سکتا ہے' آپ ہی بتا دو۔ اگر ووٹرز جھوٹے ہوں تو جھوٹا ہی جیتے گا۔ آپ دعا یہ کرو کہ معاشرہ سچا ہو جائے اور اگر معاشرہ سچا ہو جائے تو پھر ووٹر سچا ہو گا اور پھر سچا ہی جیتے گا۔ تو جب تک ایسا نہیں ہوتا تو پھر اُس وقت تک کیا ہو گا؟ ایک بھائی اُدھر ہو گا' دوسرا اِدھر ہو گا اور اِسی طرح سب کرتے جائیں گے۔ آپ لوگ پریشان ہی رہو گے۔ تو آپ لوگ دعا کریں کہ کوئی اللہ کا بندہ آ جائے اور اللہ کے بندے پھر اللہ کے بندے ہوتے ہیں' واقعات ہی اور ہو جاتے ہیں اور ایسا ہو سکتا ہے۔ تو صراطِ مستقیم کیا ہے؟ کہ مسافر راہِ ہدایت کے ساتھ چلنا' جو چل رہا ہے اُس کے ساتھ چلو اور ایسا شخص آپ کو ڈھونڈنا چاہیے اور یہ ضرور ڈھونڈنا چاہیے کہ وہ شخص وہاں ہے' تو آپ یہیں کسی کو ڈھونڈ لو اور پھر اُس کا ہاتھ پکڑ لو کہ بابا جی ہم آپ کے ساتھ ہی چلیں گے تا کہ تمہیں خود نہ نکلنا پڑے' اور پھر اُسے دیکھنے کے بعد کتابیں نہ پڑھا کرو' جب کسی کو بزرگ مان لیا کہ یہ

اُس راہ کا مسافر ہے اگر وہ کہتا ہے کہ حج کرنے چلتے ہیں تو آپ بھی ساتھ چلو اور آپ حج کرنے چلے ہو تو پھر کتاب لے کر نہ بیٹھو۔ کسی کو بتانے کی ضرورت ہی نہیں ہے' دعا دل کا نام ہے' بس آپ چل پڑو' اس راہ پر چل پڑو جیسے چل سکتے ہو' تو کسی کے ساتھ چلو اور راہنما کے اشارے پر چلو۔ جس طرح راہبر کہے ویسے کرتے جاؤ۔ کچھ لوگ پوچھتے ہیں کہ شریعت کیا ہے؟ تو شریعت یہ ہے کہ کسی راہنما کا بتایا ہوا حکم جو تیرے کان میں اُس نے کہہ دیا وہی تیرے لیے شریعت ہے' وہ آگے جواب دہ ہے کہ اُس نے آپ سے کیا کام لینا ہے۔ اگر امیر آدمی سے ہوسِ زر واپس نہ لی جائے تو وہ جتنی نمازیں پڑھتا جائے بے کار ہیں۔ اس کا راہنما اس کے کان میں جو بات کہے گا وہ بات یہ ہوگی کہ ''تو دولت کی تمنا چھوڑ دے''۔ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ فرعون نمازیں پڑھتا تھا تو پھر کیا وہ بخشا جائے گا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ ہوسِ اقتدار چھوڑ دیں' ہوسِ زر چھوڑ دیں تو پھر یہ بات صحیح ہے۔ اس لیے صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اللہ کے انعام کے نیچے رہنے والے لوگوں کے ساتھ چلنا! اور بس پھر آپ چل پڑو۔

سوال:

ایسے کیوں ہوتا ہے کہ سارا ہفتہ ہم سوچتے رہتے ہیں کہ آپ کے پاس جائیں گے تو یہ پوچھیں گے لیکن یہاں آ کر یاد نہیں رہتا۔

جواب:

یہ تو میں خود سوچتا ہوں کہ یہ کیا ہوتا ہے اور یہ مجھے بھی نہیں پتہ۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ مقرر کہتا ہے میں سوچتا رہتا ہوں کہ میں نے جا کر تقریر کرنی ہے اور وہ مجھے بھول جاتی ہے' تو جب اندر آتا ہوں تو مجھے کتاب والا رٹا ہو سارا مضمون

بھول جاتا ہے اور میں تو سارا کچھ ہی بھول جاتا ہوں' تو اس میں ایسی کوئی بات ضرور ہے اور اس کے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ ہوتا کیا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ جو موقع پر بات ہو وہی آپ کریں۔ کیونکہ جو بات موقع پر ہو وہی بات سچی ہوتی ہے' حقیقی بات ہوتی ہے۔ باقی یہ ہے کہ لوگ صاحبان' مہربان' قدردان' کہہ کے تقریر شروع کر دیتے ہیں' وہ بات ساری غلط ہو جاتی ہے۔ تو بات وہ ہے جو دل کی گہرائیوں سے نکلے۔ اس لیے یہ بڑی بات ہے جو میں یہ کہتا ہوں کہ کوئی بات پوچھو' تو پھر کوئی آدمی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ بات پوچھو۔ آپ بات پوچھیں گے تو پھر آپ کو بات بتائیں گے۔ آپ اپنے بنائے ہوئے سوالات بھول جاتے ہیں ورنہ آپ کسی فقیر سے اگر پوچھو کہ آج دن کیا ہے تو اُسے پتہ نہیں ہوتا کہ آج دن کیا ہے' وہ سارے کا سارا علم بھول جاتا ہے' خبریں بھول جاتی ہیں اور بعض اوقات نام بھول جاتا ہے کہ کیا ہے' یہ بھول جاتا ہے کہ وہ کون ہیں' ہم کون ہیں' آپ لوگ کون لوگ ہیں اور یہ قصہ کیا ہے۔ یہاں اور ہی کوئی منظر ہوتا ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ آپ بات پوچھ لو۔ ورنہ آپ دیکھو کہ ہر آدمی کو کوئی نہ کوئی پریشانی ہوگی مثلاً آمدن تھوڑی ہوگی' خرچ زیادہ ہوگا اور یہ ہر آدمی کا مسئلہ ہے اور یہ بھی ہر آدمی کا مسئلہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو ہمارے لیے بہتر بنائے اور اُن کی طرف سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ ہر آدمی چاہے گا' اور یہ بھی ہر آدمی چاہے گا کہ ہماری تھوڑی بہت عبادت اللہ تعالیٰ بہت بڑی کر کے منظور فرمائے' ہماری کوتاہیاں اللہ تعالیٰ معاف فرما دے' تو یہ بھی ہر آدمی چاہے گا' یہ زندگی آسانی سے گذر جائے اس میں کوئی تکلیف نہ ہو اور آنے والی زندگی بھی ہمارے لیے بہتر ہو یہ بھی ہر آدمی چاہے گا' چھوٹے ہماری عزت کریں بڑے ہم

سے پیار کریں یہ ہر آدمی چاہے گا' محلے میں ہماری عزت ہو اور بیرونی دنیا میں ہمارا چرچا ہو اور صحت ٹھیک رہے' کچھ پیسے ہمارے پاس خرچ کے لیے ہوں اور کچھ پیسے مشکل وقت کے لیے جمع ہوں' پھر ہر آدمی یہی چاہے گا' اور انسان مزید تو کچھ چاہتا نہیں ہے۔ یہ رشتے دار ہیں' اُن میں ہماری جائے قرار ہونی چاہیے' زمین منتقل ہو جائے اور زمینیں منتقل کرتے کرتے بندہ آپ انتقال کر جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں آپ چاہتے ہیں اور اصل میں بات کچھ بھی نہیں ہے۔ اس زندگی میں انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ کچھ پاتا ہے وہ تو صرف آتا ہے اور جاتا ہے' That's all! ۔ انسان ایک سانس کی طرح آیا اور پھر چلا گیا۔ اگر یہاں رہنا ہو تو پھر تو کوئی حل سوچا جائے۔ کہتا ہے کہ مکان بنا رہے ہیں' کہتا ہے کہ ''اچھا مبارک ہو' بہت اچھا بنانا اور اتنا اچھا بنانا کہ چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو'' اب آپ ہی بتائیں کہ وہ مکان کتنا اچھا ہوگا جسے چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو کیونکہ آپ نے تو رہنا نہیں ہے اور مکان نے رہنا ہے۔ تو آپ کیا مکان بنائیں گے اور کیا نہیں بنائیں گے' مکان کا یہ کہتے ہو کہ اولاد کے لیے بنا رہے ہیں' اُن کے لیے نہیں بنا رہے ہو' اپنے سماج کے لیے بنا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اولاد کا بھی حافظ ہے' اللہ تعالیٰ ان کے لیے انتظام کرے گا اور یہ ہے ہر انسان کا مسئلہ اور یہ ہر آدمی کا پرابلم ہوتا ہے لیکن جب آپ ان مسائل سے باہر نکلتے ہیں اور کسی خیال میں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو خود ہی سوال بتاتا ہے اور ادھر سے خود ہی جواب بتاتا ہے۔ تو آپ غور کیا کریں کہ سوال کیا ہے' سوال دریافت کریں..... اب یہاں بیٹھے ہوئے لوگ سوال دریافت کریں کہ ان کا سوال کیا ہے.....

سوال:

ہم مکان تو اپنی اولاد کے لیے بنا رہے ہیں ...

جواب:

آپ کی بات بجا ہے لیکن اُس آدمی کا یہ بیان سچا ہوگا جس نے اپنی اولاد کو بے جا ہلاکت سے بچانے کا علم دیا ہو' مثلاً میں آپ کو مکان بھی بنا کے دے رہا ہوں اور آپ کو میں نے وہ علم بھی دے دیا ہے جو تمہاری فلاح کا تھا۔ مگر آپ فلاح کا علم تو اپنی اولاد کو دیتے نہیں' آپ اُسے نیکی کا علم نہیں دیتے' آپ اُسے برائی سے نہیں بچاتے' آپ اُسے اسلام کا علم نہیں سمجھاتے ہو بلکہ آپ اُسے انگریزی طرزِ حیات کی طرف لے جاتے ہو اور پھر آپ اُسے مکان بنا کے دیتے ہو اور ساتھ ہی اُسے دولت دے کر جاؤ گے تا کہ وہ برائی میں اور طاقت ور ہو جائے۔ تو جس آدمی نے بچوں کو دین کا علم نہیں دیا وہ اولاد کو کیا آسرا دے کر جائے گا' اصل میں جو اُن کو دینے والی چیز ہے وہ بزرگوں نے بتائی ہے' وہ یہ کہ آپ پہلے اُن کو دین کی تعلیم دو بلکہ دین دو اور پھر آپ مکان لے دو۔ اگر اولاد کے پاس شعور آ جائے گا تو کئی مکان اُن کے پاس بھی آ جائیں گے۔ تو آپ اُس اولاد کو گمراہی سے بچنے کے لیے علم اور توفیق دونوں دے کر جاؤ۔ خالی باغ لگانا مدعا نہیں ہے کیونکہ باغ بُرے آدمی کے لیے بُری چیز ہوتا ہے اور اچھے آدمی کے لیے اچھی چیز ہوتا ہے۔ دولت ایک قوت ہے جیسے کہ ایک پستول ہے' یہ اگر بُرے آدمی کے ہاتھ میں ہے تو جُرم پیدا ہوگا اور نیک آدمی کے ہاتھ میں پستول ہے تو وہ دشمن کو مارے گا' کافر کو مارے گا۔ تو اس لیے قوت کس کو دے کر جاؤ' اُس کو جس کو پہلے آپ نے شیطان سے بچنے کا علم بتایا ہو۔ تو آپ لوگ اپنی اولادوں کو یہ علم

سکھاؤ اور اولاد کو وہ علم دے جایا کرو۔ اصل میں آپ لوگوں کو بہت زیادہ مسئلہ ہے کیونکہ کامیاب دنیاوی زندگی اور کامیاب دینی زندگی میں بڑا فرق آ گیا ہے اور وہ فرق آپ کو پریشان کر رہا ہے کہ دین اِدھر کو جاتا ہے اور دنیا اُدھر کو جا رہی ہے۔ اگر آپ بچے کو دارالعلوم سے پڑھاؤ یا کسی اور دینی درس گاہ سے پڑھاؤ تو بچہ ساری عمر کے لیے بیکار ہو جائے گا۔ آپس میں بیٹھے ہیں' یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر بچہ حافظِ قرآن ہو تو اُسے کون سی نوکری ملتی ہے' حالانکہ اُس نے فقہ بھی پڑھی ہوئی ہے اور اس نے دورۂ حدیث بھی کیا ہوا ہے اور یہ مستند دارالعلوم سے پڑھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں اس کو نوکری دو تو وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسجد دے سکتے ہیں' ہمارے علاقے میں ایک کالونی بن رہی ہے اور اُس میں ایک مسجد بن رہی ہے اور وہ مسجد اس کو دے دیں گے۔ اور جن کا بچہ ایچی سن کالج کا پڑھا ہوا ہے' غیر دینی ذہن بھی رکھتا ہے تو کہتے ہیں کہ اِسے ہم ڈی سی بنا دیں گے۔ تو وہ لوگ حکمران بنیں گے جو غیر دینی طرزِ حیات پر چل رہے ہیں' کافرانہ علوم پر چل رہے ہیں اور وہ جو دینی علوم کی طرف چلے گئے' ان کو مسجد مل جائے گی۔ تو یہاں آ کر فرق پڑ گیا۔ اس لیے آپ لوگ یہ دعا کرو کہ واحد طرزِ حیات آئے' وہ طرزِ حیات کیونکہ ابھی آ نہیں رہی اس لیے آپ ذرا کمزوری میں ہیں۔ جو ہمارے لیے واحد طرزِ حیات ہے یعنی حضور پاک ﷺ کی جو طرزِ حیاتِ پاک ہے' اُن کی حیاتِ طیبہ' کہ مبارک زندگی بسر ہونی چاہیے' اور یہ تب ہو سکتا ہے جب ہماری طرزِ حیات بھی ویسے ہو' جب ساری طرف سے حیات اُسی طرف سے آ رہی ہو تو پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی' وہ وقت ابھی آیا نہیں ہے' آپ لوگ دعا کرو کہ وہ وقت آ جائے۔

سوال:

اچھے وقت کے لیے دعا ہی ہوگی یا کچھ اور ہی کرنا پڑے گا؟

جواب:

آپ کوشش نہ کرو مہربانی کرو۔ آپ اس طرح کرو کہ جس طرح ایک اُستاد کرتا تھا کہ اُس نے بچوں کو Spellings ' ہجے دیے کہ یاد کرو۔ ایک بچے نے کہا کہ میں نے یاد نہیں کیا کیونکہ مجھے ٹائم نہیں ملا' تو استاد نے کہا کہ کاپی میں جو لکھا ہوا ہے وہ دکھاؤ' تو اُس بچے نے سارے ہجے غلط لکھے ہوئے تھے۔ اُستاد نے کہا کہ اچھا کیا تم نے یاد نہیں کیا..... تو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی کوشش کا تو یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آپ یہاں تک پہنچ گئے ہیں' اب خدا کے لیے کوشش بند کر دو۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ جو دین کی تشریح کرتے رہے ہیں اُسی سے غلطی پیدا ہوئی ہے۔ اب آپ لوگ مہربانی کریں اور اللہ کے دین کو خود ہی چلنے دیں' آپ بس اللہ کے بندوں کی خدمت کرتے جائیں اور آپ اپنے آپ کو لوگوں کے لیے بے ضرر کر دیں یعنی لوگوں کے لیے نقصان دہ نہ بنیں اور اگر ہو سکتا ہے تو لوگوں کو فائدہ پہنچاتے جائیں۔ بس یہی دین کافی ہے۔ خدا کے لیے آپ تبلیغ نہ کرنا۔ یہ کوشش جو تبلیغ کی ہے آپ اس کو بند کر دو تو پھر اسلام خود بخود ہی چلتا جائے گا۔ اللہ خود ہی کہتا ہے کہ ہم اس کے محافظ ہیں' ہم خود ہی سب کر لیں گے۔ آپ بس مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اسلام اپنا محافظ خود آپ ہے' آپ نے اسلام کو نہیں بچانا ہے بلکہ اسلام نے آپ کو بچانا ہے۔ بس آپ یہ بات یاد رکھنا! آپ لوگوں کی طرف اچھے وقت کو لانے کی کوشش کرنے سے ہی تو یہ بُرا وقت آیا ہے۔ ہوا یہ ہے کہ آپ نے سب کو کہہ دیا ہے کہ سب

کوشش کرو' ایک جماعت ''الف'' کچھ اور کوشش کر رہی ہے ''ب'' اور کوشش کر رہی ہے' تیسری جماعت کچھ اور کوشش کر رہی ہے اور یہ ساری اسلامی جماعتیں ہیں۔ آپ لوگ بتاؤ کہ کیا یہاں پر کوئی کافرانہ جماعت ہے بلکہ ہم یہاں تک کہتے ہیں کہ کیا یہاں پر کوئی لارڈ کرشنا کی جماعت ہے' گرونانک کی جماعت ہے۔ نہیں! تو کافروں کی کوئی جماعت ہمارے پاس نہیں ہے' نہ سکھوں کی جماعت ہے اور نہ ہندوؤں کی جماعت ہے۔ ہمارے پاس کون سی جماعت ہے حدیث شریف والوں کی جماعت ہے اہلِ حدیث' اہلِ قرآن کی جماعت ہے' یہ اہلِ باطن کی ایک جماعت ہے' یہ اہلِ ظاہر کی ایک جماعت ہے' ایک جماعت اسلامی ہے اور ایک جمعیت العلمائے پاکستان' ایک جمعیت العلمائے اسلام..... ایک جمعیت التفریق بھی ہے جو مسلمانوں کو تفرقے میں ڈالتی ہے ۔ ملتِ وحدتِ اسلامیہ کی جماعت ہی کوئی نہیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی ایسی جماعتیں ہیں کہ حیرانی ہوتی ہے' ایک اور جماعت محافظِ پاکستان ہے' ایک جماعت تحفظ پاکستان ہے' ایک حفاظتِ پاکستان ہے' اور انہی لوگوں نے پاکستان کو غیر محفوظ کیا ہے۔ اللہ کرے کہ ساری سیاسی جماعتیں ختم ہو جائیں اور ایک مسلمان جماعت رہے' اور سچ بولنے کی عادت پڑ جائے' یہ اچھی جماعت ہو گی۔ بے ایمانی اندر سے نکال دو یہ اچھی بات ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ آپ اچھے لوگ ہو اور یہ بھی سچ ہے کہ آپ کے علاوہ بھی سچے لوگ ہیں مثلاً اگر کوئی مسلم لیگ میں ہے تو اُسے ایک بات ضرور سوچنی چاہیے کہ عین ممکن ہے کہ پیپلز پارٹی میں بھی کوئی نیک لوگ ہوں اور ایسا ہو سکتا ہے' وہاں بھی کچھ تہجد گزار لوگ نکل آئیں گے۔ کہتے ہیں کہ جی یہ وہاں کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ اس لیے ہے

کیونکہ آپ کا مزاج نہیں مانتا۔ اس لیے وہ جماعت ہونی چاہیے خیر اور شر کی' کہ خیر والے لوگ ایک جماعت میں ہوں اور شر والے لوگ دوسری جماعت ہوں۔ پھر مسئلہ ٹھیک ہو جائے گا۔

آخر میں سب کے لیے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اور اس ملک پر مہربانی فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

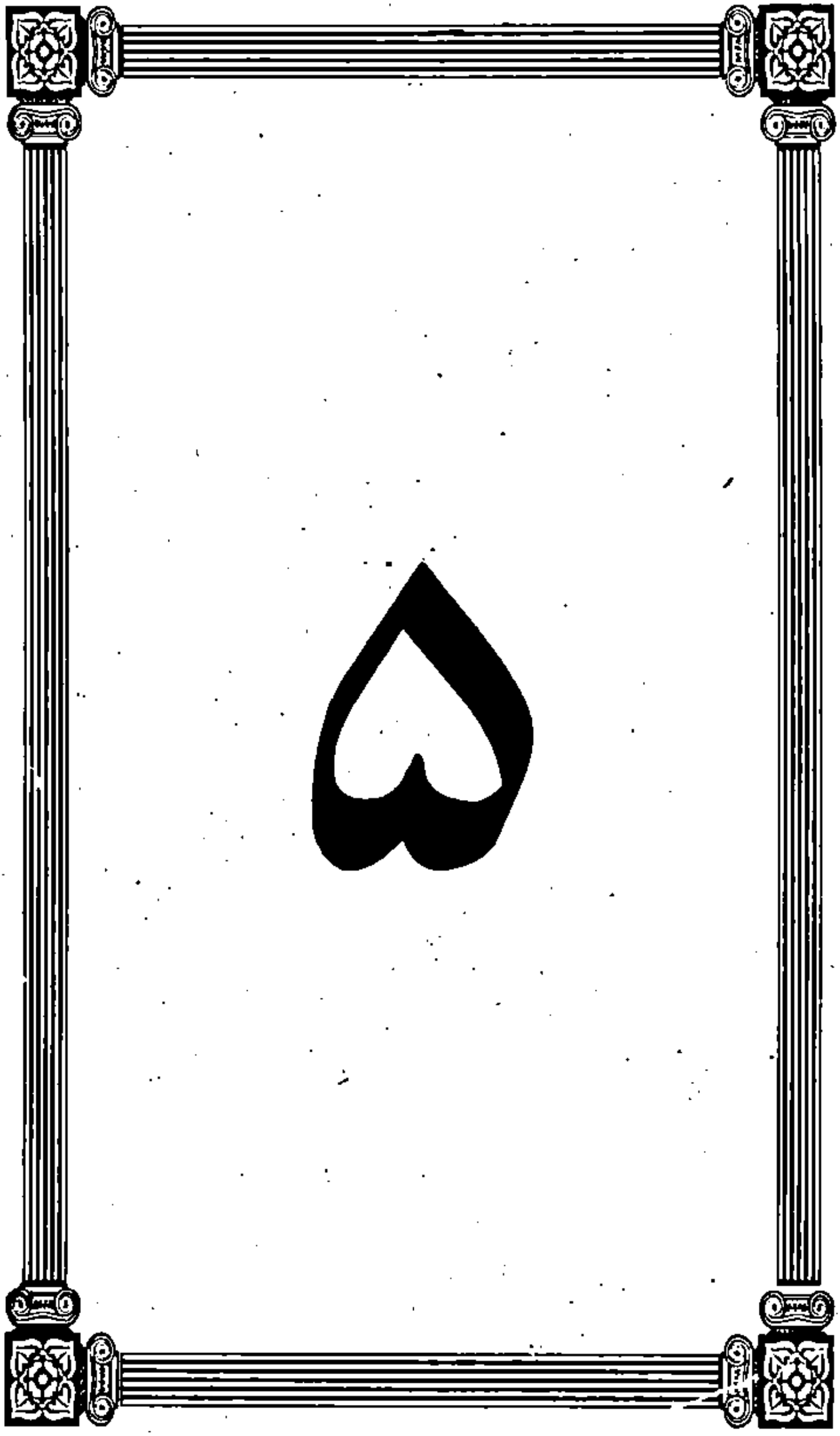

﴿۵﴾

لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور پر وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟

سوال:

لوگوں کے پاس ہر قسم کے وسائل ہوتے ہیں مگر روحانی طور وہ بہت کمی محسوس کرتے ہیں' ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب:

سوال دراصل یہ ہے کہ جب ہر چیز حاصل ہو جائے' ہر ارادہ پورا ہو جائے' ہر خواہش پوری ہو جائے' اور دنیاوی کمی بھی نہ رہے' تو اُس کے باوجود انسان کیوں Disturbed ہے' پریشان ہے یا یوں کہو کہ Spiritual Wilderness کیوں ہے' روحانی طور پر خلا کیوں پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے لیے مختصر جواب تو یہ ہے کہ ہر انسان' ہر دوسرے انسان کے لیے ہمیشہ دعا کرے۔

اک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں
ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا پابند کر رکھا ہے۔ پیدائش کا ایک مقررہ وقت ہے اور موت کا وقت بھی مقرر ہے۔ خوشی اُسی انسان کا مقدر اور غم بھی اُسی انسان کا مقدر ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ بڑا محفوظ بیٹھا ہوا ہے' صحت کے لحاظ سے' پیسے کے لحاظ سے' خواہش کے لحاظ سے اور وہ تمام دنیا سے بالکل الگ تھلگ محفوظ ہے۔ اب اُس آدمی کو تو محفوظ رہنا چاہیے مگر خدانخواستہ خبر آ جائے کہ اُس کا کوئی اور دوست کسی اور جگہ ہمیشہ کے لیے غیر محفوظ ہو گیا ہے' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ہو گیا ہے۔ اب غم جو ہے وہ اُس کے دروازے توڑ کے آ گیا۔ وہ جو محفوظ انسان تھا' اُس کا دروزاہ کس نے توڑ دیا؟ کسی اور غیر محفوظ دوست نے۔ اس طرح غم اُس کے گھر آ گیا اور پریشانی آ گئی۔ تو مطلب یہ ہے ایسی حالت سے بچنے کے لیے یا تو انسان سب سے غیر متعلق ہو جائے مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ پھر تو غم ایک رہ جائے گا اور وہ ہو گا اپنی موت کا۔ اصل میں اپنا غم جو ہے' یہ اپنا غم نہیں ہوتا بلکہ اپنا صدمہ جو ہے کسی اور کا حادثہ ہوتا ہے' تو اہم بات' Important بات یہ ہے۔ لہٰذا اپنا تو حادثہ کوئی نہیں ہے' کیونکہ جب تک ہم ہیں موت نہیں آ سکتی اور جب موت آ گئی ہم نہیں ہوں گے۔ پھر صدمہ کس بات کا۔ صدمہ تو اس بات کا ہوتا ہے کہ ہم رہ گئے اور وہ چلے گئے۔ تو جانے والا غم دے جاتا ہے اور جانے والے آپ کے علاوہ ہوتے ہیں۔ اس لیے انسان جو ہے کبھی محفوظ نہیں ہو سکتا۔ یہ پکی بات ہے۔ آپ محفوظ ہو سکتے ہیں لیکن آپ کے دوست' عزیز غیر محفوظ ہو جائیں گے اور چلتے چلتے کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ حادثہ ہو جائے گا اور جو آرام سے تھے' غمگین ہو گئے' اُداس ہو گئے۔ اگر آپ کی صحت قائم رہے تو یہ قائم رہنے کے باوجود غم آ گیا۔ ہر انسان چلتا چلتا جوان ہوتا گیا' جوان ہوتا گیا مگر اُس نے نوٹ نہیں کیا کہ ماں باپ بوڑھے ہو رہے ہیں۔ اور وہ اللہ سب کا مالک ہے' آخر ماں باپ کو رخصت ہونا پڑ گیا۔ اب وہ سایہ اُس کے سر سے اٹھ گیا' ماں' باپ کا صدمہ اُس کو دیکھنا پڑ گیا۔ اور یوں اندر سے انسان کھوکھلا ہو گیا۔ تو یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ہر شے محفوظ ہو گئی ہے' یہ ایسے نہیں ہے بلکہ زندگی Open to all hazards of Life آپ زندگی کے تمام خطرات کے رُوبرُو آ گئے اور خطرات کے رُوبرُو آنا پھر ایک حادثہ ہے' ایک الگ حادثہ ہے۔ کہتے ہیں He who lives many lives,

dies many deaths یعنی جو شخص بہت سی زندگیاں گزار رہا ہے وہ بہت سی اموات سے دوچار ہوگا۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ صبح میں اور ہوں اور شام کو میں اور ہوں' بلکہ میں قابلِ غور ہوں' اور پتہ نہیں میں کیا کچھ ہوں۔ وہ آدمی جتنی زندگیاں گزارے گا اُتنی ہی اموات سے گزرے گا۔ تو ایک دن میں دس زندگیاں گزارنے والا' ایک دن میں دس مرتبہ مرے گا' زندگی کو پھیلائیں گے تو غم بھی پھیلتا جائے گا۔ آپ زندگی کو جتنا حاصل کرتے جائیں گے اُتنی ہی جواب دہی بڑھ جائے گی۔ جواب دہی کا بڑھنا جو ہے یہ غم کا انتظار ہے اور اس طرح آپ جواب دہ ہوتے جائیں گے۔ اور پھر کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ نقصان ہو جائے گا۔ انسان کے لیے ایک اور بھی بات ہے' کہ انسان بنانے والے نے ایک بڑا پکا حکم دے دیا ہے کہ خبردار! نہیں آئے گا' نہیں ملے گا سکون' قلب کو' مگر میرے ذکر سے۔ اب جو تنہا رہنے والی بات تھی وہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھی کہ وہ تنہا 'مخفی' گنجینہ' خزینہ' اپنی ذات میں یکتا تھا۔ اب اُس کے بعد پھر انسان آیا' انسان تنہا رہ نہیں سکتا' اور یہ صدمات سے بچ نہیں سکتا اور جب تک اللہ کو یاد نہ کرے گا' اس کو چین نہیں آسکے گا۔ تو دولت جو ہے یہ چین نہیں دیتی۔ دولت کا تماشا عجیب ہے' خرچ کرو تو اس کی افادیت ہے' اگر خرچ نہ کرو تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ پھر دولت پڑی ہوتی ہے بینک میں۔ صرف نام تمہارا ہوتا ہے' اور تو کوئی بات نہیں' تو جو چیز افادیت نہیں دے سکتی وہ پھر تمہارے کس کام کی۔ اس طرح وہ بھی پریشان ہو گیا اور تم بھی پریشان ہو گئے۔ اگر گاڑی چل رہی ہے تب تک تو تمہاری ہے اور گاڑی بند ہو جائے' شام کا وقت ہو' تیل ہی بند ہو گیا تو اب گاڑی تمہاری بیکار ہو گئی۔ تو اس لیے زیادہ حاصل کرنے والا انسان زیادہ محرومیوں کا

شکار ہوتا ہے۔ دولت میں جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی دولت کی ہوس بڑھتی ہے۔ ایسا بندہ بھی میں نے دیکھا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ کا دیا سب کچھ ہے' آج تو میں دکان بند کرنے لگا ہوں۔ کیوں بند کرنے لگے ہو؟ کہتا ہے دس روپے مل گئے میری شام گزر جائے گی' یہ کافی ہے۔ تو انہوں نے دکان اپنی بڑھا دی۔ اور دوسرا روتا ہے کہ آج جو ہے اچھا بھلا نفع ہو سکتا تھا مگر نفع نہیں ہوا' ڈیڑھ دو ہزار روپے کا Loss ہو گیا' نقصان ہو گیا۔ کیسا نقصان؟ نفع نہ ملنا نقصان ہے' Loss ہے۔ تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کا نسخہ میں آپ کو بتاتا ہوں' آپ کسی ایک انسان کے ساتھ وابستگی اور محبت پیدا کر لو' پھر موت کا ڈر اور پریشانی کا ڈر ختم ہو جائے گا۔ زندگی کے ساتھ وابستگی دراصل زندہ کے ساتھ وابستگی ہے۔ بلکہ میں آپ کو یہ کہوں گا کہ خدا کے ساتھ وابستگی جو ہے جو خدا کی دی ہوئی زندگی کے ساتھ وابستگی ہے اور زندگی سے وابستگی کسی زندہ کے ساتھ وابستگی ہے۔ جب تک آپ وابستہ ہیں آپ خوف سے مُبرّا ہیں' یہ پکی بات یاد رکھنا! جب تک آپ وابستہ ہیں آپ خوف سے آزاد ہیں۔ خوف اُس وقت آئے گا جب تم اپنی ذات میں آؤ گے۔ اگر آپ کسی اور کی ذات میں گم ہیں تو موت آتی رہے' جاتی رہے' آپ کو پرواہ نہیں ہو گی۔ ایسا شخص پوچھتا ہے کہ آپ کا نام کیا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا نام تو عزرائیل ہے اور تیرا کیا نام ہے؟ کہتا ہے میرا نام محبوب ہے۔ اُس شخص کو موت کی کوئی پرواہ نہیں کیونکہ موت اپنے محبوب کی یاد میں جینا اور اس کی یاد میں مرنا ہے۔ پھر غم کس بات کا' یہاں ہیں تو بیٹوں کے ساتھ' وہاں ہوں گے تو ماں باپ کے پاس۔ پھر ڈر ہے کوئی؟ کوئی ڈر نہیں۔ تو روحانی وابستگی دراصل انسان کے ساتھ وابستگی ہے۔ آپ گنتی کی دو چار باتیں اور یہ فارمولا یاد کر لینا کہ

یہاں آنا ہے' اور پھر چلے جانا ہے' اور زندگی کے اندر آپ نے کچھ کام کرنے ہیں' کسی انسان کا دل پریشان نہ کرنا' کسی انسان سے محبت کرنا' عقیدت رکھنا' خالق کا احترام کرنا اور بندگی کی حد میں داخل ہو جانا۔ جب بندگی میں داخل ہو گئے تو Life Eternal ہو جائے گی' زندگی لازوال ہو جائے گی۔ پھر آپ جاگنے والوں میں داخل ہو جائیں گے' شب بیداری والوں میں سے ہوں گے' Life پھر Eternal ہو جائے گی' ایسی زندگی کو کوئی زوال نہیں ہوتا۔ موت اُن لوگوں کو ڈرا نہیں سکتی جو لوگ آدھی رات کو جاگتے ہیں ۔

موت کیا ہے حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب

تو ایک بات تو آپ یہ کریں کہ پیسے کو افادیت میں لائیں' دوستوں کا احترام کریں' جب تک منظر دیکھ رہے ہیں اپنی آنکھوں کا شکر ادا کریں' جب تک آپ اس کائنات میں ہیں اللہ کا شکر ادا کریں۔ تو پہلا کام ہے شکر ادا کرنا۔ پھر اپنی دوسری یادوں کی دنیا میں آپ رہیں اور اپنی یادیں آپ خود آباد کریں۔ جب آپ کے اندر پیسہ پرستی آ گئی تو پھر خوف پیدا ہو گا۔ خوف لالچ سے ہوتا ہے' لوبھ' لالچ نہ ہو تو خوف نہیں ہوتا۔ آپ لوبھ کو نکال دو تو خوف نکل جائے گا۔ تو یہ جو پیسہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک سزا میں رکھا ہوا ہے کہ آپ یہ دیکھو کہ What ultimately you arrive at آپ یہاں تک پہنچ گئے کہ اب پیسہ ہے مگر یہ جاندار نہیں ہے۔ بے جان چیز ہاتھ میں ہے' اور جان بنانے والے پیچھے رہ گئے' جاندار آپ کے ہاتھ سے نکل گئے اور بے جان پیسے تیرے پاس اکٹھے ہو گئے۔ کہتا ہے اب یہ پیسے کھاؤ مگر اس کو کھا نہیں سکتے' اب تمہارے کھانے کی عمر تھوڑی

ہے' یہاں رہنے کی عمر تھوڑی ہے' احساس کی عمر تھوڑی ہے بلکہ ہر شے تھوڑی ہے۔ یعنی اب انسان کی عمر زیادہ ہے' احساس کی عمر کم ہے اور یادوں کی عمر کم ہے۔ علم کا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ علم کیا ہے؟ یادداشت! اگر قوتِ حافظہ ختم ہو جائے تو علم ختم ہو جاتا ہے۔ اب آپ کہتے ہیں کہ وہ کیا نام تھا' وہ کیا تھا..... آپ کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا تھا۔ اب آپ ہر شے بھول گئے ہیں۔ تو یادداشت جو ہے یہ عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جو ہے وہ یہی ہے کہ آپ اُسے یاد کرتے جاؤ۔ یاد کا زمانہ ہوتا ہے' محبت کا دور ہوتا ہے اور احساس کے اپنے زمانے ہوتے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ آپ بے حس ہو جائیں گے۔ مثلاً آج خبر پڑھی ہے کہ وہاں پچیس بندے مر گئے ہیں' کہتا ہے ٹھیک ہے کل چالیس مر گئے تھے' بس حادثے ہی حادثے ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ کوئی احساس نہیں ہو رہا۔ تو انسان نے محسوس کرنا اس لیے چھوڑ دیا کیونکہ اُسے اُن چیزوں سے محبت ہو گئی جن میں احساس نہیں ہے۔ محسوس کرنا اس لیے چھوڑا ہے کہ اس کی محبت اب اُن چیزوں سے ہو گئی ہے جن چیزوں میں احساس نہیں ہے' جان نہیں ہے۔ اس کا خلاصہ کیا ہے؟ اگر جاندار سے محبت کرو گے تو جان میں رہو گے اور بے جان سے محبت کرو گے تو بے جان ہو جاؤ گے' فانی سے محبت کرو گے تو فنا ہو جاؤ گے اور باقی سے محبت کرو گے تو بقا والے ہو جاؤ گے۔ اب آپ اپنے محبوب کو تلاش کریں اور اگر محبوب باقی رہنے والا ہے تو آپ باقی رہ جائیں گے۔ تو جس کی یاد ہمیشہ ہے اُس کو یاد کرنے والا بھی ہمیشہ ہو گا۔ تو وہ ایک ذات ہے' اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' جو Eternal ہے' لازوال ہے' آپ اُس کو یاد کرتے جاؤ' اس سے محبت کرتے جاؤ تو پھر دنیا کا سارا خوف ختم ہو جائے گا۔ تو یہ بڑی آسان سی بات ہے۔ اس کو کہتے

ہیں کہ یہ عافیت کا زمانہ ہے' اس میں عافیت ہے۔ اس میں خطرہ نہیں ہے' اور معتوب زمانے وہ ہوتے ہیں جب آپ کے ہاں پیسہ ہو اور سکون نہ ہو۔ جب آپ کے پاس مال کی فراوانی ہو' یہ ہم Affluence کی بات کر رہے ہیں' Affluence ہو اور سکون نہ ہو۔ Affluence 'فراوانیٔ مال جو ہے یہ بیرونی Affluence نہیں ہوتی بلکہ Affluence یہ ہوتی ہے کہ ذہن رسا ہو' خیال بلند ہو' نگاہ بلند ہو' دلنوازی ہو' اللہ تعالیٰ کا قرب ہو' زندگی کو جاننا آتا ہو' اور زندگی میں حاصل کرنے کا پتہ ہو کہ آپ کیا حاصل کر رہے ہیں اور ایثار کا پتہ ہو' ایثار کا معنیٰ قربانی' تو قربانی کا پتہ ہو کہ کیا دینا ہے۔ بس جس نے قربانی کو سیکھ لیا وہ آدمی سکون پا گیا' اس کو پتہ ہوتا ہے کہ بس دینا ہے۔ آپ جو کچھ حاصل کر رہے ہیں اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے' آپ اُسے چھوڑ دیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ ہر چیز چھن جاتی ہے۔ لوگ بڑے ظالم ہوتے ہیں' کہتے ہیں یہ مر گیا' اب یہ بھی نکالو' انگوٹھی بھی اتار لو' کہتے ہیں اب یہ میت ہو گیا یعنی نام بھی چھین لیا' اللہ تعالیٰ نے کہا جب جنازہ پڑھتے ہو تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ اس مسٹر So and so کو بخش دے بلکہ جنازہ میں اس شخص کا نام میت ہوتا ہے' تو نام بھی گیا۔ اور آگے پتہ نہیں کون سی دنیا میں جانا ہے۔ اس لیے آپ ذرا اس بات کا خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ لوگ پریشان ہیں کیونکہ یہ سوچتے نہیں ہیں۔ تھوڑا سا پچھلے دور کو یاد کرو کہ تم سے پہلے بھی کئی لوگ یہاں سے گزرے' یہاں سے بہت لوگ گزرے' تم سے پہلے بھی یہ آشیانہ آباد ہوا' دنیا سو بار آباد ہوئی' سو بار برباد ہوئی' اور ایسا دور آتا رہا۔ کبھی آپ کو نگاہ مل جائے اور آپ کے سامنے سب کچھ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ یہ زمین جس کے اوپر آپ بیٹھے ہوئے ہیں یہ انسانی ہڈیوں

کے ڈھانچوں سے بھری پڑی ہے۔ تو بڑی بڑی دنیا آئی اور چلی گئی' ظلِ سبحانی' اور آنجہانی سارے آئے اور چلے گئے' .....بس یہاں کوئی شے نہیں رہے گی۔ ہر شے فانی ہے اور آگے چلتی جارہی ہے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام تو باقی رہنے والی ذات تیرے رب کا چہرہ ہے' جو مالک ہے' وہ رہ جائے گا۔ ثبوت؟ آپ آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ اللہ کا نام اور اللہ کے حبیب کا نام آج بھی ہر اذان میں بلند ہے' اور بلند ہوتا جارہا ہے اور یہ ہمیشہ چلتا جائے گا' ہمیشہ ہی رہے گا۔ آپ خانقاہوں کو دیکھو' ہمیشہ رہتی چلی جائیں گی۔ تو جوان سے وابستہ ہیں' وہ نام بھی ہمیشہ چلتے جائیں گے۔ اگر آپ Eternal کو' لافانی کو صبح شام یاد رکھو تو تم ہمیشہ رہ جاؤ گے۔ روحانی تشنگی جو آپ میں ہے' یہ اس لیے ہے کہ آپ محبت سے محروم ہیں۔ تو جو شخص محبت سے محروم ہو گیا' وہ شخص روحانی تشنگی میں مبتلا ہو گیا اور محبت جو ہے اس کے بارے میں آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں' آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی زندگی میں حاصل زیادہ ہے یا قربانی زیادہ ہے؟ جس کا جواب یہ ہے کہ حاصل زیادہ ہے تو وہ محروم ہو گیا' پریشان ہو گیا۔ یا یوں سمجھیں کہ یہ دنیا ہے' آپ اس میں داخل ہوئے ہیں' اب آپ اس میں سے اپنے لیے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا دنیا کو اپنے حصے میں سے کچھ دینا چاہتے ہیں۔ اس دنیا کو شاعر نے شعر دیا' گانے والوں نے گانا دیا' محبت والوں نے محبت دی' گل کاریاں کرنے والوں نے گل کاریاں کیں۔ تو سب نے Contribute کیا' کچھ نہ کچھ دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا سے صرف حاصل کرو اور اپنا سودا بیچو۔ یہ بات غلط ہے۔ اس لیے اُن کا سکون برباد ہوا۔ تو آپ لوگ صرف ایک چیز سے محبت شروع کر دو یعنی ایک انسان سے محبت کرنا

شروع کر دیں' خلوص کے ساتھ' Sincerity کے ساتھ' بس پھر آپ کے اوپر سے سب پریشانیاں دور ہو جائیں گی' تو کسی کی یاد جو ہے یہ آج کی دنیا کی روحانی تشنگی کا علاج ہے مگر آپ لوگوں نے تو یادوں کا ڈیپارٹمنٹ ہی خالی کر دیا ہے اور آپ ملتے ہیں نقلی چہروں کے ساتھ' ''السلام علیکم آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے'' وہی بات آپ سے دوسروں نے بھی کہہ دی اور پھر آپ نے دوسروں سے کہہ دی۔ بس ایک رواج بنا لیا ہے۔ آپ رسمی' رواجی محبت سے باز آ جاؤ اور اصلی محبت شروع کر دو' اور اللہ تعالیٰ کی عبادت' سچے اللہ کی سچے دل سے عبادت شروع کر دو۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ اگر آپ کا ایک سجدہ صداقت کے ساتھ ہو جائے تو آپ کی زندگی دس مرتبہ فلاح پا جائے گی۔ ایک بار' وہ ایک سجدہ کر کے تو دیکھو جو ایک سجدہ خلوص کے ساتھ ہو۔ سجدے کا مطلب یہ ہے کہ ''میرے اللہ! میں دنیا سے اُکتا گیا' تھک گیا' اب میں تیرے دربار میں گر گیا' مجھے معافی دے دو' ایک بار آپ اُس کے ہاں جھک جاؤ تو آپ کے سارے پرابلم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حل ہو جائیں گے۔ یا کبھی یوں سوچو کہ جب آپ اللہ کے پاس پہنچے ہوئے ہوں تو اگر آپ کو وہاں اللہ سے کچھ تقاضے کرنے ہیں' کچھ لینے کے لیے آپ آئے ہیں اور کچھ دعا مانگنی ہے تو سمجھو کہ ابھی آپ مکمل نہیں ہیں۔ جب جلوہ ہی مل گیا تو پھر آپ نے اور کیا مانگنا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہتے ہیں کہ اللہ' اللہ' اللہ..... جب اللہ کہتا ہے کہ آ گیا ہوں' بولو کیا چاہیے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ چیز چاہیے' ترقی چاہیے' پیسہ چاہیے..... یہ سارے ہی غیر اللہ ہیں۔ آپ اللہ سے اللہ ہی مانگو۔ اگر آپ اللہ سے صرف اللہ ہی مانگو تو پھر آپ آسودہ حال ہو گئے' خوش حال ہو گئے۔ تو مالک پر بھروسہ پرابلم کا علاج ہے۔ تم

کارساز تو نہیں ہو سکتے' کارساز تم اُس وقت ہوتے کہ اگر تم سے پوچھ کر تمہیں زندگی ملتی' تم سے پوچھ کر ماں باپ تمہیں ملتے' اور تم سے پوچھ کے ماں باپ جدا ہوتے۔ تم سے پوچھا نہیں گیا اور تمہیں یہاں بھیج دیا گیا' اور یہاں پر تم خود کو مالک سمجھتے ہو' سمجھ دار بنتے ہو حالانکہ ماں باپ جانے کی تیاری کر رہے ہوتے ہیں' جا رہے ہوتے ہیں اور پھر تم جب خود کو قائم سمجھتے ہو تو تمہاری تیاری شروع ہو جاتی ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو' جو کچھ تم دانا مرد یہاں پر خزانے بناتے ہو وہ سارے اپنی نادان اولاد کے حوالے کر جاتے ہو۔ نادان تو ہوتا ہی نادان ہے' ہوئے جو بچے۔ زندگی میں ان بچوں سے خائف رہتے ہو اور انہیں کچھ نہیں دیتے حالانکہ وہی وارث ہیں آپ کے' مال کے' اور باقی واقعات کے۔ تو یہاں سے پریشانیاں ہوتی ہیں۔ آپ خود کو پریشان کر رہے ہیں۔ اس لیے لوگ جو ہیں زیادہ پریشان ہیں' مثلاً کہتے ہیں کہ میں بڑا Busy ہوں' مصروف ہوں' پتہ ہے یہ ہوتا کیا ہے؟ ضمیر کی آواز سے بچنے کا ایک طریقہ ہے۔ جب آپ تنہا بیٹھتے ہیں تو ضمیر بولتا ہے کہ کیا کر رہے ہو؟ یہ کہاں سے آواز آ رہی ہے؟ یہ ضمیر ہے! تو وہ کہتا ہے کہ ضمیر کو کیسے روکیں' کیا کریں۔ اچھا اُس جگہ سے ذرا فلم دیکھ آئیں۔ اب جہاں ضمیر کے کھٹکھٹانے کا وقت آئے وہاں آپ کچھ اور کر دیتے ہیں' ٹیلی فون کر لیتے ہیں۔ فٹافٹ پروگرام بناتے ہیں کہ چلو کہیں Hiking پر' پہاڑ پر چلو۔ یہ جو پروگرام ہے کہ زندگی کے لیے یہ کر لو وہ کر لو' Activity کر لو' ہنگامے کر لو' Hiking کر لو' یہ سارے کے سارے اپنے آپ سے بچنے کے طریقے ہیں۔ مگر ضمیر آپ کو دبوچ لے گا' کہیں نہ کہیں' کسی نہ کسی جگہ پر' کہ ٹھہر! رُک جا! اب بول! اب وہ دوسرا وقت آ گیا۔ آپ کہیں گے کون سا وقت آ گیا؟ وہ کہے گا اب

میری بات سننے کا وقت نہیں ہے بلکہ اب جانے کا وقت ہے۔ کچھ ملاح آپس میں بحری جہاز کے اوپر بیٹھے ہوئے جھگڑا کر رہے تھے' کوئی لینا دینا تھا' جو اکھیل رہے تھے' چند Pennies' چند پیسوں پر جھگڑا ہو رہا تھا' نیچے سے ایک ملاح آیا اور کہتا ہے تم جھگڑا کر رہے ہو اور نیچے سے جہاز غرق ہو رہا ہے کیونکہ اندر پانی آ گیا ہے۔ آپ لوگ بھی اوپر سے جھگڑا کر رہے ہوتے ہیں اور اندر سے پانی آ جاتا ہے۔ جہاز جو ہے وہ اندر سے غرق ہو جاتا ہے اور آپ جھگڑا کر رہے ہوتے ہیں' لینا دینا' یہ تیرا گھر' یہ میرا گھر اور تھوڑی دیر بعد پتہ ہے وہ کیا کہتا ہے؟ یہ تیری قبر' یہ میری قبر۔ یہ کل کائنات ہے کہ یہ تیرا گھر' یہ میرا گھر' یہ تیرا سرمایہ ہے یہ میرا سرمایہ ہے' یہ تم ہو' یہ میں ہوں' اور کچھ دیر کے بعد؟ نہ ہم ہیں نہ تم ہو۔ سب فسانہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس بات پہ سوچا کرو' ماضی دیکھو اور مستقبل دیکھو' پیغمبروں کے واقعات دیکھو' سب آئے اور تشریف لے گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ بڑا غور کرنا چاہیے کہ پھر ہم نے کب تک رہنا ہے۔ اگر موت کی یاد نہیں رہے گی تو مالک کی پہچان نہیں رہے گی اور دولت سے محبت کا سنو' اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ ناممکن بات ہے کہ جو شخص دنیا اور دولت سے محبت کرے وہ سکون پا جائے۔ کیونکہ اُس میں سکون نہیں ہے۔ دولت میں افادیت ہے' سکون نہیں ہے۔ تو افادیت والی چیز اور ہے' سکون والی اور ہے۔ آپ سکون والے واقعات کو دیکھو' جلا پاؤ' روشنی دیکھو' تنہائی میں اپنے آپ کو دیکھو اور اپنے آپ سے کلام کیا کرو' غور کیا کرو' کہ تم کون ہو' تم کہاں سے آئے ہو' کیوں آئے ہو' کب تک رہنا ہے' کہاں جا رہے ہو' کیا کرنے کے لیے آئے تھے اور جو کر رہے ہو کیا اس کے علاوہ بھی کوئی کام ہے کہ نہیں ہے؟ اور ارد گرد دنیا کو دیکھو کہ یہ کیا ہے جو نظر آ رہا ہے؟

منظر کیا نظر آ رہا ہے؟ تو پھر آپ کو کچھ سمجھ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡض دنیا میں سیر کرو تو آپ سیر ضرور کرو۔ فَانۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُکَذِّبِیۡن اور پھر دیکھو کہ جھوٹوں کی عاقبت کیا ہوئی۔ جب تم جھوٹوں کی عاقبت کو دیکھ لو گے تو تمہاری اپنی عاقبت Clear' واضح ہو جائے گی۔ اس لیے اس بات پہ ذرا غور کرنا چاہیے کہ دنیا کے اندر کیوں اتنی پریشانی ہے' انسان کیوں بھٹک رہا ہے' کیوں بھاگا جا رہا ہے' بھاگا جا رہا ہے..... ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ بم پھٹنے والا ہے' سب بھاگو! تو سب بھاگ رہے تھے۔ ایک درویش نے ایک آدمی کو پکڑ لیا اور پوچھا کہ کدھر جا رہے ہو؟ کہتا ہے بم پھٹنے والا ہے' میں اِس لیے بھاگ رہا ہوں۔ اُس درویش نے کہا بات سنو' اب ٹھہر جاؤ' بم تیرے اندر ہے' یہ بم جو ہے تیرے ساتھ چل رہا ہے' یہ باہر سے حملہ نہیں ہو رہا بلکہ حملہ اندر سے ہو رہا ہے..... جب حملہ اندر سے ہو رہا ہے تو خاموش ہو جاؤ۔ جب حملہ اندر سے ہو گا تو تیرے سانس کی دیوار اندر سے گرے گی' سانس کی ڈوری کٹ جائے گا' تیرے قواء اندر سے باغی ہو جائیں گے اور پھر ہر چیز مفلوج ہو جائے گی..... باہر سے کوئی حملہ نہیں کرتا بلکہ حملہ اندر سے ہوتا ہے۔ اسی لیے بم کدھر ہے؟ بم اندر سے پھٹے گا' دیوار اندر سے گرے گی اور تم اندر سے مر جاؤ گے۔ کسی نے پوچھا موت کی شکل کیسی ہوتی ہے؟ کہتا ہے موت کی شکل وہ ہے جو تیری شکل ہے' تُو نے ہی اس شکل میں موت بننا ہے۔ تو اس بات پہ ذرا غور کرو' پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو Affluence' فراوانیٔ مال جو ہے یہ دھوکا ہے' کھانے پینے کے علاوہ جو دولت ہے دھوکا ہے استعمال کے علاوہ جو دولت ہے دھوکا ہے۔ یہ صرف اپنے آپ کو مصروف رکھنے کا بہانہ ہے۔ اصل یہ بات ہے کہ انسان کی محبت انسان

پ کے ساتھ ہو' انسان' انسان کو پہچانے اور محبت کرے۔ پھر آپ کو سب بات سمجھ آ جائے گی۔ دنیا آج اس لیے پریشان ہے' دنیا جو ہے آج بھاگی جا رہی ہے' بھاگی جا رہی ہے کیونکہ آگے آگے اُس کو لوبھ بھگا رہا ہے اور پیچھے پیچھے خوف آ رہا ہے۔ تو یہ دو چیزیں آ رہی ہیں۔ لالچ اُس کے آگے ہے اور خوف پیچھے ہے۔ وہ لالچ میں بھاگتا ہے اور کہتا ہے حاصل کر لو' جیسے کوئی کٹی ہوئی پتنگ جا رہی ہے اور وہ اُس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اور پیچھے دیکھتا ہے تو خوف ہی خوف ہے' خوف ہی خوف ہے۔ اس لیے وہ بیٹھ نہیں سکتا' اپنے آپ کو Face نہیں کر سکتا' خود کا سامنا نہیں کر سکتا' آج کا انسان بے شمار Multiplicity میں مبتلا ہے' اس نے اپنی زندگی کو کثیر المقاصد بنا لیا ہے اور اس نے بے شمار خواہشیں رکھی ہوئی ہیں' کہتا ہے میں نے وہاں بھی جانا ہے اور یہاں بھی بیٹھنا ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ تھوڑی دیر کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ہی کام کر سکتا ہے' ایک کام کہ وہ مر گیا۔ کہتا ہے وہاں بھی جانا ہے اور یہاں بھی رہنا ہے' یہ بڑا مشکل کام ہے' ہم نے سارے قاعدے اختیار کرنے ہیں۔ آخر میں کہتا ہے کہ ایک' صرف ایک کام کر سکتا ہوں۔ معمولی سی بات دیکھو کہ شادی جو ہے جہاں مرضی چاہو آپ کر سکتے ہو لیکن مجبوری یہ ہے کہ شادی صرف ایک جگہ کر سکتے ہو۔ باقی کے سارے جو ہیں وہ دھوکا ہے' اصل میں ایک ہی شادی ہو گی جو تمہارے لیے ثواب ہو گا یا عذاب ہو گا۔ تو اصل میں ایک ہی شادی ہے اور یہ ہے تمہارے پاس کل چائس۔ Choices کا نظر آنا دھوکا ہے۔ تقدیر کیا ہے؟ ایک Choice میں' ایک انتخاب میں داخل ہو جانا اور وہ آپ کا Final انتخاب ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچانو کہ تمہاری دانائی نے تمہیں خوشی نہ دی۔ تو دانائی کا پھر کیا بھروسہ کیونکہ دانائی کام نہ آئی۔

اب یہ نہ کہنا کہ ہم دانا ہیں اور دانا کہلانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس سے اگر پوچھو کہ اپنی دانائی سے آپ خوش ہو گئے ہیں تو وہ کہتا ہے خوش نہیں ہوئے۔ پھر ایسی دانائی کا کیا کرنا۔ ایک آدمی صحرا میں جا رہا تھا' کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک اونٹ کے اوپر' ایک طرف گندم کی بوری لادی اور دوسری طرف ریت لادی اور صحرا میں جا رہا ہے گاتا گاتا ہوا۔ آگے ایک دانا انسان ملا۔ اس نے کہا بھائی یہ کیا ہے؟ کہتا ہے ادھر بوری ہے گندم کی اور ادھر ریت کی۔ کہتا ہے گندم تو کام آئے گی مگر صحرا کے اندر تو ریت کیوں لے جا رہا ہے۔ اس نے کہا دونوں بوریوں سے Balance کر رہا ہوں' توازن بنا رہا ہوں۔ تو دانا آدمی کہتا ہے تُو یہ کیوں نہیں کرتا کہ گندم کو آدھا اِدھر کر لے اور آدھا اُدھر کر لے۔ یہ سن کر اونٹ والا کہتا ہے کہ آپ تو دانا ہیں' کیا خوب صورت بات ہے' یہ بات مجھے کسی نے سمجھائی ہی نہیں' یہ تو بتاؤ آپ کون ہیں' کوئی تعارف کراؤ' کہتا ہے میں بس عام انسان ہوں' ''آپ بادشاہ کے وزیر ہو؟'' ''نہیں'' ''قاضی ہو؟'' ''نہیں'' ''کوئی فلسفی یا کوئی اور مرتبہ''؟ ''کوئی مرتبہ نہیں ہے'' ''دولت مند ہو؟'' ''دولت مند بھی نہیں' میں تو روٹی کا بھی محتاج ہوں'' تو وہ بولا ''تیری دانائی سے میری نادانی اچھی'' اُس دانائی سے بہتر ہے میری یہ نادانی کہ میں گندم کی بوری لے جاؤں یا ریت کی بھی ساتھ لے جاؤں۔ میرے پاس کھانے کو تو ہے.....'' تو وہ دانائی بھی کیسی جو کہ تیرے کام نہ آئی۔ حدیث شریف میں ہے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اُس علم سے جو مجھے نفع نہ دے' تمہاری دنیا کا علم جو ہے وہ تمہیں نفع نہیں دیتا اِدھر اُدھر لوگ کمپیوٹرائز کر رہے ہیں ساری کائنات کو' دوڑتے بھاگتے جا رہے ہیں' یہ سیارہ وہ سیارہ' کیا سے کیا کرتے ہیں' کہاں سے کہاں جاتے ہیں' چاند

گاڑی کو ٹھیک کر لیا..... مگر موت کو ٹھیک کر کے دکھاؤ' اولاد کو ٹھیک کر کے دکھاؤ۔ کہتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہوتا تمہارا بچہ؟ کہتا ہے یہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ تنکے کو ٹھیک کر لو جو آنکھ میں پڑ گیا' کہتا ہے میں کیا کروں وہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ جب تمہاری اوقات اتنی ہے کہ تنکا آنکھ میں پڑ جائے تو تم علاج نہیں کر سکتے' تو ستاروں کا کیا علاج کرتے پھرتے ہو۔

پتھر پوجے' پتھری پوجے' پوجے بڑے پہاڑ
گھر کی چاکی کوئی نہ پوجے جس کا پیس کھائے سنسار

تو جن سے تیری وابستگی ہے اُن کو دیکھو' تم خوشیاں جو ہے بیرونی طور پر اختیار کرتے ہو مگر خوشی جو ہے قریب میں ہے' اندر میں ہے اور خوشی تیرا ہی نام ہے۔ بس! تو خوشی کیا ہے؟ صرف تیرا ہی نام ہے۔ تم خوش تو زمانہ خوش اور تُو مر گیا تو قیامت آ گئی۔ کسی اور قیامت کا انتظار نہ کرو۔ تو قیامت اس کو کہتے ہیں۔ اگر ایک دور بدل جائے اور دوسرا دور نہ آئے تو یہ بھی قیامت ہے۔ تو قیامت کیا ہوتی ہے؟ ایک دور بدل گیا اور دوسرا دور آیا نہیں ہے' یعنی کہ اس کے لیے زمانہ چھوڑ دیا مگر توقع پوری نہیں ہوئی ہے۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ بھی قیامت ہے۔

قیامت کس طرح آئی اسے کوئی نہیں سمجھا
شبِ تاریک رخصت ہو چکی سورج نہیں نکلا

تو آپ لوگ یہ کام کرو کہ دو بھائی آپس میں دوست بن جاؤ اور تین بندے مل کے رہنا شروع کر دو۔

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

تم محبت کے ساتھ اور اخلاص کے ساتھ رہو۔ جس دن تم نے خلوص دریافت کر لیا

اُس دن تم ہر فکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ جس دن تم نے کسی کو خلوص دے دیا' اُس دن تم ہر ڈر سے آزاد ہو گئے۔ تم لوگوں کے جنازے دیکھتے ہو' جس دن تم نے اپنی قبر دیکھ لی' اپنا جنازہ دیکھ لیا' پھر تم آزاد ہو گئے۔ اب تو یہ ہے کہ تم جنازے پہ جاتے ہو اور جھگڑا کر کے واپس آ جاتے ہو' جھگڑا کرتے رہتے ہو۔ مگر اپنا جنازہ بھی دیکھو اور لوگوں کا بھی دیکھو تو اُس دن آپ مکمل آزاد ہو جائیں گے۔ تو اس طرح آزاد ہونا چاہیے۔ پیسہ جو ہے رکھنا صحیح ہے لیکن اس سے محبت کرنا غلط ہے۔ آپ غور سے دیکھو کہ آپ کی محبت کے ڈیپارٹمنٹ کے اندر کون ہے' اگر وہ حقیقت ہے تو آپ آزاد ہو گئے' خدا ہے تو آپ بچ گئے اور اگر کوئی اور چیز ہے جو فالتو ہے تو آپ کی بات ختم ہو گئی۔ یہ بہت آسان بات ہے اور آپ لوگ اس پہ غور کریں' آپ لوگ یاد رکھیں کہ انسانوں کی دنیا انسانوں کے ساتھ ہے بلکہ کچھ لوگ تو یہ کہتے ہیں انسانوں ہی میں اللہ کا جلوہ نظر آئے گا۔ اور کوئی اللہ والا جب اللہ کا سفر کرتا ہے' اللہ کی طرف جاتا ہے تو پہنچتا پھر انسان کے پاس ہے۔ کہتا ہے میں اللہ کو تلاش کرنے جا رہا تھا تو شیخ نے کہا کہ آ جا یہاں بیٹھ جا۔ میں نے کہا میں تو اللہ کے پاس جا رہا ہوں' اللہ کو تلاش کر رہا ہوں۔ انہوں نے کہا بیٹھو ادھر' بتاتے ہیں آپ کو' مگر تُو اللہ کو کیوں تلاش کرتا ہے' اللہ جو کام کرتا ہے پہلے وہ تو دیکھ ''کیا کام کرتا ہے''؟ ''تیرے جیسے بندے پیدا کرتا ہے' اللہ کا Chief کام یہی ہے کہ وہ بندے پیدا کرتا ہے۔ اللہ کی دنیا کو دیکھ' پھر تجھے سمجھ آئے گی کہ اللہ کیا ہے''۔ تو اللہ کی محبت کس سے ہے؟ انسان سے ہے اور انسانوں میں سب سے کامل انسان کے ساتھ ہے۔ اللہ کے محبوبؐ کے ساتھ ہے۔ اللہ اپنے محبوبؐ سے محبت کرتا ہے' تم بھی اُسی محبوبؐ سے محبت کرو تو تم اللہ کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ یعنی کہ مقرب

ہونے کے لیے اللہ کے مقرب کے قریب ہو جاؤ۔ مقرب بننے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اللہ کے جو مقرب ہیں اُن کے قریب ہو جاؤ' تو آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے اگر قریبوں کے قریب ہو جاؤ' جتنا اُن کے قریب ہو جاؤ گے اتنا آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ اور پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ سارا قصہ ہے کیا؟ ورنہ کوئی حکمت آپ کو محفوظ نہیں کر سکتی اور کوئی حفاظت محفوظ نہیں کر سکتی بلکہ اُس کا فضل ہی آپ کو محفوظ کر سکتا ہے۔ فضل یہ نہیں ہے کہ آپ موت سے بچ جاؤ بلکہ فضل یہ ہے کہ موت آسان ہو جائے۔ فضل کیا ہے؟ کہ موت آسان ہو جائے' حاصل اور محرومی سے آپ آزاد ہو جائیں' بادشاہ اور گدا سے آپ آزاد ہو جائیں' آنے اور جانے سے آپ آزاد ہو جائیں۔ امیر خسروؒ کہتے ہیں ؎

زِ قیدِ دو جہاں آزاد گشتم
اگر تُو ہم نشینِ بندہ باشی

کہ میں دو جہان کی قید سے' پریشانی سے' آزاد ہو جاؤں گا شرط یہ ہے کہ تُو میرے ساتھ ہو جا۔ جب وہ ساتھ ہو جائے تو سب پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں اور جب وہ ساتھ نہ ہو تو پریشانیاں ہو جاتی ہیں۔ جب پریشانیاں ہوں تو سمجھو کہ آپ غافل ہو گئے ہیں' آپ اللہ تعالیٰ سے کچھ مایوس ہو گئے ہیں' دور ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دور نہ ہوں تو کیوں پریشان ہوں۔ اس لیے آپ لوگ اللہ کے قریب ہو جائیں۔ یہ بات یاد رکھیں۔ تو پریشانیوں سے بچنے کے لیے کئی طریقے بتائے گئے ہیں' مثلاً اپنے کام میں محو ہو جائیں' اگر آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو محو ہو جانے والا جو ہے وہ پریشان نہیں ہوتا۔ اگر محنت میں لگاتار مصروف ہو جاؤ اور اللہ کی یاد میں مصروف ہو جاؤ تو آپ پریشان نہیں ہوں گے' بزرگوں کا

ادب کرنے والا پریشان نہیں ہوتا' ماں باپ کی محبت میں گم ہونے والا پریشان نہیں ہوتا' کسی دوست کے ساتھ Sincere 'مخلص ہو جانے والا پریشان نہیں ہوتا۔ آپ اگر دو کام کر لیں تو آپ پریشانیوں سے بچ جائیں گے' پیسے کی پوجا سے بچ جاؤ تو آپ خوش گوار ہو جائیں گے دوسرا یہ کہ اپنے وجود کا ہمہ حال استعمال یعنی کہ آسائشوں کا استعمال' وجود کی تسکین کرنا' کھانے میں' پینے میں' سونے میں اور وجود کے دوسرے کاموں میں.....تو اپنے نفس کی تسکین کرنے والا جو ہے وہ پریشان ہو جائے گا۔ اور یہ دو کام آپ چھوڑ دیں تو پریشانی سے بچ جائیں گے۔ نمبر ایک Love for Wealth چھوڑ دو' پیسے کی محبت چھوڑ دو۔ دوسرا یہ کہ ہمہ حال وجود کو تسکین پہنچانی چھوڑ دو۔ پھر آپ کو اصل تسکین مل جائے گی۔ اور آپ کو اس کا آسان طریقہ بتاؤں کہ آپ یہ یاد رکھ لو کہ پیدا ہونے کا اور موت کا دن' یہ مقرر ہو چکے ہیں۔ یہ نہیں بدلیں گے۔ پیدائش اور موت نہیں بدلیں گی۔ یہ پکا ایمان بنا لو۔ عزت اور ذلت نے اللہ کی طرف سے آنا ہے' یہ پکا فیصلہ ہے۔ رزق جتنا لکھا ہے اُس نے دینا ہے' یہ بھی پکا فیصلہ ہے' اب آپ بتاؤ کیا پریشانی ہے آپ کو؟ ان دو تین کاموں کے لیے زور نہ لگانا۔ نہ آپ موت دور کر سکتے ہیں اور نہ اس سے قریب جانا ہے۔ یہ اپنے ٹائم پر آئے گی اور عزت اور ذلت دینا اللہ کا کام ہے۔ اُس نے جو عطا فرمانا ہے وہی عطا فرمائے گا۔ دانا کو چاہے تو وہ غریب کر دے اور نادانوں کو چاہے تو امیر کر دے۔ بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ دانا لوگ اکثر غریب پائے جاتے ہیں اور نادان امیر کیے جاتے ہیں۔ تو امیر فرعون بھی ہو سکتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام جو ہیں وہ غریب بھی ہو سکتے ہیں۔ تو آپ اللہ کا فضل دریافت کریں اور ان باتوں کا خیال رکھیں تو سکون مل جائے گا۔

آپ مسافر کی طرح آؤ اور مسافر کی طرح نکل جاؤ' میلہ دیکھو اور دکان نہ بناؤ۔ تو یہ میلہ دیکھو' سب صورتوں کو دیکھتے جاؤ اور آگے آگے چلتے جاؤ' جس نے میلہ لگایا ہے وہی مالک ہے۔ اور تم کسی اور کی ملکیت ہو۔ ہم اپنا پروگرام کیوں بنائیں جب کہ ہم کسی اور کا پروگرام ہیں۔ اس لیے دیکھو کہ آپ کس کا پروگرام ہیں' کون ہے جس نے آپ کو اس جہانِ اجنبی میں بھیجا۔ تو آپ اُس کی طرف نگاہ کرو' کہ وہ اب بلاتا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے اس میں۔ اور یہ آسان سی بات ہے۔ کسی نہ کسی کے ہو جاؤ تو پھر آپ کو آسانی مل جائے گی۔ خواہشات سے گریز کرو اور فراوانیوں سے بچو۔ اگر فراوانی ہے تو اس کو استعمال کرو' کسی غریب کے کام آؤ۔ کام آنے والا جو ہے ہمیشہ سکون میں رہے گا بلکہ خوشی میں رہے گا' مسرت میں رہے گا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ سورج کا کام کیا ہے؟ روشنی پہنچانا' کوئی بحث نہیں کرتا' تقریر نہیں کرتا' وعظ نہیں کرتا' کہتا ہے دیتے جاؤ۔ اللہ کا کام ہے ہر اک کو دیتے جانا' مانے نہ مانے روٹی کھلاتے جانا۔ کائنات میں' اپنی اپنی دنیا میں سارے خوش ہیں۔ صرف آپ بدلتے رہتے ہو' مفاد بدلتے ہو' ارادہ بدلتے ہو' جگہ بدلتے ہو اور ٹھکانے بدلتے ہو' اس طرح آپ کو پریشانی ہو جاتی ہے۔ آپ خواہشات سے بچو۔ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو صرف خواہشات کرتے رہتے ہیں اور پھر پریشان ہو جاتے ہیں۔ زیادہ پریشان وہی قومیں ہیں جن کے پاس مال زیادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں مال کی وجہ سے ہم نے سب کچھ دیکھ لیا ہے مگر اب ایک چیز دیکھنی باقی ہے اور وہ ہے موت۔ تو وہ خودکشی کرتے پھرتے ہیں۔ اس طرح خودکشیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ تو یہ حالات ہیں۔ آپ جس دنیا سے آئے ہیں اُس دنیا کو سلام کہیں۔ بولو سب

لوگ۔ اب یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ تم کس طرح دنیا کا مشاہدہ کرتے ہو۔ لوگ بڑی بڑی مثالیں دیتے ہیں' یہ بڑے دانا لوگ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک بابا ملا' درویش بابا' کہتا ہے دیکھو کتنی آسان سی بات ہے' باغ میں ایک گلاب کھلا' اس میں خوشبو تھی' کتنی پیاری چیز ہے خوشبو' کچھ لوگ آ کے بڑا خوش ہوئے' گلاب خوشبو دار تھا اور وہ خوشبو کو لے کے پھرتے رہے' خوش ہوتے رہے۔ ایک اور آدمی آیا اور کہتا ہے رنگ کتنا سرخ ہے' محبوب جیسا۔ مطلب یہ کہ اُس نے بھی گلاب کی تعریف کی۔ کسی نے اس کی ساخت' بناوٹ اور پتیوں کی تعریف کی۔ ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یہ نہ پوچھ کہ اس بیچارے کی رہائش کیسے ہے یہ تو کانٹوں میں کھل رہا ہے۔ تو اس کے مشاہدہ کی بات دیکھو' باریک بینی اور کھرا پن دیکھو کہ گلاب جو ہے کانٹوں میں کِھل رہا ہے۔ تو کانٹے اپنا کام کر رہے ہیں اور گلاب اپنا کام کر رہا ہے۔ کہتے ہیں پھر ایک حکیم صاحب آ گئے اور کہنے لگے چھوڑو ان باتوں کو' بس اس کی گلقند بناؤ..... تو یہ ہیں ساری افادیتیں آپ کی کہ آپ کیا چاہتے ہو؟ خوشبو لے کے چلے جاؤ تو پھر تم اور قسم کے انسان ہو کہ خوشبو سے معطر ہو گئے۔ اور آپ رنگ سے محظوظ ہو گئے تو یہ بھی ایک مشاہدہ ہے' یہ بھی ایک حاصل ہے' گلاب کی بناوٹ دیکھ کے خوش ہو گئے۔ کیا Construction ہے اور کیا Harmony ہے' کیا بناوٹ ہے اور پتیاں کیسے ہیں اور کونپل کیسے ہے۔ تو کچھ لوگوں نے آ کے کچھ اور چیز دیکھی' اس کا رہنا دیکھنا' اس کی برداشت دیکھی کہ کانٹوں کو کیسے برداشت کیا' کانٹوں کے اندر سے سر اُٹھا کے پھول کِھل گیا۔ واہ سبحان اللہ! یہ کس طرح مشکلاتِ زمانہ کے اندر جی رہا ہے' کیا حوصلہ ہے اس کا۔ اور ایک نے کہا اس کی افادیت دیکھو' یہ گلقند ہے۔ اب

وہ کمرشل بندہ آ گیا' تو اُس نے ہر چیز کو Commercialize کر دیا۔ میں آپ کو نصیحت کر رہا ہوں کہ کمرشل بننا چھوڑ دو۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا' بھائی دیکھو بات سنو' تم مجھ سے کچھ پوچھ لو میں تمہیں عرفان کی بات بتاتا ہوں تو اس نے کہا مجھے دس روپے دے دے' عرفان کو ہم نے کیا کرنا ہے' کوئی کھانے پینے کی بات کرو۔ کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ پوچھے کسی آدمی سے کہ تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں جانا ہے' بتا کیا چاہیے؟ تو وہ کہے گا جدھر دو پیسے زیادہ ملیں گے' وہیں بھیج دیں۔ تو یہ ہے انسان! بچنا چاہیے اس سے۔ آپ Commercialized نہ ہو جانا' کمرشل ہونے سے بچنا' کمرشل آدمی بے سکون ہوتا ہے۔ آپ ضرور اپنا ایک پیشوا بنائیں جس کے نقشِ قدم پر چلتے جائیں۔ یہ کام ضرور کرنا کیونکہ یہی ٹھیک ہے۔ بنا لو تو پھر آپ کا کام چلتا جائے گا' دل کا کاروبار بھی چلتا جائے گا اور کاروبارِ دنیا بھی چلتا رہے گا۔ اس طرح آپ سکون میں داخل ہو جائیں گے۔

آخر میں سب کے لیے دعا کرتے جائیں

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرّحمین۔

﴿۶﴾

۱ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟

۲ اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتے دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟

۳ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے؟

سوال :۔

ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم آپ سے کیا سوال پوچھا کریں؟

جواب :۔

دیکھو میں سوال کرنے کا طریقہ بتاتا ہوں کہ سوال کیسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ سوال انسان کے اپنے اندر موجود ہوتا ہے۔ ہر وہ چیز جو آپ کو بے چین رکھ رہی ہے آپ کو اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ ہر وہ چیز جو آپ کے علم میں کچھ اور ہے اور آپ کی حالت یا حال میں کچھ اور ہے وہاں پر آپ کو Disturbance پیدا ہوتی ہے اور اس طرح سوال بنتا ہے۔ تو اصل میں سوال یہ ہوتا ہے کہ ایسا سوال ہو جس کے حل سے آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ کی ذاتی فلاح مخدوش نہیں ہو گی۔ تو سوال وہاں پر پیدا ہوتا ہے۔ سوال وہ ہے جس سے آپ کے اپنے گم راہ ہونے یا راہ پر ہونے کا کچھ یقین پیدا ہو جائے۔ چونکہ یہ زندگی کسی نتیجے پر ختم ہونی ہے تو اس نتیجے کا کچھ نہ کچھ قبل از وقت اندازہ ہونا چاہیے۔ تو اس اندازے کے بارے میں سوال ہونا چاہیے۔ یہ زندگی چونکہ غم اور خوشی کے ساتھ چل رہی ہے' اس کے اندر غم یا خوشی کے اندر نسبت برابر رکھنے کے لیے یا کمی بیشی کرنے کے لیے سوال پیدا ہوتا ہے۔ تو سوال وہ بھی ہے جو آپ کے حال کے ساتھ وابستہ ہو۔ آپ لوگ اگر صرف علم کا سوال

کرتے ہیں تو اب علم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً" آسمان میں کتنے ستارے ہیں؟ آپ نے ستاروں سے کیا حاصل کرنا ہے۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ان سے کوئی چیز حاصل کرنی ہے تو وہ پھر ستاروں کا علم حاصل کرے۔ تو کچھ لوگ جو ہیں وہ دنیا کے واقعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً" تاریخ کے واقعات یا دوسرے واقعات۔ اگر آپ کسی راستے پر چلنے کے لیے تیار ہیں تو پھر آپ کو اس راستے کی خبر ضرور لینی چاہیے کہ وہ راستہ کیسا ہے۔ اور اس راستے پر تیار ہونے کی آپ کے پاس معقول وجہ ہونی چاہیے اور یہ اعتماد کے ساتھ ہو۔ آپ کو وقت یہ ہوتی ہے کہ آج سے پہلے ماضی میں اتنے بزرگانِ دین آکر اپنی بات واضح طور پر بیان فرما چکے ہیں کہ پھر آپ کے لیے راستے کی وضاحتیں راستے سے زیادہ ہو گئی ہیں۔ تو وضاحتیں جو ہیں وہ اصل سے بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ تفسیر جو ہے اس کا بار Actual قرآن سے زیادہ ہو گیا ہے۔ اگر تفسیروں کے ناموں کو صرف لکھ لیا جائے اور اس سارے کو صرف Read کیا جائے' پڑھا جائے تو وہ اتنا زیادہ ہے کہ اتنی دیر میں آپ قرآن کے Expert' ماہر ہو سکتے ہیں۔ آپ ان وضاحتوں سے بچیں اور اصل Text کی طرف آئیں۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی۔ تو پھر وہ چیز جو آپ کو ذاتی طور پر اور فوری طور پر Disturb کرتی ہے' پریشان کرتی ہے وہ آپ کا سوال بنے گی۔ اگر آپ کا سوال یہ ہے کہ کسی طرح ہماری اولاد مجاہد بنے' تو آپ انہیں کیوں مجاہد بناتے ہیں بلکہ آپ خود ہی مجاہد بنیں۔ اگر آپ شہید ہو جائیں تو اولاد خود بخود ہی آپ جیسی ہو گی۔ اولاد کو میدان جنگ میں لے جانے کی بجائے میرا خیال ہے کہ آپ خود ہی شہید ہو جائیں۔ پھر اولاد کا تحفظ پیدا ہو جائے گا۔ تو آپ کا جو مجاہدانہ

طرز ہے وہی اولاد میں جائے گا۔ اس پہ آپ غور کریں کہ جس کو آپ مجاہد بنانا چاہتے ہیں وہ مجاہد کیا ہوتا ہے؟ تو وہ آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ تو جیسے آپ ہوں گے اولاد ویسی ہی بن جائے گی۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ سماج میں دین کے حوالے سے کیا ہو رہا ہے' ہم نے Lead کرنا ہے' قیادت کرنی ہے یا اس کے اندر Revolution لانا ہے' انقلاب لانا ہے' تو پھر اس کے لیے آپ کی Committed Life ہونی چاہیے' ہمہ وقت ایک وقف زندگی ہونی چاہیے۔ وہ آدمی کاروبار نہیں کر سکتا جو سماج کی بدعتیں دور کرنے کو نکلے کیونکہ پھر اس کا کوئی اور کام ہی نہیں ہے' کیونکہ وہ اس کام پر نکل گیا ہے۔ آپ اگر اس طرح کی لائف وقف کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کے پاس ایسا علم بھی ہونا چاہیے۔ سرسری علم کے ساتھ آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں انقلاب آ جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ تو اس کے لیے آپ کا اپنا آپ وقف کرنا لازمی ہے۔ اب آپ لوگ سوال دریافت کریں کہ سوال کیا کرنا ہے؟ ذاتی طور پر جو آپ کے ذہن میں بات ہو' جس کا آپ کی ذات سے تعلق ہو' وہ بات تلاش کریں۔ سب لوگ تلاش کریں۔ سوال ضرور ہونا چاہیے۔ جو بات واضح طور پر ارشادِ ربی ہو اس پر اف تک نہ کرنا' اسے خاموشی سے قبول کرنا تاکہ اس کی آپ کو آگہی مل جائے۔ اللہ کے کلام کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف اعتماد چاہیے' وضاحت نہیں چاہیے کیونکہ اللہ ہر حال میں ساتھ ہے اور وہ سب جانتا ہے۔ جتنا آپ کا ایمان قوی ہو گا' اتنا اچھا ہے۔ ایسے لوگ جنہوں نے عربی نہیں پڑھی ہے وہ بھی قرآن کے معانی جانتے ہیں! چونکہ یہ سچے اللہ کا کلام ہے اور اللہ حاضر ناظر ہے' ہر وقت موجود ہے' اس کی ذات پر اعتماد سے معانی سارے آشکار ہو جاتے ہیں۔ آپ

بات سمجھ رہے ہیں ناں! تو جو اللہ کریم نے کہا ہے اس پر آمین کہو' یقین کرو' پھر آپ پر یہ بات آسان ہو جائے گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ سے سوال کر بیٹھیں کہ تو نے ایسا کیوں کیا بلکہ یہ تیاری کرنی چاہیے کہ وہ ہم سے پوچھے گا کہ ہم نے ایسا کیوں کیا۔

اب آپ لوگ سوال تلاش کریں' سوال ڈھونڈیں ——————

بولو!!

سوال :۔

اگر یہ پکا یقین ہو کہ میرے اس رشتہ دار پر جادو کا اثر ہے تو اس کا علاج کیا ہے؟

جواب :۔

جادو کے علاج ہیں' اس کے لیے کئی دم اور تعویز موجود ہیں' کلمہ کلام ہیں۔

سوال :۔

کہاں سے ملتے ہیں؟

جواب :۔

بہت ساری جگہ سے مل جاتے ہیں۔ اس کائنات میں ایسی جو چیز ہے' اس کا توڑ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنائی ہی ایسی کائنات ہے کہ اس میں رات ہے اور پھر دن ہے' دن ہے اور پھر رات ہے۔ تو ہر چیز کا علاج ہے۔ اور Best 'بہترین علاج تو یہ ہے کہ دعا کرو' دعا سے بلا ٹل جاتی ہے' جادو کا توڑ شروع ہو جاتا ہے اور نیک عمل شروع ہو جاتا ہے۔

سوال :۔

جی سب سوالوں کے جواب مل چکے ہیں۔ اب سوال ہی کوئی نہیں رہا۔

جواب :۔

یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ پھر بھی آپ سوال کریں۔

سوال :۔

کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ وسوسہ اور تذبذب ختم ہو جائے اور محبت پیدا ہو جائے۔

جواب :۔

دراصل بات یہ ہے کہ منشائے اسلام صراط مستقیم ہے اور تقاضائے مومن' دعا اور Request درخواست' سب صراط مستقیم ہیں۔ صراط مستقیم اتنا سادہ سا لفظ ہے اور اس کی وضاحت ہوتے ہوتے چودہ سو سال اب ہو گئے ہیں اور اس سے پہلے جتنے بھی انبیاء علیہما السلام آئے ہیں وہ بھی صراط مستقیم کی وضاحت کرتے رہے۔ یہ اتنا واضح ہے کہ بیان فرمانے والے پیغمبر علیہما السلام اور انبیاء علیہما السلام اور آپ ﷺ' سب نے فرمایا کہ اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ یٰسٓ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین علٰی صراط مستقیم اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ آپ صراطِ مستقیم پر چلیں' بلکہ تمام انبیاء کرام علیہما السلام' مخلصین' عبادالرحمن' سب صراطِ مستقیم پر ہیں۔ اولیاء کرام سب صراطِ مستقیم میں ہیں بلکہ کئی علماء کرام بھی آپ کہہ لیں' جس جس کو آپ مانتے ہیں۔ صراطِ مستقیم اتنا واضح ہے کہ اس میں چار

باتیں ہیں' اللہ پر ایمان لانا' اللہ کے حبیبؐ پر ایمان لانا' کتابوں پر ایمان لانا' مابعد یعنی آخرت پر ایمان لانا۔ باقی یہ ہے کہ اپنے آپ پر ایمان لانا' تو ایمان والا بھی تو کوئی ہونا چاہیے۔ یہ آسان بات ہے اور یہ ہو گیا آپ کا صراط مستقیم کا تصور۔ لیکن ایسا بھی ہوا کہ اس کی وضاحت کرتے کرتے زندگی کی شام ہو گئی اور بات سمجھ نہ آئی۔ اس کی وجہ پتہ ہے کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ وسوسہ آ جاتا ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے سرکار دو عالمؐ سے پوچھا "یا نبیؐ اللہ! صراط مستقیم کی تعریف کیا ہے"؟ تو حضور پاک ﷺ نے ایک لائن لگا دی اور اس لائن کے ساتھ شاخیں بنا دیں۔ پھر فرمایا جو سیدھی لائن جا رہی ہے یہ صراطِ مستقیم ہے' اِدھر اُدھر جانے کا نام جو ہے وہ صراطِ مستقیم کے علاوہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس راستے پر ایک ہی اندیشہ ہے کہ گمان اور وسوسہ پیدا ہو گا اور تم نے اس وسوسے کو نکالنا ہے۔ مثلاً" آپ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ میرا گھر ہے' اب لوگ اس گھر کے بارے میں Fault finding کریں گے' نقائص بیان کریں گے کہ تم نے یہ کیا مکان بنایا۔ تو آپ پھر اپنے مکان میں آسودگی حاصل نہیں کر پائیں گے۔ لوگوں کو تو راضی کرنا محبت کا مدعا نہیں ہے بلکہ محبت کا مدعا لوگوں کو ہرگز راضی کرنا نہیں ہے' محبوب کو Share کرنا نہیں ہے۔ تو یہ ضروری نہیں کہ آپ کا محبوب سب کا محبوب ہو۔ بلکہ محبوب کی رسائی ضروری نہیں کہ ہر غیر محب حاصل کرے۔ لہٰذا وہ شخص محبت سے محروم ہے جو اپنی محبت کی تائید غیر محبت والے سے مانگے۔ یہ محرومِ محبت کی دلیل ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اس سے محبت کرتا ہوں' مثلاً" کوئی ہندو سے محبت کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ ہندو سے محبت نہ کرنا۔ وہ کہتا ہے میں تو اس کو اللہ کا بندہ سمجھ کر محبت

کر رہا ہوں' مجھے نہیں پتہ کہ یہ کیا ہے۔ تو وہ شخص لوگوں سے داد کیوں لیتا ہے یعنی دوسرے آدمی سے اپنی محبت کا ذکر کیوں کرتا ہے۔ اپنی محبت کا جواز جو ہے' اپنے علاوہ' غیر سے لینے والا' اصل میں اپنے آپ محبت سے محروم ہونا چاہتا ہے۔ آپ سارے کے سارے مسلمان ہیں۔ اگر آپ اپنے کسی غیر مسلم دوست سے پوچھیں کہ میں کان میں بات کر رہا ہوں' راز کی بات ہے' میں مسلمان ہوں' بتا میں کیسا ہوں دین پر۔ تو وہ کان میں کہے گا کہ "تو میرا دوست ہے' میں کہتا کچھ نہیں ہوں' لیکن اسلام کچھ ٹھیک نہیں ہے"۔ وہ کیوں نہ کہے' کیونکہ وہ تو غیر مسلم ہے۔ اگر کوئی قادیانی ہو اور غیر قادیانی سے پوچھے کہ میرا دین کیسا ہے' مجھے کان میں بتا دو۔ تو وہ کہے گا کہ تمہارا تو بیڑہ غرق ہونے والا ہے۔ اگر آپ میں اپنے طرز عمل کے دفاع کرنے کا شعور نہیں ہے تو پھر آپ اس سے محروم ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور یہ جو گھریلو باتیں ہوتی ہیں مثلاً" شادیوں کی Disturbance ' تو اس کی عام وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان میں اپنے فیصلے کا خود احترام نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ میں تو بالکل ٹھیک تھا' اصل میں اس نے مجھے اجاڑ دیا ہے۔ مثلاً" چوہدری صاحب نیکی کی طرف جا رہے تھے' کدھر جا رہے تھے؟ حج کرنے جا رہے تھے' آگے سے ایک آدمی مل گیا اس نے خیال کمزور کر دیا اور حج رہ گیا۔ لہٰذا محبت کی دنیا میں محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ تقرّبِ محبوب کی خواہش ہو اور یہ شرکت محبوب کی خواہش کی بات نہیں بلکہ تقرّبِ محبوب کی بات ہو رہی ہے۔ اور محبوب جو ہے یہ تیرا اپنا حسن نظر ہے۔ محبوب کیا ہے؟ تیرا حسنِ نظر ہے۔ محبوب جو ہے یہ دنیا کا حسنِ نظر نہیں ہو سکتا۔ جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ "تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی" یعنی مجنوں

سے کسی نے کہا کہ لیلیٰ جو ہے وہ کالی ہے۔ اس نے کہا "تیری آنکھ نہیں دیکھنے والی"۔ تو بات یہ ہے کہ اگر آپ کا کوئی محبوب ہے تو اس طرح کے خیال میں کسی کی شرکت کا جواز نہیں بنتا۔ کیونکہ جہاں جہاں محبوب ہیں وہاں ان کے منکرین بھی ہوں گے۔ بلکہ ایک مرتبہ داتا صاحبؒ کو ایک مسئلہ پیش آیا' ان کا سوال یہ تھا کہ جہاں کوئی درویش ہوتا ہے وہاں کوئی نہ کوئی فتنہ فساد ہو جاتا ہے۔ اس سوال کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ سوال یہ تھا کہ روشنی کے مقام پر بڑے بڑے اندھیرے کیوں ہوتے ہیں۔ تو سوال یہ تھا' اوپن سوال' اور بڑا تیز سوال تھا۔ تو وہ سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے نکلے۔ کہتے ہیں ایک جگہ ہم ایک مزار پر گئے' وہاں جا کر غور کیا اور بیٹھے رہے' ابھی سوال پر غور تھا' حجاب کھل ہی نہیں رہا تھا' وہ خود کشف المحجوب ہیں' حجاب کھولنے والے ہیں لیکن ان کا حجاب کھل ہی نہیں رہا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اتنا بڑا اور صحیح آدمی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ جو ہوتے ہیں اور ارد گرد' رشتے دار ہوتے ہیں وہ اس کے خلاف بول رہے ہوتے ہیں' اڑوسی پڑوسی اس کے حق میں نہیں ہوتے اور بولتے رہتے ہیں۔ تو یہ کیا بات ہے؟ بس حجاب نہیں کھل رہا تھا۔ تو داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں وہاں گیا' بیٹھا اور بڑا غور کیا' میں ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک مجھے خربوزے کا ایک چھلکا لگا۔ وہاں لوگ بیٹھے ہوئے خربوزہ کھا رہے تھے اور چھلکے مجھ پر پھینک رہے تھے۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں میں نے ان کی طرف غور سے دیکھا تو میں نے ان کے مقام کو پہچان لیا مگر انہوں نے میرا مقام نہیں پہچانا۔ تو یہ تھا میرے سوال کا جواب! میں نے ان کو پہچان لیا لیکن انہوں نے میرا مقام نہیں پہچانا۔ انہوں نے کہا میں خاموش ہو

گیا۔ ملال ہوا کہ ایک تو میں مہمان' دوسرا دور سے آیا ہوں' تیسرا شکل و صورت سے بھی درویش ہوں اور اصلی درویش بھی ہوں' یہ میرے ساتھ کیسا حسنِ سلوک ہے' بجائے اس کے کہ ہمیں خربوزہ کھلاتے' مذاق بھی اڑایا' چھلکے بھی پھینکے اور خربوزہ کھا گئے۔ تو مجھے بڑا افسوس ہوا اور میں خاموش ہو گیا۔ اور پھر خاموش ہوتے ہی میرا حجاب کھل گیا' راز آشکار ہو گیا۔ راز یہ ہے کہ یہ جو لوگ ہیں یہی تو تیری محبت کی تکمیل کراتے ہیں۔ کیا کہا؟ کہ وسوسہ ہی تیرے ایمان کو پختہ کرتا ہے۔ تو وسوسے سے ڈرنا نہیں ہے۔ وسوسہ پیدا کرنے والا ہی ابلیس ہے۔ ابلیس کا فنکشن کیا ہے' یوسوس فی صدور الناس یعنی لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا۔ مثلاً" کوئی آپ کا دوست ہے لیکن وسوسہ ڈالنے والا کہے گا چلو آپ کا دوست ہو گا لیکن آج کل کون دوست ہوتا ہے۔ اس نے اتنی سی بات کہہ دی اور اتنی سی بات کہنے سے آپ کی دوستی شک میں پڑ گئی۔ اسی طرح اگر کوئی یہ فقرہ کہے کہ "میں اب کیا کہوں' تم خود ہی دیکھ لو گے" اتنا سننے کے کچھ عرصہ بعد آپ کے اندر تذبذب پیدا ہو جائے گا۔ تو ابلیس کا کام یہ ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے۔ وسوسہ جو ہے اس کو کنٹرول کرنے والا اور اس سے نکلنے والا مؤمن کہلاتا ہے۔ تو گویا کہ جھگڑا یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔ تو آپ وسوسے سے ڈرنا نہیں' وسوسہ جتنا بھی پیدا کیا جائے' یقین اتنا ہی عروج میں آ جاتا ہے۔ اور صاحبانِ یقین جو ہیں ان کا نام ہے یقینِ بے گمان۔ محبت کیا ہوتی ہے؟ یقینِ بے گمان۔ دوسری بات یہ ہے کہ محبت تیرا اپنا حسنِ نظر ہے۔ تو تیرا حسنِ نظر ہے اور دوسرے کا حسنِ نظر نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے محبوب کو دوسرے کی آنکھ سے دیکھنے والا انوکھا ہونے والا ہے۔ کیا کہا؟ محبوب کو دوسرے کی نگاہ سے دیکھنے والا

اپنی بینائی سے کمزور ہونے والا ہے۔ تو محبوب کیا ہے؟ تیرا خیال ہے۔ محبوب کیا ہے؟ تیرا ذوق نظر۔

عشق کیا ہے آرزوئے قربِ حسن
حسن کیا ہے عشق کا حسنِ خیال

تو تیرا اپنا حسن خیال جو ہے یہ محبوب ہے اور تیرا حسنِ خیال لوگوں کا محتاجِ بیاں نہیں ہے۔ تو آپ کبھی بھی لوگوں کی داد نہ لو۔ اگلا پوائنٹ اس میں یہ ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ لوگ سچے ہیں تو لوگوں کی صداقت کے مطابق چلنے کا ہر عمل شروع کرو۔ محبوب کے بارے میں نہیں بلکہ ہر بارے میں۔ اور اگر لوگ جھوٹے ہیں تو جھوٹے لوگوں سے اپنی صداقت کو کیسے Verify کراؤ گے' تصدیق کراؤ گے۔ تو صادق کی صداقت جو ہے جھوٹا آدمی اس کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اس لیے جھوٹوں سے تصدیق نہ مانگو۔ اگلا پوائنٹ غور والا یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے محبت کرتا ہے اور اس مقام پر دوسرا شخص محبت نہیں کرتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں؟ اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ ایک آدمی نے سنا کہ کسی شہر میں بڑے مشہور جیب کترے ہیں۔ اس نے کیا کام کیا کہ جیب میں کچھ سکے نقد ڈال لیے۔ چاندی کے وہ سکے کھوٹے تھے۔ تو وہ لکھنؤ چلا گیا اور پھرتا رہا سارا دن لیکن کسی نے جیب نہیں کاٹی۔ شام کو بیٹھا کہیں چائے پی رہا تھا تو کہنے لگا کہ بڑا سنا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے ماہر ہیں لیکن ہمیں تو کوئی بھی نہیں ملا۔ ایک بابا بوڑھا سا قریب ہی بیٹھا تھا' کہنے لگا تجھے کیا جیب کترا ملنا تھا' میں نے تین دفعہ تیری جیب کاٹ کے تیرے کھوٹے سکے واپس تیری جیب میں ڈال دیے ہیں۔

تو محبوب نے انہیں قبول نہیں کیا جو اس سے محبت نہیں کرتے۔

وہ جنس ہی بیکار ہے جسے قبول نہیں کیا گیا۔ تو محبوب جس پر مہربان ہوا وہ جنس ہی اچھی تھی۔ اچھی جنس اسے کہتے ہیں جسے محبوب نے قبول کیا۔ تو اسے محبوب نے قبول کیا ہے۔ اور اگر تمہیں کہیں سے اندیشہ پیدا ہو جائے کہ میرا یقین کم ہوتا جا رہا ہے تو ایک شعر پر اس کا جواب ختم ہو جاتا ہے۔ شعر سننا چاہیے کیونکہ شعر سے ساری کیفیت sum up ہو جاتی ہے۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

—تو یہ بھٹک جانے والی بات ہوتی ہے کہ کوئی پوچھے کہ آپ کو کعبے میں کیا نظر آیا؟ کیا وہاں اللہ ملا؟ تو آپ اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤ جس نے یہ کہا۔ پھر اللہ ضرور ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ آپ نے کعبہ میں دیکھا اب اس اللہ کی جلوہ گری کا وقت ہے اور اس شخص سے کہو کہ جو اللہ مجھے ملا ہے اب اس کی جلوہ گری تمہیں دکھاتا ہوں' تو اس کے ساتھ سختی کرو۔ اپنے اللہ کے بارے میں کسی شخص کو جرات کی اجازت نہ دینا جس طرح آپ اپنے باپ کے بارے میں غلط بات کہنے کی اجازت نہیں دیتے۔ ہو سکتا ہے آپ اپنے باپ کے بڑے مخالف ہوں۔ آدھی دنیا مخالف ہو لیکن آپ اس بارے میں کوئی غلط بات نہ سنو کیونکہ وہ آپ کا باپ تھا۔ اسی طرح آپ اپنے محبوب کے خلاف بات نہ سنو کیونکہ یہ محبت کی بات ہے۔ اگر محبوب کی برائی میں محب Compromise کر جائے' سمجھوتہ کر جائے تو محبت ختم ہو جاتی ہے۔ کیا آپ کسی بزرگ کو علیہ الرحمت مانتے ہیں؟ مثلاً" بابا بلھے شاہؒ کو مانتے ہیں؟ تو اگر کوئی کہتا ہے بلھے شاہ بھی کوئی فقیر ہے' تو کہنے والے کو آپ

پکڑ لو۔ تم اگر اس کے درویش ہو تو جو شخص اپنے محبوب کی خامی غیر کی زبان سے سنتا ہے وہ محبت میں محروم ہونے کے برابر ہے۔ ایسے شخص کو محبوب نہ ملے تو بہتر ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں ناں! میں آپ کو محبت کا راستہ بتا رہا ہوں' کیا راستہ ہے؟ محبت کا راستہ جذباتی راستہ ہے۔ باقی ہر راستے پر Compromise ' سمجھوتہ ہو سکتا ہے مگر محبت پر نہیں۔ محبت ایمان کا ایک جلوہ ہے اور محبوب کے چہرے پر تیری آنکھوں کا ایمان ہے۔ محبت کیا ہے؟ تیری آنکھوں کا ایمان ہے اس کے چہرے پر' تیرے دل کا ایمان ہے اس کے قریب رہنے پر' یہی ہے محبت کہ اس کے قریب ہونے کی یہ خواہش ہے' اور ایمان یہی ہے کہ تو اس کے ساتھ قیامت کو اٹھے گا۔ تو اس کو کہتے ہیں محبت! تو اس بارے میں اگر آپ نے Compromise کر لیا یعنی غیر کے ساتھ صلح کر لی تو پھر نتیجہ یہ ہے کہ محرومی ہو جائے گی۔

محبت کی یہ بات صرف اتنی سے ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اچھی طرح سمجھ لو کہ جو رشتہ کمزور ہوتا ہے اس پر ضرب پڑتی ہے۔ جب آپ خود کمزور ہو جائیں تو وسوسہ آپ کے دل میں آ بیٹھتا ہے۔ اس وقت یہ بات آتی ہے۔ اب اس بات کو ایمان کے ساتھ اور تقویت کے ساتھ سنو۔ محبت دماغ کے ساتھ نہ کرو۔ کیا کہا ہے؟ محبت کو کبھی دماغ کے ساتھ نہ کیا کرو۔ اور آپ کو میں نے ایک اور راز بتایا تھا کہ صفات سے محبت نہ کرو بلکہ ذات سے محبت کرو۔ مثلاً" آپ کہتے ہیں کہ کسی بزرگ سے ہمیں بڑی محبت ہے یا داتا صاحبؒ سے بڑی محبت ہے۔ اگر کوئی نہ ماننے والا یہ کہے کہ داتا صاحبؒ نے کیا کیا پاکستان میں' قائد اعظمؒ نے تو پاکستان بنایا تھا' داتا صاحبؒ نے کیا کیا' پاکستان تو

نہیں بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر موازنہ کریں تو موازنہ کہاں سے کہاں جا نکلے گا۔ اس لیے محبت کا موازنہ نہیں ہوتا' محبت کا تقابل نہیں ہوتا' محبت صرف محبت ہوتی ہے۔ تو محبت کی دنیا میں آپ کبھی تقابل نہ کرنا۔ کبھی محبوبوں کا بھی مقابلہ ہوا! اگر یہ بات ہوتی تو دنیا میں ہر آدمی کا صرف ایک ہی محبوب ہوتا اور رہ جاتا۔ یہ جو آپ کے رومانی قصے ہیں اس میں دیکھیں کہ ہیر کو سہتی سے محبت نہیں' ہیر کو کسی اور سے محبت نہیں ہوئی ہے بلکہ رانجھے سے اس کو محبت ہوئی ہے۔ یہ الگ الگ کہانیاں ہیں' ہیر کے لیے رانجھا ہے اور رانجھے کا کوئی اور کون ہے۔ ایسے اور کتنے لوگ ہیں؟ کوئی اور نام لے لیں' مثلاً" مہینوال کا نام لیں۔ وہ کون تھا؟ سوہنی کا مہینوال۔ تو یہ الگ الگ راگ ہیں۔ جس کو جس کے حال میں جلوہ نظر آئے گا' وہ اسی کے راگ میں جلے گا۔ اس لیے اپنی ذات کو بڑی وابستگی کے ساتھ رکھو کہ فرید" کو ایک جگہ جلوہ نظر آئے گا' کسی کو کہیں اور نظر آئے گا' کسی کو انا الحق میں آئے گا۔ ہمارے دور کی سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ ہماری وابستگیاں Change' تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ یہ ٹریجڈی ہے کہ آج کا انسان بدلتا رہتا ہے۔ اگر آپ صرف استقامت کے ساتھ کسی ایک مقام پر ٹھہر جائیں تو آپ کے اندر سے ہی ذاتی خوشبو کی کہانی نکل آئے گی۔ تو یہ ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی کسی ایک مقام پر ٹھہر جانے سے خود بخود آسودگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو محبت میں غیر کی رائے لینا حرام ہے۔ اس لیے آپ کسی کی طرف نہ دیکھنا بلکہ اپنے آپ کو دیکھنا۔ یہ محبت آپ کا اپنا فیصلہ ہے' اپنا راز ہے اور آپ پر آشکار ہے۔ اس کو صفات کے ساتھ نہ ماپو بلکہ اس کو ذات کے ساتھ ماپو اور اپنا فیصلہ سمجھ کے ماپو' اس کو اللہ کا فضل سمجھ کے ماپو۔ اور جب آپ کے اندر وسوسہ

پیدا ہو تو سمجھ لینا کہ آپ کو محبت سے دور کیا جا رہا ہے۔ پھر دعا کیا کرو کہ یا اللہ ۔

در پہ تیرے جو آ گیا اب نہ کبھی مجھے اٹھا
گردشِ مہر و ماہ بھی دیکھ چکا ہوں راہ میں

تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کیا ہوا سفر دوبارہ کرنا پڑ جائے' فطرتیں جو ختم ہو گئی ہیں وہ دوبارہ پیدا ہو جائیں۔ یہ تو آپ واپسی کا سفر کر رہے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جب واپسی کا سفر شروع ہوتا ہے تو پھر تمام بلیات جو ہیں وہ واپس آنا شروع ہو جاتی ہیں' تمام حالات واپس آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ تو آپ راستہ لے کے آگے چلو۔ فرض کریں آپ کو غلط محبوب مل جائے' پھر بھی محبوب کو لے کے آگے چلو' حصار توڑ کے آگے چلو' واپس نہ آنا۔ یاد رکھنا اس میں واپسی کا راستہ کوئی نہیں ہے۔ اس سے آگے راستہ ضرور ہے اور واپسی کا راستہ نہیں ہے۔ واپسی کا راستہ جو ہے یہ عذاب کا راستہ ہے۔ آگے کا راستہ یہ ہوتا ہے کہ اب تم پر کوئی چیز آشکار ہو جائے گی۔

ایک آدمی نے کسی کو پیر بنایا۔ اور پیر کے اندر اس کو لوگوں نے کوئی خامی بتائی' جب کوئی کمی نظر آئی تو وہ شخص خاموشی سے کہنے لگا کہ میں تو اللہ کے لیے آیا اور اللہ کے لیے گیا ہوں اور پیر صاحب کے بارے میں ایسے ایسے واقعات ہیں کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کیا جائے۔ مگر وہ اپنی استقامت میں قائم رہا اور پھر اس پر کچھ جلوہ آشکار ہو گیا۔ یاد رکھنا' استقامت جلوہ بنتی ہے اور سب سے بڑی کرامت استقامت میں ہے یعنی استقامت مساوی ہے کرامت۔ تو جب اس پر کوئی چیز آشکار ہو گئی تو اس نے واقعی دیکھا کہ اس کا پیر وہ نہیں ہے۔ اس نے دعا دی کہ یا اللہ

مجھے اس شخص کی طرف سے یہ فیض ملا ہے' اگر اس کے پاس نہیں ہے تو پھر اس کو بھی دو۔ تو پھر اس کو اصلی پیر نظر آیا۔ اس کے پیر نے کہا یہ میں نے تجھے آزمائش میں ڈالا تھا کہ اگر تجھ پر کوئی آسانی آ جائے تو اس وقت کیسے یاد کرے گا اور کوئی دِقّت آ جائے تو کیسے یاد کرے گا۔

ایک اور واقعہ ایک اور بزرگ نے لکھا ہے۔ ایک بندہ اپنے پیر صاحب کی محفل میں جانا بند ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پیر صاحب نے پوچھا وہ آدمی آتا نہیں' کدھر گیا۔ لوگوں نے کہا جی بڑی مہربانی ہو گئی ہے اس پر' آپ کے دیے ہوئے درس جو ہیں وہ کچھ ایسے یاد کیے ہیں کہ اس پر روحانی کشادگی آگئی ہے۔ آپ نے اسے بلوایا اور پوچھا سنا بھئی۔ کہنے لگا آپ کی بڑی مہربانی ہے' بس آپ کی عنایت ہے کہ میرے اوپر بڑے جلوے آ رہے ہیں۔ مجھے کوئی بزرگ ملتا ہے' رات کو بہشت کی سیر ہوتی ہے اور بڑے واقعات ہوتے ہیں' بڑی دعائیں دیتا ہوں آپ کو۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ اگر تو ہماری طرف سے کوئی چیز ہے تو وہ تجھے ہمارے پاس ہی رکھے رکھتی۔ تجھے وسوسے نے جھوٹا جلوہ دکھایا ہے۔ جو بزرگ تمہیں سیر کروانے کے لیے لے جاتا ہے وہ بزرگ ابلیس ہے۔ جس جنت میں تم جاتے ہو وہ جنت نہیں' کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے' وہاں لا حول ولا قوۃ پڑھا کرو۔ مرید نے اس نقلی جلوے کے دوران لا حول پڑھی تو اس پر حقیقت آشکار ہوئی اور وہ تائب ہو کر پیر صاحب کی محفل میں دوبارہ مستقل مزاجی سے شریک رہا۔ تو نقصان پہنچانے والی چیز جو ہے یہ وسوسہ ہے۔ آپ اپنی استقامت کو طاقت سے قائم رکھو۔ محبت کا مطلب ہی صرف یہ ہوتا ہے کہ استقامت قائم رہے اور محبت کسی محبوب کی تعریف کا نام نہیں ہے۔ تیرے اندر جو ہر خاکی میں موجود جوہر

ذاتی محبت ہے۔ اس خاک کے اندر ایک اور چیز موجود ہے اور وہ چیز محبت سے آشکار ہوتی ہے۔ پھر تیرے اندر تیرا اپنا جلوہ آشکار ہوتا ہے۔ تو یہ وابستگی جو ہوتی ہے اسی کو کہتے ہیں کہ مجاز سے حقیقت بن جاتی ہے۔ مجاز میں استقامت کرنے والا مجاز میں حقیقت کو دیکھ لے گا اور ماسوا میں ماورا کو دیکھے گا۔ کیا کرے گا؟ وہ ماسوا میں ماورا کو دیکھے گا۔ کیا کرے گا؟ استقامت سے جلوے آشکار ہوں گے۔ جلوے کسی صفت سے نہیں ہوتے بلکہ جلوے کیسے آشکار ہوتے ہیں؟ استقامت سے۔ بس آپ نے استقامت حاصل کرنی ہے۔ تو استقامت جو ہے یہ وسوسے کی ضد ہے۔ تو وسوسہ اگر کبھی آنے لگ جائے تو سمجھو کہ کہیں نہ کہیں نقص واقع ہو گیا ہے' یا پھر آپ کھانا غلط کھا گئے' یا کہیں نہ کہیں کوئی غلطی ہو گی۔ اور غلطی کی سزا ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ ذرا اپنے آپ کو محبت میں قائم رکھیں' محبت Compromise نہ کرے' سمجھوتہ نہ کرے' محبت محبوب کا گلہ نہ سنے اور محبت تقربِ محبوب مانگے۔ محبت میں کمی آنے لگے تو سمجھو کہ کہیں نہ کہیں گمراہی واقع ہو گئی ہے۔ محبت میں استقامت جو ہے آپ کو اپنے اصلی محبوب اور محبوبوں کے محبوب سے تعارف کرا دے گی۔ تو آپ استقامت پر دھیان رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ کیا ہوا سفر دوبارہ کرنا پڑ جائے۔ اب عمر نہیں رہی۔ اس عمر میں دریا کا واپسی کا سفر نہیں ہو سکتا۔ اب دریا بہت سارا سفر طے کر آیا ہے۔ اب جب کہ پچاس سال کی عمر ہو گئی ہے یا ساٹھ سال کی عمر ہو گئی ہے اور اسے کہا جائے کہ دیکھو بات یہ ہے کہ تم تو غلط راستے پر آ گئے ہو' ایک دفعہ پھر وہاں سے شروع ہو جاؤ۔ کہاں وہ عمر رہ گئی ہے؟ اگر وہ غلط ہو گیا ہے تو اسی کو ٹھیک کرنا ہے۔ کیا کہا؟ غلط ہے تو پھر اسی میں سے ٹھیک کر لو

کیونکہ اللہ کا راستہ کوئی محدود راستہ نہیں ہے۔ اور یہ بڑے راز کی بات ہے۔ ہر مقام پر اگر مسجد نہیں ملتی تو جہاں نماز پڑھو گے وہی مسجد ہے۔ یہ ایک ایسا راز ہے کہ اللہ کی اگر نشانی نہیں ہے تو نشان تم پیدا کرو۔ کیا کہا' اگر اس کی موجودگی کا کوئی نشان نہیں ہے تو کیا کرو؟ نشان تم پیدا کرو' داغ سجود پیدا کرو۔

داغ سجود تیری جبیں پر ہوا تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

یہ کربلا کا سجدہ ہے کہ وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے۔ وہ اگر وہاں نہیں ہے تو وہاں سجدہ سے کیا حاصل۔ اللہ کو کسی مقام میں نہ ڈھونڈو بلکہ اللہ کو اپنی پیشانی میں ڈھونڈو۔ کہاں ڈھونڈو؟ اپنی پیشانی میں۔ کیونکہ مسجود کہاں ملے گا؟ پیشانی کے اندر۔ تو مسجود کہاں ہے اور پیشانی کیا کرے گی تو مسجود ملے گا؟ سجدہ کرے اور کہاں ملے گا؟ بینائی کے اندر۔ نورانی جلوہ کہاں ملے گا؟ آپ کی دیدہ وری میں۔ خود دیکھو گے تو ملے گا ورنہ نہیں۔ اس لیے وہ ذات ہمہ حال آپ کی صفت کے ساتھ متعلق ہے' آپ کی صفت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر آپ سخی ہیں تب بھی آپ اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ بلکہ اس حد تک اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں کہتے ہیں کہ تم محبت سے' شوق سے' عقیدت سے اور Sincerity کے ساتھ' اخلاص کے ساتھ اس کی راہ میں چل پڑو تو جو رنگ تم اختیار کرو گے وہی رنگ وہ اختیار کرے گا' اگر تم سجدہ کرو گے تو وہ مسجود ہے اور اگر تم انا الحق کہو گے تو دار پر ملاقات کرنے گا۔ کرے گا ضرور۔ یہاں تک لوگ کہتے ہیں کہ اس کی راہ میں تم جو کچھ لے کر چلو وہ اس کے مطابق' اسے نیت کے مطابق قبول کرتا ہے۔ یوسفؑ کے

خریداروں میں سوت کی انی کا نام آئے گا' آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ ضرور آئے گا کیونکہ یہ نیت کی بات ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں' ایک بندہ کہتا ہے کہ میں اللہ سے ملنے چلا ہوں اور جیب میں پیسے ڈال لیتا ہے کہ چاہے جو کچھ بھی میرے پاس ہے' میں نے اللہ سے ملاقات ضرور کرنی ہے۔ تو شام سے پہلے پہلے اسے کوئی نہ کوئی شے ایسی ملے گی جو آ کے یہ کہے گی کہ لاؤ ہمارا حصہ' جو جیب میں ڈالا ہوا ہے۔ تو وہی جلوہ ہے جو کچھ تم ساتھ لے کے چلے ہو' وہ اس کے مطابق آئے گا' اگر نگاہ لے کے چلو تو وہ جلوہ بن کر آئے گا' مال لے کر چلو گے تو سائل بن کر آئے گا' حتیٰ کہ تم اگر سائل بن کر جاؤ گے تو وہ سخی بن کر آئے گا۔ لہٰذا تم جو رنگ اختیار کرو گے' اللہ وہی رنگ اختیار کرے گا۔ اگر اس کے راستے میں وسوسہ بن کر جاؤ گے تو واللہ خیرا الماکرین تو اللہ بھی ویسی تدبیر کرے گا۔ بس پھر تذبذب ساری عمر کا راستہ ہے اور پھر راستہ نہیں ملے گا۔ اس لیے یہاں پر بڑی وارننگ ہے کہ یہ تذبذب محرومی منزل کی نشان دہی ہے۔ میں یہ کسی محبوب کی تعریف نہیں کر رہا بلکہ صرف آپ کی محبت کے جذبے کی بات کر رہا ہوں۔ وسوسہ جو ہے یہ محرومی منزل کی بات ہے۔ وسوسے کو آپ Shatter کر دو اور ترک کر دو۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

جہاں کہیں' اسی کو دیکھا جائے گا۔ اس لیے اپنے آپ کو استقامت میں رکھو۔ استقامت کے بغیر جو بات ہے وہ طے نہیں ہوتی ہے۔ استقامت سکھانے کے لیے ہے۔ محبت کسی محبوب کا قصیدہ نہیں ہے' کسی محبوب کی Eulogy نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے یہ

سکھایا ہے کہ مقصدِ حیات یہاں نہیں ہے بلکہ مقصدِ حیات ادھر ہے۔ مقصد یہ کہ اللہ کے محبوبؐ فرما رہے ہیں کہ عبادت اس کی کرنی ہے۔ اندازہ لگاؤ' جب کہ لوگوں کا دل عبادت کرنے کو ادھر چاہتا ہے' لوگوں کا دل جو ہے اللہ کے محبوبؐ کی طرف چاہتا ہے اور اللہ کے محبوبؐ کیا فرما رہے ہیں کہ اللہ کی طرف عبادت کرو اور یہ کہ انا بشر مثلکم یعنی تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ وہ تمہاری طرح کے تو نہیں ہیں اور سب یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ دراصل ہوا یہ تھا کہ لوگوں کے دل ادھر مائل ہو رہے تھے تو آپؐ کو یہ فرمانا پڑا ——— تو محبوب کی تعریف ہی الگ ہے کہ وہ جو آگے کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور آپ کے اندر استقامت ضرور ہونی چاہیے۔ اس لیے اس کا بڑا خیال رکھنا۔ کہیں توکل کی کمی ہو گئی تو سمجھنا کہ کوئی نہ کوئی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔ تو آپ اندیشہ اور وسوسہ نکال دو۔ یہی ہے محبت کا مطلب اور مقصد۔ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک مقام پر ایسے جذباتی ہو جاؤ کہ اس میں Compromise نہ ہو' سمجھوتہ نہ ہو۔ اس کا تو علاج یہی ہے' اس کا علاج ہی یہی ہے کہ آپ اپنی راہ پر چلو اور اپنی محبت کی پسند اور تصدیق غیر سے کبھی نہ مانگو۔ غیر ہوتا ہی غیر ہے اور غیر نے کیا دیکھنا ہے۔ مثلاً" کوئی شخص فیصلہ نہ کرنا چاہے تو پتہ ہے کیا کرتا ہے' وہ کہتا ہے کہ کمیٹی کے سپرد کر دو اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس کے متعلق کمیٹی فیصلہ کرے۔ تو کمیٹی مقرر کر دو مگر کمیٹیوں کے سپرد نہ کرو۔ مثلاً" بیان کرنے والا کہانی بیان کرتا ہے' کہتا ہے بات یہ ہے کہ وہ میرا دوست تھا' میں نے اس کی بڑی خدمت کی ہے حتیٰ کہ اس کو پیسے بھی بہت سارے دیے اور پھر ایسا واقعہ ہوا کہ وہ زیادتی کر کے چلا گیا۔ اب وہ اپنی داستان بیان کر رہا ہے اور بعد میں

پوچھتا ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا بیان لکھوں؟ اگر تم ایسے بیان کرو کہ وہ میرا دوست ہے' ہزار نقصانات کے باوجود میرا دل دوستی کو چاہتا ہے تو یہ ایک اور بات ہو گی۔ تو لوگوں کے Opinion کو Invite کرنے والا' لوگوں سے تبصرہ مانگنے والا دراصل یہ ذوق رکھتا ہے کہ لوگ اظہار خیال کریں' اس لیے ان کے Opinion کو Invite کرتا ہے۔ سننے والے کا شوق جو ہے یہ بولنے والے کی زبان بنتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں مسجد میں گیا' بڑی دفعہ نمازیں پڑھیں بڑا عرصہ نمازیں پڑھیں' لیکن بات نہیں بنی۔ ایسے شخص کو لوگ کہیں گے کہ چھوڑ دو نمازیں' ان میں کیا رکھا ہے۔ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ جی اللہ کی مہربانی ہے' زیادہ نمازیں بھی نہیں پڑھیں' کہیں ایک ہی نماز پڑھی تھی اور کام ہو گیا۔ وہ کیا کہے گا؟ نماز ہوتا ہی فیض ہے جی۔ تو بولنے والا تو وہی بات کرے گا جو آپ سننا چاہتے ہیں۔ اب آپ جو سننا چاہتے ہو' وہ وہی کہے گا۔ اگر آپ نے کہا ہمارے ابا حضور بڑے ولی اللہ تھے تو وہ کیا کہے گا؟ وہ کہے گا اللہ تمہیں سلامت رکھے' مجھے پہلے معلوم ہو رہا تھا کہ تو بزرگ باپ کا بیٹا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ وہ تھے تو میرے باپ دادا لیکن کیا بتاؤں کہ کیا تھے۔ تو سننے والا کہتا ہے کہ میرا باپ بھی ایسا ہی تھا۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ سننا چاہتے ہیں وہی آپ پہلے بولتے ہیں۔ تو گویا کہ وسوسہ بھی تم ہی ہو اور سزا بھی تم ہی ہو' محروم بھی تم ہی ہو' محبوب بھی تم ہی ہو' محبت بھی تم ہی ہو اور محروم بھی تم ہی ہو۔ اس میں کوئی چیز غیر نہیں ہے۔ تو اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم نے اپنے اندر یہ سب پیدا کرنا ہے اور اپنے یقین سے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد یاد رکھو کہ ایک راستے کا نام ہے صراط مستقیم' دو راستوں کا نام ہے وسوسہ۔ دو آدمیوں

سے فیض لینے والا فیض سے محروم ہو جاتا ہے۔ کیا کہا؟ دو آدمیوں سے فیض لینے والا محروم ہو جاتا ہے۔ شیعہ سچا ہے' سنی سچا ہے لیکن دونوں بیک وقت سچے نہیں ہیں۔ دونوں بیک وقت کیسے چل سکتے ہیں ایک راستے پر۔ اِدھر سے ایک راستہ جاتا ہے' اُدھر سے دوسرا راستہ جاتا ہے۔ داتا صاحبؒ بزرگ ہیں' خواجہ صاحبؒ بزرگ ہیں۔ خواجہ صاحبؒ قوالی سنتے ہیں' داتا صاحبؒ سنتے نہیں۔ داتا صاحبؒ قوالی سننے کی شرط بتاتے ہیں' پتہ ہے کیا؟ تین دن کا فاقہ ہو اور فاقہ پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ بھوک ہو' تمنا ہو اور کھانا نہ ملے تو اس کو فاقہ کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بندے کی صحت خراب ہو تو فاقہ کہا جائے گا' ہاں یہ نہیں ہے کہ معدہ خراب ہے' صحت خراب ہے' دوائی سے گزارہ ہو جاتا ہے اور کھایا کچھ نہیں ------ یہ فاقہ نہیں۔ تو داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ بھوک ہو' تین دن کا فاقہ ہو' کھانا پکا ہوا ہو اور پھر تم کہو کہ پہلے میں نے قوالی سننی ہے' تو سن لو۔ کیا کہا؟ تب قوالی سن لو ورنہ قوالی کی آواز اور کوے کی آواز ایک ہے۔ یہ داتا صاحبؒ کہہ رہے ہیں اور خواجہ صاحبؒ خواجہ غریب نواز جو ہیں ہمہ حال قوالی۔ یہ ایک مقام ہے۔ اب یہ یاد رکھو کہ خواجہ غریب نوازؒ فیض داتا صاحبؒ سے لے رہے ہیں۔ تو گویا کہ صداقتیں اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے انگ میں پرورش پاتی ہیں۔ اس کی مثال بتاتا ہوں۔ ایک گھر' ایک گھرانہ ہے بابا صاحب یعنی بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا' آپ استاد بھی ہیں' پیر بھی ہیں' گرو بھی ہیں' مکمل ہیں' ذات ہیں۔ ان کے دو بڑے معتبر شاگرد ہیں' دو خلفاء ہیں۔ ایک کا نام ہے نظام الدین اولیاءؒ اور دوسرے کا نام ہے علاؤ الدین صابرؒ۔ ایک نے بیس سال تک کھانا ہی نہیں کھایا اور صابر کا مقام پایا۔ دونوں ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں اور ان

کے دربار سے ایک جیسا فیض لے رہے ہیں اور دوسرے کے ہاں لنگر اتنا پکتا ہے یعنی نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کے آستانے پر' کہتے ہیں کہ اونٹ سبزیوں کے چھلکے اٹھا کر لے جاتے تھے یعنی کہ اتنا لنگر ہے کہ بادشاہ جو ہے وہ Paralyze ہو گیا' سکتے میں آ گیا کہ یہ تو ہمارے جلالِ شاہانہ سے کہیں آگے ہے۔ اب دیکھو کہ ایک حرم میں' ایک جگہ سے فیض پانے والے' ایک محبت کے دو مختلف انداز ہیں۔ کہیں جمالِ شاہانہ ہے' کہیں جلال ہے۔ اب دونوں آپس میں نہیں ملتے۔ صابری نظامی کیسے ملے آپس میں۔ اِس کا رنگ اور ہے' اُس کا رنگ اور۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ہے یہ ایک جگہ کی بات۔ اس سے آگے ایک اور بات دیکھو۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ حضرت محبوب الٰہیؒ کے دو شاگرد ہیں۔ ایک حضرت امیر خسروؒ ہیں۔ خسرو تو پھر خسرو ہے ناں' جب نام آتا ہے تو طبیعت خسروانہ ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے ہیں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ۔ حضور محبوب الٰہیؒ دونوں کو چاہتے ہیں اور دونوں کے رنگ الگ الگ ہیں۔ دونوں کا مزاج الگ ہے۔ تربیت ایک جگہ پر ہے۔ حضور محبوب الٰہیؒ کا جب آخری وقت آیا تو بیمار تھے۔ اندر سے آواز دی' امیر ہے؟ یعنی خسرو۔ امیرؒ تو کہیں گیا ہوا تھا۔ تو باہر سے نصیرالدینؒ بولے کہ امیر نہیں نصیر ہے۔ آپ نے کچھ کہا نہیں' بس چپ ہو گئے۔ کہنے لگے اس کا انتظار کرو۔ رخصت کا وقت قریب تھا' پھر پوچھا امیر ہے' تو باہر سے کہا جی خادم نصیر ہے۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا تو بھی نصیرؒ بولے۔ آپؒ نے کہا کہ نظامؒ چاہے امیرؒ کو' اللہ چاہے نصیرؒ کو' جا خلافت تمہیں دیتا ہوں۔

جو محبت تمہیں نہیں ملی تو یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ تو جب محبت میں وسوسہ آ جائے تو فیصلہ کس پہ چھوڑو' فیصلہ اللہ پہ چھوڑو۔ لوگوں پہ پھر

بھی نہیں چھوڑنا اور یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ اچھا دیکھو نصیرالدینؒ کے ساتھ ایک واقعہ کہ آپ نصیر الدین چراغ دہلویؒ جو ہیں قوالی نہیں سنتے اور ان کے پیر قوالی سنتے تھے۔ اب لوگ کیا مخالف ہوں گے۔ دونوں کا مزاج الگ ہے۔ پیر تعلیم دے رہا ہے' محبت ہے' لیکن مزاج الگ ہیں۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ محبت کیسے پلتی ہے؟ مزاج مختلف ہونے کے باوجود پل رہی ہے۔ جب نظام الدینؒ جاتے ہیں نصیرالدینؒ کے پاس تو وہ قوالی کرا لیتے ہیں اور جب نصیرالدینؒ جاتے ہیں نظام الدینؒ کے پاس تو آپ قوالی بند کرا دیتے ہیں کہ نصیرؒ آگیا ہے۔ تو محبت جو ہے پالنی خود تم نے ہے۔ محبت کسی فارمولے کا نام نہیں ہے۔ محبت کون پالتا ہے؟ یہ کوئی اور نہیں پالتا۔ یہ نہ کہنا کہ جناب ہم محبت پال رہے تھے' لوگوں نے آ کے درمیان میں شوربہ میں نمک ڈال دیا ہے' لوگ یہ نہیں کر سکتے' جس طرح آپ کے ذاتی معاملے میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اس طرح آپ کے قلبی معاملے میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ آپ کو وسوسہ کبھی نہیں آئے گا اگر آپ اپنے یقین کو پختہ رکھیں۔ تو آپ اپنی منزل کو حاصل کر لو' یقین ہی آپ کی منزل ہے۔ منزل کون ہے؟ محبوب منزل نہیں ہے' منزل کون ہے' تیرا یقین۔ منزل کون ہے؟ تیرا یقین! یقین کا نام منزل رکھو' یقین کا نام اللہ رکھو' اپنے آپ پر بھروسہ رکھو ——— تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تذبذب میں نہ ڈالے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ "میں نیک عمل کر آیا ہوں' پیسے دے آیا ہوں ان کو خیرات کے' تو بتا کیا میں نے ٹھیک کیا؟" اگر آگے سے وہ کہے کہ تو پاگل ہے' آج کل بھی کوئی پیسے دیتا ہے خیرات کے' آج کل تو نہیں ایسے کام کرتے۔ تو آپ میں اس عمل کے بارے میں وسوسہ پیدا ہو جائے گا۔

مطلب یہ کہ یہ نہ کرنا کہ اپنا عمل ہو اور جواز غیر کا ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اپنے عمل کا آپ ہی کوئی اچھا سا نام رکھ۔ اپنے عمل کی آپ سند بن۔ اپنے ایمان کو آپ ہی قوی کہہ۔ اور اپنی بخشش کا آپ ہی اعلان کر۔ کیا کہا میں نے؟ اپنی بخشش کا آپ ہی اعلان کر۔ آپ کا بھائی آپ کی بخشش نہیں کرے گا۔ کون کرے گا؟ تم خود۔ آپ کہو میں کہتا ہوں کہ میں بخشا جاؤں گا۔ پوچھیں گے کیوں؟ آپ کہو کہ میں کہتا ہوں اور میرا دل کہتا ہے کیونکہ میں حضور پاک ﷺ پر پورا اعتماد رکھتا ہوں۔ تو جو یقین ہے وہی آپ کا حال ہے۔ اور وسوسے والا کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ بخشے جائیں گے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ اب یہ نہیں بخشا جائے گا۔ تو تذبذب نہیں بخشا جاتا۔ انسان کی آخرت میں دوبارہ زندہ ہوتے وقت وہی حالت ہو گی جو مرتے وقت تھی۔ اگر تذبذب میں ہے تو اعراف میں اٹھے گا' تذبذب میں اٹھے گا۔ اس لیے یقین پیدا کر۔

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

تو یقین پیدا کر' اپنے عمل کا یقین پیدا کر۔ اگر کوئی آپ کا دوست ہے اور بہت اچھا نہیں ہے تو آپ کہو کہ میرا دوست ہے اچھا ہے کہ نہیں ہے' دوست ہے' ہم برے کے ساتھ دوستی کرتے ہیں۔ تو آپ کیا کرتے ہیں؟ چونکہ وہ میرا دوست ہے' یہ کافی ہے۔ اگر مثال کے طور پر کوئی شخص کہہ دے کہ آپ کا بیٹا جو ہے اچھا نہیں ہے۔ آپ کا کام یہ بات سننا نہیں ہے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارا بیٹا ہے' چونکہ ہمارا بیٹا ہے اس لیے ہماری نگاہ میں وہی تارہ ہے۔ بیٹے کے اعمال کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اس سے محبت کرنا۔ یاد رکھنا' کیا کہا میں نے؟ بیٹے سے محبت کرنا۔

محبت ہی اس کے اعمال میں تبدیلی پیدا کرے گی۔ تو محبت میں دوسرے سے سند نہ لو۔ محبت کی سند تم خود ہی ہو' اللہ تمہارا ہے' یہ فیصلہ تم خود ہی کرو گے۔ تمہارا رب جو کائنات کا خالق ہے' تمہارے عقیدے میں تمہارا رب کائنات کا خالق ہے بلکہ مالک ہے اور آدھی سے زیادہ دنیا اس کو نہیں مانتی۔ آپ سوچیں گے کہہ تو ٹھیک ہی رہا ہے' اللہ کو تو نہیں مانتے' میں خواہ مخواہ پاگل ہوں۔ یہاں پہ آپ ایمان سے محروم ہو جائیں گے۔ اسے کہو کہ شکر ہے کہ نہ ماننے والی دنیا میں اس نے مجھے ماننے والا بنایا۔ ایک سجدہ اور کرو اس کا۔ سجدہ کیا کرو اور کہا کرو یا رب العالمین تیرا اتنا بڑا شکر ہے کہ مجھے ماننے والا بنایا نہ ماننے والی مخلوق کے سامنے' اور یہ اعجاز ہے' تیری عطا ہے ورنہ زیادہ تر لوگ تو تجھے نہیں مانتے۔ تو اللہ نے تجھے ماننے والا بنایا' ڈبل شکریہ ادا کرو' کیا کہا؟ چار دفعہ شکر ادا کر۔ ہاں جب لوگ وسوسہ ڈالتے ہیں تو تُو ایک اور شکر کر اس وسوسے والے لوگوں کے اندر تجھے محبوب کا جلوہ آشکار ہے۔ ایک دفعہ پھر سجدہ کر کہ وسوسے والی بیمار روحیں پھر رہی ہیں اور تو ایک طاقت ور روح ہے۔ تو اپنا شکر ادا کر کہ یا رب العالمین تیرا بڑا احسان ہے کہ بے یقینی کے اس دور میں مجھے یقین ملا اور وسوسوں کے زمانے میں مجھے اعتماد ملا اور پریشانیوں کے زمانے میں مجھے سکونِ قلب ملا۔ تو اور کیا چاہتا ہے ——— تو محبوب کون ہے؟ تیرا یقین۔ محبوب کون ہے؟ تیری نگاہ۔ محبوب کون ہے؟ تیرا اپنا دل۔ اور ایمان کیا ہے؟ تیرا دل۔ منزل کیا ہے؟ تیرا اپنا دل۔ یہ سب لوگ کدھر سے آ گئے۔ لوگ تو آتے ہیں صرف اس وقت میت اٹھانے جب انسان مرنے لگتا ہے۔ یقین کی موت پر لوگ آ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ تھا کہ ایک دن اس نے گر

جانا ہے۔ جس شہر پر گِدھ منڈلانے لگ جائیں' جب گدھ زیادہ آ جائیں سمجھو کہ شہر مرنے والا ہے۔ گِدھوں کا کیا کام زندگی کے اوپر پھرنا۔ تو لوگوں کا Opinion ' لوگوں کی رائے گِدھوں کا Opinion ہے۔ جب لوگ تیرے قریب آ کر اظہار کرتے ہیں تو سمجھو تمہارا یقین مرنے والا ہے۔ اس لیے دھیان کرو اور لوگوں کے Opinion سے' رائے سے ڈرو۔ لوگوں کی بات رہنے دو' لوگ ہیں ہی کیا۔ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بچا ان لوگوں سے جو دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں' اور جو یہ کرتے رہتے ہیں کہ گرہ پر پھونک لگاتے ہیں۔ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ آپ کو پتہ ہے ڈلن کی تعریف کیا ہے؟ ولن' ڈرامے کا ولن' اس کو سب سے بڑی پریشانی یہ ہوتی ہے کہ محبوب اور محب کی محبت کیوں چل رہی ہے۔ اس سے پوچھو تم آزردہ کیوں ہو' پریشان کیوں نظر آ رہے ہو۔ کہتا ہے کیا یہ کم پریشانی ہے کہ تم مجھے خوش نظر آ رہے ہو۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ خوش ہیں اور یہی میری پریشانی ہے اور مجھے خوشی تب ہو گی جب تک انہیں پریشان نہ کروں۔ تو ولن کی تعریف یہ ہے کہ وہ جب کسی صاحبِ یقین کو دیکھتا ہے تو اس کے گھر میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور بجھ گئے جب تیرے یقین کے چراغ یعنی جب بجھ جاتے ہیں تیرے چراغ تو پھر اس کے گھر میں چراغ جلتا ہے کہ میں آج بجھا آیا ہوں اس کا دیا۔ اس لیے اپنے دیے کو آندھیوں کے سامنے نہ لے جاؤ۔ بات اپنے دل میں رکھ۔ اپنے اندر قائم رکھ۔ تیرا راستہ تجھے خود ہی ملے گا۔ آپ کو یاد رکھنے والی ایک بات بتاتا ہوں کہ جو شخص بداعمال ہو وہ شخص زیادہ اظہار نہ کرے کہ ایسا مسلمان ہے بلکہ چپ رہے اگر وہ اسلام کا دعویدار ہو جائے تو لوگ کہیں گے کہ یہ ہے اسلام تیرا؟ جب لوگ تجھ سے پوچھیں

کہ اے نیک انسان' اے اچھے انسان' اچھا سلوک کرنے والے' تو نے یہ بات کہاں سے پائی؟ پھر کہنا کہ میں مسلمان ہوں۔ تُو خوبیاں نہ بتا بلکہ خوبی عمل کی دکھا۔ تو محبوب کے نام کی کوئی نیاز دے' کھانے والے تیرے محبوب کی تعریف کریں گے۔ کیا کہا؟ نیاز دے محبوب کے نام کی' کھانا کھلاؤ' لنگر کھلاؤ' پھر لوگ پوچھیں گے کہ سرکار کاہے کا کھلا رہے ہو۔ تو کہتا ہے کہ محبوب کے نام کی ہے' تو وہ کہے گا کہ تیرے محبوب کی خیر ہو۔ تم کسی کو چپت مارو اور کہو کہ میرے محبوب نے کہا ہے' تو وہ کہے گا کہ تیرا محبوب بھی ایسا ہی ہو گا۔ اس لیے تیرا عمل اگر لوگوں کے ساتھ خراب ہے تو لوگ تیرے محبوب پر حملہ کریں گے۔ کب کریں گے؟ جب لوگ تجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ جو تجھ سے محبت کرے گا وہ تیرے محبوب سے محبت کرے گا۔ Love me love my dog even محبت کرنے والے آپ کی ہر چیز سے محبت کریں گے۔

ان باتوں پہ غور کریں تو وسوسہ اور تذبذب سے نکل کر انسان یقین اور محبت کی دنیا میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ دعا کرنا چاہیے کہ اللہ ہمیں وسوسوں اور تذبذب سے نکالے اور اپنی اور اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ا اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

علم

اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔

علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔

وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔

زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1-	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2-	دل دریا سمندر	(مضامین)
3-	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4-	شب چراغ	(اردو شاعری)
5-	The Beaming Soul	
6-	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
7-	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
8-	شب راز	(اردو شاعری)
9-	بات سے بات	(نثر پارے)
10-	گمنام ادیب	(خطوط)
11-	گفتگو۔۱	(سوال جواب)
12-	گفتگو۔۲	(سوال جواب)
13-	گفتگو۔۳	(سوال جواب)
14-	گفتگو۔۴	(سوال جواب)

15- گفتگو_۵ (سوال جواب)
16- گفتگو_۶ (سوال جواب)
17- گفتگو_۷ (سوال جواب)
18- گفتگو_۸ (سوال جواب)
19- گفتگو_۹ (سوال جواب)
20- گفتگو_۱۰ (سوال جواب)
21- گفتگو_۱۱ (سوال جواب)
22- Ocean in a drop
23- گفتگو_۱۲ (سوال جواب)
24- گفتگو_۱۳ (سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱_اے،جوہر ٹاؤن لاہور

http://www.wasifaliwasif.com

گفتگو

۱۴



واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو ۱۴

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو۔ ۱۴
مصنف	.....	واصف علی واصف
سال اشاعت	.....	۲۰۰۴ء
قیمت	.....	۲۰۰ روپے

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن، لاہور

زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

مجھے فطرت نے بخشی چشمِ بینا
میں رنگوں کی صدا سُنتا رہا ہوں

(واصف علی واصفؒ)

فہرست

﴿ ۱ ﴾

۱ قرآن مجید میں ہے کہ تم وسیلہ کے ذریعہ مجھے تلاش کرو اور یہ کہ صراطِ مستقیم پہ چلو۔ ۲۰

۲ یقین کیسے پختہ ہوسکتا ہے؟ ۳۶

﴿ ۲ ﴾

۱ جناب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ شریعت کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں اور شریعت اُن پر لاگو نہیں ہوتی' اس بارے میں کچھ فرمائیں۔ ۴۷

۲ کیا ایسے لوگوں کی پیروی کرنا چاہیے۔ ۴۸

۳ بعض اوقات دل اللہ سے مخاطب ہوجاتا ہے' ایسے میں ہم کیا کریں۔ ۵۷

۴ لیکن راستہ ہمیں سمجھ نہیں آرہا۔ ۵۹

۵ سر یہ ہمہ حال نماز کیا ہوتی ہے؟ ۶۲

۳

۱ اس سال کا محرم آ رہا ہے تو شہادت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کچھ فرمائیں۔ ۷۱

۲ ہم بزرگانِ دین کے پاس جاتے ہیں تو اللہ کا خوف' خشیت پیدا ہوتی ہے لیکن میں اللہ کا ایک اور تصور ذہن میں رکھتا ہوں..... ۷۹

۳ دل میں جو زنگ لگ جاتا ہے اُس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۹۱

۴ کیا مصنوعی آنسو دل کا زنگ دُور کر سکتے ہیں؟ ۹۵

۵ اللہ تعالیٰ سے ہمیں کیا مانگنا چاہیے جس سے اللہ ناراض نہ ہو۔ ۹۶

۶ انسان اپنی حقیقی ضروریات تو مانگ سکتا ہے کہ نہیں؟ ۹۷

۷ اللہ سے تو ہم مانگتے ہی رہتے ہیں چاہے وہ چیز میسر آئے یا نہ آئے۔ ۱۰۰

۸ غلطی اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟ ۱۰۲

۴

۱ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں زیادہ تر غیر معروف ہیں جب کہ مصنوعی پیر بڑے مشہور ہیں۔ ۱۰۷

۲ رمضان شریف کی فضیلت کے بارے میں کچھ بتائیں۔ ۱۱۹

۳ پہلے آدھے سال کے روزے تھے اور نمازیں سو سے کم ہو کر پانچ رہ گئی ہیں تو کیا یہ باتیں سچ ہیں۔ ۱۲۱

۴ کہتے ہیں کہ سفر میں اگر نماز قصر نہ کریں تو یہ ناشکری ہے' اسی طرح سفر میں روزے نہیں رکھنے چاہییں۔ ۱۲۷

۵ ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کے لیے مسئلہ کھڑا نہیں کرتے مگر دوسرے ہمارے لیے مسائل کھڑے کرتے ہیں؟ ۱۳۱

۶ یہ کہا جاتا ہے کہ بینکوں میں جو زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اس کا استعمال ٹھیک نہیں ہوتا۔ ۱۳۵

۷ سر! یہ شب قدر جو ہے کیا یہ مخصوص وقت کا نام ہے؟ ۱۳۷

۵

۱ ہم جو عمل کرتے ہیں اس کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہ ہم صحیح کرتے ہیں یا نہیں؟ ۱۴۵

۶

۱ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی شکل نہیں ہے مگر بیدہ الملک کے مطابق اللہ کے ہاتھ کا کیا مطلب ہے؟ ۱۸۱

۲ اللہ جو کہے ہو جاتا ہے تو پھر اُس نے لشکر کیوں رکھے ہوئے
۳ ہیں؟ ۱۸۷
آج شبِ معراج ہے اس کے حوالے سے کچھ فرمائیں ۱۹۳
۴ کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں' اس کی ذرا
وضاحت فرمادیں۔ ۱۹۳
۵ کہتے ہیں کہ جو لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں وہ فقیر ہی ہوتے ہیں اور
وہ نظام چلاتے ہیں۔ ۱۹۵
۶ جو یہ اصطلاحات ہیں جیسے ابدال ہوں یا غوث ہوں تو یہ سب
ڈیوٹی والے لوگ ہیں۔ ۱۹۵
۷ جیسے ماضی میں کچھ ابدال تھے تو وہ اب بھی ہوں گے یا ہوتے
ہیں؟ ۱۹۶
۸ لوگ ایک پیر کو پکڑ کر دوسرا پیر کیوں پکڑتے ہیں؟ ۲۰۴
۹ جب کسی کو ایک راستہ مل گیا تو پھر وہ کسی اور کی محفل میں تو نہ
جائے۔ ۲۰۷
۱۰ اسلام کے کتنے راستے ہیں؟ ۲۰۷

۷

۱ رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟ ۲۱۳

۲ جولوگ تفکرون والے یاReasonوالے ہوتے ہیں وہ تو کچھ اور کہتے ہیں۔..... ۲۲۵
۳ ماضی تو مذہب ہے اور مستقبل سائنس ہے تو پھر حال کیا ہے؟ ۲۳۰
۴ کچھ لوگ قرآن کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ بشر تھے تو اس بارے میں ہم کیا جواب دیں؟..... ۲۳۳
۵ آج کے دور میں مادی ترقی تو بہت ہو رہی ہے مگر روحانی ترقی کیوں نہیں ہو رہی؟ ۲۳۶

عرض ناشر

''گفتگو'' کے سلسلے کی چودھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے پہلے کی تیرہ کتابوں کو وہی پذیرائی ملی جو کہ واصف صاحبؒ کی تصانیف کا خاصہ ہے۔ ان کی ذات کی مقناطیسی کشش لوگوں کو لوہے کے ذرّوں کی طرح اپنی جانب کھینچ لیتی تھی اور وہ ان کے گرد حلقہ در حلقہ جمع ہو جاتے تھے۔ پھر جب اُن سے سوالات کیے جاتے تو علم و عرفان کا ایک ایسا دریا بہہ نکلتا جس سے پیاسے دل اور روحیں سیراب ہو جاتیں۔ اس بیان کا ریکارڈ آج جب ''گفتگو'' کے اس سلسلے کے تحت پیش کیا جاتا ہے تو پڑھنے والے پر بھی وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس طرح قاری اپنی الجھن کا حل بھی پاتا ہے اور اس پر حکمت و دانائی کے نئے در بھی کھلتے ہیں۔ یہی وہ محرک ہے جو ادارے کو ہر آن نئی جلد کی تیاری میں کوشاں رکھتا ہے اور یوں ہم ہر بار اپنی کوشش میں کامیاب اور سُرخرو ہوتے ہیں۔ توفیق کے دم سے ہی یہ سلسلہ قائم ہے۔ اُمید ہے قارئین ہمیں اپنی دعا میں بھی یاد رکھیں گے اور اپنی رائے سے بھی آگاہ کرتے رہیں گے۔

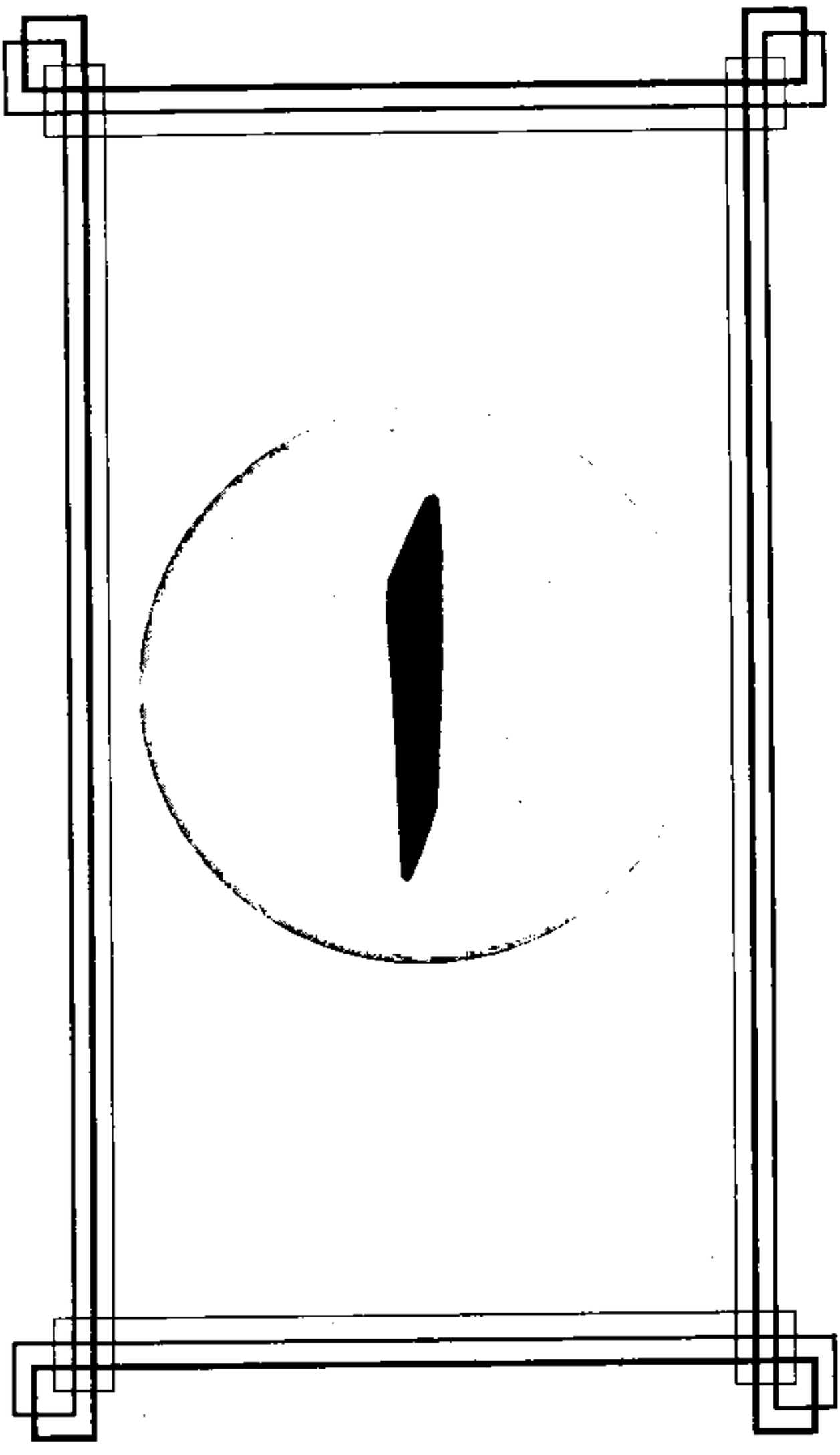

۱ قرآن مجید میں ہے کہ تم وسیلہ کے ذریعہ مجھے تلاش کرو اور یہ کہ صراطِ مستقیم پہ چلو۔

۲ یقین کیسے پختہ ہوسکتا ہے۔

اگر کوئی الجھن ہو اور وہ بے باک انسان کو ہو تو وہ تو سوال بن جاتا ہے اور اگر کسی کمزور انسان کو ہو تو الجھن گھن کی طرح کھا جاتی ہے کیونکہ وہ بے چارہ بول نہیں سکتا۔ یہ سوچیں کہ فائدہ کیا ہے اس سارے واقعہ کا' اس ساری بات کا جو ہم کر رہے ہیں کیونکہ دین تو مکمل ہے۔ فائدہ یہ ہے کہ جو چھپی ہوئی الجھنیں ہیں جن کو انسان اس بات کے ڈر سے بیان نہیں کرتا کہ شاید کفر ہو اگر ہم اُن کو صحیح بیان کرنا شروع کر دیں تو پھر مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ جب وہ مسئلہ سوال بن کے نکلتا ہے تو پھر سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ سوال ہے جو جواب رکھتا ہے اور یہ سوال کرنا کفر نہیں ہے۔ اللہ سے بے باک شکوہ مولوی کے لیے تو کفر ہو سکتا ہے لیکن جس کے پاس اس شکوے کا جواب ہے اُس کا شکوہ تو Performance ہے' وہ شکوہ اُس کی Achievement ہے' اس کا حاصل ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اُس شکوے والے کا خاص مقام ہے۔

سب سے مشکل چیز یہ ہے کہ اتنے بہت تضادات میں' ایک عقیدے میں یعنی اپنے عقیدے پر پورا اپنا اعتقاد قائم رکھنا۔ کہیں نہ کہیں کوئی الجھن رہ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کے طور پر ہمیں جو بات سمجھائی گئی ہے وہ عمل میں یا مشاہدے میں نہیں بتائی گئی۔ جو لوگ یہ بات مشاہدے میں دکھا گئے وہ بھی صرف ہمارے علم میں شامل ہے اور عمل میں نہیں۔ آپ کے سامنے عمل والا ایسا

واقعہ نہیں ہوا۔ آپ کے اردگرد مسلمانوں کا حشر ہے' عراق جل رہا ہے' ایران جل رہا ہے اور پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ یہاں جو مسلمان ہے اور وہاں جو مسلمان ہے' مسلمان ہی مسلمان کو ہتھوڑا مار رہا ہے۔ اس لیے پھر آپ کے ذہن پر بوجھ رہتا ہے۔ عقیدے کے حوالے سے آپ کو سوالوں کی دعوت صرف اس لیے دی جاتی ہے کہ اگر سوال اندر پڑا رہے تو عبادت میں الجھن ہوگی' آپ کے اندر سوالات پڑے رہیں تو آپ کے اندر یقین فروغ نہیں پائے گا اور پھر یہ حالت ہوگی کہ ۔

گمانوں کا لشکر یقین کے ثبات

تو یہ گمانوں کے لشکر جو ہیں یہ ہر آدمی پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ گمان جو ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ شک جو ہے وہ ضرور رہے گا کہ شاید ایسا ہے کہ نہیں ہے' مثلاً اللہ کا دعویٰ ہے کہ وہ رازق ہے سب کا اور ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگوں کے پاس رزق نہیں ہے۔ اللہ کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ ہم Create تخلیق کرتے ہیں مگر گمان والا' شک والا کہتا ہے کہ یہ کیا Creation ہے' کیا تخلیق ہے۔ اس لیے گمانوں کے لشکر موجود رہتے ہیں۔

آپ نے کرنا یہ ہے کہ آپ گمانوں کے لشکر میں اپنے یقین کا ثبات ڈھونڈیں۔ تو گمانوں کا لشکر تو رہے گا اور Throughout رہے گا۔ اور اگر یقین حاصل کر لیں آپ کی کوشش اگر آپ کو گمان تک لائی ہے تو آدھا کام پھر بھی ہو گیا۔ تو اگر کوشش بھی ہو' نصیب بھی ہو اور کسی یقین والی ذات کا تعاون بھی ہو تو پھر آپ یقین کے آغاز تک پہنچتے ہیں اور یقین کا پختہ ہونا ہی آپ کی عاقبت کی یقین دہانی ہے کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے۔ آپ یہ کہیں کہ میرا اللہ جو ہے وہ ہے کیونکہ میں مانتا ہوں یعنی کہ مجھے یہ یقین ہے کہ وہ ہے۔ اس لیے آپ نے یقین

کا ثبات ڈھونڈنا ہے۔ تو آپ گمانوں کے لشکر میں کھوئے ہوئے یقین کو ڈھونڈو۔ گمانوں کا لشکر یقین کا ثبات پوری کربلا پر تفسیر ہے' پوری کربلا پر اس طرح تفسیر ہے کہ گمانوں کا لشکر ہے اور درمیان میں امام عالی مقام ؑ یقین کا ثبات ہیں۔ یہ مکمل طور پر یقین کا ثبات ہے یعنی کہ وہ یقین کتنا پختہ ہے کہ یقین کی انتہا ہے۔ اور گمانوں کا لشکر جو ہے وہ صرف لشکر ہی ہے اور ہے بھی گمانوں کا یعنی جن کو دین پر شبہات تھے وہ لشکر تو رکھتے تھے لیکن اُن کا پتہ نہیں تھا اور امام عالی مقام ؑ تنہا ہیں لیکن دین کے مکمل وارث ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ یقین میں دنیاوی ضرورتوں کے مطابق یا دنیاوی حاصل کے مطابق اپنے یقین کو نہیں دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی بڑا نیک تھا' نمازی تھا' پھر اُس کو کمزوری ہوگئی اور وہ بیمار ہوگیا۔ اگر اُس کو تکلیف ہوگئی تو لوگ کہتے ہیں کہ اگر ایمان دار آدمی تھا تو پھر تکلیف کیوں ہوگئی؟ تو ایمان تکلیف دور کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ کو وابستگی دلانے کے لیے ہے۔ ایمان کا تعلق اس بات سے ہے کہ اگر تکلیف ہے تو بھی تکلیف میں ایمان قائم رہے اور آرام آئے تو بھی ایمان قائم رہے اور اگر زندگی ہو تب ایمان قائم اور اگر موت ہو تب بھی ایمان قائم رہے۔ تو ایمان کا مقصد یہ ہے! ایمان جو ہے وہ ہر حال میں قائم رہتا ہے۔ کیا آپ نے کبھی نہیں دیکھا کہ غریب آدمی کا ایمان بہت پختہ ہوتا ہے' جن کے مکان کچے ہوتے ہیں اُن کا ایمان پختہ رہتا ہے اور کبھی کبھی پکے مکانوں میں ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ ایمان کی پختگی حالات کی پختگی سے بالکل بے نیاز ہے۔ تو اب آپ نے اتنا دریافت کرنا ہے کہ پختہ ایمان کیا ہوتا ہے' اُس کی پختگی کیا ہے اور اُس کو کیسے حاصل کرنا ہے ..... اس سلسلے میں آپ کو دعوت دے رہا ہوں کہ کسی کے ذہن میں کوئی سوالات ہوں تو اُن پر غور کیا جائے تا کہ آپ لوگوں کی موجودگی

میں جواب کی کوشش کی جائے' اس پر فکر کیا جائے۔ آپ اس پہ غور کریں۔ اور سوال پوچھیں۔

سوال:

قرآن مجید میں ہے کہ تم وسیلہ کے ذریعہ مجھے تلاش کرو اور یہ کہ صراطِ مستقیم پہ چلو..... اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

وسیلہ کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟ اس کے معنیٰ ''ذریعہ'' ہی ہے۔ زندگی کو دیکھیں' بات صرف اتنی ہے جو اللہ کریم نے بڑی واضح طور پر ارشاد فرما دی ہے' یہ پھر بنیاد پہ بات جاتی ہے کہ انسان کے ساتھ زندگی اور زندگی کی ضروریات اور اُس کی مجبوریاں اور اُس کی افادیتیں شامل ہیں اور پھر اُس کے بعد اس انسان کے ختم ہونے کا واقعہ ہے۔ تو وہ انسان کتنی کوشش کر لے گا اور کیا حاصل کر لے گا۔ مقصد یہ ہے کہ آج تک ساری کائنات کے جتنے بھی ذی جان اور ذی الارواح اشیاء یا انسان جو بھی ہیں سارے مل کر اگر اللہ کی طرف چل پڑیں اور چلتے رہیں تب انہوں نے کیا حاصل کر لینا ہے کیونکہ یہ بہت لمبے فاصلے ہیں اور دور کا سفر ہے۔ تو اگر انسان کی اللہ سے رابطے کے لیے کوشش ہو یا اُس کے لیے سفر ہو تو وہ کتنا سفر کر لے گا اور کہاں تک پہنچے گا۔ یہ غور کرنے والی بات ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ وسیلہ اور راستہ تلاش کرو تو اللہ تعالیٰ کا راستہ صراطِ مستقیم کہلاتا ہے۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ کوئی Marked راستہ نہیں ہے کہ نشان لگایا ہوا ہے کہ اس راستے پر چلو یعنی جیسے کوئی سڑک ہو۔ یہ اعتماد اور یقین کا راستہ ہے اور عمل کا بھی نہیں کیونکہ عمل میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی جس کا یقین کمزور ہو اور اُس کا عمل اگر صحیح بھی ہے تو پھر وہ عمل نامقبول ہوگا۔ ایسا اکثر ہوا کہ

ایک آدمی جو باطنی طور پر اسلام کے خلاف ہے مگر مسلمانوں کی صف میں شامل ہے' اُن جیسا عمل کرتا ہے' اُن جیسی حرکات کرتا ہے اور مسلمانوں جیسی ساری وابستگی رکھتا ہے مگر نیت کا ویسا نہیں تو اُسی کا نام ہے منافق۔ منافق وہ ہے جو اسلام کے کیمپ میں رہے اور اسلام کو دل سے پسند نہ کرے۔ منافقین اکثر مل جاتے ہیں۔ گویا کہ ہر عمل بھی وسیلہ نہیں بنتا اور عمل بھی راستہ نہیں بنتا۔ راستہ جو ہے یہ یقین ہے اور وسیلہ بھی یقین ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تو نے کشتی پر سوار ہونا ہو تو ملاح پر اعتماد کر کے چلتے جاؤ' پھر پار ہو جاؤ گے۔ اس لیے اپنی بات پر' اپنی صفات پر اور اپنے ایمان پر خود یقین کرو کیونکہ آپ نے کبھی کسی فارمولے کے مطابق ثابت نہیں کر سکنا کہ یہ اللہ ہے۔ تو اللہ کی لگن جو ہے یہ اللہ کا سفر ہے۔ لہٰذا آپ اُس لگن میں رہو اور اُس خیال میں رہو۔ اس سفر میں اللہ کا ثبوت آپ کے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس طرح اگر آپ اللہ کا سفر کریں گے تو یہ Achievement ہو گی' یہ بڑا حاصل ہو گا۔ اللہ کا ثبوت ممکن نہیں ہے' اس طرح تو جو پچھلی Achievement ہے' جو پچھلا حاصل ہے وہ بھی آپ آگے پیچھے کر بیٹھیں گے۔ تو مدعا یہ ہے کہ اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ آپ اللہ کے راستے پر چلو' سیدھے راستے پر' اور وہ راستہ ہے اُن لوگوں کا جو سمجھتے ہیں کہ اُن پر اللہ کا انعام ہے۔ یعنی کہ رحمتیں ہیں۔ کسی انسان پر اُس وقت تک رحمت نہیں ہے جب تک وہ یہ نہ سمجھے کہ مجھ پر رحمت ہے۔ مثلاً آپ اندازہ لگائیں کہ ایک آدمی امیر ہے مگر دنیاوی طور پر اپنے تناظرِ حالات میں پریشان ہے' امیر آدمی ہے لیکن پریشان ہے۔ غریب آدمی اُسے کہتا ہے کہ تجھے کیا پریشانی ہے؟ کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا جو ہے وہ میرا کہنا نہیں مانتا' اس لیے میرے واقعات اچھے نہیں ہیں' میرے گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ غریب آدمی کہتا ہے یہ تو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے مگر

تمہارے پاس تو پیسے ہیں' تم پیسے کے ذریعے اپنے حالات قابو کر لو۔ وہ کہتا ہے کہ امیر لوگوں کے بچے بھی کہنا نہیں مانتے' غریبوں کے بھی کہنا نہیں مانتے تو پھر دولت نے ہمیں کیا دے دیا۔ سوال یہ ہے کہ وہ جو مسائل غریب کے ساتھ ہیں واقعاتی طور پر وہی مسائل امیر کے ساتھ ہیں۔ آپ کبھی کسی ڈاکٹر کے پاس جائیں گے تو دیکھیں گے کہ ایک غریب مریض ہے اور اُسی بیماری کا مریض ایک امیر آدمی بھی ہے۔ اور پھر وہ امیر مریض جو ہے وہ علاج کے لیے باہر بھی چلا جائے گا۔ اِس کا مطلب ہے کہ دنیا کے اندر جو زندگی ہے اُس کے غم کا بوجھ' تکلیف کا بوجھ تقریباً برابر ہے۔ باقی سارے بوجھ آپ کے اضافی ہیں۔ اب آپ پیسوں کا بوجھ اٹھا لو تو یہ آپ کا ایک الگ بوجھ ہو جائے گا' فالتو بوجھ ہو جائے گا۔ تو سب کے لیے غم برابر ہے' تکلیف کا بوجھ برابر ہے' دین کے حوالے سے بوجھ برابر ہے اور آگے محاسبہ اور گرفت بھی برابر ہے۔ تو پھر یہاں کی جو نابرابری ہے وہ صرف آپ کا اپنا ہی حسنِ خیال ہے' باقی نابرابری یہاں ہے ہی کوئی نہیں۔ تو اچھا راستہ اُن لوگوں کا راستہ ہے جن پر انعام ہے۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ انعام ماننے والے پر ہوتا ہے' اس پر جو انعام کو مانے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ لوگ شکایت کرتے رہتے ہیں' درد ہے' آنکھوں میں درد ہے' تکلیف ہے۔ وہ درد تکلیف تو بیان کرتے جا رہے ہیں مگر آنکھوں کی جو نعمت ہے کیا کبھی اُس کا شکریہ بھی ادا کیا؟ شکر والا کہتا ہے بہت ساری بینائی چلی گئی ہے مگر شکر ہے کہ تھوڑا سا چاند تو نظر آتا ہے۔ اب یہ نعمت ہے۔ تو وہ چاند کو دیکھتا ہے' سورج کو دیکھتا ہے تو یہ کیا ہے؟ نعمت ہے۔ اور دوسرا جو شکر والا نہیں کہتا ہے کہ میں مشکل میں پھنسا ہوا ہوں' میں ذرا دور سے شکل نہیں پہچان سکتا۔ تو یہ اس کے لیے ایک الجھن ہے' عذاب ہے۔ گویا کہ ماننے والے کے لیے جو نعمت ہے' نہ ماننے

والے کے لیے وہی مصیبت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا انعام کن لوگوں پر ہوا؟ جنہوں نے اللہ کی دی ہوئی زندگی کو اپنے لیے انعام سمجھا۔ تو صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اپنی اس زندگی کو اللہ کی نعمت سمجھ کے قبول کرنا۔ اس کے علاوہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کے علاوہ صراطِ مستقیم کوئی نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ کسی کے پیچھے چل پڑو، پہاڑوں میں چلے جاؤ یا دریاؤں میں چلے جاؤ بلکہ اِس زندگی کو اللہ کی نعمت سمجھ کے بڑے یقین کے ساتھ قبول کر لینا کہ یہ میرے پہ اللہ کا انعام ہے، یہ ہے صراطِ مستقیم اور انعمت علیھم ہے، یہ تیرے اوپر بھی انعام ہے۔ اب تیرے اوپر کیا انعام ہے؟ اب تم جائزہ لیتے رہو۔ داتا صاحبؒ پر کیا انعام ہے؟ داتا صاحبؒ کی اصلی زندگی جو ہے وہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنا وطن تو چھوڑ دیا۔ تُو تو گھر نہیں چھوڑتا۔ شادی بھی انہوں نے نہ ہی کی، بچہ بھی کوئی نہ ہوا اور وہ پردیس میں کوئی پیسے تو نہیں لے کے آئے تھے، وہاں غریب اور غریب الوطنی دونوں ہی ہیں بلکہ غریب الدیار بھی ہیں اور پھر یہ مشکلات کہ پردیس میں یہ الجھن کہ کوئی بات مانے کوئی نہ مانے، اللہ تو وہیں ان کے اپنے ملک میں بھی اللہ ہے مگر انہوں نے ایک پیر کو پیر مانا اور اُس پیر نے کیا کام کیا کہ فرمایا تو جا، یہاں غزنی سے نکلتے ہوئے لاہور جا کے ہندوؤں میں تبلیغ کر۔ گویا کہ دشمنوں کے علاقے میں بھیج دیا۔ اب اس کو آپ انعام کہتے ہیں۔ آپ نے یہ داتا صاحبؒ دیکھے ہوئے ہیں جن کا سنگِ مرمر لگا ہوا ہے، اور وہ داتا صاحبؒ جن پر اصلی انعام تھا وہ آپ نے نہیں دیکھے کہ کس مقام سے چل کر کس مقام تک پیدل آئے، گھر بار چھوڑ کے آئے، ماں باپ کو چھوڑ کے آئے، ہر چیز کو چھوڑ کے آئے، Even وہ پیر جو حکم دینے والا ہے اُس کو بھی چھوڑ کے آئے یعنی جس کے حکم کے نام پر سفر ہو رہا ہے، اُس کو بھی چھوڑنا پڑا۔ گویا کہ یہ ہے اُن پر انعام اور جب انعام ہو رہا تھا اس وقت اُن کی زندگی ویسے ہی تھی جس طرح

آپ لوگوں کی ہے۔ ان پر جو انعام آج ہو رہا ہے آپ تو اسے دیکھ رہے ہیں یعنی آپ آستانے کو داتا صاحب ؒ سمجھ رہے ہیں مگر وہ تو بڑی مشکلات میں سے گزرے۔ اگر آپ کو یہاں سے پیدل بھیج دیا جائے کہ پشاور تک پیدل جاؤ تو میرا خیال ہے ناممکن ہے پیدل جانا' اس زندہ زندگی میں تو مشکل ہے کہ سفر کرنا اور وہ بھی پیدل ۔ اُس زمانے کا تو رواج تھا۔ اس طرح خواجہ صاحب ؒ اور دوسرے بزرگان دین کو دیکھیں۔ گویا کہ انعمت علیھم کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے زندگی کو جو اللہ نے انہیں دی ہے اس کا انعام سمجھا' اُن کے لیے یہ زندگی صراطِ مستقیم ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی دی ہوئی زندگی کو غضب سمجھا تو پھر یہ راستہ دین کا نہیں ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے عذاب ہی ہے زندگی' مشکل ہی ہے' کبھی خرچ بڑھ جاتا ہے کبھی آمدن گھٹ جاتی ہے' کبھی صحت خراب ہو جاتی ہے اور بیماری آ جاتی ہے' ساری الجھنیں مجھ غریب کے اوپر ہیں۔ ہر وقت ہی گلہ ہر وقت ہی شکایت رہتی ہے۔ ایسے شخص نے زندگی کو غضب کے طور پر دیکھا کہ ہر طرف سے اللہ تعالیٰ ہمیں ڈراتا ہے ..... تو جس شخص نے زندگی کو غضب کے طور پر دیکھا ہے اس کے لیے زندگی جو ہے وہ کبھی دین نہیں بن سکتی۔ گویا کہ اس زندگی کے ساتھ آپ کا جو Attribute ہے' جو آپ کا رویہ ہے وہی آپ کے لیے دین ہے اور جو آپ کا نظریہ ہے وہی دین ہے۔ اگر آپ نے اس کو اللہ کی رحمت سمجھا تو یہ آپ کے لیے دین ہے اور اگر آپ نے زندگی میں الجھنیں ہی تلاش کی ہیں تو دین نہیں ملے گا۔ اگر الجھنیں دیکھنی ہیں تو پھر دیکھو کہ پیغمبر یتیم پیدا ہوتے ہیں۔ اب اس میں الجھن کیا ہے؟ مگر الجھن نکالو تو الجھن ہی الجھن ہے' اور اگر آپ اس میں انعام دیکھو تو پتہ چلے گا کہ یتیموں کو پیغمبری مل رہی ہے۔ یہ تو آپ کا اپنا حسنِ خیال ہے کہ آپ کس انداز سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے انعام

دیکھیں گے تو پھر تو انعام ہے اور نہ نظر آئے تو پھر آپ کو انعام نظر نہیں آئے گا۔ تو اُس آدمی کو زندگی انعام لگتی ہے جو اپنی زندگی کو انعام سمجھے۔ تو یہ دین کا راستہ ہے۔ وسیلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے ایک وسیلہ پکڑا ہے تو دوسرا وسیلہ نہ پکڑنا' اللہ کی طرف وسائل نہیں لے جائیں گے بلکہ وسیلہ لے جائے گا۔ اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ لوگ وسائل بنا لیتے ہیں' اس لیے اصل وسیلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں اللہ کی طرف سفر کر رہا ہوں۔ دوسرا کہتا ہے کیا کرتے ہو اس سلسلے میں؟ کہتا ہے نماز میں پڑھتا ہوں۔ وہ کہتا ہے آج آپ نے نماز نہیں پڑھی؟ کہتا ہے نہیں' آج میں قوالی سن رہا ہوں۔ گویا کہ اگر ایک وسیلہ ہے تو اُس وسیلے کو دوسرے وسیلے سے نہ توڑو۔ میری بات سمجھ آئی؟ دوسرا آدمی تو وسیلہ کر رہا ہے اور وہ اپنے حساب سے کر رہا ہے' مثلاً درود شریف پڑھتا جا رہا ہے تو پڑھنے دو اس کو اور تم جو کچھ کرتے ہو کرتے جاؤ' اپنا وسیلہ جو ہے اُسے محفوظ رکھو' یہ نہ ہو کہ کسی اور سے وسیلے پوچھتے رہو۔ آپ اپنے وسیلے پر پورا اعتماد کریں۔ وسیلے کا قیام ہونا چاہیے اور آپ کا قیام جو ہے وہ دین کے اندر ہو۔ ایک آدمی نے کسی انسان کو وسیلہ بنا لیا اور پھر کہتا ہے کہ وہ انسان غلط نکل آیا۔ اگر تیری وابستگی اللہ کے لیے ہے تو تیری وابستگی غلط تو نہیں ہو سکتی۔ اور اگر تیرا عقیدہ' تیرا یقین قائم ہے تو غلط مقام پر بھی تجھے صحیح راستہ مل جائے گا اور وہ مقام بھی صحیح ہو جائے گا۔ مثلاً کبھی آپ یہ دیکھو کہ ماں باپ دین میں اولاد سے کم ہیں یعنی اولاد دینی مدارس میں پڑھ جائے اور ماں باپ نے نہ پڑھا ہو' تو ماں باپ کے پاس دینی علم کم ہو گا لیکن ماں باپ کا مرتبہ ہمیشہ بڑا ہے اور وہ ہمیشہ اولاد کے لیے دعا کریں گے۔ تو مدعا یہ ہے کہ ماں باپ کا ایک ایسا مقام ہے جن کے پاس دینی علم کم ہونے کے باوجود اولاد کے لیے دینی مرتبہ اور منصب قائم رہتا ہے' ہر چند کہ

ان کی اولاد دین میں بہت زیادہ علم رکھتی ہو۔ تو یہ ایک ایسا وسیلہ ہے جو قائم رہتا ہے۔ تو جب آپ کہتے ہو کہ وسیلہ پکڑو تو مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ سے کثیر الوسائل رجوع نہ کرو۔ اللہ کی طرف ایک وسیلہ لے کے آپ چل پڑو' کلمہ پڑھ لیا' اسلام آ گیا اور اب آپ قوت کے ساتھ وسیلہ پکڑو اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُسی وسیلے کے حوالے سے کوشش کرو۔ اور پھر آپ کو اس طرح بات دریافت ہو جائے گی۔ بے شمار لوگوں نے بے شمار جگہوں پر دیکھا' اور بلی کی مثال دیتے ہیں کہ جس بلی کو جس بل' سوراخ سے خوراک ملی ہے وہ اکثر اس سوراخ کے پاس ہی بیٹھتی ہے' جس بلی کو دیوار پر اڑتی چڑیا ملی ہے وہ دیوار پر رہے گی' جس نے درخت سے چڑیا پکڑی ہے وہ درخت پر ہی رہے گی۔ تو جس کو جہاں سے جو ملا ہے وہ وہیں رہ جائے گا۔ گویا کہ ہر چیز اپنے وسیلے کو محفوظ کر رہی ہے۔ وہ مر جائے تب بھی اُس کی خوراک وہیں سے حاصل ہو گی' اُس کا عقیدہ وہیں رہے گا۔ تو دیوار سے چڑیا پکڑنے والی بلی ساری عمر دیوار پر ہی رہتی ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ جہاں سے آپ کو فضل ملا' فیض ملا اگر آپ وہاں سے اکھڑ گئے تو پھر آپ کے پاس نہ فضل ہے اور نہ فیض ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ فضل اور فیض استقامت کے علاوہ کسی شے کا نام نہیں ہے۔ تو جس کو آپ فضل کہہ رہے ہیں یا فیض کہہ رہے ہیں یہ استقامت ہے۔ ہمارے ہاں رواج ہو گیا ہے کہ لوگ کئی پیر بناتے ہیں۔ پیر تو ہوتے ہی بادشاہ لوگ ہیں۔ مگر آپ لوگ جو ہیں اُن سے بھی زیادہ بادشاہ ہیں کہ آپ نے بہت سارے پیر رکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ پیر صاحب کے کتنے مرید ہو گئے ہیں؟ بھئی بیس ہزار ہو گئے ہیں۔ اور آج کل کسی مرید سے پوچھیں کہ بھئی تیرے کتنے پیر ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی بیس پچیس تو ہوں گے ہی۔ ایسا مرید جہاں کسی کا پتہ چلا وہاں چلا گیا' کہیں اور خبر سنی تو وہاں چلا گیا۔ اس سے

یہ ہوتا ہے کہ ایسے آدمی کے لیے وسیلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے اعتماد کے اندر قائم رہیں۔ یہ کہنے والی بات نہیں ہے بلکہ صرف سمجھنے والی بات ہے۔ اُس وسیلے کو جس کو آپ نے قائم رکھ لیا وہ وسیلہ قائم نہیں ہو سکتا جب تک آپ کو یقین نہ ہو۔ وہ کبھی قائم نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر وہ قائم ہو گیا تو یہ یقین کی انتہا بن جاتا ہے۔ وسیلہ ہی یقین بن جاتا ہے۔ جب یقین پختہ ہو جائے تو پھر اللہ کے علاوہ آپ کو اور کیا بات نظر آئے گی۔ مقصد یہ ہے کہ جب آگ کے اندر ایک پیغمبر چھلانگ لگاتا ہے' بے خطر کود پڑتا ہے تو آگ میں دیدارِ الٰہی اور وصالِ حق ہو جاتا ہے۔ اب لوگ کہہ سکتے ہیں کہ آگ میں تو وصالِ حق نہیں ہوتا ہر چند کہ وہ گلزار ہو گئی۔ مگر یہ اُن کے لیے وصالِ حق ہے۔ یقین کی انتہا ہی وصالِ حق ہے۔ میری بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ یہ دو طریقے سے ملتی ہے۔ ایک تو طریقہ اس کا یہ ہے کہ آپ کوشش کرتے جائیں' اگر یقین ٹوٹتا جائے تو اسے آپ جوڑتے جائیں' گریباں چاک ہو جائے تو پھر اُس کو سی لیں' پھر یہ ہو گا کہ کبھی عقیدہ ٹوٹ گیا اور کبھی قائم ہو گیا' بس آپ سفر کرتے جاؤ' حتیٰ کہ عقیدہ قائم ہو جائے گا۔ آپ کوشش کرتے اور ہمت کرتے جائیں تو افلاک سے نالوں کا جواب آ ہی جائے گا۔ ایک طریقہ تو یہ ہے' دوسرا اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ آپ کے عمل سے بے نیاز ہے۔ اور اللہ کی رحمت جو ہے وہ خود تلاش کرتی ہے اور خود شکار کرتی ہے' آپ اگر حُسنِ انتظار پیدا کرو تو آپ کے لیے حُسنِ انجام آ جائے گا۔ اچھے وقت کا انتظار ہی اچھا وقت ہے۔ اچھے آدمی کا انتظار ہی اچھی بات ہے۔ اچھے انجام کا انتظار ہی بذاتِ خود انجام ہے اور خدا کی رحمت کا انتظار ہی ابتدائے رحمت ہے۔ خدا کی نسبت سے جب آپ رجوع کر رہے ہیں' جب

آپ اس کی طرف لگن کر رہے ہیں تو وہیں سے آپ کا خدا والا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ خدا جو ہے وہ روشنی کی طرح آپ کے خیال ہی کے ساتھ ہے کہ سورج کی روشنی جہاں سے آپ نے دیکھنی شروع کی وہیں سے سورج شروع ہے حالانکہ وہ روشنی ہے اور سورج تو نہیں ہے۔ تو آپ چلتے چلے جائیں' جہاں تک سورج کی روشنی آ رہی ہے یہ آپ کے لیے سورج ہے کیونکہ آپ کے لیے فرق کرنا بڑا مشکل ہے کہ سورج اور دھوپ میں فرق کیا ہے کیونکہ ہم سورج کے پاس نہیں جا سکتے۔ اور یہ ہمیں یقین ہے کہ ہم پاس نہیں جا سکتے۔ تو اس لیے خدا کے ساتھ وصالِ حق جو ہے یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ صرف یہ ہو سکتا ہے کہ وصالِ حقیقت کی حد تک آپ تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ اس لیے جب آپ رجوع کر رہے ہیں' اللہ کی طرف رجوع کر رہے ہیں تو پھر دو طریقے ہوں گے' ایک یہ کہ آپ کوشش کر رہے ہیں اور یہ آپ کو انعام ملا ہے' دوسرا یہ کہ کوشش کوئی نہیں کی ہے بلکہ اللہ نے خود ہی مہربانی کی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر کوئی ایسے عمل کرتے ہوں گے جس سے پیغمبر بن جاتے ہوں گے مگر ایسا نہیں۔ اللہ نے خود پیغمبر بنائے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ خود جس کو چاہے اُس کو نواز دے۔ محنت کبھی کبھی سرفراز ہو جاتی ہے۔ تو محنت بھی سرفراز ہوتی ہے مگر کچھ لوگ محنت کے بغیر ہی محنت کا نصیب لاتے ہیں۔ اس لیے آپ دونوں طریقوں پر چلا کرو کہ محنت بھی اچھی ہو اور یقین بھی قائم ہو جائے۔ محنت جو ہے اس پر پورا دارومدار نہیں ہے بلکہ یہ نصیب پر دارومدار ہے۔ مثلاً آپ دیکھیں کہ کتنے لوگ ہیں کہ اچانک گھر بیٹھے بیٹھے اُن کو مرتبہ مل جاتا ہے اور پھر بعد میں کوشش کرتے کرتے وہ مرتبہ نہیں ملتا۔ اسی طرح بیٹھے بیٹھے ایک واقعہ ہو جاتا ہے' مثلاً ایک آدمی اچانک شعر کہنا شروع ہو جائے' بیٹھے بیٹھے یہ ہو جائے۔ آپ سیکھتے چلے جائیں مگر شعر نہیں

کہہ سکتے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بہت ساری باتیں ہیں جو زندگی میں بیٹھے بیٹھے مل جاتی ہیں' بہت سارے واقعات جو ہیں یہ آپ کے مانگے بغیر ملتے ہیں' بینائیاں ملی ہیں' رسائیاں ملی ہیں' شکل ملی ہے' صحت ملی ہے اور یہ سب آپ کو مانگے بغیر ملا ہے۔اسی طرح مانگے بغیر راستہ بھی مل جاتا ہے۔صرف آپ اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا انتظار کرو' تو آپ کو وہ راستہ مل جائے گا۔اور کوشش کرنے والا جو ہے کوشش بھی کرتا ہے۔اب آپ یہ نہ کرنا کہ کبھی اس طرف جانا اور کبھی اُس طرف جانا ۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ

ایسا نہیں ہونا چاہیے۔تو آپ کا رہبر کون ہے؟ شوق۔ذوقِ سفر ہی آپ کا رہنما ہے۔اور اگر ذوقِ سفر نہ ہو تو رہ نمائی کوئی نہیں کر سکتا۔مقصد یہ ہے کہ مسافر جو ہے اُس نے کہیں بھی نہیں جانا بلکہ صرف ذوقِ سفر کے پاس جانا ہے۔یعنی کہ یہ نہیں ہے کہ ساٹھ میل اُدھر جانا ہے' فاصلہ طے کر لینا ہے' بلکہ صرف آپ کے اندر ذوقِ سفر پیدا ہو جائے گا' بیٹھے بیٹھے اللہ کا شوق پیدا ہو جائے گا۔اللہ کوئی باہر کی بات نہیں ہے بلکہ اپنے اندر ایک مقام اپنے آپ کے لیے دریافت کرنا ہے۔وہی پھر آپ کو صحیح راستے پہ لے جاتا ہے اور اپنے اندر حقیقت کو دریافت کرنے کے لیے جو مقام ہے اس کو کہتے ہیں کہ وہاں گمانوں کے لشکر ختم ہو جائیں گے۔پھر آپ کے پاس ایک وسیلہ آ جائے گا اور آپ اپنے یقین کو اور پختہ کر لو۔پھر وہ یقین جو ہے جب مکمل ہو جاتا ہے یا پختہ ہو جاتا ہے تو آپ پر حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔اس بات پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔اس لیے اپنے شبہات کو' اپنے شکوک کو اور زندگی کے اضطراب کو دور کیسے کرنا ہے؟ یقین کے ساتھ ..... آپ اپنے Tomorrow پر یقین کرو' Tomorrow کا معنیٰ ؟ آنے والا کل۔آنے

والے کل پر یقین کرو کہ تمہارے لیے ایک بہتر مستقبل آ رہا ہے' بہتر وقت آ رہا ہے۔ اور اگر آپ اندیشہ کرتے جاؤ گے کہ ہمارے لیے برا وقت آئے گا تو برا وقت ہی آئے گا بلکہ آج ہی سے برا وقت ہے۔ تو جو سزا کے انتظار میں ہے اس کی سزا شروع ہے۔ جو آدمی انعام کے انتظار میں ہے اس کا انعام شروع ہے۔ اس لیے سزا اور انعام کے نام دوزخ اور جنت ہیں۔ تو دوزخ کا انتظار کرنے والے کی زندگی دوزخ ہو چکی ہے اور جنت کا انتظار کرنے والے کی زندگی ابھی سے جنت ہو چکی ہے۔ لہٰذا پھر بہشتی دروازے زندگی میں ہی کھلتے ہیں کہ ہمارے لیے اب جنت ہی جنت ہے۔ تو آپ جنت کا انتظار کرو' آگے جو اللہ کرے گا وہ اُس کی مرضی ہے لیکن تُو تو اچھا انتظار کر ..... تو حُسنِ انتظار جو ہے یہ بھی اللہ کا ایک راستہ ہے اور پختہ یقین جو ہے یہ انسان کی اپنی زندگی میں ہوتا ہے ؎

زندگی روشن جبیں کا نام ہے
زندگی پختہ یقیں کا نام ہے

مطلب یہ ہے کہ اگر تیری جبیں کے اندر سجدہ نہیں ہے تو پھر اور سجدہ کہیں نہیں ہے یقین کا مسافر چلتا ہی رہتا ہے۔ اس لیے آپ وسوسوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چلتے چلو۔ اور یہ اللہ کی مہربانی ہو جاتی ہے کہ مسافر کا سفر جاری رہے' اس میں منزل نہیں آنی۔ بس یقین قائم رہے۔ اگر یقین قائم ہو گیا تو پھر منزلیں جو ہیں خود بخود ہی آپ کے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی ہیں۔ منزل کا ساتھ ہوتا ہی یہی ہے کہ آپ سفر کرتے جا رہے ہیں اور یقین پختہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے یقین ہونا چاہیے اپنے آپ پر' اپنے اللہ پر اور اللہ کی مقرر کی ہوئی رحمت پر جو اُس نے کی ہے۔ پھر آپ کے لیے یقین ہی یقین ہے۔ تو وسیلہ پکڑنے کا مقصد کیا ہے؟ کہ آپ یقین کو پختہ کرو۔ کوشش کرنے کا مطلب کیا ہے؟ یقین کو پختہ کرو' حاصل کیا

ہے؟ پختہ یقین۔ اور انجام کیا ہے؟ پختہ یقین۔ تو یہ سارا کچھ یقین سے چلتا ہے۔ اپنے آپ کو بدقسمت کہتے جاؤ گے تو بدقسمت ہی بن جاؤ گے۔ حالانکہ قسمت کچھ بھی نہیں ہے، قسمت صرف مقابلے کا نام ہے اور اگر آپ کو یہ بتایا جائے کہ لاہور شہر کا قطب وہ ہے جو تمہارے علاقے میں جوتی بناتا ہے، جوتی گانٹھتا ہے یعنی موچی ہے تو پھر آپ اگر قطب بننے کی خواہش کریں گے تو پھر موچی ہی زیادہ باعثِ عزت ہوا۔ اگر یہ بات جاننے کے بعد کہ وہ واقعی قطب ہے اور آپ اپنی زندگی پر Insist کرو، اصرار کرو تو پھر آپ کے لیے بڑے افسوس کی بات ہے۔ اگر قطب نے ہی وہ کام شروع کر دیا تو پھر تم لعنت بھیجو اس زندگی پر جو تم گزار رہے ہو۔ تو پھر تم موچی سے کم ہی کوئی کام کرو کیونکہ تمہارے پیر نے موچی کا کام شروع کر دیا۔ اس لیے آپ یہ سمجھو کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ کی دنیاوی حالت کا آپ کے یقین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو تعلق کس کے ساتھ ہے؟ تیرے یقین کے ساتھ۔ تو یقین کون ہے؟ تُو آپ۔ اور تُو آپ کتنا سارا ہے؟ جتنا تُو قبر میں ہے اتنا ہی تُو آپ ہے، جتنا تُو ماں کے پیٹ میں ہے اُتنا تُو آپ ہے، جتنا تُو سوتا ہے چارپائی پہ اُتنا تُو آپ ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ تیرا اپنا ہی نہیں ہے۔ تو آپ بتاؤ کہ آپ Original کتنے ہو، اصلی کتنے ہو؟ اتنے ہو جتنا آپ کا Final مقام ہے۔ تو اسی کی اصلاح کرنی ہے۔ اور تم، پتہ ہے کیا کرتے ہو؟ تم لوگ عجیب ہو، تم حالات کی اصلاح کرتے رہتے ہو اور کرنی خیال کی اصلاح تھی۔ تو لوگ حالات کی اصلاح کرتے رہتے ہیں جب کہ خیال وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ تو جھوٹے کے لیے امیر ہونا بھی جھوٹی بات ہے اور سچے کے لیے غریبی بھی سچی بات ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ پہلے جو اصلاح اور جو Achievement ہے وہ آپ کے حال کی ہے اور خیال کی ہے نہ

کہ اِن ظاہری حالات کی ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اپنے ان حالات' ظاہری حالات سے علیحدہ ہو کے دیکھو' جتنے تم Singular ہو' جتنے مفرد ہو' اس کا یقین کیا ہے؟ کیا آپ مانتے ہو کہ اللہ ایک ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ کیا اللہ رحم کرتا ہے؟ ہم مانتے ہیں۔ کیا کبھی کبھی رحم نہیں کرتا؟ یہ بھی ہم مانتے ہیں۔ کیا اللہ پیسے دیتا ہے؟ ہم مانتے ہیں۔ کیا کبھی لے لیتا ہے؟ یہ بھی ہم مانتے ہیں۔ یعنی کہ اگر سکھ دے پھر بھی ہم اس کا سجدہ کرتے ہیں اور اگر دکھ دے تب بھی سجدہ ہے۔ ہمارے لوگوں کا یقین عام طور پر اللہ کے احسانات میں تو قائم رہتا ہے اور جب کبھی ابتلاء ہو تو یقین ٹوٹ جاتا ہے' تو یہ ہمارے یقین کی کمی ہے۔ اگر کمزوری آجائے اور حالات میں کمی بیشی آجائے' تب بھی یقین قائم رہنا چاہیے۔ اس لیے آپ اس بات پہ غور کریں کہ آپ کے یقین کو کوئی صدمہ نہ پہنچے اور وہ حالات کی زد میں نہ آئے۔ اپنے یقین کو اپنے حالات کی زد سے بچاؤ۔ تو پھر آپ قائم ہیں۔ اب آپ کا کیا خیال ہے اور آپ کا کیا حال ہے؟ اپنے آپ کو غریب سمجھو یا امیر سمجھو مگر اپنے آپ کو سمجھو۔ یہ دیکھو کہ تم جیسا اور کوئی نہیں ہے اور تم ایک ہی بار آئے ہو زندگی میں اور پھر تم نے یہاں اس میلے میں نہیں آنا۔ اتنی بات تو سمجھوناں' کہ پھر یہ میلہ چلا جائے گا۔ لہٰذا آپ ایسے اندیشے نہ رکھنا۔ دو قسم کے لوگ ہیں یہاں پر۔ مثلاً وہ لوگ جو اپنی زندگی کو کوشش کے ذریعے آسودہ حال بناتے ہیں کہ کوشش کرو اور بہتری کرو۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ کوشش کر کے ہم کر کیا لیں گے جب تک اللہ کا فضل نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ کوشش کرنے والا کبھی کبھی تو غافل رہتا ہے کیونکہ کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کوشش اگر اللہ پر یقین کے بغیر ہو تو کوشش بذاتِ خود جو ہے حجاب ہے اور پھر آپ کے اور اللہ کے درمیان کوشش حائل ہے کیونکہ آپ کوشش کو ذریعہ سمجھ

رہے ہیں حالانکہ اللہ ذریعہ ہے' آپ سمجھتے ہو کہ کوشش کے ذریعے تمہیں یہ بات ملے گی مگر وہ تو اللہ کے فضل کی بات تھی۔ اس لیے کوشش کو اگر آپ نے ذریعہ سمجھ لیا تو یہ کوشش جو ہے حجاب بن جائے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ فضل کرے تو کوشش آپ کے لیے آسانیاں لے آتی ہے ورنہ تو کوشش' جدوجہد جو ہے اللہ اور بندے کے درمیان مقابلے میں آجاتی ہے۔ تو اللہ کے راستے میں صرف خوشی ہوتی ہے' کوشش نہیں ہوتی اور خوشی کے ساتھ مسافر سفر کرتا ہے اور کوشش کے اندر جہاد جیسے جذبات ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ کے لیے اللہ کے فضل کو دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ ہر حال میں راضی رہنا شروع کر دیں اور کہیں کہ اللہ بہتر کرے' اللہ تعالیٰ فضل فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ کسی دور کی شے کا نام نہیں ہے بلکہ قریب کے احساس کا نام ہے۔ تو آپ اپنا قریب کا احساس ٹھیک کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ یہ محسوس کریں کہ آپ کہیں جا کے اللہ کو دریافت کرلیں گے۔ ایک آدمی کہنے لگا کہ میرے حالات اچھے نہیں ہیں اور وہ باہر چلا گیا۔ جاتے وقت اپنے بزرگ سے ملنے گیا۔ انہوں نے کہا کہ وہاں کے اللہ کو میرا اسلام کہہ دینا۔ اس نے کہا جی وہاں کا اللہ کیا اور ہوتا ہے؟ بولے جب وہاں کا اللہ اور نہیں ہوتا تو پھر یہاں کے اللہ سے تو ناراض ہو کر کیوں جا رہا ہے۔ اللہ تو ہر جگہ ایک ہی ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ جب آپ دیکھتے ہیں کہ آپ گھر سے اللہ کے لیے نکلے ہیں' سفر کر رہے ہیں تو اکثر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں پر تو حالات ٹھیک نہیں ہیں حالانکہ آپ اس وقت بھول جاتے ہیں کہ آپ اللہ کے لیے نکلے ہیں اور اللہ دیکھ رہا ہے' تو جو اُس نے ہمیں دینا ہے وہ ضرور دے گا۔ تو آپ اپنا عمل جاری رکھیں اور نتیجہ خود نہ نکالنا۔ نتیجے پر آپ غلطی کر بیٹھتے ہیں حالانکہ عمل صحیح ہوتا ہے۔ نتیجہ آتا ہے تو پھر کہتے ہو کہ یہ تو کوئی ہماری غلطی ہوگی تب ہم پر یہ مشکل

آ گئی ہے حالانکہ لوگوں پر اتنی مشکل آ جاتی ہے۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ جب اللہ راضی ہوتا ہے تو تکلیف دے دیتا ہے۔ مثلاً کسی پر راضی ہوا تو اس کا بیٹا لے گیا جس پر اللہ راضی ہو گیا اُس کو غم دے دیا' اُس کو تکلیف دے دی' اس کو آنسو دے دیے۔ کہتا ہے اقبالؒ پر اللہ بڑا راضی ہے' اور وہ روتا ہی چلا گیا ساری عمر۔ اللہ راضی جو ہو گیا اس پر۔ تو اللہ جب راضی ہو جائے تو پھر کیا ہو جاتا ہے؟ پھر آنسو شروع ہو جاتے ہیں' کیونکہ اللہ راضی ہو گیا اور ناراض ہو جائے تب بھی آنسو شروع ہو جاتے ہیں۔ اب یہ جو ہے یہ آپ کو سوچنا ہے کہ رضا کے آنسو کون سے ہیں اور ناراضگی کے آنسو کون سے ہیں۔ یہ آپ کے عقیدے کی بات ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ پر بھروسہ قائم ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے تو آپ کے لیے یہ رحمت کا باعث ہے۔ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ میں نے حاصل کر لیا اور دوسرا کہتا ہے کہ یہ اللہ نے مجھے عطا فرما دیا۔ وہ اُسے کہتا ہے تمہیں تو کوشش کے ذریعے حاصل ہوا تو وہ کہتا ہے کوشش بھی اللہ نے عطا کی اور نتیجے بھی اُس نے دیے اور اُس کو Enjoy کرنے کی صلاحیت بھی اُسی نے دی۔ کیونکہ میلہ تو آپ کا ختم ہو جانا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بات کی کہ فرعون کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اللہ نے کہا اُسے ہماری طرف رخصت کر دو۔ انہوں نے پوچھا پھر کیا کروں؟ اللہ نے کہا پھر تم بھی آ جانا۔ تو بات کیا بنی؟ بات یہی ہے کہ دنیا میں یہی کچھ بننا ہے کہ پہلے اُس کو بھیج دو پھر خود ہی آ جاؤ۔ اگر آپ سمجھ لو تو پھر رہنا یہاں نہیں ہے کسی نے۔ اس سے پہلے کہ آپ یہاں سے نکلو میں کہتا ہوں کہ خوشگوار ہو کے نکلو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ اللہ کو پورے رحم کے ساتھ' اس کی طاقت کے ساتھ مان لیں اور اپنے یقین

کو کمزور نہ کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ نے کیا کر دیا' وہ اللہ نے کیا کر دیا' اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے' میری یہ خواہش نہیں پوری ہوئی' یہ دعا نہیں پوری ہوئی۔ تو یہ طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنا کہ ہم اب چلے ہیں آپ کی طرف اور اب ہم آپ کی ہر بات مانیں گے۔ پھر ایک مقام آئے گا کہ جب وہ تمہاری بات مانے گا۔ تو آپ پہلے ماننا شروع کر دیں۔ ماننے والا بہت شور نہیں مچاتا۔ آپ کی یہ حالت نہ ہو کہ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کہیں مل جائیں تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہمارے دو چار کام ہی کر دیں۔ تو کام لینے کی بات نہ ہو بلکہ اس وقت صرف سجدے کی بات ہو اور یہ کہو کہ ہم آپ کا ہر حال میں کہنا مانتے ہیں۔ عربی کا بہت مشہور شعر ہے ؎

رضینا قسمت جبار فینا

لنا العلم وللجهال مال

ہم راضی ہیں اُس تقسیم میں جو جبار نے ہم میں کر دی کہ ہمارے لیے علم ہے اور جاہلوں کے لیے مال ہے۔ تو آپ کا مال جو ہے وہ فنا ہو جائے گا اور علم جو ہے وہ لازوال رہے گا۔ کچھ لوگ جن کو بظاہر ناکامی ہو رہی ہے اُن کے چراغ دیر پا جلیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا عجیب وغریب ہی سلسلہ ہے کہ آپ یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بات مان لیں تو آپ کی ہر بات جو ہے وہ عجیب وغریب انداز سے پوری ہو جاتی ہے۔ آپ جانتے نہیں ہیں کہ وہ کس حد تک مسبب الاسباب ہے .....تو یہ جو وسیلے کی بات ہو رہی تھی تو کچھ لوگ دعا کو وسیلہ بناتے ہیں' بس آپ دعا مانگتے جانا اور اسے چھوڑنا نہیں' وہ مانے یا نہ مانے' تو دعا وسیلہ ہے' عبادت وسیلہ ہے' انسان وسیلہ ہے' آپ کا عمل وسیلہ ہے قرآن پاک وسیلہ ہے' کچھ لوگوں کو کچھ سمجھ نہیں آیا بس اللہ کا سفر ہی کرتے گئے' یہ بھی وسیلہ ہے' وہ صرف اللہ

کے حکم سے سفر کرتے گئے **فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین** کے حکم سے سفر کرتے گئے کہ اللہ کا حکم ہے کہ زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی۔ تو یہ بھی وسیلہ ہے' تو وسیلے کو قائم رکھو۔ وسیلہ آپ کا یقین پختہ کرتا ہے۔ جب یقین پختہ ہو گیا تو اُس کے ساتھ ہی آپ پر اللہ کی رحمت ہو جاتی ہے۔ پختہ یقین ہی اللہ کا بڑا احسان ہے۔ آپ لوگوں کے یقین جو ہیں وہ اکثر دِقت میں آ جاتے ہیں۔ اس لیے اپنے یقین کو کمزور نہ ہونے دینا ..... اور کوئی سوال؟ .....

سوال:

یقین کیسے پختہ ہو سکتا ہے؟

جواب:

یقین کا پختہ ہونا اللہ کے فضل سے ہوتا ہے۔ یقین کی پختگی کو حالات کے مطابق Judge نہ کرو' اسے حالات سے الگ رکھو' یہ نہ کہنا کہ یہ کام ہو گیا' وہ کام ہو گیا۔ اگر سارے کام ختم ہو جائیں اور جب دنیا اور دنیا کی ضرورتیں نہیں رہیں گی' جب آپ کا آخری سانس ادا ہو رہا ہو گا' دنیاوی ضرورتیں ختم ہو رہی ہوں گی' اس وقت یقین کام آئے گا۔ تو آپ ابھی سے یقین کو اُس انداز سے دیکھیں اور دنیا اور دنیاوی ضرورتیں ختم کر دیں۔ تو اگر یقین سے دنیاوی انداز کا سوال نہ کرو تو پھر یہ پختہ ہو جائے گا۔ اس طرح سمجھو کہ جیسے تم دنیا سے مر چکے ہو۔ جب آپ یہ سمجھ لیں کہ ہم دنیا سے مر چکے ہیں تو پھر آپ یقین کو کیسے کہیں گے کہ میرا یہ کام کر کیونکہ کام دنیاوی ہے۔ تو دنیاوی آرزوئیں' دنیاوی شکست اور دنیاوی حاصل' دنیاوی محرومی' دنیاوی پیسہ اور دنیاوی غریبی' ان سب کو چھوڑ دو۔ دنیاوی سکھ دکھ سارے نکال دو۔ بس اپنے یقین کو اور پختہ کرو اور کہو کہ اب اللہ جو

ہے ہمارا یقین ہے۔ پھر آپ کا اللہ پر یقین جو ہے یہ پورے اعتماد کے ساتھ آپ کو ملے گا اور کامیابی سے ملے گا۔ آپ اس کو دنیاوی حالات سے نہ پرکھنا۔ دنیاوی حالات کے تو آپ خود ہی بادشاہ ہیں' جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو لے لے اور حاصل نہیں ہوتا تو چپ کر جا۔ تو آپ بازار سے سودا خرید لو' پیسے ہیں تو خرید لو' نہیں ہیں تو پھر نہ خریدو۔ اس میں دقت والی بات تو کوئی نہیں ہے۔ اب یہ بحث نہ کرنا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں' یہ کیا حالات ہیں' سیاست جب تک نہیں آتی جمہوریت جب تک نہیں آتی حالات یونہی رہیں گے۔ عقیدے والے انسان میں الجھاؤ نہیں ہوتا۔ آپ اللہ کی طرف اگر سفر کر رہے ہیں' اللہ کا بندہ بن کے سفر کر رہے ہیں تو چاہے جتنا الجھاؤ ہو مگر آپ کی نگاہ میں الجھاؤ نہیں ہونا چاہیے۔ جو مالک ہے وہ بہتر جانتا ہے اور اگر تُو مالک ہے تو پھر اپنی ملکیت ثابت کر مگر تیرے پاس تو ملکیت ہے نہیں اور نہ تو ثابت کر سکتا ہے' تُو اپنی مجبوریوں میں پھنسا ہوا ہے اور مجبور جو ہے وہ مالک نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جو کچھ ہو رہا ہے تم اس کی پرواہ نہ کرو بلکہ تم اپنا سفر طے کرو۔ اگر کسی آدمی نے ظلم کر دیا ہے تو تم اُس کو دیکھو کہ کیا تم اُس کو دور کر سکتے ہو؟ کر سکتے ہو تو کر لو' دور نہیں کر سکتے تو اپنی مجبوریوں کو سامنے رکھتے ہوئے اُسے آخرت کے لیے چھوڑ دو۔ محاسبے کے دو طریقے اللہ نے بتائے ہیں' ایک تو یہ کہ کچھ لوگوں کا یہاں محاسبہ ہو جاتا ہے اور باقی لوگوں کے لیے اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کا محاسبہ وہاں ہو گا۔ اورنگ زیب نے کسی درویش کا سر قلم کروا دیا تھا۔ درویش نے غصے میں اپنا سر آپ اٹھا لیا' ہاتھ میں سر لے کر شاہی مسجد دہلی کی سیڑھیاں چڑھنے لگ گیا اور پکارنے لگا ''انصاف' انصاف'' اس کے پیر صاحب نے کہا جو انصاف تُو مانگ رہا ہے اس کے لیے اللہ نے ایک الگ دن مقرر کیا ہے' ایک سپیشل دن' اس کا نام قیامت ہے' تُو آج

کیسے انصاف مانگ سکتا ہے؟ تو یہ انصاف جو تُو مانگ رہا ہے یہ قیامت کو ہونا ہے۔ اللہ نے کچھ لوگوں کو پیسہ دے کے آزمایا اور کچھ کو غریبی دے کے آزمایا' جس طرح اُس کے لیے پیسہ الجھن ہے اسی طرح تیرے لیے غریبی الجھن ہے' تُو غریبی کو اگر قبول کر لے تو تیرے لیے یہی دولت ہے' صرف پیسے کی بات نہیں ہے بلکہ ایمان کی بھی بات ہے۔ میں پہلے سے بار بار بتا رہا ہوں کہ رزق صرف یہی نہیں ہے کہ جیب میں پیسہ ہو بلکہ رزق یہ بھی ہے کہ دل میں ایمان ہو' آنکھ میں بینائی ہو' آپ کا ایمان چمک جائے تو وہ بھی رزق ہے مگر آپ ایک رزق یعنی پیسے کے پیچھے چلتے جا رہے ہیں کہ صرف یہی آپ کی ہر بیماری کا علاج ہے۔ مگر اللہ کو ماننے والا اللہ کو ہی مانتا جاتا ہے' وہ تکلیف میں اللہ کے اور قریب ہو جاتا ہے دکھ میں اور قریب ہو جاتا ہے اور سکھ میں اور قریب ہو جاتا ہے۔ تو اللہ کو ماننے والے ہر حال میں اللہ کو ماننے والے ہیں اور وہ کبھی اللہ سے دور نہیں ہوتے۔ اور نہ ماننے والا نتیجے نکالتا رہتا ہے کہ یہ کیا ہے' وہ کیا ہے؟ تو اللہ کے راستے میں بحث نہیں ہے۔ بحث جو ہے یہ وسوسے کا نتیجہ ہے اور وسوسہ جو ہے یہ یقین کی نفی ہے اور وسوسہ اگر آیا تو سمجھو کہ شیطان آ گیا۔ اس لیے اپنے ایمان کو' یقین کو' اُس وسوسے سے بچانا ہے۔ اس کو بچانے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ اپنے یقین کو حالات سے بے نیاز کر دو اور یقین کا ایک ایسا گواہ بنا لو جس کا یقین آپ سے بہتر ہو' تو کسی اور کو ساتھ ملا لو۔ اس لیے مل کے سفر کرتے ہیں لوگ' کیونکہ اس سے یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ اور آپ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کا یقین پختہ کرے' یہ کہو کہ یارب العالمین میرا عقیدہ پختہ کر۔ درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے' عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے۔ عقیدے میں پیسہ اور فانی اشیاء نہ شامل کرنا کیونکہ یہ تو جلنے والی چیزیں ہیں جو جل جائیں گی جو باقی رہنے والی اشیاء ہیں اور باقی رہنے والے

اسماء ہیں اُن کے ساتھ اگر آپ وابستہ ہو جائیں گے تب عقیدہ باقی رہے گا اور اگر فانی ہونے والی چیزیں ملاؤ گے تو آپ کا عقیدہ بھی فنا ہو جائے گا۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ فانی ہونے والی کیا چیزیں ہیں یعنی فنا بقا کا پتہ ہونا چاہیے مثلاً یہ کہ یہ ٹیبل جو ہے یہ فانی ہے' اگر تم یہ کہو کہ میرا عقیدہ اس سے وابستہ ہے تو آخر کار عقیدہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس میز نے ٹوٹ جانا ہے اور اگر آپ کا عقیدہ جو ہے ان لوگوں سے وابستہ ہے جو ہر زمانے میں باقی رہتے ہیں تو آپ کا عقیدہ پختہ ہو گا۔ اگر آپ کا عقیدہ اُس سے وابستہ ہے جو ہمیشہ رہتا ہے تو آپ کا عقیدہ پختہ ہے۔ عقیدے کو تبدیل ہونے والے حالات کی زد سے بچاؤ تو آپ کا عقیدہ پختہ ہوگا۔ اس لیے یہاں یقین قائم ہو جاتا ہے۔ یقین قائم کرنا اور اُس کو محفوظ کرنا مشکل نہیں ہے' یقین کی حفاظت ہی اصل میں ایمان کی حفاظت ہے۔

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

اب آپ لوگ اور سوال کریں ..... پوچھیں .....

اگر کوئی سوال نہیں ہے تو پھر اب دعا کا وقت ہے۔ اب دعا یہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اُن محبوب لوگوں سے نسبت کا فیض دلائے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے عطا ہونے والے یقین کی دولتیں نازل فرمائیں' آپ کا رابطہ اُن بزرگوں سے کرائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس بے یقین دنیا کے اندر اور اس بدلتی ہوئی دنیا کے اندر اپنے یقین کا چراغ جو ہے وہ جلتا ہوا رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر آپ کے یقین کو محفوظ کرے اور آپ کی ذات پر آپ کے یقین کو محفوظ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑی مہربانیاں کی ہیں' جہاں

کافر پیدا ہو رہا ہے وہاں آپ کو مومن پیدا کیا' تو یہ پیدائشی طور پر اس زندگی میں آپ کے اوپر مہربانی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو چھپکلیاں بناتا ہے' اس اللہ نے آپ کو انسان بنایا ہے' تو شکر ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑی مہربانی کی ہے کہ جہاں کافروں کے لیے ایک عذاب مرتب ہو چکا ہے وہاں آپ کو مسلمان بنا کے اُس عذاب سے بچا دیا۔ تو یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ تو ان مہربانیوں کا شکر کیسے ادا کرنا ہے؟ آپ اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں یقین کے ساتھ ماننا۔ اس لیے دیکھنا یہ ہے کہ آپ پر اللہ کی طرف سے آسانی کیا ہو رہی ہے' آسانی صرف یہ ہے کہ حالات کو چھوڑ کر یقین کو قائم رکھو' حالات کے ساتھ کبھی وابستہ نہ کرنا یقین کو' حالات تیرے اپنے حالات ہیں اور یقین اُس کی عطا ہے۔ تو یقین کو محفوظ رکھو' یقین کو محفوظ کرو' ورنہ اگر تیرے حالات بہتر ہو جائیں' بیس ہزار روپیہ فوری طور پر دے دیا جائے تو پھر تم ایمان بیچ دو گے۔ پس آپ یہ کہیں کہ میں ہر حال میں وہی ہوں' غریب ہوں تب اللہ کا ہوں' امیر ہوں تب اللہ کا ہوں' اللہ ہنسائے تب میں اللہ کا ہوں' اللہ رُلائے تب میں اللہ کا ہوں۔ جس حال میں وہ مجھے رکھے' بس اللہ ہی کا بن کے رہنا ہے۔ تو آپ کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ جب تم اللہ کے بن کے رہ گئے تو پھر تم نے تو اللہ کو قابو کر لیا۔ اب اللہ کیا کہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے لیے ہر حال میں اللہ' ہر بات میں اللہ' غریبی میں اللہ' امیری میں اللہ' دولت میں اللہ' سوتے میں اللہ' رات کو جاگ کے اللہ' بس اللہ ہی اللہ' تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ ہی اللہ ہونا ہی اللہ ہی اللہ ہے۔

تو اس طرح آپ کے لیے بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔ آپ اپنے آپ کو قائم رکھیں۔ تو دعا میری یہ ہے کہ جو والدین ہیں اُن کو اولاد کی طرف سے سکھ نصیب ہو اور جو اولادیں ہیں اُن کو والدین کا فیض نصیب ہو۔ والدین کے

لیے ضروری ہے کہ اولاد کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اولاد کو آسانیاں عطا فرمائے۔ آسانی جب عطا ہوتی ہے تو اولاد پر ماں باپ کا مرتبہ آشکار ہو جاتا ہے۔ تو آپ کے مراتب جو ہیں وہ آشکار ہو جائیں آپ کی اولاد پر۔ اور آپ پر اولاد کی محبت نازل ہو یعنی ماں باپ پر۔ جب ماں باپ کے دل سے اولاد کی محبت نکل جاتی ہے تو سمجھو اولاد بدقسمت ہو گئی کہ اُن کے دل میں محبت نہیں رہ گئی۔ اس لیے ماں باپ اولاد کو اس کے عمل سے Judge نہ کریں۔ اگر اولاد کا غلط عمل ہے تو بھی اسے محبت دیتے جانا۔ اور بس دعا کرتے رہنا کہ یا رب العالمین ہماری اولاد کو آسان راستہ دے اُن پر مہربانی فرما۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں کے نقوشِ پاک کی خاطر اُن کا فیض عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت آسانی عطا فرمائے۔ تو ایک دوسرے کے لیے یہ دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ جو آپ کی آرزوئیں ہیں اور خواہشیں ہیں انہیں آپ دل میں رکھو اور دعا کرو۔ یارب العالمین حاضرینِ مجلس کی دعا اور آرزو قبول فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وسیدنا وسندنا وشفیعنا و مولٰنا محمد وعلٰی آله واصحابه اجمعین. آمین برحمتک یا ارحم الرحمین.

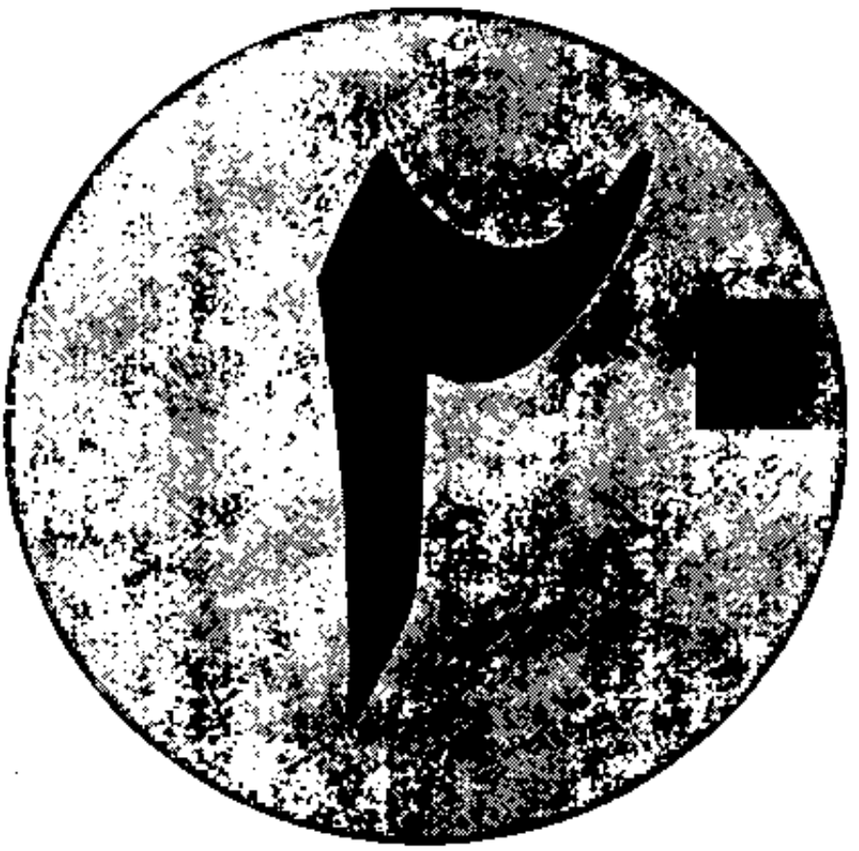

۱ جناب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ شریعت کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں اور شریعت اُن پر لاگو نہیں ہوتی ' اس بارے میں کچھ فرمائیں۔

۲ کیا ایسے لوگوں کی پیروی کرنا چاہیے؟

۳ بعض اوقات دل اللہ سے مخاطب ہو جاتا ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟

۴ لیکن راستہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہا۔

۵ سر یہ ہمہ حال نماز کیا ہوتی ہے؟

سوال :

جناب کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ شریعت کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں اور شریعت ان پر لاگو نہیں ہوتی' اس بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب :

شریعت سب پہ لاگو ہوتی ہے۔ کیا انہوں نے کبھی کہا ہے کہ شریعت ان پر لاگو نہیں ہوتی۔ ہر کلمہ پڑھنے والے پر شریعت لاگو ہوتی ہے چاہے وہ فقیر ہو' درویش ہو' ہوا میں اُڑنے والا ہو' چاہے پیدل چلنے والا۔ سب دائرۂ شریعت میں رہیں گے۔ اس میں کوئی Exception کوئی استثنا ہے ہی نہیں۔ کسی صاحبِ علم نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ ہاں کچھ لوگ ہوتے ہیں جو محویت میں ہوتے ہیں یا سُکر میں ہوتے ہیں' ان پر بھی شریعت لاگو ہوتی ہے مگر عام آدمی اسے نہیں سمجھ سکتا۔ اللہ کی محبت بھی ایک کیفیت ہے' جو اس خیال میں گم ہو جاتا ہے وہ اس خیال میں غرق ہو جاتا ہے اس طرح کہ اسے وقت' زمان و مکاں یاد ہی نہیں رہتے۔ انہیں وقت پر نماز یاد نہیں رہتی' بعض لوگ زکوٰۃ سال کے بعد دیتے ہیں' کچھ لوگ جذبات میں اپنا آپ ہی دے دیتے ہیں۔ یہ سب درجے ہیں۔ اس

لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لاگو نہیں ہے۔

سوال:

کیا ایسے لوگوں کی پیروی کرنا چاہیے؟

جواب:

اگر آپ دنیاوی مقصد کی خاطر Follow کر رہے ہیں تو یہ تو دو دفعہ غلط ہے' دنیاوی غرض کے لیے Follow کرنا غلط ہے۔ پہلے ہی دن سے آپ کو کہا گیا ہے کہ آپ شریعت کو Follow کرو' یہ کہہ دینا کیا کم ہے؟ آپ اللہ کے حکم کو Follow کرو' اللہ کے حبیب ﷺ کے حکم کو Follow کرو' اب اس کے بعد کسی اور کو Follow کرنے کی تمنا ہونی ہی نہیں چاہیے۔ ایسا پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایک Code ہے' اس کے مطابق چلو۔ پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ پیروی کا مقصد کیا ہے' کیا اسلام کی پیروی کافی نہیں ہے؟ کیا اس کے علاوہ کوئی ضرورت پڑ گئی ہے' اب یہ بتاؤ کہ کیا ضرورت پڑ گئی ہے۔ اگر ضرورت کا تعلق دنیا سے ہے تو یہ غلط ہے' اگر اللہ کے راستے کی کوئی بات ہے تو وہ اللہ خود ہی بتا دے گا۔ پیروی صرف اسی کی ہو گی جو درمیان میں ہے' اللہ کی راہ میں ہے' سالک ہے۔ مجذوب کی پیروی کرنے سے آپ کو بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ فرض کریں کوئی شخص اپنے بچے کو قربان کر کے مجذوب بنا ہے تو پھر اس کی پیروی کرنے کے لیے آپ کو بچے کی قربانی کرنی پڑے گی' اگر وہ جان دے کر مجذوب بنا ہے تو پھر آپ کو جان دینی پڑے گی۔ پھر وہ مجذوب زیادہ سے زیادہ آپ کو یہ دے سکتا ہے کہ اپنے جیسی زندگی دے دے' کیا یہ آپ کو منظور ہے؟ جب آپ وہ زندگی حاصل نہیں کرنا چاہتے تو پھر پیروی کس بات کی؟ ان لوگوں کی پیروی

کرو جن کی زندگی اور جن کی عاقبت آپ کو صحیح لگے' ان کی پیروی کرو جو آپ کی زندگی میں اصلاح پیدا کر سکیں۔ ان کی پیروی کرو جو آپ کو عافیت کا راستہ بتائیں' ان کی پیروی کرو جو آپ سے خواہشات کا بوجھ ہٹا سکیں' ان کی پیروی کرو جو زندگی کا سفر آسان کر دیں۔ آپ اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہو اور اس کا نام کوئی ''بندہ'' رکھا ہوا ہے' یہ تو آپ نفس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس لیے پیروی کرنا جائز نہیں ہے جب تک مقصد واضح نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ کسی بڑے کام کو بڑی دلیل کے بغیر مت شروع کرو۔ اللہ کو کسی ایسے اصول سے ڈھونڈنا جو اس کا بتایا ہوا نہ ہو' یہ تو پھر اس کے لیے بڑی دلیل چاہیے۔ مثلاً ایک شخص عبادت کے ذریعے اللہ تک پہنچا' یہ دلیل ہے' ایک آدمی شہادت کے ذریعے پہنچا' یہ دلیل ہے' کوئی شخص سخاوت کے ذریعے پہنچا' یہ دلیل ہے' ایک آدمی اتفاق سے پہنچ گیا' اب اس کی دلیل کوئی بھی نہیں ہے۔

اب آپ کس کی دلیل کے ساتھ' کس کے راستے سے' کس کے راستے پہ چلنا چاہتے ہیں؟ اسے کہتے ہیں پیروی' پیروی کے ساتھ فارمولا ضرور ہوتا ہے' یہ وہ فارمولا ہوتا ہے جو اس آدمی نے استعمال کیا ہوتا ہے' اب اس کی حالت دیکھ لو کہ پیروی کرتے ہوئے کہیں آپ اس جیسے نہ ہو جائیں۔ جن مجذوب لوگوں کی زندگی بظاہر بگڑی ہوئی ہے' ان کے سامنے آپ زندگی سنوارنے کی کیا بات کریں گے۔ جس آدمی نے اپنا سارا سرمایہ اللہ پہ نثار کر دیا ہو' اسے جا کے آپ کہتے ہیں کہ ہمیں مال دے دو۔ ایک آدمی جو اللہ اللہ کر رہا ہو وہ تمہیں لاٹری کا نمبر کیسے بتائے گا۔ ہوتا یہ ہے آپ غلط جگہ سے صحیح چیز مانگتے ہیں اور صحیح جگہ سے غلط چیز مانگتے ہیں' اس طرح آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ برے کام کرتے ہو' بری نیت

رکھتے ہو' بُری منزلیں رکھتے ہو اور پھر اچھے راستے تلاش کر رہے ہو' یہ تو آپ دو دفعہ غلطی کر رہے ہو۔ یہ تو خدا کے ساتھ ضد والی بات ہے۔ اب جو رشوت کے پیسے سے خدا کے گھر میں حج کرنے پہنچ گیا' یہ تو بغاوت ہے۔ اگر کوئی شوق والا ہو تو اس کی کہانی اور ہے کہ اے اللہ ہم جان لے آئے ہیں' جان دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اگر اللہ کی طرف جا رہے ہو تو اللہ کے احکام کے ذریعے جاؤ' اللہ کے محبوبؐ کے ذریعے جاؤ' یا اللہ کے محبوبوں کے ذریعے جاؤ۔ اگر اس کے علاوہ کسی راستے پر جا رہے ہو تو یہ غلط ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ کا راستہ ملا اور اللہ کے حبیبؐ کا ذکر نہیں کرتا ہے تو یہ گمراہی ہے۔ پرانے زمانے سے اسلام میں اس طرح کی Amendment کی بڑی کوششیں کی جا رہی ہیں جو کبھی کامیاب نہیں ہوئیں۔ مثلاً کوئی جھوٹا نبی آ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے اب اللہ نے یہ حکم دیا ہے' مجھ پر تازہ نزولِ افکار ہوا ہے۔ اب یہ کس مقام پر کھڑا ہو گیا؟ نبی کے مقام پر۔ نیا نبی جب بھی آئے گا تو پچھلی نبوت کا دور خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اب نیا نبی اس لیے نہیں آ سکتا کہ پچھلی نبوت کا دور ختم نہیں ہونا۔ ایک نبی جب آیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے پہلے جو میرا بھائی آیا تھا' نبی آیا تھا' وہ صحیح تھا' لیکن اب یہ راستہ ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ جب تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ سب نبی صحیح ہیں لیکن اب ہم آ گئے ہیں اور یہ راستہ کبھی بدلنا نہیں ہے' اب اور کوئی نہیں آئے گا۔

اب کوئی بھی شخص ایسی بات کرے تو وہ جھوٹا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ کل زلزلہ آئے گا' اگر زلزلہ آ جائے تو بھی وہ جھوٹا ہوگا۔ اگر وہ کہے کہ اللہ نے پرانا قرآن منسوخ کر دیا ہے' اب نیا قرآن آئے گا تو یہ بات بھی جھوٹ ہوگی۔ بس

یہ اسلام ہے۔ مسلمان کا کام اتنا ہے کہ آپ اپنا ماضی اور اپنے پُرانے قرآن کو محفوظ رکھو۔ یہ نہ کرنا کہ کوئی نیا قرآن بنا دو یا کوئی نئی شریعت نافذ کر دو۔ بڑے عرصے سے لوگوں کی کوشش ہے کہ شریعت میں کوئی Amendment کر کے اسے آسان بنایا جائے اور یہیں سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ ایسی چیزوں کو شریعت نے قبول نہیں کرنا کیونکہ شریعت کے اندر بہت Defence ہے۔ اسلام میں کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ کبھی نہیں ہو سکتی۔ ایسی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی گورنمنٹ یہ کرے تو وہ خود منسوخ ہو سکتی ہے' اسی لیے حکومتی سطح پر کوششیں ہوئی ہیں کہ حدود آرڈی نینس میں تبدیلی کی جائے مگر ایسا ممکن نہیں ہوا۔ لوگوں نے بڑی کوششیں کی ہیں کہ اللہ کے کلام کو اپنی ضرورت کے مطابق Adjust کر لیں۔ ہر آدمی پہلے ایک آیت پڑھتا ہے' پھر جواز بناتا ہے اور اپنے لیے استعمال کرتا ہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد خود چلا جاتا ہے۔

لہٰذا یہ سوچنا بھی گمراہی ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ صرف علم کا راستہ نہ تلاش کرو' عمل کا راستہ تلاش کرو۔ اگر آپ عمل کا راستہ تلاش کرو گے تو راستہ صرف ایک ہے اور وہ ہے شریعت کا راستہ۔ علم کے راستے سے ابہام اور مغالطے پیدا ہوں گے۔ اس شخص کے ساتھ رابطہ رکھو جو آپ کو عمل کی فقیری بتائے' علم سے بچو۔ علم وہی ہے جو آپ کے پاس موجود ہے۔

کمال کی بات یہ دیکھو کہ جو مجذوب بھی آئے انہوں نے خانقاہ کے باہر پہلے مسجد بنائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فیصلہ دے دیا کہ راستہ صرف شریعت کا ہے۔ اب پھر ان کی محویت اور کیفیت کے درجے ہیں۔ وہ مسلسل تہجد پڑھتے رہتے ہیں یا کسی اور شغل میں رہتے ہیں' یہ واقعات اور ہیں۔

اس لیے بہتر راستہ شریعت کا ہی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہ کرو' کوئی کمی بیشی نہ کرو' جو اللہ نے فرمایا بالکل وہی رہنے دو' یہی بہت کافی ہے۔ پانچ نمازوں کا پابند ہونے کے لیے پوری زندگی درکار ہے۔ اگر پوری زندگی میں پانچ نمازوں کی پابندی ہو جائے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ جس کو پانچ نمازوں کی پابندی مل گئی ہو اسے چاہیے کہ چھٹی نماز شکرانے کی ادا کرے کہ یا اللہ تو نے مجھے اس زمانے میں نمازوں کی پابندی عطا کی ہے جب کہ لوگوں کو نماز کے Spellings بھی بھول گئے ہیں۔ باقی یہ کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ آدھی زندگی تو ہوش آنے سے پہلے گزر گئی ہے۔ جب زندگی گزارنے کا طریقہ سمجھ آ جاتا ہے تو اس وقت بقیہ زندگی بہت تھوڑی رہ چکی ہوتی ہے۔ جب زندگی ختم ہونے کو ہوتی ہے تو زندگی سمجھ آ جاتی ہے اور جب زندگی باقی ہوتی ہے تو سمجھ نہیں آتی۔ اس لیے کچھ باتیں اگر وقت پر سمجھ آ جائیں تو بہتر ہیں۔ اگر شریعت کا راستہ یہاں سمجھ نہیں آتا تو قبر میں ضرور سمجھ آ جائے گا۔

تو شریعت کے راستے پر چلنا ہی بہتر ہے' کوشش بھی کرو اور چلو بھی۔ علم حاصل کرنے کی بجائے عمل حاصل کرو۔ خدا کے لیے! خدا کو نہ چھوڑنا۔ مجذوب نے کسی سے کہا یہ کیا کیا' روزہ رکھ کے آ گئے ہو' اللہ سے ڈر گئے ہو کیا؟ اللہ کو کیا ضرورت ہے تمہارے کھانے یا نہ کھانے کی۔ یہ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمیں تو اللہ نے فقیر بنا دیا' فقیر کا گناہ ثواب کوئی نہیں ہوتا۔ یہاں سے نقص پیدا ہوتا ہے۔ شریعت کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کو اسلام کی Definition نہیں آ رہی یعنی اسلام کی وہ تعریف کہ دس آدمی وہی کہیں۔ ہر آدمی یہاں ایک الگ توجیہہ بنائے ہوئے ہے' ہر آدمی اپنا

راستہ بتا دے گا۔ فرقہ در فرقہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ جب آپ بچپن کے دنوں میں نماز پڑھتے تھے' وہی دن اچھے تھے۔ وہ دن اچھے تھے جب آپ کے ابا حضور تھے' پرانے لوگ تھے' جب غریبی تھی لیکن سکون تھا' جب پیسے کم تھے اور سکون زیادہ تھا۔ اب اور طرح کے دن ہیں' پیسے زیادہ ہیں اور سکون کم ہے' مسجدیں زیادہ ہیں اور نمازی کم ہیں۔ پہلے زمانے میں رشتہ دار باعثِ سکون ہوتے تھے اور آج کل باعثِ پریشانی۔ اب کسی سے ملنے جاؤ تو آگے سے ٹی وی لگا دیتے ہیں' وی سی آر لگا دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ لوگ پنڈی سے اور کراچی سے اور دُور دُور سے لاہور آ گئے' کہنے لگے آپ سے ملنے آئے ہیں لیکن پتہ چلا کہ ٹی وی پر انڈین فلم ''پاکیزہ'' دیکھنے کے لیے آئے ہیں۔ اس جگہ تمہارا فارمولا کیا کرے گا۔ مثلاً یہ دیکھو کہ قوالی پہ لوگ جھوم رہے ہیں اور قوالی یہ ہے کہ ''یہ مسجد ہے وہ مندر ہے چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو''۔ جب تمہارے معلم قوال ہو جائیں تو پھر تمہارا یہی حشر ہوگا۔ پرانے زمانے کا جو قوال ہوتا تھا وہ ''قول'' جانتا تھا' باوضو ہوتا تھا اور میرِ مجلس باشعور ہوتا تھا تو پھر محفل میں سرور اور نُور ہوتا تھا۔ اب تو وہ فنکشن ہی ختم ہو گیا۔ داتا صاحبؒ نے قوالی سننے کی یہ شرط بتائی ہے کہ اگر تین دن کا فاقہ ہو' کھانا بھی ہو اور قوالی بھی سننے کو ملے' اس وقت اگر قوالی سننا چاہو تو جائز ہے ورنہ قوالی اور کوے کی کائیں کائیں برابر ہے۔ داتا صاحبؒ کے عرس پہ جاؤ تو عجیب و غریب سماں ہوتا ہے' ابھی قوال من کنت مولا شروع کرتا ہے اور لوگوں کے پاس نوٹوں کی تھیلیاں کھولنے کا وقت ہی نہیں ہوتا' بس پھینکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھو کہ من کنت مولا کا کیا مطلب ہے تو کہتے ہیں بس چُپ کر جاؤ۔ نہ کسی کو سمجھ ہے نہ کسی کو پتہ۔ مشائخ کرام نے بھی تماشہ لگایا ہوا

ہے' ہر ایک کو بیٹا دیتے جا رہے ہیں' پکی خبریں دیتے ہیں اور آگے سے کچی خبر نکل آتی ہے' ہر آدمی صرف Gathering بناتا جا رہا ہے۔ یہ واقعہ اس لیے ہوا پڑا ہے کہ اب عمل کی فقیری ختم ہوگئی ہے' علم کی فقیری' بیان کی فقیری رہ گئی ہے۔

بات بڑی آسان تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو مانو' اللہ کے حبیبؐ کو مانو' قرآن کو مانو' زندگی میں اپنا عمل درست کرو' یہ کھانے کے آداب ہیں' یہ سونے کے آداب ہیں' یہ زندگی کے آداب ہیں' اس کے بعد زندگی ختم ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی ہوگئی' **فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین** انہیں کہہ دیجیے کہ زمین کی سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹے لوگوں کی کیا عاقبت ہوئی۔ جس طرح پہلے لوگ ختم ہو گئے تم نے بھی چلے جانا ہے۔ ویسے بھی دس بیس سال بعد تمہارے چہرے خود بخود بدل جاتے ہیں۔ آپ ایک گروہ کے ساتھ اگر چلو تو کچھ عرصہ بعد ہجوم تو ویسا ہوگا مگر وہ چہرے سب بدل جائیں گے۔ شہر پھیلتے جا رہے ہیں مگر قبرستان اُتنے ہی رہتے ہیں۔ یہ کیا راز ہے؟ بس چُپ ہی ہو جاؤ۔ قبرستان پھیلتے نہیں بلکہ گہرے ہوتے جاتے ہیں! اللہ کے پاس جاؤ گے تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کرنا ہے کہ تمہاری زبان بند کر دے گا تاکہ فضول بول نہ سکو۔ تب تمہارے اعضاء اور جوارح تمہارے خلاف گواہی دینے پر مائل اور قائل ہو جائیں گے۔ اس وقت تمہاری صحیح گواہی نکلے گی جب تمہارا بیان تمہاری زبان کے علاوہ ہوگا۔ خدا کے لیے اپنے آپ پر اور اپنی عاقبت پر بھروسہ کرو' وقت بالکل تھوڑا ہے' جس طرح پچھلا وقت گزر گیا اگلا بھی اسی طرح گزر جائے گا۔ اگر یہاں بھی زندگی مشکل گزار رہے ہو اور آگے بھی مشکل پیش آنی ہے تو پھر آپ بڑی مشکل میں ہیں۔

اس لیے اگر یہاں کی اصلاح نہیں ہو رہی تو وہاں کے لیے سوچو۔ علم سے بچو اور اللہ کے راستے کا عمل سیکھو' اس کے لیے دعا کرو۔

علموں بس کریں او یار

اکو الف تیرے درکار

اللہ اللہ کیا کرو' اللہ جو چاہتا ہے وہ کرو۔ اللہ فرماتا ہے کہ میں تو درود بھیجتا رہتا ہوں' میرے فرشتے بھی درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ کا یہ عمل ہے تو تم بھی یہی اختیار کرو۔ عمل کے بغیر کچھ نہیں بنے گا۔ بابا' سائیں' درویش یا فقیر تمہیں عمل کے بغیر کچھ نہیں دے گا۔ تمہیں کون دے گا؟ تمہارا وہ عمل جو تمہارے ہاتھ سے سرزد ہو جائے۔ عمل کرلو۔ سب سے اچھا عمل یہ ہے کہ تم شریعت کے راستے پر چلو۔ بحث کو ختم کر دو۔ بحث یہاں تک ہے' آگے بحث ختم ہو جائے گی۔ جب مشاہدہ ہو جائے تو بحث کہاں رہے گی۔ مشاہدہ صداقت ہے اور سب سے بڑی صادق القول اور صادق الوعد ذات حضور پاک ﷺ کی ہے۔ جو حضورؐ نے فرمایا ہے آپ اس پر عمل کرو۔ لوگوں کے اعمال کبھی نہ دیکھو' اپنا عمل کرتے جاؤ۔ جس راستے کو آپ خفیہ راستہ کہتے ہیں' اس راستے کا تو فارمولا ہے ہی نہیں۔ اس لیے آپ Sincerely خلوص سے عمل کرتے جاؤ۔ عمل آپ سے اس لیے نہیں ہوتا کہ ؎

اک پاؤں ہے زمینِ ہوس میں گڑا ہوا

اک پاؤں ہے سمندِ اجل کے رکاب میں

تمہارا ایک پاؤں ہوس کی زمین میں گڑا ہوا ہے اور دوسرا موت کے گھوڑے پر سوار ہے' گھوڑا لے کے چلا جا رہا ہے' ہم نہ اِدھر چھوڑ سکتے ہیں نہ اُدھر۔ اگر ہوس نہ ہو' خوف نہ ہو' لالچ نہ ہو اور دنیا بنانے کا خیال نہ ہو تو پھر عمل پیدا ہو جائے گا۔

اگر نیک عمل کے راستے میں مصروفیت رکاوٹ ہے تو یہ غلط خیال ہے۔ مصروفیت بھی ایک عمل ہی تو ہے۔ اب جس کے پاس نیک عمل کے لیے وقت نہیں، دراصل اس کی مصروفیت غلط ہے، ایسی مصروفیت جو نیک عمل کو روک رہی ہے۔ آپ نے اپنے عمل کی اصلاح کرنی ہے، بے عمل تو آپ رہ نہیں سکتے۔ گھر سے باہر نکلیں، باغ میں ٹہلیں یا کچھ اور کریں، یہ عمل ہی تو ہے۔ اگر نیک عمل نہیں ہو رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ غلط عمل نے اس کا راستہ روکا ہوا ہے۔ اب آپ غلط عمل کو نکال دو، غلط جواز کو نکال دو، غلط مصروفیت کو نکال دو۔ آپ خود ہی کیس بنتے ہو، خود ہی وکیل بنتے ہو، خود ہی منصف بنتے ہو اور خود ہی سزا لے کے ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہو۔ اس لیے آپ خود اپنا فیصلہ کرو کہ جس راہ پر آپ چل رہے ہو اگر یہ راہ اللہ کی طرف جاتی ہے تو پھر آپ کا عمل صحیح ہے۔ اگر یہ راہ اللہ کی طرف نہیں جا رہی تو اس راہ سے بچنے کی کوشش ضرور کرو۔ آپ کے لیے عمل کرنا بہت آسان ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا یاایھاالانسان انک کادح اے انسان تو ہے ہی کام کرنے والا۔ یہ بات انسان کو بنانے والا خود فرما رہا ہے کہ تو محنتی پیدا کیا گیا ہے، یہ تیری جبلت ہے۔ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ محنت کرتا جا رہا ہے۔ چھوٹی سی چیونٹی دیکھو، چلتی ہی جا رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ حریص شے چیونٹی ہے، ایک چیونٹی نے کبھی دوسری کا حال نہیں پوچھا، بس خوراک اٹھاتی ہے اور چلتی جا رہی ہے۔ جواری اور شرابی اپنے اپنے کام میں بہت زیادہ محنت کرتے ہیں، کچھ لوگ دوسروں کو پریشان کرنے کے لیے بڑی محنت کرتے ہیں، پیسہ ضائع کرتے ہیں اور دوسرے کو پریشان کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں سکون کہاں سے ملے۔ ایک تھا کتا اور ایک تھا بیل۔ بیل کھرلی سے گھاس کھاتا تھا اور کتا

وہاں بیٹھ کر بھونکنے لگ جاتا تھا۔ کسی نے کتے سے پوچھا یہ گھاس تو تیرے کام کی نہیں ہے، تو کیوں بھونکتا ہے؟ کہنے لگا جب یہ کھاتا ہے تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے..... مسلمانوں کا اصل پرابلم یہ ہے کہ خود کھا نہیں سکتے اور دوسرے کے کھانے سے تکلیف ہوتی ہے۔ سیاست میں زیادہ تر لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ سارا مال ہی اس کا مخالف کھا گیا۔ بے مقصد قسم کی پریشانی اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی مکان بنالے تو دوسرے خواہ مخواہ پریشان ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔ کسی نے پوچھا کہ بارش کا فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے؟ کہتا ہے بارش کا فائدہ یہ ہے کہ یہ ہمارے کھیت پہ برستا ہے اور نقصان یہ ہے کہ ساتھ والے کے کھیت پہ بھی برستا ہے۔ بس لوگوں کو اتنی بے سکونی ہے کہ کسی کو سکون میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔

اس لیے میں کہتا ہوں کہ آپ عمل کے راستے پر چلتے جاؤ، بس چلتے جاؤ، آپ کسی کو جواب دہ نہیں ہو۔ صحیح عمل اختیار کرو تا کہ غلط عمل نکل جائے۔ اپنے عمل کا جائزہ لو۔ آپ بے عمل نہیں رہ سکتے۔ کوئی آدمی بے عمل نہیں رہ سکتا۔ عمل جب غلط ہو جاتا ہے تو آپ پریشان ہو جاتے ہو۔ لوگ اس لیے کماتے ہیں کہ زندہ رہ سکیں اور اس لیے زندہ ہیں تا کہ کما سکیں۔

اور سوال بولو..... جلدی جلدی بولو.....

سوال:

بعض اوقات دل اللہ سے مخاطب ہو جاتا ہے، ایسے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

اللہ تعالیٰ سے بات چیت ضرور کیا کرو لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ آج اللہ سے

بات ہوگئی ہے تو اس سے پرانا راستہ منسوخ ہوگیا ہے تو یہ تو گمراہی ہے۔ مثلاً آپ کو اللہ تعالیٰ کا قرب مل گیا اور آپ نے کہہ دیا کہ اب شریعت والے راستے کی ضرورت نہیں رہی تو یہاں سے گمراہی پیدا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے جو بات چیت ہے وہ پرانے راستے کے علاوہ نہیں ہونی چاہیے۔ ایک بزرگ کی محفل میں جانے والا ایک مرید کچھ عرصے کے لیے محفل سے غائب رہا۔ کچھ عرصہ بعد جب بزرگ کی محفل میں وہ شخص آیا تو انہوں نے پوچھا کہ کہاں رہے ہو؟ کہنے لگا کہ آپ نے جو دعا کی تھی اس کی مہربانی سے روزانہ رات کو ایک بزرگ آتے ہیں اور مجھے لے جاتے ہیں اور باغوں میں سیر کراتے ہیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ یہ کیسی میں نے دعا کی کہ تُو محفل سے بھی غائب ہوگیا' آج رات جب وہ بزرگ تمہیں باغ میں لے جائے تو یہ لفظ پڑھنا۔ رات کو وہ بزرگ اسے لے گیا' باغ میں پہنچے تو اس نے وہ لفظ پڑھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں تو صرف گندگی کا ڈھیر ہے۔ اس میں راز کیا تھا؟ اللہ نے فرمایا ہے کہ لوگ جو ہمارے ذکر سے غافل ہوگئے ان پر ایک شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر جا رہے ہیں۔

اس لیے شریعت کے پرانے راستے کبھی نہ منسوخ سمجھنا۔ یہاں سے گمراہی پیدا ہو جائے گی۔ پرانے معتبر راستوں کی تقلید ہی صحیح راستہ ہے۔ اللہ کے ضرور قریب ہو جاؤ' بات چیت بھی کرو مگر راستہ وہی پرانا ہے۔ یہ خیال رہے کہ راستہ وہی ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ اپنے نفس کی آواز کو خدا کی آواز سمجھ بیٹھو۔ ایک آدمی نے واقعہ کربلا سنا تو اس کے دل میں شہید ہونے کی آرزو پیدا ہوگئی۔ وہ کمرے میں چلا گیا اور چاقو مار بیٹھا۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا تو بولا کہ میں بھی شہید ہونا چاہتا تھا۔

شہادت بھلا طلب کرنے سے ملتی ہے؟ خود کرو گے تو خودکشی کہلائے گی' اللہ مانگے اور جان دے دو تو یہ شہادت کہلائے گی اس لیے یہ خیال رکھنا کہ کبھی اللہ کی طرف محویت ملنا شروع ہو جائے تو اس سے کوئی پرانا رستہ منسوخ نہ سمجھ بیٹھنا۔ حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا ہے کہ حال کے وقت درویش کو پاؤں کے نیچے آ جانے والی پتی سے بھی باخبر ہونا چاہیے۔ اگر وہ غافل ہے تو یہ حال نہیں ہے بلکہ ''بدحالی'' ہے۔ آج کل قوالی میں عجیب حال ہوتا ہے' پیسے دیتے جا رہے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے رہتے ہیں۔ اسلام کا ڈرامہ اور ڈرامے کا اسلام۔ ان باتوں سے آپ بچو۔ آپ نے پوری کی پوری تقریب ہی ضائع کر دی۔ کافی ملاوٹ ہو گئی ہے۔

سوال:

لیکن راستہ ہمیں سمجھ نہیں آ رہا۔

جواب:

راستہ کہتے ہیں ''طریق'' کو۔ پہلے ایک رفیقِ طریق ہونا چاہیے۔ ایک ''جوڑی وال'' لے لو' ہم سفر لے لو۔ اگر آپ کو دس کروڑ مسلمانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں مل رہا جو آپ کا رفیق بن سکے تو گمراہی تو یہاں سے شروع ہو گئی۔ کہتے ہیں ناں کہ ہم زیارتوں پہ چلے ہیں تو ایک آدمی ساتھ لے لو۔ ایک آنکھ کچھ دیکھتی ہے' دو آنکھیں ذرا زیادہ دیکھتی ہیں۔ پھر اس کے بعد آسانی ہو جائے گی۔ شریعت کا جو مصدقہ راستہ ہے اس پر چلتے رہا کرو۔ کہیں پیچھے رہ جاؤ تو استغفار کر لیا کرو۔ یہ جو قرآن مجید ہے' یہی قرآن ہے' اس کو پڑھا کرو' معانی سمجھ نہ آئیں تو بھی پڑھا کرو' جہاں موقعہ ملے قرآن مجید سنا کرو' سننا اور اچھا ہے' سننے سے کیفیت

مل جائے گی' راستہ مل جائے گا' جہاں مسجد دیکھو نماز ادا کرلیا کرو' جہاں خانقاہ یا مزار دیکھو وہاں فاتحہ پڑھ لو اور کہا کرو کہ ''آپ مرنے کے بعد بھی اتنے معتبر ہیں' دعا کریں کہ اللہ ہمیں بھی خیریت سے رکھے''۔ اپنے گھر جاؤ تو دعا کرو کہ یا اللہ اس گھر میں جو مجھ سے پہلے رہتے تھے ان کی روحوں کو خیر میں رکھ اور جب میں چلا جاؤں گا تو یہاں میری اولاد کو آسانی میں رکھنا۔ اور جب پیسے آجائیں تو کچھ اللہ کے لیے خرچ کردو اور کچھ رکھ لو۔

تمہاری نیکی یہ ہے کہ بزرگ سے بزرگی نہیں لینی بلکہ بزرگ کی خدمت کرنی ہے۔ جہاں کوئی بزرگ ملے یا خانقاہ ملے آپ اس کی خدمت کرتے جاؤ۔ اس طرح تمہارا مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ گمراہی بھی اسی دنیا میں ہونی ہے اور اللہ کا راستہ بھی یہاں سے ہی ملنا ہے۔ ایک شخص اگر بازار میں گیا اور نظر صاف لے کر واپس آ گیا' اس کا راستہ نیک ہو گیا حالانکہ اس نے کچھ بھی عمل نہیں کیا۔ یعنی کوئی شخص بدی کے راستے سے گزرا اور دامن سمیٹ کے آ گیا تو نیک ہو گیا ..... اس دنیا میں جہاں گمراہی ہو رہی ہے' گمراہ نہ ہونا نیکی ہے۔ پیغمبر بازاروں میں بھی پیغمبر ہوتا ہے۔ ولی بازاروں میں بھی ولی ہوتا ہے' شہر کا ولی شہر کے کچے یا پکے مکان میں پیدا ہوتا ہے' شہر کی گلیوں بازاروں سے گزرتا ہے' اچھا بندہ ہر جگہ اچھا بندہ ہے' اللہ کا بندہ ہر جگہ اللہ کا بندہ ہے۔ گزرنا تم نے اپنے ''اندر'' سے ہے' باہر سے تو گزرنا ہی نہیں ہے' باہر کا ماحول سارا تیرے اندر کا ماحول ہے۔ بد آدمی بد عمل نہ کرے تب بھی بد ہے۔ نیک آدمی نیکی نہ کرے تب بھی نیک ہے۔ نیکی تیرے دل کا نام ہے' تیرے اندر کا نام ہے' تیرے باطن کا نام ہے' تمہاری نیت کا نام ہے' نیت اللہ کے فضل کا نام ہے۔ صاحبِ فضل

جہاں ہے وہیں صاحبِ فضل ہو گیا' چوروں کے اندر بیٹھا بھی قطب کہلا سکتا ہے' مسجد کے اندر یا خانہ کعبہ کے اندر جا کر تو خدا کا دشمن ہو سکتا ہے۔ دل کے اندر خانہ کعبہ نہ ہو تو تو خانہ کعبہ میں کیا پہنچا' بات دل کے اندر کی ہے' باہر کا سفر دراصل اندر کا سفر ہے۔ اس جگہ آ کر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں' وہ دراصل باہر کا سفر کر رہے ہوتے ہیں۔ اس بات کا خیال رکھو کہ خیال تمہارا کیسا ہے' نیت تمہاری کیسی ہے' عمل تمہارا کیسا ہے' تمہارے اندر اخلاص کتنا ہے' مروت کتنی ہے' خدا کو ماننے کی صلاحیت کتنی ہے' زندگی سے نجات پانے کی کتنی تمنا ہے.....

وہ شخص جس کے کئی گھنٹے وی سی آر میں ضائع ہو رہے ہیں' نگاہ خراب ہو رہی ہے' دل خراب ہو رہا ہے' وہ کہتا ہے کہ میں اکیلا گمراہ تو نہیں سارا شہر ہی گمراہ ہوا پڑا ہے۔ تو نے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ گمراہی کے زمانے میں اگر ایک شخص بھی گمراہی سے بچ جائے تو عین ممکن ہے سارے لوگ ہی گمراہی سے بچ جائیں۔ وہ آدمی آپ کیوں نہیں بن سکتے۔ اپنی زندگی اور اپنی عبادت کا تضاد مٹا دو۔ مسجد میں تم آنکھوں میں آنسو لیے یا اللہ یا اللہ کرتے ہو اور مسجد سے باہر آ کے اللہ کو بھول جاتے ہو۔ مسجد میں ہو یا بازار میں' تمہارے دل میں اللہ ہونا چاہیے۔ بازار میں جا رہے ہو' جہاں نماز کا وقت ہو جائے' ساتھ والی مسجد میں داخل ہو جاؤ۔ مسجد سے آپ آزاد نہیں ہو سکتے۔

ایک بزرگ کو ایک اور بزرگ صورت شخص ملا اور کہنے لگا کہ اللہ نے آپ کی نمازیں قبول فرمالی ہیں اور اب حکم دیا ہے کہ آج سے آپ نماز سے آزاد ہو۔ بزرگ نے فرمایا کہ تو لعین ہے دور ہو جا اے شیطان مردود! شیطان نے کہا آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا جب کہ میں بزرگ صورت میں آیا ہوں؟ انہوں

نے فرمایا کہ میں نے اس طرح پہچانا کہ اگر اللہ کے حبیب ﷺ پر نماز معاف نہیں تو میں کون ہوں۔

آپ جتنی اللہ سے لگن لگاؤ' اللہ آپ سے قریب ہوگا۔ اگر نیا راستہ نکالنا ہے تو ضرور نکالو لیکن راستہ پرانے راستے سے متصادم یا متضاد نہ ہو۔ پانچ نمازیں تو ضرور پڑھو' چھٹی یا ساتویں پڑھنی ہے تو وہ بھی پڑھ لو۔

سوال:

سر یہ ہمہ حال نماز کیا ہوتی ہے؟

جواب:

ہمہ حال نماز کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور ایک آدمی نماز سے باہر ہے' اگر آپ کو مسجد میں یہ خیال آئے کہ اس وقت مسجد میں' بڑا دل لگ رہا ہے لیکن کام بھی کرنا ہے اس لیے میں جا رہا ہوں۔ دوسری کیفیت یہ ہے کہ دنیا کے کام میں مصروفیت کے دوران خیال آ جائے کہ نماز پڑھنی ہے تو مسجد چلیں۔ ان دونوں کیفیات میں فرق ہے۔ ایک کیفیت یہ ہے کہ نماز میں سے اللہ کے حکم کے مطابق دنیا کے کام کے لیے وقت نکالنا اور دوسری یہ کہ دنیا میں سے نماز کے لیے وقت نکالنا۔ نماز میں سے اللہ کے حکم کے مطابق وقت نکالنا یہ نماز قائم کرنا ہے۔ تو آپ نماز کی کیفیت میں رہو بلکہ حالتِ نماز کا مطلب ہے کہ روبرو ہونا' ہو بہو نہ بھی ہوں تب بھی روبرو رہنا کہ جس طرح آپ دعا مانگتے ہوئے سمجھتے ہو کہ اللہ نماز میں قریب ہے تو جب آپ باہر بازار میں ہوں تو بھی یہ سمجھیں کہ اللہ قریب ہے اور وہاں بھی آپ کا رابطہ وہی ہو تو بازار کا عمل جو ہے وہ نماز کے خیال کے برابر ہو۔ تو جب آپ نماز میں کہتے ہو کہ

میرے ماں باپ پر رحم کر تو جب اصلی ماں باپ آپ کے ساتھ رہتے ہیں تو آپ ان پر رحم نہیں کرتے' تو اللہ کیا رحم کرے گا۔ آپ نماز میں دعا مانگتے ہو کہ یا اللہ میری اولاد کو نماز سکھا اور نماز پر مجھے بھی اور ان کو بھی قائم کر دے اور جب زندگی میں اولاد آپ کے قریب آتی ہے تو آپ انہیں نماز نہیں سکھاتے ہو۔ مطلب یہ کہ آپ نماز خود قائم نہیں کرتے اور نہ اپنی اولادوں کو قائم کرواتے ہو۔ تو دعا کا مقصد یہ ہے کہ آپ کوشش کرو۔ کہیں آپ فیل ہو جائیں تو پھر دعا کام آئے گی۔ ایسے تو نہیں ہونا چاہیے کہ آپ خانقاہ کی بجائے کسی اور نامناسب جگہ پر بیٹھے ہوں اور کہیں کہ یا اللہ مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر دے۔ تو اس میں حالات اور ماحول کا بھی فرق ہوتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اچھی جگہ پر رہو اور نورانی مقامات پر رہو۔ جہاں جہاں نور کی چمک دمک ہے وہاں اس کے قریب رہو۔ جس جس جگہ پر اللہ کا فضل ہوا اس اس جگہ پر رہا کرو۔

تو اس بات کا خلاصہ یہ ہوا کہ آپ اپنے دور میں یا ہم اس دور میں فیصلہ کر رہے ہیں کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ کا' اللہ کے حبیب ﷺ کے ذریعے امت کو ملا' راستہ وہی صحیح ہے۔ اس کے علاوہ شوق کی راہیں ہیں' چلتی جائیں' جتنا جتنا جس کا شوق ہے وہ چلتا جائے' یہ راستہ منسوخ نہیں ہوگا۔ آپ بازار میں جاؤ تو اللہ کے خیال میں جاؤ' جاگو تو اس کے خیال سے جاگو' سونے لگو تو اس کے خیال میں سو جاؤ۔ آپ محنت کر رہے ہو تو اس کا نتیجہ بھی اللہ کے حوالے کرو اور اللہ ہی کے لیے محنت کرو۔ سارے واقعات اللہ کے لیے کرو اور آپ کا مقصدِ حیات اللہ کا قرب ہونا چاہیے۔ تو اللہ کے قرب کا مطلب اللہ کے مقربین کا قرب' اللہ کے مقربین میں پہلا نمبر جو ہے وہ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے' پھر آپؐ کے

مقربوں کی ذات ہے اور پھر آپؐ کے مقربوں کے مقربوں کی ذات ہے۔ جہاں کہیں ذرا خیال آ جائے کہ یہ بندہ اللہ کے قریب ہے آپ اس کے قریب ہو جاؤ اور اس کی زبان سے اپنے حق میں اچھے کلمات کہلوا لو۔ اور پہلا کلمہ آپ کا یہ ہو کہ جی دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے' اور یہ کہلوا لینا چاہیے بلکہ آپ ہی کہنا چاہیے کہ یا اللہ مجھے معاف کر دے 'وہ اعمال جو میں نے غلط کیے اس کی معافی اور وہ صحیح اعمال جو میں نہیں کر سکا اس کی معافی' جو میں نے کیا اور غلط ہو گیا اس کی معافی اور جو صحیح کام تھے اور میں نہیں کر سکا اس کی بھی معافی' اور آئندہ کے لیے مجھے اپنا راستہ دکھا' اپنی امان کی راہ' اپنے فضل کی راہ تا کہ ہم تیرے ساتھ' تیری ہی راہ میں' تیرے ہی لیے سفر کریں اور ہمیں اس راستے کا کوئی دوست عطا فرما جو تیرے راہ کا مسافر ہو اور اس سے ہمیں آسانی ہو جائے گی۔ تو آپ لوگ یہ دعا کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ اس دَور کے تضاد اور فساد سے آپ کو بچائے' تضاد کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مولوی ہیں لیکن اندر باطن میں بد ہیں' اوپر سے مشائخ کرام ہیں اور اندر سے بالکل غلط انسان ہیں۔ اس دور میں جو ظاہر اور باطن کا فرق آ گیا ہے یہ سیاست کی وجہ سے ہے کیوں کہ سیاست میں کہنا اور ہوتا ہے اور کرنا اور ہوتا ہے۔ اس لیے لوگوں کے ذہن پر ان باتوں سے فرق پڑا ہے۔ آپ لوگ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کو عبرت سے بچائے۔ یارب العالمین اس قوم کو سزا نہ دینا' مہربانی فرمانا' ہم پر مہربانی اور ہدایت نازل فرما۔ یارب العالمین ہماری اصلاح کر دے' ایسا نہ ہو کہ ہم سزا پا جائیں۔ یارب العالمین ہماری اصلاح فرما دے' ہم سے غلطیاں دور کر دے' ہمارے اکابرین کی اصلاح کر دے اور اس قوم کو بے

ترتیب زندگی سے نجات دے' یارب العالمین آسانی عطا فرما' دشمنوں سے اس قوم کو بچا۔ یارب العالمین ظاہری دشمن' باطنی دشمن' اندر کے دشمن' جو ہمارے خیال کے دشمن ہیں' جو ہمارے حال کے دشمن ہیں اور جو ہمارے عمل کے دشمن ہیں ان سے ہمیں بچا۔ آمین۔

صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و سندنا مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین. آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.



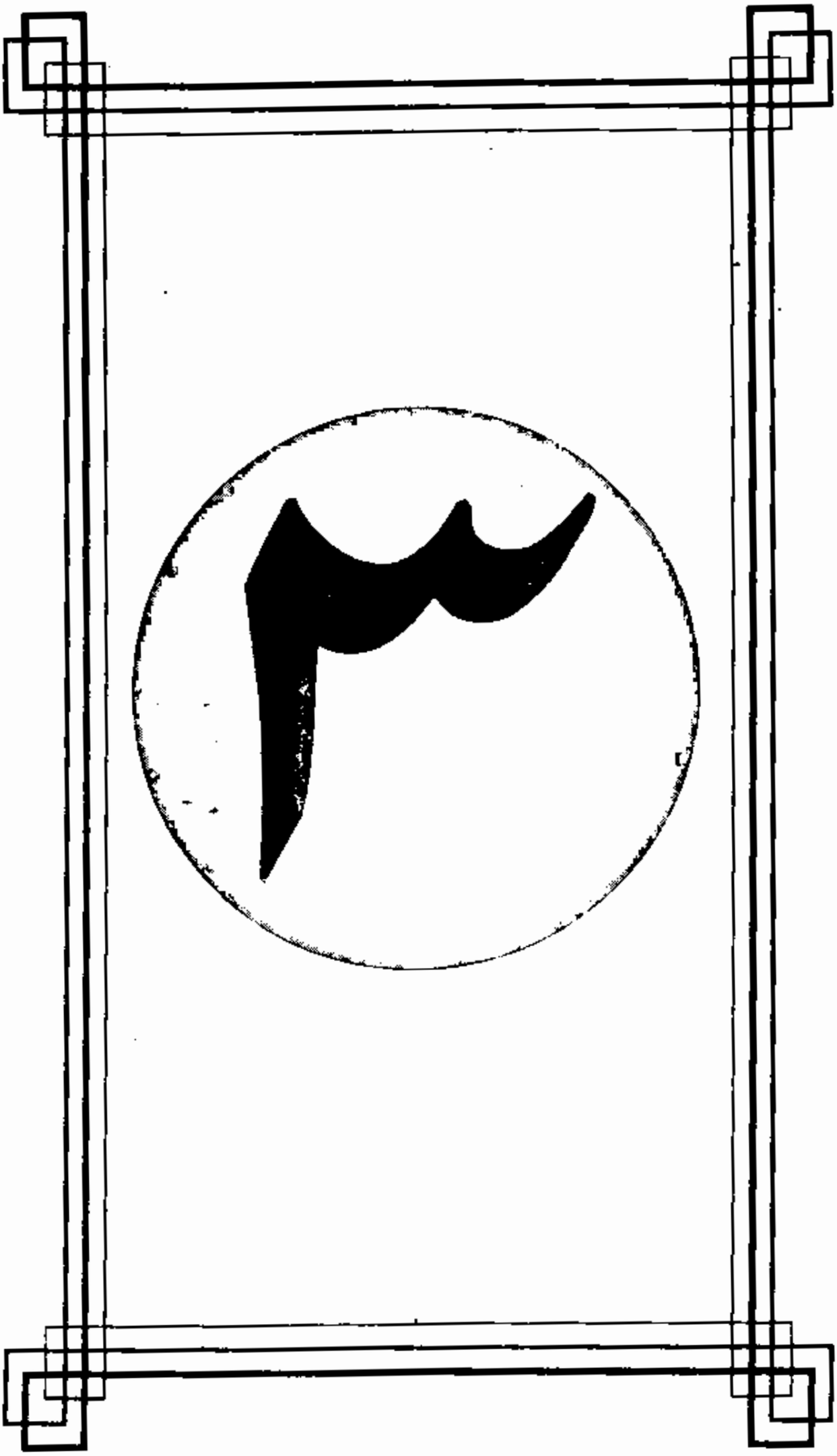

۱ اس سال کا محرم آیا ہے تو شہادت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

۲ ہم بزرگان دین کے پاس جاتے ہیں تو اللہ کا خوف' خشیت پیدا ہوتی ہے لیکن میں اللہ کا ایک اور تصور ذہن میں رکھتا ہوں.....

۳ دل میں جو زنگ لگ جاتا ہے اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

۴ کیا مصنوعی آنسو دل کا زنگ دور کر سکتے ہیں؟

۵ اللہ تعالیٰ سے ہمیں کیا مانگنا چاہیے جس سے اللہ ناراض بھی نہ ہو۔

۶ انسان اپنی حقیقی ضروریات تو مانگ سکتا ہے کہ نہیں؟

۷ اللہ سے تو ہم مانگتے ہی رہتے ہیں چاہے وہ چیز میسر آئے یا نہ آئے۔

۸ غلطی اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟

سوال:

اس سال کا محرم آیا ہے تو شہادت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سال کا جو محرم ہے' شہادت اس میں نہیں ہوئی بلکہ شہادت کا واقعہ پہلے کا ہے۔ جن لوگوں کا امام عالی مقام علیہ السلام کے غم سے تعارف ہے ان کو تو ہمیشہ کے لیے غم ہے' وہ تو ہمیشہ کے لیے محرم میں داخل ہو گئے۔ غم والے انسان کے لیے ہر موسم ہی غم کا موسم ہے۔ اگر کسی پر کوئی غم گزرے' کوئی عزیز رشتہ دار فوت ہو جائے اور اگر اسے کہو کہ یہ جو غم آج گزرا ہے' تم اگلے سال اس کی یاد منا لینا تو کیا وہ مانے گا۔ Suffering والے کے لیے Every season is a season of suffering غم والوں کے لیے ہر دن ہی غم کا ہے۔ امام علیہ السلام والوں کے لیے ہر ہفتہ ہی امامؑ کا ہے۔ وہ جو موسمی بخار ہوتا ہے' اس سے میرا تعلق کوئی نہیں ہے۔ کسی کی یاد میں دن منانا صرف جمیعتِ اسلام کے لیے ہے تا کہ مسلمانوں کو اپنی تاریخ یاد رہے' اس کا غم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ غم والوں کے لیے غم ابدی ہے' غم لازوال ہے' غم ان کے لیے عرفان کا باعث ہے'

غم ہی ان کا راستہ ہے ؎

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسین ابن علیؑ جانِ اولیاء

جن کے لیے یہ واقعہ عرفان کا راستہ ہے' یہ راستہ اگلے سال کیسے کھلے گا۔ اگر آپ صاحبِ عرفان ہیں تو یہ راستہ آج سے ہی کھلے گا۔ عرس پر اپنے مرشد کا نام صرف متولی یا مجاور مناتے ہیں اور جو محبوب ہوتے ہیں ان کا مرشد کے ساتھ روز ہی یوم وصال ہوتا ہے۔ اس لیے اگر امام پاک علیہ السلام آپ کو محبوب نہ ہوں تو ان کی یاد نہ منایا کرو۔ اگر کوئی محبوب ہو تو یاد کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اگر دل میں غم آ گیا ہے تو غم کو Season کے حساب سے مت منایا کرو۔ اب آپ دیکھو کہ مسلمان پانچ وقت نماز پڑھتا ہے لیکن مومن نماز پڑھتا ہے ہمہ وقت۔ مومن مسجد سے باہر ہو تو مسجد میں آنے کی تمنا رکھتا ہے اور کچھ مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ اگر مسجد میں ہوں تو مسجد سے باہر جانے کی تمنا رکھتے ہیں۔ تمنا سے ہی پتہ چلتا ہے کہ کوئی مسلمان ہے یا مومن ہے۔ مومن کا دل کرتا ہے کہ ہر وقت مسجد میں بیٹھا رہے لیکن اللہ کا حکم سمجھ کے بچوں کے لیے رزق کمانے باہر جاتا ہے۔ عام بندے کے لیے حکم ہے کہ مسجد جا کے نماز پڑھو اور دوسرے کے لیے حکم ہے کہ مسجد سے جاؤ اور رزق کماؤ۔ اگر تمہیں یہ فرق سمجھ آ گیا تو امام عالی مقامؑ کی بات سمجھ آ جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام عالی مقام علیہ السلام کی یاد کو اس انداز سے منانا کہ ان پر ظلم ہوا ہے تو پھر ایک ظالم کو بھی ماننا پڑتا ہے۔ لیکن جو فقراء ہیں وہ کسی کو ظالم نہیں مانتے' وہ سبب کے قائل ہی نہیں ہیں' وہ مسبب کے قائل ہیں۔ اگر کسی کو

پتھر لگے تو وہ کہتے ہیں کہ پتھر کو چھوڑو' بھیجنے والے کا نام بتاؤ' وہ دراصل تقدیر ہے۔تو یہاں وہ رک جاتے ہیں' نہ پتھر سے جھگڑا اور نہ پتھر مارنے والے کے نام سے جھگڑا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مالک کی طرف سے ہوا ہے' اگر وہ خود ہے تو بسم اللہ۔

تیسری بات یہ ہے کہ امام عالی مقامؑ کا درجہ آپ لوگوں کے شعور میں نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ان کا درجہ صبر کی وجہ سے ہے اور آپ بے صبرے ہوئے جا رہے ہو۔ خود بے صبر ہو اور جس کی یاد منا رہے ہو ان کا مقام صبر کی وجہ سے ہے۔ تم کہتے ہو کہ امام عالی مقام علیہ السلام ایک عظیم ہستی تھے۔ He was a great man اور اگر مقام صبر کو مقامِ وحشت بنا لو تو تم پر امام علیہ السلام کی یاد منانا فرض نہیں ہے۔ جو لوگ تسلیم و رضا کے قائل نہیں ہیں وہ لوگ کسی امام علیہ السلام کی یاد نہیں منا سکتے۔ اور جو لوگ تسلیم و رضا کے قائل ہیں وہ امام علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں۔ امام علیہ السلام کی عظمت یہ ہے کہ یہ بندے اور خدا کا کھیل ہے' اس میں درمیان میں کوئی اور چیز نہیں ہے۔ یہ صرف بندے اور مالک کے درمیان بات ہو رہی ہے کہ اے میرے مالک! تو نے اگر میرے ذمے یہ قرض لگایا ہے تو یہ میں نے ادا کر دیا ہے۔ تاریخ میں وہ بندہ موجود ہے' یزید' اس کے بارے میں جو بھی کہو ٹھیک ہے بلکہ وہ اتنا نامناسب نام ہے کہ اس کا نام ہی نہ لو۔ لیکن یہ جو امام پاکؑ کے ساتھ تسلیم و رضا کا واقعہ ہو رہا ہے' یہ واقعہ اللہ کے اپنے حکم کے مطابق تسلیم و رضا والوں کو کسی ایسے مقام سے گزارنا ہے جو دیکھنے والوں کے لیے ایک اعلیٰ مقام ہو۔ اگر آپ ظلم کی بات کہتے ہو تو میں آپ سے یہ دعا کراتا ہوں کہ خدا کرے کہ ایسا ظلم کسی پر نہ ہو۔ اگر آپ آمین کہتے ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کرے ایسا مقام کسی کو نہ ملے۔ اگر آپ یہ دعا کرا رہے تھے کہ خدا کرے کہ یہ

مقام عام ہو اور اگر مقام عام ہونا چاہیے تو پھر شہادت کے لیے تو چھری کے نیچے سے گزرنا پڑے گا۔ اگر شہادت مقام ہے تو پھر چھری والے کے لیے تو لعنت کا الگ شعبہ ہے لیکن تم عروج والے انسان کو اس سارے واقعہ کے تناظر میں پہچانو کہ چھری نے کیا کام کیا؟ چھری نے یہ کام کیا کہ بندے کو حق سے ملا دیا۔ چھری والے کے لیے تو الگ بات ہے کہ اس کو سزا ملے گی۔ بات یہ ہے کہ اسلام میں واحد مقام تھا شہادتِ عظمیٰ کا' ایک الگ مقام' اس کی ایک اپنی Term ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مقام اس لیے رکھا ہوا تھا کہ دنیا کو پتہ چلے کہ اسلام کے اندر کتنے ایثار ہو سکتے ہیں' یعنی جوانوں سے لے کر شیر خوار بچوں تک کی قربانی دی گئی۔ آپ لوگوں کو سبق یہ ملتا ہے کہ امام علیہ السلام کے کلمہء حق کہنے میں کوئی بھائی رکاوٹ نہیں بنا' بھانجا بھتیجا رکاوٹ نہیں بنا اپنی اولاد رکاوٹ نہیں بنی' نہ اصغرؑ نہ اکبرؑ' اپنی جان رکاوٹ نہیں بنی۔ اسے کہتے ہیں کلمہء حق کہنا۔ اگر تم کلمہء حق نہیں کہنا چاہتے اور صرف یادیں منانے والے ہو تو تم امامؑ کے دشمن ہو۔ وہ لوگ امام علیہ السلام کو نہیں مانتے جو سچ نہیں کہتے۔ وہ لوگ امامؑ کو نہیں مانتے جو کلمہء حق کہنے والے نہیں ہیں۔ جن لوگوں کو کلمۂ حق کہنے میں اولاد رکاوٹ بن رہی ہے وہ امام علیہ السلام کے قائل نہیں ہیں۔ تو امامؑ کی یاد منانے والا وہ ہے جس کے دل میں کربلا ہو۔ اور جن کی پیشانی میں سجدہ ہو اور جن کو تسلیم و رضا کا سبق ملا ہوا ہو وہ امام علیہ السلام کی یاد منا سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو تسلیم و رضا کا سبق نہیں ملا ان کو امام علیہ السلام کی یاد سے کیا واسطہ۔ امامؑ کی یاد کوئی Narrative نہیں ہے' واقعہ نہیں ہے' داستان نہیں ہے' بیانیہ نہیں ہے' رونے کا نام نہیں ہے بلکہ اس خیال میں ڈھل جانے کا نام ہے۔ اگر آپ اس خیال میں ڈھل جاؤ تو پھر آپ کو بات سمجھ آ سکتی ہے۔ لوگ کہتے

رہتے ہیں کہ یہ دور یزید کا دور ہے تو یزید کا ذکر یا کسی کو یزید کہنا یا کسی ملکی حکومت میں کسی یزید کو دریافت کرنا' یہ اس شخص کا کام ہے جو امام بن کے آیا ہو اور جو جان پیش کر سکے۔ ایسا شخص کہہ سکتا ہے کہ فلاں شخص جھوٹا ہے اور وہ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہہ سکتا ہے' صرف وہ یہ شہادت دے سکتا ہے اور شہادت کا معنی ہے گواہی دینا۔ اور امام عالی مقام علیہ السلام نے وہ گواہی پیش کی ہے جو کائنات میں آج تک سند ہے۔ ان کی شہادت ایک معتبر شہادت ہے اور وہ جاننے والے ہیں اور پہچاننے والے ہیں۔ وہ خاندان ہی ایسا ہے کہ جس نے نبوت پر اور رسالت پر جاں نثاری کے فرائض سرانجام دیئے ہیں۔ یہ علی علیہ السلام کے کنبے کی بات ہو رہی ہے۔ امام علی علیہ السلام نے خود شہادت پائی۔ کیا ان کے پاس طاقت تھی؟ آپ خود جانتے ہو کہ ذوالفقار ان کے پاس تھی۔ جو لوگ جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ سارا عرفان حضرت علی علیہ السلام بانٹتے ہیں اور دُور کی بات جاننے والے ہیں چاہے وہ تاریخی ہو یا جغرافیائی۔ مثلاً چودہ سو سال کے بعد کے واقعات بھی وہ آپ سے Deal کر سکتے ہیں یعنی کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے یاد کرنے والے کی پکار کو آج بھی سنتے ہیں۔ وہ اتنی طاقت والے ہیں کہ اقبالؒ نے کہا تھا۔

جنہیں نانِ جویں بخشی ہے تو نے
انہیں بازوئے حیدرؑ بھی عطا کر

اور یہ بھی کہا کہ۔

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں
اک سجدۂ شبیریؑ اک ضربِ یدُاللّٰہی

اب آپ دیکھو کہ حضرت علی علیہ السلام کی شہادت ہو گئی۔ خنجر کے لگنے میں

اور جان کے نکلنے میں آپ کے پاس دو لفظ کہنے کا اختیار تھا۔ آپ اس دوران اللہ سے کوئی بات کر سکتے تھے یا اسلام کے لیے دعا کر سکتے تھے یا بچوں کو کوئی وصیت کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے دو لفظ یہ کہے کہ میں نے اپنے قاتل کو معاف کیا۔ جتنی طاقت والی وہ ذات تھی اس سے زیادہ طاقت ور یہ بات انہوں نے کہہ دی۔ اس کو کہتے ہیں شہادت اور اسے کہتے ہیں امامت۔ اگر تم اپنے دشمن یا اپنے قاتل کو معاف نہیں کر سکتے تو تمہیں امامؑ کا نام لینے کا کوئی حق نہیں۔ علی علیہ السلام ان لوگوں کے امام ہیں جنہوں نے اپنے قاتلوں کو معاف کر دیا اور ان لوگوں کے امام ہیں جنہوں نے اپنی قوت کے باوجود اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرنے میں خاموشی اختیار کی۔ تو جس طرح نبی ﷺ خاتم' نبوت کے ہیں تو علیؑ خاتم خلافت کے ہیں۔ خلافت آپ علیہ السلام پر ختم ہو گئی ہے۔ اگر نبی کریم ﷺ سب سے بعد آنے کے باوجود سب سے بڑے ہیں تو وہ خلافت میں سب سے بعد آنے کے باوجود سب سے بڑے ہو سکتے ہیں۔ اس میں تفہیم اور تحقیق کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ روز ہی مشاعرے کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بڑا شاعر آخر میں آتا ہے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے رہتے ہیں کہ ان کو پہلے آنا چاہیے تھا یا وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ان کو بعد میں آنا چاہیے وہ ماننے والے نہیں ہیں۔ جو امامؑ کی بات کو نہ مانے اور ان کے فیصلے کو نہ مانے وہ امامؑ کے ماننے والے نہیں ہیں۔ امامؑ نے جو فیصلے کر دیئے ہیں تم ان فیصلوں کو کیسے جھٹلاتے ہو۔ قوت والا جو بات مان گیا وہ تمہیں بھی ماننی چاہیے۔ روحانی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے بعد کا مقام کیوں قبول فرمایا' آپؑ کو تو پہلے آنا چاہیے تھا۔ تو آپؑ نے فرمایا سب سے بڑے نبیؐ بعد میں آئے ہیں میں پہلے کیسے آ جاتا لیکن مجھ سے پہلے مقام بھی

اپنا ہی مقام ہے۔

اسلام تو ایک ہے اور تم نے اسلام میں Bifurcation کر دی۔ تفریق کر دی۔ تمہارا امام علیہ السلام کی یاد منانے سے کوئی تعلق نہیں۔ غلام یزید کہنے والے دوزخ میں جائیں گے۔ جن لوگوں نے یہ نام رکھا یا کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کا ولیمہ محرم میں کروں گا' وہ سیدھا سادا لعنتی ہے۔ مسلمانوں کے جو تاریخی جذبات ہیں چاہے وہ حقیقی نہ بھی ہوں' ان جذبات کو مجروح کرنے والا عرفان نہیں پا سکتا۔ اس شخص کو علم تو مل سکتا ہے لیکن عرفان نہیں مل سکتا۔

تو تمام طاقتوں کے باوجود حضرت علی علیہ السلام کی اپنی شہادت' امام حسن علیہ السلام کی شہادت اور پھر امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی۔ اسلام پر جانثاری کے یہ عظیم الشان اور یہ عظیم واقعات ہی دراصل اسلام کی اصل قوت ہیں۔ تو آپ اسلام کی اصل قوت کو نہیں پہچانتے اور امامؑ کی یاد کو تقریب کی طور پر مناتے ہو' اور Ritual کے طور پر مناتے ہو یعنی محرم آ گیا' لباس کالا کر لیا' واقعات خراب کر لیے' خیال کہیں اور نظر کہیں' دل افسردہ اور نظریں ادھر اُدھر۔ ان تمام واقعات میں بڑی احتیاط چاہیے۔ غم کو غصہ نہ بناؤ۔ جو شخص غم کو غصہ نہ بنائے وہ امام علیہ السلام کا ساتھی ہے۔ غم کو غصہ بنانے والے نہ امامؑ کے ساتھی ہیں اور نہ اسلام کے ساتھی ہیں۔ غم کو غصہ وہ بناتا ہے جو کسی تقدیر کو نہیں مانتا اور جو کسی خدا کو نہیں مانتا۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ اس کا بیٹا یا بھائی اللہ نے فوت کیا ہے تو اب وہ جھگڑا کس سے کرے گا۔ امام علیہ السلام کی عظمت شہادت کے مقام تک پہنچنے کی وجہ سے ہے اور تم انہیں اس مقام سے بچانا چاہتے ہو۔ سال کے بعد امام علیہ السلام کا غم مناتے ہو۔ اگر امام علیہ السلام کا غم ہے تو ہمہ حال منایا کرو۔ کربلا آپ کے دل

میں ہونی چاہیے۔ کربلا یزید کے خلاف جہاد کے عزم میں ہونی چاہیے۔ کربلا صداقت میں ہونی چاہیے' ایثار میں ہونی چاہیے اور تسلیم ورضا میں ہونی چاہیے' اور حضور پاک ﷺ کے نام پر نثار ہونی چاہیے۔ اگر آپ کے اندر یہ واقعات نہیں ہیں تو پتہ نہیں پھر آپ کیا مانتے رہتے ہو۔ آپ اس طرف رجوع کرو۔ رجوع کرنے والوں نے کربلا سنی نہیں بلکہ کربلا دیکھی ہے۔ اگر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے تو کربلا دیکھنے کی دعا کیا کرو۔ اور دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں کربلا دکھا اور کربلا کا فیض دکھا اور کربلا والوں سے ہمیں نسبت عطا فرما۔ باقی جو واقعہ ہے وہ تو کتابوں میں موجود ہے اور ہر سال بیان ہوتا رہے گا اور بیان کرنے والا ہر دفعہ آپ کو نئی بات بتائے گا اور یوں کہانی چلتی جا رہی ہے۔ بیان کرنے والا غم کو سامعین پر Thrust کرتا جائے گا' غم کو Thrust نہیں کرنا چاہیے۔ جس طرح امام عالی مقامؑ اللہ کی رضا کے وارث ہیں' اسی طرح امامؑ کے غم کے بھی وارث پیدا ہوتے ہیں جو کہ پڑھنے سے نہیں بنتے۔ وہ ان کی طرف سے خود بخود توجہ ہوتی ہے اور عنایت ہوتی ہے اور رہنمائی ہوتی ہے اور آپؑ کے Follower آپؑ کو Follow کرتے ہیں اور آپؑ کے چاہنے والے' آپؑ کے ماننے والے ہوتے ہیں' جو چاہنے والا اور ماننے والا نہیں ہے وہ یاد کیا منائے گا۔ اس لیے آپ امامؑ کے Function کو' عمل کو مانو اور پہچانو۔ اس طرح پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ دعا کرو کہ آپ کو کچھ عرفان مل جائے۔ عرفان مل گیا تو پھر آپ کو یاد آئے گی۔ سنی ہوئی بات آپ کہاں تک یاد رکھو گے۔ آپ اتنی بات یاد رکھو کہ ؎

داغ سجود تیری جبیں پر ہوا تو کیا
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پہ نشاں رہے

تو امام حسین علیہ السلام عالی مقام کا سجدہ کائنات میں ایک ایسا سجدہ ہے کہ جو نہ آج تک کسی نے کیا اور نہ ایسا سجدہ ہوسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ جو کسی اور کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ کلمۂ حق کہنے میں کوئی بھی رکاوٹ آگے نہیں آئی۔ یہ ایک ایسا Norm اور ایسا Standard ہے کہ عرفان کے قافلے یہاں سے چلتے ہیں۔ یہ عشاق کی کہانی ہے۔ سامع شاہد نہیں ہوسکتا بلکہ دیکھنے والا شاہد ہوتا ہے' اگر شاہد نہ ہو تو غم میں شریک نہیں ہوسکتا۔ بس یہ بات یاد رکھنا کہ سامع شریک نہیں ہے۔ بغیر مشاہدے کے ذاکر شریک نہیں ہے۔ یہ صرف مشاہدے کی کہانی ہے۔

سوال:

ہم بزرگانِ دین کے پاس جاتے ہیں تو اللہ کا خوف' خشیت پیدا ہوتی ہے لیکن میں اللہ کا ایک اور تصور ذہن میں رکھتا ہوں.....

جواب:

آپ کے لیے ذاتی طور پر میں نے بتایا ہوا ہے کہ آپ ''بزگارنِ دین'' کی محفل میں نہ جایا کرو بلکہ ''بزرگِ دین'' کی محفل میں جایا کرو۔ صرف کسی ایک بزرگ کی محفل میں جاؤ' بزرگانِ دین کی محفل میں جانے سے آپ کے اندر اس طرح کی دِقت پیدا ہوگی۔ آپ کو کچھ عرصہ پہلے منع کیا تھا کہ دین پر کتابیں نہ پڑھا کرو اور آپ پھر کتابیں پڑھ کر سوال کر رہے ہیں۔ تو اللہ کے تصور کی بات نہیں ہے' آپ تو اللہ کی صفات کی بات کر رہے ہیں اور اللہ جو کرتا ہے وہ صحیح کرتا ہے۔ آپ کے اندر اور آپ کی زندگی میں جو کچھ اللہ نے کیا وہ تو صحیح ہے اور جو آپ نے خود اپنے ساتھ کیا ہے یہ غیر اللہ ہے۔ تو اپنا آپ اللہ کے سپرد وہ کرے

جس نے اپنے ساتھ خود کچھ نہ کیا ہو بلکہ وہ کہے کہ اللہ کھلائے گا تو ہم کھائیں گے نزل من غفور الرحیم یعنی اگر چل کے آئے گا تو ہم کھائیں گے نہیں تو پھر ہم نہیں کھائیں گے' تو پھر ان کو اللہ دے گا۔ جو شخص بازار سے سبزی خریدتا ہے اور پکاتا ہے اور پھر اس کے اندر مرچ مصالحہ زیادہ ڈال دیتا ہے تو پھر اس سے تو بیماری ہو جائے گی اور اسی طرح Cause اور Effect کی' سبب اور نتیجے کی بیماری ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ چند اندھے ہاتھی دیکھنے گئے اور وہ ہاتھی دیکھ کر آ گئے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا دیکھا؟ ایک نے کہا کہ بڑے بڑے پنکھے لگے ہوئے تھے' دوسرے نے کہا کہ ستون تھے یعنی بڑے بڑے Pillars تھے' ایک اور نے کہا میں نے تو سانپ ہی دیکھا' ایک نے اژدھا ہی دیکھا' دوسرے نے کہا کہ ایک چھوٹی سی رسی تھی بَل کھاتی ہوئی' ایک اور اندھے نے کہا کہ ایک دیوار ہی دیوار تھی۔ تو انہوں نے ہاتھی کا ایک حصّہ چھو کر دیکھا تھا اور پورا ہاتھی تو انہوں نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ تو اس شخص نے کہا کہ ہاتھی تو یہ نہیں ہے! جس نے سونڈھ دیکھی اُس نے اُسے اژدھا سمجھا' جس نے اُس کے پاؤں اور ٹانگیں دیکھیں اُس نے ستون کہا' جس نے اُس کا پیٹ دیکھا اُس نے کہا کہ دیوار ہی دیوار ہے' جس نے دُم دیکھی اُس نے رسی کہا اور جس نے کان دیکھے اُس نے پنکھے سمجھا۔ تو ہاتھی کسی بھی اندھے کو پورا نظر نہیں آیا۔ اِسی طرح درمیان میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر مان لی اور اللہ کی باقی صفات آپ نے نہیں دیکھیں جیسے کہ وہ خالق ہے' حساب لے گا رائی کا رائی کے ساتھ اور پائی کا پائی کے ساتھ۔ تو وہ حساب کیسے لے گا؟ کہتا ہے کہ ہمارا حساب؟ آپ خود ہی مہربانی کریں۔ آپ یہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ہم نے خود ہی اپنے ساتھ سب کچھ کیا ہوا

ہے۔ تو اس لیے جو تحریریں آپ نے خود لکھی ہیں مصیبت تو ان کی پڑی ہوئی ہے۔ اللہ نے جو کچھ کہا وہ تو ٹھیک ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے ہاتھوں کو قوت دی ہے کہ لکھو اپنا نامہ اعمال لکھو کیونکہ اس کے میں نے نمبر لگانے ہیں اور پھر نتیجہ نکالنا ہے۔ اب آپ یہ بات کیسے کہیں گے کہ اللہ خود ہی لکھتا جا رہا ہے' اللہ اگر خود لکھتا تو عدو اللہ کسی کو نہ کہتا لیکن وہ تو اپنے دشمن کو عدو اللہ کہتا ہے' باغی کہتا ہے' کافر کہتا ہے' جہنمی کہتا ہے..... تو آپ اللہ کی بات کو غور سے دیکھو' اُس نے فرمایا ہے خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ تو یہ بجا ہے کہ خیر شر اُدھر سے ہے اور یہ واقعہ اُس آدمی کے لیے ہے جو اپنا عمل مفقود کر دے اور ایسا کئی لوگوں نے کیا ہے۔ اور اگر آپ اپنا عمل مفقود نہیں کر سکتے تو آپ اس کو سببِ اُولیٰ نہیں مانتے۔ جو اپنا عمل مفقود کر دیتے ہیں اُن کے لیے وہ سبب ہے اور وہ خود نتیجہ ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ سبب اللہ اور نتیجہ بھی اللہ! تم میں کون؟ کہتا ہے کہ وہ بھی اللہ! کہتا ہے کہ باہر کیا ہے؟ کہتا ہے اللہ! اندر کون؟ وہ بھی اللہ! اب یہ جو ہے ایسا اللہ والا ہے جو کہتا ہے کہ اے اللہ اگر تجھے اندر سمجھوں تو باہر کون ہے اور باہر دیکھوں تو اندر کون ہے۔ تو یہ وہ آدمی ہے جس کا اپنا عمل کوئی نہیں ہے بلکہ سب اللہ کا نام۔ آپ اپنے آپ سے اپنا آپ نکال دیں تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

؎ خدا کا ملنا بڑا ہے آساں
مٹے خودی ' خود خدا ہے

تو آپ کی خودی کیسے مٹے' آپ تو خودی کے پرستار ہیں۔ اور بے خودی جب تک نہ آئے آپ کو اللہ کا شعور کہاں سے آئے گا کیوں کہ جب آپ اپنے مقامِ روح پر پہنچو گے تو پھر لم یلد ولم یولد سمجھ آ جائے گا کہ نہ روح کا

کوئی باپ ہے نہ اُس کی کوئی اولاد ہے' روح لاشریک ہے۔تو پھر یہ مقام سمجھ آئے گا کہ اللہ کیسے ہے؟ اس وقت تو اللہ کو سمجھنے والا آپ کا پُرزہ ہی مفقود ہو گیا ہے' بیمار ہو گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ شکل آئینے میں دیکھنی ہے اور آئینہ دُھندلا گیا ہے یا گُجلا گیا ہے۔اس لیے آپ کو وہ بات سمجھ نہیں آتی ہے۔اگر طوطا اللہ اللہ کرتا جائے' اللہ کا ذکر کرتا جائے تو Parrot will remain Parrot طوطا تو طوطا ہی رہے گا۔ یہ تو ایک شعور کی داستان ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کو اُس کے احکامات کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔آپ اللہ تعالیٰ کا فنکشن دیکھو کہ وہ فرماتا ہے میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔کیا اُسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یا اللہ آپ تو علی کل شی ء قدیر ہیں آپ درود کیوں بھیجتے ہیں۔ یہ ایک فنکشن ہے اور اگر آپ صاحب درود کے قریب ہو جائیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ جو آدمی اللہ کی محبت میں گرفتار ہونا چاہتا ہے' حضور پاک ؐ کی محبت کے بغیر' تو ایسا آدمی گمراہی کی تیاری کر رہا ہے۔بس یہ آسان سی بات ہے۔ جو حضور پاک ؐ کی طرف رجوع کرتا ہے بغیر حضور ؐ کے Follower کو مانتے ہوئے' آپ ؐ کے کسی بندے کو مانے بغیر' وہ بھی اس تیز رفتاری میں کہیں ٹھوکر کھا جائے گا۔تو اللہ کا ملنا بڑا آسان ہے اور اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تیری پیشانی کے اندر ہے' سجدے کے اندر ہے۔تو اللہ تعالیٰ وسیلہ در وسیلہ اور وسیلہء جمیلہ سب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔اس لیے دُور کی چھلانگیں نہیں مارنی چاہییں مثلاً یہ کہ اس وقت اللہ کیا کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کے علاوہ بھی اس کو بہت کام ہیں۔ کیا آپ کو اس کے علاوہ کوئی کام ہے؟ ماننے والا کہتا ہے کہ میری جیسی تو تیرے کائنات کے اندر بڑی مخلوق ہے اور اے اللہ میرا خیال ہے کہ آپ جیسا تو

اور کوئی ہو نہیں ہو سکتا۔ بس اتنا ہی فرق ہے۔ تو وہ کیا کر رہا ہے؟ اُس کو اور بھی کام ہیں۔ بندہ کہتا ہے تجھے ساری دنیا عزیز ہے اور میری دنیا میں تیرے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے آپ اپنے تصور کو درست کریں۔ تو آپ کا اللہ کا تصور درست ہونا چاہیے۔ تصور یہ ہے کہ وہ علی کل شی ءٍ قدیر ہے' ہر شے پر قادر ہے۔ تو کیا آپ نے اپنا آپ اس کے سپرد کر دیا؟ کیا آپ کا سارا غُصہ نکل گیا؟ کیا آپ کے اندر سے لالچ نکل گئی؟ کیا آپ کے اندر سے زندگی کی تمنا نکل گئی؟ تو پھر آپ میں خشیتِ اللہ پیدا ہو جائے گی اور حُبِ دنیا نکل جائے گی۔ تو حُبِ دنیا کا نکلنا ہی خشیتِ اللہ ہے

؎ الحذر از حُبِ دنیا الحذر
یہ جہاں منزل نہیں ہے رہ گزر

تو پھر جب تک آپ حُبِ دنیا کو نہ نکالیں گے بات نہیں بنے گی۔

؎ حُبِ دنیا ہے تمنائے یزید
طالبِ دنیا کمینہ سگ پلید

اور حُبِ عقبیٰ اللہ کے ماننے والوں کا کام ہے۔ آپ حُبِ دنیا سے بچو۔ آپ اللہ کو تلاش کرو۔ آپ اپنے آپ سے اپنا آپ نکالو۔ بس یہی ہے اللہ تعالیٰ جو کہ علی کل شی ء قدیر ہے۔ تو آپ اپنے آپ سے اپنی قدرت نکال دو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بزرگانِ دین نے آپ کو بالکل ٹھیک فرمایا ہے' تمام بزرگوں نے ٹھیک فرمایا ہے لیکن بیک وقت سارا کچھ ایک آدمی کے لیے نہیں فرمایا۔ قرآن کریم ہدایت ہے کہ سارا قرآن ایک آدمی کے لیے نہیں ہے کیوں کہ کافروں کے لیے تو اس میں کچھ اور ہے مثلاً سزا کے طریقے لکھے ہوئے ہیں

جیسے دوزخ ہوگی اور اُس میں کھولتی ہوئی آگ ہوگی۔ آپ بتاؤ دوزخ کن کے لیے ہوگی؟ یہ نہ کہنا کہ لگتا ہے اپنے لیے ہے۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ مومن کی لیے ہے' عذاب تو مُنکر کے لیے ہے' کافر کے لیے ہے اور منافق کے لیے ہے۔ ہم نہ مُنکر نہ کافر اور نہ منافق ہیں۔ ہم کمزور مسلمان ہو سکتے ہیں لیکن ہمارا راستہ صحیح ہے' لہٰذا ہمارا دوزخ کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ تو جو آدمی ڈرتا جا رہا ہے اُس کے پیٹ میں چوری کا مال ہے' اس لیے وہ ڈر رہا ہے۔ ہم تو سارے خوشی خوشی جا رہے ہیں' اللہ کے محبوبؐ کے گھر جا رہے ہیں اور اللہ کے گھر میں دیدار کرنے جا رہے ہیں' تو آپ کیوں ڈرتے جا رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ مجھے خانہ کعبہ سے ڈر لگتا ہے۔ تو جو کچھ جیب میں ہے اُسے باہر نکال دو' اگر چوری کا مال تیری جیب میں ہے' یتیم کا مال تیرے پاس ہے تو ڈر تو ہوگا۔ ڈر اُسی کو ہوتا ہے جو سمجھتا ہے کہ اگر اللہ نے مجھے پہچان لیا کہ میں تو وہی ہوں۔ تو اللہ تو پہچان لیتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے اپنا دامن صاف کرو' پھر آپ کو خوف نہیں ہوگا۔ خشیتِ اللہ اُس وقت تک دکھائی جاتی ہے جب تک آپ کے پاس یہ ساری لغزشیں ہیں' لغزش نکل گئی تو پھر وہ اور مقام آ جائے گا یعنی لاخوف علیھم و لا ھم یحزنون یعنی نہ انہیں خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی حُزن۔ پھر خشیتِ اللہ نہیں سکھائی جاتی' پھر کیا سکھایا جاتا ہے؟ یہ کہ لَاخَوْف ایک مقام ہے جس میں نہ ماضی کا کوئی حُزن ہے اور نہ آئندہ کے لیے کوئی ملال ہے۔ چلو آپ ڈر سے آزاد ہو گئے۔ اگر ماضی توبہ کر کے پاک ہو گیا تو آپ تسلیم و رضا میں داخل ہو گئے یعنی اپنا آپ نکال لیا۔ جن لوگوں نے اپنا آپ نکال لیا ''لاخوف'' والی اُن کی داستان ہے۔ آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ علم سے بچو' فقراء سے بھی بچو' صرف ایک ''فقیر'' کی تلاش کرو۔ ایک فقیر کہتا ہے کہ قوالی سنو'

دوسرا کہتا ہے کہ قوالی سننے سے دین سے نکل جاؤ گے۔ تو یہ بیک وقت کیسے ہوگا؟ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس راستے پر چلایا جائے اُس راستے پر چلو اور دوسرا راستہ اس کی ضِد یا مقابلے کے لیے استعمال نہ کرو۔ ورنہ آپ دیکھیں گے کہ لوگوں نے قرآن کو قرآن کے مقابلے میں کھڑا کر دیا' یعنی قرآن کو قرآن کے مقابلے میں پیش کر دیا۔ مثلاً ایک آیت کل نفس ذائقة الموت کو Discuss کیا جا رہا ہے یعنی ہر جان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے یعنی سب مر جائیں گے' ٹھیک ہے سب مَر گئے' پھر؟ آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں؟ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے حبیبؐ آئے اور آ کر تشریف لے گئے۔ فرض کیا تشریف لے گئے' پھر؟ یہ کہیں گے کہ پھر آگے ہم خود ہی ہیں۔ اب دوسرے خیال والے نے حیات النبیؐ کا تصور دے دیا۔ تو حیات النبیؐ جو ہے یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ یہ سارے واقعات اس لیے ہوئے تا کہ آپ کے اندر بحث پیدا ہو۔ ورنہ تو دین ایک تھا مگر اس دین کے اندر اتنے فرقے کیسے بن گئے۔ یہ تمام فرقے کتابوں نے بنائے' لہٰذا آپ کتابوں سے گریز کرو۔ یہ چھوٹی سی زندگی ہے' اس میں کمائی اول تو حاصل نہیں ہوتی' پھر جائز کمائی کدھر سے ملتی ہے' آج کل تو ناجائز کمائی بھی آسانی سے حاصل نہیں ہوتی' وقت تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ حلال روٹی کے بات کر رہے ہو جب کہ حرام کی بھی میسر نہیں ہے' اس میں بھی دِقت ہو رہی ہے۔ تو آپ اپنا وقت چین سے گزارو۔ آپ اللہ کو Discuss نہ کرو' بحث نہ کرو' بس آپ اللہ کو مانتے جاؤ' جس تصور سے مانتے ہو بس مانتے جاؤ' کرسی کا مقام مانتے ہو تو کرسی کا مقام مانو' خالق کائنات مانتے ہو' میرا خالق ہے' میرے ماننے کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور میرا دل جو ہے یہ لامکاں ہے' تو یہ

تصور ہوسکتا ہے

؎ بٹھا کے دل میں اُسے اُس کی ہی نماز پڑھو

لوگوں نے یہ بھی تصور دیا۔ کہتا ہے کہ نماز کس کی کون پڑھے' اندر بھی وہ ہی ہے اور نماز بھی اسی کی پڑھنی ہے۔ آپ تصور کو کسی ایک مقام پر وابستہ کرو تو وہ جو بھی مقام ہوگا صحیح ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کو عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر مانو اور ضرور مانو۔ آپ کہیں غلطی کو اُس سے منسوب نہ کر دینا' غلطی جو ہے یہ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا ہے' ہمارے نفس کے شر سے ہے' ہم دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ نفس کے شر سے ہمیں بچا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اندر شر موجود ہوتا ہے۔ یہ شر آپ کا اپنا ہوتا ہے اور تسلیم و رضا آپ کو عطا ہوتی ہے۔ اس لیے بزرگانِ دین نے بڑی آسان بات بتائی ہے کہ یہ کہا کرو ''غلطی میری عطا تیری'' خطا کے مالک آپ خود بن جاؤ' عطا کا مالک وہ ہے۔ وہ آدمی جس میں خطا ختم ہوگئی ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ جو ہے وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ذات ہے۔ ویسے تو کچھ عرصے کے بعد نفس کی خواہش ختم ہو جاتی ہے' لالچ کی خواہش ختم نہیں ہوتی۔ لالچ کے مال کا حصہ بھی کچھ عرصہ بعد ختم ہو جاتا ہے۔ کب؟ جب بینک سے مناسب منافع کے پیسے آ جائیں اور گزارہ ہو جائے کہ مہینے کا خرچہ ۵۵۰ روپے ہے تو اگر ۶۰۰ روپے مل جائیں تو گزارہ ہو جاتا ہے اور خواہش پوری ہو جاتی ہے اور مال کی تمنا بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن زندہ رہنے کی تمنا نہیں ختم ہوتی۔ یہاں پہ نفس آ جاتا ہے۔ تو جس طرح اللہ رکھے آپ اسی طرح رہو۔ اس لیے نفس جو ہے وہ کہیں نہ کہیں مبتلاء کرتا رہتا ہے۔ عبادت کی تمنا جو ہے یہ عطا ہے اور عبادت کا اظہار جو ہے یہ نفس ہے۔ آدھے سے زیادہ لوگ جو ہیں وہ نفس کی نماز پڑھنے لگ جاتے ہیں یعنی اظہار اور

اظہارِ برملا کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے ''اچھا معاف کرنا' عصر ہوگئی ہے میں جا رہا ہوں''۔ اس طرح نمائش پیدا ہو جاتی ہے اور ایسا ہو جاتا ہے۔ نفس جو ہے یہ بڑا خطرناک ہے کیوں کہ یہ آپ کے اندر ہے اور یہ آپ جیسا شعور بھی رکھتا ہے' آپ کے ساتھ ہی پلا بڑھا ہے کیوں کہ ساتھ ہی پیدا ہوا ہے' تو یہ اُتنا ہی کاریگر ہوتا ہے جتنا آپ ہوتے ہیں کیوں کہ یہ آپ خود ہی تو ہوتے ہیں۔ اور اِدھر پھر اللہ ہے جس کی بات آپ خود سمجھتے ہیں۔ جو سمجھ میں نہ آئے وہ آپ کو کیسے بتائیں؟ یعنی جو آپ کو سمجھ میں آئے گا آپ اسی کو مانیں گے۔ تو آپ کا اللہ جو ہے اتنے سے آئینے میں روشنی ہے جتنا آپ کا آئینہ ہے ورنہ باقی سورج تو بے شمار ہے' اس کا آپ کیسے اندازہ کرو گے۔ آپ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی رکھو' اب اس میں آسمان نظر آئے گا' یہ آسمان ہے اور یہ چاند ہے۔ یہ وہ چاند ہے جو آپ پانی کے اندر دیکھ رہے ہیں اور یہ وہ چاند تو نہیں ہے۔ تو آپ اتنی سی بات یاد رکھیں کہ چاند بہر حال کسی اور شے کا نام ہے' جو نظر آ رہا ہے وہ بھی چاند نہیں ہے' چاند کا تو وہاں جا کر پتہ چلے گا یعنی اصل چاند کا کہ وہ کہیں اور ہے' تو وہ چاند کہیں اور ہے' امرِ الٰہی کچھ اور ہے' یہ جو چاند کا پانی کے اندر عکس ہے یہ کچھ اور ہے۔ تو آپ کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کیا جانیں کہ پانی میں کیا ہے۔ دیوار پر روشنی جب پڑی تو دیوار سفید ہوگئی' یہ سفیدی جو ہے یہ دیوار کی ہے یا روشنی کی ہے؟ جو آپ کے دل میں نورِ الٰہی ہے یا دین کی تمنا ہے یہ اُس کا اپنا پَرتو ہے وہ خود نہیں ہے' تو جو آپ کے اندر خواہشیں آ رہی ہیں ان میں کہیں نہ کہیں سے عکس جلوہ گری کرتا ہے' اب آپ یہ دیکھیں کہ یہ کیا ہے؟ آپ لوگ تو اپنی ذات کے ساتھ Sincere نہیں ہوتے' مخلص نہیں ہوتے آپ بحثیں کرتے رہتے ہیں' جھگڑے

کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہا گیا کہ اپنے دل کے آئینے کو چمکاؤ' یعنی کہ "صیقل آئینہ ہنوز" کی ضرورت ہے۔ تو کہنے والے کہتے رہے کہ شیشہ صاف کر۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اللہ کو تلاش کرنا ہے۔ بزرگ اُسے کہتے ہیں کہ شیشہ صاف کر۔ کہتا ہے کہ خدا اور رسولؐ کی بات بتاؤ۔ فرماتے ہیں شیشہ صاف کر۔ تو نماز کے بارے میں بتائیں۔ کہتے ہیں شیشہ صاف کر۔ تو وہ شخص عرض کرتا ہے کہ شیشہ کیا ہوتا ہے؟ فرماتے ہیں کہ دل کا شیشہ صاف کرتے جاؤ' خواہش نکالو' یہ نکالو وہ نکالو اور پھر تسلیم و رضا میں داخل ہو جاؤ اور شیشے کو صاف کرتے جاؤ۔ اور جب صفائی ہو جائے تو جو اُس میں جلوہ نظر آئے گا وہی اللہ ہے۔ بس آپ اپنا شیشہ صاف کریں۔ آپ اللہ کو ڈھونڈنا چاہتے ہیں جب کہ وہ اس طرح نہیں ملتا' اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنا شیشہ صاف کریں اور اِسے صاف کرتے ہی جائیں۔ اُس نے تیرے پاس آنا ہے' تم نے کہاں اُس کے پاس جانا ہے' وہ تو تیرا گھر جانتا ہے تو اس کا گھر کیسے جانے گا اور نہ ہی تم جان سکتے ہو کہ وہ کہاں ہے۔ بس یہاں بیٹھ کر آپ اللہ کو یاد کرتے جائیں' آپ یاد کا چراغ جلا کر بیٹھیں' دیا جلائیں تو وہ خود بخود آئے گا۔ ایک شخص اللہ کو تلاش کرنے ایک شہر سے دوسرے شہر چلا گیا۔ ایک درویش راستے میں ملا' پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہتا ہے کہ اللہ کی تلاش میں اُدھر جا رہا ہوں۔ وہ درویش کہتے ہیں کہ اُدھر کے اللہ کو میرا سلام کہنا۔ اُس نے کہا کہ اُدھر کا اللہ کوئی اور ہے؟ تو درویش کہنے لگا کہ تو ہی کہتا ہے کہ اُدھر کا اللہ اور ہے کیوں کہ تو اس شہر کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں جا رہا ہے۔ اب اللہ کی تلاش میں جانے والا بندہ جہاں سے جا رہا ہے وہ بتائے کہ وہاں اللہ ہے کہ نہیں ہے جہاں سے وہ نکل رہا ہے۔ اگر وہاں بھی اللہ ہے تو پھر تو کس کو چھوڑ

کر کس کے پیچھے جا رہا ہے۔ تو جس کو تو چھوڑ کے جا رہا ہے وہ تو اللہ نہیں رہا' تو پھر تمہارے اندر شرک پیدا ہو گیا کیوں کہ تم اللہ کو نکال کر اللہ کی تلاش کرنے جا رہے ہو۔ گویا کہ اللہ وہیں پر' اپنی جگہ پر صحیح ہونے کا نام ہے' آپ کے اپنے صحیح ہونے کا نام ہے' آپ اپنی ہیرا پھیری بند کرو' چالاکیاں بند کرو اور ان کو نکال دو۔ تو جہاں آپ کی ہیرا پھیری ختم ہو گئی وہی اللہ کا مقام ہے اور وہی آپ کی منزل ہے۔ الٰہیات اپنی ہیرا پھیری کو نکالنے کا نام ہے۔ اور تیرے اندر ہی جلوے ہیں۔ تلاش کرنے والا' دُور جانے والا' کہیں اور مسافتیں کرنے والا' کہیں اور ہنگامہ کرنے والا' اللہ کو کسی Trick سے قابو کرنے والا' نماز کے ذریعے سے قابو کرنے والا' چٹھیاں لکھنے والا' درود شریف اس لیے پڑھنے والا کہ اللہ کو قابو کر لوں گا وہ اللہ کو کیسے پائے گا۔ پہلے آپ یہ بتائیں کہ کیا اللہ آپ کے ساتھ ناراض ہے؟ آپ کو نہ اللہ کی ناراضگی کا پتہ ہے اور نہ اللہ کی رضا کا پتہ ہے۔ صرف اپنے آپ کی اصلاح کرنا مقصود ہے۔ جب آپ اپنی اصلاح کر لیں گے تو وہ خود بخود ہی مہربان ہو جائے گا اور وہ خود ہی چلا آئے گا۔ اس لیے اب صرف تیرا اپنا رخ اللہ کی طرف کرنے کی دیر ہے۔ آپ دھیان کرو اور اپنے آپ کا خیال رکھو' اللہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اللہ کسی مقام کا نام ہو۔ اللہ آپ کے اندر کی خواہش کی تسلیم کا نام ہے' جلوہ وہیں ہے اور خدانخواستہ کسی کی آنکھ نہ ہو تو وہ روشنی کو کیا دیکھے گا۔ تو روشنی جو ہے وہ آنکھ کا نام ہوا' ہر چند کہ یہ سورج کا نام ہے مگر سورج کا نام بھی روشنی نہیں ہے' سورج تو روشنی کا ذریعہ ہے' روشنی کسی اور چیز کا نام ہے' جو سورج میں جلوہ گر ہے یہ روشنی ہے اور روشنی سے تعارف کرانے کا میڈیم جو ہے وہ آپ کی آنکھ ہے۔ اب یہ روشنی ہے کہ آنکھ ہے' یہ کیا ہے؟ بس آپ اپنی آنکھ

کی قدر کرلیں تو روشنی خود بخود مل گئی ۔ یہ نہ ہو کہ روشنی کی تلاش میں ہی اپنی آنکھیں اندھی کرلو۔تو تلاش کا جو شعبہ ہے یا ذریعہ ہے وہ آپ درست رکھیں' وہ شعبہ کیا ہے؟ وہ آنکھ ہے اور اللہ کے دریافت کرنے کا شعبہ کیا ہے؟ وہ ہے روح! روح خراب کہاں ہوتی ہے' بیمار کہاں ہوتی ہے؟ غصہ' لالچ' لوبھ' کرودھ' انتقام' ہیرا پھیریاں' چکر بازیاں' ان سب سے روح خراب ہو جاتی ہے۔جس آدمی نے پیسہ جمع کیا جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہ' مال جمع کیا اور گنا تو اس کی روح خراب ہو جاتی ہے' روح یہاں دنیا میں زیادہ رہنے کی تمنا سے بیکار ہو جاتی ہے' روح حق والے کا حق روکنے میں خراب ہو جاتی ہے' یتیم کا مال آگے پیچھے کرنے سے روح بیمار ہو جاتی ہے۔آپ لوگ کتنے اچھے ہیں کہ جو یہاں پر بیٹھے ہیں اور پھر درود شریف پڑھتے ہیں۔اور اُس زمانے میں حضور پاک ﷺ کو دیکھنے کے باوجود جنگ کرنے والے وہ بدنصیب کون تھے۔آپ لوگ یہ سوچیں کہ آپ پر کتنی مہربانیاں ہیں کہ آپ لوگ دور ہیں لیکن اُن سے قریب ہیں' اِسی مہربانی کا شکریہ ادا کرتے جائیں کہ آپ دُور رہ کے بھی قریب ہیں' یعنی تاریخ کے زمانے کتنے دُور ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتنے قرب عطا فرمائے ہیں اور اس کا شکریہ ادا کرتے کرتے تھک جائیں گے۔ جب کہ کافروں کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے تھے' وہ حضور پاکؐ کے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں' جنگ کر رہے ہیں' دُوبدُو ہیں' رُوبرُو ہیں اور آپ لوگ جو ہیں حضور پاک ﷺ کی یاد میں کُو بکُو پھر رہے ہیں۔یہ بڑا فرق ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے' اس مہربانی کا شکر ادا کرو' یا رب العالمین ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے حضور پاک ﷺ کی محبت میں ہمیں یہ مقامات عطا فرمائے ورنہ ہم اس بات سے آشنا نہیں تھے..... آپ لوگ

اور سوال پوچھیں.....

سوال:

دل میں جو زنگ لگ جاتا ہے اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

اس کا طریقہ بزرگوں نے بتایا ہے کہ اگر زنگ آ جائے تو ایک تو روزہ مسلسل رکھنے سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ آپ قائم اللیل اور صائم الدہر ہو جاؤ' رات کو عبادت' قیام کرو اور دن کو روزہ رکھو تو یہ زنگ دُور ہو جاتا ہے۔ مال کے تقسیم کرنے سے یہ زنگ دُور ہو جائے گا' مال کے جمع کرنے سے اگر زنگ لگا تو مال تقسیم کرنے سے زنگ دُور ہو جائے گا۔ والدین کی کسی حکم عدولی سے زنگ لگا تو والدین کی اطاعت سے یہ زنگ دور ہو جائے گا۔ اگر والدین کا وصال ہو جائے تو بھی ان کی کوئی نہ کوئی بات آپ ادب کے ساتھ یاد رکھ سکتے ہیں۔ آپ لوگ سبب کے ساتھ الجھتے رہتے ہیں اور مسبّب کو بھول جاتے ہیں' اس لیے زنگ لگتا ہے۔ بس آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کرو۔ تو اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللہِ تو اپنے کام اللہ کے سپرد کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو آپ فقیر بن کر Possess نہیں کر سکتے' حاصل نہیں کر سکتے' آپ اس راستے پر چلنے کی تمنا کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ جو ہے یہ تمنا کا نام ہے' ایک سفر کا نام ہے اس میں منزل نہیں ہے۔ فانی کے لیے باقی کیسے حاصل ہو' بقاء حاصل ہو سکتی ہے باقی کو' آپ کہاں سے حاصل کرو گے' چونکہ آپ Finite ہیں' آپ محدود ہیں اس لیے لامحدود کے ساتھ آپ کیسے تعارف حاصل کر سکتے ہیں' خالق تو اپنی مخلوق کو پہچانتا ہے' مخلوق اپنے خالق سے کیسے باخبر ہو سکتی ہے جو کہ سب کا خالق ہے۔ اگر آپ ساری زندگی کا مجموعی شعور

حاصل کرلیں تو پھر بھی آپ نے مخلوق کا شعور حاصل کیا مگر آپ کو تو اپنا آپ سمجھ نہیں آ رہا پھر ٹوٹل انسانوں کی بات سمجھ نہیں آ رہی یعنی ماضی کے انسان' حال کے انسان' مستقبل کے انسان اور اگر تمام انسانوں کا شعور آپ کو مل بھی گیا تو یہ شعور ہوگا مخلوق کا شعور۔ اور وہ تو خالق ہے! اگر آپ کو تمام انسانوں کا شعور مل جائے' ستاروں کی گردش کے راز کا شعور مل جائے' زمین کے ذروں کے مقامات کا شعور مل جائے' پہاڑوں کی استقامت کا راز مل جائے' دریاؤں کی روانی کا راز مل جائے' بادلوں کے چلنے پھرنے' دوڑنے' تیرنے کا راز مل جائے' سیپ کے اندر موتی کے بننے کا راز مل جائے' ہر شے سے آگاہی ہو جائے تو یہ مخلوق کی آگہی ہے اور خالق کی آگہی نہیں ہے اور اگر خالق کی آگہی مل جائے تب بھی خالق نہیں ملا۔ آپ بس اِدھر ہی رک جاؤ اور کہو کہ بس ہمیں اتنی ہی سمجھ آئی ہے کہ ہم اپنے خالق کو سمجھ نہیں سکتے یعنی یہ ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ ہم اللہ کو سمجھ نہیں سکتے' بس تو اپنی مہربانی فرما اور یہ ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اگر اللہ ایسے شخص کو کہتا ہے کہ میں تمہیں اور بات بتاؤں تو وہ کہتا ہے کہ نہیں ہمیں تو اتنا ہی کافی ہے اور اب ہمارا سجدہ تسلیم ہے' ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں' جو بھی تو نے ہمیں عطا کیا' اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ سمندر آپ سے کہتا ہے کہ پی لو' کتنا پانی پیو گے' تو آپ کہاں تک پیو گے' آپ کہو بس یہ تیری مہربانی ہے۔ سمندر کیا ہے؟ اس کی مہربانی ہے۔ تو سمندر کا جلوہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اگر کبھی ایسا واقعہ ہو کہ ایک آدمی کسی بڑے دربار میں سوال لے کر جائے اور اسے بادشاہ نے بلا لیا' وہ جو عام طور پر کسی کو نہیں بلاتا اس نے بلا لیا' اور یہ پوچھ لے کہ کیا تکلیف ہے' تو اب تو آپ کی تکلیف ختم ہو چکی' اب وہ تکلیف بیان کرنا گستاخی ہے' جاننے والے کے پاس مرض بیان کرنا

گستاخی ہے' اور جب دینے والا جو بن مانگے دے رہا ہے وہاں سوال کرنا بھی گستاخی ہے۔ وہ اگر بلا لے تو پھر آپ کیا سوال کر رہے ہیں کیوں کہ وہ سوال آپ جس زمانے کا کر رہے ہیں وہ دوری کے زمانے کا سوال ہے جب کہ یہاں قُرب مل چکا ہے۔ تو دُوری کا سوال آپ قُرب میں کیسے کریں گے۔ اس لیے آپ اپنے سوالات سے بچیں۔ یہ دُوری کے سوالات ہیں کہ ''یا اللہ مجھے وہ چیز دے جس سے آپ سے دور رہ کر زندگی Enjoy کی جاسکتی ہے''۔ تو یہ بات کیا ہوئی۔ یعنی آپ لوگ دعاؤں سے زندگی کی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں اور جب کامیابیاں آپ کو تکلیف دیتی ہیں تو پھر آپ روتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قُرب عطا کیا اور آپ نے اس سے دعا مانگی کہ ہمیں زندگی عطا کر' زندگی میں آسانی عطا فرما' آسائشیں عطا فرما' اللہ نے فرمایا Allright here it is, I will see what happens. اب وہ آسانیاں اور آسائشیں آپ کو خدا سے غافل کر رہی ہیں۔ اب آپ کہتے ہیں کہ دل میں سکون نہیں ہے' تو اب سکون کدھر سے آئے گا کیوں کہ سکون عطا کرنے والی ذات سے آپ نے جدائی مانگی ہے۔ آپ کو ایک مثال سے' کہانی سے بات آسانی سے سمجھ آئے گی۔ ایک شخص عبدالرب نشتر گورنر بن گئے۔ ان کے پیر آغا تجمل صاحب تھے اور وہ شاہ محمد غوث میں بیٹھتے تھے' آغا صاحب پشاور کے رہنے والے تھے اور نشتر صاحب ان کے مرید تھے۔ نشتر صاحب کہنے لگے کہ میں نے سیاست میں حصہ لے لیا ہے اور آپ مجھے کچھ مرتبہ عطا کر دیں تو آغا صاحب نے فرمایا کیا چاہیے؟ اس نے کہا گورنری! تو جو سننے والے گواہ تھے وہ بتاتے ہیں کہ آغا صاحب نے فرمایا کہ چل جا تو گورنر ہو جائے گا۔ In due course وہ گورنر بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ پھر

آغا صاحب کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا کہ سنا بھئی کیا حال ہے' گورنر کس طرح کا ہوتا ہے؟ کہنے لگا کہ بہت اچھا ہوتا ہے' پھر کہنے لگا کہ آغا جی سکون کوئی نہیں ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ آغا صاحب نے قہقہہ لگایا جب کہ وہ کبھی قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔تو یہ پوچھنے لگے کہ آپ نے قہقہہ کیوں لگایا ہے؟ فرماتے ہیں کہ سکون تو تو نے مانگا نہیں تھا۔تو نے مانگا کچھ اور تھا' تو اب کدھر سے سکون ملے۔ جو چیز مانگنے والی تھی وہ تو نے مانگی نہیں ہے اور جو چیز نہیں مانگنے والی تھی وہ تو مانگ کر لے گیا' تو اب سکون کدھر سے پائے گا۔ کہنے لگے کہ اب گورنری کو چھوڑ ' تو وہ کہتا ہے کہ چھوڑ نہیں سکتا۔تو پھر سکون کہاں سے ملے گا۔لہٰذا اب سکون کو چھوڑ اور ٹھنڈی آگ میں جلتا رہ۔تو یہ کہانی اتنی ساری ہے۔اس لیے صاحبانِ عقل و بصیرت آپ کے سکون کے اندر اللہ اور آپ دونوں ہوتے ہیں' اس میں اولاد نہیں ہوتی' ایمان کے اندر آپ اور اللہ ہوتے ہیں' اولاد نہیں ہوتی' عبادت میں بھی آپ اور آپ کا اللہ ہوتے ہیں۔تو یہ اتنی سی کہانی آپ سمجھ لیں کہ اگر اللہ کا تقرب آپ مانگ رہے ہیں تو اللہ سے اللہ کے سوا کچھ نہ مانگو.....

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمتِ بندگی نہیں

اب آپ کو دونوں جہاں کی نعمتیں ملیں تب بھی مت لو' آپ کہو کہ بس مجھے یہی مقام حاصل ہے۔ جب آپ بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے تو اب آپ بادشاہ سے مانگتے کیا ہو' جب اس نے قریب بلا لیا تو اب آپ نے مانگنا کیا ہے۔ اس لیے آپ وہاں پر سوال کو ختم کر دو۔ یہ تقرب کا اعلیٰ درجہ ہے کہ جہاں مقرب سوال ختم کر دیتا ہے اور سوال کرنے والا تقرب سے باہر نکال دیا جاتا ہے یعنی کہ

وہ کہتا ہے کہ جی وہ چیز چاہیے' فرماتے ہیں کہ لے جا' اور وہ چیز اس کو دے دی' جب وہ چیز لے کر جائے گا تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ میں تو قریب تھا' اب دوسرا سوال کروں' تو دوسرے سوال تک وہ دور جا چکا ہوتا ہے۔ اب وہ تقرب کہاں اور اب وہ زمانہ کہاں..... آپ کو جب قرب عطا ہو جائے تو قرب کے زمانوں کو سوال سے ضائع نہ کرنا' خاص طور پر سوال دنیا سے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ اس لیے دل کے زنگ کا علاج کیا ہے؟ کہ آپ کے اندر حبِ دنیا نہ آئے' جب پیسہ آئے تو آپ اس پیسے کو تقسیم کر دو محتاجوں' غریبوں کو کھلا دو' ان میں مال تقسیم کر دو' بزرگانِ دین کی اطاعت اور صحبت سے اور اطاعت سے بھی دلوں کا زنگ دور ہو جاتا ہے اور یہ اللہ کا فضل ہے۔ عام طور پر دل کے زنگ کو دور کرنے والا جو کیمیکل ہے وہ آنسو ہیں' یا پھر توجہ ہے' توجہ کسی اور کی ہوتی ہے اور آنسو آپ کے ہوتے ہیں۔ تو اس طرح بھی دلوں کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔

سوال:

کیا مصنوعی آنسو دل کا زنگ دور کر سکتے ہیں؟

جواب:

اگر ایسے آنسو آپ کو آئیں تو آپ خود ہی بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں جب کہ دوسرے کے آنسو مصنوعی ہوں تب بھی آپ اسے اچھا سمجھیں۔ آپ کو مصنوعی آنسو نہیں آ سکتے اور جب کوئی منظور ہو جائے تو پھر مصنوعی کیا اور اصلی کیا۔ نیم شب مصنوعی آنسو اور رونی شکل جو ہے یہ بھی منظور ہو جاتی ہے۔ اگر آپ آدھی رات کو جھوٹے آنسو اور رونی صورت بنا لیں تو وہ بھی منظور ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا جسے ہم شفاء دیں' ہے کوئی

قرض دار جس کا ہم قرض اتار دیں، ہے کوئی سوال کرنے والا جس کا ہم سوال پورا کر دیں۔ اور اس وقت ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ جو جاگنے والے ہیں ان سب کو پار کر دیا جائے۔ اگر کوئی بیمار جاگنے والا تھا تو اس کو بھی پار کر دیا گیا اور یہ بھی ہوتا ہے کہ جتنے درد والے اس وقت جاگ رہے ہوں ان کو فقیر بنا دیا جائے' دانت کے درد والے کو فقیر بنا دیا گیا' وہ کہتا ہے کہ میرا نام کیسے فقیروں میں آیا؟ حکم ہوا کہ جو درد میں مبتلاء ہے ان کو فقیر بنا دو۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے درد تو تھا لیکن دانت کا تھا۔ بس یہ مالک کی مرضی ہے۔ تو آپ جھوٹے آنسو بھی چلنے دو۔ سچوں کے ساتھ جھوٹوں کو بھی چلنے دو' ان کو معافی دے دو۔

سوال:

اللہ تعالیٰ سے ہمیں کیا مانگنا چاہیے جس سے اللہ ناراض بھی نہ ہو؟

جواب:

اللہ تعالیٰ سے آپ غیر اللہ نہیں مانگ سکتے

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں

اللہ سے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگو' اللہ سے اللہ والوں کا تقرب مانگو۔ آپ اللہ سے وہ بات مانگ سکتے ہو جو آپ کو اللہ کی راہ پر گامزن کرے یعنی وہ بات جو اللہ سے قریب کرے۔ وہ بات جو بالعموم اللہ سے دور لے جاتی ہو وہ اگر آپ کو مل بھی گئی تو آپ کا رابطہ اللہ سے کٹ جائے گا۔ لوگ عام طور پر حبِ دنیا کی بات اللہ سے کرتے ہیں۔ حُبِ دنیا میں عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ کہ تم کو کثرت نے غافل کر دیا' کثرت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ازواج' اولاد اور اموال' ان کی کثرت جو ہے عام

طور پر انسان کو غافل کر دیتی ہے اور یہی رکاوٹ ہوتی ہے۔ یہاں Terminology کی بات نہیں ہو رہی کہ لفظ کیا ہے؟ یہ لفظ کا مفہوم ہے۔ اللہ سے آپ نے جو مانگا ہے پہلے آپ یہ دیکھو کہ کیا مانگ رہے ہو۔ وہ چیز جو آپ کو کسی اور سمت میں لے جا رہی ہے آپ اللہ سے وہ چیز نہ مانگو کہ اے اللہ تعالیٰ آپ اپنے علاوہ کوئی اور چیز دے دو یعنی آپ سے دور لے جانے والی اشیاء۔

سوال:

انسان اپنی حقیقی ضروریات تو مانگ سکتا ہے کہ نہیں؟

جواب:

حقیقی ضروریات تو وہ عطا کرتا رہتا ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ نہ مانگا کرو' آپ بے شک مانگا کرو۔ میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ تقرب اور چیز ہے' سوال اور چیز ہے!

تقرب حاصل کرنے والے جو ہیں وہ اور لوگ ہیں' تقرب حاصل کرنے والے حقیقی خواہشات اور حقیقی ضروریات نہیں رکھتے' ان کی ایک ہی حقیقی ضرورت ہوتی ہے یعنی تقرب! اور وہ باقی تمام خواہشات اس راستے میں نثار کر دیتے ہیں۔ وہ کوئی اور دیوانے لوگ ہوتے ہیں' ان کے پاس صرف تقرب ہی تقرب رہ جاتا ہے۔ عام آدمی کے لیے دعا ہے ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنة و قنا عذاب النار. یا اللہ دنیا دے اچھی بیوی دے' اچھی اولاد دے اور اچھا مال دے اور کچھ شہرت بھی دے' کچھ دنیا میں زندگی میں ٹھہرنے کے لیے بھی دے' مکانات بھی ہمارے اچھے ہونے چاہییں' عام طور پر کثرتِ خواہش ہماری پوری فرما اور بعد میں تو آخرت میں ہمارے ساتھ راضی

رہ اور آگ سے بچا۔ یہ دعا تو ہے لیکن یہ فقیری نہیں ہے۔ یہ زندگی ہے لیکن اس میں فقر کی کوئی بات نہیں ہے۔ فقر کی بات کربلا سے شروع ہوتی ہے.....

کچھ لوگ کہتے ہیں جو ماسوائے عبادت سے بے نیاز کرے' وہ بندگی وہ سجود و قیام پیدا کر۔ جب آپ کو نماز مل گئی تو پھر آپ نے اور کیا لینا ہے۔ شکر ادا کرو کہ نماز مل گئی اور اس طرح آپ دوسری نماز میں آ جاؤ گے اور اس طرح آنا جانا جاری رہے تو میرا خیال ہے کہ یہ کافی ہے' باقی ضروریات تو پوری ہوتی جا رہی ہیں' انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ خدا نو نہ ماننے والے کافر کی ضروریات پوری کر رہا ہے روٹی کھانے کے لیے خدا کو ماننا ضروری بھی نہیں ہے کیوں کہ کافر کے پاس وافر مقدار میں روٹی ہوتی ہے بلکہ وہ ساری دنیا کو دیتا رہتا ہے۔ ہم بزرگوں کی کہانی سناتے ہیں کہ کسی کو ایک درویش نے سو روپے دے دیئے' بڑے شاہ دل درویش تھے۔ اور اِدھر امریکہ نے پچیس ملین ڈالر معاف کر دیئے' غریب نوازی کے ہم لوگ وارث ہیں جب کہ یہ لوگ وہ کام کر رہے ہیں کہ آپ کو پچیس ملین ڈالر فری ایڈ دے دی' آپ کے بچوں کو بیماریوں سے بچانے کے لیے ویکسین کی صورت میں فری ایڈ آ رہی ہے' یونیسکو کا فری پروگرام آ گیا' کئی ملین ڈالر فری آ گئے' کئی ہزار جیپیں پسماندہ ملکوں کو سپلائی کر دیں۔ تو یہ انگریز لوگ تمام کام غوثوں والے کر رہے ہیں جب کہ یہ کافروں جیسے ہیں۔ آپ جس کام کے لیے اللہ کو Involve کرتے ہیں وہ یہ کام خود بخود کر دیتے ہیں۔ جاپان جو ہے کسی خدا کو نہیں مانتا لیکن وہ کاریں بناتا پھرتا ہے' جاپان میں ذرہ بھر لوہا پیدا نہیں ہوتا' وہ لوہا کہیں اور پیدا ہوتا ہے اور وہ لے کر یہ کام کرتا ہے' یہاں تک کہ امریکہ اپنے ملک میں جاپان کی ٹریڈ سے خوف زدہ ہے۔ الیکٹرونکس کے سامان میں تو جاپان نے سب

کو مات کر دیا ہے' امریکہ تک خائف ہے کہ ایک دن یہ ہمیں مار دے گا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سارے واقعات محنت کے واقعات ہیں' محنت کے واقعات کو آپ دعا سے حل کرنا چاہتے ہیں' اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے۔ باقی دعا کا تعلق اور بات سے ہوتا ہے..... ماننے والوں کے لیے دعا کا مقام جو ہے یہ تقرب کی منازل طے کرانے کے لیے ہے' یہ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لیے نہیں ہے' ضروریات تو آپ ہاتھ سے کما لو' اللہ نے آپ کو کہاں روکا ہے' آپ کماؤ اور کھاؤ۔ اگر آپ کو شہرت چاہیے تو سیاست میں داخل ہو جاؤ۔ پھر سیاست دان آپ کے سامنے تقریر کرے گا' اس طرح الیکشن کا ٹائم آنے پر کسی کو وزیر' کسی کو وزیرِ اعظم اور کسی کو مشیر بنا دیا جائے گا۔ یعنی کسی کو کیا بنا دیا اور وہ کیا سے کیا بن گیا جب کہ انہیں بنانے والے آپ لوگ ہیں' پاکستان میں عوام سرچشمہ طاقت ہیں اور یہ طاقت کا سرچشمہ کمزوری میں مبتلاء ہوا پڑا ہے۔ عوام کو طاقت کا سرچشمہ کہنے سے آپ کی کمزوریاں چھپتی نہیں ہیں۔ مگر طاقت کا سرچشمہ وہی ہے جو ہے' آپ لوگ ایسے ہی جھوٹی شہرت میں نہ آ جانا' آپ نے کیا کر لینا ہے' آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ انتخابات میں جانا' ووٹنگ کرنا' جمہوری حق استعمال کرنا' غیر جمہوری باتیں کرنا' مگر آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی کہ ملک کے لیے کون اچھا ہے اور کون برا ہے' آپ کے ساتھ کیا ہو جائے گا' آپ کے شہر کا کیا ہو جائے گا' کیا آپ کے شہر کی سڑکیں بن جائیں گی۔ زندگی اگر پریشان ہے تو پھر برا وقت ہے' اچھا انسان اگر پریشان ہے تو برا وقت ہے' اور برا وقت ٹلنا ہی چاہیے' بری گھڑی ٹلنی چاہیے۔ تو برا وقت کون سا ہوتا ہے؟ جب اچھے آدمی پریشان ہوں۔ ہمیں ایسا ملک چاہیے کہ اچھے آدمی کے لیے اچھا وقت ہو' اچھی زندگی ہو۔ اچھا آدمی کون ہوتا ہے؟ جو

لوگوں کے لیے بے ضرر ہو' جو لوگوں کو نقصان نہ پہنچاتا ہو اور اگر اس کے پاس مال یا طاقت ہو تو وہ لوگوں کو فائدہ پہنچائے..... تو ایسا آدمی اچھا آدمی ہوتا ہے۔ اچھا آدمی وہی ہے جو لوگوں کے لیے رحمت کا باعث ہو' مہربانی کا باعث ہو۔ اچھے آدمی کو اچھا وقت ملنا چاہیے اور اگر ایسا ہے تو ایسا دور اچھا ہوتا ہے۔ جمہوریت اچھی ہے کہ مارشل لاء اچھا ہے؟ اچھا آدمی جو ہے اس کے ساتھ ہر چیز اچھی ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ بڑے عجیب و غریب واقعات ہیں' ان کو سمجھو۔ آپ اللہ سے مانگو۔ کچھ باتیں اللہ سے مانگو اور کچھ باتیں پوری کر لو' آپ کماتے جاؤ' کھاتے جاؤ اور رونقیں لگاتے جاؤ' آپ کو کسی نے منع نہیں کیا۔ آپ کو اللہ اگر کبھی ملے تو اللہ سے سجدے کی اجازت مانگو یعنی کہ وہ سامنے ہو اور آپ اس کو سجدہ کرو۔ تو آپ اللہ سے وہی چیز مانگو جو اللہ کی محبت ہے..... ہاں اور سوال پوچھو.....

سوال:

اللہ سے تو ہم مانگتے ہی رہتے ہیں چاہے وہ چیز میسر آئے یا نہ آئے۔

جواب:

تو آپ اللہ سے مانگتے ہی رہو چاہے وہ دے چاہے نہ دے۔ جن کو توفیق ملی وہ مانگتے ہی گئے۔ جنہیں عرفان ملا انہوں نے کہا کہ یا اللہ ہم تجھے نہیں پہچان سکتے! اللہ کا راستہ صرف اللہ کے شوق کا راستہ ہے حاصل کا راستہ نہیں ہے۔ یہ راستہ صرف شوق ہے' سفر ہے اور اس سفر کے بعد کیا ہوگا؟ پھر ایک اور سفر ہوگا' حاصل کیا ہوگا؟ پھر سفر۔ تو سفر سے پہلے بھی سفر ہے اور سفر کے بعد بھی سفر ہے۔ اللہ کا راستہ طے نہیں ہوتا' یہ اس کی خوبی ہے' اس میں صرف آپ چلتے چلو اور چلتے

چلو.....اس راستے پر چلنے والے ہی چلنے والے ہیں۔

سوال:

یہی ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم.....

جواب:

اگر آپ یہی فقرہ کہہ کر مر جاؤ تو آخری فقرہ آپ کی ''بدقسمتی'' کا ہوگا اور اس کا مجھے بڑا افسوس ہوگا۔ آپ کبھی ایسا فقرہ نہ نکالو کہ فوراً موت آ جائے تو وہ غلط فقرہ رہ جائے۔ آپ اس طرح فقرہ بناؤ کہ میری خوش قسمتی یہ ہے کہ میں آج کے بعد کسی سے بھی تقابل نہیں کروں گا اور اپنا سفر طے کرتا جاؤں گا۔ اور اللہ کیا ہے؟ وہ آپ کے سفر کا نام ہے' شوق کا نام اللہ ہے' حاصل کا نام اللہ نہیں ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نے اللہ کو پا لیا وہ کچھ حجاب ہی پا گئے۔ اللہ کو پانا نہیں ہے۔ یہ آخری سانس میں فیصلہ ہوتا ہے اور یہ فیصلہ کون کرتے ہیں؟ جنازہ اٹھانے والے' کہ یہ اللہ والا تھا۔ اگر خود اس نے کہا کہ میں اللہ والا ہوں تو میرا خیال ہے کہ وہ حجاب والا ہے۔ لہٰذا اپنی زبان سے فیصلہ نہیں کرتے۔ بس آپ اللہ کے راستے پر چلتے چلیں

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

بس آپ چلتے جاؤ اور چلتے جاؤ۔ اتنی ساری زندگی ہے' اس میں کیا مقامات ہیں اور کیا مقامات نہیں ہیں' بلکہ مقامات تو سب پیچھے رہ جاتے ہیں۔ آپ مقامات میں نہ کھو جانا' آپ صرف چلتے جاؤ.....

ہاں کوئی اور سوال ہے تو پوچھو.....

سوال:

غلطی اور تقدیر میں کیا فرق ہے؟

جواب:

جس کو آپ غلطی کہہ رہے ہیں تو یہ آپ کی اپنے ساتھ ہے اور اگر آپ کا کچھ حاصل ہے تو آپ اس کو تقدیر کہہ سکتے ہیں۔ تقدیر جو ہے' مقدر جو ہے یہ مہربانی کا نام ہے۔ جب تک آپ کو اللہ کی مہربانی کی سمجھ نہ آئے اس وقت تک اسے مقدر نہ کہو' تقدیر نہ کہو اور اگر سمجھ آنی شروع ہو جائے تو پھر آپ اسے تقدیر کہہ لیں۔ تقدیر غلط نہیں ہوتی ہے اور تقدیر تو بس تقدیر ہوتی ہے۔

تو اب دعا کرو۔ تمام لوگ جن کے عزیز' رشتے دار' قریبی دوست کی صحت کی کمزوری ہے ان کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفاء عطا فرمائے اور آپ سب یہ دعا ضرور کیا کرو۔ یارب العالمین جو ہم لوگ موجود ہیں تو ہمارے قرب و جوار میں' ہمارے دلوں کے عزیز محرم جو ہیں ان کو صحتِ کاملہ عطا فرما۔ اور اگر کسی کو پیسے کی جائز تنگی ہے تو یا اللہ تو آسانیاں عطا فرما اور یہ تکلیفیں دور فرما۔ ہمارے راستے دشواریوں سے آزاد کر' یارب العالمین ہمارے خیال کو حجاب سے آزاد فرما۔ یارب العالمین ہمارے ایمان کو کفر سے بچا' ہمارے دلوں کو زنگ سے بچا اور یارب العالمین ہماری روح کو اپنی آشنائی سے منور فرما۔ اور مہربانی فرما۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ سیدنا وسندنا و مولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔



۱ ایسا کیوں ہے کہ جو اللہ والے ہیں وہ زیادہ تر غیر معروف ہیں جب کہ مصنوعی پیر بڑے مشہور ہیں۔

۲ رمضان شریف کی فضیلت کے بارے میں کچھ بتائیں۔

۳ پہلے آدھے سال کے روزے تھے اور نمازیں سو سے کم ہو کر پانچ رہ گئی ہیں تو کیا یہ باتیں سچ ہیں؟

۴ کہتے ہیں کہ سفر میں اگر نماز قصر نہ کریں تو یہ ناشکری ہے' اسی طرح سفر میں روزے نہیں رکھنے چاہییں۔

۵ ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کے لیے مسئلہ کھڑا نہیں کرتے مگر دوسرے ہمارے لیے مسائل کھڑے کرتے ہیں؟

۶ یہ کہا جاتا ہے کہ بینکوں میں جو زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے یہ ٹھیک نہیں کیوں کہ اس کا استعمال نہیں ہوتا۔

۷ سر! یہ شب قدر جو ہے کیا یہ مخصوص وقت کا نام ہے؟

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ جو اللہ والے ہیں وہ زیادہ تر غیر معروف ہیں جب کہ مصنوعی پیر بڑے مشہور ہیں۔

جواب:

کسی چیز کا آپ کوئی فارمولا نہیں بنا سکتے کہ کون گمنام زندگی بسر کرتا ہے اور کون مشہور زندگی بسر کرتا ہے۔ اس میں بے شمار Exceptions ہیں' استثناء ہیں۔ بہت کم اللہ والے ایسے ہوئے ہیں جن کا نام دنیا کو معلوم نہیں ہے اور تقریباً سب اللہ والوں کا نام لوگوں کو معلوم ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ زیادہ تر کا نام بعد میں معلوم ہوا۔ یہ اللہ کے کام ہیں' جس کو چاہے اور جب چاہے ظاہر کر دے اور جس کو چاہے مخفی کر دے۔ جس نے خود کچھ بننا ہے وہ خود شہرت اختیار کرے گا' اس لیے کچھ بنے گا اور جس کو اللہ نے بنانا ہے اُس کو شہرت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جس نے اللہ کے حکم کی اطاعت کرنی ہے وہ تو کہے گا کہ پھر اللہ ہی جانے اور اللہ کا کام جانے اور جس نے خود کاروبار کرنا ہے وہ اشتہار ضرور دے گا کیونکہ اشتہار کے بغیر یہ کاروبار نہیں چلتا اور جو اللہ کا حکم ہے اُس کو اشتہار کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اس لیے آپ نے یہ دیکھنا ہے' سوچنا ہے' کہ اشتہار والے اور کیا

بغیر اشتہار والے' کیسا اشتہار اور کس کا اشتہار' آپ صرف اپنا رستہ گزاریں اور ارد گرد نہ دیکھیں۔ جس کو اللہ چاہے اور جتنا چاہے دے۔ اس طرح عام طور پر دقت ہو جاتی ہے یعنی خود ساختہ کو بڑی دقت ہوتی ہے' جس بے چارے نے خود اپنا کاروبار بنانا ہے اُس کو بڑی دقت ہوتی ہے اور اُسے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جھوٹی سچی کرامتیں بیان کرنی پڑتی ہیں تا کہ لوگوں میں ذرا پروپیگنڈہ ہو' اطلاع ہو اور جس کو یہ پکا پتہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' دوستی اللہ کے ساتھ ہے تو اُس کو مخلوق میں زیادہ مشہور ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ والا تو صرف اللہ کا خیال رکھے گا اور دنیا سے فوائد لینے والے ضرور اشتہار لگائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ دنیا کے اشتہار سے گریز کریں اور آپ صداقت کے ساتھ سفر کریں۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ صداقت کو شہرت کی ضرورت نہیں ہوتی' تو آپ اپنی صداقت کو حاصل کریں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ کے لیے سچا راستہ کیا ہے۔ سب کا دین اسلام ہے اور آپ کو کتنے ہی مسلمان یہاں مل جائیں گے جو پاکستان کے دشمن ہیں۔ سرحد میں اور سندھ میں کئی لیڈر ہیں جنہیں پاکستان پسند ہی نہیں آیا۔ اسی طرح اور کئی جماعتیں ایسی تھیں جنہوں نے شروع شروع میں پاکستان کو قبول نہیں کیا' قائداعظمؒ کو قبول نہیں کیا' ابوالکلام نے پاکستان کو قبول نہیں کیا' ابوالکلام چھوٹا لفظ نہیں ہے مگر اُس نے پاکستان کو قبول نہیں کیا۔ کئی دینی جماعتوں نے پاکستان کو قبول نہیں کیا۔ لوگ قائداعظمؒ کو کافر اعظم بھی کہتے رہے ہیں' مسلمان ہیں لیکن اُس آئیڈیے کے خلاف ہیں۔ اس میں اُن کی مجبوری یہ تھی کہ وہ کہتے تھے کہ آج تک جو ہم نے سیکھا ہے' مسلمان ہونا اور اسلام پر چلنا' اُس میں قائداعظمؒ فٹ نہیں ہوتا۔ اُن بے چاروں کی

Trouble بھی ٹھیک تھی' اور جائز تھی' اُن کو بڑی تکلیف تھی کیونکہ وہ سب لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم نے اسلام کا جو فارمولا دیکھا ہے' اس فارمولے سے ہم نے اور طرح سے سیکھا ہے' قائدِ اعظمؒ اس میں مسلمانوں کے لیڈر کے طور پر کیسے فٹ ہوتا ہے۔ تو اُن کی تکلیف بجا تھی۔ ابوالکلام آزاد کو بھی یہی تکلیف تھی' وہ کہتے تھے کہ جن لوگوں کے ساتھ مل کے آپ پاکستان بنا رہے ہیں' یعنی اسلامی مملکت بنا رہے ہیں تو یہ لوگ اسلامی نہیں لگتے اور آپ لوگوں کو لے کر جا رہے ہو کہ ہم خطۂ اسلام بنائیں گے' یہ تو بتاؤ اسلام کے ساتھ لیاقت علی کا کیا تعلق ہے؟ اسلام کا تو ہمارے ساتھ تعلق ہے کیونکہ ہم بہت پکے مسلمان ہیں۔ تو وہ ابوالکلام بھی ہیں اور ویسے بھی تیز کلام ہیں' تو اسلام کا تعلق اس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ مگر اسلام تو یہ ہے کہ جہاں مصلّٰی بچھایا وہیں اسلام قائم ہو گیا مگر یہ بات ان کو سمجھ نہیں آئی کہ آپ اُن کو لے کر جائیں گے اور خطۂ اسلام بنائیں گے۔ دراصل وہ فطرت کو سمجھ نہیں سکے' قائداعظمؒ کو سمجھ نہیں سکے' اقبالؒ کو سمجھ نہیں سکے' کہتے تھے کہ اقبالؒ کدھر سے مسلمانوں کا لیڈر آ گیا' کمال کا آدمی ہے' اس کی زندگی بھی اور طرح کی ہے اور کہتا یہ ہے کہ ؎

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں

غلغلہ ہائے الاماں کرتا رہا ہے اور پتہ نہیں کیا کیا کہہ گیا' تو یہ ٹھیک بات نہیں ہے' یہ ایسی باتیں کیسے کہتا رہتا ہے؟ تو وہ لوگ یہ کہتے رہتے تھے کہ یہ اپنے پاس سے کہتا ہے۔ اور کچھ کہتے تھے کہ یہ اپنے پاس سے ایسی بات کہہ نہیں سکتا' اللہ کے عجیب کام ہیں کہ اس کو فیض دے دیا اور ہم اسلام اسلام کرتے رہ گئے اور ہمیں وہ بات سمجھ ہی نہیں آئی۔ تو اس سے ان لوگوں کو بڑی دقت ہوئی' بہت پریشانی ہوئی'

چلو انہوں نے حالیؔ کی بات تو مان لی کہ یہ مولانا حالیؒ ہیں اور ''مسدس'' کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر اقبالؒ جو ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ یہ بات یوں سمجھیں کہ حالیؒ بھی ایک ہی ذات ہے اور اقبالؒ بھی ایک ہی ذات ہے اور قائداعظمؒ بھی ایک ہی ذات ہے' تو پھر سارا مسئلہ سمجھ آ جاتا ہے یعنی کہ سب نے ترتیب وار کام کیا یعنی پہلے حالیؔ کی شکل میں کام کیا' پھر اقبالؒ کی شکل میں کام کیا اور آخر میں قائد اعظمؒ کی شکل میں کام کیا اور مسلمانوں کو خطہ بنا کر دے دیا۔ اور وہ جو پروپیگنڈہ والوں کا خیال تھا' صداقت کے بغیر جو لوگ پروپیگنڈے میں تھے وہ پریشان رہے۔ اور جو صداقت والے تھے انہوں نے اُس وقت مسلمانوں کی تحریک کا ساتھ دے دیا یعنی بزرگوں نے' مشائخ کرام نے ساتھ دیا' درویشوں نے ساتھ دیا' اولیائے کرام نے ساتھ دیا اور دین کے Real بزرگوں نے ساتھ دیا۔ تو اس طرح یہ واقعہ ہو گیا۔ تو یہاں آ کر بنیادی فرق آ جاتا ہے کہ وہ شخص جو اپنی مرضی سے ''مشائخ کرام'' بنے وہ اپنے تحفظ کا خود آپ ذمہ دار ہے اور جس کو اللہ نے بنایا اُس کا اللہ ہی ذمہ دار ہے۔ لہٰذا قائداعظمؒ جیت گئے اور اپنے تحفظ والے اپنا تحفظ کرتے رہ گئے۔ تو صداقت جو ہے وہ پروپیگنڈے سے گریز کرتی ہے۔ اُس کو تحفظ کہاں سے ملتا ہے؟ صداقت آپ کے ملک میں بے شمار موجود ہوتی ہے' آج سے پہلے جانے والی اور آج کے بعد آنے والی' یہ دونوں صداقتیں نگران ہوتی ہیں۔ آپ بات کو سمجھیں' مثلاً ایک آدمی عبادت کر رہا ہے زور و شور سے عبادت کر رہا ہے' راتیں جاگ رہا ہے' شب بیداری میں ہے' اقبالؒ نے جو کلام لکھ دیا تو اس کی شب بیداری نہیں ہے' شب بیداری تو کوئی اور چیز ہے اور کلام تو اُس کا تھوڑا سا ریکارڈ ہے۔ اگر آپ کو یہ راز سمجھ آ جائے تو آپ کی

بہت ساری دقتیں حل ہو جائیں گی۔ جو ریکارڈ موجود ہے اور جس ذات کا وہ ریکارڈ ہے اُس ذات کا شعور ریکارڈ سے نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ بات سمجھ آئی تو پھر ساری بات سمجھ آ جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ سیرت کی کتابیں پڑھو تو سیرت پڑھنے سے حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا مکمل شعور نہیں ہوسکتا کیونکہ سیرت تو ایک ریکارڈ ہے اور ذات تو نہیں ہے جس طرح کہ انسان کا فوٹو اس کی شکل کے برابر ہے لیکن فوٹو تو برابر نہیں ہوسکتا' اسی طرح ریکارڈ سے ذات کا شعور مشکل ہے۔ لفظ ''اللہ'' جو ہے یہ اللہ کی ذات کا شعور نہیں ہے' ''اللہ'' ایک ذات کا اسم ہے اور ذات زمان و مکاں پر حاوی ہے بلکہ اس سے بھی بلند ہے اور لفظ ''اللہ'' ایک لفظ ہے جو کاغذ پر ہے' اب آپ کو اس کا شعور کیسے ہو۔ آپ ایک لامحدود اور باقی رہنے والی ذات کا شعور ایک لفظ سے' ایک Written word سے کیسے معلوم کرو گے جب تک آپ لامحدود نہ ہوں۔ اور یہاں سے مسلمانوں کو دقت ہوئی۔ اگر مسلمان نے اللہ کا علم فانی سے لیا ہے تو علم نہیں ملے گا کیونکہ باقی کا علم فانی سے نہیں مل سکتا اور اگر علم باقی سے لیا ہے تو پھر کچھ معلوم ہوگا۔ تو بقاء کو نہ جاننے والا اللہ کا علم نہیں دے سکتا۔ فنا اُس علم کو بیان ہی نہیں کر سکتی۔ جو ہمیشہ رہنے والا ہے اُسے فنا کیسے بیان کرے گی' مر جانے والوں نے زندہ رہ جانے والوں کو کیسے بیان کرنا ہے اور جو سونے والا ہے وہ جاگنے والے کو کیسے بیان کر سکتا ہے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی زندگی جو سیرت میں موجود ہے یہی ساری زندگی تو ہو نہیں سکتی۔ یہ تو وہ ریکارڈ ہے جو معلوم ہے اور جو لامعلوم ہے' وہ؟ یہ دن کی زندگی کا ریکارڈ ہے اور یہ رات کی زندگی کا ریکارڈ نہیں ہے' رات کی زندگی جو ہے وہ پوری موجود ہے' تو اُن کی رات کی ایک زندگی ہے' ایک بیداری کا عالم ہے۔ اور اللہ

کے ساتھ تعلق کی جو زندگی ہے اُس کا بھی ریکارڈ نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آپؐ سے وہ بات کی جو بات کی' پھر ہوا جو ہوا' پھر ہوا جو بھی ہوا' پھر جو ہوا سو ہوا۔ اب یہ بات جو ہے یہ آپ کے ریکارڈ میں نہیں آئی۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا جو نازل کیا۔ اب یہ وہ بندہ جانے اور بندے کو لے جانے والا جانے۔ یہاں آ کے بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے ریکارڈ میں آنے والی بات سے آپ اُس Relation کو یا اُس ذات کو' اس جانے والی ذات کو یا لے جانے والی ذات کو معلوم نہیں کر سکتے۔ یہاں پہ سب لوگوں کو دقت آئی ہے کہ ان لوگوں نے علم کو کتاب سے حاصل کیا اور پھر وہ علم جو ہے مشاہدے میں نہیں آیا۔ یہی وجہ ہے کہ فارمولے کے مطابق ایک آدمی پورا مسلمان ہے' نماز پڑھتا ہے' کلمہ پڑھتا ہے لیکن پاکستان کو تسلیم نہیں کرتا۔ اب یہاں آ کے آپ کو ایک بات سمجھ آئے گی کہ اسلام کیا ہے اور صداقت کیا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو باقی مسلمانوں کو اسلام کے نام پر جہنم کی آگ کی طرف جھونکتے ہیں کہ تم سب کا بیڑا غرق ہونے والا ہے۔ وہ صرف اپنے آپ کو ہی مسلمان سمجھتے ہیں اور ایسے لگتا ہے کہ مسلمان صرف وہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بھی منشائے الٰہی کو نہیں سمجھ سکے۔ جو بد دعا کرتا ہے اُسے بھی اللہ کے منشا کا پتہ نہیں ہے۔ جس نے اسلام کے نام پر قوم کو گمراہ کیا اُس کی بخشش کا کام مشکل ہو گیا ہے اور جس نے اسلام سے دور رہنے کا نعرہ لگا دیا اُس کی بخشش کا کام بھی مشکل ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اسلام پر چلنے کے لیے اپنی منشا کو ترک کرنا ہو گا۔ جن لوگوں نے اپنی منشا استعمال کی ہے اُنہی لوگوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔ اب آپ گھبرائے بغیر بات سن لو۔ جن لوگوں نے اسلام کو لے کر سیاسی جماعتیں

بنائیں یہ اُن کی اپنی مرضی ہے۔ اکثر ایسا ہوا کہ انہوں نے ایک جماعت کو ایک انداز سے چلایا' ایک منصوبے کے ساتھ چلایا' اپنی قوت کو اپنی جماعت کے رُخ کو مرتب کرنے میں لگایا اور باقی جو مسلمانوں کا Crowd تھا' ہجوم تھا اس کو نظر انداز کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک فرقہ بن گئے اور فرقہ بننے سے اجتماعی زندگی دقت میں آ گئی۔ فرقے بنانے والے آدمی کو اگر تو اللہ نے کہا ہے کہ فرقہ بناؤ تو ہم اس کو کچھ نہیں کہہ سکتے اور اگر خود بنایا ہے تو یہ اچھا نہیں کیا' تو وہ لوگ جو خود اپنے ذہن سے اپنے لیے ایک دینی فرقہ بشکل سیاست بناتے ہیں اس کا ذمہ اُن پر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ قائداعظم کو دین اور سیاست کا کچھ شعور عطا فرماتا ہے تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس میں دقت والی کوئی بات تو نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے ذمے یہ کام ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ ایسا کرنے سے جھگڑا ہو گیا ہے' وہ اپنے ذہن سے بات کر رہا ہے یا اس میں منشائے الٰہی ہے' اگر منشائے الٰہی نہ ہو تو وہاں سے بھاگ جاؤ۔ تو یہ بات آپ کو سمجھ آ جائے گی۔

ایک اور جماعت ہے اور اُس کا تعلق تبلیغ سے ہے' خوب جماعت ہے' لیکن یہ Partition کو' ہندوستان کی تقسیم کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ یہاں سوچنے والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا کیا یہ ہے کہ اسلام جو ایک گروہ' اسلام جو ایک جماعت اور اسلام جو ایک دین ہے کیا اُس میں ایک نئی شکل کا نظام پیدا کیا جائے؟ کیا وہ اسلام کی خدمت ہے یا اسلام کے ساتھ زیادتی ہے' اس کی مخالفت ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ قادیانی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور باقی جو جمیع المسلمین ہیں وہ ان کو مسلمان نہیں کہتے۔ اس سے اسلام کی Totality کے اندر فرق پڑ گیا' اسلام کی جامعیت میں فرق پڑ گیا۔ وہ فرقہ جو دینی طور پر بنا اس سے

ایک اور فرق پڑ گیا۔ اسی طرح روحانی انداز سے بھی فرقے بنے ہیں۔ وہ جو بڑے بڑے بزرگ تھے سارے یکساں تھے' ان کا سلسلہ ان کی تعلیم کا ایک انداز تھا' ان کی تبلیغ کا ایک انداز تھا' اُن کی ٹریننگ کا ایک انداز تھا اور وہ سارے بزرگ تو ایک جیسے ہوتے تھے۔ جہاں لوگوں میں فرق آ گیا وہاں ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت شروع ہوگئی' اُس وقت سے یہ سارا نظام ذاتی جھگڑا بن گیا' پروپیگنڈے کا بن گیا اور جماعت سازیاں ہوگئیں' مسجد کا مسجد کے ساتھ جھگڑا ہو گیا' بندے کا بندے کے ساتھ مثلاً دیوبندی اور بریلوی کا جھگڑا ہو گیا بلکہ بندے بھی قتل ہو گئے۔ کیا بریلوی لوگ جو ہیں وہ اللہ کو مانتے ہیں؟ بالکل مانتے ہیں۔ آپ لوگ حضور ﷺ کو مانتے ہیں؟ آپ ؐ کی حیاتِ بشری کو مانتے ہیں؟ ہم مانتے ہیں۔ اور دوسرے سے پوچھو کہ آپ کیا مانتے ہیں تو کہتا ہے کہ ہم اللہ کا حکم مانتے ہیں اور یہ ماننے والی بات ہے کہ انما بشر مثلکم جو آیا چلا گیا' حضور اکرم ﷺ بھی..... آپ اندازہ یہ لگائیں کہ آج تک اس بات پر جھگڑا ہو رہا ہے کہ اسلام کا واقعہ کیا تھا بجائے اس کے کہ یہ مسلمانوں کو اکٹھا کر کے یا اکٹھے ہو کر ایک گروہ کی شکل میں ایک سمت کو چل پڑیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ مسلمانوں کو کسی ایک آدمی پر جب مکمل یقین تھا تو قائداعظمؒ کے علاوہ کوئی دوسرا پیر ملا ہی نہیں۔ یہ ایسے ہی اتفاق کی بات ہے کہ ملت کو جو پیر ملا ہے تو وہ قائداعظمؒ تھا۔ یا تو ملت قائداعظمؒ کے پیچھے لگ کر گمراہ ہوگئی یا پھر یہ ہے کہ قائداعظمؒ صحیح ہیں۔ یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ اگر سب لوگوں نے قائداعظمؒ کا ساتھ دے کر غلطی کی تھی تو پھر استغفار پڑھو اور غلطی کی سزا یہ سمجھو کہ آپ نے وطن بھی چھوڑا' مشرقی پنجاب بھی چھوڑا' گھر بار بھی چھوڑا' بڑی اذیت ہوئی' آج بھی تکلیف

ہے' کل بھی تکلیف تھی' مصیبت در مصیبت۔اور اگر وہ صحیح تھا تو آپ نے جو قربانیاں دی ہیں گھر بیٹھے بیٹھے آپ کو شہادت کا انعام مل گیا' ہجرت کا انعام مل گیا اور آپ کی زندگی ایک مقدس انداز میں داخل ہوگئی۔اب آپ یہ سوچیں کہ آخر کیا ہوا؟ ایک ملک بن گیا اور اتنی قربانی سے ایک ملک کا بن جانا بڑی بات ہے' دنیا میں ایک نیا ملک پیدا ہو جانا کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے بلکہ Miracle ہے' معجزہ ہے۔اب آپ یہ سوچیں کہ صداقت کیا ہے اور پروپیگنڈہ کیا ہے؟ اور یہ سوچیں کہ کیوں کچھ لوگ خود مشہوری کا انتظام کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو فطرت کیسے تحفظ دیتی ہے۔تو بات یہ ہے کہ جو فطرت کر رہی ہے صحیح کر رہی ہے۔تو اقبالؒ جو ہے وہ صحیح ہے اور اگر آپ اقبال جیسا کچھ بننا چاہیں گے تو آپ غلط ہو جائیں گے۔تبریزؒ صحیح ہے اور رومیؒ صحیح ہے اور اگر رومیؒ سے تم کچھ نقل کرنی شروع کر دو تو پھر تم صحیح نہیں ہو کیونکہ وہ واقعہ ہی اور ہے' فطرت نے کمال یہ کیا ہے کہ اُس کا کوئی بندہ اُس کے کسی دوسرے بندے سے ملتا نہیں ہے۔یہ فطرت کے بندے کی بات ہو رہی ہے' عباد الرحمٰن کی بات ہو رہی ہے' عباد الرحمٰن ایک خاص Term ہے کہ ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود

کہ اُس کا بندہ جو ہے وہ جو بات کرتا ہے اللہ اُس کی بات پوری فرما دیتا ہے۔اللہ کے بندوں کی بات یہ ہے کہ اللہ کا خاص بندہ اللہ کے کسی خاص بندے کے عین برابر نہیں ہوا' کوئی پیغمبر کسی پیغمبر کے عین برابر نہیں ہوا کیونکہ فطرت کے پاس وسعت اتنی ہے یعنی اللہ کے پاس اتنی وسعت ہے کہ کوئی ستارہ کسی ستارے کے برابر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' وہ دوسرا ایک الگ ہی شان سے ہوگا کسی

یوم ھو فی شان ۔ ہر انسان کی الگ شان ہے۔ اللہ کا کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کے یا اُس کا کوئی ولی اُس کے دوسرے ولی کے عین مطابق نہیں ہوسکتا اگرچہ ہیں دونوں ولی۔ پراپیگنڈہ جو ہے یہ پراپیگنڈے کے برابر ہوگا' یہ فوٹو کاپی ہوگی۔ آپ یہاں پہ یہ راز جان لو۔ خودساختہ جو ہے یہ فوٹو کاپی ہوگا اور جو بے ساختہ ہے وہ الگ ہی ہوگا۔ یہاں آپ دیکھیں کہ جو لوگ لکیر در لکیر فقیر در فقیر چلے آرہے ہیں یعنی نئے نظام میں پرانی کاپی چلے آرہے ہیں وہاں پہ اصل وقت ہے۔ انہیں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ قائداعظمؒ کیوں ہے اور اقبالؒ کیوں ہے۔ اس لیے اگر آپ زندگی کو اللہ کریم کے حوالے رکھو اور وہ جس طرح آپ کو راستہ دے وہی راستہ صحیح ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آرہی ہے کہ ہم کیا بات کر رہے ہیں؟ ہم بات یہ کر رہے ہیں کہ صداقت جو ہے اُس کو پروپیگنڈے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور پروپیگنڈہ وہ انسان کرتا ہے جس کا اپنا پروگرام ہو۔ اگر اللہ کا پروگرام ہو تو اس میں صداقت ہی ہونی چاہیے اور پروپیگنڈہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ اللہ کے سارے پروگرام دیکھیں تو بے شمار انداز سے نئے نئے لوگ آئے اور نیا نیا کام کر گئے اور یوں پھر دین اسلام کی خدمت ہوتی رہی' جس طرح اقبالؒ ایک الگ انداز ہے اور ایک الگ انداز سے بات آئی قائداعظمؒ کی ایک الگ انداز سے بات آئی۔ تو آپ یہ خیال رکھیں' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے آپ سمجھ لیں کہ کتاب سے ذات کا شعور نہیں ہوسکتا' ذات کا شعور ذات کے پرتو سے ہوگا یا محرم ذات سے ہوگا۔ ورنہ وہ شعور حاصل نہیں ہوسکتا۔ کتاب پڑھ کر آپ اس بات کا معنی نہیں ڈھونڈ سکتے کہ رزاق کا کیا معنی ہے۔ رزاق جو ہے وہ رزق دینے والا ہے مگر اس کا اصل مطلب اور

مفہوم کیا ہے اور اس کا فنکشن کیا ہے' اس کا پتہ کتاب سے نہیں چل سکتا۔ اسی طرح اللہ کے مہربانی کرنے کا جو فنکشن ہے وہ سمجھ نہیں آتا' رحمان کا فنکشن سمجھ نہیں آتا' کیا پیدا کرنا رحمان ہے یا زندگی ختم کرنا رحمان ہے؟ یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آسکتی۔ کیا امیر بنانا رحمان ہے یا غریب کر دینا رحمان ہے؟ تو اللہ کی رحمت کیا ہے؟ اللہ کی رحمت یہ ہے کہ جو وہ کر رہا ہے وہ رحمت ہی رحمت ہے؟ تو اللہ کی رحمت کیا ہے؟ اور اس بات کا آپ کو جسم کی اس حالت میں شعور نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ چلے جانے والے بزرگوں سے ملنا چاہتے ہیں یعنی جن کا وصال ہو چکا ہے تو پھر یہ جسم تو مل نہیں سکتا۔ روح سے آپ ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور جسم کو آپ چھوڑتے نہیں ہیں۔ جب تک آپ جسم کو نہیں چھوڑیں گے تب تک اُن لوگوں سے وصال نہیں ہوگا جن سے آپ ملنا چاہتے ہیں' کوئی بھی بزرگ ہوں' مشائخ کرام ہوں۔ آپ کے اس وجود میں انہوں نے ملنا نہیں ہے اور جس نے ملنا ہے آپ اُس روح کو آزاد نہیں کرتے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ کسی مرنے والے سے ملنا ہے تو مر کے ملو گے اور جو گزر گئے ہیں ان کو اگر کسی زندہ انسان سے ملاقات کی ضرورت ہے تو وہ زندہ ہو کر ملیں گے۔ اب آپ یہ بات یاد رکھو' یہ راز ہے۔ کوئی بزرگ اگر اپنی اولاد میں سے کسی سے ملنا چاہے' کوئی گزرا ہوا بزرگ اپنے آنے والے زمانے میں کسی سے ملنا چاہے تو وہ عین عالم بشریت میں آ کر مل لے گا۔ آپ میں سے کوئی شخص گزرے ہوئے سے ملنا چاہے تو وہ عالم وجود سے باہر ہو کر ملے گا۔ تو یہ دو طریقے ہیں۔ وہ ملیں گے تو اس عالم میں اور آپ ملنا چاہیں تو اُس عالم میں ملیں گے۔ اس لیے یہ بات آپ کو سمجھ آنی چاہیے اور ایک بار سمجھ آ گئی تو آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے اور

پھر صداقت کا سفر آپ کو سمجھ آ جائے گا کہ صداقت کیا ہے۔ تو صداقت اللہ کا امر ہے' اور آپ یہ بات یاد رکھنا۔ جو آپ کا عمل ہے اس میں گڑبڑ ہو سکتی ہے' کچھ منفعت کا خیال ہو سکتا ہے' کچھ ذاتی پروپیگنڈہ ہو سکتا ہے۔ انسان جو ہے وہ Fame سے گریز کرنا چاہے تب بھی مشکل سے کر سکتا ہے' مثلاً آپ نے کسی کو تحفہ دیا' پھر آپ تھوڑی دیر رُک جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آپ کا اس تحفے کے بارے میں کیا خیال ہے۔ یعنی آپ بتا یہ رہے ہیں کہ یہ تحفہ میں نے بڑی مشکل سے لیا تھا' یہ فرانس سے واپسی پر لیا تھا' ایفل ٹاور پر ایک آدمی سے لیا تھا تو آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے تحفے کی رسید ضرور لے گا یعنی کہ بغیر رسید کے تحفہ نہیں دے گا' کبھی آپ کو پرانے زمانے کا فوٹو دکھائے گا تو کہے گا کہ دیکھو یہ ہمارا اس زمانے کا فوٹو ہے۔ تو انسان اپنے آپ کو تھوڑا سا نمایاں کرتا ہے۔ تو خود کو نمایاں کرنے کی تمنا حجاب ہے' محفوظ کرنے کی تمنا حجاب ہے اور اگر اللہ نمایاں کرے اور وہ محفوظ کرے تو پھر بات ہی اور ہے۔ آپ اس ذات کا خیال کرو پھر وہ آپ کی حفاظت کرتا رہے گا۔ اس لیے اپنے لیے کوئی بات نہ کرو' کوئی پروپیگنڈہ نہ کرو۔ قائداعظمؒ کو اللہ نے جب قائداعظمؒ بنا دیا تو وہ قائداعظمؒ ہو گئے' اس طرح مہربانی ہو گئی۔ اور لوگ ان کے خلاف بولتے رہے' آج تک پاکستان کے خلاف بولتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی مشیت کو سمجھ نہیں سکے۔ تو انسان اللہ کی مشیت کو نہیں سمجھ سکتا اور اگر آپ سمجھنا چاہو تو پھر اللہ کے فیصلے کو تسلیم کرو۔ اگر کسی نے تنظیم بنانی ہے تو جمیع المومنین کی تنظیم بنائے' سب سے اچھی تنظیم یہی ہے کہ مسلمانوں کو اکٹھا ہونا چاہیے' کم از کم پاکستانیوں کو تو اکٹھا ہونا چاہیے۔

سوال:

رمضان شریف کی فضیلت کے بارے میں کچھ بتائیں۔

جواب:

رمضان شریف کی فضیلت یہی ہے کہ آپ اللہ کا حکم مانتے جائیں اور یہ سب سے بڑی فضیلت ہے' آپ کو اس کی اطاعت کا موقعہ ملا ہے تو آپ اطاعت کرتے جائیں۔ یہ فضیلت ہی فضلیت ہے۔ فوقیت کی بات نہیں ہے' اگر روزہ قبول ہو جائے گا تو فوقیت ہو جائے گی' ابھی تو آپ روزے رکھیں' روزے قبول ہو گئے تو آپ کو اطلاع مل جائے گی کہ اُس نے روزے قبول فرما لیے ہیں۔ کچھ لوگ روزہ سماج کے لیے رکھتے ہیں کہ سماج میں روزہ دار ہونا اچھی عزت والا مقام ہے اور کچھ لوگ اپنے وجود کی پاکیزگی کے لیے رکھتے ہیں' یہ بھی اچھی بات ہے۔ ایک آدمی سے پوچھا گیا کہ تو روزہ کیوں رکھتا ہے تو وہ کہنے لگا کہ مجھے افطاری کا واقعہ سب سے اچھا لگتا ہے کیونکہ اُس وقت مجھے ایسا لگتا ہے کہ اللہ بہت قریب آ گیا ہے' یہ محسوس ہوتا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لیے ہم روزہ رکھ رہے ہیں۔ یہ الگ داستانیں ہیں۔ بہرحال روزہ جو ہے یہ اللہ کے حکم سے ہے اور اس کا اجر اللہ ہی دیتا ہے اور یہ اللہ کی توفیق سے رکھا جا سکتا ہے۔ اس کی فضیلت صرف یہی ہے کہ اللہ کے حکم سے اللہ کا بندہ روزہ رکھ رہا ہے اور اللہ ہی اس کا انعام ہے اور اللہ ہی اس کا اجر دے گا اور یہ وہ عبادت ہے جو باطن کی عبادت ہے کہ آپ اور اللہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ آپ کا روزہ ہے یا نہیں ہے' یہ کمال کی بات ہے۔ نماز تو معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے وجود کی حرکت ہے' حج معلوم ہوتا ہے کہ آپ وہاں پائے جاتے ہو' زکوٰۃ معلوم

ہوتی ہے کہ کوئی لینے والا گواہ ہوتا ہے لیکن روزہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی کی گواہی نہیں ہے۔ تو یہ ایک ایسی عبادت جس میں گواہی نہیں ہے۔ روزے میں آپ کو اپنے اللہ سے خصوصی تنہائی میں رابطے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے جو شخص روزہ نہ رکھ سکے وہ سماج میں بھی روزہ دار بننے کی کوشش نہ کرے۔ تو وہ اپنی مجبوری کو مجبوری کہہ دے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور وہ کسی کو یہ تاثر نہ دے کہ وہ روزہ رکھتا ہے اور وہ ایسا ہے۔ بہر حال روزہ اللہ اور بندے کے درمیان راز ہے۔ جس طرح تہجد کے لیے لوگ اٹھتے تھے تو تہجد میں سب سے بڑی یہی بات تھی کہ باقی نمازیں تو جماعت کے ساتھ اور تہجد جو ہے یہ تھوڑا سا علیحدہ ہو کر بیٹھنے کا مقام ہے کہ باقی لوگ سوئے ہوئے ہوں اور یہ شخص اُٹھ کر درمیان میں کھڑا ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے تہجد کو بھی جماعت بنالیا' تو خیر وہ مرضی والے ہیں جو مرضی کریں۔ تہجد جو ہے یہ جماعت کی نماز نہیں ہے یہ بالکل الگ سی نماز ہے۔ تو آپ کا اپنے اللہ کے ساتھ ذاتی تعلق ہے' تنہائی کا تعلق ہے اور اگر آنسوؤں کا تعلق ہو جائے تو اور اچھی بات ہے۔ تو روزہ آپ کی تنہائی کی عبادت ہے' یہ آپ کے دل کی عبادت ہے' آپ کے راز کی عبادت ہے' اس کی فضیلت یہی ہے کہ یہ آپ کو اللہ کی طرف رجوع کرانے والی عبادت ہے۔ اور اس کی سند کون ہے؟ آپ ہی ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ روزہ کیوں رکھ رہے ہیں' اگر Pure اللہ کے لیے ہے تو آپ کو ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے داد ملتی جائے گی' اور یہ بہت اچھی بات ہے' عبادتوں میں یہ افضل بات ہے' باقی یہ کہ بھوک پیاس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے' روزے کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ اللہ کا کہنا مانو اور اُس کے ساتھ متعلق ہو جاؤ۔

حوالے کرو۔ بس میں یہ بات کرنا چاہتا تھا، مسئلہ حل ہوگیا۔ انجام کس کے حوالے؟ اللہ کے حوالے کرنے والا کوشش کی اہمیت پر زیادہ غور نہیں کرتا۔ اپنے نیک اعمال نہ گننا بلکہ اُس کے فضل کو گننا۔ بات سمجھ آئی؟ اب وہ لوگ جو زیادہ گنتی کرتے رہتے ہیں اور گنتی بتاتے رہتے ہیں لوگوں کو کہ تم یہ نیکی کرو، تم وہ نیکی کرو تو تمہیں ایسا نتیجہ ملے گا تو یہ صحیح بات نہیں ہے۔ نتیجہ کیا ہے؟ اس کا فضل۔ اُس کا فضل اپنی مرضی رکھتا ہے۔ اس کا فضل کیا کرتا ہے؟ اپنی مرضی رکھتا ہے اور وہ مرضی آپ بیان نہیں کر سکتے۔ اُس کی اپنی مرضی Independent ہے، آزاد ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے، جس کو چاہے نہ بخشے، جس کو چاہے سرفراز کر دے، جس لفظ کو چاہے قرآن بنا دے۔ وہ تو اللہ ہے ناں' جس لفظ کو چاہے قرآن بنا دے۔ اللہ جو چاہے کر لے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یا تو تم اپنے آپ کو اُس کے حوالے کرو یا پھر اپنی زندگی اپنے حوالے کرو۔ اب آپ یہ فیصلہ کر لینا۔ مشکل کن لوگوں کو ہوتی ہے؟ جو کاروباری درجے رکھتے ہیں، سماج میں مقام کی تلاش کرتے ہیں اور پھر الٰہیات کا سفر کرتے ہیں۔ تو یہ اُن لوگوں کو دقت ہو جاتی ہے، اِس لیے یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اللہ کے سفر میں زندگی کو اُس کے فضل کے تابع رکھو اور تابع کا مطلب یہی ہے کہ جو آپ کے دنیاوی حاصل ہیں وہ سارے کے سارے اللہ کے ماتحت کر دو۔ پھر بچت کی ایک صورت بن جائے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ مثلاً آپ اللہ کی راہ پر چل رہے ہیں، اللہ ہی آپ کی تمنا ہے، اُس سلسلے میں آپ کا ہمارے ساتھ تعلق ہے، جتنا ہونا چاہیے اُتنا تو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی کافی ہے، فرض کریں آپ میں سے کسی نے جتنے مکان بنائے ہوئے ہیں، دنیاوی Achievement' حاصل جو ہے، وہ سارے کے

مسلمانوں تم شکر ادا کرو کہ میں نے اپنا حبیبؐ تم کو دیا۔ یہ احسان اللہ نے جتایا ہے۔ باقی یہ نہیں جتایا کہ روزے دو مہینے کے بجائے ایک مہینہ کر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ احسان جتلایا ہے کہ آپ لوگوں کے اندر ہم نے اپنے محبوبؐ کو بھیجا ہے اور تمہیں خبر ہو کہ یہ بڑا احسان ہے۔ باقی تو اُس نے زندگی دے کر بھی نہیں جتایا' بینائی دے کر نہیں جتایا' سب کچھ دے کر بھی نہیں جتایا' جتایا تو اس ایک بات کو جتایا کہ میں نے یہ تم پر بڑا احسان کیا ہے کہ میں نے اپنے محبوبؐ کو تمہارے ہاں بھیجا ہے۔ تو روزے کی کمی وبیشی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب آپ روزہ رکھتے ہیں اور عید آتی ہے تو کچھ لوگ ہوتے ہیں جو عید کے خطبے پر رو رہے ہوتے ہیں' جب ''الوداع یا شہر رمضان'' کہتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے کوئی دوست ہی الوداع ہو رہا ہے اور وہ باقاعدہ روتے ہیں کہ ایسا مہینہ جا رہا ہے' پھر پتہ نہیں کب آئے گا اور پتہ نہیں پھر اگلے سال ملاقات ہو گی بھی کہ نہیں ہو گی' ہم ہوں گے کہ نہیں ہوں گے' تم ہو گے کہ نہیں ہو گے..... تو ایسے لگتا ہے کہ واقعی کوئی دوست آپ کے پاس سے گزر رہا ہے اور چلا جا رہا ہے۔ کیا آپ نے دیکھا کہ رمضان کے چاند کا استقبال کیسے کرتے ہیں' کہتے ہیں کہ بسم اللہ' بڑی دیر کے بعد آئے ہو خیر ہو سلامتی کے ساتھ آ گئے ہو..... تو رمضان کے ساتھ ایک دوستی سی بن جاتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ ایک مہینہ ہی ہے اور یہ ایک ہی مہینہ تھا' پانچ نمازیں اگر ہیں تو پانچ نمازیں تھیں۔ یہ تو آپ کو نمازوں پر لگانے کے لیے علماء صاحبان کی تدبیریں ہیں کہ ''شکر کرو ستر نمازیں تھیں اللہ نے پانچ کر دی ہیں' تم یہ بھی نہیں پڑھتے نامراد کہیں کے' مر جاؤ گے برباد ہو جاؤ گے اور چھ مہینے کے روزے ڈاؤن کراتے کراتے ایک مہینے کے کرائے لیکن اب بھی تم

روزے نہیں رکھتے ہو' بس تم نے بالکل ہی برباد ہو جانا ہے''۔ روزے کا ایک مہینہ فرض ہے' اسے رکھو۔ نمازیں پانچ ہیں جو حضور پاک ﷺ نے ادا فرمائی ہیں' اسی طرح ادا کرو۔ فرض کو فرض سمجھو اور تفسیر بیان نہ کرو۔ تو آپ فرائض کی فضیلتیں بھی بیان نہ کرو اور اُن کی تفسیر بھی بیان نہ کرو' اُن کی وضاحتیں بھی نہ کرو' بس فرض جو ہے وہ فرض ہے اور اُسے فرض کے طور پر پورا کرو۔ جس طرح پیدا ہونا فرض ہے اور آپ پیدا ہو گئے' مرنا بھی فرض ہے تو پھر مرنا ہو گا۔ تو بات ختم ہو گئی۔ تو جس جس کو فرض کہا گیا وہ آپ ادا کریں۔ ہمارے ہاں ایک رواج ہے کہ کہتے ہیں کہ روزہ جو ہے اس سے بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اور اگر بیماری دور نہ ہو تو کیا آپ روزہ چھوڑ دیں گے؟ آپ یہ کہیں کہ بیماریاں دور ہوتی ہیں یا کہ نہیں ہوتی ہمیں بس اتنا پتہ ہے کہ روزہ فرض ہے اور اللہ چاہتا ہے تو اس سے کوئی فائدہ بھی ہو گا۔ اور کسی نے پوچھا کہ آپ کو اسلام کا کیا فائدہ ہے؟ تو وہ بولا کہ اسلام کے بڑے فائدے ہیں' ہماری زندگی بڑی آسان ہو گئی ہے' ہم امیر ہو گئے۔ تو پہلے شخص نے کہا کہ کافر تو ہم سے زیادہ امیر ہیں۔ ایک اور شخص کہتا ہے کہ آپ کو پتہ نہیں کہ حضور غوث پاکؒ کے بڑے لنگر تھے' آپ بڑے امیر تھے۔ وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں' بجا! اور اگر وہ پیسے کی وجہ سے غوث الاعظمؒ ہیں تو جس کافر کے پاس پیسہ زیادہ ہو گا تو آپ اُس کو کیا کہیں گے۔ تو وہاں صرف پیسہ ہی نہیں بلکہ ان کی بات ہی بڑی ہے۔ اس لیے جو بیان کرنے والا ہے وہ اور طرح سے بیان کرتا ہے اور اس کے مطابق کافر فوقیت میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے پاس جو گیا اُس کو شفاء ہو گئی۔ یہ بات بجا لیکن یہاں پر ایک آدمی ہوتا تھا اُس کو دستِ شفا کہتے تھے' وہ پانی کے اندر ہاتھ ڈال کر اور دم کر کے دیا

کرتا تھا اور لوگ پانی لے جاتے تھے اور اُن کا نام میجر صادق صاحب تھا اور لوگ اُن کو دستِ شفا کہنے لگ گئے اور پھر ہم نے سنا کہ وہ خود بیمار ہو گئے۔ اسی طرح ایک پیر سپاہی تھے اور وہ ٹیلی فون پر پھونک لگاتے تو بیماری دور ہو جاتی تھی' تو سنا ہے کہ وہ بھی آج کل بیمار ہے۔ آپ کے اور ہمارے سب کے بزرگ ہیں جنہیں حضور کرماں والی سرکارؒ کہتے ہیں وہ بڑے دم کرتے تھے' بڑا درود پڑھتے تھے اور بڑے ہی نیک تھے اور جب اُن کو گردے کی درد ہوتی تھی تو کہتے ہیں کہ دور تک اُن کی آواز آتی تھی کہ گردے میں درد ہے۔ گردے کا درد بڑا تیز درد ہوتا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ درد ہو کہ نہ ہو' اطاعت' اطاعت ہے۔ اطاعت کی وضاحت کرنے والا فیل ہو جائے گا۔ کہتے ہیں کہ وضو کے بڑے فوائد ہیں' انسان پاک صاف ہو جاتا ہے اور یہ بڑا ضروری ہوتا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ ہم تو ویسے ہی پاک صاف ہیں۔ تو اب آپ کیا کرو گے۔ ہمارے فقراء نے کہا کہ ؎

جے ناتیاں دھوتیاں رب ملدا تے ملدا ڈڈواں مچھیاں نوں
جے رب جنگل بیلے پھریاں ملدا تے ملدا گاواں وچھیاں نوں
بلھیا رب ملدا اے نیتاں سچیاں اچھیاں نوں

تو رب جو ہے کسی اور کو نہیں بلکہ اچھی نیت والوں کو ملتا ہے۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ اسلام کے احکام کا شعور رکھنے کے بغیر وضاحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا کام خراب ہو گیا۔ یہ کہنا کہ نماز کا یہ فائدہ ہے اور دیکھو یہ کتنا بڑا فائدہ ہے' زکوٰۃ کا یہ فائدہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں کوئی غریب نہیں ہو گا۔ زکوٰۃ سے ملک میں انقلاب آئے گا۔ اب لوگ زکوٰۃ دے دے کر تھک گئے ہیں لیکن سارا معاشرہ اسی طرح غریب ہے' غریب کی بجائے وہ زکوٰۃ جو ہے وہ ''نئی روشنی اسکیم'' میں

چلی گئی ۔آپ بھی بڑے کاریگر ہو کہ اُدھر سے پیسے نکال کر ادھر رکھ دیتے ہو' رمضان شریف سے ایک دن پہلے لوگ اپنا اکاؤنٹ بدل لیتے ہیں' کرنٹ اور سیونگ کو بدل لیتے ہیں۔تو زکوٰۃ کی افادیت یہ ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے' پس آپ حکم کو حکم کے طور پر مانو' افادیت نہ بیان کرو۔ یہ نہ کہو کہ زکوٰۃ سے من حیث القوم ہم امیر ہو جائیں گے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کافر قومیں ہم سے بہت امیر ہوں۔ یہاں پہ بڑا غور والا مقام ہے' آپ اس بات کو یاد رکھنا کہ ہم مسلمان ہونے کے ساتھ ترقی پر زور دے رہے ہیں اور ترقی کا ہمارے پاس جو Sample ہے یا جو نمونہ ہے وہ مغربی ترقی ہے یعنی ارتقاء۔ اب آپ یہ بات یاد رکھ لو کہ اگر ہمارا ارتقاء مغرب کا سا ہے اور پھر اسلام کے حوالے سے اگر وہ نہ ہو سکے تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ تو یا تو آپ اسلام چھوڑیں گے یا ارتقاء چھوڑیں گے' نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر آپ نے اوزار لے کر ہی لڑنا ہے تو پھر اُن قوموں کے پیچھے چلو جو اوزار بناتی ہیں' ہتھیار بناتی ہیں اور اگر مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کے پاس کوئی فوقیت نہیں ہے' ہتھیار کا علاج نہیں ہے' طاقت کا علاج آپ کے باطنی نظام میں نہیں ہے تو ظاہری نظام میں آپ اُن طاقتوں کے پیچھے پیچھے چلو' پھر جیسے وہ چلائیں۔اگر ترقی کرنا اور اسلام پر چلنے میں فرق آ جائے تو پھر آپ کیا کرو گے؟ اور یہی سوال آپ کی ساری قوم کو اس وقت درپیش ہے۔آج کا مسلمان کہتا ہے کہ وہ زندگی گزارتا ہوں تو اسلام نہیں گزرتا اور اسلام کی زندگی گزارتا ہوں تو زندگی نہیں گزرتی۔اور یہ سوال قومی سطح کا ہے اور غور کرنے والا ہے! آج بادشاہ کو بادشاہی کرنے کے لیے اسلام کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ایک دفعہ کسی بادشاہ نے' ہیڈ آف دی سٹیٹ نے کہا کہ ہم تو اسلام کو ماننے والے ہیں اور اسلام پر چلنے

والے ہیں تو اُس کو ایک آدمی نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے آپ اسلام کے ماننے اور اسلام پر چلنے والے ہیں تو آپ پھر اپنی صدارتی کرسی شاہی مسجد کے امام مولانا آزاد کو دے دو کیونکہ جو شاہی مسجد کا امام ہے اُس کو ملک کا بھی امام بنا دو یا اُس کو گورنر بنا دو یا پھر گورنر کو شاہی مسجد کا امام بھی بنا دو' مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ اب اگر شاہی مسجد کا امام اور ہو' گورنر اور ہو' پیر صاحب اور ہوں اور ڈپٹی کمشنر صاحب اور ہوں تو یہاں آ کر قوم پریشان ہو جاتی ہے کہ ہم کتنے حکم نبھائیں گے' کام ہمارا ڈی سی سے ہے اور زندگی پیر صاحب کے لیے گزر رہی ہے اور ڈی سی کو ہمارا پیر صاحب جانتا نہیں ہے۔ پھر یہ نتیجہ نکلا کہ لوگ اُن پیروں کے پاس جانے لگ گئے جن کا وزیروں کے ساتھ تعلق تھا۔ ایک مرید نے پیر صاحب کو سلام کیا اور کان میں کہا کہ سرکار ایک چھوٹی سی بات ہے۔ پوچھا کیا؟ ایک ٹرک میں اپنے بچے کو کین لا رہے تھے تو پولیس نے پکڑ لیا ہے' پیر صاحب نے کہا کہ میں ابھی ٹیلی فون کرتا ہوں اور انہوں نے ٹیلی فون کر دیا۔ تو ایسے میں پیر صاحب کی آپ کو ضرورت پڑتی ہے تا کہ آپ کا اوپر تک رابطہ قائم ہو جائے۔ تو یہ سارے کا سارا انظام Reconsider ہونے والا ہے' غور طلب بات ہے۔ مثلاً مشائخ کرام کا سلسلہ کیوں چل رہا ہے؟ کیونکہ وہ کام بڑے کرتے ہیں اور آپ لوگوں کو اُن سے کاموں کی بڑی ضرورت پڑتی ہے' آپ لوگوں کو دقت ہوتی ہے اور ان سے کام لینا پڑتا ہے۔ تو اب جہاں پریذیڈنٹ جائے گا وہاں کاروباری لوگ بھی جائیں گے۔ ایسے لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کے پاس وہ آئے ہیں؟ جی آئے ہیں اور آتے رہتے ہیں۔ یہ جنازہ کس نے پڑھایا ہے؟ پیر صاحب نے پڑھایا ہے اور میرے اُن سے بڑے تعلقات ہیں۔ تو پھر پیر صاحب سے

ملاقات ہو جاتی ہے اور دو چار دن کے بعد وہ پیر صاحب کے پاس سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں آپ نے تو کمال کر دیا' بس اور کوئی خاص کام تو نہیں ہے۔ اس طرح پیر صاحب کی تعریف کر دی اور کام کرا لیا۔

تو اگر مرید عقل کریں کہ وہ کام لینے کے بغیر ہی اس سلسلے میں شامل ہوں تو مسئلے حل ہو جائیں گے' پھر نہ پیر بکیں گے اور نہ مرید بکیں گے اور نہ ہی کوکین بکے گی' نہ ہیروئن بکے گی' اور یہ بات آسان ہو جائے گی۔ اس لیے یہ بہت ضروری بات ہے کہ کرنا کیا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کے دین کی وضاحتیں نہیں کرنی ہیں بلکہ اللہ کے دین پر آپ چلتے جائیں' فضیلتیں ہی فضیلتیں ہیں' فائدے ہی فائدے ہیں' منفعت ہی منفعت ہے۔ اگر اللہ کے ایک حکم پر چلنے کی توفیق مل جائے تو بڑی بات ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے حکم پر آپ چلا اور ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ وضاحت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ سفر میں اگر نماز قصر نہ کریں تو ناشکری ہے' تو کیا اسی طرح سفر میں روزے نہیں رکھنے چاہییں۔

جواب:

اس بارے میں میرا جواب آپ ذرا غور سے سنو! سفر کی تعریف یوں نہ کرو کیونکہ جس پرانے زمانے کے سفر کا حکم ہے' اس زمانے میں پیدل سفر کے علاوہ مشکل سے کوئی اور سفر تھا۔ اس زمانے میں اگر ہجرت کا لفظ آ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں سے وہاں پیدل دھوپ کے اندر چل کر جانا۔ آپ یہ نہ

کہنا کہ ایرکنڈیشنڈ جہاز میں بیٹھ کر ایک رات کا سفر کر کے آپ نے سنت پوری کر لی ہے مثلاً یہاں سے پنڈی پیدل جانا ہے تو لوگ اپنے گناہ بخشوا کر پیدل چلتے تھے اور پھر پنڈی پہنچتے تھے۔ انسان ایک دن کے اندر تیس میل آرام سے چل سکتا ہے' اس سے زیادہ نہیں چل سکتا۔ تو آپ یوں سمجھیں کہ اگر انسان لگاتار چلتا جائے تو پنڈی دس دن کا سفر ہے۔ یعنی آرام سے چلتا جائے راستے میں تھوڑا سا بریک بھی لیتا جائے۔ تو دس دن کے اس سفر کے اندر کھانا' پینا اور دوسری دشواریاں موجود ہیں' راستے میں کوئی تعلقات بھی نہیں ہیں' ایسے میں روزہ' نماز کی قصر کی تھوڑی سے اجازت ہوگی۔ آج کل آپ سیٹ بک کرواتے ہیں' آپ کی گاڑی آپ کو ہوائی جہاز پر چھوڑ آتی ہے اور آپ پچیس منٹ میں اسلام آباد میں شان وشوکت کے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں اور ٹھنڈے ٹھنڈے' رستے میں گرمی کا کوئی نام ونشان نہیں ہوتا' ایسے میں اگر آپ قصر کرو تو گناہ ہوگا۔ تو آپ کو میں منع کر رہا ہوں۔ سفر میں قصر کی اجازت ہے مگر اس کو سفر نہ کہو بلکہ سفر وہ ہے جس میں کم از کم اتنی تکلیف ہو جتنا کہ ساٹھ میل پیدل چلنے میں ہوتی ہے۔ یا تو کہیں باہر جا کر آپ کو ٹھہرنا پڑ جائے اور تکلیف ہو تو آپ مسافر بن جائیں۔ ایسے سفر کے دوران آپ مسافر نہ بنو۔ اس لیے یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ قصر نہ پڑھنے سے گناہ ہوگا تو اگر آپ نماز پوری پڑھ لیں گے تو گناہ نہیں ہوگا۔ آپ یہ کہیں کہ میں نے تیری نماز نہیں پڑھی میں نے تو خدا کی نماز پڑھی ہے۔ اس کو یہ جواب دے دو۔ ایسا آدمی کہتا ہے کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم آپ کی نماز نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ ہم اللہ کی نماز پڑھ رہے ہیں' ہم شریعت کی بھی نہیں پڑھ رہے ہیں بلکہ ہم خدا کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس لیے اے شخص میرے ساتھ مفتی نہ بن کیونکہ یہ

میرے اور میرے اللہ کے درمیان تعلق ہے اس لیے جناب آپ درمیان سے ہٹ جاؤ ۔

کوئی کیوں درمیان سے گزرے

اس لیے آپ کسی کو بتاؤ ہی ناں ۔ایسا آدمی کہتا ہے کہ میں ایسے کام کرتا ہی رہتا ہوں اور میری باقی زندگی بھی دوسروں کی زندگی سے تھوڑی مختلف ہی ہوگی ۔اللہ کا منشا تو یہ تھا کہ دین کی وجہ سے تمہیں تکلیف نہ ہو اور اگر آپ کو نماز پڑھنے میں راحت ہوتی ہے تو اللہ یہ نہیں چاہتا کہ اس راحت کو روک لیا جائے ۔اللہ نے آپ کو تکلیف سے بچایا ہے کہ اگر آپ بیمار ہیں تو اور دنوں میں روزہ رکھ لینا' اللہ اور کس طرح آپ سے کہے کہ بات کیا ہے' وہ کہتا ہے کہ اگر بیماری ہے تو کسی غریب کو کھانا کھلا دو' کسی Next days میں روزہ رکھ لینا۔اگر آپ کو بیماری نہیں ہے تو اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے' پھر تو آپ کو روزے رکھنے ہی پڑیں گے ۔اب میں آپ کو اس کا راز بتاتا ہوں ۔اجتماعی عبادت کا اجتماعی فارمولا ہے اور علیحدہ عبادت کا علیحدہ فارمولا ہے' علیحدہ تعلق کا علیحدہ قانون ہے' اب آپ کا اگر اجتماعی تعلق ہے تو اجتماعی قانون ہوگا۔اس لیے آپ اجتماعی فارمولا بھی رکھو اور اللہ کے ساتھ علیحدہ قانون بھی رکھو' اللہ کو راضی کرنے کے علیحدہ نسخے بھی آپ تجویز کیا کرو' اُس سے علیحدہ ملاقاتیں بھی کیا کرو' علیحدہ عبادتیں بھی کیا کرو۔بس پھر بات ٹھیک ہو جائے گی ۔اس لیے کچھ لوگ اگر کہیں کہ وہ چیز ٹھیک ہے تو آپ کہیں کہ ٹھیک ہے' آپ ٹھیک کہتے ہو' لیکن میں نے کچھ اور سنا ہوا ہے ۔تو آپ چلتے رہیں جس طرح آپ چل رہے ہیں ۔اور قصر پڑھنے والی بات اگر آپ چاہتے ہیں تو پوری کرلیں ۔اسے کہو میں نے پوری پڑھی ہے ۔اللہ قصر کو منظور

فرمالے اور آپ کی عادت کے طور پر نماز بھی قبول کر لے۔ اللہ ہم پہ رحم کرنے میں کسر نہیں چھوڑتا تو ہم کیا قصر کرتے رہیں۔ میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ شریعت کے نام پر اتنا قانون بنا دیا گیا ہے اور حکومت والوں نے حکومت کے طور پر اتنا کچھ بنا لیا ہے کہ Common man کو بات سمجھ نہیں آتی ہے۔ تو آپ محبت کے قانون چلاؤ۔ کل کو کوئی اگر یہ کہہ دے کہ مزاروں پر جانا اچھی بات نہیں ہے' یہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ تم لوگ مرے ہوئے سے کیا Seek کرتے ہو جب کہ وہ تو مر گئے اور وہ تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے' کچھ نہیں کر سکتے۔ تو آپ اُن سے کہیں کہ ہمیں تو وہ مرے ہوئے نہیں لگتے' ہمیں نفع بھی پہنچاتے ہیں' ہمارے ساتھ دوستی کرتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ پھر وہ کہے گا کہ ہمیں دیدار کراؤ تو اُسے کہو ہم تجھے نہیں کرا سکتے۔ کیوں کہ تمہارا اپنا طریقہ کار ہے۔ اس لیے آپ اپنی محبتوں پر Common man کی' عام انسانوں کی مہریں نہ لگواؤ۔ آپ کو ذاتی چیزیں ملی ہوئی ہیں' یہ آپ کی ذاتی ہیں' یہ آپ کی محبت ہے' اس کو آپ اپنے طور پر قائم رکھیں۔ ورنہ تو کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس پر ساری قوم اتفاق کرے۔ مثلاً ابھی آپ نے سیلاب زدگان کو' Victims. کو معاوضہ دیا تو اخباروں میں شور مچ جائے گا کہ یہ معاوضہ اپنے آپ کو دے رہے ہیں' گھر والوں کو دے رہے اور پتہ نہیں کس کو دے رہے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ملا۔ لوگ کسی جگہ اتفاق نہیں کرتے' یہ جو واقعہ ہے اس پر اتفاق نہیں کرتے اور وہ جو واقعہ ہے اس پر بھی قوم کا اتفاق نہیں ہے۔ آخر صداقت کہیں نہ کہیں تو ہو گی۔ بس آپ اپنی صداقت اپنے پاس رکھیں۔ سکون کے ساتھ وقت گزاریں' نماز پڑھیں' دنیا کے لیے نہ پڑھو' شریعت کے لیے بھی ٹھیک ہے' اچھا ہے لیکن نماز کو اللہ کے لیے پڑھو'

Pure اللہ کے لیے۔ اللہ تعالیٰ آپ پہ راضی ہو اور توفیق دے اور وہ جب نماز کی توفیق دے دے تو سمجھو یہ نماز منظور ہے۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ ہم دوسروں کے لیے مسئلہ کھڑا نہیں کرتے مگر دوسرے ہمارے لیے مسائل کھڑے کرتے رہتے ہیں؟

جواب:

آپ لوگ اپنی اہمیت نہیں سمجھتے مگر آپ کی اہمیت آپ کا دشمن سمجھتا ہے۔ دشمن پہچان گیا ہے کہ اس قوم کی کیا اہمیت ہے اور آپ نے ابھی تک اپنی اہمیت نہیں پہچانی۔ یہ جو خطۂ پاکستان ہے اس وقت Strategic طور پہ بھی بڑا اہم علاقہ ہے اور ملکی سطح پر بھی اہم ہے اور عقیدت کے لحاظ سے بھی بڑا اہم ہے۔ باقی عقیدتیں تقریباً خریدی جا چکی ہیں' ہر جگہ واقعات اُلٹ ہو چکے ہیں' کچھ خریدی جا چکی ہیں' کچھ آپس میں لڑائی ہو چکی ہیں' کہیں جھگڑا کیا جا چکا ہے' کسی کو باہر نکال دیا گیا ہے۔ تو میں عقیدتوں کی بات کر رہا ہوں۔ میری بات آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ آپ یہ دیکھو کہ ایران کو عراق کے ساتھ لڑا دیا گیا ہے' دونوں کا قومی سطح پر بھی نقصان ہوگا اور عقیدت کی سطح پر بھی دونوں کو نقصان ہوگا' دونوں کی کچھ نہ کچھ عقیدت مجروح ہوگی' اور ہوتی جا رہی ہے یا کم از کم اتنے بندے ان بندوں کو صحیح اسلام میں نہیں سمجھیں گے' ایران والے عراق کو نہیں سمجھیں گے اور کہیں گے کہ یہ صحیح مسلمان نہیں ہیں بلکہ منافق ہیں اور وہ کہیں گے یہ منافق ہیں' یعنی ایک امامؑ ہوگا' دوسرا یزید ہوگا اور دونوں ایک دوسرے کو وہی سمجھیں گے۔ کہتے ہیں یہ کدھر سے امامؑ والے آ گئے۔ امامؑ تو ہے ہمارے پاس' کربلا یہاں ہے' تو کربلا والے

وہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس طرح دقت ہو گی اور عقیدت کم ہو گی۔ افغانستان کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ عقیدت کو علیحدہ بلکہ تقسیم کر دیا گیا یعنی Divide and Rule والی بات ہو رہی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ایسٹ پاکستان کے ساتھ کیا ہوا' اس کو بنگلہ دیش بنا دیا گیا۔ ہندوستان کی عقیدت کا حال دیکھو تو اُسے تقریباً نیم ہندو بنا دیا گیا ہے۔ پرکاش کمار تو ہندو نام ہے مگر مسلمانوں کے حساب سے نام ہو گیا ساجد کمار' یعنی آدھے مسلمان اور آدھے ہندو نام شروع ہو گئے۔ شادیاں بھی اسی طرح ہو گئیں۔ اور آپ کا یہ جو علاقہ ہے یہ آج بھی ایمان میں طاقت ور ہے کیونکہ اس علاقے کے اندر حضور پاک ﷺ کی تکریم موجود ہے' یہ اللہ کی کوئی خاص مہربانی ہے' یہاں بزرگوں کا اس قسم کا ڈیرہ ہوا' اس لیے یہاں یہ بات چلتی ہے' اور یہاں کے لیے Support' تقویت جو ہے وہ انڈیا سے بھی مل سکتی ہے یعنی جیسے اجمیر شریف ہے۔ یہ ساری Belt جو ہے یہ عقیدت کی بیلٹ ہے' آستانوں کی بیلٹ ہے۔ آستانوں والے جو ہیں وہ Shatter نہیں ہوتے ہیں' ختم نہیں ہوتے ہیں' غائب نہیں ہوتے' بھاگ نہیں جاتے ہیں۔ یہاں پر دو قسم کے دشمن ہیں ہنود و یہود یعنی کہ ہندو سمجھ لو اور یہودی سمجھ لو۔ ان کو آپ کے خلاف بڑی دقت ہو رہی ہے' ان کو یہ قوم کھٹکتی ہے۔ اقبالؒ نے کہا تھا کہ اس قوم سے عشقِ محمد ﷺ کو نکال دو تب جا کر یہ قوم برباد ہو گی لیکن آپ کا دشمن عشقِ محمد ﷺ نکال نہیں سکا۔ تو عشقِ نبی ﷺ آپ سے کوئی نہیں نکال سکا کیوں کہ یہاں وہ واقعہ موجود ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو سمجھیں تو آپ واحد قوم ہیں جو صحیح معنوں میں Spirit of Islam رکھتی ہے یعنی یہ قوم محبتِ مصطفیٰ ﷺ رکھتی ہے۔ دشمن جانتا ہے کہ یہ قوم مر نہیں سکتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہیں آپ کو تباہ

کرنا چاہتے ہیں' تخریب کاریاں کرنا چاہتے ہیں اور نقصان کرانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو پہچان لیں تو پھر سب ٹھیک ہے۔ آپ خود کو دشمن کی نگاہ سے پہچانو کہ وہ آپ کو تباہ کرنے کے لیے بے چین ہے اور یہی آپ کی اہمیت ہے۔ حالانکہ آپ کمزور ہیں اور آپ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے لیکن آج بھی دشمن پر بڑی ہیبت ہے۔ اس لیے اقبالؒ نے کہا تھا ؎

لڑا دے ممولے کو شہباز سے

کیا آپ کو اقبالؒ کا یہ مصرعہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اقبالؒ کہتا کیا ہے' کہ ممولے کا کیا تعلق ہے شہباز سے۔ ممولہ کیا ہے؟ چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے۔ ممولہ شہباز کے ساتھ لڑ جائے' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ افغانستان نے روس کے ساتھ لڑائی کر دی۔ رشیا ان کے ملک میں آ گیا' فوج بھی لے کر آ گیا' اندر بھی آ گیا اور حاوی بھی ہو گیا۔ ان کے مٹھی بھر دو چار مجاہدین تھے' منتشر Scattered قسم کا گروہ تھا لیکن وہ لڑ پڑے۔ تو یہ ہے لڑا دے ممولے کو شہباز سے۔ وہ ''شہباز'' ہی بھاگ گیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے اور آپ کے سامنے یہ واقعہ ہوا ہے۔ اور پھر لوگ یہ کہتے ہیں کہ افغانستان کے آدمیوں کو لڑنے کی جرأت نہیں ہو سکتی بلکہ پاکستان نے کچھ کیا ہے۔ یہ تمہاری شان ہے ورنہ روس کے ساتھ پاکستان کا کیا مقابلہ ہے۔ یعنی کہ اگر دشمن پہ ہیبت طاری ہو جائے تو یہ آپ کی شان ہی ہے ورنہ تو ان کے ساتھ مقابلے کا ہمارا کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ تو اس لیے آپ بڑی اہمیت کے لوگ ہیں' آپ اپنے آپ کو پہچانو۔ اپنے آپ کو ایک دوسرے طریقے سے اس طرح پہچانو کہ اس ملک کو بنانے کے لیے کم از کم جتنی شہادت ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا خون نظر انداز بھی نہیں ہوتا۔ آپ نے پاکستان بنانے کے لیے بڑی

قربانیاں دی ہیں جب ۱۹۴۷ء کے اندر پاکستان بنا تب سے آپ لوگوں کے پاس ریکارڈ موجود ہے۔ آپ بتائیں کتنے آدمی شہید ہوئے ہوں گے؟ یہ آپ کے ریکارڈ میں ہے؟ یہ کہیں کہ بہت سارے انسان۔ اور شہید جو ہے وہ اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تم انہیں مردہ نہ کہو جو اللہ کی راہ میں مرجائیں ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہوتا۔ وہ تو زندہ ہیں۔ اب اتنے لوگ جو اللہ کی راہ میں مرجائیں اور اللہ کہے کہ وہ زندہ ہیں تو آپ کے تحفظ کے لیے وہ نظام کافی ہے اور اللہ کے اتنے بزرگ جو اس خطہ کے اندر آ کر تشریف فرما ہوئے وہ بھی آپ کے لیے تحفظ کا ایک خاص مقام ہے۔ اس لیے آپ کی اہمیت اپنی جگہ پر بہت ہے۔ تو یہاں اللہ والے شہداء کی شکل میں ہیں' اولیاء کرام کی شکل میں ہیں 'اور یہاں کے علماء بھی معقول اور مناسب ہیں' مشائخ کرام بھی اچھے ہیں۔ سب کچھ موجود ہے مگر آپ لوگوں کے پاس ٹائم نہیں ہے کیونکہ آپ لوگ کاروبار میں لگے ہوئے ہیں' آپ لوگوں کو کمائیوں کا فکر ہے۔ اس لیے کبھی آپ کی قوم کو ہوش آ گیا تو پھر یہ قوم جو ہے دنیا میں واحد قوم ہوگی جو عظیم قوم ہوگی۔ ورنہ باقی تو ہر چیز ختم ہو چکی ہے۔ باقی سارے منشائے الٰہی کے برعکس جا رہے ہیں' اس قوم کے اندر کچھ اصلاح ہونے کی گنجائش ہے۔ اگر چین کلمہ پڑھ لیتا ہے تو پھر تمہیں مسلمان رہنے کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی' پھر منصب اس کو مل جائے گا۔ اس وقت تک جب تک چین کلمہ نہیں پڑھتا میرا خیال ہے آپ اللہ کے ہاں نمبر ون قوم ہو اور اگر وہ کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو پھر شاید کوئی اور واقعہ بن جائے۔ فی الحال تو وہ کلمہ نہیں پڑھ رہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اچھا مقام دیا ہے کہ آپ مذہب کا

ادب کرتے ہیں' عقیدت رکھتے ہیں' حضور پاک ﷺ سے آپ کی محبت ہے۔ اس قوم میں بڑی محبت ہے۔ یہ وہی علاقہ ہے ۔

میرِ عرب ؐ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

تو یہ وہ علاقہ ہے۔ دشمن ٹھیک کرتا ہے' اس لیے خود کو دشمن کی نگاہ سے پہچانو۔ کسی نے سوال پوچھا کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ کہتا ہے جس کو ہندو مسلمان سمجھے وہی مسلمان ہے۔ ہندو کی نگاہ سے دیکھو' جس کو وہ مارے گا وہ مسلمان ہوگا۔ ہندو جس جس کا دشمن ہے اُسے مسلمان سمجھو۔

سوال:

یہ کہا جاتا ہے کہ بینکوں میں جو زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے یہ ٹھیک نہیں کیوں کہ اس کا استعمال ٹھیک نہیں ہوتا۔

جواب:

ٹھیک تو نہیں ہے مگر اس کا حل ایک تو یہ ہے کہ اس کا آپ خود انتظام کریں تو بہتر حالت ہوسکتی ہے لیکن آپ کی جواب دہی ختم ہو جاتی ہے جب گورنمنٹ زکوٰۃ کاٹتی ہے۔ فی الحال یہی نظام رائج ہے' پیسہ رکھنے کا آپ کے پاس نظام یہی ہے۔ آپ گھر میں رکھ نہیں سکتے' کہیں اور Scatter کر نہیں سکتے' پھیلا نہیں سکتے کہ کہیں Invest کر دیا جائے' کھپا دیا جائے۔ اس لیے بینک میں رکھتے ہیں' حکومت کا یہی فارمولا چل رہا ہے۔ دعا کرو کہ حکومت کو توفیق ہو جائے کہ وہ پیسہ غریبوں کے لیے استعمال کرے' یہ حکومت کو توفیق ہونی چاہیے' باقی یہ کہ آپ کی جواب دہی ختم ہو جاتی ہے۔ جب حکومت نے اس سے زکوٰۃ کو کاٹ لیا تو بس آپ کی جواب دہی ختم ہوگئی۔ جب کبھی آپ برسر اقتدار آ جائیں

تو پھر یہ نظام درست کرنا چاہیے' ہیرا پھیری بند کرنی چاہیے۔ جو زکوٰۃ کا مستحق ہے اس کے پاس زکوٰۃ پہنچنی چاہیے۔ اسلام کے لیے اگر حکومت بنائی ہے کہ ہم اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تو کر ڈالو۔ مگر ہمارے ہاں یہ ٹریجڈی ہے کہ ایسا ہوتا نہیں ۔ میں دوبارہ بات دوہرا رہا ہوں' میں نے آپ کو پہلے بھی بتائی ہے کہ ایوب مرحوم نے اعلان کیا کہ ہم اصل جمہوریت نافذ کریں گے یعنی Basic Democracy مگر اصل جمہوریت نافذ نہیں ہوئی۔ ایسا واقعہ ہوا کہ نہیں ہوا؟ بلکہ جھگڑا ہو گیا' مادر ملت کو ہی ختم کرا دیا گیا۔ تو اصل جمہوریت جو ہے وہ اپنی انا اور ضرورت کے درمیان ختم ہو گئی۔ تو پھر ایک اور نظام آیا کہ ہم سوشلزم نافذ کرتے ہیں' لوگوں نے کہا کہ نافذ تو کرو مگر اُس نے کہا ہم نہیں کرتے۔ اس زمانے میں سوشلزم پر اخبار میں تبصرہ آیا کہ پاکستان میں اب سوشلزم نہیں آئے گا کیونکہ سوشلزم کا نعرہ لگانے والا جاگیردار ہے۔ تو اگر تم کرنا چاہتے ہو تو کر ڈالو۔ سوشلزم کے اس زمانے میں Ejectment کے' بے دخلی کے بے شمار کیس چلے تھے' تب قانون بڑا تیز ہو گیا اور بے شمار لوگ بے دخلی کے مقدمات کی وجہ سے باہر ہو گئے کیونکہ مالکوں کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کرایہ دار قابض ہو جائیں گے۔ اس لیے انہوں نے بے شمار لوگوں کو گھروں سے باہر نکال دیا۔ سب واقعات بڑے عجیب ہو گئے' پھر ایک نعرہ لگایا گیا کہ ہم اسلام نافذ کر رہے ہیں' وہ کہتے رہے مگر ابھی تک نافذ نہیں ہوا۔ جو شخص جو اعلان کرتا ہے وہ وہی کام نہیں کرتا۔ تو پھر تم کرتے کیا ہو؟ اگر اعلان کرتے ہو تو نافذ کر ڈالو' پھر دیکھا جائے گا' کتنا عرصہ ہو گیا ہے لیکن پاکستان میں اسلام نافذ نہیں ہو رہا اور اتنے سارے لوگ خود نافذ ہوئے بیٹھے ہیں۔ اس لیے دعا کرو کہ ان لوگوں کو توفیق ملے یا پھر توفیق والوں کو یہ مقام

ملے۔ دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں ناں۔ یہ آسان سی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں بار بار تو آپ نے آنا نہیں۔ پھر یہ نہ کہنا کہ ہم آئے تھے' بے بس رہے' بے بسی کو بے بس ہو کر دیکھتے رہے اور پھر ہم واپس چلے گئے' ہمارے دور میں ہم نے تو کوئی بات ہی نہیں کی ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں ایک اور دور دے دے۔ وہ کبھی ایک اور دور نہیں دیتا۔ تو یہی دور ہے اور یہی زمانہ ہے' سچی بات جو دل میں آتی ہے وہ کر ڈالو۔ سچی بات یہ ہے کہ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرو' اگر اسلام نافذ کرنا ہے تو نافذ کرو۔ یہ جھگڑا ختم کرو تا کہ لوگ بے چارے اپنے کاروبار میں لگ جائیں۔ اگر یہاں کسی کیمپ میں دھماکہ ہوا تو بتاؤ کیا اب ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اخبار تو یہی کہتا ہے کہ یہ ٹھیک ہو گیا ہے' یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آگ کو ٹھنڈا ہی کر دے۔ **ینار کونی بردا وسلما علی ابراھیم** یعنی اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی ہو جا۔

سوال:

سر! یہ شبِ قدر جو ہے کیا یہ مخصوص وقت کا نام ہے؟

جواب:

ایسا بھی علاقہ ہے کہ آپ کے ہاں رات ہے اور وہاں دن ہے۔ شب تو آپ کے پاس ہے' باقی دوسرے علاقے میں چاہے روزے کا دن ہو۔ آپ کو جب کبھی یہ شب مل جائے' جو بھی آپ کو بتایا گیا ہے' آپ اس وقت کیفیت میں بیٹھ جاؤ۔ اللہ کے لیے تو برابر ہے یہ وقت اور بے وقت۔ جب آپ اللہ کو کسی خیال کے حوالے سے Approach کرو' رابطہ کرو تو آپ کو اس کا کوئی نہ کوئی رزلٹ مل جائے گا یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے آج ملنا ہے اور کل نہیں ملنا۔ یہ تو ایک

وقت میں بیٹھنے کا سلسلہ بتایا گیا ہے کہ آپ اسے Approach کریں' آپ اس کی طرف رجوع کریں' پھر وہ واقعہ ہو جائے گا ورنہ شب قدر' لیلۃ القدر جسے کہتے ہیں تو پھر وہ لیلۃ القدر تھی جو اس زمانے میں تھی جب فرمایا گیا کہ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر یہ قرآن پاک کی بات ہے کہ انا انزلنہ فی لیلۃ القدر وما ادرک ما لیلۃ القدر یعنی جس رات میں قرآن نازل ہوا۔ اب یہ وہ رات نہیں جس میں قرآن نازل ہوا' وہ تو وہی رات تھی' یہ اس رات کی Memory بھی نہیں ہے' اس رات کی کاپی نہیں ہے۔ جس طرح کسی آدمی کا بیان ہو کہ آج ہم ''یوم بدر'' منا رہے ہیں۔ اب یوم بدر آج کے دن تو یوم بدر نہیں ہے' یوم بدر وہی تھا جس دن واقعہ بدر ہوا تھا۔ آج کے مقابلے کی بات نہیں ہے' وہ زمانہ وہ صدی اور وہ واقعہ پھر تاریخ عالم میں کبھی واپس نہیں آیا۔ اس کائنات میں کوئی لمحہ واپس نہیں آتا۔ یہ صرف اس کی یاد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس طرح آپ لوگوں کو پرانے زمانے کی طرف رجوع کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ اس نام سے اپنے بزرگوں کی طرف رجوع کرلو۔ ورنہ یہ دن وہ نہیں ہے۔ اس لیے لیلۃ القدر کیا ہے؟ لیلۃ القدر یہ ہے کہ جس وقت بھی آپ ادھر رجوع کر رہے ہیں وہی لیلۃ القدر ہے' اور جس وقت آپ رجوع کرلو اُس وقت فرشتے نازل ہو سکتے ہیں اور یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ تمہیں بات سمجھ آئی؟ کہ کوئی رات دوبارہ نہیں ہوتی' کوئی دن دوبارہ نہیں آتا' کوئی Memory' یاد وہ نہیں ہوتی جس کی ہم Memory' یاد منا رہے ہیں۔ ہو گیا جو وقت ہو گیا۔ وہ وقت پھر نہیں آتا۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آج کا دن جو ہے وہ قائداعظمؒ کی پیدائش کا دن ہے۔ آج کا دن کیسے؟ ان کو تو مرے ہوئے مدت ہو گئی' آج کیسے پیدائش ہو گئی۔ اسی طرح اگر اقبالؒ کی پیدائش کا

دن ہے تو اقبال ؒ کہاں ہے' اسے تو مرے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اس لیے یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ ہماری تقلید کا طریقہ ہے' تقلید پرستی کی رونق ہے۔

آخر میں دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری تقلید کو بھی سلامت رکھے۔ صحیح تقلید کرنا بھی بڑی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح صداقت کی تقلید کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری صفوں کو انتشار سے بچائے۔ یارب العالمین ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ تیری عطا کی ہوئی نعمتیں جو ہیں وہ ہمیں تیری یاد سے غافل نہ کریں۔ یہ دعا ہمیشہ یاد کیا کرو کہ یارب العالمین تیری عطا کی ہوئی نعمتیں ہمیں تیری یاد سے غافل نہ کر دیں۔ اور تیری طرف سے آنے والی جو آزمائش ہے وہ تیری رحمت سے مایوس نہ کرے۔ بس یہ دعا قبول کر لو کہ تیری نعمتیں ہمیں تیری یاد سے غافل نہ کریں اور تیری آزمائش تیری رحمت سے مایوس نہ کرے۔ بس یہ دنیا اور وہ دنیا دونوں آسان بنا دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ و نورعرشہٖ سیدنا وسندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین . آمین.

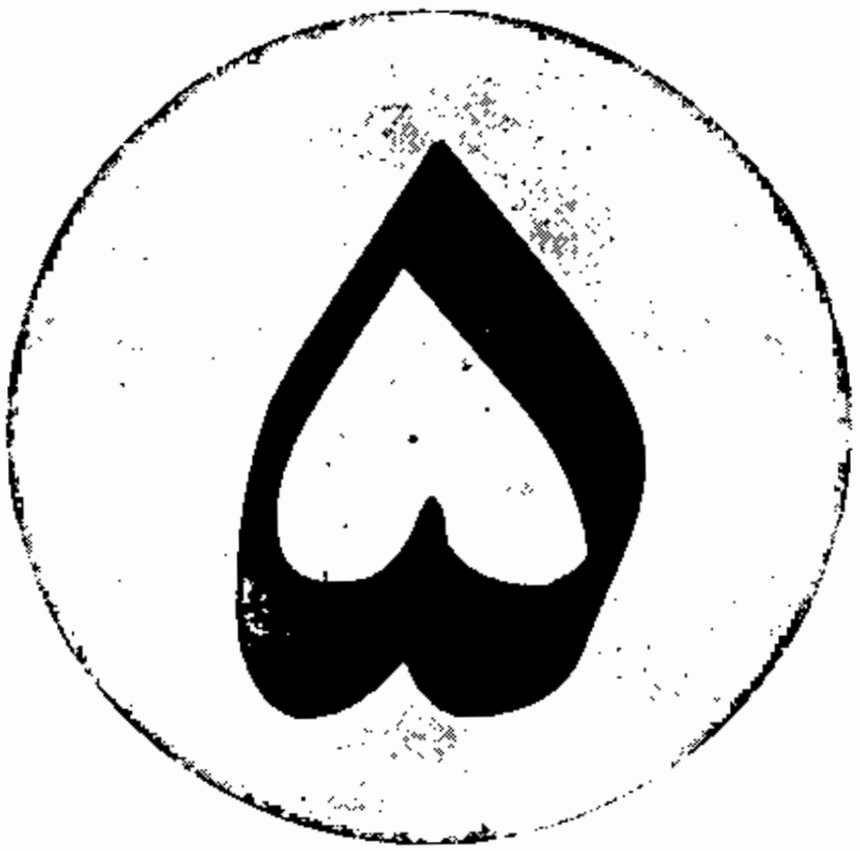

ہم جو عمل کرتے ہیں اس کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہ ہم صحیح کرتے ہیں یا نہیں؟

سوال:

ہم جو عمل کرتے ہیں اس کا کیسے پتہ چلے گا کہ وہ ہم صحیح کرتے ہیں یا نہیں؟



جواب:

ہمارا عمل دو نتیجے پیدا کرتا ہے۔ ایک تو یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے عمل سے دوسرے لوگ کس حد تک متاثر ہوتے ہیں اور دوسرا اس کا یہ اثر پیدا ہوتا ہے کہ اس عمل کا ہماری اپنی ذات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ اور تیسرا اثر بتانے والے یہ بتاتے ہیں کہ اس عمل کا اللہ کے نزدیک کیا مقام ہے؟ تو ان تینوں چیزوں کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ ہمارا عمل لوگوں پہ کیا تاثر پیدا کر رہا ہے' ہم عمل کے ذریعے لوگوں سے کیا چاہتے ہیں؟ اگر آدمی چلتے چلتے بے ترتیب ہونے لگے تو دوسرا آدمی کہتا ہے کہ ٹھہرو ذرا' اس ترتیب سے چلو۔ اس طرح وہ لوگوں میں نمایاں ہو جاتا ہے' خود بخود ہی ایک آدمی سوشل ورکر بن جاتا ہے اور وہ لوگوں کی اصلاح کرنے لگ جاتا ہے۔ تو لوگوں کو متاثر کرنے کا عمل یا عمل سے لوگوں کا متاثر ہونا' یہ ایک شعبہ ہے اور اس پر پوری وضاحت سے بات ہو سکتی ہے۔ دوسرا شعبہ یہ ہے کہ ہمارا عمل ہمارے اندر ایک تاثر پیدا کرتا جا رہا ہے اور تاثیر پیدا ہوتی جا رہی

ہے۔ ہم اپنے عمل کے ذریعے ہی مقبول ہوتے ہیں' جو بھی عمل ہے' چاہے نیک بد' اچھا برا ہے۔ اور عمل کرتے کرتے ہم وہ کچھ بنتے جا رہے ہیں جو کچھ اب ہم ہیں یعنی غم میں ہیں یا خوشی میں ہیں' پریشانی میں ہیں یا سکھ میں ہیں' سکون میں ہیں۔ تو ہمارے یہ اعمال ہمارے اندر تاثیر پیدا کر رہے ہیں۔ اگلی بات یہ ہے کہ ہمارا عمل جو ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں کیا نتیجہ پیدا کرے گا یا یہ کہ اس کا ہمارے مرنے کے بعد کیا نتیجہ نکلے گا۔

پہلا حصہ جو اعمال کا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اپنے عمل سے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں' مثلاً دنیاوی منفعت کے لیے' تو دنیاوی منفعت میں پیسے کا فائدہ بھی ہے اور فائدہ شہرت کا بھی ہے۔ شہرت کے لیے انسان پیسہ قربان کر سکتا ہے' بعض اوقات کچھ لوگ پیسے کے لیے شہرت قربان کر دیتے ہیں' اب یہ دونوں قسم کے مزاج ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ پیسہ خرچ کریں گے تاکہ مشہور ہو جائیں' ایسے ہی ان کو عادت سی ہوتی ہے' پیسہ خرچ کر کے شہرت حاصل کر لی' جلسہ کر لیا' جلوس نکال لیا' خبر بنا دی' اخباروں میں شہرت کا واقعہ دے دیا' کہتے ہیں کہ کیا آج آپ نے ٹیلی ویژن میں میرا فوٹو دیکھا تھا؟ تو اپنے عمل سے لوگوں کو اس نیت سے متاثر کرنا کہ لوگ ہمیں جاننے والے بن جائیں' یہ ہر آدمی کے اندر فطری سی بات ہوتی ہے یعنی کہ وہ لوگوں میں پہچانا جائے' ہر آدمی یہ چاہے گا' بچہ پیدا ہوتے ہی ایک چیخ مارے گا' یہ بتانے کے لیے کہ میں آ گیا ہوں اور اس طرح اس نے اپنی پہچان کرا دی۔ جوان آدمی اور طرح سے تقاضہ کرتے ہیں اور چھوٹا بچہ اور طرح سے' اس کی زبان تو نہیں ہے کہ کسی کو بتائے کہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے' بس بچہ چیخ مارے گا اور ساری دنیا الرٹ ہو جائے گی کہ

بچے کو تکلیف ہے' ڈاکٹر بھی' والدین بھی اور اِردگرد والے بھی کہ بچے کو کیا ہو گیا' بچے کو تکلیف ہو گئی۔ تو بچہ زور سے چیخ لگا کر ہر شے پر سناٹا طاری کر دیتا ہے اور اگر چُپ کر جائے تو اس کی خاموشی بھی لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث بن جاتی ہے کہ بچہ چُپ ہے' صبح سے حرکت نہیں کر رہا' بچے کی آنکھ نہیں ہلتی ہے' کیا کیا جائے۔ بس شور مچ جائے گا۔ تو لوگوں کو متاثر کرنے کا بچے کے پاس یہ طریقہ ہے۔ ہر آدمی اپنے انداز سے اپنے سماج کو متاثر کرنے کا جذبہ رکھتا ہے اور سماج سے وہ شہرت کا' Respect کا اور بعض اوقات منفعت کا کریڈٹ لیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر وہ مشہور ہو جائے گا تو فائدہ ہو جائے گا۔ ہم اپنے سینئرز کو متاثر کرتے رہتے ہیں کہ اس سے ہماری Confidential Report خفیہ رپورٹ بہتر ہو جائے گی' ہمیں کوئی کریڈٹ مل جائے گا' ہمیں کوئی ترقیاں مل جائیں گی' اس قسم کی شہرت ہماری زندگی کے راستے میں بہتری پیدا کرے گی اور ہم مشہور ہو جائیں گے۔ عام طور پر لوگ یہ کرتے ہی رہتے ہیں کہ دنیا کے اندر اپنے عمل و ایسے انداز سے کرنا کہ لوگوں میں وہ متعارف ہو جائے' شہرت ہو جائے' اس کا نام لیا جائے اور یہ بات ہر آدمی چاہتا ہے۔ بلکہ ایک بزرگ نے بھی یہ فرمایا کہ بھئی میں نے یہ کتاب لکھی ہے' تو یہ کتاب پڑھنے سے تمہاری نگاہ کھل جائے گی اور دوسرا یہ کہ میں بھی پہچانا جاؤں گا۔ اور آگے پتہ ہے کیا لکھتے ہیں؟ پہچانا جانا میرا حق ہے۔ داتا صاحبؒ کی کتاب ''کشف المحجوب'' میں یہ فقرہ ہے کہ یہ کتاب ایک تو اس لیے لکھ رہا ہوں کہ تمہیں راستہ ملے اور یہ تمہارے اس سوال کا جواب ہے کہ فقر کیا ہے' فقر کسے کہتے ہیں' زندگی کیا ہے اور دین کیا ہے؟ تو کتاب لکھنے کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ یہ کتاب پڑھ کر تمہارے لیے آسانی پیدا ہو جائے اور

دوسری وجہ کیا ہے؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ میرا نام بھی باقی رہ جائے۔ آگے لکھتے ہیں کہ یہ میرا حق ہے۔ تو جس آدمی نے کتاب لکھی ہے اس کا یہ حق ہے کہ اس کا نام یہاں رہ جائے۔ تو کتاب جن کو لکھائی جاتی ہے یا جو لکھتے ہیں اس کا فائدہ ایک یہ ہے کہ کتاب سے لوگوں کو بھی منفعت ہوتی ہے اور لکھنے والے کو بھی ایک منفعت ہوتی ہے کہ اس کا حق ہے کہ وہ اپنے نام کو اپنے جانے کے بعد بھی چھوڑ جائے۔ ایسا لوگ کرتے ہیں۔ آج تک جتنے بھی لوگ ہیں جو آپ کی نگاہ میں باعزت لوگ ہیں، جو باعزت نام ہیں، یا تو کسی کام کے ذریعے آپ تک ان کی عزت پہنچی یا کسی کتاب کے ذریعے پہنچی۔ بلکہ ان کا مزار بھی باقیوں سے نمایاں ہوا جب کہ قبر تو موت ہی ہے لیکن وہ موت میں بھی نمایاں ہیں، ان کی الگ سی قبر بنی ہوگی، مزار بنا ہوگا، رونق ہوگی، قوالی ہوگی، کچھ اور واقعہ ہوگا، پھول چڑھائے جا رہے ہوں گے، کوئی قصہ ضرور ہوگا۔ گویا کہ جتنے بھی محترم نام ہیں یہ سارے کے سارے ہم تک جو پہنچے ہیں یہ ان کے جانے کے بعد پہنچے ہیں۔ گویا کہ عزت اور شہرت ایسی چیز ہے کہ اس کا ثبوت ہم خود دے رہے ہیں۔ کیا ثبوت دے رہے ہیں؟ کہ ہمارے پاس جتنے باعزت نام ہیں یہ ان لوگوں کے نام ہیں جو چلے گئے ہیں۔ گویا کہ عزت کے اندر اپنا نام داخل کر جانا جو ہے یہ اپنے جانے کے بعد کئی صدیوں تک قائم رہتا ہے، زمانوں تک قائم رہتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ یہاں آئے، رہے اور چلے گئے اور پتہ ہی نہیں چلا کہ وہ آئے تھے کہ نہیں آئے تھے۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سُوکھ گئے

سارے باغوں کا تو کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کہیں پھول کھلے کہ نہ کھلے۔ تو کچھ لوگ جو ہیں وہ آتے ہیں اور چلے جانے کے بعد بھی وہ زندہ رہ جاتے ہیں۔ یہ شہرت یا

یہ عزت جو ہے یہ نصیب کی بات ہوتی ہے۔ تو یہ جو ہم دنیا کو متاثر کرتے رہتے ہیں ایک تو اس کی وجہ اس کی افادیت ہے' ہمیں ضرورت ہے دنیاوی مرتبے کی' دنیاوی منفعت کی اور اپنی انا پرستی کی کہ چلو جی عزت ہوگی' دس آدمیوں نے ہمیں سلام کرنا ہے۔ یہ جو مرتبہ ہے یہ مرتبہ ہماری کمزوری بن جاتا ہے۔ تو جہاں ہماری طاقت ہے وہاں پر ہماری کمزوری ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ جس چیز کو ہم طاقت سمجھ رہے ہیں وہی ہماری Weakness ہے کمزوری ہے' اور ہم اس طاقت کے حوالے سے اپنا عمل درست کر رہے ہیں کہ یہ ہمارا مرتبہ ہے' یہ ہمارا Rank ہے اور یہاں پر یہ ہماری عزت ہے اور یہ ہونی چاہیے۔ اور وہی چیز ہماری Weakness کمزوری بن جاتی ہے اور پھر اس کی وجہ سے بہت ساری چیزیں اِدھر اُدھر کر جاتے ہیں مثلاً آپ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مرتبہ ہے یہ نوکری ہے گریڈ ہے' بڑی اچھی بات ہے' اس سے آسانی ملتی ہے' پیسہ ملتا ہے اور عزت ملتی ہے۔ یہ سب ٹھیک ہے مگر بعض اوقات اس مرتبے کے لیے آپ پیسے بھی ضائع کر بیٹھتے ہیں اور عزت بھی گنوا بیٹھتے ہیں۔ تو جس وجہ سے آپ وہ مرتبہ حاصل کرتے ہیں اس کے برعکس عمل شروع ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں میرا یہ مرتبہ لوگوں میں میری بڑی عزت والا ہے مگر اب ایسا عمل ہو گیا کہ لوگوں میں بے عزتی ہے۔ اب آپ سیاست کے میدان میں دیکھیں بادشاہت کے میدان میں اور حکومت کے میدان میں عزت کے ساتھ آنے والے اکثر عزت کے بغیر چلے گئے حالانکہ وہ آنے کے عمل کو عزت سمجھ رہے تھے مگر عزت ایک مقام کا نام ہے' ایک عمل کا نام ہے اور اس مرتبے میں آنے کے بعد وہ عمل ان سے سرزد نہ ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ جانے کے بعد وہ سُرخروئی نہ رہی اور پریشانی ہو گئی۔ آپ اپنی ملکی

سیاست میں دیکھیں کہ قائداعظمؒ کے نام کے بعد کوئی نام عزت کے میدان میں ٹھہرا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صرف وہ ایک نام ہے جو سیاست کے میدان میں قائم ہے اور آج بھی لوگ احترام کے ساتھ ان کا نام لیں گے' پکاریں گے۔ ان کے بعد جتنے بھی سربراہان مملکت آئے بس سب کا ملا جُلا رجحان رہا کہ ان کا آنا زندہ باد اور جانے سے پہلے زندہ باد کے علاوہ مردہ باد تک بات نکل گئی۔ لوگ تو یہ کرتے رہے ہیں اور پرانے زمانے سے یہ دستور رہا ہے' اس میدان میں کم لوگ ایسے ہیں کہ جو عزت کے ساتھ آئے اور عزت کے ساتھ رخصت ہوئے..... تو ہمارا عمل بعض اوقات Intention 'ارادے کے برعکس ہو جاتا ہے' ارادہ کچھ اور ہوتا ہے اور ہم کچھ اور کر بیٹھتے ہیں اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ عمل کا وہ حصّہ جس کا تعلق لوگوں کو متاثر کرنے کے ساتھ ہے' اس حصّے میں ہمیشہ غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لیے بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ عمل کا وہ حصّہ جس سے ہم لوگوں کو متاثر کرنا چاہ رہے ہیں ہم اسی میں غلطی کر جاتے ہیں بلکہ اسی کے اندر غلطی ہو جاتی ہے' مثلاً یہ کہ ہم پیسے کے ذریعے عزت حاصل کرتے ہیں اور سیاسی عمل سے ہی ہم عزت سے محروم ہو جاتے ہیں' حکومت کے ذریعے ہم عزت حاصل کرتے ہیں اور حکومت کے اندر ہی ہم ظلم کر بیٹھتے ہیں۔ تو وہی عمل جو ہمیں باعثِ عزت بنا رہا تھا اسی عمل کے اندر اگر ہم Intensity بدل دیں' تو عزت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً آپ پولیس کو لے لیں' پولیس کا کام احتیاط کے ساتھ طاقت کا استعمال کرنا ہے' تاکہ مجرموں سے یا ان کی زد سے معاشرہ بچ جائے' یہ بڑا اچھا کام ہے اور ان کے پاس طاقت ہونی چاہیے تاکہ شریف آدمی کی زندگی آسانی سے گزرے اور مجرم کے اوپر طاقت کا استعمال ہو لیکن پریشانی کا وقت تب آتا ہے

جب طاقت استعمال کرتے وقت سمجھ نہیں آتی کہ مجرم کون ہے اور غیر مجرم کون ہے۔ پولیس والا کہتا ہے کہ گاڑی چیک کروتا کہ کہیں کوئی نامناسب انسان کوئی نامناسب شے لے کر نہ جارہا ہو۔ اور اگر ایک مناسب آدمی مناسب شے لے کر جارہا ہے اور پولیس والے بے تحاشہ قسم کی چیکنگ کرتے ہیں تو وہ سارا اثر جو ہے وہ غلط ہو جاتا ہے' Intention صحیح ہے' نیت صحیح لیکن عمل جو ہے وہ اور طرح کا نتیجہ پیدا کر دے گا اور پھر آہستہ آہستہ لوگ بولنا شروع ہو جائیں گے کہ دیکھو جی شریف شہری کی زندگی پریشان ہوگئی ہے اور مفلوج ہوگئی ہے۔ اس لیے یہ واقعہ ہے طاقت کی مقدار یا استعمال کا کہ جہاں طاقت کا استعمال نہیں ہونا چاہیے وہاں بھی ہو جاتا ہے۔ مثلاً حکومت مجرموں کو پابند کرتی ہے لیکن بعض اوقات معصوموں کو بھی پابند کر دے گی کیونکہ وہ حکومت ہے۔ پھر یہ بات پھیلتی ہے' آگے چلتی ہے اور پھر سارے کا سارا سنگھاسن اُڑ جاتا ہے۔ ایسا آپ نے بارہا دیکھا ہوگا۔ تو ایک عمل تو یہ ہے۔ تو عمل کا وہ شعبہ جس سے ہم دوسروں کو متاثر کرتے ہیں اس میں بڑی احتیاط چاہیے کہ دوسروں کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ ہم ایک ایسا عمل کر بیٹھتے ہیں جو دوسروں کو عام طور پر Negatively' منفی طور پر متاثر کرتا ہے۔ اس کے اندر ایک اور ضروری بات میں نے آپ کو بتائی تھی کہ شہرت یا عزت حاصل کرنا سب کا حق ہے۔ داتا صاحبؒ نے یہ اپنی کتاب میں لکھا ہے' یہ بات آپ کو دوبارہ بتا رہا ہوں کہ داتا صاحبؒ نے کتاب میں کیوں لکھا؟ ایک تو یہ ہے کہ پڑھنے والے کو راستہ ملے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اُن کا نام رہ جائے اور انہوں نے کہا ''یہ میرا حق ہے''۔ تو ہم لوگوں میں باقی رہنا چاہتے ہیں اور یہ خواہش کوئی نامناسب نہیں ہے۔ لوگوں کے دلوں میں رہنا

نامناسب خواہش نہیں ہے کیونکہ لوگ' لوگوں کو یاد کرنے کا نام ہے۔ یہ لوگ ہیں کیا؟ ایک دوسرے کو دیکھنا' ایک دوسرے کے ساتھ ڈیل کرنا' ایک دوسرے کو یاد رکھنا' ایک دوسرے کو پسند کرنا' ایک دوسرے کو ناپسند کرنا' ایک دوسرے کے حق میں بولنا اور ایک دوسرے کے خلاف بولنا۔ لوگوں کے درمیان اور تو کوئی بات ہی نہیں ہوتی' بس یہی لوگ ہیں۔ ایک آدمی ہوتا ہے اور باقی سب لوگ ہوتے ہیں یعنی ایک انسان ہوتا ہے اور باقی سب لوگ ہوتے ہیں۔ تو انسان اپنے آپ کو لوگوں کے آئینے میں دیکھتا رہتا ہے۔ باقی سارا جہاں جو ہے وہ انسان کے لیے آئینہ ہے اور آپ اکیلے سفر کر رہے ہو کیونکہ آپ کا ساتھ کسی نے نہیں دینا' بس صرف آپ کے خیال کی داد دے دے گا مگر کوئی آپ کے خیال میں شامل نہیں ہوگا' تکلیف کا علاج کر دے گا مگر آپ کی تکلیف میں شامل کوئی نہیں ہوگا۔ آج کل خوشی میں کوئی شامل نہیں ہوتا تو تکلیف میں کون شامل ہوگا۔ اگر سر آپ کا ہے تو درد بھی آپ کا ہوگا' لوگ دوائی دے سکتے ہیں لیکن سر درد کا حصے دار کوئی نہیں بنے گا۔ یہ تو سر کی بات ہے' دل کے درد کا پھر کون حصے دار ہوگا؟ کوئی بھی نہیں ہوگا بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل کا دلبر بھی نہیں بنتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کو متاثر کرتے کرتے بھول جاتے ہیں کہ ہم کن لوگوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ اچھے لوگوں کو متاثر کرنا اچھی بات ہے اور بُرے لوگوں کو متاثر کرنا بُری بات ہے' اور آپ یہ بھول جاتے ہیں۔ اب خلاصہ یہ نکلا کہ متاثر کرنے کا عمل آپ کی مجبوری ہے' متاثر کرنے کا عمل آپ کا حق ہے' ودیعت اور پیدائشی۔ اچھے لوگوں کو متاثر کرنا اچھی بات ہے اور بُرے لوگوں کو متاثر کرنا بہت بُری بات ہے۔ ہم جب تک یہ تمیز نہ کریں کہ اچھا کون سا ہے اور بُرا کون سا ہے تو متاثر کرنے کا عمل

جہالت ہے۔تو متاثر کرنے کا عمل سماج کے ساتھ رابطہ ہے۔کیا رابطہ ہے؟ اپنے آپ کو مشہور بنانے کا عمل۔ مثلاً وہ بڑا مشہور ہے۔ کن لوگوں میں مشہور ہے؟ کہتے ہیں کہ جواء بہت اچھا کھیلتا ہے اور ان لوگوں میں مشہور ہے اور یہ اس کی شہرت ہے۔تو شہرت کا دائرہ دیکھو کہ شہرت کا دائرہ کہاں ہے؟ جو جس دائرے میں مشہور ہوگا وہی دائرہ اس کی عبرت ہے اور وہی اس کی عاقبت ہے۔تو اللہ کی طرف سے دنیا کے اندر کسی کی عاقبت دیکھنی ہو تو اس آدمی کا دائرہ تاثیر دیکھو۔ ہر چیز اپنی تاثیر رکھتی ہے' اپنے اپنے دائرے رکھتی ہے' ہر آدمی کسی دائرے میں تاثیر پیدا کرے گا' ضرور کرے گا بلکہ خالی چہرہ بھی تاثیر پیدا کرے گا۔تو دائرہ تاثیر دیکھنے کے بعد لوگوں کے بارے میں فیصلہ کیا کرو کہ یہ لوگ کیا ہیں؟ تو آپ اپنے آپ کو دیکھیں کہ لوگوں کو متاثر کرنے والا جو دنیاوی عمل ہے اگر وہ صحیح دائرے میں تاثیر نہیں پیدا کرتا تو وہ کامیابی بھی ناکامی ہے۔اگر کوئی کہتا ہے کہ غالبؔ بہت مشہور آدمی تھا تو غالبؔ سے بڑھ کر کون مشہور ہوسکتا ہے کیونکہ وہ شاعر تھا مگر غالبؔ جو ہے وہ مسجدوں میں مشہور نہیں ہے۔آپ مولانا نورانی کی مسجد میں چلے جائیں اور کہیں کہ غالبؔ جو ہے وہ بہت اچھا آدمی تھا تو وہاں غالبؔ کی بات ہی نہیں ہوگی وہاں قال اللہ اور قال رسولؐ اللہ کی بات ہوگی۔اس لیے غالبؔ کا شعبہ ادب میں ہے اور غالبؔ کا شعبہ عبادت میں نہیں ہے۔وہ بے شک ادب کی دنیا کا بادشاہ ہو لیکن عبادت کی دنیا میں اسے شاید جگہ ملے یا نہ ملے۔یہ الگ بات ہے۔پھر ہم اس کے کلام میں غالبؔ کی بخشش کا کوئی مقام نکالیں گے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ:

؎ دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اُن کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

اور یہ بھی کہ

؎ غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگی بُوترابؓ میں

غالبؔ یہ بات تو کر گیا ہے ناں.....اس لیے اس کی آخرت تو ٹھیک ہے' اسے معافی تو مل سکتی ہے مگر مرتبہ نہیں۔ مرتبہ ادب میں ہے اور معافی کا تعلق دین کے ساتھ ہے۔ دین کا مرتبہ جو ہے وہ امام غزالیؒ کو ملے گا۔ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ غالبؔ اور غزالیؒ ایک ہی ہیں۔ آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ غزالیؒ شعر کہتے تھے۔ وہ غالبؔ کے برابر غزل نہیں کہہ سکتے۔ بس غالبؔ' غالبؔ ہے اور غزالیؒ ' غزالیؒ ہیں' ہر چند کہ اپنے اپنے شعبے کے شہہ سوار ہیں مگر اُن کا مقام اور انداز کا ہے اور اُن کا مقام ایک اور انداز کا ہے۔ اسی طرح اگر اب آپ موجودہ کرکٹ کے کسی کھلاڑی کا نام لیں اور ماضی کے کسی شخص سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ مجھے تو پتہ نہیں' کیونکہ یہ شعبہ اور ہے۔ تو کرکٹ کی موجودہ ٹیم کا شعبہ اور ہے' وہ ضرور مشہور ہو گا لیکن آپ اس کا دین کے حوالے سے جائزہ نہیں لے سکتے۔ اگر ایک آدمی حج کر کے آیا تو اس کا اور مقام ہے اور دوسرا آدمی کرکٹ کا میچ جیت کر آیا تو اس کا اور مقام ہے۔ تو یہ شعبے الگ الگ ہیں۔ اس لیے تاثیر پیدا کرنے والا اپنے دائرہ تاثیر کو پہلے دیکھے اور پھر تاثیر پیدا کرے۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔ تو عمل کے ضروری حصّے یہ ہیں کہ ایک حصّہ ہے جو دنیا میں اثر پیدا کرتا ہے' عمل کا دوسرا حصّہ وہ ہے جو ہمارے اندر اثر پیدا کر رہا ہے۔ مثلاً آپ

عمل کے ذریعے کوئی چیز خرید کے لائے' اب خرید کے لانا ایک عمل ہے اور اس خریدی ہوئی چیز نے گھر کے اندر جو فساد مچانا ہے تو وہ الگ کہانی ہے۔ بکری خرید کے لائے تو اب گھر میں گھاس بھی پالو اور بکری بھی پالو۔ بس یہ ناممکن سا ہے کیونکہ اس کا اثر اور ہوگا۔ تو آپ پر اس چیز کا اثر پڑے گا۔ گھر کے اندر اگر آپ کوئی چیز لائیں گے' کوئی عمل کریں گے تو اس عمل سے آپ کے اندر آہستہ آہستہ تاثیر پیدا ہوتی جائے گی' آہستہ آہستہ آپ کا کردار بنتا جائے گا' اگر آپ مصلیٰ خرید کے لائیں گے تو کسی وقت نماز بھی پڑھ لیں گے۔ تو اس کی تاثیر ایسی پیدا ہو جائے گی۔ تو آپ پر آپ کے عمل کی کیا کیا تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ اچھے ماحول سے گزر کے آئیں گے تو آپ کی کیفیت اچھی ہوگی اور اگر بُرے ماحول سے گزرے تو یہ نہ کہنا کہ

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

بازار سے گزرنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ بیٹھنے کے لیے سب سے اچھی جگہ مسجد ہے اور بیٹھنے کے لیے سب سے بری جگہ بازار ہے۔ ہم بزنس کے خلاف نہیں بول رہے لیکن یہ فرمایا فرمانے والوں نے کہ بیٹھنے کے لیے سب سے اچھی جگہ مسجد ہے اور بیٹھنے کے لیے سب سے بری جگہ بازار۔ بازار سے مراد As such جسے بازار کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے اوپر بھی ہمارے عمل کا اثر پڑتا ہے۔ نیک عمل جو ہے وہ چہرے کے اوپر' خیال کے اوپر اور احساس کے اوپر اچھا اثر پیدا کرتا ہے۔ اس کا آپ اس طرح کہہ سکتے ہیں جیسے آپ خوشبو بیچنے والے کے پاس گئے' عطار کے پاس آپ گئے تو اس کی کوئی نہ کوئی خوشبو آپ کو آئے گی اور آپ کوئلے والے کے پاس بیٹھیں تو کہیں نہ کہیں کوئلے کا داغ ہی

لگنا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ کی محفل' خیال کی محفل بھی آپ کے اندر تاثیر پیدا کرتی جاتی ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اپنے خیال کی اصلاح کرو تاکہ آپ کے اندر اچھی تاثیر پیدا ہو' اچھے لوگوں میں رہا کرو تاکہ آپ کے اندر اچھی تاثیر پیدا ہو' اچھے مقامات دیکھا کرو کیونکہ صرف دیکھنے سے آپ کے اندر اچھائی پیدا ہو جائے گی اور اگر بُرے مقام سے گزرو' عمل نہ بھی کرو تو بھی بُرائی پیدا ہو جائے گی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم اُدھر سے گزر کے جائیں گے تو کچھ بھی نہیں ہوگا' پھر آپ گزر گئے اور گزرنے کا عمل جو ہے وہ آپ کے اندر بے شمار باتیں پیدا کر گیا۔ ناواقف کی زبان سے سنا ہوا فقرہ بے شمار عمل پیدا کر جائے گا' صرف سنا ہوا فقرہ۔ اسی طرح ناواقفی کا دیکھا ہوا منظر بے شمار عمل پیدا کر جائے گا۔ اس لیے اچھے مناظر سے گزرو' اچھے الفاظ سے گزرو اور اچھے دوستوں سے گزرو۔ کہتے ہیں کہ اگر بیٹھنا ہے تو بیٹھنے کے لیے یا تو تم کسی دانا کے پاس بیٹھو یا تم کسی رعنا کے پاس بیٹھو' کسی Beautiful کے پاس بیٹھو تاکہ ضیافتِ نگاہ ہی ہو' یا پھر وقت ضائع نہ کرو اور تنہا ہی بیٹھو۔ مطلب یہ ہے کہ بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ منتشر Gathering میں نہ بیٹھو' جہاں چار آدمی مختلف عقیدے کے بیٹھے ہوں' آپ اگر وہاں بیٹھ جاؤ گے تو آپ ضدی ہو جاؤ گے' اڑیل ہو جاؤ گے' اکھڑ ہو جاؤ گے' شرارتی ہو جاؤ گے' جھگڑالو ہو جاؤ گے اور پریشان ہو جاؤ گے کیونکہ چاروں کے عقیدے آپس میں جھگڑا شروع کر دیں گے۔ اس لیے ایک عقیدے والے کے ساتھ رہو تو وہ ایک عقیدہ آپ میں کیفیت پیدا کر دے گا چاہے خدانخواستہ ہندو کے عقیدے میں ہو۔ ہندو جو اچھے ہیں وہ بھی بہت اچھے ہیں اپنے دھرم میں لگے ہوئے ہیں' بت کے آگے سجدہ کرتے ہیں یا چاہے جو مرضی کرتے جا رہے

ہیں۔تو جھگڑا پیدا کرنے والے میں اگر آپ صرف بیٹھے رہو گے تو بھی وہ ایک Repel پیدا کرے گا' Waves پیدا کرے گا۔تو آپ کا عمل آپ کے اندر جو تاثیر پیدا کرے گا وہ بہت اہم ہے' وہ سکون پیدا کرے گا یا سکون کم ہو جائے گا۔ صرف محفل ہم آہنگ بناؤ۔ایک آدمی صبح ایک جگہ جاتا ہے اور شام کو اس کے برعکس جاتا ہے تو سارا دن اس کے اندر Tension رہے گی۔ایسا آدمی کہتا ہے کہ اب مجھے وہاں جانا ہے۔پھر اس سے پوچھو کہ اب یہ کیا بات ہے؟ تو کہتا ہے کہ ہم نے وہاں بھی جانا ہے۔تو آدمی کیا ہوا؟ پریشان! ایسے آدمی کو ہم کہیں گے کہ یہ پریشان ہے کیوں کہ یہ صبح اِدھر کو جاتا ہے اور شام کو اُدھر کو جاتا ہے۔اس لیے اپنا قبلہ جو ہے وہ درست کر لیں' قبلہ کا معنی جو ہے رجوع ہے' تو آپ اپنے رجوع کو ایک طرف کا کر دو تا کہ آپ کو آسانی ہو.....تو خیال کا دوسرا حصہ وہ ہے جو ہمارے اندر تاثیر پیدا کر رہا ہے۔ہمارے اندر ہمارے خیالوں کی تاثیر ہوتی ہے۔اچھا خیال جو ہے اچھی کیفیت پیدا کرے گا' اچھی یادداشت اچھی کیفیت پیدا کرے گی' اچھے دوستوں کے خطوط اچھی کیفیت پیدا کریں گے' اچھے مناظر اچھی کیفیت پیدا کریں گے' صرف نیک لوگوں کے درباروں سے گزر جاؤ' کچھ بھی نہیں کیا صرف گزر گئے' تو خالی جانا جو ہے وہاں سے آپ کو کوئی نہ کوئی تاثیر مل جائے گی۔اس لیے آپ سلطان باہوؒ کے آستانے پر جاؤ' یہاں سے وہاں گڑھ مہاراجہ' وہاں کچھ بھی نہ ہو' بس آپ ہو کے آ جاؤ مگر پھر کچھ دنوں بعد آپ کو محسوس ہو گا کہ میں تو بہت اچھی جگہ سے ہو کر آ گیا ہوں۔تو یہ ہے اچھی جگہ پر جانے کا عمل' یہ نتیجہ کچھ بھی پیدا نہ کرے مگر یہ نتیجہ بذاتِ خود نتیجہ ہے۔تو نیکی کے سفر پر صرف نکلنا ہے' آپ حاصل یا محرومی کو چھوڑ دو' نکلنا بذاتِ خود نیکی ہے اور

بدی کے سفر پر نکلنا بذاتِ خود بدی ہے۔ تو آپ کے اپنے اندر آپ کا عمل تاثیر پیدا کرتا رہتا ہے۔ تیسری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ ہم بعض اوقات لوگوں کو متاثر کرتے ہوئے' اپنے آپ کو ٹھیک کرتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا عمل خدا کے آگے کیا مقام پیدا کرے گا' یہاں آ کے پتہ چلتا ہے کہ دونوں باتیں غلط تھیں' دنیا کے ساتھ جو کچھ ہم نے کیا وہ بھی غلط' اپنے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھی غلط' اور آگے تو بات کچھ اور نکلی۔ آدھی زندگی تو میں Fight کرتا رہا اپنے رینک کی لیے' عہدے کے لیے' آدھی زندگی اپنے رشتے داروں کے لیے' کچھ زندگی میں نے اپنے آپ کو درست کیا' بڑا مطالعہ کیا مگر یہاں پر تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کوئی اور ہی بات پوچھ لی ہے۔ تو نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کی کامیابی بھی آگے کام نہ آئی۔ لہٰذا آپ کامیابیوں سے بھی بچو' ایسی کامیابیاں جو اللہ کے ہاں کامیاب نہیں ہیں۔ ایک آدمی بہت زیادہ مشہور ہو جائے' غالبؔ جیسا مشہور ہو جائے تو اللہ کے سامنے غالبؔ کیا ہوا؟ اور اللہ تعالیٰ نے میٹر اسلامیات والا لگا دیا تو غالبؔ کیا جواب دے گا' غالبؔ تو وہاں جواب نہیں دے سکتا' ایسے ہی کسی کرکٹر سے اللہ تعالیٰ اسلامیات کے حوالے سے پوچھ لے تو وہ بیچارہ تو کہے گا کہ میں تو پاکستان کا نام ہی روشن کرتا جا رہا ہوں۔ تو پاکستان کا نام تو یوں روشن نہیں ہوتا۔ ایک گانا گانے والا یا گانا گانے والی کیا بتائیں گے کہ پاکستان کا نام روشن کیسے ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ تو کہے گا کہ پہلے اپنا حساب دو اور وہ حساب اسلام کے حوالے سے مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ سے جو کچھ پوچھنا ہے یا جیسے آپ کو لینا ہے' جس طرح نتیجہ ہونا ہے اس کا بھی خیال رہے۔ عام طور پر دیکھا جائے گا کہ دنیا کے اندر ہماری کوششیں اور ہمارا حاصل شاید ہماری عاقبت کے حوالے سے صحیح

نہ ہو اور ہمیں دنیا کے اندر نتیجہ بھی نہیں ملنا۔ کہتا ہے کہ دیکھو آپ حلال کی روٹی کمایا کرو' کہتا ہے کہ حلال کی بات تو ضرور ہے ابھی تو حرام کی بھی نہیں مل رہی' ابھی تو وقت وہ ہے کہ حرام کا کھانا بھی نہیں مل رہا حلال کے ملنے کا وقت تو آپ بعد میں پوچھو' فی الحال تو ہم لوگ دِقت میں ہیں۔ تو جس بے چارے کو حرام کا بھی نہیں مل رہا اس کو حلال کا پیغام کس طرح سمجھ آئے گا' یہ ناممکن ہے۔ اس لیے اپنی ذات کے حوالے سے' خدا کے حوالے سے اور سماج کے حوالے سے اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہا کرو کہ آپ کا عمل جو ہے کیا نتیجہ پیدا کر رہا ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ بد عمل سے بے عمل اچھا ہے۔ کہتا ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا ہے' آرام سے بیٹھے ہیں' زندگی میں کوئی بھی عمل نہیں کیا ہے۔ اگر آپ نے برائی نہیں کی تو برائی نہ کرنا کیونکہ آج کے دور میں یہ بڑی نیکی ہے' اچھی نیکی ہے۔ تو نیکی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ بدی سے بچنا۔ برے عمل سے بچنا بھی نیک عمل ہے' برے علم سے بچنا بھی اچھا علم ہے۔ تو Uneducated ہونا بہت بہتر ہے III educated ہونے سے۔ تو بری تعلیم سے بہتر ہے کہ انسان بغیر تعلیم کے رہے کیوں کہ بد تعلیم کا اصلاح کرنا بڑا مشکل ہے اور بے تعلیم کی اصلاح ہو جائے گی۔ اس لیے ہمیں یہ بہت غور سے دیکھنا چاہیے کہ ہم زندگی کے اعمال کا کیا نتیجہ نکال رہے ہیں کیوں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو یہ زندگی پیش کرنی ہے اور اس زندگی میں ہی اللہ کے علاوہ باقی نام ہیں۔ تو دھیان کرنا چاہیے اور ہمیں اپنی عاقبت کا خیال کرنا چاہیے۔ اس کا میں آپ کو راز بتاتا ہوں' مثال کے طور پر اگر آپ دنیادار ہو تو اپنی دنیا کے حاصل کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے تیار رہا کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کوئی ہرگز فلاح نہیں پائے گا جب تک کہ وہ خرچ نہیں کرے گا جس کو وہ

پسند کرتا ہے۔ تو گویا کہ انسان پسند کرنے کا مال کمائے گا اور اب اللہ کی راہ میں اس مال کے ذریعے سے نجات یہ ہے کہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دو۔ اس راستے پہ چلا جائے تو کچھ حد تک وہ عمل Condone ہو جاتا ہے اور کچھ حد تک اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ آپ کی زندگی کس رخ پر جا رہی ہے کیوں کہ جو کچھ آپ نے کمایا ہے وہ چھوڑ کر تو ضرور جانا ہے اور یہ آپ ساتھ نہیں لے کر جا سکتے۔ اگر غلطی سے کمایا اور صحیح راستے پر خرچ ہو جائے تو یہ بھی نیکی ہے۔ رشوت کے پیسے سے انسان حج ہی کر آئے تو حج کا منظر اس پر ضرور تاثیر پیدا کرے گا' وہ وہاں رشوت سے توبہ بھی کر سکتا ہے' ہم یہ نہیں کہتے کہ رشوت ضرور لیے جائے۔ اگر برے پیسے کو بھی برائی میں استعمال کیا تو دو برائیاں ہو گئیں۔ تو رشوت لینے والے نے برے پیسے کو کم از کم نیک راستے پر استعمال کیا' چلو کچھ نہ کچھ اس کی اصلاح کا پہلو نکل آیا' وہ پیسہ کسی اور نیک آدمی کے کام آ گیا' کسی غریب کے کام آ گیا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ناجائز پیسہ کمایا ہے اب میں اس کا کیا کروں؟ کہتا ہے کہ غریب کی مدد کر دو۔ اس نے غریب کا مکان بنا دیا' غریب کی اصلاح کر دی۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میں نے غریب کے لیے گناہ کیا۔ عین ممکن ہے کہ اس کی عاقبت بچ جائے۔ دنیا میں آپ اکثر غلط اعمال کے ذریعے ہی چل رہے ہیں' غلط اعمال بالکل نہیں کرنے چاہییں اور غلط عمل اگر کر ہی لیا ہے تو اپنی عاقبت اچھے عمل کے ذریعے درست کر لو۔ اس کی یوں مثال ہے کہ ایک آدمی گناہ گار رہا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا تو اب گناہ کا ذکر کیا۔ اس کے گناہ کے حوالے سے آپ اس کا ذکر نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ تو شہید ہو گیا ہے۔ تو یہ عین ممکن ہے کہ گناہ گار کو پیسے کے باوجود

اللہ کی طرف سے کوئی ایسا نصیب مل جائے کہ وہ شہید ہو کے بغیر ہی اعمال کے ماپا جائے' یہ عین ممکن ہے اور ایسا ہو سکتا ہے۔ اس لیے اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ مغفرت کمائی نہیں جاتی' مغفرت مانگی جاتی ہے' کمائی کی بات نہیں ہے کہ انسان اعمال کے ذریعے کما لے گا لیکن یہ مانگنے کی چیز ہے کہ یا اللہ ہمیں ہمارے اعمال کی زد سے بچا۔ ہمارے اعمال تو ہمارے ہاتھ سے نکل گئے اور اب ہم ایسے آگے نکل گئے کہ واپس نہیں آ سکتے کیوں کہ اب تو غلطی عادت ہی بن گئی ہے' اب مجبوری بن گئی ہے' اب زندگی ایسی کھل گئی ہے کہ اس کا سمٹنا مشکل ہے یعنی کہ اب کہیں پہ تقاضہ' کہیں پہ کوئی مجبوری' کہیں کوئی اور مجبوری..... یا اللہ اب تو ہی ہمیں کچھ سمیٹ کر نکال..... پھر آپ کے لیے کوئی بہتر صورت نکل آئے گی۔ اس لیے اگر اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے تو بھی پکارنے کا عمل جاری رکھو تا کہ پکارنے کے عمل سے اللہ کے ساتھ رابطہ رہے۔ یہ عمل جو ہے بہت سارے غلط اعمال سے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اعمال کے کتنے ہی شعبے ہیں یعنی سماج کو متاثر کرنا اور اپنے آپ کو متاثر کرنا۔ خدا کے نزدیک عمل کیا ہے؟ ان شعبوں کے لیے اللہ کو پکارتے رہا کرو تو آپ کو ان سے نجات حاصل ہو سکتی ہے:

؎ چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

پھر عین ممکن ہے کہ راستہ مل جائے۔ اس لیے آپ ان باتوں کا ضرور خیال رکھا کرو کہ سب سے اچھا عمل وہی ہے جب نیک راستے میں انسان کا دم نکل جائے۔ تو آپ نیک راستوں پر گامزن رہا کرو اور اس راستے پر اگر آپ کا سانس ختم ہو گیا تو آپ کو اسی راستے کی منزل کا ثواب ملے گا جس منزل کی طرف

آپ جا رہے تھے' جس وقت دَم نکلا اُسی منزل کا ثواب ملے گا۔ نیت جو ہے اللہ رکھا کرو تو انجام اللہ ہے۔ سفر اللہ کی طرف تو اللہ ساتھ' بس اس میں اور کوئی راستہ طے نہیں کرنا ہے۔ اگر آپ کا ارادہ اللہ ہے' آپ کا سفر اللہ ہے تو آپ کا نتیجہ بھی اللہ ہی ہے۔ تو اپنی نیت کو آپ اللہ کی طرف مائل رکھو تو نتیجہ صحیح نکل آئے گا۔ تو آپ اپنے اعمال کا خود جائزہ لیا کرو ورنہ اعمال میں انتشار جو ہے یہ سکون چھین لے گا۔ تو اعمال کا انتشار کیا ہے؟ محفل کا انتشار' چند منتشر لوگوں سے ملنا' اس سے بھی ملنا' اس کے پاس بھی جانا اور ملنا' یہاں بھی گئے' وہاں بھی گئے

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اُٹھے اپنا دامن

تو وہ ہر طرف گئے اور بے اثر ہو کر آ گئے۔ تو یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اپنا رنگ پہچان لو اور اپنے ہم رنگ پہچان لو' یہ ضروری بات ہے۔ کیا کہا؟ کہ پہلے اپنا رنگ پہچانو' پھر ہم رنگ پہچانو اور پھر ہم رنگ کے ہمراہ ہو جاؤ۔ بس یوں کھیل ختم ہو جانا ہے۔ یہ سب کام زندگی میں کرنا ہے اور مرنے کے بعد نہیں کرنا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ابھی ہم سوچ رہے ہیں کیوں کہ اگر آپ سوچ رہے ہو تو موت کچھ اور سوچ رہی ہے۔ اس لیے ایسے نہ ہو کہ سوچتے ہی رہ جاؤ اور سفر ہی ختم ہو جائے۔ بس یہ سارا کام زندگی میں کرنا ہے۔ پہلے کون سا رنگ پہچانو؟ تو پہلے آپ اپنا رنگ پہچانو کہ آپ کدھر کو جانا چاہتے ہو اور پھر اپنے ان رنگ بھرے لوگوں کو پہچانو' ان کے ساتھ رہو تو سفر ٹھیک ہو جائے گا۔ تو آپ کے اعمال کا حوالہ یہ ہونا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ اعمال نیت کے ساتھ ہیں' نیت کی وجہ سے ہیں اور نیت اللہ ہونی چاہیے' بس پھر اعمال آپ کو اللہ کے قریب لے جائیں گے

ضرور ایسی کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی اور ہمیں ہمارے اعمال سے اللہ بچائے گا۔ اعمال نے ہی ہمیں گناہ گار بنایا یا غلط بنایا کیوں کہ پیدائشی طور پر تو بچہ معصوم ہے' معصومیت تو پہلے دن سے لے آیا ہے اور آج سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ دوبارہ معصوم ہونا! تو گویا کہ جو کچھ کیا ہم نے ہی کیا' جب تک ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے معصوم ہی رہے تھے' تو جو ہم نے کیا اس سے معصومیت ختم ہوگئی۔ تو جو ہم نے کیا وہی غلطی ہے۔ اب اپنے آپ میں سے اپنا آپ نکالنا ہے تاکہ ہم اپنا آپ اوریجنل بنا جائیں۔ بس اتنی چھوٹی سی کہانی ہے' لمبی چوڑی بات کوئی نہیں ہے' اپنے اعمال سے وہ اعمال نکالنے ہیں جنہوں نے ہمیں یہاں تک لا کھڑا کیا کہ ہم اپنی نگاہ میں ہی مجرم ہو گئے۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو اپنے آپ سے بچاؤ۔ ہمارے اعمال جو ظاہر ہیں وہ ہوسکتا ہے کہ دنیا کو دھوکا دے دیں مگر جو باطن کے مخفی اعمال ہیں وہ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے' ہم اس کے خود گواہ ہیں' اپنی برائیوں کے ہم خود گواہ ہیں کسی اور کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' ہم اپنے خلاف گواہی میں آج بھی کھڑے ہیں' ہم نیند کے وقت بھی گواہی میں ہوتے ہیں' وہ جرم جو کیا تھا دیکھنے والا کوئی نہیں تھا' کسی کی چیز ہم نے چوری چوری کھالی تھی' تو یہ جو یادداشت ہمارے ساتھ ہے یہ یادداشت سزا دے گی۔ بعض اوقات ایک خاص واقعہ ہوتا ہے۔ جب سزا دینے والا کوئی نہیں ہوتا جیسے ایک آدمی کسی بادشاہ کو قتل کر دے اور خود بادشاہ بن جائے تو اب اس کو سزا کون دے کیوں کہ وہ تو آپ ہی بادشاہ بن گیا ہے۔ اب یہ ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا دینے والا اس کے دور میں موجود نہیں ہے۔ تو یہاں آ کے ضمیر سزا دیتا ہے۔ جب کوئی سزا دینے والا نہ ہو تو ضمیر سزا دیتا ہے اور پھر اپنے اندر ہی اس کو احساس [illegible]

نیند پریشان ہوگی' Disturbance ہوگی۔ اگر آپ نے غلطی کی اور وہ غلطی جو دنیا والوں کے سامنے نہیں آ سکتی تو اب آپ کیوں پریشان ہیں؟ کسی نے کسی کو مار دیا۔ اب پولیس کو رپورٹ ہی نہیں ہے تو پھر ڈرنا کیسا..... اب جھگڑے والی کیا بات ہے؟ جھگڑا تو آپ کے اندر ہے اور بات یہ ہے کہ انسان کا اپنا ضمیر جو ہے یہ آدھا الٰہیات ہے' ضمیر عاقبت ہے اور ضمیر اندر سے اندر اس انسان کو کہتا جائے گا اور پھر انسان جو ہے وہ چلا اُٹھے گا کہ یہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ پتہ نہیں کیا ہوتا ہے اندر ہی اندر کچھ ہوتا رہتا ہے۔ تو یہ اندر ہی اندر کیا ہوتا رہتا ہے؟ گناہ کی یاد آتی ہے۔ تو جب ایسی یادیں آئیں جو اندر ہی اندر کچھ کرنے لگ جائیں تو پھر توبہ کر لینی چاہیے اور توبہ کی منظوری کب ہوتی ہے؟ جب وہ یادیں ختم ہو جائیں۔ اگر اندر سے آواز آنا بند ہو جائے تو سمجھو ٹیوننگ ٹھیک ہوگئی۔ پھر کوئی آواز نہیں آئے گی۔ تو کرنا کیا چاہیے؟ جب اندر Disturbance ہو جائے' خرابی ہو جائے تو توبہ کر لینی چاہیے۔ Disturbance ظاہر کرتی ہے کہ کہیں کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے جس کا ابھی واضح طور پر آپ کو شعور نہیں ہے۔ اس لیے ہم دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ ان غلطیوں کو معاف کر جن کی ہمیں سمجھ ہے اور ان غلطیوں کو بھی معاف کر جن کی ہمیں سمجھ ہی نہیں ہے' وہ بھی ہم سے ہی سرزد ہوئی ہیں۔ تو وہ غلطیاں جب معاف ہو جائیں گی تو سکون اور چین آ جائے گا' نیند آ جائے گی۔ پھر انسان کہتا ہے کہ اب کیا ہوگیا؟ کہتا ہے کہ اب چین آ گیا ہے' اب ہم نے سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیا ہے کہ ڈبو دے یا اِسے تُو پار کر دے' یہ کشتی اب تیرے حوالے ہے۔ اس طرح انسان اطمینان میں آ جاتا ہے۔ اگر دوسروں کو سزا دینے کا عمل چھوڑ دو تو اپنی سزا سے بچ جاؤ گے اور اگر سزا کا عمل آپ نے کیا تو پھر اپنے لیے بھی سزا لینی

ہوگی۔ خاکسار موومنٹ آپ نے دیکھی ہوگی' وہ بڑی شان دار موومنٹ تھی' جو نماز نہیں پڑھتا تھا اس کو امیرِ سالار کی طرف سے سزا ملتی تھی اور دُرّے مارتے تھے' اگر بیٹے نے نماز نہیں پڑھی تو باپ نے مارا' باپ سے کوئی غلطی ہوگئی تو بیٹا باپ کو مارتا تھا۔ عمل ایک جیسا تھا مگر درمیان میں رشتہ ڈسپلن کی وجہ سے منقطع ہو گیا..... کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اتنا بھی دین کو ڈسپلن نہ بناؤ کہ پہچان ختم ہو جائے کہ باپ نے نماز نہیں پڑھی اور بیٹا دُرّے مارنے لگ جائے۔ اس طرح سارا مرتبہ اور رعایت ختم ہوگئی۔ تو دین کو اتنا ڈسپلن بھی نہ بناؤ' دین میں تھوڑی سی رعایت بھی رکھو۔ آپ کے دین نے تو بڑا ہی کمال کیا۔ سب سے پہلا واقعہ ہی دین نے یہ کیا کہ ان لوگوں کو ساتھ ملایا جو مخالف تھے۔ تو دین کے مخالفوں کو دین کا ساتھی بنا کے پیش کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ سزا نہیں ہے۔ دین نے کہا کہ چلو کلمہ پڑھ لو تو سزا نہیں ہے' آپ خود کلمہ پڑھ لو تو آپ کو سزا نہیں ہے۔ فرض کرو پچھلی زندگی کافرانہ گزری ہے' اب اگر کلمہ پڑھ لو تو پھر مومنانہ شروع ہو جائے گی۔ تو دین نے ایک بات یہ سکھائی ہے کہ توبہ کرنے والے کو نئی زندگی ملتی ہے' کلمہ پڑھنے والے کو نیا ایمان ملتا ہے' تو نیا کلمہ پڑھنے والے کو نیا ایمان مل جاتا ہے۔ تو پچھلی بات کو پچھلے حالات میں رکھو اور توبہ کر کے نیا کلمہ پڑھو تو آج سے نئے مومن بن جاؤ گے..... کافر ایک بار کلمہ پڑھے تو اس کا ۸۰ سال کا کفر دُھل جاتا ہے اور اگر ہم ایک بار پڑھیں تو کیا ہوگا؟ بلکہ ہم تو بار بار پڑھتے ہیں' اب بات اتنی ہے کہ دل سے کلمہ پڑھ لیا جائے' دل سے معذرت کر لی جائے' توبہ کر لی جائے تو مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تو میں زندگی کے حوالے سے بات بتا رہا ہوں۔ پھر اپنی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ہم زندگی میں دو کام کرنا چاہتے ہیں'

ایک یہ کہ اس میں کچھ چیزوں کا اضافہ ہو جائے' یا اللہ ہماری یہ باتیں زندگی میں پوری کر دے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ یہ چیزیں ہماری زندگی سے نکال دے۔ اس زندگی میں تو یہ ہوتا رہتا ہے کہ کچھ پسندیدہ چیزیں غائب رہتی ہیں اور کچھ ناپسندیدہ چیزیں حاضر رہتی ہیں' اور یہ ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو زندگی میں بعض اوقات پسندیدہ چیزیں غائب رہتی ہیں اور ناپسندیدہ حاضر رہتی ہیں۔ دعا یہ کیا کرو کہ حاضر اور غائب دونوں پر ہی انسان کی رضامندی رہے۔ یہ ہمیشہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی چیز پسندیدہ ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے تو اپنے اعضاء جو ہیں وہ ناپسند ہو جائیں گے اور آپ کہیں گے کہ یار ہاتھ تو کانپنے لگ جاتا ہے۔ آج نہیں تو کل یا پھر چار سال بعد ہاتھ کانپے گا' تو ہاتھ نے کانپنا ضرور ہے۔ پھر انسان کہتے ہیں اور لوگ کتابوں میں بھی لکھتے ہیں کہ آپ بزرگ ہو گئے یا والدین ہو گئے اور جب بہت بوڑھے ہو گئے تو ان کو ذرا الگ بٹھا دیا جاتا ہے' اور کہتے ہیں کہ ان کی طبیعت ذرا ناساز رہتی ہے اور آج گھر میں مہمان آنے ہیں۔ ایسا لوگ کرتے ہیں کہ ابا حضور کو اُدھر ایک صرف بٹھا دیا کہ ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے بلکہ بڑے ادب کے ساتھ ان کو اُدھر بٹھا دیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آہستہ آہستہ مالک جو ہے اپنی ملکیت کھونے میں لگ جاتا ہے' بناتے بناتے خود باہر نکل جاتا ہے۔ تو آپ جن چیزوں کے مالک ہیں یہ چیزیں کچھ عرصہ کے بعد آپ کو قبول نہیں کریں گے۔ جن چیزوں کے آپ آج مالک ہیں' یہ چیزیں تو یہاں رہیں گی' مکانات یہیں رہیں گے اور چیزیں آپ کی ملکیت کو قبول کرنے سے باغی ہو جائیں گی' تو جہاں پر آپ کا Major حکم چلتا ہے وہاں پر آپ کے حکم نامے چلنے بند ہو جائیں گے کیونکہ وہاں

دوسرے حاکم پیدا ہو جائیں گے چاہے وہ آپ کی اولاد ہی ہو..... تو وہاں ان کا حکم چلنا شروع ہو جائے گا' پھر اور طرح کے واقعات ہو جائیں گے اور بس والا انسان' اختیار والا انسان بے بس ہو جائے گا'۔ اس لیے آپ اپنے آپ کا ضرور جائزہ لیں' آپ اپنی قدرتوں کے زمانوں میں توبہ کرو تا کہ بے بسی کا زمانہ نیکی میں گزرے' آسانی میں گزرے کیوں کہ یہ بے بسی کا زمانہ ضرور آ جاتا ہے۔ اس لیے اپنی طاقت کو کبھی طاقت ور نہ سمجھنا کیوں کہ طاقت جو ہے ہمیشہ بے بس ہو جاتی ہے طاقت جبر پیدا کرتی ہے' طاقت اطاعت پر مجبور کرتی ہے اور جس کو آپ نے اطاعت پر مجبور کر دیا' جب ذرا مجبوری دور ہوئی تو وہ اطاعت سے باہر ہو جائے گا۔ تو کسی کو اطاعت پر مجبور کرنے کی بجائے اس کے دل میں محبت پیدا کر دو۔ یہ بات دین نے سکھائی ہے۔ محبت جب پیدا ہو گی تو مجبوری جو ہے وہ آسانی میں بدل جائے گی ورنہ طاقت کا جبر بغاوت ہی پیدا کرے گا۔ انسان صرف اسی وقت تک جبر میں رہے گا جب تک طاقت ہے اور طاقت ذرا ہٹی تو بغاوت کر دے گا۔ ہمیشہ یہی ہوا ہے۔ بڑے بڑے ظالم بادشاہ' طاقت ور بادشاہ ہمیشہ بغاوت کے ذریعے الٹے کیوں کہ جس کے پاس طاقت تھی اس نے طاقت استعمال کیے رکھی ہے اور پھر لوگوں کے اندر آہستہ آہستہ بغاوت پلتی رہی اور پھر بغاوت ہو گئی۔ ہمیشہ ہی ایسے ہوتا ہے۔ اس لیے آپ اپنے آپ کا ضرور جائزہ لو۔ زندگی اللہ کے حوالے کرنی ہے' اللہ کے پاس جانا ضرور ہے' زندگی کا عمل آپ نہیں چھوڑ سکتے' استعفیٰ آپ نہیں دے سکتے ورنہ تو آسان بات ہوتی کہ استعفیٰ آ جاتا' پرانی زندگی آ جاتی جس طرح پہلے زمانے میں تھی' اسلام کے ابتدائی زمانے میں' کہ ہم بھی گزارہ کر لیتے۔ مگر وہ بات نہیں ہے کیوں کہ زندگی آج کی ہے

مسائل آج کے ہیں' واقعات آج کے ہیں اور دین کل کا ہے۔ بس جھگڑا یہاں پر ہے۔ کہتے ہیں دین اگر آج کے زمانے کا ہوتا تو پھر اس کو استعمال کر لیتے مگر بہت Busy Life ہے' ہفتے میں ایک دن کے لیے نماز ہوتی' اتوار کے دن صبح کے وقت جاگنا ہی مشکل ہو جاتا ہے' دین وہی ہے اور حالات کا پریشر زیادہ ہے' مصروفیت زیادہ ہے' زندگی کے اندر Communication زیادہ ہو گئی ہے اس لیے یہ واقعہ بڑا مشکل ہو گیا کہ آج دین کو سمجھنا بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ حالانکہ دین کو سمجھنا بڑا آسان ہے مگر زندگی کو آپ چھوڑ نہیں سکتے' استعفیٰ دے نہیں سکتے' شہروں کے اخراجات آپ پورے نہیں کر سکتے' گھبراہٹ زیادہ ہے' واقعات زیادہ ہیں..... تو آپ توبہ کا سفر جاری رکھیں' توبہ کے بعد نیکی کریں اور اللہ پر بھروسہ کریں' دعا کریں کہ یا اللہ تو ہمیں ان تمام مشکلات سے نجات دے اور تو مہربانی کر کیونکہ ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ بات کیا ہے؟ آج کل شہروں میں ٹریفک کے مسائل زیادہ ہیں اور اگر آپ خیریت سے گھر پہنچ جاؤ تو خدا کا شکر ادا کرو کہ یا اللہ آج کا ایک اور دن خیریت سے گزر گیا اور بس یہ بھی تیری مہربانی سے گزرا۔ شہر کوئی بھی ہو' اس کے اندر خیریت کا سفر ہو جائے تو اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ آج کا دن بھی خیریت سے گزر گیا۔ اور یہ بڑی مہربانی ہے۔ ایک ایک دن گزارو لمبی چوڑی زندگی کا نہ سوچا کرو۔ رات کو سونے سے پہلے سوچو اور کہو یا اللہ آج کے دن کی غلطیاں آج ہی معاف کر۔ وہیں پہ توبہ کرو۔ کل کے نیک عزائم آج ہی طے کر لو اور رات کو سوتے وقت آپ Peaceful ہو کے' سکون سے سو جاؤ اور یہ کہو کہ یا اللہ یہ غلطیاں ہیں' ہم نے معافی مانگ لی ہے' نیا پروگرام جو ہے تیرے نام سے کل شروع کریں گے اس لیے تو ہمیں معافی عطا فرما۔ تاکہ تازہ

اکاؤنٹ ساتھ ہی ساتھ معاف ہو جائے۔ بچوں کے لیے دعا کیا کرو اور والدین سے دعائیں لیا کرو۔ یہ آسان سی بات ہے۔ بُرے راستے سے بچو' نیکی کا راستہ خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ بس نیک راستہ' نیک لوگ' نیک مقاصد ہوں۔ اور نیکی تو آپ کو پتہ ہے کہ نیکی کیا ہے؟ دل میں نیکی رکھو تو پھر بھی نیکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ ایک خاص راز فرمایا ہے کہ بدی جو ہے وہ بدی کرنے سے ہوتی ہے اور نیکی صرف سوچنے سے ہو جاتی ہے' نیک نیت کو نیت کا پھل ملتا ہے اور بد نیت کو عمل کے بعد سزا ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بڑی رعایت رکھی گئی ہے کہ اگر تیری نیت نیک ہے تو تجھے نیک عمل ملا' نیک انعام ملا' اور اگر نیت بد ہے تو عمل کا انتظار کرو۔ بدی کی سزا ہو گی عمل سرزد ہونے کے بعد اور نیکی کو انعام ملے گا صرف نیک نیتی سے۔ اس لیے اس بات کا بہت زیادہ دھیان کرنا چاہیے.....اور یہ کہ اللہ کا ذکر کرنا بڑی بات ہے' یعنی جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں مثلاً ''اللہ ہُو'' کرتے ہیں تو ذکر جو ہے یہ ان کی توجہ ایک طرف کراتا ہے یعنی اللہ کی طرف۔ ذکر کرنے والا بہت ساری آلائشِ نفس سے بچ جاتا ہے۔ اور ذکر کا ایک درجہ ہے فکر' ذکر کے بعد ایک مقام آتا ہے جسے فکر کا مقام کہتے ہیں' ذکر کا معنی اللہ کو پکارنا ہے اور فکر ہے اللہ کو سوچنا' آپ اس کے بارے میں سوچو' اس کی کائنات کے بارے میں سوچو' اپنے ہونے کے بارے میں سوچو' اپنے نہ ہونے کے بارے میں سوچو' اپنے خیالات کے اندر اللہ کا تذکرہ' اللہ کا ذکر' اللہ والوں کا ذکر' اللہ کی یادیں' اللہ والوں کی یادیں رکھو تو فکر کا مقام پیدا ہو جائے گا۔ تو اپنے ذکر کے بعد اپنے فکر کا مقام پیدا کرو۔ تو آپ اپنے اللہ کو تنہائی میں پکارو' خاموشی میں پکارو' آنسوؤں میں پکارو' سجدے میں پکارو اور جب آپ نے اس کو آنسو اور سجدے میں پکارا تو یہ ذکر کی کیفیت

ہے۔ اللہ کی اس بنائی ہوئی کائنات کو محبت کی نگاہ سے دیکھو تو یہ بھی ذکر ہے۔ اس کو اطاعت کی نگاہ سے دیکھو تو یہ بھی ذکر ہے' اللہ کے نام پر لوگوں کو معاف کرنا شروع کر دو تو یہ بھی ذکر ہے' اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ کرنا شروع کر دو تو یہ بھی ذکر ہے..... تو یہ سارے اللہ ہی کے ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ یعنی حکم ہو رہا ہے کہ نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔ تو گویا کہ نماز کا قائم کرنا ذکر ہے اور قرآن کو اللہ نے خود تذکرہ کہا ہے۔ یہ ذکر العالمین ہے۔ قرآن کا پڑھنا اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اللہ کی کائنات میں اللہ کے جلوؤں کے تلاش کرنا ذکر ہے فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین دنیا میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی۔ تو اللہ کے حکم سے سیر کرنا بھی ذکر ہے۔ گویا کہ اس کائنات کے اندر اللہ کے حوالے سے سفر کرنا جو ہے یہ اللہ کا ذکر ہے۔ آپ اللہ کا ذکر کیا کرو' اللہ کا فکر کیا کرو' اللہ کے بارے میں سوچا کرو' ماں باپ کی اس لیے عزت کرو کہ وہ آپ کے ماں باپ ہیں اور یہ اللہ کا حکم ہے..... اس لیے یہ ذکر بن جائے گا۔ اللہ کی راہ میں پیسہ خرچ کرو گے یا اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی آپ کرو گے یہ ذکر ہے۔ تو اپنے آپ کو اللہ کا ذکر کرنے والا بناؤ' اللہ کو یاد رکھنے والا بناؤ۔ آپ اپنے اعمال کی خود نگرانی کرو' اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرو۔ آپ معاف کرنے کا عمل شروع کریں گے تو معافی مل جائے گی۔ آپ اچھے وقت کا انتظار کریں گے تو زندگی اچھی گزر جائے گی۔ Hope اور Fear یہ دو چیزیں آپ میں پیدا ہوتی رہتی ہیں یعنی ڈر اور امید' ڈر بھی خود بخود پیدا ہوتا رہتا ہے اور امید بھی خود بخود پیدا ہوتی رہتی ہے' تو جب ڈر پیدا ہونا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ اعمال غلط ہو گئے۔ تو جب ڈر پیدا ہونا شروع ہو جائے

تو اس وقت استغفار ضروری ہے کہ یا اللہ میری توبہ' مجھے میرے اندیشوں سے بچا' یا اللہ مجھے میری عبرت سے بچا' تو پھر زندگی ڈر سے نکل جائے گی۔ حالانکہ کہتے ہیں کہ ڈرا اچھی چیز ہے کیوں کہ ایمان جو ہے وہ ڈر اور امید کے درمیانی راستے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں کسی پر راضی ہو جاتا ہوں' جب وہ مجھے راضی کر لیتا ہے' تو اس کا مقام اللہ نے خود بتایا کہ **لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** ان لوگوں کو پھر میں خوف نہیں دیتا اور حزن نہیں دیتا۔ اب حزن اور خوف کیا ہوتا ہے؟ خوف ہے آنے والے وقت کا اندیشہ اور حُزن ہے گزرے ہوئے زمانے پر افسوس۔ تو اللہ کا احسان کب ہوتا ہے؟ نہ گزرے ہوئے پر افسوس ہو اور نہ آنے والے کا اندیشہ ہو۔ تو جو ہوا ٹھیک ہوا۔ کیسے ٹھیک ہوا؟ جو غلط کر گیا تھا وہ کیسے ٹھیک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جو غلط کر گیا تو ہم نے بس معاف کر دیا۔ اب گزرے ہوئے کا افسوس نہیں رہے گا۔ اگر کوئی گالی دے گیا اور بُرا کر گیا تو ایمان والا کہتا ہے کہ یہ اس کا عمل ہے اور ہمارا عمل یہ ہے ہی نہیں۔ اب آپ کو گزری ہوئی بات جو ہے وہ حزن نہیں دے گی۔ مثلاً پیسہ ہاتھ سے نکل گیا' کمال کا پیسہ تھا کہ وہ سارا چلا گیا مگر یہ **لایحزنون** والا کہتا ہے کہ جو نکل گیا وہ میرا تھا ہی نہیں۔ اس لیے جو چیز گئی وہ گئی' جو ہوا سو ہو گیا اور جو ہوا ٹھیک ہو گیا۔ اب آپ ماضی کو یک لخت توبہ کے ساتھ معاف کر دیں۔ آپ اپنے ماضی کو خود آپ ہی معاف کر دیں تو حزن نکل جائے گا اور خوف کب نکلے گا؟ جب آپ کہیں گے کہ جو ہوگا بہتر ہی ہوگا۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ پاکستان پر تو بڑے اندیشے آنے والے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کوئی اندیشے نہیں آنے والے کیوں کہ اندیشہ تو انسان پر آتا رہتا ہے اور ہر آدمی کو بڑا اندیشہ موت کا ہے اور جس ملک پر حملہ نہیں

ہوتا اس ملک میں بھی لوگ مرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح لوگ ڈرتے ہیں کہ وباء پھیلنے والی ہے مگر وباء کے بغیر ہر علاقے میں قبرستان ہوتا ہے' وباء تو بعد میں پھیلے گی قبرستان پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ تو جس پہ یہ وباء نہیں آئی اس نے بھی مرجانا ہے۔ مثلاً کوئی شخص بڑا سخت بیمار ہو گیا اور مر گیا مگر جو بیمار نہیں ہوا وہ کہاں گیا' وہ بھی مر گیا' اور یہ بھی مر جائے گا' بس دو دن کی بات ہے۔ گویا کہ یہ اندیشہ جو ہے یہ موت سے زیادہ خطرناک ہے۔ اندیشہ پیدا ہو گیا تو مصیبت پیدا ہو گئی اور خطرہ پیدا ہو گیا۔ مثلاً اندیشہ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں لوگ کیا کہیں گے؟ تو کیا لوگوں نے کبھی اچھے آدمی کو اچھا کہا؟ لوگ تو کبھی نہیں کہتے۔ لوگ اگر برا کہیں گے اور تم اچھے ہو تو اچھے ہی رہو گے۔ لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں مانا' رشتے داریوں کے باوجود نہیں مانا' قرابت داریوں کے باوجود نہیں مانا' لوگ تو خدا کو نہیں مانتے' اس کا مال کھاتے رہتے ہیں' اس کی دی ہوئی زندگی گزارتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ چلو نہیں مانتے تو نہ مانو مگر یہ کھانا لو' اور کھاؤ کھاؤ پیو اور وقت گزارو' پھر تمہاری ہماری بات ہو گی جب وہ وقت آئے گا پھر ہم بتلائیں گے کہ یہ وہ دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے اس وقت کافر کہے گا ویقول الکفر یلیتنی کنت ترٰبا کاش میں مٹی ہوتا' کاش یہ دن دیکھنا ہی نصیب نہ ہوتا۔ وہ ایک وقت اللہ تعالیٰ نے ''وکھرا'' رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک درویش کو سزا ہوئی اور اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا گیا۔ اس نے اپنے سر کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور جامع مسجد کی سیڑھیاں چڑھنے لگ گیا اور ''انصاف' انصاف' انصاف'' کی صدا لگائی۔ تو اس کے پیر صاحب نے اسے روک دیا اور کہا کہ بات یہ ہے کہ جو انصاف تو مانگ رہا ہے یہ تو قیامت کو ہو گا کیوں کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے

ایک دن رکھا ہوا ہے اور اگر تو آج ہی وہ انصاف مانگے گا تو آج ہی وہ دن آ جائے گا۔ اس لیے اپنے مسئلے کو ایک آنے والے دن' پہلے سے مقررہ دن کے لیے چھوڑ دو۔ تو انہوں نے اپنا سَر چھوڑ دیا۔ اس درویش کا نام تھا سَر مدؒ اور ان کے پیر صاحب کا نام تھا ہرے بھرےؒ۔ گویا کہ انصاف کا ابھی وقت نہیں ہے اور زندگی میں انصاف کا ہونا بھی ممکن نہیں ہے کیوں کہ اس کے لیے یوم ِ انصاف وہاں ہوگا ذٰلک الیوم الحق اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا یوم یقوم الروح وہ دن ہے جب روحیں قائم ہو جائیں گی ذٰلک الیوم الحق کوئی اس دن بول نہیں سکے گا' سب بندے اس دن خاموش ہوں گے' اب حاضر ہیں اب بولو' تو اب کیا بولیں' اعمال سامنے ہوں گے۔ اب بولنے کا مقام ہی کوئی نہیں ہے پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا اب بتاؤ لمن الملک الیوم آج کے دن کا مالک کون ہے؟ پھر فرمایا ہے کہ اب بتاؤ بادشاہی کیا ہوتی ہے للہ الواحد القھار آپ کی بادشاہی ہے' آپ کی بادشاہی انصاف کی بادشاہی ہے یعنی اب انصاف کی بادشاہی اس کی بادشاہی ہے' اس میں ہمارا کیا دَخل ہے..... اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو عزت یافتہ بنا ہوا ہے اندر سے اس کا کردار اچھا نہیں ہے اور جو اچھے کردار کا ہے وہ بعض اوقات فرقہ ملامتی میں سے گزر رہا ہوتا ہے۔ ایک نیک آدمی' درویش آدمی نے روزہ رکھا ہوا تھا تو شہر والوں کو پتہ چل گیا کہ بزرگ آ رہے ہیں' تشریف لا رہے ہیں' اس شہر والوں نے صف بندی کر لی' اور جلوس بنا کے سب بزرگ کا استقبال کرنے کے لیے پہنچ گئے' جب بزرگ شہر میں داخل ہوئے تو کھانا شروع کر دیا جب کہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ شہر والوں نے بہت برا بھلا کہا تو مرید کہنے لگے سرکار آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ بات سنو ساٹھ

روزے رکھنے آسان ہیں مگر غلط لوگوں میں مشہور ہونا میں برداشت نہیں کر سکتا تھا' جھوٹے لوگوں میں شہرت حاصل کرنا میرے بس سے باہر تھا' یہ مجھے گمراہ کر جاتے' مار دیتے مجھے' یہ بہتر ہے کہ میں نے اپنا راستہ لے لیا' روزے ہی رکھنے ہیں تو میں رکھتا چلا جاؤں گا بلکہ ساری عمر روزے رکھ لوں گا..... تو ان لوگوں میں مشہور ہونے سے بچو۔ یہاں سے ملامتی فرقہ شروع ہو گیا۔ ملامت کا مطلب کیا ہے؟ کہ ہمیں بُرے لوگوں میں عزت نہیں چاہیے۔ لوگوں نے اسی طرح کئی کہانیاں بتائی ہیں کہ ملامتی فرقے کہاں سے بنے ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ شہرت کو غلط راستوں پر جانے سے روکنے کے لیے ملامت اختیار کی جائے..... ہوتا درویش ہے مگر کہتا ہے کہ جی ہم تو بس ایسے ہی ہیں۔ دو درویش تھے' وہ دونوں ہمعصر درویش تھے' ایک مائی صاحبہ ان کے پاس گئی' اس کے رزق کا ذریعہ گانا تھا' گانا گا کر پیسہ کماتی تھی' اس نے ایک درویش سے کہا کہ آپ ہماری دعوت قبول فرمائیں' انہوں نے کہا کہ دیکھو ہمارے پاس دعوت کے لیے وقت نہیں ہے اس لیے ہم قبول نہیں کر سکتے۔ وہ دوسرے درویش کے پاس چلی گئی' تو انہوں نے دعوت قبول کر لی اور اس کے گھر کھانا کھا لیا۔ وہ پھر پہلے بزرگ کے پاس واپس گئی اور بولی کہ آپ نے دعوت کو قبول نہیں کیا اور وہ بزرگ دیکھیں کیسا بزرگ ہے کہ اس نے ہم غریبوں کی دعوت قبول کر لی۔ انہوں نے کہا کہ مائی صاحبہ بات یہ ہے کہ دراصل ہم ٹھہرے ایک دریا کا پانی اور وہ بزرگ ہے سمندر' اس کے اندر کوئی چیز جائے' چاہے رزق' پاک کا پاک رہے گا' ہمارے پاس تھوڑا سا پانی ہے اس لیے میں نے تیرے رزق سے گریز کیا' سیدھی سادھی بات یہ ہے۔ خیر وہ اس بے باک بیان سے بڑی خوش ہوئی۔ پھر وہ دوسرے بزرگ کے پاس گئی

جس نے کھانا کھالیا تھا اور اسے بتایا کہ میاں میر صاحبؒ نے آپ کو سمندر کہہ دیا ہے' آپ کی بڑی شان بن گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میری کیا شان ہونی ہے' اصل بات یہ ہے کہ وہ سفید چادر ہے وہاں داغ نمایاں ہو جاتا' ہم تو پہلے ہی کالی چادر ہیں ہم نے کیا لینا اور کیا دینا' ہمارے پاس ہے ہی کیا' اس لیے ان پر اثر پڑتا ہے ہم تو ہیں ہی ایسے' ہم پر کیا اثر پڑنا ہے' تو ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ مقام ہی اور ہے اور بزرگ وہ ہیں..... ہوتا یہ ہے کہ ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں کہ جب ملامت جو ہے وہ بعض اوقات ذریعۂ نجات بن جاتی ہے۔ جہاں شہرت بے وجہ ہو وہاں چھپ کر گزر جائیں' لوگوں میں شہرت سے بچنا چاہیے' بیجا سلاموں سے بچنا چاہیے' یہ انا کا سفر ہو جاتا ہے' اس سے خود کو بچاؤ' آپ بہت نمائش میں نہ رہو۔ اگر کوئی جاننے والا تعریف کرے تو وہ تعریف ہے اور نہ جاننے والا تعریف کرے تو سمجھو کہ بدتعریفی ہے۔ اس لیے ناواقف سے بچ کے رہو' جھوٹے آدمی سے بچ کے رہو' شہرت جو ہے وہ خوشامد نہ بن جائے۔ خوشامد سے بچو! خوشامد کی تعریف یہ ہے' خوشامد اس کلام کو کہتے ہیں' ان الفاظ کو کہتے ہیں کہ سننے والا جسے سمجھے کہ سچ ہے اور بولنے والا جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے' یعنی ایک خوشامد کرنے والے نے اس کی جھوٹی تعریف کی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ہاں یہ ایسے ہی ہے۔ ایک آدمی خوشامد نہیں سنتا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں خوشامد نہیں سنتا۔ اور ایک دوسرے آدمی کو دعویٰ تھا کہ میں ہر کسی کی خوشامد کر سکتا ہوں۔ کسی نے کہا کہ کیسے پتہ چلے گا کہ تو اس کی خوشامد کر سکتا ہے۔ اس نے کہا کہ چلو دیکھو کہ میں کیسے تعریف کرتا ہوں۔ وہ اس کے پاس چلا گیا اور کہنے لگا کہ جناب میں نے آپ سے کہنا کچھ نہیں ہے مگر ایک بات مجھے کہنے کی اجازت دیں

کہ آپ واحد آدمی ہیں جو خوشامد نہیں سنتے۔ تو خوشامد نہ سننے والا کہتا ہے کہ ہاں ایسی ہی بات ہے..... تو خوشامدی کہتا ہے کہ یہی تو خوشامد ہے۔ اور اس نے خوشامد کر کے دکھادی۔

تو آپ اب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانیاں دے' پاکستان کی بقاء کی دعا کریں' آج کل پاکستان اپنی چالیس سالہ منزلیں پوری کر رہا ہے' اللہ تعالیٰ اب اس کے اندر آزمائشیں نہ ڈالیں اور معاف فرمائے اور نئے راستے کامیابی کے راستے عطا فرمائے..... اور حق والوں کو حق مل جائے۔ یا رب العالمین دین اگر نافذ کرنا ہے تو آسانی سے نافذ فرمادے۔ یا اللہ تو ہمیں معاف کر اور دین کو نافذ ہی کر دے اور اچھے لوگوں کو سربراہی کا موقعہ عطا فرما۔ لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین.



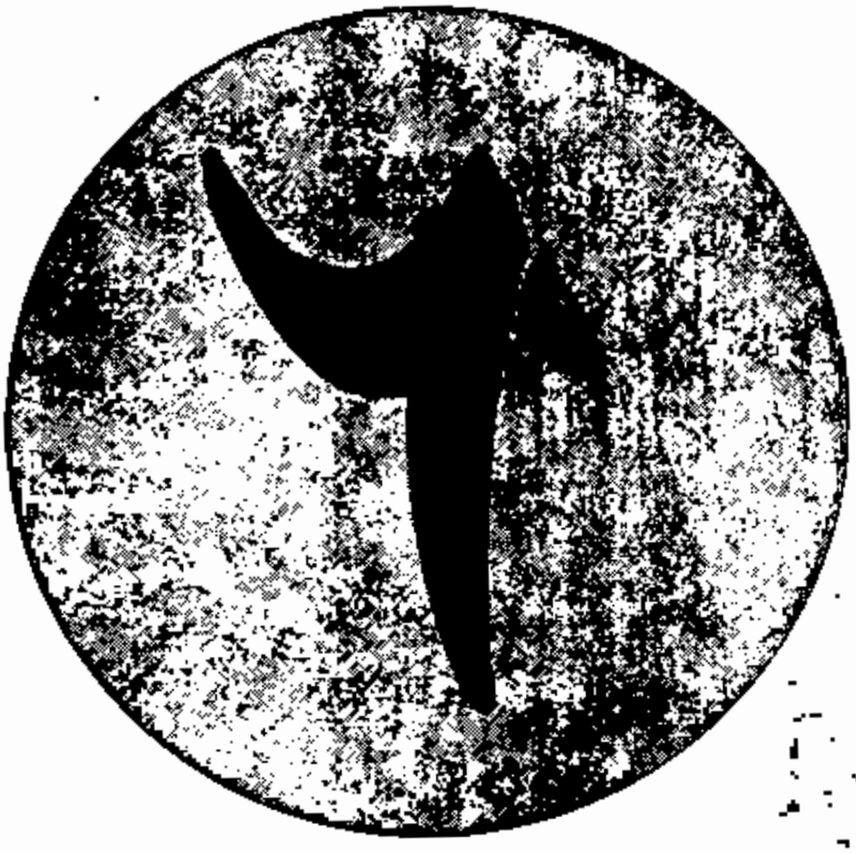

۱ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی شکل نہیں ہے مگر بیدہ الملک کے مطابق اللہ کے ہاتھ کا کیا مطلب ہے؟

۲ آج شبِ معراج ہے اس کے حوالے سے کچھ فرمائیں۔

۳ کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں' اس کی ذرا وضاحت فرمادیں۔

۴ کہتے ہیں کہ جو لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں وہ فقیر ہی ہوتے ہیں اور وہ نظام چلاتے ہیں۔

۵ جو یہ اصطلاحات ہیں جیسے ابدال ہوں یا غوث ہوں تو یہ سب ڈیوٹی والے لوگ ہیں۔

۶ جیسے ماضی میں کچھ ابدال تھے تو وہ اب بھی ہوں گے یا ہوتے ہیں؟

۷ لوگ ایک پیر کو پکڑ کر دوسرا پیر کیوں پکڑتے ہیں؟

۸ جب کسی کو ایک راستہ مل گیا تو پھر وہ کسی اور کی محفل میں تو نہ جائے.....

۹ اسلام کے کتنے راستے ہیں؟

سوال:

اللہ تعالیٰ کی تو کوئی شکل نہیں ہے مگر بیدہ الملک کے مطابق اللہ کے ہاتھ کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

جب ہم کہتے ہیں بیدہ الملک یعنی اس کے ہاتھ میں ملک ہے' بادشاہی ہے تو ''ہاتھ'' کا لفظ ایک ایسی ذات سے وابستہ ہے جس ذات کی شکل نہیں ہے' تو شکل نہ ہو تو پھر ہاتھ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر ہاتھ ہے تو کیا پوری شکل بھی ہے؟ ان کا اصل سوال یہ ہے۔ یہ اللہ کریم کی انسانوں سے بات ہو رہی ہے۔ تو جب لفظ ''ھو'' ہے تو ''وہ'' کہنے سے شکل تو بنتی ہے' پوری شکل بنتی ہے۔ ''ھو اللہ'' یعنی کہ ''وہ اللہ'' ایک اشارہ ہے' ضمیر ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے ''اَنَا'' اور یہ کہ ''نَحْنُ'' یعنی ''میں'' اور ''ہم'' نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا ۔ یہاں پر ''ہم'' جمع کا صیغہ ہے جب کہ اللہ واحد ہے۔ یہ کوئی عجیب ہی بات ہے! تو اللہ خود اپنے ساتھ یہ صیغہ استعمال کرتا ہے یعنی کبھی ''ہم'' اور کبھی ''میں''۔ مثلاً یہ کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ ظاہر ہو جاؤں پس خلق کو پیدا کر دیا۔ پھر یہ فرمایا کہ نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون یعنی ہم نے یہ ذکر اتارا اور ہم ہی اس

کے حفاظت کرنے والے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ اپنے لیے ''اَنَـــا'' کہتا ہے' کبھی ''نَـحْـنُ'' فرماتے ہیں اور کبھی اپنے لیے ''ھُـوَ'' کہتے ہیں۔ کبھی اپنے لیے کیا فرماتے ہیں اور کبھی کچھ اور فرماتے ہیں۔ سب ٹھیک فرماتے ہیں! جب آپ اللہ کریم کی ذات سمجھو گے تو پھر پتہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی کمالِ وضاحت سے بات بیان فرمائی ہے کہ اللہ کا چہرہ نہیں ہے لیکن خود فرمایا ہے **فاینما تولوا فثم وجه الله** تم جدھر جاؤ ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔ اس نے ''**وجه الله**'' کا لفظ بنا دیا کہ جدھر بھی آنکھ اٹھا کر دیکھو گے تو چہرہ اسی کا ہے۔ کیا انسان کا چہرہ اللہ کا چہرہ ہے؟ ناں' خبردار! پھر اللہ کا چہرہ کیسے ہے؟ اور پھر یہ دیکھو کہ ''**صبـــغة الله**'' یعنی اللہ کا رنگ۔ تو کیا اللہ کا رنگ ان سات رنگوں میں سے ہے جو ہم قوس وقزح کے رنگ دیکھتے ہیں' ان رنگوں میں ہے جو لال' پیلا' ہرا وغیرہ وغیرہ ہیں؟ تو پھر اللہ کا رنگ کیا ہے؟ سب سے اچھا رنگ ہے۔ پھر ''عین'' کا لفظ ہے یعنی عین اللہ' اور پھر **ینظر بنور الله** کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اور پھر فرمایا اور تم بھی دیکھو **انی معکم من الناظرین** 'میں بھی دیکھنے والا ہوں۔ وہ دیکھے گا کیسے؟ آنکھ سے دیکھتا ہے' سمیع وبصیر ہے' سنتا ہے' دیکھتا ہے' وہ بولتا بھی ہے' زبان کے بغیر بولتا ہے' آنکھ کے بغیر دیکھتا ہے' پھر اللہ تعالیٰ جو ہے وہ کیسے ہے؟ اور یہ بات کیا ہے؟ وہ قریب بھی ہے' دور بھی ہے' مکان بھی رکھتا ہے لامکاں بھی رکھتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی خوب صورت بات ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ہے مکان اللہ کا'' ''بیت اللہ'' یعنی اللہ کا گھر ہے اور وہ بیت النبیؐ ہے جو حضور اکرم ﷺ کا گھر ہے۔ اگر اللہ کا گھر ہے اور یہ اللہ کا گھر ہے تو کیا اللہ اس میں رہائش رکھتا ہے۔ انسان اپنے گھر سے تو چھوٹا ہوتا ہے' وہ گھر سے تو بڑا نہیں ہوتا۔ تو اللہ گھر کے اندر بھی ہے اور باہر بھی ہے'

زمین پر بھی اس کا مکان ہے' آسمان پر لامکان ہے اور کتنوں کے دل میں اللہ رہتا ہے۔ یعنی کہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی بات۔ آپ اس کے آگے سجدہ کرتے ہیں تو کیا خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنے سے اللہ قریب ہو جاتا ہے؟ کیا دوسری طرف سجدہ کرنے سے اللہ دور ہو جاتا ہے؟ جب آپ دعا مانگتے ہیں تو آپ بڑی خاموشی سے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کہیں پاس ہی بیٹھا ہوا سن رہا ہوتا ہے' پھر دعا منظور ہو گئی حالانکہ کوئی Message convey نہیں کیا' کوئی پیغام بھیجا نہیں گیا' چٹھی ٹائپ نہیں ہوئی بلکہ کوئی پرنٹ نہیں نکلا' کوئی پریس نہیں چلا' تو پھر بات کیسے پہنچ گئی؟ بس پہنچ گئی۔ یہ سارے قواء جتنے بھی ہیں یہ سارے کے سارے اللہ کے ہاں استعمال ہوئے' اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے وہ الفاظ استعمال کیے' مثلاً ہاتھ کا استعمال کیا **یداللہ فوق ایدیکم** تمہارے ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور یہ کہ **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی** کہ وہ کنکر تم نے نہیں پھینکا بلکہ ہم نے پھینکا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے؟ کیا اللہ Receive کرتا ہے؟ یہی تو اللہ کی خوبی ہے کہ ایسا ایسا بیان کیا کہ شکل پھر بھی نہیں بنتی' وہ اول بھی ہے آخر بھی ہے اور تم درمیان کے لوگ ہو' تو تمہیں کیا پتہ کہ اول کیا ہے' آخر کیا ہے؟ اول کب سے شروع ہوا؟ اول تو اول ہوتا ہے۔ اور ہم تو درمیان میں ہیں' زمانے کے درمیان میں ہم ہیں کیونکہ ہم سے پہلے کچھ زمانہ بیت چکا ہے۔ ثبوت اس کا یہی ہے کہ قبرستان کو دیکھو کہ یہاں کچھ لوگ تھے جو چلے گئے۔ لہٰذا ہم سے پہلے کچھ زمانہ چلا گیا زمانے کی ابتداء سے پہلے' اول کا لفظ جہاں بھی آئے گا وہاں اللہ ہے' جو ابتداء آپ سمجھ سکتے ہیں اس ابتداء کے وقت اللہ ہے بلکہ ہر ابتداء سے پہلے اللہ ہے' ہر انتہا کے بعد اللہ ہے' اول بھی اللہ ہے' آخر بھی اللہ ہے اور ظاہر بھی

اللہ ہے' باطن بھی اللہ ہے۔ جب ظاہر ہو جائے تو وہ باطن میں ہوتا ہے۔ اگر آپ باطن میں اسے پہچان لو تو وہ خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ ؎

جے میں تینوں اندر دیکھاں تے باہر کس نوں جاناں
جے میں تینوں باہر سمجھاں تے اندر کون سماناں

حق بات یہ ہے کہ اندر بھی تو اور باہر بھی تو ہے۔ بلھے شاہؒ کہتا ہے اس مقام کی سمجھ نہیں آتی کہ میں موسیٰؑ نہیں ہوں' میں فرعون نہیں ہوں تو آخر میں کون ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ خود آپ ہی موسیٰؑ پیدا فرماتا ہے اور آپ ہی فرعون پیدا فرماتا ہے اور پھر آپ ہی جھگڑا کرا دیتا ہے ؎

اے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا !وہ رازداں تیرا ہے یا میرا

اللہ تعالیٰ یہ تو آپ ہی بتا کہ وہ رازداں تیرا ہے کہ نہیں' ہمیں تو پتہ نہیں ہے کہ شیطان کیا ہے۔ اگر اس نے انکار کر دیا تھا تو اس کا وہیں گلا دبا دینا تھا بلکہ پھر اسے کھلی چھٹی دے دی کہ جاؤ انسانوں کے پاس چلے جاؤ۔ اللہ نے کہا تمہیں وہ گمراہ کرے گا لیکن عباد المخلصین کو نہیں کرے گا۔ تو اللہ کریم کی جو باتیں اپنے بارے میں ہیں وہ بڑی خوب صورت ہیں اور جو باتیں انسان کے بارے میں ہے وہ بھی خوب صورت ہیں مگر اللہ کی شکل تم بنا نہیں سکتے۔ ''ہاتھ'' کا لفظ وہ استعمال کرے گا' اس لفظ ''ہاتھ'' کا معنی ہاتھ ہی ہے یعنی اللہ کا ہاتھ۔ وہ غالب ہے للہ جنود السمٰوٰت والارض۔ اگر اللہ کے لشکر ہیں اور اس کے زمین اور آسمان کے خزانے ہیں' تو کیا اس کو پیسے کی کوئی ضرورت ہے؟ ناں! وہ محتاج بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو سخی ہے' مالک ہے' مقصد یہ ہے کہ آپ اس کو Form میں نہیں

لا سکتے' شکل میں نہیں رکھ سکتے' اس کی صفات ہیں اور ساری صفات آپ سمجھ سکتے ہیں لیکن ذات کا ابلاغ آپ نہیں کر سکتے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟

یہ کہتے ہیں وہ دستِ حق باطل شکن ہے' تو وہ کیسے ہے؟ یعنی ''اللہ کا ہاتھ'' کیسے ہوتا ہے۔ یہ آپ نہیں جان سکتے' اللہ کا رنگ کیسے ہوتا ہے؟ یہ آپ نہیں جان سکتے۔ اعضاء کی تمام باتیں جو ہیں وہ وہی کی وہی ہیں' اللہ کے ساتھ تمام صفات موجود ہیں مگر آپ نہیں جان سکتے۔ اس لیے انسانوں کی دنیا میں اللہ کا ذکر عجب بات ہے' انسانوں کی دنیا میں اللہ کا ذکر بہت عجیب بات ہے' انسانوں کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سمجھایا' انسانوں کی زبان میں آپ کو سمجھایا' اور یہ بڑی عجب بات ہے۔ ورنہ اگر اللہ اپنی زبان میں ہر چیز بولے تو آپ کو سمجھ ہی کچھ نہ آئے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ تمہیں تمہارے انداز کے مطابق سمجھا رہا ہے' کہ میں رزق دیتا ہوں' ہم سخی ہیں اور تم دعا کرو تو میں منظور کرتا ہوں۔ تو ساری باتیں جو ہیں وہ انسانی لیول کی ہیں تا کہ تمہیں کچھ ابلاغ ہو جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کا ابلاغ نہ سمجھ آئے تو پھر اس کے قریب جاؤ جو اللہ کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مجھ سے محبت چاہتے ہیں' ان سے آپ ؐ کہہ دیجئے کہ ہماری محبت چاہتے ہیں تو یہ آپ ؐ کا حکم مانیں' پھر ہم خود ہی ان سے محبت کرنے لگ جائیں گے' کیونکہ یہ مجھے پہچان نہیں سکیں گے' پا نہیں سکیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کو پانے کا اور جاننے کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب ہو جاؤ۔ بس کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ بس اللہ جانے اور اس کا حبیب ﷺ جانے۔ آپ لوگ کیا جان سکتے ہو۔ یہ تو کوئی بھی نہ بتا سکا آج تک کہ اللہ تعالیٰ کی Form' شکل کیا ہے؟ ایک وقت میں ایک کو نظر آتا ہے

دوسرے کو نہیں پتہ چلتا۔ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے کہا کہ آپ بولتے رہتے ہیں ہم پیچھے ہٹ کر سن لیں گے' اللہ کی بات سن لیں گے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ نہیں' یہ واقعہ ہی اور طرح ہے۔ اس لیے اللہ بولتا ہے لیکن زبان کے بغیر' سنتا ہے لیکن کان کے بغیر' دیکھتا ہے لیکن نگاہ کے بغیر' ساری باتیں کرتا ہے سب باتوں کے بغیر' یہ ہے اس کی شان! اس لیے آپ Form نہیں بنا سکتے' شکل نہیں بنا سکتے' تو وہ Form کے بغیر ہی ایک فارم ہے۔ بس وہ اللہ ہے' ذات ہے اور اس کی ذات کی Dimensions' جہت آپ بیان نہیں کر سکتے' بس ایسی ذات ہے کہ قریب بھی ہے اور دور بھی ہے اور وہ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے' اور جب اس کے بارے میں کہا جائے کہ کیا وہ کوئی انسان ہوگا تو اللہ تعالیٰ انسان نہیں ہو سکتا' نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے' وہ باپ سے بے نیاز ہے' اولاد سے بے نیاز ہے۔ پہلے کیا ہوتا ہے؟ آپ ''پہلے'' کے لیے تو اول کا لفظ بول رہے ہیں اور وہ تو اول سے بھی پہلے ہے۔ اس لیے آپ اللہ کے بارے میں تشویش نہ کیا کرو۔ بزرگوں نے کہا کہ اللہ کو جاننے کا فکر نہ کیا کرو' اللہ کو ماننے کا فکر کرو۔ کیا کرو؟ ماننے والی بات کرو۔ اور اگر جاننا چاہو تو انسانوں کو جانو اور اپنی زندگی کو جانو' اپنے چند روزہ اوقات کو جانو کہ کب تک آپ ہو اور کب کے بعد آپ کیا ہو جاؤ گے۔ آپ کا وقت تھوڑے عرصے کی بات ہے' اس کو جانو اور ان لوگوں کی بات کرو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بات کی ہے اور سب سے زیادہ مقرب ہستی وہی ہے جس کا آپ کلمہ پڑھ رہے ہو۔ بس آپ اس ہستی کے قریب ہو جاؤ' اللہ کو جاننے کا فکر نہ کرو' بس وہ اللہ ہے' اس کو جاننا نہیں ہے۔

سوال:

اللہ جو کہے ہو جاتا ہے تو پھر اس نے لشکر کیوں رکھے ہوئے ہیں؟

جواب:

اللہ تعالیٰ نے لشکر تو رکھا ہوا ہے یعنی لله جنود السموت والارض [redacted] But He has no ememy. لیکن اس کا کوئی دشمن نہیں ہے جس کی خاطر اس نے لشکر رکھا ہوا ہے He has no enemy to frighten him تو ایسا دشمن کوئی نہیں ہے جس سے اللہ ڈرتا ہو اور جس کی خاطر اس نے فوجیں رکھی ہوں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ اللہ کے پاس خزانے ہیں لیکن اس کو ان خزانوں سے کوئی چیز خریدنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تمہیں خزانے چاہییں تا کہ تم مال خرید سکو اللہ کو کوئی اور چیز خریدنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ جو خریدنے والی چیز ہے وہ بھی اس کے خزانے میں شریک ہے۔ تو اس لیے اس کو ان باتوں کی ضرورت کوئی نہیں ہے کہ اس کا کوئی دشمن ہوگا' دشمن تب ہو جب کوئی اور اللہ ہو' یعنی دو اللہ ہوں تو دشمن ہو سکتا ہے' دو اللہ تو ہیں ہی نہیں' وہ تو ہے ہی ایک! لہٰذا ایک کا دشمن تو ہو نہیں سکتا۔ بلکہ یہاں تک فقراء کہتے ہیں کہ اس کا شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو تمہیں سمجھانے کے لیے اللہ نے فرمایا کہ شریک نہ بناؤ۔ شرک یہ نہیں کہ تم اللہ کا شریک بنا لو گے بلکہ شرک یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی فرمائی ہوئی بات کے علاوہ کسی بات کو مان لینا شرک ہے۔ اللہ کا تو شریک ہو ہی نہیں سکتا۔ شریک وہ ہے جو کنفیوژن پیدا کرے کہ یہ اللہ ہو سکتا ہے۔ وہ اللہ جو نظر نہ آئے' اس کا شریک کون ہو سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔ ایسا اللہ جو اول بھی ہو اور آخر بھی ہو' اس کا شریک آپ نہیں بنا سکتے۔ ایک واقعہ لاہور میں ہوا تھا کہ ایک

آدمی نے اپنے آپ کو خدا کہہ دیا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ خدا کا خوف کر' سنا ہے کہ تو اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ وہ کہتا تھا کہ میں خدا ہوں۔ اسے کہا گیا کہ اس خدا نے تو یہ آسمان بنایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے یہ آسمان بنایا ہے۔ کہتا ہے کہ تیرے پاس ثبوت کیا ہے کہ تو نے آسمان بنایا ہے؟ کہتا ہے کہ اس نے کون سا ثبوت دیا ہے' تم مانتے چلے آ رہے ہو اس کو کہ وہ خدا ہے اور مجھے مانتا کوئی نہیں ہے اس لیے میں بندہ ہوں۔ بس یہی بات ہے۔ کیونکہ آپ لوگ مانتے ہیں اس لیے خدا کا ثبوت کیا ہے؟ کہ تم مانتے ہو! ورنہ ابلیس کے پاس خدا کے نہ ہونے کے بے شمار ثبوت ہیں۔ ایک دفعہ ایک درویش خدا کے ہونے کا ثبوت بیان کر رہا تھا' اس نے ثبوت دیا تو ابلیس نے اسے توڑ دیا۔ اس درویش نے کہا کہ اللہ رزق دیتا ہے' ابلیس نے کہا کہ پھر غریب کیوں ہیں' اس نے کہا کہ اللہ زندگی دیتا ہے' ابلیس نے کہا کہ پھر مارتا کون ہے؟ تو وہ جو بات کرے ابلیس اس کے برعکس ایک بات لے آیا۔ درویش نے کہا کہ اللہ جو ہے وہ اول ہے' ابلیس نے کہا کہ پھر آخر کون ہے؟ اللہ صحت دینے والا ہے تو ابلیس نے کہا کہ پھر بیماریاں کون دیتا ہے۔ تو ساری باتوں کو شکست ہوتی گئی۔ تب اس درویش کے پیر صاحب نے آواز دی کہ اب اس کو یہ لفظ کہہ دو۔ تو اس درویش نے شیطان سے کہا کہ دیکھو میں نے اللہ کو بغیر دلیل کے مانا ہے اب کر لو جو کرنا ہے۔ شیطان نے کہا کہ یہ ہے تیرے گُر کی بات' دلیل سے تو ثابت نہیں کر سکتا کہ اللہ ہے۔ تو اللہ کو ماننا ہے تو دلیل کے بغیر ہی ماننا ہے کہ اللہ ہے۔ تو ثبوت کیا ہے؟ تیرا ماننا ہی ثبوت ہے۔ ماننے والا کہتا ہے میں اس کو مانتا ہوں اب تو میرے سے بات کر' اللہ سے اگر کوئی تیرا اختلاف ہے تو تم اپنے اللہ سے خود ہی بات کرو اور اگر میرے اللہ کے خلاف تو

نے بات کی تو تیرا گلہ دبا دوں گا۔ جب کوئی شخص محفل میں اللہ کے خلاف بات کرے تو وہ دراصل اپنے اللہ کی بات نہیں کر رہا بلکہ وہ تمہارے خلاف ہے اور وہ تمہارے خلاف بات کر رہا ہے ورنہ تو اس کا اپنا اللہ ہے اور وہ خود جا کر تنہائی میں اپنے اللہ سے فیصلہ کرے۔ اس لیے محفل کے اندر اپنے اللہ کے خلاف اپنی موجودگی میں بات نہ ہونے دیا کرو۔ ماننے والے کے ساتھ نہ ماننے والے کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ثبوت کیا ہے؟ سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم اس کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ آخری ثبوت ہے۔ نہ ماننے والے سے کہو کہ عقل میں ہم تم سے زیادہ ہیں' طاقت میں بھی ہم تم سے زیادہ ہیں' اور اللہ کو ہم مانتے ہیں۔ تو یہ ثبوت ہو گیا۔ باقی ثبوت یہ ہے کہ ہم ایسی ذات پر ایمان لائے ہیں جس ذات کے بارے میں کافروں نے بھی یہ کہا کہ آپؐ سچ بولتے ہیں۔ اس ذات نے کبھی سچ کے علاوہ نہیں بولا اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ ہے تو بس اللہ ہے۔ گویا کہ ایمان کی تائید کیا ہوگئی؟ ایمان ہے اعتمادِ شخصیتِ پیغمبرؐ۔ بس! اگر شخصیتِ پیغمبر ﷺ پر اعتماد ہے تو ایمان ہے ورنہ ایمان کی اور کوئی بات نہیں ہے۔ ایمان یہ بھی ہے کہ اللہ پر ایمان لانا' فرشتوں پر ایمان لانا یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ ایمان تم لوگوں نے سمجھ لیا؟ عرض کیا گیا کہ سمجھ لیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا سمجھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اللہ پر ایمان لانا' فرشتوں پر ایمان لانا' کتابوں پر ایمان لانا' تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں یہ ٹھیک ہے' ایمان کی یہ بھی تعریف ہوئی ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہم تو ایک بات جانتے ہیں کہ ایمان یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ بس اصلی ایمان یہ ہے کہ آپ کہو کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر نثار ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ ایمان ہے' آپؐ نے

فرمایا کہ بس اللہ ہے تو پھر اللہ ہے' ثبوت کی ضرورت ہی کوئی نہیں کیوں کہ بتانے والا صادق ہے اور آپ ؐ سچ بول رہے ہیں کہ اللہ ہے۔ آگے ہمیں جانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ہے۔ پھر معراج شریف کا واقعہ ہوا تو پھر کافروں نے کہا کہ لو اب آپ کے دوست کیا کہہ رہے ہیں' آپ کے بزرگ' آپ کے پیغمبر ﷺ کہہ رہے ہیں کہ وہ آسمانوں کی سیر کر آئے ہیں' تو ماننے والے نے کہا کہ اگر آپ ؐ نے فرمایا ہے تو پھر ٹھیک ہے' ایسا ہی ہوگا۔ کوئی اور کہے تو پھر ہم تحقیق کریں گے اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے تو پھر بات سچ ہے۔ لہٰذا اس صداقت پر آپ کا اعتماد ہونا چاہئے۔ بس یہی اللہ ہے اور اللہ کی کوئی Form نہیں بنانی' شکل نہیں بنانی' شکل بنانے سے شکل نہیں بنے گی۔ اللہ نے پوری متضاد صفات رکھ دی ہیں' تو یہ راز رکھ دیا' اس نے کہا میں رحیم ہوں' قہار بھی ہوں۔ اب آپ کدھر جاؤ گے کہ وہ ذات جو رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے۔ تو بات تو مشکل ہو جائے گی' یعنی کہ جبار بھی ہے اور منتقم بھی ہے' آپ اندازہ کرو کہ منتقم بھی ہے مذلِ عظیم بھی ہے یعنی کہ ایسی بات بھی ہے کہ ذِلت میں بھی گرا دیتا ہے' انتقام بھی لینے والا ہے' معزول بھی کرنے والا ہے۔ اور پھر توبہ والے کے قریب بھی ہے۔ اصل میں سب اس کی صفات ہیں اور کوئی بھی ایسی نہیں۔ وہ جبار ہے' قہار ہے' منتقم ہے' طاقت والا ہے' رب ذوالجلال والاکرام ہے اور اور رحمٰن ورحیم بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ جو صفت آپ کو سمجھ آتی ہے آپ اس صفت کے ماتحت سفر طے کر لو' باقی صفات باقیوں کے لیے چھوڑ دو۔ مثلاً آپ رحمٰن کے حوالے سے سفر کر رہے ہو تو پھر آپ میں رحمانیت کی صفات پیدا ہو جائیں گی۔ پھر سمجھو کہ آپ اللہ کے قریب ہو گئے' اللہ ستار العیوب ہے اور اگر

آپ نے لوگوں کے عیوب اور لوگوں کی خامیاں چھپانا شروع کر دیں تو آپ ستار کے قریب ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی جس صفت کے آپ قریب رہنا چاہتے ہو' تو وہ صفت آپ اپنے اندر پیدا کر سکتے ہو۔ اس لیے یہ صفات بیان کی گئی ہیں۔ یعنی کہ اللہ کے حکم پر چلنے والا یا اٹھنے والا ہاتھ اللہ کا ہاتھ کہلاتا ہے۔ کیا کہا؟ کہ اللہ کے حکم پر اٹھنے والا ہاتھ اللہ کا ہاتھ کہلاتا ہے' اللہ کے حکم پر حرکت کرنے والی زبان جو ہے وہ اللہ کی زبان کہلاتی ہے' اللہ کے حکم پر دیکھنے والی آنکھ جو ہے وہ اللہ کی آنکھ کہلاتی ہے۔ لوگوں نے ایک کہانی بتائی ہے۔ ایک آدمی اللہ کے حکم پر تھا۔ دریا کے کنارے وہ بیٹھا تھا' دریا کے دوسرے کنارے سے دوست نے کھانا بھیجا کہ جاؤ اس کو دے آؤ' اس نے کھانا کھایا' کھانا کھا کر اس نے برتن واپس کر دیے تو اس نے کہا کہ اسے جا کر کہنا کہ وہ شخص جس نے زندگی بھر کھانا نہیں کھایا' وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔ کھانا اس شخص کے سامنے کھایا تھا تو وہ شخص سوچنے لگا کہ کھانا اس نے میرے سامنے کھایا ہے اور پیغام یہ دے رہا ہے کہ جس نے زندگی بھر کھانا نہیں کھایا وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کبھی نہیں کھایا' زندگی بھر نہیں کھایا کیوں کہ میں نے کبھی کھایا ہی نہیں جب تک وہ نہیں کھلاتا' میں مانگتا ہی نہیں ہوں۔ اس لیے وہ جس کو اللہ کھلائے وہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں کھایا اِلاّ یہ کہ اس نے کھلایا ہو' اب اس کا کھانا جو ہے اللہ کا کھلانا ہے۔ اس لیے یہ ہاتھ جو ''یداللہ'' ہیں وہ انسان کے ہاتھ ہیں۔ کون سے انسان کے؟ جس کا رضائے الٰہی کے ماتحت ہاتھ اٹھتا ہو۔ تو عین اللہ کون ہے؟ وہ آنکھ جو اللہ کے حکم سے دیکھتی ہو' وہ کان جو اللہ کے حکم سے سنتا ہو' وہ چہرہ جو اللہ کی پسند کے مطابق عمل کرتا ہو' وہ ہے

"وجہہ اللہ"۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس طرح محبوب کا لفظ ہے اور اسی طرح سارے لفظ ہیں۔ تو اللہ کے اِذن کے مطابق چلنے والوں کو وہی نام دے دیا جاتا ہے جس نام کے ماتحت وہ چل رہے ہوں' جس محبت میں وہ چل رہے ہوں۔ چلتے چلتے دیکھنے والے آخر کار اس کا نام ہی بدل دیتے ہیں اور وہی نام رکھتے ہیں جو اس کے مدعا کا نام ہو۔ تو جو اس کے مدعا کا نام ہو وہی اس کا نام رکھ دیتے ہیں کہ یہی نام ہے۔ وہ اس کا مدعا دیکھ لیتے ہیں کہ یہ صحرا کا سفر کرتا ہے' یہ کدھر کو جا رہا ہے' تو وہ کہتا ہے کہ ادھر کو جا رہا ہے' کہتا ہے کہ ہاں بالکل ادھر کو جا رہا ہے' تو کہتا ہے پھر اس کا نام بھی وہی رکھ دو۔ پھر وہ بات ہو جاتی ہے۔

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

یعنی کہ محبوب کے ساتھ نسبت کی صداقت سے محبّ کا نام محبوب ہی ہو جاتا ہے۔ آپ بات سمجھے؟ کہ محبوب سے محبت کی صداقت کی استقامت کے دم سے محبّ کا نام محبوب ہی ہو جاتا ہے۔ تو اس کا نام وہی رکھ دیا کرتے ہیں۔ کہتا ہے کہ اصلی بات یہی ہوئی کہ پھر آپ وہی ہوئے ناں۔ یہاں پر درویشوں نے کہا کہ "م" کا فرق ہے باقی ساری بات ایک ہی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں انا بشر مثلکم 'تو بشر تو ہیں لیکن وحی کا فرق ہے اس لیے بشر ہی کہو۔ ہوا یہ تھا کہ آپؐ کی ساری صفات ایسی تھیں کہ Tally کرتی جا رہی تھیں' تو لوگوں نے کہا کہ ہم پہچان گئے کہ آپ ہی ہیں! انہوں نے فرمایا کہ ہم وہ نہیں ہیں یعنی کہ ہم بشر ہیں' کیوں کہ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو پھر ذات اور ہے' اور ہم اور صفات ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ عین اس کے تابع اور اس کے مطابق ہیں لیکن آپؐ اور ہیں اور وہ اور ہے' وہ مسجود ہے اور آپؐ ساجد ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس چکر میں پڑ جانا'

سب کچھ ٹھیک ہے لیکن بشر کا اور خالق کے تقاضے کا فرق کر دیا گیا ہے۔ اسے یہ کہہ لیا کرو کہ وہ مالک ہے' یہ کہہ دیا کہ وہ والد ہیں' انسانوں کی تاریخ پیدائش ہے' تاریخ وصال ہے اور اللہ جو ہے وہ تاریخِ پیدائش سے پہلے ہے اور تاریخِ وصال کے بعد بھی زندہ رہتا ہے' وہ تو اللہ ہے۔ تو یہ بتایا گیا ہے۔ آپ بات کو سمجھ گئے ہیں؟ لہٰذا بات پہ دھیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنا بہت آسان ہے اگر پہلے آپ انسان کو سمجھ لو اور اپنے آپ کو سمجھ لو' پھر سمجھ آ جائے گی۔

سوال:

آج شبِ معراج ہے اس کے حوالے سے کچھ فرمائیں۔

جواب:

روشنی ہی روشنی ہے' جیسے سنتے آ رہے ہو ویسے کرتے جاؤ۔ دعا کرو' نفل پڑھو' عبادت کرو' درود شریف پڑھو' بہت درود شریف پڑھو۔ جس کا خیال اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف آ گیا' آپؐ کی طرف خیال کا آ جانا ہی عبادت ہے' یہ عبادت کرتے جاؤ' غافل نہ ہو جاؤ' سو نہ جاؤ۔ آج جمعرات بھی ہے اور شبِ معراج بھی ہے۔

سوال:

کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں' اس کی ذرا وضاحت فرما دیں۔

جواب:

ڈیوٹی سے مراد یہ ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جس علاقے میں کسی درویش کو بھیجا جائے وہ اس علاقے کے Customs کے مطابق ہی جائے گا یعنی رواج کے مطابق جائے گا اور اس علاقے میں جا کر ان میں تعلیم و تبلیغ کرے

گا یعنی ان کے مطابق' تو بعض اوقات ایسا علاقہ ہوتا ہے کہ جہاں لباس کی اور قسم کی حالت ہوتی ہے' وہاں اور قسم کی حالت کے لباس میں ہی جائے گا اور اسی زبان میں بولے گا۔ اب یہ نہیں ہے کہ آپ انگریزوں میں جا کر تبلیغ کرنے لگو تو آپ عربی بولنا شروع کر دو' وہاں وہ اسی ماحول کے اندر ہوگا' اسی جگہ ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت جو ہے ان میں سے ان کا مبلغ چنتی ہے۔ اس مبلغ کا کچھ حصہ ان جیسا گزرتا ہے پھر جب وہ Transformation کا' تبدیلی کا اعلان کرتا ہے تو اس کے ساتھی بھی اعلان کر دیتے ہیں۔ ایسے ہو جاتا ہے اور ایسا ہوتا رہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ قوموں کے اندر ایسے لوگ موجود ہوں جو اسلام کے جاننے والے یا ماننے والے ہوں اور پھر وہ توبہ کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں۔ کتنے انگریز لوگ Convert ہوئے ہیں' Convert ہونے سے پہلے وہ مسلمان ہی تھے اور انہوں نے اعلان بعد میں کیا' جب کہ وہ پہلے اپنا کام سارا کر چکے تھے۔ پھر انہوں نے اعلان کر دیا کہ ہم مسلمان ہوتے ہیں' پھر ان کے ساتھی جتنے بھی ماننے والے تھے پورے درویش کے درویش ہو گئے۔ جوگی بھی مسلمان ہو گئے۔ دراصل وہ مسلمان ہی تھے۔ داتا صاحبؒ جب تشریف لائے تو جوگی سارے مسلمان ہو گئے' جوگیوں کے چیلے سارے مسلمان ہو گئے۔ وہ جوگی پہلے ہی طاقتور تھے اور چیلے بنا کر بیٹھے تھے' ان کا آدھا خیال تو پہلے سے اللہ تعالیٰ کے نظام میں طے شدہ تھا' پھر اعلان کر دیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور پھر اس کے سارے ساتھی مسلمان ہو گئے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی اس طرح آمد ہوئی۔ اجمیر شریف میں ایسا واقعہ ہوا۔ جوگی جو ہیں وہ On duty کہلاتے تھے' لوگ ان کو مانتے تھے' ان کی پوجا کرتے تھے' ان کے حکم پر

چلتے تھے' جب جوگی نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تو پھر باقی سارے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس لیے ایسا ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں میں تبلیغ ہو رہی ہو۔ پرندوں کی دنیا میں تو پہلے کوئی پرندہ ہی مسلمان ہوگا اور جنات کی دنیا میں جنات مسلمان ہوں گے۔ تو جن جو ہے وہ جنوں میں تبلیغ کرے گا' تعلیم کرے گا' ایسا ہوسکتا ہے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ جو لوگ ڈیوٹی پر ہوتے ہیں وہ فقیر ہی ہوتے ہیں اور وہ نظام چلاتے ہیں۔

جواب:

مسلمانوں کے اندر جو ہوگا وہ ان کی طرح ہی ہوگا۔ میں ان کی بات ہی نہیں کر رہا۔ مسلمان گروہ کے اندر کسی مسلمان کا اسلام کے علاوہ انداز کا ڈیوٹی پر ہونا غلط ہے۔

سوال:

جو یہ اصطلاحات ہیں کہ جیسے ابدال ہوں یا غوث ہوں تو یہ سب ڈیوٹی والے لوگ ہیں؟

جواب:

غوث' قطب' ابدال' قلندر سارے ٹھیک ہیں' آپ نے اِن کو دیکھے بغیر مان لیا۔ کیسے مان لیا؟ یہ سارے ٹائیٹل Use ہو چکے ہیں اور جن لوگوں کے ساتھ Use ہوئے' صحیح استعمال ہوئے ہیں۔ تو دورِ حاضر میں آپ نے یہ ٹائیٹل کہاں سُنے ہیں؟ کیا آج کل کسی آدمی نے غوث ہونے کا اعلان کیا؟ آج کل نہیں کیا

ہے تو پھر اس میں دِقت کیا ہے.....

سوال:

جیسے ماضی میں کچھ ابدال تھے تو وہ اب بھی ہوں گے یا ہوتے ہیں؟

جواب:

اگر اب ہوں گے تو ان کا اعلان تو نہیں ہوا۔ پھر تو دِقت نہیں ہونی چاہیے۔ جب تک کوئی شخص اعلان نہ کرے آپ کو تشویش نہیں ہونی چاہیے۔ جب تک ابدال نہ آئے آپ کو تشویش نہیں ہونی چاہیے۔ آپ پر کسی ولی کو ولی ماننے سے انکار کرنے پر کُفر لازم نہیں آئے گا اور پیغمبر کا انکار کیا تو آپ کافر ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد کسی ولی کی ولایت سے آپ نے انکار کیا تو آپ کافر نہیں ہوں گے اور آپ تحقیق کر کے بات کر سکتے ہیں' یہ آپ کا حق ہے۔ اگر کوئی آپ سے کہتا ہے کہ میں اللہ کا دوست ہوں' ولی ہوں تو وہ اپنی عاقبت کو درست کرے اور آپ اپنی عاقبت کے حوالے سے چلتے جائیں۔ ولی کو ماننا فرض نہیں ہے۔ کوئی کہے کہ میں غوث ہو گیا' قطب ہو گیا' تو اس میں نہ آپ اقرار کرو اور نہ آپ انکار کرو' بس خاموشی سے چلتے جاؤ۔ آج کل یہ ٹائیٹل عام طور پر بزرگوں نے استعمال نہیں کیے۔ اُس زمانے میں یہ تھا کہ ہندو ٹائیٹل والے لوگ تھے' کافر ٹائیٹل والے لوگ تھے تو یہ بھی اپنے ٹائیٹل بتایا کرتے تھے اور یہ بزرگ بڑی فتوحات کرتے تھے اگر آپ لفظ ''غوث'' کا معنٰی دیکھو تو آپ کو پوری بات سمجھ آ جائے گی۔ لفظ ''غوث'' کا ایک مطلب ہے اور یہ ایک فنکشن ہے یعنی ''مدد کرنا''۔ تو جو شخص دُکھی انسانوں کی مدد کر رہا ہے وہ غوث ہے اور یہ ٹائیٹل ہے اور یہ روحانی ٹائیٹل بھی ہے اور یہ جب تک آ رہا ہے اور جہاں سے آ

رہا ہے ٹھیک آ رہا ہے۔ آپ اتنی بات کرو کہ کسی شخص کے اقرار یا انکار کے اندر دخل نہ دو' اُس سے کوئی اچھی بات ملتی ہے تو ضرور سُنو اور باطن جو ہے روشن کرنا فرض بھی نہیں ہے' بس آپ اُس Form میں عبادت کرتے جاؤ' جو شخص آپ کو سمجھائے کہ یہ بات یوں ہے تو آپ اُس سے سمجھ لو۔ وہ اگر ٹائیٹل دے رہا ہے اور یہ اُس کا خیال ہے تو دیتا جائے۔ اگر قلندر ہے تو ہونے دو' غوث ہے تو ہونے دو' کوئی قطب ہے تو ہونے دو۔ کہتے یہ ہیں کہ چالیس آدمی اگر کسی کے حق میں اچھی گواہی دے دیں تو کبھی شک نہ کرو۔ ادب سے اس کے پاس جاؤ اور دُعا کے لیے اس سے سوال کرو' شاید آپ کے لیے بہتر ہو جائے۔ چالیس انسانوں کی گواہی معتبر ہوتی ہے' چالیس ذمہ دار آدمی کسی کے حق میں اچھا کہیں تو وہ اچھا انسان ہے۔ اچھے آدمی سے اپنے حق میں اچھی بات کہلوالیا کرو۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اُس کی ولایت کے اوپر آپ ایک نوٹ لکھو' کیا پوچھا جائے گا؟ کہ جو آپ کو زندگی میں اچھا انسان ملے اس سے آپ اچھی بات اپنے حق میں کہلوالو کہ آپ پر گمان ہے' آپ کے بارے میں خیال ہے' People talk well of you لوگ آپ کے بارے میں اچھی بات کرتے ہیں' تو آپ ہمارے لیے کوئی دعا کا تحفہ عنایت فرمائیں۔ یہ آپ کے لیے کافی ہے۔ آپ تحقیق کرنے نہیں آئے۔ اگر آپ غوث ہوں تو پھر معلوم ہو سکے گا کہ وہ غوث ہے کہ نہیں ہے۔ غوث کو جانے غوث اور قطب کو جانے قطب! تو آپ کہو کہ آپ جو بھی ہین ہمارے لیے دعا کریں' لوگ آپ کے بارے میں اچھی بات کرتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ نہیں جانتے ہیں' میں یہ جانتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعا کریں۔ تو دعا لے لینی چاہیے۔ مثلاً آپ کی ماں غوث نہ ہو تو بھی وہ آپ کے

لیے غوث کا کام کرے گی۔ ماں جو ہے وہ بہت کافی ہے' والد جو ہے وہ بہت کافی ہے' ماں باپ دونوں ہوں تو سارے غوث قطب ابدال قلندر سب کچھ اس کے اندر آ گیا۔ تو بات یہ ہے کہ آپ ادب سے دُعا لینا اور آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ لوگوں کے ٹائیٹل نہ دیکھو کہ اس پہ لیبل کیا ہے اور وہ کون ہے' کیا ہے اور کس درجے کا ولی ہے۔ آپ دیکھو کہ ولی کسی بھی درجے کا ہو' تجھے کام آیا کہ نہیں آیا۔ تو آپ نے دیکھنا یہ ہے۔ یہاں سے بے شمار لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ولی سمجھ کر اس کے پاس گئے تھے اور ساڑھے چار سال کے بعد پتہ چلا کہ وہ ولی نہیں ہے۔ تو منزل کس کی کھوٹی ہوئی؟ وہ آپ کی ہو گی۔ مقصد یہ ہے کہ آپ اپنی منزل جاری رکھیں۔ اچھی بات جہاں سے ملے آپ اس پر عمل کرتے جائیں۔ عمل کی سند فوری طور پر مل جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ دس سال کے بعد گمراہی کا پتہ چلے۔ آپ کا دل اگر صحیح ہے' نیت صحیح ہے' سُوئے کعبہ چلا جا رہا ہے دل' تو یہ منزل صحیح ہے' راستے میں رُک جائے تب بھی صحیح ہے۔ حج کے دوران راستے میں یا پہلے انتقال ہو جائے' تب بھی حج ہے۔ اس لیے کبھی کسی کے مقام کا فکر نہ کرنا بلکہ آپ اپنے سفر کا فکر کرنا۔ اپنا سفر جو ہے اچھی نیت کے ساتھ کرتے چلے جاؤ۔ یہ فیصلہ کر لو ہمارے ساتھ آج۔ کیا فیصلہ کر لو؟ کہ آپ اچھی نیت کے ساتھ سفر کریں گے' اچھے رُخ پر سفر کریں گے۔ آپ صرف اچھے رُخ پر اچھی نیت کے ساتھ سفر کرتے جاؤ' پھر کسی انسان کی کسی حالت میں ہونے سے آپ پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ اپنی عبادت جاری رکھیں۔ اسلام نے واضح طور پر بتا دیا کہ یہ عمل ہے' یہ نماز ہے' یہ روزہ ہے' یہ حج ہے' یہ زکوٰۃ ہے۔ تو یہ سب تو آپ پکے کر لو۔ اب رہ گئی بات اللہ سے محبت نامے کی' تو وہ آپ پھر کرتے

جانا۔تو وہ شخص جو آپ کو اللہ کی محبت کی طرف لے چلے وہ صحیح ہوگا کیوں کہ چلنا تو آپ نے ہے۔کسی کی پٹاری میں آپ دیکھ نہیں سکتے جب تک آپ ویسے نہ ہوں۔ویسا ہونے تک تو پھر

؎ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک

پھر لمبی کہانی بن جاتی ہے۔اس لیے آپ کے لیے یہ بالکل ٹھیک ہے۔اگر آپ دیکھیں کہ سائیں کانواں والے دریا کے کنارے لنگوٹہ باندھ کر بیٹھے ہیں تو آپ دِقت میں نہ پڑنا کہ کیا وہ ولی ہیں' یہ کون سی ڈیوٹی ہے جس پر وہ بیٹھے ہیں' لوگوں کے کام ہوتے ہیں' لوگوں کو تبلیغ' باطنی تعلیم بھی دیتے ہیں۔آپ اُن کو نہ چھیڑو کیوں کہ آپ کے مزاج کے ساتھ وہ بات Agree نہیں کرے گی۔لنگوٹہ باندھ کر تبلیغ کرنے والے بندے کی بات ایک شریعت کے پابند انسان کو سمجھ نہیں آئے گی' راس نہیں آئے گی۔اُسے کہو کہ بس یہ راز ہے' ہم اس کو بُرا نہیں کہتے' یہ جو راز ہے آپ اس پہ چلتے جاؤ اور ہمیں اس راز کی تعلیم دو کہ یہ راز کیا ہے۔

ایک چشتی بزرگ کے پاس لوگ گئے اور کہا کہ آپ چشتی لوگ بھی صحیح ہیں مگر مجھے ذاتی طور پر نقشبندی پسند ہیں' اس بارے میں کیا خیال ہے۔ان بزرگوں کے پاس اندر وہ فنکشن بھی ہوتے ہیں۔تو اس بزرگ نے کہا کہ کل آنا۔وہ شخص دوسرے دن گیا تو اُس کو نقشبندی فیض دے دیا۔مقصد یہ ہے کہ اس طرح ہر مزاج کو انہوں نے الگ الگ Cater کیا' اُن کے مزاج کے مطابق انہیں فیض دیا۔اس لیے میں یہ بات بتا رہا تھا کہ فقراء جس قسم کے ماحول میں رہیں اور جس ڈیوٹی پر ہوں' آپ ان سے الجھنا نہیں۔اور میں بار بار بتا رہا ہوں کہ اگر صحیح آدمی غلط جگہ پر چلا گیا تو صحیح آدمی کو منزل ضرور ملے گی بلکہ اُس غلط آدمی کی خوش قسمتی

یہ ہے کہ اُس کو صحیح مرید مل گیا۔ ایک صحیح مرید مل جائے تو پیر کی عاقبت درست کر دیتا ہے۔ صحیح بیٹا گھر میں پیدا ہو جائے تو ماں باپ کی عاقبت روشن ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ اس غلط پیر کی خوش قسمتی بن کر اس کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ آپ کی مہربانی سے مجھے یہ ملا کیوں کہ میں نے کچھ عرصہ آپ کو اپنا بزرگ مانا ہے اور مجھے یہ بات مل گئی ہے اور یہ آپ ہی کے دم سے ہے۔ اس طرح اس کے طبق روشن ہو جائیں گے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ بینائی مل گئی' روشنی مل گئی تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر پیر نہیں ہے تو وہ سٹپٹایا اور اللہ سے عرض کرنے لگا کہ یا اللہ میں اس راستے سے آیا یعنی پیر صاحب کے حکم سے آیا اور یہاں مجھے روشنی ملی مگر پیر صاحب مجھے نظر نہیں آ رہے۔ تو اس نے کہا کہ میری دعا صرف ایک ہے کہ اس کو بھی روشنی دو ورنہ میں یہ نہیں لیتا۔ تو اس کے دم سے اس کو بھی فیض مل گیا۔ تو مرید بھی پیر کو فیض دیتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ پیر بھی مرید کو فیض دیتا ہے۔ یہ محبت کا فیض ہے اور محبت کی بات ہے' اس لیے نفرت کر کے بیدم ہو کر واپس نہ مُڑنا۔ جب نکلے ہیں تو پھر اُس کو بھی ساتھ رکھنا' پیر صاحب کو چھوڑنے والی بات جو ہے یہ جھوٹ ہے اور بے وفائی ہے۔ کسی کو آپ صرف اس وقت جھوٹا کہو جب آپ سچ دریافت کر لو۔ اول تو پیر جھوٹے ہوتے نہیں اور خدا نخواستہ کوئی پیر جھوٹا ہو جائے تو پیر کو جھوٹا کب کہنا ہے؟ میرا مطلب ہے کہ آپ نے جھوٹ کب دریافت کرنا ہے؟ جب آپ سچ دریافت کر لو۔ پھر کہنا کہ اب جب میں سچ پر پہنچا ہوں تو مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ وہاں پر کوئی غلطی تھی۔ سچ پر پہنچے ہو تو سچ اٹھا کر پیر صاحب کو دے دو۔ بے شمار لوگوں نے ایک جگہ پر بیعت کی اور اٹھارویں جگہ پر جا کر فیض لیا' پوری گنتی کی اٹھارہ تک..... اٹھارویں آدمی نے کہا

کہ جو یہ میں فیض دے رہا ہوں یہ پہلے آدمی کا فیض ہے۔ تو آج باقی سارے سترہ پاس ہو گئے۔ اور فیض کس نے دیا؟ اٹھارویں نے فیض دیا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ کو کہانی سناتا ہوں۔ ایک سادھو نے ایک گرو سے پوچھا کہ مجھے یہ بتا کہ میرا اصل گرو کون ہے' میرا پیر کون ہے؟ اُس کی نشانی بتاؤ۔ اس نے کہا کہ تجھے تیرا پیر ملے گا ضرور ملے گا' اس کی نشانی تجھے میں بتاتا ہوں' نشانی یہ ہے کہ یہ ایک خشک لکڑی ہے اس کو زمین میں گاڑ دے' جو سادھو آئے اس کے پاؤں دھو اور وہ پاؤں کا پانی اس میں ڈال دے' جس دن اس کے اندر سے کوئی شاخ نکل آئی یا کوئی پتہ نکل آیا یا پھول نکل آیا تو وہ آدمی تیرا گرو ہوگا۔ وہ بیچارہ لوگوں کے پاؤں دھوتا رہا اور پانی ڈالتا رہا' دو سال' تین سال یا کچھ وقت گزر گیا' ایک دن اس نے ایک درویش کے پاؤں دھوئے اور اس نے پانی ڈالا تو اس کے اندر سے ایک پتی نکل آئی۔ اس نے پیر صاحب کو پکڑ لیا' کہتا ہے کہ اب آپ جانے نہ پائیں گے' میں تو مدت سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں' آپ ہی میرے پیر ہو۔ اس نے کہا کہ میں تو مسافر ہوں میں تیرا پیر کیسے ہوں' تو نے مجھے اچھا کھانا کھلایا کہ پھر مجھے پکڑ کر بیٹھ گیا' میں تیرا پیر نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ آپ ہی میرے گرو ہیں کیوں کہ اس کی میرے پاس نشانی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا نشانی ہے؟ اس نے کہا کہ یہ نشانی برآمد ہوئی ہے۔ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ ہوں تو میں گرو اور آیا ہوں تیرے پاس فیض دینے کے لیے' اب گُر کی بات مجھ سے لے لے اور تو میرا حکم ماننے کے لیے تیار ہو جا' کہتا ہے کہ میں تیرا پیر ہوں لیکن یہ کمال جو ہے ان تمام لوگوں کے پاؤں کے پانی کا ہے جنہوں نے آج تک اس شاخ کو قائم رکھا۔ تو ان کو بھی دعا دو جو راستے میں ملے۔ گمراہی کے راستے والا اگر منزل پہ

آ جائے تو اس گمراہی کو بھی سلام کرے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ انسان جب سچے آدمی کے پاس پہنچتا ہے تو تمام جھوٹے سفر کو بھی سلام کرتا ہے کہ یہ راستہ بھی صحیح طرف آ گیا۔ اگر غلط راستے سے صحیح منزل آ جائے تو پھر وہ راستہ غلط کیسے تھا بلکہ وہ صحیح ہو گیا۔ تو سچا انسان اور سچی منزل ہی چاہیے۔ کیا چاہیے؟ کہ چلنے والا طالب یا سالک سچا ہو اور اس کے نصیب میں منزل ہو تو پھر ایسے جھوٹ کو بھی سلام۔ تو جس راستے سے سچ نے آپ کو قبول کر لیا اور آپ جس راستے سے بھی آئے ہیں وہی راستہ صحیح ہے۔ اب الجھنے والی کیا بات ہے؟ اور جن کو راستہ نہیں ملا یعنی اگر وہ سچ ہی سچ ہے اور منزل نہیں ملی ہے تو پھر کوئی بات تو نہ بنی۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ منزل کیا ہے؟ اگر آپ کو منزل قبول کر لے Destination قبول کر لے تو پھر کامیابی ہے۔ آپ منزل کی تعریف کر لو کہ منزل کیا ہے؟ منزل جو ہے وہ تقربِ پیغمبرِ اسلام ﷺ ہے اور اگر وہاں تک نہ پہنچے تو پھر تمام بولبھی ایسٹ۔ تو پھر وہ نماز کیا ہوئی، حج کیا ہوا اور روزہ کیا ہوا کیوں کہ آپ وہاں تک ہی نہ پہنچے اور آپ اپنی اَنا کے مسافر رہے۔ ایسے شخص میں بڑی اَنا ہوتی ہے، عبادت کا غرور جو ہے یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ گناہ گار کی عاجزی عابد کے غرور سے بہت بہتر ہے۔ تو گناہ گار ہو کے عاجز ہونا بہت ہی بہتر ہے، اس لیے اس میں کوئی خطرے کی بات نہیں ہے کیوں کہ جو بھی راستہ ہے آپ کہو توکلت علی اللہ تعالیٰ، اللہ پہ بھروسہ رکھنا۔ کہتا ہے کہ پیر صحیح نہیں تھا بڑی مشکل تھی، پھر بھی سچ مل گیا۔ اگر سچ مل گیا تو پہلا کام یہ کرو کہ آپ جاؤ اور اس کو بھی دے آؤ جو راستے میں ملا تھا۔ مثلاً انسان کا جو باپ ہوتا ہے وہ ضروری تو نہیں کہ ولی ہو، اور جو کمائی ہوتی ہے وہ اس کو آپ دیتے ہیں کہ نہیں دیتے۔ تو آپ جس کو ایک مرتبہ

بزرگ کہہ لیں اس کو پھر باپ کا درجہ دے دو' وہ ولی نہ نکلے تب بھی بزرگ ہے۔ اگر کوئی آپ کا پہلی جماعت کا اُستاد ہے جس نے الف ب پڑھائی تھی' اور اب آپ بڑے عالم ہو گئے ہیں' اُستاد سے بھی زیادہ علم آ گیا ہے تو اس کی عزت اب آپ زیادہ کرنا کیوں کہ اس نے چھوٹی کلاس پڑھائی تھی' اب آپ جو بڑی کلاس میں آ گئے ہیں تو یہ خوبی اسی چھوٹی کلاس کی ہے جو اس نے پڑھائی تھی اور یہ فیض اسی کا ہے۔ لہٰذا ابتداء میں جو فیض دینے والا ہے اس کو انتہا میں یاد رکھنا۔ فرمایا بڑے لوگوں نے' اور بڑے لوگوں کی بڑی بات ہے کہ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ ایک شخص آیا تو ایک بزرگ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے' مریدوں نے پوچھا سرکار آپ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے جب یہ آدمی آیا تھا مگر آپ کا تو بڑا بلند مقام ہے تو انہوں نے فرمایا یہ میرا اُستاد ہے' اِس نے مجھے ایک بات سکھائی تھی۔ پوچھا وہ کیا بات تھی؟ انہوں نے کہا کہ ہم سوچ رہے تھے' کسی جانور کے بارے میں سوال تھا کہ کُتا بالغ کب ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ جب وہ ٹانگ اُٹھا کر پیشاب کرے تو اس وقت وہ بالغ ہو جاتا ہے' یہ بات مجھے ان سے پتہ چلی تھی' تو میں ان کو استاد ہی سمجھتا ہوں۔ ایک دوسرے واقعہ میں اس شخص کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس نے مجھے ایک لفظ بتایا تھا کہ مسجد جو ہے اس کا معنٰی یہ ہے۔ تو کسی آدمی نے اگر آپ کے ساتھ استاد والا کام کیا ہے' کسی بات کا معنی بتایا ہے تو اس کا ادب کرو۔ اس طرح آپ علم میں داخل ہو جائیں گے۔ پہلا آدمی جس نے آپ کو اس راستے میں قبول کیا یا چلایا یا اس راستے پہ چلنا بنایا تو اس کو داد دو۔ میری نصیحت یہ ہے کہ جب آپ کو آخری پیر مل جائے تو پہلے پیر کو ضرور سلام کرنے جانا۔ کیا کہا؟ یہ میری آپ لوگوں کو نصیحت ہے کہ جب آخری پیر کامل'

صورتِ ظلِ الٰہ کبھی مل جائے تو پھر اس آدمی کے پاس جانا کہ جس نے ابتداء کرائی تھی' اس کے پاس ضرور جانا۔ دعا یہ ہے کہ آپ کو کامل بات مل جائے لیکن پھر آپ ابتدائی بات کے پاس ضرور جانا' ضرور جانا' جس نے پہلا شوق دیا تھا۔ اگر محبت حقیقی مل جائے تو مجاز کو بھی دل میں تھوڑا سا سلام کر دیا کرو۔ اس کو بھی سلام کر دینا چاہیے۔ اس کو دل میں رکھو اور اس کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے کہ اس محبت کے راستے سے اس نے آشنا تو کرایا تھا۔ ماسواء ہی ماوراء کا راز بتاتا ہے!

سوال:

لوگ ایک پیر کو چھوڑ کر دوسرا پیر کیوں پکڑتے ہیں؟

جواب:

لوگ جو ہیں وہ شوق کو زندہ رکھتے ہیں۔ اس کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پیر صاحب جو ہیں وہ اپنے مرید کو قبول نہیں کرے تو پھر وہ اس کے سامنے اپنا وہ پہلو لاتے ہیں کہ مرید جو ہے وہ بے زار ہو جاتا ہے' مطلب یہ ہے کہ وہ گھبرا جاتا ہے۔ اور پیر صاحب جان بوجھ کر وہ پہلو سامنے لاتا ہے یعنی غیر روشن پہلو' اور نقلی بات بناتا ہے تاکہ یہ آدمی جو یہ کہنا نہیں مان رہا' تو یہ چلا جائے۔ اس طرح اسے چلتا بناتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سزا کے طور پر اس کو لمبے سفر پر ڈالتا ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ مرید خود سوچتا ہے کہ یہ واقعہ جو ہے یہ مجھے راس نہیں آ رہا اور اس میں بڑی گمراہی کے امکان ہو سکتے ہیں' اور ایسا واقعہ لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اصلی بات یہ ہوتی ہے' اچھی تبدیلی وہ ہوتی ہے کہ وہ نئے پیر صاحب کی تلاش جاری رکھے' وہ اگر کبھی مل جائے تو پھر پرانے پیر صاحب کو جا کر بتائے

کہ مجھے ایسا انسان ملا ہے' آپ کا کیا فرمان ہے۔ یا ان کے وصال کے بعد مل جائے تو پھر اجازت ہے۔ پھر صحبت کا فیض مل جائے گا۔ ایک کتاب میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے کہ ایک پیر صاحب کی محفل میں ایک مرید تھا جو پیر صاحب کی محفل میں کچھ عرصے سے آنا جانا بند ہو گیا۔ پیر صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ وہ آ نہیں رہا ہے' کیا قصہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ گھر میں کسی کام سے مصروف ہے اور اس پر بڑی عجیب وغریب کیفیت ہے۔ تو پیر صاحب نے اسے بلوایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے۔ کہنے لگا کہ آپ کی دعا سے مسئلہ حل ہو گیا' ہمیں انعام مل گیا جو ملنا تھا' شام کو ایک بزرگ آتا ہے اور مجھے لے جاتا ہے اور سیر کراتا ہے اور پھر بڑے واقعات ہوتے ہیں اور میرے پاس فرصت نہیں ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آج جب سیر کرو تو یہ لفظ پڑھنا۔ رات کو حسبِ معمول ایک بزرگ داڑھی والے' خوب صورت انسان آئے' انہوں نے اسے اٹھایا اور ساتھ لے گئے۔ باغ کی سیر کرا رہا ہے اور پھل کھلا رہا ہے' تو اسے یاد آیا کہ پیر صاحب نے فرمایا تھا کہ یہ لفظ پڑھنا' اس نے جب پڑھا **لا حول و لا قوہ الا باللہ** ۔ تو پھر وہ دیکھتا ہے کہ قبرستان میں کھڑا ہے' ہڈیاں ہیں اور یہ کھا رہا ہے۔ تو وہ بزرگ کی صورت میں شیطان تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ایک تقویت سے محروم ہونے والی بات ہے۔ جب یہ فیصلہ ہو جائے کہ ہم سارے مل کر اللہ کی راہ پر چلیں گے تو پھر اس فیصلے پر کاربند ہو جانا' اللہ پر بھروسہ کر کے۔ اصل میں یہ پیر کی راہ نہیں ہے' یہ اللہ کی راہ ہے۔ لوگ یہاں آ کے گمراہ ہو جاتے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پیر کی راہ ہے جب کہ یہ راہ اللہ کی ہے۔ تو پیر ہو یا مرید ہو دونوں ہی اللہ کے پابند ہیں۔ یہ راستہ اللہ کا ہے اور اس راستے کا واقعہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے درمیان

ہی واقع ہے۔ باقی سارے سبب ہیں' اسباب ہیں' یہ خوش گوار سفر کے ہمراہی ہیں اور رفیقانِ طریق ہیں یعنی راستے کے ساتھی ہیں' ایک آدمی جاننے والا ہوتا ہے اور وہ گائیڈ کرتا جاتا ہے۔ اسلام کے اندر اب میرے حساب سے کوئی اور Devotion' وابستگی اب رہ نہیں گئی۔ مطلب یہ کہ کوئی آ جائے' بزرگ ہی آ جائے' کوئی بھی آ جائے' اب سارے کے سارے اس راستے کے مسافر ہیں بلکہ میرے حساب میں کسی شخص کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے آپ کو زیادہ مسلمان ثابت کرے۔ اب ملتِ اسلامیہ جو ہے سو ہے اور سب کے لیے ہے اور امت جو ہے وہ بس ایک جیسی ہے۔ اب جس کو زیادہ فیض ملا ہوا ہے وہ زیادہ تقسیم کر دے اور یہ اس کی حسنِ خوبی ہے' Command کرنا اور دوسروں پر حکومت کرنا' یہ کسی کو حق نہیں ہے' کسی کو Exploit کرنے والی کوئی بات نہیں ہے' کسی کو ڈرانے والی کوئی بات نہیں ہے کہ مجھ پر راز آشکار ہو گئے۔ اگر آشکار ہو گئے تو تو اس بات کو آشکار کر۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ یہ پرانی بات چلی آ رہی ہے کہ یہ پیر کی راہ ہے اور پیر تک ہی ہے۔ اصل میں یہ اللہ کی راہ ہے اور اللہ تک ہے' آپ اس کو پیر تک نہ رکھنا' اور یہ میں Amend کر رہا ہوں' اور یہ میں بڑی خطرے والی بات کر رہا ہوں۔ بات سمجھ آئی ناں۔ بہر حال آپ اس ''خطرے'' پر قائم رہو' کہ یہ راہ اللہ کی ہے اور اللہ تک ہے۔

ہر کہ پیرو ذاتِ حق رایک ندید
نے مریدو نے مریدو نے مرید

کہ پیر جو ہے' تیرا پیر اللہ ہے' بہر حال پیر بندہ ہے' آپ بھی انسان ہیں' راہ اللہ کی ہے' گائیڈ کرنے والے کی ہم عزت کرتے ہیں' اس کا ادب کرتے ہیں لیکن ہم

اس پر منزل کو نثار نہیں کرتے۔ یہ نہ کہنا کہ اگر وہ پیر کہہ دے، شیخ کہہ دے کہ تو شراب پی لے تو پھر تو ناں نہ کرنا۔ تو اسلام کی تعلیم کے منافی شخص پیر نہیں ہے، پیر اسلام کی تعلیم کے اندر ہے، پیر کا معنی جو ہے وہ کبیر انسان جو آپ کو گائیڈ کرتا چلا جائے اللہ کی راہ میں۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ بہر حال اپنا کوئی پیر صاحب ہونا ضرور چاہیے۔

سوال:

جب کسی کو ایک راستہ مل گیا تو پھر وہ کسی اور کی محفل میں تو نہ جائے.....

جواب:

میں نے کہا ہے کہ محفل سب اللہ کی ہے۔ دوسرا راستہ اس شخص کو اللہ سے روکتا تو نہیں ہے اور اگر وہ روکنے لگ جائے تو آپ مَت جاؤ۔

سوال:

اسلام کے راستے کتنے ہیں؟

جواب:

اسلام کا راستہ ایک ہے۔ یہ ہم انداز کی بات کر رہے ہیں، مطلب یہ کہ ہم اندازِ فکر کی بات کر رہے ہیں اور مختلف ساتھیوں کی بات کر رہے ہیں۔ تو آپ بزرگوں سے دُعا لے لیا کرو، اس میں کیا حرج ہے بلکہ آپ کو ضرور دُعا لے لینی چاہیے۔ تو اب دُعا کر لو۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے۔ سب سلامت رہو، خیر سے رہو۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و سندنا مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

۱ رزقِ کریم سے کیا مراد ہے؟

۲ جو لوگ تفکرون والے یا Reason والے ہوتے ہیں وہ تو کچھ اور کہتے ہیں .....

۳ ماضی تو مذہب ہے اور مستقبل سائنس ہے تو پھر حال کیا ہے؟

۴ کچھ لوگ قرآن کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ بشر تھے تو اس بارے میں ہم کیا جواب دیں۔

۵ آج کے دور میں مادی ترقی تو بہت ہو رہی ہے مگر روحانی ترقی کیوں نہیں ہو رہی؟

سوال:

رزقِ کریم سے کیا مُراد ہے؟

جواب:

طیب رزق آپ کی محنت کا پھل ہے' انسان کی محنت کا پھل' تو دیانتداری کی محنت کا پھل طیب اور پاکیزہ رزق ہوتا ہے۔ رزقِ کریم عطا ہوتی ہے اور طیب رزق آپ کماتے ہیں۔ ناپاک رزق بھی بعض لوگ کماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ رزق میں نے پاکیزہ ہی پیدا کیا ہے مگر تمھارے اپنے اعمال سے تم اُس کو حلال یا حرام بنا لیتے ہو۔ اور جب اُس رزق پر آپ کا حق نہ ہو تو وہی رزق جو ہے کسی کے لیے حلال ہے کسی کے لیے حرام ہے۔ اگر آپ کا حق نہ ہو تو پھر آپ کے لیے حرام ہے اور جس کا حق ہے اُس کے لیے حلال ہے۔ تو طیب رزق کا تعلق حلال حرام سے ہے۔ رزق کریم ایک ایسا مقام ہے کہ جہاں عطا ہوتی ہے۔ اِس کا تعلق آپ کی محنت سے نہیں ہے' بس یہ خاص بات ہے۔ تو اس کا تعلق نہ آپ کی محنت سے ہے' نہ آپ کے انداز سے ہے نہ اس کا کوئی طریقہ کاریگری ہے، بس یہ ایک شعبہ آپ کو اس طرح سمجھ آ سکتا ہے کہ ایک انسان پیدا ہوا' غریبی میں رہا اور کمائی سے بھی کچھ نہیں ملا' پھر اچانک اُس کا کوئی امیر

سرپرست مرگیا، تو وہ جو Inherit کیا، ورثے میں آیا' یہ رزق عطا ہوگیا، مل گیا' یک لخت حالات کی وجہ سے۔ اِسی طرح زندگی میں اور کوئی ایسا شعبہ آپ کو نظر آسکتا ہے کہ جہاں رزق ملتا ہے اور عطا ہوتی ہے، اور وہ رزق صالح ہوتا ہے۔ تو یہ ضرور ایسا ہوتا ہوگا۔ مثلاً کسی کو اللہ نے بادشاہ بنا دیا۔ ایک تو بادشاہ بننا ہے انتخاب کے ساتھ' تو یہ ذمہ داری آپ کی اپنی ہے۔

اللہ کے بیان کو آپ دیکھیں تو وہ فرماتا ہے کہ ہم جس کو چاہتے ہیں ملک دیتے ہیں، جس کو چاہتے ہیں مالک الملک بناتے ہیں۔ تو تی الملک من تشاء تو وہ فرماتا ہے کہ ہم جس کو چاہیں جو بنا دیں۔ اگر بنانے والا وہ ہے تو یہ رزق کریم ہے۔ شہد جو ہے یہ سب سے خوبصورت پروڈکشن ہے اور شہد کی مکھی کو یہ عطا ہوگیا ہے۔ آج تک آپ کو فارمولا پورا سمجھ نہیں آیا کہ یہ گلوکوز یا فرکٹوز ہے یا کیا ہے، تو ہے کوئی چیز ضرور، یہ عطا ہے! پھول کی خوشبو جو ہے یہ رزقِ کریم ہے۔ اِس طرح پرندے کی پرواز ہے۔ یہ رزق صفات کی شکل میں بھی ہے اور حقیقتاً مال کی شکل میں بھی ہے۔ مطلب یہ کہ مال جو ہے اور اولاد جو ہے یہ رزق کریم ہے۔ اگر اولاد بڑھاپے کا سہارا بن جائے تو اِس کو بھی نعمت کہا گیا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ جب کمائی نہ ہو اور رزق موجود ہو اور حرام بھی نہ ہو اِس کو رزقِ کریم کہیں گے۔ وہ کیا ہے؟ کچھ ہے ضرور۔ تو میں نے اب کیا بتایا ہے؟ کہ کمائی کرنے کی صلاحیت نہیں ہے مگر رزق موجود ہے اور حرام نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ ایسا واقعہ ہے کہ حرام بھی نہ ہو، کمائی بھی نہ ہو اور رزق موجود ہو۔ بس یہ رزقِ کریم ہوتا ہے کہ کمایا ہوا بھی نہیں ہے اور حرام بھی نہیں ہے اور موجود ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اب آپ اُس کا یہ فرمان دیکھو وترزق من تشاء بغیر

حساب جس کو چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے، نحن نرزقکم ہم تمھیں رزق دینے والے ہیں۔ فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ ۔ہم تمہیں رزق دیتے ہیں حیات الدنیا میں اور آخرت میں۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم تمھارے اولیاء ہیں، دوست ہیں، ہم تمھارے وارث بھی ہیں، ہم تمھیں رزق دیتے ہیں اور شہید جو ہے ناں اُس کو ہم رزق دیتے ہیں، وہ کھاتا ہے، پیتا ہے کیونکہ اُسے ہم رزق دیتے ہیں۔تو شہید کا رزق جو ہے نہ کمائی میں ہے اور نہ حرام ہے۔ یہ ہے رزقِ کریم، وہ کما سکتا نہیں اور حرام ہے نہیں مگر رزق موجود ہے، تو اُس رزق کو کہیں گے رزقِ کریم۔ رزق کا صحیح معنیٰ جو ہے یہ ''بارش'' ہے، Rain ہے۔تو بارش، Rain یہ سارا رزقِ کریم لاتی ہے۔آپ کے پاس صرف دانہء گندم ہے اور اللہ کے پاس گندم کی فصل ہے۔آپ نے صرف ایک دانہ ڈالا ہے اور ایک دانے میں سو دانے اللہ کے پاس ہیں۔ دانے تک تو آپ کی محنت تھی مگر آگے آپ کی محنت نہیں ہے' آگے جو کچھ ہے یہ رزقِ کریم ہے۔آپ نے ایک بیج بویا اور اُس درخت کے اندر سینکڑوں پھل لگ گئے، تو ایک بیج تک آپ کا استحقاق ہوگا، حق ہوگا کہ آپ نے چار سیر بیج تو خریدا مگر اب کئی ہزار من تو آپ نے خود حاصل نہیں کیا۔ یہ رزقِ کریم ہے۔تو رزق کا یہ ایک واقعہ چلا آرہا ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا ایک آدمی ہے، اس نے ایک کتاب لکھ لی، مثلاً میں نے کتاب لکھ دی، اور فرض کرو ایک دن میں لکھی، فرض کرو کتاب بک جائے تو کتاب پر خرچ کتنا ہوا ایک دن خرچ ہوا اور اگر کتاب چل پڑے تو چلتے چلتے کہاں تک پہنچے گی۔تو نہ وہ رزق حرام ہے اور نہ کوئی لمبی چوڑی محنت کی بات ہے بلکہ یہ عطا ہے۔نجانے کب کونسی بات کیسی ہو جائے، کوئی چیز مشہور ہو جائے، مثلاً اقبالؒ کی کتاب، میرا خیال

ہے اِتنی چھپ گئی، اتنی چھپ گئی ہے کہ کوئی حساب نہیں ہے، کئی دفعہ گمنام ہی چھپ گئی۔ تو یہ سارے کے سارے واقعات جو ہیں یہ عجیب اتفاق ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کتاب چاہے کسی کو سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن اس کا ایک مقام آ گیا اور اب یہ مقام جو ہے سو پشت تک اقبالؒ کے ہاں چلتا جائے گا۔ پھر آنے جانے والا سلام کرے گا۔ شاہی مسجد میں اقبالؒ کو جا کے سلام کرنا رزقِ کریم ہے۔ لوگ جانتے نہیں کہ اقبالؒ کیا کہتا ہے مگر جاتے ہی سلام، فاتحہ، سلام۔ تو یہ عجیب اتفاق ہے۔

داتا صاحبؒ کا آپ سے ذاتی کوئی تعلق نہیں، کسی آدمی کا بھی، میں یہ جانتا ہوں، وہ آپ کے زمانے میں بھی نہیں ہیں، اُن کی نسل سے بھی آپ نہیں ہیں اور اُن کی طریقت بھی کسی کو نہیں پتہ کیا ہے لیکن پھر آپ کا جانا، آنا، سلام، دُعا، وِصال فراق۔ یہ سب رزقِ کریم ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ آپ اپنے زمانے میں حاصل ہونے والا رزق تو طیب کرلو، حاصل کرلو مگر اپنے زمانے کے بعد حاصل ہونے والا جو رزق ہے وہ تو Pure، خالص کریم رزق ہے یعنی آپ کے بعد میں سلام، بعد میں دُعا، بعد میں درود آج تک پڑھا جا رہا ہے۔ یہ جو درود شریف پڑھا جا رہا ہے یہ سارا رزق ہے۔ یہ سارا حیات دنیا میں بھی ہے اور حیات آخرت میں بھی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ وہ رزق کیسے عطا کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عطا ہے۔ اللہ کی طرف سے کہا گیا ہے کہ اچھے انسان کے لیے اچھا ساتھی رزقِ کریم ہے یعنی طیب مردوں کے لیے طیبات، پاک خواتین جو ہیں یہ رزقِ کریم ہے۔ مطلب یہ کہ اچھے انسان کے لیے اچھے ساتھ کا میسر آ جانا، اس سے بڑا کوئی رزق نہیں ہے۔ تو گویا کہ رزق کا معنیٰ کیا ہے؟ زادِ

راہ یا ہمراہ۔ تو یا تو زادِ راہ ہو یا پھر کوئی ہمراہ ہو۔ تو راستے کو بھی رزق کہیں گے، راستے کے ساتھی کو بھی رزق کہیں گے، راہ کی ضروریات کو بھی رزق کہیں گے اور سفر پر چلنے کی خواہش کو بھی رزق کہیں گے۔ اور یہ ساری کی ساری عطا ہے۔ بات تو بالکل ٹھیک ہے کہ عطا نہ ہو تو پھر کیا ہے، پھر تو مشکل ہی ہے۔ مثلاً کوئی ایسی چیز ہے کہ جس کا تجربہ نہیں ہو سکتا، ایک ساتھی آپ نے چن لیا، انتخاب کر لیا کہ یہ میری زندگی میں ہم سفر بنے گا یا بنے گی۔ تجربہ اسی زندگی میں ہے اور زندگی ایک ہے۔ تجربہ ناکام ہوا تو وقت دوبارہ تو آ نہیں سکتا۔ لہٰذا تجربہ صحیح ہو گیا تو صحیح ہو گیا اور نہ صحیح ہوا تو آپ ہمیشہ کے لیے فیل ہو جائیں گے کیونکہ اِس میں تو Rectification کوئی نہیں ہے، Amendment، ترمیم یا اعادہ کوئی نہیں ہے۔ پھر تو یہ ایک حادثہ ہے یا پھر کنارے لگنا ہے، کشتی والا یا ڈوبے گا یا کنارے لگ جائے گا۔ اگر کنارے لگ جاتی ہے تو پھر دینے والے کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کہے کہ ہم نے رزقِ کریم عطا کیا ہے۔ اِس لیے جن لوگوں کو شادی کے واقعات میں حادثات نہیں آتے تو ان کے لیے یہ رزقِ کریم ہے ورنہ تو وہ تمہارا انتخاب ہے، کہیں ناکام ہو جائے تو وہ تمہارا انتخاب تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اِس لیے اب یہاں بڑا ضروری معاملہ ہے، آپ کو اگر بات سمجھ آئے تو بڑے Attentive ہو کے پوری توجہ سے یہ بات یاد رکھ لینا کہ زندگی میں جب تک Attitude نہ بنے کسی کام کا نظریہ، میلان اور رویہ نہ بنے اور جب تک وہ درست نہ ہو تو محنت درست نہیں ہوتی۔ تو جب تک آپ کے Attitudes، Trends، رویے، میلان، عندیے اور انسان کے مزاجات درست نہ ہوں تو محنتیں درست نہیں ہوتیں۔ لائف میں ایک رویہ تو یہ ہے کہ آپ دنیا میں آئے ہو تو کوشش کرو اور حاصل

کرو۔ جہاں حاصل نہ ہو Again کوشش کرو، دوبارہ کوشش کرو۔ پھر بھی حاصل نہ ہوتو ایک بار پھر کوشش کرو۔ حتیٰ کہ کہانیاں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں کہ سترہ مرتبہ کوشش کرو' کنگ رابرٹ بروس آف اسکاٹ لینڈ کوشش کرتا رہا، کرتا رہا..... تو کوشش کرتے جاؤ حتیٰ کہ کامیاب ہو جاؤ تو Try،Try،Try Again اور اگر کامیاب نہیں ہوتے ہوتو پھر بے دم ہو جاؤ، بے بس ہو جاؤ اور گیم سے باہر ہو جاؤ کیونکہ فیل ہو گئے۔ کسی دانا آدمی کے پاس جاؤ اور اُسے بتاؤ کہ میں نے کوشش کی تھی، مگر ایسا نہیں ہوا تو وہ کہے گا آپ کوشش کو یوں، اس طرح کرلو۔ بہر حال کوشش اور Achievement کی، حاصل کی اپنی داستان ہے، ایک رویہ، ایک Attitude ہے اور وہ کیا ہے؟ کوشش اور حاصل یا پھر کوشش اور ناکامی۔ کچھ لوگ اِس رویے کے مطابق چلتے ہیں کہ ہم کوشش کریں گے اور کامیاب ہوں گے، ناکامی ہوئی تو اُس کی اصلاح کرلیں گے۔ اب یہ بات ایک ہی دفعہ میرے سے سن لو۔ پھر یہ نہ کہنا کہ بات سمجھائی نہیں۔ کوشش' حاصل اور محرومی کو اُس کے مصنف کے حوالے کرو۔ مصنف کون ہے؟ آپ کی کوشش۔ حاصل و محرومی کس نے لکھی اور Writer اور Dictator کون ہے اُس کا؟ آپ کی کوشش! کوشش ایک فیصلہ کرنے والا جج ہے اور آپ کے حق میں لکھ رہا ہے کہ پھانسی ہو یا بحال کر دیا جائے، کامیابی ہو یا ناکامی ہو۔ اللہ اپنی جگہ پہ قائم ہے، اللہ کے آپ بندے ہو اُس نے اختیار دیا کہ آپ کوشش کرو لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کوشش کی۔ ناکام ہو گئے تو پھر کوشش کرو، پھر ناکام ہو گئے تو پھر کوشش کرو، حتیٰ کہ کامیاب ہو جاؤ اُس کام میں اور پھر دوسرا کام اٹھالو۔ یہ سلسلہ چلتا جائے گا حتیٰ کہ نہ کوشش رہے گی اور نہ حاصل رہے گا' پھر تم چلے جاؤ

گے۔ یہ ایک پکا رویہ ہے، ایک پکا Trend ہے۔ اِس میں نیکی آپ کی کوشش سے ہے اور بدی آپ کا عمل ہے، سزا اُس کا فیصلہ ہے اور جزا اُس کا فیصلہ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ نے عمل کیا تو نیکی کا انعام مل جائے گا اور بدی کی سزا مل جائے گی۔ انعام کا معنی کامیابی ہے اور سزا کا معنی ناکامی ہے۔ ناکامی خود سزا ہے۔ تو آپ خود ہی اپنے مقدر کے کاتبِ تقدیر ہیں۔ تو یہ ایک طریقہ ہے زندگی گزارنے کا۔ آپ کی تقدیر کس نے لکھی؟ آپ کے ہاتھوں کے اعمال نے لکھی۔ یہ پکا فیصلہ کرلو۔ کیا فیصلہ کیا کہ مقدر کیا ہے؟ آپ کے ہاتھوں کی کمائی۔ تو کامیابی کیا ہوئی؟ آپ کی کمائی۔ ناکامی کیا ہے؟ آپ کی کمائی تو یہ سسٹم یاد رکھ لو کہ محنت کے ذریعہ آپ کو یا کامیابی ملے گی یا پھر ناکامی ملے گی۔ اب اِس میں گلہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ناکامی ہوگئی تو تمھاری کوشش کمزور تھی اور کامیابی ہوگئی تو کوشش صحیح تھی۔ اب ایک شخص کہتا ہے کہ کوشش کرتے کرتے بات حاصل نہیں ہوئی یا کوشش کرتے کرتے کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو کوشش کی تعریف کرلو کہ کوشش کا مطلب کیا ہے؟ کوشش کا مطلب ہی نتیجہ ہے۔ کوشش کا مطلب کیا ہے؟ صرف کوشش نہیں بلکہ نتیجہ۔ اگر ایک آدمی پڑھتا جارہا ہے اور امتحان نہیں دیتا تو نتیجہ کوئی نہیں نکلے گا۔ مطلب ہے کہ کوشش جس مقصد کے لیے کی جارہی ہے اُس مقصد کا حصول ہونا چاہیے۔ یہی ہے ناں کوشش۔ اب یہ آپ کی اپنی Achievement ہے۔ آپ کا اپنا حاصل ہے، آپ کی اپنی کوشش ہے، آپ کا اپنا نتیجہ ہے' آپ کی اپنی جو خود نوشت سوانح حیات ہے، یہی آپ کی دقت ہے، یہی آپ کی تباہی ہے اور یہی آپ کی آبادی ہے، اللہ نے اِس میں Matter نہیں کرنا، کیونکہ آپ یہ خود ہی لکھتے جارہے ہیں۔ تو چلتے جاؤ' یہ ایک طریقہ تو ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

آپ اپنے نتیجوں کے حوالوں کو اللہ کے حوالے کرو۔ جب اُس کے حوالے کرتے ہو کہ وہی ہمیں رزق دینے والا ہے، وہی سب کچھ دیتا ہے، کامیابی دیتا ہے ،عزت دیتا ہے اور غریبی بھی دیتا ہے' پھر آپ اللہ کے حوالے سے چلتے جاؤ تو کوئی گلے کی بات نہیں ہوگی۔ پھر جو آرہا ہے آپ دیکھتے چلے جاؤ۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ دونوں شعبے کبھی نہیں ملیں گے بلکہ جدا رہیں گے، اِس لیے یہ نہ ہو کہ آپ کبھی یہ کہہ دو اور کبھی وہ کرلو۔ یہ دو شعبے ملانے نہیں ہیں ورنہ اِس سے دقت پیدا ہو جائے گی۔ اگر اللہ کے حوالے کیا ہے تو اُس کے حوالے کرو اور اگر حوالے نہیں کیا تو چپو اٹھاؤ اور کشتی کنارے لگاؤ۔ تو آپ کے رویے کا مقام یہی ہے کہ پیسے سے محبت کرنا اور اللہ کے فضل کی تلاش کرنا دو متضاد چیزیں ہیں۔ یہ نہیں ہوگا کہ پیسہ گننا اور اللہ کے فضل کا بھی ذکر کرنا۔ یعنی کہ اُس کا فضل اُس کی مرضی پہ چھوڑو، اُس کا فضل کیا ہے؟ اُس کی مرضی اس کا فضل ہے۔ تو اپنے آپ کو اُس کی مرضی پہ چھوڑ دو اور اُس کی مرضی کو Define نہ کرو کہ یہ دے، وہ دے، یہاں یہ چیز دے وہاں وہ چیز دے بلکہ جو وہ دے رہا ہے اُسے رزقِ کریم سمجھو۔ اب آپ کا تقاضا پیچھے رہ گیا۔ اب مقام یہ ہے کہ آپ دونوں نظریوں میں سے الگ الگ ایک اپنا لو ورنہ جو لوگ درمیان میں رہتے ہیں وہ پریشان رہتے ہیں، کبھی دُعا، کبھی کوشش، کبھی اس کی طرف چلے گئے، کبھی اپنی طرف چلے گئے، کبھی کلہاڑی چلانے لگ گئے، کبھی لکڑیاں مانگنے لگ گئے۔ تو یہ نہیں ہوگا۔

کوشش جو ہے بے شک کامیاب ہو جائے اور ہزار بار ہو جائے اور اگر کامیاب نہ ہو تو پھر گلہ ہرگز نہ کرنا۔ اپنے انجام کو کوشش کے حوالے کرلو۔ اگر آپ کو یقین ہے تو انجام کس کے حوالے کرو؟ یا اللہ کے حوالے کرو یا کوشش کے

حوالے کرو۔ بس میں یہ بات کرنا چاہتا تھا، مسئلہ حل ہوگیا۔ انجام کس کے حوالے؟ اللہ کے حوالے کرنے والا کوشش کی اہمیت پر زیادہ غور نہیں کرتا۔ اپنے نیک اعمال نہ گننا بلکہ اُس کے فضل کو گننا۔ بات سمجھ آئی؟ اب وہ لوگ جو زیادہ گنتی کرتے رہتے ہیں اور گنتی بتاتے رہتے ہیں لوگوں کو کہ تم یہ نیکی کرو، تم وہ نیکی کرو تو تمہیں ایسا نتیجہ ملے گا تو یہ صحیح بات نہیں ہے۔ نتیجہ کیا ہے؟ اس کا فضل۔ اُس کا فضل اپنی مرضی رکھتا ہے۔ اس کا فضل کیا کرتا ہے؟ اپنی مرضی رکھتا ہے اور وہ مرضی آپ بیان نہیں کر سکتے۔ اُس کی اپنی مرضی Independent ہے، آزاد ہے، وہ جس کو چاہے بخش دے، جس کو چاہے نہ بخشے، جس کو چاہے سرفراز کر دے، جس لفظ کو چاہے قرآن بنا دے۔ وہ تو اللہ ہے ناں' جس لفظ کو چاہے قرآن بنا دے۔ اللہ جو چاہے کر لے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یا تو تم اپنے آپ کو اُس کے حوالے کرو یا پھر اپنی زندگی اپنے حوالے کرو۔ اب آپ یہ فیصلہ کر لینا۔ مشکل کن لوگوں کو ہوتی ہے؟ جو کاروباری درجے رکھتے ہیں، سماج میں مقام کی تلاش کرتے ہیں اور پھر الٰہیات کا سفر کرتے ہیں۔ تو یہ اُن لوگوں کو دقت ہو جاتی ہے، اِس لیے یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ اللہ کے سفر میں زندگی کو اُس کے فضل کے تابع رکھو اور تابع کا مطلب یہی ہے کہ جو آپ کے دنیاوی حاصل ہیں وہ سارے کے سارے اللہ کے ماتحت کر دو۔ پھر بچت کی ایک صورت بن جائے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ مثلاً آپ اللہ کی راہ پر چل رہے ہیں، اللہ ہی آپ کی تمنا ہے، اُس سلسلے میں آپ کا ہمارے ساتھ تعلق ہے، جتنا ہونا چاہیے اُتنا تو نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی کافی ہے، فرض کریں آپ میں سے کسی نے جتنے مکان بنائے ہوئے ہیں، دنیاوی Achievement' حاصل جو ہے، وہ سارے کے

سارے اللہ کے نام پر کرادیں۔ کیا بات اب آسان ہوگئی؟ مطلب یہ ہے کہ اِس سفر میں آسانی کے لیے دنیاوی حاصل قربان کرنے کی شرط لگ گئی۔ کیونکہ آپ لوگ مجھ سے سفر کا سلیقہ پوچھ رہے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ وہ مکانات وغیرہ جو ہیں اللہ کے حوالے کرو۔ یہ نہ کہنا کہ میں تقسیم کر چکا ہوں یا کرنے کا ارادہ کرلیا ہے یا بچوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے' آپ یہ بچوں کے مالک کے حوالے کرو۔ اب اگر ایسا کرنے میں آسانی پیدا ہورہی ہے تو سمجھو کہ آپ کو میری بات سمجھ آگئی اور اگر آسانی نہیں پیدا ہورہی تو سمجھو کہ میری بات آپ کو سمجھ نہیں آئی۔

بس یہ بات دل میں رکھنا اور بتانا نہیں۔ آپ کا دُنیاوی حاصل اگر اللہ کے سفر میں Contribute نہیں ہوتا، خرچ نہیں ہوتا تو سمجھو کہ آپ کو میری بات سمجھ نہیں آئی اور اگر دنیاوی حاصل اِس میں Contribute ہوتا ہے تو آپ کو بات سمجھ آگئی ہے۔ آپ نے عملاً کرنا کچھ نہیں ہے بلکہ صرف بات کو سمجھنا ہے۔ جتنا اس خیال میں رکاوٹ ہے اتنی آپ کے حال میں رکاوٹ ہے۔ تو سمجھنے میں اتنی رکاوٹ ہے جتنی کہ Contribution میں رکاوٹ ہے۔ اس کا کوئی اور فارمولا نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر آسانی لگتی ہے تو آپ آزاد ہوگئے اور اگر خیال میں سوچ موجود ہے تو ابھی آپ آزاد نہیں ہوئے بلکہ ابھی آپ دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور نکلنا مشکل ہوگا۔ اس بات کا جواب دینے کی ضرورت کوئی نہیں ہے بلکہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔ تو راز یہ ہے کہ آپ اگر اللہ کے سفر کو باقی حالات پر فوقیت نہ دیں تو اِس کی فوقیت آپ پر آشکار نہیں ہوتی ہے۔ یہ Routine کا، معمول کا سفر نہیں ہے۔ تو یہاں پر رزقِ کریم کیا ہے؟ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی رزقِ کریم ہے۔ یہاں پر حاصل نہیں کرنا بلکہ یہاں پر دینا ہے۔ یہ

سب رزق ہے اور اس میں جرات، حوصلہ اور شوق ہونا چاہیے۔ تو اِس راہ میں خرچ کرنے کا شوق پیدا ہونا بذاتِ خود ایک رزق ہے بلکہ رزقِ کریم ہے۔ ان لوگوں کا حوصلہ، سرفرازی کی لگن اور شہادت کی تمنا رزقِ کریم ہے اور جس کو شہادت مل گئی اُس کو رزقِ کریم مل گیا۔ اس لیے اب شہید کے لیے مرنے کے بعد بھی رزق ہے۔ کیونکہ اُس کو موت نہیں ہے، وہ کھاتا ہے' پیتا ہے اور اللہ نے اس کو رزق عطا کر رکھا ہے۔ یہ ایک عجب بات ہے۔ اور آپ کے لیے رکاوٹ کیا ہے؟ آپ کا جھوٹا حاصل اور آپ کا جو حاصل ہے وہ تو آپ چھوڑتے جاؤ گے، چھوڑ کے جاؤ گے دے کے نہیں جاؤ گے۔ یہی آپ کی تباہی ہے کہ چھوڑ کے جانا ہے مگر دے کے نہیں جانا۔ کیونکہ آپ کا حاصل کچھ نہیں ہے بلکہ بیکار ہے، مٹی ہے، مٹی مٹی میں مل جائے گی اور آپ جو ہیں آپ بھی مٹی میں مل جاؤ گے۔ مکان کیا ہوتا ہے؟ مٹی تھوڑی سی اوپر چلی جائے تو مکان ہو جاتی ہے اور جب مٹی نیچے بیٹھ جائے تو پھر واپس آجاتی ہے۔ تو کھیل ختم ہو جاتا ہے۔ پرانے زمانے کے سارے کھنڈرات یا یہ سارے واقعات اپنے زمانے میں بڑے محلات ہی تھے۔ آپ بھی چپکے سے چلے جاؤ گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دیکھنا ہے کہ آپ اپنے حاصل کو کس حد تک زادِ راہ بناتے ہیں یعنی دنیاوی حاصل کو۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ دنیاوی حاصل کو اپنی ذات تک رکھتے ہیں یا دنیاوی حاصل کو اُس کے راہ پر لگاتے ہیں حالانکہ راہ صرف وہی ہے جو اللہ کا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر تمھیں بات سمجھ آجائے گی اور اِس بات کو ذرا دل میں سمجھنا۔ تو کوشش کے راستے پر چلنے والا عبادت کرتا جائے، کچھ خرچ کرے، کچھ جمع کرے، بس ایسے ہی سفر کرتا جائے، زیادہ فارمولے نہ اختیار کرے بلکہ کوشش کرتا جائے۔ نتیجہ وہی اچھا ہے جو اللہ کو

منظور ہے، نتیجے کو اللہ کے حوالے کر دینے والے کا سفر اور ہے۔ جس نے اللہ کے حوالے کر دیا اُس کو پھر اور طرح سے نتیجہ ملے گا۔ تو یہ فارمولا دوسرا ہے۔ اور جو دونوں فارمولے استعمال کرتا ہے وہ مشکل میں پھنس جاتا ہے۔ دو فارمولے نہیں چلتے۔ مثلاً آپ کسی آدمی کے پاس بھی چلے جائیں اور کہیں کہ جیسے آپ حکم کریں ہم کرنے کو تیار ہیں اور پھر اپنا پائی پائی کا حساب بھی رکھیں۔

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بیتاب ہوں جن کے جلانے کے لیے
جمع کر خرمن کو پہلے دانہ دانہ چن کے تُو
کوئی بجلی آ ہی نکلے گی جلانے کے لیے

تو بات اتنی ساری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تنکے ہوں آشیانے کے اور اُن کو جلانے کے لیے ایک بجلی کی تمنا ہونی چاہیے۔ اور اگر بجلی سے بچا رہے ہو تو برباد ہو کے جاؤ گے اور برباد کر کے جاؤ گے۔ اگر بجلی نے آشیانہ قبول کر لیا تو مبارک ہو کہ آپ بچ گئے۔ بس یہ ہے اِس کا کھیل۔ کیا کھیل ہے؟ اگر اُس نے قبول کر لیا تو بچ گئے اور اگر آشیانہ بچ گیا تو بے کار ہو گئے۔ وہ جو تنکے تنکے ہیں انہیں ہوا لے جائے گی۔ بس بات اصل میں جل جانے والی بات ہے تا کہ اُس کی راہ میں قبول ہو۔ بہر حال رزقِ کریم ہوتا ہے۔ اور بات کا مطلب سارا یہ تھا کہ رزق اللہ عطا فرماتا ہے، اِس میں آپ کی کمائی کا دخل نہیں ہوتا بلکہ اُس کی مہربانی کا دخل ہوتا ہے، وہ عطا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی بہت بھوکا بیٹھا ہوا ہے، بہت بھوکا بیٹھا ہے، تو پڑوسیوں کے گھر میں عید ہے یا کوئی شادی ہے تو اُسے کھانا مل گیا، رزق مل گیا، خود بخود ہی، کمایا نہیں اُس نے اور جائز سا کھانا مل گیا، کھانا اُس کی

ضرورت تھا، دُعا کر رہا تھا کہ مجھے کھانا چاہیے، بہت بھوکا آدمی تھا بیچارہ، اتفاق سے پڑوسیوں کے گھر سے کوئی آ گیا اور اس نے کہا آپ یہ کھاؤ۔ اب یہ رزق ہے کہ اُس بھوکے آدمی کو جی بھر کے کھانا مل گیا، پیٹ بھر کے مل گیا، اچھا کھانا مل گیا، اب اُس نے پکایا نہیں ہے لیکن اُس کو مل گیا اور وہ کھانا جائز ہے اور صحیح ہے۔ یہی رزق جو ہے وہ آسمانوں سے نازل ہونے والا رزق ہے۔ رزق یہ ہے کہ بھوک آپ کی اور پکائے کوئی اور۔ اور اہتمام بھی آپ کا نہ ہو، اگر اہتمام ہو تو پھر یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ کوشش میں گِنا جائیگا، اگر انتظار ہو تب بھی کوشش میں آجائے گا' تو یہ بھی غلط ہے۔ بس اُس کے حوالے کر دیا جائے پھر وہ جو عطا کرے گا وہ صحیح ہے۔ بات سمجھ آئی؟ وہ عطا کر دے تو پھر ٹھیک ہے، تو ضرورت آپ کی اللہ کے حوالے اور پوری وہ کر دے تو رزقِ کریم ہوگا۔ ذرا مشکل بات ہے لیکن سمجھ آجائے گی انشاءاللہ تعالیٰ.....

سوال:

جو لوگ ''تفکرون'' والے یا Reason والے ہوتے ہیں وہ تو کچھ اور کہتے ہیں.....

جواب:

لوگوں کی Category، قسم ہم دریافت نہیں کر رہے۔ لوگوں کی اتنی Categories ہیں، قسمیں ہیں جتنے لوگ ہیں۔ آپ اپنی Category دریافت کریں۔ آپ کے پاس ٹائم صرف اتنا ہے کہ آپ اپنی Category دریافت کریں' آپ اگر Reason کر رہے ہیں تو Reason کرو، آپ مشاہدہ کر رہے ہو تو مشاہدہ کرو، Obey کر رہے ہو تو Obey کرو، اطاعت کرو مگر صرف اپنی

Category میں، لوگوں کی Categories قسمیں تو اتنی ہیں جتنے کہ لوگ ہیں مثلاً کافر ہیں، مومن ہیں، فرعون ہے اور موسیٰؑ بھی ۔ تو جتنے لوگ ہیں اُتنی Categories ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں صرف ایک کام کرنا ہے کہ اپنی Category دریافت کرنی ہے۔ آپ کی پہلی Category میں بتاتا ہوں کہ آپ مسلمان ہیں، یہ Catgory تو واضح ہے، پھر آپ شیعہ ہیں کہ سُنی ہیں، دونوں Categories اچھی ہیں بشرطیکہ انسان اچھا ہو۔ اور انسان اگر اچھا نہیں ہے تو اس کا دین کیا اچھا ہوگا۔ میں شیعہ سُنی کی گنجائش رکھتا ہوں۔ یہ ہونا چاہیے ناں؟ تو یہ فیصلہ ہونا چاہیے! آپ پہلے تو مومن ہیں، پھر اِس دور میں آپ پیدا ہوئے، اِس دور کے تقاضے بھی آپ نے پورے کرنے ہیں، سائنس کا زمانہ ہے، سائنس کو بھی آپ نے نظر انداز نہیں کرنا اور Religion کو مذہب کو بھی آپ نے نہیں چھوڑنا، یہ بھی آپ کی مجبوری ہے۔ اب اِن دونوں کے درمیاں جو فرق ہے یہ بھی آپ کو سمجھ لینا چاہیے یعنی سائنس کسے کہتے ہیں اور Religion 'مذہب کسے کہتے ہیں۔ جب Cause اور Effect کو ہم دیکھیں گے تو یہ Religion ہے، مذہب ہے یعنی وجوہات اور نتائج۔ اور بے وجہ اور بے نتیجہ جو ہے یہ الٰہیات ہے۔ مثلاً آپ کے آنے کا سبب کیا ہے؟ Effect، Cause وجہ اور نتیجے کی بات تو ٹھیک ہے کہ آپ کے ماں باپ، شادی وغیرہ وغیرہ، لیکن آپ کے آنے کا کیا سوال ہے، اس صدی میں کیوں آئے اور ایک صدی پہلے کیوں نہیں آئے Why during this century, why not a century ago..... یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ تو اس صدی میں کیوں آئے اور پچھلی صدی میں کیوں نہیں آگئے یا دو صدیوں بعد کیوں نہیں آگئے؟ On this day آج کے روز کیوں پیدا ہوئے؟

یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا سبب نہیں ملے گا۔ یہ بات تو ٹھیک ہے کہ زمین کے اندر پانی ہوتا ہے اور پھر بیج بنتا ہے لیکن کیوں بنتا ہے؟ اِس کی کوئی وجہ نہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں سورج کی گرمی سے، روشنی تیز ہوا چلاتی ہے، یہ Cycle اور یہ زمین، آب و باد و خاک کا چکر چلتا ہے۔ لیکن سورج روشن کیوں ہے یہ کوئی نہیں بتائے گا۔ یہاں آ کے Reason، دلیل ختم ہو جاتی ہے۔ ہر انسان مر جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ مرتا کیوں ہے؟ یہ تو ٹھیک ہے کہ ہر انسان مر جاتا ہے لیکن کیوں؟ ایک آدمی نہیں مرنا چاہتا پھر کیوں مرے؟ پھر بھی مر جاتا ہے۔ یہاں آ کے سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایک جوان آدمی بوڑھا ہو گیا تو خاموش، بچہ جوان ہو گیا تو خاموش، جوان بوڑھا ہو گیا تو خاموش، بوڑھا انا للہ و انا الیہ راجعون ہو گیا تو خاموش۔ یہ ایسا کیوں ہے؟ سب خاموش! ہر آدمی کی دو آنکھیں ہیں تین کیوں نہیں ہیں؟ سب خاموش۔ بلکہ سوموار کو سوموار کیوں کہتے ہیں منگل کیوں نہیں کہتے، سب خاموش ..... یہاں Reason فیل ہو جاتا ہے۔ یہ رات ہے، یہ دن ہے، کیوں ہے؟ یہ سارا کھیل ایسا کیوں ہے؟ سب خاموش، خاموش رہنے والا انسان روتا کیوں ہے اور رونے والا پھر ہنستا کیوں ہے؟ خاموش..... تو ہزار ہا ایسی باتیں ہیں جس میں Reasons، دلیلیں فیل ہو جائیں گی۔ اِس لیے یہ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ تو آپ اپنی Category کو دریافت کرو کہ آپ کے ذمے کام کیا ہے۔ میں سائنس اور Religion کا فرق بتا رہا تھا، سائنس جو ہے یہ مستقبل کے منصوبے بناتی ہے اور مذہب جو ہے ماضی سے رشتے جوڑتا ہے۔ بس یہ یاد رکھ لینا۔ آپ ماضی سے رشتہ جوڑو گے تو مذہب والے ہوں گے۔ باپ کو یاد کرو، دادا جان کو یاد کرو، اُن سے پہلے کے بزرگوں کی قبریں یاد

کرو، آپ کے خاندان کی نانی اماں ہوتی تھی ، دادی اماں ہوتی ہوں گی، علیٰ ہذالقیاس کوئی اور ہوتا ہوگا، تو ماضی میں رشتہ' پھر پرانے بزرگوں کے ساتھ رشتہ، بابا بلھے شاہؒ کے ساتھ رشتہ، ان کا مزار ہوگا، داتا صاحبؒ سے رشتہ، پھر اور آگے، اور آگے، اور پھر حضور پاک ﷺ کے آستانے تک پہنچ جائیں گے۔ تو ماضی سے رشتہ اور اِس طرح حضرت ابراہیمؑ، آلِ ابراہیمؑ سے تعلق، تو ماضی سے رشتہ جو ہے یہ مذہب کی کاروائی ہے۔ اور سائنس یہ کہتی ہے کل کیا ہونے والا ہے، سڑکیں بن رہی ہیں، موٹریں چلیں گی، جب تمہارے گھر کے سامنے سے سڑک گزر رہی ہے تو سمجھو کہ رونق لگنے والی ہے۔ تو تم بھی کوئی انتظام کرو۔ جب کسی علاقے میں ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے تو وہاں پلاٹ بکیں گے۔ تو یہ سب مستقبل ہے۔ اور مستقبل کے ساتھ اپنے آپ کو Attach کرنا، اپنے آپ کو اُس کام میں ڈالنا، یہ کیا ہے؟ جتنا آپ کا حضور پاک ﷺ سے فاصلہ کم ہوگا اُتنا آپ کے لیے بہتر ہوگا یعنی کہ آپ اپنے آپ کو ماضی میں لے جاؤ اور اُس فاصلے کو کم کرو جو تمھارا حضور پاک ﷺ سے ہے۔ تو یہ ہے مذہب۔ مذہب کا معنیٰ ہے پرانے نظام کے ساتھ اپنے آپ کو Attach کرنا۔ سائنس کیا ہے؟ Tomorrow کے حساب سے چلنا، آنے والے کل کے ساتھ چلنا کہ کل کو کیا ہونے والا ہے، کل کو ہمارے بچے کمپیوٹر نہ سیکھیں گے تو کامیاب کیسے ہوں گے، کمپیوٹر سکھاؤ بچوں کو۔ کمپیوٹرائز ٹریننگ کیا ہے؟ یہ Tomorrow ہے سائنس ہے۔ اور کوئی کہے کہ بچوں کے لیے بہتر ہے کہ گلستان بوستان پڑھا دو تو یہ کیا ہے؟ یہ Religion ہے، یہ مذہب ہے۔ یہ کیا ہے؟ Past' ماضی' اِس کو پاس کرو۔ تو سائنس کیا ہے؟ Future کا حوالہ، مستقبل کا حوالہ اور Religion جو ہے یہ ماضی ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ آسانی کس میں

ہے۔ ماضی کے لوگوں سے محبت موت کا ڈر ختم کر دے گی۔ کیسے؟ ماضی والے سارے زندگی سے باہر ہیں، اس لیے آپ کو زندگی سے باہر جانے میں دقت کوئی نہیں ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں آپ اپنے بچوں کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور جب آپ کو آپ کے ماں باپ بلائیں گے تو آپ ادھر چلے جائیں گے۔ اِس لیے پھر موت کا ڈر ختم ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کے پیر صاحب پردہ کر گئے تو مرنے کے بعد آپ پیر صاحب کے پاس چلے جائیں گے۔ اب موت کا ڈر کس بات کا۔ وہ تو ہم ہر وقت تیار ہیں۔ تو یہ ہے طریقہ۔ Religion، مذہب واحد چیز ہے جس سے موت کا ڈر ختم ہوتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ تو یہ ہے طریقہ اِس معاملے کے سمجھنے کا۔ آپ غور کرو اِن باتوں پہ۔ پھر یہ غور کرو کہ کون ہے جو بیج کو مٹی کی تاریکی میں پال رہا ہے؟ اُس کا نام کیا ہے؟ کون ہے جو سیاروں کو حرکت دے رہا ہے؟ کون ہے جو سورج کو روشن بنا رہا ہے؟ کون ہے جو پرندے کو اڑنے کی توفیق دیتا ہے؟ کون ہے جو مچھلی کو پیدا ہوتے ہی تیرنا سکھاتا ہے؟ کون ہے جو تمھیں بولنے والا بنا رہا ہے؟ کون ہے جو بچے سے بڑا کر رہا ہے؟ کون ہے جس کی یہ کائنات ہے؟ کون ہے وہ؟ اُس کو دیکھو۔ یہ ہے ''تفکرون''۔ زندگی سے موت کیسے پیدا ہوئی یا موت سے زندگی کیسے پیدا ہوئی؟ جب یہ بات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی پھر آپ کو انسان بننے کی توفیق مل جائے گی۔ یہ سب بزرگوں پر ہوا۔ ''تفکرون'' کے بعد ہی تو انھوں نے پوچھا کہ اپنے دل کے اطمینان کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہ بتایا جائے کہ آپ مرنے کے بعد زندہ کیسے کریں گے۔ اللہ کی طرف سے پھر پرندوں کا واقعہ ہوا اور پوچھنے والے کو اطمینانِ قلب ہو گیا اور وہ بولے اسلمت لرب العالمین ہم پوری سلامتی سے

رب العالمین پر ایمان لائے۔ تو یہ ہے تفکرون۔ ''تفکرون'' جو ہے اگر تو وہ سائنس کا ہو پھر تو وہ گمراہ کردے گا اور اگر ماضی کی طرف سفر کرنے کا ''تفکرون'' کرو گے تو بچ جاؤ گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ صرف سائنس کا ''تفکرون'' کرتے جاؤ۔ یہ گمراہی ہے۔ تو آپ خالق کے وجود کو اور اُس کی موجودگی کو پہچان کر ''تفکرون'' کرو یعنی فکر کرو، سوچو..... یہ سوچو کہ کون ہے مالک کائنات کا؟ اِس لیے پہلے اپنے آپ پہ غور کرو پھر کائنات پہ غور کرو کہ یہ کائنات کیا ہے؟ یہ سوچنے کی دعوت کس نے دی ہے؟ اللہ نے کن کو دی ہے؟ ماننے والوں کو۔ مگر تم دعوت اللہ کی لیتے ہو اور ماننے والوں سے باہر ہو جاتے ہو۔ تم تو بالکل ہی بھولے ہو۔ اللہ نے دعوت دی ہے کہ ''تفکرون'' کیا کرو، غور کیا کرو، کن کو دعوت دی ہے؟ ماننے والوں کو اور آج کا انسان کہتا ہے میں نے ''تفکرون'' کیا تو کوئی سمجھ نہیں آئی اللہ کی۔ دعوت اُس کو یعنی ماننے والے کو ہے اور ماننے والا اگر نہ ماننے والا بن گیا تو اُس کے لیے ''تفکرون'' کی دعوت ہی نہیں ہے۔ اور کافر کے لیے تو یہ دعوت ہے ہی نہیں۔ اس لیے پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرو، پھر ذکر کرو اور فکر کرو.....

سوال:

ماضی تو مذہب ہے اور مستقبل سائنس ہے تو پھر حال کیا ہے؟

جواب:

آپ کا حال جسم اور روح کا ملاپ، Body اور Soul کا Combination ہے۔ Body آپ کی جو ہے، جسم آپ کا زمانے کے دباؤ تلے ہے، دباؤ حالات کا، زمانے کا اور جتنے موجود اندیشے ہیں، Multiple، پیچیدہ ضروریات ہیں، اگر

اِس حالت میں آپ کی روح مذہب کے Trend رجحان سے واصل ہو جائے تو پھر آپ کی بچت ہو جائے گی، Harmony پیدا ہو جائے گی، توازن پیدا ہو جائے گا۔ تو اِس وقت آپ کا حال پریشان حال ہے یعنی کہ ماننے والوں کا حال۔ اب اگر آپ نے اپنے حال کی اصلاح کر لی اور آپ یقین میں داخل ہو گئے تو غالباً یہ واحد قوم ہو گی جو یقین میں داخل ہو گی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو مانا ہوا ہے، آپ نے وہ لٹریچر پڑھا ہوا ہے، تو آپ ماننے والی چیز کو حقیقتاً مان لو۔ بس اللہ تعالیٰ پر یقین پختہ کر لو۔ یہ حال میں مان لو کہ یہ سائنس اور یہ ترقی ہماری زندگی کو طویل نہیں کر سکتی۔ بس ترقی اتنی ساری ہے۔ کتنی ہے؟ کہ زندگی ساٹھ سال کے بعد پھر عذاب ہی لگتی ہے، کوئی نہ کوئی عارضہ رہتا ہے، کوئی نہ کوئی مرنا شروع ہو جاتا ہے، اور اپنے زمانے کے ساتھی جو تھے کوئی آشنا چہرہ ہی نہیں ملتا، وہ جو آپ کے ساتھ ہوتے تھے سکول میں جانے والے زمانے کے ساتھی' اس سکول میں جانے والا اب کون رہ گیا ہو گا؟ کوئی بھی نہیں رہ گیا ہو گا.....

مطلب یہ ہے کہ پھر طویل زندگی میں یہ واقعہ ختم ہو جاتا ہے۔ اِس لیے حال میں ان باتوں کو پہچانو کہ آپ کو زندگی کیا دے رہی ہے، آپ اِس بات کو پہچانو کہ کوئی سائنس آپ کی ساٹھ سال سے زیادہ زندگی کو آسان نہیں بنا سکتی، کوئی ترقی آپ کی زندگی کو طویل نہیں کر سکتی اور اگر طویل ہو بھی گئی تو بینائی ختم ہو جائے گی۔ پھر آپ کہیں گے کہ آپ کون ہیں؟ وہ کہیں گے کہ آپ کے بیٹے۔ آپ کہیں گے بیٹا اونچا بول! کان کی سماعت کم ہے، نزدیک آ کیونکہ نظر نہیں آ رہا۔ اس وقت آپ نے کچھ دیکھا تو کیا دیکھا، تب کیا سُنا آپ نے جب اُس کی آواز لاؤڈ سپیکر کے بغیر سنائی نہیں دی اور خوردبین کے بغیر چہرہ نظر نہیں آیا۔ تو

بات تو کوئی نہ بنی۔تو پھر زندگی میں یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ آپ کا کُل ارتقاء ہے۔ اِس کو حال میں پہچان لینا چاہیے کہ آپ کا ارتقاء جو ہے Finally آخر کار اتنا سارا ہے۔اب اس میں مذہب کی یا دین کی یا روحانیت کی کیا ضرورت ہے، اِس کو پہچان لو۔ اگر اِس کو آپ نے پہچان لیا تو پھر آپ من حیث القوم بچ جائیں گے ورنہ اِس وقت آپ اندیشے میں ہیں اور کرب میں ہیں۔تو کئی قومیں مذہب کو آسانی کے ساتھ چھوڑ چکی ہیں۔اور آپ جو ہیں اِس میں ابھی موجود ہیں، غالباً یہ خطہ جو ہے اِس میں فقراء نے بڑا کام کیا ہے، اِس لیے اس علاقے کے لوگوں میں کچھ خوفِ خدا ہے، خوفِ خدا بھی ہے اور حضور پاک ﷺ سے محبت بھی ہے اور یہی وجہ ہے آپ کی بچت کی۔اِس لیے آپ کے بچنے کی کوئی امید ہو سکتی ہے۔ آپ اپنے آپ کا جائزہ لو اور اپنے دین کو اپنا افتخار بناؤ اور اس کو فخر کے ساتھ پیش کرو۔لادین آدمی اپنی لادینیت کو فخر بناتا ہے اور آپ اپنے دین کو فخر بناؤ۔لیکن جھگڑا نہ کرو۔تو یہ ہمارا فخر ہے کہ ہم دین رکھتے ہیں، یہ عزت ہے، اعزاز ہے کہ دین رکھتے ہیں خدا رکھتے ہیں اور ہم مانتے ہیں اور مزاروں کو بھی مانتے ہیں۔کیا مانتے ہیں؟ مزار نہ اللہ ہے اور ایسا کہنے کی نہ کوئی ضرورت ہے مگر جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں عبادتیں کی ہیں اُن کے مزار بھی ہمیشہ دیرپا ہو گئے، ایک ایسا نام ہو گیا کہ ہمیشہ رہا۔بادشاہوں کے مزار بھی آپ دیکھ لو لاہور میں اور فقیروں کے مزار بھی دیکھ لو۔فرق ہے دونوں میں' جہانگیر کا مزار ہے اور داتا صاحبؒ کا مزار ہے' یہ چیز آپ نے دیکھنی ہے، جانچنا ہے' حال میں آپ نے یہ سٹڈی کرنا ہے، حال میں یہ Study کرنا ہے کہ سائنس کیا کہتی ہے، مذہب کیا کہتا ہے، ہم پر کیا ذمہ داریاں ہیں، ہم اپنی اولاد کو کیسے سمجھیں، ماں باپ کو کیسے سمجھیں اور دین کو

کیسے سمجھیں.....

سوال:

کچھ لوگ قرآن سے حوالہ دیتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ بشر تھے تو اس بارے میں ہم کیا جواب دیں۔

جواب:

جولوگ یہ بات کررہے ہیں وہ قرآن کا یہ حوالہ دیتے ہیں قل انما انا بشر مثلکم مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ اِن سے کہہ دیجیے کہ میں انسان ہوں ''مثلکم'' تمہاری طرح اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ جب لوگوں نے آپ ﷺ کو انسان کے علاوہ کچھ سمجھنا شروع کر دیا، ورنہ تو سب کو پتہ ہے کہ آپ ﷺ انسان ہیں لیکن جب یہ وضاحت کے ساتھ اعلان ہونے لگا ہے کہ آپ ﷺ اِن سے کہہ دیجیے کہ میں انسان ہوں تو بات یہ تھی کہ لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ اے اللہ آپ ہی اپنا پیغام تو نہیں پہنچا رہے۔ وہ جو آج تک چلا آرہا ہے کہ احد اور احمد اور ''میم'' کا پردہ، کہ آپ ہی ہے۔ تو یہ بتایا جارہا ہے کہ نہیں، ہم اللہ نہیں ہیں، اللہ کے بندے ہیں، تمہاری طرح، اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اللہ یہ نہیں ہے کہ میں اِس شکل میں، اللہ، اللہ ہے، میں بندہ ہوں اور میں اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ بشر مثلکم کا یہ واقعہ لے کر کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ حضور پاک ﷺ کی شخصیت ایک پیغام دینے والے کی سی ہے، پیغام دیا اور پیغام اللہ کا ہے، اللہ کا پیغام دینے کے بعد آپ ﷺ رخصت ہو گئے اور اُس پیغام نے زندہ رہنا ہے اُس کے بعد پیغمبر ﷺ کے ساتھ رابطے کی ضرورت کوئی نہیں۔ تو کچھ لوگ یہ کہیں گے۔ یہی کہتے ہیں ناں لوگ۔ آپ کو اس کا جواب دینے کی

ضرورت کوئی نہیں۔ اِس بات کو بڑوں کے حوالے کر دو یعنی کہ اُن لوگوں کا کوئی بڑا کہے تو آپ لوگوں کا کوئی بڑا جواب دے۔ تو بچوں نے کاہے کا جھگڑا کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ ذات کیسی ذات ہے کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے ان پر درود بھیج رہے ہیں۔ اگر تو پیغام دے کے چلے جانے والی بات ہوتی تو پھر آگے جو ہے اللہ تعالیٰ بات میں اضافہ نہ کرتے، جب تک قرآن ہے یہ بات وضاحت کے ساتھ آ رہی ہے کہ آج اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے چلے جا رہے ہیں۔ بات تو اللہ نے پھیلائی کہ ہم درود بھیجتے جا رہے ہیں، یا تو بات سٹاپ ہو جاتی کہ اللہ میاں یہ کہتے کہ جب تک آپ ﷺ زندہ ہیں ہم درود بھیجتے ہیں اور آپ ﷺ کی زندگی کے بعد ہم درود نہیں بھیجیں گے مگر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں، جب تک آپ ﷺ ہیں، اور جب تک دنیا ہے آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا جا رہا ہے۔ اور ایک چیز یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ یہ کائنات ہم نہ بناتے اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ نے مبالغے کیے ہیں، حقیقتیں بیان کی ہیں۔ اِس میں ہمارا تو کوئی دخل نہیں ہے۔ باقی وہ ذات جو صرف پیغام دینے والی ہے تو پیغام دینے والی ذات کو صرف پیغام کی وصولی تک ہی ہونا چاہیے مگر پیغام یہ ہے کہ میرا نام تمہارا ایمان ہے۔ تو پیغام یہ ہے! تو پیغام کو سمجھو کہ پیغام کیا ہے؟ دو چیزیں آپ کے لیے پکی ہیں، اللہ تمہارا رب ہے اور آپ ﷺ رسول ہیں اور یہ کلمہ ہے تمہارا، یہ تم دھراتے جاؤ، اب جب تک میں کلمہ پڑھوں گا میں کیسے اُس نام کو فراموش کر سکتا ہوں۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے، ''وہ تھے''، ''تھے'' میں کیسے کہہ سکتا ہوں جب کہ کلمہ میرا حال میں ہے کہ اللہ جو ہے وہی ہمارا معبود ہے اور حضور پاک ﷺ ہمارے رسولؐ ہیں۔ کیونکہ ''ہیں'' لہٰذا جب تک میرے ساتھ

کلمہ ہے وہ میرے ساتھ ہیں، خیال اور احوال ساتھ ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں! اگر تو معاملہ یہ ہوتا کہ میں ایک پیغام کے اوپر چل رہا ہوں جو حضور پاک ﷺ کا دیا ہوا یا اللہ کا دیا ہوا پیغام ہے مگر یہ پیغام تو نہیں ہے یہ کلمہ ہے اور درود ہے۔ کلمہ اور درود جو ہے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ ایک عجب بات ہے، مثلکم ضرور ہے لیکن اتنے بھی مثلکم نہیں ہیں جتنے آپ سمجھ رہے ہو۔ یہ بڑے غور والی بات ہے کہ آپ ﷺ کے نام پر لوگ مر رہے ہیں حتیٰ کہ آپ خود سمجھو کہ اُس زمانے میں اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو، اللہ کی نماز اور حضور پاک ﷺ بلائیں اور وہ نہ آئے کہ میں نے نماز پڑھنی ہے تو پھر نماز کوئی نہ ہوئی۔ اللہ نے فرمایا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فا تبعونی یحببکم اللہ. کہ آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو یہ آپ کی اطاعت کریں، پھر اللہ ان سے پیار کرے گا۔ تو جو آپ ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اُس سے پیار کرے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پھر وہ واقعہ سمجھنے والا ہے کہ یہ مقام کیا ہے' مقامِ رسالت ﷺ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اِس پہ بحث نہ کرو۔ ہاں البتہ ایک بات یہ ہے کہ ؎

یوں بسر ہو زندگی اپنی بنامِ مصطفیٰؐ
دل میں ہو حُبِ نبیؐ لب پر سلامِ مصطفیٰؐ
باعثِ عرفانِ حق ہے احترامِ مصطفیٰؐ
اے مسلمان با خبر شو از مقامِ مصطفیٰؐ

تو بڑی احتیاط کی بات ہونی چاہیے۔ ایسے نہیں کہنا جیسے اب کہہ رہے ہیں لوگ۔ یہ ایسی ذات ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ دیکھو غور والی بات ہے کہ اللہ کا

ارشاد ہے کہ کوئی شخص جو ہے آپ ﷺ کی آواز سے اونچی آواز نہ کرے، یہ حکم ہے، ادب کرنا چاہیے' ایسے ہے ناں۔ **لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** اور یہ کہ جب ذرا کوئی آپ ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بولے تو تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اب آپ اُس ذات کو پہچانو۔ اچھا اور بات دیکھو، یہ صرف پیغام لانے والی بات نہیں ہے، اگر پیغام لانے والی بات ہوتی تو اور طرح بات ہوتی۔ یہ دیکھو کہ اللہ کی راہ میں جو اللہ کے نام پر مر گیا وہ شہید ہے اور جو حضور پاک ﷺ کی عزت پر مر گیا؟ شہید ہے کہ نہیں ہے۔ اب بندے اور اللہ کے درمیان فرق کو دیکھ لو کہ کتنا سارا ہے۔

آپ ﷺ بندہ تو ہیں، اللہ نہیں ہیں لیکن اِس کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑی احتیاط سے سمجھنا چاہیے' وہ کہنا غلط ہے کہ آپ ﷺ صرف انسان ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ انسانوں کے علاوہ وہ کچھ ہیں۔ بس اتنی سی بات آپ سمجھو۔ اگر آپ سمجھ جاؤ تو راز یہ ہے کہ انسانوں سے ماوراء نہیں ہیں اور انسان نہیں ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے اور اس بات کو سمجھ لو تو سب سمجھ آجائے گی۔ اس کا مقام یہی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اِس لیے اُن کو جواب آپ نے کچھ نہیں دینا۔ آپ اپنا کام کرتے جاؤ، اُن کا جواب اُن کو اللہ دے گا..... اب آپ اور سوال کرو.....

وہ بات کرو جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو، جو آپ کو سمجھ آنے والی بات رہ گئی ہو یا کرنے والا کام رہ گیا ہو۔ تو اُس بات پہ آپ نگاہ دوڑاؤ ..... بولیں۔

سوال:

آج کے دور میں مادی ترقی تو بہت ہو رہی ہے مگر روحانی ترقی کیوں نہیں ہو رہی؟

جواب:

آپ کا سوال ٹھیک ہے بڑا۔ ایک بات بڑی ضروری ہے کہ ہمیشہ روحانی عروج تب ہوا جب مادی عروج کے زمانے تھے، عام طور پر ایسا ہوا کہ جب طِب کا بہت طاقت ور زمانہ ہوا تو ایک ایسی بیماری آ گئی جسے کوڑھ کہتے ہیں اب طِب لاچار ہوگئی، تو وہاں دستِ شفا لے کے ایک پیغمبر آ گئے اور طِب کی دُنیا حیران پریشان ہوگئی کہ یہ کون آ گیا۔ تو ایک واقعہ ظاہر ہو گیا۔ جب عرب کے زمانے میں فصاحت و بلاغت کا زمانہ تھا تو وہاں ایک کلامِ الٰہی گیا۔ اللہ کا بار بار دعوٰی آیا کہ لاؤ اِس جیسی کوئی سورۃ ہی لاؤ فاتو بسورۃ من مثلکم، کوئی ایسی ایک سورۃ ہو تو لاؤ۔ وہ بڑے فصیح اور بڑے بلیغ لوگ، بڑے بڑے افلاطونِ وقت حیران پریشان ہو گئے کہ یہ تو کسی بشر کا کلام ہی نہیں لگتا۔ یعنی کہ اِس جیسا کلام نہ اُس زمانے میں بن سکا اور نہ وقت کے اندر کوئی ٹھہر سکا۔ عجب بات ہے ناں! اسی طرح اپنے دور کے حساب سے عرب کا زمانہ بہادری کا زمانہ تھا، جرنیلوں کا زمانہ تھا اور اسلام نے ایسے ایسے جرنیل پیدا کیے کہ پھر فتوحات کا زمانہ آ گیا۔ اب سائنس نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، چاند تک چلے گئے' یہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔ ہماری کتابوں کی دنیا میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں پر ایک درویش تھے اور ایک ایک ہندو جوگی تھا۔ اُن کا ہندو جوگی کے ساتھ مقابلہ ہو گیا، ہندو نے اُڑنا شروع کر دیا اور پھر اس درویش کی کھڑاویں اڑنے لگ گئیں، یہ واقعہ ہو گیا اور پھر وہ جوگی کلمہ پڑھ گیا۔ تو جس قسم کا استدراج تھا اُس قسم کی کرامت تھی۔ استدراج کا معنی ہے کافر کا Non-Believer کا کوئی مافوق الفطرت کام کرنا۔ مثلاً بیٹھے بیٹھے اڑ جانا ایک استدراج ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک Believer کے

ساتھ ایسا واقعہ سرزد ہو جائے، ماننے والے مومن کا اللہ کے فضل سے ایسا واقعہ ہو جائے تو وہ کرامت کہلاتی ہے۔ یعنی فطرت کے عمل کے علاوہ کوئی واقعہ ہو جائے اور ماننے والے مومن کے ہاتھ سے سرزد ہو جائے تو وہ کرامت کہلاتی ہے۔ جب پیغمبر سے ایسا واقعہ ہو جائے وہ معجزہ کہلاتا ہے۔ اور نہ ماننے والے سے ایسا واقعہ ہو جائے تو استدراج کہلاتا ہے۔ تو جتنا پاور فُل استدراج ہوتا تھا نا ویسی ہی طاقت والی کرامت ہوتی تھی۔ اب استدراج چاند پر پہنچ چکا ہے تو اب فقیروں کو دعوت ہے Come on کرو اپنا کام۔ اب روحانی دنیا کو دعوت ہوگئی اور اب روحانی دنیا جو ہے اِس سائنسی نظام کے ساتھ چلے گی اور اب واقعہ اُسی Level کا ہوگا، اسی سطح کا ہوگا۔ کیونکہ پرانے زمانے میں جب کوئی فقیر نامزد ہوتا تھا تو اس فقیر کی Range تیس میل کی ہوتی تھی، بعض کی چالیس میل کی۔ مثلاً یہ ہے پاک پتن شریف کا ایریا، پاک پتن شریف کے ایریے میں، علاقے میں بابا صاحبؒ بہت بڑے جید قسم کے فقیر ہیں۔ لیکن ملتان میں اور فقیر ہیں۔ بابا زکریاؒ ہیں شاہ رکنِ عالمؒ اور شاہ شمسؒ ہیں۔ حالانکہ ملتان اور پاک پتن کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہے۔ تو یہ Range ہوتی ہے۔ اِسی طرح ساتھ ہی حجرہ شاہ مقیم کی Range ہے۔ اتنی سی Range میں دس دس میل، پندرہ پندرہ میل کے اندر فقیر اور پورا طاقت ور فقیر ہوا ہے اور اُن کے روحانی فیض دینے کے لیے اپنے علاقے ہیں۔ اب ٹی وی آ گیا ہے، ابلاغ کے ذرائع ہیں، اخبار ہے، اِس لیے آج جب کسی پر اللہ تعالیٰ کا کوئی ایسا واقعہ کھلا تو اُس کے لیے تو ابلاغ بہت جلدی اور آسان ہو جائے گا اور یہ ساری ورلڈ کے اندر Involve ہوگا۔ تو جتنی سائنس پھیلتی جا رہی ہے آپ کے لیے اچھی بات ہے کہ اُتنا جلدی روحانی فروغ ہو رہا ہے۔ اس کا صرف اظہار

نہیں ہو رہا۔ تو فروغ ہو رہا ہے مگر اظہار کچھ نہیں ہو رہا۔ یہ چیلنج ہو رہا ہے ایک قسم کا۔ کیونکہ یہ روحانی لوگ بادشاہ ہوتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ ایسی جلدی کیا ہے' کوئی کہے کہ پانی سر تک آ رہا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ کوئی نہیں، خیر ہے۔ اِس لیے پاور جو ہے عام طور پر پریشان نہیں ہوتی، وہ پاور ہے ناں اور پاور بعض اوقات مست ہوتی ہے۔ ورنہ اگر پاور اُس طرح بے تاب ہو جائے تو فوراً کھیل شروع ہو جائے۔ تو جیسے سائنس Develop ہوئی ہے اللہ کے فضل سے روحانیت ویسے ہی Develop ہوئی ہے۔ یہ کمال کی بات ہے کہ روحانیت ویسے Develop ہوئی ہے، ویسے ہی ترقی کر گئی ہے' آپ خود دیکھو کہ ہم سب اس صدی میں رہتے ہیں، بیسویں صدی کے لوگ، سارے پڑھے لکھے لوگ، سرکاری دفاتر میں رہنے والے، انگریزی تعلیمیں پڑھنے والے، اِس دور کے اندر، لاہور شہر میں، یہاں پر آج کے دن ایسی بات سُن رہے ہیں۔ تو یہ جو آپ آج کے دن ایسی بات سن رہے ہیں تو یہ بڑی ترقی ہے روحانیت کی۔ کہ روحانیت ایک کلاس کی شکل میں بیان ہو رہی ہے، بغیر کسی Clause کے اور بغیر کسی فارمولے کے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ ایک عجب بات ہے ناں! مطلب یہ ہے کہ یہ محفل بغیر دعوت کے' بغیر کسی ایڈمشن فارم کے، بغیر کسی فیس کے، ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور خود بخود ہی آپ چلے آ رہے ہو۔ تو ایک ایسا ذوق پیدا ہو جانا، بات پیدا ہو جانا اور بات ایسی کہ کڑی کمان کا تیر۔ پہلے تو ایسے بات نہیں آئی ناں۔ اسی طرح یہ صرف ہم نہیں ہیں بلکہ اور بھی کہیں یہ واقعہ ہو گا۔ تو آپ کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جیسا وہ دور پھیل رہا ہے تو ویسے ہی وہ بات آ رہی ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو دیکھیں کہ اِس زمانے میں ایسا شوق پیدا ہو جانا بڑی بات ہے۔ یہ آسان تو نہیں ہے۔ تو یہ واقعہ

بڑا اچھا ہے۔ اب یہ شوق پیدا ہو رہا ہے۔ شوق کا نام روحانیت ہے اور خوف کا نام سائنس ہے۔ اگر آپ میں شوق پیدا ہو رہا ہے تو سمجھو روحانیت پھیل گئی۔ جب آپ میں بے تابی ہو، شوق ہو کہ کچھ کرنا چاہیے تو سمجھو کہ یہ آپ کی روحانیت ہے اور جب آپ میں خوف پیدا ہو کہ کچھ نہ کر، بچ جا، بس سمجھو کہ روحانیت فیل ہوگئی۔ تو میں آپ میں دیکھتا ہوں کہ شوق ہے۔ بس شوق پیدا کر، یقین پیدا کر۔ کیا پیدا کر؟ یقین پیدا کر، اعتماد پیدا کر، اپنے آپ سے بچ، تو نے خود اپنے آپ کو برباد کیا، اللہ کے حوالے کر، کیونکہ تیرے پاس رہنا نہیں ہے۔ کیا کہا ہے؟ اللہ کے حوالے کر۔ کیونکہ تیرے پاس رہنا نہیں ہے، نہ تیرے پاس ماں رہی، نہ تیرے پاس باپ رہا، نہ بزرگ رہے، نہ باقی کوئی اشیاء تیرے پاس رہنی ہیں، نہ تیرا اپنا وجود تیرے پاس رہنا ہے۔ بہتر ہے کہ اِس کو اللہ کے حوالے کر دے اور پھر بھی اُس نے مہربانی کرنی ہے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اللہ کے حوالے کر دو Donation کر دو.....

اب دعا کی جائے۔ دُعا کیا کی جائے؟ روحانیت والے اِس شعبے میں ہم پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ کچھ اللہ مہربانی کرے کچھ تم مہربانی کرو، کہ دنیاوی تمنا چھوڑ دو، چوری چوری یہ دعا نہ کرنا کہ یہ کام بھی ہو جائے اور وہ کام بھی ہو جائے، اللہ کے حوالے کرو کام سارے۔ یہ نہ کہنا کہ اس دفعہ تو یہ ایک کام ہو جائے' اِس دفعہ بھی اللہ کے حوالے کر دو۔

آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

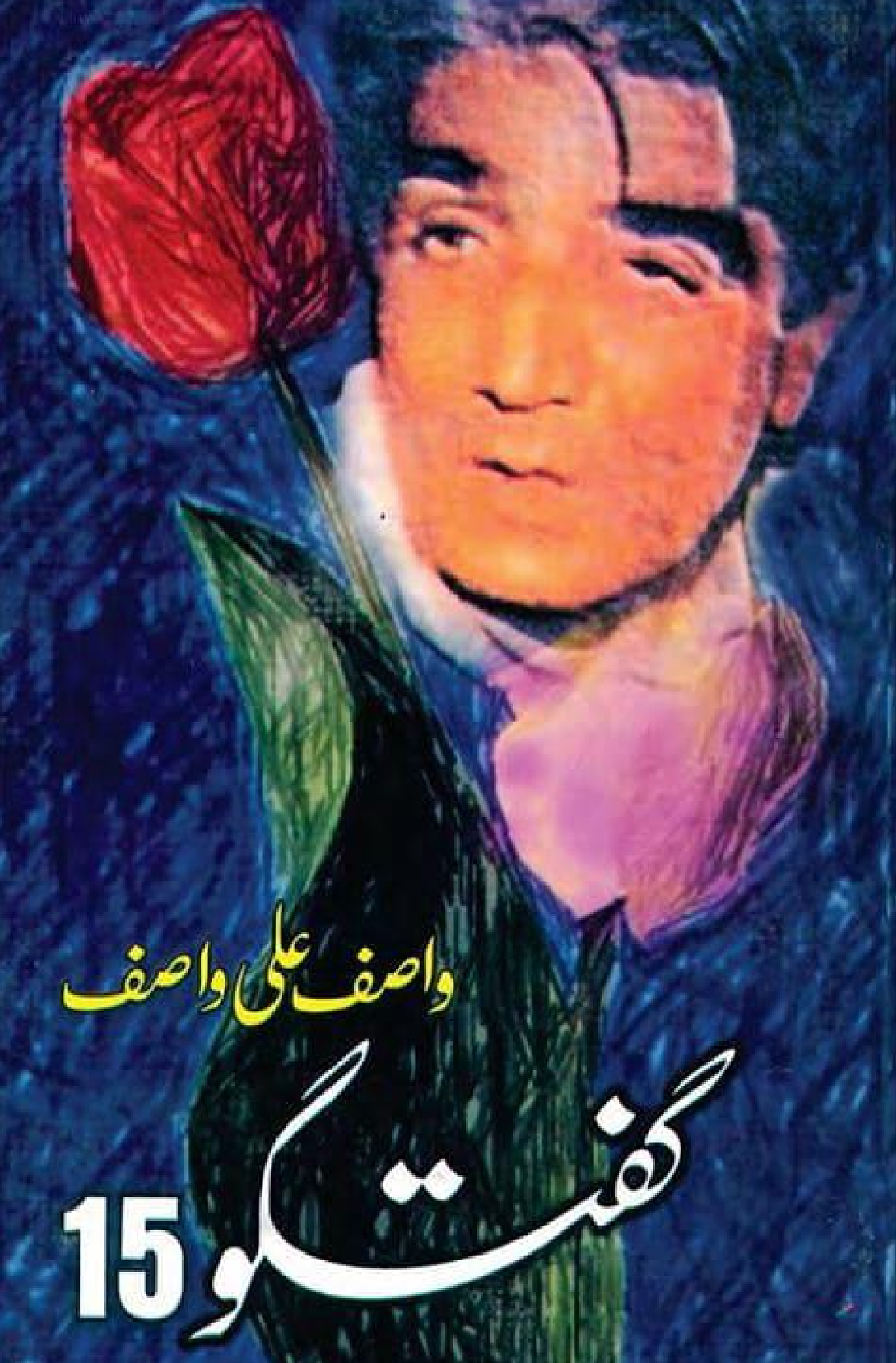
واصف علی واصف
گفتگو 15

واصف علی واصف

گفتگو ۱۵

کاشف پبلی کیشنز

۲۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

میں نے جب بھی انہیں پکارا ہے
اک صدا آئی تُو ہمارا ہے
(واصف علی واصفؒ)

فہرست

[1]

1 اگر ملنا وہی ہے جو مقدر ہے تو پھر محنت کیوں کریں؟ 17

2 کیا ہمیں کسر نفسی سے خود کو گناہ گار کہنا چاہیے؟ 27

3 اگر سب کچھ کوشش سے ملنا ہے تو پھر توکل کا مقام کیا ہے؟ 35

4 اگر چہ حالات اچھے ہیں لیکن دل گرفت میں آ گیا ہے تو کیا کریں؟ 40

[2]

1 رُوح کی حقیقت کیا ہے؟ 48

2 رُوح کا باپ بیٹا تو نہیں ہوتا ہے تو کیا روح کا ساتھی ہوتا ہے؟ 57

3 اس جسمانی اتصال کے نہ ہونے کے پس منظر میں ہم پیر و مرید کے ظاہری رشتے کی وضاحت کیسے کریں گے؟ 59

4 عہدِ الست کیا ہے؟ 60

5 حضرت سلیمانؑ کے واقعے میں الکتاب کا ذکر ہے تو اس واقعے میں کتاب کون سی مراد ہے اور علم سے کیا مراد ہے؟ 63

6 یہ ''کن فیکون'' کا جو علم ہے کیا یہ قرآن یا توریت کے علاوہ ہے؟ 68

7 کیا روحانی علم سیکھنے سے مل سکتا ہے؟ 71

8 کیا حضرت اویس قرنیؓ کو حضور پاک ﷺ کا دیدار ہوا تھا؟ 72

9 کیا یہ ممکن ہے کہ حضور پاک ﷺ کو دیکھے بغیر عشق ہو جائے؟ 72

10 محبت عطا تو ہے لیکن اس میں کوشش کا تو کچھ دخل نہیں ہوگا۔ 73

11 کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی اسم اعظم ہے جسے اسم اعظم کہا جاتا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر زمانے کے لیے الگ اسمِ اعظم ہے۔ 77

12 لوگوں کو یہ شوق کیوں ہوتا ہے کہ ہم آسانی سے اسم اعظم حاصل کریں۔ 80

[3]

1 کیا پیر اور مرید میں کسی اختلاف رائے کی گنجائش ہے؟ 91

2 اگر کسی کو شریعت کے لحاظ سے اختلاف ہے تو مرشد کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کر دیں۔ 96

3 اگر کسی کا پیر انتقال کر جائے تو کیا دوسرا پیر بنانا جائز ہے؟ 102

4 کیا بزرگوں کے مرتبے مختلف ہوتے ہیں؟ 105

5 کیا کوئی سلسلۂ طریقت دوسرے سلسلے پر فوقیت رکھتا ہے؟ 108

6 فیض کسے کہا جاتا ہے؟ 109

7 کیا صاحب مزار کسی کا استقبال کرنے کے لیے مزار سے باہر آ سکتے ہیں؟ 116
8 کیا صاحب قبر کسی آنے والے کو متاثر نہیں کر سکتے؟ 117
9 علم حاصل کرنے کے شوق کا طریقہ کیا ہے؟ 119
10 کسی اہل علم کو دیکھ کر جذبہ تو پیدا ہو سکتا ہے۔ 121
11 سر! انسان کی بہت سی آرزوئیں نا تمام بھی رہ جاتی ہیں۔ 122
12 جو شخص تکلیف میں ہوگا وہ تو مانگے گا۔ 125
13 حقوق العباد کیا ہیں؟ 127
14 یہ آزمایا ہوا ہے کہ صاحب مزار ہر چیز دیتے ہیں۔ 128
15 دنیاوی ضرورتیں انسان کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ مزار پر جا کر ان کا حل مانگیں۔ 130

[4]

1 آج کل کراچی کے حالات بہت خراب ہیں۔ اس بارے میں کوئی مہربانی فرمائیں۔ 139
2 کہنے والے کہتے ہیں کہ خون کی زکوٰۃ دینی بھی ضروری ہوتی ہے۔ 147
3 اچھے یا برے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہر چیز جو ہے وہ لوح محفوظ میں ہے تو پھر دعا کی کیا حیثیت ہے؟ 151
4 یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی مرضی سے چیزیں چھوڑ دے۔ 166

5 کہتے ہیں کہ جب تک سسٹم ٹھیک نہیں ہوتا فرد ٹھیک نہیں ہوگا۔
اس طرح ایک بے عملی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ 170
6 جب کوئی حکمران فرد کے طور پر اصلاح کرتا ہے تو وہ عارضی
ہوتی ہے تو اصل اصلاح کیسے ہوتی ہے؟ 173
7 کیا ممکن ہے کہ ایسا شخص آ جائے جو صحیح معنوں میں امیر المؤمنین
بھی ہو اور حکمران بھی ہو۔ 174
8 اولی الامر کون ہوتا ہے؟ 177
9 کیا غاصب کے خلاف خروج ہونا چاہیے؟ 178
10 کسی شخص میں کیا خصوصیت ہو کہ ہم اُسے اپنا مرشد بنالیں۔ 179
11 کیا مرشد روحانی رہنمائی کے لیے ضروری ہے؟ 179
12 جو بزرگ دنیا میں نہیں ہیں کیا اُن سے رابطہ کیا جا سکتا ہے؟ 180
13 اس زمانے میں ہم کیا کریں جب کہ شر کی قوت بلند ہے اور
خیر کی قوت کم ہے؟ 181
14 اللہ کی بے نیازی کی سمجھ نہیں آتی۔ 183
15 جب فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ انسان کو پیدا نہ کرو کیونکہ
یہ خون خرابہ کرے گا تو کیا فرشتوں کو غیب کا علم تھا؟ اور یہ
غیب کیا ہوتا ہے؟ 185
16 یہ جو اولی الامر کے لیے کہتے ہیں کہ وہ لائق ہو، نیک ہو،
حکومت چلانا جانتا ہو اتنی ساری خصوصیات ایک آدمی میں

کیسے ہوسکتی ہیں؟ 187

17 اگر جواب دہ صرف اللہ ہی کو ہونا ہے تو پھر جمہوریت میں
تو لوگوں کو جواب دینا پڑتا ہے؟ 188

18 کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حق پر سمجھوتہ کرنے سے ہمارے اندر
وہ طاقت کمزور ہوگئی ہے۔ 189

19 جس طرح دوسرے خوف ہیں اس طرح مجھے لوگوں کی تنقید کا
بڑا خوف رہتا ہے۔ 191

20 نادان دوست اور دانا دشمن میں کیا فرق ہے؟ 193

21 کیا امام عالی مقامؑ نے کربلا سے واپسی کی کوشش کی تھی؟ تو وہ
کیا کسی مصلحت کے تحت تھی؟ 194

22 کیا طاقت والے حکمران کو اللہ کی مرضی سمجھ کے قبول کر لینا
چاہیے۔ 194

23 جن کافروں کے اعمال اچھے ہیں کیا وہ جنت میں جائیں گے؟ 196

[5]

1 کوئی ایسا عمل بتائیں کہ دنیاوی اور دینی طور پر آسانی اور
آسودگی مل جائے۔ 203

2 اللہ تعالیٰ کی یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جو اس نے قرآن میں
فرمائی ہے کہ میرے پتھروں سے نہریں نکلتی ہیں اور یہ کہ انسان
اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ 217

1	کیا ولی پیدائشی طور پر ہوتے ہیں یا کسی پراسیس سے گزرنے کے بعد بنتے ہیں؟	227
2	اگر کسی سے محبت ہو تو اس کے ساتھ کہاں تک Liberty لی جا سکتی ہے؟	236
3	ایسی صورت میں اقبالؒ کے ''شکوہ'' کا کیا مقام ہے؟	238
4	ایک غیر مرئی آواز سن کر دل بند ہوتا ہے اور سانس رکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے' تو اُس آواز کو کیا کہا جا سکتا ہے؟	239
5	فقیری کے یہ جو فارمولے بنے پڑے ہیں ان کا کیا کریں؟	241
6	تو یہ جو درد ہے کیا یہ بھی عنایت ہے؟	244
7	کیا خواہش کو Curb کرنا چاہیے؟	245
8	یہاں پر ہم سوال کر کے آپ سے جواب لیتے ہیں' ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب آپ نہ ہوں پھر سوال ہو اور پھر بھی جواب ملے اور اُسی آواز میں ملے' تو کیا ہم اُس کو سچا جانیں؟	247
9	شکر کا جو احساس ہے وہ کیسے ادا ہونا چاہیے؟	249

عرضِ ناشر

کوئی چیز نظر آنے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر روشنی پڑے۔ جب اس پر روشنی پڑتی ہے تو یہ روشنی انسان کی بصارت کو نظارے دکھاتی ہے۔ صبح کا منظر دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اشیاء پر سورج کرن کرن ہو کر پڑے۔ تاریکی میں بھی یہی اصول کارفرما ہوتا ہے' ہر چیز اس وقت نظر میں آتی ہے جب شب چراغ جل اُٹھے۔ اس عمل سے پھر مشاہدہ بنتا ہے اور شاہد و مشہود کا قصہ چلتا ہے۔ یہ انسان کی ظاہری آنکھ کی کہانی ہے۔ ظاہری آنکھ کے ان نظاروں کے علاوہ انسان کے اندر ایک باطنی کائنات بھی موجود ہے اور اس کائنات کو صرف باطنی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اندر کی یہ کائنات دیکھنے کے لیے بھی روشنی کی ضرورت پڑتی ہے مگر یہ روشنی کسی ظاہری چراغ یا سورج سے نہیں ملتی بلکہ کسی روشنی والے شخص سے حاصل ہوتی ہے اور اس روشنی والے اصحاب کے پاس وہ بات ہوتی ہے' وہ طریقہ ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ انسان کے اندھیرے ضمیر اور تاریک روح کو دل کا چراغ جلا کر راستہ دکھاتے ہیں۔ اس طرح اپنا راستہ گم کر دینے والے کو پھر سے اپنا سفر مل جاتا ہے بلکہ منزل کی امید اور لگن مل جاتی ہے۔ یوں زندگی کے اس مشکل سفر میں انسان کو آسانی مل جاتی ہے' یہاں بھی آسانی

اور آگے بھی آسانی۔ روشنی کے ذریعے ایسا راستہ دکھانے کا منبع خود وہ ذات ہے جو زمین اور آسمانوں کا نور ہے' روشنی ہے۔ اس ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو اپنی روشنی سے یہ روشنی بخشی اور یوں تاریک جہاں کو وحدانیت کی روشنی سے جگمگا دیا۔ اسی روشنی کے مظہر اصحاب کو ہر دور میں ہر جگہ مخلوق خدا کی ظاہری اور باطنی کشائش کے لیے بھیجا گیا تا کہ وہ زندگی کے اس مشکل سفر میں تنہا نہ رہ جائیں اور راستہ گم نہ کر بیٹھیں۔ اس روشنی والے علم کا سورج جب ہمارے دور میں چمکا تو اس کی کرن کرن نے جگہ جگہ علم کا نور پھیلا دیا۔ قبلہ واصف صاحبؒ کے اس روشنی والے علم کو جب پڑھنے والوں نے پایا تو ان پر خوشگوار تاثیر و تاثر مرتب ہوئے۔ پھر ان کی ہر کتاب کے بعد اگلی کتاب کے لیے بے کلی سے انتظار کیا گیا۔ ان کی گفتگو کی روشنی میں مرتب کی جانے والی یہ پندرہویں کتاب اب آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ امید ہے یہ کتاب بھی حسبِ روایت قارئین کے دل و دماغ میں پڑی ہوئی گرہیں کھولنے میں مدد دے گی اور روشنی کا پیغام لائے گی۔

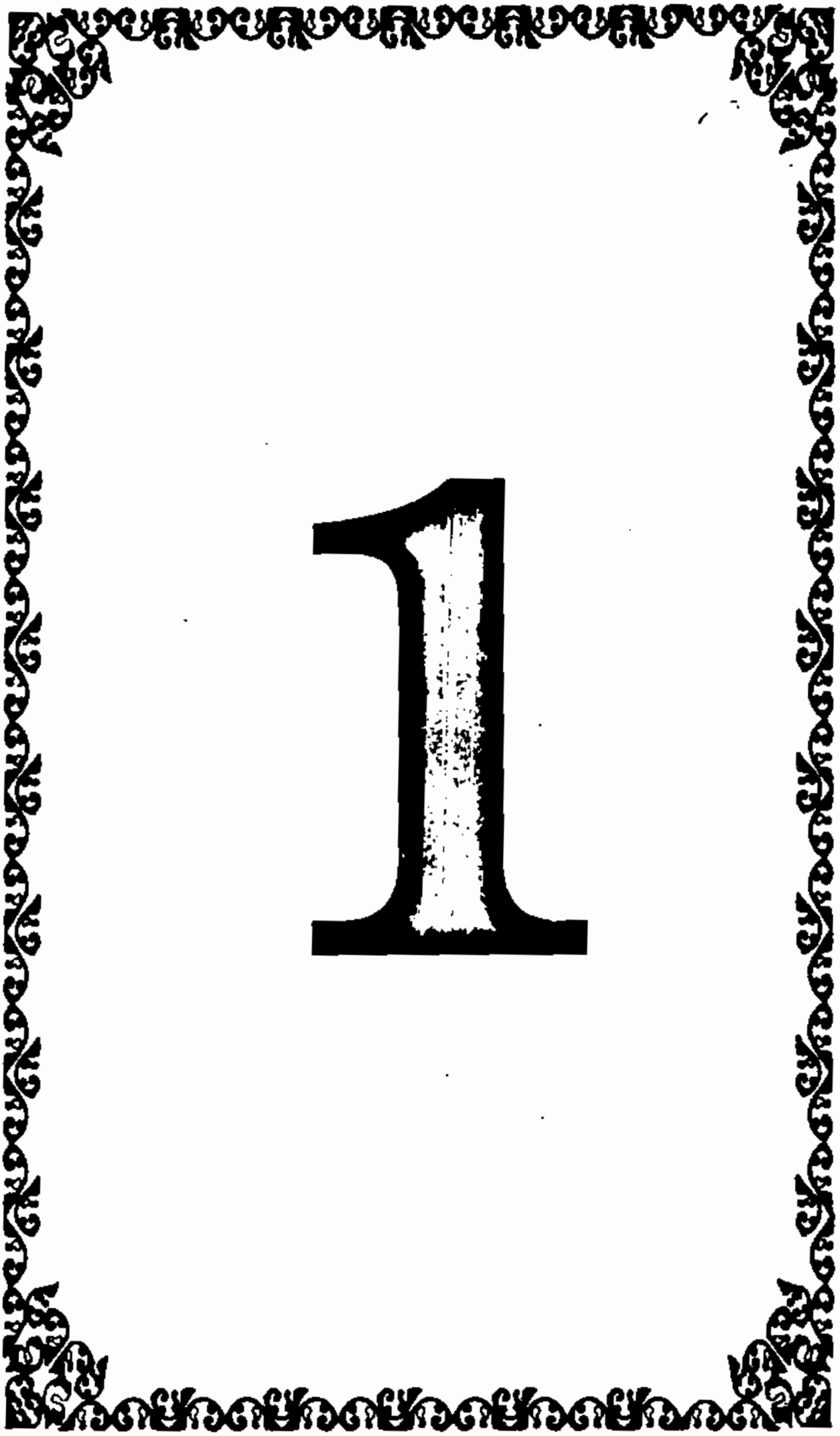

1 اگر ملنا وہی ہے جو مقدر ہے تو پھر محنت کیوں کریں؟

2 کیا ہمیں کسر نفسی سے خود کو گناہ گار کہنا چاہیے؟

3 اگر سب کچھ کوشش سے ملنا ہے تو پھر توکل کا مقام کیا ہے؟

4 اگر چہ حالات اچھے ہیں لیکن دل گرفت میں آ گیا ہے تو کیا کریں؟

سوال:

اگر ملنا وہی ہے جو مقدر ہے تو پھر محنت کیوں کریں؟

جواب:

یہ سوال کرنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جنت یا دوزخ بھی تو طے شدہ ہے' پھر عبادت کیوں۔ یہ کس نے کہا ہے کہ ہونا وہی ہے جو مقدر ہے؟ یہ اللہ نے کہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تم اپنے مقدر میں رہن رکھ دیے گئے ہو' یعنی کہ تم مجبور ہو اس طرح کا عمل کرنے کے لیے جو تمہاری فطرت میں رکھا گیا ہے۔ تو آپ کا مقدر آپ کی فطرت ہے اور وہ طے ہے۔ محنت کا مقدر کے ساتھ مقابلہ کریں گے تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ تقدیر کے ساتھ مقابلہ تدبیر کا ہوتا ہے' تقدیر طے ہے تو پھر تدبیر کس بات کی۔ اور اگر محنت سے مقابلہ کریں گے تو آرام کے ساتھ کریں گے کیونکہ جو ہونا ہے وہ ہو جائے گا۔ جس اللہ نے کہا ہے کہ تم اپنے مقدر میں پابند کیے جا چکے ہو اُسی نے وضاحت فرمائی ہے کہ تمہیں پیدا کیا گیا محنت کے لیے' محنت کے لیے بھی اور عبادت کے لیے بھی۔ اگر آپ دونوں احکامات کو معلوم نہ کریں اور سمجھیں کہ جو مقدر میں ہے وہ ہو جائے گا' اگر اس بات پہ یقین

کرلیا جائے اور مقدر کا صرف انتظار کیا جائے تو پھر وہ ہو جائے گا۔ یعنی کہ اس نے جو رزق لکھا ہے وہ مل کے رہے گا' کھانا لکھا ہے تو پھر مل کے رہے گا۔ تو جب تک نہ ملے اُسے کھانا نہیں چاہیے' کب تک کھانا نہیں کھانا چاہیے؟ مرتے دم تک۔ کیونکہ ایسا یقین رکھنے والا کہتا ہے کہ جب وہ کھلائے گا تو ہم کھائیں گے' اگر مقدر میں ہے تو کھائیں گے' میں نے کمانا نہیں ہے۔ مگر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ آپ حکم کی بجائے ضرورت کے تابع ہو گئے ہیں۔ اگر تو آپ حکم کی تابع داری کریں تو پھر انتظار کریں گے کہ وہ دے گا' جہاں سے مرضی دے گا مگر آپ تو ضرورت کے تابع ہیں' اگر بچے نے کہا کہ کھانا لاؤ تو آپ نے اللہ کو چھوڑ دینا ہے' توکّل کو چھوڑ دینا ہے اور کھانا لینے چلے جائیں گے' یہ کہتے ہوئے کہ بچہ مانگ رہا ہے' مقدر کی بات کو بعد میں دیکھیں گے کہ ہے یا نہیں ہے' فی الحال تو ضرورت پوری کرو.....اس لیے آپ کو یہ مسئلہ سمجھ نہیں آتا۔ ضرورت جو ہے یہ آپ کو تحریک دیتی ہے' پیٹ کی ضرورت' کھانے کی ضرورت' بیمار کو صحت کی ضرورت' دوائی کی ضرورت اور نیند و آرام کی ضرورت.....وہاں پہ آپ مقدر کو بھول جاتے ہیں اور اپنی ضروریات کا خود ہی علاج کرنے لگ جاتے ہیں۔ جب صحت اس کی طرف سے ہے' بیماری اس کی طرف سے ہے' ہر چیز اس کی طرف سے آ رہی ہے تو پھر بیماری کو صحت کی طرف لے جانا بڑا گناہ ہے۔ تو آپ تو علاج کرتے ہو' ڈاکٹر کے پاس جاتے ہو۔ علاج کا دعویٰ مقدر کو ماننے والے کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ اگر مقدر میں ہے تو ٹھیک ہو جائے گا اور نہیں ہے تو ٹھیک نہیں ہو گا۔ اور دنیا میں ایسے بے شمار مریض گزرے ہیں جنہوں نے دوائی نہیں کھائی'

وہ اکثر صحت میں رہے ہیں' ایسے لوگ کہتے تھے کہ دوائی ہمارا حجاب ہے' انہوں نے گولی نہیں کھائی' انجکشن نہیں لگوایا اور لمبی عمر بھی گذاری۔ اب یہ ہے اعتقاد کی بات۔ اگر آپ کو مقدر پر یقین ہے کہ یہ طے شدہ ہے تو پھر کوئی بات زندگی میں خود طے نہ کرنا' پھر کل جو ہوگا دیکھا جائے گا' یہ نہ کہنا کہ کل شام کو ہم آپ کے پاس مدد کے لیے آئیں گے۔ پھر جو ہوگا وہ ہوگا۔ یقین والے کے لیے مستقبل کی ساری کی ساری پلاننگ ناجائز ہو جاتی ہے۔ جب کہ آپ کو پتہ ہے کہ مقدر طے شدہ ہے پھر آپ پلاننگ کرنے والے کون ہوتے ہیں؟ بیماری اور صحت کی بات آپ نے سمجھ لی ہے' غریبی اور فاقے کی بات آپ نے سمجھ لی ہے۔ اگر اس نے مقدر میں غریبی لکھی ہے تو غریبی قبول کرو' یہ دولت سے بہتر ہے کیونکہ جو دوست نے لکھا ہے اسے آپ قبول کرلو۔ پھر آپ یہ دیکھو کہ اگر اس نے مقدر کو مقرر کر رکھا ہوتا ہے تو پھر نہ وہ انعام کا لفظ کہتا اور نہ سزا کا لفظ کہتا۔ جـــــــــزاء المحسنین اور مکذبینؑ عاقبت اور سزا جیسے الفاظ وہ کبھی نہ فرماتا۔ اگر اس نے مقدر کو اتنا پابند کیا ہوتا تو دوزخ' جنت اور سزا جیسے الفاظ استعمال نہ ہوتے۔ آپ کو اتنی بات کا تو پتہ ہے ناں کہ عقل پیدا کرنے والا عقلوں کا کُل ہے۔ اس نے آپ لوگوں کو جزا سزا کا تصور دیا' جنت اور دوزخ کی بشارتیں عطا کیں' زندگی میں سیئات اور حسنات کی بات کی' خیر اور شر کی بات بتائی' بلکہ اللہ کی طرف سے اگر دو الفاظ آپ کو سمجھ آ جائیں تو یہ کمال کی بات ہے' ایک تو یہ ہے کہ سلام علیٰ نوح' سلام علیٰ ابراھیم۔ اگر اللہ تعالیٰ سلام بھیجے تو سلام کا معنیٰ کیا ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ کہیں پر اللہ کہتا ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ یعنی

اللہ کی طرف سے کسی کو ملعون کہنا' رجیم کہنا عجب بات ہے حالانکہ خالق وہ آپ ہے۔اور کسی پر سلام بھیجنا اور کسی پر درود بھیجنا عجب بات ہے حالانکہ خالق وہ آپ ہے۔ جب تک آپ کو یہ دو باتیں سمجھ نہ آئیں مقدر کا مسئلہ آپ کو سمجھ نہیں آ سکتا۔تو خالق وہ خود ہے' خود ہی اس نے تصویر بنائی ہے اور خود ہی دیکھتا چلا جا رہا ہے اور پھر عش عش کر اُٹھا۔آپ ہی خالق ہے' آپ ہی مالک ہے اور آپ ہی محبت کرنے لگ گیا' پتہ نہیں یہ محبت کب سے ہے .....راز کیا ہے؟ آپ تھوڑی سی توجہ کریں تو راز کھل جائے گا اور آپ کو ایمان اور کفر کے درمیان فاصلہ نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جو کہ مساوی سلوک کرنے والا ہے' یعنی اللہ کا سورج ساری کائنات کو برابر کی روشنی دے گا' اللہ کی کائنات سب کے لیے روشن ہو گی' اللہ کے پہاڑ اور دریا سب کے لیے ہیں' بارش سب کے لیے ہے چاہے غریب کا جھونپڑا ہو یا امیر کا گھر' ہر آدمی کی پیدائش ایک جیسی ہے اور موت بھی ایک جیسی' زندگی بھی ویسی' سانس لینا بھی ویسا' ہر آدمی کی شکل ایک جیسی ہے' پھر کوئی شکل کسی جیسی نہیں ہے۔شکل ایک جیسی کا مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کی دو آنکھیں' ایک ناک' اور دو کان ہیں۔اور کوئی شکل کسی دوسری شکل سے نہیں ملتی ہے۔اتنی مساوات پیدا کرنے والا کسی کو تو پیغمبر بنا دیتا ہے اور کسی کو کافر بنا دیتا ہے اور پھر ایک پیغمبرؐ پر اپنے فرشتوں کی ٹیم سمیت درود بھیجتا جا رہا ہے۔ یہ کوئی مساوی بات تو نہیں ہے۔اگر کوئی اللہ سے یہ پوچھے کہ یہ کیا بات ہے' یہ کوئی مساوی بات تو نہیں ہے' تو اس کا ایمان ضائع ہو جائے گا۔اللہ کہے گا تُو بھی ویسا کر جیسا کہ ہم کر رہے ہیں ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین

آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی اُن پر درود وسلام بھیجو۔ تو ایمان والو تم بھی یہ کام کرو۔ اب یہ راز ہے۔ تو مساوات پیدا کرنے والا' مساوی سلوک کرنے والا ایک پیغمبر پر اتنا زیادہ درود پڑھ رہا ہے۔ یہ جو درود ہے اصل میں یہی تو ذریعہ مساوات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ اگر مساوات کا عملی ظہور دیکھنا ہے تو پھر اس ذات سے پتہ کرو جس پر ہم درود بھیج رہے ہیں' مساوات یہاں سے ملے گی۔ تو اللہ نے یہ فرمادیا کہ مقدر فکس ہوگیا اور یہ بھی بتادیا کہ محنت کرو' اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو' اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ' اس آگ سے جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنا راستہ لو بلکہ دعا مانگو کہ تمہیں سیدھا راستہ ملے اور عطا ہو جائے۔ تو محنت کرنا اس لیے ضروری ہے کہ تم محنت کے بغیر رہ نہیں سکتے' یہ تمہاری مجبوری ہے' ذرا غور کرو گے تو معلوم ہوگا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ محنت کر رہا ہے' ساری کائنات کام میں لگی ہوئی ہے' آپ نے بیج کو زمین میں بویا اور پھر زمین کی تاریکیوں میں' پہنائیوں میں محنت شروع ہوگئی' محنت کا کاروبار شروع ہوگیا' پھر بیج پھوٹے گا' زمین سے توانائی وصول کرے گا' پودا بن جائے گا' آندھی طوفان بادل اور برساتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بڑا ہوگا' وحوش وطیور جانور درند پرندے سب کا مقابلہ کرے گا۔ بعض اوقات انسانوں کا مقابلہ کرے گا۔ انسان اس کی شاخیں کاٹ لیتے ہیں' سایہ کاٹ لیتے ہیں۔ آخر کار وہ درخت محنت کرتے کرتے فائدہ مند ہوگیا' منفعت بخش ہوگیا' کبھی پھل دے گیا' کبھی سایہ دے گیا اور مرتے ہوئے لکڑی دے گیا۔ پھر اس کی محنت کا

فائدہ نظر آیا۔ آپ چھوٹی سی چیونٹی کو دیکھیں کہ صبح سے شام تک کام کرتی ہے۔ چیونٹی کو آپ کبھی آرام کرتے ہوئے نہیں دیکھیں گے۔ تو دنیا میں محنتیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں اور ساری کائنات محنت کرتی ہے۔ سورج طلوع ہوتا ہے' کائنات کا ذرہ ذرہ محنت کرتا ہے بلکہ ہمہ حال محنت میں مصروف ہے' موسم محنت کرتے ہیں' ہر چیز دوسری چیز کا مقابلہ کرتی ہے' دریا پہاڑوں میں سے چلتا ہوا اور محنت کرتا ہوا اپنا راستہ کاٹ کے سمندر کو جا پہنچتا ہے۔ تو ہر چیز محنت کرتی ہے۔ محنت کائنات کی جبلت ہے۔ محنت کے بغیر کسی کا رہنا مشکل ہے۔ جواری بھی محنت کرتا ہے اور نیک آدمی بھی محنت کرتا ہے۔ اللہ نے یہ فرمایا کہ محنت کرنا تیری فطرت ہے' تو اس سے رُک نہیں سکے گا' اب محنت وہ کر جو تجھے برباد نہ کرے' محنت وہ کر جو ہمارے راستے کی محنت ہو' محنت وہ کر جس کا انجام اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان بڑی محنت کرے منزل پہ پہنچے اور پتہ چلے کہ یہ تو دوزخ کا مقام ہے۔ تو آپ نے جنت یا دوزخ میں محنت کے ساتھ ہی جانا ہے۔ اس لیے کہیں ایسی محنت نہ کرنا کہ یہاں بھی آگ کے پاس بیٹھے رہو اور محنت کرتے کرتے دوزخ میں جا پہنچو۔ کہتے ہیں کہ بے شمار لوگ بڑی محنت کر کے دوزخ میں جاتے ہیں اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ دوزخ میں جا رہے ہیں تو پھر محنت کیسی۔ کئی لوگ گناہ کی تلاش میں صبح سے شام تک سرگرداں رہتے ہیں' مثلاً حرام رزق کی تلاش میں' اور چور ڈاکو جواری بڑی محنت کرتے ہیں' کئی لوگ جھوٹ کی تلاش اور جھوٹی باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یوں محنت کر کر کے انسان کہاں کا کہاں پہنچتا ہے۔ اکثر کاروبار میں بھی انسان جو محنت کرتا ہے اس میں بھی کہیں نہ

کہیں آلائش آ ہی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو فرض کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جب کاروبار نہیں ہوگا اور تمہیں تمہاری بچت منفعت نہیں دے گی' اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے تم اپنا رزق استعمال کرو' اس رزق میں شاید فلاح ہو جائے .....تو محنت جو ہے یہ انسان کی فطرت ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور مقدر یہ ہے کہ تم محنت کرنے پہ مجبور ہو۔ کہتے ہیں کہ جو Idol man ہے' نکما انسان ہے' سب سے زیادہ محنت اُسے کرنی پڑتی ہے' کیونکہ اسے کام نہیں ہوتا اس لیے وہ کہتا ہے وقت کیسے گذاروں' کبھی وہ یہ کرے گا کہ آپ کے پاس آ جائے گا اور کہے گا تیرے پاس تو ٹائم نہیں میں خود ہی تم سے ملنے آ گیا' سناؤ By the way کیا حال ہے۔ پھر کبھی جیب سے تاش نکالے گا' کبھی شطرنج کھیلے گا' کبھی سینما جائے گا' وی سی آر دیکھے گا ..... یوں وہ پریشان رہے گا اور اس پر زندگی عذاب ہوگی کیونکہ اُسے کام کوئی نہیں ہے۔ جن لوگوں کے پاس کام ہے وہ آسانی میں رہتے ہیں اور ان کی محنت اچھی ہوتی ہے۔ سب سے اچھی محنت وہ ہوتی ہے جو اللہ کو مقبول ہو اور مقبولِ رسول کریم ﷺ ہو۔ تو اچھی محنت وہ ہے۔ وہ محنت اچھی ہے جو آپ کو کسی نیک راستے کی طرف لے جائے ورنہ محنت کے ذریعے ہی عذاب آ سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ لوگ اپنی قبر اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں. They dig their grave with thier own teeth اس طرح لوگ محنت کرتے کرتے عذاب میں جاتے ہیں۔ یوں انسان اپنا سارے کا سارا عبرت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں تمہارا اعمال نامہ ہوگا Written by yourself تمہارے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوگا'

تم خود پڑھ لینا اور تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ تم ہر روز لکھتے جا رہے ہو۔ لکھنا کیسے ہے؟ عمل' ہاتھ کا عمل اور ریکارڈ ..... ہاتھ کا عمل' خیال کا عمل' گفتگو کا عمل' جذبات کا عمل' دوسرے کی طرف رجوع کا عمل' دوسرے کو دھوکا دینے کا عمل ..... تو یہ جتنے بھی آپ کے اعمال ہیں ہر بات آٹو میٹک ریکارڈ ہو رہی ہے اور یہ بن جائے گا اعمال نامہ۔ اس کی ایک فلم بن جائے گی اور پھر وہ اعمال نامہ آپ کے ہاتھ میں ہوگا' اُسے خود پڑھ لینا کہ یہ کام میں نے کیے تھے۔ تو محنت جو ہے یہ انسان کی فطرت ہے اور وہ محنت کرے گا' ضرور کرے گا۔ مقدر یہ ہو چکا ہے کہ انسان محنت کے بغیر رہ نہیں سکتا' وہ اس لیے محنت کرے گا اور کوئی بھی اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ بچے کی پیدائش محنت ہے' بچے کی پرورش محنت ہے' اس کا بڑا ہونا محنت ہے' اس کی صحت محنت ہے' اس کی بیماری محنت ہے اور موت تو ہے ہی محنت۔ اور موت کے بعد دوستوں کو محنت کرنی پڑتی ہے' میت کو اُٹھانا پڑتا ہے' کندھا دینا ضروری ہوتا ہے ناں' آگے قبر کھودنے والے محنت کر رہے ہوتے ہیں ..... تو انسان کی بڑی محنتیں ہیں۔ اس لیے محنت ہی آپ کا مقدر ہے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ مقدر طے ہو چکا ہے تو محنت سے بچ کے دیکھو' پھر محنت کرو ..... دوسرے دن ہی آپ چیخ پڑیں گے' تنگ آ جائیں گے۔ انسان کو سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ ایک کمرے میں ایک دن بغیر محنت کے گذارے۔ آپ کہیں گے کہ یہ Solitary confinement ' قید تنہائی ایک عذاب ہے۔ اگر کسی آدمی کو ویران جزیرے میں بھیج دیں اور کہیں کہ سارا جزیرہ تیرا ہے' وہاں آدمی کوئی نہ ہو گرچہ درخت ہوں' پھل ہوں' کھانا پینا ہو۔ اگر کوئی آواز اس کے کانوں میں نہ

پڑی تو وہ چیخیں مارے گا اور صرف اپنی آواز سنے گا۔ لوگ کسی کو اس طرح بھی بددعا دیتے ہیں کہ جا تجھے صحرا کے اندر تنہائی کی رات آئے۔ تو صحرا کے اندر تنہائی کی رات ایک بڑی بددعا ہے' صحرا میں کوئی نہ ہو' تنہائی ہو اور کوئی ساتھی نہ ہو تو یہ ایک عذاب کی کیفیت ہے۔ وہاں انسان کوئی آواز سننا چاہتا ہے' اپنی آنکھوں سے کسی کو دیکھنا چاہتا ہے۔ محنت اس طرح سے شروع ہوتی ہے کہ انسان اپنی پسند کا نظارہ دیکھنے کے لیے پاؤں کو حرکت دیتا ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟ نظارہ دیکھنے جا رہا ہوں۔ وہ نظارہ دیکھے' پہاڑ دیکھے' دریا دیکھے' بندہ دیکھے' کچھ بھی دیکھے' جانے کی محنت کر رہا ہے' پاؤں اس طرف حرکت کر رہے ہیں۔ شوق جو ہے یہ محنت ضرور بنتا ہے۔ اگر شوق ہو اور لگن ہو تو خود بخود محنت ہو جاتی ہے۔ ضرورت خود بخود محنت بن جاتی ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو گی آپ اس طرف پاؤں اٹھالیں گے' کھانا ہو گا تو ادھر ہاتھ اٹھالیں گے۔ کھانا بنانا بھی محنت ہے۔ آسمان سے باتیں اور بارش کے ساتھ فصل' زمین کی تیاری' فصل کا مارکیٹ' مارکیٹ سے گھر' پسائی اور اُٹھائی ساری محنتیں ہیں۔ تو کھانا اور معدے کا کام بھی محنت ہے۔ ساری کائنات جو ہے ہمہ وقت گردش میں ہے' یہ محنتیں ہو رہی ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو تمہارا مقدر ہو چکا ہے اس کو پہچانو کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا مقدر طے ہو چکا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ تم کیا کرو گے۔ لیکن کسی شخص کو یہ نہیں بتایا گیا کہ تو دوزخ میں جانے والا ہے' اگر صرف یہ بتا دیا جائے' وقت سے پہلے آپ کو اطلاع مل جائے کہ جنت میں جانا ہے تو شاید آپ عبادت ہی نہ کریں۔ اگر بچے کو پتہ چل جائے

کہ اس نے اس سال فیل ہو جانا ہے تو وہ محنت نہیں کرے گا اور اگر پتہ چل جائے کہ پاس ہو جانا ہے تو پھر بھی کیا محنت کرنی ہے۔ محنت تو ہوتی ہی تب ہے جب آدھا پتہ ہو اور آدھا پتہ نہ ہو۔ تو آپ کی زندگی یہ ہے کہ آپ کو کچھ تو پتہ ہے اور کچھ اندیشہ ہے' آدھی امید ہے اور آدھا خوف ہے۔ اس لیے محنت تب پیدا ہوتی ہے جب کچھ خوف ہو اور کچھ امید ہو۔ اُمید یہ ہوتی ہے کہ کام پورا ہو جائے گا اور خوف یہ ہوتا ہے کہ شاید پورا نہ ہی ہو' ایسا انسان اُٹھ کے گیٹ تک جاتا ہے کہ شاید مہمان آ جائے اور پھر واپس آ جاتا ہے کہ شاید نہ آئے۔ بس انسان یہی کچھ کرتا رہتا ہے۔ اس لیے محنت انسان کی فطرت ہے اور وہ بچ نہیں سکتا۔ اپنی محنتوں کو مبارک محنت بناؤ۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ ایسی محنتیں نہ عطا فرما جو ضائع ہونے والی ہیں اور ضائع کرنے والی ہیں۔ محنت انسان کو ضائع کرتی ہے اور انسان محنتوں کو ضائع کرتا ہے۔ یہ دعا کیا کریں کہ ہمیں وہ محنت ملے جو ہمیں ضائع نہ کرے اور ہم اسے ضائع نہ کریں۔ یہ دعا ضرور کرنی چاہیے ورنہ تو دنیا میں آدھے لوگ گناہ کی تلاش میں محنت کرتے ہیں' نفس کی تلاش میں محنت کرتے ہیں اور بڑی محنت کر کے دوزخ کے راستے پر جاتے ہیں۔ اس لیے بڑا خیال رکھنا چاہیے' مقدر طے ہے' محنت طے ہے' ہاتھ کے اندر محنت کا جذبہ ہے' وجود کے ہر حصے میں محنتیں ہیں اور ضرورتیں ہیں' یہ مختلف قسم کی ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ محنت میں مصروف ہے۔ دنیا کی آوازیں بھی آپ کو محنت پر مجبور کرتی ہیں' بچے کی چیخ سن کر ماں باپ پاگل ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ مصروفِ محنت ہوں اور بچہ اتفاق سے رونے لگ گیا تو ماں اور باپ دونوں بیتاب ہو جائیں

گے کہ بچے کو کیا ہو گیا۔ بچے نے کوئی سوال کر دیا کہ مجھے یہ تکلیف ہے تو بچے کی تکلیف کی وجہ سے ماں باپ محنت کریں گے۔ کسی دوست کو کسی بات سے تکلیف ہو تو آپ کو محنت کرنی پڑے گی۔ کچھ بنانا ہو تو محنت کرنی پڑے گی' شادی ہو' موت ہو ہر حال میں محنت ..... تو اس کائنات میں یہ محنتیں چلی آ رہی ہیں۔ ہماری آج کی آسائش جو ہے یہ پہلے زمانوں کی محنتوں کا نتیجہ ہے مثلاً آپ کو سڑک بنی ہوئی مل رہی ہے' یہ پہلے زمانے والے بنا گئے' آپ اس کے اوپر اب گاڑی چلا لیں' گاڑی بنانے کی محنت بھی کوئی اور کر گیا۔ تو آپ کے پاس جو آسائشیں ہیں وہ پرانے لوگوں کی محنتیں ہیں۔ آپ کے پاس جو مسجدیں بنی ہوئی ہیں وہ پرانے لوگوں کی ہیں' نیکی بھی پرانے لوگوں کی ہے' ماں باپ کی دعائیں چلی آ رہی ہیں' ان کی محنت آپ کا اثاثہ ہے اور ان کے لگائے ہوئے درخت تمہارا پھل بنتے ہیں' اب تم آنے والے زمانے کے لیے محنت کرو' اپنا آنے والا زمانہ اور لوگوں کا آنے والا زمانہ ..... یہ ضروری ہے ..... آپ محنت کیا کریں .....

سوال:

کیا ہمیں کسر نفسی سے خود کو گناہ گار کہنا چاہیے؟

جواب:

اپنے آپ کو کسر نفسی میں ایسے لفظ نہ دے دو جو لفظ حقیقت میں نہ ہوں۔ مثلاً یہ کہ میں بندۂ عاصی ہوں' خطا کار ..... ہیں تو خطا کار ہی مگر اس کا اظہار نہ کرو' اور یہ کہ ہم گناہ گار ہیں ..... گناہ گار کہنے سے تو معاف نہیں ہو

جاتا۔ تو آنے والے لوگوں یا اولادوں کو اتنی کسر نفسی نہ دکھاؤ کہ آپ کی عزت نفس بھی نہ رہے۔ اس کا بڑا دھیان کرنا چاہیے۔ بعض اوقات کوئی لفظ جو ہے وہ اگر آپ ادباً کہہ رہے ہیں تو وہ منظور ہو جاتا ہے' اور وہ انسان ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر یہ کہا کہ میں گناہ گار ہوں تو اُسے کہہ دیا جاتا ہے کہ اچھا گناہ گار ہی سہی۔ یہ کون کہتا ہے؟ ایسا شخص جس کی بات منظور ہو جاتی ہے۔ اگر وہ پاس سے گزرے اور پوچھے تمہارا نام کیا ہے؟ اگر اس نے جواب دیا کہ میں عابد ہوں تو وہ کہے گا کہ اچھا تم عابد ہی بن جاؤ۔ اس لیے کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ لفظ کی منظوری کا وقت آ جاتا ہے۔ تو ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہییں۔ ایسے بے شمار واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک قافلہ اونٹوں کا جا رہا تھا' اس پہ شکر لدی ہوئی تھی۔ بابا فرید گنج شکرؒ جنگل میں اپنے حال میں مست جا رہے تھے۔ انہوں نے اونٹ والے سے پوچھا کہ کیا لدا ہوا ہے تو اس نے کہا نمک ہے۔ تو بابا صاحبؒ نے فرمایا پھر نمک ہی ہوگا۔ اونٹ والا جب اپنی منزل پر پہنچا تو دیکھا کہ نمک ہی تھا۔ وہ حیران رہ گیا کہ شکر لادی تھی اور یہ نمک بن گیا۔ اُسے کسی نے کہا کہ وہاں جو بابا ملا تھا یہ اس نے کیا ہے۔ وہ وہاں سے دوڑا اور اس جگہ پہنچا۔ بابا صاحبؒ نے پوچھا کیا لدا ہے؟ تو اونٹوں والے نے کہا شکر ہے۔ بابا صاحبؒ نے فرمایا پھر شکر ہی ہوگی ..... تو آپ ایسے لفظ نہ کہا کرو۔ اگر یہ کہیں کہ ہم عاجز ہیں تو یہ ٹھیک ہے' عاجز کی حد تک ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سخت لفظ مت کہو۔

تو بندگی بھی کرو اور اپنا احترام بھی کرو۔ یہ ضروری ہے ..... یہ جو بزرگ کہتے آ رہے ہیں تو اس زمانے میں کوئی واقعات ہوں گے' یہ جائز ہیں' تب ان کو یہ کہنا ضروری تھا۔ بزرگ اپنے آپ کو "سگ" بھی کہتے ہیں۔

سگِ کوئے شیرِ یزدانم

اس کے ساتھ ہی شیر کا لفظ بھی ضرور کہہ دیں گے جو کہ ان کی شان ہے اور آن ہے۔ فقرے میں یہ اضافت بتاؤ کہ میں عاجز ہوں اللہ کے دربار میں ..... پھر تو ہوئی ناں بات۔ صرف یہ لفظ نہ کہنا کہ میں گناہ گار ہوں۔ گناہ ہو یا نہ ہو توبہ کر لو' پھر گناہ ختم ہو جائے گا ..... اولاد کو ذرا دھیان سے بات بتاؤ۔ اپنا Confidence اعتماد جو ہے وہ Show کرو' کہ ہمیں Confidence ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے ساری عمر عبادت کی اور اب کہو کہ پتہ نہیں اللہ بخشے گا کہ نہیں بخشے گا ..... اولاد کہے گی کہ پھر اتنی عبادت کیوں کی جب کہ اس نے بخشنا ہی نہیں ہے' ہم تو آرام سے رہیں گے' جب آپ کا فیصلہ ہو جائے گا تو ہمارا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ اس لیے بچے پریشان ہو جاتے ہیں کہ آپ کا ابھی فیصلہ نہیں ہو رہا کہ وہ بخشے گا یا نہیں بخشے گا اور اتنی عبادت تو ہم کر ہی نہیں سکتے جتنی آپ کرتے ہیں' اور ابھی تک آپ کا کیس مشکوک ہے' ہم تو کوئی اور کام کرتے ہیں اور آپ عبادت کرتے جائیں' اگر آپ نے ایمان قبول کر لیا' کلمہ پڑھ لیا تو کلمے سے پہلے تو بخشے جانے کے امکانات پہ شک ہو سکتا ہے مگر جب کلمہ پڑھنے کے بعد بخشے جانے پر شک ہے تو یقیناً تم نے کلمہ نہیں پڑھا۔ کلمہ پڑھا ہو تو پھر شک کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اپنے شک کو مٹاؤ۔ یقین کے ساتھ کلمہ پڑھ لو کہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ

ایک ہے اللہ کے رسول مقبول آخری رسول ہیں' میں مانتا ہوں کہ اسلام پکا دین ہے' یہ صحیح ہے کہ مجھ سے عمل کچھ کم ہو گئے ہیں لیکن سچا دین اسلام ہی ہے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو کہ فلاں معاشرے میں شراب پی جاتی ہے اور آپ کے دین میں منع ہے تو پھر منع ہو جاؤ۔ تو اپنے اعتقاد کو پختہ رکھو۔ اس دین کے اندر جو جو واضح باتیں ہیں وہ پوری کی پوری Obey کرلو' مان لو۔ عمل میں کمی بیشی ہوتی ہے تو وہ الگ بات ہے مگر دین یہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو ایمان لاؤ .....یعنی تم ایمان لائے ہو' اور پکا ایمان لے آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ منافقت سے نکل جاؤ ۔ تمہیں اگر یقین نہیں آ رہا کہ دوزخ جنت ہے اور یہ کہتے ہو کہ یہ ایسے ہی ڈرانے کے لیے کتابوں میں لکھا ہوا ہے' قطب شمالی اور جنوبی والے تو برف میں پڑے ہیں' انہیں دوزخ کی تھوڑی سی آگ مل جائے تو اچھا ہے' سینکیں گے ..... یہ ایسا نہیں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے جو کہ اس نے فرمایا۔ آپ کا ایمان ہونا چاہیے کہ دوزخ ہے' جنت ہے' فرمانے والا اللہ ہے اور سنا ہم نے رسول مقبول ﷺ کی زبان سے ہے' ہمارے بزرگوں نے اس بات کی تائید کی ہے' لہٰذا یہ حق ہے .....اس طرح اپنا ایمان قوی کرلو۔ اور اگر شک وشبہات ہیں تو پھر آپ کی نجات میں بھی شک وشبہات ہیں۔ لہٰذا اس بات کو نکال دیا جائے' اپنی عاجزی اور کسر نفسی اتنی نہ کرو کہ اپنے آپ کو الزام دینا شروع کر دو کہ پتہ نہیں ہمارا کیا بنے گا' مشکل ہی لگتی ہے۔ آپ سوچیں کہ اگر مارکیٹ میں کوئی نئی چیز آئے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ چیز تمہاری زندگی میں انقلاب لائے گی' تب ہی مارکیٹ میں وہ چیز بکے گی۔ جب نیا دین آئے گا تو یہی کہے گا

کہ تمہاری زندگی بھی بہتر ہو جائے گی' تمہاری عاقبت بھی بہتر ہو جائے گی اور تمہارے حالات بھی بہتر ہو جائیں گے۔ کوئی دین یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ تم ہمیں قبول کرو تو ہم تمہیں ڈنڈے ماریں گے۔ کیا کوئی ایسے کہہ سکتا ہے کہ دین قبول کرو تو ہم تمہیں دوزخ میں لے جائیں گے۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ شروع میں دین والے یہ کہتے ہیں کہ دیکھو معاشرہ اچھا بن رہا ہے' تمہیں باعزت مقام ملے گا' تمہاری سٹیٹ بنے گی' ایمپائر بنے گی' سلطنت بنے گی' فتوحات ملیں گی' مال غنیمت آئے گا' آخرت اچھی ہو جائے گی' تم ایک اعلیٰ قسم کا معاشرہ بن جاؤ گے اور تم ایک مہذب انسان کہلاؤ گے ..... تبھی جا کے لوگ خوش ہوں گے ناں۔ تو وہ تو زمانہ تھا آغاز کا جب مذہب کا انحطاط آتا ہے تو پھر کہا جاتا ہے کہ سب مسلمانو تیار ہو جاؤ' اللہ تمہیں برباد کرنے والا ہے۔ تو شروع میں کیا تھا؟ فلاح کا پیغام تھا۔ اور اب کیا ہے؟ کہتا ہے مجھے تو لگتا ہے تم سارے کے سارے دوزخ میں جانے والے ہو۔ ایک شخص عید نماز پڑھنے گیا تو وہ اسے کہتا ہے اب عید کیا پڑھنے آ گئے ہو' روزوں میں تو تم آئے نہیں ہو۔ تو انسانوں کو اس طرح یقین سے محروم کرتے ہیں کہ انہیں آخرت پر یقین نہ رہے۔ تو اسلام کا جو عروج تھا وہ امید کے زمانے تھے' امید دلائی گئی تھی' جب تھوڑا سا زوال آیا تو امید سے محرومی دلائی گئی۔ ڈرانے والا کون ہے؟ کافر نہیں ہے بلکہ مسلمان ہے۔ مسلمانوں میں وہ منافق ہے جو مسلمانوں کو دوزخ دکھا رہا ہے۔ مسلمانوں کو دوزخ کیوں دکھا رہے ہو؟ اگر مسلمان بھی دوزخ میں جائیں گے تو پھر کیا کافر جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ مسلمانوں کا آپس میں اختلاف ہوتا ہے اس لیے

ان کو ڈرانے کے لیے ایسی ایسی کتابیں لکھنا اور ایسے ایسے واقعات لکھنا کہ انہیں اپنے ایمان پر بھی شرمندگی ہو' یہ کام نہیں ہونا چاہیے۔ اور اتنی بھی ''کسر نفسی'' نہیں ہونی چاہیے۔ جو مسلمان ہے وہ ابھی کہہ سکتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب کلمہ پڑھ لیا تو اس کا کیا فائدہ ہے؟ فائدہ یہ ہے کہ ہم جنت میں جا رہے ہیں۔ کلمے کا مقصد ہی جنت ہے۔ جس آدمی کی زبان پر کلمہ آ جائے وہ جنت میں جائے گا۔ کیا دوزخ میں کلمہ پڑھا جا سکتا ہے؟ اور جس کی زبان پر حضور پاک ﷺ کا نام آ جائے کیا وہ دوزخ میں جا سکتا ہے۔ آپ لوگوں نے یہ کیا کہ ایک طبقے کو ظاہری علم سے محروم رکھا' انہیں دارالعلوم میں داخل کیا اور چیف کالج خود سنبھال لیا' ایچی سن کالج آپ خود چلے گئے اور انہیں جامعہ غوثیہ میں بھیج دیا' جامعہ نعیمیہ میں بھیج دیا' جامعہ عرفانیہ میں بھیج دیا۔ وہ وہاں سے درس نظامی میں کوالیفائی کرتے ہیں' بعد میں ان کا کام ہوتا ہے مسجد۔ تم ڈپٹی کمشنر بنتے ہو اور انہیں صرف اذان دینے پہ رکھا ہوا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں اللہ تمہارا بیڑہ غرق کرے گا۔ اگر آپ کسی جامعہ کے کوالیفائڈ بندے کو شہر کا ڈی سی بنا دو یا مجسٹریٹ بنا دو تو کبھی بھی آپ کو نہیں کہے گا کہ تم نے دوزخ میں جانا ہے۔ ورنہ وہ تمہیں موت کا منظر مرنے کے بعد دکھائے گا۔ اس طرح کی ساری کتابیں بعد میں لکھی گئی ہیں۔ موت کا منظر مرنے کے بعد اتنا آسان ہوگا کہ کلمہ پڑھنے والے حضور پاک ﷺ کے سائے میں ہوں گے اور باقی لوگوں پر دھوپ ہوگی۔ تو ''موت کا منظر'' ختم ہو گیا۔ اب اس کے علاوہ باقی جو منظر ہے وہ کتاب لکھنے والے کا اپنا ہے۔ موت کا منظر یہ ہے کہ جو کلمے میں مرا وہ کلمے میں اٹھا۔ کلمہ جو

ہے یہ سائبان ہے' سب سے بڑا سائبان ہے۔ مسلمانوں کو ڈرایا گیا ہے۔ کچھ غیر مسلموں نے مسلمانوں کو رشوت دے کے منافقت پیدا کر دی' انہیں کہا کہ ڈراؤ ان کو' نوجوان نسل کو ڈراؤ تا کہ مسجد میں نہ آئیں۔ وہ بیچارے ڈر کے چلے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ساری قوم پریشان ہوگئی۔ بچوں کو' سٹوڈنٹس کو سمجھاؤ کہ ملک کا وارث کون ہے' نوجوان کو ہی وارث ہونا چاہیے اور جو پرانے قابض ہیں وہ چھوڑتے نہیں ہیں' اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ وارثوں کو ختم کرو' ان کو گمراہ کرو' ایسا نہ ہو کہ وہ اپنا حق مانگ لیں' وراثت مانگ لیں..... تو انہوں نے نوجوان کو اور راستے پر چلایا' ڈرایا' دھمکایا تا کہ یہ اپنا حق نہ مانگیں ..... انہیں ملازمت کے چکر میں پھنسا دیا حالانکہ انہیں تعلیم دی تھی اور یہ حکومت کا کام ہے۔ بدقسمت ہے وہ قوم جو بچوں کو اس لیے پڑھاتی ہے کہ انہیں رزق ملے گا' رزق تو ان کا حق ہے' پیدائشی حق ہے۔ تو سارے کا سارا سسٹم ہی غلط ہو گیا۔ اس لیے پھر ان لوگوں کو پیس کے رکھ دیا۔ اور بھی ہر طرح کا فساد آپ کے ہاں ہے۔ مثلاً کوئی سیاسی جماعت حکومت میں آتی ہے تو اپنے افسر رکھتی ہے' حکومت کے لوگ سیاست نہیں کر سکتے' سیاست کے لوگ حکومت بنا سکتے ہیں۔ یعنی کہ سیاسی جماعتیں حکومت کرتی ہیں اور جب حکومت کے اندر آ جائیں تو پھر سیاست نہیں ہو سکتی۔ حکومت کے بندے فائلوں میں گم ہو کے کام کرتے ہی چلے جاتے ہیں اور اسی میں مصروف رہتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ایسی سیاست کریں کہ حق حق ہو جائے اور جھوٹ جو ہے وہ جھوٹ ہو جائے۔ پرانے لوگ نہ ریٹائر ہو رہے ہیں اور نہ پرانے لوگ راستہ دیتے ہیں۔ سارے کے سارے لوگ وہی آ رہے

ہیں اور نوجوان نسل ساری کی ساری کو Follower بنا کے رکھ دیا ہے۔ کسی ملک کا بادشاہ آ جائے تو ہماری نوجوان لڑکیاں اور لڑکے وہاں کھڑے کر دیے جاتے ہیں کہ ہیلو' ویلکم کہو۔ یہ ایک قسم کی غلامانہ ذہنیت پیدا کی جا رہی ہے اور پھر آخرت سے بھی ڈرایا جا رہا ہے۔ نہ اللہ کے ساتھ محبت کرنے دی گئی ہے' نہ سماج نے ان کو باعزت مقام دیا اور نہ نوکری کی امید دلائی' تاکہ یہ سارے کا سارا Material وہیں پہ کرش ہو جائے۔ اب یہ کرش ہوا پڑا ہے۔ اس لیے اس کا کچھ علاج ہونا چاہیے۔ پہلا علاج یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن نہ سمجھو کیونکہ کلمہ پڑھنے والا جنت میں جائے گا۔ آپ کو پکا یقین ہونا چاہیے۔ جو آپ کو دوزخ سے ڈرائے اسے کہو کہ اپنی جنت میں جانے کی سند دکھا' کیا تجھے پتہ ہے کہ تو جنت میں جا رہا ہے؟ جب اُسے پتہ نہیں چلتا تو پھر دوسرے کو کیا بتائے گا کہ دوزخ کدھر ہے اور جنت کدھر ہے۔ اس لیے اس آدمی کی جنت کنفرم سمجھو جو سب کے لیے جنت چاہتا ہو' اس آدمی کی جنت کنفرم سمجھو جس کو کوئی اہل جنت دیدار کرا دے یا ملاقات کرا دے۔ جن کو جنت میں جانا ہے وہ جنت میں رہنے والوں کے ساتھ ابھی سے رابطہ کر لیں گے۔ بس یہ ہے بات۔ جنت میں جانے والے یہاں سے جنت چاہتے ہیں' اس لیے توبہ کرو اور خود کو گناہ گار نہ سمجھو اور نہ ایسے کہا کرو۔ اگر کوئی خود کو رُوسیاہ کہتا ہے تو وہ توبہ کر لے۔ اپنے آپ کو بدبخت نہ کہا کرو' یہ نہ کہنا کہ بڑی بدبختی آئی پڑی ہے' یہ نہ کہنا کہ بڑے خراب حالات ہیں۔ سب بہتر ہو جائے گا' جو وقت گزر گیا وہ بہتر تھا' جو ہو رہا ہے یہ بھی اچھا ہے اور جو ہو گا وہ بھی اچھا ہے۔

سوال:

اگر سب کچھ کوشش سے ملنا ہے تو پھر توکل کا مقام کیا ہے؟

جواب:

توکل کا معنی ہے اللہ کا یقین اور آسرا۔ اگر توکل ہے' بھروسہ ہے' اور آپ بھروسہ کر رہے ہیں تو موت تک یہ بھروسہ کرنا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس گیا۔ دونوں درویش تھے۔ پہلا آدمی جب اپنے Host میزبان کے پاس پہنچا تو Guest نے' آنے والے نے میزبان کے پیچھے نماز مغرب پڑھی۔ بعد میں سلام کیا اور ملے۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ اس نے کہا فلاں بستی سے آیا ہوں' آپ کی شہرت سنی تھی اس لیے ملنے آ گیا۔ میزبان نے پوچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے۔ مہمان درویش نے کہا میں تمہیں اپنا ذریعہ معاش بتاتا ہوں لیکن پہلے میں وہ نماز دوبارہ پڑھ لوں جو تمہارے پیچھے پڑھی ہے کیونکہ وہ ضائع ہو گئی۔ اس نے نماز پڑھی تو میزبان نے پوچھا اب بتا کیا بات ہے' کیوں ناراض ہو گیا؟ مہمان درویش نے کہا تو اللہ والا ہو ہی نہیں سکتا جو ذریعے کے ساتھ معاش کو وابستہ کرتا ہے کیونکہ معاش اللہ کے حکم کے ساتھ ہے ..... مارکیٹ میں سارے دوکاندار کام کرتے ہیں' چاہیے تو یہ کہ سب کا ایک جیسا کاروبار چلنا چاہیے مگر باہر کسی ایک ریڑھی والے کا کام زیادہ چلتا ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے کو رزق مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں سب کو رزق دیتا ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ رزق مل رہا ہے' دریا کے اندر مل رہا ہے' سمندر کے اندر مل رہا ہے' پہاڑوں کے اندر مل رہا ہے بلکہ پتھر کے اندر جو چھوٹا

کیڑا ہے اس کو بھی رزق مل رہا ہے ..... رزق جو ہے وہ خیال کا بھی مل رہا ہے' نور کا اور روشنی کا رزق مل رہا ہے' احساس کا رزق مل رہا ہے' وجود کا رزق مل رہا ہے اور Actual مال بھی مل رہا ہے۔ اس لیے جب آپ توکل کرنے پہ آ جائیں تو پھر آپ اتنا اعتبار کرو کہ دینے والا دے گا۔ اور کب تک دے گا؟ یہ توکل موت تک کرنا ہے۔ وہ آپ کو آخری سانس سے دو منٹ پہلے تک بھی کھلا سکتا ہے۔ توکل محنت کی نفی نہیں کرتا۔ محنت کرنے کا نتیجہ تو ویسے بھی اللہ نے دینا ہے۔ توکل کا معنیٰ ہے Depend کرنا' بھروسہ کرنا' اور اپنے آپ درمیان میں Interfere نہ کرنا۔ تو بھروسہ کرو۔ توکل کرنے والے' متوکلین وہ ہوتے ہیں جن کا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہوتا ہے' وہ سبب کے ساتھ دے یا بلا سبب دے' دینے والا وہ خود ہے۔ اپنے آپ پر بھروسہ نہ کرنا کہ ہم اپنے رزق کو کارخانے سے متعلق سمجھتے ہیں' دکان سے متعلق سمجھتے ہیں۔ ایک آدمی کا بچہ بیمار ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا آج دکان پر نہ جاؤ۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے' آج دو کان پر نہ جائیں گے تو رزق کیسے ملے گا۔ بیوی نے کہا دو کان پر رزق کیسے آتا ہے؟ اس نے کہا گاہک آتے ہیں' سودا لے جاتے ہیں اور رزق بن جاتا ہے۔ بیوی نے کہا پھر وہ گاہک پیسے کہاں سے لاتا ہے؟ تو یہ راز ہے رزق کا کہ جو تیرے پاس رزق لایا وہ کہاں سے لایا۔ تم سمجھتے ہو کہ تمہاری دو کان کے بغیر کاروبار نہیں چلے گا اور حقیقت یہ ہے کہ تیری دکان کے علاوہ بھی کاروبار چلتا ہے کیونکہ تیری دو کان میں رزق لانے والا کہیں اور سے لائے گا۔ لہٰذا یہ کائنات چل رہی ہے اور بھروسہ اللہ کی ذات پر ہونا چاہیے اور غیر اللہ کا اٹھا لو۔ غیر کا خیال وہم ہے اور

وہم ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی ذات پر بھروسہ کرنا' اس طرح تو دوکان بھی غیر اللہ ہے' نوکری بھی غیر اللہ ہے۔ اگر نوکری نہیں کرو گے تب بھی تمہارا کام ہو جائے گا' کام نہ ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ تو توکل یہ ہے۔ پھر کام ہو کے رہتا ہے۔ اس لیے اگر اعتماد میں کمی ہو تو توکل ہلاکت ہے' اگر یقین میں کمی ہو تو توکل ہلاکت ہے۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے حکم دیا کہ توکل تو ہے لیکن اونٹ کو باندھ کے آؤ۔ وہ اصل میں بات یہ تھی کہ ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی بات سن رہا تھا اور اس کے اونٹ باہر تھے۔ وہ بار بار ڈسٹرب ہو رہا تھا۔ اگر بات حضور اکرم ﷺ کی ہو اور ڈسٹرب کرے کسی اور کا خیال' تو سارا کام ہی غلط ہو جائے گا۔ تو اس شخص کو کہا گیا کہ پہلے اونٹ باندھ کے آؤ۔ یہ آپ کا رحم تھا کہ اُس کو اس طرح سمجھا دیا ورنہ تو اللہ کے حبیب ﷺ کی محفل میں اونٹ کا خیال اور ذکر کیسا۔ تو جن کی توجہ اور طرف ہوتی ہے ان کو یہ راز بتایا جاتا ہے۔ اس لیے کتابوں والوں نے بعد میں لکھا کہ جب آپ کچھ فرما رہے ہوتے تھے تو صحابہ کرامؓ اس طرح سنتے تھے جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں' وہ ہلتے بھی نہیں تھے' پھر سب سنتے تھے اور بولتا کوئی نہیں تھا' وہ یہ نہیں سوچتے تھے کہ اونٹ مر گیا ہے یا زندہ ہے' کسی کی مجال نہیں ہوتی تھی کہ آگے سے ہلے۔ تو یہ ہے توجہ کی بات۔ یہ تو وہ زمانہ تھا جس کی ہم بات کر رہے ہیں اور آج بھی لوگ حضور اکرم ﷺ کی بات ویسے ہی ادب سے سنیں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ محفل میلاد ہو رہی ہو اور کوئی شخص کہے کہ میں گھر کی چابیاں بھول آیا ہوں۔ میلاد کی محفل میں چابی کا ذکر کہاں سے آ گیا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ماننے والوں کا جو رشتہ ہے ایک تو اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ عبادت کرو اور یہ سب کے لیے یکساں ہے۔ اس کے بعد ہر آدمی کا اللہ کے ساتھ ایک الگ رشتہ ہے۔ جب ہر آدمی تنہا ہوتا ہے تو ہر آدمی اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ کوئی بات کرتا ہے' اُسے پکارتا ہے۔ تو آپ اس بات کو اور اس پکار کو قائم رکھنا۔ لوگوں کی باتوں میں نہ آنا لیکن اپنے پکارنے کے انداز کو قائم رکھو۔ یہ غور ضرور کرنا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو کس طرح یاد رکھ رہے ہیں۔ جب اللہ کو یاد رکھو تو یہ شکر ادا کرنا کہ اُسی نے آپ کو یاد رکھنے دیا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ اللہ سے کوئی چیز مانگتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو تمہاری مانگی ہوئی چیز ملی' یہ انعام ہے کہ تم نے مجھی سے مانگا ہے' غیر سے نہیں مانگا۔ تو آپ اسی کو یاد رکھیں اور اسی سے کام رکھیں۔ پھر اللہ سے یہ تعلق بن جائے گا کہ یا تو آپ کی ضرورت پوری ہو جائے گی یا پھر آپ سوال چھوڑ دیں گے۔ تو یا تو وہ ضرورت پوری فرما دے گا یا پھر آپ ضرورت چھوڑ دو گے۔ یعنی کہ آپ کی اور اس کی ایک رائے بن جائے گی۔ جب یہ تعلق بن جائے گا تو آپ دعا کریں گے کہ یا اللہ جو دعا پوری نہیں ہونی مجھے اس سے نجات دے دے جو کام پورا ہونے والا ہے وہ تُو بغیر مانگے ہی پورا کر رہا ہے۔ پھر اس طرح کا راستہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے آپ واسطہ رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں جو چیز سب سے اچھی ہے وہ اللہ کی راہ میں نثار کرتے رہا کرو اور پریشان حال لوگوں کی مدد کیا کرو۔ جو عمر میں بڑا ہو اس کا ادب کیا کرو' یہ بھی اللہ کا ایک راستہ ہے۔ استادوں کی عزت کیا کرو۔ یہ سارے طریقے اللہ کو راضی رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے تھے

جو رات کو جاگے اور ستاروں کو دیکھ کر کہا کہ سبحان اللہ کتنی خوب صورت کائنات بنائی ہے۔ اور پھر سو گئے۔ تو اللہ راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ کبھی آنکھ اُٹھا کر میری کائنات کو دیکھو' کیا اس میں تمہیں کوئی نقص نظر آیا؟ پھر آنکھ اُٹھا کر دیکھو تو کوئی نقص تمہیں نظر نہیں آئے گا' اس لیے سبحان اللہ پڑھو ہم نے تمہارے لیے سورج بنایا' پہاڑ بنائے' دریا بنائے' ان میں کوئی نقص نہیں ہے' انسان کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے' اتنا میلہ بنایا تمہارے لیے رونق بنائی اور تو ہے کہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ پھر ہم نے تمہیں یہاں بھیجا' تمہیں دیکھنے کے لیے پوری کائنات بنائی جس میں رونقیں ہیں' میلے ہیں' رنگ ہے' نور ہے' آوازیں ہیں' میوزک ہے اور کتنی ہی چیزیں ہیں۔ تم ان کا شکر ادا کرو۔ وہ اللہ جس نے چمگادڑیں اور چھپکلیاں بنائی ہیں اس نے تمہیں انسان بنایا' اس کا بھی شکر ادا کرو' یہ بھی ہو سکتا تھا کہ تمہیں وہ بنا دیتا مگر اس نے تمہیں انسان بنایا' پھر انسانوں کے بہتر زمانے میں تمہیں پیدا کیا' شکر ادا کرو' بہتر امت میں سے پیدا کیا' شکر ادا کرو' اپنا دین تمہیں عطا کیا' شکر ادا کرو' اپنا شعور عطا کیا' سجدہ کرنے کا ذوق عطا کیا' شکر کرو' تو ان سب کا شکر کیا کرو مگر تم کہتے ہو کہ حالات خراب ہیں۔ اگر شکر نہ کیا تو حالات خراب ہی رہنے ہیں۔ اگر آپ نے یہ کہا کہ حالات خراب ہیں تو پھر حالات خراب ہو جائیں گے۔ آئندہ اگر یہ کہو گے کہ حالات اچھے ہیں تو حالات ٹھیک ہوں گے' جو اپنے حالات کو ٹھیک کرنا چاہے وہ یہ کہے کہ حالات اچھے ہیں۔ اللہ کو تو پتہ ہے کہ حالات کیسے ہیں۔ تو آپ اپنے حالات کو اچھا کہا کرو' حالات کو برا نہ کہنا ورنہ واقعی برے ہو جائیں گے۔ اگر نگاہ کمزور ہو گئی ہو لیکن

رنگ نظر آتے ہوں تو شکر کرو کہ حالات اچھے ہیں' صحت میں ہو تو شکر کرو حالات اچھے ہیں' کانوں میں آواز آ رہی ہے تو حالات اچھے ہیں' اولاد قائم ہے تو شکر کرو' بزرگوں میں کوئی زندہ ہے تو حالات اچھے ہیں' رات کو چھت کے نیچے سوتے ہو تو حالات اچھے ہیں' اچھے انسان ہو تو حالات اچھے ہیں' اس کے علاوہ "حالات" کیا ہوتے ہیں..... اگر جنت میں جانے والے ہو تو حالات اچھے ہیں۔

سوال:

اگرچہ حالات اچھے ہیں لیکن دل گرفت میں آ گیا ہے تو کیا کریں؟

جواب:

دل میں اندیشے لالچ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جب تک لالچ نہیں نکلے گی اندیشہ نہیں نکلے گا۔ اگر کوئی ہمت کر کے یہ کہے کہ مجھے اللہ کچھ نہ دے' تو دل آزاد ہو گیا کہ نہ کچھ لے اور نہ کچھ دے۔ مجال ہے کہ پھر دل گرفت میں آئے۔ اندیشہ ہوتا ہے لالچ کی وجہ سے۔ اندیشہ تب ہوتا ہے جب کوئی شے نہ ملے یا کوئی شے چھن جائے جو آپ کے پاس ہے۔ جو شے پاس ہے وہ چھوڑنے کو تیار ہو جاؤ اور جو نہیں آئی وہ قبول نہ کرو' اگر ہوتی ہے تو ہو جائے اور نہیں ہونی تو نہ ہو.....

ایک شخص کا والد فوت ہو گیا' وہ رو رہا تھا' روتا روتا اپنے پیر صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا گھبراتا کیوں ہے' تو بھی کچھ سال میں وہاں پہنچ جائے گا۔ اس طرح اندیشے نکل جاتے ہیں۔ جانے والوں کو جانے دو اور آنے والوں کا فکر نہ کرو' حاصل کی پرواہ نہ کرو اور محرومی کا ڈر نہ کرو۔ پھر ڈر کس بات کا اور اندیشہ کس بات کا۔ لوگ خدا سے زیادہ لوگوں سے ڈرتے ہیں' سارے غریب ہیں اور اپنے

آپ کو غریب کہنے سے ڈرتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ غریب ہیں' یہ کہنے سے ڈر ختم ہو جائے گا۔ حالات کیا خراب ہیں' زیادہ سے زیادہ مر جاؤ گے' جو صحت مند ہیں وہ بھی تو مریں گے' ڈاکٹر بھی مرتے ہیں' پرانے لوگ سارے مر گئے' جن لوگوں کو آپ یاد کرتے ہو وہ سارے کے سارے رخصت ہو گئے ہیں' جتنی حقیقتیں ہیں وہ رخصت ہو گئی ہیں' جن کے مزار پہ جاتے ہو وہ رخصت ہو گئے ہیں' داتا صاحبؒ جاتے ہو وہ رخصت' میاں میر صاحبؒ جاتے ہو تو وہ رخصت' بابا شاہ جمالؒ بھی رخصت..... پھر تم کون ہو؟ تم کہتے ہو میں نے رخصت نہیں ہونا۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں بچوں کا رکھوالا ہوں اور اللہ تعالیٰ اندیشہ پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے تو خود اللہ کی حفاظت میں ہے بچوں کو بھی اس کی تحویل میں دے دے' پھر کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ اندیشہ اس لیے ہے کیونکہ بلاوجہ مالک بننے کا دعویٰ ہے۔ انسان سوچتا ہے میرے مریض بچے کا' غریب بچے کا کیا بنے گا' اسے دنیا تباہ کر دے گی۔ اس طرح اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی مر رہا تھا۔ عزرائیلؑ وہاں آیا۔ اس نے پوچھا کون ہو؟ عزرائیلؑ نے کہا میں وہی ہوں۔ اس نے کہا میں ابھی مرنا نہیں چاہتا' میرے پاس کچھ بکریاں ہیں اور میں نے بڑا کچھ بچا کے رکھا ہوا ہے' پہلے وہ ٹھکانے لگا لوں۔ عزرائیلؑ نے کہا یہ سب چھوڑ اور میرے ساتھ چل۔ کہنے لگا پھر یہ جو پیسے ہیں یہ تو آگے پہنچا دے۔ عزرائیلؑ نے کہا یہ آگے نہیں جا سکتے۔ تو وہ کہنے لگا کہ یہ تو بڑا ظلم ہے' ان کو بانٹنا بڑا مشکل ہے ..... اگر تم زندگی میں اپنا مال بانٹ دو' اپنی اولاد کو اللہ کے حوالے کر دو تو پھر اندیشہ کس بات کا ہے۔ کیا آپ جنت میں جانا چاہتے ہیں؟

سب کہیں گے جی ہاں۔ کیا آج جانا ہے؟ سب کہیں گے نہیں' ابھی کچھ کام رہتے ہیں۔ بس یہاں سے اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ خواہش' تمہاری مرضی ہے اور پورا کرنا اس کی مرضی ہے اللہ کی مرضی پر اپنی مرضی چھوڑ دے' پھر عجب پورا ہو جاتا ہے، یہ فراق وصال کی بات ہے۔ فراق وصال کی ضد نہیں ہونی چاہیے۔ وہ اگر وصال دے تو وصال قبول اور فراق دے تو وصال سے زیادہ قبول۔ بس یہ ہے محبت کا راز' وہ اگر سامنے آئے تو محبت ہو اور سامنے نہ آئے پھر بھی اس کی محبت۔ اس کو تم پابند نہ کرنا' یہ ہے محبت کی ابتداء۔ یہ نہ کہنا کہ سامنے آؤ تو سجدہ کروں' وہ تو کئی بار آیا مگر تم نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ تمہیں اس کا پتہ نہیں اس لیے اس کا فراق ہی اس کا وصال ہے' کیونکہ اس کا وصال ہے ہی نہیں' اس کا وصال' جسے وصال کہتے ہیں' وہ فراقِ جاں ہے۔ اپنی جان سے فراق ہوگا تو اس سے وصال ہوگا۔ اسی کو حقیقت کہتے ہیں اور اسی کو اللہ کہتے ہیں۔ اس کا فراق عین وصال ہے اور ہمیشہ سے یہی ہے' ہمیشہ سے ہی یہی ہے۔ اس کی راہ میں صرف چلنا ہوتا ہے' پانا کچھ نہیں ہے' کب تک چلنا ہوتا ہے؟ بس چلنا ہی ہوتا ہے۔ منزل کے بعد کیا ہوتا ہے؟ منزل کے بعد پھر سفر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہے اس کی راہ۔ تو اس کی راہ یہ ہے کہ سفر کے بعد منزل اور منزل کے بعد سفر' سفر در سفر' چلتے جاؤ' چلتے چلے جاؤ۔ اس لیے لامحدود کا سفر محدود زمانے میں نہیں ہو سکتا۔ اس سفر میں اندیشہ جو ہے یہ غیر اللہ ہے' بلکہ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ ایمان اندیشے کی نفی ہے اور ایمان اس کی ذات پر اعتماد کا نام ہے۔ محبت جو ہے وہ محبوب کے آنے کے یقین کا نام ہے۔ وہ کب آئے گا؟ یہ اس کی مرضی پہ چھوڑ۔ یہ نہ کہنا کہ میں بڑا محبت کرنے والا ہوں' بے

تاب ہوں' ابھی آ جا۔ اس کی مرضی کہ پھیرا لگائے یا نہ لگائے۔ بس چراغ جلا کے آرام سے بیٹھ جا۔ اس نے جب آنا ہوگا آ جائے گا۔ جب وہ آئے گا تو تم نے پتہ ہے کیا کہنا ہے؟ کہ ہمارے دو چار کام ہی کر جا۔ تو اس وقت محبت درست ہے اور محبت کا دعویٰ اس وقت کرنا چاہیے جب تمہیں اس سے کوئی کام نہ لینا ہو۔ محبت کی دنیا میں محبوب سے سوال جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ محبوب بھی ہے اور رب بھی ہے لہٰذا آپ یہ سوچ لو کہ سوالات کا سلسلہ جب ختم ہو جائے تو پھر آپ محبت کرو۔ پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ اندیشہ محبت کا ہے ورنہ تو اندیشہ کسی دنیاوی چیز کا ہوگا۔ محبت میں دینی سوال بھی دنیاوی ہے ! کیونکہ وہاں پر سوال ہی منع ہے.....

کوئی اور بات پوچھنی ہو تو بتائیں ..... پوچھیں ..... آئندہ کے لیے آپ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ اگر خود سوال نہیں پوچھ سکتے' مشکل لگتی ہے تو کاغذ پر لکھ کر یہاں رکھ دیا کریں۔ پھر سوال کا جواب مل جائے گا .....

آخر میں دعا کرو .....سب کے لیے .....

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔





1 رُوح کی حقیقت کیا ہے؟

2 رُوح کا باپ بیٹا تو نہیں ہوتا ہے تو کیا روح کا ساتھی ہوتا ہے؟

3 اس جسمانی اتصال کے نہ ہونے کے پس منظر میں ہم پیر و مرشد کے ظاہری رشتے کی وضاحت کیسے کریں گے؟

4 عہدِ الست کیا ہے؟

5 حضرت سلیمانؑ کے واقعے میں الکتاب کا ذکر ہے تو اس واقعے میں کتاب کون سی مراد ہے اور علم سے کیا مراد ہے؟

6 یہ ''کن فیکون'' کا جو علم ہے کیا یہ قرآن یا توریت کے علاوہ ہے؟

7 کیا روحانی علم سیکھنے سے مل سکتا ہے؟

8 کیا حضرت اویس قرنیؓ کو حضور پاک ﷺ کا دیدار ہوا تھا؟

9 کیا یہ ممکن ہے کہ حضور پاک ﷺ کو دیکھے بغیر عشق ہو جائے؟

10 محبت عطا تو ہے لیکن اس میں کوشش کا تو کچھ دخل نہیں ہوگا۔

11 کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی اسم اعظم ہے جسے اسم اعظم کہا جاتا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر زمانے کے لیے الگ اسمِ اعظم ہے۔

12 لوگوں کو یہ شوق کیوں ہوتا ہے کہ ہم آسانی سے اسم اعظم حاصل کریں۔

سوال:

روح کی حقیقت کیا ہے؟

جواب:

آپ کے پاس بینائی کا علم نہیں ہے لیکن بینائی تو موجود ہے۔ ساری کائنات بینائی کا ذکر ہے' میں نے دیکھا' اس نے دیکھا' پھر دونوں کو دنیا نے دیکھا اور دیکھنے والوں کی نظر کو دیکھا۔ لیکن دیکھنا کیا ہوتا ہے؟ یہ کسی نے نہیں بتایا۔ اسی طرح ہم نے چکھا کہ ذائقہ اچھا تھا' تو یہ ذائقہ کیا ہوتا ہے؟ یہ کسی نے نہیں بتایا کہ ذائقہ ہوتا کیا ہے۔ اسی طرح جتنی بھی احساس کی کیفیات ہیں' وہ محسوس تو ہوتی ہیں لیکن بیان نہیں ہوتیں۔ اسی طرح روح کا علم جو ہے یہ تھوڑا تھوڑا بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح پہ اصل میں Discussion نہ ہو تفصیلی ذکر نہ ہو کیوں کہ اس کی حقیقت کا پتہ نہیں ہے۔ تو اتنی بات بہت ہے' کافی ہے کہ ''یہ اللہ کا حکم ہے''۔ اور اللہ کے حکم سے آپ کو روح میسر آئی۔ تو اس کا ذکر اتنا ہی کافی ہے ورنہ جن قوموں نے روح کے بارے میں بیان کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے

Discard کر دیا کہ روح کا ذکر مت کرو' روح کا بیان مت کرو کیوں کہ پھر اس میں کچھ تضادات آ جائیں گے۔ تو روح کو اللہ کا حکم کہہ کے خاموش ہو جاؤ تا کہ اس سے آگے بحث نہ ہو۔ اسی طرح مابعد کے بارے میں کوئی بحث نہ ہو۔ اصل میں یہ ساری بات مابعد کے لیے چل رہی ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا' زندگی اسی مابعد کے فکر میں گزر رہی ہے لیکن اس میں بحث نہ ہو کہ وہاں جو درخت ہوں گے ان کا سایہ ہوگا کہ نہیں ہوگا؟ وہاں پرندے کس قسم کے ہوں گے؟ وہاں کا مور کیسے ہوگا؟ مور جنت میں ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ اور واقعات کیسے ہوں گے؟ کیا بھوک لگے گی تو روسٹ گوشت ملے گا یا پھل ہی ملیں گے؟ آگ کے بغیر روسٹ کیسے ہوگا؟ تو یہ باتیں مت کرو۔ مقصد یہ ہے کہ یہ Discussion نہ ہو' بحث نہ ہو' جتنا کچھ اللہ نے فرمایا اتنا کافی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ دوزخ کیا ہوتی ہے؟ کہیں ایسے تو نہیں ہوتا کہ ٹھنڈے علاقے کا بندہ گرم علاقے میں آ جائے تو یہ اس کے لیے دوزخ ہے۔ جنت کی تعریف ہی یہی ہے کہ ''باغ''۔ تو کیا جنت کسی باغ کا نام تو نہیں ہے؟ یعنی کہ بغیر باغ کے لوگ جو ہیں وہ باغ کے علاقے میں آ جائیں تو وہ کہیں گے

؎ اگر فردوس بر رُوئے زمیں است
ہمیں است ہمیں است ہمیں است

لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر جنت دنیا میں ہو تو کشمیر ہی جنت ہے۔ کیا اسی کا نام جنت ہی تو نہیں ہے؟ کیا ''باغ'' کا مطلب ہے جنت؟ یہ بحث کرنے لگ جاؤ گے تو پھر اصل مضمون رہ جائے گا اور پھر آپ Discussion میں' بحث میں

گم ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ روح کو خود دریافت کرتے جائیں اور اس کا عمل جاری رکھیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ روح سب کے پاس ہے۔ جب آپ اپنی روح کو آشنا کر لیں تو اس کے مطابق اپنا عمل کرتے جائیں' اس طرح روح کی آسودگی آ جائے گی۔ تو روح کا بیان نہیں بلکہ روح کا عمل ہونا چاہیے۔ جس طرح زندگی ایک عمل کا نام ہے' جان ایک عمل ہے تو خیال ایک عمل ہے۔ تو آپ اس کا طریقہ چلاتے جائیں۔ روح کی Dimensions حدود نہ بیان کرنا' مثلاً یہ کہ روح جب جسم سے نکلتی ہے تو کیا پرندے کی شکل میں نکلتی ہے؟ مغربی لوگوں نے کہا کہ کمرہ بند کر دو' Airtight کر دو اور جب اس آدمی کی روح قبض ہو گی تو وہ شیشہ توڑ کے نکل جائے گی۔ تو کیا روح وجود رکھتی ہے؟ اگر شیشے کے اندر آدمی مر جائے اور Airtight شیشہ ہو اور اس میں سے روح نکل جائے تو کیا وہ ساری چیز توڑ دیتی ہے؟ کیا روح کوئی چیز ہوتی ہے؟ اس کی شکل کیا ہوتی ہے؟ کیا اس کی آواز بھی ہوتی ہے؟ کیا اس کا رنگ بھی ہوتا ہے؟ اگر ان باتوں پر سوچتے جائیں گے تو پھر سوچتے ہی جائیں گے اور بات وہیں کی وہیں رہ جائے گی۔ کچھ لوگ روحوں کو بلاتے ہیں' جب انہوں نے ایک روح کو بلایا تو اس نے ایک بات بتا دی۔ پھر انہوں نے بڑے بڑے لوگوں کی روحوں کو بلایا' روحوں کو وہاں بلاتے ہیں اور باقاعدہ ان سے باتیں کرتے ہیں اور روح ان سے باتیں کرتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کیا اتنے لوگوں نے دھوکا کھایا؟ کھایا ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ جب یہ آپ کہتے ہیں کہ روح کی حقیقت کیا ہے' اس کی ماہیت کیا ہے' Spiritualism کیا ہے؟ اس پہ کتابیں یہاں بھی لوگوں نے لکھی ہیں اور

Spiritualism کے اوپر مغربی فکر میں بھی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ آپ اپنا دل لگا کے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنی زندگی بغور اور شوق کے ساتھ اللہ کے راستے میں گامزن کر دو۔ تو یہی روحانیت ہے۔ اللہ کے بندوں کے ساتھ رابطہ اور حُسن سلوک کرتے جاؤ تو یہ روحانیت ہے۔ روحانیت آپ کو کوئی Extra شے نہیں بنائے گی کہ آپ کو کوئی اور شے بنا دے' آپ کو انسان ہی بنائے گی۔ تو تصوف کا مضمون بالکل بجا ہے۔ تصوف والوں نے کوئی علیحدہ بیان نہیں دیا۔ صرف یہ ہے کہ جو شریعت کا بیان تھا اس کے مطابق زندگی گزار کر انہوں نے دکھائی ہے کہ وہ بے ضرر لوگ تھے' نقصان نہیں پہنچاتے تھے اور ہر کسی کو فائدہ ہی پہنچاتے تھے۔ اگر کسی آئٹم پہ بحث ہو جائے' منزل کے حصول پر بحث ہو جائے یا قرآن پاک کی کسی آیت کی Interpretation پر بحث ہو جائے تو علم والا آدمی علم والے کے ساتھ لڑ پڑے گا' اس کو غصہ آ جائے گا۔ وہ کہے گا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ہمارے استاد صاحب نے یوں کہا ہے' دوسرا کہے گا ہمارے استاد صاحب نے یوں کہا تھا۔ یوں وہاں جنگ ہو جائے گی۔ تصوف والے جو ہیں اگر ان کے پاس آپ جائیں گے کہ یہ یوں ہے تو وہ کہیں گے اس کو ابھی اس طرح سمجھ لو' پھر کچھ عرصہ کے بعد کہیں گے یہ تمہارے سوال کا جواب ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ سامع کی یا سوال کرنے والے کی کیفیت موزوں ہوتا کہ اس کو جواب سمجھ آ سکے۔ بغیر کیفیت کے وہ بزرگ جواب ہی نہیں دیتے۔ بیمار کو تو وہ تبلیغ ہی نہیں کرتے۔ مثلاً ایک آدمی بیمار ہے تو وہ پہلے اس کی بیماری دور کریں گے پھر اس کو تبلیغ کریں گے' بیماری چاہے ہوس پرستی کی ہو' چاہے نفس پرستی کی ہو' چاہے وہ دولت پرستی کی ہو' چاہے

کسی قسم کی بیماری ہو بہر حال وہ اس کو اس وقت فوراً تبلیغ نہیں کریں گے۔ اسے کہتے ہیں کسی کی اصلاح کرنا' تقویٰ سکھانا ''ویزکیھم'' تزکیہ سکھانا۔ پھر ایک موزوں کیفیت کے بعد وہ علم دیتے ہیں۔ تو روحانیت بالکل ٹھیک ہے۔ روح کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ یسئلونک عن الروح کہ لوگ آپؐ سے پوچھیں گے روح کیا ہوتی ہے؟ جواب یہ ہوگا کہ قل الروح من امر ربی ان سے کہہ دیجیے کہ روح میرے اللہ کا حکم ہے اور اس کا حکم صحیح ہے۔ پھر مضمون کو سٹاپ کر دیں۔ کیوں سٹاپ کر دیں؟ اس لیے سٹاپ کر دیں تا کہ اس میں لمبی کوئی دقت نہ ہوتا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہمارے ہاں تو یہ تجربہ ہوا تھا' یہاں ایسا واقعہ ہوا تھا اور وہاں ایسا واقعہ ہوا تھا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا گئے ہوئے جسم سے روح واپس بھی آ جاتی ہے؟ کیا مرنے کے بعد پھر وہ زندہ کر کے دکھا دیتے ہیں؟ کیا پھر وہ آدمی کچھ عرصہ کے لیے چلنا پھرنا شروع ہو جاتا ہے' Rebirth بھی ہو جاتی ہے؟ کیا Resurrection بھی ہو جاتا ہے؟ تو آپ ان باتوں میں مت پڑو۔ مقصد یہ ہے کہ جتنا علم ہے اتنا عمل کرتے جاؤ۔ تو روح کے باب میں کچھ بیان نہیں کرنا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ روح جو ہے یہ تخلیق شدہ ہے لیکن اس کی Death' موت نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہا گیا کہ روح جو ہے وہ ایک کنارے کا سمندر ہے' پیدا ہوئی اور پھر اس کا انجام کوئی نہیں ہے۔ روح جو ہے یہ Double Eternity نہیں ہے وہ صرف اللہ ہے' روح ازلی نہیں ہے اور اللہ کریم ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ روح جو ہے اپنے آغاز سے پہلے نہیں تھی۔ یہ من امر ربی ہے۔ تو ''امر ربی'' جو چیز ہے وہ تب پیدا ہوگی جب اللہ اس کا امر کرے گا' اس

سے پہلے امر پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ موجود ہے اور روح اللہ نہیں ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ روح' اللہ نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے' لیکن یہ اللہ کا امر ہے' Eternal' لازوال ہے' اس کو موت نہیں ہے۔ اللہ نے یہ تخلیق فرمائی ہے۔ اس لیے روحانی زندگی جو ہے ممکن ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی جاری رہے۔ تو ممکن ہے کہ روحانی وجود جو ہے وہ بعد میں بھی قائم رہے۔ ایک ہوتی ہے طبعی زندگی' طبعی زندگی کا مطلب ہے کہ ایک تو تاریخ پیدائش ہے اور ایک یومِ وصال ہے' پھر طبعی زندگی ختم ہوگئی۔ اب یہاں بات ختم ہو جانی چاہیے تھی لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں بات ختم نہیں ہوتی۔ جس طرح آج کل کے مسلمان ہیں' ان کا سارا عقیدہ' سارا مزاج' سارے احساسات' یہ ماضی کے ان زندہ لوگوں کے طفیل سے قائم ہیں جو بندے ظاہراً موجود نہیں ہیں۔ مثلاً والد صاحب کا قول یاد آ گیا جو ابھی آپ کو یاد آیا ہے' حالانکہ وہ رخصت ہو گئے ہیں۔ اب ان کے قول کو یاد کرنے کی کیا ضرورت ہے کیوں کہ آدمی گیا تو قول بھی ساتھ گیا' لیکن ایسا نہیں ہے' یہ کہنا بڑی گمراہی ہو جائے گی۔ لہٰذا یہ ہوا ہے کہ جانے والے کے ساتھ بات نہیں جاتی۔ جب جانے والے کے ساتھ اس کی بات نہ جائے تو کہتے ہیں کہ پھر طبعی زندگی کے ساتھ اس کی روحانی زندگی شروع ہوگئی۔ ظاہری زندگی میں بھی ایک روحانی زندگی ہوتی ہے اور طبعی زندگی کے بعد بھی ایک روحانی زندگی ہوتی ہے۔ زندگی میں روحانی زندگی کیا ہے؟ آپ کا تخلیہ جو ہے اس کو روحانی زندگی کہہ سکتے ہیں۔ تخلیے میں کوئی انسان گواہ نہیں ہے' وہاں آپ ہی ہیں' آپ پبلک میں تو ہنستے رہتے ہیں مگر جب تخلیے میں رونے لگ جائیں تو پھر آپ کی زندگی کچھ اور ہے۔

تہجد کے وقت اگر آپ کچھ اور ہی کیفیت میں ہوں تو آپ کی روحانی زندگی کچھ اور ہی ہے یعنی کہ تنہا وقت ہو اور جب آپ اور اللہ دونوں ہی ہوں تو پھر کچھ اور ہی واقعہ ہو جائے گا۔ تو یہ روحانی زندگی ہے۔ تو اس زندگی میں بھی روحانی زندگی ہوتی ہے' اس میں خیال ہوتا ہے اور احساس ہوتا ہے۔ ایک آدمی اگر حج کرنا چاہتا ہے اور وسیلہ نہیں بن رہا' سبب نہیں بن رہا تو وہ ہر وقت ہی حج کے خیال میں ہے۔ ممکن ہے اس کا سارا وقت حج ہی حج ہو۔ اب یہ اس کے دل میں حج کی جو خواہش ہے' لگن ہے یہ کیا ہے؟ یہ روحانی زندگی ہے۔ باہر کیا ہوتا ہے؟ ایک پنجرہ۔ اور اندر جو ہے وہ ایک خوب صورت پرندہ ہوتا ہے۔ وہ پرندہ کیا ہے؟ وہ آپ کا روحانی وجود ہے یا نورانی وجود ہے۔ نورانی وجود جو ہوگا یعنی جن لوگوں کی روحیں نورانی ہیں تو پھر ان پر سلام' تو یہ کوئی اور مقام آ گیا جو نورانی ہے۔ جس طرح آپ حضور پاک ﷺ کی بات دیکھیں کہ آپؐ کی' طبعی زندگی میں' موجود زمانے میں' موجود آدمیوں کے ساتھ بات ہو رہی تھی' آپؐ زمانے میں لگن پیدا فرماتے تھے' موجود تھے' چہرہ بھی مبارک' دیدار بھی مبارک' اور لوگ دیکھتے تھے لیکن بعض دفعہ طبعی زندگی کے بعد کے مسلمانوں کو زیادہ شوق عطا ہو گیا۔ یہ جو ہے یہ کیا ہے؟ یہ نورانی زندگی ہے یا روحانی زندگی ہے۔ گویا کہ روحانیت یہاں سے چلی۔ روحانیت کا مطلب ہے دائرہ تاثیر۔ اگر وصال سے پہلے وہ تاثیر ہو تو یہ طبعی زندگی کی ہے اور اس کے بعد بھی دائرہ تاثیر چلتا جائے تو یہ روحانی زندگی ہے۔ تو فقراء' صوفیاء کرام کا کمال یہ ہے کہ بعض اوقات مزار جو ہے وہ بندے سے زیادہ Important ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا؟ ایک بزرگ یہاں پر رہتے تھے' دریا کے

کنارے بیٹھتے تھے' سائیں صاحب تھے' مگر مرنے کے بعد جتنا فیضِ عام اس مزار نے' اس خانقاہ نے کیا' اتنا تو بہت کم لوگ کرتے ہیں' دھڑا دھڑ لوگ وہاں جا رہے ہیں اور شوق کے ساتھ۔ تو بڑا میلہ اور رونق ہوتی ہے۔ جس طرح آپ کے مرشد ہوں' کیا ان کے وصال کے بعد آپ کا شوق کم ہوا؟ کم نہیں ہوا بلکہ زیادہ ہوا۔ اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ حضور غوث پاک" کا نام نہ لیا کرو تو کچھ لوگ جو ہیں وہ کہیں گے کہ اب تو نام لینے کا وقت ہے۔ اگر یہ کہیں کہ آپ ذکر نہ کیا کرو' آپ داتا صاحبؒ کا نام نہ لیا کرو' آپ کربلا کا نام نہ لیا کرو' کربلا تو ہو چکی ہے' اب آپ کیا کہتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ آج ہی کو تو کربلا کہتے ہیں۔ کوئی واقعہ ہو چکنے کے بعد اب جو کہتے ہیں' اس کا ذکر کرتے ہیں تو یہ روحانیت ہے۔ تو وہ واقعہ ہو چکنے کے بعد ختم نہیں ہوا' بات ختم ہو گئی ہے لیکن واقعہ چل رہا ہے۔ واقعہ اتنا سارا تھا کہ کربلا کے اندر ایک جنگ ہو گئی' ایک واقعہ ہو گیا' نواسۂ رسولؐ شہید ہو گئے اور یزید والے فاتح ہو گئے اور وہ جنگ جیت گئے۔ ایمان والے کہتے ہیں کہ وہ جیت کیسے گئے کیوں کہ کھیل تو اب شروع ہوا ہے اور واقعہ تو اب ہو گا۔ لہٰذا جب تک امت قائم ہے کربلا کا واقعہ چلتا جائے گا۔ جب تک اسلام قائم ہے' ذکر چلتا رہے گا۔ اب یہ کیا ہے؟ یہ ہے روحانی وجود اور روحانی زندگی۔ تمام صاحبانِ روح کے اندر ان کی یاد اور ان کی بات چلتی جائے گی۔ جس طرح ہوتا ہے کہ پانی کے چھینٹے پڑ جاتے ہیں' اسی طرح محبت کے چھینٹے کچھ کافروں پر بھی پڑ گئے۔ تو ملکی رام بھی وہ داستان لکھتا ہے۔ اسی طرح کئی اور لوگ ہیں۔ تو یہ ہے روحانی زندگی۔

تو تاریخ کیا ہے اور واقعہ کیا ہے؟ واقعہ اتنا سارا ہے کہ Discussion ہوئی تھی' اسلامی وجوہات پر تھوڑا سا تضاد ہو گیا' جنگ ہو گئی' امام پاکؑ شہید ہو گئے اور وہ فاتح ہو گئے اور ظاہراً کھیل ختم ہو گیا۔ لیکن کھیل کیا ہے؟ یہ ختم کیسے ہو گا اور اب بھی یہ واقعہ ہے۔ اس لیے روحانیت میں داخل ہونے والے چلتے ہی جا رہے ہیں اور چلتے ہی جا رہے ہیں اور چلتے ہی جا رہے ہیں' مرنے کے بعد اور زیادہ چل پڑتے ہیں' اور زیادہ بکھر جاتے ہیں' اور نکھر جاتے ہیں۔ تو یہ واقعہ جو ہے اس کو تصوف والے یا روحانیت والے بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں۔ روحانیت والوں نے روح کا کیا بیان کیا؟ یہ اللہ کا حکم ہے اور بس۔ روح کیا ہے؟ اللہ کا امر ہے۔ اس کی شکل کیسے ہوتی ہے؟ اس کا کوئی رنگ بھی ہوتا ہے؟ اس کی کوئی آواز بھی ہوتی ہے؟ روح جسم سے کیسے نکلتی ہے؟ یہ داخل کب ہوتی ہے' جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تب داخل ہوتی ہے؟ یہ کیسے داخل ہو سکتی ہے؟ بچہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ یہ سارے اللہ تعالیٰ کے کام ہیں' اس کے حق کام ہیں۔ اگر صرف تخلیق پہ غور کرو تو اس کے اندر اتنی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہیں کہ انسان جو ہے ''سبحان اللہ سبحان اللہ'' پڑھتا جائے' کہ وہ کاریگر کمال کا ہے' انسان کے اندر تخلیق کے جو جواہر پارے بن رہے ہیں' شکلیں بن رہی ہیں' یہ شکل جو ہے اتنا کام کرے گی اور وہ شکل اتنا کام کرے گی۔ یہ مورتیں ہیں اور صورتیں ہیں جو وہ بنا رہا ہے۔ ان سارے واقعات میں غور کرنے والی بات ہے۔ اس لیے اس میں تضاد والی کوئی بات نہیں ہے۔ روح کے بارے میں انسان کو کتنا علم دیا گیا' الا قلیلا' کم دیا گیا' وہ قلیل ہے' تھوڑا سا ہے۔ روح

کے موضوع پہ Commitment نہ کرنا کہ روح یہ ہے اور روح وہ ہے۔ ساری روحوں کی عمر ایک ہے اور ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ تخلیق ہوئی ہیں' آنا جانا اپنے زمانے میں' اپنے اپنے وقت کے مطابق ہے۔ ساری روحیں جو ہیں یہ تمام کی تمام مفرد ہیں۔ روح کا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا ہے۔ بچہ باپ کا بیٹا ہے لیکن بچے کی روح باپ کی روح کا بیٹا نہیں ہے۔ یہاں سے ایک نیا مضمون چلتا ہے کہ پھر روح کیا ہے؟ جب انسان اپنی روح پہ آ جائے تو اسے اس کے بعد سمجھ آتی ہے کہ قل ھو اللہ احد کیا ہے؟ روح جو ہے نہ کسی کا بیٹا ہے نہ کسی کا باپ ہے بلکہ عین مفرد ہے' لیکن یہ مخلوق ہے اور اللہ خالق ہے۔ روح کی ابتداء ہے اور خالق ہر ابتداء سے پہلے ہے' جو بھی ابتداء آپ سمجھیں گے خالق اس سے بھی پہلے ہے اور جتنی انتہا سمجھو گے اللہ اس انتہا کے بعد بھی ہے۔ بس یہ خالق کا مقام ہے۔ اور روح کیا ہے؟ اس کی ابتداء موجود ہے' اس ابتداء سے پہلے یہ نہیں تھی۔ اس نے تباہ ہونا ہے؟ یہ تباہ نہیں ہوگی۔

سوال:

روح کا باپ بیٹا تو نہیں ہوتا ہے تو کیا روح کا ساتھی ہوتا ہے؟

جواب:

کیا آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا روحوں کا ساتھ پیدائش سے پہلے طے ہو چکا ہوتا ہے' کیا مرنے کے بعد طے ہوتا رہتا ہے' کیا مجنوں کے ساتھ لیلیٰ کی روح کا کوئی وصال تھا اور کیا ایک دوسرے کے ساتھ روحانی طور پر وابستگی تھی؟ اگر روح کی ساتھی دوسری روح ہو تو دونوں میں وجود کا ساتھ نہیں ہوتا۔ اگر وجود کا

اتصال ہوتو روح کا وصال نہیں ہے۔ جتنے بھی صاحبانِ روح ہیں جیسے لیلیٰ یا مجنوں' اگر ان کا روحانی وصال ہے تو پھر جسمانی وصال نہیں ہے۔ اگر باقی سارے بھی گن لیں تو جہاں بھی محبت ناموں میں روحانیت بنتی ہے' جب وہ انسان وجود کی ضروریات اور خیال سے نکلے گا تب وہ روحانیت کا ساتھی ہوسکتا ہے' پھر روح کی ساتھی روح ہوسکتی ہے اور روح کا ساتھی جو ہے وجود نہیں ہو سکتا۔ تو وجود کا ساتھی وجود ہوگا اور روح کا ساتھی روح ہوگا۔ تو جو روحانی تعلق ہے وہ جسمانی تعلق نہیں ہوگا۔ روح میں شگفتگی ہوسکتی ہے' روح کے ساتھی ہوتے ہیں اور روح کی رغبتیں ہوتی ہیں۔ روح کی رغبت کا ثبوت یہ ہے کہ روحانی لوگوں کے ساتھ اس روح کا تعلق ہوگا' اس کی سنگت وہی ہوگی اور اس کا Head وہی ہوگا' اس کا منبع وہی ہوگا۔ جتنے ہمارے روحانی درجات ہیں یا روحانی نشانیاں ہیں یا مقاماتِ انوار ہیں جن کو ہم خانقاہیں کہتے ہیں' جب ان کی طرف میلان ہوگا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ شروع سے ہی ہماری روح جو ہے یہ ان کے سپرد ہوچکی تھی' کس کے سپرد ہوچکی تھی؟ اس کے سپرد جو اس کی روح کو گائیڈ کرنے والا ہے۔ وہ کون ہوگا؟ جس کی دنیاوی یا طبعی زندگی کے بعد روحانی زندگی قائم ہوگی تو اس کے ساتھ اس شخص کا تعلق ہوسکتا ہے۔ جب روح کا تعلق کسی ساتھی کے ساتھ ہوتو یہ جو تعلق ہوتا ہے اس کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بندہ پیدا ہوتے ہی اس ساتھی کی طرف مائل کر دیا گیا' یہی اس کا میلان تھا' یہ بچپن سے ہی وہاں اس مزار پر بیٹھ جایا کرتا تھا۔ تو پھر وہ ادھر کا ہی ہوگیا۔ ایسا شخص بچپن سے ہی' پیدائشی طور پر درویش ہوگیا' پیدائشی طور پر ہی اس کا رجوع ادھر تھا اور پھر یہ ادھر ہی نکل

گیا۔ یا اس شخص کا روحانی وجود جو ہے وہ بعد میں دریافت ہو جاتا ہے یعنی وہ کسی روحانی استاد کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ جو دنیاوی طور پر محبتیں ہوتی ہیں ان کے اندر روحانی آشنائی کا مقام کب کمزور ہوتا ہے؟ جب کوئی وجودی طور پر موجود ہونا شروع ہو جائے۔ وجودیت کا روحانیت سے تھوڑا سا فرق ہے۔ ایک وجودیت اور بھی ہوتی ہے لیکن وہ اس طرح وجود کے ساتھ نہیں ہوتی۔ ایک صاحبِ روح یا روحانی آدمی وہ ہے جو وجود سے لطف اندوز ہوتا ہے' تعریف سے لطف اندوز ہوتا ہے' محبت کا تعلق رکھتا ہے' لیکن ان لوگوں میں اتصالِ وجود جو ہے یہ ممنوع ہے۔

سوال:

اس جسمانی اتصال کے نہ ہونے کے پس منظر میں ہم پیر و مرید کے، ظاہری رشتے کی کیسے وضاحت کریں گے۔

جواب:

روح کا ملنا ممکن ہے' روحوں کا ملنا ممکن ہے لیکن روحوں کے ملنے سے وجود کا ملنا ممکن نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ پیرنی اور اس کے مرید کی یا پیر اور اس کی مریدنی کی آپس میں شادی نہیں ہوگی۔ شادی اگر ہوتی ہے تو پھر وہ انسان کی انسان کے ساتھ ہوتی ہے لیکن یہ روحانی تعلق کی بات نہیں ہے۔ روحانی تعلق بہرحال اور چیز ہے۔ کہیں انسان اس غلط فہمی میں نہ رہ جائے کہ اس کا اور ہمارا روحانی رشتہ تھا' ہم نے اس کو پہچان لیا تھا' پھر روحانی لگن ہوگئی۔ روح کی روحانی لگن ہوگئی' روح کی روحانی لگن سے وہ جوگی ہو گیا اور وہ جوگن ہوگئی۔ تو اس جوگی

اور جوگن کی شادی کا کوئی سوال نہیں ہے کیوں کہ اس طرح سارا سوز و ساز ادھر اُدھر تتر بتر اور منتشر ہو جائے گا۔ پھر یہ نفس کی بات بن جائے گی اور دقت ہو جائے گی۔ روح کے مقام پر نفس پرستی نہیں رہ جاتی۔ روح کا تعلق ہمہ حال تقرب الٰہی سے ہے' ہمہ حال تقرب الٰہی جو ہے وہ نفس والے کے لیے ناممکن ہے۔ ایک بزرگ نے شادی کی اور پھر ایسا واقعہ ہوا کہ وہ بیوی کی طرف گئے اور پوچھا تُو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں آپ کی بیوی ہوں۔ کہتے ہیں کہ بیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ تو وہ بھسم ہو گئی۔ عام انسان کے طور پر روحانیت کا دعویٰ ترک کر کے آپ یہ کر سکتے ہیں کہ وہ تعلق بنائیں جس طرح انسانوں کی انسانوں کے ساتھ رغبت ہوتی ہے۔ فقراء جو ہیں اس محبت کو نفس کا میلان کہتے ہیں۔ محبت ماسوائے ذات سے فنا ہونے کا نام ہے' اپنی ذات سے ذاتِ محبوب میں گم ہونے کا نام ہے محبت۔ یعنی گم ہونا' غائب ہو جانا' ختم ہو جانا۔ مقصد یہ ہے کہ جس ذات سے محبت میں آپ ختم ہو رہے ہیں اس ذات کو بیاہ کے لانے والی کوئی بات نہ کرنا۔ حقیقی محبت کی دنیا میں یہ ہوتا ہے۔ آگے اللہ سب پر مہربانی کرے' دنیاوی طور پر تو وہی ٹھیک ہے جس کی اجازت ہے۔

سوال:

عہدِ الست کیا ہے؟

جواب:

یومِ الست جو ہے اس کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یاد کراتے ہیں کہ دیکھو ساری کی ساری روحیں خالق کو تسلیم کر کے سفر پر روانہ ہوئی

ہیں۔ یہاں پر اگر بغاوت اور طاغوت ہے تو یہ گمراہی یہاں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ خاص طور پر آپ لوگوں کو یاد کرایا گیا ہے کہ آپ کیا کہہ کے آئے ہیں' کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' یہ یوم الست آج بتایا جا رہا ہے تو لازمی بات ہے کہ آپ کو یاد ہو کہ نہ ہو کہ روح نے کبھی ایسا کہا تھا۔ لیکن اس میں ایک راز یہ ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ روح کو یاد آ جائے۔ تو روح جو ہے قبل از پیدائش کی زندگی کی یادداشت حاصل کر سکتی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یوم الست کو یاد کرایا گیا اور کہا گیا' اگر اب بتایا جا رہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ یاد ہو سکے اور ممکن ہے کچھ لوگوں میں یومِ الست کا واقعہ ان کی نگاہوں میں ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ جو ابتدائے زمانہ ہے اور جو "کُن" کا دن ہے' فقراء کہتے ہیں کہ کُن کا زمانہ تو کل کی بات ہے "کُن فیکون" سے پہلے ہی ہم اللہ سے آشنا تھے۔

کن فیکون تے کل دی گل اے اسی کول تہاڈے ہے سی

تو ہم تو پہلے ہی اس کے محرم تھے۔ اب یہ بات جو ہے یہ ان بزرگوں میں سے ہی کوئی کہہ سکتے ہیں کہ یہ کن فیکون سے پہلے کی داستان تھی۔ اور وہ لوگ ایسے ہی نہیں کہہ جاتے۔ تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس انسان کو آشنائی ہو جائے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ ہم تسلیم کر آئے ہیں تو قدم قدم پر آپ کو آزمائش کے لیے یہ آواز آئے گی "الست بربکم" یعنی کیا میں تمہارا رب ہوں اور قدم قدم پر آپ نے "بلیٰ" کہنا ہے یعنی کہ اے اللہ آپ ہی ہیں۔ یہ ثابت کرنا ہے کہ جب کبھی آزمائش آئے کہ اب بولو "اللہ ہے کہ نہیں ہے" تو پھر بولو "اللہ ہے" اور اس کو ثابت کرو۔ اگر غلطی کا موقعہ ہو' گناہ کا موقعہ ہو تو پھر آواز آتی ہے جو آپ کے ضمیر

کی شکل میں آئے گی یا کسی اور شکل میں آئے گی کہ "دیکھ اللہ ہے کہ نہیں ہے" تو ضمیر کو کہو کہ اللہ ہے' اور پھر اپنی حرکت سے باز آ جاؤ اور اپنے تمام افعال قبیح سے باز آ جاؤ کیوں کہ اللہ ہے اور آپ یہ وعدہ کر آئے ہیں۔ اس طرح براہِ راست آواز آتی ہے کہ اللہ پر یقین ہے کہ نہیں ہے' کیا تم اللہ کو مانتے ہو' میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں ہوں۔ تو آپ کہیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں اور ہم یہ جرم نہیں کرتے۔ یہ آپ لوگوں کو اس لیے بتایا گیا تا کہ آپ کو غلطی سے نجات پانے کا طریقہ آ جائے' Temptation سے بچنے کا طریقہ آ جائے' گناہ سے فرار کا طریقہ آ جائے ففروا الی اللہ اور' اللہ کی طرف بھاگ جاؤ' دوڑو اور کہو کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اگر ایسے آدمی کو کہیں کہ پیسے لو اور ووٹ دو کیونکہ پیسے سے سارا کاروبار ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ آپ اللہ ہی ہمارا رب ہے' اور ہم اللہ کی طرف جا رہے ہیں اور ہم پیسے سے اپنا کردار Change نہیں کرتے۔ تو یہ آواز قدم قدم پر آئے گی اور آزمائش قدم قدم پر ہو گی۔ یا تو آئندہ کی بات نگاہ میں ہو کہ یہ آئندہ کیا ہے؟ آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ آپ نے یہاں پر نہیں ہونا' حالانکہ پتہ ہے کہ نہیں ہونا لیکن جب یہ نگاہ میں آ جائے کہ زندگی کا یہ واقعہ نہیں رہے گا تو پھر ہونا کیا ہے؟ جب یہ پتہ چل جائے کہ کچھ عرصہ کے بعد نہیں ہونا تو پھر ہونے کے لیے آپ نے اتنا نقصان کیوں کرنا ہے کہ نہ ہونا مشکل ہو جائے۔ یعنی کہ اگر بوجھ ہے تو زندگی میں ہی تھوڑا سا بوجھ برداشت کر لو کیونکہ یہ تھوڑی دیر کے لیے ہے' تا کہ قبر پر بوجھ نہ پڑے اور اگر وہ پڑا تو ہمیشہ کے لیے پڑے گا۔ یہ چھوٹی سی بات ہے اور بڑی آسان سی بات ہے کہ

زندگی میں تھوڑا برداشت کرلو' زندگی تھوڑی دیر کی ہے' تا کہ قبر پر بوجھ نہ پڑے کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ تو اپنی قبر کو بوجھ سے بچاؤ اور تھوڑا بہت بوجھ زندگی میں برداشت کرلو۔ یہ دن کٹ جائیں گے اور وہ دن نہیں کٹیں گے کیونکہ وہ لمبا فاصلہ ہے۔ ایسا عمل کر جاؤ کہ آپ کے خاندان میں کوئی نیک آ جائے' آپ کی اولادوں میں کوئی نیک آ جائے اور اُس کی نیکی سے آپ کو کوئی تقویت ہو جائے۔

سوال:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں الکتاب کا ذکر ہے تو اس واقعے میں کتاب کون سی مراد ہے اور علم سے کیا مراد ہے؟

جواب:

یہ وہ کتاب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام کتابوں کی شکل میں' قرآن اور اس سے پہلی کتابوں میں اور کتابوں کے علاوہ اللہ کی طرف سے جو صحیفے اتارے گئے اس کے اندر کا ان کا علم ہے' باطن کا علم ہے یعنی علم لدنی کا علم ہے وہ بھی خاص کتاب ہوتی ہوگی' چاہے وہ سینہ بہ سینہ آتی جائے' وہ کتاب ہی کہلائے گی۔ تو علم لدنی یا مخفی علوم کا جو ماہر تھا' جاننے والا تھا اُس کے پاس ''کن فیکون'' کی طاقت تھی اور وہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو جس کو علم تھا اُس نے خاموشی اختیار کی۔ آناً فاناً حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تخت کتنی دیر میں لاؤ گے؟ کسی نے کہا کہ ہم اتنی دیر میں وہ تخت لادیں گے جتنی دیر میں آپ یہاں بیٹھے ہیں' دوسرے نے کہا کہ ایک آدھ دن تو

دیں اور جس کے پاس وہ علم تھا' کتاب کا علم تھا وہ تخت فوراً لے آیا۔ تو وہ فاصلوں کا کنٹرول کرنے والا علم تھا' ایسا علم جس سے فاصلے ختم ہو جاتے ہیں اور ٹائم کا کنٹرول آ جاتا ہے۔ یہ روایت بھی ہے اور تصدیق بھی ہے' ایسے ایسے واقعات گذرے ہیں کہ گھوڑے کی ایک رکاب پر پاؤں رکھا اور دوسری رکاب پر پاؤں آنے سے پہلے پورا قرآن پڑھ گئے' یعنی کہ قرآن سارا دہرا دیا۔ تو صاحبانِ قرآن ایسے بھی ہیں۔ اب اتنا کچھ Time and space میں' زمان و مکان میں ممکن نہیں ہے کہ قرآن سارے کا نگاہ سے گذر جانا' لیکن کنٹرول ہے اور وہ کر سکتے ہیں۔ زمان و مکاں کی گردش اُن لوگوں کے لیے روک دی جاتی ہے۔ اب یہ بڑا راز ہے کہ ان کے لیے زمان و مکاں کی گردش روک دی جاتی ہے اور اسی گردش کرنے والے زمان و مکاں میں' گزرنے والے وقت میں' چلتی ہوئی گاڑی کے اندر' اس شخص کے لیے کوئی ایسا راستہ نکال لیا جاتا ہے جہاں ٹائم کی سپیڈ کسی اور قسم کی Infinity ہے' انتہا ہے۔ وہ چاہے وہاں چار سال' پانچ سال' دس سال یا ہزار سال لگا آئے اور پھر جب اُس کا واپسی اس گردشِ زمان و مکاں میں سفر ہوتا ہے تو اُسی Moment لمحے میں ہوتا ہے جس Moment لمحے میں وہ روانہ ہوا تھا۔ یہ اسی کائنات میں ایک ایسا واقعہ ہے کہ زمان و مکاں کی گردش رُک جاتی ہے اور جب اُس کے لیے دوبارہ گردش شروع ہو جاتی ہے تو وہیں سے شروع ہوتی ہے جہاں سے رکی تھی۔ گویا کہ اس کے لیے No time ' وقت کی قید نہیں ہے۔ Every time ہر وقت کے بعد بھی اس کے لیے No time ہے' وقت کی قید نہیں ہے۔ تب وہ دوسرے سے کہتا ہے کہ ہم وہاں سے ہو بھی آئے اور تم ابھی

تک پاس بیٹھے ہو۔ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں سے ہو آئیں اور آپ ابھی تک یہیں بیٹھے ہوں کیونکہ آپ کے ہاں یہ گردش نہیں ہے کیونکہ آپ جس گردش میں ہیں یہ اور قسم کی گردش ہے اور وہ جہاں چلے گئے وہاں اور قسم کا واقعہ تھا۔ اس کو آپ یوں سمجھ لیں کہ سورج کے نیچے دن اور رات ہوتے ہیں اور سورج سے پرے نہ دن ہے نہ رات! آپ کا وقت اور آپ کا جو ٹائم کیپر ہے وہ سورج ہے۔ جب آپ ٹائم کیپر سے باہر نکل جائیں تو پھر ٹائم کیا زہ گیا' پھر تو آپ ٹائم سے آزاد ہو گئے' وہاں نہ دن نہ رات نہ گھنٹے۔ وہاں تو ایک ہی وقت ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے وہاں کی نیگیٹو سپیڈ میں ایک آدمی داخل ہو جائے اور کسی اور سپیڈ میں آ کے کسی اور زمانے میں داخل ہو جائے۔ اور پھر کیا پتہ کیا ہو جائے۔ تو گردشِ زمان و مکاں رُک سکتی ہے اور اُس آدمی کو Moment میں' لمحے میں Entry مل سکتی ہیں' وہ واپس آ سکتا ہے جب کہ وہ وہاں پر کتنا ہی ٹائم گزار سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے واقعات موجود ہیں' یہ اللہ کی قدرتیں ہیں اور اس میں سب واقعات چلتے جاتے ہیں۔ تو وہ گردشِ زمان و مکاں کے علاوہ بھی ہے۔ اب جس کو یہ کنٹرول مل جاتا ہے تو اُس کا جو ٹائم ہے وہ اور ٹائم ہو جاتا ہے۔ اُس شخص نے ممکن ہے کہ تخت لانے میں دس دن لگائے ہوں۔ لیکن جب وہ تخت لایا اور تخت والی ملکہ لایا تو اُس وقت وہاں پر وہی Moment تھا' وہی لمحہ تھا۔ تو جس Moment' لمحے میں وہ گئے تھے وہ وہی لمحہ تھا۔ اور وہ لمحہ جو ہے گردشِ زمان و مکاں کا تو وہی لمحہ ہے لیکن اس کے لیے پتہ نہیں اس شخص کو کتنا وقت لگا۔ تو ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کہیں پہ کوئی کام کر کے آئے اور جا کے دیکھو تو وہاں وہی لمحہ ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ

وہاں کن فیکون کی طاقت ہے۔ ''کن فیکون'' کا مطلب ہے کہ کہا اور ہو گیا' اس عمل میں درمیان کا کوئی وقفہ نہیں ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ کہنا اور ہونا باقی تو سارا انتظام ہوتا ہے کہ کیا کیا ہونا ہے۔ لیکن وہاں کچھ اور ہی حساب ہے۔ وہاں پر صرف ''کہنا اور ہونا'' ہے کیونکہ وہاں زندگی کے واقعات ہی اور ہیں' وہاں پر پرندہ محبت ناموں کو جاننے والا ہے یعنی ہُد ہُد خبریں دیتا ہے کہ فلاں جگہ ملکہ رہتی ہے۔ تو وہاں پر علم الکتاب جاننے والا بہت بڑی پاور والا ہوگا۔ جہاں پر ہواؤں میں چلنے والا پیغمبر ہو' زمین اور ہوا کی ملکیت جس کے پاس ہو' جس کے پرندے بولنے والے ہوں' تو اُس کے پاس کتاب کو جاننے والا کیسا طاقت والا ہوگا۔ تو وہ خاص ہی شخص ہوگا۔ اصل بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی کو کتاب کا علم ہو۔ انما امراذ ا اراد شئی ان یقول له کن فیکون وہ جب کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا' پس وہ ہو گیا' اور وہ ہو جاتا ہے۔ تو جب وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اب یہ جو درمیان کا وقفہ ہے یعنی ہونے اور ہو جانے کا' اس میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ تو اُس نے کہا ''ہو جا'' پس ہو گیا۔ کئی واقعات لوگوں نے تاریخ میں لکھے ہیں۔ ایک دفعہ ایک صاحب نے بیان کیا کہ میں جنگل میں گیا' وہاں میں کسی درخت کے سائے میں بیٹھا تھا' میں نے دیکھا کہ ایک پودا نکل رہا ہے اور پھر میرے سامنے ہی پودا بڑھتا جا رہا ہے' بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ہے۔ بڑھتے بڑھتے دیکھتا کیا ہوں کہ اس پر پھول لگ گیا۔ تو اس بوڑھے شخص نے کہا کہ مجھ سے رُکا نہ گیا اور میں نے پھول توڑ کے کھا لیا' کیونکہ وہ تو اور ہی کرشمہ تھا' تو میں نے اُس کرشمے کو کھا لیا۔ اب بیان کرنے

والا لکھتا ہے کہ جب میں گھر گیا تو مجھے بخار چڑھ گیا' بڑا سخت بخار تھا' سارا وجود پھول گیا' وجود پھولنے کے بعد جسم کا گوشت اترنا شروع ہو گیا' گوشت گرنے لگ گیا' گرنے کے بعد اُس نے دیکھا تو اندر سے بیس سال کا نوجوان نکل آیا۔ بعد میں اُس نے پتہ کیا کہ آخر یہ کیا ہے؟ بتانے والے نے کہا کہ یہ ''کن فیکون'' کا پھول تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اُس کی پاور ایسی ہوتی ہے کہ وہ چاہے تو بوڑھوں کو جوان کر دے اور چاہے تو جوانوں کو بوڑھا کر دے۔ ایسے پھول کے اندر ایک طاقت ہوتی ہے کیونکہ وہ اچانک اُگا اور اچانک ایسا واقعہ ہو گیا۔ تو اُس بوڑھے نے سوچا کہ اسے لگانے سے اچانک طاقت آ جانی چاہیے' تو اچانک اُس کو طاقت آ گئی اور اُس ایک پھول نے اُس کو Age عمر ہی واپس کرا دی۔ اس طرح ایک اور پیغمبر کے ساتھ واقعہ ہوا ' وہ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک جگہ بے موسم پھل اُگا ہوا ہے۔ یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ اس جگہ پر بے موسم پھل ہے۔ انہوں نے کہا یا اللہ یہ کیا ہے' اس پھل کا تو موسم نہیں ہے' تو پھر یہ پھل ادھر کیسے' تو فوراً ایک خیال نے Strike کیا کہ اے اللہ تو بے موسم پھل پیدا کرتا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ مجھے بڑھاپے میں ایک بیٹا دے دے۔ تو انہوں نے دعا کی اے بے موسم پھل پیدا کرنے والے مہربانی کر' نوازش کر اور میرے ہاں ایک بیٹا پیدا کر۔ دعا قبول ہوئی اور انہیں اطلاع ہوئی کہ تمہارا بیٹا ہو گا اور بیٹے کا یہ نام ہے۔ ان کی بیوی نے کہا کہ ہم بوڑھے ہیں' میں بانجھ ہوں' تو یہ دعا کیسے پوری ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ دعا تو منظور ہوئی پڑی ہے اور تو کیا بات کر رہی ہے' وہ تو بے موسم پھل پیدا کرنے والا ہے' تو بے موسم پھل پیدا کرنے والا بڑھاپے میں بچہ

دے دے تو اس کے لیے کیا بعید ہے ..... تو یہ سارے واقعات ''کن فیکون'' کے باب میں آتے ہیں۔ یعنی کہ ہونی کے علاوہ Routine سے ہٹ کے جو بات ہو وہ اس ضمن میں آتی ہے مثلاً یہ ضروری ہے کہ کاروبار کرو اور کاروبار چلانے کے لیے دکان ہونی چاہیے مگر دکان کے بغیر بھی لوگ کاروبار کرتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اچانک بے سبب کوئی واقعہ ہو جائے اور جس کا سبب کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو' یعنی سبب نہیں تھا اور واقعہ ہو گیا۔ جس طرح کہ محبت بھی بے سبب ہو سکتی ہے۔ بغیر سبب کے محبت ہو جانا بھی ایک واقعہ ہے۔ تو یہ ''کن فیکون'' کی Powers ہیں' طاقتیں ہیں۔ اس ساری کائنات میں یہ امر چلتا رہتا ہے۔ آپ غور کریں تو یہ واقعہ ہوتا رہتا ہے۔ بہت سارے ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ Cause کے ساتھ Effect ہوتا ہے' وجہ کے ساتھ نتیجہ ہوتا ہے لیکن بعض اوقات نتیجہ ہوتا ہے پر وجہ کوئی نہیں ہوتی۔ تو وہ کتاب کا علم تھا' جس علم کے ساتھ طاقتیں ہوتی ہیں اور وہ جو زمانہ ہو' اور وہ جس زمانے میں جو مرضی چاہے برآمد کر لے۔ وہ لامکاں کی پرواز ہو جاتی ہے۔ وہ اصل ''سیمرغ'' ہے' جس زمانے میں مرضی لے جائے۔

سوال:

یہ ''کن فیکون'' کا جو علم ہے کیا یہ قرآن یا توریت کے علاوہ ہے؟

جواب:

نہیں' یہ قرآن میں بھی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ قرآن کریم سے پہلے بھی تو کوئی اللہ کی کتاب ہو گی' وہ ساری کتابیں اللہ کی ہیں۔ بس جو

اللہ کی طرف سے نازل ہو یہ وہ علم ہے۔قرآن پاک میں اللہ نے کہا ہے کہ ''جو آپؐ پر نازل ہوا اور آپؐ سے قبل جو کچھ نازل ہوا'' کتابوں کی شکل میں بھی ہے اور ہوسکتا ہے چھوٹے چھوٹے Pieces کی شکل میں' صحیفوں میں بھی نازل ہوا ہو۔کسی پیغمبر پر کوئی ایک چیز نازل ہوئی' کسی پر کوئی اور چیز نازل ہوئی' چاہے پوری کتاب نہ ہو' چھوٹی کتاب ہو۔مستند یہ بات ہے کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ بہرحال یہی اللہ ہے جس کو ہم اللہ کہتے ہیں۔ساری پاور اللہ تعالیٰ کی ہے۔اللہ نے فرمایا ہے کہ **یـمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن** اے گروہ انسانوں کے اور جنات کے' تم زمین اور آسمان کی وسعتوں سے نکلنا چاہو تو اس کی وسعتوں سے نکل جاؤ **فانفذوا** نکل جاؤ **لا تنفذون** نہیں نکل سکو گے مگر میری طاقت سے۔گویا کہ زمین و آسمان کی گردش سے نکلنا ممکن ہے''سلطٰن'' اس کی طاقت ہے جس کو اللہ طاقت دے وہ نکل سکتا ہے۔تو ممکن ہے کہ کچھ لوگوں نے اس کا وظیفہ غور کر کے' کوئی طاقت لے لی۔بس ایک بار صاحبانِ روح کو یہ پتہ چل جائے کہ ایسا ہوسکتا ہے تو وہ کر جاتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ نے کہا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے تو بھی یہ کر دکھا۔تو وہ دکھا سکتا ہے۔جس طرح ''سیف زبان'' کا لفظ آپ نے سنا ہوگا یعنی ''سیف زبان'' وہ ہوتا ہے جس کے منہ سے بات نکلی اور پوری ہوگئی۔اس نے کہا کہ بیٹا ہوگا تو پھر بیٹا ہی ہوگا۔ایک عورت کو بیٹا نہیں ہوتا تھا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئی۔انہوں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تو کہا بیٹا نہیں ہوگا۔کچھ عرصہ کے بعد وہ کسی اور کے پاس گئی تو اُس نے کہا

کہ ایک یا دو بیٹے' جتنے مرضی بیٹے لے لو۔ وہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئی اور کہا کہ آپ نے تو کہا تھا کہ بیٹا نہیں ہوگا لیکن اب بیٹا ہو گیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس بارے میں پوچھا تو اللہ نے کہا کہ یہ اتنی Capacity حیثیت کا آدمی ہے کہ اس سے میرے نام پر اگر کچھ مانگا جائے تو یہ اپنے آپ کو میرے لیے Completely surrender اور ہلاک کرنے کے لیے تیار ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم جاؤ اور شہر میں منادی کر دو کہ اللہ تعالیٰ کو ایک پاؤ انسانی وجود کا گوشت درکار ہے۔ تو لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے انسانی گوشت کی۔ موسیٰ علیہ السلام واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اب فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور کہو کہ اللہ تعالیٰ کو انسانی گوشت تھوڑا سا چاہیے۔ اس آدمی نے اپنا کافی سارا گوشت کاٹ کے دے دیا اور کہا کہ اور ضرورت ہو تو لے جانا۔

اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس آدمی کو کیسے ٹال دوں' یہ مجھ سے ہزار بیٹے مانگے تو میں اس کو دوں گا۔ تو مقصد یہ ہے کہ ایسے ایسے لوگ گزرے ہیں جو اللہ کے حکم کے سامنے اپنی ہر چیز قربان کرنے کو تیار تھے اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اڑھائی پرسنٹ زکوٰۃ دیتے ہیں اور پھر واپس لے لیتے ہیں' ادھر اُدھر سے ہیرا پھیری کر دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو اڑھائی فی صد زکوٰۃ میں مشکل ہو جاتی ہے اور ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنی ہر چیز اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔ تو ہر طرح کا انسان ہوتا ہے۔ جتنا آپ کو اللہ کی راہ میں اپنے آپ کی' اپنے اثاثوں کی نثار کرنے کی تیاری ہو یا خواہش ہو' اُتنا ہی اللہ کی دنیا میں آپ کا حصہ ہو جاتا ہے۔ یعنی آپ کی حصے داری ہو جاتی ہے۔

پھر آپ کو اُس کی نوازشات سے حصہ مل جاتا ہے۔ تو اتنا ملے گا جتنا آپ اپنے حاصل میں سے اللہ کو حصہ دیتے جائیں۔ تو پیسے خرچ کرنے سے علم ملنا بڑا آسان ہو جاتا ہے ورنہ علم حاصل نہیں ہوتا۔ سخی کے پاس روحانیت کا علم ہوتا ہے' آپ یہ بات یاد رکھنا' اور بخیل کے پاس کبھی علم نہیں آئے گا۔ بخیل کی ایک تعریف یہ ہے کہ جو پیسے کا زیادہ حساب کرتا ہے وہ بخیل ہے۔ تو جو حساب رکھتا ہے وہ ضرور ہی بخیل ہو جائے گا' جمع مال وعددہ یہ بخیل کا رجوع ہوگا کہ مال گننا اور جمع کرنا' جمع کرنا اور گننا۔ اور وہ جو اللہ کے نام پر چلنے والے ہوتے ہیں اُن کے حالات اور واقعات ہی اور ہو جاتے ہیں' وہ یوں کرتے ہیں کہ اُس کو دیا' ایک اور کو دیا۔ ایسے آدمی کے مرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کتنے کتنے لوگوں کو وہ خفیہ فنڈز مہیا کرتا تھا' اُس کے مرنے کے بعد وہ لوگ آتے تو کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وظیفہ دیتے تھے' جی اُس کو بھی وظیفہ دیتے تھے۔ بہرحال علم جو ہے یہ سخاوت ہے اور کسی نہ کسی طرح کی استقامت سے ملتا ہے۔ روحانی علم جو ہے یہ کسی Labour سے' محنت سے نہیں ہے' یہ کسی بزرگ کی خوشی کی وجہ سے ملتا ہے اور اس کی مہربانی سے عطا ہوتا ہے۔

سوال:

کیا روحانی علم سیکھنے سے مل سکتا ہے؟

جواب:

روحانیت میں یہ قانون نہیں بنتا کہ ہم پہلے سبق پر ہیں اور پھر ہم دوسرے سبق پر ہیں۔ تو اس کے سبق نہیں ہوتے۔ بس یہ اُس ذات کی مہربانی

ہوتی ہے اور آپ اُس کی مہربانی کا انتظار کرو تو یہ بھی مہربانی ہے۔ اُسے تجویز نہ کیا کرو کہ ہمیں یہ سکھا دے، ہمیں مشاہدات دے دے، ہمیں کرامات دے دیں، ہمیں یہ واقعہ دے دے، چھوڑ دو اور اپنے آپ کو اُس کے حوالے کر دو، وہ جیسے کرے۔ جو صاحبانِ رضا ہوئے اُن کو کن فیکون کی کنجیاں مل جاتی ہیں۔ رضا یہ ہے کہ اُس کی طرف سے ہونے والے کسی واقعہ پر اُف نہ کرنا، جو اُدھر سے ہو رہا ہے وہ دیکھتے جاؤ۔ پھر جب اللہ راضی ہو جائے تو اُسے کن فیکون کی چابیاں پکڑا سکتا ہے۔ تب اللہ کہتا ہے کہ تیرے پاس کن فیکون کی چابی ہے، مگر وہ کچھ نہیں کرتے اور کہتے ہیں یا اللہ جو تیری رضا ہے تو کرتا جا، مالک مالک ہی ہے۔

سوال:

کیا حضرت اویس قرنی ؓ کو حضور پاک ﷺ کا دیدار ہوا تھا؟

جواب:

بیان میں یہی آیا ہے کہ نہیں ہوا تھا۔

سوال:

کیا یہ ممکن ہے کہ حضور پاک ﷺ کو دیکھے بغیر عشق ہو جائے؟

جواب:

جو امت میں عاشق ہیں یہ سارے دیکھے بغیر ہیں۔

سوال:

کیا خواب میں یا کسی اور صورت میں ہو سکتا ہے؟

جواب:

وہ عاشق پہلے ہو جاتا ہے اور بعد میں دعا مانگتا ہے کہ دیدار ہو جائے۔ کسی کو یہاں ہو جاتا ہے اور کسی کو آگے جا کر ہوگا۔ امت کا جو Major حصہ ہے' بڑا حصہ ہے یہ سارے کے سارے عاشق ہیں اور خواب میں دیدار کے بغیر بھی ہیں۔ جتنے عاشق ہیں دیدار تو انہوں نے مانگا ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ راز ہی اور ہے۔ یہ نہ کہنا کہ کتنے بڑے عاشق تھے۔ عاشقوں کے درجے نہیں ہوتے' چھوٹا عاشق اور بڑا عاشق برابر ہی ہوتا ہے۔ جب محبت ہوئی تو پھر درجہ کیا ہوا۔ بہر حال اس واقعہ سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ بعض اوقات دیکھ کر بھی پہچان نہیں ہوتی اور دیکھے بغیر بھی محبت ہوتی ہے۔ اس طرح بے شمار واقعات ہیں اور ساری امت اس طرح ہے۔ اسی موضوع پر تو انہوں نے کتاب ''سیف الملوک'' لکھی ہے کہ بن دیکھے کی محبت کیسے ہو جاتی ہے۔ یہ ایک الگ راز ہے کہ وہ محبت کیا ہوتی ہے یعنی دیکھے بغیر محبت کس طرح ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ انسان نہیں دیکھ سکتا مگر آپ تو دیکھتے ہیں۔ یہ اصل بات ہے۔ جب عطا کرنے والا آپ کو دیکھتا ہے تو پھر آپ کو اس میں کیا دقت ہے' کیونکہ پھر عطا کرنے والا عطا کر دیتا ہے۔ آپ لوگوں کا دیکھنا یا نہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ جس پر انہوں نے نمبر لگا دیا اُس کو محبت ہو گئی۔

سوال:

محبت عطا تو ہے لیکن اس میں کوشش کا تو کچھ دخل نہیں ہوگا۔

جواب:

اطاعت میں کوشش کا دخل ہے۔ محبت اُس سلسلے کی اطاعت سکھاتی ہے اور یہ ہونی چاہیے۔ محبت میں کوشش آسان ہو جاتی ہے۔ ایسی کوشش ہونی چاہیے۔ یہاں تک تو بات ٹھیک ہے۔ اب جو آپ کا اصلی سوال ہے وہ یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی شخص شریعت کی بظاہر تابعداری نہ کرے اور حضور پاک ﷺ کا عاشق ہو۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ حکم کی اطاعت ضروری ہے' اور اس کا فیصلہ کوئی دوسرا مطیع نہ کرے۔ اللہ کے حکم کی اطاعت فرض ہے' اللہ سے اگر محبت ہو جائے تو بھی اطاعت کرو' حضور پاک ﷺ سے محبت ہو سکتی ہے اور اطاعت بھی ہو سکتی ہے' اطاعت کے لیے تو کوشش کرو' محبت کے لیے کوشش تو نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صرف آپ کی مہربانی سے ہوتی ہے۔ اب کون سا شخص محبت میں سچا ہے' جس کا عمل بظاہر کچھ بھی ہے' تو اس بات کا فیصلہ یعنی غلام کی غلامی کا فیصلہ دوسرا غلام نہ کرے۔ تو حکم یہ ہے۔

اودیاں اوجانڑے تُو اپنی توڑ نبھا

تو اسلام میں اور مسلمانوں میں ایک وقت یہ آ گئی ہے کہ ایک غلام دوسرے کو غلامی سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ کو غلامی عطا ہوئی ہے تو آپ اپنی غلامی نبھائیں' دوسرے غلاموں کی خیر مانگیں۔ یعنی کہ آپ یہ کبھی نہ سوچنا کہ وہ غلام نہیں رہا بلکہ یہ دیکھنا کہ آپ اپنی غلامی پر قائم ہیں کہ نہیں۔ باقی اُس کا اپنا نظام ہے جو چل رہا ہے۔ جس دن آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی اُس دن سے آپ کو روحانیت مل جائے گی۔ آپ یہ دعا کریں کہ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس

الی غسق اللیل آپ طلوع شمس سے غسق لیل تک نماز قائم کریں۔ آپ یہ نظام قائم کریں اور جو کر رہے ہیں اُن کے ساتھ چلیں۔ کوئی شخص کوئی عمل Miss کر جاتا ہے' چھوڑ دیتا ہے تو اُس کے لیے دعا کرو۔ اگر وہ محبت کا صرف دعویٰ کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا تو اُس کا کیس اس کے سپرد کر دو۔ ممکن ہے کہ وہ گمراہ آدمی ہو اور وہ گمراہ آدمی حضور پاک ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو شاید اسی دعویٰ سے بچت ہو جائے۔ یعنی وہ عبادت میں کم ہے' محبت کا دعویٰ کرتا ہے' شاید دعویٰ سچا ہو' تو وہ بچ سکتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی تھا اور اُس کا نام غازی بھی ہے اور شہید بھی ہے' دونوں باتیں ہیں یعنی غازی علم دین شہید۔ ممکن ہے اُس کو اتنی بڑی عبادت کا سلسلہ نہ نصیب ہو لیکن اُس واقعہ پر اُس کو سب کچھ مل گیا۔ اس نے زندگی میں ایک کام کیا کہ ایک ہندو کو مارا اور خود پھانسی لگ گیا' اتنی ساری بات ہے۔ اس بات پر غازی کہنا اور شہید کہنا اور پھر اس بات پر سارے کے سارے مسلمانِ ہند کا فتویٰ اور پھر جنازے کے ساتھ اتنے آدمی' پاکستان بننے پر اتنے آدمی نہیں آئے تھے جتنے اُس کے جنازے کے وقت آئے تھے۔ تو وہ بہت بڑا جنازہ تھا۔ یہ کیا ہے؟ کیا لوگوں نے اُس شخص کی بخشش کی سند دے دی؟ کیا وہ بخشش ہو گئی؟ ضرور ہوئی۔ کیا یہ عشق تھا جو سرفراز ہوا یا کوئی محنت تھی؟ اگر کسی کا عشق آباد ہو جائے تو اللہ کے پاس اُسے اپنے ساتھ ملانے کے اتنے راستے ہیں' اتنے راستے ہیں آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اُس کے پاس طریقے کتنے ہیں اور اُس کے پاس واقعات کتنے ہیں۔ جو آپ کو سمجھ آئی ہے آپ اُس کے مطابق چلتے چلیں۔ وہ راستہ بھی اُس کا راستہ ہے۔ دوسرے شخص کا پتہ نہیں کہ وہ کس طرح چل رہا ہے'

آپ دوسروں کے بارے میں پتہ کرنے کا خیال چھوڑ دیں۔ آپ اپنے بارے میں سوچیں۔ بس آپ کا نظام صلوٰۃ قائم ہو جائے۔ ملکی سطح پر ہو جائے تو اور زیادہ اچھا ہے۔ تو کوشش کرنی چاہیے اور ضرور کرنی چاہیے اپنے لیول کی' اور اپنے حد تک' دوسروں کے نقص نکالنے کی کوشش شروع نہ ہو جائے۔ بس فقیری اتنی ہوتی ہے۔ تو فقیری کیا ہے؟ کہ تیری اپنی خیر ہو جائے' اپنی بخشش کا اہتمام کر اور دوسروں کی بخشش کی دعا کرو' اپنی بخشش کے لیے کوشش کرو' اپنی محبت کو سرفراز کرنے کی کوشش کرو اور دوسروں کے لیے رعایت کرو۔ اگر آپ کے نامۂ اعمال میں کوئی خوبی ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دوسروں کے کام میں لائے۔ اس طرح سارے واقعات چل پڑتے ہیں۔ بہرحال وہ آدمی غلط ہے جو یہ کہے کہ یہ محنت والا نظام غلط ہے اور مجھے تو عشق ہے۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ آپ دیکھو کہ جتنے بھی فقراء گزرے جن کو اولیاء کرامؒ کہتے ہیں' اُن کی خانقاہیں ہیں اور کوئی خانقاہ ایسی نہیں ہے جس کے ساتھ مسجد نہ بنی ہو۔ انہوں نے پہلے مسجد بنائی ہے اور پھر خانقاہ بنائی ہے' اس طرح یہ نظام قائم رکھا۔ اگر قوالی والے ہیں تب بھی اذان کے ساتھ ہی قوالیاں بند اور نماز قائم کی۔ کسی نے نماز کو ختم نہیں کیا۔ کچھ مجذوبوں کی داستان ہے کہ اُن کو اللہ سے عشق کی گرمی اتنی چڑھ گئی ہے کہ انہیں اپنا اور کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ وہ سُکر میں آ گئے۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکٰری میں آ گئے اور انہیں اللہ کی محبت کا سُکر مل گیا' نشہ مل گیا۔ محبت کی محویت کا یہ عالم آ گیا کہ اب اُن کو سمجھ نہیں آتی کہ نماز جو ہے کیسے ادا کریں' دل میں بٹھا کے اُن کی نماز کیسے ادا کریں۔ یہ اُن کی کہانی ہوتی ہے جو کہ صرف چند لوگ ہوتے ہیں۔ عام طور پر کسی

کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ ہوتے بھی ہیں کہ نہیں ہوتے یعنی کہ کوئی ایک آدھ آدمی' دو آدمی یا چار آدمی ہوتے ہیں۔لیکن جو ہڈحرام ہو جاتے ہیں اُن کی عاقبت اُن کے ساتھ۔اُن کے لیے دعا کرو کہ اسلام کے اندر یہ جو مکار قسم کے علم آ گئے اور عالم آ گئے اور مکار قسم کے جو So-called نام نہاد فقراء آ گئے' ان سے اسلام کو نجات ملنی چاہیے' دعووں سے نجات ملنی چاہیے' اگر اسلام کو دعووں سے نجات مل جائے تو میں کہتا ہوں کہ مسلمان آباد ہو جائے گا۔تو اسلام کو کس بات سے آزاد کرو؟ دعووں سے۔ایک آدمی ایسا باطن بیان کرتا ہے اور اُس میں ایک ایسا بیان کرتا ہے کہ یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا.....بس توبہ توبہ ہی کرو .....

سوال:

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ ایک ہی اسمِ اعظم ہے جسے اسمِ اعظم کہا جاتا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہر زمانے کے لیے الگ اسم اعظم ہے۔

جواب:

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اسمِ اعظم ایک ایسا اسم ہے جس کے ساتھ آپ کا تعلق ہو جائے تو آپ کی تمام مرادیں پوری ہونے کا امکان ہے۔اس کے بارے میں کہا گیا کہ اپنی خواہشات کو پورا کرانے سے بچو کیونکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ آپ کی خواہشات عام طور پر آپ کو ہلاکت میں لے جاتی ہیں۔ پہلی خواہش تو یہ ہے کہ یہاں ہر آدمی کو ٹھہرنے کی خواہش ہوتی ہے اور اللہ کے پاس جانے کی خواہش ہی نہیں ہوتی۔تو یہیں سے گمراہی شروع ہو جاتی ہے۔ انسان دراصل یہ کہتا ہے کہ یا اللہ ہم تیرے پاس نہیں آنا چاہتے' ہماری یہ دعا

قبول فرما۔ تو یہ کیا بات ہوئی؟ پھر انسان کہتا ہے یا اللہ ہمیں بہت سارے پیسے دے جو غیر مسلموں کو دیے ہوئے ہیں۔ یہ دعائیں عام طور پر ہوتی ہیں کہ ہمیں آرام طلب زندگی عطا فرما۔ اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ یوں سمجھ لو کہ اسم اعظم ایک درخت ہے۔ جنگل میں ایک آدمی وہاں اُس درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ وہ درخت تھا ''تُرت مراد'' یعنی فوری مراد پوری کرنے والا۔ اُس آدمی نے خیال کیا کہ جنگل میں ہوں' دوپہر کا وقت ہے' یہاں کھانا مل جائے تو کیا ہی بات ہے۔ اس نے سوچا اور کھانا آ گیا۔ اُس نے کھانا کھالیا۔ اُس نے سوچا کہ یہاں پانی Available ہونا چاہیے۔ اُس نے صرف ارادہ کیا اور تُرت مرادی اسم اعظم کی وجہ سے پانی Available ہو گیا۔ پھر سوچا کہ آرام کرنے کی جگہ تلاش کروں تو دیکھتا ہے کہ بستر لگا ہوا ہے اور وہ اس پر لیٹ گیا۔ پھر سوچا کہ کہیں شیر ہی نہ آ جائے۔ تو شیر آ گیا اور اُس کو کھا گیا ..... تو اسم اعظم جو ہے وہ تمہاری آرزوؤں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور Ultimately تمہیں تمہاری موت کی آرزو پیدا ہو جائے گی۔ ایسا شخص کہے گا کہ میں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے' اب میں موت دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو اُسے کہتے ہیں کہ چل جا رخصت ہو جا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اسمِ اعظم اُسی کے پاس چھوڑو۔ اعظم کا اسم ہی اسم اعظم ہے اور اعظم اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سارے خوب صورت ہیں اور اسم اعظم ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جھوٹا آدمی جب اللہ کے نام پر جھوٹ بولتا ہے' اللہ اللہ کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے' گویا کہ جھوٹے آدمی کے پاس سچا نام آ جائے تب بھی وہ بندہ جھوٹا رہتا ہے۔ اگر آپ اچھے بن

جائیں گے تو پھر آپ کی زبان سے اللہ کا نکلا ہوا نام اسمِ اعظم ہوگا۔ اصل میں آپ کا ہی تزکیہ ہونا ہے۔ تو آپ پہلے اپنے آپ کا تزکیہ کریں۔ پھر اسمِ اعظم کی بات کریں ''اسمِ اعظم'' ایک لفظ ہے۔ اسی طرح ایک لفظ ''دستِ غیب'' ہے۔ ''دستِ غیب'' سے اُس شخص کو حکم مل جاتا ہے' کچھ لوگوں کے دستِ غیب میں وظیفے مقرر ہوتے ہیں کہ وہ صبح صبح نماز پڑھتے ہیں اور مصلّے کے ساتھ اُن کو دن بھر کا خرچہ مل جاتا ہے' کسی کا روزانہ وظیفہ لگا ہوا ہے اور کسی کا ماہانہ لگا ہوا ہے۔ دستِ غیب یہ ہوتا ہے کہ اِدھر ہاتھ کر دیا اور اِدھر سے پیسے آ گئے' یعنی کہ اُس کو محنت کے بغیر آسانی سے رزق مل جاتا ہے۔ تو یہ کیا ہے؟ دستِ غیب ہے۔ تو ایسا ہوتا ہے اور ممکن ہے۔ جب آپ کو یہ یقین ہو جائے کہ اللہ کا ارشاد ہے نحن نرزقکم وایاھم اللہ کہتا ہے کہ ہم رزق دینے والے ہیں۔ جب آپ کو یہ یقین آ جائے کہ رزق دینے والا وہ ہے تو پھر وہ آپ کے یقین کو کبھی نہیں جھٹلائے گا۔ رزق جب اس نے دینا ہے تو وہ دے گا' وہ سبب سے دے' بے سبب دے' عطا کر دے یا جیسے مرضی دے لیکن یہ یاد رکھو کہ یقین ضروری ہے۔ تو دستِ غیب Available ہوگا۔

کہ آوازِ نحن نرزقکم بے واسطہ شُنیدہ

تو وہ بے واسطہ رزق دے گا اور آپ سن لو گے۔ پھر آپ کے دسترخوان پر بے واسطہ واقعات شروع ہو جائیں گے اور آپ کی جیب میں بے واسطہ مال شروع ہو جائے گا۔ بے واسطہ کیا ہوتا ہے؟ جس کا سبب کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ وہ عطا کرتا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ دستِ غیب کا پیسہ بھی سٹیٹ بینک کے نوٹ

سے ہی مرتب ہوگا' وہ جعلی نوٹ نہیں ہوگا۔ بس یہ بات آپ یاد رکھیں کہ وہ کسی بھی سبب سے آئے گا' سبب سے آئے گا تو بے سبب ہو کے پھر سبب سے آئے گا۔ آپ کے لیے وہ بے سبب ہوگا لیکن آئے گا مسبب سے۔ تو وہ ''رب سبحی'' ہی آ گیا۔ یہ رب سبحی ہی تو ھذا من فضل ربی ہے۔

سوال:

لوگوں کو یہ شوق کیوں ہوتا ہے کہ ہم آسانی سے اسم اعظم حاصل کریں؟

جواب:

یہ بڑی مشکل سے ملتا ہے۔ آپ نے جو بات کی ہے کہ لوگوں کو کیوں شوق ہوتا ہے کہ آسانی سے ہم رزق حاصل کرلیں' دستِ غیب یا کن فیکون حاصل کریں' اس کا جواب یہ ہے کہ آسانی حاصل کرنے کے لیے بے شمار لوگ مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ مقصد کیا ہوتا ہے؟ آسانی۔ اور عمل کیا ہے۔ اس کا وظیفہ رات کو کرتے ہیں اور دریا کے کنارے کرتے ہیں' اپنے گرد دائرہ لگا کر کرتے ہیں اور پھر شکلیں آتی ہیں ڈرانے والی۔ جنگل ہو' بیاباں ہو اور دریا کا کنارا ہو' تاریک رات ہو اور آپ اکیلے بیٹھے ہوئے ہوں' مشکل کو حل کرنے کے لیے اور آسان راستوں کی تلاش کے لیے۔ تو یہ تو آپ بڑی مشکل میں پھنس گئے۔ اس سے تو بہتر ہے کہ خواہش کو چھوڑ دو۔ باقی یہ ہے کہ یہ وظیفہ کئی لاکھ دفعہ کرنا ہوتا ہے اور لوگ یہ کرتے ہیں کہ لمبی تسبیح لے کر دانے پہ دانہ کرتے جاتے ہیں اور پڑھتے چلے جاتے ہیں' پھر پابندی ہوتی ہے کہ کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا' یوں وہ وظیفے میں چلتے جاتے ہیں اور اگر درمیان میں کچھ رہ گیا تو کہتے

ہیں کہ دوبارہ کرو۔ تو یہ تو آزمائش اور مشکلات ہی ہیں بلکہ بہت ہی سزاوالی بات ہے۔ ہماری آپ کو تعلیم یہ ہے کہ جس نے آپ کی آنکھوں کو بینائی عطا فرمائی ہے وہ خود ہی رزق کا انتظام کرے گا' تو آپ اُس کے کام اُس کے حوالے کریں اور اُس کے کام اپنے حوالے نہ کرنا' آپ وہ کام نہیں کر سکیں گے بلکہ وہ خود ہی کرتا جائے گا۔ تو وہ اپنے کام خود ہی کرتا جائے گا اور یہ اُس کا کام ہے کہ آپ کو پیسہ دے۔ یہ کس کا کام ہے؟ اُس کا کام ہے اور وہ آپ ہی کرے۔ پیسہ اُس نے دینا ہے اور آپ نے تو صرف زندگی گزارنی ہے۔ وظیفے سے کیا بناؤ گے؟ اصلی چیز تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ موت سے بچیں مگر وہ کسی کو آتا نہیں ہے' یہ بات نہ کسی ڈاکٹر کو سمجھ آتی ہے اور نہ کسی مریض کو کہ موت سے کیسے بچیں۔ وہ خبر کسی کے پاس ہے ہی نہیں۔ تو باقی آپ نے کیا کرنا ہے۔ آپ زندگی طویل نہیں کر سکتے اور زندگی نے قلیل نہیں ہونا۔ یہ اتنی ہے جتنی مقرر ہے' پھر یہ کیا ہے' وہاں دستِ غیب کیا کرے گا۔ دستِ غیب سے آپ کھانا کھاؤ گے؟ کتنا سارا کھاؤ گے۔ دستِ غیب کے لیے کوششیں اور اسمِ اعظم کے لیے محنتیں کس لیے کرو گے؟ ایک آدمی کسی بزرگ کے پاس گیا' عرض کیا کہ ہمیں قصیدہ غوثیہ پڑھنے کا اِذن دے دیں۔ اس قصیدے میں بھی اسمِ اعظم کا ایک مقام آجاتا ہے' ایک خاص طریقے سے پڑھتے ہیں' رات کے خاص وقت میں پڑھتے ہیں۔ دو تین دن تو اُس نے پڑھا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ رات کو تم نے پڑھا تھا؟ کہا کہ جی پڑھا ہے۔ قصیدے میں جو دعویٰ ہے اور جو شان بیان کی گئی ہے اس سے وہ خوف زدہ ہو گیا۔ اس کا وجود قصیدے کا متحمل نہ ہو سکا۔ پیر صاحب نے اس کو کچھ پیسے دیے

کہ یہ لے لو۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں نے تو وظیفے کی اجازت لی تھی کہ مجھے پڑھنے کی توفیق ہونی چاہیے واللہ یہ تو مدعا نہیں تھا۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ پیسے رکھ لو' تم یہ تکلیف کیسے برداشت کرو گے۔ تو بولا کہ اچھا آپ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ اور وہ پیسہ لے کر چلا گیا ..... یہ قصیدہ پڑھنا' اسم اعظم کرنا' دعائیں کرنا' اس طرح کے واقعات کرنا اور جتنی بھی آپ کوشش کرتے ہیں کہ بغیر سبب کے حاصل کریں تو یہ خواہش اچھی بات نہیں ہے۔ جو وہ دے رہا ہے اُس کو دینے دو۔ جس نے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پاس اس کے دودھ کا انتظام کر دیا ہے' وہ سب کرنے والا ہے' کارساز ہے۔

ایک مرید اپنے پیر کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے اسمِ اعظم کی تعلیم فرما دیں' Direct straight away انہوں نے کہا کہ اسمِ اعظم کل بتائیں گے آج تم سیر تفریح کرو۔ وہ آدمی جنگل میں گیا اور دیکھا کہ ایک بوڑھے کو ایک جوان آدمی' شہر کا حاکم ہونے کے ناطے سے مار رہا تھا' اُس کا مال بھی چھین کر لے گیا' لکڑی بھی لے گیا اور پیسہ بھی نہیں دیا۔ پیر صاحب نے اُس کو بلا لیا اور پوچھا کہ کیا دیکھا؟ تو اُس نے عرض کیا کہ یہ دیکھا۔ کہنے لگے اگر تیرے پاس اسمِ اعظم ہوتا تو تم کیا کرتے۔ تو وہ مرید کہتا ہے کہ میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا۔ تو انہوں نے کہا کہ بس اتنی سی کہانی ہے کہ مجھے اسمِ اعظم دیا ہے اسی پیر نے یعنی وہی بوڑھا جو مار کھانے والا تھا ..... جس کے پاس اسمِ اعظم ہوتا ہے وہ اپنی تکلیف دور نہیں کرتا۔ اسمِ اعظم ہے ہی یہ ..... کہ آپ کو تکلیف آ جائے مگر آپ اسے دور نہ کرو بلکہ اس سے دوسروں کی تکلیف دور کرو۔ آپ میں سے کس کو اسمِ اعظم

چاہیے؟ جو اپنے لیے اسمِ اعظم چاہتا ہے وہ جھوٹا ہے اور جو دوسروں کے لیے چاہتا ہے اُس کا یہ مسئلہ نہیں ہے۔ آپ دوسروں کی جتنی تکلیف رفع کر سکتے ہیں کر لیں اور باقی کی تکلیف کو رہنے دیں۔ اپنے لیے کسی کو اسمِ اعظم نہیں ملتا۔ تو اسمِ اعظم کیا ہے؟ راز ہے۔ ایک آدمی ایک اور پیر کے پاس گیا کہ اسمِ اعظم دیں۔ انہوں نے کہا کہ دیتے ہیں۔ انہوں نے ایک ڈبہ دے دیا اور کہا کہ دور چار میل کے فاصلے پر ایک ہمارا بھائی بیٹھا ہوا ہے' جنگل میں دریا کے پار' یہ اس کو دینا ہے اور یہ ڈبہ کھولنا نہیں ہے۔ وہ ڈبہ لے کر چلا گیا۔ راستے میں ڈبے سے آوازیں آ رہی تھیں' اُس نے کہا کہ ٹِک ٹِک کیا ہے؟ وہ جب پیر صاحب سے دور چلا گیا تو اُس نے سوچا کہ ڈبہ ہی تو ہے' اس کو کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ تو اُس نے ڈبہ کھولا اور اندر سے چڑیا اڑ کر چلی گئی۔ اُس نے ڈبہ جلدی سے بند کیا اور وہاں چلا گیا۔ وہاں ایک درویش کپڑا لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے لگا کہ پیر صاحب نے آپ کے لیے پیغام بھیجا ہے' سلام کہا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ کیا یہ ڈبہ اسی حالت میں تھا۔ تو کہنے لگا کہ بالکل اسی حالت میں تھا۔ انہوں نے مُنہ سے کپڑا اُٹھایا تو وہ خود ہی تھے..... تو وہ اُس سے کہنے لگے کہ اتنا سارا راز تو تُو رکھ نہیں سکا' تو اسم اعظم کا راز کیسے رکھے گا۔ تو اسم اعظم جو ہے یہ ایک راز ہے۔ تو جب ظرف اتنا سارا ہو کہ آپ چڑیا نہ چھپا سکو تو پھر تم اسمِ اعظم کہاں لیے پھرو گے۔

ایک اور آدمی کو اسمِ اعظم ملا۔ وہ ایک مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا' دیکھا کہ مولوی صاحب کے خیال اور کردار کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ تو اُس

نے مسجد کو ہی الٹا دیا۔ پیر صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے پوچھا کہ کیا کیا؟ کہنے لگا کہ میں نے مسجد اُلٹا دی۔ پوچھا کیوں؟ تو کہنے لگا کہ مولوی خراب تھا' اُس کا کردار اچھا نہیں تھا۔ پیر صاحب نے کہا جس کی مسجد ہے وہ چپ ہے اور تو خواہ مخواہ پرائے گھر میں دخل دیتا ہے' تیرا کیا واسطہ ہے اس بات سے۔ اسمِ اعظم یہ ہے کہ دوسروں کو اُن کے حال پر رہنے دو اور اپنے حال کو اللہ پر چھوڑ دو۔ جن لوگوں کے پاس اسمِ اعظم تھا وہ یہی تھا۔ آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ مشکل کشا خود مشکل سے گزرتا رہتا ہے اور دوسروں کی مشکل حل کرتا رہتا ہے۔ تو یہ اسمِ اعظم ہے اور اس سے بڑا کیا اسم اعظم ہوسکتا ہے؟ تو علی بھی ایک اسمِ اعظم ہے۔ تو اصل اسمِ اعظم یہی ہے ۔

اسم اس کا ہی اسمِ اعظم ہے
یا علیؑ کا ہی ورد لازم ہے

علی بھی اللہ کا ایک نام ہے۔ آپ میں سے جن جن کا نام علی ہے اُن کو ایک نسبت ہے۔ علی کا معنیٰ ہی عالی ہے' بلندی کا مقام ہے۔ تو آپ کی تسلیم و رضا کا نام ہے اسمِ اعظم ۔ بتانے والے بتاتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ کے اسماء میں سے کوئی ایک اسم ہوگا' نام ہوگا۔

اب آپ دعا کریں۔ دعا یہ کریں کہ رب العالمین ہمیں تسلیم و رضا سکھا' ہمیں اپنے حالات میں مطمئن رہنے کی توفیق عطا فرما' ہمیں اپنا فضل عطا فرما' یا رب العالمین ہمیں ملکی طور پر خوش حال بنا' ہمارے ملک کے حالات بہتر بنا' جن جن لوگوں کو کوئی تکلیف ہے یا رب العالمین وہ تکلیف دور فرما' جو لوگ ہمارے

عزیز رشتے دار ہم سے جدا ہو گئے' جن کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ اُن کے مقام میں قرار عطا فرمائے اور اُن کے لواحقین کو استقامت عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

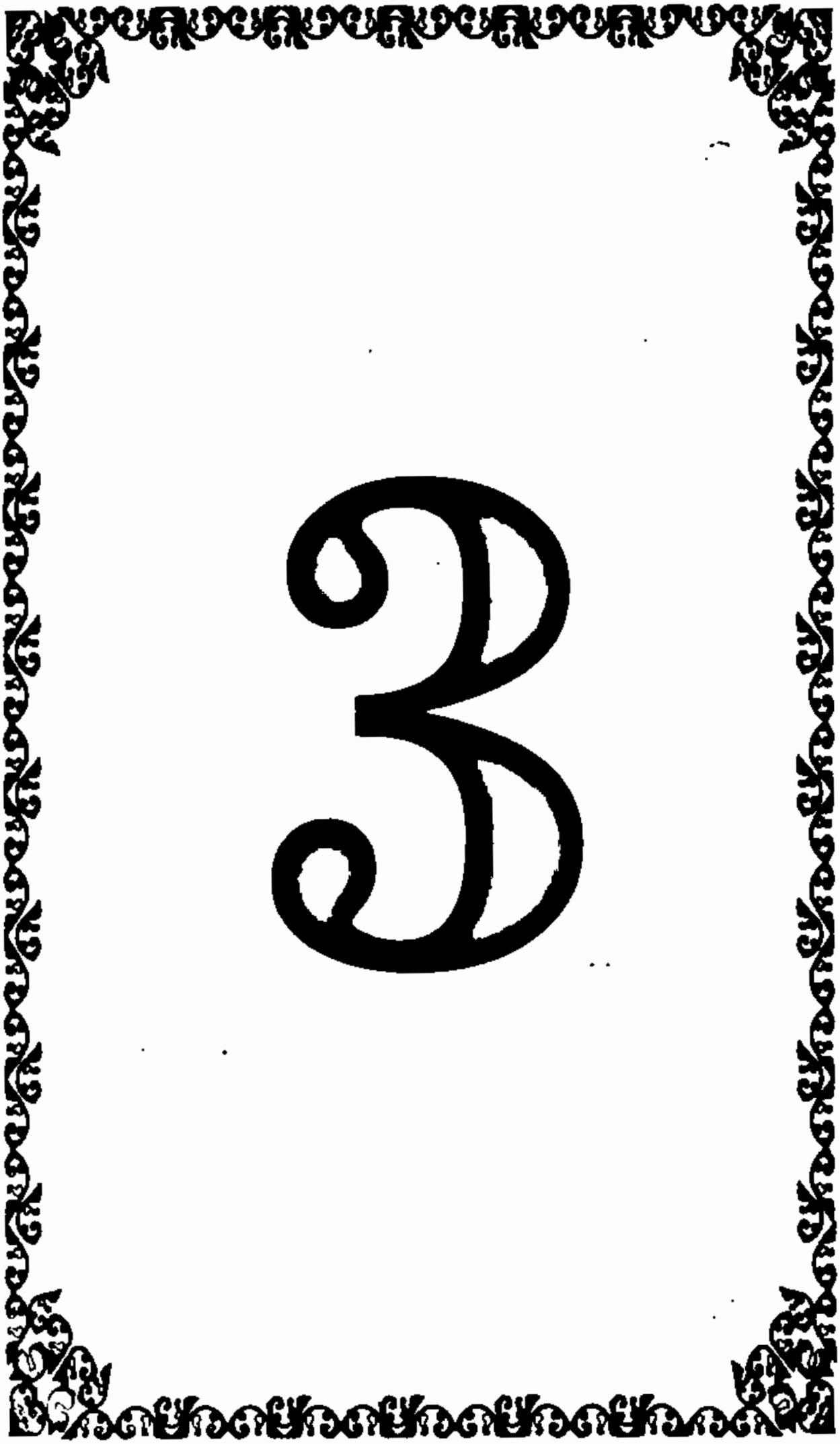

1 کیا پیر اور مرید میں کسی اختلاف رائے کی گنجائش ہے؟
2 اگر کسی کو شریعت کے لحاظ سے اختلاف ہے تو مرشد کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کر دیں۔
3 اگر کسی کا پیر انتقال کر جائے تو کیا دوسرا پیر بنانا جائز ہے؟
4 کیا بزرگوں کے مرتبے مختلف ہوتے ہیں؟
5 کیا کوئی سلسلۂ طریقت دوسرے سلسلے پر فوقیت رکھتا ہے؟
6 فیض کسے کہا جاتا ہے؟
7 کیا صاحب مزار کسی کا استقبال کرنے کے لیے مزار سے باہر آ سکتے ہیں؟
8 کیا صاحب قبر کسی آنے والے کو متاثر نہیں کر سکتے؟
9 علم حاصل کرنے کے شوق کا طریقہ کیا ہے؟
10 کسی اہل علم کو دیکھ کر جذبہ تو پیدا ہو سکتا ہے۔
11 سر! انسان کی بہت سی آرزوئیں نا تمام بھی رہ جاتی ہیں۔
12 جو شخص تکلیف میں ہوگا وہ تو مانگے گا۔
13 حقوق العباد کیا ہیں؟
14 یہ آزمایا ہوا ہے کہ صاحب مزار ہر چیز دیتے ہیں۔
15 دنیاوی ضرورتیں انسان کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ مزار پر جا کر ان کا حل مانگیں۔

سوال:

کیا پیر اور مرید میں کسی اختلاف رائے کی گنجائش ہے؟

جواب:

اختلاف رائے کی گنجائش تو رہتی ہے لیکن اظہار رائے میں رشتہ ٹوٹ سکتا ہے۔ کیونکہ جب تعلیم ہوتی ہے استاد اور شاگرد میں' تو شاگرد کو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ استاد کیا کہہ رہے ہیں۔ اسے ساری سمجھ تو آتی نہیں۔ تو سمجھنے پر اور نئی بات سننے پر جو تعجب ہوتا ہے' یہ دراصل اختلاف رائے ہی ہے۔ قبول کرتے وقت بھی اختلاف رائے تو ہوتا ہے لیکن جب مرید اپنا نقطہ واضح کرے تو اس میں دو باتیں ہیں' ایک تو اس میں استفسار ہے یعنی کچھ پوچھنا' یہ اختلاف رائے ہی ہوتا ہے جب مرید سوال کرتے ہیں۔ تو مرید کا سوال ہوتا ہے کہ ہم نے تو یوں سنا ہے' یہ کیا بات ہے؟ اُس کی پھر وضاحت شروع ہو جاتی ہے۔ اگر مرید اس پر Insist کرے' اصرار کرے تو پھر یہاں سے اختلاف شروع ہوتا ہے۔ مرید کے اختلاف کا معنی یہ ہے کہ کسی اور خیال پر اس طرح مصر ہونا کہ خیال دینے والا جو پیر ہے' اُس کے خیال سے By pass کر جانا' مختلف ہو جانا۔ تو یہاں سے پیر

اور مرید کا رشتہ جو ہے اس میں انقطاع شروع ہو جاتا ہے۔ مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ مرید پیر کی بات کو مزاج کے خلاف بھی قبول کرے۔ تبھی تو پیر شروع ہوتا ہے۔ ورنہ تو انسان انسان کے درمیان فرق رہتا ہی ہے۔ اگر دو ہم خیال یا ہم وزن انسان ہوں تو اُن میں Discussion ہوتی ہے' بحث ہوتی ہے اور اس میں اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے یعنی کہ ایک آپ کا نقطہ نظر اور دوسرا اس کا نقطہ نظر۔ جب آپ سے کوئی بچہ ملے تو اس کو آپ کوئی بات Convey کرتے ہیں' بات بیان کرتے ہیں اور جب کوئی بزرگ ملے تو آپ اُس سے بات سنتے ہیں کیونکہ اُس میں اُس بزرگ کا تجربہ' اُس کا علم ہوتا ہے اور پھر اُس کا ادب کا رشتہ ہے۔ تو اختلاف رائے عام طور پر اپنی Improvement کے لیے یا اپنی اصلاح کے لیے پیدا کیا جاتا ہے یعنی کہ ہمارا یہ خیال ہے' آپ کیا فرماتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں کہ آپ لوگوں سے مشورہ کرو' مشورے کا مطلب ہے کہ کوئی مختلف مشورہ مل جائے اور کوئی مختلف صورت حال مل جائے لیکن آپ فیصلہ خود کرو۔ فیصلہ جب کر لیا جائے تو اختلاف رائے جو ہے یہ رشتے کو ختم کر دیتی ہے۔ مرید کا مقام دراصل شروع ایسے ہوتا ہے کہ ہم پیر صاحب کا کہنا مانیں گے بلکہ جو حکم نہ ماننے والا ہوگا وہ بھی مانیں گے۔ اور اگر آپ کو کھانا کھلایا جائے' دعوت ہو تو وہ رشتے دار بھی کھائیں گے' محلے دار بھی کھائیں گے' اور اگر آپ کو تحفے تحائف دے دیے جائیں تو اس میں پیری مریدی کی بات کیا ہے۔ یہ تو ہر آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر کسی کو السلام علیکم کہا جائے تو وہ مرید ہو یا کوئی غیر ہو تو وعلیکم السلام کہے گا۔ تو پھر پیر اور مرید کا رشتہ کیا ہوا؟ رشتے کا مطلب یہ ہے کہ ناگوار اور ناروا جو

ہے وہ گوارا اور روا ہو جائے۔ تو اس کا مطلب ہی یہ ہے' کہ جو چیز آپ بظاہر کر نہیں سکتے' اُس کے کرنے میں آپ کو لطف آنا شروع ہو جائے' مثلاً شہید ہونا' دراصل جو اللہ کا طالب ہوتا ہے وہ شہید بنتا ہے اور دوسرا جو آدمی ہے وہ مارا گیا' وہ کہتا ہے کہ ہم ایسے ہی اللہ کی راہ میں مارے گئے' یہ کیا اللہ کی راہ تھی۔ لیکن جو شہید ہوتا ہے' محبت میں اور عشق میں سرشار ہوتا ہے اور وہ صرف جان پیش کرتے ہوئے فخر اور لذت محسوس کرتا ہے۔ جان تو ہر آدمی دینے کو تیار ہو گا کیونکہ ایک دن اُس نے جان تو دینی ہے لیکن وہ جو تعلق ہے اور تعلق والا جو ہے اُسی چیز کو پیش کرنے میں خوشی محسوس کرے گا اور سرور محسوس کرے گا۔ یہ چیز عام آدمی گوارہ نہیں کر سکتا۔ مدعا یہ ہوا کہ پیر اور مرید کا رشتہ ہی یہی ہے کہ جہاں کوئی چیز گوارہ نہ ہو اور اس چیز کا حکم پیر صاحب کی طرف سے آ جائے تو اُس کو قبول ہو۔ مرید کا فنکشن ہی یہ ہے کہ حکم کو قبول کرنا' اور اگر یہ قبول نہ ہو' تو مزاج بدلے' نہ انداز بدلے اور نہ کوئی اور واقعہ بدلے' پھر وہ رشتہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس میں سب سے مشکل مقام یہ ہے کہ ہر مسلمان اسلامی تعلیم کا کچھ نہ کچھ حصہ جانتا ہے اور اُس کو ان باتوں کا پتہ ہے کہ فرائض کیا ہیں' احوال کیا ہیں' احکام کیا ہیں' ارکان کیا ہیں' اس نے کچھ کتابیں بھی اسلام کی پڑھی ہوتی ہیں' پھر وہ مسلمان کہیں مرید ہو جاتا ہے۔ اب وہ اسلام کا کچھ علم جاننے والا بھی ہوتا ہے۔ بغیر وجہ کے یا بغیر دلیل کے۔ وہ کہیں مرید ہو گیا' دین کا علم اس کے پاس موجود تھا' اب وہی پرانا علم جب وہ نئے رشتے میں استعمال کرتا ہے تو وہ اس کو فٹ نہیں ہوتا' تو وہ گھبراتا ہے' پریشان ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کوئی اور مقام آ گیا۔ مگر یہی تو ایک موقع ہے

جہاں پر بات سمجھنے والا مقام پیدا ہوتا ہے۔ پیر صاحب سے تعلق' رشتہ بنانے سے پہلے کروڑوں مرتبہ سوچو' بہت سوچو' پھر سوچو' لیکن جہاں Announcement کر لو' خیال کا فیصلہ کر لو جب اس کے بعد سوچو گے تو پھر یہ تعلق رد ہو گا اور نامنظور ہو جائے گا تو آپ کو بڑی دفعہ بتایا ہے کہ تسلیم کے بعد انکار جو ہے عام طور پر اس کا نام شیطان ہے۔ پھر یہ فیصلہ تو اللہ نے کر دیا' اللہ کو اللہ سب نے تسلیم کر لیا ہے چاہے ملائکہ ہوں یا جنات ہوں سب نے تسلیم کر لیا۔ اب تسلیم کے ساتھ ایک شعبہ یہ بھی تسلیم کر لیا کہ ہم نے اللہ کی عبادت کرنی ہے اس کی عبادت کرتے رہنا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرنی ہے۔ سال' زمانے' صدیاں گزرتے گئے پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی کہہ دیا کہ انسان کو سجدہ کرو۔ سب مان گئے مگر ابلیس نے انکار کر دیا۔ کسی نے بعد میں' تنہائی میں پوچھا ابلیس سے کہ تو نے انکار کیوں کیا تھا؟ کہنے لگا میں نے اللہ سے تو انکار نہیں کیا' میں نے تو انسان کو سجدے سے انکار کیا ہے' اللہ کو تو میں اب بھی سجدہ کرتا ہوں۔ تو ابلیس جو ہے وہ اللہ کو تو سجدہ کرتا ہے لیکن اللہ کے امر کو نہیں کرتا۔ تو نقطہ یہ ہے۔ اس طرح جب کوئی آدمی پیر سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی بات سے اختلاف کر گیا تو پیر تو بات کو تسلیم کرنے کا نام ہے' بندے کا تو نام ہے ہی نہیں۔ جب آپ نے پیر کی بات کو تسلیم نہ کیا تو اختلاف ہو یا نہ ہو' آپ کا رشتہ آگے پیچھے ہو گیا۔ اس لیے بڑا زور دیا لوگوں نے اور بڑی وضاحت سے سمجھایا کہ اگر پیر کچھ کہہ دے تو آپ وہ تسلیم کر لو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں پھر شریعت کی ابتدا جو ہے وہاں سے ہوتی ہے۔ یعنی آپ کی جو معلوم شریعت ہے' اور جو آپ کی وارد شریعت ہے وہ وہاں سے

شروع ہوتی ہے۔ یہاں سلطان باہوؒ نے فرمایا کہ ۔

کلمہ پیر پڑھایا باہو تے میں سدا سہاگن ہوئی

یعنی جب سے پیر نے مجھے کلمہ پڑھایا ہے میں ہمیشہ کے لیے تعلق میں آ گیا ہوں۔ وہ شخص پہلے سرسری مسلمان تھا' اس کے پاس اپنا علم تھا' معلوم تھا' مگر اب تعلق میں آ گیا۔ اختلاف کی گنجائش اس ذات سے نہیں ہونی چاہیے جو ایکسپرٹ ہے۔ تو اس سے اختلاف نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اختلاف عام طور پر نصیب سے باہر ہوتا ہے۔ بات کی وضاحت کے لیے جو پوچھنا ہے اُسے ہم اختلاف نہیں کہہ سکتے مثلاً وضاحت کے لیے یہ پوچھنا کہ یہ بات سمجھ نہیں آئی' ہم وہاں جائیں یا ہم کہاں جائیں۔ یہ تو ہوگئی تفصیل کی بات یا اصلاح کی بات۔ اور اختلاف جو ہے وہ یہ ہے کہ پیر صاحب کی بات کے مقابلے میں کوئی اور بات لانا۔ مقابلے میں بات لائے تو پھر تم رشتے میں' تعلق میں تو نہ رہ گئے۔ اس لیے پیر صاحب کی بات کے ساتھ اختلاف کی مرید کو گنجائش نہیں یعنی اگر وہ مرید ہے تو گنجائش نہیں ہے' مسلمان کو اسلام کے ساتھ اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' اولاد کو والدین کی بات کے ساتھ اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' یعنی کہ تقدس میں یا تقدیس میں جو مرتبہ تسلیم کر جائے اُس کے ساتھ اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی بات اگر آپ کو سمجھ نہ آئے تب بھی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' بزرگوں کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔ یا پھر یہ کہہ دیا جائے کہ تمہارے لیے یہ کڑوی دوائی بہتر ہے اور تمہارے لیے شہد بہتر نہیں ہے۔ وہ جانے اور اس کا کام

جانے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے امیر جب مرید ہونے کے لیے کسی ولی کے پاس گئے تو اُن کے ہاتھ میں Begging Bowl تھما دیا گیا۔ Begging Bowl کیا ہوتا ہے؟ کاسۂ گدائی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا تم مانگ کے دکھاؤ۔ تو وہ جو بہت بڑا فن کار تھا۔ بڑا شہنشاہ تھا' اس سے کہا کہ جا اور مانگ کے کھا۔ کچھ لوگ تو وہ کاسہ وہیں توڑ کر آ گئے' کہنے لگے یہ رہا آپ کا کاسۂ گدائی' ہم مرید ہی نہیں ہوتے' اور کچھ جو تھے وہ بات پی گئے اور چل پڑے' چلتے چلتے اُن کو اصلی بادشاہی کا گر سمجھ آیا کہ اصل قصہ کیا ہے۔ تو بات یہ ہوتی ہے کہ وہ جانے اور اُس کا کام جانے' تسلیم کرنے والا مرید جو ہے اس کا کام پیر صاحب کو تسلیم کرنا ہے' اس لیے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال:

اگر کسی کو شریعت کے لحاظ سے اختلاف ہے تو مرشد کو چاہیے کہ اس کی اصلاح کر دیں۔

جواب:

وہ سوال جو وضاحت کے لیے کیا گیا ہو تو آپ کو وضاحت کی بات تو سمجھ آئے گی' لیکن ایسا پوچھنا اختلاف نہیں کہلاتا بلکہ یہ سوال ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ یہاں پر شرعی طور پر ایک خیال مجھے یوں آ رہا ہے یا مجھے یہ دقت پیش آ رہی ہے' اس کا کیا حل ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ مرید کے توحید کے تصور کو فرق پڑ رہا ہے۔ پھر پیر صاحب مطلب کی بات وضاحت کر کے سمجھا دیا کرتے ہیں۔ تو یہ اختلاف نہیں ہے۔ یہ سوال جو ہے یہ تسکین کے لیے پوچھا جاتا ہے کہ یہ بات

میرے توحید اور رسالت کے تصور سے سمجھ نہیں آتی۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان پیر کے خیال میں اتنا گم ہو جاتا ہے کہ اُس انسان کو توحید بھی بھول جاتی ہے' بعض اوقات بھول جاتی ہے' نماز قضا ہو جاتی ہے' بس خیال میں وہ چلا جا رہا ہے' پتہ نہیں کدھر چلا جا رہا ہے۔ اُس کے لیے نہ کوئی زمین ہے نہ آسمان ہے کیونکہ خیال ہی ایسا ہو جاتا ہے۔ اگر مرید کو ہوش ہے تو پوچھ لے' نہیں ہوش تو چلتا جائے۔ کوئی مسئلہ پوچھنے کے لیے وہ سوال کر سکتا ہے کہ یہ کیا قصہ ہے جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس سے اُس کو اصلاح مل جاتی ہے مگر اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ کر لینا کہ پیر کو شریعت سکھانے لگ جاؤ۔ یعنی کہ جاننے والے کو علم دینا جو ہے یہاں سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ تو باقی جو بات وضاحت کی ہے تو وہ اختلاف نہیں کہلاتی۔ ان وضاحتوں کے لیے اس محفل میں سوالات ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں یعنی کہ جو سوالات کھٹک رہے ہوں یا جو اختلاف کھٹک رہے ہوں' یا جو وضاحتیں کھٹک رہی ہوں' اٹک رہی ہوں' ان کا پوچھا جاتا ہے کہ یہ بات یوں نہیں ہو رہی بلکہ یہ بات یوں ہو رہی ہے۔ اگر کبھی ایسا واقعہ ہو جائے کہ مرید جو ہے وہ پیر کے خیال میں جا رہا ہو اور اُس کو کسی بلند دربار میں رسائی ہو جائے' تو پھر وہ پیر کو پکڑے نہ کہ اس بلند دربار میں گم ہو جائے۔ اسی طرح اگر اللہ کی طرف جائے تو وہاں پیر کدھر ہو گا اور اللہ کدھر ہو گا۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ ایک جگہ پر ایک پیر صاحب' ان کے پیر صاحب اور ان کا مرید' تینوں اکٹھے ہو گئے۔ جو پیر صاحب کا مرید تھا اُس کو پیر نے کہا کہ آج میرے پیر صاحب بھی آ گئے ہیں' تو میں تمہیں اپنے پیر صاحب سے فیض لے کر دیتا ہوں۔

یہ واقعہ ایک Actual تاریخی واقعہ ہے۔تو وہ جوان سب سے چھوٹے تھے' وہ مرید تھے بابا فرید گنج شکرؒ ' ان کے پیر تھے خواجہ بختیار کاکیؒ اور ان کے پیر تھے خواجہ معین الدین چشتیؒ ۔تو یہ تینوں اکٹھے تھے۔خواجہ بختیار کاکیؒ نے باباصاحبؒ سے کہا کہ دیکھو آج خواجہ صاحب آ گئے ہیں' ان سے فیض لے کر دیتے ہیں۔ جب تینوں اکٹھے ہو گئے تو باباصاحبؒ سے خواجہ صاحبؒ نے خطاب کیا کہ بولو فیض چاہیے؟ انہوں نے کہا فیض تو مجھے چاہیے نہیں' آپ میرے پیر کو فیض دیں' میں نے تو انہی سے لینا ہے۔تو انہوں نے کہا کہ میں نے آپ سے فیض نہیں لینا بلکہ اِن سے لینا ہے۔تو یہ ایک واقعہ ہوا اور یہ تاریخی واقعہ ہے۔اس سے آپ کو کچھ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ درویشوں کا طریقہ کیا ہوتا ہے اور اللہ کا فضل جو ہے وہ کیا ہوتا ہے۔مثلاً جس انسان کو آپ دوست قبول کر لیں' دوست قبول کرنے کے بعد آپ کو یہ بتایا جائے کہ اس سے اچھا دوست بھی مل سکتا ہے اور آپ اس اچھے دوست کے پیچھے اگر چلے جائیں تو آپ تو دوستی کے قابل نہیں ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ میرا دوست تو یہ ہے' دوست کے علاوہ اور اچھا کیا ہوتا ہے۔ایک آدمی کو ایک خاتون سے محبت ہو گئی اور وہ اُس کے خیال میں پاگل ہو گیا۔اس خاتون نے کہا کہ پاگل ہونے کی کوئی بات نہیں' ہم تو کام سے جا رہے ہیں پیچھے ہماری ایک رشتے دار آ رہی ہے اور وہ ہم سے زیادہ خوب صورت ہے' اب اگر وہ دوسری خاتون کے لیے ٹھہر گیا تو وہ جھوٹا تھا۔تو مقصد یہ ہے کہ اپنے محبوب کا متبادل قبول کرنا محبت کی نفی ہے' محبت میں متبادل نہیں ہوتا اور اگر محبت نہ ہو تو میرا خیال ہے کہ فیض ہی نہیں ہوتا۔پھر فیض کس بات کا؟ تو فیض کی تو مسلمانوں

کو کمی نہیں ہے' علم کی بھی کمی نہیں ہے اور عبادت کی بھی کمی نہیں ہے۔ صرف یہ رستہ اس لیے تھا کہ آپ علم' عبادت اور سفر جو ہے محبت کے اندر کریں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر محبت کا انداز نہیں ہے تو پھر دقت ہو گی۔ جس زمانے میں ابتدائی مسلمان موجود تھے' کلمہ پڑھتے تھے' عمل کرتے تھے' اُس زمانے میں اُن کو کسی خیال میں شبہ یا دقت ہوتی تو وہ حضور پاک ﷺ کی محفل میں جاتے اور اپنی اپنی مشکلات حل کراتے۔ کلمہ' کلام اور دین وہی رہا اور زمانہ یہ آ گیا۔ آج کا انسان اُس طرح کی وضاحت حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے میں نے پہلے بھی ایک مرتبہ بتایا تھا کہ پھر دین کیسے برابر ہوا۔ اُس زمانے میں دین سمجھانے والے خود موجود ہیں' اب دین تو ہے مگر اُس طور پر سمجھانے والا نہیں ہے۔ اس لیے اُس خلاء کو پورا کرنے کے لیے یہ شعبہ ظاہراً بتایا گیا کہ یہ شعبہ ہے' یہ بزرگ وہ تو نہیں ہوں گے لیکن اُس کمی بیشی کے لیے وضاحت کا خلا پُر ہوتا جائے گا۔ اس لیے وضاحت جو ہے یہ اُس زمانے میں بھی ہوتی تھی۔ مثلاً صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ جب ہم آپؐ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارا ایمان قوی ہوتا ہے اور جب کبھی ہم گھبرا جاتے ہیں تو طبیعت کچھ اور سے اور ہو جاتی ہے' کسی وقت عروج ہوتا ہے' تو کسی وقت زوال ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہی اسلام ہے۔ تو اس کے اندر عروج و زوال کی داستان رہتی ہے کیونکہ اگر یہ نہ ہو پھر لطف نہیں رہتا۔ پھر نصیحت یہ کی گئی کہ اگر خیال میں زوال ہو تو اظہار نہ ہو' اظہار جو ہے یہ آپ کو قطع تعلق کرا دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ مجھے ایسے لگتا ہے کہ مجھے آپ اچھے نہیں لگ رہے۔ اب یہ بات جو ہے کسی سے بھی کہہ دیں اُسے اچھی نہیں لگے گی۔ تو کہنا نہیں چاہیے۔ کسی

آدمی سے اگر ملو اور اس سے یہ کہو کہ تیری ایک آنکھ نہیں ہے' تُو تو کانا آدمی ہے۔ اگر یہ کہو گے تو بات غلط ہو جائے گی۔ اس لیے جب کبھی آپ کے خیال کو کوئی تکلیف ہو تو اُس کے اظہار کرنے میں ادب کا پہلو اگر ختم ہو گیا تو رشتہ ختم ہو گیا۔ اگر کسی کے پاس پرانے زمانے کی تعلیم ہے اور آپ اسے کہہ دیں کہ کچھ پتہ نہیں تو اُسے بڑی تکلیف ہو گی۔ آپ تو بڑے پڑھے لکھے ہیں' آپ نے یونیورسٹی میں پڑھا ہے' باپ اپنی تنخواہ ضائع کرتا رہا اور آپ کو پڑھاتا رہا' آپ تو پڑھ لکھ گئے اور باپ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ تو آپ جب بہت پڑھ لکھ جاتے ہو تو کہتے ہو ابا جی کو کچھ نہیں آتا۔ ابا نے پوچھا کہ کیا میں نے تمہیں علم سکھایا؟ کہتا ہے ہاں۔ ابا کہتا ہے کہ علم کی کوئی بات بتا تو کہتے ہو کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ تُو کم عقل ہے۔ تو بچہ جب علم سیکھ کے آیا تو پہلی بات اس نے یہ کہی کہ باپ جو ہے وہ کم علم ہے۔ تو اُس نے یہ کیا علم حاصل کیا۔ اس لیے اظہار خیال میں بہت احتیاط کرنا۔ کبھی کبھی انسان اللہ تعالیٰ سے بھی گلہ کر لیتا ہے اور اگر آپ نے اس کا اظہار کر دیا تو نتیجہ کچھ اور ہی ہو گا۔ فرشتوں نے انسان کو جو سجدہ کیا تھا تو ممکن ہے کہ اندر سے وہ کہتے ہوں کہ یا اللہ تو آپ ہی مالک ہے' پہلے کہتا تھا کہ کسی کو سجدہ نہ کرنا اور اب کہتا ہے کہ اس کو کرو' بہر حال ہم نے سجدہ ضرور کرنا ہے۔ اس طرح وہ پار ہو گئے اور جو بول پڑا وہ مارا گیا یعنی شیطان۔ اس لیے یہاں پر تعلق میں بولنا منع ہے' سوچنے سے وضاحت ہو جائے گی' بولنے سے وضاحت نہیں ہو گی۔ جو بولتا ہے اُسے وہ کہے گا Get out باہر نکل جاؤ۔ اس لیے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' اس سے کبھی ایسی بات نہ کہنا۔ اُس کو اگر کہا تو وہ کہے گا تُو شریعت مجھ سے زیادہ

سمجھتا ہے؟ کیونکہ بیچارہ مرید تو کتاب پڑھ کر آتا ہے اور وہ کہے گا کہ میں نے یہ پڑھا ہے کہ یہ یوں ہوتا ہے۔ تو پیر صاحب کہیں گے کہ تو نے پڑھا ہے تو تُو پڑھتا ہی جا۔ تو آپ جاننے والے کو' خود سے بہتر جاننے والے کو فیصلہ کرنے دو۔ کس حد تک؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مرنے کی حد تک۔ اُس وقت تک محبت ہو جب تک تجھے موت آ جائے۔ اگر تیری استقامت ہوگئی تو تُو پار ہو گیا۔ اس لیے اپنی استقامت کو راستے میں خراب نہ کرنا۔ تو آپ کی استقامت ہی آپ کا ساتھ ہے۔ تو پیر کیا ہوا؟ محبت یا استقامت۔ استقامت میں اگر رخنہ آ گیا تو پیر آدمی کا' فرد کا تو نام ہی نہیں ہے' یہ تو ماننے کا نام ہے۔ اگر آپ آدمی کو دیکھو گے تو کوئی بھی آدمی آپ کو Complete یا مکمل نہیں ملنا چاہیے' آدمی تو بہر حال آدمی ہو گا۔ کہتا ہے وہ پیر کس طرح تھا' وہ بھی سو جاتا تھا ہم بھی سو جاتے تھے۔ تو یہ بات تو ٹھیک ہے کہ وہ بھی سو جاتا ہے اور تم بھی سو جاتے ہو' کھانا پکتا تھا تو پیر صاحب بھی کھا گئے اور تم بھی کھا گئے۔ تو یہ بات کیا ہوئی کہ پیر صاحب بھی کھانا کھاتا ہے' اس نے بھی وہی کھانا کھایا اور ہم نے بھی وہی کھانا کھایا مگر اُس کھانے کے ساتھ اُس کے اندر نور بنا اور عام آدمی کے اندر نار بن گئی۔ تو مطلب یہ ہے کہ اُسی زندگی میں اُس پیر صاحب نے فروغ پالیا۔ اس لیے بولنے میں بڑی احتیاط چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ اختلاف نہ ہو' یہ تعلق توڑنے کی کوئی گنجائش نہ نکالی جائے۔ اس طرح منافقت آ جاتی ہے' بندہ مرتد ہو جاتا ہے اور دین سے انحراف پیدا ہو جاتا ہے۔ محبت کے دین میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ دین محبت کا ہے' اس نے اگر کہا کہ یہ کر جاؤ تو مرید وہ کر گیا۔ باپ نے خواب سنایا تو سعادت

مند بیٹے نے کہا ایسا ہی ہوگا جیسا آپ نے خواب دیکھا ہے' ورنہ کوئی اور بیٹا ہوتا تو کہتا کہ آپ خواب کی بات کر رہے ہیں اور میری جان جانے والی ہے۔ وہاں ایسا نہیں ہوا۔ شرعی طور پر اگر سوچو تو شریعت میں جان بچانا فرض ہے اور اولاد کو ذبح کرنے والی آپ کیا بات کر رہے ہیں کیونکہ اس طرح سارے لوگ اپنے بچے ذبح کرتے جائیں گے' غور کرو ایسا نہیں کیا کسی نے' لوگوں نے اپنی اولاد کو بچایا اور آپ تو مارنے لگے ہو۔ مگر انہوں نے کہا کہ آپ یہ ضرور کریں۔ یہ ہے تسلیم .....اور تسلیم ہی سے پیری مریدی ہے۔

سوال:

اگر کسی کا پیر انتقال کر جائے تو کیا دوسرا پیر بنانا جائز ہے؟

جواب:

جو انتقال کر گیا وہ انتقال نہیں کر گیا' تمہارے اندر پیر جو ہے انتقال نہیں کرتا۔ اگلے پیر صاحب کے پاس مجلس کا فیض ہے' صحبت کا فیض ہے' تربیت کا فیض ہے اور وہ ضروری ہوتا ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوتا ہے کہ انسان چلتا تو خدا کی مرضی کے لیے ہے اور ایک پیر کے حوالے سے چلتا ہے' راستے میں اگر پیر صاحب رخصت ہو گئے مگر آپ کے اندر وہ میٹر لگا گئے۔ اب اُس میٹر کی تکمیل جو ہے' اس کے اندر وضاحتیں جو ہیں' یہ کسی اور جگہ سے ہوتی رہیں گی۔ اور یہ ضروری ہے۔ اس میں یہ نہیں ہوتا کہ آپ کے پیر کی توہین ہو گئی۔ ''میں کسی اور پیر کا قائل تھا اور اب مجھے کسی اور جگہ جانا پڑے گا''۔ تو ایسی بات نہیں ہے۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ضروری ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو اگر کہیں سے فیض ملے تو دراصل فیض اپنے

پیر سے ملتا ہے۔ آپ کو اپنے پیر نے کیا سکھایا؟ ادب سکھایا' تو آپ ہر پیر کا ادب کرو اور آپ پیروں کے شعبے میں مقابلہ نہ کرنا' جو مقابلہ کرنے والا ہے وہ کہتا ہے کہ میرا پیر سب سے اونچا ہے' تو وہ جھوٹا ہوتا ہے۔ دوسرے کا پیر اتنا ہی اونچا ہے جتنا تمہارا پیر ہے' کیونکہ ہر پیر ایک ہی پیر ہے۔ اصل میں گُر کیا ہے؟ ہر پیر ایک ہی ہے' جس طرح اسلام ایک ہے اُسی طرح پیر بھی ایک ہے' تمہیں اس انداز کی تعلیم دے رہے ہیں اور اس کو دوسرے انداز کی تعلیم دے رہا ہے لیکن دونوں نے جانا ایک ہی طرف ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو مسلمانوں میں یہ ایک بڑا غلط خیال آ گیا ہے کہ پیروں کا مقابلہ کریں' اونچ نیچ کا فیصلہ ہو گیا' کچھ لوگ پیغمبروں کے درمیان فرق کرتے ہیں اور پھر دین سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسا بالکل نہیں کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ میرے سچے پیر نے یہ کہا تھا' میرا پیر بہت اعلیٰ تھا' میں دوسری جگہ کیسے جاؤں' جب ایک جگہ نکاح ہو گیا تو پھر دوسری جگہ کیسے جاؤں' میرا پیر کیسے گوارا کرے گا۔ تو ایسا نہیں ہوتا۔ یہ سفر ایک ہی ہوتا ہے۔ سفر کیا ہوتا ہے؟ ایک ہی دریا ہے اور ایک ہی کشتی ہے' اور جانا ایک ہی منزل کو ہے۔ تو راستے میں خوشی خوشی چلتے جاؤ۔ اس لیے اگر کسی کے پیر کا انتقال ہو جائے تو اور جگہ جا سکتے ہیں اور جہاں جاتے ہیں اتنی ہی عقیدت سے جاتے ہیں' تا کہ پتہ چل جائے کہ تمہیں تمہارے اصلی پیر نے نشست و برخاست کے آداب سکھائے تھے۔ بزرگوں نے بڑے بڑے فیض لیے' اٹھارہ اٹھارہ انسانوں کے پاس گئے اور بڑے ادب سے فیض لیے جب کہ پیر اپنا ایک ہی رکھا۔ بزرگ رخصت ہو گئے لیکن مرید رخصت نہیں ہوئے' اس لیے یہ چلتے گئے' ایک مقام پر

گئے' دوسرے مقام پہ گئے اور ایک اور مقام پہ گئے۔ ہر مقام پر انہوں نے ادب کی وجہ سے فیض پایا۔ نئے بزرگ نے کہا کہ تمہارا پیر تو رخصت ہو گیا اور وہ بڑا بزرگ تھا' اس کی بڑی مہربانی ہے اُس نے تمہیں بھیجا ہے' اب اُس کی شروع کی ہوئی کہانی میں دو نقطے ہم بھی لگاتے ہیں۔ لیکن نقطے لگواتے وقت آپ یہ نہ کہنا کہ وہ بہتر تھا اور یہ کمزور ہے۔ کہانی شروع کسی ایک نے کی ہے اور مکمل کوئی اور کرے گا۔ اس لیے آپ بالکل خاموشی اور ادب کے ساتھ بیٹھا کریں۔ اگر آپ میں ذرا فرق آ گیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پہلا پیر ہی نہ رہا۔ دوسرے میں فرق آ گیا تو پھر پہلے سے انحراف ہے۔ اس لیے پہلے پیر کی زندگی دوسرے پیروں کی حیات میں ہے۔ اور یہ بہت ضروری بات ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ بیعت کر یا نہ کر' نئے پیر سے بیعت کر لو تب بھی ٹھیک ہے اور نہ کرو تب بھی ٹھیک ہے' لیکن جو پہلی بات شروع کی گئی ہے اس کی تکمیل کس نے کرنی ہے؟ جہاں جہاں وقت لے جائے گا۔ ندی کہاں سے چلی ہے' اس نے جانا کہاں ہے' ہر ایک کا اس میں فیض شامل ہوگا۔ کیسے؟ ادب کے ساتھ' پورے خلوص کے ساتھ۔ اور یہ پیروں کا کمال ہوتا ہے' کیا کمال ہوتا ہے؟ کہ وہ خود رخصت ہونے کے بعد بھی فیض دلواتے رہتے ہیں۔ کیسے دلواتے ہیں؟ ادب سکھا کر' تمہیں اس قابل بنا دیا' مؤدب کر دیا' اور پھر مؤدب آدمی بدنصیب نہیں ہوتا۔ تو فیض دینا اور دلوانا ایک ہی بات ہے۔ دینا اور دلوانا' اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ جو فرق ہے یہ آپ کے ہاں ہے کہ پیر نے دیا یا اُس نے دلوایا' اصل میں یہ بات ہے' بالکل ایک ہی بات ہے۔ بس خیال یہ رکھنا کہ آپ کے پیر کے مقام میں فرق نہ آئے۔ مقام سب کا برابر ہے۔

آپ اپنا مقام تلاش کرو تا کہ آپ کی طلب جو ہے وہ چلتی جائے' چلتی جائے' کسی مقام پر نہ رکو۔ یہ کمزور مریدوں نے کہانیاں بنائی ہیں کہ میرا پیر' پیروں کا پیر ہے' تمہارے پیر سے بھی میرا پیر سچا ہے' میرا پیر اُچا ہے۔ مگر یہ پیر ایک ہی ہے۔ پیر کیا ہے؟ سب کا ایک ہے' عشق جو ہے سب کا ایک ہے' اگر عشق پیر ہے تو اس میں دو نہیں ہوتے' یہ نہ کہنا کہ ہمارا عشق جو ہے وہ تمہارے عشق سے اونچا ہے۔ عشق اونچا نہیں ہوتا بلکہ عشق ایک ہی ہوتا ہے۔ ہر طالب دوسرے طالب کا دوست ہے' کبھی یہ نہ کہنا کہ ہمارا محبوب تمہارے محبوب سے زیادہ اونچا ہے۔ یہی تو جھوٹ ہے' کسی کا ایسا نہیں ہوتا۔

سوال :

کیا بزرگوں کے مرتبے مختلف نہیں ہوتے؟

جواب:

جو فیض لینے والا ہے اُس کو تو اُس کا پیر صاحب ابتدا ہی میں فیض دے کے بھیج دیتا ہے' اس کو جس مشین میں ڈالنا تھا' اس میں ڈال دیا اور اُس نے مشین بھی چلا دی' اب مراتب کا تو بعد میں اُس کو پتہ چلے گا جب اُسے ہوش آئے گا کہ قصہ کیا ہے۔ وہ مرید تو تکمیل کے مراحل طے کرتا جائے گا اور ہر ایک کا گُن گاتا جائے گا اور آرام سے' چپکے سے کہہ دے گا کہ میں فلاں جگہ مرید تھا۔ اب یہ اس کا اصل مقام ہے' مراتب کا فرق نہیں ہے' کیونکہ اُس کے ہاں تکمیل کا مرحلہ ہے اور مراتب کی فکر نہیں ہے۔ مراتب کا خیال جانبدار کرتا ہے۔ اگر آپ کو سوئی کی ضرورت ہے تو یہ آپ کا اتنا ہی اہم کام ہے جتنا آپ کو کھانے کی ضرورت

ہے۔ کبھی یہ نہ کہنا کہ کھانا جو ہے بڑا اہم ہوتا ہے اور پینا اہم نہیں ہوتا کیونکہ اگر ضرورت پڑ جائے تو پینا اُس سے زیادہ اہم ہے' ضرورت پڑ جائے تو سونا اُس سے زیادہ اہم ہے۔ اس لیے آپ کی زندگی میں پیر صاحب کی طرف سے جو تھوڑی Contribution ہو رہی ہے وہ بہت بڑی ہے' جس نے تھوڑا کام کیا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کو پتہ نہیں ہے کہ اس نے کیا کیا لیکن اس نے دھاگے کو گرہ لگا دی اور دھاگے کو گرہ لگانا بھی بڑا کام ہے حالانکہ یہ معمولی کام ہے۔ اگر آپ سفر کر رہے ہیں تو سفر کے درمیان جوتی کا ٹانکا لگانے والا جو ہے اس کا بڑا مقام ہے' اس طرح آپ کا سفر جاری رہے گا۔ گھوڑے کا نعل جس نے لگایا' آپ گھوڑا ہی اس کے نام کر دو۔ تو یہ اتنا بڑا مقام ہے۔ یہ تو تم چھوٹے بڑے کی بحث کر رہے ہو' دراصل سفر کی بات ہے اور چھوٹے بڑے کی بات نہیں ہے۔ جو ٹھہرنے والا ہوتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ چھوٹا کام ہے یہ بڑا کام ہے اور یہ ایسا کام ہے۔ مثلاً ایک بزرگ کا فنکشن ہو رہا ہے' ایک پیر خانہ چل رہا ہے' پیر خانہ اپنے جملہ معانی میں چل رہا ہے' آنے والے مہمان آ رہے ہیں' علم والے آ رہے ہیں' سوال والے آ رہے ہیں' مرتبہ والے آ رہے ہیں' لینے والے آ رہے ہیں' دینے والے آ رہے ہیں' کھانا پکانے والے آ رہے ہیں' کھانے والے آ رہے ہیں' انگریز بھی آتے ہیں' علم حاصل کرتے ہیں' ایک آدمی آرام سے پیر صاحب کے پاس گیا اور وہاں آرام سے بیٹھا ہوا اس دیگ کے نیچے لکڑیاں جلا رہا ہے۔ جب اس پیر خانہ کے ٹوٹل نمبر لگیں گے یعنی کہ جب مقام آئے گا کہ پیر خانہ جو ہے وہ نمبر لگائے تو لکڑی جلانے والے کے بھی سو بٹہ سو نمبر ہوں گے۔

لکڑی جلانے والا اُتنا اہم ہے جتنا پیر صاحب خود آپ۔ لکڑی جلانے والا کتنا اہم ہے؟ جتنا پیر صاحب خود آپ۔ کیوں کہ اس لکڑی جلانے والے کی Contribution' کوشش جو ہے اس سارے فنکشن کو چلا رہی ہے۔ تو پیر کس کا نام ہے؟ پھر درود یورا کا نام پیر ہو جاتا ہے' پھر چھوٹا بڑا نہیں رہ جاتا ہے' چھوٹا بڑا تو صرف بنانے میں کام آیا' جب بن گیا تو سارے کا سارا کیا ہو گیا؟ ایک پیر بن گیا۔ حالانکہ وہ لکڑی والا ان پڑھ ہوتا ہے' علم تو پیر صاحب بیان کرتے ہیں اور لوگ ان کے پاس سے علم لے رہے ہیں اور جو لکڑیاں جلانے والا ہے وہ اس علم والے کو جلا رہا ہے۔ پیر صاحب کا علم تو زیادہ ہے مگر وہ لکڑیاں جلانے والے تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔ اگر پیر صاحب کو کہیں کہ لکڑیاں آپ جلائیں تو ان کو اس علم کی سمجھ آ جائے گی۔ تو لکڑیاں جلانے والا کام بہت مشکل ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کام جو خلوص کے ساتھ اس Main کام کو مکمل کرنے کے لیے ہو رہا ہے وہ کام بالکل اور مکمل' اس کے برابر ہے اور اس میں سے وہ بات نکل نہیں سکتی۔ کہیں ایسا نہ سمجھنا کہ یہ بات نکالی جا سکتی ہے' نہیں نکالی جا سکتی۔ تو کون اہم ہے اور کون اہم نہیں ہے؟ سارے ہی اہم ہیں۔ کون سا واقعہ اہم نہیں ہے اور کون سا واقعہ اہم ہے؟ سب برابر ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ تو کامیابی کے وقت سب کامیاب ہوتے ہیں' فتوحات میں جو مال غنیمت آیا ہے' اس میں شامل ہونے والے سب برابر' کوئی مبارک بات ہوئی تو قبول کرنے والے سارے برابر' کوئی فنکشن کامیاب ہو گیا تو مبارک کس کو؟ سب کو برابر' سارے کے سارے جو اس فنکشن میں شامل ہیں۔

تو کبھی یہ نہ کہنا کہ اس کا بڑا مقام ہے اور اس کا چھوٹا مقام ہے۔ چھوٹی چیز کا بھی بڑا مقام ہے۔ گویا کہ فنکشن میں جو شامل ہو اس فنکشن میں اس کا بھی مقام ہے' فنکشن جب اللہ کا گنا جائے تو چھوٹے پیر اور بڑے پیر سب برابر۔ عام طور پر مرید کہتے ہیں کہ میرا پیر ایسا ہے اور تمہارا پیر ایسا۔ یہ نہیں کہنا چاہیے۔ یہ اہم بات ہے۔

سوال :

کیا کوئی سلسلہ طریقت دوسرے سلسلے پر فوقیت رکھتا ہے؟

جواب:

جو بڑا انسان ہوگا' سچا اور سُچا انسان ہوگا' وہ سلسلے کی بجائے مسلمانوں کا خیال کرے گا بلکہ جو سلسلے میں نہیں ہیں ان کا زیادہ خیال کرے گا۔ یہ نہیں ہے کہ اپنے سلسلے کی تعریف کرے اور جو اس میں شامل نہیں ہیں ان کو کمزور سمجھے۔ وہ تو ان کے لیے دعا کرے گا۔ سلسلہ' سلسلے کے ساتھ مقابلہ نہیں کرتا۔ مثلاً اسلام کس کا کام ہے؟ ہمارا کام ہے اور وہ جو دوسرے سلسلے میں بیٹھ کر کام کر رہا ہے اس کی بڑی مہربانی۔ یہ کام کس کا ہو رہا ہے؟ یہ بھی ہمارا ہے۔ اگر آپ کا سُچا سلسلہ ہے تو دوسرا آدمی جو اسی سلسلے میں کام کر رہا ہے یعنی مسلمانوں کو اسلام کی طرف راغب کر رہا ہے تو وہ بھی بڑا کام ہے۔ وہ مولوی جو قرآن پڑھا رہا ہے وہ کام کس کا ہے؟ آپ کا کام ہے۔ جو قرآن کے وارث بنے ہوئے ہیں یہ ان کا کام ہے۔ تو وہ آپ کا کام کر رہے ہیں۔ تو جو آپ کو علم سکھا رہے ہیں' وہ کام کس کا ہے؟ آپ ہی کا ہے۔ اس لیے یہ ایسا نہیں ہوتا۔

سوال :

فیض کسے کہا جاتا ہے؟

جواب:

فیض دو چیزوں کو کہتے ہیں' ایک وہ چیز جو آپ کی ضرورت ہو اور آپ کے علم میں ہو اور دوسرا اس کو کہتے ہیں جو ضرورت تو ہو لیکن علم میں نہ ہو۔ ضرورت کسے کہتے ہیں؟ ضرورت وہ جو وجود کی نہ ہو' وہ چیز جو آپ کے اللہ کے سفر میں' آپ کی رفتار کو صحیح کرے' آپ کی استعداد کے اندر ایسی چیز کا حاصل ہو جانا جہاں وہ استعداد پہنچ سکتی ہے' علم کے بغیر یا عمل کے بغیر۔ اس لیے اس کو فیض کہتے ہیں۔ اگر وہ علم کے ساتھ یا عمل کے ساتھ یا کوشش سے حاصل ہو تو اس کو نتیجہ کہتے ہیں۔ یہ آپ کا حاصل ہے۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ حاصل۔ فیض کیا ہے؟ کہ حاصل ہو جائے' حاصل کی تمنا کیے بغیر۔ تو اس کو فیض کہتے ہیں' ورنہ لوگ حاصل تو کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً کوئی پہاڑ پر چلا گیا' کہتا ہے کیسے گیا؟ یہاں پہلے ایک وادی میں' پھر وہ ایک منزل چلا' پھر وہ دوسری منزل چلا' چلتے چلتے قدم بہ قدم آخر پندرہ منزلیں طے کرتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ تو یہ کیسے ہو گیا؟ یہ حاصل کہلاتا ہے۔ اور فیض کیا ہے؟ اسے میں نے دیکھا تو یہاں تھا اور پھر دیکھا تو وہ وہاں تھا۔ یہ سوال پوچھا تھا کسی آدمی نے کسی اور آدمی سے' ہوا یہ کہ یہاں ایک درویش ہوتے تھے جس زمانے میں دریائے راوی قلعہ کے پاس بہتا تھا' جس کو آپ پرانا دریا کہتے ہیں یا بوڑھا دریا کہتے ہیں۔ ایک درویش دریا میں بیٹھ کر عبادت کرتے تھے' لاہور ہی کا واقعہ ہے' بادشاہِ وقت کو خبر ہو گئی کہ یہ بندہ بہت درویش ہے' بڑی

عبادت کرتا ہے اور اس کے پاس کوئی فیض ہے۔ اس نے کہا پتہ کریں کہ یہ فیض ہوتا کیا ہے؟ انہوں نے درویش کو پیغام بھیجا کہ جہاں پناہ آپ کو یاد فرما رہے ہیں' کبھی آپ کا سوئے قلعہ گزر ہو تو بادشاہ کی جان خوشی میں آ جائے اور آپ کو مالا مال کیا جائے گا' انعام دیا جائے گا۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ میں نہیں آتا۔ دوسری بار پھر پیغام آیا کہ آپ ہم پر مہربانی فرمائیں اور ہمارے محل میں تشریف لائیں' کبھی سوئے ما تشریف لائیں۔ انہوں نے کہ ہم جاتے نہیں کسی کے ہاں۔ پھر انہوں نے کہا بادشاہ کی حالت خراب ہے' آپ کو یاد کر رہے ہیں اور آپ سے درخواست ہے کہ آپ مہربانی فرما کر ہم پر یہ احسان فرمائیں کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم بڑے بے تاب ہو تو میں ایک شرط پہ آتا ہوں' شرط یہ ہے کہ قلعے کی جو دیوار ہے اس کے اوپر سے ایک پالکی بھیجو' میں نے سیڑھیوں کے راستے سے نہیں آنا' پالکی بھیجو تو میں اس میں بیٹھ کر آپ کے پاس آؤں گا۔ تو پھر بادشاہ نے ایسے ہی کیا' پالکی نیچے کی گئی' جناب اس میں تشریف رکھ کر اوپر آ گئے' بادشاہ نے کہا السلام علیکم اور پھر کہا کہ ہم نے آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے' سوال یہ ہے کہ فیض کسے کہتے ہیں اور آپ نے اللہ کو کیسے پایا؟ انہوں نے کہا اس طرح پایا جس طرح تو نے مجھے پایا ہے' تو نے اوپر سے پالکی بھیجی اور میں اوپر چلا آیا..... بات اتنی ساری ہے کہ میں سیڑھیوں کے راستے نہیں آیا ہوں' سیڑھیوں کے راستے سے جانا ایسے ہے جیسے عبادت کا راستہ ہے اور اوپر سے اگر پالکی آ جائے تو یہ فیض کا راستہ ہے۔ ان کا نام تھا شاہ حسینؒ اور شاہ حسینؒ تو پھر مادھو لعل حسینؒ ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ

انہوں نے کہا کہ یہ ہے طریقہ اور فیض یہی ہے۔ تو فیض پانے کے لیے بزرگوں نے ترتیب بنائی ہے۔ ایک ترتیب ہے صعودی اور دوسری ہے نزولی۔ صعودی کا مطلب یہ ہے کہ قدم بہ قدم چڑھتے جاؤ' چڑھتے جاؤ' جو نماز پڑھو گے ثواب' جو نہیں پڑھو گے تکلیف' پھر اگر قضاء کر دی ہے تو آپ کو الٹا لٹکا دیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ منزل بہ منزل چلتے جاؤ' اگر وہ کہتا ہے کہ صبح کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو اسے کہا جاتا ہے خبردار آئندہ قضا نہ کرنا' برباد ہو جاؤ گے۔ تو یہ ہے مسلسل چلتے جانا' چلتے جانا یعنی کہ نیچے سے اوپر کی طرف' اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اللہ کی طرف انسان کا رجوع جو ہے وہ صعودی کہلاتا ہے۔ اور اللہ کا رجوع بھی تو ہے انسان کی طرف' آپ کے ہاں اللہ کے تذکرے ہیں اور اللہ کے ہاں انسانوں کے تذکرے ہیں۔ اللہ کی آپ کوئی بھی بات دیکھیں تو انسانوں کی ہو گی۔ اللہ اگر بات کرتا ہے تو انسانوں کی ہے' سارا قرآن انسانوں کے بارے میں ہے اگرچہ اللہ کا کلام ہے۔ آپ شروع کر لو تو الٓمٓ سے والناس تک سارا ہی انسان کا ذکر ہے اور یہ سارا خدا کا کلام ہے۔ کلام سارا اللہ کا اور ذکر سارا انسانوں کا۔ کبھی آپ اس بات پہ غور کر لیں تو آپ حیران ہو جائیں گے کہ اللہ کے ہاں ذکر ہی انسان کا ہے' پیغمبروں کا' ماننے والوں کا' باغیوں کا۔ تو یہ تین چیزیں ہیں' پیغمبر' ان کے ماننے والے اور ان کے باغی۔ کائنات اور انسان کے لیے کیا رکھا گیا ہے' آنے والے زمانے میں انسان کو کیا ملے گا اور انسان کہاں سے آیا' کیسے پیدا ہوا اور کہاں پہ جانا ہے' سارا قرآن ٹوٹل انسان اور ٹوٹل اللہ۔ بیان کرنے والا کون ہے؟ اللہ! تو گویا کہ اللہ کریم جب بھی بیان فرماتا ہے تو انسان کو ہی

بیان کرتا ہے اور انسان کی شرافت یہ ہے کہ وہ جب بھی بیان کرے تو اللہ کو بیان کرے' انسان جب بھی ذکر کرے اللہ کا ذکر کرے۔ تو جب اللہ انسان پر رحمت کرے فیض کرے' اس سے رابطہ کرے تو یہ نزولی نظام ہے۔ گویا کہ آپ اللہ کی طرف چلو تو یہ صعودی نظام ہے اور وہ مائل بہ کرم ہو تو یہ نزولی نظام ہے۔ اللہ کریم انسان کی طرف مائل بہ کرم ہے۔ اس نے فرمایا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے انسان کو تخلیق کیا' اس لیے کہ پہچانا جاؤں بلکہ میں نے یہ چاہا کہ تو بھی پہچانا جائے تو تجھے تخلیق کیا۔ کچھ لوگ محنت کرتے کرتے رائٹر بنتے ہیں' تحریر لکھتے ہیں' شعر بھی کہتے ہیں اور کچھ لوگوں پہ یہ پیدائشی وارد ہے۔ آپ نے کبھی دیکھا؟ کسی کا پیدائشی طور پر اچھا گلا ہے۔ کہتا ہے تو نے کون سی جگہ سے سیکھا؟ اس نے کہا نہیں پیدائشی طور پر میرا گلا اچھا ہے۔ کوئی آدمی پیدائشی طور پر تصویر بنانا جانتا ہے۔ سقراط نے کہاں پہ کون سے سکول میں تعلیم حاصل کی؟ کہتا ہے کوئی تعلیم حاصل نہیں کی۔ وارث شاہ" کہاں کے پڑھے ہوئے ہیں' پنجاب یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے ہوں گے؟ تب تو پنجاب یونیورسٹی نہیں ہوتی تھی۔ غالب جو ہے کیا وہ علی گڑھ یونیورسٹی کا طالب علم تھا؟ وہ طالب علم ہی نہیں تھا۔ اس طرح انگریزی میں شیکسپیئر کو دیکھ لو۔ یہ کسی جگہ کا تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ تو یہ Nature کی یونیورسٹی ہے' قدرت کی اپنی۔ ثابت یہ ہوا کہ ہمارے دور تک بھی یہ نظر آ رہا ہے کہ کچھ لوگ جو ہیں یہ اُمی ہیں یعنی بغیر استاد کے ہیں۔ تو اللہ جو ہے اپنی طرف سے یہ بناتا رہتا ہے' عطا کرتا رہتا ہے۔ کچھ لوگ تو اپنے آپ کو محنت سے خوب صورت بنائیں گے اور کچھ لوگ محنت کے بغیر پیدا ہی خوب صورت

ہو گئے۔ تو یہ کیا بات ہے؟ کبھی آپ نے کسی کو خوب صورت بنتے دیکھا اور کیا آپ کو اس سے محبت ہوئی؟ مدعا یہ ہے کہ وہ چہرہ ہی خوب صورت ہو گیا اور انسان کی زندگی میں انقلاب آ گیا۔ تو اللہ کریم کی طرف سے انسان کو جو عطا ہوتی ہے یہ سارے کا سارا فیض ہے۔ تو فیض یہ ہے کہ کچھ لوگ محنت کرتے کرتے رسائی حاصل کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو آسانی سے مل جاتا ہے ۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ نہ کوئی دُور کی بات ہے اور نہ قریب کی بات ہے' بس جس کو چاہا اس پہ مہربانی کر دی' یہ جو مہربانی ہوتی ہے اس کو ہم کہتے ہیں فیض یا فضل یا احسان۔ تو فیض کیا ہوتا ہے؟ اس کی مہربانی۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک درویش کہیں جا رہا تھا' گلیوں میں سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ بچیاں تندور پر روٹیاں لگوانے جا رہی ہیں۔ تو ایک بچی دوسرے بچی سے کہتی ہے کہ دیکھو تم ابھی تو گئی ہو اور ابھی روٹی لگوا کے آ گئی ہو۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ میری روٹیاں تو جاتے ہی لگ گئی ہیں۔ اتنی سی بات اس درویش نے سنی اور کہتا ہے کہ قسمت والے ہیں جن کی جاتے ہی لگ گئی ہیں۔ اس طرح وہ درویش فیض یاب ہو گیا' کپڑے پھاڑ کر نکل گیا تو وہ قسمت والے تھے جن کی روٹیاں جاتے ہی لگ گئی ہیں۔ تو اس درویش نے کچھ اور ہی سمجھا کہ ''جاتے ہی لگ گئی ہیں'' کا کیا مطلب ہے۔ اس کا نصیب ہے کہ کون سی بات سے کون سا علم سیکھ لیا' بات کون سی ہے اور علم کون سا لے گیا۔

ایک درویش نے ایک ہندو لڑکی کو دیکھا' وہ بڑی خوب صورت سی لڑکی

تھی۔ درویش نے وہیں کھڑے کھڑے سوچا کہ یا اللہ اس کو آپ نے دوزخ کے لیے پیدا کیا' ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ جنت میں جائے تو وہ لڑکی وہیں کلمہ پڑھنے لگ گئی۔ تو درویش کی آرزو پوری ہوگئی۔ مطلب یہ ہے کہ اب اس کا نصیب دیکھو کہ کیا ہے' اس کو نصیب والے نے دیکھا اور اس کا نصیب بدل گیا۔ تو یہ فیض ہے۔ تو ایسے لوگ بھی تھے جو دیکھتے ہی کلمہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ تو اس درویش کے سوچنے سے لوگ کلمہ پڑھتے تھے۔ تو اس لڑکی نے کلمہ پڑھ لیا۔ پھر اس پر مقدمہ چلا۔ مقدمہ کسی سکھ کی عدالت میں پیش ہوا۔ یہ پرانے زمانے کی بات ہے۔ باباجیؒ اس سکھ کے پاس گئے اور کہا کہ یہ تو ایسے ہی بدنام کرتے ہیں کہ میں کلمہ پڑھاتا پھرتا ہوں' میں نے تو کسی کو کلمہ نہیں پڑھایا' یہ جو آپ کا ریڈر بیٹھا ہوا ہے اسے کیا میں نے کلمہ پڑھایا ہے۔ تو وہ ریڈر بھی کلمہ پڑھ گیا۔ اور یہاں پر آپ مجسٹریٹ بیٹھے ہیں تو کیا آپ کو میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ تو وہ جج بھی کلمہ پڑھ گیا۔ پھر کہتے ہیں یہ جو سارے بیٹھے ہیں کیا انہیں ہم نے کلمہ پڑھایا ہے؟ وہ سارے کلمہ پڑھنا شروع ہو گئے۔ کہتے ہیں میں نے کسی کو کلمہ نہیں پڑھایا' بھلا میں کسی کو کلمہ پڑھا سکتا ہوں؟ تو یہ سارا فیض ہے اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔ تو فیض کیا ہوا؟ فیض دینے والا مل جائے تو فیض ہی فیض ہے۔ تو کچھ لوگ ہوتے ہیں فیض دینے والے' ان کا نام ہے فیض رساں' نام کیا ہے؟ فیض رساں۔ وہ ہر دور میں رہتے ہیں' ہر مقام پر رہتے ہیں یا یہ کہو کہ ایک دور میں رہتے ہیں ہر دور کے لیے۔ یہ بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دور کا انسان ایک ہی ہوگا یا سارا دور ہی ان کا اپنا ہوگا۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ فیض رساں۔ وہ

جدھر سے گزر گئے فیض دیتے چلے گئے۔ اس کے نام میں فیض ہے' اس کی نگاہ میں فیض ہے' اس کے ملنے میں فیض ہے' اس کی یاد میں فیض ہے' اور وہ فیض ہی فیض ہے۔ اس کا نام لینے سے فیض ہے۔ پہلے وہ اپنا نام دیتا ہے پھر ساتھ ہی فیض دے دیتا ہے۔ وہ فیض والا انسان ہی ہوتا ہے۔ اللہ کا فیض بھی انسان کے ذریعے ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان ہے' اپنا فیض بھی انسان کے ذریعے دیتا ہے' اپنا کلمہ جو ہے اس میں بھی ساتھ انسان کو ملاتا ہے' وہ انسان کے بالکل ساتھ ہی ہے' کہتا ہے تم میرے ساتھ کسی کو نہ ملاؤ مگر میں ضرور ملاؤں گا۔ کیا کہتا ہے؟ تم میرے ساتھ کسی کو نہ ملاؤ لیکن میں ضرور ملاؤں گا۔ کہتا ہے شرک نہ کرنا اور پھر یہ کہتا ہے کہ جس نے میرے حبیبؐ سے محبت نہیں کی اس نے میرے سے کیا محبت کرنی ہے۔ تو آپ نے شرک نہیں کرنا۔ شرک کا مطلب ہے کسی کی عبادت نہیں کرنی عبادت کا انداز نہیں کرنا مگر محبت میں ہر ایک کو وہ خود ہی شریک کرتا ہے۔ جن سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کے محبوبؐ ہیں۔ تو یہ راز ہے۔ تو فیض کیا ہے؟ فیض یہ ہے کہ استحقاق کے علاوہ ملنا' حق کے علاوہ ملنا' محنت سے زیادہ ملنا' برداشت کا بڑھا دینا اور پھر برداشت کو بڑھا کر عطا کرنا' جھولی کو بھی پھیلا دینا اور اسے بھر بھی دینا۔ تو یہ اللہ کا کام ہے اور وہ دیتا رہتا ہے' دیتا ہی چلا جاتا ہے' سائل کو آداب بھی سکھاتا ہے اور پھر سوال بھی پورا کرتا ہے۔ یہ کہاں سے آتا ہے؟ ترتیبِ نزولی میں آتا ہے' اوپر سے آتا ہے' جس طرح اس نے کائنات چاند ستاروں سے سجا کر رکھی ہے' تو یہ فیض ہے۔ سب فیض بنا کے رکھا ہے' اور تم سے کیا کہا؟ نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو اور آگے سارا منظر بنا ہوا ہے۔ اس کو فیض کہتے ہیں۔

اب سائنس بھی سیاروں کے پاس جا رہی ہے۔ تو یہ کیا ہے؟ وہ بیچاری ہے' یہ اس کی صعودی کوشش ہے۔ چاند کے پاس جائے گی' سیاروں کے پاس جائے گی اور اگر آپ کی نگاہ اٹھ جائے تو آپ ایک جنبش میں ہزاروں منظر دیکھ لیں' اٹھارہ ہزار عالم دیکھ سکتے ہیں۔ پھر یہ فیض ہے۔ عطا فیض ہے اور یہ کائنات کو بدل دیتی ہے' جہاں بدل جاتا ہے' تصور بدل جاتا ہے ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حُسن کی جلوہ گاہ میں
اب نہ زمین نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لامکاں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے مری نگاہ میں

جب فیض آیا تو کیا ہو گیا؟ وہ زمین و آسمان بدل گئے۔ کہتا ہے اب وہی زمین تو ہے لیکن بدل گئی' وہی رنگ ہے لیکن بدل گیا' وہی مزاج ہے لیکن بدل گیا' سارا Concept of Life بدل گیا' Pattern of Life بدل گیا' زندگی کا نظریہ بدل گیا اور زندگی کا طور بدل گیا ..... تو یہ فیض ہوتا ہے۔

سوال :

کیا صاحب مزار کسی کا استقبال کرنے کے لیے مزار سے باہر آ سکتے ہیں؟

جواب:

اب اس سے آگے پوچھنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو یہ گزرا ہوا واقعہ ہے' اس کو پی جاؤ' بھول جاؤ اور چپ ہی کر جاؤ' وہ بات پوچھنی چاہیے جس کے پوچھنے سے آپ کے عمل میں فرق پڑنے کی گنجائش ہو۔ جس

بات کے پوچھنے سے عمل میں فرق نہ آئے' علم میں بھی فرق نہ آئے تو وہ نہ پوچھنا۔ ایسی بات پوچھیں جس سے آپ کی زندگی میں فرق آئے۔ صرف وضاحت برائے وضاحت کے لیے نہ پوچھنا۔

سوال :

کیا صاحب قبر کسی آنے والے کو متاثر نہیں کر سکتے؟

جواب:

مزار پر مہمان کا آنا ہی تو صاحب مزار کی تاثیر ہے' لوگ تو زندہ کے پاس نہیں جاتے پھر مزار پہ کون جاتا ہے۔ تاثیر تو صاحب مزار نے پہلے بھیجی ہے اور بلایا بعد میں ہے۔ کسی قبر کے پاس بغیر دعوت کے چلے جانا بڑی تاثیر کی بات ہے' لوگ یا تو جاتے ہیں منسٹر کے پاس' یا پھر وہاں جاتے ہیں جہاں کام ہو' یا دفتر میں جائیں گے ورنہ تو اپنے گھر نہیں جاتے' اور رشتہ داروں کے پاس نہیں جاتے بلکہ بعض اوقات جنازے پہ بھی نہیں جاتے کیوں کہ ٹائم نہیں ہوتا اور شادی پہ نہیں جاتے کیوں کہ وقت نہیں ہوتا۔ تو نہ مرگ میں اور نہ شادی میں جاتے ہیں بلکہ اپنے گھر میں نہیں جاتے۔ کہتے ہیں کہ ٹائم نہیں ہے۔ ایسے ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ وقت ہی نہیں ہوتا۔ تو کسی مزار والے کے پاس چلے جانا جو ہے اس کو مزار کا فیض کہیں گے کہ وہ بزرگ' مزار میں ہونے کے بعد بھی زندہ انسانوں کو رجوع کراتا ہے۔ تو یہ بڑی بات ہے۔ پھر فیض تو فیض ہے' وہ متاثر تو کر رہا ہے' آپ کو بلا کے متاثر کرنا' یہ اس کی مرضی ہے اور بلائے بغیر متاثر کرنا یہ بھی اس کی مرضی ہے۔ تو دائرہ تاثیر جو ہے وہ قلوب کے ساتھ ہے اور دائرہ تاثیر جو ہے وہ جغرافیے کے

ساتھ نہیں ہے کہ اتنے میل میں وہ تاثیر کرے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ ایک آدمی جو اس بزرگ کا چاہنے والا یا ماننے والا ہے وہ اگر کسی دور دراز علاقے میں بھی ہوگا وہاں اس بزرگ کی تاثیر رہتی ہے اور مزار کی بھی تاثیر رہتی ہے۔ یہ صاحب مزار کی مرضی ہے۔ تو صاحب مزار جو ہے دراصل وہ انسانی دلوں میں رہتا ہے۔ تو یہ ایک راز ہے جس کا اسلام نے انکشاف کیا ہے کہ ہمارے ہاں مزار جو ہے یہ مزار Dead نہیں ہے' مردہ نہیں ہے بلکہ ہر مزار کی تاثیر الگ الگ ہے۔ اگر آپ کو پتہ نہیں ہے کہ یہاں کون ہے مگر جب اس مزار پہ آپ جاؤ گے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ یہاں کسی معصوم کی قبر ہے' یہاں کسی شہید کی قبر ہے' یہاں کوئی جلالی بندہ ہے اور یہاں تو جمال ہی جمال ہے۔ تو یہ خود بخود ہوتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد یہ آپ میں پیدا ہو جاتا ہے اور پھر آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ مثلاً پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں قبر کوئی نہیں ہے لیکن یہاں قبر ہونی چاہیے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تلاش کرو' تاریخ پڑھو یا پتہ کرو..... پھر پتہ چلتا ہے کہ یہاں تو نیچے قبر ہے' پھر باقاعدہ قبر کا نشان اور تعویذ مل گیا تو یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہاں یہ بات ہے۔ اس لیے جو جانے والے ہیں وہ جاتے کوئی نہیں ہیں بلکہ وہیں رہتے ہیں۔ اس لیے وہ صاحب مزار تاثیر کرتا ہے' سب پر نہیں کرتا بلکہ یہ تاثیر والوں پر تاثیر ہوتی ہے۔ اگر نہ ہو تو زندگی میں بھی نہیں ہوتی اور یہ سب پر نہیں ہوتی۔ تو یہ لوگ مر کر بھی زندہ ہیں اور کچھ لوگ زندگی میں بھی مرے پڑے ہیں۔ تاثیر کو یوں سمجھو کہ کچھ لوگ مزار پر دلچسپی کے ساتھ' غور کے ساتھ اور عقیدت کے ساتھ قرآن پڑھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور ادب کے ساتھ جاتے ہیں' رجوع کرتے ہیں

اور وضو ہو جاتا ہے یعنی کہ وہ ایک درویش ہے اور اس کے ساتھ عقیدت جو ہے یہ ان کا فیض ہے۔ آپ اگر کسی مزار پر جائیں تو وہاں اس مزار پر آپ کو کم و بیش اس جیسی زندگی کے ویسے آثار ملیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک درویش کی خوبی قوالی سننا تھی تو آج بھی اس کے مزار کے پاس قوالی ہو گی' یعنی کہ جو اس کی روح کی خوراک تھی وہ وہیں ہو گی۔ اگر ایک درویش قرآن شریف سنتا تھا تو آج بھی وہاں پر قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اس درویش کی زندگی میں جو عام طور پر کیفیت تھی وہ خاص طور پر مرنے کے بعد بھی ویسی رہتی ہے۔ ایک قوالی کو ماننے والے بزرگ ہیں لیکن اب ان کے مزار پہ قوالی نہیں ہوتی' وہ قوالی کو ماننے والے ہیں اور ان کا قوالی میں ہی انتقال ہوا' یہ خواجہ بختیار کاکیؒ ہیں

کشتگان خنجر تسلیم را

ان کا اسی مصرعہ پر انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پھر وہاں پر قوالی نہیں ہوئی۔ تو یہ بھی ایک واقعہ ہے اور یہ بڑے واقعات ہیں۔ تو وہاں کم و بیش ویسی کیفیت قائم رہتی ہے اس لیے آپ وہاں پر جایا کریں' کچھ مانگنے کی بات نہیں ہے لیکن جایا ضرور کریں' ہر صاحب مزار کے پاس جانا بہتر ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ جن لوگوں نے موت کو میلہ بنا دیا وہ کوئی خاص ہی بندے ہوں گے۔ اتنا تو زندگی میلہ نہیں بنتی جتنی ان کی موت بنی ہے.....

سوالی :

علم حاصل کرنے کے شوق کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اب یہ نہ کرنا کہ عشق کرنا شروع کر دینا۔ جب عشق عطا ہوتا ہے تو علم ہی علم بن جاتا ہے' درد عطا ہوتا ہے تو ایسا بیان ہوتا ہے کہ شاعری بن جاتی ہے' ورنہ شاعر بننے کا کوئی اور طریقہ نہیں۔ جب درد عطا ہوتا ہے تو پھر وہ شعر کہنا شروع کر دیتا ہے' اس کے جو آنسو ہوتے ہیں وہ نغمات بن جاتے ہیں' کئی واقعات ہوتے ہیں' اس کے خطوط جو ہیں وہ بعد میں نادر تحریریں بن جاتی ہیں اور بڑے بڑے واقعات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ علم ہی بنتا جا رہا ہے۔ تو علم جو ہے وہ تعلق سے بنتا ہے' علم عطا سے بنتا ہے' علم محبت سے بنتا ہے' محبت کا جب بھی بیان ہوگا وہ علم ہی ہوگا۔ علم تو عطا ہو جاتا ہے لیکن تعلیم جو ہے اس کا شارٹ کٹ کوئی نہیں ہے آپ کو اس کی Get through guide کوئی نہیں ملے گی' تعلیم میں طالب علم کو پڑھنا ہی پڑے گا۔ اگر آپ تعلیم کے زمانے میں ہیں تو آپ کو تعلیم ضرور حاصل کرنی پڑے گی اور علم کا دَور آئے گا تو خود بخود ہی علم مل جائے گا۔ جس طرح کہانی کی بات ہے کہ دنیا میں کہانی کیسے پیدا ہوئی؟ تو کہانی خود بخود ہی پیدا ہوئی' کہانی کا کوئی طریقہ نہیں ہے' پہلا بچہ پیدا ہوا تو کہانی پیدا ہو گئی۔ کسی شخص نے کچھ بیان کیا اور کہانی بن گئی۔ تجربہ' کہانی بنتا ہے' واقعات علم بن جاتے ہیں اور مشاہدہ علم بن جاتا ہے۔ اصلی علم جو ہے یہ محبت ہے' یہ سفر سے بنتا ہے' تو سفر جو ہے یہ خود بخود علم بن جاتا ہے۔ آپ کہاں گئے تھے؟ کہتا ہے میں وہاں گیا تھا'

پھر سفر کا حال بیان کیا تو بولتا چلا گیا..... ایک سفر کیا اور بیس سال سے بیان کرتا جا رہا ہے۔ یہ بھی علم ہے۔ تو مشاہدہ علم بنتا ہے' سفر علم بنتا ہے' تکلیف علم بنتی ہے' محبت علم بنتا ہے اور یہ سارا علم ہی علم ہے۔ بعض اوقات کوئی آدمی پاس سے گزرے تو علم دے جاتا ہے اور جاتے جاتے کہتا ہے یہ سنبھالنا۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ وہ علم دے گیا۔ ایسے بھی کوئی علم دیتا ہے۔ بعض اوقات کوئی ذات دور سے گزرے تب بھی علم دے جاتی ہے۔ بعض اوقات زمانے کا انقلاب آپ کو علم دے جاتا ہے' حالات زمانہ علم بنتا رہتا ہے۔ بعض اوقات علم وراثت میں آتا ہے کہ بظاہر کوئی وجہ نہیں تھی' بس بیٹھے بیٹھے علم نازل ہونا شروع ہو گیا' بعد میں پتہ چلا کہ باپ بیٹے کا علم ایک جیسا ہو گیا۔ تو وہ باپ کا علم تھا جو اندر سے پھوٹ نکلا' جیسے بڑ کے درخت کی جڑ نکلتی ہے۔ تو اندر سے علم پیدا ہو گیا جو ایک ہی جیسا تھا' ایک درخت کا بیٹا بھی اسی درخت کا ہی بیٹا ہو گا یعنی آم کا بیٹا آم ہی ہو گا۔ تو یہی علم ہے' والدین کا علم' بزرگوں کا علم' ماں باپ کا علم انسان کے اندر Generate ہوتا رہتا ہے' اس کا نسخہ کوئی نہیں ہے' بہر حال یہ ہو سکتا ہے۔

سوال :

کسی اہل علم کو دیکھ کر جذبہ تو پیدا ہوتا ہے۔

جواب:

یہ جذبہ سمجھ لو یا رشک' یہ پیدا ہو جاتا ہے مگر یہ اہل علم میں نہیں ہوتا۔ کسی کو دیکھ کر علم نہیں پیدا ہونا چاہیے اور نہ ہو سکتا ہے کیوں کہ ہر ایک کے ساتھ یہ الگ ہی کہانی ہے۔ اگر آپ کسی شاعر کو دیکھ کر شاعر بننا چاہیں تو ایسا نہیں ہو گا' درویش

کو دیکھ کر درویش بننا چاہیں تو ایسا نہیں ہوگا۔ تو یہ رقابت ہوتی ہے' حسد ہوتا ہے' خیال آتا ہے اور بعض اوقات تمنا پیدا ہوتی ہے کہ کاش ہم بھی ایسے ہوتے۔ اگر وہ آرزو یا تمنا درد بن جائے تو پھر بعض اوقات ایسا ہو بھی جاتا ہے۔ اگر تمنا ہو کہ یا اللہ ہم نے بھی ایسا کیا ہوتا' اور یہ آرزو اگر دعا میں چلی گئی تو ایسا ہو جائے گا۔ اور پھر یہ دعا نکلتی ہے تو کام ہوا پڑا ہوتا ہے۔ وہ انسان کہتا ہے کہ ہم یہ دعا لینے گئے تھے' واپس آئے تو ویسے بنے پڑے تھے۔ انسان دعا کی تاثیر بن کر خود ہی آ جاتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے تم کیا مانگ رہے تھے؟ بعض اوقات اسے پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیا مانگ رہا تھا اور آگے سے اسے وہ چیز مل چکی ہوتی ہے۔ کچھ مقامات ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں پر آرزو جو ہے یہ خود بخود حاصل بن جاتی ہے۔ اس مقام پر اگر آرزو مل جائے تو سمجھو حاصل ہو گیا اور یہ بہت بڑا واقعہ ہوتا ہے۔

سوال :

سر !انسان کی بہت سی آرزوئیں نا تمام بھی رہ جاتی ہیں۔

جواب:

بہتر ہے کہ غلط آرزو نا تمام رہے۔ اگر آرزو نا تمام نہ ہو تو پھر بندہ پریشان ہی ہوگا کیوں کہ اس کے اندر آرزوؤں کا تضاد ہے۔ سب آرزوئیں پوری ہونے لگ جائیں تو انسان گرفت میں آ جائے بلکہ مر ہی جائے۔ اس لیے دعا یہ کیا کرو کہ وہ جو آرزو پوری ہونا مناسب نہیں ہے وہ آرزو اول تو پیدا ہی نہ ہو اور اگر پیدا ہو جائے تو پوری نہ ہو' تو یہ بہتر ہے۔ بعض اوقات آرزو کچھ ایسی ہوتی ہے جو پوری نہیں ہوتی اور پھر بھی اٹکی رہتی ہے۔ یہ پتہ ہوتا ہے کہ آرزو نے پورا

نہیں ہونا ہے' پھر بھی اٹک کے رہتی ہے۔ یہ آرزو حسرت کہلاتی ہے۔ اچھا ہوتا ہے کبھی کبھی آرزو کا پورا ہونا۔ کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ حسرت کیا ہے؟ ایک ایسی آرزو جس کے پورے ہونے کا بظاہر یقین نہیں ہے' لیکن وہ پھانس گلے میں اٹک گئی اور اس کی طرف خیال رہتا ہے۔ تو وہ ایک Driving force ہے' حرکت دینے والی طاقت ہے' اس کے ساتھ انسان سفر کرتا رہتا ہے' پھر خیال ادھر کو لوٹ آتا ہے' پھر خیال واپس لوٹ جاتا ہے' چلتا بھی جا رہا ہے اور اس کو یاد بھی کرتا جا رہا ہے' ایسی ناتمام آرزوئیں زندگی کو حرکت دیتی ہیں' درد پیدا کرتی ہیں۔ جو آرزو حسرت ہے وہ اس کا حاصل نہیں تھا' حاصل کبھی بھی نہیں ہوا بلکہ حاصل کی تمنا ہی حسرت بن گئی' یہ بات پھر انسان کو بہت دور تک لے جاتی ہے۔ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات حسرتیں حاصل سے زیادہ قوی ہو جاتی ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا' یہی پیغام ہے۔ وہی پیغام جو پہلے دن ہوتا ہے وہی آخری دن ہوتا ہے۔ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا۔ دعا کرنے کا بھی آپ کو راستہ بتایا گیا ہے لیکن مشورہ یہ ہے کہ دعا کے بغیر ہی چلنے دو' جو وہ کر رہا ہے صحیح کر رہا ہے۔ تو اس کو ہونے دو۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے آپ کی دریافت کرو' آپ کو بتایا گیا ہے کہ آپ کے لیے کیا چیز موزوں ہے اور کیا موزوں نہیں ہے' یہ جو حالاتِ زمانہ ہیں ان میں حالات کی وقت ہے' حالات کو سازگار بناؤ' نہیں تو خود سازگار ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو ٹھیک کرو۔ آج آپ کے پاس تو وہ چیز نہیں جو آپ چاہتے ہیں لیکن جو آپ کے پاس ہے اس کو تو ٹھیک رکھو اور اپنے آپ کو ٹھیک رکھو۔ کل کو یہ نہ ہو کہ آپ کو حاصل تو ہو جائے

لیکن آپ ختم ہوئے پڑے ہوں۔ اگر آپ کو دنیا کی تمنا ہے تو پھر درویشی نہ کرو۔ کل کو کوئی آپ کے پیچھے دنیا کا سامان لے کر پھرتا ہوگا کہ یہ آپ کی گاڑیاں آ گئی ہیں اور آپ ادھر درویش بنے کسی مزار پہ بیٹھے ہوں' اللہ' اللہ کرتے جا رہے ہوں۔ اگر اللہ' اللہ کرنا ہے تو پھر اللہ' اللہ ہی کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو کنفیوز نہ کرنا' جھوٹ نہ بولنا۔ اگر اللہ کی ضرورت ہے تو پھر اللہ کی طرف چل پڑو اور اگر دنیا کی ضرورت ہے تو اللہ اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں کیوں کہ سفر الگ الگ ہے' آپ کا سفر دنیا کا ہے' تو حاصل کرو' محنت کرو۔ یہ اس کے فضل سے ہی ہے کیوں کہ اللہ نے بنایا ہے۔ تو یہ دنیا ہے' یہاں قیام ہے' پھر یہاں سے مسافرت ہے' کفر ہے' کافر ہے' مومن ہے' تو سب کچھ الگ الگ ہے۔ یہاں اپنا خیال واضح کرو کہ آپ یہاں پر کیا چاہتے ہیں' تو اس خیال کے مطابق آپ سفر کریں ورنہ یہ نہ ہو کہ خیال کچھ اور ہو اور سفر کہیں اور ہو ۔

اس درد سے جیا بھی تو کیا خاک میں جیا
دل تھا کہیں نظر تھی کہیں میں کہیں رہا

پھر تو یہ بات نہ ہوئی ۔ جہاں دل ہے وہیں نظر ہونی چاہیے۔ انسان اپنے آپ کو خود ہی پریشان کرتا ہے۔ بزرگوں کے پاس ضرور جاؤ' ان کے مزار پہ اگر جا رہے ہو تو مزار پر جا کر آپ یہ نہ کہنا کہ اے صاحب مزار مجھے کوئی کاروبار دے دو۔ صاحب مزار نے اپنا کاروبار نہیں چلایا۔ وہ تو لنگر کھلا رہے ہیں' لاتا کوئی اور ہے۔ صاحب مزار سے تو پھر صاحب مزار ہی کو مانگو' صاحب مزار کے ساتھ دھوکہ نہ کرو' وہ ایک اور طرح کی زندگی دے رہا ہے اور آپ ایک اور زندگی مانگ

رہے ہیں۔ وہ اپنا نظام چلا رہا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ہمارا نظام چلاؤ۔ اس لیے دھوکہ کرنا بند کر دیا جائے' صاحبِ مزار سے صاحبِ مزار کو مانگو۔ مثلاً آپ داتا صاحبؒ جاتے ہیں' وہاں داتا صاحبؒ "گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ہیں' وہاں گنج بخشی بھی ہے' اب وہاں جا کے یہ نہ کہنا کہ آپ تو گنج بخش ہیں' ہمیں خزانہ دے دیں تو آپ کا کیا جاتا ہے۔ وہ گنج بخش اس خزانے کا نہیں ہے بلکہ وہ علم کا خزانہ ہے' نورانی خزانہ ہے اور فیض کا خزانہ ہے۔ یہ بڑی حماقت کی بات ہے کہ داتا صاحبؒ پر جا کے تم دنیا کے پرابلم بیان کرو۔ تو اپنے پرابلم خود حل کرو۔ اس لیے وہاں جا کے ان کے حکم کی زندگی کا تصور مانگنا جو ہے ان کی خوشی کی بات ہے۔ آپ یہ مانگیں کہ جس کام کے لیے آپ نے اپنا وطن چھوڑا' جس دین کے لیے غزنی سے لاہور تشریف لائے' اس دین کے تصور' دین کے سوز اور دین کی محبت کا ایک ذرہ ہمیں بھی عطا ہو۔ ورنہ تو آپ یہاں سے بھی دنیا ہی مانگتے جائیں گے۔ تو صاحبانِ آستانہ کو اپنی خواہشات کے لیے استعمال کرنے سے آپ نے کوئی اچھا کام نہیں کیا' اس سے بچیں۔

سوال :

جو شخص تکلیف میں ہوگا وہ تو مانگے گا۔

جواب:

آپ نے وہ چیز تو دیکھی نہیں ہے جو تکلیف آپ کو اصل میں ہے۔ یہ جو تکلیف آپ کو ہے یعنی دنیا کی تو یہ تو آپ کو ایک سرسری تکلیف ہے۔ جس وقت آپ کو اصل تکلیف آنی ہے' جب سورج سوا نیزے پہ سر پر ہوگا' حالاتِ زمانہ

کچھ اور ہوں گے اور آپ کے میزان میں کمزوری ہوگی' اس وقت جو تکلیف ہوگی اس کا تدارک آج ہی کر لو۔ اس وقت آپ کے کمائے ہوئے پیسے ترازو میں کام نہیں آئیں گے' اور وہ وقت دور بھی نہیں ہے' اگر یہ کہا جائے کہ ہم مجبور تھے' ہم کیا کرتے' تو اس وقت یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ پھر اللہ میاں فرمائیں گے جاؤ کسی انسان سے نیکی مانگ لاؤ اگر کوئی کمی بیشی ہے۔ پھر آپ بیٹے کے پاس جائیں گے اور کہیں گے تیری وجہ سے میں نے نیکی چھوڑی' آج تیرے پاس اگر کوئی ایک آدھ نیکی ہے تو آدھا حصہ مجھے دے دو۔ بیٹا کہے گا ابا حضور' آپ نے اپنا کام کیا ہم نے اپنا کام کیا' یہاں کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے' آپ اپنا بوجھ آپ ہی اٹھائیں۔ پھر وہ بھائی کے پاس جائے گا' دوستوں کے پاس جائے گا' جن کے لیے مزاروں پر گنڈا کھٹکھٹایا تھا' تب اپنی عاقبت نہ مانگی بلکہ اپنی اولاد کے لیے اور بہتر حالات کے لیے مانگا۔ پھر وہ واپس منہ لٹکا کے اللہ کے پاس آئے گا۔ تب اللہ میاں کہے گا کہ تم نے ان لوگوں کے لیے مجھے چھوڑا جو تمہاری مجبوریاں تھے' اگر یہ مجبوریاں تھیں تو یہاں سے تجھے کچھ نہیں ملا' اب اگر کچھ کمی و بیشی ہے تو ہم رحم والے ہیں۔ ہم ابھی معاف کر دیتے ہیں۔ تو یہ اس کی مہربانی ہوگی۔ لیکن آپ نے اپنے لیے تو کوئی کام نہ کیا۔ ان لوگوں کے لیے تم اللہ کو چھوڑ رہے ہو' ابھی کافی وقت ہے' تو اب اپنے آپ کو بھی چھوڑ دو' آپ کی عمر آدھی سے زیادہ گزر گئی ہے' اب آپ سفر کی بات سوچیں' یہاں ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے بلکہ نکلنے کی آسانی کا سوچو۔ اب یہ نہ کہنا کہ میں کیا کروں' مجبور انسان ہوں' میں نے مکان بنانا ہے' میرے بیٹے کی شادی ہونی ہے' بیٹوں کی شادی

ہونی ہے' میرے بعد کیا ہوگا' میرے بغیر اولاد چل نہیں سکتی ..... ابھی آپ مر جائیں گے تو اولاد ایسے چلے گی کہ آپ کو یاد ہی نہیں کرے گی' وہ اولاد جو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے بغیر نہیں چل سکتی۔ آپ کے ابا زندہ نہیں ہیں اور آپ ان کے بغیر چل رہے ہیں۔ اب یہ نہ کہنا کہ ہم تو چل رہے ہیں لیکن ہماری اولاد ہمارے بغیر نہیں چلے گی۔ تو ہر آدمی کی اولاد چلتی جا رہی ہے اور ہمیشہ سے ہی چلتی جا رہی ہے۔

سوال:

پھر حقوق العباد کیا ہیں؟

جواب:

حقوق العباد تو بالکل ٹھیک ہیں مگر اب آپ اپنی بات کو جائز ثابت کرنے کے لیے حقوق العباد کا سوال کر رہے ہیں مگر اس وقت ''عباد'' کام نہیں آئیں گے۔ یعنی لوگ کام نہیں آئیں گے۔ اس لیے لوگوں کے حقوق بھی پورے کرو اور ان آستانوں پر جا کے حقوقِ آخرت کو بھی دریافت کرو' کیونکہ جب آپ وہاں ہوں گے تو لوگ کام نہیں آئیں گے' واقعہ ابھی سے شروع ہونے والا ہے اور انسان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ میں نے جانا بھی ہے۔ اس لیے ''عباد'' کو عباد کے پاس چھوڑو اور ان بندوں کو دعا دے دو' آپ اپنی اولاد کے لیے ''صاحب مزار'' ہیں' تو آپ دعا کرو اولاد کے لیے کہ یا اللہ میری اولاد پر مہربانی کرتے رہنا۔ آپ خود اپنا سفر ٹھیک کرو' یہ نہ ہو کہ آپ ہر بار صاحب مزار کا کنڈا کھٹکھٹاؤ اور ہر بار ہی اولاد کے لیے کوئی چیز مانگو۔ تو دنیاوی چیزیں جو ہیں وہاں نہیں

ہوتیں۔ میں نے آپ کو کئی دفعہ بتایا ہے کہ بزرگوں کے پاس جا کے جب کوئی دنیا کی چیز مانگی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی چیزیں دنیا سے لو اور اُن کے پاس سے وہ چیز لو جو اُن کے پاس ہے۔

سوال:

یہ آزمایا ہوا ہے کہ صاحب مزار ہر چیز دیتے ہیں۔

جواب:

وہ دیتے ضرور ہیں' آپ نے لیا بھی ہے اور اب بھی لیں گے لیکن جو چیز لینے والی تھی وہ آپ چھوڑ آئے۔ جو چیز جب آپ کے پاس ہوتی ہے تو اس کے ہونے سے آپ کی ضرورت نظر انداز ہو جاتی ہے۔ جس کے پاس وہ چیز ہے وہ اس طرح بے تحاشہ ضرورت کے پیچھے نہیں پڑتا۔ مثلاً آپ کو کستوری خریدنے کے لیے بھیجا تھا مگر آپ ہینگ خرید کے آ گئے' تو آپ نے یہ اچھا نہیں کیا۔ آپ نے جواز تو بہت بنایا ہوا ہے کہ یہ چیز ضروری ہے لیکن جب آپ کی آنکھ کھلے گی تو اُس وقت آپ کو فرق محسوس ہوگا کہ وہاں پر اس کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔ یعنی جس صاحب مزار سے آپ تھوڑی چیز لے کر آ رہے ہیں' اس نے آپ کو وہ عطا کر دی اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے' مبارک ہو' لیکن جب پتہ چلے گا کہ اس صاحب مزار کے پاس اور بہت کچھ تھا اور آپ اُس سے لے سکتے تھے مگر آپ نے نہ لیا' تو بہت بڑا افسوس ہوگا۔ تو بہت کچھ مل سکتا تھا' لیکن آپ نے نہ لیا۔ اُس وقت آپ کے لیے افسوس کا مقام ہوگا۔ اس لیے یہ دعا کرنی چاہیے کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ کے لیے کیا چیز صحیح ہے۔ سلطان باہوؒ کے پاس جا کر اگر

آپ پیسے ہی لے کر آ گئے تو پھر آپ نے کیا کیا۔ یہ کوئی بات تو نہ بنی حالانکہ ملتا ہے' خزانہ لے کر آپ آ گئے' بڑی اچھی بات ہے۔ ایسا آدمی کہتا ہے کہ پیر صاحب بڑے مہربان ہو گئے اور دوکان بھی چل پڑی۔ دوسرا آدمی کہتا ہے کہ پیر صاحب آئے تھے اور دکان ہی بند ہو گئی کیونکہ انہوں نے اپنا بنا کے رکھ لیا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے کون سی چیز اچھی ہوئی؟ دوکان چلنا اچھی بات ہے یا دوکان بند ہونا اچھی بات ہے۔ پھر سب بیلنس ختم ہو جاتا ہے بلکہ بیلنس ٹوٹ جاتے ہیں' آپ کو چاہیے کہ اب بیلنس کو توڑیں' بس کافی ہو گیا ہے ففروا الی اللہ اللہ کی طرف بھاگ جاؤ' اُس طرف نکل جاؤ۔ آپ اللہ کی طرف رجوع کر جاؤ' وہاں خوراک اور ہوتی ہے' مضمون اور ہوتا ہے' لوگوں نے جا کر درویشوں سے دنیا ہی کو مانگا۔ مانگنے کے بھی آداب ہوتے ہیں' مثلاً یہ کہ چالیس سال عبادت کی' بیس سال بزرگ کے ساتھ سفر کیا اور پھر مانگا بھی تو تُو نے کیا مانگا۔ یہ کہ پھر وہی مٹی مانگی۔ اس لیے مانگنے کا شعور اور سلیقہ ہونا چاہیے۔ آپ جس بزرگ سے مانگ رہے ہیں یہ دیکھیں کہ اس کا شعبہ کیا ہے۔ جو عطر فروش ہے اُس سے تو عطر ہی لینا چاہیے یعنی جو شعبے کا ماہر ہے۔ روحانی لوگوں کا جو شعبہ ہے ان سے آپ نے روحانیت نہ لی تو پھر آپ نے کیا لیا' یہ نہ کہنا کہ روحانیت تو اس نے پہلے مجھے دے دی اور اب دنیا کا سوال کرنا ہے۔ جس کو روحانیت پہلے دی گئی اُس کو سوال سے بے سوال کر دیا گیا۔ پھر اُس کا سوال ختم ہو گیا' وہ سوال نہیں کرتا' مانگتا ہی نہیں ہے۔

سوال:

دنیاوی ضرورتیں انسان کو مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ مزار پر جا کر ان کا حل مانگیں۔

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ انسانی ضرورتیں جو ہیں' جو لوگ روحانیت کو نہیں مانتے وہ بھی پوری کر رہے ہیں۔ تو اپنی نا اہلی کو صاحب مزار سے دور نہ کرانا۔ مقصد یہ ہے کہ انسانی ضرورتیں تو ہر انسان پوری کر رہا ہے تو آپ بھی پوری کریں۔ انسان ہونے کی حیثیت سے انسانی ضرورتیں پوری کرتے جاؤ' اپنا کام کرتے جاؤ۔ اگر میں نے یہ کہہ دیا کہ صاحب مزار انسانی ضرورتیں پوری کرے گا ہی نہیں یا دینا چاہتا ہی نہیں' تو پھر بات اور مشکل ہو جائے گی۔ انسانی ضرورتیں جو ہیں وہ انسان پوری کرتا ہے' لہٰذا آپ کام کرو۔ انسانی ضرورتیں کافر پوری کر رہا ہے' مومن پوری کر رہا ہے اور سارے پوری کر رہے ہیں۔ اگر آپ کا تعلق ہے صاحب مزار سے تو یا تو ضرورت پوری کر لو یا جو کچھ ہے اس پر راضی ہو جاؤ۔ یہ آخری سبق ہے کہ جو پوری کر سکتے ہو کر لو اور جو نہیں کر سکتے تو وہیں پر راضی ہو جاؤ تا کہ آپ کو اگلے سبق میں آسانی ہو جائے۔ صاحب مزار کو ایسے کسی کام پر نہ لگانا کہ صاحب مزار کو تم دنیادار ہی بنا ڈالو۔ پھر وہ صاحب مزار تو نہ رہا۔ پھر آپ کے لیے خانقاہ اور مل برابر ہے۔ پھر تو آپ کے مطابق سب سے زیادہ مدد کرنے والا' سب سے اچھا غوث اس وقت کون ہو گا؟ امریکہ۔ وہ جس کو چاہے Aid دے دے اور چاہے تو قرضہ معاف کر دے۔ مثلاً پچیس

کروڑ ڈالر کا قرضہ معاف کر دیا اور نیا قرضہ پھر دے دیا۔ بینک والے کہتے ہیں کہ ہم غوث تو نہیں مگر چھوٹا سا نظام ہمارا بھی ہے' دو لاکھ تو ہم بھی دے سکتے ہیں۔ تو پھر فقیر کی بات کیا رہ گئی۔ پیسے کا مسئلہ تو بنکوں میں بھی ہوتا ہے' کافروں میں بھی ہوتا ہے اور ہر جگہ ہوتا ہے۔ اس لیے مزاروں پر جا کر اللہ کا راستہ مانگا کرو بلکہ اللہ سے بھی اللہ کا راستہ مانگا کرو۔ اور محبوب کسی کو مل جائے تو محبوب کہے کہ جلوہ لے لو تو یہ نہ کہنا کہ فی الحال جلوے کی ضرورت نہیں ہے' کچھ پیسے ہی دے دو۔ محبوب کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا اور کبھی نہیں ہوا۔ کیا رانجھا بھینسیں چرانے کے پیسے مانگتا تھا' کسی جگہ یہ نہیں لکھا ہوا کہ رانجھے کا سکیل کیا تھا.....

تو ان کی تنخواہ نہیں ہوتی۔ آپ کہیں گے کہ وہ چوری کھاتا تھا' تو چوری کھانا نہیں ہوتا بلکہ چوری لانے والی کی بات ہے' چوری ملاقات کا بہانہ تھا' اصل مقصد محبوب کا دیدار تھا۔ اگر آپ وہاں ہوتے تو آپ نے ہیر سے کہنا تھا کہ خود تکلیف نہ کیا کریں' بس چوری بھیج دیں۔ یا کوئی اور دنیا دار ہوتا تو کہتا کہ چرانے کی تنخواہ دے دیا کریں' گریڈ بڑھا دیں' Mover over ہو جائے۔ تو وہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے' رانجھا جو ہے وہ ہیر کی تمنا کا نام ہے اور تمنا کو نکال کے آپ نے اس کو گریڈ بنا لیا یا چوریاں بنا لیں تو آپ تو بڑے بے درد ہو گئے۔ اس لیے محبوبوں کے ہاں پیسے کا ذکر نہیں ہوتا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ مجنوں نے کتنا Invest کیا' اُس نے لیلیٰ کے خیال میں باپ کی کتنی جائیداد جلائی؟ اُسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ پیسہ کیا ہوتا ہے۔ ایک آدمی آیا اور اس نے سوہنی سے برتن لیے' وہ برتن لے جا کے توڑ دیتا اور پھر لے جاتا' پھر توڑ دیتا۔ دنیا دار کے لیے تو وہ نقصان

کرتا تھا۔ مگر اس کو کوئی نقصان نہیں ہے' کوئی نفع نہیں ہے بلکہ دیدار محبوب کے اندر دیدار ہوتا ہے' کاروبار نہیں ہوتا' تم لوگ کیونکہ ماڈرن تہذیب کے ہو' اس لیے تم مزاروں کے ساتھ بھی کاروبار کرتے ہو۔ ابا کے ساتھ بھی کاروبار کرتے ہو' اپنے ساتھ بھی کاروبار کرتے ہو' خدا کے ساتھ بھی کاروبار کرتے ہو اور قبروں کے ساتھ بھی کاروبار کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے کاروبار سے محفوظ کرے۔ خدا کرے تمہارے ایسے کاروبار چلنے بند ہو جائیں۔ تب جا کے تمہیں سمجھ آئے گی کاروبارِ شوق ہوتا کیا ہے؟ جب شوق چل پڑے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اصل بات کیا ہے۔ پھر وہ ایسا چلے گا کہ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ حقیقت کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھوکے کبھی نہیں مریں گے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ انسان بھوکا مر جائے گا اگر کاروبار بند ہو جائے گا' فاقہ ہو جائے گا۔ تو فاقہ کبھی نہیں ہوتا' وہ رازق ہے' اُسے رازق مان لو' ہر شے چل رہی ہے' سب چلتا جائے گا۔ تو اس لیے آپ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا پیغام رکھیں' محبت ہی مانگیں' بزرگوں کے ساتھ نسبت مانگیں' بزرگوں سے پیسے کا تعلق بند کریں' پھر آپ کو بڑے ہی راستے سمجھ آ جائیں گے۔ تو محبوبوں سے جلوہ مانگو اور محبوبوں کے ساتھ تقاضے مت کرو۔ پھر آپ کو ساری بات سمجھ آ جائے گی۔ لیکن یہ نہ کہنا کہ مشکل ہے' پھر کیا بنے گا' سب ٹھیک ہو جائے گا' آپ کی اولاد کا وہی کچھ بنے گا جو آپ کے باپ کے جانے کے بعد آپ کا بنا ہے' آپ اچھے جا رہے ہیں اور وہ بھی اچھے جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ آپ کو زندگی سے نکال دیا جائے آپ تھوڑا سا نکل کر اپنے آپ کو دریافت کر لو۔ پھر آپ دیکھو کہ کیا بنتا ہے' بڑی رونق بنتی ہے۔

آخر میں دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا شوق دے اور آپ پر سے دنیا کا پریشر ہٹائے۔ اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے۔

آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔



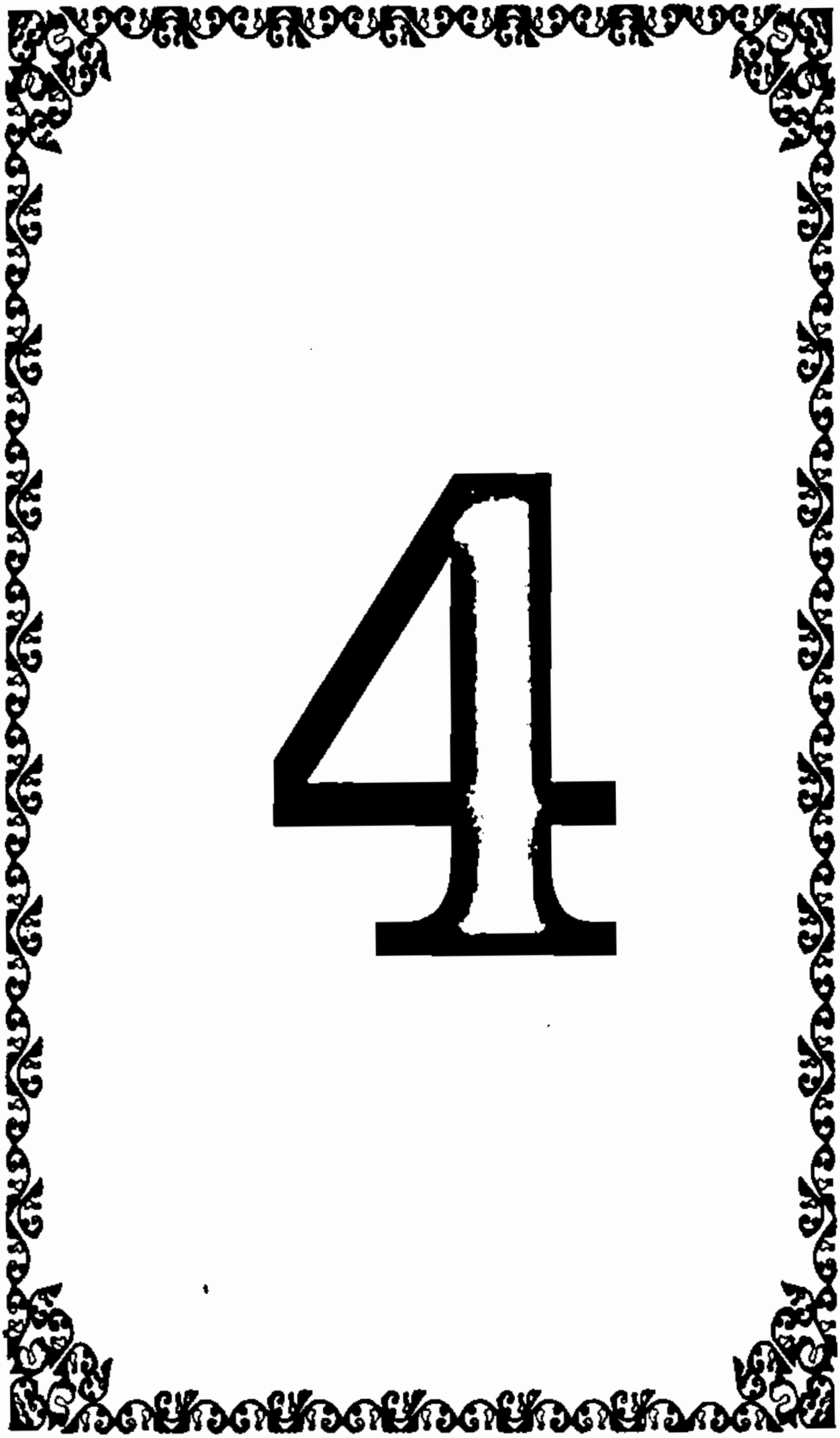

1 آج کل کراچی کے حالات بہت خراب ہیں۔اس بارے میں کوئی مہربانی فرمائیں۔

2 کہنے والے کہتے ہیں کہ خون کی زکوٰۃ دینی بھی ضروری ہوتی ہے۔

3 اچھے یا برے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہر چیز جو ہے وہ لوح محفوظ میں ہے تو پھر دعا کی کیا حیثیت ہے؟

4 یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ انسان اپنی مرضی سے چیزیں چھوڑ دے۔

5 کہتے ہیں کہ جب تک سسٹم ٹھیک نہیں ہوتا فرد ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک بے عملی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

6 جب کوئی حکمران فرد کے طور پر اصلاح کرتا ہے تو وہ عارضی ہوتی ہے تو اصل اصلاح کیسے ہوتی ہے؟

7 کیا ممکن ہے کہ ایسا شخص آ جائے جو صحیح معنوں میں امیر المؤمنین بھی ہو اور حکمران بھی ہو۔

8 اولی الامر کون ہوتا ہے؟

9 کیا غاصب کے خلاف خروج ہونا چاہیے؟

10 کسی شخص میں کیا خصوصیت ہو کہ ہم اُسے اپنا مرشد بنالیں۔

11 کیا مرشد روحانی رہنمائی کے لیے ضروری ہے؟

12 جو بزرگ دنیا میں نہیں ہیں کیا اُن سے رابطہ کیا جا سکتا ہے؟

13 اس زمانے میں ہم کیا کریں جب کہ شر کی قوت بلند ہے اور خیر کی قوت کم ہے؟

14 اللہ کی بے نیازی کی سمجھ نہیں آتی۔

15 جب فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ انسان کو پیدا نہ کرو کیونکہ یہ خون خرابہ کرے گا تو کیا فرشتوں کو غیب کا علم تھا؟ اور یہ غیب کیا ہوتا ہے؟

16 یہ جو اولی الامر کے لیے کہتے ہیں کہ وہ لائق ہو، نیک ہو، حکومت چلانا جانتا ہو اتنی ساری خصوصیات ایک آدمی میں کیسے ہو سکتی ہیں؟

17 اگر جواب دہ صرف اللہ ہی کو ہونا ہے تو پھر جمہوریت میں لوگوں کو جواب دینا پڑتا ہے؟

18 کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حق پر سمجھوتہ کرنے سے ہمارے اندر وہ طاقت کمزور ہو گئی ہے۔

19 جس طرح دوسرے خوف ہیں اس طرح مجھے لوگوں کی تنقید کا بڑا خوف رہتا ہے۔

20 نادان دوست اور دانا دشمن میں کیا فرق ہے؟

21 کیا امام عالی مقامؑ نے کربلا سے واپسی کی کوشش کی تھی؟ تو وہ کیا کسی مصلحت کے تحت تھی؟

22 کیا طاقت والے حکمران کو اللہ کی مرضی سمجھ کے قبول کر لینا چاہیے۔

23 جن کافروں کے اعمال اچھے ہیں کیا وہ جنت میں جائیں گے؟

سوال:

آج کل کراچی کے حالات بہت خراب ہیں۔ اس بارے میں کوئی مہربانی فرمائیں۔

جواب:

دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک فرمائے اور ہم بلکہ سب لوگ ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں اور ان حالات کے باوجود اگر کچھ نہیں ہو رہا تو اسے آپ یوں سمجھیں کہ یہ اُس دعا کا ہی اعجاز ہے۔ اور اگر آپ حالات کی خرابی کو مزید سمجھنا چاہیں کہ یہ سب کیسے اور کیوں ہوا تو سمجھنے کے لیے چیدہ چیدہ باتیں یہ ہیں۔ ہنگامہ جو ہوتا ہے وہ انسان کے اپنے اندر پیدا ہوتا ہے اور اس کا اظہار بعد میں ہوتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ وطن بڑی چیز ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا انڈیا وطن تھا وہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر یہاں آ گئے' آپ غور کریں کہ کیا ملک چھوڑنے کی وجہ Common ہے یا الگ الگ ہے۔ تو ان لوگوں نے بھارت کو چھوڑا' لیا انڈیا کو انہوں نے کسی ایک وجہ سے چھوڑا تھا یا بہت سی وجوہات تھیں۔ اگر ایک اچھا خاصا وطن ہو اور آپ اُس کو چھوڑ کر چلے آئیں تو یہ خاص بات ہے۔ آپ میں سے کچھ

یہاں ایک مقصد کے لیے آپ آ گئے۔ جب آپ وہ مقصد بھول گئے تو ایسٹ پاکستان کا واقعہ ہو گیا۔ جب وجہ وحدت موجود نہ رہے تو انتشار نہ ہونا ایک معجزہ ہے۔ اگر وحدت کی وجہ کوئی ایک Cause ہے' مقصد ہے اور اُس Cause مقصد کے ساتھ Associate کرنے والا کوئی مرد نہ موجود ہو تو پھر Disintegration ہو جاتی ہے' انتشار ہو جاتا ہے' تو یہ Disintegration انتشار آپ کے خیال کے اندر موجود ہے' میں کوئی جیوگرافیکل بات نہیں کہہ رہا بلکہ آپ کوئی ایک ایسا آدمی بتا دیں جس آدمی کو ہم سب لوگ ''پاکستانی'' کہیں اور کہہ سکیں کہ اس کے حوالے

لوگ ہوں گے جن کو یاد ہو گا Partition سے پہلے کا زمانہ اور پھر وہاں کی Migration بھی یاد ہوگی۔ اگر کوئی وجہ اُن کے قافلوں کے ذہن میں Infuse کی گئی' ڈالی گئی تو وہ اتنی Sufficient تھی' کافی تھی کہ وہ اپنے وطن کی محبت بھول گئے اور ایک نئے اور نامعلوم وطن کی ممکن محبت دل میں لیے چل پڑے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے! آپ اس بات کو سمجھیں کہ اگر ایک وطن موجود ہے تو اُس کی محبت بھی موجود ہونی چاہیے۔ تو موجود وطن کی موجود محبت ترک کر کے ناموجود وطن کی ایک ممکن محبت کی خاطر قربانی دینے کا یہ ایک عجب واقعہ ہوا۔ کیا ایسا واقعہ ہوا؟ تو کیوں ہوا؟ اِس کا جواب دیں۔ کیا آپ دھوکہ کھا گئے یا Grand وجوہات میں سے کوئی وجہ تھی' آپ یا تو کوئی بہت بڑا Epic جو ہے وہ Upright کر رہے تھے' Epic ہی ہوتا ہے جس کی خاطر آپ چھوٹے موٹے Lyrics بھول جاتے ہیں' کوئی بڑا شاہکار ہوتا ہے جس کی خاطر آپ چھوٹے شعر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ Epic آپ کے ہاتھوں سے نکل گیا اور آپ نے کچھ عرصہ کے بعد اُس بات کا اظہار کرنا بھی چھوڑ دیا' تو وہ Migrate کرنے والے قافلے Stranded ہی ہو گئے' بکھر گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ کیا کیا ہے۔ تو اس قافلے میں ایک طبقہ وہ ہے جسے آپ ''مہاجر'' کہتے ہیں' اور بھی بہت سارے لوگ ہیں بلکہ تقریباً وہ سارے ہی لوگ ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے Migrate کسی Greater Cause کے لیے کیا' بڑے مقصد کے لیے ہجرت کی انہیں وہ Greater Cause بڑا مقصد نہیں ملا جب کہ انہیں وہ Greater Cause ملنا چاہیے تھا۔ آپ اس بارے میں یہ کہیں گے کہ چلو Country تو بن گیا' ملک تو بن گیا مگر Country تو آپ

کے پاس تھا' ملک تو تھا۔ یہ کہیں گے کہ ان کو مکان مل گیا مگر مکان تو پہلے ہی تھا اور اس مکان کو وہ لوگ چھوڑ کر آئے تھے۔ پھر یہ کہیں گے کہ یہاں پر ان کی لوگوں سے Association بن گئی' کئی دوست بن گئے مگر وہ تو دوست بھی چھوڑ کر آئے تھے۔ کیا وہاں رہنا مشکل تھا؟ مشکل تو اس وقت Create کی گئی تھی کہ ہمیں وہ ملک چھوڑنا تھا۔ کس وعدے پر وطن چھوڑا گیا اور کس امید سے آپ نے وطن چھوڑا؟ آپ یہ کہیں گے کہ اسلام کے لیے۔ اس کا جواب کچھ لوگوں نے یہ دیا کہ اسلام تو یہاں بھی موجود ہے' اگر مصلے کا نام اسلام ہے تو وہ مصلے آپ کے ہاتھ میں ہیں' جہاں مرضی نماز پڑھو عبادت کرو۔ ایک آدمی روزگار کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر پردیس جا رہا تھا تو وہ ایک فقیر سے ملنے کے لیے گیا اس نے کہا وہاں کے اللہ کو میرا اسلام کہنا۔ تو مرید نے کہا کہ وہاں کا اللہ کوئی اور ہے؟ کہتا ہے اگر تجھے یہاں اللہ Sufficient نہیں ہے' کافی نہیں ہے تو وہاں کا اللہ کیا Sufficient ہوگا۔ تو بات تو اتنی ساری ہے کہ وہاں بھی آپ مسلمان تھے اور پھر یہاں ایک مقصد کے لیے آپ آ گئے۔ جب آپ وہ مقصد بھول گئے تو ایسٹ پاکستان کا واقعہ ہو گیا۔ جب وجہ وحدت موجود نہ رہے تو انتشار نہ ہونا ایک معجزہ ہے۔ اگر وحدت کی وجہ کوئی ایک Cause ہے' مقصد ہے اور اُس Cause مقصد کے ساتھ Associate کرنے والا کوئی مرد نہ موجود ہو تو پھر Disintegration ہو جاتی ہے' انتشار ہو جاتا ہے' تو یہ Disintegration انتشار آپ کے خیال کے اندر موجود ہے' میں کوئی جیوگرافیکل بات نہیں کہہ رہا بلکہ آپ کوئی ایک ایسا آدمی بتا دیں جس آدمی کو ہم سب لوگ ''پاکستانی'' کہیں اور کہہ سکیں کہ اس کے حوالے

ملک کی باگ ڈور کردی جائے۔ میرا خیال ہے کہ قائداعظمؒ کے بعد آپ لوگوں کے پاس کوئی ایسا متفقہ لیڈر Available نہیں ہوا کہ جس کے پاس آپ اپنا آپ سپرد کردیں۔ لہٰذا انتشار ہے۔ انتشار کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ جب آپ دیکھتے ہیں کہ ''اسلام'' کچھ لوگوں کے مکان بناتا ہے اور کچھ لوگوں کے مکان گراتا ہے تو مظلوم کہتا ہے کہ یہ کیسا اسلام ہے کہ تجھے راس آتا ہے اور مجھے راس نہیں آتا' جو اسلام ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا وہ تو سب کو راس آتا تھا' یا وہ اسلام یہاں تک نہیں پہنچا یا یہ مسلمان ویسے نہیں ہیں۔ تو کوئی نہ کوئی کہیں نہ کہیں غلطی ہوگی۔ اس لیے پھر لوگ وہ سوچتے ہیں کہ اسلام کی بات بعد میں کرلیں گے پہلے ذاتی مسائل حل کرلیں۔ اور پھر آپ لوگوں نے کراچی والوں کو ایک اور تحفہ دیا کہ آپ نے Capital' دارالحکومت شفٹ کردیا' چاہے کسی بھی وجہ سے' تو یہ واقعہ ہوگیا۔ اب اُن لوگوں نے سوچا کہ وطن بھی چھوڑا' حالات بھی خراب ہو گئے اور یہاں پر Physical حالات بھی درست نہیں۔ تو ایسے لوگ جو خیال کی اور مقصد کی گرفت میں نہ ہوں تو وہ پھر سازش کی گرفت میں آجاتے ہیں' اِسے آپ Ethnic کہہ لو' نسلی کہہ لو یا Incidental کہہ لو' واقعاتی کہہ لو مگر پرابلم موجود ہے۔ کسی کو مارنا یا قتل کرنا اُس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے باطن سے بیزار ہو جائے' تو کچھ لوگ باطن سے بیزار ہوگئے ہیں مگر سب لوگ ایسے نہیں ہیں۔ ابھی تو خیریت ہی ہے' انشاء اللہ تعالیٰ حالات بہتر ہو جائیں گے' لیکن بیزاری تو موجود ہے۔ بھائی' بھائی سے اُس وقت بدگمان ہوگا جب وہ اپنے آپ سے بدگمان ہو۔ ایک اور بہت ضروری وجہ جس سے آپ کو انتشار نظر آرہا ہے یہ ہے

کہ نیشن کا Common Cause کوئی نہیں رہا' قوم میں وحدت مقصد نہیں ہے سوائے اِس کے کہ اپنی ذات بناؤ' اپنا مال بناؤ' اپنا حال بناؤ اور صرف اپنے آپ کو ٹھیک کرو۔ یہ نہیں ہے کہ دو آدمی مل کر کسی Cause کے لیے' مقصد کے لیے سفر کریں۔ جب Cause ختم ہو جائے تو بھائیوں کے مکانوں کے درمیان دیواریں بن جاتی ہیں۔ یا تو کوئی دشمن Strange ہو' مضبوط ہو تو پھر اتفاق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر انڈیا کی طرف سے ایک زوردار آواز آ جائے' خدانہ کرے کبھی آئے' تو پھر آپ کے اندر وحدت پیدا ہو جائے گی۔ یا پھر اچانک واقعہ ہو جائے' دریا' پہاڑ یا سمندر کا' یا کوئی حادثہ' خدانخواستہ زمین کے اندر سے کوئی گزرنے والا زلزلہ آ جائے تو آپ اکٹھے ہو جائیں گے۔ ایک دفعہ کراچی میں Fear' خوف پیدا ہو گیا کہ سمندر کی لہر آ رہی ہے اور کراچی کو Wipe away' بہا لے جائے گی تو پھر کوئی Ethnic Riots نہیں ہوئے اور والناس اجمعین سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ تو مقصد یہ ہے کہ آپ نے وحدتِ کردار پیدا نہیں کی' یہ آپ کی غلطی ہے' آپ نے وحدتِ فکر پیدا کرنا تھی وہ پیدا نہیں کی' وحدتِ عمل پیدا کرنی تھی وہ بھی نہیں کی۔ آپ کا جو مقصد تھا وہ بھی نہ رہا' مختلف جگہ کو توڑ توڑ کے پیش کیا ورنہ تو وہ بھی ایک Cause تھا اور وہ بھی آپ نے توڑ دیا۔ ایک کلمے کی وحدت موجود تھی اور وہ بھی آپ نے کتنے ہی فرقے بنا دیے ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اسلام اتنا تھا جتنا کہ الیوم اکملت لکم دینکم والے دن تھا تو اس کے بعد کے اسلام میں جو اضافہ ہے وہ نکال دو' تو پھر یہ ہے کہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اگر اسلام کی تعریف یہ کی جائے کہ بھائی کے مسائل کو حل کرنا اسلام ہے تو پھر میرا خیال

ہے کہ ہم میں سے بہت کم لوگ مسلمان ہیں۔ بھائی سے حق لینے والا اسلام تو آپ کو سمجھ آتا ہے مگر حق دینا سمجھ نہیں آتا اور اپنا حق چھوڑ دینا تو شاید کبھی سمجھ نہ آئے۔ تو بھائی کا خیال کرنا' اُس کو Accommodate کرنا' اُس کی جہالت کے باوجود اس کا خیال کرنا اسلام ہے ورنہ یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ مسئلے کا حل یہ ہے کہ آپ یا تو کوئی ایسا لیڈر پیدا کرلیں جو سب کو قبول ہو یا کوئی ایسا Cause مقصد پیدا کرلیں کہ جس کو سب لوگ کہیں کہ اس وقت یہ اہم Cause ہے' ضروری مقصد ہے۔ بہت ضروری ہے۔ پھر آپ نے جس کلمہ یا اسلام کا نام لیا ہے تو اُس کو پیش کردیں جو کہ سب کا Common اسلام ہے۔ ایک مقدس نام آپ کے پاس حضور اکرم ﷺ کا تھا اور وہ نام آپ نے بار بار استعمال کیا اور ایسا استعمال کیا کہ آپ نے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اب ہر آدمی آپ سے یہ سوال کرتا ہے کہ یہ کیسا اسلام ہے جو تجھے راس آتا ہے اور مجھے راس کیوں نہیں آتا۔ تو عام آدمی کا سوال ہے کہ جو اسلام تجھے راس آتا ہے' آپ کو راس آتا ہے مجھے راس کیوں نہیں آتا اور وہ اسلام جو آپ کے مال میں اضافہ کرتا ہے میرے مال میں تخفیف کیوں کرتا ہے۔ حال یہ ہے کہ ہسپتال کے اندر غریب بیمار داخل نہیں ہو سکتا۔ تو یہ سارے واقعات جو ہیں اِن سے لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ سارے کا سارا کچھ اور ہی ہو رہا ہے! کبھی آپ جمہوریت کا نام لیتے ہیں اور کبھی مارشل لاء لگایا۔ نام چاہے بدلتا جائے مگر کام وہی رہتا ہے۔ تو کبھی مارشل لاء ہوتا ہے اور کبھی جمہوریت ہوتی ہے' آدمی وہی رہتے ہیں اور افراد وہی رہتے ہیں مگر نام بدل جاتا ہے۔ ایک آدمی' ایک گروہ اور ایک طبقہ ہر دور' ہر سیاست اور ہر زمانے

میں فائق رہا۔ زمانے بدلتے گئے اور وہ بندہ نہ بدلے تو Common man' عام آدمی یہ سوچے گا کہ آخر یہ کیا بات ہے۔ اگر ایک شاعر ہو جو خدا پر بے باک تبصرہ کرنے والا شاعر ہو اور کہتا ہو کہ دیکھ لی ہم نے تیری خدائی وغیرہ وغیرہ اور اگر وہ محفل مسالمہ میں امام عالی مقامؑ پر سلام کہے' نعت خوانی کی محفل ہو تو نعت پڑھے اور اتنا ہی معتبر ہو جائے جیسے کہ خدا اور نعت کے حق میں بولنے والے ہیں تو آپ لوگ خود دیکھ لو کہ اُس قوم کی عاقبت کیا ہے اور وہ قوم کیا ہے۔ آپ پرانے بہادروں اور ہیروؤں کو ترک نہیں کر سکتے کیونکہ آپ پیدائشی Slave ' غلام ہیں اور آپ کو یہ سنا دیا گیا ہے' Slavery ' غلامی راس آ گئی ہے' آپ کو ایک ایسا آدمی چاہیے جو آپ کو ڈرا دھمکا کے رکھے چاہے وہ جمہوریت ہو یا مارشل لاء ہی ہو' ہر آدمی یہ دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ کوئی ایسا آدمی بھیج جو مسئلہ حل کرے اور وہ آدمی میرے علاوہ کوئی ہو' میں آپ سے ذاتی طور پر پوچھتا ہوں کہ آپ میں کس بات کی کمی ہے' یعنی مسئلے کو حل کرنے میں کیا کمی ہے۔ آپ کے ہاں یہ ہوتا ہے کہ بڑے بڑے Orator ' مقرر آ کے تقریر شروع کر دیتے ہیں' صاحبان مہربان بڑا خطرہ ہے اور اندیشہ ہے۔ اگر آپ اندیشے کی وجہ سے عمل نہیں کر رہے تو آپ یہ وعدہ کریں کہ مریں گے نہیں۔ مرتو ویسے بھی جانا ہے تو پھر آپ سچی بات کر کے جائیں۔ تو جو کچھ موجود ہے آپ اُس میں یہ کریں کہ بیان اور عمل کا فاصلہ کم رہے بلکہ جتنا کم ہو سکے اتنا کم کر دیں اور جب تک آپ کے نافذ اداروں میں بیان اور عمل کا یہ فاصلہ ہے تب تک جھگڑے ختم نہیں ہوں گے۔ تو نافذ اداروں کو Secure کرو' درست کرو۔ اصل میں آپ کے ادارے ٹوٹ چکے ہیں۔ مشائخ

کاادارہ' انا للہ وانا الیہ راجعون ہو چکا ہے جو کہ بہت بڑا ادارہ تھا بڑا طاقت ور ادارہ تھا' اور یہ لوگ باطن میں جا کر کام بنا دیتے تھے' اسی طرح علماء جو ہیں علم کے نام پر ایک بہت بڑا معتبر ادارہ تھا' اور آپ کے سی۔ ایس۔ ایس کے لوگ بھی بڑے پڑھے لکھے لوگ تھے' اور اساتذہ کا ادارہ بھی بڑا ادارہ تھا۔ اب وہ سارے کے سارے مال لینے کے لیے چل پڑے ہیں۔ اب دیکھو تو کیا کیا بنتا جا رہا ہے۔ یہ قوم جو مجاہدین کی قوم تھی یہ عجیب و غریب قسم کی قوم بنتی جا رہی ہے' ایک طرف انتہا کی غریبی ہے' اور دوسری طرف انتہا کا مال ہے۔ انتہا کی غریبی کا حال یہ ہے کہ خانہ بدوش آج تک خانہ بدوش ہی ہے' تو پھر جھگڑا کیسے نہ ہو؟ پھر بھی دعا کرو کہ جھگڑا نہ ہو۔ جب ہم دعا کرتے ہیں کہ جھگڑا نہ ہو' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کی حکومت' آپ کے لیے ہمیشہ رہے۔ تو آپ دعا یہ کریں کہ جھگڑا نہ ہو' حالات درست ہوں' ملک آباد رہے' سب لوگ شاد رہیں اور آپ کی حکومت آپ کی خاطر ہمیشہ رہے اور آپ ہمیشہ ہی نافذ رہیں اور خدا آپ کو سلامت رکھے' یہ نہ کہنا کہ ہم یہیں سلامت ہیں۔ اس لیے دعا کے لیے احتیاط کے ساتھ ہاتھ اٹھانے پڑیں گے۔ آپ یہ دعا کرو کہ یارب العالمین بندے نہ مریں اور جو اصلی کام ہے وہ ہو جائے یعنی جو واقعہ بھی ہونا ہے وہ ہو جائے اور آپ کا نقصان بھی نہ ہو۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔ اس لیے نقصان نہ ہو بلکہ وحدتِ عمل ہو اگر وحدتِ عمل نہ ہو تو پھر انتشار ہوگا۔ یہ وحدتِ عمل Common fear یا اجتماعی خوف سے پیدا ہو سکتا ہے ورنہ تو اجتماعی لالچ جلد ختم ہو جاتی ہے۔ آپ میری بات کو سمجھے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ اگر چار آدمی

مل کے مال چوری کرنے جائیں تو پھر یہ دوستی تو آخر ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ دعا ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ یہ خطرہ ٹل جائے گا لیکن کچھ نہ کچھ تو لے کر ٹلے گا' کچھ تکلیف دے کر ٹلے گا۔

سوال:

کہنے والے کہتے ہیں کہ خون کی زکوٰۃ دینی بھی ضروری ہوتی ہے۔

جواب:

یہ جو زکوٰۃ لینے والا ہے وہ زکوٰۃ اُن سے لیتا ہے جن کے اندر خون نہیں ہے یعنی غریبوں سے۔ خون کی زکوٰۃ آپ وہاں سے لیں جہاں وافر مقدار ہے۔ زکوٰۃ مال دار کی ہونی چاہیے نہ کہ غریب کی ہونی چاہیے۔

سوال:

یہی تو مشکل ہے کہ بیچارہ غریب مرتا ہے۔

جواب:

یہ زکوٰۃ تو نہ ہوئی بلکہ یہ تو ظلم ہو گیا۔ انسانوں کی اور عوام کی جو اتنی بڑی طاقت ہے اس کو آپ نے بالکل فالتو چھوڑ دیا ہے۔ یہ بڑا Cause ہے اور آپ اس Cause کو Invent کرو اور Improvise کرو' کچھ Create کرو' کوئی نیا خواب ہی دیکھ لو۔ پرانا خواب تو آج تک چلتا آ رہا ہے اور آپ اب کوئی نیا خواب دیکھ لو۔ کیا خیال ہے؟ اس وقت کوئی نیا خواب چاہیے' پرانے خواب کی تعبیر جو ہے وہ اِس وقت انتشار میں آ گئی ہے۔ اُس پرانے خواب کی تعبیر وہ آدمی جان سکتا ہے جو خواب جیسا محاورہ رکھتا ہو' لہٰذا اُس کو پرانے خواب کی تعبیر

دریافت کرنے دو اور آپ کوئی نیا خواب دریافت کرو۔ ایسا خواب دیکھو کہ پھر آپ کہو" میں نے ایک خواب دیکھا اور خواب میں یہ دیکھا کہ اچانک قوم میں ایک وحدتِ عمل پیدا ہو جائے گی' وحدتِ فکر پیدا ہو جائے گی' قوم کے اندر ایک انسان پیدا ہو جائے گا"۔ تو وہ شخص آپ کے علاوہ کیوں ہو' آپ کیوں نہیں ہو سکتے' وہ بات جو آپ کے دل میں ہے اپنی زبان پر کیوں نہیں لاتے' آپ اتنی سچائی تو بیان کر دیں کہ آپ جس کو جھوٹا سمجھتے ہیں اُس کو جھوٹا کہہ دیں۔ کیا آپ جھوٹے انسان کے سامنے اُس کے منہ پر اسے جھوٹا کہہ سکتے ہیں؟ یہ نہ ہو کہ کسی اقتدار والے کے منہ پر آپ اُسے جھوٹا کہہ کر بعد میں ضمانتیں کراتے پھریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اُس کو اس طرح احساس دلائیں کہ آپ کو بعد میں دقت نہ ہو۔ یہ ایک حقیقی بات ہے۔ سچ بولنے والے کا ایک واقعہ سن لو۔ ایک کالج کے پرنسپل تھے دلاور حسین صاحب۔ ایک جگہ کوئی میٹنگ تھی' سٹاف کی یا سینڈیکیٹ کی۔ اُس میں کسی نے یہ کہا کہ آپ لوگ پڑھائی ٹھیک نہیں کراتے ہو تو پرنسپل صاحب نے کہا کہ ہاں جی واقعی یہ صحیح بات ہے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ آپ کے ہاں تو پڑھائی اچھی ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا ہاں جی ایسا ہی ہے۔ تو وہ لوگ جو بھی کہیں پرنسپل صاحب کہتے تھے ہاں جی ایسے ہی ہے۔ تو وہ بولے کہ دلاور حسین صاحب کمال ہے' ہم جو کہتے ہیں آپ ہاں ہی کرتے جا رہے ہیں۔ تو وہ بولے میرا نام دلاور حسین ہے امام حسین نہیں۔ تو اب "دلاور حسین" سے کام نہیں بنے گا بلکہ اب تو اگلا کام ہے' اس سے اگلی بات ہے اگر آپ کرنا چاہو تو۔ خیال رکھو کہ اب کام کرنا ہے اور جس نے یہ کام کر لیا' وہی اس کا باب

کھولنے والا ہوگا۔

سوال:

یہ تو سارا کٹھ پتلیوں کا تماشا ہے اور ادھر سے ڈوریاں کھینچنے والا بیٹھا ہے۔

جواب:

ڈوریاں کھینچنے والوں کے نام پر بے شمار کٹھ پتلیاں بن گئی ہیں۔ آپ ڈوری کھینچنے والے کو چھوڑ دو' وہ حرفِ آخر ہے اور اس کا حوصلہ اتنا ہے کہ کوئی ایک دَور اگر گزر جائے تو اُس کو کوئی پرواہ نہیں' اگر سات نسلیں ضائع ہو جائیں تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہے' وہ تو Eternal life والا ہے' دائمی زندگی والا ہے' ڈوری کھینچنے والے کا نام ہے Eternity یعنی بقائے مطلق۔ اگر پوری کی پوری نسل Wipe out ہو جائے تو اسے کوئی پرواہ نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جب تک آپ فریاد نہ کریں گے کچھ نہیں بنے گا۔ طاقت جو ہے وہ اپنے آپ میں بڑی مست ہوتی ہے کیونکہ یہ اللہ کی طاقت ہے۔ اللہ پیدا کرنے والا ہے اور پالنے والا ہے' اُس کے ہاں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ چار کافر بڑھتے جا رہے ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ بیتاب ہوتا جا رہا ہے۔ بے شک بڑھنے دو..... اگر آدمی سے زیادہ دنیا اُسے نہ مانے تو وہ کہتا ہے کہ نہ مانو مگر کھانا تو کھاؤ۔

بندے جب اللہ تعالیٰ کی طرف تبدیل ہوتے ہیں تو پھر جس کے پاس قوت آ جائے اُس کے پاس قوتِ برداشت بھی آ جاتی ہے۔ جس کے پاس قوتِ برداشت نہیں ہے وہ جا کر قوتِ برداشت والوں سے فریاد کرے کہ ہم برباد ہو گئے' ہم لٹ گئے' یہ کیا ہو گیا' وہ کیا ہو گیا۔ یہ تو اس وقت ہوگا جب آپ اپنے شعبے

سے نکلیں گے اور ادھر جائیں گے۔ کیا کوئی ایسا آدمی ہے جس نے قوم کے غم میں استعفیٰ دیا ہو' کیا کوئی ایسا آدمی ہے جس کو قوم کے غم میں نیند نہ آئی ہو؟ قوم کے ''غم'' میں کاریں خریدنے والے تو بہت ملیں گے اور وہ قوم کے بارے میں اتنے ''فکر مند'' ہوں گے کہ ایک نیا مکان بھی بنالیا۔ ایک طرف اندیشہ ہی اندیشہ ہے اور دوسری طرف مکان ہی مکان ہیں جو بنتے چلے جارہے ہیں خطرہ بہت بیان کیا جارہا ہے اور مکان بھی بنتے جارہے ہیں۔ خطرہ کدھر ہے؟ آپ ذرا نئے پلازوں پر نظر دوڑاؤ تو پتہ چلے گا کہ خطرہ کدھر ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ آسودہ خیال قوم ہے بلکہ آسودۂ منزل قوم لگتی ہے حالانکہ یہ منزل سے آشنا ہی نہیں ہے۔ اس لیے اے مسلمانانِ پاکستان! آپ اپنے اندر سے دو دو خیال کی زندگی گزارنا چھوڑ دو بلکہ ایک خیال رکھو' Singleness of purpose بنالو' وحدتِ مقصد بنا لو۔ اگر ایک مقصد آ گیا یعنی وحدتِ مقصد آ گیا تو آپ قوم بن جائیں گے۔ کیا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ بس آپ دو آدمی مل کر فیصلہ کرلیں کہ ہم مل کر رہیں گے' مل کے زندہ رہیں گے اور مل کر مریں گے' پھر تیسرے آدمی کا ہاتھ پکڑ لو' پھر ایک Queue بنالو' ایک لائن بنالو' پھر آپ کامیاب ہیں۔ آپس میں ایک گروہ بنالیں اور وہ گروہ ایک آدمی کو امیر منتخب کرلے اور اس کے کہنے پہ لبیک کہنا شروع کردے۔ پھر وہ گروہ بڑھتے بڑھتے پھیل جائے گا اور کامیاب ہو جائے گا۔ اگر چار آدمی ہوں اور پانچواں اولی الامر ہو اور نقشہ وہی اولی الامر والا ہو تو پھر آپ کے پاس دعا کا سہارا آ جائے گا۔ حکومت کو آپ اولی الامر نہ کہیں بلکہ اولی الامر شخص کی حکومت ہونی چاہیے۔ یہ آپ آج تک نہیں کر سکے۔ اب کراچی کے

لیے آپ لوگ دعا کریں' سب مسئلوں کے لیے دعا کریں' جہاں جہاں خوف چھپا ہوا ہے' جہاں پہ کوئی Lurking fear ہے' کوئی خوف ہے تو اس کے لیے دعا کرو' کوئی اندیشہ ہے تو اس کے لیے دعا کرو' کوئی خدانخواستہ ناگہانی آفت ہے تو اس کے لیے دعا کرو کہ وہ Avoid ہو جائے' دور ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔

سوال:

اچھے یا برے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور ہر چیز جو ہے وہ لوحِ محفوظ میں ہے تو پھر دعا کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:

دیکھو بات اتنی سی ہے کہ جس نے یہ کہا ہے کہ ہر چیز لوحِ محفوظ میں ہے اُسی نے دعا کے لیے آپ کو دعوت دی ہے۔ اگر وہ کہتا ہے کہ دعا کرو تو دعا کرو' اور وہ یہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے پاس ہر چیز لوح میں محفوظ ہے تو واقعی ہر چیز محفوظ ہے۔ آپ اُس کو اس بات کا Credit دے دو یعنی وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بات ہماری سمجھ میں نہ آنے کے باجود صداقت ہے۔ پھر دعا کا مقام تقدیر کے مقرر ہونے کے باوجود کیا ہے؟ تقدیر کا مقرر ہونا اُس آدمی کو سمجھ آ سکتا ہے کہ جس آدمی نے یہ فیصلہ کر لیا ہو کہ میں آج کے بعد کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا۔ جو شخص کل کا' ایک دن کا' چار دن کا پروگرام بناتا ہے کہ شادی فلاں کی فلاں جگہ ہو گی' وہ شادی کے کارڈ بناتا ہے اُس شخص کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اللہ نے ہر چیز مقرر کی ہے' اللہ کی طرف سے ہر چیز کے مقرر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کو جانتا ہوں کہ یہ کیا مانگیں گے۔ اصل میں بات یہ ہے

کہ آپ جب اللہ سے مانگیں گے تو کیا چیز مانگیں گے' جو چیز آپ کے ذہن اور شعور میں ہے آپ وہی چیز مانگیں گے اور جس چیز کا آپ کو علم یا شعور نہیں ہے وہ آپ کیسے مانگیں گے۔ تو اللہ نے اصل میں یہ کہا ہے کہ یہ میں جانتا ہوں۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ آپ مجھ سے تمنا کرو' تمنا ضرور کرو' مانگو ضرور۔ کہتے یہ ہیں کہ بچہ خدانخواستہ بیمار ہو جائے تو ماں خود بخود اللہ کو دریافت کر لیتی ہے کہ اللہ کہاں پر ہے' دعا کا سلیقہ ماں کو خود بخود آ جاتا ہے۔ جب تک انسان کی آنکھ میں آنسو ہے دعا کا سلیقہ خود بخود آ جائے گا۔ دعا مانگنا بہت اعلیٰ بات ہے لیکن دعا نہ مانگنا بھی ایک مقام پر صحیح ہے۔ یہ مقام کس کے لیے ہے؟ جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے اور یہ کہہ دے کہ میں اللہ کے حوالے ہوں۔ تو پھر دعا کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اب بات یہ ہے کہ تقدیر مقرر کہاں پر ہے؟ آپ کا نصیب اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے' آپ یہ دیکھ لیں کہ Fix چیزیں کون کون سی ہیں اور کہاں کہاں پر آپ آزاد ہیں۔ پھر آپ کو یہ چیزیں سمجھ آئیں گی۔ پہلی بات یہ ہے کہ پیدائش کا دن اور اُس کے لیے جو ماں باپ آپ کو ملے ہیں' یہ طے شدہ ہے۔ اگر کوئی ماں باپ کو بدلنے کی بڑی کوشش کرے تو یہ نہیں ہو گا کیونکہ ماں باپ اُس سے پہلے موجود تھے۔ تو ماں باپ' نہیں بدل سکتے اور ڈیٹ آف برتھ نہیں بدل سکتی۔ اب یہ نہ کہنا کہ نوکری میں Extension لینے والے نے اپنی ڈیٹ آف برتھ بدل کر رکھی ہے' تو کیا چیز نہیں بدل سکتی؟ پیدائش کا دن نہیں بدل سکتا اور وقت نہیں بدل سکتا' اور موت کا وقت بھی بدل نہیں سکتا۔ اس باری تعالیٰ نے زندگی اور موت کے دو سرے باندھ کر کہا کہ اب تم آزاد ہو۔ تو آپ

آزاد ہیں۔ شکل نہیں بدل سکتی' آپ اپنی شکل سے باہر نہیں نکل سکتے' آپ کی شکل ہی آپ کی تقدیر ہے' شکل کے پیچھے ایک ارادہ ہے' آپ کی فطرت ہے' کھانے کے آداب یعنی نمکین' میٹھا' Taste ' زبان اور لہجہ' آپ کا یہ سب مقرر شدہ ہے۔ کون سے خطے میں آپ پیدا ہوں گے' آپ کا یہ وقت مقرر ہو چکا ہے۔ تو یہ سب چیزیں جو ہیں وہ مقرر ہیں اور پھر آپ آزاد کہاں پر ہیں؟ باقی سب جگہ آپ آزاد ہیں۔ صرف آنا جانا پابند ہے اور یہاں رہنا آزاد ہے۔ آپ یہاں رہ لیں' وہاں رہ لیں' ایک مکان وہاں بنا لیں' مگر آپ اپنا مکان جلدی جلدی بنا لیں کیونکہ پھر چھوڑنے کا وقت مقرر ہے۔ تو اس دنیا کو چھوڑنا مقرر ہے' اولاد مقرر ہے کہ کس کے ہاں کتنی اولاد ہوگی' بیٹا کہاں ہوگا یہ مقرر ہے' بیٹی کہاں ہوگی یہ مقرر ہے اور ان کے رشتے کہاں ہوں گے یہ مقرر ہے۔ یہ سب باتیں اُس نے طے کر رکھی ہیں۔ درمیان میں آپ انگریزی پڑھ لو یا فارسی پڑھ لو یہ آپ کی آزادی ہے۔ اس لیے پھر وہ لوگ کہتے ہیں کہ ساری ہی پابندی ہے۔ یہاں پر دعا کا مقام ہے۔ دعا اصل میں اللہ کے قرب کا نام ہے' الفاظ کے بیان کا نام نہیں ہے۔ تو دعا قرب کو محسوس کرنے کا نام ہے۔ قرب اللہ کو دریافت کرنے کا نہیں کہ آپ اللہ کے قرب کے لیے کہیں جائیں بلکہ اللہ جو ہے یہ آپ کے اپنے پاس موجود ہے۔ دل میں دعا کرنے والا' خاموشی کے ساتھ دعا کرنے والا' اللہ کو بات سناتا ہے۔ کیا اللہ خاموشی کی زبان سنتا ہے؟ ہاں وہ سنتا ہے' خاموشی کے پاس ہی اس کے کان ہوتے ہیں۔ یہی تو اللہ ہے جو آپ کی خ موش زبان کے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں دعا کرنے والا ہے وہاں

ہی دعا سننے والا ہے اور یہ ہے اس کا راز۔ دعا مانگنا اللہ کا قرب ہے' اللہ کے قرب کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ ہاں' مانگنے میں احتیاط رکھنا۔ ایک آدمی دعا مانگ رہا تھا' وہاں سے ایک بڑا نیک صورت اور نیک سیرت انسان گزرا۔ اس نے کہا کہ آپ کون ہو؟ اُس نے کہا دعا مانگ رہا ہوں۔ اور آپ کون ہیں؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میرا نام جبریل ہے اور میں اپنے کسی کام کو جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ میرا تو مسئلہ ہی حل ہو گیا' یہ دو چار باتیں دعا کی ہیں وہ اللہ میاں سے سفارش کر دینا۔ اس نے کہا بولو کیا کیا ہیں؟ اُس شخص نے چند باتیں ہی کی تھیں تو جبریل امین علیہ السلام کہنے لگے کہ مجھے سمجھ آ گئی ہے اور میں کہہ دوں گا۔ اُس نے کہا کہ آپ نے میری بات تو پوری سنی نہیں ہے تو آپ کیا کہیں گے؟ کہنے لگا کہ میں تیری ساری بات سمجھ گیا اور میں کہہ دوں گا کہ تیرا فلاں بندہ کہہ رہا تھا کہ اپنے علاوہ باقی سب کچھ مجھے دے دے۔ بس انسان یہی کچھ مانگے گا' اور کیا مانگے گا' وہ پیسہ مانگے گا' عزت مانگے گا' مرتبہ مانگے گا' اولاد سے رعایت مانگے گا کہ اولاد ہمارے ساتھ رعایت کرے' ماں باپ بھی ہمارے ساتھ رعایت کریں اور ہم خود آزاد ہوں اور یہ کہ سماج میں عزت ہو جائے۔ تو وہ اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا۔ وہ کہے گا کہ چار آدمی جو ہیں وہ مجھے سلام کریں۔ تو وہ یہ بات مانگے گا۔ اور آسودگی مانگے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد کہے گا کہ مجھے Peace of mind چاہیے' ذہنی سکون چاہیے' مگر یہ الگ کہانی ہے' Peace of mind آپ کا اپنا نام ہے' سکونِ قلب آپ کا اپنا نام ہے۔ جہاں قلب وہیں سکون۔ اصل میں آپ لوگ علم کے پیچھے لگے رہے تو سکون کا علم آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ سکون کا مطلب

آرام۔سکون کا لفظی معنی جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ سکون سے ایک جگہ بیٹھ جائیں۔تو سکون کسی مقام پر بیٹھ جانے کا نام ہے' کسی خیال میں بیٹھ جانے کا عمل ہے' آپ کی طلب کے اندر ایک اطمینان آنے کا وقت ہے۔اگر کہیں ایسا مقام خدا کرے کہ آ جائے کہ اللہ قریب ہو یا سامنے ہو اور اللہ پوچھے کیا چاہیے تو آپ یہ کہو کہ ''اب اور کچھ نہیں چاہیے''۔پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔مزید تمنا کرنے سے انسان اگر تھوڑا سا پرہیز کر جائے تو یہ سکون کا آغاز ہے۔تمنا کو سمیٹو اور اسے حاصل کے اندر رکھو' جتنا حاصل ہو گیا اُس سے تمنا کو کم کر لو' تو پھر آپ کو مبارک ہو کہ آپ امیر ہو گئے۔اگر تمنا حاصل سے بڑھ گئی تو پھر انا للہ وانا الیہ راجعون تو پھر تو انسان بہت ہی زیادہ خطرے میں ہے۔یعنی وہ جس کی تمنا اس کے حاصل سے تیز دوڑتی ہے۔اور یہ واقعہ ہو رہا ہے' ہمیشہ ہی ہو رہا ہے۔آپ کا کیا خیال ہے؟ سیاست میں بھی ہو رہا ہے۔کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ تمنا کے پاؤں روک دیں۔ایسا ہو سکتا ہے؟ ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔آپ کو جو حاصل ہے اس پر راضی ہو جاؤ یعنی آپ اپنے حاصل پر راضی ہو جاؤ' جس طرح آپ اپنی نالائق اولاد پر راضی ہیں' اپنی اولاد پر سب راضی ہوتے ہیں اور اپنے ماں باپ پر سب راضی ہوتے ہیں۔اور جیسے آپ اپنے چھوٹے سے چہرے پر راضی ہیں انسان اپنے آپ پر اس طرح بہت راضی رہتا ہے۔تو آپ اپنے حاصل پر بھی راضی رہیں۔یہی آپ کا اصل حاصل ہے۔تو تمنا سے بچو۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے وہ چیز مانگو جو اللہ کو پسند ہو اور اللہ نے اپنی پسند کی اطلاع آپ کو دے دی ہے کہ میں اور میرے فرشتے حضور پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اور ہم یہ کام

کرتے رہتے ہیں ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یہ کام کر رہے ہیں۔ تو اللہ سے مانگنے کے لیے کیا چیز ہے؟ کہ یہ کام ہمیں بھی بتلا دے۔ باقی اگر مانگنا ہے تو وہ چیز مانگو جو چھوڑ کر نہ جانی پڑے۔ اب آپ ان چیزوں کا نام جلدی جلدی بتائیں جن کو آپ چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے۔ باقی تو صرف ان چیزوں کا استعمال رہ گیا' لہٰذا آپ وہ چیزیں استعمال کرو اور راضی رہو۔ آپ تو اپنا وجود چھوڑ کر چلے جائیں گے اور اپنی شکل بھی چھوڑ کر جائیں گے۔ یہاں دنیا میں صرف چیزوں کا استعمال ہے اور چیزوں کا حاصل نہیں ہے۔ تو آپ انہیں استعمال کرو خوشی کے ساتھ اور پھر چلے جانے کا انتظام کرو۔ یہ نہیں کہتے کہ جلدی چلے جاؤ مگر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جاتے وقت تکلیف نہ ہو۔ آپ کا حاصل اتنا ہو کہ ترک کرتے وقت تکلیف نہ ہو' زیادہ نہ پھیلو کیونکہ سمٹنا مشکل ہو جائے گا۔ کسی شخص کا حاصل دور تک پھیلا ہوا تھا اور اسے دیکھ کر وہ فقیر ہنس رہا تھا اور حاصل کرنے والا بھی ہنس رہا تھا۔ حاصل کرنے والا اس لیے ہنس رہا تھا کہ میں نے بہت حاصل کیا ہے اور فقیر اس لیے ہنس رہا تھا کہ دیکھو تیرا حاصل کو چھوڑنا کتنا مشکل ہو گیا ہے۔ سکندر اعظم جا رہا تھا تو ایک درویش ہنسنے لگ گیا کہ تو کدھر جا رہا ہے؟ سکندر اعظم نے کہا کہ میں دنیا کو فتح کرنے جا رہا ہوں تو درویش نے کہا کہ پردیس میں اپنی قبر بنانے کے لیے جا رہا ہے' اس کی قبر پردیس میں لکھی ہوئی ہے' یہ بیچارہ اپنی قبر کے لیے جا رہا ہے اور یہ وہاں جا کر بے نام ہو کر مرے گا۔ کہتا ہے کیوں اپنے آپ کو اتنی مشکل میں ڈال رہا ہے' یہیں کہیں کوئی فتح کر لو۔ بس اتنی ساری ہیں فتوحات' اس دنیا کی

فتوحات تو یہ ہیں۔ اور اس دنیا کی عزت تو یہ ہے' آپ اگر سیاست دان ہو تو بہت اچھی طرح جانتے ہو' آپ لوگ مجھے قائداعظم کے بعد سیاست کے میدان کا کوئی آدمی ایسا بتا دو جس کو لوگوں نے زندہ باد کہنے کے بعد کچھ عرصہ بعد مردہ باد نہ کہا ہو۔ یہ مزاج ہے اس قوم کا۔ یہ نعرہ لگانے والے کچھ عرصہ کے بعد تنگ آ جاتے ہیں' اس لیے یہ سارا حاصل کچھ عرصے کے بعد تنگ کرنے لگ جاتا ہے۔ اب آپ اس کا ویسے بھی تجزیہ کر لو' مثلاً جن چیزوں کو کھا کر خوشی ہوتی تھی اب ان چیزوں سے ڈاکٹر صاحب پرہیز کرنے کو کہتے ہیں حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ نمک بھی چھوڑ دو' چینی بھی چھوڑ دو 'حتیٰ کہ سب کچھ ہی چھوڑ دو۔ ہر وہ چیز جو آپ کو پسند تھی اب وہ کھانا مشکل ہو گئی ہے' آنکھوں کے اندر بڑی روشنی ہوتی تھی' اور اس وقت چہرے بڑے روشن ہوتے تھے۔ جب تک آنکھوں میں روشنی ہو' چہرے Bright ہوتے ہیں روشن ہوتے ہیں اور اگر آنکھوں کے چراغ مدہم پڑ جائیں تو کہتے ہیں کہ چہرے بھی اداس ہو جاتے ہیں کیونکہ نظر جو نہیں آتا۔ تو اپنے اندر ہی انسان کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ تو اس نے کیا مانگنا ہے۔ اصل والی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہاں پر رہنے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کے ساتھ درود بھیجتا رہا ہے اور ایک وقتِ مقررہ کے بعد اپنے پیغمبرؐ سے کہا کہ اب آ جاؤ' میں درود بھیجتا رہوں گا لیکن آپ آ جائیں۔ سبحان اللہ! یہ محبت ہے' یہ امرِ الٰہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ فرعون کا کیا کرنا ہے اور نیل کے معاملہ کا کیا کرنا ہے؟ تو اللہ نے فرمایا کہ اس کو فوراً Dispatch کر دو' بھیج دو۔ انہوں نے پھر پوچھا اس کے بعد کیا کرنا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر

آپ بھی آ جاؤ۔ بس یہ ساری کہانی چلی آ رہی ہے۔ دعا یہ ہے کہ آج کا دن اچھا گزرے' سوائے اس کے اور کوئی دعا کرنے والی نہیں ہے۔ کیا اچھا گزرے؟ The moment' اور The present یہ لمحہ اچھا گزرے۔ یہ کب اچھا گزر سکتا ہے؟ جب آپ مستقبل کا پروگرام چھوڑ کے اللہ کے حوالے کر دیں اور آپ فی سبیل اللہ ماضی کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جائیں' ورنہ پرانا غم آج کا غم ہو جائے گا۔ پرانی خوشیاں بھی آج کا غم بن سکتی ہیں۔ پرانی خوشی آج کا غم کیسے بن سکتی ہے؟ غم ہوتا کیا ہے' خوشی کا رخصت ہونا۔ اور خوشی کا کام ہے آنا اور رخصت ہو جانا۔ غم آتا ہے خوشی بن کے اور خوشی جاتی ہے غم بن کر۔ بس یہ کھیل ہے قدرت کا' اس میں آپ کو کیا دقت ہے۔ لہٰذا ہر حاصل جو ہے یہ محرومی ہے' اور یہ لازمی بات ہے۔ تو مانگنے والی دعا یہ ہے کہ یا اللہ آسانی عطا فرما دے اور ہمیں اس زندگی کی الجھنوں سے آزاد ہونے کی آسانی دے' ہمیں اولاد کی طرف سے غم کوئی نہ ہو اور ماں باپ ہم پر راضی رہیں' جن لوگوں سے ہمارے تعلقات ہیں ان لوگوں میں کچھ عزت ہونی چاہیے۔ یہ اچھی دعا ہے اپنے سماج میں تھوڑا سا معزز ہونا اچھی دعا ہے۔ یا اللہ یہ جو ہماری ضروریات ہیں ان کو پورا ہونے میں دقت نہیں ہونی چاہیے بلکہ آسانی ہونی چاہیے۔ اے اللہ' باقی ہم نے لینا کیا ہے اور دینا کیا ہے' ہم خود بخود تیرے پاس آ جائیں گے' ہمیں زیادہ زور سے نہ بلانا' بیمار کر کے نہ بلانا' جب بلانا ہو تو ہمیں بتا دینا' ہم خود ہی آ جائیں گے۔ اس لیے ہمیں تھوڑا سا دنیا کا میلہ دیکھنے دو۔ یہ میلہ ہی ہے اور یہ میلہ صرف انسان کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ زندگی یہی ہے اور یہیں ہے اور یہ انسان ہی

زندہ ہے اور اس کے لیے کائنات کے وسیع سلسلے معرضِ وجود میں آئے ہیں' یہ بڑی بات ہے۔ سورج' چاند' ستاروں کا سفر آپ کے لیے ہے۔ اصل میں آپ ہی ہو۔ اور آپ اشیاء کے دام میں نہ آنا' یہ فریب ہے' آپ رنگ کے دام میں نہ آنا' لذتِ وجود کے دام میں نہ آنا۔ تو وجود کے تلذز سے آپ بچ جاؤ اور مال کی گنتی بند کر دو۔ یہ دونوں کام بند کر دو یعنی مال کی گنتی بند کر دو اور لذتِ وجود بند کر دو۔ حاصل جو ہے وہ بہت نہیں کرنا بلکہ اتنا حاصل کرو جسے چھوڑنے میں آسانی ہو۔ وہ شخص سکون میں ہے جو حاصل بھی خوشی سے کرے اور وہ دے بھی خوشی سے۔ اگر اللہ کا حکم ہو کہ آ جا تو کہے آ گیا اور وہ کہے چلا جا تو چلا جائے۔ یعنی اگر وہ کہے کہ جاؤ دنیا میں تو کہو اچھا جی ہم جا رہے ہیں اور جب کہے چلو اب، واپس آؤ تو کہو اچھا جی ہم آ گئے۔ یہاں پر اور کرنا کیا ہے۔ جتنی Achievement کرو چاہے قطب مینار بنا لو' تو قطب مینار بنانے کے باوجود بھی واقعہ وہی رہے گا اور آپ وہی کے وہی رہتے ہیں۔ اس لیے گھبرانے والی بات نہیں۔ دعا کا مقام بڑا اہم ہے بشرطیکہ آپ اسے سمجھو۔ آپ اللہ سے دعا مانگتے ہیں کیونکہ اللہ آپ کا معبود ہے اور اللہ سے مانگنے والی وہ چیز بہتر ہے جو اللہ کو پسند ہو اور ہماری پسند جو ہے وہ ہمیں نقصان دیتی ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ آپ جنت میں چلے جاؤ' جنت کے گیٹ پر کھڑے ہو جاؤ اور جنت میں جانے والے لوگوں سے پوچھو کہ آپ یہاں کیسے آئے تو وہ کہیں گے کہ بڑی مہربانی ہو گئی اور میں یہاں اس طرح آیا کہ میری خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اور اس طرح میں جنت میں آ گیا' اگر میری خواہشات پوری ہو جاتیں تو میں نے یہاں نہیں آنا

تھا۔اور دوزخ والے کہیں گے کیوں کہ ہمارے اکثر ارادے جو تھے وہ پورے ہو گئے ان کی وجہ سے ہم دوزخ میں آ گئے ہیں۔ گناہ کسی ارادے کے پورا ہونے کا نام ہے اور نیکی بعض اوقات ارادہ پورا نہ ہونے کا نام بھی ہے۔لہٰذا اپنے ارادوں سے بچو' اپنے بہت زیادہ حاصل سے بچو' خاموش ہو جاؤ اور آرام سے بیٹھ جاؤ اور اپنی خواہشات کی لوڈشیڈنگ کر دو' Easy ہو جاؤ بلکہ بہت زیادہ Easy ہو جاؤ۔ لوگوں کو عطا کیا کرو اور جس صفت پر آپ کو غرور ہے وہ صفت بانٹ دو۔ جس خوبی پر غرور ہے اس خوبی کو دوسروں کے لیے باعثِ تسکین بنا دو۔لوگوں کو اپنی خوبیوں سے خوف زدہ نہ کرو لوگوں کو ڈرایا نہ کرو' اپنے مکانوں کو اتنا سجایا نہ کرو کہ پاس سے گزرنے والا کوئی غریب چیخ پڑے۔اپنا مکان سادہ سا بنایا کرو۔اس کو ڈرایا نہ کرو جو محروم ہے' محروم کی عزت کرو' مظلوم کی عزت کرو' شاید ان کی عاقبت آپ سے بہتر ہو۔آپ کو ایک سوال بتاتا ہوں۔آپ لوگ غور کرو کہ جب آپ کو یہ بتا دیا جائے کہ آپ کے دفتر کا Peon' چپراسی وقت کا صاحب درویش ہے تو آپ اس سے فیض کیسے لو گے؟ آپ کو تو اس سے عزت سے بات کرنے کا طریقہ نہیں آتا' سلیقہ نہیں آتا۔اور وہ آدمی جو بالکل ہی سادہ ہے' بہت کمزور ہے' اس سے فیض کیسے لو گے؟ یا آپ کا وہ رشتے دار جو اتفاق سے آپ کو پسند نہیں ہے اس کو وقت کا درویش بنا دیا جائے تو اس سے فیض کیسے لینے جاؤ گے؟ تو اس سے فیض کیسے لینے جاؤ گے جو آدمی آپ کو پسند نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنی پسند اور ناپسند کو اللہ کی پسند اور ناپسند کے تابع کر دو اور یہ کہو اگر اللہ تعالیٰ میرے دشمن کو مرتبہ دیتا ہے تو ہم اس کی عزت کریں گے' اللہ اس کافر کو مومن بناتا

ہے ہم اس کی عزت کریں گے' اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دفتر کے Peon کو صاحب وقت بنایا ہے تو ہم اس کی عزت کریں گے۔ آپ تو ان کے مرتبوں کو دیکھتے ہیں۔ اللہ کا شکر کرو کہ یہ زمانہ پیغمبروں کا نہیں ہے ورنہ شاید آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہوتے اور آپ یہ کہتے کہ یہ پیغمبر کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ ان کے پاس مکان ہی نہیں ہے۔ اگر آج کل کوئی صاحب وقت ہوں اور فقر کی زندگی گزار رہے ہوں تو آپ میں سے کتنے لوگ ہوں گے جو ان کی عزت کریں گے اور ان سے فیض لینے کے لیے جائیں گے کیوں کہ آپ کے پاس جن لوگوں کی عزت ہے ان کا کچھ اور ہی مرتبہ ہے۔ گویا کہ آپ نے عزت کا معیار ہی بدل دیا ہے۔ آج کون سے ایسے لوگ ہیں جو حضور پاک ﷺ کے نام پر اپنے گھر میں ویسی زندگی گزاریں' ویسی زندگی گزارنا تو مشکل ہے چلو ایسا کر لو کہ حضور پاک ﷺ نے اپنی بیٹی کو جتنا جہیز دیا تھا' اتنا جہیز دیں۔ اور آپ تو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ کوئی شخص آپؐ جیسی زندگی گزارے' چلو ساری زندگی نہیں تو ایک دن ہی ویسا گزار کے دکھائے.....

آپ کے معیار اور ہیں' آپ کی صداقتیں اور ہیں' آپ کے مانوس واقعات اور ہیں۔ دین جو ہے وہ ایک طرف جا رہا ہے اور زندگی دوسری طرف جا رہی ہے' یہ ہے آپ لوگوں کا پرابلم..... دین کے تقاضے اور ہیں' دنیا کے تقاضے اور ہیں اور آپ درمیان میں چلتے جا رہے ہیں کہ ہم لوگ کس کی لاج نبھائیں۔ میرا خیال ہے کہ دنیا کو مدھم کر دو اور دین کو دل میں رکھ کر چلتے جاؤ اور دعا کرو کہ ایسا زمانہ آ جائے کہ دین آسان ہو جائے' کیوں کہ دنیا نے تو آسان کبھی نہیں

ہونا' بس دین آسان ہونا چاہیے' تو دعا کرو کہ ایسا زمانہ آ جائے' ایسا وقت آ جائے۔ دعا یہ ہے کہ ہم اس زمانے میں چلے جائیں کہ ہمارے جو حاکم ہوں ان کی زندگی ویسی ہو جائے جیسی کہ صحابہ کرامؓ کی زندگی ہوتی تھی۔ یا پھر ان کی تاریخ پڑھنا بند کر دو۔ اور پھر ہمیں کوئی اور ہی تاریخ پڑھاؤ' اور واقعات ہونے چاہییں۔ آپ لوگ کن زندہ قوموں کی بات کر رہے ہیں' آپ تقلید مغرب کی کر رہے ہیں اور سجدہ کعبہ کو کر رہے ہیں' آپ تو بڑے ہی بھولے ہیں۔ اردو بھی بولتے ہیں' پنجابی بھی بولتے ہیں' خط و کتابت اردو میں ہے' انگریزی تمہارے تفاخر کا ذریعہ ہے' عربی تمہاری عبادت کی زبان ہے' فقر کا سارا سرمایہ فارسی میں ہے' ہمارے کئی درویش پنجابی کے اندر رہنے والے ہیں' اس لیے آپ کے ہاں بڑی بے چینی ہے۔ آپ لوگ ابھی تک اپنے آپ کو دریافت نہیں کر سکے ہو۔ اب آپ اپنے آپ کو دریافت کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ قوم کے لیے عربی Compulsory کر دو' لازمی کر دو۔ یہ ہمارے مالک کے فیصلے ہیں اور اس کے ہاں عربی' فارسی سب برابر ہیں۔ جس ملک میں' جس زبان میں آپ پیدا ہوئے ہیں اس ملک میں' اس زبان میں آپ کے لیے عرفان کا ہونا آسان ہے۔ یہ میں اللہ کے عرفان کی بات کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر زبان جانتا ہے اور ہر ملک کا رب ہے مثلاً اگر آپ آج عربی زبان سیکھنا شروع کر دو جیسا کہ عربی سیکھنے کا حق ہے تو جب آپ عربی کے صرف لہجے تک پہنچیں گے تو زندگی کا سورج غروب ہو جائے گا۔

ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک درویش کی ہمیں اطلاع ملی۔ اس کی

زیارت کے لیے گئے' صبح کی نماز کا وقت تھا اور وہ بزرگ جو Host تھے' انہوں نے جماعت کرائی۔ یہ جو Guest' مہمان درویش تھا اس نے بھی نماز پڑھی۔ اس نے دیکھا کہ اس جماعت کرانے والے کا تلفظ صحیح نہیں تھا۔ اس درویش نے نماز توڑ کر اپنی الگ پڑھ لی کیوں کہ وہ عربی ٹھیک نہیں پڑھ رہا تھا' الفاظ کی زیر زبر کا فرق آ گیا تھا۔ تو یہ درویش انہیں ملے بغیر چلے آئے۔ وہ Offended' غصے میں جو مہمان درویش تھا وہ کہتا ہے کہ میں جنگل سے گزر رہا تھا' آگے دیکھتا ہوں سامنے سے ایک شیر میری طرف آ رہا ہے' پوری' Full طاقت کے ساتھ۔ اس لیے میں بہت ڈرا۔ پھر جو میزبان بابا تھا وہ ایک چھڑی ہاتھ میں لے کر آ گیا اور شیر سے کہا تم ہمارے مہمان کو ڈراتے ہو' تمہیں شرم نہیں آتی' یہ ہمارا مہمان ہے۔ وہ شیر غرایا اور چلا گیا۔ مہمان ڈر گیا' میزبان سے کہتا ہے سرکار یہ طاقت کہاں سے حاصل کی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تجھے طاقت سے کیا تو اتنا تلفظ درست کر اور اپنی نماز الگ پڑھا کر۔ مہمان کا نام تھا داتا گنج بخشؒ۔ آپ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ میرے ساتھ ہوا ہے.....

تو صورت اتنی ساری ہے کہ روح کا تلفظ اور ہے' آپ کے قلب کا تلفظ اور ہے۔ کیا مقفّٰی ہونے سے اللہ زیادہ خوش ہو جاتا ہے اور کیا مرصع ہونے سے اللہ زیادہ خوش ہو جاتا ہے؟ سیدھا سادا ''رب'' ہے' پنجابی زبان والا ''رب'' کہو یا اگر ہندی والا ''رب'' کہو' تب بھی بات آسان ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ جس طرح بھی پکارو گے' میں تمہاری بات سمجھتا ہوں۔ صرف وہی تو ہے جو سمجھتا ہے۔ اتنی عربی کافی ہے جتنا آپ پڑھتے رہتے ہو' اگر آپ اب سے حافظ بننا شروع

کر دو تو یہ کیسے ہوگا' میں آپ کو اس کی اجازت دیتا ہوں اور دعا بھی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حافظ بنا دے اور سارا قرآن آپ کو یاد ہو جائے مگر اب اس عمر میں آپ کو یاد نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی بڑی بات ہے اگر ایک آیت لے لو اور اس پر پورا عمل کر گزرو۔ تو آپ ایک آیت کے پورے حافظ بن جاؤ بلکہ محافظ بن جاؤ۔ مثلاً میں آپ کو ایک آیت بتاتا ہوں' اسے آپ یاد رکھنا' والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس و اللہ یحب المحسنین اور وہ غصہ پی جانے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو غصہ نہ کرو' معاف کر دو، اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ تو غصہ نہ کرو' کب غصہ نہ کرو؟ جب غصہ آئے۔ غصہ کب آتا ہے؟ جب دوسرا آپ کو Offend کرتا ہے' مشتعل کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کے برے عمل سے آپ Offend نہ ہونا' مشتعل نہ ہونا' کسی کی نالائقی پر ناراض نہ ہونا' اور کسی کی زیادتی پر ناراض نہ ہونا۔ آپ یہ نسخہ گھر میں استعمال کیا کرو اور یہ بڑے کام کا نسخہ ہے' کہ دوسرے کی غلطی پر آپ ناراض نہ ہونا اور اگر ایسا ہو جائے تو معاف کر دیا کرو۔ یہ سوال صحابہ کرامؓ نے رسول پاکؐ سے پوچھا تھا کہ کسی کو کتنی بار' کتنی تعداد میں معاف کرنا چاہیے تو آپؐ نے فرمایا کہ ستر دفعہ تو اپنے غلاموں تک کو معاف کر دیا کرو اور صرف معاف کرنے تک نہیں بلکہ آگے احسان کرنا بھی ہے واللہ یحب المحسنین کہ آپ غصہ دلانے والے کے ساتھ تھوڑی رعایت کرو کیوں کہ اس کا دماغ خراب ہے اور وہ آپ کی رسائی تک نہیں پہنچا' آپ کی بلندیوں تک نہیں پہنچا' وہ پست ہے' چھوٹے ذہن کا ہے۔ ایک درویش جھاڑو

دینے والے کے پاس سے گزرا۔ اس کا کوڑا ٹوکرے میں تھا۔ تو درویش نے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کے سر پر رکھ دیا۔ اس درویش کے مرید بڑے ناراض ہو گئے اور چیں بہ چیں ہو گئے۔ انہوں نے کہا سرکار آپ نے یہ کیا غضب فرما دیا' آپ ہمیں حکم فرماتے۔ تو انہوں نے فرمایا آپ لوگ بات سمجھے نہیں' یہ اس اللہ کی تقسیم ہے کہ اسے اس حال میں رکھا اور ہمیں اس حال میں رکھا اور اس حال میں رہنے کا شکر یہ ہے کہ میں اس حال کے ساتھ نیکی کروں..... تو آپ لوگ یہ کیا کرو کہ ''اُس'' حال کے ساتھ رہنے والے کے ساتھ نیکی کیا کرو' جس کا Sub-human Brain ہے' کم دماغ ہے اس کے ساتھ نیکی کیا کرو' جو بیچارہ معمولی زندگی گزار رہا ہے اس کے ساتھ نیکی کیا کرو۔ آپ کی بلندیاں آسمانوں کے کام آ رہی ہیں مگر آسمان تو آپ سے پہلے ہی بلند ہیں۔ تو آپ جس آسمان کے بھی رہنے والے ہو' جس آسمان کے بھی ستارے ہو' آپ زمین والوں کے ساتھ تھوڑی سی نیکی کر گزرو۔ نیکی یہ کیا کرو کہ ''آپ کو میں نے معاف کر دیا'' اور کمزور کے ساتھ آپ دستِ شفقت رکھو' برا نہ مناؤ' نااہل انسان کے ساتھ رعایت کرو اور جس کا حق نہیں بنتا اس کے ساتھ رعایت کرو۔ ایسا اسلام نافذ نہ کرو کہ میں آج اللہ کے نام پر تجھے قتل کر دوں گا۔ تُو اللہ کے نام پر اسے کیوں قتل کرے گا؟ کیا تُو اللہ کو بچا رہا ہے؟ تم اللہ کو کیا بچاؤ گے۔ آپ نے اسلام کو نہیں بچانا بلکہ اسلام نے آپ کو بچانا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ للہ جنود السمٰوٰت والارض اللہ کہتا ہے کہ میرے پاس آسمانوں اور زمینوں کے لشکر ہیں۔ اللہ کہتا ہے میں وہ اللہ ہوں کہ میرے پاس بہت کچھ ہے اور تم کیا جانو کہ

میرے پاس کیا ہے۔ تو آپ ناراض نہ ہوا کرو' Offend ' مشتعل نہ ہوا کرو۔ یہاں آ کر فقراء نے یہ بات کہی ہے کہ آپ مسجد کو مندر کو بے شک گرا دو لیکن انسان کے دل کی حفاظت کرو' شکستہ دل جو ہے یہ اللہ کے قریب ہوتا ہے یقیناً قریب ہوتا ہوگا۔ اس لیے شکستہ دل سے بچو بلکہ انسان کی آہ سے بچو اور آپ دوسروں کی اصلاح کرنے سے بچو۔ اگر اصلاح کرنے کا آپ کے اندر جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر اپنی اصلاح کر لو۔ اگر نقائص دیکھنے ہوں تو اپنے آپ میں دیکھو اور جب کبھی خوبی کی تمنا ہو تو دوسروں میں دیکھو۔ مگر آپ Otherwise' الٹ ہو کہ خوبی اپنے اندر دیکھتے ہو اور خامی دوسروں کے اندر دیکھتے ہو۔ آپ ٹھیک ہو جاؤ تو آسانی پیدا ہو جائے گی اور اس طرح نیکی پیدا ہو جائے گی۔

سوال:

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی مرضی سے چیزیں چھوڑ دے۔

جواب:

اس کا ایک نسخہ ہے اور وہ نسخہ یہ ہے کہ آپ کو حاصل کرنے کی تمنا اور ایثار کا جذبہ دونوں سمجھ آنے چاہییں اور ان دونوں کے درمیان ایک شے ہوتی ہے' اگر وہ موجود ہو تب انسان اپنی تمنا کو Handover کر سکتا ہے' تمنا سے دست بردار ہو سکتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی سے محبت ہونی چاہیے۔ آپ کوئی چیز اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک اسے لینے والا آپ کا محبوب نہ ہو کیوں کہ آپ کے ہاں صرف خیال کے اور خالی جذبے رہ گئے ہیں اور انسان کی

صورت میں محبوب نہیں رہ گئے' تو یہاں سے آپ گمراہ ہو گئے ہیں۔ بلکہ آپ کے ہاں تو Ideology محبوب ہو گئی ہے' نظریہ محبوب ہو گیا ہے۔ اصل میں محبوب کوئی ایک انسان ہونا چاہیے۔ جب تک انسان محبوب نہ ہو گا تو نظریے محبوب نہیں ہوا کرتے اور وطن محبوب نہیں ہوا کرتے۔ وطن اس وقت محبوب ہوتا ہے جب یہ محبوب کا وطن ہو۔ آپ کو بات سمجھ نہیں آئی؟ بات آسان ہے' وطن میں جب تک کوئی محبوب نہ ہو وہ وطن محبوب نہیں ہو سکتا۔ تمنا کو روکنے کا خیال اس وقت آئے گا جب آپ کا کوئی ہم سفر آپ کا محبوب ہو اور وہ آپ کو اس راستے سے باز کرے۔ یہ Exercise بات خود بخود نہیں ہوتی۔ انسان حاصل کب کرتا ہے؟ اس کا ذہن جو ہے وہ حاصل کرتا رہتا ہے لوگوں کو Dominate کرنے کے لیے۔ اور Sacrifice' ایثار کب کرتا ہے؟ دلوں کو جیتنے کے لیے Dominate کرنا اور طرح کا جذبہ ہے اور دل کو جیتنا اور چیز ہے۔ دل جیتنا ہو دلبر کا تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ آپ کے دل میں اس لیے پھیلاؤ نہیں ہے۔ کسی سے پوچھا گیا کہ وہ تصویر جو یہاں رکھی تھی کہاں چلی گئی تو کہتا ہے کوئی لے گیا۔ اس نے پوچھا کہ ہم نے وہ مانگی تھی لیکن آپ نے نہیں دی تھی لیکن وہ کیسے لے گیا؟ وہ ہمارا دلبر تھا جو لے گیا۔ تو انسان اپنا ہر شوق جو ہے وہ محبوب پر نثار کر دیتا ہے۔ تو راز یہ ہے کہ اگر کوئی محبوب جذبہ آ جائے یا محبوب واقعہ آ جائے تو پھر آپ ہر تمنا سے بچ جاؤ گے۔ مثلاً آپ نے دریا کے پار جانا ہے تو وہ پوچھے گا وہاں کون ہے؟ آپ کہیں گے ''یار کی گلی'' یعنی دوست کا مقام۔ جب تک پار جانے کا کوئی بلند جذبہ نہ ہو تب تک آپ سامان کے ساتھ بیٹھے رہو گے۔ اور سامان کب چھوڑ و

گے؟ جب ادھر سے کوئی Sweet' میٹھی آواز آئے گی۔ ابھی تک آپ کو وہ آواز نہیں آئی۔ اور اگر آپ کو محبوب پکارے تو یہ سارا واقعہ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کسی نہ کسی ذات سے محبت قائم کر لو تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ جن چیزوں کو ایک وقت میں حاصل کیا ہے اگر ان سے سکون نہیں ہو رہا تو دوسرے وقت میں ان کو دینا شروع کر دو' پھر بہت سکون ہو جائے گا۔

سوال:

قصور تو محبوب کا ہے جو آواز نہیں دیتا۔

جواب:

آج کل جو محب ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم عاشق لوگ ہیں' چاہنے والے لوگ ہیں' ذرا عمر زیادہ ہو گئی ہے' خود ہی کوئی تکلیف فرمائے اور کہیں سے کوئی محبوب آ جائے۔ یہ ایسے نہیں ہوتا۔ محبوب جو ہے یہ آپ ہی کے شوق کا نام ہے۔ محبوب اور عشق کی بات سمجھنا بڑی آسان ہے' آپ جس شخص کے قریب رہنا چاہو وہی آپ کا محبوب ہے۔ محبوب کسی نمائش کا نام نہیں ہے۔ جس کا آپ قرب چاہتے ہو' وہی محبوب ہے اور جو قرب چاہنے والا ہے وہ طالب ہے' اور یہ جو عشق ہے یہ آپ کا اپنا ہی شوق ہے کہ کس شدت سے آپ محبوب کے قریب رہنا چاہتے ہو۔ وہ محبوب کیوں کہلاتا ہے اور خوب صورت کیوں کہلاتا ہے؟ یہ سب آپ کا حُسنِ خیال ہے اور حُسنِ نظر ہے۔ تو جس چیز کو آپ حسن نگاہ سے دیکھو گے وہی خوب صورت ہو جائے گی ورنہ چیزیں خوب صورت نہیں ہوتیں اور افراد بھی خوب صورت نہیں ہوتے۔ یہ کوئی دنیا کا Contest' مقابلہ نہیں ہے کہ جس کو

آپ چاہتے ہو ساری دنیا اسے چاہے۔ لہٰذا آپ اپنے حسنِ خیال کا خیال رکھو' اپنے حسن نگاہ کا خیال رکھو' اپنی ذات کا خیال رکھو' اپنے انگ انگ کا خیال رکھو۔ آپ دل کے کعبے سے آرزوؤں کے بت باہر نکال دو اور یہاں پر توحید رکھ لو۔ صرف دل میں آپ توحید رکھ لو اور باقی آپ چلتے جاؤ۔ چیزوں کی طرف آپ دیکھو کہ ان کی افادیت کب تک ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا ہی نہیں۔ آپ غور کرو ناں۔ کبھی کبھی آپ اپنے گھر کے پاس سے گزر جایا کرو' پھر سمجھ آئے گا کہ یہاں رہنا کیسے ہے اور یہاں سے نکلنا کیسے ہے' اس گھر کے اندر کیا ہے' ہم کیا ہیں' مکان کیا ہے' یہ زندگی کیا ہے' اور کب تک کیا ہے' اور کب تک کون ہے' اور کون کے بعد کیا ہے؟ کیا مجھ سے پہلے کچھ لوگوں نے اس زندگی کو اپنا نہیں سمجھا؟ مجھ سے پہلے لوگ جو بڑے طاقت ور تھے کیا وہ چلے نہیں گئے؟ میں موت کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کے ہاتھ سے چیز گر جاتی ہے کیونکہ آپ کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے۔ کیا آپ نے پرانے کھلونے ترک نہیں کیے؟ کیا آپ نے پرانے دوست چھوڑے نہیں ہیں؟ جن کے لیے آپ بے تاب ہوتے تھے' راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر روتے تھے اب آپ کو ان کے نام بھی یاد نہیں ہیں۔ وہ رونا بھی بیکار نکلا۔ یوں آپ ایک ایک کر کے نام بھولتے جا رہے ہو' اپنے کام بھولتے جا رہے ہو' ماضی بھولتے جا رہے ہو' اور آپ سمجھ لو کہ آج کی یہ بات آخری بات ہے۔ یہ بات آپ نہیں چھوڑتے اور پچھلی چیزیں چھوڑتے جا رہے ہو۔ تو یہ بھی چھوڑ دو۔ لہٰذا آپ اُس جگہ کا خیال رکھو جہاں جانا ہے' پھر آپ کو بہت آسانی ہو جائے گی' اس بات کا خیال رکھا کرو۔ آپ کا مسئلہ خیرات

سے اور ایثار سے حل ہو جائے گا۔

سوال:

کہتے ہیں جب تک سسٹم ٹھیک نہیں ہوتا فرد ٹھیک نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک بے عملی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

جواب:

آپ کے سوال میں ذرا کنفیوژن ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر یہ سب ٹھیک ہونا ہی ہے تو پھر مجھے ٹھیک ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ سوال کا یہ حصہ ٹھیک ہے کہ اپنی اصلاح کے لیے کیا پہلے معاشرے کی اصلاح ہونی چاہیے یا فرد کی اصلاح پہلے ہونی چاہیے۔ اگر آپ اس کو دین کے حوالے سے دیکھیں تو جوابدہی جو ہے یہ فرد کی ہے' معاشرے کی نہیں ہے۔ ایک جوابدہی خدا والی ہے اور دوسری جوابدہی کا نام ہے آپ کا ذاتی سکون۔ تو سکون جو ہے یہ فرد کا نام ہے۔ آپ اس کو اس طرح سمجھو کہ فرد نے جب اپنا آپ چھوڑ دیا تو وہ رزلٹ پیدا ہوا جس کا آپ گلہ کر رہے ہیں' معاشرے کو اس حالت میں جس نے پہنچایا ہے وہ فرد ہی نے پہنچایا ہے کہ فرد اپنے آپ کو بھول گیا۔ اُس معاشرے کی اصلاح کون کرے گا؟ فرد ہی کرے گا یا پھر افراد کریں گے۔ معاشرے کی اصلاح ہونا بہت ہی آسان ہے' مثلاً آپ دو آدمی مل کر فیصلہ کر لو کہ معاشرے کی اصلاح کرنی ہے اور دونوں میں سے جو بہتر ہو' وہ آگے چلے اور دوسرا اُس کی اطاعت کرے۔ تو گروپ بن جائے گا۔ اس کے بعد اصلاح ہو جائے گی۔ سیاست کے اندر الیکشن کا جو طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ ووٹ لینے کے

لیے جاتے ہیں تو پھر آپ اپنے مقصد کو بھول جاتے ہیں اور پھر ووٹ ہی آپ کا مقصد بن جاتا ہے۔ سیاست میں آج تک کوئی آدمی ایسا نہیں آیا جو یہ کہے کہ یہ ہمارا مقصد ہے اور جو لوگ ہمارے اس مقصد میں تعاون نہیں کرنا چاہتے وہ ہمیں ووٹ نہ دیں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری مدد کریں گے' ہمیں ووٹ دو۔ تو اس میں اصلاح کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ فرد کی اصلاح اول ہے' آخر ہے اور بے شک معاشرے کو ٹھیک کر لو۔ اصل دعا یہ ہو کہ یا اللہ کسی طریقے سے اُس آدمی کو حکومت میں Smuggle in کر دے جو اصلاح کر سکتا ہو یا اُسے Superimpose کر جو ہماری اصلاح کر سکتا ہو یا اِن موجود لوگوں میں سے کسی کو Transform کر' یا وہ آدمی کسی طریقے سے Through ہو جائے' وہ کوئی آدمی ہو' دردِ دل والا ہو۔ جس میں یہ درد ہو وہ چلتا چلتا وہاں پہنچ جائے اور وہاں جا کر سب کو برابر کر دے۔ یا پھر اللہ کے پاس ایک مشینری ہوتی ہے جسے وہ Superimpose کر دیا کرتا ہے' نافذ کر دیا کرتا ہے۔ تو اللہ یہ بھی کر سکتا ہے۔ یا پھر یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے کسی کو Transform کر دے' اچانک انقلاب پیدا کر دے ..... تو افراد کی باطنی زندگی کے لیے معاشرے کی اصلاح ضروری ہے لیکن آپ یہ نہ کہنا کہ اگر معاشرہ ٹھیک نہ ہو تو ہم نے ٹھیک ہو کر کیا کرنا ہے۔ یہ اول مقام ہے کہ معاشرے کی اصلاح کرو' لوگوں کی اصلاح کرو' ان میں آپ کو راستہ ملتا ہے تو جا کے ان کی اصلاح کرو' اوپر سے آ سکتے ہو تو اصلاح کرو' Transform کر سکتے ہو تو پھر بھی اصلاح کرو' قلم کے ذریعے' واقعات کے ذریعے' بیان کے ذریعے اور دعا کے ذریعے سے اصلاح کرو۔ اگر ان کی اصلاح

نہ ہو سکے تو پھر آپ اپنی نجات کر لینا' یہ ضروری ہے اور یہ نہ کہنا کہ سماج ہی ایسا تھا۔ آپ ضرور خود جوابدہ ہو' اپنی جوابدہی کا خیال رکھنا۔ معاشرے کی غلطی جو ہے وہ آپ کو آپ کی جوابدہی سے نہیں بچا سکتی۔ اس دور میں بھی ایسے لوگ ملیں گے جو آسودہ حال ہیں اور سکون میں ہیں اور اپنے مالک کے لیے آج بھی اچھا جواب رکھتے ہیں۔ آج بھی آپ اپنے آپ کو اصلاح میں رکھو اور کوشش کرو' ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ تو دعا کرو' محنت کرو اور میں آپ کو خبر بھی دے رہا ہوں کہ یہ واقعہ ٹھیک ہو جائے گا اور یہ واقعہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ ایسے نہیں ہو گیا بلکہ ہزاروں لاکھوں لوگ دعا کرتے کرتے چلے گئے' اور اب قبولیت کا وقت آیا ہے۔ یہ کسی نئی دعا کی بات نہیں ہے' آپ خود پرانی دعا کی تاثیر ہو۔ تو یہ آج کی دعا نہیں ہے' بہت پہلے اس واقعہ کی دعا ہو چکی ہے کہ یا اللہ رحم فرما۔ چودہ سو سال جسے کہتے ہیں ایک چیز دیکھنے کا سب کو انتظار تھا اور ہمیں بھی تھا کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کا نفاذ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے تمام انسانوں یا Majority اکثریت پر ہم نے نافذ ہوتے نہیں دیکھا' ہم نے مسلمانوں کو غالب ہوتے ہوئے نہیں دیکھا' ہم نے اسلام میں ساری دنیا کو ڈھلتے ہوئے نہیں دیکھا' اللہ تعالیٰ کی دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سارا حکم نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ تو سب کا رب ہے' پال رہا ہے لیکن معبود بھی ہے۔ اُس کے نام پر ساری کائنات سجدہ کرتی ہے یسبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ۔ زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے' لیکن پھر یہ سمجھ نہیں آتی کہ کافر کیا ہے؟ اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ اُس کے حکم کے خلاف ہونے کا سوال ہی نہیں ہے' پھر شیطان نے سجدہ

کیوں نہ کیا اور اگر نہیں کیا تھا تو پھر ہمیں کیوں بتایا گیا؟ جب آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی تو بہت ساری باتیں سمجھ آ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ مالک ہے لیکن شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قادر ثابت کرنے کے بعد اور قادرِ مطلق کہنے کے بعد یہ بتایا کہ اس نے میرا کہنا نہیں مانا۔ پھر اللہ ﷻ نے ہمیں بتایا کہ آپ سُن لو کہ میں قادرِ مطلق ہوں' میں حی و قیوم ہوں' مالک ہوں' ہر چیز ہماری باطنی ہے ..... بالکل بجا .....لیکن اس شیطان نے اللہ ﷻ کا کہنا نہیں مانا۔ لیکن اس کو اللہ ﷻ نے مارا نہیں' اُسے لعین کہہ دیا لیکن مارا نہیں' آدم علیہ السلام کو مارا اور شیطان کو زندگی دے دی۔ اب اگر یہ راز سمجھ آ جائے تو میرا خیال ہے بہت ساری باتیں سمجھ آ جائیں گی کہ اللہ ﷻ نے آپ کے لیے کھیل بنا رکھا ہے۔ کھیل بہت خوب صورت ہے۔ شیطان نے رہنا ہے لیکن آپ لوگوں نے چھپ جانا ہے۔ وہ کسی خاص کام میں لگا ہوا ہے' وہ گمراہ کرے گا مگر الا عباد اللہ المخلصین آپ مخلصین میں سے ہو جائیں تو وہ آپ کو گمراہ نہیں کرے گا۔ تو آپ مخلصین میں سے بن جائیں.....اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

سوال:

جب کوئی حکمران فرد کے طور پر اصلاح کرتا ہے تو وہ عارضی ہوتی ہے تو اصل اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب:

آپ نے آج تک کسی اکیلے فرد کو خود نافذ ہوتے نہیں دیکھا ہو گا کیونکہ وہ جس وجہ سے نافذ ہوا ہے اس کے پیچھے ایک قوتِ نافذہ موجود تھی۔ میں قوتِ

نافذہ اصلاح کو کہہ رہا ہوں' فوج کو نہیں کہہ رہا ہوں' عوام کو بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ آپ نے جب بھی کسی سنگل آدمی کو نافذ ہوتے ہوئے دیکھا ہے اس ذریعے سے دیکھا ہے۔ میں قوت نافذہ اصلاح احوال کو کہہ رہا ہوں۔ یہ اللہ کر سکتا ہے۔ اللہ جب چاہے کسی ایسے انسان کو نفاذ دے دے جس کی اپنی اصلاح احوال ہو چکی ہو۔ وہ سب لوگوں کو اللہ کے دین پر چلا دے گا کیونکہ الناس علی دین ملوکھم کہ لوگ اپنے حکمران کے دین پر ہوتے ہیں۔ ایسے نفاذ کی مثال نہیں ہے کیونکہ یہ یکے از معجزات پیغمبر ﷺ ہوگا اور اس کی مثال صرف اس طرح ہوگی جس طرح کہ خواجہ غریب نواز" کا مزار ہے۔ وہاں انسان نہیں ہے بلکہ مزار ہے اور ہندو' سکھ' عیسائی' سارے کے سارے ان کے چرن چھو رہے ہیں۔ جب خواجہ غریب نواز" وہاں پر ہوتے ہوں گے تو اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ یہ مثال ہے کہ اس انسان کا نفاذ کیسے ہوا۔ یہ تو مزار خواجہ صاحب" کا حال ہے اور آپ اندازہ لگا لو کہ جب وہ خود ہوتے ہوں گے تو پھر کیسا ہوتا ہوگا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس طرح خانقاہوں میں تو وہ لوگ اولی الامر بن کے آتے رہے مگر اب ہم یہ کہتے ہیں کہ خانقاہ اور محل کا جو فاصلہ ہے وہ طے ہو جائے' کراؤن اور چرچ اکٹھے ہو جائیں جس کو لوگوں نے Bifurcate کیا' علیحدہ علیحدہ کر دیا۔

سوال:

کیا ممکن ہے کہ ایسا شخص آ جائے جو صحیح معنوں میں امیر المومنین بھی ہو اور حکمران بھی ہو۔

جواب:

یہ تو اللہ کا فرمان ہے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ اللہ کی اور اولی الامر کی۔ تیسرا بندہ اللہ نے بتایا ہے کہ اس کی اطاعت کرو۔ یہ حکم اطاعت کے باب میں آیا ہے۔ اس اطاعت کا مقصد یہ ہے کہ آپ قانون کی اطاعت کر رہے ہیں اور کسی Head of the state حکمران کی اطاعت نہیں کر رہے۔ ہم دعا یہ کر رہے ہیں کہ کوئی ایسا آدمی آ جائے جس سے آپ کو محبت ہو' کبھی بھی آ جائے' اور وہ آ سکتا ہے اور کیوں نہ آئے۔ پھر اصلاحِ احوال ہو جائے گی۔ قائداعظمؒ کے زمانے میں اتنے قلوب اُن کے لیے Soften ہو گئے تھے کہ لوگ اُن کی طرف مائل ہو گئے۔ ایک آدمی کی مثال آپ کے سامنے ہے کہ ؎

تم جھوٹ بھی کہو تو سراپا یقین ہوں میں

تو انہوں نے جو کہہ دیا لوگوں نے قبول کر لیا۔ قائداعظمؒ انگریزی میں تقریر کرتے تھے اور انگریزی نہ سمجھنے والے بھی زندہ باد کہتے جاتے تھے' جھومتے جاتے تھے' تو ایک دفعہ یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ اس طرح سرشاری آ سکتی ہے اور اصلاحِ احوال ہو سکتی ہے۔ آپ گروپ بنا کر بھی ایسا کر سکتے ہیں' معاشرہ ساز بن جائیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔ یہاں میں آپ کو بتا دوں کہ جیسا مرضی معاشرہ آپ Create کر لیں' بنا لیں آپ فرد کی جوابدہی کو کبھی ضائع نہ کریں' فرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں کاروبارِ معاشیات میں مصروف تھا یا معاشرے میں مصروف تھا' اس لیے اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ تو ذات کو محفوظ رکھو۔ بعد میں اصلاح کر لو۔ اگر یہ آج تک

نہیں ہوا تو اب ہونا چاہیے۔آپ یہ کہیں کہ ہم نے سچ سنا نہیں ہے لیکن سچ چھوڑا بھی نہیں ہے اور سچ سننے کی تمنا تو باقی ہے۔

سوال:

لیکن آج کے معاشرے میں تو کچھ نہیں ہوسکتا .....

جواب:

معاشرہ جتنا گمراہ ہوجائے پھر بھی آپ کی Accountability ' احتساب سے نجات نہیں ہونی۔ میں صرف Accountability احتساب کی بات کر رہا ہوں کہ اُس سے کسی کی نجات نہیں ہوسکتی۔ یہ نہ کہنا کہ جہاں میں گیا تو دیکھا کہ اس جگہ سارے گمراہ لوگ تھے اور نماز کا کوئی موقع نہیں تھا۔ سب کچھ کے باوجود بھی آپ جوابدہ ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہاں سارے ہی جھوٹ بولتے تھے' وہاں آپ پھر جواب دہ ہیں۔ اگر خدانخواستہ بہت برے حالات تھے پھر بھی آپ جواب دہ ہیں۔ تو پہلے آپ خود کو ہر طرف سے محفوظ کرلیں پھر جو مرضی کرتے جائیں۔ معاشرہ آپ کے لیے گمراہ ہونے کی سند نہیں ہے' جواز نہیں ہے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ آپ کہیں معاشرے کو سند نہ بنالینا کہ سارے ہی گمراہ لوگ تھے' سارے ہی سود کھاتے تھے تو میں بھی شامل ہوگیا۔ پھر وہ کہے گا کہ اب ساروں کو مار پڑ رہی ہے' تُو بھی شامل ہوجا۔ اس یونٹ کو محفوظ کرلو اور پھر معاشرہ Create کرلو۔ لوگ ایسا کرنے کی کوشش تو کرتے رہے ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ آج تک یہ نہیں ہوا پھر بھی ہر ایک نے ہمیشہ ہی کوشش کی ہے۔ تو یہ اتنی خاص اور صاف چیز ہے۔ ہر دَور نے کوشش کی ہے' ہر زمانے نے کوشش کی ہے'

کوئی نہ کوئی بندہ اُٹھ کر آ گیا اور اُس نے اصلاح احوال کی' کسی گروہ کی کر دی' کسی گروپ کی کر دی اور ایسا بندہ ہر دَور میں آیا۔ اسلام تو مکمل ہو گیا تھا' پھر کوئی آدمی سیستان سے اُٹھ کر آتا ہے یا غزنی سے چل کر آتا ہے کہ میری بات سنو۔ تو یہ دلوں کی بات ہے۔

سوال:

اولی الامر کون ہوتا ہے؟

جواب:

اولی الامر وہ شخص ہے جس کی اطاعت اللہ اور رسول ؐ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اگر وہ آدمی اولی الامر ہے اور اُس کی اطاعت اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی خوشنودی نہیں ہے تو پھر اُس آدمی کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ اولی الامر وہ ہے جس کی اطاعت کی کیفیت تقریباً ویسی ہو جیسی پہلے دو مقامات کی اطاعت ہے۔ کبھی آپ غور کرو کہ جب آپ اللہ کی محبت میں ذکر کرتے ہو' اللہ کا ذکر کرتے ہو وہ کیف اور حضور پاک ﷺ کے درود پاک کا کیف ایک جیسا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میں اللہ کی یاد میں ہوں' اور دوسرا کہتا ہے کہ میں حضور پاک ﷺ کی یاد میں ہوں۔ تو یہ ایک جیسی یاد ہے اور اگر کوئی کہتا ہے کہ میں اولی الامر کی یاد میں ہوں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اگر اولی الامر کی کیفیت الگ ہو تو پھر یہ دھوکا ہے۔ یہ مسئلہ یزید کے وقت میں پیدا ہوا تھا' یزید نے کہا کہ اولی الامر میں ہوں اور یہ واقعہ حضرت امام عالی مقامؑ کے ساتھ پیش آیا۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا کہ قرآن پاک سمجھنے کے لیے میں زیادہ معتبر ہوں۔ کربلا کی اصل بات جو

ہے وہ یہ نہیں ہے کہ یہ کوئی حکومت کا واقعہ تھا بلکہ آپ کو اولی الامر کی Definition دینی تھی، تعریف دینی تھی۔ تو کربلا اولی الامر کی تعریف کرنے کا مدعا ہے۔ امام عالی مقامؑ نے کہا کہ کل کو میری امت میں کوئی کنفیوژن نہ ہو۔ تو اگر کسی دور میں کنفیوژن پیدا ہو جائے تو وہاں پر وہ کرو جو اولی الامر کر رہا ہے۔ اس وقت کے اصل اولی الامر امام عالی مقامؑ نے یہ ثابت کر دیا کہ اگر کوئی غاصب آ جائے تو اصل اولی الامر یہ کرتا ہے اس مقام پر There He is going to define it. وہاں انہوں نے وضاحت کر دی کہ اولی الامر ہوتا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کہیں کسی بادشاہ کو اولی الامر نہ مان لینا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو اولی الامر ہو اسے بادشاہ بنا دو۔ دلوں کا بادشاہ سر کا بادشاہ ہو جائے۔ ایسا ہونا چاہیے ناں؟

سوال:

کیا غاصب کے خلاف خروج ہونا چاہیے؟

جواب:

جتنی آپ کی ہمت ہو اس کے مطابق ہسٹری کو Repeat کرو، دہراؤ۔ پھر یہ Class یا جماعت کا عمل نہیں ہے بلکہ انفرادی عمل ہے، ہمت والوں کا عمل ہے کہ کیا ایک آدمی Fight کر سکتا ہے، سچ بول سکتا ہے، وہ جھوٹ سے ہمیشہ کے لیے نکل سکتا ہے۔ ہر آدمی کے لیے یہ الگ مقامات ہیں۔ خروج کے واقعات الگ ہیں کہ آپ کی ہمت کہاں تک پہنچتی ہے اور آپ کی اعلیٰ ظرفی کہاں تک ہے۔ کچھ لوگ یہ کام کرنے کے لیے ساری رات جاگ جاگ کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں کہ یا اللہ ہم کمزور ہیں کچھ نہیں کر سکتے تو ہی

مہربانی فرما .....

تو اولی الامر کی تعریف یہ ہوگئی کہ اولی الامر وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی یاد کے ساتھ ہو' تینوں میں ایک کیف ہو۔ اس میں دقت کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ آسان بات ہے۔ اب تو بات واضح ہوگئی؟

سوال:

کسی شخص میں کیا خصوصیت ہو کہ ہم اسے اپنا مرشد بنالیں۔

جواب:

اس کا جواب بالکل ویسے ہی ہے جیسے اس سوال کا ہے کہ اس زمانے میں محبوب کی کیا صفات ہونی چاہییں۔ تو یہ چاہنے والے پر Depend کرتا ہے۔ اسی طرح مرشد کی صفات جو ہیں وہ ماننے والے پر Depend کرتی ہیں۔ باقی وہ پرانی ساری باتیں جو کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں کہ یہ ہونا چاہیے وہ ہونا چاہیے' ایسا ہونا چاہیے ویسا ہونا چاہیے۔ ساری بات ماننے کی ہے۔ مرشد کے ہاں جو سپرداری ہوتی ہے وہ اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے کرنے کا مقصد ہوتا ہے' یہ کسی انسان کے لیے نہیں بلکہ یہ اپنے اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ زندگی کی روٹین سے بعض اوقات نکلنا بڑا مشکل ہوتا ہے لیکن کسی آواز کی بدولت انسان نکل جاتا ہے اور وہ آواز ہوتی ہے مرشد کی۔

سوال:

کیا مرشد روحانی رہنمائی کے لیے ضروری ہے؟

جواب:

یہ اس لیے ضروری ہے کہ بعض اوقات کچھ الجھنیں ہوتی ہیں' کوئی واقعات ہوتے ہیں' کچھ ناگہانیاں ہیں' کچھ انسان کے باطن کے مسئلے ہیں۔ جس طرح انسان کا ظاہر ہے ویسے ہی باطن ہے۔اس لیے یہ ضروری ہوتا ہے اور اس لیے لوگ کہتے ہیں کہ مرشد کی تلاش کرنی چاہیے اور دور دور تک تلاش کرنی چاہیے اور دیر دیر تک تلاش ہونی چاہیے۔

سوال:

جو بزرگ دنیا میں نہیں ہیں کیا ان سے رابطہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب:

وہ سلسلہ اویسی ہے۔آپ وہ نہیں بنا سکتے بلکہ وہ آپ کو مرید بنا سکتے ہیں۔وہ چاہیں تو آپ کی زندگی میں دخل دے دیں۔اگر وہ دخل دے دیں اور آپ کو اپنا مرید کہہ دیں تو یہ سلسلہ اویسی ہو جائے گا' یہ نسبت اویسی ہو جائے گی۔ پھر وہ آپ کے Guiding spirit روحانی رہنما ہو جائیں گے' مہربانی کر دیں گے۔اس سے ہوتا یہ ہے کہ انسان زندگی کے ہنگاموں سے آسانی سے عہدہ برا ہو جاتا ہے۔

سوال:

ایسا تو خاص الخاص بندوں کے ساتھ ہوتا ہوگا۔

جواب:

خاص الخاص اصل میں وہی ہوتا ہے جو ماننے والا ہوتا ہے۔خاص الخاص منوانے والا نہیں ہوتا۔خاص الخاص وہ ہے جس آدمی کے اندر سفر کا جذبہ

پیدا ہو جائے۔ تو راہنما جو ہے وہ اصل میں خاص الخاص یوں ہے کہ وہ جذبۂ شوق پیدا کر دے۔ منزل آپ کی اپنی ہے' پھر آپ کی پیشانی اور آپ کے سجدے ہیں سارے۔ صرف نقارہ بجانے والی بات ہے' حُدی خوانی والی بات ہے کہ چلتے چلو اور منزل پر ڈیرہ آ جاتا ہے۔

سوال:

اس زمانے میں ہم کیا کریں جب کہ شر کی قوت بلند ہے اور خیر کی قوت کم ہے۔

جواب:

اس زمانے میں جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں' اس زمانے میں بدی نہ کرنا بھی نیکی ہے' اور یہ ایک Free نیکی ہے۔ بدی کا موقع' بدی کی دعوت ہو' ماحول کا مزاج بدی میں ہو' حالات امکان میں ہوں' دعوتِ عام ہو اور اگر آپ یہ کہیں کہ معاذ اللہ' میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو پھر آپ یہ سمجھ لیں کہ یہ آپ کے لیے نیکی کی انتہا ہو گئی۔ یہ پیغمبری مقام بھی ہے۔ جب ایک پیغمبر نے کہا قال معاذ اللہ' یعنی دعوتِ عام ہے' دعوتِ گناہ ہے اور پیغمبر نے اللہ سے پناہ طلب کر لی۔ اللہ نے آپ لوگوں کو ایک واقعہ بتا دیا ہے وقالت ھیت لک ج قال معاذاللہ اس نے کہا کہ آ جاؤ تو یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ تو گویا کہ یوسف علیہ السلام کے سارے واقعہ کے اندر پیغمبری واقعہ یہ ہے کہ قال معاذاللہ کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اس دور میں دعوتِ گناہ میں جس نے یہ کہہ دیا کہ معاذ اللہ تو اُس پر اللہ کا رحم ہو گیا۔ تو اس زمانے میں کم سے کم اور تھوڑی سے

تھوڑی بدی کو ترک کرنا بھی نیکی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو اپنا لینا بھی نیکی ہے۔ کیونکہ وقت بڑا سخت ہے' ماحول بڑا سخت ہے' زمانہ بڑا خطرناک ہے اور جس نے نیکی کا ایک پن اٹھالیا تو یہی اس کے کام آ جائے گا۔ تو آپ کمزور نیکی اٹھالو اور کمزور سا' چھوٹا سا گناہ چھوڑ دو' یہ بڑی بات ہے۔ اور دعوتِ گناہ سے معاذاللہ کر کے نکل جاؤ' بھاگ جاؤ ففروا الی اللہ اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ دانا آدمی وہی ہے۔ جس نے ایک دفعہ دعوتِ گناہ سے فرار حاصل کیا تو سمجھو کہ وہ فلاح پا گیا۔ ماحول تو ایسے ہی رہے گا۔ ماحول کے اندر اگر شر زیادہ ہو تو آپ کو نجات نہیں ملنی۔ آج کل گناہ کے اتنے موقعے ہیں کہ کہیں تو انسان کے خیال کو لذت کے ساتھ مصروف کر دیا' کہیں خیال کو ورائٹی کے ساتھ Multiplicity کے ساتھ' ہنگامہ ہائے سود و زیاں کے ساتھ مصروف کر دیا اور یوں چپکے سے دعوتِ گناہ ہو گئی اور اس طرح آپ کو پتہ ہی نہیں چلتا۔۔ جو اس سے ففروا الی اللہ کر کے فرار کر جائے' بھاگ جائے تو سمجھو فلاح پا گیا۔ تو آپ ''بھاگ'' جانے والوں میں شامل ہو جائیں اور کہیں معاذاللہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اگر آپ سے اور کچھ نہیں ہوتا تو ایک کام ضرور کرو کہ رات کو سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو' اے اللہ ہمارے آج کے گناہ معاف فرما' پچھلے گناہ معاف کر دے اور آئندہ گناہوں کو دور کر دے ہم سے ..... پھر حساب برابر ہو جائے گا۔ کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا روز گناہ اور روز توبہ۔ تو اس بزرگ نے کہا کہ ایسا ہم اس لیے کہتے ہیں کہ توبہ ساتھ ساتھ کرتے جاؤ تا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ حالت گناہ میں مریں۔ اگر مرنا ہو تو حالتِ توبہ میں

مرو۔ جوتو بہ کر کے مرا وہ Pure ہو کے مرا اور گناہ کر کے مرا تو ہمیشہ کے لیے گناہ گار ہو کے مرا۔ اس لیے کبھی خدانخواستہ خیال میں کمزوری آ جائے تو توبہ میں کمزور نہ ہونا۔ توبہ کا ورد جاری رکھنا تا کہ موت کے وقت توبہ ہونی چاہیے' کلمہ اور توبہ تو نصیب ہونے چاہییں۔

اور کوئی سوال .....

سوال:

اللہ کی بے نیازی کی سمجھ نہیں آتی۔

جواب:

اللہ کے ہاں بے نیازی کی تعریف یہ ہے کہ وہاں نہ کسی اضافے کی ضرورت ہے اور نہ کسی تخفیف کا امکان ہے۔ تو بے نیازی یہ ہے کہ نہ اس میں کوئی اضافہ کرنا ہے اور نہ اس میں کوئی تخفیف کرنی ہے' اس کو More perfect' مزید اچھا نہیں بنانا کیونکہ وہ The perfect ہے۔ کامل ہے مکمل ہے یعنی اتنا Perfect ہے کہ مزید کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اُس میں سے یہ نکال دو اور وہ ڈال دو ..... ناں ..... وہ مکمل' perfect ہے۔ اور بندہ جو بے نیاز ہوتا ہے یہ اور مقام ہے۔ بندے کی بے نیازی غرور کا مقام ہے' غرورِ حسن کا مقام ہے ۔

معمور ہو رہا ہے عالم میں نُور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

گر حرف بے نیازی سرزد نیاز سے ہو
پتلے میں خاک کے ہے پیارے غرور تیرا

تو وہ بے نیازی جو ہے اس انسان کے اعتماد کا نام ہے۔ انسان کی بے نیازی جو ہے یہ اعتمادِ ذاتِ حق ہے۔ اس لیے یہ یوں جائز ہے' اتنی بے نیازی ہونی چاہیے کہ اگر اللہ سے تعلق ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ سے دوستی ہے' اب جنت دوزخ کو کیا کرنا ہے۔ اگر تعلق کے بغیر کہو تو یہ گستاخی ہے۔ اگر انسان اللہ سے بے باکی اور گستاخی کا فرق سمجھ لے تو کامیاب ہو جائے گا۔ بے باکی' تعلق کے ساتھ ہے اور گستاخی تعلق سے دور ہے۔ اگر تعلق ہو تو آپ کا پوتا آپ کے کندھے پہ بیٹھ سکتا ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو دوسرے کے بچے کی یہ حرکت گستاخی ہو گی۔ بس یہ ہے تعلق کی بات۔ آپ فیصلہ یہ رکھو کہ جو چیز غلط ہے اُسے غلط کہو۔ سمجھتے جاؤ۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ مالک الملک توتی الملک من تشاء وہ ملک کا مالک ہے جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ تو فرعون کو بھی ملک مل سکتا ہے۔ تو ملک ابتلا بھی ہے اور عطا بھی ہے۔ اس کی Differentiation آپ کیسے کریں گے کہ کون سی بات اللہ نے عطا کی ہے اور کون سے بات آزمائش ہے۔ جب تک آپ کو یہ بات سمجھ نہ آئے اس وقت تک کسی صاحبِ اقتدار کی تعریف نہ کرو اور کسی کے خلاف جہاد نہ کرنا۔ اگر اللہ عطا کر رہا ہے تو آپ اطاعت کرو اور اگر وہ ابتلا ہے' آزمائش ہے تو پھر جہاد کرو۔ اس کی صورت صرف ایک ہی ہے کہ اس حکمران کا پہلے دو مقامات یعنی اللہ اور رسول اللہ سے کیا تعلق ہے۔ بادشاہوں کو Judge کرنے کا' پرکھنے کا ایک اور نسخہ بزرگوں نے یہ بتایا ہے کہ

بادشاہ سے اس کی عبادت نہ پوچھ' بادشاہ سے اس کی رعایا کے حالات پوچھ۔ بادشاہ اگر درویش ہے تو ملک چھوڑ جائے۔ اگر بادشاہ کہتا ہے کہ میں درویش ہوں' رزق حلال کماتا ہوں تو سلطنت چھوڑ دے ورنہ اصل حکومت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی' جب کہ وہ عبادت میں رہے تو وہ بادشاہ نا اہل گنا جائے گا اگرچہ نیک ہوگا۔ بادشاہ سے نیکی نہیں پوچھی جاتی۔ راز یہ ہے کہ بادشاہ کو رعایا کے ساتھ ایسے ہونا چاہیے جیسے اللہ اپنی کائنات کے ساتھ ہے' وہ نہ ماننے والوں کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے اور ماننے والوں کی بھی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ رزق دینے والا ہے' رب العالمین ہے' کافروں کو بھی دیتا ہے اور مومنوں کو بھی۔ اگر بادشاہ اپنی رعایا کے حالات سے بے خبر ہے اور رعایا کی تکلیف سے بے نیاز ہے تو وہ بادشاہت ابتلا ہے۔ صرف مرتبے کی بات نہیں ہوتی بلکہ یہ دیکھو کہ بادشاہ کا رویہ کیا ہے' یہ بادشاہت کا رکن ہے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے' اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرے اور قوم کے افراد کی تکلیف میں دیکھ بھال بھی کرے اور باخبر رہے۔ بادشاہ صرف آخرت کا خیال نہ کرے بلکہ رعایا کا بھی خیال کرے۔ یہ ضروری بات ہے۔

سوال:

جب فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ انسان کو پیدا نہ کرو کیونکہ یہ خون خرابہ کرے گا تو کیا فرشتوں کو غیب کا علم تھا؟ اور یہ غیب کیا ہوتا ہے؟

جواب:

اسی آیت میں یہ مسئلہ حل ہو گیا جس میں اللہ نے کہا کہ انی جاعل فی

الارض خلیفة کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ یہ تو فساد مچائے گا اور خون خرابہ کرے گا۔ تب اللہ نے فرمایا انی اعلم ما لا تعلمون کہ میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اس سے ایک بات تو یہ پتہ چلی کہ اگر انسان جنگ کرتا ہے تو یہ فرشتوں کو علم تھا' فرشتوں کا یہی تو الزام تھا اس بارے میں..... اور اگر صلح کرتا ہے تو یہ انسان پر اللہ کا اعتماد تھا۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ کس حالت میں ہیں' فرشتوں کا اندیشہ یا اللہ کا اعتماد۔ تو اللہ کا اعتماد پورا ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بڑا بھروسہ کیا کہ آپ لوگوں کو اس نے اعتماد دیا اور کہا کہ انسان اچھا ہے۔ باقی یہ کہ فرشتوں کو علم نہیں تھا۔ آدم علیہ السلام کو یہ پورا علم نہیں تھا کہ جب اللہ نے منع کیا ہے تو اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔ کسی کو بھی مکمل علم نہیں ہے کہ کیا ہونا ہے اور کیا ہونے والا ہے سوائے اس کے جو اللہ بتائے الا ما علمتنا یعنی جتنا علم اللہ نے دیا۔ پیغمبروں کے پاس کتنا علم ہے؟ جتنا اللہ نے دیا اور اللہ کتنا دے دے' یہ اس کی مرضی ہے۔ رہا غیب کا مسئلہ تو اللہ کا ''غیب'' کوئی نہیں ہے' وہ تو خالق ہے' ہر ایک کا خالق ہے' غیب کا بھی خالق ہے۔ غیب ایک Relative Term ہے' ایک تقابلی اصطلاح ہے۔ جتنی آپ کے ادراک کی Range ہے رسائی ہے اتنا آپ کا حاضر ہے اور اس رینج سے آگے جو کچھ ہے وہ غیب ہے۔ معلوم سے پہلے سب غیب ہے اور معلوم کے بعد علم کا دائرہ ہے۔ ایک شخص کا معلوم دوسرے کے معلوم سے کئی گنا بلکہ ہزار گنا زیادہ ہو سکتا ہے۔ آپ جان سکتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے' کوئی نہ کوئی کہہ سکتا ہے میں جانتا ہوں کہ پرسوں کیا ہوگا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا کیا علاج ہونے والا

ہے۔ یہ سب کی اپنی اپنی رینج ہے' یہ غیب نہیں ہے' یہ رسائی ہے اور غیب نہیں ہے۔ غیب جو ہے وہ کوئی اور چیز ہے۔ جہاں آپ نے علم کو چھوڑا اس کے آگے غیب شروع ہو جاتا ہے اور غیب و حضور کی منزلیں چلتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات حاضر جو ہے وہ غیب ہو جاتا ہے یعنی آپ جس کو جان رہے تھے یک لخت ایک پردہ آیا اور وہ غائب ہو گیا۔ بعض اوقات یادداشت سے چیز نکل گئی تو غائب ہو گئی۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی بڑی اچھی یادداشت ہو مگر پھر وہ بھول بھی جاتا ہے۔ تو وہ چیز غائب ہو جاتی ہے۔ پہلے کیا تھا؟ حاضر۔ اور اب؟ غائب ہو گیا۔ گویا کہ غیب سے چیزیں حاضر میں Emerge کرتی رہتی ہیں اور حاضر سے سے چیزیں غیب میں داخل ہوتی رہتی ہیں اور آپ درمیان میں روزانہ نظارہ کرتے رہتے ہیں۔ تو نہ کوئی غیب مطلق ہے اور نہ کوئی حاضر مطلق ہے۔ یہ آپ کے جاننے کا علم ہے' آپ کے دیکھنے کا نام ہے۔

سوال:

یہ جو اولی الامر کے لیے کہتے ہیں کہ وہ لائق ہو' نیک ہو' حکومت چلانا جانتا ہو تو اتنی ساری خصوصیات ایک آدمی میں کیسے ہو سکتی ہیں؟

جواب:

فرض کریں کسی ایک آدمی کو آپ اولی الامر بنالیں۔ باقی جو لوگ اس کو ماننے والے ہوں گے وہ صفات سے محروم نہیں ہوں گے۔ کسی ایک انسان میں مکمل صفات نہیں ہوتیں اور نہ ہونی چاہییں۔ اولی الامر کی مشاورت اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اولی الامر کا کام کرے۔ آپ اولی الامر کی خصوصیات جب

گنواتے ہیں تو پہلے اس کی اطاعت دو جگہ پر ہونی چاہیے' یعنی اللہ اور رسولؐ اللہ سے اس کی ایسے وابستگی ہو جیسی کہ اولی الامر کی ہونی چاہیے' وہ ان دونوں مقامات پر پورا Committed ہو۔ یہ ضروری بات ہے۔ پھر جو اولی الامر ہوتا ہے اس کے ساتھ سب چیزیں خود بخود ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ کام ماننے سے ہو جاتا ہے۔ اس میں لمبی چوڑی بات ہی نہیں ہے۔ اولی الامر ایک مقام پر Pivot ہے' مرکز ہے اور وہ وہاں پہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ باقی سب لوگوں نے اپنی اپنی تسبیح اور نماز پڑھنی ہے۔ سماج سازی جو ہے یہ اس وقت اہم ہے جب آپ کی جواب دہی اہم ہو۔ آپ State کو حکومت کو جواب دہ نہ ہونے لگیں بلکہ جواب دہ اللہ ہونا چاہیے۔ آپ سٹیٹ کو Build کر رہے ہیں' بنا رہے ہیں' فلاحی معاشرہ بنا لیں' ہسپتال بنا لیں' یہ آپ کی مرضی ہے مگر آپ اللہ کے جواب دہ ہیں۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے ہسپتال بنایا ہے کہ نہیں' کتنے مریضوں کا علاج کیا بلکہ پوچھا صرف یہ جائے گا کہ آپ کے پاس جو صلاحیتیں تھیں آپ نے ان کو کس طور پر استعمال کیا۔

سوال:

اگر جواب دہ صرف اللہ کو ہونا ہے تو پھر جمہوریت میں تو لوگوں کو جواب دینا پڑتا ہے؟

جواب:

کیا میں نے کبھی کہا ہے کہ Democracy ' جمہوریت جو ہے وہ Feasible درست حکومت ہے۔ میں تو یہ کہتا ہی نہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ

اللہ کا مزاج جو ہے وہ جمہوریت نہیں ہے' اللہ ووٹ سے اللہ نہیں بنا' پیغمبر کسی الیکشن سے پیغمبر نہیں بنے' امام انتخاب سے نہیں بنتا' ولی اللہ بھی انتخاب سے نہیں بنتا' بزرگ بھی انتخاب سے نہیں بنتا' مفکر بھی انتخاب سے نہیں بنتا' تو ہم تو اور قسم کے لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ گانے والا' گلے والا بھی انتخاب سے نہیں بنتا۔ تو دیکھنے والا' غور کرنے والا اور گانے والا کسی انتخاب کے ذریعے سے نہیں ہے۔ ہم ان صفات کی بات کر رہے ہیں۔ اگر جمہوری صفات رائج نہیں ہوتیں تو اس میں کون سا حرج ہے۔ لیکن مارشل لاء تو اچھا نہیں ہوگا۔ اگر جمہوریت اور مارشل لاء کے درمیان مقابلہ ہے تو پھر آپ جو مرضی کرتے جائیں۔ ہم تو انسان کی بات کر رہے ہیں' مجھے یہ بتا دو کہ جھوٹے معاشرے میں سچا آدمی کیسے انتخاب لڑ کے آئے گا' جہاں معاشرہ امیر ہو وہاں غریب کیسے الیکشن لڑے گا' جہاں ووٹر اپنی ضروریات رکھتے ہوں وہاں غریب کیا کرے گا' وہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو جائے گا۔ اور اگر یہ معاشرہ سچا ہو جائے تو پھر وہ شخص جمہوریت کے ذریعے آ سکتا ہے۔ اس کا انتظار ہو سکتا ہے لیکن یہ نہ کرنا کہ کسی چیز کو حتمی کہہ کے چل پڑو۔ اتنی بات مان لو کہ جمہوریت کمزور چیز ہے' مجبوری ہے' اسے صحیح نہ کہو' فی الحال اس کے متبادل طاقت کوئی نہیں مل رہی' جسے اور راستہ سمجھ نہیں آ رہا وہ یہ راستہ چل رہا ہے۔ اپنی پسند وہی رکھو جو کہ صداقت ہے۔

سوال:

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حق پر سمجھوتہ کرنے سے ہمارے اندر وہ طاقت کمزور ہو گئی ہے۔

جواب:

اگر ایک آدمی کے ہاتھ میں قرآن ہے اور قرآن کی عزت کرتا ہے تو اُسے چاہیے کہ ایسے گزرے کہ اس کی بے عزتی نہ ہو کیونکہ قرآن اس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم دیکھو کہ صداقت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور اللہ نے تمہارے دل میں صداقت رکھی ہے تو پھر تم یک لخت تباہ ہونے کا انتظام نہ کرو۔ وہاں پر ذہن سے کام لے لو تا کہ صداقت کا یہ چراغ آندھی سے گل نہ ہو جائے' اسے آندھی سے بچا کے رکھو۔ یہ Compromise نہیں ہے' سمجھوتہ نہیں ہے بلکہ احتیاط ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دو کہ تم لوگ بے وقوف ہو' بے ایمان ہو۔ پھر تو ایک منٹ میں لوگ آپ کا فیصلہ کر دیں گے۔ تو آپ بات کرنے کا موقع ضائع نہ کرنا۔ یہ کشتی کی بات نہیں ہے کہ دو آدمیوں میں کشتی ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ صرف ایک کربلا کی بات نہیں ہے' اس میں بڑی احتیاط چاہیے۔ وہ بات نہ کہو جس کو تمہارا دل نہیں مان رہا۔ اتنی بات تو مان لو.....

سوال:

وہ بات تو کہنی چاہیے جسے دل صحیح مان رہا ہے۔

جواب:

وہ بھی نہ کہو۔ اس کا راز یہ ہے کہ جھوٹے آدمی کے ساتھ سچ نہ بولنا۔ اگر چار جھوٹے موجود ہوں تو ان کے سامنے خود کو سزا نہ دلوانا۔ یہ عجیب کھیل ہے۔ یہ خاموشی کا مقام ہے' اسے منافقت نہیں کہتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سچے آدمی کے ساتھ جھوٹ نہ بولو۔ اس بات کو سمجھو' یہ جلدی میں کرنے والا صحیح فیصلہ نہیں ہے

بلکہ آرام سے کرنے والا ہے۔ انسان کو پہچانے بغیر یہ نہ کرنا کہ اُسے قرآن سنانے لگ جاؤ۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ پہلے انسان کو پہچانو' پھر یہ دیکھو کہ آپ نے اس سے کیا بات کرنی ہے **علی قدر قول** ۔اگر آپ کے پاس State کا حکومت کا ایک راز ہے تو آپ خواہ مخواہ اسے دشمن کے سامنے بیان نہ کرنا' اُسے یہ نہ کہہ دینا کہ میں پاکستان سے آیا ہوں اور اس مشن پہ آیا ہوں ..... تو یہ کون سی دانائی ہے' یہ سچ بولنا ٹھیک نہیں ہے۔تو آپ پہلے پہچانو' اپنے آپ کو پہچانو اور یہ دیکھو کہ تمہارے پاس کیا چیز ہے اور اُسے پہنچانا کہاں پر ہے۔ اُسے وہاں تک پہنچادو' بس یہ تمہارا فنکشن ہے۔ راستے میں اُسے گنوانہ دینا سچ بول کے۔ یہ سچ نہ بول دینا کہ یہ فلاں چیز ہے اور اسے فلاں جگہ پر ایک شخص کو پہنچانا ہے۔ آپ کا مقصد چیز کو پہنچانا ہے' بیان کرنا نہیں ہے۔ آپ نے قوم کی کشتی کو دریا کے کنارے لگانا ہے' یہ نہیں کرنا کہ کوئی لیکچر بیان کر کے چیز کو ضائع کر لو۔ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے' کام کرو۔ اگر اتنا نسخہ آزمالو تو زندگی آسان ہو جائے گی .....لہٰذا جھوٹے کے ساتھ سچ نہ بولو.....جھوٹے سے اگر دوستی کرنی ہے تو اُسے سچا بناؤ۔ یہ Ultimate ' آخری بات ہے کہ جھوٹوں کے ساتھ دوستی بند کرو۔ اگر آپ زندگی میں جھوٹے کے ساتھ دوستی ترک نہیں کر سکتے تو تم کون سی افلاطونیات کر رہے ہو۔تو اُسے چھوڑ دو۔ اگر جھوٹے سے رشتہ نہیں توڑ سکتے تو پھر خاموش رہو۔

سوال:

جس طرح دوسرے خوف ہیں اسی طرح مجھے لوگوں کی تنقید کا بڑا خوف

رہتا ہے۔

جواب:

لوگوں کی تنقید کا خوف' شہرت کی تمنا کی سزا ہے۔ اگر شہرت کی تمنا چھوڑ دو تو Fear of Criticism تنقید کا خوف نکل جائے گا۔ اپنی اصلاح کی اگر تمنا رکھو تو وہ جو Critic ہے' تنقید کرنے والا ہے' اُسے آپ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھو گے بلکہ سب سے زیادہ قیمتی آدمی وہی ہوگا جو آپ کا ناقد ہوگا کیونکہ وہ کہے گا کہ اپنی اصلاح کرو۔ تعریف سننے کی تمنا آپ کو تنقید والے کا خوف دلاتی ہے۔ تعریف سننے کا جذبہ بند کردو۔ پرانے زمانے کے لوگ تعریف والی جگہ سے بھاگ جایا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ کمزور چیز اپنی تعریف سننا ہے اور سب سے خطرناک چیز ہوتی ہے اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا۔ یہ ایک وبا ہے اور یہ وبا بہت پھیلی ہوئی ہے۔ اپنی شکل کی تعریف' اپنے خاندان کی تعریف اور اپنی ذات کی تعریف ایک وبا بن گئی ہے۔ پھر دوسرے تنقید شروع کر دیتے ہیں۔ انسان اگر اپنی تعریف سے باہر آ جائے' اپنی تعریف سننا چھوڑ دے تو تنقید اس کے لیے کوئی شے نہیں ہے۔ Fear of criticism جو ہے' تنقید کا خوف جو ہے یہ کوئی Fear خوف نہیں ہے۔ اصل میں تو آپ کو Criticism ' تنقید سننے کی تمنا ہونی چاہیے کہ ہے کوئی بھائی مجھے بتانے والا' مجھ میں اگر خامی ہے تو بتاؤ۔ پھر وہ آپ کو بتائے گا کہ یہ غلطی ہے وہ غلطی ہے۔ تو تعریف سننے والے جذبے کی سزا ہے تنقید کا خوف۔ اگر تعریف نکل گئی تو خوف نکل جائے گا۔ تنقید سے نہ بچا کرو بلکہ اسے آنے دو۔ تنقید کرنے والا اصل میں بغیر قیمت لیے آپ کی اصلاح کرتا

ہے۔ پرانے لوگ تنقید کرنے والے کو ڈھونڈا کرتے تھے' دشمن کو بھی جا کے ڈھونڈتے تھے کیونکہ وہ سب سے زیادہ آپ کا قدردان ہے' وہ آپ کو بتائے گا کہ آپ کی خامی کہاں پر ہے یعنی جہاں آپ Vulnerable ہوں گے۔ تو تنقید کرنے والا آپ میں بڑی دلچسپی لیتا ہے' وہ اچھا آدمی ہوتا ہے۔ ایک اور آدمی بھی بڑا اچھا ہوتا ہے یعنی حاسد۔ وہ بھی آپ کی خوبیوں کا معترف ہوتا ہے۔

سوال:

کیا رقیب بھی اس طرح کا فائدہ دے سکتا ہے؟

جواب:

اصل میں ایک حبیب کو دو چاہنے والے آپس میں رقیب کہلاتے ہیں۔ اور یہاں ایک راز یہ ہے کہ اگر وہ دونوں چاہنے والے آپس میں رنجش رکھتے ہوں تو دونوں مجاز میں سے گزر رہے ہیں۔ تو ایک محبوب کو پسند کرنے والے دو انسان آپس میں رنجش رکھتے ہوں تو یہ مجاز ہے اور اگر ایک محبوب کو پسند کرنے والے آپس میں محبت کرنے لگ جائیں تو یہ حقیقت ہوگی۔ مجاز اس وقت حقیقت بنتا ہے جب رقیب جو ہے وہ آپ کا حبیب ہو جائے یا قریب ہو جائے۔ اگر رقیب آپ کا پسندیدہ ہو جائے تو سمجھو کہ مجاز جو ہے وہ حقیقت میں ڈھل گیا ہے۔ پھر دونوں خوش ہوں گے اور گلے مل رہے ہوں گے۔ اور جب تک رقیب ناگوار ہو سمجھو کہ آپ مجاز سے گزر رہے ہیں۔ مجاز کو حقیقت بننے کی سند رقیب سے ملتی ہے۔

سوال:

نادان دوست اور دانا دشمن میں کیا فرق ہے؟

جواب:

نادان دوست مفروضہ بیان کرتا ہے۔ اُس سے اِس لیے بچو کہ وہ آپ کا Impression' تاثر خراب کرتا ہے اور آپ کے بارے میں غلط اطلاعات دیتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ دانا دشمن دو کام کرتا ہے' آپ کی قوت کا تعارف جانتا ہے اور آپ کی کمزوری کا تعارف جانتا ہے۔ نادان دوست کیوں برا ہوتا ہے؟ وہ آپ کو غلط متعارف کراتا ہے۔

سوال:

کیا امام عالی مقامؑ نے کربلا سے واپسی کی کوشش کی تھی؟ تو کیا وہ کسی مصلحت کے تحت تھی؟

جواب:

پرانے واقعات کے بارے میں کتابوں کے علم کو چھوڑ دو۔ آپ کو میں ایک نئی بات بتاتا ہوں۔ وہ لوگ جو کربلا کے واقعات کو جاننے کا شوق رکھتے ہیں' وہ ایسا واقعہ ہے کہ اگر آپ رجوع کریں تو آپ کو صحیح بات سمجھ آ جائے گی۔ دعا کرو کہ وہ واقعہ آپ کے دلوں میں آ جائے ورنہ ہر کتاب میں کوئی نہ کوئی غلطی ہو گی۔ ایک آدمی نے کوئی کتاب پڑھی ہوتی ہے' دوسرے نے کوئی اور کتاب پڑھی ہوتی ہے اور آپس میں آج لڑ رہے ہیں۔ اگر امامؑ نے کوشش کی تھی تو وہ بھی ٹھیک ہے اور اگر کوشش نہیں کی تب بھی ٹھیک ہے' ہم تو اس حد تک ماننے والے ہیں۔

سوال:

کیا طاقت والے حکمران کو اللہ کی مرضی سمجھ کے قبول کر لینا چاہیے؟

جواب:

آپ یہ بتائیں کہ کیا امریکہ کو طاقت دینے والا بھی اللہ ہے؟ وہی مسلمانوں والا اللہ ہے یا اور کوئی۔ اب آپ اُسے پسند نہیں کر سکتے ہر چند کہ آپ کی کمزوری آپ کو پسند کرا لے گی' لیکن یہ دوست کی پسند کی بات نہیں۔ یہی تو اس زندگی میں جاننے والا راز ہے۔ میں یہاں پر Will of God یا Pleasure of God ' اللہ کی مرضی کی بات نہیں کر رہا بلکہ آپ کی Will ' مرضی کی بات کر رہا ہوں۔ آپ مالک کے بٹھائے ہوئے فرعون کو مان نہ لینا۔ یہی تو بتا رہا ہوں آپ کو۔ آپ مالک کے بٹھائے ہوئے یزید کو مان نہ لینا۔ فرعون بادشاہ ہے اور اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے کہہ رہا ہے کہ جاؤ فرعون کے پاس کیونکہ وہ طاغوت میں ہے' اس سے فائٹ کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ طاقت تو اُسے آپ نے دی ہے' اب میں کیا کروں۔ تو آپ بھی یہ نہ کہہ دینا کہ فلاں شخص کو اللہ نے حکومت میں بٹھایا ہوا ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ اللہ نے آپ کو اس طرح کے حکم کے ساتھ بھیجا ہے یا نہیں بھیجا۔ کہیں آپ اپنے موجود حکمرانوں کی بات تو نہیں کر رہے۔ ہم صرف اصولوں کی بات کر رہے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اگر آپ کسی شخص کو مرتبے میں بیٹھا ہوا پائیں اور وہ آپ کو ناپسند ہو تو ذہنی طور پر ضرور سوچا کرو کہ اس کی جگہ آپ سے اللہ تعالیٰ پوچھے کہ تو بتا کون سا آدمی صحیح ہے تو یہ نہ کہنا کہ مجھ ناچیز کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ صرف مشورہ دیں اور آدمی کا نام بتا دیں۔ میرا خیال ہے آپ کے پاس ایسا آدمی کوئی نہیں ہے۔ یہ پسند اور ناپسند کی بات نہیں ہے بلکہ ہو یہ رہا ہے کہ Things are marking

time ہر حکمران صرف وقت گذار رہا ہے۔

سوال:

جن کافروں کے اعمال اچھے ہیں کیا وہ جنت میں جائیں گے؟

جواب:

یہ سوال ان کافروں کو پوچھنا چاہیے' آپ کو نہیں۔ آپ کے اللہ نے آپ سے ایسی بات کی ہوئی ہے' مسلمانوں نے پوچھا کہ جو اللہ کو نہیں مانتا اس کے ساتھ کیا ہوگا تو بتایا گیا کہ دوزخ۔ یہ بات کافروں سے نہیں ہو رہی' یہ آپ سے ہو رہی ہے تا کہ آپ میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ہم اتنی نیکی کر کے آئے اور ہمارے لیے جنت ہے اور وہ جو دین کو نہیں مانتا اس کے لیے کیوں جنت ہے۔ یہ بات اللہ نے ان سے نہیں کی بلکہ آپ سے کی ہے۔ اللہ کافروں کی نیکی کو تسکین دینے کے لیے بے شمار رستے اپنے پاس رکھتا ہے اور جس جنت کا آپ کو بتایا ہے وہ آپ کے لیے ہے۔ کافر جو نیکی کر رہا ہے اس کو Compensate کرنے کے لیے' تسکین دینے کے لیے اللہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔ کافر آپ کے ساتھ کھڑے نہیں ہو سکتے یعنی جہاں ایمان والے ہوں گے۔ پھر وہ مسلمان جو عبادت نہیں کرتے اور نیک اعمال نہیں کرتے کیا وہ کافر اُن سے بہتر نہیں ہیں جو نیک اعمال کرتے ہیں۔ نہیں' وہ کافر بہتر نہیں ہیں۔ کافر کو یہاں بھی بڑی دولت دی ہے' نیک کافر کو وہاں بھی Compensate کرے گا لیکن جنت صرف مسلمان کے لیے ہے۔ مسلمان جیسا بھی عمل رکھتا ہو اس کے لیے جنت ہے۔ اور وہ شخص جو مسلمانوں کو دوزخ میں بھیجنے کا سوچتا ہو وہ شخص اچھا

مسلمان نہیں ہے۔ جو یہ کہے کہ یہ جو مسلمان ہیں ان میں سے آدھے تو مجھے دوزخ میں جاتے نظر آرہے ہیں تو ایسا شخص صحیح نہیں ہے۔ جس آدمی نے ایک دفعہ کلمہ پڑھا اس کے لیے جنت لازمی ہے' یہ حدیث ہے حضور پاک ﷺ کی من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ تو جنت سے مسلمانوں کو نکالنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آج کل آدھے مسلمان آدھوں کو جنت سے نکال رہے ہیں' کہتے ہیں تمہاری نیکی اچھی نہیں ہے' تمہارے واقعات اچھے نہیں ہے..... دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جنت میں جگہ دے اور سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے۔ یا اللہ ہم معافی مانگ رہے ہیں' ہم اپنے کردہ اور ناکردہ گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں' ہم پر تو مہربانی فرما۔ یا اللہ اگر حکمرانوں میں کوئی نیکی ہے تو یہ ہم پر بھی آشکار کر اور اگر کوئی خامی ہے تو پھر کوئی بغیر خامی والا بھیج۔ یا اللہ پاکستان کے اندر حالات آسان فرما' کراچی کے لیے آسانی فرما' اس ملک کے لیے آسانی فرما' ہمیں خواہش کے جال سے بچا' خواہش کی ابتلا سے بچا' ہم پر آسانی نازل فرما' قوم میں وحدت عمل عطا فرما' وحدت کردار پیدا فرما' کوئی ایسا بندہ عطا فرما جو قوم کو ایک کنارے پر لگائے اور دنیا کی تاریخ میں اس قوم کا نام بہتر فرما' یہ قوم اسلام کے حوالے سے بہتر ہو جائے' اخلاق کے حوالے سے بہتر ہو جائے۔ یا رب العالمین حاضرین مجلس میں سب کی دینی دنیاوی مشکلات آسان فرما' گھر کی مشکلات آسان فرما' بچوں کی مشکلات آسان فرما' اولاد کی' بیٹوں اور بیٹیوں کی مشکلات آسان فرما' باطن کی آسانی عطا فرما' ظاہر کی آسانی عطا فرما.....

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ سیدنا وسندنا و مولٰنا وحبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.





1 کوئی ایسا عمل بتائیں کہ دنیاوی اور دینی طور پر آسانی اور آسودگی مل جائے۔

2 اللہ تعالیٰ کی یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ جو اس نے قرآن میں فرمائی ہے کہ میرے پتھروں سے نہریں نکلتی ہیں اور یہ کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

سوال:

کوئی ایسا عمل بتائیں کہ دنیاوی اور دینی طور پر آسانی اور آسودگی مل جائے۔

جواب:

اگر ساری زندگی میں ہزار ہا واقعات کر لیے جائیں کامیابی کے' خوشی اور نیکی کے اور کوئی ایک آدھ کام ایسا ہو جو نہ ہو سکے اور یہ ایسا کام ہو جو کہ ان تمام نیکیوں اور کامیابیوں کے باوجود نتیجہ حسرت بن جائے تو اس کا رزلٹ کیا نکلا؟ کہ کوئی ایک کام بھی ایسا ہو سکتا ہے جو ساری عبادتوں کے باوجود باعث تکلیف ہو۔ عبادت کی زندگی' نیکی کا راستہ' اور حاصل کی باتیں' ان ساری چیزوں کے باوجود ایک کام ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان تلخی میں ہو۔ تو اسی کے مقابلے میں برائی کا راستہ' غلط زندگی' کمزور سفر' بدی' ابتلاء اور پھر کوئی ایک واقعہ ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان پر اُس کا خوشگوار نتیجہ' انجام کی شکل میں نکلے۔ آپ لوگ اس بات کو مانتے ہیں ناں۔ اپنی زندگی میں ایسے دو کام ضرور دریافت کر لو' ایک ایسا کام ضرور دریافت کرو جو آپ کی نجات کا ذریعہ ہو' اور ایک ایسا کام جو ناکام ہونے کے لیے کافی ہو۔ یہ راستے کی بات نہیں ہے بلکہ کام کی بات ہے۔ ایک آدمی کی بددعا آپ

کے ناکام ہونے کے لیے کافی ہے' اور کسی ایک شخص کی دعا کامیاب ہونے کے لیے کافی ہے۔ نیکی کا راستہ اپنی جگہ پر ہے لیکن جو کامیابی کی سند ہے وہ کسی ایک شخص کی دعا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص جو بڑا بزرگ بھی نہیں ہے' بہت بڑا عالمِ دین بھی نہیں ہے' نیک راستے کا مسافر بھی نہیں ہے' ایک ایسا وقت آ گیا کہ اُس نے حضور نبی کریم ﷺ کے نام کے تقدس کی خاطر جان دے دی۔ اب اُس کی بخشش ہو گئی' یعنی علم دین غازی شہیدؒ۔ یہ کیوں ہو گیا؟ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ اُس کی زندگی کے باقی واقعات بیلنس میں ہونے چاہییں تھے اور وہ نمازوں کا حساب دے۔ مگر اُس کو حضور پاک ﷺ کے نام پر بڑی عزت ملی' وہ غازی ہو گیا' شہید ہو گیا۔ محبت والا تو کہتا ہے کہ اُس سے حساب مت مانگو۔ بس اُس سے حساب نہیں مانگتے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو ہر جگہ پر ایک نہ ایک Exception استثناء ملے گی۔ ایک آدمی بیچارہ بڑا غریب سا ہے' کمزور سا ہے اور اُس کی ماں مرنے سے پہلے اُس کو ڈھیر ساری دل سے دعا دے گئی۔ اب اُس کی بخشش کی راہ فائنل ہو گئی' حالانکہ ماں کی اپنی بخشش ہو یا نہ ہو' وہ اپنا حساب دے گی لیکن اس کے لیے جنت کی راہ ہے۔ ایسا واقعہ ضرور ہوتا ہے۔ آپ لوگ چھوٹے چھوٹے واقعات کو بھول گئے ہیں حالانکہ چھوٹے واقعات بڑے اہم واقعات ہوتے ہیں اور یہ جو بڑے بڑے طویل واقعات ہیں ان میں Law ہے' قانون ہے اور ضابطہ ہے۔ ضابطہ اگر فائنل ہوتا تو سارے یکساں عبادت کرنے والے' یکساں مسجد میں جانے والے' ایک جیسا اندازِ ہستی رکھنے والے' ایک جیسے ہوتے' لیکن یہ فطرت کا منشاء ہی نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ مسجد میں مَیں بھی تیرے ساتھ جا رہا ہوں

اور تُو بھی میرے ساتھ جا رہا ہے تو آپ کو یہ خواب کیسے آ گیا جو مجھے نہیں آیا' یا میں مسجد میں نہیں گیا یا پھر تُو کسی غلط جگہ چلا گیا۔ کہتا ہے جب میں نے سجدہ کیا تو میرے ساتھ کچھ اور ہی واقعہ ہو گیا' خواب بھی آ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ یکساں واقعات بھی یکساں نتیجہ نہیں دیتے۔ تو یکساں واقعات پر اصرار کرنا' یہ علماء صاحبان کا کام ہے اور آپ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ آپ اپنے کام سے کام رکھو اور اپنی بخشش کا ذریعہ دیکھو۔ ایک واقعہ اچانک ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کو بخشش کی راہ مل سکتی ہے۔ کچھ لوگوں کو بخشش کا راستہ یہاں ہی مل جاتا ہے اور کچھ لوگوں کو مرنے کے بعد سمجھ آتی ہے۔ اب یہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگوں کو یہاں ملتا ہے' یہ کیسے ملتا ہے؟ اگر ادھر نہ ملے تو آپ کے پاس پھر سند ہی کوئی نہیں ہے۔ تو پیغمبروں کے بارے میں سند ہے' عشرہ مبشرہ کے بارے میں سند ہے' شہداء کے بارے میں سند ہے اور بزرگوں کے بارے میں بھی اللہ نے ارشاد فرمایا ہے عِبَادِ ی الصٰلحون ' آپ کے قریب کے لوگ جیسے ماں باپ دادا یا آپ سے دو سو سال پہلے کے آدمی جو ہیں ان کی سند ہی کوئی نہیں ہے۔ یا قرآن کریم کے بعد کے جو لوگ ہیں تو ان کی سند کسی فارمولے کے ذریعے ہی آپ ڈھونڈیں گے' تو فارمولا Apply کون کرے گا کہ یہ بندہ شہید ہے کہ نہیں ہے۔ جس کو آپ نے نشانِ حیدر دیا ہے' کیا یہ حیدرؓ کی مرضی سے دیا ہے کیونکہ یہ ہے تو بڑا نشان۔' اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہم دنیا سے نیکی کی سند لیتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ ہم نیک کہلاتے ہوں اور عین ممکن ہے کہ ہمیں آگے سند نہ ملے' لہٰذا اس پر ذرا غور کرو' باقی بات میں بتاتا ہوں .....

اگر منشائے فطرت یکسانیت ہوتا تو یہ دنیا کے اندر جتنی بھی ورائٹی ہے' اس کی ضرورت نہیں تھی۔ عابد کی عبادت میں استقامت کے ساتھ یک رنگی' یہ فرشتے کا مقام ہے' فرشتہ جس طرز میں ہے اُسی طرز میں رہے گا' سجدے میں ہے تو سجدے میں رہے گا' رکوع میں ہے تو رکوع میں رہے گا اور وہ پوری اطاعت بغیر چون و چرا کے کرتا جائے گا۔ فرشتے کی حد تک تخلیقِ کائنات نامکمل تھی۔ تخلیق کائنات اُس سے آگے ہے۔ آگے انسان کو پیدا فرمایا گیا۔ اور انسانوں کو آپ نے دیکھا کہ عبادت کا ایک جیسا فارمولا ایک جیسا نتیجہ بھی پیدا نہیں کرتا اور غالباً اس کی ایک جیسی منشاء بھی نہیں ہے۔ اگر اللہ کریم صرف یہی چاہتے کہ سارے یکساں عبادت ہی کرتے رہیں تو ماحول یکساں عبادت والا ہو جاتا اور سب کا کام برابر ہو جاتا۔ فرض کرو کسی آدمی کو Genuinely نماز کے دوران کوئی حیرین قسم کی Trouble ہو جائے' تکلیف ہو جائے اور پھر وہ نماز Attend نہ کر سکے تو کیا زندگی میں ایسا ہوتا ہے؟ ہو سکتا ہے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں۔

اگر کسی کام کی افادیت حج ہے تو اس سے بڑی اور کیا افادیت ہو سکتی ہے' تو وہ حج کرنے گیا' نیکی کا راستہ ہے' ایک انسان چلا گیا' حالاتِ زمانہ گزارے' محنت کی' مال اکٹھا کیا اور چلا گیا۔ سارے لوگ اس نیک راستے پر آئے اور اُس دوران حج کرنے والے سارے نیک لوگ ہیں۔ حج کے دوران کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ نہیں ہونا چاہیے جس پر اسلامی ملت کو وہ واقعہ بیان کرنے پر دقت ہو' خدانخواستہ کوئی شخص یہ نہ کہے کہ حج کے دوران اس کا کوئی نقصان ہو گیا یعنی جیب کٹ گئی۔ یہ سب کچھ میلوں میں تو ہوتا ہے مگر اللہ کے گھر میں ایسا تو

نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی حاجی جا رہا تھا تو دوسرے نے کہنی اتنی زور کی لگائی کہ اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ ایسا ہوتا ہے اور خصوصاً طواف کے موقع پر دو آدمی نیچے آ گئے یا کسی کو چاقو لگ گیا یا حج کے اندر کم از کم کسی کو جھوٹ بولنے کی توفیق نہ ہو۔ ایسا ہمارے دور میں ہوا تھا' ایک جھوٹا امام آ گیا تھا۔ میں اصل میں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کم از کم اپنے گھر میں تو اس کو روکے۔ فرض کرو کہ وہ سچا ہی تھا اور اگر امام سچا ہی تھا تو سچے کے ساتھ لوگوں نے وہی کیا جو ہمیشہ سچوں کے ساتھ کرتے آ رہے ہیں۔ اُسے ٹھیک کر دیا۔ تو جو آدمی اللہ کے عمل پر چل رہا ہے تو اُس کو Correspondingly نتیجتاً اللہ کی طرف سے جواب میسر نہیں آیا۔ آپ نے فارمولا غلط استعمال کیا ہے یا پھر فارمولا صحیح بتایا ہی نہیں گیا' مثلاً اگر ہمیشہ عبادت کرنے والا کسی وقت کان میں آ کے یہ کہے کہ مجھے سکون نہیں ہے تو پھر ہم اُسے کیا بتائیں؟ ایک آدمی ہمیشہ عبادت کرنے والا' ہمیشہ نیکی کرنے والا' بڑی دیر سے ایک جائز ضرورت رکھتا ہے' دعا کرتا ہے جیسے اُس کو بتایا گیا ہے اور اگر دعا پوری نہیں ہوئی تو پھر ہم اُس کو کیا بتائیں؟ مثلاً جنگ کا موسم ہو' کافر اور مومن کی جنگ ہو' اور اگر کافر کو طاقت سے اللہ میاں سرفراز کروا دے تو مومن گلہ کرنے میں حق بجانب ہو سکتا ہے اور اگر مومن گلہ نہ کرے گا تو برداشت میں چلا جائے گا۔ تو کیا مومن برداشت میں سے ہی گزریں گے اور صرف ہم ہی برداشت کرتے رہیں گے اور کیا آپ سب شہید ہونے کے لیے ہی پیدا ہوئے ہو کہ آپ لوگ جو کچھ بھی ہیں شہید ہوتے جائیں اور وقت گزرتا جائے۔ پھر یہ دور کیسے چلے گا۔ اس پر آپ ذرا غور کریں اور اپنی زندگی میں تھوڑا سا اصلاح کا پہلو

پیدا کریں۔ اصلاح ہوتی کیا ہے؟ اصلاح کے موٹے موٹے باب جو ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ اپنے حالات کو دعاؤں سے Improve نہ کرو' مثلاً ایک شیشہ خریدنا ہے تو اُس کے لیے لمبی چوڑی دعائیں نہ کرو' خرید سکتے ہو تو خرید لو اور نہیں خرید سکتے ہو تو اِسے چھوڑ دو۔ پھر فارمولا ٹھیک بن جائے گا۔ وہ چیز جو اس دنیا میں کافروں کو محنت کے ذریعے ملتی ہے تو وہ مومنوں کو بھی محنت ہی کے ذریعے ملے گی اور مومنوں کو دعا سے نہیں ملے گی۔ کافروں نے اگر لیبارٹری میں ایٹم بم بنایا ہے تو آپ لوگ مسجد میں ایٹم بم نہیں بنا سکتے۔ اتنا بے باک آپ کو ہونا چاہیے اور آپ لوگ کم از کم اس بات سے اپنے آپ کو آگاہ رکھو۔ یہ نہ کہنا کہ اب دشمن حملہ کرنے والا ہے اور ادھر سے ہم نے پھونک ماردی تو حملہ آور اُدھر جا گرے گا' وہ تو ادھر جا گرے گا اور روزِ روشن کی طرح دہلی کے قلعہ میں جھنڈا لگ جائے گا' نعرہ تکبیر لگا کے ہم پہنچ جائیں گے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ تو اپنے حالات کی اصلاح کرو۔ دوسری بات یہ ہے کہ زندگی کے تمام تر واقعات میں' تمام نیکیوں میں ایک ایسی خوبی کم ہو سکتی ہے یا خامی پیدا ہو سکتی ہے یا ایک بدی پیدا ہو سکتی ہے جو ساری نیکیوں کو چاٹ جائے۔ میرا مطلب ہے کہ اس شخص نے ساری عبادت مکمل کی ہے' اُس نے ہر ایک کا حق ادا کیا' اس نے ہر ایک کی عزت کی لیکن اُس سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی کہ اُس کی ماں ناراض ہو گئی' ماں نے اُس کی بات سمجھی نہیں تھی اور وہ ناراض ہو گئی' تو ماں بددعا دے کر چلی گئی۔ اب اگر ماں بددعا دے کر چلی گئی تو آپ کے مصلے کو آگ لگا گئی' اب اُس مصلے سے عبادت نہیں بنے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عبادتوں کی حفاظت کا جو طریقہ ہے وہ بھی کرنا سیکھو۔

ماں باپ کا رشتہ جو ہے وہ ماں باپ کے حوالے سے سوچو۔ ایک آدمی کا واقعہ ہے کہ وہ زندگی میں عام واقعات کا مالک تھا اور اچانک اُس نے دیکھا کہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ زیادتی ہوگئی ہے تو وہ کھڑا ہو گیا اور غازی علم الدین شہیدؒ ہو گیا۔ اب اُس کی باقی زندگی کی تفصیل کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ اُس نے نمازِ عصر پڑھی تھی کہ نہیں پڑھی تھی اور ظہر کے وقت وہ مسجد میں حاضر تھا کہ نہیں تھا۔ تو وہ حضور پاک ﷺ کے نام پر کھڑا ہو گیا اور اقبالؔ بھی پیچھے، قوم بھی پیچھے، لوگ بھی پیچھے، بندے بھی پیچھے اور وہ ایک سند ہو گیا بلکہ وہ سند الواصلین ہو گیا۔ تو یہاں تک ہم نے بات کی تھی کہ اپنے واصل ہونے کی سند زندگی میں ضرور تلاش کرنا، اس کو Doubt، شک میں نہ چھوڑنا کہ پتہ نہیں کیا ہوگا؟ اگر یہ کہتے ہو کہ پتہ نہیں کیا ہوگا تو پھر برا ہی ہوگا۔ ایسے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ پتہ نہیں کیا ہوگا، ٹھیک ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جو بار بار یہ فرماتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم کہا کرو کہ ہمیں صحیح راستہ دکھا اور اگر اُس نے صحیح راہ دکھانا ہے تو اتنی بات اُس کو کہنے کی کیا ضرورت ہے، اُس کے بندے ہیں اور ہر روز ہی کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں سیدھی راہ دکھاؤ۔ اور اگر سیدھی راہ دکھا دی ہے تو دوبارہ کہنا ویسے ہی اچھی بات نہیں ہے اور اگر اُس نے دکھانا نہیں ہے تو پھر ہم کہہ کہہ کے تھک گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے راستہ دیکھا ہوا ہے اور اس کی تعریف وہ بتاتا ہے کہ صراط مستقیم ہے کہ ان لوگوں کا راستہ ہوتا ہے جن پر اس کا انعام ہوا۔ تو آپ اس کے انعام یافتہ لوگوں کی راہوں پر چلو اور اس کے انعام یافتہ لوگوں کی راہوں کی تلاش کرو، جھگڑا نہیں کرنا ہے۔ جو آدمی آپ کے ذہن میں ہو کہ اس پر کسی

صورت میں اللہ کا انعام ہوا ہے' کسی پر شکل کا انعام ہو گیا' اچھی صورت کا انعام بھی بڑا انعام ہے۔ اور یہ اللہ کے انعامات کا راستہ ہے اور آپ گن لو کہ اللہ کے انعامات کیسے کیسے ہوتے ہیں۔ اللہ کے جو انعام ہوتے ہیں انہیں معلوم کرنا بڑا مشکل تھا۔ آپ کے پاس ماضی کی ساری تاریخ پڑی ہے' اس میں سے آپ اللہ کے انعام گنوا لو کہ ہم کس کو اللہ کا انعام ہونا کہتے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ اور تمام انبیاء کرامؑ جو ہیں وہ انعام یافتہ ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے۔ ان کی زندگی انعام یافتہ ہے اور وہ تو Pure فارمولا ہے۔ اور ہمارے پاس ایک مکمل Sample ہے نمونہ ہے۔ پیغمبر کی زندگی میں خوبی کیا ہے؟ اس نے ہر بار اللہ کی دعوت دینی ہے اور اپنی دعوت ہی نہیں دینی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ پیغمبر نے ہر بات اللہ کے لیے کرنی ہے اور اپنی زندگی اللہ کے نام پر برداشت کرنی ہے' پیغمبر جیل میں ہو تب اللہ کا ہے اور وہ کوئی گلہ نہیں کرتا اور اگر تکلیف میں ہو' بیمار ہو تو گلہ نہیں ہے' پیغمبر جلاوطن ہوئے' شہر اور بستی سے باہر نکالے گئے' بادشاہ کے گھر سے نکالے گئے اور گھر سے نکالے گئے۔ بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں موسیٰ علیہ السلام' پہلے ماں سے جدائی ہے' دریا ہے' صندوق ہے' لہریں ہیں' نیل ہے پھر وہاں محل میں پلنا ہے اور پھر وہاں سے بھی نکلنا ہے اور پھر نکلتے چلے گئے ہیں لیکن پیغمبر ہیں۔ پیغمبر کے اوپر جو انعام ہے وہ یہ ہے کہ اللہ سے اس کا رشتۂ خیال ٹوٹتا نہیں ہے' اور ہر حال میں رشتۂ خیال قائم ہے' تکلیف میں وہ خدا کو جلدی پا لیتا ہے' سکھ میں بھی دیکھ لیتا ہے' شادیوں میں بھی دیکھ لیتا ہے' غم میں بھی دیکھ لیتا ہے' تو پیغمبر جو ہے اس کی خوبی یہی ہے۔ پیغمبر کہتے اسے

ہیں جو ہر حال میں واصل رہے۔ اولیائے کرام جو ہیں وہ تبع تابعین کے ماتحت ہیں اس لیے وہ کبھی کبھی دنیا کے بھی کام کر لیتے ہیں اور کبھی کبھی وصال حق بھی کر لیتے ہیں۔ اب آپ کی زندگی کا وہ شعبہ جس میں آپ کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یا اللہ اس کی اصلاح ہو جائے' عین ممکن ہے کہ وہ شعبہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ایک فارمولا ہو' یعنی جس کو آپ دور کرنا چاہتے ہو یعنی کہ یا اللہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا یہ واقعہ یوں ہو جائے اور یوں نہ ہو جیسا کہ یہ ہو رہا ہے۔ جیسا ہو رہا ہے اس کو اگر اللہ کی طرف سے ہوتا ہوا دیکھ لو اور قبول کرو تو شاید اس کے اندر سے آپ کو وہ چیز حاصل ہو جائے جو آپ چاہتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو آپ اپنی زندگی میں ناپسند کرتے ہو عین ممکن ہے یہ ایک گیٹ ہو' اللہ کے قریب جانے کا ایک راستہ ہو۔ اگر آپ اپنی زندگی بدلنا چاہتے ہیں' تو آپ نے زندگی نہیں بدلنی بلکہ زندگی بدل نہیں سکتی' آپ نے اپنے آپ کو بدلنا ہے۔ اگر مکان بدلو گے تو پھر بھی اسی جیسا مکان بناؤ گے' دروازہ ادھر نہیں رکھو گے تو ادھر رکھ لو گے' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا' مکان وہی رہتا ہے' اس میں صرف آپ نے رہنے کا انداز بدلنا ہے اور رہنے کا انداز یہ ہے کہ آپ شکر میں رہو اور اگر آپ کبھی دل سے شکر کرنا سیکھ لو تو پھر آپ کے ساتھ ہونے والا ہر واقعہ آپ کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بہت پریشان نہیں کرنا ہے کہ یہ بھی کر' وہ بھی کر۔ اللہ جو کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے اور تھوڑا سا تو بھی کچھ کر۔ مقصد یہ ہے کہ ہر آدمی جو ہے جس آدمی کو ذرا اللہ کا شعور ملتا ہے جب چار نمازیں پڑھتا ہے تو بل بنانا شروع کر دیتا ہے' آپ کی عادت ہے کہ

مہینہ بھر کام کرتے ہیں تو پھر تنخواہ کا بل بناتے ہیں۔ نماز پڑھی' روزے رکھے اور تیس روزے رکھے یا نہ رکھے لیکن عید کے بل بنانا شروع کر دیے۔ تو لوگ یہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ سے اس کی رضا ہی مانگو' پھر آپ کو آسانی مل جائے گی' کوئی بزرگ مل جائے تو جس سے دعا لینی ہے اس سے دعا لو' اور جس کی خدمت کرنی ہے اُس کی خدمت کرو۔ فارمولا بالکل بجا ہے لیکن عام طور پر جب بھی انسانوں کی کشادگی ہوئی ہے وہ فارمولے کے علاوہ ہوئی ہے۔ آپ فارمولا جاری رکھو اور کسی آدمی کی خدمت کر دو۔ مثلاً آپ دعا کر رہے ہو' یہ بات مشکل ہے لیکن پھر بھی آپ سمجھو کہ آپ دعا کر رہے ہو کہ یا اللہ مجھے اس وقت کوئی چیز دے دے' کوئی چیز کھانے یا پینے کی دے دو۔ آپ یہ دعا کر رہے ہو اور آپ یہ دعا محویت سے کر رہے ہو' سچے اللہ کے آگے سچی دعا کر رہے ہو' پھر دعا منظور ہوگئی اور کوئی انسان پانی کا گلاس لایا۔ جو انسان پانی کا گلاس لایا تو یہ پانی کا گلاس براہِ راست اللہ کے پاس سے آیا ہے کیونکہ آپ نے کسی کو تو بتایا نہیں ہے بلکہ آپ صرف اللہ کو بتا رہے تھے۔ اب وہ جو پانی لایا ہے آپ یہ سمجھو کہ اس کو کس نے بھیجا ہے۔ تو دعا کے نتیجے کی اتنی عزت کرو جتنی منظور کرنے والے کے ساتھ ہے اور جب دعائیں منظور ہوتی ہیں تو جو سبب بنتے ہیں ان اسباب کی مسبب کے برابر عزت کیا کرتے ہیں۔ وہ دعا جس نے سبب Create کیا' وہ مسبب ہی نے کیا ہے! تو مسبب کا تقرب دعا کے ذریعے Create ہونے والے اسباب میں ہے۔ اس طرح آپ کا مسبب سے تعلق ہو جائے گا۔ جب دعا کرنے والا کہتا ہے کہ میں جنگل میں بیٹھا دعا کر رہا تھا تو آپ یہ چیز کیسے لائے

ہیں؟ کہنے لگا کہ میں یہاں سے گزر رہا تھا اور میں نے سوچا کہ آپ کو پین دے دوں' آپ اس سے لکھا کریں۔ اُس نے کہا پین کو چھوڑو' لیکن میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں کیونکہ تُو تو مجھے وہ آدمی لگتا ہے۔ اور وہ حقیقتاً وہی آدمی ہوتا ہے کیونکہ دل کی بات کے سوال کے جواب میں آنے والا دلوں والا ہوگا اور وہ حادثہ نہیں ہوتا۔ آپ کی غلطی یہ ہوتی ہے کہ جب دعائیں منظور ہوتی ہیں تو آپ اُس کا احسان نہیں مانتے ہیں' ان چیزوں کی وہ عزت نہیں کرتے جو عزت اُن کے قابل ہوتی ہے۔ اس لیے جب آپ کے قریب سے اللہ گزر جاتا ہے تو آپ پرواہ نہیں کرتے۔ مثلاً کسی کی زندگی سے موت گزر گئی' اتنا بڑا واقعہ گزر گیا' عزرائیل پاس سے گزر گیا تو پھر واقعہ ہو گیا' ہنسی والی زندگی میں غم آ گیا تو یہ اللہ نے کر دیا' اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف خیال رکھو' رجوع رکھو' تو وہ آپ کے پاس کہیں نہ کہیں اپنی Indication' نشانی دیتا رہتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ جو آپ کی اولاد ہے لوگوں نے الگ الگ رہنا ہے' آج اگر نہیں تو کل الگ رہنا ہے' کل نہیں تو پرسوں الگ رہنا ہے۔ اور جب بھی اولاد نے الگ رہنا ہے تو اولاد نے رہنا ماں باپ کے دل میں ہی ہے اور دل آپ کا Busy ہے' مصروف ہے اور آپ اپنے ماں باپ کے دلوں میں رہتے ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کی یاد کرنے والا اس محبت سے بھی آزاد ہو جائے تو یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس لیے اللہ سے محبت ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اپنے دل کو اتنا آزاد کر دے کہ فطری محبتوں سے بھی آزاد ہو جائے' اس لیے ان فطری محبتوں کو بھی آپ الٰہی محبت سمجھو۔ یہ بھی تو اُس کی مہربانی ہے۔ اور فطری رشتوں کی بھی

وہی عزت کرو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا مقام ہے۔ آپ اولاد کی خدمت بھی کرتے رہتے ہیں اور ان سے نفرت بھی کرتے رہتے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ اپنی لیبر کو Waste ضائع کرتے ہیں۔ آپ اُن سے محبت اللہ کی طرف سے سمجھ کر کرو اور عبادت کر رہے ہو تو عبادت کرتے چلے جاؤ۔ آپ اپنے دور میں اپنا انجام دیکھیں کہ آپ کدھر کو جا رہے ہیں' ''انعمت'' یعنی انعام والے گروہ میں آتے ہیں کہ نہیں آتے۔ آپ اپنے زمانے میں یہ ضرور دیکھیں کہ کیا کچھ لوگ دنیا میں ایسے آئے جو انعمت علیھم والے تھے کہ نہیں آئے۔ آپ یہ سوال اپنے دل میں رکھا کریں کہ اُس پر اللہ کا انعام ہوا کہ نہ ہوا۔ ابھی بخشش کا زمانہ نہیں آیا' وہ فیصلے کا دن ابھی آئے گا' وہ ایک مقرر شدہ دن ہے جس دن انصاف ہونا ہے۔ اگر میں آپ سے یہ پوچھوں کہ وہ دن تو ابھی آئے گا لیکن ہم اپنا اندازہ' تجربہ کریں' تو کیا میاں میر صاحبؒ بخشے ہوئے لوگوں میں پائے جائیں گے؟ آپ کہیں گے کہ ضرور پائے جائیں گے۔ اب یہ آپ کے پاس گواہی کیسے ہے؟ یہ ایک یقین اور ایک تیقّن ہے۔ آپ کا داتا صاحبؒ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ بھی یقین ہے۔ حضور شاہِ جیلانؒ کے بارے میں بھی آپ کو یقین ہے' بابا صاحبؒ کے بارے میں بھی یقین ہے۔ تو آپ کو یہ یقین ہے کہ وہ ''انعمت علیھم'' میں سے ہیں۔ یہ پتہ چل گیا کہ ایسا ہوتا ہے یعنی کہ اللہ کی طرف سے بخشے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ اپنے دادا جان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ بخشے ہوئے ہیں' اُن کی عادات اور خصائل ایسے ہوں گے اور ضرور ایسے ہوتا ہوگا۔ اس کے علاوہ جس بزرگ کا نام لیں تو آپ کہیں گے کہ وہ

''انعمت علیھم ''میں سے ہیں۔آپ کا یہ یقین ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں حضور پاک ﷺ کے زمانے کے بعد' صحابہ کرامؓ کے زمانے کے بعد' کربلائے معلیٰ کے بعد' حضور غوث پاکؒ کے بعد' داتا صاحبؒ کے بعد اور خواجہ صاحبؒ کے بعد بھی یہاں تک بات چلتی آ رہی ہے۔اُس زمانے میں ''انعمت علیھم'' میں لوگ تھے' یا تو آپ یہ کہیں کہ اس کے بعد ''انعمت'' کے لوگ نہیں آئے۔تو پھر بار بار کہنے کی ضرورت کیا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم یعنی ہمیں سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جو'' انعمت علیھم ''میں سے ہیں۔تو وہ قیامت تک آتے رہیں گے جب تک آپ یہ پڑھتے رہیں گے۔تو اس بات کی نفی نہیں ہوسکتی۔اب آپ کے لیے آسان نسخہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی میں کسی انسان کو ڈھونڈنا ہے جس شخص پر انعمت علیھم' اللہ' کا انعام ہوا۔اس لیے اُس زُمرے کے' اُس Category کے کسی ایک باب کو یا کسی ایک گروہ کو یا کسی ایک سنگت کو آپ نے دریافت کرنا ہے۔فرض کرو کہ یہ بات ایسے ہی ہے کہ بابا فرید گنج شکرؒ بخشے ہوئے ہیں اور اگر بابا صاحبؒ یہ کہہ دیں کہ میں تم پر اتنا خوش ہوں کہ تم اور ہم بہشت میں اکٹھے رہیں گے تو پھر اُس شخص کے بخشے ہوئے ہونے کی سند مل گئی' یہ سند مل گئی' وہ سند الواصلین ہوگیا۔اب اگر کوئی شخص جو آپ کی نگاہ میں بخشا ہوا ہو اور آپ کو مل جائے اور وہ آپ کو اپنی سنگت میں ملا لے تو تم پر بھی وہ پرتو آ گیا۔یہ جو بعد میں اندیشہ نکلتا تھا کہ کیا ہونا ہے اور کیا نہ ہوگا' تو یہ اندیشہ یہیں حل ہو جائے گا اور پھر آپ سہولت کے ساتھ چل پڑیں گے اور پھر اُس شخص کے ملنے کے بعد آپ کا سارا دینی نظریہ Concept جو ہے وہ Recast ہوگیا۔

Readjust ہو گیا' فارمولا وہی رہا' صرف Readjustment ہو گئی۔ یعنی اگر سر ڈھانپنا ہی ہے اور ٹوپی نہیں پہننی تو پگڑی باندھ لو' اس سے کیا فرق پڑے گا۔ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ Readjustment ہو گئی۔ یہ جو واقعہ ہے یہ عام طور پر نہیں ہوا' اور لوگوں نے اس بات پر دقت پیدا کر دی کہ یہ واقعہ آگے ہو گا حالانکہ یہ آگے نہیں ہو گا بلکہ ادھر ہی ہو گا۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم دیکھو ومن کان فی ھٰذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی جو یہاں اندھا ہوا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوا۔ جس کو اس کی راہ یہاں نہ ملی' اُس کو وہاں کیا راہ ملے گی' وہاں تو جا کر اللہ تعالیٰ سے دوسرا سلام کرنا ہے' پہلا سلام تو ادھر ہی سے ہو گا۔ تو اگر یہاں پر آنکھ نہ کھلی تو آگے آنکھ نہیں کھلے گی۔ کہتے ہیں کہ جب آنکھ بند ہو گئی تو پھر کیا کھلنی ہے' کھلنی تو بند ہونے سے پہلے چاہیے۔ کسی ایسے صاحبِ نصیب کے ساتھ کسی ایسی چیز کی دریافت ہو' جس کے ساتھ آپ کی وابستگی ہو تو آپ وہاں سے سند لے لو۔ یہ تکلیف یا رواج کی وجہ سے نہ ہو بلکہ دل سے ہو۔ اب اس سند کو شعر کی شکل میں سنو ؎

پوچھ اُس سے جو منظور ہے فطرت کی گواہی
تُو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

وہ بتائے گا کہ تم ٹھیک ہو گئے ہو۔ اگر وہ کہہ دے کہ تم ٹھیک ہو گئے ہو تو پھر پرچی اپنے سرہانے رکھ کر سو جاؤ اور پھر تم پاس ہو گئے۔ اگر کوئی بھی نہ ملے تو اپنی ماں سے لکھوا لو۔ تو جو جس سنگت میں پرویا گیا اسی سنگت کے ساتھ اُس کا حشر ہو گا۔ اللہ سے بخشش لینے کا بہت آسان طریقہ ہے' اللہ نے یوں نہیں

بولنا جیسے ہم سمجھ رہے ہیں' کہ نماز پڑھنے کے بعد کہے کہ جاؤ تمہاری دعا منظور ہو گئی اور کام ٹھیک ہو گیا ہے۔ ہم نے آپ کو ایک فارمولا بتایا تھا کہ دنیاوی کام عبادت سے نہ لو۔ کافر کو جو چیز محنت سے ملی تمہیں بھی محنت سے ملے گی' ایٹم بم لیبارٹری سے ملا اور فارمولا جیسے ملا ویسے ہی ملے گا۔ عبادت سے تمہیں کیا ملے گا؟ عبادت سے صرف عبادت ملے گی۔ عبادت سے مزید عبادت کرنے کا جذبہ ملے گا۔ جس کی مغرب کی نماز قبول ہو گئی اُسے عشاء کی نماز مل جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور آپ یہ پڑھتے جاؤ' اس میں کیا ہے اور کیا نہیں ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' اس حکم کے کوئی اجزاء نہیں بنانے' یہ مسلمانوں کے رولز ہیں' یہ اُن کی Shape ہے' یہ اُن کی Drill ہے اور یہ اُن کا مقام ہے۔ دنیاوی طور پر اللہ تعالیٰ آپ کو آسودگی عطا فرمائے۔ پھر آسودگی ہو جاتی ہے۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کی یہ بات سمجھ نہیں آتی جو اس نے قرآن میں فرمائی ہے کہ میرے پتھروں سے نہریں نکلتی ہیں اور یہ کہ انسان اور پتھر جہنم کا ایندھن بنیں گے.....

جواب:

جس کی کائنات ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے دوزخ کیوں بنائی ہے۔ یہ وہی جانے۔ دوزخ کیا ہوتی ہے' یہ وہ جانے۔ آپ بس اپنی جان بچاؤ' تم پتھر ہو کہ تم جمادات ہو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اپنی نجات کی راہ دیکھو اور آپ تو ان کی ابتلاء کی راہ دیکھ رہے ہو۔ آپ کو اپنی نجات کی راہ دیکھنی چاہیے .....سب

پتھروں سے نہریں جاری نہیں ہوتی ہیں' کچھ پتھر ہیں جن کا تخصیص کر کے بتا دیا گیا ہے' ایک پتھر اسود ہے' ایک احمر ہے۔ ان کا فرق سمجھ لو۔ یہ رنگ کا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو فضیلت دی' تمہیں محبوب کیا' تم پر بڑے انعامات ہوئے۔ اور آگے پھر یک لخت اللہ فرماتا ہے کہ ثم قست قلوبکم کہ تمہارے دل سخت ہو گئے فھی کالحجارہ جیسے کہ وہ پتھر ہیں۔ یعنی کہ یہ انسان کا خدا سے دور ہونے کا نتیجہ بتایا کہ تم پتھر ہو گئے۔ یہاں اتنے بڑے کام کی بات کی ہے' لطف دار بات ہے' اور اگر اس کو غور سے سمجھو کہ اللہ نے کیا کہا کہ تمہارے دل پتھر ہو گئے' جیسے کہ وہ پتھر ہوں حالانکہ میرے پتھروں سے بھی نہریں جاری ہیں اور وہ بھی روتے ہیں اور تم روتے ہی نہیں ہو' تمہارے دل اتنے سخت ہو گئے ہیں کہ تمہاری آنکھ پتھرا گئی۔ تو اس پہ غور کیا کرو۔ یعنی کہ نہ رونے والے انسان کو پتھر سے بدتر کہا ہے۔ جس آنکھ سے آنسو جاری نہیں ہوتے وہ پھر انسان کیا ہوا' پتھر ہی ہو گیا۔ تو پھر رونے والا پتھر جو ہے یا رونے والا آدمی جو ہے یہ اگر دوزخ میں جائے تو پھر دوزخ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ آپ کا دوزخ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ بلکہ دوزخ ہے ہی یہی کہ آنکھ کا پتھر ہو جانا۔ جس دوزخ کی خوراک اور آگ یہ پتھر ہیں' اس پتھر کو آگ لگی ہوئی ہے۔ انسان ایک تو گناہ کرتا ہے اور پھر اکڑتا ہے' ایک تو دوزخ میں جا رہا ہے اور پھر پتھر بنا ہوا ہے' تو یہ پتھر ہے دوزخ کی خوراک۔ کون سا؟ جو اکڑا ہوا پتھر کی طرح ہے اور خوراک دوزخ کی ہے۔ پتھر دل انسان پتھر ہی بن کر جہنم میں جا رہا ہے' وہ جہنم کا ایندھن ہے کیونکہ پتھر دل ہے' اس پر مانگنے والے کا ذرا اثر نہ

ہوا' اُس نے کہا کہ خدا کے لیے دے' لیکن یہ پتھر کا پتھر ہی رہا۔ تو یہ پتھر دوزخ میں جا رہا ہے اور اُس دوزخ کی خوراک یہ پتھر ہے۔ جس کو نہ اپنے پر رحم آیا اور نہ بیگانے پر رحم آیا تو وہ ظالم ہے ..... اللہ تعالیٰ نے تو بڑی بڑی باتیں بتائی ہیں' آپ لوگ اللہ کی باتوں کو بڑے غور سے دیکھا کرو تا کہ بحث نہ ہو۔ سوال وہ پوچھا کرو جو بات آپ کو سمجھ نہ آئے۔ سب سے اچھا خوش قسمت انسان اور سب سے بڑا بدقسمت انسان کون ہے؟ جو امیر ہو اور نرم دل ہو' جس کی جیب بھی بھری ہوئی ہو اور نگاہ بھی بھری ہوئی ہو' وہ سب سے خوش قسمت انسان ہے۔ اور سب سے بدقسمت انسان کون ہے؟ وہ جس کی جیب بھی خالی ہو اور دل بھی خالی ہو۔ ایسا شخص بدقسمت ہے۔ غریب ہو کے ظالم ہونے والا آدمی سب سے زیادہ بدقسمت ہے۔ اس طرح بڑے لوگ نظر آئیں گے کہ غریب اور پھر ظالم ہیں۔ آپ لوگوں کو بتانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ دل میں کبھی سوچو کہ جنت میں آپ کے خیال میں جو جو لوگ آپ کے قریب ہونے چاہییں تو آپ زندگی میں اُن لوگوں کے قریب رہنا۔ یہ آدھی جنت ہے۔ تو آپ کے مطابق جو لوگ جنت میں آپ کے قریب ہونے چاہییں' زندگی میں اُن کے قریب رہنا اور مکانوں میں دیوار نہ ڈالنا' اگر یہ غلطی کر بیٹھے ہیں' دیوار ڈال بیٹھے ہیں تو پھر مٹا دو۔ تو جن لوگوں سے مل کر جنت میں رہنا چاہتے ہیں اور یہ آپ چاہتے ہیں کہ جنت میں وہ آپ کے پاس ہوں تو زندگی میں اُن لوگوں کے ساتھ محبت سے رہنا۔ یہ آدھی جنت ہے اور باقی کی آدھی جنت یہ ہے کہ جو لوگ آپ کو ناپسند ہیں وہ بھی وہاں ہو سکتے ہیں' آپ اُن کو وہاں ناپسند نہیں کر سکیں گے' اس لیے اُن کو ناپسند کرنا

یہاں پر ہی چھوڑ دو۔ اس طرح آپ کی جنت بن گئی اور جنت یہاں سے بنا کر جانی ہے۔ جنت کہاں سے بنا کر جانی ہے؟ یہاں سے ہی بنا کر جانی ہے۔ پسند کے جو لوگ ہیں اُن سے مل جاؤ۔ اور آپ کی یہ دیواریں ساری عارضی ہیں کہ یہ میرا مکان ہے اور یہ تیرا مکان ہے' یہ تیری قبر ہے' یہ میری قبر ہے' یہ تیرا قبرستان' یہ میرا قبرستان' یہ سب Non sense ہے' آپ محبت کے ساتھ رہو' اور جو لوگ آپ کو ناپسند ہیں عین ممکن ہے کہ وہ جنت میں ہوں اور اگر جنت میں آپ نے جا کر جھگڑا کر دیا کہ یا اللہ! یہ کدھر سے آ گیا۔ تو وہ آپ کو اڑا کے رکھ دے گا اور پھر تمہیں دوزخ میں ڈال سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے دل میں کسی کو ناپسندیدہ سمجھنے کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے۔ ناپسندیدہ شخص کو اللہ جانے اور اللہ کا کام جانے' اگر کسی ناپسندیدہ شخص کو اللہ معاف کر سکتا ہے تو اس کو آپ کیوں نہیں معاف کر سکتے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو اللہ معاف نہیں کر سکتا۔ صرف ایک آدمی کے ساتھ آپ کو ناراض ہونے کی اجازت ہے کہ جس نے آپ کے سامنے حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ورنہ اور کسی کے ساتھ آپ کو ناراض ہونے کا حق نہیں ہے۔ باقی ہر ایک کو بخش دو۔ چور جو مال لے گیا اُس کو دعا دو' اور اگر اُس کا پتہ ملے تو اس کی مدد کر دو تا کہ آئندہ چوری نہ کرے۔ وہ غریب آدمی تھا جو مدد لے گیا۔ بچوں کو بہت دعا دیا کرو اور انہوں نے اپنی زندگی آپ ہی گزارنی ہے اور آپ کا علم انہوں نے قبول نہیں کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اور ہی علم دینا ہے' اور آگے اور زمانے آ رہے ہیں۔ تو آپ نے کسی کے ساتھ دقت نہیں کرنی' رنجش نہیں کرنی' آپ کا دل جنت کب بنے گا؟ جب اس میں ہر طرح کے لوگ ایک' یکساں پسند کے ساتھ موجود رہیں۔ ایک آدمی آیا اور کسی کی

ستان میں گستاخی کی' پھر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور اُسے معاف کر دیا۔ جب اللہ نے اُس کو معاف کر دیا ہے تو آپ بھی اسے معاف کر دیں۔ اس طرح سب کے لیے معافی کا جذبہ رکھیں اور سب کے لیے دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب پر رحم فرمائے اور کرم فرمائے۔

صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه ونورعرشه سیدنا و مولنا محمد وآله واصحابه اجمعین۔ آمین ۔ برحمتک یا ارحم الرحمین۔





1 کیا ولی پیدائشی طور پر ہوتے ہیں یا کسی پراسیس سے گزرنے کے بعد بنتے ہیں؟

2 اگر کسی سے محبت ہو تو اس کے ساتھ کہاں تک Liberty لی جا سکتی ہے؟

3 ایسی صورت میں اقبالؒ کے ''شکوہ'' کا کیا مقام ہے؟

4 ایک غیر مرئی آواز سن کر دل بند ہوتا ہے اور سانس رکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، تو اُس آواز کو کیا کہا جا سکتا ہے؟

5 فقیری کے یہ جو فارمولے بنے پڑے ہیں ان کا کیا کریں؟

6 تو یہ جو درد ہے کیا یہ بھی عنایت ہے؟

7 کیا خواہش کو Curb کرنا چاہیے؟

8 یہاں پر ہم سوال کر کے آپ سے جواب پا لیتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب آپ نہ ہوں پھر سوال ہو اور پھر بھی جواب ملے اور اُسی آواز میں ملے، تو کیا ہم اُس کو سچا جانیں؟

9 شکر کا جو احساس ہے وہ کیسے ادا ہونا چاہیے؟

سوال:

کیا ولی پیدائشی طور پر ہوتے ہیں یا کسی پراسیس سے گزرنے کے بعد بنتے ہیں؟

جواب:

آپ یہ بتائیں کہ کبھی کسی بچے ولی کی قبر آپ نے دیکھی ہے؟ کیا کوئی ایسا ولی کامل دیکھا ہے جو بارہ سال کی عمر میں انتقال فرما گیا۔ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا۔ کیا ایسا ہوا کہ ساڑھے چھ سال کی ولیہ مرگئی؟ مطلب یہ ہوا کہ یہ ودیعت والی بات تو نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ علی اصغرؑ کا نام لو تو وہ پیدائشی ولی ساز ہیں' وہ تو ولی ساز ہوئے اور ولی گر ہوئے۔ تو ولی جو ہے یہ نسبت کا نام ہے' فارمولے کا نام نہیں ہے' بچپن میں مل سکتا ہے اور بعد میں بھی مل سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ کوئی ایک Process ہونا چاہیے' اُس میں چلنا چاہیے اور پھر ہم One fine morning ایک صبح ہم ولی بن جائیں۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی جس طریقے سے ولی بن گیا تھا' آپ بھی اس طرح کر کے ولی بن جائیں۔ ولی آپ کے ماننے سے بنتا ہے' اگر آپ نہ مانیں تو وہ آپ

کے لیے ولی نہیں ہے۔ ماننے والا کہتا ہے کہ وہ میرے لیے ولی ہے' پیر ہے' جس طرح کہتے ہیں کہ چاہے میری کوئی بات نہ مانے لیکن میرا باپ ہی میرا باپ ہے۔ تو وہ اس رشتے سے کیسے نجات پا سکتا ہے' اگر اس میں عقل نہیں ہے پھر بھی وہ باپ ہے۔ آپ میری بات سمجھے؟ تو ولی کون ہوا؟ ولی نسبت سے ہے' جس طرح باپ رشتے سے بنتا ہے اور باپ Process سے' عمل سے نہیں بنتا ہے ..... یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ باپ علم والا ہونا چاہیے تب ہی اُسے باپ ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ باپ پڑھا لکھا ہے نہیں پر باپ بنا ہوا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ پھر بھی تیرا بابا ہے۔ تو وہ رشتہ ہی ایسا ہے۔ لہٰذا اگر وہ پڑھا لکھا نہ ہو تب بھی باپ ہے اور واجب الاحترام ہے۔ آپ بات سمجھے؟ یہ نہ کہنا کہ ہمارے پر حکم چلانے والا کم از کم ہم سے زیادہ دانا ہونا چاہیے۔ تو وہ کہتا ہے کہ اگر باپ نادان ہو تب بھی اُس کا حکم ماننا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ولی ہو' اللہ کا دوست ہو' ظاہراً اس کی ساری باتیں غلط ہوں' تمہاری سمجھ سے باہر ہو وہ پھر بھی ولی ہے۔ اللہ پیغمبروں کی بات نہ مانے تب بھی پیغمبر جو ہیں وہ پیغمبر ہیں' یہ اللہ کی مرضی ہے کہ کسی پیغمبر کی دعا پوری کر دی اور کسی کی پوری نہ کی۔ وہ تو ہے ہی اللہ' اسی کا نام اللہ ہے جو پرواہ نہ کرے۔ اُسے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میاں اس طرح آپ کی Popularity' شہرت میں فرق آئے گا۔ وہ تو Popularity' شہرت سے آزاد ہے کیونکہ وہ ہے جو اللہ' کوئی مانے یا نہ مانے وہ پھر بھی اللہ ہے' وہ جو کچھ کر سکتا ہے اگر وہ نہ کرے تو یہ اس کی شان کے خلاف نہیں ہے۔ یہ رونق ہے اس کی۔ وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اُسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اے اللہ آپ سارے کام کر تو سکتے

ہیں لیکن یہ تو آپ نے نہیں کیا۔ اللہ کہتا ہے میں تو کیا سے کیا کر کے دکھا دوں۔ لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کیسے آئے گی؟ تو اللہ نے فرمایا کہ قیامت کا بعد میں سوچنا' یہ دیکھو پہاڑ ہے اور یہ میدان ہے' پہاڑ سے پہاڑ کے دامن تک مٹی دیکھو' تم قیامت کا کیا فکر کر رہے ہو' یہ تو دیکھو کہ میں نے یہ سب کیسے بنا دیا ہے' یہ تو دیکھو کہ پتھر کے ساتھ مٹی اور مٹی کے ساتھ پتھر' آسمان بغیر کسی ستون کے' زمین بچھونا ہے' پھر تمہیں نیند آ جاتی ہے' اب جو نیند پیدا کر سکتا ہے اُس سے قیامت کی بات کیا پوچھتے ہو؟ کیا بات سمجھ آئی وجعلنا اللیل لباسا و جعلنا النھار معاشا ہم نے رات کو لباس بنایا اور اور دن کو معاش بنایا۔ صبح ہوتے ہی سارے معاشیات کے چکر میں پڑ جاتے ہیں اور رات لباس ہے' آرام ہے اور صحت ہے۔ قیامت کی بات کیا پوچھتے ہو' وہ تو آ جائے گی لیکن آپ یہ دیکھو کہ یہ سب کیا ہے۔ تو جو یہ سب بنا سکتا ہے اُس کے لیے کیا مشکل ہے' جب پہلی دفعہ پیدا کرنا اُس کے لیے مشکل نہیں ہے تو دوبارہ پیدا کرنا اُس کے لیے کون سی مشکل ہے۔ یہ نہ کہنا کہ دوبارہ کیسے پیدا کرے گا کیونکہ ایک دفعہ تو فنا ہو گئے' مٹی ہو گئے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ کیا پہلے مجھے پیدا کرنا مشکل لگا' کیا میں نے کہا ہے کہ مجھے مشکل لگ رہا ہے' Unaided بغیر کسی کی مدد کے سارا کچھ بنایا' جب سورج بنانے میں مجھے مشکل کوئی نہیں ہے تو کیا موم بتی بنانا مشکل ہے۔ گویا کہ اللہ کو اس بات سے فرق نہیں پڑتا کہ باتیں پوری ہوں کہ نہ ہوں' انسان کہے یا نہ کہے اور تم مانو کہ نہ مانو۔ وہ چاہے تو پیغمبر کی بات کو صداقت بنا دے۔ پیغمبر کہہ سکتا ہے کہ میں نے تو بتا دیا تھا اب آگے اللہ کی مرضی۔ تو وہ مکمل طور پر پیغمبر ہیں' اگر ایک پیغمبر

نے کہہ دیا کہ کل عذاب آنے والا ہے اور عذاب نہیں آیا تو پھر بھی وہ پیغمبر ہیں۔ اب آپ کو راز کی بات بتاتے ہیں کہ ولی جو ہے وہ Born بھی ہے اور Made بھی ہے۔ پیدائشی بھی ہے اور بنایا بھی جاتا ہے۔ Process کا نام بھی ولی ہے اور Step کا نام بھی ولی ہے یعنی عمل اور درجے کا نام ولی ہے۔ He should pass through the process or he should step otherwise وہ پراسیس سے گزر کر بھی ولی بن سکتا ہے اور ویسے بھی ولی بنایا جا سکتا ہے۔ اب Step والا ولی بن گیا۔ دیکھنے والا کہتا ہے تو کیسے ولی بن گیا؟ کہتا ہے کہ میں محبوب ہوں' کسی ولی ساز کا محبوب ہوں' ولی گر کا محبوب ہوں۔ تو جو ولی گر کا محبوب ہے وہ ولی ہے کیونکہ جو ولی گر ہے اُس کا کام ہے ولی بنانا اور وہ اُس کا محبوب ٹھہرا' اس کی صفات کا پتہ نہیں کہ کیا ہیں۔ لہٰذا ولی جو ہے وہ ولی ہے۔ کہتے ہیں کہ دوستوں کا دوست ہوتا ہے اور دشمنوں کا دشمن بھی دوست۔ اور اگر دنیا میں اللہ کا ایک بھی دوست ہے تو اُس دوست کے جتنے دوست ہیں سارے اللہ کے دوست ہیں۔ تو حضور پاک ﷺ کے جتنے بھی چاہنے والے ہیں یا چاہے جانے والے ہیں وہ سارے اللہ کے دوست ہیں۔ تو فارمولا کیا بنا؟ اللہ کے دوست صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کے حبیب ﷺ کے دوست کے چاہنے والے یا وہ جن کو حضور ﷺ نے چاہا وہ ولی ہیں۔ ایسے بھی لوگ ہیں جن کو اللہ کے حبیب ﷺ نے چاہا۔ وہ کون لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ کہ یہ شخص مجھے دو۔ تو چاہا جانے والے کا چاہا ہوا ولی ہے' جس کو چاہنے والے نے چاہا' جس کو چاہے جانے والے نے چاہا وہ ولی ہے۔ تو ولی کسی اور

فارمولے کا نام نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اتنے وظیفے کیے لیکن ولی نہیں بنا۔ وظیفے سے ولی نہیں بنتا۔ طوطا چاہے جتنا ذکر کرتا جائے طوطے کا طوطا ہی رہے گا۔ تو ولی نہ ذکر سے بنا' نہ فاقے سے بنا اور اگر تُو سمجھتا ہے کہ نہانے دھونے سے بنے گا تو فقیر کہے گا کہ مینڈک بھی سارا دن نہاتا رہے مگر مینڈک ہی رہتا ہے' ٹراتا رہے گا۔ تو وہ صفت کیا ہے جس سے ولی بنتا ہے؟ وہ صفت ایک ہی ہے' اگر تیرا دل صاف ہو جائے' اگر دل آئینہ ہو جائے تو وہ خود بخود آ جائے گا جس کے لیے دل صاف کیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ سانچ جیسی عبادت کوئی نہیں' سچ جیسی عبادت کوئی نہیں ہے اور جھوٹ جیسا گناہ کوئی نہیں ہے' جس میں جتنا سچ ہے وہ اتنا ولی ہے۔ اگر کسی نے سچ بول دیا اور کہتا ہے کہ میں نے کوئی عبادت نہیں کی تو وہ ولی ہو سکتا ہے۔ آپ تو فارمولا بناتے ہیں کہ اس نے کوئی عبادت نہیں کی ہے اس لیے یہ کچھ نہیں بن سکتا جب کہ یہ عبادت ہی تو کر رہا ہے' سچ بولنے کی عبادت کر رہا ہے۔ اور تم جھوٹ بولتے ہو' چار عبادتیں کرتے ہو اور بتاتے پانچ ہو' تو اس طرح آپ کی ساری عبادت اکارت جاتی ہے اور سب بے کار ہو جاتا ہے۔ تو سچ جیسی عبادت نہیں ہے اور جھوٹ جیسا کوئی گناہ نہیں ہے' اور جس میں جتنا سچ ہے اُس میں اتنا ہی اللہ ہے اُسی کو ولی کہتے ہیں۔ ولی کس کو کہتے ہیں' جس کے ساتھ اللہ ہو نحن اولیوٰءُ کم فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الآخرۃ اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ہم تمہارے ولی ہیں اور تم ہمارے ولی ہو' دوست ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میرے بندوں نے کہا کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اور وہ اس بات پر قائم رہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم

الملئکۃ تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ تو اللہ نے اپنے دوستوں کے بارے میں فرمادیا ہم تمہارے ولی ہیں دنیا کے اندر اور آخرت کے اندر۔ جس کا اللہ ولی ہو تو اُسے آپ کیا کہیں گے' مثلاً کسی کو آپ حضور غوث پاک" کہہ دیں' اگر وہ ولی ہیں اور آپ کو ولایت کا فارمولا معلوم بھی ہو جائے اور آپ سے پوچھا جائے کہ وہ کیا فارمولا ہے تو آپ کہیں گے کہ بڑا ولی وہ ہے جو زیادہ پیسے سے نواز دے۔ اور اگر یہی بات ہے پھر تو کافروں کے پاس بے شمار پیسہ ہے اور وہ آپ کو بھی دیتے ہیں۔ یہ بات کہ کیا وہ اللہ کے دوست تھے؟ تو اس کا فیصلہ اللہ کرے گا اور اگر اللہ نے فیصلہ کرنا ہے تو اللہ کا فیصلہ تو ہو گیا ہو گا' وہ ابھی ہونا باقی تو نہیں ہے' تو یہ ہے ولایت۔ جب اللہ کا Announced Decision ہو جائے' فیصلے کا اعلان ہو جائے تو وہ ولی ہو جاتا ہے اور یہ Announcement' اعلان ہو جاتا ہے۔ ایک بزرگ کے بارے میں لکھا گیا کہ وہ صاحب جو تھے اچھی زندگی بسر کرنے سے گریزاں تھے' ایک دفعہ نشے کے عالم میں آ رہے تھے' راستے میں انہیں کاغذ کا ٹکڑا ملا جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' انہوں نے اٹھالیا کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے اور اُس کو خوشبو لگا کر دیوار پر رکھ دیا۔ یہ حضرت جنید بغدادیؒ کے زمانے کا واقعہ ہے۔ صبح صبح حضرت جنید" تشریف لے گئے اور انہیں مبارک دی کہ آپ ولی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں تو گناہ گار آدمی ہوں' میں کہاں اس قابل کہ آپ ہمارے گھر میں آئیں' آپ میرے گھر مجھے شرمندہ کرنے آئے کیوں ہیں' تو انہوں نے کہا کہ اللہ نے کہا ہے کہ آپ ولی ہیں۔ تو آپ کے اندر کیا خوبی ہے کہ آپ ولی بن گئے ہیں؟ اُس نے کہا کہ خوبی تو کوئی

نہیں ہے' ہم شراب پیتے ہیں اور ہر وقت شراب کا عالم ہے۔ جنید بغدادیؒ نے کہا اللہ نے تو سچ کہا ہے اور تیری Announcement کی ہے' ولایت کا اعلان ہوا۔ اُس نے کہا واقعہ تو یہ ہے کہ رات کو میں آ رہا تھا کہ اللہ کا نام نظر آیا' میں نے خوشبو لگا کر رکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کا جواب یہ ہے کہ'' تُو نے میرے نام کو خوشبودار بنایا اور میں تیرے نام کو خوشبودار بناؤں گا''۔ تو وہ اللہ کا ولی بن گیا ..... تو اللہ کے ولیوں کی داستانیں اور ہیں اور اُن میں فارمولے لگانے کی کوشش نہ کرنا کہ اللہ کا ولی کیسے ہوتا ہے؟ بعض اوقات ایک آدمی ہوتا ہے جسے ولایت کا کوئی شعبہ تک نہیں آتا' اسے پتہ نہیں ہوتا کہ ولایت کے کیا شعبے ہوتے ہیں کیونکہ اُس بے چارے کو پتہ کوئی نہیں ہوتا۔ ولی کے آستانے پر لانگری صرف روٹی پکاتا ہے اور لانگری کہلاتا ہے' تو ولیوں کا لانگری بھی ولی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ تو ولیوں کے شعبے الگ الگ ہیں۔ تو وہ جو ولیوں کو کھانا کھلانے والا ہے خود ہی ولی ہوگا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ولی ہونا جو ہے یہ استقامت کی بات ہے' باقی عام طور پر ولی کی Maturity کے' شعور کے بعد ولی Announce ہوتا ہے' اس کا اعلان ہوتا ہے' یہ ازل سے ایسا ہے۔ اب آپ اگر یہ کہیں کہ ایک آدمی جو چالیس سال یا پچاس سال میں ولی بن گیا تو کیا یہ ولایت ودیعت تھی؟ بالکل ودیعت تھی۔ یہ نہ کہنا کہ اس سے پہلے ایسا تھا' یہ تھا' وہ تھا' تو وہ جو ایسا ویسا تھا ابھی اُس کی تشکیل ہو رہی تھی' اور اب وہ اپنے آپ میں آ گیا ہے' اپنے آپ کو پہچاننے لگ گیا ہے۔ تو ولی جو ہے وہ پیدائشی ہے بلکہ قبل از پیدائش ہے اور Announcement اعلان جب ہو جائے تب ہو جائے گا۔

اگر ولی کا ایک مرید نہ ہو وہ تب بھی ولی ہے' ولی اپنے آپ سے بے خبر رہے تب بھی ولی ہے' ولی سے لوگ بے خبر رہیں تب بھی وہ ولی ہے' ولی کی باتیں پوری ہو جائیں تب ولی ہے اور ولی کی ایک بھی بات پوری نہ ہو تب بھی ولی ہے۔ تو ولی کی بات ہی عجیب ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ مشکل کشائی تو مشکل کشا کی ہے لیکن یہ مشکل کشائی اپنے لیے نہیں ہے' پھر بھی وہ مشکل میں ہونے کے باوجود مشکل کشا ہے۔ تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے اپنی مشکل حل کریں کیونکہ آپ مشکل کشا ہیں۔ وہ ہر حال میں مشکل کشا ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مشکل کشائی کی جو بات ہے وہ مشکل کشائی کی ہی بات ہے۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ ولی جو ہے وہ ولی ہے اور آپ کے کسی فارمولے کا وہاں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کو صرف ولی ہی پہچان سکتا ہے' ولی کا فارمولا یہ ہے کہ اس کی صرف پہچان ہوتی ہے اور اس کے لیے ایک نظر ہوتی ہے۔ ولی اگر مشکل کو کشا کر دیں تب ولی ہیں اور نہ کر دیں تب بھی ولی ہیں۔ تو ولی کا شعبہ ایسا ہے کہ صرف ایک ولی ہی دوسرے ولی کو پہچانتا ہے' یہ اللہ کی رضا کا شعبہ ہے' اللہ کی مرضی کا شعبہ ہے' جس کو چاہے اللہ مقبول کر دے اور جسے چاہے منظور کر لے ؎

جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا

تو ولی کی پہچان کیا ہے؟ کہ اپنے آپ کو پہچانو' اپنی خواہشات کی گٹھڑی کا خیال کرو کہ پھینکی ہے کہ نہیں پھینکی' میرا خیال ہے کہ پھینک ہی دینی چاہیے۔ اب یہ نہ کہنا کہ ولی بننے کا فارمولا تو بتایا نہیں باقی ہر چیز بتا دی ہے کہ یہ صوفی آرڈر ہے' یہ قادری آرڈر ہے' یہ نقشبندی آرڈر ہے' یہ چشتی آرڈر ہے' یہ فلاں Sect کا آرڈر

ہے' اُس میں یہ ہوتا ہے' اس میں یہ ہوتا ہے' سانس روک کر ذکر کیا جاتا ہے' با آواز ذکر کیا جاتا ہے' کہیں قوالی ہے اور کہیں قوالی نہیں ہے' قوالی سے کوئی فرق نہیں پڑتا' قوالی میں بے شمار لوگ ولی اللہ تو کیا انسان ہی نہیں ہیں۔ قوالی میں قول' کلام جب تک کسی درویش کا نہ ہو تو قوالی' قوالی ہی نہیں ہے' یہ غزلیں پڑھتے ہیں' دوسری چیزیں پڑھتے ہیں' مثلاً یہ کہنا کہ ؎

یہ مسجد ہے یہ بت خانہ چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو

اس طرح تو یہ دونوں برباد ہو جائیں گے یعنی گانے والا اور سننے والا۔ آپ صرف وہی بات مانو جو آپ کا عقیدہ ہے۔ اگر بزرگ ایسی بات کہیں تو صحیح ہے جیسے شاہ نیازؒ نے کہا ہے کہ ؎

کافرِ عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں
اُن کی یادوں کے سوا اور کوئی کام نہیں

اب اُن کی یادوں میں واقعہ اور طرح کا ہو گیا۔ لوگ ایسے کام کرتے رہتے ہیں کہ فارمولے بنا بنا کر اسلام کو توڑتے رہتے ہیں۔ تو اللہ کے ہاں کسی کا کوئی فارمولا نہیں چلتا۔ وہاں کیا فارمولا چلتا ہے؟ کہ وہ جانے اور اس کی پسند جانے' جس کے دل میں اللہ کی یاد ہے وہ ولی ہے' اللہ نے جس کو اپنے پاس جگہ دی ہے وہ ولی ہے' جس کے لیے اللہ کا سلام آتا ہے' وہ ولی ہے۔ تتنزل علیھم الملئکۃ اوزاُن پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ تو وہ کون لوگ ہیں؟ وہ ولی ہیں۔ جس نے اپنی زندگی میں یا اپنی دنیا میں اللہ کو مقام اور جگہ دی اللہ کی دنیا میں اُس کا مقام اور جگہ ہے۔ جس نے اپنے دل کو اللہ کی یاد سے معمور کیا اُس کو اللہ تعالیٰ نے پسند

کیا۔تو یہ آپ کے دل کی بات ہے' آپ جس کو یاد کرو آپ اُسی کے محبوب ہیں۔ پہلے محبت کرو تو پھر محبوب ہو۔فارمولے سے گریزاں رہو۔اگر ایک فارمولا آپ کو اُڑان دے تو دوسرا فارمولا آپ کو گرا دے گا۔جب آپ فارمولے کے ساتھ اُڑ رہے تھے تو اُس وقت کی نماز کیسے قضاء ہوئی؟ یہاں پر دوسرا فارمولا گرا گیا۔ لہٰذا اس طرح نہ اڑو تا کہ گرنا نہ پڑے' اتنا اونچا نہ اُڑو کہ گرنے پر چوٹ لگے' کرامتوں سے گریز کرو' یہ بڑی کرامت ہے کہ اگر غم آئے تو تسلیم کر جاؤ' برداشت کر جاؤ' تکلیف آئے تو شور نہ مچاؤ' پیسہ آئے تو غرور نہ کرو' نہ مغرور ہونا اور نہ مایوس ہونا۔یہ دو کام کر دو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔کیا کہا؟ کہ نہ مغرور ہونا اور نہ مایوس ہونا' پیسہ چلا جائے تو مایوس نہیں ہونا اور پیسہ آ جائے تو مغرور نہیں ہونا۔ولی بننا تو بعد میں دیکھا جائے گا لیکن پہلے انسان تو بنو.....آپ بولیں۔ سوال کریں۔آپ سوچا کریں اور گھر سے ہی سوال سوچ کر آیا کریں۔

سوال:

اگر کسی سے محبت ہو تو اس کے ساتھ کہاں تک Liberty لی جا سکتی ہے؟

جواب:

Liberty لینا ایک محاورہ ہے' یہاں پر لبرٹی لینے کا مطلب آپ بے تکلف ہونا لے رہے ہیں۔آپ نے انگریزی استعمال کی ہے اور اگر صرف لفظ Liberty ہو تو اس کا مطلب اور ہے۔آپ یہ دیکھیں کہ اس لبرٹی میں Respect' احترام کتنا ہے۔یعنی کہ محبت کے حوالے سے انسان کس حد تک فری ہو سکتا ہے۔اور کیا ایسا ممکن ہے؟

؎ یار کی جب گفتگو ہونے لگی
آپ سے تم ' تم سے تُو ہونے لگی

کیا ایسا ممکن ہے؟ ممکن ہے۔ اب جو محبت ہے اور احترام ہے اس کا ایک شعر میرؔ نے کہا تھا ؎

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

یعنی کہ عشق اتنا تھا اور ادب کا مقام اتنا تھا کہ دور ہو کے بیٹھ گیا' غبار بھی دور ہو کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ عشق کی خوبی یہ ہے کہ محبوب کے حوالے سے بزدل بنا دے گا' کمزور کر دے گا اور باقی لوگوں کے لیے بے باک کر دے گا۔ وہ صرف پروگرام بناتا رہتا ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں ہم وہ کہتے ہیں اور اسی پروگرام میں کہتے کہتے ہی اگر وہ آ جاتا تو ؎

یوں کہتے اور یوں کہتے ' یوں کہتے ہی وہ آتا
سب کہنے کی باتیں تھیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

تو وہاں تو بولنا ہوتا نہیں ہے' وہاں تو سوال ختم ہو جاتا ہے ؎

لب پہ آ کر رہ گئی ہے عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

وہاں سوال ختم ہو جاتا ہے' وہاں بات ختم ہو جاتی ہے' سوال ختم ہو جاتا ہے' نام ختم ہو جاتا ہے۔ اور "میں" ختم ہو جاتی ہے' بس صرف نفس کبھی نہیں ختم ہوتا۔ لہٰذا وہاں بے باکیاں تو ختم ہو جاتی ہیں' پھر لبرٹی لینا کیا ہے۔ لبرٹی کا معنی آزادی ہے تو وہ

لبرٹی نہیں دیتا ۔

اُس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

تو یہ اسیری بھی ہے رہائی بھی ہے۔ اگر وہ کہے کہ جا تو آزاد ہو گیا تو وہ کہتا ہے کہ ہم خاک آزاد ہیں' تیری یاد میں قید ہوئے پڑے ہیں۔

سوال:

ایسی صورت میں اقبالؒ کے '' شکوہ'' کا کیا مقام ہے؟

جواب:

اقبالؒ نے ''جواب شکوہ'' لکھ کر ''شکوہ'' ہی کیا تو معافی مانگی ہے۔ اس نے جواب شکوہ لکھ کر مولویوں سے اور لوگوں سے جان چھڑائی ہے کہ اب مجھ سے ''شکوہ'' کا سوال نہ پوچھنا کیونکہ ''جواب شکوہ'' آ گیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں معافی چاہتا ہوں' انسان ہوں' بات لب پہ آ گئی تھی' اللہ نے خود ہی جواب دے دیا' اللہ نے کہا کہ تم تو سارے انسان ہو' یہ کیا کہہ رہے ہو ..... ورنہ ''جواب شکوہ'' اللہ کے زیادہ قریب ہے۔ خود بات کرنے پر لوگوں نے اقبالؒ سے سوال کیا لیکن اللہ کی طرف سے بات کرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا حالانکہ وہ اپنی طرف سے بول رہا تھا۔ اس لیے نہ یہ گستاخی ہو سکتی ہے' نہ یہ بے باکی ہو سکتی ہے اور نہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ جتنے بھی بزرگ بولے ہیں یہ محبوب کی اجازت سے بولے ہیں۔ یعنی کہ اتنا بے باک ہونا کہ اللہ کی طرف سے بول رہا ہو' تو وہ سند بھی محبوب کی محبت ہے اور بولنا بھی اُس کی اجازت سے ہے۔ تو

ڈرنے والا اتنا ڈرتا رہا اور اتنا پابند رہا کہ آج وہ ہر پابندی سے آزاد ہے کیونکہ یہ اس کی اجازت ہے۔ یہ بڑا لمبا قصہ ہے کہ کون کیا ہے' Liberty کہاں لی جا سکتی ہے کہ کہاں نہیں لی جا سکتی۔ بہر حال جتنی لبرٹی وہ دے اتنی لبرٹی آپ لے سکتے ہیں اور اگر وہ نہ دے تو نہیں لے سکتے۔ یہ بیان اُن کے درمیان راز ہے یعنی یہ محبوب اور محبّ کے درمیان ایک راز ہے' جب وہ چاہے دے دیتا ہے اور جب وہ چاہے نہیں دیتا۔ اس میں لبرٹی لینے کی بات نہیں ہے' اگر وہ دے تو لبرٹی ملتی ہے ورنہ اُس کو اشارہ کرنے کی بھی ضرورت کوئی نہیں ہے' جہاں وہ بٹھانا چاہتا ہے وہاں انسان بیٹھ جاتا ہے اور جہاں نہ بٹھانا چاہے انسان نہیں بیٹھ سکتا' وہ چاہے تو مزاج کو گرم کر دے' وہ چاہے تو مزاج کو بالکل بے کیف کر دے۔ سب اس کی مرضی سے ہے۔

سوال:

ایک غیر مرئی آواز سن کر دل بند ہوتا ہے اور سانس رکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے' تو اُس آواز کو کیا کہا جا سکتا ہے؟

جواب:

اس کو کچھ نہ کہو' اس کا فارمولا نہ بناؤ' وہ آواز جو ہے آپ اُس کو فارمولا نہ دو بلکہ اُس کو صرف آواز ہی کہو۔ آواز جو ہے یہ ایک راز ہے' جس طرح دھواں ہوتا ہے۔ آپ جنگل کے اندر جا رہے ہیں اور ایک دھواں دیکھا' تو دھواں کا معنی ہے کہ کہیں آگ جل رہی ہو گی' کسی مسافر نے جلائی ہو گی یا جنگل میں کوئی آبادی ہو گی' تو یہ دھواں کسی آدمی کی نشان دہی کرتا ہے۔ اسی طرح آواز جو ہے

یہ کسی انسان کی ہوگی' آواز کسی ایسے انسان کی ہوگی جس کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ اس وقت آپ ساتھ والے سے پوچھیں کہ آواز آئی ؟ وہ کہتا ہے کہ کوئی آواز نہیں آئی۔ تو یہ آواز تعلق کے ساتھ ہے اور اگر یہ تعلق راز ہے' اب راز اور آواز دونوں مل جائیں تو پھر یہ خاص بات ہے' آپ جانیں اور وہ جانے۔ یہ آواز مرئی ہو یا غیر مرئی ہو' وہ کسی انسان کے حوالے سے ہو یا کسی غیر انسان کے حوالے سے ہو' تو اثر کرنا یا فیض دینا آواز کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔ پھر فیض دیا جاتا ہے منظر کے ذریعے سے' نگاہ کے ذریعے' کان کے ذریعے' اور دل پر نازل ہونے کے ذریعے سے۔ اگر ایک خیال ذہن میں پیدا ہو جائے تو یہ فیض ہے۔ مثلاً یہ خیال آیا کہ میں جو آشیاں بنا رہا ہوں اپنے رہنے کے لیے تو میری عمر تو تھوڑی ہے' تو آشیاں کا کیا کریں' پھر وہ کہتا ہے کہ اسے برق بنا کے جلا۔ تو بات یہ ہے کہ ؎

یہ بنا رہا ہوں جو آشیاں اسے برق بن کے جلا بھی دے
میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اجڑے وطن میں آ

تو یہ اور کہانی ہے۔ کوئی آشیاں بناتا ہے تو وہ اسے کہتا ہے کہ کیا بنا رہے ہو' میں تو اس کو دیکھ چکا ہوں۔ لہٰذا ہر آدمی کا اس آواز والے کے ساتھ الگ الگ تعلق ہے' کسی کو خاموشی میں راز ملا کسی کے کان میں Whisper کیا گیا' کسی کو Audable آواز آئی' کسی کو Visible نظارہ آیا' کسی کو اچانک احساس پیدا ہو گیا' پتہ نہیں کیسے پیدا ہو گیا' بس ایسے ہی ذہن میں خیال آیا۔ یہ دینے والے کی مرضی کا فارمولا ہے' دینے والا جانے اور لینے والا جانے۔ وہ جو چاہے کر دے' اُس کو کیا کمی ہے'

وہ جو چاہے عطا کر دے .....

سوال:

فقیری کے یہ جو فارمولے بنے پڑے ہیں ان کا کیا کریں؟

جواب:

بے شک فارمولے بنے پڑے ہوں' آپ یہ دیکھیں کہ یہ عام انسان کا سوال نہیں ہے کہ ولی کون ہے اور کون نہیں ہے۔ آپ کا یعنی عام انسانوں کا کام یہ ہے کہ وہ عافیت کے ساتھ زندگی بسر کریں' یعنی وہ لوگ جو عافیت پسند ہیں۔ اللہ نے آپ کے اندر محبتیں رکھ دی ہیں' آپ کو بیوی سے' اولاد سے اور پیسے سے محبت ہو گی۔ ان تین چیزوں سے محبت رکھ دی۔ اس لیے آپ لوگ گھر میں رہیں گے' شادی کریں گے' بچے ہوں گے' فیسوں سے لے کر کالج کے داخلوں تک پریشانیاں ہوں گی' ان حالات میں عام آدمی کے لیے ولایت کا کیا مقام ہے۔ تو یہ حالات ہوں گے' انسان اِدھر سے اُدھر ہو گا اور اُدھر سے اِدھر ہو گا' اس نے کہا کہ کہیں گمراہ نہ ہو جاؤ اس لیے نماز پڑھو' مساجد میں جاؤ' حج کرو' روزہ رکھو انکم حاصل کرو اور اس انکم میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور عافیت میں رہو۔ تو یہ سارا فارمولا ہے اور آپ فارمولے کی زندگی گزار رہے ہیں۔ عام آدمی کو کہا جاتا ہے کہ اللہ کے لیے اڑھائی فی صد زکوٰۃ دے دو۔ اور وہ جو خاص بندہ ہے کہتا ہے کہ کیا اللہ نے اڑھائی فی صد مانگا ہے؟ تو باقی میں نے کیا رکھنا ہے' میں باقی بھی دے دیتا ہوں' اب اس شخص پر فارمولا لگے گا' اُس کا فارمولے سے کیا تعلق ہے کیونکہ اسے تو اللہ نے کہہ دیا ہے کہ واقرض اللہ قرضا حسنا ہے کوئی

اللہ کو قرض حسنہ دینے والا۔ تو وہ کہتا ہے کہ جان دے دوں گا' پھر ہر چیز حوالے کر دیتا ہے۔ تو پھر اُس آدمی کے لیے فارمولا کوئی نہیں ہے۔ عام آدمی سے کہو کہ کچھ پیسہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ کہے گا کہ جان حاضر ہے' باقی پیسے تو بچوں کے ہیں ان کو دے دیے ہیں' میرا اس میں کیا ہے۔ تو عام آدمی کو یہ فارمولا ملا ہوا ہے' وہ آرام سے اپنی گزارے اور اس کا یہ سوال ہی نہیں کہ ولی کیسے ہوتا ہے' ولی بننا کیا ہوتا ہے' ولایت کیا ہوتی ہے' محبت کسے کہتے ہیں اور محبت کی کیا ضرورت ہے۔ جن لوگوں کا یہ سوال ہے اُن کو بھی یہ بتایا گیا ہے کہ فارمولے کے اندر رہنا' فارمولے کے باہر نہ جانا۔ کوئی درویش' کوئی فقیر' کوئی صوفی' کوئی عرفان والا' صاحب عرفان' اُس کی خانقاہ میں سب سے پہلے آپ کو مسجد ملے گی' وہ مسجد پہلے بناتے ہیں خانقاہ بعد میں بناتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مسجد بنانے کے دوران مولوی بھی خود ہی رکھا' اور مولوی ان کے ساتھ لڑتا رہتا تھا کہ بابا جی آپ سارا دن کیا ڈرامہ کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ دعا کرو کہ ہم بخشے جائیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ آپ نے تو سارا دین ہی خراب کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کیا خراب کر دیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا ہم تو کہتے ہیں کہ دین کے پانچ ارکان بہت ضروری ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ چھٹا رُکن بھی بہت ضروری ہے' تو وہ کون سا ضروری رُکن ہے؟ بابا فریدؒ نے کہا کہ روٹی ضروری ہے۔ مولوی نے کہا کہ بابا صاحب نے سارا اسلام خراب کر دیا ہے۔ بابا صاحبؒ شیعہ نہیں تھے' انہوں نے سوچا کہ میں کیسے اپنے آپ کو شیعہ سے بچاؤں اور لوگوں کو فقیری بھی سکھاؤں۔ اُن کا اپنا ایک آرڈر ہے' ''آرڈر'' کا

معنیٰ سلسلہ' تو انہوں نے فرمایا ۔

اللہ محمدؐ چار یارؓ حاجی خواجہ قطب فریدؒ

انہوں نے فرمایا اللہ کو یاد رکھو' محمدؐ کو یاد رکھو' چار یارؓ کو یاد رکھو' کسی کو برا بھلا نہ کہو' اور خواجہ صاحب معین الدین چشتیؒ کو یاد رکھو' خواجہ قطب الدینؒ کا ادب کرو اور باقی فرید ہی فرید ہے' میں آپ کے لیے حاضر ہوں ۔تو وہ مولوی صاحب نہیں مانتا تھا کہ روٹی کیسے رُکن ہوسکتی ہے۔ پھر وہ مولوی صاحب حج پر گیا واپسی پر ان کا جہاز تباہ ہوگیا اور وہ ایک جزیرے پہ پہنچ گیا۔ وہاں پر اُس کو بھوک لگ گئی مگر روٹی نہ ملی۔ تین دن ایسے گزر گئے۔ پھر ایک درویش آیا۔ مولوی صاحب نے کہا روٹی ہے؟ تو یہ کہتا ہے کہ روٹی تو ہے' مولوی صاحب نے کہا کہ تھوڑی دے دو میری جان نکلی جارہی ہے۔ درویش نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں روٹی تو تمہیں دے دوں گا مگر پہلے تو اپنے حج کا ثواب مجھے دے دے۔ مولوی صاحب کی جان لبوں پر آئی ہوئی تھی' اس نے کہا کہ حج کا ثواب کیا' میرے سارے ہی ثواب لے جاؤ' میری زندگی کا سوال ہے' مجھے روٹی دے دو۔ جب مولوی صاحب حج سے واپس آئے تو بابا صاحبؒ نے پوچھا کہ اب سناؤ چھٹا رُکن کون سا ہے؟ روٹی۔ تو بات یہ ہے کہ جیسا کہ بابا صاحبؒ نے فرمایا ہے ۔

روٹی میری کاٹھ کی تے لاون میری بھک

یعنی میری لکڑی کی روٹی ہے جو میری بھوک ختم کرتی ہے۔ بابا صاحبؒ کہتے ہیں کہ کاٹھ کی ملے' پھر بھی روٹی ملے۔ تو کاٹھ کی روٹی ایک راز ہے۔ بابا صاحبؒ کے علاقے میں جنگل تھا' تو کہتے ہیں کہ ہماری معیشت کاٹھ ہے' لکڑیاں ہیں'

جنگل ہیں یعنی جنگل سے کاروبار کرو' لکڑیوں کا کاروبار کرو' Carpentery کرو' لکڑی سے چیزیں بناؤ' تو یہ تمہاری معیشت ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ دنیا کے کام بھی نہ چھوڑو اور ولایت بھی کرتے رہو۔ تو جب تک آپ کا دل اُس چیز سے آشنا نہ ہو کہ ولایت ہوتی کیا ہے تو آپ کہیں ایسے ولایت والا کام نہ کر لینا کیونکہ یہ بڑا مشکل ہے۔ دنیا داروں کے سوال کے لیے ولی نہیں ہوتا' ولایت اس لیے نہیں ہوتی کہ آپ کے سوالوں کا جواب مل جائے گا۔ تو ولایت کیا ہے؟ کہ آپ کے درد کو سکون مل جائے' آپ کی تمنا سرفراز ہو جائے' اگر آپ کے پاس درد ہے تو ٹھیک ہے اور جب آپ کے پاس درد ہی نہیں ہے تو پھر آپ نے کیا کرنا ہے۔ تو یہ اندرونی درد کا علاج ہے۔

سوال:

تو یہ جو درد ہے کیا یہ بھی عنایت ہے؟

جواب:

بلکہ یہی عنایت ہے' صرف یہی عنایت ہے' جب وہ عطا کرتا ہے تو درد ہی عطا کرتا ہے' باقی سارے کام ہو جائیں گے۔ تو وہ جو درد ہے وہ آپ کو لیے چلا جا رہا ہے۔ اگر کوئی آپ کو خوشبو لگا گیا اور چلا گیا' اب وہ جہاں جائے گا آپ اس کے پیچھے پیچھے چلتے جاؤ گے۔ اسے کوئی کہے کہ کہاں جا رہے ہو' گمراہ ہو گئے ہو' جنگل میں کہاں جا رہے ہو' لیکن وہ کہتا ہے کہ میں ٹھیک جا رہا ہوں کیونکہ اُسے پتہ ہوتا ہے کہ خوشبو آ رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ گمراہ ہو رہا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ مجھے اُدھر سے خوشبو آ رہی ہے۔ اب درد کا سکون جہاں جائے گا وہ وہاں پہنچ

جائے گا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بہت دور چلا گیا' گمراہ ہو گیا مگر وہ گمراہ نہیں ہو گیا بلکہ اُسے جو درد ہے اُس کا علاج وہاں پر ہے' وہ وہاں جائے گا۔ لہٰذا وہ عافیت میں چلا گیا۔ یہ اللہ کی شان ہے' اللہ کے کام ہیں' اللہ نے کسی کے ساتھ اپنی تمنا لگا دی اور تمنا اُسے جدھر لے جا رہی ہے وہ ادھر چلتا جا رہا ہے اور جہاں تمنا کو سکون مل گیا وہ وہاں بیٹھ جائے گا' درد کو عافیت مل گئی۔ یہ اس کا فارمولا ہے۔

سوال:

کیا خواہش کو Curb کرنا چاہیے؟

جواب:

یہ جو Curb کرنے کی' قید کرنے کی آپ بات کر رہے ہیں' وہ چیز کوئی ہوا تو نہیں ہے کہ آپ اسے Condence کر دو' Liquidate کر دو' یعنی نہ اس کو مائع بنا سکتے ہیں اور نہ بند کر سکتے ہیں کیونکہ یہ ایک اور ہی چیز ہے۔ وہ جو درد ہے' کرب ہے' انتظار ہے اور خواہش ہے تو وہ Curb کرنے کی بات ہی نہیں ہے' Curb انگریزی کا ایک لفظ ہے جس کا مطلب ہے کنٹرول کرنا مگر You Can't control it' آپ اُسے کنٹرول نہیں کر سکتے' درد کو کہیں قید نہیں کر سکتے۔ درد جو ہے یہ بے تابی ہے' اُسے جتنا چھیڑو گے وہ اور بڑھے گا۔ لہٰذا آپ اُس کو کچھ نہ کرو' وہ اپنا مداوا آپ ہے' درد خود ہی اپنے علاج کو آسمانوں سے منگواتا ہے اور زمینوں سے منگواتا ہے۔ لہٰذا آپ کے کرنے والا کام نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا فضل ہے اور اگر میں یہ کہوں' آپ کو یہ بتاؤں کہ یہاں لاہور آنے کا میرا کوئی امکان نہیں تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں نے لاہور نہیں آنا ہے' مگر یہ

اللہ کے کام ہیں' اس کی شان ہے۔ پھر مجھے بتانے والوں نے بتایا کہ دیکھو' تم ان لوگوں کو کہاں چھوڑ چلے ہو جن کو تم نے داستانِ غم آدھی سنائی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر سچ ہے' انسان سچا ہے تو اُسے سٹپٹانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے' اور اگر جھوٹا ہے تو سٹپٹانے کا فائدہ ہی کوئی نہیں لہٰذا آپ اطمینان سے بیٹھو' جتنے آپ سچے ہو اس سے اور سچے ہو جاؤ' علاج کا فکر نہ کرنا' سچے کا علاج اللہ کے پاس ہے' اور جھوٹے کا علاج تو پھر ہونا ہی نہیں چاہیے۔ تو سچا جو ہے وہ کہتا ہے کہ ابھی میرا علاج نہ کریں' یہ درد رہنے دیں ؎

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز
بڑا مزہ ہے کلیجے پہ تیر کھانے میں

تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' درد والے کا علاج کیوں ہو جائے' علاج ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ علاج کا نہ ہونا بھی پراسیس ہے' کوئی شخص جو ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ آگ بجھ جائے۔ درد والوں کی آگ بجھ جانے سے کیا مطلب ہے۔ بلکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ آگ جو ہے یہ ولی کا پراسیس ہے۔ تو ولی کا اور ولایت کا کیا پراسیس ہے؟ کہ آگ لگی ہوئی ہو' قیامت تک نہ بجھے' وہ مل کے بھی روئے اور بچھڑ کے بھی روئے۔ اُس سے کسی نے پوچھا کہ بچھڑ کے تو روتے ہیں لیکن اب ملنے کے بعد کیوں روتے ہو؟ کہتا ہے کہ یہ مجھے نہیں پتہ اور سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہے۔ تو وہ دونوں حالتوں میں روتے ہیں۔ تو یہ ایسی راز کی بات ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

سوال:

یہاں پر ہم سوال کر کے آپ سے جواب پا لیتے ہیں' ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب آپ نہ ہوں پھر سوال ہو اور پھر بھی جواب ملے اور اُسی آواز میں ملے' تو کیا ہم اُس جواب کو سچا جانیں؟

جواب:

آپ یہ بتائیں آپ ہماری موجودگی میں ہماری زبان سے نکلے ہوئے جواب کو سچا سمجھنے کی عزت افزائی کیوں کر رہے ہیں؟ کیا ڈر کے ایسا کر رہے ہیں؟ ہم نے مان لیا کہ اس آواز سے سوال کا جواب آئے گا' صحیح ہے' مگر وہ جواب چاہے عدم موجودگی میں آئے' چاہے موجودگی میں آئے اور چاہے خواب میں آئے' آپ اُسے تسلیم کرو۔ لہٰذا جب آپ نے تسلیم کر لیا کہ یہ آواز سچ ہے یا آپ کے خیال میں سچ ہے تو وہ آواز جہاں سے بھی آئے وہ سچ ہے' اگر کسی اور کی زبان سے وہ آواز نکلے تو بھی سچ ہے۔ وہاں یہ نہ کہنا کہ صرف آواز ملتی جلتی تھی۔ یہ ہوتا ہی اس طرح ہے' بعض اوقات بالکل ایسا ہوتا ہے کہ آواز Identical ویسی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے آپ کون ہیں؟ وہ ابھی ابھی آیا ہوتا ہے' یہ اُس کو دیکھتا جا رہا ہے اور وہ اس کو دیکھتا جا رہا ہے۔ پوچھتا ہے کیا اس شہر میں نو وارد ہو؟ پہلے کہاں دیکھا تھا؟ ابھی ابھی دیکھا ہے' کیا ٹرانسفر ہو کے آئے ہو؟ آپ نے اُس سے کوئی بات کی تو انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں اِسے یوں کر لینا چاہیے اور وہ کر گیا۔ پھر وہ ملا تو پوچھا کہ کیا وہ کام کر دیا تھا؟ اس نے کہا جی کر دیا تھا۔ ایک آدمی جنگل میں راہ کھو گیا' جنگل کے اندر بندہ نہیں ملا' دل میں آواز دی

تو گڈریا آ گیا اور پوچھا کہ آپ کیوں پریشان ہو رہے ہو؟ کہتا ہے کہ پتہ نہیں کیا بات ہے راستہ نہیں مل رہا۔ اُس نے ابھی اپنے شیخ کو آواز نہیں دی تھی بلکہ دل میں پکارا تھا' تو گڈریے نے کہا کہ میرا خیال ہے آپ یہاں سے وہاں چلے جاؤ اور وہاں سے آگے چلے جانا۔ تو جب وہ اپنے شیخ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کیا چرواہے نے راستہ دکھا دیا تھا۔ تب وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو راستہ آپ نے ہی دکھایا تھا' ہم کیا جانیں کہ چرواہا کیا ہوتا ہے۔ تو بات اتنی ساری ہے! تو جب آپ ماننے چل پڑو تو ہر شے ہی وہی ہے اور اگر نہ مانو تو وہ بھی وہ نہیں ہے۔ آپ ہی بتائیں کہ کیا نہ ماننے والے کا کوئی خدا ہے' کیا کافر خدا کو مانتا ہے' اُس کا خدا تو ہے ہی نہیں۔ ہر چند کہ خدا ہے لیکن کافر کا نہیں ہے' جب وہ نہ مانے تو اس کا خدا کیا ہے۔ اور وہ جو ماننے والا ہے وہ تو ہر طرح سے خدا کو مانے گا۔ اس لیے جو اشارہ آئے وہ ٹھیک ہے۔ تو اللہ کے ماننے والے جب اللہ کے سفر پر چلتے ہیں تو راستے کا ہر اشارہ اُن کو اللہ کی طرف سے ملتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ بے معنی بات نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں کوئی خاص بات ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کر دیا ہے۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا کیا تم یہ سوچتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا' یہ جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہ عبث ہے۔ یہ ''ایسے'' ہی نہیں ہے' اس ایسے کے پیچھے بہت بڑا ''ویسے'' ہے' بہت سمجھنے والی بات ہے' کوئی چیز عبث نہیں ہے..... یہاں اس محفل میں سوال تو ایک آدمی کرتا ہے تو کیا باقی لوگ اس شخص کے سوال کا جواب سننے کے لیے بیٹھے ہیں؟ تو یہاں پر تو سب کے ساتھ بات ہو رہی ہے' سب کے سوالات آ رہے ہیں اور

سب کے جوابات جا رہے ہیں' سب توجہ میں ہیں' سب کے ساتھ اللہ کی مہربانیاں ہو رہی ہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے اذان کوئی کہے اور نماز کوئی پڑھے۔ بڑی آسان سی بات ہے اور یہ کیا مشکل بات ہے۔ کچھ اذانیں دیتے جائیں اور باقی نمازیں پڑھتے جائیں۔ بس یہ ہے قصہ' کہانی یہ ہے' اذان والا بھی نماز پڑھے گا' اپنی اپنی ڈیوٹی ہے اور اپنے فرائض ہیں۔

سوال:

شکر کا جو احساس ہے وہ کیسے ادا ہونا چاہیے؟

جواب:

شکر جو ہے وہ آپ کا اپنا عمل ہے۔ شکر کی خوبی یہ ہے کہ اگر وہ قبول ہو جائے تو شکر ہے۔ اگر قبول ہو جائے تو اس پہ شکر کرنا۔ اس طرح کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ تیرا شکر ہے ان نعمتوں کی وجہ سے جو تو نے عطا فرمائی ہیں اور اس بات کا شکر ہے کہ تُو نے مجھے شکر کرنے والا انسان بنایا' اِن نعمتوں کا شاکر بنایا' اور پھر اس بات کا شکر ہے کہ میں شکر گزاروں میں پایا گیا۔ شکر والے سب لوگ یہ دعا کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب خواب بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ذبح کا ایسا واقعہ ہوا ہے تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے گزارش کی کہ اگر آپ نے خواب دیکھا ہے تو یابت افعل ما تومر اے ابا حضور آپ وہ کریں جس کا آپ کو حکم ہوا اور ستجدنی ان شاء اللہ من الصٰبرین اور آپ مجھے پائیں گے شکر گزار بندوں میں۔ یعنی کہ اللہ کے دیے ہوئے خواب کی Actual تعبیر کی وجہ سے بھی ہم شکر گزار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری جان قبول کرنے کے لیے

ایسا خواب میرے ابا کو عطا فرمایا۔ اگر آج کل ایسا ہوتا تو بیٹا کہتا کہ ابا جی عقل کی بات کرو' یہ کوئی خواب ہے' مجھ سے اگر ویسے ہی تنگ ہیں تو بتا دو ہم گھر سے چلے جائیں گے۔ تو یہ شکر گزاروں والی بات تھی۔ تو شکر جو ہے یہ ایک بڑی خاص بات ہے' کم لوگ شکر گزاروں میں پائے جاتے ہیں۔

اب آپ کے لیے دعا کریں۔ آپ کے لیے کیا دعا کریں؟ دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شکر گزاروں میں مقام دے تا کہ آپ ہر چیز کا شکر ادا کریں کہ یا اللہ تیرا شکر ہے' یہ کہیں کہ میں تیرے شکر گزار بندوں میں ہوں اور جہاں بھی ہم وابستہ ہیں وہیں پر زندگی گزار دیں' اس میں کوئی Transition نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی عطا فرماتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے استقامت کی دعا کرو اور اللہ تعالیٰ سے یہ توفیق بھی مانگو کہ آپ ان وابستگیوں کو جو اولاد کی شکل میں ہیں یا ماں باپ کی شکل میں ہیں آپ اُن کے فرائض پورے کر سکیں۔ یہ بڑا ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کوتاہی کر دیں۔ اولاد چاہے آپ کو پسند ہو کہ نہ ہو' اولاد' اولاد ہے' والدین کو چاہے زیادہ علم ہو کہ نہ ہو آپ والدین کی خدمت کریں' والدین گزر جائیں تب بھی اُن کی خدمت کرو' گزرے ہوئے والدین کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ اگر والدین کا کوئی بیٹا یا بیٹی زندہ ہے تو اُس کی خدمت کرو۔ آپ کو ایسا کبھی نہ کہنا پڑے کہ یہ لڑکی جو ہے یہ میرے باپ کی بیٹی ہے اور میں اُس کی خدمت کرتا ہوں۔ وہ آپ کی بہن ہے! تو اپنے بہن بھائیوں کی خدمت کریں' یہی آپ کے ماں باپ کی خدمت ہے۔ اور اپنی اولاد کی خدمت کریں' اور اُن کو برائی سے بچائیں' ان کو دین کی تعلیم دے کر جائیں' دنیا کی تعلیم دے کر

جائیں، دنیا کی تعلیم وہ انشاءاللہ خود ہی حاصل کرلیں گے۔تو آپ اپنے آپ کو بھی تباہی سے بچائیں۔اور سب سے بڑی دعا یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایسا رزق عطا فرمائے جو نیک رزق ہو اور پاکیزہ رزق ہو، محتاجیاں دور ہو جائیں اور آپ گمراہیوں سے بچ جائیں۔اللہ اتنا رزق نہ دے کہ آپ گمراہ ہو جائیں اور اتنا نہ دے کہ آپ کے حالات کمزور ہو جائیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ حبیبنا وشفیعنا وسندنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1-	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2-	دل دریا سمندر	(مضامین)
3-	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4-	شب چراغ	(اردو شاعری)
5-	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6-	Ocean in a drop	(Essays)
7-	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
8-	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
9-	شب راز	(اردو شاعری)
10-	بات سے بات	(نثر پارے)
11-	گمنام ادیب	(خطوط)
12-	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13-	گفتگو۔۱	(سوال جواب)

14- گفتگو۔۲ (سوال جواب)

15- گفتگو۔۳ (سوال جواب)

16- گفتگو۔۴ (سوال جواب)

17- گفتگو۔۵ (سوال جواب)

18- گفتگو۔۶ (سوال جواب)

19- گفتگو۔۷ (سوال جواب)

20- گفتگو۔۸ (سوال جواب)

21- گفتگو۔۹ (سوال جواب)

22- گفتگو۔۱۰ (سوال جواب)

23- گفتگو۔۱۱ (سوال جواب)

24- گفتگو۔۱۲ (سوال جواب)

25- گفتگو۔۱۳ (سوال جواب)

26- گفتگو۔۱۴ (سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز ۳۰۱۔اے، جوہر ٹاؤن لاہور

http://www.wasifaliwasif.com


۱۶

واصف علی واصف

گفتگو ۱۶

کاشف سلیمی کیشنز

۲۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب گفتگو-۱۶

مصنف ..... واصف علی واصفؒ

سال اشاعت ۲۰۰۴ء

قیمت ..... [redacted] روپے

سرورق شاہد رانے علی

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن، لاہور

ڈسٹری بیوٹر

خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے

تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

عام طور پہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی شخص لوگوں کے کسی بڑے اجتماع سے مخاطب ہوتو وہ ان سے ایسی بات کرے گا جو سب لوگوں کے لئے ہو کیونکہ وہ موقع کی مناسبت سے ایسا کرنے پر مجبور اور محصور ہوتا ہے۔ اس طرح وہ نیکی اور بھلائی کا پیغام سب لوگوں تک تو پہنچا دیتا ہے مگر فرد کی ذات کی سطح پر وہ اس سے مخاطب نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا امکان ہوتا ہے۔ اس طرح کسی ایک شخص کا جو ذاتی مسئلہ ہوتا ہے وہ حل نہ ہو سکنے کی وجہ سے اس شخص کے اندر ایک الجھن بن جاتا ہے اور یہ الجھن اس کے لئے بے سکونی اور اضطراب کا باعث بنتی ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کی گفتگو فرد کے ذاتی مسئلے کے بیان اور سوال سے شروع ہوتی تھی۔ جب بھی کوئی شخص اپنی ذاتی مشکل لے کے آپ کے پاس آتا تھا تو آپ اس مسئلے کی وجہ اور اس کے نتیجے پر گفتگو کا آغاز کرتے اور پھر اس کا آسان اور دیرپا حل بتا کر آنے والے شخص کو اس الجھن سے نجات دلاتے۔ جب مزید لوگ شامل ہو جاتے تو بھی خلوت کی حامل اس گفتگو کا رنگ اسی طرح قائم رہتا اور ہر لیک فرد اپنے سوال کا جواب پا کر تشفی حاصل کرتا۔ جب افراد کی تعداد بڑھنے لگ گئی تو گفتگو کی اس مجلس نے باقاعدہ محفل کا رنگ اختیار کر لیا مگر اب بھی اس محفل

کا انداز' رنگ اور تاثر وہی تھا جو کہ ون ٹو ون ملاقات اور گفتگو کا ہوا کرتا تھا۔ ان محفلوں میں ہر شخص اپنا سوال' اپنا مسئلہ اور اپنی الجھن بیان کرتا اور پھر اس کا جواب حاصل کرتا۔ افراد کے بڑھنے کے باوجود قبلہ واصف صاحبؒ کی توجہ ہر فرد کی ذات پر ہوتی تھی۔ اس فرد کے اندر چھپے ہوئے دِقّت والے سوال باہر آجاتے اور پھر وہ اپنی مُراد پا کر نہال ہو جاتے۔ سوال جواب کا یہ سلسلہ باقاعدگی سے ریکارڈ ہوتا رہا اور آج کئی سال کے بعد جب یہ گفتگو قلم بند کر کے ترتیب دی گئی تو لوگوں نے ذاتی طور پر یہ مشاہدہ کیا کہ ہر فرد اپنے اندر ایک یا ایک سے زیادہ سوال رکھتا ہے اور ''گفتگو'' کے یہ والیوم ان سوالات کا جواب اب بھی اسی طرح فراہم کرتے ہیں جیسے اَسّی اور نوے کی دہائیوں میں ہوتا تھا۔ آج جب قاری فہرست میں موجود سوالات پر نظر دوڑاتا ہے تو اسے اپنی ذات کے اندر پلنے والے مسئلے کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ پھر وہ اس کے متعلق تفصیل پڑھ کے اس کا حل بھی پاتا ہے اور ایک پر تاثیر اور اسرار سے بھرپور علم سے بھی متاثر و مستفید ہوتا ہے۔ دین کے باطنی علوم اور ظاہری دنیاوی علوم کے حوالے سے مسائل پر مضبوط گرفت اور ان پر سیر حاصل گفتگو قبلہ واصف صاحبؒ کا انوکھا اور منفرد وصف تھا۔ یہی وجہ ''گفتگو'' کے سلسلے کی سیریز کی ہر دلعزیزی کا باعث بن گئی' اس کی ہر نئی جلد کا ہمیشہ انتظار کیا گیا اور اُسے اس کے حق کے مطابق پذیرائی بھی حاصل ہوئی۔ اب اس سلسلے کی سولہویں جلد پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ یہ بھی اپنے گذشتہ سلسلے کی طرح علم' یقین اور سکون کا پیغام ثابت ہوگی.....

فہرست

﴿۱﴾

۱ اللہ کے راستے میں نیت اور خلوص کی کتنی اہمیت ہے؟ یہ خلوص کہاں سے ملتا ہے؟ ۱۵

۲ نفس امارہ کو نفس مطمئنہ میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ ۳۶

۳ اسمائے الٰہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں گنتی کے ساتھ سو یا دو سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔ ۳۹

﴿۲﴾

۱ ہمارے اردگرد کی کائنات میں اور اس دشوار ماحول میں ہم کیسے راضی رہیں اور کیا دعا مانگا کریں؟ ۴۷

۲ رحمتِ حق کس طرح انسانوں کے کام آتی ہے؟ ۶۶

۳ غم کی صورت میں انسان اللہ کے قریب کیسے ہوسکتا ہے؟..... ۶۷
۴ سر! شکر کی کیا صورتیں ہیں؟ ۶۸
۵ فیض کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟..... ۷۱
۶ کیا ہم لوگوں کو اس پیغام کی تبلیغ کیا کریں؟ ۷۳

۳

۱ یہ فانی انسان باقی ذات کی تسبیح کیسے بیان کرے؟ ۷۹

۴

۱ عبادت کا مقصد تو انسان کو اچھا بنانا ہے اور اگر انسان اچھا بن جائے تو پھر عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ ۱۱۳
۲ یہ جو جذب کی حالت میں بزرگ ہوتے ہیں وہ تو عبادت نہیں کرتے تو پھر کیسے پتہ چلے گا کہ وہ اصل بزرگ ہیں یا نہیں؟ ۱۲۴
۳ عبادت تو ظاہر ہو جاتی ہے، پھر اس کا کیا کریں؟ ۱۲۸
۴ کوئی ایسا آسان نسخہ بتائیں جس سے رات کا جاگنا آسان ہو جائے۔ ۱۲۹
۵ بیماری کے متعلق بھی کچھ فرمادیں۔ ۱۳۱

﴿ ۵ ﴾

۱ کوئی ایسا طریقہ بتادیں کہ قرآن پاک کو پڑھ کر اس سے فیض حاصل کیا جاسکے۔ ۱۳۹

۲ کافروں نے قیامت کے دن کہنا ہے کہ کاش ہم مٹی ہوتے مگر مٹی کی تو کئی خصوصیات ہیں۔ ۱۵۳

۳ سر! فانی اور باقی کی پہچان کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔ ۱۵۸

﴿ ۶ ﴾

۱ آج کے زمانے میں علم بیان کرنے والے اتنے لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ انسان کس ندا پر' آواز پر توجہ دے۔ ۱۶۹

۲ لوگ جو خواہش رکھتے ہیں وہ کامیاب تو نہیں ہوتی بلکہ خواہش رہتی ہے۔ ۱۷۹

۳ کیا خواہش' تمنا اور آرزو کے مترادف ہے؟ ۱۸۳

۴ اگر تمام خواہشات اللہ کے سپرد کردیں تو کیا پھر بھی خواہش کا سفر باقی رہ جاتا ہے؟ ۱۸۴

۵ کیا اعمالِ صالح ایک تربیتی نظام ہے؟ ۱۸۶

۶ حضور پاک ﷺ جو تزکیہ فرماتے تھے اس کی تعلیم کیا ہے؟ ۱۸۷

۱ برائے مہربانی اس شعر کا مطلب سمجھا دیں ۱۹۷

۲ ہم آپ سے کیا سوال کیا کریں؟ ۲۰۰

۳ اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو لیکن جب دعا قبول نہیں ہوتی تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں ۲۰۱

۴ ہم تو عادت کے طور پر اور سعادت کے لیے عبادت کرتے ہیں ۲۱۳

۵ استغفار کے بارے میں کچھ بتا دیں۔..... ۲۱۵

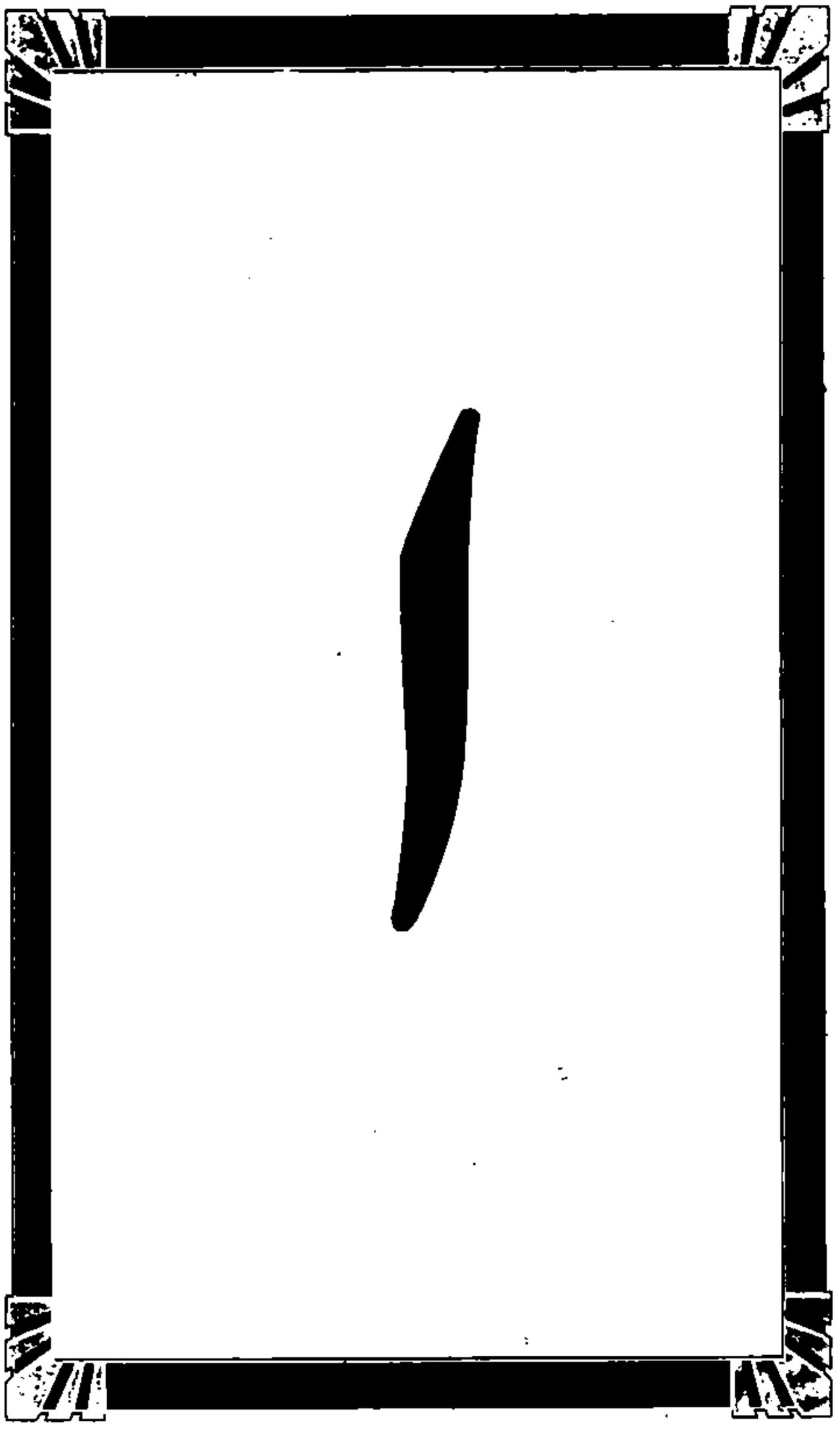

- اللہ کے راستے میں نیت اور خلوص کی کتنی اہمیت ہے؟ یہ خلوص کہاں سے ملتا ہے؟
- نفس امارہ کو نفس مطمئنہ میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟
- اسمائے الٰہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں گنتی کے ساتھ سو یا دو سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

سوال:

اللہ کے راستے میں نیت اور خلوص کی کتنی اہمیت ہے؟

جواب:

دوا کو رب نے صحت کا ذریعہ بنایا ہے' دوا خود صحت نہیں ہے۔ اسی طرح خوراک پرورش کا ذریعہ ہے اور خوراک پرورش نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جو آپ کے اردگرد منظر نامہ بنا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے مگر یہ اللہ نہیں ہے۔ یہ جو کاغذ پر ''اللہ'' لکھا ہوا ہے یہ بھی اللہ نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کے اسم کا ایک فوٹو ہے یا عکس ہے۔ اس دین کے اندر شاندار واقعے کرنے والے' جان دے کر وہ واقعہ کرنے والوں نے' کہیں کربلا بنا دی' کہیں کوئی اور واقعہ بیان کر دیا' کسی Event کی Elaboration ہو گی' کوئی درویش پہاڑ سے اترتا اترتا آ کے جلوہ گری کر گیا' کہیں خواجہ صاحبؒ آ گئے اور کہیں داتا صاحبؒ آ گئے اور دین کی رونقیں لگاتے رہے۔ تو وہ دین کو آپ کے لیے ایک میلہ بنا گئے۔ گویا کہ دین میں ایک بات تو یہ ہے کہ Past کا' ماضی کا علم بھی آپ نے لینا ہے کہ Past میں کیا کیا ہوا تھا' پھر یہ بھی سوچنا ہے کہ Future مستقبل میں کیا ہونے والا ہے' کہ آپ کدھر کو جا رہے ہیں' دوزخ جنت' خیال اور اس کی درستگی۔ تو یہ سوچنا ہے کہ آپ کا Future کیا ہے' حال کا عمل کیا ہے۔ تو یہ سب آپ نے سوچنا ہے۔ یہ سارا کچھ

سوچتے سوچتے انسان کی عمر گزر جاتی ہے لیکن اس کو سمجھ نہیں آتی کہ کرنا کیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اگر دین کی سمجھ نہ بھی آئے اور آپ جب دین کے نام پر ایمان داری سے کوئی کام کریں یا دین کا رُخ بنالیں تو اللہ کو تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ دین کی طرف آ رہا ہے۔ ایسا شخص دین کے نام پر چل پڑا' مسجد اُدھر تھی تو وہ اُدھر چل پڑا۔ تو وہ خلوص کے ساتھ چلا اور اللہ تعالیٰ خیال کا رُخ پہچان لیتا ہے اور اس آدمی کو ثواب دیتا ہے۔ تو دین کی طرف مائل ہو جانا بھی بہت بڑی صداقت ہے چاہے دین سمجھ نہ آئے۔ یہاں آ کے آپ تبلیغ کرنے والے سے بچ جاتے ہیں۔ تبلیغ والا آپ کو Detail بتاتا ہے اور ہم آپ کو Intention بتاتے ہیں کہ آپ کی Intention کیا ہے' نیت کیا ہے' ارادہ کیا ہے' آپ کا ضمیر کیا ہے اور آپ کے اندر خلوص کتنا ہے' اس کی Detail' تفصیل یہ ہوتی ہے کہ آپ وہاں جائیں تو وہاں وضو والی جگہ ملے گی اور اس کے ساتھ نماز والی جگہ ملے گی' وہاں مسجد ہے' وہاں اذان ہوتی ہے' مسجد کے اندر نماز کا ٹائم ٹیبل لگا ہوا ہے۔ اور بزرگ کہتے ہیں کہ میں نیت کی اصلاح کر رہا ہوں۔ اگر اچھی نیت کے ساتھ آپ نے رُخ اِلَی اللہ کر دیا تو سمجھو کہ آپ کا دین جو ہے وہ اللہ کے علم میں آ گیا کہ یہ شخص دین کی طرف آ رہا ہے۔ اُس کے بعد اللہ اُس شخص کو سنبھالتا ہے' اور پھر اس کو بچاتا ہے۔ تو اچھی نیت میں اچھا رُخ بنالینا جو ہے یہ بڑی اچھی قسمت ہے۔ تو سب سے بڑی صداقت کیا ہے؟ کہ رُخ صحیح ہو جائے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی انسان کو آپ سبق سناؤ یا آپ اُسے کلمے سناتے رہو بلکہ اس نے فیصلہ خود کرنا ہے۔ آپ اگر نقلی طور پر اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو نقلی نتیجہ ہو گا اور اگر اصلی یاد کر رہے ہیں تو اصلی نتیجہ ہو گا' اگر پیسے کے لیے یاد کر رہے ہیں تو پیسہ نتیجہ ہو گا اور

اگر رب کے لیے یہ سب کر رہے ہیں تو رب نتیجہ ہوگا۔ تو آپ جو کر رہے ہیں وہی نتیجہ ہوگا۔ فیصلہ کس نے کرنا ہے؟ آپ نے خود۔ یہ وہ دین ہے جس میں Cause ہی Effect ہے' Cause اللہ ہے تو Effect بھی اللہ ہوگا' وجہ اگر اللہ ہے تو نتیجہ بھی اللہ ہوگا اور اگر وجہ آپ کی کوئی اور مصلحت ہے تو پھر آپ کا نتیجہ بھی وہی مصلحت ہوگی۔ اب اس سے پہلے کہ آپ اللہ کا سفر کریں آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کا ارادہ جو ہے وہی آپ کی منزل ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس دین کے اندر ارادہ ہی منزل ہے' تو خلوص کے ساتھ ارادے پر کاربند ہونے والا چاہے وہ فارمولے میں ابھی نہیں آیا' ارادے کے اندر رہنے والا بھی منزل رسید ہو جاتا ہے۔ اس بات کو دل میں رکھنا اور یاد رکھنا کہ اگر ایک آدمی کے ارادے کا رخ اِلَی اللہ ہو گیا' اب اُسے پتہ نہیں کہ اللہ کدھر ہے' Direction کا پتہ نہیں کہ کدھر جانا ہے' بس کہتا ہے کہ اللہ کے پاس جانا ہے۔ ایک آدمی کا ارادہ ہو گیا کہ اللہ کی طرف جانا ہے تو وہ گھر سے باہر نکلا' پہلے آدمی سے ملا' کہتا ہے کہ کہاں جانا ہے' میں نے اللہ کی طرف جانا ہے' اللہ کہاں ہے؟ اب وہ اللہ کی طرف چل پڑا' بندوں سے پوچھ رہا ہے کہ میرا اللہ کہاں ہے' غیر متعلقہ سے بھی پوچھ رہا ہے' دیوار سے پوچھ رہا ہے' رستے سے پوچھ رہا ہے' بازار سے پوچھ رہا ہے اور اُسے خود کوئی علم نہیں ہے' صرف اللہ کا پوچھے چلا جاتا ہے' خود جانتا نہیں کہ اللہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ گائے سے پوچھتا ہے' بکری سے پوچھتا ہے' پہاڑوں سے پوچھتا ہے' چلتا جاتا ہے' آخر ایک جنگل میں پہنچ جاتا ہے' بھیڑوں سے پوچھتا ہے' شیر سے پوچھتا ہے' کہیں اُس کو اچانک ایک ایسا شخص مل جاتا ہے کہ جس سے پوچھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے' ادھر

کیوں آ رہا ہے' اب بولو کیا چاہتے ہو؟ اب اللہ اُسے Watch کر رہا تھا۔ وہ جو سارا رستہ Sincerely اللہ کا پوچھتا چلا آ رہا تھا تو اس وقت اللہ اسے Watch کر رہا تھا۔ تو اس کی Sincerity ہی اللہ میں Culminate ہو گئی' گویا کہ اس کے خلوص کا نتیجہ اللہ ہے۔ خلوص اگر بے ترتیب اور بے محابہ بھی چل پڑے تو بھی اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ تو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ اپنے خلوص کا جائزہ لیں اور یہ خلوص جو ہے بہت ضروری ہے۔ باقی کسی نے Notes کو Compare نہیں کرنا' تبلیغ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے بلکہ اگر خلوص آپ کا اِلَی اللہ ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ منزل جو ہے وہ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو انجام اچھا دینا ہو اُس کے آغاز میں اُسے خلوص دے دیتا ہے۔ خلوص گمراہ نہیں ہوتا اور علم کے اندر غلطی کا امکان ہے۔ خلوص کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ خلوص جہاں بھی جائے گا وہ پہاڑ سے چشمہ نکال کے لے آئے گا۔ تو یہ خلوص کی بات ہے' آپ اپنے آپ میں اور اللہ کی تلاش میں مخلص بن جائیں' مزید مخلص بن جائیں' اگر بات سمجھ نہیں آ رہی تو اور مخلص ہو جائیں۔ کہتا ہے وہ آیت مجھے سمجھ نہیں آ رہی تو وہ کہتا ہے کہ تُو اور مخلص ہو جا۔ اور خلوص کو قائم کرتے کرتے ایک Time will come' ایسا وقت آ جائے گا کہ آیت سمجھ آ جائے گی' شانِ نزول بھی پتہ چل جائے گا بلکہ آیت کے نزول کا زمانہ بھی مل جائے گا۔ تو اس زمانے میں وہ زمانہ مل جائے گا۔ تو حال کے اندر جو آدمی دین کے ساتھ مخلص ہے وہ شخص ماضی کے خلوص کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ یہ بڑی ضروری بات ہے اور آپ اس پہ غور کریں۔ خلوص جو ہے یہی حاصل ہے اور یہی آغاز ہے' خلوص اِلَی اللہ' اپنی ذات میں Sincere' مخلص متلاشی ہونا' یہ بذاتِ خود ایک Achievement ہے' حاصل ہے۔

سوال:

یہ خلوص کہاں سے ملتا ہے؟

جواب:

پھر یہ سوال بھی ہوگا کہ کیا یہ Develop کیا جاتا ہے' بنایا جاتا ہے' کیا ایک شعبے میں خلوص حاصل کرنے کے لیے اللہ کافی نہیں ہے یا کہ ہر شعبے میں مخلص ہونا پڑے گا؟ تو ایک شعبے میں خلوص حاصل کرنے کے لیے ہر شعبے میں مخلص ہونا پڑے گا کیونکہ اگر میں آپ کے ساتھ خلوص کر رہا ہوں اور ادھر دوسرے کے ساتھ میں مخلص نہیں ہوں تو وہ کہے گا کہ آپ کا نام منافق ہے۔ منافق کی تعریف کیا ہے؟ جو ایک طرف خلوص کرے اور دوسری طرف خلوص نہ کرے۔ گویا کہ خلوص جو ہے یہ منافقت کے Against' مخالف ایک لفظ ہے۔ منافقت جو ہے کبھی مخلص ہو جاتی ہے اور کبھی مخلص نہیں رہتی' ایسا شخص کبھی مومن ہو جاتا ہے کبھی کافر ہو جاتا ہے اور وہ جو خلوص ہے وہ ہر ایک کے ساتھ خلوص ہے' خلوص رکھنے والا اگر بڑا جرنیل ہے تو اگر وہ اپنا جوتا خود پالش کرے تو وہاں بھی مخلص ہوگا۔ تو خلوص کا مطلب کیا ہوا؟ آپ اپنے آپ میں All round sincere ہو جائیں' اپنے ظاہر باطن میں مکمل Sincere ہو جائیں' جب آپ کسی کو کہیں السلام علیکم کہ خدا آپ پر سلامتی کرے تو اُس شخص کی سلامتی کی نگرانی بھی کریں۔ اس کی سلامتی ہونی چاہیے۔ آپ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین پر رحم فرما اور جب آپ یہ دعا مانگتے ہو تو خود بھی ان پر رحم فرماؤ ''میری اولاد کو اللہ تعالیٰ نمازی بنانا'' تو خود بھی نماز پڑھو اور اُن کو بھی نماز پڑھاؤ۔ اور جو کچھ آپ کہہ رہے ہو اُس کے ساتھ مخلص ہو جاؤ' الفاظ میں مخلص'

طرزِ خیال میں مخلص، طرزِ رہائش میں مخلص، رشتے داری کی پاسداری میں مخلص، آنے والے مہمان کے لیے بلکہ بلائے جان کے لیے بھی مخلص۔ مہمان کو بلائے جان نہ کہنا، پتہ نہیں شاید تم اُس کے دم سے قائم ہو اور تمہارے دم سے وہ آ رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہارا چراغ جل رہا تھا تو اس لیے میں آ گیا ہوں۔ اگر چراغ بجھ گیا تو پھر کون آئے گا۔ چراغ جلنا جو ہے یہ آپ کے مقدر کی بات ہے اور آنے والا آپ کی زندگی کی آپ کو داد دے رہا ہے۔ اس لیے یہ پتہ نہیں کہ وہ تجھے زندگی دے رہا ہے یا تو اُسے زندگی دے رہا ہے۔ تو ہر چیز کے ساتھ خلوص ہونا چاہیے۔ قبر کے ساتھ بھی خلوص اور اپنی ذات کے ساتھ بھی خلوص ہو۔ تو مخلص آدمی جو ہے وہ کامیاب رہتا ہے۔ اب اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ جب حضور پاک ﷺ نے دیکھا کہ یہ جو کافر شروع شروع میں مسلمانوں پر حملہ آور ہیں، راستے میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں، یہ لوگ اپنے کفر کے ساتھ بڑے Sincere ہیں۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اِن کو مسلمان کر دے، مجھے ایسے لوگ ہی چاہئیں۔ مطلب یہ ہے کہ All round جو شخص Sincere ہے وہ جب مسلمان ہوگا تو اچھا مسلمان ہوگا۔ تو ثابت کیا ہوا؟ Basic بات یہ ہے کہ He who is a good man جو آدمی اچھا ہے وہی اچھا مسلمان ہوگا۔ تو خلوص جو ہے وہ All round ہونا چاہیے۔ آپ اپنے اندر سے غیر مخلصانہ باتیں نکال دیں۔ Say "No" when you mean "No". جب آپ ''نو'' کہنا چاہتے ہیں تو پھر ''نو'' ہی ہو اور جب ہاں کہنی ہے تو پھر ہاں ہی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ''نو'' کہا تھا اور پھر کہتا ہے میرا مطلب ''ہاں'' ہی تھا یا ''ہاں'' کہا تو اب کہتا ہے کہ میرا مطلب ''نو'' تھا یا یہ کہ ''آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے، کل بھی آ گئے تھے اور آج

پھر آ گئے ہو‘‘۔ جب خوشی ہے تو خوشی ہونی چاہیے۔ الفاظ وہ کہو جو آپ کا مطلب ہوں اور مطلب وہ ہو جو الفاظ ہوں‘ ابہام نکال دو اور ایک بات پر دوسرے معنی کا لباس اتار دو۔ جیسی بات ہو اُسے ویسا ہی رہنے دو‘ اصل میں جو واقعہ ہے وہی بیان کرنا چاہیے۔ تو گواہی بھی صحیح دو‘ جو واقعہ دیکھا ہے وہی بیان کرو‘ جو سوچا ہے وہی بیان کرو‘ الفاظ کی ذُومعنویت سے بچو اور ابہام بولنا بند کر دو۔ اور یہ جو ذُومعنویت ہے یہ بعض اوقات بڑی خطرناک ہو جاتی ہے اور یہ ابہام بن جاتی ہے۔ تو اپنے ظاہر کو باطن میں نہ چھپاؤ اور باطن کو ظاہر کے ذریعے نہ چھپاؤ۔ یہ دونوں باتیں نہیں ہونی چاہییں۔ یہ دو الگ الگ بیماریاں ہیں یعنی ایک تو یہ ہے کہ ظاہر کو چھپانا باطن کے حوالے سے یعنی کوئی پوچھے کہ کیا آپ عبادت کر رہے ہیں تو آپ کہتے ہیں عبادت تو نہیں کر رہے ہیں‘ ہم تو کچھ بھی نہیں کر رہے۔ مطلب یہ کہ جو ظاہر داری نظر آئی ہے اُس کو چھپا دو اور جو باطن کے اندر خباثت ہے اُسے ظاہر داری چھپا جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر میں وہ عبادت کر رہا ہوتا ہے‘ بڑے High وظیفے کر رہا ہوتا ہے اور باطن کے اندر بیماری ہوتی ہے‘ شیطان ہوتا ہے۔ تو اگر چور تسبیح لے کے بیٹھا ہو اور عبادت کر رہا ہو اور کوئی اِدھر اُدھر ہوا تو چوری کر لی تو یہ ہے باطن کی خباثت۔ لہٰذا ظاہر اور باطن کا فرق کم کر دو‘ تو پھر آپ کے اندر خلوص پیدا ہو جائے گا۔ جو رشتے عمر کے حساب سے بزرگ ہیں یا رشتے کے حساب سے بزرگ ہیں‘ وہ آپ کو پسند کے حساب سے بھی بزرگ ہونے چاہییں۔ پھر خباثت نکل جائے گی۔ یعنی جو لوگ عمر میں اور مرتبے میں بلند ہیں وہ آپ کے خیال میں بھی بلند ہونے چاہییں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے ماں باپ جاہل ہوں لیکن ماں باپ مرتبے میں بلند ہیں تو اُن کا

مرتبہ بلند ہے۔ آپ دل سے یہ مان لو۔ کیونکہ ایسا حق ہے اور اللہ نے ایسا بنایا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وتعز من تشاء وتزل من تشاء تو اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو عزت عطا فرمائی یا جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت آ رہی ہو اُن لوگوں کو برا نہ سمجھنا' چاہے وہ کتنے ہی برے نظر آ رہے ہوں کیونکہ اس میں راز ہے۔ اللہ کی عطا کی ہوئی عزت کے سامنے ذرا خاموش ہی رہنا۔ اگر اس وقت کوئی کہتا ہے کہ یہ آدمی اچھا نہیں ہے تو درویش اُسے کہتا ہے بات تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس کے لیے اوپر سے Favour آ رہی ہے' کسی بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس پر احسان کر رہا ہے۔ اب اگر یہ پتہ چل جائے کہ عزت اللہ کی طرف سے عطا ہو رہی ہے تو خاموش رہنا۔ ایک عطا ہوتی ہے آزمائش' یعنی فرعون کو جو بادشاہی ملی تھی وہ آزمائش تھی اور حضرت سلیمانؑ کو جو بادشاہی ملی وہ عطائے ربانی تھی۔ اب یہ بات آپ کو جاننی چاہیے کہ کون سا مرتبہ آزمائش ہے اور کون سا مرتبہ عطا ہے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ اللہ کی طرف سے عطا اور مہربانی ہے اور کسی شخص کی عزت افزائی ہو رہی ہے تو وہاں خاموش ہو جانا۔ آج جس کو اللہ تعالیٰ نے رجیم کہہ دیا ہو' لعین کہہ دیا ہو' اُس کی سفارش مت کرنا۔ کسی پیغمبر نے آج تک شیطان کی سفارش نہیں کی کہ یا اللہ یہ مردود تو ہے پر اس کو بخش دے' معاف کر دے' تُو قادر ہے' رحیم ہے۔ کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ یا اللہ فرعون کو معاف کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے برہم ہو کے فیصلہ Announce کر دیا Get out اور Shut up کرا دیا تو وہاں سفارش نہیں کرتے۔ گویا کہ اللہ کی رضا کے آگے کہیں اپنا Opinion' خیال نہ کھڑا کر دینا' اگر اللہ تعالیٰ آپ کے اوپر فضل کرنے والا ہے تو آپ اپنے خلوص کے ساتھ اپنا سفر کرتے جائیں۔ تو ہر

ایک کو پہچانو کہ یہ کیا واقعہ ہے' عزت والے کی عزت کرو یعنی جس کی اللہ عزت کر رہا ہے۔ اور جو رجیم ہو گیا تو اُس کو Avoid کرو' یہ کہو کہ یا اللہ مجھے معاف کرنا' اعوذ باللہ پڑھو اور یہ پڑھتے جاؤ۔ آپ دیکھو کہ کچھ جگہیں ہوتی ہیں عبرت کی جگہیں' تو آپ وہاں سے بچو۔ کچھ ایسی جگہیں ہوتی ہیں جہاں پتہ نہیں ہوتا کہ یہاں کون رہتا تھا۔ کہتے ہیں ایک خانقاہ سی بنی ہوئی ہے' دیے اور چراغ جل رہے ہیں' لوگ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ پوچھا یہاں کیا ہے؟ کہتا ہے یہاں ایک بزرگ ہوتے تھے جو فوت ہو گئے ہیں اور اب یہ ان کی خانقاہ ہے۔ اسی طرح ہزار سال ہو گئے ہیں' یہاں داتا صاحبؒ ہوتے تھے۔ وہ کیا کرتے تھے؟ وہاں جدھر خوشبو ہے وہاں جا کے پتہ کرو کہ وہ نیکی کیا ہے' فضل کیا ہے' کہ آج تک بھی فضل ہی فضل ہو رہا ہے' وہاں جانا' بغیر کسی بات کے چلے جانا لیکن بغیر انعام کے کوئی خالی نہیں آتا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایسی بات ہے کہ اگر دریا میں جاؤ گے تو خالی کیسے آؤ گے۔ تو اُن مقامات کو پہچاننا جہاں سے اللہ کا فضل گزرا ہے اور اُن مقامات سے گریز کرنا جہاں اللہ کی گرفت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بتا رہا ہے کہ فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین تو یہ عاقبت دی کس نے ہے؟ اللہ نے۔ وہ کہتا ہے دنیا میں دیکھو کہ جھوٹوں کی کیا عبرت ہوئی ہے۔ جھوٹوں کو عبرت یا سزا کس نے دی ہے؟ اللہ کہتا ہے میں نے خود دی ہے۔ جن جن مقامات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا ہو اُن مقامات کو آپ خاموشی کے ساتھ عبرت کی نگاہ سے دیکھو! اللہ تعالیٰ جو ہے اپنی شانِ بے نیازی میں جب کہیں چاہے باغیوں کو اس مقام پر لا کھڑا کرتا ہے' بڑے بڑے محلات جو ہیں وہاں پر اُلو بول رہا ہے' محلات اپنے آپ سے خود ڈر رہے ہیں' تنہائیاں وہاں پر

ڈر رہی ہیں' خوف طاری ہے یعنی کہ جہاں پر زندگی تھی وہاں ہولناکی ہے' اِن باتوں کو غور سے دیکھو کہ بادشاہ کا مقام کیا مقام تھا اور وہ ظل سبحانی تھا آنجہانی تھا بلکہ فانی ہی تھا۔ اب دیکھو یہ اللہ کی طرف سے کیا ہوا پڑا ہے۔ تو نیک مقامات میں رہو' برے انسان' برے مناظر' برے مقامات اور بری باتوں سے صرف گریز کرنے میں مخلص ہو جاؤ تو تمہیں انعام مل جائے گا' صرف Avoid کرنے کی نیت کر لو تب بھی انعام ہے' یہ کہنا کہ یہ بات ہم نے نہیں ماننی اس لیے ہم وہاں جاتے نہیں ہیں۔ یہ صرف ڈسپلن کی بات نہیں کہ کسی کو ڈنڈا لے کے سمجھایا جا سکے اور اُسے برا بھلا کہا جائے۔ تو کسی انسان کو برا نہ کہنا۔ خود بھی برائی سے بچو اور اگر دوسرے کی اصلاح محبت سے ہو سکتی ہے تو کرو ورنہ ڈسپلن یا خوف نہ طاری کرنا۔ یہ دین میں منع ہے۔ وہ خوف خلیفۃ المسلمین طاری کرے گا' جب بھی وہ آئے گا' بس ایک چابک یا چھانٹا لگا دے گا۔ آپ آرام سے بیٹھے رہو۔ تو اللہ کے راستے کی ابتداء خلوص سے ہوتی ہے۔ خلوص کیسے حاصل ہوتا ہے؟ یہ All round ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں غیر مخلص طریقہ چل ہی نہیں سکتا۔ جب حدیث شریف اکٹھی ہو رہی تھی تو حدیث شریف کے ایک Compiler جن کا بڑا Well known نام ہے' وہ ایک جگہ پر گئے' اُس نے ایک حدیث Quote کی کہ یہ ہم نے سنا ہے' اور پھر انہوں نے وہ بات چھوڑ دی کہ اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ انہوں نے وہاں یہ دیکھا تھا کہ حدیث کے اس راوی نے گھوڑے کو بلایا کہ جس طرح دانہ دے رہا ہے مگر اس کی گودی میں دانہ نہیں تھا' یعنی گھوڑے کو اُس نے بلانے کے لیے جھوٹی دعوت دی۔ تو آپ نے کہا کہ یہ حدیث اس کے ہاں معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ بندہ معتبر نہیں ہے جو جانور کو دانے کی دعوت دے رہا ہے اور دانہ اس

کے پاس ہے نہیں۔ تو یہ جھوٹا آدمی ہے۔ تو اس حد تک بھی جھوٹ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی کہے کہ شام کو کھانا کھلائیں گے اور شام کو اُسے کھانا نہ کھلائے تو پھر یہ جھوٹ ہے۔ یعنی کہ سرسری اور مذاقاً بھی زندگی میں جھوٹ نہ ہو۔ تو مخلص ہو جانا بذاتِ خود ایک Achievement ہے اور اللہ کا فضل ہے۔

اب آپ اور سوال کریں۔ سوال کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپ کے بولنے سے ان کو بھی زبان مل جاتی ہے جو خود نہیں بولتے۔ اس طرح کسی کا سوال کسی اور کے کام آتا ہے۔ اس طرح عقل اور علم ملتا ہے۔ اگر ہمارے ساتھ اب سوال جواب ہو گیا تو آنے والے زمانے میں یہی سوال کسی اور کا جواب بن جائے گا۔ پھر وہ اپ کو دعا دے گا کہ آپ کا بھلا ہو کہ آپ نے یہ سوال کر دیا حالانکہ آج یہ میرا سوال ہے۔ آج اگر ۱۹۹۰ء میں سوال ہو رہا ہے تو دس سال کے بعد اس کی کتابیں بن جائیں گی' کتابیں پھر یہ بتا دیں گی۔ تو آج کا سوال کہیں اور جا کے جواب بن جائے گا۔ اس لیے یہاں سوال جواب ہوتے ہیں۔ یہاں پر آپ کا تعلق بڑا واضح ہے اور آپ پوچھ لیتے ہیں کہ ہم کیا کریں۔ ہم یہ نہیں کر رہے ہیں کہ پیسے جمع کر لیں اور سارے عمرہ کر آئیں یا پاکستان کے سب مزاروں سے مل جل کے ہو آئیں۔ پروگرام تو سارے بن سکتے ہیں لیکن یہاں پر جو پروگرام ہے وہ خیال کا پروگرام ہے' یہ غور کرنے کے لیے کہ کہیں کوئی نہ کوئی گرہ خیال کے اندر باقی نہ رہ جائے' اس لیے اُسے Wipe out کر دو..... اس لیے آپ سارے لوگ سوال پوچھیں ..... میں آپ کو ہمیشہ آسان آسان بات بتاتا ہوں۔ اگر بدی کے سرزد ہونے کا امکان ہو اور انسان اُس سے بچ جائے تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات بھی ساتھ

ساتھ بیان فرمائے ہیں کہ ایک ایک پیغمبر کی کیا کیا خوبی تھی' کیا کیا واقعات تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیکھو کہ بادشاہِ وقت کے ساتھ انہوں نے کیسے مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو باتیں بتا دی ہیں وہ سمجھانے کے لیے ہیں کہ اگر بادشاہِ وقت آ جائے فرعون آ جائے تو پھر طریقہ یہ ہے۔ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ تم نے تو میرے گھر میں نمک کھایا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ تو بھی اللہ کا کھانے والا ہے اور میں بھی اللہ کے ہاں سے کھانے والا ہوں' میں تو اسی مالک کے ہاں سے کھاتا ہوں' اور تُو تو میرا قاتل ہے اور میں ہوں کہ میں مقتول نہیں ہوا تیرے سے' تو میرا اتنا قاتل ہے کہ میرے نام پہ تُو نے کئی ہزار بچے قتل کر دیے' محض اس لیے کہ میرا شائبہ تھا' تو میرے امکانات کو قتل کرتا رہا ہے اور میں تیری حقیقت بن کے یہاں بیٹھا ہوں' تو تُو اب یہ کیسے کہہ سکتا ہے' تجھے اس بات کی کیا سمجھ کہ بات کیا ہے' بات کچھ اور ہی ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام کو وہاں کھڑا کر دیا گیا۔ اب یہ بڑی بات ہے۔ وہ ایک دوسرے کے لیے جانے پہچانے لوگ تھے۔ فرعون یہ سمجھتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام عمر میں چھوٹے ہیں کیونکہ اس کے گھر میں پلے ہوئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام اُس کے دبدبے کو بھی جانتے تھے کہ وہ بادشاہ ہے' ہر شے پر طاقت رکھتا ہے' قاتل بھی ہے' گویا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے عمل کی صداقت کا پکا یقین ہے کہ اس آدمی کا قتل ہونا بہت بہتر ہے' Common man کے لیے بہتر ہے یعنی جس نے ایک موسیٰ علیہ السلام سے بچنے کے لیے شہر کے سارے بچے قتل کر دیے تو اُس آدمی کے بادشاہ رہنے کا کیا فائدہ۔ تو اس کے اندر Civil بات بھی ہے۔ Civil' معاشرتی بات کیا ہے؟ کہ شہر کے لوگوں کے بچوں کا قاتل جو ہے' اس کا ہٹ جانا ہی بہتر ہے' یہ جہاد ہے۔ شہر کے بچوں کا قتل کرنا' چاہے بیماری سے قتل

کرو' چاہے ویڈیو سے قتل کرو' چاہے تعلیم سے قتل کرو' تو جو بادشاہ شہر کے بچوں کے قتل کے لیے بیماری پھیلا رہا ہے اُس کا ہٹ جانا ہی بہتر ہے۔ ورنہ کچھ عرصہ کے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ کے بچے خراب ہو جائیں گے' کام تو خراب ہوا پڑا ہے۔ پتہ ہے آپ کو؟ کچھ عرصے کے بعد آپ کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ آپ کہاں رہ گئے۔ زمانہ بڑی دور لے جا پہنچے گا اور آپ لوگ Antique بن جاؤ گے یعنی کہ پرانے لوگ بن جائیں گے' Antiquity والے پرانے لوگ رہ جائیں گے کیونکہ زمانہ آگے نکل گیا۔ اب آپ لوگ بھی تو بڑے عجیب لوگ ہیں کہ بچے ذرا بڑے ہوئے اور آپ نے کہا کہ اُس کو بھیج دو انگریزی سکول اور پھر انگریزی ملک۔ تو آپ پہلے سکول بھیج دیں گے' پھر شہر سے باہر بھیج دیں گے اور پھر پاکستان سے باہر بھیج دیں گے تاکہ وہاں جا کے یہ ٹریننگ حاصل کر آئیں۔ اور دعا یہ کریں گے کہ یا اللہ ہماری اولاد کے ساتھ نتیجہ اسلام ہی ہونا چاہیے۔ اب اللہ تو مہربانی فرمائے گا مگر کچھ آپ بھی اپنے آپ کی سلامتی کا سوچیں۔ ورنہ وہ جو فرق پیدا ہو گیا' تعلیم کا فرق پیدا ہو گیا' وہ فرق جو ہے نمایاں ہو جائے گا۔ پھر Behaviour کا فرق پڑ جائے گا۔ ایک بچہ دارالعلوم کا پڑھا ہوا ہو اور دوسرا بچہ انگلش میڈیم کا پڑھا ہوا ہو تو دونوں میں فرق پڑ جائے گا۔ طرزِ رہائش میں بھی فرق پڑ جائے گا۔ تو میں اس بادشاہ کی بات کر رہا ہوں جس بادشاہ نے تمہاری فصلوں کو' کھیتوں کو یعنی بچوں کو غیر تعلیم کی طرف مائل کر دیا اُس کی کیا خیر ہونی ہے۔ آپ یہ سب بڑی خوشی سے کرتے رہے اور آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ یا تو اس سے آپ کی انکم کے مسائل حل ہوتے مگر وہ بھی نہیں ہوئے۔ غریب تو آپ پہلے ہی ہیں بنیادی طور پر' اور تعلیم غیر اسلامی دیتے رہے ہیں' رجوع بھی غیر

اسلامی ہے تو اسلامی نتیجہ کدھر سے آئے گا۔ اور جو اسلامی تعلیم دے رہے ہیں' جامعہ کے ساتھ ہی مال جمع کرتے جا رہے ہیں۔ یہ تو ایسے ہے کہ جمع مالا وعددہ ۔ سارے مال جمع کرنے میں شامل ہوئے پڑے ہیں' اس لیے ان کی آواز میں اثر نہیں رہ گیا' علماء کے پاس اثر نہیں رہ گیا۔ بس یہ ہوا کہ اتنی بڑی بلڈنگ بنا دی' اعلیٰ قسم کی بلڈنگ۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم کرے' آپ وہ ہیں کہ داتا صاحبؒ کے مزار پر سنگِ مرمر لگائے بغیر آپ کو چین نہیں آیا۔ وہ بزرگ تو سادہ تھے' معتزین تھے اور پیدل چل کے آنے والے تھے۔ وہاں مزار پہ آپ نے پنکھا لگا دیا' مزار ائر کنڈیشنڈ کر دیا اور پھر لگا دیا سنگِ مرمر۔ Data Sahib did not want it. داتا صاحبؒ کو یہ سب نہیں چاہیے' یعنی کہ داتا صاحبؒ جو روح کی دنیا کے اندر ایسے مقام پر ہیں کہ Does' he need any airconditioner کہ انہیں ایر کنڈیشنر نہیں چاہیے۔ مگر آپ نے اُس سسٹم کو اُٹھا کے نئے سسٹم میں داخل کر دیا۔ یہ آپ کا کام ہے۔ اسلام آباد کی مسجد میں آپ نے بڑا فانوس لگا دیا اور آپ کی نمازوں کے اندر پتہ نہیں فانوس لگا ہے کہ نہیں' تو یہ الگ بات ہے۔ کہتا ہے یہ مسجد دیکھنے والی چیز ہے مگر مسجد دیکھنے والی چیز تو نہیں ہوتی ہے بلکہ نماز تو پڑھنے والا کام ہے' مسجد وہ ہے جہاں خلوص والا سجدہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے وہ واقعہ ختم کر کے رکھ دیا اور اب آپ کے پاس صرف ڈیزائن رہ گیا ہے' آپ کے پاس اس کی پختگی رہ گئی ہے' آپ کے پاس عمارت رہ گئی' رنگ رہ گئے' روپ رہ گیا اور یہ کہ ؎

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی

تو آپ لوگوں نے یہ کام کر دیا۔ اس لیے آپ غور کریں کہ آپ میں ہلاوٹ

ہے۔ آج کے دور میں' اسلام کے بہت قریب کے زمانے کے بہت بڑے آدمی بھی' اگر آج موجود ہوں تو آپ لوگ انہیں نہیں پہچانیں گے۔ آپ اس حد تک' خطرناک حد تک اسلام سے دور ہو چکے ہو کہ اسلام کے قریب کے زمانے کا اگر کوئی آدمی آپ کے پاس سے گزرے تو آپ پہچان نہ سکو گے۔ تو کوئی بھی بزرگ' اسلام کا قدیم بزرگ اگر آپ کے پاس آ جائے تو آپ کہیں گے کہ ان کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ نے انہیں پہچاننا نہیں ہے۔ آپ جن کو پکارتے ہیں یاد کرتے ہیں ''یاولی'' کرتے رہتے ہیں' ''یاعلیؑ'' کرتے رہتے ہیں اگر وہ آپ کے قریب آ جائیں تو آپ نے انہیں پہچاننا ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی آپ کو جَو کی روٹی کھاتا ہوا مل جائے تو آپ کہو گے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ تو آپ کے پاس اُس زمانے کا' اُس دور کا' اُس طرزِ زندگی کا بندہ آ جائے تو آپ پہچان ہی نہیں سکتے۔ اور آپ کلمہ پڑھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آپ حضور پاک ﷺ کے نام پر سب کچھ دینے کو تیار ہوتے ہیں اور اگر آپ کے پاس سرکارِ دو عالم ﷺ کا کوئی جانشین' اس طرزِ رہائش کا آ جائے تو آپ کبھی اس کو ووٹ نہ دو گے کیونکہ اس کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہم کلمے کے وارث ہیں' ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے گھر کے جانشین ہیں' ہم آپ سے ووٹ لینے آئے ہیں اسلام کے نام پر' تو اے اسلام کے ماننے والو! ہم اسلام کے مالک ہیں' ہمیں ووٹ دو۔ آپ کہیں گے کہ یہ تو مشکل بات ہے' پیسے دو تو پھر ووٹ ملے گا۔ پھر آپ کا دین تو ویسے ہی ختم ہو گیا۔ اب دین کی بات نہ ہی کرو تو اچھا ہے۔ تو آپ کس دین کے نام پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر آپ دین کے نام پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور وہ کہے کہ میں خود ہی آ رہا ہوں تو

آپ وہاں سے بھاگ جائیں گے۔ اگر کوئی کہتا ہے یا علیؑ مشکل کشا' جیسا کہ قوالی ہورہی ہوتو لوگ کہتے ہیں ۔

من کنت مولیٰ فھذا علی مولیٰ

تو وہ رقص کرتے ہیں اور یہ کہتے رہتے ہیں ۔ اگر مولا علیؑ خود ہی تشریف لے آئیں اور فرمائیں کہ تمہارا رقص منظور ہوگیا' تم نے بہت اچھا رقص کیا اور میرے نام کو یاد کیا' اب مرنے کا وقت آ گیا ہے' تم تیار ہو جاؤ' اب قوالی کا وقت نہیں ہے..... آپ پھر بھی کہتے رہیں گے کہ ''یا علیؑ مدد'' ۔ اس طرح آپ Actual مولا علیؑ کو چھوڑ کر صرف یہ پکارے جاؤ گے کہ ''یا علیؑ مدد'' ۔ تو مطلب یہ ہے کہ فرضی کلمہ آپ کے پاس قائم ہے اور اگر آپ کو کہیں اصلی کلمہ مل جائے تو یا وہ نہیں یا پھر آپ نہیں ۔ یہی آپ کا کھیل ہے اور آپ بڑے خطرناک لوگ بن چکے ہیں ۔ تو آپ لوگ اس بات سے بچیں ورنہ حال یہ ہے کہ آپ کو اگر اصلی کلمہ کہیں مل جائے تو یا وہ آپ کو مارے گا یا آپ اسے مارو گے ۔ اصلی کلمہ ہے اسلام ۔ کہیں سچا اسلام آپ کو مل جائے تو یا تو آپ بھاگ جائیں گے یا پھر وہ بھاگ جائے گا ۔ تو ایسے مسلمان اور اسلام کے درمیان ملاقات نہ ہوتو یہ بات اچھی ہے' ورنہ ان دونوں میں سے ایک رہے گا کیونکہ بیک وقت یہ دونوں آپس میں ملنے والے نہیں ہیں ۔ اس بات کا سب کو بڑا افسوس ہوتا ہے ۔ ایسے ہے کہ نہیں ہے؟ کیا پتہ ہے کہ نہیں ہے' کیوں نہیں ہے بلکہ بالکل ایسا ہے ۔ اسلام کا منشاء جو معاشرہ ہے کیا یہ وہ معاشرہ ہے؟ یہ وہ معاشرہ بالکل نہیں ہے ۔ تو اسلام کے منشاء کا یہ معاشرہ نہیں ہے اور اسلام کو آئے ہوئے کتنے سو سال ہو گئے؟ چودہ سو سال سے زیادہ ہو گئے ہیں ۔ اب یہ نہ کہنا کہ چودہ سو سال میں جو دین اپنی منشاء کو

Achieve نہیں کر سکا وہ کیا دین ہے۔ دین تو بالکل ٹھیک ہے لیکن تم ٹھیک نہیں ہو۔ اگر چودہ سو سال میں تم اس میں شامل نہیں ہو سکے تو پھر اپنے آپ کو دیکھو۔ اگر چودہ سو سال میں Pure دین حاصل نہیں کر سکے تو کیا ایک فقرے میں حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آپ کی تبلیغ یہ ہے کہ ''کلمہ سنا ورنہ میں چاقو مار دوں گا''۔ یہ جو تبلیغ ہے یہ کیا تبلیغ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو Intention ہے اسلام کی' وہ رائج نہیں ہو سکی' آپ لوگ اسلام کی تعلیم کا نظام نہیں چلا سکے' آپ لوگ اسلام کی معیشت کا پروگرام نہیں چلا سکے' یہ نہ کہنا کہ یہ تو حکومت کا کام ہے۔ چلو یہ بات مان لیتے ہیں لیکن یہ بتاؤ کہ کیا آپ کے اپنے پاس جو پیسہ موجود ہے اس کو Purely' خالص اسلام کی منشاء کے مطابق خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں؟ آپ نے کہنا ہے کہ یہ بڑی مشکل بات ہے' بچوں کی ذمہ داریاں ہیں۔ چلو اس کو چھوڑ دو اور یہ بتاؤ کہ کیا آپ اپنی زندگی کے چند سال جو آپ کے پاس ہیں ان کو اسلام کے نام پر Devote کرنا چاہتے ہو؟ کیا اب تک آپ یہ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں کر رہے تو کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ کیا آپ اپنے سچ کو جھوٹ سے بچائیں گے؟ آپ کہیں گے کہ کوشش کریں گے۔ صرف کوشش ہی کیوں کرو گے' پورا کیوں نہیں کرو گے۔ کیا آپ وعدے کے مطابق کام کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اسلام پر آپ کا وجود بوجھ تو نہیں بن گیا؟ آپ تو Obey وہاں کرتے ہو جہاں کرنا نہیں ہوتا اور جہاں Obey کرنا ہے وہاں کرتے نہیں ہو یعنی جسے ماننا ہے اسے دل سے مانتے نہیں ہو' اور جہاں Fight کرنا ہے وہاں Fight نہیں کرتے ہو۔ اگر اللہ اور پیسوں کے درمیان ایک کو چننا پڑ جائے تو بہت سے لوگ اللہ کی بجائے پیسہ لے کے چلے جائیں گے۔ جاتے وقت وہ یہ کہیں گے کہ اللہ تو مالک

ہے' بادشاہ ہے' وہ پھر راضی ہو جائے گا' اور پیسہ پتہ نہیں پھر ملے نہ ملے' خدا جانے پھر زندگی میں یہ موقع آئے نہ آئے۔ تو کوئی نہ کوئی اچھا وقت آنا چاہیے۔ اب میرا خیال ہے وقت آ رہا ہے' وقت آ گیا ہے کہ دُعائیں مانگنے والے مانگنا شروع ہو گئے کہ یا اللہ! منافقین کو زندگی کے بوجھ سے فارغ کر۔ سب کو کہنا چاہیے ''آمین''۔ لیکن ابھی آپ نہ کہنا' آپ یہ اس وقت کہنا جب آپ کے اندر سے منافقت نکل جائے۔ تو آپ بہت زیادہ دعا کریں کہ آپ کے اندر سے منافقت نکل جائے کیونکہ منافقت کے خلاف فقراء کا Resolution پاس ہونے والا ہے تاکہ منافقت جو ہے یہ پہچانی جائے اور پھر مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ یعرف المجرمون بسیمھم ۔ تو منافق آسانی سے پہچانا جائے گا۔ آپ اس چیز سے بچیں اور اپنی منافقت کو نکال دیں' درست کر لیں' سچ کو سچ کہیں اور جھوٹ کو جھوٹ کہیں' اپنے کو اپنا کہیں' کسی کو دوست کہا ہے تو دوستی کرتے جائیں اور دشمن کہا ہے تو احتیاط کرتے جائیں۔ تو اپنے آپ میں Sincere ہو جائیں۔ اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ورنہ تو سزا آنے والی ہے۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم سے اسلام کو ہٹا دے تو کیوں نہ منافقین کو ختم کیا جائے۔ تم لوگوں نے تو اسلام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا' اسے ایسا بنا دیا ہے جو وہ تھا ہی نہیں' اسلام کو اتنا بڑا علم بنا دیا گیا ہے کہ انسان پڑھ پڑھ کے پاگل ہو جائے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ میں اسلام کو پڑھنا چاہتا ہوں' تو پہلے کتاب اللہ کا مطالعہ کرے' پھر اللہ کی کتاب کا فلاں ترجمہ' پھر تھوڑی سی تفسیر۔ تفسیر کس کی پڑھیں؟ تو وہ کہیں گے آپ لے لو احمد رضا خان بریلویؒ کی' آپ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اور آپ مولانا قادری صاحبؒ کی تفسیرِ قادری لے لو۔ تو یہ ساری پڑھ لو۔ کہتا ہے میں

ساری کیسے پڑھ لوں گا' میں ساری تفسیریں پڑھنے چلا تو آدھی زندگی تو یوں گزر جائے گی۔ کہتا ہے چلو میں حضور پاک ﷺ کے نام کی تفسیر کر لیتا ہوں' اسمائے حسنیٰ پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ اس کے بعد فقہ کی باری آ جاتی ہے۔ پھر علوم ظاہری اور علوم باطنی ہیں' علومِ مخفی ہیں۔ پھر چشتی' قادری' نقشبندی اور سہروردی سلسلے ہیں۔ تو آپ یہ سارے واقعات کرو' اور دن صرف چوبیس گھنٹے کا ہے جس میں آٹھ گھنٹے سونا بھی ہے۔ روٹی کھانے کے لیے ٹائم نہیں ہے' پکانے کی تو الگ بات ہے۔ آج کل کے انسان کی عمر ٹریفک میں گزر جاتی ہے' کوئی آ رہا ہے کوئی جا رہا ہے۔ اگر کوئی خالی دریا کے کنارے صرف بیٹھا رہے تو صرف لہریں گنتے گنتے عمر گزر جاتی ہے۔ اور جو شخص دوکان میں بیٹھا ہوتا ہے اس کی عمر ٹریفک کی لہریں گنتے گنتے گزر جاتی ہے' وہ بوڑھا ہو جاتا ہے' کرسی پہ بیٹھے بیٹھے انسان بوڑھا ہو جاتا ہے۔ تو پڑھتے پڑھتے آپ کی عمر گزر جاتی ہے۔ اسلام کے اوپر کتابوں کی لائبریری بناؤ تو کتنی بڑی لائبریری بنے گی؟ میرا خیال ہے کہ کئی ملین کتابیں آپ کو مل جائیں گی۔ تو اتنی کتابیں پڑھنے کے لیے موجود ہیں۔ تو کیا اسلام کاروبار ہے؟ کیا اسلام تعلیم ہے؟ کیا اسلام لٹریچر ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر ایک ایکسٹرا بوجھ اور آزمائش ڈال دی ہے' ایسی آزمائش کہ جس میں اللہ نہیں ہے اور کتابیں ہی کتابیں ہیں۔ اور اگر اللہ ہے تو ہر شے آسان ہو جائے گی۔ آپ یہ دیکھو کہ کیا کتابوں کے ذریعے اللہ سے ملاقات ہوتی ہے۔ لوگ جب حج کرنے جاتے ہیں تو ان کے ساتھ کئی واقعات ہوتے ہیں۔ ایک بزرگ نے حاجی سے پوچھا کہ کیا تمہیں وہاں اللہ بھی ملا۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہو..... ایک آدمی نے کہا جب میں حضور پاک ﷺ

کے آستانے پر گیا تو مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ پھر اس سے پوچھا کہ جب تم اللہ کے پاس گئے تو کیا کوئی نیا ارادہ کر کے آئے؟ کوئی نئی توبہ کر کے آئے؟ کوئی نیا شگون لے کے آئے؟ وہ کہتا ہے وہاں سے واپسی پر اللہ نے ایسا سبب بنا دیا کہ میں نے ایک ایسی چیز خریدی کہ کرایہ برابر ہوگیا اور خرچہ نکل آیا۔ اس لیے دین کو آپ لوگوں نے اور طرح کا بنا دیا۔

اگر ایک آدمی آپ میں سے ایسا ہو جائے جو اپنے لفظ کے ساتھ Sincere ہو تو قوم بچ سکتی ہے' اسی طرح جو اپنے خیال کے ساتھ Sincere ہو' جو اپنی تنہائی کے ساتھ Sincere ہو' ایسا مسلمان ہونا چاہیے جو اپنی تنہائی کا مسلمان ہو' محفل میں تو لوگ بڑے مسلمان ہوتے ہیں لیکن تنہائی کا مسلمان ہونا چاہیے یعنی جس کی تنہائی اور جس کی محفل برابر ہو' جس کی خلوت اور جلوت برابر ہو جائے وہ مسلمان ہو' اس وقت کا بس وہی تو مسلمان ہے۔ تو آپ مسلمانوں کا اتنا بڑا گروہ ہو کہ پاکستان کے اندر اتنے کروڑ مسلمان ہیں' ہندوستان میں اس سے زیادہ کروڑ مسلمان ہیں' بنگلہ دیش میں بھی کئی کروڑ مسلمان ہیں۔ کشمیر میں بھی کتنے مسلمان ہیں' تو یہ سارے اتنے کروڑ آدمی ہیں پھر بھی آپ کیا کر رہے ہیں؟ اسلام کے نام پہ کیا کر رہے ہیں؟ ایک آدمی اگر آج مسلمان ہوگیا تو کیا فرق پڑا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہاں پر ایک عیسائی نے مولوی صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ تو پہلے قبول یافتہ کدھر چلے گئے۔ یہ Time ہے کہ آپ To be vigilant and to be sincere ہو جائیں ہوشیار اور مخلص ہو جائیں۔ اب آپ غور کریں کہ آپ نے کرنا کیا ہے۔ پیسہ آپ کو موت سے نہیں بچا سکتا' خوراک آپ کو موت سے نہیں بچا سکتی' زندگی آپ کو موت سے نہیں بچا سکتی' موت سے تو

موت ہی بچائے گی کہ صرف موت روکے گی آنے والی موت کو' کہ ہم اس کو بعد میں لے جائیں گے۔تو آپ کی موت آپ کی حفاظت کرتی ہے' کوئی کام' ایسا کام کرلو جو اللہ کے نام کا' دین کے نام کا ہو ورنہ زندگی تو جا ہی رہی ہے۔اس سے پہلے کہ سب کچھ چھن جائے سب کچھ چھوڑ دو۔ To be very frank and very sincere۔

سوال:

مجھے ایک مرتبہ یہ مشاہدہ ہوا کہ .....

جواب:

آپ اپنے مشاہدات کو سنبھال کے رکھیں Till such time اس وقت تک کہ یا تو وہ مشاہدہ سوال بن جائے یا آپ کا ساتھی بن جائے۔ورنہ بیان کرنا جو ہے یہ Too early ہے۔ابھی آپ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ دیکھیں گے۔داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک بات سمجھ نہیں آ رہی تھی' بڑا تلاش کیا کہ بات کیا ہے' اصل کیا ہے' راز کیا ہے یہ کیا ہے' وہ کیا ہے۔تو مکاشفہ نہیں ہو رہا تھا۔ہم ایک مزار پہ چلے گئے کیونکہ وہ راز نہیں کھلتا تھا۔یہ واقعہ ''کشف المحجوب'' میں ہے۔ میں ایک طرف بیٹھا تھا۔ وہاں کچھ درویش نما لوگ بیٹھے تھے جو خربوزے کھا رہے تھے۔وہ خربوزے کھاتے گئے اور چھلکے مجھ پر پھینکتے گئے۔میں چپ کر گیا اور بات کو پی گیا۔جب بات کو پی گیا تو مجھے وہ راز مل گیا۔وہ سوال یہ تھا کہ روشنی کے آستانوں پر تاریکی کیوں ہوتی ہے؟ تو جواب یہ ملا کہ تیری استقامت کو پختہ کرنے کے لیے۔ روشنی روشنی ہی ہے ۔ پھر بزرگ دو چار رگڑائیاں لگا کے' دو چار رندے لگا کے تیرے گس بل ٹھیک کر دیتے ہیں۔تو

رَندوں کا گلہ نہ کرنا کیونکہ وہ تیری صفائی اور تیری درستگی کرتے ہیں۔ تو اصلی روشنی تو روشنی ہی ہے۔ جاگنے والے کے پاس جا اور روکنے والے کو نہ دیکھ' اللہ کی دنیا میں اللہ کے پاس چلا جا ورنہ دنیا سے اللہ ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کے لیے بھی یہی دنیا ہے اور غیر اللہ کے لیے بھی یہی دنیا ہے۔ اب تم پہچان لو کہ تم کون ہو۔ کہیں تم تبصرے والے نہ بن جانا۔ تبصرے والا ایک اور طرف چلا جاتا ہے۔ تو آپ تبصرے سے بچ جائیں۔ آپ بزرگوں کے آستانوں پر پختہ ایمان کے ساتھ جایا کریں۔ وہاں کمزور ایمان والا انسان ڈانواں ڈول ہو کے مر جاتا ہے اور پختہ ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے۔ تو وہاں آپ پختہ ایمان کے ساتھ جایا کریں اور وہاں پر عام باتوں کی طرف توجہ نہ کیا کریں۔ اپنے ایمان میں طاقت ور ہو جاؤ۔ تگڑے ہو جاؤ..... چلو اب اور سوال پوچھ لو..... پوچھو۔

سوال:

نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے؟

جواب:

آپ یہ خود نہیں کر سکتے بلکہ یہ خود ہی اپنے وقت پر ہو جاتا ہے۔ آپ کے لیے ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ جس لڑکے کی' جوان کی منگنی ہو جائے وہ اور طرح سے سوچے گا اور اگر زیادہ عمر کے انسان کی منگنی ہو جائے تو وہ اور طرح سے سوچے گا۔ اگر آپ کو کوئی اچھا محبوب مل گیا جو کہ نیک ہو تو آپ کا نفس امارہ وغیرہ سب غیب ہو جائیں گے کیونکہ اس نیک محبوب کو راضی کرنے کے لیے یہ انسان خود بخود ہی نیک ہوتا جاتا ہے۔ تو دعا کریں کہ کوئی اچھی محبت مل جائے تاکہ آپ خود بخود ٹھیک ہو جائیں۔ تو دعا کریں کہ اچھا سبب مل جائے' اچھا انجام

مل جائے' اچھی منزل مل جائے اور اچھا رفیق مل جائے۔ اگر اچھا رفیق مل جائے تو وہ تو آدھی منزل ہوتا ہے' اُسے رفیق طریق کہتے ہیں یعنی راستے کا ساتھی۔ اچھا ہم سفر مل جائے تو انسان نیک ہو جاتا ہے۔ اگر کسی کو اچھی بیوی مل جائے تب بھی وہ نیک ہو جاتا ہے' ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر رات کو تہجد پڑھنی ہے تو وہ آپ کے لیے پانی گرم کر دے گی' مصلیٰ تیار ملتا ہے' تو آپ نماز پڑھ لیں۔ اگر وہ شخص ایک دن نماز نہیں پڑھے گا تو اس کی بیوی شرمندہ کرے گی' دوسرے دن نہیں پڑھے گا تو پھر شرمندہ کرے گی۔ اگر بیوی چاہے تو بندہ نیک ہو جائے گا اور اگر بیوی چاہے تو بندے کو گمراہ بھی کر سکتی ہے۔ تو یہ سبب یہیں سے پیدا ہوتے ہیں اور یہیں سے آپ کو نیک بنانے والا آئے گا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ علم کتابوں سے نہ حاصل کرو بلکہ Wait کرو۔ آپ نے اگر نفس امارہ کو مطمئنہ بنانا ہے تو دروازے میں بیٹھ جائیں' پھر وہ آنے والا آئے گا اور خود بخود اس کو ٹھیک کر جائے گا۔ تو واقعی وہ آدمی آئے گا' نگاہ ملائے گا اور پھر آپ کا نفس جو ہے وہ مطمئنہ ہو جائے گا۔ یہ وظیفے سے نہیں ہوتا کہ نفس امارہ جو ہے وہ مطمئنہ بن جائے۔ نفس ایک ''اتھرا'' گھوڑا ہے جسے کہتے ہیں کہ نفس کا گھوڑا منہ زور ہے اور وہ آدمی جو کاریگر ہوتا ہے' اس کا علم رکھتا ہے اس نے گھوڑے کو ذرا تھپکی دی اور گھوڑا اصیل ہو گیا۔ اب اس میں علم کوئی نہیں ہے بلکہ اس کو یہ فن آتا ہے۔ اب یہ پتہ نہیں چلے گا کہ اس نے کیسے ٹھیک کر دیا' اس نے نگاہ سے ٹھیک کر دیا' پاس سے گزرا تو گھوڑا اصیل ہو گیا۔ اس لیے آپ یہ دعا کریں کہ آپ کو اصیل بنانے والی کوئی ذات مل جائے۔ جب کوئی ایسا بندہ مل جائے تو نفس امارہ ختم ہو جاتا ہے' خود بخود نمازیں شروع ہو جائیں گی' مصلیٰ بچھنا شروع ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص

گھر بیٹھا ہو اور اس کو کسی نے وی سی آر کی فلمیں تحفے میں لا کر دیں تو وہ تو آپ کے حالات خراب کر دے گا اور اگر تحفہ لانے والا مصلّٰی لایا' تسبیح لایا.....ایک اور آدمی بلکہ دو تین آدمی تسبیح اور مصلے لے آئے تو آپ کو شرمندگی سے نماز پڑھنی پڑ جائے گی۔ ایسا کرتے کرتے انسان نیک ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی پیر صاحب ہوں' ان کے پاس جو مرید آئے ہوئے ہیں ان کو رعب دیا ہوتا ہے پیری کا' اور اگر وہاں پر اذان کا ٹائم آ گیا تو پیر کے لیے فرض بن گیا' لازمی ہو گیا اور ضرورت بن گئی کہ وہ جماعت کرائے یا جماعت میں شامل ہو کیونکہ یہ تو اس کی سماجی ضرورت بن جاتی ہے۔ اگر مرید کہیں کہ پیر صاحب جو ہیں یہ قرأت بڑی شان دار کرتے ہیں' قرآن پاک پڑھتے ہیں تو کیا بات ہو جاتی ہے' تو پھر پیر صاحب کو قرآن مجید پڑھنا پڑ جاتا ہے۔ اس لیے وہ گمراہ نہیں ہوتے۔ اگر Inefficient ہوں تو ہوں یعنی روحانیت کا اتنا علم نہ ہو' روحانی تجربات اور مشاہدات نہ ہوں لیکن عام طور پر' وہ شرعی طور پر گمراہ نہیں ہوتے۔

تو ان مشائخ کی محفل میں عام اور سادہ آدمی بھی محفوظ رہتا ہے۔ یہ میں مستند مشائخ کرام کی بات کر رہا ہوں کہ جن کے آستانے ہیں اور جو مشائخ ہیں۔ تو وہ واجبی واجبی بات کرتے ہیں اور دین کے اندر رہنے والی باتیں کرتے ہیں۔ سارے' کلھم ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ اچھی صفت میں ہیں اور اچھی صفت میں رہنا ہی کافی دین ہے۔ تو آپ سب لوگ ایسی باتوں پہ غور کیا کریں' اللہ تعالیٰ کا ایک اسم جو ہے وہ ضرور پکارتے رہا کریں۔ اگر آپ سارا ہفتہ ''یا عزیز'' پڑھتے رہا کریں تو آپ کے کاروبار محفوظ رہیں گے' طبیعت محفوظ رہے گی اور مزاج محفوظ رہے گا۔ اور چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ورد ہے اس لیے اللہ کی طرف

سفر بھی ہوتا رہے گا یعنی خیال کا سفر بھی ہوتا جائے گا اور عمل بھی ہوتا جائے گا۔ تو وہ قوت بھی ہے اور غالب بھی ہے' اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے' طاقت والا ہے' عزت والا ہے' دینے والا ہے اور غلبے والا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء ہیں ان کا آپ باری باری ورد کر سکتے ہیں۔ اگر ننانوے اسماء کا ورد کرنا ہے تو ایک ہفتہ ایک اسم کا ورد کیا کریں۔ یہ کل ننانوے ہفتے کی بات ہے۔ تو ایک ایک ہفتہ ایک اسم کا ورد رکھو جاری اور دوسرے ہفتے دوسرا نام' تو پھر آپ اسماء باری تعالیٰ کے قاری بن جائیں گے۔ پھر ایک خاص واقعہ بن جائے گا' نیکی ہو جائے گی' مشاہدہ ہو جائے گا۔

سوال:

اسمائے الٰہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہیں گنتی کے ساتھ سو یا دو سو مرتبہ پڑھنا چاہیے۔

جواب:

آپ بغیر گنتی کے پڑھیں' ہمہ حال پڑھیں' اللہ کے نام' اسمائے ربانی ہر حال میں پڑھے جا سکتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے اسماء کی بات بعد میں بتاؤں گا' وہ اور حساب ہے.....

جب انسان دنیا کی باریکیوں میں اور دنیا کی پیچیدگیوں میں Involve ہو جائے' گھر جائے تو اس میں سے اپنے آپ کو نکالے۔ وہاں پر اس کے Collapse ہونے کا ڈر ہوتا ہے' تو وہاں پر اللہ تعالیٰ کو مدد کے لیے پکارو۔ ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ میں آئندہ تو حرام کا' رشوت کا پیسہ نہیں لوں گا لیکن یہ جو اس پیسے سے میں نے دوکان بنالی ہے اس کا کیا کروں' اس میں کچھ

پیسے میرے اپنے بھی ہیں۔ میں نے پوچھا رشوت کے پیسے کتنے تھے؟ اس نے وہ پیسے بتائے تو میں نے کہا اتنے پیسے تم اللہ تعالیٰ کو دے دو۔ کہتا ہے سمجھ نہیں آتی' دینا بڑا مشکل ہے۔ اسے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو کہ یارب العالمین میں آئندہ رشوت کا کوئی پیسہ نہیں لوں گا۔ میں نے کہا جس پوسٹ پہ تو ہے یہ پوسٹ بدل لے اور اس دوکان کا ایک شعبہ' ایک حصہ کسی غریبؑ بیوہ کی مدد کے لیے وقف کر لے۔ اس نے یہ کر لیا اور پھر اس کو اس مدد کا اتنا لطف آیا کہ اب اس کی بہت سی دوکانیں ہیں اور کتنے ہی لوگوں کی مدد کرتا ہے' کہنے لگا میں نے دو دوکانیں مدد کے لیے ریزرو کر دی ہیں۔ تو اگر نیت ٹھیک ہو جائے تو غلط Structure بھی سارے کا سارا ٹھیک ہو جاتا ہے مثلاً اگر آج آپ کو بات سمجھ آتی ہے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کا میں کیا کروں جو پہلے کر چکا ہوں۔ تو اسے آج سے ٹھیک کرو تو وہ سارا درست ہو جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ منوانے والا ہے اور ماننا بھی بڑی بات ہے' تو یہ رونقیں بھی اللہ نے پیدا کی ہیں۔ وہ کہیں انگریزی پیدا کرتا ہے' کہیں اردو پیدا کرتا ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کے جلوے ہیں۔ آپ اللہ سے رجوع رکھو تو آپ کے اس کام کی اصلاح بھی وہی کرائے گا یعنی جو غلطیاں ہو چکی ہیں۔ صرف مخلص ہونے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر دور کی جدت کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ تم غریب ہو جاؤ' پرانے زمانے کے ہو جاؤ' نئے دور تو وہ خود آپ ہی پیدا کرتا ہے کل یوم ھو فی شان تو وہ اتنی خوب صورتی والا اللہ ہے' پہاڑوں والا' پھولوں والا' کلیوں والا اور تتلیوں والا ..... سورج کا نکلنا اور ڈوبنا اتنا خوب صورت ہے کہ آج تک اس کے مناظر ختم نہیں ہوئے۔ سورج نکلنے کا منظر اگر کروڑ ہا دفعہ ریکارڈ کریں تو ہر دفعہ نیا

ہوگا اور ڈوبنے کا منظر بھی نیا ہوگا۔ بادلوں کے بڑے بڑے نظارے لوگوں نے دیکھے ہیں' فوٹو لیے ہیں لیکن بادلوں میں آج تک اتنے نظارے پائے جاتے ہیں کہ کوئی حساب ہی نہیں۔ اور اس نے آسمانوں میں قوس وقزح کے رنگ ڈال دیے کہ کمال کی بات ہے۔ تو جو کچھ آپ کے پاس حسن ہے وہ آسمان سے نازل ہوا The sky gives beauty to Earth آسمان جو ہے زمین کو حُسن دیتا ہے' بیوٹی آسمان سے آتی ہے اور عبادت زمین سے اوپر کی طرف جائے گی۔ آپ عبادت کرتے جائیں اور رونق لگاتے جائیں' آسمان آپ کا اپنا ہی ہے' ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ سورج جو آپ کو روشنی دے رہا ہے تو آپ روشنی کا کچھ نہ کچھ تو فائدہ اٹھائیں اور یہ یاد رکھنا ہے کہ آپ کے پاس وقت تھوڑا ہے۔ ہر چیز یہاں کی فانی ہے اور میلہ دو دن کا ہے اور یہ جو دو دن کا میلہ ہے اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ پھر آدمی اکیلا ہی اکیلا ہے اور اس دو دن میں سے ڈیڑھ دن گزر بھی گیا ہے۔ اب آپ اس میں خدا کی طرف رجوع کر لیں' خدا کے لیے' خدا کا سفر شروع کر دو۔ اپنے آپ کو اور اپنی تنہائی کو محفوظ کر لو کیونکہ جب آپ کا آخری وقت آنا ہے تو آپ نے تنہا رہنا ہے۔ اور پھر آپ ہوں گے اور آپ کی تنہائی ہوگی' حساب کتاب ہوگا' کوئی آدمی ساتھ نہیں ہوگا' قبر ہوگی' تاریکی ہوگی اور خدا جانے کیا کیا ہوگا۔ تو اس لیے اُس وقت سے پہلے بہت کچھ کر لو۔ اور آج توبہ تو ضرور ہی کر لو کہ یا اللہ تو ہمارے گناہ معاف فرما دے' یا اللہ ہمیں اپنی طرف راستہ دے' اپنی منزل دکھا' اپنے محبوبوں کا راستہ دکھا' اپنا راستہ دکھا' ہم سے برائیاں دور فرما' ہمارے اندر جو آلائشیں ہیں ان کو دور فرما یا رب العالمین..... اور ہمیں تو اپنا بنا لے بلکہ ہمارا بھی تو آپ ہی بن جا' تو خود ہی ہمیں دین پہ لگا دے

اور خود ہی ہمیں رزلٹ دے دے' خود ہی بلا لے اپنی راہ پر اور خود ہی سنبھال لے' تو خود ہی سارے کام کر دے۔ تو نے خود ہی ہمیں اسلام کے اندر داخل کیا' خود ہی مسلمان بنایا' خود ہی تو نے حضور پاک ﷺ کو بھیجا' تو خود ہی ہمیں معرفت عطا فرما۔ تو یہ سارا کام اس نے خود ہی کرنا ہے۔ آپ استغفار کرتے جائیں اور شکر کرتے جائیں اور کہیں کہ جو ہم سے غلطیاں ہو گئی ہیں اس سے ہم توبہ کرتے جا رہے ہیں اور یا اللہ تو مہربان ہے ہم تیرے مہربان ہونے کا شکریہ ادا کرتے ہیں .....

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و سیدنا و سندنا و شفعینا ومولنا محمد وآله واصحابه وازواجه و علی اهل بیتِ عترته اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

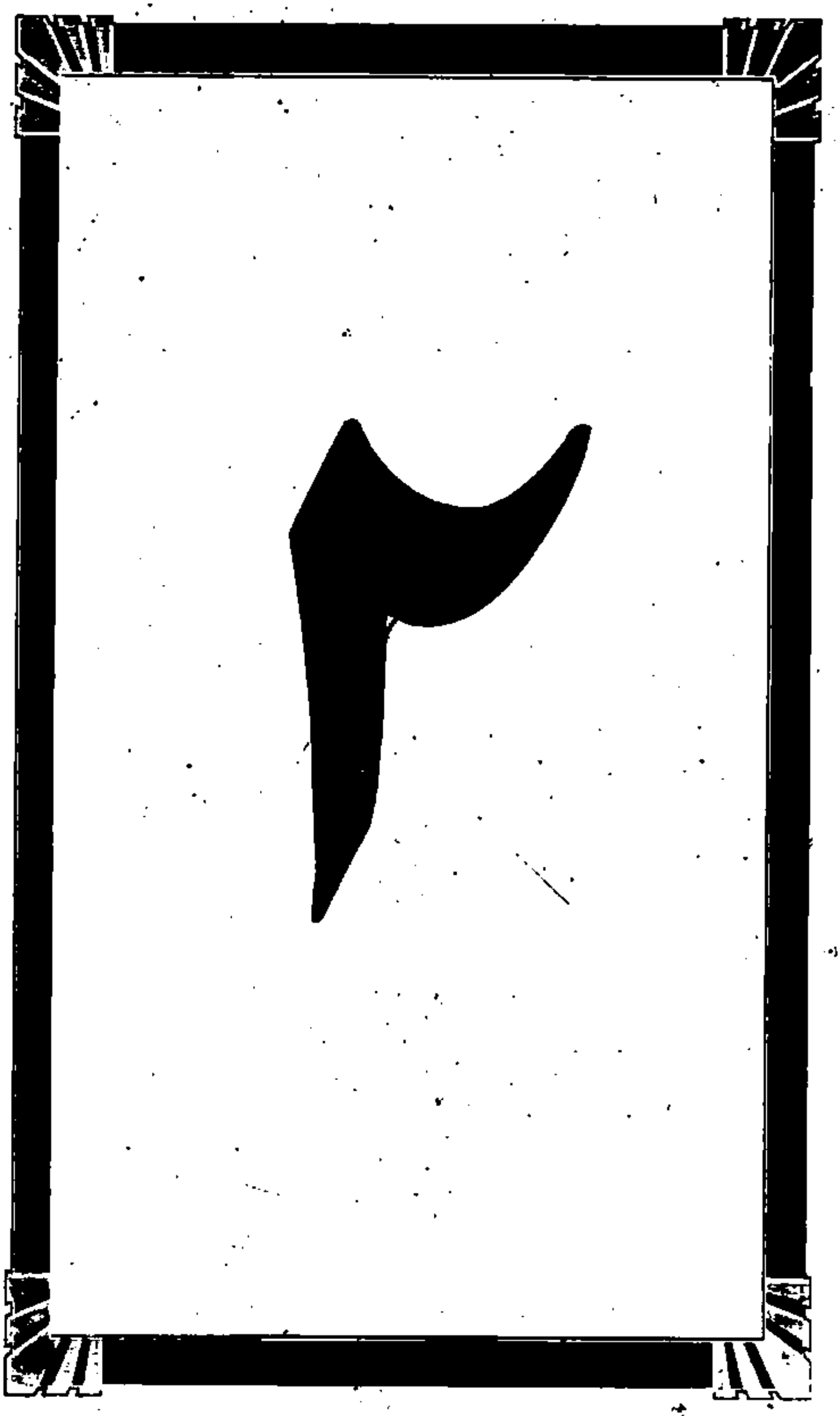

- ہمارے اردگرد کی کائنات میں اور اس دشوار ماحول میں ہم کیسے راضی رہیں اور کیا دعا مانگا کریں؟
- رحمتِ حق کس طرح انسانوں کے کام آتی ہے؟
- غم کی صورت میں انسان اللہ کے قریب کیسے ہوسکتا ہے؟
- سر! شکر کی کیا صورتیں ہیں؟
- فیض کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟
- کیا ہم لوگوں کو اس پیغام کی تبلیغ کیا کریں؟

سوال:

ہمارے اردگرد کی کائنات میں اور اس دشوار ماحول میں ہم کیسے راضی رہیں اور کیا دعا مانگا کریں؟

جواب:

ایک وقت کے بعد ہر شخص کو کمزوری ہو جائے گی چاہے وہ طاقت کی دوائیاں بیچتا ہو یا ڈاکٹر ہو' اگر آنکھوں کا ایکسپرٹ ہو تو اس پر بھی موتیا اتر آئے گا۔ طاقت ور قواء میں لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور بھاگنے دوڑنے والا انسان بھاگنے دوڑنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب آنکھیں کمزور ہو جائیں تو یہ چہرے نظر نہیں آتے۔ ایک آدمی نے گھر میں باغ لگایا' بڑی عمر سے تقاضا تھا کہ گھر میں گلاب کھلے۔ اسے ایک آدمی ملا تو اس نے کہا کہ ایک زمانے میں میری خواہش تھی کہ گھر میں گلاب ہوں اور اب میری یہ خواہش آخر میں پوری ہوئی ہے لیکن اب میری Smell خراب ہوگئی ہے یعنی وہ جو میری قوتِ شامہ تھی وہ سونگھ نہیں سکتی اور پتہ نہیں چلتا کہ گلاب کی خوشبو کیسی ہے اور نہ مجھے گلاب کا رنگ نظر آتا ہے۔ عمر کم رہ گئی اور بینائی کمزور ہوگئی۔ کہتا ہے سب حاصل تو ہو گیا ہے مگر عمر تو حاصل نہیں ہوتی۔ یہی ایک واقعہ ہے انسانوں کا کہ وہ جو چیز اللہ سے مانگتے

ہیں مانگتے ہی چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز حاصل ہونی چاہیے۔ ایسا ہوتے ہوتے ایک دن ایسا آتا ہے کہ آپ نہیں رہتے۔ سب سے بڑا غم سب سے بڑی خوشی میں ملتا ہے یعنی جتنی بڑی خوشی ہوتی ہے اتنا بڑا اس کا غم بنتا ہے۔ خوشی کو آپ بیٹی کہہ لیں جس نے جدا ہونا ہے۔ بیٹی جتنی پیاری ہوگی بڑا غم دے کر جائے گی۔ غم اسی سے بنے گا جس سے خوشی بنتی ہے اور کوئی خوشی ایسی نہیں ہے جو ہمیشہ رہ جائے کیونکہ وہ رہ سکتی نہیں ہے اور رہ جائے تو خوشی نہیں ہے۔ صرف ایک خوشی ایسی ہوتی ہے جو ہمیشہ رہتی ہے اور وہ ہے اللہ کے ذکر کی خوشی' اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی خوشی۔ اور جو اللہ کے فیصلوں پر راضی رہ جائے اس کو کوئی غم نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سارے فیصلے اُس کے ہیں اور یہ فیصلے آپ کے تو نہیں ہیں۔ اب جو آدمی اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو جائے اس کے لیے دعا کیا ہے اور تکلیف کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ چیز جس سے دعا کی منظوری ہوتی ہے اللہ کریم نے وہ چیز آپ کو دے دی۔ کوئی آدمی یہ دعا نہیں کرتا کہ یا اللہ مجھے راستے میں نظر آئے کیونکہ سب کو آنکھیں لگی ہوئی ہیں' لہٰذا نظر آ جاتا ہے۔ تو آپ دعا نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ مجھے راستہ نظر آئے یا یہ کہ یا اللہ میری دعا ہے کہ لقمہ میرے منہ میں دے دیا جائے۔ جو جو کام آپ کر سکتے ہیں اس کے لیے دعا نہیں کرتے اور جو نہیں کر سکتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ تو یہاں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ یا تو راضی ہو جاؤ اور جو نہیں کر سکتے اُسے مالک کی مرضی سمجھو کہ نہیں ہوتا اور پھر درویش ہو جاؤ یا پھر مالک مانے نہ مانے وہ کام کر کے رہو۔ لیکن ایسی اطاعت میں بغاوت ہے۔ یا پھر مالک کو راضی کر لو کہ یہ کام میں نے لے کے رہنا ہے' پھر اس کا نتیجہ آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ حدیث شریف کا ایک حوالہ ہے کہ

اللہ کریم سے کبھی دعا کے ذریعے بادشاہت نہ مانگو کیونکہ اگر دعا کے ذریعے بادشاہت مل گئی تو اس کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی' اس اختیار کے اندر ہونے والے جرائم اور واقعات کی ذمہ داری تمہاری ہوگی۔ اور اگر وہ عطا کر دے تو وہ خود ہی حفاظت فرمائے گا۔ مطلب یہ کہ اس حد تک منع کیا گیا ہے کہ ایسی دعا نہ کرنا۔ ایک واقعہ سناتا ہوں تا کہ آپ کو سمجھ آ جائے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ایک درویش نے اپنے مرید کو یہ کہا کہ تو جو حج کرنے جا رہا ہے' جہاں مقبولیت کا مقام آئے وہاں دعا نہ کرنا ..... وہاں ایک مقام مقبولیت کا ہے جہاں جو بھی دعا کی جائے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ ..... تو پیر صاحب نے کہا کہ جب وہاں جاؤ تو دعا نہ کرنا۔ اس مرید نے بات تو سنی لیکن جب اس مقام پر پہنچا جہاں دعا کی قبولیت کا مقام تھا تو اس نے اپنے شیخ کی بات کو نظر انداز کر دیا' دعا مانگی اور وہ دعا قبول ہو گئی۔ وہ بیٹا جو دعا سے مانگا تھا' پندرہ سال کی عمر میں اس کا ایکسیڈنٹ ہوا اور وہ مر گیا۔ یہ شخص پاگل ہو کے قبر پر کپڑے پھاڑ کے بیٹھ گیا۔ وہاں وہ درویش آ گیا اور پوچھا بولتا کیوں نہیں؟ مرید کہتا ہے کہ جی میرا بیٹا مر گیا۔ درویش نے کہا تجھے کہا تو تھا کہ دعا نہ مانگنا' پندرہ سال پہلے جو دعا مانگی تھی یہ اس کا انجام ہے' میں دیکھ رہا تھا کہ دعا کے یہ امکانات ہیں مگر تم نے دعا کے ذریعے وہ مانگا اور پھر یہ حادثہ گزرا' اب اس کو برداشت کر' اب روتا کیوں ہے۔ مدعا یہ کہ آپ باز نہیں آتے اور اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر تلے ہوتے ہیں۔ آپ کی کتنی عمر ہو گئی ہے لیکن اس عمر تک بھی ابھی خواہشیں پوری نہیں ہوئیں اور ایک اور خواہش کا وقت آنے والا ہے' پھر آپ کا Time up ہو جائے گا' وقت ختم ہو جائے گا۔ ابھی ٹائم کی Allocation پوری نہیں ہوئی ہے' آپ سمجھتے ہیں کہ آپ نے وہ کام کیا ہی

نہیں جس کام کے لیے آپ آئے ہیں اور وقت جو ہے ختم ہوتا جا رہا ہے اور پھر وہ آ کر کہتا ہے کہ چلو جانے کا ٹائم ہے۔ انسان کہتا ہے ابھی تو آئے ہیں' بیٹھے ہیں' ابھی یہ خواہش پوری کرنی ہے' پھر دوسری خواہش شروع ہو گئی اور ٹائم دوسرا آ گیا۔ انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ تم زندگی کو اپنی تخلیق نہ سمجھو' اپنی زندگی کو اپنی تحریر کی ہوئی کتاب نہ سمجھو بلکہ اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے رکھو۔ دعا کو پورا کرانا ایک الگ چیز ہے اور تکلیف کو برداشت کر لینا ایک الگ بات ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ شور شرابا کرو اب یہ اللہ کی مرضی ہے کہ اس کو ٹھیک کرے یا نہ کرے۔ کچھ دعائیں ایسی ہوتی ہیں جو وقت کے بعد تاثیر لاتی ہیں۔ اقبالؒ نے ایک شعر کہا تھا کہ ؎

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

اب اس دعا کی تاثیر ذرا دیر سے آئے گی۔ اگر اللہ کریم آپ کی دعائیں جلد سننے لگ جائے مثلاً اللہ Spontaneous ہو جائے' Spontaneous کا مطلب یہ ہے کہ اِدھر بٹن دبایا اُدھر اللہ نے دعا سننی شروع کر دی' یعنی ہمارے سب کام جلدی کر دیے' جلدی ایکشن کر دیا' ہماری نیکیوں کا بدلہ جلدی دے دیا تو برائی کی سزا فوری آ جائے گی۔ جب آپ اپنی برائیوں کی سزا فوراً لینا نہیں چاہتے تو نیکیوں کے معاوضے فوری نہ مانگا کریں۔ یا تو اللہ سے کہو کہ ہر چیز فوری کر دے' تو عین ممکن ہے کہ آپ کی برائیاں جلدی سزا پا جائیں۔ اس لیے یہ کہو کہ برائیاں ہم نے چھوڑیں' نیکی کو بھی چھوڑا' دوسروں کی برائی ہم معاف کرتے ہیں' یا اللہ تُو مہربانی فرما۔ تکلیف کو برداشت کرنے سے ہزار گناہ معاف ہو جاتے ہیں ؎

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں تو وارے
دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

مطلب یہ کہ اگر وہ دکھ دے تو سکھ جو ہے اس کو دکھ پر وار دو کیونکہ اگر وہ اس طرح راضی رہتا ہے تو پھر یہی سہی۔ اگر اللہ راضی ہوتا ہے دکھ قبول کرنے سے تو وہ دکھ تو ہزار سکھ سے بہتر ہے۔ اس لیے آپ کو بہت پریشان ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ پریشانی کو ہی قبول کرلو۔ ایسے ہی فرمائشیں نہ کیا کرو کہ بیٹا پیدا ہو بیٹی پیدا نہ ہو' بیٹا کچھ سال بعد بڑا ہو جائے گا تو پھر کسی اور کی بیٹی مانگو گے۔ بیٹوں کے بعد پھر بیٹیاں مانگو گے' یعنی جتنے بیٹے ہیں ان کے لیے اتنی بیٹیاں ہونی چاہئیں۔ تمہارے گھر میں بیٹی پیدا ہوگی تو تمہیں کیا تکلیف ہے' کیا پرابلم ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ ہم اس لیے کہتے ہیں کہ بیٹے ہونے چاہئیں کیونکہ بیٹیاں چھوڑ کے چلی جاتی ہیں۔ یوں تو بیٹے بھی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں' بہو کے آنے کی دیر ہے اور پھر بیٹا گیا۔

ہوتا یہ ہے کہ تمہاری اپنی بینائیاں چھوڑ کر چلی جاتی ہیں' تمہاری رعنائیاں چھوڑ جاتی ہیں' تمہارا خیال تمہیں چھوڑ کر چلا جاتا ہے' تمہاری یادداشت تمہیں چھوڑ دیتی ہے' اور جب تمہیں یادداشت چھوڑ کر چلی گئی تو تمہیں اپنا نام بھول گیا۔ اس سے پوچھو کہ تُو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے پتہ نہیں میں کون ہوں' کیا نام ہے میرا؟ اب اس کا کیا نام رہ گیا ہے' جن کے دم سے نام تھا وہ نہ رہے تو نام کیا ہے۔ بیٹے باغی ہو گئے تو باپ کا نام نہ رہا اور باپ نہ رہا تو بیٹا کیا رہے گا۔ تو آپ کے نام واقعات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اگر کسی کا نام ''سرفراز'' ہے تو جب سرفرازی نہ رہی پھر سرفراز کہاں سے رہ گیا۔ اس لیے تکلیفوں کا ایک علاج

یہ ہے کہ برداشت کرلو۔ سب سے بڑی طاقت' سب سے بڑی قوت جو انسان کے پاس ہے وہ قوتِ برداشت ہے۔ قوتِ برداشت کی خوبی یہ ہے کہ وہ شخص کام کرنے پر تو قادر ہو لیکن اُسے اللہ کی رضا مان کر خاموش رہے۔ ایک واقعہ سن لو۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ مجھے اسم اعظم دو تا کہ میرے بگڑے کام بن جائیں۔ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں اسم اعظم تجھے کل دوں گا' آج تم سیر تفریح کرو اور کل آ کے اسم اعظم لے لینا۔ وہ بڑا خوش ہو کر سیر وتفریح کرتا رہا۔ جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے وہاں ایک واقعہ دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا لکڑہارا لکڑی کاٹ کر اپنی کمر پر لادے ہوئے جا رہا ہے۔ وہ بوڑھا آدمی بیچارہ مشکل سے لکڑی کاٹ کر لایا تھا اور دقت سے چل رہا تھا۔ اس کے دل میں بات آئی کہ میں اس کی مدد کروں۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ شہر کے کوتوال کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے کہا بابا! یہ لکڑی ہمارے گھر میں پہنچا دو۔ بابا نے کہا اس کی قیمت دے دو۔ اس نے کہا میں کوتوال ہوں۔ بابا نے کہا کیا کوتوال پیسے نہیں دیا کرتے' میں تو پیسے لوں گا۔ پھر ایسا واقعہ ہوا کہ کوتوال نے بابا کو مارا اور لکڑی اس سے چھین لی۔ بابا خاموش کھڑا دیکھتا رہا اور وہ آدمی سکتے میں اسے دیکھتا رہا کہ یہ کیسا واقعہ ہے' کہ اس بستی کے لوگ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ پھر وہ اپنے شیخ کے پاس گیا۔ شیخ نے کہا تم نے کیا دیکھا آج کے دن؟ صبح تجھے اسمِ اعظم دینا ہے' ذرا میں تیرے حالات دیکھ لوں۔ کہتا ہے جی میں نے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا۔ ایک بوڑھے کو ایک طاقت ور انسان نے' بااختیار انسان نے مارا' لکڑی بھی چھین لی اور پیسہ بھی نہ دیا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ شیخ نے کہا تیرے پاس اسم اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا؟ کہتا ہے کہ کم از کم میں

یوں ظلم نہ ہونے دیتا۔ شیخ نے کہا پھر بات سن' تُو تو ظلم نہ ہونے دیتا مگر مجھے اسمِ اعظم اسی بوڑھے سے ملا ہے' وہ میرا پیر ہے اور وہ بوڑھا جو ہے وہ لوگوں کو اسم اعظم دیتا ہے' اور وہ خود کتنی برداشت کرتا ہے کہ مار کھالی ہے لیکن اسمِ اعظم استعمال نہیں کیا اور اگر تمہارے پاس اسمِ اعظم ہوتا تو تم شام سے پہلے اُسے نیچ آتے اور اُس کو خواہشات پورا کرنے میں لگا دیتے' کبھی بچوں کے لیے' بیوی کے لیے اور کبھی کسی اور کے لیے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم خواہشات کو پورا کرتے کرتے اسمِ اعظم کا چراغ گل کر دو گے۔ اسمِ اعظم جن کے پاس ہوتا ہے ان کے پاس ظرف ہوتا ہے۔ جن کی دعائیں منظور ہوتی ہیں' وہ پھر بار بار دعائیں نہیں کرتے اور اگر دعا کی ہے تو ایسی کی ہے کہ زمانے بدل گئے ؎

داغِ سجود تیری جبین پر ہوا تو کیا!
وہ سجدہ کر کہ روئے زمیں پر نشاں رہے

تو یہ ہے بات کہ وہ سجدہ کرو کہ روئے زمین پر نشان رہے مگر تم تو چار سجدے کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کو پانچ لسٹیں بھیج دیتے ہو کہ اللہ میرے یہ یہ کام پورے کرنے ہیں کیونکہ میں تیری نماز پڑھ رہا ہوں۔ یہ تو پھر کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا یہ کوئی بات ہے کہ اللہ تمہارے کام کرتا جائے۔ تُو اُسے بندہ ہو کے قبول نہیں کرتا اور وہ خدا ہو کے تیری بات مانے۔ اس لیے انسان ہونے کی حیثیت سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ اللہ کے فیصلوں کو قبول کرو۔ قبول کرنے کے بعد جب تُو اس کا ہو گیا تو پھر اس کے بعد تجھے کوئی آرزو نہیں رہے گی۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی عبادت کرتے کرتے اللہ کی بارگاہ تک پہنچ گیا۔ اللہ کریم نے اس سے کہا کیا آرزو ہے تیری؟ اس نے کہا کہ میں اگر اب آرزو بیان کروں تو مجھ سے زیادہ بد بخت کوئی نہیں

ہے' یہی آرزو تھی کہ تُو پوچھ لے! مالک تک رسائی کے بعد دعا مانگنا بڑی ذلت کی بات ہے۔ اب جو رسائی ہوگئی ہے تو بن مانگے تیرے کام ہوتے جائیں گے۔ بات سمجھ میں آ گئی؟ تیرے کام جو ہیں بن مانگے ہوتے جائیں گے کیونکہ تُو قبول کرتا جائے گا' کچھ تکلیفیں آئیں گی جو تُو برداشت کر جائے گا' کچھ نقصانات ہوں گے وہ بھی برداشت کر لے گا' جو اللہ کا فیصلہ ہوگا وہی تمہارا فیصلہ ہوگا ..... اس لیے اپنے درجات میں اضافہ کرنے کی بجائے خواہشات کو پورا کرنے کی تمنا کو بدل ڈالو۔ انسان یہ خواہش کرے کہ یا اللہ میں تیرے سفر پر روانہ ہوا ہوں۔ اگر آپ اس سفر پر روانہ ہوئے ہیں تو یہ بڑی خوب بات ہے' اگر دنیا کی خواہش ہے' جہان کے معاملات کی خواہش ہے تو وہ تو کافروں کی بھی پوری ہوتی جا رہی ہے۔ اس لیے دعا کو زیادہ Involve نہ کیا کرنا۔ دعا یہ کریں کہ آپ پر باطن آشکار ہو جائے۔ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ دنیاوی تکلیف پر شور نہ مچانا' خاموش' بالکل لب سی دو اور کہو کہ یا تو اللہ جانتا ہے یا پھر نہیں جانتا۔ اگر وہ جانتا ہے تو مانگو نہیں اور وہ نہیں جانتا تو پھر مانگنے کا کیا فائدہ۔ اگر وہ جانتا نہیں ہے تو پھر مانگ کے کیا لینا ہے اور اگر اس پر تمہارا حال ظاہر ہے تو پھر وہ بن مانگے عطا کرنے والا ہے۔ جس نے بن مانگے تمہیں آنکھیں دی ہیں' نام دیا ہے' رزق دیا ہے' زندگی دی ہے' خیال دیا ہے' حال دیا ہے' روشنی دی ہے بلکہ سب کچھ دیا ہے' اب باقی کے کام بھی وہ بن مانگے کرے گا۔ آپ اطمینان سے اس کے راستے پر چلتے جائیں۔ شور نہ کریں اور جیب میں پرچی نہ رکھیں۔ جہاں بھی اللہ تعالیٰ مل گیا یہ نہ کہنا کہ یا اللہ یہ ہیں ہماری آرزوئیں۔ اپنی آرزوؤں کو اللہ کے حوالے کر دو' اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو اور ہمت کر کے حاصل کر لو۔ جہاں کہیں مشکل ہوگی

خود بخود مشکل کشا ہو جائے گی۔ مشکل کشا صرف پکارنے کی بات نہیں ہے بلکہ اُس کے راستے پر چلنے کی بات ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس زندگی کے اندر نظاروں سے خیال درست ہو جاتا ہے جب کہ نظاروں سے خیال خراب بھی ہو جاتا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ہمیں نظارے دنیا سے ملتے ہیں اور دنیا ہمارے سامنے ہے۔ اس دنیا کے اندر کافر بھی رہ رہا ہے اور پیغمبر بھی رہا ہے۔ کمال کی بات یہ ہے کہ دونوں کے راستے موجود ہیں۔ دنیا کے اندر مانگنے والوں کو اسی دنیا میں ایمان ملنا ہے اور کافر کو اسی دنیا سے کفر ملنا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے دن ایک بات بتائی تھی' ایک فقرہ سنایا تھا' آپ کو یاد ہوگا کہ یہ کائنات جو آپ کو نظر آتی ہے یہ کائنات عین حقیقت ہے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ عین حقیقت ہے اور ساری کائنات عکسِ حقیقت ہے۔ اور اس کائنات کے اندر کچھ بھی باطن نہیں ہے ربنا ما خلقت هذا باطلا کہ اے ہمارے رب جو کچھ بھی تو نے پیدا فرمایا یہ باطل نہیں ہے۔ پھر یہ کائنات حجابِ حقیقت بھی ہے اور اس کائنات میں حقیقت نظر نہیں آتی۔ اب یہ دونوں باتیں اپنے مقام پر صحیح ہیں۔ یہ خیر و شر کا ایک بُنا ہوا کپڑا ہے' خیر کا دھاگا چل رہا ہے' ساتھ دوسری لائن چل رہی ہے' اس کے اندر آپ نے ایک تار پر سفر کرنا ہے اور اسی کائنات میں شر نے پلنا ہے۔ آپ نے شر کو چھوڑنا ہے۔ اس خیر والے انسان کو اس کائنات میں اگر بدی نظر آ بھی گئی تو بھی وہ نیکی کی طرف جائے گا۔ اور وہ جو برا آدمی ہے اگر اسے پیغمبر ملے گا تو بھی وہ اُس کے مقابلے میں کھڑا ہوگا۔ تو پیغمبروں کے ساتھ لڑنے والے انسان اور پیغمبروں پر آج اتنے عرصے کے بعد درود بھیجنے والے انسان کون ہیں؟ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے کون تھے اور درود بھیجنے والے کون ہیں؟ آپ لوگوں

کے بڑے مقامات ہیں کیونکہ آپ دیکھے بغیر درود بھیجتے ہیں۔ ایمان بالغیب تو آپ کی مجبوری بھی ہے اور صداقت بھی ہے۔ تو ہم ایمان بالغیب کے لوگ ہیں۔ اس لیے یہ بڑے مقام کی بات ہے۔ اس کائنات میں آپ لوگوں کو جو حقیقت نظر آتی رہتی ہے' تو دراصل بات کیا ہے؟ حقیقت طلب کا نام ہے اور نظارے کا نام نہیں ہے۔ اگر حقیقت طلبی پیدا ہو جائے تو نظارے خود بخود آپ کے سامنے اپنا رخ ٹھیک کر لیں گے۔ مطلب یہ کہ جہاں آپ نے مصلّٰی بچھا لیا تو وہاں کعبہ کا کوئی نہ کوئی دروازہ کھل جائے گا اور اگر آپ اللہ کے باغی ہیں تو کعبہ سے ویسے ہی واپس آ جاؤ گے۔ وہ کہتے ہیں کہ ناں کہ اگر گدھا کعبہ کو چلا جائے' واپس آئے گا تو گدھا ہی رہے گا ع

خرِ عیسٰیؑ چوں بہ مکہ رود
گرش بیاید ہنوز خر باشد

تو مدعا یہ ہے کہ یہ آپ کا اپنا سفر ہے' اس میں نیک آدمی کو سارا راستہ نیک نظر آیا اور برے آدمی کو سارے راستے میں برے نظر آئے۔ آپ ایک کام کریں' ایک ٹیبل اپنے پاس رکھ لیں اور ٹیبل پر صرف تاش رکھ دیں اور چپکے سے بیٹھ جائیں۔ کچھ دیر بعد وہاں تاش کھیلنے والے جمع ہو جائیں گے۔ اسی طرح نیکی ہے' ایک چراغ جلتا ہے تو پھر روشنی لینے والے آ جاتے ہیں۔ بس دیکھنا یہ ہے کہ آپ کرنا کیا چاہتے ہیں اور آپ کے دل میں کیا ہے۔ اگر آپ کے دل سے نیکی کا خیال اس سفر میں شامل ہو گیا تو سارے سفر میں آپ نیک نظارے تلاش کریں گے۔ اگر ایک آدمی ہے جسے قوالی کا شوق ہے اور وہ بیتاب ہو کر گھر سے باہر نکل آیا اور

کہتا ہے کہ قوالی سننے کی تمنا ہے مگر دور دور سے کوئی آواز نہیں آ رہی' وہ بیچارہ بڑا پریشان سرگرداں پھرتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد دیکھے گا کہ در و دیوار سے قوالی کی آواز آ رہی ہے' ایک آوازِ دوست آ رہی ہے۔ تو یہ اس کی اپنی آواز ہے۔ تو کیا آواز آتی ہے اسے؟ ؎

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست
از کجا می آید ایں آوازِ دوست

شاعر کہتا ہے کہ یہ جو ساز ہے اس میں خشک لکڑی' خشک چمڑہ' اور خشک تار لگی ہوئی ہے مگر اس کے اندر سے پھر بھی میرے دوست کی آواز آتی ہے۔ تو ستار کے اندر کی آواز ادھر سے آ رہی ہے یعنی دوست سے۔ یہ دوست کی آواز کہاں سے آتی ہے؟ یہ آواز اپنے کان کی ہوتی ہے۔ ایک شعر سنو تو سمجھ میں آ جائے گا۔ ''گوشِ مشتاق'' شوق رکھنے والا کان ہوتا ہے ؎

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

تو شوق والا کان رکھنے والا کہتا ہے کہ آواز نہیں ہے لیکن میں نغمہ سن رہا ہوں۔ وہ کون سا نغمہ سن رہا ہے؟ اُس سے یہ پوچھو کہ بھئی تو کون سا نغمہ سن رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں وہ نغمہ سن رہا ہوں جو ابھی اس کے اندر سے پیدا نہیں ہوا۔ تو یہ تو آپ کے شوق کی بات ہے۔ اگر شوق نہ ہو تو کائنات میں کچھ بھی نہیں ہے' پھر لاہور میں کوئی کام کا بندہ ہی نہیں ملتا' اور یہ کہ لاہور بھی کوئی شہر ہے۔ اور اگر شوق سے دیکھو تو یہ سارا شہر نیکوں سے بھرا ہوا ہے۔ لاہور میں سینما گنوانے لگو تو بہت سارے ہیں اور اگر آپ مزار گنوانے لگ جاؤ تو داتا صاحب ؒ' میاں میر

صاحبؒ اور پھر گنتے ہی جاؤ' اتنے مزار ہیں' تو لاہور میں ہزار ہا مزار اور ہزار ہا خانقاہیں ہیں۔ مادھو لال حسینؒ سے نکلو تو آگے کوئی نہ کوئی آستانہ' کوئی نہ کوئی مزار ہے' اور پھر بی بی پاک دامنؒ سے لے کر شاہ جمالؒ تک سارے مزار ہی مزار ہیں۔ یہ دیکھنے والے کی مرضی ہے کہ اُسے کیا نظر آیا۔ دیکھنے والے کا شوق نظارے کے اندر حسن پیدا کرے گا اور دیکھنے والے کی بیزاری جو ہے وہ نظاروں کو زنگ آلود بنا دے گی۔ اس لیے برے آدمی کو برائی نظر آئے گی اور اچھے آدمی کو اچھائی نظر آئے گی۔ تو یہ کائنات نظارے Feed کرتی ہے' نظارے خوراک دیتے ہیں نظر کو' ارادوں کو' Intentions کو' نیتوں کو ..... نیت جیسی ہوگی ویسا نظارہ آپ کو ملے گا۔ جیسا آپ کا اندازِ نظر ہوگا ویسا نظارہ ملے گا۔ اللہ والوں کے لیے یہ کائنات مظہرِ الٰہی ہے' گناہ گاروں کے لیے یہ کائنات حجاب ہے اور ولی اللہ کے لیے ولی اللّٰہی ہے۔ یہ کائنات باغیوں کے لیے بغاوت کا ذریعہ ہے۔ شیطان والوں کے لیے یہ کائنات شیطانی کاروبار کا مرکز ہے۔ ملاوٹ والے ملاوٹ کریں گے اور ملاوٹ والے لوگوں سے ملیں گے کر کر لمبے ہاتھ' اور نیک سے نیک ملے گا۔ وہ دو آدمی ہم سفر سمجھے جاتے ہیں جو کہ ہم خیال ہوں۔ اس کی ایک مثال مولانا رومؒ نے دی ہے کہ کبھی کبھی ہم نے دیکھا ہے کہ بظاہر دو ساتھی ہم جنس نہیں ہوتے مگر ہم سفر ہوتے ہیں۔ مولاناؒ نے کہا ہے کہ ایک واقعہ میں نے دیکھا کہ دریائے دجلہ کے کنارے ہنس اور کوا مل کر چُگ رہے تھے۔ میں نے سوچا ہنس کدھر اور کوا کدھر..... یہ کیا ہے؟ یہ کیا راز ہے کہ دونوں کی جنس الگ الگ ہے لیکن دریا کے کنارے دونوں ایک جگہ چُگتے جا رہے ہیں۔ پاس جا کے دیکھا تو دونوں زخمی تھے۔ تو بعض اوقات غیر جنس جو ہیں وہ زخمی ہونے سے ہم

جنس ہو جاتے ہیں' کیونکہ ان کا زخم ایک ہوتا ہے۔ ہسپتال میں جاؤ تو سارے ایک دوسرے کے ساتھ ہمدرد ہو جائیں گے' ایک بیڈ والا دوسرے بیڈ والے کے ساتھ ہمدرد ہو جائے گا۔ تو اس لیے آپ کا اپنا خیال آپ کو آپ کے ہم خیال تک پہنچاتا ہے۔ ہم خیال کی کوئی دعوت نہیں ہوتی ہے کہ اخبار میں اشتہار آئے کہ فلاں خیال والے لوگ اکٹھے ہو جائیں۔ آپ کا اپنا خیال کشاں کشاں ہم خیال تک لے جاتا ہے۔ یہ آپ کا جذبہ ہے کہ حسن والوں کی تلاش کرنے والوں کو اس کائنات میں حسن ملتا ہے یعنی عشق والوں کو عشق ملتا ہے' پیسے والے کو پیسہ ملتا ہے اور وہ کاروبار کرے گا۔ کوئی ایسے بھی کاروباری لوگ ہوتے ہیں کہ اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ میاں نے پوچھا ہے کہ تجھے دوزخ میں ڈالوں کہ جنت میں تو وہ کہیں گے کہ جہاں دو پیسے زیادہ ملیں وہاں ڈال دو۔ یہ تو اِن کے فائدے کی بات ہے۔ اگر اسے کہو کہ تو دھوپ سے بچ اور سائے میں کھڑا ہو جا تو وہ کہتا ہے کہ اس کا کیا دو گے۔ مطلب یہ ہے کہ اس بیچارے کا مدعا پیسہ ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ یہ جو ہے میرا دوست ہے بڑا اچھا ہے کیونکہ مجھے اس سے دولت کا فائدہ ہو گا اور دوسرے دوست کا کہتا ہے کہ اس سے میں نے دوستی چھوڑ دی ہے کیونکہ اس سے مجھے فائدہ ہی نہیں اور اس سے منفعت کوئی نہیں ہے۔ تو کچھ لوگ رشتوں کو منفعت سے ماپتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو رشتوں کو حسن سے ماپتے ہیں یعنی کہ حسن اور حسنِ خیال۔ خیالِ حسن کی یہ خاص بات ہے' یہ حسنِ خیال ہے کہ انسان شاعر بن جائے تو شعر سننے والوں کو اکٹھا کر لیتا ہے' کہتا ہے کہ ایک نیا شعر ہوا ہے۔ پھر اُسے داد ملتی ہے۔ سب کو داد کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسا انسان ہو ویسی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اگر کسی آدمی کے پاس گلا یعنی

آواز ہو تو وہ سننے والوں کو بلائے گا۔ اور اگر آواز سننے والا کوئی نہ ہو تو صاحبِ گلا کیا کرے گا' یہ تو مر جائے گا یا پھر پاگل ہو جائے گا۔ اگر چہرہ خوب صورت ہو اور دیکھنے والی آنکھ نہ ہو تو بندہ مر ہی جاتا ہے۔ تو خوب صورت چہرے کا حق ہے کہ دیکھنے والی آنکھ اس کو پہچانے۔ اس طرح لوگ ہم خیال بنتے ہیں۔ ایک کا چہرہ ہوتا ہے اور دوسرے کی نگاہ' اس طرح وہ دونوں ہم خیال ہو جاتے ہیں۔ حسن پرست آنکھ کو جلوہ مل جائے گا اور جو اندھا ہے اس کو اندھیرا مل جائے گا۔ حسن جو ہے اس کے پاس مکمل حسن کی خواہش ہو گی اور اس کو حق نظر آئے گا۔ یہ کائنات نور ہے۔ کیا ہے؟ یہ نور ہے' جلوہ ہے' اور ہر طرف نور ہے بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اب جس کی یہ نگاہ ہے کہ ہر طرف جلوۂ نور ہے تو ستارے روشن' دل روشن' سورج روشن' بندے روشن' نگاہ روشن' خیال روشن' افکار روشن اور پھر ہر شئے میں روشنی ہے۔ اور جس آدمی کے ہاں اندھیرا ہو وہ کہتا ہے کہ رات اندھیری ہے' پریشانی کا عالم ہے' دن بھی اندھیرا' لوگوں کے دل بجھے ہوئے ہیں' دل افسردہ' لب خشک' آنکھیں پرنم' غم ہی غم ہیں' میز چپ چاپ' گھڑی بند' کتابیں خاموش' بڑی پریشانی ہے۔ اس سے پوچھو کہ تم کہاں رہتے ہو تو وہ کہتا ہے غم اور دکھ میں رہتے ہیں۔ کہتا ہے کب سے؟ کہتا ہے جب سے دنیا میں آیا ہوں' جہانِ رنگ و بو میں آیا ہوں۔ اس سے پوچھو کہ تیرا کیا حال ہے تو کہتا ہے وہی برا حال ہے' وہی کل والا حال ہے' اب آپ سے کیا پوچھنا' آپ کا بھی برا حال ہو گا' بم کی خبر سنو' دھماکہ ہوا ہے' بم' پریشانی' چھتیں گر گئیں اور بندے مر گئے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اس کا حل یہ ہے کہ تم توبہ کر لو اور جو مر گئے ہیں ان کے لیے دعا کرو' اس لیے کہ تم چونکہ مرے نہیں اس لیے دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں معاف کر۔ تو کسی وقت بھی کچھ ہو

سکتا ہے اس لیے خدا کی طرف رجوع کرو۔ تکالیف بندوں کو باغی بنا دیتی ہیں اور تکالیف ہی بندوں کو خدا کی طرف مائل کرتی ہیں۔ برے آدمی کے لیے تکلیف بہت بری شئے ہے اور اچھے آدمی کے لیے تکلیف بہت اچھی شئے ہے۔ اب بتاؤ تم کون ہو؟ اگر تم اچھے ہو تو یہ تکلیف جو ہے اللہ کی طرف سے خاص مہربانی ہے۔ غریبی یا تو اللہ کے قریب کر دے گی یا پھر اللہ سے باغی کر دے گی۔ جس آدمی کو غریبی اللہ سے باغی کرے یہ اُس آدمی کے اوپر سزا ہے اور جس کو غریبی اللہ کے قریب کر دے تو سمجھو کہ غریبی اس پر اللہ کی عنایت ہے' غریبی تو غریب نواز ؒ کی باتیں ہیں ؎

غریبی پیغمبرؐ کے گھر کی عطا' غریبی ادا شاہِ مشکل کشاءؑ
غریبی متاعِ غریب نوازؒ غریبی میں ہے آدمیت کا راز

مطلب یہ ہے کہ اگر بات سمجھ آ جائے تو غریب الوطنی جو ہے یہ تو عطا ہے۔ کچھ درویش کسی کو سزا دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اللہ کرے تو امیر بن جائے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کرے تو گمراہ ہو جائے' یعنی اللہ تجھے امیر بنا دے۔ اور جب درویش خوش ہوتے ہیں تو اپنے کسی آدمی کو کہتے ہیں کہ اللہ کرے تو فاقے میں رہے۔ سارے درویش فاقے میں پلے ہیں اور ان کے سارے اپنے فاقوں میں رہے ہیں۔ فاقوں سے مراد یہ ہے کہ تجھ کو غنا مل جائے' تو غنی ہو جائے اور دولت سے بے نیاز ہو جائے۔ غنی کون ہوگا؟ جو دولت سے بے نیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جمع کرنے والا مال گننے والا کیا فلاح پائے گا کہ مال کو گنتے رہنا اور جمع کرنا اس کا کام ہے جمع مالا و عددہ۔ اس لیے راضی رہنے کے لیے کوئی مقدار نہیں کہ کتنی چیز ہو۔ تو آپ راضی رہیں' جو کچھ ہے وہیں راضی ہو جائیں۔

یہ نہ کہنا کہ اور دے دو تو راضی ہو جاتا ہوں۔ تو آپ کم پر ہی راضی ہو جائیں اور ابھی راضی ہو جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ راضی ہونے کے لیے ایک اور مکان ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر ہی راضی ہو جائیں۔ جو اَب راضی نہیں ہوا وہ کل بھی راضی نہیں ہوگا۔ جو آج خوش نہیں ہے وہ کل بھی خوش نہیں ہوگا۔ Amendment کی خواہش' اصلاح کی خواہش' زندگی میں حاصل کرنے کی خواہش' زندگی میں کچھ داخل کرنے کی خواہش' یہ سب فالتو خواہشات ہیں ..... اگر اس میں کمی ہے تو بھی راضی ہو جاؤ' بیشی ہے تو پھر بھی راضی ہو جاؤ۔ پھر یہ کائنات آپ کو جلوۂ نور نظر آئے گی۔ اور نگاہ کو اس وقت نور نظر آتا ہے جب نگاہ میں کوئی جلوہ ہو۔

کہتے ہیں ہیر وارث شاہؒ کی ہے' رانجھے کی نہیں ہے اور اب وارث شاہؒ مالک ہے ہیر کا بھی اور رانجھے کا بھی' بلکہ اس سارے کارخانے کا۔ اب ہیر سے یہ پوچھا جائے کہ تو نے رانجھے کے پاس جانا ہے یا وارث شاہؒ کے پاس' تو وہ کہے گی وارث شاہؒ ہمارے پیر ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک عشق والا آیا اور وہ سارے عشق کا مالک بن گیا۔ آج اس نے ہیر کو ولی اللہ بنا دیا۔ وارث شاہؒ کے حق میں سلام ہونا چاہیے یعنی کہ ایک عام محبت کا قصہ ہے' ہیر کی رانجھے کے ساتھ' مگر وارث شاہؒ نے جذبوں کو ایسا نام دے دیا' ایسا کلام دے دیا کہ رانجھا جو ہے ؎

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

اب لوگ کہیں گے سبحان اللہ' سبحان اللہ' حق اللہ ہو! تو رانجھا ایک ایسا نام بنا دیا' اس حد تک وارث شاہؒ نے کمال کر دیا۔ تو ایک جلوے والا آیا اور اُس نے اندھیرے کو بھی جلوہ بنا دیا۔ تو بعد میں کوئی ایسا آدمی آ جائے تو وہ وہاں بھی نور پیدا

کر دیتا ہے۔ ایک چراغ جلا دیا وارث شاہؒ نے' جب وارث شاہؒ کے پاس ہیر رانجھے کی داستان آ گئی۔ یہ ہے لکھنے والے کی بات۔ ''سیف الملوک'' کا آپ کو کیا پتہ کہ سیف الملوک کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ''سیف الملوک'' ایک لفظ ہے' کیا یہ کسی بادشاہ کا نام ہے یا کسی جھیل کا نام ہے' ہمیں یہ پتہ نہیں لیکن اتنا پتہ ہے کہ یہ میاں محمد صاحبؒ کا کلام ہے۔ میاں محمد صاحبؒ نے ایک معمولی سی کہانی جو پریوں کا اور جنوں کا قصہ ہے' اس کو داستانِ فقر بنا کر پیش کر دیا' یعنی کہ ''سیف الملوک'' کو بادشاہوں کی تلوار بنا دیا اور فقر کی داستان بنا دیا ..... تو یہ ہے نورانی آدمی کی بات۔ نورانی انسان سادہ کہانی کو بھی نورانی بنا گیا۔ امیر خسروؒ نے لیلیٰ مجنوں کا ایک قصہ لکھا ہے۔ جامیؒ نے لیلیٰ مجنوں کی داستان لکھی ہے' تو ہر طرف جلوہ ہے' کائنات جلوہ' درخت جلوہ' اس چیز کو غور سے دیکھتے جاؤ' وقت گزر جائے گا لیکن جلوہ ختم نہ ہوگا۔ پھول کو اگر دیکھو تو دیکھتے چلے جاؤ گے۔ مخلوق سے خالق کو دریافت کرنا' یہ جلوے کا کام ہے ..... بلکہ یوں کہو کہ کثرت سے واحد کی تلاش کرنا جلوہ ہے۔ جو اللہ کی طرف رجوع کرائے وہ مہربانی بھی ہو سکتی ہے' وہ عنایت بھی ہو سکتی ہے اور مال بھی ہو سکتا ہے۔ تو ہر وہ چیز جو آپ کو اللہ کی طرف رجوع کرائے وہ رحمتِ حق ہے۔ اللہ اپنے بندوں کی تلاش میں ہوتا ہے۔ اسے پتہ ہے کہ اس نے ہمارے لیے کیا مقرر کر رکھا ہے' خزانے نیکی کے اور عرفان کے' اور بندہ کدھر پھر رہا ہے؟ اللہ اسے کہے گا تُو میری طرف واپس آ جا اور پھر اسے آگے جا کر کوئی بندہ مل جائے گا۔ تو رحمتِ حق جو ہے یہ اللہ کے بندے لے کے پھرتے ہیں اور بندوں کو جا کر پکڑتے ہیں اور گناہ سے نکالتے ہیں۔ انسان خدا کی تلاش کرتے کرتے خدا کے بندے تک پہنچ جاتا ہے اور خدا کا بندہ جو ہے

اسے خدا کی راہ دکھاتا ہے۔ اس کے بعد سارے بندے اللہ کی طرف لوٹ جاتے ہیں' بتانے والا بھی اور سننے والا بھی' چل سو چل' پھر میلہ ختم ہو گیا۔ جب تک یہ میلہ ہے تب تک یہ رونقیں ہیں۔ میلے کا مطلب یہ ہے کہ میلہ Enjoy کرو' لطف اٹھاؤ اور اپنا رخ صحیح رکھو۔ صحیح رخ یہ ہے کہ ہم ہر وقت اللہ کی طرف جانے کے لیے تیار رہیں انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی ہم اللہ کے لیے ہیں' اسی کے نام پہ یہاں ہیں اور پھر اس کی طرف جانے کے لیے تیار ہیں ..... باقی یہ کہ آج کل ہم میلہ دیکھ رہے ہیں' یعنی جو میلہ اس نے دکھایا ہوا ہے' اس پر ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ شکر ادا کرنے والوں کے لیے یہ کائنات بڑا راز ہے' بڑا جلوہ ہے۔ گلہ کرنے والے کے لیے یہ کائنات آزمائش ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ گلہ کرنے والا آزمائش سے بچ نہیں سکتا اور شکر کرنے والا لطف سے بچ نہیں سکتا۔ شکر کرنے والے کو لطف مل کر رہے گا' لطف ملے گا' رونق ملے گی اور اس کا دل شاد رہے گا۔ بس وہ کبھی گلہ نہ کرے۔ ویسے بھی گلہ کس سے کریں' جو جانتا ہے اُس سے کیا گلہ کرنا۔ اس لیے گلہ نہ کرو تو زندگی لطف بن جائے گی اور اگر تم گلہ کرو گے تو آزمائش بن جائے گی' پھر آزمائش سے بچنا مشکل ہے۔ زندگی کو آزمائش کون بناتا ہے؟ آپ خود' آپ گلہ کرتے ہیں کہ بڑی مصیبت ہے' یہ کوئی حالات ہیں' کوئی واقعات ہیں' یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اور اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ زندگی بڑی خوب صورت ہے' اچھے دن گزر رہے ہیں' اچھا وقت گزر رہا ہے' جو ہوا' اچھا ہوا' جو ہو رہا ہے اچھا ہو رہا ہے اور جو ہو گا اچھا ہو گا۔ تو اتنا کہنے سے حالات بدل جائیں گے' اتنا کہنے سے حالات درست ہو جائیں گے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ ایک جلوے والے کا واقعہ سنو۔ وہ ایک جگہ سائل بن کے آیا اور اس مزار شریف

پر آتے ہی وہ اونچا اونچا بولنے لگ گیا۔ وہ سب سے Openly address کر رہا تھا۔ صاحب مزار سے کہنے لگا آپ کیا سمجھتے ہیں کہ میں آپ کے پاس پیسے لینے آیا ہوں' میرے پاس پیسے ہوتے تو میں آپ کو دے دیتا۔ اس کی بات کا لوگوں پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے پیسوں کا ڈھیر لگا دیا۔ وہ بولا ہمیشہ تو ہی دیتا ہے' تو ہی دینے والا ہے۔ پھر اس نے تھوڑے سے پیسے اٹھائے اور بولا کہ جتنی ضرورت تھی وہ لے چلا ہوں' باقی تیرے فقیروں کو دے چلا ہوں ..... مدعا یہ ہے کہ خوشگوار خیال والے کے لیے یہ کائنات خوشگوار ہے' ظریف کو ظرافت مل جائے گی اور رونے والے کو رونا مل جائے گا۔ سارے انسان ایک جیسے ہیں اور ؎

اک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں

اگر دو انسانوں کا ایک جیسا خیال ہے تو کثرت سے وحدت کی تلاش جو ہے یہ جلوہ ہے اور وحدت سے کثرت کی طرف تلاش جو ہے یہ جلوہ ہے۔ بندوں کو خدا اور خدا سے بندوں کو پانا ہے۔ کائنات میں خیر ہے تو شر بھی ہے' خیر والے کے لیے کائنات خیر ہے اور شر والے کے لیے شر ہے۔ ماننے والوں کے لیے یہ کائنات پوری عبادت گاہ ہے اور باغیوں کے لیے یہ بغاوت کی جگہ ہے۔ یہ حیرت کدہ ہے اور باغیوں کے لیے یہ وقت کا حیرت کدہ کہلاتا ہے جب کہ ماننے والوں کے لیے یہ عبادت گاہ ہے اور ان کے لیے اللہ کے جلوے ہر طرف عام ہیں ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا
وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت
گر سرِ معرفت کو پاوے شعور تیرا

بس آپ اس معرفت کو دیکھیں تو آپ کا سوال ختم ہو جاتا ہے اور پھر آپ نہیں گے کہ یہ کائنات نیک کے لیے جلوہ ہے اور شر والے کے لیے جلوے کی رکاوٹ ہے۔ تو اچھا برا کون ہوا؟ آپ خود ہو گئے۔ ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی اگر الگ الگ خیال رکھتے ہیں تو یہ کائنات انہیں الگ الگ راز دے گی۔

سوال:

رحمتِ حق کس طرح انسانوں کے کام آتی ہے؟

جواب:

رحمتِ حق شکار کرتی ہے انسانوں کا اور گناہ میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو شکار کر کے لاتی ہے۔ یوں وہ گناہ گاروں کی تلاش میں ہے۔ کیسے تلاش میں ہے؟ کہ انسان غافل ہے اور وہ اس کو جگاتی ہے۔ ہمارا حاصل دراصل اس کی عطا ہے اور ہماری کوشش کا ذریعہ نہیں ہے۔ تو رحمتِ حق سورج کی کرنوں کی طرح اندھیروں کے تعاقب میں جاتی ہے اور روشنی فراہم کرتی ہے۔ اس طرح رحمت حق جو ہے یہ گناہ گاروں کے تعاقب میں جاتی ہے اور کہتی ہے کہ کدھر غافل پھرتے ہو' ادھر آؤ ..... جب کوئی نہ کوئی جلوہ دینے والا بندہ وہاں پہنچ جائے گا تو فیض مل جائے گا۔ یہ ہے رحمتِ حق۔ رحمتِ حق جو ہے یہ خاص واقعہ ہے جو آپ کو حق کی طرف رجوع کرائے گا۔ وہ واقعہ جو اللہ کی طرف رجوع کرائے وہ حادثہ بھی ہو سکتا ہے' تکلیف بھی ہو سکتا ہے' وہ پریشانی بھی ہو سکتا ہے' وہ غریبی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال:

غم کی صورت میں انسان اللہ کے قریب کیسے ہوسکتا ہے؟

جواب:

ایک آدمی قبرستان سے گذرا تو ایک شکستہ قبر دیکھ کے بولا ۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو جا پڑا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
آئی صدا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھو کسی کا سرِ پُر غرور تھا

اس نے دیکھا کہ ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں اور آواز آئی کہ اے بے خبر دیکھ کے چل کہ میں بھی کبھی پُر غرور انسان کا سر ہوتا تھا اور آج میں اس حالت میں پہنچا ہوا ہوں۔ تو وہ آدمی جو تھا وہ رو پڑا .....

دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک ہنس رہا ہے اور دوسرا رو رہا ہے۔ ایک نے پوچھا تو ہنس کیوں رہا ہے؟ دوسرے نے کہا تیرے رونے پہ ہنسی آتی ہے۔ اس نے کہا تو کیوں رو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تیری ہنسی پہ رونا آ رہا ہے۔ تو بات اتنی سی ہے کہ رونے والا رو رہا ہے اور ہنسنے والا ہنس رہا ہے۔ یہ کائنات دونوں کے لیے الگ جلوہ ہے' بالکل الگ جلوہ۔ جو فانی ہے اُس کو اس کائنات میں فنا مل کر رہے گی۔ کہتا ہے چار دن کا میلہ ہے اور کیا ہے' یہ سب کیا ہے' ہر شئے فانی ہو جائے گی۔ اور جس کا باقی کے ساتھ تعلق ہو جائے گا وہ کہتا ہے کہ ہر شئے باقی ہے' ہر چیز موجود ہے' اس کا جلوہ عین موجود ہے ۔

تو یہ سب آپ کا اپنا خیال ہے۔ لہٰذا آپ اپنے خیال کی اصلاح کریں۔ اپنا نام آپ خود رکھیں' اپنے گلے آپ بند کریں' کچھ فیصلے اللہ کی طرف سے ہونے دیں اور کچھ اپنی طرف سے فیصلے کر لیں۔ پہلے فیصلہ یہ کرو کہ تم نے راضی رہنا ہے کہ نہیں رہنا۔ راضی وہ ہے جو تقاضا نہ کرے۔ تو راضی کون ہے؟ جو تقاضے نہ کرے۔ ایک تو سائل ہوتا ہے کہ اُس نے آواز دی اور سوال پورا کرا کے چلا گیا اور دوسرا طالب ہوتا ہے' وہ دروازے پر بیٹھنے والا ہوتا ہے اور وہ سوال نہیں کرتا۔ طالب ہونا جو ہے یہ بہت بہتر ہے کہ وہیں کے ہو رہو اور جو وہ عطا کرتا ہے اس پہ راضی ہو جاؤ۔ تو وہ بس وہیں اس در کے ہو گئے۔

سوال:

سر! شکر کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب:

شکر کی کئی صورتیں ہیں۔ شکر کی ایک صورت یہ ہے کہ گلہ نہ ہو' بندوں کا گلہ بھی نہ ہو' خالق کا گلہ بھی نہ ہو' زندگی کا گلہ بھی نہ ہو اور شب و روز کا گلہ نہ ہو۔ زندگی کا حاصل اور محرومیوں کے حوالے سے جائزہ نہ لینا شکر کی تعریف ہے۔ تو اسے حاصل اور محرومیوں کی شکل میں نہ تولو' یہ بھی شکر ہے۔ زندگی میں نہ کچھ کھونا ہے اور نہ پانا ہے بلکہ آنا اور چلے جانا ہے۔ شکر کی بات یہ ہے کہ زندگی میں اپنی Comfort کو عطا کرنے والے محسنوں کو تلاش کرو اور پھر محسن کا احسان ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے شکر کی یہ شکل بتائی ہے کہ جس نے انسان کا شکر ادا نہ کیا اس نے میرا شکر کیا ادا کرنا ہے۔ پہلی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو یعنی

First and Foremost بات یہ ہے۔ جب ان کا شکر ادا کر لیا تو پھر اپنے محسنوں کا شکر ادا کرو' پھر اپنے اُن قواء کا شکر ادا کرو جو آج تک مفلوج نہیں ہوئے' اپنے ہاتھ کا شکر ادا کرو کہ تیری مہربانی کہ تُو ابھی تک چلتا جا رہا ہے' جو بھی نعمت موجود ہے اس پر شکر ادا کرو۔ جو گیا اس کو بھول جا اور جو بچا ہے اس پر شکر ادا کرو۔ شکر تکالیف میں گنگناتا ہے۔ اس لیے شکر والا تکالیف کا اعلان نہ کرے تو یہ شکر کی انتہائی شکل ہے۔ یعنی تجھے تکلیف ہے اور ساری دنیا کو نظر آ رہی ہے' اللہ کو تو اس تکلیف کا پہلے ہی پتہ ہے کیونکہ وہی تو تکلیف بھیجنے والا ہے' تو تکلیف کا اظہار نہ کرنا شکر کے درجے میں داخل ہونے کے برابر ہے۔ لہٰذا اپنی تکلیف کا اظہار نہ کرنا بلکہ جو تکلیف ہے اسے دل میں رکھنا۔ اس لیے پہلی بات یہ ہے کہ تو تکلیف کو برداشت کرے تو یہ آدھا شکر ہے اور پھر تکلیف پر مسرت کر کیونکہ اللہ کو یہی پسند ہے' یہ چٹھی خود اس نے لکھی ہے' کسی زمانے میں اس نے راحت کی چٹھی لکھی تھی جو تمہیں بڑی پسند آئی' اور اب یہ تکلیف والی چٹھی اس کی لکھی ہوئی ہے۔ تو یہ جو چٹھی آ گئی ہے اس کو بھی پسند کر۔ وہ بھی قبول کر۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ تو یہ شکر کے درجے ہیں۔ شکر کرنے والا انسان اپنی نعمتوں میں' جو اس کے پاس ہیں' ان میں دوسروں کو شریک کرنا پسند کرے گا' اُن لوگوں کو شریک کرے گا جو اس نعمت سے محروم ہیں۔ تو شکر کی صحیح تعریف کیا ہے؟ اپنی آسائشوں میں' اپنے پاس حاصل ہونے والی نعمتوں میں ان لوگوں کو شریک کرنا جن کے پاس یہ آسائشیں اور نعمتیں نہیں ہیں۔ شکر جو ہے فیاض ہوتا ہے' عطا کرتا ہے' غریب ہو کے بھی فیاض ہوتا ہے۔ غریب بھی بڑا سخی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ سوال کیا کسی نے کہ آپ یہ جو کہہ رہے ہیں تو غریب کیسے سخی

ہوسکتا ہے' سخی تو اللہ کا دوست ہوتا ہے اور جو امیر ہو وہ تو سخی ہوسکتا ہے لیکن غریب کیسے سخی ہوسکتا ہے؟ غریب بھی سخی ہوسکتا ہے اگر وہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے۔ اس طرح وہ سخی ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غنی ہو گیا۔ اگر آپ تکلیف میں ہیں تو اپنے حالات کو لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔ اور اگر آپ آسانی میں ہیں تو لوگوں کو اس میں شریک کریں۔ لوگوں کو اپنے غم میں Involve نہ کرنا۔ ان کے پاس پہلے ہی بڑے غم ہیں۔ شکر کا مطلب یہ بھی ہے کہ لوگوں کو آپ اپنے اعمال سے' اپنے مال سے' اپنے خیال سے آسانی عطا کرو۔ یہ زندگی کا شکر ہے کہ لوگوں کی زندگی سے Burden' بوجھ کم کرو اور لوگوں کو آسانی دو۔ زندگی کا شکر یہ ہے کہ یہ زندگی' زندگی کے کام آئے۔ شکر کی ایک اور کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انسان جو ہے وہ ہمہ حال سجدے کی کیفیت میں رہے۔ شکر جو ہے یہ سرنگوں ہو جاتا ہے۔ شکر والا پھل دار شاخ ہے جو جھک جاتی ہے اور گلہ جو ہے یہ بے ثمر شاخ ہے جو اکڑ جاتی ہے۔ گلہ ہمیشہ بے ثمر رہتا ہے اور شکر جو ہے یہ ثمر دار شاخ کی طرح ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔ شکر کے اندر Wisdom' دانائی پیدا ہو جاتی ہے اور گلے کے اندر انسان Barren' ویران ہو جاتا ہے اور وہ Complaint' گلہ' شکوہ' شکایت کرتا ہے' پھر وہ جو پروگرام بناتا ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے' پھر بنائے گا تو پھر ٹوٹ جائے گا اور شکر کرنے والے کا کوئی پروگرام نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اسے بنا بنایا پروگرام ملتا ہے۔ اس لیے شکر کرنے کی بے شمار حالتیں ہیں' ہر حال شکر والا حال' ایک عادت ہے' ایک کیفیت ہے اور ایک مزاج ہے۔ شکر کرنے والے ہر حال میں شکر کریں گے۔ آپ اپنی زندگی بناؤ' ضرور بناؤ لیکن زندگی کو بوجھ نہ بناؤ۔ تو آپ جو زندگی بنا رہے ہیں اب اس کو بوجھ نہ بنا لو۔ اس طرح زندگی آزمائش

ہے اور تمہیں Heart Trouble دل کی تکلیف ہو جائے گی۔ جیسے بھی زندگی گزر رہی ہے بس گزر رہی ہے' ٹھیک ہے' آج کا دن جو گزرا بس گزر رہی گیا' آج کے دن کی شام ہوگئی ہے جب کہ صبح آپ کہہ رہے تھے کہ شام نہیں ہوگی۔ اکثر صبح ہو تو دل میں آتا ہے کہ آج شام کیسے ہوگی' آج کی شام نہیں ہو سکتی' دن بڑا مشکل گزرے گا لیکن یہ گزر گیا۔ یہ گھڑی بھی گزر جائے گی اور پھر مرنے کا وقت آ جائے گا۔ پھر کیا ہوگا؟ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے یہ وقت کشاں کشاں گزرتا جا رہا ہے۔ آپ سکون سے' آرام سے' محبت سے' اللہ کے فضل سے' شکر سے چلتے جاؤ۔ اور جب میں نے یہ کہا تھا کہ اب کسی اور پیغمبر نے نہیں آنا تو نہیں آنا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام جو ہے مکمل ہے۔ مسلمانوں کو دقت یہ ہو رہی ہے کہ وہ ماضی سے رابطہ نہیں کر رہے۔ کیونکہ اب مستقبل سے رابطہ نہیں ہونا' کیونکہ پرانے زمانے میں یہ تھا کہ جہاں کوئی تعلیم سمجھ میں نہ آئے تو نیا پیغمبر آ جاتا تھا' نیا پیغمبر اب نہیں آئے گا۔ اب آپ کا اولیائے کرام سے رابطہ ہوگا۔ اب ان کی تعلیمات سے اپنا فیض حاصل کرو۔

سوال:

فیض کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟

جواب:

جس بزرگ سے آپ کی نسبت ہو' چاہے ماضی میں ہوں' ان کے نام سے وابستہ ہونے کے بعد اپنے عمل کا جائزہ لے لو' یا وہ کام کرو جو انہوں نے کیا یعنی کہ وہ جو کام کیا کرتے تھے یا پھر وہ کام کرو جو تمہارے خیال میں ان کو پسند ہو۔ تو ایسا کام کرو جو انہوں نے کیا یا وہ کام کرو جو تمہارے خیال میں اُن کا

پسندیدہ ہو۔ بس! پھر آپ کو ان کی نظر سے فیض مل جائے گا۔ اس بزرگ سے کب فیض ملتا ہے؟ جب آپ وہ کام کرو جو انہوں نے کیا' اگر وہ مشکل ہو تو بھی وہ کام کرو یعنی کہ وہ کام جو آپ کے خیال میں ان کو پسند ہو۔ اس بزرگ کی پسند کا خیال رکھنا ہی اس سے فیض لینے کے برابر ہے۔ آج کی زندگی میں کل کے بزرگوں کا خیال رکھنا فیض ہی فیض ہے اور بڑا فیض ہے۔ آج کی زندگی میں انسان بڑا مصروف ہے۔ پوچھا تو کس کو یاد کر رہا ہے؟ کہتا ہے میں ماضی کو یاد کر رہا ہوں جو کہ ہمارے بزرگ ہیں' ہم ان سے مانگتے ہیں' ان کو مانتے ہیں۔ آپ جن کو مان رہے ہیں تو یہ ان کا فیض ہے۔ یہ زندگی جس میں لوگ کسی کو نہیں مانتے اس میں آپ ماننے والے پیدا ہو گئے' تو یہ فیض کی دلیل ہے۔ فیض کی ابتداء یہ ہے کہ انسان ماننے والا بن جاتا ہے' ماننے والا یقین سے مانے تو فیض لینے والا بن جاتا ہے اور پھر جب ان کا عمل آپ کی زندگی میں اتر جائے تو یہ اور قسم کا فیض بن گیا۔ اگر آپ کا عمل ان کی خوشنودی کا باعث بن جائے تو پھر آپ کے لیے اور طرح سے آسانی آ گئی۔ تو آپ اپنے اعمال کو ان کی نسبت سے کیا کریں بزرگوں کو یاد رکھا کریں اور شکر کیا کریں کہ آپ کو اسلام عطا ہوا۔ آج لوگوں کو اسلام کی بات سمجھ نہیں آ رہی لیکن جب سمجھ آئے گی تو کافر چیخیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ جب کافر' جو آج اِتراتا ہے مال پر' اور فخر کرتا ہے اپنی کامیابی پر' زور سے چلائے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا! ذلک الیوم الحق تو اس دن کا آنا حق ہے یقول الکفر یلیتنی کنت ترابا اور کافر یہ کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا۔ اس دن کے لیے آپ آج ہی فیصلہ کرو۔ اس دن میں خوش رہنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ آج کل غم بھی قبول کرو۔ ہمیشہ کے لیے زندگی خوش

ہو جائے گی۔ اس لیے کسی فیض یافتہ شخص کے تعلق میں آ جاؤ' ایسے تعلق میں آ جانا فیض کی ابتدا ہے۔

سوال:

کیا ہم لوگوں کو اس پیغام کی تبلیغ کیا کریں .....

جواب:

آپ اگر کافروں کے علاقے میں جا کے اذان کہیں گے تو وہ آپ کو سخت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جب تک آپ کے پاس دین کی سمجھ نہ ہو آپ اسے بیان نہ کرنا۔ بیان کرنے سے پہلے اس کی اجازت لینی ہوتی ہے اور پھر بیان کرتے ہیں۔ آپ ایسے ہی جا کر بیان نہ کر دینا کہ صاحبان' مہربان' سنو اسلام کی بات۔ دوسرا آدمی آپ کو نقصان پہنچا دے گا۔ حکومت اسلام نافذ نہیں کر سکتی تو یہ آپ کیسے کریں گے۔ میں نے آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ تبلیغ کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہمارے ہاں یہ ہے کہ تبلیغ بغیر تعلق کے ہو رہی ہے۔ تو آپ تعلق پہلے بناؤ اور تبلیغ بعد میں کرو۔ جو آدمی آپ کو نہیں مانتا وہ آپ کی بات ہی نہیں مانتا اور جو آپ کو مانتا ہے وہ آپ کے کہنے پر سب کچھ ہی مانتا ہے' اس حد تک کہ لوگ ایک دوسرے کے کہنے پر گناہ کر لیتے ہیں۔ تو ماننا تعلق کو ہوتا ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو بے تعلق تبلیغ سے باز آ جاؤ۔ تو تبلیغ کا کیا حق ہے؟ پہلے تعلق ہو۔ تعلق بناؤ اور پھر تبلیغ کرو تا کہ ان کو آپ کی ٹرم Term سمجھ آئے اور آپ کو ان کی بات سمجھ آئے۔ پھر تو تبلیغ ہوتی ہے' خالی تبلیغ کرنے کا کیا فائدہ۔ لوگوں پہ ایسے اثر نہیں ہو گا۔ لوگ تو قرآن کی قسمیں بھی جھوٹی کھا لیتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کو تبلیغ کا شوق ہے تو اس کے لیے پہلے اجازت لو کہ میں نے تبلیغ کرنی ہے اور اجازت لو

گے تو میں کہوں گا کہ آپ تبلیغ نہ ہی کرو۔ اب آخر میں دعا کرنی چاہیے۔

دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دینی دنیاوی طور پر کامیاب زندگی عطا فرمائے۔ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان مشکلات کو دور فرمائے جو آپ کے راستے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہیں' جو آپ کے دین کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔ یا اللہ سب کو ان کے حقوق مل جائیں' آپ سب پر آسانی ہو' اللہ تعالیٰ آپ پر خاص مہربانی فرمائے۔ آمین۔

برحمتک یا ارحم الرحمین

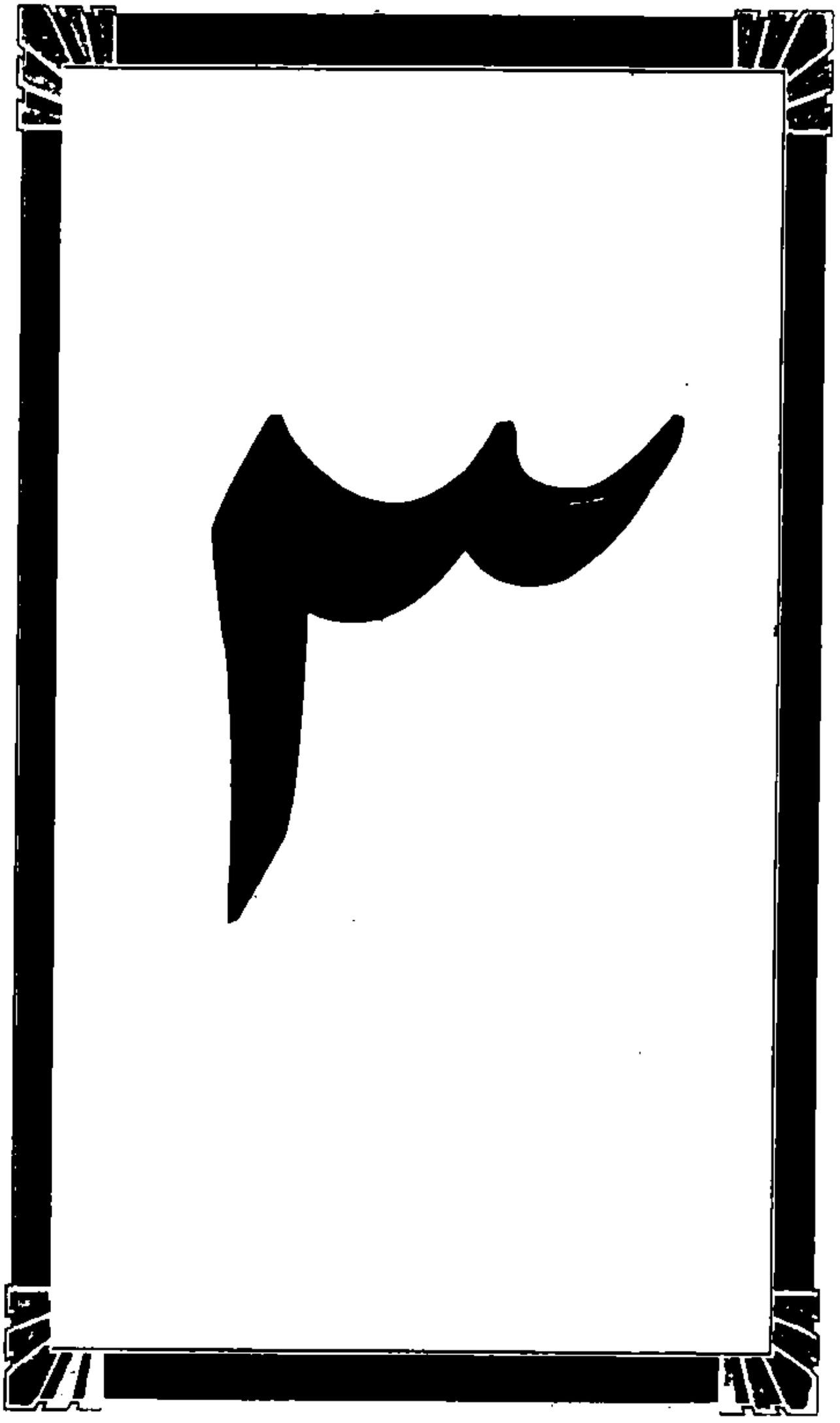

❁ یہ فانی انسان باقی ذات کی تسبیح کیسے بیان کرے؟

سوال:

یہ فانی انسان باقی ذات کی تسبیح کیسے بیان کرے؟

جواب:

اس سفر پر کسی ذات نے انسان کو روانہ کیا ہے۔ انسان خود تو روانہ نہیں ہوا' اگر خود روانہ ہوا ہے تو پھر یہاں سے جانا نہیں چاہتا۔ پھر بھی جانا پڑتا ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سفر ہمارا اپنا نہیں ہے' اگر اپنا ہوتا تو ہم اپنی مرضی سے جب چاہتے چھوڑ دیتے' جو خودکشی کرنا چاہتے ہیں وہ خودکشی نہیں کر سکتے اور جب زندہ رہنا چاہتا ہے تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی بے بسی دیکھیں کہ وہ خوش رہنا چاہے تو خوشی دیرپا نہیں رہتی' بعض اوقات غمگین رہنا چاہتا ہے کیوں کہ کوئی اِنا للہ ہو گیا' فوت ہو گیا' غم پیدا ہو گیا' تھوڑی دیر کے لیے گھر میں ماتم پیدا ہو جاتا ہے' افسوس ہوتا ہے' کچھ دیر کے بعد کہتے ہیں کہ مہمان آئے ہوئے ہیں' کوئی چائے کا انتظام کیا جائے' حالانکہ گھر میں باپ مرا پڑا ہے مگر چائے کا انتظام اور پانی کا انتظام شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح غم والے کو دوسرے کام میں لگا دیتے ہیں۔ پھر پوچھتے ہیں کہ قل شریف کب ہیں۔ پھر اس غمگین بیٹے سے کہتے ہیں اب کوئی کھانے کا انتظام بھی ہونا چاہیے۔ یعنی کہ لوگ غم کو غم نہیں رہنے دیتے۔ کہتے ہیں چاول پکاؤ' تھوڑا سا گوشت بھی ڈال

دو' خیر ہے جانا سب نے ہے۔ تو اُسے گوشت کی دوکان پہ بھیج دیتے ہیں اور ساتھ ہی نعت خوان کو بھی بُلا لیتے ہیں۔ تو غم والا کام میں اس طرح مبتلا ہو جاتا ہے کہ اُسے تب پتہ چلتا ہے جب غم اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے ہاتھ سے خوشی بھی نکل جاتی ہے۔ کبھی کبھی انسان آئینے کے سامنے بیٹھتا ہے تو سوچتا ہے کہ وہ جوان ہے' صحت مند ہے' اپنی تعریف کرتا ہے اور پھر اس کی اطلاع کے بغیر اور اجازت کے بغیر اس کے ہاتھوں سے جوانی نکل جاتی ہے حتیٰ کہ بچے بھی اپنے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں' کچھ کو آپ رخصت کر دیتے ہیں اور کچھ خود ہی رخصت ہو جاتے ہیں' بیٹیاں آپ خود رخصت کر دیتے ہیں اور بیٹے اپنی بیوی کو لے کے خود ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ تو انسان کے اس دنیا میں کسی حاصل کے دیرپا ہونے کا امکان ہی نہیں ہے' چاہے حاصل غم ہی ہو۔ خوشی دیرپا نہ ہو تو کوئی بات نہیں مگر غم کو تو دیرپا ہونا چاہیے۔ اس دنیا کے اندر انسان کا کوئی حاصل دیرپا نہیں ہے۔ جو ہمیشہ چیلنج کرتا ہے اور ورلڈ کپ جیتتا ہے ایک وقت آئے گا کہ اس کے قواء بھی مضمحل ہو جائیں گے اور وہ کشتیاں لڑنا چھوڑ جائے گا۔ اگر انسان کے باہر کے حالات نہ بھی بدلیں تو اس کے ذاتی Internal حالات بدل جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ کسی انسان کو چاند بڑا اچھا نظر آتا تھا اور اب یہ حال ہے کہ چار چاند نظر آتے ہیں' بلکہ دور کی نظر خراب ہو جاتی ہے' عینک لگانی پڑتی ہے' قریب سے بھی کسی آدمی کو پہچانا نہیں جا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی بینائی بھی اندر سے رخصت ہو گئی۔ انسان کو بڑا فخر ہوتا ہے کہ اس کی یادداشت بڑی اچھی ہے مگر پھر کہتا ہے کہ وہ جو ہمارے ساتھ پڑھتا تھا' پتہ نہیں اس کا نام کیا تھا..... شکلیں یاد رہ جاتی ہیں اور نام بھول جاتے ہیں۔ جس دن آپ کو شکل یاد رہ

جائے اور نام بھول جائیں تو سمجھو کہ آپ بڑھاپے کے اندر داخل ہو گئے۔ تو آپ بسم اللہ کر کے اس میں داخل ہو جاؤ اور جوانی کا ذکر چھوڑ دو۔ اب اللہ کے آخری حکم کے انتظار میں رہنا جیسے بکرا بقرعید کے انتظار میں تیار ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ کا سارا حاصل یادداشت کی وجہ سے ہوتا ہے اور ساری یادداشت ہی غائب ہو جاتی ہے۔ تو جس نے اتنا بڑا علم اور اتنے بڑے فلسفے بیان کرنے تھے اب اس سے پوچھیں تو وہ کہتا ہے اب کچھ یاد ہی نہیں رہا۔ تو جس کے فلسفے اور ڈرامے پر انسان کو بڑا فخر تھا وہ اس کا نام ہی بھول گیا۔ جو غزلیں اسے یاد تھیں اب اس کا کوئی شعر نہیں آتا۔ تو یادداشت ساتھ نہیں دیتی اور لوگ ادباً خاموش ہو جاتے ہیں کہ بیچارہ بوڑھا ہو گیا ہے' اب یادداشت ساتھ نہیں دیتی۔ بلکہ بعد میں اپنی بات ساتھ نہیں دیتی' سانس ساتھ نہیں دیتا اور پھر وہ ''انا للہ'' ہو جاتا ہے۔ تو یہ آپ کی وہ چیزیں ہیں جو آپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ تو چیزیں تو ہاتھ سے نکلتی رہتی ہیں۔ آپ کو پہلے دن ہی سے یہ سبق مل جانا چاہیے تھا کہ ہر چیز ہاتھ سے نکل جاتی ہے' پیسے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں' مواقع ہاتھ سے نکل جاتے ہیں' پھر اپنا حاصل ہاتھ سے نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ بڑا اذیت ناک مرحلہ ہوتا ہے۔ اگر مواقع ہاتھ سے نکل جائیں تو انسان اداس نہیں ہوتا کیوں کہ پھر اور موقع آ جائے گا لیکن جب حاصل ہاتھ سے نکل جائے تو بڑی اذیت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک آدمی بڑا خوش تھا کہ شادی ہو گئی' بہت اچھا ہو گیا' سب سے اچھا عمل یہی تھا اور اب کہتا ہے کہ زندگی میں یہ بڑی غلطی کی ہے میں نے۔ تو جس بات پہ اُسے فخر تھا اب اس پہ ندامت کرتا ہے۔ یہ انسان کا عارضی پن ہے کہ اس کا کوئی حاصل دیرپا نہیں ہے۔ اور انسان کو اس دنیا میں بھیجنے والے

نے بھیجا۔اس کی دنیا ہمیشہ رہنے والی ہے۔شہر بھرے رہتے ہیں اور واقفیت والے چہرے ختم ہو جاتے ہیں۔آج شہروں میں گہما گہمی ہے' بازار اسی طرح بھرے ہوئے ہیں لیکن آپ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاؤ تو کوئی واقف چہرہ نہیں ملے گا۔کبھی اپنے گاؤں میں جاؤ تو ساری دکانیں اور بازار بھرے ہوئے ہیں لیکن کوئی واقف بندہ نہیں ملے گا' سارے کے سارے ایک ایک کر کے چلے گئے' رخصت ہو گئے۔یہ ہے انسان کی زندگی کا عارضی پن۔اور بھیجنے والا ہمیشہ رہنے والا ہے۔ کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلل والاکرام جو کچھ یہاں ہے وہ فنا ہونے والا ہے اور صرف تیرے رب کا چہرہ باقی رہنے والا ہے جو جلال اور اکرام والا ہے۔جو مسافر آیا وہ ہمیشہ نہیں رہے گا لیکن میلہ چلتا رہے گا' میلہ چراغاں ہمیشہ رہے گا اور میلہ دیکھنے والی سنگتیں نہیں رہیں گی۔جب آپ میلہ دیکھتے تھے تو آپ کی بے شمار Activities ہوتی تھیں اور اب سارا میلہ جھمیلہ آپ اکیلے ہی دیکھتے ہو بلکہ اس کو بھی آپ نہیں دیکھتے' دیکھنا ختم کر دیا۔تو یہ ہے انسان۔تو دنیا بھی انسان کے مقابلے میں باقی رہنے والی ہے۔ایک آدمی مکان بنا رہا تھا' اس نے مستری سے کہا کہ ذرا پکی اینٹ لگانا۔مستری نے کہا پرواہ نہ کرو' آپ کے بعد بھی یہ مکان ٹھہرے گا۔اس نے کہا پھر یہ بند کر ہی دو..... تو آپ کے ہاتھ کا بنایا ہوا مکان آپ کے بعد تک ٹھہرتا ہے۔گویا کہ لمبی بقا فنا کی بجائے ابھی کی چھوٹی بقا فنا کو دیکھ لو' آپ جس مکان کے مالک ہیں' وہ باقی ہے اور مالک فانی ہے۔تو آپ فنا ہو جائیں گے اور آپ کی بنائی ہوئی چیز دیرپا ہے' اسی طرح بازار رہتے ہیں' شہر رہتے ہیں' مسجدیں رہتی ہیں' محلات رہتے ہیں چاہے وہ کھنڈر ہی ہو جائیں' یادیں رہتی ہیں لیکن

آپ نہیں رہتے۔ قسمت والوں کی یادیں رہتی ہیں ورنہ یادیں بھی نہیں رہتیں۔ بقا کا یہ راز بتایا گیا ہے کہ جن لوگوں کی یادیں ان کے جانے کے بعد ادب کے ساتھ قائم رہیں تو وہ بقا سے واصل ہوتے ہیں۔ یہ راز یاد رکھ لو اور ان پر سلام و درود بھیجا کرو۔ گویا کہ انسانی زندگی ختم ہونے کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ کچھ لوگوں کی زندگی تو Death End ہے' اُن کا ہونا اور نہ ہونا دونوں بے کار ہیں' وہ جب تھے تو بھی پتہ نہیں تھا اور جب گئے تو بھی پتہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے لیے کچھ اور حکم ہے۔ اور اگر آپ اپنے آپ کو مکمل فنا اور مکمل تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو باقی رہنے والی اشیاء' باقی رہنے والے نظارے' باقی رہنے والی یادیں' باقی رہنے والا علم اور باقی رہنے والی ذات کے قریب ہو جاؤ۔ باقی رہنے والی اشیاء کیا ہیں؟ آپ فنا ہو جاتے ہیں اور پہاڑ باقی رہ جاتا ہے۔ تو آپ پہاڑوں کے قریب ہو جاؤ' آپ موت سے بچ جاؤ گے' موت کی اذیت اور کرب سے بچ جاؤ گے۔ باقی رہنے والی چیزیں چاہے نظارے کی شکل میں ہوں' حُسن کی شکل میں ہوں' تجلی ہو یا جمال ہو۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلل والاکرام تو ستارے رہیں گے' چاند رہے گا' سورج رہے گا' سورج سے نسبتیں رہیں گی' چاند سے نسبتیں رہیں گی حتیٰ کہ خانقاہ سے نسبت رہے گی۔ خانقاہ آپ کی ہوتی ہے چاہے کسی کی بھی ہو یعنی عقیدت اگر آپ کی ہے تو خانقاہ آپ کی ہے۔ جو خانقاہ میں گیا اسے تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ خانقاہ کیا ہے' خانقاہ تو آپ نے بعد میں بنائی ہے۔ تو صاحبِ خانقاہ کو تو پتہ نہیں تھا کیوں کہ وہ تو زندہ تھا اور جب اس کا وصال ہو گیا تو آپ نے اس کی خانقاہ بنا دی۔ اس صاحبِ خانقاہ نے اپنی خانقاہ نہیں دیکھی ہے کیوں کہ وہ تو آپ نے دیکھی ہے۔ تو خانقاہ کس کی؟ دیکھنے والے کی' جاننے والے کی جو وہاں

گیا۔ وہ جو اصلی مالک ہے وہ تو مرنے کے بعد وہاں گیا۔ لہٰذا خانقاہ ان کی ہے جن کا وہاں پر Visit ہو۔ تو ان کے قریب ہو جانے سے بھی آپ فنا سے نکل جاتے ہیں' فنا کا خیال نکل جاتا ہے..... تو جن لوگوں کی یادیں ادب اور احترام کے ساتھ دیرپا ہوں ان کا نام بقا والوں کی لسٹ میں لکھا جا سکتا ہے۔ اب یہاں پر مذہب اور لامذہب کا ذکر آئے گا مثلاً ہیر ہے اور رانجھا ہے تو دونوں بقا کے اندر ہیں۔ اگر ان کی محبت میں پڑھنے والوں کے لیے احترام نہیں تھا تو وارث شاہؒ نے اس کے اندر احترام پیدا کر دیا۔ اب لوگ جب ہیر پڑھیں گے تو ادب سے پڑھیں گے کیوں کہ وارث شاہؒ نے اس کے اندر روحانی تجلیات کا نشان لگا دیا اور وہ مضامین بیان کر دیے جن کا تعلق عرفان سے ہے۔ حالانکہ واقعہ تو ہیر رانجھے کا ہے مگر اس میں تقدیر کے موضوع کو اس طرح بیان کر دیا گیا ہے کہ:

تقدیر خدا دی کون موڑے تقدیر پہاڑ پلٹ دی اے
یوسفؑ جیئے پیغمبر زادیاں نوں تقدیر کھوئے وچ سٹ دی اے

یعنی اللہ کی تقدیر کو کون بدل سکتا ہے کیوں کہ یہ تقدیر ہی ہے جو پہاڑوں کو الٹ کے رکھ سکتی ہے اور یوسف علیہ السلام جیسے پیغمبر زادہ کو یہ تقدیر کنوئیں میں ڈال دیتی ہے۔ تو ہیر کو وہ مقام مل گیا جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استقامت کے ساتھ چلنے والے لوگ عام طور پر دین میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی صداقت میں استقامت ہو جائے تو دین مل جاتا ہے' صداقت کا معنی ہے سچ بولنا۔ استقامت کے ساتھ سچ بولتے جاؤ تو اللہ کی جانب سے جو انعام ملے گا وہ دین ہوگا' اس طرح دین مل جاتا ہے۔ اب آپ کا سوال کہ یہ فانی انسان باقی ذات کی تسبیح کیسے بیان کرے' تو باقی ذات تو اللہ تعالیٰ کی

ہے۔ عام طور پر آپ نے یہ سنا ہوگا کہ سبحان اللہ' الحمدللہ اور اللہ اکبر' تسبیح ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کریم نے اس فانی اور عارضی انسان کو جس سفر میں بھیجا اس سفر میں اگر اللہ کا جلوہ نہیں ہے تو سفر پر بھیجنے کا منشاء پھر الٰہیات کیسے ہوگا؟ پھر تو دین کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اگر دین کا جلوہ موجود نہ ہو تو کسی انسان کو دین کا پیغام دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جب وہ بار بار کہتا ہے کہ آنکھیں کھولو اور میری کائنات کو دیکھو' اس میں کوئی کجی نظر نہیں آئے گی۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھنے میں اللہ کا کوئی نہ کوئی جلوہ نظر آنا چاہیے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاینما تو لوا فثم وجہ اللہ جدھر بھی آنکھ اُٹھا کے تم دیکھو گے تمہیں اللہ کا جلوہ' چہرہ نظر آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اہل عقیدت ہیں' اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت ہے وہ جب اس کائنات میں' جو Matter of fact کائنات ہے Material کائنات ہے' اینٹ گارے کی کائنات ہے' صرف یہ دیکھیں گے کہ یہ صرف مادی اشیاء کی کائنات ہے تو پھر یہ سفر غیر اللہ کا تھا اور اس سفر میں پیغمبر نہ آتے۔ لیکن یہ سفر غیر اللہ نہیں ہے۔ اس میں اس کا کوئی جلوہ ضرور ہے۔ یہاں پر آپ کو لفظ ''سبحان اللہ'' ملتا ہے کہ کیا کائنات ہے! چلتے چلتے' زندگی کی عام روٹین میں Matter of fact زندگی میں چلتے چلتے اچانک آپ کو کوئی جلوہ Captivate کر جائے تو آپ کے منہ سے بے ساختہ ''سبحان اللہ'' نکلے گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی کی ابتداء ہوتی ہے۔ ایک وابستگی یہ ہوتی ہے کہ اس پر پابندی لگا دی جائے کہ نماز پڑھتے جاؤ مگر اس طرح جلوہ نظر نہیں آئے گا۔ ایسا شخص حکم یا اطاعت کے مطابق کام کرتا ہے مگر اسے جلوہ نہیں ملتا۔ دیکھنے والے کو کہیں نہ کہیں ایسا جلوہ نظر آ جائے گا' اچانک نظر آئے گا' جو اُسے Capture کر جائے گا اور اس کے منہ سے

نکلے گا ''سبحان اللہ'' ! یہ کیا جلوہ ہے !'' اس میں ایک راز ہے۔ وہ جلوہ کبھی کبھی اشیاء میں نظر آئے گا مثلاً چاند وہی ہے جو روز دیکھتے تھے مگر آج جب اس کو دیکھا تو اس کے علاوہ کچھ دیکھ ہی نہ سکے' اس میں کچھ اور ہی بات نظر آئی اور وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔ چاند کے ساتھ تارہ ہمیشہ نظر آتا ہے مگر اب اس کے ساتھ تارہ نظر آیا تو پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا' ایسا محسوس ہوا کہ وہ زمین کو چھوڑ چکا ہے۔ اسی طرح جب ڈوبتے سورج کا منظر دیکھا تو پتہ نہیں کیوں رونے لگ گیا۔ پتہ نہیں چلا کہ کیوں رویا تھا۔ پوچھا تو کہنے لگا مجھے ایسے محسوس ہوا کہ کوئی جوان مر رہا ہے۔ یعنی اسے سورج کی لاش نظر آئی۔ تو یہ ہے عام اشیاء میں خاص مفاہیم کا ادراک۔ یعنی کہ پہاڑ عام اشیاء میں سے ہے لیکن جب اس میں آپ استقامت کا ادراک ڈھونڈ لیں کہ یہ استقامت کا پیغام ہے تو اب پہاڑ آپ کے سامنے ایک Symbol بن گیا' ایک علامت بن گئی۔ اگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ Look at my mountain میرے پہاڑوں کو دیکھو' تو اب یہ جلوہ ہے۔ اس طرح دیکھیں تو پہاڑ جلوہ ہے' استقامت ہے' اتنے قوی پہاڑ بنانے والے نے ریت کا ذرہ بھی بنا دیا' کیا مالک ہے' سبحان اللہ ! کمال کی بات ہے، وہ جو ہاتھی بنانے والا ہے اس نے چیونٹی بھی بنا دی، چیونٹی میں عجب قدرت رکھ دی ہے اور ہاتھی میں عجب قدرت رکھ دی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کبھی اونٹ کی طرف دیکھو کہ کیف خلقت میں نے اسے کیسے بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دیکھو گے تو پتہ چلے گا کہ کیسے بنایا ہے۔ اس طرح آپ کو اندر سے ادراک ملے گا' اس کا مفہوم ملے گا۔ اگر آپ شاہین کو دیکھیں گے تو اس میں فلائٹ ملے گی' Love for height ملے گی' اس کی جرأت ملے گی۔ اس لیے اقبالؔ نے اسے پورا مردِ مومن کہا حالانکہ کسی پرندے کو

مردِ مومن نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کو پرندے میں وہ صفات نظر آئیں: ؎

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

تو یہ بات شاہین نے تو نہیں کی' یہ تو اقبال کہہ رہا ہے' وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اگر تمہیں مکان نہیں ملا اور تمہارے پاس جیوگرافیکل ریجن نہیں ہے تو تم گھبرانا نہیں بلکہ تم اللہ کا نام لے کے پرواز کرتے جانا ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

اور پھر یہ کہا کہ ؎

اگر کھو گیا نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں

یعنی اگر ایک آشیانہ چلا گیا تو کیا غم ہے' زندگی میں اگر رونا دھونا ہی ہے تو یہ ایک مقام نہ سہی کوئی اور سہی' اس جگہ رو لیں گے' مر لیں گے۔ اس شخص کو شاہین کی جرأت کا Symbol ملا۔ تو شاہین مر جائے گا لیکن مردار نہیں کھائے گا اور گدھ مر جائے گا لیکن زندہ کو نہیں کھائے گا۔ گدھ کے لیے اور کہانی ہے۔ تو مختلف چیزوں میں آپ کو صفات نظر آئیں گی کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے کیا کیا رکھا ہے۔ مثلاً دریا کے اندر پاکیزگی کیسی ہے اور روانی کیسی ہے' سمندر کے اندر وسعت کیسی ہے اور سمندر آپ کو اپنے ساتھ واصل کر لے تو روح کی آشنائی ہو جاتی ہے۔ روح کو سمجھنے والے عام طور پر پہاڑوں میں' سمندروں میں یا صحراؤں میں رہتے ہیں۔ اقبال نے کہا ہے کہ: ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

تو انسان عام اشیاء میں خاص معانی تلاش کر لیتا ہے۔ عام شے میں خاص معانی تلاش کرتے وقت جو کیفیت ہوتی ہے اس کا نام ہے ''سبحان اللہ''۔ مثلاً ایک عام گلاب تھا' آپ اسے روز دیکھتے تھے' مگر ایک دن وہ گلاب پوری کائنات بن گیا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ افراد میں اللہ کا جلوہ ہوتا ہے' افراد کا معنی ہے انسانوں میں۔ ایک آدمی کہیں جا رہا تھا' چار بجے اس کی فلائٹ تھی مگر وہ نہیں گیا۔ کسی نے پوچھا تو کہنے لگا راستے میں کوئی چہرہ نظر آ گیا' اس کے بعد ہمارا سفر ختم ہو گیا۔ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہوا: ؎

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

تو ایسی بات بھی ہو جاتی ہے کہ افراد میں جلوہ نظر آ جانا ایک خاص مقام ہے۔ یہ ''سبحان اللہ'' کا مقام ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ تم جس طرف دیکھو اللہ کا چہرہ ہوگا۔ مجنوں سے پوچھا گیا کہ تم نے دنیا میں کیا دیکھا تو اس نے کہا کہ میں نے صرف لیلیٰ کو دیکھا یعنی صرف اللہ کا جلوہ دیکھا' اس کے علاوہ اسے کچھ نظر نہیں آیا۔ اسی طرح رانجھے کو جلوہ نظر آیا اور وہ مثال الٰہیات میں شامل ہو گئی کہ رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی۔ گویا کہ اشیاء میں اللہ کا جلوہ' افراد میں اللہ کا جلوہ اور کبھی کبھی آپ کی تنہائی میں آپ کو اللہ کا جلوہ نظر آ جائے گا' کبھی سجدے میں وہ بات مل جائے گی۔ اگر روٹین کی چیز یک لخت کوئی حادثہ بن جائے تو انسان ''سبحان اللہ'' کہتا ہے۔ تو 'سبحان اللہ'' کیا کیفیت ہے؟ اللہ کا وہ

قرب جو عام شے کو خاص بنا دے۔ اس نے دیکھا پہلے بھی تھا' سُنا پہلے بھی تھا لیکن اب جب دیکھا تو کچھ اور ہی دیکھا..... تو یہ ہے مقام محویت۔ مقام محویت یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز کو آپ دیکھتے ہی چلے گئے' پھر وہ چیز پیاس بن گئی یا وہ چیز تشنگی بن گئی یا وہ چیز زندگی بن گئی۔ اسی زندگی میں ایسے واقعات ہو جاتے ہیں اور یہ جلووں کی شکل میں ہوسکتا ہے' اشیاء کی شکل میں ہوسکتا ہے' انسانوں کی شکل میں ہوسکتا ہے اور کبھی کبھی افکار کی شکل میں ہوسکتا ہے۔ ایک واقعہ میرے ساتھ ہوا تھا۔ کراچی میں کسی نے مجھ سے سوال کیا تھا۔ وہاں ایک فنکشن تھا جہاں میں تقریر کر رہا تھا۔ اس شخص نے پوچھا کہ آپ خوش نصیب کی تعریف کریں کہ خوش نصیب کسے کہتے ہیں۔ میں نے اللہ سے دعا کی اور پھر اسے بتایا کہ اتنی سی بات سمجھ لو کہ جو اپنے نصیب پر خوش ہو۔ تو لفظ چھوٹا سا تھا اور وضاحت بھی چھوٹی مگر اس کو بات سمجھ آ گئی۔ اب اگر کوئی اس بات پر ''سبحان اللہ'' کہہ دے تو یہ سمجھو کہ عام الفاظ جو ہیں وہ خاص معانی دینے لگ گئے۔ گویا کہ جب کبھی عام لفظ خاص معانی دینے لگ جائیں تو سمجھو کہ وہاں پر کوئی اور شے آ گئی۔ اگر آپ کی زندگی عام حالات سے نکل کر خاص بن جائے تو سمجھو کہ کوئی اور شے آ گئی۔ زندگی نثر سے نکل کر نظم میں داخل ہو جائے تو سمجھو کہ کوئی اور شے آ گئی۔ اور یہ ''سبحان اللہ'' کا مقام ہے۔ زندگی میں حاصل کرنے کی تمنا جب دینے کی تمنا میں بدل جائے تو سمجھو کوئی اور شے آ گئی۔ ایسے شخص سے کسی نے پوچھا کہ کوئی نفع کی بات بتاؤ تو وہ کہتا ہے نفع کی بات چھوڑو مجھے تو نقصان کی تمنا ہے۔ تو ایسا مقام بھی آ جاتا ہے۔ اس سے پوچھیں کہ آپ کے دکھ کا کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے:

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

کیوں کہ اب اس کی کوئی اور ہی کہانی بن گئی۔ اس سے پوچھو کہ سب سے اچھی آنکھ کون سی ہوتی ہے تو وہ کہے گا جو آنسوؤں سے بھری ہوئی ہو۔ اس کے حساب سے یہ سب سے اچھی آنکھ ہے جسے نیا جلوہ نظر آ گیا ہے اور سب سے بری آنکھ کون سی ہوتی ہے؟ وہ کہتا ہے لالچی آنکھ اور بے حیا کی آنکھ۔ جب عام حالت میں خاص بات پیدا ہو جائے اور عام شے جب خاص بن جائے تو یہ مقام ایسا ہوتا ہے کہ جہاں پہ کوئی اور ذات ہے جو آپ کو نیا علم عطا کر رہی ہے۔ جب نیا علم عطا ہونے لگ جائے تو پرانے الفاظ میں نیا معنٰی نکل آتا ہے۔ تو یہ مقام ہے اللہ تعالٰی کے قرب کا اور ''سبحان اللہ'' کہنے کا۔ مثلاً یہی بادل روز ہوتے تھے مگر آج تو ایسا سماں باندھ دیا کہ بس' یہی پرندہ روز گاتا تھا مگر آج اس نے گایا تو پھر چیخیں نکل گئیں' تو ایسا محسوس ہوا کہ انسان اس کی آواز پہ رونے لگ گیا۔ فراق کی آواز' گانے کی آواز یا کوئی اور آواز ایسا کر سکتی ہے۔ تو عام زندگی کا روٹین کسی ایک مقام پر جا کے دوسرے معنی دینے لگ جائے تو یہ ''سبحان اللہ'' کا مقام ہے۔ ایک مسافر سفر کر رہا ہوتا ہے اور اُسے چلتے چلتے ایسا مقام مل جاتا ہے کہ سبحان اللہ کہتا ہے۔ جنگل میں پیاس لگ جائے' بڑی شدت کی پیاس ہو' کوئی انتظام بھی نہ ہو اور اچانک کوئی آدمی آ جائے کہ یہ پانی پی لو۔ اور وہ پانی پلا کے چلا جائے' پتہ بھی نہ ہو کہ بندہ کون تھا، تو آپ کے منہ سے ''سبحان اللہ'' نکلے گا۔ ایک آدمی دریا کے کنارے جا رہا تھا' سیر کر رہا تھا' کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا بچھو بھاگتا ہوا دریا کی طرف جا رہا ہے۔ اس نے مجھے نہیں چھیڑا۔ میں نے بھی اس کو نہ چھیڑا۔ ایک لکڑی تیرتی ہوئی کنارے پر آئی اور وہ بچھو اس پہ چڑھ گیا۔ لکڑی تیرتی ہوئی دوسرے کنارے کی طرف چل پڑی۔ میں بھی پانی میں چل پڑا

تا کہ دیکھوں کہ کیا واقعہ ہے۔ پرلے کنارے پر بچھو اتر گیا۔ وہ آگے آگے چلتا گیا اور میں پیچھے پیچھے۔ آگے جا کے دیکھا تو ایک درخت کے نیچے ایک آدمی سویا ہوا تھا اور ایک سانپ وہاں اس کو ڈسنے والا تھا۔ بچھو نے سانپ کو ڈسا' سانپ تڑپا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بچھو اسی طرح واپس چلا گیا' وہاں کنارے پر لکڑی آئی اور وہ بیٹھ کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ میں اس آدمی کے پاس گیا۔ سوچا یہ کون آدمی ہے ''سبحان اللہ'' کہ جس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا۔ میں نے اُسے جگایا اور اس سے کہا مجھے بھی کوئی فیض دیں' خدا کی راہ دکھا خدا کے بندے۔ اس شخص نے کہا تو کیا کہہ رہا ہے' میں تو خدا کو مانتا نہیں ہوں' میں تو کافر ہوں۔ اس نے کہا اگر تو کافر ہے تو یہ دیکھ تیری جان بچانے کا کیا واقعہ ہوا پڑا ہے۔ اس نے دیکھا تو حیران رہ گیا اور کہنے لگا اگر تجھے خدا کا پتہ ہے تو پھر کلمہ پڑھا دے' اب تک تو میں آشنا نہیں تھا۔ تو اللہ کو دیکھو کہ وہ نہ ماننے والے کی جان بچانے کا کیسے اہتمام فرماتا ہے۔ تو جس کو اس طرح کا مشاہدہ ہو وہ ''سبحان اللہ'' ضرور پڑھتا ہے۔ تو ''سبحان اللہ'' پڑھنے والا ایک عجب واقعہ ہوتا ہے۔ جس آدمی کی زندگی میں' روٹین کی زندگی میں ایک عام واقعہ ایک خاص انداز سے پیدا ہو جائے تو وہ سوچے گا کہ یہ کیا بات ہے۔ بچے کے منہ سے اگر دانائی کی بات نکل جائے تو آپ کہیں گے ''سبحان اللہ! بچے نے کیا بات کر دی ہے''۔ تو ''سبحان اللہ'' کا مقام وہ ہے جہاں پہ روٹین بات ایک خاص روشنی بن جائے۔ تو یہ خاص مقام ہے۔ پھر ایک مقام ہے ''الحمدللہ''۔ جب کبھی آپ کی زندگی ابتلا سے گزرے' خوشی سے گزرے' نفع ہو' نقصان ہو' تو یہ زندگی گزارنے کا ایک انداز ہے کہ جب وہ آدمی ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ آپ اپنی زندگی کو بنائیں' ترقی میں

لے آئیں لیکن یہ یاد رہے کہ آپ کی آج کی اپنی زندگی جو ترقی سے محروم ہے اسے بھی پسند کریں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں کل خوش ہو جاؤں گا وہ قیامت تک خوش نہیں ہو گا اور وہ جو آج اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے یہ ہمیشہ شکر ادا کرے گا۔ ''الحمدللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام نعمتوں کی وجہ سے اللہ کا شکر ادا کرو جو تمہارے پاس ہیں' ہر وہ چیز جو اس نے عطا فرمائی اس پر شکر کرو۔ یہ سفر عارضی ہے' جتنے بھی سالوں کا ہے' اس کا شکر ادا کرو۔ مجبوری کے عالم میں شکر نہ ادا کرنا بلکہ یہ دریافت کر کے شکر کرنا کہ یہ اللہ کا احسان ہے۔ جب آپ اپنے سے کم تر لوگوں کو دیکھیں گے پھر اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ شیخ سعدیؒ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ جو پاؤں سے ننگا تھا وہ گلہ کرنے لگ گیا' آگے گیا تو ایک آدمی کو دیکھا جس کے پاؤں ہی نہیں تھے۔ تب اس نے شکر ادا کیا کہ یارب العالمین شکر ہے پاؤں تو ہیں' جوتا نہ سہی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر جگہ شکر کے مواقع مل جائیں گے۔ شکر ایک انداز ہے' یہ گلے کی مخالفت میں ایک انداز ہے۔ گلہ بھی ایک انداز ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کی عادت ہی گلہ کرنا ہوتا ہے اور وہ زندگی میں گلہ ہی کرتے رہتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی میں شکر ہی ادا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ کی مہربانی ہے۔ وہ دل سے شکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اللہ کی مہربانی ہے' اللہ کا احسان ہے۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ اللہ کا جلوہ دیکھا تو ''سبحان اللہ'' کہا اور پھر شکر کے لیے ''الحمدللہ'' کہا۔ پھر ایک مقام یہ ہے کہ زندگی میں آپ یہ جو شکر ادا کر رہے ہیں یہ نعمتیں آپ نے دنیا سے لی ہیں یا مالک نے دی ہیں۔

عام طور پر یہاں کنفیوژن پیدا ہوتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں میں نے اپنی قوت بازو سے بنائی ہیں۔ اگر اس کو یقین ہو جائے کہ یہ چیزیں اللہ

تعالیٰ کی طرف سے عطا ہیں' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے اور اس کائنات میں تمام کاریگروں کے ساتھ ایک ایسی کاریگری لگی ہوئی ہے جو مالک کا اَمر کہلاتی ہے تو پھر آپ کی زبان سے ''اللہ اکبر'' نکلے گا۔ جہاں انسان کی کاریگری فیل ہو جاتی ہے اس سے آگے مالک کی Domain شروع ہوتی ہے یعنی جہاں پہ آپ کا عمل بے بسی میں آ جاتا ہے بس وہیں سے بات شروع ہوتی ہے۔ تو ان تین مقامات سے تعارف ہو جائے تو پھر آپ تسبیح کائنات میں شامل ہو سکتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تسبیح کے الفاظ یہ ہیں ''یا عزیز یا حکیم'' یا یہ کہ ''یا عزیز الحکیم''۔ اور کچھ یہ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر..... گویا کہ ''سبحان اللہ'' کا مقام یہ ہے کہ عام زندگی میں خاص معانی پیدا ہو جائیں' ''الحمدللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ آپ زندگی کے اندر تمام واقعات پر اللہ کا شکر کریں کہ اللہ آپ کے ساتھ ساتھ ہے اور حفاظت کر رہا ہے۔ شکر کرو کہ جس اللہ نے چمگادڑیں بنائی ہیں اس نے تمہیں انسان بنایا ہے' جانور بنانے والے اللہ نے آپ کو انسان بنایا ہے۔ یہ اس کا بڑا شکر ہے کہ اس نے آپ کو انسان بنایا اور شکر اس بات کا ہے کہ انسانوں میں ہمیں ہمارے تقاضے کے بغیر مسلمان بنایا اور اپنے محبوب ﷺ کی اُمت سے ہمیں پیدا فرمایا۔ تو یہ آپ پر پیدائشی انعام ہے۔ ابھی آپ نے کوئی کام نہیں کیا تھا مگر آپ پہلے ہی انعام یافتہ ہیں۔ شکر اس بات کا بھی کہ آپ کی آنکھیں ابھی نظارہ دیکھ سکتی ہیں۔ شکر اس بات کا بھی کہ آپ کے گردوپیش میں جو لوگ رہنے والے ہیں وہ آپ کو اچھے لگتے ہیں۔ شکر اس بات کا کہ آپ کے ساتھ زندگی میں آسودگیاں ہیں اور آسانیاں ہیں۔ اپنے سے کم زندگی کو دیکھو گے تو پھر شکر ہی شکر ہے۔ شکر ایک مزاج کا نام ہے۔ اگر

آپ میں وہ مزاج پیدا ہو جائے تو آپ شکر ہی شکر ادا کریں گے۔ کہتے یہ ہیں کہ شکر والا عام طور پر اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ تم شکر کرو تو میں اس میں اضافہ کرتا جاؤں گا۔ شکر کرنے سے پہلے تو نعمت محفوظ ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ نعمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ تو نعمت کو محفوظ کرنے کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ شکر ادا کیا جائے۔ تو آپ نعمتوں کو محفوظ کر لیں' Preserve کر لیں۔ شکر ایک Preserver ہے اور گلہ جو ہے یہ Destroyer ہے' گلہ آپ کی زندگی کو تباہ کرنے والا ہے۔ شکر کیا ہے؟ زندگی کو قائم رکھنے والا ہے۔ تو اپنی زندگی کو قائم رکھو' اللہ کے احسانات گنتے جاؤ:۔

اتنے احسان کہ گنواؤں تو گنوا بھی نہ سکوں

آپ ڈھونڈتے چلے جائیں۔ ہر وہ چیز جو آپ کو زندگی میں اچھی لگتی ہے' دینے والا اللہ ہے۔ تو اصل راز کیا ہے؟ جس نے اپنی زندگی کو اچھا کہا اُسی نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اپنے آپ کو Dislike کرنا چھوڑ دو' ناپسند کرنا چھوڑ دو' مغرور بھی نہ ہونا' اپنی پوجا بھی نہ کرنا لیکن اپنے آپ کو ناپسند کرنا چھوڑ دو۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کا اپنا حق کہاں تک ہے؟ وہاں تک جہاں تک آپ کی وابستگی ہے۔ یہ دیکھو کہ آپ اپنے آپ کو کتنا ناپسند کرتے ہو۔ جن لوگوں کے ساتھ آپ کی وابستگی ہے چاہے وہ رشتہ دار ہوں' دوست ہوں' واقف ہوں یا آشنا ہوں' ان میں آپ کو کتنے لوگ ناپسند ہیں؟ تو آپ اتنے ہی اپنے آپ کو ناپسند کر رہے ہیں' کیوں کہ آپ کا اپنا آپ' آپ کی آشنائی ہے' آپ کی وابستگی ہے۔ مثلاً رشتے داری وابستگی ہے تو اس میں جتنی آپ کو ناپسندیدگی ہے اُتنے ہی آپ اندر سے ختم ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کو اپنا آپ مکمل پسند ہے تو پھر اللہ کا شکر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ

ہمارے ملنے والوں میں میری نگاہ میں کوئی آدمی مجھے برا نہیں لگتا' جب آپ یہ کہہ دیں گے تو سمجھیں کہ آپ نے شکر ادا کیا۔ گویا کہ گلہ نکالنے سے ہی زندگی آباد ہونا شروع ہوتی ہے۔ تو آپ گلہ نکال دیں۔ اگر اللہ پیسہ دے تو مبارک ہے اور پیسہ نہ دے تب بھی مبارک ہے۔ کیا اللہ کے پیغمبر غریب نہیں تھے؟ کیا اللہ کے پاس رہنے والے اللہ کے قرب کے باوجود غریب نہیں ہوئے؟ کیا انہیں فاقہ نہیں ہوا؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ واقرض اللہ قرضا حسنا اللہ تعالیٰ کو قرضہ دیں اور وہ بھی بغیر Interest کے' بغیر سود کے۔ مگر اللہ کو قرض کی کیا ضرورت ہے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ کی زندگی کی Range آپ کی وابستگی کے دائرہ تک ہے۔ اپنی زندگی سے اپنی ناپسندیدگی کو نکال لیا جائے تو پھر شکر پیدا ہوتا ہے اور شکر پیدا ہو جائے تو انسان اللہ کے قریب ہو سکتا ہے تو اس کی نعمتوں کا شکر کرنا اللہ کے قریب ہونے کا ایک طریقہ ہے۔ نعمت کیا ہے؟ آپ کی وابستگی' آپ کا دائرہ، جہاں تک آپ پھیلے ہوئے ہیں۔ تو آپ زندگی سے گلہ نکال دیں' تقاضہ نکال دیں اور شکایت نکال دیں۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ وہ علیم حکیم ہے۔ تو وہ بہتر جاننے والا ہے اور سب اس کے حوالے کر دو۔ آپ یہ دیکھیں کہ اگر انسان کو بااختیار بنا کر چھوڑ دیا جائے تو آپ کی زندگی کا پھیلاؤ آپ کے بااختیار ہونے کے بعد دوسروں پر حاوی ہونا شروع ہو جائے گا' آپ خود پھیلیں گے اور ان کو لپیٹیں گے۔ آپ کو کوئی ایسا بااختیار نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ فلاں تاریخ کو میری موت کا نام لکھا جائے بلکہ جو بااختیار ہے وہ کوشش کرے گا کہ موت سے نکل جائے۔ اور اگر ہر آدمی کو بااختیار کر دیا جائے تو ساری اموات ختم ہو جائیں گی

اور نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ہنگامہ بپا ہو جائے گا اور ایک قیامت آ جائے گی۔ تو وہ بااختیار آدمی آئے جو یہ زندگی بھی اپنی لکھے اور اپنے ہاتھ سے اپنی موت خوش ہو کے لکھے۔ کیوں کہ آپ یہ کبھی بھی نہیں لکھ سکتے اس لیے آپ ہر مرنے والے کے پاس کھڑے ہو کے روتے ہیں کہ یا اللہ اس کی زندگی طویل کر دے۔ کتنی؟ دس سال بڑھا دے۔ دس سال کے بعد کیا ہوگا؟ پھر مرنا پڑے گا۔ یہ تو کوئی نہیں مانتا۔ دس سال کے بعد پھر آپ کا یہی سوال ہوگا۔ پھر آپ کے بارے میں بات ہوگی کہ آپ رہتے ہیں کہ نہیں رہتے۔ کوئی آدمی جانے والے کو خوشی سے نہیں بھیجتا بلکہ بھیج سکتا ہی نہیں ہے۔ یہ ایک خاص راز ہے۔ اس وقت تک آپ کی طویل زندگی بنانے کی خواہش جاری رہے گی جب تک یہ زندگی Meaningless ہے' بے معنی ہے۔ اگر زندگی بامعانی ہو جائے تو آپ اللہ سے کہیں گے کہ پہلے میرا مقصد پورا کر' پھر چاہے جان لے لے۔ جب زندگی Meaningful ہوگئی' بامعانی ہوگئی تو پھر زندگی مقصد کے حصول کے تقاضے میں رہتی ہے اور انسان کہتا ہے میری زندگی اس وقت تک قائم رکھ جب تک میرا وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا' اس کے بعد بے شک جان لے لو۔ آپ چونکہ بے معنی زندگی بسر کرتے ہیں اس لیے آپ طویل زندگی چاہتے ہیں' پڑے رہتے ہیں جیسے کوئی چیز پڑی رہتی ہے' پھر انسان کرکٹ کے میدان میں کھلاڑی کی طرح رن بناتا جاتا ہے' ایک سنچری بنالی تو کہتا ہے اب ایک اور سنچری بنالوں۔ پھر کیا ہوگا؟ یا خود آؤٹ ہو جائے گا یا اس کا وقت آؤٹ ہو جائے گا۔ تو لوگ اپنے آپ میں Meaningless اضافہ کرتے رہتے ہیں' کیا کیا حاصل کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ہر شے محرومی میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے

حوالے کر دینے والا جو ہے وہ راز پا جاتا ہے۔ راز یہ ہے کہ زندگی خوشی سے گزرے اور اس وقت بھی خوشی ہو جب زندگی ہاتھ سے نکل جائے۔ بہت کم لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔ تو یہ بات بھی جاننی چاہیے کہ زندگی کے اندر آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس لیے ان لوگوں کو موت کا ڈر نہیں ہوتا جن کو زندگی میں مقاصد ملتے ہیں' عزم ملتا ہے' ارادہ ملتا ہے' ایک نصب العین ملتا ہے' انہیں موت کا ڈر نہیں ہوتا' وہ ہر مرحلے سے گزر جاتے ہیں۔ موت کا ڈر اسے ہوتا ہے جسے Love of life اور Meaningless Stay ہے یعنی جسے زندگی سے محبت ہے اور بے مقصد قیام ہے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں ابھی تو ہم نے زندگی شروع ہی نہیں کی' ابھی تو ارادہ ہی کر رہے ہیں۔ حالانکہ پھر وقت گزر جاتا ہے' واقعہ ہی گزر گیا اور مدت ہی گزر گئی۔ ابھی تک لوگوں کو یہ پتہ نہیں ہے کہ ہم نے پاکستان کیوں بنایا تھا۔ کچھ کہتے ہیں اسلام کے لیے بنایا تھا اور کچھ کہتے ہیں روٹی کے لیے بنایا تھا' ہندوؤں کے ظلم کی وجہ سے بنایا تھا بلکہ وہ تو قائداعظم نے بنا دیا تھا۔ اگر بنایا تھا تو اب سارے لوگ جو موجود ہیں اسے مل کے چلا لیں۔ ماضی کو جا کے نہ کریدو کہ کیا ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا۔ اب جو زندہ لوگ ہیں وہ کام کر لیں۔ مگر یہ نہیں کرتے کیوں کہ اب اتحاد نہیں ہے۔ اگر قوم میں وحدت ہو جائے تو ایک نیا قائداعظم بن سکتا ہے' ایک نیا اقبال خواب دیکھ سکتا ہے اور نئے عزائم پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیا قومیں ماضی دیکھ کے چلتی ہیں' آپ تو حال میں ہیں اور مستقبل میں جانا ہے' تو آپ ہوش سے چلیں۔ آج کے مطابق چلو' جیسا چیلنج ہے ویسا Fight کرو۔ اس لیے اگر ماضی میں جانا ہے تو پھر ایک بات سمجھ لو' کہ ایک انسان' ایک واحد انسان' ایک فردِ واحد نے ساٹھ سال میں سے بیس سال سونا ہے' روزانہ آٹھ گھنٹے سونا

ہے۔ اس کی زندگی کا سرمایہ تو دیکھو' ڈائننگ ٹیبل پر چار سال گزر جاتے ہیں' نہانے دھونے میں دو سال گزر جائیں گے' آدھی سے زیادہ زندگی آپ بیچ چکے ہوتے ہیں یعنی نوکری کاروبار وغیرہ میں۔ روز کے آٹھ گھنٹے بکے ہوئے ہیں۔ پھر بیماری بھی آئے گی۔ بچپن کا زمانہ ویسے ہی بیکار گزر جاتا ہے۔ بڑھاپے کے زمانے بے ہوش ہو کے گزر جاتے ہیں۔ گنتی کے زیادہ سے زیادہ تین سال ملتے ہیں۔ اب میں آپ سے جو سوال کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ ایک انسان' ایک مسلمان' اللہ کا غلام ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا بھی غلام ہے یہ ہمارے دو آقا ہیں اور چونکہ ان کو ہم ایک ہی سمجھتے ہیں اس لیے یہ ایک آقا ہے۔ پھر اس کے بعد یہ غلامی ہے کہ آپ نے قرآن کو Obey کرنا ہے۔ عربی آپ جانتے نہیں۔ سال کل تین ہیں۔ انگلش میڈیم میں بھی پڑھنا تھا' یا اچی سن کالج یا پھر اسلامیہ سکول بھاٹی گیٹ جاؤ' وہاں یہ موقع نہیں ملتا کہ تفہیم قرآن سکھائی جائے۔ اب آپ نے قرآن کا علم سیکھنا ہے۔ اللہ کو' Living God کو ماننا ہے اور Writer of the Book یعنی Author کتاب کا مصنف بھی اللہ کو ماننا ہے' ہے وہ ایک ہی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ جس نے اپنی یہ سچی اور برحق کتاب عنائت فرمائی اس کے علاوہ بھی اگر کوئی بات کر رہا ہو تو وہ بھی اللہ کرے۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ یہ ممکن ہے۔ اس کتاب میں جو کچھ فرمایا وہ اللہ نے فرمایا ہے اور کیا اس کے علاوہ بھی اللہ نے کچھ کیا ہوا ہے؟ ضرور ہے۔ سورج پیدا فرمایا ہے' رات پیدا فرمائی ہوئی ہے' زندگی پیدا فرمائی ہوئی ہے' آنسو پیدا فرمائے ہوئے' جنازے پیدا فرمائے ہوئے اور پھر یہ زندگی آپ کے لیے ایک الگ Dictation ہے۔ اب اللہ کا یہ حکم بھی آپ نے ماننا ہے۔ کون سا؟ زندگی کا۔

وہ اس طرح کہ آپ زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور بیٹھے ہوئے اللہ کا ایک حکم آ گیا کہ بھوک لگ گئی۔ اب یہ بھوک مالک کا حکم ہے اور اس کے لیے کھانا پکانے کی ضرورت پڑ گئی' بیج بونے کی' فصل کاٹنے کی' گندم لانا اور اُسے پسا۔ یہ سارے حکم کس کے ہیں؟ اللہ کے۔ شادی کا حکم کس کا ہے؟ اللہ کا۔ جنازے کا حکم بھی اللہ کا ہے۔ سماج کی زندگی بھی اللہ کا حکم ہے۔ تو اللہ قرآن میں بھی ہے اور اللہ کائنات میں بھی ہے' اللہ آپ کا خالق بھی ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے کوئی چیلنج بھی آ جاتا ہے مثلاً اچانک زلزلہ آ جاتا ہے اور آپ کہتے ہیں بھاگو۔ دریا میں سیلاب آ گیا۔ یہ کس کا حکم آ گیا؟ اللہ کا۔ سیلاب کوئی اور تو نہیں لا سکتا۔ اللہ تعالیٰ منگلا ڈیم کو سلامت رکھے لیکن اگر پانی آ گیا تو آپ کیا کریں گے۔ اس کے علاوہ صحت' بیماری' سماج' حالاتِ حاضرہ وغیرہ' بھی اللہ کا حکم ہیں۔ طوفان بھی آ سکتا ہے۔ تو ہم یہ سب اللہ کی طرف سے مانتے ہیں کیوں کہ ہم اللہ کے غلام ہیں اور نبی ﷺ کے بھی غلام ہیں۔ روزی کمانے والا فیکٹری کے مالک کو بھی مانتا ہے یا حکومت کے سربراہ کو بھی مانتا ہے۔ افسر نے آپ پر حکم چلا دیا کہ اس وقت دفتر آیا کرو اور مہینے کے بعد چپکے سے پیسے لے جاؤ۔ مہینے کے اندر ہی وہ پیسے آپ سے مہنگائی کے ذریعے وصول ہو جاتے ہیں۔ تو یہ حکم بھی اللہ کی طرف سے ماننا ہے۔ اس طرح آپ حالاتِ زمانہ کو Fight کر لیں گے' جیسا ہو گا کر لیں گے۔ پھر آپ کی زندگی میں ڈاکٹر ایک Impulse کی شکل میں آ جاتا ہے' آپ کے بیمار ہونے کی دیر ہے کہ اس کے گھر میں عید آ گئی۔ تو ایک تو آپ بیمار ہو گئے اور پھر غریب ہو گئے۔ بیماری کا یہ بہت بڑا نقصان ہے کہ غریبی پیدا کرتی ہے اور ڈاکٹر کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کی جیب بھرتی ہے' ڈاکٹر کی نظر مریض کی بیماری پر نہیں بلکہ مریض

کی جیب پر ہوتی ہے.....

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ ہم اللہ کے غلام ہیں' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے غلام' آپؐ جو فرمائیں وہ ہم مانتے ہیں' اللہ کا قرآن جو فرمائے ہم ماننے والے ہیں' پھر جو صحابہ کرامؓ نے فرمایا وہ بھی ہم نے ماننا ہے۔ پھر فقہ کے آئمہ کرامؒ کا حکم ہے' چاروں اماموں نے الگ الگ حکم نامہ جاری کر دیا' وہ ماننا بھی ضروری ہے۔ پھر آپ سے کہا جا سکتا ہے کہ امام غزالیؒ کو بھی مانو۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ہم تو امام غزالیؒ کو ماننے پر مجبور مگر امام غزالیؒ نے کون سے امام غزالی کو پڑھا تھا جس کو انہوں نے مانا' کیا اِن سے پہلے کوئی امام غزالی تھے؟ تو وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ بغیر پڑھے بھی اگر امام غزالی ہو سکتا ہے تو مجھے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے' وہ چاہے گا تو بات خود ہی ہو جائے گی۔ کیا کسی پھول نے پھول بننے سے پہلے کسی پھول کو پڑھا؟ کیا گلاب کو چاہیے کہ وہ پہلے پرانے گلابوں کو دیکھے اور پھر خوشبو کا تقاضہ کرے؟ مگر اس میں تو پیدائشی خوشبو ہے۔ اگر کوئی پیدائشی امام ہے تو ٹھیک ورنہ تم لوگ تو پڑھ پڑھ کے تھک گئے۔ یہ دیکھو کہ ہم سارے داتا صاحبؒ کو عقیدت سے ماننے والے ہیں' داتا صاحبؒ یہاں پر کسی مزار پر نہیں آئے Data Sahib did not come to a grave بلکہ وہ کسی کام کے لیے آئے تھے۔ ''کام'' کا نام داتا ہے اور آپ نے صرف Visit کا نام داتا رکھا ہوا ہے' آپ وہاں گئے' پھر گئے مگر کام کا نہیں پوچھتے' ڈیوٹی کا نہیں پوچھتے بلکہ صرف آتے جاتے رہتے ہیں۔ خواجہ صاحبؒ یہاں پر ایک دفعہ تشریف لائے اور اجمیر شریف میں جا کے جھنڈا لگا دیا' اور آپ لوگ صرف آتے جاتے رہتے ہیں' نہ داتا صاحبؒ کی بات مانتے ہیں اور نہ خواجہ صاحبؒ کی۔ ''کشف المحجوب''

ہمارے لیے بڑی محترم کتاب ہے' اسی طرح ''کیمیائے سعادت'' ہے اور ''نہج البلاغت'' ہے' اسی طرح تمام کتابیں ہم مانتے ہیں۔ پھر آپ کو بتایا جائے کہ قائداعظمؒ نے یہ فرمایا ہے۔ یہاں ایک راز پیدا ہو گیا کہ اگر قائداعظمؒ کا اسلامی انداز ہے تو پچھلے انداز سے الگ ہے' یا تو اسے اجتہاد مان لو' کہ اسلام کتنا؟ جتنا قائداعظمؒ کے پاس تھا۔ اس سے زیادہ نہیں چاہیے۔ تو اگر یہ قوم کے لیڈر ہیں' جیسا کہ وہ بابائے قوم ہیں' تو پھر جتنا اسلام ان کے پاس تھا ہمیں صداقت کے لیے اتنا ہی اسلام چاہیے۔ اگر اس کے علاوہ اسلام تھا تو پھر یہ جو سب کچھ ہوا ہے یہ اسلامی نہ ہوگا۔ پھر اقبالؒ کی بات آئے گی کہ وہ کیا فرما رہے ہیں۔ اقبالؒ کی خوبی یہ ہے کہ اگر دو مخالف جلسے ہوں تو دونوں کے پاس اقبالؒ کا شعر لکھا ہوا ہوگا۔ ایک پارٹی نے لکھا ہوگا:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

اور یہ کہ:

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخِ اُمرا کے در و دیوار ہلا دو

اور دوسری طرف لکھا ہوگا کہ:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اِدھر والے کہتے ہیں جاگیروں کو اڑا کے رکھ دو اور اُدھر والے کہتے ہیں ''یارسولؐ اللہ''۔ اقبالؒ دونوں طرف کھیل رہا ہے اور اُسے ماننا سب کی ضرورت

ہے۔ پھر سربراہِ حکومت کا حکم جاری ہونے والا ہے' نیا آرڈیننس آنے والا ہے۔اس آرڈی نینس سے جو طاقت میں آئے گا آپ کو اس کا حکم بھی ماننا پڑے گا۔تو آپ وہ غلام ہیں جن کے آقا متضاد ہیں اور بے شمار ہیں اور خدا کا شکر ادا کرو کہ آپ پھر بھی زندہ ہیں۔کسی ایک کی اطاعت نہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ دو کی اطاعت شروع کر دیں۔تو کسی طاقت کی اطاعت نہ کرنی ہو تو دو طاقتوں کی اطاعت شروع کر دو یعنی دو مخالف طاقتوں کی۔جس آدمی کے بے شمار آقاہوں اور آپس میں مختلف ہوں تو وہ آدمی کسی کی اطاعت نہیں کرتا' آسودہ رہتا اور خوش رہتا ہے۔تو آپ پر تسلیمات کے اتنے پریشر ہیں کہ زندگی گزری چلی جارہی ہے اور ہر دھوکا دینے والا سچے افکار کو پیش کر کے دھوکا دیتا چلا جارہا ہے۔جس زمانے میں قائدین کی بہتات ہو اس زمانے میں قیادت کا فقدان ہوتا ہے۔جس زمانے میں بہت سارے لیڈر پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ لیڈر پیدا نہیں ہوا۔لیڈر کی تعریف یہ ہے کہ وہ باقی لیڈری کے چراغ بجھا دے۔اس لیے آج کل کوئی لیڈر نہیں۔پیر کی تعریف یہ ہے کہ وہ باقی پیر خانے خاموش کرا دے۔ سارے جھنڈے الگ ہیں اور سارے زندہ ہیں اور مریدوں کی خوبی دیکھو کہ اُدھر بھی جاتے ہیں اور اِدھر بھی جاتے ہیں' ہر جلسے میں جاتے ہیں' مردہ باد بھی کہتے ہیں اور زندہ باد بھی کہتے ہیں۔عجیب منافقت ہے۔تو آپ کی وابستگی جب اتنی منتشر ہے تو آپ کا ایمان کیسے قائم رہے گا۔اس لیے آپ یہ بات یاد رکھیں کہ:۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبارِ راہِ حجاز ہو جا

تو چھوڑ دو ہر چیز کو' درود شریف میں لگ جاؤ اور اپنی جان بچاؤ۔ زندگی پہلے ہی مختصر سی ہے' وقت گزرا چلا جا رہا ہے۔ ایک ذات کو راضی کر لو' پھر اللہ بھی راضی اور آپ بھی راضی۔ آپ درود شریف پڑھتے جاؤ' عبادت کرتے جاؤ' اس طرح آسان زندگی گزارتے جاؤ' اللہ کی اطاعت کرتے جاؤ' اللہ کے نبی ﷺ کی اطاعت کرتے جاؤ۔ جس نے یہ کہہ دیا وہ تو دلیر ہو گیا۔ آپ یہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔ کاش آپ کہہ سکتے۔ حال میں رہنا ہے تو کسی ایک جگہ پر ٹک جاؤ اور ماضی میں جانا ہے تو راستے میں سب کو ادب سے سلام کرتے ہوئے حضور پاک ﷺ کے پاس پہنچ جاؤ۔ راستے کے پڑاؤ سلام کے لیے ہوتے ہیں۔ تو آج کل کے انسان پر احترام کا بہت زیادہ پریشر ہے اور اس طرح وہ پریشان ہو جاتا ہے اور زندگی گزری چلی جا رہی ہے' انسان نیند کی آغوش میں ہے' کھانے پینے میں ہے اور پھر موت کی آغوش ہو گی۔ تو آپ اللہ کو مانو' اللہ کے نبی ﷺ کو مانو' قرآن کریم سچی کتاب ہے' اس کو آپ پڑھ لیں' وقت ملے تو عربی سے اردو ترجمہ پڑھو' افہام تفہیم میں نہ پڑنا' تفسیر کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت قرآن پاک کی ہے یا سورت ہے تو قرآن پاک تو ہر زمانے کے لیے حکم ہے اور یہ حکم ہر حال میں علی کل امر نافذ ہے۔ جب تفسیر میں آپ نے یہ لکھا کہ اس کی شانِ نزول یہ ہے تو یہ تو ایک واقعہ ہے۔ جو سورۃ شانِ نزول کے واقعہ سے متاثر ہو کے نازل فرمائی جائے وہ بات آپ لوگوں کو کیسے سمجھ آئے گی جب تک وہ واقعہ آپ کے پاس نہ ہو۔ اس لیے اس لحاظ سے شانِ نزول بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ قرآن ایک ایسا کلام ہے جس میں شانِ نزول ہر وقت یہ آپ ہی ہے۔ آپ اسے اپنے حالات میں پڑھیں' اپنے حساب سے پڑھیں'

پھر آپ کو اس سے Guidance ' ہدایت ملے گی۔ Guidance کی بڑی آسان بات ہے کہ یہ کتاب آپ کو ہدایت دیتی ہے بشرطیکہ آپ متقی ہو جائیں۔ متقی ہونے میں آپ کو کچھ دیر لگ سکتی ہے اور پھر Guidance مل جائے گی۔ متقی ہونے کے بغیر آپ کو کچھ دیر لگ سکتی ہے اور پھر Guidance مل جائے گی۔ متقی ہونے کے بغیر اگر قرآن پڑھو گے تو عین ممکن ہے کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا تو عین ممکن ہے اس میں سے ہدایت ملے اور عین ممکن ہے کہ اس میں سے گمراہ ہو جاؤ۔ تو متقی ہوئے بغیر ہدایت کیسے لو گے۔ متقی کے متعلق اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ یومنون بالغیب یعنی کہ اللہ کو ماننا ہے' جاننا نہیں ہے اور دیکھنا نہیں ہے۔ اور یقیمون الصلوٰۃ نماز قائم کرنا اس طرح سے کہ حالتِ نماز اور حالتِ زندگی برابر ہو جائے۔ تو اس طرح نماز قائم ہو گئی۔ کب قائم ہو گئی؟ جب آپ کی مسجد کے اندر کی زندگی اور باہر کی زندگی برابر ہو گئی۔ جب آپ اللہ کے سامنے ہوتے ہو تو بڑے مسکین بن کے بیٹھے ہوتے ہو اور جب باہر ہوتے ہو تو بڑے ظالم ہوتے ہو۔ اور یہ کہ ومما رزقنھم ینفقون یعنی اللہ نے جو کچھ دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اول تو گمراہی یہ ہوتی ہے کہ لوگ مانتے ہی نہیں کہ اللہ نے دیا ہے بلکہ محنت سے کمایا ہے' اس میں اللہ نے کیا کیا ہے۔ جب تو نے محنت سے کمایا ہے تو محنت کرنے کی طاقت کس نے دی ہے؟ اللہ نے دی ہے۔ تو وہ مال خرچ کرو۔ کہاں خرچ کرنا ہے؟ جس کے پاس نہیں ہے اس کو دو۔ اگر آپ کے پاس آنکھوں کی بینائی ہے تو نابینا کے کام آنی چاہیے' ذہن ہے تو کسی پاگل کے کام آنا چاہیے اور علم ہے تو جاہلوں کے کام آنا چاہیے۔ تو جو صفت آپ کے پاس ہے وہ اس کے کام آئے جس کے پاس وہ صفت نہیں ہے لیکن آپ تو اسی کو

ڈراتے ہیں جس کے پاس وہ صفت نہیں ہے۔ اگر آپ کے پاس مرتبہ ہے' بادشاہت ہے تو یہ کس کے کام آنا چاہیے؟ جو غریب ہیں' غلام ہیں۔ تم لوگ سرکار دو عالمؐ کی ذات کا جانتے ہو کہ وہ اللہ کے کتنے قریب ہیں' اور آپؐ اُمت کے لیے کتنے محترم ہیں' آپؐ کے لیے ہر انسان کے ذہن میں کتنا ادب ہے اور آپؐ ان تمام کے لیے بادشاہ ہیں' سلطان السلاطین ہیں لیکن آپؐ نے اپنی زندگی اپنے ماننے والوں کی زندگی سے بلند نہیں رکھی۔ اگر اللہ کی راہ میں دینے کا وقت آیا تو آپ کی جیب سے زیادہ کبھی نہیں نکلا' نکلا ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سربراہ وہ ہے جو اپنے غریبوں سے غریب زندگی بسر کرے۔ تو زندگی یہ ہے۔ جب آپؐ نے معراج شریف پر جانا تھا تو لباس میں Patch' پیوند لگا رہے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ہیں کائنات کے مالک : ؎

وہ بانیِ دینِ مبین بھی ہے حَرَم بھی ہے یثرب بھی ہے
مسکینوں میں مسکین بھی ہے' سلطانِ زمانہ شاہوں میں

آپؐ بادشاہوں میں سلطان زمانہ ہیں مگر مسکینوں میں زندگی بسر ہو رہی ہے۔ تو یہ جو واقعہ ہے اس میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ لیڈر شپ کیا ہوتی ہے۔ تو لیڈر شپ یوں ہوتی ہے۔ تو متقی کی پہچان بتائی جا رہی تھی کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں' نماز قائم کرتے ہیں' اس میں سے خرچ کرتے ہیں جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اور اس کو مانتے ہیں جو آپؐ پر نازل ہوا اور جو اس سے پہلے نازل ہوا..... تو ان کے لیے اللہ کی کتاب میں ہدایت ہے۔ جن کو ہدایت نہیں ملی ان کا یہ کام ٹھیک نہیں تھا۔ تو جن کو ہدایت چاہیے وہ یہ باتیں ٹھیک کر لیں۔ تو آپ اپنے آپ کو متقی کی تعریف

میں شامل کرلیں تو ہدایت مل جائے گی اور بات سمجھ آ جائے گی۔ تو زندگی مختصر ہے' آپ اللہ کا حکم مانتے جائیں' عبادت کرلیں' اپنی زندگی کا جائزہ لیا کریں' زندگی سے گلہ نکال دیں' شکوہ نکال دیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ شکر کی بات یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی اور آدمی جیسا نہیں ہے۔ یہ بڑے شکر کی بات ہے۔ جب آپ اپنی زندگی کو دوسرے کے مقابلے پہ لاتے ہیں کہ میرے پاس بھی آسودگی ہونی چاہیے' مجھے بھی اس جیسا امیر ہونا چاہیے تو اگر اللہ کسی کو خوب صورت چہرہ دے دے تو آپ وہ کہاں سے لائیں گے۔ تو آپ مقابلہ نہ کرنا۔ مقابلہ اس لیے نہ کرنا کہ زندگی کا نتیجہ آخر میں جا کے پتہ چلتا ہے اور آپ یہاں پر نتیجہ نہ نکالیں۔ یہاں پر فرعون بادشاہی کرتا ہے اور آخری نتیجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بادشاہی ہے۔ اس لیے یہاں کے نتیجے اور ہیں اور وہاں کے نتیجے اور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آگے دعا کرو کہ یارب العالمین ہمیں وہ زندگی عطا فرما جس سے ہم بھی خوش ہوں اور تو بھی خوش ہو' یہ نہ ہو کہ تو خوش ہو اور ہم روتے چلے جائیں یا ہم خوش ہوں اور کل کو تو ناراض ہو' تُو ہمیں خوش رکھ اور آپ خوش رہ۔ تو ہمیں اتنی ساری زندگی چاہیے۔ یا اللہ زندگی کا یہ میلہ دکھایا ہے تو خوشی سے دکھا اور خود بھی راضی رہنا' ہم سے ناراض نہ ہونا' ہم چاہتے ہیں کہ تو بھی راضی رہ اور ہم بھی راضی رہیں..... اگر آپ اس بات پہ غور کریں تو آپ کو ساری بات سمجھ آ جائے گی۔ اور یہ دعا کرو کہ یارب العالمین ہمیں وہ دے جو تو دینا چاہتا ہے اور ہمیں مانگے بغیر دے اور جو تو نہیں دینا چاہتا اس کے مانگنے کی ہمیں توفیق ہی نہ دے۔ تو زندگی وہ جس میں اللہ راضی اور ہم بھی راضی۔ یا اللہ ایسی زندگی دے جس میں ہم زندہ ہو کے راضی رہیں اور چھوڑتے وقت بھی ہم راضی ہوں' مرتے وقت بھی راضی ہوں

اور تو بھی راضی رہے۔ جو تو نے عطا فرمایا ہے وہ مانگے بغیر دے اور جو نہیں عطا فرمانا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ تو آپ اللہ سے یہ بات مانگیں۔ یا اللہ ہمیں ایک مالک کا غلام بنانا۔ یہ دعا ہمیشہ مانگا کرو کہ یا اللہ ہمیں ایک مالک کا غلام بنانا۔ ہمارے ہاں مالک زیادہ ہو گئے ہیں اور غلام تھوڑے ہو گئے ہیں۔ یہ دعا بھی کیا کرو کہ یا رب العالمین ہمیں ایک راستے کا مسافر بنانا' ہمیں دو سفر نہ دینا' ایک راستہ' ایک سفر اور ایک زندگی دینا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دو راستے آ جائیں' ہمیں چوک سے بچانا' چوراہوں سے بچانا..... چوراہا یہ ہوتا ہے جب انسان سوچ میں پڑ جائے کہ میں وہاں جاؤں کہ نہ جاؤں' کیا کروں' ایسا بھی ٹھیک ہے اور ویسا بھی ٹھیک ہے' اِس کی بات مانوں یا اس کی بات مانوں' To be اور Not to be کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے.....

تو دعا یہ کرو کہ ایک راستے کا سفر ہو۔ ایسا شخص کہتا ہے کیوں کہ میرے پاس کوئی Alternative' متبادل نہیں تھا اس لیے میں کامیاب ہو گیا' اگر کوئی Alternative ہوتا تو میں شاید کوئی غلطی کرتا مگر میرے پاس ایک چوائس تھا' اس لیے غلطی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا' میرے پاس کیوں کہ چوائس نہیں تھا اس لیے This was the only way میرے پاس صرف یہی راستہ تھا..... "The only way" is always the correct way تو صرف ایک راستہ ہی کامیاب راستہ ہوتا ہے اور When there are two ways اور جب دو راستے ہوں تو ایک راستہ غلط ہو گا' وہ راستہ The otherway round ہو گا۔

تو آپ خوش رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کریں کہ یا اللہ تو راضی رہ اور ہماری غلطیوں کو Transgressions کو معاف کر' ہمیں راضی رہنے کی توفیق

عطا فرما' تو ہمارا بن اور ہمیں اپنا بنالیا کر' تو بہتر جانتا ہے' ہم تو نہیں بنا سکتے' تو ہی بہتر کرلیا کر۔

دعا کرو اللہ تعالیٰ سب کو اپنے فضل سے نوازے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ حبیبنا وشفیعنا وسیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

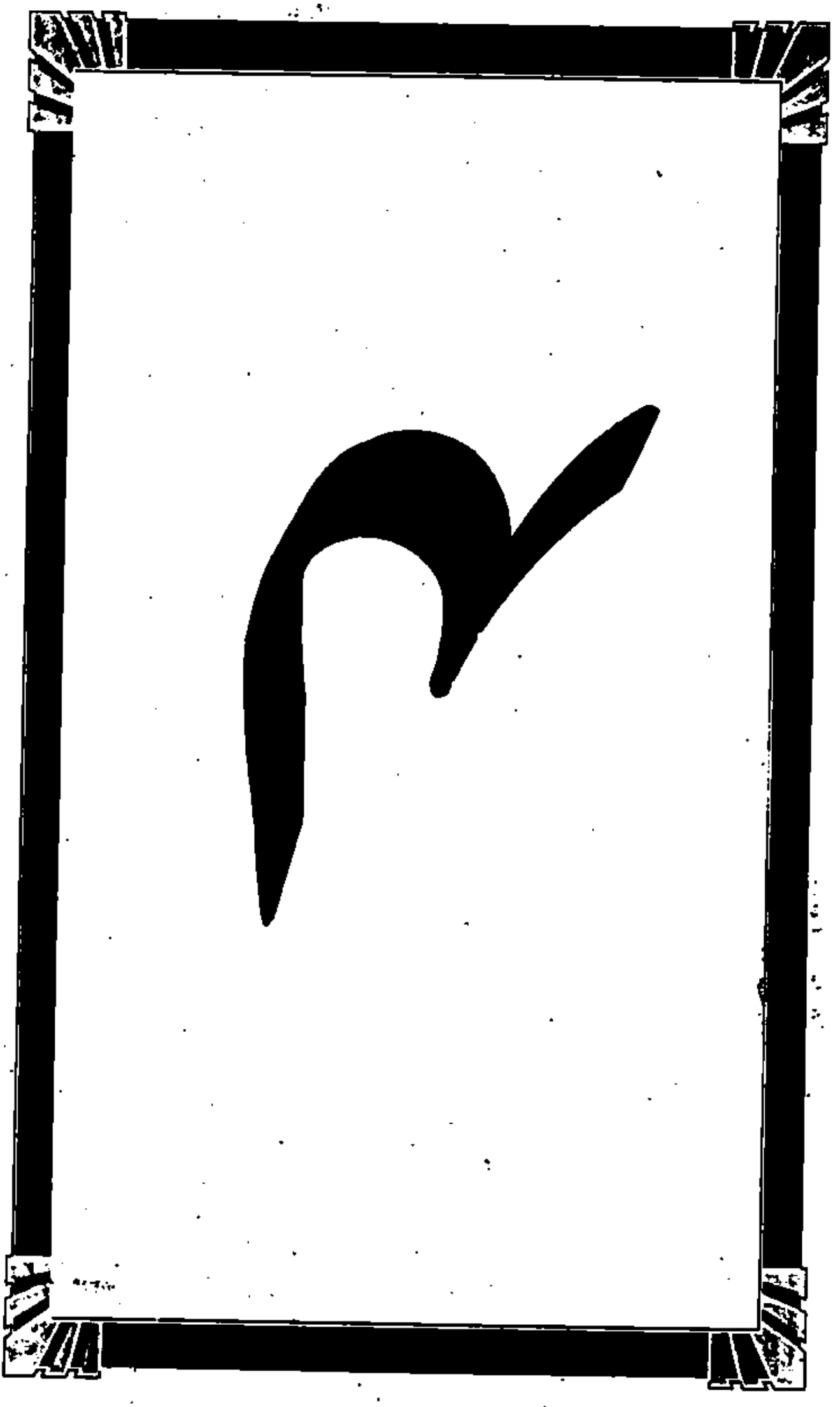

- عبادت کا مقصد تو انسان کو اچھا بنانا ہے اور اگر انسان اچھا بن جائے تو پھر عبادت کی کیا ضرورت ہے؟
- یہ جو جذب کی حالت میں بزرگ ہوتے ہیں وہ تو عبادت نہیں کرتے تو پھر کیسے پتہ چلے گا کہ وہ اصل بزرگ ہیں یا نہیں؟
- عبادت تو ظاہر ہو جاتی ہے، پھر اس کا کیا کریں؟
- کوئی ایسا آسان نسخہ بتائیں جس سے رات کا جاگنا آسان ہو جائے۔
- بیماری کے متعلق بھی کچھ فرمادیں۔

سوال:

عبادت کا مقصد تو انسان کو اچھا بنانا ہے اور اگر انسان اچھا بن جائے تو پھر عبادت کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

یہ بات اصل میں بڑی مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ پہلی بات جو غور والی ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا زندہ انسانوں کی ہے۔ اجسام، اشیاء، اجرام فلکی اور دوسرے واقعات اور کیفیات سب انسانوں کے ساتھ ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اس گلوب پر زندہ انسانوں کا یہ جو سارا اجتماع ہے اگر اس کو ہم دنیا کہیں تو یہ جو ٹوٹل انسان ہیں، جتنے انسان ہیں، یہ دنیا یا انسانوں کا اجتماع، بنی نوع انسان، جس نے اِن کو تخلیق فرمایا ہے اُس کا نام صفت کے حوالے سے ''خالق'' ہے اور ذات کے حوالے سے ''اللہ'' ہے۔ تو اس کی صفت، تخلیق ہے اور نام یعنی اسم موصوف، خالق ہے۔ تو وہ جو خالق ہے اُس کا ذاتی نام ہے ''اللہ''۔ اگر اس زندگی میں آپ ایک چابی والا کھلونا بنا کر چھوڑ دیں تو جیسے آپ نے اُس کو Detail کیا ہے تو وہ چابی کی موجودگی تک ویسی حرکت کرے گا، اُس کے بعد اس کی تمام حرکات و سکنات بند ہو جائیں گی اور وہ خاموش ہو جائے گا۔ آپ یوں سمجھیں کہ انسانوں

کو تخلیق فرمانے والے نے ایک خاص Mechanism اور ایک خاص Mechanical process شکل میں اس کو تخلیق فرمایا کہ یہ جو ہر انسان کا ہے اور اتنا عرصہ تک یہ Stay کرے گا' اس کی فلاں Activities حرکات ہوں گی جو وہ کرے گا اور ان Activities کے بعد جو ہے یہ از خود خاموش ہو جائے گا کیونکہ اس کے اندر In itself خاموش ہونے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ کوئی اور Element عنصر اسے خاموش نہیں کرائے گا۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ باہر سے کوئی چیز آ جائے اور گلا دبا دے لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ اگر انسان غار میں بھی بیٹھا رہے' تنہائی میں رہے' کوئی کام نہ کرے' چپکے سے بیٹھا رہے' کھانے کی ضرورت ہی نہ محسوس ہو پھر بھی کچھ وقت کے بعد After a certain time اس کے اندر Consume ہو جانے کا' ختم ہو جانے کا ایک مکمل Process موجود ہے اور وہ وہیں ختم ہو جائے گا۔ یہ بنانے والے نے اپنی قدرت کاملہ سے چیز بنائی ہے۔ اس انسان کو انسانوں کی ضرورت ہوگی' میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ کیوں ضرورت ہوگی؟ اب یہ بات دہرانے والی ہوگئی ہے اس لیے اس کو دہرا لوتا کہ یاد آ جائے۔ انسان کو انسان کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے لیکن انسان کو انسان کی ضرورت ہے۔ جب ایک انسان' تنہا انسان' اکیلا انسان' اپنی تنہائی' اپنے اکیلے پن' اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنی اکائی پر غور کرتا ہے تو اُس کو دوسرے انسانوں کی طلب اور محتاجی کا احساس ہوتا ہے۔ کیا یہ بات آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ کہ وہ اکیلا کافی ہے' تنہائی میں مطمئن ہے لیکن جس وقت اپنے وجود کو دریافت کرتا ہے تو اُس کے اندر اُس کو ایسے گل پُرزے ملتے ہیں جن کا تعلق غیروں سے' اوروں سے ہے اور دوسرے انسانوں سے ہے۔ جیسے اُس کی آنکھ' بینائی جسے کہتے ہیں'

اُس کی بینائی کسی اپنے جیسے وجود کو دیکھنا پسند کرے گی' تو اس طرح ایک اور انسان آ گیا۔ اب اگر اُسے کوئی نہ بھی ملے گا تو وہ آئینہ دیکھے گا' اپنے وجود کا عکس دیکھ لے گا' اس طرح وہ مطمئن رہ جائے گا۔ اس طرح چلتے چلتے' انسانوں کو دیکھنے کے لیے اُس کی آنکھ میں یہ Mechanical process ہے' یہ مشینی عمل ہے اور اُس کے دل میں شوق رکھ دیا گیا ہے۔ تنہا انسان بھی طالبِ محفل ہوگا' یہ طلب اس کے اندر موجود ہے اور اس طرح اُس کو کوئی اچھی سی بات سمجھ آ جائے گی' وہ بیچارہ تنہا جنگل میں رہتا ہے' غاروں میں رہتا ہے' اگر اس کو کوئی میٹھا پھل مل جائے تو وہ شور مچائے گا کسی کو دکھانے کے لیے' کھلانے کے لیے' کہے گا کوئی اور وجود ہو تا کہ میں اُسے دکھاؤں کہ میں نے یہ چیز دریافت کر لی ہے۔ تو وہاں اُس کو کسی اور کی ضرورت محسوس ہوگی۔ یہ صرف آنکھوں کی بات ہو رہی ہے اور جب وہ اپنی آواز دریافت کرتا ہے تو پھر وہ دیکھتا ہے کہ آواز کیسے رجسٹر ہوتی ہے' آواز کدھر جاتی ہے' پھر اُسے پتہ چلتا ہے کہ یہ تو کان کے ذریعے رجسٹر ہوتی ہے' کان کے ذریعے سنی جا سکتی ہے' تو پھر اُس کو کوئی اور کان چاہیے۔ تب وہ انسانوں کو دریافت کرے گا۔ اگر گلے میں سوز پیدا ہو گیا' نغمہ پیدا ہو گیا تو وہ سب کو سنائے گا کہ یہ میری آواز ہے۔ شیر سارے جنگل کو اپنی آواز سے بتائے گا۔ شیر کی شکل میں اتنی ہیبت نہیں جتنا اُس کی آواز میں رعب ہے' اور وہ یہ بتائے گا۔ تو آواز کے حوالے سے کان کی' اور انسانی کانوں کی تلاش میں وہ انسانوں کے قُرب میں جائے گا۔ پھر صحت اور بیماری کی جو ضرورت ہے یہاں پر بھی اُسے انسان چاہیے' شادی کے لیے ایک ساتھی کی بھی تمنا ہوگی..... کیونکہ یہ وجود کے اندر کے حصے ہیں اور انسانوں کے اپنے پرزے ہیں۔ اسی طرح روحانی دنیا کے

اندر' روحانیت کے اندر جب وہ انسان جائے گا تو پھر اُس کو روحانی طور پر کوئی نہ کوئی رفیقِ طریق یا رفیقانِ طریق چاہییں' یہ بھی ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا جس کو خالق نے تخلیق فرمایا' اُس نے اس کے اندر اجتماع سازی کا ایک شعبہ Secretly رکھ دیا۔ اگر آپ خدا کو نہ مانیں تب بھی آپ کو سماج ضرور بنانا پڑے گا۔ سماج بنانا انسان کی طاقت بھی ہے اور اُس کی کمزوری بھی ہے۔ یہ سماج بنانا شروع سے چلا آ رہا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ Man is a social animal یعنی انسان معاشرتی حیوان ہے' تو اس طرح وہ ساری تھیوری بناتے ہیں۔ پھر جب سماج بنا اور انسان سماج میں داخل ہوا تو اِن سماج ساز اداروں کو سماج شکن ادارے بھی مل گئے۔ وہ سماج شکن ادارے یہ تھے کہ کسی نے محفل لگائی اور کھانا پکایا اور ایک شخص نے آ کے کھانا چرا لیا۔ اب یہاں آ کے سسٹم بنانا پڑ گیا کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ اگر ایک آدمی چاہے تو سارا سسٹم توڑ سکتا ہے۔ یعنی ایک آدمی نے مکان بنایا' جھونپڑی بنائی اور دوسرے نے آ کر آگ لگا دی۔ انسانوں نے کہا کہ اس کا تو کچھ ہونا چاہیے۔ اس لیے اُس پر ایک Check رکھ دیا' رُعب رکھ دیا جس کو کہتے ہیں سماج میں اخلاقی قانون۔ پھر جب اخلاقی قانون اخلاقیات کے حوالے سے بنا تو انہوں نے کہا کہ اخلاقیات کا حوالہ جو ہے انسانوں کی بنائی ہوئی اخلاقیات ہے اور اس کو بنانے والا اس میں اپنا مطلب رکھ لیتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے یہ کہا کہ سب لوگ برابر ہوتے ہیں اور پھر برابر کی تقسیم میں اپنے آپ کا ذرا زیادہ حصہ رکھ لیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا؟ تو وہ کہتا ہے کہ سب لوگ برابر ہوتے ہیں لیکن کچھ لوگ "زیادہ برابر" ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ لوگ "زیادہ برابر" ہوتے ہیں' وہ اس طرح اپنے آپ کو زیادہ طاقت ور بنانے

کے لیے اپنے حصے بڑھاتے جاتے ہیں۔ یہاں سے وہ نظریہ بن گیا Divine right of Kings یعنی بادشاہ کو اللہ کی طرف سے اختیار ملا ہے یعنی وہ بادشاہ آ گیا' ظالم آ گیا' جابر آ گیا اور کہنے لگا کہ میں آسمان کی طرف سے آیا ہوں۔ یہاں پر ضرورت پڑتی ہے مذہب کی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے' اُسی اللہ نے جو خالق تھا' اُس نے پھر اپنی طرف سے کچھ اصحاب مبعوث فرما دیے جو لوگوں کو یہ بتائیں کہ یہ زندگی ہی کافی نہیں ہے' یہ زندگی جواب دہ بھی ہے اور آپ نے کسی اور زمانے میں جانا ہے۔ یہاں سے دین شروع ہوا۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ یہ زندگی جو تم گزار رہے ہو یہ خالی Eat, drink and be merry نہیں ہے یعنی صرف کھانا پینا اور عیش کرنا ہی نہیں ہے بلکہ تم Answerable ہو' جواب دہ ہو اور تمہاری زندگی جو گزر رہی ہے' اس کی ایک جواب دہی ہے صرف یہاں نہیں بلکہ آئندہ زندگی میں۔ تو وہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی کے نظام کی خبر دیتے رہے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بزرگ' پیغمبر تھے اور یہاں سے دین شروع ہوا۔ انہوں نے پھر یہ کہا کہ آپ کی جو اخلاقیات ہے' اخلاقیات کے یہ حصے صحیح ہیں اور وہ حصے صحیح نہیں ہیں۔ اخلاقیات میں انہوں نے الٰہیات داخل کر دی۔ اخلاقیات میں جہاں الٰہیات داخل ہوئی وہاں سے عبادت بنی ورنہ اخلاقیات تو موجود تھیں' جس کا بچہ بیمار ہوتا تھا تو وہ حکیم صاحب کے پاس ضرور جاتا تھا لیکن انہوں نے کہا کہ بچے کی خدمت کرو اس لیے کہ یہ اللہ کا حکم ہے' یہ تمہاری ضرورت ضرور ہے لیکن یہ اللہ کا حکم ہے۔ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ اگرچہ ماں باپ تمہاری ضرورت نہیں ہیں لیکن اب اُن کی خدمت اللہ کا حکم ہے۔ کیونکہ تم لوگ اپنی ضرورتوں سے آزاد ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ ماں باپ کا زمانہ پرانا ہو گیا' وہ بوڑھے ہو گئے'

اب انہیں علیحدہ کر دو کیونکہ تم کاروبار میں کافی کما چکے ہو بلکہ ماں باپ کی دوکانیں اب تمہارے نام ہیں۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ آپ آزادی اور ضرورت کی عدم موجودگی جو ہے اسی میں مگن ہو جائیں اور والدین کو چھوڑ دیں۔ یہاں یہ بتایا گیا کہ جہاں اخلاقی بات تمہیں سمجھ نہ آتی ہو وہاں الٰہیات کو سمجھو۔ تو یہ عبادت ہے۔ مذہب نے زندگی کے شعور کو' سماج کے شعور کو ایک اللہ کے اُس حکم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جس اللہ نے اِس کائنات کو اور ان انسانوں کو بنایا تھا اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء کیا ہے' خالق کا انسان بنانے کا منشاء کیا ہے۔ تو انہوں نے یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے تم لوگوں کو تخلیق کیا تا کہ میرا اپنا اظہار ہو۔ اور میں نے تمہیں اس لیے بنایا بلکہ ہر شے کو اس لیے بنایا الا لیعبدون تا کہ تم لوگ اور ساری کائنات عبادت کریں۔ اور یہ جو آپ اپنی صفت کے مطابق چل رہے یہ عبادت کا حصہ ہے لیکن یہ عبادت تسبیح کہلائے گی۔ تو انسان مجبور ہے' ایک مشین ہے' کھلونا ہے جو چل رہا ہے' اپنے وقت کے مطابق چل رہا ہے اور یہ تسبیح ہے اور یہی کام کائنات کی بے جان چیزیں بھی کر رہی ہیں یسبح للہ مافی السمٰوٰت و ما فی الارض جو کچھ بھی آسمان اور زمین میں ہے' ذی جان' بے جان' شجر' حجر' درخت' سارے کے سارے' سب تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ تسبیح کا معنی کیا ہے؟ پرندے جو ہیں وہ اڑتے ہی رہیں گے' تو یہ تسبیح ہے اور پہاڑ جو ہیں وہ اُڑنا شروع نہیں کر دیں گے' یہ تسبیح ہے۔ لہٰذا اپنی صفت کے اندر برقرار رہنا' اُس کی تسبیح ہے۔ ہر چیز کا اپنا اپنا نظام ہے اور نظام عدل اُس کے اوپر چھایا ہوا ہے اور اس کے مطابق ہر چیز کام کر رہی ہے۔ تو جب دین نے بتایا کہ یہ عبادت ہے تو اُس عبادت کا رُخ یہ تھا کہ دنیا

کے اندر انسانوں میں ایک خاص قسم کی تہذیب' ایک خاص قسم کا امن اور ایک خاص قسم کا شعور پیدا ہو جائے تا کہ اس زندگی کا مفہوم اور آنے والی زندگی کا مفہوم سمجھ آ جائے۔ پھر اُس مذہب نے ماننے والوں کا اپنے پیغمبر کے حوالے سے گروہ بنایا۔ یہ گروہ تھا ان ماننے والوں کا جو اس بات کے داعی تھے کہ زمین پر انسانوں میں ایک نظامِ عدل قائم ہو جائے۔ انہوں نے نظامِ عدل قائم کرنا چاہا' نظامِ انصاف قائم کرنا چاہا' نظامِ الٰہیات قائم کرنا چاہا اور نظامِ اخلاقیات قائم کرنا چاہا۔ تو انہوں نے دنیا میں وہ نظام قائم کرنا چاہا اور قائم کرنے والے گروہ کے لوگ اس مذہب کے لوگ کہلائے۔ اُس مذہب کے پیغمبر علیہم السلام جو بھی تھے انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ تم اپنا ذاتی تعارف جو ہے اس طرح کرو یعنی یہ عمل کرو تو یہ عبادت ہے۔ تو عبادت کیا ہوئی؟ عبادت صفت کا استعمال نہیں ہے کیونکہ وہ ہر آدمی کرتا ہے' کافر بھی کرتا ہے یعنی بھوک لگے گی تو کھانا کھائے گا' بیمار ہو گا تو ڈاکٹر کے پاس جائے گا' تکلیف ہو گی تو روئے گا اور روئے گا ضرور۔ کسی کا کوئی مر جائے' کافر کا باپ مر جائے تو وہ بھی مسلمان کی طرح روتا ہے' کمال کی بات تو یہ ہے۔ حالانکہ وہ کافر ہے' اُس کو رونا نہیں چاہیے لیکن وہ بھی مسلمانوں کی طرح روتا ہے' پیدا بھی اسی طرح ہوتا ہے' مرتا بھی اسی طرح سے ہے' اُس کی زندگی بھی اتنی ساری ہے اُس کو بھی وہی تکلیفیں ہیں اور وہی حالات ہیں۔ ذرا کھانے پینے اور رہنے سہنے کے آداب مختلف ہیں ورنہ وہ بھی لباس جسم کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کریں گے اور آپ بھی استعمال کرو گے' کسی نے کس طرح ڈھانپ لیا' کسی نے اور طرح ڈھانپ لیا' کسی نے اطلس اور کمخواب میں ڈھانپ لیا اور کسی نے ٹاٹ سے ڈھانپ لیا' جسم کو ڈھانپ تو لیا' رات سمور میں گزر گئی یا تنور میں

گزر گئی' رات تو سب کی گزر گئی۔ تو وہ جو مذہب کے داعی تھے انہوں نے اپنا ایک انداز اختیار کیا۔ اُس اللہ تعالیٰ کی انسانی عبادت کرنے کے علاوہ پیدا ہونا عبادت ہے' مرجانا عبادت ہے' گھروں میں رہنا عبادت ہے' کھانا حلال کا کھانا عبادت ہے' یہ بات ہر دین والا کہے گا بلکہ کافر بھی کہے گا۔ آپ کافروں کے پاس جاؤ' کافروں کے معاشرے میں جاؤ تو وہاں کچھ قباحتیں تو ہوں گی ورنہ آپ کو وہ یہ کہیں گے کہ ہم لوگ منشائے اسلام کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں' کلمے کے علاوہ ہمارے پاس اسلام کا سارا منشا پورا ہے کہ بے ایمانی ہم نہیں کرتے' جھوٹ ہم نہیں بولتے یا کم بولتے ہیں' ہم ہسپتالوں میں Patient ' مریض کی خدمت کرتے ہیں' اگر ہم کہتے ہیں کہ کسی چیز کی گارنٹی پانچ سال ہے تو وہ چیز دس سال چلے گی۔ مقصد یہ ہے کہ اُن کی ساری زندگی منشائے اسلام کی زندگی لگتی ہے بلکہ وہ اسلام ہی ہے کلمے کے علاوہ۔ اور اب آپ لوگوں کے پاس کلمہ رہ گیا ہے عمل کے علاوہ۔ آپ کو یہ بات غور سے سننی چاہیے کہ وہ جو صرف صفات ہیں' سچ بولنا عبادت ہے' اور صفات بھی عبادت ہیں لیکن جس پہ ہم زور دے رہے ہیں یا مسلمان مولوی زور دے رہا ہے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ یہ صرف صفات کی عبادت نہیں ہے بلکہ تم نے ایک حکم کی عبادت کرنی ہے۔ وہ جو تمہاری عبادت ہے وہ الگ ہے اور وہ سماج کی عبادت ہے' معاشرے کی عبادت ہے' معاشرے کی فلاح کی عبادت ہے کہ برائی نہ کرو گے' بے ایمانی نہ کرو گے تو معاشرہ بچ جائے گا اور دیرپا ہو جائے گا۔ اگر تم نے کہا ہے کہ اس میں اتنے گرام سونا ڈالا ہے تو اُس میں سے اتنے ہی گرام سونا نکلنا چاہیے۔ تو اس طرح معاشرہ قائم ہو جائے گا لیکن ہم نے یہ کہا کہ اس کے اندر اللہ کا وہ حکم جو ہمیں اللہ کے محبوب ﷺ سے ملا اُس کے

مطابق ہم عمل کریں گے تو یہ عبادت کہلائے گی۔ گویا کہ بات یوں آسان ہوگئی کہ وہ کام جو ہم زندگی کی مجبوری کے لیے کرتے ہیں' مثلاً زندگی اللہ نے بنائی ہے' اور مجبوری اُدھر سے آئی ہے تو وہ کام عبادت ہے۔ لہٰذا زندگی کی مجبوری کے مطابق کام کرنا عبادت ہے' دوسرے کی مجبوری میں اُس کے ساتھ تعاون کرنا عبادت ہے' اس کائنات کے باقی انسانوں سے محبت کرنا عبادت ہے' زمین پر فتنہ فساد نہ پھیلانا عبادت ہے' یہ سب عبادتیں ہیں' آپ پر جو زندگی کا بوجھ نازل ہوا یہ عبادت ہے' ماں باپ کی خدمت عبادت ہے لیکن ہم اصل میں اُس کو عبادت کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زبان سے معاشرے کے اندر عبادت کے نام پر رائج کی گئی اور ہمارا اُس عبادت پہ زور ہے۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ میں کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا' میں غریبوں کا خون تو نہیں پیتا' صرف شراب ہی پیتا ہوں تو یہ بات نامناسب ہے۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ غریبوں کا خون پیو۔ ایک آدمی صرف شراب پیتا ہے' اور باقی برائی کوئی نہیں کرتا تو اللہ کے حکم کے مطابق یہ منع ہے کہ اسے نہ پیو۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں باقی سارے اسلام پر پابند ہوں لیکن صرف شراب پیتا ہوں تو اسلام کی منشاء کے مطابق کسی بھی ایک حکم کو Openly violate کرنا' کھلی خلاف ورزی کرنا جو ہے اس کے خلاف چیلنج ہے' گویا کہ آپ اس کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح سود اللہ کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ آپ ساری نمازیں پڑھتے جاؤ اور سود کا کام ہو تو اللہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے آپ کا سارا اسلام ختم ہو جائے گا۔ اللہ کا حکم ہے کہ سؤر کا گوشت نہیں کھانا' اس سے کوئی قباحت ہوگی' فرض کرو قباحت نہیں ہوتی تو پھر کیا ہوا؟ پھر آپ کہیں گے کہ کیونکہ یہ حکم ہے اس

لیے نہیں کھانا۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ مجھے اس کا گوشت کھانے سے تکلیف کوئی نہیں پہنچتی تو تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے تم حکم عدولی سے باز آجاؤ۔ شیطان کو کیا تکلیف پہنچتی تھی سجدے میں' اور باقیوں کو کیا نقصان ہو گیا سجدہ کرنے میں' اُس نے اللہ کے حکم کی حکم عدولی کی تو اللہ نے فرمایا کہ باہر نکل جاؤ۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم جو خاموشی سے آپ پر نازل ہے اُس کو پورا کرنے پر آپ مجبور ہیں۔ بیٹی کی شادی ہو گی تب بھی آپ روشنیاں کرو گے اور اگر بیٹے کی شادی ہو گی تو بھی آپ جگمگائیں گے۔ تو جہاں اللہ کا حکم آجائے اگر آپ وہاں حکم عدولی کریں گے تو پھر آپ کی ساری عبادتیں رائیگاں ہو جائیں گی کیونکہ عبادت کے نام سے اللہ کا جو حکم ہے اُس کو آپ نے نہیں مانا۔ اس لیے آپ اگر عبادت کے لیے کوئی فلاح گاہ یا فلاح نامہ بنالیں' ایک ایسی عمارت بنالیں جس میں ہر ایک آدمی کے لیے عافیت ہو اور نیکی کا موقع ہو۔ اگر کوئی شخص ایک بہشت بنالے جس بہشت میں ساری نیکی بھی ہو جائے' مہربانیاں بھی ہو جائیں' صداقتیں بھی ہو جائیں لیکن اُس جنت سے وہ مسجد بہت بہتر ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق بنائی جائے' چاہے وہ ٹوٹی ہوئی ہو۔ یعنی عبادت کا مفہوم نہیں لینا بلکہ عبادت کا حکم دیکھنا ہے کہ اللہ نے کیسے کہا ہے۔ آپ سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نمازیوں پڑھنے سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ایسے نماز پڑھو' ایسے وضو کرو اور پھر بار بار نماز پڑھتے جاتے ہو اور اللہ سے کہتے جاؤ کہ اھدنا الصراط المستقیم' کئی سال سے کہہ رہے ہو کہ صراطِ مستقیم دکھا' لیکن تمہیں یہ نہیں ملی۔ آپ کہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے' تو پھر یہی عبادت ہے۔ اگر روزے کا حکم آ گیا کہ تم تیس روزے رکھو تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس سے کیا ہوتا ہے؟ لوگ کہتے ہیں اس سے توکل ہو جائے گا' یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔

وہ شخص پھر کہتا ہے اس کے بغیر ہی تو کل ہے کیونکہ ہمیں پہلے ہی فاقہ آیا ہوا ہے' تو پھر روزہ کیا رکھنا ہے۔ اگر یہ اللہ کا حکم سمجھ کے آپ نے مان لیا تو پھر یہ عبادت ہے ورنہ فاقہ کرنا عبادت نہیں بلکہ آپ کی مجبوری ہوگی۔ اس لیے عبادت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہو۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو دنیا کے اندر ایک نظامِ عبادت میں مربوط کر کے جو احکام فرمائے' تو اُس کو ہم عبادت کہیں گے۔ باقی عبادتیں برحق ہیں لیکن اس عبادت کو آپ چھوڑ نہیں سکتے۔ کوئی شخص کہتا ہے کہ زندگی بڑی Fast ہوگئی ہے' Mechanical age ہو گئی ہے' زندگی کمپیوٹرائز ہوگئی ہے' چلو آج اس طرح کرتے ہیں کہ تین نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو تم دین کے اندر مداخلت کر رہے ہو اور تمہارا انجام وہی ہوگا جو نماز Cancel' ترک کرنے والے کا ہوسکتا ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ آپ کے پاس پانچ نمازیں پڑھنے کا وقت نہیں ہے اور آپ آج کل بھی یہ دیکھیں گے کہ پانچ نمازیں پڑھنے والوں کے پاس آج بھی وقت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو وقت نکل آئے گا اور ضرور نکل آئے گا۔ تو عبادت ہم کسے کہیں گے؟ جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو اللہ کے رُوبرو پیش ہونے کے انداز سکھائے۔ تو آپؐ نے اللہ کے رُوبرو پیش ہونے کے جو انداز و آداب سکھائے ان کو ہم عبادت کہیں گے۔ ہر چند کہ باقی ساری کائنات عبادت کر رہی ہے' سورج چل رہا ہے' روشنی دے رہا ہے تو یہ عبادت ہے' ستارے چل رہے ہیں تو یہ عبادت ہے' پرندے اُڑ رہے ہیں تو یہ عبادت ہے' پہاڑ میخوں کی طرح قائم ہیں تو یہ عبادت ہے' ان کی اپنی تسبیح ہے' مناجات ہیں' سب کچھ ہے' لیکن ہمارے لیے عبادت کیا ہے؟ زندگی کے اعمال کا

خیال رکھنا' زندگی کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے احکام جو اللہ کے محبوب ﷺ کے ذریعے آپ تک آئے' ایک معاشرے کے اللہ کے رُوبرو ہونے کے آداب کا نام عبادت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس میں آپ کو کوئی وضاحت چاہیے تو پوچھو.....

سوال:

یہ جو جذب کی حالت میں بزرگ ہوتے ہیں وہ تو عبادت نہیں کرتے' تو پھر کیسے پتہ چلے گا کہ وہ اصل بزرگ ہیں یا نہیں؟

جواب:

اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ بجائے ادھر دھیان دینے کے آپ اپنی ''توڑ نبھاؤ'' اور اپنی عبادت کو جاری رکھو۔ آپ اگر کسی کو کم عبادت میں دیکھیں تو اُس کی یا تو آپ کو پوری تحقیق ہو کہ معاملہ کیا ہے ورنہ تحقیق نہ ہو تو حسنِ ظن قائم رکھو۔ آپ بدظن نہ ہونا ان بعض الظن اثم عین ممکن ہے کہ کچھ شک ایسے بھی ہیں جو گناہ ہوں۔ تو ایسے بزرگوں کی زندگی کیسے جا رہی ہے؟ بس ٹھیک جا رہی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا اللہ کے راستے کا سفر ٹھیک جا رہا ہے؟ تو آپ چلتے رہیں۔ عام طور پر کوئی فقیر ایسا نہیں ہوگا جس نے آستانہ بنایا ہوا اور آستانے سے پہلے مسجد نہ بنائی ہو۔ کسی فقیر کا آستانہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا جہاں مسجد نہ ہو۔ بابا بلھے شاہؒ اگر یہ کہتے ہیں کہ ؎

چوری کرتے بھن گھر رب دا تے اُس ٹھگاں دے ٹھگ نوں ٹھگ

تو مسجد انہوں نے پہلے بنا دی۔ آپ داتا صاحبؒ جا کر دیکھو تو مسجد پہلے بنا دی انہوں نے یعنی آستانے سے پہلے مسجد بنا دی۔ بابا صاحبؒ کے پاس پاک پتن

شریف میں قوالی ہوگی لیکن مسجد ساتھ ہوگی۔ آپ مجھے کسی مستند درویش کا کوئی ایسا آستانہ دکھاؤ جہاں مسجد نہ بنی ہو۔ تو انہوں نے مسجد کا نظام درست رکھا اور رکھوایا۔ مسجد سے جو اگلا باب ہے' یعنی شریعت کے ساتھ حقیقت کا بیان کرنا' شریعت کے ساتھ طریقت کا بیان تو اس کام کے لیے وہ آستانہ بناتے ہیں۔ اس میں بھی اِن کی کوئی کوتاہی نہیں ہوتی ہے بلکہ آپ کو کوتاہی لگتی ہے۔ وہ عام طور پر چھپ کر عبادت کرتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ہم کس منہ سے اس کے سامنے جائیں' پتہ نہیں ہم اس قابل ہیں کہ نہیں۔ اور جب اُن کو حکم ہو جاتا ہے تو وہ پورا نظام قائم رکھتے ہیں' مساجد کا نظام پورا بناتے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ بنایا ہے۔ ایک بڑے درویش کی بات ہے' جب قوالی ہوئی تو انہیں حال ہو گیا' پھر جب بھی قوالی ہوتی تھی اُن کو حال ہو جاتا تھا' اور جب اذان کی آواز آتی تو حال خاموش' حال ختم ہو جاتا' اسی حال میں وہ نماز پڑھ لیتے تھے اور پھر اپنی کیفیت میں واپس آ جاتے۔ تو یہ اللہ کی مرضی ہے کہ انہیں کیسے نماز پڑھائے اور ان کے ساتھ کیا کرے۔

بہر طرزِ کہ تو رقصانیم اے یارمی رقصم

مقصد یہ کہ اب یہ اُس کا عمل ہے کہ جس انداز سے وہ رقص کرائے گا اس کا بندہ اس انداز سے رقص کرتا جائے گا۔ یہ فطرت کا اپنا عمل ہوتا ہے کہ وہ کس کو کیا بنائے جیسا کہ علامہ اقبالؒ جو ہیں وہ جج بن سکتے تھے' ''سر'' کا ٹائیٹل بھی اُن کے پاس تھا مگر وہ فقیر بن گئے اور اس طرح وہ راتوں کو جاگنے لگے۔ سارے ڈاکٹر کہتے رہے کہ آپ رات کو جلدی سو جایا کریں بلکہ اُس زمانے میں بھی نیند کی گولیاں ہوتی ہوں گی مگر وہ افلاک سے نالوں کا جواب رات کو Receive

کرتے رہے اور جاگتے رہے اور یہ کہتے رہے ؎

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

اور یہ کہ ؎

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا

یعنی کہ اقبالؒ دیوانے ہو گئے ہیں، لیکن یہاں دیوانہ کرنے والی کوئی اور ذات ہے اور وہ جگاتی ہے حالانکہ اُس کو پتہ ہے کہ سونا چاہیے۔ اس لیے کبھی فطرت جو ہے وہ اپنے پروگرام کے لیے کوئی اور کھیل کر دیتی ہے۔ اور جھوٹا فقیر جو ہے وہ عبادت کا بھرم دے کر آپ کو مارے گا، یعنی جب بھی کوئی فقیر جھوٹا ہوگا وہ بڑی نمازیں پڑھے گا۔ اول تو فقیر جھوٹا ہوتا ہی نہیں ہے لیکن جب دھوکہ بازنے کوئی دھوکا کرنا ہو تو وہ نمازیں پڑھے گا، لمبا چوڑا عمامہ باندھے گا، لمبی لمبی تسبیح پڑھے گا اور اس طرح ''لمبیاں'' فقیریاں کرے گا۔ ایسے جھوٹے پیروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ؎

کسی کی محنت کی کھائیں قیمت — تھے اِن کے ہی باپ دادا سلطاں
تیری عقیدت کے ہیں یہ رہزن — بنے ہیں سالارِ کارواں
مرید کا خون پی رہے ہیں — تبھی ہیں چہروں پہ سرخیاں
لباس میں بانکپن تو دیکھو — انوکھی ترچھی ہیں ٹوپیاں
عذاب ہے یا اک قیامت — ہمارے سر ان کی جوتیاں
ہے ان کی اپنی ہی جیب خالی — کہاں بھریں گے یہ جھولیاں
علیؑ کا کنبہ شہید ہو گا — تو یہ سنیں گے قوالیاں
بجا کہ ان کے بزرگ اعلیٰ — تھا دن کو فاقہ تو شام گریاں

معینؒ و خواجہ قطبؒ کے آقا　　فریدؒ و صابرؒ ہیں اب کہاں
نظامؒ و خسروؒ کی بات کیا ہے　　ہے آج بھی زندہ آستاں
مہارؒ والے مٹھن کے راجہؒ　　سلام خواجہ شاہ سلیماںؒ
کہ باہو سلطانؒ گڑھ مہاراجہ　　ہے ہُو کا عالم ابھی تک وہاں

تو جھوٹے پیروں اور باکمال بزرگوں کی عجیب بات ہے' لمبی کہانی ہے' کیا سناؤں۔ آپ نے نماز ترک کرنے کی بات کی ہے مگر جو آپ کا اب نظام ہے اس میں جھوٹا پیر جو ہوگا وہ دھوکہ کرنے کے لیے نماز کا پابند ہوگا ورمحراب کی نشانی کہیں نہ کہیں لگائے گا' اصل فقیر اس کے باوجود بھی فقیری کرتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس صداقت کا کوئی پہلو ہوگا' کوئی ثبوت ہوگا اور ان کے ہاں باقی تمام صفات مکمل ہوئی پڑی ہیں۔ اور جھوٹے پیر کے پاس دھوکے کی ساری کاروائیاں ہوئی پڑی ہیں' مسجد بھی بنائی ہوئی ہے' نماز پڑھتا ہے بلکہ نماز پڑھاتا بھی ہے اور سارا روپ رنگ مکمل ہے۔ یہ ایک بہروپیے کی کہانی ہے کہ اس نے اکبر کو کہا کہ میں تمہیں دھوکا دے سکتا ہوں۔ تو بادشاہ نے کہا کہ دے کے دکھا۔ وہ بہروپیا جا کے پیر بن گیا اور بڑا مشہور ہو گیا۔ بادشاہ بھی اس کا سن کر اس کے پاس گیا اور دعا کرائی۔ اس طرح وہ دھوکے میں آ گیا۔ بہروپیا پھر دربار میں آیا اور بادشاہ سے کہا کہ میرا انعام دو کیونکہ میں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ بادشاہ نے کہا تجھے تو لوگوں نے اتنا کچھ دے دیا ہے اب وہ کام کیوں نہیں کرتے۔ تو بہروپیے نے کہا کہ جن لوگوں کے نام کا بہروپ بھرا ہے میں ان کے ساتھ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اور آج کل ان بزرگوں کے نام کا بہروپ کئی سجادگان بھرے بیٹھے ہیں..... اس لیے

عبادت کے اندر مکمل طور پر رہنے والا پیر جو ہے اگر وہ فقیر نہیں ہے تو دھوکا دے رہا ہے۔ تو عبادت ہی اس کے دھوکے کا ذریعہ ہے' وہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو نماز پڑھا رہا ہوں' لیکن اس طرح اُسے فقیر نہیں مانا جا سکتا۔ تو نماز کے برملا اظہار میں اندیشہ ہو سکتا ہے لیکن اندیشہ نہ ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ اللہ والے' فقیر کے ہاں اندیشہ نہیں ہوتا اور وہ جس بھی حالت میں ہو اس کے پاس صداقت ہوتی ہے ..... کوئی اور سوال ہو تو پوچھ لو .....

سوال:

عبادت تو ظاہر ہو جاتی ہے' پھر اس کا کیا کریں؟

جواب:

عبادت بے شک ظاہر ہو لیکن ریا کے ساتھ ظاہر نہ ہو۔ عبادت کی داد پانے والا ریا کار ہے۔ عبادت کی منظوری کی خبر بعد میں جا کے ہو گی ؎

بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی کامیاب وہ ہے جو منزل تک پانی بھر لائے۔ ابھی تو سارے مسافر ہیں اور راستے میں ہیں' پتہ نہیں کہ کیا قبول ہو گا۔ عبادت کے حوالے سے اللہ کے بندوں کو متاثر کرنے والا اور دھوکا دینے والا یہ سمجھ لے کہ اس کی بخشش کا امکان خطرے میں ہے۔ یعنی جو دین کے نام پر دھوکا دے اس کی بخشش کا امکان خطرے میں ہے کیونکہ دین تو صداقت کا نام ہے اور صداقت کے اندر وہ کاذب پیدا ہو گیا۔ تو اس کاذب کے لیے بخشش کا امکان نہیں ہے۔ اللہ کے بندوں کو اللہ کے نام پر دھوکا دینے والا' اللہ کے دین کے حوالے دے کر دھوکا دینے والا جو ہے اس کی بخشش کا امکان نہیں ہے۔

سوال:

کوئی ایسا آسان نسخہ بتائیں جس سے رات کا جاگنا آسان ہو جائے۔

جواب:

بزرگوں نے اس کا عام طور پر یہ راستہ بتایا ہے کہ اپنے تکیے کے نیچے موت کو رکھا کرو' موت کو ساتھ لے کے سویا کرو۔ اگر موت اپنے سرہانے کے ساتھ رکھو تو پھر نیند نہیں آئے گی اور جاگنا ہی جاگنا ہو جائے گا۔

مجھ کو جنوں نہیں ہے کہ جاگوں تمام رات
لیکن تیرا خیال جگائے تو کیا کروں

تو اللہ کا خیال ہو گا تو وہ جگائے گا۔ خالی جاگنا نہیں ہو سکتا' الارم سے انسان نہیں جاگ سکتا بلکہ کسی خیال سے جاگتا ہے' کوئی خیال اُسے جگاتا ہے۔ اگر اس لائف کے چھوٹ جانے کا خیال ہو تب بھی انسان جاگ پڑتا ہے۔ زندگی کے فانی ہونے کے خیال کا نام ہی جاگنا ہے بلکہ جاگنا کہتے ہی اس کو ہیں یعنی کہ جو جاگ گیا اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ زندگی فانی ہے۔ اس لیے جس کو زندگی کے فانی ہونے کی واردات نہ ہو وہ جاگ نہیں سکتا۔ جس کو یہ یقین ہو جائے کہ زندگی فانی ہے اور پھر اس کی واردات شروع ہو جائے کہ میرا اگلا لمحہ یہاں نہیں ہونا' دنیا میں نہیں ہونا' یہ میرا Last moment ہو سکتا ہے تو پھر اس کے لیے نیند کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ پھر ایسا شخص تو یہ پوچھے گا کہ نیند آنے کا نسخہ کیا ہے؟ اس کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ انسان دن کو سو جائے گا' جب دن کو نیند پوری ہو گئی تو رات کو جاگ آ جائے گی۔ جس کی رات جاگتی ہے اس کے دن عام طور پر سوتے ہیں۔ ''دن سونے'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کاروبار کو مدھم کر دو تو بیداری پیدا ہو جائے

گی۔ ایک ہوتا ہے ذوقِ کاروبار اور دوسرا ہوتا ہے کاروبارِ ذوق۔ ذوقِ کاروبار اگر ختم ہو جائے تو کاروبارِ ذوق جاگ پڑتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ رات اس وقت جاگتی ہے جب دن کا شعبہ ختم ہو جائے' جب دن کے چھوٹے چھوٹے واقعات ختم ہو جائیں تو یہ ذہن پر تاثر دینا بند کر دیں گے' تو پھر آپ اس سے نکل کر آہ وفغانِ نیم شب میں داخل ہو جائیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ رات ان لوگوں کی جاگتی ہے جن میں کوئی فکر موجود ہو' جن میں واردات موجود ہو اور جن میں رِقّت موجود ہو۔ آنسوؤں والے کے لیے رات جاگتی ہوتی ہے اور یہ عام طور پر دیکھا گیا ہے۔ اگر رات کو جاگ کر آپ نے روٹین کی عبادت کرنی ہے تو آپ کے لیے تو پانچ نمازیں کافی ہیں اور رات آپ کے آرام کے لیے ہے اور اگر آپ روٹین سے ہٹ کے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو پھر دریافت کرنا ہوگا کہ ؎

یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

پھر تو خود بخود ہی جاگ آ جائے گی۔ اور اگر کوئی مسئلہ پیدا ہو گیا تو پھر نیند نہیں آئے گی۔ اگر مسئلہ صرف روٹین کی عبادت ہے تو پھر اگر آپ اللہ کے رحم کے سہارے سو جاتے ہیں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ اور اگر آپ نے اُس ذات کو دریافت کرنا ہے' محبت کا کھیل ہے تو پھر آپ کو جاگ آ جائے گی۔ اگر آپ صرف رحمت کے طلب گار ہیں تو وہ جاگے بغیر بھی مل سکتی ہے اور اگر آپ کو دریافت کرنا ہے تو بیداری ضروری ہے اور یہ ہونی چاہیے۔ نیند غفلت کا نام ہے۔ جب انسان غافل ہو گیا تو نیند آ جاتی ہے۔ اسی طرح ساری زندگی نیند ہوتی ہے' اگر زندگی میں کچھ پتہ نہ چلا تو یہ ساری کی ساری نیند ہے۔ اور اگر کسی کی آنکھیں دن کو کھل گئی ہیں مگر نیند کا سرور باقی ہے تو یہ نیند ہی نیند ہے۔ تو شعور کو بیدار

ہونا چاہیے۔

سوال:

بیماری کے متعلق بھی کچھ فرمادیں۔

جواب:

اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ بیماری اور غریبی ایک جیسی شے ہے۔ جس شخص کی زندگی اور مزاج اللہ کے قرب میں راغب ہو' جس کا مزاج اللہ کی طرف راغب ہو' اللہ کی طرف مائل ہو تو یہ ایک قسم ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جب انسان اللہ کی طرف مائل نہ ہو۔ جو اللہ کی طرف مائل نہیں ہے اس پر غریبی عذاب اور اس پر بیماری سزا ہے اور یہ بڑی ابتلا ہے اور بڑی Punishment ہے۔ جو اللہ کے تقرب میں رہتے ہیں ان کو غریبی اللہ کے قریب کرتی ہے اور بیماری ان کو اللہ کے قریب کرتی ہے کیونکہ اللہ کے چاہنے والے اور اللہ کے محبوب جو ہیں وہ غریبی سے بھی گزرے اور بیماری سے بھی گزرے۔ تو نیک آدمی کے لیے بیماری جو ہے یہ اللہ کا پیغام ہے اور برے آدمی کے لیے سزا ہے۔ ایک درویش کے پاس ایک شخص گیا جس کا بچہ بیمار تھا۔ انہوں نے دعا کی تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ وہ مرید پھر آ گیا اور کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ بھی بیمار ہیں تو آپ اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے فرمایا میں نے دعا کی تھی اور مجھے جواب یہ آیا کہ پہلے فیصلہ کرو کہ یہ وجود تمہارا ہے یا ہمارا ہے ..... تو جو اللہ کے قریب رہنے والے ہیں وہ اپنے وجود کو اپنا نہیں سمجھتے۔ تو جس دل میں اللہ کی یاد ہو وہ دل اس کا اپنا دل ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ پھر وہ حصہ اللہ کا اپنا ہے۔ اگر آپ کی آنکھ اللہ کے جلوے دیکھنے لگ جائے تو یہ ینظر بنور اللہ تو یہ آنکھ اللہ کی

ہو جاتی ہے۔ اب آپ کو سمجھ آئے گی کہ اللہ کیوں کہتا ہے کہ میں مومن کی آنکھ بن جاتا ہوں اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جب آپ کی آنکھ غیر اللہ کو نہ دیکھے تو یہ آنکھ اس کی اپنی بن جائے گی' جب دل غیر اللہ کے لیے نہ ہو تو پھر دل اس کا بن جائے گا۔ اسی طرح وجود ہے۔ وہ انسان جس کا اللہ کی طرف قرب ہے وہ اپنے وجود کو اللہ کے حوالے کر دے۔ پھر اللہ کی مرضی ہے کہ وہ بیمار کرے یا صحت مند رکھے' وہ مالک جو ہوا..... پھر وہ جو چاہے کرے۔ تو قرب والا آدمی بیماری کو ابتلاء نہیں سمجھتا بلکہ اسے اللہ کا اِذن سمجھتا ہے اور اسے خوشی سے گزارتا ہے کہ یہ اللہ کی یاد ہے۔ یاد جو ہے یہ آری کے دندانے کی طرح ہے' بیماری کی آری چلتی ہے اور یہ یاد ہے۔ شہید تو اللہ کے بہت قریب ہوتا ہے لیکن کسی کے ہاتھوں پر اس کا بیٹا شہید ہو جائے تو کون برداشت کرے گا۔ لیکن منزلت اور مرتبے کے لحاظ سے اس سے بڑھ کر مرتبہ کوئی نہیں ہے' لیکن تجربے کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوف ناک بات کوئی نہیں۔ اگر کسی کا بچہ بیمار ہونے لگے تو اس کی زندگی میں زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے اور اگر اپنے ہاتھ پر بچہ تڑپتا رہ جائے تو یہ انہی کا حوصلہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے مرتبے اور منازل کے لحاظ سے ان کے مقامات اونچے مقامات ہیں اور بیماری برداشت کرنا بھی اسی مقام کا فیض ہے۔ یہ فیض ہے کسی شہید کے ساتھ نسبت کا' کسی قلندر کے ساتھ نسبت کا' کسی طاقت ور شیخ کے ساتھ نسبت کا۔ تو یہ انہی کا فیض ہوتا ہے اور انہی کی نسبت ہوتی ہے۔ اگر نسبت نہ ہو تو پھر یہ پریشانی کی بات ہوتی ہے۔ اگر نسبت ہے تو پھر ؎

ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

کیونکہ وہ مالک ہے' جو ہر ہر کا مالک ہے' وہ جو چاہے کرے۔ میرا خیال ہے اپنے

قریب رہنے والوں کو اس نے ہمیشہ تھوڑی سی دقت میں رکھا ہے اور انہیں جگایا ہے۔ تو قریب ہونے کا ثبوت ہی یہ ہے کہ تھوڑی بہت بیماری ہو جاتی ہے۔ چونکہ آپ آج اس محفل میں آئے ہیں تو دعا کرنی چاہیے کہ جو بیمار ہیں انہیں بیماری سے نجات مل جائے ..... تو قرب بھی رہے اور بیماری سے نجات بھی مل جائے۔ سب کے لیے دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب پر کرم فرمائے۔ آپ سب سلامت رہیں اور خوش رہیں۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

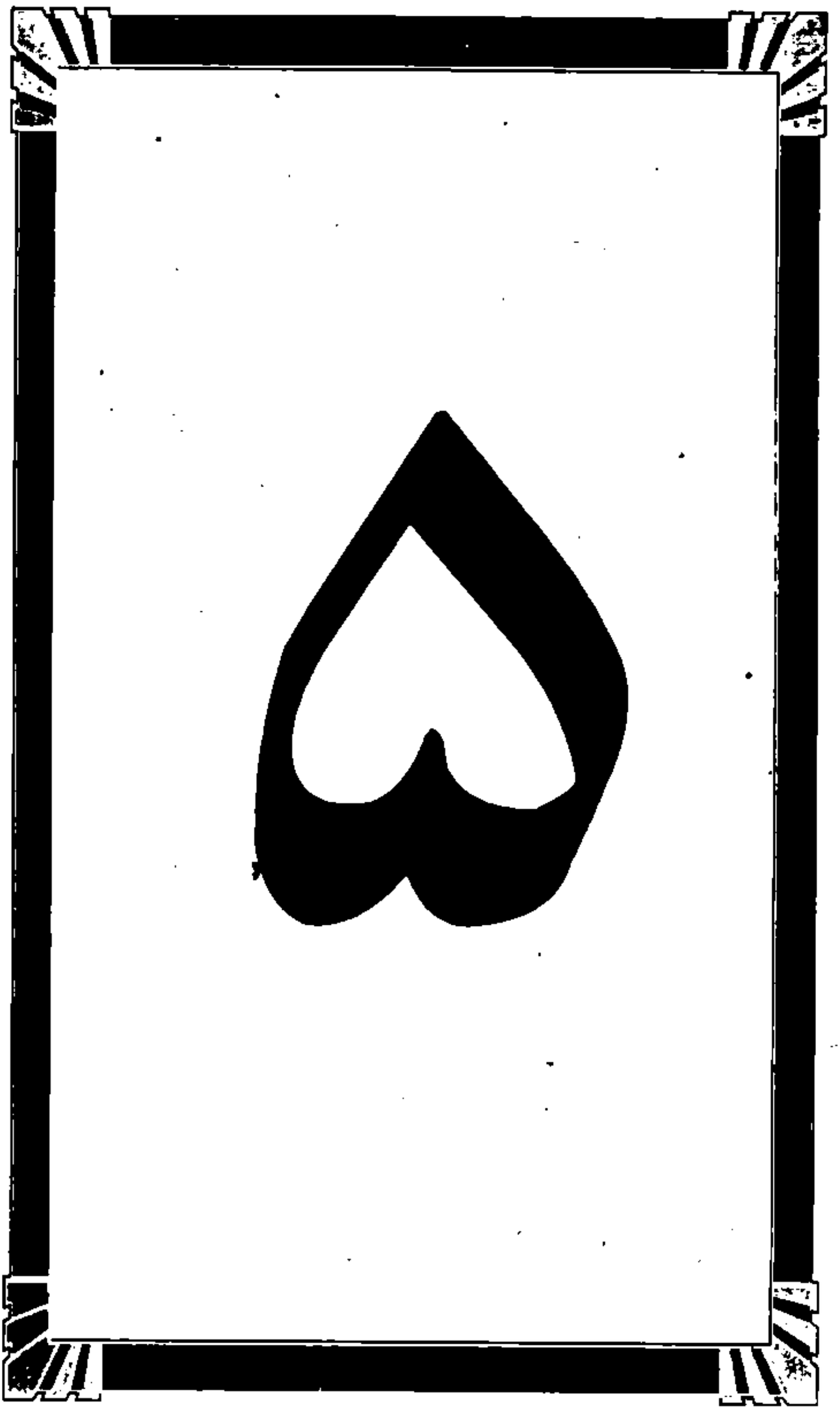

- کوئی ایسا طریقہ بتا دیں کہ قرآن پاک کو پڑھ کر اس سے فیض حاصل کیا جا سکے۔
- کافروں نے قیامت کے دن کہنا ہے کہ کاش ہم مٹی ہوتے مگر مٹی کی تو کئی خصوصیات ہیں۔
- سر! فانی اور باقی کی پہچان کے بارے میں وضاحت فرما دیں؟

سوال:

کوئی ایسا طریقہ بتادیں کہ قرآن پاک کو پڑھ کر اس سے فیض حاصل کیا جاسکے؟

جواب:

قرآن پاک پڑھنے کے لیے ہے، جس طرح بتایا گیا ہے کہ Language، زبان کا جاننا، قرآن کریم کی زبان کا پہچاننا آپ پر لازمی ہے، فرض ہے، تو پھر اس کو اس کے ماحول میں، شانِ نزول کے ساتھ پہچاننا بھی آپ پر لازم ہے۔ گویا کہ جب آپ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں تو ساتھ ہی آپ سیرتِ پاک کا مطالعہ کررہے ہیں کہ کون سی چیز، کس مقام پر، کس انداز سے اللہ کریم نے ارشاد فرمائی۔ پھر پرانی تاریخ، پرانی اُمتوں اور پیغمبروں کے واقعات سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ اور پھر قرآن کو زندگی کے حوالے سے پہچاننا کہ اس میں کون کون سے رُخ بتائے جارہے ہیں مثلاً کسبِ معاش ہے، انسانوں کے ساتھ لین دین ہے، آپ کی تنہائی ہے، محفل ہے، آپ کے اور آپ کے اعتقاد

ایزدی کیا ہے کہ قرآن بھیجا گیا اور پیغمبرؐ کو بھی۔ آپ لوگوں کو جب اللہ نے دنیا میں بھیجا ہے تو یہ کافی تھا کہ کھیل کود کرو اور وقت گزار کے چلے جاؤ مگر آپ کی زندگی پر اللہ کا ایک Check ہے، محاسبہ ہے، آپ کو اطلاع ملتی ہے کہ فلاں کام ایسے کرنا ہے۔ آپ کہہ سکتے تھے کہ میں اپنی زندگی گزار لوں گا مگر اللہ کریم کا فرمان ہے کہ زندگی گزارنے کا طریقہ بھی میں بتاؤں گا۔ مگر وہ طریقہ خود نہیں بتایا بلکہ پیغمبروں کے ذریعے بتایا ہے یا اس کتاب کے ذریعے۔ اس لیے اس کتاب کو منشائے ایزدی کے طور پر، زندگی کے مفہوم کی داستان پہ غور کر کے اس کو حضور پاک ﷺ کی زندگی پر Apply کریں کہ انہوں نے اس کتاب کے حوالے سے زندگی کیسے بسر کر کے دکھائی تا کہ آپ لوگ بھی زندگی بسر کرنے کا شعور حاصل کریں۔

اگلی بات یہ دیکھنی چاہیے کہ حضور پاک ﷺ کی زندگی نزولِ قرآن سے پہلے بھی منشائے قرآن کے مطابق تھی۔ اب یہ کمال کی بات ہے۔ قرآن کا نزول تو ایک خاص مدت میں شروع ہوا اور آپؐ کی زندگی قبلِ نزول قرآن بھی منشائے قرآن کے عین مطابق ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ سچ بولو تو آپؐ نزولِ قرآن سے پہلے اور بعثت سے پہلے بھی صادق تھے۔ گویا کہ قرآن کا منشا اور قرآن فہمی کا جو انداز ہے وہ یہ ہے کہ قبل قرآن جو ہے وہ بھی منشائے قرآن ہونا چاہیے۔ اگر آپ کو یہ کام نہ آئے کہ آپ Willingly، اپنے آپ کو مکمل طور پر قرآن کے حوالے کر دیں تب تک آپ کو قرآن فہمی نہیں ہوگی۔ اس میں کوئی Sequence، نہیں ہے، جس طرح زندگی میں Sequence نہیں ہے، ترتیب نہیں ہے اور یہی اس کی شان ہے۔ جس طرح زندگی میں ترتیب نہیں ہے اسی طرح آپ کے شہروں میں نہیں ہے، گھروں میں نہیں ہے، لوگوں کی زندگی میں نہیں ہے، وجود میں نہیں

ہے، ادب میں نہیں ہے، ستاروں میں نہیں ہے، کہیں ستارے ہیں اور کہیں اتنا بڑا سورج آجاتا ہے۔ یہ جو بے ترتیبی ہے یہ کائنات کا حسن ہے۔ آپ کو بظاہر جو ترتیب کی کمی لگتی ہے یہ زندگی کا حسن ہے۔ اسی طرح آپ کو ایک بات بتائی جاتی ہے اور پھر ایک اور بات بتادی جاتی ہے۔ جب تک آپ کو مکمل اعتماد نہیں ہوگا آپ کو اس میں لطف نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ایک جگہ کسی امت کا حال بیان کررہے ہوں گے اور پھر کہہ دیں گے کہ تم سچ بولا کرو۔ اسی طرح اللہ نے فرشتوں کو تعلیم دی کہ میرے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کرنا اور پھر حکم دے دیا کہ انسان کو سجدہ کرو۔ جس نے یہ Insist کیا، اصرار کیا کہ کل کو آپ کا اور حکم تھا اور آج اور ہے تو اس کو باہر نکال دیا گیا۔ تو کل کا حکم بھی اللہ کا تھا اور آج کا حکم بھی اس کا ہے، تُو کل کا حکم مان رہا ہے مگر آج کا حکم نہیں مان رہا، اس لیے تُو Get out ہو جا، باہر نکل جا۔ اس طرح وہ شیطان بن گیا۔ تو کل کا حکم دینے والا بھی اللہ ہے اور آج کا حکم دینے والا بھی اللہ ہے، وہ کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ واقعہ ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ یہ سارا برحق ہے۔ Sequence، ترتیب تب ہو جب اللہ تعالیٰ کسی کے سامنے جواب دہ ہو، کوئی کہانی لکھنی ہو یا افسانہ لکھنا ہو جس کا سنٹرل آئیڈیا لکھنا ہو..... مگر ایک سنٹرل آئیڈیا تو ہے نہیں کیونکہ ہر آئیڈیا سنٹرل آئیڈیا ہے، ہر آیت پورا قرآن ہے یعنی کہ قرآن ایک ایسا علم ہے جس کا ہر پارہ مکمل قرآن ہے بلکہ قرآن کا ہر لفظ پورا قرآن ہے۔ اور پوری کتاب بھی قرآن ہے۔ تو قرآن کا ہر پارہ قرآن ہے، قرآن کا ہر لفظ قرآن ہے، اس کی ہر زبر قرآن ہے، ہر زیر قرآن ہے، اس کا منشا قرآن ہے اور جس پر نازل ہوا وہ بھی قرآن ہے۔ آپ نے اب اس کو پہچاننا

کیسے ہے؟

جب آپ اس کے قریب جائیں تو یہ بات ضروری ہے کہ اس پہ غور کریں کہ اس کتاب کو اللہ کریم نے بذریعہ وحی، بذریعہ جبریلِ امینؑ یا ڈائریلٹ، بہرحال اللہ کے پاس جو بھی سبب ہیں یا اسباب ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے کلام اور اللہ کے پیغمبر ﷺ کی زبان مبارک سے آپ تک پہنچا۔ تو اس میں دو طاقتیں شامل ہوگئیں، اللہ بولنے والا اور زبان حضور پاک ﷺ کی۔ تو اس کا ہر لفظ اتنا پاکیزہ ہے کہ اللہ کا بولا ہوا یا بھیجا ہوا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ہے، اس لفظ کے ایک ایک پہلو پہ اگر آپ غور کریں تو آپ کو سمجھ آجائے گی اور فیض ملے گا۔ یہ ترجموں کے حوالے سے نہیں بلکہ فیض کے حوالے سے سمجھ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے خود یہ کتاب آپ کو سمجھا دی ہے جیسا کہ کتاب کا منشا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں شک شبہ نہ کرنا اور یہ مکمل ہے، اس کتاب میں ہدایت ہے آپ لوگوں کے لیے، بشرطیکہ آپ متقی ہوں۔ اب متقی ہونے کی شرط کو پہلے طے کرنا ہے، پورا کرنا ہے اور پھر قرآن سے فیض لینا ہے۔ متقی کی تعریف اللہ نے فرمادی ہے کہ وہ یومنون بالغیب: غیب پر ایمان رکھتے ہوں۔ ''غیب'' کا لفظ ہر انسان کی سمجھ کے مطابق اپنے معانی بدلتا رہتا ہے۔ مثلاً آپ کا جو بچہ ہے وہ آپ کی منشا سے غافل ہے، آپ اپنی منشا اور اختیارات کو حاضر سمجھتے ہیں اور وہ آپ کی منشا اور اختیارات کو نہیں جانتا۔ تو اس کے لیے وہ غیب ہے اور آپ کے لیے وہ حاضر ہے۔ آپ کی جیب میں جو پیسہ ہے وہ فقیر کو معلوم نہیں ہے، وہ اس کے لیے غیب ہے اور آپ کے لیے حاضر ہے اور آپ کے علم میں موجود ہے۔ وہ پیسہ جو جیب میں، آپ کے علم میں ہے،

دوسرے کو نظر نہیں آ رہا تو اس کے لیے غیب ہے۔ آپ کے لیے وہ غیب نہیں ہے بلکہ حاضر ہے، علم میں ہے۔ گویا کہ جو چیز علم میں ہو وہ مشاہدے میں ہو سکتی ہے، اگر یقین ہو آپ کا..... گویا کہ لطیف احساس بھی مشاہدہ ہو سکتا ہے، یقینِ کامل بھی مشاہدہ بن سکتا ہے، اگر یقین کا علم ہو تب بھی مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً آپ کو یہ بتایا گیا کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں تو آپ کے لیے یہ حاضر بات ہے۔ جس نے یہ علم نہ سیکھا ہو اس کے لیے یہ مشکل ہے اور اس کے لیے یہ غیب ہے۔ ریاضی کا وہ علم جو آپ نے سیکھ لیا اور آپ کے دوست نے نہیں سیکھا اس کے لیے وہ غیب ہے اور آپ کے لیے وہ حاضر ہے، اس کے لیے غیب ہے اگرچہ علم موجود ہے۔ تو ایک آدمی کا حاضر دوسرے کا غیب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا غیب کیا ہے؟ لاعلمی کا نام۔ اور حاضر کیا ہوا؟ علم کا نام۔ جس چیز سے آپ غافل ہیں وہ آپ کا غیب ہے اور جس چیز سے آپ باخبر ہیں وہ آپ کا حاضر ہے۔ جس چیز پر آپ کا ایمان یقین کی حد تک اور مشاہدے کی حد تک ہے وہ آپ کا حاضر ہے۔ آپ جس بکرے کو قربانی کے لیے پالتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ اس بیچارے کا مقدر کیا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا کہ میرا مقدر کیا ہے۔ تو مقدر بھی آشنائی کی بات ہے۔ اگر آپ کو آشنائی ہو جائے کہ کسی کا مقدر کیا ہے تو آپ کے لیے وہ حاضر ہے۔ اور جس کو آشنائی نہ ہو اس کے لیے غیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار بتایا ہے کہ زندگی عارضی ہے یا فانی ہے، اب یہ بات آپ کے لیے غیب ہے لیکن اگر آپ کو کامل یقین آ جاتا ہے کہ زندگی میں یہ یہ ہوگا، بڑے ہوں گے، نوکری کریں گے، پھر ریٹائر ہو جائیں اور پھر وہی ہوگا جو ہونا ہے یعنی کہ ہم نہیں ہوں گے۔ اگر اس حد تک یقین آ گیا تو یہ مشاہدہ بن سکتا ہے۔ یہ انسان کے غیب کی بات ہے اور

انسانوں کا غیب درجہ بدرجہ معلوم کے درجے کے مطابق پھیلتا رہتا ہے۔ بعض اوقات آپ آگاہ نہیں ہوتے ۔

فرزیں سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

کائنات کے کارساز کا مکمل ارادہ کسی انسان کو معلوم نہیں ہے، وہ مکمل غیب ہے۔ لیکن اللہ کا اپنا غیب کوئی نہیں ہے۔ وہ عالم الغیب والشھادۃ ہے، غیب کو اور ظاہر کو جانتا ہے لیکن اس کا اپنا غیب کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ خالق ہے اور خالق کی نسبت سے مخلوق میں سے کوئی چیز غیب نہیں ہے، رات کے اندھیروں میں سیاہ چٹانوں پر چھوٹی سی کالی چیونٹی جو کچھ کہہ رہی ہے اللہ اُسے بھی سنتا ہے کیونکہ اس کے لیے کچھ غیب نہیں ہے۔ تو اس کا کوئی غیب ہے ہی نہیں اور آپ کا غیب درجہ بدرجہ علم کے مطابق ہے۔ تو متقی کون ہوا؟ یومنون بالغیب : جو غیب پر ایمان لائے، درجہ بدرجہ پہچان کے مطابق۔ اور جو یقیمون الصلوٰۃ جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں، پابند ہوتے ہیں، نماز کو اس کے آداب اور انداز کے مطابق قائم کرتے ہیں۔ اور وہ یؤتون الزکوٰۃ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ زکوٰۃ ایک مکمل ضابطہ ہے، کہ اتنے پیسے اتنے عرصے کے لیے ہوں تو اتنے پیسے واجب الادا ہیں بحقِ سرکارِ عالیہ مالکِ کائنات یعنی اللہ کے نام۔ اور بالاخرۃ ھم یوقنون : اپنی آخرت پہ یقین رکھتے ہیں، اپنی فوری عاقبت اور اپنی آخرت دونوں پہ یقین کرتے ہیں۔ تو دو طرح کی آخرت ہوگئی، ایک یہاں پر اور ایک یومِ آخرت کے وقت۔ آپ کے ان اعمال کا نتیجہ یا ان اعمال کی 'Judgement' فیصلے کا دن مقرر ہے، اس دن آپ اپنے اعمال کی جزا یا سزا پائیں گے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ہم تمہیں ایک ایسے دن کا بتاتے ہیں۔ یوم ینظر المرء ماقدمت

یـــذہ اس دن انسان دیکھ لے گا جو کچھ اس کے ہاتھ نے بھیجا اور اس وقت کافر کہے گا ویقول الکفر یلیتنی کنت تر ابا کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔ وہ ایسا بھاری دن ہوگا۔ کافر کہے گا کہ آج کے دن اگر یہ محاسبہ ہونا تھا، حساب کتاب ہونا تھا تو کاش میں مٹی ہوتا اور انسان نہ ہوتا کیونکہ اب میں جواب دہی میں آ گیا۔ وہ ایسا وقت ہے جسے سخت وقت کہتے ہیں اور یہ آخرت کا دن ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ آخرت پر ایمان رکھنے والے، نماز ادا کرنے والے، زکوٰۃ دینے والے، غیب کو ماننے والے اور جو کچھ آپؐ پر نازل ہوا اس کو ماننے والے، جو آپؐ سے پہلے نازل ہوا اس کو ماننے والے، یقین کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ..... تو یہ تو ہو گئیں متقی کی ابتدائی صفات۔ ابھی وہ متقی ہے، اس کے پاس علم نہیں ہے، ہدایت نہیں ہے اور ہدایت تو اب ملے گی۔ تو یہ قرآن متقی کو ہدایت دیتا ہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ کافر بھی ہو اور قرآن کو مانتا ہو، ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ کافروں نے حضور پاک ﷺ کی شان میں کتابوں میں لکھا..... اور اسلام سے پہلے زکوٰۃ بھی ہے، نماز بھی ہے، الہام بھی ہے، کتابیں بھی ہیں، صحیفے بھی ہیں، بائیبل بھی ہے لیکن جب تک ہدایت کے سرچشمہ قرآن پاک سے ہدایت نہ ہو تو ہدایت نہیں ہے۔ تو اعتقاد والے کو قرآن پاک سے ہدایت ملے گی۔ کوئی مسلمان کب ہوگا؟ جب وہ قرآن سے ہدایت یافتہ ہو جائے۔ تو ہدایت کا کورس یہ ہے۔ تو یہ ہے قرآن پاک کے فہم کی اصل بات۔ اور جب آپ اللہ کریم کے مزاج سے آشنا ہو گئے، کہ وہ رات سے دن پیدا کرتا ہے اور دن سے رات پیدا کرتا ہے تو جب تک آپ رات کو اتنا پسند نہ کرو جتنا دن کو پسند کرتے ہو تو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس کے لیے اللہ نے حکم فرمایا کہ یہ بات اپنے ذہن میں یاد رکھا کرو کہ ربنا ما خلقت

ھـذا باطلا اے ہمارے رب تو نے کوئی چیز باطل تخلیق نہیں کی۔ یہ جو کچھ ہے باطل نہیں ہے، یہ جو کچھ ہے حق ہے اور عین برحق ہے اور سب سے بڑا سچ یہ ہے کہ اس کائنات میں باطل کچھ ہے ہی نہیں۔ تو خالق کے حوالے سے تخلیق کا ہر شعبہ برحق ہے۔ اللہ کا حکم جب ہو جائے تو وہ چیز حلال ہے اور حکم عدولی والی چیز حرام ہے، ورنہ باقی حلال حرام کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی اگر اللہ کہے کہ یہ حکم ہے کہ آپ ایسا نہ کرنا اور آپ کر گئے تو یہ حرام ہے۔ پھر گناہ کیا ہوا؟ منشائے ایزدی کے علاوہ کام گناہ ہے، ہر وہ عمل گناہ ہے جو مالک کو ناپسند ہو چاہے وہ ریاکاری کی عبادت ہی ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اپنی زندگی کو اللہ کی پسند کے مطابق ڈھالنا ہے۔ یہ کب ہوسکتا ہے؟ جب آپ اپنی زندگی میں سے اپنی پسند نکالو۔ اپنی زندگی میں سے جب تک اپنی پسند نہ نکالو تو اس زندگی سے نکلنا مشکل ہوگا۔ اس زندگی کو اللہ کی پسند کے مطابق گزارو تو آپ کے لیے رہنا بھی آسان ہے اور آپ کے لیے جانا بھی آسان ہے۔ اگر وہ کہے کہ زندہ رہو تو آپ زندہ رہو اور وہ کہے کہ واپس آجاؤ تو پھر واپس ہو جاؤ۔ تو وہ زندگی اللہ کی پسند کی تھی، اس نے جب تک ہمارے لیے پسند کیا ٹھیک تھا۔ جو کچھ اس نے پسند کیا ہمیں وہ پسند ہے اور جو کچھ اللہ کو پسند نہیں ہے ہم اس پسند سے توبہ کرتے ہیں۔ ہم توبہ کرتے ہیں ان دعاؤں سے جو تیری بارگاہ میں قبولیت حاصل نہیں کرسکتیں۔ ہم اس خواہش سے توبہ کرتے ہیں جو تجھے ہمارے لیے پسند نہیں ہے۔ جب یہ باتیں سمجھ آجائیں تو پھر آپ قرآن فہمی کی طرف جائیں۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اس شخص کو قرآن سمجھ نہیں آسکتا جو اللہ سے پوچھنے لگ جائے کہ تو نے یہ کیوں کیا، بل ھم یُسئلون بلکہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ قرآن پڑھتے وقت

تمہیں لگے گا کہ اللہ نے ایک بات کی ہے اور پھر دوسری اس کے برعکس کی ہے، اللہ یتیم کو پیدا کرتا ہے اور تمہیں کہتا ہے کہ پیسے سے اس کی مدد کرو اور خود یتیم کی مدد نہیں کرتا اور یہ کرتا کہ اسے یتیم ہی نہ کرتا۔ مگر وہ یتیم کردے گا اور تمہیں کہے گا کہ تم اس کی مدد کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سب کو پیسہ دینے والا ہے اور تمہیں کہتا ہے واقرض اللّٰہ قرضا حسنا یعنی تم اللہ کو قرض دے دو، پیسہ دے دو۔ اب اللہ کو قرضے کی کیا ضرورت ہے۔ تو وہ دیتا بھی آپ ہے اور مانگتا بھی آپ ہے۔ اب یہ ایسا کھیل ہے کہ اس کو آپ یقین کے ساتھ دیکھیں گے تو یہ آسان ہو جائے گا۔ وہ جو چاہے کرے، جیسا کرے، وہ خالقِ کائنات ہے، چاہے تو پیسہ دے دے، چاہے تو یتیموں کو اور غریبوں کو پیغمبر بنا دے اور چاہے تو بادشاہ کو برباد کردے، محروم کردے، چاہے تو ابلیس کو شیطان بنا کے باہر نکال دے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے کام میں کبھی دخل نہیں دینا۔ جیسا اللہ نے فرمایا ہے آپ مانتے چلے جائیں یعنی اللہ کا جو بھی فرمان ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ آپؐ سے پوچھتے ہیں اس خبر کے بارے میں جس میں ان کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے، کچھ مانتے ہیں کہ آخرت ہوگی، کچھ مانتے ہیں کہ آخرت نہیں ہوگی۔ تو جب حضور پاک ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ آخرت کا واقعہ کب ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا۔ عم یتساء لُون عن النبا العظیم اس عظیم خبر کے بارے میں یہ پوچھتے ہیں ھم فیہ مختلفون جس کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ کیا میں نے آسمان پیدا نہیں کیا؟ کیا میں نے پہاڑ کو میخوں کی طرح نہیں گاڑا؟ کیا میں نے زمین بچھونا نہیں بنائی..... سوال آخرت کے بارے میں تھا اور فرمایا یہ جا رہا ہے کہ ادھر دیکھو یہ پہاڑ ہیں، یہ میدان ہیں، یہ سمندر ہے، پھر تمہیں ہم نے ازواج میں بنایا..... تو

جواب مکمل ہوگیا۔ مگر سوال تو آخرت کے بارے میں تھا۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تم یہ دیکھو کہ جب یہ ساری چیزیں بنانا ہمارے لیے مشکل نہیں ہے تو پھر باقی ہمارے لیے کیا دقت ہے۔ یہ دیکھو کہ میں کر کیا رہا ہوں..... کبھی اللہ نے فرمایا کہ اونٹ کو دیکھو کہ اس کی تخلیق کیسے ہوئی ہے، تمہیں تو بات سمجھ نہیں آ رہی، تم یہ سوچ رہے ہو کہ میں دوبارہ زندہ کرنے پر کیسے قادر ہوں تو یہ سب سے پہلی بار کیسے بنا لیا تھا؟ میں جو چیز پہلی دفعہ کر سکتا ہوں وہ دوبارہ بھی کر سکتا ہوں..... کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ بہار میں باغ لہلہاتے ہیں، پھر ہوا آجاتی ہے، خزاں آجاتی ہے، باغ مرجھا جاتے ہیں، پھر ایک بار بہار کی ہوا آتی ہے اور سب کھل جاتے ہیں..... تو میرے لیے کیا مشکل ہے۔ آپ لوگ دن میں چہکتے رہتے ہو، رات کو سو جاتے ہو اور صبح پھر بہار آجاتی ہے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونا ایسے ہے جیسے سو کر اٹھنا، یہ اللہ کے لیے کیا مشکل ہے۔ تو آپ یقین کے ساتھ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اب بھی، Even Now زندگی سے موت اور موت سے زندگی پیدا کرتا رہتا ہے، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرتا رہتا ہے، رات سے دن اور دن سے رات آج بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی بات کو سمجھنے کے لیے، قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے بڑے ادب کی ضرورت ہے۔ اور اس میں ایک بڑی ضروری بات ہے کہ سارا قرآن آپ کے لیے نہیں ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے منافق کو سزا دینی ہے تو یہ بات آپ کے لیے نہیں ہے کیونکہ آپ منافق نہیں ہیں اور یہ اطلاع تو منافق کو دی جا رہی ہے کہ تمہیں سزا دی جائے گی۔ پھر یہ کہ کافروں کو ہم نے سزا دینی ہے، ایک کھولتی ہوئی آگ ان کا انتظار کر رہی ہے۔ تو کیا یہ فرمان آپ کے لیے ہے؟ نہیں۔ اس سے آپ کا کیا تعلق۔ مومنوں کو کہیں

نہیں کہا گیا کہ تم دوزخ میں جاؤ گے۔ تو قرآنِ کریم کو سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ پہلے اپنا ایک نام رکھیں کہ آپ کون ہیں۔ اگر کوئی منافق ہو کے قرآن کریم کو پڑھے گا تو اس کے لیے سزا آنے والی ہے، اگر کافر ہو کے پڑھ رہا ہے تو اس کے لیے عذاب تیار ہے۔ اگر کوئی مومن ہو کے پڑھ رہا ہے تو اس کے لیے تو بشارتیں ہیں۔ تو آپ پہچان لیں کہ کس کے لیے کیا چیز ہے۔ آپ یہ کرتے ہیں کہ ہوتے مومن ہیں اور کافروں کا عذاب پڑھ کے آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں بڑی سزا لکھی ہوئی ہے۔ یہ سزا آپ کے لیے تو نہیں ہے، مومن کے لیے تو کہیں سزا نہیں لکھی ہوئی۔ اگر کسی منافق کے لیے سزا لکھی ہوئی ہو تو آپ کا اس بات سے کیا تعلق ہے۔ اگر پہلی قوموں کا واقعہ لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے پیغمبروں کے ساتھ وفا نہ کی تو اُنھیں لبیک آواز کے ساتھ ختم کر دیا تو آپ تو پیغمبرؐ کے ساتھ وفا کر رہے ہیں، اگر نہیں کر رہے تو وفا کرو۔ تو قرآن پاک کو پڑھنے سے پہلے اپنا نام رکھ لو کہ آپ کون ہیں؟ اگر آپ مومن ہیں تو مومنوں والی بات پڑھنا اور جو کافروں کے لیے لکھی ہوئی ہے وہ آپ پڑھ تو لینا لیکن وہ حکم آپ کے لیے نہیں ہے، منافق کی بات آپ کے لیے نہیں، پرانی امتوں کی سزا کا تعلق آپ کے ساتھ نہیں ہے۔ آپ کے لیے کیا حکم ہے؟ کہ مومن قرآن پڑھ رہا ہے اور مومن بتائے کہ اس کے لیے اللہ کا کیا حکم ہے، اس کے لیے ایمان کی باتیں ہیں، اس کے لیے بشارت ہے، اس کے لیے حکم ہے کہ هم فيها خلدون وہ ہمیشہ جنت میں رہے تحت الانهار جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور ان کے لیے حور مقصورات فی الخیام خیموں میں پوشیدہ حوریں ہیں اور وہ ساری نعمتیں ہیں جو سورۂ رحمٰن میں ہیں اور جنہیں آپ جھٹلا نا نہیں۔ تو مومن کے لیے بشارت

ہی بشارت ہے۔ آپ مومن ہو کے قرآن پڑھتے ہیں لیکن اُسے پڑھ کے اداس ہو جاتے ہیں۔ یہ آپ کے لیے بڑی ہی افسوس ناک بات ہے۔ تو آپ نے قرآن پاک کو اس انداز سے پڑھنا ہے کہ اس میں آپ کے لیے کیا لکھا ہے..... قرآن پاک میں، فیہ ذکرکم ،اس میں کہیں نہ کہیں آپ کا تذکرہ ہوگا۔ اب اس میں راز کی بات یہ ہے، فقراء نے بتایا ہے کہ اگر آپ اپنے آپ کو قرآن کے حوالے کریں تو اللہ تعالیٰ کا کلام جو تعلیل میں ہے وہ کسی وقت بھی آواز میں آجائے گا۔ یعنی کہ آپ قرآن پڑھ رہے ہیں، جب تک پڑھتے جا رہے ہیں یہ نظر آتا جا رہا ہے، اللہ جو کہ قرآن بھیجنے والا ہے وہ حاضر ہے اور موجود ہے، جس ذات پر یہ کلام نازل ہوا ہو

؎ جس ذاتؐ پر نزولِ کلام مجید ہو
وہ ذاتؐ کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

تو وہ ذاتؐ بھی موجود ہے، آپ بھی موجود ہیں۔ اب دعا کرو یا اللہ اس کلام سے آواز بھی آنی چاہیے۔ اگر آپ اپنے آپ کو قرآن کے حوالے کریں تو کوئی نہ کوئی آیت ایسی ہوگی جو آپ کی زندگی کے لیے پورا فرمان ہوگا اور وہ آیت نمایاں ہو کے آپ کے لیے آجائے گی اور وہ آپ کو گائیڈ لائن مہیا کرے گی۔ یہ کسی فال کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ کے حکم کی بات ہے، اللہ بہتر جانتا ہے، کوئی زندگی قرآن پاک کے حکم سے باہر نہیں ہو سکتی، کوئی زندگی ایسی نہیں ہے جس کو قرآن پاک سے گائیڈ لائن نہ ملے۔

اگر آپ مصنف ہوتے تو جو آپ کی کتاب پڑھتا آپ اس سے خوش ہو جاتے، اسی طرح اگر آپ کہیں پردیس میں جاتے اور کسی کو دیکھتے کہ وہ آپ کی

کتاب پڑھ رہا ہے تو آپ کو بڑی خوشی ہوتی جب آپ اللہ کی کتاب پڑھتے تو اللہ تو حاضر ناظر اور موجود ہے، اگر وہ کسی وقت جواب دے دے تو کیا بعید ہے۔ یہ اُس وقت ہوسکتا ہے جب آپ ادب میں ہوں، اگر بتانے کے لیے ادب کرو گے تو نہیں ہوگا اور اگر سمجھ کر کرو گے تو ٹھیک ہے۔ اللہ کا قرب کیسے محسوس ہوگا؟ جب قرآن پڑھتے پڑھتے آپ پر رقت طاری ہو جائے، آنسو آ جائیں، پھر یہ سمجھنا کہ کوئی واقعہ ہو گیا ہے۔ قرآنِ پاک پڑھتے پڑھتے اگر کوئی مشاہدہ کھل جائے تو سمجھو کہ بات بن گئی۔ اگر قرآن پڑھتے وقت کوئی بزرگ آ جائے اور کہے کہ زیر زبر یوں پڑھو، پھر نیت کی بھی اصلاح کر جائے تو سمجھو مہربانی ہوگئی۔ تو قرآن پاک تلفظ کی بھی اصلاح کرتا ہے اور نیت کی بھی لیکن نیت جو ہے وہ تلفظ سے زیادہ اہم ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ملی کہ کسی بستی میں ایک درویش کامل ہے تو ہم نے سوچا کہ اس درویشِ کامل کا Visit کیا جائے۔ تو وہاں گئے۔ فجر کا وقت تھا، وہ کامل درویش خود ہی جماعت کرا رہے تھے تو انہوں نے تلاوت کے دوران زبر زیر اور مخرج صحیح ادا نہ کیا۔ انہیں لگا کہ تلاوت کے دوران جو مخرج ہونا چاہیے، وہ صحیح نہیں ہے اور انہوں نے الگ نماز پڑھ لی۔ سلام دعا کیا اور پھر واپس آ گئے۔ راستے میں ایک شیر آ گیا۔ اتنے میں وہی درویش ہاتھ میں چھڑی لے کے آئے اور شیر کو کہا کہ بھاگ جاؤ، کیوں ہمارے مہمانوں کو ڈراتے ہو۔ شیر بھاگ گیا۔ تو داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں حیران ہوا اور کہا کہ سرکار یہ شیر تو جنگل کا بادشاہ ہے اور آپ کا کہا اس طرح مانا جس طرح کوئی بلی کتا ہو، یہ کیسے ہوا؟ وہ فرمانے لگے تو تلفظ ٹھیک کر، تجھے بات سمجھ نہیں آئے گی۔ تو بات نیت کی ہے

اور بات اعتقاد کی ہے اور بات اُن کے کرم کی ہے۔ یہ بحث کی بات نہیں اور جھگڑے کی بات نہیں ہے۔ تو راز یہ ہے کہ اگر کوئی پڑھائے تو پھر انسان پڑھتا ہے ؎

کلمہ پیر پڑھایا باہو تے میں سدا سہاگن ہوئی

تو اگر کوئی پڑھائے گا تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ قرآن مجید پڑھنے کا اصل وقت قبل طلوع الشمس ہے۔ سورج نکلنے سے پہلے، تہجد کی نماز کے بعد اور فجر سے پہلے اگر آپ اس کو پڑھو تو قرآن فہمی آسان ہو جاتی ہے۔ یہ اس کے پڑھنے کا طریقہ ہے۔ باوضو ہو کے پڑھنا چاہیے۔ اگر ایک آیت کو آپ پڑھتے جائیں، پڑھتے جائیں تو بیس دن کے بعد اس کے معانی بدل جائیں گے، ایک ہی آیت اور طرح سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ دس سال کے بعد اس کا پورے کا پورا معنیٰ سمجھ آ جائے۔ تو کوئی ایک آیت کو آپ جتنا پھیلاتے جائیں وہ پھیلتی جائے گی، کیونکہ یہ قرآن ہے، اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کا کلام اپنی تفسیر اپنے اندر خود رکھتا ہے اس لیے آپ کو کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ آپ عربی جاننے والے نہیں ہیں کیونکہ آپ کو اس نے ادھر پیدا کیا ہے۔ تو آپ قرآن کو پڑھو، غور سے پڑھو، ادب سے پڑھو، اور ادب سے پڑھو..... پھر آپ کو اس کے معانی سمجھ آنے شروع ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں کو بھی ہم جانتے ہیں جنہیں کسی نے قرآن نہیں پڑھایا اور وہ عربی زبان نہیں جانتے تھے مگر وہ انگلی رکھ کے پڑھتے جاتے " بسم اللہ الرحمن الرحیم سچا کلام سچے اللہ کا اور اس میں جو کچھ ہے سچ ہے، جو کچھ اللہ نے فرمایا وہ سچ ہے، جو کچھ اس کے نبی پاک ﷺ نے فرمایا وہ سچ ہے"۔ وہ اس طرح پڑھتے جاتے ہیں

اور پھر ان پر قرآنِ پاک کے معانی آشکار ہو جاتے ہیں اور Language آشکار ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جو چاہے وہ کرتا ہے۔ اس کی قدرتِ کاملہ پر یقین رکھو، وہ چاہے تو آپ کو عربی دان بنا دے اور چاہے تو آپ کو فارسی بھول جائے۔ اس لیے یہ بات یاد رکھنا کہ اللہ ہی مالک ہے۔ علم پر بھروسہ نہ کرنا، کاریگری نہ کرنا، پوری طرح ادب کے ساتھ قرآن پڑھو تو آپ کو ساری بات سمجھ آجائے گی، راز سمجھ آجائے گا۔ تو آپ قرآن کے پاس معصومیت کے ساتھ جاؤ، قرآن پاک پڑھنے کی دوسری شرائط پوری کرو اور حضور پاک ﷺ پر بھروسہ اور اعتماد رکھو۔ پھر ساری بات سمجھ آجائے گی۔

سوال:

اس راستے میں یقین کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:

اگر ایک آدمی کو یقین ہو کہ وہ سچا ہے تو اس کے ذہن میں کسی کام کو کرنے کا ایک راستہ آجاتا ہے جو پہلے اُسے معلوم نہیں تھا۔ تو اس سچے آدمی کو یقین کرنا چاہیے کہ اس راستے کا نام کامیابی ہے ورنہ تو اس کے اندر تذبذب پیدا ہو جائے گا۔ دنیا میں کتنے ہی لوگوں نے کئی نئی باتیں دریافت کی ہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھیں۔

سوال:

کافروں نے قیامت کے دن کہنا ہے کاش ہم مٹی ہوتے مگر مٹی کی تو کئی خصوصیات ہیں۔

جواب:

یہاں پر ''مٹی ہونے'' کا مطلب اور ہے، ''مٹی ہو جانا'' ایک محاورہ ہے۔ جیسے یہ کہتے ہیں کہ تیری کمائی مٹی ہو جائے۔ مٹی میں پھول کھلتے ہیں، مٹی میں ہیرے ہوتے ہیں، جواہر ہوتے ہیں، یاقوت ہوتے ہیں، اس میں تیل ہوتا ہے، پٹرولیم والی چیزیں ہوتی ہیں۔ تو ''مٹی ہونا'' محاورہ بھی ہے۔ اور کافروں نے کہنا ہے ویقول الکفر یلیتنی کنت ترابا کہ کاش ہم انسان کی بجائے مٹی ہوتے۔ یہ بے شعور لوگ اس وقت کہیں گے۔ یہ پروڈکشن کی بات نہیں ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین اور مٹی پالنے والی ہے۔ تو یہاں پر کافروں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کاش ہم انسان کی بجائے مٹی ہوتے۔ تو یہ اللہ کی کافروں سے بات ہو رہی ہے۔ یہاں پر آپ کو کس بات کا اندیشہ ہے۔ آپ اپنے لیے آسانیاں پیدا کریں۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ آپ اپنا نام رکھیں۔ اور آپ تو مومن ہیں، اب آپ کے لیے قرآنِ پاک میں کیا حکم ہے؟ آپ بحث اور مناظرہ نہ کرنا۔ یہاں پر کافر مٹی ہونے کی جو تمنا کر رہے ہیں وہ اس لیے کہ گرفت میں آئے ہوئے انسان سے وہ مٹی بہتر ہے جو پکڑ میں نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ تب مومنوں کی کیا حالت ہوگی اور مومنوں کے لیے کیا سفر ہوگا، جب کافر جہنم کی طرف جا رہے ہوں گے تو مومن کدھر جا رہا ہوگا۔ اگر آپ کے اندر کافروں کے حالات دیکھ کر اندیشہ پیدا ہو رہا ہے تو پھر آپ کو مومن ہونے کا کیا فائدہ ہوا۔

جنت اور دوزخ کا علم یہاں اسی دنیا میں دیا جا رہا ہے، ابھی تو زندگی چل رہی ہے، جنت اور دوزخ تو تب ہوگی۔ اگر یہ آج بتایا جا رہا ہے تو اس لیے ہے تا کہ کافروں میں دوزخ کا Fear خوف پیدا ہو جائے اور مومنوں میں جنت

کی خوشی پیدا ہو جائے۔ مگر آپ ایسے مومن ہیں کہ آپ میں جنت کی خوشی پیدا نہیں ہوئی۔ جنت میں جانے کے لیے اس زندگی میں اطلاع دینے کا مطلب یہ ہے کہ آج سے آپ خوشی کا سفر طے کرو۔ آپ تو زندگی Fear میں اور ڈر میں گزارتے ہیں اور جانا چاہتے ہیں جنت میں۔ ایسے لوگ جنت میں جا کر کہہ سکتے ہیں کہ یہاں پر تو کوئی Fear خوف نہیں ہے حالانکہ ہم تو عادی ہیں ڈر کے اندر رہنے کے، ہم تو عادی ہیں لوگوں کا گلہ کرنے کے، ہم تو عادی ہیں اللہ کا گلہ کرنے کے..... مگر وہاں تو کوئی گلہ نہیں ہوگا اور محبت ہی ہوگی۔ آپ جب اللہ تعالیٰ کے حکم پر جنت کے مسافر ہیں تو یہ اسی طرح ہے جیسے حج پہ جانے والا جانے سے پہلے حاجی ہو جاتا ہے۔ لوگ جا کے ان سے ادب کے ساتھ کہتے ہیں کہ میرا سلام بھی کہنا۔ تو حاجی کا ادب حج کے پروگرام سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اور آپ جنتی ہیں مگر آپ کے اندر جنت وارد نہیں ہو رہی۔ یہاں پر پھر آپ ان بزرگوں کی شان دیکھو جنھوں نے زندگی میں ہی بہشتی دروازہ کھول دیا۔

حقیقت کا علم ایسا ہے کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم جب آتا ہے تو حقیقت کی نفی ہو جاتی ہے۔ آپ صرف ایک سفر کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تم کماؤ اور کھاؤ، محنت کے مطابق تمہیں ملے گا الا ماسعیٰ کا مطلب یہ ہے کہ جو محنت کرو گے اس کے مطابق تمہیں ملے گا۔ ایک اور جگہ اللہ کا فرمان ہے کہ وترزق من تشاء بغیر حساب اور ہم حساب کے بغیر جسے چاہیں رزق دیتے ہیں۔ تو یہ دونوں فرمان اللہ کے ہیں۔ آپ اپنا فیصلہ کریں کہ آپ کا یقین کیا ہے اور آپ کیا بات مانتے ہیں۔ اگر آپ ''بے حساب دینے والے'' کو مانتے ہیں تو یہ وہ جانے کہ محنت والوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اور آپ جب ان دونوں

باتوں کا علم رکھتے ہیں تو بے عمل ہو جاتے ہیں۔ جب آپ کے پاس ''محنت کا'' اور ''بے حساب'' دونوں کا علم ہو تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپ بے عمل ہو کے بیٹھ جاتے ہیں، کبھی کہتے ہو یا اللہ دعا کے ذریعے دے دے اور کبھی کہتے ہو یا اللہ عمل کے ساتھ دے دینا۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ آپ دعا کرتے ہیں اور کبھی عمل کرتے ہیں اور پریشان حال ہو جاتے ہیں۔ اگر دعا کی بات ہے تو پھر آپ دعا ہی کرتے جانا کہ یا اللہ دینا ہے تو پھر دعا سے ہی دے کیونکہ ہم نے کام نہیں کرنا۔ پھر چھوڑ کے دیکھو..... اور دیکھا جائے گا۔ پھر مرنے سے پہلے آپ کی دعا منظور ہو جائے گی۔ مگر آپ کا حال تو یہ ہے کہ اگر آج کسی کو آتشِ نمرود میں جانا پڑے اور پھر آتش میں جانے کے بعد گلزار مل جائے تو وہ پھر پوچھے گا کہ مجھے آگ میں دھکا کس نے دیا تھا..... کیونکہ وہ اپنی مرضی سے نہیں گیا تھا۔ تو آج کا آدمی جو ہے وہ Reluctant ہے۔ آپ یقین کے ساتھ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو یقین ہے کہ جنت میں جائیں گے تو آپ آج کیسے خوشی نہیں منائیں گے۔ جس بچے کو امتحان کے وقت یقین ہو جائے کہ اس نے پاس ہونا ہے تو آج ہی دعوت کر دے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کو جنت جانے کا یقین ہے مگر جنتی جیسی صفات پیدا نہیں کر رہے۔ جس کو یہ پتہ چل جائے کہ کل اُسے منسٹر بنایا جائے گا تو وہ آج ہی اچکن سلوا لے گا۔ آپ نے جانا تو جنت میں ہے مگر آپ کے حالات جنت والے نہیں لگ رہے، آپ کی عادتیں وہ نہیں ہیں۔ آخر کیوں نہیں ہیں؟ کیا آپ کو شک ہے۔ خوف اور اُمید کے درمیان جو ایمان کی بات ہے تو وہ جس کو کہی گئی ہے وہ اسے یاد رکھے۔ اس سے ایمان Stable ہوتا ہے، قائم ہوتا ہے۔ اگر آپ کو جنت میں جانے کا یقین ہو جائے تو آپ پر آج سے ہی، کیفیت وارد ہو

جائے گی۔ مگر آپ کو یقین نہیں ہو رہا۔ آپ کو ایک عمل پر ٹھہرنے کا یقین نہیں ہے۔ اگر آپ ایک عمل پر ٹھہر گئے تو پھر آپ کو ایک نتیجہ مل جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے اتنا یقین ہوتا تھا کہ ایک غریب آدمی اپنی غریبی میں بھی خوش رہتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کامیاب ہیں۔ اور دولت مند اپنی دولت کے باوجود گھبرائے رہے، انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں ناکامی نہ ہو جائے۔ بادشاہ تخت پہ بیٹھا ہوتا ہے مگر سسکیاں بھرتا رہتا ہے کیونکہ اسے اندیشہ ہوتا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اندیشہ نکل گیا تو یہ بہشت ہے، اگر امید پیدا ہوگئی تو یہ بہشت ہے۔ گویا کہ مومن کون ہوا؟ جس کے دل میں اس کی رحمت کی امید پیدا ہو جائے وہ مومن ہے اور جس کے دل میں اس کے غضب کا خوف آجاتا ہے اس کے اپنے ایمان میں نقص ہے کیونکہ ایسے شخص نے کچھ Foul Play کیا ہوا ہوگا اور وہ سوچتا ہے کہ یہ سب ظاہر ہو گیا تو پھر کیا بنے گا۔ تو ایسی فائل کو توبہ کر کے جلا دو۔ اس سے پہلے کہ آڈٹ ہو، ایسی فائل کو دریا بُرد کر دو، اللہ سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ لو۔ یہ بات یاد رکھنا کہ توبہ کرنی ہے، ان کوتاہیوں پر توبہ، ان غلطیوں پر توبہ جن کے پکڑے جانے کا اندیشہ ہو۔ اگر آپ نے دل سے توبہ کر لی ہے، آئندہ یہ حرکت نہیں کرنی ہے تو آج سے آپ کے دل میں خوشی پیدا ہو جائے گی۔ اگر آپ جنت میں جانے والے ہیں اور آپ کا ساتھی بھی جنت میں جانے والا ہے تو دونوں مل کے رہو، جھگڑا نہ کرو۔ اگر دو بھائی ہوں ایک نیک ہو اور دوسرا بد ہو تو نیک اُسے کہتا ہے تو نے پکڑے جانا ہے، گرفتار ہو جانا ہے، جنت میں نہیں جاؤ گے۔ گویا کہ وہ جنت کیا ہوگی جس میں دوزخ سے آپ کو فریاد آجائے۔ آج کل تو لوگ یہی چاہتے کہ خود جنت میں جائیں اور پڑوسی بھائی دوزخ میں جائے۔ جو آپ

کے ساتھ نماز پڑھنے نہیں جاتا تو آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا اور آپ کی وہ جنت کیا ہوگی جس میں آپ کے رشتے دار نہیں ہوں گے۔ وہ جنت بے کیف ہوگی۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کا ثواب ان رشتہ داروں کو بھی دے جنھوں نے عبادت نہیں کی ہے؟ کیا آپ وہ Handover کر سکتے ہیں؟ اس طرح اکٹھے ہو جاؤ۔ جب تک آپ یہ ایثار نہیں کریں گے آپ کو جنت کی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ عبادت کا فخر کرنے والا شاید عاقبت سے محروم ہو جائے۔ گناہوں پر ندامت کرنے والا ہو سکتا ہے کہ بخشا جائے۔ تو گناہوں پر نادم بہت بہتر ہے اس عابد سے جو عبادت پر فخر کرتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔

اب اور سوال کرو..... بولیں.....

سوال:

سر! فانی اور باقی کی پہچان کے بارے میں وضاحت فرما دیں.

جواب:

پہلے آپ یقین کے ساتھ دل میں یہ بٹھا لیں کہ کل من علیھا فان یعنی یہاں پر جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ تو پہلے فنا کے باب کو پہچان لو پھر آپ کو ذوالجلل والاکرام کی بات سمجھ آئے گی۔ یعنی کہ اپنا ہونا، اپنی اشیاء کا ہونا، اپنے گردوپیش کا ہونا بلکہ ہر چیز کا ہونا فانی ہے۔ پھر ذوالجلل والاکرام کا لفظ آتا ہے۔ اب یہ قرآن پاک کا راز ہے کہ جس انداز میں جو Word بھی Set ہے وہ ایک جگہ استعمال ہوا ہے تو اس کا رزلٹ یا نتیجہ دوسری جگہ پر اسی Set of words میں، اسی انداز کے الفاظ میں دیا گیا ہے۔ کل من علیھا فان و یبقٰی

وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام یعنی یہاں پر ہر شے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ باقی ہے جو جلال اور اکرام والی ذات ہے۔ اس کا تعلق فنا کی پہچان سے ہے۔ اگر آپ فنا کی پہچان کرلیں تو پھر آپ کو ذوالجلال والاکرام کی بات پوری طرح سمجھ آئے گی۔ گویا کہ کسی فانی چیز سے محبت نہ کرنا، یہ ہے اس کا راز۔ تو محبت جو ہے وہ باقی سے ہو اور فانی سے نہ ہو۔ فانی ہر وہ چیز ہوتی ہے جو یہاں رہ جائے۔ فانی کی تعریف یہ ہے کہ جس کی تاریخ پیدائش ہو اور تاریخ وصال ہو، اس کو حادث یا فانی کہیں گے۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد ہو۔ تو اُسے قدیم کہیں گے۔ قدیم کی محبت جو ہے یہ فانی کی پہچان سے ہوتی ہے۔ ہر شے کو فنا ہے، ہر چیز فانی ہے، اللہ کے ارشادات یہی ہیں کہ یہاں دنیا میں جو کچھ ہے، جس انداز سے ہے، ایک وقت معینہ کے بعد اسے بُلا لیا جائے گا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یہاں سے جانا ہی ہوگا۔ اور اگر کچھ رہے گا تو اس ذاتِ بابرکت کا جلوہ، اس کا چہرہ، اس کا مقام ..... اس کو پہچاننا ہے۔ اس میں جو رموز ہیں یا راز ہیں وہ الگ بات ہے کہ فانی کیا ہوتا ہے، باقی کیا ہوتا ہے، ان کے درجے کیا ہوتے ہیں، قُدوم کیا ہے، قِدم کیا ہے، حدوث کیا ہے، حدوث میں پابند کون ہے، حادث و فانی کون ہے، اللہ تعالیٰ تو قدیم ہے۔ تو کیا قدیم کی محبت پابند ہوسکتی ہے فانی ہوسکتی ہے؟ اللہ کی محبت بھی قدیم ہے تو اللہ کے محبوب ﷺ بھی قدیم ہیں۔ یہ الگ کہانی ہے کہ اللہ کی محبت کب سے شروع ہوئی ہے، کیا پیدا کرنے کے بعد شروع ہوئی ہے، کیا پیدا کرنے سے پہلے شروع ہوئی ہے، یہ الگ راز ہیں اور الگ کہانیاں ہیں۔

ہے قِدم حدوث سے ماورا تو قِدم حدوث کا ہے گماں
ہے قِدم کا جلوہ حدوث میں تو قِدم حدوث کی ضِد کہاں

یعنی اگر قدیم اس فانی سے بہت ہی دور ہے تو پھر تو وہ ہمارا اپنا گمان ہی ہے، پتہ نہیں وہ ہے کہ نہیں ہے۔ اگر قدیم کے جلوے یہیں پر ہیں تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ تو یہاں کے علاوہ بات کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم نے جب بھی بات کی ہے وہ حادث کے ذریعے کی ہے۔ تو حادث جو ہے وہ اتنا حادث بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی اپنے بارے میں تعارف کرایا تو اسی فانی انسان کو چُنا۔ باقی نے فانی کے ذریعے اپنی بقا کا علم بتایا۔ تو یہ فانی کتنا فانی ہے جو باقی کا علم رکھتا ہے؟ اس لیے یہ بات سمجھنے والی ہے..... اور بات جب قرآنِ پاک کے فیض کی ہوتی ہے تو اس کو پہچاننے کے بڑے بڑے مشکل مقامات ہیں اور اگر آپ اپنے آپ کو Clear نہ کرلیں تو بات سمجھ نہیں آتی۔ یتیم کا مال کھا کر قرآن سمجھنے والا ایسے ہے جیسے چوری کے پیسوں سے حج کر آئے، یعنی قتل کر کے پیسے چھین لے اور حج کر آئے اور اللہ کے سامنے حاضر ہو جائے جیسے کہ یہ کہہ رہا ہو کہ یا اللہ میں تیرے سامنے ہوں جو کچھ کرنا ہے کر لے، میں پیسے چوری کر کے لایا ہوں۔ اُسے تو کہنا چاہیے کہ تو کدھر آ گیا، پہلے تو امانت لوٹا کے آ۔ یتیم کا مال اس کو واپس کر کے آ، رزقِ حلال اور حرام میں تمیز کر کے آ، ماں باپ کا حق ادا کر کے آ، اولاد کا دھیان کر کے آ اور اس طرح کے دوسرے واقعات پورے کر کے آ۔ پھر تو تیرا حج ہی حج ہے۔ یعنی کہ آپ باقی فرائض کو واضح طور پر ترک کرنے کے بعد کسی ایک فرض کو سماجی ضرورت بنا لو تو یہ آپ کی بڑی ناانصافی ہے۔ تو آپ سماجی طور پر حاجی صاحب نہ بنا۔ اس لیے یہ بات نہیں ہونی چاہیے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات کو برابر طور پر تسلیم کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ماں

باپ کے سامنے اُف نہ کرو ولا تقل لھما اُفٍّ تو یہ حکم مکمل ہے اور اس پر عمل کرو۔ اور فرمایا کہ ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما یعنی ان کو جھڑکی نہ دو، اُن کے سامنے نرم الفاظ کہو۔ گویا کہ ساری بات سمجھا دی گئی ہے۔ پیسے کے بارے میں بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ کیسے کمانا ہے۔ تو مفہومِ قرآن جو ہے یہ ساری زندگی کے ہر عمل پر Operate کر رہا ہے۔ تو جب تک زندگی اس کے حکم کے مطابق نہ ڈھلے تو قرآن کا علم کس کام آئے گا۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے خود بتایا ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے کسی عالم کے سر پر کتابیں رکھی ہوں اور وہ عمل سے بیگانہ ہو۔ تو قرآن فہمی جو ہے یہ زندگی کے مطابق ہونی چاہیے اور یہ زندگی قرآن کے مطابق ہونی چاہیے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ جب تک عمل، عمل کے تابع نہیں ہوگا تو علم، علم کے مطابق نہیں رہے گا۔ قرآنِ پاک کا علم اس وقت تک علم نہیں بنتا جب تک اس عمل کے مطابق زندگی نہ ہو۔ جن کو سب سے زیادہ قرآن آتا تھا اور جن پر قرآن نازل ہوا تھا، اس ذات کی زندگی کے ساتھ اپنی زندگی کو ان کے تابع فرمان کر دو، زندگی اس انداز سے گزارنے کی کوشش کرو تا کہ یہ علم آپ پر آشکار ہو۔ تب جا کے قرآن آپ کو سمجھ آئے گا۔ اللہ تو دینا چاہتا ہے اور دیتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے شہد کی مکھی پر الہام کر دیا ہے کہ وہ شہد بنائے۔ آپ تو قرآن کے حوالے سے بحث کرتے ہیں۔ پہلا کام یہ کرو کہ اللہ کے ساتھ بحث نہیں کرنی، وہ جس کو چاہے زندہ رکھے اور جس کو چاہے مار دے، آپ گلہ نہ کرنا۔ آپ نے جن لوگوں کا مال کھایا ہوا ہے وہ پیسہ واپس کرو، توبہ کرو، اللہ کو راضی کرو، ورنہ تو کھایا ہوا مال پتھر بن کے اندر آنتوں میں درد کرے گا۔ تو اس کا خیال رکھو۔ ماں باپ اگر ناراض ہیں تو ماں باپ کو راضی

کرنے کی کوشش کرو، وہ اگر رخصت ہو گئے ہیں تو اِن کی قبروں پر حاضری دو، تب بھی کچھ آسانی ہو جائے گی۔ کافروں کے ساتھ اللہ خود ڈیلنگ کر لے گا، آپ مومن ہیں، آپ کے ساتھ جو Dealing ہے آپ وہ دیکھیں۔ زندگی میں کسی اصول کو اللہ کی راہ مان کر سفر کرتے جاؤ، بحث نہ کرو..... سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کی تخلیق کی ہوئی کائنات پر غور کرو۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔

جس شخص نے حق سے زیادہ پیسہ کھایا وہ ظالم ہے، اللہ اس کو برباد کرے، یا پھر وہ پیسہ اپنے محتاج بھائی کو دے دے۔ لیکن جب آپ تخلیق کا عمل دیکھیں گے تو کوے کو کوے کے پر اور مور کو مور کے پر ملیں گے۔ یہاں جھگڑا نہ کرنا کہ مور کے چار پر توڑ کے کوے کو لگا دو۔ اس طرح کائنات خراب ہو جائے گی۔ ہر آدمی کو اس کا حق ملنا چاہیے۔ اس بات کے لیے دعا ہونی چاہیے۔ ہر آدمی کو اس کا نصیب ملنا چاہیے لیکن اس کائنات میں کبھی برابری نہیں ہوگی، میں آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ زندگی برابر نہیں ہوگی۔ اگر تم مال برابر کر دو گے تو چہرہ برابر نہیں ہوگا، جھگڑا پھر پیدا ہو جائے گا۔ تو کائنات کی تخلیق میں برابری کبھی نہیں ہو سکتی۔ کوئی ذہین پیدا ہوگا، کوئی پیغمبر ہوگا، کوئی اُمتی ہوگا، کوئی کمزور ہوگا، کوئی طاقتور ہوگا، کوئی دانا ہوگا، کوئی نادان ہوگا..... ایک کو دوسرے پر فوقیت ضرور دی جائے۔ آپ فوقیت کا شعبہ پہچان لو، پھر اس کے بعد انقلاب لانا تاکہ یہ نہ ہو کہ آپ بے ادب ہی ہو جاؤ، یہ نہ ہو کہ آپ گستاخ ہی ہو جاؤ۔ کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ پیغمبر غریب کیوں تھے۔ غریبی میں بھی پیغمبری ہوتی ہے، غریبی میں بھی غریب نوازیاں ہوتی ہیں، غریبی والا اللہ کے قریب ہو سکتا ہے اور دولت مند اللہ کا باغی بھی ہو سکتا ہے۔ تو تقسیم دراصل یہ ہے کہ اچھا امیر بہت اچھا ہے، اچھا غریب بھی

بہت اچھا ہے، برا امیر بہت بُرا ہے اور بُرا غریب اس سے بھی بُرا ہے۔ گویا کہ اچھائی اور برائی کی تخصیص ہے، امیر اور غریب کی بات نہیں۔ بُرے آدمی کو برا ہی کہو اور اچھے کو اچھا کہو۔ یہ امیری غریبی کے علاوہ ہے۔

دعا کرو کہ اللہ کا ایسا نظام آجائے کہ غریبوں کو ان کا حق مل جائے اور امیر جو ہے وہ مغرور نہ ہو اور غریب جو ہے وہ محروم نہ ہو۔ یا اللہ ایسا نظام لا دے جس میں غریب نہ مظلوم ہو اور نہ محروم ہو اور امیر کو ظالم بننے سے روک دے۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.



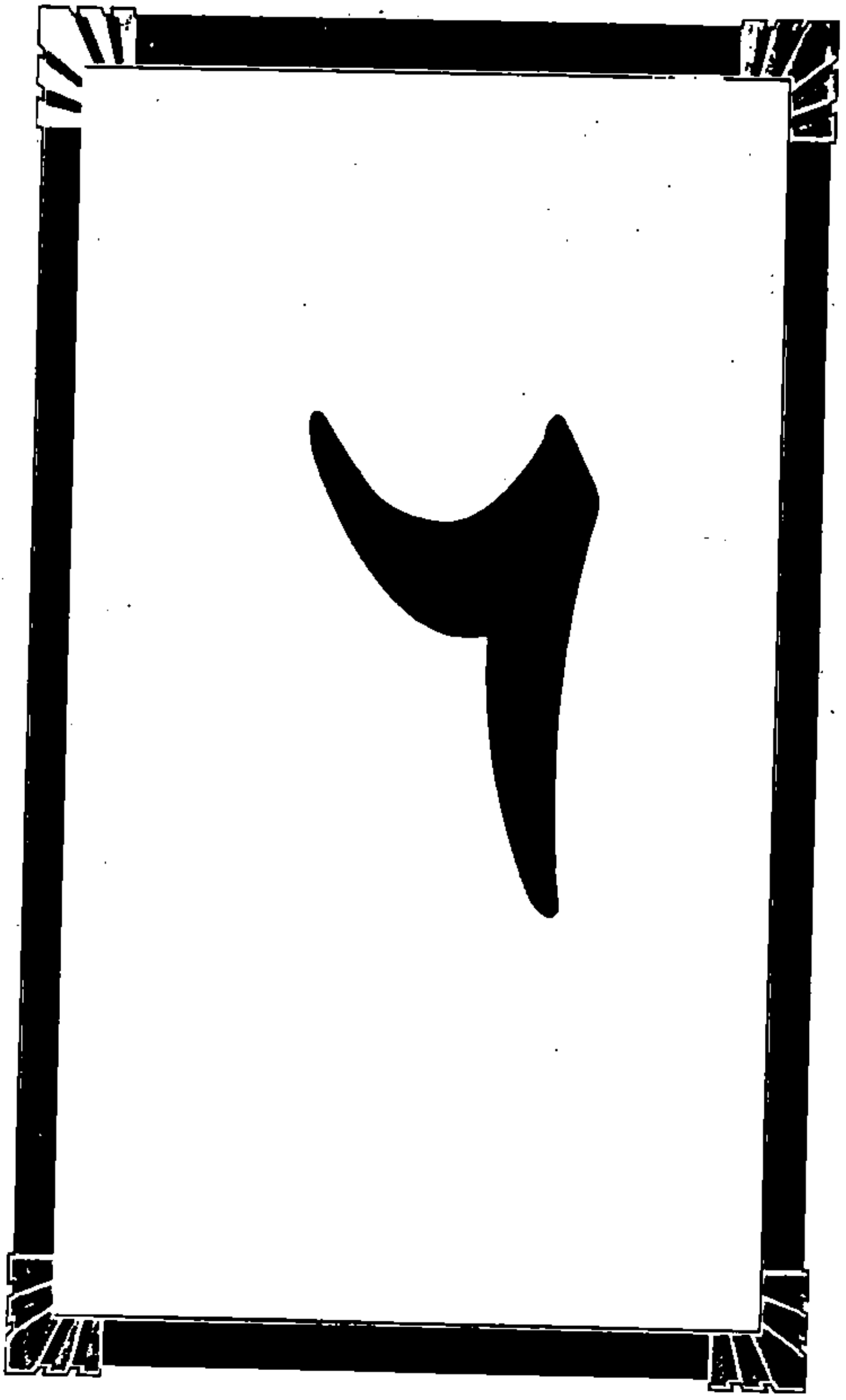

- آج کے زمانے میں علم بیان کرنے والے اتنے لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ انسان کس ندا پر، آواز پر توجہ دے۔
- لوگ جو خواہش رکھتے ہیں وہ کامیاب تو نہیں ہوتی بلکہ خواہش رہتی ہے۔
- کیا خواہش، تمنا اور آرزو کے مترادف ہے؟
- اگر تمام خواہشات اللہ کے سپرد کر دیں تو کیا پھر بھی خواہش کا سفر باقی رہ جاتا ہے؟
- کیا اعمالِ صالح ایک تربیتی نظام ہے؟
- حضور پاک ﷺ جو تزکیہ فرماتے تھے اس کی تعلیم کیا ہے؟

سوال:

آج کے زمانے میں علم بیان کرنے والے اتنے لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں آتا کہ انسان کس ندا پر' آواز پر توجہ دے۔

جواب:

یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے جب کہ جواب پہلے سے موجود ہوتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ یہ جو اختلاف لیل ونہار ہے اس کے اندر نشانیاں ہیں اور آسمان کی تخلیق کے اندر نشانیاں ہیں۔ اور جب آپ کائنات کی تخلیق پر غور کرتے ہیں تو آپ کو اس کے اندر نشانیاں ملتی ہیں اور اس کائنات کا مشاہدہ' جو کہ باہر کی کائنات ہے' اس میں گردش لیل و نہار کا جو اختلاف ہے' اس سارے پر غور کرنے کے بعد اگر آپ اس نتیجے پہ پہنچ گئے کہ ربنا ما خلقت هذا باطلا یارب العالمین یہ جو کچھ تو نے بنایا ہے یہ باطل نہیں بلکہ برحق ہے یعنی جو بھی تو نے بنایا۔ پھر آپ کے لیے یہ مرحلہ آتا ہے کہ آپ کون سی ندا پہ چلیں یا کون سی منادی کریں۔ سب سے پہلی اور ضروری چیز یہ ہے کہ آپ اس کائنات کی تخلیق فرمانے والے کا حسن تخلیق دیکھیں اور تخلیق کی Durability دیرپائیت دیکھیں' ستاروں کی عمر دیکھیں' ان کے لامحدود زمانے دیکھیں' پہاڑوں کے باقی رہنے والے سلسلے دیکھیں' سلسلہ ہائے روز وشب دیکھیں .....

پہاڑوں پر درخت پیدا ہوتے ہیں' بڑے ہوتے ہیں' کاٹ دیے جاتے ہیں' کٹ جاتے ہیں یا جل جاتے ہیں تو پھر اور درخت پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پہاڑ قائم رہتا ہے اور درخت فصل کے طور پر آتے ہیں اور فصل کٹ جاتی ہے۔ اس دنیا کے اندر اور دنیا کی عظیم Durability کے اندر انسان فصل کے طور پر آتا ہے اور کٹ جاتا ہے۔ جب آپ نے فصل کے طور پر آنا ہے اور اس فصل نے کٹ جانا ہے تو پھر آپ اپنے سفر کی میعاد کو دیکھیں اور اس کے اندر اپنے سفر کو سہل بنانا' خوشگوار بنانا یا اُسے کامیاب بنانا چاہیے' اس میں اگر آپ کو کسی قسم کی کمی محسوس ہو تو پھر آپ دعا کرالیں۔ لیکن یہ سفر جاری ہے' فصل کے طور پر آپ نے اگنا ہے اور فصل کے انداز سے آپ نے کٹ جانا ہے' تو آپ دعا یا سوال وہ کریں جس سے آپ کی فنا کا سفر اوجھل نہ ہو' آپ اپنی پوزیشن کو اور اپنی Visible کائنات کو نگاہ میں رکھیں اور دیکھیں کہ سورج وہی ہے' چاند وہی ہے' ستارے وہی ہیں' آسمان وہی ہے' پہاڑ اور دریا سب کچھ وہی ہے لیکن آپ وہ نہیں ہیں۔ ساٹھ سال کے عرصہ میں لاہور شہر کی چالیس لاکھ آبادی مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے اور ساٹھ سال کے بعد مکمل طور پر نئے لوگ آ جاتے ہیں۔ آپ کی عمر پوری ہونے کے بعد شہر آباد رہے گا' گلیاں بھری رہیں گی' لوگ موجود رہیں گے' تھڑوں پر لوگ بیٹھے رہیں گے' باتیں ہوتی رہیں گی' اخبار چھپتا رہے گا لیکن حمید نظامی کی جگہ مجید نظامی بیٹھا ہوگا۔ تو ہر چیز میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس فرق کو آپ نگاہ میں رکھیں' مثلاً آپ اپنے ابا کی دکان میں بیٹھے ہیں جب کہ ابا موجود نہیں ہے تو آپ اس مقام پر ہیں جب کہ وہ مقام موجود نہیں ہے۔ ایک آدمی گورنر ہاؤس میں بیٹھا ہوتا ہے تو وہاں کئی فوٹو لگے ہوتے ہیں جو کہ پہلے گورنر تھے۔ پھر اس کا بھی فوٹو لگ

جائے گا' نیچے لکھا ہوگا کہ یہاں سے کب نکلا۔ گویا کہ جب اس زندگی میں آنا ہے تو اس سے نکلنا بھی ہے۔ تو آپ وہ دعا اور سوال کریں جس سے آپ کا سفر اپنی میعاد میں آسان ہو۔ اگر صحرا کا سفر ہے اور آپ کرسیائں منگوا رہے ہیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ صحرا میں چلنے والے کا صوفے سے کیا تعلق ہے بلکہ وہاں تو اونٹ چاہیے' کچھ ستو چاہیے اور پانی کی چھاگل ہو۔ یعنی کہ آپ اپنے سفر کو پہچانتے ہی نہیں ہیں اور آپ خواہشات کا سوال کرتے جاتے ہیں کہ یا اللہ یہ بھی دے دے' وہ بھی دے دے۔ آپ وہ مانگتے ہیں جسے آپ Accommodate کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے' اس سوال کو نبھانے کی آپ توفیق نہیں رکھتے' خواہش کو پورا کرنے کی آپ کے اندر استعداد نہیں ہے۔ جوانی کی عمر میں انسان کو کثرتِ ازواج کی خواہش ہو سکتی ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ ایک زوج بھی انسان کی مکمل تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔ تو انسان کے خون کی حدت اور خواہشات کا پھیلاؤ عمر کی ایک حد تک ہوتا ہے اور آپ اس عمر سے ذرا دوسری عمر میں آ گئے' یعنی صحت والی عمر سے بیماری کی عمر میں چلے گئے تو صحت کے تقاضے جو ہیں وہ بیماری کی عافیت کے تقاضے میں بدل جائیں گے' سیر کرنے کی خواہش جو ہے وہ ٹھہرنے کی خواہش میں بدل جائے گی' باہر جانے کی آرزو گھر میں رہنے کی آرزو میں بدل جائے گی۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ کہیں تجربے سے نہ سیکھنا' کیونکہ زندگی میں تجربہ کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ اس لیے بار بار وضاحت کی جاتی ہے کہ اشیاء کی گردش میں استقامت ہے اور آپ اپنے آپ کو اللہ کے ذکر میں قائم رکھیں۔ تو پیدا کرنے والے نے یہ بتایا۔ اگر آپ کو ذکر کرنے میں دقت ہو رہی ہے تو پھر آپ اس بارے میں سوال کریں۔ ذکر کا معنی ہے خالق کا تذکرہ' یاد'

خیال اور اپنی زندگی کی پہچان۔ تو انسان، کو اللہ کریم نے واضح طور پر بار بار فرمایا کہ دیکھو ہم نے بستیاں کیسے آباد کیں اور پھر بستیاں کیسے بنجر ہو گئیں' ویران ہو گئیں۔ لوگ آتے ہیں اور ویرانیاں چھوڑ جاتے ہیں۔ کتاب میں آپ یہ پڑھتے ہیں۔ دنیا میں سیر کر کے دیکھیں کہ یہ جو کھنڈرات ہیں یہ کبھی زندگی تھی' یہ آثار تھے' محلات تھے ..... تو یہ فرمان تو ایک اطلاع ہے اور اگر اطلاع آپ کا مشاہدہ بن جائے اور آپ اس مشاہدے سے تاثیر حاصل کر لیں کہ جس طرح باہر کی زندگی قائم ہو کے ختم ہو گئی اسی طرح آپ کی ذاتی زندگی ایک فصل ہے' پوری طرح اُگے گی اور پھر اس نے ختم ہو جانا ہے۔ تو ختم ہونے سے پہلے آپ اس کے لیے دعا کا کوئی انتظام کر جائیں' آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہمارا پھیلاؤ اتنا ہو جو ہمارے سمٹے ہوئے سفر میں پورا ہو' کیونکہ سفر محدود ہے اور اگر خواہش لامحدود ہو گئی تو ایمان ختم ہو جائے گا۔ یہ بڑی Important بات ہے۔ محدود زندگی میں لا محدود خواہشیں پوری نہیں ہو سکتی اور پھر آپ پروردگار کا گلہ کریں گے اور گلے سے آپ کا ایمان مجروح ہو جائے گا۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ خواہشات پھیل گئی ہیں اور زندگی سمٹی ہوئی ہے' اس لیے آپ اپنی محدود زندگی میں اتنی آرزوئیں رکھیں جس سے یہ زندگی آسان ہو اور زندگی کو چھوڑنا بھی آسان ہو تا کہ یہ نہ ہو کہ اس میں کوئی دقت پیدا ہو جائے۔ جس کو آپ کامیابی کہہ رہے ہیں دراصل آپ نے کامیابی کے نام پر اپنے ذمے ایک اور مصیبت لگا لی۔ مثلاً آپ کہتے ہیں کہ مبارک ہو' کاروبار کامیاب ہو گیا' مگر یہ ایک اور مصیبت آ گئی کیونکہ یہ سب چھوڑنا مشکل ہو جائے گا۔ جوں جوں آپ پھیلتے جائیں گے اسی قدر زندگی سے نکلنے میں آپ کو اور دشواری ہو گی' آپ کو ایک اور صدمہ حاصل ہو گا۔ جہاں جہاں

وابستگی ہوتی جا رہی ہے وہاں وہاں صدمات ہیں' وابستگی رشتوں کی ہے تو سارے غم رشتوں کے ہیں۔ وابستگی میں خوشی رشتوں کی وجہ سے تھی اور بزرگوں' والدین اور گردوپیش میں جب یہ سفر پھیلتا ہے تو پھر آپ کہتے ہیں کہ بہت قریب کے لوگ آپ کے ہاتھوں سے بہت دور نکل گئے۔ اسی طرح آپ بھی زندگی سے نکل جائیں گے۔ اس لیے اپنی خواہشات کو کبھی اتنا نہ پھیلنے دینا کہ یہ خواہشات آپ کے لیے وبالِ بن جائیں۔ دعا یہ کرنی ہے کہ ہم اس زندگی میں اتنے پھولیں پھلیں کہ ہم زندگی بنانے والے سے باغی نہ ہو جائیں' زندگی دینے والے کے باغی نہ بن جائیں اور ہم اپنے آپ کو خواہشات کے ذریعے بقا میں لے جائیں' کہیں ہم فنا کا سفر نہ کر لیں' خودکشی نہ کر بیٹھیں۔ اس لیے وہ آرزو رکھنا جس سے آپ کا سفر آسان ہو۔

اب ان باتوں کا خلاصہ' Revision یہ ہے کہ یہ زندگی جس کو آپ بنانے کی فکر میں ہیں' یہ زندگی آپ نے بذاتِ خود نہیں بنائی۔ جب زندگی آپ نے نہیں بنائی تو آپ نے زندگی کو کیا بنانا ہے۔ زندگی آپ نے بنائی نہیں ہے اور زندگی عطا کرنے والے نے اس کے اندر تعمیر اور تخریب کے گنتی کے مکمل ایام رکھ دیے ہیں۔ آپ کی خواہش یہ ہے کہ گنتی کے ایام سے باہر نکل جائیں یعنی انسان کی آرزو اتنی سی ہے کہ وہ موت سے بچ جائے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے موت سے بچنا نہیں ہے۔ اس لیے اگر آپ اس بات کو Realize کر لیں تو پتہ چلے گا کہ آپ نے وقت سے پہلے مرنا بھی نہیں ہے۔ زندگی نے ختم تو ہونا ہے مگر آپ بددل نہیں ہونا' مایوس نہ ہو جانا کہ آپ نے مر جانا ہے۔ موت تو آنی ہے لیکن مایوسی نہیں ہونی چاہیے' موت تو ہے' اس لیے پھیلنا نہیں چاہیے تاکہ سمٹنا

مشکل نہ ہو جائے۔ اس زندگی کے اندر اگر آپ اپنی زندگی پہ غور کریں تو بہت ساری چیزیں آپ کو کیفیات کی شکل میں خود بخود عطا ہوئی ہیں' مثلاً غصہ آپ نے نہیں پالا' یہ اندر خود ہی پیدا ہو گیا۔ اب غصہ کا اظہار جو بھی نتیجہ لائے مگر غصہ In itself آپ کا اپنا نہیں ہے۔ تو غصہ زندگی میں موجود ہے' لالچ اس کے اندر موجود ہے' کمزوری اس کے اندر موجود ہے' نیکی کی خواہش بھی اس کے اندر موجود ہے اور بدی کی تمنا بھی اس کے اندر موجود ہے ..... آپ کے اپنے اندر جو موجود قواء ہیں اور جو موجود خواہشات ہیں' آپ ان کا جائزہ لیں۔ تو کچھ خواہشات جو ہیں وہ Supress' ختم کرنے والی ہیں اور کچھ خواہشات جو ہیں وہ Preserve' قائم کرنے والی ہیں۔ جو قائم کرنے والی خواہشات ہیں آپ ان کو قائم کریں اور جو روکنے والی خواہشات ہیں ان کو آپ روکیں۔ تو آپ کا اتنا ہی کام ہے۔ ابتدا کے طور پر خواہش کا پیدا کرنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ آپ کے مقام میں نہیں ہے۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نیکی کے سفر میں چل پڑا تو اس نے خود کیا کیا کیونکہ نیکی تو اس کے اندر موجود ہے' اس نے بدی کے مواقع روک دیے تو نیکی کا سفر خود بخود چل پڑا۔ اگر آپ اپنے شعور کو اپنا استاد بناتے ہیں تو یہ ایک مقام ہے۔ یعنی اپنے شعور سے اور اپنے خیال سے آپ اپنے لیے اچھائی یا برائی کا فیصلہ کر کے اچھائی کی طرف شعوری طور پر سفر کرتے ہیں۔ تو یہ ایک مقام ہے۔ اس کا نتیجہ آپ کا حاصل ہے اور اس کا انعام کس کو ملے گا؟ آپ کے شعور کو' کہ آپ کے پاس عقل سلیم تھی اور آپ اس سفر پر چل پڑے' پھر نتیجہ بہتر ہو گیا۔ کچھ سفر ایسے تھے جو صرف خواہش سے ہوتے ہیں اور آپ کو اس کا پتہ ہی نہیں چلا' وہاں صرف خواہش تھی اور والہانہ پن تھا۔ مثلاً شام کا وقت ہو

اور آپ کو بھوک لگی ہو تو آپ خود بخود کچن کے قریب ہو جائیں گے۔ اب یہ سفر جو ہے یہ اندر کی خواہش سے ہوا ہے۔ تو خواہشات آپ کو Direct کرتی رہتی ہیں' چلاتی ہیں' شعور بھی Direct کرتا ہے اور ایمان بھی Direct کرتا ہے۔ جب اذان ہوتی ہے تو آپ کا ایمان خود بخود قائم ہو جاتا ہے کیونکہ ایمان کا اذان کے ساتھ تعلق تھا۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ کریم خود بخود آپ کے راستے کی آسانیاں پیدا فرماتا ہے اور راستے کی پیچیدگیاں دور فرماتا ہے۔ جس طرح نیکی کی بات ہے تو یا تو آپ یہ خود کریں اور پھر نیک سبب کا بن جانا فضل ربی ہے۔ اگر آپ کے گھر کے قریب ہی کوئی نیک بندہ پیدا ہو گیا تو سمجھو کہ آپ کے لیے نیکی پیدا ہو گئی۔ اگر کسی ایک جگہ پر نو بندے بیٹھے ہوں جو سچے اولیائے کرام ہوں اور وہاں پر دسواں ایک دنیا دار بیٹھ گیا تو وہ محفل تو ساری اولیائے کرام کی ہو گی مگر پھر وہاں دنیا دار بھی Accommodate ہو جائے گا' شامل ہو جائے گا۔ اس آدمی کی خوش قسمتی یہ ہے کہ وہ خوش قسمت لوگوں میں جا کر بیٹھ گیا' اس نے کوئی اور عمل نہیں کیا۔ اب یہ چانس جو ہے یہ اللہ کریم دیتا ہے' کہ اس غلط انسان کو ایک ایسی محفل میں پہنچا دیا جس محفل کا مقام بڑا بابرکت تھا۔ اس کا صرف وہاں سے گذر ہوا تھا' اس نے سوچا کہ یہاں بیٹھ کے دیکھیں تو سہی' یہاں کیا ہوتا ہے۔ تو جہاں پر "کچھ" ہوتا تھا وہ وہاں بیٹھ گیا تو اس کو بھی فیض مل گیا۔ تو بعض اوقات اتفاقیہ ہونے والا عمل بھی نیکی کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ تو اتفاقیہ ہونے والا اور سرزد ہونے والا عمل بھی نیکی لاتا ہے۔ گویا کہ نیکی ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے احسان فرمانے سے آپ کو مل جاتی ہے۔ تلاش سے نیکی بہت کم ملتی ہے یعنی تلاش کر کے' بھاگ کے' دوڑ کے' پہاڑوں پہ گئے' دریا پہ گئے' آستانے پہ گئے' مشائخ

کرام کے پاس گئے' اولیائے کرام کے پاس گئے' علماء صاحبان کے پاس گئے' کتابیں پڑھیں مگر کچھ سمجھ نہ آیا اور ایک دن اچانک ایسا واقعہ ہو گیا' اتفاق سے سرزد ہو گیا' ایک آدمی آیا اور اس نے دو روپے مانگ لیے' تم نے اس کو دے دیے کیونکہ اس وقت تم اچھی حالت میں تھے ..... وہ آدمی تھا دعا دینے والا' اور آپ کی عاقبت بنا گیا۔ گویا کہ اللہ کریم اگر احسان فرمانے لگے تو احسان کرنے کا ذریعہ اس وقت آپ کے پاس آیا جب آپ سخاوت میں تھے اور آپ نے اسے پیسے دے دیے۔ اور اگر آپ بخیلی میں ہوں اور اس وقت کوئی سچا بندہ آجائے تو آپ تو برباد ہو جائیں گے' یعنی آپ نے سچے کو' صادق کو انکار کر دیا اور کچھ نہ دیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ کی عاقبت کمزور ہو جائے گی۔ گویا کہ اس طرح کے واقعات بھی زندگی میں سرزد ہوتے رہتے ہیں کہ نیکی خود بخود آپ کی تلاش میں آتی ہے اور بدی خود بخود آپ کو چھوڑ جاتی ہے۔ یہ دعا کرنی چاہیے کہ یارب العالمین ہم نیکی کو کیسے ڈھونڈیں' تُو خود بخود ہی نیکی عطا فرما' تُو خود ہی ہمیں نیک کر دے' سمجھ نہیں آتی کہ ہم نیکی کیسے کریں' ہم تو یہ نیکی کریں گے کہ پیسہ مانگنا شروع کر دیں گے' اس لیے ہمیں تو نیکی بدی کا پتہ کوئی نہیں ہے' تُو آپ ہی مہربانی فرما۔ ورنہ تو بے شمار لوگ ایسے ہیں جو دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے عبادت کرتے ہیں' بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے چیزوں کے حصول کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ یہ دے' یا اللہ وہ دے بلکہ سب کچھ ہی دے دے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ کا احسان ہو جائے تو آپ کا دل اطمینان میں آجاتا ہے' جیب خالی ہوتی ہے مگر آنکھ بھر جاتی ہے' جیب خالی ہوتی ہے مگر دل مطمئن ہوتا ہے ورنہ بعض اوقات جیب بھری ہوتی ہے مگر آنکھ خالی ہوتی ہے'

لالچ موجود ہوتا ہے اور یہ ایک عذاب ہوتا ہے کہ پیسہ تو ہے مگر پیسے کی تمنا بھی ہے۔ وہ پیسہ جس نے آپ کو پیسے کی تمنا سے نجات نہیں دی وہ پیسہ عذاب ہے۔ اس لیے اللہ سے یہ دعا مانگیں کہ آپ دنیا کی تمنا سے آزاد ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کرتا ہے' بعض اوقات ایسا دوست مل جاتا ہے کہ آپ کو غلط تمناؤں سے آزاد کر جاتا ہے' آپ کو کوئی بدی کرنے ہی نہیں دیتا۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی ایسے دوست مل جائیں جو آپ کو نیکی کرنے ہی نہ دیں۔ اس لیے یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ ہمارے ساتھ نیک سبب بنا' نیک اعمال عطا فرما' نیک اعمال میں نے کہاں کرنے ہیں' بس یہ نیک اعمال مجھ سے ہو جائیں۔ دعا کرو کہ نیکی کا ماحول پیدا ہو جائے۔ جب نیکی کا ماحول پیدا ہو جائے گا تو ہر طرف نیکی ہی نیکی ہو جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ منظور فرما لے تو آپ اس زندگی میں جو کام کر رہے ہیں وہ عبادت ہے اور اگر منظور نہ فرمائے تو یہ ساری بغاوت ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا رب العالمین ہمارے اعمال کو اپنی تائید عطا فرما اور اپنے فضل سے ہمارے اوپر رحم فرما تا کہ ہم وہ عمل کریں جو تجھے منظور ہو' کیونکہ ہمیں تو پتہ نہیں ہے کہ کیا کریں' ہمیں تو اپنا بھی پتہ نہیں ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس باہر کی زندگی کو ضرور سٹڈی کرتے رہنا' کائنات کو دیکھتے رہنا کہ یہ یہیں رہے گی اور آپ نہیں ہوں گے۔ یہ ساری کائنات As it is رہے گی اور آپ نے نہیں ہونا۔ ''نہیں ہونے'' سے پہلے آپ کا کام ہے کہ اس بات کو پہچان کے جائیں تا کہ آپ اپنی فالتو خواہشات کو نکال سکیں۔ فالتو خواہش اُسے کہتے ہیں جو یہاں رہنے کی خواہش ہے کیونکہ یہ تو رہنے کا مقام ہی نہیں ہے۔ رہنے کی خواہش میں فاؤل کھیلنا بہت بری بات ہے' تو رہنا اللہ کے حکم سے ہو' جانا اس کے حکم سے ہو'

خواہشات بھی اتنی جتنا اس کا حکم ہے اور جب وہ چھوڑنے کا حکم فرما دے تو یہاں سے ہاتھ ایسے اُٹھا لینا جیسے کہ یہاں تھا ہی کچھ نہیں۔ پھر یہاں کسی دقت کی بات نہیں ہوگی۔ اس سے پہلے کہ آنکھ بند ہو جائے' آنکھیں کھول لینی چاہییں' اس سے پہلے کہ وہ وقت آ جائے' آپ اس وقت کا اندازہ کرلو۔ میری یہ بات یاد رکھنا کہ زندگی میں آپ کو دوست یا دشمن کی شکل میں جو لوگ ملتے ہیں' یہ لوگ ہی آپ کی نیکی اور بدی کے ذمہ دار ہیں۔ مثلاً اس وقت انگلینڈ میں اگر کوئی آدمی ہے' وہ کیا کر رہا ہے' اس سے آپ کی نیکی بدی میں فرق نہیں پڑتا بلکہ آپ کی نیکی بدی آپ کے پڑوسی کے عمل کے ساتھ ہے' آپ کے گھر والوں کے عمل کے ساتھ ہے اور آپ کے دوستوں کے ساتھ ہے۔ گویا کہ آپ اپنے Known حلقوں میں' جانے ہوئے دائرے میں' جو عمل کر رہے ہیں وہی نیکی بدی ہے۔ نیکی بھی انسان کے ساتھ ہونی ہے اور بدی بھی انسان کے ساتھ ہونی ہے اور قیامت کے دن یہی چہرے آپ کے خلاف فریاد کر سکتے ہیں اور یہی چہرے آپ کے حق میں گواہی دے سکتے ہیں جن کے ساتھ آپ سفر کر رہے ہیں' جن کے ساتھ آپ چل پھر رہے ہیں۔ اس لیے انہی چہروں کے اندر آپ نے اپنی کشادگی دریافت کرنی ہے کہ یہی لوگ ہیں جو آپ کے سامنے ہیں' ان کے اندر آپ کی نیکیاں ہیں اور ان کے اندر آپ کی بدی۔ بعض اوقات اگر آپ اپنے گھر میں نوکر کے ساتھ کوئی سختی کریں یا زیادتی کریں تو وہ آپ کی پوری کی پوری عبادت برباد کر سکتا ہے۔ اجنبی کے ساتھ نیکی کریں گے تو بڑی نیکی ہوگی۔ اس لیے آپ یہ جو سوال پوچھتے ہیں کہ اللہ کریم سے ہم کیا دعا کریں تو اللہ کریم سے سب سے بڑی دعا وہ یہ ہے کہ یارب العالمین آپ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی

محبت عطا فرمائیں۔ یہ ایسی دعا ہے جس پر اللہ خوش ہوتے ہیں کہ اس نے مجھ سے مانگا کہ یارب العالمین اپنے محبوبؐ کی محبت بخش۔ اس سے بڑی دعا کوئی نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ سے محبت کا مطلب ہے آپؐ کے دین سے محبت' وہ دین جو آپؐ نے عطا فرمایا۔ دین میں جو چیز منع کی گئی ہے اس سے باز آ جاؤ اور جس کا حکم دیا گیا اس کو کرنے لگ جاؤ' سادہ سی زندگی اختیار کر لینی ہے اور یہی کامیاب زندگی ہے۔ باقی جو آپ دنیا کی کامیابی اختیار کر رہے ہیں تو اِس معیار کی کامیابی اُس معیار میں کامیابی نہیں ہے۔ اس لیے آپ کا فیصلہ کس نے کرنا ہے؟ یہ اللہ کریم نے فیصلہ کرنا ہے۔ آپ اپنی کامیابیوں کا دنیا کی نگاہ سے فیصلہ نہ کرنا بلکہ اللہ کی نگاہ سے فیصلہ کرنا۔ یہ ضروری ہے۔ اس لیے اپنی کامیابیوں کو اللہ کریم کے حوالے سے پہچانو کہ اللہ کریم آپ سے کس چیز کی توقع فرماتے ہیں' آپ کو پیدا فرمایا تو کیوں پیدا کیا۔ اللہ نے تو بڑی آسانی سے بات سمجھا دی کہ میں لامحدود چیزیں پیدا کرتا ہوں اور میری ذاتِ گرامی لازوال ہے ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلٰل والاکرام ہمیشہ رہنے والی میری ذات ہے اور باقی ہر چیز کو فنا ہے۔ تمہیں ہم نے پیدا کیا اور پھر تمہارے لیے ایک راستہ تجویز کیا جو دین کا اور ایمان کا ہے' ہمیں محبت ہے اپنے حبیبؐ سے اور میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں اور تم بھی یہی کام کرو۔ انسان کے لیے اتنی سی بات ہے۔ باقی آپ کے مشاغل ہیں' کھانا پینا کام کرنا' وہ آپ کرتے رہیں۔

اور کوئی سوال پوچھیں ..... پوچھ لیں۔

سوال:

لوگ جو خواہش رکھتے ہیں وہ کامیاب تو نہیں ہوتی بلکہ خواہش رہتی ہے۔

جواب:

دنیا کی کامیابی حجاب ہے۔ اگر چور چوری کرنے کے عمل میں فنکار بن جائے' کامیاب بن جائے تو وہ بنیادی طور پر تو ناکام ہو گیا۔ یعنی کہ مقصد صحیح نہ ہو تو کامیابی بذات خود ہی ناکامی ہے۔ کامیاب ہونے سے پہلے آپ مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی خواہش کو کلمہ ضرور پڑھا لیا کرو۔ پیسے تو کمانے چاہییں مگر ساتھ میں کچھ اللہ کی راہ میں دے دیا کرو' نیکی کا کام بھی کرنا ہے' حق کے لیے بھی کرنا ہے۔ تو آپ کی خواہشات Pure دنیا کے لیے نہ رہیں۔ اس کو سمجھنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو دین والے ہیں اور وہ لوگ جو دین والے نہیں ہیں' اگر دونوں ایک جیسی خواہشات رکھیں تو پھر دین والے اور بے دین کا کیا فرق ہوا؟ آپ دین والے ہونے کی حیثیت سے اپنی خواہشات اور بے دین لوگوں کی خواہشات میں فرق رکھیں۔ حدیث شریف ہے کہ الدنیا سجن المومن وجنة الکافر دنیا مومن کے لیے قید خانے جیسی ہے اور کافر کے لیے جنت جیسی ہے۔ کافر اس میں خوشی چاہتا ہے' خوش رہتا ہے' پھیلتا ہے' حاصل کرتا ہے۔ مومن کے لیے قید خانے کا کیا مطلب ہے؟ یہاں سے نکلنے کی کوشش' نکلنے کی آرزو' یہاں سے عہدہ برآ ہو کر نکلنے کی خواہش تاکہ ہم یہ فرض پورا کریں اور اگلی کسی منزل پر چلیں کیونکہ آگے کوئی اور منزل ہوتی ہے۔ اس میں یہ چند باتیں ضرور نوٹ کر لیں' مثلاً ماں باپ کا جو نافرمان ہے وہ خدا کا فرمانبردار نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلہ اللہ کا اپنا ہے۔ اب ماں باپ چاہے جیسے ہوں' حتیٰ کہ حکم ہے کہ اگر وہ کافر بھی ہوں تب بھی سوائے اپنا مذہب بدلنے کے' دین بدلنے کے باقی ان کے سارے احکامات مانو۔ اگر ماں باپ کہیں کہ دیر۔ چھوڑ دو تو دین نہ چھوڑنا لیکن اس کے

باوجود ادب' احترام اور فرمانبرداری کرتے رہنا۔ پھر یہ کہ محسنوں کے ساتھ محسن کشی کرنے والا کبھی فلاح نہیں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے انسان کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ تو اللہ کریم کا حکم ہے کہ تم اپنے محسنوں کا شکر ادا کرو جس طرح اللہ کا شکر ادا کرتے ہو۔ تو جو محسن کا شکر ادا نہیں کرتا اُس نے اللہ کا شکر کیا ادا کرنا ہے۔ تو اپنے محسنوں کا شکر ادا کرو۔ یہی اللہ کا شکر ہے۔ ماں باپ کی اطاعت کرو' یہ اللہ کے حکم کی اطاعت ہے۔ اگر آپ نے کسی سے دوستی کی ہے' وفا کا وعدہ کیا ہے تو دوستی اور وفا کرو۔ تو جس شخص نے تعلق میں استقامت رکھی وہ بامراد ہو گیا' جس طرح کہ دوستوں سے' عزیزوں سے' پیروں سے اور مریدوں سے تعلق بن جاتا ہے۔ تعلق کو تبدیل کرنے والا عذاب میں پھنس جائے گا' وہ خودغرض ہوگا' مطلب پرست ہوگا۔ اگر وہ مطلب پرست ہو تو تعلق میں استقامت نہیں آئے گی۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بے شمار لوگوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں' تو ہر ایک کے ساتھ آشنا ہونے والا کسی کا بھی آشنا نہیں ہوتا۔ اس زندگی میں فلاح کے لیے قریب کے ساتھی ضروری ہیں۔ باقی یہ کہ نیکی تو اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ آپ یہ سمجھ لیں کہ نیکی اللہ کی مہربانی سے ہوئی اور بدی آپ کی اپنی غفلت سے ہوئی۔ اگر ایسا نہ ہو تو بھی آپ یہ کہیں۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ بدی آپ کی غفلت سے ہوئی اور نیکی اللہ کے فضل سے ہوئی۔ تو آپ یہ مان لیں۔ اللہ جب چاہتا ہے تو انسان کو نیکی کے راستے عطا فرما دیتا ہے' وہ چاہتا ہے تو انسان کو نیک مقاصد مل جاتے ہیں' نیک آرزوئیں مل جاتی ہیں' نیک تمنائیں مل جاتی ہیں' پھر نیک دوست بھی مل جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے احسانات ہیں۔ تو خواہش وہ

ہونی چاہیے جس سے پتہ چلے کہ صاحب خواہش جو ہے وہ مسلمان ہے۔ تو یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ خواہش جو آپ نے کہہ دی' لکھ دی تو اس سے پتہ چل جانا چاہیے کہ آپ مسلمان ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میری خواہش ہے کہ مجھے شراب کی بوتل مل جائے' تو اس خواہش والا مسلمان نہیں ہے۔ اگر یہ کہے کہ میری خواہش ہے کہ میں نیک سفر پر جاؤں اور مجھے حج کی توفیق مل جائے تو ایسا آدمی مسلمان ہے۔ اگر یہ کہے کہ میں دنیا کی بھلائی چاہتا ہوں' تو یہ نیک آدمی ہوگا' مسلمان ہوگا۔ اگر یہ خواہش ہے کہ ۔

پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

تو یہ مسلمان کی خواہش ہے۔ خواہش کے اندر اگر آپ کا ایمان واضح نہیں ہو رہا تو یہ خواہش ہی ہلاکت کا باعث ہے۔ مثلاً کوئی شخص کتاب لکھ رہا ہے تو وہ یہ سوچے کہ میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں جس سے میری عاقبت بھی درست ہو اور پڑھنے والے کی عاقبت مسلمان ہونے کے حوالے سے درست ہو۔ پھر آپ کی وہ کتاب اعلیٰ ہوگی۔ اگر ایسی کتاب لکھ دی جائے جس سے صاحبِ کتاب' لکھنے والے کے ایمان کا اظہار نہ ہو بلکہ اس کی بے ایمانی کا اظہار ہو تو پھر وہ کتاب اُس کی ہلاکت کا باعث ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نیک کتاب اور سب سے بڑی کتاب اللہ کریم کی کتاب ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ یہ کتاب وہ ہے جس میں شک نہیں ہے۔ تو اصل کتاب وہی ہے اور وہ کتابیں صحیح ہوں گی جو اس کتاب کے قریب قریب ہوں گی اور وہ کتابیں غلط ہوں گی جو اس سے دور ہوں گی۔ وہ زندگی صحیح ہوگی جو زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہوگی' بس قریب ہو' اُدھر رُخ ہو' Pointer اُدھر ہو۔ اس لیے وہ زندگی خوب صورت ہے' وہ

زندگی مبارک ہے جس زندگی پر حضور پاک ﷺ کی زندگی کا کوئی نہ کوئی اثر موجود ہو۔ تو اپنی زندگی کو اس رُخ میں لگانا آپ کا کام ہے۔ خواہش یہ ہونی چاہیے کہ ہم ایسی زندگی بسر کریں کہ ہمیں حضور پاک ﷺ کے تقرب میں کوئی مقام مل جائے' یہ خواہش دل میں ضرور رکھنی چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ اگر آج ہم یہاں کی بجائے اس زمانے میں ہوتے تو ہماری خواہش کا کیا مقام ہوتا۔ تو وہ خواہش اگر دل میں رکھیں تو آج بھی آپ کو کوئی نہ کوئی مقام مل جائے گا۔ اس لیے یہ خواہش ضرور رکھنی چاہیے۔

سوال:

کیا خواہش' تمنا اور آرزو کے مترادف ہے؟

جواب:

جس سفر کی ہم بات کر رہے ہیں تو اس میں تمنا' آرزو اور خواہش برابر ہیں' ایک دوسرے کے مترادف ہیں ورنہ ان کے Shades میں بڑا فرق ہے۔ اللہ کے سفر میں اسے میلانِ طبع' آرزو' تمنا یا حسرت ہی سمجھ لیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی خواہش اللہ کی طرف ہو' آپ خواہش کو رجوع کہیں یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اس طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ اور آپ کو وہ حدیث شریف یاد رکھنی چاہیے کہ کل شئی یرجع الی اصلہ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ آپ اگر کبھی تنہا بیٹھیں تو آپ اپنی خواہشات کا رجوع دیکھیں' اگر رخ دنیا کی طرف ہے تو آپ دنیا دار ہیں اور اگر دین ہے تو آپ دین دار ہیں' کیونکہ آپ کے اصل نے رجوع ضرور بن جانا ہے' آپ کا اصل باطن آپ کے رجوع میں واضح ہو جاتا ہے۔ تو انسان کا رجوع واضح ہو جاتا ہے۔ اگر آپ میں

پیسہ بنانے کی تمنا ہے تو آپ کا رجوع کہاں پر ہے؟ فرعون کی طرف اور قارون کی طرف۔ اگر آپ کا خیال تبلیغ کرنا ہے تو آپ کا رجوع تبلیغ کی طرف ہے۔ تو اپنے رجوع کا جائزہ لینا چاہیے۔ کہیں آپ کا رجوع باغیوں اور سرکشوں کی طرف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ باغی اور سرکشوں سے بچنا چاہیے تو آپ تابعِ فرمانِ الٰہی زندگی کی طرف رجوع کرو۔ تو آپ کی اصل زندگی یہی ہے کہ آپ اللہ کی طرف رجوع کریں۔

سوال:

اگر تمام خواہشات اللہ کے سپرد کر دیں تو کیا پھر بھی خواہش کا سفر باقی رہ جاتا ہے؟

جواب:

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ خواہش کو اللہ کے سپرد کر دیا تو یہ ایک مقام ہے اور اس مقام کے یہ حصے ہیں کہ خواہش کو اللہ کے حوالے کر دینا۔ خواہش کو اللہ کے حوالے کر دینے کا عمل اتنا فوری نہیں ہو جاتا کہ آپ فوراً یہ کر لیں۔ اگر آپ خود کو اللہ کے دین کے حوالے کر دیں تو یہ بھی اللہ کے حوالے ہے' اللہ کے حبیب ﷺ کی زندگی کے حوالے کر دیں گے تو یہ بھی اللہ ہی کے حوالے ہے۔ تو مدعا یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو دنیا میں نہ لگاؤ۔ تو وہ مقام اور ہے جہاں پر انسان اللہ کی رضا پر اپنی رضا کو نثار کر دیتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میری آرزو وہی ہے جو آپ کی منشاء ہے۔ وہ منشائے الٰہی کو پہچاننے کا مقام ہے۔ وہ آپ کے باطن کا ایک اور مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جان محفوظ رکھنی چاہیے' جان بچانی چاہیے۔ اور دوسری جگہ یہ حکم ہے کہ آپ شہادت گاہ میں قدم رکھو۔ تو وہاں پر

آپ کو یہ پہچاننا چاہیے کہ اب میرے لیے حکم کیا ہے۔ زندگی بچانا بھی اللہ کا حکم اور زندگی نثار کرنا بھی اللہ کا حکم ہے۔ یہاں پر پتہ ہونا چاہیے کہ کیا مقام ہے' کیا کرنا چاہیے۔ پیسہ کمانا بھی اللہ کا حکم ہے اور اس کی راہ میں خرچ کرنا بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔ اس لیے جب آپ اللہ کے اور قریب ہو جاتے ہیں تو آپ کو اللہ کریم کا حکم Dictation دیتا رہتا ہے' راستہ دکھاتا رہتا ہے۔ تو آپ اس Dictation' حکم کے مطابق چل پڑیں۔ آپ نے اپنی ذات کے ساتھ صداقت کرنی ہے' کسی اور کو دکھانے کی بات ہی نہیں ہے۔ جھوٹی دنیا میں شہرت کی تمنا نہ کریں۔ آپ نے اپنی ذات کے ساتھ وفا کرنی ہے' اپنے اللہ کے ساتھ وفا کرنی ہے۔ اس میں زیادہ کاریگری کی بات نہیں ہے بلکہ اس میں Sincerity کی بات ہے' خلوص کی بات ہے' صداقت کی بات ہے' سادگی کی بات ہے' شرافت کی بات ہے' خاندان کی بات ہے اور عظمتِ خون کی بات ہے۔ آپ جب خلوص میں آ جائیں تو آپ کو سب پتہ چل جاتا ہے۔ اختلافِ لیل و نہار تو جاری رہے گا' یہ دنیا قائم رہے گی اور جو کچھ اللہ نے بنایا یہ باطل نہیں ہے' اس میں آپ گلاب کی طرح کھلیں گے' فصل کی طرح ہیں' آئے اور چلے گئے' بس یہاں ایک وقت تک ہیں' آنا ہے اور جانا ہے' اس دوران آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ کہیں اس آنے اور جانے میں عاقبت برباد نہ ہو جائے۔ زندگی نے تو ٹھہرنا نہیں ہے' اگر یہ زندگی قائم ہو جاتی تو پھر ہم آپ کو کبھی مشورہ نہ دیتے' پھر ہم کہتے کہ اس کو قائم کر لو' اس کو کیلیں لگا دو' دیواریں دے دو اور یہاں عزرائیل کو نہ آنے دینا مگر وہ اندر سے آ ہی جاتا ہے۔ جب آپ اس سے بچ نہیں سکتے تو پھر تحفظ کیا کرنا ہے۔ آپ اگر بیماری سے بچ نہیں سکتے تو پھر آپ نے صحت کیا بنائی۔ جب آپ غم سے بچ

نہیں سکتے تو پھر خوشیوں کا کیا کرنا ہے۔ خوشیوں کی محفلیں ہی غم کی محفلیں ہیں کیونکہ جس سے آپ کو محبت ہے اسی کی موت آپ کا فراق بنے گی۔ تو جدائی فراق بنے گی' بڑا غم پیدا ہو جائے گا' تو جہاں سے خوشی مل رہی ہے وہاں سے غم ملنا شروع ہو جائے گا۔ یعنی ایک بڑی شفیق ہستی تھی' ماں باپ تھے' دادا تھے' بزرگ تھے' یعنی بہت شفیق ہستیاں تھیں اور شفیق ہستیاں بھی آپ کو زندگی کے سپرد کر کے چلی جاتی ہیں۔ تو آپ کی زندگی ایسی ہے کہ آپ کے ہاتھ سے One by one سارے زیورات اتار لیے جائیں' ایک ایک کر کے۔ اور پھر آپ بے نام پڑے ہوں گے۔ اگر تب بے نام پڑا ہونا ہے تو آج ہی سے اگر بے نام ہونا شروع ہو جاؤ تو آپ کی یہ زندگی کامیاب ہو جائے گی۔ تو آپ کہیں کہ وافوض امری الی اللہ میرے سارے کام اللہ کے سپرد۔ پھر آپ کامیاب ہی کامیاب ہیں۔

سوال:

کیا اسی تناظر میں اعمال صالح ایک تربیتی نظام ہے؟

جواب:

اعمالِ صالح جو ہیں یہ ابتدائی نظام ہے اور یہ انتظار کا نظام ہے۔ اعمالِ صالح کا معنی یہ ہے کہ اچھے انتظار میں رہنا تا کہ صالح راستہ ملے اور اعمالِ صالح کا مطلب ہے غلطی سے بچنا۔ اللہ کا جو راستہ ہے وہ آپ کے اعمال کا محتاج نہیں ہے اور وہ اصل راستہ ہے۔ جس طرح آپ بڑے بڑے وظیفے کر لیں تو بھی باطن آشنائی نہیں ہوتی اور اگر ہونے پہ آ جائے تو اچانک ہو جاتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی باطن آشنا لوگ آئے ہر ایک کا طریقہ جدا ہے' جتنے بھی پیغمبر آئے ہر ایک کا طریقہ جدا ہے' ہر ایک کی بات جدا ہے۔ اللہ کریم کے یہ کام ہیں کہ جتنے بھی

آپ کے بزرگ گزرے ہیں' سلاسل والے گزرے ہیں' مشائخ کرام گزرے ہیں' Genuine لوگ گزرے ہیں' ہر ایک کا طریقہ الگ ہے۔

سوال:

حضور پاک ﷺ جو تزکیہ فرماتے تھے اس کی تعلیم کیا ہے؟

جواب:

تزکیہ تعلیم نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ تزکیہ کی تعلیم عطا نہیں فرماتے تھے بلکہ جو آپ ؐ کی نگاہ کے اندر آ گیا اس کا تزکیہ ہو گیا۔ تو وہ نگاہ تزکیہ کر دیتی تھی۔ تزکیہ یہ ہے کہ ایک شخص تلوار لے کے آ رہا ہے اور آپ کی جان کا دشمن بن کے آ رہا ہے' آپ ؐ سے نگاہ ملی تو نگاہ ملانے کے بعد ہی کلمہ پڑھ لیا۔ یوں تزکیہ ہو گیا۔ تو تزکیہ جو ہے اس نگاہ کا فیض ہے۔ آج بھی وہی فیض ہے کہ تزکیہ ہو جاتا ہے۔ آج اگر آپ کو کہیں کرامت نظر آ گئی تو کرامت بھی یکے از معجزات پیغمبری ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تو کسی بھی بزرگ سے آپ کے حق میں کوئی کرامت ہو گئی تو یہی سمجھنا کہ وہ حضور پاک ﷺ کا ہی فیض ہے۔ تو کرامت جو ہے یہ یکے از معجزات پیغمبر ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے' آپ ؐ کے جو معجزات آپ ؐ کے زمانے کے بعد ہوئے ہیں وہ کرامت کی شکل میں ہوئے' یعنی کرامت بزرگوں کی ہے لیکن ہے وہ آپ ؐ ہی کی عطا۔ خود ساختہ تزکیہ جو ہوتا ہے وہ تزکیہ نہیں ہوتا کہ روزے رکھیں تو تزکیہ ہو جائے گا' فاقہ کرنے سے تزکیہ ہو جائے گا' خواہش کے خلاف چلنا اور نفس کے خلاف جہاد کر لینا ..... اس سے تزکیہ نہیں ہو گا اور جب اللہ عطا فرمائے تو تزکیہ ہو جاتا ہے۔ تزکیہ آپ کے لیے نیا مضمون ہے' آپ تزکیہ کرتے کرتے میٹھے ہو سکتے ہیں' اپنے آپ میں مٹھاس پیدا کریں گے'

خوبیاں پیدا کریں گے اور شہد کی مکھی کو پیدائشی طور پر شہد مل گیا ہے۔ قلب مطمئن حاصل کرنے کے لیے بڑے تزکیے کرنے پڑتے ہیں مگر یہ قلب پیدائشی عطا بھی ہے۔ گویا کہ آپ صرف اللہ سے رجوع کریں اور انتظار کریں تو آپ کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نیکی کریں گے تو ہوسکتا ہے کہ ریا کاری کریں اور جب اللہ عطا فرمادے تو پھر نیکی ہی نیکی ہے۔ اس لیے آپ یہ کہنا کہ نیکی اس نے عطا فرمائی ہے اور بدی کو آپ اپنے ذمے لگانا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے تاکہ کسی قسم کی کوئی گمراہی پیدا نہ ہو۔ تو آپ یہ کہیں کہ جو بدی ہوتی ہے یا زندگی میں جو تکلیف پیدا ہوئی ہے وہ میں نے پیدا کی ہے' راحت اور نیکی جو ہے وہ اس کی مہربانی ہے۔ اس کی سب سے بڑی مہربانی جس آدمی پر ہوئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرماتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے آپؐ باعث تخلیقِ کائنات ہیں' حسن و جمال میں واحد ہیں' علم وفن میں واحد ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں واحد ہیں' واحد اس لیے ہیں کہ آپؐ کی ذات گرامی پر ہندوؤں نے نعت کہی ہے' نہ ماننے والے بھی آپؐ کی تعریف کرنے پر مجبور ہیں۔ اور یہ سب آپؐ کی اپنی توجہ سے ہی ممکن ہے۔ ایک بار کا واقعہ ہے شیخ سعدیؒ نے یہ لکھا کہ ؎

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

کتنے ہی دن گزر گئے مگر چوتھا مصرعہ نہیں آیا۔ بڑے پریشان ہوئے' پھرتے پھراتے رہے' روتے رہے' کہ چوتھا مصرعہ نہیں آرہا اور رباعی نہیں بن رہی۔

کہتے یہ ہیں کہ پھر ان کو حضور پاک ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے فرمایا سعدی یہ کہو۔

صلوا علیہ و آلہ

تو چوتھا مصرعہ آپ کا اپنا ہے۔ یہ ایک ایسا راز ہے کہ آپؐ پر نعت کہی جا رہی ہے۔ جامیؒ آج بھی آپؐ کی نگاہ کا فیض ہے' یہ فیض جامیؒ کا اپنا نہیں ہو سکتا' جامیؒ کے اندر جو رجوع ہے یہ حضور پاکؐ کا فیض ہے۔ خسروؒ جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کی تربیت سے ہے۔ یہ سارے آپؐ کی نگاہ کے کرشمے ہیں۔ آج بھی بڑا آسان ہے' آپ نے صرف رجوع کرنا ہے' انتظار کرنا ہے' باقی سارا کام ان کا اپنا ہی ہے۔ تو آپ نے صرف رجوع اور انتظار کرنا ہے۔ اگر رجوع صحیح ہو' انتظار ہو اور آپ رات کے چراغ جلا کے بیٹھ جائیں تو خود بخود ہی رونق لگ جائے گی۔ اس لیے آپ پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہونی چاہیے' آپ اپنے انتظار کو درست کریں' انتظار کو اللہ کے حوالے کریں' انتظار کو اللہ کے حبیبؐ کے حوالے کریں تو یہ حوالے ہی آپ کے لیے کافی ہیں' باقی صرف بتانے والے ہوتے ہیں اور حوالے نہیں ہوتے۔ بتانے والوں کی اس لیے عزت کی جاتی ہے کہ وہ اُدھر کی بات بتانے والے ہیں' اُسے بھی حوالے جیسی عزت دیتے ہیں ورنہ حوالہ وہ آپ ہی ہے۔ اس راستے میں جو زندہ انسان حوالہ بنتا ہے اگر وہ خود اعلان کرے کہ میں حوالہ ہوں تو وہ غلط ہو گیا۔ ہمارا رجوع یہ ہو کہ ہم اس کا اُس طرح شکر ادا کریں جس طرح اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں یعنی محسن کے طور پر۔ ہم کہیں گے کہ وہ شخص حوالہ ہے تو یہ درست ہے اور وہ اگر خود کو حوالہ کہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ درست نہ ہو۔ اس لیے اس میں دعویٰ نہیں ہوتا ..... تو اللہ تعالیٰ جس کو جو

چاہے عطا فرمادے۔ یہ سارے اس کے اپنے کام ہیں' اس کی قدرت تو دیکھو' کہیں وہ شہد کی مکھی کو شہد دے رہا ہے' کسی کو پرواز دے رہا ہے' کسی کو روانی دے رہا ہے' دریا کو روانی دے رہا ہے' پہاڑوں کو استقامت دے رہا ہے' آسمان کو قائم رکھا' زمین کو بچھونا بنایا' نیند کو راحت بنایا ..... تو یہ اس کی قدرتیں ہیں اور پھر اللہ کا فرمان ہے کہ کیا میں وہ نہیں کرلوں گا جو تم چاہتے ہو' تم چاہو تو سہی..... تو اصل بات دل میں خواہش کا صحیح ہونا ہے۔ کچھ لوگوں نے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی' کیا قیامت آ بھی سکتی ہے یا نہیں ..... اللہ نے کہا یہ تم نے کیا سوال کر دیا' ایک بار پیدا کرنا میرے لیے مشکل نہیں تو دوسری بار کیا مشکل ہے۔ یہ جو اتنا کچھ بنایا اس کو توڑنا کیا مشکل ہے اور پھر کئی بار بنالیں گے' ہم بنا سکتے ہیں' تم نے دیکھا نہیں کہ بہار کے بعد خزاں آ جاتی ہے اور پھر بہار آ جاتی ہے' تم بات کو سمجھے ہی نہیں' تم ایک باغ دیکھو جو لہلہاتا ہوا ہے' پھر ایک ہوا چل جاتی ہے اور خزاں کا موسم آ جاتا ہے' خزاں کیا ہے؟ ایک موسم کا نام ہے۔ اور بہار کیا ہے؟ ایک موسم کا نام ہے۔ تمہاری نیکی کیا ہے؟ موسم کا نام ہے۔ خود شناسی کیا ہے؟ موسم کا نام ہے۔ احسان کرنے والا کب ملے گا؟ اچھے موسم میں۔ تو یہ اُدھر سے آنے والے موسم ہیں۔ سب کچھ موسموں کے ساتھ چلتا ہے۔ جس طرح وقت بدلنے کا ایک موسم ہوتا ہے موسم بدلنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ تو گھبرانے والی بات نہیں ہے' وہ وقت خود بخود آ جائے گا' چلتے چلتے اللہ کی مہربانی ہو جائے گی۔ جس طرح آپ کے خاموش گھر میں بیوی اور اولادیں آئی ہیں اسی طرح آپ کے باطن میں بھی روشنی آ جائے گی۔ آپ نے صرف یہ کرنا ہے کہ اپنے دل کو دنیا کی آرزوں میں مصروف نہیں کرنا' دنیا کی

آرزو سے دل خالی کرو اور مطمئن ہو جاؤ۔ ہم نے حقیقت کی طلب کرنے والے بڑے طالب دیکھے' انہوں نے یہ کام کیا کہ بے آرزو ہو گئے اور اطمینان سے سو گئے کہ وہ مہربانی کرے گا۔ جب مہربانی ہو گئی تو جگا کے بھی مہربانی ہو گئی۔ تو اللہ جس پر چاہے فضل کر دیتا ہے۔ انسان کے لیے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ نیکی کی تمنا نیکی ہے' عرفان کی تمنا ابتدائے عرفان ہے اور جب لوگوں کا آپ کے دل میں احترام شروع ہو جائے تو سمجھو کہ آپ نیکی کے باطنی سفر پر چل پڑے۔ جب آپ سے گستاخیاں شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ آپ باطنی سفر سے محروم ہو گئے۔ تو آپ کا یہ سفر خود بخود چل پڑتا ہے' کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے آپ صرف اپنے سفر پر چلتے جائیں' ادب کے ساتھ' احترام کے ساتھ' انتظار کے ساتھ' حسن انتظار کے ساتھ..... اللہ تعالیٰ کی کسی بات پر گلہ نہ ہو' اعتراض نہ ہو اور شکر ادا کرتے جاؤ تو زندگی کا کام پورا ہو جائے گا' مکمل ہو جائے گا.....

آخر میں سب کے لیے دعا کریں۔ یارب العالمین سب پہ کرم فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا وسندنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّحمین۔



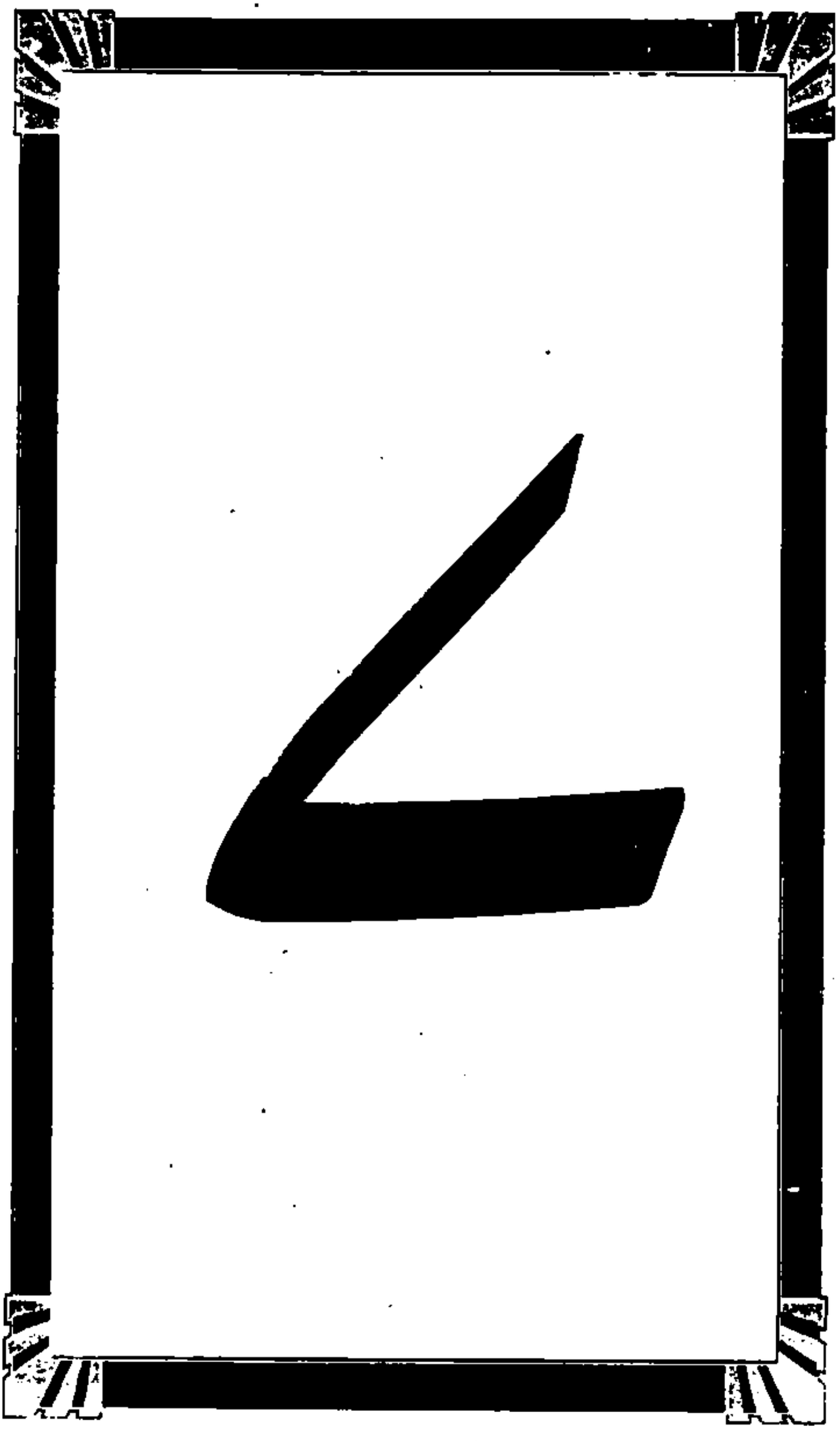

- برائے مہربانی اس شعر کا مطلب سمجھا دیں.....
- ہم آپ سے کیا سوال کیا کریں؟
- اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو لیکن جب دعا قبول نہیں ہوتی تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔
- ہم تو عادت کے طور پر اور سعادت کے لیے عبادت کرتے ہیں
- استغفار کے بارے میں کچھ بتا دیں۔

سوال:

برائے مہربانی اس شعر کا مطلب سمجھا دیں ۔

ہر مشکل دی کنجی یار وہتھ مرداں دے آئی
مرد نظر کرن جس ویلھے مشکل رہے نہ کائی

جواب:

اپنے شیخ ' پیر کی تعریف کے باب میں یہ شعر کہا گیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جب ان کی نگاہ ہو جاتی ہے تو مشکل نہیں رہتی ۔ یا تو مشکل حل ہو جاتی ہے یا پھر مشکل کا عزم ختم ہو جائے' یعنی آرزو پوری ہو جائے یا آرزو ترک ہو جائے تو مسئلہ ختم ہو جاتا ہے ۔ جب آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ کسی صاحبِ نگاہ کی طرف جانے والے ہیں' ابھی صرف ارادہ کیا ہے کہ صاحبِ نگاہ کو تلاش کرنا ہے تو بہتر یہ ہے کہ اپنی آرزو لے کے نہ جاؤ بلکہ آرزو چھوڑ جاؤ ۔ آرزو پوری کرنے والا آرزو ترک بھی کرا سکتا ہے اور پوری بھی کرا سکتا ہے لیکن جہاں آرزو پوری کرنے والے کا گمان ہو آپ اس سفر میں آرزو لے کے نہ جاؤ ۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ اس مقام پر آرزو پوری ہونے کا امکان ہے تو وہاں پر خواہش کو نہ لے جانا ۔ جب آپ کو یقین ہو جائے کہ اللہ کا تقرب ملنے کا امکان

ہے تو تقرب کے وقت سوال کو غیر کر دو' تقرب بذاتِ خود ہی کافی ہے اور تقرب سے ''حاصل'' نہ کرو۔ تو جب تعلق مل جائے' تقرب مل جائے' وہ ذات حاصل ہو جائے' آپ کو وہ سجدہ گاہ نظر آ جائے تو اس سجدہ گاہ سے آرزوئیں پوری نہ کرنا' سجدہ گاہ سے سجدے کا تعلق ہے' پیشانی کا تعلق ہے اور یہ کافی ہے۔ تو ان کے پاس ہر مشکل کی چابی ہوتی ہے اور یہ جن کا شعر ہے یعنی میاں محمد بخش صاحب ؒ کا تو آپ ان کی آرزو کو دیکھیں' ان کی آرزو بلند ہے۔ اگر سفر ہو اللہ کی طرف اور سفر ہو عرفان کی منزل کے لیے تو اس سفر میں شیخ کامل کا تعاون ضرور ہوتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

تو لفظ ''گنج'' سے مراد خزانہ ہے اور وہ خزانوں کے مالک ہیں۔ مانگنے والا کہتا ہے کہ مجھے بھی پیسے دے دیں۔ تو ان کے پاس پیسوں والا خزانہ نہیں بلکہ نور کا خزانہ ہے' سرور کا خزانہ ہے' عرفان کا خزانہ ہے' وجدان کا خزانہ ہے اور ایمان کا خزانہ ہے۔ جس نے یہ شعر کہا تھا اس نے کیا خزانہ دیکھا تھا۔ تو جنہوں نے یہ شعر کہا تھا وہ خواجہ غریب نوازؒ ہیں اور انہوں نے ''گنج'' کا لفظ وہاں سے لیا ہے کہ

گنج مخفی تھی آشکار بھی تو

ہو ازل یا ابد تیری اقلیم
کب رقم ہو سکے ثنا تیری
راقم اشجار ہوں بحور رقیم

تو یہ ''گنج'' کی' خزانے کی تعریف ہے اور یہ لفظ ''گنج'' یعنی خزانہ وہاں سے لیا گیا کہ اللہ نے کہا میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' میں گنجِ مخفی تھا۔ تو وہ گنج بخش ہے

یعنی مخفی خزانے سے دینے والا۔ اگر مخفی خزانہ لینا ہے تو اس کے لیے دل کی جھولی پھیلانی پڑے گی نہ کہ بینک کے حساب سے لینا ہے۔ اس لیے وہ آرزو لے کے جانی چاہیے جس آرزو کے بارے میں یہ کہہ سکیں کہ وہ آرزو عرفان کی ہے یا وجدان کی ہے۔ تو وہاں دنیاوی آرزو منع ہے جہاں پہ کوئی مشکل کی چابی رکھتا ہو۔ آپ کو تو پتہ نہیں ہوتا کہ کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی چیز غلط ہے' عین ممکن ہے کہ آپ اسے ایسا کام بتا دیں جو آپ کے لیے مناسب نہ ہو۔ یہ بنیادی بات ہے کہ انسان کو گناہ اور نیکی پسند بھی ہیں اور مرغوب بھی' یعنی بدی اور نیکی دونوں پسند ہیں۔ اور یہ انسان کے وجود میں ہے۔ کوئی آدمی گناہ کو اذیت سمجھ کے نہیں کر سکتا' کوئی آدمی نیکی کو اذیت سمجھ کے نہیں کر سکتا۔ گویا کہ نیکی کرنے والا نیکی کو پسند کر رہا ہے' بدی کرنے والا بدی کو پسند کر رہا ہے اور ایک آدمی کبھی نیکی کو پسند کرتا ہے اور کبھی بدی کو پسند کرتا ہے۔ اس لیے جو پسند ہے اگر وہی آپ کا سوال ہے تو عین ممکن ہے کہ وہ بدی ہو' تو پھر اس کی چابی اس بزرگ کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے پہلے یہ یقین ہونا چاہیے کہ آپ کی جو خواہشات ہیں' تمنائیں ہیں یہ نیک ہیں اور پھر آپ اس بزرگ سے نیک تمنا ہی مانگیں۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے حج کا سفر کرنا ہے' خود ہی طے کرنا ہے' بڑا پریشان ہوتا ہے کیونکہ اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ اگر اس پہ حج فرض نہیں ہے تو وہ پریشان کیوں ہے۔ اور وہ بلا وجہ پریشان ہے کہ میں نے حج ضرور کرنا ہے حالانکہ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ پھر یہ ہوگا کہ اگر اس نے اللہ کا گھر ضرور دیکھنا ہے تو اپنا گھر بیچ کے دیکھ آئے گا۔ اگر اللہ کا گھر دیکھنا ہے اور اس کے ساتھ یہاں پہ ہی تعلق بن جائے تو یہ بھی اس کا ایک تقرب ہے۔ اگر کوئی یہاں سجدہ نہیں کرتا' نماز نہیں پڑھتا' عبادت نہیں کرتا تو

وہ کیا گھر دیکھے گا۔ تو جس آدمی کے پاس وسائل نہ ہوں اور اللہ کا گھر دیکھنا ہو تو وہ اپنے دل کو اللہ کا گھر بنائے۔ یہ نہ کرنا کہ ادھار مانگتے جاؤ' سوال کرتے جاؤ اور خیرات مانگتے جاؤ۔ تو شوق کی داستان اور طرح سے ہے۔ تو جب میاں محمد صاحبؒ نے کہا کہ ہر مشکل کی کنجی مردوں کے ہاتھ آئی ہے تو یہ دیکھنا کہ ان کی مشکل کچھ اور ہے اور آپ کی مشکل کچھ اور۔ اگر آپ کی مشکل بھی میاں محمد صاحبؒ جیسی ہو جائے تو پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ نہ کرنا کہ آپ اپنی مشکلات کو میاں محمد صاحبؒ کی زبان میں حل کرنا شروع کر دیں۔ میاں محمد صاحبؒ جب اپنا سفر طے کر چکے تو پھر انہوں نے یہ شعر کہا۔

سوال:

ہم آپ سے کیا سوال کیا کریں؟

جواب:

آپ اپنا سوال پوچھا کریں۔ اگر آپ کسی کے مصرعے یا شعر سے سوال بناتے ہیں تو اس میں دقت پیدا ہو جاتی ہے۔ کہنے والے نے جس مقام سے وہ مصرعہ کہا ہے تو اس کا مقام دریافت کیے بغیر اس کو اپنی ضرورت کے لیے آپ استعمال کر جاتے ہیں۔ اگر اقبالؒ نے یہ کہا کہ

تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

تو وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ اب اگر اس مصرعے کو اقبالؒ سے کم ظرف کا آدمی استعمال کرے تو یہ ٹھیک نہیں ہوگا۔ تو کسی مصرعے یا شعر سے سوال نہیں بنانا چاہیے۔ سوال اپنے الفاظ میں اور اپنے حال میں بناؤ تا کہ آپ کے الفاظ کو اور حال کو جواب ملنا چاہیے۔ کسی اور نے کس وقت پر کیا کہا' یہ اس کے ساتھ رہنے دو۔

میاں محمد صاحبؒ نے جوارشاد فرمایا وہ ٹھیک فرمایا ہے' وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ میاں محمد صاحبؒ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح وارث شاہؒ نے جوفرمایا وہ ٹھیک ہے کیونکہ یہ وارث شاہؒ فرمارہے ہیں۔ آپ کے لیے یہ موقع ہے کہ آپ کے ذہن میں' آپ کی زندگی میں اور آپ کے خیال میں جو کوئی سوال ہو وہ حل ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ سوال کریں لیکن ایسا سوال نہ کریں جو علم کا سوال ہو بلکہ اپنی ضرورت کا سوال کرو' وہ سوال کرو جو آپ کا ذاتی مسئلہ ہو' داخلی مسئلہ ہو اور وہ سوال آپ کے اندر اٹک رہا ہو۔ لوگ کیا کہتے ہیں' انہیں کہنے دو۔ صاحبِ حال کیا ہوتا ہے؟ ہونے دو۔ کہکشاں کسے کہتے ہیں؟ کہنے دو۔ آپ کا جو سوال اٹکا ہوا ہے وہ پوچھو۔ جو چیز آپ کی ذاتی زندگی میں اٹکی ہوئی ہے' آپ کو دقت ہو رہی ہے' اس کے متعلق آپ سوال کرو تا کہ آپ کو جواب مل سکے۔

اب آپ سوال پوچھیں..... بولیں۔

سوال:

اللہ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو لیکن جب دعا قبول نہیں ہوتی تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں.

جواب:

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو مجھے پکارے گا میں اس کا جواب دوں گا اور جو سوال کرتا ہے میں اس کی دعا پوری کرتا ہوں اور باری تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مجھ سے یہ نہ پوچھنا کہ میں نے ایسا کام کیوں کیا بلکہ میں نے تم سے پوچھنا ہے کہ تم نے ایسا کام کیوں کیا۔ اگر آپ نے یہ کہا کہ وہ اللہ ہے تو اگر مان لو تو بھی

وہ اللہ ہے اور اگر نہ مانو تب بھی وہ اللہ ہے' وہ آرزو پوری کرے یا نہ کرے' اس میں تشویش کی کوئی بات نہیں۔ دعا مانگنے کا جو طریقہ ہے آپ نے اُس طرح دعا مانگی۔ دعا کا معنیٰ ہے سوال۔ اللہ اگر سوال پورا کرے تو بھی وہ مالک ہے اور پورا نہ کرے تب بھی مالک ہے۔ اگر اس نے تمہاری بات نہیں مانی تو تم اس کی بات مان لو۔ اس میں کیا دِقت ہے! اس کا مطلب ہے تم اس کی بات نہیں مانتے۔ اگر اللہ کو وہ بات منظور نہیں ہے تو پھر آپ منظور کر لیں کیونکہ آپ انسان ہیں۔ اگر نہیں' تو پھر نامنظور کر کے دیکھو۔ یا اس کی بات منظور کر کے دیکھو یا پھر نامنظور کر کے دیکھو۔ آدمی تو بے بس ہے۔ اس بات پہ غور کرو۔ آپ کے ذہن میں ایک مسئلہ ہوتا ہے' جس کی خاطر' جس مقصد کی خاطر یا جس شخص کی خاطر یا اپنی اَنا یا خوشی کی خاطر' یعنی جس کی خاطر آپ زندگی گزار رہے ہیں دراصل اس کی خاطر آپ زندگی قربان کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ زندگی کسی غیر اللہ کے لیے قربان نہ ہو۔ خواہش جو ہے یہ بھی ایک مخلوق ہے اور یہ غیر اللہ بھی ہو سکتی ہے۔ تو جس کی خاطر آپ زندگی گزار رہے ہیں' جس آرزو کی خاطر زندگی گزار رہے ہیں' جس شخص کی خاطر زندگی گزار رہے ہیں' اصل میں آپ زندگی اس کے نام پر قربان کر رہے ہیں۔ اگر قربان ہونے والی یہ زندگی اللہ' اللہ کے حبیب ﷺ یا ان کے متعلقین کے علاوہ نکل آئی تو یہ زندگی خسارے میں چلی گئی۔ زندگی تو آپ نے ضرور گزارنی ہے اور پھر زندگی دے کے جانا ہے' یہ قرضہ ادا کر کے جانا ہے۔ آپ ایک مثال سے یوں سمجھ لو کہ بے شمار دروازے ہیں جو بند ہیں' پتہ نہیں کون سا دروازہ کھلنے والا ہے' ان میں سے ایک صحیح راستہ ہے جو اللہ کی طرف جانے والا ہے' آپ گھر سے چل پڑے ہیں' ایک راستے سے ہی آپ کی فلاح ہے۔ اب

آپ کسی بھی راستے پر اگر سر جھکا دیں گے تو اس وقت تک فلاح نہیں ملے گی جب تک وہ راستہ اللہ کا نہ ہو۔ اس لیے اس کو قریب سے دیکھو۔ اگر آپ کو اللہ کریم کی ذاتی طور پر سمجھ نہیں آئی تو پھر آپ شریعت کے ذریعے دیکھو' اگر شریعت کی رُو سے آپ کو سمجھ نہیں آتی تو پھر طریقت میں دیکھو' اگر طریقت کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے تو پھر ماں باپ میں دیکھو' ماں باپ سے بھی سمجھ نہیں آتی ہے تو پھر کسی اور بڑے سے پوچھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ زندگی جو آپ نے نثار کرنی ہے وہ کہیں اللہ کے علاوہ کسی اور پر نثار کر دیں۔ مثلاً وہ کسی جذبے پر بھی نثار کر سکتے ہیں جیسا کہ کشمیر کو پاکستان میں ملانا چاہتے ہیں۔ آپ ضرور ملا لیں کیونکہ یہ بہت نیک جذبہ ہے' اس میں وطن کی محبت ہے' یہ سب بجا ہے لیکن یہ اللہ تو نہیں ہے۔ تو وہ جو جذبہ اللہ کے لیے ہے جس کو آپ شہادت کہتے ہیں وہ پھر ایک اور مقام ہے' وطنیت' وطن پرستی اور حب الوطنی اچھی بات ہے' یہ نیکی ہے' ایمان بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ عرفانِ حقیقی نہیں ہے۔ اولاد کی خاطر انسان جان نثار کرتا ہے' محنت کرتا ہے لیکن وہ تو اولاد ہے اور اللہ تو نہیں ہے۔ ماں باپ کے لیے بھی انسان سب کرتا ہے' یہ نیکی ہے' ان پر آپ کا ایمانِ کامل ہے لیکن یہ اللہ تو نہیں ہے۔ اس لیے آپ جو زندگی گزار رہے ہیں اسی میں سے وہ ایک Thread نکال لو کہ آپ اللہ کے لیے کیا کر رہے ہیں۔ جس کی خاطر آپ زندگی گزار رہے ہیں دراصل اسی کے لیے آپ جان قربان کر رہے ہیں اور عین ممکن ہے کہ اس میں آپ کا اپنا ہی کوئی منشاء نکل آئے۔ آپ اللہ کو اپنے انداز سے دریافت کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے انداز سے سفر کرانا چاہتا ہے۔ سب سے بڑا یہی فرق ہے۔ اگر تو نیکی باعثِ لطف ہوتی اور گناہ اگر ناپسند کیا جاتا اور یہ ہر ایک کے لیے ہوتا' تو کوئی بھی

گناہ نہ کرتا۔ بعض اوقات بلکہ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ نیکی جو ہے وہ تلخ ہوتی ہے اور گناہ جو ہے وہ شیریں ہوتا ہے۔ تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ اسی لیے تو پھر پہچان کی ضرورت ہے' اسی لیے تو کسی آدمی کی ضرورت ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اسے شہد سمجھ کے کھاتے رہو اور وہ زہر نکل آئے۔ اس لیے پیغمبروں کے قدم جو اللہ کریم کے حکم کے عین مطابق ہوتے ہیں ان کو بھی قدم قدم پر احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے اپنی زندگی میں جو خواہش آپ اپنا فرض سمجھ کے پورا کر رہے ہیں عین ممکن ہے کہ وہ آپ کا فرض نہ نکلے۔ لوگ کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اولاد کی خدمت کرنا فرض ہے لیکن اللہ نے یہ بھی کہا ہے میری محبت کے بعد اولاد کی محبت تم پر فرض ہے۔ تو پہلے اللہ کی محبت ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ اس سے ہم بعد میں محبت کر لیں گے مگر پہلے یہ فرض پورا کر لیا جائے۔ تو یہ لذت ہے اور یہ فرض نہیں ہے' یہ آپ کی مجبوری ہے اور یہ فرض نہیں ہے۔ جب تک آپ فرض بتانے والی ذات کو دریافت نہیں کرتے تو وہ بات فرض نہیں ہو گی۔ تو جو اللہ نے فرض کیا ہے کہ مجھ سے محبت کرو' میرے حبیب پاکؐ سے محبت کرو اور پھر یہ بات تمہاری زندگی میں فرض ہے اگر آپ پہلے دو آئٹم نکال دیں اور تیسرا فرض پورا کریں تو وہ فرض ہی نہیں ہے بلکہ وہ غیر ہے۔ فرض وہ ہے جب آپ نے فرض بنانے والے کا کہنا مانا ہے اور اگر کہنے والے کو نہیں مانا تو فرض کہاں سے ہے۔ بعض اوقات زندگی حکم دیتی ہے' تو زندگی کا حکم ماننا' زندگی کی مجبوریوں کو ماننا فطرت کے ساتھ تو وابستگی ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ فاطر کے ساتھ وابستگی ہو۔ اگر نیند آئی ہے تو سو جانا فرض ہے' اس لیے سو جاؤ۔ یہ کیا ہے؟ یہ آپ فطرت کے مطابق چل پڑے' فاطر اس سے خوش ہو سکتا ہے لیکن آپ نے

فاطر کی خدمت نہیں کی یعنی فطرت پیدا کرنے والے کی۔ اسلام نے سب سے آسان نسخہ بتا دیا کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑا مانو اور اپنی آرزوؤں میں سب سے بلند آرزو اللہ کی رکھو۔ اس کا حکم ماننا' اس سے محبت رکھنا اور اس نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے ذریعے جو دین عطا فرمایا ہے اس دین کو اولیت دینی ہے۔ اب آپ اپنی خواہش کو دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ سارے واقعات بدل گئے۔ مثلاً ماں باپ کی محبت اور خدمت ضروری ہے۔ اور فرض یہ ہے کہ آپ کہیں ''میرے باپ آپؐ پر نثار''۔ تو یہاں پر فرض بدل گیا کہ جب آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا ذکر کرتے ہیں تو پھر آپ کہتے ہیں کہ ''میں اور میرے ماں باپ آپؐ پر نثار''۔ اس لیے آپ Otherwise جو فرض کر رہے ہیں وہ فرض بھی وہاں پر نثار ہے۔ اس لیے آپ کو جب تک یہ ترتیب سمجھ نہ آئے تب تک اپنی آرزوؤں کو بہت پہرہ نہ دو کہ یہ نیکی ہے جو ہم کر رہے ہیں۔ تو عین ممکن ہے کہ ایسی نیکی آپ کے نفس کی لذت ہو۔ تو آپ پہلے اللہ کی اطاعت کو سامنے رکھیں اور پھر کوئی کام کریں مگر آپ پہلے کام کرتے ہیں اور اطاعت بعد میں' Sanction آپ اللہ سے لیتے ہیں اور کام آپ کا غیر اللہ ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ان باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی خدمت میں لگ جائیں۔ تو دنیا کے جس کام میں آپ لگے ہوئے ہیں آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ آگے اس کا کیا نتیجہ نکلے گا' یا وہ اَنا نکلے گی یا نفس نکلے گا یا کوئی فانی شے نکلے گی۔ اس لیے اس بات کا بڑا خیال رکھنا کہ کیا وہ واقعی آپ کے لیے اللہ ہے۔ پھر آپ کے لیے مسئلہ آسان ہو جائے گا کہ یہ جو زندگی آپ نے حاصل کی ہے' جس کے حکم پر آپ وہ زندگی چھوڑ سکتے ہیں وہی آپ کا محبوب ہوگا۔ آپ آرزو تو چھوڑتے نہیں اور اللہ اللہ

کرتے جارہے ہیں۔تو پھر کیا بات بنی۔ایک معمولی سی آرزو نہیں چھوڑتے' اس کے اوپر فرض کا پہرہ لگایا ہوا ہے' ضرورت کا پہرہ لگایا ہوا ہے' اور مجبوری کا پہرہ لگایا ہوا ہے۔ اگر اللہ کہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے تو اسے چھوڑ دو۔ انسان کو اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہی کام نیکی ہے اور وہی کام گناہ ہوسکتا ہے۔ اگر اللہ اسے ناپسند کردے تو وہ نیکی نہیں رہے گی۔ اللہ کی پسند کو نیکی کہتے ہیں اور اس کی ناپسند کو گناہ کہتے ہیں۔تو جو وہ پسند کرے وہ نیکی ہے اور جو اس کو پسند نہ ہو وہ نیکی نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی اللہ کی طرف اپنی نیکی کے انداز سے جارہا ہے اور اللہ کو بات پسند نہیں آئی تو وہ نیکی نہیں ہے۔ مثلاً دنیا کے انداز سے آپ نیکی کررہے ہیں' آپ مسجد بنا رہے ہیں' مسجد بھی اچھی بنا رہے ہیں' اسلام کی خدمت کے لیے تعمیر ہورہی ہے اور اگر اللہ کو وہ پسند نہیں آئی تو کیا یہ نیکی ہے۔ یہ نیکی نہیں ہے۔تو ثابت یہ ہوا کہ بظاہر نیک عمل اگر نیت سے باہر ہوجائے تو وہ نیک نہیں ہے۔تو آپ اپنے اللہ کی طرف جانے سے پہلے اپنی نیت کو غور سے دیکھ لو' اس کا جواز کسی کو نہ دینا بلکہ اپنے دل سے پوچھ لو۔ یہ سوچنا چاہیے کہ یہ جو آپ حج کرنے جارہے ہیں اس کے پیچھے شوق کیا ہے اور یہ جو نیکی کررہے ہیں اس کے پیچھے محرک جذبہ کیا ہے۔ اگر جذبہ اللہ کے لیے ہے اور کوئی اللہ والا کہے کہ اسے چھوڑ دو تو آپ چھوڑتے نہیں۔فرض کرو یہ کہا جائے کہ تبلیغ کرنا چھوڑ دو کیونکہ اس کے ذریعے جھگڑا پیدا ہورہا ہے تو آپ تبلیغ نہیں چھوڑیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے نہیں کرتا وہ اللہ کے فرمان کا پاسبان نہیں ہوسکتا۔ اللہ کے فرمان کا وہی پاسبان ہے جو یہ تمیز کرسکے کہ ''اب تک مجھے تم پر اللہ کے نام کا غصہ

تھا' اب میرا ذاتی غصہ شامل ہو گیا ہے' تو میں نے تمہیں رہا کر دیا''۔ اگر اتنی پہچان ہو تو پھر بات سمجھ آتی ہے کہ وہ جو اللہ کے نام کی بات کر رہا تھا اور جب دوسرے نے گالی دے دی تو اس نے چھوڑ دیا اور کہا کہ ''اب میں اس قابل نہیں رہا کہ میں تمہیں اللہ کی بات بتاؤں کیونکہ میں ذاتی نفس کے اندر آ گیا ہوں' ذاتی غصے میں آ گیا ہوں''۔ اور آپ کے ہاں تو ذاتی غصے اور ذاتی نفرتیں چل رہی ہیں۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو سب سے پہلے اللہ کے حوالے کرو' پھر آپ دیکھنا کہ آپ کے دل میں کیا سوالات پیدا ہوتے ہیں اور کیا واقعات ہوتے ہیں۔

یہ میں نے سوال کا طریقہ بتایا ہے کہ سوال کیا کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزو کو پورا کرنے کا سوال کر دو حالانکہ اگر آرزو کو چھوڑ دو تو بھی یہ حقیقت ہے اور آرزو پوری ہو جائے تو بھی یہ حقیقت ہے۔ اگر ایک آرزو پوری ہو گئی تو پھر آپ کیا کریں گے؟ پھر ایک اور خواہش بیان کر دیں گے۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ نے دعا پوری نہیں فرمائی تو ٹھیک ہے' اگر دعا پوری کر دے تو بھی ٹھیک ہے اور پوری نہیں فرماتا تو بھی ٹھیک ہے۔ پہلے تو اللہ کو راضی کرنا ہے' خود کو بعد میں راضی کرنا۔ اس لیے آپ اپنی آرزوؤں کی پرواہ نہ کیا کرو' اگر پوری نہیں ہوئیں تو عین ممکن ہے کہ یہی بہتر ہو' عین ممکن ہے کہ یہی ضروری ہو کیونکہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ آنے والے زمانے میں کیا ہونے والا ہے۔ آج اگر آپ لوگوں سے پوچھیں تو جن باتوں پہ ان کو کسی زمانے میں مسرت ہو رہی تھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ باتیں گناہ تھیں۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ ماں باپ کی جس بات پہ کہنا ماننا مشکل ہو رہا تھا وہی بات آپ کے لیے بہتر نکلی۔ اس طرح آج کی آرزو کو

آپ پورا کرنے میں جلدی کر رہے ہیں اور عین ممکن ہے کہ اس کا پورا ہونا آپ کے لیے بہتر نہ ہو۔ بچپن سے ہی آپ یہ کر رہے ہیں کہ کبھی یہ آرزو پوری کر لو' کبھی وہ آرزو پوری کر لو' بزرگوں سے آپ کہتے ہیں کہ آپ بڑے ولی اللہ ہیں' آپ میری یہ خواہش پوری کر دیں۔ تو خواہش پوری کرانے کے لیے کسی کو ولی بنانا بذاتِ خود Dishonesty ہے۔ اسی طرح لوگ جا کر کہتے ہیں کہ آپ سرکار ہیں' گنج بخش ہیں' مجھے اتنا سا Amount چاہیے۔ مگر وہ اس طرح نہیں دیتے۔ اگر آپ انہیں ''گنج بخش'' مانتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو غریبی کا ''گنج'' دیں' خزانہ دیں۔ آپ خود دیکھو کہ دنیا میں موسم بدلتے رہتے ہیں' انسان پیدا ہوتے ہیں' مرتے رہتے ہیں' دوسرے واقعات ہوتے رہتے ہیں' تو کیا پھر تیرے کام نہیں ہوں گے۔ زمین چکر میں ہے' آسمان گردش میں ہے' سارے واقعات ہو رہے ہیں' چیونٹیوں سے لے کر کہکشاں اور آسمان تک سارے واقعات ہو رہے ہیں اور آپ سمجھتے ہیں کہ جب تک آپ اللہ کو یاد نہیں کرائیں گے آپ کا کام نہیں ہوگا۔ اگر آپ یہ سب اللہ کے حوالے کر دیں تو سب واقعات ٹھیک ہو جائیں گے جس طرح پہلے ہوتے رہے ہیں۔ اب درمیان میں خواہش کا ضرورت کے ساتھ جو الجھاؤ ہے وہ آپ نکال دیں۔ یہ چھوٹا سا کام ہے اور یہیں پہ مچھلی کو کانٹا لگا ہوا ہے۔ تو آپ خواہش کو ضرورت سے الگ کر دیں تو پھر اللہ بہتر کرے گا۔ پھر خواہش بھی پوری ہو جائے گی اور ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ یہ کہیں کہ میں نے اپنی آرزوئیں اللہ کے حوالے کر دیں' وہ پوری کرے تو ہم راضی ہیں اور نہ پوری کرے تو بھی ہم راضی ہیں۔ تو آپ یہ کہہ دیں۔ اگر آپ یہ کہہ دیں کہ میں نے آج کی آرزوئیں اور آنے والی آرزوئیں سب اللہ کے

حوالے کر دیں تو اب آپ کے لیے دعا کا مقام آسان ہو گیا بلکہ دعا کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ تو آپ کو یہ مقام چاہیے۔ محبت والوں کے لیے اور چیز فرض ہے اور دنیا والوں کے لیے اور فرض ہے۔ مثلاً عام انسان کے لیے کھانا کمانا فرض ہے لیکن جس کو دیدار کی تمنا ہو اس کا فرض کچھ اور ہے' اس کے لیے اور ضروریات ہیں۔ جیسے کوئی شخص شاعر بن جائے یا رائٹر بن جائے تو اس کے لیے جاگنا فرض ہو جاتا ہے اور باقیوں کے لیے سونا فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح جس کے دل میں دنیا دیکھنے کی خواہش ہو اس پہ سیر فرض ہو جاتی ہے اور باقیوں کے لیے ٹھہرنا فرض ہو جاتا ہے۔ جب آپ نے تعلق بدل دیا تو پھر آپ کے فرائض بدل جاتے ہیں۔ اگر آپ نے تسلیم کرنا سیکھ لیا تو پھر آپ کے فرائض کوئی نہ رہ گئے کیوں کہ آپ نے تسلیم کرنا ہے۔ خود کو تسلیم کرانے کی تمنا کو ذرا مدھم کر دو اور تسلیم کرنے کی تمنا رکھو۔ اس لیے آپ ایسے انسانوں کو تلاش کریں یا ایسے انسان بن جائیں جو اللہ کو ماننے والے ہوں۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آرزوؤں کے بہت سے دروازے ہیں لیکن ایک دروازہ ہو گا جو پار لے جائے گا۔ لوگ بچوں کے لیے محنت کرتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ان کا مستقبل بچوں کے ذریعے جاری رہے گا' مکان اس لیے بناتے ہیں کہ آپ کا نام باقی رہ جائے گا۔ عام لوگوں کے ساتھ نیکی اس لیے کرتے ہیں کیونکہ اس طرح ہمارا اللہ راضی ہو جائے گا لیکن آپ براہِ راست اللہ کو راضی کیوں نہیں کرتے۔ بس طریقت یہ ہے کہ آپ براہِ راست اللہ کو ڈھونڈیں۔ براہِ راست کیسے ڈھونڈنا ہے؟ آپ کا اللہ کے ساتھ جو الجھاؤ ہے وہ دور کر دو' آپ اس کی بات مان جاؤ' مدت سے آپ اگر ایک سوال کر رہے ہیں اور وہ سوال پورا نہیں ہو رہا تو آپ کہیں کہ میں نے سوال واپس لے لیا' جو

تیری رضا ہے تو کر، ہم راضی ہیں، ہم ہر حال میں راضی ہیں۔ جب آپ یہ کر لیں گے تو آپ کے تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔ پھر مسئلے حل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ویسے یہ ٹھیک فرمایا گیا ہے کہ ہر مشکل کی چابی اُن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تو جس کے پاس مشکل کی چابی ہو اس کے سامنے مشکل بیان نہ کرنا۔ یہ بھی نہ کہنا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اب دیدار ہو جائے، ہم اللہ کے بہت قریب ہو جائیں، دو چار کام رہتے ہیں اس کے بعد ہم اللہ کے قریب ہو جائیں گے..... یہ بھی دھوکا ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ پہلے وہ آپ کے دو چار کام کرے اور پھر آپ کو اپنے قریب کرے، اس کی مرضی ہے وہ کام کرے یا نہ کرے۔ اس لیے کام ہوں یا نہ ہوں، اگر قرب کی خواہش ہے تو آپ کو ابھی سے ہونی چاہیے لیکن آپ کہتے ہیں کہ یہ دو چار کام ہو جائیں، یہ اللہ نے خود فرائض رکھے ہوئے ہیں.....

اب اور سوال کر لیں۔ سوال اس لیے کرتے ہیں کہ دین میں کوئی ابہام نہیں ہے، خیر کا بھی پتہ ہے اور شر کا بھی پتہ ہے، وضاحتیں ہو چکی ہیں۔ اگر ایک بچہ پانی میں تیرنے کے نام پر ڈوبنے لگے تو اس کے پاس نگران ہونا چاہیے۔ تو اتنی سی بات ہے کہ آپ اپنا ایک نگران ڈھونڈ لیں، تیرنا آپ نے اللہ کے فضل سے خود ہی ہے، نگران اس لیے ڈھونڈنا ہے تا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں غلطی سے آپ کے پاؤں ڈگمگا جائیں۔ کیونکہ اس میں خواہش کا سفر ہوتا ہے، نیکی بھی اپنے اندر ایک عجب راز رکھتی ہے کہ بعض اوقات نیکی کے نام پر غلطی ہو جاتی ہے۔ مسجد کے اندر جانے والا، تبلیغ کرنے والا بعض اوقات اپنی شوکت بیان کر جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میرے پاس بہت بڑا علم آ گیا اور یہاں سے نفس کی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایک ایسا نگران رکھنا چاہیے جو آپ کو ساتھ ساتھ بتاتا جائے کہ یہ

نیکی تو اپنے نفس کی خاطر کر رہا ہے اور یہ اللہ کی خاطر نہیں ہے' تو یہ جو بظاہر نیکی ہے یہ نیکی نہیں ہے' یہاں سے بچ جاؤ' یہاں سے یہ ایک موڑ ہے' آگے خطرہ ہے۔ تو یہ بتانے والا ہونا چاہیے۔ ان کا چونکہ کام ہی یہ ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے آسانی ہے اور آپ کے لیے بھی سفر آسان ہو جائے گا' وہ اس راستے کا ایک سگنل ہوتا ہے' اس لیے آپ کو راستہ مل جائے گا۔ بڑے بڑے مقام پر بھی وہ اگر کہے تو دعا مانگ لینی چاہیے اور اگر وہ کہے کہ دعا نہیں مانگنی تو پھر دعا نہیں مانگنی چاہیے ہر چند کہ وہ دعا منظور ہونے کا مقام ہوتا ہے۔ دنیا میں بے شمار ایسے واقعات ہوئے ہیں' مثلاً بزرگ نے کہا کہ تم وہاں جا کے دعا نہ مانگنا کیوں کہ وہاں پر دعا منظور ہوتی ہے۔ مرید نے کہا اب یہاں آئے ہوئے ہیں تو دعا مانگ لیتے ہیں۔ اس نے دعا مانگی اور پھر دعا منظور ہو گئی' دعا کی تاثیر میں اسے بیٹا مِلا' بڑا ہوا تو عین جوانی کے عالم میں حادثہ ہو گیا اور وہ فوت ہو گیا۔ اس طرح وہ شخص غم سے پاگل ہو گیا اور پھر اپنے بزرگ کے پاس گیا۔ انہوں نے کہا میں نے تمہیں کہا تھا کہ وہاں دعا نہ مانگنا۔ حالانکہ یہ معمولی سی بات ہے لیکن جب تک آپ باتوں کو سمجھتے نہیں ہو تو فرائض کا سفر بھی خطرناک ہے' بے تعلق فرائض سے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسلام کے نام پر بغیر تعلق کے انسان عبادت کرتا جائے اور مفہومِ عبادت سے غافل ہو' محبت سے غافل ہو اور منشائے ایزدی سے غافل ہو تو وہ صرف گنی ہوئی چیزوں کو عبادت سمجھ رہا ہے اور دل اسی طرح سخت ہے' ٹھوس ہے ثم قست قلوبکم ۔ پھر وہ ظالم ہو جاتا ہے لیکن عبادت پوری کرتا ہے۔ اس لیے کسی نگران کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ آپ کی عبادت کے ساتھ آپ کے دل میں رحم بھی پیدا کر دے اور محبت داخل ہو جائے۔ خالی اصولوں پر زندگی گزر نہیں

سکتی' اصول نقصان بھی دیتے ہیں۔ صرف وزن سے زندگی نہیں گزر سکتی اس لیے کبھی کبھی وزن کے بغیر بھی زندگی گزارنی چاہیے' وزن کا مطلب ہے ماپی ہوئی زندگی۔ اگر ماپی ہوئی زندگی ہوئی تو آپ کے گناہ زیادہ نکلیں گے' اور اگر پیمائش کے لحاظ سے گناہ زیادہ نکلے تو آئندہ نیکی کیا ہوگی۔ تو اس طرح تو گناہ زیادہ ہوں گے۔ اور اللہ کا فرمان ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں اور یہ کہ ہم معاف کرنے والے ہیں۔ تو یہاں پر استغفار کا مقام ہے۔ اس لیے اگر آپ کو استغفار کا علم آ گیا تو آپ گناہ سے نجات پا گئے اور اس عبادت سے بھی نجات پا گئے جو عبادت آپ نے اپنے نفس کی خاطر کی' جو آپ نے ریاکاری کے طور پر کی۔ انسان شروع میں بڑی لمبی لمبی تسبیح اپنے پاس رکھتا ہے۔ تو اس ریاکاری سے آپ بچ جاتے ہیں۔ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی کے ہاتھ میں دے دیا جائے تاکہ وہ جہاں سے روکے وہاں آپ رک جاؤ اور اگر کہے کہ چل پڑو تو چل پڑنا۔ اپنے آپ کو خواہش کے ہاتھ میں نہ دینا' یہ بڑا نقصان ہے' خواہش تباہ کر دے گی۔ آپ نے تو خواہش کا نام ضرورت رکھا ہوا ہے۔ ضرورت بھی دھوکا دے جائے گی۔ اس لیے آپ اپنی ضرورت خود ہی بن جائیں۔ اپنے آپ کا احترام کرو اور پھر یہ احترام قائم رکھنے کے لیے آپ کو ضرور کسی کی ضرورت ہوگی' اس طرح یہ سفر شروع ہو جائے گا۔ تو ایسی ہستی کو دریافت کرو جو آپ کو واقعی آپ کا احترام ڈھونڈ کے بتائے اور یہ کہ آپ کی ضرورت کیا ہے ورنہ آپ پریشان ہو جائیں گے۔ اس لیے وہ ہستی آپ کو روکے تو رک جانا اور کہے کہ چل پڑو تو چل پڑنا۔

سوال:

ہم تو عادت کے طور پر اور سعادت کے لیے عبادت کرتے ہیں.

جواب:

عبادت کو سعادت کی خاطر نہ کرنا بلکہ عبادت معبود کی کرنا' اللہ کی کرنا' عادت کی عبادت نہ کرنا' آپ نے شریعت کی نماز نہیں پڑھنی بلکہ آپ نے اللہ کی نماز پڑھنی ہے۔ عبادت اللہ کی محبت میں کرو اور شریعت کے خوف سے نہ کرو۔ عبادت خوف سے نہیں بلکہ شوق کے ساتھ کرنا۔ تو عبادت وہ ہے جو اللہ کی محبت میں کی جائے' Pure اللہ کی محبت میں کرنا۔ محبت جو ہے یہ اپنا بدلہ نہیں مانگتی' اپنا انعام نہیں مانگتی۔ محبت والا یہ نہیں کہتا کہ یا اللہ میں نے تیری عبادت کی ہے لہٰذا میری دعا قبول فرما۔ محبت صرف محبت ہے۔ تو اللہ کی عبادت اللہ سے محبت کی وجہ سے کرنا اور یہ کہ خوف سے نہ کرنا۔ اصل ذات تو اللہ ہے' اس لیے اللہ کے نام کی عبادت اللہ کے حبیب ﷺ کے کہنے پر کرو۔ جب یہ دونوں محبتیں آپ کو سمجھ آ گئیں تو پھر آپ کی عبادت کا نام شریعت ہے۔ اگر صرف شریعت کے لیے عبادت کرو گے تو پھر آپ صرف کتابیں پڑھتے رہ جاؤ گے۔ اس لیے اللہ کی محبت میں' اللہ کی عبادت' اللہ کے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کرنا اور اللہ کے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے لفظ پر کسی اور لفظ کو ترجیح نہ دینا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ اپنے آپ پر سب راستے بند کر دو' وہ راستہ ممکن ہو تب بھی بند کر دو' کوئی یہ کہے کہ یہ راستہ ہے تیری فلاح کا اور نجات کا تو اس کی بات نہ ماننا' دین کو بیچ کے دولت

دنیا نہ لینا' اگر وہ مل بھی گئی تب بھی کسی کام کی نہیں ہوگی۔ اس لیے دولت آپ کو موت سے نہیں بچا سکتی' دولت آپ کو دوزخ سے نہیں بچا سکتی' آپ دھیان کرو' دولت کی تمنا بھی نکال دو اور اللہ کی محبت میں سفر کرو۔ یہ مختصر زندگی ہے اور بہت ہی مختصر زندگی ہے' کافی ساری تو گزر گئی ہے' باقی پتہ نہیں کتنی رہ گئی ہے۔ آپ دل سے طے کر لیں کہ ہم سچے اللہ کو مانتے ہیں جس کو جانتے بھی نہیں ہیں۔ بس اپنا ذہن صاف کر لو' یہ کہو کہ ہم اس اللہ کو مانتے ہیں جس کا پتہ نہیں کہ وہ ہے کہاں' وہ بہت قریب بھی ہے اور بہت دور بھی ہے' کبھی پاس سے گزر جاتا ہے اور کبھی دور کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ ہے بھی کہ نہیں ہے' یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی آسمانوں تک اسے تلاش کرنے گیا لیکن اللہ نہیں ملا اور کوئی زمین پر رہ کر بھی اللہ کا تقرب حاصل کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ کے بارے میں کوئی بحث نہیں کی جا سکتی۔ اللہ آپ کی دریافت نہیں ہے' اللہ وہ ہے جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ سے اس حد تک محبت ہو کہ آپ ؐ کی بتائی ہوئی ہر بات پر دنیا کی کسی بات کو کوئی فوقیت نہیں ہے' دنیا کے کسی آدمی کی کسی بات کو فوقیت نہیں ہے۔ اگر ایک مبلغ کہتا ہے کہ سچ بولنا چاہیے اور وہ راہنما ہے اخلاقیات کا یعنی سوشل ریفارمر۔ حضور پاک ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ سچ بولنا۔ تو یہ شخص جو سچ بولنے کا کہتا ہے اور حضور پاک ﷺ جو سچ بولنے کا فرماتے ہیں' ان میں بڑا فرق ہے۔ تو سچ صرف وہ بولنا جو حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا اور باقی سچ بولنے والے سارے جھوٹے ہیں۔ اس لیے ہمیں جو تبلیغ' تعلیم یا صداقت آپ ؐ کی زبان کے ذریعے مل رہی ہے ہم اس کو صداقت کہتے ہیں۔ اور باقی لوگوں کا لفظ وہی ہے لیکن وہ کسی اور زبان سے ہے اور یہ اتنا پاکیزہ نہیں رہتا جتنا آپ ؐ کی زبان

سے ہے۔اس لیے یہ یاد رکھنا کہ جو حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا وہی صداقت ہے اور وہی حقیقت ہے اور آپ اس پر چلنا۔ بس یہی ہمارا مذہب ہے۔ باقی رہ گئی یہاں رہنے کی آرزو تو وہ تو کبھی پوری نہیں ہوئی۔ اللہ نے بار بار مثالیں دی ہیں کہ دنیا میں دولت حاصل کرنے کی خواہش کبھی نیک نامی نہیں بنی' زیادہ دولت کی خواہش گمراہی ہے' دبدبے کی خواہش گمراہی ہے اور ہمیشہ ٹھہرنے کی خواہش بھی گمراہی ہے۔اس لیے اگر آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کیا ہے تو اس دنیا سے نکلنے کا راستہ دریافت کرلو۔ زندگی میں محبت ہی ایک راستہ ہے اور محبت کا مرکز اللہ کے محبوب ﷺ ہیں۔ عبادت اور چیز ہے' عبادت ان کی خوشنودی ضرور ہے لیکن یہ آپ کی محبت نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے حکم فرمایا کہ تم عبادت کرو تو ہم عبادت کرتے جارہے ہیں اور جب تک زندہ ہیں ہم کرتے جائیں گے اس لیے کہ یہ ان کی خوشنودی ہے یعنی اللہ کی اور اللہ کے محبوب ﷺ کی۔ لیکن محبت جو ہے یہ آپ کے لیے رحمت ہے' دین سے محبت بھی غیر ہے اور یہ صرف اللہ سے ہونی چاہیے' اللہ کے محبوب ﷺ سے ہونی چاہیے۔ بظاہر یہ بات مشکل ہے' لیکن محبت صرف اللہ اور اُس کے محبوب ﷺ سے ہونی چاہیے۔ تو یہ محبت ہی دین ہے۔

اب کوئی سوال ہو تو پوچھیں۔ بولیں.....

سوال:

استغفار کے بارے میں کچھ بتادیں۔

جواب:

استغفار یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہماری کسی بات سے ناراض ہے تو ہم توبہ کرتے ہیں' ہمیں وہ چیز معلوم ہے یا نہیں معلوم' ہم نے کی ہے کہ نہیں کی ہے'

ہمارے علم میں ہے کہ نہیں ہے' اگر اللہ ناراض ہے تو ہم توبہ کرتے ہیں اور اللہ راضی ہے تو ہم شکر ادا کرتے ہیں۔ اس لیے اگر اللہ ناراض ہو تو استغفر اللہ کہو۔ پھر دل میں خود بخود بات سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اللہ راضی ہو جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کو پیسے مل جائیں' عین ممکن ہے کہ راضی ہو کے سارا کچھ لے جائے۔ اس لیے اللہ کی رضامندی کو دنیاوی طور پر نہ دیکھنا۔ اگر آپ کا دل اطمینان میں ہے تو اللہ راضی ہے اور دل پریشان ہے تو آپ سمجھو کہ اللہ راضی نہیں ہے۔ جب دل میں پریشانی ہو' دنیا میں آپ تنہا تنہا محسوس کریں اور اضطراب بڑھے تو آپ استغفار پڑھتے جائیں اور کہیں یا اللہ توبہ' ہر چیز کی توبہ۔ اسی طرح اگر آپ کو تسکین آنا شروع ہو جائے تو کہیں الحمد للہ' یا اللہ تیرا شکر ہے' غریبی ہے لیکن اطمینان ہے۔ اس لیے آپ اپنا خیال رکھو۔ اپنے سے نیچے لوگوں کا خیال رکھو تو آپ کو بہت سا سکون مل جائے گا۔ اگر آپ Well-placed' امیر لوگوں کی طرف دیکھیں گے تو خود Ill-placed' ہو جائیں گے' نیچے ہو جائیں گے۔ اپنے آپ پر مختلف عقیدوں کا بوجھ ڈال دینا' فارمولوں کا بوجھ ڈال دینا' ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دینا اور عبادتوں کی پریشانیوں کا بوجھ ڈال دینا' خود کو مصیبت میں ڈالنا ہے۔ اس لیے اپنے لیے ایک ہی بات رکھو کہ ہم محبت کے لیے پیدا ہوئے ہیں' اللہ نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں اور میرے فرشتے محبت ہی کر رہے ہیں' تم بھی محبت کرو۔ تو محبت ادھر رکھو' فرائض پورے کرتے جاؤ' جتنا حاصل ہو گیا ہے اس پہ راضی ہو جانا' تھوڑی سی اور کوشش بھی کر لینا لیکن اپنے آپ کو کبھی کسی فارمولے کے بوجھ میں نہ ڈال لینا۔ اس طرح آپ پریشان ہو جائیں گے۔ کبھی زیادہ پریشان نہ ہونا ورنہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ صحت کی بجائے

بیماری میں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کرے' آپ کے وجود کی بھی پاکیزگی ہو جائے اور خیال کی بھی صفائی ہو جائے۔ تو نہ خیال میں کوئی چیز اٹک جائے اور نہ وجود کو کچھ ہو' یہ دعا ہونی چاہیے اور یہ کافی ہے۔ اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنا۔ اسلام کو اس طرح بیان کر دیا گیا ہے جیسے اسلام کسی وزن کا نام ہے حالانکہ اسلام لطف کا' آسانی کا نام تھا۔ زندگی تو اللہ نے پیدا کی ہے' اس میں غیر کیا ہے۔ جب زندگی اللہ کا عمل ہے تو اس میں غیر کدھر سے آ گیا۔ تو اللہ کا یہ ایک عمل ہے کہ آپ کو زندگی دی ہے' اس سفر پر اللہ نے بنفس نفیس آپ کو بھیجا ہے' یہ زندگی کا سفر ہے اور اللہ نے کہا کہ تم اس سفر کو لطف کے ساتھ Enjoy کرو اور میرے والا راستہ اختیار کر لو لیکن آپ اس راستے کو دقت والا سمجھ رہے ہیں۔ یہ اس لیے ہوا ہے کہ اسے اس طرح بیان کر دیا گیا ہے ورنہ یہ راستہ تو آسانی کا تھا' لطف کا تھا۔ جن لوگوں کی خانقاہیں ہوتی ہیں ان کو آپ دیکھیں کہ ان کی موت زندہ ہے اور آپ کی زندگی مری پڑی ہے' وہاں مرنے کے بعد بھی ان کے چراغ جلے ہوئے ہیں اور آپ کی زندگی میں چراغ جلانا مشکل ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان کا کوئی اور مقام ہے۔ تو انہوں نے زندگی کو موت کے قریب کر کے سمجھا دیا اور موت کو زندگی کے بعد سمجھا دیا۔ بزرگوں کا کمال یہ ہے کہ قبروں میں میلہ لگا دیا۔ تو قبر کے اندر میلہ کمال ہے' قبر موت ہے اور میلہ زندگی ہے۔ تو انہوں نے یہ کمال کیا کہ موت اور زندگی کو اکٹھا کر کے دکھا دیا۔ اور آپ کے ہاں زندگی میں موت آئی پڑی ہے۔ انہوں نے موت کو خوبصورت بنا دیا' موت کو خوشنما بنا دیا' اندھیرے کو روشنی بنا دیا۔ یہ کمال ہے! یہ حضور پاک ﷺ کی محبت کا اعجاز ہے کہ موت کے اندر زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ تو آپ یہ محبت اپنے دل میں پیدا کریں

اور درود شریف کو محبت سے پڑھتے جائیں۔ اگر درود شریف کا مفہوم سمجھ نہیں آتا تو صرف محبت کافی ہے اور محبت جب آپ کے دل میں پیدا ہو جائے تو سارا اسلام Clear ہو گیا ورنہ آپ فارمولے کے مطابق کہیں گے کہ اب میں نیکی کرنے جا رہا ہوں' آج میں تبلیغ کرنے جا رہا ہوں اور آج عبادت کرنے جا رہا ہوں..... اب آرام سے گھر بیٹھیں اور اپنے عمل کے صالح ہونے کا انتظار کریں' دعا کے ساتھ' استغفار کے ساتھ اور الحمدللہ کے ساتھ۔ پھر اللہ بہتر کرے گا اور آپ کی قریب کی زندگی میں ساری بات ظاہر ہو جائے گی۔ آپ کی اُنسیت کا جو دائرہ ہے اسی کے اندر ساری زندگی ہے یعنی آپ جن لوگوں سے مانوس ہیں انہی لوگوں کے حقوق آپ نے تلف کیے ہیں اور انہی لوگوں نے آپ کو نیکی کا موقع دیا ہے۔ اجنبی لوگوں سے تو آپ کا بہت کم واسطہ پڑا ہے' کافروں کے ساتھ بھی واسطہ نہیں ہے' ان کی آپ نے صرف کتابیں پڑھی ہیں اور آپ کا لین دین صرف چند احباب کے ساتھ ہے' اسی میں آپ نے ملاوٹ کی ہے' یا رشتے دار آپ کے تعلق میں ہیں یا پھر چند دوکان داروں سے ہی آپ کا تعلق ہے اور اس میں ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے اگر آپ اپنے دائرے میں مصفا ہو گئے تو آپ پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو گی۔ آپ نے وسیع دنیا میں مصفّٰی نہیں ہونا کہ آپ کوئی انٹرنیشنل جوگی بن جائیں بلکہ اپنے دائرے میں رہنا ہے۔ میاں بیوی اگر ایک دوسرے کے ساتھ راضی ہیں' ایک دوسرے کے ساتھ ملاوٹ نہیں کرتے تو پھر سمجھو کہ وہ بہت نیک لوگ ہیں۔ تو ملاوٹ نہ کرنا' جھوٹ اور سچ کو نہ ملانا۔ اگر انسان گھر کے اندر ملاوٹ نہیں کرتا تو یہ بہت بڑی بات ہے' صداقت میں ملاوٹ نہیں کرتا تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آپ کی اس بہت چھوٹی خواہش کے ساتھ

بھی اللہ کا تعلق ہو سکتا ہے جو ابھی ابھی آپ کے اندر پیدا ہوئی ہے۔ اس لیے اور جو کہ خواہش پیدا کرتا ہے وہ خواہش کی نگرانی کرتا ہے' حفاظت کرتا ہے اور اس خواہش کے انداز سے آپ کو دیکھتا رہتا ہے۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو دیکھیں تو پھر آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق کیا ہے۔ اس لیے اپنی زندگی میں آپ نے جتنا کچھ حاصل کیا ہے اسی کو کافی سمجھو' آج کے دن ابھی کی گھڑی میں اس کو کافی سمجھتے ہوئے اپنے اللہ کو اپنے راضی ہونے کی اطلاع کر دو اور کہو کہ یا اللہ تو نے جو کچھ اب تک ہمیں دیا ہے ہم اس پہ مکمل طور پر راضی ہیں۔ یہاں پر ''لیکن'' نہ کہنا بلکہ یہ کہنا کہ ''ضروریات اور وسائل کی جو ہماری زندگی ہے ہم اس پر راضی ہیں اور دل سے راضی ہیں''۔ اگر آپ دل سے راضی ہیں تو سمجھو کہ یہ آپ کے سفر کا آغاز ہو گیا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا اور سوال کرنے کا سلسلہ ترک کر دو' پھر دیکھو وہ کیا دیتا ہے۔ آپ کسی محفل میں کوشش کریں گے تو جگہ مل جائے گی' کوشش کر کے آپ آگے آگے بیٹھ سکتے ہیں اور ایک آدمی جو پیچھے بیٹھا ہوا اُسے آواز دے کر آگے بلایا جا سکتا ہے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ زندگی میں آپ کو کبھی موقع مل جائے گا جب وہ آپ کو آواز دے کے بُلا لے گا کہ چل بھئی تیرا حج قبول ہو گیا ہے' تیاری کر..... اس لیے آپ اپنے آپ کو خود نمایاں نہ کرو' اللہ آپ کو نظر انداز نہیں کرے گا۔ آپ یہ کر کے دیکھو تو آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ وہ اگر نظر انداز کرنے والا ہوتا تو آپ کو پیدا ہی نہ کرتا' اور بھول جاتا' نظر انداز کرنے والا ہوتا تو بیمار نہ کرتا اور صحت کو قائم رکھتا' جوانی بڑھاپے میں نہ آتی اور قائم رہتی' نظر انداز کرنے والا ہوتا تو دور سے سگنل نہ دیتا جو وہ اَب دے رہا ہے۔ تو وہ نظر انداز نہیں کرتا' آپ کے اوپر پوری Investment ہوئی پڑی

ہے۔اس لیے آپ اس بات سے کبھی غافل نہ ہونا اور اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ وہ نظر انداز کر گیا۔ وہ نظر انداز بالکل نہیں کرتا اور آپ کے ساتھ ساتھ' آپ کے دل کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس لیے غور کرو کہ کیا اس نے آج تک نظر انداز کیا؟ بالکل نہیں کیا۔ کیا آپ اس کے خیال سے غافل ہوئے؟ ضرور ہوئے۔ آپ نے اُسے نہیں مانا تب بھی آپ اس کے خیال میں ہو اور مانا تو تب بھی اس کے خیال میں تھے۔ لہٰذا آپ کی زندگی اُسی کے دم سے ہے۔ آپ کے ماننے یا نہ ماننے سے اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا' اس کے لیے دونوں کھیل برابر ہیں۔ آپ بس اللہ تعالیٰ کو اپنی رضا مندی کی اطلاع کر دو کہ یا اللہ ہم راضی ہیں' جو تو نے کیا ہم راضی ہیں اور جو ہم سے غلطی ہو گئی وہ تُو معاف فرما۔ پھر یہ کہ گھر کی قریبی زندگی میں آپ اللہ کا فضل دریافت کریں' اسی قریبی دائرے میں دیکھیں' اگر آپ دائرہ اور قریب کرتے جائیں گے تو عین ممکن ہے کہ آپ کو "حبل الورید" کا دائرہ نظر آ جائے۔ دور کے دائرے سے ساری دنیا کے اندر اللہ دریافت ہو سکتا ہے' کسی ایک ملک میں دریافت ہو سکتا ہے' پاکستان میں دریافت ہو سکتا ہے' پاکستان کے کسی شہر میں دریافت ہو سکتا ہے' شہروں میں لاہور شہر تو ویسے ہی اچھا ہے اس میں بھی دریافت ہو سکتا ہے' یہاں سے پھر اپنے گھر اور اپنے دائرے میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ آپ کو عین سلامتی عطا کرے تو یہاں بھی دریافت پیدا ہو جائے گی۔ اصل میں اپنے سجدے میں محو ہو جانے سے آپ کو دریافت ملے گی' آپ سجدہ کے وقت بھول جاؤ کہ سجدہ کب ختم کرنا ہے۔ کبھی آپ ایک بار ایسا کر جاؤ تو آپ کو ساری داستان سمجھ آ جائے گی کہ قصہ کیا ہے۔ سجدے میں سر رکھنا اور پھر

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

اگر آپ ایک بار سجدہ کرتے ہوئے غافل ہو کے بھول جاؤ اور اپنی مرضی سے سر نہ اٹھاؤ تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ دوسرا ایک بہت پرانا طریقہ آپ کو بتایا ہوا ہے کہ سب دشمنوں کو فی سبیل اللہ معاف کر دیں۔ جس نے آپ کی جیب کاٹی ہے' جس نے آپ کو نقصان پہنچایا ہے' اسے معاف کر دیں اور ہر ایک کو معاف کر دیں۔ جس کے ساتھ آپ نے زیادتی کی اس سے معافی مانگ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی زندگی میں یوں کامیاب فرمائے کہ اس زندگی کو اللہ تعالیٰ خود ہی قبول فرمائے اور آپ کی کمزوریوں پر مہربانی فرمائے.....
تو یہ ہے ہر مشکل کی چابی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے پکارنے کا نام ہے' آپ اسے پکاریں اور یہ دیکھیں کہ کس حال میں پکار رہے ہیں۔ اس لیے دعاؤں پہ زور نہ دو بلکہ رضا پہ زور دو۔ اگر کچھ نہیں ہے تو کہو کہ تیری مہربانی ہے' کل بھی کچھ نہ ہوگا' تو بھی مہربانی ہے..... مہربانی وہ ہے جو تُو تسلیم کر لے اور اگر تسلیم نہ کرو تو مہربانی ہے ہی نہیں..... کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں نقصان ہو گیا' اللہ نے کیا کیا..... ایسے لوگ اپنی زندگی میں کمی کو دریافت کرتے رہتے ہیں کہ یہ نقصان ہو گیا' وہ نقصان ہو گیا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں اللہ کی بڑی مہربانی ہے۔ آپ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں جو یہ کہتے ہیں کہ یا رب العالمین تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں انسان بنایا' مسلمان بنایا' ایمان کی دولت عطا فرمائی اور اپنا تقرب عطا فرمایا۔ میں پھر کہہ رہا ہوں کہ اس زندگی میں ٹھہرنا ممکن نہیں ہے اور آخری وقت میں آپ نے ایک نام' ایک لفظ کہہ کے نکل جانا ہے' تو

وہ نام اللہ کا ہونا چاہیے۔ نکل آپ نے ضرور جانا ہے۔ اگر آپ کو یک لخت نکال دیا جائے تو ایسا نہ ہو کہ آپ کی زبان سے دنیا کا کوئی لفظ نکلے۔ یک لخت ایک آواز آئے گی اور نکلتے وقت آپ کی یہ آواز نکلنی چاہیے کہ ''اللہ''! تو آخری سانس میں آپ کی جو حالت ہوگی وہی آپ کی عاقبت ہوگی اور آخری سانس کسی وقت بھی آ سکتا ہے۔ یہ خیال ضرور رکھیں۔ اس لیے اب جو آپ کا انداز ہے یہی آپ کی عاقبت ہے' اب جو آپ کی کیفیت ہے یہی آپ کی عاقبت ہے۔ تو اپنی موجود کیفیت کو اپنے انداز کی عاقبت بنا لو۔ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اگر آپ بہشت میں ہوں گے تو وہاں کیا کریں گے' وہاں بھی ذکر کریں گے' اللہ اللہ کرتے جائیں گے۔ تو اپنی موجود حالت کو عاقبت سمجھو۔

اللہ آپ کی زندگی کو اچھا رکھے' اس میں کوئی کمی بیشی نہ رہے' جو علم آپ نے حاصل کیا ہے یہ اس کی مہربانی ہے' جو دولت حاصل کی ہے یہ بھی اس کی مہربانی ہے۔ دولت تب مہربانی ہے اگر آپ سخی بنیں۔ دولت اگر سخاوت کرائے تو مہربانی ہے اور دولت اگر بخیل بنا دے تو عذاب ہے۔ اس زندگی کو آپ نے خود بنایا ہے۔ اپنے آپ کو فلاح میں رکھو یعنی اگر اللہ آپ کو تھوڑی دیر کے لیے اختیار دے دے کہ اپنی زندگی کا فیصلہ کر لو' لکھ لو' جو مرضی لکھ لو۔ تو آپ کیا لکھو گے؟ بخشش' فلاح' جو بھی لکھنا ہے لکھ لو۔ تو آپ اپنی زندگی کا ابھی سے جو نام رکھ لو گے وہی نام رہے گا' اور یہ نام آپ نے رکھنا ہے کہ مسلمان ہیں؟ فلاح والے ہیں؟ عاقبت بہتر ہے؟ اللہ کی محبت میں ہیں؟ اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت ہے؟ اگر یہ سب ہے تو فلاح ہے۔ آپ کہو یا اللہ اپنے محبوب ؐ کی محبت عطا فرما۔ یہی دعا سب سے بڑی ہے! اگر آپ نے حضور پاک ؐ سے کوئی سوال کرنا ہو تو کہیں کہ

مجھے اپنے رب کا راستہ عطا فرمائیں۔ اس کے علاوہ باقی سب حجاب ہے۔ دنیا کی ضرورتیں پوری کرو، اپنی بھی پوری کرو، اللہ آپ کو توفیق دے۔

اب دعا کرو ..... دعا یہ کرو کہ یا رب العالمین ہم سب پر رحم فرما، مسلمان ہونے کی حیثیت سے رحم فرما، پاکستانی ہونے کی حیثیت سے رحم فرما، آنے والے واقعات آسان فرما، جانے والے واقعات آسان فرما، جو حالات موجود ہیں وہ آسان فرما، جو ضروریات ہم اختیار کر بیٹھے ہیں وہ پوری فرما اور آئندہ ہم دھیان کریں گے۔ فی الحال ہماری آرزوئیں پوری فرما۔ تیری مہربانی۔

صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وّاٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین.

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھرے دلے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)
11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	مکالمہ	(تذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔۱	(سوال جواب)
15	گفتگو۔۲	(سوال جواب)
16	گفتگو۔۳	(سوال جواب)
17	گفتگو۔۴	(سوال جواب)
18	گفتگو۔۵	(سوال جواب)
19	گفتگو۔۶	(سوال جواب)
20	گفتگو۔۷	(سوال جواب)
21	گفتگو۔۸	(سوال جواب)
22	گفتگو۔۹	(سوال جواب)
23	گفتگو۔۱۰	(سوال جواب)
24	گفتگو۔۱۱	(سوال جواب)
25	گفتگو۔۱۲	(سوال جواب)
26	گفتگو۔۱۳	(سوال جواب)
27	گفتگو۔۱۴	(سوال جواب)
28	گفتگو۔۱۵	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾ ۳۰۱ - اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

http://www.wasifaliwasif.com



واصف علی واصف

گفتگو-۱۷

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو۔۱۷
مصنف	.....	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	.....	۲۰۰۵ء
قیمت	.....	۱۸۰ روپے

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔اے، جوہر ٹاؤن۔لاہور

ڈسٹری بیوٹر

خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

تلاش، دہر کو ہے جس ہُما کی مدت سے

تڑپ رہا ہے وہ میری شبِ فراق کے پاس

(واصف علی واصفؒ)

ہو جاتے ہیں۔ محفل جب تمام ہوتی تو پھر پتہ چلتا کہ اس میں شامل شخص کو کیا نعمت ملی ہے اور وہ کس فیض سے ہم کنار ہوا ہے۔ دل کا گداز یا تو نم آنکھوں میں دیکھا جا سکتا ہے یا پھر دھیمے لہجے کی گفتگو میں۔ محفل سے محبت اور عرفان کا پیغام لے کر یہ لوگ جب واپس جاتے تو پھر ان سے دنیا والے پوچھتے کہ کیا ہوا۔ اس طرح علم، آگہی اور محبت کا یہ پیغام دوسروں تک بھی پہنچنا شروع ہو گیا۔ ان محفلوں کی ریکارڈنگ شروع ہوئی تو پھر یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ کیسٹ کلام سے کتاب میں منتقل کیے جائیں۔ اس سلسلے میں ''گفتگو'' کے نام سے ہمارا ادارہ آپ کے لیے سولہ جلدیں پیش کر چکا ہے اور اب اس سلسلے کی سترہویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب بھی اپنے چاہنے والوں کے لیے حکمت اور دانائی کے نئے باب کھولنے میں مدد دے گی۔

عرضِ ناشر

قبلہ واصف صاحبؒ کی محفل میں جب لوگ جمع ہو جاتے تو پھر آپ ان سے کہتے کہ کوئی سوال پوچھ لو' ایسا سوال جو آپ کی ذاتی الجھن ہو اور جس کا جواب کسی کتاب سے نہ مل سکے۔ اس کے بعد لوگ اُن سے سوال پوچھنا شروع کر دیتے۔ ان سوالوں کے جواب میں وہ جب گویا ہوتے تو صاف اور واضح نظر آتا کہ علم اور حکمت کا ایک دریا بہہ نکلا ہے جو کنارے بیٹھے ہوئے پیاسوں کو سیراب کرتا جا رہا ہے۔ جواب دینے کا ان کا اپنا ایک مخصوص طریقہ' انداز اور رنگ تھا جس کے وہ خود ہی موجد تھے۔ آپ چھوٹے چھوٹے' آسان اور سادہ جملوں کے ذریعے مشکل سے مشکل مسئلے کا حل بتا دیتے جس کو سُن کر سوال پوچھنے والے اور محفل میں باقی موجود سارے لوگ محظوظ بھی ہوتے اور ان پر ایک ایسی تاثیر مرتب ہو جاتی جو انہیں سرخوشی اور سرشاری سے آشنا کراتی۔ پھر ان کی توجہ اور تاثیر ایک غیر محسوس طریقے سے سننے والے کو اپنی گرفت اور اپنے حصار میں داخل کر لیتی۔ یہ سب کچھ اس طرح ہوتا جیسے رات کو پڑنے والی شبنم گرتی ہوئی تو نظر نہیں آتی' بس اس کا ایک ہلکا سا احساس انسان کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور پھر جب یہ عمل ختم ہو جاتا ہے تو صبح کے وقت گل و پات پر اس شبنم کے نشان واضح

۲	سب سے اچھا ذکر کون سا ہوتا ہے؟	۴۳
۳	کیا ذکر کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے؟ اللہ کا کون سا ذکر کریں؟	۴۴
۴	**ورفع ابویه علی العرش وخروا له سجداً و قال یآبت هذا تاویل رُءیای.**	۴۶
۵	باپ نے بیٹے کو جو سجدہ کیا اس کے بارے میں.....	۴۶
۶	یہ جو انسان کو دکھ اور پریشانی ہے اس کی جڑ کیا ہے؟	۴۷
۷	مسلمان دکھ سے کیسے نجات پا سکتا ہے؟	۴۷
۸	علم اور سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے تو کیا یہ سارا علم حاصل کر کے انسان کسی مرتبے پر پہنچ سکتا ہے؟	۵۳

﴿ ۳ ﴾

۱	ایسا کیوں ہوتا ہے کہ طبیعت میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر یکسوئی ختم ہو جاتی ہے؟	۶۹
۲	انسانوں کے ساتھ تعلقات کس حد تک رکھنے چاہییں۔	۸۵
۳	غیب کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن کچھ ولی اور بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کو پہلے پتہ چل جاتا ہے، تو یہ کیا ہے؟	۹۲
۴	عبادت کی ضرورت کیا ہے؟	۹۶

فہرست

﴿ ۱ ﴾

۱ جب انسان اللہ سے یا اللہ کے بندوں سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے تو کبھی پورا ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا تو پریشانی ہوتی ہے' اس بارے میں کوئی ہدایت فرما دیں؟ ۱۷

۲ یہ جو ہم خواب دیکھتے ہیں ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرما دیں۔ ۲۶

۳ بعض اوقات ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں' اس کا کیا حل ہے؟ ۲۸

۴ کہتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کے بغیر اطمینان نہیں مل سکتا..... ۲۹

﴿ ۲ ﴾

۱ اللہ کے ذکر کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے؟ ۴۱

کہ دعا نہ کیا کریں..... ۱۴۰

۶ ہم اپنے لیے اور معاشرے کے لیے جو نیکی کرتے ہیں وہ اکثر کامیاب نہیں ہوتی ۱۴۲

۷ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک ہنر دے کر بھیجا ہے۔ اس ہنر کو تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ ۱۴۴

۸ کیا دوسرے انسانوں کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے؟ ۱۴۶

۹ وسوسے، لالچ اور برائی سے کیسے بچا جائے؟ ۱۴۶

۱۰ یہ کیا وجہ ہے کہ مغربی لوگوں نے بڑی ترقی کر لی ہے اور ہم بہت پیچھے ہیں؟ ۱۵۲

﴿ ۲ ﴾

۱ جب ہم دعا مانگتے ہیں اور وہ چیز مل جاتی ہے تو پھر بعد میں خوشی کا احساس نہیں رہتا حالانکہ پہلے اس کی بہت طلب ہوتی ہے..... ۱۶۱

۲ تو کیا خواہش نہ کرنا اور دعا نہ مانگنا کفرانِ نعمت نہیں ہے؟ ۱۶۱

۳ جب رات کو ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطیوں کے لیے شرمندہ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو بڑی لذت ملتی ہے۔ اگر ہم غلطی نہیں کریں گے تو پھر یہ لذت کیسے ملے گی؟ ۱۷۰

۴ سفر میں، جو لذت ہے وہ منزل میں تو نہیں ہو سکتی..... ۱۷۲

﴿ ۴ ﴾

۱ بڑی کوشش کے باوجود آج کل اللہ کا اور فقیری کا راستہ نہیں ملتا تو یہ کیسے مل سکتا ہے؟ ۱۰۳

۲ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو شوق مجھے اب ہو رہا ہے وہ پیدائشی ہے یا نیا پیدا ہوا ہے؟ ۱۱۱

۳ دائمی نماز کسے کہتے ہیں؟ ۱۱۷

۴ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ انسان ایک جسم صغیر ہے اور اس میں عالم اکبر پوشیدہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ ۱۲۲

﴿ ۵ ﴾

۱ جب ہم مزارات پر جائیں تو کیا دعا مانگنی چاہیے تاکہ دعا بھی ہو جائے اور شرک بھی نہ ہو۔ ۱۲۹

۲ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ تو پہلے ہی ان سے راضی ہے..... ۱۳۶

۳ میرا عقیدہ ہے کہ نبی پاکؐ حاضر و ناظر ہیں اور وہ ہماری ہر بات سنتے ہیں، نماز میں بھی ان کا تصور آ جاتا ہے۔ کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟ ۱۳۷

۴ کیا جو لوگ تعویذ گنڈا کرتے ہیں وہ صحیح ہے؟ ۱۳۸

۵ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا مقام بھی ہوتا ہے

۱۶ آپ نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں کسی کی موت ہوگی وہ اس حالت میں اٹھایا جائے گا' پھر جو سو سال کی عمر میں مرا ہے کیا وہ اس حالت میں اُٹھے گا؟ ۱۹۳

﴿ ۷ ﴾

۱ موت کا دن تو مقرر ہے پھر اللہ نے یہ کیوں کہا ہے کہ ایک آدمی کا قتل پورے انسانوں کا قتل ہے اور ایک کو زندہ کرنا پوری انسانیت کو زندہ کرنا ہے۔ ۱۹۹

۲ یہ کیسے ہو جاتا ہے کہ بزرگ ہر سوال کا جواب دے دیتے ہیں؟ ۲۰۶

۳ آج کل ہر طرف گمراہی پھیلی ہوئی ہے تو پھر اللہ کو ہم کیسے جان سکتے ہیں اور ایمان کو کیسے قائم رکھیں؟ ۲۰۹

۴ وہ شخص جو دوسرے ماحول میں یا مذہب میں پیدا ہوا ہو تو وہ حساب کے وقت کہہ سکتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے؟ ۲۱۲

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کی معافی دے دی ہے۔ ۲۱۵

۶ زندگی کے مسائل بھی بڑے اہم ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں ہم اپنے دین کا سفر کیسے طے کر سکتے ہیں؟ ۲۱۶

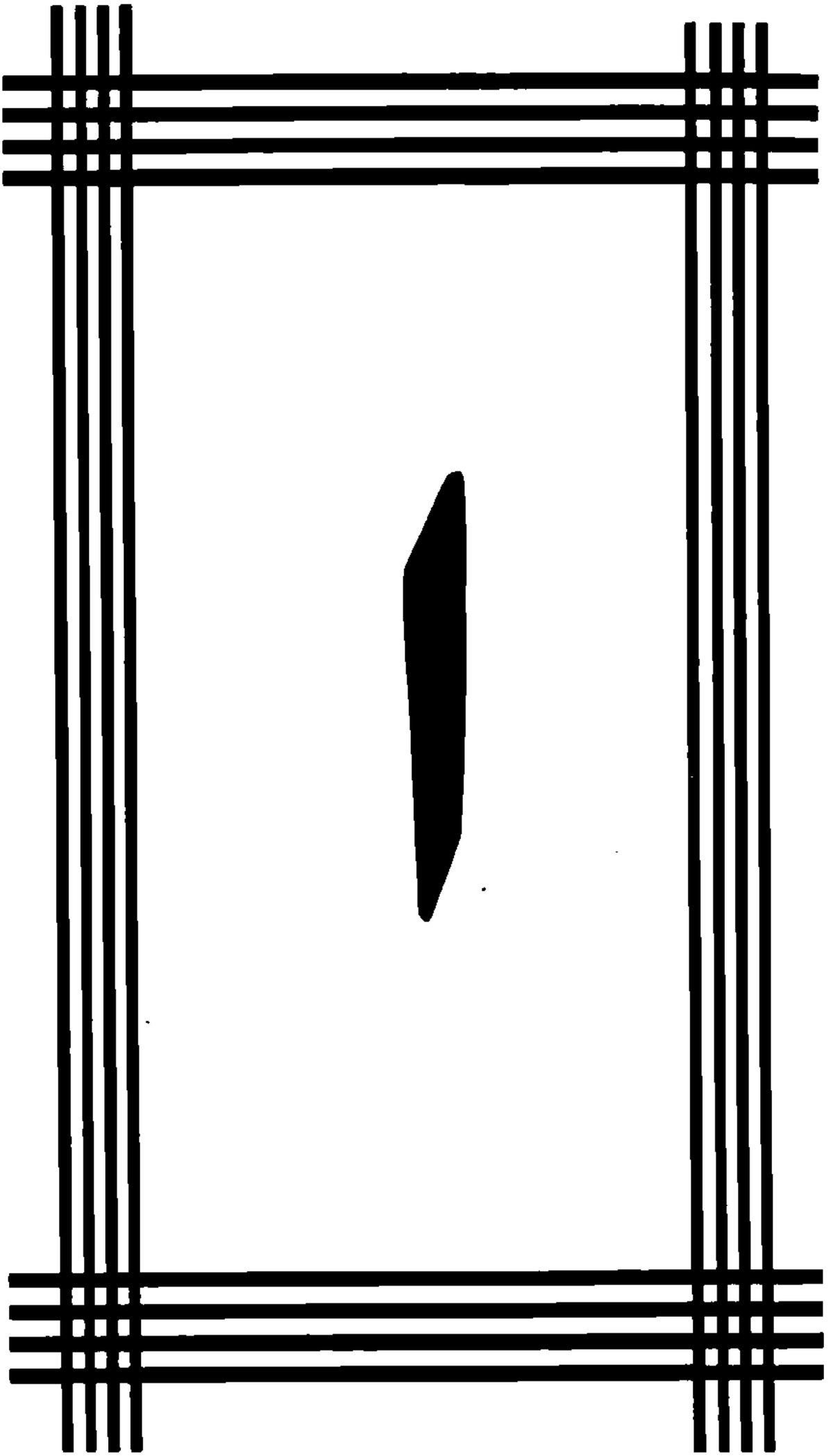

۱ جب انسان اللہ سے یا اللہ کے بندوں سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے تو کبھی پورا ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا تو پریشانی ہوتی ہے' اس بارے میں کوئی ہدایت فرمادیں؟

۲ یہ جو ہم خواب دیکھتے ہیں ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرمادیں۔

۳ بعض اوقات ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں' اس کا کیا حل ہے؟

۴ کہتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کے بغیر اطمینان نہیں مل سکتا.....

سوال :

جب انسان اللہ سے یا اللہ کے بندوں سے کوئی وعدہ کر لیتا ہے تو کبھی پورا ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا تو پریشانی ہوتی ہے' اس بارے میں کوئی ہدایت فرما دیں؟

جواب :

اس کے بارے میں بہت دفعہ وضاحت ہو چکی ہے کہ وعدے کو پورا کرنا چاہیے اور یہ کہ وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تو وعدوں کو پورا کرنا چاہیے۔ جو بھی آپ کو بتائے گا یہی بتائے گا کہ وعدہ پورا کرنا چاہیے' چاہے وہ بندوں سے کیا ہوا وعدہ ہو' اللہ سے کیا گیا ہو یا اپنے آپ سے کیا گیا ہو یا پھر اپنے ملک سے کیا گیا وعدہ ہو۔ تو جہاں بھی کیا ہوا ہو وہ وعدہ پورا کرو اور آپ لوگوں سے وعدہ پورا نہیں ہوتا بلکہ وہ رہ جاتا ہے۔ یہ تو فرمان ہے کہ وعدہ پورا کرو۔ وعدہ ہوتا کیا ہے؟ آج کے دن' کسی آنے والے دن کے بارے میں کچھ کہنا' وعدہ ہے۔ آپ آج کے دن یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ آنے والے دن یعنی کل ایسا ہو گا۔ پھر آنے والا دن آتا ہے تو کوئی اور ہی کہانی لے کر آتا ہے' اور واقعہ ہو جاتا ہے۔

پھر آپ کہتے ہیں کہ ہم نے جب وعدہ کیا تھا تو حالات یہ نہیں تھے' اس وقت مَیں مَیں نہیں تھا اور تُم تُم نہیں تھے' تم بھی ایک سال بڑے ہو گئے اور میں بھی ایک سال Advance ہو گیا اور زمانہ بھی ایک سال آگے نکل گیا۔ اس زمانے میں ایک سال میں جو تبدیلیاں ہوئی ہیں ان کی وجہ سے وہ وعدہ جو ہے وہ وعدہ نہیں رہا۔ تو اصل میں جو وعدہ ہوتا ہے وہ آپ Subject to the condition حالات کے مطابق بیان نہیں کرتے۔ اس وقت آپ اس شرط کے ساتھ یہ نہیں کہتے کہ Present condition' موجودہ حالات اگر استقامت کے ساتھ قائم رہے' آپ کا آج کا ذہن وہی ذہن رہا' آپ کے حالات بھی وہی حالات رہے اور آپ بھی اپنے حالات میں قائم رہے اور گردوپیش بھی اس حالت میں رہا تو پھر عین ممکن ہے کہ کل آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میں کل آؤں گا اور پھر آپ کل نہیں آئے تو یہ تو بُری بات ہے' وعدہ خلافی ہے۔ تو وہ کہتا یہ ہے کہ جب میں نے وعدہ کیا تھا تو وہ مستقبل کے بارے میں میرا ارادہ تھا کہ اگر میرے حالات سازگار رہے اور مجھے بھوک لگی رہی تو تمہارے ہاں کل کھانا کھانے کی جستجو کروں گا۔ آج تم نے کھانا پکا لیا اور آج ہی اُسے بھوک نہیں ہے' اس لیے آج وعدہ پورا ہونے کا امکان نہیں ہے۔ ایک بزرگ کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے کسی مرید کے ساتھ وعدہ کر لیا' Out of natural love' کہ کل ہم آپ کے ہاں کھانا کھائیں گے۔ وہ بیچارہ غریب آدمی تھا اور اس کے گھر میں بڑے کم وسائل تھے' اس نے کچھ اثاثہ بیچا' سامان اکٹھا کیا اور کھانا پکا لیا۔ مگر پیر صاحب بھول گئے' کسی اور کام میں لگ گئے' اُسے اتنی اہمیت نہ دی۔ غریب کے لیے جو کُل کائنات تھی وہ اس نے کھانا پکا دیا۔ دوسرے دن پیر

صاحب کو یاد آیا تو انہوں نے کہا کل یاد نہیں آیا لیکن آج کھانا کھانے آؤں گا۔ ان کا تو پہلے ہی اُجاڑ خانہ ہو گیا تھا' دونوں میاں بیوی نے سوچا اب کیا کیا جائے۔ بیوی نے کہا اب تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا' جو بچا کھچا ہے وہی دے دو۔ پیر صاحب نے نہیں کھایا۔ ان دونوں نے کھانا رکھ دیا اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کو دکھائیں گے کہ پیر صاحب نے کھانا نہیں کھایا۔ پیر صاحب نے بڑا مائنڈ کیا اور افسوس کا اظہار کیا کہ تمہیں تمیز نہیں ہے' خیال نہیں ہے۔ اور پھر وہ واپس گھر چلے گئے۔ اُس سال وہ پیر صاحب حج پر گئے تو وہاں پر ان کو اللہ کی طرف سے وارننگ اور آواز آئی کہ تمہارا حج قبول نہیں ہوگا۔ انہوں نے پوچھا میرا حج کیوں قبول نہیں ہوگا؟ آگے سے جواب ملا کہ پہلے وہ کھانا کھا کے آؤ جو تم نے انکار کیا تھا۔ اور پھر وہ بھاگے دوڑے آئے اور پوچھا کیا اُس کھانے کا کوئی ٹکڑا پڑا ہے۔ وہ انہوں نے کھایا اور پھر حج قبول ہو گیا۔ اگر تمہارا وعدہ پورا نہ کرنا دوسرے کو اذیت دے تو تمہاری عاقبت درست نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر آگے سے کوئی سخی آدمی ہو جو Mind نہ کرے تو یہ اور بات ہے۔ اس لیے کبھی ''حسابی'' آدمی کے ساتھ وعدہ نہ کرنا اور بے حساب آدمی کے ساتھ وعدہ کر لینا۔ اس کے ساتھ وعدہ پورا نہ بھی کیا تو وہ کہے گا کہ کوئی بات نہیں' کہیں مصروف ہو گیا ہوگا۔ اور اس طرح وہ معاف کر دیتا ہے۔ جس کے ساتھ وعدہ کیا جائے تو سب سے پہلے اس کے کردار کو دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ شخص اللہ کے پاس زیادہ شکائتیں لگانے والا ہے تو اس کے ساتھ وعدہ نہ کرنا۔ کہتے یہ ہیں کہ کامیاب انسان تھوڑے وعدوں والا انسان ہے۔ زیادہ وعدوں کے پھیلاؤ سے یہ ہوگا کہ کسی وعدے کا کسی دوسرے وعدے سے Clash ہو جائے گا..... اگر آپ نے اپنے آپ کے ساتھ آرام کا وعدہ کیا ہوا

ہے اور کسی سے یہ وعدہ بھی کیا ہوا ہے کہ تیرے ساتھ سفر کروں گا تو سفر اور آرام میں بڑا فرق ہے۔ لازمی بات ہے کہ پھر وعدوں میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ وعدے اس وقت پورے نہیں ہوتے جب تضاد پیدا ہو جائے' صحت کے اندر بیماری پیدا ہو جائے' موجود واقعات کے اندر کوئی اور حالات پیدا ہو جائیں۔ اس لیے وعدہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ اس کائنات میں صرف ایک وعدہ ایسا ہے جو ہمیشہ پورا ہوگا۔ اس کے لیے خود اس نے فرمادیا انا وعداللہ الحق یعنی ہمارا وعدہ حق ہے۔ اور یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ کان وعدہ مفعولا یعنی اللہ کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ تو اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اور بندے کا وعدہ پورا نہیں ہوتا کیونکہ اس نے Exception بتا دی ہے کہ میرا وعدہ حق ہے اور میرا ہی وعدہ پورا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے وعدے پورے نہیں ہو سکتے کیونکہ تم زمین و آسمان کے حصار میں ہو' وقت کی تیز رفتاری میں ہو' تم حالات کی گرفت میں ہو' تم دوسرے آدمی کی زد میں ہو' تم پریشانی کے عالم میں ہو اور تمہیں پتہ نہیں ہے کہ کل کو کیا حالات پیدا ہو جائیں۔ تو تم ایک کام تو کر سکتے ہو کہ تم اپنے وعدوں میں کمی کر دو' زیادہ وعدے نہ کیا کرو' خاص طور پر کہیں آنے جانے اور کسی کو کہیں لے جانے کا وعدہ نہ کیا کرو۔ پھر استاد اور شاگرد کا وعدہ آتا ہے۔ استاد کا وعدہ ہے کہ میں تمہیں پاس کرادوں گا۔ جب شاگرد پاس نہ ہوا تو وہ استاد کے پاس چلا گیا کہ آپ نے پاس کروانے کا وعدہ کیا تھا مگر میں تو پاس نہیں ہوا۔ استاد نے کہا میں نے تو شاگرد کی حیثیت سے یہ کہا تھا مگر تم تو گستاخ ہو..... جب ہم دوسروں کو وعدہ یاد دلاتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ اس میں ہمارے لیے کیا پابندی تھی۔ جب دو دوست وعدہ کرتے ہیں تو اس میں شرط ہے کہ اگر دوستی قائم رہی تو ہم ایسا کام کریں گے

اور جب دوستی ہی نہ رہی تو وعدہ کیسے رہ گیا۔ جب آپ ان باتوں کا تجزیہ نہیں کرتے تو پریشان ہوجاتے ہیں۔ تو ایمانداری کے ساتھ وعدہ کیا جائے اور حالات کی استقامت کے ساتھ پورا کیا جائے اور دوسرا شخص اچھی طرح وعدے کا انتظار کرے' اگر وہ شخص وعدہ پورا نہ کرسکے تو پھر دل سے معاف کردے۔ ورنہ تو وعدے سے بلا سبب ایک اور بندش پیدا ہو جائے گی۔ پہلے ہی سے اُسے حالات کی گرفت ہے' دن رات کی گرفت ہے' بیماری کی گرفت ہے' بچوں کے پرابلم ہیں' دوسروں کے پرابلم ہیں بلکہ بے شمار پرابلم ہیں اور درمیان میں آپ ایک اور آرے میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں یعنی وعدہ کر لیتے ہیں کہ ایسا کریں گے' بچوں کی شادیاں کریں گے ..... بچوں کی شادیاں ان کی مرضی سے ہوتی ہیں یا ماں باپ کی مرضی سے؟ آپ بچوں کو سمجھتے ہیں کہ بچے ہماری پراپرٹی ہیں لیکن وہ اپنا کردار لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے پھر آپ کا دوسروں کے بارے میں جو وعدہ ہے کہ ایسا واقعہ وہاں سے ہو جائے گا تو ہوسکتا ہے کہ پورا ہو یا نہ ہو۔ اس لیے جو لوگ اللہ کے قریب ہوں صرف ان کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔ یہ فیض ہوتا ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں ان کا وعدہ پورا ہوتا ہے' اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔ تاریخ کا' سیرت پاک کا پورا ریکارڈ ہے کہ ایک آدمی نے آپؐ سے کہا کہ یہاں ٹھہریں اور میں ابھی آتا ہوں۔ اُس کے بعد وہ آدمی بھول گیا' دو دن گزر گئے۔ کوئی ایک دن لکھتا ہے' کوئی دو دن اور کوئی تین دن' آپؐ وہیں کھڑے رہے۔ جب وہ آدمی آیا تو آپؐ نے غصہ نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی ہے' تم خیال کرتے تو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ تو صرف اللہ کا وعدہ پکا ہے' اس کے محبوب ﷺ کا وعدہ پکا اور ان

کے محبوبوں کے وعدے بھی پکے۔ بعض اوقات آپ لوگوں کو سمجھ نہیں آتی کہ انہوں نے کیا وعدہ کیا ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں تمہارے لیے بہتری ہو جائے گی۔ بعد میں وہ شخص کہتا ہے کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ تیرے ساتھ بہتری ہو جائے گی مگر میرے لیے تو یہ عذاب آ گیا ہے۔ تو وہ سٹپٹا جاتا ہے اور گھبرا جاتا ہے کہ بیماری آ گئی' مصیبت آ گئی' پیسے کم ہو گئے' حالات بڑے خراب ہو گئے۔ اس طرح گلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اصل میں یہ تھا کہ جو پیسہ تمہیں ظالم بنا رہا تھا وہ کم ہو گیا' اس طرح تو تم رحم دل ہو جاؤ گے' اللہ کی طرف سرنگوں ہو جاؤ گے۔ اس لیے ان بزرگوں کی اپنی کاروائی ہوتی ہے کہ وہ کس کس طرح وعدہ پورا کرتے ہیں' ان کا اپنا Form' طریقہ ہوتا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ یوں بات پوری ہو گی مگر وہ اصل میں اور طرح سے پوری ہو گئی..... بعض اوقات کامیابی منزل پر لے جاتی ہے اور بعض اوقات ناکامی منزل پہ لے جاتی ہے۔ ناکامی منزل پہ کیسے لے جاتی ہے؟ ناکامی جب دُکھ اور افسوس بنتا ہے تو اس افسوس کا تعلق اللہ سے ہو جاتا ہے۔ عام طور پر اللہ سے متعلق ہونے کے لیے خوشی بھی ایک راستہ ہے لیکن غم تو اس کا پکا راستہ ہے۔ غم اس وقت پیدا ہو گا جب خوشیاں ختم ہوں گی۔ تو غمگین انسان اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ پہلی کوشش یہ کیا کرو کہ وعدہ پورا کرو۔ دوسری کوشش یہ کیا کرو کہ جو وعدہ پورا نہ کر سکے اس شخص کو معاف کر دیا کرو۔ تو یہ دو کام کیا کرو' کہ اگر آپ نے وعدہ کیا ہے تو اُسے پورا کرو اور اگر دوسرے نے کیا ہے تو اُسے معاف کر دو کہ شاید اس کے حالات میں گنجائش نہیں تھی۔ اس طرح آپ کو سخاوت کا درجہ مل جائے گا اور احسان کا درجہ مل جائے گا۔ اور اپنا وعدہ پورا کرنے میں آپ کو صداقت کا درجہ مل جائے گا۔ یہ دونوں درجے اچھے ہیں۔

وعدہ پورا کردو تو صداقت ہے اور معاف کردو تو یہ سخاوت ہے۔ تو وعدہ پورا کرنے میں دھیان کرلیا کرو کیونکہ وعدہ ایک قسم کے برابر ہے۔ اگر وعدہ پورا نہ کرسکو تو وقت سے پہلے اسے اطلاع کردو کہ میں نے وعدہ کیا تھا کہ شام کو آؤں گا مگر اب نہیں آسکتا اور تمہیں اطلاع دیتا ہوں تا کہ تم پابند نہ رہو۔ اگر آپ اطلاع بھی نہ دیں' نظرانداز بھی کردیں' آپ کو وعدہ بھی یاد نہ ہو' پھر بھی وعدے کرتے جاؤ تو یہ تو بے وفاؤں والی بات ہے' جھوٹ والی بات ہے۔ وعدوں کی کثرت جھوٹے آدمی کا کام ہے۔ یہ تو بادشاہوں کا کام ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم یہ کردیں گے' وہ کر دیں گے' تمہاری زندگی میں انقلاب پیدا کردیں گے' تمہیں بھی بادشاہ بنادیں گے۔ بادشاہ جب یہ کہتا ہے کہ تمہیں بھی بادشاہ بنادیں گے تو وہ کبھی دوسرا بادشاہ نہیں بنائے گا بلکہ رعایا بنائے گا۔ رعایا یہ سمجھتی رہتی ہے کہ وہ ہمیں بادشاہ بنائے گا' ہمیں کپڑا روٹی اور مکان کے ساتھ بہت کچھ مل جائے گا اور ہماری زندگی میں انقلاب آجائے گا مگر آپ دیکھیں کہ امیر ہمیشہ ہی امیر رہا اور غریب' غریب ہی رہا اور محنت کرنے والا محنت کرتا رہا۔ ہر چیز ویسے کی ویسے ہے' فرعون ہیں تو اُن کے لیے موسیٰ علیہ السلام جیسے بھی ہیں۔ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں غریبی بھی ہے۔ دوائیاں' میڈیسن ترقی کررہی ہے اور بیماریاں بھی اپنی جگہ پر ترقی کررہی ہیں۔ ہر چیز' ہر اذیت آج تک موجود ہے' آج کل ۱۹۸۷ء کا سال گزر رہا ہے اور اس سے پہلے کتنے قرن ہا قرن گزر گئے' کروڑہا سال گزر گئے' دنیا Advance ہوگئی' تہذیب بڑھ گئی مگر آج بھی دنیا میں اَن پڑھ آدمی ہیں۔ آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آدھے سے زیادہ لوگ اَن پڑھ ہیں۔ آج بھی لوگ انگوٹھا لگاتے ہیں۔ دنیا بڑی ترقی کرتی جارہی ہے اور آج ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے ہوائی

جہاز کا سفر نہیں کیا بحری جہاز کا سفر نہیں کیا' بے شمار لوگوں نے سمندر کا سفر نہیں کیا۔ زندگی کا یہ عالم ہے۔ ایسے لوگ بھی آج کل ہیں جنہوں نے ٹرین نہیں دیکھی۔ آج کل اس ترقی یافتہ دور میں لوگ بسوں کے سفر کے لیے جاتے ہیں لیکن بسوں کا ٹکٹ نہیں ملتا۔ کون سی پسماندگی ہے جو آج نہیں ہے۔ تو ہر چیز ہر لمحہ موجود پائی جائے گی۔ آج بھی ظالم موجود ہوگا اور اس ترقی یافتہ دور میں آج بھی مظلوم ہوگا' آج بھی اَن پڑھ موجود ہوں گے' پڑھے لکھے بھی ہوں گے' دانا بھی ہوں گے اور نادان بھی ہوں گے۔ یہ سقراط کے زمانے کی بات نہیں ہے کہ وہ دانا تھا اور باقی نادان تھے۔ نادان آج بھی نادان ہیں۔ اس دنیا میں نہ اضافہ ہوتا ہے اور نہ کمی ہوتی ہے' مجموعی طور پر علم اُتنا ہی رہتا ہے جتنا نازل فرمایا گیا ہو۔ تو اُتنا ہی علم نازل ہوتا ہے اور اُتنی ہی جہالت نازل ہوتی ہے۔ جتنی راتیں نازل فرمائی گئیں اتنے دن نازل فرمائے گئے۔ تو راتیں اور دن برابر ہیں' ظلمات اور نُور میں توازن چلا آ رہا ہے۔ آپ جتنا زور لگالیں لیکن آپ شہر میں سے غریب لوگ ختم نہیں کر سکتے۔ ایسے لوگ کون سے شہر میں نہیں ہیں۔ یہ ہر جگہ ہیں۔ آپ بظاہر چھپا دیتے ہیں لیکن پھر دیوار کے پیچھے وہی کہانی رہتی ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ یہ کائنات ایسی ہے..... ان سارے واقعات کے اندر آپ کی تبدیلی کی خواہش جو ہے وہ وعدہ بنتی ہے کہ ہم ترقی کر لیں گے اور تمہیں بھی ترقی تک پہنچا دیں گے۔ لیکن آپ اُسے ترقی پر نہیں پہنچا سکتے اور وہ لوگ ویسے کے ویسے رہتے ہیں۔ اگر وعدہ پورا نہ ہو سکے تو جس سے وعدہ کیا تھا اس سے معافی ضرور مانگ لینا ورنہ آپ قیامت کے دن جواب دہ ہوں گے..... تو فیصلہ کیا ہوا؟ وعدہ پورا کرو' یا معذرت کر لو ورنہ جواب دہ ہو جاؤ گے' یا پھر توبہ کر لو' وعدہ پورا نہ ہو سکے تو

تین روزے رکھو' خیرات کرو' غریبوں کو کھلاؤ ..... یہ سب اس لیے ہے تا کہ آپ کے وعدوں میں سچ پیدا ہو جائے ..... کہتے یہ ہیں کہ اگر کوئی سچا وعدہ کرنے والا ہو اور وہ کبھی جھوٹا وعدہ کر لے تو حالات ایسے ہو جائیں گے کہ اس کا وہ وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔ مثلاً اگر وہ کہتا ہے کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ بارش ہو جائے گی تو پھر خود بخود ہی بارش ہو جائے گی۔ اس کے جھوٹے وعدے کو بھی اللہ تعالیٰ پورا کر دیتا ہے کیونکہ اس کی زبان میں تاثیر آ جاتی ہے۔ بابا فرید گنج شکرؒ کا واقعہ ہے کہ جب آپ چھوٹے بچے تھے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو نماز کا عادی بنانے کے لیے ایک طریقہ اختیار کیا اور کہا کہ جو بچہ نماز پڑھتا ہے اس کو مصلّے کے نیچے سے شکر ملتی ہے۔ آپ ہر نماز سے پہلے مصلّے کے نیچے شکر رکھ دیا کرتی تھیں۔ جب بابا صاحبؒ نماز پڑھ لیتے تو مصلّے کے نیچے سے شکر مل جاتی اور آپ خوش ہو جاتے۔ وہ یہ اس لیے کرتی تھیں تا کہ نماز کی عادت پڑ جائے۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ آپ کی والدہ ماجدہ شکر رکھنا بھول گئیں۔ بچہ مصلّے پر چلا گیا تو ماں کو یاد آیا' انہوں نے سوچا کہ آج اگر شکر نہ ملی تو پھر بچہ نماز چھوڑ دے گا۔ ماں نے پھر دعا کی کہ یا اللہ تو سچ کر' ہم سے تو غلطی ہو گئی' تو اب مہربانی فرما۔ بابا صاحبؒ نے مصلّٰی اٹھایا تو نیچے شکر پڑی ہوئی تھی ..... اس دن کے بعد آپ کا نام گنج شکر ہو گیا۔ ''گنج شکر'' کا ایک جواز یہ بھی ہے۔ گنج شکر کا مطلب ہے مٹھاس کا خزانہ' زبان کی مٹھاس اور گفتگو کا خزانہ۔ ایک اور واقعہ یہ ہے کہ شکر سے لدا ہوا ایک قافلہ جا رہا تھا۔ بابا صاحبؒ جنگل میں اپنی کیفیت میں جا رہے تھے۔ انہوں نے قافلے کے سالار سے پوچھا کہ کیا لے کے جا رہے ہو۔ اس نے کہا نمک۔ اس میں تھی تو شکر۔ آپؒ نے فرمایا پھر نمک ہی ہو گا۔ آگے جا

کے اس نے دیکھا تو سب اونٹوں پر نمک ہی تھا۔ نمک سستا ہوتا تھا اور شکر مہنگی تھی۔ وہ دوبارہ بابا صاحبؒ کے پاس سے گزرا تو آپؒ نے پوچھا کیا لدا ہوا ہے۔ اُس نے کہا شکر ہے۔ آپؒ نے کہا شکر ہی ہوگی۔ تو وہ شکر بن گیا ..... اس لیے اگر کوئی سچا وعدہ کرے' سچا وعدہ کرنے کی اُسے مسلسل عادت ہو تو کبھی اچانک کوئی اور وعدہ ہو جائے تو اس میں سچائی کا ایسا پہلو پیدا ہو جاتا ہے کہ خود بخود حالات بدل جاتے ہیں اور وعدہ پورا ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نے اپنی غریبی کی حالت میں کسی سے وعدہ کیا کہ میں تمہاری Financial مالی مدد کروں گا' وعدہ دل سے کیا گرچہ آپ غریب تھے' اب آپ کا وعدہ اس طرح پورا ہوگا کہ اللہ آپ کے حالات کو بدل دے گا۔ تو یہ نیت کی بات ہوتی ہے اور استقامت کی بات ہوتی ہے۔ وعدوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا کہ تم نے وعدہ کیوں کیا تھا۔ اس لیے اچھا آدمی وہی ہے جو کم سے کم وعدے والا ہو۔ تو آپ کم سے کم وعدے کیا کریں۔

سوال:

یہ جو ہم خواب دیکھتے ہیں ان کے بارے میں ذرا وضاحت فرما دیں۔

جواب:

جو چھوڑی ہوئی منزل ہوتی ہے' جو بھولا ہوا سفر ہے' جو گذرا ہوا زمانہ ہے' وہ جب گزر جاتا ہے تو کہیں نہ کہیں محفوظ رہتا ہے۔ خواب میں اُسے دہرا لیا جاتا ہے۔ تو بھولی ہوئی منزل کبھی نہ کبھی آپ کے سامنے پھر سے گزر جاتی ہے' گزرا ہوا زمانہ خواب میں پھر سے گزر جاتا ہے۔ کبھی آپ خواب میں خود کو بچہ دیکھتے ہیں حالانکہ آپ کا بچپن ختم ہو گیا۔ پھر کبھی اپنے والد کو دیکھا حالانکہ وہ اب

نہیں ہیں۔تو خواب میں گذرا ہوا زمانہ پھر سے گذر سکتا ہے۔وہ خیال جو الجھن ہو اور سمجھ نہ آئے اُسے بعض اوقات اللہ اپنے فضل سے سمجھا دیتا ہے' آپ کی روح کے ذریعے یہ سمجھ آتا ہے اور آپ اچانک خواب میں دیکھتے ہیں کہ یہ واقعہ یوں ہے۔پھر آپ کو اس کا نتیجہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔تو خواب میں حالات کی جو پریشانی ہے وہ حل ہو سکتی ہے۔بعض اوقات خواب میں آنے والے زمانے کے حالات ہوتے ہیں' مثلاً یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند انہیں سجدہ کر رہے ہیں۔تو پھر خواب کی تعبیر بھی آ جاتی ہے۔تو خواب جو ہے وہ مستقبل کے بارے میں ہو سکتا ہے' ماضی کے بارے میں ہو سکتا ہے اور حال کے بارے میں ہو سکتا ہے۔بعض اوقات آپ کے دل کے آئینے پر خواب کے ذریعے کہیں اور سے عکس آ جاتا ہے۔کچھ خواب یاد رہتے ہیں اور کچھ نہیں۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خواب اگر تعبیر کا انتظار کرے تو خواب کو یاد رکھنے کا کیا فائدہ۔مثلاً کسی نے خواب دیکھا کہ وہ بادشاہ بننے والا ہے۔اب جو خواب میں بادشاہ بنا اور وہ واقعی بادشاہ بن جائے گا تو وہ اب کیا کرے گا؟ اب تعبیر کا انتظار کرے گا۔وہ خواب جو اپنی تعبیر کا انتظار کرائے اس کا ذکر کیا کرنا۔تو آپ تعبیر کو دیکھیں' خواب نہ دیکھیں ..... بہرحال خواب آپ کی صداقتوں کا اعلان ہو سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ خواب کے ذریعے انسان پر بہت سارا عالم آشکار کرتا ہے۔خواب کے بعد نسیان کا ہو جانا ایسے ہے جیسے خواب نہ دیکھا ہو۔تو وہ خواب یاد رکھنے کے لیے نہیں تھا۔تو دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ایک تو یہ کہ آپ نے خواب دیکھا اور یاد نہ رہا' اور دوسری بات یہ ہے کہ خواب یاد تھا مگر اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔آپ دیکھ لیا کریں کہ کہاں خواب سنانا ہے اور کس کو نہیں

اقم الصلوٰۃ لذکری یعنی میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔ تو ذکر جو ہے یہ اطمینان کا باعث ہے۔ اس کی پوری ایک تشکیل بھی ہے کہ ذکر جو ہے وہ وجود کے لطائف میں سے ہوتا ہے' پھر مقامِ روح ہے' مقامِ سِرّ ہے' اخفیٰ ہے' خفی ہے' یعنی یہ اندر کے لطیف مقامات ہیں' کہ ذکر کہاں کہاں نازل ہوتا ہے' جب آپ اللہ کے اسم کا تصور کرتے ہیں تو پھر جب ایک تصور آ جائے تو باقی سب غائب ہو جاتے ہیں۔ رانجھے اور ہیر کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا۔ کیا کبھی رانجھے نے کسی سے کہا ہے کہ مجھے کسی ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے ذریعے نوکری دی جائے۔ نوکری اس کا سوال ہی نہیں ہے۔ رانجھا جب بال ناتھ کے ٹیلے پر گیا تو اس جوگی نے کہا کہ تو بڑا اچھا آدمی ہے' تجھے آج ہم سادھو بناتے ہیں' فقیر بناتے ہیں۔ تو رانجھے نے کہا مجھے فقیر نہ بناؤ کیونکہ میں تو ہیر کا فقیر ہوں ..... یکسوئی کا سفر اطمینان کا باعث ہوتا ہے چاہے انسان تکلیف سے ہی گذر جائے۔ یکسوئی ہوتی ہی اس لیے ہے کہ انسان کے خیال سے کثرت نکل جائے۔ جب آپ اللہ کے ذکر کا نام لیتے ہیں تو اس ذکر کی پہلی بات اور پہلی کیفیت یہ ہے کہ ما فی قلبی غیر اللہ یعنی نہیں ہے میرے دل میں اس وقت اللہ کے علاوہ بھی کوئی شئے' اور نہیں رہے گی میرے دل میں اللہ کے علاوہ کوئی شے۔ اللہ آئے' تو اللہ' اللہ جائے' تب اللہ' اللہ دے تب ہم راضی اور اللہ نہ دے تب ہم راضی۔ اب غیر اطمینان کیا ہوا؟ غیر اطمینان جو ہے وہ خواہش کا نام ہے۔ خواہش کو آپ اللہ کی راہ میں قربان کریں جیسے بکرے کو ذبح کرتے ہیں تو پھر اطمینان ہی اطمینان ہے۔ اگر آپ یہ مان لیں کہ دنیا کو چھوڑ دینا ہے' یہاں سے نکل جانا ہے تو پھر اطمینان ہی اطمینان ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم

کریں۔ درود شریف پڑھ کے سوئیں تو ڈراؤنے خواب نہیں آئیں گے۔ ڈراؤنا خواب ایک وارننگ ہے کہ آپ کی زندگی میں کوئی پیچیدگی ہے۔ یہ پیچیدگی خوراک کی شکل میں ہوسکتی ہے' رزق کی شکل میں ہوسکتی ہے اور آپ کے ساتھیوں کے کردار کی شکل میں ہوسکتی ہے۔ تو یہ تین چیزیں ہیں جو ڈراؤنے خواب کی وجوہات ہیں۔ یعنی آپ کے رزق کا معاملہ صحیح نہیں ہے' جو خوراک آپ نے کھائی وہ صحیح نہیں ہے اور آپ کے اردگرد آپ کے ساتھیوں میں پاکیزگی نہیں ہے۔ ان باتوں کا خیال رکھیں تو ڈراؤنے خواب نہیں آئیں گے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ اللہ کے ذکر کے بغیر اطمینان نہیں مل سکتا.....

جواب:

یہ بات حق ہے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر اطمینان نہیں آسکتا۔ آپ یہ غور کریں کہ اللہ کا ذکر ہے کیا؟ زندگی کی بے اطمینانیوں سے ہٹ کے اللہ کا سفر کرنا ہی ذکر ہے۔ زندگی میں دو چیزیں پریشان کرتی ہیں' نفع اور نقصان' سود و زیاں۔ اگر آپ نفع اور نقصان سے علیحدہ ہو جائیں تو اللہ سے تعلق شروع ہو جاتا ہے۔ جو شخص اللہ کے تعلق کے ساتھ راضی ہو گیا اس میں اطمینان پیدا ہو گیا۔ تعلق سے اگر کوئی غریب رہے تو بھی تعلق قائم رہنا چاہیے اور امیر بن جائے تو بھی تعلق ہو۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی آرزوؤں کا سلسلہ بیان نہ کریں' ضروریات کا سلسلہ بیان نہ کریں' اپنی تکالیف کی باتیں نہ کریں' راحت کے تقاضے نہ کریں تو پھر آپ کے ذکر کا رزق شروع ہو جائے گا۔ ذکر کا ایک درجہ ہے فکر کرنا' غور کرنا اور آنے والے زمانوں پر نگاہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

بتانا۔ ہزاروں خواب ہوتے ہیں جو انسان بیان نہیں کر سکتا حالانکہ وہ اچھے خواب ہوتے ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ میں خواب بھول گیا تو یہ اور بات ہے۔ اگر یاد ہے تو ٹھیک ہے' تعبیر معلوم ہے تو اس پہ عمل کرو اور اگر تعبیر معلوم نہیں ہے تو تعبیر کا انتظار کرو۔ خواب کی زندگی اور چیز ہے' زندگی کا خواب اور ہے۔ ان میں فرق ہے۔ اگر خواب میں آپ کو کسی سوال کا جواب نہیں مل سکا تو پھر اگلے خواب میں وہ جواب آ سکتا ہے۔ تو خواب کا جواب بیداری میں نہیں ملے گا۔ خواب کی بات کو خواب تک رکھو' اس کا مقام اور ہے اور زندگی کا مقام اور ہے۔ اگر آپ نے خواب میں اپنے آپ کو مرا ہوا دیکھا تو آپ کو مبارک ہو۔ اب اس کا خوف نہ کرنا' کانپنے نہ لگ جانا۔

سوال:

بعض اوقات ڈراؤنے خواب نظر آتے ہیں' اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

ڈراؤنے خواب کے ذریعے انسان کا بہت سارا کچھ اس پر آشکار ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان خود کو عابد سمجھتا ہے لیکن اصل میں وہ ہوتا نہیں ہے۔ پھر اُسے ڈراؤنے خواب سے بات سمجھ آتی ہے۔ بعض اوقات رزق میں ملاوٹ پیدا ہو جاتی ہے تو ڈراؤنے خواب نظر آنے لگ جاتے ہیں۔ اچھا خواب بڑی عطا ہے' یہ رزق کی قسم ہے۔ بعض اوقات معدہ زیادہ Stuff ہو جائے' بھر دیا جائے تو ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔ بعض اوقات یہ آنے والے وقت کے بارے میں اطلاع ہوتی ہے۔ جب خواب ڈراؤنے ہونے لگ جائیں تو آپ باوضو ہو کے سو جایا کریں۔ نیند کو عبادت بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ باوضو سو جایا

دنیا کے اندر رہنے کی تمنا چھوڑ دو تو پھر تم اللہ کی طرف چلے جاؤ گے۔ اور یہ ذکر ہی ذکر ہے۔ یہاں کی ہر چیز آپ کو پریشان کرے گی' حاصل بھی پریشان کرے گا اور محرومی بھی پریشان کرے گی۔ تو زندگی ہے ہی ایسے کہ حاصل نے بھی بڑا پریشان کیا اور محرومی نے بھی بڑا پریشان کیا۔ ہر حال میں زندگی پریشان رہی ہے' یہ تخت پر بیٹھ کر سسکیاں بھرتی رہی ہے۔ زندگی تخت پر بھی پریشان رہی ہے اور زندگی جیل میں بھی پریشان رہی ہے۔ جب آپ غریب تھے تو بھی پریشان تھے اور اب چار پیسے آ گئے ہیں تو بھی پریشان ہیں۔ آپ کبھی راضی نہیں ہوئے۔ وہ شخص جو مسلسل مستقبل کے انتظار میں ہوتا ہے وہ کبھی راضی نہیں ہوگا۔ اور اللہ کا ذکر صرف حال ہے That's all! نہ اس کا کوئی ماضی ہے اور نہ اس کا کوئی مستقبل ہے۔ اگر کسی کو بادشاہ کا قرب مل گیا اور اُس نے بادشاہ سے یہ سوال کر دیا کہ میرے حالات درست کرو تو وہ کمزور آدمی ہے۔ جب شہنشاہ کا قرب مل گیا تو یہ کافی بات تھی۔ اگر آپ اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو غیر از یادِ الٰہی کوئی چیز نہیں ہونی چاہیے۔ پھر یہ آپ کے اطمینان کا باعث ہوگا۔ جو اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں ان کی کوئی جائیداد ہوتی نہیں۔ اگر آپ ذکر کرنے والے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے یہ اعلان کرو کہ یا اللہ ہم اپنی جائیداد سے دست بردار ہوتے ہیں' یا اللہ ہم اپنی اولادوں سے دست بردار ہوتے ہیں' اپنے وجود سے دست بردار ہوتے ہیں' اپنے ہونے سے دست بردار ہوتے ہیں' اپنے نہ ہونے سے دست بردار ہوتے ہیں اور ہمارا ہونا اور نہ ہونا سب اللہ کے حوالے ہے۔ تو آپ زمان و مکان سے آزاد ہو جائیں گے اور لامکاں میں پہنچ جائیں گے' لاضرورت میں پہنچ جائیں گے۔ اس کے علاوہ اور اطمینان کیا ہوتا ہے۔ یہی ذکر ہے۔ تو ذکر واحد چیز ہے جو

آپ کو آپ کے نفس کے شر سے بچاتی ہے۔ تو ذکر آپ کے اطمینان کا باعث ہے۔ اطمینان کب ہوتا ہے؟ جب دو چیزیں نکل جائیں' تقاضہ نکل جائے اور گلہ نکل جائے۔ اب آپ اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ قریب سے مل جائے تو کیا کوئی تقاضہ کرو گے اور کیا کوئی گلہ کرو گے؟ اگر گلہ نکل جائے' تقاضہ نکل جائے' اپنے حالات کی بہبود کی خواہش نکل جائے اور جو وہ کر رہا ہے اس پر راضی رہا جائے تو راضی رہنے کا نام اطمینان ہے اور یہی ذکر کی ابتدا ہے۔ ذکر کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ **مافی قلبی غیر اللہ** کہ میرے دل میں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ذکر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ اس کے خیال میں محو ہو جاؤ اور اس کے خیال میں ایسے محو ہو جاؤ کہ اس کے علاوہ اور کوئی چیز یاد نہ رہے ؎

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

میں اس کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ یہ پتہ ہی نہیں چلا کہ میں کہاں سے کہاں چلا گیا' تو اس کا خیال بے چین رکھے گا لیکن یہ اطمینان ہوگا۔ بے چین اس طرح رکھے گا کہ آپ اس کے خیال میں جاگ رہے ہوں گے' پھر آپ بول رہے ہوں گے' ہنس رہے ہوں گے' پھر کہتے ہیں کہ **عینان تجریان** یہ جنت کی کیفیت ہے کہ جاری رہنے والے چشمے' عین۔ ''عین'' چشمے کو بھی کہتے ہیں اور آنکھ کو بھی کہتے ہیں۔ جاری رہنے والی آنکھیں جو ہیں یہ اللہ کا ذکر ہیں۔ تو اللہ کا ذکر اطمینان کا باعث ہوتا ہے۔ آپ کو آپ کی خواہشات سے آزاد کرنے والا ذکر' اللہ کا ذکر ہے' اللہ والوں کا ذکر ہے۔ آپ کثرت سے ذکر کیا کرو۔ یہ ضروری ہے۔ آج کی دنیا کی پریشانیوں کا یہ علاج ہے۔ آج کے انسان کی پریشانی ہے پیسے کا تقاضا'

شہرت کی تمنا اور کسی بھی طریقے سے قوت کا حصول۔ آپ یہ تین چیزیں چھوڑ دو۔ تو آپ پیسہ' شہرت اور قوت کی تمنا چھوڑ دو۔ قوت جو ہے وہ فزیکل بھی' Mental بھی' سوشل بھی اور دوسرے کئی لحاظ سے۔ تو پاور کی تمنا چھوڑ دو' پیسے کی تمنا چھوڑ دو اور شہرت کا تقاضا چھوڑ دو۔ اگر یہ تین چیزیں چھوڑ دو تو پھر اللہ کی طرف آپ کا سبب بن جائے گا اور وہاں آپ کا رزق شروع ہو جائے گا۔ تو یہ ذکر ہے۔ ذکر جو ہے یہ مذکور کی اجازت سے ہونا چاہیے' مذکور کے مزاج کے مطابق ہونا چاہیے' یہ کیونکہ اللہ کا ذکر ہے تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ اسے اللہ کی اجازت کے بغیر شروع کر دیں۔ تو یہ اللہ کے مزاج کے مطابق ہونا چاہیے۔ اللہ نے اپنا مزاج آپ تک Convey کر دیا ہے' اللہ کی پسند کے بندے Convey ہو گئے ہیں۔ آپ کے لیے اللہ نے بات آسان کر دی ہے' اس نے کہا ہے کہ مجھے میرے پیغمبر پسند ہیں۔ تو آپ پیغمبروں کی زندگی میں سے کوئی راستہ چن لیں' دربدر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ' جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ' ایوب علیہ السلام کے ساتھ مبارک ہو' یونس علیہ السلام کے ساتھ مبارک ہو..... اور آپ تو حضور اکرم ﷺ کے ماننے والے ہیں تو آپؐ کی زندگی کا کوئی مبارک واقعہ دیکھ لو' کہ آپؐ اپنے ہاتھ سے لباس میں پیوند لگا رہے ہیں اور اس شام کو آپؐ نے اللہ کے ہاں جانا ہے۔ یہ ملاقات کوئی چھوٹی نہیں بلکہ اللہ سے ملاقات ہے' اس کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ تیاری کیا ہو رہی ہے؟ پیوند لگایا جا رہا ہے ..... اور آپ لوگوں نے کسی آدمی سے ملنا ہوتا ہے تو آپ پرانا لباس بھی نہیں پہنتے۔ اور پھر کہتے ہو کہ حضور پاک ﷺ سے فیض ملنا چاہیے۔ آپ روز بیان کرتے رہتے ہو کہ آپؐ کی اتنی خوراک تھی اور آپؐ اس طرح رہتے تھے۔ یہ سب آپ کو پتہ ہے۔ تو اللہ کی پسند

کی یہ زندگی آپ کاپی کرو۔ اللہ کی پسند کے بندے تو صرف یہی ہیں۔ اب اگر آپ نے اللہ کی طرف جانا ہے تو اس کی پسند کے کسی بندے کے ساتھ ہو جاؤ یعنی انعمت علیھم والے کسی بندے کے ساتھ ..... اللہ نے یہ بتایا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں کہ میں اور میرے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ گویا کہ ذکر کی ابتداء اس عمل کے ساتھ کرو جو اللہ کا اپنا عمل ہے ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ کب سے بھیجتے ہیں؟ جب سے اللہ ہے۔ اللہ ہمیشہ سے درود بھیج رہا ہے۔ اور اللہ کب تک درود بھیجتا رہے گا؟ جب تک اللہ ہے' اور وہ ہمیشہ ہے۔ تو وہ ذات ؐ جس پر اللہ درود بھیج رہا ہے وہ بھی ہمیشہ رہے گی۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اب آپ کے لیے ذکر کرنا آسان ہو گیا کہ اللہ کے ساتھ ذکر کرنے کے لیے' اطمینان لینے کے لیے اللہ کے مذکور کا ذکر کرو۔ تو اللہ کا ذکر اللہ کے مزاج کے مطابق کرو اور اللہ کی پسند کے مطابق کرو۔ یہ نہ ہو کہ صرف ''اللہ ہُو'' کرتے جاؤ کیونکہ یہ تو طوطا بھی کر سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ ہُو کرتے جاؤ اور جیب میں پرچی رکھی ہوئی ہو کہ یہ یہ باتیں منظور کرانی ہیں' خواہشات پوری کرانی ہیں۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہی چلا جا رہا ہے اور کہتا ہے کہ مانگنا تو حکم ہے۔ ذکر والے کے لیے مانگنے کا حکم نہیں ہے' عام آدمی کے لیے حکم ہے کہ وہ مانگے' سائل بنے' ٹنڈا کھڑکائے' Knock and it will be opened پھر وہ کہے گا کہ سائل آ گیا ہے اسے کچھ دو۔ اور جب طالب آ گیا تو اس کا سوال اور ہے

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں

تو وہ اللہ کا طالب ہے اور اللہ سے اس کے سوا اور کچھ نہیں لیتا۔ یہ نہ کرنا کہ اگر اللہ

مل جائے تو اپنے حالات درست کرنے کا سوال کردو۔ جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے غیر از اللہ مانگنا چھوڑ دیا تو پھر آپ کا ذکر چل پڑے گا۔ اللہ سے صرف اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت مانگی تو اللہ کا ذکر چل پڑے گا۔ فقیر کہے گا کہ اللہ کرے تمہاری دنیا آباد نہ رہے' تو یہ کون کہتا ہے؟ وہ آدمی کہتا ہے جس کا ذکر چل پڑے کیونکہ اس کی اور دنیا آباد ہوگئی ہے' اس کے اندر باطن آباد ہوگیا ہے' وہ ہمیشہ رہنے والی دنیا میں داخل ہوگیا ہے۔ جب تک آپ اس دنیا کے اندر ہیں آپ میں ذکر کی کمی رہے گی۔ اس لیے فی الحال آپ نماز کا ذکر جاری رکھیں' اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو اسے تقسیم کرتے جاؤ۔ یہ بھی اللہ کا ذکر ہے' فکر بھی ہے اور ذکر بھی۔ غریبوں میں تقسیم کرتے جاؤ۔ اپنے وجود سے لوگوں کو آسانیاں دیتے جاؤ' تو یہ بھی ذکر ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ ذکر کرتے جاؤ' مکان کو آگ لگی رہے اور آپ آگ نہ بجھاؤ اور ذکر کرتے جاؤ' آپ کہتے جاؤ کہ اللہ ہُو' حق اللہ' اور آگ بجھے کہ نہ بجھے۔ تو ایسے بھی غافل نہ ہوجانا۔ جس دن آپ کی اپنی زندگی اور اپنے بھائی کی زندگی میں فرق نہ رہا تو اُس دن ذکر شروع ہوجائے گا۔ ابھی تک کیونکہ یہ فرق ہے تو اس فرق کی وجہ سے ذکر شروع نہیں ہوتا۔ اطمینان کا ذریعہ صرف ذکر ہے۔ آپ اس کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح ذکر سے تعارف کرائے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ **یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض** کائنات میں جو بھی چیز ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یہ اس کا ذکر ہے۔ ذکر جاری ہے۔ آپ اللہ کے فرمان کے مطابق چلیں' اللہ کی رضا کے لیے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی رضا کے لیے چلیں۔ اور ذکر سے اطمینان حاصل کریں' فرحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آنے والے وقت کے لیے آسانیاں عطا

فرمائے اور آپ کے گذرے ہوئے زمانے کی آزمائش دور فرمائے۔ اللہ آپ
آسانی دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خواہشات پوری کرے یا نہ کرے' خواہشا
سے نجات ضرور دے اور وہ باتیں جو آپ کو زندگی کے راستے میں پریشان کر رہ
ہیں اللہ انہیں آسان کرے تاکہ یہ زندگی آسانی سے ختم ہو' آخر تو یہ ختم ہونی ہ
ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ ''اوکھے'' ہو کے' تکلیف میں آخری وقت گذاریں۔ اللہ
تعالیٰ آپ کو بہت آسان راستے سے گذارے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولٰنا حبیبنا
وشفیعنا محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

۲

۱ اللہ کے ذکر کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے؟

۲ سب سے اچھا ذکر کون سا ہوتا ہے؟

۳ کیا ذکر کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے؟ اللہ کا کون سا ذکر کریں؟

۴ **ورفع ابویه علی العرش وخروا له سجداً و قال یآبت هذا تاویل رُءیای.**

۵ باپ نے بیٹے کو جو سجدہ کیا اس کے بارے میں.....

۶ یہ جو انسان کو دکھ اور پریشانی ہے اس کی جڑ کیا ہے؟

۷ مسلمان دکھ سے کیسے نجات پا سکتا ہے؟

۸ علم اور سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے تو کیا یہ سارا علم حاصل کر کے انسان کسی مرتبے پر پہنچ سکتا ہے؟

سوال:

اللہ کے ذکر کو کیسے قائم رکھا جا سکتا ہے؟

جواب:

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ:

جو دم غافل سو دم کافر

تو انہوں نے کہا کہ یاد کو یا ذکرِ الٰہی کو صرف کسی خاص وقت میں کرنے والا ایسے حادثے سے دوچار ہو جاتا ہے کہ جب اس کا رخصت ہونے کا وقت ہو تو ایسا ہو سکتا ہے کہ اُسے کلمہ یاد نہ رہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کوئی دم غافل ہونا ہی نہیں چاہیے۔ اس لیے انہوں نے "پاس انفاس" کے ذریعے اللہ کا ذکر جاری رکھا تا کہ جس وقت بھی سانس ختم ہو اللہ کے ذکر میں ختم ہو۔ اگر کلمہ پڑھا تو ساری عمر پڑھتے ہی رہے، درود شریف شروع کیا تو پڑھتے ہی گئے اور استغفار شروع کی تو استغفار کرتے ہی گئے۔ اس لیے کہتے یہ ہیں کہ آپ جس حالت میں ممکن طور پر رخصت ہونا چاہیں اس حالت کو ابھی سے اختیار کر لیں اور جس حالت میں انسان رخصت ہوگا اسی حالت میں اُٹھایا جائے گا۔ گویا کہ جس حالت میں آپ آخری وقت اٹھنا چاہتے ہیں اسی حالت میں مرنا پسند کریں اور جس حالت میں

مرنا چاہتے ہیں اس حالت میں زندگی گزارنا شروع کر دیں۔ پھر آپ کی موت حادثاتی موت نہیں ہوگی۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو ہم استغفار پڑھتے ہیں تو پھر بھی گناہ ہو جاتا ہے' ایسے میں ہم کیا کریں؟ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ اکثر استغفار اس لیے پڑھتے رہا کرو تا کہ تم حالتِ استغفار میں مرو اور کہیں حالتِ گناہ میں نہ مرنا۔ کہتے یہ ہیں کہ اکثر موتیں حادثاتی ہوتی ہیں مگر جو غیر حادثاتی ہوتی ہیں وہ بھی دراصل حادثاتی ہوتی ہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ حادثے کا نام موت ہے یا اچانک گاڑی کے ٹکرانے کا نام موت ہے مگر جو بیماری کی وجہ سے مر گئے لوگ اُسے بھی اتفاقاً کہتے ہیں:۔

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے

تو جو بھی آدمی مرتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اسے اچانک موت آ گئی' کل شام تک تو اچھا بھلا تھا' رخصت سے دو گھنٹے پہلے بھی ٹھیک تھا۔ تو ہر موت جو ہے وہ چاہنے والوں کے لیے حادثاتی ہوتی ہے اور دشمن یہ کہتا ہے کہ وہ بڑی دیر کے بعد مرا ہے' اسے تو کب کا مر جانا چاہیے تھا۔ اس لیے اکثر موتیں جو ہیں وہ حادثاتی لگتی ہیں۔ کبھی بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ اب اسے مر جانا چاہیے تھا' تو نہ یہ مرنے والا کہے گا اور نہ اس کے چاہنے والے کہیں گے۔ اس لیے آپ جس حالت میں رخصت ہونا چاہیں تو وہ حالت ابھی سے اختیار کر لیں۔ ایسے لوگ اپنا کام کرتے رہتے ہیں لیکن زبان سے ذکر بھی جاری رہتا ہے۔ تو آپ اپنے باقی کام بھی کرتے رہیں اور جب رخصت کا وقت آنے لگے تو اس حالت میں ہونا۔ یہ تو کوئی نہیں جانتا کہ موت قریب آ رہی ہے یا کب آئے گی' یا زندگی مرنے کے قریب پہنچ چکی

ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ بعض بیمار آدمی بڑی طویل عمر پا جاتے ہیں اور صحت مند آدمی اچانک رخصت ہو جاتے ہیں اور آج کل تو ہارٹ فیل ہونے والی بیماری آ گئی ہے' کوئی اور بیماری اچانک آ جاتی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ جس کو جس وقت بُلا لے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اچانک بُلا لیا ہے۔ تو آپ جس حالت میں قیامت کے دن اُٹھنا پسند کریں وہ حالت ابھی سے اختیار کر لیں۔ تو یہ اُس حادثاتی موت کا علاج ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اس وقت یاد نہیں رہے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ جس آدمی کا ذکر جاری ہو اس کو ہمیشہ یاد رہے گا۔ کچھ لوگ پھر کہتے ہیں کہ ہم نے خود سنا کہ مرنے کے بعد اس کی زبان سے ذکر جاری تھا۔ تو وہ شخص اس حالت میں سرشار ہو کے گیا۔ اس لیے نیک لوگوں کی شکل رخصت ہوتے وقت خوبصورت ہو جاتی ہے..... اس لیے غافل نہ رہنا اور ہر دم اس کی یاد میں رہنا .....

سوال:

سب سے اچھا ذکر کون سا ہوتا ہے؟

جواب:

سب سے اچھا ذکر اللہ کا ذکر ہے۔ ولذکر اللہ اکبر۔ تو اللہ کا ذکر ہی اکبر ہو سکتا ہے کیونکہ جو اکبر ہے اسی کا ذکر اکبر ہو گا یعنی بڑے کا ذکر بھی بڑا۔ دوسرا طریقہ جو ہے وہ محبت کی دنیا میں یہ ہے کہ اللہ بھی حضور پاک ﷺ کا درود پڑھ رہا ہے تو ہم بھی درود پڑھتے جائیں۔ یہ اللہ کے عمل کا ذکر ہے۔ تو ایک ذکر تو یہ ہے کہ اللہ کو یاد کرنا' حضور پاک ﷺ بھی اللہ کو یاد کر رہے ہیں تو ہم بھی اللہ کو یاد کریں اور دوسرا ذکر یہ ہے کہ اللہ بھی حضور پاک ﷺ کو یاد کر رہا ہے تو ہم بھی حضور پاک ﷺ

کو یاد کریں۔ یہ دونوں ذکر برابر کے ہیں' انہیں برابر کہنا نہیں چاہیے لیکن سمجھنا برابر چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جو ذکر ہے' مرغوب اور پسندیدہ عمل ہے' وہ یہ حکم ہے کہ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یعنی اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔ اور حضور پاک ﷺ کا جو عمل ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا اور اللہ کا ذکر کرنا۔ اس لیے یہ دونوں راستے یکساں ہیں۔ تو یہ ذکر جاری رہنا چاہیے' درود شریف کا ذکر ہو یا اللہ کا ذکر ہو' بات ایک ہی ہے۔

سوال:

کیا ذکر کے لیے باوضو ہونا ضروری ہے؟ اللہ کا کون سا ذکر کریں؟

جواب:

ذکر کے لیے باوضو ہونا ضروری نہیں ہے۔ اللہ کا ذکر اسم ذات کا ذکر یعنی ''اللہ'' ہے۔ بزرگوں نے ساتھ ''ہُو'' لگا کے ''اللہُ ہُو'' کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس لو تو ''اللہ'' کہو اور جب سانس باہر نکلے تو ''ہُو'' کہو۔ جب آپ تجربہ کریں گے تو بات سمجھ آ جائے گی۔ ''ہُو'' جو ہے یہ ''ھُوَ'' کا بھی مخفف ہے' اس کا مطلب ہے ''وہ اللہ''۔ اس کا ایک اور مطلب یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ''اللہ'' تو اللہ ہے اور ''ھُوَ'' اللہ کے محبوب ﷺ ہیں۔ کلمہ طیبہ کا ذکر بھی کرتے ہیں لیکن کلمے کا ذکر کرتے وقت کچھ رہ جانے کا اندیشہ ہے' نامکمل ہونے کا اندیشہ ہے کہ درمیان میں کچھ رُک نہ جائے۔ تو اللہ کا کوئی بھی ذکر جو ہے یہ ذکر ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں کوئی نیک عمل کرو تو یہ بھی ذکر ہے۔ ایک جگہ فرمان ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری یعنی نماز کو قائم کر میرے ذکر کے لیے۔ تو نماز کا

قیام بھی اللہ کا ذکر ہے' اللہ کا فکر بھی اللہ کا ذکر ہے' اللہ کی یاد بھی اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کے حوالے سے ہر چیز جو ہے وہ ذکر ہے۔ تو ذکر کے باب میں یہ کہتے ہیں کہ ذکر کرنا بھی ذکر ہے' فکر کرنا بھی ذکر ہے' خیال کرنا بھی ذکر ہے' اللہ کے بارے میں بات کرنا بھی ذکر ہے' اس کے بارے میں سوچنا بھی ذکر ہے' اس سے ڈرنا بھی ذکر ہے' اللہ کے ڈر سے کانپنا بھی ذکر ہے **وجلت قلوبھم لذکر اللہ** : اور ان کے دل لرز جاتے ہیں جب اللہ کا نام لیا جائے۔ تو یہ ذکر ہے اور یہ ذاکرین کی تعریف ہے' تو وہ دائیں بائیں سوتے جاگتے ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ کہ دنیا سے محبت نہ کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے ذکر میں بتایا گیا ہے کہ کچھ لوگ ہیں جو خیر اور آخرت کے طلب گار ہیں اور اس کے برعکس کچھ لوگ دنیا کے طلب گار ہیں۔ جو اللہ کے طلب گار ہیں وہ دنیا کے طلب گار نہیں ہوتے۔ وہ دنیا سے گزرتے ہیں تو اسے اللہ کا حکم سمجھ کے گزرتے ہیں۔ تو دنیا کی طلب کا نکالنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے حوالے سے کسی رشتے کو نبھانا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے حوالے سے کوئی وعدہ پورا کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ تو کوئی بھی کام اللہ کے حوالے سے اور اس کی خصوصی رضا کے لیے کرنا اللہ کا ذکر ہے۔ اگر آپ نے یہ کہا کہ میں یہ کام اللہ کے لیے کر رہا ہوں تو اس کو استقامت اور خلوص سے کرتے جاؤ تو وہ اللہ کے لیے ہوگا' وہ ذکر ہوگا۔ ذکر کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے راستے کی طرف جانے والا جس خصوصی انداز سے یقین کے ساتھ چل رہا ہے' وہ ذکر ہے۔ ایسا ذکر ہونا چاہیے۔ خیرات کرنے والا' مہربانی کرنے والا' احسان کرنے والا' زکوٰۃ دینے والا' نماز پڑھنے والا اور فرائض پورے کرنے والا ذکر والا ہے۔ تو جو اللہ کے راستے کی باتیں ہیں ان پہ شوق سے چلنے والا ذکر والا ہے۔

اب آپ بولیں.....اور سوال کریں.....حافظ صاحب آپ

پوچھیں.....

سوال:

ورفع ابویه علی العرش وخروا له سجداً و قال یآبت هذا تاویل رُء یای.

جواب:

یہ سورۂ یوسفؑ میں ہے ناں۔لیکن اس میں آپ کا سوال کیا ہے؟

سوال:

باپ نے بیٹے کو جو سجدہ کیا اس کے بارے میں.....

جواب:

یہ بالکل واضح بات ہے' یوسف علیہ السلام نے پہلا خواب ہی یہ دیکھا کہ **انی رایت احد عشر کوکبا و الشمس والقمر رایتهم لی سٰجدین** کہ میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے' سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔بعد میں خواب کی تعبیر یہ نکلی کہ اس زمانے میں جو بادشاہِ وقت ہوتا تھا اس کے سامنے تعظیم کیا کرتے تھے یعنی کہ یہ رعایا ہونے کا حلفِ وفاداری تھا۔وہ سجدہ جو تھا وہ As such سجدہ نہیں تھا بلکہ وہ اس زمانے میں رعایا کا دستور تھا یعنی مصر کے بادشاہ کا طریقہ تھا کہ جو رعایا ہوتی تھی وہ اس کے سامنے تعظیم کا سجدہ کرتی تھی' تعظیم سے سر جھکایا کرتی تھی۔اب یہ بات اللہ تعالیٰ نے خود بیان کر دی ہے۔ لیکن اللہ کے علاوہ کسی غیر کو سجدہ کرنا منع ہے۔مگر یہ سجدہ وہ سجدہ نہیں ہے بلکہ یہ تعظیم ہے اور یہاں جو لفظ ''عرش'' آیا ہے یہ وہ عرش نہیں ہے جو اللہ کا ہے بلکہ

اس سے سرار ت ہے جو اس بادشاہ کا تھا..... راضی ہونا بھی ساجد ہونے کے برابر ہے کہ یابت افعل ما تومر کہ اے ابا آپ وہ کریں جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ تو تسلیم کا نام بھی سجدہ ہے۔ بیٹا اگر تخت پر بیٹھ جائے تو باپ بھی اس کی رعایا ہوگا' بیٹا اگر پیغمبر ہو جائے تو باپ بھی اُمتی ہوگا۔ یہ عجب بات ہے کہ بیٹا باپ کا کلمہ پڑھے گا اور اگر بیٹا اُمتی ہے تو وہ کلمہ پڑھے گا۔ ایسا ہوتا رہا ہے۔

سوال:

یہ جو انسان کو دکھ اور پریشانی ہے اس کی جڑ کیا ہے؟

جواب:

آپ یہ جو سب انسانوں کی بات کر رہے ہیں تو ہر انسان کے پاس اس کی الگ الگ وجہ ہو سکتی ہے۔ اب یہ کہنا کہ انسان روتا کیوں ہے؟ کیا کوئی کسی کے مرنے پر روتا ہے یا زندہ ہونے پہ روتا ہے؟ تو جتنے لوگ ہیں رونے کی اتنی وجوہ ہیں۔ اسی طرح ہر آدمی کا دُکھ علیحدہ ہے' کسی کو والدین سے دکھ ہوگا' کسی کو اولاد سے پہنچے گا' کسی کو غریبی سے پہنچے گا' کسی کو پیسے سے ہوگا' کوئی بیماری سے پریشان ہوگا' کوئی سفر میں پریشان ہوگا' کوئی گھر میں پریشان ہوگا اور کسی کو کوئی خواہش پریشان کر رہی ہوگی۔ تو ہر آدمی کا دکھ علیحدہ ہے' کسی کو خواہش سے دکھ پہنچتا ہے' کسی کو حسرت سے ہوتا ہے۔ کسی نے وہ حاصل کیا جو وہ نہیں چاہتا تھا اور جو چاہا وہ حاصل نہ ہوا۔

سوال:

مسلمان دکھ سے کیسے نجات پا سکتا ہے؟

جواب:

مسلمان کو تو پہلے ہی بتایا گیا ہے کہ یہ دنیا چار روزہ ہے اور تُو آخرت پر نگاہ رکھ تو دکھ نہیں ہوگا۔ یہ جو کچھ حاصل کیا یہ چھوڑ جانا ہے اور اگر اس کو چھوڑ جانا مشکل نہ ہو تو دکھ نہیں ہوگا۔ تو اگر حاصل کرنا اور چھوڑ دینا برابر ہو تو دکھ نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دوسرے کا جو عمل آپ کے ساتھ ہوتا ہے وہ آپ کو دُکھی کرتا ہے تو وہ تو دوسرے کا عمل ہے اور وہ آپ کا عمل نہیں ہے۔ پھر دُکھ کس بات کا۔ دوسرے کا عمل اس کے ساتھ ہے۔ آپ اپنے احساس کو دیکھیں کہ آپ کو دکھ کس بات کا ہے۔ مثلاً خواہش کے پورا نہ ہونے کا دُکھ' کسی توقع کے پورا نہ ہونے کا دُکھ اور اس بات کا دُکھ کہ دوسرے کو ایسا کرنا چاہیے تھا مگر اس نے نہیں کیا..... تو یہ تو دوسرے کا عمل ہے۔ گدھا اگر دولتی مار دے تو کس بات کا دکھ کیونکہ وہ تو گدھا ہی ہے' کُتا پیار سے بھونکے یا غصے سے بھونکے' بھونکنا اس کا کام ہے' اب اس میں آپ کو دکھ کس بات کا؟ لوگوں کو آپ ان کی فطرت کے مطابق سمجھیں گے تو دکھ نہیں ہوگا۔ اگر چور کوئی چیز اُٹھا کے لے گیا تو آپ کو دکھ کس بات کا۔ اس بیچارے کا یہی ذریعہ اِنکم ہے۔ اُسے کچھ نہ کہو بلکہ اپنا تالا لگاؤ۔ لوگ اگر آپ جیسے اچھے نہیں ہیں تو پھر دُکھ کس بات کا۔ اگر لوگوں نے برائی کی ہے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ نے برائی نہیں کی ہے۔ پھر دکھ تو نہیں ہونا چاہیے۔ جب آپ اللہ سے رجوع کرتے ہیں' عبادت کرتے ہیں تو اس وقت اگر آپ دنیا کے سوال کرنے لگ جائیں تو پھر تو دکھ ہی دکھ ہوگا۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو اور وہ یہ دعا کرتا جائے کہ یا اللہ مجھے یہاں ٹھہرنے دے..... تو وہ ٹھہرنے نہیں دیتا' وہ تو پیغمبروں کو ٹھہرنے نہیں دیتا..... پہلے انسان کو حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے اور پھر ایک دَور آ جاتا

ہے جب وہ کہتا ہے کہ اس حاصل سے نجات کیسے پاؤں' کیونکہ اس میں دوسروں کا مال شامل ہو جاتا ہے۔ دوسرے مال دے کے عذاب آپ کے گلے ڈال جاتے ہیں اور خود چلے جاتے ہیں۔ یہ ٹائم بم یا ایٹم بم بن جاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس یتیم کا مال آ جائے تو وہ مال عذاب بن جائے گا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مال چھوڑنے کو دل نہیں کرتا اور رکھنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو یتیم کا مال تو پیٹ میں آگ کی طرح ہے' آگ بڑھتی جاتی ہے اور چھوڑنے کو دل نہیں کرتا..... اگر آپ کو کوئی خوراک پسند ہو اور یہ پتہ چل جائے کہ یہ بیماری پیدا کرتی ہے تو آپ پھر بھی کھاتے جائیں گے' کھانے سے پھر بیمار ہو جائیں گے..... تو اس کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر آدمی کا دکھ الگ الگ ہے۔ دکھ سے نجات تب ہو گی اگر دنیا سے نجات ہو۔ دنیا رہے گی تو دکھ رہے گا اور دکھ کا نام ہے ہی دنیا۔ دکھ تو دنیا میں رہنا چاہیے۔ گوتم بدھ نے راستہ نکالا کہ دنیا دکھوں کا گھر ہے' یہاں سے نکل جانا چاہیے' تو وہ یہاں سے نکل کے ایک بڑے دکھ میں چلا گیا۔ اگر کوئی بچہ چھوٹی تکلیف میں رو رہا ہو اور اسے زور سے تھپڑ لگ جائے تو وہ اس بڑی تکلیف میں چھوٹی تکلیف کو بھول جائے گا۔ تو گوتم بدھ چھوٹی تکلیف سے نکل کے بڑی تکلیف میں چلا گیا..... ایک آدمی رو رہا تھا' اس کا کوئی عزیز فوت ہو گیا تھا۔ ایک بزرگ نے پوچھا کیوں رو رہا ہے۔ اس نے کہا عزیز فوت ہو گیا ہے۔ تو بزرگ نے کہا روتے کیوں ہو' دو دن بعد تو بھی اس سے مل جائے گا۔ تو وہ خاموش ہو گیا۔ تو اگر جدائی کا جھگڑا ہے تو رونا بند کرو کیونکہ سارے ہی وہاں پر پہنچ جائیں گے اور تم بھی وہاں پہنچ جاؤ گے۔ تو اس طرح رونا ختم ہو جاتا ہے..... تو دکھ ضرور ہوتا ہے اور اس کے اندر سے گزرنے کا طریقہ آنا چاہیے۔ بہتر لوگ وہ ہیں جو

دکھ کا وقت صبر سے گزاریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں آزمانا ہے خوف سے۔ اللہ خوف ضرور دے گا۔ بڑے سے بڑا بندہ ہوگا مگر اسے بھی خوف ہوگا۔ یہ جو بادشاہ ہوتا ہے جس کی پولیس لوگوں کو ڈراتی ہے وہ خود ڈرتا رہتا ہے۔ تو بادشاہ پبلک سے ڈرتا ہے اور جس کے پاس بادشاہت نہیں اس سے ڈرتا ہے' وہ یہ سوچتا رہتا ہے کہ لوگ کہیں میرے خلاف نہ ہو جائیں۔ تو بادشاہ کے پاس پوری بادشاہت ہوتی ہے' پورے وسائل ہوتے ہیں' پورے اختیارات ہوتے ہیں مگر پھر بھی ڈرتا ہے' اس لیے وہ سیکورٹی چاہتا ہے کیونکہ اس کی نیندیں بیزار ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ آرام نہیں کر سکتے کیونکہ خطرہ ہوتا ہے' خطرہ باہر کے ملک کا نہیں بلکہ اندر کا خطرہ ہوتا ہے اور ہمیشہ ہی یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کسی بادشاہ کو کہو کہ سڑک کے کنارے کھڑے ہو کے تھوڑی سی مونگ پھلی کھا لو..... تو وہ ایسا نہیں کر سکے گا' بیچارہ بادشاہ! تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے خوف ضرور دینا ہے۔ امیر آدمی کو سب سے بڑا خوف ہوتا ہے غریب ہونے کا۔ تو ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ کسی خوف سے ضرور گزارتا ہے' اندیشے سے گزارتا ہے اور بھوک سے گزارتا ہے۔ بھوک ضرور لگے گی اور بھوک کی آزمائش بڑی سخت ہے۔ بھوک صرف کھانے کی نہیں ہوتی بلکہ خواہش کی بھی بھوک ہوتی ہے کہ یہ چاہیے وہ چاہیے۔ تو یہ بھی دکھ کی ایک وجہ ہے۔ تو انسان آزمایا جائے گا خوف سے' بھوک سے اور نقص من الاموال یعنی مال میں نقصان سے۔ مال جو ہے یہ پیسہ بھی ہے اور آپ کی صفات بھی ہیں۔ کبھی بینائی میں نقص آ گیا' کبھی نیند میں نقص آ گیا اور کبھی حال میں نقص آ گیا والانفس والثمرات یعنی زندگی میں آشنا چہرے کم ہوتے جائیں گے' شہر میں لوگ تو بہت تھے مگر چہرے بدل گئے' آپ اگر اپنے شہر میں جاؤ تو شہر بھرے

ہوتے ہیں' گاؤں بھرے ہوتے ہیں لیکن وہ آدمی نہیں ہوتے کیونکہ وہ چہرے' سارے کے سارے' رخصت ہو جاتے ہیں۔ بندے اُتنے ہی رہتے ہیں مگر چہرے وہ نہیں ہوتے..... اور یہ کہ محنت کا پھل ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ثمرات ضائع کرنے ہیں اور اس طرح تمہیں آزمانا ہے ثمرات کے نقصان سے۔ آپ کسی کے ساتھ اچھا کرتے ہیں تو ہوسکتا ہے وہ اچھا نہ کرے۔ یوسف علیہ السلام کا واقعہ دیکھ لو کہ بھائیوں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ خود یہ واقعہ بیان کر رہا ہے اور اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ آپ نے اس کو بھائیوں کے ذریعے کنوئیں میں کیوں پھینکوایا۔ تو اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے ہیں' بھائیوں کا واقعہ بیان ہو رہا ہے اور ساتھ ہی پیغمبر کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ پیغمبر وہ ہے جو بھائیوں کے ساتھ ایسا سلوک کرے اور بھائی ایسے ہیں جو پیغمبر کے ساتھ وہ سلوک کریں۔ دونوں اپنی جگہ اپنی اپنی تمنا میں ہیں۔ مگر جب یوسف علیہ السلام نے مصر کا وہ واقعہ پہچان لیا تو بدلہ نہیں لیا بلکہ کہا کہ آج تمہارے لیے کوئی تعزیر نہیں ہے' آج کے دن تمہارے لیے کوئی سزا نہیں ہے۔ اور یہی لفظ جو یہیں وہ حضور پاک ﷺ نے فتح مکہ کے وقت دہرائے' تمام قریشِ مکہ سے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ آپؐ بہتر جانتے ہیں' آپ مالک ہیں جو آپ سلوک کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں وہی سلوک کروں گا جو ہمارے بھائی یوسفؑ نے کیا اپنے بھائیوں کے ساتھ' کہ آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں ہے..... تو انہیں معاف کر دیا گیا۔ لہٰذا اللہ سے یہ کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ اگر آپ کہتے ہیں کہ غریب کی خدمت کرو تو یا اللہ انہیں غریب کیوں پیدا کیا ہے..... لیکن وہ اللہ ہے جو غریب کو خود پیدا

کرتا ہے اور خدمت آپ کے ذمے ہے۔ کافر وہ خود پیدا کرتا ہے اور تبلیغ آپ کے ذمے ہے۔ پریشان کرنے والا آپ کو پریشان کرے گا اور اللہ آپ کو یہ کہے گا کہ ادفع بلتی ھی احسن برائی کو اچھائی کے ذریعے دور کرو' احسن طریقے سے دور کرو..... تو ان باتوں سے اللہ تعالیٰ آزماتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آپ اس آزمائش میں پورے اترتے ہیں یا نہیں۔ کوئی آدمی ہمیشہ کے لیے دکھ میں نہیں رہتا۔ ہر آدمی کو ایک دفعہ ضرور خوش کیا جاتا ہے۔ کوئی رات ایسی نہیں جو ہمیشہ کے لیے رہے' ہر رات کے بعد سورج ضرور طلوع ہوتا ہے۔ نہ کوئی ایسی رات آ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسا غم آ سکتا ہے جو ہمیشہ رہے۔ کچھ دیر غم رہے گا' پھر کھانا مانگیں گے۔ مثلاً مرنے والے کے لواحقین بڑے غم میں ہوتے ہیں اور وہی سب کے لیے خود ہی کھانا پکا کے لے آتے ہیں' شام تک غم رہتا ہے' صبح قل شریف شروع ہو جاتے ہیں اور پھر کھانا پینا' گلاس' کراکری..... ''قل'' بھی کھانے پینے کا فنکشن ہوتا ہے اور اس کے بعد کلھم والناس اجمعین ..... ساری بات ختم ہو جاتی ہے۔ گویا کہ غم بھی دیرپا نہیں ہے' خوشی بھی دیرپا نہیں ہے۔ خوشی اس وقت تک ہوتی ہے جب تک ٹینٹ اتارنے والے نہیں آتے' پھر وہ اپنا سامان لے جاتے ہیں' بجلی والے بجلی کا سامان لے جاتے ہیں اور پھر آپ اسی طرح بیٹھے رہ جاتے ہیں۔ یہ صرف محسوس کرنے کی بات ہے۔ یہاں کوئی شے دیرپا نہیں ہے۔ ہمیشہ رہنے والی صرف رب کی ذات ہے ویبقی وجہ ربک ذوالجلل والاکرام ..... اللہ کل بھی تھا' آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا۔ رہنا اسی کا ہی بنتا ہے اور آپ کا رخصت ہونا ہی بنتا ہے۔ اس لیے آپ رخصت ہونے کی تیاری کریں اور وہ ہمیشہ یہاں رہے گا۔ بس یہ بات بہتر ہے۔ آپ

اس کو مان لیں تو پھر غم اور دکھ نہیں ہوگا۔ آپ یہ ذہن نشین کرلیں کہ دنیا ایک ایسا بازار ہے جس سے آپ گزر رہے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے کا امکان نہیں ہے۔ آپ ہمیشہ رہنے کی آرزو نہ کرنا۔ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ ایک صحابیؓ نے پختہ مکان بنانا شروع کر دیا۔ حضور پاک ﷺ وہاں سے گزرے تو آپؐ نے پوچھا کہ یہ کس کا مکان بن رہا ہے تو صحابہ کرامؓ نے بتایا۔ شام کو وہی صحابیؓ مسجد میں گئے اور حضور پاک ﷺ کو سلام کیا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ اس صحابیؓ نے باقیوں سے پوچھا کہ حضور پاک ﷺ ناراض کیوں ہیں تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو اتنا پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ تو وہ صحابیؓ جا کے کمرہ گرا آئے اور پھر آ کے سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا وعلیکم السلام تم یہاں رہنا چاہتے ہو اور ہم تو یہاں سے نکلنے کا انتظام کر رہے ہیں..... زندگی ناپختہ ہے تو تُو کیا پختگی کر رہا ہے۔ اس لیے اگر زندگی کو یہاں ٹھہرنے کی خواہش ہے تو پھر دُکھ ہی رہے گا اور یہاں سے نکلنے کا جذبہ سکھ کی علامت ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ چلو اب جانے کا وقت آ گیا ہے تو پھر یہ نہ کہنا کہ ٹھہرو ابھی دو چار چٹھیاں لکھنی ہیں..... پھر وقت نہیں ہوتا۔ اگر وہ بُلا لے تو پھر انا للہ و انا الیہ راجعون کہو یعنی ہم اس کی طرف سے آئے اور اُدھر جا رہے ہیں..... پھر دکھ نہیں رہے گا۔

سوال:

علم اور سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے تو کیا یہ سارا علم حاصل کر کے انسان کسی مرتبے پر پہنچ سکتا ہے؟

جواب:

اگر زمانوں کے اندر اور دنیا کے اندر ایک زمانہ Permanently fix ہو جاتا' مستقل ہو جاتا تو پھر اور بات تھی مگر اللہ تعالیٰ علم کو' معاشرت کو اور زندگی کو ایک ترتیب سے ارتقا میں لے آئے۔ اب آپ کے پاس علوم وہ رہیں گے اور زندگی یہ رہے گی' عبادت وہی رہے گی اور زندگی یہ رہے گی۔ تو آپ کا پروفیشن' آپ کے حالات' آپ کے واقعات اور زندگی آج کل کے ہوں لیکن آپ کی کیفیت وہی پرانے وقت والی رہنی چاہیے ..... اونٹ اپنے وقت کی بہترین سواری تھی مگر اب پکی سڑکیں ہیں' تو آپ اپنے زمانے میں ہوائی جہاز کو بہترین سواری مانو۔ یہ زمانہ ترقی کی طرف جانے والا ہے۔ آپ اپنا خیال درست رکھیں۔ آج کل کے زمانے میں جس کا خیال درست ہو گیا اس کا حال درست ہو گیا۔ جب بدی کا زمانہ ہو تو جو برائی نہیں کرتا وہ بڑا نیک ہے۔ اس زمانے میں آپ کو نیکی کا وقت بہت کم ملتا ہے' اُس زمانے میں وقت بہت تھا' وہ زمانے زیادہ کمائیوں کے زمانے نہیں تھے اور ضرورت بھی نہیں تھی' تھوڑے میں گزارا ہو جاتا تھا' کسی کے گھر کچھ ہوتا تھا' کسی کے گھر کچھ اور ہوتا تھا۔ آپ کے حالات اور ہیں' آپ کے اخراجات اور ہیں' آپ کو روشنی بھی قیمتاً ملتی ہے' بجلی کی قیمت دینی پڑتی ہے' پانی کی قیمت دینی پڑتی ہے' بلکہ ہر چیز کی قیمت دینی پڑتی ہے۔ ڈاکٹر کی اور لباس کی قیمت بھی دینی پڑتی ہے' آپ دوسروں کے لیے کماتے ہیں اور آپ کو تو کچھ بچتا نہیں ہے۔ مسجد کے اندر جاؤ گے تو وہاں اخراجات شروع ہو جائیں گے۔ تو وقت اور طرح کا آ گیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جس طرح اس زمانے میں شادی پہ خرچ آتا تھا آپ کا خرچہ بھی ویسے ہوتا' اور رہائش بھی ویسی

ہوتی مگر اب تو شادی کے واقعات اور طرح کے ہو گئے ہیں۔ کوشش یہی ہو رہی ہے کہ زمانہ پھر اسی سادگی کی طرف جائے۔ اور جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالکل جائے گا اور ضرور جائے گا..... ایک بات پہ ضرور غور کرنا کہ اللہ کا کلام' کلام الٰہی یعنی قرآن شریف' یہ بذات خود ایک مکمل کتاب ہے اور مکمل علم ہے اللہ کا یعنی کہ اللہ کے بارے میں علم کا راستہ یہی ہے۔ جتنا اللہ کے بارے میں قرآن کو جاننے والے کے پاس علم ہے اس کے علاوہ دنیا میں جو واقعات ہو رہے ہیں وہ بھی اللہ کے ہیں۔ تو اُس کا علم اُسے کہاں سے آئے گا۔ قرآن میں ستاروں' سورج اور چاند کا نام ہوگا اور یہ ستارے' سورج اور چاند قرآن سے باہر یعنی آسمان پہ ہوں گے۔ تو اس شخص کے لیے سورج چاند ستاروں کا علم قرآن میں ہے اور سورج چاند ستاروں کا مشاہدہ قرآن سے باہر ہے۔ تو قرآن میں ذکر ہے چاند کا' ستاروں کا' سورج کا' اشیاء کا' منور اشیاء کا' چرند' پرند' شجر' حجر' انسان اور انسان کے ماں باپ کا..... لیکن یہ تمام اشیاء قرآن میں نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ہیں یا زمین پر ہیں۔ تو علم قرآن سے لینے کے بعد مشاہدہ کائنات میں ہے۔ جب آپ کائنات میں مشاہدے کے لیے داخل ہوتے ہیں تو وہاں پر آپ کو نئے علوم سے تعارف ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ نے فرمایا کہ میں نے یہ ستارے کتنے خوبصورت بنائے ہیں' آپ جب Naked eye خالی آنکھ سے ستارے دیکھتے ہیں تو وہ نظر نہیں آتے' پھر دوربین آ جاتی ہے۔ جب دوربین آئی تو سائنس شروع ہو گئی۔ پھر آپ ستاروں کو قریب سے دیکھو' ٹی وی کے ذریعے دیکھو یا کسی اور طریقے سے دیکھو گے۔ تو قرآن ہی کے حکم کے مطابق جب آپ معلوم کی دنیا میں جائیں گے تو پھر دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑ جائے گا لیکن آپ کے علماء صاحبان نے اس راستے

کو اختیار نہیں کیا۔ جب اس راستے کو اختیار نہیں کیا تو نتیجہ یہ ہے کہ پھر قرآن کی بات جو کائنات میں ہونی تھی وہ ہو نہیں سکی کیونکہ اللہ جو ہے وہ قرآن کے باہر بھی تھا۔ قرآن ایک مکمل کتاب ہے' جس کا ''الف'' بھی ہے اور ''ی'' بھی ہے مگر یہ الف اوری جو ہے یہ In itself اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اور اللہ کا کلام جو ہے وہ اللہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اللہ کا کلام تو اللہ کا کلام ہے اور اپنے کلام سے باہر بھی وہ اللہ ہے۔ لہٰذا اللہ فہمی میں' خداشناسی کے اندر' اللہ کے کلام کو جو دخل ہے اس کے علاوہ بھی اللہ ہے۔ اس بات کو غور سے سمجھو۔ باقی کا اللہ بھی دریافت کرو کہ کیا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے جتنے ارشادات ہیں اُسے حدیث شریف کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مہربانی ہوئی کہ تمام احادیثِ مبارکہ ریکارڈ میں ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی نشست و برخاست پوری ریکارڈ میں ہے۔ آپ ؐ کی پوری زندگی تمہارے علم میں آئی ہے یعنی سیرت کے حوالے سے۔ بات مکمل ہوگئی۔ اب یہ بات یاد رکھنا کہ جتنا کچھ آپ کے علم میں آیا یعنی حضور پاک ﷺ کے علم کا ریکارڈ شدہ حصہ آپ کے علم میں تو آیا مگر اصل بات آپ کے علم میں نہیں آئی اور آپ اچھے امتی بھی نہیں بن سکے۔ گویا کہ نبیؐ کے علم کے جاننے کے بعد نبوت جو ہے وہ علم سے باہر ہے۔ اگر علم ہی نبوت ہوتا تو علم تو آپ سارا پڑھ چکے ہیں' ساری حدیث آپ جان چکے ہیں مگر آپ کچھ بھی نہیں بن سکے۔ لہٰذا نبوت جو ہے وہ نبی کے علم سے ماورا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی کتاب سے ماورا ہے۔ اس لیے اب ان دونوں طاقتوں کو جاننے کے لیے طریقہ اور ہے۔ نبیؐ کے علم سے نبیؐ کی ذات تک کا سفر اس علم سے آگے ہو گا اور خدا کے کلام سے خدا کا جو راستہ ہے وہ اس سے آگے ہوگا۔ اس لیے بعض

اوقات یہ ہوتا ہے کہ ایک ان پڑھ آدمی جو قرآن نہیں جانتا وہ خدا کو جانتا ہے۔ کیونکہ خدا قرآن کے علاوہ بھی اس سے باتیں کرتا ہے یا بات کا اس کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی جو حدیث کا پورا علم نہیں رکھتا لیکن عقیدت کا پورا علم رکھتا ہے وہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہوسکتا ہے۔ تو عقیدت اور احترام کا جو راستہ ہے وہ اس علم سے آگے ہے ورنہ اگر علم، علم کے برابر ہو جائے تو مرتبہ برابر ہونا چاہیے مگر یہ برابر ہو نہیں سکتا، ہوا کبھی بھی نہیں ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ قرآن کی تفسیر جاننے والا قرآن سے ناآشنا ہو، وہ تفسیر تو جانتا ہے لیکن قرآن کو نہیں جانتا۔ کیونکہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے اور اس کی تفسیر کے لیے الہام چاہیے مگر وہ دماغ کے ذریعے تفسیر کرتے ہیں۔ اس لیے تفسیر نہیں ہوتی۔ قرآن جو ہے یہ لامحدود ذات کا کلام ہے اور اگر تمہیں لامحدود ذات کے راستے کا پتہ نہ ہو تو صرف کلام جاننے سے تم لامحدود ذات کو نہیں جان سکتے۔ اس لیے اگر بتانے والا علم بتا دے اور دو علم برابر ہو بھی جائیں تو دو مرتبے برابر نہیں ہو سکتے۔ تو علم، علم کے برابر آ بھی جائے تو مرتبہ، مرتبے کے برابر نہیں آ سکتا۔ اگر تم حضور پاک ﷺ کا سارا علم جان جاؤ تو بھی تم نبوت کا علم نہیں جان سکتے کہ نبوت کیا ہے۔ نبوت جو ہے وہ اللہ کے ساتھ تعلق کا نام ہے، اللہ کی منشاء کا نام ہے۔ اور اللہ اس کلام کے علاوہ بھی ہے۔ وہ اللہ ہے، کافروں کو پیدا کرنے والا، دنیا کو پالنے والا، سنبھالنے والا اور دوسری بے شمار باتیں کرنے والا۔ آپ اللہ کو قرآن کے حوالے سے جانو اور پھر ساری کائنات کے حوالے سے مانو، سارے اعمال کے ذریعے مانو۔ پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ اس لیے کبھی علم پر بھروسہ یا گھمنڈ نہ کرنا کہ آپ کو سارا علم آ گیا ہے۔ کیونکہ علم کے بعد مقام سے آشنائی جو ہے وہ علم کے

ذریعے نہیں ہے بلکہ یہ فضل کے ذریعے ہے۔ اس لیے جو علم والے ہیں وہ عام طور پر گمراہی میں آ جاتے ہیں کہ ہم تو سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر ان کے ساتھ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ پھر اُنہیں سمجھ نہیں آئے گی کہ بات کیوں اور ہو گئی ہے۔ اس لیے صرف کتاب اور صرف حدیث کو جاننے سے آپ کا تعلق قائم نہیں ہوتا بلکہ تعلق' تعلق کے دم سے ہوتا ہے' تعلق کے لیے نسبت درکار ہوتی ہے اور اس نسبت کو تعلق کہتے ہیں..... ورنہ تو یہ ہوتا کہ دو آدمی بیک وقت ایک مسجد میں ہمیشہ سے نماز پڑھنے والے یکساں ہو جاتے مگر وہ کبھی نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہی نہیں ہے۔ وہ یکساں انسان خود پیدا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے مسلمانوں کے لیے ایک' یکساں علم رکھا مگر سارے مسلمان یکساں' برابر نہیں ہیں' دینی مرتبے الگ الگ ہیں۔ علم تو برابر آ چکا ہے' کتاب آپ کے پاس بھی ہے اور دوسرے کے پاس بھی ہے' آپ بھی پڑھ لیں اور وہ بھی پڑھ لے گا۔ تو علم برابر ہو جائے گا مگر مرتبہ' مرتبے کے برابر نہیں ہو گا۔ تو وہ مرتبے کہاں سے بنتے ہیں؟ آپ اس کا علم دریافت کریں۔ ورنہ تو پیغمبر کا علم اُمتی کے پاس آ جاتا ہے کہ یہ فرمایا ہے' مگر انہوں نے جو نہیں فرمایا وہ بھی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں جو ارشاد فرما دیا وہ علم ہے' اللہ ہی کا ہے' اور جو نہیں فرمایا وہ بھی علم ہے۔ جہاں خاموش پہاڑ کھڑے ہیں وہاں سے بھی کوئی علم پھوٹتا ہے۔ اس لیے یہ کلام مجید' قرآن شریف' یہ اللہ کی طرف سے مقدس کتاب ہے اور اللہ نے یہ جو کائنات بنائی ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے اتنی پاکیزہ ہے۔ انسان جو بنایا گیا ہے یہ بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ تو آپ سارے واقعات کو ملا کے دیکھا کریں کیونکہ اس سارے کارخانے کا مالک ہے اللہ۔ کارخانے کی مکمل طور پر تعریف ہونی چاہیے۔

یہ رنگ برنگی دنیا ہے' اس میں ماننے والے بھی ہیں اور نہ ماننے والے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے دنیا کو اس لیے پیدا فرمایا کہ میں پہچانا جاؤں کنت کنزاً مخفیاً اُس نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اور اگر یہاں یہ لفظ ہوتا کہ ''میں مانا جاؤں'' تو پھر تو سارے تسلیم میں ہوتے۔ مگر اس نے کہا کہ میں پہچانا جاؤں' دنیا میں نے اس لیے پیدا کی ہے کہ میں پہچانا جاؤں۔ گویا کہ اللہ کی پہچان میں کافر بھی اس کی پہچان کا حصہ ہے۔ کیسے؟ کافر اس کے قہر کو Receive کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''قہار'' اپنے لیے کہا ہوا ہے تو قہار کا قہر کوئی نہ کوئی Receive کرنے والا ہوگا۔ تو اس نے یہ کہا ہے کہ میں پہچانا جاؤں اور یہ نہیں کہا کہ میں مانا جاؤں۔ اگر صرف ''مانا جاؤں'' تک بات ہوتی تو اس کے لیے تو بہت سے فرشتے تھے۔ مگر اللہ نے کہا کہ میں پہچانا جاؤں تو پہچانے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ماننے والے جو مسلمان ہیں ان کے علاوہ بھی جو لوگ ہوں گے وہ اللہ کی صفات کے اپنے طور پر مظاہر ہیں۔ اس نے شیطان کو پیدا کیا' شیطان آج بھی موجود ہے' کافروں کو رزق دیتا ہے اور آپ کو کہتا ہے کہ اس کو تکلیف میں لے آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنے ذمے نہیں لگایا کہ سب کو یکساں طور پر تسلیم میں کھڑا کرے۔ یہ کام آپ لوگوں کا ہے۔ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ ایسا وقت لے آئیں کہ سب لوگوں کو ایک جیسا کر دیں۔ تو یہ انسانوں کی بات ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ورائٹی اس لیے تخلیق فرمائی ہے..... تو اگر علم' علم کے برابر ہو جائے' عمل' عمل کے برابر ہو جائے تو بھی مرتبہ' مرتبے کے برابر نہیں بن سکتا۔ جتنی عبادت کر لی جائے مگر مرتبہ برابر نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ مرتبہ جو ہے وہ علم اور عمل دونوں سے بلند ہے۔ مرتبہ اور چیز ہے۔ یہ بات یاد رکھنا' میں جو یہ پیغام

دے رہا ہوں وہ یاد رکھنا کہ آپ عمل کے اُمتی ہو' علم کے اُمتی ہو اور مرتبے کے اُمتی ہو۔ تو کیا بات سمجھ آئی؟ کہ آپ لوگ حضور پاک ﷺ کے علم کا احترام کرو کیونکہ آپ لوگ اُمتی ہو' آپؐ کے عمل کی تقلید کی کوشش کرو کیونکہ آپ لوگ اُمتی ہو۔ اُن کا مرتبہ بہت بُلند ہے اور کوئی اس مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں سے کئی لوگ بھٹک گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم وہی کام کر رہے ہیں' مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ جو نماز پیغمبرؐ نے پڑھی ہو گی اگر کوئی اُمتی وہ نماز پڑھے تو وہ نماز ویسی نہیں ہو سکتی۔ پیغمبرؐ کی نماز' نمازوں کی پیغمبر ہوتی ہے! اس لیے یہ بات یاد رکھنا کہ ہمارے لیے یہ بہت بڑی بات ہے کہ ہم اُمتی ہیں' اُن کے عمل کے تابع اپنا عمل کریں گے اور علم کے تابع اپنا علم کریں گے..... مرتبہ انہی کا بُلند رہے گا۔ اس لیے آپ مرتبہ آشنائی کا بڑا خیال رکھنا۔ آپ بات سمجھ گئے؟ یہاں سے طریقت اور شریعت کا فرق سمجھ آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ علم' علم کے تابع ہو گیا تو مسئلہ حل ہو گیا اور عمل' عمل کے تابع ہو گیا تو مسئلہ حل ہو گیا..... مگر مسئلہ حل نہیں ہوا۔ بات یہ ہے کہ تم اُمتی ہی رہو گے اور آپ پیغمبر رہیں گے۔ کہتا ہے کہ علم برابر کر لیا مگر یہ اس کا اپنا اندازہ ہے کہ برابر کر لیا ہے کیونکہ برابر تو ہو نہیں سکتا۔ اس لیے یہاں پہ آ کے گمراہی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ ہم نے عمل' عمل کے تابع کر لیا ہے' برابر کر لیا ہے' خدا کو قرآن مجید سے پہچان لیا ہے..... مگر خدا کو قرآن سے جس نے پہچانا ہے اس کے لیے کائنات کا علم باقی رہ گیا' اس کی اپنی ذات کا علم باقی رہ گیا اور حالات کا علم باقی رہ گیا۔ تو ان کو پہچانو اور ان باتوں پہ غور کرو کہ ہمارے پاس مرتبے کی عقیدت ہے' اللہ مرتبہ بھی ہے' اللہ ذات بھی ہے' اللہ صفات بھی ہے اور قرآنِ پاک کی تحریر و تصنیف کے علاوہ بھی اللہ ہے۔ قرآن سے بھی اللہ

تعالیٰ کا راستہ دریافت کرو اور اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ دریافت کرو۔ اگر آپ ہر حال میں اللہ کو قریب سمجھو گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ اس بات پہ ضرور غور کرو..... کہ علم، علم کے برابر نہیں ہوسکتا، عمل، عمل کے برابر نہیں ہو سکتا، مرتبہ تو بالکل ہی مرتبے کے برابر نہیں ہوسکتا بلکہ مرتبے کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی۔ آپ ؐ کی شان ہی ایسی ہے۔ تو وہ لوگ جو یہ زور دے رہے ہیں کہ اس عمل کی اتباع کرو تو یہ یہ ہو جائے گا..... تو اس طرح وہ کنفیوژ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اطاعت میں فرق آ جاتا ہے۔ دو آدمی یکساں نماز پڑھ رہے ہوں تو دونوں کی نماز میں بہت زیادہ فرق ہوسکتا ہے۔ یہاں پر خلوص کی بات ہے، دل کی بات ہے، عشق دل کا امام ہوتا ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ کون کتنا خلوص رکھتا ہے۔ مولانا رومؒ نے ایک کہانی لکھی تھی کہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان مقابلہ ہو گیا کہ کون بہتر فنکار ہے۔ دونوں کو ایک ایک دیوار دے دی گئی کہ تم اس پہ پینٹنگ کرو۔ درمیان میں ایک پردہ ڈال دیا گیا کہ پردہ ہٹا کے دیکھا جائے گا کہ کس نے اچھی پینٹنگ کی۔ چینیوں نے یہ کیا کہ دیوار کو پالش کرنا شروع کر دیا۔ رومیوں نے دیوار پر بڑے خوبصورت نقش بنائے۔ جب پردہ ہٹایا گیا تو وہ سارے نقش چینیوں کی دیوار کے شیشے میں آ گئے، شیشے میں وہ نقش زیادہ خوبصورت نظر آتے تھے..... تو بتایا یہ گیا کہ آپ دل کو صیقل کرو تو یہ کائنات اپنے جلوے کا آپ کے دل کی چمکتی ہوئی دیوار کے شیشے میں عکس دے گی اور یہ زیادہ خوب صورت نظر آئے گی۔ تو اللہ کے پاس جانے کا ایک راستہ یہ بھی ہے کہ آپ اپنے دل کو مصفا کرتے چلے جائیں، پالش کرتے جائیں، چمکاتے چلے جائیں حتیٰ کہ آپ کے اندر سے کرودھ یا کدورت نکل جائے اور لوبھ نکل جائے۔ تو آپ کرودھ اور

لوبھ دونوں نکال دیں۔ کرودھ کا معنی کدورت اور لوبھ کا معنی لالچ ہے۔ آپ یہ دونوں اپنے اندر سے نکال دیں..... پھر آپ کو علم ملے گا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا کہ کبھی علم کی برابری کا دعویٰ نہ کرنا کیونکہ کوئی بھی چیز بظاہر برابر ہونے کے باوجود برابر نہیں ہوسکتی۔ نہ تمہارے پاس دل ہے اور نہ مرتبہ ہے۔ وہاں دل بھی اور ہے' مرتبہ بھی اور ہے' اس لیے آپ کے عمل کا نتیجہ وہ نہیں ہوسکتا..... اس لیے آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سب پر فضل فرمائے..... یہ ضرور غور کیا کریں کہ کچھ لوگوں کو کیوں فیض نہیں مل رہا۔ کیونکہ ان کے پاس دل نہیں ہے' دل کے اندر وہ بات نہیں ہے۔

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالیؓ نہ رہی

تو وہاں وہ بات نہیں رہ گئی' اذان کی رسم تو رہ گئی لیکن حضرت بلالؓ والی روح ہو تو پھر وہ اذان بنے گی۔ اب ہمارے ہاں رومی عصر' غزالیٔ دوراں' بلالِ زماں اور پتہ نہیں کیا کیا ٹائیٹل بناتے رہتے ہیں۔ یہ تو اُن کو بھی بدنام کرنے والی بات ہے۔ یہ جہالت کے پردے ہیں۔ چلو اب تو غزالی جیسی بات کر کے غزالی کہلائے مگر غزالی نے پہلے کس غزالی کو پڑھا تھا۔ اگر اللہ بناتا ہے تو کوئی غزالی بن جاتا ہے ورنہ پڑھنے سے غزالی تو نہیں بنتے۔ غزالی ایک مرتبے کا نام تھا اور یہ علم نہیں تھا۔ آپ کے ہاں علم سے بنتے ہیں مگر مرتبے سے نہیں بن سکتے۔ یہی بات ہے جس کی وجہ سے کنفیوژن پیدا ہو رہا ہے۔ آج کا مولوی بے شمار علم کی زد میں ہے اور مرتبہ' مرتبے والوں جیسا مانگتا ہے اور وہ نہیں ملتا۔ مرتبے والوں کے پاس علم تھا اور علم والوں کے پاس ضروری نہیں کہ مرتبہ ہو..... تو نتیجہ یہ ہے..... جن کو مرتبہ ملا انہیں علم بھی ملا اور جو علم حاصل کرنے کے بعد مرتبہ بھی مانگتے ہیں تو

انہیں یہ نہیں ملے گا۔ مرتبہ تقرب سے ملتا ہے اور صرف علم سے نہیں ملتا۔ تقرب اس ذات کی اپنی رضا ہے' علم سے نہیں ہے۔ یہ الگ میکانزم ہے' یہ الگ کہانی ہے۔.....اس پر ضرور سوچنا.....

آخر میں دعا کرو' سب کے لیے۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ آمین۔

برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

٣

۱ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ طبیعت میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر یکسوئی ختم ہو جاتی ہے؟

۲ انسانوں کے ساتھ تعلقات کس حد تک رکھنے چاہییں۔

۳ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن کچھ ولی اور بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کو پہلے پتہ چل جاتا ہے، تو یہ کیا ہے؟

۴ عبادت کی ضرورت کیا ہے؟

سوال :

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ طبیعت میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے اور پھر یکسوئی ختم ہو جاتی ہے؟

جواب:

یہ جو آپ کی زندگی ہے اس میں پھیلاؤ زیادہ ہو گیا ہے' مقاصد کے حوالے سے بھی اور ضروریات کے انداز سے بھی۔ حالانکہ انسان کی بنیادی ضرورتیں وہی ہیں' کھانا پینا' سونا اور لباس۔ تو انسان نے اپنے لیے کچھ اور ضروریات بنا رکھی ہیں اور کہتا ہے کہ یہ بھی ضروری ہے' وہ بھی ضروری ہے' سماج کا خیال رکھنا ہے' سوسائٹی کا خیال کرنا ہے' بچوں کی شادیاں بھی سماج کے مطابق کرنی ہیں۔ آج کل تعلیم صرف تعلیم کے لیے نہیں ہے بلکہ تعلیم کسی ادارے کا نام ہے اور اچھے اداروں میں تعلیم دلانا بچوں کے لیے مسئلہ ہے۔ تو انسان کی ضروریات پھیل گئی ہیں اور انسان کی خواہشات پھیل گئی ہیں بلکہ انسان کے مقاصد بھی پھیل گئے ہیں' وہ چیز کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ کام ضروری ہے اور وہ کام بھی ضروری ہے۔ تو انسان نے اپنے آپ کو اتنا مصروف کر دیا' Involve کر دیا کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ کام میرے بغیر نہیں ہو سکتا اور کبھی یہ سمجھتا

ہے کہ میں اس کام کے بغیر نہیں رہ سکتا..... یہ انتشار کی ابتداء ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں شامل نہ ہوا تو یہ کام کیسے ہوگا اور میرے بغیر یہ کارخانہ نہیں چل سکتا اور پھر کبھی کبھی یہ کہتا ہے کہ میں اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ تو انسان نے اپنے آپ کو Indispensible' لازمی گردانا ہوا ہے کہ میرے بغیر یہ کام نہیں چل سکتا حالانکہ اس کے بغیر اس علاقے میں وہ کام ہو رہا ہے جہاں وہ نہیں ہے اور وہ ہر جگہ ہر وقت نہیں ہے۔ حالانکہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن لوگوں نے نہ مان کر بھی گزارہ کر لیا ہے۔ تو یہ جو انسان کی Indispensibility ہے یہ صرف اس کا اپنا خیال ہے۔ ایک بڑھیا گاؤں والوں سے ناراض ہوگئی تو اس نے کہا ہم اپنا مُرغا لے کے یہاں سے جا رہے ہیں' نہ مُرغا بانگ دے گا اور نہ تمہارے ہاں صبح ہو گی..... تو یہ بات نہیں ہے کہ مُرغا بانگ نہیں دے گا تو صبح نہیں ہوگی۔ اس طرح کا آدمی یہ سوچتا ہے کہ میں نہیں ہوں گا تو سوسائٹی نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو اتنا مصروف رکھتا ہے' اتنا ضروری سمجھتا ہے کہ اگر میں گھر میں نہ ہوا تو پھر گھر کیا ہے اور باہر اگر میں نہیں ہوں تو باہر کیا ہے۔ اصل میں یہ اپنے Vision یا وسعتِ نظر کی کمی ہے..... انسان وہیں تک دیکھتا ہے جہاں وہ موجود ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ بات بھی میرے لیے ضروری ہے اور وہ بات بھی۔ یہاں پہ آ کے انتشار پیدا ہوتا ہے کہ انسان جہاں پہلے ضروری تھا اُسے بھول گیا' اب یہاں ہونے کو ضروری سمجھ رہا ہے اور تھوڑی دیر بعد کسی اور جگہ ضروری ہوگا تو یہاں والی بات کو بھول جائے گا۔ اس لیے جب اس کو بھولی ہوئی منزلیں یاد آئیں گی تو انتشار پیدا ہوگا اور انتشار کا سب سے خطرناک حصہ وہ ہوتا ہے جب ایک ہی وقت میں دو مختلف قسم کی فوری ضروریات لازم ہوں یعنی ایک وقت ہو اور اس

میں دو لازمی کام کرنے پڑ جائیں اور وہ کام آپس میں Agree نہ کریں۔ مثلاً پورے چھ بجے اس کو ضرور جانا ہو اور چھ بجے اس کے پاس کسی نے آنا بھی ضرور ہو۔ اب وہ آدمی انتشار میں مبتلا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی سے کہیں کہ یہ مکان چھوڑ دو تو وہ کہے کہ ابّا جان کا مکان ہے' اسے چھوڑ بھی نہیں سکتے'' پھر اس میں رہو'' تو وہ کہے کہ اس میں رہ بھی نہیں سکتے کیونکہ یہ مکان ٹھیک نہیں ہے..... تو وہ نہ چھوڑتا ہے' نہ رکھتا ہے..... زندگی اگر پریشان ہے تو چھوڑ دو' اگر دنیا مشکل لگ رہی ہے تو دنیا کو تیاگ دو' کوئی کام مشکل لگ رہا ہے تو کام کو چھوڑ دو..... لیکن آپ چھوڑتے بھی نہیں ہو اور آسان بھی نہیں کرتے..... انسان کو صرف مصروف رہنے کی ایک بیماری ہے اور اس بیماری کا نام ہے انتشار۔ انسان کام کرتا ہے اور مصروف رہتا ہے تاکہ پھر فرصت مل جائے مگر اب مصروفیت سے فرصت نہیں ہے' پیسے کماتا ہے تاکہ آسانی سے خرچ کر سکے لیکن جب خرچ کا وقت آتا ہے تو کہتا ہے ابھی اور کما لو۔ تو اس نے جس وجہ سے جو کام کیا تھا وہ وجہ بدل گئی ہے اور کام اس کے انتشار کا ذریعہ بن گیا۔ پہلے نیکی کے نام پر جو کام شروع کیا تھا اس میں اتنا مصروف ہو گیا کہ کہتا ہے کہ صبح ہوتی ہے یا شام ہوتی ہے بس میرے بغیر کاروبار نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ خیال رہے کہ تم انسان ہو اور میں پالنے والا ہوں' کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ تم ہی پالنے والے ہو۔ یہ نہ کہنا کہ بچوں کا کیا بنے گا' وہی بنے گا جو تیرے باپ کے بچوں کا بن رہا ہے۔ آپ کا باپ چلا گیا تو اب اس کے بچے زندہ ہیں اور کیا تیرے بچے زندہ نہیں رہ سکتے۔ تو آپ بچوں والی بات نہ کرو۔ یہ انسان کا وہم ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ کارخانہ میری وجہ سے چل رہا ہے اور اس نے اپنی مصروفیات کو بہت پھیلا کے رکھا ہوا ہے' یہاں

سے پھر انتشار پیدا ہوتا ہے اور اس کے اندر دراڑ آ جاتی ہے۔ سب سے بڑی دراڑ یہ ہوتی ہے کہ ''یہ کام جائز تو نہیں لیکن اکثر ضروری ہو جاتا ہے''۔ تو یہ ''اکثر'' کا لفظ آپ کے لیے مصیبت ہے اور آخر کار آپ کو پکڑوائے گا' گردن میں پھندا ڈلوائے گا۔ تو یہ کہنا کہ ''یہ ضرورت ہے' After all ہم نے رہنا بھی تو ہے''۔ تو یہ جو جواز بنانا ہے یہ جواز انتشار کا باعث ہے مثلاً یہ کہنا کہ ''یہ کام غیر ضروری ہے لیکن کرنا پڑتا ہے' آخر بچوں کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہے''۔ آپ بچوں کو مصیبت سے نجات دلائیں اس طرح کہ بچوں کا خیال رکھنے والا بچوں کی عاقبت کا بھی خیال رکھے۔ تو بچوں کی عاقبت کا خیال بھی ہونا چاہیے..... تو آج کا انسان یہاں آ کے پریشان ہوا ہے کہ ایک تو اس نے بہت ساری مصروفیات رکھی ہیں اور مصروفیات کے اندر اتنا تضاد ہے کہ صبح صبح یہ مومن ہو جاتا ہے اور شام کو کافر بن جاتا ہے۔ مسجد میں جب جاتے ہیں تو جوتا اتار دیتے ہیں یعنی جب آپ مسجد میں عبادت کے لیے گئے تو دنیا کی چیز اتار دی' جو کہ مسجد کے باہر بڑی ضروری ہے۔ آپ کی پرابلم یہ ہے کہ عبادت میں جو چیزیں چھوڑ کے جانی ہیں وہ عبادت میں آپ ساتھ لے جاتے ہیں۔ عبادت کا مفہوم یہ تھا کہ وہ آپ کو دنیا کے پریشر سے بچائے' حالات کی تیزی سے بچائے اور آپ نے یہ کام کیا کہ اپنی فائل بھی مسجد میں ساتھ لے گئے اور نماز پڑھتے ہوئے ایاک نعبدو وایاک کہتے ہوئے یہ بھی کہا کہ میرا یہ کام ہونا چاہیے۔ تو جس کام کو چھوڑ کے عبادت کرنی تھی اس کام کو لے کے آپ عبادت کر رہے ہیں۔ تو آپ دنیا کو لے کر مسجد میں چلے گئے اور جو دنیا کا کام تھا اس میں الٰہیات کو لے کے آ گئے' لوگوں کو الٰہیات کی نصیحت کرتے ہو اور خود اپنے کاروبار میں مصروف ہوتے ہو۔ تو جس آدمی میں

انتشار ہے اس نے ذہنی طور پر یہ سمجھا ہی نہیں' یہ فیصلہ کیا ہی نہیں کہ یہاں پر آنے کا میرا مقصد کیا ہے۔ اگر تو مقصد ہوتا صرف وقت گزارنے کا تو وہ تو آپ بھی گزار رہے ہیں اور کافر بھی گزار رہا ہے' پھر آپ کو مسلمان ہونے کا کیا فائدہ اور کیا نقصان۔ اور اگر مقصد ہو کسی خاص چیز کو Achieve کرنے کا تو وہ چیز آپ سے پہلے جن لوگوں نے حاصل کی ان کا نام آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ اگر ان کا نام معلوم ہے تو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ایک آدمی بیمار ہو اور وہ اللہ کے قریب ہو؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ کہیں گے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی بیمار ایسا ہوتا ہے جو اللہ کے قریب نہیں ہوتا بلکہ اللہ سے جھگڑتا ہے اور بار بار اُسے بتاتا رہتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ اب وہ بتا کس کو رہا ہے؟ اللہ کو' جب کہ اس کو بھیجنے والا اللہ خود ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیماری کو جواز بناتا ہے' عبادت میں دلچسپی نہیں لے سکتا' سجدہ نہیں کر سکتا اور جب سجدے کا وقت آ جائے تو پھر دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے تو آج کا مسلمان ان دونوں باتوں میں صلح نہیں کرا سکا اور دین کا مقصد کسی اور طرف جا رہا ہے اور دنیا کی ضرورتیں کسی اور طرف لے کے جا رہی ہیں' درمیان میں انتشار ہے۔ تو یہ انسان اپنے آپ کو نہ خدا پہ چھوڑتا ہے اور نہ خود کو ڈاکٹر کے حوالے کرتا ہے۔ ڈاکٹر کے حوالے کرے تو پھر ڈاکٹر جانے اور بیماری جانے' دیکھا جائے گا۔ آپ کہیں گے کہ ڈاکٹر ہمیں ویسے ہی ختم کر دے گا فیسیں لے لے کے۔ جب آپ مانتے ہیں کہ اللہ بیماری بھیجنے والا ہے اور وہی شفاء دینے والا ہے تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو۔ مگر انسان خود کو اللہ کے حوالے نہیں کرتا' اس لیے انتشار ہوتا ہے۔ اور اس لیے انتشار ہے کہ انسان دوسروں کے حق ادا نہیں

کرتا..... تو جس کا حق ہے اس کو ادا کر دو تو انتشار ختم ہو جائے گا۔ اور اگر ہو سکے تو اپنا حق معاف کر دو' پھر انتشار ختم ہو جائے گا۔ انتشار جو ہے یہ سادہ زندگی میں ختم ہوتا ہے اور بے تاب زندگی' پریشان زندگی اور کثیر المقاصد زندگی میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ آج کے انسان کو اس کے علاوہ اور بھی انتشار ہیں۔ یہ جو بین الاقوامی خبریں آ رہی ہیں اس سے بھی انتشار پیدا ہو رہا ہے' مثلاً روس نے امریکہ پر حملہ کر دیا یا امریکہ نے روس پر حملہ کر دیا اور یہ جنگ ہمارے دروازے تک آ پہنچی ہے۔ یعنی کہ انسان کو وہ جو آسودہ دنیا اور آسودہ زندگی میں رہنے کا لطف آتا تھا اس کی وہ دنیا پریشان ہو گئی۔ ایران اور عراق کی جنگ سے سب پریشان ہیں' افغانستان میں بھی جنگ ہے' انڈیا میں کوئی واقعہ ہو گیا' بنگلہ دیش میں بھی کچھ واقعہ ہو گیا۔ تو باہر کے علاقوں کی خبریں بھی آپ میں انتشار پیدا کر رہی ہیں اور اپنے ملک کے بارڈر پر Fear پیدا ہو رہا ہے' خوف اور خطرہ دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ حالانکہ یہ سارا وہم ہے۔ زندگی کو اگر کوئی خطرہ نہ ہو تب بھی اس نے مر جانا ہے اور خطرہ ہو پھر بھی اس نے مر جانا ہے۔ موت' زندگی کے نصیب میں ہے۔ اور خطرہ جو ہے یہ صرف وہم ہے۔ اگر انسان موت کا ہونا قبول کر لے تو زندگی سے خطرہ ٹل جاتا ہے۔ بس یہ پتہ ہو کہ موت نے آنا ہے اور جس دن اس نے آنا ہے وہ دن پہلے نہیں آ سکتا اور وہ دن ٹل بھی نہیں سکتا۔ اگر یہ ایمان پختہ ہو جائے کہ موت کا وقت مقرر ہے' نہ وہ ٹل سکتا ہے اور نہ وہ قبل از وقت آ سکتا ہے' تو پھر انتشار ختم ہو جائے گا۔ انسان یہ فیصلہ کر لے کہ میں نے زندگی کا کون سا مقصد بنانا ہے اور میں کون سا نامۂ اعمال مرتب کر رہا ہوں جو میں اللہ کے روبرو پیش کروں گا۔ یہ نہ کہنا کہ میں کل اصلاح کر لوں گا' کل تک پتہ نہیں کون جیتا ہے۔

آپ اپنے اعمال کو اپنے ہاتھ سے کر کے اپنا اعمال نامہ خود لکھ رہے ہیں' اس میں ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے' مخفی بھی ہے یعنی جو جو کچھ آپ نے سوچا وہ اعمال نامے میں ہے' جو کچھ آپ نے کیا وہ اعمال نامے میں ہے اور لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اعمال نامے میں ہے..... اس کا گواہ کون ہے؟ خود آپ۔ دوسرے گواہ کی ضرورت کوئی نہیں ہے اور آپ کی اپنی گواہی آپ کے اعمال نامے کے Authentic ہونے میں حرفِ آخر ہے۔ آپ کے ہاتھ میں جو پرچی لکھی ہوئی ہوگی اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر کر دینا ہے..... انتشار اس لیے ہے کہ آپ میں دین کو چھوڑ کر دنیا کی طلب ہے اور دنیا بھی آسودہ نہیں ہے۔ نتیجہ پھر یہ ہوا کہ کچھ بھی نہ بنا اور صرف انتشار رہ گیا۔ اس لیے آج کے انسان میں انتشار زیادہ ہے۔ اگر آپ Concentrate کریں' توجہ کریں تو ایک اور خواہش پیدا ہوتی ہے' ایک اور فرض پیدا ہو جاتا ہے' اس لیے یکسوئی نہیں ہوتی۔ اگر آپ یکسوئی میں بیٹھ جائیں اور بیٹھے رہیں تو پھر ایک خبر اچانک آ جاتی ہے اور یکسوئی ختم۔ یکسوئی جو ہے یہ خالق کے ساتھ مکمل طور پر متعلق ہونے میں ہے' تعلق میں آنے میں ہے۔ اگر آپ مخلوق سے متعلق ہو جائیں گے تو پھر یکسوئی نہیں ہوگی۔ کیونکہ مخلوق یکسو ہو نہیں سکتی۔ اس لیے انتشار ہوتا رہے گا۔ پھر اگر آپ ماموں کے گھر جائیں گے تو چچا کا گھر ناراض ہو جائے گا' میرا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ ہوتا رہے گا اور یہ واقعات ہوتے رہیں گے۔ اگر آپ اللہ کو فائنل مان لو اور اللہ کے فیصلوں کو آخری مان لو تو پھر یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر آپ دنیا کے حاصل کو اتنی اہمیت نہ دو' اگر آپ اپنے ذہن سے غریبی امیری کے فرق کو نکال دو تو یکسوئی پیدا ہو جائے گی۔ جو خوشی مال حاصل کرنے سے ہوتی ہے اگر وہ مال خرچ کرنے

سے ہونے لگے تو یکسوئی پیدا ہو جائے گی۔ یکسوئی اس فیصلے کا نام ہے جب آپ اللہ کے فیصلے پر راضی ہو جائیں اور جو شخص راضی نہیں ہے اسے یکسوئی نہیں ملے گی۔ جس کو عشق ہو جائے وہ یکسو ہو جاتا ہے۔ مجنوں سے کسی نے پوچھا کہ تو نے شہر دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے تو شہر نہیں دیکھا' میں نے تو لیلیٰ ہی دیکھی ہے' میں نے خدا کی اور کوئی شے نہیں دیکھی' میں نے صرف ایک ہی چیز دیکھی ہے۔

جب درد سے ہوتا تھا مضطر کہتا تھا یہ مجنوں رُو رُو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

اس کے لیے ہر شے ایک ہی ہے اور وہ کہتا ہے مجھے ایک ہی جلوہ درکار ہے۔ جس کو ایک جلوہ درکار ہو گا اس میں یکسوئی آئے گی' یکسوئی جو ہے یہ یک نظری کا نام ہے اور نظر کا انتشار خیال کا انتشار ہے۔ اور اگر آپ اپنے آپ کا صبح سے شام تک جائزہ لیں کہ آپ کیا کرتے رہتے ہیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا لیکن پھر اللہ کے سامنے بڑے مسکین بن کے' بڑے عاجز ہو کے کھڑے ہوتے ہیں اور جب غصہ آتا ہے تو پھر آپ پورے ''غیر اللہ'' بن جاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ کے آستانے پہ جائیں تو لوگ ہاتھ باندھ کے جاتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو اُدھر کو پیٹھ نہیں کرتے اور اُدھر کو منہ کر کے اس طرح واپس آتے ہیں جیسے یہ داتا صاحبؒ کو دیکھ رہے ہوں اور وہ ان کو دیکھ رہے ہوں..... اور داتا صاحبؒ کی زندگی کا کوئی عمل ان کی زندگی میں شامل نہیں ہوتا۔ کسی بزرگ کے ساتھ اس سے بڑا جھگڑا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اُسی کے نام پر اُسی کا کام نہ کرنا' مطلب یہ کہ اس کے پاس رہنا اور اس کا کام نہ کرنا۔ آج کا انسان اس لیے ڈسٹرب ہوا ہے اور اس لیے یکسوئی میں نہیں ہے۔ اگر کسی سے پوچھا جائے کہ تم

کس بزرگ کا کہنا مانتے ہو تو وہ اگر کہے کہ میں تو ہر بزرگ کا کہنا مانتا ہوں تو وہ جھوٹا ہوگا۔ کون جھوٹا ہوگا؟ جو یہ کہے کہ میں ہر بزرگ کا کہنا مانتا ہوں۔ اُس کو اس لیے جھوٹا کہتے ہیں کہ ہر بزرگ تمہارے مزاج سے آشنا نہیں ہے' ہر ڈاکٹر سے علاج کرانے والا ضرور بیمار رہے گا کیونکہ ایک مزاج آشنا ڈاکٹر چاہیے' اُسے پتہ ہوتا ہے کہ ایسا علاج کرنا ہے کہ کہیں دوسری بیماری پیدا نہ ہو جائے۔ اس لیے ایک معالج ہونا چاہیے۔ یہ بڑی ضروری بات ہے۔ اسی طرح ایک معلم ہونا چاہیے جس سے تعلیم حاصل کی جائے۔ ورنہ تو تعلیم کے شعبے بہت ہیں، مثلاً ہمارے ہاں طریقت میں چشتی' قادری' نقشبندی اور سہروردی سلسلے ہیں اور ایک آدمی ہر سلسلے کی تعلیم حاصل کرے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ناکام ہو جائے گا۔ ناکام ہونے کا پکا نسخہ یہ ہے کہ دو چار کام شروع کر دو' ایک دوکان بنا لو اور ایک ٹورنگ کمپنی بنا لو..... تو دوکان اور ٹورنگ کمپنی کا آپس میں کیا تعلق؟ ایک چلنے والا اور دوسرا ٹھہرنے والا کام ہے تو یہ تضاد ہے۔ یہ تضاد ہے کہ لوہے کا کاروبار کرتے ہو اور ساتھ ہی کپڑے کا کاروبار کرتے ہو اور روئی کا بھی کاروبار کرتے ہو تو کاروبار کے اندر ایک جیسا کاروبار یکسوئی پیدا کرتا ہے تو آج کے انسان کے لیے بڑا ضروری ہے کہ پہلے یہ فیصلہ کرے کہ میں نے کس جگہ پر کس انداز میں آخری سانس پورا کرنا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ کے حوالے کرتے ہیں' یہ فرار ہو گا۔ اپنی زندگی میں اپنے لیے فیصلہ کر لو کہ میں اس مقام پر جا کر اس انداز سے آخری سانس پورا کرنا چاہتا ہوں اور پھر میں راضی ہو کے چلا جاؤں گا۔ اگر آپ نے یہ فیصلہ نہیں کیا تو پھر انتشار ہوگا۔ اگر یہ فیصلہ کر لیا کہ آرزو کیا ہے کہ کس جگہ پر دم نکلے اور پتہ چل جائے کہ میری یہ خواہش ہے کہ فلاں جگہ دم نکلے تو اس جگہ کی

طرف چل پڑو۔ پھر دم لیتے لیتے وہاں تک پہنچ جاؤ۔ اگر وہاں نہیں جانا اور یہ خواہش ہے کہ یہیں پر ہمارا دم نکلے اور اس طرف سفر نہیں کیا تو پھر یہ جھوٹ ہے اور انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہماری خواہش ہے کہ اللہ کے گھر میں' خانہ کعبہ میں ہماری جان نکلے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ اب وہ خانہ کعبہ کی طرف چل پڑے کیونکہ جان نکلنے کا وقت آ رہا ہے۔ اور اگر خانہ کعبہ سے ڈرتا ہے جب کہ آخری سانس وہاں لینا چاہتا ہے تو پھر انتشار پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے یہ بات ضروری ہے کہ انسان اللہ کو مانے اور اللہ کریم کے احکامات کو بھی مانے۔ کیونکہ آج کا انسان اللہ کو تو مانتا ہے لیکن اللہ کے احکامات کو نہیں مانتا' تو انتشار' وہ لوگوں کو خوش کرنا چاہتا ہے لیکن لوگوں کے ساتھ نیکی نہیں کرتا' تو انتشار' اور وہ خرچ کیے بغیر یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ کے قریب ہو گیا تو انتشار' وہ کثیر المقاصد ہو گیا تو انتشار' ہر بندے کو راضی کرنا چاہتا ہے تو انتشار..... انسان ہر بندے کو کیسے راضی کر سکتا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی اور اُسے کہا کہ فلاں علاقے میں چلے جاؤ۔ وہ اس علاقے میں چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد پیر صاحب نے وہاں سے رپورٹ منگوائی کہ کیا حال ہے ہمارے خلیفہ کا۔ انہوں نے کہا کہ بہت اچھا حال ہے' وہ بہت کامیاب ہیں اور ان پر سب لوگ راضی ہیں۔ پیر صاحب نے کہا کہ اُسے پیغام دو کہ واپس آ جائے اور خلافت کی سند بھی واپس دے دے۔ جب وہ واپس آیا تو پیر صاحب نے فرمایا کہ سُنا ہے لوگ تم پر بہت راضی ہیں۔ کہنے لگا کہ یہ آپ کی مہربانی ہے اور آپ کی دعا ہے کہ سارے ہی راضی ہیں۔ پیر صاحب نے کہا کہ اگر سارے راضی ہیں تو تُو جھوٹا ہو گیا ہے اور تُو نے سچ بولنا چھوڑ دیا ہے۔ تو جو سچ بولنا چھوڑ دے اس سے سب راضی ہوں

گے ورنہ سب راضی کیسے ہو سکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آج کا انسان ہر ایک کو راضی کرنا چاہتا ہے' اِس کو بھی راضی رکھ اور اُس کو بھی راضی رکھ۔ مدعا یہ ہے کہ اگر تمہارا اپنا رنگ نہیں ہوگا تو پھر تُو ہر رنگ میں ڈھلنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں پہ انتشار پیدا ہوتا ہے۔ انتشار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ تمہارا ایک رنگ ہو۔ اگر ایک رنگ کا گمراہ شخص ہو تو وہ بھی انتشار سے بچ سکتا ہے مثلاً چور نے ہر صورت میں چوری کرنی ہے اور پھر ایک دن وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کے گھر میں چوری کرنی ہے' خانہ کعبہ سے تھوڑا سا غلاف پھاڑ کے لے آئے گا۔ پھر اسے ہدایت ملتی ہے اور یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ یکسوئی اس میں پیدا نہیں ہوتی جس کے خیال میں یکسوئی نہیں ہے' جس کا عمل یکسُو نہیں ہے' جو سوچتا ہے اور بدلتا ہے' بدلتا ہے اور سوچتا ہے' جس کے فیصلے دیرپا نہیں ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ ہر ایک کو راضی رکھنا چاہتا ہے لیکن وہ کسی کو راضی نہیں رکھ سکے گا۔ اس لیے اپنے آپ کا خود فیصلہ کر لو کہ تم نے کس کے نقشِ قدم پر چلنا ہے' جس کے نقشِ قدم پر چلنا ہے اس کی طرف چل پڑو' اگر کسی بزرگ کے حوالے سے چلنا ہے تو بزرگ کے حوالے سے چل پڑو۔ عبادت کرنی ہے تو عبادت کے حوالے سے چل پڑو۔ انتشار جو ہے یہ دنیا میں ٹھہرنے کی آرزو کا نام ہے جب کہ تم ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر تم یہاں ٹھہرنے پر زور نہ دو اور اصرار نہ کرو تو انتشار ختم ہو جائے گا۔ اگر اپنے آپ کو یہ نہ سمجھو کہ تمہارے بغیر یہ قافلہ نہیں چلے گا تو انتشار ختم ہو جائے گا۔ قافلہ ضرور چلے گا اور قافلے چلتے ہی رہتے ہیں۔ اگر آپ کو پتہ چلے کہ آپ کا دوست اللہ کو پیارا ہو گیا تو پھر آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر آپ کا دوست اللہ کو پیارا ہو گیا تو اُس کے دوست آپ بھی تو ہیں' کیا پتہ اللہ کو آپ کے ساتھ پیار ہو جائے۔ تو

انسان یہ بات نہیں سمجھتا۔ ہوتا یہ ہے کہ شہر میں بندے اُتنے ہی رہتے ہیں' ایک ایک کر کے رخصت ہوتے جاتے ہیں' کچھ عرصہ کے بعد شہر بھرا رہتا ہے اور بندے غائب ہو جاتے ہیں' بازار بھرے ہوتے ہیں لیکن آشنا بندے غائب ہو جاتے ہیں' شیخ صاحب بھی چلے گئے اور چوہدری صاحب جو تھے وہ شیخ صاحب کے دوسرے دن چلے گئے۔ پھر آپ وہاں جتنے نام گنواؤ' ان میں سے ایک بندہ بھی نہیں ہوگا۔ تو شہر تو آباد تھا' شہر بھرا ہوا تھا لیکن آشنا بندے غائب ہو چکے تھے۔ اسی طرح آپ بھی غائب ہو جائیں گے' آپ بھی گم ہو جائیں گے..... اللہ کو یاد کیے بغیر اپنے آپ کو گم شدہ ہونے سے بچانے کی آرزو کرنا انتشار ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دنیا کو چھوڑتے ہوئے' دنیا کی آرزوؤں کو چھوڑتے ہوئے ففروا الی اللہ اللہ کی طرف بھاگتے ہوئے' فرار کر جاؤ' ہر شے کو چھوڑ کے آ جاؤ' ہر شے کا خیال چھوڑ کے آ جاؤ..... جس طرح آپ مسجد میں جوتا نہیں لے کے جا سکتے اسی طرح آپ اللہ کی آرزو میں دنیاوی آرزو ترک کر کے جائیں۔ دنیاوی آرزوؤں کا وہاں کوئی مقام نہیں ہے۔ ہر آدمی دنیا میں آسودہ ہونا چاہتا ہے' آپ نے آسودہ ہونا ہے تو اسی جگہ ہونا جہاں پر آپ ہیں۔ اسی چیز کا نام آسودگی ہے۔ کبھی آپ کو کسی طریقے سے اپنے بزرگوں میں سے دادا نانا تک رسائی ہو جائے تو ان سے پوچھنا کہ آپ کی زندگی کیسی تھی' پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ زندگی کیسی تھی..... بڑے بڑے بادشاہ' ظل سبحانی اور آنجہانی جو تھے ان کی حالت یہ تھی کہ کمرے میں ایئر کنڈیشنڈ نہیں تھا۔ اکبر بادشاہ کے پاس ٹیلی فون نہیں تھا۔ آپ بگی میں نہیں بیٹھ سکتے اور اکبر بادشاہ لاہور سے دلی بگی میں بیٹھ کے جاتا تھا۔ حالانکہ وہ تھا شہنشاہ جلال الدین اکبر۔ وہ ہاتھی پر

بیٹھ کے بھی جاتا تھا اور اگر آپ کو سزا کے طور پر کہیں کہ لاہور سے شیخوپورہ ہاتھی پر بیٹھ کے جاؤ تو آپ مر جاؤ گے۔ آپ کے پاس تو ڈی لکس قسم کی گاڑیاں ہونی چاہییں۔ آپ کی زندگی بڑی آسان ہے بس صرف شکر نہیں ہے اور ناشکری بڑھ گئی ہے۔ آپ کی تنخواہیں بہت زیادہ ہیں مگر آپ کی غریبی تنخواہ سے زیادہ ہے' جوں جوں تنخواہ بڑھتی جا رہی ہے غریبی بھی بڑھتی جا رہی ہے کیونکہ ہوس بڑھتی جا رہی ہے' لالچ بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ پرائس بڑھتی جا رہی ہے' پرائس آپ خود ہی کنٹرول کرتے ہیں۔ آپ اگر ضرورت کو صرف ضرورت کی حد تک رکھیں تو پھر آپ پرائس کنٹرول کر سکتے ہیں۔ آپ ان چیزوں کی طرف رجوع کر گئے ہیں جو چیزیں زندگی کے لیے اتنی ضروری نہیں تھیں۔ آپ میں سے کئی آدمی ایسے ہوں گے جن کے گھر میں دنیا کی آسانیاں اور آسائشیں ہیں اور ان سے اگر پوچھو کہ تم نے کب نیا قرآن شریف خریدا تھا' کہاں سے خریدا تھا اور اس کو کتنی بار پڑھ لیا ہے..... تو پھر جواب کیا ہوگا؟ ویسے آپ بڑے ادب نواز ہیں' کبھی امریکہ کی چھپی کتاب پڑھتے ہیں اور پھر کبھی انگلینڈ کی یا انڈیا کی۔ اور یہ جو تیرے اللہ نے کتاب بھیج رکھی ہے اگر وہ پڑھنے کا موقع نہ ملے تو..... اگر اس کتاب کو آپ نے اللہ کا کلام مان لیا ہے تو پھر پتہ تو کرو کہ اللہ کہتا کیا ہے' کچھ تو کہا ہوگا' شاید آپ کے لیے اس میں کوئی پیغام ہو کیونکہ اللہ کو تو پتہ ہے کہ یہ کتاب آپ کے زمانے میں بھی جانی ہے۔ تو آپ اسے پڑھو تو سہی اور کبھی اسے مان ہی لو۔ آپ تو اخبار پڑھیں گے' واپڈا کے بل پڑھیں گے' یہ پڑھیں گے' وہ پڑھیں گے' دوسروں کے خط پڑھیں گے اور دوسرے سب واقعات پڑھیں گے لیکن قرآن کو نہیں پڑھیں گے۔ آپ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ کہتا کیا ہے۔ اللہ کے

ساتھ آپ کی Communication یا تو قرآن میں ہوتی ہے یا سجدے میں یا پھر تنہائی میں۔ اس لیے یکسوئی کیا ہے؟ اللہ کے ساتھ کمیونیکیشن' رابطہ۔ جب اللہ کے ساتھ آپ کی کمیونیکیشن نہیں ہوتی تو پھر انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ بہت ساری خواہشات سے بھرے ہوئے ہیں' آپ کے پاس بے شمار واقعات ہیں کہ کیا کیا کریں:

؎ کیڑھا کیڑھا رونا روئیے سارے روگ اَوَتے نیں

یعنی کس کس بات کا رونا روئیں کیونکہ سب روگ بڑھتے جا رہے ہیں' ایک روگ ہو تو انسان رو بھی لے مگر آپ نے تو ہزار ہا روگ لگا لیے ہیں۔ اور آخر کار زندگی کو مرنا ہے۔ چلو یہ ہو جائے کہ آپ روگ لگا لیں مگر زندگی بچ جائے مگر زندگی نے تو بچنا نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر سے کوئی پوچھے کہ اس مریض کا بتائیں تو وہ کہے گا شاید کل تک مر جائے۔ پھر وہ کہے گا کہ ڈاکٹر صاحب اگر اس نے کل مر جانا ہے تو پھر اس کو اتنے پائپ' ٹونٹیاں کیوں لگا رکھی ہیں۔ ڈاکٹر کہے گا کہ یہ اس کا نصیب ہے۔ مدعا یہ ہے کہ آپ کو پتہ ہے کہ زندگی کے نصیب میں موت لکھی ہوئی ہے' اور پھر بھی زندگی میں Burden کرنا اور اسے پریشان کرتے رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی غریب آدمی پیسے کما کے دولت حاصل کر گیا' امیر ہو گیا تو وہ امیر ہونے کے بعد پھر غریبی کی زندگی گزارتا ہے کہ خرچہ کنٹرول کرو' تھوڑا خرچ کرو' یہ میں نے بڑی مشکل سے بنایا ہے..... جب بنا لیا ہے تو پھر خرچ ہونے دو۔ تو یہ انسان ہے جو کبھی آسودہ نہیں ہوتا اور اپنی زندگی کو خود ہی پریشان کرتا رہتا ہے۔ اگر آپ یہ فیصلہ کر لیں کہ زندگی کو آسان بنانا ہے تو زندگی آسان ہو جائے گی۔ یا تو مبالغہ کرنا چھوڑ دو' نمائش کرنا چھوڑ دو' یا پھر یہ مان لو کہ تم غریب ہو۔ اگر

غریب ہونا مان لو گے تو پھر غریبی میں قرار آ جائے گا۔ اگر یہ مان لو کہ آپ آزردہ ہو تو پھر قرار آ جائے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بزرگوں کے ساتھ آپ کے جو تعلقات ہیں اُن میں ابہام نہ ہو۔ داتا صاحبؒ بے شمار لوگوں کے مرشد ہیں لیکن بے شمار لوگ داتا صاحبؒ کے پاس نہیں آئے۔ خواجہ صاحبؒ نے یہاں آ کے فیض لیا مگر خواجہ صاحبؒ پھر چشتی کے چشتی ہیں' جب بھی وہ کریڈٹ دیں گے اپنے پیر عثمان ہارونیؒ کو دیں گے جب کہ داتا صاحبؒ سے بھی فیض لے لیا۔ تو آپ کا جو شیخ ہوگا اس کے حوالے سے آپ کو نسبت ملے گی۔ مدعا یہ ہے کہ اپنے شیخ کو یا بزرگ کو دریافت کرو' اپنی نسبت کو دریافت کرو اور ان کے ساتھ چلو' جیسے جیسے وہ چلیں آپ بھی ویسے چلو۔ اگر ویسی چال نہیں ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ سکون نہیں ملے گا۔ سکون ہوتا ہے اتباع میں اور جس آدمی سے آپ نے اللہ کے حکم اور احکام لیے ہیں اس آدمی کے رنگ کی اتباع ہو۔ اگر صابری لوگ گیروے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں تو اب جو صابری ہو گیا وہ وہی رنگ پہنے گا اور اس کو اسی رنگ میں قرار ملے گا' جو چشتی ہوگا وہ قوالی سُنے گا۔ آپ دوسروں پر اعتراض کرنا چھوڑ دو اور اپنا کام کرتے جاؤ۔ نیت صاف ہو تو پریشانی نہیں ہوگی۔ پیسہ مادہ ہے اور مادہ کو جمع کرنے سے انتشار پیدا ہوگا اور اگر آپ پیسہ خرچ کر دو' انسانوں کو دے دو' کسی انسان کو سکون دے دو تو انتشار ختم ہو جائے گا۔ کسی آدمی کو آسانی پہنچانے سے انتشار ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب اللہ کے پاس جا کے آپ کو دعا بھی بھول جائے تو سمجھو کہ یکسوئی پیدا ہونے لگی ہے۔ وہاں دعا کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب آپ اللہ کے پاس آ گئے ہیں۔ جب آپ پاس آ جائیں تو پھر دعا کا کیا فائدہ۔ اگر وہ پاس ہے تو پھر اور کیا دعا مانگنی ہے۔ سب سے بڑی چیز تو آپ

کو مل گئی ہے کہ اللہ آپ کے پاس آ گیا یا آپ اللہ کے پاس چلے گئے تو پھر اب کیا دعا مانگنی..... اور اگر وہ پاس نہیں ہے تو پھر دعا کیا ہے۔ اس لیے یہ بات غور سے سمجھو کہ جہاں قبولیت کا وقت آ جائے وہاں دعا نہیں مانگنی کیونکہ اب قبولیت آ گئی ہے اور جب اللہ تعالیٰ قبولیت عطا فرما دے تو پھر ارادہ ہی دعا ہے۔ اس لیے انتشار سے بچنے کے کئی طریقے ہیں' اللہ کا ذکر کرو اور درود شریف پڑھو۔ اللہ کا ذکر آپ میں یکسوئی پیدا کرتا ہے اور پھر انسان میں وجدان پیدا ہو جاتا ہے' اس کے اندر جنون پیدا ہو جاتا ہے' شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ جو ایک راستے کا مسافر ہو گا اس کو انتشار نہیں ہو گا۔ دو راستوں کا مسافر منتشر رہے گا۔ جس آدمی کی زندگی میں دو کام آپس میں Tally نہ کریں تو انتشار ہو گا' اگر دونوں کاموں میں سے ایک نیکی ہے اور دوسرا غلطی ہے تو انتشار ہو گا۔ ایسا شخص نہ نیکی چھوڑتا ہے اور نہ وہ غلطی چھوڑتا ہے۔ اس لیے انتشار ہوتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو یک طرفہ کر دیں' ایک طرف مائل ہو جائیں اور زندگی میں یہ فیصلہ کر لیں کہ کہاں پہ جان ختم ہونی ہے۔ یہ فیصلہ بہت ضروری ہے۔ سب بزرگ یہ بتاتے ہیں۔ اور اسی عمر میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ نوجوان اپنے بڑھاپے کو اپنی جوانی کی نگاہ سے دیکھیں اور یہ فیصلہ آج ہی کر لیں کہ بڑھاپا کہاں ختم ہونا ہے تاکہ جو آخری عمر میں پرابلم ہوتی ہے وہ آپ کو نہ ہو۔ پھر آپ کو انتشار نہیں ہو گا۔ اس مقصد کے لیے باقی کام چھوڑتے جائیں۔ جب آپ نے دوست کی شادی پر جانا ہے تو راستے کے جتنے کام ہیں وہ چھوڑ دو۔ یہ نہ کہنا کہ اے دوست معذرت ہے کہ میں آج نہ آ سکا کیونکہ راستے میں ایک اور دوست مل گیا۔ تو ایسا شخص جھوٹا ہے جو ایک جگہ دعوت کا وعدہ کر لیتا ہے' پھر ایک اور جگہ دعوت کا وعدہ کرتا ہے اور پھر اکیلا بیٹھ کے کھانا کھا لیتا ہے۔

اس لیے اپنے وعدوں کا پاس کرو' اپنے خیال کی نگرانی کرو' اپنے آپ کو کثرتِ مقصد سے بچاؤ' اپنے آپ کو مادہ کی محبت سے نکالو اور مادہ پرستی سے نکالو۔ پھر آپ کو آسودگی مل جائے گی' آپ کے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے اور انتشار ختم ہو جائے گا۔ اللہ نے یہ کہا ہے کہ تمہیں اللہ کے ذکر میں یکسوئی ملے گی۔ کائنات کے جتنے بھی جان دار ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ نے یکسوئی رکھی ہے اور انسان میں انتشار ہے۔ کسی ذی جان کی آواز کبھی نہیں بدلی' طوطا' کبوتر کی طرح کبھی نہیں بولا' جو اُن کی آواز ہے وہ وہی رہتی ہے' جو پرواز ہے وہی پرواز رہتی ہے' گھوڑا مر جائے گا لیکن گوشت نہیں کھائے گا اور شیر مر جائے گا لیکن گھاس نہیں کھائے گا۔ یہ مزاج ہیں اور ہر چیز کا مزاج Fix کر دیا گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ دیکھو ان میں کس طرح یکسوئی ہے۔ جو جس طرف کا مسافر ہے اسی مدار میں چل رہا ہے' ستارے اپنے مدار میں چل رہے ہیں' سورج اپنے مدار میں چل رہا ہے' ان میں کوئی Change یا تبدیلی نہیں ہے۔ اور آپ لوگ اپنا مدار چھوڑ جاتے ہیں' اپنے فیصلے چھوڑ جاتے ہیں' جاتے جاتے آپ کوئی چیز اٹھا لیتے ہیں اور پھر پتہ چلتا ہے کہ یہ تو غلط چیز اٹھالی تھی' پھر اُسے چھوڑنے میں ایک مصیبت پڑ جاتی ہے۔ آپ خوشی کے نام پر چیزیں اکٹھی کرتے ہیں اور وہ غم ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کیا جائے تاکہ انتشار سے بچا جائے۔

تو یہ تھا آپ کے سوال کا جواب۔ اب آپ اور سوال پوچھ لیں.....

سوال:

انسانوں کے ساتھ تعلقات کس حد تک رکھنے چاہییں۔

جواب:

انسانوں کے ساتھ جو تعلقات ہیں ان کا حکم دینے والی اللہ کریم کی ذات ہے کہ انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک رکھو۔ اگر آپ اللہ کا حکم مان کے انسانوں سے تعلق رکھ رہے ہیں تو یہ یاد رہے کہ اللہ کو چھوڑ کر انسانوں سے تعلق نہ رکھنا کیونکہ انسانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ آپ نے اللہ بنائی ہے۔ اگر اللہ کو چھوڑ کر آپ ان انسانوں سے تعلق رکھ رہے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے تو پھر یہ جواز کہ میں اللہ کے لیے انسانوں سے تعلق رکھ رہا ہوں' یہ جواز غلط ہے اور یہ تعلق ناجائز ہے۔ اور اگر آپ نے انسانوں سے تعلقات اپنے لیے رکھے ہوئے ہیں تو وجہ پتہ ہونی چاہیے کہ کیوں رکھے ہوئے ہیں' کیا اس سے آپ کو آسانی ہوتی ہے؟ اگر آپ کے پاس یہ وجہ ہے کہ سب انسانوں کو خوش رکھنا ہے تو کیا آج تک کوئی انسان سارے انسانوں کو خوش رکھ سکا؟ اگر ایک آدمی آپ کا دوست ہے اور اس کی دوستی پر آپ کو فخر ہے تو پھر اس دوست کا گلہ نہ کرنا چاہے وہ صریحاً دھوکا دے جائے۔ اگر آپ کے بہت سارے دوست ہیں تو زندگی ناکام ہو سکتی ہے' ایسا شخص زندگی اچھی گزارتا ہے' رونق ہوتی ہے' میلہ ہوتا ہے لیکن زندگی کامیاب نہیں ہوتی۔ یا تو وہ سارے لوگ ایک مقصد کے مسافر ہوں' ایک سنگت رکھتے ہوں' ایک طرف جانے والے ہوں تو پھر ایک کیفیت بن جاتی ہے ورنہ یہ Heterogeneous قسم کا یہ گروہ کیفیت شکن ہے اور اس معاشرے سے بچنا چاہیے۔ تو دوستوں سے تعلقات اس حد تک رکھو کہ آپ خود ٹوٹ نہ جاؤ یعنی کہ دوستی کو یا محبت کو مصیبت نہ بناؤ۔ محبت تو رکھی تھی خوشی کے لیے اور اگر وہ مصیبت بن رہی ہے تو پھر غور کرو کہ دوستوں کی محبت کدھر لے کے جا رہی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دوست آپ کی رکاوٹ بن جائیں۔ ایک بات بڑی ضروری' یاد رکھنے والی

ہے کہ نیک آدمی کی محفل تمہیں نیک بنا دے گی اور بد کی محفل بد بنا دے گی۔ اگر دوست تم سے زیادہ نیک ہے تو اس سے نیکی اخذ کرنے کے لیے جا اور اگر وہ بد ہے تو اس کی بدی دُور کرنے کے لیے جا۔ اگر تُو اس کی بدی دور نہیں کرتا تو تُو بدی کا حصہ ہے اور پھر دوست کے اعمال نامے کی سزا Slip کرتے کرتے تیری گردن میں آ جاتی ہے۔ یعنی اگر اُسے تو نے دوست کہا اور تو جانتا تھا کہ وہ غلط جا رہا تھا تو تیری خاموشی تیرا جرم ہے۔ کہتے ہیں کہ پکڑا جائے گا وہ آنکھوں والا جس کی نگاہوں کے سامنے اندھا کنوئیں میں گرا۔ اس لیے اگر تو آنکھوں والا ہے اور تیرا دوست کنوئیں میں گر رہا ہے اور تو نے اس کو نہیں بچایا تو پکڑ تمہاری ہوگی۔ اگر تم دونوں برابر کے ہو تو پھر نہ اس کا طریقت کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور نہ اس سوال سے کوئی تعلق ہے۔ ہم ایک طرف کو جانے والے لوگ ہیں۔ اگر ایک آدمی ہے جو تصویر بناتا ہے اور اُسے کوئی دوست مل گیا اور اس نے اس دوست سے کہا کہ تیری تصویریں تو مجھے اچھی نہیں لگتیں مگر تو مجھے اچھا لگتا ہے تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے۔ جو تمہارے فن کو غلط سمجھتا ہے اور تمہارے ساتھ دوستی کرتا ہے' جس نے تیرے دین سے محبت نہ کی اور تیری ذات سے محبت کی تو اس سے زیادہ جھوٹا بندہ کوئی نہیں ہے اور وہ قاتل ہے۔ یہ وہ دشمن ہے جو دوست کے لباس میں آ رہا ہے۔ تو دشمن کون ہے؟ دوست کے لباس میں آنے والا وہ شخص جو تمہارے دین کو نہ مانے اور تمہیں مانے۔ اس لیے اس سے بچو جو تمہارا ہم دین نہ ہو' اس سے بچو جو تمہارا ہم سفر نہ ہو اور اس سے بچو جو تمہارا ہم خیال نہ ہو۔ یہ تو بڑے خطرناک دوست ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر جان قربان ہی کرنی ہے تو بہتر ہے کہ کسی خُوبرو پر جان قربان کر دو یا کسی دانا آدمی پر جان نثار کر دو۔ دوست رکھنا اور پھر اس

دوست کا ہم خیال نہ ہونا ایک سزا ہے جو آپ کو ملے گی۔ یہ نہ کہنا کہ پرانے تعلقات تھے۔ جب اسلامی معاشرہ قائم ہوا تو پرانے تعلقات ختم ہو گئے' باپ نے بیٹے کو چھوڑ دیا اور بیٹے نے باپ کو چھوڑ دیا' کلمہ پڑھنے والے ایک طرف ہو گئے' پھر جہاد ہو گیا تو بیٹے کے مقابلے میں باپ آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ اب یہ تم میں سے نہیں ہیں بلکہ اب یہ اور ہو گئے ہیں' اب وہ کافر کہلائیں گے حالانکہ کل تک باپ کہلاتے تھے' کل تک بھائی کہلاتے تھے' اب تم مومن کہلاؤ گے اور وہ کافر کہلائیں گے۔ تو اب بھائی کیسا اور دوست کیسا۔ اس لیے اگر وہ مومن نہیں ہے تو دوست کیسا' اگر ہم خیال نہیں ہے تو دوست کیسا۔ پھر دوستی حجاب ہے۔ پھر یہ دوستی اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کا اور خود پر غفلت کا پردہ ڈالنے کا نام ہے۔ تو آپ یہ دیکھیں کہ دوستی کی وجہ کیا ہے؟ اگر وہ وجہ نہ رہی تو پھر دوستی نہ رہی۔ اس لیے دوستوں کے معاملے میں بڑی احتیاط کرنی چاہیے کہ دوست کسے کہتے ہیں اور دوستی ہوتی کیا ہے۔ دوستی برابر کی ہوتی ہے یا معتقد ہوتی ہے۔ بس یہ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ اگر معتقد دوستی ہے تو وہاں سے سبق لو اور اگر برابر کی دوستی ہے تو پھر دیکھو کہ آپ کے ساتھ کیا واقعات ہو رہے ہیں۔ جو تم سے سبق لیتا ہے اگر تم نے اس کی اصلاح نہ کی تو پھر تم گرفت میں آ جاؤ گے۔ دوست کی اصلاح کرو' اگر اصلاح نہیں کر سکتے تو گریز کرو۔ ماڈرن مین کے پاس یہ ایک بڑا حربہ ہوتا ہے کہ دوست کہہ کے دشمنی کر جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مذہب کی کیا بات کرتے ہو' مذہب کی بات چھوڑو' یہ تو پرانے زمانے کی بات ہے' فرسودہ بات ہے..... اب جس نے تمہیں یہ کہہ دیا کہ یہ فرسودہ باتیں ہیں تو تم اس کو چھوڑ دو۔ اگر تمہارا دوست تمہارے دین کے بارے میں' خدا کے بارے میں اور قرآن کے بارے

میں کچھ کہے تو پھر تمہارے دوست ہونے کا فرض یہ ہے کہ ایک دفعہ اس کی گردن پر تمہارا ہاتھ لگ جائے۔ کیونکہ وہ یہ سب اپنے خدا کے بارے میں نہیں کہہ رہا بلکہ تمہارے خدا کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ یہ جو الفاظ وہ کہہ رہا ہے یہ تمہارے خدا کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ اگر کوئی تمہارے باپ کو اچھا نہ کہے تو وہ تمہارا دوست کیسے ہوگا۔ کیا تم اپنے دین کو اپنے باپ سے بھی زیادہ نہیں سمجھتے۔ یعنی اگر آپ کے باپ کے بارے میں کچھ کہے تو آپ مائنڈ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری ہماری دوستی ختم کیونکہ تم نے ہمارے ابا حضور کی شان میں کچھ کہا ہے ھذا فراق بینی و بینکم ہمارے تمہارے درمیان اب جدائی ہے۔ تو دین کو اتنی تو وقعت دو کہ جو تمہارے دین کے خلاف بات کرے اس کو Accommodate نہ کرو۔ اس میں Compromise نہیں ہے' اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ دوستی ضرور پالو مگر وجوہات کے ساتھ' مقصد تمہارا اللہ ہونا چاہیے' زندگی کا مدعا اللہ ہے۔ دوستی تو اللہ کی طرف جانے کا ذریعہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کی طرف سب جا رہے ہیں' چلو مل کے چلیں۔ اور جو تمہارے ساتھ اس راستے میں نہ چلے تو وہ کیا دوست ہے۔ یہ نہ کرنا کہ دوست مل گیا ہے چلو اب کارڈز کھیلیں۔ اور پھر وہ تاش کھیلنے لگ گیا۔ تو دونوں دوست نامُراد' کہ وقت گزرتا جا رہا ہے اور وہ کھیلتے جا رہے ہیں۔ جو باتیں آپ دوستوں کے ساتھ کرتے ہیں وہ نامۂ اعمال میں شامل ہے۔ دوست کی غلط بات کو سن کر خاموش ہو جانا مجرم ہونے کے برابر ہے۔ حدیث شریف سن لو کہ من استحسن قبیحا فقد عمله جس نے پسند کر لیا قبیح کو اس نے عمل کر دیا۔ جس نے غلط بات پر داد دے دی سمجھو اس نے غلط بات کر دی۔ جس دوست کے اندر تمہیں غلطی محسوس ہو اور تو اسے دور نہ کرے تو سمجھو کہ تم اس کو داد دینے والے ہو'

تم غلطیوں کو پالنے والے ہو۔اس لیے پھر تم اس کے ساتھ گرفت میں آ جاؤ گے۔ سفر کرو تو خوش قسمت کے ساتھ۔ کشتی میں پچاس بندے بیٹھے ہوں اور کشتی ہچکولے کھا رہی ہو تو اگر ان میں ایک بھی خوش قسمت بندہ بیٹھا ہو تو کشتی نہیں ڈوبے گی۔ کیونکہ Nature جو ہے وہ Afford نہیں کرتی کہ اس خوش قسمت شخص کو ڈبویا جائے۔اور جب یہ پتہ چل جائے کہ دوست بدقسمت ہے تو وہاں سے بھاگ جاؤ۔ اللہ وہاں معاف نہیں کرتا۔ کسی پیغمبر نے آج تک شیطان کی سفارش نہیں کی۔ کافروں کے بارے میں کہا گیا کہ یہ کافر تو ہے' تجھے بھی نہیں مانتا اور مجھے بھی نہیں مانتا لیکن مجھے یہی بندہ چاہیے۔ اللہ نے بھی کہہ دیا کہ چلو ٹھیک ہے۔ مگر کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ یا اللہ اب شیطان کو معاف کر دے' کبھی یہ تیرا سجدہ کیا کرتا تھا' اور نہ کسی کو یہ کہنے کی جرأت ہے' شیطان جو ہے یہ بغاوت کی بات نہیں ہے بلکہ بدقسمتی کی بات ہے' ازلی بدقسمتی کی بات ہے۔ اس لیے اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ تمہارا کوئی دوست اس طرح کا بدقسمت ہے یا اس میں کوئی کمی ہے تو پھر اس سے گریز کر جا۔ غلط عمل اور چیز ہے مگر بدنصیبی اور چیز ہے اور اگر یہ سمجھ آ جائے کہ اللہ اس شخص سے ناراض ہے تو جس شخص پر اللہ ناراض ہو اس کا ساتھ نہ دینا۔ پھر بے شک جو ہو جائے۔ جہاں اللہ ناراض نہ ہو وہاں بے شک آپ اس کی سفارش کر لو۔ جہاں پہ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہو وہاں کبھی سفارش نہ کرنا۔ اگر شیطان کو لعین کہہ دیا' فرعون کو لعین کہہ دیا تو اب ان کی سفارش کرنے کا کسی کو حق ہی نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ نے یہ فیصلہ کر دیا۔ جہاں یہ فیصلہ نہیں ہوا تو اس کو کہو کہ تیرے اندر یہ غلطیاں ہیں' ان کو دور کر لے۔ دوست کی غلطی دور کرنے کی تمنا دراصل اپنی نیکی میں اضافہ

ہے۔ آپ یہ ضرور کیا کریں۔ اگر یہ کر سکتے ہیں تو دوستی حق ہے اور اگر نہیں کر سکتے تو پھر تنہائی برحق ہے اور ضروری ہے۔ دوست کے بعد ''ذی القربیٰ'' کا یعنی رشتہ داروں کا حق ہے۔ رشتہ داروں کو' اگر وہ اہل ہوں یا نہ ہوں' مال میں شریک رکھو۔ آپ کے پاس اگر مال زیادہ آ جائے اور آپ کا قریبی خون اگر مال سے محروم ہو' بھائی ہو' بھتیجا ہو' ماموں ہو' بہن ہو' چاہے کوئی ہو' اس کو اپنے مال سے آپ Help کرتے رہیں۔ ان کے لیے بھی آپ کو حکم ہے کہ ان کی اصلاح کرتے رہو' بتاتے رہو اور جتاتے رہو۔ مثلاً رشتے داروں میں شادی کا وقت آ گیا' گھر کے اندر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا خوشیوں کے نام پر' گمراہی کا ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا..... وہاں اگر آپ ہوں تو آپ یہ کہیں کہ یہ چیز دین کے خلاف ہو رہی ہے' اس لیے میں Protest کرتا ہوں اور یہ جو بچی کی شادی ہو رہی ہے اس میں میری طرف سے یہ مال کا تعاون ہے' یہ آپ قبول کریں' مگر میں اس ہنگامے میں تعاون نہیں کر سکتا' یا تم ٹھیک ہو جاؤ یا پھر میں جا رہا ہوں' پھر کل شام کو ملوں گا..... رشتے دار کبھی ترک نہیں ہو سکتے۔ کچھ رشتے ہوتے ہیں جو ٹوٹ نہیں سکتے۔ وہ رشتے جو خدا نے بنائے ہیں ان میں اُدھر سے رعایت ہوتی ہے اور جو رشتے آپ نے بنائے ہیں اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ دوستی آپ نے بنائی ہے اور شادی بھی آپ نے بنائی ہے لیکن آپ کی بہن خدا نے بنائی ہے' اس میں آپ کے پاس کوئی Choice نہیں ہے' اس لیے اس کو آپ نہیں چھوڑ سکتے۔ ماں کو آپ چھوڑ نہیں سکتے' بھائی کو آپ چھوڑ نہیں سکتے' یہ رشتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ اور جو آپ نے بنائے ہیں آپ ان کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ تو آپ نے رشتے داری ترک نہیں کرنی' قطع رحمی نہیں

کرنی۔ تو کبھی رشتے کو منقطع نہ کرنا۔ رشتے داری چلتی رہے اور آپ کا آنا جانا رہے۔ لہٰذا قطع تعلقی نہیں کرنی۔ جو ناراض ہیں ان کو راضی رکھو۔ یہ اذیت تو ہے لیکن نیکی ہے۔

سوال:

غیب کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن کچھ ولی اور بزرگ ایسے گزرے ہیں جن کو پہلے پتہ چل جاتا ہے' تو یہ کیا ہے؟

جواب:

غیب اور حاضر دونوں Relative Terms ہیں مثلاً اس وقت گیٹ پر کھڑا ہوا بندہ غیب ہے لیکن وہ گیٹ پر حاضر ہے۔ وہ شخص یہاں سے تو غیب ہے مگر وہاں حاضر ہے۔ اب یہ جو غیب کا علم ہوتا ہے یہ اتنا ہوتا ہے جتنی آگہی ہو۔ تو جتنی آگہی ہوا اتنا اتنا غیب ختم ہوتا جاتا ہے' جوں جوں روشنی آتی ہے غیب ختم ہوتا جاتا ہے۔ یعنی روشنی کم ہو تو پھر غیب ہے۔ شیخ چلی کی مشہور کہانی ہے کہ ایک آدمی درخت کی جس شاخ پر بیٹھا تھا اسے کاٹ رہا تھا۔ وہاں سے ایک بندہ گزرا تو اس نے کہا گر جاؤ گے۔ اس نے کہا گر کیسے جائیں گے۔ پھر وہ گر گیا' کیونکہ شاخ وہی کاٹ رہا تھا۔ اُس شخص کے پیچھے بھاگا اور کہنے لگا کہ تو بڑا ولی اللہ ہے..... اس نے Cause کو دیکھا کہ یہ Effect پیدا ہوگا' تو دیکھنے والے کے لیے وہ حاضر تھا اور کاٹنے والے کے لیے وہ غیب تھا۔ آپ جو قربانی کا بکرا لاتے ہیں' اس بکرے کے لیے یہ غیب ہے کہ آپ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے اور آپ کو پتہ ہے' اس لیے آپ کے لیے وہ حاضر ہے۔ تو آگہی کے ساتھ ساتھ غیب کی Range بدلتی جاتی ہے۔ آپ جب Tomorrow کا پروگرام بناتے ہیں

کہ میں پرسوں تمہارے پاس آؤں گا تو کیا یہ ''پرسوں'' حاضر ہوا یا غیب ہے کیوں کہ ''پرسوں'' پروگرام میں آ گیا' تخیل میں آ گیا' اور ارادے میں آ گیا۔ جو زمان و مکان کا خالق ہے اس کے لیے خالق ہونے کی حیثیت سے کوئی غیب نہیں ہے۔ یہ جو لفظ بتایا گیا ہے کہ عالم الغیب و الشھادۃ یہ غیب وہ ہے جو تمہارا غیب ہے اور یہ اللہ کا غیب نہیں ہے کیونکہ اللہ تو غیب کو جانتا ہے اور اللہ اس غیب کو جانتا ہے جو آپ کے لیے غیب ہے۔ اللہ کے لیے کچھ بھی غیب نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو خالق ہے اور اتنا بڑا خالق ہے کہ تاریک رات کی تنہائیوں میں کالے پہاڑ پر چلنے والی چھوٹی سی چیونٹی کے دل کی فریاد سُنتا ہے۔ تو اس کے سامنے غیب کیا ہے کیونکہ وہ تو اللہ ہے۔ تو وہ آپ کے غیب کو جانتا ہے اور آپ جوں جوں آگاہ ہوتے جاتے ہیں آپ کا غیب ختم ہوتا جاتا ہے۔ آپ جب اپنے بیٹے کو کہتے ہیں کہ بیٹا یہ کام نہ کرنا تو وہ کام آپ کے لیے حاضر ہوتا ہے اور بیٹے کے لیے غیب ہوتا ہے۔ تو اللہ غیب جاننے والا ہے اور ولی کیا جانتے ہیں' جاننے والے کا نام ولی ہے۔ ایسا خواب کیا دیکھنا جس کی تعبیر کا انتظار ہی رہے۔ ولی نے اگر خواب دیکھا تو بتائے گا کہ پرسوں آپ کو خوش خبری ملے گی۔ تو پرسوں تک تو آپ انتظار میں پھنس گئے۔ اگر پرسوں خوش خبری مل گئی تو بھی دو دن آپ کا خون خشک رہے گا۔ اس لیے جو جانتے ہیں وہ اس لیے نہیں بتاتے کیونکہ بتانے کا حکم نہیں ہوتا۔ اس لیے جاننا اور نہ جاننا برابر ہے۔ زندگی کا انجام وہ بھی جانتے ہیں اور آپ بھی۔ اور زندگی کا انجام کیا ہے؟ موت۔ اب اور کیا جاننا ہے۔ کائنات کا خالق اللہ ہے' اب اور کیا جاننا ہے۔ آسمان اور زمین کے درمیان وقت کی قید نہیں ہے' یہ ستارے اور سیارے اللہ کے حکم پر چل رہے ہیں' تم چلے جاؤ گے' اور لوگ آ

جائیں گے' مگر ستارے وہی رہیں گے۔ ساری کائنات گردش میں رہے گی اور تم نے چلے جانا ہے۔ اس میں کوئی نیا علم کس لیے ضروری ہے۔ آپ ماں باپ کو چھوڑ کے چلے جاؤ گے یا اولاد کو چھوڑ کے چلے جاؤ گے' جب یہاں پر ٹھہرنا ضروری ہوا تب چھوڑ کے چلے جاؤ گے' بناتے جاؤ گے' چلتے جاؤ گے اور چھوڑتے جاؤ گے۔ پہلے آپ مکان بناتے ہیں' پھر دوسرا مکان بناتے ہیں اور پھر یہ چھوڑ کر تیسرے مکان میں چلے جاتے ہیں جو کہ چند فٹ کا مکان ہوتا ہے' میانی صاحب قبرستان میں چھوٹی سی جگہ..... تو اللہ کا غیب کوئی نہیں ہوتا۔ غیب جاننے والا وہی ہے۔ ایک نازک سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے حبیب ﷺ غیب جانتے ہیں؟ جب وہ اللہ کے حبیب ہوئے تو اللہ جو چاہے محبت میں کرتا جائے۔ اس میں تمہارا کیا دخل ہے۔ تم اللہ کے حبیب ﷺ کے علم کو کیسے جان سکتے ہو' بس اس ذات کا نصیب جانو کہ ان کا جو نام محمدؐ ہے وہ آپ لوگوں کا ایمان ہے۔ تو یہ نام صرف نام نہیں ہے بلکہ تمہارا کلمہ ہے' تمہارا ایمان ہے۔ تو اس ذات کا تم نے کیا فیصلہ کرنا ہے کہ وہ غیب جانتے ہیں کہ نہیں۔ اگر تم آج درود شریف پڑھ رہے ہو اور تمہیں یہ یقین ہے کہ وہ آج بھی آپؐ کو سنائی دیتا ہے تو پھر غیب کی بات تو ہو گئی۔ تو وہ آج بھی سن رہے ہیں اور اگر وہ نہیں سن رہے تو کوئی پڑھ ہی نہیں سکتا۔ اس لیے یہ ثابت کرنا کہ وہ غیب جانتے ہیں یا نہیں جانتے' بیکار ہے۔ محبوب جو ہے وہ اگر خالق کا محبوب ہو تو وہ جو چاہے ہو جائے گا' اللہ نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ اللہ چاہے ماضی کی سیر کرا دے' چاہے مستقبل کی کرا دے' یہ اللہ کے کام ہیں۔ غیب کے معاملے کی بحث کب شروع ہوئی ہے؟ یہ بریلوی اور دیوبندی حضرات کے درمیان شروع ہوئی۔ ایک طرف سے کہا گیا کہ:

السلام اے غیب جاننے والیا

اور دوسری طرف سے کہا گیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا' اور فرمایا گیا کہ انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح کا انسان ہوں۔ نہ اُن کو پتہ ہے کہ خدا کا مقام کیا ہے اور نہ ان کو پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کا مقام کیا ہے۔ تو بحث ہو رہی ہے اور آپس میں جھگڑا ہو رہا ہے..... جس ذات کو تم اپنا پیغمبر کہہ رہے ہو اس کی شان میں اگر غیب جاننا بہتر ہے تو سمجھو کہ وہ جانتے ہیں اور اگر نہ جاننا بہتر ہے تو پھر جو مرضی کہو۔ ان کی شان ہی اور ہے اور وہ شان بیان کرو۔ بحث کرنا بند کر دو۔ اسی طرح لوگ کربلا کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں' نہ آج کا شیعہ کربلا میں شامل تھا اور نہ آج کا سُنی کربلا میں شامل تھا۔ یہ دونوں بعد میں آئے ہیں۔ جھگڑا کب ہو رہا ہے؟ آج۔ واقعہ کب کا ہے؟ پہلے کا۔ دیکھا کس نے ہے؟ تاریخ نے۔ تاریخ کس نے لکھی ہے؟ تمہاری تاریخ تمہارے لوگوں نے اور ہماری تاریخ ہمارے لوگوں نے۔ کیا دونوں سچے ہو سکتے ہیں؟ اس لیے آپ امام عالی مقامؑ سے محبت رکھو اور ان سے فیض لو' محبت کا فیض لو..... کسی کے درجات Judge نہ کرو بلکہ اپنے درجے کو دیکھو کہ تم کہاں پر ہو' تم کہاں تک جانتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو مخفی رکھا ہے وہ مخفی ہے۔ اگر تم جاننے لگ جاؤ' اپنے انجام کا کسی طریقے سے عرفان ہو جائے تو آج سے ہی تمہارا عمل ختم ہو جائے گا۔ جس آدمی کو پتہ چل جائے کہ پرسوں اُس نے مر جانا ہے وہ آج ہی سے مر جائے گا اور جس کو پتہ چل جائے کہ ابھی نہیں مرنا وہ آج ہی سے باغی ہو جائے گا۔ تو ہر حال میں کچھ نہ کچھ ہونا ہے' اس لیے یہ Fear' خوف اور اُمید رہنی چاہیے۔ مگر آپ میں سے نہ Fear نکلتا ہے اور نہ اُمید نکلتی ہے' اسی کے اندر زندگی چلتی جاتی

ہے اور اسی کے اندر ایمان ہے۔ فرمایا گیا کہ ایمان ڈر اور اُمید کے درمیان ہے۔ یہ کہنا کہ کہیں پکڑ نہ ہو جائے اور یہ کہنا کہ ہمیں کیا پکڑ ہونی ہے کیونکہ ہم تو غلام ہیں' تو ان کے درمیان چلنا ہے۔ اس کا ذرا خیال رکھنا۔ اللہ کے لیے کوئی غیب نہیں ہے' وہ خالق ہے۔ اللہ والوں کا کیا غیب ہو سکتا ہے' اللہ جو چاہے ظاہر کر دے' جو چاہے دکھا دے کہ اور وہ جو دیکھتے ہیں وہ بیان نہیں کرتے۔ یہ کوئی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔ یہ غیب کی اور حاضر کی بحث اور اب قدیم و حادث کی بحث بھی لوگوں نے شروع کی ہے۔ اس طرح آپس میں جھگڑا کرتے ہیں۔ قرآن خالق ہے یا قرآن مخلوق ہے' اس پر لوگوں میں بحث ہوئی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چار دن کی زندگی ہے' اس سے پہلے کہ یہ ختم ہو جائے توبہ ہونی چاہیے اور اللہ راضی ہونا چاہیے۔ یہاں پر آپ نے کیا کر کے جانا ہے' یہ زندگی تو پسماندہ لوگوں کی ہے' وہاں کے لوگوں کی اور زندگی ہے۔ اس لیے آپ بزرگوں کو راضی رکھو اور بچوں کو پیار کرتے جاؤ۔ آپ کو جانا ضرور ہے۔

سوال:

عبادت کی ضرورت کیا ہے؟

جواب:

خدا کو خدا ہونے کی ضرورت کیا ہے؟ سوال یہ ہے۔ یہ اس وقت بات سمجھ آئے گی جب تمہیں بندہ ہونے کی ضرورت سمجھ آئے گی۔ یہ سوال آپ کی ہستی کے اندر اُس وقت داخل ہو گا جب آپ کو اپنی افادیت سمجھ آئے گی۔ تو جب اپنی افادیت سمجھ آ جائے گی پھر یہ سمجھ آئے گا کہ خدا کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کہنا کہ اس کو عبادت کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کے پاس فرشتے بہت تھے۔

یہ ایک آزردہ زندگی ہے' باغی زندگی ہے جو سوال کر رہی ہے' پریشان زندگی سوال کر رہی ہے کہ میرے ہونے کا کیا فائدہ۔ تو آپ اپنے ہونے کا نقصان دریافت کریں' ہونے کا فائدہ بھی دریافت کریں اور آج کی پریشانی دل پہ اتنی نہ لگائیں کیونکہ کل کو ہو سکتا ہے کہ یہ پریشانی نہ ہو۔ ابھی آپ کے لیے بڑے امکانات ہیں۔ اس لیے خوف زدہ نہ ہونا۔ اللہ مہربانی کرے گا۔ اس سوال کا جواب ہر آدمی کو ملتا ہے۔ کب ملتا ہے؟ سورج کی روشنی کا ثبوت اس وقت ملتا ہے جب آنکھوں کی بینائی محفوظ ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اللہ کو عبادت کی کیوں ضرورت تھی' کیوں اس نے یہ تخلیق فرمائی ہے؟ یہ آپ کو بعد میں سمجھ آئے گی جب آپ کو یہ پتہ چل گیا کہ آپ کا ہونا کس لیے ہے۔ آج تو آپ Meaningless ہیں' بے معنی ہیں' ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ کل کو اگر کوئی ایسا انسان مل جائے جو آپ کے ہونے کو اچھا سمجھے تو پھر عبادت کی بھی سمجھ آ جائے گی اور خدا بھی سمجھ آ جائے گا۔ آج آپ کو کوئی ایسا انسان نہیں مل رہا جو آپ کا ہونا محسوس کرلے مگر کل کو کوئی ایسا انسان مل سکتا ہے جو دعا کرے کہ تیرا دنیا میں ہونا رہے' اس کائنات میں تیرے جیسا آدمی قائم رہے تو تجھے فوراً خدا کی بات سمجھ آ جائے گی کہ خدا کہاں ہے۔ خدا تو ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اگر بیٹا پیدا ہو جائے تو باپ کے پیار کی بات سمجھ آ جاتی ہے۔ بیٹا اگر بیمار ہو جائے تو خدا قریب ہو جاتا ہے' پھر پتہ چلتا ہے کہ خدا کدھر ہے۔ جب کوئی چاہنے والا مل جائے تو پھر محسوس ہوتا ہے کہ میری زندگی ضائع ہونے والی نہیں ہے یا کسی کے تم چاہنے والے بن جاؤ تو پھر اللہ نزدیک آ جاتا ہے۔ پھر تم اللہ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ اس کو کیوں بنایا ہے بلکہ تم بتاؤ گے کہ اس کو کیوں بنایا ہے۔ کوئی پوچھے گا کہ

وہ چہرہ کیوں بنایا گیا ہے تو آپ بتائیں گے کہ وہ چہرہ میری آنکھوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ ابھی تو آپ کو کوئی چہرہ نظر نہیں آیا اور اپنا چہرہ بھی نظر نہیں آیا' ابھی آپ بچے ہیں' لہٰذا تھوڑا سا انتظار کریں کہ یاد یں Create کرنے کا زمانہ ابھی آئے گا۔ پھر یہ بات سمجھ آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں بنایا۔ اسی طرح کا سوال موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ یا اللہ تو نے چھپکلی کو کیوں بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ ابھی ابھی چھپکلی مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کو کیوں بنایا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ایک دوسرے کے راز ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کو اپنی زندگی میں اپنا ہونا کب پسند آیا؟ جب زندگی میں ماں باپ پسند آ جائیں تو زندگی اچھی ہو جاتی ہے' اولاد پسند آ جائے تو زندگی اچھی ہو جاتی ہے' دوست پسند آ جائیں تو زندگی اچھی ہو جاتی ہے' Environment پسند آ جائے تو زندگی اچھی ہو جاتی ہے۔ جب زندگی میں کچھ بھی پسند نہ آئے تو انسان عبادت پر جھگڑتا ہے کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ اب آخر میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب پر مہربانی فرمائے اور سب کچھ سمجھنے میں آسانی آ جائے۔

امین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ بڑی کوشش کے باوجود آج کل اللہ کا اور فقیری کا راستہ نہیں ملتا تو یہ کیسے مل سکتا ہے؟

۲ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو شوق مجھے اب ہو رہا ہے وہ پیدائشی ہے یا نیا پیدا ہوا ہے؟

۳ دائمی نماز کسے کہتے ہیں؟

۴ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ انسان ایک جسم صغیر ہے اور اس میں عالمِ اکبر پوشیدہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال :

بڑی کوشش کے باوجود آج کل اللہ کا اور فقیری کا راستہ نہیں ملتا تو یہ کیسے مل سکتا ہے؟

جواب:

جہاں تک انسان کا اور انسان کی زندگی کا تعلق ہے تو اُسے تکلیف ہو سکتی ہے' تکلیف جسمانی ہو یا روحانی ہو۔ ایک آدمی جس کو نماز کی پکی عادت ہے اگر اس کی نماز قضا ہو جائے' فوت ہو جائے تو وہ بڑی تکلیف میں ہوگا۔ اگر کسی تہجد گزار آدمی سے یک لخت بلا سبب تہجد چھوٹ جائے تو وہ تکلیف میں ہوگا اور کسی آدمی کا بچہ بیمار ہو جائے تو وہ بھی تکلیف میں ہوگا۔ اب یہ دونوں شخص روئیں گے مگر پتہ نہیں چلے گا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ تکلیف دونوں کو برابر ہے۔ تکلیف ایک شعبے کا نام ہے جس پر غم اترتا ہے۔ غم چاہے احساس ہو' ماضی کا ہو' مستقبل کا ہو' کسی چیز کے ہونے کا خیال ہو' کسی چیز کے نہ ہونے کی خواہش ہو' کچھ بھی ہو' غم نے اگر آنسو بننا ہے تو آنسو صرف آنکھ سے ٹپکے گا۔ وجہ کوئی بھی ہو' وجہ غلط فہمی بھی ہو سکتی ہے اور وجہ خوش فہمی بھی ہو سکتی ہے۔ بادشاہ اگر بادشاہت سے معزول ہو جائے تو اسی طرح روئے گا جس طرح فقیر فقیری سے معزول ہو کے روئے گا۔

تو عام طور پر انسان کو اتنی بات تو سمجھ آتی ہے مگر اس سے آگے بات سمجھ نہیں آتی۔ یہ اس لیے ہے کہ اگر بندے کا Emphasis' ترجیح' زور اور اصرار دنیا پر ہے تو اس کو سوائے دنیا کے غم کے اور کوئی چیز آنسو نہیں دے سکتی۔ اور اگر وہ دین کا بندہ ہے تو سوائے دین کے غم کے اُسے کوئی اور تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اب یہ بات چودہ سو سال سے چلتی آ رہی ہے مگر اب آپ کو سمجھ آنا بند ہو گئی ہے۔ ایک مقام تھا جب یہ بتایا گیا کہ اپنی اولاد' اپنی جان' اپنا قبیلہ' چھوٹے بڑے' سب بچا لیں اور عارضی طور پر یزید کی بیعت کر لیں..... تو بات تو یہ ہے کہ ایسی بیعت نہیں کرنی تھی۔ تو انہوں نے آپ کو ایک فرق دکھا دیا اور بتا دیا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہم نے نہیں کرنی۔ کیوں نہیں کی؟ کیونکہ وہ دین والے لوگ تھے اور دنیاوی حصول کے لیے دین کو ترک کرنا ان کے منصب میں نہیں تھا۔ لوگوں نے کہا پھر آپ کے بچے شہید ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا بچوں کا غم اور چیز ہے' اور دین کا غم اور چیز ہے' کیونکہ ہم دین والے لوگ ہیں اس لیے ہمیں بچوں کا غم نہیں ہو گا' بچوں کو ہم اتنی زندگی دے سکتے ہیں جتنی اللہ نے دے رکھی ہے لیکن دین کو ہم اپنی زندگی دے سکتے ہیں۔ تو اُن کا Emphasis' ان کا رُخ اور ان کا اصرار دنیا کی طرف نہیں ہے۔ اب وہ یہ فرق بتا گئے۔ اب اگر کسی درویش کو کہیں کہ آپ اپنا بھی کچھ خیال رکھیں' یہ کام کر لیں' یہ پیسے لے لیں' آپ بزرگ ہیں درویش ہیں' کوئی کاروبار کر لیں' فیکٹری لگا لیں۔ حالانکہ فیکٹری لگانا ضروری ہے مگر وہ نہیں مانیں گے کیونکہ ان کا Emphasis اور ہے۔ جب تک آپ لوگ اپنا Emphasis دریافت نہ کریں' مقصد دریافت نہ کریں تو آپ کو دین کا غم نہیں ہو گا اور اگر مقصد نہ ہوا تو آپ کو دنیا کا غم بھی نہیں ہو گا' آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا' فقیری بھی

نہیں ملے گی۔ یہ نہ کرنا کہ آپ کو دین کا سبق دیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ قریب ہو جائے تو اپنی پروموشن کا سوال کر دو۔ یا تو آپ پروموشن کا راستہ ڈھونڈیں' کسی سے پوچھیں کہ پروموشن کیسے ملتی ہے' سفارش کیسے کی جاتی ہے' بادشاہ بننا چاہتے ہیں تو پھر اگلے الیکشن کے لیے تیار رہیں۔ تو وہ شعبہ اور ہے اور اس کے واقعات اور ہیں۔ اور جس کے لیے دین کی ترجیح ہے اس کے لیے ہر مقام ہی دین کا مقام ہے' ہر وقت دین کا کام ہے۔ آپ لوگ جس چیز کا شکار ہیں اس چیز کا نام ہے کنفیوژن۔ کنفیوژن کا مطلب یہ ہے کہ آپ دین کی کتابوں میں دنیا کی کتابیں رکھتے ہیں' تسکینِ وجود کی کتابیں رکھتے ہیں اور ساتھ ہی کسی بزرگ کی کتاب پڑی ہوتی ہے جو ان کی سوانح حیات ہوتی ہے۔ تو کتاب کو کتاب کے ساتھ تو نہ ملاؤ۔ آپ تو مزاج کے ساتھ بدمزاجی' بدمزاجی کے ساتھ کم مزاجی اور کم مزاجی کے ساتھ سخت مزاجی ملاتے رہتے ہیں یعنی ایک مزاج میں دوسرا مزاج ڈال دیتے ہیں۔ اگر انسان حج کرنے جائے تو مبارک بات ہے مگر وہاں سے وہ وی سی آر لے آئے' بے حیا قسم کی فلمیں لے آئے تو وہ کیا حج کرنے گیا تھا۔ یہ تو بڑا سخت عذاب ہے کہ نیک سفر کے اندر بدی کر لی۔ اس لیے ساری قوم پریشان ہے۔ اس لیے اب شہروں میں درویشی نہیں چلتی کیونکہ شہروں والے مرید پیروں کو اپنے کام پر لگا دیتے ہیں' انہیں ایسی چیز پیش کر دیتے ہیں جس کا مدعا صرف دنیا ہو' مثلاً ٹی وی پیش کر دیتے ہیں' وی سی آر پیش کر دیتے ہیں۔ تو یہ پیش کش اور ہے' مصلّٰی پیش کرنا اور ہے۔ دونوں میں فرق ہے۔ یہاں پہ کنفیوژن پیدا ہوتی ہے۔ تو آج کا انسان جو ہے' خاص طور پر وہ مسلمان جو کہتا ہے کہ میں فقر آشنا بنوں' وہ فقر آشنا اس لیے نہیں بنتا کیونکہ اس کے مزاج میں رجوع الی الدنیا

موجود ہے۔ اگر آپ اسے بیلنس کر جائیں تو بڑی بات ہے۔ آپ فیصلہ کر لیں کہ آپ نے دین کی طرف رجوع کرنا ہے' پھر یہ نہ کہنا کہ باپ ہونے کی حیثیت سے میرا فرض یہ ہے کہ اولاد کی ڈیوٹی کروں' بھائی ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے' سماج کے اندر میرا یہ فرض ہے کہ اسلامی حکومت کا قیام کریں۔ آپ سیدھے اللہ کی بارگاہ میں چلے جائیں۔ کیا اللہ صرف پاکستان میں رہتا ہے؟ وہ جہاں مرضی چاہے' رہ سکتا ہے۔ تو اللہ کا فقیر جو ہے اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے' قیام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ ظاہری طور پر شریعت اور دین کے نظام سے بھی الگ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی عبادت اور محبت میں مصروف ہوتا ہے۔ اگر اسے کہیں کہ آج ضروری جلسہ ہے جس میں محلے کے سارے مسلمان ہوں گے اور محلے کے مسئلے حل ہوں گے' یہ بڑا نیکی کا کام ہے تو وہ کہتا ہے تم یہ کام کرتے جاؤ۔ اس لیے فقیری جو ہے وہ مسلمانوں کے ظاہری اعمال سے بچ جاتی ہے۔ شریعت میں ظاہری اعمال کے لیے ضروری ہے کہ اجتماع بنایا جائے' سارے Discuss کریں' محلے کے سارے حالات دیکھے جائیں کہ کس کو کیا تکلیف ہے' کس گھر میں کیا ہو رہا ہے' ووٹ کس کو دیں' کس کی کون سی جماعت ہے' ایک منشور بنایا جائے' مل کے ووٹ دیا جائے' اس طرح انقلاب آ جائے گا ... یہ چیزیں فقیری نہیں بن سکتیں۔ فقیری کے لیے ضروری ہے کہ پہلے طے ہو جائے کہ فقیری کرنی ہے۔ اگر فقیری نہیں کرنی اور دنیا کرنی ہے تو اپنی دنیا کو دین کے تابع کر کے چلتے جاؤ' زکوٰۃ مانگنے سے پہلے ادا کرو' الحمدللہ پڑھتے جاؤ اور خیر خیریت سے چلتے جاؤ۔ اس طرح اللہ کا راز سمجھ نہیں آئے گا' راز جو ہے یہ غیر کو نہیں بتایا جاتا۔ دنیا کی محبت جو ہے یہ فقیری میں غیر ہے اور شریعت میں جائز

ہے' ضروری ہے' مثلاً اگر پیسے ہوں گے تو حج کرو گے۔ فقیر کہے گا کہ حج نہ کریں تو بھی حج ہو گیا کیونکہ حج پیسے سے نہیں ہوتا' حج نیت سے ہوتا ہے' حج محبت سے ہوتا ہے' حج دل سے ہوتا ہے اور حج اللہ کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ جہاں مل جائے وہاں حج ہے۔ کیا اللہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتا؟ ضرور ملتا ہے۔ اس لیے آپ لوگوں کو اگلی بات سمجھنے کے لیے Devoted ہونا چاہیے' صرف ایک جمعرات کو اس ملاقات سے بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو بات کیسے سمجھ آئے گی؟ بات سمجھنے کے لیے ایک مزاج ہونا چاہیے اور آپ اس مزاج کے مطابق چلتے جائیں' ایک مقصد ہو اور پھر آپ اس کے تعاقب میں چلتے جائیں۔ تو آپ نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس کو ایک نئے کام میں لگا دیں جیسے ساٹھ سال میں آپ نے ایک وجود بنایا' صحت بیماری سب ملا کے' ساٹھ سال کی یہ زندگی اب جا کے موت کے قابل بنی ہے۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا سارا حاصل فقیری کے تب قابل ہو گا جب آپ یہ سارا دے دیں گے۔ تو ساری دنیا دے کے آپ کو فقیری مل سکتی ہے۔ اب سوچ لو کہ کیا کرنا ہے۔ پارٹ ٹائم فقیری نہیں چل سکتی۔ فیصلہ اب آپ کے پاس ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے۔ جو Wholetime ہو گیا' اللہ کے پیچھے Wholetime پڑ گیا تو وہ کامیاب ہو گا۔ اللہ جو سب کچھ دیتا ہے کیا وہ فقیری نہیں دے گا؟ کیا اس کے خزانے میں فقیری ختم ہو جائے گی؟ کبھی سمندر ختم ہوا؟ کبھی پانی ختم ہوا؟ کبھی ہوا ختم ہوئی؟ کبھی پہاڑ ختم ہوئے؟ کتنی سڑکیں بجری روڑی اور پتھر سے بن گئیں مگر پہاڑ ختم نہیں ہوا بلکہ ایک چھوٹی سی پہاڑی بھی ختم نہیں ہوئی۔ کوئی شے ختم نہیں ہوتی۔ آپ بکرے کھا کھا کے تھک گئے ہیں مگر بکرے ختم نہیں ہوتے اور جو حرام جانور ہیں وہ بھی ختم نہیں ہوتے۔ تو کچھ بھی ختم

نہیں ہوتا۔ شہر بڑے Develop ہو گئے مگر کھیاں ختم نہیں ہوتیں۔ جس کو آپ مارنا چاہتے ہیں وہ ختم نہیں ہوتا۔ شہر بہت اچھے ہو گئے ہیں مگر مٹی ختم نہیں ہوتی۔ علم کے باوجود آج تک جہالت ختم نہیں ہوئی۔ پیغمبروں کے باوجود کافر ختم نہیں ہوئے۔ تو یہ سارا نظام چلتا جا رہا ہے اور ہر شے رہے گی۔ تو کیا اللہ نے صرف فقیری ختم کر دینی ہے۔ فقیری ختم نہیں ہو گی اور یہ بے شمار ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے اور آپ نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ آپ اب اپنا فیصلہ کر لیں۔ فقیری کا فارمولا کیا ہے؟ آپ بتائیں کہ شوق کا فارمولا کیا ہے؟ کیا شوق کا بھی کوئی فارمولا ہوتا ہے؟ جس نے جہاں جانا ہے وہ وہاں پہنچ جاتا ہے' چاہے کوئی آنکھوں سے محروم ہو وہ اپنے مقام پر پہنچ جاتا ہے' معذور بھی پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا' بارہا ٹیلی ویژن پہ فوٹو آتے رہتے ہیں کہ معذور آدمی ووٹ دینے پہنچ جاتے ہیں۔ تو انسان بڑی چیز ہے' وہ جو کرنا چاہے وہ کر لیتا ہے' اپنے گاؤں سے پیدل آتا ہے اور شہر میں مکان بنا لیتا ہے۔ اور اگر بندہ کہے کہ میں اللہ کی طرف جانا چاہتا ہوں تو کیا اُسے اللہ نہیں ملے گا۔ تو یہ کیسے نہیں ہو گا۔ یہ صرف نیت کی خرابی ہے۔ وہ سب کر سکتا ہے' اور نہیں تو اس راہ میں مر تو جائے گا۔ یہی فقیری ہے۔ اگر فقیری حاصل نہ ہو اور انسان اس راستے میں مر جائے تو یہ فقیری ہے۔ دوسرا آدمی آپ کو بات سمجھا سکتا ہے مگر فقیری نہیں دے سکتا۔ فقیری کون دے گا؟ آپ کا اپنا مزاج' آپ کا اپنا شوق آپ کو فقیری دے گا۔ اگر شوق نہیں ہے تو کوئی پکڑ کے نہیں لے جا سکتا اور فقیر نہیں بنا سکتا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی گھوڑے کو تالاب تک لے جا سکتا ہے لیکن وہاں بیس چابکوں والے آدمی کھڑے ہوں تو بھی اُسے پانی نہیں پلا سکتے۔ گھوڑے کو جب پیاس لگی

تو وہ تب ہی پیئے گا۔ تالاب کا صرف رُخ دکھایا جاتا ہے کہ یہ ہے تالاب اور یہ ہے گھوڑا' اگر پیاس ہے تو پانی پی لو' پیاس نہ ہو تو زبردستی اُسے کوئی پانی نہیں پلا سکتا۔ آپ کو اگر پیاس ہے تو پانی مل جائے گا۔ آپ نے باقی سب کام کر لیے' نوکری بھی کر لی' کاروبار بھی کر لیا' شادی بھی کر لی اور شب و روز کے سارے کام کر لیے' چیزیں خرید لیں' Conveyance بھی خرید لی' گھر کا سامان بھی خرید لیا' بچوں کی تعلیم بھی ہو گئی ..... تو یہ سب کچھ تو کر لیا اور فقیری کا نسخہ کہیں باہر سے آئے گا؟ یہ بھی اندر سے آئے گا۔ اب جب آپ کا اندر کا سوال شروع ہو گا تو اندر کی بات شروع ہو جائے گی کہ یہ کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو آدمی استحقاق نہ رکھتا ہو اس کو کبھی فقیری نہیں مل سکتی اور استحقاق والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایک چیز ہے جو کبھی محروم نہیں ہوتی اور وہ ہے شوق ..... کسی بھی چیز کا شوق کبھی محروم نہیں ہوتا' آج تک محروم نہیں ہوا۔ اُسے کہتے ہیں کہ بے ذوق نہ ہو راہی ..... اگر راہی بے ذوق ہو جائے تو پھر کچھ بھی نہیں بنے گا۔ یہ بات کتابوں میں نہیں ہے' کتابوں پر کتابیں بن گئی ہیں مگر فقیری پڑھ کے نہیں بتائی جا سکتی۔ مگر یہ بھی ایک کتاب بن چکی ہے کہ فقیری کے یہ یہ نسخے ہیں' یہ یہ کرنا ہے۔ مگر فقیری تمہارا اپنا نام ہے۔ پرانے زمانے میں فقیری کی کتابیں کیسے لکھی گئی ہیں؟ بزرگوں کے ساتھ جو سمجھنے والے لوگ ہوتے تھے' وہ ان کے بولنے کو اور عمل کو فقیری کا قانون سمجھ کے لکھ لیتے تھے۔ تو یہ فقیری ہوتی ہے۔ مثلاً فقیری ہوتی ہے فقرا کو کھانا کھلانا' جب اتنے سارے لوگ ملنے کے لیے آ گئے تو وہ ان کو کھانا ضرور کھلائے گا کیونکہ وہ تو دُور دراز سے آئے ہوئے ہیں۔ پھر وہ لنگر پکائے گا' دیگ بنائے گا۔ فقیری میں لنگر خانے ہوتے ہیں' ضرور ہوتے ہیں' ٹھہرنے کی جگہ بھی ہوتی ہے۔ پھر ان

سے بات ہوتی ہے' شب بیداری کا سماں ہوتا ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو یہ شوق پیدا ہو جائے۔ تو یہ شوق کی بات ہے' نصیب کی بات ہے اور کرم کی بات ہے۔ علم تلاش سے مل سکتا ہے مگر شوق تلاش سے نہیں ملتا۔ اب آپ نے یہ خود دریافت کرنا ہے کہ آپ میں شوق ہے کہ نہیں ہے۔ پھر اس کی تکمیل کے لیے دعا کرو۔ اور اگر وہ شخص یہ کہتا ہے کہ دعا کریں کہ مکان بن جائے اور بچے کی شادی ہو جائے تو یہ الگ شعبہ ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں دنیاوی کام کرلوں پھر اس کے بعد میں فقیری کروں تو فقیری اتنی فالتو چیز نہیں ہے کہ وہ سب کے بعد ہو گی۔ Preference کا' ترجیح کا نام ہے فقیری۔ اب آپ کس کو Prefer کرتے ہیں' ترجیح کس کو دے رہے ہیں؟ شوق والا کہتا ہے کہ مجھے فلاں شخص سے محبت ہے۔ اگر اُسے کہیں کہ تم محبت کو چھوڑو اور بائیسویں گریڈ کی نوکری لے لو تو وہ کہے گا کہ میں کدھر اور گریڈ کدھر۔ اُسے کہو کہ بادشاہت لے لے تو وہ تخت چھوڑتا ہے لیکن محبت نہیں چھوڑتا۔ تو یہ واقعہ ہوتا ہے۔ یہ مزاج ہوتا ہے۔ تو فقیری جو ہے یہ صرف عشق کا نام ہے۔ مسلمان کی فقیری حضور پاک ﷺ کا عشق ہے۔ پھر اُس کی Guidance ہوتی رہتی ہے۔ اس کے بڑے راز اور رموز ہیں۔ مثلاً اللہ کریم کو تو پتہ ہے کہ آپ ؐ کو نبوت عطا فرمانی ہے' نبوت کے عطا ہونے سے ایک دن پہلے بھی حضور پاک ﷺ اللہ کے نبی تھے۔ تو منصب نبوت کے اعلان اور عطا ہونے سے پہلے بھی آپ ؐ نبی تھے اور جو لوگ آپ ؐ کے ساتھ پہلے سے دوستی اور وفا کر رہے تھے وہ سارے کے سارے اس وقت بھی اُمتی تھے۔ اب یہ ایک ایسا راز ہے کہ آپ ؐ کو نبی تو اعلان کے دن سے ہونا چاہیے مگر یہ اُس دن کی بات نہیں۔ سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو منصب عطا ہوتا ہے وہ منصب

پیدائش سے پہلے کا ہوتا ہے۔تو وہ واقعات وہاں سے ہوتے ہیں۔

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو شوق مجھے اب ہو رہا ہے وہ پیدائشی ہے یا نیا پیدا ہوا ہے؟

جواب:

اگر لوہے کا ٹکڑا آگ میں چلا جائے تو اس آگ کی حدت کی وجہ سے وہ ٹکڑا بھی آگ بن جاتا ہے اور وہ لوہا کہے گا کہ میں ہی آگ ہوں۔اور اس سے علیحدہ ہونے کے بعد وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور پھر سمجھتا ہے کہ میں لوہا ہوں۔شیخ سعدیؒ نے کہا ہے کہ جمالِ ہم نشیں نے مجھے یہ بنا دیا ہے۔تو اس طرح کا واقعہ ہو جاتا ہے۔بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کے اندر خفیہ Dormant اور سوئی ہوئی صلاحیتیں کسی ماحول کی وجہ سے جاگ اُٹھتی ہیں۔اس لیے بزرگانہ ماحول' بزرگانِ دین کا' فقراء کا' ضرور تلاش کیا کرو اور Attend کیا کرو۔اس کا طریقہ کیا ہے؟ جب کسی بزرگ کے پاس جاؤ تو یہ بات یاد رکھنا کہ جس طرح آپ کے اندر پسند اور ناپسند' قبول اور نا قبول کی صلاحیت ہوتی ہے' اس انسان میں بھی یہ باتیں ہوتی ہیں۔آپ اس بات کو اس طرح سمجھیں کہ جس دن کسی کو دوسرے انسان سے محبت ہوتی ہے تو اس کو شیشے سے' آئینے سے پہلی دفعہ آشنائی ہوتی ہے۔اس سے پہلے اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیسی شکل لیے پھرتا ہے' لیکن جب ایک چاہنے والا مل جائے تو شکل سنوارنے کا موقع مل جاتا ہے' پہلی دفعہ احساس ہوتا ہے کہ چہرہ بھی کوئی چیز ہے۔تو یہ کس دن ہوا؟ جس دن محبت ہوئی۔اسی طرح جب آپ کسی فقیر کے پابند ہو جاتے ہیں تو جب وہ اللہ کی بات

کرتا ہے آپ سیراب ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ سچے ہوتے ہیں۔ وہ فقیر بے شک سچا نہ ہو' مگر وہ Labour کے ساتھ اللہ کی بات کر رہا ہے' زور لگا کے اللہ کی بات کر رہا ہے' یہ نسخہ کہیں سے مانگ کے لایا اور اس کا مقصد دنیا ہی ہو مگر سچے آدمی نے سمجھنا ہے کہ یہ اللہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ تو مجنوں خوش ہو جاتا ہے چاہے وہ شخص لیلیٰ کی بات جھوٹ ہی کہہ رہا ہو۔ اسی طرح فقیر کی بھی اپنی پسند اور ناپسند ہوتی ہے اور جب آپ کو کوئی درویش قبول نہ کرے تو وہ اپنا حسن آپ کے سامنے آشکار نہیں کرے گا اور وہ آپ کے سامنے ایسی بات بھی کر سکتا ہے کہ آپ وہاں سے اُٹھ کے آ جائیں گے۔ اگر اس نے آپ کو اچھا آدمی سمجھا تو پھر آپ کے ساتھ خوب صورت انداز سے پیار کے ساتھ بات کرے گا' پھر یہاں سے اُٹھا کے وہاں بٹھا دے گا۔ تو یہ واقعات بزرگوں نے کیے ہیں۔ اس لیے سچے آدمی کے طور پر اپنی تلاش کو جاری رکھتے ہوئے ہر محفل دیکھو۔ پھر آپ کو راز کس نے دینا ہے؟ آپ کے محبوب اللہ نے۔ آپ کو کیونکہ پتہ نہیں ہے کہ کون سچا پیر ہے اور کون نہیں ہے' اس لیے اللہ کا نام لے کے چل پڑو اور کہو کہ یا اللہ تیرے نام پہ یہ ہے' مجھے پتہ نہیں ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے' بس مجھے یہ پتہ ہے کہ تُو سچا ہے' میری محبت بھی سچی ہے۔ تو آپ چل پڑیں۔ اللہ جہاں سے چاہے دلا دے۔ آپ کا سفر سچا ہونا چاہیے۔ اس کی شرط کیا ہے؟ کسی کو جھوٹا مت کہنا۔۔۔ ایک بزرگ نے اپنے پیر صاحب سے سوال کیا کہ یا پیر و مرشد ہمیں توحید کے بارے میں کچھ بتائیں؟ انہوں نے کہا سمجھا دیں گے۔ کچھ عرصہ بعد وہ دونوں حج کو گئے۔ راستے میں ایسا اتفاق ہوا کہ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے' وہاں ایک سوار آیا گھوڑے پہ چڑھ کے۔ اس سوار نے پیر صاحب کو الگ بلایا اور کوئی

بات کی۔ پیر صاحب نے ادب سے جواب دیا اور وہ سوار رخصت ہو گیا۔ مرید نے پوچھا یہ کون بزرگ تھے جو آئے اور چلے گئے۔ انہوں نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔ ''کیوں آئے تھے؟'' ''وہ کہہ رہے تھے کہ تم حج پہ جا رہے ہو' اگر کہو تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں''۔ ''پھر؟'' ''میں نے کہا کہ نہیں''۔ ''آپ نے کیوں کہا کہ نہیں؟'' ''میں نے کہا کہ ہم تو اللہ کی راہ میں چل رہے ہیں' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تیرے خیال میں گم ہو جائیں۔ یہ تیرے سوال کا جواب ہے کہ توحید کیا ہے''۔ تو توحید یہ ہے کہ اگر اللہ کے سفر میں جا رہے ہو تو کہیں خضر علیہ السلام کے خیال میں گم نہ ہو جانا۔

سوال:

یہ پیر صاحب اور اُن کے مرید جن کا ذکر ہوا ہے کون تھے؟

جواب:

آپ کے اور ہمارے پیر تو نہیں تھے' وہ تو پیروں کے پیر تھے۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کون تھے؟ مرید کا نام تھا داتا صاحبؒ اور کتاب کا نام ہے ''کشف المحجوب''۔ تو یہ واقعہ ان کا اپنا' ذاتی ہے۔ جس جگہ توحید کا باب ہے وہاں پہ یہ بیان ہے کہ توحید کیا ہوتی ہے۔ بعض اوقات کسی بندے کے خیال میں گم ہو جانا بھی توحید ہوتی ہے۔ یہ بات بھی بتائی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ شرک کیا ہوتا ہے اور بندے کے خیال میں گم ہونا کیا ہوتا ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا سے روکنے والے کی یاد جو ہے وہ شرک ہے اور اللہ کی یاد دلانے والے کی یاد جو ہے شرک نہیں ہے بلکہ توحید ہے۔ جو اللہ کی طرف لے کے جائے وہ توحید ہے اور جو اللہ کی طرف روکے وہ شرک ہے چاہے وہ تمہارا دین ہی ہو۔ تو دین کیسے

ہوسکتا ہے؟ بعض اوقات وہ مذہبی Formalities ایسی ہوتی ہیں کہ تم اللہ سے محبت بھول جاتے ہو' بعض اوقات لوگوں کو مذہبی رواداریوں میں جھوٹ بولنا پڑ جاتا ہے۔ مثلاً ایک سیاسی جماعت ہے جو دین کے نام پر بنائی گئی ہے اور ووٹ اسے لادین سے لینا پڑ جاتا ہے۔ یہاں پر پریشانی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کہے گا کہ اگر میں یہ نہ کروں تو ووٹ کیسے لوں گا۔ یہی تو اس کو بتانا تھا ہم نے کہ سچا آدمی جھوٹی دنیا میں کیسے کامیاب ہوتا ہے۔ سچا آدمی اگر جھوٹی دنیا میں جھوٹے لوگوں کے ووٹ لے کر کامیاب ہونا چاہتا ہے تو وہ سچا نہیں رہ گیا..... ان Formalities میں یہ ہوتا ہے کہ مسجد میں جلسہ ہو جائے گا' محلے کے لوگ جمع ہوں گے' کمیٹیاں بن جائیں گی' کون کون کیا کرے گا۔ اس طرح یہ واقعات ہوں گے۔ اس طرح انسان اصلی بات بھول گیا اور رنگا رنگ تقریب میں گم ہو گیا۔ جس طرح آج کل داتا صاحبؒ کا عرس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر عرس کے دن کوئی داتا صاحبؒ سے ملے اور پوچھے کہ آج عرس کا دن ہے' آپ تو خوش ہوں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے کیا خوش ہونا ہے' میرے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں' سارے تھیٹر دیکھ رہے ہیں' عزیز میاں کی قوالی سن رہے ہیں' لنگر کھاتے جا رہے ہیں..... تو لوگ بیچارے تقریبات میں گم ہیں اور اُن کے پاس وقت نہیں ہے کہ داتا صاحبؒ کے پاس جائیں۔ اسی طرح لوگ حج کی Formality میں گم ہو جاتے ہیں اور اللہ کو بھول جاتے ہیں۔ اس لیے جس فقیر کا عرس ہوتا ہے اس کو بھول جاتے ہیں اور عرس کی تقریبات میں گم ہو جاتے ہیں۔ تو یہ اُمت خرافات میں کھو گئی۔ تو یہ وہ خرافات ہیں جس سے بزرگوں نے منع کیا تھا۔ یہ وہ آستانے ہیں جہاں پر بزرگ بتاتے تھے کہ حلال حرام کی تمیز کرو اور اب حرام کی کمائی سے دیگیں

پکا کے وہاں پہنچا دیتے ہیں۔ ہر جگہ صرف تقریبات ہیں۔ اگر کبھی ان سارے بزرگوں نے ایک مرتبہ جنبش لگائی تو سب کو اڑا کے رکھ دیں گے۔ پچھلے دور میں جو گورنر وغیرہ ہوتے تھے وہ چادر پوشی کرتے تھے اور پتہ نہیں کہ ان کی اپنی حالت پاک ہوتی تھی یا نہیں' ان کا کھانا پینا کیا ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ایک گورنر وہاں داتا صاحبؒ کے عرس کا افتتاح کر رہا تھا اور حالتِ شراب میں تھا۔ داتا صاحبؒ تو نرم دل درویش ہیں' کچھ نہیں کہتے' کوئی اور درویش ہوتا تو کچھ کرتا۔ یہ تو یہ کہیں گے کہ یہ رُوسیاہ بندہ بھی اس راستے پر آیا تو سہی۔ تو وہ جو اس درویش کی یعنی داتا صاحبؒ کی تعلیم ہے وہ تعلیم کسی نے پیش نہ کی اور جو یہ تعلیم پیش کرتا ہے وہ پہلے اپنے آپ کو پیش کرتا ہے۔ تو جس قوم کا پیر جو ہے وہ مطلب پرست ہو تو اس قوم کا کیا حشر ہوگا۔ جس قوم کا مولوی' سیاست دان ہو اس کا کیا حشر ہوگا۔ پتہ نہیں یہ قوم زندہ کیسے ہے؟ بس یہ قوم رب سبّی قائم ہے۔ اور لوگ یہ کر رہے ہیں کہ ہر ایک سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس لیے اس وقت جس کے پاس سچ ہے اس کے پاس محرومی ہوگی۔ سچ اس دور میں سیراب نہیں ہوا' سچ اتنے انتشار میں نہیں ہو سکتا کہ بے شمار جماعتیں ہیں۔ تو لوگ منفعت پسند ہو گئے ہیں اس لیے ان کا یہ حال ہے۔ وہ دولت جو پاکستان کی شکل میں بنی تھی وہ بے معنی ہے اگر اس میں دین کا مقصد نہ ہو۔ یہ بامعنی ہو سکتا ہے اگر اس میں دین کا کوئی مقصد ہو ؎

دین کے دم سے تھا میرے وطن کا اتحاد
لا الہ کو چھوڑنے کا ہے نتیجہ انتشار

جب نتیجہ انتشار ہونا ہو تو سب کچھ ٹوٹ جاتا ہے۔ تو یہ جس وجہ سے قائم تھا آپ

نے وہ وجہ چھوڑ دی ہے۔ اور جو ملتِ اسلامیہ ہے' ساری اُمت ہے' وہ اکٹھی نہیں ہے۔ عراق ایران اور دوسرے..... سب لڑائیاں جھگڑے۔ وہ اس طرح رہتے ہیں جیسے ہمیشہ رہنا ہے اور اندر سے سارے آہستہ آہستہ مرتے جا رہے ہیں' ایک بادشاہ مر گیا' وزیر اعظم مر گیا' تیسرا بھی مر گیا..... سارے مرتے جا رہے ہیں مگر تیل کا رُخ ہماری طرف نہیں ہوا۔ تو آپ کی یہ حالت ہے کہ نہ آپ مسلمانوں کو تقویت پہنچاتے ہیں' نہ کسی کا مقابلہ کرتے ہیں اور نہ بھائیوں میں صلح کراتے ہیں۔ اللہ آپ کو یا پھر آپ کے لیڈروں کو محفوظ کرے کیونکہ دونوں بیک وقت محفوظ نہیں رہ سکتے۔ تو یہ حالت ہے آپ کی۔ آپ اللہ کی طرف رجوع کریں تا کہ مدد کی کوئی صورت ہو سکے۔ سچے لوگ نہیں رہے۔ مسلمان کا وعدہ سچا نہیں رہا' وعدوں میں شک پڑ گیا' اب نتیجہ کیا ہوگا؟ خانقاہ' مسجد کا منبر' سیاست اور تعلیم' یہ چاروں شعبے زوال پذیر ہو گئے ہیں۔ اب آپ یہ کہیں گے کہ کاروباری لوگ بھی خراب ہو گئے۔ تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ بیوروکریٹس بھی تباہ ہو گئے' وہ بھی ختم۔ تو کون سا شعبہ باقی رہ گیا ہے۔ طالب علم خراب ہو گئے ہیں اور وہ علم سے محروم ہو گئے ہیں..... تو اب دعا کرنے کا وقت ہے کہ یا اللہ اسلام کو مسلمانوں سے بچا! سیاست کو سیاست دانوں سے بچا! لوگوں نے کوئی شعبہ صحیح نہیں رہنے دیا۔ جو کچھ ہوا آپ وہی کچھ کہو اور وہی نکلے۔ اگر گائے کے گوشت کے کباب کو بکرے کے گوشت کے کباب کہہ کر تقسیم کرو تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جھوٹ بولنا ضروری ہے کیا؟ آپ جو کچھ کہو' وہی نکلے' مگر یہ کبھی نہیں ہوگا۔ یہ جو فائیو سٹار ہوٹل ہیں بیماریاں پھیلا رہے ہیں' تباہیاں یہاں سے آ رہی ہیں' انگلش میڈیم سے آ رہی ہیں۔ آپ کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو درخواست لکھ کے آ جاتے ہو کہ

ہمارے بچے کو رجسٹر کر لیا جائے' انگلش میڈیم میں داخل ہوگا' اس کو ہم بنائیں گے سپہ سالارِ اسلام۔ یہ جس کو آپ خالد بن ولید یا محمد بن قاسم بنانا چاہتے ہیں اُسے داخل کہاں کراتے ہیں؟ سینٹ انتھونی میں۔ اب آپ کہیں گے کہ ہم تو کچھ نہیں کر سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ اور کچھ نہ کرو لیکن تھوڑا سا افسوس تو کرو کہ آپ لوگوں سے کچھ نہیں ہو سکا۔ بس صرف تنقید کرتے رہتے ہیں۔

کوئی اور سوال ہو تو پوچھ لیں..... بولیں.....

سوال:

دائمی نماز کسے کہتے ہیں؟

جواب:

ایک آدمی کو کسی دوست نے خط لکھا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ اس نے دوسرا خط لکھ دیا۔ پھر اس نے جواب دیا کہ میں تمہیں یاد کروں کہ تمہیں خط لکھوں' یاد کرنے کا اتنا سخت عمل ہے کہ میرے پاس خط لکھنے کا ٹائم ہی نہیں ہے' ایسے میں خط غیر ہے..... یعنی کہ دوست کی یاد میں خط لکھنے کا عمل بھی غیر ہے۔ تو یاد اتنی زیادہ حاوی ہوتی ہے۔ جن لوگوں کو مسجد میں جانا ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ دنیاوی کام سارے ترک کر کے چلو مسجد میں' اذان کا ٹائم ہو گیا' نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ اور جن کی نماز قائم ہو جاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ مسجد سے چلو اور چل کے کاروبار کرتے ہیں کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔ تو جو نماز قائم والے ہیں وہ لوگ دنیا کی طرف مجبور ہو کے نکلتے ہیں اور جو نماز پڑھنے والے ہیں وہ نماز کی طرف مجبور ہو کر نکلتے ہیں۔ تو نماز کس کی قائم ہو گئی؟ جس کا ہر لمحہ' ہر حال جو ہے' مسجد کے اندر اور باہر ایک جیسا ہو۔ اگر مسجد کے اندر اور مسجد کے باہر زندگی الگ ہو گئی

تو اس کی نماز قائم تو کیا' نماز ہوئی ہی نہیں۔ آپ کا تو غم بھی دائمی نہیں ہے۔ اگر کوئی مر جائے تو لوگ قبر بننے کے دوران ہی باتیں شروع کر دیتے ہیں اور پھر غم کا خیال بکھر جاتا ہے۔ حالانکہ غم کا موسم تو ہر ایک موسم ہے' کل کا غم آج بھی غم ہے اور جس کو کل کا غم کل تک رہے گا یا آج تک رہے گا یا دو دن اور رہ جائے گا تو میں اس غم کو نہیں مانتا۔ تو نماز قائم کس کی ہے؟ جو ایک کیفیت میں ہو اور اس کی وہی کیفیت رہے ؎

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

تو اس کو آگے کا پتہ نہیں کہ کیا ہوا۔ تو پھر اس کے بعد کی زندگی کا پتہ نہیں ہوتا' وہ کام کر رہا ہوتا ہے' شہر میں آتا ہے' جاتا ہے' ہنستا ہے' بولتا ہے لیکن کیفیت وہی رہتی ہے۔ یا اس کو یوں سمجھ لو کہ ؎

مجھ کو کسی کی انجمنِ ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

یعنی کہ وہ بات گزر گئی ہے لیکن میں اب تک وہیں ہوں۔ تو جس کا حج قائم ہو گیا وہ روز ہی حج کرتا ہے' وہ اُدھر سے واپس آیا ہی نہیں۔ جس کا دل وہاں رہ گیا وہ واپس آیا ہی نہیں۔ تو زندگی میں ایسے ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں جو وقتی طور پر آتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے رہ جاتے ہیں۔ بے شمار لوگ بے شمار باتیں کرتے ہیں جو بھول جاتی ہیں مگر کسی کی ایک بات ہمیشہ یاد رہ جاتی ہے' وہ خلش باقی رہ جاتی ہے۔ تو ایسا واقعہ بھی ہو جاتا ہے۔ تو نماز کس کی قائم ہو گئی؟ جس کی نماز کسی نے قائم کرائی۔ تو نماز کے اندر وہ قائم ہو گیا اور نماز اس کی قائم ہو گئی۔ اس طرح

وہ چلتا جاتا ہے۔ اس کے لیے وقت ٹھہر جاتا ہے' اسی کے اندر سے ایک دروازہ نکلتا ہے اور وہ پتہ نہیں کس وقت میں چلا جاتا ہے' ٹھہر جاتا ہے' وقت سے باہر نکل جاتا ہے'۔ مان و مکاں زیرِ نگیں آ جاتے ہیں' کئی واقعات ہوتے ہیں' وہ اسی دنیا میں رہ کے کسی اور دنیا میں چلا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ اسے کسی اور دنیا میں داخل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا اُسے مردہ نہ کہو بل احیاء ولکن لاتشعرون بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ اب آپ یہ بات تو مان لیں کہ آپ کو پتہ نہیں ہے کہ وہ کیسے زندہ ہیں' لیکن وہ زندہ ہیں۔ اور آپ کو اس کا شعور نہیں ہے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ وہ جو زندہ ہے' شہید ہے' وہ آپ سے ملاقات کرے تو یہ ممکن ہے کیونکہ زندہ شخص آپ سے مل سکتا ہے۔ تو اگر ملاقات ہو جائے تو آپ اس زندگی کے نظام سے ایک اور جگہ چلے گئے جہاں آپ میں شعور پیدا ہو گیا' ملاقات پیدا ہو گئی اور آپ اس لیول پر چلے گئے یا پھر وہ آپ کے درمیان آ گیا۔ تو اسی زندگی میں ایک اور زندگی کا تصور آ گیا۔ ان شب و روز کے اندر اور شب و روز آ گئے۔ ایک جگہ چار پانچ آدمی بیٹھے تھے اور جنات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ جن تو ہوتے نہیں' یہ تو ایسے ہی کتابوں میں لکھا ہوا ہے' جن کیسے ہو سکتے ہیں۔ اور پھر ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جنات تو ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا تمہیں کیسے پتہ ہے؟ اس نے کہا میں آپ ہوں۔ اور پھر اس نے غائب ہو کے ثابت کر دیا.....

علم جب مشاہدے میں داخل ہو جائے تو آپ دوسری دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ جب نماز مشاہدہ بن جائے تو پھر بات آسان ہو جاتی ہے' مثلاً جب وہ بولے تو اسے نظر آ رہا ہو۔ جب وہ کہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط

الذین انعمت علیھم تو اللہ کے پیغمبروں کا' حضور پاک ﷺ کا' صحابہ کرامؓ کا' اولیائے عظامؒ کا اور ہمارے قریب کے بزرگوں کا مشاہدہ ہو جائے کہ یہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوا..... اور ان لوگوں کے نام بھی مشاہدے میں آ جائیں جن پر اس کا غضب ہوا۔ جب الفاظ شکل اختیار کر جائیں تو نماز قائم ہو جاتی ہے۔ ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے تو انہوں نے کہا یہ میرا شیطان ہے۔ اس نے کہا یہ شیطان کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تو انسان ہے اور وہ تو اللہ کا شیطان تھا' منکر تھا۔ انہوں نے کہا شیاطین کا لفظ تو تم نے سنا ہوگا۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہ آپ کا شیطان کیسے ہے؟ انہوں نے کہا اس نے کل میرے پاس آ کے بیعت کی اور بہت سارے آدمیوں میں کہا تھا کہ میں آپ کے ہر حکم کی اطاعت کروں گا مگر آج میں نے اس سے ایک بات کی تو اس نے صاف انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ تو اطاعت کے بعد انکار کا نام ہی تو شیطان ہے۔ تو وہ شیطان ہے جس نے اطاعت کا وعدہ کیا ہو اور دوسرے دن انکار کر دیا ہو۔ اللہ نے شیطان سے کہا کہ میرے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرنا تو اُس نے کہا ہم تابعدار ہیں' ایسا نہیں کریں گے۔ پھر اللہ نے کہا آدم کو سجدہ کرو تو اس نے کہا کل آپ نے حکم اور فرمایا تھا اور آج اور ہے' یہ میں نہیں کر سکتا..... اللہ نے کہا تو لعین ہے' باہر نکل جا۔ تو اطاعت کے بعد انکاری' امر کو تسلیم کرنے کے بعد امر سے انکار کرنے والا شیطان ہے۔ اس کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور یہ بات مشاہدے میں آئے گی۔ جب یہ واقعات مشاہدے میں آ جائیں کہ یہ وہ ہے' تو اس شخص کو شہید کہتے ہیں' یہ ولی ہوتا ہے۔ اس کے لیے الفاظ مشاہدے میں آ جاتے ہیں۔ اگر الفاظ مشاہدے میں نہ آئیں تو پھر

ساری بات ہی غلط ہوگئی۔ تو پھر انسان الفاظ بولتا جاتا ہے جو مفہوم کے بغیر ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ نماز جس میں الفاظ اپنے مفہوم کی صورت اختیار کر کے نماز پڑھنے والے کے رُوبرو ہمہ حال کھڑے رہتے ہیں' تو اس کی نماز قائم ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے قائم نہیں ہوتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نماز قائم کرو اور نماز قائم کرو اللہ کے ذکر کے لیے اقم الصلوۃ لذکری تو جب ذکر قائم ہو گیا تب نماز قائم ہوگئی اور نماز قائم ہوگئی تو ذکر قائم ہو گیا۔ الفاظ قائم ہو گئے تو مشاہدہ قائم ہو گیا' مشاہدہ قائم ہو گیا تو آپ کا عمل قائم ہو گیا۔ جب آپ کا عمل مشاہدے کے تابع ہو جائے تو سمجھو کہ عمل گمراہ نہیں ہوگا۔ ماننے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو مان کے چل پڑتا ہے اور جو سوچے گا وہ پھر مشکل میں ہوگا۔ سوچنے والا خود ذمہ دار ہے۔ زندگی کا Knowledge کتاب سے اور ہے لیکن مشاہدے سے اور ہے۔ ماننے والے کو جو کہیں گے وہ کرتا جائے گا اور پار لگ جائے گا.....

بس یہاں پر کچھ درویش یا پیر ایسی ملاوٹ کر گئے کہ پھر علم والے لوگ پریشان ہو گئے ہیں۔ مثلاً محفل میں سب بیٹھے ہیں اور پیر صاحب کہتے ہیں کہ مبارک ہو اس وقت میں نماز وہاں پڑھ کے آیا ہوں' یعنی کسی اور شہر میں۔ جب ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن کا تعلق کسی مافوق الفطرت واقعہ سے ہو تو لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ پرانے زمانے میں بزرگ ایسی باتیں تب بیان کرتے تھے جب وہ مشاہدہ بھی کراتے تھے۔ اب مشاہدے کے بغیر بیان ہو رہا ہے' اس لیے آج کا ذہن پریشان ہو جاتا ہے۔ تو درویشی کے نام پر بہت سارے مقامات غلط ہو گئے ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ اصلی مقام درویشی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو زندگی بھر کوئی قابل قدر درویش نہ ملے مگر اصلی راستہ یہی ہے۔ تو آپ تلاش جاری رکھیں' گھبرانا

نہیں، سچ کی تلاش کبھی ختم نہیں ہوتی، بس آپ چلتے جائیں۔

سوال:

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ انسان ایک جسم صغیر ہے اور اس میں عالم اکبر پوشیدہ ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

یہ تو بہت واضح بات ہے کہ اللہ مالکِ کائنات ہے اور خالق ہے، خالق اپنی مخلوق سے بہت بڑا ہے، وہ بہت بڑی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وسیع سے وسیع تر کائنات ایسی تخلیق فرمائی ہے کہ وہ انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ آپ کبھی کائنات کے نقشے پر غور کریں، ایک نگاہ میں ستارے دیکھیں تو آنکھ خیرہ ہو کے واپس آ جاتی ہے، حالانکہ یہ ستارے ایسے نہیں ہیں جیسا کہ یہ نظر آ رہے ہیں، ان کی حقیقت تو قیامت تک سمجھ نہیں آ سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس کو دوبارہ دیکھ لو، کیا کائنات میں کوئی کجی ہے۔ تو اس کائنات کا جو مالک ہے وہ Perfect ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب میری کائنات Perfect ہے تو یہ دیکھو کہ میں کتنا Perfect ہوں۔ تو Perfection اللہ کو زیب ہے۔ اب اس اللہ کا شعور حاصل کرنے کے لیے، اس کو جاننے کے لیے، اس کائنات میں انسان کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ باقی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے کیونکہ اس کو حکم ہے، اور وہ سب اپنے اپنے مدار میں سرگرداں ہیں لیکن اللہ کے بارے میں بولنے کا شعور اور شعور سے بولنا صرف انسان کو عطا ہوا۔ اتنا بڑا، وسیع اللہ جو ہے، یہ چھوٹا سا انسان اس کا میڈیم ہے۔ اب وہ سارا عالم، وہ ساری بات، سارے کا سارا تمہارے وجود میں ہے اور تمہارا وجود دراصل تمہارے احساس کا وجود ہے۔ ٹھوس چیزیں اور کھانا

پینا آپ کا وجود نہیں بلکہ آپ کا احساس آپ کا وجود ہے۔ آپ کے احساس میں اللہ تعالیٰ نے اتنی لطافت عطا فرمائی ہے کہ یہ احساس اس کائنات کی وسعتوں پر اتنا ہی حاوی ہے۔ تو اسی انسان کو وہ شعور بخشا گیا ہے۔ تو اس صغیر جسم کے اندر عالمِ اکبر پوشیدہ ہے' عالمِ اکبر کا عکس موجود ہے۔ تو اس کا عکس موجود ہے' اس کا اجمال موجود ہے' اس کا شعور موجود ہے' اس کا ''کُن'' موجود ہے اور اس کا ''فیکون'' موجود ہے۔ اگر انسان مغموم ہو جائے تو کائنات مغموم ہو جاتی ہے۔ اگر انسان فیل ہو جائے تو کائنات فیل ہو جائے گی۔ کیونکہ کائنات فیل نہیں ہونی اس لیے انسان نے فیل نہیں ہونا۔ انسان نے اللہ کے ساتھ کامیاب ہونا ہے تو صرف مذہب کے ذریعے۔ اب آپ مذہبوں میں یہ تلاش کر لیں کہ کون سا مذہب بہتر ہے۔ اگر آپ کو اسلام بہتر لگا ہے تو پھر آپ اس میں سے ملاوٹ نکال دیں' پھر آپ بچ جائیں گے۔ ورنہ آپ کیسے بچیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو Purify کر کے اس کا سکہ چلانا ہے۔ تو اس کائنات کا Future اسلام میں ہے اور اگر آپ اس کا فیوچر خراب کریں گے تو آپ کو اُڑا دیا جائے گا۔ اس لیے آپ لوگ جو اسلام کو مانتے ہیں وہ ایک بات تو ضرور مانیں کہ اسلام سچوں کا دین ہے اور سچا دین ہے۔ تو اس میں سے جھوٹ کو نکال دو۔ اگر اللہ کی راہ میں چل پڑے ہو یا نہیں چلے ہو تو کم از کم جھوٹ تو نکال دو' Good man تو بنو۔ پھر آپ صحیح مسلمان ہو جائیں گے۔ پھر اپنے آپ کی تکمیل کریں۔ اگر مسلمان دوسرے مسلمان پر تنقید کرنا چھوڑ دے تو آدھا مسلمان تو وہ پکا ہو گیا۔ اگر دوسرے کا قصور چھوڑ کے اپنا قصور چھوڑ دو تو بہت بہتر ہو جاؤ گے۔ آج کا مسلمان صرف بیان کرتا رہتا ہے' اسے تبلیغ کا شوق ہے' آج کا مسلمان تبلیغ کا مارا ہوا ہے' اسے تبلیغ کا اور

تنقید کا شوق ہے' ہر وقت لوگوں کی باتیں کرتا رہتا ہے اور اپنا مطلب نکالتا رہتا ہے' یہاں سے بھی حاصل کرتا ہے اور وہاں سے بھی لیتا ہے۔ اور پھر ہر چیز یہیں کی یہیں رہ جانی ہے۔ آج زمین کا جو ٹکڑا آپ نے خریدا ہے اس سے پوچھو کہ اے زمین کے ٹکڑے تو آج تک کتنی مرتبہ انتقال ہوا ہے اور تیرے کتنے مالک انتقال کر گئے تو پھر بس ..... تو اس کا کوئی مالک نہیں اور نہ بن سکتا ہے۔ زمین اُسے کچھ نہیں کہتی' آرام سے ٹھہری رہتی ہے اور بندے مرتے رہتے ہیں..... اور پھر وہ انسان دو گز جگہ مانگتا ہے' وہ بھی عافیت والی جگہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ دو گز کی عافیت والی جگہ نہ ملی تو پھر تمہاری ساری حویلیاں کس کام کی' تمہارے واقعات کس کام کے' تمہیں کسی دعا کا سایہ بھی نہ ملا تو تمہاری زندگی کس کام کی' تمہاری اولادوں میں دعا کرنے والا کوئی نہ ہوا تو تم دیکھو گے کہ تمہاری زندگی کتنی ناکام ہوگئی ہے۔ اگر تم گستاخ رہے اور ماں باپ نے دعا نہ دی تو اولاد بھی ویسی ملے گی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ارواح کے لیے ہم پڑھتے ہیں' پتہ نہیں وہاں پہنچتی ہے کہ نہیں پہنچتی تو جب آپ مر کے وہاں جائیں گے تو پتہ چلے گا۔ وہاں جا کے آپ کہیں گے کہ کاش میرا ایسا بیٹا ہوتا جو مجھ پر کچھ پڑھتا.....

تو آپ دعا کریں کہ اللہ ہمیں چیزوں کا شعور دے' مشاہدہ کھول دے' مہربانی فرمائے.....

صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه ونور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآله واصحابه اجمعین آمین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

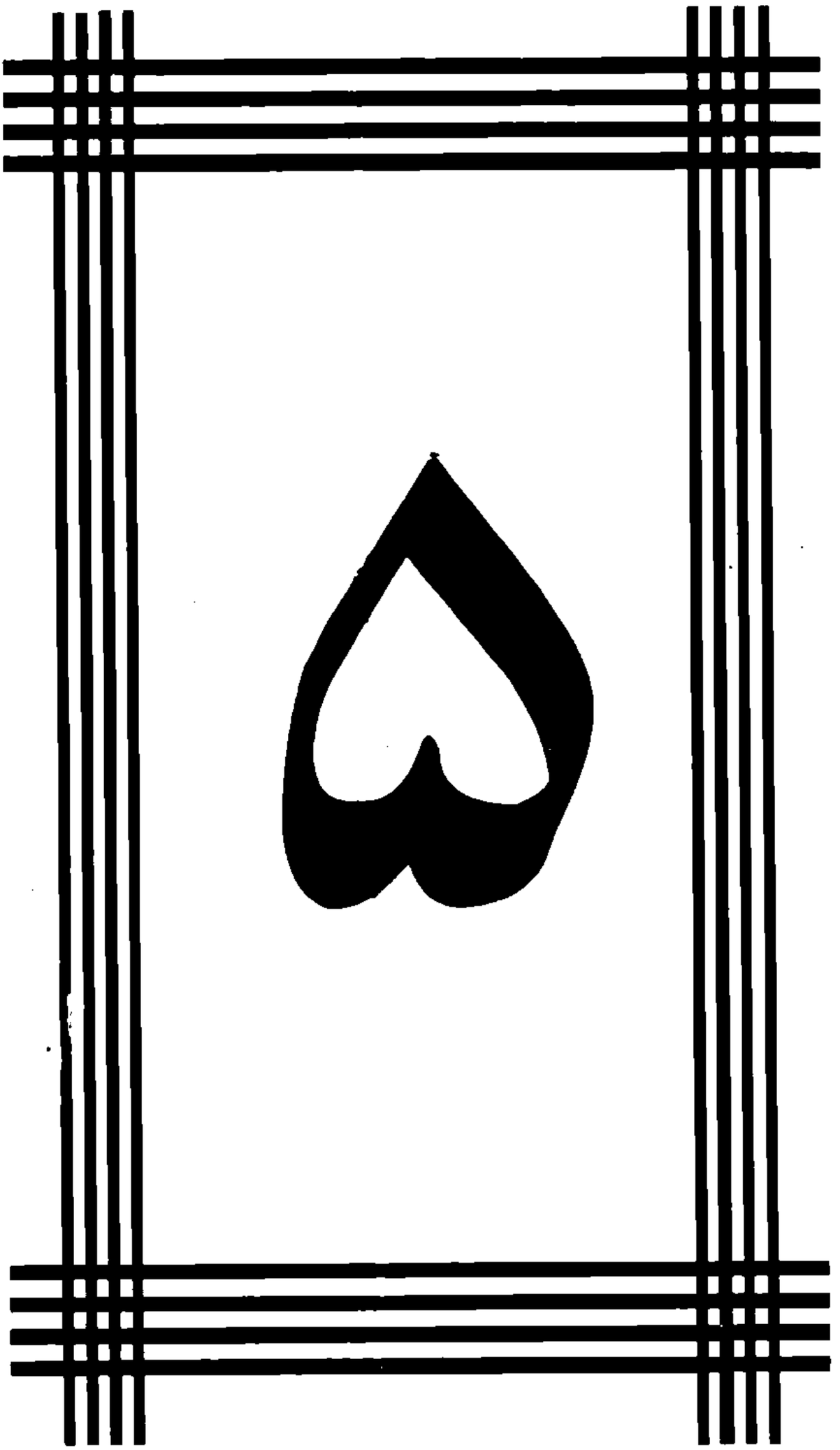

۱ جب ہم مزارات پر جائیں تو کیا دعا مانگنی چاہیے تا کہ دعا بھی ہو جائے اور شرک بھی نہ ہو۔

۲ صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ تو پہلے ہی ان سے راضی ہے.....

۳ میرا عقیدہ ہے کہ نبی پاکؐ حاضر و ناظر ہیں اور وہ ہماری ہر بات سنتے ہیں، نماز میں بھی ان کا تصور آ جاتا ہے۔ کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟

۴ کیا جو لوگ تعویذ گنڈا کرتے ہیں وہ صحیح ہے؟

۵ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا مقام بھی ہوتا ہے کہ دعا نہ کیا کریں.....

۶ ہم اپنے لیے اور معاشرے کے لیے جو نیکی کرتے ہیں وہ اکثر کامیاب نہیں ہوتی .....

۷ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک ہنر دے کر بھیجا ہے۔ اس ہنر کو تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

۸ کیا دوسرے انسانوں کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے؟

۹ وسوسے، لالچ اور برائی سے کیسے بچا جائے؟

۱۰ یہ کیا وجہ ہے کہ مغربی لوگوں نے بڑی ترقی کر لی ہے اور ہم بہت پیچھے ہیں؟

سوال :

جب ہم مزارات پر جائیں تو کیا دعا مانگنی چاہیے تا کہ دعا بھی ہو جائے اور شرک بھی نہ ہو۔

جواب:

اولیاء اللہ کے مزار کا جو Visit ہے' Pilgrimage ہے' یعنی کسی مزار پر جانا' اس کو آپ یوں سمجھیں کہ صاحبِ مزار جو ہے وہ شرک سکھانے تو نہیں آیا تھا' اس کا پیغام شرک تو نہیں تھا اور اسی لیے تو ان کا یہ مقام موجود ہے' ان کی کوئی کتاب ہو گی' کوئی طریقت ہو گی' کوئی سلسلہ ہو گا۔ اسی لیے تو اُن کا ذکر چلتا آ رہا ہے' ورنہ آپ کو کیسے پتہ چلتا کہ اس مزار پہ جانا ہے۔ یہاں پر بیٹھے ہوئے آپ' اُن کے سو سال بعد یا دو سو سال بعد یا ہزار سال بعد' جب کہتے ہیں کہ اُن کے مزار پر جانا ہے تو آپ اس آدمی کا ایک نام لے کے جاتے ہیں۔ تو آپ اس کا نام رکھتے ہیں پھر اس کے دربار پر جاتے ہیں' پھر آپ کہتے ہیں کہ ولی اللہ کے مزار پر جاتے ہیں۔ تو پہلے آپ کے پاس نام ہوتا ہے' پھر آپ Visit کرتے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب آپ کے پاس وہ نام آتا ہے تو پھر آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ وہ صاحبِ تعلیم کیا تھا یعنی ان کی تعلیم کیا تھی' ان کا پیغام کیا تھا۔ تو نام

میں وہ تعلیم شامل ہوتی ہے، تو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ فلاں صاحب تھے، وہ ولی اللہ تھے، اُن کی یہ تعلیم ہے، یہ ان کا شجرہ شریف ہے اور اب تک یہ ان کی پوری کی پوری لائن چلی آ رہی ہے۔ کیا ان سب باتوں میں کہیں ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شرک سکھانے کے لیے آئے تھے۔ تو وہ شرک نہیں سکھاتے۔ شرک کا اندیشہ وہاں جانے والے میں ہے اور بلانے والے میں نہیں تھا۔ جانے والا اگر وہاں گیا ہی نہیں تو شرک کا فیصلہ کیسے کر سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں جانے سے روکنے والوں نے جانے والوں کو شرک کا پیغام دیا ہے۔ مزار پر روکنے والوں نے جانے والوں کو ڈرایا ہے کہ شرک ہوگا۔ بلانے والا تو شرک کا پیغام ہی نہیں دیتا بلکہ وہ شرک سے بچاتا ہے۔ جانے والے کو پتہ نہیں کہ وہاں شرک ہوگا کہ نہیں، تو وہ یہ سوال کر رہا ہے۔ تو شرک کا ذکر کہاں آیا؟ شرک کا ذکر تب آئے گا جب آپ کو پتہ چلے گا کہ شرک ہو رہا ہے۔ بلانے والے کا مقصد شرک ہو نہیں سکتا، جانے والے کا مقصد شرک نہیں ہے کیونکہ وہ اُسے ولی اللہ کہہ رہا ہے۔ پھر شرک کا لفظ کہاں سے آیا؟ یہ کسی روکنے والے نے بتایا ہے کہ وہاں نہ جاؤ، یہ شرک ہے۔ اب روکنے والا جب آپ کو شرک کا بتا رہا ہے تو روکنے والے سے آپ کا کیا واسطہ۔ کل کو یہ روکنے والا کہے گا کہ ماں باپ سے محبت شرک ہے تو کیا یہ چھوڑ دو گے۔ تو نہ بلانے والا شرک کا کہتا ہے اور نہ جانے والا شرک کے لیے جاتا ہے تو اب فیصلہ کیا ہوا؟ جانے والے کی جو نیت ہے وہی نتیجہ ہے۔ شرک کے لیے اگر جاؤ گے تو شرک ہی ملے گا اور ایمان کے لیے جاؤ گے تو ایمان ملے گا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ وہاں کیوں جاتے ہیں؟ فیض حاصل کرنے کے لیے جاتے ہیں، شرک کے لیے تو نہیں۔ پھر وہ مسافر جو ایمان کا مسافر ہے، جو شرک کے لیے نہیں

جارہا' اگر وہ بت خانے میں جائے گا تب بھی شرک نہیں کرے گا۔ تو کیا کہا میں نے؟ ایمان کا مسافر شرک میں نہیں پہنچے گا۔ اگر آپ مشرکانہ آرزو لے کے جاتے ہو' تو پھر آپ گھر سے ہی مشرک ہیں اور اگر ایمان کی آرزو لے کے جاتے ہیں تو جہاں بھی جاتے ہیں یہ شرک نہیں ہے۔ تو ایمان داری کے ساتھ اپنے دل سے پوچھیں کہ آپ کے اندر کیا شرک کی تمنا ہے' کیا آپ ولی اللہ کے پاس خدا کا متبادل ڈھونڈنے گئے تھے؟ اگر ایسا ہے تو پھر شرک ہی شرک ہے۔ اگر خدا کی راہ کی تلاش میں جارہے ہیں تو شرک نہیں ہے۔ تو شرک کب ہوتا ہے؟ جب آرزو دنیا کی ہو۔ اور ایمان کب ہوتا ہے؟ جب آخرت کی آرزو ہو۔ شرک کب ہوتا ہے؟ جب انسان کی تمنا ہو۔ اور ایمان کب ہوتا ہے؟ جب رحمان کی تمنا ہو۔ اگر آپ ولی سے دنیا کی آرزو کے لیے' کچھ لینے کے لیے جارہے ہو تو یہ شرک ہے۔ آسان سی بات سمجھ لو' اگر دینے کے لیے جارہے ہو تو یہ ایمان ہے اور لینے کے لیے جارہے ہو تو یہ شرک ہے۔ کیونکہ دنیادار جو ہے وہ آرزو رکھتا ہے اور اگر آپ آرزو سے نجات چاہتے ہو تو یہ شرک نہیں ہوسکتا۔ تو یہ شرک کا لفظ کہاں سے آیا؟ ان لوگوں سے جو عبادت کو ہی مفہومِ عبادت کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عبادت ہے اور نماز کے اندر ہی شرک کا ڈر ہو کہ کہیں اللہ کی نماز میں انسان کا خیال نہ آجائے۔ اس طرح تو نماز میں شرک ہو جائے گا۔ اب آپ نماز کا ترجمہ دیکھو تو سارا ہی غیر خیال ہے۔ نماز میں آپ دعا کرتے ہیں کہ میرے ماں باپ کی خیر ہو۔ جب آپ ماں باپ کا نام لیں گے تو ان کی شکل بھی سامنے آئے گی۔ پھر کہیں گے کہ میری اولاد پر رحم فرما۔ تو اولاد کی شکل سامنے آئے گی۔ پھر حضور پاک ﷺ اور ان کی آل کا نام آئے تو آل کی کوئی شکل آئے گی کہ نہیں آئے گی۔

پھر ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کا نام آئے گا۔ عباد الصالحین کا ذکر بھی آئے گا۔ انعمت علیھم والے لوگوں کا ذکر بھی آئے گا اور ولا الضالین والوں کا نام بھی آئے گا۔ تو یہ اللہ کے علاوہ' سارے بندے ہی بندے ہیں۔ تو یہ شرک کیسے ہو گا۔ یہ جس شرک کی بات کر رہے ہیں یہ بدنیتی کا نام ہے۔ ایمان والا تو شرک نہیں کر سکتا۔ شرک تو ہو ہی نہیں سکتا۔ شرک تو ہے ہی نہیں۔ شرک کا معنٰی ہے اللہ کے علاوہ کوئی اور اللہ بنانا۔ آپ کو تو پہلا اللہ سمجھ نہیں آیا تو پھر نیا اللہ کیسے بناؤ گے۔ نیا اللہ بنانا بڑا مشکل ہے۔ اللہ کے مقابلے میں ایک ایسا اللہ چاہیے جو ہر آغاز سے پہلے ہو' ہر انجام کے بعد ہو' جو ظاہر بھی ہو اور باطن بھی ہو' نظر میں بھی رہے اور نظر نہ بھی آئے' رزق تم دفتر سے لو اور کہو کہ اللہ نے دیا ہے..... تو ایک اور اللہ کیسے بنا سکتے ہو۔ آپ جتنا تلاش کر لو نہیں ڈھونڈ سکتے۔ آپ اگر کوشش بھی کر لو تو بھی شرک نہیں ہو سکتا۔ شرک ہے ہی نہیں۔ شرک کا معنٰی دو رب بنانا۔ دو رب ہو ہی نہیں سکتے' دو ہوتے تو آپس میں فیصلہ کرتے' دو رب ہوتے تو جھگڑا ہوتا کہ کس کی بات چلے گی' پھر ایک خالق ہوتا اور دوسرا اس کا تابعدار ہوتا' مخلوق ہوتا۔ اس لیے شرک تو ہوتا ہی نہیں ہے۔ اللہ سے شرک نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ حضور پاک ﷺ کی ذات کے بارے میں' آپ ﷺ کے کہے ہوئے کے مقابلے میں کسی اور کی کہی ہوئی بات تلاش کریں گے تو وہ شرک ہو گا۔ تو اللہ کا تو شرک ہو نہیں سکتا۔ جب اللہ کہتا ہے کہ شرک نہ کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے حبیب ﷺ کی بات پر کسی اور بات کو مقابلے میں نہ لے آؤ۔ آپ لوگ نماز میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی مجھے اپنی راہ دکھا یعنی اپنے ان بندوں کی راہ دکھا جن پر تیرا فضل ہوا۔ کسی آدمی سے والہانہ محبت جو ہے وہ شرک ہونی چاہیے کیونکہ محبت اللہ سے ہونی

چاہیے لیکن اللہ سے محبت' اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت اور اللہ کے محبوبؐ کے محبوبوں سے محبت تو شرک نہیں ہے۔ پھر شرک کیا ہے؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی صفات میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اگر آپ اللہ کو رحمان کہتے ہیں تو کوئی بندہ آپ کے لیے رحمٰن ہوتا ہے' اللہ خالق ہے اور آپ روز دیکھتے ہیں کہ بندہ تخلیق کرتا ہے۔ ذات میں کوئی شامل نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کی دو صفات بتائی ہیں' رؤف اور رحیم اور اللہ خود رؤف بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ پھر شرک کیا ہوا؟ وہ لوگ جو اسلام کو Complicated بنانا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے' جو لوگ حضور پاک ﷺ کی محبت کو کم کرنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ یہ درمیان میں بغض والا ایک ٹولہ ہے' یہ عمل والے اور محبت والے لوگوں کو اس راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں' عشق کے راستے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ تو شرک نہیں ہوسکتا۔ شرک والی بات ایسے ہی بنائی گئی ہے۔ جس شرک کا وہ لوگ ذکر کرتے ہیں اس پر تو کوئی عبادت نہیں ہوسکتی۔ کہتے ہیں جس کو حضور پاک ﷺ کا تصور آجائے اس کی نماز فاسد ہوگئی' ختم ہوگئی۔ حالانکہ جس کو حضور پاک ﷺ کا تصور نہیں آئے گا اس کی زندگی حرام ہے۔ اس لیے ان کو شرک کا وہم ہے۔ پہلے یہ لوگ آپ کو شرک سے ڈرائیں گے پھر کہیں گے کہ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ حضور پاک ﷺ بشر ہیں' تمہارے جیسے ہیں' انما بشر مثلکم جب کہ آپؐ کا صرف نام ہے اور وہ ہمارا کلمہ ہے تو وہ ہماری طرح کیسے ہوسکتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے میں خود درود بھیجتا ہوں' تم بھی درود بھیجو..... تو آپؐ ہماری طرح کیسے ہوگئے تو یہ ''ہماری طرح'' والی بات کوئی اور ہے۔ اس لیے شرک کا تصور نہ جاننے والے کا اندازہ ہے' اس کا اپنا ہی خوف ہے اور یہ

روکنے والوں کا قصہ ہے۔ تو آپ کے سوال کا جواب یہ ہوا کہ مزار پر جانا شرک نہیں ہے اور وہاں جا کے دعا کیا مانگنی چاہیے کہ دعا شرک نہ ہو جائے؟ اللہ سے آپ کیا مانگتے ہیں؟ کہ دنیا بھی دے دے اور آخرت بھی دے دے۔ ولی اللہ سے جا کے کیا مانگتے ہیں؟ وہاں آپ شرک کے لیے تو نہیں جاتے' پھر کیا مانگتے ہیں؟ اکثر لوگوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ مزار پہ کیوں جاتے ہیں۔ کیونکہ باقی سارے ادھر چل پڑتے ہیں اس لیے آپ بھی چل پڑتے ہیں' یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کس لیے جا رہے ہیں۔ بزرگانِ دین کے پاس جانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس راستے پر' اللہ کے راستے پر چلنا ہے اور محبت سے چلنا ہے' بزرگوں سے اللہ کا راستہ مانگا جاتا ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت کے ساتھ مانگا جاتا ہے۔ بزرگ سے بزرگ کا راستہ مانگا جاتا ہے' اس کا انداز مانگا جاتا ہے اور اس کا فکر مانگا جاتا ہے۔ اپنی آرزو تو آپ خود ہی پوری کرو' اس کی کیا دعا مانگنی ہے۔ اگر بیٹا پیدا نہ ہوا تو بیٹی تو ضرور پیدا ہو گی۔ اس کی دعا کیا مانگنی ہے اور کیا سوال کرنا ہے۔ کیا اَن پڑھ کے گھر بیٹی نہیں ہوتی یا بیٹا نہیں ہوتا۔ جو کافر ہوتے ہیں وہ عبادت نہیں کرتے تو کیا ان کے ہاں بیٹا' بیٹی نہیں ہوتے۔ روز ہی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جو بات روٹین کی ہے اس کو بھی آپ نے عبادت بنا لیا ہے۔ جاپان والے کافر ہیں اور اتنی شاندار کاریں' ٹویوٹا کار بناتے ہیں اور تم کلمہ پڑھ پڑھ کے تھک گئے لیکن ٹویوٹا نہیں بنا سکتے۔ تو یہ بات تو نہ کرو۔ جو چیز وہ لوگ روٹین میں لے لیتے ہیں' کافر ہو کے جو حاصل کر رہے ہیں وہ چیز آپ ایمان کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے دس نمازیں پڑھ لی ہیں لیکن ابھی تک موٹر سائیکل نہیں ملی۔ تو موٹر سائیکل اور نماز تو الگ چیز ہے۔ اس لیے نماز سے وہ بات

مانگو کہ جس ذات کی آپ نماز پڑھ رہے ہو اس کو آپ کے مانگنے سے خوشی ہو تو اللہ سے وہ بات مانگو جو مانگنے پر اللہ بھی خوش ہو۔ وہ کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت۔ اس سے اللہ بہت خوش ہوگا۔ اللہ کے محبوبؐ سے کیا مانگو؟ اللہ کا راستہ۔ اس طرح آپؐ خوش ہوں گے۔ اللہ سے اللہ کے محبوبؐ کی محبت مانگو اور اللہ کے محبوبؐ سے اللہ کی محبت مانگو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا..... بات سمجھ آئی آپ کو؟ دنیا خود کماؤ' محنت کرو۔ دعا کو ہر جگہ استعمال نہ کرو کہ اگر پین گم ہو گیا تو دعا ہی مانگتے جا رہے ہو۔ بازار سے نیا خرید لو یا کسی سے لے کے لکھ لو۔ اس لیے آپ سوچو کہ آپ کہتے کیا ہیں .....

سوال:

میں نے لوگوں کو مزار پر سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

جواب:

یہ شرک ہے۔ دوسرے کو آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے شرک کیا ہے' آپ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ لوگ اپنا سفر دیکھیں تو وہ شرک نہیں ہے اور دوسرے کو دیکھیں گے تو وہ شرک نظر آئے گا۔ آپ فتویٰ دینا چھوڑ دو۔ اپنے سفر کا آپ خود جائزہ لیں۔ سوال آپ کا ہو اور جواب بھی آپ کا ہو۔ دوسرا جو کر رہا ہوگا وہ شرک نظر آئے گا۔ پتہ نہیں اس کی کیا نیت ہے۔ آپ اپنی بات کریں۔ آپ بتائیں کہ جب آپ کسی مزار پر جاتے ہیں تو کیا شرک کے لیے جاتے ہیں۔ آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ وہاں جو شخص کچھ کر رہا تھا تو اس سے پوچھو تو سہی کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ تو دوسروں سے متعلق یہ نہ سوچتے رہا کرو کہ وہ کیا کر رہا ہے' وہ کدھر جا رہا ہے' وہ کہاں سے آ رہا ہے' اس کا دل کیا ہے اور اس کی نیت کیا

کیا ہے۔ تجھے اس سے کیا غرض ہے تو اپنی توڑ نبھا۔ آپ کسی کو مشرک نہ کہا کرو۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو مسلمان ہی کہا کریں۔ آدھے مسلمان باقی کے آدھے مسلمانوں کو کافر کہتے جا رہے ہیں اور نتیجہ یہ ہے کہ خرابی ہوتی جا رہی ہے۔ اس بات کو چھوڑ دو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔

سوال:

صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حالانکہ اللہ تو پہلے ہی ان سے راضی ہے.....

جواب:

یہ اس طرح ہے جس طرح آپ کہتے ہیں کہ اے اللہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے درجات میں اضافہ کر۔ حالانکہ ان کے درجات میں تو پہلے ہی بہت اضافہ ہے تو آپ پھر بھی کہتے ہیں۔ اللہ تو راضی ہے ان سے۔ اب آپ سے جو کہا گیا کہ ایسے کہا کرو تو آپ وہ مانتے چلے جائیں۔ بچپن سے بڑھاپے تک آپ اللہ سے کہتے جا رہے ہیں کہ یا اللہ سیدھا راستہ دکھا' تو کیا ابھی تک راستہ نہیں ملا؟ راستہ تو ملا ہے پھر بھی آپ کہتے جا رہے ہیں۔ بس یہ کہتے ہی جائیں۔ اگر کل پانچ نمازیں پڑھیں تھیں تو یہ نہ کہنا کہ آج پھر پانچ نمازیں پڑھنی پڑ گئیں ہیں..... بس آپ پڑھتے ہی جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ پانچ کی بجائے چھ نمازیں کیوں ہیں' نماز اس طرح کیوں پڑھی جاتی ہے ..... بس آپ نماز پڑھتے جاؤ' جو کچھ کہا گیا وہ کرتے جاؤ۔ اگر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہا گیا تو آپ بھی کہیں اور ضرور کہیں' کیونکہ اللہ نے کہا کہ میں راضی ہوں تو آپ بھی کہیں کہ اللہ راضی رہے۔ اس میں کوئی دِقت والی بات نہیں۔ ہم روز ہی کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم پر رحم

فرما ..... تو آپ روز ہی کہتے جائیں کہ یا اللہ ہم پر رحم فرما۔ روز ہی کہو یا اللہ اپنی راہ دکھا' چاہے راہ نظر آ جائے پھر بھی کہو کہ راہ دکھا..... اس طرح کا سوال دراصل ایک Objection ہوتا' آپ بلاوجہ کا تکلّف کرتے ہیں' پریشان ہوتے ہیں۔ لوگ کوئی نہ کوئی وجہ ڈھونڈتے ہیں تاکہ نماز سے بچ جائیں' ایسی وجہ ڈھونڈتے ہیں کہ سارے لوگ کافر ثابت ہو جائیں تو وہ خود آزاد ہو جائیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوگا۔ تو آپ بچنا چاہتے ہیں اور بھاگنا چاہتے ہیں' کوئی ایسی چیز مل جائے جس کے پیچھے چھپ جائیں تاکہ اللہ سے بچ جائیں۔ تو یہ نہیں ہوسکتا۔ جب تک موت آپ کے پیچھے لگی ہوئی ہے اس وقت تک آپ بچ نہیں سکتے۔ جب آپ موت سے بچ گئے تو پھر اللہ سے بچ جائیں گے مگر موت سے بچ نہیں سکتے۔ اللہ سے وہ بندہ کیسے بچے گا جو مرنے والا ہو' رونے والا بندہ اللہ سے کیسے بچے گا' جو پیدا ہوا ہے وہ موت سے کیسے بچے گا۔ مسلمان جو ہے وہ اسلام سے نکل نہیں سکتا کہ وہ کافر ہو کے بچ جائے ..... مگر نہیں ..... کافر پہلے ہی عذاب میں جائے گا۔

سوال:

میرا عقیدہ ہے کہ نبی پاکؐ حاضر و ناظر ہیں اور وہ ہماری ہر بات سنتے ہیں' نماز میں بھی ان کا تصور آ جاتا ہے۔ کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟

جواب:

ایک بات یاد رکھ لو کہ علم' بحث کرے گا اور عمل' خاموش رہے گا۔ اب یہ کچا اور کمزور علم ہے کہ اگر اللہ کو یاد کریں گے تو حضور پاکؐ ناراض تو نہیں ہو جائیں گے اور حضور پاک ﷺ کو یاد کریں گے تو اللہ ناراض تو نہیں ہو جائے گا۔

اگر تم حضور پاک ﷺ کو یاد رکھو گے تو اللہ راضی ہو جائے گا۔ یہ عمل کی بات ہے اور آپ یہ کرتے چلے جائیں۔ بحث جو ہے یہ عمل سے بچنے کا نام ہے۔ آپ اگر ذکر کرنا چاہتے ہو تو کرو۔ جب ہر وقت درود شریف پڑھو گے تو درود شریف بھی آئے گا اور تصور بھی آئے گا۔ اللہ کی نماز پڑھو اور حضور پاک ﷺ پر درود شریف بھیجو' اللہ کی نماز کے اندر اللہ کے حبیبؐ پر درود بھیجو' تو یہ شرک کس بات کا ہے تو میں یہ بتا رہا ہوں کہ یہ شرک نہیں ہوتا۔ شرک' صرف بحث ہوتی ہے' عمل شرک نہیں ہوتا۔ جانا آپ نے اللہ کے پاس ہے۔ اور آپ اللہ سے بچ نہیں سکتے۔ یہ تو بڑی Non-sense بات ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے نماز اس لیے نہیں پڑھی کہ شرک کا ڈر تھا' اس میں اللہ کے حبیبؐ کے ذکر کے وقت ان کا تصور آ جاتا' کہیں اللہ مائنڈ نہ کر جائے تو آپ نماز پڑھتے جائیں' اللہ مائنڈ نہیں کرتا۔ بس آپ چلتے چلے جائیں۔ آپ کو اللہ کا تصور سمجھ نہیں آتا تو اللہ کے حبیبؐ کا تصور کیسے سمجھ آئے گا۔ لوگوں کی بحث کا نام ہے شرک اور عمل کرنے والا عمل کرتا جائے گا' وہ بات نہیں کرتا بلکہ عمل کرتا جاتا ہے تو آپ عمل کرتے جائیں۔ یہ شرک نہیں ہوگا۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے لیے بڑا حوصلہ چاہیے جو کہ آپ کے پاس نہیں ہو سکتا' اس کے لیے بڑی گمراہی چاہیے' متبادل اللہ بنانا ناممکن ہے۔ اس لیے شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تو خالق ہے اور خالق کے مقابلے میں مخلوق کو خدا کیسے بنایا جا سکتا ہے' یہ شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ ناممکن ہے۔

سوال:

کیا جو لوگ تعویذ گنڈا کرتے ہیں وہ صحیح ہے؟

جواب:

کیا آپ کروانا چاہتے ہیں یا لوگوں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟ ایمان داری سے بتانا۔ آپ اگر نہیں کرنا چاہتے تو نہ کریں۔ لوگوں کی بات چھوڑ دیں۔ لوگوں کی اگر اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو مت کریں۔ بڑے بڑے لوگ ایسی اصلاح کرنے پہ آئے مگر ان سے نہیں ہوئی تو آپ رہنے دیں۔ لوگوں سے نہ اُلجھنا۔ ان سے یہ نہ کہنا کہ تم تعویز کیوں کراتے ہو' تم تعویز لکھتے کیوں ہو' تم دیتے کیوں ہو ..... تو آپ اپنی بات کریں۔ اگر آپ کو تکلیف نہ آئے تو یہ اچھی بات ہے۔ جس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے پوچھو کہ خدا جانے اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ ایسی ایسی تکلیف آ جاتی ہے کہ بس۔ یہاں پر آپ خاموش ہی رہو۔ اگر آپ تعویز نہیں لیتے تو مت لو' یہ بہتر ہے۔ باقی یہ کہ اس کا جواز ہے' اس کا عقیدہ ہے' اس سلسلے کے لوگ ہیں جو گرہ لگاتے ہیں' ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں' **من شر النّفٰثٰت فی العقد**..... آپ یہ بات رہنے دو' چھوڑ دو اور دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنا راستہ آسانی سے طے کرنے کی توفیق عطا فرما۔ لوگوں پر اعتراض چھوڑ دو۔ آدھی دنیا باقی کی آدھی دنیا پہ اعتراض کر رہی ہے۔ ایسا آدمی سوچتا رہتا ہے کہ میں کسی پہ اعتراض کیا کروں' اس آدمی کا کہنا مجھے ماننا پڑتا ہے لہٰذا اس کی کوئی غلطی نکالنی چاہیے ..... تو وہ کہے گا کہ یہ تو تعویز کرتا ہے۔ دنیا کو اس کے راستے پر جانے دو اور تم سنبھل جاؤ' اپنی جان بچاؤ ..... تمہارے لیے یہ بہتر ہے تو آپ وہ سوال کریں جس کے جواب سے آپ کا عمل بدلے' جس کے جواب سے آپ کو کیفیت ملے' تو وہ سوال کرو۔ لوگوں کے بارے میں مت سوچو۔ اس طرح آپ وقت ضائع کر بیٹھو گے۔ تم اکیلے ہو اور لوگ تو پوری

کائنات ہیں' تو اُن کے بارے میں کیا سوچو گے۔ یہ اللہ کے اپنے کام ہیں کہ آپ رہتے سماج میں ہیں اور جواب دہی اللہ کے ہاں اکیلے کی ہوگی۔ یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تمہارے گروپ کا کیا حال ہے۔ پوچھا یہ جائے گا کہ اے نور دین اور اے جمال دین تم لوگ اپنا اپنا حساب بتاؤ۔ تو اپنا اپنا حساب پوچھا جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کسی گروپ میں آپ شامل ہو جائیں اور جو گروپ کا حال ہوگا وہ آپ کا ہوگا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اس لیے بات کو سمجھو کہ اکیلے اکیلے کا حساب ہو گا۔ رہنا اکٹھے ہے اور جواب دہ الگ الگ ہونا ہے..... تو آپ وہ سوال کریں جس سے آپ کی الگ الگ جواب دہی متاثر ہو۔ تو ایسا سوال کریں.....

سوال:

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا مقام بھی ہوتا ہے کہ دعا نہ کیا کریں.....

جواب:

دعا مانگنے والی بات بندے اور رب کے درمیان ہے اور بندے کے دل میں جو خیال آتا ہے وہ اللہ کو معلوم ہوتا ہے۔ تو بندے کے دل میں پیدا ہونے والے خیال سے اللہ آشنا ہے۔ اب مانگنے کی کیا بات ہے۔ مسنون بات یہ ہے کہ دعا مانگا کرو اور آپ ضرور مانگا کرو۔ ایک مرتبہ یہ بات پوچھی گئی تھی کہ کیا ایسا واقعہ کبھی ہوا ہے کہ دعا مانگی گئی ہو اور منظور نہ ہوئی ہو۔ تو ایسی کئی دعائیں ہوتی ہیں۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اللہ کے طالب جو لوگ ہیں وہ دعا پر اصرار نہیں کرتے۔ دعا' مانگنا ہے اور رضا' دینا ہے۔ صاحبانِ رضا مانگتے نہیں ہیں۔ اللہ پر جو لوگ راضی ہوتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ یا اللہ اس مصیبت کو ہم سے ٹال' یہ کیا کربلا

ہمارے اوپر نازل ہوگئی ہے۔ وہ کبھی یہ نہیں کہیں گے۔ اور ان صاحبان کے نام سے آپ دعائیں مانگتے ہیں۔ تو جن کے نام سے آپ دعائیں مانگتے ہیں وہ کبھی یہ دعا نہیں مانگتے کہ یا اللہ یہ مصیبت ٹال۔ وہ کہتے ہیں اللہ بہتر کر رہا ہے جو کچھ کر رہا ہے۔ تو وہ لوگ جب دعا مانگتے ہیں تو جمیع کے لیے مانگتے ہیں کہ یا اللہ سب کی مشکلات آسان کر' اس اُمّت پر رحم فرما' ہمارے لوگوں پر رحم فرما' ہمارے ساتھیوں پر رحم فرما' مسلمانوں پر رحم فرما..... وہ یہ نہیں کہتے کہ مجھ سے یہ مشکل ٹال۔ مشکل تو اُن کا درجہ ہے۔ ہم لوگ روتے ہیں کہ کربلا میں بڑا ظلم ہوا اور اگر وہاں پر حضرت امام عالی مقامؑ دعا کرتے تو وہ بلا ٹل جاتی۔ آپ لوگ جو مسلمان ہیں کیا آپ کا یہ یقین نہیں ہے کہ امامؑ کی مانگی ہوئی دعا منظور ہوگی۔ یہ ہم سب کا یقین ہے۔ کیا امامؑ نے مصیبت ٹلنے کی دعا مانگی؟ دعا جب بھی مانگے گا Follower مانگے گا اور امامؑ جو ہیں وہ رضا پر رہیں گے۔ کیا آپ لوگ علیؑ کو مشکل کشا مانتے ہیں؟ تو اُن پر تو مشکلات ہی مشکلات تھیں۔ پھر مشکل کشائی کیا ہے؟ آپؑ خود شہید' اولاد شہید' ان کے ماننے والے ہمیشہ شہید..... تو اسی کا نام ہے مشکل کشائی۔ تو آپ اللہ کو پریشان نہ کریں' روز Reminder نہ بھیج دیا کرو کہ فلاں کام نہیں ہوا' موٹر سائیکل گم ہوگئی ہے اور ابھی تک نہیں ملی..... تو آپ قبول کرو' اللہ کی طرف سے آنے والا قبول کرو۔ امام وہ ہوتا ہے' ولی وہ ہوتا ہے' اچھا بندہ وہ ہوتا ہے جو یہ کہے کہ جو اللہ کی رضا ہے وہ قبول' میری رضا وہ ہے جو تیری رضا ہے' ہمیں وہ قبول ہے' جو واقعہ ہوا ہے یہ قبول' موت آ گئی ہے تو یہ بھی قبول.....

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گذرے ہیں بہ تسلیم و رضا

— تو تسلیم و رضا ان کا شیوہ ہے۔ جس کا شیوہ تسلیم و رضا ہے وہ اللہ سے کیا مانگے گا۔ پھر مانگنا کیا ہے..... مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے فیصلے اور اللہ کے فیصلے میں فرق .....تو آپ کب مانگتے ہیں؟ جب آپ کے فیصلے اور اللہ کے فیصلے میں فرق آ جائے۔ اگر اللہ نے کوئی مشکل ڈال دی تو انسان آسانی چاہتا ہے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اگر جو اللہ کر رہا ہے وہ ہم بھی کریں تو پھر کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس لیے میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جن کو اگر یہ کائنات دو دن کے لیے مکمل اختیار کے ساتھ مل جائے تو دو دن کے بعد وہ کائنات کو جوں کا توں واپس لوٹا دیں۔ اللہ کہے کہ اس میں کوئی تبدیلی کی ہے؟ تو وہ کہے کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ یہ ہے رضا۔ صاحبِ اختیار ہونے کے باوجود وہ اسے Change نہ کرے، تو مشکل کشا وہ ہے جو مشکل قبول کرے، لوگوں کی مشکل دور کرے اور اپنے لیے مشکل قبول کرے۔ تو یہ مشکل کشا ہوتا ہے۔ تو اللہ کی طرف سے جو کچھ آ رہا ہوتا ہے وہ اپنے لیے قبول کرتے ہیں، اپنے لیے دعا نہیں کرتے اور لوگوں کی مشکل حل کرتے ہیں۔

اب آپ لوگ اور سوال کریں..... بولیں..... بولنے کا نام ہی زندگی ہے، پھر تو یہ انسان ہے، چپ کر جاتا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے..... تو بولیں.....

سوال:

ہم اپنے لیے اور معاشرے کے لیے جو نیکی کرتے ہیں وہ اکثر کامیاب نہیں ہوتی .....

جواب:

یہ بات سمجھ لیں کہ انسان اپنے لیے مقصد یا مقاصد چنتا ہے' پروگرام بناتا ہے' کہ یہ کرلیا جائے' یہ ہو جائے' یہ واقعات کرنے ہیں..... اور حوالہ بالعموم اچھائی کا ہوتا ہے کہ میں یہ جو کام کر رہا ہوں یہ اچھا کام ہے' مجھے یہ کرنا چاہیے۔ اب اس میں غور والی بات یہ ہے کہ بعض اوقات مقصد کامیاب ہو جاتا ہے اور انسان ناکام ہو جاتا ہے۔ یہ عام لوگوں کی بات ہے کہ مقصد تو کامیاب ہو گیا مگر جنرل لائف ناکام ہو گئی۔ مثال کے طور پر چوری کا منصوبہ کامیاب ہو گیا اور کردار ناکام ہو گیا' گناہ کامیاب ہو گیا اور بندہ ناکام ہو گیا' ساری زندگی کے اندر جتنے جرائم ہیں وہ کامیاب ہونے کا نام ہے۔ لہٰذا کامیابی جو ہے اس پر انسان کا دارومدار نہیں ہے بلکہ انسان کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وہ واقعہ جو اللہ کی رضا کے لیے ہو اور اللہ کی راہ کے لیے ہو۔ ورنہ تو انسان منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ اگر یہ کام میری عاقبت کے لیے' میری زندگی کے لیے بہتر ہے تو یہ کامیاب کر دے اور اگر یہ بہتر نہیں ہے تو اس کام کو مجھ سے دور کر اور مجھے اس کام سے دور کر' اور میرے لیے جو متبادل نیکی ہے وہ مقرر فرما اور اس پر مجھے راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر آپ یہ دعا کرتے رہیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پھر آپ کا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ کامیابی کو تلاش نہ کرنا بلکہ صحتِ مقصد تلاش کرنا۔ صحتِ مقصد کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا مقصد صحیح ہو' پھر اگر کامیاب ہو گئے تو بھی نیکی ہے اور کامیاب نہ ہوئے تو بھی نیکی ہے۔ تو غلط مقصد میں کامیابی بھی غلط ہے۔ اس لیے دعا یہ کرو کہ نیک مقصد کی کامیابی جو ہے وہ کامیاب ہو جائے۔ یہ بھی دعا کرو کہ جو ہمارے چھوٹے

چھوٹے مقاصد ہیں یہ بھی کامیاب ہونے چاہییں۔ تو یہ کامیابی بھی آپ حاصل کرلیا کریں۔ اصل کامیابی نیک مقصد کی کامیابی ہے عام مقصد کی کامیابی میں غلط مقصد بھی شامل ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آسانیاں عطا فرمائے جو کہ اس کی راہ پر چلنے والا ہے اور جو اللہ کی راہ پر چلنے والوں کو رکاوٹ ڈالتا ہو اللہ اسے کامیابی نہ دے۔ جو نیک بندوں کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے' جو ایمان کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے' جو ایمان والوں کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے اور جو دین کی خدمت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتا ہے' اللہ اسے کامیابی نہ دے۔ اب یہ تو نہ ہو کہ مسجد بنانے والا بھی کامیاب ہو جائے اور مسجد گرانے والا بھی کامیاب ہو۔ یہ تو گڑ بڑ ہو جائے گی۔ یا اللہ نیک بندوں کو آسانیاں عطا فرما' اپنے بندوں کو آسانیاں عطا فرما اور ان لوگوں کی آسانیاں روکنے والوں کو تُو خود روک دے۔ یہ مہربانی فرما تا کہ مسئلہ آسان ہو جائے۔ انشاءاللہ تعالیٰ یہ جلد ہی آسان ہو جائے گا۔

سوال:

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ایک ہنر دے کر بھیجا ہے۔ اس ہنر کو تلاش کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

ایک شعر سن لو' یہ حضرت بیدم وارثیؒ کا شعر ہے کہ

ہر اہلِ کمال آتا ہے لے کر کمال
بیدمؔ آیا ہے بے کمالی لے کر

یہ وہی بیدمؔ وارثیؒ ہیں جنہوں نے یہ کہا تھا۔

آئی نسیم از کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کھچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تو کہتے ہیں کہ یہ ہمارا کمال ہے' کہ بے ہُنر ہونا ہی ہمارا کمال ہے۔ اگر ہُنر دریافت ہوتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ بے ہُنر ہی رہو اور پرواہ نہ کرو۔ بس نیت صاف ہونی چاہیے ہُنر بدلتے رہتے ہیں۔ جوانی کے ہُنر اور ہیں اور بڑھاپے کے ہُنر اور ہیں۔ نیت کا راستہ' ڈائریکشن اور رُخ ٹھیک ہونا چاہیے۔ انسان میں اطاعت کا ہُنر ہونا چاہیے۔ کس کی اطاعت؟ اللہ کی۔ اور اگر اللہ کی سمجھ نہیں آتی تو ماں باپ کی اطاعت کرو۔ یہ تو سمجھ آتی ہے ناں۔ جب ماں باپ زندہ ہوں اور آپ نے ان کی اطاعت نہ کی تو پھر ان کی قبروں پر چراغ جلایا تو کیا جلایا۔ اس لیے اب ماں باپ کی اطاعت کرلو۔ یہ Best بات ہے۔ استاد کی اطاعت کرو' بزرگوں کی اطاعت کرو اور پھر اللہ کے رسول ؐ کی اطاعت کرو۔ جو قریب کے بزرگ ہیں ان کی اطاعت کرلو۔ چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کا کہنا مان لے۔ اگر اپنے پیر فقیر کا کہنا مانتے ہو تو وہ مانتے چلے جاؤ۔ بس اطاعت کی عادت پڑ جائے۔ یہ ہُنر ہوتا ہے۔ کیا ہُنر ہوتا ہے؟ Follow کرنا اور قدم بہ قدم Follow کرنا۔ یہ اطاعت ہوتی ہے۔ یہ بڑا ہُنر ہے۔ باقی جو ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہُنر عطا کیا ہے اُسے دریافت کرنا چاہیے۔ مگر آپ نے کیا دریافت کرنا ہے' ہُنر تو خود سینہ پھاڑ کے بولے گا۔ جس کے گلے میں گانا ڈالا گیا ہے وہ خود بخود گائے گا' اُسے ایسی کھیس لگے گی کہ وہ روئے گا اور اس طرح گانا بن جائے گا۔ تو گانا جو ہمیشہ گانے والوں نے گایا' ایسا کبھی نہیں ہوا کہ گلے میں آ کے چلا گیا ہو' جب گلے میں آیا تو زبان سے ضرور نکلے گا۔ اگر ہُنر رونا ہے تو وہ ضرور روئے گا

ہاتھ میں اگر تصویر کا فن ہے تو تصویر بھی بولے گی۔ فن ظاہر ہو کے رہتا ہے۔ یہ کہیں نہیں جاتا' Undiscovered نہیں جاتا۔ آپ مت کوشش کریں' ایک عمر کے بعد یہ خود بخود ہی ظاہر ہو جائے گا۔

سوال:

کیا دوسرے انسانوں کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیے؟

جواب:

آپ بہتر انسان کو بہتر سمجھیں۔ اپنے آپ کو غریب ترین اور کم ترین کہنا بھی توہین ہے۔ یہ اس کے سامنے کہو جہاں کہنا چاہیے اور یہ ہر ایک کے سامنے مت کہو۔ تو جو بہتر ہے اس کو بہتر کہو اور جو کمزور ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

سوال:

وسوسے' لالچ اور برائی سے کیسے بچا جائے؟

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ سنگت بدلیں' دوست بدلیں' ساتھی بدلیں۔ آپ اپنے رشتے دار تو نہیں بدل سکتے مگر کم از کم اپنے دوست احباب بدل سکتے ہیں۔ اپنی نشست و برخاست بدلو۔ اس سے سارا واقعہ بدل جائے گا۔ پھر یہ کہ بیعت ضرور کرو اور اطاعت سیکھو' رضا سیکھو۔ پھر تزکیہ ہو جائے گا اور لالچ نکل جائے گی۔ لالچ نکل گئی تو پھر وسوسہ ختم ہو جائے گا۔ وسوسہ عام طور پر لالچ کے ذریعے ہوتا ہے' مثلاً یہ خیال کہ جو دولت ہم کما رہے ہیں یہ ضائع نہ ہو جائے اور جو حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ رہ نہ جائے۔ شیطان آپ کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے' انسان بھی ڈال سکتا ہے **یوسوس فی صدور الناس من الجنة والناس**

تو یہ جن ہو سکتے ہیں' ایسے انسان ہو سکتے ہیں جو آپ کے دل میں وسوسہ ڈالیں۔ وسوسہ جو ہے یہ بے یقینی سے ہوتا ہے' وسوسہ لالچ سے ہوتا ہے' وسوسہ غلط دوست سے ہوتا ہے اور وسوسہ آخرت پر ایمان نہ ہونے سے ہوتا ہے۔ جس کا آخرت پر ایمان ہے اس کو وسوسہ نہیں ہوتا کیونکہ اُسے جانا ضرور ہے۔ یہ جو لکڑی اکٹھی ہو رہی ہے اس کو آگ ضرور لگے گی۔ وسوسہ کیا ہے؟ لکڑی ہے تو جلے گی ضرور۔ جو آیا ہے اس نے جانا ضرور ہے۔ انسان نہ کچھ کھوتا ہے اور نہ کچھ پاتا ہے' وہ صرف آتا ہے اور جاتا ہے۔ پھر وسوسہ کس بات کا؟ نہ ہم نے کچھ چھوڑنا ہے اور نہ ہم نے کچھ لے کے جانا ہے۔ پھر وسوسہ کیسا۔ کچھ ساتھ لے جانے کی تمنا چھوڑ دو تو وسوسہ ختم ہو جائے گا۔ ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی اطاعت کرو' وسوسہ نہیں رہے گا۔ وسوسہ ہوتا ہے خفیہ خزانہ' جس کے لُٹنے کا اندیشہ ہو..... ایک کہانی سنو۔ ایک شخص اندھا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ دور کی چیزیں دیکھ رہا ہے۔ عام طور پر دور بینی کا اعلان بھی اندھے پن کا اعلان ہے۔ بے شمار لوگ کرامتوں کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہم دیکھ رہے ہیں' سامنے لکھا ہوا ہے۔ دوسرا آدمی تھا بہرہ' کانوں سے سنتا نہیں تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ مجھے آواز آ رہی ہے' کئی آوازیں آ رہی ہیں۔ تو یہ بہرے آدمی کی بات ہے جو دور سے سنتا تھا۔ تیسرا آدمی لباس سے محروم تھا' اس نے چیتھڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ وسوسے والا آدمی تھا۔ اس کا خیال تھا کہ لوگ اصل میں میری پوشاک کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ اس کا وسوسہ کیا تھا؟ پوشاک کو بچانا۔ ظاہری پوشاک' باطنی پوشاک' گھر کے اندر پیسہ' پیسے کے اندر گھر' دولت مال وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کا یہ خیال تھا کہ ہمیں لوگ لوٹنا چاہتے ہیں۔ ہر دنیادار یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اسے غریب کرنا چاہتے ہیں' حالانکہ ہر

دنیادار غریب ہی ہوتا ہے۔ جو آنے والا ہے وہ ٹھہر سکتا نہیں' موت سے بچ سکتا نہیں' موت سے جب بچ نہیں سکتے تو اب دولت کیا کام آئے گی۔ دولت رہ جائے گی مگر سانس اندر سے ختم ہو جائے گی' بیٹھے بیٹھے بینائی کم ہو جاتی ہے اور عینک لگ جاتی ہے' یادداشت کمزور ہو جاتی ہے' دوست کا نام بھی بھول جاتا ہے' قوت کم ہو جاتی ہے' سماعت کمزور ہو جاتی ہے' بس ہر شے کمزور ہو جاتی ہے.....

اور انسان سمجھتا یہ ہے کہ لوگ مجھے کمزور کرنا چاہتے ہیں.....ان بندوں میں چوتھا شخص ایک لنگڑا تھا جو یہ سمجھتا تھا کہ ہمیں قوت سے' طاقت لگا کے بھاگ جانا چاہیے.....تو یہ ہیں دنیاداروں کی چار قسمیں جو اپنے آپ کو اپنے اصل کے علاوہ سمجھتے ہیں۔ جو لنگڑا ہے اس کے لیے اللہ نے کہا ہے کہ **یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا لاتنفذون الا بسلطن** کہ اے انسانوں اور جنوں کے گروہ تم زمین اور آسمان کے حصار سے نکل جاؤ اگر نکلنا چاہتے ہو تو' نکل کے دیکھو' نہیں نکل سکتے جب تک ہم حکم نہ دیں' ہم طاقت نہ دیں۔ تو ہر آدمی لنگڑا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نکل جاؤں گا حالات کے دائرے سے' مگر وہ نہیں نکل سکتا' کوئی نہ کوئی مجبوری اُسے آ کے پکڑ لے گی' کوئی حالات پکڑ لیں گے' مثلاً آپ صحیح ہوں گے مگر کوئی دوست' محبوب فوت ہو جائے گا۔ تو وہ کہے گا کہ یہ غم کدھر سے آ گیا۔ ایسا غم چٹھی بن کے آئے گا' تار بن کے آئے گا۔ تو یا تو باپ بیٹے کی لاش پہ جائے گا یا پھر بیٹا باپ کی میت اُٹھائے گا۔ کچھ نہ کچھ تو ہو گا۔ آج نہیں تو پچاس سال کے بعد ہی۔ یونان کی ایک دیوی تھی۔ بڑی مشہور تھی وہ' ہمیشہ جوان رہنے والی۔ اس کو دنیا کے اندر رہنے والا ایک خوب صورت مرد پسند آ گیا۔ وہ اپنے دیوتاؤں کے پاس گئی کہ مجھے یہ بندہ

پسند آ گیا ہے' اس کو بھی دیوتا بنا دو۔ انہوں نے کہا یہ تو انسان ہے' انسانوں کو ہم دیوتا نہیں بنا سکتے' ہم لوگ اور مخلوق ہیں اور یہ اور مخلوق ہے۔ اس نے کہا پھر ایسا بناؤ کہ اس کو موت نہ آئے۔ دیوی نے جب دیوتاؤں کے سردار سے Request کی کہ اسے لائف دے دی جائے تو اس نے لائف دے دی۔ پھر ان کی شادی ہو گئی۔ بیس تیس سال کے بعد اس انسان کی جھریاں نکلنی شروع ہو گئیں' بڑھاپا شروع ہو گیا' ہڈیاں اور گوشت علیحدہ علیحدہ ہونا شروع ہو گئے۔ پچاس سال کے بعد تو اس کا بالکل ہی برا حال ہو گیا۔ وہ مر تو نہیں سکتا تھا۔ مگر اب اس کی شکل بھی پہچانی نہیں جاتی تھی۔ اس آدمی نے چیخ و پکار شروع کر دی کہ اے دیوی تیرا حسن تجھے مبارک' میری جان خلاصی کر۔ یعنی کہ وہ زندہ نہیں رہنا چاہتا تھا..... اگر غریبی ہو' بڑھاپا ہو' کمزوری ہو' بیماری ہو اور طویل عمر ہو تو یہ عذاب ہے۔ تو اس کا نام عذاب ہے کہ غریبی ہے' بیماری ہے' بڑھاپا ہے اور دنیا میں اس کا کوئی محرم نہیں ہے.....

اسی طرح ایک اور کہانی ہے۔ ایک بادشاہ نے ایک نجومی کو اپنا ہاتھ دکھایا کہ بتاؤ ہمارے ہاتھ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا آپ کے سامنے آپ کی اولاد مرے گی۔ بادشاہ نے کہا یہ کیسا نجومی ہے' پھر اُسے جیل میں ڈال دیا۔ پھر اعلان کرا دیا کہ ہے کوئی بہتر نجومی؟ ایک نجومی آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا بتاؤ کیا لکھا ہوا ہے؟ اُس نے کہا جناب کا اقبال بلند ہو' سلامتی ہو' مبارکیں ہوں' آپ اپنی اولاد سے زیادہ عمر پائیں گے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ بتا تیری کیا خواہش پوری کی جائے۔ نجومی نے کہا میرے استاد کو رہا کر دیں۔ بادشاہ نے کہا وہ کیسے؟ نجومی کہنے لگا جسے آپ نے سزا دی ہے وہ میرا استاد ہے' اُس نے بھی وہی کہا ہے جو میں نے کہا ہے' اس نے ذرا صاف کہہ دیا ہے کہ آپ کی اولاد

پہلے مرے گی اور میں نے یہ کہا ہے کہ آپ اولاد سے زیادہ عمر پائیں گے' بات تو ایک ہی ہے ..... تو بات کہنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے ..... تو وہ جو میں نے چار آدمی بتائے ہیں وہ بستی میں بیٹھے ہوئے ایک دن غور کر رہے تھے۔ اندھے نے کہا دیکھو بات یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمن ہماری بستی پر حملہ کرنے والا ہے۔ تو اندھے کو کیا ہوا؟ اندیشہ۔ بہرے نے کہا بات یہ ہے کہ میں بھی اُن کے گھوڑوں کی آواز سن رہا ہوں' دشمن واقعی آ رہا ہے۔ وہ جو لباس سے محروم بندہ تھا اُس نے کہا کہ وہ لوگ میرا لباس چرانے آ رہے ہیں۔ لنگڑے نے کہا سوچتے کیا ہو' بھاگ چلیں ..... تو کہانی یہ ہے کوئی بھاگ نہیں سکتا اور جو بھاگنے کی دعوت دے رہا ہے وہ لنگڑا ہے۔ یہ دنیا وہ ہے جس سے آپ اندیشہ نکال نہیں سکتے۔ ایمان جوں جوں قوی ہوگا اندیشہ نکل جائے گا۔ اندیشے کو ذکر جلاتا ہے اور ایمان جلاتا ہے' اللہ کا ذکر قوی ہو جائے'' ہُوحق'' کا ذکر قوی ہو جائے اور ایمان قوی ہو جائے تو پھر اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔ اندیشہ لالچ کا نام ہے۔ اگر پیسہ چلا گیا ہے تو جانے دو' جو بچ گیا ہے وہ بھی جانے دو اور دعا کرو کہ اللہ تمہیں غریب رکھے' تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ اندیشہ نہیں ہوگا۔ آپ نے امیر ہونے کی جو دعائیں مانگی ہیں وہ تو پوری نہیں ہوئیں' اب دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں غریب ہی کر دے..... اگر آمین بولو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

غریبم یا رسولؐ اللہ غریبم
ندارم در جہاں جُز تو حبیبم
مرض دارم زِ عصیاں لادوائے
مگر الطافِ تو باشد طبیبم

بریں نازم کہ ہستم اُمتی تو
گناہگارم ولیکن خوش نصیبم

تو ایسے غریب ہو جاؤ تو پھر بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو پیسے سے بچائے۔ ایسے بزرگ بھی ہوتے تھے جو یہ دعا دیتے تھے کہ بیٹا اللہ تجھے پیسے سے بچائے اور اللہ تجھے خوشیوں سے بچائے اور اللہ تجھے زیادہ سونے سے بچائے۔ تو جب اللہ نیند سے بچائے' خوشی سے بچائے' اور پیسے سے بچائے تو تم خود بخود ہی اللہ والے بنو گے۔ تو یہ بھی دعا کا طریقہ ہوتا ہے کہ ایسا بھی ہونا چاہیے۔

سوال:

میری صحت ٹھیک نہیں ہے' مہربانی فرمائیں۔

جواب:

یہ صاف سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ جس نے بیماری بھیجی ہے وہی اُسے واپس بلائے۔ یعنی بیماری بھیجنے والا بیماری کو واپس بلائے۔ پھر صحت ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ کی صحت جو ہے یہ اولاد کی خوشی قسمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو آپ کی عمر درازی عطا فرمائے۔ آپ صحت کی ضرور کوئی نہ کوئی خیرات ادا کرتے رہا کرو۔ صحت اور بیماری دو قسم کی ہے۔ یہ میری بقیہ کتابوں میں لکھا ہو گا جو ابھی چھپنے والی ہیں۔ ایک تو بیماری وہ ہوتی ہے جو بندے کو جگاتی ہے' اللہ کی طرف لاتی ہے اور انسان دعا کرتا ہے۔ دوسری بیماری کا نام ہے عزرائیل' ملک الموت۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جو موت والی بیماری ہے یہ عزرائیل ہی ہے' کہ انسان نے اپنے ٹائم پر آنا ہے' پیدا ہونا ہے اور ٹائم پر فوت ہونا ہے' چاہے وہ بیماری کے

ذریعے فوت ہو یا پھر کسی اور وجہ سے۔ جس کو بیماری نہیں ہوتی کیا وہ فوت نہیں ہوتے؟ صحت مند بھی فوت ہو جاتے ہیں' کچھ حادثے ہو جاتے ہیں اور جن کے ساتھ حادثہ نہیں ہوتا وہ گھر میں فوت ہو جاتے ہیں۔ یہ تو اللہ کا کام ہے۔ دنیا میں کوئی بندہ بچا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو بیماری ہے وہ مذاقِ سخن ہے' اللہ کے ساتھ محبت ہے' دوستی ہے' اللہ اپنے بندوں کے ساتھ بات کرتا رہتا ہے..... بیماری صرف اندیشہ ہوسکتا ہے۔ تو صحت اور بیماری اللہ کی طرف سے ہے۔ بیماری جو ہے یہ خاتمہ نہیں ہے۔ اس آدمی کا خاتمہ نہیں ہوتا جس کا رجوع اللہ کی طرف ہو۔ آپ اللہ کی طرف رجوع کریں اور اپنی اولاد کو اللہ کی طرف رجوع رکھائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ اس اندیشے سے نکل جائیں گے۔ تو بیماری ٹھیک ہو جائے گی۔ اس کے لیے خیرات کرو' بیماری ٹل جائے گی۔ یہاں پر اتنے سارے لوگ بیٹھے ہیں' سب لوگ دعا کریں' سب لوگ سب کی بیماریوں کے لیے دعا کریں کہ یا اللہ بیماریاں دور کر دے۔ بس اللہ تعالیٰ مہربانی کرے۔ پھر آسانی ہو جائے گی۔

ہاں جی اور لوگ سوال کریں.....

سوال:

یہ کیا وجہ ہے کہ مغربی لوگوں نے بڑی ترقی کر لی ہے اور ہم بہت پیچھے ہیں؟

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ اس ترقی کا فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہمیں یہ پوری طرح پتہ ہونا چاہیے کہ فائدہ کسے کہتے ہیں اور نقصان

کسے کہتے ہیں۔ ایک آدمی اگر کچھ روپے کماتا ہے تو یہ فائدہ ہے اور اگر عاقبت گنوا بیٹھتا ہے تو یہ نقصان ہے۔ تو دین کو دے کر اگر دولتِ دنیا مل جائے تو کیا یہ فائدہ ہے یا نقصان ہے۔ ظاہر ہے یہ نقصان ہے۔ ترقی ہوتی کیا ہے؟ ترقی ایک بحری جہاز کی طرح ہے جو وسیع سمندر پر تیرتا ہے' ڈوبتا نہیں' چاہے سمندر میں طوفان ہو' لیکن اس جہاز کو اپنی منزل کا پتہ نہیں ہے۔ یہ جو ترقی یافتہ اقوام ہیں ان کو اپنی منزلِ مقصود کا پتہ نہیں ہے اور یہ پتہ نہیں کہ زندگی کا اصل مقصد کیا ہے' مدعائے حیات کیا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ آرام چاہیے' آسانی چاہیے اور آسائش چاہیے۔ اگر آپ کو کچھ عرصہ بعد سمجھنے کی توفیق مل گئی تو آپ دیکھیں گے کہ آج کا ماڈرن مین جو آرام کر رہا ہے گھر کے اندر' کار کے اندر' دفتر کے اندر تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صرف لاہور میں قدم قدم پر کلینک بنتے جا رہے ہیں..... کہیں آدمی بے آرام تو نہیں ہو گیا؟ تو کچھ عرصہ بعد آپ کو پتہ چلے گا کہ آدمی بے آرام ہو گیا ہے۔ اُسے کس نے بے آرام کیا؟ آرام کی خواہش نے بے آرام کر دیا۔ تو یہ آپ کی ترقی ہے! آپ کا کھانا جو ہے وہ ترقی یافتہ لوگوں والا ہے مگر یہ کھانا آپ کو بیماری دے رہا ہے۔ آپ مکھاد سے بڑی سبزیاں پیدا کر رہے ہیں تو بڑی ترقی ہے لیکن اس کھاد کی وجہ سے انسانوں میں کینسر ہو رہا ہے۔ فیکٹریوں سے پیدا ہونے والا دھواں ماحولیات کو خراب کر رہا ہے۔ جلد ہی اعلان ہو جائیں گے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تو انسان نے جو ترقی کی ہے اس نے دراصل انسان کو پریشان کر دیا ہے۔ پھر یہ بات کہ انسان نے اپنے گھر سے قبرستان تک جانا ہے جو کہ عام طور پر دو تین میل کا فاصلہ ہوتا ہے اور ساٹھ سال میں یہ طے کرنا ہے۔ اس کے لیے کتنی ترقی چاہیے آپ کو۔ کیا ترقی کر کے انسان

موت سے بچ سکا؟ نہیں بچا۔ جوں جوں انسان نے دوائیوں میں ترقی کی ہے' بیماریوں نے بھی ترقی کی ہے۔ آج کا مچھر چھوٹی موٹی دوائی سے مرتا ہی نہیں۔ ایسی ایسی شاندار دوائیاں بن گئی ہیں کہ دوا کہتی ہے میں ''شفائے ملت'' ہوں تو بیماری کہتی ہے میں پھر ''مرض الموت'' ہوں۔ ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوگئی ہیں کہ میڈیکل سائنس میں اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جوں جوں انسان ترقی کرتا جارہا ہے وہ تباہی کے قریب ہوتا جارہا ہے۔ مغربی سائنس نے آدمی کو بچایا' صحت کے لحاظ سے' حالات کے لحاظ اور واقعات کے لحاظ سے اور پھر سائنس نے ایک ایٹم بم بھی بنا دیا۔ ایٹم بم کس لیے؟ تباہی کے لیے۔ ہزاروں سالوں کی جنگوں میں اتنی تباہی نہیں ہوئی جتنی ان دو ایٹم بموں سے ہوئی ہے۔ اس وقت دنیا میں جتنے بم پڑے ہوئے ہیں اگر وہ Dispose off کریں گے تب بھی آدھی دنیا غرق ہو جائے گی۔ تو دنیا کو دنیا والے تباہ کرتے جارہے ہیں..... تو یہ ترقی ہے! انسانوں کے محافظ انسان کو تباہ کر رہے ہیں' انسان کے محسنین انسان کو تباہ کر رہے ہیں' آدمی' آدمی کے کیا قریب ہوتا جارہا ہے کہ گلا چھری کے قریب ہوتا جارہا ہے۔ اس لیے یہ بڑے غور سے دیکھو کہ آدمی کو ہو کیا گیا ہے۔ تو ہر آدمی ایک قسم کے عذاب میں آنے والا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے..... تو آپ غور کیا کریں کہ حاصل کیا کرنا تھا اور حاصل کیا کیا' جانا کدھر تھا اور ہم پہنچ کہاں گئے اور آدمی نے سکھی ہونا تھا تو آدمی دُکھی کیوں ہو گیا۔ پہلے زمانے میں اتنے پیسے نہیں ہوتے تھے' آج سب کے پاس پیسے ہیں مگر آدمی پھر بھی پریشان ہے۔ تو پھر پیسہ تو علاج نہ ہوا۔ علاج ظاہر کا ہو رہا ہے اور انسان کا باطن پریشان ہے۔ تو غور کریں کہ اس میں Fault کیا ہے..... ہر آدمی اندر سے پریشان ہے۔ تو یہ

ہے ماڈرن مین اور اس کی بڑی پریشان زندگی! وہ جو سادہ زندگی تھی اُسے وہ کھو بیٹھا ہے' وہ ضائع ہوگئی ہے۔ اب وہ زندگی ختم ہوگئی جو قدرت کے قریب' حالات کے قریب' واقعات کے قریب' خدا کے قریب' ماں باپ کے قریب اور ماضی کے قریب تھی۔ آج کا انسان پریشان حال ہوگیا ہے۔ اس بات پر ضرور غور کرنا۔ مغرب جو کرتا ہے کرتا جائے مگر یہ دیکھو کہ ہم نے کیا فائدہ اور کیا نقصان اُٹھایا ہے۔ ہم نے بڑا فائدہ اٹھایا کہ مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر لگا لیا۔ کیا اس سے نمازی بڑھ گئے؟ مسجدیں بڑھتی جارہی ہیں اور نمازی کم ہوتے جارہے ہیں۔ یہ دیکھو کہ حالات کدھر جارہے ہیں۔ بینکوں میں اتنے پیسے بھرے پڑے ہیں اور آج کل اتنی غریبی ہے۔ پیسوں کے باوجود انسان کا اندیشہ ہی ختم نہیں ہوتا۔ پیسہ آ گیا مگر برکت چلی گئی۔ تو برکت اور سکونِ قلب جو تھے ختم ہو گئے۔ آج کا انسان سکونِ قلب سے محروم ہوگیا۔ اور اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ نہیں ملے گا سکونِ قلب مگر میرے ذکر سے۔ آپ سے ذکر کی دولت چھن گئی ہے۔ اس لیے آپ کو بڑی پریشانیاں ہیں۔ امیر آدمی کو بہت پریشانی ہے۔ ماڈرن مین' ترقی یافتہ انسان بہت پریشان ہے۔ یہ ہسپتال ایسے نہیں بن رہے ہیں' بندے بیمار بہت ہورہے ہیں اور پھر بھی ہسپتالوں میں داخلہ نہیں مل رہا۔ لاہور میں کتنے ہی ہسپتال بن گئے ہیں' کلینک بن گئے ہیں بڑے عجیب وغریب نام ہیں اور ہر آدمی کے بجٹ میں ہسپتال کا خرچہ ہے۔ پرانے زمانے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ ہر آدمی بیمار ہو۔ دعا کرو کہ انسان بیماری سے نجات پائے۔ بس دعا کرتے جائیں۔ سب حاضرین مجلس اپنے لیے اور سب کے لیے دعا کریں' ملک کے لیے دعا کریں' قوم کے لیے دعا کریں کہ یارب العالمین رحم فرما' سب پر رحم فرما

اورحالات پررحم فرما ..... یااللہ تمام سامعین پررحم فرما' حاضرین پررحم فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونورعرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآله واصحابه اجمعین آمین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

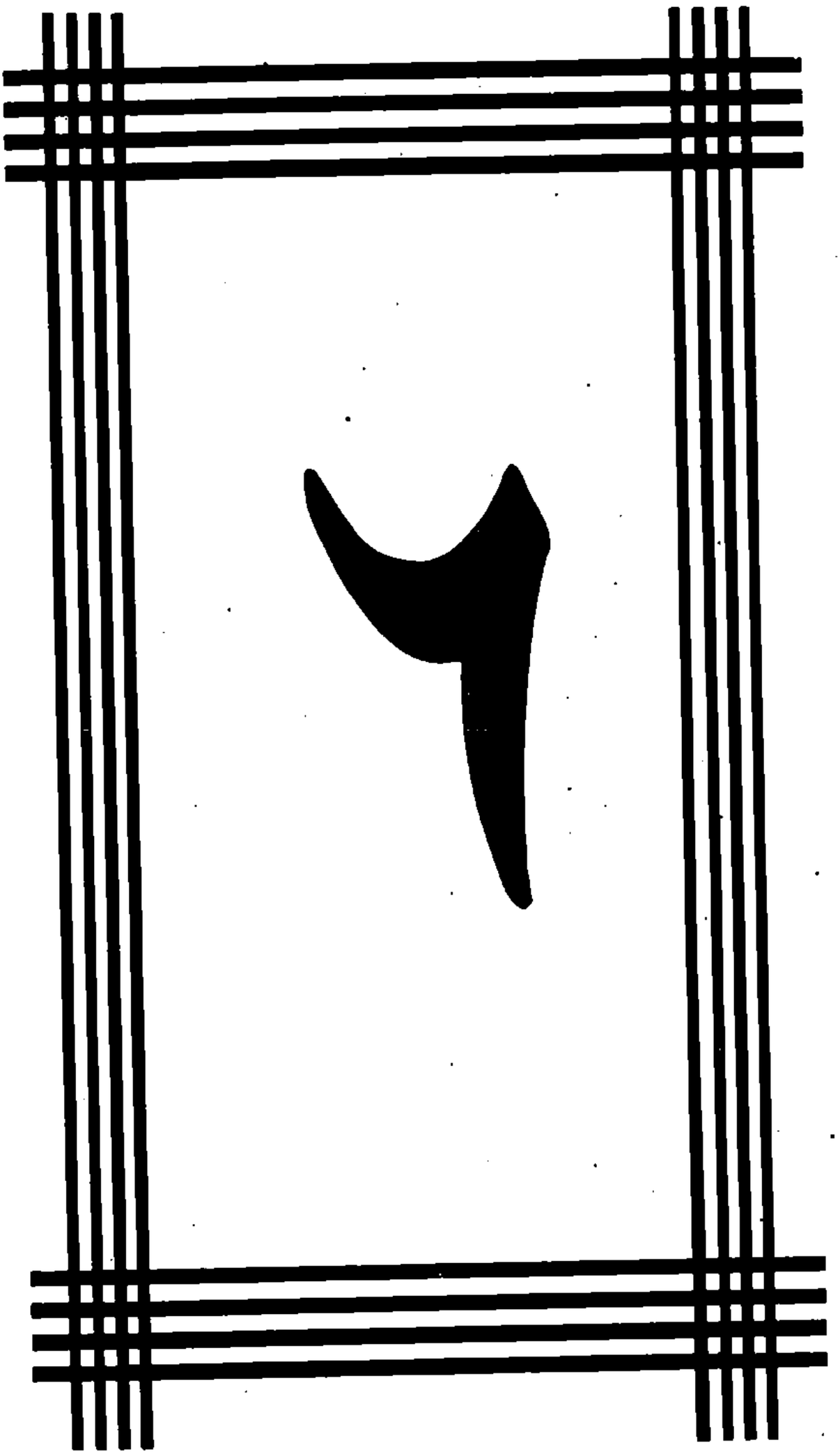

۱ جب ہم دعا مانگتے ہیں اور وہ چیز مل جاتی ہے تو پھر بعد میں خوشی کا احساس نہیں رہتا حالانکہ پہلے اس کی بہت طلب ہوتی ہے.....

۲ تو کیا خواہش نہ کرنا اور دعا نہ مانگنا کفرانِ نعمت نہیں ہے؟

۳ جب رات کو ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطیوں کے لیے شرمندہ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو بڑی لذت ملتی ہے۔ اگر ہم غلطی نہیں کریں گے تو پھر یہ لذت کیسے ملے گی؟

۴ سفر میں جو لذت ہے وہ منزل میں تو نہیں ہو سکتی.....

۵ اگر سب چیزیں چھوڑ دی جائیں تو پھر اپنا کیا رہ گیا؟

۶ یہاں جو ہم لوگ بیٹھے ہیں یہ وہاں آگے بھی اکٹھے ہونے چاہئیں.....

۷ کیا انسان کے بس میں ہے کہ وہ God Consciousness میں پہنچ سکے؟

۸ اللہ کے بارے میں ہماری جو سوچ ہے اس کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

۹ ہم ایمان تو رکھتے ہیں مگر پھر کبھی اللہ کریم کے بارے میں سوچ بھی آ جاتی ہے کہ وہ دور ہے یا بہت قریب ہے .....

۱۰ ہم کسی چیز کا جو کفارہ ادا کرتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

۱۱ کیا توبہ کے بعد انسان بَری ہو جاتا ہے؟

۱۲ روزے کا کہتے ہیں کہ یہ گناہوں سے بچانے کے لیے ڈھال ہے

بارے میں Spiritually کیا فائدے ہیں.....

۱۳ بچپن میں سنا تھا کہ کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ اس سے عرش کے کنگرے ہل جاتے ہیں۔

۱۴ جنت میں مردوں کو تو حوریں ملیں گی لیکن عورتوں کو کیا ملے گا؟

۱۵ کیا وہاں سب کی عمریں ایک جتنی ہو جائیں گی؟

۱۶ آپ نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں کسی کی موت ہو گی وہ اس حالت میں اٹھایا جائے گا' پھر جو سو سال کی عمر میں مرا ہے کیا وہ اس حالت میں اُٹھے گا؟

سوال :

جب ہم دعا مانگتے ہیں اور وہ چیز مل جاتی ہے تو پھر بعد میں خوشی کا احساس ہی نہیں رہتا حالانکہ پہلے اس کی بہت طلب ہوتی ہے.....

جواب:

ہاں ایسا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ چیز حاصل ہوگئی اور پھر بیزاری پیدا ہوگئی۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ آپ نے فائدہ مانگا' پھر فائدہ حاصل ہوگیا' بعد میں پتہ چلا کہ یہ تو نقصان تھا۔ لیکن انسان میں پھر ایک اور خواہش پیدا ہوجاتی ہے' ایک درخت سے گرا اور پھر ایک اور درخت پہ چڑھ گیا۔

سوال:

تو کیا خواہش نہ کرنا اور دعا نہ مانگنا کفرانِ نعمت نہیں ہے؟

جواب:

یہ کفرانِ نعمت ان لوگوں کے لیے ہے جو ایک سطح کے لوگ ہوتے ہیں' جو زندگی کو محنت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں کہ زندگی محنت کا نام ہے۔ جو زندگی کو رحمت کے ذریعے گزارتے ہیں اُن کے لیے خواہش نہ کرنا کفران نہیں ہے۔ آپ اپنے آپ کو باقیوں سے ذرا الگ رکھیں' آپ Slightly different تو

ہیں۔لوگ تو بیتاب ہو جاتے ہیں اور آپ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ بیتاب نہ ہوں کہ یہ واقعہ ایسے کیوں ہوگیا۔پھر آپ سوچتے ہیں کہ یہ واقعہ کس نے کیا۔مثلاً کوئی رشتہ دار فوت ہوگیا تو آپ کہیں گے کہ یہ تو خدا نے کیا ہے۔اس طرح آپ راضی ہو گئے۔تو یہ فرق ہے آپ میں اور دوسرے لوگوں میں۔اس میں رضا کا پہلو ہے۔تو ہم اللہ کی سربراہی میں چلنے والے لوگ ہیں کہ وہ یہ رنگ دکھادے تو ہم راضی اور وہ رنگ دکھادے تو ہم راضی۔جو آدمی یہ کہتا ہے کہ میں سب کچھ خود ہی بنالوں گا تو اس کی Orientation اور ہے' اور جب اس سے کچھ نہیں بن پاتا تو وہ کہتا ہے کہ Something is wrong somewhere ' کہیں کچھ غلط ہوگیا ہے۔پھر کہتا ہے میں یہ دوبارہ بناتا ہوں۔پھر جب گرتا ہے تو کہتا ہے سیڑھی خراب تھی' فرش خراب تھا۔یہ نہیں کہے گا کہ کوئی ذاتی یا کائناتی غلطی ہے۔وہ بیچارہ پھر Make' Break کرتا رہتا ہے' Till that time اُسے کہا جاتا ہے کہ Thy time is up تمہارا وقت اب ختم ہوگیا ہے' End ہوگیا ہے۔تو وہ اور لوگ ہیں.....اور ہم تو وہ لوگ ہیں کہ:

تاڑی مار اُڈانہ باہواہی آپ ای اُڈن ہارے ہو

ہم تو سارے تیار بیٹھے ہیں۔اس لیے یہ فرق ہے۔اور جب آپ یہ بھول جائیں گے کہ زندگی اللہ کی رحمت یا اس کا فضل ہے تو آپ زندگی خود بنائیں گے' وہاں سے غلطی ہو جائے گی۔آپ کی مرضی جو ہے وہ تسلیم کرنے میں ہونی چاہیے جب کہ ان لوگوں کی مرضی کام کرنے میں ہے۔تو وہ کرتے جائیں' اپنی زندگی ٹھیک کرلیں' جو چیز خراب ہوگئی ہے وہ ٹھیک کرلیں۔پھر یہ نہ کہنا کہ مریض کو دوائی دی تھی تو ٹھیک ہوگیا۔اگر مریض پھر بیمار ہوگیا تو دوبارہ ٹھیک کرلو۔ایک وقت آتا

ہے کہ انسان کہتا ہے کہ ہم اسے ٹھیک نہیں کر سکتے' اب اللہ ہی مہربانی فرمائے۔ جب آپ اس ذات کو شامل کریں گے تو پھر آپ اور طرح کے ہو جائیں گے۔ ہر چیز کی فطرت اللہ نے بنائی ہے' گائے نے سینگ مار دیا یا کتا بھونک پڑا تو ان کا کام ہی یہی تھا۔ کتے کی آواز کا نام ہے بھونکنا' محبت کرے گا تو بھی بھونکے گا' ڈرائے گا تو بھی بھونکے گا۔ تو بھونکنا اس کی آواز ہے۔ یہ دنیا ایک وادی کی طرح ہے جس میں آپ گئے' پھر وادی سے نکل آئے اور جو اس وادی سے آشنا ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وادی سے ہر آدمی رو کے نکلا ہے

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد

یہ دنیا ایسی ہے کہ کسی نے یہاں اپنا کام مکمل نہیں کیا' سارے کام ادھورے رہ گئے' کوئی بات نہ پوری ہوئی' اس دنیا میں ہر انسان کوئی نہ کوئی کام کرتے کرتے رہ جاتا ہے..... یہ بات چند لوگوں کو سمجھ آتی ہے۔ دنیا نے پارٹس میں' حصوں میں مکمل نہیں ہونا بلکہ جب یہ سارا پراسیس پورا ہوگا تب دنیا مکمل ہوگی۔ اور آپ کی جو Minor contribution ہے' ذرا سا کام ہے اس کا کئی سال بعد جا کے پتہ چلے گا کہ کائناتی نظام پر اس کا یہ اثر پڑا ہے۔ یہ زندگی بنانے والے نے جس طرح بنائی ہے' پیدا کرنے والے نے جس طرح پیدا کیا ہے' اس کا مقصد اسی کو پتہ ہے' وہ جانتا ہے کہ فائنل مقصد کیا ہے۔ اللہ تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں لیکن جب ایک راستے پر چل پڑیں تو دوسرے راستے سے بچنا چاہیے۔ اپنی ذات کو سکون دینے کا ایک طریقہ یہ ہے جو غالب نے کہا تھا :

مَے سے غرض نشاط ہے کس رُو سیاہ کو
ایک گُونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

تو ایک طریقہ عبادت ہے' ایک سکون ہے' محبت ہے' سرخوشی ہے' بیداری ہے' سکون دینا ہے' نیکی ہے۔تو یہ سارے طریقے ہیں۔ جب زندگی کی سمجھ کے لیے آپ ایک شعبے کو اختیار کریں گے تو نتیجہ اسی شعبے میں ملے گا' نتیجہ دوسرے شعبے میں نہیں ملے گا۔ مثلاً آپ عبادت کریں گے تو عبادت کا نتیجہ یہ نہیں ہے کہ مال' پیسہ مل جائے بلکہ عبادت کا مفہوم عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق دینی طور پر' باطنی طور پر اور خدائی طور پر ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ یا اللہ ہم نے بڑی عبادت کی ہے لیکن ہمارا مسئلہ تو ٹھیک نہیں ہوا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز اس کائنات کا اہم ترین حصہ ہے۔ جیسے ایک بڑی خوب صورت گاڑی کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے کیل' جو اُسے پنکچر کر دیتا ہے۔تو یہ بھی ایک بڑا اہم حصہ ہے اور اس اہم حصے سے اکثر آپ کی ملاقات ہوتی ہوگی' چلتے چلتے راہ میں ایسا ہوسکتا ہے' چلتے چلتے کوئی کانٹا یا خار آنکھ میں کھٹک جائے' زندگی کے اچھے اور خوشگوار راستوں میں کوئی تنکا آنکھ میں پڑ جائے' خوشگوار چہروں میں کوئی ناگوار انسان نظر آجائے .....تو بعض اوقات چلتے چلتے کچھ اور واقعہ ہو جاتا ہے۔ زندگی کو سمجھنے کے لیے پہلی بات یہ ہے کہ اس کے بنانے والے سے رجوع کرو تا کہ وہ آپ کو بتائے کہ میں نے اسے کیوں بنایا ہے۔ اُس نے بتایا ہے' ساری چیزیں بتائی ہیں مگر آپ نے ایک چیز اختیار کرنی ہے۔ اب آپ کا Relation زندگی سے' کائنات سے یا خدا سے کیا ہے؟ کہ ہم کوشش کریں گے اللہ کے راستے کی طرف اور انتظار کریں گے تا کہ وہ راستہ بتائے۔ اب آپ بحث نہ کرنا۔ یا تو یہ کہو کہ ہم ڈھونڈ لیں گے' تو بے شک گم ہو جا' تو مالک ہے' نظر نہیں آئے گا مگر ہم تجھے تلاش کر ہی لیں گے۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہاں تلاش

کریں' ہم بیٹھے ہوئے ہیں' جب آپ آواز دیں گے ہم آ جائیں گے۔ تو یہ طریقہ ہے تسلیم ورضا کا اور انتظار کا' جس طرح کہ بارش کا انتظار ہے' زمین کو تیار کرلیا ہے اور اب بارش ہوگی تا کہ فصل تیار ہو۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کب تک بارش کا انتظار کرو گے' آؤ کوئی ٹیوب ویل کا انتظام کرلیں۔ تو یہ دونوں طریقے ہیں۔ ایک طریقے کا نام بزرگوں نے بتایا ہے صعودی طریقہ اور دوسرا طریقہ نزولی طریقہ۔ صعودی کا مطلب ہے اوپر سیڑھیاں چڑھنا اور نزولی کا مطلب ہے اوپر سے رحمت کا خود بخود آنا۔ نزولی طریقے والے کہتے ہیں کہ ہم تو اتنے ناسمجھ ٹھہرے' نادان لوگ ہیں' ہمیں کہاں پتہ کہ تیرا آستاں کدھر ہے' تُو تو ہمیں جانتا ہے' تُو آپ ہی تشریف لا۔ تو یہ نزولی طریقہ ہے۔ زندگی میں کسی انسان کا معمولی سا عمل' زندگی میں آگے جا کر تاثیر بنتا ہے' سو سال بعد بھی تاثیر بن سکتا ہے۔ اگر کسی بہت بڑے بڑ کے درخت کا چھوٹا سا بیج اتفاق سے گر گیا ہو تو آپ سو سال کے بعد دیکھیں تو اس کے نیچے ایک گاؤں آباد ہوگا۔ تو آپ کے ہاتھوں سے سرزد ہونے والی نیکی' چھوٹی سی نیکی اتنی معمولی نہیں ہے۔ ایک آدمی پہاڑ کی چوٹی پر جا رہا ہے He is just to reach that end وہ وہاں پہنچنے والا ہے جو اس کی Destiny ہے' اس کا مقدر ہے' اس کے لیے لکھا گیا ہے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر جانا ہے' اس شخص کو سفر کے دوران' ابتلا کے دوران ٹھنڈا پانی پلائیں' جب وہ چوٹی پر پہنچ گیا' اُسے مسخر کر چکا تو اس نے زندگی کی تلخیوں میں صرف آپ کا نام لکھنا ہے کہ There was a person جس نے وہاں مجھے ٹھنڈا پانی پلایا تھا جب کہ میں ابتلاء کے زمانے میں تھا۔ اب چوٹی اس نے سر کی ہوئی ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس شخص کو بلاؤ جس نے مجھے پانی پلایا تھا اور میرے ساتھ کھڑا کر دو۔ تو پانی

کا وہ اتفاقیہ پیالہ جو کسی غیر متعلق شخص کو اچانک آپ نے دے دیا۔ ایک بہت بڑا واقعہ بن گیا ورنہ تو چوٹی پر پہنچنے کا نہ آپ کا حوصلہ تھا' نہ آپ کا مزاج تھا' نہ آپ کی ضرورت تھی اور نہ آپ کا شعور تھا۔ آپ نے وہاں جانے والے کے ساتھ نیکی کر دی تو اس نے آپ کو چوٹی پر پہنچا دیا۔ تو یہ جو Stray events ہوتے ہیں یہ Stray نہیں ہوتے بلکہ یہ بڑے متعلق ہوتے ہیں اور بڑے اہم ہوتے ہیں' لگایا ہوا درخت بڑا اہم ہوتا ہے اور اتفاقیہ کی ہوئی نیکی بڑی اہم ہوتی ہے۔ آپ اپنے آپ کو اتنا Ignore بھی نہ کریں کہ جیسے آپ کوئی بے معنی شے ہیں' آپ بے معنی نہیں ہو سکتے' بیشک Try کر لیں' آپ Insignificant نہیں ہوں گے' بے معنی نہیں ہوں گے۔ اس لیے اپنے ہونے کی اہمیت کا اندازہ لگاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ خدا کو دریافت کرنا آپ کا ٹاسک نہیں ہے' اپنے آپ کو دریافت کرنا بھی آپ کا ٹاسک نہیں ہے' اپنے ہونے کی افادیت دریافت کرنا بھی آپ کا ٹاسک نہیں ہے..... تو پھر آپ انتظار کر لیں۔ جس نے آپ کو کان دیے وہی نغمہ سُنائے گا' جس نے آپ کو نگاہ عطا فرمائی وہی نظارہ دکھائے گا' جس نے ذہن دیا شعور وہی دے گا' جس نے آپ کو بنایا وہی آپ کا ماحول بھی خود بنائے گا' جو باتیں اس نے کی ہیں جو اس سے متعلقہ ہیں وہ باتیں وہی کرے گا۔ اب مجھے وہ بات بتاؤ جو اس پیدا کرنے والے سے متعلقہ نہ ہو۔ مثلاً اپنے وجود کا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ بات تو ہماری ہے' تو آپ کے وجود میں موجود ایسی کیا چیز ہے جو خالق سے متعلقہ نہیں ہے' وہ آپ دریافت کر کے بتا دیں کہ یہ ہماری ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ میں نے خود بنائی ہے' تو اس بنانے پر ذرا تفصیل سے غور کرو تو یہ آپ کی نہیں رہے گی۔ مثلاً آپ کو کوئی بندہ اچھا لگ گیا' کچھ عرصہ بعد پتہ چلے گا

کہ وہ بندہ بھی اُس نے بنایا تھا جو آپ کو اچھا لگا تھا۔ راستے میں ملنے والا انسان جو مسافروں کو اچھا لگا تو جب مسافر نے گھر جا کے سوچا تو پتہ چلا کہ وہ تو اس خالق کا بنایا ہوا تھا اور اس بندے کو دیکھنے والی نگاہ بھی اُسی نے بنائی تھی۔ تو پھر اس میں تیرا کیا ہے :

مہر علی تُو کون بیچارہ

پھر تُو کیا رہ گیا۔ اگر اتنی سی بات دریافت ہو جائے تو خیال کا کاروبار چل جاتا ہے' تب انسان سوچتا ہے کہ بعض اوقات وہ بات جس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں یا آرزو کرتے رہتے ہیں' وہ جب حاصل ہو جائے تو کتنی Relevant یا Irrelevant ہو جاتی ہے۔ یہ کھیل ہی یہی ہے' آپ نے کسی حاصل کو ساتھ نہیں لے جانا.....

اب بولو۔

سوال:

پھر تو بات ہی کچھ نہ رہ گئی.....

جواب:

اسی ''بات کچھ نہ رہ گئی'' کے لیے تو ہمیں بہت کچھ کرنا پڑا ہے۔ اس خیال تک آنے کے لیے کہ ''یہ جو چیز میں نے حاصل کی ہے اس کو حاصل کر کے میں کسی اور کو دے دوں'' یہاں تک پہنچنے کے لیے کتنی ہی عمر گزری ہے' اس خیال کو تسلیم کرنے کے لیے آپ کو اتنے سال لگ گئے ہیں۔ آپ اگر یہ بات کسی اور سے کہیں تو وہ کہے گا کہ آپ کی عقل' دماغ خراب ہے' یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم زندگی کسی اور کے حوالے کر دیں۔ اس کو آپ سمجھیں اور تسلیم کریں تو بات یہ سمجھ

آتی ہے کہ دینے والا دے گا' جس نے ہمیشہ دیا ہے وہ دے گا۔

سوال:

میں تو کہتا ہوں کہ ہر چیز ہی اُسی کی ہے۔

جواب:

اگر یہ یقین ہو جائے تو پھر تو آپ کا کوئی کام ہی نہیں۔ پھر تو ہم میلہ لگانے والے کا میلہ دیکھیں گے۔ پھر یہ میلہ ہے اور باقی جھمیلا جو ہے وہ تمہارا اپنا ہے' جھگڑا' جھمیلا' گنتی اور دوسرے واقعات آپ کے اپنے ہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو نکال دو' پھر میلہ دیکھو تو پھر تمہیں یہ رونق دکھائی جائے گی' کہ یہ درخت کانٹے والا ہے' یہ پھول والا ہے' یہ خوشبو ہے' یہ حاصل ہے' یہ محرومی ہے' یہ ہونا ہے' یہ نہ ہونا ہے' یہ آ رہا ہے' یہ جا رہا ہے۔ ایک مشہور بات ہے کہ جتنے لوگ آپ کی باراتوں میں آتے ہیں اتنے ہی لوگ آپ کی فائنل رخصتی پر آتے ہیں :

جیڑھے آئے میل محمدا وآئے مکانے

یعنی کہ جو ''میل'' میں آتے ہیں' جو Visitors of the marriage party ہوتے ہیں' شادی میں آتے ہیں وہ آخری وقت میں آتے ہیں' Funeral کو Attend کرتے ہیں۔ آپ کے دو ہی تو فنکشن ہیں' ایک Bridal Function ہے اور دوسرا Funeral ہے' شادی اور جنازہ ہیں' اور ان دونوں سے گریز نہیں ہو سکتا۔ آپ کہتے ہیں کہ بڑے زور شور سے بارات آئے گی' مبارک ہو..... اور آگے..... آگے پھر آپ کا اختیار نہیں ہے۔ بلکہ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کا شادی کے فنکشن پہ بھی اختیار نہیں تھا' وہ بھی ادھر سے ہی تھی۔ اب درمیان میں کیا ہے؟ درمیان میں آپ کا کردار ہے' آپ کو پہچان ہوتی جا رہی ہے' آپ

مختلف جگہوں پر ریکارڈ ہوتے جارہے ہیں' چہرہ محفوظ ہوتا جارہا ہے' گواہ بنتے جارہے ہیں' پسندیدہ ہوتے جارہے ہیں' ناپسندیدہ بھی بنتے جارہے ہیں' دوست بنتے جارہے ہیں' دشمن بھی بنتے جارہے ہیں اور سارے واقعات ہوتے جارہے ہیں۔ اگر آپ Suddenly disappear ہو جائیں تب بھی آپ کا کیا ہوا کام چار ہزار سال کے بعد اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ پھر اس کا مٹانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ آنے والے دور کے آدم ہیں' کئی ملتوں کے ظہور کا ذریعہ ہیں مگر آپ تو پریشان ہوتے جارہے ہیں۔ تو جس شخص کا ایک بچہ ہے وہ آنے والے دور کا بڑا ہی باوا آدم ہے' دو ہزار سال میں ایک شہر جتنی اس کی آبادی ہو جائے گی۔ اگر ایک عورت اور ایک مرد کی عمر سو سال کے قریب ہو جائے تو اس کے سارے بچے ملا کے' شادی در شادی کرا کے' اچھا خاصہ مجمع بن جاتا ہے' سو دو سو بچے ہو سکتے ہیں۔ عجب واقعات ہیں۔ اس لیے آپ یہ بات سمجھیں کہ آپ ایک تو اپنی اہمیت دریافت کر رہے ہیں اور آپ کی ایک اہمیت اللہ نے رکھی ہوئی ہے۔ اس لیے میں یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اپنے آپ کو اس کے کسی کام میں Involve کر دو' مسجد میں اگر چراغ جل رہا ہو' ''مسیت کا ڈیوا'' جل رہا ہو تو جاتے جاتے اس میں تھوڑا سا تیل ڈال جاؤ۔ اس دیے نے بجھنا نہیں ہے۔ سرسید نے کیا کام کیا کہ ہر جگہ جا کے پیسے مانگنے شروع کر دیے۔ سرسید نے کہا بے شک ایک پیسہ دو۔ انجمن حمایت اسلام نے ایک ''فنڈ کنستر'' بنایا' ایک جگہ پر بہت بڑا کنستر رکھ دیا اور کہا کہ اس میں ایک چلّو آٹا ڈالتے جاؤ۔ اس سے انجمن حمایتِ اسلام کی بہت بڑی بلڈنگ بن گئی۔ تو تھوڑا سا آٹا ڈالتے ڈالتے سمندر بن گیا' چڑیا کی چونچ سے سمندر بن جاتا ہے۔ اتنی سی بات سے انجمن حمایتِ اسلام نے لاہور میں اور

پشاور میں اسلامیہ کالج بنا لیے اور ان کالجوں سے کیا کیا کچھ نہ ہوا۔ تو کروڑ پتی کی Donation اتنی اہم نہیں ہے جتنا چڑیا کی چونچ سے پانی اہم ہے۔ چڑیا کی چونچ کی کل کائنات چند قطرے ہیں مگر اس بیچاری نے وہ بھی دے دیے کہ میں بے شک پیاسی رہ لوں گی۔ گویا کہ یہ ہے آپ کا مزاج کہ اللہ کے رُوبرو آپ نے کیسے جانا ہے۔ تو آپ Easy ہو کے جائیں' Comfortable ہو کے جائیں۔ اس چیز کا فائدہ ہی کیا ہے جس کا بعد میں آپ نے ایکسیڈنٹ کر لینا ہے۔ اس بادشاہی کا کیا فائدہ جس میں آپ کو آدھا ملک بددعا دے اور آدھا ملک آپ کے ساتھ ہو۔ تو یہ سارے واقعات غور کرنے والے ہیں۔ ہر چیز جو ہے وہ اہم ہے چاہے جتنی بھی Ignore کرنے کے قابل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کانٹے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

سوال:

جب رات کو ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی غلطیوں کے لیے شرمندہ ہو کر دعا مانگتے ہیں تو بڑی لذت ملتی ہے۔ اگر ہم غلطی نہیں کریں گے تو پھر یہ لذت کیسے ملے گی؟

جواب:

دو قسم کی فریاد ہوتی ہے' ایک قسم یہ ہے کہ میں نے حکم عدولی کی یا مجھ سے حکم عدولی ہو گئی ہے اور اب مجھے معاف کر کے نارمل انسان بنا دیا جائے۔ تو یہ فریاد ہے۔ نارمل کا معنی یہ ہے کہ جیسے بچہ تھا' معصوم تھا۔ یہ فریاد کا ایک حصہ ہے۔ دوسری فریاد یہ ہے کہ :

؎ غم جوانی کو جگا دیتا ہے لُطفِ خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے اسی مِضراب سے

تو یہ غم ہے اور یہ محبت کرنے والوں کو پتہ ہوتا ہے کہ غم کیا ہے۔ یہاں بندہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کی ناراضگی ہم سے برداشت نہیں ہوتی۔ گناہ کی معافی کا تعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ Man کو Man بنا دے' ہم وحشت میں چلے گئے تھے' تُو انسان بنا دے۔ تو یہ گناہ کی معافی کا Concept ہے اور یہ جو محرومی کا Concept ہے کہ:

؎ روزِ حساب جب میرا پیش ہو دفترِ عمل

اور دوسری بات یہ ہے کہ انسان کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے اپنا تقرب عطا فرما۔ تقرب کے محروم ہونے کے اندیشے سے جو فریاد ہوتی ہے وہ اور شے ہے' وہ قرب والوں کی خواہش ہے' سوز والے اور محبت کرنے والے اس بات کو جانتے ہیں' کہ Love کیا ہے۔ ان میں Nearness کی خواہش ہوتی ہے' Nearness' قرب نہ ملے تو فریاد نکلتی ہے۔ یہ گناہ کی بات نہیں ہے۔ اس کا گناہ ثواب سے واسطہ ہی نہیں جو محبت کرنے والا ہے' وہ تو اللہ کا تقرب چاہتا ہے' قریب رہنا چاہتا ہے۔ تو قرب سے محروم رہنے والے کی جو فریاد بنتی ہے وہ اور ہے۔ تو یہ بھی فریاد ہے۔ اس میں اتنا ہی سوز ہے بلکہ زیادہ ہے۔ ایک اور فریاد یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ یہ نادان ہیں' ان کو معاف رکھنا..... تو سونے والوں کے لیے جاگنے والا فریاد کرتا ہے۔ یہ اقبالؔ اور اس طرح کے لوگ ہوتے ہیں' ملت کے لیے ملت کے پاسبان دعا کر رہے ہیں' فریاد کر رہے ہیں' شب بیداری کر رہے ہیں۔ پیغمبر جو ہیں وہ راتوں کو جاگ جاگ کر دعا کرتے ہیں' رو بھی رہے ہیں اور دعا بھی کر رہے ہیں۔ تو یہ سوز وہی ہے۔ اور آپ جو گناہ کی معافی کی بات کر رہے ہیں وہ

سوز کا ایک درجہ ہے۔ اس کے علاوہ سوز کے بہت سے درجے ہیں۔ اللہ کے قریب رہنے والا بھی سوز میں ہوتا ہے' وہ روتا ہے کہ یہ شان ہے' کتنی عطا ہے کہ میں قریب ہوں۔ اس سے پوچھا گیا کہ اب کیوں روتا ہے تو اس نے کہا میں اس عطا پر رو رہا ہوں' کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجھ سے چھن جائے۔ تو دعا کرو کہ یہ دولت سرمدی چھن نہ جائے۔ تو یہ رونا ایک خاص مقام ہے' ایک سوز ہے اور یہ رونا محرومی کا نہیں ہے بلکہ حاصل کا ہے' غم کا ہی نہیں' خوشی کا بھی ہوتا ہے' پہلے جدا ہو کے روئے تھے' اب مل کے روئے ہیں..... رونے والوں کی الگ کہانی ہے۔ تو صرف گناہ سوز کا باعث نہیں گناہ ندامت کا باعث ہے۔

سوال:

سفر میں جو لذت ہے وہ منزل میں تو نہیں ہو سکتی .....

جواب:

اگر سفر کا مقصد دنیاوی ہے تو سفر میں لذت بھی نہیں ہے اور اگر سفر دینی ہے یا الٰہیات کا ہے تو اس میں تو منزل ہے ہی نہیں۔ اس میں تو چلتے چلو۔ وہاں پر منزل کے آنے کا سوال ہی نہیں۔ وہ اور ہی سفر ہے اور اس میں صرف چلتے جاتے ہیں۔ وہ سفر جو ہے وہ پیدل بھی نہیں ہوتا' صرف انتظار کا سفر ہے وہ' کہ یا اللہ یہ Chapter تو دیکھ لیا ہے اب اس سے اگلا Chapter دکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے' جلوہ نظر آتا ہے۔ جلووں کی طلب جو ہے یہ ایک اور قسم کی کہانی ہے اور اس کہانی کے اندر سب فقیریاں پوری ہو جاتی ہیں' فقیری' درویشی سب پورے ہو جاتے ہیں۔ آگے پھر جلوہ ہی جلوہ ہے اور جلوے کے آگے صرف ذات ہے۔ ذات سے کم' پہلے جلوہ ہوتا ہے اور جلوے کے آگے ذات ہے۔ دنیا میں اس کا

صرف ذکر ہے' تلاش ہے' ساتھی ہیں' رنگ ہے اور آگے صرف جلوہ ہی جلوہ ہے۔ یہ ذات کے قریب ہے اور اس کے بعد صرف ذات ہے۔ وہ پھر اور کہانی ہے۔ ذات کے رُوبرو کوئی گیا یا نہ گیا' یہ الگ بات ہے' چاہے وہ اس کی ذات ہو یا پھر وہ ذات ہو۔ ذات کے رُوبرو ہونے سے کہانی اور ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ خواہش کو اضطراب نہ بننے دیں بلکہ انتظار کریں' پھر آپ شدت سے بچ جائیں گے۔ اس لیے انتظار کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ یہ بھی دے اور وہ بھی دے دے۔ اگر اس نے دے بھی دیا تو کیا کرو گے؟ پھر چھوڑنا مشکل ہو جائے گا' سمیٹنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ ہر آدمی اپنے آپ کو کچھ عرصہ کے بعد Reshape کرنا چاہتا ہے' Reform کرنا چاہتا ہے' اپنے مکان سے انسان کچھ عرصہ کے بعد خود تنگ آ جاتا ہے' اپنے ماحول سے خود ہی بیزار ہو جاتا ہے' کہتا ہے اب اپنے آپ کو ذرا Renew کر لیں.....اور اگر اللہ کی شان کی طرف رجوع کریں تو پھر کل یوم ھو فی شان اس کی روز ہی نئی شان ہے' روز ہی نیا واقعہ ہے۔ تو آپ اس کا انتظار کریں۔ اگر اس کا خیال آپ کے دل میں ہوگا تو سمجھو کہ آپ کا خیال اس کے پاس ہے۔ بنانے والے نے کچھ بھی نامکمل نہیں بنایا۔ جب تک تم اپنے آپ کو سوچ کا کاریگر سمجھنا بند نہیں کرو گے تب تک تم پر الطاف نہیں ہوگا' لطف' نعمت اور رحمت نہیں ہوگا۔ اگر تم خود کو کاری گر سمجھتے ہو تو سب کر کے دیکھو' اگر تم بڑے ڈرائنگ ماسٹر ہو تو مکڑی کا جالا ہی بنا کے دیکھو .....

سوال:

اگر سب چیزیں چھوڑ دی جائیں تو پھر اپنا کیا رہ گیا؟

جواب:

جس نے بنایا ہوا ہے اس نے ورک الاٹ کیا ہوا ہے' جب آپ اللہ کی رحمت میں داخل ہو جائیں Once you enter his domain تو پھر وہی آپ کو بتائے گا کہ یہ کرو۔ دفتر میں اسی طرح جائیں گے جیسے جا رہے ہیں' بس صرف یہ پوچھو کہ میں اب کیوں جاؤں دفتر میں۔ وہ کہے گا کہ اب بچوں کو چیزیں Provide کرو اللہ کے Behalf پر۔ اب آپ اللہ کے سپاہی بن کر اللہ کی مخلوق کی پرورش کریں گے یعنی اپنے بچوں اور بیوی کی۔ پھر آپ کے پاس کوئی ایسی بڑی خواہش نہیں رہے گی۔ اب آپ میں لوگوں سے آگے نکلنے کی خواہش کی بجائے اللہ کے قریب ہونے کی خواہش ہو گی۔ اگر آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ یہاں رہنے میں اللہ راضی ہے اور دو قدم آگے جانے میں راضی نہیں ہے تو آپ وہاں ہی رہیں گے۔ اب یہ شعور آپ میں آ گیا۔ پھر اگر آپ سے کہا جائے گا کہ اللہ اس بات پر راضی ہو گا کہ آپ استعفیٰ دے دیں تو آپ استعفیٰ دے دیں گے۔ تو یہ آپ کی تسلیم ہے۔ میں اس کی گواہی دوں گا۔ تسلیم اللہ کی ہے اور میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ میں درمیان میں صرف آپ کو Inform کرنے والا ہوں۔ اصل میں داستان کیا ہے؟ اللہ کی ہے۔ آپ سے کوئی پوچھے تو آپ کہیں کہ ہمیں تمنا اللہ ہی کی ہے۔ یہ پکی خبر ہے۔ یہ بات ضرور ہو کہ گواہ ہونا چاہیے۔ میں گواہ ہوں اور آپ بھی گواہ ہیں کہ ہم فی سبیل اللہ اکٹھے ہوتے ہیں' اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارا تعلق صرف اللہ کے نام پر اکٹھے ہونا ہے۔ تو ایک دوسرے کی یہ ہماری گواہی ہونی چاہیے۔ صرف فی سبیل اللہ' ہمیں اللہ کی رحمتوں کے حصول کے لیے اکٹھا ہونا چاہیے۔ اُس کی فارم یہی ہے کہ ایک

بولتا ہے اور دوسرا سنتا ہے۔ اور ایسا ہوتا رہا ہے اور یہی صحیح ہے..... یہ اس لیے ہے کہ خود آواز سننا بہت مشکل ہے' پردے کے پرے سے بھی آواز برداشت نہیں ہوتی' اس کے لیے کیا کیا چاہیے ہوتا ہے۔ یہ پھر اس کے کام ہیں۔ بس آپ انسان کی آواز سنیں تو یہی بہت اچھا ہے۔

سوال:

یہاں جو ہم لوگ بیٹھے ہیں یہ وہاں آگے بھی اکٹھے ہونے چاہئیں.....

جواب:

وہاں بھی یہی ہے۔ جو یہاں ہے وہ وہاں ہے۔ وہاں کے لیے ہی تو یہاں بیٹھے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ یہی ہے جو یہاں ہے۔ یہاں کا جو گروہ ہے اس نے وہاں پہنچنا اور وہاں جا کے الگ الگ ہو جانا ہے۔ کس طرح الگ الگ ہو جانا ہے؟ جب پانی سمندر میں مل گیا تو سمندر ہو گیا' سمندر میں پہنچنے تک وہ دریا ہی رہے گا۔ پھر تو جو قطرہ جا کے مل گیا' وہ مل گیا اور اس کی کہانی اور ہو گئی۔ پھر یہ حکم ہے کہ جب آفتاب کے رُوبرو ہو گئے تو محو ہو جاؤ' محویت کے وقت گرد و پیش کا پتہ نہیں ہوتا۔ مثلاً یہاں سے عمرہ پہ یا داتا صاحبؒ جاتے ہیں' جب اندر داخل ہوتے ہیں تو پھر وہاں سربراہ لیڈر یا پیر نہیں ہوتا That's all!' بس!

؎ پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

گیٹ کے اندر لانے کی ذمہ داری ہوتی ہے' آگے بات نہیں ہوتی' آگے سر ہے' چوکھٹ ہے' منزل ہے۔ تو بات صرف داخل ہونے تک ہے' داخلے کے بعد کی

کیفیت آپ کی اپنی ہے۔ آگے سارے کے سارے بے بس ہوتے ہیں' اپنے اپنے عہدوں سے معزول ہوتے ہیں۔ عہدے صرف یہاں ہیں' مرتبے یہاں ہی ہیں اور جب وہاں چلے گئے تو کسی کو چپ کرا دیا جائے گا' خموش کرا دیا جائے گا' کسی کو بُلوانا شروع کر دیں گے۔ دوسرا کوئی درمیان میں نہیں بول سکتا۔ باپ کہیں بیٹھا ہوگا اور بیٹا کہیں اور بیٹھا ہوگا' جیسے مرضی وہ بٹھائیں' آگے اس کی مرضی ہے۔ کیا وہاں کے آداب آپ کو سمجھ آ رہے ہیں؟ یہ جو آداب یہاں ہم سکھا رہے ہیں یہ آداب آپ کے لیے بڑے موزوں ہیں اور میرے لیے آزمائش ہے۔ مجھے بارہا بتایا جاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ سمجھنا کہ یوں ہے اور تم ویسے ہو' کیا پتہ آگے جا کے کیا ہونا ہے..... تو آداب سکھائے جاتے ہیں اور ہم نے آداب سیکھے ہیں۔ تو اس ادب سے جب کسی بڑی محفل میں جانا نصیب ہوگا تو آپ نے بڑے ادب سے سننا ہے۔ کسی اور جگہ کوئی بزرگ مل گیا تو آپ نے ادب سے سننا ہے' یہ دیکھنا ہے کہ اگر یہ شخص کسی Truth کے ساتھ Related ہے تو اس کے ساتھ ادب کے ساتھ بات کرنی ہے کیونکہ کل پتہ نہیں کس رنگ میں کون آ جائے۔ تو یہ اصل بات ہوتی ہے۔ ورنہ اگر ہم خانقاہ بناتے' پیری فقیری کرتے تو آپ کو الگ الگ بلاتے اور آپ پر الگ الگ چھری چلتی جیسا کہ پیر اپنے مرید کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ محفل اس لیے اکٹھی کی ہے تاکہ یہ شعور کی محفل بنے۔ اس لیے پیر خانہ نہیں بنایا ہم نے۔ وہ اور حساب ہے' وہ الگ الگ حساب ہے' ایک گروہ چپکے سے بیٹھا رہتا ہے اور باقی آنے والے جانے والے کام کرتے رہتے ہیں' اُن کے کام ہو جاتے ہیں بلکہ کام تمام ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اور بات ہے اور یہ اور بات ہے' یہ شعور کی محفل ہے۔ اس کا تعلق اور بات سے ہے' اس کا

تعلق یہ ہے کہ آپ باہوش ہو کے آگے کو چلیں' باصلاحیت ہو کے چلیں' دیکھتے ہوئے اور پہچانتے ہوئے چلیں۔ شاید یہ ہو جائے کہ ملت کے لیے کچھ کام کرنا درکار ہو۔ کیا پتہ کس وقت کیا ضرورت پڑ جائے۔ آپ کو صلاحیتیں دی جا رہی ہیں' بڑی آزمائش میں دی جا رہی ہیں' آپ آسانی سے یہ سب کچھ نہیں بن رہے بلکہ بڑی تکلیفوں میں سے بھی گذر رہے ہیں۔ لیکن یہ جو ''پرزہ'' بن رہا ہے جب یہ اپنا کام کرے گا تو وہ صحیح مقام پہ کرے گا۔ اس وقت تو آپ پریشر میں سے جا رہے ہیں لیکن اچھی طرح جا رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ دروازہ کھولے گا تو ایک واقعہ بن جائے گا۔ پھر قریب ہی' الگ الگ ڈیوٹی کا وقت آ جائے گا۔ آپ جس راستے سے گذر رہے ہیں' باہوش گزر رہے ہیں' شکر کریں۔ جن جن واقعات میں سے آپ گزر رہے ہیں ان واقعات میں اکثر لوگ ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کر رہا ہے کہ آپ ہر پریشر میں سے گذر رہے ہیں' قائم ہیں..... دعا یہی ہے کہ آپ قائم رہیں۔ آپ اپنا شعور قائم رکھیں' باہوش رہیں' بات سمجھیں' یہ محفل ایک Rare event ہے' تبھی میں کہتا ہوں کہ سوال کرو' سوال کرو' سوال کرو ..... اب بولو ..... اور سوال کرو .....

سوال:

کیا انسان کے بس میں ہے کہ وہ God Consciousness میں پہنچ سکے؟

جواب:

اب یہ انسان پر Depend کرتا ہے' وہ اگر Love conscious ہو گیا تو God Conscious ہو جائے گا' جو آدمی محبت آشنا ہو گیا وہ خدا آشنا ہو گیا یا

جو آدمی محبوب آشنا ہو گیا وہ خدا آشنا ہو جائے گا۔ تو انسان God Consciousness میں پہنچ سکتا ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ God خدا ایک Powerful entity ہے جو بظاہر Exist نہیں کرتی' بظاہر موجود نہیں ہے اور جتنے موجود آدمی ہیں وہ اس کا ذکر کر رہے ہیں۔ ان کے پیچھے کوئی God Conscious بندہ ہے جس نے انہیں اس کے پیچھے لگایا ہوا ہے۔ تو یہ جو آپ کا سوال ہے کہ کیا خدا کی آشنائی یا شعور ہو سکتا ہے' قرب یا آگہی ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آگہی تو ہوئی پڑی ہے' آگہی ہے..... دنیا کے اندر یہ جو God کا' خدا کا تذکرہ ہے تو خدا نے کبھی آ کے یہ نہیں کہا کہ میں خدا ہوں۔ آج تک یہ بات نہیں ہوئی' یہ واقعہ نہیں ہوا کہ اس نے کہا ہو کہ میں God ہوں' وہ کبھی Visible form میں نہیں آیا' موسیٰ علیہ السلام کو طور کے مقام پر ایک دفعہ آواز آئی تھی کہ میں تمہارا رب ہوں۔ تو اس دنیا میں تذکرۂ خداوندی جو ہے یہ کسی بندے کی بات ہے جس نے آپ لوگوں کو آگاہ کیا ہے' Convince بھی کیا ہے' قائل بھی کیا ہے اور مائل بھی کیا ہے' آپ کو اس طرف گامزن بھی کر دیا ہے..... تو وہ بندہ جو ہے وہ God Consciousness میں ہے۔ تو آپ کے پاس خدا کا شعور اور خدا کی طرف رجوع جو ہے جس شخص کی طرف سے آیا وہ God Conscious ہے' اطلاع یہ دے رہا ہوں کہ یہ حضور پاک ﷺ کے علاوہ کہیں نہیں ہوا' انہوں نے انسان کو خدا کے شعور پر گامزن کیا اور انہی کے حوالے سے بتدریج بات چلتی آ رہی ہے۔ تو آج کا انسان یا مسلمان یہ جو خدا کے شعور کے بارے میں بات کر رہا ہے تو اُسے یہ شعور کسی انسان نے دیا ہے۔ اور انسان نے شعور کہاں سے لیا؟ ہر انسان اِس اُمت کا جو خدا کی آگہی کے بارے میں تذکرہ کرتا ہے وہ سارے کا سارا حضور اکرم ﷺ کا

فیض ہے۔تو اُس ذات کا نام ہے God Conscious ' ان کو خدا آ گہی ہے' خداشناسی ہے اور خدا کا قرب ہے۔God Consciousness ضرور ہوتی ہے' تو God Consciousness رکھنے والوں نے ہی God کا تذکرہ کیا ورنہ

It was never your experience اور God was never your discovery

آپ کے لیے اس سے ملاقات کا کبھی امکان نہیں کہ

There comes a form, there comes a personality or entity which says I am God, I have created you ..... Never' نہیں' کبھی نہیں۔

There comes an announcement from a man who says that you have been created by God تو خدا کبھی آپ کے سامنے آ کے یہ نہیں کہے گا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور میں نے تمہیں بنایا ہے بلکہ یہ اعلان کسی انسان کی طرف سے آئے گا کہ تمہیں خدا نے تخلیق کیا ہے۔اور آپ یہ تسلیم کر لیں گے ۔ آپ نے یہ کس زعم میں تسلیم کیا؟ اس لیے کہ انسان کے پاس God Consciousness ہے۔یہ تو آپ کی ابتدا ہے' یہ مانیں گے تو آپ مسلمان کہلائیں گے۔پیغمبر تو خدا نے بنایا اور پیغمبر کو مانیں تو پہلے خدا کو ماننا پڑے گا ورنہ آپ کسی کو نبی مان ہی نہیں سکتے کیونکہ نبی کون ہوتا ہے؟ خدا کا نامزد۔اور یہ خدا کی طرف سے ٹائیٹل ہے۔تو پہلے آپ نے نبی کو مان لیا کہ آپ اللہ کے بنائے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ کو آپ نے ابھی ماننا ہے۔ تو ان کی God Consciousness اتنی پاورفُل ہے کہ انہوں نے Almost God ہو کے بات کی ہے۔یہ ''Almost'' بڑا Important ہے' اہم ہے۔That is why

کہ لوگوں نے کہا کہ یہ Insist 'اصرار کرتے ہیں کہ ہم انسان ہیں مگر یہ انسان کی بجائے کچھ اور ہیں..... تو پھر انہوں نے کہا کہ بات سنوانا بشر مثلکم یوحی الی میں تمہاری طرح انسان ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ تو یہ ہے ساری بات۔ راز راز میں راز فاش ہو جاتا ہے۔ تو God Consciousness رکھنے والا Almost expresses like God 'لوگوں کو اسی طرح احکام دیتا ہے۔ اب ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو حدیث اور قرآن کے درمیان فرق نکالے اور یہ کہے کہ حدیث جو ہے وہ قرآن سے Inferior ہوتی ہے۔ خدا تو خدا ہے اور اس کا کہا ہوا قرآن ہے' اور آپ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے قرآن اور حدیث دونوں کو ماننا برابر ہے۔ پیغمبرؐ کا حکم ایسا ہے کہ اگر فرض نماز پڑھ رہے ہوں اور وہ بلا لیں تو نماز چھوڑ دی جاتی ہے۔ اور جو یہ کہے کہ یہ فرض ہے اور ہم نہیں چھوڑیں گے تو وہ اسلام سے فارغ ہے..... تو ہمارے لیے دونوں فرض ہیں' ایمان بھی اور عشق بھی۔ ایمان' اللہ ہے اور عشق' حضور پاک ﷺ ہیں۔ سلطان باہوؒ نے فرمایا ہے کہ

ایمان سلامت ہر کوئی منگے تے عشق سلامت کوئی ہو

جنہوں نے عشق کی سلامتی مانگی ہے انہوں نے حضور پاک ﷺ سے عشق کی سلامتی مانگی ہے' تو وہ اب Superior ہو گیا..... تو اگر God Consciousness نہ ہو تو کوئی شخص کسی تلوار کے نیچے گردن نہیں رکھ سکتا اور وہ حالات کے ساتھ Compromise کر لے گا۔ لوگوں نے امامؑ سے کہا کہ آپ بیعت کر لیں اور چلے جائیں مگر انہوں نے کہا نہیں۔ انہیں کہا گیا کہ پھر موت ہے تو انہوں نے کہا کہ موت کو آنے دو۔ چونکہ انہیں God Consciousness ہے اس لیے انہیں پتہ ہے کہ نہ کہیں سے آنا ہے اور نہ کہیں جانا' جان دینی ہے اور جان اُسی کی ہے۔

جان دی ' دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو یہ God Consciousness والے لوگ ہیں۔ داتا صاحبؒ ہوں یا خواجہ صاحبؒ ہوں' انہوں نے اپنا وطن چھوڑا' وطن کا آرام چھوڑا' اپنی Language اور Mother tongue چھوڑی' پیدل چلتے ہوئے' کئی ہزار میل پیدل چلتے ہوئے یہاں لاہور شہر کے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ نام ان کا علی ہجویریؒ ہے۔ اگر God Consciousness نہ ہوتو آدمی یہ نہیں کرسکتا بلکہ He could have lived in his own village وہ اپنے علاقے میں ہی رہتے مگر وہ پردیس میں آ گئے' اور وہ اس زمانے کا پردیس تھا' زبان بھی نہیں آتی تھی اور پھر ہندوؤں کے پاس آ گئے۔ تو یہ God Consciousness ہے بلکہ وہ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ نبی کا اور رسول کا ٹائیٹل تو اب بند ہو چکا ہے' نبی کہلانا اب منع ہے کیونکہ حضور پاک ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں ہے اور اللہ نے یہ ٹائیٹل بند کر دیا لیکن ان بزرگوں کا کام وہی ہے۔ ہم جس ولی کے پاس جاتے ہیں اس کی بات اس طرح مانتے ہیں جس طرح خدا کی بات مانتے ہیں کیونکہ حکم ایسا ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے خوب کہا کہ جس نے اِس کو مانا اُس نے اُس کو مانا۔ اولیاء کی جو بات ہے وہ انبیاء کی بات ہے اور انبیاء کی جو بات ہے وہ خدا کی بات ہے۔ تو یہ شعور ہے۔ وہ انسان جب آپ کو کبھی زندگی میں ملیں گے تو ان کی بات آپ کے لیے اتنی اہم ہوجاتی ہے جیسے Almost یہ حکم الٰہی ہے۔ تو اس کے پاس God Consciousness ہوتی ہے' چاہے وہ اعلان کرے یا نہ کرے۔ جہاں آپ Surrender کر جاتے ہیں' جہاں آپ Obey کرنا شروع کر دیتے ہیں تو آپ

غائب خدا کو Obey نہیں کرتے بلکہ آپ کسی نظر آنے والے انسان کو Obey کر جاتے ہیں' Obey کرنے والا اندر کا شعبہ بتاتا ہے کہ میں Obey کر رہا ہوں.....تو وہاں یہ God Consciousness والے لوگ ملنا شروع ہو جائیں گے اور پھر چل سو چل۔ اگر اس God Consciousness کا ترجمہ کیا جائے تو یہ ہو گا کہ Obedient in love یعنی محبت سے اطاعت کرنا۔ اگر Love قائم رہے گی تو اطاعت قائم رہے گی۔ بعض اوقات اطاعت ہوتی ہے لیکن Love نہیں ہوتی۔ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی پر حکم چلا دے کہ یہ کرو وہ کرو اور Love نہ کرے تو بیوی بھی آٹو میٹک مشین کی طرح اطاعت کرے گی لیکن Love نہیں کرے گی۔ تو یہ سارا رشتہ منسوخ ہے' حرام ہے' نہ وہ میاں ہے اور نہ یہ بیوی ہے۔ بغیر محبت دیے ہوئے اطاعت کرانا ظلم ہے' حرام ہے اور منسوخ ہے۔ اور بیوی کی طرف سے بغیر ادب کیے ہوئے اطاعت کرنا اس کی منافقت ہے۔ کتنے گھر اس کی زد میں آتے ہیں آپ یہ مت بیان کرنا' اس بات کو چھپا ہی لو..... اگر یہ سارا بیان ہو گیا تو پھر آدھے سے زیادہ گھر اس کی نذر ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں کھانا پینا اور Relation رکھنا میری طرف سے حرام ہے' کہ دو بول محبت کے دے نہیں سکے اور چار چابکیں حکم کی مار دی ہیں۔ اس طرح گھر ٹوٹ سکتے ہیں' ختم ہو جائیں گے۔ جب تک ایسا خاوند سامنے ہو گا وہ اطاعت کرتی جائے گی اور جب وہ سامنے نہیں ہو گا تو وہی کچھ کرے گی جو تم اس کی عدم موجودگی میں کرنا چاہتے ہو' جو تم اپنی تنہائی میں کرتے ہو وہی کچھ وہ تنہائی میں کرے گی' تم صحیح تو وہ صحیح' تم غلط تو وہ غلط۔ یہ ناممکن بات ہے کہ تم غلط ہو جاؤ تو وہ صحیح ہو جائے' یہ قیامت تک ناممکن ہے۔

سوال:

اللہ کے بارے میں ہماری جو سوچ ہے اس کا ایمان کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

جواب:

ایمان جو ہے یہ ہماری سوچ کی اصلاح کرتا ہے۔ سوچ' آزاد سوچ جو ہے اس کا End بغاوت ہے' ماحول سے بغاوت' اپنے آپ سے بغاوت اور کسی قسم کی آسمانی بندش سے بغاوت۔ تو سوچ جو ہے وہ دریافت کرتی ہے اور خدا دریافت نہیں ہوسکتا' نتیجہ یہ کہ سوچ باغی ہو جاتی ہے۔ نصیب والے لوگ ہوتے ہیں جنہیں ایمان پہلے مل جائے اور سوچ بعد میں ملے۔ ایسے لوگ خوش نصیب کہلاتے ہیں کہ عرفان بھی مل گیا اور ایمان بھی۔ جو جس ایمان والے کو سوچ مل جائے وہ صاحبِ عرفان بن جاتا ہے۔ اور اگر ایمان نہ ہو اور سوچ مل جائے تو وہ باغی بن جائے گا۔ مفکر یا پروگریسو یہ کہے گا کہ I went up and up but there was no God میں نے آسمانوں میں اُسے بڑا تلاش کیا لیکن خدا نہیں ملا۔ اس طرح تو وہ مل ہی نہیں سکتا' وہ ملنے والی ذات نہیں ہے بلکہ ماننے والی ذات ہے۔ ایمان کے بغیر سوچ والا کہے گا کہ پیغمبر کو ہم پہ کیا فوقیت ہے اور ہمارے والدین کو ہم پر کیا فوقیت ہے Were they so much educated تو اگر اس کے والد نے ایم۔ کام یا ایم بی بی ایس نہیں کیا تو پھر..... لیکن عزت ان کے پاس تھی اور تعلیم آپ کے پاس زیادہ ہے' ان کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہوں گے جتنے ڈالر آپ کے پاس ہیں لیکن عزت پھر بھی اُن کی ہے' وہ شہر میں نہیں رہتے تھے بلکہ کسی دیہات میں رہتے تھے اور عزت پھر بھی اُن کی ہے۔ تو

ایسی سوچ کبھی بھی یہ بات تسلیم نہیں کرسکتی کہ:

Why you respect a person who never was educated so much, he was never in a cosmopolitan city, never so wealthy مگر Respect اُسی کی ہے' عزت اُسی کی ہے۔تو سوچ جو ہے وہ یہاں آ کے باغی ہو جاتی ہے' وہ منتشر ہو جائے گی۔اگر ماں پڑھی لکھی نہیں ہے لیکن حکم یہ ہے کہ ادب اسی کا کرو' سوچ یہ نہیں کرے گی۔اور اگر ایمان یا عقیدہ پہلے ہو اور سوچ بعد میں ہو تو پھر ساری بات کا جواب مل جاتا ہے۔اس لیے سوچ ہمارے عقیدے کا حصہ اس وقت بنتی ہے جب عقیدہ پہلے آ جائے۔اور اگر سوچ پہلے آ جائے تو خطرہ ہے اور پھر کچھ نصیب والے ہوتے ہیں جن کی سوچ عقیدہ بن جائے۔ یہ ہو تو جاتا ہے لیکن بہت خصوصی جگہ پر ہوتا ہے جب کسی شخص کا دماغ جو ہے وہ دل بن جائے۔

سوال:

ہم ایمان تو رکھتے ہیں مگر پھر کبھی اللہ کریم کے بارے میں سوچ بھی آ جاتی ہے کہ وہ دور ہے یا بہت قریب ہے .....

جواب:

یہ آپ پر ایک دور گزر رہا ہے کہ اللہ کبھی قریب ہے اور کبھی دور ہے۔

زد میں ہوتے ہیں گاہ یہ افلاک
گاہ میں دم بخود ہوں مثلِ خاک

تو کبھی آسمان زیرِ قدم ہیں اور کبھی زمین سر کے اوپر آئی ہوتی ہے' کبھی آپ مالک ہوتے ہیں اور کبھی آپ کی کوئی ملکیت نہیں ہوتی' کبھی خدا بہت قریب ہوتا ہے

اور کبھی کچھ بھی قریب نہیں ہوتا' کبھی ساری دنیا اپنی ہوتی ہے اور کبھی اس دنیا میں کوئی اپنا ہے ہی نہیں..... تو یہ انسان کے درجے ہیں۔

؎ پھیلتا ہوں کبھی سمٹتا ہوں
بام و دَر سے کبھی لپٹتا ہوں
گاہ قلزم ہوں گاہ قطرہ ہوں
گاہ ذرہ ہوں گاہ صحرا ہوں
آسمانوں کو چیر جاتا ہوں
جہاں ممکن ہے سر چھپاتا ہوں
گاہ پربت بھی چل کے آیا ہے
میرا سایہ بھی گاہ پرایا ہے

تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ پاس سے ادب کے ساتھ گذرنے والے آج آنکھیں چرا کر گذر گئے۔ تو وہ جو آنکھیں ملانے والے تھے وہ آج آنکھیں چرا کے گذر گئے۔ تو یہ وقت بھی آتا ہے۔ یہ انسانی درجے ہیں' وہ جو بے تاب رہا کرتے تھے آج نہیں ملے' اس گلی سے چکر لگا کے بیزار ہو کے پھر چلا گیا۔ انسان کبھی کبھی اپنے کارناموں سے بیزار ہو جاتا ہے۔ یہ اللہ کی بات نہیں ہے بلکہ آپ کے پھیلاؤ کی بات ہے' پھیلنا اور سمٹنا تمہارے ہی نام ہیں' جس طرح ریشم کا کیڑا ریشم بنانے کے بعد اپنے آپ سے بیزار ہو جاتا ہے۔

؎ دنیا کی محفلوں سے اُکتا گیا ہوں یا رب
کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا

اور پھر وہ یہ کہتا ہے کہ :

شہرت سے بھاگتا ہوں اور دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

تو کبھی کبھی اس کا جی چاہتا ہے کہ آؤ وہاں جا کے ڈیرے لگائیں مگر وہاں ڈیرہ نہیں لگے گا۔ یہ انسان کا مزاج ہے۔ یہ خدا کے درجے نہیں ہیں بلکہ یہ آپ کے درجے ہیں۔ اس لیے سوچ کا ہونا صاحبِ ایمان کے لیے مبارک ہے۔ یہ دونوں سوچیں صحیح ہیں کہ کبھی خدا قریب ہے اور کبھی خدا دور ہے' کبھی خود ہی چل کے آتا ہے اور کبھی ہم اس کو خود بلاتے پھرتے ہیں۔ There was a time ایسا وقت تھا جب ہمارے پاس ڈیمانڈ نہیں تھی' تقاضہ نہیں تھا اور اللہ نے کہا کہ جنت میں رہو۔ اس نے ہمارے مانگنے سے پہلے جنت دے دی اور اب آپ مانگ مانگ کے مرتے جا رہے ہیں۔ اب دوزخ کا ذکر بھی ساتھ ہے۔ اب یہ دقت والی بات ہے۔ پہلے خود جنت دے دی اور شعور بھی دے دیا۔ وہ شعور ایمان سے کمزور تھا۔ اگر ایمان مضبوط ہوتا تو اللہ نے کہا تھا کہ **لا تقربا هذه الشجرة** اس درخت کے قریب مت جانا۔ شعور تو یہ سوچ دے گا کہ اللہ نے کیوں کہا ہے کہ اس درخت کے قریب مت جاؤ' چلو جا کے دیکھو۔ یہ دن آ گیا اور آپ جا جا کے دیکھتے ہیں اور وہ منزل جو آپ کو Originally عطا ہوئی تھی وہاں تک جانا مشکل ہو گیا ہے۔ جنت کی تعریف کیا ہے؟ ایسی منزل جس کو کھونے کے بعد اس کی تلاش ہو۔ جنت ہمیشہ گم رہتی ہے' اس کے ملنے کی تمنا رہتی ہے' ملتا محبوب ہے اور ایمان کے حوالے سے محبوبِ خداؐ ملتے ہیں اور محبوبوں کے محبوب آپؐ ہیں۔ جب اللہ کے محبوبؐ کے ساتھ محبت ہوئی تو اللہ سے دوستی ہو گئی۔ آپ اللہ کے محبوبؐ کا تذکرہ کرتے جائیں ..... تو دماغ کا اور شعور کا ایمان کے بعد ہونا

ایک نیک دلیل ہے۔ ایمان سے پہلے شعور کا ہونا ذرا مشکل ہے۔ ابوجہل کے پاس شعور تھا لیکن ایمان نہیں تھا۔ تو اس ''ابوالحکم'' کا نام ابوجہل ہو گیا' ورنہ تو وہ دانائی والا تھا' حکمت والا اور علم والا تھا مگر خدا کو نہ سمجھ سکا' ساتھ ہونے والے واقعہ کو نہ پہچان سکا اور پھر نام ''ابوجہل'' پڑ گیا۔ جب سرحدیں مقرر ہو جائیں تو پھر ذہن کا سوچنا اچھی بات ہے' تو آپ ان حدود میں رہ کے سوچیں۔ حدود یہ ہیں کہ آپ کا قیام تھوڑی دیر کے لیے ہے' ہونے سے نہ ہو جانا ہے' آپ کی چاہتیں بڑی محدود ہیں' آپ کی نفرتیں بڑی محدود ہیں' آپ کے غصے بڑے محدود ہیں' آپ کے پیسے بڑے محدود ہیں بلکہ آپ کی ہر شے بڑی محدود ہے' آپ بہت کمزور ہیں' آپ کی گرفت بھی مضبوط نہیں ہے' کمزور ہے' جس چیز کو آپ اختیار میں رکھنا چاہتے ہیں کچھ عرصہ بعد آپ اس سے بیزار ہو جائیں گے' آپ نے جو چیز پکڑ کے سامنے بٹھالی ہے ایک وقت آئے گا کہ اس سے بھاگیں گے' چاہے آپ کا بچہ ہو' کچھ دیر بٹھانے کے بعد کہیں گے کہ یہاں سے جاؤ۔ ہر شے کو جانا ہے۔ اپنی گرفت سے انسان خود آزاد ہو جاتا ہے۔ تو آپ سب چلنے دیں' دریا جدھر جاتا ہے جانے دیں' اور آپ ایمان داری میں رہیں۔.....

سوال:

ہم کسی چیز کا جو کفارہ ادا کرتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

پہلے یہ سمجھ لیں کہ غلطی اور چیز ہے اور گناہ اور چیز ہے۔ گناہ جرم بھی نہیں ہوتا کیونکہ جرم اور چیز ہے اور گناہ اور چیز ہے۔ آپ کے خیال میں آپ جس کو غلط سمجھیں وہ غلط ہوتا ہے اور وہ غلطی ہوتی ہے۔ تو آپ کا کسی شے کو غلط سمجھنا

اُسے غلط بنائے گا۔ حکومت کے قانون کے خلاف کوئی بات کرنا جرم ہے۔ سڑک کے دائیں ہاتھ گاڑی چلانا جرم کہلائے گا اور اس کا فیصلہ حکومت کرتی ہے۔ اور گناہ کا فیصلہ اللہ کرتا ہے۔ وہ بات جو خدا کی نگاہ میں بُری ہے وہ گناہ ہے۔ اور کفارہ کا حکم بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے' اللہ کی Will کے خلاف کوئی واقعہ سرزد ہو جائے تو اس کا کفارہ ادا کریں۔ مثلاً آپ کا روزہ چھوٹ گیا تو آپ اتنے مسکینوں کو کھانا کھلائیں اور اگر Willfully کیا ہے تو ساٹھ روزے رکھیں۔ کبھی آپ ایمان سے باہر ہو جائیں تو بھی کفارہ دیں' ہر شے کا کفارہ ہے۔ کفارہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حدود سے تجاوز کرنے کی جو سزا مقرر کی ہوئی ہے اس کو آخرت میں نہ لینے کے لیے اس دنیا میں اس کی Little bit of compensation کرنا۔ تو اس کو کفارہ کہتے ہیں۔ کفارہ Financial' مال کا بھی ہوتا ہے یا روزہ ہوتا ہے یا کوئی اور شے مقرر ہو جاتی ہے تا کہ آگے جا کے آپ کو نقصان نہ ہو۔ اگر آپ کسی چیز کو Misuse کر جائیں' غلط واقعہ کر جائیں' کوئی گناہ سرزد ہو جائے جو رضائے الٰہی کے Against ہو' Pure رضا کے خلاف ہو تو اس کے لیے کفارے مقرر شدہ ہیں۔ کچھ گناہ ایسے ہیں جن کے کفارے نہیں ہیں۔ توبہ جو ہے یہ گناہ سے آگے ہے۔ توبہ اگر نصیب ہو جائے تو اچھی بات ہے۔ اس طرح آپ اپنے آپ کو Easy رکھیں اور Light رکھیں تا کہ کوئی بوجھ نہ رہے۔

سوال:

کیا توبہ کے بعد انسان بَری ہو جاتا ہے؟

جواب:

بشرطیکہ توبہ قبول ہو جائے۔ کافر جو اپنے کفر میں ہے وہ اپنے کفر سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گیا تو اگر اب If he dies, he dies as a pure man وہ مرتا ہے تو پاک ہو کے مرے گا' اب اُسے ماضی کی سزا نہیں ہو گی۔ تو توبہ Change کرنے والی شے ہے' توبہ کا معنی ہی موڑ مُڑنا ہے۔ اور توبہ کے خیال سے گناہ جاری رکھنا دراصل توبہ سے محرومی ہے' کیا پتہ گناہ کے دوران ہی سانس ختم ہو جائے۔ اس لیے یہ بڑی ضروری بات ہے۔ گناہ ہو جائے تو کفارہ ضرور ادا کر جاؤ۔

سوال:

روزے کا کہتے ہیں کہ یہ گناہوں سے بچانے کے لیے ڈھال ہے تو اس بارے میں Spiritually کیا فائدے ہیں.....

جواب:

آپ ایسے سمجھیں کہ ایک گھوڑا آپ کو اپنے اوپر سوار کر کے علاقہ غیر میں لے جاتا ہے' وہ آپ کو سیر کراتا ہے ممنوعہ بستیوں کی۔ یہ گھوڑا نفس ہے۔ اگر آپ فاقہ کریں یا روزہ رکھیں تو یہ گھوڑا Bridled ہو جاتا ہے' لگام میں آ جاتا ہے اور پھر وہ آپ کو کہیں لے کے نہیں جاتا اور نہ آپ کو کہیں جانے دیتا ہے۔ جب آپ نے روزہ رکھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے روزہ واقعی رکھ لیا کیونکہ اس میں منافقت نہیں ہو سکتی کہ روزہ رکھا ہے یا نہیں۔ اب یہ روزہ نگاہ کا روزہ ہے' خیال کا روزہ ہے اور آپ کی Purity اور پوِترتا ہو گئی۔ اب اُس حالت میں آپ گناہ نہیں کر سکتے۔ تو ایسی پابندی آ جاتی ہے۔ آپ حرام کھانا تو دور کی بات ہے حلال بھی نہیں کھا سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ سے برائی کوئی نہیں

ہوگی۔تو یہ ہے ڈھال۔ڈھال کا معنی یہ ہے کہ اس نے آپ کو گناہ کے تصور سے آزاد کر دیا۔تو یہ بہت بڑی ڈھال ہے کہ خیال بدل گیا' گھوڑا لاغر ہو گیا' سوار چوکنا ہو گیا۔ جب آپ کو بھوک لگتی ہے تو آپ نے کھانے کو روکا..... کس نے روکا؟ آپ نے۔ کیوں روکا؟ خدا کے خیال سے۔اس طرح آپ خدا کا خیال کریں گے۔ پھر ہمہ حال جب آپ کو بھوک لگی' پیاس لگی' چائے' سگریٹ کی طلب ہوئی تو آپ رُک گئے کہ یہ تو خدا نے روکا ہے۔تو آپ جتنی دیر خدا کے بارے میں سوچتے جائیں گے اتنی دیر گناہوں سے محفوظ رہیں گے۔ جب خدا Very much موجود ہے تو پھر گناہ کا کیا سوال۔روزے کی Real عبادت یہ ہے کہ یہ آپ کے اور خدا کے درمیان واقعہ ہے ورنہ تو آپ پانی پیتے جائیں' کھاتے جائیں۔روزہ گھر والوں کے لیے نہیں ہے' محلے والوں کے لیے نہیں ہے اور سماج کے لیے نہیں ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کسی اور جگہ کھا پی کے آ جائیں مگر روزہ Pure خدا کے لیے ہے۔اس طرح آپ براہِ راست خدا کے قابو میں آ جاتے ہیں اور محفوظ ہو جاتے ہیں۔تو آپ خدا کے گھر میں آ گئے اور امان میں آ گئے.....

سوال:

بچپن میں سنا تھا کہ کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ اس سے عرش کے کنگرے ہل جاتے ہیں۔

جواب:

بچپن میں انسان Educate تو ہوسکتا ہے لیکن بعض اوقات انسان بچپن میں ill-educate بھی ہوسکتا ہے' اُس کی غلط Feeding ہوسکتی ہے اور اس

سے بچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ بچپن میں اگر کوئی غلط بات اثر کر گئی تو جب اسے ختم کرنے والا آئے گا تو ختم کر دے گا' جڑ سے اُکھاڑ دے گا۔ تو پھر بچپن گم ہو جائے گا' جوانی بھی گم ہو سکتی ہے' اس دنیا میں بعض اوقات عبادتیں گم ہو جاتی ہیں' بندہ کہیں اور جا رہا ہوتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کے کوئی اُسے کہیں اور لے جاتا ہے۔ بس اللہ رحم کرے اور یہ طوفان نہ آئے۔ انسان بڑا ہی کمزور ہے۔ ایسے ایسے لوگ ہیں جو حج کرنے آئے اور وہاں سے ایمان خراب کر آئے یعنی منزل پہ جا کے انسان محروم ہو گیا۔

دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گئے

تو آپ اللہ سے آخرت کی خیر مانگیں۔ ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ بعض اوقات قریب والے بڑا دور ہو جاتے ہیں' پاس ہونے والا واقعہ آپ کو بہت دور لے جا سکتا ہے اور وہ چیز آپ سے جدا بھی کر سکتا ہے' وہی آپ کو خدا آگاہ بھی کر سکتا ہے اور محرومِ دو عالم بھی کر سکتا ہے۔ اگر آپ کے ہاتھ سے سرزد ہونے والا واقعہ ظلم ہوا تو پھر عرش کے کنگرے ہل جائیں گے۔ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے کہ:

مسجد ڈھادے مندر ڈھادے ڈھادے جو کجھ ڈھیندا
اک بندے دا دل ناں ڈھاویں رب دلاں وچ رہندا

تو آپ کسی کے دل کو آزردہ نہ کرنا۔ آپ قریب والے دلوں کو چھوٹی چھوٹی چیزوں اور باتوں سے راضی رکھا کریں' یہ مشکل ضرور ہے لیکن انسان کر سکتا ہے۔ آپ قریب والوں کو راضی رکھیں تو دور کا سرمایہ مل جائے گا' قریب والوں کو اگر تنگ کرو گے تو دور جا کے محروم ہو جاؤ گے۔ ان لوگوں کی گواہیاں بڑی خطرناک ہوتی ہیں' قریب کے لوگوں کی دور کی عدالت میں اپنے خلاف گواہی نہ دلوانا'

انہوں نے وہاں جا کے رو رو کے' پھوٹ پھوٹ کے فریاد کرنی ہے کہ یا اللہ اس نے دنیا میں میری زبان بند رکھی تھی' اب مجھے اجازت دی جائے کہ میں بولوں۔ پھر آپ کے اعضاء بولیں گے اور آپ کے جوارح بولیں گے۔ تو یہ بھی آپ کے اعضاء اور جوارح ہیں' یہ آپ کے قریب والے جو گونگے لوگ ہیں وہاں جا کے ان کی گویائیاں شروع ہو جائیں گی' فصیح البیانیاں شروع ہو جائیں گی' بڑی بڑی تقریریں شروع ہو جائیں گی اور یہ کہیں گے کہ آپ نے ان کے ساتھ کیا کیا ظلم کیا ہے' پھر فریاد کریں گے کہ یا اللہ تُو تو مالکِ کُل ہے' اس کو بخشنا چاہے تو بخش سکتا ہے لیکن اس کو تو نے بخش دیا تو میں تجھے انصاف کرنے والا نہیں مانوں گا' فریاد ہے' یا اللہ فریاد ہے..... اس سے پہلے کہ فریادی زبان کھولے آپ اس کو راضی رکھیں..... تو آپ قریب والوں کو دور جا کے فریاد نہ کرنے دینا۔ انسانوں کو راضی رکھنا۔ کوئی آدمی کسی دوسرے کے گناہ سے بوجھ کے نیچے نہیں آ سکتا۔ No man can ever be insulted by the action of others تو آپ اللہ اللہ کریں' آپ کے اعمال آپ کے ساتھ اور اس کے اعمال آپ کے ساتھ' مل کے رہنا چاہیے' خیر سے خوشحال رہیں' کائنات آباد رکھیں۔ اللہ آپ کے لوگوں کو آباد رکھے۔ دھیان کے ساتھ یہ سفر کرو۔

سوال:

جنت میں مردوں کو تو حوریں ملیں گی لیکن عورتوں کو کیا ملے گا؟

جواب:

اگر آپ عورت اور مرد کا Competition چھوڑ دیں تو کسی کو کچھ ملنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ تو کہیں نہیں لکھا ہوا کہ وہ شادیاں کریں گے۔ وہ تو ان

کی Companion بھی ہوسکتی ہیں' ساتھی ہوسکتی ہیں۔ وہاں Sex ہے نہیں کیونکہ وہ جنت جو ہوئی۔ حور مقصورات فی الخیام وہ حوریں بڑی خوب صورت ہوں گی اور پتہ نہیں ان مردوں کی شکل کیا ہوگی' جنت میں جانے والے کون لوگ ہوتے ہیں..... اللہ چاہے تو کسی کو بھی حور بنادے اور کوئی اس کا چاہنے والا بنادے۔

سوال:

کیا وہاں سب کی عمریں ایک جتنی ہوجائیں گی؟

جواب:

اصل میں سب کی عمریں ہیں ہی ایک جیسی۔ سب روحوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک دن میں پیدا کیا ہے۔ اس لیے سب کی عمر برابر ہے' آج بھی برابر ہے' چھوٹے بڑے کی عمر برابر ہے۔ تو عمر' روح کا نام ہے اور سب روحوں کی عمر برابر ہے۔ اب اگر وہاں سب شکلیں برابر ہوجائیں گی یا سب پہ جوانی آجائے گی تو آپ آنے دو.....

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں کسی کی موت ہوگی وہ اس حالت میں اٹھایا جائے گا' پھر جو سو سال کی عمر میں مرا ہے کیا وہ اس حالت میں اُٹھے گا؟

جواب:

یہاں حالت سے مراد خیال ہے یعنی وہ جس خیال میں سوئے گا یا مرے گا اُس میں اُٹھے گا' اس خیال میں برآمد ہوگا..... یہ آپ کو اس دنیا میں بتایا جارہا ہے کہ اللہ اپنے چاہنے والوں کو ہر چیز عطا فرمائے گا جو ان کی خواہش کے

مطابق ہوگی۔ مدعا یہ ہے کہ آپ جب اللہ کے لیے کام کر رہے ہیں تو اللہ آپ کو Unrewarded نہیں چھوڑے گا' اللہ کے پاس Compensate کرنے کے لیے' جزا کے لیے بڑی چیزیں ہیں' اس نے جو باتیں' چیزیں بیان کی ہیں وہ بھی ہیں اور جو بیان نہیں کی وہ بھی ہیں۔ اگر آپ کو اللہ کے مزاج سے تھوڑی سی آشنائی ہو جائے تو اللہ اپنے بندوں کو دینے کے لیے بہت کچھ رکھتا ہے' للہ خزائن السموت والارض تو اللہ کے خزانے ہیں زمین اور آسمانوں کے' جنود السمٰوٰت والارض زمین اور آسمانوں کے لشکر ہیں اس کے پاس۔ آپ دیکھیں کہ دنیا کتنی وسیع ہے اور وہ تو جنت ہے' ایک اور مقام ہے۔ بس آپ اللہ سے راضی رہو اور آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ وہاں اللہ ہوگا' اس لیے لوگوں سے' چیزوں سے نجات پالو اور یہ کہو کہ ہم اللہ کی طرف جا رہے ہیں' اللہ جانے اور اللہ کے کام جانیں۔ آپ کوئی پروگرام بنا کے نہ جائیں بلکہ پروگرام ترک کر کے جائیں..... اللہ تعالیٰ سب کو اپنا طالب بنائے۔ سب پر مہربانی فرمائے' کرم فرمائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولانا حبیبنا وشفیعنا محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

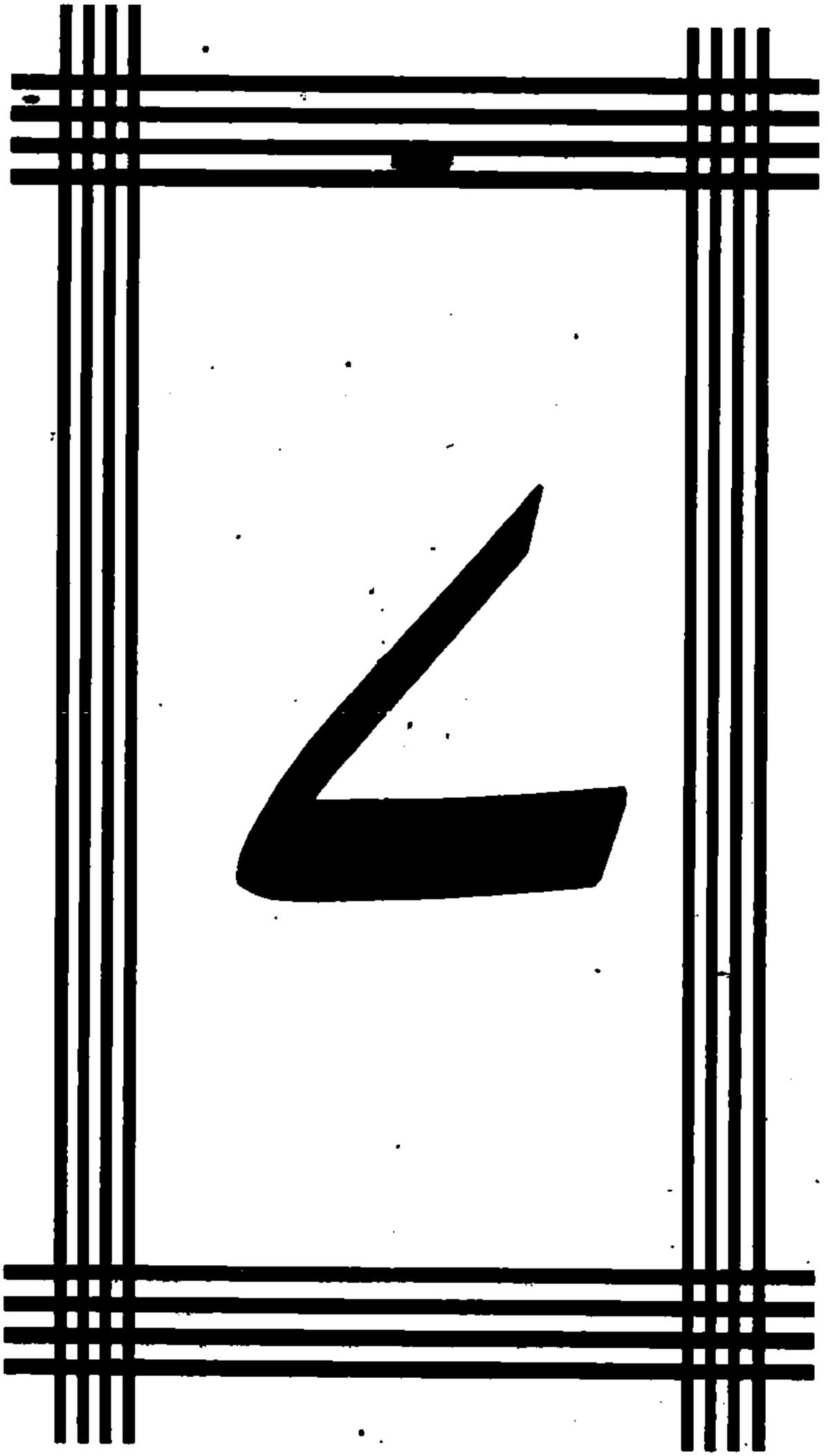

۱ موت کا دن تو مقرر ہے پھر اللہ نے یہ کیوں کہا ہے کہ ایک آدمی کا قتل پورے انسانوں کا قتل ہے اور ایک کو زندہ کرنا پوری انسانیت کو زندہ کرنا ہے۔

۲ یہ کیسے ہو جاتا ہے کہ بزرگ ہر سوال کا جواب دے دیتے ہیں؟

۳ آج کل ہر طرف گمراہی پھیلی ہوئی ہے تو پھر اللہ کو ہم کیسے جان سکتے ہیں اور ایمان کو کیسے قائم رکھیں؟

۴ وہ شخص جو دوسرے ماحول میں یا مذہب میں پیدا ہوا ہو تو وہ حساب کے وقت کہہ سکتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے؟

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کی معافی دے دی ہے۔

۶ زندگی کے مسائل بھی بڑے اہم ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں ہم اپنے دین کا سفر کیسے طے کر سکتے ہیں؟

سوال :

موت کا دن تو مقرر ہے پھر اللہ نے یہ کیوں کہا ہے کہ ایک آدمی کا قتل پورے انسانوں کا قتل ہے اور ایک کو زندہ کرنا پوری انسانیت کو زندہ کرنا ہے۔

جواب:

کیا آپ مانتے ہیں کہ انسانوں کی ساری دنیا کا ایک آدم علیہ السلام سے ظہور ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ساری دنیا میں ارب ہا انسان ہیں' بندے Infinity کے قریب ہی ہیں' گنتی میں نہیں آتے' گنتی پوری ہی نہیں ہوتی' اور ان سب نے ایک انسان سے' ایک زندگی سے جنم لیا۔ یہ کتنے عرصے میں ہوا؟ فرض کرو کہ اتنے سال ہو گئے' اتنی مدت میں ایک بندہ کتنے بندے بن گیا۔ تو جس ایک بندے کو آج مار دیا جائے پتہ نہیں وہ کتنی مدت میں کتنے ہی بندے بن جائیں۔ تو اس طور پر ہر آدمی اور ہر انسان آنے والی ملتوں کا پیشوا ہے' ہر انسان آنے والے زمانوں کی ابتدا ہے۔ آپ اپنے آپ کو کبھی کمزور نہ سمجھنا۔ آپ کے حوالے سے جو مخلوق پیدا ہو رہی ہے اس میں سے کتنے لوگ نہ جانے کیا ہوں گے۔ سب کام تو اللہ کے ہیں مگر آپ کی اولادوں سے پتہ نہیں کتنی آبادیاں ہونی ہیں' کتنے واقعات ہونے ہیں' ان میں سے کتنے شگوفے پھوٹنے ہیں' پتہ نہیں آئندہ والی دنیا کیا گل

کھلائے گی۔ پھر ایک وقت آئے گا کہ شجرہ نسب Trace کرتے کرتے شاید آپ تک پہنچ جائے کہ یہ تھے جد امجد اس خاندان کے جو ساری دنیا میں آباد ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے ناں؟ تو آدم علیہ السلام تو Known آدمی تھے اور آپ Unknown غیر معروف آدم ہیں کیونکہ آپ کے لیے کوئی Divine اعلان نہیں ہے' آپ General Cadre میں ہیں اور اُن کا ایک خاص کیڈر ہے۔ ایک ذات کو آدمؑ کہہ دیا گیا اور باقی سارے بھی آدمی ہیں اور بات سب کے ساتھ وہی ہے اور اسی کے مطابق آدمی چلے گا۔ اللہ نے آدمؑ کو وعلم الآدم اسماء کلھا کل اسماء سکھا دیے اور اسماء کو آج کا آدم بیان کر رہا ہے۔ آدم علیہ السلام پر سارے اسماء ظاہر نہیں ہوئے اور آج آپ کے دم سے ظہور ہو رہا ہے' ایسے کئی علوم آ رہے جو آج کا انسان پیش کر رہا ہے۔ تو یہ علوم بھی آدم علیہ السلام کو سکھائے ہوئے تھے۔ گویا کہ آدم علیہ السلام کا علم آج کے آدمی میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کو سکھا دیا اور اور پھر سب کے پاس آ گیا۔ گویا کہ سب علوم کا تعلق اسی ابتدائی علم سے ہے۔ تو یہ ایک خاص واقعہ ہے اور اس کو آپ غور سے دیکھیں۔ اس لیے انسان کا احترام بہت ضروری ہے' ایک تو اس لیے کہ پتہ نہیں وہ کن بزرگوں کے دم سے ہے اور پتہ نہیں کتنے بزرگ اس کے دم سے ہوں گے۔ اس لیے ہر آدمی کا احترام کرنا۔ بعض اوقات انسان گمراہ ہو جاتے ہیں' بھٹکے ہوتے ہیں اور پریشان ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں شاید ہم راستے سے بھٹک گئے ہیں ؎

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

آپ گمراہ ہوں تو دوست پر اعتماد چھوڑ دیتے ہیں۔ جب کبھی اعتماد میں کمی محسوس

ہوتو سمجھنا کہ آپ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ آج کا انسان جب کسی ذات پر اعتماد نہیں کرتا' اس کو کسی فیض کا اعتماد نہیں ہوتا تو یہ سمجھ لو کہ وہ اپنے آپ میں کہیں غلطی کر بیٹھا اور سب سے انتہائی غلطی وہ ہے جس پر تعلق دینے والی ذات ناراض ہو جائے۔ وہ ناراض نہ ہوتو پھر گناہ کیا ہے۔ ایک نہ ایک ایسی غلطی ہوتی ہے جس پر وہ ذات ناراض ہوتی ہے۔ گویا کہ گناہ کس کو کہیں گے؟ وہ چیز جو اسے ناراض کردے۔ نیکی کسے کہیں گے؟ وہ چیز جو اسے خوش کردے۔ اب یہ ساری باطن کی داستان ہے اور اس میں بیان کی کوئی بات نہیں ہے۔ فارمولے کی عبادت اور فارمولے کا تعلق جنرل کیڈر میں آتا ہے کہ ایسے ایسے کرتے جاؤ' خیرات کرتے جاؤ' عبادت کرتے جاؤ..... ایسا عمل جو اُسے ناراض کردے' چاہے وہ حج کا عمل ہو' غلط ہے۔ اگر کوئی یتیم کے پیسے سے حج کر آیا تو گویا کہ اللہ کے دربار میں پہنچا کہ میں آ گیا ہوں۔ اللہ کہے گا کہ یہ تیری گستاخی ہے کہ تو میرے حکم کو Violate کر کے پھر میرے ہی پاس آ گیا۔ تو ایسی بات اللہ کی ناراضگی کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہ رضا مندی کا باعث بھی ہو سکتا ہے کہ انسان یہ کہے یا اللہ غلطی تو کی ہے لیکن پھر بھی تیرے پاس آئے ہیں۔ تو یہ دونوں صورتیں ہیں۔ پھر فیصلہ کیسے ہوگا؟ اگر آپ میں بخشش کا اعتماد قائم ہے تو پھر غلطی جو ہے وہ غلطی نہیں ہے اور اعتماد ٹوٹ گیا تو غلطی ہوگی۔ سب سے بُرا گناہ وہ ہے جو دعا سے اعتماد اُٹھا دے یعنی ایسا گناہ جس کے بعد آپ کا دعا پر اعتماد نہ رہے۔ تو یہ انتہائی گناہ ہے کہ جب آپ کا دعا پر اعتماد نہ رہے' اور ذہن میں دعا کی افادیت ختم ہو جائے' دعا کرنے کو طبیعت نہ چاہے' جب امین کہیں تو وہ گلے میں اٹک جائے..... تو یہ ہے بُرا گناہ' کہ جس کے بعد انسان دعا نہ کر سکے۔ تو گناہ وہ ہے جو دعا چھین لے

چاہے وہ تکبر کی عبادت ہو یا عبادت کا تکبر ہو۔ اگر مغرور آدمی میں عبادت کا یہ غرور ہو کہ وہ کہے کہ مجھے دعا کی کیا ضرورت ہے کیونکہ میں تو اپنا سارا حق ادا کرتا رہتا ہوں' نمازیں پڑھتا ہوں' حج کرتا ہوں' سارے کام کرتا ہوں..... اگر بادشاہ کو کہا جائے کہ رعایا کا خیال کرو اور وہ آگے سے جواب دے دے کہ میں تو حج بھی کر آیا اور عمرہ بھی کر آیا' نماز بھی پوری پڑھتا ہوں' زکوٰۃ بھی دیتا ہوں' سارے کام میں نے ٹھیک کیے ہیں' اب خوف کس بات کا؟ تو اس شخص نے کہا کہ رعایا کا بُرا حال ہے۔ بادشاہ نے کہا ہم تو عبادت کر رہے ہیں..... بادشاہ سے اس کی عبادت کا نہیں پوچھا جائے گا بلکہ بادشاہ سے رعایا کا حال پوچھا جائے گا۔ اگر رعایا کا حال بُرا ہے تو بادشاہ کی عبادت اس کے کام نہیں آئے گی۔ ہر آدمی کو اس کے شعبے میں جانچو۔ اسی طرح اگر کسی دفتر کا انچارج کہے کہ میں تو نیک ہوں مگر میرے نیچے سارے بُرے لوگ ہیں تو اس کے ماتحت میں جو بُرائی ہے وہ اثر کرے گی' نیکی اگر اثر نہیں کر سکی تو بُرائی اثر کرے گی۔ جس طرح نیک محفل میں نیکی پیدا ہوتی ہے اسی طرح بُری محفل میں بُرائی پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ نیک صحبت میں نہیں ہوں گے تو جب بُری صحبت میں ہوں گے تو برائی اثر کرے گی۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر تعلق قائم ہے' اعتماد قائم ہے تو پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ اگر اپنے آپ کو اللہ کے تقرب میں دیکھنا ہو تو پھر دیکھو کہ اعتماد ہے یا نہیں' اگر اس کے فضل پر اعتماد ہے تو سمجھو کہ زندگی ٹھیک جا رہی ہے۔ آج کا انسان اگر پریشان ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا اعتماد ٹوٹ گیا ہے۔ اگر انسان غور کرے تو پتہ چلے گا کہ وہ کتنے بزرگوں کے وسیلے سے یہاں تک آیا ہے' وہ اپنے آباواجداد میں دیکھے' ان میں کتنے بزرگ شامل ہوں گے' کتنے نیک لوگوں

نے نیکی کی دعا کرتے کرتے حالات کا قافلہ آپ تک پہنچایا۔ شاید اس وجہ سے آپ کی بخشش ہو جائے' آپ کے ماں باپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگتے آئے ہیں کہ ہماری اولاد پر رحم فرما۔ تو آپ اس اولاد کے حوالے سے یہاں تک آ گئے۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی اولادوں میں سے کوئی ایسا نیک نکل آئے جو کہے کہ ہمارے بزرگوں اور ہمارے ماں باپ پر رحم ہو۔ اس لیے اگر اولاد میں سے کوئی نیک ہو جائے تو ماں باپ کی فوری بخشش ہو جاتی ہے اور اولاد اگر گمراہ ہو جائے تو ماں باپ کی نیکی اولاد کے کام آ سکتی ہے۔ اس لیے اس بات کا دھیان کرنا کہ آپ اکیلے نہیں ہیں' آپ کے اوپر نگرانی کرنے والی بزرگوں کی روحیں ہیں اور آنے والی اولادوں کی کوئی نیکی آپ کے کام آ سکتی ہے۔ اس لیے آپ کبھی مایوس نہ ہونا' اللہ نے بار بار یہی کہا کہ کبھی مایوس نہ ہونا۔ گویا کہ ہر انسان ہر دوسرے انسان سے متعلق ہے۔ دنیا میں ہونے والا جرم شاید آپ کی ذمہ داری نکل آئے اور دنیا میں کہیں ہونے والی نیکی کا شاید آپ کو ثواب مل جائے۔ اگر اس دنیا میں کہیں نیکی ہو رہی ہو تو شاید اس دنیا میں ہونے کا آپ کو بھی فائدہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر راضی ہو جائے تو اردگرد کے لوگوں پر بھی رضا مندی ہو جاتی ہے۔ دولہا ایک ہوتا ہے اور ساری بارات کھانا کھاتی ہے۔ تو یہ بات ہی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک پر مہربان ہو تو باقیوں پر بھی مہربانی ہو جاتی ہے۔ داتا صاحبؒ یہاں پر ایک مرتبہ آئے اور وہاں آج تک قرآن شریف پڑھا جا رہا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان کے آنے کے دم سے آج تک وہاں قافلے جاتے ہیں جو نیکی کرتے اور قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ تو کسی ایک کے دم سے بے شمار نفوس کو فائدہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے کوئی پتہ نہیں ہے کہ کب کیا ہو جائے۔ ایک آدمی

اگر شکستہ کشتی پر بیٹھ کے رو رہا ہے تو کیا پتہ کہ دریا پار کرنے کا کب' کون سا سبب بن جائے اور ایک آدمی جو بڑے فخر سے بیٹھا ہوا ہے کیا پتہ کب اس کے آشیانے پر بجلی گر جائے۔ اس لیے یہ عجب کہانی ہے کہ آپ کی ہر چیز میں ہر دوسری چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو نہ کبھی Secure سمجھو اور نہ کبھی Insecure سمجھو یعنی نہ محفوظ سمجھو اور نہ غیر محفوظ سمجھو۔ بس اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ جب آپ کہتے ہیں کہ میں بہت محفوظ ہو گیا تو اگر پچھلے دور کو دیکھو تو ایک حکمران نے اپنے لیے سیکورٹی فورس بنائی تھی اور پھر انہی کی گواہی پر پھانسی کی سزا ہو گئی۔ تو سیکورٹی نے Insecure کر دیا' غیر محفوظ کر دیا اور یہ آج نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سے کرتی آ رہی ہے۔ سیکورٹی ہمیشہ Insecure کرتی ہے۔ اس لیے آپ سیکورٹی کی پرواہ نہ کرو بلکہ آپ اللہ کے فضل کی طرف رجوع کرو۔ تو آپ اکیلے نہیں ہیں۔ ایک دفعہ ایک بزرگ مسجد سے نکلے۔ راستے میں بارش کی وجہ سے پانی' کیچڑ تھا۔ وہاں سے ایک بچہ گزر رہا تھا۔ انہوں نے کہا ذرا دھیان سے گزرو' کہیں Slip نہ ہو جانا' پاؤں نہ پھسل جائے۔ وہ بچہ کوئی خاص تھا۔ اس نے کہا جناب میں پھسل گیا تو میں اکیلا ہی ہوں اور آپ اگر پھسل گئے تو ساری قوم پھسل جائے گی..... اس لیے فرض کرو آپ کا دل اندر سے ٹوٹا ہوا ہو' اعتماد ٹوٹ جائے تو پھر بھی بداعتمادی نہ پھیلانا تاکہ دوسرے کے ایمان میں خلل نہ آ جائے۔ کم از کم اتنی نیکی کر لو کہ اپنی بدی کی حالت کو دوسروں پر آشکار نہ کرو تاکہ ان کے شیشے نہ ٹوٹ جائیں۔ ایک بچہ اگر عبادت کر رہا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ نیکی ہے اور آپ یہ جانتے ہیں کہ جب آپ نے یہ کام کیا تھا تو کوئی فائدہ نہ ہوا تھا تو بچے کو یہ نہ کہو کہ اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ شاید آپ کے ناکام ہونے کی

اور بھی وجوہات ہوں۔ تو کسی کے نیک اعتماد کو اپنی بدگمانی سے مجروح نہ کرنا۔ کسی آدمی کا اعتماد نہ ٹوٹنے دینا۔ اگر کسی وجہ سے عمل نہیں ہو سکا تو اب گرفت ہو سکتی ہے' لہٰذا آپ اعتماد کی نیکی تو کریں۔ گرفت کا کبھی انتظار نہ کرنا بلکہ اللہ کے فضل کا انتظار کرنا اور یہ اس کا فیصلہ ہے' اس نے بتا دیا ہے کہ میرا فضل بہت زیادہ ہے۔ اس لیے یہ آپ کے سوال کا جواب ہے کہ کوئی آدمی اتنا بے حقیقت نہیں ہے کہ وہ اکیلا ہو' ہر آدمی جو ہے وہ آنے والی کئی نسلوں کا آغاز ہے' حرفِ آغاز ہے اور ہر آدمی گزری ہوئی کئی نسلوں کا حرفِ آخر ہے۔ یعنی کہ ایک طرف تو وہ درخت کا آخری پھل پھول ہے اور دوسری طرف وہ آنے والے درختوں کا بیج ہے۔ تو جو پھل ہے وہی بیج ہے۔ آپ نے گاڑی اگر نئی خریدی ہے تو پتہ نہیں سڑک کس نے بنائی' سڑکیں بنانے والے چلے بھی گئے لیکن سڑک آج بھی آپ کے استعمال میں ہے۔ تو آپ کو آسائش دینے والے پہلے لوگ تھے' بیماری آج پیدا ہوئی ہے اور ہسپتال دس سال سے قائم ہے۔ ان باتوں کو غور سے دیکھا کرو کہ آپ کی زندگی کو سہولت دینے کے لیے پہلے سے انتظام موجود ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ فطرت آپ کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ ہسپتالوں کے باوجود بیماری کا علاج نہیں ہوگا۔ لیکن ہر چیز آپ کے لیے پہلے سے موجود ہے۔ کتاب موجود ہے' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی کتاب بھیج دی ہے۔ ہدایت کی آپ کو آج ضرورت پڑی ہے اور کتاب پہلے سے موجود ہے۔ اگر کبھی آپ کا ذرا سا بھی اعتماد مجروح ہو جائے تو مایوس ہونے سے پہلے انتظار ضرور کرنا۔ مایوس نہ ہونا کیونکہ جب آپ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی راستہ نہیں ہے تو وہی وقت ہوتا ہے جب آپ کے لیے راستہ نکل آتا ہے' اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے۔ تو اس بات کا ضرور خیال رکھا

کریں۔

سوال:

یہ کیسے ہو جاتا ہے کہ بزرگ ہر سوال کا جواب دے دیتے ہیں؟

جواب:

ایک آدمی گھر میں بیٹھا تھا اور پھر اس پہ جنون سوار ہو گیا اور وہ جنگل میں چلا گیا۔ وہاں جا کے وہ بوٹیوں کا رس نکالنے لگ گیا۔ اس کو ضرورت نہیں تھی مگر یہ اس کا شغل تھا کہ یہ بوٹی کس افادیت کی ہے' یہ کس کام آتی ہے۔ تو وہ جو علم العقاقیر تھا وہ اس کا شوق بن گیا۔ ایک ایسا وقت آیا کہ اس نے ایک ایسی بوٹی دریافت کر لی جو ایک خاص قسم کے پھوڑے کے علاج کے کام آ سکتی ہے۔ تو بوٹی نے اس کو اپنے بارے میں علم بتا دیا۔ کافی عرصہ یہ علم اس کے کچھ کام نہیں آیا۔ کچھ عرصہ بعد اسے ایک آدمی ملا جس نے کہا مجھے ایک پھوڑا ہے جس کا علاج نہیں ہو رہا تو اُس نے کہا کہ میرے پاس اس کا علاج ہے۔ وہ جو اس نے علاج ڈھونڈا' وہ بغیر کسی بیمار کو دیکھے کا تھا' لیکن اس بوٹی کے لیے بیمار موجود ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اپنے ہیں کہ کسی پر علاج پہلے آشکار ہو جاتا ہے اور بیمار بعد میں نظر آتا ہے۔ ہر ڈاکٹر کو پہلے یہی علم دیا جاتا ہے اور مریض بعد میں آتا ہے۔ اسی طرح استاد پر جواب پہلے آشکار ہوتے ہیں اور سوالات بعد میں آتے ہیں۔ ڈاکٹر پر علم پہلے آشکار ہوتا ہے اور مریض بعد میں آتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کی ساری معاشیات والے اندازہ لگاتے ہیں کہ ورلڈ میں اب یہ سوال پیدا ہونے والا ہے۔ یہ معاملہ ہونے والا ہے' کہیں Plague ہو جائے تو کیا کیا جائے گا تو پھر اس کا علاج سوچ لیتے ہیں حتیٰ کہ Plague' طاعون آ جاتا ہے۔ اس لیے کچھ

لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ممکنہ بیماریوں کا ممکنہ علاج سوچتے رہتے ہیں حالانکہ بیماری ابھی آئی نہیں ہے۔ اس لیے کچھ اذہان ایسے ہوتے ہیں کہ وہ سوچتے ہیں کہ اگر ایسا سوال ہو تو کیا جواب ہوگا۔ وہ فرضی سوال ہوتا ہے لیکن سوچنے والے کو اس کا جواب مل جاتا ہے' پھر جب حقیقت میں وہ سوال آتا ہے تو وہ جواب دے دیتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں نے چاقو ساتھ لے لیا کہ کہیں سفر میں اس کی ضرورت نہ پڑ جائے۔ اُس وقت ضرورت نہیں تھی مگر بعد میں پڑ گئی۔ تو کچھ لوگ ایک چیز ساتھ لے لیتے ہیں اور پھر آگے جا کے اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ آپ کی رکھی ہوئی چیز کی آپ کو کبھی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ یہ آپ اکثر کرتے ہیں کہ مشکل وقت کے لیے پیسے بچا کے رکھتے ہیں اور پھر وہ مشکل وقت آ جاتا ہے' خود بخود ہی آ جاتا ہے۔ آپ کوئی بھی چیز رکھیں تو وہ ایک وقت میں کام آ جاتی ہے۔ انسان یہ کرتا رہتا ہے۔ یہ دُور اندیشی ہوتی ہے بلکہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ سوالوں کے جواب دینے کا علم دُور اندیشی سے نہیں ہوتا بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سب سوالات ہر ذہن میں نہیں آتے اور جہاں سے جواب آتے ہیں وہاں اگر تعلق نہ ہو تو پھر انسان اپنے سوالوں میں مبتلاء رہتا ہے' پریشان ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کا کسی کے ساتھ تعلق بن جاتا ہے تو اس کو سوالوں کے جواب بتا دیے جاتے ہیں اور اُسے آگہی دے دی جاتی ہے اور اُسے بتا دیا جاتا ہے **وعلم الادم اسماء کلھا** اسے بتا دیا جاتا ہے کہ کون سی چیز کیا ہے' اس کی افادیت کیا ہے اور اس کا علم کیا ہے۔ پھر اس کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور جب اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ اس علم سے اس کا جواب دے دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک آدمی بغیر کسی فوج کے لوگوں کو فتح کر لیتا تھا۔ سکندرِ اعظم آیا تو

بڑی فوج لے کے آیا' بابر آیا تو بڑا جتھہ لے کے آیا اور خواجہ غریب نوازؒ آئیں گے تو اکیلے آئیں گے۔ تو فاتح کون ہے؟ بابر فاتح ہے یا خواجہ غریب نوازؒ فاتح ہیں؟ تو فاتحِ ہند تو داتا صاحبؒ ہیں حالانکہ ساتھ فوج نہیں لائے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ کون سی فوج ساتھ لائے تھے جنود السمٰوٰت والارض ان کے ساتھ آسمان اور زمین کی فوجیں تھیں' لشکر ان کے ساتھ تھے۔ وہ اور بات ہے۔ تو طاقت صرف وہ نہیں جو نظر آئے بلکہ طاقت وہ بھی ہے جو نظر نہ آئے۔ ورنہ تو پردیس میں اکیلے جانا بڑی بات ہے' ہندوؤں کے دیس میں ایک آدمی پیدل سفر کرتا ہوا ایک گمنام بستی میں آ گیا اور خود گمنام ہونے کے باوجود ناموری بھی کی اور سارا کام بھی کر گیا۔ آج تو داتا صاحبؒ کا آستانہ موجود ہے' مزار ہے' آج تو یہ Known مزار ہے اور جب وہ آئے تھے تو ایک Unknown پردیسی آدمی تھے' شہر کی فصیل کے باہر آ کے بیٹھ گئے ہوں گے۔ پھر انہوں نے کیا کیا ہوگا؟ انہوں نے جو واقعہ کیا ہوگا وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل۔ کچھ لوگ گئے ہوں گے ان کے پاس اور پھر سوال جواب ہوئے ہوں گے۔ کچھ لوگ پہچان گئے ہوں گے اور جب پہچان ہوگئی تو پھر اللہ کا علم ہے' اللہ کی باتیں ہیں اللہ کی مخلوق کے لیے۔ اللہ کی بات اللہ کی مخلوق پر نافذ ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ لوگ اپنے ساتھ کبھی لشکر نہیں لے جاتے بلکہ اعتماد کو لے جاتے ہیں اور اعتماد کو Rehabilitate کرتے ہیں' یقین لے کے آتے ہیں اور یقین پیدا کرتے ہیں۔ ان کا اتنا سارا کام ہوتا ہے اور یہ کام بہت بڑا کام ہوتا ہے۔ تو اپنے آپ میں یقین کرو' اپنے ہونے میں شک نہ کرو۔ یہ نہ کہنا کہ ہم کیا ہیں' انسان کیا ہیں' یہ انسان کے بچے کیڑے مکوڑے ہیں..... ایسا نہ کہنا کیونکہ ایسا نہیں ہے۔ ہر انسان آنے والی

پوری نسلوں کا حرفِ آغاز ہے۔ اس لیے اپنے آپ پر اعتماد کرو۔ اپنے ہونے کو حادثہ نہ سمجھو' اچانک کچھ نہیں ہوتا' اگر اچانک بات ہوتی تو ہر شخص اچانک موت سے بچ جاتا لیکن ایسا نہیں ہے' یہ Haphazard نہیں ہے بلکہ بڑے حساب کے ساتھ ہے۔ تو جب اللہ کا فضل ہوتا ہے تو جہاں کہیں سوال پیدا ہو رہا ہے وہاں پر اس کا جواب آ جاتا ہے۔ یہ قافلہ جب چلتا ہے تو اس شخص کے پاس انتظام ہوتا ہے جو قافلے کو چلاتا ہے۔ جب کسی کو پیٹ میں درد ہو تو آپ کیا کریں گے؟ آپ کہیں گے کہ اس کے لیے چورن رکھا ہوا ہے۔ تو پیٹ کا درد سوال ہے اور چورن اس کا جواب ہے۔

سوال:

آج کل ہر طرف گمراہی پھیلی ہوئی ہے تو پھر اللہ کو ہم کیسے جان سکتے ہیں اور ایمان کو کیسے قائم رکھیں؟

جواب:

صرف خدا کو ماننے سے عبادت پوری نہیں ہو جاتی' خدا کو تو اور بہت سارے لوگ مانتے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے حوالے سے مانیں۔ خدا تو ساری کائنات کا ہے' ماننے والوں کا بھی اور نہ ماننے والوں کا بھی' وہ تو ہر ایک کو پالے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کو کیسے مانتے ہیں؟ جیسے ہمیں حضور پاک ﷺ نے بتایا۔ یہ ایک انسان نے بتایا ہے ورنہ تو آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا Direct Communication براہِ راست رابطہ نہیں ہے۔ یہ بتانے والی حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اور پھر انسان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہی آپ کی عبادت ہے۔ اللہ کو صرف

حضور پاک ﷺ جانتے ہیں' اللہ ان کو جانتا ہے اور ہمیں جو راستہ بتایا گیا ہے ہم نے اس راستے پر چلنا ہے۔ راستے کی آپ کو اطلاع مل گئی ہے کہ یہ راستہ ہے۔ اب اس میں تحقیق کی کوئی بات نہیں ہے کہ ہم خدا کو اس طریقے سے مانتے ہیں۔ اگر آپ اسلام کو مانتے ہیں اور حضور پاک ﷺ کو پیغمبر آخر الزماں مانتے ہیں تو جو آپؐ نے فرمایا ہے اس پر چلنا چاہیے۔ اس میں تحقیق کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ تسلیم کی بات ہے۔ تحقیق تو آپ دنیا کی کریں جسے آپ تسلیم کرتے ہیں۔ تو اللہ کی تحقیق نہیں کرنی کیونکہ اللہ آپ کی تحقیق میں نہیں آ سکتا' وہ تو خالق ہے' مخلوق اس کی کیا تحقیق کرے گی۔ تو آپ خالق کو تسلیم کریں اور جو اس نے کہا وہ مان لیں اور کر ڈالیں۔ تحقیق کے لیے باقی بہت ساری دنیا پڑی ہوئی ہے' کائنات کو دیکھیں۔ جب آپ اس کے قریب ہو جائیں گے تو پھر پتہ چل جائے گا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ تو اللہ کا فرمان ہے کہ کائنات کو دیکھو' اور غور سے دیکھو' کیا اس میں تمہیں کوئی نقص نظر آیا' اب دوبارہ آنکھ اُٹھا کے دیکھو' پھر اپنی Littleness کو دیکھو کہ تم کتنے چھوٹے انسان ہو اور میں کتنا بڑا ثبوت لے کے بیٹھا ہوں۔ کائنات کے تخلیق کرنے کا دعویٰ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہے اور یہ کسی انسان کا دعویٰ نہیں ہے۔ تو یہ صرف اللہ کا دعویٰ ہے۔ یہ صرف ایک خدا کا دعویٰ ہے اور ایک خدا کا اعلان ہے' تو جس کا یہ دعویٰ ہے وہ کہتا ہے کہ یہ کائنات غور سے دیکھو' پھر دیکھو' جو میں نے بنائی ہے' میں تمہارا اللہ ہوں اور یہ ہمارے پیغمبرؐ ہیں' تم انسانوں میں سے ہیں' ان کے ذریعے تم اس راستے پر چلو تو پھر تم میرے فضل کے پاس آ جاؤ گے۔ لوگ تو اس زمانے میں بھی گمراہ تھے جب آپؐ تھے' کافر تو حضور پاکؐ کے زمانے میں بھی تھے۔ کافر تو رہے گا۔ اور مومن آج بھی رہے گا۔ آج کل کا زمانہ

جس کو آپ جوانوں کا یا ڈسکو کا زمانہ کہہ رہے ہیں اس زمانے میں ماننے والے بے شمار ہیں۔ جو یہ جواز پیش کر رہا ہے کہ آج کل کے زمانے میں سارے لوگ گمراہ ہیں تو دراصل گمراہ ہونے کی تمنا اس شخص کے اپنے اندر ہے۔ اگر سارے گمراہ ہیں تو تم راہ پر آ جاؤ۔ خوبی پیدا ہونے کا زمانہ وہی ہوتا ہے جس زمانے میں خوبی نہ ہو۔ اب یہ آپ کا وقت ہے' موقع ہے کہ اگر سارے گمراہ ہیں تو آپ راہ پر آ جائیں۔ یہ بڑی نیکی کی بات ہے۔ اگر سارے بدی کر رہے ہوں اور آپ تھوڑی سی نیکی کریں گے تو یہ بڑی بات ہے۔ تو اب وقت ہے نیکی کرنے کا جب کوئی نیکی نظر نہ آئے۔ یہ نہ کہنا کہ سارے گمراہ تھے تو پھر میں بھی ان جیسا ہو گیا' سارے جھوٹ بول رہے تھے تو میں بھی جھوٹ بولنے لگا۔ اس لیے یاد رکھنا کہ جس زمانے میں گمراہی زیادہ ہو اس زمانے میں چھوٹی نیکی بھی بہت بڑا نتیجہ دے گی۔ تو آج کل کے زمانے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر بدی نہ کریں تب بھی نیکی ہے۔ تو بدی نہ کرنا بھی نیکی ہے۔ اگر اس راستے کی بات سمجھ نہیں آتی اور آپ مان گئے ہیں تو یہ بڑی نیکی ہے۔ تو ایمان والا کہتا ہے کہ میں جو بات سمجھ گیا ہوں وہ مان گیا ہوں اور میں نے جو چیز نہیں سمجھی وہ بھی میں مان گیا ہوں۔ ایسا شخص ایک فقرہ دہرایا کرتا ہے کہ ''میں جس کو جانتا ہوں میں اسے نہیں مانتا اور جس کو نہیں جانتا اُسے میں مانتا ہوں''۔ یہ فقرہ اگر کوئی کہہ دے تو یہ کافی ہے۔ اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو آپ ماننے والے کو جاننا ناں اور جاننے والے کو ماننا ناں۔ جس کو آپ جان رہے ہیں اُسے نہ مانیں کیونکہ وہ غیر ہے اور جس کو آپ جان نہیں سکتے اُسے اس طرح مانتے جائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے بتایا ہے۔ یہ کبھی نہ کہنا کہ ''میں پہچان گیا'' اور یہ کہ ''اللہ کو میں

نے پہچان لیا''۔ اللہ کو پہچان نہیں سکتے' تحقیق سے اللہ کو کیسے پہچان سکتے ہیں' تسلیم سے اللہ کو مان سکتے ہیں۔ یہ وہ اللہ ہے جو دلوں کے قریب رہتا ہے اور انسان سے دُور رہتا ہے۔ تو وہ اللہ ہے جو دل کے قریب ہے اور بندے سے دور ہے' شہ رگ سے قریب ہے اور انسان سے دُور ہے۔ اب یہ خاص واقعہ ہے اور سمجھنے والی بات ہے کہ قصہ کیا ہے۔ یہ بات عمل کرنے سے سمجھ آ جائے گی' ورنہ سمجھ نہیں آئے گی۔ پیغمبروں کے واقعات سے بات سیکھا کرو۔ پیغمبروں کو سخت واقعات بھی پیش آئے' مشکل زمانے بھی آئے لیکن کسی پیغمبر نے نہ مایوسی کی اور نہ بددلی کی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کیا پیغمبر ہیں کہ اتنا مشکل واقعہ آپ کے ساتھ ہو گیا' مثلاً ان کا بیٹا جدا ہو گیا' یعقوبؑ کو بیٹا نہیں مل رہا تھا۔ تو لوگوں نے کہا آپ ابھی تک اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہی تو خوبی ہے کہ ہمارے ساتھ اگر اللہ کی طرف سے کوئی سخت واقعہ بھی آ جائے تو بھی ہماری تسلیم میں فرق نہیں پڑتا..... تو وہ ہیں پیغمبر..... تو آپ بھی اس طرح فیصلہ کیا کریں کہ حالات کی وجہ سے آپ کا خیال نہ بدلے' اعتماد نہ بدلے' اپنے ایمان کو حالات کے ساتھ مشروط نہ کرنا۔ حال کچھ بھی ہو' ایمان ایک ہونا چاہیے۔ اگر غریب ہو جائیں تو بھی آپ مسلمان ہوں' امیر ہو جائیں تب بھی مسلمان' صحت ہو تب بھی مسلمان' بیمار ہو جائیں تو بھی مسلمان۔ چاہے جو حالات ہوں' وہ جس حال میں رکھے ہمیں راضی ہونا چاہیے۔

سوال:

وہ شخص جو دوسرے ماحول میں یا مذہب میں پیدا ہوا ہو تو وہ حساب کے وقت کہہ سکتا ہے کہ میرا اس میں کیا قصور ہے؟

جواب:

ہوا یہ کہ اسلام کو ابلاغ بنانے والوں نے اپنے اسلام کی تبلیغ کے دوران ان لوگوں کو ساتھ ملانا چاہا جن کی طرف سے آپ یہ سوال کر رہے ہیں۔ یہاں پر ہم ان لوگوں کا تذکرہ تو نہیں کر رہے جو دوسرے مذاہب کے ہیں بلکہ اسلام میں ٹریننگ کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ اللہ کریم ان لوگوں کو روزِ جزا کیا کہے گا۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ روزِ جزا ہوتا کیا ہے۔ روزِ جزا ایک ایسا دن ہے جس دن آپ کے اعمال اپنے دنیاوی اور فوری نتیجے کے علاوہ ایک مابعد کا نتیجہ برآمد کریں گے۔ اس کو ہم روزِ جزا کہتے ہیں۔ مثلاً ایک غلطی یہاں کی' کوئی گناہ کیا تو کچھ تو یہاں پر سزا بھگت لی گئی اور باقی آگے جا کے ہوگی' یہ اُن غلطیوں کی ہوگی جو یہاں پکڑی نہیں جاتیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ جزا کا تصور کس نے دیا۔ اسلام نے۔ اب آپ اسلام کو ماننے کے بعد جزا کا ذکر کر رہے ہیں اور اگر آپ اسلام کو نہیں مانتے تو پھر آپ کے لیے روزِ جزا ہے ہی نہیں۔ پھر تو مُردے کو جلا دیا جائے اور بات ختم ہوگئی۔ آپ نہ ماننے والے کے لیے' کافر کے لیے ایک فرضی روزِ جزا کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ فرض کر رہے ہیں کہ وہ جب روزِ جزا میں خدا کے رُوبرو ہوگا تو سوال کرے گا۔ اس کے نزدیک تو روزِ جزا ہے ہی نہیں' جس کے لیے آپ تشویش کر رہے ہیں۔ روزِ جزا مسلمان کے لیے ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا ذکر ضرور کرنا ہے تو پھر مسلمانوں کے اسلام نے اس کا ذکر کر دیا کہ اس کے لیے ہم نے دوزخ رکھی ہے۔ اب ایسے سوال جواب کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اسلام نے کہہ دیا کہ اس کے لیے دوزخ ہے۔ اب آپ کی طرف سے اس کا سوال ہو رہا ہے اور وکالت ہو رہی ہے۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ

شیطان کا کیا قصور ہے..... یہ بات دراصل اس لیے ہے کہ آپ مسلمانوں کے ایمان کی کمزوری کے اندر کافر بیٹھا ہے ورنہ اس کا فیصلہ تو اللہ جانے' اللہ جانے اور کافر جانے۔ آپ نے تو اسلام کو مان لیا ہے اور اسلام نے بتایا ہوا ہے کہ اللہ کافروں کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب یہ سوال آپ کر رہے ہیں' کافر تو یہ سوال کرے گا نہیں کیونکہ وہ بات مانتا نہیں کہ مرنے کے بعد اللہ کے رُوبرو پیش ہونا ہے اور میری جواب دہی ہونی ہے۔ آپ اس کو اس کے حال پہ چھوڑیں۔ کافر ہونا ہی اس کی دوزخ ہے۔ آپ کو یہ جو جنت عطا کی گئی ہے اس پہ خوش ہوں۔ لیکن آپ کو اس کی طرف سے تشویش ہو رہی ہے' قاضی جی دُبلے کیوں ہو گئے؟ شہر کا اندیشہ ہے۔ وہ لوگ تو خوش ہیں۔ آپ بھی خوش رہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر اُسے معاف کر دے تو کر سکتا ہے۔ اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے لیے وہ کافر ہے' یہ یاد رکھنا کہ اس نے آپ کے دین کو نہیں مانا' اس لیے اس کے ساتھ رابطہ نہ رکھنا' وہ آپ کو کبھی بھی خوشگوار تعلق نہیں دے گا۔ اگر آپ کو کوئی کافر اچھا لگتا ہے تو اس کو اپنا دین دے کے فلاح میں داخل کر لو۔ اور اگر آپ اُسے دین میں داخل نہیں کر سکتے تو اپنی کمزوری پہ خاموش ہو جاؤ۔ یہ جو کفر ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا ہے..... یہ آپ کا اپنا ہوتا ہے۔ اور وہ شخص دراصل یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ ہمارے ماحول کی وجہ سے ہم سے عبادت میں جو کمی بیشی ہو گئی ہے کیا اللہ اس کو معاف کرے گا کہ نہیں کرے گا۔ تو وہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میرا عمل میرے ماحول کی پیداوار ہے۔ تو سوال دراصل یہ ہے۔ کافر نے تو یہ سوال نہیں کیا' وہ کیسے سوال کرے گا' جو خدا کو نہیں مانتا وہ خدا سے کیا سوال کرے گا۔ وہ تو اس وقت یہ کہے گا کہ عجیب بات ہے یہ خدا کہاں سے آ گیا' دنیا میں تو یہ تھا ہی نہیں۔

صرف آپ کو اللہ نے اپنی بات بتائی ہے۔ اللہ نے یہ بھی بتایا ہوا ہے کہ کافروں کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ یہی اسلام ہے۔ کافر جو ہے اس کا Code اور ہے' Ethics اور ہیں' وہ آپ کو سمجھ نہیں آسکتے جب تک آپ کافر نہ ہوں۔ اور کافر کو اسلام سمجھ نہیں آسکتا جب تک وہ مومن نہ ہو۔ تو آپ اپنے اسلام کو سمجھیں۔ اس طرح آپ کو سہولت ہو جائے گی۔ آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ آپ سے کیا پوچھا جائے گا۔ آپ اپنی جان بچائیں ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا' افراتفری کا عالم ہوگا' اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ اس وقت کوئی پوچھے کہ فلاں کا کیا بنے گا تو وہ کہے گا پتہ نہیں کیا بنے گا' مجھے تو اپنا پتہ نہیں ہے کہ میرا کیا بنے گا۔ تو آپ یہ شعور حاصل کریں کہ میرے ساتھ کیا بنے گا' جس کو میں نے مانا ہے کیا میں اس کے قریب بھی ہوا کہ نہ ہوا..... لوگوں نے سرسری مانا ہے' بڑی مشکل سے مانا ہے اور کہیں یہ نہ ہو کہ یہاں پر کافروں جیسی زندگی نہ ملے اور وہاں آگے مومنوں جیسا تعلق نہ ملے..... آج کل کا مسلمان بہت پریشان ہے کہ اُسے کافر جیسی آسائشیں بھی نہ ملیں اور مومنوں جیسا صحیح تعلق بھی نہ ملا..... تو آج کل کا مسلمان بڑی دِقت میں ہے۔ اور یہ دِقت ہماری ہے' کافر کی نہیں ہے۔

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے گناہ کی معافی دے دی ہے۔

جواب:

جب معافی مل جائے تو وہ گناہ یاد نہیں رہتا' معافی کا ثبوت ہی یہی ہے کہ جب کبھی توبہ قبول ہو جائے تو وہ عمل دوبارہ سرزد نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ ہے کہ اُس عمل کی یاد نہیں رہتی' تو توبہ کے قبول ہونے کا یہی ثبوت ہے۔ جو انسان

توبہ نہیں کرتا وہ ایک کیے ہوئے گناہ کو یاد کر کے اپنے خیال میں وہ گناہ جاری رکھتا ہے اور اس طرح اُس گناہ کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ کیونکہ اُس نے توبہ نہیں کی اس لیے گناہ کا یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ اپنے خیال میں کسی برے وقت کو اچھے انداز سے یاد کرنا دراصل برائی کی استقامت ہے یعنی کہ کسی گناہ کو یا عہدِ گناہ کو مسرت کے ساتھ یاد کرنا ایسے ہے جیسے گناہ کا استقرار جاری ہو۔ پھر جب انسان توبہ کرتا ہے تو توبہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ اُس کو گناہ برا لگتا ہے اور خاص طور پر اُس گناہ کا اپنی فردِ عمل میں ہونا بہت برا لگتا ہے یعنی کہ یہ اُس کے عمل میں ریکارڈ ہو گیا ہے تو اُسے یہ بہت برا لگتا ہے۔ پھر انسان یہ چاہتا ہے کہ اُس گناہ کو مٹایا جائے اور جب توبہ قبول ہو جاتی ہے تو اُس گناہ کا خیال ختم ہو جاتا ہے۔

سوال:

زندگی کے مسائل بھی بڑے اہم ہیں تو پھر ان کی موجودگی میں ہم اپنے دین کا سفر کیسے طے کر سکتے ہیں؟

جواب:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انسان غور نہیں کرتا کہ دہر میں' اسی دنیا میں اور زمانے میں ایک ایسا وقت تھا جب وہ کوئی قابل ذِکر شے نہیں تھا۔ You were not even a thing mentioned. یعنی کہ تم Mentionable نہیں تھے' قابل ذکر نہیں تھے۔ اب اللہ نے آپ سے یہ جو کہا ہے اس پہ غور کریں کہ آپ کو اس دنیا میں معرضِ وجود میں لانے سے پہلے آپ کے وجود کا تذکرہ نہیں تھا' آپ کو کوئی جانتا نہیں تھا' یہ پتہ نہیں تھا کہ آپ آئیں گے کہ نہیں آئیں گے' یہ دنیا آپ کے آنے سے پہلے آباد تھی اور چل رہی تھی' اور اس دنیا میں تم شئے مذکور نہیں

تھے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تم شئے مذکور نہیں رہو گے۔ تو یہ جو تھوڑی Duration ہے' عرصہ ہے' جسے آپ لائف کہہ رہے ہیں اس میں اللہ نے آپ کو قابلِ ذکر انسان بنایا' تو آپ اِسے اللہ کا احسان مانیں۔ تو یہی عرصہ ہے جس سے پہلے آپ کا ذکر نہیں تھا اور پھر آپ کو قابلِ ذکر انسان بنایا گیا اور پھر اس کے بعد آپ کا تذکرہ نہیں ہوگا۔ تو یہ جو عرصہ ہے اس میں یا تو آپ انکار کریں گے یا پھر آپ ماننے والے بن جائیں گے۔ اگر آپ اس احسان کو ماننے والے بن گئے تو پھر آپ کے لیے فلاح ہے ورنہ آپ کو دنیا کا میلہ دیکھنے کے لیے یہ جو اتنا عرصہ ملا ہے اگر آپ نے اس میں گستاخی کی اور کفر کیا تو پھر آپ اللہ کے رحم سے محروم ہو جائیں گے۔ تو اس عرصے کے لیے آپ کو اس لیے بھیجا گیا ہے یعنی یہاں بھیجا گیا ہے اور پھر آپ کو واپس بلا لیا جائے گا۔ اگر آپ دنیا کا یہ میلہ خوشی کے ساتھ دیکھ رہے ہیں' شکر کے ساتھ دیکھ رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے اور اگر گلہ کرتے جا رہے ہیں تو پھر یہ آپ کے لیے دِقت والی بات ہوگی۔ بس یہ عرصہ تھوڑا سا ہے۔ آج انسان کہتا ہے کہ میں کیسے جاؤں گا' میں یہ گھر کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ تو یہ بات یاد رکھنا کہ ایک دن آپ نے یہ سب چھوڑ کے چلے جانا ہے یعنی جس چیز کو آپ نہیں چھوڑ سکتے اُسی چیز کو چھوڑ کے چلے جائیں گے۔ جب دفتر میں آپ کسی آدمی سے کہیں کہ ذرا باہر آنا تو وہ کہتا ہے کہ بڑی مصروفیت ہے' دفتر کو میں چھوڑ نہیں سکتا' یہ فائل پڑی ہے' اس کو میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ اور پھر ایک دن وہ سارا دفتر چھوڑ کے آ جاتا ہے' جن کے بغیر زندگی نہیں گزرتی تھی اُن بندوں کو چھوڑ کے آ جاتا ہے۔ جس طرح گھر میں ایک بچی ہوتی ہے جو گڑیا کے ساتھ کھیلتی رہتی ہے تو پھر ایک دن وہ گڑیا کو بھی اور ماں باپ کو بھی چھوڑ کر سسرال چلی جاتی ہے'

اسی طرح انسان سب کو چھوڑ کے چلا جاتا ہے' جس کو وہ نہیں چھوڑ سکتا اُسی کو تو چھوڑ کے چلا جاتا ہے۔ اس وقت یہ سمجھتا ہے میں یہ سب کچھ چھوڑ نہیں سکوں گا حتیٰ کہ اُس چارپائی کو بھی چھوڑ جائے گا جس پہ وہ سوتا ہے۔ تو جن چیزوں کے بغیر آپ کا وقت نہیں گزرتا آپ نے اُن سب چیزوں کو چھوڑ کے چلے جانا ہے۔ اس لیے ان چیزوں کے دم سے اپنے خیال کو خراب نہ کرنا۔ آپ کے واقعات' آپ کی ضرورتیں' آپ کی افادیتیں اور آپ کی اولادیں' ان سب کو آپ نے چھوڑ دینا ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ فلاں چیز بڑی اہم ہے مگر آپ کے جانے کے بعد کوئی قیامت نہیں آئے گی۔ کیونکہ آپ پہلے بھی نہیں تھے اور پھر کچھ عرصہ بعد بھی نہیں ہوں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شئی مذکورا تو آپ قابلِ ذکر نہیں تھے اور اللہ نے تھوڑے عرصے کے لیے آپ کو قابلِ ذکر بنایا اور پھر آپ Nothing کے Nothing ہو جائیں گے۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو کوئی بہت بڑی چیز نہ سمجھ لینا کیونکہ یہ صرف اللہ کا فضل ہی ہے کہ اُس نے آپ کو قابلِ ذکر بنایا جب کہ اس سے پہلے آپ نہیں تھے۔ پھر انسان پوچھتا ہے کہ مرنے کے بعد کیسا ہو جاؤں گا۔ جیسا وہ مرنے سے پہلے تھا۔ تو Post-humous life ویسی ہو گی جیسے کہ Prenatal لائف تھی یعنی کہ مرنے کے بعد زندگی ویسی ہو گی جیسے قبل از پیدائش تھی۔ جب وہ ہو چکا تو یہ بھی ہو جائے گا' آپ Nothing سے پھر Nothing ہو جاؤ گے۔ ان دو Nothings کے درمیان آپ Something ہیں لیکن Everything نہیں ہیں۔ بس یہ یاد رکھنا کہ آپ ذرا کچھ ہیں لیکن سب کچھ نہیں ہیں۔ آپ سوچو کہ دو Nothings کے درمیان کیا Thing ہو گی' دونوں طرف تو Nothing ہے اور جو

درمیان میں چیز ہے وہ بھی Nothing ہو لی۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیدائش سے پہلے ایک خواب تھا' نیند کا عالم تھا' نیند کی زندگی تھی اور مرنے کے بعد پھر سو جائیں گے۔ تو دو سونے کے وقفوں کے درمیان کا عرصہ بھی تو خواب ہی ہوتا ہے۔ اور اگر پہلے بیداری تھی اور مرنے کے بعد پھر بیداری ہو گی تو پھر یہ زندگی نیند کا عالم ہے اور یہ حقیقت تو نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ آدھی سے زیادہ زندگی موت میں رہتے ہیں یعنی نیند کے عالم میں رہتے ہیں۔ ایک تو نیند کے عالم میں رہتے ہیں اور پھر ایسی چیز حاصل کرتے ہیں جس کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ چاہے وہ نیند ہی ہو' کھانا ہو' مہمان ہو' سب کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر آپ کے گھر میں بیٹی اور داماد آ جائیں اور چار دن سے زیادہ رہ جائیں تو آپ کو مشکل پڑ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بیٹی کا اپنا گھر ہوتا ہے۔ آپ ہر چیز سے تنگ آ جاتے ہیں۔ اس طرح آپ Nothing ہوتے جاتے ہیں۔ آپ کی آدھی سے زیادہ زندگی اسی Nothing میں گزر جاتی ہے اور پریشانی میں گزر جاتی ہے۔ اور آپ ذرا غور سے دیکھیں کہ اس سارے کارخانے میں آپ اتنے ہیں جتنا آپ کا خیال ہے۔ چاہے جتنا بڑا غم ہو وہ آپ کی نیند تک ہے کیونکہ پھر آپ سو جاتے ہیں۔ وہ جو غم والا تھوڑی دیر پہلے بڑا واویلا کر رہا تھا کہ مجھے بڑا غم مل گیا' قیامت خیز غم مل گیا' حادثہ ہو گیا اور پریشانی ہو گئی..... اور پھر کہتا ہے کہ مجھے نیند آ رہی ہے' تم چپ کر کے بیٹھو۔ اس کے غم میں دوسرے رونے لگ گئے تھے اور خود اُسے نیند آ گئی۔ گویا کہ غم بھی نیند تک ہوتا ہے' پریشانی بھی نیند تک ہوتی ہے' پھر انسان کو نیند آ جاتی ہے۔ آپ روز جنازے دیکھتے رہتے ہیں اور تعزیت کرنے جاتے ہیں۔ اور جنازے کے دوران ہی لوگ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ دیگ کب پکے گی' قل

شریف کب ہوں گے اور اس طرح غم والے کا خیال اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے۔ تو انسان کا غم بھی لازوال نہیں ہے۔ پھر ایک اور چیز بڑے غور سے دیکھنے والی ہے' آپ کا جو علم ہے وہ زیادہ تر موت کا علم ہے' آپ کی جتنی یادیں ہیں' سب موت ہیں۔ گزرا ہوا سارا واقعہ' بزرگ' یہ سب موت ہے یعنی کہ آج سے پہلے جتنے گزر گئے یہ موت ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کی زندگی کیا ہے؟ آنے والا وقت ایک وہم ہے' پتہ نہیں آئے گا کہ نہیں آئے گا۔ گزرا ہوا زمانہ مر چکا ہے۔ تو زندگی یہ ہے جو بیٹھی ہوئی ہے' موجود ہے۔ اب پریشانی کس بات کی؟ گزرا ہوا زمانہ' آپ کے ابا حضور' آپ کا گاؤں' یہ سب موت ..... جو تھا' وہ سارا موت ..... بزرگوں کا فیض جاری ہے' یہ آپ کی عقیدت ہے لیکن وہ زندگی سے تو پردہ کر گئے ہیں۔ آپ کا علم جو گزرے ہوئے واقعے کا تھا وہ ختم ہو گیا' آنے والا واقعہ آئے کہ نہ آئے' کیا پتہ ..... ان دونوں کے درمیان زندگی ہے جو آپ سمجھتے ہیں کہ بڑی اہم شے ہے' اسے آپ چھوڑتے نہیں ہیں' رشوت کے پیسے ہوتے ہیں مگر پھر بھی خیرات نہیں کرتے۔ کم از کم رشوت کے پیسے تو خیرات میں خرچ کر دو..... ایک تو ناجائز پیسہ رکھتے ہو اور پھر بخیل ہو..... یہ بات معاف نہیں ہو گی۔ حرام کی کمائی اس طرح سنبھال کے رکھی ہوئی ہے جیسے حلال کی کمائی ہو۔ رشوت کے پیسے کا ایک فائدہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہیں سخی بنا جائے مگر رشوت کے پیسے نے تمہیں بخیل بنا دیا۔ یہ دُہری بربادی ہے کہ ایک تو رشوت لے لے' پھر بخیل ہو گیا۔ یہ بڑے ظلم کی بات ہے..... یہ جو گزرے ہوئے اسماء ہیں' حضور پاک ﷺ کا نام اور بزرگوں کا نام ہے' تو آپ نے یہاں سے جانا اُن کے پاس ہے جن کے پاس زندگی ہے۔ اس طرح یہ آپ کے لیے بچت کی ایک راہ ہے۔ اگر آپ امام

غزالیؒ کو پسند کرتے ہیں تو اللہ کرے جلد اُن کے پاس پہنچ جاؤ۔ اگر امام غزالیؒ کو پسند کرتے ہیں تو یہ کیا جمع کیا ہوا ہے جو حال کی چیزیں ہیں۔ تو پھر یہ زندگی رکاوٹ ہے اور حجاب ہے۔ اب جو شخص حجاب رکھ کے پردے کے باہر کی چیزوں کو پسند کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ ایسا شخص رہتا ادھر ہے اور جانا اُدھر چاہتا ہے۔ ایسے شخص کو کہیں کہ ابھی سے جنت میں چلے جاؤ تو وہ کہے گا کہ ابھی ٹھہر جاؤ' ابھی کیا جانا ہے' ابھی یہاں رہنے دو۔ وہ کہتا ہے کہ میری زندگی بڑی پریشان ہے۔ اگر اُسے کہیں کہ اِسے چھوڑ دو تو وہ کہے گا یہ چھوڑی نہیں جاتی۔ گویا کہ یہ سارا بیان کا ایک فیشن ہی ہے ورنہ بات کچھ اور ہی ہے۔ انسان یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا اور جب اُس کو یہاں سے نکالا جائے گا تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ یا تو پھر آپ واقعی جن کو یاد کرتے ہیں اُن کے پاس پہنچنے کی جلدی کریں' کیا آپ کو اپنے والد اپنی اولاد سے زیادہ اچھے نہیں لگتے۔ اولاد کے پاس رہنا یہ زندگی ہے اور ماں باپ کے پاس جانا وہ زندگی ہے۔ اب مرجانے میں کیا دِقت ہے کہ یہاں رہیں تو اولاد کے پاس اور وہاں جائیں تو ماں باپ کے پاس۔ مگر آپ کو اس طرح ماں باپ اچھے نہیں لگتے..... تو آپ اپنے علم سے اس لیے پریشان ہوتے ہیں کیونکہ آپ بات سمجھتے نہیں ہیں۔ اسلام نے جو کچھ بتایا ہے وہ آپ کو بتایا ہے۔ آپ اسلام سے باہر ہو کے اسلام کی بات نہ سوچنا۔ اللہ سے آپ فریاد کر سکتے ہیں' پوچھ سکتے ہیں۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ تو نے کافر کیوں بنائے ہیں۔ پھر تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ یارب العالمین تو نے یہ چھپکلی کیوں بنائی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابھی ابھی چھپکلی یہ کہہ رہی تھی کہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کو کیوں بنایا ہے۔ تو بات تو اتنی ساری ہے۔ یہ بتانا بڑا مشکل ہے کہ

کون کس کے لیے کیا ہے؟ ہر چیز ہر دوسری چیز کے لیے افادیت رکھتی ہے۔ چھوٹا سا ایک چوہا جو ہوتا ہے وہ آپ کے لیے بیکار سی چیز ہے مگر کسی بلی سے پوچھو کہ یہ کیا ہے' اُس کے لیے تو پوری تازہ ڈش ہے' بڑی Ceremony ہے۔ اس لیے ہر چیز کی اپنی افادیت ہے۔ کافر کا ہونا تو آپ کے لیے تھا کہ آپ اس کو مومن بنائیں' آپ نے اس کو مومن تو نہ بنایا اور اس کی طرف سے سوال کرنا شروع کر دیے کہ یہ جو کافر ہے اس کو کیوں کافر رہنے دیا گیا ہے..... اس کو تو آپ نے کافر رہنے دیا ہے۔ کیونکہ آپ کو اسلام پر پورا بھروسہ نہیں تھا' یقین نہیں تھا' اس لیے آپ نے کافر کا جواز پیش کر دیا۔ کافر کا کافر رہ جانا آپ کے اپنے اسلام میں شک کی بات ہے۔ آپ اسلام کے شک سے نکل جائیں تو کافر کیا چیز ہے۔ یہ کافر ہی تو اسلام کی خوراک ہے' مگر آپ لوگ تو رشوت کھاتے ہیں' اس لیے کافر کو نہیں کھا سکتے۔ ورنہ جب خواجہ غریب نوازؒ آئے تھے تو یہ سارے لوگ کفر کی طرف تھے' یہ سارے کافر و برہمن آپ ہی لوگ تھے' خواجہ صاحبؒ آئے تو سارے مومن ہو گئے' داتا صاحبؒ آئے تو سارے مومن ہو گئے' بابا صاحبؒ آئے تو یہ مومن ہو گئے۔ ایک دن میں کتنے ہی آدمی مسلمان ہوتے تھے۔ تو ایک ایک آدمی سے' ایک ایک نگاہ سے اسلام پھیلا..... اب آپ نے وہ واقعہ نہیں کیا..... سارے لوگ تو محمد بن قاسم کے ساتھ نہیں آئے تھے' یہ مسلمان یہاں کی لوکل پیداوار ہیں۔ یہ کافر آپ کے پرانے بھائی ہیں۔ ان کو بھی مسلمان کرو بجائے اس کے کہ آپ کافر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پتہ نہیں پوچھے کہ نہ پوچھے' آپ سے ضرور پوچھے گا۔ کیا پتہ اللہ ان کو معاف ہی کر دے مگر آپ پہلے اپنی معافی مانگ لو پھر اللہ سے کہو کہ کافروں پہ مہربانی کرے اور انہیں مسلمان کر

دے۔ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ٹھیک ہے۔ ایک بات ضرور یاد رکھنا! جہاں اللہ کا غضب ہو' جہاں اللہ کی نارضامندی ہو وہاں اُس سے سفارش نہ کرنا اور جہاں اس کا فضل ہو وہاں گستاخی نہ کرنا۔ بس یہ الگ عمل ہے۔ جہاں دیکھو کہ کسی آدمی پر اللہ کا فضل ہے وہاں ادب کرنا اور جہاں دیکھو کہ اس کا غضب ہے تو وہاں سفارش نہ کرنا کیونکہ وہ ابتلا میں ہے' گرفت میں ہے' یہ Divine گرفت ہے' وہاں Arbitration نہ کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا' یہ گرفت ہے' ابتلا ہے' یہ کوئی Arbitration case نہیں ہے۔ گرفت کو کبھی Recommend نہ کرنا' اس گرفت والی جگہ کو چھوڑ دو' کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس گرفت میں شامل ہو جائیں' وہ جانے اور اللہ جانے۔ جس آدمی کی عزت ہو سمجھو کہ اس پہ فضل ہے۔ اس کا آپ ادب کریں۔ تو فضل والے کا ادب ہوتا ہے۔ آپ میں سے مولا علیؑ کو کسی نے نہیں دیکھا لیکن جب ان کا نام آتا ہے' نعرہ حیدری کہا جاتا ہے۔ تو کوئی شخص یہ کہے گا کہ تم علیؑ کو کیوں پکار رہے ہو مگر کوئی شخص یہ نہیں کہے گا کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے۔ یہ ایک ایسا نام ہے جو اپنے ساتھ Fame اور عزت رکھتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا نام اپنے ساتھ Fame' عزت اور مشہوری رکھتا ہے۔ کافر بھی آپؐ کا ادب کرے گا اور نعت کہے گا۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے۔ اب یہ ادب کا مقام ہے۔ اسی طرح طریقت کے کئی بزرگوں کا ادب کیا جاتا ہے' جو نہیں مانتے وہ بھی ادب کرتے ہیں۔ آپ سب کا ادب کریں اور بحث نہ کریں کہ یہ کون ہے' دیوبندی کون ہے اور بریلوی کون ہے۔ چھوٹے درجے کے لوگ بحث کرتے ہیں اور بڑے درجے کے لوگ ادب کرتے ہیں۔ سچا بندہ ہر حال میں سچا ہے' اچھا بندہ ہر حال میں اچھا ہے' سارے قرآن پر کسی کا عبور نہیں ہے'

ساری حدیث پر کسی کا عبور نہیں ہے اور سارے فقر پر کسی کا عبور نہیں ہے۔ اس لیے جو شخص Seriously اور ادب کے ساتھ امام عالی مقامؑ کی یاد منا رہا ہے آپ اُسے اچھا کہیں اور جو صرف سرسری اور جھگڑا باز ہے تو وہ غلط ہے اور ابتلا میں ہے' آپ اس کے قریب نہ جاؤ۔ شیعہ بھی جھوٹا ہو سکتا ہے' سنی بھی جھوٹا ہو سکتا ہے اور شیعہ بھی سچا ہو سکتا ہے' سنی بھی سچا ہو سکتا ہے۔ اچھا آدمی کسی بھی طرف ہو اچھا ہو گا۔ اگر کسی کو امام پاکؑ کی یاد ہو تو سبحان اللہ' وہ بہت اچھا ہے۔ سنی کو بھی اُن کی یاد ہو سکتی ہے۔ یہ شعر سُنی نے ہی کہا کہ

شاہ است حسینؑ پادشاہ است حسین
دین است حسینؑ دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

یہ کہنے والے شیعہ تو نہیں تھے۔ ایک اور سنی بزرگ نے کہا ہے کہ ؎

اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسین ابن علیؑ جانِ اولیاء

جو جھوٹا ہے نہ وہ شیعہ ہے اور نہ وہ سُنی ہے بلکہ وہ جھگڑالو ہے۔ یہ ہیں فساد بلکہ فی سبیل اللہ فساد۔ آپ فساد سے بچ جائیں تو باقی سب ٹھیک ہے۔ اگر دل سے ادب کریں تو سارے فقیر اور سارے بزرگ ایک ہی ہیں' فیض کا سلسلہ ایک ہی ہے یعنی یہ سب حضور پاک ﷺ کا فیض ہے' ساری روشنی آپؐ ہی کی ہے' جس کو جیسی نظر آئی' ٹھیک ہے۔ ایک آدمی اگر ہوش سے باہر ہے تو بھی یہ فیض ہے۔ گجرات میں ایک مقام سائیں کانواں والے' سرکار کانواں والی' اگر آپ ان

کے اندر جھانک کر دیکھیں تو وہاں حضور پاک ﷺ سے عشق کی ایک لہر ہے۔ اب دنیادار کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے تو لنگوٹی پہنی ہوتی تھی۔ آپ کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ عشق نے کس کو کہاں پہنچا دیا ہے۔ یہ سارے رُوپ اس کے اپنے ہیں۔ اتنی بات تو ضرور سمجھا کرو۔ اس سے آگے پھر سمجھ آئے کہ نہ آئے' کہ کسی کو عشق نے پہلے ہی راستے پر سنبھال لیا اور اس پر حاوی ہو گیا۔ اس طرح وہ شخص مجذوب ہو گیا۔ کسی اور پر عشق اس طرح حاوی ہوا کہ وہ عبادت کرنے لگ گیا' نماز پڑھنے لگ گیا' اس کو ظہر' عصر کا پتہ نہیں ہوتا اور وہ نماز پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ تو یہ بھی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ شخص نماز ہی پڑھتا چلا جاتا ہے۔ اگر وہ سچا ہے تو وہ بہت اچھا ہے۔ اور جو ''مکڑ'' عبادت کرتا ہے وہ مکڑ ہی ہے۔ ایک مرتبہ پروانوں کی دنیا میں ایک مکڑ آ گیا اور کہنے لگا سب پروانے زندہ باد' میں بھی شمع کا قائل ہوں۔ پروانوں کے بادشاہ نے اس سے کہا کہ جا کے شہر میں دیکھ آؤ کہ کوئی موم بتی' دیا' چراغ جل رہا ہے۔ وہ جا کے دیکھ آیا اور کہنے لگا کہ ایک چراغ روشن ہے۔ بادشاہ نے کہا یہ ''مکڑ'' ہے کیونکہ پروانہ اطلاع دینے نہیں آتا بلکہ جا کے فدا ہو جاتا ہے' اطلاع دینے والا جو آیا ہے یہ جھوٹا ہے..... اب میں اس مولوی کا ذکر کرتا ہوں جس مولوی کی بات میں نے اپنے کان سے سُنی۔ نام اُس کا Well known ہے' عزت' شہرت' ادب اور دبدبہ بھی ہے' سلسلہ بھی ہے۔ کہنے لگا کہ جب ہم یہاں سے گئے' ہم حضور پاک ﷺ کے دربار گئے اور وہاں ہم نے دعا کی کہ یہ کیا دور ہے' اس کو ٹھیک کیا جائے..... تو پھر کیا بتائیں کہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ملاقات ہو گئی اور آپؐ نے یہ فرمایا..... پھر کہنے لگا کہ وہاں سے میں انگلینڈ گیا اور تبلیغ کی ..... یہاں پہ وہ آدمی جھوٹا ہو گیا۔ حضور پاک ﷺ سے ملاقات

کے بعد Further سفر کوئی نہیں ہوتا! اس کے بعد کا سفر ہوتا ہی نہیں ہے۔ اب اس کے بعد کا سفر جو بیان کر رہا ہے اس کی ملاقات ہی غلط تھی۔ یہ یاد رکھنا..... اسی طرح آدھے سے زیادہ ''مکڑ'' اکٹھے ہو گئے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تھا تو ہم وہاں گئے ہیں۔ ایک اور تحقیق کی بات بتاتا ہوں' کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ رات کو ہم حضور پاک ﷺ کی محفل میں پہنچتے ہیں' ان کو پہچاننا چاہیے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ بڑے دن ہو گئے تم حضور غوث پاکؒ کے دربار میں رات کو حاضر نہیں ہوتے۔ دوسرا ذرا سیانا تھا' اس نے کہا تم بھی رات کو نہیں گئے۔ تیسرا شخص بڑا حیران پریشان تھا اور اس نے چوتھے سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے کہا یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں' وہاں صرف میں ہی تھا..... اب یہ جو جھوٹ بولنے والے کی بات ہے وہ یوں سمجھو کہ جو وہاں ہوتا ہے وہ بولتا ہی نہیں! تو وہاں ہونے والا آدمی' اس محفل میں جانے والا آدمی' اس محفل کا ذکر ان لوگوں کے سامنے نہیں کرتا جو اس محفل میں نہیں ہوتے۔ اس لیے انہوں نے کہا ہے کہ ؎

خاصاں دی گل عاماں اگے نئیں مناسب کرنی
مِٹھی کھیر پکا محمدؔ کتیاں اگے دھرنی

کہ خاص لوگوں کی باتیں عام لوگوں میں بیان کرنا مناسب نہیں اور اے محمد بخشؔ یہ اس طرح ہے جیسے میٹھی کھیر پکا کے کُتوں کے آگے رکھ دی جائے۔ تو یہ مثال ہے' تمثیل ہے۔ جس کو یقین حاصل ہو گیا' ''عین الیقین'' ہو گیا تو وہ کمزور یقین والوں کے اوپر ''عین الیقین'' کو Thrust نہیں کرتا۔ عین الیقین جو ہے وہ ''عین'' کے ذریعے ہوتا ہے' آنکھ کے ذریعے ہوتا ہے اور عین الیقین والا اگلے کو

دکھا کے بات کرسکتا ہے۔ تو یہ سارا واقعہ ازسرِ نو Consider کرنے والا' غور کرنے والا ہے۔

لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب
مگر لذتِ شوق سے بے نصیب

تو واقعہ یہ ہوا پڑا ہے' سارا کھیل آگے پیچھے ہوا پڑا ہے۔ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے کچھ لوگوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ میری حضور نبی کریم ﷺ سے بات ہوئی ہے اور آپؐ نے محفل میں یہ فرمایا ہے..... تو یہ ایک ایسا راز ہے کہ آپ براہِ راست یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا نہیں ہوا۔ جس Level کا وہ جھوٹ بول رہا ہے اس Level کا آپ کے پاس اختیار ہونا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اس کو منع کریں کہ یہ غلط بات ہے اور اس میں آپ کی محرومی کا امکان ہو جائے۔ اس لیے اس سے بات کیسے کہیں گے؟ اُسے کہیں کہ جو بات تم کہہ رہے ہو وہ ٹھیک ہے لیکن تم جھوٹے ہو' اس لیے کہ یہ تو راز کی بات ہے' تو تم نے مجھے یہ کیوں بتائی۔ یہ بات اس کو بتائی جاتی ہے جس کو پہلے سے اطلاع ہو' تو یہ پیغام اس کو دیا جاتا ہے۔ اگر تو آپ کے لیے حضور پاک ﷺ کا کوئی پیغام ہے تو وہ پیغام براہِ راست بھی آپ پر آ سکتا ہے' یا اُس کا اشارہ ہو سکتا ہے' یا آپ کی جو ضرورت ہوتی ہے یا تکلیف ہوتی ہے تو دوسرا شخص آپ کو کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ اور اگر وہ شخص اپنی بڑائی کے لیے کہہ رہا ہے تو پھر اُسے کہو کہ میں بات کے بارے میں تو کچھ نہیں کہتا کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کی بات ہے مگر تمہیں میں کہتا ہوں تو تم جھوٹے ہو کیونکہ تم نے اتنا بڑا راز بغیر سبب کے بتا دیا۔ تو مشاہدہ برحق ہے لیکن بیان کرنے والا جھوٹا ہے

.....تو یہ سارا واقعہ ہوا پڑا ہے' یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کرتے رہتے ہیں' یہ سمجھتے ہیں کہ یہ Vacuum ہے۔ ایک اندھے نے دوسرے اندھے سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں' تو دیکھنے والا جو تھا وہ رونے لگ گیا کہ میں کیا بتاؤں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔ تو جب اندھے ایسا بیان دینے لگ جائیں تو دیکھنے والا کیا کرے گا؟ وہ اپنی آنکھیں پھوڑ لے گا۔ تو یہ واقعہ ہوا پڑا ہے۔ اس لیے آپ بڑے دھیان سے یہ سب دیکھا کریں۔ اب اس بات کا نتیجہ یہ ہے' فیصلہ یہ ہے کہ آپ کا اپنا اللہ ہے' اپنے اللہ کے حبیب ﷺ ہیں' اپنا سفر ہے' زندگی کو قبر کا سفر سمجھو' یہ زندگی' تنہا قبر ہے' نیکیاں کرنے کا موقع ہے' نیکیاں کرتے جاؤ' گلہ چھوڑنے کا موقع ہے' گلہ چھوڑ دو' ایک دوسرے کو معاف کرتے جاؤ' بس اپنی زندگی کو' Living life کو قبر سمجھو' آپ قبر کے سفر میں ہیں' جھوٹ بولنا چھوڑ دیں' بہتر ہے کہ بولنا ہی چھوڑ دیں' یعنی اگر جھوٹ بولا جاتا ہے تو نہ ہی بولیں' چپ ہی رہیں تو بہتر ہے..... یہ چند دن کا میلہ ہے۔ اگر قبر سے پہلے قبر بنالو تو اسے کہتے ہیں مرنے سے پہلے مر جانا کہ اپنے آپ کو چپکے سے علیحدہ کرلو۔ آج سے پھر پیدا ہو جاؤ۔ پچھلی زندگی سے توبہ کرلو' نئی زندگی کا آغاز کرلو' انسانوں کو معذرت کے ساتھ معاف کردو' انہیں کہو میں اب مر گیا' ختم ہو گیا۔ اب ''میں'' کے بغیر کاروائی کرو۔ اپنے آپ کو وجود اور عدم دونوں سے باہر کردو۔ یہ نہ کہنا کہ میرے بڑے فرائض ہیں' یہ آپ کے مرنے کے بعد کیسے پورے ہوں گے۔ یہ بھی ہو جائیں گے' جیسے آپ کے ابا کے مرنے کے بعد زندگی چل رہی ہے اسی طرح بچوں کی بھی ہو جائے گی۔ تو آپ گھبرایا نہ کریں۔ اپنے آپ کو بچالو۔ اگر آپ عمل نہ بھی کرسکیں تو بھی اپنے عقیدے کو تسلیم تو کرلیں۔ تو تسلیم کی حد تک تو عمل کر جاؤ'

پوری طرح کر جاؤ' پھر مسئلہ حل ہو جائے گا.....

مسلمانوں نے اسلام پر بڑا سخت ظلم کیا اور اپنے پاس سے گپیں لگا دیں' بے شمار داستانیں اپنے پاس سے بنا لیں۔ کچھ لوگوں نے کہانیاں تو اپنی طرف سے بنائیں مگر ان کا نتیجہ سچا تھا۔ تو سچے نتیجے کو بیان کرنے کے لیے' انہیں Force دینے کے لیے اپنی طرف سے کہانی بنانے کا جو Imaginary جھوٹ ہے' اس کی معافی ہے۔ اگر نتیجہ سچ ہے تو پھر وہ ٹھیک ہے۔ اس لیے اس نیت کو اللہ نے معاف کر دیا۔ تو آپ صرف سچ بولو' نہیں تو کچھ نہ بولو۔ اگر جھوٹ بولنا لازمی ہو جائے تو چپ کر کے وہاں سے نکل جاؤ اور کہو کہ ''نمی دانم'' یعنی میں نہیں جانتا۔ اب تو ''نمی دانم'' والا ''دانم'' بیان کر رہا ہے ؎

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کون سی منزل تھی' جگہ تھی جہاں میں اس رات کو تھا۔ اصل میں یہ بتا رہا ہے کہ رات کو میں کہیں تھا لیکن کہہ رہا ہے کہ مجھے نہیں پتہ کہ وہ جگہ کیا تھی' کیا منزل تھی ؎

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لا مکاں خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بُود شب جائے کہ من بُودم

تو مجھے تو پتہ نہیں کہ کیا تھا؟ خدا خود اس مجلس کے میر تھے اور محمدؐ شمعِ محفل تھے لیکن مجھے نہیں پتہ کہ وہ سب کیا تھا' مجھے کیا پتہ وہ کیا تھا۔ تو اس ''پتہ نہیں'' سے سب پتہ بتا رہا ہے۔ اس لیے جب آپ اس ''نہیں'' میں آ جائیں گے تو شاید اس میں وہ ''ہاں'' نکل آئے۔ تو آپ خاموش ہو جائیں۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہ کافی ہو گیا ہے۔ اب رہنے دو۔ اپنے آپ کو تھوڑا علیحدہ کر لو۔ ایک آدمی کے نہ ہونے سے

کیا فرق پڑے گا' کائنات چلتی رہے گی۔ آپ اپنی تنہائی میں عبادت کریں اور اللہ کو راضی رکھیں۔ اللہ کو راضی کرنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اللہ کے ہر فیصلے پر راضی رہو۔ اگر تم راضی ہو تو وہ راضی ہے اور اگر تم راضی نہیں تو وہ راضی نہیں ہے۔ اگر تم گلہ کرتے ہو تو وہ گلہ کرتا ہے۔ تم اگر ہیرا پھیری کرو گے تو پھر واللہ خیر الماکرین وہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ تو اس طرح تم مشکل میں پڑ جاؤ گے۔ اگر تم عقل استعمال کرو گے تو یاد رکھنا کہ وہ عقل کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے تمہیں سب کچھ دیا ہے لیکن تم سے اڑھائی فی صد مانگتا ہے۔ اگر تمہیں یہ احساس ہو جائے کہ اڑھائی فی صد تم واقعی اللہ کو دے رہے ہو تو تم سارا کچھ دے دو گے لیکن تمہیں یہ پتہ ہوتا ہے کہ تم اللہ کو نہیں دے رہے۔ یعنی کہ اگر اللہ کی بات کی یہ سمجھ آ جائے کہ یہ بات واقعی وہ خود کر رہا ہے تو پھر تو باقی بات ختم ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ براہِ راست یہ پوچھ لے کہ تمہیں کیا چاہیے تو پھر اس کے بعد کیا بات کر سکو گے' پھر تو تم بات نہیں کر سکو گے۔ اس لیے یہ اللہ سے دوری کی بات ہے جو کہ آپ اس سے سوال کرتے رہتے ہو۔

یوں کہتے اور یوں کہتے' یوں کہتے ہی وہ آتا
سب کہنے کی باتیں تھیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

تو جب وہ سامنے آ جاتا تو کچھ نہ کہا جاتا' تو کون وہاں پر زبان کھولے۔ اگر تم اللہ کو سامنے سمجھو تو وہاں زبان کیا کھلے گی۔ بس اتنی سی بات ہے۔ وہاں تمہاری عبادت بھی نہیں چلتی۔ جب وہ سامنے ہو تو عبادت کس بات کی' جب مذکور سامنے ہو تو ذکر کیسا۔ تو یہ ایک خاص واقعہ ہے۔ تو ان لوگوں کی داستان اور ہو جاتی ہے۔ جو مذکور کا مشاہدہ کرے اس سے ذکر چھن جاتا ہے۔ ذکر جو ہے یہ یاد

کا نام ہے دوری کا نام ہے' اور مشاہدے میں یاد چھن جاتی ہے' وہ سامنے آجائے تو یاد نہیں رہتی۔ اس لیے صاحب دید جو ہے وہ صاحب ذکر نہیں رہتا۔ یہ غور سے سمجھنے والی بات ہے۔ اس لیے آپ دیکھو کہ یہ کیا واقعات ہیں۔ پھر ایک مقام یہ آتا ہے کہ ؎

دبٹھا کے دل میں اُسے اس کی ہی نماز پڑھی

تو یہ خاص مقام آتا ہے' پھر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کون کس کی نماز پڑھ رہا ہے۔ پھر ایک اور مقام یہ آتا ہے کہ ؎

اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں

تو وحدت الوجود کا یہ ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ آپ کے لیے بہتر یہ ہے کہ آسان زندگی گزاریں۔

آپ سوال ضرور کیا کریں مگر اپنے مسئلے کے حل کے لیے کچھ پوچھیں۔ کسی Event کو Narrate نہ کریں' کوئی واقعہ بیان نہ کریں' کوئی انفارمیشن نہ دیں بلکہ اپنا سوال کریں۔ جہاں میں اجازت دیتا ہوں وہاں سوال کرو اور جہاں روک دیتا ہوں وہاں رُک جاؤ اور اس روکنے کی افادیت کو سمجھو جب میں ایک آدمی سے بات کر رہا ہوں تو دوسروں کو خاموش رہنا چاہیے۔ کچھ باتیں ہوتی ہیں جو عمر کے ساتھ سمجھ آئیں گی' انہیں اس سے پہلے سمجھنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ اب وہ سمجھ نہیں آسکتی کہ وہ کیا ہے۔ بچے کو وہ بات سمجھ نہیں آتی جو بڑوں کو سمجھ آتی ہے۔ باپ کی بات اور ہے اور اولاد کی بات اور ہے۔ اس لیے جو صرف Event کی طرف توجہ کرے گا' واقعہ بیان کرے گا میں اس کا سوال روک دوں گا اور جو بیچ میں Interfere کرے گا اس کا بھی سوال نہیں بنتا۔ سوال میں وہ چاہتا ہوں جو

آپ کا ذاتی اور Genuine سوال ہو۔ اگر کسی کتاب کا سوال ہے تو وہ ہم کتاب میں جواب دے آئے ہیں۔ اگر کتابوں کا ذکر کرنا ہے تو پھر تو لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ ہم تو براہِ راست بات کر رہے ہیں اور آپ سے ہماری اپنی بات ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرمائے۔ یارب العالمین کرم فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه ونورعرشه محمد وآله واصحابه اجمعین ..... آمین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

علم

اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔

علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔

وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔

زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(مضامین)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)

11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	ذکرِ حبیبؐ	
15	واصف علی واصفؒ (تاثرات و مشاہدات)	
16	گفتگو۔۱	(سوال جواب)
17	گفتگو۔۲	(سوال جواب)
18	گفتگو۔۳	(سوال جواب)
19	گفتگو۔۴	(سوال جواب)
20	گفتگو۔۵	(سوال جواب)
21	گفتگو۔۶	(سوال جواب)
22	گفتگو۔۷	(سوال جواب)
23	گفتگو۔۸	(سوال جواب)
24	گفتگو۔۹	(سوال جواب)
25	گفتگو۔۱۰	(سوال جواب)
26	گفتگو۔۱۱	(سوال جواب)

27	گفتگو_۱۲	(سوال جواب)
28	گفتگو_۱۳	(سوال جواب)
29	گفتگو_۱۴	(سوال جواب)
30	گفتگو_۱۵	(سوال جواب)
31	گفتگو_۱۶	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾ ۳۰۱ -اے جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	.....	گفتگو۔۱۷
مصنف	.....	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	.....	۲۰۰۵ء
قیمت	.....	۱۸۰ روپے

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔اے، جوہر ٹاؤن۔لاہور

ڈسٹری بیوٹر

خزینۂ علم وادب

الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

- انسان لائحۂ عمل یا نظریے سے محبت نہیں کرسکتا۔ انسان صرف انسان سے محبت کرسکتا ہے۔
- اس انسان کی تعریف نہ کرو جس کی عاقبت اپنے لیے پسند نہیں کرتے۔
- کسی مکان کو آگ لگی ہوئی ہو تو آگ لگنے کی وجوہات پر ریسرچ کرنے سے پہلے آگ کو بجھانا فرض ہے۔
- عروج اُس وقت کو کہتے ہیں جس کے بعد زوال شروع ہوتا ہے۔
- نعمت کا شکر یہ ہے کہ اُسے ان کی خدمت میں صرف کیا جائے جن کے پاس وہ نعمت نہیں۔
- اگر آرزو ہی غلط ہو تو حسرتِ آرزو، تکمیلِ آرزو سے بہت بہتر ہے۔
- دوسروں کی خامی آپ کی خوبی نہیں بن سکتی۔
- ہم ایک عظیم قوم بن سکتے ہیں اگر ہم معاف کرنا اور معافی مانگنا شروع کردیں۔
- سب سے بڑی قوت، قوتِ برداشت ہے۔
- سچے انسان کے لیے یہ کائنات عین حقیقت ہے اور جھوٹے کے لیے یہی کائنات حجابِ حقیقت ہے۔

کیا بتاؤں کہ کون ہے واصفؔ!
بات کس کے جہاں سے کرتا ہے

فرمودات حضرت واصف علی واصفؒ



واصف علی واصف

گفتگو ۱۸

کاشف سلیمی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو-۱۸
مصنّف	واصف علی واصفؒ
سال اشاعت	۲۰۰۵ء
قیمت	[redacted] روپے

﴿ ناشر ﴾

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

کنّے لکھ کروڑ سوالی دَر تیرے تے آون

واصفؔ وی وسنیک کہاوے تیرے نورنگردا

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

''گفتگو'' کے سلسلے کی اٹھارویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ والیوم بھی گذشتہ جلدوں کی طرح گوناں گوں موضوعات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں پوچھے گئے جو سوالات ہیں انہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی اکثریت ذاتی نوعیت کے مسائل پر مبنی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ذاتی سوال کے جواب کو جب پڑھا جائے گا تو اس سے وہ مسئلہ بھی واضح ہو جائے گا اور اس کا حل پانا بھی آسان ہو جائے گا۔ یہ سوال جس اور انسان کے دل میں ہوگا' جس کو اس کا جواب جاننا ضروری ہوگا'' وہ آسانی سے اپنے مسئلے کا حل پالے گا۔ قبلہ واصف صاحبؒ جب اپنی محفل کے لوگوں سے مخاطب ہوتے تھے تو ان کا فوکس ایک فرد ہوتا تھا اور اس کی ذات ہوتی تھی۔ اس طرح وہ اس کی ذات کا جائزہ لیتے اور جہاں پر اُسے کسی چیز کی ضرورت ہوتی اس کی نشان دہی کر دیتے۔ اس طرح اس شخص کے من کے اندر لگی ہوئی گانٹھ کھل جاتی اور اس کے لیے علم کا دروازہ کھل جاتا۔ حقیقت کی تلاش میں

آنے والے لوگ جب قبلہ واصف صاحبؒ کے پاس پہنچتے تو اس طرح اپنا اپنا راستہ بھی لیتے اور راستے کے لیے سامان بھی اکٹھا کرتے۔ آج بھی جو لوگ موجودہ دَور کے حالات کے جبر و اکراہ کے باوجود سچ اور حق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو انہیں کئی سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ''گفتگو'' کا یہ سلسلہ انہیں سوالات رکھنے والے اصحاب کے لیے مکمل جواب رکھتا ہے۔ اُمید ہے پچھلی کتابوں کی طرح یہ جلد بھی ان سب کے لیے وہی افادیت لائے گی جس کے لیے قبلہ واصف صاحبؒ اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح اپنی رائے سے ہمیں ضرور مطلع کریں گے۔

فہرست

[ا]

۱ روزوں کا مہینہ آ رہا ہے تو رمضان کا حق ادا کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ۱۷

۲ آج کل اتنے فرقے کیوں ہیں؟ کیا ان کو ختم کرنے کے لیے تبلیغ کریں؟ ۲۸

۳ اگر مزاج ایک جیسا ہو جائے تو زندگی کا ڈرامہ بے رنگ ہو کر رہ جائے گا۔ ۴۵

۴ اگر کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہو اور وہ مامور نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ ۴۹

۵ فرد کی معاشرے کے لیے کیا ڈیوٹی ہے؟ ۵۰

۶ جس کو آپ جیسا کوئی مل جاتا ہے وہ دوسروں کو تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔ ۵۲

۷ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آپ کے پاس ہے وہ ہمیں دے دیں۔ ۵۴

۸ جو رزقِ حلال مشکل سے کمایا ہو اس کے بارے میں بتادیں۔ ۵۸

۹ آپ جو درس دیتے ہیں وہ صحیح ہے لیکن جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہاں ہم یہ سب کیسے کریں؟ ۶۴

۱۰ اگر کوئی رضائے الٰہی کا سفر کرے تو اپنے بچوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟ ۶۶

۱۱ فرار اور ہجرت میں کیا فرق ہے؟ ۶۸

۱۲ جہاں ادب کا مقام ہو وہاں پر سوئے ادب کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟ ۷۲

[۲]

۱ کیا ہم ایسی تبلیغ کیا کریں کہ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جائے؟ ۸۳

۲ پیر یا شیخ کا اصل کام کیا ہے؟ ۹۸

۳ اگر آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی استعداد نہ ہو تو پھر کیا کرے؟ ۱۰۴

[۳]

۱ یہ فیضانِ نظر کیا ہوتا ہے؟ ۱۱۳

۲ کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پتہ ہی نہ چلے کہ فیض کہاں

سے ملا ہے؟ ۱۲۵

۳ کہتے ہیں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں نہیں ہے جہاں ہم جاتے ہیں، تو پھر فیض کیسے ملتا ہے؟ ۱۲۸

۴ ہم تو یہ سوچ کے جاتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں موجود ہیں..... ۱۳۱

۵ اگر جلوہ ہر جگہ ہے تو اس جگہ کی تخصیص کیوں ہے؟ ۱۳۶

۶ بعض اوقات انسان کو صاحبِ مزار وہاں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے..... ۱۴۰

۷ میں روزانہ داتا دربار جاتا ہوں، میں کسی سے بیعت بھی نہیں اور نہ کسی نے مجھے وہاں بھیجا ہے تو پھر فیض..... ۱۴۴

۸ یہ جو مزاروں پر لوگ جھک جاتے ہیں تو کیا یہ شرک نہیں؟ ۱۴۸

۹ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص لوگوں پر ہوتا ہے، کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص مقامات پر بھی ہو سکتا ہے؟ ۱۴۸

۱۰ اس دور میں ہمارے شہر میں ایک جگہ مسجد گرا کے بلڈنگ بنا دی گئی ہے۔ ۱۵۲

۱۱ انڈیا میں اگر ایسا ہوتا تو آگ لگ جاتی۔ ۱۵۲

۱۲ یہ تو آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں مگر کیا یہ آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مر گیا وہ

زندہ ہے؟ ۱۵۴

۱۳ جس طرح ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ زندہ ہیں' یاد میں ہیں تو دوسری طرف Evil forces بھی ہیں' تو کیا وہ بھی Eternal ہیں۔ یاد تو وہ بھی رہتی ہیں..... ۱۵۶

۱۴ عقیدت اندھی کیسے ہوتی ہے' جیسے Blind faith ہوتا ہے۔ ۱۶۲

[۴]

۱ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ پہ غور کریں تو یہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کا درود ہے' کیا ایسا ہے؟ ۱۷۱

۲ دوسری قوموں کے ساتھ اللہ کیا کرے گا؟ ۱۷۴

۳ درود شریف کے آداب کے بارے میں ہمیں بتادیں۔ ۱۸۰

[۵]

۱ ہمارے بزرگان' اولیائے کرام کس طرح اپنا کام کرتے ہیں؟ ۱۹۹

۲ اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوتا ہے؟ ۲۱۴

۳ اس محبت میں انسان کو یکسوئی کیسے ہو؟ ۲۱۵

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سا علم جو ہے وہ صحیح ہے؟ ۲۱۸

۵ ایک مرتبہ میں نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد مرحوم سے رابطہ کیا تو میرا کام ہو گیا تھا۔ ۲۲۶

۱ یہ جو دنیا میں ہمیں ظلم نظر آتا ہے یہ حقیقت میں کیا ہے؟ ۲۳۵

۲ بات تو آپ نے صحیح فرمائی۔ لیکن جب انسان پر گزرتی ہے تو بڑی دِقت ہوتی ہے؟ ۲۵۳

۳ دل کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی، کبھی تو عذاب اور تکلیف کی آیات پر کوئی رقت طاری نہیں ہوتی اور کبھی عام آیات پہ آنسو نکلنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ ۲۵۵

۴ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا ذکر انعام ہوتا ہے، کیا وہ ہم جیسوں کو میسر آ سکتا ہے؟ ۲۵۷

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی میں کوئی واقعہ فطرت کی طرف سے ہے یا ہمارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے؟ ۲۵۹

۶ ہم جاگتے میں جو خواب دیکھتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں..... ۲۶۸

۷ یہ کشمیر کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے تو پاکستان کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟ ۲۶۸

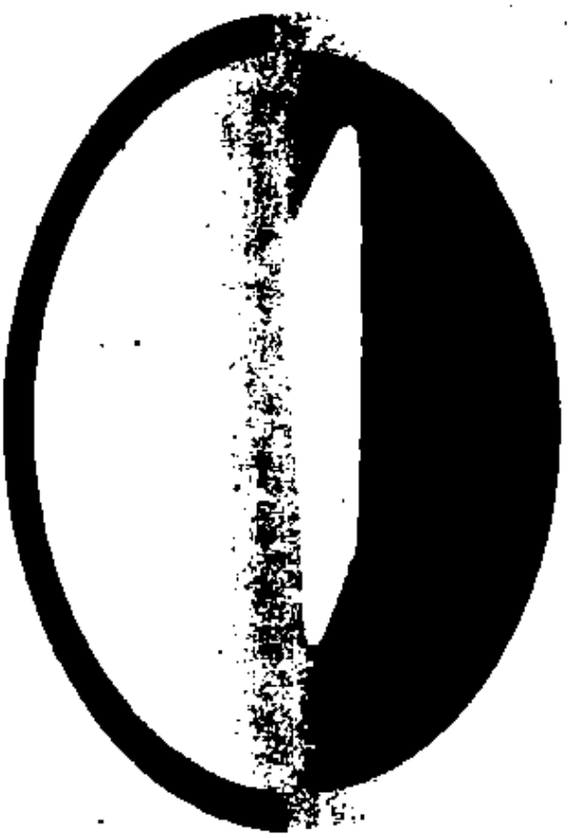

۱ روزوں کا مہینہ آ رہا ہے تو رمضان کا حق ادا کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۲ آج کل اتنے فرقے کیوں ہیں؟ کیا ان کو ختم کرنے کے لیے تبلیغ کریں؟

۳ اگر مزاج ایک جیسا ہو جائے تو زندگی کا ڈرامہ بے رنگ ہو کر رہ جائے گا۔

۴ اگر کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہو اور وہ مامور نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

۵ فرد کی معاشرے کے لیے کیا ڈیوٹی ہے؟

۶ جس کو آپ جیسا کوئی مل جاتا ہے وہ دوسروں کو تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔

۷ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آپ کے پاس ہے وہ ہمیں دے دیں۔

۸ جو رزقِ حلال مشکل سے کمایا ہو اس کے بارے میں بتا دیں۔

۹ آپ جو درس دیتے ہیں وہ صحیح ہے لیکن جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہاں ہم یہ سب کیسے کریں؟

۱۰ اگر کوئی رضائے الٰہی کا سفر کرے تو اپنے بچوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟

۱۱ فرار اور ہجرت میں کیا فرق ہے؟

۱۲ جہاں ادب کا مقام ہو وہاں پر سوئے ادب کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟

سوال:

روزوں کا مہینہ آ رہا ہے تو رمضان کا حق ادا کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

یہ جو آپ زندگی گزار رہے ہیں اس میں آپ کے اعمال کبھی دین کے حوالے سے ہیں، کبھی دنیا کے حوالے سے ہیں، کبھی ضرورت کے حوالے سے ہیں، کبھی مہمانوں کے حوالے سے ہیں اور کبھی میزبان کے حوالے سے ہیں۔ حوالہ بدلتا رہتا ہے اور زندگی کٹتی رہتی ہے۔ زندگی کسی ایک مقام پہ جا کے ختم ہو جائے گی اور حوالے باقی رہ جائیں گے۔ جس چیز کو آپ نہیں چھوڑ سکتے اسی چیز کو آپ چھوڑ دیں گے۔ یہ آخری فیصلہ ہے کہ جو چیز آپ نہیں چھوڑ سکتے، آپ اسی چیز کو چھوڑتے جا رہے ہیں، جس چیز کا آپ جواز پیش کرتے ہیں کہ میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا، آپ بتدریج اسی چیز کو

چھوڑتے جارہے ہیں۔عمر کی Decline میں' بڑھاپے کے حوالے سے آپ نے کئی چیزیں چھوڑ دی ہیں' سیر وتفریح چھوڑ دی ہے اور دلچسپی چھوڑتے جا رہے ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ آپ کے پاس وقت نہیں تھا اور دلچسپیاں زیادہ تھیں۔ مقصد یہ کہ انسان زندگی کو ختم ہوتے وقت بھی چھوڑتا ہے اور زندگی کے اندر بھی اسے چھوڑتا جاتا ہے۔کل کی آپ کی حرکتیں جو آپ کی مجبوریاں تھیں آج ان حرکتوں کے بغیر بھی آپ مجبور ہیں۔تو مدعا یہ ہوا کہ زندگی کے ہر شعبے میں' ہر دور میں' ہر عمل میں اور ہر قال کے اندر کمزور کی زندگی کمزور ہی ہے' مجبور کی زندگی مجبور ہے۔اور جو بے باک ہے وہ ہر شعبے میں بے باک ہے۔ ناکام انسان وہ ہے جو بڑے خلوص سے اور بڑی نرم دلی کے ساتھ عبادت کرے اور بڑے سخت دل کے ساتھ کاروبار کرے۔ اس طرح وہ ناکام ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کا اپنی زندگی میں دورویوں کو اختیار کرنا ہی زندگی کی ناکامی ہے۔ عام انسان جس کے پاس بہت عبادت نہیں ہے' بہت فرائض نہیں ہیں' وہ کل بھی کمزور تھا اور آج بھی کمزور ہے۔ وہ پڑھائی میں بھی کمزور تھا' لکھائی میں بھی کمزور تھا' بولنے میں بھی کمزور تھا' سروس میں بھی کمزور تھا' استعفیٰ کے وقت بھی کمزور تھا اور گھر بنایا تو بھی کمزور تھا ..... اس کو زندگی ہی کمزور ملی۔ یہ آدمی پھر بھی Consistent ہے' کمزور ہے لیکن ہر دور میں ہے۔اور جو بے باک ہے وہ ہر دور میں بے باک ہے۔تو

وہ کامیاب ہو گیا ۔تو کامیابی کی یہ ایک تعریف ہے۔ وہ شخص جو اپنا Behaviour بدلتا ہے وہ شخص اگر کسی ایک Behaviour یا طرز میں کامیاب ہو بھی گیا تب بھی ہماری نگاہ میں وہ ناکام ہے۔ اگر اتنی بات کو Basis بنالیا جائے تو پھر آپ کا سوال آتا ہے اور سوال کی وجوہات آتی ہیں کہ ہمیں عبادت کے بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ عبادت کے بارے میں آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں' زندگی کے بارے میں بھی وہی کچھ کریں۔ اگر عبادت اللہ کا حکم ہے اور آپ اتفاق سے ماننے والے پیدا ہو گئے ہیں تو اللہ کے باقی احکام کو اتنے ہی ادب سے مانیں جیسے آپ حکمِ الٰہی کو عبادت میں مانتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی اپنے ساتھ جو فرائض لا رہی ہے اور آپ ان کو اطاعت میں بسر کر رہے ہیں' عبادت میں اگر خلوص ہے تو ان واقعات کے اندر گزرتے ہوئے اتنا ہی خلوص پیدا کریں اور کہیں کہ میرے مالک نے یہ زندگی دی ہے' اس لیے یہ بھی اتنی مقدس ہے جتنے عبادت والے احکام مقدس ہیں۔ میں پھر کہوں گا کہ وہ شخص ناکام ہے جو عبادت میں ناکام ہے اور زندگی میں غیر مخلص ہے۔ یہ دونوں راستے آپ کو ایک ہی معبود کے سامنے حاضر کرتے ہیں۔ عبادت میں آپ معبود کے سامنے ہوتے ہیں حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ ہر وقت معبود کے سامنے ہیں۔ وہ آدمی جو عبادت میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ روتا ہے اور باہر جا کے پھر اللہ

سے غیر حاضر ہو جاتا ہے تو وہ آدمی ناکام ہے اور اس کی عبادت بھی ناکام ہے۔ آپ نے رمضان شریف کا پوچھا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ روزہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر آپ کو روزے کی یہ افادیت نہ ملے کہ یہ ضبط سکھاتا ہے' غریب والا فاقہ سکھاتا ہے' مجبوری کا جبر سکھاتا ہے اور اصلاح کرتا ہے' تو کیا یہ کافی نہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے روزے کو رکھا جائے اور اگر انسان Observe نہ کر سکے تو خود کو اتنا ہی معذور یا مجرم سمجھے جیسا کہ انسان حکم نہ ماننے سے ہوتا ہے' جیسا کہ کسی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی ہو جائے تو انسان معذرت کرتا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر آپ جواب کے قریب ہو جائیں گے' کہ انسان اللہ کا حکم سمجھ کے عبادت کرے' نماز پڑھے تو اللہ کا حکم سمجھ کے اور روزہ رکھے تو اللہ کا حکم سمجھ کر..... وہ شخص جو اللہ کے حکم کے تابع ہے وہ زندگی گزارے تو اللہ کا حکم سمجھ کے' سونا بھی اللہ کا حکم اور جاگنا بھی اللہ کا حکم..... یعنی کہ وہ زندگی جو اللہ کا حکم سمجھ کے گزر رہی ہے اس زندگی کا سارا سلسلہ' اول سے آخر تک سارے کا سارا حکم ہے۔ اس سارے حکم میں روزہ کوئی الگ شے نہیں۔ اس زندگی کے اندر جو اطاعت میں ہے اُس کے لیے نماز کوئی الگ کیفیت نہیں بلکہ نماز ایک ہی کیفیت ہے۔ وہ مالک ہے' جب حکم دے کہ کھانا کھالو تو ادب سے کھانا کھالو' جب کہے کہ تمہیں ہم مال دیتے ہیں تم مال لے لو' کبھی کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دے دو' حالانکہ دینے

والا خود ہی ہے لیکن کبھی زکوٰۃ لے لیتا ہے۔ اگر وہ کہہ رہا ہے کہ عبادت کرو اور آپ کو سجدے کا مفہوم سمجھ نہ آئے تو بھی اس کا ماننا ادب کی بات ہے۔ زندگی کے ادوار میں آپ کا مزاج جوالی اللہ ہے' اگر اس میں تبدیلی نہ آئے تو پھر روزے کی بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ منتشر زندگی سے ہٹ کر ایک الگ عبادت گاہ میں جا رہے ہیں تو پھر سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ باقی زندگی تو آگے پیچھے ہو گئی ہے لیکن رمضان میں آپ بہت عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ روزہ رکھیں' یہ اچھی بات ہے۔ میں نصیحت کے طور پر آپ سے ایک وعدہ لینا چاہوں گا کہ وہ شخص جو روزہ نہ رکھے وہ کسی افطار پارٹی میں شامل نہ ہو۔ یہ چھوٹا سا وعدہ ہے کہ آپ میں سے کسی افطار پارٹی میں وہ آدمی شامل نہ ہو جس کا روزہ نہ ہو۔ روزہ رکھنے کا وعدہ تو آپ نے اللہ سے کیا ہوا ہے' وہ تو اللہ جانے اور آپ جانو لیکن میرے ساتھ حال میں آپ یہ وعدہ کریں کہ کوئی شخص افطار پارٹی نہ دے جس کا روزہ نہ ہو اور کوئی شخص افطار پارٹی میں شامل نہ ہو جس کا روزہ نہ ہو۔ اللہ کے ساتھ اتنے بے باک نہ ہو جاؤ کہ گستاخ بن جاؤ' اپنی دنیا میں دین کو آپ اس طرح سے Deal نہ کریں کہ روزے کے نام پر روزے کے بغیر وہ کیفیت حاصل کرنا چاہیں۔ اگر روزہ نہیں رکھا تو عید کو Enjoy کرنے کے لیے عبث قسم کی خوشی پیدا نہ کرنا' پھر آپ کا چاند رات کے ساتھ کیا تعلق اور عید سے کیسا تعلق

کیونکہ آپ کا روزے کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ اگر روزہ نہیں ہے تو پھر آپ کی عید کیا ہے اور روزہ نہیں ہے تو افطاری کیا ہے۔ افطار تو روزہ دار کے لیے ایک قسم کی عید ہے۔ اس لیے یہ وعدہ کرلو کہ ایسی افطار پارٹی میں آپ نہیں جائیں گے جب آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔ اس لیے نصیحت یہ ہے کہ دین کے کسی رکن کو Lightly نہ لینا اور یہ نہ سمجھنا کہ آپ کی اس حرکت کو Register نہیں کیا جاتا۔ اسے باقاعدہ رجسٹر کیا جاتا ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھا تو اس میں کیا معذرت کرو گے' چلو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے تو پھر اس حالت میں افطار پارٹی میں جانا بڑی دیدہ دلیری کی بات ہے اور گستاخی کی بات ہے۔ آپ مائنڈ نہ کرنا لیکن چونکہ آپ نے نصیحت کی بات پوچھی ہے تو سچی بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں اور آپ کی بچت تب ہوگی جب میں یہ بات چھوڑوں گا نہیں۔ تو آپ وعدہ کریں کہ میں اس طرح کسی افطار پارٹی میں نہیں جاؤں گا یا کسی کو اس طرح اپنے گھر میں نہیں بلاؤں گا یا پھر گھر میں روزہ داروں کو بلاؤں گا۔ افطار کے نام پر سیاسی پارٹی نہ کرنا۔ تو آپ یہ وعدہ کرلیں' اپنی بچت کرلیں اور جان بچائیں۔ آپ دین کو دین کی طرح ڈیل کریں۔ میں اس بات کی نصیحت کر رہا ہوں کہ دین اور دنیا کو ایک کیفیت سے ڈیل کریں' کامیاب انسان وہ ہے جو دونوں کو ایک کیفیت سے کرے' اس کا سونا بھی عبادت ہے' اس کا جاگنا بھی عبادت ہے' اس کا کھانا بھی

عبادت ہے اور اس کی عبادت تو ہے ہی عبادت ۔ میری نصیحت یہ ہے کہ آپ عبادت اور زندگی کو جدا نہ رکھیں ۔ اللہ کریم کے بندے ہونے کی حیثیت سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ کچھ باتیں آپ کو سمجھ نہیں آئیں لیکن اسلام آپ کا دین ہے ۔ جیسے آپ کو اپنے انسان ہونے میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو اگر بظاہر خوبی نظر نہ آئے پھر بھی کچھ ہونا آپ کا اپنا ہونا ہے' یہ مجبوری ہے ۔ جس طرح یہ جانتے ہوئے کہ ہم انسان ہیں' بے بس ہیں' پھر بھی ہم انسان ہیں' یہ جانتے ہوئے کہ آپ کا باقی خاندان اچھا نہیں ہے پھر بھی وہ آپ کا خاندان ہے' اسی طرح آپ کا ملک ہے اور آپ کا دین ہے ۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ جب آپ نے دین کو قبول کیا تو دین کا پرچار' اس کا Defence اور اس کو قبول کرنا اب آپ کی ذمہ داری ہے ۔ تو یہ دین آپ کا ہے اور آپ کے سامنے' آپ کے ہاں اس دین میں کوئی نقص واقع ہو رہا ہو تو اس نقص کو دور کرنا آپ کی دینی ذمہ داری ہے ۔ اب دین کوئی الگ شعبہ نہیں ہے کہ یہ ان لوگوں کا کام ہے ۔ جس کو آپ اپنا دین سمجھ رہے ہیں اس کا تحفظ آپ کا فریضہ ہے ۔ اور کچھ نہیں کر سکتے تو یہ ضرور کریں کہ جو لوگ دین کے خلاف چل رہے ہیں ان سے تعلق تو مدھم کیا جا سکتا ہے ۔ جو آدمی آپ کے دین کے خلاف بولے اور آپ اس کے حق میں بولیں تو آپ نے دین کے خلاف بولا ۔ تو یہ نصیحت ہے ۔

روزے کا واضح طور پر ادب نہ کرنے والوں کے سامنے آپ مؤدب نہ ہونا۔ جو آپ کے دین سے محبت نہیں کرتا آپ ان سے برملا محبت نہ کرنا۔ اگر آپ اتنی سے بات کرلیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اب یہ تو بتانے والی بات نہیں ہے کہ روزہ کب رکھتے ہیں' کب افطار کرتے ہیں اور اس کی دعا کیا ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھ سکتے تو روزے کا اتنا ادب کرلیں کہ آپ کا ادب روزہ دار کے روزے سے زیادہ نمایاں ہو جائے۔ کچھ لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور وہاں گستاخی کر بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ یہاں سے اتنا ادب کرتے ہیں کہ ان کا یہاں حج ہو جاتا ہے۔ تو بات ادب کی ہے' بات آپ کے قبول کرنے کی ہے اور بات اس کی Form کی نہیں ہے اور Performing کی نہیں ہے۔ اگر آپ صاحبِ ادب ہیں تو آپ کا روزہ قبول ہے۔ ایک بار آپ اپنے وجود کو اللہ کے حوالے کر دیں تو پھر اس کے اندر جو بھی ہو رہا ہے وہ آپ پر پورے کا پورا رحم ہے۔ اس طرح آپ اس کی محبت میں ستم بھی برداشت کرلیں گے۔ محبوب کی تعریف ہی یہ ہے کہ محبوب کا ستم' ستم نہیں رہتا۔ ستم جو ہے یہ غیر کا ہوتا ہے اور وہی عمل اگر اپنا کر جائے تو وہ اس کا کرم ہے۔ جہاں وابستگی ہوتی ہے وہاں درد ہوتا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایمان سلامت مانگتے ہیں اور کچھ لوگ درد کی سلامتی مانگتے ہیں۔ سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا اتے عشق سلامت کوئی ہو

تو عشق اور درد کی سلامتی کوئی کوئی مانگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی وابستگی سے آپ کے لیے خود بخود راستہ بنتا ہے۔ اگر آپ اپنے دین کو اس طرح قبول کر لیں تو آپ خود بخود کچھ عرصہ کے بعد اس نتیجہ پہ پہنچیں گے کہ اب روزہ ہونا چاہیے' یہاں نماز ہونی چاہیے' یہاں شب بیداری ہونی چاہیے اور عبادت کا یہ یہ طریقہ ہونا چاہیے تا کہ میری زندگی اللہ کے قریب ہو جائے۔ جو لوگ عبادت میں کمزور رہ جائیں انہیں ادب میں کبھی کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ عبادت میں کمزور رہ گئے تو عبادت کرنے والوں کا مذاق نہ اُڑانا' روزے دار کا ادب کرنا کیونکہ وہ اللہ کے قریب ہو سکتا ہے۔ شاید انہی کے دم سے آفتیں نہیں آ رہیں۔ بس آپ سیدھا اللہ کی طرف' اللہ کے دین میں' اللہ کے لیے اور اپنی جان بخشی کے لیے داخل ہو جائیں۔ روزہ آپ ادب سے رکھیں اور محبت سے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت انعام دے گا۔ یہ بھی انعام ہے کہ روزہ ہو جائے اور اس کی افادیت سمجھ آ جائے۔ روزہ اور سجدہ انسان کو اللہ کے بہت قریب کرتے ہیں۔ روزہ دار کا خریدار اللہ خود آپ ہے۔ یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان خاص عبادت ہے۔ یہ عبادت وہ ہے جس کا کوئی گواہ نہیں ہے' اس کا گواہ ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے سامنے سچ بولنے کی

توفیق عطا فرمائے اور آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم ایمان لائے' ہم آپ کا کہنا مانیں گے۔ بس پھر آپ مان لیں۔ اگر آپ نہ بھی مانیں تو پھر بھی آپ زندگی کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں روزہ رکھنے سے طبیعت میں نقص نہ ہو جائے' صحت خراب نہ ہو جائے تو آپ روزہ نہ رکھ کے بھی بیمار ہو سکتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو جس حالت میں سنبھالنا چاہا آپ اس حالت میں نہ سنبھل سکے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ زندگی میں فلاں مجبوری ہے جس کی وجہ سے دین پر عمل نہیں کر سکے مگر پھر آپ نے وہ مجبوری بھی چھوڑ دی۔ مثلاً آپ نے کہا کہ دفتر جانا ہے' نماز نہیں پڑھ سکتے اور پھر خود ہی دفتر چھوڑ دیا' ایک انا کے لیے دفتر چھوڑ دیا۔ جو چیز آپ نے دین کے لیے نہیں چھوڑی وہ آپ اکثر اولاد کے لیے چھوڑ دیتے ہیں' اکثر اپنی صحت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی اپنی انا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر آپ نے دین کے مقابلے میں اتنا بڑا جواز کیا دیا کہ بڑی مجبوری ہے اور وہ مجبوری آپ نے ایک چھوٹی سی بات کے لیے ترک کر دی۔ ایک دن اس مجبوری کے لیے نماز ترک کر دیتے ہیں اور دوسرے دن وہ مجبوری بھی چھوڑ دی۔ تو وہ مجبوری جس کو تیسرے دن آپ نے چھوڑ دینا ہے اس کو آپ نے دین کے مقابلے میں رکھا۔ بڑے افسوس کی بات ہے! آپ کو تین کام مجبور کر سکتے ہیں' کبھی شہرت کی خواہش ہوتی ہے' کبھی دولت کی

خواہش ہوتی ہے اور کسی کسی آدمی کو اپنی پہچان کی خواہش ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو جاننا' اپنی Creation کو جاننا' بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ اگر طویل زندگی' شہرت اور پیسے کی خواہش نکال دی جائے تو بہت ساری بات سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ سمجھ آ جاتا ہے کہ پیسہ کبھی کھانے کے کام نہیں آتا بلکہ کھانا ہی کھانے کے کام آتا ہے ہے۔ پیسے کی محبت انسان کو اللہ سے دُور کر دیتی ہے۔ شہرت کے بارے میں مَیں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ جھوٹے ماحول میں شہرت جو ہے یہ بدنامی ہے۔ شہرت کہاں ہونی چاہیے؟ سچوں میں آپ کی شہرت ہونی چاہیے۔ تو آپ پہلے سچے لوگ چُن لیں اور پھر ان میں آپ کو مشہور ہونا چاہیے۔ ویسے بھی Overlap کرنے' اپنی زندگی سے باہر رہنے کی آپ کی آرزو کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گی۔ جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کی پسند کے مانوس چہرے ایک ایک کر کے چراغ کی طرح بجھ گئے تو آپ کہیں گے کہ یا اللہ ہم اکیلے کہاں پھر رہے ہیں' ہمیں بھی بُلا۔ جن کی خاطر آپ زندہ تھے اگر وہ ہی نہ رہ گئے تو پھر زندگی ایک عذاب ہو گئی۔ آدھا کام تو آپ کر آئے ہیں کہ ماں باپ کو رخصت کرنا برداشت کر گئے ہیں' اب آدھا باقی رہ گیا ہے اور ان میں بھی آپ کے مانوس چہرے رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ نے بزرگوں کو اور ماں باپ کو جس ہمت سے جاتے ہوئے برداشت کیا تو یہ پکی بات ہے کہ آپ

میں ہمت تو موجود ہے اور یہ مجبوری ہے۔ اولاد کو آپ کا غم ہوگا اور پھر آپ کو Correspondingly غم ہوگا کہ بے چارہ اولاد کو ہمارا غم ہے۔ تو اللہ کے مقابلے میں لوگ اکثر یہ جواز دیتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں' مصروف ہیں۔ اور پھر وہ مصروفیت آپ ترک کر دیتے ہیں۔ اس لیے روزوں کے بارے میں آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ روزہ رکھیں اور نہ رکھ سکیں تو افطار پارٹی میں نہ جائیں .....

اب اور سوال پوچھیں .....

سوال:

آج کل اتنے فرقے کیوں ہیں؟ کیا ان کو ختم کرنے کے لیے تبلیغ کریں؟

جواب:

آپ فرقے کی بات چھوڑیں' یہ لمبی کہانی ہے۔ آپ اپنے ساتھ ہونے والی بات کو دیکھیں۔ ایسا سوال سوچیں کہ جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ معاشرے کی اصلاح نہ کریں۔ جو مسئلہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے وہ بتائیں۔ جو آدمی مامور نہ ہو وہ تبلیغ نہ کرے۔ جس آدمی سے آپ کی نسبت نہ ہو' محبت نہ ہو' آشنائی نہ ہو' تعلق نہ ہو اور جس کو آپ اپنا پیسہ نہ دے سکیں' اُس آدمی کو نصیحت نہ شروع کر دینا کہ دین پہ چلو' راضی رہو' اللہ بھلا

کرے گا' میں تمہیں بہشت دینے آیا ہوں۔ اگر وہ کہے کہ ضرورت ہے پیسے دے دو تو یہ کہے گا کہ ہم پیسے تو نہیں دے سکتے مگر بہشت دے سکتے ہیں۔ تو وہ کہے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ تو آپ اس آدمی کو زندگی کا حسین مستقبل دکھائیں جس کو آپ اپنی زندگی کے حسن میں شامل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ اُسے اللہ کے دین میں شامل کرتے ہیں' اپنی بہشت میں شامل کرتے ہیں مگر اپنی زندگی میں شامل نہیں کرتے۔ تو آپ کہاں تبلیغ کریں؟ اس کو تبلیغ کریں جس سے پہلے آشنائی ہو۔ ناواقف اور نا آشنا کے سامنے کبھی تبلیغ نہ کرنا۔ اور جس کے ساتھ آپ کی ضد ہے اس کو قرآن کی آیتیں نہ سنانا۔ ضد تو آپ کی انسان کے ساتھ ہے اور آپ اسے کہیں گے کہ دیکھو اللہ کا یہ حکم ہے' حتیٰ کہ وہ انکار کر جائے گا۔ بیمار آدمی کو نماز کا حکم نہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھو..... وہ کہے گا کہ میں نہیں پڑھتا۔ اگر اس نے انکار کیا تو گناہ تمہارے ذمے ہوگا۔ اس لیے تبلیغ کو Contain کرو۔ سب سے اچھی تبلیغ یہ ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ ہو جائے' کہے بغیر آپ کے ساتھ چل پڑے' اس کو کھلاتے پلاتے لے چلو تو وہ خود بخود آپ کے ساتھ حج پہ چل پڑے گا۔ آپ صرف نصیحت کرتے ہیں اور اس کی زندگی میں Contribute کچھ نہیں کرتے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے دین میں برابر کا شریک ہو جا..... وہ کہتا ہے کہ میں تیرے مکان میں برابر کا شریک ہونا چاہتا

ہوں تو آپ کہیں گے باہر نکل ۔تو ایسی تبلیغ جھوٹ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔تو تبلیغ کون کرے گا؟ جو مامور ہے۔ اسلام کے اندر وقت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر کس وناکس جس نے دولفظ پڑھے ہیں وہ کھڑا ہو کے کہنے لگتا ہے قال اللہ تعالیٰ فی الکلام المجید اور قال الرسولؐ۔اور اپنی زندگی میں اس نے وہ چیز وارد نہیں کی۔ایسا سلسلہ چلا ہوا ہے کہ بس اللہ کا حکم سنو اور سنادو' بس پھر آزاد ہو گئے۔اس نے پھر آگے سنا دیا اور اگلے نے اور کو سنا دیا' عمل کسی نے نہیں کرنا۔بس پرچیاں لکھ کے تقسیم کرتے جائیں گے اور کام کوئی نہیں کرنا۔آپ اس کی زندگی کی کمزوریوں میں شریک ہو جائیں تو وہ آپ کے دین میں شریک ہو جائے گا۔بس اتنی سی بات آپ سمجھ لیں تو یہ تبلیغ ہے۔فرقہ اس لیے بنتا ہے کہ وہ نصیحت تو کرتا ہے مگر شریک نہیں کرتا' بیمار کو آپ حکم دیتے ہیں لیکن دوائی نہیں دیتے' آپ اُسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحت ہو جائے گی اور خود آپ کا بچہ ہسپتال میں داخل ہوتا ہے' اس کے بچے کو جامعہ نعیمیہ میں داخل کراتے ہو اور اپنا بچہ ایچی سن کالج میں۔ یہ بڑا فرق ہے۔اس لیے دین کی تبلیغ کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ اس کی زندگی میں بہت محبت کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اس کو بڑے یقین سے اپنی زندگی میں شامل ہونے دیں۔اس طرح وہ آپ کے دین کا ساتھی ہو جائے گا۔تو پہلے اس کی زندگی میں Contribute کریں' پھر اس کے

دین میں Contribute کریں۔اس طرح بات آسان ہو جائے گی۔بس اتنی ساری نصیحت مان لو۔کل سے یہ کام شروع کر دو'اس کو اپنے پاس بلاؤ اور چار دن تک کھانا کھلاؤ' پانچویں دن آپ کی تبلیغ جاری ہو جائے گی۔ پھر وہ خود پوچھے گا کہ آگے کیا کرنا ہے۔ بات آسان ہو جائے گی۔ یہ جو فقراء لنگر چلاتے تھے یہ بلاوجہ نہیں تھا۔لنگر پہ بُلا کے کھانا کھلاتے تھے اور کھانا بھی اچھا ہوتا تھا۔ ویسے بھی وہ باشعور لوگ تھے' جلال اور جمال کی کیفیت سے آشنا تھے۔انہوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی کہ یہ کرو بلکہ یہ کہتے تھے کہ تم ذرا ٹھہرو میں نماز پڑھ کے آتا ہوں۔تو تیسرے دن کھانا کھانے والوں کو خیال آیا کہ بابا جی خود نماز پڑھتے جا رہے ہیں اور ہمیں کہتے نہیں ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہے' چلو ہم بھی شروع ہو جائیں.....بس بابا جی کا کام اتنا تھا کہ کھانا کھلا کے تمہیں کلمہ پڑھا دیا۔انہوں نے یہ کام کیا اور تبلیغ نہیں کی۔انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کیا فرماتا ہے بلکہ اللہ جو فرماتا ہے وہ انہوں نے کر کے دکھا دیا۔تو آپ صرف بات نہ بتائیں بلکہ اس کا آپ پر جو اثر ہوا ہے وہ دکھائیں۔ باہر کے ملکوں میں جب تبلیغ ہوتی ہے تو وہ آپ کی باتوں سے متاثر ہو کے کلمہ پڑھ لیتے ہیں' پھر وہ پوچھتے ہیں کہ اب ہم نے کون سا معاشرہ بنانا ہے۔ پھر آپ سوچتے ہیں کہ وہ تو ابھی ہمارے ہاں بنا نہیں ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی لکھ کے بتایا تھا کہ یہ کیسا دین ہے جو مسلمانوں پہ نافذ نہیں ہو رہا یا یہ پھر

کیسے مسلمان ہیں جن پر دین نافذ نہیں ہو رہا۔ اس لیے سارا قصور ہی آپ کا ہے۔ آپ دین کو جانتے ہیں لیکن زندگی کو نہیں جانتے۔ آپ اپنے دوست کو دین میں شامل کرتے ہیں لیکن زندگی میں شامل نہیں کرتے۔ تو آپ اس کی زندگی میں Contribute کریں' اس کا دین ٹھیک ہے۔ غریب کی غریبی دور کرو' بیمار کی بیماری دور کرو۔ ان کا کلمہ ٹھیک ہے۔ ڈوبنے والے آدمی سے آپ کلمہ نہ سننے لگ جانا۔ وہ جو ڈوب رہا ہے اُسے آپ کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ سنا' تو کون سے فرقے سے تعلق رکھتا ہے' آوازِ بلند یا رسول اللہ کہتا ہے کہ نہیں ..... وہ بے چارہ پریشان ہو جائے گا' وہ تو ڈوب جائے گا' ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ آپ اس سے کلمہ سنیں آپ اُسے کنارے لگا لیں۔ پہلے اُسے آرام دو پھر اپنا کلمہ سناتے رہنا۔ آپ کی اس طرح کی ساری تبلیغ کلھم Cancelled ہے۔ کیا پہلے والا کلمہ Cancel ہو گیا ہے جو نیا کلمہ سنتے ہو۔ بس ایسی تعلیم اور تبلیغ کا ایک شعور ہے کہ اے مسلمانو اب مسلمان ہو جاؤ۔ یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کون کس کو کہہ رہا ہے کہ اسلام علیکم کہتا ہے اور اسلام وہ کہتا ہے..... مسلمان' مسلمان کو کلمہ پڑھاتا جا رہا ہے اور مسلمان' مسلمان کی مدد نہیں کرتا۔ چوری بھی ہوتی ہے' ڈاکہ بھی ہوتا ہے اور مسلمان' مسلمان کو کلمہ پڑھا رہا ہے۔ اس لیے آپ تبلیغ سے کچھ عرصہ کے لیے ذرا باز آ جائیں اور اپنے اندر بات وارد کریں' بہتر انسان بن جائیں' بہتر سلوک کرنے

والے بن جائیں' ساتھیوں کی مدد کریں' دوسروں کی بھی مدد کریں' جس کسی کی شکل انسان والی ہے اُس سے مدد کرتے وقت مذہب نہ پوچھنا' بس مدد کرو اس کی۔ شکل سے یہ دیکھو کہ کیا وہ انسان ہے؟ اگر وہ انسان ہے تو اس کی مدد کرو۔ اسلام میں تضاد اور فساد کا سارا واقعہ دین کے نام پر ہی ہوا ہے' صحابہ کرامؓ کی شہادت سے کربلا تک دیکھ لو۔ ایک طرف دعویٰ ہے کہ خلیفہ وقت ہوں اور دوسری طرف امام عالی مقامؑ ہیں۔ جو حملہ کر رہا ہے وہ جواز بنا کے بیٹھا ہے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا تھا کہ اور بات تو جانے دو' کیا مجھے پہچانتے ہو کہ نہیں' یہ تو تمہیں پتہ ہوگا کہ میں کون ہوں' پھر یہ نہ کہنا کہ انجانے میں واقعہ ہوگیا۔ تو وہ لوگ شناخت ختم کر بیٹھے' دین کے نام پر دین کی شناخت ختم ہوگئی۔ تبلیغ ایک ایسی چیز ہے جو اس انسان کی شناخت ختم کر دیتی ہے جو مامور نہ ہو۔ جو مامور ہوتا ہے وہ ایک ایک دن میں لاکھوں مسلمان کر دیتا ہے۔ آپ سارے لوگ کہاں سے آئے ہیں' جہاں پہ ایک مامور آدمی آیا تھا' داتا صاحبؒ آئے یا خواجہ غریب نوازؒ آئے' ایک ایک آدمی آئے اور بستیوں کی بستیاں مسلمان ہوگئیں۔ خلوص' محبت' حسنِ سلوک' گنجِ شکر' گنجِ گفتگوئے شکر..... یہ تھی اُن کی مٹھاس۔ تو ایسا کلمہ چاہیے' انسان انسان کے ساتھ ربط رکھے' محبت رکھے تو پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ محبت کرنے والا آسانی میں ہوتا ہے اور آسانی کر دیتا ہے۔ آپ کے لیے یہی تبلیغ ہے

اور یہی میرا پیغام ہے۔ کسی انسان کی مدد کردو' آپ کا دین مکمل ہو گیا۔ اب یہ راز ہے۔ ایک آدمی کسی جگہ اپنے سچے اللہ کے آگے بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا ہے کہ یا اللہ مجھے تیری رحمت سے یہ چیز درکار ہے' تو مالک ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ چیز عطا فرما اور آپ اگر اس آدمی کے پاس وہ چیز' وہ تعاون اور مدد لے کے چلے گئے جو وہ دعا سے مانگ رہا تھا تو آپ یہ سمجھیں کہ اس کی دعا کی تاثیر میں اللہ نے آپ کا انتخاب کرلیا۔ جو شخص اس قسم کے واقعہ میں شامل ہو گیا اس کی بخشش کا قوی امکان ہے۔ یعنی آپ کسی انسان کی اس آرزو کو پورا کریں جس آرزو کی وہ خدا کے آگے دعا مانگ رہا ہے' وہ آدمی اکیلے بیٹھا یہ دعا مانگ رہا ہے' تو آپ اس کی دعا کی تاثیر بن کے اس کی مدد کو پہنچیں تا کہ وہ آپ سوال نہ کرے۔ اس بات کی سند بتاتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک سائل ایک بزرگ کے پاس حاضر ہوا' اس نے سوال کیا اور پیسہ طلب کیا۔ اس بزرگ نے اُسے پیسوں کی ایک تھیلی عطا فرمائی اور آپ رونے لگ گئے۔ وہاں جو حضرات موجود تھے انہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے اس کی مدد تو کردی' تھیلی دے دی' پھر آپ روئے کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں غافل ہو گیا تھا' اگر میں غافل نہ ہوتا تو وہ سوال کی زحمت سے بچ جاتا' میں نے اس کے سوال سے پہلے کیوں نہ دے دیا' میری غفلت نے اس کو سائل بنایا۔ تو آپ لوگوں کی غفلت بھی سائل

بنا رہی ہے۔ اور پھر آپ سائل کو جھڑکیاں بھی دیتے ہیں۔ آپ یہ غور کریں کہ سائل کو سوال کی زحمت سے بچانے کے لیے آپ کو یہ دین دیا گیا ہے۔ آپ کو یہ اللہ کا راستہ بتا رہا ہوں کہ کوئی آدمی جو اللہ سے سوال کر رہا ہے اُسے دنیا میں سائل بننے سے پہلے مدد پہنچا دو۔ بس پھر آپ کا دین ٹھیک ہو گیا۔ اللہ کی طرف جانے والے کئی راستوں میں سے ایک راستہ مخلوق میں سے ہو کے جاتا ہے اور یہ آسان راستہ ہے' لوگوں کی مدد کریں۔ مدد الفاظ کی بھی ہے' محبت کی بھی ہے' مایوس اور آزردہ انسان کو امید کا کنارہ دکھا دیں' بجھے ہوئے انسان کو روشن کر دیں' کسی انسان کی زندگی کو کنارے لگا دیں اور کسی کی پسماندگی دور کر دیں..... بس پھر اللہ راضی ہے۔

اب آپ اور سوال پوچھ لیں ..... پوچھیں..... اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آپ نے تبلیغ نہیں کرنی بلکہ کسی کی مدد کرنی ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ مجھے مدد کرنے کے لیے کوئی بندہ نہیں مل رہا۔ اگر انسان نیکی کرنے کے لیے کوئی راستہ تلاش کرنا چاہے تو اُسے مل سکتا ہے۔ یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ سے کوئی نیکی نہیں ہوتی ہے تو آپ صرف معاف کرنا ہی سیکھ لیں۔ کس کو معاف کرنا ہے؟ ظالم کو' ڈسنے والوں کو' اپنے ساتھ حسنِ سلوک کی کمی والوں کو اور جو لوگ آپ کی مرضی کے خلاف ہیں۔ آپ وہ بات کریں جس پہ آپ مامور ہیں۔ یہ دین تو بڑا آسان ہے' ایک کلمہ ہے

جسے ایک آدمی نے پڑھا ہے' دوسرا بھی اُسے جانتا ہے مگر پھر کون سی بات ہے جو اُسے مبلغ بنانے پہ مجبور کر رہی ہے۔ ہر زبان تاثیر کے لیے نہیں بنائی گئی۔ کوئی زبان سخت ہو سکتی ہے۔ اگر تعلق ہو تو پھر زبان میں شیرینی ہے اور تعلق نہ ہو تو دعا بھی اس کے لیے بددعا بنتی ہے۔ تو آپ تعلق بنائیں اور ایسا تعلق نہ بنائیں کہ وہ صرف آپ کی ذات کا تعلق بنے بلکہ تعلق خیال کا ہونا چاہیے اور نیکی کا عنوان ہونا چاہیے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف سے گزارا ہوگا انہیں شاید افسوس نہ ہوا ہو مگر آپ کو تکلیف کا جو افسوس ہوا ہے ہم نے وہ زہر نکال دیا ہے اور اور یہ نکالنا چاہتے ہیں۔ زہر کیا ہے؟ نفرت' افسوس' انتقام' دل میں کسی کا گلہ رکھنا..... اُسے فی سبیل اللہ معاف کر دو۔ آپ اتنا کر دیں تو ہم آپ سے اور کچھ نہیں چاہتے۔ جن ظالموں نے ظلم کیا اور جن لوگوں نے اچھا سلوک نہ کیا آپ اس محفل میں ان سب کو فی سبیل اللہ معاف کر دیں۔ آپ نے اتنی سی بات کر دی اور آزاد ہو گئے۔ اُس کا عمل اُس کے ساتھ ہے اور آپ کی زبان سے شکایت ختم ہو گئی۔ یہ چھوٹی سی زندگی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو قبول کرے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے آپ نے ایک ایسا عمل کر دیا جو بظاہر ممکن نہیں تھا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی یہ جو خواہش ہے یہ بذاتِ خود خوشنودی ہے۔ راز کو سمجھیں' اللہ اپنی طلب جن کو دیتا ہے تو وہ اُس کی طلب کرتے ہیں۔ حاصل کچھ نہیں ہے' اللہ کو آپ نے حاصل نہیں کرنا

بلکہ اللہ کی طلب ہی اللہ ہے۔ تو اللہ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے اُسے اپنی تمنا دیتا ہے۔ اگر آپ کے دل میں اللہ کی تمنا آئی ہے تو یہ اللہ ہی کا احسان ہے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے۔ اللہ جب کسی کو معاف کرنے کی صلاحیت دیتا ہے تو دراصل اُسے یہ اطلاع دیتا ہے کہ میں تمہیں معاف کرنے والا ہوں۔ تو آپ اپنی معافی کا اپنی زبان سے اعلان کرتے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ میں نے سب کو معاف کر دیا ہے' اس طرح اپنی جان بچائیں۔ اب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے کیا ہے تو وہ کہے گا کہ معافی۔ لہٰذا معاف کرنے والا معاف کر دیا جائے گا۔ یہ بالکل صاف بات ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ ساری زندگی کی عبادت ایک الگ کیفیت ہے' عبادت کو اگر میں ایسے Define کروں کہ عبادت آپ کے اندر ایک ایسا مزاج تشکیل دیتی ہے' ایک ایسے مزاج کی پرورش کرتی ہے کہ جس مزاج سے آپ اپنی زندگی میں حُسن دیکھتے ہیں۔ جس آدمی کی عبادت منظور ہو جائے تو اُس کی زندگی اُس پر آسان ہو جاتی ہے۔ تو اُس کی عبادت منظور ہو گئی۔ عبادت کی دو صورتیں ہیں' ایک عبادت تو آپ کو اللہ سے ملاتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ عبادت جو آپ کو اللہ کریم سے ملا رہی ہے' وہ عبادت آپ کو کیا عطا کر رہی ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جس میں انسان کا ذکر ہے' انسان سے Dealing ہے' عباد الصالحین ہوں' ایسے لوگ ہوں جن پر اللہ کا انعام ہوا' وہ نہ ہوں جن

پر اللہ کا غضب ہوا' اس میں آپ اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی راہ دکھا' اصل میں اُس کی راہ کیا ہے؟ اُن لوگوں کی راہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نام پر اچھے انسانوں کی راہ دکھا رہا ہے' بات اللہ کی ہے' بات اُس لامحدود کی ہے' اُس لافانی کی بات ہے' اُس قدیم کی بات ہے..... تو یہ بات پیغمبر کیسے کر سکتا ہے۔ تو آپ ذرا غور کریں کہ اللہ کی بات' لامحدود کی بات' انسان کر رہا ہے اور انسان خود لامحدود نہیں ہے' انسان تو حادث ہے۔ حادث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو ایک مقام پر پیدا ہوا ہو اور ایک مقام پر اُس کا وصال ہوا ہو۔ تو اِسے حادث کہتے ہیں اور اسی حادث سے اللہ کی صفات بھی بیان ہو گئیں اور اللہ کے جلوے بھی بیان ہو گئے' سارا فنکشن بیان ہو گیا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سا مقام ہے جہاں ایک فانی انسان اُس ذات کا شعور حاصل کر لیتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور پھر وہ انسان اُس ذات کو بیان بھی کرتا ہے کہ اللہ یہ ہے' اللہ کی صفت یہ ہے' اُس نے کہا ہے کہ ایسے عبادت کریں' اللہ نے یہ کہا ہے کہ یوں کرو۔ تو وہ کون سا ایسا مقام ہے جہاں انسان اللہ سے یوں ملاقات کر لیتا ہے کہ پھر اللہ کی بات انسانوں کو Convey کرتا ہے۔ وہ ضرور کوئی مقام ہو گا اور اُسے دریافت کیے بغیر بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو وہ کون سا ایسا مقام ہے جب اللہ کہتا ہے کہ میں مومن کے ہاتھ بن جاتا ہوں' اُس کی آنکھ بن

جاتا ہوں..... یہ مقام ضرور ہوتا ہے' لیکن کہاں؟ اگر انسان ایک انداز کی زندگی اختیار کرے تو وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو آپ زندگی میں انداز نہ بدلیں۔ عبادت میں آپ کی جو کیفیت ہے عبادت کے باہر بھی وہی ہونی چاہیے' پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو مسجد میں یا سجدے میں آپ کی جو حالت ہے وہ سجدے یا مسجد کے علاوہ بھی وہی ہونی چاہیے یا مسجد سے باہر جو حالت ہے وہی نماز میں بھی ہونی چاہیے۔ آپ اپنی زندگی سے یہ بات نکال دیں کہ کبھی ماننا ہے اور کبھی نہ ماننا ہے۔ تو ہمارے ہاں یہ دقت ہے کہ کبھی مانتے ہیں اور کبھی نہیں مانتے۔ تو منافقت چھوڑ دینی چاہیے' اگر یہ ہے تو۔ اللہ آپ کے سامنے کبھی ظاہر نہیں ہوا' آپ کے یقین نے اُسے ظاہر سمجھا ہوا ہے اور جب آپ اپنا یقین ختم کر لیتے ہیں تو آپ کے لیے اللہ غیر حاضر ہو جاتا ہے' گناہ کا وقت آ جاتا ہے' بدی کا مقام آ جاتا ہے۔ تو آپ اپنے یقین کو اپنے شک میں لپیٹ کے بیٹھے ہوئے ہیں' کبھی یقین کا چہرہ دیکھ لیتے ہیں اور کبھی اُسے چھپا لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس بات سے دور کرو۔ اگر اللہ کو مانتے ہو تو پورا مان لو۔ یہ نہ کرنا کہ ماننے والوں میں بیٹھیں اور کیفیت نہ ماننے والوں جیسی ہو..... تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دین دیا اور آپ کی زندگی بہتر کرنے کے لیے دیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب سرکارِ دو عالم ﷺ ہیں۔ تو سب سے زیادہ قریب جو ذات ہے'

جس کو سب سے زیادہ تقرب حاصل ہوا' سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا' اُن کو انسانوں میں سب سے زیادہ اتنا پھیلایا گیا کہ آپ رحمت اللعالمینؐ بن گئے۔ تو یہ راز بتا رہا ہوں کہ جو ذات اللہ کے جتنا زیادہ قریب ہوتی ہے اُسے اتنا ہی لوگوں کے قریب بھیجا جاتا ہے۔ تقربِ الٰہی دراصل انسانوں کی خدمت کا نام ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو انسانوں سے نفرت کرے اور اللہ سے پیار کا دعویٰ کرے۔ جو شخص اللہ کریم کے فنکشن کو پسند نہ کرے اُس کے لیے بات کیا رہ گئی۔

اللہ کیا پیدا کرتا ہے؟ اللہ انسان پیدا کرتا ہے یہی انسان' یہی ہمارے دور کے انسان' جو اکثر آپ کو پسند نہیں آتے' یہ سب اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ اللہ کے کام کو پسند کرنے والا ہی دراصل عبادت کر رہا ہے۔ جس انسان کے دل میں کسی انسان کے لیے کبھی Spontaneous نفرت پیدا ہو جائے وہ اللہ کے قریب نہیں ہو سکتا۔ تو کسی انسان کے لیے اچانک نفرت کا پیدا ہونا آپ کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ تو آپ کبھی انسان سے نفرت نہ کرنا۔ آپ کے دین میں سب سے پہلی بات کلمہ ہے اور کلمے کے دو حصے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ' پہلا حصہ لا الٰــہ الا اللہ اور دوسرا حصہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ اللہ انسانوں کا خالق ہے' سب انسانوں کا خالق ہے' اس لیے مخلوق آپ کے اللہ کا عمل ہے' سارے اللہ کے بندے ہیں' یہ

سب اللہ کی بنائی ہوئی شاہکار تصویریں اور پینٹنگز ہیں' یہ سارے انسان' ساری فطرت' خوب صورتی' انسان کا ظاہر اور باطن' سارا کچھ۔ ساری کائنات بدل گئی مگر انسان کی ساخت نہیں بدلی' اس میں کتنا حُسن ہے' اس کو بنانے والے نے کتنی Minute detail میں بنایا کہ آج تک کوئی انسان کبھی Repeat نہیں ہوا' کروڑہا زمانے گزر گئے لیکن کوئی شکل دوبارہ Repeat نہیں ہوئی۔ کوئی انسان اچانک بھی نہیں آیا' اتفاق سے بھی نہیں آیا کہ دوسرے کے برابر ہو' اگر بظاہر برابر نظر آیا بھی' تو بھی کہیں نہ کہیں اس میں آپ کو غیر برابری نظر آجائے گی..... یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ اللہ ہے اور سب کے لیے اللہ ہے۔ اب کلمے کا دوسرا حصہ دیکھیں' اللہ کے حبیب ﷺ کلمے کا دوسرا حصہ ہیں' وہ بھی سب کے لیے ہیں کیونکہ آپ رحمت اللعالمینؐ ہیں۔ سب کے لیے صرف موجود نہیں بلکہ سب کے لیے رحمت ہیں۔ وہ مسلمان جو کسی دوسرے انسان کے لیے دوزخ کی تمنا کر رہا ہے اُس کے لیے جنت کا داخلہ مخدوش ہو گیا ہے یعنی وہ انسان جو کسی اور انسان کو جنت میں جانے سے روک رہا ہے' ناپسند کر رہا ہے' یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اصل میں وہ اللہ کی رحمت سے خود مایوس ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کا اختیار ہے کہ وہ آخری وقت تک جسے چاہے معاف کر دے' شاید اسی حق کے تحت ہم بھی بخشے جائیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ وہ لوگ جو آپ کو ناپسند ہیں اگر وہ جنت میں جائیں گے تو وہاں بھی آپ جھگڑا

کریں گے۔تو آپ یہاں سے ہی صلح کر کے جائیں۔عین ممکن ہے کہ وہ آدمی قبول ہو جائے جو آپ کو ناپسند ہو اور اللہ کے پاس پہنچ کر اگر وہ آپ کے خلاف بول گیا تو پھر؟ اللہ کے ساتھ اس کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کا ہے۔ حالانکہ آپ نے بھی عبادت کی ہوگی مگر یہ دیکھو کہ منظور کس کی ہوئی ہے۔ جس کی عبادت منظور ہوئی ہو اس کی پہچان بتاتا ہوں' جس کی عبادت سب سے زیادہ منظور ہوئی ہے وہ ساری کائنات کے لیے رحمت مانگتے ہیں اور ان کا نام رحمۃ اللعالمینؐ ہے۔تو اس ایک ذات کی عبادت سب سے زیادہ منظور ہوئی ہے اور ان کا لقب ہے رحمۃ اللعالمینؐ وہ سب کے لیے رحم مانگ رہے ہیں۔تو جس کی عبادت منظور ہوئی ہو وہ سب کے لیے رحم مانگے گا۔ جو شخص سب کے لیے رحمت نہیں مانگ رہا، اس نے کچھ کے لیے ابھی Reservation رکھی ہوئی ہے' اس کی عبادت اتنی ہی نامنظور ہے۔ اب آپ پہچان لیں۔آج کی نشست میں آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ سب کو معاف کر دیں۔ جس نے جو غلطی کی اُسے معاف کر دیں۔ غلطی تو سب کرتے ہیں' آپ خود بھی کرتے ہیں۔سب کو معاف کر دینے والا کہتا ہے کہ یارب العالمین سب کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول' عام کر دے' تُو سب کو معاف کر دے اور مسلمانوں کو ابتلا سے بچا۔ پھر آپ اپنے دشمن کو معاف کر کے اللہ کو بتائیں کہ میں نے یہ کیا ہے۔اس طرح آپ بھی معاف۔

بس کام آسان ہوگیا۔اس طرح کل کو دِقّت نہیں ہوگی۔ جو اللہ کے قریب ہوگا وہ مخلوق کے لیے رحمت ہوگا اور جو مخلوق کے لیے جتنا سخت ہے وہ اللہ سے اتنا دور ہے..... جس نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا ہو اس کے خلاف ضرور نفرت پیدا ہوتی ہے اور آپ کی لیے ایجوکیشن کیا ہے؟ معاف کردو۔ زندگی میں اکثر غصہ پیدا ہوتا ہے اور ایجوکیشن کیا ہے؟ غصہ چھوڑ دو والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین: وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ پیسہ جمع کرے اور جب اللہ کی ایجوکیشن ملتی ہے تو پھر وہ کہتا ہے دوسرے کو دے دو۔ نارمل خواہش یہ ہوتی ہے کہ پیسہ لے لو اور اللہ کے راستے میں کہتے ہیں کہ دے دو۔ جس کو زندگی سے آسانی نہ ملی ہو وہ کہتا ہے میں کیوں دوسرے کو آسانی دوں۔ مگر ایجوکیشن یہ ہے کہ اُسے دے دو' اگر آپ کے ساتھ کسی نے رعایت نہیں کی تو آپ رعایت کرو۔ جو شخص سخت ہے وہ اپنی عاقبت لکھ رہا ہے اور آپ نرم دل ہیں' تو آپ اس کے لیے بھی نرم دل ہو جائیں۔ انسان کے دو نام نہیں ہوتے' وہ یا تو سخت دل ہوتا ہے یا پھر نرم دل۔ نرم دل ہر ایک کے لیے نرم دل ہے' رحمت ہر ایک کے لیے رحمت ہے' آپ انسانوں کی دنیا کے لیے رحمت بن جائیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا راستہ مل جائے گا۔ میں ایسے بے شمار واقعات جانتا ہوں'

مثلاً ایک آدمی نے ایک جانور کے ساتھ محبت کی اور وہ اللہ کے بہت تقرب میں داخل ہوگیا' اس پر رحم کر دیا گیا۔ اگر کسی ولی سے پوچھیں کہ کیسے ولی بنے تھے تو ان میں سے کوئی بتائے گا کہ میں نے عبادت تو کوئی نہیں کی' میری ماں نے دعا دی تو میں ولی بن گیا۔ تو ماں اکثر دعا دے دیتی ہے' وہ آپ کی ساری غلطیاں بھول جاتی ہے اور ایسی دعا دیتی ہے کہ آپ کی ساری عبادت جو ہے وہ Compensate ہو جاتی ہے۔ اس طرح ماں ولی بنا دیتی ہے۔ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی شراب پیتا تھا' شراب کے نشے میں رہتا تھا' ایک صبح اُس علاقے کا مامور درویش اس کی پاس آ گیا اور مبارک دی کہ تمہیں ولایت مل گئی ہے' تم قبول ہو گئے' یہ تو بتاؤ تم نے کیا نیکی کی تھی؟ اس نے کہا آپ سب کو پتہ ہے کہ میں تو شرابی آدمی ہوں' میں نے کیا نیکی کرنی ہے؟ درویش نے کہا کہ یہ حکم ہے کہ ہم نے اسے انعمت علیہم والے زمرے میں Admit کر لیا ہے' جا کر اُسے مبارک دو۔ تو ہم تمہیں مبارک دینے آئے ہیں اور یہ بھی پوچھنے آئے ہیں کہ آپ نے کون سی نیکی کی ہے۔ اُس نے کہا میں نے تو کوئی نیکی نہیں کی' رات نشے کے عالم میں گھر آ رہا تھا تو راستے میں کاغذ کا ٹکڑا ملا اُس پر میں نے دیکھا کہ اللہ لکھا ہوا ہے' میں نے اُس کو اُسی حالت میں لپیٹا' خوشبو لگائی اور دیوار میں رکھ دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ نے کہا ہے کہ تم نے میرے نام کو خوشبودار بنایا ہے' ہم تیرے نام کو خوشبودار

بنائیں گے..... یہ داتا صاحبؒ کے بزرگوں میں سے تھے۔ کسی اور سے ملیں گے تو وہ کہے گا کہ اللہ مجھے سخاوت سے ملا ہے۔ تو اللہ کے بے شمار راستے ہیں لیکن مزاج ایک ہونا چاہیے۔ جو مزاج بدلنے والا شخص ہے میں آج اُس کو وارننگ دے رہا ہوں کہ اُس کے لیے آسانی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ایسا آدمی مزاج کی تبدیلیاں کرتا رہتا ہے' کبھی عابد ہو گیا' کبھی دنیادار ہو گیا پھر کبھی نیک ہو گیا۔ تو اُس آدمی کے لیے آسانی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اکثر یہ Trouble ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اب عبادت گزار ہو گیا ہوں لیکن آخر اس دنیا کے لیے بھی تو کچھ کرنا ہوتا ہے۔ یہ جو دنیا ہے یہی دھوکہ دیتی ہے۔ اس لیے آپ ایک مزاج کے انسان بن جائیں' ظاہر' باطن میں اگر کوئی فرق رہ گیا ہے' تو اُسے مٹا دیا جائے۔

سوال:-

اگر مزاج ایک جیسا ہو جائے تو زندگی کا ڈرامہ بے رنگ ہو کر رہ جائے گا۔

جواب:-

میں نے یہ دیکھا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی زندگی میں ٹریجڈی تھی لیکن جو ڈرامہ انہوں نے لکھا اُس میں ٹریجڈی نہیں تھی اور ٹریجڈی لکھنے والے کچھ لوگ مزاجاً بھی ٹریجڈی والے لوگ تھے' وہ روتے

رہے اور رُلاتے رہے۔ تو وہ ایک مزاج تھا۔ اسی طرح پرانے زمانے میں ٹریجڈی کے کئی رائٹر تھے۔ بعض لوگ کافر تھے' لیکن اتنے اچھے تھے کہ اُن کے مسلمان ہونے کی دعا مانگی گئی' یہ دعا مانگی جاتی رہی کہ یا اللہ یہ شخص اسلام کو دے دو۔ خالد بن ولیدؓ پہلے اسلام کے حق میں نہیں تھے' انہوں نے بڑے جوہر دکھائے اور پھر وہ اسلام کو دینے پڑ گئے۔ تو وہ ایسی شخصیت تھے کہ اُن کا صحیح مومن ہونا ہی Desired تھا۔ یہاں اُن کا مزاج تبدیل نہیں ہوا' یک رنگ مزاج تھے اور یہی انسان کا مزاج ہونا چاہیے۔ آپ اتنی چھوٹی سی بات نہیں کر سکتے کہ ایک مزاج رکھیں۔

سوال:-

میرے تین سوال ہیں' پہلا یہ کہ کیا فرد پر معاشرے کی تبلیغ کی ذمہ داری فرداً فرداً عائد ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ تبلیغ وہ کرے جو تبلیغ کرنے پر مامور ہے تو یہ فیصلہ کیسے کیا جائے کہ کون تبلیغ کرنے پر مامور ہے' تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر تقربِ الٰہی انسان کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے تو تاریخ میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی لیکن وہ خدا کو نہیں مانتے تھے اور انہیں اللہ کا تقرب نہیں ملا۔

جواب:-

آپ کے تینوں سوالوں کا جواب ایک جواب کے اندر آ جاتا ہے کہ

آپ اپنے مزاج کو ایک رکھیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسانوں کی خدمت کرو تو یہ بات تو طے شدہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے ایک خاص گروہ میں بات کر رہے ہیں اور ہمارا Address ان سے ہے ورنہ تو سیکولر عبادت بھی رہی ہے' ایک مزاج بھی رہا ہے' اللہ کو ماننے والے بھی رہے ہیں' ایک ایسے گروہ بھی آئے ہیں جو ایک اللہ کو ماننے والے تھے لیکن اُن کا اپنا مذہب تھا۔ ہمارا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ہم ایک ایسے دین کو مانتے ہیں کہ جس میں صرف اللہ کو ماننا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ کے ساتھ اللہ کے حبیبؐ کو ماننے والے لوگ ہیں۔ ایک آدمی جو مکمل طور پر اللہ کی پوجا کر رہا ہے' توحید میں Perfect ہے لیکن رسالت سے انکاری ہے تو ہم اس کو اسلام نہیں مانتے اور ہماری اُس سے بحث نہیں ہے۔ ہمارا ایمان اللہ کو ماننا ہے اور رسالت سے مشروط ہے۔ اِگر کوئی آدمی اس کے بعد بھی وہی کرتا ہے جو اس اسلام میں حکم ہے مثلاً سچ بولتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے لیکن مسلمان نہیں ہے تو یہاں پر آپ مذہب اور اخلاقیات کو Confuse کر رہے ہیں۔ اخلاقیات دنیا کے اندر ایک رائج سکہ ضرور ہے۔ مذہب میں بھی وہی اخلاقیات ہے مگر مذہب اور اخلاقیات میں فرق یہ ہے کہ وہی کام کرو لیکن اللہ کا حکم سمجھ کر کرو۔ تو وہ کام صرف سماج کی قدر سمجھ کر نہ کرو۔ تو مذہب اور اخلاقیات میں اتنا سارا فرق ہے اور ہماری اخلاقیات اللہ کے حکم کے طور پر ہیں۔ ہر کافر کہے گا کہ سچ بولو اور وہ سچ بھی

بولتے ہوں گے لیکن ہمارا سچ بولنا اللہ کے حکم سے ہے' اس لیے آپ کے اُس سوال کا جواب تو یہ ہو گیا۔ اب یہ کہ مامور کون ہو گا؟ میں نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ مامور کون ہے اور آپ مامور کو ڈھونڈیں' میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کو تبلیغ کے آداب نہیں آتے' اُس سے آشنا نہیں ہیں تو کسی کو تبلیغ نہ کرنا۔ فرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اتنا سچ تو ضرور بولے کہ جس آدمی کو وہ روٹی نہیں دے سکتا اُس کو جنت میں شریک کرے۔ تو ایسا شخص مامور نہیں ہے۔ وہ آدمی جو کسی کو صرف تبلیغ کر رہا ہے اور اُس کی زندگی میں اس کی مدد نہیں کرتا تو وہ مامور نہیں ہے۔ مامور یہ نہیں ہوتا کہ اُس کے پاس کوئی پروانہ آ گیا یا کوئی چٹھی آ گئی بلکہ وہ آدمی بڑی نفاست سے تبلیغ کرے گا' پہلے اُس سے محبت کرے گا اور پھر اُسے اپنا دین دے گا۔ یہاں پر آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ نفرت کرتے ہیں اور دین کی بات بھی بتاتے ہیں۔ اس لیے آپ محبت کرو۔ جس سے آپ محبت کریں گے اُسے کہیں گے کہ میرے پاس ایک اچھی چیز ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ تم بھی لو' میرے پاس دین ہے اور جنت ہے۔ تو آپ کافر سے محبت کریں گے تو اُسے دین دیں گے۔ آپ دین کو چابک نہ بنائیں' چھانٹا نہ بنائیں' لاٹھی نہ بنائیں بلکہ دین کو سجا کے پیش کریں' انہیں محبت کے ساتھ کھانا کھلائیں۔ تو آپ محبت کے ساتھ یہ کام کریں۔ ایسا شخص مامور ہوتا ہے۔ مامور ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کوئی Pensionable

post ہو۔تو وہ اور قسم کا آدمی ہوتا ہے' خاص شے ہوتا ہے۔تو آپ اللہ کے ساتھ محبت کا تعلق رکھیں۔

سوال:-

اگر کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہو اور وہ مامور نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب:-

ایسا شخص اپنی نااہلی سے لوگوں کو بدظن کرے گا۔ ہر انسان کا ایک مزاج ہوتا ہے' کچھ انسانوں کا مزاج سچا ہوتا ہے اور کچھ کا جھوٹا۔ اگر کسی انسان کا مزاج جھوٹا ہو اور وہ سچے دین کی تبلیغ کر رہا ہو تو وہ لوگ اُس دین کو قبول نہیں کریں گے ہر چند کہ دین سچا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی انسان نے دین کو غلط پیش کیا' ہر منبر سے ہر مسجد سے صحیح دین پیش ہوا لیکن پیش کرنے والا کبھی کبھی جھوٹا نکلا۔ تو سچا دین پیش کرنے کے لیے پیش کرنے والے کا صادق ہونا اول شرط ہے۔ تو جو پہلے صادق ہے وہی صداقت کا دین دیتا ہے۔ جب تک تم صادق نہ ہو جاؤ تم صداقت کا دین نہیں دے سکتے۔ یہ ایسا دین ہے کہ غیر صادق کے ہاتھ سے چلتا نہیں ہے' اس میں کمال یہ ہے! اگر ایک بات کو دو آدمی کریں گے تو ایک کا اثر ہوگا اور دوسرے کا نہیں ہوگا۔ Why? آپ کے ہاں حکومت کے لیول پر دین کی تبلیغ ہو رہی ہے لیکن لوگ اُسے کیوں نہیں مانتے۔ آپ کہتے ہیں کہ حکومت ٹھیک نہیں کر رہی' اکثر لوگ

کہتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے دین کے نفاذ میں Sincerity نہیں ہے۔ حالانکہ دین وہی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ اپنے لیے وہ چیز کیوں نہیں پسند کرتے جو دوسرے کے لیے پسند کرتے ہو اور یہ کہ لما تقولون مالاتفعلون وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ اس تبلیغ سے آپ مسلمانوں کو اور مسلمان بنانا چاہتے ہو۔ اور کیا مسلمان بناؤ گے تو ہمارے ہاں آج تک یہ واقعہ ہوتا جا رہا ہے کہ لوگوں کے اعمال اور افعال میں فرق ہے۔ آپ سچے طریقے سے دین میں داخل ہو جائیں۔

سوال:-

فرد کی معاشرے کے لیے کیا ڈیوٹی ہے؟

جواب:-

اللہ تعالیٰ نے جس معاشرے کو اسلام کے ذریعے سے Form کرنا پسند فرمایا اُس کے اندر یعنی اُس معاشرے میں حال کے اندر حال پر موجود ایک انسان کا، ایسے انسان کا ہونا لازم ہے جس کو لوگ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف سے اُس زمانے میں مانیں۔ اس کا نام اولی الامر ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اولی الامر حاکم وقت یا بادشاہ نہیں ہوتا۔ یہ فیصلہ ہم کربلا میں کر آئے ہیں۔ تو اولی الامر وہ نہیں ہے جو Rule کرتا ہے۔ اولی الامر کا آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔ اگر معاشرے میں کوئی امیر المکذبین

آ جائے تو امیرالمومنین کوئی اور ہوگا' امیرالمنافقین کوئی اور ہوگا۔ تو سماج میں لوگ اگر سچے ہوں گے تو ان کا بادشاہ امیرالمومنین ہوگا اور اگر معاشرے میں منافقین کی تعداد زیادہ ہے تو بادشاہ امیرالمنافقین ہوگا۔ تو جیسے لوگ ہوں گے ویسے ہی ان کا بادشاہ ہوگا۔ فرد کی ذمہ داری قائم رہتی ہے۔ جب ایسا وقت آ جائے جیسے وقت سے آپ گزر رہے ہیں تو فرد تو تنہا ہے' وہ اپنی اصلاح کرے اور خود کو زمانے کے اندر پیدا ہونے والی کسی نامناسب آندھی سے بچائے۔ اس زمانے کی آندھی نمبر ون مایوسی ہے' فرد اپنے آپ کو اس سے بچائے۔ یہ آپ کا اپنے آپ پر بڑا احسان ہوگا کہ اپنے آپ کو مایوسی سے بچائیں۔ یہ آپ کی اپنے ساتھ بڑی مہربانی ہوگی۔ حالات میں اگر کوئی امید نہیں ہے تو میری طرف سے آپ کو یہ اطلاع ہے کہ امید کا چراغ نہ بجھنے دینا۔ زندگی پر آپ کا یہ بڑا احسان ہوگا کہ آپ مایوس نہ ہونا، خاص طور پر انسان کی عظمت سے مایوس نہ ہونا۔ Suddenly, one fine morning man will rise انسان ضرور ایک روز بیدار ہوگا۔ اس بات کا یقین رکھنا۔ آپ کے اندر کا Man جاگ اُٹھے گا۔ یہ ضرور ہوگا۔ آج آپ کو انسان نظر نہیں آ رہا، بڑی تلاش کرتے ہیں' بندے نظر آتے ہیں لیکن انسان نظر نہیں آتا' اللہ کا بندہ نظر نہیں آتا لیکن عین ممکن ہے کہ آپ کے اندر کا انسان جاگ اُٹھے۔ یہ کبھی نہ کہنا کہ آج کل دنیا میں کوئی اچھا انسان نہیں

ہے اور میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ تو یہ آدمی بڑا Criminal ہے جو لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور خود اچھا نہیں بنتا' لوگوں کو سچا نہیں سمجھتا اور خود سچ نہیں بولتا۔ یہی آدمی ہے جو معاشرے کو خراب کرنے والا ہے۔ اس آدمی کو پکڑ لو' اس کو پہچان لو' جو یہ کہتا ہے کہ معاشرہ بگڑا ہوا ہے اور اُس سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو وہ کہے گا کہ میں بھی انہیں میں شامل ہوں۔ یہ آدمی فساد کی جڑ ہے' نقصان پہنچا رہا ہے۔

سوال:-

جس کو آپ جیسا کوئی مل جاتا ہے وہ دوسروں کو تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔

جواب:-

اپنے آپ کو سب سے پہلے معاف کرنا ہے۔ یہ سارا طریقہ اپنے آپ کو ہی معاف کرنے کا بتا رہا ہوں اور آپ کے اندر کا کرودھ نکال رہا ہوں۔ جب آپ دوسرے کو محبت کے ساتھ معاف کریں گے تو آپ کے اندر محبت پیدا ہو جائے گی۔ جب آپ Selfless ہو جائیں گے تو آپ کو اپنا آپ اچھا لگنے لگ جائے گا۔ جب آپ دوسروں کی نفرت نکال دیں گے تو Correspondingly لوگوں کی طرف سے بھی آپ کو ایک لہر آئے گی۔ یہ خود بخود ہو جائے گا۔ کبھی آپ تنہا چل کے دیکھیں' اجنبی دیس

میں چل کے دیکھیں، سب کے لیے خیر مانگ مانگ کے دیکھیں تو پھر آپ کو اپنا آپ اچھا لگے گا کہ آپ اس عمل میں شامل ہو گئے جو منشائے ایزدی عمل ہے۔ پھر تو آپ کو خود بخود ہی وہ رنگ مل جائے گا۔ جتنے شب بیدار لوگ ہیں، جیسے اقبالؒ تھا کہ ۔

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

تو وہ مشکل مقام کیا تھا؟ کیا اُسے زندگی میں کوئی تکلیف تھی؟ نہیں تھی بلکہ دوسروں کی زندگی میں، قوم کی زندگی میں اس نے محسوس کیا کہ کہیں کوئی مشکل ہے اور اس طرح وہ خود بیدار ہو گیا۔ اب جو وہ خود بیدار ہوا، اصل میں اس کو بیداری عطا کر دی گئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے بیداری عطا کر دے، تو اقبالؒ آج تک بیدار بخت چلا آ رہا ہے، شعر بھی اس کا بڑا اعلیٰ ہے، اس کا خداداد مقام ہے کہ جسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔ آپ اگر اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کے بندوں کو معاف کریں تو اللہ آپ کو ضرور راز آشنا کرے گا۔ راز آشنا ہونا ضروری ہے، رازِ ہستی سے آشنا ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔

کیا بندہ اتنا Important ہے؟

جواب:-

بندہ ہی Important ہے۔ اللہ کا ذکر' جہاں تک بندہ ہے وہیں تک ہے تسبیح' مناجات اور اللہ کا تذکرہ انسان تک ہے۔ اللہ کا ذکر آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔ جہاں جہاں تک انسان ہیں' ماننے والے ہوں کہ نہ ماننے والے ہوں' انسان بڑا Important ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انسان کے خالق کے طور پر ملا ہے' اس کے علاوہ تو اللہ نہیں ملا۔ آپ کی پیشانی کے ساتھ مسجود کا تعلق ہے' خیال کے ساتھ اور فکر کے ساتھ اللہ کا تعلق ہے۔ اللہ جب بھی ملا' انسان کے حوالے سے ملا' پیغمبروں کے حوالے سے ملا۔ انسان کے بغیر بات نہیں چلتی۔ تو انسان بڑا اہم ہے۔

اب کوئی اور سوال..... بولیں..... پوچھیں۔

سوال:-

میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آپ کے پاس ہے وہ ہمیں دے دیں۔

جواب:-

میں اس کے لیے تیار ہوں۔ جو آپ کے پاس ہے وہ آپ دے دیں اور جو ہمارے پاس ہے ہم دے دیتے ہیں۔

سوال:-

میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

جواب:-

پھر میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ آپ دنیا دے دو' ہم دین دے دیتے ہیں۔ ہم سے آپ نے لینا کیا ہے سوائے دینے کی خواہش کے۔ اگر آپ میں دینے کی خواہش پیدا ہوگئی تو یہی ہم نے لینا ہے۔ اگر آپ کی دنیا' دین کے راستے پر نثار نہیں ہوتی تو پھر آپ نے یہاں سے لینا کیا ہے۔ دین ہے کیا' نثار کرنے کے علاوہ۔ دین ہے ہی یہ کہ دنیا نثار ہونا آسان ہو جائے۔ جب دنیا نثار ہونا آسان ہو جائے تو یہی دین کی خوبی ہے۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ دنیا کو محفوظ رکھنا یا محفوظ رکھنے کی خواہش سے دین کی محبت فروغ نہیں پاتی۔ دین کی محبت دنیا کی محبت کے برعکس ہے اور دنیا کو ہی دین میں Convert کرنا ہے آپ نے۔ دین اگر کمزور ہو جائے تو دنیا کو قبضے میں کرنے کی آپ کی خواہش بڑھ جاتی ہے اور دین قوی ہو جائے تو دنیا نثار کرنے کی خواہش ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو چیز زندگی میں کمائی ہے اب اس کو Release کرو' اس کو چھوڑ دو ہاتھ سے۔ یہ کبوتر آپ اڑا دو یا پھر آپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ کچھ تو ہوگا' چھوڑ کے ضرور جاؤ گے۔ ہم کہتے ہیں چھوڑ کے جاؤ ورنہ ہاتھ سے گیا۔ یہ جو آپ کے پاس سرمایہ ہے اس کو دین بنالیں۔ اللہ آپ کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور جو استعداد ہے اُسے مخفی رکھنے سے روکتا ہے۔ دین میں وہ آدمی

بہت جھوٹا ہے جو پیسے رکھتا ہو اور اللہ کو صرف عبادت سے حاصل کرنا چاہے' اللہ قیامت تک نہیں ملے گا۔ جس کے پاس پیسہ اس کی شناخت ہو' سماج میں جو پیسے والا مشہور ہو اور وہ اللہ کو نماز سے راضی کرنا چاہے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ اللہ اس سے اور بات کرتا ہے' اُسے کہتا ہے کہ تو پیسے دے۔ کیونکہ اس کا مزاج اور طرح کا ہو جاتا ہے اس لیے اس مزاج کو توڑنا ہوتا ہے۔ آپ لوگ اللہ کی محبت کے علاوہ کی محبت کو نکال دیں اور اس وقت وہ پیسہ ہے' اس وقت وہ آسائش ہے' اس وقت وہ Desire for security ہے اور اپنے آپ کو قائم رکھنے کی خواہش ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر تھل کے اندر فریدؒ نہ چلتا۔ تو کوئی بات ہے ناں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ بادشاہوں نے بادشاہت کو چھوڑ کر فقیری کو اختیار کیا مگر کسی فقیر نے فقیری چھوڑ کر بادشاہت اختیار نہیں کی۔ اس میں ضرور کوئی راز ہے اور یہ کوئی بلند بات ہے۔ اس لیے آپ نے جو سوال کیا وہ ہمیں منظور ہے' جب ہم آپ کو اپنے جیسا بنائیں گے تو اپنے ساتھ سفر پر لے جائیں گے' پھر اس سفر میں کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہیے' پھر یہ نہ کہنا کہ میں کسی بچے کے نام کچھ لگا لوں' یہ کرلوں وہ کرلوں..... پھر جو ہے وہ ساتھ لے چلو۔ جب یہ کام آپ کے لیے آسان ہونا شروع ہو گیا پھر آپ کا کام بن جائے گا۔ آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا، صرف دل کو خواہش سے آزاد کرنا ہے' دل پھر اللہ کا گھر ہے خود بخود ہی۔ پھر وقت کی بات کوئی

نہیں ہے' یہ واقعہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف بات سمجھ آنے کی بات ہے' ذہن کو روک دو تو دل کھل جاتا ہے' تو کشادگی پیدا کرو' جو تمہارے پاس Best چیز ہے اُسے اللہ کی راہ میں نثار کرنے کی تیاری کرو۔ یہ حکم کی بات نہیں ہے بلکہ شوق کی بات ہے۔ حکم تو سب کے لیے برابر ہے کہ نماز پڑھو' عبادت کرو۔ وہ تو آپ کرتے ہی جا رہے ہیں۔ شوق ہونا چاہیے۔ شوق والے کے پاس جو کچھ ہوگا وہ اللہ کی راہ میں نثار کرے گا۔ یہ فیصلہ آپ نے دل سے کرنا ہے کہ آپ کے اختیارات کی گلیاں ''سنجیاں'' ہو جائیں۔ پھر وہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات مشکل ضرور ہے مگر یہ جو سوال کیا گیا ہے یہ کب آسان ہے۔ یہ مشکل راستہ بھی انسانوں نے ہی طے کیا ہے۔ مشکل تب ہے جب راہ میں کوئی رکاوٹ ہے مثلاً آسائشیں رکاوٹ ہیں۔ میں کہتا ہوں چلو آپ آسائشوں کو نہ چھوڑو مگر ان کو آپ نے کل یا پرسوں چھوڑ جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ واقعہ زبردستی آپ کے ساتھ ہو جائے آپ یہ Willingly چھوڑ دیں۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز آپ سے چھن جائے آپ اُسے Willingly چھوڑ دیں۔ چھوڑ تو تُو نے ضرور دینا ہے۔ زندگی میں کم از کم ایک سٹیج ایسی ضرور آنی چاہیے' ایک نقطہ ضرور آنا چاہیے کہ جب انسان کی نگاہ آنے والے وقت پر لگی ہوئی ہو' گزرے ہوئے وقت کو آپ خدا کے لیے چھوڑ دو اور جو وقت آ رہا ہے اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ آدمی بڑی مشکل

میں مرے گا جس کا آخری وقت ہو اور اس میں دنیا کی محبت ہو۔ یہ بڑی مشکل موت ہے۔ تب جان بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ اتنا کچھ حاصل کیا تو کیا حاصل کیا' یہ سارا حاصل اُسے بھی نہ بچا سکا' اس کا مال اسے نہ روک سکا۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ انسان اپنے مال کا جھوٹا مالک ہے جس کی ملکیت کی عمر اس سے زیادہ ہے۔ آپ جو Produce کر رہے ہیں وہ بعد میں رہ جاتا ہے اور آپ اس سے جدا ہو کے جاتے ہیں۔

سوال:-

جو رزقِ حلال مشکل سے کمایا ہو اس کے بارے میں بتا دیں۔

جواب:-

رزقِ حلال کا رزقِ حرام والے کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا' ایک بات تو یہ ہے۔ جس نے مشکل سے رزقِ حلال کمایا اور آسانی سے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تو اس کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ جب آپ نے مشکل سے کمایا اور اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تو آپ تو آسان ہو گئے۔ جو نہیں چھوڑے گا اس سے چھڑا دیا جائے گا۔ آپ کو یہ راز بتا رہا ہوں اور آسان انداز میں بتا رہا ہوں کہ اول زندگی میں آپ جو کچھ کرتے رہے ہیں اس میں لطف آتا رہا ہے اور اب آپ بے لطف مقام پہ کھڑے ہوئے ہیں۔ تو اب آپ وہ واقعہ واپس کریں۔ کمانے میں جو لطف تھا وہ اب خرچ کرنے میں حاصل کرو۔ کبھی

کمانے میں لطف ہوتا ہے لیکن اب وہ وقت گزر گیا۔ اب اور زمانہ آ گیا۔ اب اُس سے برعکس دیکھو اور یہ سفر کر کے دیکھو۔ آپ کی نگاہ میں پیسہ اب بے جان ہو کے رہ گیا ہے۔ پیسے سے جو کچھ خریدنا تھا وہ آپ نے خرید لیا' اب یہ بے جان چیز آپ کو بے جان بنا دے گی۔ آپ اس میں جان ڈالیں۔ کیسے؟ دے دو۔ اور ان لوگوں کی قدر کرو جو تمہارے پاس آ کے سوال کرتے ہیں۔ ایک سائل کسی آدمی کے پاس گیا تو اس نے کہا مجھے فرصت نہیں ہے' پھر کسی وقت آنا۔ سائل نے کہا ہم کتنی مشکل سے آتے ہیں اور تیرے جیسے کو سخی بنانے کے لیے آتے ہیں تُو اس بات کی قدر کر کہ تجھ جیسے بخیل کو ہم سخی بنانے کے لیے آئے ہیں۔ جس کی ساری زندگی بخیل ہونے میں گزری ہو اس کو سخی بننے کا موقع ہے' تو اُس سائل کو دے دو۔ سخی حبیب اللہ ہوتا ہے۔ کاسِب بھی حبیب اللہ ہے' کاسِب کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ کام کی ایمان داری یہ ہے کہ اپنے کام پر اپنی زندگی نثار کر دو۔ Balanced life بڑے خطرے میں ہے یعنی یہ جو آپ کی سماجی لائف ہے' اس میں تھوڑا سا جھوٹ' تھوڑا سا سچ' یہ کرو' وہ کرو' اُدھر جاؤ' اِدھر آؤ..... یہ جو لائف ہے' ماڈرن' سوشل' Balanced' Cultured' یہ خطرے میں ہے' یہ آپ کی Civilized' مہذب لائف خطرے میں ہے۔ آپ ایک راہ اختیار کریں' یا یہ یا پھر وہ۔ آپ درمیان میں تھک گئے ہیں۔ آپ پر آپ کا اپنا

بوجھ ہے' اپنے راستے کی آپ خود رکاوٹ بنے ہوئے ہیں' خود ہی ظالم اور خود ہی مظلوم.....

اب اور سوال کریں..... پوچھ لیں.....

آپ کو میں راز کی بات بتاتا ہوں۔ آپ ساری عمر کتابیں پڑھتے جائیں' عبادت کرتے جائیں تو زندگی عابد کی سی گزرے گی مگر آپ محرمِ راز نہیں ہوں گے۔ عابد ہو جانا آسان ہے' حاجی ہو جانا آسان ہے' پارسائی آسان ہے مگر آشنائی مشکل ہے۔ کبھی زندگی میں' زندگی کے صحرا میں جب تنہائی کا احساس بڑھ جائے اور کبھی آپ کو خیال آ جائے کہ آشنائی ہونی چاہیے تو آپ اپنے Assets کو آشنائی میں Convert کرنا' سب سامان' میز' کرسی' کتابوں سمیت' علم سمیت ہر چیز دریا برد۔ پھر آشنائی ملے گی۔ جو چیز آپ نے Reserve رکھی ہوئی ہے اس کو نکال دیں' خود بخود آشنائی مل جائے گی۔ آپ صرف اپنا انداز بدل لیں۔ ایک مقام پر آپ کا حاصل ہی آپ کی محرومی ہے۔ تو محروم ہو جاؤ تا کہ کچھ حاصل ہو۔ یہ آسان راستہ بتا رہا ہوں آپ کو What you have made of yourself اپنے آپ کو کیا بنایا آپ نے' بڑے محل کے اندر ایک بے کسی کی زندگی بنا کے رکھ دی آپ نے۔ آپ نے سماج کے اندر اپنی لائف کا ایک پورا Structure بنایا ہے اور اگر کسی آنے والے وقت میں یہ سماج Preserve نہیں ہوتا تو

ہمیں افسوس ہوگا کہ آپ بھی نہیں رہیں گے' اپنے شعور کے باوجود نہیں رہیں گے۔ آپ کا زندگی گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ فرش کے اوپر زندگی گزارتے ہیں اور فرش کے نیچے ہماری حقیقت رہتی ہے' خالی مٹی! آپ جانتے ہیں' اچھی طرح سے جانتے ہیں اور روز جانتے ہیں۔ اب زندگی میں کون سا واقعہ رہ گیا ہے' کہ ابھی چند سال اور رہ گئے ہیں' ابھی کھیل لیں .....بس کافی ہوگیا۔ اس لیے آپ کی کمائی ہوئی چیز ہی آپ کی کمائی بنے گی جو اللہ کی راہ میں نثار کر کے ب ؎

میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اُجڑے وطن میں آ

تو جو آشیاں آپ بنا رہے ہیں اُسے برق کو پیش کر دو۔ اگر کبھی اتفاقاً اللہ کریم آپ کو مل جائیں تو اگر آپ نے اللہ سے کچھ مانگا تو ناکام ہو گئے' جو کہے گا کہ میں پیش کرنے کے لیے رکھتا ہوں دو سجدے اور ایک جان' تو وہ کامیاب ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہمارے دو چار کام کر دے۔ اس طرح ناکام ہو جاؤ گے' فیل ہو جاؤ گے۔ اللہ کو اگر عبادت پیش کرنی ہے تو یہ تو فرشتے بھی کر رہے ہیں' آپ اس سے جو چیز مانگتے ہیں وہ اس کو پیش کریں۔ وہ تو ایسا اللہ ہے کہ آپ کو سینکڑوں روپے دیتا ہے اور پھر صرف اڑھائی روپے مانگتا ہے۔ مقصد کیا ہے؟ کہ آپ کو سخی بنانے والے نے آپ کے مال میں سے تھوڑا سا سوال کیا ہے' وہ جانتا ہے تاکہ تمہیں آزمایا جائے' سو روپے دینے کے بعد

اڑھائی روپے مانگتا ہے تو وہ بھی آپ پورا نہیں کرتے۔ اس طرح آپ اللہ کی راہ تلاش کر رہے ہیں؟ جس نے آپ کو اللہ کی راہ بتائی ہے ان کے پاس زکوٰۃ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ انہوں نے پیسہ ہی نہیں رکھا۔ اندازہ لگاؤ کہ وہ کائنات کے مالک ہیں' اطلاع دی جا رہی ہے کہ آپؐ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر آپؐ کے لیے فاقہ ہے۔ یہ کیا فاقہ ہے؟ کیا اللہ اپنے پیغمبر کو فاقہ دے سکتا ہے؟ ناں یہ صرف راستہ اختیار کیا ہے' بلند مقصد ہے' بلند زندگی ہے اور مشکل حالات میں بسر ہو رہی ہے..... یہ پیغمبر کا کمال ہوتا ہے..... ان کے مقاصد بلند اور زندگی ایک انسان جیسی۔ انہوں نے زندگی میں عروج نہیں رکھا' زندگی اپنے چھوٹے Follower کے برابر رکھی ہے' بادشاہوں میں سلطان ہیں اور مسکینوں میں مسکین ہو کے بیٹھے ہیں۔ یہ آپؐ کا کمال ہے۔ ایک صحابیؓ مکان بنا رہے تھے' آپؐ وہاں سے گزرے' پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ فلاں کا ہے۔ شام کو وہ صحابیؓ مسجد میں گئے' سلام کیا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ وہ صحابیؓ حیران ہوئے اور باقیوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ وہ صحابیؓ جا کے مکان گرا آیا۔ واپس آ کے سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا کہ تم یہاں رہنا چاہتے ہو' ہم تو نکلنے والے لوگ ہیں۔ یہاں کچا ایمان پکے مکان میں اکثر

رہتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ بچوں کو رہنا ہے تو آپ بچوں کا خیال رکھو لیکن چھوڑنے میں کوتاہی نہ کرنا' پیسے کو اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ بنالو' عبادت کر رہے ہو تو عبادت کرتے ہی جانا' اپنی زندگی میں کوئی انوکھا کام کرو تو انوکھا راز ہی ملے گا' ورنہ تو نتیجہ نکلا پڑا ہے کہ آپ بے کیف ہو جائیں گے۔

اور کوئی سوال..... پوچھیں.....

سوال:-

میرے تو سارے سوال اب ختم ہو گئے ہیں۔

جواب:-

آپ کے لیے آسانی ہے' آپ کے لیے دعا ہے' جس کا سوال باقی نہ ہو وہ آسانی میں آجاتا ہے۔ اب عمل کے وقت کا آپ انتظار کریں۔ ایک آدمی جو عمل میں آنے کے لیے تیار ہو جائے تو عمل کی تعریف یہ ہے کہ پھر آپ کوئی کام کرنے میں معذرت نہ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ پھر سوچ لیں کہ سوال رہ تو نہیں گیا۔ سوال نہ رہ جانے کا مطلب یہ ہے کسی شے سے محبت نہ رہ جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر آپ انتظار کریں۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا رب العالمین ہماری زندگی کو آسمان بنا' ٹھہراؤ بھی آسان بنا اور رخصت بھی آسان بنا۔ آپ کو میں نے ایک بات بتائی تھی' اب پھر بتا رہا ہوں کہ آپ

کے گھر کے اندر پلنے والے افراد' بچے ہوں یا بیوی ہو ان لوگوں کو بٹھا لے ضرور پوچھ لو کہ یا تو ہم پہلے چلے جائیں گے یا تم پہلے چلے جاؤ گے' ہم ایک دوسرے کی جدائیاں ہیں اور ایک دوسرے کا وصال بن کے بیٹھے ہیں' کوئی پہلے اور کوئی بعد میں چلا جائے گا' کیا کسی کو مجھ سے کوئی گلہ یا تقاضہ تو نہیں ہے؟ یہ میرا حکم ہے۔ تو اپنے وابستگان سے کہو کہ دل میں کوئی بات نہ رکھو' کسی کے دل میں مجھ سے اگر کوئی تمنا ہو تو مجھ سے کہو اور میں ماننے کے لیے تیار ہوں' بس کوئی بات مجھ سے چھپانی نہیں ہے۔ تو ان سے کہو کہ میں ہر چیز پوری کرنے کو تیار ہوں' اس طرح ان کو راضی کر لو۔ اوّل تو وہ راضی ہوں گے مگر پھر بھی کسی بچے کا خیال ہوتا ہے کہ مجھے یہ لے کر دو' بچے کی ماں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ بات پوری ہو..... چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں' وہ آپ پوری کر دو۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ جو چیز آپ کو خوشی دیتی ہے وہی چیز اللہ کی راہ میں جانا ضروری ہے۔

سوال:-

آپ جو درس دیتے ہیں وہ صحیح ہے لیکن جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہاں ہم یہ سب کیسے کریں؟

جواب:-

دنیا میں کچھ حاصل کرنے کی تمنا اگر رضائے الٰہی کے علاوہ ہے تو

آپ کو ہمیشہ مشکل رہے گی۔ آسودگی باطن کی اور مرتبہ ظاہر کا چاہنے والا کہیں نہ کہیں Disturb رہتا ہے۔ آپ نے سوال میں یہ بات پوری کر دی ہے کہ باہر کی دنیا اور طرح کی ہے جس میں آپ کو فائٹ کرنا ہے' تو یہ جو آپ اپنے ذمے فرض لگا رہے ہیں یہ ضروری نہیں ہے۔ دنیا کے اندر کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو محبت سے حاصل نہ ہو سکے سوائے غلط مقام کے۔ اس وقت جو آپ لوگ یہاں ہیں وہ اپنے اپنے شعبے کے ماہر ہیں' میں نے انہیں کوئی لالچ نہیں دیا' سوائے محبت کے اور کوئی بات نہیں کی۔ یہ ہے حاصل۔ اس سے بڑی کیا Achievement ہے کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ''آپ جو کہیں وہ منظور''۔ اگر آپ دنیا کے طور پر' دنیاوی Effort میں اتنا ہی کر لو جتنا میں کر چکا ہوں تو پھر آپ کے لیے بڑی Achievement ہے۔ تو بڑے بڑے Achieve کرنے والوں اور اپنے اپنے شعبوں کے Heads کو میں نے ایک لفظ سے یہاں اکٹھا کر دیا اور وہ لفظ ہے ''محبت''۔ یہ اسم اعظم ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ محبت Work نہیں کرتی تو آپ کے ساتھ تو یہ Work ہوا پڑا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ طلسم نہیں چلے گا کیونکہ یہ تو چلا پڑا ہے' جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے سارا طلسم ظاہر بھی نہیں کیا' لیکن یہ Work کر رہا ہے۔ صرف بیٹے کی دعا کرتی ہے اور پھر لڈو ہی لڈو ہیں' بیٹا مبارک ہو۔ اس طرح پتہ چلے گا

کہ دل سے دعا کی ہے' واقعی دعا کی ہے کہ مدت سے ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ دعا جب دل سے کریں تو لڈو آ ہی جائیں گے ..... بس آپ اس چیز کو برداشت کریں جو برداشت نہیں ہو رہی ۔ یہی تو بہشت ہے۔ انسان دوسرے کو کہتا ہے کہ یہ کیسا انسان پیدا کیا ہے اللہ نے۔ یہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا اللہ تو نے چھپکلی کیوں بنائی ہے۔ اللہ نے فرمایا ابھی ابھی چھپکلی بھی پوچھ رہی تھی کہ تو نے موسیٰ کو کیوں بنایا..... تو بات اتنی سی ہے۔ دونوں اپنے مقام پر صحیح ہیں۔ یہ جو آپ کو چھپکلیاں نظر آتی ہیں تو آپ اعتراض نہ کرو۔ آپ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ آپ کے بنانے میں کتنی دقت ہوئی ہے۔ آپ دوسروں کے گھروں کی اصلاح نہ کریں۔ برے آدمی کو آپ گلے لگالیں۔ اپنی زندگی میں آپ یہ کام کر جائیں کہ جس کو گلے نہیں لگا سکتے اُسے گلے لگالیں۔ اس میں اور کوئی خرابی نہیں ہے' خرابی صرف یہ ہے کہ تم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اگر ساتھ دو تو خرابی دور ہو جائے گی۔ اگر کسی کو برے نام سے پکارو تو وہ خود بخود غنڈہ بن جائے گا۔ تو آپ اچھے ناموں سے پکارا کرو۔

سوال:-

اگر کوئی رضائے الٰہی کا سفر کرے تو اپنے بچوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟

جواب:-

میں آسائشوں کو روک نہیں رہا مگر میں صرف اس شخص کو بات بتا رہا ہوں جس کا مقصد تقربِ الٰہی ہے۔ اگر اس کا مقصد یہ نہیں ہے تو پھر آپ یہ زندگی گزار لیں، جیسے گزرتی ہے، کھاؤ، پیو، آسائش حاصل کرو، مشکل وقت کے لیے پیسے جمع کرو اور پھر مشکل وقت آ ہی جائے گا۔ تو یہ عام آدمی کی بات ہے اور اگر مقصد تقربِ الٰہی ہے تو اس کے لیے یہ چیزیں نہیں چاہییں۔ ایک آدمی کے دل میں اگر سوز پیدا ہو گیا، عشق پیدا ہو گیا تو وہ رات کو جاگے گا۔ اگر آپ کا مقصد تقربِ الٰہی ہے تو پھر آپ اپنے لیے آسائش کی محبت نکال دیں۔ آسائش کو تقربِ الٰہی نہ سمجھیں اگر ایک آدمی کے دل میں سوز پیدا ہو گیا اور وہ رات کو جاگنا شروع ہو گیا تو اسے چاہیے کہ سارے شہر کو جگانا نہ شروع کر دے۔ اس لیے جو سوزِ عشق ہے، وہ بے شک خود جاگے۔ بچوں کے لیے جو خواہش ہے وہ ہونے دو مگر آپ کے دل میں راہِ الٰہی کی جو خواہش پیدا ہو گئی ہے اس کے لیے اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر ائیر کنڈیشنر میں بیٹھتے ہو تو بیٹھو، پکے مکانوں میں بیٹھتے ہو تو بیٹھو مگر اللہ کا شکر ادا کرو۔ شکر میں کوتاہی نہ کرو۔ اگر آپ میں اللہ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے۔ اگر یہ زندگی اللہ کی راہ میں چلنے کی خواہش مند ہو جائے تو پھر اور کیا چاہیے۔ تو آپ اللہ کی طرف نکلو۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ

جب آپ میں ایسی خواہش پیدا ہو جائے تو ففروا الی اللہ اللہ کی طرف فرار کر جاؤ' بھاگ جاؤ' اللہ کی طرف مفرور ہو جاؤ' یعنی کہ زندگی سے' تلخیٔ آلام سے گھبرایا ہوا انسان مفرور بن کے اللہ کی آغوشِ محبت میں سکون پانے کے لیے حاضر ہو گیا ۔

لوٹ آیا ہوں میں دنیا کے ویرانوں سے

تو آپ بھی ففروا الی اللہ' اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ باقیوں کو چھوڑ دو' ان کو کرنے دو' ان کو کھلا ؤ.....

سوال:-

فرار اور ہجرت میں کیا فرق ہے؟

جواب:-

کیفیت کے لحاظ سے فرار زیادہ Spontaneous ہے' ہجرت میں Consideration ہے' تھوڑا سا غور ہے۔ ہجرت کا مقام اور ہے۔ فرار کے وقت گنجائش نہیں ہوتی کہ انسان کچھ سوچ سکے' اس کو صرف یہ پتہ ہوتا ہے کہ یہاں سے نکلنا ہے اور ہجرت میں مقام چھوڑنے کا بھی پتہ ہوتا ہے اور وہاں جانے کا بھی پتہ ہوتا ہے۔ ہجرت جو ہے یہ کیفیت میں مدہم ہے اور فرار جو ہے یہ تیز لفظ ہے' ففروا الی اللہ بڑی تیز رفتاری سے ادھر جانا ہے' ایک چکر لگ جاتا ہے' اس کا سجدہ ایسے ہے کہ ۔

یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

یا پھر ایسے ہے کہ ؎

یا جبیں نہ رہے یا سنگِ آستاں نہ رہے

تو وہ ایسی بات کہتے ہیں کہ ؎

آج سجدوں کی انتہا کر دوں

شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

تو یہ ''ففروا'' والوں کی بات ہے۔ یہ فرار کی کیفیت بہت تیز ہے۔ ایک اور راز بتاتا ہوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جاؤ۔ اگر اور کچھ سمجھ نہیں آتا تو یہ تو سمجھ آ سکتا ہے کہ سجدہ کرو اور فوری طور پر اللہ کے قریب ہو جاؤ۔ اللہ جب آپ کے قریب آتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اوّل تو اللہ دور رہتا ہی نہیں ہے، جب آپ خاموشی سے، تنہائی میں دعا مانگتے ہیں تو جو دعا کی ٹون ہے، آپ جتنا آہستہ سے بولتے ہیں اتنے قریب سے اللہ سن رہا ہوتا ہے۔ گویا آپ کی دعا کی آواز کے ساتھ اللہ کا کان ہوتا ہے۔ آپ دل میں دعا کرتے ہیں اور اللہ سنتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے۔ پھر آپ نے اللہ کو اگر Perceive کرنا ہے، غور کرنا ہے، Receive کرنا ہے، Conceive کرنا ہے، اگر آپ کی پیشانی میں تڑپ ہے تو اُسے سجدہ گاہ میں ڈھونڈیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کا شوق کہاں ہے، کس جگہ پر ہے ..... اگر اللہ کا شوق

آپ کے پاؤں میں چلا جائے تو آپ اس راہ میں دوڑنے والے بن جاؤ گے' اللہ کی تلاش میں سیروافی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین۔ پھر آپ سیر کرتے جائیں گے۔ پیشانی میں شوق ہوگا تو آپ سجدہ کریں گے' آنکھوں میں شوق ہوگا تو نظارے تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ مل گیا' سبحان اللہ' فتبارک اللہ احسن الخالقین' نظارے ہی نظارے ہیں' خوشبو ہی خوشبو ہے' نغمہ ہے' چہرہ ہے' عالم تحیر ہے' دل کی دھڑکن ہے' پاؤں کی جنبش ہے' وجود کی کیفیت ہے..... لیکن ان سب کے باوجود اللہ آپ کی سمجھ سے بہت دور ہے۔ اللہ کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے' وہ ہے یہیں کہیں لیکن کہیں نہیں۔ تو اللہ کی خواہش ہی اللہ ہے' اللہ پر یقین ہی اللہ ہے۔ اللہ پر ایمان ہی اللہ ہے..... لیکن اللہ ان سب باتوں سے بہت بلند ہے۔ یہ آسان سی بات ہے' یقین اگر نہ ہو تو پھر آپ کا ایمان کیا ہے۔ تو ایمان' یقین اور وابستگی ہی اللہ ہے۔ اگر آپ علم والے نہ ہوتے اور کوئی اَن پڑھ آدمی ہوتا تو اسے اللہ سمجھانا زیادہ مشکل نہ ہوتا' اللہ کیا ہے؟ شوق کے آنسو۔ تو شوق میں نکلے ہوئے آنسو اللہ ہیں' قربان ہونے والے کا خون' اللہ! خالی علم آپ کو کہیں نہیں پہنچائے گا۔ دنیادار سے یہ کہتے ہیں کہ تو پیسے خرچ کر' عبادت کر' تیرا کام ہو جائے گا اور شوق والے کے لیے کام آسان ہے۔ جس حصے میں شوق ہے اس کے مقابل کی شے کا نام اللہ ہے۔ اگر آپ

فکر والے بن گئے تو فکر کی رسائیوں میں آپ کو اللہ کی پہنائیاں سمجھ آئیں گی' یہ افلا تتفکرون والے ہوتے ہیں' جسے آپ Concentration کہتے ہیں' Meditation کہتے ہیں۔ اگر آپ کا ذہن ہی نہ ہو تو Meditation کیا ہوتی ہے' پھر تو Meditation عذاب ہے یعنی ذہن کے اندر اللہ کے جلوے کی تلاش نہ ہو تو Meditation عذاب ہے۔ اگر آپ کی پیشانی میں تڑپ نہ ہو تو سجدہ بہت مشکل ہے' منافقت کا ہے۔ اگر آپ کا دل محبت سے بھرا نہ ہو تو کسی کو دلبر کہنا جھوٹ ہے۔ دل اگر رانجھے کا ہو تو پھر ہیر ''اللہ'' ہے۔ بس پوری کہانی ہے' لیکن اگر دل وہ ہو تو۔ اگر ہیر یا رانجھا نہیں تو پھر کم از کم وارث شاہؒ کا دل ہو۔ اگر ہیر سچی نہیں ہے یا رانجھا سچا نہیں ہے تو وارث شاہؒ تو سچ ہے۔ تو آپ کسی مقام پر تو سچے ہو جائیں' چلو کسی ایک کے ساتھ سچے ہو جائیں' ایک کیفیت میں سچے ہو جائیں' ایک لمحے کے ساتھ سچے ہو جائیں' کوئی وعدہ کر لیں' یہ کہہ دیں کہ جھوٹ نہیں بولیں گے..... کیا یہ مشکل بات ہے۔ کچھ بزرگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے منہ سے جو بات نکلتی تھی وہ پوری ہو جاتی تھی۔ انہوں نے کبھی زبان سے ایسی بات نکالی ہی نہیں جو نہ پوری ہونے والی ہو۔ جس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلا ہو اس کی زبان سے اتفاق سے نکلا ہوا فقرہ بھی سچ ہو جائے گا۔ آپ جھوٹ نکال دیں تو خود بخود ہی سب سچ ہو جائے گا۔ آپ کو اب سارا راز بتا دیا ہے۔ اللہ کی راہ

آسان راہ ہے۔ اللہ کے حبیبؐ کی بات بھی بتاتا ہوں، وہاں یہ سوچ درکار نہیں ہے صرف ادب درکار ہے۔ ادب ہی درود ہے۔ اس ذات کے خیال کے سامنے مؤدب ہو جانا ہی درود ہے۔ وہ بے شک انسان ہیں انا بشر مثلکم حکم ہے لیکن وہ اتنے ''مثلکم'' بھی نہیں ہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔

سوال:-

جہاں ادب کا مقام ہو وہاں پر سوئے ادب کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟

جواب:-

دین کے حوالے سے مقامِ ادب جس ذات سے وابستہ ہو اس ذات کی صفات اگر اختیار کر بھی لی جائیں تو بھی اس ذات کے مرتبے کی خاکِ پا نہیں بن سکتے۔ صفات سے اس ذات کا تقرب آپ نہ سوچیں۔ یہ سوئے ادب ہے۔ ذات کا تقرب منشائے ذات سے سوچیں۔ اور یہ بڑی ضروری بات ہے۔ تقلیدِ ذات کو عام طور پر ذات کا تقرب بتایا جاتا ہے مگر ہم تقربِ ذات کی بات یہ بتا رہے ہیں کہ یہ منشائے ذات سے ہے۔ بس پھر ذات آپ کے ساتھ چلے گی۔ تو تقلید بھی ہو اور محبت بھی ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی اطاعت در اطاعت کر رہا ہو مگر اُسے محبت کا پتہ ہی نہ ہو۔ مثلاً کوئی اللہ کی بات کر رہا ہو اور سرکارِ دو عالمؐ کی آواز آ جائے تو اگر وہ کہے کہ

میں تو اللہ کی بات کر رہا ہوں تو یہ اطاعت نہیں ہے۔ تو جس ذات نے ایمان عطا فرمایا اس پر سب قربان ہے۔ ایک روز آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تمہیں ایمان کے بارے میں کیا سمجھ آیا۔ سب نے جواب دیے۔ یہ کہا کہ اللہ ایک ہے' اللہ کی ہر ایک چیز پہ ایمان رکھنا ہے' آپؐ کی ذات پر یقین رکھنا ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ دین یہ ہے کہ دین بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو یہ اور راز ہے۔ یہ راز جو ہے یہ آپ کو اطاعت سکھاتا ہے۔ اس کو ضرور پہچاننا' یہ ادب کا مقام ہے۔ فقیر کا دین تقلید میں نہیں ہے' ہر چند کہ تقلید لازم ہے' بلکہ محبت میں ہے۔ فقیر کی نماز محبت کی ہے' یہ قضا نہیں ہوتی' اس کی قضا ہی نہیں ہے' وہ اس خیال سے غافل ہی نہیں ہوتا۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو محبوب سے کبھی غافل نہیں ہونے دے گی۔ کیا خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو محبت بھی ہو اور اطاعت بھی ہو یعنی کہ شریعت بالمحبت ہو۔ وہی آدمی تو ہمیں چاہیے۔

سوال :-

حضور پاکؐ کی ذات کے بعد کی بات.....

جواب :-

حضور پاکؐ کی ذات کے بعد نقشہ حضورؐ ہی کا رہتا ہے' Follower ہوں یا لیڈر ہوں' یہ انہی کا احسان ہے۔ حضور پاکؐ کی ذات کے بعد بھی

حضورؐ ہی ہیں۔ کسی سٹیج پر اس Sanctity میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لیے جب کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم حضور پاک ﷺ کے دور میں تو نہیں ہیں پھر یہ بات کیسے کھلے گی' تو انہوں نے کہا کہ شیخ کامل بھی حضور پاک کا فیض ہے تو یہ راز ہے کہ ؎

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

اگر آپ نے سمندر میں چراغ جلانا تھا تو سمندر گزر گیا' اب آپ کے پاس دریا ہے تو پھر دریا میں چراغ جلالیں۔ وہ بھی سمندر میں چلا جائے گا۔ اس لیے آپ کی وابستگی یہیں سے ہوگی۔ اب ۱۹۸۶ء کا سال ہے لیکن آپ آج ہی درود بھیجیں گے' اسی ذات پر جو چودہ سو سال پہلے تھی۔ درود میں وہی اثر ہوگا جو آپؐ کی موجودگی میں بھیجنے سے تھا۔ جب آپ لوگوں کا وجود نہیں تھا تو آپ کی روح حضور پاکؐ کی محفل میں زیرِ تربیت تھی۔ یہ روحیں اس محفل میں تھیں۔ تب ہی آپ کو یہاں آ کے وہ محبت ملی۔ یہ روحیں روزِ ازل سے پرورش پا چکی ہیں۔ عالمِ ارواح میں آپ اسی محفل میں ہوں گے۔ ورنہ یہاں پہ کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ یہی تو اُن کی مہربانی ہے۔ پھر آپ کو بیٹھے بیٹھے کبھی یاد آ جاتا ہے۔ تربیت پہلے ہی ہو چکی ہے' صرف اس کی دریافت یا Discovery ہونی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے' کلمہ آپ نے پرانا پڑھا

ہوا ہے.....

سوال:-

کیا یہ ''قالوا بلیٰ'' کے وقت کی بات ہے؟

جواب:-

ہاں یہ ''الست بربکم'' کے وقت کی بات ہے جب یہ جواب دیا گیا کہ ''قالوا بلیٰ''۔ جب یہ واقعہ مالکِ کائنات نے کیا تھا تو اس کو ہمیں اب بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ نے پوچھا کہ ہے کوئی تمہارا رب میرے علاوہ' کیا میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں ہوں؟ روحوں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اب یہ کیوں بتایا جا رہا ہے؟ راز یہ ہے کہ یہ واقعہ ابھی بھی ہو رہا ہے' جو چیز آپ کو عبادت کے راستے میں روک رہی ہے وہاں یہ آواز آتی ہے کہ الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہاں آپ اس چیز کو چھوڑ دیں اور آگے نکل جائیں۔ تو ''قالوا بلیٰ'' کا طریقہ یہ ہے۔ تو اللہ کے راستے سے جو چیز روک رہی ہے وہاں یہ آواز محسوس کرو کہ ''الست بربکم اور ''بلیٰ'' حاضر کہہ کے آگے پہنچ جاؤ۔ قدم قدم پر آپ کو ''الست بربکم'' کی آواز آ رہی ہے' اس لیے قدم قدم پر ''بلیٰ'' کا ورد شروع کر دو۔ تو ''ازل'' کہاں ہے؟ آپ کے ساتھ۔ ابھی ''ازل'' ہے۔ تو یہی لمحہ آپ کے لیے ازل ہے۔ جہاں آپ اللہ کو یاد کریں گے وہ اللہ کی محفل ہو جائے گی۔ اللہ کو

جب یاد کرو گے وہ وہیں ہوگا۔ اللہ کو جب پکارو گے وہ وہیں ہوگا۔ اللہ کو کس نے یاد کرنا ہے؟ آپ نے۔ اللہ کب آپ کے ساتھ ہوتا ہے؟ جب آپ اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ اللہ کب آپ کو چھوڑتا ہے؟ جب آپ اسے چھوڑ دیں۔ دھیان کرنا' یہ ہوسکتا ہے' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا حسنِ خیال ہی تکمیلِ جمال ہو۔ بس دھیان کرنا' اگر کہیں ایسا ہو تو پھر کیا ہوگا..... یہ بیان کی بات نہیں بلکہ یہاں پر بیان بند ہے۔

اب آپ لوگ اور سوال کریں۔ میں نام لے لے کے کہہ رہا ہوں کہ سوال پوچھیں..... بولیں..... اگر سوال نہیں پوچھنا تو پھر دعا کرو..... دعا سے پہلے بولو کہ کیا دعا کریں۔ کچھ لوگ زندگی سے بتدریج رخصت ہوتے ہیں' پہلے اُن کے اعضاء رخصت ہوتے ہیں' کبھی کوئی حصہ رخصت ہو گیا' کبھی بینائی رخصت ہو جاتی ہے اور کبھی توانائی رخصت ہو جاتی ہے اور کبھی رعنائی رخصت ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ سب رخصت ہوتے جاتے ہیں حتٰی کہ آخری سانس جو ہے وہ بھی رخصت ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مکمل طور پر Total collapse ہو جاتے ہیں' ہر شے ٹھیک ہوتی ہے' چلتے پھرتے ہیں اور پھر یک لخت سب ختم۔ وہ اس طرح رخصت ہوتے ہیں۔ آپ دعا یہ کیا کریں کہ یا اللہ ہم جس طرح بھی رخصت ہوں ہم نے آنا تیرے پاس ہے اور ہم یہاں بھی تیرے پاس ہیں' ہمارے ایمان

کوتو اپنے فضل سے محفوظ رکھ' حالات ایسے ہیں کہ ہم اپنے ایمان کو محفوظ نہیں رکھ سکتے' ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اپنا ایمان محفوظ رکھنا چاہیے لیکن اس میں ہم بڑے کمزور ہیں' یارب العالمین ہمیں اپنے ایمان کو قائم رکھنے میں دقت پیش آتی ہے' ہماری مدد فرما۔ یا رب العالمین ہمیں ہماری زندگی کے وسیع عنوانات میں آپ اپنے حبیبِ پاک کی محبت عطا فرما' سچی محبت عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے سفر نہ کرانا بلکہ ہمیں زندگی میں رضا کے حوالے سے سفر کرا' ہماری رضا ہو تو بھی تُو راضی رہے اور تیری رضا ہو تو ہم راضی رہیں۔ ہمیں ایسی زندگی ملنی چاہیے۔ ہمیں دنیا کی دی ہوئی کامیابیوں اور ناکامیوں سے بچا۔ یا اللہ جتنے لوگ تم سے وابستہ ہیں ہمیں ان میں خوشی دے تا کہ ہم اپنے وابستہ لوگوں میں Disturbed نہ Feel کریں' جہاں تو نے وابستگی دی ہے وہاں آسودگی دے' وہاں خوشی دے۔ یارب العالمین ہم نے چھوٹے چھوٹے مقاصد رکھے ہوئے ہیں' مہربانی فرما کے انہیں پورا فرما تا کہ ہم شکر کا کلمہ بجالائیں۔ یارب العالمین ہمیں شکر ہی کا راستہ دکھا' احسان کا راستہ دکھا' اپنے فضل کا راستہ دکھا' اپنے حبیب پاک کی محبت کا راستہ دکھا' دنیا میں ہمیں انسانوں کے غضب سے بچا اور اپنی ذات کا تعاون عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونورعرشہ افضل الانبیاء

والمرسلين حبيبنا وشفيعنا سيدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآله واصحابه اجمعين برحمتک یا ارحم الراحمین۔

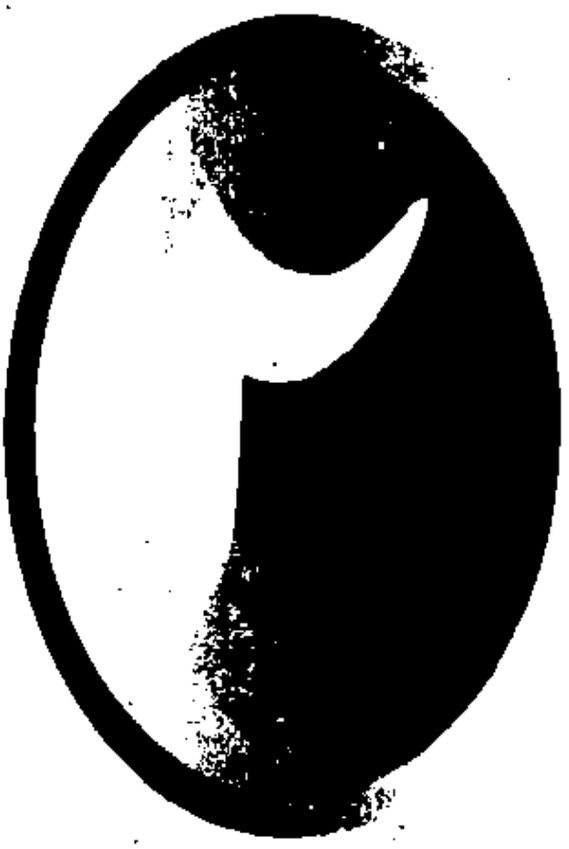

۱ کیا ہم ایسی تبلیغ کیا کریں کہ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جائے؟

۲ پیر یا شیخ کا اصل کام کیا ہے؟

۳ اگر آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی استعداد نہ ہو تو پھر کیا کرے؟

سوال:-

کیا ہم ایسی تبلیغ کیا کریں کہ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جائے؟

جواب:-

جب آپ کسی کی اصلاح کرنے لگیں تو یہ ضرور دیکھیں کہ کیا یہ شخص خوش نصیبی کے قابل ہے۔ اگر آپ کے خیال میں وہ خوش نصیب نہیں ہو سکتا اور بدنصیب ہے' اُسے ڈانٹ دیا تو پھر تبلیغ کیا کریں گے۔ یہ نہ کہنا کہ وہ بڑا پاگل آدمی ہے۔ پھر اس کو کاہے کی تبلیغ کرنی ہے۔ اصلاح اس کی کریں جو آپ کے خیال میں ذرا خوش نصیب ہے۔ وہ خوش نصیب کیسے ہو سکتا ہے؟ جو آپ کے خیال میں آپ کا محبوب ہو۔ تو محنت کہاں کرنی ہے؟ وہاں کرنا جہاں محبت ہو جائے۔ اگر بچہ آپ کا ہے تو پھر آپ محنت کریں گے اور آخری دم تک کریں گے' اولاد کے لیے ضرور محنت کریں گے' جاتے جاتے کان میں بات کہہ جائیں گے کہ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو توبہ تو کر لو۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ وہاں آپ کی محبت ہے۔ اب آپ یہ برداشت نہیں کر سکتے

کہ بچے اِدھر اُدھر ہو جائیں۔تو یہ محبت جائز ہے۔ کسی دوست سے اگر پرانا ساتھ ہے اور آپ نے کوئی نیا ساتھ اختیار کر لیا' نیا راستہ اختیار کر لیا تو دوست سے کہو کہ میں نے نئی چیز دریافت کر لی ہے' تم بھی آؤ۔اب وہاں توجہ کرو اور محنت کرو' جھگڑا کہیں نہ کرنا' نہ اولاد کے ساتھ اور نہ دوست کے ساتھ۔اور جو آپ کی بیوی ہے اس کی مجبوری ہے کہ یہاں بھی ساتھ رہے اور آگے بھی ساتھ ہو۔تو اس کو بھی بتا دو۔اور جہاں جہاں آپ کا جی کرتا ہے تبلیغ کریں مگر تبلیغ کی شرط یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں سے محبت ہو۔تو اس کا کیا مفہوم نکلا؟ اگر اس سے آپ کی محبت نہیں ہے تو یہ رحمت سے باہر ہے۔ جب انسان کو صحیح عبادت کا مفہوم ملتا ہے تو پھر وہ توبہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔نتیجہ کیا نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شخص جو نفرت کے ساتھ' ضد کے ساتھ اور غصے کے ساتھ نصیحت کر رہا ہے یا تبلیغ کر رہا ہے وہ شخص خود قابلِ غصہ ہے۔ اسے نظر انداز کر دو لیکن وہاں غصہ نہ کرنا۔ جو آدمی ڈانٹ ڈپٹ کے' گالی گلوچ کر کے اصلاح کرتا ہے وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔ اصلاح اس کی کرو جس کے ساتھ محبت ہو۔قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے لکم دینکم ولی دین : تمہارے ساتھ تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین.....تو ان لوگوں سے رحمت کو چھپا دیا گیا' کافروں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی کہ دین چھپا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو صاحب آئے تھے انہوں نے ھذا فراق بینی و

بینکم :اب ہمارے تمہارے درمیان جدائی ہے' یہ راز ہم نہیں دے سکتے' یہ راز اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سونے والا اور جاگنے والا برابر ہوجائیں' ناممکن ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چلنے والا اور ٹھہرنے والا برابر ہوجائیں' جو چل رہا ہے وہ چلتا جارہا ہے اور جو ٹھہر گیا وہ ٹھہر گیا۔ لہٰذا جب آپ گفتگو کے آداب سیکھیں تو یہ ضرور دیکھیں کہ کیا یہ آدمی ٹھہرنے والا ہے یا چلنے والا ہے' جاگنے والا ہے کہ سونے والا۔ اگر جاگنے والا مل جائے تو سونے والا اس کے ساتھ تیز بات مت کرے۔ کیونکہ اس کے پاس ایک پورا شعبہ ہے یعنی جاگنا۔ اگر وہ صرف جاگے اور ستارے گنتا جائے تب بھی اس کے پاس ایک خاص بات ہے۔ تو جاگنے والا سونے والے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری راہ میں خرچ کرنے والا اور جمع کر کے گنتی کرنے والا' دو مختلف لوگ ہیں۔ جمع کرنے والا کہتا ہے کہ اس کا بڑا فضل ہے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ بڑا ہی کرم ہے کہ اللہ کے راستے میں دے دیا۔ اب ان دونوں کا نام ایک ہے لیکن کام مختلف ہے۔ یہ برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ ایک کو اللہ مل جائے تو وہ کہے گا کہ یا اللہ تجھے کیا پیش کروں اور دوسرے کو اگر اللہ مل جائے تو وہ سوچے گا کہ میں نے اس سے کتنی ہی چیزیں لینی ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ دونوں مختلف Attitudes ہیں۔ یہ آپ نے خود دیکھنا ہے کہ آپ نے کیا کرنا

ہے۔ Throughout the history یہی بات چلی آ رہی ہے کہ تبلیغ وہاں بند ہے جہاں ضد ہو گی۔ وہاں اصلاح کرنی بند کر دو جہاں ضد آ جائے۔ یہ ضد ہے کہ تم ایک طرح کی عبادت کرتے ہو' ہم اور طرح سے عبادت کرتے ہیں' تم یا رسولؐ اللہ سے انکار کرتے ہو..... بحث کرنی بند کر دو۔ آپ یہ کام نہیں کرتے اور وہ لوگ وہ کام نہیں کرتے۔ اگر آپس میں محبت ہو جائے تو شاید دونوں کوئی کام کرنے لگ جائیں۔ آپ دونوں کو پیسے سے تو محبت ہے اس لیے دونوں مل کے بینک میں جاتے ہیں لیکن جہاں ضد کرتے ہو وہاں لڑتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ شاہی مسجد میں نعرۂ رسالت پر بندہ قتل ہو گیا تھا۔ کیا ایسا اتفاق ہوا؟ یہ اخبار میں آیا تھا۔ جب تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ نعرہ لگانے والے بھی جھوٹے تھے اور قتل کرنے والے بھی' اور جو جاننے والے تھے وہ ایک طرف کھڑے تھے۔ تو یہ نعرہ بنانا' جھگڑا کرنا ہے کہ نعرۂ رسالت لگا دیتے ہیں اور جو انکار کرنے والے ہوتے ہیں وہ اسے کفر کہہ دیتے ہیں۔ جو یا رسولؐ اللہ کہتا ہے اُسے کہنے دو اور جو نہیں کہتا اُسے نہ کہنے دو۔ جس طرح محبت ہے چلتے جاؤ۔ بحث نہ کرو۔ محبت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ جس کو یہ علم نہیں ملا اس کے ساتھ بھی محبت سے بات کرو تا کہ اصلاحِ احوال قائم ہو جائے ورنہ جھگڑا کرو گے تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ تو کسی آدمی پر رحمت کے دروازے بند نہیں ہونے چاہییں' تمہارا غصہ سب پہ یہ

بند کرتا ہے۔ حالانکہ وہ آدمی خوش قسمت ہوسکتا ہے' کسی کو کیا پتہ۔ بندوں کو یوں پہچانا کرو کہ کیا یہ آدمی خوش قسمت لگتا ہے' اگر ہے تو اس کو اچھی سی بات بتادو یا اس سے اچھی سی بات سن لو۔ اصل میں اسلام بڑا آسان سا دین ہے' اس کا اگر مختصر سا ترجمہ کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ ایک کتاب ہے' ایک علم اور ایک عمل ہے۔ عمل یہ ہے کہ آپ گھر سے دفتر تک جارہے ہیں اور علم یہ ہے کہ آپ نے دو کتابیں فقہ کی پڑھ لیں۔ کتابوں کا علم آپ کے پاس محفوظ ہے لیکن عمل یہ ہے کہ آپ نے یہاں سے دفتر تک جانا ہے۔ اس کے لیے کون سا علم چاہیے؟ اگر آپ کے پاس گاڑی ہے تو پٹرول سمیت ٹھیک ٹھاک ہو' مستری سے اور پنکچر سے بچو۔ یہ علم Operative ہے جو آپ کے روزمرہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرا علم جو ہے وہ خالی علم ہے اور اس کا استعمال یہ ہے کہ اگر مسجد میں کنویں کے اندر کبوتر گر جائے تو پچاس بوکے نکال دو' کوئی اور چیز گرے تو اتنا پانی نکال دو۔ عام طور پر اب یہ Operative نہیں رہ گیا۔ کیونکہ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں' اب کنواں نہیں ہے۔ اب آپ کو اسلام سے یا قرآن پاک سے وہ علم چاہیے جو آپ کی Operative life میں کام آئے۔ اب آپ ایمانداری سے غور کریں کہ دفتر جانے میں آپ کو اسلام نہیں ملا' فائلیں بھی انگریزی میں چھپی پڑی ہیں' آپ کے واقعات بھی باہر سے آرہے ہیں' بلین ڈالرز کے ساتھ کاروبار

ہورہا ہے' تو یہ آپ کی Dealing ہے۔ پھر آپ نے دفتر سے پیسے لیے' ڈرافٹ لیے' اوور ڈرافٹ لیے' حصہ لیا' حصے سے زیادہ حصہ لیا' پھر آپ گھر آ گئے اور بازار گئے۔ بازار میں بھی اسلام کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے چیز خریدنی ہے اور اس نے مہنگی دینی ہے اور آپ نے پھر بھی لے لینی ہے۔ اس سارے واقعے میں اسلام نے کہیں Matter نہیں کیا۔ اگر شادی ہوگئی تو اسلام کے نام پر نکاح ہوگا کہ ہم لوگ حاضرین کی موجودگی میں قبول کرتے ہیں اِس کو اُس کے ساتھ اور اُس کو اِس کے ساتھ۔ پھر سب کو مبارک دیتے ہیں۔ یہ تو ہوگئی اسلام کی بات اور اس کے بعد جتنا بھی ہوا اینٹی اسلام ہوا کہ آج مہندی ہے' ویڈیو ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب سے ویڈیو بننا شروع ہوئی ہے لوگوں نے سادہ لباس پہننا ختم کر دیا' پارلر جانا پڑتا ہے' دلہن کو بجائے اس کے کہ نیک دعا اور درود کے ساتھ رخصت کیا جائے' دلہن کو ایک ایسے لباس میں رخصت کرتے ہیں جو نہ اس بیچاری کے کام آئے گا اور نہ اس کے مزاج میں رہے گا۔ ماں باپ الگ پریشان۔ اس واقعے کا فائدہ کس کو ہوا؟ بنانے والوں کو۔ آپ صرف رنگ دیکھ کے خوش ہوئے' پھر مٹھائی کھالی۔ تو یہ سلسلے بند کرنے چاہییں۔ آپریٹو اسلام تو اتنا سارا ہے کہ ''آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے''۔ خوشی دل سے ہونی چاہیے۔ اظہار کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ جو Celebrations ہیں یا اور کام ہیں یہ فالتو

ہیں۔شادی ہونہیں سکتی جب تک شادی ہال نہ ہوں' شادی ہونہیں سکتی جب تک فائیوسٹار ہوٹل میں واقعات نہ ہوں۔شریعت کے لحاظ سے شادی صرف نکاح ہے اور شادی میں صرف مولوی صاحب شریعت کا بندہ ہوتا ہے اور باقی سارے واقعات سماج کے ہیں۔اس طرح ساری بات ہی غلط ہوگئی' بات ختم ہوگئی۔اس لیے آپ اس بات کو سمجھیں کہ آپ کیا کررہے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کا علم کیا ہے اور عمل کیا ہے۔اسلام اگر عمل کی دنیا میں آجائے تو پھر آسانی ہوجائے گی۔ابھی یہ عمل کی دنیا میں نہیں آیا۔اس لیے عام لوگ اور ذہین لوگ پریشان ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آج کل کی زندگی میں تو اسلام کا کام ہی کوئی نہیں ہے۔آج کل کا انسان بس میں گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر تک ہے' مہینے کے بعد تنخواہ لے لی' اسلام تو راستے میں آیا نہیں۔دیکھنا یہ چاہیے کہ آپ اپنی زندگی کو اعمال کی روشنی میں اسلام میں کیسے ڈھالتے ہیں۔علم کی وجہ سے یہ نہیں ہوگا کہ یہ کتاب پڑھ لی ہے' دوسری کتاب پڑھ لی ہے' سب پڑھ لیا ہے۔اسلام کے نام پر لکھی ہوئی کتابوں کی لائبریری دنیا کی سب بڑی لائبریری ہوگی اور اسلام کے نام پر عمل جو ہے یہ سب سے کم ہوگا۔تو یہ اتنا بڑا فرق کیسے ختم ہوگا؟ یا تو کتابوں کو آگے پیچھے کردو' صرف قرآن پاک اور حدیث کی کتابیں رہ جائیں یا پھر اپنے عمل کو تیز کردو۔یہ فیصلہ کون کرے گا؟ یہ آپ لوگ کریں گے۔تو آپ

سے یہ سوال ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے پڑھے ہوئے علم اور کیے ہوئے عمل کے درمیان فاصلہ کیسے Bridge کرو گے' کیسے پورا کرو گے۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دوسرے کی اصلاح کیسے کرنی ہے' آپ سے آپ کے علم کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ نہ پوچھنا کہ یا اللہ تم نے یہ کیا کیا بلکہ تیار رہو کہ اللہ پوچھے گا کہ تم نے یہ کیا کیا تھا اور کیوں کیا تھا

بل ھم یسئلون : بلکہ وہی لوگ پوچھے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مدعا یہ ہے کہ پوچھے جانے کی تیاری کرو کیونکہ تم سے پوچھا جائے گا' دوسرے کے عمل کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے کیے ہوئے پر' اس خفیہ عمل کے بارے میں جس کے گواہ آپ خود تھے' وہ جو تنہائی میں آپ نے کام کیا تھا۔ تو آپ سے آپ کی تنہائیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا' آپ سے آپ کی باتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا' آپ سے آپ کے خیال کے بارے میں پوچھا جائے گا' آپ سے آپ کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور آپ سے دوسرے کے عمل کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اس لیے کوئی کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرے گا' کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا لا تزر وازرہ وزر اخری: اور نہیں اٹھائے گا کوئی کسی کا بوجھ۔ اگر وہاں پر ماں سے کہیں کہ یہ چھوٹی سے گٹھڑی ہے' اٹھا لو تو وہ کہے گی کہ زندگی میں تو ہم نے مصیبت اٹھائی ہے' تکلیف پر تکلیف اٹھائی ہے' تیرا بوجھ بھی اٹھایا ہے لیکن

اب میں تو خود آپ پریشان ہوں۔ اب تو حقیقت کا سامنا ہے' کوئی بھی دوست نہیں' بھائی نہیں' بہن نہیں' عزیز نہیں اور رشتے دار نہیں۔ کوئی آپ کو ایک نیکی تک نہیں دے گا۔ تو سب لوگ بدل جائیں گے۔ پھر جب انسان دوستوں سے نامراد ہو آئے گا تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ These are the persons یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے تو نے مجھے چھوڑا تھا۔ جس اولاد کے لیے آپ سب کچھ کرتے تھے وہ تو یہاں کام نہ آئی' ماں باپ بھی کام نہ آئے' ایک بھی نیکی کوئی نہ دے گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اس کو ایک نیکی دے دو کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ تو جہاں آپ کی فائنل نجات ہے وہاں ابھی سے رجوع کرلو۔ وہاں کوئی کام نہیں آئے گا .....بس آپ لوگوں سے محبت کرو' Posessed نہ ہونا اور نہ Posess کرو یعنی نہ کسی پہ قابو پاؤ اور نہ ان کے قابو میں آؤ بلکہ ان کو گائیڈ کردو' ان کی اصلاح کردو اور اپنا راستہ لو۔ پھر آپ کو نجات کی راہ مل جائے گی۔ جس ذات کے آگے آپ کو جا کے جواب دہ ہونا ہے اس کو ابھی سے جواب دہ ہو جاؤ۔ جس طرح یہ کہتے ہیں کہ ایک آواز آئی تھی کہ الست بربکم : کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو روحوں نے کہا کہ ہاں آپ ہی ہمارے رب ہیں' یہ اب آپ کو یاد نہیں مگر اب یہ لہر ہر طرف سے آواز آ رہی ہے۔ وہ کب رب ہے؟ جب کوئی غلطی کرنے سے پہلے تھوڑا سا پاؤں رُکے تو سمجھو کہ آواز آ رہی ہے کہ دھیان کرنا' کیا میں رب نہیں؟ کیا غریبی

سے ڈر رہے ہو؟ کیا میں پالنے والا نہیں ہوں؟ رب کا معنی معبود نہیں ہے بلکہ رب کا معنی پالنے والا ہے۔ کیا وہ پالنے والا نہیں ہے' تمہیں کس چیز کا خوف ہے؟ آپ کہہ دیں کہ وہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پہ چھوڑ دیں۔ جس نے غیب کے ایمان کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے' غریبی بھی تیری طرف سے ہے اور دولت بھی تیری طرف سے ہے' ہم راضی ہیں' تو پھر اس آدمی کے لیے نجات ہے' دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ تو یہ رب کی بات ہے۔ رب کا معنیٰ پالنے والا' ربوبیت دینے والا' جس نے آپ کو پالا ہے اور جس نے آپ کو پالنا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو بھی چیز ہے میں اس کو پالنے والا ہوں' اس بات کا اندیشہ نہ کرنا کہ میں پالوں گا نہیں' میں پیدا کروں گا تو پالوں گا کیوں نہیں۔ تو وہ پیدا بھی کرتا ہے اور پالتا بھی ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رزق کے اندر کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے اس کا منشا نہ رہے۔ آدھی دنیا تو اس وجہ سے پکڑی جاتی ہے کہ رزق کا ذریعہ غلط ہوتا ہے یا رزق کا استعمال غلط ہوتا ہے۔ اس کا آپ خیال رکھنا۔ رزق کے ذریعے کا خیال رکھنا مشکل بھی ہے کیونکہ یہ معاملے گورنمنٹ کے ہوتے ہیں' کنٹری کے ہوتے ہیں' بہرحال اگر رزق کے ذریعے کی اصلاح بھی ہو جائے تو یہ اچھی بات ہے اور اگر یہ ذریعہ اصلاح میں نہیں آتا' رزق میں کمی بیشی آ جاتی ہے تو آپ اس کی بیشی کو

Edit کرتے جائیں' قینچی لگاتے جائیں۔ مثلاً گھر میں کوئی فالتو چیز آ گئی' خوشبو کی بجائے بُو آ گئی' کوئی فالتو سامان آ گیا' کوئی پریشانی آ گئی' کوئی لقمہ پریشان کن آ گیا تو اُسے نکال دو۔ بس اتنا سا کام آپ کرلو۔ یہ آپ کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کو کب آئے گا؟ جب آپ کو خوشبو یا بدبُو آنا شروع ہوگی' آپ ذرا Watchful ہو جائیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ چیز غلط ہے۔ غلط چیز اگر دور نہیں ہو سکتی تو اس غلط چیز کی تاثیر دور کر دو۔ اگر پیسہ کمائی کے دوران ناجائز ذرائع کو نہیں روک سکے تو جائز ذرائع سے حاصل ہونے والا مال تو اللہ کی راہ میں دے دو۔ تو یہ تاثیر ہے' غلطی کا ریکارڈ جو ہے ناں اُس کو Clear کر دو۔ اگر کوئی اور غلطی ہے جس میں پیسہ شامل نہیں ہوتا تو اس پہ توبہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ غلطی ہوگئی ہے' صرف آپ جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں' گواہ تو سارے مر گئے ہیں' لہٰذا گواہوں کی عدم موجودگی میں اور آپ کی موجودگی میں' میں موجود ہوں اور توبہ کرتا ہوں..... اب اس گناہ کا اثر ختم ہوگیا جس پہ گرفت ہونی ہے۔ جب ماں باپ زندہ تھے اور کسی سے غلطی ہوگئی تو اس کا کوئی علاج نہیں' یہ مجبوری ہے کہ توبہ نہیں کر سکتے۔ شیطان اگر توبہ شروع کر دے تو یہ نہیں ہو سکتا' اگر فرعون یہ کرے تو نہیں ہو سکتا۔ فرعون کا معنیٰ ہے جس نے دین کو برملا شکست دینے کی کوشش کی اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ فرعون ایک Symbol ہے' دین ابھی بچپن

میں تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون براجمان تھا' دین کا اینٹی تھا' اگر وہ قوت جو پیدا ہونے والے دین کے خلاف ہو تو پھر اس کی معافی نہیں ہے۔ خواہ فرعون جتنی توبہ کرے اس کی معافی نہیں ہے' اس کو لعین قرار دیا گیا ہے۔ تو وہ شخص جو قوت میں ہے اور وہ کسی دینی تحریک کو' دینی واقعہ کو یا اصل دین کو بچپن سے تکلیف دینا شروع کر دے تو اس کے لیے بخشش نہیں ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ فرعون ہے! میری بات سمجھ آئی؟ تو فرعون کے لیے معافی نہیں ہے۔ اور کس کے لیے معافی نہیں ہے؟ اس آدمی کے لیے معافی نہیں ہے' توبہ نہیں ہے جس شخص سے سہواً یا عمداً یا اعلانیہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہو جائے۔ بزرگ یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ اگر تم نے انہیں مفرد ضمیر سے پکارا' تب بھی بخشش نہیں ہوگی۔ مقصد یہ کہ ادب اور احترام ہو۔ یہ کہا گیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے سامنے آواز اونچی نہ کرنا ورنہ حبطت اعمالھم اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اونچی آواز سے یہ بھی مراد ہے کہ برملا اپنی بات کی صداقت کی زیادہ وضاحت نہ کرنا۔ کیونکہ تمہیں تو سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو۔

پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

تو صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ایسے نہیں بولا کرتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ آپؐ کی محفل میں ایسے بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بولنا نہیں ہوتا بلکہ سننا ہوتا تھا۔ ان سے اگر کوئی پوچھتا کہ کیا بات

سمجھ آئی ہے تو وہ کہتے تھے کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ آج ہم تم سے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا اب تو آپ کا حق ہے کہ جو چاہیں سزا دیں، ہم شکست کھا گئے ہیں۔ آپؐ نے ان سے Conventional سلوک نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہوں جو مجھ سے پہلے میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ لا تثریب علیکم الیوم : آج کے دن تم پر کوئی سزا نہیں ہے۔ تو انہیں معافی دے دی۔ یہ حاصل حضور پاک ﷺ کا اپنا ہے۔ اگر ان کی شان میں کوئی گستاخی کرتا ہے تو اگر آپؐ چاہیں تو اُسے معاف کر دیں ورنہ بخشش نہیں ہوگی۔ وادیٔ طائف میں جب واقعہ ہو گیا تو حکم ہوا جبریل امین کے ذریعے کہ اگر کہیں تو انہیں ختم کر دیا جائے مگر آپؐ نے فرمایا کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں کبھی مسلمان ہو جائیں گی۔ تو آپؐ اسلام کے فروغ کے لیے کوشاں رہتے تھے، ذہین آدمیوں کے لیے دعا کرتے تھے کہ یہ کافروں میں کیسے چلا گیا، یا اللہ اسے ہمارے حوالے کر۔ وہ زمانہ ہی اور تھا۔ تب کافر جو تھے وہ جھوٹے نہیں تھے، منافق نہیں تھے، منافق لوگ تھوڑے ہوتے تھے۔ آج کل لوگ دوسرے کے مسلمان ہونے پر شک

کرتے ہیں۔ آپ لوگ سادہ ہیں کہ میری محفل میں آتے ہیں' آج کل تو لوگ پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔ کئی لوگ اس طرح کی محفل سے ڈرتے ہیں' عقیدتوں سے ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں کہاں جا کے کیا ہو جائے۔ لوگوں نے مشائخ کرام کے ہاتھ چوم چوم کے گھسا دیئے۔ پتہ نہیں کیا کچھ کرتے ہیں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ تو میں نے آپ کو وہ باتیں بتائی ہیں جن کی توبہ منظور نہیں ہوتی۔ ایک اور بات بتاتا ہوں کہ کب توبہ منظور نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں ایک قبر کے پاس رُک گئے' پوچھا یہ کس کی قبر ہے۔ پتہ چلا کہ فلاں کی ہے۔ پوچھا اس کا کوئی ولی وارث ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ اس کی ماں ہے۔ اس سے آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو معاف کر دو۔ ماں نے کہا نہیں کروں گی کیونکہ اس نے میرے دل کو اذیت پہنچائی ہے۔ آپؐ نے یہاں یہ واقعہ دکھایا کہ میں اس کو براہِ راست معاف کر سکتا ہوں' اللہ ناراض ہو جائے تو معاف کرا سکتا ہوں کہ یا رب العالمین معافی دے دے' مگر ماں ناراض ہوئی تو اس سے معافی دلوائی۔ تو ماں ناراض ہو جائے یا باپ ناراض ہو جائے تو اس سے اس کی معافی لینی ہو گی۔ یہ معافی کون دے گا؟ براہِ راست۔ اگر ماں باپ ناراض تھے اور مر گئے تو توبہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کی بچی ہوئی نشانیوں یعنی بہن بھائیوں کی خدمت کرو۔ اگر وہ راضی

ہوگئے تو شاید ماں باپ مان جائیں۔ورنہ ماں باپ کی ناراضگی کی Otherwise معافی نہیں ہے..... جب وہ ماں نہ مانی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ وہاں اسے دکھایا کہ غور کرو۔ اس نے دیکھا تو وہ عذاب میں تھا۔ تب ماں نے اُسے معاف کر دیا..... یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کی اذیت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے اور اولاد کا یہ حال ہے کہ وہ گمراہ ہو جاتی ہے اور ماں باپ کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ وارننگ کے طور پر آخری بات یہ ہے کہ جہاں اللہ کا کلام آ جائے وہاں بحث نہیں کرنی۔ صرف یہ دیکھ سکتے ہو کہ کیا یہ واقعی کلام ہے' کتاب میں لکھا ہوا ہے؟ اگر یہ پتہ چلے کہ کلام الٰہی یہی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ تم ظالم اور جاہل ہو تو آپ کہیں کہ ہم واقعی ظالم اور جاہل ہیں' آگے سے Second Thought نہ دینا' جواب نہ دینا۔ اگر یہ لکھا ہوا ہے کہ تم بے وقوف ہو تو آپ کہنا کہ ہم بے وقوف ہیں۔ تو کلامِ الٰہی کے سامنے کوئی اور دلیل نہیں لانی۔ بس یہ End ہے۔ اور جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے تو آپ کہنا کہ آمنّا وصدّقنا' آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ ٹھیک ہے' اس میں ہمارے لیے جو بھی نسخہ لکھا ہوا ہے وہ ہمیں منظور ہے۔ جب حضور پاک ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم آسمانوں پہ گئے' دیدار ہوا' دوسرے واقعات بھی ہوئے۔ کافروں کو بڑا موقع مل گیا اور وہ صحابہ کرامؓ کے پاس

آئے' جید صحابہ کرامؓ کے پاس' اور کہنے لگے کہ آپ لوگ یہ بتائیں کہ آپ کے رسول' پیغمبر نے ایک نئی بات کردی۔ حضرت ابوبکر صدیق ﷺ نے کہا کہ اگر آپؐ یہ سب کچھ فرمارہے ہیں تو پھر یہ ٹھیک ہے' تو یہ ہے صداقت اور یہ ہے اس پر ایمان۔

سوال:-

پیر یا شیخ کا اصل کام کیا ہے؟

جواب:-

جو استاد یا ٹیچر ہے اس کا تعلق امتحان سے ہے اور اس کا کام ہے پاس کرانا۔ پیر یا شیخ کی جو اصلاح ہے وہ آپ کی غلطی کو ٹھیک کرتی ہے' دین کی اصلاح کرتی ہے اور دنیا کی بھی اصلاح کرتی ہے۔ آپ کی تقدیر تو آگے جا کے بدلے گی مگر آپ کا مزاج یہاں سے ہی بدل جائے گا۔ اس طرح آپ بدلیں گے۔ ایک تھا شیر۔ اس نے ایک روز چلتے چلتے دیکھا کہ بھیڑوں کا ایک گلّہ جا رہا ہے اور ان میں شیر کا ایک بچہ بھی چل رہا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ بھیڑوں کی طرح چل رہا ہے اور بھیڑوں میں گزارہ کرتا جا رہا ہے۔ شیر نے اُسے بلایا اور کہا کہ تُو تو شیر ہے' اِدھر آ ؤ۔ اس نے کہا آپ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں' ہم تو بھیڑوں کے ساتھ چل رہے ہیں۔ محبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ بھی بھیڑوں کی طرح رہنے لگا۔ شیر نے کہا کہ میں تم سے

بات کرنا چاہتا ہوں' میری بات سُن' پھر تیری مرضی جو کرنا۔ شیر نے اسے پکڑا اور تالاب پر لے گیا۔ پھر بولا اب پانی میں ہم دونوں کا عکس دیکھو' کیا ہماری شکل ایک جیسی ہے؟ اُس نے کہا شکل تو برابر ہے۔ اس نے پہچان تو لیا۔ شیر نے کہا اب عمل بھی برابر ہونا چاہیے۔ شیر نے ایک بھیڑ کو پکڑا' اُسے چیرا پھاڑا اور کھا گیا۔ پھر اُسے کہا کہ یہی تیرا عمل ہونا چاہیے۔ تو اس نے بھی ویسا کر دیا۔ تو جو پیر ہوتا ہے وہ یہی کچھ بتائے گا کہ آپ کا عمل کیا ہے۔ ورنہ تو انسان کا بعض غیر جنس لوگوں کے ساتھ' غیر لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے خیال غیر ہو جاتا ہے۔ تو پیر صاحب جو ہیں وہ خیال کی اصلاح کرتے ہیں۔ یہ اسی دنیا میں ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ہی اُسے توبہ کرا دی جاتی ہے بلکہ دنیا ہی میں اس کو بہشت کی ہوا اور بہشت کی سیر کرا دی جاتی ہے۔ بہشت کیا ہے؟ دوسرے کو دینا۔ دنیا کیا ہے؟ لینا۔ دینے کی تمنا بہشت ہے اور لینے کی تمنا دنیا ہے۔ حاصل کرنے کی فکر ہو تو یہ دنیا ہے اور اگر ایثار کرنے کی خواہش ہو تو یہ بہشت ہے۔ بہشت والے کے لیے یہ فقرہ ہوگا کہ Brother, thy need is greater than mine کہ بھائی صاحب' آپ کی ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ کئی لوگ زخمی تھے اور پانی کا صرف ایک پیالہ تھا۔ جب وہ پہلے آدمی کے پاس جاتا ہے تو دوسرا آواز دیتا ہے "پانی"۔ وہ پانی دوسرے کو دے دیتا ہے تو تیسرے کی آواز آتی ہے۔

اس طرح پیالہ آگے چلتا جاتا ہے' بندے دم توڑتے جاتے ہیں۔ جب آخری آدمی کے پاس پیالہ پہنچا تو پہلا بندہ مر گیا۔ اب پتہ نہیں اس آخری آدمی نے غم کے مارے پانی پیا یا نہ پیا' یہ الگ کہانی ہے لیکن دین اور بہشت یہی ہے' کہ بھائی جو ہے اس کی ضرورت تمہاری ضرورت کے برابر ہونے کے باوجود اس کی ضرورت زیادہ ہے۔ یہی بات تو آپ کو سمجھاتا رہتا ہوں۔ کیا؟ اگر تم اور تمہارا بھائی ضرورت میں برابر ہیں اور وہ طاقت میں کمزور ہے یا وسائل اس کی دسترس سے باہر ہیں' تمہیں بہتر چانس مل گیا اور تم اس سے بہتر ہو گئے' اب وہ چانس جو تمہیں ملا وہ اس کو نہیں مل سکا' چاہے وہ ماں باپ کی شفقت' محبت اور دعا کا چانس ہو' تو اب تم اسے وہ مقام دے دو۔ تو اتنی ساری کہانی ہے۔ اگر یہ کرو گے تو بہشت کا یہ سارا واقعہ یہیں سے شروع ہو جائے گا۔ تو بہشت کیا ہے؟ بہشت ہے ایثار' دینے کی تمنا' دوسرے کو Share کرانے کی آرزو..... یہاں تو لوگ یہ کرتے ہیں کہ لوگ دوسرے کو ڑسانے کی کوشش کرتے ہیں' پیسہ اس لیے بناتے ہیں' دوسروں کو پریشان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ This mountain belongs to me یہ ہاڑ ہمارا ہے۔ اگر شیئر کرنا چاہو تو آپ کہو گے کہ یہ پہاڑ آپ کا بھی ہے' جو نا ہے لے لو۔ تو اس طرح شیئر کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آؤ ری دنیا میں آبادی کرو' شیئر کرو' اسلام شیئر کرو' بھائی شیئر کرو' تلواریں شیئر'

جان شیئر اور دوسرے واقعات بھی شیئر۔ یہاں یہ مسئلہ ہے کہ شیئر کرنے کی بجائے الگ ہیں' تخلیہ کیا ہوا ہے' بھائی کو علیحدہ کیا ہوا ہے اپنے اختیار سے' اپنے مقامات سے اور اپنی صفات سے۔ تو آپ بھائی کو اپنے پاس بلا کے رکھیں' بھائی کو Equally رکھیں' برابر رکھیں' اپنے اختیار اور اپنے وسائل کے ساتھ رکھیں۔ دنیا کی مجبوریوں کا خیال رکھنا۔ بہشت کی کمی نہیں ہے' بھائی کے لیے بہشت چاہنا۔ اپنے بھائی کو اپنے پاس ملازم رکھنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ بھائی کو برابر رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کرے تیرا بھائی دوزخ میں چلا جائے تو کیا یہ آپ کے لیے مبارک بات ہے' کیا اس سے آپ خوش ہوں گے؟ اگر آپ کا بھائی دوزخ میں چلا گیا تو آپ بھی گئے۔ تو بھائی کو دوزخ میں بھیجنا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اس نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا' میرا کام نہیں کیا تھا وغیرہ وغیرہ ..... اب ایف آئی آر نہ کرا دینا' مقدمہ نہ کرا دینا اور اسے گرفتار نہ کرا دینا۔ اُسے یہ کہو کہ یہ تمہارا حصہ میں کھا گیا تھا' اب تم لے لو۔ اس طرح وہ خوش ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی عذاب آئے اُسے سنبھالو۔ آدھی قوم تو اپنے بھائیوں کو دوزخ میں ڈالنے میں خوش ہے۔ کسی نے پوچھا کہ بارش کا فائدہ کیا ہے؟ کہتا ہے اس سے میرے کھیت تر ہوتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ بارش کا نقصان کیا ہے؟ کہتا ہے میرے بھائی کا کھیت بھی تر ہوتا ہے۔ تو لوگ اس لیے!

بارش کو نقصان دہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے بھائی کا کھیت بھی تر ہوتا ہے۔ تو اگر آپ کوئی چیز اپنے بھائی کو' بہنوں کو یا عزیزوں کو دے دیں گے تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ Jealousy تو ایک عذاب ہے۔ اپنے بھائی کو گرفتار کرانے والا خود گرفت میں آ جائیگا' بھائیوں کو دوزخ میں بھیجنے والا خود دوزخ میں پہنچ گیا اور بھائیوں کو معاف کر دینے والا بہشت میں چلا گیا۔ اب یہ آپ نے خود سوچنا ہے کہ آپ بھائی کو معاف کر دیتے ہیں یا پھر ویسے رہتے ہیں۔ اس وقت بال آپ کے کورٹ میں ہے۔ اگر سب دنیا نے غلطی کی ہوئی ہے تو سب دنیا کو معافی دے دو اور خود نجات حاصل کر لو۔ آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر آپ یہاں ٹھہر سکتے تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا کہ یہاں ٹھہر جاؤ لیکن مجھے اتنا پتہ ہے آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے' یہ پھسلن ہے' بندہ گیا۔ کمال تو یہ ہے کہ اگر آپ کچھ نہ بھی کریں تو صرف گھر بیٹھے بیٹھے عمر گزر جائے گی۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ بیمار ہو کے عمر گزرے گی لیکن یہ ویسے بھی گزر جائے گی۔ پھر پتہ چلے گا کہ Suddenly your time is up اچانک آپ کا وقت ختم ہو جائے گا۔ جب آپ ہی نہیں ہوں گے تو کیا دنیا اور کیا دنیا کے واقعات۔ یہ دنیا ایک سفر ہے اور ماں باپ آپ کا آخری سفر ہیں۔ اسلام کتنا Operative ہے؟ اتنا ہے کہ چار روحیں' چند لوگ آپ نے راضی رکھنے ہیں' جو آپ کو حاصل ہوا اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے

اور عبادت کرنی ہے۔ عبادت کا شوق رکھنا ہے اور لوگوں کو راضی رکھنے کا مشغلہ رکھنا ہے۔ اس طرح آپ اپنا سفر آسان کریں۔ جب کوئی رشتہ دار ملے' غریب ہو اور جاہل ہو تو یہ خدمت کرنے کا شاندار موقع ہے' غریب کی مدد کرو اور جاہل آدمی کو آرام سے سمجھاؤ۔ کہیں کسی علم والے کو نہیں دیا جاتا علم جب تک اسے یہ برداشت نہ دی جائے کہ جاہلوں سے کیسے بات کرنی ہے اور انہیں کیسے علم دینا ہے۔ تو کسی علم والے کو تب تک علم عطا نہیں کیا جاتا جب تک اُسے یہ حوصلہ نہ عطا کیا جائے کہ جاہلوں کے ساتھ کیسے Deal کرنا ہے۔ کسی فلاح والے کو اس وقت تک فلاح Certify نہیں کی جاتی جب تک وہ محروم کو محبت سے اپنے پاس نہ بلائے۔ وہ پیار سے بلاتا ہے' غصے سے نہیں۔ جو بات ایک دفعہ سن لی جائے' سمجھو کہ وہ دور سے آئی ہے۔ پھر وہ بات نہیں آئے گی بلکہ مسئلہ آئے گا' پرابلم آئے گا لیکن حل نہیں آئے گا۔ اگر پرابلم سے پہلے حل آ گیا تو تم خوش نصیب ہو۔ ورنہ یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ پرابلم کا حل پہلے بتا دیا گیا تھا' اس وقت وہ آپ نے نہیں مانا اور پھر پرابلم آ گیا' خطرہ آ گیا۔ ایسا آدمی بدقسمت ہے جس کے پاس حل موجود ہو اور وہ حل نہ کرے۔ اس لیے کہیں کوئی زندہ آدمی مل جائے تو اس کے پاس جاؤ۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بلاوجہ غصہ کرتے ہیں' ناراض ہوتے ہیں' آپ ان کے پاس جا کے معافی کروالو' ان کو راضی رکھو اور اپنی فائل Clear رکھو۔

اور کوئی سوال پوچھ لو..... کوئی بندہ بولے..... بولیں آپ۔

سوال:-

اگر آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی استعداد نہ ہو تو پھر کیا کرے؟

جواب:-

مثلاً کوئی آدمی نیکی کرنا چاہتا ہے' اسے قدرتی شعور ہے' وہ ایک ایسی مسجد بنانا چاہتا ہے جو شاہی مسجد سے بڑی ہو یا پھر چار پانچ نمازیوں کی مسجد لیکن اس کی اسے قدرت نہیں تو وہ کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ کبھی ناممکن نہیں بنایا۔ یہ کمال کی بات ہے ناں کہ دنیا میں رہ کے اللہ سے ملنا۔ اور یہ آسان بات ہے کیونکہ اللہ نے اپنا راستہ آسان بنایا ہے۔ جب آپ اللہ کا راستہ چلنا چاہیں اور محسوس ہو کہ دقت پیدا ہو گئی ہے تو آپ یہ سمجھیں کہ Something is wrong somewhere کہیں کوئی غلطی ہے۔ تو آپ اپنی ہستی میں رہ کے نیکی کرو' اپنی Capacity سے باہر نہ جانا۔ اگر ایک آدمی نے اللہ کی راہ میں پھول خرچ کیا اور دوسرے نے اللہ کی راہ میں کچھ اور خرچ کیا تو وہاں یہ دیکھنا کہ اللہ نے مادیت کو نہیں دیکھنا' وہ Materialist نہیں ہے۔ مسجد بنانے کے لیے چندے میں چار روپے اور چار بلین برابر ہو سکتے ہیں' کیونکہ وہ شخص Infinity کے سامنے جا رہا ہے'

لامحدود کے سامنے جارہا ہے تو وہاں اس کی کیا وقعت ہے' سمندر کو اگر کسی نے تھوڑا سا پانی پیش کرنا ہے تو وہ تو پہلے ہی پانی سے بھرا ہوا ہے' اسے اگر چار دریا پیش کرو تو بھی تھوڑے ہیں..... سمندر کے سامنے چار دریا یا پچاس دریا برابر ہیں۔ تو آپ نے اپنی چیز دنیا کو تو پیش نہیں کرنی بلکہ اللہ کو پیش کرنی ہے اور Allah knows it اللہ اسے جانتا ہے' وہ جانتا ہے کہ اس نے تم کو کیا دیا ہوا ہے اور اس کا کیا راز ہے۔ تو تم نے اللہ کی خدمت میں' اللہ کی معلوم شدہ استعداد کے مطابق' اللہ کی دی ہوئی قدرتوں کے انداز کے مطابق خود پیش کرنا ہے۔ تو یہ استعداد ہے۔ استعداد سے کبھی باہر نہ ہونا۔ ایک سائل بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے کہا تجھے جو چاہیے وہ بول۔ اس نے کہا جہاں پناہ آدھی سلطنت عطا فرما دیں۔ بادشاہ نے کہا یہ تیری اوقات سے بہت زیادہ ہے' یہ ہم نہیں دے سکتے۔ اس نے کہا جہاں پناہ پھر ایک روپیہ دے دیں تا کہ میں اپنے کام میں چلا جاؤں۔ بادشاہ نے کہا یہ میری شان کے خلاف ہے۔ تو بادشاہ کو یہ استعداد نہ ہوئی' نہ تو اس نے بادشاہت دی اور نہ روپیہ دیا۔ آپ اللہ کو دل سے پیش کر دو جو کرنا ہے' سجدہ پیش کرو۔ کیا کہا؟ اگر اللہ کو معذرت کا سجدہ پیش کر دو تو پھر وہ راضی ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حکم دیا کہ اللہ کے لیے اپنا مال لے آؤ۔ سب اپنی استعداد کے مطابق کچھ مال لے آئے اور کچھ گھر میں چھوڑ آئے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ سب

کچھ ہی لے آئے ۔

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

گھر میں صرف آپؐ کی یاد چھوڑ آئے۔ کسی کو یہ نہیں کہا گیا کہ تم بہت اچھا کر گئے یا کہ تم کم کر گئے، سب ٹھیک ہے۔ ایک روایت ہے کہ ایک بندے کے پاس دانے نہیں تھے، وہ کچھ غلّہ لے آیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا جہاد کا وقت ہے، یہ مجاہدین کے کام آئے گا۔ پھر پوچھا گیا کہ یہ آیا کدھر سے ہے؟ اس نے کہا یہ پھر بتاؤں گا۔ وہ چیونٹیوں کے بلوں سے لایا تھا..... تو اس نے سوچا کہ اس وقت مجاہدین پر وقت آیا پڑا ہے، اس کو جو کچھ جہاں سے ملا وہ لے آیا۔ یہ روایت چلی آ رہی ہے۔ استعداد کی بات ہے۔ دراصل استعداد دنیا داری کا نام ہے اور نیت اللہ کا نام ہے۔ اللہ کے ساتھ دنیا داری نہ کرنا۔ اللہ کو صرف Material contribution نہ کرنا، گنتی کی چیزیں نہ دینا بلکہ محبت کی Contribution کرنا۔ محبت میں تمہارا سب کچھ اللہ کا ہے، وہاں اڑھائی فی صد نہیں ہوتا، وہ سب کچھ لے جاتا ہے، وہ مانگے تب اس کا ہے، نہ مانگے تب اس کا ہے۔ اللہ اگر مانگے تو دے دو اور دل کرے تو دے دو۔ اب یہاں پر اپنی خواہش کو دیکھیں۔ اگر آپ اللہ ہی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے سامنے معذرت کیسی، پھر

آپ کہیں کہ I know میں جانتا ہوں کہ جو میں نے کیا وہ میں نے ہی کیا۔ کیونکہ دیکھنے والا کون ہے؟ اللہ۔ اللہ سے آپ نے کیا چھپانا اور اللہ کو آپ نے کیا بتانا۔ نہ آپ نے اُسے کچھ بتانا ہے اور نہ اس سے کچھ چھپانا ہے۔ بس اپنا عمل کرتے چلے جاؤ۔ اگر آپ زندہ ہیں تو بھی اللہ کے لیے اور اگر مر گئے تو بھی اللہ کے لیے..... یہ آسان سی بات ہے۔ اب دعا کریں۔

یارب العالمین ہم پر نیکی کے دروازے کھول' یارب العالمین آسانیاں عطا فرما' جہاں جہاں مقامات رُکے ہوئے ہیں' جہاں بلاک لگا ہوا ہے اُسے کھول دے یا اللہ۔ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔

آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

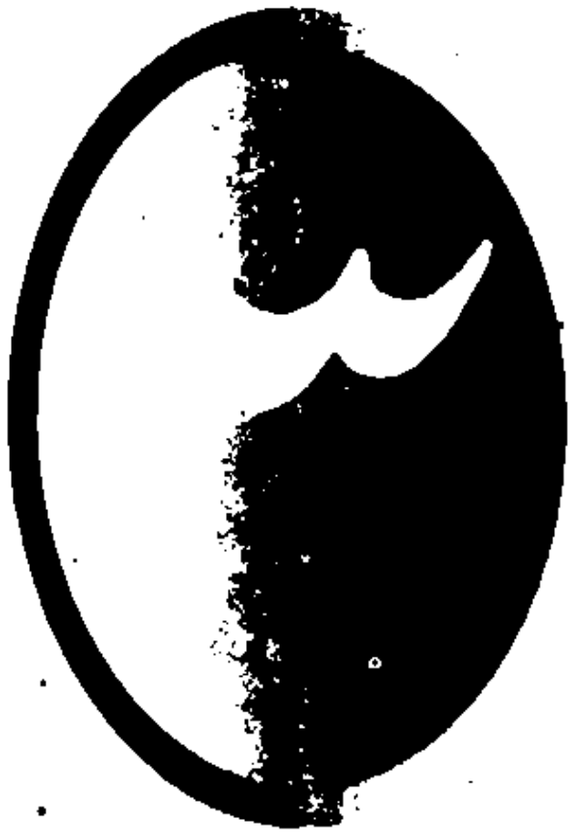

۱ یہ فیضان نظر کیا ہوتا ہے؟

۲ کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پتہ ہی نہ چلے کہ فیض کہاں سے ملا ہے؟

۳ کہتے ہیں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں نہیں ہے جہاں ہم جاتے ہیں، تو پھر فیض کیسے ملتا ہے؟

۴ ہم تو یہ سوچ کے جاتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں موجود ہیں.....

۵ اگر جلوہ ہر جگہ ہے تو اس جگہ کی تخصیص کیوں ہے؟

۶ بعض اوقات انسان کو صاحب مزار وہاں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے.....

۷ میں روزانہ داتا دربار جاتا ہوں، میں کسی سے بیعت بھی نہیں اور نہ کسی نے مجھے وہاں بھیجا ہے تو پھر فیض.....

۸ یہ جو مزاروں پر لوگ جھک جاتے ہیں تو کیا یہ شرک نہیں؟

۹ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص لوگوں پر ہوتا ہے، کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص مقامات پر بھی ہو سکتا ہے؟

۱۰ اس دور میں ہمارے شہر میں ایک جگہ مسجد گرا کے بلڈنگ بنا دی گئی ہے .....

۱۱ انڈیا میں اگر ایسا ہوتا تو آگ لگ جاتی۔

۱۲ یہ تو آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں مگر کیا یہ آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مر گیا وہ زندہ ہے؟

۱۳ جس طرح ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ زندہ ہیں' یاد میں ہیں تو دوسری طرف Evil forces بھی ہیں' تو کیا وہ بھی Eternal ہیں۔' یاد تو وہ بھی رہتی ہیں.....

۱۴ عقیدت اندھی کیسے ہوتی ہے' جیسے Blind faith ہوتا ہے۔

سوال:-

یہ فیضان نظر کیا ہوتا ہے؟

جواب:-

کیا آپ سب کو سوال سمجھ آ گیا کہ فیضان کیا ہوتا ہے؟ لفظ تو سنا ہوا ہے سب نے کہ فیضان کیا ہوتا ہے؟ فیضان کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ چند لفظوں کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان کی محرومی کیا ہے' انسان کا حق کیا ہے' انسان کا حاصل کیا ہے اور پھر انسان کا فیضان کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا محروم ہے۔ تو یہ محروم کیا ہوتا ہے؟ محروم کا مطلب یہ ہے کہ جو اُس کو جائز ضروریات یا جائز حقوق میسر ہونے چاہیے تھے وہ اسے میسر نہیں آئے۔ اب یہ جائز کا کیا مطلب ہے؟ جائز کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا جتنا Birth right تھا یعنی Right by birth' کہ انسان کا یہ پیدائشی حق ہے کہ اُسے کھانا ملے' رہنے کو جگہ مل جائے' بارش کے لیے

چھت مل جائے' دھوپ سے بچنے کی صورت ہو جائے اور زندگی کا وقت سرسری اور مسلسل گزرتا چلا جائے۔ تو یہ عام طور پر حق گنا جاتا ہے کہ اُس کے بچے وغیرہ جو پیدا ہوں اُن کے لیے تھوڑا سا گورنمنٹ انتظام کرے' کچھ محلہ انتظام کرے اور جب اُس کو خدانخواستہ کچھ ہو جائے' انا للہ سفر پورا ہو جائے تو اُسے یقین ہو کہ اُسے کہیں نہ کہیں قبر میسر آئے گی۔ یہ نہ ہو کہ زندگی میں بندہ مرنے سے پہلے پریشان ہو کہ بعد میں مجھے قبر نصیب ہونی ہے کہ نہیں ہونی۔ تو اُسے کچھ نہ کچھ یہ یقین ہونا چاہیے کہ قبر مل جائے گی اور دفن کرنے کے لیے کچھ عزیز رشتہ دار تیار ہوں گے۔ اتنا پتہ ہونا چاہیے ورنہ یہ تو نہیں ہو گا کہ کوئی کارپوریشن آئے گی اور لے کے چلی جائے گی۔ بہرحال یہ حقوق بھی شامل ہیں کہ بڑوں کی دعا میسر آئے اور چھوٹوں کی شفقت میسر آئے' اس کا ادب کیا جائے گا' محلے میں رہنا ہے تو جہاں وہ رہتا ہے' وہاں آسودگیٔ حال ہو گی' اُس کی راتیں پریشان نہیں ہوں گی' کوئی آدمی بغیر Knock کیے ہوئے اُس کے گھر میں داخل نہیں ہو گا۔ اگر Knock کیے بغیر لوگ گھر میں داخل ہونا شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ وہ شخص محروم ہو گیا۔ کس سے محروم ہو گیا؟ عافیت سے محروم ہو گیا۔ اس سے پوچھو کہ بھئی تُو کون ہے جو گھر میں داخل ہو گیا تو وہ کہتا ہے میں اطلاع بغیر ہی آیا کرتا ہوں' میرا نام ہی یہی ہے۔ اگر یہ واقعات شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ انسان جائز Birth right سے

محروم ہو گیا۔ یہ تو ہو گئی محروم کی بات۔ اسی طرح محروم کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پہلے محروم کا پورا پتہ ہونا چاہیے۔ مثلاً محروم یہ بھی ہے کہ علم حاصل کرنے کا اُسے حق ہے اور وہ محروم ہو گیا۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایم اے اور پی ایچ ڈی ہو جائے لیکن کم از کم اتنا حق ہونا چاہیے کہ دو لفظ لکھ پڑھ سکے' خط کا پتہ نوٹ کر لے' اپنا کوئی شناختی کارڈ ہونا چاہیے' علیٰ ہٰذا القیاس۔ تو یہ حق ہے۔ اگر اس سے محروم ہو گیا تو وہ محروم ہو گا حالانکہ یہ اُس کا حق تھا۔ حاصل کے بارے میں لوگوں کے اندر بڑا اختلافِ رائے پایا جاتا ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حاصل وہ ہے جو انسان سے وابستہ ہو لیکن انسان کے علاوہ ہو۔ حاصل کیا ہوتا ہے؟ اُسی آدمی سے منسوب ہو پر اُس کے علاوہ نظر آئے کہ وہ بندہ جس کا یہ حاصل ہے وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے' وہ اگر باہر بھی چلا جائے تب بھی حاصل نظر آئے۔ تو یہ اولادیں حاصل ہیں' آپ کے مکانات حاصل ہیں' آپ کے سرمائے' آپ کے بینک' آپ کے کاروبار' آپ کا لینا دینا' آپ کے اضافی دوست' غیر اضافی دوست' Insincere اور Sincere' Even دشمن بھی آپ کا حاصل ہے۔ انسان بڑی محنت سے دشمن بناتا ہے۔ تو دشمن بھی انسان کی زندگی کا حصہ ہے اور بڑا اہم حصہ ہے۔ تو یہ حاصل گنا جاتا ہے۔ اور اگر وہ جائز حقوق سے رہ گیا تو محروم گنا جاتا ہے۔ تو حاصل کے بارے میں لوگ اور بھی بہت کچھ کہتے ہیں۔ حاصل جو ہے' اصل میں یہ آپ

کے علاوہ کا نام نہیں ہے۔ حاصل وہ ہے جو آپ کے اندر حاصل ہو گیا' تو وہ حاصل ہے۔ مثلاً شخصیت کیا ہوتی ہے؟ آپ کا اندر' باطن' آپ کی Development' آپ کا شعور ان کو بھی حاصل کہتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ آدمی کتنی دور تک پہچانا جاتا ہے۔ تو یہ اُس کا حاصل ہے مثلاً بندہ لاہور میں رہتا ہے اور کراچی میں لوگ اُسے جانتے ہیں۔ تو یہ اُس کا حاصل ہے۔ کیا حاصل ہے؟ لاہور کے اندر پیدا ہونے والا شہرت حاصل کرے یا شہرۂ آفاق ہو جائے یا پھر اس کا شہرہ ہو جائے۔ تو وہ بھی حاصل گنا جاتا ہے۔ لیکن اصل حاصل جو ہے وہ ہمارے ہاں یہی ہے کہ آپ کا اپنی ذات کے اندر جو ہے قد کتنا ہے' باہر کے قد کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ اندر کا قد کتنا ہے' اندر کا شعور کتنا ہے' اندر کا عرفان کتنا ہے اور اندر کی پہچان کتنی ہے؟ ایک بندہ زندگی میں آتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ نگاہ سے فیض دے گیا۔ یہ فیض کیا ہوتا ہے؟ یہ فیض ایسے آدمی دیتے ہیں' ایسے لوگ دیتے ہیں جو پہچاننے والے ہوتے ہیں۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ فیض والے نے بچے کو بچپن میں کہہ دیا کہ یہ بڑا ہو کے فلاں چیز بنے گا۔ کچھ نجومی' کچھ Astrologist' کچھ ستارہ شناس' کچھ قیافہ شناس اور کچھ لوگ اپنی مرضی سے کہہ جاتے ہیں۔ یہ اپنی مرضی والے بڑی عجیب و غریب لوگ ہوتے ہیں۔ کہتا ہے نہ کوئی ستارہ مجھے پتہ ہے اور نہ کوئی

اور چیز مجھے پتہ ہے' میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ تو وہ ایک اور مضمون ہے' کون سا مضمون ہے؟ یہ اُس کی مرضی کا مضمون ہے۔ وہ کہتا ہے یہ بچہ جو ہے یہ گانا گائے گا۔ اُسے کہتے ہیں جناب اس کے خاندان میں کسی نے نہ سارنگی دیکھی نہ ساز دیکھا نہ اِس آدمی نے گانا سیکھا' آپ کیسے کہہ رہے ہیں' کیا اس کی لائن میں لکھا ہوا تھا؟ کہتا ہے یہ میرے مزاج میں لکھا ہوا تھا' میں نے کہا کہ یہ گانا گائے۔ پس وہ گانا گانے لگ گیا۔ یہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کو Stamp کرتے ہیں اپنے مزاج سے۔ اِن کا نام ہی ایسا ہوتا ہے' جو وہ کہتے ہیں تقریباً پورا ہوتا رہتا ہے۔ انہی لوگوں میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جو اپنی مرضی سے جو مرضی کہتا جائے' مثلاً کسی کو کہا کہ اوہو! تو بڑا بدقسمت آدمی ہے۔ اس طرح وہ اپنی مرضی پر قسمت بنا گیا۔ تو جو اپنی مرضی سے قسمت بنا گیا تو یہ ہے اُن کی مرضی۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی مرضی تو نہیں کرتے لیکن تمہاری زندگی کا اندازہ مکمل کر لیتے ہیں' اور دیکھتے ہی نگاہ سے بھانپ لیتے ہیں کہ اس میں کس بات کی کمی ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ اگر تُو جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو تُو بڑا Great آدمی ہے۔ اُس نے مزاج میں دیکھ لیا کہ یہ آدمی تصنع والا ہے۔ اب اُس آدمی نے دیکھا کہ یہ بزرگ مجھے صحیح کہہ رہا ہے۔ اور اُس بزرگ کے کہنے میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ شخص جھوٹ بولنا بند کر جاتا ہے اور پھر وہ واقعی Great ہو جاتا ہے۔ اِسے کہتے

ہیں نگاہ کا فیض۔ مطلب یہ ہے کہ نگاہ نے دیکھ لیا کہ یہ شخص کہاں جا سکتا ہے' اب کہاں پر رکا ہوا ہے اور کہاں اٹکا ہوا ہے۔ اور پھر اُس کو کہہ کر ٹھیک کر دیا۔ اور کچھ بزرگ کہے بغیر ٹھیک کر دیتے ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ کہے بغیر کیسے فیض ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا' یہ تو آپ کا عام' روزانہ کا مشاہدہ ہے' کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مہمان آ جائیں گھر میں تو نوکر ہوں یا گھر کے رہنے والے لوگ ہوں' اُنہیں زبانی آپ کچھ نہیں کہتے بلکہ اشاروں سے کہتے ہیں' آنکھوں سے کہتے ہیں۔ گویا کہ آنکھیں جو ہیں وہ اشارہ کر سکتی ہیں' آنکھوں سے غصہ ظاہر ہوتا ہے اور غصہ ظاہر ہو جائے تو دوسرے آدمی کو خوف ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آپ نے اسے دیکھا ہی ایسے کہ خوف پیدا ہو گیا۔ تو آنکھ جو ہے یہ خوف پیدا کر سکتی ہے' آنکھ شوق پیدا کر سکتی ہے' آنکھ جو ہے مشتاقِ گناہ بنا سکتی ہے' دعوتِ گناہ آنکھوں کے ذریعے دی جاتی ہے' دعوتِ گناہ آنکھوں ہی سے قبول ہوتی ہے اور آنکھوں کے ذریعے بڑے تماشے ہو جاتے ہیں۔ تو گویا کہ آنکھ جو ہے یہ دوسرے انسان کی زندگی میں عمل کرتی ہے اور عمل دیتی ہے۔ تو اپنے دل کا حال جو ہے دوسرے کے دل تک پہنچانے کا زبان کے علاوہ جو ذریعہ ہے وہ آنکھ ہے۔ بعض اوقات زبان کا ذریعہ تو اگلے تک پہنچتا ہی نہیں ہے۔ مقصد ہے میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا' اس کو تھوڑا سا Change کر کے یوں کہتے ہیں ؎

آنکھوں نے بیاں کر ہی دیا رازِ تمنا
ہم سوچ رہے تھے ابھی اظہار کی صورت

تو ابھی زبان نے صورتِ اظہار بنائی نہیں ہے مگر آنکھ پہلے ہی بتا دے گی۔ پھر اگر پوچھو کہ سمجھ آ گئی ہے تو وہ کہے گا کہ سمجھ آ گئی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ آپ سے ایک بات کرنی ہے' سمجھ نہیں آتی کہ کہاں سے بات شروع کروں..... تو وہ کہے گا بولنا بند کر' مجھے پتہ چل گیا ہے کیا بات ہے' تم سائل ہو' تمہیں دس روپے چاہییں یا تم طالب ہو اور تمہیں کوئی محبت نامہ چاہیے یا تم غلط بات کرنے لگے ہو' مجھے پتہ ہے تم غلط بات ہی کرو گے۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے کہے کہ آپ میری بات Mind نہ کرنا' ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں..... اب آپ نے Mind کیا کرنا ہے کیونکہ پتہ تو لگ گیا ہے کہ کیا بات ہے' اس کے لہجے سے پتہ چل گیا کہ کیا بات ہے' وہ نہ کہے تب بھی پتہ چل گیا..... اب یہ Mind کرنے والی بات تو ہے ہی سہی۔ لہٰذا آنکھ جو ہے یہ ابلاغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور آنکھ جو ہے' میرا خیال ہے اس کائنات میں زیادہ تر اظہار جو ہے وہ آنکھوں کے ذریعے ہوا۔ آنکھ Capture بھی کرتی ہے اور آنکھ جو ہے یہ بولتی بھی ہے' آنکھوں کے اندر گویائی بہت زیادہ ہے۔ اصل میں انسان کی جان ہی آنکھ کے اندر ہے۔ تو بے شمار راز جو ہیں یہ آنکھ کے ذریعے ٹرانسفر ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی جو

کہ نوکر ہے' غلام ہے' وہ سوچ رہا ہے کہ اُس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے' تھر تھر کانپ رہا ہے مالک کے سامنے کیونکہ بہت بڑی غلطی کی ہے' جب مالک اُسے محبت سے دیکھتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے تو پرواہ نہیں کہ وہاں کیا ہے۔ مالک کو اطلاع مل گئی تھی کہ اس نے آپ کا قیمتی برتن توڑ دیا ہے' اب وہ غلام مالک کے سامنے کھڑا ہے' مالک نے محبت سے اُس کو دیکھا تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ کہ وہ معاف ہو گیا۔ نہ اُس نے معافی مانگی اور نہ معافی Announce کی گئی ہے' لیکن صرف دیکھنے سے' آنکھوں سے معافی ہو گئی۔ یہ سارے فیض کے کرشمے ہیں۔ یہ آنکھیں جو ہیں یہ بتاتی رہتی ہیں کہ وہ فیض ہو گیا۔ تو انسان اگر آنکھوں سے غور سے دیکھے تو فیض ہوتا ہی آنکھ کے ذریعے سے ہے' انسان خاموشی سے Transform کرتا چلا جاتا ہے اور فیض Transform ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو Transformation آنکھوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ ۹۰ فی صد جو فیض ہے وہ بولے بغیر ہی مل جاتا ہے۔ یعنی کسی نے بغیر بولے ہی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اِسے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی آیا اور اُس نے ہاتھ لگائے بغیر دوسرے انسان کے اندر انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ ہاتھ لگائے بغیر جو انقلاب ہوتا ہے وہ بہت بڑا انقلاب ہوتا ہے۔ ایک ہوتا ہے ڈسپلن یعنی کہ لیفٹ رائٹ سکھاؤ' اپنے ساتھ ملاؤ' لیفٹ رائٹ' ورزشیں' دائیں بائیں ہلاؤ اور پھر اُسے کھڑا کر دیا'

اُس کو الرٹ کر دیا۔ تو اس کو ادب سکھایا گیا کہ اگر جرنیل آ جائے یا بڑا افسر آ جائے تو کیا کرتے ہیں' تو یہاں کھڑے ہو کے' اٹین شین ہو کے سلام کرتے ہیں۔ ایک تو یہ طریقہ ہے۔ دوسرا ایک اور طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ آئے تو ویسے ہی ادب آداب شروع ہو گئے' اُس کے آنے سے اتنا ادب پیدا ہو گیا کہ وہ ادب کسی نے سکھایا ہی نہیں ہے اور وہ ادب پیدا ہو گیا۔ یہ جو سکھائے بغیر خود بخود ادب پیدا ہو جاتا ہے یہ اصل ادب ہوتا ہے۔ مثلاً ابا حضور کمرے میں آئے تو کسی نے کچھ نہیں کہا' بیٹا ویسے ہی السلام علیکم کہہ کے کھڑا ہو گیا' سگریٹ پی رہا تھا' ابا حضور آئے تو سگریٹ بند کر دیا۔ عام طور پر سگریٹ پینے والے بتاتے رہتے ہیں کہ اب اتنی ہماری بڑی عمر ہو گئی لیکن ابا حضور جب بھی آتے ہیں اب بھی ان کے سامنے سگریٹ نہیں پیتا ہوں۔ تو یہ ادب خود بخود پیدا ہو جاتا ہے' سکھاتا کوئی نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص جب بھی سامنے آتا ہے خود بخود ہی غصہ پیدا ہو جاتا ہے' نہ وہ بولا اور نہ آپ بولے' صرف آنکھوں کے ذریعے بات شروع ہو گئی۔ تو اس طرح غصہ پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ پسند کا آدمی آ جائے جس کی اب شکل بدل گئی ہے' تمہاری بھی شکل بدل گئی ہے' کیونکہ ایک زمانہ ہو گیا' نہ وہ' وہ رہا اور نہ تم' تم رہے' اگر اتنی مدت کے بعد بھی وہ سامنے آ جائے تو ع

تم آج بھی آ جاؤ تو سر آج بھی خم ہے

گویا کہ وہاں بولنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو بولنا جو ہے یہ تو ابلاغ کا بہت کمزور ذریعہ ہے۔ اصل ابلاغ کا ذریعہ جو ہے وہ آنکھ ہی ہے اور سارا اسی کا فیض ہے۔ تو اب یہ دیکھو کہ آنکھیں جو ہیں وہ خواب میں بھی بولتی ہیں' کچھ لوگوں کو خواب میں دیکھا اور دیکھتے ہی زندگی بدل جاتی ہے۔ یہ جو لوگ سناتے ہیں کہ ہم نے خواب میں حضور پاک ﷺ کو دیکھا تو حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا..... تو زمانے میں فرمانے کی بات کوئی نہیں ہے بلکہ دیکھنا فیض ہے۔ جب دیکھا تو فیض شروع ہو گیا' اور جو شروع ہو گیا وہ شروع ہو گیا' بتانے والی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ آپؐ نے ہمیں یہ فیض دیا کہ تم آج سے میری جماعت کے سردار بنو گے۔

اس میں کوئی جاندار بات نہیں ہوتی۔ جس کو فیض دینا ہوتا ہے اُسے فیض ہو جاتا ہے۔ فیض بتایا نہیں جاتا بلکہ فیض چلایا جاتا ہے اور یہ چلتا رہتا ہے۔ فیض کا فیصلہ صاحبِ فیض نہیں کرتا بلکہ وہ جو فیض Receive کرنے والے ہیں وہ کرتے ہیں۔ خود والے کہتے ہیں کہ میں صاحبِ فیض ہو گیا اور اُس کے بعد میں نے ایک جماعت بنالی' میں اُس کا ہیڈ ہو گیا۔ تو کامیابی کا فیصلہ آپ نے نہیں کرنا۔ کس نے کرنا ہے؟ بعد والوں نے کرنا ہے۔ تو فیض ہوتا ہی نگاہ سے ہے اور اس کو فیض ہی بولتے ہیں کہ جس آدمی نے زندگی میں بولے بغیر انقلاب پیدا کیا وہی انقلاب ہے۔ انقلاب کا پتہ نہیں چلتا کہ کب

آ جائے۔ سڑک کے کنارے اچانک اپنی گاڑی چلاتے ہوئے' تم نے ایک آدمی دیکھا' اچانک تم نے گاڑی بند کر لی اور اچانک رُک گئے۔ یہ جو اچانک دیکھتے ہی دفعتاً رک جانا ہے ۔

وہ میرا ہم سفر ہو ممکن ہے
زندگی یوں بسر ہو ممکن ہے
دفعتاً وقت ہی بدل جائے
اتفاقاً نظر ہو ممکن ہے

اتفاقاً نظر ہوتے ہی دفعتاً وقت بدل جاتا ہے اور زندگی بدل جاتی ہے۔ کہتا ہے ہم وہاں جا رہے تھے اور راستے میں ہم نے ایک آدمی کو دیکھا' پھر وہاں جانا بھول گئے اور ہم اُدھر دوسری طرف چلے گئے۔ کہتا ہے بندہ کون تھا؟ بولا تو وہ نہیں ہے؟ نہ وہ بولا اور نہ تم بولے مگر زندگی کا رخ بدل گیا۔ یعنی ہم دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بدل گئے۔ یہ تو معمولی سی بات ہے کہ ایک بچہ سکول جا رہا ہوتا ہے' راستے میں وہ رنگین تتلی کو دیکھتا ہے اور پھر تتلی کے پیچھے وہ چلتا چلتا جنگل کو چلا گیا۔ اس طرح تتلی کے پیچھے راستہ بھول گیا۔ اب تتلی کو نگاہ نے دیکھا' خوب صورت چیز کو نگاہ نے دیکھا اور انسان کو خوب صورت چیز کے لیے منزل بھول گئی۔ تو منزل بھول جاتی ہے' تتلی کے لیے بچے کو راستہ بھول جاتا ہے' تتلی کیا چیز ہے' آپ کٹی ہوئی پتنگ کو دیکھیں' سڑک کے کنارے

بے شمار لوگ جا رہے ہوتے ہیں' سٹارٹ کی ہوئی کار وہیں کھڑی کر دی اور پتنگ کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے ذہن میں بچپن کا' پرانا شعور تھا۔ تو پتنگ لوٹنے کے لیے' کٹی ہوئی پتنگ کو لوٹنے کے لیے بھاگ پڑا! چابی کار کے اندر ہی تھی اور کوئی کار لے گیا۔ تو مدعا یہ ہے کہ انسان جو ہے وہ اس طرح بھی کرتا ہے اور دفعتاً ایسا ہو جاتا ہے۔ تو فیض نظر' نگاہ سے ملتا ہے' یہ لینے والوں کو پتہ ہوتا ہے اور باقیوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا مل گیا اور کیا نہ ملا۔ بس دینے والے نے دے دیا اور لینے والے نے لے لیا۔ فیض جو ہے وہ کمی بھی پوری کرتا ہے اور بعض اوقات حق سے زیادہ بھی دیتا ہے۔ تو بعض اوقات وہ کمی پوری کرتا ہے اور بعض اوقات اس کی قسمت کا فیصلہ اُسے بتاتا ہے کہ تم نے یہ بننا ہے' خیال کرنا۔ مثلاً تم نے بہت بڑا گانے والا بننا ہے' ابھی سیکھو سارے گاما۔ بعض اوقات وہ کہتا ہے کہ میں نے خواہش یہ کر لی ہے کہ تم نے یہ بننا ہے' اب تم میں یہ صلاحیت تو نہیں ہے لیکن تم نے بننا ضرور ہے' اس لیے دھیان کرنا' تم نے بننا اس لیے ہے چونکہ ہم یہ بتا چلے ہیں اور ہم یہ خواہش رکھ چلے ہیں۔ تو فیض ملنا بڑا آسان ہے' فیض جو ہے وہ ہوتا ہی نگاہ سے ہے۔ نگاہ ہماری زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے۔ اور وہ انقلاب جو ہے وہ بعض اوقات اُس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے' تمہارے لیے بہتر ہوتا ہے اور بعض اوقات پتہ نہیں ہوتا کہ وہ تمہارے لیے ہوتا ہی نہیں لیکن وہ کر دیتا

ہے۔ یہ کارساز لوگ ہیں' تقدیروں کو آگے پیچھے کرنے والے ہیں' مزاجوں کو بدلنے والے۔ وہ مزاج کو Change کر دیتے ہیں۔ ایسا کرتے ہیں لوگ

.....

اب اور سوال پوچھو..... جلدی جلدی بولو.....

سوال:-

کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پتہ ہی نہ چلے کہ فیض کہاں سے ملا ہے؟

جواب:-

یا تو یہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ فیض ہے کہ نہیں ہے۔ فیض کا جب پتہ چل جائے تو زندگی کے جس حصے میں فیض ملتا ہے اُس حصے میں ہونے والے واقعات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ پچھلے اتوار سے یہ فیض شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ پچھلے سنڈے کو ہم لوگ گئے تھے مچھلیاں پکڑنے کے لیے' یہ دریا کے کنارے کا واقعہ ہے۔ اوّل تو فیض اپنے نصیب کا ہی نام ہے۔ اگر نصیب جاگنے والا ہو تو کہیں سے فیض مل جاتا ہے۔ کچھ لوگ اگر بتا جائیں کہ کدھر سے فیض ملا ہے تو یہ بھی قسمت کی بات ہے تا کہ تمہاری عقیدت وہاں وابستہ رہے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں تم پر زیادہ بھروسہ نہیں ہوتا کہ تم ادب کرو گے' تو وہ اپنا نام ہی نہیں بتاتے' صرف فیض دے کے چلے جاتے ہیں۔ وہ یہ اس لیے کرتے ہیں تا کہ تم سے ان کی جان

بخشی رہے۔ کہ تم میں ان کا ادب کرنے یا اُن کا شکریہ ادا کرنے کا ظرف نہ ہو انہیں تم پر بھروسہ نہیں ہوتا ہوگا اس لیے وہ اپنا نام نہیں بتاتے اور یہ پتہ نہیں لگنے دیتے کہ کہاں سے فیض آیا ہے۔ ورنہ تو فیض کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نعمت کدھر سے ملی ہے۔ تو عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے۔ اتنا تو ضرور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ میرے اپنے اندر نہیں تھا اور کہیں اور سے آیا ہے۔ تو وہ چیز جو پہلے نہیں تھی اور کہیں سے آئی ہے' تو عام طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا تعلق کس سے ہے۔ اس کو جاننے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اُس دور کے اندر جب یہ فیض محسوس ہوتا ہے اُس دور کے اندر آپ جو ہے کن لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کن لوگوں کا حکم مانتے ہیں۔ تو یہ فیض اُنہی میں سے کسی کا حصہ ہوگا' یا اُنہی کے ذریعے کسی اور جگہ سے یہ فیض آیا ہو گا۔ تو فیض کا بالعموم پتہ چل جاتا ہے یہ کہاں سے آیا ہے' کہ یہ ہندوستان سے آیا ہے یا افغانستان سے آیا ہے' آخر یہ آیا کہاں سے ہے؟ تو یہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ فیض والے کے اندر وہ الفاظ آنا شروع ہو جاتے ہیں کہ جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس قسم کے الفاظ ہیں اور یہ کس قسم کا مزاج ہے۔ اگر کوئی گانا شروع کر دے گا تو فیض دینے والا ضرور میوزک آشنا ہوگا۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے کیونکہ فیض دینے والے کا لہجہ آ جاتا ہے' اُس کی خوشبو آ جاتی ہے۔ ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کس کا فیض ہے؟ تو وہ کہتا

ہے کہ وہ مولانا رومؒ کا فیض ہے' اقبالؒ کے لیے یہ بتانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اُس کے شعر میں رومیؒ کا تصور خود بخود آ گیا' حالانکہ وہ رومیؒ بہت دور سے آیا ہے لیکن آیا ہے۔ اس لیے یہ پتہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی بلکہ عام طور پر پتہ چل جاتا ہے۔ فیض اگر گمنام ہو تب بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ یوں کہو' جس طرف سر جھک جائے فیض اُدھر سے ہی آیا ہے۔ ایک شخص کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ جگہ داتا صاحبؒ کی ہے' وہ جب وہاں جا رہا تھا تو روضہ سا بنا ہوا تھا' اُسے تو پتہ نہیں ہے کہ یہ کس کا ہے' وہاں گیا تو یک لخت سر جھک گیا۔ کسی نے کہا بھئی تیرے سر کو کیا ہو گیا ہے جو جھک گیا ہے' یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کوئی آستانہ لگتا ہے کسی بزرگ کا۔ پھر اُسے پتہ چل گیا کہ یہ بزرگ تو جانا ہوا بزرگ ہے۔ مقصد یہ کہ پھر اُسے پتہ چل گیا۔ عام طور پر جب گستاخ انسان مؤدب ہونا شروع ہو جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فیض والی کوئی چیز آ گئی ہے۔ جہاں صاحبِ فیض ہو یعنی جس نے فیض تمہیں دیا ہو یا جن اداروں نے فیض دیا ہے تو ایک بات واضح ہے کہ وہ فیض دینے والے ادارے تمہیں اپنے لیے مؤدب ضرور کر جاتے ہیں۔ بس یہ یاد رکھنا۔ میرا مطلب ہے آپ میں ان اداروں کا ادب ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ فیض کا نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر منقبت جو ہے وہ سُنی شعراء نے لکھی ہے۔ یہ سُنّی شعراء نے اس لیے لکھی ہے کیونکہ ان کو مولا علیؑ کی بارگاہ سے فیض ملا ہے۔ پھر مولا

علیؑ کا یہ جو فیض ہے اس نام سے نسبتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ یہ فیض ہے اور یہ دور کا فیض ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ شاہ ہست حسینؑ، پادشاہ ہست حسینؑ، تو یہ سارا فیض ہے، پھر فیض رساں کا نام سمجھ آ جاتا ہے، فیض رساں کا پتہ چل جاتا ہے، یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وقت پر کون فیض رساں ہے اور پیچھے وقت پر کون ہے۔ تو یہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ تو سوال کا جواب کیا ہوا؟ کہ فیض رساں کا پتہ چل جاتا ہے کہ کون دینے والا ہے.....

اور سوال پوچھو..... بولو۔

سوال:-

کہتے ہیں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں نہیں ہے جہاں ہم جاتے ہیں، تو پھر فیض کیسے ملتا ہے؟

جواب:-

دیکھو، یہ واقعہ چلا تھا داتا صاحبؒ کے بارے میں بھی، کہ داتا صاحبؒ یہاں نہیں ہیں بلکہ قلعے کے پاس ہیں، مدفون وہاں ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا مزار دریا برد ہو گیا تھا، مگر لوگوں نے مزار یہاں بنا دیا..... تو یہ کسی نے اعلان کیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ نہ عقیدت رہے اور نہ جگہ رہے۔ تو یہ لوگوں کو وہاں کی جامعیت سے ہٹانے کا طریقہ ہے۔ اگر مزار، صاحبِ مزار

کا ہے' جس کے پاس کوئی قدرت ہے' کوئی طاقت ہے تو اس نے مرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر چھاپہ قائم رکھا ہوا ہے۔ آپ دیکھو کہ زندگی میں کوئی کسی پر اثر نہیں کرتا' یہاں پر باپ کی محبت بھی زندگی تک رہتی ہے' اور مرنے کے بعد جو دلوں پر حکمرانی کرنے والے لوگ ہیں' اُن کے پاس کچھ اختیارات ضرور ہوں گے۔ اگر خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں پر ہے یعنی پہاڑی کے اوپر اور بنانے والوں نے مزار یہاں بنا دیا ہے تو وہ اب اسی مزار میں ہیں۔ اصل مزار تو

؎ میرا مزار سینۂ اہلِ نظر میں ہے

تو ان کا سینۂ اہلِ نظر میں مزار ہے' وہاں تو مزار ہے ہی نہیں' اب بھی نہیں ہے وہاں کیا ہڈیوں کا نام مزار ہے؟ وہاں ہڈیاں نہیں ہوتیں بلکہ وہ نور ہوتا ہے' روح ہوتی ہے اور روح' روحوں میں مل جاتی ہے' نور' نور میں مل جاتا ہے اور محبت یاد میں چلی جاتی ہے اور یاد منقبت بن کے آتی ہے' خواجہ غریب نوازؒ کی.....

سوال:-

یہ تو پھر ویسا ہوا کہ ماننے والوں نے جہاں چاہا منا لیا.....

جواب:-

نہیں' نہیں۔ جس جگہ کو آپ عقیدت سے جا رہے ہیں وہ سچ ہے

اور حقیقت میں مزار ہے تو یہ مزار' حقیقت ہے۔ اگر آپ جو کہ زندہ انسان ہیں چودہ سو سال کے بعد جا رہے ہیں تو آپ کدھر جا رہے ہو؟ تو مزار کے اندر کوئی چیز ہے جس کے پاس آپ جا رہے ہیں۔ بعض دفعہ کسی بزرگ کا شکستہ مزار دیکھنے والے کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے' وہ کہتا ہے مزار شکستہ حال تھا' بڑا افسوس ہوتا ہے یہ کتنے زمانوں کے بزرگ ہیں' مگر مزار شکستہ ہے۔ یہ سوچو کہ شکستہ مزار سے بزرگ کا کیا تعلق ہے' اُس بات سے اس بزرگ کا کیا تعلق ہے جو آپ بتا رہے ہیں' اور اس چیز سے کیا تعلق ہے جو مزار کے اوپر لگائی ہوئی ہے اور اُن چادروں سے کیا واسطہ ہے جو تم چڑھاتے ہو' اور جس چیز کی عقیدت میں آپ جاتے ہیں وہ مرتی نہیں ہے۔ کیا وہ عقیدت مرتی ہے؟ وہ نہیں مرتی۔ آپ کی عقیدت جو ہے وہ قبر کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ذات کے ساتھ ہے۔ یہ تو نہیں کہ قبر یہاں نہیں ہونی چاہیے اور وہاں ہونی چاہیے' نہ۔ تو جہاں بھی قبر ہے وہ Genuine ہے۔ اس لیے عقیدت قبر سے نہیں ہے بلکہ وہ صاحبِ مزار سے ہے' جو مالک ہے اور جو زندہ ہے اور جو مرتا نہیں ہے۔ اگر اُس ذات سے محبت نہیں ہے تو تم بے کار ہو گئے' تمہارا ایمان خراب ہو گیا کیونکہ تمہارا سر انسان کے آگے جھک گیا۔ بلکہ اگر انسان کے آگے جھکتا تو پھر بھی میں معافی دے دیتا' یہ تو تم لوگ مٹی کے آگے جھک گئے اور خدا تو پیچھے رہ گیا۔ تمہارے اوپر کئی دفعہ کفر کا فتویٰ لگ جائے گا اور

تمہیں پانچ دفعہ پھانسی لگائیں گے۔ کیونکہ یہ تو تم خود کہہ گئے اور تم تو مٹی کے آگے جھک گئے۔

سوال:-

ہم تو یہ سوچ کے جاتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں موجود ہیں.....

جواب:-

کون' کہاں ہے؟ وہاں ہیں؟ کدھر ہیں؟ وہ اندر ہیں کہ باہر ہیں؟ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ اندر بھی ہوں اور باہر بھی۔ اگر وہ باہر ہیں تو پھر ہمارے گھر میں بھی ہیں اور اندر ہیں تو چلو تھوڑی دیر کے لیے سمجھ لو کہ اندر ہیں۔ اچھا۔ کہاں پر؟ مزار کے اندر۔ کبھی کسی کا مزار آپ نے بنایا ہے؟ کسی کی قبر کھودی ہے تم نے؟ کیا کبھی قبر نہیں کھودی اپنے ابا حضور کی یا دادا کی۔ جب قبر بنائی ہے تو اس میں کسی کو لٹایا ہے؟ کتنی جگہ ہوتی ہے؟ کیا کبھی آپ نے اس طرح قبر بنتی دیکھی ہے؟ کتنی ساری ہوتی ہے وہ؟ اتنی ساری ہوتی ہے جتنا کہ انسان ہوتا ہے۔ وہاں مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ کیا قبر میں بیٹھ کے بندہ قرآن پڑھ سکتا ہے؟ آپ بتاؤ' پڑھ سکتا ہے کہ نہیں پڑھ سکتا؟ کیا اتنی مدت گزرنے کے بعد پڑھ سکتا ہے؟ تو وہ یہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بزرگ وہاں زندہ ہوتے ہیں اور جو جاتے ہیں ان کو زندہ سمجھ کے' وہ صحیح انسان ہیں۔ مگر درمیان والا بندہ مر جاتا ہے یعنی جس کے پاس یقین نہ ہو اور

سفر کرنا شروع کر دے تو وہ سفر کبھی شرک ہوگا اور کبھی کفر ہوگا' پھر کبھی شرک ہو گا' کبھی کفر ہوگا۔ ایسا آدمی کہتا ہے کیونکہ سارے ادھر جا رہے ہیں میں بھی چلا جا رہا ہوں۔ اگر کسی کو قبر کے اندر جانا نہیں آتا ہے تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا۔ جس طرح لوگ وہاں جا کر کہتے ہیں کہ سلام یا غریب نواز" تو وہ بھی ایسا کرے گا اور پھر مٹی پر آ جائے گا۔ اگر انسان کو سجدہ شرک ہے تو مٹی کو سجدہ چار دفعہ شرک ہے' تو یہ چار دفعہ شرک کرتے ہیں۔ اور جو کہتا ہے ہمارا داتا زندہ ہے' بلکہ عین حق ہے' بلکہ برحق ہے بلکہ جلوۂ حق ہے وہ بے شک وہاں جائے جو اسے جلوۂ حق نہیں سمجھتا وہ تو وہاں جا نہیں سکتا' وہ تو مارا گیا۔ اس لیے لوگ پریشان ہو کے آ جاتے ہیں۔ ہم داتا دربار کو داتا صاحب" ہی سمجھتے ہیں

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

بلکہ نورِ خدا ہی نورِ خدا' بس اللہ ہی اللہ۔ وہاں تو کہانی ہی اور ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ مزار کے اندر جو شخص بیٹھا ہوا ہے ہم اُس کو ملنے گئے' ہم کب کسی اور سے ملنے گئے ہیں اور اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے کیا پرابلم ہیں۔ وہ جو اندر آدمی گیا تھا نہ ماننے والا' وہ کہتا ہے کہ وہ تو سو سال پہلے کا آدمی تھا' وہ اُس وقت کی زبان کو' لینگویج کو جانتا تھا اور صرف اُن مسائل سے آشنا تھا' اب وہ ہمارے مطلب سے آشنا ہی نہیں ہیں' ہم ٹیکنیکل پرابلم لے کے

جاتے ہیں کہ داتا صاحبؒ کمپیوٹر کا یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا اور پھر جواب بار بار غلط آ جاتا ہے۔ مگر ماننے والے کا ہر مسئلہ ٹھیک ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہمارا داتا کمپیوٹر جانتا ہے' وہ دورِ حاضر کے پرابلم جانتا ہے اور مسائل کو حل کرتا ہے۔ تو ہمیں تو پتہ ہے کہ داتا کہتے کسے ہیں۔ کوئی کہے گا کہ اندر شے ہی کوئی نہیں ہے اور ماننے والا کہے گا کہ ساری شے وہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزاروں پہ گستاخ لوگ آپ کو ملتے ہیں اور برباد نہیں ہوتے۔ برباد کدھر سے ہوں؟ کہتے ہیں وہاں چوری ہو گئی' بندہ غائب ہو گیا' گناہ گاریاں ہو گئیں۔ داتا صاحبؒ تو عقیدتوں کی کہانی ہے' اللہ کی راہ کا ایک چراغ ہے' ان کے بارے میں صرف اللہ کی راہ پر چلنے والوں کو معلوم ہوتا ہے اور باقی جان نہیں سکتے۔ باقیوں کا کیا تعلق اُن سے؟ باقی سارے جھلّے لوگ ہیں' وہ رشوت سے پیسے اکٹھے کرتے ہیں اور اُس کی دیگ پکا دیتے ہیں' چور چکار لوگ کھا کر آ جاتے ہیں' ساتھ تھیلا ہوتا ہے' رومال ہوتا اور لنگر لے جاتے ہیں' قصور کے اندر سے بھی لے جاتے ہیں اور ساتھ ہی پیسے بھی آ گئے' ساتھ اور بھی چیزیں ..... داتا صاحبؒ کون تھے؟ داتا صاحبؒ شگفتگی کا نام ہے' داتا صاحبؒ جلوے کا نام ہے' وہ جلوہ کہاں تک ہے؟ گلی تک؟ قبر تک؟ آستانے تک؟ سارے شہر تک؟ پھر کہاں تک؟ جہاں تک محبت کرنے والا جاتا ہے وہ داتا صاحبؒ کا ہی جلوہ ہے۔ اگر کوئی محبت کرنے والا ہو ہی نہیں تو داتا

صاحبؒ نہیں ملیں گے داتا صاحبؒ محبت کرنے والے کا اپنا ایک روپ ہے۔ کیا ہے؟ محبت کرنے والے کا ایک اپنا روپ ہے اور چاہنے والے کی عقیدت کا اپنا جلوہ ہے۔ اگر آپ کے اندر جلوہ نہ ہو تو پھر داتا صاحبؒ جا کر آپ نے کیا کرنا ہے' ایسے شخص کے لیے خدا کام نہیں آ سکتا تو داتا صاحبؒ کیا کریں گے۔ خدا کے کام سے مراد یہ ہے کہ تمہاری زندگی میں اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ نہ ماننے والا کہے گا کہ کیا خدا کام نہیں آتا جو بندے کی ضرورت پڑ گئی' داتا صاحبؒ کی ضرورت پڑ گئی' اس سے بڑا کوئی شرک نہیں ہے' وہاں جانا بہت بری بات ہے' خدا سے کام لو۔ تو جہاں سے کفر کے فتوے آتے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑو' کیا اللہ کافی نہیں ہے تمہارے لیے' کہاں جاتے ہو داتا صاحبؒ پہ۔ مگر ماننے والا کہتا ہے کہ اللہ ہی کافی نہیں تمہارے لیے کیونکہ تم تو پرابلم میں ہو اور جس نے اللہ تعالیٰ کو داتا صاحبؒ کے مقام پر جانے سے منع کر دیا اُس کا اللہ ہی نامکمل ہے۔ اور وہ اللہ اس کا ہے ہی نہیں۔ تو اللہ جو ہے وسیع ہے۔ اللہ کے چاہنے والے جو ہیں' سجدہ کرنے والے' وہ ایک مسجد میں رہیں گے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اللہ کو مان لیا' سجدہ کرنے کا نام ہے اللہ۔ اللہ کیا ہے؟ سجدہ کرنے کا نام اللہ ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں پیسہ دے دینے کا نام اللہ ہے' دے دو سارا خدا کی راہ میں' تو وہ کہتا ہے نہیں ہم تو اڑھائی فی صد دیں گے اُس کو۔ تو اب یہ اپنے

اپنے اللہ کی بات ہے۔ محبت کرنے والے کا اللہ ہر جگہ ہوگا' جو اللہ کی راہ میں چلتے ہیں' اللہ سے محبت کرتے ہیں' وہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا شخص پائیں گے وہاں جائیں گے۔ جہاں کا پتہ چلے کہ یہ لوگ اللہ کے ذاکر رہے ہیں' یہ جو پرانے لوگ فقیر رہے ہیں' یہ درویش رہے ہیں' اللہ کے طالب رہے ہیں' اللہ کی تمنا کرنے والے' چاہنے والے ہیں' عاشق لوگ ہیں' تو وہ وہاں چلا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ کے چاہنے والے تھے۔ تو وہ اللہ کی چاہت کی طرف جاتے ہیں۔ چاہت کی طرف جانے والا' چاہنے والوں کے پاس جا رہا ہے اور یہ داتاؒ ہے۔ اگر اللہ کی چاہت تمہارے اپنے اندر نہیں ہے تو وہاں داتا صاحبؒ کو تم نے کیا کرنا ہے۔ پھر اگر تم وہاں چادر چڑھاؤ گے تو دوسرا بندہ جا رہا ہے وہی چادر اتارنے کے لیے کیونکہ وہ چادر بیچنے کا پہلے انتظام کر آیا ہے۔ تو پھر یہ سارے کا سارا فراڈ بن جائے گا اور چکر بازی ہو جائے گی۔ پھر جو بھی گناہ گار ہوگا' کوئی گورنر ہوگا' کوئی اور ہوگا' وہ وہاں جا کے رسم تاجپوشی' رسم چادر پوشی' کر کے آ جائے گا۔ قوال جو ہے داتا صاحبؒ کے نام پر گائے گا اور پیسے تم سے وصول کرے گا۔ جس کے پاس حرام کے پیسے ہیں وہ وہاں جا کے داتا صاحبؒ کے نام پر دے آئے گا۔ تو یہ سارا ڈرامہ اور سارا فراڈ ہے۔ اور محبت کرنے والے کے لیے داتا نہ اندر ہے اور نہ باہر ہے بلکہ جب اُس نے آنکھ ملائی ہے تو اندر باہر قوالی

ہورہی ہے۔ اگر آنکھ ہے تو پھر یہ ہوگا! تو چاہنے والے کے لیے داتاؒ کا جلوہ ہر جگہ' ہر ہر جا ہے۔ ہر' ہر جلوے کا نام ہے داتاؒ۔ کیا نام ہے اُس کا؟ داتائے ہَر جائی۔ یعنی ہر جگہ کا داتا۔ اس کا ہَر جا جلوہ ہے۔ اگر تم وہاں جا رہے ہو یہ سمجھ کر کہ مزار کے اندر کوئی شے ہے جس کا نام داتاؒ ہے تو یہ تمہارا شرک ہو جائے گا۔ اگر یہ سمجھا کہ اس قبر کا نام ہے داتاؒ تو یہ شرک ہو جائے گا' اس آستانے کا نام ہے داتاؒ تو یہ شرک ہو جائے گا اور پھر اس طرح تم اللہ کی راہ کے مخالف ہو جاؤ گے' نہ اللہ ملے گا اور نہ فقیر ملے گا۔ بلکہ شرک پیدا ہو جائے گا۔ کہتا ہے جلوہ ہے' رونق ہے۔ اور جب ماننے والا یہ کہے کہ وہ اللہ کا جلوہ ہے' ہمارا جلوہ اس جلوے کا طالب ہے۔ کیا ہے؟ ہمارا جلوہ اس جلوے کا طالب ہے' ایک ہی جلوہ ہے یعنی اگر جلوہ آئے گا تو جلوہ ایک ہی ہے..... تو پھر وہاں پر جانا جائز ہے اور جلوہ نہیں ہے تو جانا ناجائز ہے' ہزار بار نا جائز ہے' آپ کو سمجھ نہیں آئی بات؟

سوال:-

اگر جلوہ ہر جگہ ہے تو اس جگہ کی تخصیص کیوں ہے؟

جواب:-

یہ اس جگہ پر آنے والوں کے ملنے کی جگہ ہے۔ کیا کہا؟ جگہ پر آنے والوں کے ملنے کی جگہ ہے۔ اگر شیخوپورہ کا فقیر آ گیا' اُدھر سے افغانستان

والا فقیر بھی آ گیا' کوئی اور بھی آ گیا' تو وہ اور وہ سارے مل کر بیٹھ گئے اور اپنی رونق لگائی۔ یہ کوئی داتا صاحبؒ کی مخصوص جگہ نہیں ہے۔ اس طرح جگہ نہیں ہوتی ورنہ تو پھر یہ کہانی اور ہو جائے گی۔ حتّٰی کہ خانہ کعبہ شریف' اللہ کا گھر ہے مگر وہ جگہ اللہ کی مخصوص جگہ نہیں ہے' اگر دل میں اللہ نہ ہو تو کعبہ میں اللہ نہیں ہے' دل میں تمہارے اگر کوئی چوری چکاری ہو تو کعبہ میں اللہ کدھر سے آئے گا۔ تو یہ کن لوگوں کی جگہ ہوتی ہے؟ وہ لوگ جو کہ تھوڑا تصور رکھتے ہیں' وہ لوگ جو دھندلا تخیل رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو چھوٹے خیال کے ہوتے ہیں' اُن کو جگہ بنا کے دیتے ہیں کہ وہ یہ ہیں۔ آپ نماز کے لیے کہتے ہیں کہ منہ طرف خانہ کعبہ شریف' اور خانہ کعبہ اُدھر تو نہیں جدھر تم منہ کر رہے ہو' زمین کی گولائی دیکھو کہ کعبہ کدھر ہے' کعبہ شاید دوسری طرف ہو' یہ سمجھانے کے لیے بتا رہا ہوں مثلاً آپ اُس وقت مغرب کی نماز پڑھ رہے ہیں اور دنیا میں کہیں اِسی ٹائم پہ صبح کی اذان ہو رہی ہے' کہیں اِسی ٹائم پر دوپہر ہو رہی ہے۔ اِس لیے آج کی رات جو ہے وہ کسی اور جگہ آج کی رات نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آج کا موسم کسی اور دن کا موسم ہے۔ جگہ کا اس لیے کہا گیا ہے تا کہ زندگی میں ترتیب اور نظام قائم ہو جائے اور اس لیے کہ تم لوگوں کو بات سمجھ آ جائے۔ ورنہ یہ بات تو نہیں ہے جس طرح آپ سمجھ رہے ہو۔ تو وہ ایک جگہ پر محدود نہیں ہیں' He can go anywhere کسی بھی Form

میں جا سکتے ہیں۔ اگر تمہاری عقیدت نہ ہو اُس ذات سے جس نے ''کشف المحجوب'' لکھی ہے تو تمہارا اس جگہ پر جانے کا حق ہی نہیں بنتا۔ عقیدت کس سے ہے؟ کتاب سے ہے اور کتاب کے ذریعے داتا صاحبؒ جانا ہوا ہے' یا کتاب کے ذریعے داتا صاحبؒ کو پہچانا یا اپنے پیر کے ذریعے پہچانا' یا براہِ راست کوئی توجہ اُدھر سے آئی۔ اِس کے علاوہ تو آپ پہچان نہیں سکتے' تو کیسے انہیں پہچاننا ہے؟ اگر پیر کے ذریعے پہچانا تو پیر ہی کا نام داتا ہے' وہ کہتا ہے داتا صاحبؒ چلو تو جواب ملتا ہے کہ بس ادھر ہی رہو' ادھر ہی رہو..... پھر پیر کہتا ہے جاؤ' اب چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ اور اگر وہ کہتا ہے کہ اب بند کر دو تو بند ہو جاؤ۔ اُسے آپ اگر یہ کہیں کہ جناب عالی! داتا صاحبؒ کے پاس آپ نے بھیجا تھا اور میں چلا گیا' اب میں وہیں رہوں گا۔ تو آپ کا ''داتا'' پھر بند ہو جائے گا۔ تو ''داتا'' کیا ہوا؟ پیر کا حکم! پیر حکم دے دے تو وہاں جاؤ اور حکم نہ دے تو پھر وہاں نہیں جاؤ۔ یہ بات سمجھ آئی؟ اگر ''کشف المحجوب'' کے ذریعے پہچانا تو کتاب کا نام ہے داتا اور پھر مزار سے بہتر کتاب ہے۔ انہوں نے اگر توجہ کے ذریعے بلایا تو وہ توجہ اگر آپ کو شہر میں بلا لے تو آپ شہر میں چلے جاؤ' وہیں ''داتا'' ہے۔ توجہ کی بات سمجھ آئی؟ ایسا شخص کہتا ہے میں خواب میں رات کو اُٹھا' اچانک توجہ محسوس ہوئی' توجہ میں کشاں کشاں چلتا چلتا داتا صاحبؒ جا پہنچا..... تو ایسی توجہ تھی کہ وہاں لے گئی۔ گویا

کہ وہاں لے جانے والی توجہ آپ کو سمجھ آ گئی۔ اگر یہ توجہ آپ کو میاں میرؒ صاحب لے جائے پھر داتا صاحبؒ میاں میر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر فاصلہ کیا اور جگہ کیا' اگر توجہ کو Read کرنا آ گیا! اگر توجہ بھی حاصل نہیں ہے' اپنا پیر بھی ہم سفر نہیں ہے' ''کشف المحجوب'' سے بھی آشنائی نہیں ہے تو پھر یہ شرک' Pure شرک ہے۔ یہ تو ہے ہی نہیں' لکھا ہی نہیں ہوا۔ تو جگہ کا نام نہیں ہے داتا' داتا یا تو ''کشف المحجوب'' کا نام ہے یا پیر کے فرمان کا نام ہے یا پھر اُن کی اپنی توجہ کا نام ہے کہ کہیں سے بھی عرفان ہو جائے۔ عرفان نہ ہو تو پھر ''داتا' کیسے ملے گا آپ کو۔ قبر کی پوجا نہیں کرنی بلکہ اُس خیال کی پوجا کرنی ہے جو قبر میں ہے' صاحبِ مزار کے ساتھ ہے' وہ جلوہ دیکھو جو وہ پیش کر گئے' پھر آپ کو زندہ ملیں گے' انسان کے طور پر ملیں گے۔ اگر کوئی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے تو وہ زندہ ہے۔ کیا شہید کبھی زندہ ملا آپ کو؟ باپ کہتا ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ وہ شہید ہے' لیکن باپ کو شاید مل جائے' روتے روتے خیال آیا کہ بیٹا آیا ہوا ہے لیکن وہ نہیں تھا' عام طور پر بہنوں کو بھائی نہیں ملتے کیونکہ جو چلا گیا سو چلا گیا۔ ملتے ہیں تو خیال میں ویسے ملتے ہیں مگر یوں تو نہیں ملتے جس طرح اللہ نے کہا ہے کہ ''وہ زندہ ہیں کھاتے ہیں' پیتے ہیں''۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ واقعہ کیا ہے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ شاید موت ہے ہی کچھ نہیں۔ پھر تو موت ہے ہی

نہیں۔اگر اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے تو اللہ کی یاد میں مرنے والا اُس سے بڑا شہید ہے، پھر تو داتا صاحبؒ ہزار بار زندہ ہیں۔آپ زندہ شخص کے پاس جائیں گے تو محبت لے کے آئیں گے اور اگر زندہ کے پاس نہیں جائیں گے تو پھر شرک لے کے آئیں گے۔اگر وہ زندہ ہے تو پھر زندگی کا احساس ہونا چاہیے۔زندگی کو قبر میں کیوں دفن کرتے ہو، اندر بند کیوں کرتے ہو۔داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں زندہ ہوں جہاں مرضی رہوں

؎ میرا حق ہے فصلِ بہار پہ میں چمن میں چاہے جہاں رہوں

اب وہ زندہ ہیں، جس دل میں مرضی چلے جائیں۔یعنی کہ وہ محدود زندگی سے نکل کے وسیع زندگی میں آ گئے ہیں۔اب ان کا جلوہ ہر تمنا کرنے والے کے پاس ہے۔اب مزار کیا رہ گیا؟ وہ جن کو علم نہیں ہے اُن کے لیے مزار کیا شے ہے؟ شرک کا ذریعہ۔اور جن کو علم ہے اُن کے لیے مزار کیا ہے؟ آزاد.....

پھر بھی مزار، مزار ہے۔نظام چلانے کے لیے کیا ہے؟ مزار ہی ہے.....

سوال:-

بعض اوقات انسان کو صاحبِ مزار وہاں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے.....

جواب:-

یہ اس لیے ہے کہ وہاں پر توجہ رہے، باقی جو اصلی مقام ہے اُن کا تو یہ لوگ چلتے پھرتے، لیتے دیتے اور جاگتے رہتے ہیں۔کبھی آپ نے بیعت کی

ہے اپنے پیر کے ساتھ؟ آپ کا پیر چاہے وہ رخصت ہو چکا ہو اگر کبھی آپ کو زندگی میں تکلیف ہو تو وہ صرف خواب میں نہیں ملے گا بلکہ زندہ بھی مل سکتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا بڑا پریشان تھا' اور وہاں پر پیر صاحب آئے' اور بتا کے چلے گئے' پھر مسئلہ حل ہو گیا۔ تو وہ آ سکتے ہیں! اگر تم لوگوں کا پیر پر ایمان نہ ہو تو پھر یہ سوچنا شرک ہے کہ مرا ہوا بندہ باہر آ گیا۔ بس شرک اور ایمان کی انتہا کے درمیان یہ کہانی ہے۔ عرفان پہ اگر یقین نہ ہو تو عرفان کے اندر ہی سارا شرک ہے' اگر یقین نہ ہو تو فقیر سارا ہی شرک ہے' دیکھنے والے کے لیے عام طور پر شرک ہے لیکن یقین والے کے لیے ایمان کا یہی راستہ ہے' عرفان یہی ہے۔ اگر یقین ذرا مذبذب میں آ گیا تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ تو یا یہ نور کا سفر ہے یا پھر کفر کا سفر ہے' درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ یا پیر عین اللہ ہے یا غیر اللہ ہے' درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ اگر غیر اللہ ہے اور سجدہ کر گئے تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ اور اگر عین اللہ ہے' وہی آپ ہی ہے۔ وہ تو آپ ہی بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے اتفاقاً بات ہو گئی' جو ہو گئی۔ کیا ہو گیا؟ جو ہو گیا سو ہو گیا اور اتفاقاً ہو گیا۔ مولانا رومؒ نے کہا ہے کہ

ہر کہ پیر و ذاتِ حق را یک نہ دید
نے مرید و نے مریدو نے مرید

جو پیر اور ذاتِ حق کو اکٹھا نہ سمجھے اُسے چاہیے کہ وہ مرید نہ ہو۔ اُس کے لیے مرید ہونا منع ہے۔ شرک ہوگا اور وہ مارا جائے گا۔ کیا ہوگا؟ جس نے پیر اور اللہ کو الگ الگ سمجھا وہ مارا جائے گا اور جس نے ایک جانا وہ بھی مارا گیا۔ کیا کہا؟ ایک سمجھو گے تو پھر مارے جاؤ گے' دو سمجھو گے تو پھر برباد ہو جاؤ گے۔ اسی کے اندر ساری کہانی ہے۔ اور انہوں نے تمہیں یہ راز بتا دیا کہ اگر پیر اور اللہ دو ہیں تو پھر پیری ختم ہوگئی۔ اور اگر پیر اور اللہ ایک ہی ہیں تو بھی آپ مارے گئے اور برباد ہو جاؤ گے۔ تو نہ ایک ہے اور نہ وہ دو ہیں اور جو چاہیں کریں وہ ایک بھی ہیں اور دو بھی ہیں۔ بس اس کے اندر ہی اندر کہانی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کی بات کرتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ اللہ اور اللہ کے محبوبؐ ایک ہی بات ہے تو آپ گناہ گار ہو گئے۔ اور اگر یہ کہا کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ دونوں الگ الگ ہیں تو پھر بھی آپ گناہ گار ہو گئے۔ یہاں سے آپ کی قوم کے آدھے لوگ گمراہ ہوئے۔ کہاں پر گمراہ ہوئے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کل نفس ذائقة الموت۔ سب لوگ مر جائیں گے' جو بھی پیدا ہوئے' حضور پاک ﷺ آئے تھے' تشریف لائے تھے' آپ کا حکم نافذ ہوا اور پھر وہ تشریف لے گئے' موت آ گئی' زندگی ختم ہوگئی جس طرح سب کی ختم ہو جاتی ہے' اب اُن کا دیا ہوا عمل رہ گیا ہے' ذات کی بات نہ کرو' یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ' تو یہ لوگ گناہ کرتے

ہیں' وہ تو زندہ نہیں ہیں اب یاد کیا کر رہے ہو' اللہ اللہ ہی ہے' اُسی کی اطاعت کرو اور اللہ کے حبیبؐ پیغام لائے ہیں اللہ کا' اس لیے ہم اُن کی اطاعت کرتے ہیں..... اور آپ اگر اللہ کے پاس جائیں' اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو وہاں اللہ درود پڑھنے میں مصروف ہوگا ۔

میں تیری نماز ادا کروں تُو ہو محوِ ذکرِ حبیبؐ میں

تو کمال یہ ہے' کہ ہم آپ کی نماز پڑھیں لیکن یا اللہ آپ کہیں اور مصروف ہیں' تو ہم بھی ادھر جاتے ہیں۔ اس لیے لوگ یہاں آ کے آگے چلے جاتے ہیں۔ تو اللہ آپ کدھر مصروف ہے؟ وہ درود پڑھ رہا ہے' تو ہم درود شریف پڑھنے لگ جائیں گے۔ تو جو اللہ کا عمل ہے ہمارا بھی وہی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ ایک ہیں تو یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کیونکہ اللہ کے حبیبؐ نے یہ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں بھی سجدہ کرتا ہوں' تم بھی سجدہ کرو۔ ورنہ تو ہم ایک کہہ دیتے۔ لیکن جب حضور پاک ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں' جس کی پڑھ رہے ہیں' اُسی کا نام اللہ ہے۔ تو ہم بھی اللہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ کے حکم پر حضورؐ نے کیا۔ لہٰذا اللہ کو حضورؐ سے علیحدہ جانو۔ حضورؐ جو ہیں یہ بندہ ہیں اور اللہ مالک ہے' حضورؐ پیدا ہوئے ہیں اور اللہ پیدا نہیں ہوا۔ اللہ ہر پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے ہیں' اللہ تشریف نہیں لے جائے گا' اللہ ہر ابتداء سے پہلے ہر انتہا کے بعد ہے'

اللہ خالق ہے اور حضورؐ مخلوق ہیں۔ تو یہ ہمارا ایمان ہے۔ لیکن یہ ایسی مخلوق ہے جو خالق کے دل میں رہتی ہے' جو خالق کے دل میں جلوہ کرتی ہے' اس لیے پھر وہ مخلوق ہمارے علاوہ ہے' کوئی اور شے ہے۔ اس لیے بعض بزرگ انہیں محبت میں سجدہ بھی کر جاتے ہیں لیکن وہ اللہ والا سجدہ نہیں کرتے' اللہ کا سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے..... اگر یہاں بات سمجھ آتی ہے تو آپ بات سمجھ جاؤ' اگر نہیں سمجھ آتی تو اِس Topic پہ آپ نہ الجھنا بلکہ آپ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جو کچھ ہے وہ ٹھیک ہے۔ پھر مزار' مزار ہیں اور صاحبِ مزار' صاحبِ مزار ہیں۔ اس لیے داتا صاحبؒ اگر مزار سے باہر ہیں تو پھر جہاں بھی دل ہے وہاں وہ ہوں گے' دل والوں کے پاس ہوں گے اور دل والوں کی بستی میں ہوں گے۔

سوال:-

میں روزانہ داتا دربار جاتا ہوں' میں کسی سے بیعت بھی نہیں اور نہ کسی نے مجھے وہاں بھیجا ہے تو پھر فیض.....

جواب:-

اگر آپ کو پتہ چلے کہ آپ مزار پر جا رہے ہیں اور داتا صاحبؒ آج کل شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں تو پھر؟ کیا پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی؟ یہ بات جن کو سمجھ آتی ہے اُن کو ہی یہ سمجھ آتی ہے۔ حافظ صاحب سے پوچھو

کیونکہ یہ درویش آدمی ہیں۔ جب کبھی پیر صاحب سے ملنا ہو یا کچھ طلب کرنے کا خیال ہو تو کیا پیر کے آستانے پر جانا ضروری ہے یا یہیں سے یاد کرنا ضروری ہے؟ کیا یہیں سے وہ فیض ملتا ہے؟ پیر ادھر ہوتا ہے یا اُدھر ہوتا ہے؟ وہ تو ہر جگہ ہوتا ہے۔ پیر یاد کا نام ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ درود یاد کا نام ہے' درود شریف عقیدت کا نام ہے۔ اگر عقیدت بھی نہ ہو' یاد بھی نہ ہو تو ان الفاظ کا نام تو درود ہے ہی نہیں۔ جس نے یاد کیا اُسی نے پایا۔ یاد کون کرتا ہے؟ وہ جو آشنا ہوتا ہے۔ آشنائی کیسے ہوتی ہے؟ یہ دیکھو کہ کیسے ہوئی .....اگر وہ آشنا ہی نہ ہو تو پھر پتہ نہیں وہ کیا کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پھر دھوکا ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ داتا دربار گیا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ داتا صاحبؒ اس ہجوم میں مل جائیں۔ اگر وہ مل گئے اور آپ پہچان نہیں سکے تو پھر آپ داتا صاحبؒ کے پاس کیا جا رہے ہیں..... اگر آپ سے کہیں کہ باہر جو آپ کو ملا تھا وہ داتا صاحبؒ تھے تو پھر؟ تو آپ نے وہاں بھی نہیں دیکھا جہاں دیکھا تھا' مزار کے اندر بھی آپ نہیں گئے' نیچے سیڑھیاں ہیں' یہ جو تعویذ ہے یہ اوپر ہے' کتنے فٹ اوپر ہے اور نیچے کچی قبر ہے۔ پتہ ہے آپ کو؟ تو درمیان میں تو گیپ ہے ایک منزل پوری کا' بلکہ ڈیڑھ منزل' نیچے ڈیڑھ منزل خالی ہے۔ تو مزار کیا ہے؟ تو یہ بات سمجھا کرو کہ داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ داتا صاحبؒ بس داتا صاحبؒ ہی ہیں' جلوہ ہی جلوہ ہے۔ کیا جلوہ ہے؟ پیچھے ہٹ کے دیکھو تو

یہ جو عقیدت بنی ہوئی ہے داتا صاحبؒ کے سامنے یہی داتا صاحبؒ ہیں۔ مرنے کے کتنا عرصہ بعد عقیدت قائم ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ واہ غریب نوازؒ! اور پھر آپ بابا صاحبؒ کے پاس جائیں تو رش میں پولیس لاٹھیاں مارے جارہی ہے لیکن عقیدت والے کہتے جارہے ہیں حق فریدؒ یا فریدؒ۔ لوگ مار کھاتے جارہے ہیں اور حق فریدؒ یا فریدؒ کہتے جارہے ہیں' تو فریدؒ عقیدت کا نام ہے۔ یہ عقیدتیں کون پیدا کرتا ہے؟ اس پہ غور کرو' یہی سارا راز ہے..... ورنہ مزار پر مت جاؤ اور اگر زندگی کے پاس جارہے ہو تو اُسے زندگی کہو' زندہ سمجھو' پھر تو وہ زندگی ہے۔ بلکہ زندگی دینے والی زندگی ہے بلکہ وہ محبت پیدا کرنے والی محبت ہے۔ جب تم ڈرامہ کرتے ہو تو فراڈ میں آجاتے ہو پھنس جاتے ہو۔ لوگ پہلے بندے کو مار دیتے ہیں اور پھر اس کی پوجا کرتے ہیں۔ مرے ہوئے بندے کی پوجا دو دفعہ شرک ہے۔ یہ ایک بے ثبات' بے ذائقہ اور نامکمل شرک ہے۔ اگر کسی زندہ آدمی کو سجدہ کرلو تو اللہ تو ناراض ہوگا ہی سہی لیکن وہ بندہ تو راضی ہوگیا۔ اور مرے ہوئے کے آگے سجدہ کرنا تو میرا خیال ہے بالکل بے سواد کام ہے اور بے ذائقہ ہے۔ ایسی غلط بات کی آپ نے۔ توبہ' توبہ' توبہ۔ توبہ کرو شرک سے۔ شرک ہے اور وہ بھی بے ذائقہ۔ ایک شرک یہ ہے کہ کسی خوب صورت انسان کو سجدہ کرلیا۔ دوسرا کہتا ہے یہ کیا کیا؟ کہتا ہے اتنا بڑا اتنا خوب صورت انسان تھا' بس سجدہ

ہوگیا' شرک ہی سہی' سجدہ تو خوب صورت کو کیا ہے' بندہ خوب صورت تھا' خدا کی شان' قدرت کا بیان' یارب العالمین' سبحان اللہ' سبحان اللہ' انسان ہے کہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی شے ہے۔ تو جب خوب صورت کو سجدہ کر دیا' زندہ کو' تو شرک وہ بھی ہے' لیکن بڑا خوب صورت ہے اور یہ تم نے کیا کیا کہ بندہ مرا ہوا ہے اور مرے ہوئے کو سجدہ کر دیا۔ میرا خیال ہے اُس بندے کو پتہ نہ چلا ہوگا..... اگر آپ نے سوئے ہوئے بچے کا بوسہ لیا تو نہ اس کی ماں راضی اور نہ باپ راضی۔ یہ کیا کیا آپ نے۔ اُسے جگاؤ اور پھر عقیدت دکھاؤ' زندہ کرنے کے لیے محبت چاہیے۔ جب آپ خود زندہ ہوں گے تو وہ زندہ ہوگا۔ زندہ آدمی کا محبوب زندہ ہوتا ہے۔ آپ تو مرے پڑے ہیں' ساری مصیبتیں آپ کو پڑی ہوئی ہیں' اس لیے آپ کے لیے محبوب مر گئے ہیں۔ جس کے محبوب مر گئے' وہ آپ بھی مرا ہوا تھا۔ جب تک آپ زندہ نہ ہوں اور آپ کی محبتیں زندہ نہ ہوں آپ وہاں مت جایا کریں۔ بہر حال غور کرو' ان باتوں پہ ضرور غور کرو۔ یہ سب ڈرامہ کیا ہوا ہے ان لوگوں نے کہ انہوں نے زندگی اور موت کو ملا کے پیش کیا ہوا ہے۔ بہر حال اللہ کی راہ میں مرنے والا زندہ ہے اور اللہ کی یاد میں مرنے والا اُس سے زیادہ زندہ ہے۔ اللہ کے عشق میں مرنے والا زندہ ہے۔ اس زندگی کو پہلے پہچانو کہ یہ کیا زندگی ہے اور اللہ کی یاد میں مرنے والے کیسے زندہ ہوتے ہیں۔ وہ زندگی آپ کے علم میں ہونی

چاہیے۔آپ خود اللہ کی یاد کرنے والے بنیں تو پھر یہ بات سمجھ آئے گی۔

سوال:۔

یہ جو مزاروں پر لوگ جھک جاتے ہیں تو کیا یہ شرک نہیں؟

جواب:۔

یہ شرک نہیں ہے۔ اگر وہاں وابستگی خود بخود ہو جاتی ہے' جھک جاتے ہو تو یہ اس کی مرضی ہے' ہماری مرضی نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے سجدہ کرو گے تو شرک ہوگا' اور اگر ہو گیا تو شرک نہیں ہوگا۔ کرو گے تو شرک ہوگا' ہو گیا تو؟ کہتا ہے جانے دو' ہو گیا' جائز ہے۔ سر جھک گیا' کہتا ہے مجھے نہیں پتہ' خود بخود جھک گیا۔ جھک گیا تو جائز ہے' جھکاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ سر جھکانا نہیں ہے اور اگر جھک جائے تو اٹھانا نہیں ہے۔ بات ختم ہو گئی۔ جیسے مضمون چل رہا ہے' چلنے دو۔ آگے بولو..... چغتائی صاحب پوچھو..... اور کوئی پوچھے

.....

سوال:۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص لوگوں پر ہوتا ہے' کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص مقامات پر بھی ہو سکتا ہے؟

جواب:۔

بات یہ ہے کہ جس جگہ سے دریا گزر جائے وہاں سینکڑوں سال تک

نشان رہتا ہے۔ جہاں اللہ کا جلوہ' جس میں ایک بار آ جائے گا' وہ جلوے والی جگہ ہی ہوگی۔ ہر چند کہ جلوہ پابند نہیں ہے دوبارہ دہرائے جانے کا' لیکن وہ اس جگہ کے لیے مقدس ہے کہ وہاں جلوۂ حق ہوا تھا۔ تو جہاں جلوۂ حق ہوا' وہاں جلوۂ حق ہوا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے' ہم نے نہیں کیا۔ مثلاً جہاں پر ایڑیاں رگڑی گئیں' زمزم آیا' تو جگہ کا نام زمزم ہی رہا۔ وہ مقام' جگہ قائم رکھی اللہ تعالیٰ نے۔ اللہ تعالیٰ کی جہاں جہاں وارداتیں ہوئی ہیں وہ مقام اللہ نے قائم رکھے ہیں۔ ہم اس لیے اس کو کعبہ' اللہ کا گھر کہتے ہیں' یہ اللہ کا گھر ہے' یہاں اللہ کی بات ہے' یہاں اللہ کا جلوہ تھا' یہاں فقیر کی دعا منظور ہوئی تھی۔ حالانکہ پابند نہیں ہیں ہم لوگ' کہ دعا وہیں منظور ہوگی بلکہ دعا ہزار جگہ منظور ہو سکتی ہے مگر واضح بات ہوئی ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ واقعہ ہوا تھا۔ سلام ہو اُس جگہ پر اور سلام ہو ان لوگوں پر۔ اس لیے اس جگہ کی عزت کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا اور یہ ہے وہ جگہ جہاں امام حسین علیہ السلام نے اپنے بچوں کو پیش کیا۔ اس لیے جگہ محترم ہو جاتی ہے۔ وہ جگہ جہاں کسی محترم نے محترم بات کی ہے' وہ جگہ قابل احترام ہو جاتی ہے۔ اس جگہ کی عزت ہو جاتی ہے جہاں کسی عزت والے نے کوئی عزت والا کام کیا ہو۔ وہ جگہ اس لیے محترم ہو گئی کیونکہ وہاں اس کی افادیت یہ ہو گئی کہ

وہاں وہ واقعہ محفوظ ہوگیا۔ جہاں واقعہ محفوظ ہوگیا' وہاں کیفیت محفوظ ہوگئی۔ اس لیے وہ جگہ محفوظ کردی جاتی ہے تاکہ وہ نشانی گم نہ ہوجائے' وہ صحیفہ گم نہ ہو۔ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی چیز ضائع نہیں ہونے دیتا' بس اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ کتاب کی زیر زبر ضائع نہیں ہونے دیتا۔ حضور پاک ﷺ کو بنایا تو آج تک شان میں اضافہ ہوتا جارہا ہے' ورفعنالک ذکرک: ذکر بلند ہوتا جارہا ہے۔ جس کے ساتھ اللہ نے محبت کی' وہ مرنے کے بعد بھی' کئی سو سال بعد بھی داتا صاحبؒ بنے پڑے ہیں۔ یعنی کہ پہلے سے زیادہ رش' اندازہ لگاؤ' Development ہوگئی ہے' ہزارہا ترقیاں ہوتی جارہی ہیں' مسجد ہے تو مسجد ہی پھیلتی جارہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ جس کے اوپر رحم کرتا ہے یا فیض عطا کرتا ہے یا محبت کرتا ہے یا وہاں اپنا گزر کرتا ہے تو اُسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے مقامات' ان کے واقعات اور ان کی جگہ محفوظ فرمادیتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ سو انقلاب آئے' ہندوؤں کا زمانہ رہا' کافروں کا زمانہ رہا' سکھوں کا دور رہا' لیکن وہ جگہ محفوظ ہے' زمانے بدل گئے مگر ؎

نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی

تو وہ قائم رہا' وہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ طوفان گزر گئے لیکن چڑیا کا گھونسلہ قائم

رہا۔ یہ محبت کی بات ہے' بس محبت قائم رہی۔ یہاں دیکھو قبرستان کی بات ہے' کتنے مکان بن گئے' میانی صاحب کو دیکھو' سو دفعہ مکان بنے ہیں اور پھر سو دفعہ ٹوٹے ہیں' قبروں کے اوپر مکان بن گئے لیکن کسی صاحبِ مزار کے مزار کے اوپر مکان نہیں بنے گا۔ یہ صاحبِ مزار کی شان ہوتی ہے۔ یہاں پر بھاٹی میں Development ہوگئی' اب داتا صاحبؒ کے علاقے میں ٹریکٹر چلا کے دیکھو' ٹریکٹر نہیں چلے گا۔ آپ کو یاد ہوگا' یہاں فوت ہوئے تھے' چھتری بابا' ایل ڈی اے نے بڑے تماشے لگائے' سڑک نکالنا چاہی لیکن اُن سے پہلے ہی لوگ راتوں رات وہاں مزار بنا گئے' اب بحال ہے' وہاں روضہ ہی بنا۔ انہوں نے کہا ہم نے دفن کر دیا۔ کس کو؟ چھتری بابا کو۔ اب وہاں پہ مزار بن گیا ہے۔ چاہے سڑکیں بدل لو' سکیمیں موڑ لو مگر اس کو بدل نہیں سکتے۔ جہاں چھوٹی سی مسجد بن گئی پھر ختم' مسجد بن گئی تو مسجد ہی رہے گی۔ سرکلر روڈ کتنی پھیل گئی ہے لیکن درمیان میں مسجد بنا دی تو بس قائم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں' جہاں وہ عطا فرماتا ہے وہاں قیام کر دیتا ہے' قائم کر دیتا ہے۔ تو یہ قائم کیے گئے لوگ ہیں' انہوں نے اللہ کی یاد قائم کی ہے' اللہ نے ان کے وجود ہی قائم کر دیے ہیں' ان کی زندگیاں قائم کر دیں' ان کی یادیں قائم کر دیں۔ اب اس کا نام ہے داتاؒ جو قائم کر دیا جائے.....

تو آپ بولو! آپ اور سوال پوچھو.....

سوال:-

اس دور میں ہمارے شہر میں ایک جگہ مسجد گرا کے بلڈنگ بنادی گئی ہے .....

جواب:-

اس پر آپ چپ ہی کر جاؤ۔ یہ دور ہی ایسا ہے۔ کیا یہ کسی اخبار میں آیا تھا؟ یا تو آپ خود کو اب تک ختم کر چکے ہوتے' پھر ہم کہتے کہ مسجد شہید ہو گئی' وہاں کسی نے کوئی آواز نہیں اُٹھائی' ایک ایمان والے صاحب جا کے لڑ پڑے اور شہید ہو گئے۔ ہم آپ کا جنازہ ساتھ لے کے نکلتے' قبر بھی بناتے اور مسجد بھی بناتے۔ آپ Compromise کر کے آ گئے' لہٰذا اب چپ کرو۔ تو یہ ہے ہمارے فکر دینے والے آدمی کی حالت' کہ اُس کے علم میں ہے اور وہ آرام سے رات کو کھانا کھاتا رہا' سو گیا اور زندہ رہا۔ اب کیا کہتے ہو؟

سوال:-

انڈیا میں اگر ایسا ہوتا تو آگ لگ جاتی۔

جواب:-

ہمیں انڈیا کی ضرورت نہیں ہے' ہمیں صرف تمہاری ضرورت ہے' کہ تم نے کیا کیا؟ قوم کو چھوڑ دو' یہاں کوئی قوم نہیں ہے' قوم فنا ہو چکی' انڈیا برباد ہو چکا' یہ دیکھو کہ آپ نے کیا کیا؟ کیا اخباروں میں دیا؟ اگر صرف

اخباروں میں دیا تو پھر اس آدمی کے پاس کیوں نہ گئے۔ وہاں کیوں نہ شہید ہو گئے؟ شہید ہونے سے ڈر لگتا ہے؟ باقی ایک اور آسان طریقہ ہے' اللہ نے حکم دیا تو مسجد قائم رہی' آپ اللہ سے کہتے کہ مسجد قائم رکھ۔ یا تو طاقت والا وہ اللہ ہے' یا طاقت والا ماحول ہے یا تم طاقت والے بنو۔ آپ کے پاس طاقت نہیں ہے' ماحول راضی نہیں ہے اور اللہ خموش ہے' تو چلنے دو جو ہو رہا ہے۔ جب وقت آئے گا مسجدیں ہی مسجدیں ہو جائیں گی۔ آپ رپھڑ نہیں ڈالنا' جھگڑا نہیں کرنا۔ تو یہ جھگڑا ہے۔ یہ جھگڑا اُن کے ساتھ نہیں ہے جنہوں نے جرم کیا ہے بلکہ یہ تیسری جگہ پہ جھگڑا ہے۔ ''ہم کو جانا چاہیے تھا'' یہ نہیں کہنا چاہیے تھا بلکہ تم کو جانا چاہیے تھا' تم گئے نہیں ہو تو اب چپ کرو۔ کیونکہ تم نہیں جا سکے' لہٰذا خاموش۔ کرنے والے کرتے ہیں' بڑا کچھ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ یہ دیکھو کہ بے شمار سکیمیں ضائع کر کے مسجدوں کا احترام کیا گیا ہے۔ ایک آدھ واقعہ خفیہ طور پر آگے پیچھے ہو گیا' وہ ان کا اپنا ذاتی گناہ ہے' وہ پبلک مسجد نہیں تھی۔ جو پبلک مسجد نہیں تھی' اس کا جرم جو ہے وہ پبلک کا جرم نہیں ہوتا۔ اُن کا ایک ایریا مخصوص تھا مسجد کے لیے' انہوں نے کہا اب لوگوں کے لیے مسجد اوپر بنا دیں گے۔ ہوٹل والوں نے وہ مسجد بنائی تھی اور ہوٹل والوں نے توڑ دی۔ کیا ہوٹل والے کافر ہیں؟ انہیں مسجد کی کیا ضرورت ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مومن کا کیا فرض ہے۔ میں کہتا ہوں آپ فائیو سٹار

ہوٹل بناتے کیوں ہو یہاں پر۔ تمہاری تو قوم ہی آگے پیچھے ہوئی پڑی ہے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ اصل شرارت کیا ہے؟ جاننے والے خموش ہیں اور جو بول رہا ہے وہ جانتا نہیں ہے۔ طاقت کہاں ہے؟ تو جس کو شعور تھا اور اس نے یہ ظلم روکا نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے' کس کا؟ جس کو پتہ تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دو چار' پانچ دس آدمی ساتھ ملاتا' جو کہ بات کا طریقہ ہے' تو پھر بات چل جاتی۔ اس نے اُس وقت بات نہیں کی اور اب بات کر رہا ہے۔ اگر ہمیں یہ بتاتا کہ مسجد شہید ہو گئی ہے تو ہم اتنے سارے آدمی چل پڑتے' چاہے ہم خود شہید ہو جاتے۔ اب تو ہم لیٹ ہو گئے ہیں' ہمارا Case تو اب Infructuous ہو گیا' لیٹ ہو گیا' بہت لیٹ ہو گیا۔

تو آپ کے پچھلے سوال کا کیا جواب تھا؟ کہ جگہ مقدس ہوتی ہے' جہاں کچھ ہوا' وہاں وہ ہوتا رہتا ہے۔

سوال:-

یہ تو آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں مگر کیا یہ آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مر گیا وہ زندہ ہے؟

جواب:-

اللہ کی راہ میں مرنا کیا ہوتا ہے؟ اللہ کا عشق اللہ کی راہ ہے۔ یہی

آیت ہے' نئی آیت کی کیا ضرورت ہے ہمیں؟ یہی کافی ہے۔ گھر سے نکل کر اللہ کا ذکر "اللہ ہو" کرتے کرتے مارے گئے' یہی اللہ کی راہ ہے۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ زندہ ہیں۔ اب یہ ہے کہ یہ ثابت کیسے کرو گے؟ کیا وہ ثابت ہوا؟ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں' کیا وہ زندہ ہوا؟ یہ حکم ہے اور اس کا ثبوت صرف ایک ہے کہ یہ زندگی حضور پاک ﷺ کے نام لیواؤں کی زندگی ہے اور یہ اُن کے حوالے سے زندہ ہیں۔ وہ اللہ کے حوالے سے بات ہے' یہ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے بات ہے' کہ یہ آپؐ کے چاہنے والے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے چاہنے والے جو ہیں یہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہی رہتے ہیں' اگر حضور پاک ﷺ زندہ ہیں تو یہ بھی زندہ ہیں۔ اور زندہ کیوں نہیں ہیں' ضرور ہیں! حضورؐ کے نام پر مرنے والے زندہ ہیں' اس کو شہید بولیں گے۔ حضورؐ پہلے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ اس طرح Strictly چلتے ہو تو پھر آپ راستے میں گم ہو جاتے ہو۔ مفہوم سمجھا کرو کہ اللہ کی راہ ہے کیا؟ جو اللہ کی راہ میں مارا گیا' کیا وہ کوئی رستہ ہے' کوئی فنکشن ہے؟ وہ اللہ کی محبت کا راستہ ہے۔ ایک فتویٰ لگاؤ تو نہ ماننے والے کہیں گے کہ یہ جو سپاہی ہیں وطن کے لیے مرنے والے' یہ شہید ہیں ہی نہیں' یہ تنخواہ کے لیے مرتے ہیں۔ لیکن پھر ایک بات ہے' وہ یہ کہ جس کے دل میں اگر اللہ کی محبت ہے' وہ زندہ ہے اگر مارا گیا تو۔ اسی طرح جس کے دل میں اللہ کی محبت ہے'

وطن کی محبت ہے تو پھر وہ زندہ ہے۔ یہ دل کی کہانی ہے۔ ایک بار مرنے کا تجربہ کر کے دیکھ لو تو پھر بات سمجھ میں آ جائے گی کہ کون کون زندہ ہے۔ جا کے دیکھ لینا۔ دعا کیا کرو کہ یا اللہ دکھا آگے کیا جلوہ ہے' پھر آپ دیکھ کے آ جاؤ کہ آگے کون کون زندہ ہے اور کون کون نہیں ہے۔ بس ایک دم دلچسپ واقعہ ہوگا کہ آپ کا دل نہیں کرے گا واپس آنے میں' کہیں باپ بیٹھا ہوگا' ماں بیٹھی ہوگی تو پھر آپ کا دل نہیں کرے گا ادھر آنے میں۔ Try کرو' مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہاں کی دلچسپ بات یہ ہے کہ جو گیا وہ واپس نہیں آیا یعنی صرف پتہ کرنے گیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے' وہ گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔ آج تک نہیں واپس آئے' کوئی اچھا ہی کام ہو رہا ہے وہاں.....

سوال:-

جس طرح ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ زندہ ہیں' یا دیویں ہیں تو دوسری طرف Evil forces بھی ہیں' تو کیا وہ بھی Eternal ہیں۔' یا دیو وہ بھی رہتی ہیں.....

جواب:-

دیکھو یہ بڑا سوال اچھا کیا آپ نے کہ ایک یزداں ہے' ایک اہرمن ہے' وہ بھی Eternal life والا ہوا کرے' شیطان والا بھی..... ہم یہی تو بتا رہے ہیں کہ اگر شیطان والا بھی آپ Eternal life مان رہے ہیں تو خالق

جو کہ ایک ہے' شیطان نے نہیں کہا کہ میں نے اللہ کو تخلیق کیا' اللہ نے کہا کہ میں نے شیطان کو تخلیق کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے کہا کہ یہ لعین ہے اور اس کو میں نے سزا دینی ہے۔ تو جو لوگ Eternal ہو گئے شیطان کے ساتھ' وہ Eternal ہی ہو گئے مان لیا اور Eternally ان کو سزا دی جائے گی۔ یہ زندگی بھی عذاب میں رہے گی اور وہ زندگی بھی عذاب میں رہے گی۔ اور خالق اللہ ہے۔ ہم اللہ کے ریفرنس میں چل رہے ہیں' شیطان کتنا ہی Eternal ہو جائے' شیطان پھر مارا جائے گا۔ اللہ کتنا ہی فانی تم سمجھ لو' وہ اللہ ہمیشہ ہی رہے گا' وہ اللہ ہے جو ہمیشہ ہی ثابت ہے اور حی و قیوم ہے۔ تو لہٰذا یہاں آ کے بات سمجھ آتی ہے کہ یہ شیطان جو ہے' یہ Evil forces جو ہیں' ایک وقت تھا کہ یہ پیدا نہیں ہوئی تھیں اور ایک وقت ہو گا کہ یہ نہیں رہیں گی' اور اُس وقت بھی اللہ رہے گا' تو لہٰذا اس کا Eternal ہونا ہمارے لیے پھر فانی ہے۔ کیا ہے؟ پھر فانی کا فانی ہے' کہ پیدا ہو بہت دیر پہلے' اور پھر مرے گا اور ضرور مرے گا' اور پھر یہ شیطان اپنے ٹولے سمیت Taste کرے گا اپنا عذاب۔ اس کا ٹولہ تم چاہے کتنا ہی غیر فانی کہہ لو..... تو اللہ کا غیر فانی ہونا اور بات ہے۔ وہاں ایک اور حقیقت ہے' ایک اور میدان ہے' وہ شیطان کے پاس نہیں ہے۔ شیطان جو ہے یہ عارضی غیر فانی ہے۔ جو مخلوق کا دور ہوتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے' خالق کا جو دور ہوتا ہے وہ لافانی ہوتا ہے۔ تو خالق کے دور کی

بات ہو رہی ہے' وہ خالق ہے' اس کا جو دور ہے وہ لافانی ہے اور اس کے ساتھی بھی لافانی ہیں۔ تو یہ شیطان جو ہے یہ فانی ہے' اس نے سزا لینی ہے اپنی جگہ پر' اس نے جانا ہے' ایک وقت ہو گا کہ شیطان نہیں ہو گا' اس کو مار دیا جائے گا' ایک وقت ہو گا کہ عزرائیل اپنی جان نکال لے گا' پھر کچھ بھی نہیں ہو گا۔

آپ کہتے ہو کہ یہ کیسے ہو گا' بڑا مشکل ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے لیے پہلے کون سا مشکل تھا جو اَب مشکل ہو گا' میں کر لوں گا۔ اب شیطان جو ہے یہ فنا ہے اور اللہ بقا ہے۔ بقا کا لافانی ہونا اور بات ہے اور فنا کا لافانی ہونا اور بات ہے۔ پہاڑ ہمیشہ رہیں گے تمہارے مقابلے میں' پہاڑ فنا نہیں ہوتے تمہارے خیال کے مطابق' لیکن یہ پہاڑ فانی ہیں' آخر فنا ہو جائیں گے۔ تمہارے مقابلے میں پہاڑ ہمیشہ رہنے والے ہیں' تمہارے مقابلے میں سورج ہمیشہ رہنے والا ہے یعنی انسان کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تم نے ساٹھ سال کے اندر مر جانا ہے' چلو جی ستر لگا لو' اسی پر ہی راضی ہو جاؤ۔ پھر تو تمہارے لیے مشکل ہو جاتی ہے' میڈیکل پرابلم۔ بہر حال تم عارضی ہو' پھر تمہارے مقابلے میں سورج ہمیشہ رہے گا' چاند ہمیشہ رہے گا' ستارے ہمیشہ رہیں گے' یہ کبھی نہیں ختم ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ سب فانی ہیں۔ یہ اتنے فانی ہیں جتنے سورج کے مقابلے میں تم فانی ہو۔ سورج کروڑہا سال کے بعد بھی زندہ رہے گا اور آپ کیا ہو؟ فانی! آپ معمولی ہو' آئے اور

گئے۔اور اللہ کے مقابلے میں سورج کیا ہے؟ آیا اور گیا۔ یہ کائنات کیا ہے؟ آئی اور گئی۔ اُس نے توڑ لیا' توڑ دیا اور بنا لیا تو بنا لیا۔ اس لیے اللہ کے مقابلے میں شیطان کی بات سوچنا' یہ بھی ہمارے خیال میں گناہ ہے۔ اس Level کی بات سوچنا کہ اللہ طاقتیں رکھتا ہے' شیطان بھی طاقتیں رکھتا ہے' یہی شیطانی بات ہے۔ ہمارے خیال میں کیا ہے؟ یہی شیطانی بات ہے۔ اللہ کا Level اور ہے' شیطان کی گمراہی اور ہے۔ رستہ دینے والا' رستہ چلانے والا' محبت عطا کرنے والا' نیکیاں پیدا کرنے والے اللہ کی بات ہی اور ہے۔ اور گمراہ شیطان کی بات کدھر سے آ گئی؟ اس بات کی آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ استغفار پڑھ لو اور کہو کہ یا اللہ مجھے معافی دے دے۔ آپ کی غلطی تو میں نے بتائی نہیں۔ مثلاً بات ہو رہی ہے ایک حقیقت کی' شادی کی۔ ''شادی ہو رہی ہے ہمارے بیٹے کی' کیا خیال ہے' کیسی بارات ہونی چاہیے'' ''تم ریوڑیاں بانٹو.....'' یعنی اس بے چارے کو ریوڑیاں اچھی لگتی ہیں۔ شادی کی بات کے دوران ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ جو پچھلے سال چچا جان کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بچوں کے بارے میں بڑی تشویش ہو رہی ہے۔ اُسے کہو کہ توبہ کرو' شادی کے اندر انتقال کا ذکر کدھر سے آ گیا کیونکہ غم کی اور کہانی ہوتی ہے' ہم شگفتگی کی بات کر رہے ہیں' Light کی بات کر رہے ہیں' روشنی کی بات کر رہے ہیں' اللہ کی بات کر رہے ہیں' اس کے

مقابلے میں اندھیرے کی بات کیوں آئی؟ تو وہ ہمارا شرک ہے۔ مثلاً ہم بات کر رہے ہیں کہ ایک بادشاہی مزاج ہوتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے بادشاہی مزاج والو مجھے دو ہزار روپیہ چاہیے۔ اُسے کہو معافی مانگ' توبہ کر اور Get out۔ یہ کیا ہے؟ یہ بھکاری مزاج ہے۔ دو ہزار روپے مانگنے والے کا مزاج کیا نکلا؟ بھکاری۔ بادشاہی مزاج والے کا کیا کام دو ہزار مانگنے سے۔

تو جس قسم کی بات ہو رہی ہو تو اس کے علاوہ یا اس کے برعکس بات کرنے سے بات کا Momentum ٹوٹ جاتا ہے' بات کی رفتار ختم ہو جاتی ہے اور بات کا مزاج اگر تم بدلو گے تو جہاں سے باتیں آ رہی ہوتی ہیں وہاں پہ رگڑے جاؤ گے' مارے جاؤ گے' برباد ہو جاؤ گے۔ پھر تو لے گیا وہ' کون لے گیا؟ یا وہ نفرت کے ساتھ کاٹ دے گا یا وہ شدتِ جذبات میں کاٹ دے گا۔ خبردار! جہاں تیز باتیں ہو رہی ہوں' جہاں کوئی صاحبِ خیال خیال پیش کر رہا ہو وہاں متضاد خیال پیش نہ کرنا۔ متضاد یا برعکس خیال' حالانکہ وہ بھی ایک حقیقت ہے' ضرور حقیقت ہے' مگر وہاں حقیقت پیش کرنا جو خیال کی موجود فضا کے علاوہ ہو' خیال کی کیفیات' خیال کے ماحول کے برعکس ماحول پیش کرو گے تو پھر تمہارے لیے مصیبت آ جائے گی۔ ہر چند کہ زندگی زندگی ہے' شادی کی بات کرو تو غم کی بھی ہونی چاہیے' لیکن شادی کی بات کی شدت کے اندر غم کی بات نہیں ہونی چاہیے۔

تو یہ نُور کی بات ہو رہی ہے۔ داتا صاحبؒ کو مارے بیٹھے ہیں لوگ' کہ وہاں جانا گناہ ہے..... لیکن وہاں جانا نور ہے۔ تو وہاں شیطان کی بات ہوگئی۔ بڑی غلط بات ہوگئی۔ بے ماحولی ہوگئی۔ بے ماحولی سمجھتے ہیں؟ یعنی کہ ماحول غلط ہوگیا۔ اس لیے دعا کرو کہ کیفیت کے اندر بات ہونی چاہیے۔ Eternal اللہ ہی ہے۔ شیطان جو ہے وہ Eternal نہیں ہے۔ شیطان کو ہم Eternal مانتے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ Eternal ہیں اور محبوب کے بندوں کی بات ہے۔ ''کُن'' سے پہلے بھی اللہ کے حبیبؐ تھے' محبت والوں کے لیے تھے' جن کو محبت نہیں اُن کے لیے آج بھی نہیں ہیں اور جن کو محبت نہیں ہے اُن کے لیے حضورؐ اپنے زمانے میں بھی نہیں تھے۔ جنگ نہیں لڑتے رہے وہ حضورؐ کے ساتھ؟ اور آپ حضورؐ کے دیدار کے لیے وظیفے پڑھتے ہو' مجھ سے پوچھتے ہو کہ دیدار ہونا چاہیے' چالیس دن کی رفتار کے ساتھ' ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ محبت کی بات ہے۔ محبت کرنے والے جلوے کو ترستے ہیں۔ محبت نہ کرنے والے حقیقت سے الجھ جاتے ہیں۔ آپ سمجھے ہیں بات؟ ؎

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی نہ ثانی ہے

فنا زیرِ قدم' ان کی بقا پر حکمرانی ہے
محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے

وہ بقا اور ہے' ہمیشہ ہی رہتی ہے' ہمیشہ ہمیشہ رہتی ہے' جب کچھ نہیں تھا' تب بھی تھا' جلوہ یہ پھر بھی تھا۔ یہ جو آپ نے بات کی ہے یہ کل کی بات ہے۔ کل کو بندہ پیدا ہوا' کل کو شیطان آیا' اللہ کی محبت اور محبت کی جلوہ گریاں' اُس سے پہلے کی بات ہے' اپنے محبوبؐ کے ساتھ۔ کس کے ساتھ' بے شمار محبوب اللہ کے' ایک محبوبؐ کے کئی جلوے ہیں۔ وہ اللہ ہے۔

ہاں بولو سوال۔ بولو شاباش۔ بولنا ضرور ہے آپ نے.....

سوال:-

عقیدت اندھی کیسے ہوتی ہے' جیسے Blind faith ہوتا ہے۔

جواب:-

عقیدت اندھی نہیں ہوتی' Blind faith نہیں ہوتا بلکہ Faith ہوتا ہی Blind ہے۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جو کہ Blind faith والی تم نے کی ہے' کہ اللہ پر ایمان' اللہ کی بادشاہی ہے' اللہ ''ڈاڈھا'' ہے' اُس نے کہا ایمان دیکھے بغیر لانا پڑے گا۔ اب Blind faith کیا ہوتا ہے؟ ہم سمجھدار بندے تھے' ہم نے کہا اللہ میاں پہلے نظر آ تو پھر ہم بات کریں گے۔ اُس نے کہا تم Get out' جاؤ! اُس نے کہا کہ یہ ماننا پڑے گا کہ میں ہوں۔

اُس نے کہا ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک بات اور ہے' ہمارے حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو دیکھا ہے' اُنہوں نے کہا کہ "ہے" ہم نے کہا کہ "ہے"۔ اب اللہ جو ہے تجربہ ہے حضور پاک ﷺ کا' یا مشاہدہ ہے حضور پاک ﷺ کا۔ ہمیں حضور پاک ﷺ کے الفاظ ہی اللہ ہیں۔ آپؐ نے کہا' ہم نے مان لیا۔ ہم نے خود اللہ کو دریافت نہیں کیا' لہٰذا "اندھی عقیدت" ہماری بڑی دیکھی بھالی ہے۔ ہے عقیدت اندھی' ایمان ہمارا اندھا ہے' لیکن دیکھا بھالا ہے' بندے کو ہم دیکھتے رہے ہیں کہ اس نے ساری عمر سچ ہی بولا ہے' وہ کہتا ہے اللہ ہے' ہم نے کہا اللہ ہے۔ انہوں نے کہا اللہ نے کہا ہے نمازیں پڑھو' ہم نے کہا پڑھیں گے..... اللہ جو کہہ رہا ہے آپؐ ہی کہہ رہے ہیں' اب یہ نہیں پتہ کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے اور آپؐ کیا کہہ رہے ہیں' ہمارے لیے ساری بات ہی اللہ ہے۔ اور پھر اللہ کہتا ہے کہ یہ تو بولتے نہیں جب تک میں وحی نہ کروں۔ تو سارا ہی اللہ ہے۔ بلکہ حدیث کی بات ہمارے لیے قرآن ہی ہے۔ یہاں سے ایک بات بنتی ہے کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ اللہ نے فرمایا۔ فرق نہیں کر سکتے ہم لوگ۔ تو ممکن ہے کہ ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ اتنی بات پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ میں اللہ نہیں ہوں' اس لیے ہم کہتے ہیں کہ وہ اللہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ کیا ہیں؟ کہو گے تو جھوٹ ہے' مانو گے تو سچ ہے۔ کہنا جھوٹ ہے۔ اس لیے آپ بتاؤ کہ آپ کا کیا سوال تھا ابھی ..... کہ

اندھی عقیدت کیا ہوتی ہے؟ عقیدت ہمیشہ ہوتی ہی اندھی ہے۔ عقیدت جو ہے وہ جذبہ ہے جو مستقبل کے لیے ہے۔ آگے کیا ہونا ہے؟ یہ پتہ نہیں ہے۔ ہمیشہ یہ جو جذبہ ہے وہ آنے والے وقت کے لیے ہے۔ گزرا ہوا وقت تم نے دیکھا نہیں ہے اسلام کا' آنے والے وقت کے لیے تم تیار رہو' تو عقیدت ہے ہی تمہاری اندھی۔ دیکھ کے کیا کرو گے؟..... بڑے لوگوں نے کہانیاں بیان کی ہیں آپ کو سمجھانے کے لیے۔ ایک بزرگ تھا..... بہلول نامی' محل بنا رہا تھا' دریا کے کنارے' مٹی کے' ریت کے۔ وہاں سے خلیفہ کی بیگم گزری۔ ''بابا جی کیا بنا رہے ہو''۔ ''محل بنا رہے ہیں جنت میں''۔ وہ ریت کے گھروندے بنا رہا تھا۔ ''بیچو گے''۔ ''ہاں بیچیں گے''۔ ''کتنے درہم لگیں گے''۔ ''دو درہم لگیں گے''۔ اُنہوں نے کہا دو درہم' یہ لو۔ اُس نے کہا جا محل لکھ دیا جنت میں تیرے نام کا۔ خلیفہ ہارون الرشید گھبرا گیا کہ یہ کیا کر دیا تُو نے' پیسے لگا کے آ گئی ہے۔ اُس نے کہا بابا جی نے کہا' میں نے سچ مان لیا۔ رات کو ہارون الرشید کو خواب آیا' دیکھا تو جنت میں سیر کر رہا ہے' محل ہے' بیوی کا نام لکھا ہوا ہے' اندر جانے لگا' نہیں جانے دیا گیا' کہتا ہے میری بیوی ہے' کہتا ہے بیوی تو ادھر ہوتی ہے شہروں میں' یہ تو بازار ہے دوسرا' یہ اور علاقہ آ گیا' اس میں وہ نہیں ہوتی ہیں' اُس نے کہا اندر آنے دو' کہتا ہے اندر آنے کا حکم نہیں ہے' اُس نے کہا یہ کون سا محل ہے اُس کا' اُس نے کہا کل خریدا ہے

اُس نے' باباجی نے بیچا ہے.....

خواب ختم ہو گیا۔ سویرے بہلولؒ کے پاس چل پڑا۔ باباجی پھر مکان بنا رہا تھا' وہی درویش۔ خلیفہ نے کہا بیچو گے؟ کہتا ہے ہاں بیچوں گا۔ کہتا ہے کتنے میں؟ کہتا ہے دو لاکھ درہم میں۔ کہتا ہے کل تو دو درہم ریٹ تھا' آج دو لاکھ کیسے ہو گیا..... اس نے کہا زبیدہ نے یہ دیکھے بغیر خریدا تھا تو دو درہم کا تھا' تم نے دیکھ کر خریدنا چاہا ہے تو اب اس کی نئی قیمت ادا کرو..... تو ایمان ہوتا ہی وہ ہے جو دیکھے بغیر ہو' عقیدت ہوتی ہی وہ ہے جو اندھی ہو۔

دعا کرو اللہ آپ کو یہ ایمان عطا فرمائے۔ سب کے لیے دعا ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نورعرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ پہ غور کریں تو یہ لگتا ہے کہ
یہ اللہ کا درود ہے' کیا ایسا ہے؟

۲ دوسری قوموں کے ساتھ اللہ کیا کرے گا؟

۳ درود شریف کے آداب کے بارے میں ہمیں بتادیں۔

سوال:-

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ پہ غور کریں تو یہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کا درود ہے' کیا ایسا ہے؟

جواب:-

یہ ٹھیک ہے' بات یہ ہے کہ جو الفاظ بتاتے ہیں وہ کسی کتاب کی بات ہے کہ اللہ کا درود کیا ہے؟ اور آپ کو اس سے اگلی بات یہ معلوم ہونی چاہیے کہ حضور پاک ﷺ کو بھی حکم ہے درود بھیجنے کا' پھر آپؐ خود کیا درود بھیجتے ہوں گے؟ یہ غور والی بات ہے۔ جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے آپ ویسے ہی کریں' باقی سارے نکتے ہیں کہ اللہ درود کیسے بھیجتا ہوگا؟ ہم اللہ کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تُو درود بھیج اور اللہ ہمیں کہتا ہے' وہ ہمیں کہتا ہے کہ درود بھیجو' تو پھر یہ کیا بات ہوئی؟ یہ ساری باتیں نکتے اور بحثوں کی ہیں۔ اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے خیال میں بیٹھ جانا درود ہے۔ یہیں سے تو آپ

بس انہوں نے بگاڑ پیدا کیا کہ اللھم صل علی محمد کہ یا اللہ تو درود بھیج' یہ تو تم اللہ کو کہہ رہے ہو اور اللہ تمہیں کہتا ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اے ایمان والو تم درود بھیجو اور اللہ کو تم کہتے ہو کہ تم درود بھیجو' تو یہ کیا بات ہوئی؟ یہاں آ کے انہوں نے لوگوں کے ذہنوں میں درود کی بجائے بحث شروع کروادی۔ یہی تو کاریگری کی ہے منافقوں نے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ درود ندائیہ ہے' یہ دعائیہ ہے' یہ درود پاس ہے اور وہ درود دُور ہے۔ لیکن سب ایک ہی بات ہے اور بس حضور پاک ﷺ کا نام ہی نام ہے۔ اس لیے کبھی بحث میں نہ پڑنا کہ کون سا درود کیا ہے۔ قرآن پاک کی کسی آیت کو کسی اور آیت کے اوپر یا علاوہ نہ سمجھنا۔ قرآن کا ہر حرف قرآن ہے بس۔ بس یہ بات یاد رکھنا کہ قرآن کا ہر پارہ قرآن ہے اور قرآن کی ہر آیت قرآن ہے' سارا بھی قرآن ہے اور ایک آیت بھی قرآن ہے۔ یہی تو کمال کی بات ہے' کہ قرآن کتنا سارا قرآن ہے؟ کوئی ایک آیت جو ہے وہ کیسے قرآن ہے؟ وہ بھی قرآن ہے' سارا ہی قرآن ہے۔ اور قرآن کا معنی؟ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب' نازل فرمائی ہوئی۔ اور پھر لوگ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات جو ہے وہ بھی قرآن ہے۔ اللہ نے مصنف ہو کر کبھی یہ کتاب بھیجی ہے اور کبھی بطور بنانے والا' صناع کے طور پر یہ کائنات بنائی ہے' تو یہ بھی مقدس ہے۔ آپ بس رجوع رکھیں حضور پاک ﷺ سے۔

بحث کی بات نہیں ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا ہوا اور درود پڑھتے ہیں' اور ایسے بے شمار ہیں جو درود کے الفاظ نہیں جانتے اور درود پڑھتے ہیں' درود بھیجتے ہیں حالانکہ درود کے الفاظ نہیں جانتے۔ تو رجوع ہونا مقصد ہے۔ رجوع جو ہے یہ ان کی اپنی عطا ہے' پہلے رجوع آپؐ خود ہی فرماتے ہیں۔ تو تم لوگ رجوع رکھو' ادھر خیال رکھو۔ تو خیال کا رکھنا سارا درود ہے' الفاظ نہ بھی ہوں تب بھی یہ درود شریف ہے' یہاں الفاظ کی بات ہی نہیں ہے کیونکہ اگر وہاں لفظ خاموش ہو جائیں تب بھی درود چلتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ آنسوؤں کا نام بھی درود ہے' خاموشی کا نام درود ہے' اُس خیال کا نام درود ہے اور آپؐ کے کسی پسندیدہ آدمی کے قریب ہونے کا نام درود ہے' جب کہ یہ محسوس ہو کہ یہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہے۔ اللہ کے نام پر مرنے والے کو کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوتا ہے اور حضور پاک ﷺ کے نام پر مرنے والا بھی شہید ہوتا ہے' حضور پاک ﷺ کے عشق میں رہنے والا بھی شہید ہی ہے یعنی جو آپؐ کے عشق میں مرے۔ یہ پورا نکتہ بزرگوں نے واضح کیا ہے کہ جو اللہ کی محبت ہوگی وہ حضور پاک ﷺ کی محبت ہوگی اور وہ حضور پاک ﷺ کے قریب رہے گا اور حضور پاک ﷺ کی محبت میں جو چلنے والے لوگ ہیں وہ آپؐ کے قریب رہنے والے ہیں' تم بھی ان کے قریب رہا کرو۔ اس میں نکتہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ صرف یہی نکتہ

ہے کہ یا تو انسان میں Sincerity ہے' خلوص ہے یا پھر بحث ہے۔ اگر بحث نکل جائے تو Sincerity بدل جاتی ہے۔ پھر بحث کس بات کی؟ ہاں جی بولو..... کوئی اور سوال..... اپنے آپ کو کتابوں سے علیحدہ کرو اور اپنی زندگی کے اندر سوال دیکھو' آپ کے خیال میں کوئی سوال ہوگا' زندگی میں ہوگا' آپ کی کیفیات میں ہوگا۔ تو وہ سوال بولو..... جو آپ کے اپنے خیال میں کوئی سوال ہو۔ کتاب سے باہر آ جاؤ۔ کتاب کو رہنے دو۔

سوال:-

دوسری قوموں کے ساتھ اللہ کیا کرے گا؟

جواب:-

واقعے کی جو بات ہے وہ نہ پوچھو۔ آپ جا رہے ہیں اللہ کے پاس تو جانے سے پہلے کچھ سامان کی تیاری کر لو۔ اس سے یہ نہ پوچھو کہ دوسری قوموں کے ساتھ اُس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا' وہ پتہ چل جائے گا سب قوموں کو کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ غفورٌ رحیم ہے' تو کیا وہ سب کائنات کو معاف نہیں کر سکتا؟ کر دے گا یا نہیں کرے گا' وہ تو ان کے ساتھ Dealing ہے' آپ کیا تیاری کر رہے ہیں؟ آپ اپنے عقیدے کی اصلاح رکھیں' اپنے حال کی اصلاح رکھیں اور اپنی روح کی جلا کو دیکھیں۔ کتاب تو ساری یاد نہیں رہ سکتی۔ کتاب پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کچھ بن جائے۔ اب آپ بن گئے ہیں جو بننا تھا' اب اور زیادہ علم آپ کو کیا ملے گا' اب اسی علم کو آپ

نے Adjust کرنا ہے' آپ نے کچھ سامان چھوڑنا ہے اپنے ہاتھ سے اور کچھ نئی چیز اپنے ذہن میں ڈالنی ہے تاکہ آدمی یہاں Adjust ہو کے' کلمہ پڑھتا ہوا نکل جائے۔ یہ نہ ہو کہ کلمے کی بجائے واقعات پر ہی رہے' واقعہ تو نامکمل رہتا ہے' صرف واقعات تو آگے نہیں چلتے۔ دوسری قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو Dealing ہے' تو اللہ تعالیٰ کی Dealing تو بے شمار مخلوقات کے ساتھ ہے' کروڑہا زمانوں کے ساتھ ہے' بے شمار واقعات کے ساتھ ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ساتھ ذاتی طور پر کیا ہے؟ یعنی اتنا بڑا خدا' اتنی بڑی کائنات' اتنے بڑے زمانے' اور آپ کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ آپ غور یہ کریں کہ ذاتی طور پر آپ کو کوئی بات ایسی تو نہیں جو سمجھ نہ آئی ہو۔ آپ اپنے بارے میں سوچیں کہ آپ کو کیا سمجھ آ رہی ہے۔ آپ جب قرآن پاک پڑھتے ہیں ان ربی لغفور رحیم تو وہ آپ کے لیے ہے اور وہ دوسری قوموں کے لیے نہیں ہے۔ تو قرآن کا اعجاز یہی ہے کہ واقعہ پرانی قوم کا ہے اور اطلاق موجودہ قوم پر ہے۔ تو فرعون جو ہے یہ آپ ہی کے زمانے کا فرعون ہے بلکہ آپ کے اندر آپ کا اپنا فرعون ہے اور اُس کو آپ کا اپنا موسیٰ Deal کرے گا۔ آپ کے اندر یہ واقعہ ہو رہا ہے' روز ہی ہو رہا ہے کہ جب کبھی آپ طاقت میں آ جاتے ہیں' انا میں آ جاتے ہیں تو فرعون کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور اندر سے جب کبھی ایمان میں آتے ہیں تو سمجھو موسیٰ علیہ السلام آ گئے۔ یہ آپ کے اندر ہی واقعہ ہے۔ اور پھر آپ جب دنیا کی خواہشات

میں غرق ہوتے ہیں تو سمجھو دریائے نیل میں غرق ہو گئے' کیونکہ یہ خواہشات کا نیل ہے جو بہہ رہا ہے اور اس کے اندر انسان چلتے چلتے غرق ہو جاتا ہے۔ غرق ہوتے ہوئے توبہ کرنے کا فائدہ نہیں کیونکہ دروازہ اس وقت بند ہو چکا ہوتا ہے' تو جب آپ نیل میں اُتر چکے تو پھر کیا توبہ کرنی ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لوگوں کی تاریخ سنانی ہوتی تو وہ اور بات تھی مگر یہ واقعہ نہیں ہے۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تفسیر والوں نے کچھ اور ہی واقعہ بنا دیا۔ پچھلی قوموں کے واقعات سنانے سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ ایک قوم نے یا دوسری قوم نے اللہ تعالیٰ سے یہ جو بات کی تھی' اس کا آج کا انسان کیا کرے؟ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ روحوں سے میں نے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا تو ہی ہمارا رب ہے۔ تو وہ واقعہ اب کیوں بتا رہے ہو۔ آپ کیوں مجھے بتا رہے ہیں؟ یہ سب اس لیے ہے کہ یہ واقعہ ماضی کا نہیں ہو سکتا' اگر ماضی کا ہوتا تو پھر مجھے کیوں بتایا جاتا۔ اگر یہ ماضی کا واقعہ ہے تو پھر تو سارا قرآن ہی ماضی ہے مگر قرآن تو حال ہے' جب یہ حال ہے تو پھر تمہارے ساتھ ہی یہ سب ہو رہا ہے **ثم قست قلوبکم من بعد ذلک وھی کالحجارہ** پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے کہ یہ پتھر ہوں۔ یہ بنی اسرائیل سے اللہ نے کہا تھا۔ بنی اسرائیل کا تو واقعہ بیان ہو رہا ہے مگر بات تو تمہارے ساتھ ہو رہی ہے اور اللہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ پھر تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں' تمہیں کیا ہو گیا ہے' کیا مر گئے ہو؟ اس لیے

واقعہ کو دھیان سے پڑھو' قرآن کی تاریخ اور شانِ نزول نہ پڑھنا' یہ نہ کہنا کہ یہ مکی زندگی ہے' یہ مدنی زندگی ہے اور یہ قرآن ہے..... قرآن ایک جامع کتاب ہے اور آپ اسے As a book پڑھو۔ اس کی وجہ' سیاق وسباق کیا ہے؟ یہ کیوں آئی ہے؟ یہ کن لوگوں کا ذکر ہے؟ یہ آپ ہی کا ذکر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ اگر یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے تو آپ ایسے ہی حافظ بنتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے تو پھر آپ نے قرآن سے کیا حاصل کرنا ہے؟ یہ تو تمہارا ہی ذکر ہے' یہ تمہیں لوگ ہو۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ حال کے اندر سارا ماضی موجود ہے۔ شاید کوئی ایسا واقعہ ہونے والا ہے کہ کل فرعون کے ساتھ ہوا تو نہیں سمجھا' آج ہوا نہیں سمجھا' پھر ہوا نہیں سمجھا' اور اب کوئی یہ واقعہ سمجھا دے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔ تو یہ چلتا آ رہا ہے سمجھانے کے لیے۔ تو آج سمجھ لو۔ جس دن زمانہ قرآن پاک کو سمجھ گیا تو اُس دن کائنات کا End ہو جائے گا۔ جب تک Desired بات پوری ہو گی تب تک یہ واقعہ چلتا جائے گا۔ اب جس دن ساری کائنات کلمہ پڑھ لے گی' سارے مسلمان ہو جائیں گے تو یہ کائنات کا Drop scene ہو گا۔ پھر پوچھا جائے گا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا غیر مسلم' تو وہ کہے گا کوئی نہیں رہ گیا۔ پھر حکم ہو گا کہ کائنات کو ختم کر دو۔ اگلا Chapter پھر کریں گے۔ تو قرآن کو اس انداز سے پڑھا جائے کہ یہ آپ کے لیے ہے ذلک الکتاب لاریب فیہ یہ ہر زمانے میں ہے' یہ نہیں ہے کہ یہ پرانے واقعات ہیں۔ اس کے اندر

ایک اور احتیاط ہے کہ جب اللہ کریم فرماتے ہیں حضور پاک ﷺ کو کہ آپ اور قریب آ جائیں کیونکہ یہ آپ کے لیے واقعہ ہے' جہاں آپؐ سے کوئی Address کیا جائے گا تو وہ Address حضور پاک ﷺ کے لیے ہے۔ ''اور پھر آپؐ کے لیے مقامِ محمود ہے'' تو وہ مقام محمود آپؐ ہی کے لیے ہے۔ تو وہاں احتیاط کرنا کہ وہاں شامل نہ ہو جانا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تم وہاں شامل ہو جاتے ہو کہ یہ تو سب کے لیے مقام محمود ہے کیونکہ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ تو حضور پاک ﷺ سے اللہ نے جو بات کہی ہے وہ حضور پاک ﷺ کے لیے رہنے دو۔ باقی جتنا جمیع ذکر ہے' جمعیت کا جو بھی ذکر ہے وہ تمہارے لیے ہے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ قرآن پاک کو آپ آہستہ آہستہ پڑھو' اُسی میں سے کوئی آیت جو ہے وہ آپ کی اصلاح کر دے گی ورنہ تو پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ گے۔ مثلاً یہ لکھا ہو گا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ نقشہ بنواؤ' تفسیر میں نقشہ لگا پڑا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کا نقشہ ہے ۲۵ طول بلد اور ۲۸ عرض بلد وغیرہ..... پھر لکھا ہے کہ واقعہ یہاں پر ہے ادھر ایک نقشہ تھا' یہاں ایک بستی تھی۔ اور بستی ختم ہو گئی ہے' اس بستی کے پار جانا ہے' یہاں سے موسیٰ علیہ السلام چلے تھے۔ یہاں نقشہ جو ہے یہ ایسے نہیں ہے بلکہ پرانی انجیل سے لیا ہے اور یہ زبور سے لیا' یہ نقشہ ہم نے برطانیہ کے عجائب گھر سے منگوایا ہے' وہ پرانا نقشہ تھا' یہ صحیح نقشہ ہے' یہاں سے یہ رُوٹ گیا بنی اسرائیل کا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا روٹ ہے' یہاں سے چل کے دریائے

نیل کی اس جگہ پر یہ واقعہ ہوا تھا..... تو یہ قرآن کی تفسیر ہو رہی ہے' مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن سے باہر نکال لو۔ اب مسلمان جو ہیں وہ تاریخ پڑھ رہے ہیں اور قرآن نہیں پڑھ رہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے ساتھ سبحان اللہ میرا رب یہ واقعہ کر رہا ہے کہ ''ہم نے یہ کیا''۔ تو مسلمان کہتا ہے اب فرمائیں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ پھر عمل کی بات آ جائے گی۔ یہ آپ کون سے چکر میں پڑ گئے کہ یہ یہاں پر واقعہ تھا اور وہ وہاں پر واقعہ تھا۔ یہ واقعہ کہیں نہیں تھا بلکہ یہ واقعہ اب ہو رہا ہے۔ اس لیے قرآن پاک کو بالکل حال کے ساتھ پڑھا کرو اور تفسیر پڑھنی بند کر دو' مبارک ہو آپ کو' تفسیر چھوڑ دو' تفسیر نہ پڑھا کرو۔ قرآن کے صرف معنی پڑھیں اور حال میں پڑھیں' اللہ حال ہے' قرآن حال ہے' اللہ کے حبیبؐ حال ہیں اور تم حال میں موجود ہو' اب کیا ہوا ہے' آپ تاریخ کس بات کی پڑھ رہے ہیں..... یہ نہ کرنا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ نکالو' حضرت ابراہیمؑ کے والد کا کیا نام تھا' ان کے کتنے بیٹے تھے' یہ جو طبقہ ہے اسمٰعیل علیہ السلام کا ہے اور ہم ادھر کے رہنے والے ہیں۔ تو یہ بحث ہے' جھگڑا ہے' مسجد میں جا کے پھر جھگڑا ہو گا' وہ کہے گا یہ بتاؤ کہ امام کہاں سے آنا ہے؟ دوسرا کہے گا کہ ہمارے علاقے سے آنا ہے۔ تو اس طرح جھگڑا ہو گیا۔ آپ یہ نہ کرو۔ اس لیے بڑے آرام سے قرآن شریف پڑھو' قرآن شریف آپ کے دل کو موم کرتا ہے' تو ساتھ والے سے محبت کرو' اس کا حق ادا کر دو' یہ قرآن ہے یہ نہ ہو کہ قرآن کا علم لے کے دوسرے کے

سر میں دے مارو۔

سوال:-

درود شریف کے آداب کے بارے میں ہمیں بتادیں۔

جواب:-

یہ اچھا سوال کیا ہے آپ نے درود شریف کے آداب کے متعلق۔ سوال تو بہت مبارک ہے۔ عام حالات میں جب یہ سوال کرتے ہیں کہ آداب کے لحاظ سے مجھے درود شریف کیسے پڑھنا چاہیے تو جواب بیان کرنے میں وہ Academic ہو جاتا ہے اورادب کرنے میں ہی اصل آداب ہیں۔ آپ بات سمجھے ہیں کہ میں نے کیا کہا؟ یہ سوال باقی سوالوں سے مختلف ہے۔ اس لیے عام طور پر جس چیز کے بارے میں کتابوں میں جواب لکھا ہوا ہوتا ہے وہ سوال Discuss نہیں کیا کرتے۔ فضائلِ درود شریف اور آدابِ درود شریف پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوتی ہیں۔ تو لازمی بات ہے کہ جو چیز پڑھنے سے مل جائے اس کا سوال جو ہے عام طور پر اس قسم کی محفلوں میں نہیں ہوتا۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یعنی کہ کتاب سے جو علم مل جائے اس کا سوال یہاں نہیں ہوگا مثلاً اس سورت کا شانِ نزول کیا ہے؟ یہ کتابوں میں مل جائے گا، تفسیر میں مل جائے گا تو اس کے لیے اس قسم کی محفل میں سوال نہیں ہوتا حالانکہ یہ بہت ضروری سوال ہے۔ میں اب بتادوں کہ کون سے سوال ہیں جو ایسی محفل میں ہونے چاہییں۔ مثلاً

History ہے' ایک واقعہ ہے تاریخ کا' کوئی سا واقعہ لے لو' مثلاً ایک جنگ ہے جنگِ جمل۔ یہ تاریخوں میں لکھا ہوا ہے' آپ نے تاریخیں پڑھی ہیں' لکھے ہوئے باب سے واقعہ نظر آیا آپ کو' واقعہ کے بعد آپ پھر لکھے ہوئے باب کی طرف جا رہے ہو' مقصد یہ ہے کہ یا تو واقعہ نہ پتہ ہو آپ کو۔ کیونکہ جو یہ سوال آپ کو ملا ہے یہ آپ کو کتاب سے ملا ہے۔ جو واقعہ آپ کو کتاب سے ملے' کسی بھی کتاب سے تو پھر اس واقعہ کی تحقیق کتاب سے ہی ہوتی ہے آپ کو۔ مثلاً لفظ ہے ''کربلا'' Event کی شکل میں' ویسے تو یہ مقام ہے' Place ہے' تو کربلا ایک Event ہے مگر قرآن میں کربلا کا ذکر نہیں' احادیث شریف میں بھی نہیں ہے' آپ کہیں گے کہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔ اب یہ بات آپ کو کیسے پتہ چلی کہ کربلا کوئی Event ہے؟ آپ نے کہیں سے پڑھا ہوگا۔ اگر تاریخ میں ایک ہی چیز لکھی ہوتی یا ایک ہی دفعہ ایک ہی بیان ہوتا تو ایک ہی جیسا Reaction ہوتا یا ایک جیسا Action ہوتا۔ ہوا یہ کہ تاریخ لکھتے لکھتے دو تاریخیں لکھی گئیں' اور اُن دو تاریخوں کے لکھنے سے یا دو انداز کے بیان کرنے سے آگے جا کے Nation اور Group اور ملت بٹ گئے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فقہ کے آئمہ کرام کتنے ہیں؟ تو آپ انہیں چار کہتے ہیں۔ چاروں اپنی جگہ پر صحیح' مستند' چاروں ستون ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو اسلام ہے یہ تو ایک Pillar ہے' ایک ستون ہے' ایک ہی عمارت ہے' ایک ہی واقعہ ہے' اسلام کا تعلق حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہے۔ اور ہمارے پاس

عقیدت کے لیے اتنا ٹائم نہیں ہے کہ ہم دو دو تین تین چار چار عقیدتیں نبھاتے جائیں' ہمیں سیدھا سیدھا راستہ بتاؤ کہ اصل بات کیا ہے۔ اگر فقہی مسائل ہیں اور فقہی مسائل کے اندر یہ بات ہو وہ بات ہو تو اس طرح کام کیسے بنے گا..... ملت کی ضرورت کے لیے ایک ہی فقہ ہونی چاہیے تھی' ملت کو اس کی ضرورت تھی مگر یہ نہ ہوا۔ اگرچہ سارے صحیح ہیں' میں کہتا ہوں کہ روحانی ابواب کے اندر مسلک اور مسالک الگ الگ ہیں' چشتی' قادری' نقشبندی' سہروردی اِدھر بھی بڑے ہیں اُدھر بھی بڑے ہیں' اور دیوبندی اور بریلوی وغیرہ' سارے صحیح ہیں لیکن ملت اس طرح صحیح نہیں رہے گی۔ مثلاً کوئی کہتا ہے آج ہمارے ہاں محفل ہے' قوالی ہوگی شام کو۔ دوسرا کہتا ہے میرے ہاں مجلس ہونی ہے' آج تو چہلم شریف ہے۔ تو وہ صحیح جا رہا ہے مجلس میں اور تم صحیح جا رہے ہو قوالی میں۔ صحیح تو دونوں جا رہے ہو لیکن ملت صحیح نہیں جا رہی۔ اب ملت تقسیم ہوگئی یعنی کہ اگر ملت ہمارا نام ہے تو پھر آدھا میں ادھر جا رہا ہوں' آدھا میں اُدھر جا رہا ہوں۔ مثلاً آج رات کو شاہی مسجد میں خطاب ہوگا' بڑی محفل ہونی ہے۔ اب دوسرا کہے گا کہ وہ محفل اور طرح سے ہونی ہے' اونچی آمین پڑھنے والے یہ اور لوگ ہیں۔ وہ ''اور لوگ'' ہوگئے حالانکہ اسلام میں ایک لفظ ہے یعنی ''ملت''۔ اسی میں جہاد کا لفظ آیا' میں بتاتا ہوں کہ کیسے یہ جہاد کا لفظ آیا' کہ جب اسلام کی راہ میں کوئی کافر آجائے اور اسلام کے فروغ کو روکے تو وہ تبلیغ سے اگر نہیں ہٹتا تو پھر قوت

سے ہٹایا جاتا ہے' اس کا نام جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے سفر میں' اسلام کی راہ میں' اگر کوئی Human effort مخالفت کی شکل میں آتی ہے تو اس کو پہلے محبت سے ہٹایا جائے' سمجھایا جائے کہ بھائی ہٹ جا' اسلام تو اچھی بات ہے' کھانا کھا ہمارے ساتھ' عاقبت کا سفر ہمارے ساتھ کرو' تم تو ہمارے بھائی بن جاؤ' ہم دین اور دنیا دونوں میں آپ کے لیے فروغ چاہتے ہیں' اگر وہ مان جائے تو تبلیغ کارگر ہوگی اور اگر نہ مانے تو طاقت کے ذریعے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس طاقت کی Application کا نام کیا ہے؟ جہاد! کیونکہ وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھا اور ہم نے ہٹا دیا۔ اب جہاد اس لیے نہیں ہو رہا کہ اسلام کی راہ میں کافر رکاوٹ نہیں ہے بلکہ مسلمان ہی رکاوٹ ہے۔ اب یہ ہو گیا ہے کہ اسلام کے سفر میں مسلمان ہی اس کو روک رہا ہے۔ اگر تو کوئی ہندو ہوتا تو پھر تو ہم جہاد کر ہی لیتے۔ لیکن دِقت کیا ہو رہی ہے؟ کہ اب کون روک رہا ہے۔ مسلمان آپس میں ہی رو کے کھڑے ہیں' اور وہ کیسے؟ کہ یہ اسلام ہے اور وہ اسلام ہے' مسلمان مسلمان کے خلاف ہے' مسلمان V/s مسلمان ہے۔ تو مذاکرہ کرتے ہیں اسلام پر۔ تو اب دیکھو کہ یہ کچھ ہو رہا ہے کہ مسلمان V/s مسلمان' ایک طبقہ V/s دوسرا طبقہ' ایک سلسلہ V/s دوسرا سلسلہ۔ مثلاً ایک جماعت ہے' رائے ونڈ میں ایک تقریر ہوتی ہے کہ یہ سارے کا سارا ڈھکوسلہ ہے جو یہ روحانی لوگ ہیں' یہ لوگ ایسے ہی یہ کہتے جا رہے ہیں' بات اصل میں یہ ہے کہ تبلیغ کرو' اپنا اپنا

کاروبار کرو جیسے کہا گیا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو تبلیغ کرے اور اُس کے لیے کتنے لوگ ہیں جو ایک مہینے کے لیے گھر سے فی سبیل اللہ دین کی خاطر نکلنے کے لیے تیار ہو جائیں گے' ہاتھ کھڑا کریں اور نام لکھوائیں..... چلو پھر جاؤ' روانہ ہو جاؤ انڈونیشیا۔ تو ایک طبقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طبقہ جو ہے وہ کہتا ہے یہ بستر بند جماعت سب فراڈ ہے' ہم لوگ جہاں بھی جاتے ہیں بستر کے بغیر جاتے ہیں' جہاں جاتے ہیں ہمارا استقبال ہوتا ہے اور اپنا بستر لے کے جانا ویسے ہی ناکامی کی دلیل ہے۔ اُس ساتھ والے طبقے کا نام کیا ہے؟ میلادِ مصطفیٰؐ کانفرنس..... نام کیا رکھا جائے گا؟ میلادِ مصطفیٰؐ کانفرنس' اور دوسروں کو کیا کہا جائے گا' میلادِ مصطفیٰؐ کے باغی لوگ۔ مقصد یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ یہاں پیدا ہوا ہے؟ نہیں' یہ کسی Mechanical mind نے اور کسی Contrivance نے اسلام دشمن طاقتوں نے یہ ایسا سلسلہ بنایا کہ مسلمانوں کی قوت کو توڑا جائے..... پھر کیا کیا جائے؟ پھر اس میں ایک شوشہ چھوڑا جائے' مثلاً ایک چھوٹی سی بات کر دی اور پھر حضورؐ کے وصال پر جھگڑا ہو گیا..... پھر اس پر ایک کتاب لکھ دی جائے گی۔ بعد میں جو ریڈر آئے گا وہ سوچے گا کہ آخر قصہ کیا ہے؟ پھر دوسری طرف سے وضاحت ہو گی کسی اور کتاب میں۔ پھر کوئی اور چھوٹی سی کتاب نکل آئے گی' پھر ایک اور قصہ نکل آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اسلام کو حضور پاک ﷺ کے زمانے کے بعد جن مسلمانوں نے قبول کیا انہوں نے کسی

مسلک کے تابع اُسے قبول کیا اور اسلام کے تابع نہیں کیا' مسلک کی متابعت سے یہ ہوا کہ درمیان میں جو واقعہ ہو گیا وہ بڑا Eyent ہو گیا۔ انڈیا میں جو لوگ آئے' تبلیغِ دین کے حوالے والے آئے' وہ آج تک ویسے ہی ہیں' اور جو روحانی حوالے سے آئے وہ آج تک ویسے ہی ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں ٹھیک ہے' قوالی سنتے جاؤ' دین بھی چلتا جائے گا اور وہ قوالی بھی سنتا جائے گا۔ یعنی کہ اللہ کے کلام' اللہ کی محبت اور اللہ کے حبیب کی محبت کے الفاظ کی زیر و بَست کو قوالی میں سمویا جا رہا ہے۔ تو اس میں دِقّت کی کیا بات ہے' اگر نعت کی محفل ہے تو وہ بھی اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے' دوسرے نے کہا نہیں Pure اور Strict دینی ماحول ہونا چاہیے۔ تو وہ Strict دینی ماحول ہو گیا یا وہ دوسرا ہو گیا مگر ملت کا نتیجہ یہ ہے کہ کمزور ترین ہوتی گئی۔ اگر آپ ملت ہیں اور اپنی جان بچانا چاہتے ہیں' تو فرقے چاہے صحیح ہوں' تب بھی غلط ہیں۔ لہٰذا فرقے کا ہونا جو ہے یہی اسلام کی کمزوری ہے۔ اصل میں تو اسلام ایک فرقہ ہے۔ اس میں دو گروپ ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے' دو ''صادق اسلام'' میں دو صادق لوگ جو آپس میں لڑنے والے ہوں وہ دونوں صادق کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو یہ ایک واقعہ ہے۔ مطلب ہے کہ اسلام کی تاریخ کو ہماری گواہی کے بغیر لکھا گیا ہے۔ نہیں بات سمجھ آئی؟ جب آپ کی گواہی کے بغیر وہ سب لکھا گیا تو پھر آپ کا Vision جو ہے وہ Distort ہو گیا' آپ کا خیال ٹوٹ گیا۔ تو آپ موجود نہیں تھے اور جو شخص تاریخ لکھ رہا تھا وہ Event اپنے طور پر لکھ

رہا تھا۔ آپ کو پتہ ہے کہ عیسائیوں میں کیا واقعہ ہوا تھا؟ مولانا رومؒ نے لکھا تھا یہ واقعہ۔ ایک پادری' پوپ' کوئی ان کا Saint تھا اور وہ مرتے وقت ہر ایک کے کان میں کہہ گیا کہ تم ہمارے جانشین ہو اور تم ہی اس قافلے کے امیرِ اعظم ہو۔ وہ تم ہی ہو' وہ تم ہی ہو' یہ ہر ایک کو الگ الگ کہہ گیا اور خود مر گیا۔ اس کو یہ کام دیا گیا تھا کہ عیسائیت کو کمزور کرو اور وہ ان میں Actual saint' اصل پادری بن کے رہا' اسی عبادت کے ساتھ Saint بنا اور پھر Saint کے طور پر Acknowledge ہو گیا۔ جاتے ہوئے اپنا کام کر گیا کہ بارہ بندوں کو الگ الگ بلا کے کہا تم ہمارے جانشین ہو' بتانا کسی کو نہ' میں تجھے نامزد کر رہا ہوں بتانا کسی کو نہ' تجھے میں خلیفہ بنا رہا ہوں' بتانا کسی کو نہ..... پھر خود وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ بعد میں سارے کے سارے بارہ جانشینانِ خلافت جو تھے وہ سارے آپس میں لڑتے رہے اور ادارہ کمزور ہو گیا..... تو عیسائیت ایک تو اس وجہ سے کمزور ہوئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کمزور نہیں ہوئی ہے' تو وہ الگ بات ہے۔ اور اگر کمزور ہوئی ہے تو دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ تاریخی واقعہ جو وہ مارٹن لوتھر کا ہوا تھا۔ ہنری ہشتم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ وہ شادی کرنا چاہتا تھا اپنے بھائی کی بیوی سے۔ کورٹ کے قانون میں یا مذہب میں اجازت نہیں ہو گی۔ تو چرچ کو اُس نے سٹیٹ سے الگ کر دیا۔ بس یہ چھوٹی سی بات اس نے کر دی۔ یعنی کہ زندگی اور شے ہے' اور دین اور شے ہے' حکومت اور چیز ہے اور دین اور چیز ہے' تو بادشاہت کو امامت سے الگ

کر دیا' ملوکیت اور امامت علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر وہ واقعہ ہو گیا' دوسرے واقعات جیسے بھی ہوئے تو عیسائیت کمزور ہو گئی۔ آپ کے ہاں بھی یہی واقعہ ہو گیا کہ بادشاہت جو ہے یہ اور ہے' امامت اور ہے۔ اب لوگ جو ہیں اپنے ملک کے اندر دیکھیں کہ جو آپ کا دینی سربراہ ہو گا وہ اور ہو گا اور دنیاوی سربراہ اور ہو گا۔ تو بڑا فرق پڑ گیا۔ اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو علم کتاب کے ذریعے آئے اس کی وضاحت کرنا ممکن نہیں ہوتا جب تک آپ کا مشاہدہ نہ کھلے کہ Real اصل واقعہ کیا تھا۔ کسی بھی واقعہ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو تسلیم نہ کریں کیونکہ اس طرح آپ وہ واقعہ تسلیم کر جاتے ہیں جو کہ ابھی تصدیق طلب ہے' اگر تصدیق سے پہلے آپ نے مان لیا ہے تو اب ماننے کے بعد تصدیق کی کوشش نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جائیں گے' کافر ہو جائیں گے۔ اگر مان لیا ہے تو اب چلتے جاؤ۔ مگر یہ بات ملت کے حساب سے کمزور ہو جائے گی۔ انفرادی طور پر تو یہ یقین ہوتا ہے کہ چلو میرا کام تو ہو گیا۔ جس طرح مانا سو مانا' آپ چشتی ہیں تب بھی مبارک' آپ قادری ہیں تب بھی مبارک ہے۔ نقشبندی ہیں تو بھی مبارک ہے' لیکن ملت کے طور پر یہ نقصان ہے۔ صرف آپ کا انفرادی سفر ٹھیک ہوتا جائے گا' اللہ مہربانی کرے گا' ملت کمزور ہوتی ہے تو کمزور ہی سہی۔ اور اگر آپ ملت کے سفر پر ہیں تو پھر کوئی قادری' کوئی نقشبندی' کوئی سہروردی نہیں ہے' کوئی یہ نہیں ہے' کوئی وہ نہیں ہے' بس پھر سب مسلمان ہیں۔ کیا آپ سب مسلمان

ہیں؟ پھر قادری کیا ہوتا ہے۔ مسلمان ہونا؟ نہیں ہم تو چشتی ہیں' ہم سہسی ہیں۔ تو آپ سارے کے سارے رہنے دیں۔ پھر کیا رہ گیا؟ بات ختم ہو گئی اور اب آپ اپنے مسلمانوں والے کام شروع کر دیں کیونکہ طبقے والے کام تو ختم ہو گئے یہ نہ کہنا کہ ہم ان کو اڑا دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم اُن کو اڑا دیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بچے کالجوں کے اندر دو گروہوں میں بٹ کے ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ ایک تو فیل ہوتے ہیں' وقت ضائع کرتے ہیں' ماں باپ کو نا کام بناتے ہیں اور نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ کوئی آگے نہیں نکلتا۔ سالہا سال ان کا حرج ہوتا ہے۔ آج سے تین سال پہلے اُس زمانے کے کچھ لڑکوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا' تین سال بعد کالج کے اندر داخل ہونے والے لڑکوں نے کہا کہ اُس کے قتل کا بدلہ لینا ہے۔ اب انہیں پتہ بھی نہیں ہو گا کہ کیا واقعہ ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا' بس یہ کہتے تھے کہ ہم اس کے قاتلوں کو پکڑ لیں گے' اُس کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ تو یہ جو ہے آپ کی یونیورسٹیوں کے اندر کا ماحول خراب کرنے کا ایک طریقہ اپنایا گیا ہے۔ تو جس واقعہ کے سوال کا کتاب سے ابلاغ ہو اس کا جواب کتاب سے ہی رجوع ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ شانِ نزول یہ ہے قرآن پاک کی اس آیت کا۔ تو شانِ نزول کا لفظ کہیں نہ کہیں ضرور ہے۔ اگر مقطعات کی بات ہے تو مقطعات کا سوال مقطعات کے لفظ کے بعد آئے گا۔ ورنہ تو سوال نہیں بنتا ..... بہر حال یہ درود شریف کے آداب کی بات تھی تو سب سے پہلا اور

آخری ادب یہ ہے کہ جب تک آپ کو محبت نصیب نہ ہو آپ درود شریف نہیں پڑھ سکتے' درود یاد کا نام ہے' محبت کا نام ہے اور محبت جو ہے وہ ہونی چاہیے۔ اب یہاں آ کے یہ جانیں کہ محبت کیا ہے؟ آپؐ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا' آپؐ کے دین پر چلنا' آپ کی یاد میں چلنا اور آپؐ کے زیر سایہ چلنا۔ آج کا انسان اگر درود بھیج رہا ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی حال کا انسان ماضی پر درود بھیجے' درود بھیجنے اور درود وصول کرنے والے کا زمانہ ایک ہونا چاہیے' یا تم ماضی میں جاؤ یا آپؐ کو اپنے زمانے میں پاؤ۔ تو درود تب بھیجا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی حل نہیں ہے کہ آپ حال سے چٹھی بھیج کے ماضی میں پہنچا دیں۔ آپ جس ماضی میں چٹھی بھیج رہے ہیں' وہ حال میں ہے' یا آپ ماضی میں ہو' یا زمانہ ایک ہی زمانہ ہے۔ جب تک زمانہ ایک نہ ہو خطاب نہیں ہوسکتا' گفتگو نہیں ہوسکتی' گفتگو نہ ہو تو درود نہیں ہوسکتا۔ مثلاً آپ کچھ بھیج رہے ہیں' کوئی وصول کرنے والا ہوگا تو آپ بھیج رہے ہیں۔ تو یہ جو ہے نا یہ بہت ضروری بات ہے۔ درود بھیجنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اُس زمانے کا شعور پیدا ہو جائے کہ آپ اس زمانے میں ہیں یا آپؐ اس زمانے میں ہیں۔ زمانوں کی دوری کو دور کرنا آپ کا یقین ہونا چاہیے اور یہ دور ہو جاتی ہے۔ تو باقی اس کے آداب یہ ہیں کہ درود بھیجنے والا درود کے علاوہ کسی سوال کی آرزو نہ رکھے' مثلاً وہ یہ نہ کہے کہ میں درود بھیج رہا ہوں' کل سے درود بھیج رہا ہوں میرا یہ کام' چھوٹا سا کام ہے' یہ کر دیں' یا رسولؐ

اللہ مہربانی فرمائیں۔ درود برائے ضرورت جو ہے ہوتا یہ بھی درود ہی ہے لیکن فقراء محفلوں میں ضرورت کے درود اور درود کی ضرورت میں تھوڑا سا فرق بتاتے ہیں' کہ ضرورت کا درود اور چیز ہے اور درود کی ضرورت اور چیز ہے۔ تو درود برائے درود ہونا چاہیے۔ اور درود کے اندر بھیجنے والے کا انداز یہ ہو کہ زندگی میں جتنا بھی ممکن ہو وہ پاکیزہ ماحول میں بیٹھا کرے اور اسی پاکیزہ ماحول میں پایا جائے' جتنا بھی ممکن ہو سکے ادب ہو' پاکیزگی ہو اور بہتر یہ ہے کہ درود تخلیہ کا ہو۔ یہ نہیں ہے کہ زور شور سے سارے درود بھیجنا شروع کر دیں۔ اگر سارے بھیجیں تو پھر وہ ایک دوسرے کے ساتھ شعور اور محبت کے ساتھ بھیجیں۔ اور درود بھیجنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جس کا آپ فیصلہ کریں کہ میں یہ کام حضور پاک ﷺ کے لیے کر رہا ہوں۔ تو حضور پاک ﷺ کے نام پر کسی اچھی بات کو اختیار کرنا یا کسی بری بات کو اپنی زندگی سے نکالنا۔ یعنی کہ کوئی برائی دور کرنا اپنے آپ میں سے یا کوئی خوبی اپنانا۔ اور درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر بھیجا جائے۔ آل کے دونوں معنی آپ لے لو' کہ آل جو ہے یہ ہے آپؐ کے اہل و عیال کی لائن چلی آ رہی ہے' فقراء کے ساتھ چلی آ رہی ہے' آل کا مطلب یہ ہے کہ جو آپؐ سے محبت میں قریب ہیں' Devotion میں قریب ہیں اُن کو بھی آپ یہ کہیں گے کہ آپؐ کی آل پر۔ اللہ تعالیٰ نے جو درود آپ کو بتایا کہ اللھم صل علیٰ محمد وعلی آل محمد تو درود یہی ہے اب

اس کے اندر یہی ہے کہ علٰی محمد وعلٰی آل محمد ۔اس کو ہم یہ بھی کہتے ہیں ''وعلٰی ازواج محمدؐ وعلٰی اصحاب محمدؐ وعلٰی اولیائے محمدؐ'' ۔آپ درود کو باعثِ جھگڑا نہ بناؤ۔اب آپ کئی قسم کے درود بھیج رہے ہیں مثلاً احمد رضا خان بریلویؒ کا جو سلام ہے' بہت مبارک سلام ہے' اور اس کے اندر بہت ساری باتیں جو ہیں وہ ان لوگوں کے لیے کہی گئی ہیں جو لوگ ایسا نہیں مانتے ہیں۔ یہ کہنا کہ آپؐ غیب کو جانتے ہیں تو آپؐ جاننے والے تو ہیں' پھر بتانے والی کیا بات ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے والوں کے ساتھ یہ بحث ہے۔اور درود بھیجنے کے لیے آپ کی کیفیت وہی ہونی چاہیے جو آپ کی نماز کی کیفیت ہوتی ہے۔آپ کی کیفیت میں یہ ہو کہ آپ جب درود بھیج رہے ہیں تو آپ کو اگر سلام کا جواب آئے تو Receive کرنے کے لیے بھی آپ کے انداز ایسے ہونے چاہییں کہ آپ کے پاس اس محفل میں جانے کی قبولیت ہو۔اگر آپ اس انداز کے قابل نہیں ہیں تو پھر آپ درود نہ بھیجیں۔ درود جو ہے یہ خاموشی سے بھیجا جائے گا اور تنہائی میں بھیجا جائے گا' شب کے نصف پہر میں بھیجا جائے گا' شب کے پچھلے پہر میں بھیجا جائے گا' اور یہ آنسوؤں کے ساتھ بھیجا جائے گا۔اور درود بھیجنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ درود' روح کے ساتھ بھیجا جائے گا۔تو درود بھیجنے کے یہ طریقے ہیں۔اس میں انسانی گواہ کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔درود جو ہے اس کے اصلی آداب یہ ہیں کہ درود بھیجنے والا جو ہے اس زندگی کے مسائل کے طور پر درود نہ بھیجے بلکہ

اس نور سے اکتساب کے طور پر درود بھیجے۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود کا سٹینڈرڈ ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ دیکھو اس محفل میں کون کون سے لوگ گئے ہوں گے' کون لوگ گئے ہیں وہاں پر' اس محفل میں وہ لوگ جاتے ہیں جو فلاں رنگ کا لباس پہن کے جاتے ہیں..... اگر ایسا ہے تو آپ بھی لباس بدل کے پہنو۔ اگر آپ کو پتہ ہے کہ اس انداز کے لوگ درود کی محفل میں ہیں' اللہ اور اللہ کے فرشتے تو ہیں ہی سہی' آپ اگر اس محفل کے طور پر وہی کام کرنے لگے ہیں تو کچھ نہ کچھ آپ کے اندر بھی نورانیت کا ظہور ہونا چاہیے۔ تو درود بھیجنے والا جو ہے وہ زندگی کے اندر کوئی کام حضور پاکؐ کے احکام کے واضح خلاف نہ کرے۔ تو درود بھیجنے کا مطلب یہ بھی ہے۔ درود بھیجنے والے عام طور پر حضور پاک ﷺ کے قریب ہی ہوتے ہیں۔ آپ کو میں نے کہا تھا کہ درود اگر ابتلا کے عالم میں ہو تب بھی درود ہے' یعنی کوئی ابتلا ہو' زندگی میں کوئی پریشانی ہو تو بڑے بڑے لوگوں نے بڑا بڑا درود بھیجا ہے' اور اسی سے نعت ہوتی ہے۔ تو نعت بھی درود ہے' بڑے بڑے لوگوں نے بہت کچھ کہا' مولانا جامیؒ کی نعت پڑھو' وہ ساری درود ہے۔

غریبم یارسول اللہ غریبم
ندارم درجہاں جُز تو حبیبم
مرض دارم زِ عصیاں لادوائے
مگر الطافِ تو باشد طبیبم

بریں نازم زِ ہستم امتی تو
گناہگارم ولیکن خوش نصیبم

مطلب یہ ہے کہ یہ درود جو ہے جب تک اللہ کریم مہربانی نہ فرمائے آپ کو درود کے آداب نہیں آسکتے۔ درود کے آداب اللہ کریم سے دعا کے ساتھ مانگو کہ یارب العالمین ہمیں آدابِ درود عطا فرما۔ آدابِ درود جو ہیں وہ ایک کیفیت ہے اور وہ کوئی فارمولا نہیں ہے۔ تو آپ اس کیفیت میں درود بھیجنا۔ اس کیفیت میں جب آپ چلے جاؤ گے تو یہ درود کی اصل حالت ہے۔ اور دعا یہ کرنی چاہیے کہ یارب العالمین ہمیں درود بھیجنے والا بنایا جائے۔ درود بھیجنے والا باوضو رہے تو بہت بہتر ہے اور وہ ہمہ حال درود بھیجے تو بہت بہتر ہے اور اس یاد میں رہے تو بہت بہتر ہے۔ اس کے بعد حضور پاک ﷺ کی زندگی کو دیکھنا' آپؐ کے واقعات کو دیکھنا پھر درود بھیجنا' آپ کو یاد کرنا' اور آپؐ ہی کے خیال میں رہنا' یہ ہے درود کی کیفیت۔ اور آپؐ کے ماننے والوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا بھی درود کی کیفیت ہے۔ جب تک آپ کو یہ نہ پتہ چلے کہ اس آدمی پر حضور پاک ﷺ ناراض ہیں تب تک اس آدمی سے آپ قطع تعلق نہ کرنا۔ یہ بہت ضروری شرط ہے۔ کیا شرط ہے؟ ایک آدمی جو آپؐ کی محفل میں ہو یا آپ کا چاہنے والا ہو اور تم اس کو نہ چاہنے والے ہوئے تو درود منظور نہیں ہوگا۔ تو آپ اپنی پسند کو حضور پاک ﷺ کی پسند بنائیں' اُن کی پسند کے تابع بنائیں۔ یہ نہ ہو کہ وہ کسی کو چاہتے ہوں اور

آپ اس کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہوں ..... تو پھر آپ کا درود قبول نہیں ہوگا۔ درود کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپؐ کے چاہے ہوئے کو چاہنا اور آپؐ کے ناپسندیدہ کو ناپسند کرنا' آپؐ کی پسند اور ناپسند میں اپنے آپ کو ڈھالنا۔ تو یہ ہیں درود کے آداب۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ بس درود سنو اور درود پڑھو ہمیشہ ہی آپؐ کی بارگاہ میں سلام پیش کرو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونورعرشہ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا وسندنا حبیبنا وشفیعنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



۱ ہمارے بزرگان اولیائے کرام کس طرح اپنا کام کرتے ہیں؟

۲ اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوتا ہے؟

۳ اس محبت میں انسان کو یکسوئی کیسے ہو؟

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سا علم جو ہے وہ صحیح ہے؟

۵ ایک مرتبہ میں نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد مرحوم سے رابطہ کیا تو میرا کام ہو گیا تھا۔

سوال:-

ہمارے بزرگان' اولیائے کرام کس طرح اپنا کام کرتے ہیں؟

جواب:-

اصل میں تلاش کرنے والا انسان جانتا نہیں ہے کہ جس کے پاس وہ جارہا ہے اس کے پاس اس انسان کی ضرورت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ آشنا ہی نہیں ہے۔ مثلاً اُسے نمک کی ضرورت ہے اور وہ نمک کی تلاش میں گیا' آگے جا کے پتہ چلا کہ وہاں نمک کے علاوہ بھی بہت سارا کارخانہ ہے۔ تو جب تک پتہ نہ چلے' تقاضہ اور سوال نہیں ہوتا۔ اگر عام حالات میں یہ دیکھا جائے کہ جو طلبِ حق ہے، طلبِ مولیٰ ہے' یہ بھی جس آدمی میں ہو' اس میں اکثر یہ پہلے دن سے نہیں ہوتی۔ طلبِ حق جو ہے یہ بھی عطا ہوتی ہے اور یہ عطا غالباً ان لوگوں کو ہوتی ہے جو طلبِ دنیا میں بزرگوں کے پاس گئے' ان لوگوں کو ان کے سوال کے دوران یہ بات سمجھا دی جاتی ہے کہ جو تم مانگنے آئے ہو وہ تو ہے ہی سہی لیکن یہ ہے اصل چیز مانگنے والی۔ یعنی

کہ دنیاوی سوال والے کو دینی سوال بھی بزرگان دین نے عطا کیے۔ وہ آدمی دنیاوی ضرورت کے لیے گیا تھا اور وہاں اسے کوئی دوست مل گیا۔ اس سے پوچھا کہ کیسے آئے ہو؟ تو اس نے کہا میں تو چینی لینے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے کہا میں تو نمک لینے آیا تھا اور تم چینی لینے آئے ہو؟ اصل بات کیا ہے؟ اس نے کہا شام کو بیٹھ کے بات کریں گے۔ شام کو اس نے بتایا کہ نمک تو بابا جی نے دکھانے کے لیے رکھا ہوا ہے اصل میں تو اس کے پاس چینی ہے۔ اس نے سوچا پھر چینی لینی چاہیے۔ اس طرح مانگنے والے کا مزاج بدل گیا۔ تو اس طرح مزاج بدلتے جاتے ہیں۔ جب تک پتہ نہ ہو کہ اس دینے والے کے پاس دینے کے لیے کیا کیا امکانات ہیں تب تک سوال کرنے والا سوال کی جرأت نہیں کرسکتا۔ سوال کرنے والے کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس بزرگ کے پاس کیا فیلڈ ہے؟ تو پھر سوال کرے۔ مثلاً دودھ والی دکان پر دودھ کی کڑاہی لگی ہوئی ہو اور اُسے آپ کہیں کہ چلو کپڑا دے دو تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے۔ وہ تو دودھ کی کڑاہی لگائے بیٹھا ہے اور تم اس سے کپڑا مانگ رہے ہو۔ تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ وہ دودھ لگائے بیٹھا ہے اور تم اس سے کپڑا مانگتے ہو۔ تو اپنی ضرورت کے لیے بزرگوں کے پاس جانے والے زائرین آپس میں بات کرتے ہیں کہ اس آدمی کے پاس کیا چیز ہے کیونکہ میں تو نمک کی تلاش میں نکلا ہوں۔ تو وہ دوسرا آدمی اسے بتاتا ہے کہ نمک تو اس کے پاس ہے مگر اصل بات چینی والی ہے، یہ کوٹہ الاٹ کرتا ہے۔ اس طرح اس کا سوال بدل جاتا

ہے۔اسی طرح بعض اوقات کسی آدمی سے پوچھتے ہیں کہ تو بتا اس بزرگ کے پاس کیا ہے تو وہ کہتا ہے اس کے پاس جادو ہے' جادو یہ ہے کہ یہ انسان کا سوال بھلا دیتا ہے' سوال یاد نہیں رہتا' میں ایک کام سے آیا تھا اور جس کام کو آیا تھا وہ کام وہیں رہ گیا اور میں کہیں اور چل پڑا..... میں سوال ہی بھول گیا۔تو یہ اور طرح کا طلسم ہے کہ جس کام کے لیے آپ آئے تھے وہ کام یاد ہی نہیں رہا اور ہم کسی اور سفر پہ نکل گئے ہیں۔اس طرح باقی لوگ بھی دیکھا دیکھی کسی اور سفر پہ نکل پڑتے ہیں۔تو بزرگوں نے اس طرح لوگوں کو سفر کرایا' ان کو سوال سے الگ کرلیا' بعض اوقات ان کے سوال سے بہتر سوال دے دیا' مثلاً وہ کہتے ہیں کہ تمہیں گرامر چاہیے' صرف نحو چاہیے کیونکہ تم نے مقابلہ کرنا ہے تو تم ان سب سے بہتر چیز لے جاؤ' تم نے صرف نحو کیا کرنی ہے۔تو وہ دنیاوی سوال کرنے والے کو صرف نحو پڑھائے بغیر اس کا فقرہ درست کر دیتے ہیں۔اگر فقرہ صرف نحو پڑھے بغیر درست ہو جائے اور شعر اپنے اوزان کے بغیر ہی موزوں کر دیا جائے تو یہ تو بہت بڑی بات ہے۔یہ بزرگوں کا کمال ہوتا ہے۔تو یہ ان کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔دوسرا یہ ہوتا ہے کہ جو دنیاوی طلب ہے وہ انسان کو گرفت میں لے لیتی ہے اور بزرگان دین اس گرفت سے بچاتے ہیں اور پھر اسے کسی نئے سفر سے رجوع کراتے ہیں' شوق پیدا کر دیتے ہیں' دنیاوی خواہشات کا جو جن اسے چمٹ گیا ہوتا ہے اُسے اس کی اوقات سمجھا دیتے ہیں کہ یہ اس کی حیثیت ہے' اس کا انجام مٹی ہے، اس کا انجام خوفناک ہے' یہ کام تم

چھوڑ دو۔ تو وہ انسان کچھ تو چھوڑنے پر راضی ہو جاتا ہے اور باقی کچھ وہ توجہ سے چھڑا دیتے ہیں۔ تو بزرگ یہ کام کرتے ہیں۔ اس لیے عام طور پر رجوع الی اللہ جو ہے یہ پہلے دن سائل کا سوال نہیں ہوتا بلکہ تقریباً ہر ایک کا سوال رجوع الی الدنیا ہی ہوتا ہے۔ گھر سے جو لوگ نکلتے ہیں ان میں کم لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے لیے نکلتے ہیں ورنہ عام طور پر کسی دنیاوی شوق یا دنیاوی پریشانی میں نکلتے ہیں۔ اگر آگے سے اللہ والا مل جائے تو طلب اللہ والی بن جاتی ہے۔ اور اللہ والوں کو اگر دنیا والا مل جائے تو وہ طلب دنیا والی بن جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیسا بندہ آپ کو ملا۔ اگر ذاتی طور پر آدمی کا سوال یہ تھا کہ میرے گھر میں بڑی تکلیف ہے تو بزرگ نے کہا کہ تکلیف کا یہ علاج ہے کہ تم دو نفل نماز پڑھو۔ اس طرح اس آدمی کو نفلوں پہ لگا دیا کہ ہر پرابلم کا علاج نفل ہے۔ اس طرح وہ شخص پورا ہی اللہ کو مان گیا' اب نفل ہی نفل رہ گئے اور پرابلم کوئی نہیں ہے یا اگر پرابلم ہے بھی تو احساس کوئی نہیں ہے۔ اس سے اگر کہیں کہ وہ آپ کی گائے جس کے لیے نفل پڑھ رہے تھے وہ مر گئی تو وہ کہے گا ہم نفل پڑھ رہے ہیں اور ہمیں گائے کا کوئی پتہ نہیں ہے' گائے جانے اور گائے کا مالک جانے۔ تو یہ بزرگانِ دین کا کام ہوتا ہے۔ دوسرا ان کا ایک اور یہ Solution ہوتا ہے کہ وہ انسان کو ایسے متوجہ کرتے ہیں کہ اس کی توجہ میں خود آ جاتے ہیں' اُس کے خیال میں خود آ جاتے ہیں۔ اب کسی کی توجہ' خیال میں آ جانے سے اس شخص کے خیال سے باقی پریشانیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ دل کے اندر ہزار خواہشات ہوتی

ہیں اور اگر ایک بڑی خواہش پیدا کر دی جائے تو باقی ہر خواہش ٹوٹ جائے گی۔ تو بزرگ دل کو اس طرح صاف کرتے ہیں کہ اس شخص کو آرزوؤں سے آزاد کرا دیتے ہیں اور ایک بڑی سی آرزو ساتھ لگا دیتے ہیں۔ اگر ایک بچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو رہا ہو تو اسے ایک تھپڑ زور سے لگا دو وہ رونا بند کر دے گا۔ زیادہ درد بھی چھوٹے درد کا علاج ہے۔ اس لیے بزرگانِ دین چھوٹی توجہ کو بڑی توجہ سے بدل دیتے ہیں۔ ایک بندہ جو بُری کمپنی میں بیٹھنے والا تھا وہ اچانک کسی بزرگ کے پاس چلا گیا کہ وہاں کیا فراڈ ہوتا ہے' ہم تو بُری محفل میں رہتے ہیں' کھاتے ہیں' پیتے ہیں' کمائیاں کرتے ہیں مگر دیکھیں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ بزرگ نے اس کا ایسے استقبال کیا کہ ''واہ بھئی واہ' جہاں سے تم آئے ہو وہاں سے تو کوئی آدمی نہیں آ سکتا' تم نے کیا کمال کر دیا' تم وہاں سے مڑ کے آئے ہو جہاں سے انسان کے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہے' اس محفل کو چھوڑ کر ادھر آئے ہو' تم آئے تو دیکھنے کے لیے ہو مگر یہ بھی دیکھو کہ اگر تم مجھے دیکھو گے تو میں بھی تمہیں دیکھوں گا' تم تو مجھے اب دیکھو گے مگر میں تمہیں تمہارے پچھلے وقت سے دیکھ رہا ہوں' تم مجھے دیکھنے کے لیے آئے ہو اور میں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں.....'' تو بزرگانِ دین اس طرح کام کرتے ہیں۔ اب اس آدمی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگ تو ہمیں دیکھتا ہے کہ میں تو وہاں سے آیا ہوں' اس حالت میں آیا ہوں۔ بزرگ پھر یہ کہتے ہیں کہ میں تمہاری اخلاقیات کی بات نہیں کر رہا مگر ایک کام کرو کہ رات کا

کھانا میرے پاس کھایا کرو۔ اس نے سوچا کہ کھانا تو کھا ہی لیا کریں گے۔ اب ہر رات کھانا بھی ہے اور یہ احساس بھی کہ بزرگ دیکھ رہا ہے' تو وہ بیچارہ تو مر ہی گیا اور اس کے اندر شرارت کی کوئی بات نہ رہ گئی۔ بزرگ کے پاس جانے والا کچھ ہی دن میں بدل گیا۔ تو یہ ہے ان لوگوں کے پاس بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوشبو بنائی ہے' تو یہ خوشبو زمانے پر احسان ہے' اس کو Enjoy کرنے کے لیے' لطف لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس یہ قوت رکھی ہے کہ وہ خوشبو کا لطف لیں۔ اگر سب لوگوں کو زکام ہو جاتا تو خوشبو کا لطف ہی نہ آتا۔ خوشبو کے لیے جو شامہ قوت ہے' خوشبو کا لطف لینے کے لیے جو آپ کو ملی ہے وہ بھی اللہ ہی کی عطا ہے۔ گویا کہ جتنی خوشبو ہے اتنی خوشبو کی ضرورت پیدا کر دی' تھوڑی بہت آگے پیچھے۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ گلاب ہی گلاب تھے اور کوئی خریدنے والا نہیں تھا اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سونگھنے والا تلاش کر رہا ہو لیکن گلاب نہ ہوں۔ لیکن عام طور پر گلاب اور خوشبو کا احساس برابر برابر ہوتا ہے' ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس نے خوب صورت چہرے بنائے ؎

مٹی وچوں پیدا کر دا صورت بی بی رانی

تو مٹی میں سے بی بی رانی صورت نکلی۔ تو وہ ماں کے پیٹ میں اندھیرے میں چہرے لکیرتا ہے۔ تو میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے کہ اللہ' بی بی رانی صورت بناتا ہے اور وہ خوب صورت صورتیں لکھتا ہے' چہرے بناتا ہے' احسنِ تقویم چہرے

بناتا ہے۔ خوب صورت چہرے بنانے کا ذوق اس کے اپنے پاس ہے۔ اور اگر وہ چہرہ دیکھنے والا پیدا نہ کرے گا تو چہرہ بنانے کا عمل رائیگاں ہو جائے گا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا' وہ اللہ ہے' وہ چہرہ پسند کرنے والی آنکھیں پیدا کرے گا اور پھر دونوں کو چھوڑ دے گا' دونوں بھاگے دوڑے پھریں گے' ایک چہرہ لے کے پھرے گا' دوسرا آنکھ لے کے پھرے گا' وہ اس کی تلاش میں جائے گا' وہ اس کے سامنے گزرے گا' کبھی بلا کے دیکھ لیا' کبھی پاس جا کے دیکھ لیا' کبھی اُس نے دیکھا' کبھی اِس نے دیکھ لیا' بس ہر صورت میں وہی ملتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص مضمون پیدا کر دیا کہ ہر آدمی کے اندر چہرے کی پسندیدگی کا عمل پیدا کر دیا اور اُدھر چہرہ پیدا کر دیا۔ یہ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دریا پیدا کیے' طغیانی آ جائے تو دریا شہروں کو ڈبو دیتا ہے۔ دریا پیدا کر دیے اور ڈوبنے کے باوجود دریا کے کنارے شہر پیدا کر دیے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ شہر کو دریا ڈبوئے گا لیکن شہر پھر بھی دریا کے کنارے ہوں گے۔

ایک ملک کی کہانی ہے کہ وہاں ڈیم ٹوٹ گیا تو ساتھ والے گاؤں بہہ گئے۔ جب گاؤں والوں کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا سب سے پہلے ڈیم بناؤ کیونکہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے' اس وقت یہ ہماری موت کا باعث ہے لیکن یہی ہماری زندگی کا باعث ہے۔ تو انسان کا عجیب کھیل ہے کہ یہ موت کا باعث ہے اور یہی زندگی کا باعث ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو حسن پیدا کیا ہے اس کے مقابلے میں کچھ اور پیدا کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے یعنی بیت اللہ شریف' اللہ جب یہ کہتا ہے تو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اس کے اندر کسی نے اللہ کو بیٹھا ہوا تو نہیں دیکھا، یہ صرف اس کا حکم ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔ پھر وہ حکم دے دے گا کہ میرے گھر کے اندر آ کے سجدہ کرو۔ جب یہ حکم آ گیا کہ یہ میرا گھر ہے تو پھر سجدہ کرانے والا ادھر رجوع کرائے گا اور پھر یہ بھی کہے گا کہ یہ مرکز ہے۔ یہ اُسے ضرور کہنا چاہیے۔ تو اللہ نے جب اسے بیت اللہ کہا تو پھر رجوع الیٰ بیت اللہ بھی ہوگا اور اس طرح سب کے لیے خانہ کعبہ کی مرکزیت ہو گئی۔ اگر اللہ یہ کہے کہ یہ میرے محبوبؐ ہیں اور مجھے ان سے محبت ہے' ہم ان پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور اگر کسی نے ان کے سامنے آواز اونچی کی تو اس کے اعمال ضائع ہوں گے۔ تو بات اصل میں یہ ہے کہ ہم اپنی شان میں گستاخی برداشت کر سکتے ہیں لیکن محبوب کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ جو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت میں رکھا' اس کی ضرورت کا علاج اس نے خود مہیا فرمایا۔ اب میں بتانا یہ چاہ رہا ہوں کہ یہ کھیل مسافر کا نہیں ہے' کھیل منزل کا ہے۔ کھیل مسافر کا نہیں۔ کھیل کس کا ہے؟ کھیل منزل کا ہے۔ اگر شمس تبریزؒ تلاش کر رہا ہے رومیؒ کو تو اس وقت رومیؒ تو تبریز سے بے نیاز تھا۔ شمس تبریزؒ جب آئے تو انہوں نے رومیؒ سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا چہ دانی تُو اس کو کیا جانے کہ کیا چیز ہے' یہ علم ہوتا ہے جو تم جیسے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا۔ شمس تبریزؒ نے ان کی ساری کتابیں' سارا علم اُٹھا کے پانی میں پھینک دیا۔

مولانا رومؒ بڑے پریشان ہوئے' کہنے لگے میری عمر بھر کی کمائی چلی گئی' میری محنت چلی گئی' میرا علم چلا گیا' میرے علم کا مجموعہ چلا گیا' سارے تذکرے چلے گئے' ساری یادداشتیں چلی گئیں' تو نے میرا سارا کام خراب کر دیا..... جب مولانا رومؒ بہت روئے تو انہوں نے تالاب میں سے ساری کتابیں نکال دیں جو کہ خشک تھیں۔ تب مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے! انہوں نے کہا یہ تو نہیں جان سکتا..... اب آگے آگے تبریزؒ اور پیچھے پیچھے رومیؒ۔ انہوں نے کئی سال کے بعد رومیؒ سے بات کی۔ رومیؒ نے کہا آپ نے اتنے سال بعد مجھ سے بات کی ہے۔ تب شمس تبریزؒ نے کہا کہ تم تو اب کی بات کر رہے ہو میں تمہیں تیس سال سے ڈھونڈ کے اب ملا ہوں' میں تو تمہیں پہلے سے تلاش کر رہا ہوں' تو نے مجھے کیا ڈھونڈنا تھا یہ تو میں تمہیں ملا ہوں..... تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ منزل خود ڈھونڈ کے ملتی ہے۔ اس لیے یہ سوال سائل کا نہیں ہوتا۔ اگر منزل یہ کہہ دے کہ بکنگ ختم ہو گئی ہے تو پھر کام ختم اور منزل یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ اسے ٹکٹ کے بغیر ہی آنے دو۔ تو یہ سارا جلوہ منزل کا اپنا ہے۔ مسافر کا صرف بھرم ہے۔ بابا بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ ؎

کوئی ہور چوبارے وچ بولے

تے اینویں تینوں بھرم پیا

تم ایسے ہی وہم میں پڑ گئے ہو' اصل میں کوئی اور بول رہا ہے ؎

تیرا یار تیرے اندر کولے
تے اینویں تینوں بھرم پیا

تجھے ایسے ہی اندازہ ہو رہا ہے' بات تو کسی اور کی ہے۔ تو اپنے آپ کو تلاش کرنے والا کہہ رہا ہے حالانکہ تو تلاش نہیں کر رہا بلکہ منزل تجھے خود لے کے چلی ہے' تُو سمجھ رہا ہے کہ تُو خود جا کے دریا سے پانی بھر کے لائے گا مگر یہ دریا کی اپنی صفت ہے کہ وہ پیاسوں کو پلاتا رہتا ہے۔ یہ ان کا اپنا پروگرام ہوتا ہے۔ اس لیے اگر تم اپنے پروگرام کو اللہ کے حوالے کر دو، منزل کے حوالے کر دو تو پھر اللہ تعالیٰ دنیا کی خواہش کو بدل کے دین کی خواہش بنا دیتا ہے۔ وہ کبھی دین کی خواہش کو دنیا کی خواہش بنا دیتا تھا اور کبھی خواہش کے بغیر بھی کسی کو دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دے کر ہی رہوں گا' انسان کہتا ہے کہ میں نے نہیں لینا مگر اللہ کہتا ہے کہ میں دے کر رہوں گا' تو جاتا کہاں ہے۔ اور پھر گردن سے پکڑ کر اُسے فقیری دے دیتا ہے۔ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ کہیں اور چلا ہے اور اُسے کچھ اور مل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ یہ دینے والے کا اپنا مضمون ہے۔ اگر آپ طالب کو طلب کے ضمن سے نکال دیں تو یہ مطلوب کی طلب ہے جو کہ طالب بناتی ہے۔ پھر آپ کو یہ بات جلدی سمجھ آئے گی' آپ جسے مطلوب کہتے ہیں' محبوب کہتے ہیں تو محبوب اپنی چاہت کے لیے محبت کو پیدا کرتا رہتا ہے' تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ جو محبّ بن گئے ہیں' طلبِ دنیا کو چھوڑ کر طلبِ مولیٰ میں آ گئے ہیں' یہ اُن کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ مولا کی

مرضی ہے کہ جس کو چاہے طلبِ مولیٰ دے اور جس کو طلب دنیا دے دے۔
آپ بات سمجھ گئے؟ اس لیے یہ فیصلہ اس کا اپنا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں' اس لیے میں نے کائنات کو تخلیق کر دیا۔ کائنات کو اس لیے تخلیق کر دیا کہ اس نے ظاہر ہونا تھا۔ ظاہر ہونے والا اگر مخفی ہو جائے تو پھر آپ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا انکاری بھی اللہ کا اظہار ہے اور اقراری بھی اللہ کا اظہار ہے' ماننے والا بھی اس کا اظہار ہے اور نہ ماننے والا بھی اس کا اظہار ہے۔ اس لیے یہ اس کا کھیل ہے۔ بس اس کا یہ کھیل جاری رہے گا' بلیک اینڈ وائٹ' رات اور دن کے ضمن میں۔ کچھ لوگ ماننے والے ہوں گے اور کچھ نہ ماننے والے ہوں گے' کچھ درمیان میں منافقت میں رہیں گے کہ کبھی مانا اور کبھی نہ مانا۔ ہر باب میں یہی ہوگا' کہیں امیر ہوگا اور کہیں غریب ہوگا' کچھ بہت ایمان والے ہوں گے اور کچھ بہت کفر والے ہوں گے' کچھ درمیان والے ہوں گے یعنی منافق ..... سب کون کرتا ہے؟ خود اللہ تعالیٰ۔ وہ کہتا ہے میں اندھیرے سے روشنی میں داخل کرتا ہوں اور ان کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ جس کا خیال درست ہو گیا وہ کہتا ہے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ اس نے کوئی محنت نہیں کی بلکہ اللہ اسے اندھیرے سے روشنی میں لے آیا اور روشنی اس نے خود ہی عطا فرمائی۔ اور اس کے جو گناہ تھے' جمیع سیئات تھے اس کو اللہ نے خود نیکی بنا دیا۔ اس طرح ساری نیکی ہو گئی۔ بعض اوقات اتفاق سے' جاتے جاتے' اس سے کوئی ایسی نیکی سرزد ہو گئی کہ اس کا

کام بن گیا۔ مثلاً اُسے ایک بڑھیا مل گئی جس سے اس نے نیکی کر دی' بڑھیا نے اسے دعا دے دی کہ جا تجھے اللہ تعالیٰ فقیر بنا دے۔ اس طرح دعا ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو طلب دنیا کی ہے یا طلب دین کی' اس کے اندر آپ فیصلہ نہ کرنا بلکہ فیصلہ منزل پر ہوگا۔ فیصلہ کب ہونا ہے؟ منزل پر..... دنیا کی طلب بُری نہیں ہے اور دین کی طلب کا پتہ نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو' دیکھنا یہ ہے کہ کہاں اختتام ہوگا۔ دعا یہ ہے کہ آپ کی دنیا کی یا دین کی طلب جو ہے' اس کا اختتام جو ہے وہ اللہ کے فضل کے پاس ہونا چاہیے۔ اس لیے وہ طلب بہت ضروری ہے' بہت مبارک ہے جو اللہ خود عطا فرمائے۔ آپ اپنی طلب کا ضرور جائزہ لیا کریں۔ آپ اپنے دل کو ایک کمرہ مان لیں اور اس کے دروازے پر چوکیدار، پہرے دار بن کے بیٹھ جائیں اور اندر داخل ہونے والی خواہش سے سوال کریں کہ تم کون ہو' یہاں دنیا میں ٹھہرنے کی خواہش ہو یا دین کی خواہش ہو۔ اگر تو وہ دنیا کی خواہش ہے تو نیزہ مار کے باہر نکال دو اور دین کی خواہش ہے تو آنے دو۔ اس طرح کمرے یا مکان کے اندر کا جو حال ہے وہاں ''چانن'' ہو جائے گا' سارے کا سارا دین ہو جائے گا۔ اس لیے دل کے دروازے پر دربان بن جاؤ اور اپنی خواہشات کا چہرہ ضرور دیکھو۔ کہیں ایسی خواہشات نہ ہوں جو آپ کی ساری محنتیں ضائع کر جائیں۔ آپ ایسی خواہش رکھیں جس میں آپ کی محنت کسی حوالے سے ہو۔ محنت کے اندر اگر حوالہ نہ ہو تو محنت کوئی شے نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ ہوائی جہاز کا ٹکٹ

لے کے حج کرنے چلے جائیں تو اللہ جلدی مل جائے گا۔ حج تو ارادے کا نام ہے' نیت کا نام اور رجوع کا نام ہے اور اگر آپ کا رجوع اللہ کی طرف ہو گیا تو آپ کا حج شروع ہو گیا۔ حج پیسے کا نام نہیں ہے' ٹکٹ خریدنے کا نام نہیں ہے' ہوائی جہاز میں بیٹھنے کا نام نہیں ہے' وہاں سے ہو آنے کا نام نہیں ہے اور وہاں سے واپس آنے کا نام نہیں ہے۔ حج کس کا نام ہے؟ کہ تیرے دل کے اندر رجوع الی اللہ ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غریب بھی اتنی آسانی سے حج کر سکتا ہے جتنا کہ امیر' بلکہ غریب کا حج بہتر ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا کہ آپ دعا کریں' مجھے بھی عرصہ ہو گیا ہے دعا کرتے ہوئے' میں Apply کرتا ہوں حج کے لیے لیکن میرا نام نہیں نکلتا' دعا کریں کہ میرا نام آ جائے۔ پیر صاحب نے کہا دعا کرو کہ اس کا نام نہ آئے۔ وہ شخص بہت زیادہ رویا اور بولا کہ آپ نے تو اُلٹی دعا مانگ دی ہے' میں جانا چاہتا ہوں اور آپ نے روک دیا ہے۔ اس روتے ہوئے کو پیر صاحب نے بلایا اور کہا کہ بات سن' میں نے سولہ حج کیے ہیں' تو میرے سولہ حج کا ثواب لے لے اور یہ درد مجھے دے دے۔ تو حج نہ کرنے کا جو درد ہے وہ حج کے ثواب سے زیادہ ہے۔ اگر آپ کے دل میں صداقت پیدا ہو جائے تو سارا سفر صداقت ہی صداقت ہے۔ حج پر جانے والے کا ہر قدم ہی حج ہے اگر نیت ہو تو۔ اور اگر نیت نہ ہو تو پھر جانا بھی تکلیف ہے اور آنا بھی تکلیف ہے۔ پھر ایسے ہے جیسے نہ گیا ؎

خرِ عیسیٰ ؑ را بہ مکہ بود

چوں بیاید ہنوز خر باشد

یعنی حضرت عیسیٰ ؑ کا گدھا بھی مکّہ کے سفر پر گیا تھا اور جب واپس آیا تو گدھے کا گدھا ہی تھا۔ تو حج رجوع کی بات ہے۔ اللہ کی طرف جو رجوع کرنا ہوتا ہے یہ انسان خود نہیں کرتا بلکہ یہ بزرگ لوگ ہوتے ہیں جو دنیاوی خواہشوں کے سفر میں اللہ کا رجوع کرادیتے ہیں۔ بلکہ اللہ خود اپنی طرف رجوع کرالیتا ہے۔ یہ اللہ کا اپنا کام ہے' کبھی آپ کو مال دے کے رجوع کراتا ہے' یعنی احسان کے ذریعے اور کبھی مال لے کے رجوع کراتا ہے۔ دونوں طریقے دونوں طرف سے ہیں۔ یعنی کبھی مال دے کے گمراہ کردیتا ہے اور کبھی غریبی دے کے کافر بنادیتا ہے۔ مال اگر مغرور کردے تو کفر ہے اور اگر غریبی ناشکرا بنادے تو یہ بھی کفر ہے۔ اس طرح غریبی بھی عذاب ہے اور مال بھی عذاب ہے اگر وہ خدا سے دور کرے۔ وہ غریبی رحمت ہے جو اللہ کی آگے جھک جائے۔ اگر کوئی غریب ہو اور اللہ کے آگے نہ جھکے' غریب ہو کے سنگ دل ہو تو سب سے بڑا بدقسمت آدمی وہ ہے۔ اور سب سے اچھی قسمت والا وہ ہے جو امیر بھی ہے اور رحم دل بھی ہے۔ وہ بہت اچھا آدمی ہوا کہ دنیاوی دولت بھی ہے اور دینی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھیں۔ طلب کوئی بھی بری نہیں' دنیا کی طلب بھی بری نہیں' جو چیز یہاں ہے حق ہے' باطل تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جارہے ہیں تو یہ

طلب بری نہیں ہے۔طلب حق ہے۔تو بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ سارا کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔اس لیے آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو دنیا بھی اس کی اور دین بھی اس کا۔بس وہ اپنا بنا کے رکھے یہ اس کی مہربانی ہے۔اپنا بنانے کا ثبوت آپ اپنے دل میں کب دیکھیں گے؟ جب آپ کو کچھ حاصل ہو، آپ کے پاس اگر دولت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے تو کیا آپ اس کے نام پر دولت نثار کر سکتے ہیں؟ اگر آپ نثار کر سکتے ہیں تو یہ دولت رحمت ہے اور اگر نہیں کر سکتے تو یہ دولت تکلیف دہ ہے۔آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور جائزہ لیا کریں کہ آپ کسی ایسے دور میں' کیفیت میں داخل نہ ہو جائیں جب آپ کو دنیا چھوڑنا مشکل ہو۔اللہ کے لیے وہ دور چھوڑنے کی ہمت ہونی چاہیے۔ بادشاہ کب تکلیف میں ہوتا ہے؟ جب اس کا حاصل کرنا آسان ہوتا ہے اور چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔لیکن سب چھڑا دیا جاتا ہے۔اس لیے یہ دیکھنا کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے رہیں' دن رات اور صبح شام۔اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی تمنا عطا فرماتا ہے۔اولیائے کرام جو ہیں یہ وہ کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کر رکھے ہیں۔کبھی دنیاوی ضرورت کو دین بنا دیتے ہیں' کبھی خود اس آدمی کی ضرورت بن جاتے ہیں اور اس کو اللہ سے رجوع کرا دیتے ہیں' کبھی اس کو ایسا پیغام دیتے ہیں جو آگے جا کے ہونا ہے مثلاً اُسے بتاتے ہیں کہ آپ کے والد صاحب جو فوت ہو چکے ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کرنا ہے' فلاں جگہ یہ کام ہے۔اس طرح اس کو پیغام مل جاتا ہے۔اس لیے ان بزرگوں

کا بڑا کام ہوتا ہے۔ بزرگوں کو پیدا کرنے والا بھی اللہ اور بزرگوں کی ضرورت پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ نہ بزرگ کوئی شے ہے اور نہ Follower' یہ سارا اللہ کا اپنا کام ہے' کبھی اللہ کسی کو بزرگ بنا دیتا ہے اور کسی کو Follower بنا دیتا ہے' کھیل اس کے اپنے ہیں۔ آپ اللہ کی طرف رجوع رکھیں' سب کھیل سمجھ میں آ جائے گا۔

اب آپ اور سوال کریں ..... پوچھیں۔ آپ لوگ بولیں.....

چوہدری صاحب بولیں.....

سوال:-

اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوتا ہے؟

جواب:-

اللہ تعالیٰ کا انعام ایک لفظ میں تو نہیں بتایا جا سکتا۔ آپ اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا انعام یہ ہے کہ وہ انعام اس انسان کو اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب لے آئے گا۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب لاتی ہے وہ چیز اللہ کا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان غریبی بھی ہو سکتی ہے' دولت بھی ہو سکتی ہے لیکن حضور پاک ﷺ کے قریب لانے والی چیز جو ہے یہ احسان ہے اور حضور پاک ﷺ سے دور لے جانے والی چیز ایک عذاب ہے۔ یہ چیز واضح ہو چکی ہے کہ اللہ کا احسان یہ ہے کہ وہ شخص حضور پاک ﷺ کے کتنا قریب ہے۔ تو جو قریب ہیں ان پر اللہ کا احسان ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ یہ لوگ

''انعمت علیہم'' والے ہیں جو کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت میں چل رہے ہیں یا کہ چلائے جا رہے ہیں۔ چلنا بھی اس آدمی کا اپنا عمل نہیں ہے' یہ بھی اللہ کے کام ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی آدمی محبت کر سکتا ہے' یہ محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے ورنہ یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اور سوال بولیں..... صوفی صاحب آپ بولیں..... پوچھیں.....

سوال:-

اس محبت میں انسان کو یکسوئی کیسے ہو؟

جواب:-

اس کے لیے یہ کہتے ہیں کہ موت سے پہلے موت آ جائے' پھر زندگی اور زندگی کی ضروریات' شرعی ضروریات سے بھی انسان غافل ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ایک محبت کے خیال میں چل رہا ہوتا ہے اور اس سے آگے اُسے کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہو گا اور کیا نہیں ہو گا۔ وہ عبادت بھی کرتا ہے تو ہوش سے بیگانہ ہوتا ہے۔ وہ جیسے مر چکا ہوتا ہے۔ اور مرنے کے بعد جو اٹھا وہ اس خیال سے اٹھا۔ پھر اُسے زندگی کی ضرورت اور طرح سے نظر آئے گی' وہ ویسے نظر نہیں آئے گی جیسے ہوتی ہے۔ یہ آپ یاد کر لیں کہ اس طرح کی حالت ہوتی ہے وگرنہ اس کا طریقہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ یہ جو محبت ہے انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور یہ ان کی اپنی مہربانی ہے۔ اس لیے اس کا فارمولا بھی آپ دریافت نہیں کر سکتے۔ اس میں ضروری بات یہ

ہے کہ جن لوگوں سے آپ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے کوئی Relation یا تعلق بناتے ہیں' ان لوگوں کے قریب ہونے کی کوشش کریں۔ ان کے پاس پھر یہ توجہ لینے کا کوئی نہ کوئی نسخہ ضرور ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو بھی آپ نے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے اپنے سفر کا ساتھی بنایا یا بزرگ بنایا' ان لوگوں کے قریب رہنا چاہیے۔ اور یہ محبت جو ہے یہ حاصل کرنے والے ایک کام ضرور کرتے ہیں کہ رات کو ضرور جاگتے ہیں اور ان کے لیے رات کا جاگنا فرض ہوتا ہے۔ نصف شب ہو' نصف سے ذرا کم ہو یا زیادہ ہو' لیکن اس محبت کی خاطر جاگنا ضروری ہے قم اللیل الا قلیلا۔ اور پھر اس محبت کے جلوے آشکار ہوتے ہیں۔ رات کا جاگنا' تہجد ان کے لیے فرض ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے محبت کرنے والوں کو دنیا میں' زندگی میں اور زندگی کے بعد' نمایاں کر رکھا ہے۔ جب کوئی بزرگ اپنے وصال کے بعد' انتقال کے بعد چلے گئے اور ان کے قبر پر گنبد ہو اور ان کے آستانے پر مسجد ضرور ہو' نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو' لوگ ادب سے وہاں جاتے ہوں' قرآن خوانی ہوتی ہو' تو اس بزرگ کے بارے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے قریب ہے۔ اس بزرگ کے بارے میں آپ یہ سمجھیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے ان کے پاس کوئی راستہ ہے۔ تو وہاں آپ ادب کے ساتھ جائیں۔ ہر شہر میں ایسا کوئی نہ کوئی بزرگ مل جائے گا۔ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں' ادب کے ساتھ جائیں تو کوئی نہ کوئی راستہ مل

جائے گا۔ جولوگ اللہ کے حبیب ﷺ اور دین کے نام پر نثار ہو گئے' قربان ہو گئے' شہید ہو گئے' ان کی بھی یاد' یادداشت آپ کو کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ تو آپ تقرب اختیار کریں ..... تو آپ کو اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد عطا ہوتی ہے' شہید سے عطا ہوتی ہے اور شہیدِ محبت سے بھی عطا ہوتی ہے۔ شہید تو Actual شہید ہو گیا اور ظاہر ہو گیا اور جو محبت میں گم ہو گیا وہ بھی اس محبت کا شہید ہے' مثلاً جس طرح لال شہباز قلندرؒ ایک نام ہے' ایک واقعہ ہے' آپ وہاں جائیں اور اسی طرح شرف بوعلی پانی پتیؒ ایک نام ہے' میاں صاحب شیر محمدؒ شرقپور شریف' داتا صاحبؒ' میاں میر صاحبؒ ..... یہ سارے ظاہر واقعات ہیں اور ادب کے ساتھ ان کا ایک گلدستہ کھلا ہوا ہے۔ تو آپ وہاں ادب کے ساتھ جائیں' حضور پاک ﷺ کی محبت کے لیے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے گا اور ان کی یاد توجہ کے ساتھ مل جائے گی۔ بہر حال یہ یاد جو ہے یہ عطا ہوتی ہے' کسی نگاہ سے یہ عطا ہوتی ہے' خود بخود ہی ہوتی ہے۔ وہ آدمی جو حضور پاک ﷺ کی محبت کو تلاش کرنے کی خواہش کرے اور دنیاوی ضرورتوں کی خواہش بھی رکھے تو اس کے لیے مشکل ہو جاتی ہے۔ اس خواہش کے ساتھ آپ کوئی اور خواہش رکھ نہیں سکتے۔ کوئی اور خواہش نہ رکھی تو یہ محبت مل جائے گی' اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو' اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ درود شریف اس کی کلید ہے۔ پھر وہ مل جاتا ہے۔ آپ کو یہیں کہیں نہ کہیں مل جائے گا۔ جس نے کبھی حضور پاک ﷺ کے دیکھنے والے

کو دیکھا' اس نے دیکھنے والے کو دیکھا تو من رآنی فقد رآ اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ اور جس نے آپؐ کے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے گویا آپؐ کو دیکھا۔ اس طرح آپ کو کئی آدمی مل جائیں گے جو سینہ بہ سینہ دیکھتے چلے آ رہے ہیں' وقتاً فوقتاً۔ دیکھنے والی کوئی آنکھ مل جائے تو پھر دیدار کی صورت نکل آتی ہے۔ بہرحال آپ درود شریف کثرت سے پڑھو' تنہا بیٹھو' رات کو جاگو اور اللہ تعالیٰ سے اور کوئی سوال نہ کرو' صرف یہ کہو کہ یا اللہ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ پھر یہ عطا ہو جائے گی۔

اور سوال پوچھو..... کچھ نہ کچھ بولو..... یہ اچھا ہوتا ہے.....

سوال:-

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سا علم جو ہے وہ صحیح ہے؟

جواب:-

دیکھو یہ بڑے غور والی بات ہے کہ کسی زمانے میں پرانے زمانے کے لوگوں کے عمل کے ریکارڈ کو علم کہتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ سے سکندر اعظم کا قافلہ گزرا۔ یہ اس کا عمل تھا اور آپکا علم بن گیا۔ اسی طرح جب یہ کہتے ہیں کہ یہاں دارا رہتا تھا' یہاں پورس رہتا تھا' یہاں سے ہاتھی گزرے اور سکندر اعظم سے جنگ ہوئی' یہ پانی پت ہے..... تو یہ سارا عمل ہے اور عمل کا ریکارڈ ہے۔ مثلاً سقراط نے یہ بات کہی تھی' تو یہ اس کا عمل ہے اور ہمارا علم بن گیا ہے۔ تو یہ جو علم ہے یہ کسی عمل کا ریکارڈ ہے۔ عمل کے ریکارڈ کو اگر علم کہا جائے تو یہ علم تو ہو گا مگر

آپ کے مطلب کی بات نہیں ہوگی کیونکہ آپ نے اس علم کی تلاش کرنی ہے جو آپ کو عمل دے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا' مثلاً یہاں پر بنی اسرائیل گمراہ ہوئی تو تم اب یہ کام نہ کرو بلکہ اب تم یوں کرو۔ تو ساتھ ہی ایک عمل کی بات بتادی گئی۔ اسی طرح اللہ نے مکڑی کے جالے کی بات کی۔ یہ جالا کمزور ترین مکان ہے لیکن قوی ترین دلیل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ مقام غور ہے یا مقام عمل ہے۔ یہ اللہ کا علم ہے جو اللہ نے عطا فرمایا۔ آپ سارا قرآن پڑھتے جائیں تو عمل کے بغیر یہ علم سمجھ نہیں آئے گا۔ ذلک الکتب لا ریب فیہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ھدی للمتقین اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ کا کام کریں۔ تو اللہ کا علم ایسا ہے کہ فوراً عمل پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے عمل کو آپ علم کہیں' اصل میں انسان کچھ بھی نہیں جانتا' انسان صرف وہ جانتا ہے جو وہ عمل کر رہا ہے۔ اس نے باقی علم تو پہلے ہی چھوڑ دیا' ایک علم رہ گیا ہے اور وہ ہے عمل والا' اب اس کو اپنا علم کہتا ہے اور اسی کو اپنا عمل کہتا ہے اور باقی صرف باتیں ہیں۔ اس لیے وہ علم جو عمل میں آیا وہ آپ کا علم ہے۔ اس لیے آپ ایک علم رکھتے ہیں جو کہ آپ کا عمل ہے۔ تو آپ اپنے عمل کو ہی علم کہیں اور علم کو عمل کی طرف لے جائیں۔ اگر عمل' عمل کے تابع ہو گیا تو یقیناً علم' علم کے ساتھ مل جائے گا اور پھر اپنا اپنوں میں جا ملے گا۔ یہ سب کیسے ہوگا؟ عمل کے ساتھ۔ باقی لوگوں کے عمل کے جو ریکارڈ ہیں وہ تو اللہ کی دنیا کی رونقیں ہیں کہ

اُس نے یہ کہا' اس نے یہ کہا۔ اسی طرح اسلامی تاریخ ہے' کہ ایک بزرگ نے یہ کہا' دوسرے نے یہ کہا' کسی نے کوئی خط لکھا..... آپ یہ نہ کرنا کہ نماز کا وقت ہو اور آپ صرف نماز کے متعلق کتابیں پڑھتے جائیں۔ کون سی چیز ضروری ہے؟ پہلے نماز پڑھی جائے اور کتابوں کو رہنے دیا جائے' نماز پر کتابیں نہ لکھنا' باب الصلوٰۃ تیار نہ کرنا' یہ نہ کہنا کہ ایسی کتاب انقلاب پیدا کر دے گی..... انقلاب کو رہنے دو اور پہلے نماز پڑھ لو۔ تو یہاں پر انسان گمراہی کر جاتا ہے۔ انسان عمل کی پیروی میں عمل کر جائے تو پھر باقی کا سارا علم آسان ہو جائے گا۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں والدین کے حقوق پر کتاب لکھ رہا ہوں اور خود اس کے لیے کچھ نہیں کرتا' تو اُسے چاہیے کہ بوڑھی ماں کو چائے پلا دے۔ تو ماں کو وقت پر چائے پلا دینا اور والدین کے حقوق پر کتابیں نہ لکھنا۔ آپ کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس زندگی میں' اس کائنات میں سب نے چلے جانا ہے' رخصت ہو جانا ہے' اس کائنات میں اپنی زندگی کے دوران کوئی ایسا علم تلاش کرنا جو عمل بن جائے۔ بس یہ تلاش کرتے جانا کہ راستے میں کیا کرنا ہے اور عمل کی کوئی نہ کوئی صورت ڈھونڈتے جانا' یہ کام کر لیا جائے' وہ کام کر لیا جائے' یہ نیکی یوں کر دی جائے' ایسا فائدہ ہو جائے گا ..... تو عمل کو آپ علم کہیں' جو عمل میں نہ آیا اُس کو آپ علم نہ کہیں۔ اس طرح آپ کو بہت آسانی مل جائے گی۔ تو علم کیا ہے؟ جو بات عمل میں آ جائے۔

اور سوال پوچھو..... بولو..... کوئی بھی بات ہو تو.....

یہ اس زمانے کی ٹریجڈی ہے کہ نہ آپ کسی کو بچا سکتے ہیں' نہ کسی کو Change کر سکتے ہیں' شیر گرجتا ہی رہے گا' یہ اس کی فطرت ہے' وہ گوشت بھی کھائے گا' گھوڑے ویسے ہی بولتے رہیں گے جیسے بولتے ہیں' ہنہناتے رہیں گے اور گھاس کھاتے رہیں گے..... آپ کر کچھ نہیں سکتے۔ Total کائنات کو آپ Change نہیں کر سکتے' سورج نکلے گا اور ڈوبے گا Permanently۔ جو کام آپ کر نہیں سکتے اُسے کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ سورج مشرق سے نکلے گا اور مغرب میں ڈوبے گا۔ اگر کوئی سورج کو مغرب سے نکال لایا تو یہ اس کا عمل ہوگا اور آپ کا عمل نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کا عمل ہے یا خدا والوں کا عمل ہے۔ تو آپ سورج کے مشرق سے نکلنے اور مغرب میں ڈوبنے میں دخل نہیں دے سکتے۔ نظامِ کائنات جو ہے وہ As it is چلتا جائے گا' شمس و قمر' شجر و حجر' زمین و آسمان' دریا اور پہاڑ سب ایسے ہی رہیں گے' بلبلیں گانے گاتی رہیں گی' زخمی ہوں گی تب بھی گانا گائیں گی' یہ ان کا مزاج ہے' ہر سال بہار آئے گی اور بہار میں پھول کھلیں گے' ہر سال رونقیں ہوں گی' زمین پہ' بازاروں میں رونقیں رہیں گی' بندے رہیں گے لیکن آشنا نہیں رہیں گے۔ آشنا رخصت ہو جاتے ہیں۔ کبھی آپ اپنے سنگ کے لوگوں کو گننا شروع کر دیں تو میرا خیال ہے کہ جتنے ساتھی موجود ہیں اس سے زیادہ چلے گئے ہیں۔ تو وہ لوگ چلے گئے' کہیں نہ کہیں نکل گئے' تو یہ واقعہ ہوگا۔ اگر آپ دیہات والوں کو یہ کہیں کہ آپ لوگوں کو فی کس پانچ ہزار روپے دیں گے اور

آپ لوگ شہر میں آ کے رہو تو کبھی بھی سارے نہیں رہیں گے۔ وہ وہاں آسودہ حال ہیں اور وہیں رہیں گے۔ شہر والے شہر میں رہیں گے جیسے رہ رہے ہیں۔ اِکّا دُکّا کوئی گاؤں والا شہر میں آ جائے گا اور شہر والا گاؤں میں جائے گا لیکن مجموعی طور پر آبادی وہیں کی وہیں رہے گی۔ دریا رواں رہے گا اور سمندر میں جا کے ملے گا۔ آپ نے اپنی زندگی میں دین کو مان لیا ہے' اس طرح بات آسان ہوگئی ہے کہ آپ ایک دین میں آ گئے' اب یہاں نصیحت کا وقت آ گیا کیونکہ آپ دین میں داخل ہو گئے۔ اس دین میں' اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ کسی مسلمان پر تنقید نہ کرنا۔ یہ نصیحت نمبر ون ہے۔ یہ قبول کرنے والے کی مرضی ہے کہ وہ کیا قبول کرتا ہے۔ اب اسلام میں داخل ہونے کے بعد علم الاسلام نہ پڑھنا..... یہ میں آپ کے کان میں بات کر رہا ہوں' کسی کو نہ بتانا' کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ پھر کیا کرنا؟ اسلام کا عمل کرنا۔ اسلام کا عمل یہ ہے کہ جو کمائی کرتے جا رہے ہو وہ کمائی کرتے جاؤ' کمائی کرتے رہنا اور کمائی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ یہ بڑی بات ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کرنا بڑی بات ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ اس میں پوری زندگی لگتی ہے۔ پڑوسی کے حقوق کا خیال کرنا پوری عملی زندگی ہے۔ آپنے بزرگوں کا احترام اور بچوں سے شفقت عملی زندگی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حکم کیے ہیں وہ پورے کرنا عملی زندگی ہے۔ مسلمان کے پاس تو علم کو علم کے طور پر پڑھنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ اس لیے آپ عمل والے مسلمان بنیں' علم والے نہ بننا کہ کتابیں لکھتے جاؤ

اور کتابیں پڑھتے جاؤ..... مسلمان عمل کا نام ہے۔ آپ عمل کرتے جائیں۔ جس سے آپ خفا ہیں اسے راضی کرلو اور جو آپ سے خفا ہے اُسے بھی راضی کر لو۔ ایک دوسرے کو معاف کردو۔ جس کو آپ مانتے ہیں اس بزرگ سے اس کا علم نہ لو بلکہ اس کا عمل مانگو ایسا عمل جو آپ کے عمل میں اُتر جائے۔ علم کے طور پر عمل نہ مانگنا۔ صرف یہ نہ کہنا کہ ہمارے بزرگ نے تو کمال ہی کردیا کہ یہ کام کردیا..... کیا اس عمل میں سے آپ کے عمل میں کوئی فرق آیا۔ اگر اُن کا کوئی عمل آپ میں نہیں اترا تو پھر کیا فائدہ۔ تو آپ وہ عمل اتاریں جو کہ آپ بیان کررہے ہیں۔ اگر آپ کو پھول نظر آتے ہیں تو انہیں اتارلیں' لکیر لیں اور کہیں کہ میں نے یہ بات اپنے بزرگ سے سیکھی ہے اور یہ میں نے اپنے عمل میں اُتاری ہے۔ اب آپ یہ نہ کہنا کہ ہمارے بزرگ کا اتنا بڑا عمل ہے کہ میں تو وہ کر نہیں سکتا۔ اگر آپ وہ نہیں کرسکتے تو ان کی محبت کے علاوہ کوئی اور محبت نہ کرنا۔ اگر آپ اس محبت میں گم ہوگئے تو گم ہونے والے میں ان کا کوئی نہ کوئی عمل اُتر آتا ہے۔ کیونکہ گم ہونے کے بعد تو وہ عمل ملتا ہے۔ آپ تمام چشتی اور قادری لوگ مولا علیؑ کو مانتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے بوعلیؒ یعنی شرف۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا صفت ہے؟ انہوں نے کہا محبت کا رجوع ہے۔ رجوع سے حاصل کیا ہورہا ہے؟ بوئے علیؑ یعنی کہ اصل میں علیؑ کی خوشبو۔ ان کا اتنا قرب ہوگیا وہ اپنی ذات میں ایک نایاب شے ہوگئے۔ تو اتنا رجوع ہوا کہ ان میں وہ خوشبو آگئی' وہ واقعہ ہوگیا۔ اسی طرح جو بھی اپنے بزرگ کے

خیال میں جتنا گم ہو گیا اس بزرگ کی یاد اس پر اتنی نازل ہو گئی کہ اس میں ویسا عمل اُتر گیا۔ تو یہ خوشبو آ جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کون ہے۔ یا تو آپ کو اپنے بزرگوں کی اتنی محبت عطا ہو جائے کہ ان کا عمل خود بخود ہی نازل ہونا شروع ہو جائے یا ان کو دیکھ کے آپ اپنے آپ میں کوئی عمل نازل کر لیں' یا پھر پوچھ کے کچھ کر لو کہ میں یہ کام Permanently آپ کے حکم کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں گے کہ یہ کام کرتے جاؤ۔ تو آپ وہ کرتے جائیں۔ اس میں فیض ہو جائے گا۔ تو آپ عمل اتاریں۔ پھر کوئی نہ کوئی خاص واقعہ ہو جائے گا۔ یہاں پر یہ غور کریں کہ جتنے ہمارے بزرگانِ دین ہیں' سب کا مزاج الگ الگ ہے' سب کا شعبہ الگ الگ ہے' ظاہر الگ الگ ہے' دین ایک ہے لیکن ظاہر الگ الگ ہے' کوئی لنگوٹ باندھ کے بیٹھا ہے' کوئی شریعت میں مصفا ہو کے بیٹھا ہے' کوئی کسی اور انگ میں بیٹھا ہے..... اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ ہر رنگ میں اللہ تعالیٰ نے ایک رونق لگائی ہے۔ آپ کسی ایک رنگ میں ڈھل کے دیکھیں گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ یہ قصہ کیا ہے۔ میں نصیحت یہ کر رہا ہوں کہ ان لوگوں میں سے کسی پر تنقید نہ کرنا۔ یہ سارے رنگ اس کے اپنے ہیں اور ہر رنگ میں وہ آپ خود کھیلتا ہے اور رونق لگائی ہوئی ہے۔ جب تک آپ کے پاس کوئی اپنا رنگ نہ ہو آپ کسی رنگ پر تنقید نہ کرنا۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ کو اپنے ماں باپ کبھی مزار کی شکل میں مل جائیں تو ان کے مزار سے فیض لے لو' ان کو آپ باقاعدہ

استحقاق جتا سکتے ہیں جس طرح آپ بزرگانِ دین سے کہتے ہیں۔ان کا رابطہ ہوتا ہے۔مسلمانوں کے ماں باپ سے رابطہ ہوسکتا ہے'ان سے رابطہ جلدی مل جاتا ہے۔اپنے خاندان کا آدمی ہوتو رابطہ جلد ہوسکتا ہے'بات آسان ہوجاتی ہے۔آپ یہ سمجھیں کہ گزرے ہوئے انسان کی ولایت آپ کا حسنِ خیال ہے۔والدین کوضرور حسنِ خیال میں رکھو۔پھر آپ کو بات مل جائے گی۔یہ جو راز میں نے آپ کو بتا دیا ہے اس سے آپ کو آسانی ہو جائے گی۔میں پھر دُہراتا ہوں' والدین وصال کے بعد اپنی اولاد کے لیے اولیاء ہیں۔اور یہ پکی بات ہے !اس کو یاد رکھنا۔وہ شخص جو اپنے والدین کے مزار پر نہیں جاتا بلکہ کسی اور مزار پر جاتا ہے تو یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص رنگ دیتا ہے کہ تم اپنی اولادوں اور آنے والی نسلوں کو اثر دے دو۔یہ ان کی ولایت ہے۔اللہ ان کو اولادوں کے لیے ولایت کا رنگ دیتا ہے۔پھر بزرگانِ دین کے پاس کیا ہوتا ہے؟ ان کو ہمہ حال سب لوگوں کے لیے ملتا ہے' جو آیا اس کے لیے فیض ہوتا ہے'فیضِ عام ہوتا ہے۔گنج بخشِ فیضِ عالم اُن کا نام ہے۔ اولاد کے لیے ماں باپ جو ہیں ان کو فیضِ خاص ملتا ہے۔تو اپنے بزرگوں کے مزاروں کی طرف رجوع کرنا بڑا ضروری ہے۔بس پھر آپ کو بہت آسانی کے ساتھ بات سمجھ آ جائے گی۔

تو علم کیا ہے؟ جو عمل میں آ گیا.....

ہاں اب اور پوچھو ..... حافظ صاحب پوچھیں..... بولیں.....کوئی

بات پوچھ لو.....

سوال:-

ایک مرتبہ میں نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد مرحوم سے رابطہ کیا تو میرا کام ہو گیا تھا۔

جواب:-

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ یہ نیک لوگ ہوتے ہیں' فیض دینے والے' اصلاح کرنے والے' ٹریننگ دینے والے' روحانیت سکھانے والے۔ کچھ بزرگوں کے آستانے بھی بنے ہوتے ہیں' وہ قطب بھی ہوتے ہیں' قطبِ ارشاد بھی ہوتے ہیں' اپنی جگہ پر کھڑے رہنے والے' قائم رہنے والے بھی ہوتے ہیں' پھر وہ بات کرتے ہیں اور بات آگے سے آگے نکل جاتی ہے اور کام بنتا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں کچھ انسان ایسے مقرر کر رکھے ہیں جن کا نام ہے صاحبانِ خدمت' وہ گم صُم ہوتے ہیں' نظر بھی نہیں آتے' کبھی آپ کو بہت تکلیف ہو اور آپ اللہ کی طرف رجوع کریں تو کوئی بندہ اس تکلیف کا مداوا بن کے آ جائے گا' علاج کر کے چلا جائے گا اور پھر کبھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ صاحبانِ خدمت جو ہیں یہ ہر وقت مامور رہتے ہیں۔ تو ان کا نام صاحبانِ خدمت ہے۔ ان میں سے کچھ چھوٹے چھوٹے کمروں میں بیٹھے ہوتے ہیں' کوئی چیز لے کے بیٹھے ہوتے ہیں' کسی کو نمک دم کر کے دے دیا' کسی کو کچھ کر دیا' کسی کو کہا کہ وظیفہ کر لو۔ تو یہ صاحبانِ خدمت ہوتے

ہیں۔اُن لوگوں کا کام ہے کہ دکھی انسانیت کی خدمت کریں اوران کی خدمت ہوتی ہے بغیر کسی دین کے تقاضے کے۔جو بھی دکھی انسان آئے گا اس کی خدمت کرتے ہیں۔تو یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں۔کچھ ایسے بندے ہیں جو ویسے تو گم رہتے ہیں مگر جب خاص طور پکارا جائے تو وہ آ جاتے ہیں' وہ غیب کے اندر رہتے ہیں' حاضر اور موجود نہیں رہتے' وہ صرف آپ کی اس پکار یا فریاد پر آتے ہیں جب آپ کو دینی سطح پر کوئی زیادہ تکلیف ہو۔پھر ہی وہ آتے ہیں۔صحرا میں جب راستہ بھول جائے اور انہیں پکارا جائے تو وہ آ کے راستہ دکھا جاتے ہیں کہ ادھر سے چلے جاؤ' سب ٹھیک ہو جائے گا۔پہاڑی کا راستہ گم ہو جائے' زندگی کا راستہ گم ہو جائے' بعض اوقات جب انسان فیصلہ نہ کر سکتا ہو اور وقت تھوڑا ہو اور پکارے تو وہ آ کے فیصلہ کرا دیتے ہیں۔ایسا ہوتا ہے! یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔اس لیے آپ یقین رکھیں اور دعا کریں۔اللہ تعالیٰ نے سارے فیصلے کر رکھے ہیں' صرف آپ نے دیکھنا ہے۔زندگی کے پیدا ہونے کے عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور اب آپ یہ سمجھ لیں کہ موت بھی آ رہی ہے۔کوئی بھی پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ موت پیدا نہ ہو۔ساتھ ساتھ یہ وقت مقرر ہو گیا ہے اور یہ سارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ابھی آپ نے اپنی موت نہیں دیکھی۔کچھ عرصہ بعد یہ واقعہ بھی ہو جائے گا۔اس لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ جو آتا ہے وہ دیکھتے جاؤ' یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔اس کی طرف رجوع رکھو۔اس طرح اصلاح بھی ہو جائے گی اور دوسرے

واقعات بھی ہو جائیں گے۔ پھر آپ جو چیز چھوڑ نہیں سکتے کل وہ خود چھوڑ دیں گے۔ جب آپ کو کہا گیا تھا کہ کھانا کم کھایا کرو تو آپ نے کہا کم کھانا بہت مشکل ہے۔ آج پوچھا کہ کھانا کم کیوں کھایا تو آپ نے کہا کہ معدہ کام نہیں کر رہا۔ تو کھانا خود بخود ہی کم ہو جائے گا۔ پھر پوچھا کہ تم زیادہ پیسہ نہیں کما رہے تو اس نے کہا کہ پیسہ نہ مجھے موت سے بچا سکتا ہے' نہ پیسہ عزت دے سکتا ہے' بچہ بیمار ہو تو پیسہ نہیں بچا سکتا بلکہ اللہ کا فضل ہی بچا سکتا ہے۔ تو پیسہ ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ یہ آپ کی انا ہے۔ امیر آدمی نہ بیماری سے محفوظ ہوتا ہے' نہ بدنامی سے محفوظ ہوتا ہے' نہ موت سے محفوظ ہوتا ہے..... تو پیسہ کیا کرتا ہے؟ تو بات اتنی ساری ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ کا فضل ہو جائے تو پھر آپ کو ساری بات سمجھ آ جائے گی۔ آپ اللہ کی طرف رجوع رکھیں' بزرگوں سے عمل مانگیں اور دعا کریں کہ کسی بزرگ کا کوئی عمل آپ کو مل جائے' اس پہ راضی ہو کے آپ محنت کرتے جائیں۔ وہ ایک عمل ہی آپ کو بزرگ کے ساتھ ملا دے گا۔ اس طرح وصال کی راہ پیدا ہو جائے گی۔ تو آپ دعا کرتے جائیں' کرتے جائیں اور رجوع کرتے جائیں۔ باقی یہ کہ زندگی کا سارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو مسلمان پیدا کیا تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر مہربان ہے۔ وہ کافروں کو بھی پیدا کرتا ہے جنہیں پتہ نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ تو اللہ آپ پر بڑا مہربان ہے۔ یعنی کہ وہ اللہ جو چھپکلی کو پیدا کرتا ہے' ریچھ کو پیدا کرتا ہے اور مگرمچھ کو پیدا کرتا ہے'

اسی اللہ نے آپ کو انسان بنایا۔ یعنی کہ اللہ مہربانی کی طرف مائل ہے۔ اور جس نے انسانوں میں کافر پیدا کیے اس نے آپ کو مومن پیدا کر دیا۔ تو آپ شکر تو کرو۔ اب اللہ آپ کی طرف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت آپ کو عطا کر دی' اُن کی امت میں سے پیدا کر دیا۔ تو اللہ آپ کی طرف ہے۔ آپ کے لیے تو بنا بنایا کھیل ہے اور آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے جا رہے ہیں۔ سارا کچھ تو اس نے دے دیا ہے آپ کو۔ جس نے اپنا محبوبؐ آپ کو عطا کر دیا ہے اُس نے اپنے پاس کیا رکھنا ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا انتظار کرو۔ یا تو آپ نے اسلام کمایا ہو۔ مگر اسلام بھی آپ کو عطا ہوا' انسان بھی آپ پیدائشی ہو گئے' اور ہر شے آپ کو عطا ہو رہی ہے' تو وہ راستے بھی آپ کو عطا ہوں گے بلکہ ہر شے عطا ہو گی۔ اب آپ انتظار کریں۔ سب سے اچھا عمل اچھے انتظار کا نام ہے' حسنِ انتظار ہی حسنِ عمل ہے۔ بس Wait کرو اور دیکھو کہ کیا ہونے والا ہے۔

مشکل تو نہیں ان موجوں میں
بہتا ہوا ساحل آ جائے

اللہ خود کہتا ہے کہ اگر خزاں کے زمانے آئیں تو مایوس نہ ہونا' انتظار کرنا، ایک شام ایسی ہوا چلاؤں گا کہ صبح بہار ہوئی پڑی ہو گی' خشک ٹہنیوں سے پھول نکل آئیں گے۔ یہی تو اللہ کرتا ہے' وہ کام ہی یہی کرتا ہے کہ خزاؤں سے بہاریں پیدا کرتا رہتا ہے۔ آپ کو بہاریں دکھائیں اور رونقیں دکھائیں۔

آپ خودکاری گری نہ کرنا.....

وماعلینا الا البلاغ.....دعا کرو اللہ تعالی آپ سب لوگوں کو اپنے فضل میں رکھے اپنی رحمت میں رکھے.....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ محمدوالہٖ واصحابہٖ اجمعین امین برحمتک یاارحم الراحمین.



۱ یہ جو دنیا میں ہمیں ظلم نظر آتا ہے یہ حقیقت میں کیا ہے؟

۲ بات تو آپ نے صحیح فرمائی۔ لیکن جب انسان پر گزرتی ہے تو بڑی دِقت ہوتی ہے؟

۳ دل کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی، کبھی تو عذاب اور تکلیف کی آیات پر کوئی رقت طاری نہیں ہوتی اور کبھی عام آیات پہ آنسو نکلنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۴ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا ذکر انعام ہوتا ہے، کیا وہ ہم جیسوں کو میسر آ سکتا ہے؟

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی میں کوئی واقعہ فطرت کی طرف سے ہے یا ہمارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے؟

۶ ہم جاگتے میں جو خواب دیکھتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں.....

۷ یہ کشمیر کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے تو پاکستان کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟

سوال:-

یہ جو دنیا میں ہمیں ظلم نظر آتا ہے یہ حقیقت میں کیا ہے؟

جواب:-

سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ ایک زندگی' جو زندہ رہ کر چل رہی ہے' وہ زندگی ہے اور اس کے اوپر موت کو کھڑا کر دیا جائے جو زندگی کو کاٹ دے۔ یہ دیکھنے میں ظلم ہے' کہ بندہ زندہ ہے' چل پھر رہا ہے' زندگی کے اندر خوش ہے اور اس کے بچوں کو بھی اس کی ضرورت ہے' اس کے ماں باپ کو بھی اس کی آرزو ہے' دوست یاروں کے اندر بھی بڑا Respected ہے' اور بظاہر بڑا Important آدمی ہے اور اس کی زندگی پر موت کی تلوار گری' جس نے زندگی کو کاٹ دیا ہے۔ تو بظاہر یہ ظلم لگتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ یہ جو دنیا میں بظاہر ظلم نظر آتا ہے یہ کیا ہے؟ زندگی جو چل رہی ہے اس چلتی ہوئی زندگی کو روکنے والی ایجنسی زندگی کی تمنا کرنے والوں کو ظلم معلوم ہوگی۔ جن کے پاس

زندگی کی تمنا ہے وہ کہیں گے کہ یہ دیکھو بڑا ظلم ہو گیا' بندہ ہی مر گیا۔ خوش رہنے والے کو اگر غم مل جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ ظلم ہو گیا۔ اور اس کی ماہیت یہ ہے کہ اگر آپ اسے Physical level پر سوچو تو اگر دنیا میں موت نہ آئے تو لوگ ویسے ہی مرنا شروع ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر تو یہاں رہنے کی جگہ ہی کوئی نہ رہے گی' بندہ بندے کو کھانے لگ جائے گا۔ اور اگر قبرستان ہی پھیلنا شروع ہو جائیں تو نظام عالم بھی ختم ہو جائے۔ شکر ہے کہ ایک قبر کے اندر بہت سارے مردے دفن ہو جاتے ہیں ورنہ تو جگہ نہ رہے۔ تو یہ جو ظلم نظر آ رہا ہے' اگر سوچا جائے' اگر زندگی دینے والے سے پوچھا جائے کیونکہ ہمارے عقیدے اور اصل عقیدے کے اندر یہی بات ہے کہ زندگی بنانے والی کوئی ذات ہے اور اس ذات کا نام For the sake of definite death ''اللہ'' رکھا ہوا ہے اور اللہ زندگی کا خالق ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ ہم نے زندگی اور موت کو خلق کیا یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ عمل کیا کرتے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ کہ خالق جو ہے اس نے جیسے زندگی کو پیدا فرمایا' اس نے اسی طرح موت کو پیدا فرمایا' اب موت اپنا عمل کر رہی ہے' زندگی اپنا عمل کر رہی ہے' لہٰذا ظلم کچھ بھی نہیں ہے! تو ظلم جو ہے یہ تمہارے احساس ہی کا نام ہے یعنی کہ آپ ذرا غور کرو تو اگر موت نہ ہو تو کیا کیا دقتیں ہو جائیں؟ پیدا کرنے والے کی منشاء ہے زندگی اور موت' کل نفس ذائقة

الـمـوت آپ کے سامنے ایک مشاہدہ ہے کہ درخت پیدا ہوتا ہے بیج سے' پودے سے' وہ درخت بڑا توانا ہونے کے بعد مرجھا کے لکڑی بن جاتا ہے۔ اور پھر ختم ہو گیا یعنی جل گیا۔ تو یہ Process صدیوں سے چلا آ رہا ہے ؎

روزِ اوّل سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ

تو موت اک آخری مرحلہ ہے۔ گویا کہ ہر چیز جو ہے یہ آغاز اور پھر انجام کے درمیان چل رہی ہے' انجام کے بعد یا ہر انجام کے بعد ہر قسم کے جو سمجھ آنے والے انجام ہیں' اس کے بعد رہنے والی ذات وہ ہے جو اللہ کریم کی ذات ہے جو ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ ورنہ باقی تو ہر چیز کے اوپر آغاز اور انجام لگا ہوا ہے۔ روح کیا ہے؟ آغاز اور اس کا انجام جو ہے وہ کیا ہوگا؟ Infinity ہوگی۔ لیکن روح کے اندر آغاز ہے۔ اللہ کریم جو ہے ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ خالق وہی ہوتا ہے جو ہر آغاز اور انجام سے آزاد ہو۔ پھر ہی وہ خالق ہوتا ہے۔ تو جو ظلم آپ کو نظر آ رہا ہے مثلاً شکاری باز یا شاہین نے چڑیا پکڑ لی' کبوتر پکڑ لیا اور کھا گیا۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ خوب صورت کبوتر کو ایک شاہین کھا گیا یا ایک باز اور شکرا کھا گیا۔ اب اگر اس ظلم کو آپ بند کر دیں گے تو یہ ایک اور ظلم ہو جائے گا کیونکہ وہ تو اس کی خوراک ہے۔ گویا کہ جو فالکن کی خوراک ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ

Preserve رکھا ہوا ہے۔ اب یہ ظلم کوئی نہیں بلکہ اسے کھانا اس کا اپنا حق ہے اور دیکھنے والا جو منشائے فطرت کو نہیں جانتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ظلم ہو گیا۔ اگر کہیں کسی نے گولی چلا دی اور بندہ مر گیا تو بظاہر دیکھنے میں بڑا ظلم ہے لیکن یہ منشائے فطرت کے مطابق چل رہا ہے۔ جس طرح اللہ کے کئی نام ہیں' اللہ کے محبوب ﷺ کے کئی نام ہیں' ہر چیز کے کئی کئی نام ہیں' تو عزرائیل علیہ السلام کے نام بھی بہت ہیں' ایک اس کا نام ہے ہارٹ ٹربل' عزرائیل کا ایک نام کیا ہے؟ Heart Trouble' تو یہ اسی کا نام ہے' عزرائیلؑ جب آتا ہے تو بعض اوقات تو خود ہی آ جاتا ہے اور کہتا ہے السلام علیکم اور بعض اوقات اپنی صفت میں آتا ہے کہ Heart Trouble ہو گئی' اور کوئی Disease ہو گئی' کسی کو شوگر ہو گئی' کسی کو کوئی اور تماشا ہو گیا' کسی کو بُلٹ لگ گئی' کسی کے ساتھ حادثہ ہو گیا' کسی کو Burst لگ گیا' بعض اوقات بچھو کاٹ گیا' سانپ ڈس گیا یا پھر کچھ اور ہو گیا۔ یہ سارے عزرائیل کے نام ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اگر حادثہ ہو جائے یا سانپ کاٹ لے اور بندہ نہ مرے تو یہ کوئی Trouble کی بات نہیں ہے' بلکہ یہ تو Event ہے اور اگر مر جائے تو فکر کی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ یہ فائنل ہے' یہ تو عزرائیلؑ ہے' اب اگر عزرائیل آ جائے تو پھر یہ فائنل ہے' اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ اگر اس واقعہ سے موت نہیں آتی ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے' تو یہ ایک Event ہے' رونق ہے' میلہ ہے۔ تو موت کے

باب میں جو Happening ہے جس کو آپ لوگ ظلم کہتے ہیں وہ اللہ کریم کے مطابق ظلم نہیں ہے۔ مثلاً ہم نے ایک جگہ پڑھا' آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک شخص جس کے پاس ایک ایسا علم تھا جو اس وقت کے صاحبِ کتاب پیغمبر کے پاس بھی نہیں تھا۔ وہ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کے چل پڑا۔ پھر دونوں چل پڑے۔ اس آدمی نے ایک جگہ پر ایک ظلم کا کام کیا' اور یہ بڑا ظلم ہوا کہ اس نے کشتی توڑ دی۔ موسیٰ علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا بھائی یہ ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا تیرا میرا وعدہ نمبر ایک یہ ہے کہ تم بولو گے نہیں۔ تو اس ظلم کا احساس موسیٰ علیہ السلام کو بلوا رہا تھا۔ پھر ایک اور واقعہ ہو گیا۔ کیا واقعہ ہوا؟ انہوں نے ایک لڑکے کو بھی مار دیا۔ یعنی کہ صاحبِ نفاذ' جو نافذ پیغمبر ہے' اس کے سامنے قتل کر دیا' اور یہ تو بڑا واضح ظلم ہے' قتل تو ہر مذہب میں ظلم ہے۔ اور انہوں نے پیغمبر کے سامنے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا یہ ہم نہیں ہونے دیں گے اور یہ تو بڑا ظلم ہے' یہ سب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ تیرا میرا معاہدہ ہے کہ تو بولے گا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ خاموش ہو گئے کیونکہ ان کو اللہ کا حکم تھا کہ اس آدمی سے ملو' یہ تمہیں کوئی بات بتائے گا۔ پھر اس آدمی نے ایک اور کام کر لیا کہ موسیٰؑ سے کہا کہ آپ ذرا کسی پکڑیں اور ہم مل کے دیوار بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا No! what is this? یہ کیا ہے؟ انہوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تین دفعہ آپ نے معاہدہ توڑا ہے' اب

آپ کے اور میرے درمیان جدائی ہے اس کے بعد میں کوئی Event آپ کے سامنے نہیں کروں گا۔ اور پھر جاتے وقت Presentation دے دی کہ پہلا Event میں نے اس لیے کیا کہ ایک ظالم بادشاہ ہے ثابت کشتیاں جو ہیں وہ چھین لیتا ہے' اس کشتی کو توڑا جائے تا کہ یہ یہیں پڑی رہے اور اس کا جائز وارث جب اپنی جائز عمر کو پہنچے گا تو کشتی سلامت ہوگی۔ اور دوسرا یہ تھا کہ یہ غریب لوگ ہیں' بچے کو اس لیے مار دیا کہ بچے سے نقصِ امن کا اندیشہ ہے اور یہ جو دیوار ہم نے بنائی ہے اس دیوار کے نیچے کسی یتیم کا مال ہے' وہ اپنی Age کو جب پہنچے گا تو اس کو اس کا مال محفوظ مل جائے گا ورنہ یہ مال Naked ہو جائے گا۔ تو اللہ کی منشاء یوں ہی ہے۔ تو اللہ کی منشاء کو پہچاننے میں بھی بعض اوقات پہچان سے پہلے ظلم ہی نظر آتا ہے۔ اکثر جہاں آپ کے ساتھ ظلم نظر آتا تھا مثلاً ''اللہ نے بڑا ظلم کیا کہ ہمیں یہاں ہی پیدا کیا پاکستان میں' دیکھو کتنے کتنے لوگ باہر رہتے ہیں' بڑی بڑی کھلی فضا میں پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ سوئٹزرلینڈ میں پیدا ہوتے ہیں'' کبھی سوئٹزرلینڈ والوں سے جا کے ملو تو ان کی زندگی کے اندر جو بھیانک پن ہوگا اس کا آپ کو اندازہ نہیں ہوسکتا۔ تو اس لیے سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنے والی ہے کہ فطرت کا کوئی کام جو فطری طور پر سرزد ہو رہا ہے یا سمجھو کہ کیا جا رہا ہے اس کے اندر ظلم نہیں ہوتا۔ ظلم آپ کے خیال میں ہوتا ہے۔ باقی جو دنیا کے اندر واقعہ ہو

رہا ہے، جس کو آپ ظلم کہہ رہے ہیں، جب تک آپ کو مشیت شناسی نہ ہو، آپ کسی چیز کو ظلم نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً جس کو آپ کہتے ہیں ظلم، کہ یہ غریبی ہو گئی، بڑا ظلم ہوا، اس کی انتہائی مثال جو میں نے آپ کو بتائی ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا ظلم کربلا میں ہوا یہ تمہارے خیال کے مطابق بڑا ظلم ہوا اور اللہ کے خیال کے مطابق شاید یہ ظلم نہیں ہوگا۔ تو تمہارے خیال کے مطابق یہ بڑا ظلم ہوا لیکن کربلا میں سب سے زیادہ بلند مقام عطا ہوا۔ اب یہ ظلم ہوا ہے کہ عطا ہوئی ہے، یہ آپ نہیں کہہ سکتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ حضرت امام عالی مقامؑ کو کوئی منصب عطا ہو رہا ہے یا ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ آپ میں سے کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے تو جو عالی مرتبت مقام مل رہا ہے، وہ ظلم نہیں کہلائے گا اور اگر کوئی منصب مل رہا ہے تو یہ جس Process کے ذریعے مل رہا ہے یہ تمہیں سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیا مقام ہے؟ تو بعض اوقات جو منصب ہے، عطائے منصب ہے، یہ ظلم کے انداز سے نظر آتا ہے مثلاً یہ کہ اس کو دار پر چڑھا دیا، منصورؒ کو دار پر چڑھا دیا، یہ بڑا ظلم ہو گیا کہ منصورؒ کو دار پر چڑھا دیا گیا لیکن اگر جاننے والے یہ کہیں کہ یار کا جلوہ دار پر تھا اور اس کو یار سے ملا دیا، تو پھر مسئلہ اور ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو بابا بلھے شاہؒ کا ایک شعر سنایا تھا، اس میں انہوں نے دو شعروں میں مکالمہ لکھا شریعت اور عشق کا ؎

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے ہُو ایار دا کعبہ پی کے شراب نفل پڑھ لے
شرع کہے اَساں شاہ منصور توں سولی اُتے چاڑھیا سی
عشق کہے تُسی چنگا کیتا ہُو ہے یار دے واڑیا سی

اب وہ جو جلوہ ہے وہ منصب ہے کہ ظلم ہے' اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور آپ کے سامنے ایک مثال ہے کہ موسیٰؑ کو منصب مل رہا ہے' نبوت اور پیغمبری کا اور ان کے نام پر ہزاروں بچے قربان ہوتے جا رہے ہیں۔ تو کیا یہ ان بچوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ تخلیقِ نبوت کا کوئی عمل ہو رہا ہے؟ یہاں کچھ نہیں کہہ سکتے آپ لوگ۔ تو یہ نبوت کی پرورش ہو رہی ہے۔ کیا اتنی پرورش کا اتنا مقام ہونا چاہیے تھا؟ یہ تم نہیں کہہ سکتے۔ تو یہ کہنے والے نے اور کرنے والے نے جو کام کیا وہ صحیح تھا۔ ان بچوں کو موت کا آرڈر دے دیا اور اُن کو نبوت عطا کر دی۔ پھر قصہ کیا ہے؟ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لیے آپ بعض اوقات بات نہیں سمجھ سکتے کہ ظلم کیا ہوتا ہے؟ آپ اپنی ناپسند کو ظلم کہتے ہیں اور پسند کو خوبی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اس چیز کو پسند کرے جس کا انجام اس کے لیے اچھا نہ ہو۔ اس لیے ظلم کسی کام کو کہنے سے پہلے اس کام کی عاقبت سے آشنائی ہونی چاہیے کہ اصلی واقعہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ پھر اس کو ظلم کہو' ورنہ وہ ظلم نہیں ہو گا۔

یہ جو آپ کو ظلم نظر آ رہا ہے دنیا کے اندر، یہ اصل میں آپ کی لاعلمی ہے۔ یہ کرنے والے کا کام ہے اور اللہ جانے اور اس کا کام۔

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

تو آپ کو پتہ نہیں کہ ظلم کیا ہو رہا ہے، احسان کیا ہو رہا ہے؟ ظلم کے پردے میں احسان ہوتا ہے، احسان کے انداز میں ظلم ہوتا ہے اور ساری کائنات کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باعثِ تخلیقِ کائنات حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور پہلا ایک احسان یہ ہے کہ آپ کو یتیم پیدا کر دیا۔ اب یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آ سکتی۔ بڑا افسوس کیا ہو گا لوگوں نے کہ آپؐ پیدا ہوئے تو والد صاحب بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر آپؐ ساری عمر غریب ہی رہے۔ اور پھر ایک ایسا مقام آیا کہ فاقے بھی ہو گئے۔ تو یہ آپؐ کی نبوت ہے اور وہ جو راستہ جس سے نبوت کو گزارا جا رہا ہے، نبی کو گزارا جا رہا ہے، وہ راستہ سارا احسان ہی ہے۔ اب وہ جو مراحل ہیں وہ بھی احسان ہیں۔ تو جو بظاہر ظلم کا انداز لگ رہا ہے یعنی وہ سارے مراحل بھی فتح، شکست، وادی، دِقت، پریشانی، جو بھی ہے، یہ سارے کا سارا احسان ہے۔ اللہ کریم جو ہے وہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں اور بظاہر جو ہے وہ تکلیف نظر آ رہی ہے۔ کافر لوگ کہتے تھے کہ اگر اللہ آپ کا دوست ہوتا تو آپؐ کو سونے چاندی کے مکان مل جاتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سونے چاندی کے مکان جو ہیں یہ

اصل میں ظلم ہے' یہ تمہاری تمنا ہے' ہماری تمنا یہ نہیں ہے' ہم اس دنیا کی بجائے کسی اور دنیا کے مسافر ہیں..... اس لیے آپ کی لاعلمیاں آپ کو ظلم کا احساس دلاتی ہیں ورنہ دنیا میں ہونے والا ہر واقعہ عین مقرر شدہ ہے۔ اب میں ''ہر'' کی وضاحت بتاتا ہوں تا کہ آپ کو دِقت نہ رہے۔ جو آدمی ہر وقت اللہ کا آدمی ہے اس کے لیے ہر واقعہ اللہ کا منشاء ہے' جو آدمی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے نہیں کرتا اس کے لیے کیا ہے؟ اس کے لیے آپ ذمہ دار ہیں۔ تب وہ کہتا ہے تو یہ مرا کیسے' یہ تو بتا؟ کہتا ہے جگر فیل ہو گیا تھا۔ کہتا ہے غلطی ہو گئی' ڈاکٹر صاحب نے دوائی ہی اور دے دی۔ پھر کہتا ہے کہ اس شخص کو کچھ کینسر ہو گیا ہے۔ کینسر کیا ہو گیا؟ اگر طاقت تھی تو کینسر نہیں ہونے دینا تھا۔ پھر کہتا ہے کہ وہ کیسے مرا؟ کہتا ہے اس کا پاؤں پھسل گیا تھا۔ تو زندگی سے پاؤں پھسل گیا اور موت میں داخل ہو گیا۔ اب یہ آج تک کسی کو پتہ نہیں کہ موت کے گھوڑے پر زندگی چڑھی ہوئی ہے کہ زندگی کے گھوڑے پہ موت سوار ہے۔ آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ یہ ہے کیا؟ کہ سوار کون ہے اور سواری کیا ہے؟ یہ گھوڑا زندگی کا ہے اور موت سوار ہے یا پھر گھوڑا موت کا ہے اور زندگی سوار ہے' کیا تنکے زندگی کے ہیں اور شرر موت ہے؟ یا پھر تنکے جو ہیں یہ موت ہیں اور اس میں زندگی شرر ہے' کیا پتہ؟ کون کس کو جلا رہا ہے' کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ دونوں دونوں کو کھا رہے ہیں' کچھ پتہ نہیں کہ کیا کر رہے

ہیں۔ زندگی موت کو کھائے جا رہی ہے یا موت زندگی کو کھائے جا رہی ہے؟ دونوں کے نشان ٹھیک ہیں۔ اگر کسی فوٹو گرافر کے کیمرے سے فوٹو بنائیں تو پتہ چلے گا کہ ایک بڑھیا کسی چیز کو کھاتی جا رہی ہے۔ تو یہ بڑھیا کون ہے؟ کہتا ہے یہ زندگی ہے اور بہت پرانی اور بوڑھی ہو گئی ہے۔ اور یہ دوسری تصویر کیا ہے؟ کہتا ہے یہ موت ہے جو کھاتی جا رہی ہے۔ موت مار مار کے تھک گئی مگر زندگی پھر بھی زندہ ہے۔ تو موت زندگی کو کھا گئی ہے۔ کہتا ہے یہ کیا ہے؟ کہتا ہے یہ موت ہے جو زندگی کو کھا رہی ہے' زندگی کوشش کر کر کے تھک گئی مگر موت اسے کھا گئی' جہاں زندگی پیدا ہوتی ہے موت اس کو کھا جاتی ہے..... یہ دونوں تصور تمہارے اپنے ہیں' اصل میں نہ کوئی مرتا ہے' نہ کوئی جیتا ہے' یہ کھیل اس کا اپنا ہے۔ کیا کہا؟ نہ کوئی موت ہے اور نہ کوئی زندگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں صرف یا تو کوئی اپنا ہے یا کوئی بیگانہ ہے! تو کھیل یہ ہے..... کیا ہے؟ یا تو اپنا ہے یا پھر بیگانہ ہے۔ جو اپنا ہے وہ یہاں بھی اپنا ہے' وہاں بھی اپنا ہے اور بیگانہ ہے تو یہاں بھی مرا ہوا ہے اور وہاں بھی مرا ہوا ہے۔ بس آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس زندگی میں آپ کس کے ہیں۔ اگر فانی کے ہیں تو آپ مر چکے ہیں اور اگر باقی کے ہیں تو پھر آپ موت کو کھا چکے ہیں۔ اب یہ آپ فیصلہ کریں کہ آپ کیا ہیں؟ آپ کو اپنا فیصلہ خود کرنا چاہیے۔ کیا آپ لوگ مر چکے ہیں' کیا آپ فنا کی محبت میں مبتلا ہیں' فانی کی

محبت میں مبتلا ہیں' کیا ظاہر کی محبت میں مبتلا ہیں' کیا عارضی کی محبت میں مبتلا ہیں' کیا Changing کی محبت میں مبتلا ہیں۔ تو آپ کہاں کس میں مبتلا ہو؟ اگر آپ نہ بدلنے والے کی محبت میں مبتلا ہیں' ہمیشہ رہنے والے کی محبت میں مبتلا ہیں' خالق کی محبت میں مبتلا ہیں' ہمیشہ زندہ رہنے والے باقی کی محبت میں مبتلا ہیں' تو آپ بھی اس کی محبت کی وجہ سے اسی طرف کے ہو گئے۔ تو جو قطرہ دریا میں گیا وہ دریا ہو گیا' جو سمندر میں ملا وہ سمندر ہو گیا۔ تو کہانی اتنی سی ہے کہ آپ اپنی محبت کو دریافت کریں۔ دنیا میں کوئی ظلم نہیں ہے۔ اگر آپ کے اور آپ کے واقعہ کے درمیان صلح ہو جائے' تو ظلم کہاں ہے؟ کہتا ہے آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہو گیا۔ آپ کہیں کہ میں راضی ہوں' پھر ظلم کہاں رہ گیا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ تو ظلم کیا ہوتا ہے؟ میرا اور منشاء کے درمیان اختلاف۔ اگر وہ کہتا ہے کہ چھت گر گئی' اب یہ بندہ مکان کی چھت گرنے کی کہانی سنا رہا ہے تو اصل میں سنا کیا رہا ہے؟ یہ کہ چھت کو گرنا نہیں چاہیے تھا یعنی اس کو اس واقعہ سے اختلاف ہے' جب وہ اپنا اختلاف بیان کرے گا تو اسے ظلم کہے گا۔ اگر کوئی انجینئر وہاں پاس کھڑا ہو گا تو چھت گرنے سے اسے کوئی اختلاف نہیں ہو گا بلکہ وہ پوچھے گا کہ کب مرمت کراؤ گے' بس مال نکالو۔ اب اس انجینئر کے لیے کوئی اختلاف نہیں ہے' اس لیے کہ اس کے لیے یہ ظلم نہیں ہے۔ ظلم کس کے لیے ہے؟ جس کا اپنے ساتھ ہونے والے واقعہ کے ساتھ

اختلاف ہو۔ تو اختلاف کا ہونا ظلم کہلاتا ہے اور موافقت کا ہونا رحم کہلاتا ہے۔ آپ نے تو خود ہی موافقت کرنی تھی اور اس طرح ظلم ختم ہو جاتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے' آج کل بہت پریشانی ہو رہی ہے' تو آپ اس کو آج کل کے حالات میں قبول کر لیں۔ پھر آپ کہیں گے کہ آج کل اللہ کا بڑا احسان ہے! تو احسان کیا ہوا؟ قبولیت کا نام! اور اختلاف قبولیت کیا ہے؟ یہ ظلم ہے! اس لیے اگر آپ اختلاف کرنا چھوڑ دیں تو کوئی بھی ظلم نہیں ہے۔ یہی ہے منشاء اور یہی ہے واقعہ۔ جن لوگوں نے اللہ کی بات کو قبول کیا ان کے ساتھ رحم ہو گیا۔ رحم ہوتا کیا ہے؟ بات کو قبول کرنا۔ اگر بچہ شہید ہو گیا تو قبول کرنے والا کہے گا کہ مبارک ہو کہ اللہ نے سرخرو کر دیا' بیٹے کی منزل آ گئی۔ دوسرا کیا کہتا ہے؟ تم نے اللہ کے نام پر بارہ بچے برباد کر دیئے' اللہ تمہارے بچے غرق کرے اور تمہیں یتیم کرے۔ تو یہ وہ ہے جس نے قبول نہیں کیا۔ واقعہ ایک ہی ہے مگر جس نے قبول نہیں کیا تو اس کے لیے بچہ مر گیا اور جس نے قبول کیا تو اس کا بچہ شہید ہو گیا۔ تو قبولیت کا نام شہید ہونا ہے اور قبول نہ کرو تو یہ ظلم ہے۔ ایک ہوتی ہے بڑی شہادت یعنی جان دینا دوسری چھوٹی شہادت ہوتی ہے یعنی قبول کرنا' غم کو' رنج کو' دِقت کو' تکلیف کو' سرمائے کے نقصان کو اور حالات کی خرابی کو۔ حالات کی خرابی کو قبول کرنا کیا ہوتا ہے؟ یہ اللہ کا رحم ہوتا ہے۔ جس پر اللہ مہربان ہو جائے اُسے قبول کرنے

کی صلاحیت دیتا ہے' قبول کرنے کی صلاحیت جو ہے یہ دراصل احسان ہے۔ اگر رَدّ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو یہ شخص ظلم کے اندر داخل ہو گیا۔ جس نے کائنات کو ظلم سمجھا اور کائنات کے خالق کو ظالم سمجھا سمجھو کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا۔ یہ بات سمجھ آئی؟ تو دو طرح کا تصور ہے' ایک تصور یہ ہے کہ نیچر' یہ قدرت' یہ سارے Naturalist لوگ کہتے رہتے ہیں کہ نیچر' قدرت' فطرت جو ہے ناں ماں کی طرح ہے اور یہ ہر چیز کو پالتی رہتی ہے اور ہر چیز ہر دوسری چیز کو پالتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ اس بات میں کیا کہا میں نے؟ ہر چیز دوسری چیز کو پالتی ہے' مثلاً ندی چلتی جائے گی' درخت کو پانی ملتا جائے گا اور درخت بڑھتا جائے گا اور پرندوں کو آشیانہ ملتا جائے گا' پرندے چلتے جائیں گے حتیٰ کہ پرندوں کی بیٹھ جو ہے اس کے اندر بھی کسی پودے کی خوراک ہو گی۔ تو یہ عجب کھیل ہے۔ تو فطرت جو ہے وہ ماں کی طرح ہر چیز کو پالتی ہے کہ سایہ ہے' بارش ہے' یہ ہے' وہ ہے' ہر طرف رونق لگی ہوئی ہے۔ دوسرا کہتا ہے نیچر جو ہے اس کے منہ پہ خون لگا ہوا ہے' فطرت جو ہے ظالم ہے' اس کے پنجے ہیں' اس کے جبڑے ہیں' شیر کی طرح خونخوار ہے' سب کو کھا گئی ہے' ہمیں کوئی سکون نہیں ہے کئی سال ہو گئے زندہ رہتے ہوئے مگر آج تک کوئی سکون نہ ملا۔ اس کو سکون کہاں سے ملنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو بڑا دقت والا خیال ہے۔ تو جو سکون نہیں حاصل کر سکا۔ اس کے لیے تذبذب کا سفر ہے۔ اصل میں یہ تیری اپنی

Reconcilement کی بات تھی مگر تو نے کہاں صلح کی۔ صلح کرنے والے کے لیے یہ کائنات رحمت کی کائنات ہے اور جنگ کرنے والے کے لیے یہ کائنات ظلم کا چکر ہے۔ تو آپ جنگ چھوڑ دو، صلح کرلو۔ پیغام کیا ہے؟ جنگ چھوڑ دو اور صلح کرلو۔ مخلوق ہو کے خالق کے ساتھ کیا جنگ کرنی۔ فرض کرو تمہیں غریب رکھا گیا ہے، تو دفع کرو بحث کو اور اپنے آپ کو غریب مان لو۔ بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ میں مدت سے چل رہا تھا، صحرا کی پیاس بنا ہوا تھا، میں بڑی تلاش میں تھا، تلاش تھی کہ یا اللہ اپنی کائنات کے اندر فضل کے حوالے سے، مجھے کوئی محبت کا رخ دکھا، کسی محبوب کی شکل دکھا۔ لیکن وہ بیچارہ پیاس سے مرگیا۔ پھر اس کا اگلا Chapter کیا ہے؟ کہتا ہے، پھر مدت کے بعد آخر مجھے محبوب کی منزل ملی، محنت ٹھکانے لگی، اللہ نے قبول فرمایا، ایک حسین چہرہ مجھے پسند آ گیا، دل کو قرار آ گیا، بلکہ چین آ گیا، آخر محبوب کی منزل ہم نے دیکھ لی ہے۔ تیسرا بندہ جو ہے یہ تھوڑا قسمت سے محروم ہے کہتا ہے محبوب کے بغیر ہم تلاش میں تھے اور جب محبوب ملا تو بے چینیاں اور بڑھ گئیں، مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حاصل کو پھر ایک پریشانی کا باعث بنائے گا۔ ایسے آدمی کی قسمت پر مجھے تھوڑا سا شک رہتا ہے۔ کس پہ شک رہتا ہے؟ کہ جس کو وہ چیز عطا ہوئی اور اس کے بعد اس نے اس پر گلہ کر دیا کہ اب بے چینیاں ہیں پریشانیاں ہیں۔ راہِ فراق عام طور پر

واصل ہوتی ہے' کیا ہوتی ہے؟ اللہ سے ملی ہوتی ہے۔ تو فراق کے راستے عام طور پر واصل ہوتے ہیں۔ اور وہ جو وصال کا تمنائی ہے' وہ چھوٹی منزل کا مسافر ہوتا ہے''پدی'' ہوتا ہے' کیا ہوتا ہے؟ پدی۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ سارے کے سارے پریشان ہوتے ہیں۔ تو اپنی منزل خود آپ بنانے والا آدمی محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی منزل اس کے حوالے کرو جس نے تمہاری شکل بنائی ہے' جس نے دماغ دیا ہے' جس نے تمہیں دل دیا ہے' جس نے تمہیں کچھ بنایا ہے۔ تو تُو اپنی منزل بھی اس کے حوالے کر۔ جس نے تشکیل دیا ہے وہ تمہاری منزل بھی تشکیل دے گا۔ اگر تمہیں اپنا آپ قبول ہے' اپنی شکل قبول ہے' تو اپنا مقدر بھی قبول کر۔ کیا تمہیں اپنی شکل پسند ہے؟ اپنی اولاد پسند ہے؟ اپنے ماں باپ پسند ہیں؟ اپنا آپ بھی پسند ہے؟ اپنا ذہن پسند ہے؟ اپنا دل پسند ہے؟ تو پھر اپنا مقدر قبول کر۔ یہی تیرا مقدر ہے۔ یہ تیری شکل بھی مقدر ہے' تیرا احساس مقدر ہے' تیرا دل مقدر ہے بلکہ تیری ہر چیز مقدر ہے۔ بس اس کے اندر قبولیت پیدا کرو۔ آدھے سے زیادہ آدمی جو ہوتے ہیں وہ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ کہ قبول نہیں کرتے۔ کس کو؟ اپنے آپ کو۔ وہ اپنے اندر کے ساتھ جنگ کرتے جا رہے ہوتے ہیں' یہ یہ' وہ وہ کرتے رہتے ہیں This is this and that is that اور یہ کہ What is what? کیا سے کیا ہے؟ تو یہ ہے جھگڑا ہی جھگڑا اور پریشانیاں ہی

پریشانیاں۔ایسے لوگ ہر وقت ہی پریشان رہتے ہیں۔اس لیے اللہ سے دعا کرو اور یہ کتنی آسان دعا ہے کہ یا اللہ مجھے میرے ساتھ صلح کرا دے۔آپ ایسے جھگڑالو بندے ہو کہ اپنے ساتھ صلح نہیں ہو رہی ہے۔دعا کرو کہ یا اللہ میں اپنے لیے کچھ بہتر ہو جاؤں' اپنے لیے خود آپ بہتر ہو جاؤں۔انسان سے یہ بھی نہیں ہو رہا بلکہ انسان اپنے لیے مشکل راہ چنتا ہے۔یا اللہ یہ احسان کر۔سب سے بدقسمت آدمی وہ ہے جس پر احسان ہو اور وہ گلہ کرے۔یہ خطرناک بات ہے۔احسان کا گلہ کرنے والا آدمی میری نگاہ میں بہت خطرناک آدمی ہے۔احسان کے ساتھ گلہ کرنے والا آدمی اپنے حق میں اپنے آپ کو ڈنگ مارنے والا ہے۔تو یہ وہ آدمی ہوتا ہے۔تو کیا کرنا چاہیے؟ آپ اپنے آپ پر راضی رہیں۔جو اپنے آپ پر راضی رہ گیا' اپنے حالات پر راضی رہ گیا' اپنے ساتھ ہونے والے واقعہ پر راضی رہ گیا اور جو خالق پر راضی رہ گیا اس پر خالق راضی ہو گیا۔کہانی بڑی Simple ہے' جھگڑا اس میں ہے نہیں' آپ کس کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہیں؟ اس لیے جھگڑا کوئی نہیں ہے' ظلم کوئی نہیں ہے۔جو پریشان ہے صرف اسی کے ساتھ ظلم ہے۔آپ کے اور خالق کے درمیان تعاون کا نہ ہونا ظلم ہے۔کہتا ہے ہم تو اللہ کے بندے ہیں' ہمارے لیے کوئی ظلم نہیں ہے۔ایک جگہ پر ایک آدمی نے دکھایا کہ ایک بزرگ نے ایک بات لکھی ہوئی ہے کہ ہم جا رہے تھے' ہم نے ایک

اونٹ دیکھا' لدا ہوا اونٹ' وہاں دلدل تھی' وہ اونٹ گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی' میرے سامنے کریک ہوگئی' کہتے ہیں مجھے ظلم کا احساس ہوا اور میں یہ جانتا تھا کہ کائنات میں تو ظلم نہیں ہے' پھر اس ظلم کا احساس مجھے کیوں ہوا۔ اس وجہ سے میں منزل سے گر گیا۔ پھر میں نے کہا یا اللہ یہ حادثہ یا یہ واقعہ جو میرے سامنے ہوا ہے اس کا میرے اوپر Negative اثر ہو گیا ہے' آپ مہربانی فرما کر اس اونٹ کو ٹھیک کر دیں تا کہ میری منزل میں فرق نہ آئے۔ اب یہ نہیں کہا کہ اونٹ کی تکلیف دور ہو جائے بلکہ یہ کہا کہ میری منزل میں فرق نہ آئے۔ وہیں پہ انہوں نے دعا کی وہاں پر ہی سجدہ' سلام کیا اور اونٹ ٹھیک ہو گیا' اس کے بعد ہم نے توبہ کر لی کہ دنیا میں کسی ظلم کا تصور نہیں کریں گے' تُو جان تیری کائنات جانے اور تیری مصلحتیں جانیں' ہمیں کیا پتہ کہ کیا ہے' ہمیں یہ نہیں پتہ کہ جس کو ہم دوست سمجھتے ہیں' کیا یہ دشمن ہے جو دوست بن کے آیا ہے یا یہ دوست ہے جو کہ دشمن بن کے نکلے گا۔ کیا پتہ کیا ہو جائے؟ بے شمار دشمن جو ہیں دوست کی شکل میں آتے ہیں۔ ایسا دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہے' کون سا؟ جو دوست بن کے آئے! اور وہ دوست سب سے زیادہ خطرناک ہے جو دشمن بن کے نکلے۔ اس لیے جب ہمیں پتہ نہیں ہے تو ہم کیا کریں؟ دعا کریں کہ یا اللہ تو ہی مہربانیاں فرما۔ اللہ کے کام کو قبول کرتے جائیں' پھر آپ کو ظلم نظر نہیں آئے گا۔ جس دن دنیا کے اندر

ظلم نہ نظر آیا اس دن آپ حقیقی بندے بن گئے ربنا ما خلقت هذا باطلا جو کچھ ہے ٹھیک ہے' جیسا تو کر رہا ہے وہی ٹھیک ہے' جو تو کر رہا ہے وہی صحیح ہے' جیسا تو بنا ٹھیک ہے' بس غریب بنا' امیر بنا' جو شکل بنا' جو صورت بنا' ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کر' ہم راضی ہیں۔ ہم تو ہیں ہی تیرے بندے۔

ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

سوال:

بات تو آپ نے صحیح فرمائی۔ لیکن جب انسان پر گزرتی ہے تو بڑی دِقت ہوتی ہے؟

جواب:

ایک آدمی گیا دوسرے کے پاس' اس آدمی کے پاس جو سوئی کے ساتھ جسم پر شکلیں بناتے ہیں۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ گودنا۔ وہ جو Tattoo کرتے ہیں' اس کے پاس گیا اور کہا میری پیٹھ پر شیر بنا دے۔ اس نے کہا شیر بنا دیتا ہوں۔ پھر اس نے سوئی چبھوئی۔ کہتا ہے کہ کون سا حصہ بنا رہے ہو؟ کہتا ہے میں دم سے شروع کر رہا ہوں۔ کہتا ہے کہ دُم چھوڑ دو۔ اس نے پھر سوئی چبھوئی تو کہتا ہے کہ اب کیا بنا رہے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ اب میں گردن کے بال بنا رہا ہوں۔ کہتا ہے گردن کے بالوں کی کیا ضرورت ہے تُو باقی شیر بنا۔ تو وہ جدھر سوئی لگاتا' درد ہوتا تھا۔ اس نے کہا بھائی یہ شیر نہیں بنے گا کیونکہ تو خود

بلی ہے' شیر اگر بنوانا ہے تو پھر حوصلہ کر۔ اگر بلند مقام حاصل کرنا ہے تو پھر تکلیف کا راستہ بھی ہے' ظلم کا راستہ بھی ہے۔ آگ سے اگر گزرے گا تو کندن ہوگا' ورنہ کیسا کندن؟ اس لیے جب فطرت تمہیں آگ سے گزار رہی ہوتی ہے تو چیخیں نہ مارو' چپ کر کے مانتے جاؤ۔ وہی وقت ہوتا ہے کہ انسان چپ کر کے خاموش رہے' کیوں کہ اب رنگ چڑھ رہا ہے' رنگ ساز رنگ چڑھا رہا ہے اور رنگ ذرا پکا ہونا چاہیے' ایک دو اور بھٹیوں میں سے گزارے گا تب جا کے رنگ پکا ہوگا۔ تو یہ حقیقت کا رنگ ہے' عرفان کا رنگ ہے اور یہ تیز آگ سے گزرے گا۔ پھر ہی تیز رنگ چڑھے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے چیخ و پکار مت کرو۔ چیخ و پکار کرنے والا جو ہے وہ دوسرے شعبے میں چلا جاتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ اس کو اور دولت دے دو' اس کو اور غفلت میں ڈال دو..... پھر وہ دولت گنتا رہتا ہے حتیٰ کہ وقت ختم ہو جاتا ہے' دن گزر جاتے ہیں' پھر نہ کوئی سود رہتا ہے نہ کوئی زیاں رہتا ہے' پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے اور اسے اور طرح کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے دعا کرنے والے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ وہ تکلیف دے جو جگا دے' وہ بہت بہتر ہے اس آسانی سے جو مجھے سلا دے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ ؎

اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ ستم
اتنا کرم نہ کر کہ میری آنکھ تر نہ ہو

اس لیے جن کی آنکھیں تر رہتی ہیں وہ ویسے ہی رونق میں رہتے ہیں۔ تکلیف کا احساس اور خدا کی یاد ایک چیز کا نام ہوتا ہے۔ کیا کہا؟ یہ ایک چیز کا نام ہوتا ہے تکلیف کا احساس اور خدا کی یاد تقریباً ایک جیسی چیز ہو جاتی ہے کہ Loss نقصان ہو گیا تو خدا زیادہ قریب آ گیا۔ کہتا ہے یہ تو اچھا ہے کہ خود ہی مال لے کے چلا گیا اور پھر خود ہی قریب آ گیا کمال ہے۔

آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

آج ہی ہمارے گھر میں اللہ میاں آئے اور ہمارے پاس جگہ ہی نہیں اور حالات ہی کوئی نہیں۔ حالات کا ہونا یا نہ ہونا' اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں۔ اسے پتہ ہی ہے کہ وہ کیا آزما رہا ہے' اس نے یہ نہیں آزمانا کہ تمہارے پاس آٹا ہے کہ نہیں ہے' اس نے کیا آزمانا ہے؟ کہ آپ قبول کرتے ہو کہ نہیں کرتے ہو۔ بناوٹ نکال دو' لگاوٹ نکال دو اور ہر چیز نکال دو اور صاف ستھرا قبول کرنے والا انسان بن جاؤ۔

سوال:

دل کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی' کبھی تو عذاب اور تکلیف کی آیات پر کوئی رقت طاری نہیں ہوتی اور کبھی عام آیات پہ آنسو نکلنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

دیکھو! ایک بات یاد رکھو آنسو جو ہیں یا افسوس' یہ دو چیزوں پر ہوتا ہے' جو گزرا ہوا نا مناسب وقت ہے اور جو آنے والا عبرت کا وقت ہے۔ تو یہ ان کے اوپر اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو لوگ ہمارے ہو گئے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن ہے یعنی کہ اللہ پر یقین کا مطلب کیا ہے؟ کہ گزرے ہوئے وقت سے توبہ کر لو اور آنے والا وقت اس پر چھوڑ دو' پھر کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اس لیے نہ کوئی قبض ہو گی' نہ کوئی بسط ہو گی۔ کیا ہو گا؟ اللہ کی راہ مل جائے گی۔ جو ہو چکا اس پر دل سے توبہ کر لی جائے تو پھر آسانی ہو جائے گی۔ جو آنے والا وقت ہے وہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اس پر کیسے چھوڑ دیں؟ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا یا اللہ یہ پہاڑ نہ ہوتے تو ہم تیرا پیغام دوسری طرف کی دنیا کو پہنچاتے یعنی پہاڑ سے پرے جو مخلوق رہتی ہے ان لوگوں کو کوئی تیری بات سناتے۔ اللہ میاں نے کہا کہ تُو میری کائنات میں نقص نکالتا ہے' تخلیق میں نقص نکالتا ہے' جا تیرا نام ہم نے مردودوں میں لکھ دیا۔ وہ بندہ مقدر والا تھا' اس نے سجدہ کیا اور کہتا ہے یا اللہ جہاں بھی تو لکھ' ہم راضی ہیں۔ اللہ نے کہا چلو معافی دے دی اور پروموشن دے دی۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ نے راضی رہنا ہے۔ س لیے توبہ کرو اور راضی رہو۔ تو اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ یہ جو آپ کہتے

ہیں کہ نماز میں کبھی کبھی رِقت طاری ہوتی ہے کبھی کبھی نہیں ہوتی ہے' رِقت جو ہے یہ نماز کی شرط نہیں ہے۔ شرط ہے نماز پڑھنے کی۔ شرط کیا ہے؟ نماز فرض ہے' تو آپ نماز پڑھتے جائیں' رِقت طاری ہو یا رِقت طاری نہ ہو' نماز پڑھتے جائیں۔ جب کبھی وہ چاہے تو آپ کو رقت عطا کر دے اور نہ چاہے تو نہ عطا کرے۔ تو آپ نماز جاری رکھو اور فرض پورا کرو۔ اس لیے جب رقت نہیں آتی تب بھی ٹھیک ہے اور اگر رقت ہوتی ہے تب بھی ٹھیک ہے۔ آپ کا کام ہے کہ آپ عبادت کرتے جائیں' قرآن شریف پڑھتے جائیں۔ اس لیے کہ جس طرح جو ادھر سے آ رہا ہے اس پر مت بحث کرو۔ قرآن شریف پڑھتے وقت جو احساس آ رہا ہے یہ اُدھر سے آ رہا ہے' اس لیے اس پر مت بحث کرو' بس پڑھتے جاؤ۔ جو چیز وہ دے گا' وہی چیز صحیح ہے۔

سوال:

ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا ذکر انعام ہوتا ہے' کیا وہ ہم جیسوں کو میسر آ سکتا ہے؟

جواب:

وہ دعا جس کے الفاظ نہیں بنتے' وہ بے نام ہے۔ صرف خواہش کرنا بے نام ہے کیونکہ زبان سے بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح آرزو جہاں پیدا ہوتی ہے بے نام ہوتی ہے یہ شعبہ یوں ہے کہ پہلے مقدر اور

پھر آرزو۔ اگر مقدر اچھا ہے تو اچھی آرزو پیدا ہو جائے گی۔ آرزو کہیں اندر سے پیدا ہوتی ہے' جس طرح پیاس پیدا ہوتی ہے۔ اگر پیاس کا لفظ نکال دیا جائے' تو کچھ تو پیدا ہوا' پھر وہ کیا پیدا ہوا؟ اس کا نام نہ رکھو۔ وہ پانی ہے۔ وہ پیاسا کیا کرے گا؟ وہ پانی ڈھونڈے گا' پانی کا نام لیے بغیر۔ پھر اس کو Vocabulary سے دیکھے گا کہ یہ پیاس ہے۔ اگر پیاس کو پیاس نہ کہو' تو کیا وہ پیاس نہیں رہتی؟ پھر بھی وہ پیاس ہی ہے۔ اگر تمہارا رجوع اللہ کی طرف ہو اور تم اسے اللہ نہ کہو' تو کیا وہ اللہ نہیں ہے؟ تو رجوع کا نام اللہ ہے۔ تو آپ رجوع کو نام نہ دو' یہی اللہ ہے۔ اس کو آپ نے اللہ نہ کہا لیکن آپ کا سر جھک گیا۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ رجوع ہے۔ تو ''رجوع'' کو نام دیا گیا' جو لوگوں کو سمجھایا گیا کہ اس کو ''اللہ'' بولتے ہیں اور اس کے بعد اللہ کی صفات بتائیں تا کہ Common man سمجھ جائے۔ ورنہ رجوع ہی کا نام ''اللہ'' ہے اور یہ رجوع آپ کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے پیدا ہوتے وقت ہی وہ اللہ تھا' رجوع ہوتے وقت بھی اللہ تھا' جب رجوع کو تم لوگوں نے اسم دیا تو اس سے پہلے بھی وہ اللہ تھا۔ اللہ کو اب اللہ کہنے سے پہلے بھی تم اللہ کو اللہ کہہ رہے تھے۔ مثلاً ابھی اللہ کی طرف آپ کا تصور ہے آپ سر جھکا رہے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ۔ اگر آپ یا اللہ نہ کہو' تب بھی آپ نے اللہ کہہ دیا کیونکہ آپ کو رجوع جو ہو گیا ہے' جیسے آپ نیت کہہ رہے ہیں' تو یہ ہے

اللہ! اس کو اسم نہ دو' کچھ نام نہ دو' رجوع کو کچھ نام نہ دو' رجوع کو رخ خود بخود ملتا ہے۔ رجوع جو ہے وہ اپنا رخ آپ لے کے آتا ہے۔ اسی طرح آنسوؤں کو کچھ نہ کہو تو بھی وہ آنسو ہیں۔ اس لیے نام دینے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک واقعہ ہو گیا ہے تو یہ واقعہ ہی تو واقعہ ہے اور یہی اصلی واقعہ ہے۔

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی میں کوئی واقعہ فطرت کی طرف سے ہے یا ہمارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے؟

جواب:

جب کوئی واقعہ آپ کے عمل کی وجہ سے آ جائے یعنی By way of punishment تو وہ وقت غور کرنے کا ہوتا ہے کہ اس Punishment سے' سزا سے بچنے کا کیا طریقہ ہے' جو کہ Past کی ماضی کی غلطی ہے اور وہ وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت کے لیے توبہ رکھی گئی ہے۔ وہ غلطی جس کے کرنے کا ٹائم گزر گیا' اب وہ غلطی اپنا نتیجہ لے آئی ہے تو اس سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ یا تو دوبارہ وہ وقت آ جائے۔ یہ احساس کہ اگر دوبارہ وہ وقت آ جائے تو میں ایسی بات نہیں کروں گا' یہ توبہ کی ابتداء ہے اور جب توبہ میں داخل ہو گیا تو توبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان رحمت میں داخل ہو گیا۔ اور رحمت کا کام کیا ہے؟ رحمت کا کام یہ ہے کہ آپ کو آپ کی غلطیوں

کے نتیجے سے بچائے۔ رحمت کیا کرتی ہے؟ نتیجے سے بچاتی ہے ورنہ اگر غلطی کا نتیجہ آ جائے تو کوئی بندہ بچ نہیں سکتا' کوئی بندہ صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ جس نے کوئی غلطی نہیں کی' اس نے کیا انسان ہو کے بہت بڑی غلطی نہیں کی' اس سے بڑی اور کیا غلطی ہو سکتی ہے۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے' اس میں زیادہ بولنے والی بات کوئی نہیں ہے' بس خاموشی ٹھیک ہے۔ اللہ کے فضل اور اللہ کے رحم تک پہنچنے کے لیے عام طور پر جو راستہ ہوتا ہے اکثر لوگ غلط راستے سے گزرنے کے بعد وہاں آتے ہیں۔ نہیں سمجھے آپ بات؟ ایک تو سیدھا راستہ ہے یعنی صراطِ مستقیم۔ یہ کون سا راستہ ہے؟ یہ نیک راستہ ہے۔ لیکن اللہ کے راستے کے شدت کے جو تمنائی ہوتے ہیں وہ عام طور پر غلط راستے سے تھکے ہارے آتے ہیں۔ ایک پرانی کہانی ہے' ایک تھا بادشاہ' اس کے تھے دو بیٹے' ایک بیٹا بڑا اور ایک چھوٹا' تو بڑے بیٹے نے ابا حضور سے کہا کہ بادشاہ سلامت اب آپ ذرا بوڑھے ہو رہے ہیں' میرا خیال ہے کہ آپ جائیداد کو بانٹ دیں اور ہمارے حصے کا مال ہمیں دے دیں۔ بوڑھے تو اس نے ہو ہی جانا تھا اور کچھ عرصہ بعد پار بھی ہو جانا تھا' اس لیے اس بیٹے کو سلطنت کا کچھ حصہ دینا چاہیے تھا۔ باپ نے کہا جائیداد کو تقسیم کر دو اور وہ اپنا حصہ جو اس کا بنتا تھا' وہ لے کے چلا گیا۔ چھوٹا بیٹا باپ کے ساتھ رہا اور کہا کہ ابا حضور' میں نے آپ کو چھوڑنا نہیں ہے' چاہے آپ مال

دیں یا نہ دیں' میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں۔ بڑا بیٹا مال لے کے گیا' اپنا حصہ لے کے چلا گیا اور لازمی بات ہے کہ پھر اُسے خرچ کرنے لگا' خرچ کرتے کرتے آخر شاہ خرچیوں کا انجام تو ملنا تھا' پھر اس کو غریبی آ گئی۔ کسی نے اُسے سور چرانے پر نوکر رکھ لیا۔ ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں اس آدمی کے سور چراتا ہوں اور میں نیک باپ سے دور ہو گیا ہوں' وہاں میرے ابا کے کتے بھی عیش سے پلتے ہوں گے اور میرا یہ حال ہے کہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ تو اس نے سوچا بہتر ہے کہ باپ سے جا کے معافی مانگوں۔ قسمت نے کچھ ساتھ دیا اور وہ باپ کی طرف گیا' باپ کو پتہ چل گیا' ابھی وہ شہر میں داخل نہیں ہوا' فصیل سے باہر تھا کہ باپ کو پتہ چل گیا' وہ ایک نیک باپ تھا' اور جب اسے پتہ چل گیا کہ یہ واقعہ ہے تو باپ نے استقبالیہ Arrange کیا اور بیٹے کے آنے کی خوشی میں بڑا شو کیا' بے شمار گائے بکریاں ذبح کر دیں کہ بیٹا آ گیا۔ اور پھر وہ گھر آ گیا۔ بیٹے کا جب استقبال ہو گیا تو باپ نے دیکھا کہ چھوٹا بیٹا ناراض ہو گیا ہے۔ چھوٹا کہتا ہے کہ ابا حضور یہ اپنا حصہ بھی لے گیا' مال بھی لے گیا اور بڑی دیر کے بعد بھی آیا اور آپ کی نیک نامی میں اضافہ بھی نہیں کیا' آپ نے اس کے لیے تو بڑی گائے' بکریاں ذبح کر دیں' تو میرے لیے تو آپ نے کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی' یہ کتنا ظلم کر رہے ہیں' ناانصافیاں کر رہے ہیں۔ باپ نے کہا بیٹا بات سن'

تو نے تو گمراہی دیکھی نہیں ہے' تیری نیکی تو واجبی' واجبی ہے اور مجبوری ہے' نیکی تو اس کی ہے جو اس غلط راستے سے واپس آیا ہے۔ اس کے لیے تو میں بہت کچھ قربان کر دوں گا..... تو نیکی کس کی ہے؟ جو اس راستے سے آیا جہاں سے آنا مشکل تھا۔ اصل نیکی تو اس کو ملی ہے۔ اور یہ کہانی بائیبل میں نوٹ ہے' بائیبل یعنی انجیل کتاب میں' پرانی انجیل ہے کہ نئی انجیل ہے۔ چونکہ یہ کتاب اللہ سے منسوب ہے اور آج کل جو Available کتاب ہے' اب پتہ نہیں وہ اصلی ہے کہ کون سی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر گمراہ نہ ہوئے تو انہیں راہ پر آنے کا لطف کیسے معلوم ہوگا۔ نیکی اس کی ہے جو ادھر سے آیا' وہ وہاں سے آیا جہاں سے آگے کوئی مقام ہی نہیں تھا۔ تو وہاں سے آنے والے کی بڑی قدر ہے' عزت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ضرور بدی کی طرف چل پڑو۔ مطلب ہے کہ اگر تم بدی کی طرف چل پڑے تو ممکن ہے کہ واپس آنا ہی نہ نصیب ہو۔ اس لیے تم جہاں ہو وہاں سے اللہ کی طرف رجوع کر لو' نیک ہو تو نیک آدمی رجوع کر ے' بد ہو تو بد آدمی اللہ کی طرف رجوع کر لے۔ تو رجوع ہی اللہ ہے۔ بس یہ یاد رکھو۔ رجوع کا نام یہ ہے کہ کل شي یرجع الی اصلہ تو تمہارا اصل اللہ ہے اور اس کی طرف رجوع کرو..... آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ کے سوال کا باقی جواب یہ ہے کہ اللہ کریم نے جو منصب اپنی طرف سے عطا کیا ہوا ہے اس منصب میں عوام الناس کی رائے

Count نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ منصب کیا ہے؟ پیغمبر منصب کیا ہے؟ نبی۔ اللہ میاں نے نبی اور پیغمبر جو ہے وہ کسی رائے سے نہیں بنانا' نہ کسی سیاق وسباق سے بنانا ہے کہ This man is well known اور امیر بھی ہے' اس کے ساتھ چار دوست بھی ہیں' لہٰذا اس کو نبی بنا دوں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ تو اللہ کا نبی بنانے کا عمل جو ہے یہ جمہوریت سے آزاد ہے اور ولی کو جو ولی ہونا ہے یہ بھی جمہوریت سے آزاد ہے۔ بے شمار ولی ایسے ہیں جن کا لوگوں نے استقبال کرنے کی بجائے لوگوں نے برا منایا اور لوگوں نے ناپسند کیا۔ تو اگر عوام الناس ناپسند بھی کرے تو پسند اللہ کی ہو گی ..... تو بات جمہوریت کی نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کی ہے اور اللہ کی پسند کی ہے۔ انسانوں کی سپورٹ کوئی سپورٹ نہیں ہوتی۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ کتنی عوامی سپورٹ کے باوجود The man was hanged. ایک سربراہ کو پھانسی لگا دی گئی۔ کوئی جمہوریت اس کو بچانے کے وقت پر نہ آئی اور کوئی جمہوریت کام نہ آئی۔ یہ سارے کے سارے جمہوریت کے پسے ہوئے کارندے ہیں۔ یہ جمہوریت کی راہ کے لٹے پٹے قافلے ہیں اور اب یہ پھر جمہوریت کی دیوار بنا رہے ہیں۔ اوپر سے جب منشاء کا ٹریکٹر چلے گا تو سب صاف ہو جائے گا۔ تو منشاء فطرت کا ہوتا ہے' تو منشاء حکمران کے کام نہیں آتی بلکہ منشاء اللہ کی ہوتی ہے۔ اس لیے دو جھوٹے جب آپس میں لڑ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ سچ گم ہو گیا' وہ سچ ایک دائرے میں سوچ رہا ہوتا ہے کہ اچھا ہم اس کے ساتھ ابھی بات کرتے ہیں۔ تو سچ بہر حال سچ ہوتا ہے یعنی کہ یہ دو بندے آپس میں لڑ رہے ہیں کہ یہ ملک ہمارا حق ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمارا حق ہے اور دیکھنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں آدمی' یہ دونوں گروپ' اگر یہ دونوں ہی کُل ہیں اور کافی ہیں تو یہ تو دونوں جھوٹے ہیں' اگر وہ سچے آدمی کو اس کیس میں پارٹی نہ بنائیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کیس ہی ختم ہو گیا' یا حق ختم ہو گیا کیونکہ جب اللہ چاہے گا' سچے کو برآمد کر دے گا اور سچا پھر سب کو اُڑا کے رکھ دے گا۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کے کام کیا ہوتے ہیں؟ جمہوریت سے آزاد۔ عقل؟ جمہوریت سے آزاد۔ شکل؟ جمہوریت سے آزاد۔ آپ کی بینائی' جمہوریت سے آزاد۔ آپ کی محبت' جمہوریت سے آزاد۔ اور لیلیٰ بن مجنوں نہیں اور مجنوں بن لیلیٰ نہیں۔ مجنوں نے محبت کر لی لیلیٰ سے اور پھر اپنے دوستوں کو بتایا۔ انہوں نے کہا یہ کیا کیا تم نے' اس سے تم محبت کرتے ہو' وہ ایسی چیز تو نہیں' شکل بھی دیکھنے والی نہیں ہے۔ مجنوں نے کہا ؎

تیری اَکھ نئیں دیکھن والی

اور یہی لیلیٰ ہو گی جس پر امیر خسرو ؒ مثنوی لکھے گا' جامیؒ لکھے گا' اور دنیا میں لیلیٰ لیلیٰ ہو جائے گی اور یہ کہانی بن جائے گی ؎

جب درد سے ہوتا تھا مضطر تو کہتا تھا مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

مطلب یہ ہے کہ مجنوں کہتا ہے ہر طرف لیلیٰ ہی لیلیٰ ہونی چاہیے۔اب یہ جو ہے بلیک قسم کی لڑکی لیلیٰ' یہ لوگوں کو اور جمہوریت کو نظر نہ آئی لیکن حقیقت کی نگاہ میں وہ کیا ہے؟ وہ بیوٹی ہے' Beauty جو ہے Attraction کا نام ہے' Beauty کس کا نام ہے؟ Attraction کا نام ہے۔تو حسن چاہنے والے کا نام ہے۔Beauty ہم اس کو کہیں گے کہ عشق جس کی طرف مائل ہو۔تو وہ Beauty ہوتی ہے۔تو بیوٹی کیا ہوتی ہے؟ عشق جس کی طرف مائل ہو وہ بیوٹی ہوتی ہے۔تو مائل ہونے والا مجنوں ہے اور مجنوں کی پسند کا نام جو ہے وہ محبوب ہے اور وہ لیلیٰ ہے اور اسی کا نام حسن ہے۔تو اس لیے میلانِ محبّ کا نام محبوب ہے۔ جدھر بھی محبّ جا رہا ہے وہاں میلان ہے۔ اس لیے جمہوریت جو ہے یہ وہاں فیل ہو جاتی ہے۔حقیقت کے میدان میں جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔آج بھی کہتے یہ ہیں اور یہ ٹھیک کہتے ہوں گے کہ تین چوتھائی دنیا خدا کو نہیں مانتی' جمہوریت بھی خدا کو نہیں مانتی مگر اللہ پھر بھی اللہ ہے' آج بھی سچا اور کل بھی سچا' ہمیشہ سچا اور یہ تین چوتھائی لوگ سارے کئی دفعہ مر جائیں گے مگر اللہ پھر حی و قیوم ہے' خالقِ مطلق ہے۔تو یہ بجا ہے' جمہوریت تو ہے ہی کچھ نہیں۔جمہوریت جو ہے یہ غلط فہمی اور جلد بازی کا نام ہے یعنی کہ دیر پا نہ ہونے والی Support کا نام ہے اور جہالت کا نام

ہے۔آپ بکرے ذبح کردیں۔جمہوریت آپ کے گھر میں اکٹھی ہو جائے گی اور آپ کو خدانخواستہ غم میں بندوں کی ضرورت پڑے تو ایک بندہ آپ کو نہیں ملے گا۔توبہ کرو' کون ساتھ دیتا ہے۔منزلِ عشق میں انسان تنہا ہی جائے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ چار پائی اٹھانے کے لیے چار بھائی نہیں ملتے اور پھر کارپوریشن کو ٹیلی فون کرنا پڑتا ہے۔توبہ توبہ' یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔تو وہاں جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔اگر ہوٹل کے اندر ولیمہ ہو تو جمہوریت ذرا زیادہ پرورش پاتی ہے اور بڑی بدتہذیبی کے ساتھ پرورش پاتی ہے۔اور جہاں کہیں اصلی بات ہو تو پھر وہاں اکثر جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔اس لیے جمہوریت جو ہے یہ Non-serious قسم کے لوگوں کا اجتماع ہے۔تو آپ خود بتائیں کہ دانا آدمی جو ہے نادان کے ووٹ سے کیسے آئے گا۔دانا آدمی کو دانا آدمی ووٹ دیں' نیک آدمی کو نیک آدمی ووٹ دیں' تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بری دنیا کے اندر برے لوگوں کے اندر نیک آدمی جو ہے وہ ووٹ لے لے۔تو اس لیے ووٹ دینے کے لیے وہ کیا کرے گا؟ پیسہ خرچ کرے گا۔ایسا آدمی کہتا ہے ہمارے پاس پیسہ ہے' کتنا پیسہ ہے؟ جتنا پیسہ کسی ایک بینک میں ہوتا ہے اتنا پیسہ ہمارے پاس ہے۔اب جس کے پاس پیسہ ہو وہ کیا کرے گا؟ وہ اپنی Campaign شروع کرے گا' بادشاہ کی تعریفیں کرے گا' صحافیوں کے نمبر رکھے گا' کسی کو صحافی نمبر ون کہے گا'

پیسہ خرچ کرے گا اور پھر الیکشن جیت جائے گا۔ تو پیسہ جیت جاتا ہے' یہ ایک Campaign ہوتی ہے جو جیت جاتی ہے اور Campaign کے اندر ضروری نہیں ہے کہ عقل بھی ہو' بس پیسہ ہونا چاہیے جو کہ جیت جاتا ہے۔ پیسہ اگر فرعون کے پاس ہو تو پھر وہ کامیاب ہوگا اور کسی اور کے پاس ہو تو پھر وہ بھی ہوگا۔ لیکن جب اللہ کی طرف سے موسیٰؑ آتے ہیں تو فرعون کی بادشاہی فیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے جمہوریت کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ساری کی ساری کیا ہے؟ منشائے فطرت ہے۔ آپ جمہوریت کے دھوکے میں نہ آنا' کبھی دھوکے میں نہ آنا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کے حق میں جمہوریت ہو اور دوسرے کے حق میں بھی جمہوریت ہو۔ دونوں Simultanously جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے' سب کچھ ویسے ہی جھوٹ ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ لوگوں کے اندر ایک بڑا امتحان آنے والا ہے۔ اور وہ کیا ہے؟ کہ آپ کی پسند وہ ہونی چاہیے جو اللہ کی پسند ہو۔ آپ کی رائے پوچھی جائے گی اور اس وقت مصلحت اندیشی نہیں کرنا' رشتے داری نہیں کرنا' یاد رکھ لو۔ پھر کیا کرنا ہے؟ حقیقت پسندی کرنا۔ وہ جو اللہ کی نگاہ میں اچھا ہے آپ اسے اچھا کہیں' بس اللہ کے حق میں' اللہ کی طرف سوچتے ہوئے کہ یہ چیز کیونکہ اللہ کی نگاہ میں اچھی ہے' بس مجھے اچھی لگتی ہے۔ اور یہ آپ کا فرض ہونا چاہیے۔ رائے دینے والے کا یہ حق ہے کہ

رائے جو ہے وہ اللہ کے فیصلے کے انداز میں ہو۔ بس اس بات کو یاد رکھنا.....
اور کوئی سوال کرنا ہو تو بولو..... پوچھو.....

سوال:

ہم جاگتے میں جو خواب دیکھتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں.....

جواب:

جاگتے میں خواب کو چلنے دو' فکر نہ کرو' یہ خیال کی تیزی ہے' تو یہ Vision بن جاتا ہے اور Visual ہو جاتا ہے۔ جب Ideas جو ہیں وہ Visual ہو جائیں تو انسان جاگتے میں خواب دیکھتا ہے۔ تو جب کچھ عرصے بعد اس کی Intensity بدل جائے گی تو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی اسے چلنے دو۔ آپ کا Taste جو ہے وہ Develop ہو رہا ہے اور پسند اور ناپسند بھی Develop ہو رہی ہے' اس میں تبدیلی آ رہی ہے تو Development کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا ہے اور جب آپ کی Development مکمل ہو جائے گی تو سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا' کچھ عرصہ بعد صحیح ہو جائے گا۔

سوال:-

یہ کشمیر کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے تو پاکستان کے لیے تو کوئی

خطرہ نہیں ہے؟

جواب:-

ہاں' خطرے کا موقع ہوسکتا ہے۔ خطرہ تو آپ پر پکا ہے' اور آپ صرف یہ دیکھیں کہ یہ ابھی ہے یا کل ہے' کل ہے یا پرسوں ہے۔ انڈیا کے ساتھ ایک بار آپ کا میدان تو بننا ہے۔ یہ تو کتابوں میں پکا لکھا ہوا ہے کہ کئی دفعہ یہ ہونا ہے اور تمہاری تکمیل نہیں ہوتی اگر کشمیر نہ ملے اور دلّی نہ ملے۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ واقعہ کب ہوتا ہے؟ یہ خبر نہیں ہے۔ جب انڈیا کا مقدر کمزور ہوگا تو یہ اُس وقت ہوگا۔ اب یہ دیکھیں اُس کا مقدر کب کمزور ہوتا ہے۔ آپ کا مقدر تو تیز ہے کیونکہ آپ اللہ کا نام لینے والے ہیں' آپ بہت خراب ہو جائیں گے تب بھی آپ اللہ کے حبیب ﷺ پر درود ہی بھیجیں گے' تو آپ کبھی خراب نہیں ہو سکتے' مسلمان خراب نہیں ہو سکتے۔ خراب وہ ہے جو درود شریف پڑھنا بھول جائے۔ جب تک آپ درود شریف پڑھتے جا رہے ہیں آپ خراب نہیں ہو سکتے' یہ میری طرف سے فیصلہ ہے اور آپ لوگوں کے لیے اطلاع ہے کہ جس نے درود پڑھا وہ صحیح مسلمان ہے۔ اور کچھ کرو نہ کرو' درود شریف پڑھتے جاؤ۔ اللہ کا حکم ہے کہ جس نے درود پڑھا' جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد آئی' اُس دل کے اندر آگ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ یہ پکی خبر ہے۔

اس لیے آپ کے مقدر ہمیشہ تیز ہیں۔ صرف آپ اس رشتے میں منسلک ہو جائیں تو مقدر تیز ہے۔ صرف آپ کو ایک بات چاہیے کہ ایک لیڈر ہو جو اس شعبے کے اندر آپ کو ہدایت بھی کرے' راستہ بھی دکھائے اور حالاتِ زمانہ کے ساتھ بھی چلائے۔ وہ اللہ خود ہی کوئی انتظام فرما دے گا۔ یہ آج کل' پرسوں یا کسی بھی وقت ہو جائے گا۔

سوال:-

کیا اُس لیڈر کا انتظار کیا جائے؟

جواب:-

تیرے آنے کا انتظار کروں

یا میں اپنا ہی بیڑہ پار کروں

تو آپ مہربانی کرنا' اپنا بیڑہ خود نہ پار کرنا بلکہ انتظار بہتر ہے۔ ورنہ آپ کہیں گے کہ میں خود ہی چل پڑا۔ یہ وہ منزل نہیں ہے جہاں آپ خود ہی چل پڑیں۔ ایک بندہ کہتا ہے کہ اُدھر سے آواز تو کوئی نہیں آئی حضور پاک ﷺ کی لیکن پھر میں نے خود ہی کہہ دیا کہ مجھے آواز آئی ہے۔ یہ نہ کہنا' یہ بات یاد رکھنا' یہ کبھی نہ کہنا۔ اس طرح کی نسبتوں کے اندر جھوٹ نہ بولنا۔ اگر کبھی مشاہدہ نہ ہو' جیسے مشاہدہ کیا جاتا ہے' تو آپ مشاہدہ بنا کے پیش نہ کرنا' یہ جھوٹ بھی نہ بولنا۔ گپ مارنے والا کہے گا کہ رات کو خواب آیا' بس کیا بتایا

جائے.....جس کو خواب میں بتایا جاتا ہے دراصل اُسے خواب میں گواہ بنایا جاتا ہے۔ یاد رکھنا کہ کیا کہا؟ آپ نے خواب جس کو سنانا ہے وہ خواب میں ہی گواہ بنے گا' اُس کو بتانا نہیں پڑے گا۔ ایسا شخص اگر اُسے کہتا ہے کہ وہ کل والی بات' خواب والی بات.....تو وہ کہتا ہے کہ جناب میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں۔ تو وہ دونوں گواہ تھے اور دونوں آشنا تھے۔ جب یہ کہنا پڑ جائے کہ خواب میں کیا کیا دیکھتا ہوں' اگر یہ پیغمبر کہے تو صحیح ہے اور باقی کوئی اور کہے تو غلط ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ پیغمبر کہہ سکتا ہے اور باقی اور کسی کا حق نہیں ہے۔ کسی اُمتی پر کسی خواب کی نوعیت سے فوقیت نہ جتائی جائے۔ تو کوئی امتی کسی اور امتی پر خواب کی نوعیت سے اگر فوقیت جتائے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اب آپ دعا کریں۔ دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہمیں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' ہمیں ہماری خواہشات سے آزاد فرما' یا اللہ ہمیں ماضی کی جہالتوں کے نتیجے سے بچا' یا اللہ ہمیں مکمل طور پر معافی دے دے' تو آج کی معافی دے دے اور آج کل پرسوں سب کی معافی دے دے۔ ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت بخش۔ بس ہم ایک ہی خواہش کر رہے ہیں کہ آپ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربانی فرمائے۔ آپ حضور پاکؐ کی محبت رکھو اور آپؐ کے محبوبوں سے محبت کرو۔ اور آپ چلتے چلو' دل میں کوئی اندیشہ نہ رکھنا' نہ ماضی کا نہ

مستقبل کا اندیشہ۔ جس نے خود بخود آپکو مسلمان بنایا اُس نے آپ کو ویسے ہی یقین دلا دیا کہ مسلمان تو میں اپنی مرضی سے بنا رہا ہوں' اب میں نے تمہیں کیا عذاب میں ڈالنا ہے۔ اللہ سے پوچھو کہ آپ کو مسلمان کس نے بنایا تھا؟ وہ کیا کہتا ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ میں نے خود بنایا تھا۔ ہمیں اُمت میں کس نے پیدا کیا؟ اللہ کہتا ہے میں نے پیدا کیا۔ یا اللہ انسان تو نے بنایا' مسلمان تو نے بنایا' اُمتی تو نے بنایا' اب ہمیں کیا کہتا ہے؟ اب تو ہم پار ہو گئے۔ کیا اس نے آپ کو عذاب دینے کے لیے بنایا تھا؟ اگر عذاب دینا ہوتا تو کافروں میں پیدا کرتا۔ لہٰذا یہ بات دل میں یاد رکھو اور یہ پکی خبر ہے کہ جس کو عذاب دینا ہوتا ہے' اُسے پہلے کافروں میں پیدا کیا جاتا ہے' جس کو عذاب دینا ہوتا ہے اُس کو پیسے کی محبت دی جاتی ہے' جس کو عذاب دینا ہوتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنے مقابلے میں کھڑا کرتا ہے۔ اور جس پر رحم کرنا ہوتا ہے اُسے مسلمان پیدا کرتا ہے' اُمتی پیدا کرتا ہے' اپنے نیک بندوں کے ساتھ محبت کراتا ہے اور اپنے محبوبؐ کی محبت عطا کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں موجود ہیں تو بس اللہ کا کام ختم ہو گیا' کام پورا ہو گیا۔ بس آپ اس کے الفاظ کو تلاش کرو' انتظار کرو' جنت آپ کا انتظار کرے گی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ محمد والہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔


لقمان
١٩

واصف علی واصف

گفتگو-19

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور فون: 7314169

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو-19
مصنف	واصف علی واصف
سال اشاعت	2006
قیمت	RS 300 روپے

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

301-اے جوہر ٹاؤن

لاہور

تجلّی نے کیا واصفؔ کو بے خود

خدا جانے میں کیا تھا اور کیا ہوں

فہرست

﴿1﴾

1	آج کل کے حالات میں یکسوئی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟	15
2	یہ جو میثاق کے دن ہمیں الست بربکم کہا گیا تھا وہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے؟	17
3	سورۃ یوسف میں جیلر کے لیے رب السجن کا لفظ استعمال ہوا ہے	25
4	کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔	26
5	اگر انسان کوشش کرے تو کیا یہ تقدیر کے پراسیس کا حصہ ہوگی؟	37

﴿2﴾

1 اگر کوئی بزرگ اللہ کے سفر میں وہ چیز بتائے جو بظاہر سنت کے مطابق نہ لگے تو پھر اللہ کے راستے پر کیسے چلیں؟ 49

2 رجوع الی اللہ کے بارے میں سمجھا دیں۔ 73

3 آپ نے فرمایا ہے کہ جب انسان کو موت کا ڈر ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ کی محبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کی کیا نشانی ہے؟ 83

4 ایک آیت ہے جس میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے، تو یہ دو مشرقوں اور مغربوں کی کیا بات ہے؟ 84

5 اللہ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کو مصابیح سے سجایا ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ 86

6 میری پوری کوشش کے باوجود محویت نہیں ملتی، اس کی کیا وجہ ہے؟ 91

﴿3﴾

1 اگر تضاد فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی

تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟ 103

2 قرآن میں یہ جو دو مشرق اور دو مغرب بیان ہوئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ 114

3 بعض اوقات کسی وجہ کے بغیر آنسو کیوں آ جاتے ہیں؟ 128

4 جب انسان کامیاب ہوتا ہے تو کامیابی کا سہرا اپنے سر لیتا ہے اور جب ناکام ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ نے میرے ساتھ کیا کیا..... 129

5 اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن اس بات میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے کہ میں جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی جب کہ میرے بچے بھی بہت چھوٹے تھے۔ 130

6 یہ فاصلے اور قرب اور یہ تعلق اور رشتے کیا چیز ہیں؟ 136

7 اگر یا علیؑ اور یا محمدؐ کی جگہ یا اللہ کہہ دیں تو 140

8 آفس کے معاملات میں ہم حق سچ کی بات پر کیسے چل سکتے ہیں؟ 145

9 فنا کا کیا تصور ہے اور بقا سے کیا مراد ہے؟ 146

10 حضورؐ فنا فی الشیخ سے کیا مراد ہے۔ 154

11 کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد کریں تو وہ آ جاتا ہے۔ 161

12 سر! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہیر اور رانجھا وارث شاہؒ کا ذہنی تخیل

	تھے۔کیا ہیر رانجھا تھے؟	163
13	کیا سسی پنوں جو مکران میں ہیں سچی کہانی ہے؟	165
14	کیا ایک سے التفات ہو اور باقی سے نفرت ہو؟	168
15	کئی مرتبہ ایک فقرہ کئی لوگوں سے کہنا پڑ جاتا ہے اس کا کیا کریں؟	170

﴿4﴾

1	بچوں پر والدین کا اثر ہوتا ہے لیکن اچھے والدین کے بچے غلط اور بُرے والدین کے بچے اچھے کیوں نکل آتے ہیں؟	183
2	سر! میں نے دیکھا ہے کہ ماں اگر نیک ہو تو اولاد نیک ہوتی ہے۔	185
3	بعض اوقات کسی سلسلے کے بزرگوں میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟	188
4	ہم صاحبِ عرفان کی ذات سے محبت کریں یا اس کے عرفان سے؟	193
5	تقویٰ کیا ہوتا ہے؟	198
6	دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب مانگا جائے تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قُرب مل گیا ہے؟	199

7 ''جو اپنے حق کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں'' یہاں پر ''کھڑے ہونے'' سے کیا مراد ہے؟ 202

﴿5﴾

1 انسان اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے کچھ غلطی تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اچھا گمان کرے گا۔ 216
2 آپ نے اپنی کتاب ''دل دریا سمندر'' میں فرمایا ہے کہ ظالم اور گناہگار سے دعا کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کیونکہ پھر گناہ گار تو دعا مانگے گا ہی نہیں _____ 218
3 اگر ہم اللہ کی رضا پہ راضی ہو جائیں تو پھر کوشش تو چھوڑ دیں گے اور ترقی نہیں کر سکیں گے..... 227
4 اس ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان نے کمانا بھی تو ہے' کھانا بھی تو ہے۔ 233
5 قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے' جاہل ہیں۔ پھر تو ہم لوگ بھی کچھ نہیں جانتے۔ 235
6 ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جو حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کر دے اُسے ساری عمر توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ کیا

یہ ٹھیک ہے؟ 237
7 کیا ''یارسولؐ اللہ'' کہنے میں ''یا'' کا لفظ اضافی ہے؟ 239
8 جب کسی اللہ والے کے پاس جائیں تو واپسی پر کہتے ہیں کہ
اس کے پاس کوئی ''بات'' ضرور ہے۔ تو یہ بات کیا ہوتی ہے؟ 245

1

1 آج کل کے حالات میں یکسوئی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

2 یہ جو میثاق کے دن ہمیں الست بربکم کہا گیا تھا وہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے؟

3 سورۃ یوسف میں جیلر کے لیے رب السجن کا لفظ استعمال ہوا ہے .....

4 کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔

5 اگر انسان کوشش کرے تو کیا یہ تقدیر کے پراسیس کا حصّہ ہوگی؟

سوال:

آج کل کے حالات میں یکسوئی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

جواب:

آپ جب دنیا میں ہوتے ہیں تو پھر آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سیدھے راستے کا نسخہ چاہیے اور جب اللہ قریب ہوتا ہے تو آپ دنیا مانگ لیتے ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ دنیا مانگنا بھی بس ٹھیک ہے' تو یہ جائز ہے' بالکل جائز بات ہے' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں' یہ ضروری ہے کہ اللہ کے حکم میں اولاد کی پرورش ضروری ہے' اللہ کے حکم میں زندگی گزارنا ضروری ہے لیکن پھر اللہ کے حکم میں یہ نہیں ہے کہ آپ اس طرح اللہ کو تلاش کریں کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ حکم زندگی کا ہے۔ تو پھر لوگ زندگی چھوڑ کے اللہ کی تلاش کرتے ہیں اور یہ حکم کی بات نہیں ہے کیونکہ محبت کا حکم نہیں ہے۔ محبت تو ایک عطا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی زندگی کی ضروریات اور واقعات کی ضروریات ضروری ہیں مگر پھر اللہ کی لائن سیدھی کیسے ہونی ہے' یکسوئی کیسے ہونی ہے؟ اس طرح یکسوئی ہو ہی نہیں سکتی' یہ نہیں ہو سکتی

جب تک آپ اس اصل مقصد کو باقی مقاصد پر فوقیت نہ دیں یعنی کہ ایک مقصد۔ تو یکسوئی کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک مقصد ہو۔ یہاں آ کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شریعت کا کام ہے' اور یہ ضروری ہے۔ دعا یہ کی جائے کہ ہم ایک طرف چلے جائیں یعنی اللہ کی طرف۔ اور جب ہم اللہ کے قریب ہوتے ہیں تو پھر فرائضِ دنیا آ جاتے ہیں۔ اس وقت جب اللہ چاہیے تو فرائضِ دنیا ترک کر دو۔ اگر کوئی شخص اُدھر اللہ کی طرف جانا چاہے' تو وہ محبت میں چل پڑا' پھر اس کے خیال میں یکسوئی آ جائے گی۔ ایک خیال کے لیے بہت سارے خیال چھوڑنے پڑتے ہیں۔ مثلاً جو جاگنے والا ہے' جیسے رات کو کچھ لوگ جاگتے ہیں' اور اگر آپ سے کہا جائے کہ جاگو تو آپ کہیں گے کہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ صحت کا خیال رکھو۔ یہ تو ٹھیک بات ہے اور اللہ کا حکم ہے کہ صحت کا خیال رکھو اور پھر جاگنے کی خواہش ہی نہ کرو۔ پھر اگر جاگو گے تو پھر صحت کو اللہ کے حوالے کر کے جاگو گے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ مثلاً جیسے لوگ حج کرنے جاتے ہیں' تو ایک بندہ حج کرنے نہ گیا۔ اس سے کسی نے پوچھا تُو کیوں نہ گیا؟ کہتا ہے کہ دیکھو میرے حالات ایسے نہیں ہیں۔ اور کچھ لوگ شوق میں اِدھر اُدھر سے اُدھار لے کے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو اچھے حالات کے باوجود حج پہ نہیں جاتے۔ تو یہ سب شوق کی داستان ہے۔ اگر شوق نہ ہو تو یکسوئی نہیں ہو سکتی۔ شوق کا نام ہی یکسوئی ہے۔ یہ آپ کے اندر ہوتی ہے اور آپ کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔ جب تک آپ میں ذوق نہ ہو یکسوئی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

سوال:

یہ جو میثاق کے دن ہمیں الست بربکم کہا گیا تھا وہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے؟

جواب:

یہ جو ہے یومِ میثاق جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا' سب سے پوچھا' کیا پوچھا؟ الست بربکم؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو جواب کیا دیا انہوں نے؟ سب نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ انسان کی تخلیق سے بھی بہت عرصہ قبل۔ کب ہوا؟ جب آپ کی روح عالمِ ارواح میں تھی اور وجود نہیں بنا تھا' اس وقت تسلیم کا اعلان کر دیا گیا کہ "قالوا بلیٰ" سب روحوں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اب اس واقعہ کے بعد یہ واقعہ اللہ میاں آج بتا رہے ہیں یعنی جب آپ نے قرآن شریف پڑھا۔ اللہ نے کہا کہ ہم نے روحوں سے پتہ کیا' پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ آپؐ ہی ہمارے رب ہیں۔ تو یہ اطلاع آپ کو اس وقت ملی جب آپ کی روح وجود میں لپٹی ہوئی تھی۔ آپ کا وجود جو ہے یہ روح کا پردہ ہے' غلاف ہے' روح اپنی اصلی حالت میں نہیں آ سکتی جب تک کہ وہ اس وجود میں ہے' اس طرح وجود میں اُس کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی یہ ہوتا ہے کہ اگر وجود زیادہ پھیل جائے تو روح کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ یاد کرانا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے تو اس کے اندر معانی ہیں کیونکہ اگر ایسے تھا بھی سہی تو پھر ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر بتانا بھی تھا تو ہمیں تو آج بتایا ہے اور اس

وقت ہمیں سمجھ بھی نہیں آتی۔ تو یہ جو آپ کا سوال ہے دراصل اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے ایک لفظ ''کُن'' کہا اور سب کچھ بن گیا۔ انما امرہ اذ اراد شئی ان یقول لہ کن فیکون کہ ہم نے ''کُن'' کہا اور کائنات میں ''فیکون'' ہو گیا۔ اور پھر یہ حکم کہ ''الست بربکم'' اور ''قالوا بلیٰ''۔ ''الست بربکم'' کا مطلب ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ماننے والوں نے کہا ''بلیٰ'' یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اب آپ اس کی یہ تلاش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ اس واقعہ کو یاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ واقعہ آج بھی دن رات ہو رہا ہے۔ یعنی کہ جہاں آپ تذبذب میں آجاتے ہیں' جہاں آپ غلطی میں ہوتے ہیں' جہاں آپ دھوکہ کرنا چاہتے ہیں' جہاں آپ جھوٹ بولنا چاہتے ہیں' جہاں آپ لالچ میں پڑ جاتے ہیں' جہاں آپ کسی کا حق کھانا چاہتے ہیں' جہاں کسی کا حق نہیں دینا چاہتے ہیں تو یہ آواز آ رہی ہوتی ہے کہ الست بربکم کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جس نے آج کہہ دیا ''بلیٰ'' کہ آپ ہی میرے رب ہیں تو وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا۔ اور جس نے یہ واقعہ یاد نہ کیا وہ غلطی کر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آواز آپ کو آج بھی آ رہی ہوگی' قدم قدم پر' فقرا کہتے ہیں کہ ''الست بربکم'' کا ورد جاری ہے' تو آپ ''بلیٰ'' کا ورد شروع کر دیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' یہ کسی کا حصہ تھا اور میں نے نہیں کھایا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' میں نے کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم آپ ہی کی طرف آ رہے ہیں' بڑا موقع تھا دھوکہ کرنے کا' لیکن میں نے نہیں

کیا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یہ سب میں نے اس لیے نہیں کیا کیونکہ یا اللہ آپ کی آواز آ رہی تھی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں' تُو کیا کر رہا ہے؟ تو پھر میں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں' تو ہم نے دھوکہ نہیں کیا' ہم نے غلطی نہیں کی اور ہم نے کسی کا حصہ نہیں کھایا۔ گویا کہ وہ جو اس وقت کی آواز تھی وہ اللہ کا کہنا تھا کہ ''الست بربکم'' آپ کی آواز آئی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اور سب نے کہا ''بلیٰ'' آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ بلکہ جو واقعہ ایک بار ہوا وہ واقعہ تو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ جب آپ کی روح جسم کے تقاضوں سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد کر دی جائے تو یہ واقعہ اس کو اس وقت یاد آتا ہے۔ کب یاد آتا ہے؟ جب روح جو ہے وجود کے تقاضوں سے آزاد کر دی جائے تو پھر روح کو ازل اور ابد کی باتیں سمجھ آتی ہیں کہ یہ کیا ہے۔ آپ ذرا اس کو جسمانی عارضوں سے تھوڑا سا آزاد کر دو تو روح یاد کرتی رہتی ہے کیونکہ روح کے اندر وہ واقعہ یادداشت تک موجود ہے۔ اب یہاں آ کے پھر بزرگوں نے اصل بات بتائی' سمجھائی یعنی اللہ کے بندوں نے اور اللہ کے بزرگوں نے سمجھایا کہ آج جس آدمی نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا' آپ اپنی تلاش میں جب نکلیں گے' اپنے باطن پر غور کریں گے تو وہاں یہ واقعہ لکھا ہوا ہوگا کہ ''الست بربکم''۔ کہ یہ واقعہ کب ہوا ..... اور آپ سب نے کہا تھا کہ ''بلیٰ''۔ پھر آپ کے لیے سارے واقعات آسان ہو جائیں گے۔ تو یہ جو واقعہ ہے اہلِ دل کے لیے ساری زندگی ہی ''الست بربکم'' کا سفر ہے۔ اسی طرح میں نے کہا کہ ''کُن فیکون'' تو ہو چکا ہے

لیکن ''کُن فیکون'' کا آج بھی ورد جاری ہے کہ ''ہو جا'' اور پھر وہ چیز ہو جاتی ہے۔ ''کُن'' کا معنی ہے ہو جانے کی اجازت۔ جس چیز میں ہو جانے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ اجازت مانگ رہی ہوتی ہے اور پھر اُسے کہا جاتا ہے کہ ''ہو جا'' پس وہ ہو جاتی ہے جو بھی وہ ہونا چاہے۔ کچھ لوگ ''کُن'' کا یہ کہتے ہیں کہ صحیح بھی ہو یا غلط بھی ہو جا کیونکہ ''کُن'' کا معنی ہے ہو جانا' جیسا کہ وہ کرنا چاہتا ہے اور پھر نتیجہ آ جائے گا۔ اس لیے خیر اور شر کا خالق ہونے کی حیثیت سے ''کُن'' کا مطلب ہے خیر بھی اور شر بھی۔ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

تو ''کُن فیکون'' کی آواز آج بھی آ رہی ہے۔ ''الست بربکم'' کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دراصل بات یہ ہے کہ اس وقت تو ہمیں علم نہیں تھا کہ ''بلیٰ'' کیا لفظ ہے یعنی ''قالوا بلیٰ'' کیونکہ علم تو بعد میں ملا ہے' تو بات یہ ہے کہ وہ خود ہی ''الست'' ہے اور خود ہی ''بلیٰ'' خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔ تو اس وقت اُس نے آپ ہی سوال کیا اور آپ ہی جواب عطا فرمایا' کہ یہ جواب ہے' پھر آپ کے اندر وہ واقعہ لکھا گیا۔ اب آپ نے وجود میں آ کے' زندگی میں پیدا ہو کے' سوائے اس واقعے کے اور کوئی کام نہیں دیکھنا اور تلاش کرنی ہے اس بات کی کہ ہم جو میثاق کر کے آئے ہیں' وعدہ کر کے آئے ہیں' کہیں ہم اُس وعدے کے خلاف تو نہیں جا رہے۔ بس آپ کا اتنا سارا کام ہے کہ میثاق کے

مطابق زندگی بسر کرو اور اس کے مطابق سفر کرو۔ اگر اس وقت یاد نہیں آیا تو سمجھو کہ اب آ رہی ہے آواز۔ کیا آواز آ رہی ہے؟ ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یعنی کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بند کمرے میں' آواز کا جہاں مقام نہیں' جہاں خیال کا مقام بھی کم ہی ہے' اس وقت ایک آواز آتی ہے ''یوسف اعرض عن ھذا کہ اے یوسف اس سے گریز کر! مقصد یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جاتی ہے اور یہ سمجھ آ جاتا ہے کہ ''الست بربکم'' اور '' قالوا بلیٰ'' کیا ہے۔ تو اس وقت قالوا بلیٰ کہنا ہوتا ہے جب انسان ہو اور اُس کے علاوہ کوئی نہ ہو' جہاں پہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے' جب انسان اور شیطان کے درمیان فاصلہ کم ہوتا ہے اور انسان اور رحمان کے درمیان بھی فاصلہ کم ہوتا ہے۔ تو اس وقت انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ تو وہ ہے آواز کا وقت جب ایک راستہ دوزخ کو جا رہا ہوتا ہے اور دوسرا راستہ جنت کو جا رہا ہوتا ہے اور انسان درمیان میں کھڑا ہوتا ہے تو وہاں آواز آ جاتی ہے کہ ''الست بربکم'' اگر آپ نے ''بلیٰ'' کہا تو آپ جنت کی طرف چل پڑے' آپ اگر چپ کر گئے تو پھر آپ سیدھے اُدھر گئے جدھر سے واپس نہیں آنا۔ تو یہ ہر موڑ پہ صدا آتی ہے ''الست بربکم''۔ اگر آپ اپنے آپ کا جائزہ لیں' اپنے اعمال کا جائزہ لیں' اپنے مال کا جائزہ لیں اور واقعات کا جائزہ لیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی آواز آتی رہے گی Throughout ہی دیکھو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہو؟ اللہ تو اللہ ہی ہے مگر یہ رب کی بات ہو رہی ہے یعنی جو پالنے والا ہے۔ رب کہتا ہے کہ کیا تم مجھے پالنے والا مانتے ہو یا

اپنے ذہن کو پالنے والا مانتے ہو؟ اگر تو اپنے ذہن کو مانتے ہو تو ذہن تمہارا جو ہے وہ تمہیں آسودگی نہیں دے گا' تم اپنے کارخانے کو مانتے ہو پالنے والا تو کارخانہ خراب ہو جائے گا' تم نوکری کو مانتے ہو پالنے والا تو نوکری ضائع ہو جائے گی' پھر تم کسی چیز کو مانتے ہو پالنے والا؟ تو تم نے پالنے والا کسے مانا ہے؟ جنہوں نے اپنے اللہ کو رب مانا' اللہ تعالیٰ کو رب مانا یعنی اپنا پالنے والا مانا اور اُس کا برملا اعلان کیا تو یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح پا گئے۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو اپنا رب مانا' کارخانے کو' اپنے ذہن کو' اپنے بازو کی طاقت کو' اپنی ہیرا پھیری کو' لالچ کو' دھوکہ دینے کی صلاحیت کو اور فائلوں میں گڑبڑ کرنے کے مزاج کو' تو وہ لوگ فلاح نہ پائیں گے۔ ایک جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے اپنے اللہ کو اپنا رب کہہ دیا اور اس پر قائم ہو گئے یعنی ایک آدمی کو فاقہ تھا' کسی نے کہا کہ تم ہمیں اپنا پالنے والا مان لو تو ہم تمہیں کھانا دیتے ہیں تو اُس فاقے والے نے کہا کہ نہیں' میرا پالنے والا اللہ ہے' جو تمہیں بھی رزق دیتا ہے اور مجھے بھی رزق دیتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اس وقت جب کہ انسان اس پر حاوی تھا ثم استقاموا پھر اس پر قائم رہ گئے تتنزل علیھم الملائکۃ پھر ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے لیے پھر راستہ بنتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے آج ''الست بربکم'' کی صدا سنی اور اپنے اس میثاق کا آج برملا اعلان کیا تو اُن لوگوں کے لیے فلاح لکھی گئی۔ تو یہ کوئی پرانا واقعہ ہے' روزِ ازل کا واقعہ ہے لیکن یہ آج کا بھی واقعہ ہے۔ آج آپ

دیکھیں کہ کیا آپ اللہ کو رب مانتے ہیں؟ کیا اس کو پالنے والا مانتے ہیں؟ یا اپنی پس انداز کی ہوئی چیز کو اپنا پالنے والا مان رہے ہیں۔ پس انداز کیا چیز ہے؟ جمع مـــالا و عـدده جو مال جمع کرتے ہیں اور گنتے رہتے ہیں' گنتے رہتے ہیں اور جمع کرتے رہتے ہیں' اور جب مال جمع ہوتا جاتا ہے' بڑھتا جاتا ہے تو زندگی گھٹتی جاتی ہے۔ یہ کمال کی بات ہے۔ کہتا ہے مال بڑھ گیا' زندگی گھٹ گئی کہتا ہے مال ہی مال ہے تو وہ کہتا ہے تیرا حال ہی بُرا حال ہے۔ تو اس طرح آدمی ختم ہو گیا۔ تو یہ ہے انسان۔ وہ مال جمع کرتا رہتا ہے' پہلے جمع اس لیے کرتا ہے کہ مصیبت سے نجات مل جائے گی' پھر جمع کرنے کی عادت اور وبا پھیل جاتی ہے' پھر خرچ کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور بے چارہ غریب کا غریب رہتا ہے۔ تو پہلے غریب ہونے کے ڈر سے جمع کرتا ہے' پھر عادتاً جمع کرتا ہے مگر پھر غریب کا غریب رہتا ہے اور خرچ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔ تو کسی اور کا مال جمع کر کے خود رخصت ہو جاتا ہے بعد میں زمین سے اس کا مال نکلتا ہے' پیسوں یا زیور کی شکل میں۔ اس لیے رب کو رب ماننا اور پالنے والا ماننا بڑا مشکل ہے کیونکہ انسان اپنے مال کو رب سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یحسب ان ماله اخلده پھر وہ اس کے لیے طمع ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ مال مجھے لافانی کر دے گا۔ مال لافانی نہیں کر سکتا مال جو کہ خود فانی ہے وہ تمہیں لافانی کیسے کرے گا۔ تو مال کو اپنا رب کہنے والا پریشانی میں رہے گا۔ اور کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے کہ تم لوگوں کو غافل کر دیا کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد نے' تم لوگ قوت کی وجہ سے

غافل ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم اپنے اللہ کو اپنا رب مانو یعنی اپنا پالنے والا۔ پالنے والے کا مطلب کیا ہے؟ جو وجود کو رزق دیتا ہے' جو آپ کے تمام قواء کو رزق دیتا ہے' آپ کو رشتہ داروں کا رزق دیتا ہے' آپ کے احباب آپ سے ملاتا ہے' بلکہ بعض اوقات دشمن بھی ملاتا ہے' بعض اوقات آپ کے اندر آنسو لاتا ہے' بینائی کا رزق دیتا ہے' خیال کا رزق دیتا ہے' ایمان کا رزق عطا فرماتا ہے' آپ کے دیکھنے کے لیے پوری رنگین کائنات بنائی ہے' آپ کو دیکھنے والا بنایا ہے' آپ کے لیے بیج کو مٹی کی تاریکی میں پالتا ہے' بادلوں کو لاتا ہے اور زمین سے اگاتا ہے اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے دیکھو تمہیں پتہ نہیں کہ میں تمہارے لیے کہاں کہاں سے کیا کیا چیز لاتا ہوں' پھر تم کون کون سی نعمت کا انکار کر سکو گے؟ آپ کی میز پر پکا ہوا کھانا جو ہے اگر کبھی تھوڑی دیر کے لیے آپ یہ دیکھیں کہ اتنا سارا کھانا آپ تک آنے کے لیے کتنے سفر سے گزرا۔ خالی آٹا' آپ دیکھیں گے کہ پورا اناج کس جگہ اُگا' سوار کہاں سے ہوا' اور چلا کیسے۔ کبھی آپ کے سامنے یہ سارا سفر ہو تو آپ کو سمجھ آ جائے کہ پالنے والے نے کس طرح پالا ہے۔ بھوک کدھر ہے تو کھانا کدھر سے دے رہا ہے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ انسان تو انسان ہی ہے' اگر بڑی بات کرے گا تو رنگین تصویریں رکھ لے گا اور پھر اندر سے بینائی ختم ہو جائے گی۔ تو پالنے والے نے اُن چیزوں کو پالا ہے جن چیزوں کے ذریعے آپ کائنات کے مشاہدے کر سکتے ہیں' جو صرف بچے کو نہیں پالتا بلکہ بچے کی ماں کے اندر مامتا کو

پالتا ہے۔ تو یہ ہے پالنے والی چیز! یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ اُس نے ایسی Sufficient چیزیں عطا کردی ہیں کہ کائنات کی ہر چیز جو ہے وہ پل رہی ہے' ایک دوسرے کے سہارے چل رہی ہے۔ تو الست بربکم اور قالوا بلیٰ کب کہا؟ جب کہا تھا۔ اب کیوں بتا رہا ہے؟ اب اس لیے بتا رہا ہے کہ اب بھی آواز آ رہی ہے۔ اب جہاں آپ تذبذب میں ہوتے ہیں وہاں آواز آتی ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو آپ وہاں کہہ دیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' اور وہ غلط بات چھوڑ دو۔ سب سے بڑی نیکی جو ہے وہ ہے گناہ کے موقعہ کو چھوڑنا۔ اگر گناہ کا موقع ہو اور آپ چھوڑ دیں تو یہ نیکی ہے ——— اور کوئی سوال ——— بولیں ———

سوال:

سورۃ یوسف میں جیلر کے لیے رب السجن کا لفظ استعمال ہوا ہے ———

جواب:

''رب'' ایک لفظ بھی تو ہے اور ہر لفظ کے معنی ہیں۔ ''رب'' کے معنی ہیں پالنے والا' سنبھالنے والا' Control کرنے والا رب السجن کا مطلب ہے قید خانے کا مالک۔ اسی طرح ''رب الارباب'' ایک لفظ ہے۔ ارباب جو ہے وہ رب کی جمع ہے۔ اللہ کو رب سمجھا جس نے یعنی قالوا ربنا اللہ۔ تو اللہ تو اللہ ہی ہے۔ لیکن رب ہے تمام ارباب کا رب' سب پالنے والوں کا پالنے والا' اس کا مطلب یہ ہے کہ رب اور بھی ہو سکتے ہیں فرعون نے کہا تھا اپنے بارے میں انا

ربکم الاعلیٰ تو یہ فرعون نے کہا تھا اپنے بارے میں کہ اے موسیٰ ہم تجھے پالنے والے ہیں۔ تو اس لیے جہاں کہیں پالنے والی بات ہو تو آپ اپنے پالنے والے کو ''اللہ'' ہی کہیں۔ پھر آسانی ہو جائے گی ـــــ ہاں بولو ـــــ اور سوال بولو ـــــ آج موقع ہے سوال کا ـــــ پوچھو ـــــ

سوال:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔

جواب:

اس کے چند بنیادی نقطے یاد کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلے تقدیر کے متعلق الفاظ کو دیکھیں' مقدر' قدر' قدرت اور مقدور۔ آپ انسان ہونے کی حیثیت سے فی الحال یہ نہ سوچیں کہ تقدیر کیا ہے بلکہ انسان ہونے کی حیثیت سے پہلے اپنی Range پہچانیں کہ آپ کی Range کیا ہے' حد کیا ہے؟ صحت کے تمام اصول اپنا کے اور صحت کی کوشش کر کے اور پورا فارمولا لگا کے آپ ایک نارمل صحت میں آ سکتے ہیں اور وہ اپنی Dimension سے باہر نہیں جائے گی۔ انسان اگر بہت بڑا ہو جائے تو ہاتھی کے بچے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ آپ کی Range محدود ہے یعنی ایک خاص حد ہے۔ آپ کی نگاہ ایک خاص فاصلے تک دیکھ سکتی ہے۔ اور اگر آپ نے نظارے دیکھنے ہیں تو کروڑوں میل تک دیکھ سکتے ہیں جہاں آپ کو چھوٹے

چھوٹے ستارے نظر آتے ہیں۔ پتہ نہیں کتنے ملین سال وہ ستارے دُور ہیں' زمین سے کتنے گنا بڑے ہیں اور کئی زمینوں کے کئی سورجوں سے کئی کروڑ گنا بڑے ہیں' جمیل' جسیم' ٹھنڈے' گرم ستارے اور سیارے اور ان کے درمیان Light years کے فاصلے اور Light years بھی ڈیڑھ کروڑ سال کے' استغفراللہ! ڈیڑھ کروڑ سال! کروڑ سال کے سیکنڈ بناؤ اور پھر ضرب دو روشنی کی رفتار سے یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ میں آئے گی اصل میں واقعہ ہے کیا۔ مثلاً ہمیں آج ایک واقعہ دیکھنے کو ملا ہے کہ یہ ستارہ ٹوٹ رہا ہے مگر خدا جانے وہ کروڑہا سال پہلے ٹوٹا ہو۔ تو یہ کائنات کی وسعت ہے اور اس کائنات کی وسعت میں آپ نے اپنی محدود زندگی دریافت کرنی ہے مثلاً آپ صحت کے اصول رکھیں' اگر آپ کی صحت بہت اچھی صحت ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ اسّی (۸۰) سال تک چلیں گے' چلو آپ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ پچاسی سال چل جائیں' یہ تو آپ خود بھی نہیں چاہیں گے کہ ڈیڑھ سو سال آپ چلیں کیونکہ وہ تو بڑی مشکل کا وقت ہوگا' کیونکہ اس وقت تک سارے لوگ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ اتنی عمر میں یہ ہوگا کہ سارے واقف لوگ زندگی چھوڑ جائیں گے' کوئی ایک آدھ واقف آدمی تو رہنا چاہیے جو بعد میں تھوڑا سا خیال کرے' یہ نہ ہو کہ سارے واقفوں کو آپ پہلے رخصت کر دیں اور آپ اجنبی بن کے رہ جائیں۔ یہ اجنبی والی بات سمجھ آئی ہے آپ کو؟ ایک وقت تھا کہ اپنے

سارے مل کے چلے تھے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ سارے اپنے ہی چل رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ ہوتا گیا کہ اپنا ایک گم ہو گیا اور دوسرا آ گیا' پھر آگے چل کے ایک اور اپنا گم ہو گیا اور تیسرا آ گیا اور آخر کار ایک اجنبی گروہ بن گیا اور اپنے لوگ سارے غائب ہو گئے۔ پھر آپ جائزہ لیں گے تو کہیں گے کہ میں تو اپنوں کے ہمراہ چلا تھا اور وہ لوگ ہیں کہاں۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تو اجنبی دیس میں گھر گیا۔ تو یہ آپ کی Limitations ہیں اور آپ یہاں محدود ہیں۔ اسی طرح آپ کی نگاہ کی' Sight کی رینج جو ہے وہ بھی محدود ہے۔ آپ اگر اپنے قد کو بہت بڑھائیں تو بھی اپنے قد سے آپ باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ قد اتنا ہی رہے گا' بے شک آپ کوئی دوائی لیں' ہوسکتا ہے ایک آدھ انچ کا فرق پڑ جائے' لیکن عام انسانوں کا قد اتنا ہی رہتا ہے' Age limit اتنی ہی رہتی ہے' بینائی کی رسائی اتنی ہی رہتی ہے' اور آپ کبھی بھی چھ روٹیاں ہضم نہیں کر سکتے۔ بیچارے کہاں کھا سکتے ہیں' وہ کوئی اور زمانہ تھا' اِس زمانے میں کون کھا سکتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو نہیں کھا سکتا انسان۔ سیر زیادہ نہیں کر سکتا کیونکہ چلنے کی رینج اب بند ہو گئی ہے۔ جہاں آپ کی رینج بند ہو رہی ہے تو اس کو آپ تقدیر کہہ لیں۔ اس سے آگے؟ اس سے آگے کچھ بھی ہو' اتنی بات ضرور ہے کہ یہ Circumscribe کر رہی ہے آپ کی آزادیوں کو' یہ دائرہ آپ کی آزادی کو روک رہا ہے مثلاً یہ کہ صحت قائم رہنے کے جواز ہیں لیکن موت کا وقت آ گیا۔ اور یہ کہ انسان نے صحت

کے اصول پورے رکھے ہوئے ہیں لیکن اچانک دل فیل ہو گیا۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو اس طرح انسان کی رینج جو ہے وہ ختم ہوتی جاتی ہے۔ تو اس رینج کو آپ تقدیر کہیں۔ تقدیر آپ کی تخلیق کے اندر موجود ہے' اگر آنے کے بعد جانا نہ ہوتا تو آزادیاں آپ کو مبارک تھیں۔ ایک آدمی نے بچے کو کہا کہ تو آزاد ہے' جاؤ شہر میں گھومو اور چار بجے واپس آ جانا۔ اُس نے کہا آزاد مجھے خاک کیا آپ نے' اگر چار بجے تک واپس آنا ہے تو میں آزاد کس بات کا۔ تو آپ کو اللہ کہتا ہے کہ جاؤ تمہیں آزاد چھوڑ دیا لیکن جس وقت یہ آ جائے جس کا نام عزرائیلؑ ہے' تو اس کے ساتھ واپس آنا پڑے گا۔ تو یہ آپ کی آزادی کو روکتا ہے۔ تو یہ جو جبر' تقدیر اور آزادیٔ فکر کا سارا جھگڑا ہے' اگر اللہ اور انسان ایک ہی پارٹی بن جائیں' ایک ہی جماعت بن جائیں تو جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ آپ کہیں کہ اگر میرا حاصل اچھا ہے تو یہ اللہ کی مہربانی ہے اور اگر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آ گئی تو اسے اپنی غلطی کہہ لیں اور یہ کہیں کہ چلو کوئی بات نہیں۔ تو یہ ایسے ہو گا کہ کبھی اُس نے مہربانی کر دی اور کبھی آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔ تو آپ دونوں صورتوں میں مل ملا کے چلیں۔ تقدیر ان لوگوں کو پریشان کرتی ہے جو اللہ کے مقابل ہونا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ سے مقابلہ نہیں ہے تو آپ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ یہ میرے اللہ کو منظور نہیں تھا۔ یہ ایک ادا ہے کہنے کی' ورنہ آزادی ہی آزادی ہے۔ انسان کی دونوں حدود آزاد نہیں ہیں' صرف

درمیان میں آزاد ہے۔ دائرے سے باہر آپ نہیں جا سکتے اور دائرے میں آزاد ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ کا ایریا ساٹھ سال کا ہے' آپ اس کے باہر نہیں جا سکتے اور اس کے اندر آپ آزاد ہیں' آپ جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں لیکن جو نہیں کرنا آپ کو وہ علم ہی نہیں ملے گا۔ مثلاً آپ اپنا کیریئر بناتے ہیں اور آپ کے پاس دس کیریئر کے امکانات ہیں' مثلاً آپ انجینئر ہو سکتے ہیں' ڈاکٹر ہو سکتے ہیں۔ یہ ہو سکتے ہیں' وہ ہو سکتے ہیں' سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ تو یہ دس چوائس ہیں اور آپ جو نہیں ہو سکتے آپ کے پاس وہ چوائس ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ چوائس آپ نے دیکھا ہی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ دس چوائس میں سے کوئی نہ چنیں تو دس کی دس ممکن ہیں اور جب آپ ایک چن لیں گے تو باقی کی نو وہیں غائب ہو جائیں گی۔ تو یہ تقدیر ہے! تقدیر یہ ہے کہ جب آپ چائس Choice لے لیں تو باقی کی Possibilities باقی کے امکانات جو ہیں وہ سب غائب' ختم ہو جائیں گے۔ مثلاً آپ کوئی سا گھر بنا لیں' اس میں آپ آزاد ہیں اور جب ایک گھر بنائیں گے تو پھر دوسرا نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح آپ کوئی سی شادی کر لیں' اس میں آزاد ہیں لیکن جب ایک شادی کر لیں گے تو باقی آزادیاں ختم ہو جائیں گی۔ تو یہ انسان ہے! اگر انسان سو جائے تو جاگ نہیں سکتا اور جاگتا ہو تو نیند نہیں آتی' گھر میں ہو تو دفتر میں نہیں جا سکتا' دفتر میں جائے تو گھر نہیں رہ سکتا' بڑی آسان سی بات ہے۔ تو آپ اس کا حل کیا نکالیں گے؟ جو ہو چکا اُسے تقدیر

کہیں اور جو ہونے والا ہے اسے امکان کہیں۔ جو آئندہ آنے والا ہے وہ کیا ہے؟ امکان ہے' اس کا جو چاہے آپ کر لیں۔ اور جو ہو چکا ہو وہ واپس نہیں ہو سکتا' اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ماں باپ بدلے نہیں جا سکتے' یہ تقدیر ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ انسان اپنے ماں باپ بدل لے' یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اپنے ماں باپ پسند نہیں آئے' میں چاہتا ہوں انہیں ٹرانسفر کرا لوں۔ تو یہ ٹرانسفر کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو یہ تقدیر ہے۔ انسان اپنی شکل سے باہر نہیں رہ سکتا' یہ تقدیر ہے۔ بعض اوقات انسان لباس سے باہر نہیں رہ سکتا' بعض اوقات اِس علاقے میں پیدا ہونے والا اُس علاقے کی زبان نہیں سمجھ سکتا' آپ چینی زبان کو زبان نہیں سمجھتے کیونکہ یہاں پیدا ہوئے ہیں اور جو وہاں پیدا ہوا ہے اُس کو یہاں کی زبان سمجھ نہ آئے گی۔ تو یہ ہے آپ کی مجبوری۔ جہاں مجبوری ہو وہاں سمجھ لو کہ تقدیر ہے۔ دراصل یہ ساری زندگی اتنی ساری ہے۔ تو تقدیر یہ ہے کہ ایک علاقے میں رہنے والا دوسرے علاقے کو دیکھتا تو ہے لیکن سمجھتا نہیں۔ تو تقدیر کیا ہوئی؟ تقدیر یہ ہوئی کہ اپنی Limitations کا احساس' اپنی حدود کا احساس' جہاں آپ کے سامنے مجبوریاں آ جاتی ہیں وہاں پر آپ کا یہ احساس کہ اب کچھ نہیں کر سکتے' یہ تقدیر ہے۔ مثلاً آپ کے پاس ایک کیک ہے' یا کھا لیں یا رکھ لیں بس اتنی سی بات ہے۔ اس کا حل بزرگوں نے یہ فرمایا کہ ایک پاؤں زمین سے اٹھا لو تو دوسرا نہیں اُٹھا سکتے' تو یہ مجبوری ہے۔ تو آپ اتنے آزاد ہیں کہ دونوں میں سے ایک کام کر سکتے ہیں'

ایک پاؤں اوپر اُٹھا سکتے ہیں لیکن دوسرا نہیں۔ تو آپ مکمل آزاد نہیں ہیں۔ اتنی آزادی ہے کہ اگر بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ اور جانا ہے تو چلے جاؤ' بس اتنی آزادی ہے لیکن یہ آزادی نہیں ہے کہ آپ اپنی موت کے ٹائم کے بعد زندہ رہیں' یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اپنی شکل سے باہر نکل جائیں اور اپنی حد سے باہر نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حدود رکھی ہیں اور یہ حدود جو ہیں وہ وجود کی بھی ہیں یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا ؕ لا تنفذون الا بسلطٰن اے انسانوں اور جنوں کے گروہ تم اگر زمین اور آسمان کی حد سے نکلنا چاہو تو نکل جاؤ مگر نہیں نکل سکو گے۔ یہ ''اقطار السمٰوٰت'' جو ہیں وہ آسمانوں کے بھی ہیں اور آپ کی مجبوریوں کے بھی ہیں۔ لا تنفذون الا بسلطٰن' نہیں نکل سکتے مگر اللہ کی طاقت کے ساتھ۔ تو یہ مجبوری ہے اور یہ تقدیر ہے۔ تو تقدیر کیا ہے؟ جو بدلی نہیں جا سکتی۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ کیا تقدیر بدل سکتی ہے؟ فرض کرو کہ تقدیر بدل سکتی ہے تو بدلنے کے بعد جو کچھ حاصل ہوا وہ کیا ہے؟ وہ بھی تقدیر ہے۔ اور جو بدلنے سے پہلے تھی وہ کیا تھی؟ وہ بھی تقدیر تھی۔ تو کیا دو تقدیریں ہوسکتی ہیں؟ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا دور دراز سے ایک آدمی آیا اور اُسے دعا دے کر چلا گیا۔ اس کی زندگی بدل گئی۔ اُس نے پوچھا تجھے زندگی بدلنے کا نسخہ چاہیے؟ اُس نے کہا نہیں چاہیے کیونکہ جب اللہ کو منظور ہوگا وہ کسی نہ کسی آدمی کو زندگی بدلنے کے لیے بھیج دے گا۔ تو اس طرح آپ کو کامیاب

کرنے والا انسان بھی آ جاتا ہے اور ناکام کرنے والا بھی آ جاتا ہے' بیٹھے بیٹھے جو ہے وہ چور بھی آ سکتا ہے اور بیٹھے بیٹھے کوئی دوست بھی آ سکتا ہے۔ آدھی زندگی آپ کا عمل ہے اور آدھی زندگی ان لوگوں کا عمل ہے جن کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ کسی کی موت آپ کا غم ہے' اپنا غم تو ہے ہی نہیں اور یہ جتنے سارے آپ کے تعلق کے لوگ ہیں ان کی موت آپ کا غم بنے گی۔ تو اپنی موت کا تو کسی کو غم نہیں ہوتا حالانکہ اپنی موت پہ غم ہونا چاہیے تھا۔ جب بھی کوئی رو رہا ہو تو سمجھو کہ کوئی اور مرا ہوگا۔ تو کوئی اور ہی مرتا ہے تو انسان روتا ہے۔ تو غم جو ہے یہ کسی اور کا دیا ہوا ہے' خوشی کسی اور کی دی ہوئی ہے' آپ کے گھر دعوت تب کامیاب ہوگی جب کوئی اور شامل ہو' شادی کسی کی اور برائی ایسے ہی خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ تو برائی ایسے ہی چلے جاتے ہیں اور اگر یہ نہ ہوں تو برات ہی نہیں ہو سکتی' شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ برائیوں کا الگ مقام ہے۔ گویا کہ یہ مجبوریاں ہیں اور تقدیر کو بڑی محبت اور ادب سے سمجھنا چاہیے' اگر کوئی کبھی خدا کے مقابلے میں آ جائے تو واللہ خیر الماکرین۔ اللہ تو سب سے بڑا تدبیر بنانے والا ہے۔ الجھنے کی بجائے اللہ سے کہو کہ ہم راضی ہیں' چاہے اُسے تقدیر کہیں یا کچھ اور' اللہ جو مرضی کہہ لے منظور ہے۔ تقدیر کے مقابلے میں لوگ کیا لاتے ہیں؟ اپنا ذہن۔ کیا ذہن آپ نے خود لیا؟ اللہ کہے گا کہ ذہن تو میں نے دیا ہے۔ بس پھر End ہو گیا۔ جس ذہن کو آپ اللہ کے مقابلے میں لا رہے ہیں تو وہ کہتا

ہے کہ ذہن بھی میں نے دیا۔ اگر اللہ سے یہ کہا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے یہ کام کرلیا ہے تو اللہ کہے گا کہ ہاتھوں کی طاقت بھی ہم نے دی ہے۔ اگر انسان کہے کہ یہ سب میں نے کیا تو اللہ کہے گا کہ تجھے بھی ہم نے بنایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں حاصل کروں تب بھی اللہ کا ہے' میرا ذہن حاصل کرے تب بھی وہ اللہ کا ہے اور آپ کے قواء حاصل کریں تب بھی اللہ کا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ تقدیر والی بحث ہی پرانی ہے' یہ تو ان پڑھ لوگوں کی بحث ہے کہ تقدیر کیا ہے اور مقدر کیا ہے۔ بس آپ یہ کہیں کہ اللہ ہی اللہ ہے' ہم نے جو کچھ حاصل کیا یہ سارا اللہ کا دیا ہوا ہے' نظارے اور نظر دونوں ہی اللہ کے دیے ہوئے ہیں' منظر اور پس منظر ہی اس کا ہے' چار دن کا میلہ ہے آرام سے دیکھنے دو' پھر جھگڑا کس بات کا؟ تو میلہ دیکھ لو' پھر تو آپ نے چلے ہی جانا ہے' میلہ ختم ہو جائے گا' میلہ چلا جائے گا' میلہ ہوتا ہے نظارہ' پرانا میلہ تو ختم ہو ہی گیا ہے' آپ کو یاد ہوگا کہ جس میں بزرگ تھے' ماں باپ تھے' وہ چلے گئے اور آپ آرام سے وہ برداشت کر گئے' پھر آپ کے عزیز رشتے دار' آپ کے ہم عمر لوگ ہیں' تو آپ کی کلاس کے کتنے لوگ آج کل زندہ ہیں؟ میں آپ کے کلاس فیلوز کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ تو وہ کتنے لوگ زندہ ہیں؟ سب چپ کر کے کیوں بیٹھے ہو جیسے خبر نہیں ہے' خبر کا پتہ چل جائے گا۔ تو وہ سارے چلے گئے' اب آگے بھی ایسا ہی واقعہ ہوگا۔ تو سارا سفر اتنا سارا ہے کہ پہلے آپ اپنے ہم عمر کو چھوڑتے ہیں' پھر آہستہ آہستہ دوسروں کو چھوڑتے

ہیں' پہلے نظر نظارے کو چھوڑتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے۔ تو یہی تقدیر ہے اور تقدیر کو بہت خوب صورتی سے قبول کرو' محبت سے قبول کرو' بحث نہیں کرنی ہے اور یہ کہنا ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے ہوا اور بہت بہتر ہوا' جو ہم نے کیا وہ بھی اُدھر سے ہوا۔ بزرگوں کی طرف سے بتایا یہ گیا کہ کوئی غلطی اگر تم سے ہو' کوئی تکلیف ہو تو یہ اپنے نام لگا لو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اس کو بھی اللہ کے نام لگا دو' مگر اللہ سے بحث نہ کرنا۔ اگر اللہ کا ہر فیصلہ مان گئے تو پھر اللہ' ہم اور تقدیر ایک ہی خیال ہیں اور پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں انسان کے بارے میں کہ یہ خود مقدر ہے' خود کاتبِ تقدیر ہے اور خود قدرت رکھتا ہے۔ Destiny جو ہے وہ انسان کی چوائس ہے' وہ جو چاہے کرے۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ اور یہ بھی بجا ہے کہ Destiny جو ہے یہ چانس ہے' انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا' بس یہ اتفاق کی بات ہے۔ یہ سارے کے سارے صرف بولنے کے مضامین ہیں۔ اور سمجھنے کی بات کیا ہے؟ کہ آپ اور اللہ ایک ہی طرف چلے جا رہے ہیں' جتنا ضروری اُس نے دکھانا ہے' آپ نے اُتنی زندگی دیکھنی ہے بڑے سے بڑا فرعون جو ہے اگر اس کے گھر میں ایک چھوٹا سا بچہ آ جائے' چاہے کسی اور کا ہی ہو تو وہ اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں تو وہ ساری بادشاہت اُڑا کے رکھ دیتے ہیں۔ اس لیے یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ فرعون نے ہزار ہا بچے مارے لیکن وہ بچہ نہ مرا جس کے مارنے کا ارادہ تھا۔ تو یہ تقدیر ہے! اور تقدیر کو دیکھو تو اس میں

ایک بڑا ہی راز ہے کہ ایک حادثہ ہو گیا' اکثر لوگ مر گئے لیکن جس نے بچنا تھا وہ بچ گیا۔ جب اس سے پوچھا کہ تو کس طرح بچا ہے؟ وہ کہے گا کہ یہی تو ایک معجزہ ہے۔ تو تقدیر باقاعدہ اس کو بچا کے رکھتی ہے تا کہ انسان کو سمجھ آ جائے۔ جو مقدر ہے' جس زمین میں انسان نے جانا ہے اُس زمین میں ہی جائے گا۔ جب جانا ہے تو اسی وقت ہی جانا ہے' جتنے آنسو اُس کی آنکھ سے نکلنے ہیں اُتنی بار ضرور نکلیں گے' چاہے آپ کو آنسو دینے کے لیے کسی کو مرنا ہی پڑے۔ ان لوگوں کی بڑی قربانیاں ہیں کہ جو لوگ چلے جاتے ہیں اور آپ کو غم دے جاتے ہیں۔ اس لیے آپ کی تقدیر اللہ کا نام ہے' اللہ کا فضل ہے اور اللہ کی مہربانی ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ پرانے غم جو ہیں وہ نئے زمانے میں آ جاتے ہیں۔ سو تقدیر کو قبول کرو۔ جو چیز نہیں بدل سکتی وہ فائنل ہے اور جو بدل سکتی ہے وہ صرف چھوٹی سی رینج بدل سکتی ہے مثلاً آپ کی مرضی ہے کہ کھانا کھاؤ' مرضی ہے کھانا نہ کھاؤ' لیکن کھانا کھانے کی عادت سے آپ بچ نہیں سکتے۔ یہاں مجبوری ہے اور یہ تقدیر ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کا چائس کتنا سارا ہے' کہ آپ یہ کھالو' وہ کھالو' دھوکہ کھالو' صداقت کھالو' لیکن کھانے کی عادت ضرور رہے گی کیونکہ یہ آپ کے اندر رکھی گئی ہے۔ تو تقدیر کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ تقدیر بدلتی ہے تو بدلنے سے پہلے جو چیز تھی اُسے تقدیر نہ کہو' کبھی نہ کہنا بلکہ بدلنے کے بعد جو کچھ ملا ہے وہ تقدیر ہے' یعنی جو کچھ فائنل ملنا تھا اُسے تقدیر کہو۔ چاہے بدلنے

کے بعد ملے یا بدلنے سے پہلے ملے' جو مل گیا وہ تقدیر ہے۔ اسی طرح جو پیدا ہو گیا وہ تقدیر ہے اور جس نے پیدا ہونا ہے' وہ لڑکا ہو سکتا ہے یا لڑکی ہو سکتی ہے' مگر جو پیدا ہو گیا' اس کا ایک نام ہے اور وہ تقدیر ہے۔ بس اتنی سی بات ہے تقدیر کی_____

سوال:

اگر انسان کوشش کرے تو کیا یہ تقدیر کے پراسیس کا حصہ ہو گی؟

جواب:

جو کوشش ہے وہ تو اللہ کے حوالے سے ہی ہو یعنی جو بھی شخص کوشش کر رہا ہے۔ کوشش کرنے کا جذبہ اللہ کی مہربانی ہے۔ مثلاً چوائس کا دسترخوان آپ کے لیے فکس ہو چکا ہے' آپ اس چیز کو چوائس نہیں کر سکتے جو آپ نے دیکھی نہیں ہے۔ آپ پندرہ آدمیوں میں سے ایک دوست بنالیں' یہ لوگ آپ کے دیکھے ہوئے ہیں' اور جو اچھا دوست ہے وہ ہو سکتا ہے کہ افغانستان میں ہو یا آپ کو پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ چونکہ وہ دوست آپ نے دیکھا ہوا نہیں' آپ اُس چوائس سے محروم ہیں۔ تو پیدا ہوتے ہی آپ کی Destiny جو ہے وہ پابند ہو گئی تھی۔ وہ کچھ تو آپ نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ دنیا میں آپ آزاد پیدا ہوئے لیکن آپ کو معلوم ہی نہیں کہ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں جن کی آپ کے پیدا ہوتے ہی آزادی ختم ہو گئی۔ تو یہ انسان جو ہے آخر ایک راستے کا مسافر ہو جاتا ہے۔ اگر سفر نہ کیا جائے تو امکانات

بڑے ہوتے ہیں اور جب سفر کرنے لگو تو ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے۔ بس یہ مجبوری ہے۔ مثلاً بے شمار سڑکیں جاتی ہیں اُس کے گھر کو' دوست کے گھر کو' جب آپ چل پڑے تو ایک ہی سڑک ملے گی۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ تو امکانات آپ کی آزادیاں ہیں اور ایک سڑک کا سفر جو ہے اس کو آپ مجبوری کہہ لیں' تقدیر کہہ لیں' بس آپ کا یہ حاصل ہوتا ہے۔ اب آپ کا کھانے کا پروگرام کسی بھی شکل میں ہوسکتا ہے' کسی بھی واقعے میں ہوسکتا ہے کہ کیا کھاؤ گے۔ جو مرضی پکاؤ' آج یہ پکاؤ' وہ پکاؤ ـــــــ مگر آپ نے جو کھایا وہ مقدر تھا۔ اس لیے مقدر کو بڑی خوشی سے قبول کرو' جھگڑا نہ کرو اس کے ساتھ' صلح سے رہو۔ تقدیر اگر بدل جائے تو بے شک بدل جائے مگر جو ملا پھر وہی مقدر تھا۔ تو نگاہِ مردِ مومن جو ہے وہ آپ کا مقدر ہے اور پھر آنے والا آجائے گا تقدیر بدلنے کے لیے' وہ کہے گا کہ کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں تقدیر بدلنے کے لیے آیا ہوں۔ مولانا رومؒ بیٹھے ہوئے بچوں کو پڑھا رہے تھے' فقہ' حدیث شریف' بہت ساری چیزیں پڑھا رہے تھے۔ ایک شخص پیدل چلتے چلتے' کئی سال' بڑی عرفانیات لے کر اور پورے عزم کے ساتھ تکمیل کرنے کے لیے' ساری تکمیل کرنے کے لیے' مکملِ شرف جو ہے' سارے کا سارا' وہ رومیؒ کے لیے لے کے آ گیا۔ مولانا رومؒ کی تقدیر دیکھو کیسی ہے کہ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تقدیر دینے والا کہیں دور سے چل کر آ رہا ہے' خدا جانے کہاں سے چلا آ رہا ہے' یہ دم ہمہ دم آ رہا ہے۔ اور پھر

ایک واقعہ ہو گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مقدر کیسے بنتے ہیں۔ اس پہ بھی غور کریں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ایک معاشرہ جس میں برائی آ جائے تو وہ معاشرہ تباہ ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ برائی والا تباہ ہو جاتا ہے ناں؟ عرب کا معاشرہ اسلام سے پہلے اتنا ہی برا تھا کہ تباہ ہونے کے قابل تھا مگر اللہ کے مزاج میں ایسی بات آ گئی کہ اللہ نے حکم دیا کہ اس کو تباہ نہ کرو بلکہ اُس کو Reform کر دو۔ اب یہ مقدر بن رہا ہے' تباہ ہونے کے لیے وہ معاشرہ انتظار کر رہا ہے' اور تباہی کی بجائے اوپر سے Reformation' رحمت آ گئی ہے بلکہ مکمل رحمت' رحمتِ عالمؐ آ رہے ہیں۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ جہاں تباہی کی ضرورت تھی وہاں پر اللہ تعالیٰ نے رحمتیں عطا فرما دیں۔ تو یہ خاص واقعہ ہے تقدیر کو دیکھنے کے لیے اور تقدیر کو سمجھنے کے لیے۔ تو یہ بات دیکھو کہ پانی میں چراغ کہاں جلتا ہے۔ پھر سمجھ آئے گی کہ تقدیر کیا ہے۔ تقدیر یہ ہے کہ غریبی میں بادشاہی کیسے ہوتی ہے۔ تقدیر یہ بھی ہے کہ تضادات میں دیکھو کہ تقدیر کیسے چل رہی ہے۔ جہاں سارے دکھی ہیں وہاں ایک آدمی خوش ہے۔ دوسرا آدمی پوچھتا ہے کہ تمہیں کیا خوشی ہے' تم بھی تو غریب ہو؟ کہتا ہے ہمارا مزاج ہی اور ہے' بس اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ تو یہاں آ کے بات سمجھ آتی ہے کہ تقدیر بدلنے والا دور سے چل کر آتا ہے اور خود بخود ہی آتا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے مقدر پر پورا پورا بھروسہ کریں' اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا لے گا' کبھی آپ کے ہاتھوں

سے نیکی سرزد ہو جائے گی' کبھی کوئی اور بنانے والا آ جائے گا اور کبھی اتفاق سے نتیجہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے آپ اپنی اچھی تقدیر کا انتظار کیا کریں۔ کہتے یہ ہیں' اور صحیح کہتے ہیں' کہ جس شخص کا انتظار اچھا ہو گیا اس کا مستقبل اچھا ہو گیا۔ مستقبل کیا ہے؟ تیرے انتظار کا چہرہ اور یہ کہ تو انتظار کیا کر رہا ہے۔ اگر تو اندیشہ کر رہا ہے پھر تیرا مقدر خراب ہو جائے گا۔ اب انتظار کیا کر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کوئی نہ کوئی اچھا واقعہ ہونے والا ہے تو پھر اچھا ہی ہو گا۔ تو جس کا انتظار اچھا ہو گا اس کا مستقبل اچھا ہو گا۔ آپ اپنے انتظار کا چہرہ دیکھا کرو۔ برا انتظار جو ہے یہ برا مستقبل ہے۔ اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو انتظار تو اچھا کر سکتے ہیں ناں' یعنی حسنِ انتظار۔ حُسنِ انتظار جو ہے یہ آنے والے وقت کی اچھی خبر ہے ۔

ہائے مجبوری میری تقدیر کی
ہر قدم پابند ہے تحریر کی

تو تقدیر ہی پابند ہوئی پڑی ہے۔ پتہ نہیں کہ اب کیا کرنا ہے یا اللہ۔ تو تقدیر پہلے لکھی پڑی ہے آپ بات سمجھے ہیں؟ اس کو سمجھنے کا ایک اور نسخہ یہ ہے کہ اگر

تقدیر بدل جائے تو حاصل بھی ہے تقدیر
آغاز کی پیشانی پہ انجام رقم ہے

تو جو فائنل بات تھی وہ تقدیر تھی اور یہ پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔ تو جو شروع سے لکھی ہوئی تھی وہی تقدیر تھی۔ تو پہلے تقدیر میں لکھا ہو گا اور بعد میں بات

شروع ہو گی' واقعات ہوں گے' حالات ہوں گے اور تقدیریں بنتی جائیں گی۔ اور یہ سارا واقعہ جو ہے وہ پہلے قدم کی وجہ سے ہے۔ آپ کا پہلا قدم جو ہے یہ تقدیر کا قدم ہوتا ہے۔ پھر تقدیر آپ کو آہستہ آہستہ اس سمت میں لے جاتی ہے اور پھر اللہ کا فضل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ سمجھتے ہیں کہ گدھ مردار کھاتا ہے' بہت برا کرتا ہے' لیکن یہ اس کا مزاج ہے۔ اب اس سے آپ کو کیا بات سمجھ آئی؟ کہ بغیر جرم کے گِدھ کو مردار دیا جا رہا ہے' اُسے مردار کا پتہ ہی نہیں کہ وہ مردار کھا رہا ہے بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ خوراک کھا رہا ہے۔ اب کیا بات سمجھ آئی؟ اُس کی تخلیق میں یہ رکھ دیا گیا ہے کہ یہ کیا کھائے گا۔ اب یہ غور کرنا کہ شاہین کی تخلیق میں رکھ دیا گیا کہ وہ اگر مرے گا تب بھی زمین پر نہیں آئے گا۔ گِدھ کی تخلیق میں وہ چیز رکھ دی گئی ہے کہ جو چیز اس کے اندر ہے اور شیر کی تخلیق میں کچھ اور رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کی تخلیق میں یہ رکھ دیا گیا' اس کے مزاج کی شکل بنا دی گئی' اور پھر وہ اس شکل کے مطابق عمل کرتا جائے گا۔ کیا کہا؟ انسان اپنے مزاج کے مطابق عمل کرتا جائے گا۔ قل کل یعمل علٰی شاکلتہٖ: آپ کہہ دیجیے کہ ہر چیز عمل کرے گی اپنی شکل کے مطابق۔ اور شکل مزاج کی ہے۔ بس جس کو حُسن پرست بنا دیا اُسے چھوڑ دو کیونکہ وہ مکان نہیں بنائے گا اور وہ سفر کر کے' جا کے دیکھے گا کہ اس علاقے میں جو انسان رہتے ہیں وہ اچھے لوگ ہوتے ہیں' آؤ ان کو دیکھا جائے۔ یعنی کہ وہ مزاج کے مطابق عمل کرے گا۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ وہ مزاج کے مطابق چلے گا اور یہ جو مزاج ہے یہ آپ کا مقدر ہے' اس سے آپ بچ نہیں سکتے ۔

سوزِ دل پروانہ مگس رانہ دِہند

اور جو مگس ہے وہ مگس ہے' وہ شہد بنائے گا اور پروانہ جو ہے وہ شہد سے بھی آگے نکل گیا' یہ کہاں چلا گیا؟ یہ جل گیا اپنے اپنے مزاج کے اندر یہ واقعات جو ہیں یہی تقدیریں ہیں اور یہی مقدر ہیں اور یہی مقدر سازیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے رکھا ہوا ہے اُس کو قبول کر لیا جائے۔ ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔ آپ گانے کی کتنی ہی کوشش کریں سارے انترے ماترے آپ کو آتے ہوں مگر آپ کو وہ گلا نہیں ملے گا جیسے گانے والا گلا ہوتا ہے۔ آپ جو مرضی کر لیں مگر اُس کا گلا بہت اچھا ہوگا۔ کئی لوگوں نے شعر کہنے کے لیے بڑی کوشش کی مگر شعر نہیں کہہ سکے اور جتنے لوگ شعر کو Judge کرنے والے ہیں وہ سارے شعر نہیں کہہ سکتے حالانکہ وہ پوری طرح شعر کو Judge کرتے ہیں' اسی طرح کچھ لوگ سٹیج پر جا کر گھبرا جاتے ہیں کہ صاحبان' مہربان' قدردان ـــــ اور بس آگے وہ نہیں بول سکتے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کچھ لوگوں کو بولنے کا شوق ہوتا ہے اور وہ بیٹھے بیٹھے تقریر کرتے جاتے ہیں' مسجد میں لوگ بیٹھے ہوں گے اور ایک بزرگ کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ دیکھو میری بات سن کے جاؤ۔ تو بولنے کا شوق بھی ایک مزاج ہے۔ اگر آپ اپنے مزاج کو پہچانیں تو تقدیر کا سوال حل ہو جائے گا۔ یہ دیکھنا ہے

کہ آپ کا مزاج کیا ہے' آپ کی تخلیق کیا ہے اور آپ کی تشکیل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا الگ الگ Taste رکھ دیا ہے۔ ویسے تو گنتی کے ہی ہیں سارے Taste۔ کل دس بارہ ہی مزاج ہوتے ہیں لوگوں کے۔ اگر آپ غور کریں تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ کون کس Category میں ہے' کس قسم کا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو گھر سے باہر چلتے ہی رہتے ہیں' وہ مسافر ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہمیشہ ہی ایک جگہ پر رہتے ہیں' مقیم رہتے ہیں' زمانہ اپنی جگہ سے ہل جائے مگر وہ نہیں ہلیں گے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ فگر ورک کرتے رہتے ہیں' Count کرتے رہتے ہیں' گنتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ لکھتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ پڑھتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ہمیشہ بولتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ نے جس کام میں لگا دیا وہ لگے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' میلہ اس کا لگایا ہوا ہے' بڑا عجیب میلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا بدل جائے مگر وہ نہیں بدلیں گے۔ جس کو آپ نے کہا کہ تم نہیں بدلے ہو تو وہ آپ کو کہے گا کہ تم بھی تو نہیں بدلے۔ سارے اپنے اپنے مزاج میں فکس ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز اپنے مزاج میں رہن رکھ دی گئی ہے۔ ہر چیز گروی رکھ دی گئی ہے۔ اپنے مزاج سے آپ باہر نکل نہیں سکتے۔ یہ بڑا مشکل ہے۔ یہی مقدر ہے آپ کا۔ یہ مقدر ہے کہ آپ نے آنا ہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد جانا ہے۔

اب آپ دعا کریں۔ پہلی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری اپنی تقدیر

پر راضی رکھے۔ جو کچھ اس نے ہمارے لیے تجویز اور تخلیق فرمایا ہے ہمیں اس میں خوشی عطا فرمائے۔ ہم سب قبول کرتے ہیں' ہم اپنے طور پر اُسے پسند کرتے ہیں۔ یا اللہ تو نے ہمارا جو نصیب رکھا ہے وہ ہمیں منظور ہے۔ ہمیں ہماری زندگی کو بہتر بنانے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں لوگوں کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ یارب العالمین ملک اور قوم کی حالت پہ آپ ہی مہربانی فرما۔ اس وقت جو صاحبانِ مجلس بیٹھے ہیں ان کی زندگی میں جو مسئلے ہیں ان کی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائیں۔ دعا کریں اپنے لیے اور سب کے لیے کہ یارب العالمین کرم فرما_____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نورعرشه افضل الانبیاء والمرسلین محمد و آله واصحابه اجمعین _____ آمین _____ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

2

1 اگر کوئی بزرگ اللہ کے سفر میں وہ چیز بتائے جو بظاہر سنت کے مطابق نہ لگے تو پھر اللہ کے راستے پر کیسے چلیں؟

2 رجوع الی اللہ کے بارے میں سمجھا دیں۔

3 آپ نے فرمایا ہے کہ جب انسان کو موت کا ڈر ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ کی محبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کی کیا نشانی ہے؟

4 ایک آیت ہے جس میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے' تو یہ دو مشرقوں اور مغربوں کی کیا بات ہے؟

5 اللہ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کو مصابیح سے سجایا ہے' اس کا مطلب کیا ہے؟

6 میری پوری کوشش کے باوجود محویت نہیں ملتی' اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال:-

اگر کوئی بزرگ اللہ کے سفر میں وہ چیز بتائے جو بظاہر سنت کے مطابق نہ لگے تو پھر اللہ کے راستے پر کیسے چلیں؟

جواب:-

اگر آپؐ سے ہٹ کے کوئی اطاعت ہے کسی بزرگ کی' تو . د نہ کرنا۔ آپ کے سوال میں دقت ہو رہی ہے اور دقت یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس دین کا علم موجود ہے کہ یہ دین ہے' یہ احکام ہیں' یہ شریعت ہے اور پھر آپ کو اندیشہ ہے کہ شاید یہ سب کچھ کافی نہ ہو۔ تو پھر آپ پیر' شیخ کی تلاش کرتے ہیں اور پھر آپ کہتے ہیں کہ شیخ کا یہ علم اُس علم سے ذرا اتفاق کرتا ہے۔ پھر یہ دیکھتے ہیں کہ علم اُدھر جاتا ہے کہ نہیں جاتا۔ یہ راستہ پھر آپ کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ سب سے پہلے یہ کریں کہ کسی شیخ کی اطاعت یا اُس سے وابستگی جو ہے اُس وابستگی سے پہلے کے علم کو ترک کر دیں' چاہے وہ دین ہی ہو' حتیٰ کہ وہ آپ کو نئے سرے سے بتائے گا کہ دین کیا ہے۔ مثلاً کلمہ تو انسان پہلے ہی پڑھتا

ہے مگر سلطان باہو نے اس کی ذرا اس طریقے سے وضاحت کی کوشش کی ہے کہ ۔

کلمہ پیر پڑھایا باہوتے میں سدا سہاگن ہوئی ہُو

ورنہ کلمہ تو ہر کوئی پڑھا دیتا ہے ۔آپ یہ دیکھیں کہ کافر بھی کلمہ پڑھتا ہے' کلمہ پڑھنے میں کیا دقت ہے' بس کلمہ پڑھ لو۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھی گئی ہیں' کافروں نے بھی لکھی ہیں' آپؐ کی تعریف میں کافروں نے بڑی بڑی نعتیں کہی ہیں ۔مگر اس کے باوجود کافر کافر ہی رہا حالانکہ وہ نعت کہہ گیا۔تو یہ واقعات ہوتے رہے ہیں ۔تو ہندو منقبت بھی کہتا رہا۔ یہ آپ کے پاس ریکارڈ ہے کہ ہندو نے منقبت کہی ہے اور بہت سارے لوگ ایسا کر گئے ۔ ان لوگوں نے اسلام میں داخل ہونا تو نہیں ہے لیکن انہوں نے حضور پاک ﷺ کی محبت ظاہر کی۔ان میں وہ محبت تھی کہ نہیں تھی' یہ الگ کہانی ہے ۔تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو' ماننے والی اور نہ ماننے والی' تمام مخلوق کو محبت کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی ہر چیز کو بنانا پسند کیا ہے؟ لازمی بات ہے اس نے پسند کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مسلمانوں کے دین کو اپنا دین سمجھتا ہے؟ ان الدین عند اللہ الاسلام کہ اللہ کے نزدیک بے شک دین تو اسلام ہے۔تو اسلام کے علاوہ باقی لوگوں سے اللہ کیسے بات کرتا ہے؟ یہ ایک الگ بات ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کا کیا سلوک ہے؟ یہ ایک الگ بات ہے۔تو آپ اللہ کو باقی کام کرنے دو جو وہ غیر مسلموں کے ذریعے سے کر رہا ہے۔ آپ صرف اپنا راستہ لو' آپ اُس کو یہ تجویز نہ کرو کہ باقیوں کا بیڑا غرق

کردو۔اس کی خدائی چلنے دو۔تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کو اختیار مل جائے تو آپ دین کے خلاف لوگوں کو کبھی نہیں چلنے دیں گے یعنی کسی مسلمان کو یہ اختیار مل جائے ۔تو کیا اللہ مسلمان ہے؟ کیا اللہ کسی دین کا ہوا کرتا ہے؟ کیا اللہ کی اسلام پسندی ایسے ہے جیسے ہم پسند کرتے ہیں؟ اللہ جب آرزو سے آزاد ہے' بے نیاز ہے' ہر آغاز سے پہلے ہے' ہر انجام کے بعد ہے' ماں باپ سے بے نیاز ہے' اولاد سے بے نیاز ہے' تو پھر اللہ کا ایک دین کو پسند کرنا کوئی اور ہی کہانی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔آپ کیونکہ ماں باپ سے آزاد نہیں ہو سکتے' اولاد سے آزاد نہیں ہو سکتے' دنیا کے حاصل سے آزاد نہیں ہو سکتے' اس لیے آپ کے لیے یہ بات سمجھنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی باقی کائنات کو کیسے Operate کر رہا ہے۔ جب کہ اس کو دین ہمارے والا پسند ہے لیکن پیسے کافروں کو بھیج دیتا ہے۔یہ اللہ کے کام ہیں کہ اس کو آپ لوگوں سے اور دین سے یعنی اسلام سے محبت ہے۔ بزرگوں کا یا اولیائے کرام کا سفر اور دنیا دار کا سفر' سارا سفر ہی اللہ کی طرف ہے۔اور غیر اللہ کا سفر بھی اللہ ہی کی طرف ہے کیونکہ جانا وہیں ہے۔''پھر تم لائے جاؤ گے اور جب میں کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا' ذلک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربہ مابا اور یہ وہ دن ہے جب بتایا جائے گا کہ یہی دن تھا ہم جس کے بارے میں کہتے تھے کہ تمہیں آنا ہے' کافروں سے بھی کہتے تھے۔اولیائے کرام اور عام آدمی کے اللہ کی طرف جانے کے سفر میں ایک فرق ہے۔اگر یہ بات آپ کو ایک فقرے میں سمجھ آ جائے تو پھر آپ کو

مسئلہ صاف سمجھ آ جائے گا کہ دونوں اللہ کی طرف چلے ہیں' اولیائے لرام' علماء صاحبان اور باقی سارے صاحبان اللہ کی طرف چلے ہیں اور سارے اللہ کی طرف سفر کو چلے ہیں' رُخ اللہ کی طرف ہے' اللہ نے اپنی طرف لگایا ہوا ہے۔ اگر سارے یا ایک ولی یا ایک پیر یا ایک مرشد اور مرید دونوں اللہ کے قریب پہنچ جائیں تو فرق کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ یا جب عام آدمی اللہ کے پاس پہنچ جائے تو فرق کا کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ عام تھا اور وہ خاص تھا' جب کہ پہنچے سارے ایک جگہ پہ ہیں۔ اگر یہ بات آپ کو سمجھ آ جائے تو پھر آپ کے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ عام آدمی کو جب اللہ مل جائے تو پھر اس کی بات شروع ہوتی ہے اور اگر خاص آدمی کو اللہ مل جائے تو اس کی تو کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ تو خاص آدمی وہ ہے جس کو اگر اللہ مل جائے تو اس کی کہانی ختم ہو جائے اور عام آدمی کو اللہ مل جائے تو اس کی کہانی اب شروع ہو یعنی وہ کہے کہ آپ ہی اللہ ہیں تو اب مہربانی کر کے آپ میرا یہ کام کریں' اگر آپ اللہ ہیں' آپ ہم پر مہربان ہو گئے ہیں تو ہمارے دو چار مخالف بندے ماریں' کچھ ہمارے ذاتی کام کریں اور ہماری خواہشات پوری فرمائیں' آپ مالک ہیں' آپ کا کیا جاتا ہے ۔

بات بنتی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

ہماری زندگی کو طویل کریں' رزق میں زیادتی کریں' عزت اور شہرت عطا کریں' کچھ میرے نام میں اپنے نام کی بڑائی کا فیض عطا فرمائیں۔ اور وہ جو فقیر ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ پردے اُٹھے ہوئے ہیں اور دیدار ہو گیا تو وہ کہتا ہے بس اب

End' سب ختم۔ وہ کہتا ہے کہ میں زندگی میں جہاد کر کے' خواہشات سے نکلتا ہوا' آرزوؤں سے بچتا ہوا' کوششیں کرتا ہوا' پیشانی سجدے میں رکھتا ہوا جس مقام پر آیا' اب اس بلند مقام پر آیا' اللہ کے پاس آیا تو کیا یہ مقام بذاتِ خود کافی نہیں ہے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ اُس کے روبرو ہو گئے۔ اب اس مقام سے دنیا کے مقام کا حاصل کرنا آپ کا ظلم ہے حالانکہ دنیا کی انتہا وہاں ہونی چاہیے۔ تو آپ جب نماز پڑھتے ہیں تو کیا یہ کافی نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کی توفیق آپ کو مل گئی ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ یہ کافی نہیں ہے اور ہم نماز کے بدلے میں چیزیں لے کر جائیں گے' اللہ تعالیٰ سے پانچ چھ باتیں ضرور منوا کے جائیں گے۔ پھر اللہ تو اللہ ہی ہے' وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مہربانی کرو ایسی نماز نہ پڑھا کرو۔ ایک تو اللہ آپ کی جھوٹی محبت سُن سُن کے تھک گیا ہے کہ اللہ میاں ہم آپ کو چاہتے ہیں' تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور مدد کیا مانگتے ہیں؟ دنیا کی۔ اللہ کی راہ کی طرف نہیں مانگتے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو کہ مجھے اپنی راہ دکھا' اپنی راہ دکھا' سیدھی راہ دکھا اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا کی راہ دکھا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ پہ چلنے والا اُسی کے پاس پہنچے گا۔ مگر آپ کو جب بھی اللہ کے تقرب کا احساس ہوتا ہے تو آپ جیب سے پرچی نکال لیتے ہیں جس پہ دو چار باتیں لکھی ہوتی ہیں کہ یہ مکان' یہ سامان' نوکری' ملازمت' یہ واقعات' کچھ باتیں بتانے والی اور کچھ نہ بتانے والی۔ وہ جو ہوتا ہے مجنوں' اس کی بات اور ہے۔ یہ جو مجنوں کے قصے بنائے ہوئے ہیں' نقلی ہیں یا اصلی ہیں' یہ آپ کو

سمجھانے والی بات ہے۔ اصلی ہوں یا نقلی ہوں اس سے بحث نہیں ہے بلکہ یہ اصلی ہی ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مجنوں کو اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو ہم بادشاہت دیتے ہیں' لیلیٰ کا خیال چھوڑ دے' تو وہ کیا کہے گا؟ نہیں' بات یہ ہے کہ یہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ حالانکہ ایک دنیاوی انسان کی دنیا کے ایک اور انسان کے ساتھ محبت ہے مگر وہ کہتا ہے ۔

دنیا کی ہر اِک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

اور ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ اسے کہو کہ علاوہ ازیں کوئی چیز قبول کر لے اور اسے چھوڑ دے تو وہ کہے گا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے..... کیونکہ اسے دنیا کی محبت نہیں ہے۔ اگر اللہ سے آپ کی محبت اللہ ہی کے لیے ہو تو پھر اللہ کو کام پہ لگانا یا اللہ سے باتیں منوانا آپ کی عبادت کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ تو وہ جو ہوتا ہے درویش یا فقیر' اس کا تو دیدار تک ہی سفر ہوتا ہے اور آپ کا سفر جو ہے یعنی دنیادار کا جو سفر ہے وہ دیدار کے بعد شروع ہوگا جب کہ آپ اللہ کے قریب آ گئے۔ تو قریب آنے کے بعد اگر خواہش رہ جاتی ہے تو پھر آپ دنیادار ہیں اور اگر قریب آنے کے بعد خواہش ختم ہوگئی ہے تو پھر آپ دنیادار نہیں ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لو کہ ولی کون ہے اور دنیادار کون ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ مثلاً اللہ کی عدالت لگی ہوئی ہے اور اللہ نے فرمایا کہ حاضر کرو آنے والوں کو۔ پھر پوچھا کہ کیا چاہیے؟ دنیادار نے اپنا مدعا بیان کیا' اللہ نے دیا کہ نہ دیا' یا التواء میں ڈال دیا۔ جب وہ فقیر آتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ کیا چاہیے' تو فقیر کہتا ہے کہ اس کے آگے اور

کیا چاہیے کہ آپ نے پوچھ لیا ہے' بس آپ کا پوچھنا ہی میرے لیے کافی ہے۔ تو وہاں فقیر End ہو گیا بس! That's all۔ وہ کہتا ہے اب اس مقام سے ہمیں جدائی نہیں چاہیے۔ فقیر کے لیے تقربِ حق جو ہے وہ برائے تعمیرِ حیات نہیں ہوتا۔ وہ تعمیرِ حیات کو قربان کر کے تقربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ نسخہ آپ یاد رکھ لیں تو آپ کو اپنے اندر کے فقیر کا پتہ چل جائے گا۔ نسخہ کیا ہے؟ کہ اگر تقربِ الٰہی کی منزل نصیب ہو جائے تو پھر وہاں آپ کے پاس دنیاوی آرزو نہ ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ تقربِ حق کی منزل پر ماسوائے تقربِ حق جو ہے وہ حرام ہے۔ تو ماسوا ہم اس کو کہیں گے کہ جب آپ حق کے قریب ہو گئے تو وہاں سے دنیا کا راستہ لینا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دنیا سے آپ نے اللہ کا راستہ لینا تھا اور ہو کیا رہا ہے؟ اللہ سے آپ دنیا کا راستہ مانگ رہے ہیں۔ آپ خود ہی خیال کریں' مجھے کیا کہتے ہیں۔ ہونا کیا چاہیے تھا؟ کہ دنیا سے اللہ کی راہ لینی تھی اور آپ کرتے کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دنیا کا راستہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ مجھے یہ دے دے' وہ دے دے۔ اگر اللہ صرف معبود ہونے کی حد تک' دیدار اور جلوے کی حد تک رہے' تو آپ کو کیا یہ بات پسند نہیں ہے؟ تو پھر آپ اس کو ایسے ہی رکھیں کہ اس کو دیدار اور جلوے کی حد تک رکھیں۔ چلو اللہ کی بات نہیں سمجھ آتی تو آپ بزرگوں کی بات لے لو' پیروں کی بات لے لو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے پیر بنایا اور چار طویل سال' دن اور رات گزر گئے' ایک ایک دن گزر گیا' کتنے ہزار دن گزر گئے مگر میرا کوئی کام نہیں ہوا' اللہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور قریب رکھتے ہیں' میں

ان کے ساتھ ہی رہتا ہوں لیکن کام میرا نہیں ہوا۔ میں اس نامراد مرید کی بات کر رہا ہوں کہ اگر پیر جوش میں آ جائے اور پوچھے کہ بول کیا چاہیے تو وہ اس وقت یہ کہے کہ جناب مجھے گھر جانے کی رخصت دے دیں۔ یہ نامراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ساتھ رکھا' اپنے کام پہ رکھا اور اسے دور جانے کی خواہش ہوگئی' یا کوئی دنیاوی تمنا کر بیٹھا۔ اس لیے آپ اس بات پہ غور کریں کہ آپ کے اندر دِقت کیا ہوتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کافی ہے؟ ضرور کافی ہے۔ کیا اللہ کے حضور ﷺ کافی ہیں؟ کافی ہیں..... کیا دونوں ہی کافی ہیں؟ جب آپ ایک کو کافی مانیں گے تو دوسرا خود بخود ہی برابر ہوتا رہے گا۔ ایک مقام ایسا آئے گا کہ جس مقام پر آپ کو یہ امتیاز ختم ہو جائے گا کہ میں کس کی اطاعت کر رہا ہوں۔ آپ اللہ کی طرف جائیں گے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے پاس پہنچیں گے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی طرف جائیں گے تو آپ اللہ کی طرف پہنچ جائیں گے۔ یہ مقام جو ہے کن لوگوں کو ملتا ہے؟ اُن لوگوں کو ملتا ہے جو جیب میں دنیاوی آرزوؤں کی پرچیاں نہیں رکھتے۔ مرنے کے بعد دنیادار شخص کی جیب سے دعاؤں کے سولہ آئٹم نکلتے ہیں کہ یہ یہ کام کرانے ہیں۔ اس لیے آپ آرزوؤں کی پرچی خالی کر دو کہ جو تیری رضا ہے تُو کر' ہمارا سفر جو ہے وہ تیری ذات کے تقرب تک ہے۔ کیا ہے؟ اس سے آگے ہم نے نہیں آنا۔ آگے کا سفر ہے ہی کوئی نہیں۔ آگے کا سفر سوائے جدائی کے اور کوئی سفر نہیں ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ نسخہ ہے' اس نسخے کو قائم رکھو۔ کیا قرآن پاک انسان کے لیے ذاتی طور پر کافی ہے؟ کافی ہے!

کیا اللہ' رسول ﷺ اور قرآن' تینوں چیزیں الگ الگ تو نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت اور قرآن پاک ایک ہی ہیں۔ اسی طرح اپنے شیخ کے ساتھ جو اطاعت ہے کیا یہ پھر پہلی اطاعتوں میں اضافہ تو نہیں ہو جائے گا؟ وہ ایک ہی شے ہوگی۔ یہاں پہ مولانا رومؒ شعر کہتے ہیں ۔

ہر کہ پیرو ذاتِ حق را یک ندید

نے مریدو نے مریدو نے مرید

جس نے پیر اور ذاتِ حق کو اکٹھا نہ دیکھا' ایک نہ سمجھا' اُسے مرید نہیں ہونا چاہیے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ مرید نہیں ہے۔ دوسرا کیا ہے؟ اُسے مرید نہیں ہونا چاہیے۔ مرید ہونا ضروری نہیں ہے' مرید مت ہو جانا۔ لیکن اگر آپ کو محبت ہوگئی' کسی انسان سے بھی ہوگئی تو آپ کو ساری کائنات ایک ہی نظر آئے گی۔ اگر آپ کو دین سے محبت ہوگئی یا آپ کو کسی انسان سے محبت ہوگئی تو یہ ساری راہ جو ہے وہ ایک ہی راہ بن جاتی ہے' آسان ہو جاتی ہے۔ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اپنی منفعت کو خوشی کے ساتھ نظر انداز کرنا۔ محبت کا کیا مطلب ہے؟ اپنی منفعت کو خوشی سے نظر انداز کرنا اور اس کی منفعت کو خوشی کے ساتھ قبول کرنا اور اس کی رضا کو قبول کرنا چاہے اس کی رضا آپ کی قضا ہی ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون تو سب خوشی سے قبول کرنا۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر اس سفر پر جانے سے پہلے سوچ لو بلکہ نہ ہی جاؤ۔ تو یہ سفر جو ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اگر دریا میں انسان ڈوب کے مرے یا سمندر میں ڈوب کے مرے تو اسے کیا فرق محسوس ہوگا کیونکہ اس نے

مرنا ڈوب کے ہی ہے۔ تو ڈوبنے والے کے لیے دریا' سمندر اور جھیل ایک ہی شے ہے۔ اس کام میں محو ہو جانے والے کے لیے' منہمک ہونے والے کے لیے' سارا کچھ ایک ہی ہے' سمندر ہی سمندر ہے' توحید' رسالت اور طریقت سب ایک ہی چیز ہے۔ اس میں مطلب ہے گم ہو جانا۔ اس میں الگ الگ Bifurcation نہیں کرتے۔ اس لیے اس دنیا کے اندر مشائخ کرام سے جو محبت ہے وہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تعاون کرتی ہے' اور آسانی دیتی ہے مشکل کون پیدا کر رہا ہے؟ آپ کی آرزوئیں۔ مشکل صرف آپ کی آرزوئیں ہیں۔ اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری نہیں ہوں گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پوری کرنے کی خواہش چھوڑ دو' پھر یہ خود بخود پوری ہوتی رہیں گی۔ ایک بار آپ اس سے دستبردار ہو جائیں' دستبردار ہونے سے پھر یہ آرزوئیں جو ہیں اپنا سفر خود کرتی ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں اپنی مرضی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور اللہ کہتا ہے کہ میں نے تم کو اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے' تُو کیسے بسر کرے گا۔ آپ مجھے پہلے یہ بتائیں کہ اس کی مرضی چلے گی کہ آپ کی چلے گی۔ کیا کوئی آدمی اپنی مرضی سے مرنا چاہتا ہے؟ آپ بتائیں! کوئی آدمی کیا مرنے سے بچ سکتا ہے؟ یا تو آپ لوگ اپنی مرضی ایسی کریں کہ آپ کو اگر کہا جائے کہ آج آپ کی ساری مرضیاں قبول ہیں اور منظور ہیں بس صرف اپنے یوم وصال کی تاریخ بتا دیں کہ آپ کب وصال کریں گے۔ آپ یہ کبھی نہ لکھیں گے' اپنے مرنے کا دن کبھی نہ لکھیں گے کہ میں اس تاریخ کو مرنا پسند کروں گا۔ یہ اللہ کی طرف سے لکھا جائے تو لکھا جائے گا

ورنہ آپ کے ہاتھ سے تو نہیں لکھا جاتا۔ اس لیے پھر آپ کو اللہ کی خواہشات کے مطابق ہی چلنا پڑتا ہے' اللہ مجبور کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ اپنی مرضی میں ہمیشہ کامیاب ہوئے' اپنا مقصد حاصل کیا' جنہوں نے اپنی مرضی سے اپنا یوم وصال وقت سے پہلے لکھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ مقام ہے اور یہ وقت ہے جہاں پر میں زندگی کو چھوڑوں گا۔ تو آپ آرزو کو چھوڑ سکتے ہیں اور زندگی کو چھوڑ سکتے ہیں۔ جو شخص ایک چھوٹی سی آرزو نہیں چھوڑ سکتا وہ زندگی کیسے چھوڑے گا۔ اس سے تو زندگی چھینی جائے گی اور پھر چھین جھپٹ میں جھگڑا ہوگا' پریشانی ہوگی' عزرائیل نے کہنا ہے چل تو وہ کہے گا کہ میں نے نہیں چلنا۔ کہتا ہے ابھی تو میرے بھائی کا نمبر ہے میرا نمبر تو آیا ہی نہیں۔ وہ کہے گا یہ تمہارا نام لکھا ہوا ہے' میرے پاس تمہاری پہچان ہے' تمہارے واقعات لکھے ہوئے ہیں' اب تمہارا ٹائم پورا ہو گیا ہے۔ محبت کی بات یہ ہے کہ اگر آپ ایک سے محبت کرو تو دوسری محبت لازمی طور پر آپ کے ساتھ آ جاتی ہے۔ تو کسی ایک کو مکمل تسلیم کر لو۔ تسلیم کی شرط بتا رہا ہوں' تسلیم اس کو کہیں گے جس سے آرزو طلبی نہ ہو۔ یہ نشان رکھ لو آپ اپنے پاس۔ کیا نشان رکھا؟ کہ اگر آپ اپنے پیر سے آرزو طلبی چھوڑ دو تو پھر آپ کا پیر بہت خوب صورت ہے' پیر کامیاب ہے۔ آرزو طلبی جو ہے یہ آپ کو ہمیشہ شکستہ کرے گی۔ آرزو طلبی جو ہے وہ آپ کو شکست دے گی' آپ کو پریشان کرے گی' آپ کو دقت دے گی۔ ہر پیغمبر جو ہے اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی خواہش ہوتی ہے کہ فٹافٹ لوگ میرے دین میں داخل ہو جائیں لیکن سارے لوگ نہیں

داخل ہوتے۔ان کی آرزو تو ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ پھر بھی پیغمبر جو ہے پیغمبر ہی ہے' وہ کہتا ہے جو تیری رضا ہے تو کر' تو نے ہمارے ذمے جو کام لگایا تھا ہم نے وہ کام پورا کر دیا' بس اس سے آگے ہماری خواہش ہی کوئی نہیں۔تو اپنی خواہش کو اگر آپ اللہ کے تابع کر دو گے تو آپ کو آسانی پیدا ہو گی۔ اگر آپ نے اپنی خواہش کو اپنے لیے Mania بنا دیا' پریشانی بنا دی تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ مجھے یہ نہیں ملی وہ چیز نہیں ملی۔ پھر آپ کو ایک ایسی پریشانی لاحق ہو جائے گی کہ جب آپ کی ایک آرزو پوری ہو گی تو ایک اور آرزو اس کے مقابلے میں کھڑی ہو گی۔تو خلاصۂ کلام اس خیال کا یہ ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت اور اس راستے پر چلنے کے لیے اس کام میں اس کام کے علاوہ کوئی کام شامل نہ کریں۔ اگر اللہ قریب بھی آ جائے' اللہ سے ملاقات بھی ہو جائے' تو پھر آرزوئیں نہ گنوانی شروع کر دینا۔ بس اتنی ہی بات کافی ہے۔ پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ فقیر کے سفر اور دنیا دار کے سفر میں فرق کیا ہے؟ فقیر جب اللہ کے قرب میں جاتا ہے' اس کے قریب جاتا ہے تو اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے' زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور دنیا دار جب اللہ کے قریب ہونا شروع کرتا ہے تو پھر اس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے' وہ کہتا ہے کہ اللہ تُو اب ہمارے قریب آیا' تو ہمارے کام پورے کر۔ کام جو ہے وہ اللہ کے قرب کے علاوہ ہے اور تقرب والے کا کام تقرب کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کے علاوہ اور کوئی شے ہی نہ مانگو۔ بس یہ بہتر ہے۔ یارب العالمین اپنا فضل

فرمائے رکھ۔ چھوٹے موٹے کام تو ہر ایک کے ہوتے ہیں' وہ کافروں کو تو بغیر مانگے دیتا ہے' تو ہمیں بھی دیتا ہی چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں مانگے بغیر' اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندگی دی ہے مانگے بغیر' چہرہ دیا مانگے بغیر' ماں باپ اور اولاد بھی مانگے بغیر' روشنی' ہوا' کائنات بھی سب مانگے بغیر۔ تو زندگی بھی مانگے بغیر اور موت بھی مانگے بغیر۔ اب آپ کو باقی سارے کیوں مانگنے پڑتے ہیں۔ یہ کیوں ہو جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشین ایسے سیٹ کی ہے کہ اگر آپ اس کو ذرا صحیح استعمال کریں تو مانگے بغیر ہی کام ہو جائے گا۔ ذہن کو استعمال کرنا ہے اور ذہن کے ساتھ رزق وابستہ ہو جاتا ہے۔ اگر دل کو استعمال کرو تو دل کے ساتھ آپ کی عبادت وابستہ ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کی اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بہت آرزوئیں نہ مانگا کرو کہ یارب العالمین یہ بھی دے' وہ بھی دے۔ میں نے یہ بات آپ کو پہلے بھی بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ نہ کہا کرو کہ اپنے علاوہ باقی سب کچھ مجھے دیتا جا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو' اس کا قرب مانگو۔ اور ایک بات اللہ سے مانگو بھی اور یہ کام کرو بھی۔ وہ یہ ہے کہ اپنی زندگی میں' اپنے حالات کی پریشانی کے باوجود' دِقتوں اور مسائل کے باوجود' کثرتِ مال اور کثرتِ آرزو کے باوجود' اسی زندگی میں مکمل طور پر راضی رہنے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی ناکامی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو' As it is۔ کیا کہا؟ As it is جیسے کہ ہے۔ ایسی بات نہ کہنا کہ ایسے ہو جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو تجویزیں نہ پیش کرتے جاؤ۔ وہ آپ کی تجویز سے بے نیاز ہے۔ جو کچھ آپ کو

اللہ نے دیا پہلا کام یہ کرو کہ آپ اس پہ راضی ہو جاؤ۔ اگر نہیں خامی ہے' تھوڑی سی کمی بیشی ہے' یہاں کچھ ہونا چاہیے' تو اس پہ بھی آپ راضی ہو جاؤ۔ تو جو ہوا اس پہ بھی راضی ہو جاؤ اور جو نہیں ہوا اس پہ بھی راضی ہو جاؤ۔ چلو تھوڑی دیر کے لیے راضی ہو جاؤ یا پھر دو دن کے لیے راضی ہو جاؤ یا ایک مہینے کے لیے۔ تو ایک مہینہ جو ہے اس میں اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ کیا ایک مہینہ یہ بات آپ لوگ کر لیں گے؟ تو آپ ایک مہینہ کسی انسان کا گِلہ نہ کرنا۔ یہ تیس دن ہیں آج کے بعد' یہ ایک مہینہ دعا بھی کوئی نہ کرو۔ بس اللہ کو اپنے کام کرنے دو' ایک مہینہ رونا بھی نہیں ہے۔ ایک مہینہ جو ہے اللہ کا بھی گِلہ نہیں کرنا' ایک مہینہ راضی رہنے کی کوشش کرو' اس کے ساتھ بھی یہ کرو جو آپ کو ناراض کر جاتا ہے۔ ایک مہینہ آپ یہ کام کر لو۔ کسی نے آپ کو برا بھلا کہا آپ اس پہ بھی راضی ہو جاؤ۔ کیا آپ ایک مہینہ یہ کام کر لو گے؟ آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ آپ کہیں گے کہ یہ مشکل کام ہے۔ چلو سات دن کر لو' آپ کو اتنی رعایت ہے۔ یہ نہ کہنا میں یہ عرصہ کمرے میں بیٹھا رہا کروں گا اور سو جایا کروں گا۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا راضی رہنا ہی آپ کے سفر کی ابتداء ہے۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر ایک اور بات سمجھیں۔ آپ سمجھیں گے تو سمجھ آئے گی ناں۔ ایک جگہ پر چند آدمی بیٹھے ہوئے ہوں' ایک موچی جوتے بنانے والا' مرمت کرنے والا' ایک بادشاہ وقت' ایک امیر' ایک غریب' علم والا اور جاہل یعنی ہر شعبہ حیات کا' ہر قسم کا انسان بیٹھا ہوا ہو اور قیامت آ جائے تو یہ سب اللہ کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ اگر اللہ

تعالیٰ کی رضا ہی مدعائے حیات ہے اور وہ علم والے پر راضی نہیں ہے تو پھر علم کا آپ نے کیا کرنا ہے۔ کتنے علم والے ایسے ہیں جو غرق ہو گئے ہیں' کتنے مال دار ایسے ہیں جو فرعون بن کر مرے' کتنے بادشاہ ایسے ہیں جو ناپسندیدہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مقصدِ حیات ہے اور اللہ اگر راضی ہے جوتے بنانے والے پر' تو پھر وہ زندگی بہت بہتر ہے۔ سب سے اچھی زندگی وہ ہے جس پر اللہ راضی ہو۔ آپ اچھی زندگی اس کو سمجھتے ہیں جس پر آپ راضی ہوں اور سماج راضی ہو۔ آپ اپنے آپ کو سماج سے ذرا نظر انداز کر دو یعنی الگ کر دو۔ پھر آپ کو اللہ کا مزاج سمجھ آ جائے گا۔ اللہ کا مزاج سمجھنا ہو تو بڑا آسان سا نسخہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں نے کیسی زندگی بسر کی۔ سب کی زندگی کا تو آپ کو پتہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے جو سب سے زیادہ محبوب پیغمبر حضور اکرم ﷺ ہیں ان کی زندگی سب سے آئیڈیل لائف ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ کیونکہ پسند والے کی زندگی ہی پسند ہوتی ہے یعنی جو انسان پسند ہو' اس کی زندگی پسند ہوتی ہے۔ آپ ؐ کی طرزِ رہائش جو بھی تھی' کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو پانچ دن ویسی طرزِ رہائش اختیار کر لے۔ نہیں! کوئی ایسا انسان ہے جو آپ ؐ کی اطاعت میں اپنی بیٹیوں کی شادی ویسے کرنا پسند کر لے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ کوئی ایسا شخص ہے جو اس طرح کا پیوند والا لباس استعمال کرے؟ کوئی ایسا ہے جو آپ ؐ کی طرح ہمیشہ سچ بولے؟ چلو پانچ دن ہی سچ بولے' جھوٹ نہ سوچے۔ کوئی ایسا ہے جو ہر وقت اللہ کے اتنا قریب رہے' غم میں' دکھ

میں' خوشی میں' تکلیف میں' مسافرت میں' وطن میں۔ ایسا کوئی ہے؟ تو پھر آپ لوگ کس قسم کی اطاعت رکھتے ہیں؟ آپ لوگوں کا انداز یہ ہے کہ آپ وہ آدمی ہیں' وہ دنیادار ہیں کہ آپ لوگ اسلام کے حوالے سے اپنی دنیا بنانا چاہتے ہیں۔ مگر اس طرح یہ نہیں بنے گی' مشکل ہی ہے۔ آپ لوگ ایسے ہیں کہ وہ مقامات جو اسلام کے بغیر آپ مکمل کر سکتے ہیں وہ تو آپ کر لیتے ہیں یعنی جہاں اسلام کو نظر انداز کر کے کام کرنا پڑتا ہے وہ آپ کر لیتے ہیں اور جو کام نہیں ہوتا اس کا کہتے ہیں کہ اسلام کرائے۔ اسلام آپ کا اسسٹنٹ تو نہیں ہے۔ تو جہاں اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کام کرنا ہو وہ آپ کر لیتے ہیں اور جو کام نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے لیے دعا چاہیے' چلو پھر داتا صاحبؒ چلتے ہیں۔ مطلب کیا ہوا؟ یا تو سارے کام آپ اللہ کے حوالے کریں یا پھر اس میں جو غلطی کی ہوئی ہے وہ باہر نکالیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ابھی نہیں سمجھ آئی۔ آپ نے اللہ کے حکم کے بغیر یا اس کے حکم کے خلاف تو سرمایہ جمع کیا ہے مگر اب باقی کا کام آپ اللہ کے حکم پر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ کچھ کام آپ اللہ کے حکم کے بغیر کر گئے۔ اس لیے یہ بات دیکھنی چاہیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو کس وقت اپنی زندگی میں شامل کر رہے ہیں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کسی راستے پر چلنے کے لیے تعاون مانگ رہے ہیں۔ تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے راستے پر چلتے جائیں۔ اس کا آسان نسخہ یہ ہے کہ آپ راضی رہیں' جو کام اللہ کر رہا ہے آپ اس پر راضی رہیں اور یہ کہیں کہ یارب العالمین ہم راضی ہیں۔ راضی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ ہم اللہ

تعالیٰ سے کچھ اور نہیں مانگتے' Further نہیں مانگتے۔ یہ نہ کہنا کہ مانگنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' شریعت ہے' اس لیے مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بغیر مانگے جو کچھ دے رہا ہے آپ اس کو قبول کریں اور اپنا کام کریں یعنی عبادت۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے تقرب کو مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے محبوب ﷺ کی محبت کو مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے اس زندگی کی آسانی کو مانگو۔ آسانی کیا ہوتی ہے؟ اس زندگی میں کون آسان ہے یا یہ زندگی کس کے لیے آسان ہے؟ یہ اس کے لیے آسان ہے جس کو جس وقت اگر آواز آ جائے کہ ''چلو'' تو وہ اسی وقت تیار ہو۔ وہ اب یہ نہ کہے کہ ٹھہر جا' میں نے ابھی دو چار اور کام کرنے ہیں۔ وہ شخص جو ہمہ حال تیار ہو اس کے لیے یہ زندگی صحیح ہے اور وہ اس زندگی میں راضی ہے اور اطمینان کے ساتھ ہے۔ جس شخص کو یہ خیال ہے کہ میں اللہ سے زندگی میں دو چار کام بھی لے لوں' میرے واقعات پورے بھی ہو جائیں تو اس کے لیے دقت ہے۔ اس لیے آپ اس سوال پہ غور کریں کیونکہ یہ آپ کا سوال ہے۔ تو تسلیم کا کیا مقام ہے؟ تسلیم کا مقام یہ ہے کہ جہاں بھی آپ نے' جس انسان سے' جس مقام پر آپ نے خلوص شروع کر دیا تو باقی کی زندگی مخلص ہو گئی۔ بلکہ میں کہتا ہوں ماضی کی زندگی بھی ٹھیک ہو گئی۔ حال میں آپ کلمہ پڑھتے ہیں تو ماضی مومن ہو جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہے اس بات کو؟ کیا کہا؟ کلمہ حال میں پڑھتے ہیں اور مومن ماضی ہو جاتا ہے۔ کافر کا سارا کفر ختم ہو جاتا ہے کلمہ پڑھنے سے۔ اس لیے آپ توبہ کرو تو سارا ماضی معصوم ہو جائے گا۔ توبہ دل سے کرو تو سارا ماضی معصوم ہو جائے گا۔ اور اللہ کی اطاعت

رضا مندی کے ساتھ کرو تو سارا مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔ اس لیے کسی مقام پر تو آپ سیٹ ہو جائیں۔ یہ ایک آسان سی بات ہے کہ آپ دل کے ساتھ توبہ کرو تو ماضی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے' پھر آپ معصوم ہو گئے' معاف ہو گئے' آج سے نئی زندگی شروع ہو گئی اور شروع کرنے کا انداز یہ ہے کہ آپ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا اور گلہ نہ کرنا کہ یہ کیا ہو گیا وہ کیا ہو گیا۔ ہوا تیز چل گئی' بارش ہو گئی' سمجھ نہیں آتی کہ سماج میں کیا ہونے والا ہے' پتہ نہیں کس طرح کے ہیں سارے لوگ' سب بیوقوف ہیں۔ لوگ بیوقوف نہیں بلکہ صرف تجھے بیوقوف لگتے ہیں۔ دنیا کے اوپر کوئی تنقید نہ کرنا۔ اس زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ زمانہ ہی حقیقت ہے اور زمانے سے محبت نہ کرو کیونکہ زمانہ ہی حجاب ہے۔ اب یہ کیا مسئلہ ہو گیا؟ مسئلہ بنیادی ہے۔ یہ کائنات عین حقیقت ہے حق والے کے لیے اور یہ کائنات مکمل حجاب حقیقت ہے گمراہ کے لیے۔ تو سفر کس کا ہے؟ آپ کا اپنا۔ اگر آپ حق پر ہو تو ساری کائنات حق کا راستہ دے گی اور اگر آپ گمراہی میں پڑ گئے تو اس کائنات سے رستہ نہیں ملے گا اور آپ کو سارے گمراہ نظر آئیں گے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کو سماج میں' دنیا میں نیکی زیادہ نظر آ رہی ہے یا بدی زیادہ نظر آ رہی ہے؟ اگر بدی زیادہ نظر آ رہی ہے تو آپ اپنی اصلاح کریں۔ نیک کو ہمیشہ نیکی نظر آئے گی۔ نیک کو' اللہ والوں کو ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آئے گا۔ مشرق بھی اللہ' مغرب بھی اللہ' شمال بھی اللہ' جنوب بھی اللہ' اول اللہ' آخر اللہ' ظاہر اللہ' باطن اللہ' تو اللہ ہی اللہ۔ جس کو اللہ کے ساتھ محبت ہو گی اس کا ہر حال جو ہے وہ اللہ ہے'

ہر طرف اللہ ہے' جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھے گا سب طرف اسی کا چہرہ ہے۔ اور جو اللہ سے دور ہے وہ کہتا ہے کہ کمال ہوگئی' وہ آدمی ہے تو ہمارا رشتہ دار لیکن بس جانے دو بہت برا آدمی ہے' بھائی بھائی کا نہیں' کہتا ہے اب عزت والی بات ہے' آپ کو بھائی کی کیا حقیقت بیان کی جائے' یہ اچھا انسان نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میرے سینئر بہت برے ہیں اور جونیئر ویسے ہی گھٹیا لوگ ہیں' سینئر مجھ پہ شک کرتے ہیں اور جونیئر مجھ پہ اعتبار نہیں کرتے ہیں' کہنا نہیں مانتے ہیں' بس ہر چیز ہی بری ہے' بادشاہ کی بات لے لو تو اپنا بادشاہ سلامت بھی صحیح نہیں ہے' لوگ ملاوٹ کرتے ہیں اور سارے چوری چکاری اور ڈاکہ ڈالتے ہیں' بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے' ساری کی ساری بس کو لوٹ کے لے گئے' بہت سے لوگ بیمار ہو گئے ہیں اور کچھ آدمی مر گئے ہیں' بس ہر طرف ہنگامہ ہے۔ اور راضی رہنے والے کے لیے کیا ہے؟ لاہور شہر بھرا پڑا ہے' یہاں پر سترہ آستانے ہیں' یہ داتا صاحبؒ ہیں' یہ میاں میر صاحبؒ ہیں' یہ شاہ جمالؒ ہیں' یہ شاہ چراغؒ ہیں' شاہ ابوالمعالیؒ ہیں۔ اگر ان آستانوں پر ایک ایک دن لگاؤ تو آپ کو مہینہ لگ جائے۔ آپ تو صرف خبریں پڑھتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں کہ یہاں کتنے سینما ہیں' لاہور میں پچاس سینما ہیں۔ لیکن یہاں کتنی ہی خانقاہیں ہیں بلکہ ہر جگہ ہی خانقاہ ہے۔ اگر تم خانقاہ بن جاؤ تو ساری ہی خانقاہیں ہیں۔ یہ ہے آپ کا اپنا سفر If you are good the world will remain good اگر آپ اچھے ہیں تو دنیا اچھی ہوگی۔ برے آدمی کے لیے اس دنیا سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے اور اچھے آدمی کے

لیے بھی اس دنیا سے بہتر جگہ کوئی نہیں۔ یہی دنیا اللہ والوں کے لیے ہے اور یہی دنیا اللہ کے مخالفوں کے لیے ہے۔ شیطان کے لیے سب سے اچھی دنیا یہی ہے اور اللہ کو ماننے والوں کے لیے یہی دنیا اچھی ہے۔ آپ جہاں عبادت کی خواہش کریں گے وہیں مسجد نظر آئے گی۔ ملک بھرا ہوا ہے مسجدوں سے اور مسجد کے خلاف جگہ آپ دیکھو گے تو مخالف واقعات بھی بھرے پڑے ہیں۔ کہتے یہ ہیں کہنے والے کہ اگر بلی ہے تو اس کو صرف نسبت ہے چوہے سے' اس بیچاری کو اور کچھ نہیں پتہ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' گلاب کھلا کہ نہ کھلا' اس کی زندگی کا تعلق کس سے ہے؟ چوہے سے۔ لوگ کہانی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلی کی تاج پوشی ہو رہی تھی' کچھ بلیوں نے اس بلی کی تاج پوشی کر دی' اس کو ملکہ بنا دیا' ملکہ خطبہ دینے لگی' تقریر کرنے لگی کہ آپ صاحبان کا شکریہ اور اتنے میں اسے چوہا نظر آ جاتا ہے تو وہ کہتی ہے تاج کو پھینکو اور وہ بھاگی چوہے کے پیچھے۔ اس طرح اس کی بنیاد ظاہر ہو گئی۔ اس کہانی میں بندوں کی آرزو کا بتایا گیا ہے' اگر آپ کے اندر آرزو ہو گی تو آپ جس مقام پر ہوں گے آرزو کے پیچھے بھاگ پڑیں گے۔ تو یہ کائنات کس طرح کی ہے؟ جس قسم کا آدمی ہے اس کو ویسی ہی کائنات نظر آئے گی۔ آپ بلی کی ایک اور بات سن لو۔ جس بلی کو درخت سے چڑیا ملی وہ ہمیشہ درخت پر ہی رہے گی اور جس کو بل سے چوہا ملا وہ بل کے پاس ہی بیٹھی رہے گی۔ بس یہ اس کی فطرت ہے کہ جہاں سے کچھ ملا وہیں اس نے عمر بسر کر لینی ہے۔ اس لیے آپ یہ سوچیں کہ آپ کس طرح اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہو گے۔ جس کو مسجد میں

راحت ملی ہے وہ مسجد میں رہے گا۔ بس لو اللہ اپنے پیر کے ذریعے سے سمجھ آ جائے وہ پیروں کے پاس رہے گا' جس کو خانقاہوں سے بات سمجھ آئی وہ خانقاہوں کے پاس رہے گا' جس کو خیرات سے سمجھ آئی ہے' وہ ہمیشہ خیرات کرتا جائے گا' اپنا حصہ بھی خیرات کر دے گا۔ تو جس کو جیسے سمجھ آئی ہے ویسے چلتا جائے گا۔ اپنے عمل پر آپ اعتراض نہ کرنا۔ اللہ کے لیے آپ جو عمل کر رہے ہیں آپ وہ کرتے چلے جائیں۔ نمازوں میں بھی اللہ ہے مگر وہ آدمی سکون میں نہیں آئے گا جو کبھی تو اللہ کے لیے نماز پڑھ لیتا ہے' کبھی درباروں میں چلا جاتا ہے' کبھی قرآن شریف کھول کر پڑھنا شروع ہو جاتا ہے' کبھی پیر صاحب کے پاس چلا گیا' کبھی کسی اور کے پاس چلا گیا۔ پھر کہتا ہے بات کچھ سمجھ نہیں آئی' آپ اللہ کے بارے میں بات بتاؤ' اللہ کی تلاش میں ہوں' بہت سخت تلاش میں ہوں۔ یعنی کہ وہ کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرے گا۔ مقامات بدلنے والا کبھی سکون میں نہیں آئے گا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ دیوبندی بھی ٹھیک ہیں' اہل حدیث بھی ٹھیک ہیں' بریلوی بھی ٹھیک ہیں' طریقت بھی ٹھیک ہے مگر وہ آدمی ٹھیک نہیں جو بیک وقت دو جگہوں پر جاتا ہے۔ تو جو دونوں طرف جاتا ہے وہ آدمی صحیح نہیں ہے۔ ایک آدمی بھی صحیح جا رہا ہے اور دوسرا بھی صحیح جا رہا ہے کیونکہ اپنی اپنی جگہ پہ جا رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اسلام کے علاوہ بھی کچھ مذاہب صحیح ہوں۔ عین ممکن اس لیے ہے کہ یہ اللہ جانے اور اللہ کا کام جانے۔ لیکن وہ آدمی جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد کسی اور انداز سے اللہ کے قریب جانا چاہے وہ غلط ہو

جائے گا۔ آپ کو بات سمجھ آ گئی؟ اس لیے آپ اپنا فیصلہ مستقل کرو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا اسسٹنٹ نہ بناؤ کہ وہ آپ کی آرزوئیں پوری کرے گا بلکہ آپ اللہ کی آرزو پوری کرو۔ آپ کہتے ہیں اللہ کہتا ہے کہ تم میرا کہنا مانو اور آپ اسے کہتے ہیں کہ ہم گزارش کر رہے ہیں کہ یا اللہ آپ ہمارا کہنا مانیں' ہم دو چار آرزوئیں رکھتے ہیں' یہ پوری کر دیں۔ اللہ کہتا ہے میں بہتر آرزو رکھتا ہوں' تو میری آرزو پوری کر۔ اللہ کی کیا آرزو ہے؟ اللہ نے اس دنیا کو بنایا اور انسان کو بھی بنایا۔ کیوں بنایا؟ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اپنی عبادت کے لیے بنایا۔ پھر اللہ نے کہا میں اور میرے فرشتے درود بھیج رہے ہیں تم بھی یہی کام شروع کر دو اور اپنے ماں باپ کا ادب کرو' احترام کرو' زندگی چار روزہ ہے' اس لیے میری طرف آنے کا خیال کرو' تم ہمیشہ وہاں نہیں رہو گے بلکہ تمہیں یہاں پر آنا ہوگا' آرزوؤں کی کثرت نہ کرنا کیونکہ تم نے ہمیشہ وہاں رہنا نہیں ہے بلکہ تم بلا لیے جاؤ گے اور تمہیں آنا ہوگا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ بڑے جوش میں فرماتے ہیں انا انذرنکم عذاباً قریبا یوم ینظر المرء ماقدمت یدہ۔ کہ ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایک ایسے عذاب سے جو بہت قریب ہے۔ عذاب کیا ہے؟ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ مل جائے گا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ دے دے۔ تو یہ عذاب ہوگا۔ دعا کرو کہ تمہیں تمہارے اعمال سے بچت ہو جائے۔ آمین۔ دعا کیا ہونی چاہیے؟ کہ یا اللہ ہمیں ہمارے اعمال کے نتیجے سے بچا' آمین! آپ لوگ تو اللہ سے کچھ اور ہی مانگ رہے ہیں' پہلے آپ اللہ سے پچھلی باتوں کا فیصلہ کراؤ۔ تو

دعا کیا ہے؟ یا اللہ پچھلے اعمال جو ہم کر چکے ہیں ہمیں ان کے نتیجے سے بچا۔ ہمیں اپنے راستے پر چلا اور ہمیں بے آرزو بنا کے چلا۔ ایک واقعہ اور سن لو۔ داتا صاحبؒ نے کہا کہ ایک دفعہ ہم حج پہ گئے۔ کچھ لوگ' ایک گروہ پیدل جا رہا تھا' میں بھی اس گروہ کے ساتھ ساتھ تھا۔ ایک آدمی کو ہم نے اپنا امیر بنا لیا۔ آگے جا کے راستے میں ڈاکو' قزاق آ گئے' انہوں نے آ کے کہا جو کچھ کسی کے پاس ہے' وہ نکال کے رکھ دے۔ سب نے رکھ دیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے ہمارے سردار سے کہا کہ تو بھی نکال دے۔ اس نے بھی نکال دیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ ان کے سردار کی تلاشی لی جائے۔ تو وہ جو ہمارا سربراہ تھا اس کی جیب سے کچھ خفیہ پیسہ نکلا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا اس کو تہہ تیغ کر دو' مار دو' قتل کر دو..... داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ پھر میں آگے بڑھا اور میں نے کہا اگر ہم اپنا لیڈر ہی مروا کے گئے تو ہم کس بات کے Followers ہیں' اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ہمارا سربراہ ہے اور سربراہ کو ہم مرنے نہیں دیں گے۔ ڈاکو سردار کہتا ہے کہ یہ کیسا سربراہ ہے' سچوں کا سربراہ جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم لوگوں نے سچ مچ جو کچھ تھا ظاہر کر دیا اور یہ جھوٹا آدمی ہے' یہ کیسے تمہارا سربراہ ہو سکتا ہے؟ ڈاکو نے داتا صاحبؒ کو ایک طرف بلایا اور کہا کہ ہم تجھے یہ ایک بات بتانے کے لیے کتنی دور سے چل کے آئے ہیں کہ سچے آدمی جھوٹے کو سربراہ نہ بنائیں' ہم سرکاری ڈیوٹی پہ ہیں' ہم تم کو اس سفر پر بے آرزو کر کے بھیجتے ہیں' پیسہ رکھوا لیتے ہیں اور اللہ کا بھروسہ دے کے بھیجتے ہیں اور تمہیں سمجھاتے ہیں کہ اللہ کا بھروسہ کیا ہے اور حالات پر بھروسہ کیا ہے۔

اور یہ مثال بھی دیتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اونٹ کو پہلے باندھ لو۔ یہ واقعہ بھی سن لو۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی محفل میں وہ شخص بیٹھا ہوا تھا' آپؐ کا خطبہ اور آپؐ کے ارشادات سن رہا تھا اور بار بار یہ سوچ رہا تھا کہ میرا اونٹ کہاں ہوگا۔ اب جو آپؐ کی موجودگی میں اونٹ کے بارے میں سوچے تو بخت میں کمزور ہی ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تو میری بات جو نہیں سن رہا تو بہتر ہے کہ پہلے اپنے اونٹ کو باندھ کے آ۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ تو یہ تھی فرمان کی وجہ۔ کہ جو آدمی حضور اکرم ﷺ کی محفل میں اونٹ کے گم ہونے کا اندیشہ کر رہا ہو تو وہ تو اُس محفل میں نہیں بیٹھ سکتا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کی محفل میں بیٹھنے والے اس طرح سر جھکا کے ادب سے بیٹھتے تھے کہ جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ یہ Recorded واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ خیال کریں۔ آپ اپنی آرزو کو تھوڑا کمزور کر دیں اور اُس عذاب سے بچیں جس دن آپ اپنے اعمال کے نتیجے سے مجبور ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اعمال کی عبرت سے بچائے' کوئی نیا عمل ایسا نہ کریں جس سے آپ کو کوئی نقصان ہو۔ دو باتیں بہت عجیب ہیں' یہ کہ جنت ہمیں ابتدائی طور پر مل گئی۔ وہاں سے معزول ہو کر ادھر آنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر عمل کے جو انعام کر دیا' اب اعمال کی شدت کے باعث وہ حاصل ہوگا جو اللہ نے مفت دیا تھا۔ میری بات سمجھ آئی؟ لگتا ہے نہیں سمجھ آ رہی۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ آج آپ کی زندگی میں جو آپ کی عمر ہے اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ویسے ہو جائیں جیسے ہم فطری طور پر پیدا ہوئے تھے۔ یعنی کہ انسان

معصومیت لے کے ازلی طور پر پیدا ہوا تھا۔ تو آج اُس معصومیت کو حاصل کرنا اُس کا مسئلہ ہو گیا ہے۔ اب بات سمجھ آ رہی ہے؟ یعنی کہ جو کچھ اُس کے پاس فطری طور پر سامان تھا آج وہاں تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کی غلطی کیا ہے؟ آپ کے اپنے عمل کا نام ہے ورنہ اور غلطی کوئی نہیں ہے۔ اسلام کیا ہے؟ آپ کے اپنے عمل کا نام ہے۔ اب آپ اپنے عمل سے اپنی بداعمالی کی اصلاح کرو اور یہ توبہ کے آغاز سے ہو گی۔ پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی اور باقی سارے واقعات درست ہو جائیں گے ..... اب آپ کا سوال مکمل ہو گیا۔ اب باقی لوگوں کے سوال کی بات کرو۔ ہاں اب آپ بولو ..... بولتے جاؤ' جلدی جلدی تا کہ جلدی مسئلے مسائل حل ہوتے جائیں۔

سوال:-

رجوع الی اللہ کے بارے میں سمجھا دیں۔

جواب:-

رجوع الی اللہ دو طریقوں سے ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ عمل ہے۔ تو رجوع الی اللہ ایک عمل ہے' کوئی واقعہ ہے' کوئی کوشش ہے' اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ نتیجہ ہے کسی اور عمل کا۔ تو دو طریقوں سے لوگوں نے سفر کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ رجوع الی اللہ In itself اپنے آپ میں ایک Independent ذاتی' آزاد کام ہے۔ اس کا نام ہے رجوع الی اللہ۔ اور دوسرا یہ ہے کہ رجوع الی اللہ کسی اور کام کے نتیجے کے طور پر ہوتا ہے۔ اگر بدی کے مواقع میں بدی نہ کی

جائے تو یہ نیکی ہے حالانکہ یہ نیکی نہیں ہے' صرف بدی نہیں کی ہے۔ تو بدی نہ کرنا بھی نیکی ہے۔ لیکن یہ نیکی تو نہیں کی گئی ۔ نیکی کیا ہوتی ہے؟ نیکی تو کوئی Positive مثبت عمل ہے اور یہاں یہ انسان Negative منفی سے بچا ہے۔ یہ جو Negative منفی سے بچنا ہے' یہ بھی ایک نیکی ہے۔ رجوع الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ رجوع الی الدنیا کم کر دیا جائے پھر خود بخود Independently رجوع الی اللہ ہو جائے گا۔ بابا بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ ۔

بُلھیا رب دا کی پاونا
اِدھروں پُٹنا تے اُدھر لگاونا

وہ جو بُلھے شاہؒ کے پیر تھے وہ پنیری لگا رہے تھے تو وہ اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ رب کو پانے کا طریقہ کیا ہے' رب کیا ہے؟ انہوں نے کہا اِدھر سے پنیری اُٹھا اور اُدھر لگا۔ اُس نے کہا یہ کیا ہے؟ پیر صاحب نے کہا دنیا سے دل ہٹا اور ادھر لگا دے تو خود بخود ہی رب مل جائے گا۔ کیا کمال کی بات ہے۔ اللہ کی کبھی آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر آپ کو ہر چیز جلدی سمجھ آ جانی چاہیے۔ اللہ اتنا مقدس ہے' اتنا بلند ہے' اتنا ماورا ہے' اتنا جمال ہے' کہ آپ کے خیال سے باہر ہے' لامثال اللہ' لا مثل اللہ' کوئی مماثل نہیں' کوئی مثال نہیں' کوئی مثل نہیں' بس لاشریک ہے' بلند ہے بالا ہے۔ تو وہ کرتا کیا ہے؟ یہی دنیا پیدا کرتا ہے' یہی مچھر' مکھی پیدا کرتا ہے اب اتنے بلند اللہ کو قریب سے دیکھو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ دنیا جو بنی ہوئی نظر آ رہی ہے یہ اللہ کی ایک بنائی ہوئی چیز ہے۔

پہچان لیا تجھ کو تیری جلوہ گری سے
آتی ہے نظر فن سے ہی فن کار کی صورت

اللہ یہ سب کچھ بناتا ہے اور پھر پتہ نہیں چل رہا کہ اللہ کیا ہے۔ اللہ وہ ہے جو تمہارے دشمنوں کو بناتا ہے' اُنہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں فاقہ دیتا ہے۔ کہتا ہے ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ محبت تو وہ تم سے کرتا ہے مگر پیسے کافروں کو دیتا ہے' اُن کو اسلحہ دیتا ہے۔ اگر آپ اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء سے اللہ کو دریافت کریں تو پھر آپ کو رجوع الی اللہ سمجھ آ جائے گا۔ یعنی کہ دنیا کے اندر دیکھو' سیر کرو۔ لیکن ایک انداز سے سیروافی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین تو اس دنیا کے اندر جاؤ۔ مثلاً شاہی قلعہ جا کے دیکھو' یہ دیکھو کہ یہ ویرانیاں چھوڑنے والے کون ہیں؟ کہتے ہیں کہ بادشاہ سلامت' ظل سبحانی' آنجہانی' سارے فانی کے فانی' چلے گئے اور ویرانے چھوڑ گئے۔ اب دیکھو کیا واقعہ ہے؟ اگر آپ کو عبرت نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ یعنی کہ اگر آپ فنا کو دیکھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلل والاکرام کہ ہر چیز فانی ہے سوائے رب کے چہرے کے جو جلال و اکرام والا ہے۔ فنا کی دنیا میں جو چیز فنا نہیں ہوتی ہے وہ اللہ کا تقرب ہے اور اس کو دوام ہے۔ تو اس فنا میں آپ دوام کو پہچانو۔ جب آپ یہ پہچان لیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی' کہ فانی دنیا کو دیکھو' یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا' دس سال' بیس سال' پچاس سال میں ہر چیز چلی گئی۔ باقی کون رہ گیا؟ صرف اللہ کا نام! تو یہ رجوع الی اللہ

ہے۔اس کا ایک اور نسخہ بتا رہا ہوں آپ کو۔ دنیا کو موت کے شکنجے اور موت کے پنجے اور موت کے منہ میں ہمہ وقت دیکھنے والا رجوع الی اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ جس پر فنا کا عرفان ہو جائے وہ بقا کا مسافر ہوتا ہے۔ کیا کہا؟ جس آدمی پر فنا کا عرفان ہو جائے کہ میں فنا دیکھ رہا ہوں تو اُس آدمی پر رجوع الی اللہ آسان ہو جاتا ہے۔ جو کسی ایک آدمی کی اطاعت اللہ کی رضا کے لیے کر جائے اور ہمیشہ کے لیے کر جائے تو یہ اللہ کے ساتھ رجوع ہے چاہے وہ اس کی ماں ہو۔ تو اُس کی پوری اطاعت کر جاؤ اور اُس میں محو ہو جاؤ۔ کوئی آدمی کسی ایک کام میں اللہ کی خاطر اپنے آپ کو Develop کرے تو یہ رجوع الی اللہ ہے۔ رجوع الی اللہ جو ہے وہ رجوع الی الامر اللہ ہے یعنی اللہ کے کسی حکم کی طرف رجوع کرنا۔ کوئی ظالم آپ کے ساتھ جس کی مخالفت تھی کبھی وہ آپ کے قابو آ جائے تو آپ اُس کو اللہ کے لیے معاف کر دو اور یہ کہو کہ میں جو یہ معاف کر رہا ہوں وہ حضور پاک ﷺ کی سنت کے طور پر معاف کر رہا ہوں کیونکہ آپؐ نے اپنے دشمنوں کو آخری معرکے میں معاف فرما دیا تھا۔ لہٰذا اُسے کہو کہ لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں ہے میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ کوئی کام جو آپ نہ کر سکتے ہوں اور حضور پاک ﷺ کی سنت کے لیے کر جائیں تو آپ کو رجوع الی اللہ مل جائے گا۔ رجوع الی الرسولؐ جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے رجوع الی القرآن جو ہے۔ تو یہ رجوع الی اللہ ہے اگر آپ نے فنا کا عمل دیکھا ہے تو یہ رجوع الی اللہ ہے عبرت دیکھنے کے لیے صرف غیر کرو

تو یہ رجوع الی اللہ ہے' اللہ کے نام پر اللہ والوں کی طرف سفر کرنے کی آرزو اور جذبہ جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے۔ عبادت میں محو ہو جانا جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے۔ تو یہ سارے رجوع الی اللہ ہیں۔ یا پھر دنیا کی باتوں سے دل ہٹا لینا رجوع الی اللہ ہے ۔

زبادشاہ وگدافارغم بحمداللہ

یعنی میں بادشاہ اور گدا دونوں سے فارغ ہوں' تو یہ رجوع الی اللہ ہے۔ تو رجوع الی اللہ بہت آسان ہے اگر آپ رجوع الی الدنیا کم کر دیں یا اللہ کے نام پر کسی ایک کام میں اتنا انہماک پیدا کر لو کہ غیر خیال کوئی نہ ہو اور اُسی کے اندر آپ کا خیال ہو' ہمہ حال آپ اُس کے ساتھ مصروف ہو جائیں تو پھر رجوع الی اللہ ہو جاتا ہے۔ تو رجوع الی اللہ کا کیا طریقہ ہے؟ دنیا کے ساتھ رجوع کم کر لو' چاہے فرائض ہی ہوں۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے کہ یہ فرائض ہیں' یہ دنیا ہے' یہ بچے ہیں' یہ بچیاں ہیں' یہ سب کچھ ہے۔ تو یہ ہوتا رہے۔ یہ تو اللہ کی بات ہو رہی ہے۔ سارے واقعات پر اللہ فضل کرتا ہے اور وہ پورے ہو جاتے ہیں یا پھر اللہ کی طرف کسی ایک کام میں محو ہو جاؤ۔ یا پھر ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کا کہنا اللہ کے حکم کے مطابق ماننا شروع کر دو' پھر وہی شخص آپ کو رجوع الی اللہ بتائے گا۔ رجوع الی اللہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ کوئی ایک عمل' مثلاً خیرات ہو' شروع کر دو' Develop کر دو' چلتے چلے جاؤ۔ اور پھر اُس کے اندر آپ کو اللہ کا Concept پورے کا پورا مل جائے گا۔ کوئی سا ایک کام اللہ کے نام پر شروع

کردو' مثلاً اللہ کے نام کا ایک پودا گھر میں لگا دو اور ہمیشہ اس کو قریب سے دیکھتے جاؤ' عین ممکن ہے' یہ بعید نہیں ہے کہ کبھی وہ پودا بول پڑے۔ یہ آپ کی Concentration کی بات ہے' ورنہ تو ایسا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوتا ہے' آپ کے ساتھ تو نہیں ہونا۔ تو کوئی سا ایک کام آپ اللہ کے نام پر کرو۔ ایک آدمی جو ہے وہ ایک بزرگ کے پاس چلا گیا' پیر کے پاس چلا گیا' بیس سال جاتا رہا' کوئی کام ہی نہیں ہوا۔ جاتا رہا' جاتا رہا' چلتا گیا' آخر وہ خود بخود ہی رجوع الی اللہ بن گیا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود رجوع کرے تو آپ رجوع الی اللہ کر سکتے ہیں' خود بخود نہیں کر سکتے۔ تو وہ رجوع کرائے تو کر سکتے ہو' رجوع الی اللہ ہو نہیں سکتا جب تک وہ نہ کرائے' اور جب وہ کراتا ہے تو رجوع الی اللہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کا ایک اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ اس نے خود بخود کرانا ہوگا تو ہو جائے گا نہیں تو نہیں ہوگا۔ تو اگر اُس کی مرضی ہے تو کرا دے گا۔ اُس نے اگر رلانا ہو تو چھوٹی سی بات پر رُلا دیتا ہے۔ اور کبھی آنسو خشک کر دے تو سارے مر جائیں تو رونا نہیں آتا۔ یعنی سارے بڑے مر گئے اور پھر سارے ہی مرتے گئے مگر رونا نہیں آیا۔ اور جب رونا آتا ہے تو صرف بچے کی بات دیکھی تو رونا آ گیا۔ وہ اگر رُلانا چاہے تو اتنی سی بات سے رُلا دے اور ہنسانا چاہے تو اتنی سی بات سے ہنسا دے۔ اور اگر ایک نماز کے ساتھ ایک سجدہ قبول کرا دے تو ایسا لگتا ہے جیسے قیامت تک سجدہ ہی ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اللہ کہتا ہے

کہ میں ہی ہوں جو مہیں اندھیرے سے روشنی میں لاتا ہوں' تم آ نہیں سکتے۔ کیا ہے؟ تم خود آ نہیں سکتے بلکہ ہم لاتے ہیں۔ تو اندھیرے سے روشنی میں کون لاتا ہے؟ اللہ لاتا ہے۔ اگر اللہ لے آتا ہے تو لے آئے گا۔ پھر تو خیر ہے۔ اب اپنا پچھلا ریکارڈ دیکھو' میں نے پہلے مچھر اور مکھی کا ذکر کیا تھا تو مچھر' مکھی' چھپکلی اور چوہے بنانے والے نے آپ کو انسان بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ بنانے والا ہے ان چیزوں کو۔ اور اُس نے ہمیں انسان بنایا' وہ بڑا مہربان ہے' اور ہمیں انسانوں میں اچھا انسان بنایا' تو وہ اور بھی مہربان لگتا ہے۔ یہاں سماج کے اندر کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہیں مگر اس نے آپ کو آسودہ حال بنایا اور کچھ مرتبہ بھی دیا' کچھ Rank بھی دیا' کچھ Recognition بھی دی' کچھ پہچان بھی دی' اور آپ کو ذہن اور دماغ دیا' اور کچھ آپ کو عرفان ہوا' دل بھی دیا' گھر والوں کا تعاون ملا' بچوں کا' اولاد کا' بیوی کا۔ تو یہ اچھا ہوا کہ اللہ نے مہربانی کی۔ پھر اُس نے آنکھیں دیں' بینائی دی' بڑی مہربانی کی۔ اور اس دین میں آپ کے مانگے بغیر اُس نے داخل فرمادیا اور اپنے محبوبؐ کا سایہ دیا آپ کو۔ بہت مہربانی کی۔ اور پھر آپ کو اپنے اور کتنا قریب کرے۔ تو ان پچھلی باتوں کا شکریہ ادا کرو تو اگلا سفر خود بخود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کے ساتھ مہربانی کرتا جا رہا ہے اور آپ کہتے ہیں میں اُس کی مہربانی دیکھنا چاہتا ہوں کہ مہربانی کیا ہوتی ہے۔ مہربانی تو وہ ہے جو وہ آپ کے ساتھ کر رہا ہے۔ مہربانی تو آپ کے ساتھ ہے یعنی اُس مہربانی سے تو آپ بیٹھے ہیں۔ تو اسی کو مہربانی کہتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ وہ کہتے ہیں ماں کہ ؎

وہ خود لیے بیٹھے ہیں آغوشِ توجہ میں

تو وہ خود آپ مہربانی کر رہا ہے۔ جب وہ مہربانی کرے تو پھر اور کیا چاہیے۔ اس لیے دعا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کوئی تلاش کرنے والا کام نہیں ہے۔ آپ توجہ کو خود تلاش نہیں کر سکتے ؎

ہم اپنے آپ ہی میں تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

اللہ دور کی بات نہیں ہے بلکہ قریب کی بات ہے۔ اپنے آپ کو آپ پالش کریں' تنہا بیٹھیں' غور کریں' فکر کریں تو اللہ خود بخود ہی آپ کے قریب آ جائے گا۔ کہتا ہے کہ فی انفسکم میں تمہاری سانسوں کے اندر ہوں' شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ بندے سے دور ہے لیکن شہ رگ سے قریب ہے۔ کبھی آپ اپنی شہ رگ کے پاس بیٹھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ کہاں ہے۔ اللہ ڈھونڈنے نکلو تو کائنات بڑی وسیع ہے اور اگر آپ توجہ میں بیٹھو تو پھر اللہ آپ کے ساتھ ہے' ہمہ حال ہے' چھوڑتا تو ہے نہیں آپ کو۔ اس لیے آپ کا صرف انداز ہی اللہ کی توجہ ہے۔ اپنے آپ کو کبھی دنیا سے الگ کر کے' زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کے' کبھی ایک طرف بیٹھ جایا کرو' غور کیا کرو' توجہ کیا کرو' پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مہربانی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ دوڑنے سے نہیں ملتا۔ ایک آدمی وطن چھوڑ کے چلا۔ کہتا تھا ادھر حالات اچھے نہیں ہیں میں اس لیے جا رہا ہوں۔ اپنے درویش سے

ملا اور کہا کہ میں جا رہا ہوں۔ درویش کہتا ہے اچھا جس وطن جا رہے ہو اُس کے اللہ کو میرا اسلام کہنا۔ وہ شخص کہتا ہے اللہ تو ہر جگہ ایک ہی ہے درویش نے کہا اگر اللہ ایک ہی ہے تو پھر اِدھر تیرے حالات ٹھیک ہو جائیں گے' پھر وہاں کیوں جاتا ہے' تو یہاں اطمینان سے بیٹھ کے کام کر۔ اللہ جو ہے وہ سفر کرنے والے کسی مقام کا نام نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا۔ اللہ کیا ہے؟ کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ تیرے حال کا نام ہے' تیری مسافرت کا نام نہیں ہے' تیرے کسی عمل کا نام نہیں ہے بلکہ تیرے حال کا نام ہے' وہ چاہے تو از خود اپنا جلوہ دکھا دے' چاہے تو تلاش کرنے میں مدتیں گزر جائیں اور نہ ملے۔ کبھی چاہے تو سونے والے کو دے دے اور کبھی جاگنے والے کو محروم رکھے۔ تو یہ اُس کی مرضی کی بات ہے۔ اس لیے تلاش کی بات نہیں ہے۔ شیطان کی' ابلیس کی کروڑوں سال کی عبادت ساری غرق ہو گئی۔ اُس سے غلطی ہو گئی اور جب غلطی ہو گئی تو اُس وقت اُسے توبہ کا تصور نہیں دیا گیا۔ آدم علیہ السلام سے بھی غلطی ہو گئی اور توبہ کا تصور ساتھ ہی دے دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام دانا تھے' تو انہوں نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ معافی دے دے۔ پھر خیریت ہو گئی اور اللہ نے کہا کہ پھر واپس آ جانا۔ اور شیطان کو بحث میں ڈال دیا۔ شیطان کو تو گمراہ کرنے والا اور کوئی شیطان نہیں تھا کیونکہ گمراہی تو تھی نہیں اُس سے پہلے۔ تو یہ ایک راز ہے کہ اس کی کروڑوں سال کی عبادت ختم ہو گئی۔ اسلام سے قبل کا معاشرہ تباہ حال' آزردہ حال' پریشان حال بلکہ بڑا بُرا حال' اور اللہ تعالیٰ کو ایسے ماحول کو تباہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ بڑا ظالم معاشرہ تھا مگر

اللہ تعالیٰ نے تباہ کرنے کی بجائے کہا کہ ان کے برے حال ہیں' تو ان پر سب سے بڑی رحمت بھیج دی جائے۔ پھر اس نے رحمت اللعلمینؐ کو بھیج دیا۔ تو اللہ نے تباہ ہونے کے قابل معاشرے پر رحمت بھیج دی۔ اس لیے کبھی جب ہم تباہ ہونے کے قابل ہوتے ہیں تو اُس کی رحمت آ جاتی ہے۔ میں آپ کو تلاش کی دعوت نہیں دے رہا ہوں بلکہ میں کہتا ہوں کہ تلاش چھوڑ دو کیونکہ آپ عام طور پر غلط تلاش کرتے ہیں۔ تو آپ خواہش بھی چھوڑ دو اور تلاش بھی چھوڑ دو' صرف بیٹھ جاؤ' پھر دیکھو وہ آپ خود بخود چل کے آ جائے گا۔ وہ تو تمہیں جانتا ہے اور تم کہاں جاؤ گے اس کو ڈھونڈنے کے لیے۔ کوئی ایسی جگہ بتا دو جہاں خدا نہ ہو۔ وہ تو ہر جگہ ہے' پھر بتاؤ کہ وہ کہاں نہیں ہے۔

بٹھا کے دل میں اُسے اُس کی ہی نماز پڑھو

اب یہ ایک مقام ہے۔ آپ اپنے دل کو کعبہ بنا کے دیکھو تو سہی۔ تو اُس کو کعبہ بناؤ' وہ آپ کے اپنے اندر ہے' اب اُس کو ذرا پکارو تو بات سمجھ آ جائے گی۔ لیکن یاد رکھنا وہ مقید نہیں ہے' حلول نہیں ہے' یہ یاد رکھنا' ہے بھی سہی لیکن نہیں ہے' محدود نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کی محبت جو ہے اس میں احتیاط چاہیے' بہت ساری احتیاط چاہیے۔ کیونکہ یہ ادب کا مقام ہے' یہ اور مقام ہے' اس میں بہت پاکیزگی اور تقدس کی بات ہے' اس میں سانس بھی آہستہ لینے والی بات ہے' آواز بھی اونچی نہ ہو ورنہ اعمال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اللہ کی توجہ کے یہ

طریقے ہیں' آپ دنیا کی توجہ کم کردو تو کام آسان ہو جائے گا' اور پھر اللہ تعالیٰ خود ہی توجہ اور مہربانی فرمائے گا۔ یہ دیکھو کہ توجہ اور اُس کی طرف متوجہ ہونے کا مقصد کیا ہے' کہیں آپ نے اُس سے کوئی کام تو نہیں لینے۔ کام نہ لینا اُس سے' بس یہ بات یاد رکھنا بلکہ توجہ برائے توجہ ہو' عبادت برائے عبادت ہو' قرب برائے قرب ہو اور تقرب برائے تقرب۔

سوال:-

آپ نے فرمایا ہے کہ جب انسان کو موت کا ڈر ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ کی محبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کی کیا نشانی ہے؟

جواب:-

نشانی یہ ہے کہ اللہ یہاں رکھے تو ہم یہاں رہیں گے اور وہ بلائے تو ہم چلے جائیں گے' نہ جانے میں ہمیں کوئی گھبراہٹ ہے اور نہ ٹھہرنے میں کوئی دقت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم اس لیے تیری طرف آنا چاہتے ہیں کیونکہ گھبرا گئے ہیں دنیا سے۔ جس مقام پر وہ رکھ رہا ہے آپ اُس مقام پر رہو۔ سب اُس کا فرمان ہے' اُس کی مہربانی ہے اور سب اُسی کی عنایت ہے۔ آپ کو سمجھ نہیں آتی لیکن حساب برابر ہوتا ہے یعنی جہاں سے آپ ابتداء کرتے ہو وہیں پہ ختم کرتے ہو' درمیان میں ایک آرزو پیدا ہوتی ہے' اس کا ایک حاصل ہوتا ہے' وہ آرزو اپنا حاصل لے جاتی ہے۔ اور تم وہیں کے وہیں رہ جاتے ہو۔ آپ جب پیسے کماتے ہو کہتے ہو کہ اللہ کے فضل سے اولاد کے کام آ جائیں گے۔ مگر اولاد اپنے وقت پہ خود ہی

پیسے کما سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم Self made ہیں' ہم غریب تھے' ہم نے خود محنت کی ہے اور پھر ہم یہ ہوئے ہیں مگر اولاد کو ہم نے غریب نہیں ہونے دینا۔ تو آپ اپنا پیسہ اُن کو دے دو۔ اور جب تم رخصت ہو گے تو پھر تم خالی ہاتھ۔ باقی تو صرف اعمال ہیں' اعمال کی بات یاد رکھ لینا۔ اگر آپ کو اپنے اعمال میں دقت محسوس ہوئی ہو تو پھر توبہ کو کبھی نہ بھولنا۔ یہ یاد رکھنا کہ توبہ سے انسان کا ماضی ٹھیک ہو سکتا ہے' حال تو ٹھیک ہو گا ہی مگر ماضی بھی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ آپ یاد رکھنا کہ جو جید صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تھے' وہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور پھر وہ سابقون الاولون کہلائے۔ کلمے نے اُن کے ماضی کو بھی روشن کر دیا۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یعنی کہ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ توبہ سے ماضی بھی روشن ہو جاتا ہے' ماضی کی دقتیں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے ماضی کو بھی مومن کر سکتا ہے اور مستقبل کو بھی درست کر سکتا ہے۔ توبہ کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو .....آپ لوگوں کا کوئی اور سوال ہو تو بولو۔

سوال:-

ایک آیت ہے جس میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے' تو یہ دو مشرقوں اور مغربوں کی کیا بات ہے؟

جواب:-

ایک جگہ پہ مشارق اور مغارب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے اندر دو جنتیں ہیں دو بحر ہیں مرج البحرین یلتقین یعنی اس میں

دو سمندر ہیں۔ تو اس سورت میں جوڑا جوڑا بتایا گیا ہے' اس کے اندر ایک خاص رمز ہے۔ یہ ویسے مشرق اور مغرب کی بات ہے' تو کوئی مقام مشرق نہیں ہے اور کوئی مقام مغرب نہیں ہے اور ہر مقام بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ ادھر کو دوڑ رہا ہے تو کہتا ہے کہ میں مغرب کو جا رہا ہوں۔ ایک اور سے کہتا ہے تو کدھر جا رہا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں بھی مغرب کو جا رہا ہوں۔ حالانکہ وہ اُدھر سے آ رہا تھا۔ تو مغرب کسی کو کدھر نظر آئے گا اور کسی کو کدھر نظر آئے گا۔ مدعا یہ ہے کہ ہر مقام بیک وقت سورج غروب ہونے کا مقام بھی ہے اور سورج طلوع ہونے کا بھی ہے بلکہ اس کائنات کے اندر سارے مقامات موجود ہیں۔ اسی مقام پر آج بھی اسی وقت اسی Moment جس Moment میں آج ہم بیٹھے ہیں' اب کہیں صبح بھی ہو رہی ہے' اس وقت کہیں ظہر بھی ہے' ابھی اسی وقت کسی جگہ پر عصر ہے' کسی جگہ پر فجر ہے' کسی جگہ پر عشاء ہے اور کسی جگہ پر مغرب ہے۔ ساری اذانیں ہمہ حال ہر جگہ سنائی دیتی ہیں۔ ہر وقت پانچوں نمازیں اور پانچوں اذانیں ہو رہی ہیں۔ کبھی آپ کو کان مل جائیں' میسر آ جائیں یا پھر دعا ہونی چاہیے کہ ایسے کان مل جائیں کہ بیک وقت پانچوں اذانیں آپ کو سنائی دیں۔ ہر جگہ' ہر حال' ہر وقت ایک ایک منٹ بعد اگلی اذان ہو گی۔ تو یہ واقعہ ساتھ ساتھ چلتا جائے گا۔ تو یہ واقعہ ہر وقت جاری ہے۔ تو یہ ہے ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا۔ اسی طرح جو دوسری دعا ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ کو نگاہ مل جائے تا کہ آپ کو زمین کے اندر انسانی

ڑیوں کے ڈھانچے ہی ڈھانچے نظر آئیں اور یہ بھی دعا ہونی چاہیے کہ آپ
شاہدہ کر کے دیکھو کہ کروڑہا لوگ آئے اور چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ کہا
کہ مشرقین اور مغربین' تو اللہ نے کہا ہے دو مشرق اور دو مغرب' تو آپ اس کو دو
ان لو۔ اسی نے فرمایا ہے ذوالقرنین' دو سینگوں والا اور بحرین یعنی دو سمندر۔ یہ نہ
کہنا کہ دو مشرق کدھر ہیں۔ کیا آپ کو ایک مشرق نظر آیا ہے؟ وہ نہیں نظر آتا
کیونکہ ایک مشرق ہے ہی نہیں۔ اللہ نے دو فرمائے ہیں' زیادہ بھی فرما سکتا ہے'
شارق اور مغارب بھی کہہ سکتا ہے۔ مشاہدے کے طور پر مشرق مغرب جو ہیں وہ
سورج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ورنہ سورج تو ماورا ہے' اس کا نہ کوئی مشرق ہے نہ
کوئی مغرب اور نہ کوئی ٹائم ہے' وہ کوئی اور ہی مقام ہے۔ ہماری زندگی محدود ہے
خود نیاوی طور پر سورج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور سورج خود صرف ایک نظام
شمسی کا حصہ ہے اور کائنات میں ہزار ہا نظام ہائے شمسی ہیں' بے شمار نظام ہیں۔
ورائے سورج بے شمار دنیا ہے اور وہاں کوئی ٹائم نہیں ہے۔ کبھی انسان وہاں کی
لہائی سمجھے تو وہ اور ہے۔ ٹائم کا تعلق یہاں پر زمین تک ہے اور یہ ٹائم مشاہدے
کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو مشرقین کیا ہے' شاہِ مشرقین کسے کہتے ہیں' یہ ایک
طاب ہے۔ یہ مقام اور ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ آ گئی تو اور بھی سمجھ آ
ائے گی۔ یہ جو ایک لفظ ہے کبھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اس کا مطلب بتا دے۔

وال:

اللہ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کو مصابیح سے سجایا ہے' اس کا مطلب

کیا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے زمین والوں کا جو آسمان ہے اس کو مصابیح یعنی ستاروں سے سجا دیا۔ تو اس میں کیا دقت ہے؟ آسمان اس حقیقت کو نہیں کہا جا رہا جو آسمان کے اندر کی وسعتیں ہیں بلکہ جو آپ کو نظر آ رہا ہے اسے آسمان کہا جا رہا ہے۔ تو آسمان کیا ہے؟ جو آپ کو نظر آ رہا ہے' ستاروں کی روشنی وہ ہے جو آپ کو نظر آ رہی ہے ورنہ ستارے کے اندر جا کر دیکھو تو کوئی گرم ہیں کوئی سرد ہیں' کوئی کس طرح ہیں کوئی اور طرح ہیں' کوئی ہیں اور کوئی نہیں ہیں۔ یہ آپ کی نگاہ کی بات ہے اور حدِ نگاہ کو آسمان کہا گیا ہے۔ آسمان کسے کہا جاتا ہے؟ آپ کی حدِ نگاہ کو' ورنہ وہ جانتا ہے کہ آپ کیا ہیں۔ وہ آپ سے اس بات کی توقع نہیں کرتا جو بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ آپ یہ نہ کہنا کہ جو چاند پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ کوئی غیر نہیں ہیں۔ ایسا نہیں کہ آپ کے مسلمان چاند پر انگریز چلا گیا تو اب کیا بنے گا؟ آپ کی عزت کے خلاف بات ہو گئی کہ وہ چلے گئے حالانکہ وہ ہمارا چاند تھا اور ہم مسلمان تھے۔ جو گیا ہو گا وہ اللہ کا بندہ ہو گا۔ آپ کو پتہ ہے کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہ یہ شیطان لوگ کیوں چلے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اوپر سے گُرز کیوں نہیں چلایا۔ تو آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں اور وہی بات میں ابھی تک سمجھا رہا ہوں کہ دیکھو جانے دو۔ اللہ کا کام اس کے حوالے کرو۔ اور یہ جو ماننے والے ہیں' اور یہ ابھی تک زمین پر چل رہے ہیں اور جو نہ

ماننے والے ہیں' وہ آسمان تک چلے گئے ہیں۔ وہ خلا کی پہنائیاں مسخر کر کے آئے ہیں اور یہ ابھی تک مزار پرستی سے بھی آگے نہیں نکلے۔ بس کیا بتاؤں' ہم تو ماننے والے ہیں' ادب کے ساتھ بات کر رہے ہیں۔ ہم مزاروں کو ماننے والے ہیں لیکن ابھی تک مزار سے آگے کہانی نہیں چلی اور وہاں خلا کی پہنائیاں مسخر ہو گئی ہیں۔ آپ کا حال یہ ہے کہ آپ کا بچہ داخل نہیں ہو سکتا آپ کے شہر کے سکول میں' شہر کے کالج میں' اور آپ نے بڑی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں۔ آپ کو پڑھنے کے بعد نوکری نہیں ملتی اور کہتے یہ ہیں کہ آپ کا چاند جو ہے اس پر کافر ناجائز قابض ہو گئے' اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے' ان سب کوٹی بی ہو جائے۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کو ٹی بی ہو جائے۔ اس لیے آپ ذرا خیال کرو' اپنے حالات کو دیکھو اور پھر آگے بات کرو۔ ایک کہانی سناؤں چھوٹی سی۔ بلکہ یہ اصل واقعہ ہے' کہانی نہیں ہے۔ ایک بزرگ' درویش خطبہ دے رہے تھے کسی جگہ پر کہ دیکھو تم لوگ نماز نہیں پڑھتے ہو' تم لوگ عبادت نہیں کرتے ہو' اگر تم لوگ عبادت کرو' نیک ہو جاؤ' تو تمہاری زندگی بڑی اچھی ہو جائے گی' تمہیں اللہ تعالیٰ بہت برکتیں دے گا' تم کو بھی ایٹم بم مل جائیں گے اور تمہارے ہاں بھی بڑے اسلحے بن جائیں گے۔ ایک آدمی سامعین میں سے بولا کہ وہ جو پہلے ایٹم بم بنا چکے ہیں وہ کون سی نمازیں پڑھتے ہیں۔ آپ دنیا بناتے ہیں تو دین کمزور ہو جاتا ہے اور دین کی طرف جاتے ہیں تو دنیا رہ جاتی ہے۔ ہماری زندگی ہمارے دین کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے اور یہ ہماری زندگی ایسی بنائی ہی نہیں گئی ہے۔ تو یہ

جھگڑا ہے اور جھگڑا کیا ہے؟ مدعائے دین کے مطابق یہ زندگی بنی نہیں ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کو دین کے مطابق بنایا جائے یا دین کو Independent اور Private Affair کر دو۔ آپ کو بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں پر تو ایک آدمی بیچارے کو فاقہ ہے اور وہ فاقہ بھی اطمینان کا نہیں ہے' وہ سمجھتا ہے کہ شاید اس میں بھی کوئی غلطی ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ زیادہ حلال پر زور دو' حلال کی روزی کمایا کرو۔ تو وہ کہنے لگا حلال کی بات تو بعد میں کر' ابھی تو حرام کی بھی نہیں مل رہی۔ تو کچھ لوگ غریب ہیں' اتنے غریب ہیں۔ اس لیے بڑا دھیان کیا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر کوئی ایسا سبب بنا دے کہ قوم اور ملک کے طور پر آپ کچھ بن جاؤ' بڑا موقع آپ کو ملا ہے' بڑا اچھا ملک بنا ہے اور اس کے اندر سے اگر آپ تعصب نکال دو تو شاید آپ کے اندر تعمیر پیدا ہو جائے۔ تو تعصب نکال دو۔ یہ نہ کہو کہ کافروں نے اوپر جا کے' مسلمانوں کے چاند پر جا کے قبضہ کر لیا' اللہ ان کا بیڑا غرق کر دے۔ چاند ان کا بھی ہے' چاند ان کو بھی روشنی دیتا ہے۔ اس لیے اگر کافر چلا گیا تو چاند کافر کا بھی ہے۔ چاند صرف مسلمانوں کا تو نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ سورج بھی صرف مسلمانوں کا نہیں ہے۔ سورج کا کوئی مذہب ہے؟ سورج کا مذہب ہے روشنی۔ اس لیے جس کے پاس روشنی ہو گی وہ چمکے گا۔ تو سورج کا مذہب اتنا ہی ہوتا ہے۔ آپ کا مذہب یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ ترقی کرتے' غور کرتے' فکر کرتے۔ لیکن دین کے دائرے کے اندر رہتے۔ تو آپ نے وہ نہیں کیا۔ اعتراض کرتے کرتے وہ جو سارا واقعہ ہے

وہ غلط ہو جاتا ہے اور یہ انسان کی ایک عادت ہے کہ وہ Serious' سنجیدہ ہونے کی بجائے بھاگتا ہے Non-seriousness' غیر سنجیدگی کی طرف۔ آپ Seriously سوچا کرو' سنجیدگی سے سوچا کرو کہ اللہ تعالیٰ کی کیا مہربانیاں آپ پر ہوئی ہیں اور اس کی آپ نے کیا جواب دہی کی ہے؟ جواب دہی کی صورت کیا ہے؟ آپ پر اور کیا کیا فرائض عائد ہیں؟ زندگی تو ختم ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے آپ بہت ہی Serious ہو کے سوچا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما' ہمیں آگہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہے کہ تم پہچانو' اپنے آپ کو پہچانو' غور کرو' زندگی کو پہچانو' اسے غور سے دیکھا کرو' غور سے ہر چیز کو دیکھا کرو' کائنات کو غور سے دیکھو کہ ہر چیز ختم ہو جاتی ہے خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا یعنی موت اور زندگی میں نے پیدا کی یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کے اچھے اعمال کہاں ہیں۔ دعا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو کلمہ پڑھا دے اور اپنا کام کرا لے۔ پھر تو آپ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ آپ دنیاوی طور پر ویسے ہی کمزور ہیں اور دینی طور پر بھی کمزور ہی ہیں' نااہل ثابت ہوئے ہیں۔ اگر چین کے لوگ کلمہ پڑھ لیں پھر تو وہ ہم سے بہتر مسلمان ہوں گے۔ آپ میں اور ان میں فرق تو کلمے کا ہی ہے۔ اس لیے آپ یہ دعا کیا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا کام کسی اور قوم سے لے لے اور پھر آپ کو مٹا دیا جائے۔ اس لیے اس سے پہلے کہ آپ مٹا دیئے جاؤ آپ خود کوئی کام کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ اپنی ہزار باتوں کا فرق مٹاؤ..... ہاں جی آپ بولو

کوئی بات۔ ہاں جی بسم اللہ۔ شاباش۔ بولو۔ آپ کوئی بات پوچھ لو

سوال:

میری پوری کوشش کے باوجود محویت نہیں ملتی' اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

شاید کچھ کام ابھی آپ کے ذمے ہیں جس وجہ سے وہ محویت آپ کو ابھی نہیں مل رہی۔ اس میں کمی کی بات نہیں ہے بلکہ کچھ اور فرائض کی بات ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ انسان یہ سوچتا ہے کہ مجھے کیوں نہ کچھ اور توجہ مل جائے تاکہ میں اپنے آپ میں اور محو ہو جاؤں' مصروف ہو جاؤں۔ شاید کوئی ایک آدھ کام ایسا رہتا ہو جو آپ کے ذریعے ہو جائے۔ اس کے بعد آپ کو یہ توجہ بھی مل جائے گی۔ ابھی آپ کا یہ جذبہ جو ہے وہ بڑا مبارک ہے مگر ابھی اس کو توجہ نہیں ملنی۔ ابھی آپ یہ خواہش ہی نہ کرنا۔ صرف آپ چلتے ہی چلو۔ کوئی ایسا کام جو ابھی آپ کے ہاتھوں سے ہونے والا ہے' چاہے وہ اپنا ہو یا کسی کا ہو' وہ ہو جانے کے بعد پھر آپ کو یہ توجہ اس ٹائم پہ ملے گی۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ اگر انسانوں کو صرف اپنی طرف لگاتا تو پھر صرف اپنی طرف رکھتا۔ اللہ کے تو عجیب و غریب کام ہیں' آپ کو پتہ ہی نہیں ہے۔ مثلاً انسان کو اپنے پاس بٹھایا ہوا ہے اور اس انسان کو بھوک لگا دی۔ اب کیا کرے گا انسان؟ وہ بھاگا دوڑا کھانا ڈھونڈے گا اور اس طرح اسے کام پہ لگا دیا گیا۔ پھر بیماری لگا دی' ڈاکٹر' ہسپتال وغیرہ۔ مگر آدمی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے پاس ہی بیٹھا

رہوں۔ وہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا بڑے غور سے ساتھ بیٹھا تھا بڑا لطف آ رہا تھا' اللہ کی باتیں سن رہا تھا' اتنے میں جنازے کی خبر آ گئی۔ کس کا ہے؟ رشتے دار کا۔ تو وہ کہتا ہے کہ یا اللہ معافی چاہتے ہیں' آپ ہی کے حکم کے مطابق جنازے کے لیے چلتے ہیں۔ پھر شادی کا واقعہ ہو جائے گا۔ یعنی کہ Concentration تفکر کرنے ہی نہ دیا جائے۔ گویا کہ زندگی کا مدعا Concentration نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ Concentration' توجہ آپ کے حال کی کیفیت کا نام ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنا۔ یہ سب کچھ ساتھ ساتھ چلتا جائے گا' کبھی کوئی ساتھی بیمار ہو گیا۔ کوئی ساتھی صحت مند ہو گیا' اولاد کا کوئی تقاضا ہو گیا' والدین کی کوئی ضرورت ہو گئی اور بعض اوقات تو قبروں کی' مزار کی ضرورت ہو جاتی ہے کہ سال کے سال جا کے قبریں تو ٹھیک کرو بزرگوں کی۔ تو یہ بھی ایک ضرورت پیدا ہو گئی۔ کبھی کوئی اور ضرورت پیدا ہو گئی' کبھی جو رشتے دار ہیں ان کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ حالات صحیح نہیں ہیں' آپ نے چکر نہیں لگایا ہمارے پاس۔ آپ پھر وہاں چلے گئے۔ یہ آپ کی زندگی کی افادیتیں بھی عبادت ہیں۔ کیا کہا؟ زندگی کی یہ افادیتیں بھی عبادت ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو' بھوکا بیٹھا ہو اور آپ نے اس کو کھانا کھلا دیا تو یہ بڑی افادیت ہے۔ اس لیے وہ توجہ ہو کہ ہمہ حال محو ہو' تو رُوبرو ہو اور ہم تمہارے روبرو ہوں اور آئینے کی طرح آئینہ بن جائیں یہ تو کسی کسی کو ضرورت ہوتی ہے۔ جو آدمی کام کر سکتا ہے اس کا کام ہے کہ وہ کام کرے اور توجہ میں نہ جائے۔ ہر آدمی کے

ذمے یہ کام نہیں ہے کہ عشق کی کہانی شروع کر دے۔ آپ اپنی کچھ اصلاح بھی کرو۔ اگر فقیروں کے ساتھ سارے فقیر ہو گئے تو کھانے والی دیگ کون پکائے گا؟ اس طرح تو سارے فقیر فاقے مر جائیں گے۔ آپ یہ دیکھو کہ داتا صاحبؒ پہ لنگر پکتا ہے کہ نہیں پکتا۔ تو لنگر کا بھی خیال رکھو' یہ بھی ایک ضروری شے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے اللہ اللہ کرو اور سب کو فاقہ آ جائے۔ ایک صاحب کا جنازہ ہوا' بیٹا بہت غم میں مبتلا تھا' سارے لوگ شامل ہوئے۔ ساتھ ساتھ اس کے بیٹے کے کان میں کہا باپ کا جنازہ تو لے جا رہا ہے' کیا شام کے کھانے کا کچھ کیا ہے؟ اس بیچارے نے کہا چاول بنوانے میں جاتا ہوں تم جنازہ دفن کرو۔ مطلب یہ ہے کہ باپ کا جنازہ ہے اور شام کے چاولوں کا انتظام ہو رہا ہے۔ پھر کہیں گے کل قُل شریف ہیں' کیا کیا پکے گا؟ تو اس بیچارے کا غم جو ہے وہ بکھیر دیا' پریشان کر دیا ان لوگوں نے۔ دوسرے دن آ کے بیٹھے' الحمدللہ اللھم صلی علیٰ پڑھ کے کہتے ہیں جناب ہم نے درود شریف پڑھ لیا ہے' اس کے بعد سناؤ کیا کیا پکایا ہے' کھانا' چاول؟ پھر اسی طرح کھاتے ہیں جس طرح لوگ شادی میں کھاتے ہیں حالانکہ وہ قُل کے چاول تھے۔ کھانے والا تو بھوک کو ہی کھائے گا۔ گویا کہ کوئی تقریب ایسی نہیں جس میں یہ چیز شامل نہ ہو۔ اگر آپ حج کرنے جاؤ تو پہلے پاسپورٹ بناؤ اور پھر ٹکٹ لگ جائے گا۔ غریب آدمی حج کر ہی نہیں سکتا۔ گویا کہ حج کرنے کے لیے بھی پیسے جمع کرنے ضروری ہیں' بیٹی کے لیے بھی ضروری ہیں اور دوسرے واقعات بھی ضروری ہیں۔ کوئی ایک کام کرو تو

ساتھ ہی دوسرے کام کی ضرورت ہوگی کہ یہیں پیاس ہے' یہیں کھانا ہے' یہیں یہ ہے' یہیں وہ ہے۔ تو یہ سارا کچھ چلتا جائے گا۔ اور ہم جب حج کرنے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بکرے ذبح کرا دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ انہیں ذبح کر دو۔ اور پھر وہ بیچارے افغان مہاجرین کے کام آتے ہیں۔ اعتراض کرنے والا کہے گا کہ اب یہ بکرے کیوں ذبح کراتا جا رہا ہے اللہ میاں؟ اس میں ہزارہا لوگوں کا رزق وابستہ ہے۔ آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ ایک بکرے کے ساتھ کتنے رزق وابستہ ہیں' اس کے ساتھ کتنے لوگوں کا پیٹ پلتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے زندگی بڑی دور تک چلتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لیے آپ کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کی طرف توجہ کی کامیابی کے سفر میں جتنے لوگ شامل ہوں انہیں توجہ کا ہی فیض ملتا ہے۔ لیکن وہ سارے وہ کام نہیں کرتے' کوئی تو کہیں کام کر رہا ہوتا ہے اور کوئی کہیں اور کام کر رہا ہوتا ہے' کوئی راستے میں کوئی واقعہ بنا رہا ہوتا ہے' یہ قافلہ جو ہے یہ سارا توجہ کا قافلہ کہلاتا ہے۔ لیکن سارے لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہیں۔ اگر سارے لوگ بولنا شروع ہو جائیں تو پھر تو بات ختم ہو جائے گی اور سارا پروگرام غلط ہو جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم بھی تو بول سکتے ہیں ۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

تو سارے نہ بولو اگر سارے سچ بولنا شروع ہو جائیں گے تو پھر ہلاکت پیدا ہو جائے گی۔ کوئی ایک سچ بولے اور باقی سچ سنیں۔ سننا ہی بولنے والے کی داد ہے۔

یہ ایک خاص مقام ہوتا ہے۔اس لیے آپ ذرا غور سے دیکھو کہ توجہ کسی کے کہنے پر نہ حاصل کرنا ورنہ یہ ہوگا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے By way of any achievement وہ سب چھوڑنا پڑے گا۔پھر تو یہ مشکل ہے By way of anything یہ سب چھوڑنا پڑے گا یعنی کہ پھر آپ کی ذات کے علاوہ کسی اور ذات کے ساتھ آپ کا تعلق نہیں ہوگا۔تو توجہ سے پہلے ان سے اجازت لے کے آؤ۔تو اس میں عزیز' رشتے دار' بچے اولاد' بیوی سب شامل ہوں گے۔یا اللہ رحم فرما! تو کیا آپ اللہ تعالیٰ سے ایسی توجہ مانگ رہے ہیں؟ تو آپ کہو کہ اللہ کی توجہ چاہیے' اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا جائے اور آپ کو دیتا چلا جائے اور اپنی راہ پہ چلائے اور آپ کا سفر جو ہے وہ بہت کامیاب ہو جائے اور اللہ کی طرف کامیابی کا سفر ہو جائے' توجہ کا مطلب یہ ہے کہ توجہ کہیں نہ رہے۔ورنہ توجہ کا تو آپ کو پتہ ہے کہ شطرنج کھیلنے والے جو ہوتے ہیں وہ کھانا بھول جاتے ہیں۔پھر اللہ کی طرف توجہ کرنا تو اس سے بہت زیادہ ہے۔اللہ کی طرف توجہ کرنے والا دو وقت کھانا کیسے کھائے گا؟ وہ کھانا نہیں کھائے گا بلکہ بھول جائے گا' سونا بھول جائے گا' کھانا بھول جائے گا' گھر کی راہ بھول جائے گا ۔

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا
کہ ہم بھولے ہیں رستہ اپنے گھر کا

تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ یارب العالمین اپنا فضل اور مہربانی فرما' ہمیں ہماری زندگی پہ راضی رکھ اور ایسی زندگی دے کہ ہم بھی خوش رہیں اور تو بھی خوش رہے۔

کل کو تو پکڑ نہ لینا۔ جو ہم سے غلطی ہوگئی ہے اس کو تو معاف کر دے کیونکہ تُو تو اللہ ہی ہے۔ اللہ کو تو پتہ ہے کہ بندے سے غلطی کیا ہوتی ہے۔ اور جو ہم سے کوتاہی ہو گئی ہے وہ ہم پہ مہربانی فرما اور تو ہماری آسودگیوں کا سفر آسانی کے ساتھ طے فرما' دینی آسودگی بھی ہو' دنیاوی آسودگی بھی ہو۔ جن لوگوں کے حقوق ہم سے کسی وجہ سے سلب ہو گئے ہیں ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے خلاف کھڑا نہ کرنا۔ یہ دعا یاد رکھنا۔ پھر کہو کہ جن لوگوں کے حقوق ہم سے سلب ہوئے ہیں' یا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے خلاف نہ کھڑا کرنا۔ آمین۔ ہمارے خلاف Petitioner نہ بنانا۔ یا رب العالمین اس بات سے ہمیں بچانا کہ جن لوگوں کے حقوق ہم سے سلب ہوئے ہیں یا غلطی سے ہم نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے اس کی ہمیں اس دنیا میں معافی دے دے۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ ہمارے ساتھ ویسی ہی زیادتی ہو۔ کسی طریقے سے اس کو معاف کر دے تا کہ جو ہم سے زیادتی ہو گئی ہے ہمارے ساتھ ویسی زیادتی نہ ہو یعنی جو ہم نے لوگوں کے ساتھ کیا ہے لوگ ہمارے ساتھ ویسا نہ کریں۔ تو ہمیں اللہ اتنا معاف کر دے۔ یا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو یہاں معاف کرنے کی صلاحیت عطا فرما' میرے مخالفوں کو معاف کرنے کی صلاحیت عطا فرما اور تو مجھے میرے مخالفوں کو معاف کرنے کی طاقت عطا فرما تا کہ قیامت کو تیرا دیدار ہو تو کہیں وہاں پر ہماری مخالفت کے جھگڑے نہ ہوں' یہ نہ ہو کہ وہاں کسی کا حق نکل آئے' یہ نہ ہو کہ ہمارے پاس کہیں کسی یتیم کا حق نکل آئے' کیونکہ پھر اس پہ اللہ تعالیٰ نے کہنا ہے کہ تمہارے پیٹ میں آگ آ گئی۔

وفی بطونکم نارا تمہارے پیٹ میں آگ ہوگی یعنی کہ یتیم کا حق۔ یتیم کا مال کھانے پر اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معافی دے دے ہمارے جو بھی اعمال ہیں' نیک اعمال' بد اعمال جو بھی ہیں' نیکی کی بھی ریاکاری ہم سے ہو جاتی ہے' بس ہمیں تو اپنے فضل کے پاس رکھ اور ہم پر آسانیاں نازل فرما' ہمیں تو دین و دنیا کے اندر خوش رکھ۔ یارب العالمین' چار دن کا تیرا میلہ دیکھنے آئے ہیں' رہنا تو ہم نے ہے ہی نہیں' رو رو کے میلہ دیکھا تو کیا دیکھا' یہ سب خوش ہو کے دیکھا کرو۔ آرزو کا سفر ہمیشہ رونے والا سفر ہے۔ آرزو سے بچو۔ حاصل کرو' جو مرضی کرو' خواہش نہ کرنا۔ آپ کو میں سمجھا رہا ہوں! کیا کہا؟ پیسہ کماؤ' جتنا مرضی کماؤ لیکن لالچ نہ کرنا۔ کمانے اور لالچ کرنے میں کیا فرق ہے؟ کمانے والا کمائے گا اور خرچ کرے گا لیکن لالچ والا خرچ نہیں کر سکتا۔ کما کے بے دریغ خرچ کر دو تو سمجھو یہ لالچ نہیں ہے۔ کما کے جو جمع رکھتا ہے وہ پھر لالچی ہے 'اس کے اوپر گرفت آ جاتی ہے۔

اس لیے تمام حاضرین مجلس تمام کے لیے دعا کریں' اللہ تعالیٰ سب پہ مہربانی فرمائے' چھوٹی موٹی مشکلات سے بچائے' زندگی آسان فرمائے.....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و اٰلہ و اصحابہ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

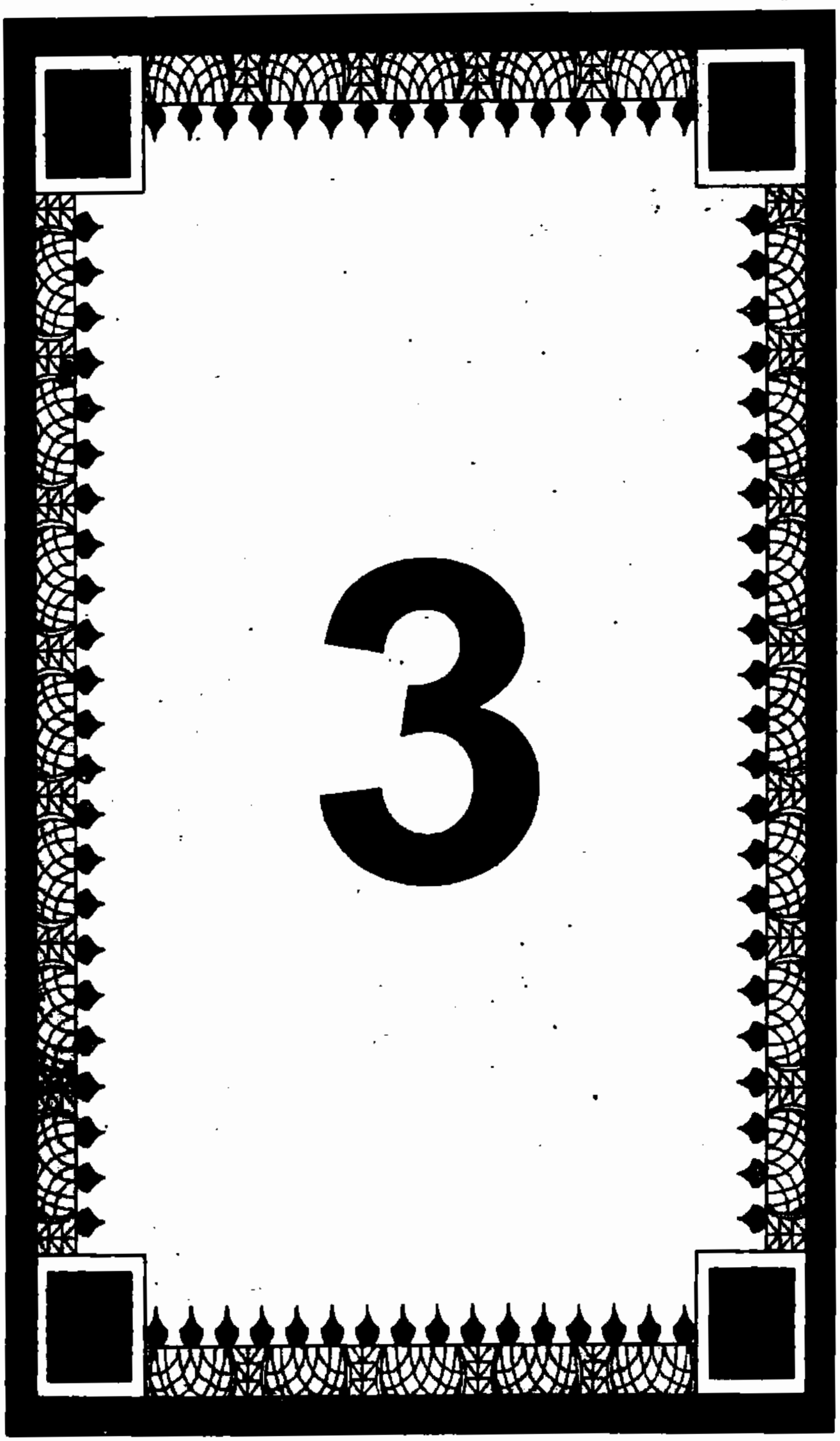
3

1 اگر تضاد فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟

2 قرآن میں یہ جو دو مشرق اور دو مغرب بیان ہوئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

3 بعض اوقات کسی وجہ کے بغیر آنسو کیوں آ جاتے ہیں؟

4 جب انسان کامیاب ہوتا ہے تو کامیابی کا سہرا اپنے سر لیتا ہے اور جب ناکام ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ نے میرے ساتھ کیا کیا.....

5 اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن اس بات میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے کہ میں جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی جب کہ میرے بچے بھی بہت چھوٹے تھے۔

6 یہ فاصلے اور قرب اور یہ تعلق اور رشتے کیا چیز ہیں؟

7 اگر یا علیؑ اور یا محمدؐ کی جگہ یا اللہ کہہ دیں تو .....

8 آفس کے معاملات میں ہم حق سچ کی بات پر کیسے چل سکتے ہیں؟

9 فنا کا کیا تصور ہے اور بقا سے کیا مراد ہے؟

10 حضورؐ فنا فی الشیخ سے کیا مراد ہے۔

11 کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد کریں تو وہ آ جاتا ہے۔

12 سر! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہیر اور رانجھا وارث شاہؒ کا ذہنی تخیل تھے۔ کیا ہیر رانجھا تھے؟

13 کیا سسی پنوں جو مکران میں ہیں سچی کہانی ہے؟

14 کیا ایک سے التفات ہو اور دوسرے سے نفرت ہو؟

15 کئی مرتبہ ایک فقرہ کئی لوگوں سے کہنا پڑ جاتا ہے اس کا کیا کریں؟

سوال:-

اگر تضاد فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟

جواب:-

کچھ لوگ تو مکمل سچ بولتے ہیں اور کچھ لوگ مکمل سچ نہیں بولتے۔ آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟ وہ لوگ جو درمیان میں ہیں۔ جب تک کسی حکم دینے والے کا پتہ نہ چلے تو اچھائی برائی کا تصور ہی نہیں ہے۔ اگر آپ کے اوپر کوئی امر نہ ہو، حکم ہی نہ ہو تو پھر اچھائی برائی کیا ہے۔ تو اچھائی یا برائی کب آتی ہے؟ جب کوئی قانون آپ پر Apply ہو اور جب تک آپ کسی قانون کے ماتحت نہ ہوں تو پھر آپ کے اوپر کوئی اچھائی برائی نہیں ہے۔ اگر کوئی بچہ ہے تو وہ اچھائی برائی سے آزاد ہے اور قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی پاگل ہے تو وہ قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی بہت ضعیف ہے تو وہ بھی قانون سے باہر ہے۔ تو قانون جہاں Apply ہوگا وہاں پر سب کے اپنے قوانین ہیں کہ یہ شق ہے، وہ شق ہے

اگر ایسا کرو گے تو ویسا ہوگا.....اب یہ مسئلہ بنیادی ہے۔ اگر آپ نے کسی ضابطے کو مان لیا تو پھر ضابطے کے اندر جو کچھ ہے آپ اُس کے مطابق چلیں۔ کسی ضابطے میں داخل ہونے کے بعد یہ نہ کہنا کہ اس ضابطے میں یہاں گنجائش ہونی چاہیے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ آپ کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ آپ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں' چاہے آپ وراثتاً داخل ہو گئے یا آپ بعد میں داخل ہو گئے۔ تو اب دو صورتیں ہیں' یا تو آپ اسلام میں داخل ہیں یا پھر آپ داخل نہیں ہیں۔ جو شخص اسلام میں داخل نہیں ہے اس کے لیے تو کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر کسی کا مقصد پیسہ کمانا ہے تو اس میں ذریعہ کچھ بھی ہو جائے' چاہے نیکی بدی' جائز ناجائز' حلال حرام' کچھ بھی ہو' اس کا کام پیسہ کمانا ہے' یہ اس لیے ہے کہ وہ ضابطے سے باہر ہے۔ اور حلال حرام تو کسی ضابطے کو ماننے کے بعد ہوتا ہے۔ جب آپ اسلام میں داخل ہو گئے یا کسی دین میں داخل ہو گئے تو دین کے ضابطے کے اندر آ گئے۔ اب آپ پر یہ قانون استعمال ہوگا کہ آپ کے لیے "یہ اچھا ہے" اور "یہ برا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بالکل صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ آپ کو ماننے کی تعلیم دی اور ساتھ ہی سب سے پہلے اپنا انکاری یعنی شیطان کھڑا کر دیا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ آپ کو تعلیم کیا ہو رہی ہے؟ ماننے کی.....اور پھر فرشتوں کو کہا کہ فاسجدوا اس کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کر دیا۔ فسجدوا الا ابلیس سوائے ابلیس کے۔ ثابت یہ ہوا کہ اس نے کہا کہ میں یہ ضابطہ لگا رہا ہوں سب فرشتوں پر۔ واذ قلنا للملئکة اسجدوا لأدم

فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین ہم نے یہ کہا کہ سارے ملائکہ آدم کو سجدہ کریں' پس انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' اس نے بڑا تکبر کیا اور انکار والوں میں سے ہو گیا۔ اب یہ جو ضابطے کا انکاری ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میرا انکاری ہے۔ اب چاہے یہ اس کی نیچر میں تھا' سرشت میں تھا لیکن اس کا نام رکھا گیا ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین ۔ اور کبھی کبھی اس کو لعین اور رجیم کہا گیا اور پھر وہ من الشیطٰن الرجیم تو Throughout ہی چلا آ رہا ہے۔ تو اِذن کے خلاف کوئی عمل کرنا ''رجیم'' بناتا ہے۔ میں نے آپ کو شیطان کی ایک Definition یہ بھی بتائی تھی کہ کسی صاحبِ امر کو ماننے کے بعد یا کسی کا امر ماننے کے بعد اس کا انکار کرنا ''شیطان'' ہے۔ مثلاً آپ نے اللہ کو اللہ مان لیا تو پھر یہ جو اللہ کو ماننا' خالق کو خالق ماننا اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کو دین ماننا ہے' اس ماننے کے بعد آپ پر ضابطہ لاگو ہو گیا۔ اگر اب آپ گومگو کی کیفیت میں ہوں گے تو منافقین میں داخل ہو جائیں گے۔ کافر کی بات تو بالکل واضح ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں دین کو نہیں مانتا اور جو مومن ہیں' ماننے والے ہیں' وہ دین کو مانتے ہیں۔ اب ان دونوں کے درمیان کی جو کیفیت ہے وہ منافقت کہلائے گی اور منافق کو سزا ہو جاتی ہے۔ کافر شاید بخشا جائے' شاید ہی' مگر مشکل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ وہ ضابطے سے باہر ہو گیا ہے تو اس کو ہم نے کافر کہہ دیا۔ وہ ضابطہ کیا ہے؟ یہ ماننے والوں کو معلوم ہے' کہ اس بھری ہوئی کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور پیغمبروں سے یہ کہا کہ یہ جو کافر ہیں

ان لوگ اسلام پر لاؤ۔ کسی پیغمبر نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے کافر کیوں بنائے ہیں۔ آپ کے ذہن میں جو بات اٹکی ہوئی ہے اس کے لیے اگر تین باتیں آپ سن لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ مسلمان ہو جائیں؟ دوسری بات یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ خود کر سکتا ہے یعنی وہ سب کو مسلمان کر دے۔ اور اگر وہ اختیار رکھتا ہے تو کیوں نہیں کرتا۔ اگر اللہ کا ارادہ ہے کہ سارے مسلمان ہو جائیں تو وہ اسے پورا کر سکتا۔ وہ یہ ارادہ پورا کر سکتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ یہاں پہ راز ہے! اللہ تعالیٰ شیطان کو بغاوت سے روک سکتا تھا یا یہ کر سکتا تھا کہ اس واقعے کو رپورٹ ہی نہ کرتا کہ ابیٰ واستکبر یعنی شیطان نے بڑا تکبر کیا' انکار کر دیا۔ ہمیں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہوئی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ جس بات پہ قادر ہے اس سے انکار کرنے والوں کو تباہ کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ اس لیے تو کافر موجود ہیں اور انکاری آج بھی موجود ہیں۔ میرا خیال ہے دنیا کے اندر 70 فی صد لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا پھر 60 فی صد ہوں گے' بہرحال کافی ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تباہ نہیں کر رہا۔ یہ ماننے والوں کی جو قلیل تعداد ہے ان پر اس ضابطۂ اسلام کا سارا بوجھ ہے۔ اب آپ اس بوجھ سے ڈر رہے ہیں۔ آپ کے اوپر جب اسلام آ گیا' آپ اس میں داخل ہو گئے تو اب آپ کہاں جائیں گے' اب آپ جھوٹ مت بولنا اور پانچ نمازیں پڑھو۔ اگر کوئی کہے کہ چار نمازیں پڑھ لیں تو اسلام کہے گا نمازیں تو پانچ ہیں۔ اُسے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل

تو بڑے مصروف زمانے ہیں' دفتر کے ٹائم بدل گئے ہیں تو نمازوں کے ٹائم بھی بدل دیں۔ مگر نمازوں کا ٹائم نہیں بدل سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات اسی طرح رہیں گے۔ ماننے والوں کے لیے آج بھی جھوٹ برا ہوگا اور سچ اچھا ہوگا۔ ماننے کے بعد لوگوں پر آج بھی وہی قانون استعمال ہوگا۔ دنیا کے اندر تضاد کا ہونا اس بات کا لائسنس نہیں ہے کہ آپ کو یہ اجازت مل جائے کہ آپ اپنے تضاد کو قائم رکھیں۔ یہ نہ کہنا کہ سازی کائنات والے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر ساری کائنات جہنم میں چلی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بھی جہنم میں چلے جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ میں نے کنوئیں میں اس لیے چھلانگ لگائی تھی' خودکشی کی تھی کیونکہ میرے سامنے پندرہ بندے خودکشی کر گئے۔ اگر پندرہ بندے خودکشی کر گئے تھے تو تیرا کام یہ تھا کہ تو اپنی جان بچاتا۔ اگر آپ کے سامنے سو آدمی جھوٹ بول رہے ہیں' پچیس آدمی حرام کا رزق کھا رہے ہیں تو آپ کو' چھبیسویں آدمی کو چاہیے کہ وہ بچ جائے۔ تو آپ اس بات سے بچ جائیں۔ اگر سارے لوگ حرام کھا رہے ہیں یعنی کلھم' تو آپ تو بچ جاؤ۔ ماننے والے کے لیے یہ کوئی جواز نہیں ہے کہ سارے جہنم میں جا رہے تھے تو میں بھی چلا گیا۔ آپ کے سامنے راستہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اسلام کو مانا ہے تو اسلام کے اصول پر چلیں چاہے دنیا کے اندر تضاد ہو یا نہ ہو' برائی ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو' گمراہی موجود ہو یا نہ موجود ہو اور لوگ جہنم میں جانا چاہیں یا نہ جانا چاہیں۔ آپ کے تضاد کا کوئی بھی جواز نہیں ہو سکتا اور آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے کوئی لائسنس ملنا چاہیے'

کوئی Sanction ہو ہمارے لیے' کوئی رعایت ہو ہمارے ساتھ کہ آج کل کے لیے چار نمازیں ہونی چاہییں۔ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ یہ رعایت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو چاہت کی بات ہے اور ماننے کی بات ہے' رُول آف دی گیم ہے یعنی اس گیم کا یہی رُول ہے۔ یعنی اگر اسلام کو مانا ہے تو پھر یہ کرنا پڑے گا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم زکوٰۃ کو اڑھائی فی صد کی بجائے چار فی صد کر دیں کیونکہ ہم بہت زیادہ ایڈوانس ہو گئے ہیں' ترقی کر گئے ہیں' بڑا مال آ گیا ہے' سارے بینک بھر گئے ہیں۔ ایسا نہیں ہوگا بلکہ زکوٰۃ اڑھائی فی صد ہی رہے گی' اس کو آپ اپ ٹو ڈیٹ نہیں کر سکتے' آپ گریڈ نہیں کر سکتے' ڈاؤن گریڈ نہیں کر سکتے' اس میں اضافہ نہیں کر سکتے' تخفیف نہیں کر سکتے۔ آپ کے سامنے اسلام As it is آیا ہے' اس پر چلو۔ اگر دنیا میں تضاد موجود ہے' آپ کو پچیس جھوٹے آدمی مل جائیں' ہزار بار مل جائیں مگر آپ نے جھوٹ نہیں بولنا۔ آپ کو اگر نقصان اُٹھانا پڑے تو اُٹھاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ فیل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہم Honest تھے' دیانت دار تھے کیونکہ فیل ہونا مقصد نہیں ہے بلکہ Honest ہونا مقصد ہے۔ یہ چار دن کی زندگی ہے اور اس کے اندر کامیابی کا جو بھی اصول ہے اس کو واجبی واجبی رکھو۔ آپ واجبی واجبی کا مطلب سمجھتے ہیں؟ یعنی فاقہ نہ ہو جائے اور Overeating بھی نہ ہو جائے۔ پس آپ چلتے جائیں اور آگے آپ کے لیے جو عظیم عاقبت ہے اس کو بچائیں اور اپنے آپ کو اس لمبے سفر کے عذاب سے بچائیں۔ یہ چار دن کا میلہ ہے' کٹ جائے گا' بولتے بولتے کٹ جائے گا۔ گھر میں میاں بیوی کے لڑتے

لڑتے زندگی گزر جاتی ہے' جھگڑا کرتے کرتے عمر گزر جاتی ہے' بچوں کی اِدھر اُدھر شادی ہو جاتی ہے اور آخر میں اکیلے کے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ تو لائف کٹ جاتی ہے' یہ دن سارے کے سارے گزر جاتے ہیں۔ محبت میں بھی عمر گزر جاتی ہے' سکون میں بھی گزر جاتی ہے' سفر میں بھی گزر جاتی ہے' حضر میں بھی گزر جاتی ہے اور گلہ کے اندر بھی عمر گزر جاتی ہے۔ بے شمار لوگ ہیں جو بڑبڑاتے ہیں کہ ہمارے بھی کیا حالات ہیں' ہمارے بھی کوئی حالات ہیں کیا' ہماری سیاست بھی کوئی سیاست ہے' ہمیں بے وقوف سیاست دان ملے ہیں' جاہل قسم کی قوم ہے' یہ بھی کوئی ملک ہے..... تو لوگ ایسی ایسی بات کرتے ہیں۔ اب اسی قوم کے اندر دانا لوگ ہیں' اسی کے اندر پاکیزہ لوگ ہیں' اسی کے اندر تہجد گزار ہیں' اسی کے اندر نیک لوگ ہیں اور باکردار لوگ ہیں۔ یہ کہہ کر کہ لوگ گمراہ تھے آپ اپنی گمراہی کو Protection نہیں دے سکتے۔ گمراہ زمانے میں بھی نیکی کا راستہ ہوتا ہے۔ زمانہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا نظر آتا ہے۔ اگر آپ اپنا رُخ ذرا بدل لیں اور نیک ہو جائیں تو زمانہ آج بھی نیک نظر آئے گا اور اگر بد ہو جاؤ گے تو دور تک بدی پھیلی ہوئی نظر آئے گی۔ اگر آپ یہاں Playing card تاش صرف رکھ دیں تو تھوڑی دیر بعد سارے تاش کھیلنے لگ جائیں گے۔ اگر شطرنج رکھ دو تو سارے وہ کھیلنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر یہاں پر آٹھ دس قرآن شریف رکھ دو تو کوئی کہے گا۔ کہ میں اس کا ایک رکوع ہی پڑھ لوں۔ پھر سارے پڑھنے لگ جائیں گے مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ اس طرح سارے

لوگ قرآن شریف پڑھنے لگ جائیں گے۔ یہ ہے آپ کے ماحول کی بات۔ انسان گالی سنتے سنتے گالی دینا شروع ہوجاتا ہے۔تو جیسا ماحول ہوگا ویسا ہی اختیار ہوجائے گا۔اس لیے آپ کو یہ سکھایا گیا ہے کہ انعمت علیھم یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تیرا انعام ہوا تا کہ ہم عذاب والے لوگوں کو نہ دیکھیں کہ یہ عذاب والے ہیں۔تو آپ اپنی نگاہ کو بھی درست کریں اور اپنا نقطۂ نگاہ بھی درست کریں اور آپ دنیا میں فلاح پانے والوں کو دیکھیں۔ جب آپ یہ دیکھیں گے کہ وہ فلاح پانے والے لوگ ہیں تو آپ بھی ان کے ساتھ ہوجائیں گے اور اگر ساتھ نہ بھی ہوئے تو بھی ان کا کچھ نہ کچھ خیال آپ لے لیں گے۔تو آپ سے پہلے جو لوگ تھے جن کے مزار ہیں اور بڑی بڑی خانقاہیں ہیں وہ انعمت علیھم والے لوگ تھے۔ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا تھا' رحمتیں ہوئی تھیں۔تو آپ ان کے پاس جائیں' ان کے مزاروں پر جائیں تو ان کا خیال مل جائے گا۔ان کے اوپر اللہ کا بڑا رحم ہوا۔مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ داتا صاحبؒ کون ہیں؟ ان کی کیا ہسٹری تھی؟ ہسٹری ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ وہاں پہنچ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ ایسا مقام ہے جہاں ایک پورے کا پورے نظام چل رہا ہے' کوئی قرآن شریف پڑھ رہا ہے' کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے' کوئی نماز پڑھ رہا ہے' کوئی نعت کہہ رہا ہے.....اس طرح آپ کے اندر کوئی مخفی نیکی بیدار ہوجائے گی۔ جب آپ کے اندر کوئی نیکی پیدا ہوگئی تو آپ مسلمان ہوگئے۔اسلام کیا ہے؟ تیرے اندر مخفی نیکی۔اگر آپ کے اندر کا اسلام بیدار نہ

ہواتو باہر کے اسلام کو' کتابوں میں لکھے ہوئے اسلام کو آپ کیا کریں گے۔ اسلام کیا ہے؟ آپ کا اپنا جذبہ ایمان۔تو آپ اپنے مخفی جذبے کو بیدار کریں۔کیا آج کے زمانے میں اللہ کے حکم کو Obey کیا جاسکتا ہے؟ یہ آپ کا سوال ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ ضرور Obey کیا جاسکتا ہے۔ جواب کیا ہے؟ ہزار بار کیا جاسکتا ہے۔کیا آج اسلام پر ہم چل سکتے ہیں؟ آج ہی تو چل سکتے ہیں۔اس کے اندر ایک Redeeming Factor یہ ہے کہ جب بہت تاریک رات ہوتو تھوڑی سی روشنی بھی زیادہ جگمگائے گی' جہاں بہت زیادہ گمراہی ہو وہاں تھوڑی سی نیکی بھی آپ کے کام آجائے گی۔آپ اتنی نیکی تو ضرور کریں کہ گلہ کرنا چھوڑ دیں۔ یہ کہنا چھوڑ دو کہ یا اللہ ہمیں بھی وہ راستہ دے جو اور لوگوں کو راس آرہا ہے یعنی حرام اتنا راس آیا کہ اعلیٰ قسم کا مکان بنالیا' ہمیں بھی حرام کا مال دے۔آپ اس کے ساتھ یہ باتیں نہ کرو بلکہ اس سے آپ یہ کہو کہ ہمیں حلال کا رزق کھانے کے بعد اطمینان کا راستہ عطا فرما' اگر ہمیں کوئی کمی ہے تو وہ تیرے نام کی کمی ہے' تو مہربانی فرما' اپنا آپ ہم پر مہربان کر۔ پھر یہ سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ یہ یاد رکھنا کہ اگر آپ کو نیکی کی سمجھ نہیں آتی' عاقبت کی سمجھ نہیں آتی' خدا کی سمجھ نہیں آتی تو اتنی سی بات ضرور سمجھ آنی چاہیے کہ آپ کا اگلا سانس ختم ہوسکتا ہے اور آپ اس حالت میں نہ مرجانا۔تو کوئی پتہ نہیں کہ اگلا سانس کب ختم ہو۔ کہیں ایسی حالت میں نہ جانا کہ اگر آپ کا Snap shot ہو جائے' فوٹو کھینچ لیا جائے تو آپ شرمندہ ہو جاؤ۔ کہیں ایسے کام میں مبتلا نہ ہو جانا کہ اگر وہیں آپ کا خاتمہ

ہو جائے تو دیکھنے والے آپ کو کیا سے کیا سمجھیں۔ اس لیے آپ اپنا کوئی ایسا منظر نہ چھوڑ جانا کہ جس کو کبھی دوبارہ دیکھنا پڑ جائے تو آپ کو ندامت ہو جائے' شرمندگی ہو جائے۔ ایسا گلہ نہ کرنا جس سے بعد میں ندامت ہو جائے اللہ تعالیٰ سے نیک راستے پر چلنے کی توفیق مانگتے رہا کرو اور بدراستے پر چلنے کی گنجائش نہ مانگا کرو۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہمیں توفیق دے' ہمارے پاس بھی حرام کا پیسہ آ جائے۔ مہربانی کر کے اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ۔ ایسا پیسہ کھانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وفی بطونھم نارا یعنی ان کے پیٹ میں آگ ہے۔ اگر یہ بات سمجھ آ جائے تو پھر مسئلے کی سمجھ آ جائے گی۔ آپ کو اس لیے سمجھ نہیں آتی کیونکہ آپ کے ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

دین کو دے کے دولتِ دنیا مل بھی جائے تو کیا مِلا

ابھی آپ نے قبر کا مقام نہیں دیکھا اور کبھی یہ منظر نظر آ جائے کہ یہاں کا حرام کھایا ہوا کیا نتیجہ لاتا ہے تو پھر سمجھ آ جائے گی۔ چلو آپ اتنی سی بات سمجھ لیں کہ غلط عمل کرنے والا بری حالت میں ہو گا' وہ خوب صورت نہیں رہے گا بلکہ غلط نیت رکھنے والا بدشکل ہو کے اُٹھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ یعرف المجرمون بسیمٰھم اور جو مجرم ہیں وہ اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ گویا کہ جرم جو ہے وہ چہرے پہ ضرور لکھا جائے گا۔ تو وہ اس طرح پہچانے جائیں گے۔ تو جب مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے تو لازمی بات ہے کہ ان کا چہرہ کچھ اور ہو گا۔ پھر پتہ چل جائے گا کہ ان کا جرم کیا ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو ایسی افتاد

سے بچائیں تا کہ آپ کا چہرہ اس طرح کی پہچان والے چہرے جیسا نہ ہو جائے۔اس لیے وہ غریبی بہتر ہے جو آپ کی عاقبت کو بچائے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ضرور غریب رہیں' امیر ہو جائیں مگر سچ بولنے میں کیا دقت ہے۔آپ سچ بھی بولو اور زندگی بھی گزارو۔دلیر ہو کے سچ بولو۔اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے جھوٹ کے برتن کا کیا کیا؟ تو آپ کہیں میں نے وہ توڑ دیا۔اس طرح آپ میں سچ بولنے سے دلیری پیدا ہو جائے گی۔تضاد سے نکلیں گے تو قوت پیدا ہو جائے گی۔یہی مردانِ خدا کی خوبی ہے۔تو آپ قوت پیدا کریں بجائے اس کے بزدل ہو جائیں۔آپ تو فائل چھپا کے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں پتہ نہیں یہیں کہیں ہو گی۔کیا پتہ آپ کی فائل کیا ہو گی۔اس لیے آپ اپنے آپ کو اللہ کے دین کے ساتھ وابستہ کر کے دانائی اور دلیری کے ساتھ' محبت اور قوت کے ساتھ اس راستے پر چلتے جائیں۔پھر کوئی بھی تضاد نہیں ہوتا۔تضاد کو ڈھونڈنے والوں کے لیے تضاد ہوتا ہے اور جو تضاد کو نہیں دیکھتا اس کے لیے کوئی تضاد نہیں ہے۔محبت کرنے والوں کو ہر طرف خوب صورتی نظر آئے گی اور نفرت کرنے والوں کو ہر طرف کانٹے نظر آئیں گے۔آپ جس طرح کا خیال لے کر جائیں گے دنیا ویسی ہی ہو گی۔جواری کو ہر طرف جُوا باز لوگ نظر آئیں گے' چور کو سارے چور نظر آئیں گے اور اگر نماز پڑھنے کے لیے جاؤ گے تو اسی محلے میں چار مسجدیں نظر آ جائیں گی۔جس طرف جاؤ گے آپ کو اپنی طرح کا سارا ماحول نظر آئے گا۔تو آپ اپنا رُخ ٹھیک کر لیں' اپنا عقیدہ ٹھیک کریں۔اگر ایک آدمی قوالی سننے کی

نیت سے نکلے گا تو اُسے کہیں نہ کہیں قوال گاتا ہوا مل جائے گا۔ یہ قدرتی بات ہے۔اس لیے آپ اپنے آپ کو راضی رکھیں' عقیدے پر چلیں' دنیا کا تضاد آپ کے لیے تضاد رکھنے کا جواز نہیں ہے .....

سوال :- قرآن میں یہ جو دو مشرق اور دو مغرب بیان ہوئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:-

سورج نکلنے کے مقام کو مشرق کہیں گے یعنی جہاں سے سورج نکلتا ہوا محسوس ہو اور مغرب وہ جگہ ہے جب آپ یہاں سے بیٹھ کر سورج کو ڈوبتا ہوا محسوس کریں۔اس کا غروب آفتاب سے تعلق ہے۔اگر سچ پوچھا جائے اور آپ غور سے دیکھیں بلکہ مزید غور کریں کہ جہاں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں' یہاں پر جو بھی ٹائم ہے بعینہٖ اسی وقت Simultaneously دنیا کے اندر ابھی فجر کی اذان ہو رہی ہوگی' کہیں ظہر کی اذان ہوگی' کہیں عصر کی ہو رہی ہوگی اور مغرب وعشاء کی بھی ہو رہی ہوگی۔اسی وقت تہجد گزار لوگ بھی ہوں گے۔اور اسی وقت دفتر میں بیٹھے ہوئے کام بھی کر رہے ہوں گے۔اب یہ مقام اس بات کے پہچاننے کا ہے کہ آپ اُس وقت اُس لمحے میں کون سے خیال میں اور کس جگہ موجود تھے۔یعنی کس جگہ پر آپ موجود پائے گئے اور آپ کا خیال اس فلاں لمحے میں کس مقام پر تھا۔اگر آپ یہاں مشرق میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کا خیال وہاں ہے جہاں اب مغرب ہے تو یہ مشرق کا مقام نہیں ہے۔اگر آپ سورج کے

ساتھ ساتھ چلیں تو مشرق اور مغرب ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ میں آئی؟ سورج کا مشرق کوئی نہیں ہے اور سورج کا مغرب کوئی نہیں ہے۔ صرف ٹھہرنے والے کا مشرق ہے اور ٹھہرنے والے کا مغرب ہے۔ مسافر کا نہ کوئی مشرق ہے اور نہ کوئی مغرب۔ اتنی بات تو ضرور سمجھ آئے گی کہ Rise with the sun and rise with the same تو اسی کے ساتھ جاگو اور اسی کے ساتھ سفر کرتے جاؤ۔ اگر آپ سورج کے ساتھ چلتے جائیں گے تو پھر نہ کوئی Sunrise ہوگا اور نہ کوئی Sunset' نہ کوئی طلوع ہوگا اور نہ غروب آفتاب۔ ایک مقام تو یہ ہو گیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مشرق اور مغرب' مشرقین اور مغربین یا پھر مشارق اور مغارب جو ہیں یہ سورج سے متعلقہ ہیں اور یہ سورج سے نیچے کی کائنات کی بات ہو رہی ہے۔ اور سورج سے Beyond جہاں سورج نہیں ہے' وہاں نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے' نہ شمال ہے نہ جنوب ہے۔ وہاں کوئی سمت نہیں ہے۔ وہاں مشارق و مغارب کا تصور بھی نہیں ہے۔ تو ایک تو یہ مقام ہو گیا' کہ مشرق اور مغرب یا مشرقین اور مغربین یا مشارق اور مغارب' یہ سب سورج سے نیچے کی کائنات ہے اور انسانوں کو سمجھانے کی کائنات ہے۔ اس سے اوپر جو ہے وہ کوئی دور کا مقام ہے' کوئی اور ہی مقام ہے' سورج سے Beyond بڑا عجیب و غریب مقام ہے' وہاں وقت' وقت نہیں ہوتا وہاں سمت' سمت نہیں ہوتی..... تو ایک بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں پر بیٹھا جائے تو ہر جگہ بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی ہے۔ جب آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو یہ نظر آئے گا کہ مشرق

سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یعنی آپ کے گھر سے طلوع ہو رہا ہے اور آپ کے لیے سورج ڈوب رہا ہوگا۔ ہر جگہ جو ہے وہ آہستہ آہستہ مشرق ہوتی جاتی ہے اور مغرب ہوتی جاتی ہے۔ سورج کے ساتھ ساتھ یہ ہوتا ہے۔ یہ جو مشرقین ہیں اور مغربین ہیں ان کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک ظاہر کا مشرق ہے اور دوسرا باطن کا مشرق ہے۔ باطن کا جو مشرق ہے وہ باطن کے سورج کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر کی کائنات اور باطن کی کائنات' کبھی کبھی یہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان میں فرق آ جاتا ہے۔ مشرقین' دو مشرق کا نام ہے اور مغربین' دو مغرب کا نام ہے' اور مشارق و مغارب بہت سارے اجتماع کا نام ہے۔ اسے آپ اپنے باطن کی کائنات سے سمجھیں۔ اسے جب آپ کبھی اس طرح دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ مشرق کیا ہے اور مغرب کیا ہے۔ ظاہر کے مشرق اور باطن کے مشرق میں فرق بھی ہو سکتا ہے مثلاً کچھ لوگ اِدھر کعبہ تلاش کر رہے ہوں اور آپ اُس طرف چل پڑیں تو آپ کا کعبہ ادھر بھی آ سکتا ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ تم جدھر بھی آنکھ اٹھا کے دیکھو تو ایک نیا چہرہ نظر آئے گا۔ تو مشرق و مغرب ظاہر کا بھی ہے اور باطن کا بھی ہے۔ اور اگر آپ اس سے Beyond چلے جائیں تو وہاں نہ مشرق ہے' نہ مغرب ہے' نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے' نہ ''ہے'' اور نہ ''نہیں ہے''۔ وہاں کوئی سمت ہی نہیں ہے' وہاں واقعات ہی اور ہیں۔ اس کی بے شمار لوگوں نے تفصیل بتائی ہے لیکن سب سے اچھی تفصیل یہ ہے کہ آپ اس پہ غور کرتے جائیں۔ یہ جو ظاہر ہے' جہاں آپ ہیں' اس جگہ کے حوالے سے مشرق

اور مغرب ہے اور جب وہ جگہ چھوڑ دو تو پھر اگلی جگہ حوالہ بن جائے گی۔ مشرق مغرب کسی خاص پوائنٹ کا نام نہیں ہے' کسی Place کا نام نہیں ہے' یہ ایک خیال کا نام ہے' مثلاً یہ ہے کہ یہاں سے سورج نکلتا ہوا لگ رہا ہے۔ اور سورج نہ کہیں نکلتا ہے اور نہ کہیں ڈوبتا ہے' سورج بہر حال سورج ہے' سورج اُدھر ہو جائے تو رات ہو جاتی ہے ورنہ رات بھی کوئی نہیں ہے۔ رات بھی سورج ہی کا نام ہے۔ سورج کے لیے نہ کوئی رات ہے اور نہ کوئی دن ہے' سورج' سورج ہی ہے۔ آپ سورج کے ساتھ چلو تو نہ کوئی مشرق ہے نہ مغرب ہے۔ تو آپ اس خیال میں چلو جو کہ باطن کا سورج ہے' جو اُس کے نور کا سورج ہے' وہاں پہ مشرق اور مغرب اور ہیں۔ اس کا جو قرب ہے وہ اور ہے' وہ نور ایسا ہے کہ جاء الحق وزھق الباطل حق آ گیا' اور باطل چلا گیا' اندھیرا چلا گیا۔ تو یہ اور حساب ہے۔ باطن کی کہانی کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ مشرقین اور مغربین کے الفاظ اختیار کیے تو یہ ظاہر اور باطن کی کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسی بات کا استعمال کر سکتا ہے۔ جس طرح حروفِ مقطعات ہیں اسی طرح اس کی بھی مکمل بات سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کیا بیان کریں۔ اگر اللہ نے دو مشرقین کہے ہیں تو دو ہی سمجھو اور اگر ایک کہا ہے تو ایک ہی سمجھو۔ یہاں تو ایک کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ مشرق کون سا مقام ہے۔ مشرق کوئی مقام نہیں۔ مشرق کہتے کس کو ہیں؟ یہ تو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ مغرب کسے کہتے ہیں؟ کوئی مقام نہیں ہے۔ بس جہاں سورج ڈوبتا ہے وہ لگتا ہے کہ مغرب ہے۔ یہاں بیٹھ کے آپ سمجھیں گے کہ سورج ڈوبتا ہوا لگ رہا ہے اور

آپ اُدھر چلے جائیں' اس کے پیچھے پیچھے چلتے جائیں تو پھر اور ہی حساب ہوگا۔ اور اگر آپ سورج کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں تو سورج ڈوبے گا ہی نہیں۔ پھر وہاں مشرق مغرب ہی نہیں ہوں گے۔ اگر آپ سورج سے Beyond چلے جائیں' جہاں آپ سولر سسٹم سے نکل جائیں تو وہاں کا ہے کا سورج اور وہاں کا ہے کے مشرق و مغرب یا مشارق و مغارب۔ وہاں کوئی اور ہی قصہ ہے۔ اگر اللہ کا فضل ہو تو یہ مشاہدے کی بات ہے' کسی علم کی بات نہیں۔ تو اگر وہ مشاہدہ نصیب ہو جائے تو پتہ چلے گا کہ سورج کیسے نکلتا ہوا لگتا ہے اور کیسے ڈوبتا ہوا لگتا ہے..... بس آپ کے لیے یہ ہے کہ اگر اللہ نے دو مشرق کہے ہیں تو دو ہی ہوں گے' چار کہے ہیں تو چار ہی ہوں گے۔ فی الحال تو آپ کو ایک مشرق کی بھی سمجھ نہیں آ سکتی کہ یہ مشرق کیا ہے' یہ جسے ہم مشرق کہتے ہیں۔ اور مغرب کیا ہے؟ یہ بھی سمجھ نہیں آتی۔ یہ پوائنٹ مشرق ہے کہ مغرب ہے؟ بیک وقت دونوں ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ ابھی فجر کی نماز یہاں ہو رہی ہے اور کسی دوسری جگہ پر عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں کہ دنیا کے اندر وہ کون سا مقام ہے اور آپ خود کس مقام پر بیٹھے ہیں' غم کدہ کہاں ہے اور مسرت گاہ کہاں ہے۔ یہ دونوں وقت' بیک وقت چلتے ہیں اور ہر آدمی کے اندر چل رہے ہیں۔ اگر کبھی یہ ساری کائنات دل میں آ جائے تو پھر اور ہی قصہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کائنات کے اندر بھی ہے مثلاً سماوات' لامکاں اور عرش۔ اور اللہ کا تعلق آپ کے دل کے ساتھ بھی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے۔ تو آپ اپنے دل سے دیکھتے جائیں کہ وہاں کائنات

کا کیا رنگ ہے' وہاں مترق کیا ہے اور وہاں مغرب کیا ہے۔ آپ ظاہر کی ساری کائنات سے آنکھیں بند کر کے دیکھیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ میں اللہ کو تلاش کرنے کہیں جا رہا ہوں۔ وہ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اپنے اندر ہی کھوج لگاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میں اللہ کی تلاش میں جا رہا ہوں تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ کہاں جا رہے ہو۔ وہ کہے گا میں اپنے اندر ہی جا رہا ہوں۔ اللہ کی تلاش میں' اسے جاننے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ کی تلاش میں شیخوپورہ چلے گئے یا پھر لاہور چلے گئے۔ ایسا نہیں ہے۔ اگر اللہ کی تلاش ہے تو پھر اس دنیا سے اپنے آپ کو Disconnect کر کے اُسے اپنے اندر تلاش کرو۔ یہ اپنے آپ میں اترنے والی بات ہے۔ یہ ایسے ہی ہوتا ہے۔ جب اللہ دریافت ہو جائے' پتہ چل جائے کہ آپ کے اندر اللہ ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ تم کیا ہو' خالق کے کتنے قریب ہو۔ یہ بڑا راز ہے۔ تو اپنی تھوڑی سی قدر کرو اور پہچانو۔ پھر پتہ چلتا ہے۔ اگر انسان کو آنکھیں نہ ملی ہوں تو پھر ستاروں کی روشنی کس کام کی۔ اب دونوں میں یہ فیصلہ کر لو کہ کیا ستارے روشن ہیں یا آپ کی آنکھ قیمتی ہے۔ اگر ستاروں کی روشنی ''ایکس'' ہے اور آپ کی آنکھ ''وائی'' ہے تو کیا دونوں برابر ہیں؟ تو انسان کی آنکھ کے محتاج ہیں ستارے اور ستاروں کی محتاج ہے انسان کی آنکھ۔ بس کھیل بنانے والے نے یہ سب ایسے بنا دیا کہ میلہ اُدھر لگا دیا اور دیکھنے والے اِدھر بنا دیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو The best creation بنا دیا' اشرف مخلوق

بنادیا۔اور یہی انسان ہے جس کو تم پسند نہیں کرتے اور جھگڑا کرتے رہتے ہو۔اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں آسمانوں کو' زمینوں کو' پہاڑوں کو' وادیوں کو' دریاؤں کو اور بادلوں کو بنانے والا ہوں اور ہر شے میں نے خوب صورت بنائی ہے' بہت شاندار کائنات بنائی ہے مگر سب سے اچھا کیا بنایا؟ انسان کو۔تو یہ انسان جو ہے یہی Best ہے' اب باقی کائنات سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ بادل کیا ہیں اور پہاڑ کیا ہیں' آپ انسان کو سمجھو' انسانوں کے پیچھے بھی کہاں دھکے کھاتے پھرو گے' اپنے آپ کو پہچانو۔ یہ ہے اصل بات۔تو اصل کہانی کیا ہے؟ کہ یہ کائنات' دور تک پھیلی ہوئی کائنات بہت خوب صورت ہے' ستارے' سیارے' ارض وسماوات' مگر اس میں اُسے کیسے ڈھونڈو گے ۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

وہ یہاں گیا' وہاں گیا اور پھر پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ کائنات تو میں نے بنائی ہے مگر سب سے Best چیز کیا بنائی ہے؟ Human Beings' انسان۔تو انسان سب سے اچھی شے ہے۔تو آپ کائنات کو چھوڑو اور انسان کی تلاش کرو' انسان کو بھی کیا تلاش کرو گے بس اس کا پہلا' ابتدائی Unit دیکھو کہ وہ کون ہے؟ وہ خود آپ ہی ہو۔اس کو پہچانو کہ تم کیا ہو' کبھی روتے ہو' کبھی ہنستے ہو'

کبھی جوان ہو جاتے ہو' کبھی بوڑھے ہو جاتے ہو' کبھی راضی ہو جاتے ہو اور کبھی ناراض ہو جاتے ہو۔ خود ہی اپنے آپ کو دیکھو کہ کیا ہوتے جا رہے ہو۔ یہ دیکھو کتنے جلوے تمہارے اندر ہیں' اپنے خیال کے جلوے دیکھو' اپنے حالات کے جلوے دیکھو' کیا تم زندگی کے ساتھ کبھی راضی ہوئے' یہ جو کرتے جا رہے ہو وہ کیا کرتے جا رہے ہو؟ کبھی آپ نے Effort بند بھی کی تو اپنے آپ کو تلاش کرو۔ یہ سوچو کہ آپ یہاں کیوں آئے ہو؟ آپ کو کس نے بھیجا یہاں پر؟ اگر آ ہی گئے ہو تو واپس کیوں جاتے ہو؟ واپس کدھر کو جانا ہے؟ جب زندگی کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ واپس چلے جاتے ہو۔ آپ تو بڑے عجیب آدمی ہو۔ آپ ہنستے کیوں ہو؟ آپ روتے کیوں ہو؟ آپ چاہتے کیا ہو؟ آپ چاہت کسے کہتے ہو؟ آپ کس کو چاہتے ہو؟ اُسے کیوں چاہتے ہو؟ کیا چاہے جانے والی چیز کو غیر چاہا جانا کہا جا سکتا ہے؟ جس کو آپ آج چاہ رہے ہو کل اس سے فرار بھی چاہو گے۔ تم کیسے تضاد والے انسان ہو۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی نے دوسرے کو چاہا' اس کے پیچھے بھاگا اور پھر اُس سے پیچھا چھڑاتا ہے۔ یہ واقعات کیا ہیں؟ تمہارا ذہن کیا ہے؟ تم چاہتے کیا ہو؟ تنہائیوں میں تمہاری زندگی کیا زندگی ہے؟ محفل میں کیا زندگی ہے؟ ظاہر کی کیا زندگی ہے؟ دل کے اندر کھوٹ کیوں رکھا ہوا ہے؟ اسے مَیلا کیوں رکھا ہوا ہے؟ روشن کیوں نہیں ہو رہے تم لوگ؟ آخر وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ تمہیں ڈر ہے کہ اگر تم روشن ہو گئے تو پیسے کی محبت تم سے چھن جائے گی۔ پھر تو تم مارے گئے۔ اس طرح تو تم بیمار ہو جاؤ گے۔ کیا بچے تمہارے بنتے

ہیں؟ کیا بچوں کو تم ان کی مرضی کے مطابق تربیت دیتے ہو؟ کیا ماں باپ کی مرضی کے مطابق حکم مانتے ہو؟ کیا تم لوگ خودسر تو نہیں ہو؟ یہ سب اپنے آپ سے پوچھو کہ کہیں ان میں سے مَیں تو نہیں ہوں۔ ان سوالوں کا جواب غور سے دیکھو۔ آپ کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو آپ کا کیا فائدہ ہوا؟ آپ پر ایک Liability آ گئی ہے۔ آپ لوگ اسلام کے Asset ہیں یا اسلام کے لیے Liability ہیں؟ آپ تو اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور آپ کے دم سے کہیں اسلام بدنام نہ ہو رہا ہو۔ آپ سب مسلمان ہیں' اب یہ دیکھیں کہ اسلام سے آپ کو کیا فائدہ ہوا ہے؟ کیا آپ کو دیکھ کے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان ہے؟ کیا آپ کے اعمال مسلمانوں والے ہیں؟ کیا آپ لوگ مسجد میں جاتے ہیں؟ نماز پڑھتے ہیں؟ کیا نماز پڑھنے کے بعد آپ کی شکل' حلیہ یا اندر کی کیفیت کچھ بدلتی ہے؟ کہیں یہ نہ ہو کہ ؎

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اُٹھے اپنا دامن

کہیں یہ نہ کہنا کہ اس محفل سے بھی میں نے خالی جانا ہے' بات اثر نہ کرنے پائے' اگر اثر ہو گیا تو جھٹک دوں گا تاکہ آسانی' شانتی رہے اور سچی بات سمجھ نہ آئے کیوں کہ سچ سے دل میں تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح آپ اپنا دل آزاد کر بیٹھیں گے' پھر وہی حالات ہوں گے' وہی حلال حرام ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ انسان ضرور یہ سوچے کہ وہ کرتا کیا ہے۔ یہاں سے انسان کو اپنی پہچان شروع ہو جاتی

ہے۔ آپ اپنی تلاش کو نام دیں کہ کس کو تلاش کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی منزل بھی ملی؟ آپ نے گھر تو بنا لیا۔ تو گھر کیوں بنایا؟ عافیت کے لیے' تا کہ قرار مل جائے۔ اور اگر گھر میں بے قراری ہے تو پھر آپ نے کیا گھر بنایا۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ میں نے ساتھی چُن لیا تا کہ دونوں خوش رہیں مگر دونوں نے دونوں کو زخمی کر دیا۔ یہ کیا کر دیا آپ لوگوں نے؟ آپ نے پیسہ کمایا تا کہ سکون ملے اور اب پیسہ جو ہے عذاب کا باعث بن گیا ہے۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو دریافت کر لیا اور یہ معلوم کر لیا کہ آپ کی پیشانی کس چیز کو سجدہ کرنا چاہتی ہے' کس کے آگے آپ جھکنا چاہتے ہیں' آپ کی محبتیں کیا ہیں' آپ کی نفرتیں کیا ہیں' آپ کا ہونا کیا ہے' آپ کا نہ ہونا کیا ہے' آپ یہاں کیوں ہیں' آپ کے جانے سے دنیا میں کیا خلا آئے گا' یہاں آپ کیوں آئے ہیں' تو ان باتوں کے جواب کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنا اشرف بنایا ہے اور وہ کیسے اشرف المخلوقات ہے۔ پھر آپ دیکھنا کہ آپ کی آنکھ آپ کو کیا جلوے دکھاتی ہے' سورج دیکھو' چاند دیکھو' ستارے دیکھو اور آدمی سارے پیارے پیارے دیکھو۔ اس طرح اللہ کے عطا کیے ہوئے جلوے دیکھو۔ آنکھ ذرا کمزور ہو گئی تو سارے جلوے ختم ہو جائیں گے' چار دن کا یہ جو میلہ ہے ختم ہو جائے گا۔ آپ غور کریں کہ کان کی سماعت کی کیا وسعت ہے کہ آپ کو نغمات سنائی دیتے ہیں۔ آپ کا یہ چہرہ کتنے لوگوں کے لیے باغ و بہار ہے اور کتنے لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث ہے کہ آپ نے اپنے آپ کے ہونے کا خوف پیدا کر لیا اور لوگوں کو Frighten

کرتے ہو' ڈراتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کو ڈراتے ہیں تو پھر آپ کو بھی ڈر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آپ لوگوں کو اگر Attract کرتے ہیں تو سوچو کہ کس لیے؟ کیا ثواب کے لیے؟ اگر گناہ کے لیے ہے تو یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ تو یہ سوچو کہ آپ کیا کرتے رہتے ہیں۔ بس آپ کا ہونا ہی ساری کہانی ہے۔ اللہ کا یہ جہاں اسی ستارے کی وجہ سے روشن ہے۔

؎ اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

تو اپنے ہونے کا کچھ تو ثبوت دو کہ تم اللہ کے بندے ہو۔ بندے کو زوال میں نہیں آنا چاہیے۔

؎ زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

تو یہ پتہ چلنا چاہیے کہ آپ اللہ کے بندے ہو' اللہ کے دین میں ہو' آپ کے ہونے سے کائنات میں اچھائی ہو رہی ہے' کوئی فائدہ ہو رہا ہے۔ یہ دیکھو کہ آپ نیکی میں اضافہ کر چلے ہیں یا بدی میں اضافہ کر چلے ہیں۔ تو آپ یہ فیصلہ کر کے بتا دیں کہ آپ کے آنے سے نیکی بڑھی ہے یا بدی بڑھ گئی ہے۔ تو جب یہ پہچان لیا کہ اللہ نے آپ کو اشرف بنایا تو بس پھر ساری کائنات آپ کی پہچان کے اندر ہے۔ تو آپ یہ ضرور پہچانو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اگر آپ نے ایک بار یہ پہچان لیا کہ آپ کی خوشیاں کیا ہیں' آپ کے غم کیا ہیں' آپ کے دوست کیا ہیں' آپ کا ہونا کیا ہے اور اسلام کے ساتھ آپ کا رابطہ کیا ہے تو آپ کو سب سمجھ آ جائے گی۔ کیا سمجھ آ جائے گی؟ یہ سمجھ آ جائے گی کہ اللہ

تعالیٰ نے یہ سب کیا بنایا ہے۔ تو آپ مشرق دیکھو' شمال دیکھو' جنوب دیکھو' باہر کی کائنات دیکھو' اپنے اپنے من کی دنیا دیکھو' اپنے من کی چنتا کو دیکھو کہ کیا چنتا لگی ہوئی ہے' فکر کیا لگی ہوئی ہے..... پہلے آپ غریب تھے مگر غریبی کا ڈر نہیں تھا' اب غریب بھی نہیں لیکن غریبی کا ڈر کیوں ہے؟ پہلے صحت نہیں تھی تو بھی بیماری کا ڈر نہیں تھا' اب صحت بھی ہے اور بیماری کا ڈر بھی ہے' پیسے بھی ہیں' ڈاکٹر بھی ہے' پھر بھی بیماری ہے۔ بس ایک مصیبت ہی مصیبت ہے' عذاب ہی عذاب ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ کا باطن آپ کا باغی ہو گیا۔ آپ نے اپنے آپ کو Defile کر دیا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لو۔ میں تو آپ کو راز بتا رہا ہوں کہ توبہ کرتے جاؤ' اپنی اصلاح کرتے جاؤ۔ کوئی ایک دوست پکڑ لو' اس کے ساتھ زندگی گزر جائے گی۔ ایمانداری کے راستے پر چلو کہ ہم اللہ کے راستے کے مسافر ہیں۔ دو چار مسافر بے شک ساتھ لے لو' اس کو سنگت کہتے ہیں۔ بس اللہ کا نام لو۔ مل جل کے اللہ کا ذکر کیا کرو' اللہ کو یاد کیا کرو۔ تو یہ Journey' سفر آسان ہو جائے گا۔ ورنہ تو بڑی ٹینشن ہے اور بڑا ہی عذاب ہے۔ اس سے اگلا عذاب کیا ہو گا؟ وہ یہ عذاب ہے کہ جن دوستوں کے ساتھ مل کر زندگی آپ نے خوش گوار بنانا چاہی تھی انہی دوستوں کے اندر تضاد پیدا ہو گیا۔ کیا آپ کا علم اور کیا عقل' کہ زندگی کو خوش گوار نہ بنا سکے۔ تو کیا آپ کی عقل سے زندگی خوش گوار بنی؟ یہ نہ کہنا کہ دو چار آنچ کی کسر ہے۔ پھر کب بنے گی؟ جب آپ ختم ہو جائیں گے؟ جب زندگی کو انسان خوش گوار نہ بنا سکے تو یہ وہ وقت ہے جب انسان توبہ کر

نے اور اللہ کے روبرو جھک جائے۔ تو جو بات آپ عقل سے نہیں بنا سکتے وہ تسلیم سے بنالیں اور اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ اللہ سے کبھی یہ بحث نہ کرنا کہ ہمیں تو نے کیا دیا اور کیا نہیں دیا۔ بس یہ کہنا ہے کہ ہم نے مان لیا' تو مالک ہے' ہم مخلوق ہیں جو تو نے کہا وہ ٹھیک ہے' جو تو نے کہا وہ ہم نے مان لیا' بس تیری بات سچ ہے' تو ہی ہمیشہ سچا ہے۔ اگر آپ کو اور کچھ سمجھ نہیں آتا تو سر کو زمین پر رکھنا تو آتا ہے ناں' تو آپ سر کو زمین پر رکھ دو' سجدہ کر دو۔ پھر سب بات سمجھ آ جائے گی۔ پیسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو' قربان کرو' خیرات دے دیا کرو اور کسی ظالم کو فی سبیل اللہ معاف کر دو تو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو معاف کر دو' دوسروں کا خیال کرو' کچھ اپنی ضد چھوڑ دو' بچوں کی کوئی ضد پوری کر دو' دوسروں کا احترام کرو' کبھی کبھی تنہا بیٹھو' اللہ کو یاد کرو' ذکر فکر اور درود شریف ہو..... بس اتنی سی کہانی ہے' لمبی چوڑی تو بات ہی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آپ کی آدھی زندگی تو گزر گئی ہے۔ اگر آدھی گزر گئی ہے تو باقی کی بھی ایسے ہی گزر جائے گی۔ یہ ان دو کبوتروں کی مانند ہے جن میں سے پہلا خود اُڑ گیا تھا اور دوسرا اس نے اُڑا دیا۔ تو آپ کی باقی زندگی کیسے گزرے گی؟ جیسے پہلی گزر گئی ہے' اتنے دن گزر گئے ہیں لیکن آپ کو پتہ نہیں چلا۔ اب باقی کتنے سارے رہ گئے؟ تھوڑے سے رہ گئے ہیں۔ تو جیسے پہلا کبوتر اڑا' دوسرا بھی اُڑ جائے گا' اس طرح باقی زندگی بھی کٹ جائے گی۔ انسان کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور باقی کے دن بھی کٹ جائیں گے۔ تو آپ توبہ کرو اور زندگی دینے والے کے قریب ہونے کی کوشش کرو' اس طرح فکر اور غم نکل جائے گا۔ یا

پھر کوئی ایسی چیز بتاؤ جو آپ ساتھ لے جانا چاہتے ہو' وہ ہم آپ کی قبر میں پہلے رکھ آتے ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ انسان کچھ لے کے جا نہیں سکتا۔ کیا آپ کسی آدمی کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟ استغفراللہ! آپ تو اُسے مارنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کس چیز کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ نہ کہنا کہ سارے ہی میرے ساتھ چلیں' کیونکہ اس طرح تو آپ قیامت مانگ رہے ہیں۔ جو یہ کہہ رہا ہے کہ سارے ہی میرے ساتھ چلیں تو یہ بندہ تو قیامت مانگ رہا ہے۔ اور وہ آدمی بھی بڑا ظالم ہے جو دوسرے کو کہتا ہے کہ میری قبر میں پہلے تم جاؤ۔ اس لیے یہ غور کرو کہ قبر میں جانے والی تو کوئی چیز ہے نہیں سوائے نیک اعمال کے اور وہ اعمال آج ہی کرنے ہیں۔ اس لیے اپنے آپ کے ساتھ ذرا رعایت کرو اور اپنے آپ کو معاف کرو۔ ٹینشن سے نکلو' یہ عذاب ہے۔ تو کائنات یہی ہے۔ کیا ہے کائنات؟ کائنات نیک آدمی کے لیے نیک ہے' بد کے لیے بد ہے' آپ پھیلو گے تو یہ کائنات پھیلی ہوئی ہوگی۔ یہ وسیع کائنات ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ وہاں Millions of light years کروڑوں نوری سال ہیں۔ نوری سال کا حساب آپ لگا سکتے ہو۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور پھر سالِ نور؟ کروڑہا سال؟ وہاں سے روشنی ٹریول کرتے کرتے زمین تک آجائے تو اسے کروڑہا سال لگ جاتے ہیں..... تو یہ اتنی وسیع کائنات ہے! اتنی بڑی کائنات ہے کہ آپ کا خیال تھک جائے' بس آپ ڈھونڈتے ہوئے بھٹکتے رہیں گے۔ اس سے بچنے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ کائنات کو چھوڑو اور جبین کی بات

کرو اور دھیرے بات کرو سنگِ در کی بات کرو اور اپنے سر کی بات کرو۔ ساری بات آپ کی پیشانی کے اندر ہے .....

اور کوئی سوال ..... بولو ..... آپ بولو .....

سوال:-

بعض اوقات کسی وجہ کے بغیر آنسو کیوں آ جاتے ہیں؟

جواب:

آپ نے دراصل یہ پوچھا ہے کہ وہ آنسو جو نہ گلے کے ہوں' نہ شکوے کے ہوں' نہ افسوس کے ہوں اور نہ غم کے ہوں' تو وہ کون سے آنسو ہوتے ہیں۔ تو ایسے آنسو ضرور ہوتے ہیں جو گلے کے نہ ہوں' شکوے کے نہ ہوں' غم کے نہ ہوں اور کسی گناہ کے بھی نہ ہوں۔ یہ ہوتے ہیں شوق کے آنسو اور یہ شوق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شوق۔ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندے وہ ہوتے ہیں جو کم ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں۔ یہ اللہ کے قرب کی دلیل ہے۔ اس طرح کئی واقعات کھل جاتے ہیں۔ اگر آپ پھیلی ہوئی کائنات کی فکر نہ کرو اور سمٹی ہوئی کائنات کو دیکھو تو سمٹی ہوئی کائنات کیا ہوگی؟ یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ تو کائنات کس کا نام ہے؟ یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ اللہ کس کا نام ہے؟ یہ آپ کے' اللہ کی یاد کے آنسوؤں کا نام ہے۔ اللہ کی یاد میں آپ نے جو آنسو بہائے ہیں آپ کو اتنا ہی اللہ سمجھ آیا ہے۔ آپ دوسروں پر رحم کرو تو آپ پر رحم کیا جائے گا' دوسروں کو معافی دے دو تو آپ معاف کر دیے

جائیں گے۔

اب کوئی اور بولے..... کوئی سوال ..... بلال صاحب بولیں۔کوئی سوال پوچھو.....

سوال:-

جب انسان کامیاب ہوتا ہے تو کامیابی کا سہرا اپنے سر لیتا ہے اور جب ناکام ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ نے میرے ساتھ کیا کیا.....

جواب:-

یہ بات یاد رکھیں کہ کامیابی اور ناکامی دونوں اسلام کے لیے اور اسلام کے اندر ہوں اور یہ آخری وقت کا نام ہے۔ ورنہ یہاں کی کامیابی' کامیابی نہیں ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ ایک آدمی یہاں کامیاب ہو اور آخرت میں ناکام ہو۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک آدمی یہاں ناکام ہو اور وہ آخرت میں کامیاب ہو۔ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی کسی بہت بڑے ملک کا پریذیڈنٹ ہو اور وہ دوزخ میں جائے۔ یہ ممکن ہے اور ہوسکتا ہے۔ تو ایسا ممکن ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی فرعون ہو' بادشاہِ وقت ہو اور لوگ اس کا کہنا مانتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ لعین ہے' جاؤ اس کو مارو۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس گھر بھی نہیں ہے' رہنے کی جگہ نہیں' ٹھکانہ نہیں لیکن وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ان کی زبان میں لُکنت ہے لیکن ''کلیم اللہ'' ہیں۔ اللہ سے کلام کرنے والے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کامیابی کس کو کہہ رہے ہیں؟ یہ پتہ ہونا چاہیے کہ کامیابی کیا ہے۔ یہ جو دنیا کا دھوکہ ہے یہ تو کامیابی

نہیں ہے جسے آپ کامیابی کہہ رہے ہیں۔ الرمقصد بد ہوتو کامیابی سے زیادہ کوئی عذاب نہیں ہے۔ ہر گناہ گار گناہ میں ''کامیاب'' ہوتا ہے' تبھی تو وہ گناہگار کہلائے گا۔ تو گناہ میں کامیاب ہونا کامیابی نہیں بلکہ تباہی کہلاتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھو کہ بدی میں کامیاب ہونا کامیابی نہیں بلکہ تباہی ہے۔ ہر وہ شخص جس کی نگاہ میں بدی ہے اور اس کا دل بد ہے تو اس کی عاقبت بد ہے۔ نگاہ کی بدی سے مُراد صرف نگاہ کی حد تک بدی۔ تو جس کا دل بد ہے اس کی ساری عاقبت بد ہے۔ جس کی عاقبت بد ہے اس نے اپنے آپ کو برباد کر دیا' نیکی کر کے' ثواب کا کام کر کے بھی برباد ہو گیا۔ اس نے ثواب کو عذاب کر دیا۔ لوگ ایسا کرتے رہتے ہیں' بے شمار لوگ ایسا کرتے رہتے ہیں' خانہ کعبہ سے چوری کر آتے ہیں۔ یہ دیکھو کہ انہوں نے کہاں پر کامیابی کو ناکام بنا دیا۔ اللہ کی تلاش کے سفر میں بڑی احتیاط چاہیے۔ تو کامیابی کیا ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ کامیابی کہے۔ ناکامی کیا ہے؟ جس کو وہ ناکامی سمجھے۔ بس پھر ہمارے ہاں تضاد ہی کوئی نہیں ہے۔ تو اسے کامیابی کہیں گے۔ اچھا رزلٹ کون سا ہے؟ جسے ماں باپ اچھا سمجھیں۔

سوال:-

اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن اس بات میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے کہ میں جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی جب کہ میرے بچے بھی بہت چھوٹے تھے۔

جواب:-

بات سمجھنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اسے Cause اور Effect کے حوالے

سے سمجھا جائے کہ بیوہ ہونا مل ہے اور نتیجہ تکلیف ہے' تکلیف آپ نے برداشت کی' بچے آپ کے آسرے میں آ گئے اور پھر چلتے گئے۔ اس طرح زندگی کا سفر کٹ جائے گا۔ اگر آپ اللہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اللہ کو ماننے کے بعد یہ سوال بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننے میں کمی تو نہیں ہے۔ بے شمار تکلیفیں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کو خاصی محنت والی عبادت سے آزاد کر دیتی ہیں کیونکہ وہ تکلیف عبادت کا بدل ہو جاتی ہے۔ اس تکلیف پر خاموش رہنا عبادت کا نتیجہ دے گی۔ مثلاً شہید ہو جانا۔ شہید سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی کتنی نمازیں ہیں' بس جو اللہ کی راہ میں مر گیا اس کو شہید کہتے ہیں۔ تکلیف پر صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ مع الصابرین یعنی میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ باقی آپ کی یہ غلط فہمی تو دور ہونی چاہیے کہ یتیم بچوں کے پالنے والے آپ ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ خود پالنے والا ہے اور ان کا انتظام وہ خود ہی کرنے والا ہے۔ شاید ان بچوں کی وجہ سے آپ کے ساتھ کئی مہربانیاں ہو رہی ہوں۔ اس کا شکر ادا کرو۔ پھر اس کی مصلحت پر بولنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک انسان پر خود بھی درود بھیجتا ہے' اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور سب کو کہتا ہے کہ تم بھی درود بھیجو' درود پڑھتے جاؤ اور خود ہی اُسے یتیم کر دیا' پیدا ہی یتیم ہوئے۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں۔ عین ممکن ہے کہ بچوں کو یتیم کرنا شاید اللہ کی رحمت کا حصول بھی ہو یتیم کے لیے اللہ کے بڑے کلمات ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ آپ کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے وہ ہوا ہی نہیں'

آپ کا انتظام چل رہا ہے' بچے پل رہے ہیں' اسے آپ اللہ کا حکم سمجھ رہے ہو۔ اسے آپ برداشت کرو۔ اگر لب نہیں کھولتے تو لب نہ کھولو۔ اور جو اس میں بعد کے واقعات کا امکان تھا مثلاً کسی اور شادی کی گنجائش تھی اور وہ آپ نے نہیں کی تو آپ نے وہ بہت اچھا کیا ہے۔ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شادی کر لینی تھی' نہ کرنا اچھی بات نہیں تھی مگر آپ نے جو یہ شادی نہیں کی ہے وہ اچھا کیا ہے۔ آپ جو کچھ برداشت کر رہے ہیں یہ اچھا کر رہے ہیں' زندگی گزرتی جا رہی ہے اور ٹھیک گزرتی جا رہی ہے' بچوں کی عاقبت بھی اچھی ہو گی۔ اپنے آپ کو اور بچوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے رکھو۔ بس اللہ ہی کارساز ہے۔ اس بات کا کبھی اندیشہ نہ کرنا کہ کیا بنے گا۔ جو بنے گا وہ وہی بنائے گا ؎

تو اگر چاہے تو بات بن جائے

وگرنہ تو انسان کے بس میں کوئی بات نہیں ہے' بے شمار لوگوں کے بس میں کچھ نہیں ہے بلکہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ آپ کو یہ جو صبر ملا ہے' حوصلہ ملا ہے' یہ بڑا انعام ہے۔ اس کا شکر ادا کرو۔ پتہ نہیں اللہ نے کیا کیا دیا ہے اور کتنی کتنی باتوں کے اندر ایک تکلیف دے دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کی محبت ہو جائے اور پھر زندگی میں تکلیف آ جائے اور اللہ تکلیف کے ساتھ خود ہی آ جائے تو جو بظاہر تکلیف بنے تو پھر وہ کیا تکلیف ہے۔ تکلیف کے وہ دن جب دوست گھر آ جائے' محبوب گھر آ جائے تو وہ تکلیف کے دن نہیں کہلاتے بلکہ وہ قرب کے زمانے ہو سکتے ہیں۔ اس لیے آپ تکلیف کے زمانے کو قرب کا زمانہ بناؤ۔

اب آپ خالی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ کے ساتھ محبت کرو' اللہ کے ساتھ دوستی کرو اور اطاعت کرو۔ پھر آپ کے ساتھ ایک رونق لگ جائے گی' اچھا زمانہ آئے گا۔ یہ بھی اچھے زمانے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں' گلہ شکوہ نہ کرو۔ جو ہو گیا وہ ٹھیک ہو گیا' جو بھی ہوا وہ ٹھیک ہے' اللہ کے جو کام ہیں وہ ٹھیک ہیں۔ جو لوگ زندہ رہ گئے ہیں وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد نہیں رہیں گے۔ اس میں دقت والی کوئی بات نہیں اور یہ رونے دھونے والی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی بہت زیادہ رو رہا تھا کیونکہ اس کے ابا جان رخصت ہو گئے تھے۔ وہ ایک بزرگ کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کیا ہو گیا؟ کہتا ہے ابا جی چلے گئے۔ انہوں نے کہا پھر روتا کیوں ہے' گھبراتا کیوں ہے' چند دن کی بات ہے تو بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا' تو اس میں دقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور آپ کو اگر جدائی کا افسوس ہو رہا ہے تو جدائی تو خیال کا نام ہے اور اگر خیال زندہ رہے تو کوئی بھی جدا نہیں ہوتا۔ مرنے والا اس وقت مرتا ہے جب اُسے یاد کرنے والا مر جائے۔ کیا کہا میں نے؟ مرنے والا کب مرتا ہے؟ جب یاد کرنے والا مر جائے۔ اگر یاد کرنے والا زندہ ہے تو مرنے والا مرا نہیں۔ پھر مرنے والا سلامت ہے۔ کب سلامت ہے؟ جب یاد کرنے والا زندہ ہے۔ وہ جنہیں زندگی میں یاد کرنے والے بھول گئے ان سے پوچھو کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ ہزار آباد شادیاں جو ہیں وہ برباد ہو گئیں اور طلاقیں ہو گئیں۔ ہزار گھروں میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے والے ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے۔ ایک ہی گھر میں ایک دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا۔ ملاقاتوں کو

بعض اوقات کئی سال گزر جاتے ہیں' ایک دوسرے سے بات نہیں ہوتی' سلام دعا کا پتہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسی بے شمار کہانیاں ہیں۔ اور آپ کا گھر تو ایک آباد گھر کہلاتا ہے' اس میں اللہ کی یاد ہے' اللہ کا بھروسہ ہے اور یہ اللہ کے فضل سے چل رہا ہے۔ آپ شکر ادا کریں۔ کرنے والے نے جو کر دیا ٹھیک کر دیا' آپ اس کا سجدہ کریں' عبادت کریں' اللہ سے محبت کریں اور اُسے کہو کہ اے اللہ تو ہی مالک ہے' تو ہی خالق ہے' تُو جانے اور یہ بچے جانیں۔ جس نے آپ کو غم دے دیا اس نے آپ کو اپنا قرب دے دیا۔ غم سے تو اللہ تعالیٰ بہت ہی قریب ہے اور آپ کو میرے خیال سے وافر غم ملا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس آنکھ سے آنسو جاری ہو جائیں اس انسان کے دل میں اللہ کے آنے میں دیر نہیں ہوتی۔ پہلے اللہ دل میں آتا ہے اور پھر آنکھ میں آنسو آتے ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے مبارک موقع ہے۔ آپ سب کے لیے دعا کیا کریں کہ اللہ سب پر رحم کرے اور ملک پر رحم کرے۔ وہ پالنے والا ہے' خود ہی پالنے والا ہے۔ یہ ظلم نہیں ہے۔ اس نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اچھے سبب بنائے رکھے اور آپ کو ہر تکلیف سے بچائے رکھے۔ سب لوگ دعا کریں۔ سارے' سب غموں میں ہیں یعنی سارے انسانوں پر سب غم ہیں۔ کیا کہا میں نے؟ سارے انسانوں پر ہر غم ہے' کوئی آدمی اس سے آزاد نہیں۔ ہر غم ہر آدمی کے لیے ہے اور الگ الگ غم بھی ہیں ہر آدمی کے لیے۔ مجموعی غم برابر ہے' سب کے لیے یکساں ہے۔ مثلاً اخبار کی خبر کا غم سب کے لیے برابر ہے' یہ غم ہے کہ ملک پر خطرہ آ گیا۔ تو خطرہ سب کے لیے برابر ہے'

ملک میں یہ جو ہو رہا ہے یہ سب کے لیے برابر ہے۔ ہنگائی سب کے لیے برابر ہے' اگر فلڈ آ گیا تو یہ سب کے لیے برابر ہے۔ سارے غم مشترک بھی ہیں اور کچھ غم ذاتی بھی ہوتے ہیں۔ سچ پوچھا جائے تو ذاتی غم بھی برابر برابر ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آدمی چاہے نیک ہو' بد ہو' امیر ہو یا غریب ہو' اللہ نے یہ دیکھنا ہے کہ اس کی آنکھ سے کتنے آنسو نکلے۔ اللہ نے غم کا کوئی نہ کوئی سبب بنا لینا ہے' امیر کے لیے کوئی اور سبب ہوگا' غریب کے لیے کوئی اور سبب ہوگا' کسی کا کوئی مر جانے والا واقعہ ہوگا' کسی کا چھن جانے والا واقعہ ہوگا' کسی کے لیے کوئی اور واقعہ ہوگا ۔

کون سی ہے آنکھ جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

نہ آنسو سے رکتا ہے جانے والا اور نہ بلانے سے واپس آتا ہے۔ بس یہ ساری کہانی ہے اور اصل میں کہانی اس کی اپنی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کھیل ہے اور آپ اس کے کردار ہیں' وہ خود ہی یہ کھیل کھیلتا جا رہا ہے۔ تم میلہ دیکھتے جاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ بس اس کے Instrument بن جاؤ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دو ۔

سپردم بہ تو مایۂ خیش را
تو دانی حساب کم و بیش را

تو خود کو مکمل طور پر سپرد کر دو۔ جب ہم ہیں ہی نہیں تو پھر بات کیا ہے۔ جب ہم ''ہوں'' گے ہی نہیں تو پھر بیوہ کس نے ہونا ہے۔ وہاں نہ کوئی بیوہ ہے' نہ آباد ہے

اور نہ غیر آباد ہے۔ بس اس کا فضل ہی ہے اور آپ فضل کو پکارو۔

اب بولیں..... اور کوئی سوال.....

سوال:-

یہ فاصلے اور قرب اور یہ تعلق اور رشتے کیا چیز ہیں؟

جواب:-

رشتے اور چیز ہیں، تعلق اور چیز ہے۔ رشتہ جو ہے یہ تو بدلتا رہتا ہے، رشتہ ٹوٹتا رہتا ہے، رشتہ کم ہوتا رہتا ہے۔ ماں باپ دعا کرتے ہیں کہ اولاد پیدا ہو، پھر ماں باپ اُسے پالتے ہیں، پھر ماں باپ یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ اولاد آباد ہو جائے۔ بڑے پرندے نے چھوٹے بچے کو پہلے پالا، تھوڑی سی پرواز سکھائی اور پھر کہا چل بچہ اُڑ جا۔ یہی تیرا نصیب ہے اور یہی ہمارا نصیب ہے کہ بچے آشیانے میں پلیں اور آشیانے سے باہر ہو جائیں۔ اور یہی ان کی خوبی ہے اور یہی ان کی خواہش ہے۔ اس لیے رشتوں کی تو اتنی سی بات ہے کہ پہلے بھائی، بھائی کیساتھ رہے اور پھر وہی بھائی، بھائی کے ساتھ فیصلہ کرے کہ بھئی یہ تیرا مکان ہے اور یہ میرا مکان ہے، جائیداد، پراپرٹی تقسیم ہو جائے۔ رشتوں میں تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ اب آئی تعلق کی بات، تو تعلق میں فاصلہ، فاصلہ نہیں ہے۔ تعلق اگر ہو جائے تو تعلق میں نہ کوئی دور کی بات ہے اور نہ قریب کی بات ہے، نہ جدائی کی بات ہے، نہ فراق کی بات ہے اور نہ وصال کی بات ہے۔ تعلق میں ایک مقام ایسا بھی آئے گا کہ محبوب سے اگر کوئی تعلق ہو جائے تو وصال بھی اتنا عزیز ہے جتنا فراق اور

فراق بھی اتنا عزیز ہے جتنا وصال۔ وہاں نہ وصال کی بات ہے' نہ فراق کی بات ہے بلکہ یہ صرف تعلق کی بات ہے۔ تعلق چاہے تو فراق بن جائے اور چاہے تو وصال بن جائے۔ اب اس میں یہ تبدیلی آتی ہے کہ جو متعلق ہوتے ہیں یا متعلق لگتے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد متعلق نہیں لگتے۔ مثلاً یہ کہ جو آج ہمیں یہ لگ رہا ہے کہ اس کے بغیر گزر نہیں ہوگا' کل اس کے بغیر گزر جائے گی۔ تو یہ کیا بات ہے؟ یہ اُسی طرح کی بات ہے کہ جس طرح بچہ کھلونے کے بغیر گزارہ نہیں کرتا اور جب بعد میں بڑا ہو جاتا ہے تو کھلونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو تعلق کو ایک اور تعلق Replace کرتا رہتا ہے' دوستی کو دوستی Replace کرتی رہتی ہے اور محبت' محبت کے ساتھ Trespass کرتی رہتی ہے۔ ابھی چونکہ خیال میچور نہیں ہوا' جب خیال قوی ہو جائے گا' پھر اگر ایک بار کسی کو دوست کہہ لیا تو پھر وہ دوست آپ نے نہیں چھوڑنا۔ جب وہ مقام آئے گا تو پھر یہ سوال ختم ہو جائے گا۔ ابھی تو یہ سوال دریافت کی سٹیج میں ہے۔ ابھی تو آپ دوستوں کو دوستوں کے ذریعے سے بھولتے اور یاد کرتے جا رہے ہیں۔ اگر ایک دوست دریافت ہو گیا' لائف کا فائنل فیصلہ ہو گیا کہ دوست مل گیا ہے' اس کے بعد جو ہے ؎

اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

پھر ملاقات ہو نہ ہو' وہ فائنل فیصلہ ہے' دوستی فائنل ہے۔ اس کے بعد چراغوں میں روشنی رہے یا نہ رہے' وہ فائنل ہے۔ وہ زندہ رہے یا خدانخواستہ ہو جائے' اس سے فرق نہیں پڑتا' کیونکہ وہ تعلق فائنل ہے۔ وہ قریب بھی نہیں ہوتا اور دور بھی نہیں

ہوتا۔ دور جا کے تعلق Flourish کرسکتا ہے اور قریب رہ کے تعلق مدہم ہوسکتا ہے۔ تعلق میں فاصلے نہیں ہوتے۔ یہ جغرافیکل فاصلے نہیں ہیں بلکہ دلوں کے فاصلے ہیں۔ دلوں کے فاصلے جغرافیائی فاصلوں سے آزاد ہیں۔ آپ یہ بات یاد رکھ لیں کہ دل کا فاصلہ جغرافیائی فاصلے سے آزاد ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی دور سے چل کے آئے اور کسی کے دل میں آ جائے' چاہے افغانستان سے آئے' چاہے لندن سے آئے۔ اب یہ جو آنے والا ہے وہ آسکتا ہے' آسمان سے چلنے والا آسمان سے آسکتا ہے اور آپ کا خیال آسمان پر جاسکتا ہے۔ محبت کی کہانیاں ہی اور ہیں۔ کہتے ہیں محبت زمین پر قدم رکھے تو آسمان پر اس کا لرزہ طاری ہوجاتا ہے' سجدہ زمین پر کریں تو مسجود کو پتہ چل جاتا ہے کہ سجدہ کہاں ہوا۔ تو پیشانی کہیں اور رکھی ہے اور سجدہ کہیں اور ہوگیا۔ تو اس طرح کے ہیں محبت کے واقعات۔ بلکہ میں آپ کو بتاؤں کہ یہ فاصلے صرف جغرافیائی ہی نہیں بلکہ تاریخی بھی نہیں ہوتے۔ تاریخی کیسے نہیں ہوتے؟ مثلاً آپ کو 1989ء میں کسی ایسے Source سے محبت ہوگئی جو 478ء میں Depart کرگیا تھا' تو یہ فاصلہ بھی ختم ہوگیا یعنی تاریخ کا فاصلہ بھی ختم ہوگیا کیونکہ وہ روح آپ کی روح سے آج بھی آ کے مل سکتی ہے' وہاں سے آواز آسکتی ہے۔ آپ نے کہاں سے پکارا؟ بیسویں صدی سے' اور ساتویں صدی کے انسان نے وہاں سے جواب دیا کہ Hello. how do you do یعنی کیا حال ہے؟ اب یہ پتہ نہیں کہ وہ یہاں ہے کہ تم وہاں ہو۔ یہ راز ہے اور اس کا کوئی پتہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب بڑوں کے

مقام پر جا کے بات کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے' اگر "یا علیؑ مدد" کہتے ہو تو مدد ہوتی ہے' مشکل کشائیاں ہوتی ہیں' داتا صاحبؒ کو جا کے یاد کرتے ہو تو جواب ملتا ہے' حضور غوث پاکؒ کا نام لیتے ہو تو جواب ملتا ہے' یا محمدؐ کہتے ہو تو جواب ملتا ہے' یا اللہ کہتے ہو تو واقعات ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعات ضرور ہوتے ہیں۔ پھر صدیوں کے فاصلے' صدیوں کے فاصلے نہیں رہتے اور جغرافیائی فاصلے بھی فاصلے نہیں رہتے۔ یہ پکارنے والے کی خوبی ہے کہ اگر وہ بیسویں صدی سے پکار رہا ہے تو پانچویں صدی والا جواب دے سکتا ہے۔ بس بلانا ہے تو محبت سے بلاؤ۔ وہ یا تو تمہیں بلا کے بات کر لیں گے یا پھر آ کے تم سے بات کر لیں گے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں اور آپ اسے خود کر لو۔ تو میں نے کیا کہا؟ یا تو وہ بلا کے بات کر لیں گے' عین ممکن ہے کہ تمہیں بلایا جائے اور تم دیکھو گے کہ تم کسی اور صدی میں جا پہنچے یا پھر یہ عین ممکن ہے کہ اس صدی سے کوئی آدمی آ جائے' اچانک ہی کوئی آدمی آ جائے اور کہے السلام علیکم۔ پھر وہ آپ کی محفل میں بیٹھا ہوگا۔ بعد میں آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ تو چوتھی صدی کا آدمی تھا' وہی تھا جس کو آپ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے جغرافیائی فاصلے بھی ختم ہو جاتے ہیں اور تاریخی فاصلے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ نگاہوں میں اور دلوں میں فاصلوں میں یہ کائنات Matter نہیں کرتی۔ وہ کوئی اور ہی کائنات ہے' اسی میں ہیں مشرقین اور مغربین

سوال:-

اگر یا علیؑ اور یا محمدؐ کی جگہ یا اللہ کہہ دیں تو .....

جواب:-

ایک ہی بات ہے۔ یہ یوں ایک بات ہے کہ جب ہم یا علیؑ اور یا محمدؐ کہتے ہیں تو ہمارا مقصد کوئی انسان نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو پکارتے ہیں جن پر اللہ کا فضل ہوا۔ اللہ نے جب ہمیں یہ دعا سکھائی کہ اھدنا الصراط المستقیم کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' تو پھر وہ کہتا ہے کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ سیدھی راہ کیا ہے؟ یعنی کہ صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو جن لوگوں پر انعام ہوا ان کو اللہ خود یاد کرتا ہے' اللہ خود حضور پاکؐ کو یاد کرتا رہتا ہے۔ تو آپ بھی یاد کرو۔ تو انہیں پکارنے سے مراد یہ ہے کہ یہ گمراہی نہیں ہے' یہ عین ثواب ہے اور حقیقت ہے۔ آپ جب اللہ کو پکارتے ہیں تو آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ آپ کیسے پکاریں۔ اللہ کو پکارنا کیا ہوتا ہے؟ پکار کا طریقہ یہی ہے کہ آپ اللہ کے حبیبؐ کو یاد رکھو' پکارو۔ اس طرح پکارنے سے غیر اللہ نہیں ہو جاتا۔ غیر اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ سے آپ کو الگ کر دے' چاہے وہ عبادت ہی ہو۔ تو غیر اللہ ہے اللہ کی محبت سے الگ کرنے والا۔ اللہ کی محبت عطا کرنے والا راستہ سارا اللہ ہی اللہ ہے' سب اللہ ہی ہے۔ اگر کوئی انسان آپ کو اللہ کی یاد دلا جائے یا آپ کو اللہ سے محبت کرا جائے تو وہ اللہ کا راستہ ہے اور اُسے پکارنا غیر نہیں ہے۔ غیر اللہ کا مطلب یہ ہے جو اللہ کو فراموش کرا جائے'

اللہ کو بھلا دے۔ جو قریب کرے وہ غیر نہیں، وہاں شرک نہیں۔ آپ ڈرا نہ کریں۔ آپ اللہ کو بھی پکارو۔ آپ اللہ کو پکارو گے اور وہ ؎

میں تیری نماز ادا کروں تو ہو محوِ ذکرِ حبیبؐ میں

یہ تو ایک راز کھل گیا کہ میں تو اللہ کی نماز پڑھ رہا تھا اور وہ درود پڑھ رہا تھا۔ یہ راز ہی الگ ہے۔ بس سمجھنے والی بات ہے کہ آپ اس کی نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ اُن کو یاد کر رہا ہے۔ اب آپ بھی حضور پاکؐ کو یاد کریں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ درود شریف والی ایک واحد بات ہے کہ آپ اور اللہ، ایک ہی صف میں واقعہ ہو جاتا ہے۔ اللہ خالق ہے اور محبت کی دنیا کا یہ ایک مقام ہے۔ کسی مقام پر اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے فائنل مانو بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ میری قبر کو سجدہ نہ کرنا۔ ہے تو وہی اللہ، اسی کو پکارنا ہے، اسی کی عبادت کرنی ہے اور محبت جو ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ: آپؐ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ سے تمہیں محبت ہے تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو اگر اللہ سے محبت ہے تو اللہ کے حبیبؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ میں خود ہی تم سے محبت کرلوں گا۔ تو یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ کوئی شخص پورا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ، عزیزوں سے زیادہ محبت حضور پاکؐ سے نہ کرے۔ یہ ایک خاص راز ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ بحثیں کہاں پر ہوئیں کہ ''یارسولؐ اللہ'' کہنا جائز ہے کہ نہیں ہے۔ یہ کچھ لوگوں کے جھگڑے ہیں، آپس کی روٹی کے معاملات ہیں، اس میں آپ کبھی نہ

پڑنا۔تو آپ اللہ کو مانیں اور اللہ کے حبیب کو مانیں' اللہ کے محبوبؐ کے محبوبوں کو مانیں' ان کو پہچانیں۔قرآن پاک کو فائنل اور اللہ کو خوب صورت مانیں۔ بحث میں نہ پڑنا۔اپنے آپ کو بھی پہچانیں اور اس طرح اس دنیا سے نکل جائیں۔کہیں کتابوں کے چکر میں نہ پڑنا کہ اسلام کو پڑھتے پڑھتے ہی عمر گزار دو۔اسلام تو کرنے والا کام ہے' پڑھنے والا کام نہیں ہے۔تو یہ آسان سی بات ہے۔تو اسلام کون سا کام ہے؟ عبادت کرو اور ان لوگوں کو دریافت کرو جن پر اللہ کی رحمت ہوئی' ان کے ساتھ سنگت بنا کے پار ہو جاؤ۔یہ بحث نہ کرنا کہ شرک کیا ہے؟ شرک کیسے ہوسکتا ہے۔شرک ہے اللہ کے برابر کسی کو کرنا اور شرک کا معنٰی ہے کسی اور اللہ کی اطاعت کرنا۔آپ کو تو پہلے ہی اللہ نہیں ملا' وہ سمجھ نہیں آ رہا تو نیا اللہ کہاں سے بناؤ گے' تو اگر پہلے اللہ کا پتہ ہو تو اس کے برابر کوئی اور اللہ بنائیں۔ اس لیے مسلمان کے لیے تو شرک ناممکن ہے' وہ شرک نہیں کرسکتا' کہ کسی اور اللہ کی عبادت کرنا شروع کردے۔مسلمان نے تو یہ عبادت کرنی ہے کہ اللہ کا سجدہ کرو سبحان ربی الاعلٰی۔تو یہ سجدہ ہے۔اور یہ سجدہ جو ہے وہ آپ کے اور اللہ کے درمیان تنہائی کا راز ہے۔باقی ساری بات محفل کی ہے اور اجتماع میں ہے۔ سبحان ربی الاعلٰی جو ہے یہ تنہائی کا راز ہے۔اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ میرے قریب ہونے کا ایک ہی راستہ ہے' کہ سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔اب اس میں بحث کی کوئی بات نہیں تو شرک نہیں ہوسکتا۔غالباً شرک یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی کے حبیبؐ کی کہی ہوئی بات پر کسی اور بات کو فوقیت دینا یا کسی اور بات کو اہم

بجھنا۔ یہاں سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ مسلمان تو بتوں کی پوجا کرتا نہیں ہے۔ اللہ کے برابر آپ کسی کو کر ہی نہیں سکتے۔ ہاں' ایک مقام پر شرک یہ ہوگا کہ اگر آپ پیسے کو خدا کے برابر مان جاؤ۔ یہ شرک ہوسکتا ہے کہ آپ پیسے کو کارساز مان جاؤ' آپ خدا کو بھول جاؤ اور پیسے کو اکٹھا کرنا شروع کردو۔ تو یہاں سے شرک پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور پاکؐ کو خدشہ تھا کہ میری امت جو ہے وہ شرک نہیں کرے گی کہ کوئی نیا اللہ بنالے' مگر ایک ڈر ہے کہ کہیں دولت کے چکر میں آ کے یہ خدا کو نہ بھول جائے۔ تو یہ واقعہ ہوا پڑا ہے' کہ اگر آج خدا اور پیسے میں انتخاب کرنا پڑ جائے تو لوگ خدا کو چھوڑ دیں گے اور پیسے کے پیچھے چل پڑیں گے' جائز پیسہ نہ ملے تو ناجائز کمالیں گے۔ لوگ پیسے کو بہت اہمیت دیں گے۔ لوگوں سے پوچھو کہ غریبی سے ڈرتے ہو یا دوزخ سے۔ تو کچھ لوگ یہ جواب دیں گے کہ ہم غریبی سے ڈرتے ہیں' دوزخ کا تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس لیے آج اللہ کا ڈر نہیں رہ گیا بلکہ آج غریبی کا ڈر رہ گیا ہے۔ تو آپ کے لیے کیا نصیحت ہے؟ آپ اللہ کو یاد کرو' اللہ کے حبیبؐ کو یاد کرو اور اس راستے پر چلتے جاؤ۔ شرک ہے ہی کوئی نہیں۔ شرک بڑا مشکل کام ہے۔ شرک کہاں ہوسکتا ہے؟ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کے مقابلے میں ایک اور اللہ بنانا۔ ایک آدمی نے اپنا نام اللہ رکھ لیا۔ کسی نے کہا یہ تو نے کیا کردیا۔ اُس نے کہا میں اللہ ہوں۔ پوچھا تم کیسے اللہ ہو؟ کہنے لگا یہ آسمان میں نے بنایا ہے' زمین میں نے بنائی ہے اور تمہیں میں نے بنایا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تُو تو یہاں کا رہنے والا ہے' اچھا یہ بتا کہ تیرے پاس ثبوت کیا ہے

کہ تُو نے آسمان بنایا ہے۔ کہتا ہے پہلے اللہ نے کون سا ثبوت دیا ہے' اس نے کہا ہے تو تم مان گئے ہو' اس طرح وہ اللہ ہو گیا ہے' مجھے تم مانتے نہیں ہو تو میں اللہ نہیں ہوں۔ تو بات اتنی سی ہے۔ تو ماننے والی بات "اللہ" ہے۔ جب تم مان گئے ہو تو پھر وہ اللہ ہے۔ اب مانی ہوئی ذات کے سامنے آپ کیا کھڑا کریں گے' نہیں کھڑا کر سکتے۔ ہم کون سے اللہ کو مانتے ہیں؟ ہم خدائے مصطفیٰ ﷺ کو مانتے ہیں ہم اس خدا کو مانتے ہیں جو حضور پاک ﷺ نے ہمیں بتایا ہے' ہمیں کسی اور خدا کا پتہ نہیں ہے۔ آپ لوگ کہیں کوئی نیا خدا دریافت نہ کر لینا اور نیا راستہ بھی دریافت نہ کر لینا۔ بس یہ کہنا کہ ہم اس خدا کو جانتے ہیں جس کا حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ ہے' صفات بھی وہی جو اللہ کے حبیبؐ نے بتائی ہیں۔ اوّل بھی ہے' آخر بھی ہے' ظاہر بھی ہے' باطن بھی ہے' سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے' آنکھ بنانے والا خود دیکھتا ہے' کان بنانے والا خود اپنی سماعت رکھتا ہے' زبان دینے والا جو ہے وہ گویائی رکھتا ہے' بولنا جانتا ہے' زبان کے بغیر بولتا ہے' کان کے بغیر سنتا ہے' نگاہ کے بغیر دیکھتا ہے۔ وہ عجب ہی ہے' اللہ ہی ہے' وہ ذات ہے لیکن ذات ٹھوس نہیں ہے' وہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے' عیاں بھی ہے اور نہاں بھی ہے۔ اگر وہ "ہے" تو کیا ہے؟ بس خوب ہے' نہ اس سے جدا ہو سکتے ہیں' نہ حاصل کر سکتے ہیں اور نہ وہ حلول ہو سکتا ہے۔ حلول کا معنی کیا ہے؟ کوئی یہ کہے کہ میرے اندر اللہ آ گیا ہے۔ یہ گمراہی ہے۔ لیکن نہ وہ تم سے بعید ہو سکتا ہے اور نہ باہر ہو سکتا ہے۔ اگر اس کو اندر مانو تو باہر کون ہے اور اسے باہر سمجھو تو پھر اندر

کون ہے۔ بس اندر بھی اللہ ہے اور باہر بھی اللہ ہے۔ تو یہ ماننے والی بات ہے' بحث والی بات ہی نہیں ہے۔ اُسے مانتے جاؤ' اللہ اللہ کرتے جاؤ' پکارتے جاؤ کہ یا اللہ ہم تجھے پکارتے ہیں اور تیرے سب ماننے والوں کو پکارتے ہیں۔ تو آپ مکمل طور پر پکارا کرو۔ یہ کوئی شرک نہیں ہے' میں آپ کو منع کر رہا ہوں۔ شرک نہیں ہوسکتا۔ شرک کرنا ناممکن ہے' Try کر کے دیکھو تو بھی نہیں ہوسکتا۔ شرک کب ہوگا؟ جب حضور پاک ﷺ کی بات پر کسیؒ اور بات کو فوقیت دو گے۔ باقی بات یہ ہے کہ اللہ خود پکارتا ہے حضور پاک ﷺ کو۔

سوال:-

آفس کے معاملات میں ہم حق سچ کی بات پر کیسے چل سکتے ہیں؟

جواب:-

یہ بڑی آسان بات ہے' آپ خود ہی ضمیر بن جائیں اور خود ہی فیصلہ کرلیں۔ اپنے ساتھ بالکل رعایت نہ کریں اور پورے ڈسپلن کے ساتھ اپنے کیس کا خود فیصلہ کریں۔ آفس ضرور جائیں' کون کہتا ہے کہ نہ جائیں۔ دریا میں سے گزر جاؤ لیکن دامن تر نہ ہو۔ آپ کے ساتھ کے کئی لوگ اس دنیا میں ہیں جو آج بھی آفس میں زندہ رہتے ہیں۔ بس آپ اپنی Ambition کے غبارے سے ہوا نکال دو۔ Ambition کو آپ نے Inflate کیا ہوا ہے۔ ایسی ترقی کیا خاک ترقی ہے جو تنزلی کی طرف لے جائے۔ بے شمار لوگ ترقی کرتے کرتے عذاب میں گرفتار ہوگئے۔ ہمیں وہ ترقی نہیں چاہیے۔ کون سی ترقی چاہیے؟ سیدھا

راستہ' جو اللہ کے قریب لے جائے یعنی صراطِ مستقیم۔ اور یہ جو آپ کی ترقی ہے وہ کر کیا سکتی ہے' وہ تو تکلیف سے نہیں بچا سکتی' دکھ سے نہیں بچا سکتی' رونے سے نہیں بچا سکتی' عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ پھر ترقی کس کام آئی؟ اس لیے وہ انسان جو ترقی کے نام پر' غلط پیسہ لے کے اپنی اولاد کو کھلانا شروع کر دے' انہیں عذاب میں ڈالے' اس نے اولاد کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اگر اللہ کے قریب ہو جاؤ گے تو یہ ترقی ہے اور دور ہو جاؤ گے تو یہ تنزلی ہے..... اور کوئی سوال بولیں..... کوئی بات؟.....

سوال:-

فنا کا کیا تصور ہے اور بقا سے کیا مراد ہے؟

جواب:-

فنا یہ ہے کہ ''ہونے'' سے ''ان ہونا'' ہو جائے اور جو ہو وہ نہ رہے۔ اس کو ایک قسم کی Disintegration بھی کہہ سکتے ہیں' یہ Disappear ہو جانا بھی ہے یعنی کہ اُس مقام سے غائب ہو جانا' اُس وجود کے علاوہ ہو جانا' وہاں سے نکل جانا۔ تو یہ اس مقام کی فنا ہے۔ اُس مقام سے Migrate کر جانا' کہیں آگے چلے جانا' کسی اور وجود میں چلے جانا۔ یہ اس مقام کی فنا کہلائے گی۔ اسے یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں پر ماؤف ہو جانا' تحلیل ہو جانا' ختم ہو جانا یعنی Disappear ہو جانا۔ تو اس موجود ہونے سے نہ موجود ہونے کو فنا کہیں گے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ فنا جو ہے وہ کسی اور جگہ موجود ہونے سے روک رہی ہے۔ مگر موجود کو نا موجود

کر دینا فنا ہے۔ اگر آپ کسی اور جگہ موجود ہوں گے تو پتہ نہیں آپ وہ ہوں گے کہ نہیں ہوں گے۔ تو یہ تصوّر ہے۔ جو پتہ کرنے گیا تھا وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ وہاں سے اگر واپس آئے گا تو بتائے گا کہ وہاں کیا حال ہے۔ ابھی تک تو یہاں سے ہی اندازے لگ رہے ہیں کہ ہم وہاں موجود ہو جائیں گے' وہاں کوئی اور واقعہ ہو جائے گا۔ وہاں جو بندے گئے ہوئے ہیں وہ تو واپس آئے نہیں۔ آپ کو خود جا کے پتہ کرنا پڑے گا۔ فی الحال تو آپ یہ سمجھیں کہ موجود کا نہ موجود ہونا فنا ہے' یا موجود کا لاموجود ہونا فنا ہے' یا موجود کا غیر موجود ہونا فنا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ اس ہونے سے نہ ہونا ہو جائے۔ تو یہ فنا ہے۔ اور موت بھی یہی کچھ ہے۔ انسان کی موت جو ہے وہ Dead Body کی زندگی ہے یعنی جب بندہ مر گیا تو میت قائم ہو گئی۔ اب یہ میت ایک الگ وجود ہے۔ اس میت میں یہ پہچان موجود ہے کہ یہ فلاں آدمی کی میت ہے' اس آدمی کا نام بدل گیا' نام نہ رہا بلکہ وہ میت بن گیا۔ اب یہ ایک Transformation آ گئی' تبدیلی آ گئی۔ سمجھ آئی؟ آپ نے خود ہی مشکل بات شروع کی ہے۔ یہ دیکھو کہ جب انسان بیمار ہو جائے تو اس کا نام مریض ہو جاتا ہے۔ اس طرح آپ کے نام روز بدلتے رہتے ہیں۔ وکیلوں سے پوچھو تو وہ انسان کو Client کہتے ہیں۔ اس سے اگر پوچھو کہ کون آیا تھا تو وہ ''چراغ دین'' کی بجائے کہے گا کہ کلائنٹ نمبر چار آیا تھا۔ ڈاکٹر سے پوچھو کہ نام کیا ہے تو وہ کہے گا Patient' مریض۔ حالانکہ انسانوں سے مل رہا ہے مگر اس سے پوچھو کہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہے گا کہ میں Patient دیکھ

رہا ہوں۔ اسی طرح ٹیلی فون والے Subscriber کہیں گے' بینک والے کسٹمر کہیں گے۔ اس طرح انسانوں کے نام بدلتے گئے اور پھر ذات بدلتی گئی۔ جب کوئی بیمار ہو گیا تو اس کا نام مریض ہو گیا' پھر اس کے بعد اگر مر گیا' فنا ہو گیا' زندگی سے نکل گیا تو پھر وہ اور طرح سے قائم ہو گیا۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ میت۔ اب پہلا وجود تو ختم ہو گیا' اس کی فنا ہو چکی ہے مگر ابھی کچھ اور ہے جو باقی ہے..... گویا کہ یہ فنا جو ہے یہ مکمل طور پر Disappear نہیں ہوتی ہے کیونکہ فنا ہونے کے بعد بھی ایک اور وجود پڑا ہوا ہے جسے آپ میت کہیں گے۔ اس کے بعد وہ وجود قبر میں چلا گیا' اُسے مردہ کہتے ہیں جو قبر کے اندر دفن ہو گیا۔ اس طرح ایک اور وجود قائم ہو گیا۔ پھر اس قبر کے اوپر ایک اور وجود قائم ہو گیا یعنی اس شخص کا نام۔ اگر وہ مشہور قبر ہے تو وہ آدمی مرے گا نہیں۔ قبر کے اوپر اگر کچھ موجود ہو جائے تو سمجھو کہ اندر بھی موجود ہے۔ قبر کے اوپر کیا موجود ہوتا ہے؟ ایک خاص Aromatic Smell' خاص انداز کی خوشبو' یعنی Spiritual' روحانی مقام۔ اگر کوئی خاص مقام آ جائے' یاد آ جائے' اس کا خیال آ جائے' کوئی اور واقعہ ہو جائے تو وہ کسی اور وجود میں جا کے زندہ ہو گیا How does he live behind in memory۔ وہ وجود جو فنا ہو گیا تھا' ڈیڈ باڈی بن گیا تھا' مردہ بن گیا تھا' پھر وہ ختم ہو گیا' ہڈیاں رہ گئیں اور وہ بھی ختم ہو گئیں مگر وہ خوشبو بن کے لوگوں کے دلوں میں آ گیا اور یاد بن کے رہنے لگا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ لوگوں کے لیے افسوس بن کے رہ گیا' غم بن کے یا غصہ بن کے رہ گیا۔ لیکن کسی ایک حال میں وہ زندہ رہ گیا۔ اب یہاں

سے پتہ چلتا ہے کہ کون سے لوگ ہیں جو مر کے بھی نہیں مرتے' کون سے لوگ مرنے کے بعد زندہ رہتے ہیں۔ اور مرنے والے کے بعد جو لوگ رہ جاتے ہیں وہ Very important ہوتے ہیں یعنی مرنے والے کے جو لواحقین زندہ بچ جائیں وہ بڑے اہم ہوتے ہیں کیونکہ یہ اس کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تو مرنے والے کا نتیجہ کون ہے؟ یہ لوگ جو بچ گئے' جو بعد میں یاد کرتے ہیں' عزت سے یاد کرتے ہیں' جو پاگلوں کی طرح رو رہے ہیں ان سے پوچھو کہ روتے کیوں ہو' مرنے والا تو مر گیا' جو اس کا عمل تھا وہ کر گیا' اب تم کیوں رو رہے ہو؟ کہیں گے کہ اس کی یاد آتی ہے۔ یہ جو یاد کی کہانی ہے یہ ایک الگ کہانی ہے۔ جب تک یاد زندہ ہے تو پھر فنا نہیں ہوگی۔ وہ تمام بزرگ جو سینکڑوں صدیوں کے بعد بھی تمہاری یادوں میں اب بھی زندہ ہیں' وہ فنا نہیں بل احیاء ولکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔ یہ فقرہ یاد رکھ لینا کہ ایک تو انسان کے اپنے وجود کی زندگی ہے اور ایک دوسرے وجودوں میں موجود زندگی ہے۔ اور یہ جو Second phase ہے یہ بڑا Important ہے' تو یہ دوسرا حصہ بہت اہم ہے۔ آپ کو دقت یہ ہوتی ہے کہ آپ گھروں میں اپنی حد تک تو بڑے کامیاب ہوتے ہیں مگر آپ کا ساتھی آپ کو اپنے وجود میں موجود نہیں ہونے دیتا اور وہ بڑا سخت دل ساتھی ہوتا ہے کہ اپنے دل میں آپ کو موجود نہیں ہونے دیتا۔ یہاں سے آپ لوگوں کے گھروں کے اندر آپ کو دقت ہوتی ہے۔ تو آپ آئینے میں دیکھتے ہیں تو خوب صورت لگتے ہیں اور جب دوسرے کے دل میں جھانکتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ میری تصویر

تیرے دل میں نظر نہیں آتی۔ پھر بس جھگڑا اور لڑائی وغیرہ وغیرہ .....تو انسان کی خواہش کیا ہوتی ہے؟ اپنے وجود میں موجود رہنا اور دوسرے وجود میں بھی موجود رہنا۔ جس نے یہ کام کر لیا وہ فنا سے بچ گیا' ورنہ نہیں۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ اپنے وجود میں موجود رہنا ایک زندگی ہے لیکن یہ فنا ہو جاتی ہے۔ دوسری زندگی یہ ہے کہ دوسرے وجود کے دلوں میں موجود رہنا' ان کے خیالوں میں رہنا' ان کی نظروں میں رہ جانا' اور وہ اگر یاد رکھیں آپ کو تو آپ کا دوسرا وجود قائم ہو گیا۔ اگلی بات یہ ہے کہ ایک تو آپ کا اپنا وجود ہے اور پھر ہر انسان کی ایک Astral Body ہوتی ہے' وہ ایک اور وجود ہے' وہ Travel بھی کرتا ہے' سفر کرتا ہے' بغیر حساب کے یہاں بھی ہوتا ہے اور وہاں بھی ہو جاتا ہے۔ فی الحال اُسے ''خیال'' ہی سمجھ لو۔ تو خیال جو ہے وہ جہاں مرضی چلا جائے۔ یہ خیال ہے جو کہتا ہے کہ ابھی ابھی مجھے یہ خیال آیا ہے کہ ؎

اچانک مجھے رات آواز آئی
کہ سوتا ہے کیا دیکھ شانِ الٰہی
کہاں ہے سکندر کہاں اس کی شاہی
یہ ہے رفتنی جو ہے ساری خدائی

سب جانے والے ہیں' یہاں کچھ نہیں رہ جائے گا' وہ بھی گیا اور یہ بھی جائیں گے۔ علیٰ ہٰذ القیاس۔ رہے نام اللہ کا ؎

ہزاروں بادشاہ آئے کئی سلطنتیں بدلیں
نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی

تو ہر بادشاہی زوال والی ہے مگر نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی۔ تو فنا کیا ہے؟ فنا ہے ایک وجود سے غائب ہو جانا۔ انسان ہر روز فنا سے گزرتا ہے' بچپن فنا ہو گیا جوانی کے آنے سے پہلے' جوانی اپنے چند دنوں میں خود ہی فنا ہو جاتی ہے۔ جوانی کے کرشمے میں نے آپ کو بتائے تھے کہ جوانی آتے ہوئے بتاتی نہیں اور جاتے ہوئے اطلاع نہیں دیتی۔ جس دن آپ کا مسکراہٹ یا فخر یا اعتماد یا غرور یا محبت یا دوسرے کا نام خوشی کے ساتھ لینے کا عمل افسوس میں بدل جائے تو سمجھنا کہ جوانی انا للہ وانا الیہ راجعون ہو گئی' چلی گئی۔ تو جوانی کب چلی جاتی ہے؟ جس دن دوسرے کی ذات میں اعتماد یا خوشی آپ کی بے چینی میں داخل ہو جائے۔ اب یہ کیا ہو گیا؟ جوانی چلی گئی۔ تو بچپن فنا ہو گیا' جوانی فنا ہو گئی اور پھر بڑھاپا بھی فنا ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو فنا سے بچانے کے لیے اُن مقامات پر جاتے ہیں جو بقا والے ہیں مثلاً یہ ایک آستانہ ہے' یہاں پر مدت ہو گئی' سب لوگ بدل گئے حکومتیں بدل گئیں مگر یہ لوگ نہیں بدلتے۔ پھر آپ بھی وہیں چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ''السلام علیکم'' یعنی کوئی بھی بزرگ ہو۔ ''وعلیکم السلام'' آپ کو جواب آئے نہ آئے' خود ہی جواب دے دیتے ہیں۔ تو یہ جو بقا کے پیمانے ہیں' ان میں آپ داخل ہوتے رہتے ہیں' اُن کی یاد بس تازہ کرتے رہتے ہیں۔ دراصل آپ بھی فنا سے بچنا چاہتے ہیں' کبھی کتابیں لکھ لیتے

ہیں' کبھی کوئی نام پیدا کر لیتے ہیں' کبھی کوئی شہرت حاصل کر لیتے ہیں اور کبھی کوئی نیکی کر لیتے ہیں۔ جاتے جاتے اشوکا پہاڑوں پر لکھ گیا' کیا لکھ گیا؟..... اپنا نام بقلم خود اشوک۔ بدھا نے بیٹھ کے پتھر کا بُت بنالیا۔ اُسے یہ پتہ تھا کہ میں مر سکتا ہوں لیکن پتھر ذرا دیر کے بعد مرتا ہے۔ مرتا وہ بھی ہے' پتھر کو کینسر ہو جاتے ہیں' پتھر کو بھی بیماری ہوتی ہے۔..... تو پتھر سے اپنا بت بنا گئے تا کہ دیر تک ٹھہرے۔ تو کچھ لوگ جو ہیں وہ ایسا کام کر جاتے ہیں جو زمانوں پر محیط ہوتا ہے۔ کچھ چہرے جو ہیں اپنے دور ہی میں مر جاتے ہیں' زندگی میں ہی..... افسوس والی بات ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس کرو۔ کن لوگوں پر؟ جو زندگی میں زندہ انسانوں کو بھول گئے۔ وہ لوگ جن کو زندگی کے اندر' اُن کے ملنے والے یا اُن کے چاہنے والے' زندگی میں ہی بھول گئے۔ اب یہ بڑے افسوس والے چہرے ہیں۔ کون سے لوگ؟ جنہیں زندگی میں یاد کرنے والے لوگ ملے لیکن چھوڑ گئے۔ اب اُس کے بعد کون سے لوگ ہیں؟ جنہیں یاد کرنے والوں نے کچھ یاد کیا' ایک جمعرات کر لی' دوسری جمعرات کر لی اور پھر مصروف ہو گئے۔ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں بے چارے اور اس کے بعد کچھ اور لوگ ہیں جنہیں سال تک یاد رکھا' اخباروں میں ''ڈے'' مناتے گئے..... کچھ چہرے ایسے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے کہ زمانے بدل گئے اور اُن کی یاد اب بھی قائم ہے۔ یہ اللہ کے فضل والے چہرے ہیں۔ سب سے بڑا چہرہ جو ہے انسانوں کی دنیا میں' وہ ہیں اللہ کے محبوب ﷺ۔ آج بھی کائنات میں' آپ لوگوں کی سب سے بڑی خواہش یہی ہو گی کہ یا اللہ

ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کرادے۔ یہ اس چہرے کا ''سبحان اللہ'' والا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مقام بنایا کہ مرنے والے کی آخری خواہش یہ ہے کہ اپنے محبوبؐ کا چہرہ دکھا۔ اب یہ چہرے زمانوں سے باہر ہیں' زمانے بدل گئے لیکن یہ خواہش نہیں بدلی..... تو اب یہ بقا کے مالک ہیں۔ جو چہرہ ان کے قریب ہوگیا ان کی Range میں آ گیا' وہ فنا سے نکال دیا گیا۔ تو فنا اصل میں کیا ہے؟ خدا کو بھولنے کا نام فنا ہے اور یاد سے وابستگی جو ہے یہ بقا ہے۔ بقا کس کو نصیب ہوئی ہے؟ بقا باقی کے ساتھ رشتے کا نام ہے۔ فنا کیا ہے؟ باقی سے جدا ہونا۔ باقی کون ہے؟ یا حی یا قیوم ۔ وہ باقی ہے۔ اس کے تقرب والے بقا والے ہیں۔ اور اس سے دوری والے فنا والے ہیں۔ فنا وجود ہے اور بقا روح ہے۔ فنا کیا ہے؟ یہ وجود ہے' یہ مرتا ہی مرتا ہے روز' شام کو سو جاتا ہے' یہ مر جاتا ہے۔ اور روح جو ہے یہ قائم ہے' حی و قیوم ہے' چلتی جا رہی ہے' پتہ نہیں کب اس نے مرنا ہے۔ روح شروع تو ہوئی ہے مگر مرتی نہیں ہے۔ روح جو ہے وہ تو مخلوق ہے لیکن اسے موت نہیں ہے۔ اللہ کیا ہے؟ مخلوق نہیں ہے' خالق ہے۔ بس اتنا فرق ہے۔ تو اللہ جو ہے پیدائش سے پہلے ہے اور ہر موت کے بعد ہے۔ روح کیا ہے؟ اس کی پیدائش تو ہے لیکن اس کو موت نہیں ہے..... اس لیے یہ بتایا گیا کہ یہ ایک کنارے کا سمندر ہے۔ روح کی پیدائش ہے لیکن موت نہیں ہے۔ امر ربی ہے۔ رب پہلے اور امر ربی بعد میں۔ ہے یہ بھی اُتنا infinite اور Eternal لیکن امر ہے اُس کا اور وہ مالک ہے۔ اس لیے فنا کیا ہوئی؟ وجود کا نام فنا ہے'

وجود کے رشتوں کا نام فنا ہے' وجود کی خواہشات کا نام فنا ہے' وجود جو ہے یہ مٹی میں تحلیل ہو جاتا ہے' بندہ مردہ ہو گیا تو ختم ہو گیا' لیکن ایک شے زندہ رہ گئی ہے ..... یہ روح ہے۔ وہ شاید بقا کے اندر ہو۔ جس شخص نے زندگی کے اندر فیصلہ کر لیا' روحانی ہو گیا' وہ بقا کے اندر داخل ہو گیا۔ جس نے وجود کی زندگی گزارنی ہے' وہ فانی ہے' مر چکا ہے۔ یہ Animal life ہے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:-

حضور' فنا فی الشیخ سے کیا مراد ہے۔

جواب:-

یہ Term کہیں سے پڑھی ہے آپ نے؟ جو بات میں نے نہیں بتائی' اُس کی Terminology میں بیان نہیں کروں گا۔ جو میں نے بتایا ہے اُس کی بات کرو۔ مثلاً پیر کیا ہوتا ہے' شیخ کیا ہوتا ہے' فنا فی الشیخ کیا ہے' کیا میں نے یہ راستہ بتایا ہے آپ کو؟ آپ بتاؤ۔ آپ نے یہ لفظ کہاں سے پڑھا ہے' فنا فی الشیخ۔

سوال:-

پڑھا تو بہت دفعہ ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ کہاں پڑھا ہے۔

جواب:-

اچھا تو کچھ اس کے متعلق Vague سا آئیڈیا بتا دو' آگے پھر میں اس کو Clear کر دوں گا۔ یہ اچھا ہے' علم جہاں سے ملے' حاصل کر لینا چاہیے۔ جتنا آتا ہے اُتنا تو بتاؤ۔

سوال:-

یہ باطن کے سفر میں کوئی مقام ہوتا ہے.....

جواب:-

باطن کا سفر کیا ہوتا ہے؟ کیا کتاب میں لکھا ہے کہ باطن کے سفر میں کوئی مقام ہوتا ہے۔ تو باطن کے سفر میں یہ کون سا مقام ہے؟ فنا کا مقام ہے یعنی فنافی الشیخ کا مقام ہے۔ یہ پوچھنے والا مقام نہیں ہے' کرنے والا کام ہے۔ میں نے پہلے بھی ہزار مرتبہ سمجھایا ہے۔ یہ علم بیان کا نہیں ہے بلکہ یہ واردات کا علم ہوتا ہے۔ یہ کوئی بیان کی بات نہیں ہے کہ کوئی فنا ہے' کوئی فنافی الشیخ ہوتا ہے' تو وہ کیا مقام ہے؟ آپ یہ بتاؤ کہ محبت کا کیا مقام ہوتا ہے؟ محبت میں ایک محبوب ہوتا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کر کے اُس سے محبت ہو جاتی ہے۔ وہ تمہارا محبوب ہے' تم اس کے مُحب ہو جاؤ گے۔ پھر دونوں کے درمیان جو رشتہ ہے وہ محبت کہلاتا ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ سمجھ آ گئی بات؟ ایک محبوب' نمبر ون آئٹم' ایک انسان اور دوسرا اُس کو چاہنے والا۔ دونوں کے درمیان جو رشتہ ہے وہ محبت کہلائے گا۔ چاہنے والے اور چاہے جانے والے کے درمیان جو ڈائیلاگ ہے ٹیلی فون کا' یہ کیا ہے؟ یہ محبت کہلاتی ہے؟ یہ تو محبت نہیں کہلاتی۔ محبت وہ ہوتی ہے جو لکھی نہ جا سکے' محبت وہ ہوتی ہے جو بیان نہ ہو سکے بلکہ محبت وہ جو محسوس ہو۔ جنہوں نے محبت کو پراپیگنڈہ بنانا ہوا اُن کا یہ حشر ہوتا ہے کہ بیان کی حد تک رہتے ہیں۔ فنافی الشیخ کا بیان تو صرف پراپیگنڈہ ہے۔ صرف یہ بیان کہ Sitting at the feet

of the Great Master میں اپنے آقا کے قدموں میں ہوں' یہ پراپیگنڈہ ہے۔ اصل میں کیا ہے؟ کسی کے خیال میں گم ہو جانا۔ تو فنافی الشیخ اُس کے خیال میں گم ہو جانا ہے۔ گم کیسے ہوتے ہیں؟ یہ نہ کرنا کہ گھر کے باہر تالا لگا کے اخبار میں جا کر بیان دے دو کہ ہم گم ہو گئے ہیں..... یہ تو کوئی بات ناں ہوئی۔ گم کیسے ہوتے ہیں؟ اس کے خیال میں گم ایسے ہوتے ہیں کہ ؎

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

مطلب یہ کہ وہاں اور ہی راز ہوتا ہے۔ ہزار بار سمجھایا ہے کہ اس کو علم نہ بناؤ یعنی ساری پرانی Terminologies کو۔ کہ شیخ کیا ہے؟ فنافی الشیخ کیا ہے؟ فنافی الذات کیا ہے؟ فنافی الرسولؐ کیا ہے؟ فنافی اللہ کا کیا مقام ہے؟ فنا کیا ہے؟ بقا کیا ہے؟ خرد کیا ہے؟ جنون کیا ہے؟ ادھر کیا ہے' اُدھر کیا ہے..... یہ ساری باتیں ہیں۔ اصل میں کیا ہے؟ ..... ایمانداری سے چلتے جاؤ اور جو واردات ہے وہ ساتھ چلتی جائے گی۔ The Moment آپ محبت کو Define کرنا شروع کر دو گے تو وہ محبت ختم ہو جائے گی۔ میری دعا ہے کہ ایسا ضرور ہو۔ کس محبت کے لیے؟ جو محبت بیان میں شروع ہونا شروع ہو جائے۔ ''شروع ہونا شروع ہو جائے'' کو سمجھتے ہو؟ کہ محبت کی صرف کہانی شروع ہو جائے' صرف بیان ہو کہ محبت ہو گئی ہے۔ فنافی الشیخ کیا ہے؟ شیخ کے خیال میں گم ہو جانا۔ یا یوں سمجھو کہ اپنے آپ کو اس خیال میں گم پانا۔ مطلب یہ کہ جب تم ہوتے ہو تو ہم نہیں ہوتے

اور جب ہم ہوتے ہیں تو تم نہیں ہوتے۔ تو یہ عجب ہی کہانی ہوتی ہے اور کیا مقام ہوتا ہے! تو اپنے آپ کو بھول جانا اور کسی اور چیز کو یاد رکھنا' یعنی اس کے خیال میں گم ہو جانا:..... یہ فنافی الشیخ ہے۔

حتٰی کہ' کہتے یہ ہیں' اپنا نام بھی تیرا نام بن جاتا ہے۔ اُس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اُس نے اپنا نام وہی بتا دیا جس کو وہ یاد کر رہا تھا۔

میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

تو اس کے پتے سے اس کو اس کا گھر مل گیا۔ تو یہ واقعات ہوتے ہیں محبت والوں کے اور دل والوں کے' بیان والوں کے یہ واقعات نہیں ہوتے ہیں۔ بیان والوں سے معافی' کس بات کی معافی؟ بیان کی۔ فنافی الشیخ کیا ہے؟ شیخ کے خیال میں اتنا گم ہو جانا کہ نہ شیخ کا نام یاد رہے اور نہ اپنا اِسم یاد رہے' اور یہ بھی یاد نہ رہے کہ میں گم ہو گیا ہوں' اور یہ بھی یاد نہ رہے کہ میں فنا فی الشیخ کی منزلیں طے کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے بیان کیا ہے اُن لوگوں نے واقعات نہیں کیے۔ جو واقعات کر گئے ہیں' اُن لوگوں نے بیان نہیں کیے۔ محبت کو بیان کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ محبت کے ڈرامے نہ لکھا کرو اور ڈراموں کی محبت نہ کیا کرو۔ اسلام پر ڈرامہ نہ لکھو اور اسلامی ڈرامے نہ لکھو۔ کیا کرو؟ بس اللہ اللہ کرتے جاؤ ساتھی سے محبت کی کہانیاں اور ڈرامے نہ بناؤ بلکہ اس کی خدمت کرتے جاؤ' محبت کرتے جاؤ' بیان سے باہر رکھو محبت کو۔ محبت کو جس دن سے آپ لوگوں نے پراپیگنڈہ بنایا ہے تو اس دن سے محبت سے محروم ہو گئے ہو۔ تو محبت کو پراپیگنڈہ نہ بناؤ' فنافی

الشیخ کو پراپیگنڈہ نہ بناؤ اور اپنے اپنے مقام پہ چلو۔

اب آپ اپنا سوال Amend کرلو.....سوال کیا ہے؟ سوال اب ختم ہو گیا.....کتابیں پڑھ کے ایسی باتیں نہ کیا کرو.....وہ شخص جو مزدور ہے' وہ انسان جو مجبور ہے' وہ انسان جو مصروف ہے' وہ انسان جو پیشہ کر رہے ہیں' وہ انسان جو سروسز کر رہے ہیں' وہ انسان جو دنیا میں بیلنس رکھنا جانتا ہے' اس کا کیا کام ہے فنا فی الشیخ کی منزلوں کو بیان کرنا۔ یہ شخص تو لے ڈوبے گا فنا فی الشیخ کی منزلوں کو بھی۔ مصروف آدمی' مجبور آدمی اور مزدور آدمی چپکے سے واجبی واجبی کام کرتا جائے' تنخواہ ملتی جائے' اس میں سے کچھ پیسے فقیروں' غریبوں کو عطا کرتے جاؤ۔ یہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ فنا فی اللہ کا کیا مقام ہے؟ فنا فی اللہ اگر بیان میں آئے تو یہ کوئی مقام ہی نہیں ہے اور جب مقام آجائے تو بیان میں نہیں آتا۔ اب ایسا تو نہیں ہوسکتا کہ آپ صرف یہ بیان ہی کر جاؤ کہ فنا فی اللہ کا کیا مقام ہے.....اس لیے بیان کرنے سے مقام جھوٹا ہو جاتا ہے اور عمل کرنے سے ''ہو'' جاتا ہے۔ آپ لوگ ذرا مہربانی کرو۔ اپنے آپ کا کبھی پراپیگنڈہ نہ کرو۔ سوال کیسے کرتے ہیں۔ سوال وہ ہوتا ہے جو آپ کے ساتھ ذاتی واردات ہو۔ آپ کو سمجھاتا آیا ہوں۔ میں آپ کو بیلنس لائف کا بتا رہا ہوں کہ کیا کرنا ہے' دفتر میں کیسے جانا ہے اور دفتر سے کیسے واپس آنا ہے' ہم آپ کو اگر جمعے کو یہاں بلا لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے شمار تکلیفوں سے بچ جائیں۔ یہاں

کی مکھیوں کے ڈنگ سے بچو۔ دنیا کو تو تم چاہتے ہو مگر یہی دنیا تمہیں لے ڈوبے گی۔ اس لیے کبھی کبھی تھوڑا سا وقت نکال کے' تنہا لمحات میں' زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کے' خالقِ کون و مکاں کے خیال میں گم ہو کے بیٹھ جانا۔ یہ چند لمحات آپ کے لیے بڑے ہیں۔ اور فنافی الشیخ کی جو منزلیں ہیں وہ آپ خود ہی طے کرتے جاتے ہیں۔ وہ کیا منزلیں ہیں؟ وہ پراپیگنڈہ کی منزلیں نہیں ہیں۔ جس نے یہ کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے تو یہ جھوٹ ہوگا۔ یہ کیسی محبت ہے کہ محبوب کو بتانا فرض ہو گیا ہے۔ یہ سب ڈرامے ہیں۔ کسی کو یہ نہیں بتانا چاہیے کہ اس طرح کی محبت ہوگئی ہے۔ بس محبت ہوگئی تو ہوگئی۔

سوال:-

لفظوں کا سہارا لیے بغیر میرا خیال ہے کہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

جواب:-

محبت ایک کیفیت کا نام ہے' جس طرح ایک چھوٹا بچہ ہو تو اس معصوم بچے کو آپ دودھ پلاتے ہیں' اس کو یہ نہیں بتاتے کہ تمہارے ساتھ محبت ہوگئی ہے۔ اُسے کیا پتہ کہ اُس سے تمہیں محبت ہوگئی ہے۔ اُسے کیا کہتے ہو کہ تم سے محبت ہوگئی۔ اب اُسے کیا بتا رہے ہو' اس چھوٹے بچے کو' کیونکہ ابھی تو وہ پیدا ہوا ہے۔ آپ کہتے ہو I love you baby..... بے بی تجھے کیا Love کرے گا؟ تو اس سے محبت کرتے ہیں اور بتاتے نہیں۔ اسی طرح آپ بزرگوں کی قبر اور ماں باپ کی قبروں پہ جا کے یہ نہیں کہتے ہو کہ ہمیں محبت ہوگئی ہے..... وہاں بس رو رو کے

آ جاتے ہو..... جو اچھے مہمان ہوتے ہیں آپ اُن کو نہیں بتاتے کہ آج بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ آ گئے ہیں..... اگر ایسا کہا ہے تو آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ جس کے آنے سے خوشی ہوتی ہے وہاں خوشی چھلکتی ہے' خوشی ناچتی گاتی ہے اور وہ بتاتی نہیں کہ میں خوش ہوں۔ آپ تو صرف ڈرامہ کرتے جا رہے ہیں' پبلسٹی کرتے جا رہے ہیں۔ خدا کا نام مانو' انسان بن جاؤ' بس یہ سب کافی ہو گیا ہے۔ یہ تو ظاہر کی کہانیاں ہیں کہ آپ کسی سے کہیں کہ آج تو آپ بڑے خوش لگ رہے ہیں' وہ کہے گا کہ ہم بھی بڑے خوش ہیں۔ اس طرح دونوں دھوکا دے گئے ایک دوسرے کو۔ اصل میں وہ کسی اور سے مل کے آیا ہے اور یہ کسی اور سے مل کے آیا ہے۔ کہانی یوں بنتی ہے کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ کیا آج آپ نے نہیں جانا کہیں..... قاضی صاحب نے ٹیلی فون کیا تھا اور میر صاحب بھی آپ کو یاد کر رہے تھے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے نہیں جانا تو یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے نہیں جانا تو میں تو جا رہا ہوں۔ تو یہ آپ لوگوں کی مصروفیت ہے اور سب اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔ بس صرف فقرے یاد کیے ہوئے ہیں۔ اُس کو اِس کی کہانی سناتے جا رہے ہیں اور اِس کو اُس کی کہانی سناتے جا رہے ہیں..... فقرے یاد کیے ہوئے ہیں کہ یہ محبت کا وہ فقرہ ہے جو تیر بہدف نشان ہے' کہ سولہ دفعہ کہا اور سولہ دفعہ ہی پورا ہو گیا۔ مثلاً کسی سے یہ فقرہ کہنا کہ ہم آپ سے جو کہنا چاہتے ہیں کہہ نہیں سکتے' لفظ دم توڑ رہے ہیں اندر' جب سے آپ کو دیکھا ہے تو خدا جانے کیا سے کیا حال ہو گیا ہے۔ تو سولہ دفعہ یہ فقرہ کامیاب ہو گیا ہے اور

اب سترہویں دفعہ کہہ رہا ہے..... یہ ساری کی ساری کہانی ہے آپ کے سماج کی۔تو آپ خدا کا نام لے کے انسان بن جائیں اور یہ کہ فقروں کی جادوگری بند کردیں اور خیال کی صداقت میں داخل ہوجائیں۔آپ جھوٹی مسکراہٹ چھوڑ دیں بلکہ خموش ہوجائیں..... یہ نہ کہا کرو کہ آپ سے مل کے خوشی ہوئی۔مہربانی کرو۔یہ جھوٹ بولنے کا نمبرون طریقہ ہے کہ ''ابھی آپ کو یاد ہی کررہے تھے کہ آپ وارد ہوگئے'' یہ باتیں ساری جو ہیں یہ سارے ڈرامے ہیں۔

سوال:-

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد کریں تو وہ آجاتا ہے۔

جواب:-

اُسے بتاتے کیوں ہیں؟ یاد دل میں کررہے تھے تو دل میں ہی خوش ہو جائیں۔آپ خواہ مخواہ اُسے Oblige کرنا چاہتے ہیں' احسان کے بوجھ تلے ماردینا چاہتے ہیں۔تو یہ نہ کہنا کہ ''ہم آپ کو یاد کررہے تھے کہ آپ آگئے اور ہماری یاد ہی غالب ہے'' اگر اُسے یاد کررہے تھے تو یاد کرتے جاؤ' یادوں کا احسان کیوں جتاتے ہو۔یہ جو باتیں ہیں یہاں سے پیدا ہوتا ہے ڈرامہ اور یہاں سے مسلمان جو ہیں وہ گمراہ ہوگئے۔وفادار کو مسلمان کہہ رہا ہوں میں۔اگر کوئی کہے کہ ہم تو آپ کے نام زندگی وقف کردیں گے تو یہ دھوکا دے گا۔کون؟ جو کہتا ہے ہم تو آپ کے ساتھ جئیں گے اور ساتھ مریں گے۔اس لیے یہ دعوے بند کرو' کہانیاں بند کرو اور صداقت میں داخل ہوجاؤ' اللہ اللہ کرتے جاؤ' بس!

محبت کی محبوب کو خبر ہوتی ہے۔ یہ میں آپ کو نسخہ بتا رہا ہوں۔ کیا؟ محبت کرنے والے کو بتانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے' جس سے ہو رہی ہے اس کو خود بخود خبر ہے' کیونکہ یہ خود اُسی کی دی ہوئی چیز ہے۔ کیا کہا؟ محبت کون دیتا ہے؟ محبوب دیتا ہے۔ اُسے کیوں تم بتا رہے ہو کہ ہم محبت کرتے ہیں' وہ تو خود ہی چراغ روشن ہے۔ اس لیے سورج کو یہ کہہ دینا کہ ہمارے پاس روشنی ہے' اُسے تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ خسرؒ کو اگر تم بتانا شروع کر دو کہ ہم نے ایک راگ پیدا کر لیا اچھا سا تو خسرؒ تو خود ہی راگ پیدا کرتا ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ محبوب سے نہ کہنا کہ ہمیں محبت ہو گئی ہے۔ یہ کوئی صداقت کی بات نہیں ہے۔ محبت پیدا کرنے والا وہ خود ہی ہے۔ تو یہ ڈرامے بند کرو اور محبت کا اعلان نہ کرو' پکے دوست کا یا پکی دوستی کا بھی اعلان نہ کرو' ایک وقت کے بعد لوگ خود بخود کہیں گے کہ ان کی پکی دوستی تھی' لوگ کہیں گے کہ یہ گھر میں خوشحال ہیں۔ اگر دنیا کو بتا دیا تم نے کہ ہم بڑے محبت کرنے والے ہیں تو اب گھر کا دُکھ کیسے جھیلو گے۔ اب یہ دُکھ بتا نہیں سکتے کسی کو کیونکہ پہلے کیا بتایا تھا سماج کو؟ کہ ہم محبت کرتے ہیں۔ اور اب گھر کا دُکھ کیا ہے؟ اب بتا نہیں سکتے کہ گھر میں عذاب آیا ہوا ہے۔ پہلے کیا بتایا ہوا ہے؟ محبت! اس لیے بتانے میں جلد بازی نہ کرو تا کہ تکلیف کے دن جو ہیں یہ بھی جلد بازی کی نذر نہ ہوں۔ بس کوئی بات نہ ہو' خموشی سے دیکھتے جاؤ کہ کون سا وقت آ رہا ہے' اپنا کام کرتے جاؤ' عبادات کو بھی نہ جتاؤ کہ اب ہم مغرب پڑھ کے آئے ہیں اور پھر جا کے عشاء پڑھنی ہے۔ یہ بات مت کرو۔ اللہ سے کیا رشتہ ہے؟ عبادت

کرتے جاؤ۔ اللہ سے رشتہ کب ثابت ہوگا؟ عاقبت کو قیامت کو۔ وفا کب ثابت ہوگی؟ جب دوستی ختم ہوگی یا زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ کون بتاتا ہے کہ فنا فی الشیخ کیا ہے؟ یہ دوسرا شخص بتاتا ہے کہ وہ فلاں شخص فنا فی الشیخ میں جا رہا ہے۔ اس شخص کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے کیونکہ وہ تو اس کے خیال میں گم ہو گیا ہے' اُس کو تو پتہ ہی نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ کتاب پڑھ کے نہیں گیا کیونکہ کبھی بھی کوئی آدمی کتاب پڑھ کے محبت نہیں کر سکتا۔ یہ یاد رکھنا۔ محبت خود بخود ہی عطا ہے اور کسی سے اس کا سبق نہیں ملتا۔ اس کا اُستاد محبوب آپ ہی ہے' اُس کا چہرہ ہے تمہاری نگاہوں کا اُستاد اور وہ کر جاتا ہے کاری گری۔ ان پڑھ لوگوں کو بھی محبت ہو جاتی ہے' جن لوگوں نے کتاب نہیں پڑھی' اُن کو بھی محبت ہو گئی۔ نہ رانجھا گریجوایٹ تھا اور نہ ہیر نے ماسٹر ڈگری کی ہوئی تھی۔ وارث شاہؒ نے انہیں آسمان پہ پہنچا دیا..... تو یہ ہے محبت!

سوال:-

سر! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہیر اور رانجھا وارث شاہؒ کا ذہنی تخیل تھے۔ کیا ہیر رانجھا تھے؟

جواب:-

نہیں نہیں وہ ضرور تھے۔ ہیر اُدھر ہوتی ہے۔ اُس علاقے میں کبھی آپ جاؤ تو آج کل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہیریں آج بھی ہوتی ہیں' رانجھے آج بھی ہوتے ہیں۔ وارث شاہؒ نہیں ملا کسی کو۔ اگر آج کے رانجھے یا ہیر کو وارث شاہؒ مل

جائے تو آج وہ بھی آسمان پہ پہنچ جائیں..... تم محبت کر کر کے تھک گئے' وارث شاہؒ ہی کوئی نہیں ملا۔ وارث شاہؒ مل جائے تو ہیر آسمانوں پہ چلی جاتی ہے۔ وارث شاہؒ نے قصے کو قصہ بنایا' قصہ تھا تو معمولی سا' کہ ایک آدمی ہے' اس نے ایک لڑکی سے محبت کی' کچھ وقت Invest کیا' وہ ضائع ہو گیا' مامے چچے نے روک دی شادی' اس کی شادی دوسری طرف ہو گئی' رانجھا' چلا گیا جوگی کے پاس کہ مجھے جوگ دے دو۔ اس نے کہا تمہیں فقیر بنا دوں۔ اُس نے کہا فقیر نہ بناؤ مجھے ہیر دے دو..... اُس نے اُسے گُر بتایا کہ یہ راز ہے ملنے کا۔ وہ چلا گیا اور مل آیا..... علیٰ ہٰذا القیاس' پھر واقعات ختم ہو گئے۔ وارث شاہؒ نے آ کے یہ دیکھا کہ بات تو خاص رمز کی ہے۔ اُس نے کہا یہ راز یوں بیان کرو۔ پھر وارث شاہؒ کے پیچھے فقیر تھا' وہ شاہ عنایتؒ کے مرید تھے' وارث شاہؒ اور بابا بلھے شاہؒ دونوں پیر بھائی تھے۔ پھر وہ کہانی لائے تو پیر نے کہا ''تو مونج کی رسی میں موتی پرو لایا'' اُس نے کہا تو نے کہانی کہاں سے لی فقر کو بیان کرنے کے لیے۔ اُس نے کہا میں نے اسی کہانی کو داستان بنایا۔ کس کی؟ طریقت کی داستان۔ آج وارث شاہؒ جو ہے یہ طریقت کی کہانی ہے اور یہ علامت رُوحانی علامت ہے ؎

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

یعنی بندہ اللہ اللہ کرتے خود اللہ کے نام پر کھڑا ہو گیا۔ اب اللہ کی علامت ہو گیا۔ ہیر جو ہے ''سالک'' کے مقام پر کھڑی ہے' ہیر کون ہے؟ طالب اللہ۔ اور رانجھا کون ہے' اللہ کی علامت ہے..... اور راستے میں کیدو کون ہے؟ وہ ابلیس ہے'

شیطان ہے' رکاوٹ ہے۔ یہ واقعات عجیب وغریب ہیں' ''کھیڑا'' جو ہے وہ غیراللہ ہے۔اس کے ساتھ چلتے جاؤ تو پھر لمبی داستان چلتی جائے گی۔ ہیر کیا کہتی ہے ۔

ہیر آکھیا جوگیا جھوٹ بولیں کون وچھڑے یار ملاوندا ای
ایسا کوئی نہ ملیا میں ڈھونڈ تھکی جیہڑا گیاں نوں موڑ لیاوندا ای

بس سارا راز فقیری کا اُس نے اس کتاب میں بتادیا۔تو کس نے بنایا قصہ؟ وارث شاہؒ نے۔ اصل میں قصہ موجود ہے ..... اتنی بڑی داستانیں نقلی نہیں ہوسکتی۔اس داستان کو Allegory کس نے بنایا؟ وارث شاہؒ نے۔کہانی موجود ہے' آج بھی موجود ہے' جھنگ میں موجود ہے' مائی ہیر کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

سوال:-

کیا سسی پنوں جو مکران میں ہیں سچی کہانی ہے؟

جواب:-

سسی پنوں بھی سچی کہانی ہے۔اسی طرح مجنوں اور لیلیٰ کی کہانی ہے .....کہانی کے اندر اتنی جان نہیں ہوتی مگر جب شاعر آیا وجدان والا' اُس نے اس کے اندر پورا رنگ بھر دیا' انگ بھر دیا۔کہانی تمہاری بھی ہے مگر تم بیان نہ کر سکے۔ آپ نے اپنی محبتوں کو برباد کر دیا۔ایک فقرہ آپ چار چار مختلف انسانوں کو لکھتے رہے' مجھے اس کا افسوس ہے۔فقرے تھوڑے تھے۔اگرچہ وقت زیادہ تھا۔اور استقامت کے نام پر جو مر گئے وہ فلاح پا گئے۔جنہوں نے ایک ہی محبت کی

بت رکھی' وہ فلاح پا گئے۔تمہاری نسبتیں' چونکہ جلد بازی ہے' بدلتی رہتی ہیں۔
ھے افسوس ہوتا ہے آپ پر' غصہ نہیں آتا۔افسوس کہ تم نے کیا حاصل کیا۔محنت کر
کے برباد کردی۔جس کو برباد کیا اس کی وجہ سے تم بھی برباد ہو گئے۔اگر تمہیں گھر
ں سکون نہیں ملا تو اُسے تم نے کون سا سکون دیا۔نہ سکون تم نے دیا اور نہ اُس
نے دیا۔دونوں مل کے ایک دوسرے کو برباد کرتے جا رہے ہو۔روزانہ ایک لکیر
ہارے چہرے پر وہ لگاتا ہے اور ایک تم لگاتے ہو۔لگاتار۔ایک دوسرے کو
ائع کرتے جا رہے ہو' Consume کرتے جا رہے ہو۔یہ Mutual
consumptio ہوتی ہے۔یہ ٹی بی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے کہ ایک
دوسرے کو Consume کرو' نقصان پہنچاؤ۔آپ کے دعا کرنے والے زمانے
تم ہو گئے' چاہت کے زمانے ختم ہو گئے' گھر جو آباد ہونا تھا دو آدمیوں کے دم
سے وہ انہی دو آدمیوں کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔جو چیز Because of them
ونی تھی' اب Inspite of them ہو گئی۔تو گھر برباد ہو گیا۔کس نے
یا؟ جنہوں نے آباد کرنا تھا..... آپ لوگ گھروں کو آباد رکھا کرو' سچ بولا کرو'
ھوٹ نہ بولا کرو۔اگر تم نے کسی کو چاہا ہے تو چاہتے رہنا' یہ نصیحت ہے میری۔
ر کسی کو نہیں چاہا تو پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔بس جھوٹ نہ بولنا۔زندگی ایک
رح سے اچھی گزر جائے گی۔ایک حال میں اچھی گزر سکتی ہے زندگی۔گلہ نکال
تو زندگی گزر سکتی ہے' شکایتیں نکال دو تو زندگی گزر سکتی ہے' تقاضے نکال دو تو
دگی گزر سکتی ہے' گھر کو خوش رکھو تو زندگی گزر سکتی ہے۔اتنا تو بڑا نہ بنو کہ دوسرے

کو راضی کرنا مشکل ہو جائے' ناممکن ہو جائے۔ تم اتنی بلندی پر جا کے نہ بیٹھ جاؤ کہ دوسرا تلاش ہی نہ کر سکے۔ پھر دوسرے کو کیسے راضی کرو گے؟ اب یہ عذاب کی حالت ہے۔ پھر وہ اُس وقت تمہارے ہاتھ آئے گا جب تم اس کا جنازہ پڑھ رہے ہو گے۔ اس طرح اُس کو کیا راضی کرنا ہے تم نے۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھا رہا ہوں..... فنافی الشیخ کون سی بات ہے؟ ایک منزل کی بات ہے' ایک منزل کا مقام ہے۔ اس پر چلنے والا سالک جو ہے وہ شیخ کی محبت کے ساتھ اللہ کی راہ پر ایسے چلتا ہے جیسے نہ چل رہا ہو' جیسے Magnet کے ساتھ Iron filings چل رہے ہوں' وہ چل رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کیسے چل رہے ہیں..... تو یہ ہے اس کی ذات میں گم ہو جانا..... گم ہونے والا کبھی کتابیں وغیرہ نہیں پڑھتا۔ بس یہ اس کا مقام ہے۔

اب بولو..... بلال صاحب! سوال پوچھو.....

سوال:-

جی میں پُنوں کا محل دیکھ کے آیا ہوں۔

جواب:-

اب بات یہ نہیں کہ پُنوں کا محل دیکھ کے آؤ' بات یہ ہے کہ اپنی سسی دریافت کرو۔ اپنی سسّی دریافت کرو تو آپ خود ہی پُنوں بن جاؤ گے۔ یعنی اپنا آپ دریافت کرو کہ کون ہے آپ کے لیے' تو یہ دریافت کرو۔ کون ہے قابلِ التفات؟ یعنی نگاہ کس پہ اٹھتی ہے۔ بشرطیکہ ایک پر اُٹھے اور بار بار ناں اُٹھے۔

سوال:-

کیا ایک سے التفات ہو اور باقی سے نفرت ہو؟

جواب:-

نہیں باقی سے نفرت نہیں ہے' وابستگی اور ہے۔ یہ پسند کی یا چاہت کی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اُس نے انسانوں کو بنایا اس طرح ہوا ہے کہ یا تو واجبی واجبی زندگی گزارو گے یا پھر ؎

سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

سوزِ دل پروانہ ملے گا مگر مگس کو نہیں۔ مگس اپنا کام کرے' شہد بنائے لیکن پروانہ جو ہے وہ اپنا کام کرے گا۔ اس کی کہانی اور ہے۔ شمع کا تعلق جو ہے وہ پروانے کے ساتھ ہے۔ تو کسی ایک روشن چراغِ نگاہ نے آپ پر آشکار ہو جانا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ ہر آدمی کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ ہر آدمی تو اس سے آشنا نہیں ہے۔ جو اس سے آشنا نہیں ہے وہ یہ کہتا ہے کہ تم محبت کی بات چھوڑو' تم گریڈ کی بات کرو' یہ بتاؤ تمہارے پاس جائیداد کتنی ہے' یہ الگ کہانی ہے۔ اس لیے اس بات کو سب آدمی سمجھ نہیں سکتے۔ اگر کبھی کسی آدمی کے مزاج میں ایسی بات ہو تو اُس سے یہ بات ہو رہی ہے۔ تو اللہ کی کائنات کی خوبی یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی پسند آ جائے تو وہ جانتا ہے کہ ساری کائنات مکمل طور پر نامکمل ہے ''اُس'' کے بغیر۔ تو راز کیا ہے محبت کا؟ کہ اللہ کی ساری کائنات نامکمل ہوتی اگر یہ نہ ہوتے ..... یعنی وہ انسان نہ ہوتا تو یہ کائنات نامکمل تھی۔ یہ کہانی ہے' ممکن

ہے کبھی آپ کو سمجھ آ جائے' ضروری نہیں کہ عمر کے کسی حصے میں سمجھ آ جائے۔ ہو سکتا ہے محبت سولہ سال میں سمجھ آ جائے' ساٹھ سال میں ہو جائے یا نوے سال میں ہو جائے۔ مدعا یہ کہ ایک راز ہے' جب آپ کی وابستگی ہو جائے اس کائنات میں کسی زندہ انسان سے۔ پھر اللہ کی کائنات کا آپ کو مفہوم سمجھ آنا شروع ہو جائے گا۔ جب تم مخلوق کو ایسے دیکھو گے کہ یہ میرے اللہ کی بنائی ہوئی ہے تو پھر خیال خالق کی طرف چلا جائے گا۔ پھر پینٹنگ اور پینٹر کے درمیان ایک کھیل چل جائے گا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! کیا کہا؟ خالق اور مخلوق کے اندر تم ڈھونڈتے جاؤ گے' سبحان اللہ۔ پھر کہو گے کہ میں شکلوں کو دیکھوں یا پھر پیدا کرنے والے کو دیکھوں' تمہیں دیکھوں یا تمہارے خدا کو دیکھوں' خدا نے کیا مہربانی کی ہے کہ میرا دل بنا دیا ہے..... پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے بات سنو' تیرا دل بھی ہم نے بنایا ہے' دل بر بھی ہم نے بنایا ہے اور دلبری کا انداز بھی ہم نے ہی بنایا ہے' ہم محبت دینے والے ہیں' ہم محبوب دینے والے ہیں اور ہم محبّ دینے والے ہیں! تو یہ سارا کھیل کس کا ہے؟ اُس کا اپنا..... پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ نہ کوئی محبت ہے' نہ کوئی محبوب ہے اور نہ کوئی محبّ ہے' اور جب جا کے دیکھا تو پھر اللہ ہی اللہ تھا۔ تو محبت بھی اللہ' محبوب بھی اللہ' محبّ بھی اللہ۔ سب کے سب! چار دن کی بات ہے اور بات برابر ہو جائے گی۔ یہ مقام آ جاتا ہے' Sincere لوگوں کے لیے ..... جو فنا فی الشیخ ہے وہ ضرور فنا فی الرسولؐ میں گم ہو گا اور فنا فی الرسولؐ ضرور فنا فی اللہ میں گم ہو گا۔ اور فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ ضرور ہو گا۔ اصل کہانی یہ ہے۔

اگر صرف بیان کرو گے تو فنافی اللہ بھی تمہارا جھوٹ ہے اور فنافی الشیخ بھی جھوٹ ہے تو کیا ہے فنافی الشیخ؟ شیخ کی ذات میں گم ہو جانا۔ اور پھر گم ہوتے ہوتے پتہ نہیں چلتا کہ کب Transition ہو گئی اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی ذات میں گم ہو گیا اور پھر پتہ نہیں چلتا کہ وہ اللہ کی ذات میں گم ہو گیا۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کب فنافی اللہ ہوا اور پھر پتہ نہیں چلتا کہ کب بقا باللہ ہو گیا۔ اگر بقا باللہ ہو گیا تو پھر پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہو گیا..... وہ تھا' کہ کہیں نہیں تھا' کہ ہر جگہ تھا' کہ وہی وہی تھا۔ کچھ پتہ نہیں.....

کوئی اور سوال..... اب بولو..... جلدی بولو.....

سوال:-

کئی مرتبہ ایک فقرہ کئی لوگوں سے کہنا پڑ جاتا ہے اس کا کیا کریں؟

جواب:-

یہ الگ کہانی ہے' الگ بات ہے۔ یہ آپ کی ضرورت ہے اور سوشل ضروریات ہیں۔ اس کو آپ جو مرضی کرو' محبت کی بات اور ہے۔ اسے میں تو جائز کبھی نہیں کہوں گا۔ میں تو ایک فقرہ دو دفعہ استعمال ہونے کو غلط کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں وہ آدمی جھوٹا ہو گیا جس نے ایک فقرے کو دوبارہ کہا اور پروپیگنڈہ بنا دیا۔ اور جس نے سُنی ہوئی بات کو اپنا کہہ کے سنانا شروع کر دیا وہ بھی بہت جھوٹا ہے۔ اگر آپ نے کسی کو ایک فقرہ کہا کہ "آپ کو دیکھ کر دن کو ستارے نظر آنے شروع ہو گئے اور پھر وہی فقرہ دوسروں کو بھی کہہ دیا تو یہ جھوٹ ہو گیا۔ ایک کی

کیفیت ایک تک رہے' میں تو اس کے علاوہ نہیں کہوں گا۔ باقی آپ کی سوشل ضروریات ہیں' وہ دیکھ لو کہ کیا ہیں.....

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے گھروں میں خوش رکھے اور آپ اپنے گھروں کو خوش بنانے کی کوشش کیا کریں۔ بے وقوف لوگوں کے ساتھ گزارہ کرنا ہی دانائی ہے۔ اگر بے وقوف لوگوں کے ساتھ گزارہ نہ کر سکے تو آپ کے پاس دانائی کیا ہے۔ جاہلوں کو گوارا نہ کر سکے تو آپ کے پاس علم کیا ہے۔ علم کی تعریف کیا ہے؟ جاہلوں کے ساتھ گزارہ کرنا۔ اور عقل کی تعریف کیا ہے؟ بے عقلوں کے ساتھ گزارہ کرنا۔ آپ اپنے آپ کو دانا کہتے ہیں اور نادان کے ساتھ گزارہ کرنا نہیں آتا..... نادان تو آپ ہی ہیں۔ تو دانا کون ہوا؟ نادان کے ساتھ گزارہ کرنے والا۔ جس نے نادانوں کے ساتھ گزارہ کر لیا وہ بڑا دانا ہے۔

اور یہی دانائی آپ اختیار کریں۔ اپنے گھر والوں کو راضی رکھیں۔ گھر والوں سے راضی ہو جائیں۔ تو محبت کی بات ہوتی رہے گی نیر سے..... اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو کامیابی عطا فرمائے..... اللہ تعالیٰ آپ کو یہ جو زندگی ہے' اس زندگی کے راز سے آشنا کرے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے..... اور اللہ تعالیٰ آپ کو یہ توفیق دے کہ آپ انسانوں کو دھوکا نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ اُس کا راستہ آپ دریافت کر لیں۔ اس دنیا کے اندر Confusions ہیں' پریشانیاں ہیں' بڑی Paradoxes ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا کے تضادات میں سیدھی راہ دکھائے۔ دعا کیا کرو کہ یا رب العالمین ہمیں ایک منزل کا راستہ

دکھا' ہمیں دو منزلوں سے بچا' ہمیں راستے کے فیصلے بدلنے والے فیصلے سے بچا اور پکے فیصلے سے چلا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے' آپ سب کو درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ ہر روز ضرور ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں' کم از کم ایک دفعہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونورعرشہ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الرّٰحمین۔

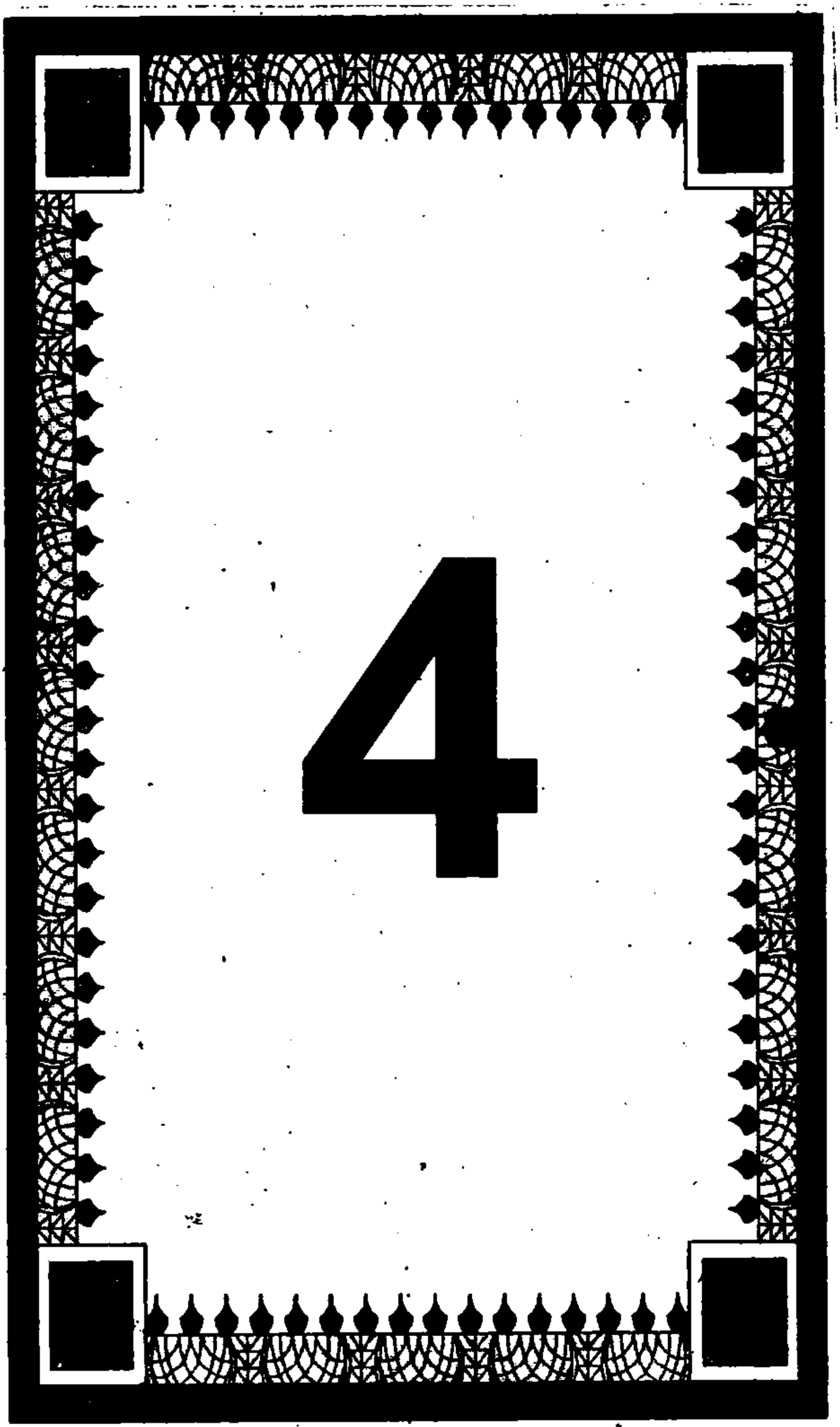
4

1 بچوں پر والدین کا اثر ہوتا ہے لیکن اچھے والدین کے بچے غلط اور بُرے والدین کے بچے اچھے کیوں نکل آتے ہیں؟

2 سر! میں نے دیکھا ہے کہ ماں اگر نیک ہو تو اولاد نیک ہوتی ہے۔

3 بعض اوقات کسی سلسلے کے بزرگوں میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟

4 ہم صاحب عرفان کی ذات سے محبت کریں یا اس کے عرفان سے؟

5 تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

6 دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب مانگا جائے تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قُرب مل گیا ہے؟

7 ”جو اپنے حق کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اسکے لیے دو جنتیں ہیں“ یہاں پر ”کھڑے ہونے“ سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ پوچھتے ہیں عم یتساء لون عن النباء العظیم اس بڑی خبر کے بارے میں جس میں ان کا اختلاف ہے۔ هم فیه مختلفون جس میں یہ اختلاف رکھتے ہیں۔ تو یہ لوگ جان لیں گے کلا سیعلمون یعنی کہ اختلاف ہے لیکن پھر عنقریب جان لیں گے ثم کلا یعلمون اور پھر اختلاف مٹ جائے گا۔ وہ خبر کیا ہے؟ ایک ایسی خبر ہے جس کے بارے میں یہ لوگ پوچھتے ہیں اور ان کے سوال میں بھی اختلاف ہے کہ کیا پوچھ رہے ہیں مگر یہ جان لیں گے' ضرور جان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا ہے کہ خبر کو ذرا چھوڑ دو اور تم یہ دیکھو کہ زمین کو میں نے کیسے بچھونا بنایا۔ خبر کو ذرا رہنے دو' تم جان لو گے' ہونے والا ہو جائے گا اور ہو کے رہے گا تمہارے سامنے کیونکہ وہ تو ہو ہی جانا ہے مگر جب وہ ہو گا تو تم نہیں ہو گے۔ خبر تو ضرور آئے گی' اس خبر کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے' وہ واقعہ تو ہو جائے گا۔ جب تک تم ہو' تمہیں خبر کی تصدیق نہیں ہو سکتی اور جب خبر کی تصدیق ہو گی تو تم نہیں ہو گے۔ بات سمجھ آئی؟ یعنی جب تک تم ہو تمہیں خبر کی سچائی معلوم نہیں ہو گی اور جب خبر سچی ہو گئی تو

تم نے ہونا ہی نہیں ہے۔تو جب تک تم موجود ہو تم یہ دیکھو کہ زمین کیسا بچھونا ہے اور پہاڑ کیسے میخوں کی طرح گاڑے ہوئے ہیں۔تو یہ قرآن پاک کا سٹائل ہے کہ سوال بھی خود Encourage کرتا ہے اللہ تعالیٰ ..... کہ یہ لوگ پوچھتے ہیں اس خبر کے بارے میں جس میں ان کا اختلاف ہے۔تم پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟ تمہاری قیامت تو روز ہی آ جاتی ہے۔یعنی جاگنے والا بندہ جو سو گیا تو اس کی قیامت تو آ گئی۔ قیامت کا معنیٰ ہے کہ اس کے لیے دوسرا وقت آ گیا۔ اور وہ وقت تم جان لو گے' معلوم ہو جائے گا' ابھی تو خاموش ہو جاؤ۔اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے یہ جان لو کہ جب اس نے آنا ہے تو تم نے نہیں ہونا اور جب تک تم ہو اس نے ابھی آنا نہیں ہے۔تو اللہ تعالیٰ تمہارا یہ پروگرام بنا رہے ہیں کہ جب تک تم ہو تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ جب تک تم ہو' تم یہ دیکھو کہ یہ زمین کیسے بچھونا بنی ہوئی ہے' بچھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ساتھ ہی Contrast ہے۔زمین کی ایک Horizontal لائن ہے' اور ساتھ ہی ایک Vertical لائن ہے' یہ جیومیٹریکل لائن ہے اور وہ کیا ہے؟ وہ پہاڑ ہے۔ پہاڑ میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں اور زمین بچھونے کی طرح بچھی ہوئی ہے۔اور درمیان میں کیا ہو گا؟ وخلقنکم ازواجا اور تمہارے لیے جوڑے' میاں بیوی بنائے۔ یہ تینوں ہی اہم کام ہیں۔ قیامت کے جاننے کے علاوہ انہیں جاننا ضروری ہے۔تو ضروری کیا ہے؟ زمین کو پہچانو' پہاڑ کو بلندیوں کے حوالے سے پہچانو اور درمیان میں آپ کی زندگی کے اوقات ہیں جن میں آپ میاں بیوی بن کے جھگڑے پڑے ہو۔ پہاڑ

کو دیکھنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ کو اُس کی بلندی مل جائے گی بلکہ اُسے صرف دیکھنا ہے۔ اور زمین کی وسعتوں کو دیکھنا ہے' وہ وسعت آپ کو نہیں مل جائے گی بلکہ وہ بھی دیکھنے کا منظر ہے۔ اور آپ کی اوقات کتنی ساری ہے؟ میاں بیوی' پابندی' دونوں کے درمیان جھگڑا اور پھر یہاں پر جکڑ گئے۔ تو یہاں پر جکڑ گئے ہو مگر پوچھتے قیامت کا ہو حالانکہ وخلقنکم ازواجاً تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا گیا۔ اور پھر تم پر نیند طاری کر دی وجعلنا النوم سباتاً اور رات کا ایک لباس دے دیا و جعلنا اللیل لباساً اور پھر جعلنا النھار معاشاً دن کو کمائی کے لیے رکھ دیا' بھاگو' دوڑو اور کمائیاں کرو۔ تو یہ جو باتیں ہیں اللہ تعالیٰ یہ Stages بتا رہے ہیں اور اگر آپ ان کے مطابق غور کرو' خیال کرو کہ قیامت کب آئے گی تو پتہ چلے گا کہ قیامت آ ہی جائے گی۔ تو زمین کو دیکھو کہ کتنی خوب صورت ہے' اسے ہاتھ لگاؤ اور پھر مٹی کو منہ پہ لگاؤ' پھر یہ دیکھو کہ پہاڑ کتنے بلند ہیں' ان میں کوئی پستی نہیں بلکہ بلندی ہے۔ آسمان کی بات تو آسمان پہ ہو گی مگر یہ دیکھو کہ پہاڑ کتنے بلند ہیں۔ اور درمیان میں یہ دیکھو کہ آپ کو کرنا کیا ہے Living with wife & husband میاں بیوی کو ساتھ رہنا ہے۔ اور پھر آپ پر نیند طاری ہو جاتی ہے اور رات لباس بن جائے گی' ایک پردہ ہو گا' امیر غریب دونوں کے لیے ایک جیسا لباس۔ اور دن کیا ہو گا؟ معاش۔ سورج معاشیات ہے اور چاند جو ہے یہ حسن ہے' جلوہ ہے' جمال ہے۔ وبنینا فوقکم سبعا شدادا اور تمہارے اوپر سات آسمان سختی سے قائم ہیں وسراجا وھاجا اور چمکتا سورج بنایا۔ یہ سب بتانے کا

مطلب کیا ہے؟ اللہ اس لیے بتا رہا ہے کہ اگر مجھے یہ سب زندگی اور موت بنانا مشکل نہیں ہے تو میرے لیے قیامت کیا مشکل ہے۔ میں نے سورج بنایا' کیا تم نے دیکھا؟ میں نے چاند بنایا' کیا دیکھا؟ تارے بنائے' کیا دیکھے؟ زمین بنائی' کوہ کے دامن میں مٹی بنائی' مٹی کے ساتھ انسان بنایا' پھر نیند بنائی' پھر تمہارے لیے دنیا بنائی اور تمہیں معاش کا فکر لگا دیا۔ بے فکرا انسان کو معاش کا فکر لگا دیا۔ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ بندہ بہت سیانا ہے مگر کہتا ہے کہ بائی گاڈ' حالات بڑے خراب ہیں۔ بڑی عجیب سی بات لگتی ہے کہ ابھی تو قیامت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ابھی کاروبار کا سوچنے لگا ہے..... اتنی باتیں کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ آخیر میں کہتا ہے کہ میں تمہیں نئی بات بتاتا ہوں' انا انذرنکم عذابا قریباً میں ڈراتا ہوں تمہیں ایک عذاب سے جو بڑا قریب ہے جب انسان یوم ینظر المرء ُما قدمت یدٰھم جب انسان اپنے ہاتھ سے بھیجی ہوئی چیز کو خود دیکھ لے گا۔ یہ عذاب کا وقت ہوگا' کہ تیار ہو جاؤ' نامۂ اعمال ملنے والا ہے' کوئی نیا پرچہ نہیں ملے گا بلکہ وہی نامۂ اعمال ہوگا جو تمہارے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے' اور وہ تمہیں دے دیا جائے گا کہ پڑھو۔ یہ عذاب کا وقت ہوگا' انصاف کی گھڑی ہوگی۔ اگر رحم نہ ہوا تو کہاں بخشے جاؤ گے۔ ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا اور کافر کہے گا کہ کاش ہم مٹی ہوتے تو جواب دہی سے بچ جاتے' کاش انسان نہ ہوتے۔ تو یہ بتایا گیا کہ فضول اور بے وہمہ سوال نہ کیا کرو کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ آ گئے تو قیامت آ گئی یعنی آپ کا ہونا جب نہ ہونے میں بدل گیا تو قیامت

آ گئی۔ ہر آدمی کی قیامت اس کے نہ ہونے میں ہو جاتی ہے۔ دن کی قیامت رات میں ہے اور رات کی قیامت دن میں ہے۔ بیٹے کے جدا ہونے میں قیامت ہے' اس کو کچھ ہو جانا قیامت ہے۔ تو اس طرح کی قیامتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور رہ گئی موت' تو اسے تم چکھ نہیں سکتے' لیکن چکھنا ضرور ہے۔ جب تک تم ہو تم نے اسے حاصل نہیں کرنا اور جب اس نے آنا ہے تو تم نے ہونا نہیں ہے۔ تو یہ عجب بات ہے۔ تو اس وقت سے ڈرو جب تم سے وہ ہاتھ چھین لیا جائے گا جس سے تم کام کر رہے ہو اور ہاتھ میں نامۂ اعمال دے دیا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ پیسوں کی بجائے نامۂ اعمال آئے' اپنے پیسوں کا حساب کر لو' تقسیم کر لو' نیک اعمال کر لو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں جو آپ کو سمجھانے کا طریقہ ہے کہ یہ سمجھو کہ زمین کیا ہے' آسمان کیا ہے' ہم کیا ہیں' تم کیا ہو' تیرا ہونا کیا ہے' تیرا نہ ہونا کیا ہے' کب سے لے کر کب تک تو کیا کچھ ہے۔ تو ان باتوں کو تم سمجھو' کتنے باغ جہان میں لگے اور پھر سوکھ گئے' کتنی نسلیں آئیں' کتنی قومیں آئیں۔ تو یہ سارے واقعات تم جانتے جاؤ اور جاننے کے بعد یہ معلوم ہو جائے گا کہ تم کب تک ہو' آخر کب تک۔ کیا آپ سے پہلے آپ کے ابا جان تھے؟ ضرور تھے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ ابا جان تو ابھی بھی ہیں۔ مگر دادا جان؟ ہاں وہ تھے۔ تو یہ ''ہیں'' بھی ''تھے'' ہو جائیں گے۔ اور جو تم ''ہو'' وہ بھی ''تھے'' ہو جاؤ گے' End ہو جاؤ گے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے اللہ کی باتوں پہ غور کرو' اس کی نشانیوں کو دیکھو' قیامت کی بات نہ کرو' دور کی منزل کی پرواہ نہ کرو بلکہ قریب کے منظر کو دیکھو' یہ

دیکھو کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے' تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے' تیری زمین کہاں ہے' تیرے دل میں کیا گزر رہی ہے اور تیری اولاد تیرے ساتھ کیا کر رہی ہے..... علیٰ ہٰذا القیاس کہتے ہیں کہ فلاں انسان بہت طاقت ور تھا مگر بیٹوں کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ خدا کسی کے بیٹے کو باغی نہ کرے۔ ایک جگہ' ایک آستانے پر ایک بندہ بیٹھا تھا۔ یہ میں نے خود دیکھا اور سنا ہے۔ وہ با آواز بلند دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ جو سولہ سال پہلے میری دعا آپ نے منظور کی تھی اُسے اب نامنظور کر دیں۔ سننے والے نے کہا کہ یہ کیا کہ دعا اب نامنظور کر دیں۔ کہتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو' میں منظور کو نامنظور کرانے آیا ہوں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے دعا مانگی تھی کہ بیٹا پیدا ہو' وہ منظور ہو گئی' اب بیٹا مجھے دبوچتا ہے' اس لیے کہتا ہوں کہ نامنظور کر دیں۔ مدعا یہ ہے کہ منظور دعاؤں کے نتیجے بھی منظور ہونے چاہییں۔ دعا یہ کرو کہ دعاؤں سے مانگے ہوئے بچے آپ کا دعاؤں پر اعتماد قائم رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ دعاؤں سے اعتماد ہی اُٹھ جائے۔

اب آپ بسم اللہ کریں..... سوال کریں..... بولیں.....

ایک لفظ جو کہ انسان سنتا ہے' عمل کی دنیا میں' عمل کی شکل میں لے جانے کے لیے کوشش کرے۔ وہاں اس کو ایک اور طریقہ نظر آتا ہے' کہ اس بات پہ عمل تو نہیں ہو رہا' لہٰذا اسے بھول جاؤ۔ پھر وہ اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ایک آدمی یہ سن کے آیا ہے کہ سچ بولنا ہے تو جب وہ باہر جائے گا اور کسی نے

اس سے سوال کرلیا تو اب تو اُسے سچ بولنا پڑے گا۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ اگر میں اسے یاد رکھوں تو سچ بولنا پڑے گا' لہٰذا میں اسے بھول ہی جاؤں۔ پھر وہ ایسی مصروفیت ڈھونڈ لیتا ہے کہ وہ بات بھول جاتی ہے۔تو لوگوں کی مصروفیات کے بہانے دراصل صداقت کو بھول جانے کا طریقہ ہے۔ ورنہ اگر وہ صداقت پہ قائم رہے تو کوئی مصروفیات اُسے کچھ بھلا نہیں سکتیں۔ تو زیادہ باتیں کرنا' زیادہ مصروف ہونا' زیادہ کام کرنا' بچوں کی مصروفیت' دوسری مصروفیات' ہزار کام ہیں .....اس طرح وہ سچ بولنے سے آزاد ہو جاتا ہے مگر وہ آزاد ہو نہیں سکتا۔اس لیے جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں بڑا مصروف ہوں دراصل وہ صداقت کے اوپر عمل کرنے کے فرض سے اجتناب کر رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ کیا؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ آج کل بڑا مصروف ہوں تو وہ کسی صداقت پر عمل کرنے کے فرض سے بچنے کے لیے گریز کر رہا ہے۔اس لیے آپ اس بات پہ غور کریں۔

تو آپ سوال کریں.....ضرور کریں.....سوال خود ساختہ نہ ہو بلکہ بے ساختہ ہو۔

سوال:-

بچوں پر والدین کا اثر ہوتا ہے لیکن اچھے والدین کے بچے غلط اور بُرے والدین کے بچے اچھے کیوں نکل آتے ہیں؟

جواب:-

پہلی بات تو آپ کا یہ تھیسز ہے کہ جیسے والدین ہوں ویسے بچے ہونے

چاہییں۔ یہ تو آپ نے ایک تھیوری بنالی ہے اور پھر سوال کر دیا ہے اس تھیوری کی سپورٹ میں۔ جب کہ یہ تھیوری بنتی نہیں۔ دنیا کے اندر اگر کسی ایک وقت میں اسلام' دین کے طور پر آ گیا تو ہمیشہ کے لیے اسلام کو As a دین ہونا چاہیے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں؟ کہ اسلام کا دین کے طور پر نافذ ہونے کے بعد اتنا نفاذ نہیں رہا بلکہ درمیان میں لوگ کھسک گئے۔ ہوا کیا؟ کہ مومنوں کے ہاں Kharjiites پیدا ہو گئے' خارجی پیدا ہو گئے۔ تو ایسا ہو جاتا ہے۔ مثلاً پیغمبروں کے ہاں Non-Believer پیدا ہو گئے۔ مثلاً ایک پیغمبر کی زوجہ اس خیال کی نہیں تھی' کسی کا بیٹا اس خیال کا نہیں تھا اور پھر وہ بیٹا طوفان کی نذر ہو گیا' جب کہ باپ لوگوں کے بیٹوں کو بچا رہے ہیں۔ مطلب کیا ہوا؟ کہ پیغمبر زادہ کسی اور راہ پر چل پڑا۔ کبھی کبھی اللہ کے ساتھ مخالفت کرنے والے کافروں کے ہاں پیغمبر پیدا ہوئے۔ یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ باپ کے بت کدہ اور آتش کدہ میں ایک بت شکن انسان پیدا ہو گیا۔ تو یہ بھی واقعہ ہو گیا۔ لہٰذا آپ کی تھیوری غلط ہو گئی۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے احسان پر منحصر ہے۔ اگر آپ کا بچہ آپ کے دین پر چل رہا ہے تو شکر ادا کرو۔ اس میں یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ کیا ہو؟ کافر کے ہاں مومن پیدا ہو سکتا ہے اور مومن کے ہاں کافر پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اپنے ایمان کا شکر ادا کرو اور اولاد کے ایمان کا مزید شکر ادا کرو کہ تو نے ہمیں ماننے والا بنایا اور تیرا مزید شکر ہے کہ تو نے ہماری اولاد کو بھی ماننے والا بنایا۔

سوال:-

سر! میں نے دیکھا ہے کہ ماں اگر نیک ہو تو اولاد نیک ہوتی ہے۔

جواب:-

چلو یہ کہہ لو کہ اگر ماں نیک ہو تو اولاد بالعموم نیک ہوتی ہے۔ ماں کا اولاد پر اثر ضرور ہوتا ہے۔ دعا کرو کہ نیک آدمی کی بیوی بھی نیک ہونی چاہیے۔ یہ دعا سے ہوتا ہے۔ یا آپ یہ کہو کہ نانا نیک ہو تو اماں نیک ہوگی۔ بہر حال اگر عطا ہوگی تو نیکی ہوگی۔ اگر وہ عطا فرمائے تو نیکی ہی نیکی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمراہی کے سفر پر جاتا ہوا بچہ درمیان میں نیک کر دیا جاتا ہے۔ اللہ جب چاہے نیک بنا دے۔ اگر سنگت اچھی مل جائے تو نیک بنا دیتی ہے۔ کہتا ہے تو کدھر چلا ہے؟ جواب دیا کہ ہم اُدھر چلے ہیں' آپ بھی آج اُدھر چلو۔ تو نیک لوگ اس کو اپنی طرف لے کر جائیں گے۔ جانے والوں نے اس جگہ جا کے نیکی عطا کی جہاں نیکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تھے بزرگ اور ایک لڑکی تھی گانے والی' گنہگار لڑکی۔ وہ اس کے ٹھیکیدار لوگوں کے پاس جاتے ہیں کہ اس بیٹی کو مجھے دے دو۔ وہ دے دیتے ہیں۔ انہوں نے لڑکی کو کہا ہم تمہارے لیے Pay کر کے آئے ہیں' اس لیے آج ہمارا حکم چلے گا۔ لڑکی نے کہا آپ حکم کریں۔ انہوں نے کہا تم وضو کرو اور نماز کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میں نے تو اتنا کام کر دیا ہے' اب آگے تیرا ہی کام ہے' یہاں تک میرا اختیار تھا وہ میں نے برت لیا' آگے تو دلوں کو بدلنے والا تُو ہے' اگلا کام تُو نے کرنا ہے۔ بس پھر عطا ہو گئی۔

ایک اور بزرگ تھے' ان کے بارے میں بڑا مشہور تھا کہ وہ فی البدیہہ Spontaneous کلمہ پڑھایا کرتے تھے۔ایک جگہ وہ جارہے تھے' آگے سے ایک ہندولڑکی آرہی تھی' بڑی خوب صورت لڑکی تھی۔ باباجی کھڑے ہوگئے اللہ سے کہا کہ اتنی خوب صورت لڑکی بنا کے تو اُسے آگ میں ڈال دے گا' بس تیری شان ہے' تو جو مرضی کر۔تو وہ لڑکی کلمہ پڑھنے لگ گئی۔تو ان کا کلمہ پڑھانا جاری ہوگیا تھا' جس کو ملتے اُسے کلمہ پڑھا دیتے۔اس بات پہ مقدمہ چلا۔بات کورٹ میں چلی گئی۔جج نے کہا باباجی آپ لوگوں کے مذہب میں مداخلت کرتے ہیں' انہیں کلمہ پڑھا دیتے ہیں' یہ اچھی بات نہیں ہے۔ باباجی نے کہا یہ سب جھوٹ کہتے ہیں' میں نے تو کلمہ نہیں پڑھایا' یہ جو آپ کا ریڈر بیٹھا ہے جو ٹائپ کر رہا ہے' کیا اسے میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ تو وہ ریڈر کلمہ پڑھنے لگ گیا۔پھر کہنے لگے کہ یہ جو وکیل صاحب ہیں کیا اسے میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ وہ وکیل سکھ تھا' وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا۔پھر کہا کہ آپ کو میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ تو وہ ہندو جج بھی کلمہ پڑھنے لگا.....تو یہ ہے بات کہ وہ جس طرح چاہے ویسے ہو جائے۔اس لیے اگر کلمہ پڑھانے والا درمیان میں آجائے تو لوگ کلمہ پڑھنے لگ جاتے ہیں۔بس بھیجنے والے کی مرضی ہونی چاہیے۔دعا کرو کہ ایسا واقعہ ہو جائے' کوئی اچھی شے آجائے۔اگر اچھی شے آگئی تو پھر کلمہ ہی کلمہ ہے۔دعا کرو کہ آپ کی محبتوں میں کوئی نیک چیز داخل ہو جائے۔اگر وہ نیک چیز داخل ہوگئی تو پھر کلمہ ہی کلمہ ہے۔ یہ جو سارے بزرگ ہوتے ہیں آستانے والے' وہ یہ کام کرتے رہتے ہیں' جسے

شوق نہ ہو اُسے بھی کلمہ پڑھا دیتے ہیں۔ ایک آدمی تھا ماننے والا' وہ اپنے Non-Believer' نہ ماننے والے بھائی کو پکڑ کے اپنے پیر صاحب کے پاس لے گیا۔ کہنے لگا کہ یہ کسی کو نہیں مانتا' میرا بھائی ہے' آپ اس پہ ذرا توجہ کریں۔ پیر صاحب نے کہا یہ ٹھیک کر رہا ہے جو بھی کر رہا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اسے کھانا کھلاؤ۔ اُسے کہنے لگے کہ تو شام کو کھانا میرے پاس کھایا کر' میں تمہیں کوئی تبلیغ نہیں کروں گا' کھانا بھی اچھا دوں گا۔ وہ کہنے لگا کہ ٹھیک ہے۔ روزانہ شام کو وہاں جانے لگا۔ چار پانچ دن گزر گئے۔ ایک دن پیر صاحب کہنے لگے کہ جس مقام سے یہ واپس آیا ہے وہاں سے کوئی نہیں آ سکتا' یہ بہت دور کی دنیا سے آیا ہے' اس نے بہت سے لوگوں کو چھوڑا ہے تب یہاں پہنچا ہے۔ جب وہ گھر گیا تو کہنے لگا کہ یہ پیر صاحب تو مجھے دیکھتے ہیں' یہ تو بہت بری بات ہے کہ میں غلطی کرتا ہوں' میرے ساتھ یہ ہوا ہے کہ میری برائی بھی ختم ہوگئی اور شام کی حاضری سے میرے سارے دن کی حاضری ہو جاتی ہے اور پھر یہ کہ پیر صاحب نے مجھے کوئی تبلیغ نہیں کی' ایک لفظ نہیں کہا..... مدعا یہ ہے کہ صرف صحبت کیا سے کیا رنگ لاتی ہے۔ پھر اس آدمی نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ تو سب کو بیعت کرتے ہیں مگر مجھے بیعت نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اصل میں یہ محبت کی بیعت ہوتی ہے اور میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اس نے کہا آپ لوگوں کو خلافت بھی دیتے ہیں۔ کہنے لگے تمہیں خلافت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بس تو میرے ساتھ ہی رہا کر۔ پھر وہ جاتا رہا اور پیر صاحب نے اُسے کیا سے کیا بنا دیا' آدھی زندگی

روتے گزر گئی' آدھی خوف خدا میں گزر گئی۔ مگر پیر صاحب نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ تو تبلیغ جو ہے یہ اور شے ہے' محبت اور شے ہے۔ محبت سے سارا واقعہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ آپ بس انتظار کیا کرو کہ اگلے موڑ پر نجانے کون آ جائے۔ وہ جب بھی آئے' آئے گا ضرور ۔

اوہو یار کلو کھڑی رات والا اج بھیس وٹا کے وت آیا

یعنی وہ جو کل رات آیا تھا وہی یار آج لباس تبدیل کر کے پھر آیا ہے۔ اور یہ یار وہی ہے جو کہ ''کن فیکون'' والا ہے' وہ بھیس بدل کے راستے میں پھر آ کے مل جاتا ہے اور پھر یاد کرا جاتا ہے کہ سنا کیا وہ سب یاد ہے کہ الست بربکم؟ اس لیے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمانے والا ہے۔ دعا کرو کہ کوئی اچھا چانس آ جائے۔ یہ سب چانسز ہوتے ہیں اور حتمی طور پر تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ لوگوں پر ڈیوٹی لگائی گئی بلکہ پیغمبروں کو نبوت عطا کی گئی' محبت عطا کی گئی' ان کو نبی بنا دیا گیا' رسول بنا دیا گیا' بہت کچھ بنا دیا ہے' بلکہ کائنات کا مالک بھی بنا دیا۔ اور انہوں نے کرنا کیا ہے؟ انہیں کہا گیا کہ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں جو گنہگار ہیں۔ تو گنہگاروں کو بچانے کے لیے' آگ سے بچانے کے انتظام کرنے کے لیے' اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو محبت عطا کی تا کہ وہ آئیں اور آپ کو اس مصیبت سے بچائیں۔ یہ بڑا ہی لمبا کھیل ہے' پراسس ہے، بچانے والے کو مامور کر دیا جاتا ہے بچانے پر۔ مامور کون ہوتا ہے اور عاقبت کس کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح مہربانی فرماتا ہے۔

سوال:-

جواب۔

دیکھو جس کو آپ اختلاف کہہ رہے ہیں' یہ بنیاد کا اختلاف نہیں ہوتا۔ اختلاف اگر ہے تو لباس کا ہوگا' پیرائے اظہار کا ہوگا ورنہ تو کلمہ' قرآن' توحید' رسالت' عاقبت اور مابعد کے حوالے سے کسی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس بات کا ہوسکتا ہے کہ آج جو محفلِ ذکر ہونی ہے وہ با آوازِ بلند ہو یا کہ خفی ہو' ذکر خفی ہو یا کہ جلی ہو' ذکر ہو تو کیسے ہو' قوالی میں اختلاف ہوسکتا ہے' یہ اختلاف ہو سکتا ہے کہ آٹھ تراویح پڑھنی ہیں یا بارہ پڑھو یا بیس پڑھو۔ تو اس طرح کے اختلافات ہو سکتے ہیں۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے اختلاف کا۔ دوسرا یہ ہے کہ جب بات آگے چلتی گئی تو پھر اس میں تبدیلی آئی۔ اب یہ ٹیکنیکل بات ہے' ذرا غور سے دیکھو۔ اسلام ایک دین کا نام تھا۔ کہتے ہیں کہ اکبر کے زمانے میں شیعہ سُنی کے درمیان ایک مناظرہ ہوا۔ یہ واقعہ سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے' ممکن ہے کہ کہیں نوٹ ہو۔ تو مناظرہ یہ تھا کہ کون سچا ہے اور کون سچا نہیں ہے۔ تو بیربل نام کا ایک بندہ مناظرے میں آیا اور اس نے بغل میں جوتی اٹھائی ہوئی تھی۔ اندر محفل میں آ گیا۔ اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ شیعہ عالم آئے ہوئے ہیں' جوتا اس لیے اٹھایا ہوا ہے کہ اس کی حفاظت کروں کہ یہ لوگ حضور پاکؐ کے زمانے میں جوتے اُٹھا لیتے تھے۔ تو ایک شیعہ عالم بولا کہ حضور پاک ﷺ کے زمانے میں تو ہم لوگ تھے ہی نہیں۔ تو اس نے کہا اگر تم حضور پاک ﷺ

کے زمانے میں نہیں تھے تو اب کدھر سے آ گئے ہو..... اصل دین اگر وہاں رکھا جائے جہاں پہ وہ تھا' تو اللہ' اللہ کے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین۔ تو دین محفوظ ہو جائے گا۔ یہ جو درمیان میں بندہ آ جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ قادری پیر سب سے بڑا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ چشتی بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ تو جھگڑا کہاں سے شروع ہوا؟ یہاں سے اسلام کو آپ نے ''قادری'' بنا دیا حالانکہ وہ اسلام ہے۔ اللہ تو اللہ ہے۔ یہ توحید ہی ہے۔ کلمے کی توحید میں اللہ نے اپنے نام ''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ اپنے حبیبؐ کا نام لگا دیا ''محمد رسول اللہ'' پھر کسی نے اور نام لیا کہ علی ولی اللہ۔ اب کچھ لوگوں کو یہ ماننے میں دقت ہو گی۔ کسی کو ولی ماننے میں کیا دقت ہے۔ لیکن کلمے میں ایک اور نام لگ گیا۔ اسی طرح کسی نے غوث کا نام لے لیا۔ تو چلتے چلتے اور نام آ گئے۔ مثلاً خواجہ غریب نوازؒ کا نام ہے چشتی' یعنی کہ یہ ایک نسبت ہے۔ اس کے بعد پھر فریدی آ گیا یعنی بابا صاحبؒ کا ماننے والا۔ اگر بابا صاحبؒ کو ماننے والا تھا تو پھر اس کے لیے چشتی نام کافی تھا مگر یہ بابا صاحبؒ کا ماننے والا ہے۔ ٹھیک ہے یہ بابا صاحبؒ کا نام آ گیا مگر پھر ایک اور ماننے والا آ گیا' نظامی' ایک اور آ گیا صابری' نظامی اور صابری دونوں ہی بابا صاحبؒ کے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنا آخری نام ضرور رکھوانا ہے۔ تو یہاں سے آ کے سلسلے بن گئے۔ تو سادہ لوگ جب Follower بن گئے تو انہوں نے کہا کہ صرف ہم ہی ہیں۔ یہاں سے فرقے بنتے ہیں۔ ہندوستان میں دو گاؤں ہیں' ایک دیوبند ہے اور دوسرا بریلی۔ دیوبند میں ایک مدرسہ ہے' دارالعلوم ہے' اس

مدرسے کی سند کے ساتھ دیوبندی لگا دیتے ہیں۔ ایک خانقاہ ہے بریلی میں اور وہاں سے بریلوی سلسلہ بن گیا۔ وہاں حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ کی خانقاہ بھی ہے۔ اس طرح انہوں نے کہا کہ ہم دیوبندی ہیں' ہم بریلوی ہیں' اور اصل بات بھول گئے' مناظرے شروع ہو گئے' کوئی فاتحِ بریلی کہلایا' کتابیں لکھی گئیں' ایک نے اور' دوسرے نے اور لکھی۔ ایک نے لکھا جو ''غلام غوث'' نام رکھے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور پھر احمد رضا خان صاحبؒ نے کہا کہ میرا نام ہے ''عبدالمصطفیٰ'' ہم بندے ہی مصطفیٰؐ کے ہیں..... تو یہ سارے اضافے جھگڑے ہوتے جا رہے ہیں۔ مسجد میں پہلے درود شریف پڑھتے ہیں اور پھر اذان کہتے ہیں' بعد میں آواز دیتے ہیں کہ اے منکرینِ رسالت' سنو' درود شریف کی کیا شان ہے' اللہ بھی درود بھیجتا ہے۔ اب ان کو منکرینِ رسالت کہہ دیا اور خود نعرۂ رسالت کہہ دیا۔ یہ ساری باتیں تمہاری عقل کی دشمنیاں ہیں۔ اگر آپ اللہ کے دین کو سمجھتے تو اس طرح نہ کرتے بلکہ اللہ کی عبادت کرتے۔ سارے سلسلے اپنے ہیں' سارے واقعات اپنے ہیں بشرطیکہ دین اپنا ہونا چاہیے۔ چونکہ دین کو آپ نے اپنا نہیں سمجھا اس لیے آپ سلسلوں میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ جو اُسے منظور ہے وہ ہمیں منظور ہے۔ سب کو چلنے دو جو عقیدت سے چل رہے ہیں۔ میرا خیال ہے حضور پاک ﷺ کے نام سے کسی کو مخالفت نہیں ہے۔ کیا یہ ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی! تو اصلی سلسلہ' محمدی سلسلہ ہے اور وہ ایک ہی سلسلہ ہے' جب سے آیا ہے ایک ہی سلسلہ ہے' تو آپ کلمے کی توحید پہ قائم رہیں۔ اب یہ وقت آ گیا کہ آپ

سلسلے تھوڑی دیر کے لیے بند کریں اور اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے نام سے سلسلہ شروع کریں۔ کون سا سلسلہ؟ سلسلۂ محمدیہ۔ اب اسے چلنے دو۔ اگر پاکستان کے سارے مریدل کے قسم کھالیں کہ پیر صاحب کو پیسہ نہیں دینا تو پھر ایک سلسلہ بن جائے گا۔ تو جب تم پیسہ دیتے ہو تو وہ کہتے ہیں یہ سلسلہ سب سے اچھا ہے۔ کون سا سلسلہ؟ سلسلہ پیسہ دینے والا اور سلسلہ پیسہ لینے والا۔ اس طرح جس سلسلے میں یہ کام ہو وہاں سلسلہ در سلسلہ ہے ۔

کس سلسلے سے آ ملی کس سلسلے کی بات

تو بات یہ ہے اور یوں سلسلے بن گئے۔ اصل میں تو سلسلہ ایک ہی ہے' اور وہ ہے مسلمانوں کا۔ اور یہ بات کب تک چلے گی؟ ایک جنگل میں گیدڑوں کا جلسہ ہو رہا تھا' سب کہہ رہے تھے کہ میں جنگل کا بادشاہ ہوں۔ شیر نے ایک کڑک لگائی تو سارے بھاگ گئے' یہ کہتے ہوئے کہ جان بچاؤ' مالک آ گئے۔ پس ''مالک'' کے آنے کی دیر ہے' سارے یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ جنگل میں جھگڑا اس لیے ہے کہ شیر نہیں آ رہا ۔

آ فتاب آمد دلیلِ آ فتاب

دعا کرو کہ شیر آ ہی جائے۔ شیر کے آنے کی دیر ہے کہ سب جنگل صاف ہو جائے گا اور پھر سارے کہیں گے اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پھر توحید قائم ہو جائے گی۔ تو ہوا ہمیشہ ہی ایسے ہے۔ لیڈر کی تعریف کیا ہے؟ یہ نہیں کہ صرف قوم کو لیڈ کرے بلکہ لیڈر کی تعریف یہ ہے کہ تمام لیڈروں کو ختم کر دے۔ تو لیڈر کسے

کہیں گے ہم؟ قائد کون ہے؟ قائد اُسے کہیں گے جو قائدین کی بہتات ختم کر دے۔ تو اُسے قائد کہیں گے۔ جب قائداعظمؒ آئے تو کیا وہ شیعہ تھے' سُنی تھے' دیو بندی تھے' بریلوی تھے یا نقشبندی تھے؟ ایک بات دیکھو کہ جب وہ آئے تو گاندھی کا بھی چراغ بند ہو گیا۔ یہ ہے قائد' کہ گاندھی اور نہرو جیسے سارے چراغ بند ہو گئے۔ ایسے آئے کہ آ کے چھا گئے۔ کسی نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ تیسرا کلمہ سُنا' چوتھا کلمہ سُنا' کیا تیرے پاس کسی پیر صاحب کی خلافت ہے؟ اور وہ کامیاب ہو گئے۔ تو اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں کا طرزِ عمل..... قائد کون ہے؟ قیادت کی بہتات ختم کرنے والا۔ مسلمانوں کے ہاں' آپ کے ہاں جب قائد آ گیا تو یہ سارے فرقے ختم ہو جائیں گے۔ اب فرقے ختم ہونے کا ٹائم آ گیا ہے۔ کون آئے گا؟ وہی آئے گا جو آئے گا۔ کتنی دور ہے اس کا آنا؟ میرا خیال ہے وہ قریب ہی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو وہ وقت دیکھنا نصیب ہو جب فرقے ختم ہو جائیں گے' بالکل ختم ہو جائیں گے۔ ایک طاقت ور بندہ آ جائے تو سب جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر جھگڑا کس بات کا؟.....

اور کوئی سوال..... بولو.....

سوال:

ہم صاحبِ عرفان کی ذات سے محبت کریں یا اس کے عرفان سے؟

جواب:

کسی صاحبِ عرفان کو صاحبِ عرفان سمجھنے کے لیے پہلے آپ کے پاس

قوی دلیل ہونی چاہیے۔ اگر قوی دلیل ہے تو وہ صاحبِ عرفان ہے۔ میرا خیال ہے کہ صاحبِ عرفان کو یہ ڈیوٹی Allocate ہو چکی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو عرفان پہنچانا ہے۔ اس کے پاس ساری چٹھی آ جاتی ہے۔ اُسے بتایا جاتا ہے کہ یہ اس کی چٹھی ہے' بندہ تیار ہے' ابھی آیا نہیں' آنے والا ہے۔ تو وہ صاحبِ عرفان گیٹ پہ ہوتا ہے' پھر کہتا ہے کہ وہ جو اسٹیشن پہ کھڑا ہے اُسے لے کے آؤ۔ پھر کہتے ہیں کہ کیا بات ہے سواری نہیں ملی۔ آنے والا کہتا ہے کہ گھوڑا تانگہ خراب تھا۔ کہتے ہیں پھر آ جاؤ۔ یہ نہیں کہا کہ میں یہ ہوں' وہ ہوں' تمہیں فیض دے رہا ہوں۔ بس ایک اشارہ ہی ہوتا ہے' کہتے ہیں جاؤ فیض یافتہ ہو گئے۔ صاحبِ عرفان کے پاس ڈائری ہوتی ہے' ایک ڈائریکٹری ہوتی ہے۔ اس میں آپ کا نام لکھا ہوتا ہے۔ آپ نے صرف جانا ہے' سلام کرنا ہے اور واپس آ جانا ہے۔ عرفان آپ کے اندر ہوگا۔ انہوں نے اوپر سے گرد و غبار صاف کر دینا ہے اور یہ کہنا ہے کہ جا اب اپنا آپ کھول' اپنی گرہ کھول۔ مطلب یہ کہ ہر ایک کی گٹھڑی میں لال ہے اور وہ کھولنے کا طریقہ بتا دے گا کہ اب یہ کر لو' اب وہ کر لو۔ تو صاحبِ عرفان کے پاس آپ نے صرف پہنچنا ہے' وہاں عرفان لینے کا خیال مت کرو۔ یہ سوال بھی غلط ہے۔ وہاں اگر جانا ہے تو بے سوال ہو کے چلے جاؤ۔ اُس کے پاس پورا ریکارڈ ہے اور پوری بات ہے' آنے والوں کی اور جانے والوں کی۔ کہتے ہیں کہ باب الشرک میں عرفان کا تقاضا بھی شرک ہے۔ یہ بات سمجھ آئی؟ شرک کیا ہے؟ اللہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانگنا۔ حتیٰ کہ آپ عرفان نہیں

مانگنا۔تو یہ شرک ہے ۔

کچھ اور مانگنا میرے مشرب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے میرے دستِ سوال میں

تو مانگنا کیا ہے؟ اللہ۔ اگر جنت مانگی' حالانکہ یہ بھی تو مسلمانوں کو ملے گی' تو جنت مانگنا بھی منع ہے۔ تو جنت مانگنا' دنیا مانگنا' عرفان مانگنا' ولایت مانگنا' قلندری مانگنا' یہ مانگنا' وہ مانگنا' درجے مانگنا..... سب باتوں کو چھوڑ دو۔ اللہ کا قرب کافی ہے۔ اب یہ سوال جائز ہے کہ یا اللہ دوریاں دُور کر۔ یا اللہ تو ہمیں صاحبِ عرفان بنا یا نہ بنا' ہم تجھے پہچاننے کی خواہش نہیں کرتے بلکہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ پہچاننے والے اور آ جائیں گے ہمارے بعد' ہم تو ماننے والے بننا چاہتے ہیں۔ تو یہ پہچان کی بات نہیں ہے کہ آپ اُسے پہچانیں کہ اُس کی قدرتیں کتنی ہیں۔ وہ تو فلسفی آ کے پہچانیں گے' قدرتوں سے جانیں گے کہ سبحان اللہ' اس کے پیچھے اللہ کا ہاتھ لگتا ہے۔ ہم کیا ہیں؟ ہم تو ماننے والے ہیں' اللہ کو مانیں گے' اس کا قرب چاہتے ہیں۔ تو سجدے قائم رہیں اور سلامتیاں ہوتی رہیں۔ کیا اللہ کی سمجھ آئی؟ ہمیں کیا سمجھ آنی ہے' ہم تو سادہ لوگ ہیں' ہم تو مانتے چلے آ رہے ہیں' اللہ کو سمجھے بغیر مانتے ہیں۔ تو سوال کیا ہونا چاہیے؟ یہ سوال ہونا چاہیے کہ اللہ کی محبت مانگیں۔ تو سب اللہ کا ہے' اللہ کو اللہ سے ہی مانگو۔ یہ ہے اصلی سوال..... ایک دفعہ یہ واقعہ ہوا کہ شاہ شمس تبریزؒ آئے' مولانا رومؒ کے ساتھ ایک واقعہ ہوا' مولاناؒ اُن کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔ شاہ شمس تبریزؒ کو غصہ آ گیا اور وہ گم ہو گئے' چلے گئے

ش شروع ہوگئی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے رہے' کوئی کہتا ہے چھ مہینے ہوگئے' کوئی
تا ہے سال ہوگیا' ایک جنگل میں مل گئے۔ مولانا رومؒ نے کہا کہ ہم نے آپ کو
تلاش کیا' اتنے مہینے گزر گئے۔ شاہ شمسؒ نے کہا میں تو تمہیں زندگی بھر تلاش کرتا
ہوں..... تو دینے والا لینے والے کی تلاش میں ہے' لینے والا دینے والے کی
ش میں ہے' سخی جو ہے وہ سخی کیسے بنے جب تک سائل نہ ہو۔ تو دونوں جو ہیں
وں کی تلاش میں ہیں۔ اس لیے فکر نہ کرو' وہ دروازہ توڑ کے دے جائے گا اور
ہے گا اُٹھو' دیر ہوگئی' امانت قبول کرو۔ اور پھر وہ امانت دے جائے گا۔ اگر محرومی
ے تو پیر صاحب کا بیٹا بھی محروم ہو جائے گا' اس طرح صاحبِ عرفان کا بیٹا
حب عرفان نہیں ہوگا۔ اس لیے آپ انتظار کرو اور توقع کرو' آپ کا حصہ آ رہا
ے' وہ شور مچاتا ہوا گھوڑے پہ چڑھ کے آئے گا۔ تو کیا کہتے ہیں؟ کہ آپ کا حصہ
مچا کے گھوڑے پہ چڑھ کے آ رہا ہے' آتا ہی جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کا حصہ
ں ہی' خود بخود ہی آ جائے گا۔ یعنی کہ تقدیر جو ہے وہ بہتے دریا میں بند صندوق
اندر بچہ بن کے آ جاتی ہے۔ فرعون کی تقدیر دیکھو۔ فرعون کسی سے مر نہیں سکتا'
ن کو کون مارے۔ لیکن چھوٹا سا صندوق' اور بچہ اُسے مار گیا' اس کے پُرزے
دیئے۔ تو تقدیر اس طرح آتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ آپ دیکھتے جائیں'
! آنے والا آ کے رہے گا' آ کے رہے گا۔ وہ ایسے آتا ہے کہ میں کیا بتاؤں۔
نے جو دیکھا ہے وہ یہی کچھ دیکھا ہے کہ آنے والا رُکتا نہیں۔ جس طرح
ت اٹل ہے اسی طرح تمہارا حصہ اٹل ہے۔ وہ اٹل ہے اور آ کے رہے گا۔

چھوٹی سی بات کے اندر دینے والا دے جائے گا۔ مثال کے طور پر ایک بندہ خدا کو نہیں مانتا۔ اس کے گھر کا دروازہ بند ہے' تالا لگا ہوا ہے' باہر گیٹ کو بھی تالا لگا ہوا ہے۔ وہ آدمی عرس پہ چلا گیا' بابا صاحبؒ 'خواجہ صاحبؒ یا داتا صاحبؒ کے۔ وہاں کسی نے اُسے کچھ نہیں کھلایا۔ رش بہت تھا۔ اس نے کہا کسی نے کہا ہی نہیں ،کہ چاول ہی کھالو۔ گلہ کرتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ گھر چلیں۔ میرے سامنے اس نے دروازہ کھولا' بڑا گیٹ' پھر دوسرا گیٹ اور پھر تیسرا تالا۔ اندر میز پر گرم گرم چاولوں کی پلیٹ تھی.....تو کیا اس کو دروازوں کی کوئی رکاوٹ ہے۔ وہ جب چاہے' جہاں چاہے اس کا حصہ پہنچا دیتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ تو یوں واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ آدمی بُرا ہے جو جھگڑا کر کے تعلق توڑ دیتا ہے۔ اگر جھگڑے میں تعلق نہ ٹوٹے تو یہ جھگڑا نہیں' یہ ناز وادا ہے۔ اگر تعلق ٹوٹنے کی بات آئی ہے تو یہ ناز وادا نہیں ہے بلکہ یہ جھگڑا ہے۔ بس اگر تعلق قائم رہے تو جو مرضی جھگڑا کرو۔ بزرگوں کے ساتھ ایسے جھگڑے کی میں آپ کو اجازت دیتا ہوں بشرطیکہ ان کی بزرگی قائم رہے اور آپ کے پاس ادب رہے۔ اب یہ جھگڑا نہیں ہے بلکہ ناز وادا ہے' جو مرضی کرتے جاؤ۔ وہ دے کے رہے گا اور بات کو وہاں پہنچائے گا جہاں نہیں پہنچ سکتی۔ شرط صرف یہ ہے کہ تعلق قائم رہے۔ تو یہ فرق ہونا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ گستاخی اور بے باکی میں کیا فرق ہے؟ گستاخی تعلق توڑ دیتی ہے اور بے باکی تعلق قائم رکھتی ہے۔ بے باک ہونا جائز ہے' گستاخ ہونا جائز نہیں ہے۔

اور کوئی سوال پوچھو.....بولو.....آپ بولیں.....

سوال:

تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو آپ بتاؤ کہ تقویٰ کیا ہوتا ہے؟ اور متقی کیا ہوتا ہے؟ متقی کے پاس جو چیز ہو اُسے تقویٰ کہتے ہیں۔ متقی کی تعریف کیا ہے؟ یہ تعریف اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے ذلک الکتٰب لاریب فیہ یہ وہ کتاب ہے جس میں جو کچھ کہا گیا اس میں شک نہیں ھدی للمتقین اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ وہ متقی کون ہیں؟ الذین یومنون بالغیب جو غیب پر ایمان لائے ویقیمون الصلوٰۃ اور نماز قائم کریں و مما رزقنھم ینفقون اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کریں والذین بما انزل الیک اور جو کچھ حضور پاکؐ پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے وماانزل من قبلک اور جو کچھ آپؐ سے قبل نازل ہوا اس پر ایمان لائے وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اور آخرت کے آنے پر ایمان رکھتے ہیں' یقین رکھتے ہیں۔ اولئک علیٰ ھدی من ربھم یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں و اولئک ھم المفلحون اور یہ فلاح پانے والے ہیں۔ تو متقی فلاح پانے والا' متقی نماز قائم کرنے والا' متقی اللہ کی راہ پر پورا بھروسہ کرنے والا' آخرت کو' حساب کتاب اور جواب دہی کو ماننے والا' مرنے کے بعد ایک اور زندگی کو ماننے والا' جو کچھ حضور پاکؐ پر نازل ہوا اس کو ماننے والا' جو کچھ حضور پاکؐ سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا اُسے ماننے والا' جو کچھ اللہ نے دیا اس میں سے خرچ کرنے والا اور

بے تاب نہ ہونے والا ہوتا ہے۔ جو آ رہا ہے وہ اُسے مل کے رہے گا۔ تو بھروسہ کرنے والا متقی ہے۔ متقی ہونا بڑا آسان ہو جاتا ہے اگر جو کچھ ہو رہا ہے اُسے آپ مانتے چلے جائیں، بے تاب نہ ہوں۔ رزق کا یہ سمجھو کہ وہ خدا کے پاس ہے، رزق اللہ نے دینا ہے اور ملنا آپ کو ہے۔ اپنے آپ کو رازق نہ سمجھنا بلکہ وصول کنندہ سمجھنا۔ رازق کون ہے؟ اللہ! اللہ کو رب ماننا۔ فیکٹری کو رب نہ ماننا بلکہ اللہ کو رب ماننا۔ یہ سارے آپ کو اللہ کی طرف سے دیئے ہوئے انعامات ہیں۔ رب نے اپنا احسان آپ پر کیا، آنکھوں میں بینائی دی ہے اور آپ کے خیال کو بلندی عطا فرمائی ہے۔ یہ سارا انعام ہے رب کا۔ رب کا معنیٰ پالنے والا۔ کس کو پالا؟ ذہن کو پالا، خیال کو پالا، نگاہ کو پالا، جسم کو پالا اور آپ کی جیب کو بھی پالا۔ تو وہ عطا کرتا رہتا ہے۔ ہر حوالہ اُسی کا ہے۔ بیماری آئی تو اُسی طرف سے، صحت آئی تو بھی اس کی طرف سے۔ ہم کدھر سے آئے؟ اللہ کی طرف سے۔ جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جدھر سے آئے ہیں اُدھر جا رہے ہیں۔ تو یہ ہے متقی۔ بات اب Simple ہوگئی، آسان ہوگئی۔

اب کون بولے گا؟ پوچھو..... اور کوئی سوال؟

سوال:

دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب مانگا جائے تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قُرب مل گیا ہے؟

جواب:

بات بڑے غور کی ہے۔ جس کو قُرب نہیں ملنا اس کو قرب کا سوال ہی نہیں ملتا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جس کو قرب ملنا ہوا اُسے قرب کی دعا ملتی ہے۔ تو مقربون نے قرب کی دعا مانگی۔ قرب پہلے ملا اور دعا بعد میں آئی۔ اللہ اسے پہلے ملا اور تلاش بعد میں شروع ہوئی۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ کو تلاش کر رہے ہیں تو اللہ تو پہلے مل گیا تھا' تلاش اب کر رہے ہو۔ ورنہ تو کوئی اندھیرے میں رہ کے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ وہ قریب ہے' تبھی تو تم تلاش کر رہے ہو۔ قرب مل گیا ہے' تبھی تو قرب مانگ رہے ہو۔ جنت مانگنے والا جنت کے اندر بیٹھ کے مانگتا ہے۔ تو یہ خاص باتیں ہیں غور کرنے والی۔

نعیم چوہدری آپ سوال کرو..... نام رہ جائے گا سوال کرنے والوں کا اور ان کی یاد رہ جائے گی..... پوچھو' سوال کرو جو ذہن میں آئے' چاہے کسی اور کا سوال ہو..... کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی تلاش کو دیکھے کہ میں کیا تلاش کرتا رہتا ہوں تو اس کو اپنا انجام سمجھ آ جائے گا۔ تو تلاش کو دیکھیں۔ دنیا تلاش کرنے والے کا انجام محرومی ہے' حسرت ہے۔ جس نے محبوب تلاش کرنا چاہا وہ کامیاب ہے۔ خدا کی تلاش کرنے والا' خدا کے بندوں کی کھوج رکھنے والا' آپ ہی اللہ کی طرف سے کھوجی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنا شعور عطا فرماتا ہے تو انسان کو اللہ کے بندوں کا شعور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو اللہ کے بندے ہی اللہ کے بندوں کو تلاش کرتے ہیں اور وہ ہی وہ ہوتے ہیں جو اُسے تلاش کرتا ہے۔ وہ والا وہ تلاش کرتا

ہے اور یہ والا یہ تلاش کرتا ہے۔ جواری' جواری کو تلاش کرتا ہے۔ جنس' جنس کو تلاش کرتا ہے۔ اس لیے آپ کی تلاش ہی آپ کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ نے ولی بننا ہے تو ولی کی تلاش کرو گے۔ اگر اللہ والے بنو گے تو اللہ کی تلاش کرو گے۔ اگر خدانخواستہ غرق ہونا ہے تو غرق ہونے والے لوگوں کی تلاش کرو گے۔ یعنی کہ جن لوگوں سے تیری محبت ہے وہی تیرا انجام ہے۔ اگر محبت ہے امیر لوگوں سے تو امیروں جیسا انجام پاؤ گے۔ اگر بادشاہوں سے محبت ہے تو بادشاہوں جیسا انجام پاؤ گے۔ اگر محبت ہے بزرگوں سے تو میرا خیال ہے کہ آپ جو سب لوگ داتا صاحبؒ جاتے ہیں تو ان کو رسید نہیں ملی کہ وہ پہنچا ہے' بس وہاں جانا ہی پہنچ ہے' وہاں تک جانا ہی نتیجہ ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو نتیجہ پہلے دیتا ہے۔ اگر نتیجہ وہ ہے تو تمنا بعد میں پیدا ہو گی اور عمل اس کے بعد کی بات ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہم آج جا رہے ہیں تو اسے کہو کہ تو پہلے ہی پہنچ گیا ہے۔ تو وہ پہنچا پہلے ہے اور جاتا اب ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے کہ اس نے ابھی پہنچنا ہے لیکن پہلے پہنچ چکا ہے' جانا اب ہے لیکن وہاں وصولی پہلے ہو چکی ہے' کیونکہ منزل وہاں سے آتی ہے۔ اور تمہیں کہا جاتا ہے کہ منزل بلا رہی ہے لیکن وہاں پہلے نام لکھا ہوتا ہے۔ اس لیے سفر کی خواہش مسافر کے لیے منزل کی نوید ہے۔ منزل آپ کو خود ہی سفر پر روانہ کرتی ہے اور خود ہی آپ کی ہم سفر ہے' خود ہی حاصل سفر ہے اور خود ہی منزل ہے۔ اللہ پہلے آپ کو کہتا ہے کہ اُٹھو' چلو' اللہ کی تلاش کرو' کہاں کھو گئے ہو۔ پھر ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ چل پڑتا ہے' ادھر گیا' پھر اُدھر گیا' ایک آدھ بندہ بھی

ساتھ ہوگیا۔اب وہ اللہ کے سفر پر جارہے ہیں' کہتے ہیں یہ دیکھو اللہ کی قدرتیں' دریا دیکھو' پہاڑ دیکھو۔پھر پتہ چلتا ہے کہ منزل آ گئی ہے۔اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں خود ہی بھیجا تھا اور خود ہی لے آیا۔تو وہ خود ہی بھیجتا ہے اور خود ہی لاتا ہے اور خود ہی وصول کرتا ہے۔یہ عجب راز ہے اور عجب کہانی ہے ۔

کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل
ہم سفر ہوگئی ہو جب منزل

تو وہ منزل ہی ہم سفر ہو جاتی ہے۔تو اللہ جو ہے وہ سفر کا نام ہے منزل کا نام نہیں ہے۔حج پر جانے والا حج میں آ گیا' اگر وہ راستے میں فنا ہو جائے تب بھی حاجی ہے۔حج ارادے کا نام ہے۔اور فقیروں کا گھر میں حج ہو جاتا ہے۔نیت صاف کرو۔پیسے کا حج نہیں ہوتا' پیسے کی تو کہانی اور ہے۔حج کا ارادہ حج ہے اور گناہ کا ارادہ گناہ ہے۔اس لیے اگر آپ عملی گناہ سے بچ گئے ہیں تو آپ خیالی گناہ سے بھی بچ جاؤ ۔تو خیال کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور خیال کو پاکیزہ ہو جانا چاہیے۔خیال میں یہ نہ لانا کہ اگر کبھی موقع ملے تو ہم اس کو مار کے بادشاہ بن جائیں گے۔تو یہ رہنے دو۔خیال کو صاف رکھو.....

سوال:۔

''جو اپنے حق کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں'' یہاں پر'' کھڑے ہونے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب

کہ مجھے تو شرم دامن گیر ہوتی ہے وہاں جانے سے۔ کہتے ہیں کہ کہاں اللہ کی شان' کہاں اللہ کی بارگاہ اور کہاں میں۔ تو یہ جو شرم آتی ہے انسان کو' یہ گناہ کا احساس کرنے والے انسان کو آتی ہے کہ آج تو تقدیر مجھے تیرے رُوبرُو لائی ہے ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ تیرے سامنے آتا' یہ شرم جنت ہے اور اس کا انجام اور نتیجہ بھی جنت ہے' اس کا انعام بھی جنت ہے۔ تو اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک تو وہ جنت ہے جو دنیا میں ہے اور اس کا انعام کیا ملے گا؟ جنت۔ کہتے ہیں کہ جنت میں جانے والے جنت میں ہی رہتے ہیں۔ کیا کرنا پڑتا ہے؟ اُسے یہاں بھی جنت میں رہنا پڑتا ہے اور جو یہاں جنت میں نہ رہا وہ وہاں کیسے رہے گا۔ بابا صاحبؒ نے کہہ دیا کہ جو بہشتی دروازے سے گزرے گا وہ جنت میں ہو گا۔ لوگوں نے کہا دین کیا ہے؟ بابا صاحبؒ نے فرمایا دین یہ ہے کہ اللہ محمدؐ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ۔ انہوں نے کہا یہ کیا دین ہے؟ آپ نے فرمایا کل دین یہی ہے کہ اللہ محمدؐ چار یارؓ کو مانو' قطب الدین بختیار کاکیؒ کو مانو اور فریدؒ کو مانو۔ پھر تمہارا دین مکمل ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ اصلی کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اصلی کلمہ ہے روٹی۔ اگر کھانا نہ ملے تو تم نے کلمہ کیسے پڑھنا ہے۔ تو پیر وہ ہے جو اصلی کلمہ پڑھائے' پیر وہ ہے جو بھوک اُتارے' پھر گردِ سفر اُتارے' پھر آپ کو منزل کے لیے سنوارے بات پھر بنتی ہے۔ تو پہلے روٹی کماؤ۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ

آپ نے اور تو بڑے اچھے کام کیے ہیں لیکن یہ بہشتی دروازے والا کیا کر دیا ہے؟
آپ نے فرمایا یہ بات میں نے بڑی صحیح کی ہے' جس کا یہاں بہشت نہیں ہے
اُس نے آگے کہاں جانا ہے۔ بہشت کا سفر تو یہیں سے شروع ہوتا ہے اور بہشتی
دروازہ بھی یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں نہیں ملا تو آگے ڈھونڈتے رہو
گے کہ بہشت کہاں ہے' تو پہلے سے آشنائی ہونی چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کی
تلاش میں گھر سے نکلا تو اُسے راستے میں کوئی بزرگ ملے۔ اس نے کہا یہ کون
ہیں۔ کہنے لگے یہ انسان ہیں۔ پھر اور چیزیں بھی دیکھتا گیا۔ اُسے کسی نے کہا کہ
اگر تو نے اللہ کو دیکھا ہوا نہیں تو پہچانو گے کیسے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے تو دیکھا ہوا
نہیں ہے۔ تو جب دیکھا ہوا نہیں ہے تو پھر تلاش کیسے کرے گا۔ اب سوال یہ پیدا
ہوا کہ تلاش کرنے والا کوئی ذریعہ تلاش لے کر جائے گا یا کوئی دوست ایسا لے
جائے گا جو جاننے والا ہو۔ ورنہ تو پہچان نہیں سکتا۔ ایک آدمی کو کسی نے بتایا کہ دریا
کے کنارے سنگریزوں میں ایک وہ پتھر ہے جسے پارس کہتے ہیں۔ اس نے کہا
کوئی بات نہیں' میں ڈھونڈ لیتا ہوں۔ اُس نے ایک پتھر اُٹھایا' انگوٹھی پر مَلا' وہ
لوہے کا لوہا رہا' اس نے پتھر پھینک دیا اور دوسرا اُٹھا لیا۔ پانچ دس منٹ کے بعد وہ
مکینیکل ہو گیا' پتھر اُٹھایا' لگایا اور پھینک دیا۔ اسی اثناء میں انگوٹھی سونے کی ہو گئی
مگر وہ پتھر پھینک چکا تھا۔ کیونکہ اس کی عادت بن گئی تھی کہ اُٹھاتا' لگاتا اور پھینک
دیتا۔ تو وہ پارس کو بھی پھینک چکا تھا۔ بات اتنی ہے کہ سب کو Reject کرتے
کرتے کہیں یہ نہ کر لینا کہ اگر اصلی اللہ مل جائے تو اُسے پہچان نہ سکو۔ بات سمجھ

آئی؟ یہ بات جاننا ضروری ہے۔ اللہ کو پہچاننے کے لیے پہچان والے کو قبول کرنا ضروری ہے۔ بزرگوں نے بتایا کہ آپ کے پاس کوئی چراغ ہونا چاہیے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں اللہ کو پہچان لوں گا۔ کہتا ہے کہ گھر سے کیا لے کر چلے ہو؟ کہتا ہے میں آنکھ لے کر چلا ہوں۔ اب وہ حقیقت آشنا آنکھ ہے۔ اگر آنکھ لے کر چلا ہے' اگر دلبری جانتا ہے' محبت جانتا ہے تو جہاں اس کو محبوب نظر آیا اس نے کہنا ہے یہی اللہ ہے۔ جو کان لے کر چلا ہے اس کو جہاں نغمہ ملے گا وہ کہے گا اللہ یہاں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر سائل خالی ہاتھ لے کر چلے کہ دس روپے کا سوال ہے' تو اگر آگے سے اُسے کوئی انسان ملے کہ لے بھئی یہ لو دس روپے' تو وہ کہے گا کہ اللہ یہاں ہے' کہ باطن کا سوال اس نے ظاہر کر دیا۔ اگر کوئی سخی بن کے گیا تو اس سے لینے والا کوئی آ جائے گا۔ تو آپ جیسا بن کے جائیں گے اس کو ویسا ہی پائیں گے۔ تو آپ کچھ بن کے نکلیں۔ اگر آپ سچے بن کے جائیں گے تو وہ صداقت کے طور پر ملے گا۔ اگر تدبیروں والا بن کے جاؤ گے تو واللہ خیر الماکرین وہ سب تدبیریں توڑ دے گا' قیامت تک تمہیں نہیں ملے گا۔ تو اللہ کا ایک نام یہ بھی ہے یعنی تدبیر شکن۔ فرعون نے کہا تھا کہ سب بچوں کو ذبح کر دو۔ تو وہ اصل بچہ بیٹھا رہا اور باقی بچے قربان ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کی تدبیریں توڑنے والا ہے۔ واللہ خیر الماکرین تو وہ سب سے بڑا تدبیر کرنے والا ہے۔ اگر آپ مان جاؤ تو پھر صحیح رہو گے۔ پھر اللہ کو پانا بہت ہی آسان ہے' جیسے جاؤ گے ویسے پالو گے۔ گھر سے اگر درد لے کے نکلو گے تو جہاں درد والا ہو گا

وہیں پہ اللہ ہوگا۔ تو اللہ کا ملنا آسان ہے۔ کیا کہا؟ اللہ کا ملنا بہت ہی آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے اور آپ کو یہ کھیل' یہ بات نصیب ہو۔ یہ ایک کھیل ہی ہے' کبھی وہ چھپ جائے تو تم ڈھونڈو اور کبھی تم چھپ جاؤ تو وہ ڈھونڈے گا۔ اس طرح چلتا رہتا ہے۔ اللہ اس بات سے خوش ہوتا ہے۔ آپ کو کیا کرنا ہے؟ آپ تعلق نہ توڑنا۔ مانگنا اُسی سے ہے اور جھگڑا بھی اُس سے۔ مگر تعلق نہ ٹوٹے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ سجدہ' صرف سجدہ۔ سجدہ صرف اُسی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سجدوں کی توفیق عطا فرمائے' اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سجدوں کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے راستے کا صحیح مسافر بنائے تاکہ آپ خاموشی کے ساتھ سفر طے کرتے جاؤ' آپ کو عرفان بھی حاصل ہو' رونقیں بھی حاصل ہوں۔ آمین۔

برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

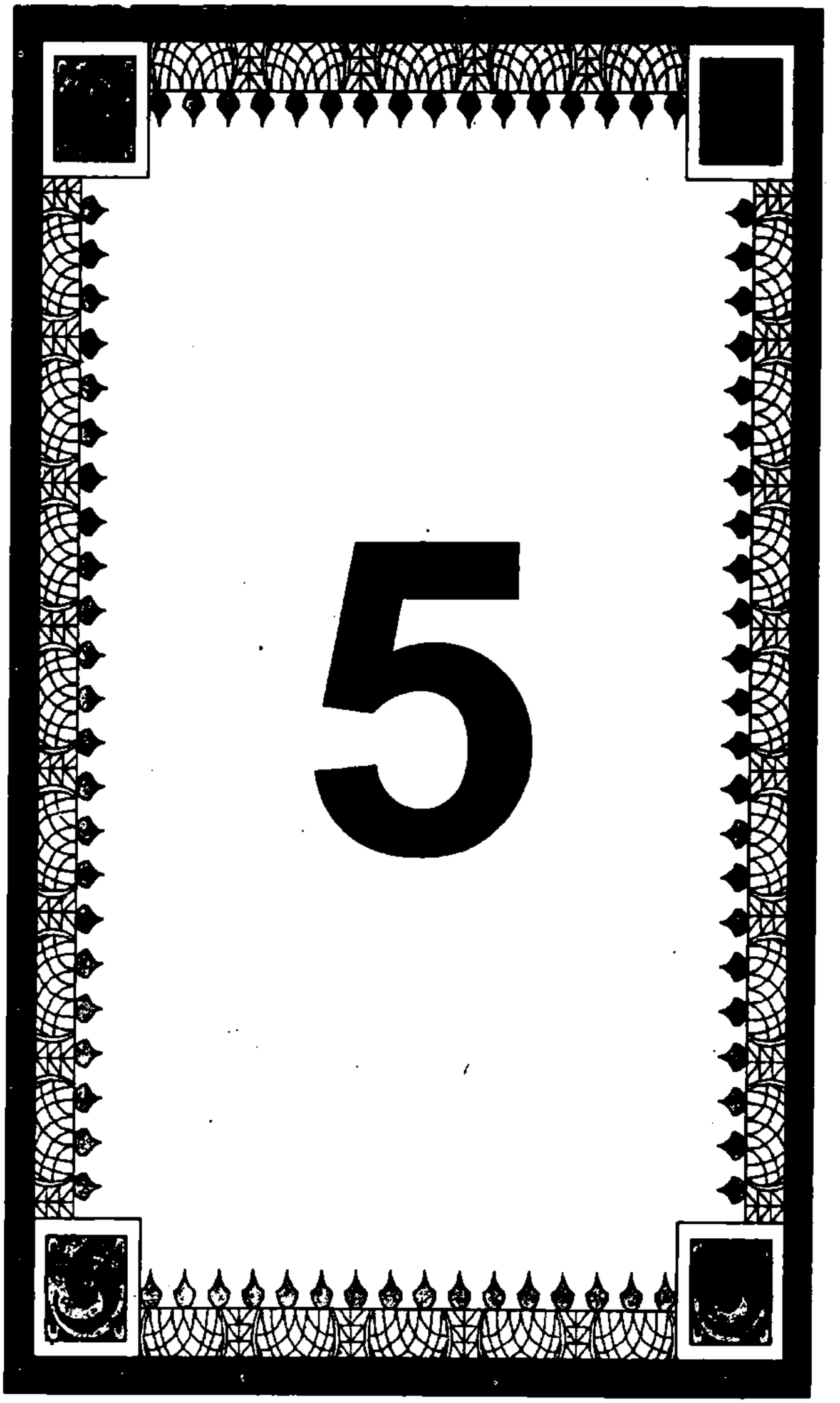

5

1 انسان اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے کچھ غلطی تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اچھا گمان کرے گا۔

2 آپ نے اپنی کتاب ''دل دریا سمندر'' میں فرمایا ہے کہ ظالم اور گناہ گار سے دعا کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کیونکہ پھر گناہ گار تو دعا مانگے گا ہی نہیں_____

3 اگر ہم اللہ کی رضا پہ راضی ہو جائیں تو پھر کوشش تو چھوڑ دیں گے اور ترقی نہیں کر سکیں گے.....

4 اس ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان نے کمانا بھی تو ہے' کھانا بھی تو ہے۔

5 قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے' جاہل ہیں۔ پھر تو ہم لوگ بھی کچھ نہیں جانتے۔

6 ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جو حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کر دے اُسے ساری عمر توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

7 کیا ''یارسولؐ اللہ'' کہنے میں ''یا'' کا لفظ اضافی ہے؟

8 جب کسی اللہ والے کے پاس جائیں تو واپسی پر کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی ''بات'' ضرور ہے۔ تو یہ بات کیا ہوتی ہے؟

اصل میں یہ بڑی عجیب بات ہے اور اگر انسان کو یہ بات سمجھ آ جائے تو اسے بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ انسان کی زندگی میں کئی Stages' زمانے ہیں اور ہر انسان کی زندگی میں یہ Stages آتی ہیں' مختلف زمانے آتے ہیں۔ مثلاً ایک طالب علم امتحان دے چکا ہے اور ابھی اس کا رزلٹ نہیں آیا۔ اس کو جب داتا صاحبؒ کے مزار پہ دیکھا گیا تو کیا وہ وہاں عرفان لینے آیا تھا؟ نہیں' وہ رزلٹ کے لیے آیا تھا۔ تو یہ ایک زمانہ ہے۔ اسی طرح اگر ایک باپ جس کے بیٹے کی شادی ہونے والی تھی وہ داتا صاحبؒ کے پاس آیا تو کیا وہ عرفان لینے آیا تھا؟ نہیں' وہ بیٹے کی شادی کے لیے آیا تھا۔ ایک غریب آدمی بھی آیا جو پریشان تھا' اس نے کہا یا گنج بخش۔ تو اس کا مطلب تھا پیسے دے دیں۔ اور ایک اور آدمی جو یہ ساری Stages' درجے گزار آیا ہے اس کا پرابلم اور ہے' وہ عرفان کے لیے آیا ہے۔ جب بابا فرید صاحبؒ یہاں تشریف لائیں گے تو یہ اور ہی مقام ہوگا۔ خواجہ صاحبؒ جب داتا صاحبؒ کے پاس آئیں گے تو پھر وہ بڑی دور سے یہاں آ کر چلہ کریں گے۔ تو ان کے لیے اور ہی عرفان ہے۔ اس لیے انہوں نے کہا۔

تو یہ اور طرح کے عرفان کی بات ہے۔ داتا صاحبؒ جانے والا ہر بندہ ہر طرح کا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک چوری کرنے والا داتا صاحبؒ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آج مہربانی فرماؤ۔ اسی طرح ایک رشوت لینے والا کہتا ہے کہ بڑے دن ہو گئے ہم فاقے سے مر رہے ہیں روز انتقال ہو رہے ہیں مگر تحصیلدار اوپر بیٹھا رہتا ہے دعا کریں کہ تحصیلدار ادھر اُدھر ہو جائے اور میں انتقال کر کے پیسے منتقل کر لوں۔ اب یہ اور چیز مانگ رہا ہے۔ اس لیے ایک سوال کا ایک زمانے میں اور جواب ہوتا ہے دوسرے زمانے میں اور جواب اور تیسرے زمانے میں ایک اور جواب ہوتا ہے۔ لہٰذا جو گنج بخشؒ ہیں وہ تو گنج بخشی کرتے ہیں لیکن وہاں آنے والا اپنے لیے ''گنج'' متعین کرتا ہے۔ اور یہیں سے انسان مار کھاتا ہے۔ وہ انہیں کہتا ہے کہ تُو تو دینے والا ہے تیرا کیا ہے..... اور پھر اس طرح دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ تو اس طرح لوگ اللہ تعالیٰ کو دعا کے لیے پکارتے رہتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس کو اس طرح پکارتے ہیں جس طرح پکارنا چاہیے۔ اگر آپ کا سوال سچا ہے تو جواب بھی سچا ہوگا اور اگر آپ جھوٹ میں ہیں تو جواب اسی طرح ہوگا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کس حالت میں بیٹھے ہیں۔ پہلے اپنی حالت دیکھو اور پھر سوال یا جواب کو پہچانو۔ پھر پتہ چلے گا کہ آپ کس حالت میں ہیں اور جواب صحیح ہے یا غلط ہے۔ جب آپ صادق ہو جائیں گے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیں گے تو پھر جو سوال ہوگا وہ ٹھیک ہوگا اور جو بھی جواب ہوگا وہ ٹھیک ہو

گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ سائل کے یا سوال کرنے والے کے ذہنی اور روحانی درجات کے مطابق جواب کی اہمیت بنتی ہے۔ایک بیمار آدمی ایک درویش کے پاس گیا اور بڑا مشکل سوال کر دیا۔درویش نے اسے کچھ کھلا دیا۔اس نے کھایا اور ٹھیک ہو گیا۔اب یہ درویش کا ایک اور ہی درجہ ہے اور یہ درجہ ہے ماہیت اشیاء سے صفات پیدا کر دینا۔ بات سمجھ آئی؟ ایسے بھی درویش آئے کہ کھٹے سے کھٹاس نکال دی اور میٹھے سے مٹھاس نکال دی۔تو وہ یہ سارے واقعات کر سکتے ہیں۔جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اس چیز میں اور صفت پیدا ہو جاتی ہے۔تو کسی شے کو حکم دینے والا اس شے کی صفت کو اس سے الگ کر سکتا ہے۔ایک آدمی ایک درویش کے پاس گیا کہ مجھے فلاں شخص پر شک ہے کہ وہ میری چوری کرے گا۔ انہوں نے کہا اس شخص کو چوکیدار بنا دو اس پر اعتماد کرو اور اعتبار کرو۔تو آپ جس آدمی پہ اعتبار کریں اس میں اعتبار پیدا ہو جاتا ہے۔اگر کسی غنڈے کو غنڈہ کی بجائے انسان کہنا شروع کر دو تو شاید وہ انسان ہی بن جائے۔اور اگر کسی انسان کو غنڈہ کہنا شروع کر دیں تو غنڈہ پن اس میں پیدا ہو جائے گا۔اگر کسی پر شک کریں تو عام طور پر وہ شخص برا ہو جاتا ہے اور یقین کرنے سے عام طور پر لوگ اصلاح میں آ جاتے ہیں۔اگر کسی پہ اعتبار کیا اور اسے کہا کہ جاؤ ہمیں اعتبار ہے تو وہ تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے۔گناہ اللہ کے حکم کے خلاف عمل کا نام ہے۔ماں باپ گناہ سے منع کرتے ہیں، مولوی صاحب بھی گناہ سے منع کرتے ہیں۔انہوں نے اس طرح سختی سے منع کیا جیسا کہ منع کرنے کا حق تھا۔اب گناہ اگر ہو گیا تو یہ ماں

باپ کی یا مولوی صاحب کی حکم عدولی گنی جائے گی۔ اصل میں گناہ کیا ہے؟ اللہ کی حکم عدولی۔ بچے کے ذہن میں کیا ڈر ہوتا ہے؟ کہ یہ ابا جان نے منع کیا ہے۔ اب ماں باپ جو ہیں وہ اللہ کی طرف سے ذمہ دار بن جاتے ہیں کہ وہ بچے کو روکیں۔ جب ماں باپ ساتھ نہیں ہوتے تو وہ بچہ اپنے محافظوں کو آگے پیچھے کر کے گناہ کر سکتا ہے۔ اور اگر ذہن میں یہ تصور ہو کہ خدا نے یہ منع کیا ہے اور اس سے میں بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ میری تنہائیوں میں بھی ہے' حاضری میں بھی ہے' وہ ہر جگہ ہے ..... پھر وہ گناہ نہیں کر سکتا۔ اس طرح ایک کمزور آدمی بڑا مضبوط ہو جاتا ہے۔ جو یہ بات سمجھ جائے وہ تو پھر بادشاہ ہے۔ اگر آپ بچے پر پہرہ دیتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں تو آخر آپ کو نیند آ جائے گی۔ بچہ کہے گا کہ اب گناہ کا موقع ہے۔ تو آپ خدا کو Represent نہیں کر سکے اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ تو یہ ہے ہمارے حکم دینے اور پیغمبروں کے حکم دینے میں فرق۔ وہ یہ کہیں گے کہ تم جانو اور تمہارا خدا جانے' تم نے گناہ نہیں کرنا' خدا ظاہر ہے' باطن ہے' حاضر ہے اور غائب ہے' اسی نے تمہیں پکڑنا ہے اور آخرت میں جواب دہی ہو جائے گی اور اس طرح تم برباد ہو جاؤ گے۔ اور آخر میں کہیں گے وما علینا الا البلاغ ہم نے تو تمہیں بات بتا دی ہے۔ اب وہ بچہ خدا کے حوالے ہو جائے گا۔ کس کی مجال ہے کہ اب وہ گناہ کرے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ سماج کی نماز پڑھتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز نہ پڑھی تو سماج کیا کہے گا۔ سماج اگر برائی کرے گا تو یہ شخص بھی برائی کرے گا۔ تو وہ سماج کی عبادت کرتا ہے

اور سماج سے ہی بغاوت کرتا ہے۔ سماج جو ہے یہ ڈسپلن نہیں کر سکتا۔ مثلاً لوگ کہتے ہیں کہ تم ٹی وی نہ دیکھو یہ بری بات ہے۔ مگر گھروں میں ٹی وی چل رہے ہیں اور چار چار ٹی وی ہیں۔ اب ان کی بات کوئی اثر نہیں کرے گی کیونکہ سماج اس کی اجازت دے رہا ہے۔ اس لیے یا تو اپنا اخلاق سماج کے حوالے کر دو یا پھر اللہ کے حوالے کرو۔ آپ یہ کہیں کہ ہم اس لیے اخلاق والے ہونا چاہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا منشاء ہے۔ آپ کے آدھے معلم اور آدھے محاسبہ کرنے والے لوگ اس لیے فیل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی طرف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ کون سی بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ ورنہ سماج جو خامی کر رہا ہے وہ سارے لوگ کریں گے۔ سماج کی نماز پڑھنے والا کبھی کبھی ماں باپ کی نماز پڑھتا ہے اور ماں باپ کے انتقال کے بعد وہ نماز رہ جاتی ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کسی اور وجہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو صرف اللہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ قائم ہے' تو ان کی نماز بھی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر پڑھانے والا قائم نہ رہا تو پڑھنے والا قائم نہیں رہے گا۔ لہٰذا نماز پڑھانے والا اللہ ہی کو ہونا چاہیے۔ پڑھنے والی صرف اللہ کی نماز ہوتی ہے۔ تو جب تک اللہ ہے اس کی نماز پڑھتے رہو گے۔ اگر ابا جان کے حکم سے نماز شروع کی تھی تو وہ تو کل کو اس دنیا سے چلے جائیں گے' پھر نماز بھی رہ جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ ابا جان کہتے تھے نماز پڑھو' بڑا مارتے تھے' اس طرح نماز کی عادت بن گئی مگر عادت کی نماز' شریعت کی نماز' سماج کی نماز اور ضرورت کی نماز الگ الگ ہیں۔ ضرورت کی نماز

والا دعا مانگے گا' بار بار دعا مانگے گا' دس دعائیں نامنظور ہو گئیں تو پھر دعا شروع۔اس طرح وہ اللہ سے ہر چیز ہی مانگتا جاتا ہے' یہ بھی دے' وہ بھی دے' پھر دعا مانگے گا کہ یا اللہ مجھے کار دے' مجھے نہیں دیتا تو اُس سے چھین لے' یا مجھے اندھا کر دے کہ میں کار ہی نہ دیکھوں۔تو ایسے لوگوں کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اگر مجھے حاصل نہیں تو لوگوں کو بھی حاصل نہ ہو۔اگر آپ اپنے کام اللہ کے سپرد کر دو تو اللہ کی طرف سے کام جاری رہیں گے۔تو درمیان میں جو معلم ہوتے ہیں وہ ہیں اساتذہ' ماں باپ' قاضی' مُلا اور پیر صاحب۔ پیر صاحب عام طور پر رعایت کرتے ہیں۔کیا رعایت کرتے ہیں؟ کہ وہ انسان کو اس کی غلطی پر سزا نہیں دیتے تا کہ وہ توبہ کر سکے اور پھر وہ اسے اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔تو اپنے آپ کو اپنے حوالے نہ کرو' ''ڈسپلن'' کے حوالے نہ کرو۔اس لیے غور کرنے والی بات یہ ہے کہ آپ کے اندر ہی خیال پیدا ہوتا ہے' سوال پیدا ہوتا ہے اور اُسی کے اندر ہی جواب ہوتا ہے۔

سوال:

انسان اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے کچھ غلطی تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اچھا گمان کرے گا۔

جواب:

اتنا فیصلہ تو آپ اپنے آپ میں کر لیں۔آپ میں گمان کرنے کا فیصلہ ہونا چاہیے اور یہ فیصلہ تنہائی میں ہو گا کہ میں بھرم ہی بھرم ہوں یا میں کوئی ٹھوس

حقیقت ہوں۔ تو اتنا فیصلہ ضرور ہونا چاہیے اور اپنی Judgement ہونی چاہیے کہ آپ کی جو زندگی گزر رہی ہے وہ کس مقصد کے لیے گزر رہی ہے۔ اگر آپ کی زندگی آخرت کے لیے گزر رہی ہے تو آپ سچے ہیں۔ اور اگر یہاں کی Development کے لیے گزر رہی ہے تو تقریباً جھوٹی ہے۔ اتنا تو آپ کو ضرور پتہ ہونا چاہیے۔ آپ باشعور ہیں اور آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ حقیقت کیا ہے۔ کیا آپ اپنے جاننے والوں کے پاس کبھی قبرستان میں گئے ہیں؟ اگر گئے ہیں تو سچے آدمی ہیں۔ اور اگر یہ کہا کہ مصروفیت تھی' میں اِدھر اُدھر چلا گیا' بس ٹائم نہیں ملا' تو یہ دھوکہ ہے کیونکہ آپ حقیقت والوں کے پاس نہیں گئے۔ حقیقت وہیں پر ہوتی ہے۔ آخرت اور دنیا کے درمیان قبر ہی دروازہ Open کرتی ہے۔ اب یہاں سے آخرت کا سفر شروع ہوگا یعنی قبرستان کو دیکھ کر یا قبر کو دیکھ کر۔ اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں اور وہاں کے درمیان قبر ایک دروازہ ہے۔ وہ لوگ پار چلے گئے اور آپ ابھی یہاں بیٹھے ہیں۔ تو آپ کو اپنے زمانے کی خبر ہوتی ہے' ضرور ہوتی ہے' اچھی خاصی ہوتی ہے اور آپ کو پتہ چلتا ہے کہ میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ چیز جو آپ ماں باپ کے سامنے نہیں لے جانا چاہتے وہ بری ہے' وہ کام جو ماں باپ کے سامنے نہیں کر سکتے' وہ گناہ ہے' وہ بات جو آپ چاہتے ہیں کہ کوئی اور نہ دیکھے' وہ غلطی ہے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ نیکی کر کے لوگوں میں مشہور ہو جائیں تو یہ نمائش ہے۔ انسان کو اپنا پتہ چل جاتا ہے' ہر حال میں پتہ چل جاتا ہے

کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ تو اپنے سچ جھوٹ کا پتہ چل جاتا ہے۔ مثلاً جب آپ چاہتے ہیں کہ میرا یہ عمل میری اولاد کو نہ ملے تو یہ بُرا عمل ہے۔ جب آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ عمل جو میں نے کیا ہے وہ میری اولاد کے پاس نہ جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بدی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ نیک آدمی کی تعریف کیا ہے تو اس نے کہا کہ نیک آدمی وہ ہے جو ایسا کام کرے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیٹیاں بھی کریں۔ اگر وہ کچھ چھپانا چاہتا ہے تو یہ بدی ہوتی ہے یا کمزوری ہوتی ہے۔ یہ انسان کے ساتھ بڑی مہربانی ہوتی ہے کہ سوال کے ساتھ جواب آ جائے۔ ہمارے خیال میں یہ اچھی بات ہے۔

اب آپ اور سوال پوچھیں ____ بولیں ____

سوال:

آپ نے اپنی کتاب ''دل دریا سمندر'' میں فرمایا ہے کہ ظالم اور گناہگار سے دعا کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کیونکہ پھر گناہ گار تو دعا مانگے گا ہی نہیں ____

جواب:

بزرگ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے گناہوں سے بچا اور خاص طور پر ان گناہوں سے بچا جو دعا چھین لیتے ہیں۔ مثلاً ایسا گناہ جس کے بعد دعا کا شعور ہی نہ ہو جیسے کہ شیطان نے گناہ کیا' انکار کیا' اس کو دعا یاد ہی نہیں رہی۔ آدم علیہ السلام نے غلطی کی اور پھر دعا مانگی ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا۔

شیطان میں گناہ اور معافی کا تصور ہی نہ رہا اور وہ آگے سے اکڑ گیا' کہنے لگا یا اللہ تعالیٰ' انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ انا خیر میں اس سے بہت بہتر ہوں۔ بجائے اس کے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے وہ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اللہ نے کہا کہ تو نے اس کے سامنے میرے حکم سے جھکنا تھا۔ تو اللہ جہاں کہے کہ جھک جاؤ تو جھک جاؤ اور جہاں کہے کہ نہ جھکو تو نہ جھکنا۔ ایک آدمی کسی یونیورسٹی میں ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ تھا۔ وائس چانسلر نے اسے کہا کہ آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں پڑھائی اچھی نہیں ہو رہی۔ کہتا ہے ہاں جی غلطی ہوگئی' واقعی پڑھائی نہیں ہو رہی۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ وہاں باقاعدگی سے نہیں جاتے۔ کہتا ہے ہاں جی لیٹ ہو جاتا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد وہاں لڑکوں کے اچھے نمبر آئے تو وائس چانسلر نے کہا کیا آپ کا لڑکا فرسٹ آ رہا ہے۔ کہتا ہے ہاں جی' مہربانی ہے۔ وائس چانسلر نے پوچھا ڈاکٹر دلاور صاحب میں جو کہتا ہوں آپ ہاں کہتے جاتے ہیں' اچھا کہتا ہوں تو اچھا کہتے ہو اور بُرا کہتا ہوں تو بُرا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا میرا نام دلاور حسین ہے' امام حسین علیہ السلام نہیں کہ سچ بولتا جاؤں' میں نے تو آپ کو راضی کرنا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی اگر اللہ کو راضی کرنا ہے تو جو وہ کہتا ہے اُسے مانتے جاؤ۔ تو حق دعا چھن جانے کا مطلب یہ ہے کہ دعا کا فنکشن ہی ختم ہو جائے۔ یہ وقت کب آتا ہے؟ مثلاً ایک آدمی ولایت کے درجے پر فائز نہیں ہے اور وہ ولی بن بیٹھے' یہ وہ آدمی ہے جو خدا کو خدا نہیں مانتا۔ کہتا ہے خدا کوئی نہیں

ہے اور ولایت صرف بن جانے کا نام ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو حضور پاکؐ کے بارے میں اپنی طرف سے خواب بیان کر بیٹھے۔ اس کو حضور پاکؐ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اللہ کی رحمت انسان کو دیکھتی ہے کہ اُسے کیا بنانا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو کہا گیا کہ تمہارا نام ہم بلند نہیں لکھتے تو اس نے کہا چلیں پھر انسانوں میں لکھ دیں۔ کتابوں میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے کہ ایک بندہ تھا' بڑا عابد تھا' عبادت کرتے کرتے اللہ سے کہنے لگا یا اللہ یہ کائنات ایسے ہو جائے' درخت ایسے ہو جائیں' اگر یہ پہاڑ ہٹ جائیں تو ہم اُدھر کے لوگوں کو تبلیغ کر لیں گے۔ آواز آئی کہ تو ہماری کائنات میں نقص نکالتا ہے؟ جا ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا ..... وہ بندہ سمجھ دار تھا' بولا کہ جہاں بھی لکھ' ہم راضی ہیں۔ اللہ نے کہا جا ہم نے تیرا نام بلند کر دیا! بات اتنی ساری ہے کہ تم نے اللہ کو راضی کرنا ہے' تُو نے مقامات کو کیا کرنا ہے۔ تو منزلوں اور مقامات' دونوں سے آزاد ہو جاؤ۔ انسانوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہو سکتی ہے کہ وہ خدا بن جائیں' بھگوان بن جائیں اور لوگ ان کی اطاعت کریں۔ مثلاً کوئی شخص سیاسی جماعت والے سے کہتا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ وہ پوچھے گا کہ کیا بنو گے؟ کہتا ہے پریذیڈنٹ بنا دو یا پھر سیکرٹری جنرل بنا دو' اس سے کم میں تو ہم کام نہیں کر سکتے۔ ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں ایڈوانس ہو جاؤں۔ اور اگر بندے کے دل میں اللہ والا ہونے کی خواہش ہے تو اللہ کے دل میں بندے کی خواہش ہے۔ تو کیا

آپ اس بات سے راضی نہیں ہو سکتے کہ اللہ کو بندے سے محبت ہے۔ آپ اس سے محبت کر کے راضی ہو جاؤ۔ جب انسان اپنے آپ سے بلند ہونے کی خواہش کرتا ہے تو یہاں پہ انسان گرتا ہے۔ اپنے سے کم تر ہونے کی خواہش بھی جھوٹ ہے' کہ ہم تو مٹی ہیں' خاک ہیں۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ اپنے درجے کی خواہش ہونی چاہیے۔ کہتے ہیں کہ ایک بندہ گمراہ نہیں ہوتا اور اس کی نشانی میں بتاتا ہوں' جو صرف کہنا مانتا ہے۔ اُسے اگر کہو کہ خود راہ طے کرو تو وہ کہے گا کہ میں نے راہ طے نہیں کی بلکہ آپ حکم فرمائیں تو میں راہ طے کروں۔ اُسے اگر کہیں کہ چلے جاؤ تو وہ چلا جائے گا اور اگر کہیں کہ واپس آ جاؤ تو وہ واپس آ جائے گا۔ اب اس کی راہ کسی کے ذمے لگ گئی' اس لیے ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنے آپ کو زیادہ Independent نہ بناؤ' کہنا مانو' کہے تو چلے جاؤ' بلائے تو آ جاؤ' وہ کہے سجدہ کرو تو سجدہ کر دو اور کہے کہ اب یہ کام کرو تو وہ کام کر دو۔ تو ایک سفر کا مسافر گمراہ نہیں ہوتا اور وہ ہے ''حکم'' کا سفر۔ اپنے سفر کو حکم کا سفر بناؤ' خواہش کا سفر نہ بناؤ۔ اگر خواہش کا سفر بنایا تو برباد ہو جاؤ گے۔ یہ نہ کہنا کہ شیخ نے کہا تھا کہ اُدھر چلے جاؤ اور ہم جنازے کے ساتھ چلے گئے کیونکہ وہ نیکی کا کام تھا۔ نیکی کا کام اچھی بات ہے مگر تمہارے لیے حکم یہ تھا کہ یہ کام کرو۔ کیونکہ تم حکم کے مطابق چلنے کا عہد کر چکے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اس کائنات میں سب سے بڑی خواہش اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زیارت ہے اور انسان کا سب سے بڑا مرتبہ بھی یہی ہے۔ ایک آدمی اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت کے لیے گھر سے نکل پڑا۔

ماں نے اُسے کہا کہ آپؐ اگر مسجد میں ہوں تو ان سے مل لینا۔ وہ سفر طے کرتے کرتے' میلوں پیدل چلتے چلتے پہنچے۔ آپؐ اس وقت حجرہ مبارک میں تھے' مسجد میں نہیں تھے۔ تو وہ ماں کے حکم کے مطابق واپس آ گئے۔ انہوں نے ایک بار پھر تیاری کی' سفر کا عزم باندھا۔ ماں نے کہا اگر آپؐ حجرے میں ہوں تو مل لینا۔ جب وہ گئے تو آپؐ مسجد میں تھے۔ اس آدمی کا نام حضرت اویس قرنیؓ ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ جب حضور پاکؐ کا وصال ہوا تو آپؐ نے اپنا جُبہ مبارک انہی کو بھیجا۔ کیوں؟ کہ تم نے ہمارے کہنے کے مطابق ماں کا حکم ایسا مانا کہ ہمارا دل خوش ہو گیا۔ اس کو اویسی نسبت کہتے ہیں' کہ دور سے محبت کی منظوری آ جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں دیدار نہیں ہوا مگر حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے پاس آنے والے جلیل القدر صحابہؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ تو حضور پاکﷺ کے پاس رہتے رہے ہو' یہ بتاؤ کہ کیا ان کی بھنویں مبارک آپس میں ملی ہوئی تھیں؟ انہوں نے کہا ہماری جرأت نہیں ہوئی کہ ہم چہرہ دیکھیں۔ حضرت اویس قرنیؓ نے کہا کہ پھر میں بتاتا ہوں' آپؐ کی بھنویں ملی ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے نہ دیکھ کے بھی دیکھ لیا اور ابوجہل نے دیکھ کے بھی نہ دیکھا..... تو حکم کا مسافر کبھی گمراہ نہیں ہوتا' وہ پار پہنچ جاتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو حکم کا مسافر بناؤ اور خواہشات سے بچ جاؤ۔ اگر یہ دعا کریں کہ اللہ کرے آپ کو خواہش کی کامیابی نہ ملے تو پھر آپ کو وہ کامیابی مل جائے گی جس کا آپ کو اصل میں انتظار ہونا چاہیے۔ ورنہ تو آپ اِدھر مصروف ہیں' اُدھر مصروف ہیں' خدا جانے کیا کیا

مصروفیات ہیں۔اس لیے اس خواہش سے' گناہ سے بچ جاؤ جو دعا چھیننے والے ہیں' ان سے دل سخت ہو جاتا ہے' دل تنگ ہو جاتا ہے۔ایسا شخص جانتا ہے کہ میرے لیے اب دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔تو اللہ کی رحمت سے مکمل طور پر مایوس ہونے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا۔گناہ آپ کو مایوس کرے گا۔جس کو یہ پتہ ہو کہ میری ماں ناراض ہے تو اس نے کیا دعا مانگنی ہے۔ایسا آدمی دعا نہیں مانگ سکتا۔دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے' خاص طور پر ان گناہوں سے جو دعا چھین لیتے ہیں۔یہ یاد رکھنا چاہیے۔جس آدمی سے کوئی گستاخی سرزد ہو گئی ہے وہ دعا کا سہارا نہیں لے سکتا' سود کھانے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا' غلط واقعات کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا' ظالم شخص دعا کا سہارا نہیں لے سکتا' حرم کی توہین کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا' جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے Trespass کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا۔جو چیزیں اللہ کی طرف سے ممنوع ہیں' اُن سے Trespass کرنا' تجاوز کرنا گناہ ہے۔مثلاً یہ ایک لسٹ آئی ہوئی ہے کہ ماں' خالہ اور اس طرح کے رشتوں سے شادی نہیں ہو سکتی۔اگر کوئی اس لسٹ میں چلا جاتا ہے تو پھر دعا ختم۔تو انسان اللہ کے حکم کو Violate نہ کرے۔اس طرح ساری دعا چھن جائے گی اور وہ کہے گا کہ کیا دعا مانگنی ہے' دعا کا کیا کام ہے' کوشش کریں گے اور پار ہو جائیں گے۔بات سمجھ آئی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ان گناہوں سے بچائے جو دعا چھین لیتے ہیں۔

گناہوں نے دعائیں چھین لی ہیں
خطائیں کچھ زیادہ ہم نے کی ہیں

تو گناہ ہی دعا چھینتا ہے۔ وہ دوست بد بخت ہوتا ہے جو آپ سے یہ کہے کہ چھوڑو دعاؤں میں کیا پڑا ہے' کوشش ہی سب کچھ ہے۔ زندگی کوشش نہیں ہے۔ کوشش سارے بچے کرتے ہیں مگر پاس کوئی کوئی ہوتا ہے۔ کوشش یعنی Effort اور چیز ہے' نصیب اور چیز ہے۔ غریب آدمی اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ کوشش سے کچھ اور ہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ایک آدمی نے بڑی کوشش کی' بڑی محنت کی' لمبی لمبی تقریریں کر کے کامیاب ہو گیا اور پھر پرائم منسٹر بن گیا۔ بعد میں پھانسی ہو گئی۔ کوشش کامیاب ہو گئی مگر نصیب فیل ہو گیا۔ دعا یہ کیا کرو کہ آپ کی کوشش اور نصیب مل کے سفر کریں۔ صرف کامیابی تو کامیابی نہیں ہے' فرعون بھی تو کامیاب تھا' بادشاہ تھا' اس زمانے کا بادشاہ تھا کہ ساری زمین تابعدار تھی مگر یہ اس کی بدنصیبی تھی۔ بے شمار کوششیں کامیاب ہونے کے بعد بندہ ناکام ہو جاتا ہے۔ مرتبہ مل جاتا ہے مگر انسان ناکام ہو جاتا ہے۔ تو یہ بڑی تکلیف کی بات ہے۔ اس بات کو سمجھا کرو۔ غور سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ بندہ کامیاب ہے مگر نتیجہ فیل ہے' ہر وہ آدمی جو گناہ میں کامیاب ہو جائے وہ فیل ہو گیا۔ اس نے کوشش کر کر کے گناہ کی تلاش کی اور وہ کامیاب ہو گیا' مگر وہ فیل ہو گیا۔ جب وہ دوزخ میں جائے گا تو اگر اس سے پوچھا جائے کہ یہاں کیسے آئے ہو تو وہ کہے گا کہ میں کامیاب ہو کے آیا ہوں۔ کامیاب گناہ ہی سزا پاتا ہے

ناں۔ ناکام گناہ والا تو بچ جاتا ہے۔ اس لیے اگر بنیاد ہی غلط ہو تو پھر کامیابی کیا ہے۔ اگر مقصد بد ہو تو کامیابی نقصان ہے اور مقصد اچھا ہو تو ناکامی ہوتی ہی نہیں ہے۔ یہ کون بتائے گا؟ یہ بتانے والا ایک شخص ہوتا ہے جو یہ بتائے گا کہ اچھا مقصد کیا ہے اور برا کیا ہے۔ اس میں بہت دھیان کرنا چاہیے۔

سوال:-

اللہ نے تو کہا ہے کہ کوشش کرنی چاہیے.....

جواب:-

اللہ نے بے شک کہا ہے کہ یا ایھا الانسان انک کادح کہ اے انسان تجھے میں نے محنت کرنے والا بنایا۔ تو آپ یہ محنت کریں کہ اپنے رب کے راستے پر چلیں۔ تو محنت کر اپنے رب کی طرف اور پھر اس کے پاس پہنچ جا۔ تو محنت کیا کرنی ہے؟ اللہ کی طرف۔ محنت تو انسان نے ضرور کرنی ہے' اس کی فطرت ہے محنت کرنا۔ یہ نہ ہو کہ وہ بدی کی طرف محنت کرتا جائے۔ یہاں سے وہ برباد ہو جائے گا۔ تو محنت کیا کرنی چاہیے؟ اللہ کی طرف۔ تو پھر محنت کامیاب ہو جائے گی۔ کوشش ضرور کرنی چاہیے' کیوں نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اکثر کوششیں ناکام ہوئی ہیں۔ مثلاً آپ کوشش کر رہے ہیں' زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے مگر بنیادی بات یہ ہو گی کہ آپ دنیا میں مقام حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ اور یہی تو ناکامی ہے۔ ہر آدمی دنیا میں ٹھہرنے کی کوشش کرتا ہے مگر کسی نے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے مکان بنانا ہے۔ مکان ضرور بناؤ مگر ایسا

بناؤ کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ مگر آپ تو ایسا بناؤ گے نہیں جس کو چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ لیکن آپ نے چھوڑنا ضرور ہے۔ یہ ضرور سوچنا کہ وہ کون سی ایسی محنت ہے جس کے ضائع ہونے پر آپ کو افسوس نہ ہو' آپ کے پاس کتنا پیسہ ہونا چاہیے کہ مرتے وقت افسوس نہ ہو' کون سی ایسی بات ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں اور جس کا مرتے وقت افسوس نہ ہو..... آپ کے پاس جتنی زیادہ خوب صورت چیز ہوگی' چھوڑتے وقت اس کا اتنا زیادہ درد ہوگا۔ چھوڑنا آپ نے ضرور ہے چھوڑنے کا درد کس کو ہوگا؟ جو پہلے چھوڑ چکا ہے۔ جو پہلے چھوڑ چکا ہو اس نے کیا ڈرنا ہے اور اُسے کیا ہونا ہے۔ تو کوشش کیا ہونی چاہیے؟ جو مرضی حاصل کرو مگر اُسے چھوڑنا مشکل نہ ہو۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے' آپ چھوڑ دو۔ آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ جس آدمی کی موجودہ زندگی کا آنے والی زندگی سے فرق ہوگا وہ برباد ہو جائے گا۔ یعنی اگر اب زمین کے اوپر اور پھر زمین کے نیچے فاصلے بہت زیادہ ہوں تو پھر سمجھو کہ آپ کی محنت برباد ہوگئی' سب ضائع ہوگیا۔ اگر زمین کے نیچے بھی آپ کا وہی حال ہے جو پہلے اوپر تھا ۔

اُڑنے سے پیشتر بھی میرا رنگ زرد تھا

یعنی ہم تو پہلے سے ہی مرے ہوئے تھے۔ پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی ..... بات سمجھ آ گئی؟ اب بات آسان ہو جائے گی..... اب اور سوال پوچھو.....

بولو.....

سوال:-

اگر ہم اللہ کی رضا پہ راضی ہو جائیں تو پھر کوشش تو چھوڑ دیں گے اور ترقی نہیں کر سکیں گے.....

جواب:-

آپ یہ سوچیں کہ آپ نے کدھر بڑھنا ہے' کدھر جانا ہے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ تم نے ساٹھ سال میں گھر سے لے کر قبرستان تک کا سفر طے کرنا ہے۔ اور کدھر جانا ہے؟ تو یہاں نہیں رہنا۔ یہ سوچو کہ کدھر جانا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ مستقبل کے لیے کام کر رہے ہیں کہ کل کو یہ اچھا ہو جائے گا۔ مگر مستقبل سے آگے ایک اور مستقبل ہے' اس کا بھی خیال رکھو۔ ترقی ضرور کرو۔ کون سی ترقی؟ آپ کے ماں باپ ترقی کر گئے' دادا بھی ترقی کر گئے۔ مثلاً اکبر بادشاہ بڑا مال دار تھا' تو وہ کہاں گیا؟ وہ ظلِ سبحانی' آنجہانی ہو گیا' سب کچھ چھوڑ گیا۔ آپ یہ دیکھو کہ یہاں کیا کیا رونقیں تھیں' کیا زندگی تھی' کیسے کیسے بندے آئے۔ آپ ضرور ترقی کرو' فتوحات کرو' اچھی بات ہے مگر یہ جان لو کہ آخری فتح کسی اور کی ہے تا کہ تمہارے اندر فخر پیدا نہ ہو۔ یہ بات سمجھ آئی؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ترقی نہ کرو۔ آپ اپنے مکان پر ضرور جھنڈا لگاؤ لیکن یہ جھنڈا ''آخری'' ہونا چاہیے' جس کے بعد کوئی جھنڈا نہیں لگتا۔ آپ زندگی اچھی گزاریں' مال بھی کمائیں' ضرورتیں اپنی بھی پوری کرو اور لوگوں کی بھی۔ لیکن ایک مہمان کی ضرورت آپ نے پوری کرنی ہے' ایک ''مہمان'' آئے گا اور وہ آپ کو ساتھ لے جائے گا۔ باقی مہمانوں کو

کھانے کھلاؤ' بڑے بڑے ڈنر سیٹ منگواؤ مگر بعد میں ایک مہمان اور آنے والا ہے' اس کے لیے بھی کچھ انتظام کرو۔ اس نے کہنا ہے کہ میں آ گیا ہوں۔ آپ کہیں گے کہ کیا چاہیے تو وہ کہے گا کہ ''تو ہی چاہیے'' تو وہ آپ کو لے جائے گا' وہ یہ ٹائم نہیں دے گا کہ چابیاں سنبھال لو' کوئی الاٹمنٹ کرلو یا کوئی وصیت لکھ لو۔ تو وہ یہ ٹائم نہیں دیتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ترقی نہ کرو' ترقی ضرور کرو مگر یہ خیال رکھنا کہ ترقی ایک عارضی لفظ ہے اس دنیا میں۔ ترقی کی مثال ایک بحری جہاز سے دیتے ہیں جس میں پانی میں نہ ڈوبنے کی صلاحیت ہوتی ہے' تو وہ جہاز ہوگا' بادبان ہوگا اور ہوائیں ہوں گی۔ جہاز تو ہوگا لیکن یہ پتہ نہیں ہوگا کہ جانا کہاں ہے۔ تو آپ کی ترقی ڈیویلپمنٹ کا نام ہے مگر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ جانا کہاں ہے۔ جب یہ پتہ نہ ہو کہ جانا کہاں ہے تو پھر کتنی ساری ترقی چاہیے۔ ایک بزرگ کشتی بنا رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو پانی پر چلنے والی ہے' یہاں کیوں بنا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ پانی پر ہی چلے گی۔ لوگوں نے کہا بس یہ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں' یہاں پانی کہاں۔ پھر وہ وقت آیا کہ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اس وقت سب کو پتہ لگ گیا کہ یہ کیا تھا۔ وہ جو اس وقت ناکام انسان تھا' اسی کی کشتی کامیاب ہوئی۔ اگر شعور نہ ہو تو پھر کوششیں رائیگاں اور بے معنی ہو جاتی ہیں یعنی جب آپ کو پتہ ہی نہ ہو کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا شخص وہ ہے کہ I have nothing to do---- doing very well۔ کرکٹ میں بچے سینچری بناتے ہیں ناں' پھر ایک اور سینچری۔ اس طرح آپ سینچریاں بناتے جاؤ اور سینچریوں کی طرح پیسہ

بناتے جارہے ہو مگر یہ پتہ نہیں ہے کہ آگے جانا کہاں ہے۔ دوسروں کو دینے کی ہمت نہیں ہے کہ اس طرح پیسے سے جدائی ہو جائے گی' اور رکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ آپ دوسروں کا مال سنبھال رہے ہیں' پرائے مال کے محافظ ہیں۔ بعد میں آپ کے بچے یہ اُڑائیں گے۔ اپنی زندگی میں آپ نے بچوں کو یہ مال دینا نہیں ہے' بعد میں ان کے لیے چھوڑ کے جانا ہے۔ پھر وہ بچے پیسے بھی لیں گے اور آپ سے نفرت بھی کریں گے اور کہیں گے کہ زندگی میں تو بابا نے ہاتھ نہیں لگانے دیا اور اب دیا تو کیا دیا' جب ضرورت تھی تب تو دیا نہیں..... تو آپ دوسروں کے مال کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک آدمی مکان بنوا رہا تھا۔ اس نے مستری سے کہا ذرا پکا مکان بنانا۔ اس نے کہا فکر نہ کرو' یہ مکان آپ کے بعد بھی ٹھہرے گا۔ تو اس آدمی نے فوراً کہا کہ مکان بنانا بند کر دو..... آپ نے بندے دیکھے ہیں' پیدا ہوتے دیکھے اور پھر گم ہوتے بھی' دفتر میں فائلوں کی طرح گم ہو گئے' پرانی فائل کی طرح گم ہو گئے۔ بس یہ آپ کی زندگی ہے۔ بڑے سے بڑا کاروباری انسان دیکھ لو' مثلاً برانڈرتھ روڈ لے لو' یہ ریٹ ہے' اتنے پیسے ہیں' یہ لے لو' پیسے دے دو' کمپیوٹر سے حساب کر لو' پیسے جمع کرا دو..... بس یہ باتیں ہوتی ہیں' کوئی اور بات نہیں ہوتی' وہاں آخری دم تک انسان مال کماتا جاتا ہے اور گھر میں اور انقلاب آیا پڑا ہوتا ہے ؎

ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

اسی طرح بے شمار لوگ باہر جاتے ہیں ملک سے باہر بچہ چلا جاتا ہے' مال بھیج رہا

ہے' گھر والے مسکرا رہے ہیں اور اس کی یاد میں گنگنا رہے ہیں۔ وہ باہر جنگل میں' پردیس میں پڑا ہے' پیسے بھیج رہا ہے اور یہ مال کھائے چلے جا رہے ہیں' گھر میں روشنیاں ہو رہی ہیں اور اس کی زندگی میں اندھیرا ہے۔ جن کی خاطر وہ پردیس گیا وہ لوگ اس کی خاطر پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ جو محبت تھی وہ جدا ہوئی پڑی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ جو کہتا ہے کہ میں بیوی اور بیٹوں کے لیے کمانے جا رہا ہوں تو وہ تو ان کو چھوڑ کے جا رہا ہے۔ بیٹوں کے لیے صرف پیسہ نہیں چاہیے بلکہ ان کے قریب ہونا بھی ایک دولت ہے' اپنے بچوں کے قریب ہونا بھی دولت ہے' ساتھ دینا بھی دولت ہے' اپنے ماں باپ کا ساتھ دینا بھی دولت ہے' زندگی میں ان کا ساتھ نہ دیا تو پھر مرنا کیا اور جینا کیا۔ اس طرح ماں باپ کے ساتھ رہنا ترک ہو گیا۔ ان کو یہ کہہ کے چھوڑ کے چلے گئے کہ آپ کے ساتھ ہمیں بہت محبت ہے' اس لیے آپ کے لیے پیسے کمائیں گے۔ جن سے آپ کو محبت ہے انہیں تو چھوڑ کے جا رہے ہو۔ تو یہ کیا محبت ہے۔ آپ کو صرف پیسے سے محبت ہے اور آپ کماتے ہیں صرف لوگوں کے لیے۔ اس لیے یہ سوچو کہ ارتقاء کیا ہے' ترقی کیا ہے' کرنا کیا ہے' آنا کیا ہے' جانا کیا ہے..... چار دن کی بات ہے' پھر بات ختم۔ میلہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ باقی سارے تنہائیوں کے میلے ہیں' آپ کے اندر بیاباں ہیں۔ یہ تنہائی آدمی کا مقدر بنی پڑی ہے' پیدا ہونے سے پہلے بھی تنہائی تھی' پیدا ہونے کے بعد بھی تنہائی ہے یہاں بھی تنہائی ہے' یہ تنہائی ہجوم سے دور نہیں ہوتی' تنہائی میلے سے دور نہیں ہوتی' تنہائی دفتر سے دور نہیں ہوتی۔ تنہائی کیسے دور

ہوتی ہے؟ تنہائی محبت والے دوست سے دور ہوتی ہے' ایک انسان جس سے محبت ہو تو وہ تنہائی دور کر سکتا ہے' ہجوم نہیں کر سکتا۔ ہجوم تو تنہائی دیتا ہے' ہجوم تو آپ کو تنہائی آشنا کرے گا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تنہائی ڈھونڈنی ہو تو ہجوم میں چلے جاؤ کیونکہ وہاں کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کون بیٹھا ہے' اور اگر خاموشی ڈھونڈنی ہو تو شور میں چلے جاؤ' سارے اپنے اپنے شور میں لگے ہوں گے' یہ ہے' وہ ہے' اور آپ چپ کر کے بیٹھے رہیں۔ اس لیے آپ کا اور کوئی علاج نہیں سوائے اس دوست کے جس کے ساتھ تمہاری محبت اور وفا ہو۔ وہ آپ کی تنہائی دور کر دیتا ہے۔ ورنہ تو زندگی کے سفر میں سارے جزیرے ہیں' اور سارے تنہا ہیں۔ تو ایسے ایسے جزیرے ہیں کہ کروڑہا انسان Millions of people living alone کروڑہا انسان اکٹھے بیٹھے ہیں لیکن سب تنہا ہیں۔ ہر آدمی جو میلہ دیکھنے آ رہا ہے وہی میلہ ہے۔ میلہ کسے کہتے ہیں؟ دیکھنے والے آئے ہیں کہ چلو میلہ دیکھ آئیں مگر وہ خود میلے کا حصہ ہیں۔ اگر ایک جلوس جا رہا ہو تو جو جلوس دیکھنے گئے' دیکھنے والوں کا گروہ ہجوم بن گیا اور پھر یہی میلہ بن گیا۔ یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی کے عرصہ میں ایک شہر' لاہور کی آبادی' ساری کی ساری بدل جاتی ہے' لیکن آبادی زیادہ بھی ہو جاتی ہے' سارے مر چکے ہوں گے اور سارے بڑھ چکے ہوں گے۔ کیسے؟ آج اگر کوئی لاہور کے اندر تیس سال کے بعد جائے تو وہ کہے گا کہ بازار بھرا ہوا تھا لیکن وہاں پرانا بندہ کوئی بھی نہیں تھا۔ اگر آپ کا کوئی گاؤں تھا تو آپ

آج وہاں جائیں تو دیکھیں گے کہ دس ہزار والا گاؤں بیس ہزار نفوس سے بھرا ہوا ہوگا لیکن وہاں واقف بندہ کوئی نہیں ہوگا۔ تو ہجوم آ گیا لیکن تنہائی بھی آ گئی۔ شہر میں Average عمر ساٹھ سال کی ہوگی۔ جو بچہ آج پیدا ہوا وہ ساٹھ سال کے بعد مر جائے گا۔ ساٹھ سال بعد آپ شہر میں جائیں تو کوئی واقف بندہ ہی نہیں ملے گا' نہ کوئی دوست ملے گا۔ اب آپ اپنے گھر کو دیکھیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تھے تو اس وقت گھر کے افراد' چچا' ماموں' دادا' دادی' نانا' نانی اور پڑوسی' حسارا ہجوم اور سارا میلہ تھا۔ اب کتنے بندے ہیں؟ اب تو آپ اپنے آپ کو بچوں میں پائیں گے۔ پہلے آپ ماں باپ میں پائے جاتے تھے' اب بچوں میں پائے جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بچے آپ کو اس طرح چاہتے نہیں ہیں جیسے ماں باپ چاہتے تھے۔ بس یہ آپ کی ٹریجڈی ہے۔ بچے جو ہیں وہ اور شے ہیں' ماں باپ جو تھے وہ اور چیز تھے۔ وہ آپ کی بات سننے والے ختم ہو گئے اور وہ واقعہ ختم ہو گیا۔ آپ کے سامنے روز یہ حادثہ ہو رہا ہے اور آپ یہ سمجھتے نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ آپ کے پاس ٹھہرتے مگر یہاں نہ کوئی ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا۔ اس لیے آپ اپنا خیال کریں اور دعا کریں۔ کیا دعا کرنی ہے؟ کہ آئندہ جانے والے سفر پر ہمیں کوئی دوست لے جائے تا کہ وہ سفر آسان ہو جائے۔ میلہ تو وہاں آگے جا کے لگے گا۔ تو میلہ دیکھنے کے لیے کوئی سنگت ہونی چاہیے ورنہ تو وہاں پر سارے اجنبی ہوں گے' کئی کئی زبانیں بولنے والے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اصلی سنگت کے لیے دعا کیا کرو کہ یا اللہ کوئی سنگتی دے' ساتھی دے۔

اس طرح سنگت پر روانہ ہو جاؤ۔

اب آپ اور کوئی بات پوچھو..... پوچھو.....

سوال:-

اس ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان نے کمانا بھی تو ہے' کھانا بھی تو ہے۔

جواب:-

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کل ساٹھ ستر سال کا عرصہ ہے تو اپنا لوڈ آرام سے اُٹھاؤ' تھوڑا تھوڑا کماتے بھی جاؤ۔ زیادہ ہنگامہ نہ کرو۔ آرام سے سفر طے کرو۔ کمانے والا کام کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ کو کمانا مشکل لگ رہا ہے تو پھر آپ بتاؤ۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ کمانا غیر ضروری ہے۔ آپ ملازمت تلاش کرو لیکن یہ یاد رکھنا کہ ملازمت تلاش کرنے کا مقصد کیا ہے؟ وقت گزارنا۔ اس میں ایمان فروشی نہ ہو۔ بس یہ ہو کہ آپ کا وقت آسانی سے گزر جائے۔ ایک آدمی نے دکان کھول لی۔ ایک دن اس کا بچہ بیمار ہو گیا۔ بیوی سے کہتا ہے کہ میں دکان کھولنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ بچہ بیمار ہے۔ کہتا ہے اگر میں نے دکان نہ کھولی تو رزق کہاں سے ملے گا۔ بیوی نے کہا کہ تو دکان کھولے گا تو رزق ملے گا اور جو رزق گاہک لے کر آئے گا وہ کدھر سے لے کے آئے گا۔ آپ نے رزق کے معاملات دیکھے ہی نہیں۔ جو نوکری کر رہا ہے اسے رزق مل رہا ہے اور جو نوکری نہیں کر رہا اُسے بھی رزق مل رہا ہے۔ رزق کے معاملے میں یہ دیکھو کہ رزق تو دینے والے کا کام ہے اور پھر سوچو کہ وہ کیسے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں

ایسی جگہ سے رزق دیتا ہوں کہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کہاں سے آیا ہے' اُس کے لیے میں ایک ذریعہ پیدا کر دیتا ہوں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ رزق صرف پیسہ ہی نہیں ہے بلکہ خیال بھی ایک رزق ہے۔ آپ روٹی ضرور کمائیں مگر اس سلسلے میں حکم عدولی نہ ہو۔ اتنا کماؤ کہ اس سے خیال میں رکاوٹ نہ آئے۔ اگر یہ خیال ہو کہ سب کچھ چھوڑ جانا ہے تو پھر دِقت نہیں ہوگی۔ میں نے عملی زندگی سے کب منع کیا ہے۔ آپ صرف اسی پہ زور دے رہے ہیں۔ دنیا میں سے انسان ضرور گزرے گا۔ دو طرح کے انسان یہاں سے گزریں گے۔ ایک وہ انسان ہوں گے جو یُرید الدنیا والے ہوں گے اور دوسرے یُرید الاخرہ والے ہوں گے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ ایک دنیا کو چاہیں گے اور دوسرے آخرت کو۔ سفر دونوں کریں گے۔ ولی بھی کھائے گا اور پیغمبر بھی بازاروں میں جائے گا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ جو بازار میں جاتے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ یہ بازاروں میں جائیں گے' کام کریں گے' کھانا کھائیں گے اور اس طرح سارے واقعات چلتے جائیں گے لیکن یہ تمہاری آخرت کی اصلاح کریں گے یتلوا علیھم ویزکیھم ویعلمھم الکتاب یہ آیات کو پڑھیں گے' تزکیہ کریں گے اور کتاب کا علم دیں گے۔ تو جو آدمی دنیا کے وسائل اکٹھے کرنے میں بے بس اور عاجز ہو گیا' دنیا کے نظام کے ماتحت ہو گیا' ہم اس کو یہ بات بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے نظام کے ماتحت ہو جائے ؎

دین کو دے کر دولت دنیا مل بھی جائے اگر تو میرے کس کام کی

بس آپ نے یہ کرنا ہے .....

سوال:-

قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے' جاہل ہیں۔ پھر تو ہم لوگ بھی کچھ نہیں جانتے۔

جواب:-

آپ اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہ کریں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آپ اکثریت سے بچ جائیں۔ آپ اگر اپنے آپ پر اکثریت کا قانون لاگو کرنا چاہتے ہیں تو یہ الگ بات ہے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ''یُرید'' یعنی اپنا ارادہ بدل لیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ دنیا کی طرف رجوع کیے رکھیں۔ اکثر لوگ یہی کرتے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو اکثریت میں کیوں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ دیکھو کہ ایک انسان ہے اور وہ جَو کی روٹی کھاتا ہے مگر وہ بڑوں بڑوں کا لیڈر ہے' امام ہے۔ کھاتا وہ جَو کی روٹی ہے۔ کیا اُسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ امام ہیں' آپ اپنا مکان ہی پکا بنا لیں۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ پختہ اینٹوں کا مکان بنا رہے تھے۔ حضور پاکؐ پاس سے گزرے تو پوچھا یہ کس کا ہے۔ بتایا گیا کہ یہ فلاں صحابی کا ہے۔ جب وہ صحابیؓ مسجد میں آئے تو آپؐ کو سلام کیا مگر آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ انہوں نے باقی صحابہؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا' کیا میرے خلاف کوئی واقعہ ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو آپؐ نے پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ صحابیؓ

گئے اور مکان گرا دیا۔ واپس آ کے سلام کیا تو آپؐ نے کہا وعلیکم السلام۔ پھر فرمایا ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں اور تو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے۔ آپ لوگ اپنے بچوں کے لیے اتنے پریشان ہو گئے ہیں کہ اپنے ماں باپ کو بھول گئے ہیں حالانکہ وہ بیچارے تمہارا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ اصل تو وہ بات ہے۔ یہ نظام عالم تو چلتا جائے گا' ہمیشہ سے چلتا جا رہا ہے اور ہمیشہ چلتا جائے گا۔ آخرت کا پسند ہونا بڑی بات ہے یہ جب تک آپ کو پسند نہ ہو آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔ ورنہ تو یہ سودا یہاں کا یہاں رہے گا۔ سفر دنیا کا ہے اور مقامات آخرت کے ہیں۔ سفر یہاں ہی ہونا ہے' یہاں ہو گا اور آپ کا اعمال نامہ آخرت کے لیے ہو گا۔ یا پھر یہاں پر ایسے رہو کہ کم از کم کوئی نقش چھوڑ جاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ سارے لوگ تو گمراہ تھے' میں اکیلا یہاں کیا کرتا۔ یہیں سے تو انسان مار کھا جاتا ہے۔ یہاں ہم سارے اکٹھے رہ رہے ہیں لیکن ہر کوئی اکیلا اکیلا جواب دے گا' فرداً فرداً..... اس وقت اگر کوئی اللہ سے یہ کہے کہ زمانے کے حالات ہی ایسے تھے' ہر طرف ملاوٹ عام تھی' میں کیا کرتا' تو اللہ تعالیٰ نے کہنا ہے کہ مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ اس وقت کیا حالات تھے۔ اس لیے کبھی اکثریت کا گلہ نہ کرنا اور اکثریت میں شامل نہ ہونا۔ یہ دھیان کرنا کہ تمہارا اللہ کے ساتھ وہ تعلق ہے جو ذاتی ہے اور عین ذاتی طور پر آپ جواب دہ ہوں گے' اس وقت آپ کا نام پکارا جائے گا اور آپ حاضر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا جائے گا تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ساروں کے ساتھ یہی حال تھا۔ تو آپ ذاتی طور پر جواب دیں گے۔ سب سے اچھا راستہ کون سا ہے؟

جو اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا ہے۔ اس کو آپ نے چھوڑنا نہیں ہے' اللہ کو بھولنا نہیں ہے۔ تو اُسے چھوڑو نہ اور بھولو نہ کیونکہ وہ منزل ہے۔ اب آپ باقی کام کرلو' ہم یہ تو نہیں کہتے کہ آپ لیبر معطل کرو' لیبر آپ معطل کر ہی نہیں سکتے۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم محنت کرو' تو تم ضرور کرو' جب تم محنت کرنے پر فائز ہو تو ضرور محنت کرو۔ لیکن وہ محنت نہ کرنا جو نمرود نے کی' شداد نے کی اور فرعون نے کی۔ انہوں نے بڑی محنت کی' کتنے بندے مروا دیے۔ محنت وہ ہے جو اللہ کے راستے کی ہو اور یہ یاد رکھنا کہ اس کے راستے کی محنت عام طور پر قبرستان کے قریب ہوتی ہے۔ باقی یہ کہ یہاں کے کام ضرور کرو۔

سوال:-

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جو حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کردے اُسے ساری عمر توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

جواب:-

بالکل صحیح کہا ہے۔

سوال:-

پھر تو کافر مسلمان ہی نہیں ہوں گے۔

جواب:-

کافر کا مسلمان ہونا اور بات ہے۔ منافق مسلمان نہیں ہوسکتا۔ یہ گستاخ شخص کافر نہیں بلکہ منافق ہے' یہ خارجی ہے۔ مسلمانوں کے طبقے سے Belong

کرتا ہوا اگر گستاخ ہوا تو اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ یہ انتہائی بدقسمتی کا وقت ہوتا ہے۔ کافر بھی آپؐ سے لڑتے رہتے تھے مگر کافروں نے یہ کہا کہ آپؐ امین اور صادق ہیں۔ ذاتی طور پر انہوں نے کبھی کوئی حملہ نہیں کیا۔ وہ جو غازی علم دین شہید تھا اس کی کیا خوبی تھی؟ اُسے عشق ہو گیا تھا۔ سب کو یہ عشق ہو سکتا ہے۔ اس نے ایک آدمی کو مارا جس نے حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ مسلمان کو ایسا ہونا چاہیے۔ وہ مسلمان جو کسی گستاخ کے ساتھ Cooperate کر رہے ہیں وہ بھی نہیں بخشے جائیں گے۔ کیا بات سمجھ آئی؟ ایک ہی تو ذات ہے جس پر تمہیں جذباتی ہونے کا حق ہے اور وہ حضور پاک ﷺ کی ذات ہے۔ اگر آپ کے باپ کو کوئی برا بھلا کہہ دے تو کیا آپ معاف کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کے سامنے حضور پاک ﷺ کی شان میں کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو آپ کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی آپ کو آ کے یہ کہے کہ فلاں آدمی تمہیں یہ گالی دے رہا تھا تو اُسے پکڑ لو۔ اُسے کہو کہ فلاں نے مجھے گالی دی ہے مجھ سے غائب ہو کر مگر تو مجھے میرے منہ پہ بتا رہا ہے 'بُرا آدمی تو تُو ہے۔ گستاخ کی بخشش ہمارے خیال میں نہیں ہو سکتی۔ جس آدمی نے آپ کو یہ بات بتائی ہے وہ عشقِ رسولؐ میں یہ کہہ رہا ہے' اُسے کہنے دو' وہ بندہ ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف ایک ذات ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو صرف تعریف کے لیے ہے۔ جس نے یہاں حضور پاک ﷺ کی تعریف نہ کی وہ نہیں بخشا جائے گا' قیامت تک نہیں بخشا جائے گا۔ یہ ہمارا واضح فتویٰ ہے۔ وہ ہزار دفعہ توبہ کرے مگر نہیں بخشا جائے گا۔ میری

بات سمجھ آئی؟ اگر کوئی اللہ کے خلاف بولتا ہے تو وہ تو اللہ ہے، وہ مائنڈ نہیں کرتا۔ خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ وہ خیر اور شر دونوں کو پیدا کرتا ہے، ہر شے پیدا کرتا رہتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے خاص محبوبیت عطا کی ہے اور انہیں اپنا محبوب بنایا ہے۔

سوال:-

کیا ''یارسولؐ اللہ'' کہنے میں ''یا'' کا لفظ اضافی ہے؟

جواب:-

یہ لفظ ہی اور ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بحث جو ہے یہ اضافی بحث ہے کہ ایک ''یا'' کیوں کہتا ہے اور دوسرا ''یا'' کیوں نہیں کہتا۔ میرا خیال ہے کہ کسی شخص کی حضور پاک ﷺ کی شان میں بدنیتی نہیں ہے۔ کوئی شخص بدنیت نہیں ہے، نہ کوئی دیوبندی اور نہ کوئی بریلوی۔ تم لوگ بحث کر کے لوگوں میں فتنہ پھیلا رہے ہو۔ ایک درویش تھا جو صرف لا الــہ الا اللہ کہتا تھا۔ اُسے بادشاہ نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ کلمہ پورا کیوں نہیں پڑھتے۔ اُس نے کہا اس کے آگے ہے ہی کچھ نہیں۔ بادشاہ نے کہا اس طرح تو تُو کافر ہو گیا کہ صرف لا الــہ الا اللہ کہتا ہے اور پورا کلمہ نہیں پڑھتا۔ اُس نے پھر کہا کہ اس کے آگے کچھ ہے ہی نہیں۔ بادشاہ نے کہا قتل کر دو۔ قتل کیا تو اُس کے خون سے آواز آئی محمد رسول اللہ۔ بات یہ پتہ چلی کہ اُس نے کہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اتنا پاک نام زبان سے لوں..... تو یہ ادب کی باتیں ہیں، بحث کی باتیں نہیں ہیں۔ مسلمانوں میں کسی

کو کافر مت کہو۔ کافر وہ ہے جس کو حضور پاک ﷺ کافر کہیں۔ لوگوں کو دوزخ دینے کا اور دوزخ میں بھیجنے کا کوئی پروگرام نہ بنایا کرو۔ یہ نہ کہا کرو کہ وہ کافر ہے' یہ کافر ہے..... آدھوں کو اِس نے کافر کر دیا اور آدھوں کو اُس نے کافر کر دیا۔ خدا کے بندو' یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ سب سیاست کے ڈرامے ہیں' اور کوئی بات نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اہلِ قرآن کافر ہیں' اہل حدیث کافر ہیں' دیوبندی کافر ہیں اور بریلوی کافر ہیں۔ دیوبند اور بریلی ہندوستان کے دو شہر ہیں۔ یہ کل کی بات ہے۔ ایک طرف سے کہا گیا کہ جو شخص غلام غوث لکھتا ہے اس کا ایمان خارج۔ ایک بزرگ تھے' انہوں نے کہا میرا نام عبدالمصطفیٰ ہے' میں بندہ ہی مصطفیٰ ؐ کا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ بھی ایمان سے خارج ہے' اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔ اُدھر سے کہا گیا کہ اے منکرین رسالت' تم ''یارسولؐ اللہ'' نہیں کہتے' تمہارا ایمان برباد ہو گیا' تمہاری عبادتیں ضائع ہو گئیں یہ لڑ پڑے اور انگریزوں کا کام بن گیا۔ اب مرزا قادیان کو دیکھو' وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نبی ہوں کیونکہ وہ شعبہ بند ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں جو ولی ہیں وہ بڑی طاقت والے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ ہم یہ ہیں' ہم وہ ہیں' ہمارے پاس طاقت ہے' ہر موسم ہمارے پاس آ کے جاتا ہے' ہم اس کی نگرانی کرتے ہیں' ہم جیسے چاہیں وہ ہوتا ہے لیکن کسی نے لفظ ''نبی'' استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مرزا قادیان کو کسی بندے نے گمراہ کر دیا کہ تم سارا کام نبوت والا کر رہے ہو' لہٰذا تم نبی کہلاؤ۔ تو نبوت والا شعبہ بند ہے' یہ ٹائیٹل بند ہے۔ آپؐ نے فرما دیا ہے کہ

میرے بعد نبی نہیں آئے گا۔ بس یہاں سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک زمانہ تھا مناظرے کا' مناظرے ہوتے تھے' آدھے بندے دوسروں کو کافر کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں بند ہونی چاہییں۔ وہ اسلام جو اس وقت تھا' اس کلمہ طیبہ کی وحدت کے گرد بندھ جاؤ۔ جو فرقے حضور پاکؐ کے زمانے میں تھے' وہی کافی ہیں۔ اس وقت کتنے فرقے تھے؟ صرف ایک تھا۔ تو ایک ہی کافی ہے۔ اب واپس وہیں سے چلو' شروع سے' جہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے' ایک جگہ ساری رات قوالی ہوئی' صبح ہوئی' ساری محفل برخاست ہوئی' ساتھ والی مسجد میں اذان ہوئی' وہاں جو پیر صاحب تھے وہ بڑے جلالی تھے' کہنے لگے دیکھو اب یہ مُلّا آ گیا' ساری رات تو اللہ ہماری محفل میں تھا' اِدھر ہی سارا پروگرام ہو رہا تھا اور اب یہ اس کو بلا رہا ہے اب یہ بات نہیں کہنی چاہیے۔ نماز کا ایک نظام ہے' اس کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی نماز اور نظام کی حفاظت کرتا ہوں۔ داتا صاحبؒ نے بڑا نکتہ بتایا ہے' ''کشف المحجوب'' پڑھو۔ وہ اپنے مرید کو سمجھاتے ہیں جس کے لیے انہوں نے کتاب لکھی ہے کہ مان لیا کہ تم اللہ کے دوست ہو' تمہیں اللہ سے بڑا پیار ہے' اور جو لوگ شریعت کا نظام قائم کرتے ہیں' مان لو کہ انہیں اللہ سے پیار نہیں ہے' اب اللہ کہتا ہے کہ میں اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوں' تو اللہ ان کے ذریعے اپنے دین کی حفاظت کر رہا ہے' تو تُو کیسا اللہ والا ہے۔ جس کے ذریعے اللہ اپنے دین کی حفاظت کرا رہا ہے تُو اس کی عزت کر۔ تو اللہ نے کہا ہے کہ وانا لہ لحافظون ہم اس کی حفاظت کرنے

والے ہیں۔ مجذوب فقیروں کی بات اور ہے۔ مثلاً جیسے ایک تھے ولی' سائیں کانواں والی سرکارؒ۔ وہ لنگوٹہ پہن کے گجرات شریف میں بیٹھا کرتے تھے' یعنی سائیں کرم الٰہی صاحبؒ۔ جتنے بڑے ولی اللہ ہیں انہوں نے پہلے مسجد بنائی' پہلے تم مسجد میں جاؤ' پھر اِدھر آؤ۔ تو ہر خانقاہ پر مسجد پہلے ہے۔ داتا دربار پر مسجد پہلے ہے' بابا صاحب گنج شکرؒ کے ہاں مسجد پہلے ہے' میاں میر صاحبؒ تو ساری مسجد ہی ہے' اور کیا ہے۔ وہ مکمل مسجد ہے۔ ایسا کوئی قابلِ ذکر ولی اللہ نہیں ہوگا جس کے پاس مسجد نہ ہو۔ علم والا جو ہے وہ شرکِ خفیف سے ڈرتا ہے اور شوق والے کے لیے ہر جگہ اللہ ہے۔ اب یہ بات وہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ؎

جب نیاز و ناز کی حد سے گزر جاتا ہوں میں
اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں

اب ظاہری طور پر یہ بڑے شرک کی بات ہے' بڑا ظالمانہ شرک ہے' مگر یہ بیدم وارثیؒ ہیں' جو انہوں نے کہا وہ ٹھیک ہی کہا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ؎

بٹھا کے دل میں انہیں ان کی ہی نماز پڑھی

کہ میں نے پہلے ان کو دل میں بٹھایا اور پھر ان کی نماز پڑھی' اس طرح اپنے گھر کو کعبہ بنالیا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو دل میں ہے اس کو سجدہ کیسے کروں' اگر وہ باہر ہو تو سجدہ کروں اور اگر اندر ہے تو سجدہ کیسے کروں۔ یہ ہیں ولیوں کی باتیں۔ جب تک یہ کیفیت نہ آئے' یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ کیفیت ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ تو یہ راز' راز ہی رہنا چاہیے۔ فقر میں کیا ہوتا ہے؟ کہ یہ راز' راز ہی رہنا

چاہیے۔آپ شریعت قائم رکھیں' نماز قائم رکھیں۔باطن کی بھی نماز ہوتی ہے لیکن ظاہری نماز فرض ہے۔تو کیا ہے؟ ظاہری نماز فرض ہے۔آپ کو باطنی نما مبارک ہو اور ظاہری نماز کو قائم رکھو' اس کے بارے میں کچھ نہ کہنا' اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔باطن والے ٹھیک کہتے ہیں' ''یا'' کہنے والے پار ہو جائیں گے۔آپ کے لیے کافی ہے کہ آپ مسلمان ہو جائیں۔ایک بات اچھی طرح سمجھ لو' شرک جو ہے یہ مسلمان سے ہو ہی نہیں سکتا' شرک تو ہے ہی نہیں' یہ ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا اللہ آپ بنالیں۔آپ کو تو پہلا اللہ ہی سمجھ نہیں آیا' دوسرا کیا بنائیں گے آپ لوگ۔اس لیے شرک ممکن نہیں ہے۔یعنی ایک اور ایسا اللہ ہو جس کو آپ سجدہ کریں اور جسے آپ جانتے ہوں' لیکن پہلے کا آپ کو پتہ نہیں چلا۔یہ بات آپ کو سمجھ آئی؟ تو شرک کا مسلمان کے پاس امکان نہیں ہے۔اللہ وہی ہے جو اللہ موجود ہے۔اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میری راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر انعام ہوا یعنی انعمت علیھم والے۔تو اللہ کی راہ کیا ہے؟ یعنی بندوں کی راہ۔اور آپ اللہ کی تلاش کرتے کرتے کسی بندے تک ہی پہنچیں گے۔اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہی بات پسند ہے۔اس نے فرمایا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں' پس میں نے بندہ بنادیا۔اللہ کے مَن کی اِچھا بندہ ہے۔بس بندے کے من کی اِچھا اللہ ہونا چاہیے' آپ کے دل کی آرزو اللہ ہونا چاہیے۔اس کا طریقہ کیا ہے؟ شریعت کا' جو حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے۔یہی طریقہ اللہ نے بتایا ہے' انسان سجدے میں ہو۔اب اس میں بحث نہیں ہونی

چاہیے' پہلے ہی سارا واقعہ غلط ہوا پڑا ہے' کمزور ہوا پڑا ہے.....

اور سوال ہو تو پوچھو.....نہیں تو دعا کرتے ہیں.....بولو۔

سوال:-

حضور پاک ﷺ کے گستاخ کو اگر اللہ معاف کر دے تو.....

جواب:-

دراصل یہ نیت ہے۔ کافروں میں سے جن لوگوں نے اسلام کے خلاف باتیں لکھیں' انہوں نے حضور پاک ﷺ کی شان کو Disgrace نہیں کیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے اور ہم ذہنی اور قلبی طور پر اس کے قائل ہی نہیں ہیں کہ حضور پاکؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ باقی یہ جو سوال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو یہی بات پسند ہے اور اللہ تعالیٰ اس معاملے میں جذباتی ہے' اور وہ فرماتا ہے کہ اگر تم نے نبیؐ کی آواز سے اپنی آواز اونچی کر دی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے' اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوگا۔ تو آواز اونچی نہیں کرنی۔ اور ان سے ایسے بات نہیں کرنی جس طرح انسانوں سے تم بات کرتے ہو۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کا جو نام ہے وہ ہمارا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں فرشتوں سمیت درود بھیجتا رہتا ہوں۔ اندازہ لگاؤ' محبت کا یہ عالم ہے۔ اللہ کیسے درود بھیجتا ہوگا؟ اللہ کی محبت کیا ہے؟ اللہ کی محبت بھی اللہ جیسی بڑی ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کسی کو بخش دیں اور معاف کر دیں تو وہ معاف ہو سکتا ہے' لیکن اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اگر

حضور پاکؐ کہہ دیں کہ میں نے معاف کر دیا ہے تو شاید اب وہ قبول ہو جائے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔

اور کوئی سوال بولو..... آپ بولیں تا کہ کوئی بات رہ نہ جائے ..... پوچھو

.....

سوال:-

جب کسی اللہ والے کے پاس جائیں تو واپسی پر کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی ''بات'' ضرور ہے۔ تو یہ بات کیا ہوتی ہے؟

جواب:-

اس کے پاس ''بات'' ضرور ہوتی ہے۔ اصل بات جو آپ نے تلاش کرنی ہوتی ہے' آپ یہ کرتے ہیں کہ لوگ جس طرف چل پڑیں آپ بھی ادھر چل پڑتے ہیں۔ بات یہ ہونی چاہیے کہ آپ کو تلاش ہو۔ آپ اس آدمی کے پاس جائیں جس کے پاس کوئی بات ہوتی ہے' تو وہ آپ سے وہ کام چھڑوا دے گا جو آپ کا عمل ہے یعنی وہ آپ سے آپ کے کارنامے چھڑا دے گا' آپ کے کثرتِ اعمال سے آپ کو آزاد کر دے گا۔ یعنی کہ اگر آپ ایک عمل کر رہے تھے' چرخہ کات رہے تھے تو وہ آپ سے چرخہ چھڑا دے گا۔ تو وہ آپ سے آپ کی آرزو الگ کر دے گا' اور وہ یہ کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہوگا جو آپ کے خیال کے رُخ کو اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف کرے۔ وہ اس خیال کا رخ اپنی طرف نہیں کرتا بلکہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف کرتا ہے۔ اس طرح

آپ کے خیال کا قبلہ صحیح ہو گیا۔ تو آپ ایسے آدمی کے پاس جائیں جو آپ سے آپ کا تعارف کرائے۔ جاننے والے تو بے شمار جانتے ہیں کہ بات کیا ہوتی ہے۔ بات ہوتی ہے آئینہ کی' کہ وہ آپ کو آئینہ دکھا دے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ بکرے کی "بات" قصائی کے پاس ہے مگر بکرے کو معلوم نہیں ہوتا۔ تو یہ جاننے والے کی بات ہوتی ہے۔ ہر درجہ پہچان کا درجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ غیب لاعلمی کا نام ہے ورنہ غیب کوئی نہیں ہے۔ بچے کا غیب کیا ہے؟ اُسے کچھ پتہ نہیں ہوتا اور آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہونا ہے۔ اس لیے جاننے والے کے درجے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ چیز بھی جانتے ہیں جو آپ کے پاس جب آتی ہے تو آپ اُسے جانتے ہیں' وہ پہلے بتا دیں گے کہ وقت گزرا جا رہا ہے اور آپ کو وقت گزرنے کے بعد یقین آئے گا۔ تو وہ آپ کا' زمانے کا رُخ موڑ دیتے ہیں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے۔ یہ ہوتے ہیں "کرنی والے" بندے اور یہ جانتے ہیں کہ کوئی "بات" ہے۔ آپ ایسے آدمی کی محفل میں جائیں جہاں گردشِ حالات رُک جائے' بلکہ رُک ہی جائے۔ وہاں پتہ چلے گا کہ ٹائم کیسے گزرتا ہے۔ یہ بات سمجھ آئی اور حوالہ اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہونا چاہیے' وہاں آپ کے غم کی شدت کم ہو جائے گی' شیطانیاں بند ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے' مگر آپ کے لیے اللہ کب موجود ہوتا ہے؟ جب آپ کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔ مسجد کسے کہتے ہیں؟ جہاں مصلّٰی بچھا دو۔ پیشانی میں جو جذبہ ہے اس کا نام سجدہ ہے.....

اور کوئی بات ہو تو..... نہیں ہے تو پھر دعا کریں۔ یا اللہ ہم سب لوگوں کو توفیق عطا فرما تا کہ ہم تیری تلاش جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش ہی ملتی ہے اور اللہ نہیں ملتا۔ تو اس کی تلاش جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی محبت قائم رہے۔ ایک دوسرے کو آپ فائدہ پہنچایا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں منفعت بخش بنائے اور ہم انسانوں کو نقصان نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رحم کرنے والا بنائے اور رحم لینے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا آنے والا زمانہ جانے والے زمانہ سے بہتر کرے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونورعرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجابِ اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف

واصف علی واصفؒ

1-	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2-	دل دریا سمندر	(مضامین)
3-	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4-	شب چراغ	(اردو شاعری)
5-	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6-	Ocean in a drop	(Essays)
7-	بھرے بھرے دلے	(پنجابی شاعری)
8-	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
9-	شب راز	(اردو شاعری)
10-	بات سے بات	(نثر پارے)
11-	گمنام ادیب	(خطوط)
12-	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13-	گفتگو-1	(سوال جواب)
14-	گفتگو-2	(سوال جواب)

-15	گفتگو-3	(سوال جواب)
-16	گفتگو-4	(سوال جواب)
-17	گفتگو-5	(سوال جواب)
-18	گفتگو-6	(سوال جواب)
-19	گفتگو-7	(سوال جواب)
-20	گفتگو-8	(سوال جواب)
-21	گفتگو-9	(سوال جواب)
-22	گفتگو-10	(سوال جواب)
-23	گفتگو-11	(سوال جواب)
-24	گفتگو-12	(سوال جواب)
-25	گفتگو-13	(سوال جواب)
-26	گفتگو-14	(سوال جواب)
-27	گفتگو-15	(سوال جواب)
-28	گفتگو-16	(سوال جواب)
-29	گفتگو-17	(سوال جواب)
-30	گفتگو-18	(سوال جواب)


گفتگو
۲۰
واصف علی واصف

واصف علی واصف

گفتگو-20

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو - 20
مصنف	واصف علی واصف
سال اشاعت	2006ء
قیمت	Rs 300 روپے

ناشر:

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔ اے جوہر ٹاؤن لاہور، فون: ۵۳۰۰۴۳۸

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جنہیں خود ڈھونڈتی پھرتی ہے منزل
وہی واصفؔ سوئے منزل گئے ہیں

(واصف علی واصفؔ)

عرضِ ناشر

اہلِ دل اور اہلِ فقر کو جب مخلوق سے بات کرنے کا اِذن اور حکم ملتا ہے تو وہ اُن سے کلام کرنے اور رابطہ بنانے کے لیے کسی ایک قسم کا میڈیم استعمال کرتے ہیں۔ ان اقسام میں انسانوں سے بالمشافہ ملاقاتی گفتگو، محفل کے اجتماع سے خطاب، خطوط اور وصایا شامل ہیں۔ نئے دور کے نئے تقاضوں اور نئی سہولتوں کی وجہ سے نئے ذرائع بھی ان میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان میں ٹیلی فون اور ای میل سرفہرست ہیں۔ اخباروں اور رسائل میں مضامین، مباحث اور مکالمے بھی ان کے پیغام کو پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ ریڈیو اور ٹی وی نے بھی اس سلسلے میں ایک مضبوط اور مؤثر ذریعے کا کام دیا ہے۔ ان اصحاب نے اردو، انگریزی، پنجابی اور دوسری زبانوں کو اپنے اظہار کے لیے منتخب کیا اور اپنی لہر کے مطابق ان میں بات کی اور خیال کو آگے بڑھایا۔ مگر ان سب میں سے مضبوط میڈیم اظہارِ خیال کے لیے نثر یا نظم کا انتخاب تھا۔ پچھلے ادوار کا جب جائزہ لیا جائے تو کچھ دور ایسے تھے جن میں شاعری مجموعی انسانی شعور کے اظہار کے لیے سب سے طاقت ور ذریعہ تھی۔ ایسے دور میں صاحبانِ بصیرت نے اپنے پیغام کی اشاعت اور ترسیل کے لیے شاعری کو اظہار کا ذریعہ بنایا۔ کچھ دور ایسے بھی تھے جن میں فکر اور تعقل کے حامل لوگ نثر میں اپنا اظہار کیا کرتے تھے۔ زمانے کی اس نہج کو دیکھتے ہوئے ان بزرگوں نے بھی نثر کو وسیلہ بنایا اور انسانوں تک اپنا پیغام پہنچایا۔ قبلہ واصف صاحبؒ کی ذات کی

جب بات آئی تو حیرت کا اک باب کھل جاتا ہے آپ نے اپنا پیغام دینے کے لیے ان میں سے ہر میڈیم کو منتخب کیا اور کئی زبانوں سے اس کی تزئین کی۔ انفرادی گفتگو' محفل کی گفتگو' ٹیلی فون کی گفتگو' خطوط کے جواب' اخبارات میں کلام اور مضامین' ریڈیو سے خطابات اور ٹیلی ویژن پر کلام واصفؒ..... غرض ہر طرح کا ذریعہ ان کے ابدی پیغام کے لیے استعمال ہوا۔ اور پھر زبان کی جب بات آتی ہے تو اردو نثر پارے' اردو انشائیے' اردو شاعری' ہندی شاعری' پنجابی شاعری' فارسی قطعے اور انگریزی میں تقاریر' خطوط اور کتابیں..... حیرت کا اِک ایسا جہاں نظر آتا ہے کہ ایک ہی ذات کے اتنے رنگ' نئے رنگ بلکہ رنگ ہی رنگ..... اور یہ سارے رنگ اُس بے رنگ ذاتِ الٰہی کے ہیں جس نے رنگوں کی یہ کائنات بنائی ہے وہ ذاتِ باری تعالیٰ یوں وقتاً فوقتاً اپنے رنگ دکھاتی رہتی ہے۔ اور انسانوں کی بے رنگ اور پھیکی زندگی میں اپنی محبت اور الوہیت کے رنگ بھرتی رہتی ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کی گفتگو بھی انہی رنگوں سے مزیّن تھی۔ ان سے جب لوگ سوال کرتے ہیں تو رنگ اور روشنی کا دروازہ کھل جاتا اور ان کی محفل میں آنے والے لوگ اس جلوے سے سرفراز ہوتے۔

ہمارے ادارہ نے اس گفتگو کو جب تحریر میں منتقل کیا تو قارئین نے اسے بہت سراہا اور مزید کتب کی فرمائش آنے لگی۔ ان کی اسی چاہت کے جواب میں آج ہم آپ کو اس سلسلے کی بیسویں جلد پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ پڑھنے والے اصحاب پہلے کی طرح اسے اپنے حال اور خیال کے لیے مشعل پائیں اور ہمیں اپنی رائے سے بھی مطلع کریں گے۔

فہرست

﴿ 1 ﴾

1	مایوسی کیوں آتی ہے بلکہ کیوں ہوتی ہے؟	17
2	مجھے لگتا ہے کہ جو غلط کام میں نے کیے ہیں ان پر ندامت آنا کم بات ہے، توبہ بھی کم ہے.....	31
3	ضمیر کے بارے میں بتادیں کہ یہ کیا ہے؟	36

﴿ 2 ﴾

1	یہ جو کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کو تو مانتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو کیسے مبعوث فرماتا ہے.....اس بات کی وضاحت فرمادیں۔	49
2	حواس کا خیال سے کیا تعلق ہے؟	70

﴿ 3 ﴾

1	غیبت کیا ہوتی ہے؟	87
2	رجوع کے بعد آگے محبت تک کیسے جائیں؟	87
3	اگر زندگی سے بے رغبیت ہو جائے تو کیا یہ اطمینان کا اظہار ہے یا زندگی سے فرار ہے؟	88
3	انسان کو تنگی آتی ہے تو اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی آسودگی آتی ہے تو غافل کیوں ہو جاتا ہے؟	89
4	ضروریاتِ زندگی کا کیسے تعین کریں؟	111
5	کیا عزت اور طاقت بھی اللہ کے قریب کرنے کا باعث ہو سکتے ہیں؟	117
6	اگر انسان کے پاس دولت آ جائے تو فرائض کا بوجھ تو ایک جیسا ہو گا۔	118
7	آج کل ہر جگہ پروفیشنل جیلسی بہت ہے.....	118

﴿ 4 ﴾

1	کہتے ہیں کہ قرآن کا ایک باطن بھی ہے تو اس باطن کو یا مَن کو سمجھنے کا کیا طریقہ ہے؟	125
2	قرآن سمجھنے کے لیے تقویٰ چاہیے تو تقویٰ کیا ہوتا ہے؟	139

3 تقویٰ اور ہدایت میں کیا فرق ہے؟ 144

5

1 دعا کریں کہ جو لوگ جیت کر آئے ہیں وہ ملک کے لیے اور اسلام کے لیے کام کریں۔ 159

2 بعض اوقات کئی گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا پیر بھی اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے..... 164

3 کیا ایسے میں دعا کرنی چاہیے؟ 164

4 کیا زلزلے سے یہ مراد ہوتا ہے کہ کوئی تبدیلی آنے والی ہے؟ 165

5 میرا سوال یہ ہے کہ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا پوچھنے والا کوئی تو ہونا چاہیے' تو وہ کون ہو سکتا ہے؟ 167

6 اس قوم کے بدکردار والوں سے یا نیک کردار والوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کا حساب پوچھنے والا کیسا آدمی ہونا چاہیے؟ 167

7 سب کہتے ہیں کہ افواہوں پہ توجہ نہ دیں لیکن کچھ افواہوں سے الیکشن پہ بہت اثر پڑا ہے۔ 168

8 ٹی وی پر ملک کے بارے میں عام لوگوں کی رائے دکھا دیتے ہیں مگر سنجیدہ لوگوں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا۔ 168

9	گورنمنٹ کو یہ کرنا چاہیے کہ دس بیس دانشور اکٹھے کر کے یہ پروگرام کروائے	169
10	آدھے لوگ کہتے ہیں کہ ایڈ لے لینی چاہیے اور آدھے کہتے ہیں کہ نہیں۔	170
11	جتنے اہم فیصلے ہیں وہ خاص لیڈر شپ سے پوچھے جائیں۔	170
12	الیکشن میں کئی جگہ دھاندلی ہوئی ہے.....	172
13	سر! میرا سوال یہ ہے کہ یہ جو ظاہری تبدیلیاں آتی ہیں کیا اس میں اَن دیکھی طاقتوں کا کوئی ہاتھ ہے؟	173
14	یہ جو اللہ کے مقرب لوگ ہیں ان کو یہ ڈیوٹی کیوں نہیں مل رہی؟	178
15	جو ہماری سمجھ میں بہتر ہو کیا وہ کر لیا کریں؟	179

﴿ 6 ﴾

1	مجاز اور حقیقت میں کیا فرق ہے؟ حقیقت کے سفر میں مجاز کی کیا اہمیت ہے؟	187
2	اس سارے کھیل کا فاعل کون ہے؟	196
3	وحدت الوجود کیا ہے؟	198

4	میری عرض یہ ہے کہ سائنس دان بڑی محنت سے کوئی چیز تلاش کرتا ہے اور مولوی صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ہمیں پہلے سے پتہ تھا.....	202
5	ہم لوگوں کی کیا خدمت کریں؟	203
6	روحانی کائنات میں "نہیں" کی کیا کیفیت اور کیا اہمیت ہے؟	207

﴿ 7 ﴾

1	انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟	215
2	گورنمنٹ کو ٹیکس بھی تو دینے پڑتے ہیں۔	215
3	آج کل انقلاب کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پس رہی ہے۔	216
4	یہ جو ہٹے کٹے مانگنے والے ہوتے ہیں ان کو دینا چاہیے؟	217
5	عناصرِ اربعہ کیا ہوتے ہیں اور امرِ ربی سے ان کا کیا تعلق ہے؟	217
6	عناصرِ اربعہ کی پرورش بھی تو رُوح کرتی ہے۔	220
7	حکم یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز کا ستائیس گنا ثواب ہے لیکن گھر میں کیفیت زیادہ ملتی ہے.....	236
8	سارے لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں؟	238
9	اگر ہم اصلاح نہیں کر سکتے تو علیحدہ تو بیٹھ سکتے ہیں؟	239
10	جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس پر یکسوئی کیسے پیدا کریں؟	243

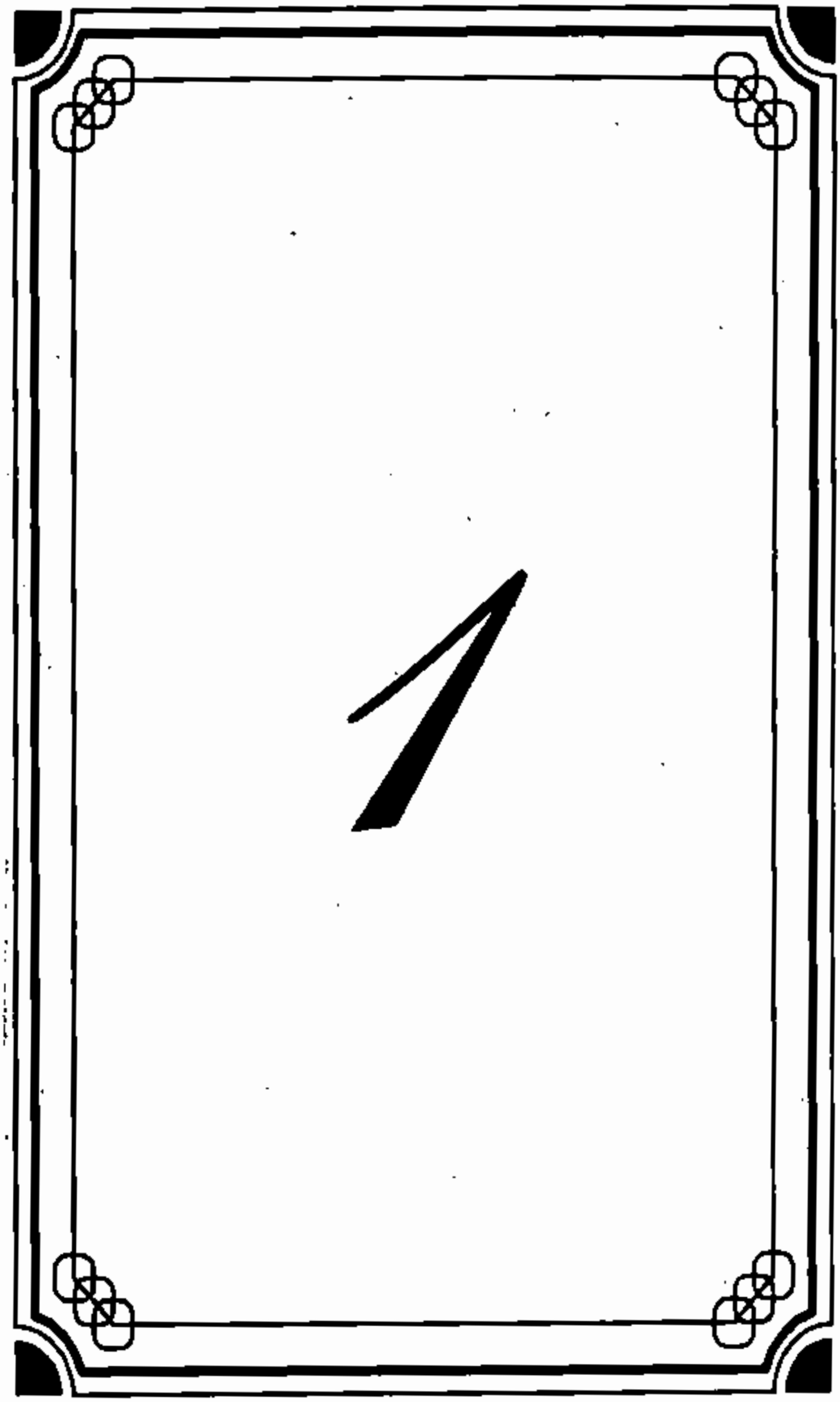

1 مایوسی کیوں آتی ہے بلکہ کیا ہوتی ہے؟

2 مجھے لگتا ہے کہ جو غلط کام میں نے کیے ہیں ان پر ندامت آنا کم بات ہے، توبہ بھی کم ہے.....

3 ضمیر کے بارے میں بتادیں کہ یہ کیا ہے؟

سوال:-

مایوسی کیوں آتی ہے بلکہ کیا ہوتی ہے؟

جواب:-

انسان اگر اپنے اعمال کو دنیا سے Compensate کرانا چاہے تو یقیناً اُسے مایوسی ہوگی۔آپ کئی طرح کے عمل کرتے ہیں۔مثلاً وہ عمل جو آپ لوگوں کے بتائے ہوئے قوانین' مزاج' فیشن اور رائے کے مطابق کرتے ہیں۔آپ کا بہت سارا عمل جو ہے وہ لوگوں کے لیے ہوتا ہے۔ہم چل رہے ہوتے ہیں تو کسی نے کام پہ لگالیا' کسی نے رائے کا اظہار کردیا۔کسی نے اگر کہہ دیا کہ یہ آدمی تیز دوڑتا ہے تو وہ بھاگنا شروع کردیتا ہے۔تو لوگوں کی Opinion کو Cater کرنے کے لیے آپ اپنا عمل کرتے جارہے ہیں۔اس کے اندر مایوسی یوں آتی ہے کہ جن لوگوں کے لیے آپ نے عمل کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ بعد وہ انسان نہ رہے اور عمل جاری رہا' Appreciate کرنے والے چلے گئے تو آپ کو مایوسی ہوگئی۔انسان اپنی محفلوں کا آغاز دوستوں سے کرتا ہے اور آہستہ آہستہ' کچھ عرصے کے بعد اس کے پاس ہجوم تو رہتا ہے لیکن دوست نہیں رہتے۔یعنی کہ اپنوں میں رہنے والا کچھ عرصہ کے بعد لوگوں میں تو رہتا ہے لیکن اپنوں میں نہیں رہتا۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی

ساری لیبر ضائع ہو جاتی ہے۔ یہ وہ لیبر تھی جس کا Reward آپ نے دنیا سے چاہا تھا اور وہ ہمیشہ مایوسی پیدا کرے گی چاہے اس کی Appreciation ہو بھی گئی ہو۔ کچھ عرصہ بعد کچھ لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے کہ تو نے کیا غلطی کی۔ مثلاً آپ نے ایک دکان بنالی' بہت اچھی دکان۔ کاروبار بہت سیٹ کرلیا۔ بڑی کامیابی ہوگئی' شہرت ہوگئی۔ جو لوگ دوست تھے وہ بڑے خوش ہوئے۔ پھر دوست غائب ہوگئے' سین آف ایکشن سے رخصت ہو گئے۔ اب دوسرے ساتھی قریب آگئے۔ انہوں نے کہا یہ آپ نے کیا حرکت کی ہے' کیا دکانیں بنا رہے ہو' یہ تو بہت غلط بات ہے۔ تو آپ کا قابل تعریف عمل جو ہے ماحول بدلنے سے غیر قابل تعریف رہ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پرانی روش پر چلنے والا نئے لوگوں کی موجودگی میں پرانی تعریف حاصل نہیں کرسکتا۔ اس طرح مایوسی ہو جاتی ہے۔ تو دنیاوی انداز سے لوگوں کے مزاج کے مطابق سفر کرنے والا آدمی کہیں نہ کہیں مایوسی سے دوچار ہوتا ہے۔ دنیاوی لوگوں میں رشتے دار بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً آپ نے رشتے داروں کے لیے مال کمایا' کچھ عرصہ کے بعد مال موجود ہوتا ہے' رشتے دار بھی موجود ہوتے ہیں مگر آپ نے ان کو مال نہیں دیا۔ کمایا اولاد کے لیے مگر وہ جو مال کی محبت ہے وہ ڈسٹری بیوشن کی محبت پر غالب آگئی۔ کمایا کیوں؟ Incentive کیا تھا؟ رشتہ دار' بچے۔ آپ نے کہا کہ یہ ضرورت مند ہیں' ان کے لیے کمانا چاہیے۔ آپ کے پاس یہ Force تھی۔ بچے دانا ہیں' کہتے ہیں کہ ابا کے پاس پیسہ ہے' تو وہ آپ سے مانگتے ہیں۔ آپ ڈسٹری بیوشن کی جرأت نہیں کرسکتے کیونکہ پیسے سے محبت ہوگئی۔ نتیجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کے لیے آپ نے مال کمایا' وہی لوگ آپ نے محروم

کر دیے۔ تو پیسہ کمانے کے باوجود مایوسی ہوگئی۔ عمل تو ٹھیک تھا لیکن مایوسی اس لیے ہوگئی کہ مال دار آدمی جو ہے کچھ عرصہ کے بعد بخیل ہونا اُس کے لیے لازمی ہے۔ پہلے انسان کہتا ہے کہ میں مال کماؤں گا ان بچوں کے لیے' ان کے لیے پیسہ چاہیے' ان کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اور اب بچے کہتے ہیں کہ ہمیں پیسے دو تو یہ کہتا ہے کہ پیسے دینا بڑا مشکل ہے' جب میں مروں گا تو تم لے لینا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عمل مایوس کر دیتا ہے۔ دنیا کے مزاج کے مطابق چلنے والا' لوگوں کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والا' لوگوں کے انداز کے مطابق سفر کرنے والا' شہرتِ زمانہ کے مطابق کام کرنے والا اور چند آدمیوں کو راضی کرنے کے لیے کام کرنے والا مایوسی سے دوچار ضرور ہوگا۔ پہلے اُس کو کامیابی ہوگی اور پھر کامیابی یک لخت فلاپ ہو جائے گی۔ ہر گناہ گار اپنے گناہ میں کامیاب ہوتا ہے' کامیاب تو ہوتا ہے لیکن مایوس ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے جو Ends اختیار کیے' مقاصد اختیار کیے' اُن مقاصد کے لیے آپ نے غلط ذرائع چُنے۔ مثلاً اولاد کی خدمت کرنا نیک مقصد ہے لیکن جائز ناجائز ذرائع سے آپ نے مال اکٹھا کیا' پھر اولاد کو بھی نہیں دیا اور آپ کا عمل بھی بُرا ہو گیا' آپ کا عمل ناجائز ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مایوسی ہوگئی۔ ایک عمل وہ ہوتا ہے جو انسان اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے' کہ جی میں آیا اور کام کر گئے۔ یہ اپنے جی میں آنے والی جو بات ہے اس کا یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اپنے جی میں اور بات آجاتی ہے۔ اس طرح مایوسی ہو جاتی ہے۔ کبھی آپ ارادہ کرتے ہیں جاگنے کا' پھر کچھ دن بعد آپ ارادہ کرتے ہیں سونے کا۔ مثلاً یہ ارادہ کر لیا کہ آج ہم جاگیں گے' تہجد پڑھیں گے' نفل پڑھیں گے۔ تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ نیند بھی

ضروری ہوتی ہے۔تو آپ اپنے آپ کو Justify کر کے سو جاتے ہیں اور پھر صبح اُٹھ کے آئینے کا سامنا کیا تو مایوسی ہوگئی کہ یہ تو وہی ہے جس نے دَم خم کے ساتھ جاگنے کا ارادہ کیا تھا۔تو آپ اپنے آپ کو دیکھ کر خود مایوس ہو گئے کہ اپنے ارادے میں آپ کو استقامت نہ ہوئی۔اگر آپ اپنے ارادے میں کامیاب ہو بھی گئے تو دوسرے ارادے میں ناکام ہو جاتا ہے۔مثلاً ارادہ یہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ میں سیر کرتا جاؤں۔کچھ عرصہ بعد جب بیماری پاس آئے گی تو پھر کہے گا کہ جی چاہتا ہے کہ میں آرام کرتا جاؤں۔آپ کا جی یا آپ کا نفس جو ہے یہ بدلتا ہی رہتا ہے۔ اس کے اندر ہر طرح کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔کبھی آرام کی تمنا' کبھی سفر کی آرزو۔اسے اگر کہیں کہ اپنے رشتے دار' بھائی کے پاس تو جاؤ تو وہ کہتا ہے کہ اب بھائی کے پاس کیا جانا ہے' کیا وہ ہمارے پاس کبھی آیا ہے؟ اگر وہ نہیں آیا تو تُو اس کے پاس چلا جا۔پھر انسان کبھی اپنے آپ کو بگاڑتا ہے اور کبھی بناتا ہے۔اس طرح نفس کے مطابق عمل کرنے والا انسان مایوس ہو جاتا ہے۔دو طرح کے اعمال ہوتے ہیں۔دنیا کے مطابق عمل کرنے والا مایوس ہوگا' کہ لوگوں کے کہنے کے مطابق اپنی وضع بدل لی۔لوگ توجہ نہیں کرتے اور پھر یہ پریشان ہو جاتا ہے۔پھر کسی اور مزاج سے چلتا ہے تو بھی پریشان ہو جاتا ہے۔یہ جو آنکھوں میں سُرمہ لگا رہا ہے اگر اس کو دیکھنے والے اندھے ہوں تو پھر سرمہ کیا کام کرے گا۔یہ تو پھر نامناسب بات ہے۔لوگ دراصل آپ کی اصل حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔تو دنیا کے مطابق عمل کرنے والا بھی مایوس اور نفس کے مطابق عمل کرنے والا بھی مایوس ہوگا۔نفس جو ہے یہ بے تحاشا کھاتا ہے' جی چاہتا ہے کہ بس کھاتے جائیں۔اور

جب بیماری اور ڈاکٹر آ جاتے ہیں تو پھر کھانا پریشان کرتا ہے۔ کہتا ہے لعنت بھیجو یہ کھانا مجھے نہیں کھانا چاہیے تھا۔ ڈاکٹر کہے گا کہ نمک چھوڑ دو میٹھا چھوڑ دو حتیٰ کہ بہت کچھ چھوڑ دو۔ انسان جو چیزیں رغبت سے کھاتا ہے کچھ عرصہ بعد انسان کے وجود میں اتنی استعداد نہیں رہتی کہ وہی اشیاء رغبت سے کھاتا جائے۔ تو نفس کی خوشنودی بھی دیرپا نہ ہوئی۔ آپ جو بھی خواہش کرتے ہیں وہ پوری ہونے کے بعد آپ اس قابل نہیں رہتے کہ دوبارہ خواہش کریں۔ یہ ہے نفس۔ کہ آپ نے نفس کو مطمئن کیا' سو گئے' نیند کا غلبہ تھا' بڑی لطف دار نیند آئی لیکن بعد میں پھر وہی واقعات' وہی دوڑ ابھاگا پھرتا ہے۔ ایک واقعہ آپ دو دفعہ نہیں کر سکتے۔ نفس کی یہ خوبی ہے کہ آپ کو صحیح راستے پر نہیں لے جائے گا' کہیں نہ کہیں Justify کر کے آپ کو گمراہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دعا کیا کرو کہ تم بچ جاؤ۔ من شرور انفسنا۔ تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بچا ہمارے اپنے نفس کے شر سے۔ نفس جو ہے وہ آپ کو عابد کے طور پر رکھنا چاہتا ہے اور عبادت سے محروم کرتا ہے' نیک مشہور کرنا چاہتا ہے لیکن بدی کے اندر سفر کراتا ہے۔ یہ وہ شیطان ہے جو کہتا ہے کہ تم برائی کرو اور جب انسان برائی کرتا ہے تو وہ اس کے اوپر پردہ ڈال دیتا ہے۔ انسان سمجھتا ہے کہ اس کی برائی کوئی نہیں دیکھ رہا۔ پھر شیطان یہ کام کرتا ہے کہ باہر نکل کے مشہور کر دیتا ہے کہ وہاں برائی ہو رہی ہے۔ اور جو برائیاں مخفی ہوتی ہیں وہ آڈٹ ہو کے باہر آ جاتی ہیں۔ آڈٹ اسی کا نام ہے کہ آپ نے فائل کے اندر جو گمراہی کی ہے آڈٹ والے آ کے کہیں گے کہ اس پر تو Over writing ہے۔ تو یہ کیا ہوا؟ خرابی نفس ہمیشہ Over writing کرتا رہتا ہے اور پھر پکڑا جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں

نے اللہ کی رضا کے لیے کام کیا' وہ کام چاہے کامیاب ہو یا ناکام ہو' انہیں کبھی مایوسی نہیں ہوئی۔ اگر ایک کام ناکام ہو گیا ہے اور وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا' تو وہ کامیاب ہے۔ اس پہ کوئی افسوس نہیں ہونا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ ہم تو خوش نیتی سے چلے تھے' اس بندے کو ہم بچانے کے لیے گئے تھے لیکن ہمیں راستے میں اطلاع ملی کہ بندہ اللہ کو پیارا ہو گیا' تو اب مایوسی کی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ ہمارا عمل تو نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے تھا۔ اگر آپ اپنے عمل کو اللہ کی رضا سے In Tune کرا دو تو کبھی مایوسی نہیں ہو گی چاہے کام نامکمل ہی ہو۔ مایوسی تب ہو گی اگر دنیا کے مطابق کام کیا۔ ایک حدیث شریف ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ اولادیں اور ماں باپ انسان کو ہلاک کر دیں گے۔ وہ وقت بڑا مشکل ہو گا۔ اس وقت بہتر ہو گا کہ تم بے شک شادیاں نہ کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ وہ کیسا زمانہ ہو گا کہ اولاد اور ماں باپ انسان کو ہلاک کریں' وہ تو کبھی نہیں ہلاک کرتے۔ آپؐ نے فرمایا بات یہ ہے کہ اولاد باپ سے وہ تقاضا کرے گی جو اس کی استعداد میں نہ ہو' ماں باپ اس سے وہ تقاضا کریں گے جو اس کی دسترس میں نہ ہو' اس کو غریب ہونے پر غیرت دلائیں گے اور وہ غیرت کے لیے' اپنے آپ کو امیر کرنے کے لیے ایمان بیچنے پر مجبور ہو جائے گا۔ یعنی کہ حرام کی کمائی آپ لا کے میز پہ رکھتے ہیں اور اولاد سے کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرو' کھاؤ۔ تو وہ کیا بسم اللہ کریں کہ وہ تو ''انا للہ'' والی کمائی ہے یعنی کہ ناجائز کمائی ہے۔ تو اولاد کہے کھانا کھائے کیونکہ وہ کھانا ہی ناپاک ہے۔ اس طرح اولاد ہلاک کر دیتی ہے' ماں باپ بھی ہلاک کر دیتے ہیں' دنیا آپ کو ہلاک کر دے گی کہ آپ کی غلط چیز کی تعریف کرو گے۔ پھر آپ کے ساتھ

وہی ہوگا جو ایک کوے کے ساتھ ہوا تھا جس کے منہ میں لقمہ تھا اور لومڑی نے اُسے کہا کہ تم بہت اچھا گاتے ہو۔ کوا گانے لگا تو لقمہ گر گیا۔ تو انسان اس طرح ہلاک ہوتا جاتا ہے جب دنیا کی مرضی سے چلتا ہے۔ نفس کے مطابق چلنے سے بھی ہلاک ہوتا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک آدمی کو اطلاع ملی کہ جنگل میں کوئی ڈاکو ہے' وہ مسافروں سے مال چھین لیتا ہے اور اس نے بڑا پریشان کیا ہوا ہے۔ تو وہ بابا جی گٹھڑی لے کے وہاں چلے گئے۔ ڈاکو نے کہا گٹھڑی رکھ دو۔ بابا جی نے کہا تو اس گٹھڑی کو کیا کرے گا۔ ڈاکو نے کہا میں جا کے بچوں کو دیتا ہوں' ہم کھاتے پیتے ہیں۔ بابا جی نے کہا یہ گٹھڑی لے جا' اس میں مال بھی ہے' تو اپنی اولاد سے اور ماں باپ سے پوچھ کے آ کہ اگر اس عمل کی وجہ سے تجھے کبھی گرفت ہوگئی تو کیا وہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ تو وہ اپنے گھر گیا اور ان سے کہا کہ ایک بابا وہاں بیٹھا ہوا ہے اور اس نے یہ سوال کیا ہے' کیا تم میرا ساتھ دو گے۔ انہوں نے کہا ہم تو نہیں کہتے کہ تو حرام لا' تو جائز کمائی لا' ہم تو کھانے والے ہیں' تُو جو بھی لائے گا ہم کھا لیں گے' اگر تو ناجائز کمائے گا تو اس ناجائز کمانے کے عمل کا ذمہ دار تو خود ہی ہوگا۔ تو وہ مقام ایسا ہے جہاں بھائی' بھائی کے کام نہیں آئے گا' باپ بیٹے کے کام نہیں آئے گا' ماں اولاد کے کام نہیں آئے گی۔ تو کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ اللہ کریم فرمائے گا کہ تیری ایک نیکی کم ہوگئی ہے' جا لے کے آ اپنے حلقۂ احباب سے۔ تو وہ حلقۂ احباب کے پاس جائے گا اور ان سے کہے گا کہ میری ایک آدھ نیکی Short ہے' تمہارے پاس تو بجٹ کی فراوانی ہے' ایک نیکی دے دو۔ تو وہ کہیں گے کہ وہ دنیا کا کاروبار تھا جب ہم تمہاری مدد کرتے تھے' یہاں تو کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے ولا تزر

وازرۃ وزر اخریٰ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا' یہ حکم ہی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ ماں کے پاس جائے گا۔ ماں کہے گی کہ میں نے تجھے پالا' خون دیا' دودھ پلایا' لیکن یہاں نیکی دینے کا حکم نہیں ہے۔ باپ بھی مدد نہیں کرے گا۔ پھر وہ منہ لٹکائے واپس آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تُو نے مجھے ان لوگوں کی خاطر چھوڑا اور آج ان میں سے کوئی تیرے کام نہیں آیا' یہ الگ بات ہے کہ میں تجھے معاف کردوں' آخر جب کام میری رحمت نے آنا ہے تو وہ لوگ جو رحمت کے راستے میں رکاوٹ ہیں تو خود ہی ان سے نجات پا۔ تو یہ دنیا والے کام نہیں آئیں گے۔ نہ تمہارا مال کام آئے گا' نہ تمہاری اولادیں کام آئیں گی اور نہ حلقۂ احباب کام آئے گا۔ وہ لوگ جو کندھے سے کندھا ملا کے بیٹھتے تھے انہوں نے آخر میں جنازے کو کندھا بھی نہ دیا۔ دنیا میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ جن کی خاطر آپ نے ایمان بیچا انہوں نے بھی ساتھ نہیں دینا۔ تو کوئی ساتھ نہیں دے گا۔ وہاں پر تیری تنہائی ہوگی اور تو اکیلا ہوگا۔ اور پھر تیری جواب دہی ہوگی لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار کہ آج کے دن کا کون بادشاہ ہے سوائے اللہ واحد کے جو قہار ہے۔ یہاں پر اللہ نے اپنے نام کے ساتھ قہار کہا ہے۔ تو وہاں اکیلے اللہ کی بادشاہی ہے' اب حساب بتا۔ تو اپنے اعمال کو دنیا کے حساب سے چلانے والا مایوس ضرور ہوگا۔ نفس کی تسکین والا عمل جو ہے وہ مایوس ضرور ہوگا۔ نفس کے مقامات ہیں وجود کی تسکین' غرور کی تسکین' نمائش کی تسکین' شہرت اور افتخار چاہنا' اپنے آپ کو نمایاں کرنا اور حسد کرنا۔ یہ سارے نفس کے مقامات ہیں۔ اسی طرح حسد' حرص' نمائش اور آلائش ہیں' تو یہ کام کرنے والا کبھی مایوسی سے بچ نہیں سکتا۔ یہ دنیا ہے اور یہی نفس ہے۔ نفس جو بھی عمل کرتا ہو'

اور وہ نفس امارہ ہو تو سب کچھ لے جاتا ہے۔ ایک آدمی کو کبھی مایوسی نہیں ہوتی اور وہ آدمی ہے جس نے اللہ کی خاطر عمل کیا۔ اور وہ ہمیشہ ہی سرفراز ہوئے جنہوں نے اللہ کی خاطر عمل کیے۔ وہ عمل کامیاب ہوں یا ناکام ہوں اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اگر آپ کا عمل اللہ کے راستے پر ہو اور اللہ کی رضا کے لیے ہو تو وہ کوئی سا بھی عمل ہو اس سے آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔ مثلاً آپ حج کرنے جا رہے ہیں اور راستے میں اتفاق سے ہارٹ فیل ہو گیا تو بھی حج ہو گیا۔ کیونکہ آپ اس راستے پر اور اس رُخ پر تھے۔ اور اگر آپ دنیا کی طرف جا رہے ہیں اور راستے میں انعام مل گیا تب بھی سزا ہے۔ تو دنیا کے اندر حاصل ہونے والے مقامات اور کامیابیاں' دراصل یہ ناکامیاں ہیں۔ جب انسان پر یہ آشکار ہوتا ہے کہ یہ سب ناکامیاں ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے۔ مایوسی دراصل یہ اطلاع ہے کہ غلطی ہو گئی۔ جب مایوسی آ جائے تو سمجھو کہ آپ کے اندر سے ضمیر نے آواز دے دی' ضمیر کہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ میں مر جاؤں' میں تمہیں اطلاع دے رہا ہوں کہ تو غلطی کر رہا ہے۔ مایوسی کا مطلب کیا ہے؟ مرتے ہوئے ضمیر کی آخری آواز۔ ضمیر یہ بتاتا ہے کہ میں مرنے والا ہوں اور تم نے غلطی کر دی ہے۔ تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مایوس نہ ہونا' میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ رحمت سے کون مایوس نہیں ہوگا؟ وہ جو اللہ کی خاطر چلے گا۔ مطلب یہ کہ اللہ کی طرف اپنا سفر کرو اور اللہ کی طرف اپنا رُخ کر دو تو پھر آپ کو مایوسی نہیں ہوگی۔ اگر آپ کا سفر الی اللہ ہوگا تو مایوسی نہیں ہوگی اور اگر سفر کا رُخ دنیا ہوگا تو مایوسی ہوگی۔ دنیا کا کام کیا ہوتا ہے؟ مکان' سامان' جائیداد' اولاد' نمائش' شہرت' پیسہ' نفس' تمنا' حرص' ہوا اور حسد۔ یہ حسد ہوتا ہے اگر

کوئی یہ کہے کہ یا تو اللہ مجھے پیسہ دے دے یا سب سے چھین لے یا پھر مجھے اندھا کر دے تا کہ میں ان کو دیکھوں تو ناں۔ تو ایسے بھی لوگ ہیں جو برداشت نہیں کر سکتے اور حسد کرتے ہیں۔ ایک آدمی کے ہاں چوری ہوگئی۔ وہ بہت رویا۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں روتا ہے اس قدر۔ کہتا ہے کہ اس بات کا غم نہیں کہ میری چوری ہوگئی ہے' غم مجھے کچھ اور ہے۔ پوچھا کیا غم لگ گیا؟ کہتا ہے غم یہ ہے کہ تمہاری چوری نہیں ہوئی ہے' اگر سب کی ہو جاتی تو غم اور کم ہو جاتا' غم کو کم کرنے کے دو طریقے ہیں' یا میرا غم کم ہو یا سب کو لگ جائے۔ ایک بڑھیا کا بیٹا مر گیا۔ وہ بہت روئی' چیخی چلائی۔ پھر ایک درویش کے پاس گئی۔ انہوں نے کہا میں تیرا بیٹا واپس لا دوں گا' مگر تو ایسے گھر سے جا کر دانے لے آ جہاں کوئی نہ مرا ہو۔ وہ پہلے گھر گئی اور پوچھا کہ آپ کے ہاں کوئی مرا تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا پچھلے سال ابا جان فوت ہو گئے تھے۔ دوسرے گھر گئی تو ان کے چچا جان فوت ہو گئے تھے' کسی کا بیٹا فوت ہو گیا تھا۔ جب وہ واپس آئی تو بڑھیا ٹھیک ہو گئی تھی۔ اُس نے کہا رونے کا فائدہ نہیں' اس جہاں سے سب نے جانا ہے۔ اب غم کس بات کا؟ جب سب کے ہاں غم ہو تو پھر کم ہو جاتا ہے۔ تو غم کو کم کرنے کا ایک طریقہ یہ بتایا گیا ہے۔ تو مایوسی سے نجات کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے اللہ کا راستہ۔ اپنے عمل کو اللہ کے تابع کرو ورنہ مایوسی اطلاع ہے آپ کے ضمیر کی کہ میں مر گیا اور تو نے مجھے مار دیا۔ تو اطلاع یہ ہے کہ تُو نے کچھ غلط کر دیا ہے۔ مایوسی سے بچنا چاہیے۔ آپ یہ جو پیسہ جمع کرتے رہتے ہو' گنتے رہتے ہو' جمع مالا وعددہ تو اس نے کام نہیں آنا۔ اگر ایسے شخص کو اللہ کہے گا کہ حساب لگا تو وہ پیسوں کا حساب شروع کر دے گا۔

اللہ کہے گا کہ کچھ اور حساب بھی ہے۔ وہ بے چارہ حساب سے یہی سمجھتا ہے کہ کچھ پیسہ اوور ڈرافٹ کردو' جمع کردو' نکال لو۔ تو حساب یہ نہیں ہے۔ حساب یہ ہے کہ یہ بتا کہ تو نے لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا' اپنے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا' اپنے ایمان کے ساتھ کیا سلوک کیا' اپنے ضمیر کے ساتھ کیا سلوک کیا' خدا کے ساتھ کیا سلوک کیا' اس دین کے ساتھ کیا سلوک کیا جس کو تُو نے ماننے کا اعلان کیا تھا۔ تو نے اپنے ساتھ تو یہ سلوک کیا کہ تو کاذب ہوگیا' تو جھوٹا ہوگیا کہ تیری نیت دنیاوی ہوگئی۔ اور جھوٹا آدمی جو ہے وہ ہمیشہ مایوس رہے گا چاہے اس کا جھوٹ کامیاب ہی ہوجائے۔ اس لیے اپنے آپ کو صداقت کے راستے پر اور خدا کے راستے پر ڈال دو تو مایوسی نہیں ہوگی۔ جس کو بار بار مایوسی ہوتی ہے اس کا ضمیر تھوڑا سا زندہ ہے ورنہ ضمیر مرجائے تو مایوسی نہیں ہوتی۔ پھر وہ گناہ پہ خوش ہوتا ہے۔ مایوسی آپ کے لیے اطلاع ہے کہ ضمیر میں کوئی بیماری آگئی ہے' اب اس کو ٹھیک کرلو' مایوسی سے نکل کے Hope میں داخل ہوجاؤ۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کے قرب کی واحد نشانی یہ ہے کہ آپ کو مایوسی سے نکال کر اُمید میں داخل کرتا ہے۔ اللہ کے قرب کی تعریف ہی یہی ہے۔ تقربِ الٰہی کیا کرتا ہے؟ وہ مایوسی سے نکال کر امید میں داخل کرتا ہے' اپنے تقرب میں داخل کرتا ہے۔ دنیا جو ہے یہ مایوسی میں داخل کرے گی' تخت پر بیٹھ کر بادشاہ سسکیاں بھرے گا۔ بادشاہ ہے اور گھبرا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ ڈر ہے۔ کس کا ڈر ہے؟ جو ماتحت ہیں ان کا ڈر ہے۔ اسی طرح افسر ماتحتوں سے ڈرتا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ سارے پاگل ہیں' مجھے ماریں گے۔ اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو نااہل سمجھتا ہے' ان کو گالی دیتا ہے اور پھر پریشان ہوجاتا ہے اور ڈرتا ہے۔ جو ظالم مالک

ہو وہ نوکروں سے ڈرتا ہے۔ ظالم جو ہے وہ مظلوموں سے ہمیشہ ہی ڈرتا ہے۔ ڈرانے والا ہمیشہ ڈرتا ہے۔ بس آپ یہ یاد رکھنا۔ کہتے یہ ہیں کہ It is good to have power but had to use it یعنی طاقت رکھنا بڑی اچھی بات ہے لیکن اس طاقت کا استعمال بہت بری بات ہے۔ اس کا اگلا فقرہ' کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ' جب حکومتیں کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہیں تو طاقت کا استعمال کرتی ہیں۔ طاقت کا استعمال دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ طاقت ہاتھ سے نکل گئی۔ باپ جب بیٹے پر ہاتھ اُٹھائے تو سمجھو کہ اب وہ بے اختیار ہو گیا ہے۔ ایک تھا آدمی۔ اس کا ایک بیٹا تھا' چھوٹا' آٹھ یا نو سال کا۔ وہ کسی ساحل کے علاقے میں رہتا تھا۔ اس کی ماں کسی بیماری میں مبتلا تھی۔ بچے کو شوق یہ تھا کہ وہ بندرگاہ پر جاتا اور آنے والے پرانے زمانے کے ملاحوں سے کہانیاں سنتا' قصے سنتا' دیر تک وہاں رہتا' پھر دیر سے گھر جاتا' اس کا ابا اُسے مارتا اور وہ رو کے سو جاتا۔ صبح اُٹھ کے وہ بچہ پھر چلا جاتا' ملاحوں سے ملتا' ان سے کہانیاں سنتا اور رات کو دیر سے آتا' مار کھاتا' روتا اور سو جاتا۔ ایسا ہوتا رہا۔ ایک دن بچہ ایک ایسے ملاح سے ملا جو بوڑھا تھا' اس نے ایک کہانی سنائی کہ ہم فلاں جزیرے میں گئے' وہ واقعہ ہوا۔ اتنے میں دو آدمی اس بوڑھے ملاح کے پاس آئے اور حساب کتاب' لین دین کی بات کی۔ پھر انہوں نے بوڑھے ملاح کو مارا اور مار پیٹ کے چلے گئے۔ بوڑھا ملاح ان کے جانے کے بعد کہانی پھر سے سنانے لگا جیسے کچھ بھی نہیں ہوا۔ بچے نے کہا کہ تمہیں اتنی مار پڑی ہے اور تو پھر بھی کہانی سنا رہا ہے۔ ملاح نے کہا بیٹا بات یہ ہے کہ زندگی اتنی اہم نہیں ہے جتنی زندہ رہنے کی جرأت اہم ہے۔ اس شام جب وہ بچہ گھر گیا تو باپ

نے بڑا مارا مگر وہ رویا نہیں۔ باپ سیانا تھا' وہ سمجھ گیا کہ بچہ جوان ہو گیا ہے۔ باپ نے چابیاں بچے کو دے دیں کہ آج سے تم جوان ہو' تم گھر کے مالک ہو یہ تیری زمینیں ہیں' یہ تیری جائیداد ہے' میں اب سفر پر جا رہا ہوں Now you are young enough to control everything جب تک تُو روتا تھا تو بچہ تھا اور آج سے تم جوان ہو۔ مطلب یہ کہ بچے جب جوان ہو جائیں تو ایک واقعہ بن جاتا ہے۔ طاقت استعمال کرنے سے طاقت والا ڈر گیا۔ یعنی کہ طاقت کیا تھی؟ Frighten کرنے کی اور اگلا جو ہے وہ Frighten نہ ہو' ڈرنے والا نہ ڈرے تو پھر ڈرانے والا ڈر جاتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ہیں طاقت کے واقعات اور دنیا کے واقعات۔ ہر آدمی جو ہے وہ کمزور ہے۔ یہاں کا بادشاہ بھی خائف ہوگا' دنیا دار بھی خائف ہوگا' مال دار کو چوروں کا ڈر ہوگا' بے ایمانی کرنے والے کو Exposure کا ڈر ہوگا بلکہ آؤٹ کا ڈر ہوگا۔ اگر آؤٹ ہو جائے تو اچھا ہے ورنہ روزانہ خوف ہی آؤٹ کرتا رہتا ہے۔ اُسے تو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے کہاں ملاوٹ کی ہے۔ پھر وہ اندر ہی اندر سسکتا رہتا ہے اور اس کا خیال وہیں اٹکا رہتا ہے جہاں پہ اس نے غلطی کی تھی' پھر کوئی دیکھے یا نہ دیکھے' انسان کے اندر گرہ لگ جاتی ہے اور خوف رہتا ہے۔ مایوسی وہاں پیدا ہوگی جہاں پہ اندر گرہ لگ گئی۔ اس لیے مایوسی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دعا کیا کرو کہ یا اللہ مجھے مایوسی سے نجات دے اور غم سے نجات دے۔ نماز آپ کو مایوسی سے نجات دیتی ہے۔ اللہ کا راستہ آپ کو مایوسی سے نجات دیتا ہے۔ اگر مایوسی آ جائے تو خیرات کر دیا کرو۔ اگر مال بچانا ہے تو مایوسی ضرور آئے گی۔ یہ زہریلا کھیل ہے۔ دعا یہ کرو کہ مال تو ہو لیکن

مال کی محبت نہ ہو۔ مال کی محبت نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ کہ مال آسانی سے آئے اور آسانی سے تقسیم کرو۔ میری نصیحت ہے کہ یہ نہ کرنا کہ آپ کے وارثوں کو پیسہ آپ کی موت کے بعد ملے۔ سمجھو کہ پھر عاقبت خراب ہوگئی۔ جو ان کو آپ کے بعد ملنا ہے وہ اپنی زندگی میں Distribute کردو' یا ان کا کچھ حصہ ضرور دے جاؤ' ورنہ بعد میں تو وہ لے ہی لیں گے۔ یہ نہ کرنا کہ آپ زندگی میں پیسہ تقسیم کرنے والے مہربان کی بجائے پیسے کی حفاظت کرنے والے سانپ بن جائیں۔ آپ اولاد کو تعلیم دیں' محبت دیں اور مال بھی دیں۔ اگر اولاد کے لیے کمایا ہے تو انہیں دو' نہیں کمایا تو پھر یہ نفس ہی نفس ہے' مایوسی ہی مایوسی ہے۔ پھر آپ نے کیا کیا۔ انسان نے پیسہ کبھی نہیں کھایا۔ اس نے گندم ہی کھائی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے! یا تو پیسہ کھانے لگ جاتا یا کبھی سونا کھانے لگ جاتا لیکن وہ کھا نہیں سکتا۔ اگر وہ کھائے گا تو گندم ہی کھائے گا۔ کھانی گندم ہے اور گننا پیسہ ہے' تو یہ کیا بات ہوئی۔ آپ کرتے کیا ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا کچھ بھی نہیں بدلا' اللہ نے آپ کو جو کچھ بنایا ہے آپ وہی کے وہی ہیں۔ وہی محدود زندگی ہے یعنی ساٹھ سال۔ پھر چلے جانا ہے۔ ہر آنکھ میں سے آنسوؤں نے ضرور گزرنا ہے۔ یہ آنسو لوگوں کے سامنے نہ آئے تو تنہائی میں آئیں گے۔ مایوسی جو ہے وہ ایک مقام پر آپ کو خدا کی طرف لے جاتی ہے' اگر آپ باضمیر انسان ہیں تو جس کام سے مایوسی ہوئی ہے وہاں سے باز آجاؤ' پلٹ آؤ۔ اگر نہ پلٹے تو پھر وارننگ بھی نہیں ملے گی اور بات ختم ہو جائے گی۔ تو مایوسی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اعمال دین کے لیے نہیں ہیں بلکہ دنیا کے لیے ہیں' نمود و نمائش کے لیے ہیں.....

اگلا سوال پوچھو..... بولو..... بولتے جاؤ..... سوال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال کرنا ہے اور بحث نہیں کرنی' پھر جو آپ کے ذہن میں سوال ہو اور جس کا جواب آپ کو چاہیے ہو۔ کسی کے کہے ہوئے فقرے کے دوسرے رُخ پر بات کرنے کا موقع نہیں ہے کیونکہ تمام رُخوں کو سب جانتے ہیں۔ اپنا سوال' Independent ' جس کا جواب آپ کو درکار ہو اور اس کا جاننا آپ کے لیے ضروری ہو اور جس کا جواب آپ نہ جانتے ہوں' جس کا جواب آپ کے دین میں معاون ہو۔ اس طرح آپ کا مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔ تو میں ان سوالوں کی بات کر رہا ہوں۔ یہ وہ سوالات ہیں اور وہ جوابات ہیں جن پر کتابیں خاموش ہوتی ہیں' یہ عام طور پر کتابوں میں Available نہیں ہیں..... تو بولیں..... پوچھیں.....

سوال:-

مجھے لگتا ہے کہ جو غلط کام میں نے کیے ہیں ان پر ندامت آنا کم بات ہے' توبہ بھی کم ہے.....

جواب:-

جب ایسے مقام پر انسان پہنچے جہاں وہ اپنی توبہ پر استقامت نہ کر سکے تو اس کا طریقہ علاج یہ ہے کہ تو اپنی توبہ کرتا جاتا کہ اگر موت آ جائے تو اس وقت تو گناہ کی طرف جاتا ہوا نہ پایا جائے بلکہ توبہ میں پایا جائے۔ تو تُو حالتِ گناہ میں نہ پایا جائے بلکہ حالتِ توبہ میں پایا جائے۔ تو بچت کا راستہ تو یہ ہے کہ ندامت کا قرب مل جائے اور موت آ جائے' تو اس آدمی کی بخشش ہو جاتی ہے۔ ندامت میں مرنا .. اصل بخشش میں مرنا ہے۔ اس لحاظ سے نادم ہونا کوئی مایوسی کی بات نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ اگر ہزار بار کوئی غلط کام ہوگیا ہے اور ہزار بار تم نے توبہ کی ہے تو پھر ایک ہزار ایک مرتبہ توبہ کرو۔ نفس کا یہ طریقہ ہے کہ وہ بار بار گمراہ کرتا ہے اور آپ کا طریقہ یہ ہو کہ بار بار توبہ کرلیں۔ وہ اپنے کام سے باز نہیں آتا' آپ اپنے کام سے باز نہ آئیں۔ کسی نے حضور پاکؐ سے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ ہم اپنے دین سے کیسے محبت کریں؟ تو آپؐ نے برملا جواب عطا فرمایا کہ جس طرح دنیا دار دنیا سے محبت کرتا ہے۔ دنیا دار کوئی موقع نہیں چھوڑتا اپنی دنیا بنانے کا' تم کوئی موقع نہ چھوڑو دین کی طرف جانے کا۔ تو کیا سوال تھا اور کیا جواب تھا! اگر آپ نے نیت صحیح کرلی ہے تو یہ بھی بڑی بات ہے۔ جب کبھی ایسا کام ہو کہ آپ نے کوئی نیک منصوبہ بنایا تو یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے وہ منصوبہ ایک مبالغہ کے طور پر بنایا ہو۔ تو آپ کسی بڑے نیک منصوبے کی بجائے کوئی چھوٹا نیک منصوبہ بنائیں۔ فی الحال آپ یہ کریں کہ ہر روز کسی کو دس روپے دے دیا کریں۔ آپ کسی بڑے منصوبے کی بجائے کوئی چھوٹا منصوبہ بنائیں۔ مثلاً کسی غریب آدمی کو ایک روز کھانا کھلا دو۔ اس میں کوئی منصوبہ نہیں چاہیے' کوئی واقعہ نہیں چاہیے' اور اس طرح آپ کا کام آسان ہو جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو آپ کا ایک منصوبہ تو بن گیا۔ اگر آئندہ جمعرات کو آپ آئیں تو پیسے لے کر آنا تاکہ کسی ضرورت مند کو دے دیں۔ اگر نیت بن گئی ہے تو فی سبیل اللہ ابھی جا کے تقسیم کر دینا۔ آپ پر سے یہ قرض اُتر جائے گا۔ یہ اس لیے ہے تاکہ منصوبے میں دیر نہ ہو۔ کیا آپ خیرات کرنا چاہتے ہیں؟ کیا خیرات کر سکتے ہیں؟ کیا آپ کے پاس مال Available ہے؟ تو آپ سو روپے سے لے کر سوا سو روپے تک خیرات کر دیا کریں۔ کر ڈالا کرو! لمبے منصوبے نہ

بنانا۔ بس تھوڑی سے رقم ہے' یہ تو کسی کو دے دو۔ اگر کچھ نہ بھی کر سکو تو چاول لے کے چیونٹیوں کو ڈال دو۔ اس طرح منصوبہ پورا ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ نفس کا جال ہوتا ہے کہ وہ ایسا منصوبہ بنواتا ہے جو پورا نہ ہو سکے۔ اس لیے بڑا منصوبہ نہ بناؤ کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسی لائبریری بنائی جائے جو اسلامی تفکر کی ہو۔ اس میں نفس کی شہرت چھپی ہوتی ہے۔ تو مت بناؤ ایسی لائبریری۔ اس لیے چھوٹا سا کام شروع کرو مثلاً کسی غریب کو سو روپیہ دے دو' زیادہ دے دو' ہفتے کے ہفتے' اگر تھوڑے لگتے ہیں تو روز دے دیا کرو۔ جتنی آپ کی مالی استعداد ہے اتنا دے دیا کرو۔ تو منصوبہ اپنی استعداد میں رکھو' پھر مایوسی نہیں ہو گی۔ اگر آپ کو ندامت ہو جاتی ہے تو یہ اچھی بات نہیں کہ آپ ہی منصوبہ بنائیں اور ندامت بھی کریں۔ اس طرح یہ ایک پورا عمل بن جاتا ہے کہ منصوبہ بنایا اور پھر ندامت ہو گئی۔ عمل حالانکہ پورا ہے۔ تو آپ کیا کریں؟ وہ سوچیں جو کر سکیں۔ کچھ نہیں کر سکتے تو سجدہ کر دیں' دن ہے کہ رات ہے سجدہ کر دیں۔ آپ یہ تو کر سکتے ہیں؟ پس اگر سجدہ کر سکتے ہیں تو آپ یہ سمجھیں کہ آپ کی نیکی بحال ہو گئی۔ جو آدمی سجدہ کر سکتا ہے وہ گمراہ نہیں ہو سکتا۔ سجدے کا یہ مطلب ہے کہ یا اللہ تیرے پرانے احسانات کا شکریہ اور آنے والے احسانات کے لیے درخواست ہے۔ تو سجدے کا مطلب صرف اتنا ہے۔ اس لیے یا اللہ یہ سجدہ قبول فرما۔ اب ندامت کی کیا ضرورت ہے۔ آپ خواہ مخواہ ندامت میں وقت ضائع کر رہے ہیں۔ توبہ کر بلکہ توبہ سے بھی توبہ کر' ندامت سے توبہ کر' منصوبہ بنانے سے بھی توبہ کر اور صرف سجدہ کر۔ مجھے یہ کبھی نہ بتانا کہ میں سجدہ کر رہا تھا تو راستے میں گردن جواب دے گئی۔ جب تک گردن

سلامت ہے سجدہ کرتے جاؤ' آپ پر وضو کی بھی قید نہیں لگاتے۔ اب آئندہ آپ کا منصوبہ کون سا ہوگا؟ سجدہ' اور اللہ کے قریب ہونا۔ میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ دنیا میں کوئی بڑے منصوبے نہ بنایا کرو' یہ حکم ہے ''اے کہ شخص جو حاضر ہے یہاں پر' تم ایسے ''نیک'' منصوبے مت بنایا کرو' یہ سب انا کے منصوبے ہیں' لوگوں کے لیے ''دعا'' مت کیا کرو' لوگوں کے ''کام'' مت کیا کرو' اپنا کام صحیح کرلو' غریب آدمی کو پیسہ دے سکتے ہو تو خیرات کرلیا کرو مگر اپنی نیک نامی کے بغیر' نیک عمل چپکے سے کرلیا کرو' اور سجدہ کرو''۔ سجدہ کرنے میں اگر کوئی رکاوٹ ہو تو مجھے بتاؤ۔ اگر گردن کی رکاوٹ ہے تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ جھک جائے گی۔ بعض اوقات انسان پر یہ مقام آتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک گھر یہاں بنایا جائے' ایک حرم اُدھر ہے اور ایک حرم یہاں بنایا جائے۔

میرے لیے مٹی کا حرم اور بنا دو

تو کیا بناؤ گے۔ وہ ایک ہی کافی ہے۔ تو آپ اتنے منصوبے نہ بنایا کرو۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ سب غریبوں کی حالت درست ہو جائے تو سمجھو کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سارے برابر ہو جائیں۔ کیا کبھی ایسا ہوا کہ سب برابر ہو جائیں؟ کبھی کوا اور مور برابر ہوئے۔ شکلیں اگر برابر ہو جائیں بھی تو پھر عقلیں کیسے برابر کرو گے؟ یہ نامناسب بات ہے۔ برابر نہیں ہوں گی۔ خیر بھی رہے گی' شر بھی رہے گا' کافر بھی رہے گا اور مومن بھی رہے گا' چھوٹا بھی رہے گا اور بڑا بھی رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ کسی کو بلند پیدا کیا اور کسی کو پست پیدا کیا۔ تو نہ قد برابر ہوں گے' نہ شکلیں برابر ہوں گی' نہ عرفان برابر ہوگا' نہ ذہن برابر

ہوگا اور نہ رسائی برابر ہوگی ..... ایک کلاس میں پڑھنے والے الگ الگ نمبر لیں گے۔ اس میں مزاج کی کیا بات ہے حالانکہ سب مل کے بیٹھنے والے ہیں۔ ایک گھر میں پلنے والے جو ہیں کوئی میٹھا کھاتا ہے اور کوئی نمکین کھاتا ہے۔ کیا انسان کبھی برابر ہوسکتا ہے؟ یہ ہو نہیں سکتا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ خوراک کا ایک ہی آئٹم پیدا کرتا۔ اس نے بے شمار آئٹم پیدا کر دیئے' تیری مرضی گوشت کھا اور تیری مرضی کچھ اور کھا۔ تو اس نے جس طرح کا بندہ پیدا کیا اس طرح کی چیز پیدا کر دی۔ تو یہ ہے مزاج کی بات۔ تو اللہ تعالیٰ نے ورائٹی پیدا کر دی۔ وہ تو ایسی ورائٹی پیدا کرتا ہے کہ یہاں پر انسان الگ الگ رہے گا' اکٹھا نہیں ہوگا۔ تو سبزی کھانے والے اور ہیں' گوشت کھانے والے اور ہیں۔ شیر مر جائے گا مگر گھاس نہیں کھائے گا اور گھوڑا مر جائے گا مگر گوشت نہیں کھائے گا۔ تو یہ برابر کیسے ہوں گے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ فطرت کے اندر ہر آدمی اپنے عمل میں مقرر کر دیا گیا۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ ہر آدمی اپنی شکل کے اندر رہن رکھ دیا گیا ہے۔ اب وہ باہر نہیں نکل سکتا۔ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ آپ کو صرف پھل ہی دیے جائیں گے تو دو دن تو آپ خوشی سے کھائیں گے' تیسرے دن بھاگ جائیں گے اور کہیں گے کہ گندم چاہیے' گندم کے پیچھے تو میں جنت کو چھوڑ آیا' یہ تو میں کھاؤں گا۔ تو یہ آپ کا مزاج ہے۔ لہٰذا آپ بڑے منصوبے نہ بنایا کریں بلکہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں کیا کریں۔ اگر کوئی آپ سے پانی کا گلاس مانگ رہا ہے تو اُسے یہ نہ کہہ دینا کہ ٹھہر جا میں تمہارے لیے ٹیوب ویل لگا رہا ہوں۔ تو اس غریب کو آپ پانی کا گلاس دیں نہ کہ ٹیوب ویل لگا کے دیں۔ اس لیے بڑے منصوبے کی بجائے چھوٹا سا نیک منصوبہ بہتر ہے۔ سجدہ کرو

اور خیرات کردو۔ خیرات ضرور کرڈالا کرو۔ اگلی دفعہ جب آؤ گے تو پوچھوں گا کہ کتنی خیرات کی؟ چپکے سے بتادینا کہ آپ کی نمائش نہ ہو۔ لیکن اگر کسی ایسی نیکی کی نمائش ہوتو کیا فرق پڑے گا۔ ایسی نیکی کا چرچا اچھا ہے۔ آپ یہ خیال نہ کرنا کہ اس سے نفس مضبوط ہوگا۔ اس کا آپ یہ بھی کرسکتے ہیں کہ پیسے جو ہیں وہ کسی ناواقف کودیں' ابن السبیل کو دیں' ذوی القربیٰ اور یتامیٰ تو ویسے ہی پابندی ہے آپ پر۔ آئندہ آپ ناواقف کودیں گے ناں؟ اس طرح آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ پھر آپ کوکوئی ندامت نہیں رہے گی۔ فقراء کہتے ہیں کہ انسان یہ کرتا ہے کہ وہ پہلے گناہ پرفخر کرتا ہے' اس کے بعد وہ خاموش ہوجاتا ہے' پھر اُسے گناہ برا لگتا ہے' اس پر وہ تائب ہوجاتا ہے اور توبہ جب قبول ہوجاتی ہے تو گناہ کی یاد ختم ہوجاتی ہے۔ اور جب گناہ کی یاد ختم ہوجائے تو توبہ سے بھی توبہ کرلو۔ پھر بار بار توبہ نہیں کرنی۔ بار بار توبہ دراصل گناہ کو Repeat کرنے والی بات ہے۔ جب مکمل طور پر توبہ کرلی ہوتو پھر دوبارہ توبہ کا کیا مقام ہے؟ اس لیے گناہ کی یاد ہی نکال دو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پھر سب آسان ہوجائے گا۔

سوال:-

ضمیر کے بارے میں بتادیں کہ یہ کیا ہے؟

جواب:-

نیکی کا سبق آپ بچپن سے سیکھتے آئے ہیں' ایمان کا بھی سیکھتے آئے ہیں' ماں باپ سے تعلیم سیکھتے آئے ہیں' قرآن اور حدیث کا علم سیکھتے آئے ہیں.....تو اس سے ایک مزاج بن گیا کہ یہ آئیڈیل کام ہے اور ایسا ہونا چاہیے۔ وہ یادداشت

بن جاتا ہے۔ وہ یاد ہوتا ہے کہ یہ کام کرنا ہے اور یہ کام نہیں کرنا۔ وہ جو یاد ہے وہ ضمیر بنتی ہے۔ نیک نصیحت کی یاد ضمیر بنتی ہے۔ یہ نصیحت آپ کو بار بار اطلاع کرتی ہے کہ یہ کام تو یوں نہیں کرنا۔ تو وہ یادداشت ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جو یادداشت ہے یہ یہاں کے علم سے پہلے کا علم ہے' کُن فیکون کے زمانے کی بات ہے۔ تو یہ پرانا علم ہے۔ بعض اوقات ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ جس کی آپ نے تعلیم حاصل نہیں کی ہوتی' پھر بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کام یوں نہیں کرنا۔ تو وہ بات انسان کے ماضی میں پیدائش سے پہلے سے ہے۔ جس طرح انسان میں یہ فطرت ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کے دودھ کی طرف لپکتا ہے' تو یہ پیدائش سے پہلے کا علم ہے۔ مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنے لگ جاتا ہے' اب یہ اُسے پیدائش سے پہلے کا علم ہے۔ اسی طرح پرندے کا بچہ اُڑنے لگ جاتا ہے اور انسان جو ہے وہ انسانی حرکات شروع کر دیتا ہے۔ یہ سب کچھ ٹریننگ کے بغیر ہوتا ہے۔ آپ کی پوری فطرت جو ہے یہ اپنی جگہ پر ٹریننگ کے بغیر قائم ہے مثلاً خوراک' مزاج' ہنسنا' رونا' شکل' صورت اور دوسرے واقعات۔ اسی طرح ضمیر بھی انسان کے اندر رکھ دیا گیا۔ اگر آپ تنہائی میں ہوں' جنگل میں ہوں' علم سے دور ہوں' کتاب سے دور ہوں تو بھی ہر مخلوق اپنے خالق کا ادراک رکھے گی۔ کافر بھی خالق کا ادراک رکھے گا' اُسے تبلیغ کرو یا نہ کرو مگر مخلوق کو خالق کا پتہ ہے' اگر پتہ نہیں ہوتا تو مرتے وقت پتہ چل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر تمہیں معلوم نہیں کہ مرتے وقت یہ مجھ سے کیا باتیں کرتا ہے۔ کشتی جب ہچکولے کھا رہی ہو تو کافر بھی پکارتا ہے اپنے علاوہ کسی شے کو۔ حالانکہ وہ خدا کو نہ ماننے والا ہوتا ہے۔ اگر اس کو یا اس کے بھائی کو

ڈاکٹر جواب دے دے کہ تو اب بچ نہیں سکتا تو کہتے یہ ہیں کہ اس کی آنکھ میں آنے والا آنسو جو ہے یہی خدا کا احساس ہے۔ ڈاکٹر نے تو جواب دے دیا' کھیل تو ختم ہو گیا' اب روتا کیوں ہے؟ تو یہ جو رونا ہے یہاں سے بے بسی شروع ہو جاتی ہے اور پھر خدا کا ادراک شروع ہو جاتا ہے اور یہیں سے ضمیر شروع ہو جاتا ہے۔ تو ضمیر جو ہے یہ عطائے خدا ہے اور ہر آدمی کے اندر موجود ہے۔ نہ ماننے والا بھی بعض اوقات اس کو مانتا ہے یہ بات اندر موجود رہتی ہے۔ اس کو اخلاق بھی کہتے ہیں' اس کو Morality بھی کہیں گے' Soul بھی یہی ہے اور عنایتِ پروردگار بھی یہی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کے ساتھ ایک اور باڈی ہے' اس وجود میں ایک اور وجود ہے' اس کو Astral Body کہیں گے' نوری وجود کہیں گے۔ وہ آپ کو بار بار پکارتا ہے' بات کرتا ہے کہ تو کدھر جا رہا ہے' پھر کبھی کبھی آپ کو بیٹھے بیٹھے یاد آتا ہے کہ میں اپنے آپ سے بات کرتا ہوں' کہ تم کہاں رہتے ہو' وہ کہتا ہے کہ میں یہاں رہتا ہوں..... اس کو ہم کلامی کہتے ہیں۔ کہتا ہے کہ تم کیا کرتے رہتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں ٹھیک کرتا رہتا ہوں' تم نے وہ کام تو غلط کیا تو وہ کہتا ہے کہ اچھا اب جانے دو آئندہ غلطی نہیں کریں گے۔ یہ اپنے آپ سے بات ہو رہی ہے۔ اس سے پوچھو کہ کس سے بول رہے ہو تو وہ کہے گا اپنے آپ سے۔ یہ ضمیر ہے

وہ کون تھا جو مجھ سے ہم کلام ہوا
میرے سوا کوئی آس تھا نہ پاس

تو انسان اپنے آپ سے بھی کبھی ہم کلام ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ عام طور پر نیم شب میں' رات کے نصف حصے میں ہو جاتا ہے کہ آپ کو اپنا نام پکارتی ہوئی کوئی آواز

آ جائے کہ جاگ' ہوش کر۔ پھر اس کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اس کی اماں کی آواز ہے کہ بیٹا اُٹھ نماز پڑھ' وہ جس طرح کہ بچپن میں آواز آتی تھی کہ اٹھو نماز پڑھو۔ پھر انسان کہتا ہے کہ میں بچہ تو نہیں مگر ماں نے یاد دلا دیا کہ اٹھ کر نماز پڑھ' وقت ختم ہونے والا ہے' وقت تنگ ہو گیا ہے' نماز پڑھو۔ تو ماں نے یاد دلا دیا اور اس کے درمیان کی جو ہیرا پھیری ہے یہ اس سے توبہ کر لیتا ہے۔ باپ نے اسے کہا کہ اب تم ہمارے پاس آنے والے ہو' یہ کاروبار وہیں چھوڑ کے آؤ اور توبہ کر کے آنا' ورنہ ہم تمہارا استقبال نہیں کریں گے۔ تو وہ سوچتا ہے کہ بات تو ٹھیک ہے کہ یہاں کی غلطیاں یہیں چھوڑ جائیں' اور پھر توبہ کر لی۔ توبہ کرنے کے بعد دیکھا کہ یک لخت ایک آواز سے انسان جو ہے وہ نیک ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ آواز اپنی ہوتی ہے' کچھ کہتے ہیں کہ کسی بزرگ کی ہوتی ہے' یا ماں باپ کی ہوتی ہے اور کچھ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آواز اس کی ہوتی ہے جو نیک راستے کا کمانڈر اِن چیف ہو۔ تو جس کا راستہ ہی نیک ہے یہ آواز اس کی طرف سے آتی ہے۔ تو یہ ایک آواز آیا کرتی ہے' ہمیشہ' یہ دور کی آواز ہے۔ تو بھٹکے ہوئے لوگوں کو جب کوئی اور بتانے والا نہ ہو تو اندر سے ضمیر انہیں بلاتا ہے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ۔ اس سے پوچھو کہ تمہیں یہ بات کس نے بتا دی ہے تو وہ کہے گا کہ مجھے احساس ہوا' اچانک یہ جی میں آئی' اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ بات ہے

اچانک مجھے رات آواز آئی
کہ سوتا ہے کیا دیکھ شانِ الٰہی

کہاں ہے سکندر کہاں اس کی شاہی
یہ ہے رفتنی جو ہے ساری خدائی

تو سب جانے والا عمل ہے' آج سے پہلے ہر شے غائب' End اور تیرے جانے کے بعد پھر End کا End۔ چار دن کا غبارہ ہے یہ زندگی اور پھر سارے غبارے پھٹ جاتے ہیں۔ اتفاق کی بات ہے۔ آج تک رُکا کوئی نہیں ہے۔ تیرا اتنا بڑا علم اتنے بڑے ہنگامے اور اتنی بڑی بے ایمانیاں اور انجام کار پھر حیرانی' پریشانی اور قبرستانی۔ تو بات کیا رہ گئی۔ اس لیے ضمیر بتاتا رہتا ہے اور انسان کی آنکھیں کھولتا رہتا ہے۔ تو ضمیر جو ہے آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور پروان چڑھتا رہتا ہے' بار بار ٹِک ٹِک کرتا رہتا ہے ہارٹ کے اوپر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ ضمیر کو زندہ رکھنا چاہیے۔ ضمیر کبھی نہ مرے۔ اس کو تھوڑی سی خوراک دے کر زندہ رکھنا چاہیے' ضمیر کو مطمئن رکھنا چاہیے' بیدار رکھنا چاہیے۔ تو آپ کسی ایک کے ساتھ Sincere ہو جائیں۔ اگر سب کے ساتھ نہیں ہو سکتے تو ایک کے ساتھ تو ہو جاؤ۔ اپنے ساتھ بھی آپ خیر سے Sincere نہیں ہو سکتے مگر کسی ایک کے ساتھ تو ہو جاؤ' اُسے کہو کہ میں تیرے ساتھ جھوٹ نہیں بولوں گا۔ کوئی ایک بندہ تو ہو جس کے ساتھ آپ کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ پھر دیکھنا کہ آپ کی ساری زندگی سچی ہو جائے گی۔ یا پھر اس کا طریقہ یوں سمجھ لو کہ اپنے وجود کا کوئی سا ایک حصہ اللہ کے نام پر وقف کر دو' کہ گناہ میں یہ حصہ شامل نہیں کرنا' غلط کام میں یہ ایک حصہ شامل نہیں کرنا۔ اگر دایاں ہاتھ شامل نہ کرو تو پھر آپ کا آدھا مسئلہ حل ہو گیا مثلاً اس ہاتھ سے غلط بات نہیں لکھنی کیونکہ یہ وقف کر دیا اللہ کے لیے۔ اگر نگاہ کو وقف کر دیا برائے اللہ تو پھر نگاہ

نے بدی نہیں دیکھنی۔اس طرح ساری زندگی نیک ہو جائے گی۔ پاؤں کو رکھ دو اور کہو کہ آج سے میں نے بد راستے پر نہیں چلنا تو ساری زندگی نیک ہوگئی۔ اگر یہ کہو کہ میں نے دل میں کوئی بدی نہیں آنے دینی' تو پھر زندگی نیک ہوگئی۔ وجود کا کوئی مختصر حصہ اللہ کے لیے وقف کر دو تو ساری زندگی نیک ہو جائے گی۔ یہ سب ضمیر کی قسمیں ہیں۔ ضمیر کو زندہ ہی رہنا چاہیے۔ باضمیر لوگوں سے ملا کرو گے تو ضمیر زندہ رہتا ہے۔ اچھے ماحول میں رہا کرو۔ آدھی نیکی یہ ہے کہ برے لوگوں سے بچو۔ جس طرح نیک صحبت نیک کرے گی اسی طرح برے کا سایہ بھی برا کر دے گا۔ عام طور پر آدھا گناہ جو ہے وہ صرف دیکھنے میں ہوتا ہے۔ دعا یہ کیا کرو کہ یارب العالمین ہمیں نیک مناظر دکھا' نیک لوگوں کے مرقد دیکھا کرو' مزار دیکھا کرو' قبریں دیکھا کرو تو نیکی پیدا ہو جائے گی۔ برے آدمی کا مال دیکھو گے تو برائی پیدا ہو جائے گی۔ اس لیے دعا یہ کرنی چاہیے کہ یا اللہ مجھے نیک لوگوں سے واسطہ ڈلوا' نیک خواہشات پیدا ہوں' نیک مقاصد ہوں' نیک مناظر ہوں۔ آپ جب دیکھیں کہ زندگی میں یہ نیک مقصد ہے یا نیک منظر ہے یا نیک جگہ ہے تو خود کو وہاں جانے کا پابند کیا کرو۔ تو آپ وہاں جایا کریں۔ مثلاً آپ کو تو یہ پتہ نہیں کہ داتا صاحب" کیا ہیں' کون ہیں؟ مزار میں کیا ہوتا ہے' لیکن اتنا پتہ ہے کہ نیک روحیں ہیں' اس لیے وہاں جایا کرو۔ تو نیک جگہ پر جانا نیکی پیدا کر دیتا ہے۔ باضمیروں کے پاس جانا ضمیر کو زندہ رکھتا ہے۔

اور کوئی سوال؟..... پوچھو..... بولو۔

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ یارب العالمین ہمیں سیدھی راہ دکھا اھدنا الصراط المستقیم اب آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ تو اس نے

بتایاصراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ اگر آپ نے ماضی میں کوئی انعمت علیھم والا Locate کرلیا تو یہ اللہ کا راستہ ہے۔ اگر حال میں کوئی مل گیا تو بھی یہ اللہ کا راستہ ہے۔ ورنہ وہ تمام راستے جس ایک راستے پر جا کے ملتے ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کا راستہ ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کا راستہ انہی کا راستہ ہے۔ تو راستہ چلنے کا مقصد ہوتا ہے Ultimate منزلِ مقصود۔ منزلِ مقصود ہی راستے کی کنٹرولر ہوتی ہے۔ اپنے راستے کی حفاظت کرنے والی اور اُسے ڈاکوؤں سے بچانے والی کون سی شے ہے؟ منزلِ مقصود۔ منزل نے اپنا راستہ محفوظ رکھا ہوا ہے ورنہ تو راستہ کسی اور راستے میں مل جاتا' پھر غائب ہو جاتا مگر ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ راستہ بالکل واضح طور پر نظر آ رہا ہے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ کیا ہے۔ قرآن کی ایسی حفاظت کی گئی ہے کہ اس میں زبر زیر شامل نہیں ہو سکتی۔ نماز کی ایسی حفاظت کی ہے کہ پانچ کا مطلب پانچ ہی ہے۔ کچھ لوگوں نے کوشش کی کہ تین نمازیں کر دیں' پنجابی میں نماز پڑھ لیں' مگر یہ پانچ ہی رہیں اور یہ عربی میں ہی ہے۔ مقصد یہ کہ اس میں کوئی تبدیلی آ نہیں سکتی کیونکہ اس کی ایسی حفاظت کی گئی ہے۔ تو اس کے اندر کوئی میکانزم ایسا ہے کہ کوئی اس کی حفاظت کرنے والا ہے۔ مثلاً کوئی ایک نام محترم ہے ماضی کا' کوئی سا نام' چلو کسی ایک بزرگ کا نام لے لو جو عزت کے ساتھ مشہور ہوں' مثلاً لاہور میں مادھو لال حسینؒ مشہور ہیں۔ وہ نام جو ماضی میں محترم ہو گیا' آج حال والے اگر یہ چاہتے ہیں کہ اس نام سے احترام ہٹا دیں تو یہ نہیں ہو سکتا۔ جتنی مرضی کوئی تحقیق کر کے لے آئے کہ یہ آدمی اس قابل نہیں تھا جتنی اس کی مشہوری تھی' اصل میں یہ آدمی صحیح نہیں تھا..... مگر نہیں۔ جو عزت پا گیا وہ پا گیا۔

اس کے اندر ایسا انتظام رکھا گیا ہے کہ ماضی کے اندر جو لوگ مشہور ہو گئے وہ بات تفسیر والوں کو سمجھ نہیں آئی۔ ایک مفسر نے تفسیر لکھی اور اس میں یہ لفظ لکھے کہ ایسے لوگ ہمارے ہاں ہیں جو مشکل کشا کو یا گنج بخش کو پکارتے ہیں' یہ جائز نہیں ہے۔ تو ایسی بات نہیں ہے۔ جو جو نام احترام پا گئے تم بھی ان کا احترام کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جس جس کا جو احترام مقرر کر دیا اس کو قائم رکھو اور اگر تم اس کو اَپ سیٹ کرو گے تو تم خود ہی احترام سے محروم ہو جاؤ گے۔ آپ خود دیکھ لو' یہ واقعہ ہوا پڑا ہے' بے شمار جگہ' بے شمار محنتوں کے باوجود ایسے انسانوں کو بدنامی آ جائے تو پھر ایسی کوئی نہ کوئی بات تو ہو گی۔ اس لیے جن لوگوں کو اللہ نے عزت دی ہے ان کی عزت کرو۔ جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے نہ ملا کرو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ پرانے محترم جو لوگ ہیں وہ محترم ہی رہیں گے۔ اس بارے میں کچھ ایسا سسٹم ہے کہ اس نام کی حفاظت کی جاتی ہے۔ ہمیں ان کی تاریخ کا پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا واقعہ ہے لیکن کسی بزرگ کو کسی نے مشکل کشا کہہ دیا' پھر سب نے کہہ دیا اور آج جو یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان سے یہ ٹائٹل الگ کر دیا جائے تو نہیں کر سکتے۔ تو احترام کے نام جو ہیں ان کی بھی حفاظت کی جاتی ہے' آنے والے زمانوں تک کی جاتی ہے ورفعنالک ذکرک کہا ہے تو پھر رفعنالک ذکرک ہی ہو گا' بلند ہے تو بلند ہی رہے گا۔

اب آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھے راستے پر سیدھا چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی زندگی پسند کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تو آپ اپنی زندگی کو پسند کریں اور اپنے بچوں کو پسند کریں' کم از کم ان کو اپنی زندگی میں مال تو دے جائیں۔ ان کے ساتھ رعایت کریں۔ اور یہ کہ گمراہ نہ ہو جانا' مال

کمانے کے لیے کبھی بدی کو استعمال نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں نے رزق کو حلال ہی پیدا کیا ہے' اسے حرام تم نے بنایا ہے۔ اللہ نے جو لکھا ہے وہ تو مل کے ہی رہے گا۔ جو آنا ہے وہ آئے گا۔ اب اس کو حرام نہ کرو۔ اگر تم نے حرام کا راستہ کھول دیا تو پھر حرام ہی آئے گا اور اگر حلال کا راستہ کھولو گے تو پھر حلال ہی آئے گا۔ جتنی Quantity آنی ہے وہ آئے گی۔ اپنی پچھلی کوتاہیوں پر توبہ کرو' اللہ سے معافی مانگی جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نورعرشه سیدنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله واصحابه اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

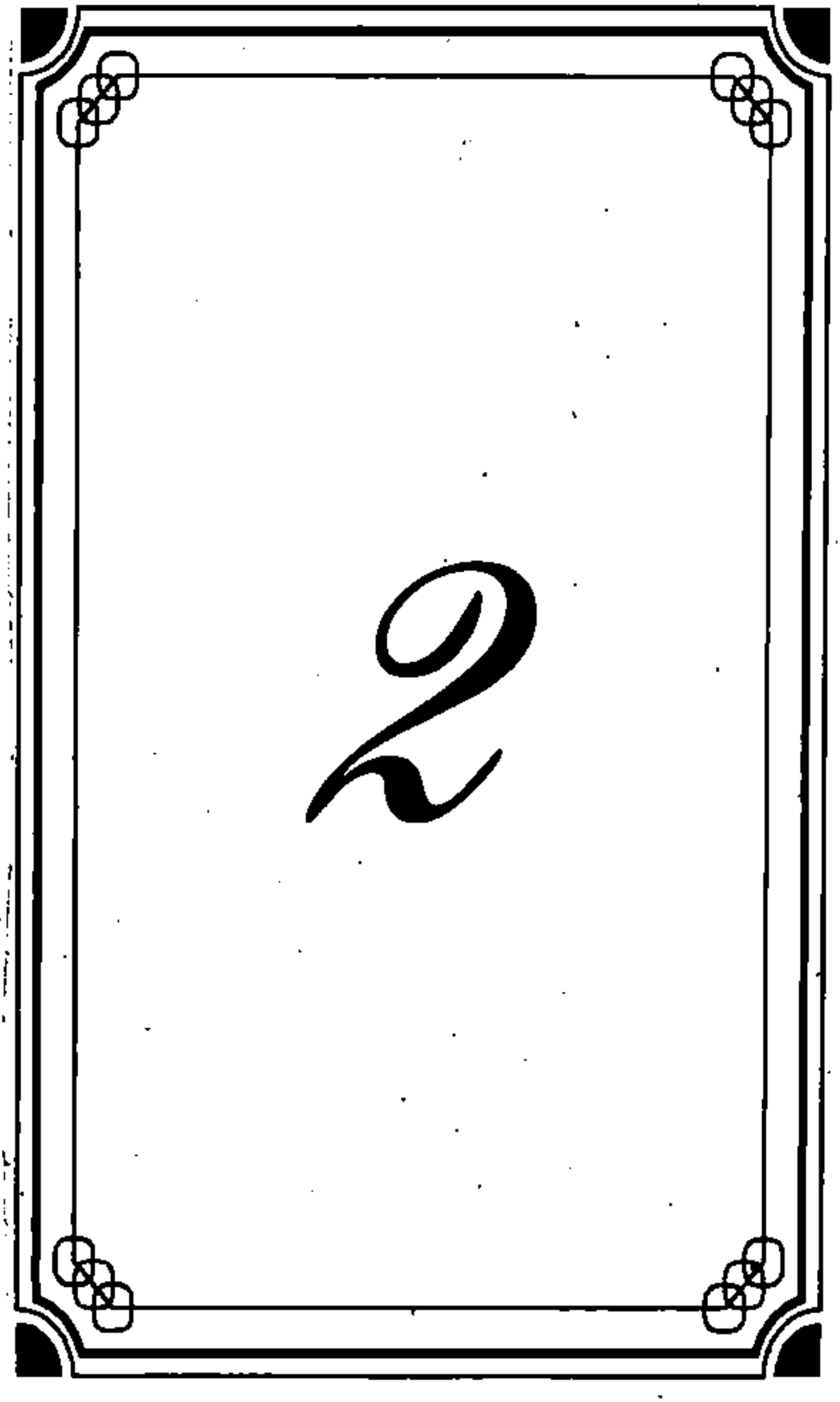

1 سر! آپ نے فرمایا ہے کہ یہ جو کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کو تو مانتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو کیسے مبعوث فرماتا ہے.....اس بات کی وضاحت فرمادیں۔

2 حواس کا خیال سے کیا تعلق ہے؟

سوال:-

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ یہ جو کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی کئی صفات کو تو مانتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو کیسے مبعوث فرماتا ہے.....اس بات کی وضاحت فرمادیں۔

جواب:-

آپ لوگ سوال کو سمجھ گئے؟ یعنی کہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ خدا کو نہیں مانتے لیکن پھر بھی خداوند تعالیٰ کی صفات کے قائل ہیں بلکہ کچھ تو کسی حد تک آگاہ بھی ہیں۔ اور کافر یا Non-believer اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کیسے مبعوث فرماتا ہے۔ کافر کی تعریف ہی یہی ہے۔ کافر جو ہے وہ زندگی کا کافر نہیں ہوتا' وہ رزق کا کافر نہیں ہوتا' بیماری کا کافر نہیں ہوتا کیونکہ وہ بھی ہسپتال بناتا ہے' شفا کو جانتا ہے' پس انداز کرنے کو جانتا ہے' وجوہات اور نتیجے کو جانتا ہے' کسی کے ساتھ برائی کرے تو برائی کو بھی جانتا ہے' نیکی کو بھی جانتا ہے' اخلاقیات کو بھی تقریباً جانتا ہے' چوری کو برا سمجھتا ہے' ڈاکے کو برا سمجھتا ہے' کافر معاشرے میں جھوٹ بھی بہت کم ہوتا ہے' اس معاشرے میں سڑک کے کنارے اخبار بھی پڑا ہوتا ہے اور ٹوپی بھی پڑی ہوتی ہے' تو اخبار بک جائے گا

اور ٹوپی بچ جائے گی۔ اور یہاں آپ کے ہاں ٹوپی بھی لے جائیں گے اور اخبار بھی لے جائیں گے۔ میرا مطلب ہے کہ کافر بہت ساری باتوں کو جانتا ہے اور یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ نے بتائی ہیں۔ مثلاً ماں باپ اللہ کی ایک صفت ''پالنے والے'' کا کام کرتے ہیں لیکن کوئی نہ پہچانے تو اس کی مرضی ہے۔ تو اللہ رب ہے یعنی پالنے والا اور ماں باپ بچوں کو پال رہے ہیں۔ صفت وہی ہے' الٰہی صفت یعنی پالنا۔ بلکہ کہتے ہیں کہ زمین کے پاس پوری ربوبیت ہے لیکن زمین رب نہیں ہے۔ ربوبیت کا مطلب ہے پالنے کا عمل یعنی آپ کو گندم دینا' پانی مہیا کرنا اور کھانا دینا' یہ سارے واقعات زمین پورا کرتی ہے' حتیٰ کہ آپ کے راز بھی چھپاتی ہے' متعفن جسموں کو چھپاتی ہے' خزانے بھی چھپا دیتی ہے' آپ میت کو امانت کے طور پر رکھیں تو اُسے کچھ نہیں کہتی بلکہ محفوظ رکھتی ہے۔ تو اس کے پاس بڑے راز ہیں۔ یہ جو سونا ہے' ایک تو آپ کے کان میں ہے اور ایک زمین کی کان میں ہے۔ تو سونا کان میں ہے اور پھر جب آپ کے کان میں سونا آ گیا تو آپ بھی کان بن گئے۔ تو یہ ساری الٰہی صفات ہیں۔ اللہ کی ایک اور صفت ہے رحیم یعنی رحم کرنے والا۔ کافر بھی رحم کی صفت کو جانتے ہیں اور وہ اِسے Pity کہتے ہیں' Sympathy کہتے ہیں۔ تو وہ کافر معاشرہ کہتا ہے کہ Pity ہونی چاہیے' Sympathy ہونی چاہیے' ہمدردی ہونی چاہیے' Beggar کو دینا' غریب کو دینا چاہیے' بلکہ انہوں نے Beggar's Home بنائے ہوئے ہیں' بوڑھوں کی آسائش اور آرام کے لیے گھر بنائے ہوئے ہیں' فری ہسپتال بنائے ہوئے ہیں۔ تو یہ ساری صفات وہی ہیں۔ اللہ کی ایک صفت ''خالق'' کو آپ دیکھیں۔ اس کو بھی وہ لوگ جانتے ہیں' وہ جانتے ہیں کہ یہ زندگی کا عمل ہے'

وہ موت کا عمل ہے' Maintain کرنا' Sustain کرنا اور Create کرنا جانتے ہیں۔ وہ عزت اور بے عزتی کی بات کو بھی جانتے ہیں کہ کون سا عمل عزت لائے گا اور کون سا عمل بے عزتی۔ تقدیر کو وہ چانس کہتے ہیں۔ ہیں تو یہ اللہ کے کام لیکن وہ تقدیر کو مانیں یا نہ مانیں' اسے چانس کہتے ہیں۔ اگر کوئی جہاز ڈوب جائے تو وہ کہیں گے اتفاق سے ایسا ہو گیا ہے۔ ہم مسلمان یہ کہتے ہیں کہ

بھنور ہے تقدیر کا بہانہ

تو ہم کہتے ہیں کہ سمندر ان کے' جہاز ان کے لیکن بھنور کسی کا نہیں ہوتا۔ ان کو سمندر کے اندر جہاز کو محفوظ چلانے کا بڑا طریقہ آتا ہے لیکن بھنور کا نام انہوں نے اتفاق رکھا ہوا ہے۔ طوفان کا نام کیا رکھا ہوا ہے؟ چانس اور اتفاق۔ ہم نے اس کا نام تقدیر رکھا ہوا ہے۔ کافر معاشرہ جو ہے وہ فطرت کو جانتا ہے کہ فطرت جو ہے وہ کیا ہے' وہ اسے نیچر کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نیچر کے قریب رہنا' پرندوں سے سیکھنا کہ یہ زندگی کیسے بسر کر رہے ہیں' جانوروں سے سیکھنا' سمندروں سے سیکھنا' دریا سے روانی سیکھنا' پہاڑوں سے استقامت سیکھنا ..... تو وہ قدرت کے سارے واقعات سیکھتے رہتے ہیں۔ کون؟ کافر معاشرہ۔ وہ فطرت کو تو مانتے ہیں لیکن فاطر کو نہیں مانتے۔ وہ لوگ بہت ساری باتیں جان لیتے ہیں لیکن ایک بات ان کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ انسانوں میں سے ایک انسان پیغمبر کیسے بن جاتا ہے۔ یہی بات وہ نہیں مانتے۔ اسی کو کہتے ہیں کافر۔ کافر جو ہے وہ زندگی کا کافر نہیں ہے' وہ صفات کا کافر نہیں ہے بلکہ کافر' پیغمبر کا کافر ہے۔ وہ خدا کا بھی کافر نہیں ہوتا' بعض اوقات وہ خدا کو بھی مانتا ہے۔ ایسے مذاہب ہیں کہ وہ توحید کو مانتے ہیں' Pure توحید کو' وہ لا الٰہ

الاالله تک تو مانتے ہیں۔ان سے کہو کہ آگے؟ کہتے ہیں کہ آگے کچھ نہیں ہے۔تو یہ کافر ہے۔ یہ کہتا ہے کہ میں کسی پیغمبر کو نہیں مانتا۔ مثلاً جو سکھ ہے' گورونانک جی مہاراج والا' وہ خدا کو مانے گا لیکن پیغمبر کو نہیں مانے گا۔ ہمارے بہت سارے لوگوں نے کہا کہ یہ آدمی نیک ہے' یہ درویش ہے لیکن جو پیغمبر کو نہ مانے اس نے کیا درویش ہونا ہے۔ پیغمبر کو ماننے والا مسلمان ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں پیغمبر کو تو مانتا ہوں لیکن مسلمان نہیں ہوں تو جو پیغمبر کو مانے اور مسلمان نہ ہو تو وہ پیغمبر کو نہیں مانتا۔ اگر آپ کے ہاں کوئی اسلام پسند جج ہو مثلاً جسٹس کارنیلیس ہو' اُسے اسلام سے بڑی محبت ہو لیکن وہ مسلمان نہیں ہوتا تو پھر اُسے اسلام سے محبت نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھنا عرفان نہیں ہے۔ چاہے وہ ساری کتابیں لکھ دے' سوانح حیات لکھ دے لیکن وہ کافر' کافر ہی رہے گا۔ تو تاریخ اسلام لکھنے والا کافر ہوسکتا ہے۔ پھر کافر کون ہوا اور مومن کون ہے؟ اللہ کے منکر کو کافر نہیں کہتے بلکہ رسولؐ کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ کافر کو تو خدا کے ساتھ ضد ہی کوئی نہیں ہے' بلکہ وہ خدا کو مانتا ہے۔ جو کافر خدا کو نہیں مانتا وہ بھی دراصل مانتا ہے۔ پتہ ہے کیسے؟ مثلاً ایک آدمی کافر ہے' دہریہ ہے اور اس کا کوئی بھائی' بیٹا' عزیز یا باپ بیمار ہو جائے اور ڈاکٹر جواب دے دے تو جب وہ روتا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ جب کوئی چارہ نہیں چل رہا تو پھر آنسو کس لیے آ رہے ہیں؟ یہ آنسو اس طاقت کے سامنے فریاد ہیں' وہ مانے یا نہ مانے' ورنہ آنسو اس مریض کا علاج تو نہیں ہیں' نہ اس کا آپریشن ہیں' آپریشن تو ڈاکٹر نے کرنا تھا' علاج ہسپتال سے ملنا تھا' پھر رونے کا مطلب کیا ہوا؟ بے بسی میں رونے والا آدمی

دراصل خدا کے سامنے فریاد کرتا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ وہ خدا کو جانتا ہے۔ کشتی ڈوبؔ رہی ہو تو خدا پاس ہوتا ہے چاہے وہ کافر ہی ہوں۔ مومن اور کافر کا فرق کنارے پر آ کے پتہ چلتا ہے۔ ڈوبتی کشتی میں سارے ہی ''مومن'' ہیں' خدا کے لحاظ سے۔ جب کوئی ڈوب رہا ہو تو وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اور کنارے پر جب آ جاتے ہیں تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے ہمت سے کشتی کو بچا لیا ہے اور جو مومن ہوتا ہے وہ اور مومن ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے فضل سے ہم بچ گئے۔ بیماری میں تقریباً سارے خدا کے قریب ہو جاتے ہیں۔ بیماری کے بعد جب صحت ملے تو مومن جو ہے وہ شکر گزار ہو جاتا ہے اور باغی جو ہے وہ باغی رہتا ہے۔ اصل میں مومن کا پتہ بیماری میں نہیں بلکہ بیماری کے بعد چلتا ہے۔ کیا بیماری کے بعد تیری زندگی میں کوئی انقلاب آیا؟ کیا بیمار ہونے کا تجھے فائدہ ہوا؟ کہ بیمار ہونے کے بعد تیرے ایمان کی اصلاح ہو جاتی۔ تو کافر جو ہے بیمار ہونے کے بعد اس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ مومن جو ہے بیماری کے اندر اس کی توبہ شروع ہوتی ہے اور بیماری کے بعد اس کے ایمان کی تقویت ہو جاتی ہے کہ میرے مالک نے مجھے اس عذاب سے بچایا۔ پھر وہ اللہ کے اور قریب ہو جاتا ہے۔ مومن جو ہے اس پر جب اللہ کی مہربانی ہوتی ہے تو وہ جھک جاتا ہے اور کافر پر مہربانی ہوتی ہے تو وہ اکڑ جاتا ہے۔ مہربانی کرنا تو اللہ کا کام ہے' اس کی اپنی کائنات ہے' وہ کرتا رہتا ہے۔ اس لیے ایک بات کافروں کو سمجھ نہیں آتی بلکہ شاید کئی مسلمانوں کو بھی سمجھ نہ آئے کہ ایک انسان جو آپ کے اندر' اپنے معاشرے میں' اپنی برادری میں زندگی گزار رہا ہو اور یک لخت ایک صبح یہ اعلان

کردے کہ میں پیغمبر ہوں' مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ Message دیا ہے' آپ لوگوں کے لیے میں پیغام لایا ہوں .....تو کافر کہتے ہیں کہ یہ کہاں اور کس جگہ پر پیغمبر بنے' رہتے تو ہمارے ساتھ ہیں' اچانک یہ واقعہ کیسے ہوا؟ ماننے والوں نے کہا کہ یہ ہی پیغمبر ہیں اور ہم ان کا کلمہ پڑھتے ہیں لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ .....اور نہ ماننے والے کہتے ہیں کہ بتائیں کہ آپ پیغمبر بنے کیسے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ لقد جاء کم رسول من انفسکم کہ وہ تم لوگوں میں سے رسول بنائے گئے۔ تم ہی میں سے ہیں ایک ایسے رسول جو تم لوگوں کے لیے بے تاب رہتے ہیں اور تمہارے اعمال پر رؤف و رحیم ہیں۔ انہیں ''حرص'' ہے' کس بات کا؟ تمہاری رحمت کے لیے' تمہاری بخشش کے لیے۔ یہ جو واقعہ ہوتا ہے یہ واقعہ کس مقام پر ہوتا ہے؟ اگر یہ سمجھ آ جائے تو پھر انسان کا ایمان Clear ہو جاتا ہے۔ کہ ایک انسان' آپ جیسے انسان انا بشر مثلکم میں تمہاری طرح کا انسان ہوں لیکن میرا نام تمہارا ایمان ہوگا۔ تو یہ جو واقعہ ہے یہ واقعہ کیسے ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی کا نام ہی آپ کا ایمان بن جائے۔ تو جب ایسا واقعہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں تو یہ کافروں کو سمجھ نہیں آتا۔ مومن سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی کر رہا ہے۔ اللہ جو ہے وہ نظر نہ آنے والا ہے' نہ پایا جانے والا ہے' نہ ملاقات کرنے والی ذات ہے مگر پیغمبر کے ساتھ وہ پایا بھی جاتا ہے اور ملاقات بھی ہوتی ہے۔ یہ کہاں ہوتی ہے؟ یہ بات کسی کو پتہ نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی اُمت نے کہا کہ ہماری بھی تھوڑی سی بات کرا دو' ہمیں بھی اللہ کی گفتگو سنوا دو تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو کافروں کو سمجھ نہیں آتا۔ تو اس سوال کا جواب کیا ہوا؟ کہ کافر جو ہے وہ زندگی کا کافر نہیں ہے' Cause اور

Effect کا کافر نہیں ہے' فطرت کا کافر نہیں ہے' مشرق کو مغرب نہیں کہتا' مغرب کو مشرق نہیں کہتا' یہ جانتا ہے کہ دریا ڈھلوان کی طرف بہتا ہے' یہ جانتا ہے کہ بیج سے درخت پیدا ہوتے ہیں' درخت سے بیج پیدا ہوتے ہیں' سب جانتا ہے لیکن یہ بات نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں سے ایک بندے کو کب اور کیسے پیغمبر مبعوث فرماتا ہے۔ یہ بات انسان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور جن کے ایمان میں یہ بات آ گئی وہ مومن ہو گئے۔ جو اس بات کا انکاری ہو گیا وہ کافر ہے۔ کافر جو ہے وہ اللہ کا کافر نہیں ہے بلکہ کافر جو ہے وہ پیغمبرؐ کا کافر ہے۔ اس لیے جھگڑا کس بات کا ہے؟ اسی بات کا ہے۔ باقی جو خدا کو ماننے کی بات ہے تو خدا تو گلا بند کر کے بھی منوا لیتا ہے۔ اس کے لیے کیا مشکل بات ہے۔ اس نے تو انسان کے اندر بیج رکھے ہوئے ہیں' وہ بیج گس دے گا اور انسان قابو آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب انسان مرنے کے قریب ہوتا ہے' اس کی جان حلق میں ہوتی ہے تو تمہیں نہیں پتہ کہ بندہ مجھ سے کیا بات کرتا ہے' No body knows۔ آپ میں سے تو کسی کو موت کا تجربہ نہیں ہے لیکن اگر بیماری میں کسی کو تجربہ ہوا ہو تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ بیماری میں زیادہ قریب ہوتا ہے یعنی بیماری حلق کے اندر جان سمیت ہوتی ہے اور اللہ اُس کے قریب ہوتا ہے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں' بیماری جب شہ رگ میں آ جائے تو پھر اللہ اس کے اور قریب ہوتا ہے۔ پھر پتہ چل جاتا ہے انسان کو۔ یہ ایک بات انسان کو سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ کو Approach کرنے کا بڑا وقت ہوتا ہے بیماری میں' غریبی میں' تنگدستی میں' خواہش پوری نہ ہونے میں' جنون پورا نہ ہو رہا ہو' اگر آپ عشق سے

آشنا ہیں اور عشق پورا نہ ہو رہا ہو..... تو آپ اللہ کے قریب ہو جاتے ہیں۔ ماں کا بچہ اگر بیمار ہو جائے تو کہتے ہیں کہ اسے خدا کا راستہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ اسے پتہ چل جاتا ہے۔ تو جس ماں کا بچہ بیمار ہو جائے اسے خدا کی راہ کا پتہ ہوتا ہے۔ پھر خدا تک جانا بہت ہی آسان ہے۔ اصل میں یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کسی کو شریک نہ بناؤ مگر ساتھ ہی ایک ذات انسانوں کے لیے ایمان کا حصہ بنا دی۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی شریک کر لیا؟ ایسا نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شریک نہ بناؤ اور پھر خود ہی کہتے ہیں کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی آپؐ کہہ دیں کہ اگر تمہیں اللہ کی محبت درکار ہے تو پھر میری اطاعت کرو یحببکم اللہ پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ مطلب کیا ہوا؟ پیغمبرؐ کی اطاعت کا حکم کس نے دیا؟ جس نے یہ کہا کہ میرے علاوہ کسی اور کی اطاعت نہ کرنا۔ اُس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ کہا کہ اگر تم لوگوں نے آپؐ کی آواز سے اونچی آواز کر دی' ان کے علم کے برابر کوئی علم لے آئے' ان کی بات سے زیادہ کسی بات کو عزت دی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے' یہ پسند آپؐ کی' یہ ناپسند آپؐ کی ہے تو اس کے علاوہ کوئی چیز پسند یا ناپسند کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ بات کافر کو سمجھ نہیں آ سکتی۔ مومن کے لیے یہی سعادت ہے کہ وہ پہچانے کہ اللہ تعالیٰ کیسے پیغمبر بناتے ہیں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نام کی رونق ہے۔ انکار کرنے والا بھی اللہ کا نام لے رہا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ اس سے پوچھو کہ کس کو نہیں مانتے؟ تو وہ کہے گا کہ اللہ کو نہیں مانتا۔ اس

سے کہو اگر اللہ نہ ہوتا تو انکار کیسے کرتا۔ تو وہ اس کا انکار کیے جا رہا ہے جو کہ ہے۔ کیونکہ نہ ہونے والی چیز کا تو انکار ہی نہیں کر سکتے۔ انکار کرنے والا بھی اللہ کے ساتھ بحث کرتا جا رہا ہے' ماننے والا بھی اللہ کی بات کر رہا ہے۔ دنیا کے اندر ذکر' انکار یا تسلیم سارے کا سارا بندے کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود تو نہیں بولے اور ساری بات دنیا کے اندر انسان کے ذریعے سے ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ بات بتائی تھی کہ وہ مقام کون سا ہے جہاں فانی بندہ ہمیشہ رہنے والے خدا سے آشنا ہو جاتا ہے یا ہمیشہ رہنے والا خدا' فانی انسان کے ذریعے اپنی بات کرتا ہے۔ تو وہ کوئی مقام تو ہوگا۔ اس مقام کو مومن مانتے ہیں اور اس مقام کو کافر نہیں مانتے۔ یعنی کہ ''میں تم سے وہ بات کر رہا ہوں کہ مجھے جس کا حکم ہوا''۔ یہ حکم کب ہوا؟ یہ چٹھی کیسے ملتی ہے؟ یہ کون سے پوسٹ آفس کی چٹھی ہے؟ جبریل امینؑ پیغام لے کر کیسے آتے ہیں؟ وحی کیسے ہوتی ہے؟ الہام کیا ہوتا ہے؟ یہ سب کافر کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اگر اُسے یہ بات سمجھ آ جائے تو وہ کافر نہیں رہ سکتا۔ تو یہ ماننے والوں کی بات ہے۔ نہ ماننے والوں نے ایک مرتبہ کہا کہ لو ایک اور بات سنو' وہ کہتے ہیں کہ اب معراج شریف ہو گیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے عروج ملا' اللہ کے پاس جانے کا موقع ہوا۔ کافروں نے کہا کہ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ ماننے والوں نے کہا کہ اگر آپؐ یہ بات فرما رہے ہیں تو یہ ہو سکتا ہے۔ بس یہ ایمان کا درجہ ہے کہ اگر آپؐ فرما رہے ہیں تو یہ ہوتا ہے اور اگر آپؐ نے نہیں فرمایا تو پھر یہ بات نہیں ہوتی۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بات بتائی تھی۔ اب دوبارہ سن لو۔ مثلاً سچی بات یہ ہے کہ آج جمعرات کا دن ہے۔ اس بات کی اگر تحقیق کرنی ہو تو

آپ آج کا اخبار دیکھ لیں یا کسی اور سے پوچھ لیں۔ یہ ایسی سچائی ہے جس کی تحقیق ہوسکتی ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یا پیغمبروں کے ذریعے جو صداقت دنیا کے اندر آ رہی ہے اس کی تصدیق نہیں ہے بلکہ تصدیق ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو دنیاوی بات ہو رہی ہے اس کی تصدیق ہوسکتی ہے کہ آج جمعرات ہے' آپ بے شک تصدیق کرلیں' شام کا وقت ہے' یہ تصدیق کرلیں' اتنے بجے ہیں' یہ تصدیق کرلیں۔ تو ہر صداقت کی تصدیق ہے۔ لیکن جب کہتے ہیں کہ اللہ ہے تو اس کی تصدیق نہیں ہے بلکہ اس کی تسلیم ہے۔ چونکہ آپ فرما رہے ہیں اس لیے اللہ ہے۔ وہ اللہ کریم کہاں ہے' اللہ کیسا ہے' وہ ظاہر ہے تو باطن کیوں ہے' باطن ہے تو ظاہر کیوں ہے' اللہ اوّل ہے تو آخر کیسے ہے' آخر ہے تو اوّل کیسے ہے' عزت دینے والا ہے تو ذلت کیوں دیتا ہے' ذلت دینے والا ہے تو عزت کیوں دیتا ہے' اللہ رزق دیتا ہے تو غریب کیوں کرتا ہے' غریب کرتا ہے تو رزق کیوں دیتا ہے' زندگی دے رہا ہے تو پھر موت کیوں دیتا ہے..... جب تک پیغمبر پر اعتماد نہ ہو یہ باتیں سمجھ نہیں آتی۔ دنیا کی سب صداقتیں Verifiable ہیں' آپ ان کی تصدیق کرسکتے ہیں' تحقیق کرسکتے ہیں لیکن پیغمبروں کے ذریعے جن صداقتوں کا ذکر ہو رہا ہے اس کی تصدیق نہیں ہوسکتی۔ مثلاً موت کے بعد ایک زندگی ہے۔ اب مرنے کے بعد ہی اس کی تصدیق ہوگی۔ انسان کہے گا کہ پتہ نہیں مریں گے تو کہاں ہوں گے۔ دین کے پاس اس کی تصدیق مرنے سے پہلے ہے۔ اگر یہ کہیں کہ جنت ہے تو نہ ماننے والا کہے گا کہ تم مجھے بتا رہے ہو کہ جنت ہے' مجھے تو وہ چیز بتاؤ جو میں دیکھ لوں' تم تو یہ کہہ رہے ہو کہ ایک جنت ہوگی' حوریں ہوں گی' اس کے نیچے نہریں بہہ

رہی ہوں گی..... تو یہ کہاں پر ہے؟ ماننے والا کہے گا کہ یہ مرنے کے بعد ہوگا' جب ہم نہیں ہوں گے' پھر ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ کافر کہے گا کہ ہڈیاں گل گئیں تو انسان زندہ کیسے ہوگا' یہ کیسے ہوسکتا ہے' یہ تو بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ کریم نے اس کا یہ ثبوت دیا کہ جو پہلی بار پیدا کرتا ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ انسان کے پہلے پیدا ہونے میں اس کی اپنی کیا دلیل تھی' یہ اللہ کا حکم تھا جو وہ پیدا ہو گیا' یا تو تم یہ بتاؤ کہ پہلی بار پیدا ہونا کون سا آسان ہے۔ اللہ کریم نے بڑے ثبوت دیے ہیں۔ اس نے کہا کہ تم کہتے ہو کہ مجھے دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہوگا تو یہ پہاڑ دیکھو' کبھی تم نے اونٹ کو دیکھا کیف خلقت کہ میں نے اسے کیسے پیدا کیا۔ اگر پہاڑ اور اونٹ کو پیدا کرنا مشکل نہیں ہے تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کرنا ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ تو پہاڑ کو دیکھو' پہاڑ کے دامن میں مٹی ہے اور مٹی میں سے دریا بہہ رہا ہے' پہاڑوں پر درخت' بادل اِدھر چلے آ رہے ہیں' بادل اُدھر چلا جا رہا ہے' مچھلی تیرتی ہے' پرندے اُڑتے ہیں' انسان پیدا ہوتا ہے اور مر جاتا ہے ..... لیکن ابھی تک تمہیں بات سمجھ نہیں آئی۔ تم پیدا ہوئے اور اتنے بڑے ہو گئے ہو مگر ابھی تک تمہیں خدا سمجھ نہیں آیا..... تو یہ اللہ کریم کے ثبوت ہیں کہ تم چھوٹے سے تھے اور پھر اتنے بڑے ہو گئے۔ اب یہ ہونا کیا ہے' نہ ہونا کیا ہے' تمہاری آنکھ کیا ہے' آنکھ میں بینائی کیا ہے' اگر صرف بینائی ملتی اور نظارہ نہ ملتا تو بینائی کس کام کی؟ اور اگر نظارے ہوتے اور بینائی نہ ہوتی تو نظارے کس کام کے۔ تو نظارہ بھی ملا اور بینائی بھی ملی' اور یہ سب کرنے والا اللہ ہے۔ تو تمہیں یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ اللہ کے لیے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ پیدا کر دے۔ اگر آپ بہت باریکی سے دنیا

کو دیکھیں تو پھر آپ کو خالقِ اکبر کی سمجھ آئے گی کہ وہ کیا ہے۔ اور آپ کائنات کی وسعتوں کو دیکھیں تو ایسے ایسے ستارے ہیں کہ زمین سے کروڑوں' Million Times بڑے ہیں اور دور ہیں۔ اگر اور باریکی کی طرف جائیں تو ایٹم کے اندر الیکٹران اور پروٹان کے علاوہ بھی اور واقعات ہیں۔ تو اللہ کی تخلیق اتنی باریک بھی ہے اور اتنی وسیع بھی ہے' اس میں اتنی ورائٹی ہے کہ تم اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر آپ درخت کا ایک پتہ دیکھ لیں' بے شک اندر سے اس کی تحقیق نہ کرو بلکہ صرف اوپر سے اس کی ہیئت دیکھ لو' شکل دیکھ لو' Form دیکھ لو تو آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ آپ اپنا ایک بال دیکھ لیں کہ اس کے اندر خون ہے' خون چل رہا ہے' آپ اپنے کھانے کا لقمہ دیکھ لو' لقمہ گندم کا ہوتا ہے' گندم سے کتنے کرشمے ہو جاتے ہیں' آنکھوں میں بینائی آ جاتی ہے' ذہن میں پہچان آ گئی' کانوں میں اس کی طاقت گئی تو سماعت بن گئی..... تو گندم نے اندر جا کے کیا کھیل کر دیا۔ یہ چیز تمہیں سمجھ کیوں نہیں آتی؟ بے رنگ زمین' بے رنگ بیج اور بے رنگ پانی..... تینوں بے رنگ ملے تو ان میں نیرنگ کیسے پیدا ہو گیا' رنگا رنگ پھول کیسے نکل آئے۔ تو یہ غور والی بات ہے کہ بیج بھی رنگین نہیں ہے' زمین بھی رنگین نہیں ہے اور پانی بھی رنگین نہیں ہے تو یہ رنگ کہاں سے آ گیا۔ اگر ان باتوں کی سمجھ آ جائے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اللہ کیا ہے۔ تو اللہ کریم کی یہ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ فرمایا ہے کہ تم غور کرو تو میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا مشکل نہیں ہے' تم پہلے میری کائنات پہ غور کرو' ستاروں پر غور کرو' ذرّوں پہ غور کرو' صحرا پہ غور کرو' ساحل پہ غور کرو' سمندر پہ غور کرو' اپنے ہونے پہ غور کرو..... اگر ایک بار پیدا کرنا میرے لیے مشکل نہیں ہے تو دوبارہ

پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی خزاں دیکھی؟ خزاں کو دیکھیں تو درخت ویران ہیں' ٹنڈ منڈ ہو گئے' جل گئے سڑ گئے..... پھر اللہ نے ایک ہوا چلا دی اور درختوں میں کونپلیں آ گئیں' پھول نکل آئے' پتے نکل آئے۔ تو اللہ ایک ہوا چلاتا ہے تو آبادیاں ہو جاتی ہیں اور دوسری لہر چلاتا ہے تو موت۔ پھر ایک لہر چلا دے گا تو سب زندہ۔ اللہ کے لیے مشکل کیا ہے۔ آپ لوگ سمجھتے ہی نہیں۔ اللہ وہ ہے جس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ مشکل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ کریم نے یہ جو کہا کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہو گی تو کافروں کو یہ بات سمجھ نہ آئی۔ جب تک آپ کسی پیغمبر کو نہ مانیں یہ بات سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ مرنے کے تجربے سے پہلے وہ مرنا کیسے مان لیں۔ تو یہ وہ حقیقتیں ہیں' یہ وہ صداقت ہے جس کو Verify نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف مانا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ صرف مانا جا سکتا ہے کہ جنت ہے' مرنے کے بعد ایک زندگی ہے' یہ بھی مانا جا سکتا ہے۔ تو یہ بات ماننے والا مانے گا۔ اس کو یہ علم کس نے دیا؟ تجربے نے نہیں دیا۔ باقی ساری صداقتیں تجربے کی ہیں' یہ صداقت جو ہے یہ اطلاع کی ہے اور اطلاع جس کی ہے وہ ذات صادق ہے اور صادق وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے پیغمبرؑ ہیں۔ یہ بات کافروں کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ یہ وہ صداقت ہے جس کا آپ تجربہ نہیں کر سکتے بلکہ اسے صرف تسلیم کر سکتے ہیں۔ اس میں تحقیق کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان پریشان ہوتا ہے۔ ہم لوگ تجربے کی دنیا میں رہتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ وہاں جانے سے کیا ہو گا' تو وہ کہتا ہے کہ وہاں جا کر یہ پتہ چلے گا۔ اب اگر اُسے یہ کہو کہ مرنے کے بعد یہ پتہ چلے گا تو وہ نہیں مانے گا۔ اگر وہ مان لے تو

آسانی ہے اور نہ مانے تو تحقیق نہیں ہو سکتی' تجربہ نہیں ہو سکتا۔ جنت آپ کو کوئی نہیں دکھائے گا' خدا کوئی نہیں دکھائے گا' خدا کی آواز کوئی نہیں سنائے گا' بلکہ پیغمبر کہے گا کہ خدا نے مجھ سے جو بات کی ہے ہم وہ سنا رہے ہیں' ہم وہ بتا رہے ہیں جو اللہ نے فرمایا۔ کافر کہتا ہے کہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ اسی کو تو کافر کہتے ہیں۔ ورنہ کافر اس زندگی کا کافر نہیں ہے' بیماری کا کافر نہیں ہے' ضرورت کا کافر نہیں ہے' وہ ہسپتال بنائے گا' اچھا اخلاق رکھے گا' سچ بولے گا مگر یہ نہیں مانے گا کہ سب بندوں میں سے ایک بندہ پیغمبر کیسے بن گیا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو پیغمبر وہ ہوتا ہے جس کی بیعت اس کا چچا بھی کرے' اس کا ابا بھی کرے' اولاد بھی اس کی بیعت کرے۔ یعنی اس کے دین پر چلے۔ تو باپ کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہوا' چچا کے ساتھ بھی۔ وہ لوگ حیران تھے کہ یہ تو ہمارا بچہ تھا' یہ اتنی بڑی بات کیسے ہو گئی۔ انہوں نے کہا یہ بڑی بات ہی بس خدا کی بات ہوتی ہے۔ کافروں نے کہا کہ خدا نے بھی کمال کر دیا' ان کو پیغمبری دے دی اور ہمیں بات ہی نہیں سمجھائی۔ تو یہ ہوتی ہے بڑی بات۔ تو کافر کو یہ بات سمجھ نہیں آتی اور مومن یہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کی شان ہے' وہ جس کو دے۔ تو ماننے والا یہ مانتا ہے کہ یہ اللہ کی شان ہے' وہ جس کو چاہے دے دے' یہ اس کی مرضی ہے جس کو چاہے عطا فرمائے' اس کا شکر ہے کہ ہمارے قریب ہی یہ چیز عطا ہو گئی۔ اور جو کافر ہوتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ یہ بات ہمارے قریب کیسے ہو گئی۔ نہ ماننے والے آخری دم تک نہ مانے' ابو جہل جو تھا وہ ابو جہل ہی رہا اور ماننے والے مان گئے۔ تو کہانی اتنی ساری ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ لہٰذا کافر جو ہے ایک بات کا کافر ہے' اس کا اور کوئی جھگڑا نہیں ہے' اس کا صرف رسالت کا جھگڑا ہے۔ جو

آدمی اللہ کو ماننے والا ہو' صرف توحید کو ماننے والا ہو اور رسالت کو نہ مانے وہ آدمی ہمارے خیال میں کافر ہے۔ ہم اس کو نہیں مانتے۔ کچھ لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اندر سے مسلمان تھے' لیکن وہ باہر سے مسلمان کیوں نہیں تھے؟ ان کو Open مسلمان ہونا چاہیے اور پھر وہ مسلمانوں کے اندر ہی رہے۔ تو یہ ایک واقعہ ہے۔ اس واقعہ کا راز کھلے گا کسی وقت جا کر..... بہر حال رسالت کے انکار سے Compromise نہیں ہے یعنی رسالت کے منکر کے ساتھ Compromise نہیں ہے۔ اللہ کا منکر ہے ہی کوئی نہیں۔ جو کہتا ہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا' وہ بھی مانتا ہے' مثلاً جس شخص کی آنکھ میں آنسو ہیں وہ خدا کا منکر ہو ہی نہیں سکتا' جس شخص کو کسی بھی شخص سے محبت ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا' جس شخص کو بھوک لگتی ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا' جس کو نیند آتی ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا' جس شخص کو بیماری میں تکلیف ہوتی ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا' جس شخص کو اولاد کی تکلیف ہوتی ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا' جس کو باپ کے مرنے کا افسوس ہوتا ہے وہ خدا کا منکر نہیں ہو سکتا..... تو کوئی خدا کا تو منکر ہو ہی نہیں سکتا۔ منکر کہاں ہے؟ انکار کہاں ہے؟ رسالت کا۔ اور یہیں پر ہی ہماری بحث ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں ایک پورا واقعہ ہے' اورنگزیب بادشاہ اور سرمد شہیدؒ کا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ یہ بزرگ لا الہ الا اللہ کہتے رہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا لا الہ سے آگے؟ انہوں نے کہا کہ آگے کچھ نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر آگے کچھ نہیں ہے تو اس کی گردن اُڑا دو۔ جب گردن اُڑا دی تو کہتے ہیں کہ اُن کے خون سے نکلا محمد رسول اللہ ..... کہتے ہیں کہ اُن میں اتنا ادب تھا کہ وہ وجود کی حالت میں محمد رسول اللہ

نہیں کہہ سکتے تھے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ وجود کی ناپاکی کیا ہے؟ کہ اس حالت میں وہ آپؐ کا نام نہیں لیتے تھے۔ یہ ادب کا ایک مقام ہے۔ اور گستاخی کا بھی یہی مقام ہے' یعنی کہ نام نہ لینا گستاخی ہے اور نام نہ لینا بھی انتہا کا ادب ہے۔ کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تم حضور پاکؐ کا دیدار کرو گے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ جو ''نہیں'' کہتا ہے وہ گستاخ ہے اور جو ''نہیں'' کہتا وہ بھی بڑا مؤدب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اور آپؐ کا دیدار؟ میں اس قابل نہیں ہوں' نہ میری آنکھیں اس قابل ہیں اور نہ میری ذات اس قابل ہے' اس لیے میں دیدار کے قابل نہیں ہوں' اس لیے میرے لیے اتنا سارا کافی ہے کہ وہ مجھ پہ مہربان ہیں' دیدار کا دعویٰ میرے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ تو یہ ادب ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ میں مانتا ہی نہیں ہوں تو وہ گستاخ ہے۔ ایک جگہ پر گستاخ اور ماننے والے تقریباً برابر ہو جاتے ہیں۔ اب اس میں ایک بات بڑے نقطے کی ہے کہ ؎

کافرِ عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں
بت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

یہ بات کہنے والے بڑے عالم اور پیر ہیں۔

؎ کافر نہ شُدی لذتِ ایماں چہ شناسی

یہ بات کہنے والے بڑے بزرگ اور پیر ہیں۔ گویا کہ ایمان اگر قوی ہو جائے تو جو فقرہ کہا جاتا ہے وہ عام طور پر تب کہا جاتا ہے جب کفر قوی ہوتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ ایمان اگر قوی ہو جائے تو عام طور پر ایسی بات کہی جاتی ہے کہ ہم جانتے ہیں اللہ کو' اللہ ہی اللہ ہے' کیا کہنا ہے اُس نے..... تو وہ بے باک بات

کر جاتا ہے۔ وہ ایسی بات کر جاتا ہے جیسا کہ نہ ماننے والا کرتا ہے۔ تو ماننے والا کہہ جاتا ہے کہ اللہ کیا ہے' اللہ ٹھیک ہے' اصل میں تو بات حضورؐ کی ہے۔ وہ اللہ کے ساتھ ایسی بات کر جاتا ہے جو نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی کہ کافر گستاخی میں وہ بات کرتا ہے اور مومن وہ بات بے تکلفی میں کر جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ ایسی بات بھی کہہ جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ مجھے دوزخ میں ڈال دے گا لیکن میرے دل سے حضور پاکؐ کی محبت تو نہیں نکال سکتا۔ ہے یہ بھی ادب والا آدمی۔ وہ کہتا ہے کہ ؎

نماز پڑھاں کہ میں تیں وَل دیکھاں
میکوں کعبہ بھُل گیا ای

تو ایسی بات بھی کہہ جاتے ہیں کہ ہم حج نہیں کرتے ..... بظاہر یہ بڑا گستاخ فقرہ ہے لیکن یہی بڑا مومن فقرہ ہے۔ گستاخ اس لیے ہے کہ اس نے حج سے انکار کیا ہے اور مومن اس لیے ہے کہ گھر میں حج ہو رہا ہے' صبح شام' دن رات حج ہو رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ دور ہو تو ہم دیکھنے کے لیے جائیں' دل میں ہو تو ہم کہاں جائیں' پھر جانا کہاں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ سب آگے جا کے برابر ہو جاتا ہے۔ ماننے والوں نے ایسے ایسے فقرے کہے ہیں کہ درمیان والے جو لوگ ہیں انہوں نے ان فقروں سے شریعت سے باہر جانے کا راستہ لیا ہے۔ سڑک کے کنارے' دریا کے پاس' اللہ کی یاد میں کوئی اللہ کا ولی بیٹھ گیا' اپنی محویت میں بیٹھ گیا۔ اب وہ نماز کی انتہائی حالت میں ہے۔ اس لیے بعض اوقات منکر کی جو حالت ہوتی ہے قوی مومن کی وہی حالت ہوتی ہے۔ آپ میری بات سمجھے ہیں؟ تقریباً برابر۔ اس لیے جن بزرگوں کو دیکھ کر آپ کو لگے کہ کچھ تجاوز ہو گیا' شریعت کے علاوہ بات

ہوگئی ہے' مثلاً ''انا الحق'' جو ہے شریعت کے علاوہ ہے' تو وہ اللہ ہی اللہ ہے۔ یہ کیسے اللہ ہی اللہ ہے؟ بس اس کو پھانسی لگادو۔ تو وہ پھانسی لگ گئے۔ یہ جو ''انا الحق'' کہنا ہے یہ عین صداقت ہے اور ماننے والے کی انتہائی حالت ہے اور یہ جو ہے یہ انکار کرنے والے کی بھی انتہائی حالت ہے۔ صاحبِ شریعت نے اِسے انکار کہہ کے اُنہیں سُولی چڑھا دیا اور ماننے والے نے اسے اقرار کہہ کے کہا کہ سُولی کے اوپر اب دیدار ہونا ہے' وہ خود ہی آئے گا۔ اگر وہ دار پر چڑھائے گا تو دار پہ ہوگا' اگر سنگِ دریار پر بلائے گا تو سنگِ دریار پر ہوگا۔ تو یہ باتیں بالکل برابر برابر کی ہیں۔ درمیان والے لوگوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ اس لیے درمیان والے لوگ یہ بات فائنل سوچ لیں کہ شریعت فائنل ہے ادب کے ساتھ۔ جوں جوں ایمان قوی ہوتا جائے گا' بے باک باتیں ایسی ہوتی جائیں گی جو نہ ماننے والوں میں ہیں۔ اس طرح پھر بات آسان ہوجاتی ہے۔ لیکن نہ ماننے والے گستاخ ہیں۔ اور بے باک آدمی جو ہے وہ قریب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قریب رہنے والا آدمی تقریباً قریب ہی ہوجاتا ہے۔ پھر دور رہنے والے کی کیفیت اور قریب رہنے والے کی کیفیت برابر ہوجاتی ہے' کافی برابر ہوجاتی ہے۔ بس درمیان میں رسالت کا فرق ہے اور وہ ایمان اگر قوی ہوجائے تو پھر بات محفوظ ہوجاتی ہے۔ ورنہ جتنے بھی لنگوٹا باندھنے والے فقیر ہیں' مجذوب فقیر ہیں' ''غیر شرعی'' فقیر ہیں' مولوی نہ ہونے والے ہیں' صاف ظاہر ہے انہیں تو پھانسی لگا دینی چاہیے۔ لیکن یہ سارے قریب ہیں۔ دنیا کے اندر بہشتی دروازہ عین حکم کے مطابق ہے اور لگتا ہے کہ عین حکم کے علاوہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ حکم ہے کہ جو ایک دفعہ یہاں سے گزر گیا وہ جنتی ہوگیا۔ یہ ٹھیک ہے'

کیونکہ یہ اسی دنیا میں ایسا ہونا چاہیے۔ جس آدمی کو پتہ نہیں ہوگا اور وہ بھیڑ میں شامل ہوگیا تو بھیڑ ہی اُسے اُدھر پہنچادے گی۔ نیک ہجوم میں شامل ہونے والا ہجوم کی اپنی Dynamics میں سے پاس ہوجاتا ہے' گزر جاتا ہے۔ صحیح ہجوم کی تلاش اور صحیح سنگت کی تلاش' سفر کرنے کی ہر وقت کی احتیاط سے بچادیتی ہے۔ کیا کہا؟ سفر کے اندر احتیاط سے بچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ صحیح سنگت اختیار کرلیں۔ سنگت صحیح ہوگی تو پھر ہر بات پہ یہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ میں صحیح جارہا ہوں کہ نہیں۔ گروہ کے ساتھ چلنے والا عام طور پر محتاط ہونے سے بچ جاتا ہے۔ وہ میلے کے ساتھ جارہا ہوتا ہے۔ میلہ گمراہ نہیں ہوتا۔ ہجوم گمراہ نہیں ہوتا۔ کثرت عام طور پر گمراہ نہیں ہوتی..... اس لیے آپ یہ دیکھو کہ کافر کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ پیغمبر کیسے بنتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ پیغمبر کی بات کیسے سمجھ آسکتی ہے کہ ایک بندہ باقی بندوں میں پیغمبر کیسے بن جاتا ہے۔ ہے تو وہ بھی بندہ' اس کے بھی ماں باپ ہیں' پیغمبر کا بھائی جو ہے وہ بھائی ہے اور وہ پیغمبر نہیں ہے' پیغمبر کا باپ جو ہے وہ پیغمبر کا باپ ہے لیکن وہ پیغمبر نہیں ہے' پیغمبر کی اولاد' اس کی اولاد تو ہے لیکن پیغمبر نہیں ہے۔ پیغمبر وہ ہے جس کو پیغمبر بنایا جائے اور یہ اللہ خود بناتا ہے۔ یہ کائنات جو ہے اس میں اللہ نے ماننے والا بنادیا اور اس کو منوانے والا بنادیا۔ یہ اللہ کی بات ہے! اس کو سمجھنا چاہیے۔ بات Clear ہوگئی؟

اب بولو..... کوئی اور سوال ..... بات ساری نیت کی ہے۔ اگر انسان صداقت کی اور اچھائی کی اور اللہ کے راستے کی نیت لے کے چلے تو عام طور پر اُس کے گمراہ ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا کیونکہ نیت کے ساتھ ہی' مطابق ہی اللہ کریم

اس سے تعاون فرما دیتے ہیں۔ اعمال کو نیت سے ہی پھل ملتا ہے۔ اگر انسان کی نیت اچھی ہو تو عام طور پر اس کے ہم سفر اچھے ہو جائیں گے' منزل اچھی ہو جائے گی' رہنما اچھے ہو جائیں گے' واقعات اچھے ہو جائیں گے۔ ایک واقعہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت امیر خسروؒ جب پہلی بار حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ سے ملنے گئے تو انہوں نے اندر دو شعر لکھ کے بھیجے تا کہ پیر صاحب کو سوال کر کے آزمایا جائے ؎

تو آں سلطاں کہ بر ایوانِ قصرت
کبوتر گر نشیند باز گردد
غریبے مستمندے بر در آمد
بیاید اندروں یا باز گردد

یعنی آپ ایسے بادشاہ ہیں کہ آپ کے محل پر کبوتر بیٹھے تو باز بن جاتا ہے' میں غریب' ضرورت مند آپ کے دربار میں اندر آ جاؤں یا یہاں سے چلا جاؤں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ؎

بیاید اندروں مردِ حقیقت
کہ باما یک نفس ہمراز گردد
اگر ابلہ بود آں مردِ ناداں
ازاں راہے کہ آمد باز گردد

یعنی اگر تو مردِ حقیقت ہے تو اندر آ جا' اندر چلا آ' تجھے میں آشنائے راز بنا دوں اور اگر تمہیں کوئی دنیاوی تمنا ہے تو جس راستے سے آیا ہے اسی راستے سے واپس چلا

جا.....تو اگر وہ حقیقت شناس ہے تو اُسے وہ راز آشنا کر دیں گے اور اگر دنیاوی طلب گار ہے تو اس راستے پہ فوراً واپس چلا جائے۔ ان کے اندر تو صحیح طلب تھی' وہ اندر آ گئے۔ مطلب یہ کہ طلب ایک ایسی چیز ہے کہ آپ اپنے انجام کو اپنی طلب کے نام سے پہچان سکتے ہیں۔ دل میں سوچو کہ آرزو کیا ہے' طلب کیا ہے؟ اگر وہ اللہ کی ہے تو یہ طلب ناکام نہیں ہو سکتی' کسی علاقے میں ناکام نہیں ہو سکتی' گمراہ دور میں ناکام نہیں ہو سکتی' کافروں کے دیس میں بھی آپ کو اللہ مل سکتا ہے کیونکہ اللہ وہاں بھی ہے اور یہاں بھی ہے۔ وہ ساری کائنات میں ہے۔ کائنات کے اندر آپ جس مقام پر ہیں وہاں اللہ کا ملنا آسان ہے۔ اگر آپ مچھلی کے پیٹ میں ہیں تو بھی اللہ کا ملنا آسان ہے۔ صحت میں اور بیماری میں بھی اللہ مل سکتا ہے۔ اگر آپ کی طلب دنیا کی ہے تو یہ تو کبھی پوری نہیں ہونی' چاہے یہ نیکی کے نام پر ہو یا بدی کے نام پر ہو۔ نیکی کے نام پر بہت سے لوگوں نے دنیاوی طلب کی ہے۔ لوگ دعا کرواتے ہیں کہ پیسے زیادہ آ جائیں' پھر ہم حج کریں گے۔ پھر دعا قبول ہوئی' کارخانہ چل گیا مگر حج نہیں کیا۔ کہتا ہے وقت نہیں ملا' بڑی مصروفیت ہے۔ تو نیکی کے نام پر لوگوں نے دنیا کی بہت طلب کی ہے۔ جواز کیا بناتے ہیں؟ پیسہ ہونا چاہیے' اس سے خدمتِ خلق کروں گا۔ خدمتِ خلق کے نام پر لوگ اپنے آپ سے محروم ہو گئے۔ تو آپ اپنی طلب کو دیکھیں کہ کیا طلب صادق ہے' کیا طلب اللہ کی ہے؟ تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ گمراہ نہیں ہوں گے اور اگر طلب دنیا کی ہے تو کامیاب نہیں ہوں گے۔ دنیا کی طلب کیا کرنی ہے' اگر بادشاہی کرنی ہے تو بھی نقصان ہے۔ تو اپنے سفر سے پہلے یہ دیکھنا کہ عزمِ سفر کی نیت کیا ہے' کہ آپ کیوں

یہ کام کررہے ہیں؟ اگر کسی کی نیت اندر سے آسان ہو جائے' صاف ہو جائے تو سفر کا پہلا قدم جو ہے وہ آخری قدم ہے۔ اپنے آپ کی اصلاح صرف اتنی کرنی ہوتی ہے کہ نیت درست ہو' پھر پہلا قدم ہی آخری قدم ہے۔ شریعت ایک فارمولا ہے اور طریقت اس فارمولے کے اندر احساس یا قوت ہے' چلنا آپ نے خود ہی ہے' اور کسی نے آپ کو لے کے نہیں جانا' بس نیت درست ہو جائے' نیت کی اصلاح ہو جائے اور درمیان میں ہیرا پھیری نہ ہو۔ صاف ستھرا سفر ہو' پھر اللہ ہی اللہ ہو جاتی ہے۔

کوئی اور بات پوچھ لو..... آپ بولیں.....

سوال:-

حواس کا خیال سے کیا تعلق ہے؟

جواب:-

احساس کی دنیا یا حواس کے اندر کوئی ایسا سسٹم ہے' طلاطم ہے کہ خیال Clear ہو کے باہر نہیں آرہا یا ویژن جو ہے وہ Clear ہو کے باہر نہیں آرہا' اندر بیتابی ہے۔ آپ ایک شعر سنیں' شعر سے بات بڑی واضح ہو جاتی ہے

تیری یاد میں ہوا جب سے گم تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

تو یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ انسان کی محویت کا ایسا مقام آجاتا ہے۔ محویت بعض اوقات بے عنوان ہوتی ہے اور بعض اوقات عنوان والی بھی ہوتی ہے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ کسی سفر کے اندر صداقت کے ساتھ کچھ عرصہ چلنے کے بعد جو ظاہری

انعام ملتا ہے' دنیاوی طور پر ملتا ہے وہ محویت ہے۔ نیکی کے کسی شعبے میں یا شغل یا اشغال کے کسی شعبے میں آپ خلوص سے چلتے جائیں تو نتیجہ محویت ہے۔ محویت کا معنٰی یہ ہے کہ انسان جس چیز سے محویت حاصل کرتا ہے اس چیز سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ تیرے خیال میں ایسا محو ہو گیا کہ تیرے آنے کا بھی علم نہیں ہے ؎

بے نیازِ ہوش کتنا بے نیازِ ہوش تھا
یہ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش تھا

وہاں پر یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ انسان کیا سے کیا ہو گیا۔ مدعا یہ ہے کہ یہ جو محویت ہے یہ استغراق سے پہلے کی کیفیت ہے۔ اس کے بعد استغراق آ جاتا ہے۔ محویت کا مطلب یہ ہے کہ ابھی جنون پختہ نہیں ہے۔ محویت کا معنٰی یہ ہے کہ ؎

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

کہ میں اُس کے خیال میں اتنا محو تھا کہ پتہ نہیں چلا کہ کہاں چلا گیا اور اس کے وصال میں گم ہو کے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ جانا کہاں تھا اور چلا کہیں اور گیا۔ یہ محویت کا ایک درجہ ہے۔ اس کے بعد استغراق آتا ہے۔ استغراق کا مطلب یہ ہے کہ پھر ہمہ عالم' یعنی ایک ہی عالم ہے' پھر قدم اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تو ''رفتم'' والی بات ہے' پھر ''رفتم'' والی بات نہیں ہوتی کیونکہ تب استغراق آ جاتا ہے۔ استغراق والے پر ہر وقت ایک ہی وقت ہوتا ہے' ہر کیفیت ایک ہی کیفیت ہوتی ہے' وہ دکھ میں ہنستا ہے اور خوشی میں روتا ہے۔ استغراق کا عجب عالم ہوتا ہے

کہ اس کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا سے کیا ہو گیا ہے۔ استغراق عام طور پر ان کو ملتا ہے جن کو اس سفر میں کوئی کام کرنا ہوتا ہے۔ محویت ہر آدمی کے لیے انعام ہے مگر استغراق اُن کے لیے ہے جن کو اس سفر میں کوئی کام کرنا ہو' جس سے کوئی Contribution کرانی ہو۔ یہ محویت کی اگلی سٹیج ہے۔ کیونکہ وہ شخص محویت میں ہوتا ہے اس لیے اس کا خیال واضح نہیں ہوتا' اس کے خیال کا رُخ نہیں بنتا۔ محویت کا معنٰی یہ ہے کہ میں چلا جا رہا ہوں۔ اُسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کہاں جانا ہے' چل رہے ہیں اور بس چل رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کو یہ تجربہ ہوا ہو کہ کبھی آپ محویت کے عالم میں اپنے گھر کے آگے سے گزر جائیں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ محویت میں اس بات سے بھی آشنا نہ رہیں جس بات نے یہ محویت دی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب غم بڑھ جائے' شدتِ غم بڑھ جائے تو انسان اس کو بھی بھول جاتا ہے جو یہ غم دے گیا۔ اس سے پوچھو کہ کون سا واقعہ تھا جس نے غم دیا تھا تو وہ کہتا ہے اب تو غم ہی غم ہے' وہ واقعہ یاد نہیں رہا' اس واقعہ کی بات چھوڑو۔ اب تو ہر واقعہ ایک ہی واقعہ ہے۔ جب کوئی بزرگ یا رشتے دار مرتا ہے تو پہلی بار آنکھ روتی ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ آنکھ روتی ہی رہتی ہے' اب یہ نہیں پتہ کہ کیا ہے' ہر واقعہ ایک واقعہ ہے' ہر غم ایک ہی غم ہے' آج کا دن بھی کل کی طرح گزرا ہے ۔

آج کا دن بھی قیامت کی طرح گزرا ہے
جانے کیا بات تھی ہر بات پہ رونا آیا

جب انسان کا دل غمگین ہوتا ہے تو ہر بات پہ رونا آتا ہے' ہر وقت رونا آتا ہے۔ تو محویت میں انسان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ محویت جو ہے یہ عطا ہے۔ یہ ہر ایک

کے لیے نہیں ہوتی۔ محویت عام طور پر محبت میں ہوجاتی ہے' محویت خیال میں ہوجاتی ہے' محویت میں یہ خیال نہیں رہتا کہ میرا خیال کیا ہے' محویت میں نام بھی یاد نہیں رہتا۔ اس سے پوچھو کہ آپ کا نام؟ کہتا ہے کیا نام..... آپ کہاں سے آئے ہیں؟ دُکھ سے آیا ہوں۔ کہاں جارہے ہیں..... غم میں جارہا ہوں۔ تو اس کو کچھ یاد نہیں رہتا' سارا اتہ پتہ بھول جاتا ہے۔ اس سے پوچھیں کہ آپ کا پتہ؟ تو وہ کہتا ہے کیا پتہ..... تو محویت میں عام طور پر یہ واقعہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے آپ یہ دیکھیں کہ عام طور پر محویت والے جو لوگ ہوتے ہیں وہ گھر سے نقل مکانی کر کے کہیں چلے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی گھر رہتا ہی نہیں ہے' انہیں گھر' گھر نظر نہیں آتا اور باہر' باہر نظر نہیں آتا بلکہ کچھ نظر نہیں آتا کیونکہ محویت ہے' کوئی ایک خیال ہے کہ انسان چل رہا ہے۔ بلکہ خیال کا چہرہ بھی نظر نہیں آتا۔ محویت ایک بڑی زبردست چیز ہے۔ محویت ہی آپ کو دنیا کی آلائش سے بچا سکتی ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ میں نے پہلے دن آپ کو ایک بات بتائی تھی کہ اگر رات کا اندھیرا ہو اور راستہ سجھائی نہ دے رہا ہو تو دور جلنے والا چراغ روشنی تو نہیں دیتا لیکن آپ کا سفر ٹھیک کر دیتا ہے۔ قطبی ستارہ روشنی نہیں دیتا لیکن آپ کا رُخ ٹھیک کر دیتا ہے کہ قطب کدھر ہے۔ گویا کہ محویت ایک ایسا قطبی ستارہ ہے کہ آپ کے سفر کا رُخ صحیح کر دیتا ہے اور آپ صحیح چلتے جاتے ہیں۔ محویت آپ کا میٹر ہے کہ آپ ٹھیک جارہے ہیں۔ اس لیے یہ اچھی کیفیت ہے۔ یہ خیال کے احساس تک خیال کا ادنیٰ حصہ ہے اور جب اس سے اگلا حصہ آجائے تو صاحبِ خیال بھی آشنا نہیں ہوتا کہ خیال کہاں سے آیا ہے۔ شروع میں پتہ ہوتا ہے صاحبِ خیال کو کہ خیال کہاں سے آرہا ہے' مثلاً یہ

خیال اس کتاب سے آیا ہے جو میں نے پڑھی ہے' یہ خیال وہاں سے آیا ہے جو میں نے بات سنی ہے..... اگلا خیال کہاں سے آیا؟ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ وہاں سے اصلی خیال شروع ہوتا ہے جب صاحبِ خیال کو خیال کی آمد کا پتہ نہ چلے کہ خیال کہاں سے آ رہا ہے۔ یہ ہوتا ہے صحیح خیال..... یہ اچھی کیفیت ہے۔ تب انسان کچھ دیر کے لیے تو مفادات کو بھول جاتا ہے۔ تو مفادات کو بھول جانا' غم کو بھول جانا' پریشانی کو بھول جانا اور دِقت کو بھول جانا..... ورنہ تو بڑی دِقت ہے انسان کو اس زندگی میں۔ بڑے سے بڑا در محویت میں دور ہو جاتا ہے۔ وہ آدمی صبح کو بڑا پریشان تھا مگر شام کو ٹھیک ہو گیا۔ شام کو کیا ہو گیا؟ شام کو دوست آ گیا۔ کیا اس کی پریشانی دور ہو گئی؟ کہتا ہے مجھے پریشانی یاد ہی نہیں رہی۔ تو صبح کو سخت تکلیف تھی اور پھر دوست آ گیا۔ تکلیف دور نہیں ہوئی ہے بلکہ Emphasis بدل گیا' شفٹ ہو گیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان بڑا پریشان ہوتا ہے۔ دوست کہتا ہے کہ چلو سیر کو چلیں۔ تو وہ پریشانی کو بھول جاتا ہے..... ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ گھر میں اگر کوئی دقت ہو' کوئی مہمان آ جائے تو دقت دور ہو جاتی ہے۔ تو آپ ذرا اپنا Emphasis بدلیں تو پرانی پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ اس لیے فقراء نے ایک اچھا راستہ بتایا ہے اور وہ یہ کہ زندگی کی پریشانیوں میں Hope کا ایک راستہ بتایا ہے۔ وہ کہیں گے کہ تم بڑے پریشان ہو' گھبراؤ نہ کیونکہ وہ ابھی دستک دے گا جس کی تمہیں ضرورت تھی۔ تو وہ آ جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تم پریشان پائے جاؤ۔ وہ آنے والے ہیں' وہ جن کا تمہیں انتظار ہے صدیوں سے۔ پریشان نہ ہونا' وہ آ ہی جائیں گے۔ اگر وہ آ جائیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی کسی گھریلو دِقت میں پڑے ہو' یہ نہ کہنا

کہ میں کچھ بنا رہا ہوں ۔

میں بنا رہا ہوں جو آشیاں
اسے برق بن کے جلا بھی دے

ایسا نہ کرنا' پھر وہ جلانے والا آئے کہ نہ آئے۔ اس لیے اپنی پریشانیوں کو اتنا نہ بڑھاؤ کہ کوئی شے جو آنے والی ہے وہ بھی نہ آئے۔ پریشانیاں تو رہتی ہیں۔ پریشانیوں سے ہٹنے کا راستہ محویت ہے۔ ورنہ پریشانی تو پریشانی ہے' کچھ نہ کچھ پریشانی تو آئے گی۔ اگر یہ پریشانی آپ کی اپنی وجہ سے ہے' تب بھی ہوگی اور اگر کسی اور کی وجہ سے ہے تو بھی ہوگی اور اللہ کی مرضی ہے' تب بھی ہوگی۔ اب پریشانی کیا ہے؟ کہتا ہے کہ سر میں بڑا درد ہے۔ وہ کہے گا کہ اگر درد ہے تو پریشانی نہ کرو کیونکہ پریشانی ہے درد کے علاوہ ہنگامہ کرنا۔ پریشانی کسے کہتے ہیں؟ درد کو برداشت سے باہر نکالنا۔ تو درد کو باہر نکالنے کا نام پریشانی ہے' درد کو پی جانے کا نام پریشانی نہیں ہے۔ وہ جو درد ہے وہ اندر ہی اندر کاروائی کرتا جا رہا ہے۔ درد ایک ایسی بیماری ہے جو اندر سے ڈرِل کرتی ہے اور آپ کو ختم کر دیتی ہے۔ دل غم کو اور غم دل کو' دونوں مل کے ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ تو آپ کھانے دو۔ پریشانی کیا ہوتی ہے؟ درد سے نکلنے کی خواہش۔ اور اگر درد سے نکل نہ سکیں اور لوگوں سے ذکر کرنا شروع کر دیں تو پھر پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر یہ فیصلہ کیا جائے کہ اذیت کو دل سے باہر نہیں نکالنا' زبان تک نہیں لانا' اس کو اللہ سے منسوب رکھنا ہے' علاج کو اللہ کے سپرد کرنا ہے' کسی اور سے ذکر نہیں کرنا' جو اندر تکلیف ہے اسے خاموشی سے گزارنا ہے' تو اب کیا تکلیف! اب تکلیف نہیں ہوگی حالانکہ تکلیف

موجود ہے۔ایک آدمی اگر غریب ہوتو غریب تو وہ اس وقت بھی ہوتا ہے جب کسی
کو اپنی غریبی کا بتا رہا تھا' تو وہ بتانے کے بعد بھی غریب ہے۔تو بتا کے اس نے کیا
کیا؟ پریشانی حاصل کی۔اگر غریبی کو بتانے سے بچ جاؤ' برداشت میں رکھو تو پھر
پریشانی نہیں ہوگی۔غریبی کا جو ذکر کرتا ہے کہ ہم بڑے غریب ہیں' بڑے پریشان
ہیں' تو یہاں سے پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔غریب ہیں تو کیا ہوا۔جس طرح وہ
امیر ہے' تم غریب ہو' وہ اپنی زندگی گزار رہا ہے' تم اپنی زندگی گزارو۔بیان کرنے
میں پریشانی ہوتی ہے' اظہار میں پریشانی ہے' علاج کرنے کی خواہش میں پریشانی
ہے۔علاج بھی اس کے حوالے کرو جو بیماریاں دیتا ہے' وہی علاج دیتا ہوگا۔اس
نے بیماری کی میعاد مقرر کر رکھی ہے' اس کے بعد وہ خود ہی علاج بن جاتا ہے۔اس
نے رزق مقرر کر رکھا ہے' آپ کی کوشش سے پہلے دے دیتا ہے۔اس نے عزت کی
مقدار مقرر کر رکھی ہے' تمہارے عمل کے بغیر عزت آجاتی ہے۔ذلت بھی تمہاری
گمراہی کے بغیر تمہارے سر پر آجاتی ہے۔موت زندگی کی احتیاط کے باوجود بھی
آجاتی ہے۔بڑی اچھی زندگی ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی موت نازل ہوگئی۔ایسا بھی
ہوتا ہے کہ جو بے احتیاط زندگی گزار رہا ہے وہ پھر بھی نہیں مرتا کیونکہ ابھی اس کا حکم
نہیں ہے یہ سارے کام اگر اللہ کے سپرد کر دیے جائیں تو میرا خیال ہے کہ تکلیف
نہیں ہوگی۔تکلیف کو اگر اظہار میں نہ لائیں تو یہ تکلیف نہیں ہے۔تکلیف کو اپنی
ذات کے ساتھ بھی آشنا نہ کرایا جائے تو بھی تکلیف نہیں ہے۔وہ جو تکلیف بیان
کرنے کا ہنگامہ ہے وہ پریشانی ہے۔اگر کوئی شخص سارا کچھ لے گیا' سب اٹھا
لے گیا' ساری محبت لے گیا' تو اب اس کی تشہیر نہ کرو۔پھر بہت کچھ بن جائے گا

اگر اللہ کے سامنے آپ گلہ کر رہے ہیں تو اللہ تو آپ کے بتائے بغیر بھی آپ کی بات جانتا ہے۔ اور اگر آپ لوگوں سے کہہ رہے ہیں تو لوگ آپ کے کہنے کے باوجود آپ کی بات نہیں سمجھیں گے۔ اللہ تو کہے بغیر بھی سمجھتا ہے۔ اب کسے بتا رہے ہو؟ اس لیے بات پی جاؤ' یہ دکھ بھی پی جاؤ' غم بھی پی جاؤ..... کچھ تو اپنی عزت کرو۔ حالی کا ایک شعر ہے ۔

مصیبت کا اِک اِک سے احوال کہنا

مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ

کہتا ہے کہ میں تنگ آ گیا اِک اِک سے کہہ کے' کسی نے میری بات ہی نہیں سُنی۔ جب آپ اپنی مصیبت بیان کریں گے تو اگلا اپنی مصیبت بیان کرے گا' وہ کہے گا آج کل میں بڑا پریشان ہوں' آج کل بچے بڑا پریشان کر رہے ہیں۔ کہنے لگا کہ میرا بیٹا گھر سے غائب ہے' اللہ اُسے غرق کر دے۔ اگلے نے کہا ایسا نہ کہو۔ سُننے والا کیا کر رہا تھا؟ وہ پریشانی کو سُن رہا تھا مگر عذاب نہیں مانگتا تھا۔ تو یہ واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ سنانے والا ایک خاص قسم کی داد چاہتا ہے' جب نیک اعمال کی داد نہیں ملتی تو غم کی داد مانگتا ہے۔ نیکی کی داد اس لیے نہیں ملی کہ اس نے جھوٹا خواب بیان کر دیا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ لائٹ ہی لائٹ ہے' روشنی ہی روشنی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ کیا تھا؟ اس نے کہا بلب ہی بلب تھے..... اب نور کو اس نے واپڈا بنا دیا۔ تو بات غلط ہو گئی ناں' وہ جھوٹ تھا۔ اس طرح وہ داد مانگتا ہے۔ جب اُسے دنیاوی طور پر داد نہ ملے تو پھر غم کی داد مانگتا ہے کہ میرے اوپر ایک عذاب ٹوٹ پڑا' قیامت گزر گئی اور آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا' کبھی زمین پاؤں سے نکل گئی اور کبھی سر پہ

آسمان گر گیا' بڑی مصیبت تھی' بڑی پریشانی تھی' کوئی ایک غم ہو تو میں بتاؤں ۔

کیڑھا کیڑھا رونا روئیے سارے روگ اوتے نیں

ایک روگ ہو تو بتاؤں' کس کس روگ کا رونا روؤں ۔ سننے والے نے کہا بڑا افسوس ہوا..... تو اس نے اتنی سی بات کہلوانے کے لیے اتنی گپیں لگائیں ۔ اگر وہ لوگوں سے ہمدردی Seek کرنے کا نیک عمل بند کر دے اور غم کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھ کے چھپا دے' جیسے بینک میں پیسے چھپائے ہوئے ہیں' تو غم بھی ایک اثاثہ ہے' اسے بھی چھپا لو۔ تو میرا خیال ہے آپ کا غم پھر سرمایہ بن جائے گا۔ آپ نے تو غم کو بھی ضائع کر دیا' خوشی کو بھی آپ نے برباد کر دیا۔ یہ جو خوشی بیچ کے غم ملا ہے' اسے آپ سرمایہ بنائیں کیونکہ یہ آپ کا فقر بن سکتا ہے۔ غم کو ظاہر نہ کرنا۔ خوشی کو تو آپ ظاہر کر بیٹھے ہیں ۔ لوگوں کے سامنے غم کو رسوا نہ کرو بلکہ اگر غم کو دل میں رکھو' محفوظ رکھو تو یہ اللہ کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ میری بات سمجھ آئی ؟ غم کو رسوائی نہ بناؤ۔ جب اللہ کسی کو نیک سمجھتا ہے' اپنے قریب سمجھتا ہے تو اُسے غم دیتا ہے۔ اللہ اپنے قریب والوں کو غم دیتا ہے۔ جو جتنا قریب ہوگا اُسے اتنا بڑا غم دے گا اور زیادہ عزیز ہوگا تو اسے کربلا دے دے گا۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ زیادہ عزیز کو کربلا دیتا ہے۔ تو آپ غم کو اشتہار نہ بناؤ۔ میرا خیال ہے کہ اتنی بات سمجھ آ جائے تو پھر غم سرمایہ ہے۔ غم کو بالکل ظاہر نہ کرو۔ وہ جو کہتے ہیں کہ آہِ سحر گاہی ہے' رات کو جاگنا ہے' رات کو کوئی رو رہا تھا تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ رات کو پیٹ میں درد ہوتی ہے۔ بس اُس نے آہِ سحر گاہی تک ظاہر کیا اور آگے کیا تھا؟ یہ کسی نے نہیں بتایا۔ مطلب یہ ہے کہ غم بیان کرنے والی شے نہیں ہے۔ دنیا سے اپنے غم کی کیا داد لینی ہے' دنیا تو خود غمگین ہے۔

دنیا سے غریبی کی کیا داد لیتے ہو' یہاں تو کوئی امیر ہے ہی نہیں' جس شخص کو پیسے لینے کی تمنا ہے وہ غریب ہے' جسے اور پیسہ چاہیے وہ غریب ہے اور جو پیسہ دینے میں ہے وہ امیر ہے۔ اب آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ امیر کون ہے اور غریب کون ہے؟ تو جو شخص ابھی اور پیسہ لینا چاہتا ہے وہ غریب ہے۔ غریبی ہے پیسے میں اضافے کی تمنا۔ تو اسے غریبی کہتے ہیں۔ میرا خیال ہے اس طرح تو سارے ہی غریب ہیں۔ پیسے خرچ کرنے کی تمنا جو ہے یہ دولت ہے۔ پیسہ نہ حاصل کرنے کی تمنا جو ہے یہ دولت ہے۔ دولت کا مطلب ہوتا ہے استغناء۔ دولت وہ ہے جو غنی بنا دے' سخی بنا دے۔ غریب بھی بڑا سخی ہوسکتا ہے۔ انسان پیسے سے امیر نہیں ہوتا بلکہ ظرف سے ہوتا ہے۔ کس سے ہوتا ہے؟ ظرف سے ہوتا ہے۔ اور ظرف سے ہی انسان غریب ہوتا ہے۔ چھوٹے ظرف کا آدمی وہ ہے جس کی جیب بھری ہے اور جس کا دل خالی ہے۔ تو وہ غریب ہے۔ جس کا دل بھرا ہوا ہے بلکہ نگاہ بھری ہوئی ہے وہ امیر ہے۔ نگاہ اگر لالچی اور حریص ہے' چاہے وہ کسی شے کی ہو' مثلاً گدھ کی نگاہ مردار کی تلاش میں نکلتی ہے' اُسے ڈھونڈ لیتی ہے' اسی طرح وہ انسان جو نگاہ کو نفس کے طور پر لے کے تلاش میں نکلتے ہیں تو انجام خراب ہوتا ہے۔ تو ہوس کی تلاش' پیسے کی تلاش ہے۔ تلاش ختم ہو جانے کا نام ہے دولت۔ یہ دولت ہے کہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے وہ غم ملا ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے' لاجواب اور لازوال' دنیا کی چیز دنیا والوں کو مل گئی' خوشی ان کو دے دی ہے اور جو بڑی چیز تھی یعنی غم' وہ مجھے عطا فرما دی۔ اگر یہ سمجھ آجائے تو پتہ چلے گا کہ اللہ کے بندوں کے پاس یہی دولت ہوتی ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو اور اپنے غم کو رُسوا نہ کرو۔ پھر آپ کو اللہ آسانیاں دے گا۔

کوئی اور بات کرو..... سوال کیوں نہیں پوچھتے..... سوال پوچھو..... کوئی سوال نہیں ہے؟ پھر دعا کرو۔ دعا اتنی سی کرو کہ آپ اپنے اعمال کو اپنی نیت کی سمت دے سکو۔ اعمال کے ساتھ نیت کا دخل رکھو۔ یاد رکھو کہ نیت اگر صحیح ہوگئی تو جس کے نام کی نیت ہے' جس ذات کے نام کی نیت ہے تو وہی اس کا انعام ہے۔ اگر آپ نے اللہ کی طرف سفر کرنا ہے تو یہ پیدل چلنے کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ صرف اللہ کو ماننے میں اللہ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اگر وہ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں اور اگر اللہ کے بغیر ہو رہا ہے تو پھر گھبرانے کی کیا بات ہے۔ تو اگر یہ سب اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے تو پھر آپ فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا ایمان یہی ہے کہ مومن کا ہر حال جو ہے یہ اللہ کی ذات کی طرف سے ہے۔ آپ اپنے آپ کو درمیان میں سے نکال ہی دو۔ جو آپ کے ساتھ ہو رہا ہے یہ کون کر رہا ہے؟ اللہ۔ ورنہ اگر یہ سمجھو گے کہ تم خود کر رہے ہو تو پریشان ہو جاؤ گے۔ اپنے آپ کو مت پریشان کرو۔ غم کا اظہار نہ کرو۔ غم کی تشہیر نہ کرو۔ جس شخص کو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کے قریب ہے تو اس کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی چیز یہ ہے کہ اللہ اپنا قرب دے اور اپنے قریب رہنے والوں کا قرب دے یعنی جن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا انعمت علیھم والوں کا۔ یارب العالمین ان کے قریب کر۔ اگر ایک آدمی کے پاس پیسہ ہے تو یا تو وہ پیسہ چھوڑ جائے گا یا پیسے کو کسی چیز میں Convert کر جائے گا۔ جو اس نے کھایا وہی کھایا اور باقی جو حاصل کیا وہ چھوڑ دیا۔ وہ ساتھ لے کے نہیں جا سکتا' کبھی بھی ساتھ نہیں لے کے جا سکتا۔ اگر انسان کو یہ بات سمجھ آ جائے کہ I have

to go without every good thing جو میں نے حاصل کی ہے' اور جس بات پہ میں نے زور نہیں دیا وہ تھا میرا نیکی کا عمل۔ نیکی کا عمل چپکے سے اندر Register ہو جائے گا یعنی نیک نیتی۔ باقی جو ظاہری وجود ہے یہ آپ نے لباس کی طرح یہاں پہ چھوڑ دینا ہے یعنی آپ نے اپنے لباس میں سے نکل جانا ہے۔ وجود کے لباس میں سے روح نکل جائے گی جس طرح لباس میں سے بندہ نکل گیا۔ یا یوں سمجھ لو کہ مکان میں سے مکین نکل گیا۔ تو یہ جو مکان ہے یہ مکان تو رہے گا مگر مکان میں رہنے والے نہیں رہیں گے۔ تو بندہ چپکے سے مکان سے باہر نکل جائے گا۔ کون نکل گیا؟ مکین نکل گیا' وجود کے مکان میں سے مکین نکل گیا یعنی روح نکل گئی اور جسم خالی رہ گیا۔ جس چیز پہ آپ زور دے رہے ہیں وہ یہاں چھوڑنے والی ہے اور جو ساتھ جانے والی ہے اس پہ آپ زور نہیں دیتے۔ بس اس بات کا خیال رکھو کہ جو چیز یہاں رہنے والی ہے اس پہ زیادہ زور نہ دیا جائے اور ساتھ جانے والی چیز پہ توجہ ہو۔ محبت ساتھ جائے گی' عشق ساتھ جائے گا' ایمان ساتھ جائے گا' دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی خواہش ساتھ جائے گی' دوسروں پر مہربانی کرنے کی نیت ساتھ جائے گی' رحم کرنا ساتھ جائے گا' عزیزوں کے ساتھ' رشتہ داروں کے ساتھ نیکی ساتھ جائے گی' اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ساتھ جائے گی۔ باقی جو آپ کا حاصل ہے وہ ساتھ نہیں جائے گا' آپ کی پی ایچ ڈی ساتھ نہیں جائے گی' آپ کا دنیاوی شعور ساتھ نہیں جائے گا' آپ کی وزارت عظمیٰ ساتھ نہیں جائے گی' تمہارا تخت ساتھ نہیں جائے گا' تمہارا راج ساتھ نہیں جائے گا' تمہارا پاٹ نہیں جائے' سنگھاسن نہیں جائے گا..... تمہارا کچھ بھی ساتھ نہیں جائے گا۔

تمہاری شکل بھی ساتھ نہیں جائے گی جیسی کہ اب تم نے بنا کے رکھی ہے۔ ہر وہ چیز جو ساتھ نہیں جائے گی آپ اس پہ زور نہ دیا کرو اور جو ساتھ جانے والی چیز ہے اس کو ذرا زیادہ قوی کر لو۔ سنگت ساتھ جائے گی۔ وہ جو آپ کے آئندہ کے ساتھی ہیں آپ اُن کا انتخاب کر لیں کہ آگے کون کون ساتھ جائے گا۔ آگے جب آپ قبر میں پہنچیں گے اور آپس میں بات کریں گے تو پہلے سے آشنائی ہونی چاہیے ورنہ تو یہ بڑی دِقت کے سفر ہیں' لمبے سفر ہیں' پردیس جانا ہے۔ کہتے ہیں پردیس میں اپنی زبان سننا بڑی خوشی کی بات ہوتی ہے۔ مثلاً آپ' مریکہ گئے اور وہاں پنجابی بولنے والا مل گیا' چاہے وہ امرتسر کا رہنے والا ہو' تو زبان سن کے خوش ہو گئے۔ اس لیے اگر آپ کو اپنے دور کا کوئی ساتھی اگلے سفر میں مل جائے تو یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ آشنا چہرہ اگر آئندہ کے سفر میں مل جائے تو یہ بڑی خوش قسمتی ہے۔ اس لیے آئندہ کے سفر میں ہم سفروں کا اسی دور میں انتخاب کر لو۔ یہی دُعا ہے۔ آپ کسی کو دھوکا نہ دو' اپنے آپ کو بھی نہ دو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے' مسلمان حکومتوں اور مسلمان ملکوں پر رحم فرمائے' مسلمانوں کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ نیک سفر کے لیے تیار کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت عطا فرمائے۔ آپ لوگوں کی پریشانیاں دور فرمائے۔ یارب العالمین رحم فرما ہم سب پہ۔

.....

آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔



1 غیبت کیا ہوتی ہے؟

2 رجوع کے بعد آگے محبت تک کیسے جائیں؟

3 انسان کو تنگی آتی ہے تو اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی آسودگی آتی ہے تو غافل کیوں ہو جاتا ہے؟

4 ضروریاتِ زندگی کا کیسے تعین کریں؟

5 کیا عزت اور طاقت بھی اللہ کے قریب کرنے کا باعث ہو سکتے ہیں؟

6 اگر انسان کے پاس دولت آ جائے تو فرائض کا بوجھ تو ایک جیسا ہو گا۔

7 آج کل ہر جگہ پروفیشنل جیلسی بہت ہے.....

سوال:-

غیبت کیا ہوتی ہے؟

جواب:-

ایسی برائی جو کسی کی عدم موجودگی میں کہی جائے اور اس کے سامنے نہ کہی جائے وہ غیبت ہوگی۔ اگر آپ اس آدمی کو اس کے منہ پر اچھا کہتے ہیں اور بعد میں لوگوں کو بتاتے ہیں کہ وہ برا ہے تو یہ غیبت ہے۔ غیبت' غیب سے ہے۔ یعنی عدم موجود کی برائی بیان کرنا۔

اور کوئی سوال..... سوال ایسا ہو کہ آپ یہ بیان نہ کریں کہ یہ بات ایسے ہوتی ہے بلکہ اپنا ذاتی سوال ہو۔

سوال:-

رجوع کے بعد آگے محبت تک کیسے جائیں؟

جواب:-

رجوع سے آگے کیا محبت ہونی ہے۔ رجوع اگر قائم ہو جائے تو محبت کا سوال ہی بے معنی ہے۔

سوال:-

اگر زندگی سے بے رغبیت ہو جائے تو کیا یہ اطمینان کا اظہار ہے یا زندگی سے فرار ہے؟

جواب:-

ایسا سوال جس کا جواب لفظ میں ہو کہ یہ بات مشرق میں ہے یا مغرب میں ہے' اگر یہ کہیں کہ یہ مغرب میں ہے تو جواب ختم ہو جائے گا۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ فرار ہے تو پھر بھی جواب ختم ہو جائے گا..... آپ کو یہ بات پریشان کرتی ہے کہ آپ سوال کرنے سے پہلے کچھ وضاحت ضرور کرتے ہیں جو کہ آپ کے Mental Status کے لیے ہوتی ہے اور یہاں سے آپ کی بات کمزور ہو جاتی ہے۔ اب اس سوال پہ غور کرو کہ زندگی سے بے رغبیت ہونے کی کیفیت کیا اطمینان ہے یا فرار ہے۔ انسان پہلے بے رغبت ہو جائے' پھر بے عمل ہو جائے اور پھر یہ سوچے کہ یہ فرار ہے یا اطمینان ہے۔ تو انسان یہ پہلی دو Stages کیوں پوری کرے' بے رغبت کیوں ہو جائے' بے عمل کیوں ہو جائے۔ تو یہ کون سا انسان ہے؟ اسے کس چیز سے رغبت نہیں ہے؟ یہ کون سا اور کیسا بے عمل انسان ہے؟ انسان میں سانس کا ایک عمل تو جاری رہتا ہے' زندگی کا عمل بھی جاری ہے۔ تو کون سا عمل ہے جو بے عمل ہو گیا؟ اُسے کس چیز سے رغبت نہیں ہے؟ کون سی زندگی سے فرار کر کے اس نے کون سی زندگی بسر کرنی ہے؟ اس سوال کی شکل ٹیڑھی ہے اور یہ سوال تک نہیں پہنچی..... تو کوئی اور سوال دیکھو..... سوال پوچھنے میں کیا دِقت ہے؟

سوال:-

انسان کو تنگی آتی ہے تو اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور تھوڑی سی آسودگی آتی ہے تو غافل کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:-

اس دنیا میں انسان کو عمل کے لیے، حرکت کے لیے، زندگی گزارنے کے لیے جن جن Factors کی ضرورت ہے ان میں عام طور پر ذاتی خواہش یا آرزو ہوتی ہے۔ آرزو جو ہے یہ زندگی کی محرک ہے۔ یعنی کسی بھی شے کی آرزو ہو۔ آرزو آپ کے اندر اضطراب پیدا کرتی ہے، حرکت پیدا کرتی ہے، انسان کے اندر تلاش بن جاتی ہے۔ کبھی کبھی آپ آرزو کو اپنا حق سمجھ لیتے ہیں کہ یہ آرزو میرا حق ہے، مجھے میرا حق ملنا چاہیے، میری زندگی اس طرح ہونی چاہیے، آج کل کے حالات میں، آج کل کے زمانے میں میرا حق مجھے ملنا چاہیے..... تو اس کے لیے آپ کوشش کرتے ہیں اور اس کوشش کو عمل کہتے ہیں۔ تو کوشش عمل کہلاتی ہے اور آرزو جو ہے یہ باعثِ عمل ہے، محرک ہے۔ کبھی کبھی آرزو کا پتہ نہیں چلتا اور انسان کے اپنے فطری تقاضے حرکت پیدا کرتے ہیں۔ یہ جو فطری تقاضے حرکت پیدا کرتے ہیں وہ کیا ہوتے ہیں؟ مثلاً کسی قسم کی اشتہاء ہو، بھوک لگ جائے تو ہاتھ خود بخود کھانے کی طرف حرکت کرے گا، پاؤں بھی حرکت کریں گے اور انسان اپنی کمائی کی جگہ کی طرف مائل ہو گا اور عمل کرے گا۔ انسان کے وجود کے اندر یہ چیز موجود ہے کہ جہاں کسی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا ہے، چاہے وہ علم میں ہو یا علم میں نہ ہو، تو وہ عمل بنتا جاتا ہے۔ اور آپ کے بے شمار عوامل ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے آپ کی

جبلت شامل ہے' فطری تقاضے شامل ہیں' ضرورتیں شامل ہیں۔ مثلاً سامنے سے کوئی گاڑی آ رہی ہو تو آپ خود بخود ہی حرکت کر کے ہٹ جائیں گے۔ یعنی کہ زندہ رہنے کا آپ کے اندر جو ڈیفنس ہے وہ عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ایک تو عمل کی یہ وجہ ہے۔ بعض اوقات کوئی انسان ایسا ہوتا ہے کہ فطرت اس کو از خود ایک نصب العین کی طرف رجوع کراتی ہے۔ مثلاً وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور فطرت نے اس کو جذبہ دیا کہ تُو یہ تخت چھوڑ دے اور جنگل کی طرف نکل جا۔ تو یہ فطرت کی Dictation ہے کہ کوئی کچھ بن جائے گا' کوئی کچھ اور بن جائے گا' کوئی سقراط بن گیا' کوئی پیغمبر بن گیا' کوئی اولیائے کرام میں سے ہو گیا۔ تو یہ فطرت کے اپنے شہکار پیدا ہوتے رہتے ہیں' فطرت کسی میں کوئی بھی احساس رکھ دیتی ہے' کسی کو Conquest کی تمنا دے دی' کسی کو کچھ اور دے دیا۔ اب یہ ان کی آرزو نہیں ہوتی بلکہ ان کے اندر ایک قسم کا وجدان ہوتا ہے۔ مثلاً زمین پر بیٹھا ہوا ایک شخص کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا کیونکہ پھر میری رعایا کے ساتھ کیا ہو گا۔ وہ کہتا ہے تُو بادشاہ تو ہے نہیں' رعایا کدھر سے آ گئی۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہم بادشاہ بننے والے ہیں۔ اب یہ زمین پر بیٹھے ہوئے شخص کا وجدان ہے۔ تو اس کے اندر حرکت کا باعث ایک ایسا شعور ہے جس کا ظاہر ثبوت نہیں ہے۔ آدھی زندگیاں' آدھے لوگ اس عمل میں مصروف ہیں جس عمل کا جواز دُنیا کو معلوم ہی نہیں ہے۔ تو لوگوں کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور وہ ایمرجنسی میں ہیں' کیونکہ ان کو وجدان ہے کہ ایسا ہے۔ مثلاً کچھ لوگ دین کے خود ساختہ محافظ بنے ہوئے ہیں جیسے ان کے پاس دین کا لائسنس ہو اور کچھ لوگ دوسرے لوگوں کی بھوک کا ڈیفنس کر رہے ہیں' کہتے

ہیں کہ غریب لوگ کہاں جائیں گے' ان کی مساوات کردو کیونکہ پتہ نہیں کہ ہمارے بھوکے عوام کیسے گزارہ کرتے ہوں گے۔ کچھ اور لوگ اس اضطراب میں ہیں کہ اسلام کا کیا ہوگا۔ اس کو یہ بتاؤ کہ اگر اسلام میں اس سے بڑا کوئی آدمی موجود ہے' اس سے بڑا ڈیفنس موجود ہے تو وہ جانے اور اسلام جانے' اور اگر اس سے زیادہ کوئی باشعور انسان موجود ہے تو وہ جانے اور لوگوں کا فاقہ جانے..... فی الحال تم اپنا فاقہ ٹالو۔ لوگوں کے اندر بعض اوقات یہ وجدان صحیح ہوتا ہے اور بعض اوقات صحیح نہیں ہوتا۔ اس کو یہ بھی کہتے ہیں کہ خوش فہمی کا ہو جانا۔ مثلاً ایک آدمی کے ذہن میں بادشاہت کی بات ہوتی ہے اور لوگوں کے پاس جا کر وہ کہتا ہے کہ ہم آپ لوگوں کا مستقبل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے کوئی پوچھے کہ لوگوں کا مستقبل بنانے کی آپ کیوں کوشش کر رہے ہیں؟ مقصد یہ کہ غریب کا مستقبل اس کے پاس ہی رہنے دو۔ پھر لوگوں کو ایسا سمجھا دیا جاتا ہے جیسے اُن کا مستقبل واقعی اِن کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور پھر وہ لوگوں کا مستقبل بناتے بناتے ہمیشہ کے لیے ان کا مستقبل بگاڑ جاتے ہیں۔ ایسا بھی لوگ کرتے ہیں کہ آؤ تمہارا مستقبل بنائیں' یہ بینک ہے اور یہ بندوق ہے' اسے پکڑو۔ اس طرح اس کا مستقبل بناتے بناتے اُسے پولیس مقابلے میں مروا دیا۔ تو ایسے بھی کچھ لوگ ہوتے ہیں۔ اگر انسان میں شرارت نہ ہو تو وجدان پیدا ہو سکتا ہے۔ جو Real Life ہے' ظاہر کی زندگی' یعنی حقیقی زندگی اور اس کے علاوہ جو آئیڈیل زندگی ہے یا خیال کی زندگی ہے' اس میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ بس یہاں سے عمل پیدا ہوتا ہے۔ Real Life تو یہ ہے کہ آپ غریبوں کے علاقے میں رہتے ہیں' غریب ملک میں رہتے ہیں۔ یہ Real اور حقیقی

زندگی ہے' اور آپ کے دادا جان وہی ہیں جو کہ آپ کے دادا جان تھے۔ آپ انسان ہیں' جیسے بھی انسان ہیں۔ اب آپ کے ذہن میں اور طرح کی زندگی ہے۔ انسان اپنے ذہنی تصورات' اپنے وجدان کو اپنی حقیقی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کرتا ہے۔ اس کا عمل یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ عمل کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ Collective Life جو ہے یعنی اجتماعی زندگی جو ہے وہ اجتماعی طور پر ایک عمل کرتی ہے اور انسان اس میں Involve ہو جاتا ہے۔ یعنی کہ ایک جگہ سارے لوگ جمع تھے' بڑی سیل تھی' تو یہ بندہ بھی وہاں چلا گیا' اور وہاں سے کچھ خرید لایا کیونکہ سب خرید رہے تھے۔ پوچھا تم نے کیوں خریدا تو کہتا ہے کہ سارے ہی لے رہے تھے' میں نے سوچا کوئی خاص بات ہوگی' تو میں بھی لے آیا۔ تو جو سب کا شعور تھا وہ اس بندے کو بھی متحرک کر گیا۔ پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ جہاں سارے جھوٹ بول رہے تھے وہ بھی تھوڑی سی بے ایمانی کر آیا۔ کہتا ہے سارے کر رہے تھے' میں کوئی علیحدہ تو نہیں ہوں۔ جب سارے جھوٹ بول رہے تھے تو اب یہ اجتماعی عمل پیدا ہو گیا کہ ذاتی طور پر بھی جھوٹ بولنا پڑ گیا۔ یہ عجب زندگی ہے کہ اجتماعی عمل کو دیکھ کر انسان کا انفرادی عمل پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً میلہ چراغاں پہ اگر پندرہ بندے دھمال ڈال رہے ہوں تو جو بندہ وہاں جائے گا وہ اگر کچھ نہ بھی کرے تو بھی اس کے پاؤں ضرور حرکت کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ سارے جو کر رہے ہیں۔ اگر دمادم مست قلندر ہو رہا ہے تو جو کھڑا ہوا ہے وہ اگر اور کچھ نہیں کرے گا تو ہاتھ تو ضرور ہلانا شروع کر دے گا۔ کیونکہ اجتماعی عمل اس کے اندر رنگ ترنگ پیدا کر دے گا' وہ خود بخود ہی پیدا ہو جائے گا۔ جب آپ مسجد

میں جائیں گے تو اگر چار نمازیں چھوڑ بھی دیں تو پانچویں آپ ضرور پڑھنا شروع کر دیں گے۔ تو یہ اجتماعی زندگی کی تاثیر ہوگی۔ جب آپ یہ دیکھیں گے کہ سب بینک میں پیسے جمع کرا رہے ہیں تو غریبی آپ کو ڈھونڈتی ہوئی آئے گی اور کہے گی کہ دس دن ہو گئے تُو بینک ہی نہیں گیا' پھر کچھ کرنا پڑے گا۔ اس طرح آپ کچھ کرنا شروع کر دیں گے۔ اجتماعی شعور جو ہے یہ بعض اوقات انفرادی عمل پیدا کرتا ہے۔ تو انسان کی زندگی میں یہ عمل کی صورتیں ہیں۔ اس میں لگن ہو یا نہ ہو' تعلق ہو یا نہ ہو' عمل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اب ہمارا سوال یہاں پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عمل کی بے معنویت سے کیسے بچا جائے؟ عمل تو ہو ہی رہا ہے' کوئی بھی زندگی عمل سے بچ نہیں سکتی۔ اور جو بے عمل زندگی ہے وہ زیادہ عمل کرے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بے عمل زندگی زیادہ عمل کیسے کرے گی؟ مثلاً آپ نے عام طور پر دنیا میں دیکھا ہوگا کہ زیادہ محنتیں آرام کی خاطر کی جاتی ہیں۔ جو صبح سے شام تک محنت کر رہا ہے وہ کس لیے کر رہا ہے؟ کہتا ہے مجھے آرام چاہیے۔ یہ تو آرام میں آپ اپنا آرام ہی حرام کرتے جا رہے ہیں۔ پہلے اس کو ملازمت ملتی ہے اور پھر وہ ریٹائر ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے اب آرام کرو مگر وہ کہتا ہے کہ میں کوئی کام سوچ رہا ہوں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کیا کام؟ ہم بے کار کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ حالانکہ اُسے آرام چاہیے تھا۔ تو اس نے آرام کو کہیں دور کے مستقبل میں رکھا ہوا ہے اور پھر وہ اپنا عمل کرتا جا رہا ہے۔ تو اسی عمل میں زندگی جو ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ تو جس کو آرام درکار ہو اس کو آج ہی آرام کرنا شروع کر دینا چاہیے۔ جو آج آرام نہیں کر سکا وہ کبھی بھی آرام نہیں کر سکتا۔ تو مضمون یہ بنا کہ آرام کی خاطر بھی عمل شروع ہوتا ہے۔ آرام کے نام پر

بڑا عمل ہوا۔ زندگی بنانے کے نام پر بڑا عمل ہوا۔ اپنی خواہش کے نام پر بڑا عمل ہوا۔ اپنی فطرت کے نام پر بڑا عمل ہوا۔ اجتماعی تقاضوں کے نام پر بڑا عمل ہوا۔ وجدان اور اصول کے نام پر بھی بڑا عمل ہوا۔ تو انسان عمل کرتا ہی رہتا ہے۔ اب اس عمل کی بے معنویت کو دیکھیں۔ آپ کے سامنے جو ٹوٹل لائف ہے' دنیا کی' اس زندگی کے اندر ہر قسم کے عمل کا جواز ہے' ہر طرح کا انسان Available ہے' سب کچھ ہی ہو رہا ہے' نیکی سے لے کر بدی تک آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں ان میں سے ہر چیز آپ کو Available ہوگی۔ مثلاً آپ نے اللہ کی کتاب میں پڑھا ہے کہ ایک فرعون تھا تو وہ بھی آپ کو آج مل جائے گا یعنی ایسا بادشاہ جو ظالم ہو' رعایا پر ظلم کرے' پیسہ رکھتا ہو..... اگر بادشاہ نہ ہوگا تو کوئی جاگیردار ہوگا' کوئی سرمایہ دار ہوگا..... کہیں نہ کہیں آپ کو یہ واقعہ نظر آ جائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دنیا میں کسی زمانے میں کافر ختم ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہوگا۔ جب تک قرآن پاک میں کافر کا لفظ ہے تو کافر رہے گا' قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہونی۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے زمانے میں کافر ہوتے تھے اور اب نہیں ہوتے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ تو کافر بھی رہے گا' مومن بھی رہے گا' منافق بھی رہے گا' مسافر بھی رہے گا' مکین بھی رہے گا' گھر میں رہنے والے ہوں گے' غمگین بھی ہوں گے اور خوش بھی ہوں گے' کاروبار بھی کریں گے' تجارتیں بھی کریں گے..... تو سب قسم کی زندگی' ساری کائنات میں ہمیشہ رہے گی۔ عمل کی بے معنویت پھر کہاں ہے؟ عمل کی بے معنویت یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی واضح نصب العین نہ ہو اور آپ عمل کرتے جا رہے ہوں۔ اگر تو آپ کا عمل کسی مادے کے لیے ہے' مادی شے کے لیے ہے' چیز کے لیے ہے تو یہاں سے

عمل کی بے معنویت شروع ہو جاتی ہے' عمل بے معنی ہونا شروع ہو جاتا ہے یعنی کہ ایک انسان' بامعنی انسان' فطرت کا شاہکار انسان' کوشش کر رہا ہے' عمل کر رہا ہے کسی شے کے لیے' چیز کے لیے..... تو اس کا وہ عمل بے معنی ہو جائے گا۔ اکثر آپ کو یہ دیکھنے میں آئے گا کہ لوگوں کا زیادہ تر عمل اشیاء کے لیے ہے' عمل جو ہے وہ چیزوں کے لیے ہے۔ انسان بہت محنت کرتا ہے' ایکسٹرا ٹائم لگاتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کس لیے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی شے خریدنی ہے۔ وہ چیز جو زندگی کے لیے ہے وہ تو Basic ضرورت ہے۔ مثلاً Basic ضرورت ہے کھانا' تو کھانا کھالیا۔ مگر جمع کرنا تو ضرورت نہیں ہے۔ کھانا ضروری شے ہے' سونا ضروری ہے' چھت ہونی چاہیے جو بارش سے بچائے' ایک کمرہ تو ہونا چاہیے کہ جہاں آپ آرام کریں مگر اس کمرے کے ساتھ کئی سو کمرے تو نہیں ہونے چاہییں۔ کیونکہ اس طرح تو آپ کی بے معنویت پھیلے گی۔ جو ضروری چیزیں ہیں اس سے آگے جو تجاوزات ہیں یہ بے معنی ہیں۔ تو آپ کی ضرورت جہاں تک ہے اس سے آگے کا پھیلاؤ بے معنی ہے۔ اگر آپ کا تعلق الٰہیات سے ہو اور آپ مذہب کی طرف سے دیکھیں تو دنیاوی آسودگی جو ہے یہ بے معنی ہو جائے گی۔ دنیا کی نظر سے دیکھیں تو یہ جو دنیاوی آسودگی ہے' اصل یہ آپ کے وقت کا ضیاع ہے۔ اس کا فیصلہ آپ نے خود کرنا ہے۔ جب تک آپ فیصلہ نہیں کرتے تو آپ کی ساری زندگی بے معنویت کا شکار ہے۔ اس لیے یہاں پہ یہ نتیجہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے بے عمل ہے اور بے تعلق ہے۔ وہ اس لیے بے عمل اور بے تعلق ہے کہ وہ سوچتا ہے کہ میں اگر عمل کروں تو کس بات کے لیے کروں۔ پیسہ کمانے کا طریقہ آپ کو

معلوم ہے' مثلاً یہ ناجائز ہے' اور زندگی بنانے کا آپ کو پتہ ہے کہ یہ جائز طریقے سے ہوسکتی ہے۔ اب اگر آپ زندگی بنانے کی طرف جاتے ہیں تو پھر عوام کی' سماج کی چکی پیس دیتی ہے۔ لوگ غریب آدمی کو تو ویسے ہی اُڑا کے رکھ دیں گے۔ اور اگر آپ اس طریقے سے امیر ہوتے ہیں تو دین آپ کو اُڑا کے رکھ دے گا کہ یہ ناجائز رزق ہے۔ اس طرح پھر یہ سوال آجاتا ہے کہ آدمی اس بے معنویت سے کیسے بچے؟ یہاں پہ آپ کا سوال موجود ہے' یہ آپ کا بھی ہے اور باقی قوم کا بھی ہے یعنی سب کا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جتنے لوگ دنیا میں باشعور پیدا ہوئے' مشرق میں بھی پیدا ہوئے اور مغرب میں بھی پیدا ہوئے' تو باشعور ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کہاں پیدا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ باشعور ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ سفر کریں' کسی اور ملک میں جا کے شعور حاصل کریں۔ تو ہر ملک میں باشعور پیدا ہوسکتا ہے۔ باشعور آدمی کا یہ ہوتا ہے کہ عام انسان کی طرح زندگی گزارتے گزارتے' بازار میں جا کے سودا لیتے لیتے' اس کا شعور Develop ہوسکتا ہے۔ گویا کہ شعور کی Development کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ اپنی زندگی میں کوئی الگ سا اہتمام کریں۔ باشعور انسان اسی زندگی کو Convert کر لیتے ہیں۔ یعنی کہ اس کے لیے کسی خاص علم کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو وابستگی کے لیے' Development کے لیے خاص علم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ہر طبقے میں پیدا ہوسکتا ہے' ان پڑھ لوگوں میں ہوسکتا ہے' پڑھے لکھے لوگوں میں ہو سکتا ہے' کاروبار میں ہوسکتا ہے' بغیر کاروبار کے ہوسکتا ہے' ملازم میں ہوسکتا ہے' غیر ملازم میں ہوسکتا ہے۔ تو شعور کا پیدا ہونا انسان کے مزاج میں خود بخود آجاتا ہے یا

پیدا کرلیا جاتا ہے۔ وہ آدمی بڑا پریشان رہے گا جو یہ کہے گا کہ میرے شعور کے لیے ماحول سازگار نہیں ہے۔ کیونکہ شعور جو ہے وہ ماحول کا محتاج نہیں ہے۔ ہر طرح کا انسان شعور حاصل کرسکتا ہے۔ گویا کہ ساحل میں رہنے والا شعور حاصل کرسکتا ہے' گاؤں میں رہنے والا شعور حاصل کرسکتا ہے' کتابوں سے وابستہ شخص شعور حاصل کرسکتا ہے' جو کتابوں سے وابستہ نہیں ہے وہ کرسکتا ہے۔ تو یہ ایک ایسی چیز ہے کہ زندگی کے ہر قسم کے دائرے میں یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ بے معنویت ہے توجہ کی کمی' وابستگی کی کمی۔ اگر آپ اپنے آپ سے وابستہ ہو جائیں تو یہ ہوسکتا ہے۔ آپ یہ غور کریں کہ آپ ساری کائنات کے انسانوں سے ملے ہیں اور ایک انسان ہمیشہ آپ کے پیچھے بھاگتا رہا ہے لیکن آپ نے اس سے بات نہیں کی ہے۔ وہ آپ کی اپنی ذات ہے۔ کہتا ہے مجھے اپنے ساتھ بات کرنے کا ٹائم نہیں ملا۔ اور آپ بس بھاگے جا رہے ہیں۔ آپ نے اسی کو تو پہچاننا تھا اور اس سے بات کرنے کا آپ کو ٹائم نہیں ملا۔ آپ اِدھر جاتے ہیں اور کبھی اُدھر جاتے ہیں مگر کبھی اپنے آپ کے ساتھ بھی بات کرلیں۔ کبھی کھڑا ہو کے اپنے آپ سے بھی پوچھ کہ کیا حال ہے تیرا؟ تو کہاں رہا ہے اتنی مدت؟ ہے بھی صحیح کہ نہیں ہے؟ زندہ ہے کہ مر گیا؟ آپ لوگوں کے جنازے اٹھاتے جاتے ہو' کبھی شادیاں کرتے ہو' کبھی اپنے آپ کو بھی دیکھو کہ غم میں ہو' خوشی میں ہو' زندہ ہو یا موت میں ہو' تیرا خدا کوئی ہے بھی سہی کہ نہیں ہے؟ کہیں اپنے وہم کو تو خدا نہیں کہہ رہے؟ اگر تو ایک واہمے کو خدا کہہ رہا ہے تو تیری عبادت نامنظور ہے اور اگر تیرا یقین پختہ ہے تو تیری ہر ابتلاء اس کی رضا ہے۔ پھر تو گلہ ختم ہوگیا۔ مقصد یہ کہ جس کا پہلے فیصلہ کرنا تھا اس کو آپ نے آخر میں

رکھا ہوا ہے' کہتا ہے اس کا فیصلہ مرتے وقت کر لیں گے۔ اور وہ وقت کبھی نہیں آنا۔ گویا کہ آپ ہر انسان سے تو ملے ہیں مگر ابھی تک اپنے آپ سے نہیں ملے۔ حالانکہ ''خود'' سے ملاقات بڑی ضروری تھی۔ تو آپ اپنے آپ کو پکڑ کے پوچھو کہ بھئی کیا حال چال ہے۔ اس سے آپ آگے بھاگ رہے ہو اور کبھی یہ آپ کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ آپ کو اندر سے اپنی آواز آتی ہے مگر آپ کو اپنے آپ پر اعتبار ہی نہیں ہوتا۔ آپ کہتے ہو کہ اچانک ایک خیال آیا تھا۔ پھر آپ اُسے سُلا دیتے ہو' کسی کام میں لگا دیتے ہو۔ یہاں سے زندگی بے معنی ہو جاتی ہے۔ اگر آپ کے لیے سونا اور کھانا ہی زندگی ہے تو جانور بھی یہ کرتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کے لیے پیسہ ہی زندگی ہے تو کافر بھی کماتے جا رہے ہیں۔ پھر اس میں ایمان دار ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ پیسہ تو کافروں کے پاس بھی ہے' ڈاکو کے پاس بھی ہے' بندوق سے مل جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو پھر ثابت یہ ہوا کہ نہ پیسہ زندگی ہے' نہ کھانا پینا زندگی ہے' زندگی جو ہے وہ خالی ایمان بھی نہیں ہے کہ انسان صرف ایمان ایمان کرتا جائے بلکہ زندگی اللہ کا حکم ہے۔ اگر آپ حکم سے انکار کر دو اور باقی باتیں کرتے جاؤ اور یہ کہو کہ ہم اللہ کی ساری عبادت کرتے ہیں مگر زندگی ہم نے نہیں گزارنی' تو یہ تو بغاوت ہے۔ گویا کہ وہ انسان باغی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں ماں کا حق نہیں دوں گا' باپ کا حق نہیں دوں گا' اولاد سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے' میرا صرف عبادت سے تعلق ہے..... یہ تو پھر نہ اللہ سے تعلق ہے اور نہ اس کے حکم سے تعلق ہے۔ یہ تو پھر بڑا مشکل مقام آ جائے گا' یہ تو ابلیس قسم کی بات آ جائے گی۔ تو یہاں سے آپ کی زندگی بے معنی ہونی شروع ہو جاتی ہے۔

زندگی کا پہلے فیصلہ کرو یعنی آپ اپنے عقیدے کا جائزہ لو کہ عقیدہ ہے بھی صحیح کہ نہیں ہے۔ اگر عقیدہ ہے تو حال کے درست ہونے کی شرط نکال دو' حالات کے درست ہونے کی شرط نکال دو۔ عقیدے سے حالات کی بہتری نہیں مانگتے بلکہ عقیدے سے عقیدے کی پختگی مانگتے ہیں۔ یہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ ہم آپ کو مانتے ہیں' تو ہمیں اپنی ذات سے وابستہ رہنے دے۔ مگر آپ تو کہتے ہیں کہ یا اللہ پہلے تو ہمارے حالات ٹھیک کر' پھر ہم نماز پڑھیں گے۔ اللہ کے ساتھ اس قسم کی دوستی نہیں چل سکتی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ تم غور کرو' تم اپنے آپ کو بالکل ہی نظر انداز کر رہے ہو' اگر اللہ سے آپ کی وابستگی ہے تو پھر وابستگی ہی آپ کی زندگی ہے۔ پھر اس کیس میں آپ کی طرف سے کسی شرط کا امکان نہیں ہونا چاہیے۔ پھر اللہ آپ کو جس حال میں رکھ رہا ہے اس حال میں راضی رہنے کی تمنا ہی زندگی ہے۔ اللہ کے ساتھ ہر وقت تقاضے کرتے رہنا کہ میں تیری عبادت کر رہا ہوں' اب میرے لیے یہ کر دو' وہ کر دو..... یعنی کہ ماننے والا انسان عجیب و غریب ہی تماشے کرتا جا رہا ہے۔ اس طرح کا ماننے والا تو اللہ کو پریشان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مان لیا اور پھر چیزیں ہی چیزیں مانگتا جا رہا ہے۔ اب ہر آدمی انفرادی طور پر یہ دیکھے کہ اپنی زندگی میں کبھی کمپیوٹر کی Memory رکھے اور اپنی ساری مانگی ہوئی اشیاء کا Net Result نکالے تو مانگی ہوئی چیزیں اور وہ چیزیں جن سے آپ بیزار ہیں' سب کا رزلٹ برابر نکل آئے گا۔ یعنی جو ایک چیز مانگی تھی پھر اس سے آپ خود نجات مانگ رہے ہیں' جو چاہا تھا اس کے برعکس بھی آپ نے چاہا تھا۔ اگر آپ اپنے سارے ماضی کو دوبارہ Revive کریں تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ کی ایک خواہش دوسری

خواہش کو Cancel کر رہی ہے' ایک چاہت دوسری چاہت کو Cancel کر رہی ہے۔ ایک آدمی آپ کو ناپسند ہے اور چاہتے یہ ہیں کہ وہ آپ کے ساتھ نیک عمل کرے۔ بندہ آپ کو پسند نہیں ہے' دل سے آپ اس کی عزت نہیں کرتے اور اس سے آپ چاہتے ہیں کہ وہ آپ سے تعاون کرے تو یہ آپ کی کم عقلی ہے۔ مثلاً آپ کی سفر کرنے کی بڑی خواہش تھی اور آپ نے دعا کی یا اللہ ہمیں مسافر بنا' دنیا کی سیر کرا۔ یہ آپ کی خواہش تھی' تمنا تھی..... پھر آپ نے دعا کی یا اللہ میرا مکان بن جائے۔ تو کیا یہ کم عقلی نہیں ہے؟ مکان بنانے کی آرزو ٹھہرنے کی آرزو ہے اور سیر کرنے کی آرزو دوسرے کے مکان دیکھنے کی تمنا ہوتی ہے' اپنا مکان بنانے کی آرزو نہیں ہوتی۔ تو آپ اپنی ایک آرزو کو' خواہش کو دوسری کے ساتھ Cancel کرتے کرتے' انجام کار Net Resu.. کو زیرو ہی کر کے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک خوراک تھی صحت کے لیے' اب وہی چیز صحت کے لیے نقصان کر رہی ہے مگر آپ پھر بھی کھاتے جا رہے ہیں۔ جس چیز سے آپ کی صحت تھی' اب آپ کی عمر کا وہ حصہ آ گیا کہ اس سے صحت نہیں ہے' پھر بھی آپ وہی کام کرتے جا رہے ہیں۔ اب آپ کی سب سے بڑی بیماری ہے خوراک۔ جب خوراک ضروری ہوتی ہے وہ صحت ہوتی ہے اور جب خوراک ضروری نہ ہو تو وہی خوراک بیماری بن جاتی ہے۔ تو وہ حالت بن گئی ہے کہ جو صحت کے لیے ضروری تھی وہ اب بیماری ہے۔ اس لیے ہماری جتنی آرزوئیں ہیں اور جتنی دعائیں ہیں وہ وقت کے ساتھ ساتھ بددعائیں بنتی جاتی ہیں اور آپ کرتے جاتے ہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ تو Net Result یہ ہو جاتا ہے۔ آپ اپنی تمام خواہشات کو دوسرے وقت کی

خواہشات کے ساتھ Cancel کرتے جارہے ہیں۔اس ساری زندگی میں' اس ورلڈ کی جو Net Life ہے' اس ساری زندگی میں سارے حاصل جمع کرلو' ساری محرومیاں جمع کرلوتو رزلٹ زیرو ہوگا۔ایک کا حاصل دوسرے کی محرومی ہے۔خود بخود ہے۔ جہاں ایک کی خوشی ہوگی' دوسرے کا غم ہوگا۔مثلاً آپ کے لیے عید آرہی ہے مگر بکروں کی تو عید نہیں ہوگی۔ان بے چاروں کے لیے تو کچھ اور ہی ہوگا۔تو جہاں آپ حاصل کرتے ہیں وہاں دوسرا اس سے محروم ہوجاتا ہے۔اگر دنیا کا سارا خاندان ایک ہے تو آپ ایک سے لیتے ہیں اور دوسرے کو دیتے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ زندگی کامیاب ہے۔ حالانکہ ایک کھوتا ہے اور دوسرا حاصل کرتا ہے۔ٹوٹل رزلٹ جو ہے وہ زیرو کا زیرو رہتا ہے۔بات سمجھ آرہی ہے آپ کو؟ایک تو ذاتی زندگی میں خواہش' اور پھر اس سے نجات زیرو ہوجاتی ہے اور دنیا میں حاصل اور محرومی دونوں زیرو۔انسان اگر غور کرے تو اس کے اپنے اندر ایک خواہش ہے یعنی چاہنا یا نہ چاہنا' حاصل کرنا یا نہ حاصل کرنا۔ پیدا ہونا حاصل ہے اور پھر اسی انسان نے چپکے سے مرجانا ہے۔تو رزلٹ پھر زیرو ہے۔اگر آپ اس کو سمجھ لیں کہ آپ کا ہونا جتنا اثبات ہے تو اسی ہونے میں آپ نے نہ ہونا ہے' تو پھر آپ کو اپنی بات سمجھ آجائے گی کہ ہونے کے اندر ہی نہ ہوجانا ہے۔تو آج سے پچاس سال بعد آپ کے نام کی کوئی نشانی بہت مشکل سے باقی رہ جائے گی' شاید کوئی بیٹا رہ جائے۔ورنہ تو نام کی نشانی بہت کم رہ جاتی ہے۔ یہ انسان کی کل اوقات ہے۔اب اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟ یہ صرف آپ کے ساتھ نہیں ہورہا بلکہ ہر ایک کے ساتھ ہورہا ہے۔ تو یہ ضرور ہوتا ہے۔ ایسے ہوتا ہے جیسا کہ

Permanently ہو رہا ہے۔ پھر انسان ایسے ہوتا ہے جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ جب انسان جاتا ہے تو پھر ایسے ہوتا ہے جیسے کبھی تھا ہی نہیں' اس کا ذکر ہی نہیں تھا' دو دن خیال ہوتا ہے اور تیسرے دن کسی کو خیال ہی نہیں ہوتا کہ کوئی تھا بھی کہ نہیں تھا' کون تھا یا کون نہیں تھا۔ اس طرح آپ کی زندگی بے معنویت کا شکار ہو جاتی ہے اور زندگی خود بے معنویت میں چلی جاتی ہے' اس میں وہ بات ہی نہیں رہتی۔ اب آپ غور کریں کہ آپ کی آرزو' پھر نجات آرزو۔ پھر تکلیف اس سے ہوئی جس کی تمنا تھی' تمنا نہ ہو تو پھر تکلیف نہیں ہو سکتی' دوستی نہ ہو تو گلہ نہیں ہوتا۔ گلہ کب پیدا ہوا؟ جس کے ساتھ دوستی تھی۔ تو ہمارے گلے ہماری خواہش کا نام ہیں۔ تکلیف اسی سے ہوتی ہے جس سے راحت پہنچتی ہے' راحت نہ پہنچے تو تکلیف نہیں ہوتی۔ تو زندگی کے اندر ہمارے تعلقات ہی ہماری طاقت ہیں اور تعلقات ہی کمزوری ہیں۔ یہی ہمارا حاصل ہے اور یہی ہماری محرومی ہے' ہم خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے مکان بنایا اور ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ ہم نے قرضہ دینا ہے۔ قرضہ تو ہونا ہے' بینکوں سے پیسے لیتے ہو تو قرضہ کیسے نہیں ہوگا۔ ایسا تو زندگی میں ہوگا۔ اسی طرح ایک آرزو ہے دوست بنانے کی اور شادی کرنے کی۔ بڑی خوشی سے شادی کرو مگر اس کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک ڈیوٹی بن جاتی ہے' پریشانی بن جاتی ہے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے۔ ایک خوشی کی خاطر آپ نے کتنے ہی بکھیڑے بنا لیے' پہلے بچے' پھر ان کی پڑھائیاں اور پھر دوسرے واقعات۔ ان بچوں کی خوشی کے مضمون سارے پیسے سمیٹ کے لے جاتے ہیں اور پھر Ultimately ہوتا کیا ہے؟

بیٹی لے گئے جوائی اور بہوئیں لے گئیں پُوت
تریا جوبن لے گئی' رہے اُوت کے اُوت

آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ آپ کی بیٹی کو داماد لے گیا اور بہو آپ کے بیٹے کو لے گئی' بیوی آپ کی جوانی کو لے گئی اور آپ وہی کے وہی رہے۔ اس طرح آپ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اس کا Net Result یہ ہے کہ آپ وہی کے وہی رہ جاتے ہیں۔ تو یہ ہے انسان کا Net Result کہ کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اس کے لیے یہاں Permanence کا باعث ہو۔ اب یہاں اگر آپ کے مزاج میں الٰہیات نہ ہو تو یہ آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہوگا۔ کسی کا فرض آپ کیسے پورا کر سکتے ہیں؟ اگر آپ پر اللہ کی محبت ذاتی طور پر فرض ہو گئی تو پھر آپ یہ پوری کر سکتے ہیں' کسی کے حکم کو آپ پورا نہیں کر سکتے۔ دوسرے کی محبت آپ نہیں نبھا سکتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ جب تک آپ کو اللہ سے خود محبت نہ ہو آپ کسی کے حکم پر خود یہ محبت نہیں کر سکتے۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ کہاں تک پہنچ گئے ہیں؟ نہ کافروں جیسا پیسہ آپ کو ملا ہے' نہ مومنوں جیسا ایمان ملا' نہ زندگی میں وہ تیزی آئی' نہ عمل پورا ہوا' نہ سیاست آپ کی صحیح رہی' نہ آپ کا علم صحیح رہا' نہ وہ فراست حاصل ہوئی' نہ آپ کو دنیا ملی اور نہ آپ نے اپنے لیے کچھ بنایا۔ تو یہ آپ کے اضطراب کا باعث ہے۔ یہاں سے آپ ڈسٹرب ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ کی وابستگیاں جو ہیں وہ اکثر بدلتی رہتی ہیں' کہ انسان کرے تو کیا کرے' جائے تو کہاں جائے۔ جائز طریقے کا پیسہ نہیں ملتا' جائز لوگوں کا ایمان نہیں ٹھہرتا' پھر انسان کرے تو کیا کرے۔ یہاں آ کے آپ رکے ہوئے ہیں۔ اس کا علاج صرف یہ ہے آپ

فیصلہ کرلیں کہ ؎

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت

اگر آپ دل کی آزادی چاہتے ہیں تو یہ بادشاہی ہے اور بھرا ہوا پیٹ چاہتے ہیں تو یہ موت ہے۔ آپ نے خود فیصلہ کرنا ہے کہ دل یا شکم۔ تو آپ اپنے لیے خود فیصلہ کریں۔ اگر آپ نے خود فیصلہ کرلیا کہ میں اللہ کی طرف رجوع کروں گا تو کوئی طاقت آپ کو روک نہیں سکتی۔ پھر تو آپ جانتے ہیں کہ غریبی میں بھی اللہ ملتا ہے، دولت مندوں کو بھی اللہ ملا، مغرب والوں کو ملا، مشرق والوں کو ملا، پہاڑ پر رہنے والوں کو ملا، صحرا میں رہنے والوں کو ملا ؎

فطرت کے تقاضوں کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

تو اللہ ہر ایک کے پاس ہوا۔ آپ کے پاس نہیں ہوگا کیونکہ آپ کا خیال پختہ نہیں ہے۔ اگر آپ یقین یہ کریں کہ ہم نے اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے تو پھر ایک وعدہ ضرور کرلو کہ ہم اللہ سے محبت کے بدلے میں حالات کی اصلاح نہیں مانگتے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ یقین کے ساتھ یہ سفر کریں۔ تو آپ کو راستہ مل جائے گا۔ مگر آپ تو کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں تم سے محبت ہے لہٰذا تُو ہمارے حالات درست کر۔ اور ایسے مطالبے کرتے ہیں جیسے کافروں نے کیے ہیں، تو یہ کیا محبت ہوئی۔ تو آپ کے دل کی آرزو تو یہ ہوتی ہے کہ یا اللہ ہمیں محبت کے بدلے میں وہ چیزیں دے جو تو نے کافروں کو دی ہوئی ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زندگی کافرانہ ہو اور خیال مومنانہ ہو..... تو یہ تو بڑا مشکل ہے۔ اس طرح خیال نہیں چل

سکتا۔ یہ بہت مشکل ہے کہ زندگی فرعون کی ہو اور عاقبت موسیٰ علیہ السلام کی مل جائے۔ یہ ناممکن ہے۔ فرعون کی زندگی کو فرعون کی عاقبت ملے گی' موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کو موسیٰ علیہ السلام کی عاقبت ملے گی۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ اگر آپ کا دنیا کی طرف رجوع ہے تو آپ کی عاقبت دنیا ہے اور اگر آخرت کی طرف رجوع ہے تو آپ کی عاقبت آخرت ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ آپ نے اپنا فیصلہ کیا کیا ہے۔ آپ نے اپنا فیصلہ خود کرنا ہے۔ آپ عمل کرتے ہی نہیں۔ کوئی آدمی یہ نہیں بتائے گا کہ آپ عمل چھوڑ دیں۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ یہ جو زندگی چلی ہے اس نے ایک مقام سے آخری مقام تک جانا ہے۔ اگر آپ کو ابتدائی مقام میں کوئی مبلغ مل جائے یعنی اگر آپ کا بچپن ہو اور آپ کو کوئی تبلیغ کرنے والا مل جائے تو وہ آپ کو کہے گا کہ محنت کرو' پڑھائی کرو' بڑوں کا ادب کرو' کہنا مانو' پاس ہوتے رہا کرو' فیل نہ ہو جانا' سکول جایا کرو' مدرسے جایا کرو..... تو وہ آپ کو یہ باتیں سمجھائے گا۔ کیوں؟ کیونکہ کہ وہ مبلغ آپ کے ابتدائی ایام میں کھڑا ہے۔ مبلغ سے مراد جاننے والا شخص ہے۔ جاننے والا آپ سے ابتدائی زمانے میں یہ نہیں کہے گا کہ تو اللہ سے لو لگا اور زندگی کو چھوڑ' کیونکہ ابھی تو آپ نے زندگی کو چکھا ہی نہیں ہے۔ تو وہ آپ سے اس طرح بات کرے گا۔ اگر آپ کو جوانی کے ایام میں ملے گا تو وہ آپ سے یہ کہے گا کہ تو اب کائنات کا حسن دریافت کر' چاند کا نکلنا' لہروں کا اضطراب' یہ اونچے اونچے پہاڑ' یہ صحرا' یہ دریا' برف باری' کائنات کو دیکھ' ہر طرف جلوے ہیں' رونقیں لگی ہوئی ہیں۔ کیوں کہ آپ جواں ہیں' آپ کو یہ دعوت ہے' دعوتِ نگاہ ہے کہ آپ تھوڑی سیر کر لو اور اللہ تعالیٰ کے جلوے دیکھو کل یوم ھو فی شان ہر روز ہی

اس کی نئی شان ہے' ہر روز اس کے جلوے نئے ہیں ۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اُٹھاتا ہے سحاب؟
کون لایا ہے کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار
خاک پہ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب؟
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب؟

تُو دیکھ تو سہی کہ وہ کیا رونق لگا رہا ہے۔ تو آپ اِس کو دیکھو' اُس کو دیکھو' کائنات میں سیر کے لیے بڑی جگہیں ہیں۔ تو وہ دیکھو کیوں کہ آپ کے جوانی کے دن ہیں۔ اب یہ عبادت ہے کہ جوانی میں آپ اللہ کا رنگ' اس کے رُوپ' رونق میلہ دیکھ لو۔ تو جوان آدمی کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرے گا' اس کو کرنے دو۔ بچے کو زندگی کا شعور حاصل کرنے دو کہ محنت کرے' سکول جائے' بزرگوں کا خیال رکھے۔ ایک چھوٹے بچے کی کہانی سُنو۔ آٹھ سال کا بچہ تھا۔ اس کو ماں نے پھول لا دیے اور کہتی ہے کہ بیٹا دیکھو یہ پھول ہیں' یہ بڑے خوب صورت ہیں۔ آٹھ سال کا بچہ پھول لے کے دیکھتا ہے اور کہتا ہے ماں' میں پھولوں سے ضرور محبت کرتا اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ یہ مرجھا جایا کرتے ہیں۔ ایک آدمی پاس بیٹھا ہوا تھا' اس نے بچے کی ماں سے کہا کہ یہ بچہ جلدی مر جائے گا۔ ماں نے پوچھا اس کی وجہ؟ اس نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ یہ اپنی عمر سے بڑی دانائی بیان کر رہا ہے۔ تو اگر عمر سے باہر کی دانائی بیان ہو جائے تو وہ بندہ ٹھہرتا نہیں ہے۔ اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دن اسی بچے نے سُن لیا کہ ماں

باپ بیٹھے ہوئے بات کر رہے ہیں کہ ہمارے سات بچے ہو گئے ہیں' ہم غریب لوگ ہیں' پیسہ ہے نہیں' تو بھی کارخانے میں محنت کرتی ہے' میں بھی کارخانے میں محنت کرتا ہوں' دو دن سے فاقہ ہے' بڑی دِقّت ہوئی پڑی ہے..... بیچارے بڑے اضطراب میں تھے۔ اس آٹھ سال والے بچے نے یہ سب سُن لیا کہ ماں باپ پریشان ہیں۔ اگلے دن وہ کارخانے سے واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سب بچے درخت سے لٹکے ہوئے ہیں' مرے ہوئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ چٹھی لکھی ہوئی تھی:

Dear Parents, we are going becabse we are so many. کہ ہم جا رہے ہیں کیونکہ ہم بہت سارے تھے' اس لیے آپ سے یہ بوجھ ہٹا دیا..... تو عمر سے بڑی اگر کوئی دانائی کرے گا تو حماقت ہوگی۔ تو دانائی کے لیے ایک عمر چاہیے۔ اگر جوان آدمی بچپن کی سی حرکت کرے گا تو یہ برا لگے گا اور بڑھاپے کی طرح کی بات کرے گا تو بھی اچھا نہیں لگے گا۔ جوانی میں ویسے بھی حرکت کے ہونے کا امکان ہے۔ اگر کسی کالج کے ہاسٹل کے لڑکے ہیں اور دو مہینے ایسے گزر جائیں کہ کوئی ہنگامہ نہ ہو تو وہ بیچارے پریشان ہو جائیں گے' کوئی نہ کوئی شیشہ توڑ دیں گے' ضرور توڑیں گے۔ اگر کسی جگہ پر جوان خون اکٹھا رہتا ہو اور وہاں ہنگامہ نہ ہو تو سمجھو وہ مر گئے۔ اس لیے حکومتوں کو پریشانی ہوا کرتی ہے اور وہ بچوں کے جائز قسم کے فنکشن بھی بند کر دیتی ہے۔ بچوں کو ایسے فنکشن کی اجازت دینی چاہیے۔ جب انہیں روکتے ہیں تو پھر ہنگامہ ہو جاتا ہے۔ بہرحال جوان خون جو ہے وہ ضرور متحرک ہوگا' ہلہ گلہ رونق میلہ شور شرابہ سب ہوگا۔ اگر شادی ہوگی تو یہ جوان لڑکے بلاوجہ رقص کرنے لگ جائیں گے۔ بے شک پرائی شادی ہو مگر یہ ڈِسکو کے نام پر

شروع ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ ایسا ہو جایا کرتا ہے۔ یہ جوانی کی بات ہے۔ اور اگر انسان بوڑھا ہو جائے اور بوڑھا آدمی بھی یہ بات نہ سمجھے کہ میری اوقات کیا ہے' میرا وقت کون سا ہے' تو پھر اس کو کہتے ہیں کہ وہ بوڑھا جو ہے ایک احمق انسان ہے' اس کے اندر زندگی گزارنے کے باوجود یہ شعور نہیں آیا کہ زندگی گزر گئی ہے۔ تو یہ بہت ہی غلط بات ہے۔ تو عمر کے ہر حصے کے لیے دانائی کی باتیں الگ الگ ہیں۔ اس لیے آپ کو بات سمجھ نہیں آتی۔ ضرورت کے ہر درجے میں دانائی کی بات الگ ہے۔ مثلاً آپ کے پاس پیسہ ہے تو ہم آپ کو کیا کہیں گے؟ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر۔ جس کے پاس پیسہ نہیں ہے اسے کہیں گے کہ کما' جیسے کما سکتا ہے کما' پہلے اپنی جان تو بچا۔ تو غریب کو کہیں گے کہ پیسہ کما اور امیر کو کہیں گے کہ کمائی بس کر' اب کافی ہو گیا' اب خیرات کی بات کر۔ تو زندگی کے جس قسم کے دور سے آپ گزر رہے ہیں اسی دور کے مطابق چلیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو آپ کو خود بخود یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میرے لیے کیا حکم ہے۔ کتاب سے حکم نہیں ملے گا۔ کتاب ایک اور وقت کے لیے لکھی گئی ہے' عمر اور ہے' ٹائم اور ہے۔ اس لیے اپنے معروضی حالات میں اپنے لیے لائحہ عمل کا حکم خود بخود دیکھا کرو کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔ عام طور پر انسان نئے زمانے میں پرانی ضرورت چاہتا ہے اور پھر پریشان ہو جاتا ہے۔ نیا زمانہ جو ہے وہ پرانی ضرورتوں والا نہیں ہے۔ نئے زمانے میں نئی ضرورت ہوتی ہے۔ تو انسان یہاں سے پریشان ہوتے ہیں۔ اگر خدا سے آپ کو محبت ہے تو محبت رکھو' اپنے ایمان کی پختگی کے لیے دعا کرو کہ ہمارا ایمان پختہ ہو جائے۔ پختہ ایمان کی شرط کیا ہے؟ شرط یہ نہ رکھنا کہ ہمارے حالات درست ہوں تو ہم ایمان

میں آئیں گے۔ آپ جس حال میں ہیں یہ حال اللہ کے قریب جا سکتا ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ اللہ کے پاس کس منہ سے جاؤں تو اِسی منہ سے جاؤ جو اس نے بنایا ہے۔ جو تیری شکل ہے اس کے ساتھ اللہ کے پاس چلا جا۔ کہتا ہے ہم گنہگار ہیں۔ اگر گنہگار ہیں تو پھر معافی مانگ کے چلا جا۔ گویا کہ تو ہر حال میں اللہ کے پاس جانے کے قابل ہے' تُو اس سے معافی مانگنے کے قابل ہے۔ انسان کو جب تک یہ سمجھ نہ آئے کہ میرے ذمے کیا کام ہے تو وہ اندر سے اضطراب میں رہے گا۔ تو لوگوں میں یہ خرابی ہے کہ انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ کرنا کیا ہے۔ آپ جو کر رہے ہیں اگر آپ عمر کے اس حصے میں صحیح نہیں ہیں تو عمر کے اس حصے میں جائز نہیں ہے۔ مثلاً جو بوڑھا ہے' مرنے والا ہے تو اب کیا وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ بچہ اگر کوئی جھوٹ بول گیا تو وہ ماں باپ کے ڈر سے بول گیا ہوگا مگر جو بڑا آدمی ہے وہ اور طرح سے بات کرے۔ بچوں کی سزا اور طرح سے ہے اور بڑوں کی سزا اور طرح سے ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو پہچانیں کہ آپ زندگی کے کون سے حصے میں ہیں اور کون سی ضرورتوں میں ہیں۔ اگر ایک آدمی ذہنی طور پر' ذہن میں غلط سوچتا ہے' صرف سوچا ہے اور عمل نہیں کیا' اگر وہ صاحبِ اولاد ہے تو اس کی اولاد وہ غلط کام کر دے گی جو کہ اس نے سوچا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ ایک آدمی نے ایک غلط بات سوچی ہے اور کی نہیں ہے تو وہ اس کی اولاد کو غلط عمل دے دے گی۔ تو وہ صرف سوچے گا اور بچے کر گزریں گے۔ تو اولاد کو نصیحت کرنے والا اپنا ذہن بھی صاف رکھے۔ آپ کا غلط عمل اولاد کو گمراہ کر دے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ بچیوں کا ایک جہیز یہ بھی ہوتا ہے کہ جب بیٹی پیدا ہو جائے تو ماں باپ اتنے نیک ہو جائیں کہ ان

کی نیک نامی جہیز کا حصہ بن جائے۔ تو یہ نیکی اپنے لیے بھی ضروری ہے اور اولاد کے لیے بھی ضروری ہے۔ تو نیک نامی بھی اولاد کا حصہ ہونی چاہیے۔ آپ اولاد کو یہ وراثت دیں' پیسے کی وراثت بھی دیں اور اپنی نیک نامی کی وراثت بھی چھوڑ جائیں۔ اس لیے اس بات کا بڑا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ آپ کا خیال ان کا عمل بن جائے گا' آپ کی غلط بات ان کو گمراہ کر جائے گی' آپ نے اگر خدا پر معمولی سا شک کیا تو وہ خدا کے باغی ہو جائیں گے۔ اس لیے پہلے آپ اپنی حقیقت کو پہچان لیں اور اپنے یقین کو مستحکم بنالیں۔ اپنے آپ کو پہچاننے کے بعد پھر پتہ چلے گا کہ وابستگی کیا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ضرور دعا کیا کریں۔ سب سے اچھی دعا یہ ہے کہ آپ کا ایمان مستحکم ہو اور آپ کا یقین قائم ہو۔ یقین قائم کرنا جو ہے وہ کافی ہے۔ تو آپ کا یقین قائم ہونا چاہیے؟ کس بات پر یقین قائم ہو؟ اللہ پر' کہ اس نے مجھے دنیا میں بھیجا' اچھا کیا' یہی کرنا چاہیے تھا' اب اگر واپس بلا رہا ہے تو واپس ہی بلانا چاہیے تھا۔ تو یہ کہنا کہ ہم آنے پہ راضی اور ہم جانے پہ راضی' اگر کچھ غریبی سے گزار رہا ہے تو اس پر بھی راضی' اگر کچھ دیر بعد دولت دے گا تو ہم اس پر بھی راضی ہو جائیں گے۔ مطلب یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے عمل پر راضی رہنے کا فیصلہ کر لیں تو آپ کا دین محفوظ ہو جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ سارے لوگ گمراہ تھے تو میں بھی اس لیے گمراہ ہو گیا' ان کو سزا ہو نہ ہو' آپ کو ضرور ہو جائے گی۔ اس لیے اپنے آپ پر یقین ہونا چاہیے اور آپ اپنے ایمان کی پختہ طور پر Rehabilitation کریں' اسے قائم رکھیں.....

اب آپ اور سوال کریں.....کوئی بات؟

سوال:-

ضروریاتِ زندگی کا کیسے تعین کریں؟

جواب:-

ضروریاتِ زندگی کو اس طرح Determine کیا جائے کہ جس طرح سماج کا بیشتر حصہ وقت گزار رہا ہے' اور وقت گزر بھی سکتا ہے' تو آپ اس طریقے کو اس کی ضرورت کہیں۔ اور جس چیز کے بغیر گزارہ ہوسکتا ہے اسے غیر ضروری کہیں۔ تو اگر آپ کو Conveyance کی ضرورت ہے' گاڑی چاہیے تو ضرور لیں لیکن اگر ماڈل تیار نہ ہو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ ضرورت وہ جس کے ساتھ آپ کا کام چل سکے اور جہاں نمائش پیدا ہوتی ہے وہ غیر ضروری ہے۔ مثلاً مکان ایسا ہونا چاہیے کہ چھت سے بارش نہ آئے مگر ڈیکوریشن غیر ضروری ہے۔ اس لیے آپ یہ دیکھیں کہ جس چیز کو کم داموں میں سادگی سے حاصل کیا جاسکے اس کے لیے زیادہ دام غیر ضروری ہیں۔ کھانے پینے کی ضرورت تو سب کی ہے۔ باقی آپ کی اولاد کی بات ہے تو اگر اولاد کو یہ پتہ ہو کہ ہمارا والد ہمارے لیے دوزخ کی طرف رجوع کر رہا ہے' اور اگر آپ کو مشاہدہ بھی ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ کوئی اولاد ایسی نہیں ہے جو یہ چاہے کہ ان کا باپ یہاں یا وہاں تکلیف میں جائے۔ اولاد کی خاطر کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ اولاد کو ہی مصیبت میں ڈال دیں۔ یہ آپ اولاد کے نام پر ہی کریں گے۔ مثلاً ایک آدمی ناجائز پیسہ لے آیا اور اولاد کو میز پر بٹھا کر کہا کہ بچو اب بسم اللہ کرو۔ اب وہ بسم اللہ کے نام پر زہر کھا رہے ہیں۔ بچے اس بات سے آشنا نہیں ہیں کہ وہ کیا کھا رہے ہیں۔ وہ تو اپنا جائز حق سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے والد صاحب

جو کچھ لائے ہیں وہ صحیح ہے۔ آپ ان کو بے خبر رکھ کے انہیں پریشان کر رہے ہیں۔ اس طرح والدین ہی اولاد کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ میں آپ کو بتاتا رہا ہوں کہ غریب لوگوں میں بھی لائق اولاد پیدا ہوئی ہے۔ آپ کو جو لوگ بڑے بڑے نظر آ رہے ہیں ان سے اگر پتہ کرو کہ ان کی زندگی میں کیا کیا واقعات تھے تو پھر پتہ چلے گا۔ تو آپ اپنی زندگی میں اپنی اولاد کی خاطر اپنے آپ پر اتنی ہلاکت پیدا نہ کریں کہ آخر میں اولاد پر ہی یہ ہلاکت اُترے۔ اولاد کے لیے کام ضرور کرو کام بھی اتنا کرو جتنا مناسب ہو لیکن ایسا نہ کرو کہ کل کو اگر آپ نہ ہوں تو وہ گمراہی پر مجبور ہو جائیں۔ کام کرنا تو ضروری ہے اولاد کے لیے۔ ایک آدمی ڈاکہ ڈالا کرتا تھا۔ جنگل سے جو کوئی گزرتا وہ پکڑ لیتا اور کہتا کہ Stand and deliver جو کچھ ہے رکھ دو۔ اس طرح سب کچھ لے لیا کرتا تھا۔ ان پیسوں سے وہ غریبوں کی بھی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہاں سے ایک بزرگ گٹھڑی لے کے گزرے۔ ڈاکو نے کہا یہ رکھ۔ باباجی نے کہا بات یہ ہے کہ میں یہ رکھ تو دیتا ہوں لیکن تم اسے کیا کرو گے؟ کیا تمہارے کوئی لواحقین ہیں جن میں یہ تقسیم کرو گے' اگر لواحقین ہیں تو ان سے جا کے پوچھ آؤ کہ اگر اس کے بدلے تمہیں جہنم میں جانا پڑا تو کیا وہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس نے کہا یہ کون سی بات ہے' زندگی میں ساتھ ہیں تو آگے بھی ساتھ ہی ہوں گے۔ تو وہ ڈاکو گیا اور پہلے ماں سے بات کی کہ اگر اس رزق سے مجھے کوئی گرفت ہوئی تو کیا ساتھ دو گی۔ اس نے کہا بیٹا ہم کب کہتے ہیں کہ تو ناجائز مال لا' ہم تو کہتے ہیں کہ رزق لا' مگر جائز لا' یہ نہ ہو کہ ہم رزق کے بدلے میں جہنم میں تیرے ساتھ چلے جائیں۔ لواحقین میں سے ہر ایک نے کہا کہ ہم ساتھ نہیں

دیں گے۔تو وہ بابا جی کے پاس واپس گیا اور کہا کہ کوئی ساتھ نہیں دے گا۔ بابا جی نے کہا کہ جنہوں نے تیرا ساتھ نہیں دینا ان کا تُو ساتھ کیوں دے رہا ہے۔ پھر اسے ساری بات سمجھا دی۔ اس طرح وہ درویش اسے درویش بنا کے چلا گیا۔ تو بڑی آسان سی بات ہے کہ آپ جس کی خدمت کر رہے ہیں اُسے گمراہ نہ رکھو' اندھیرے میں نہ رکھو۔ خدمت اگر کر رہے ہو تو اُسے غلط شے نہ کھلاؤ۔ تم اس کے خادم ہو۔ اگر آپ کا باورچی یا بیوی کھانے میں کوئی غلط شے پکا دے تو پھر یہ ناانصافی ہے۔ اگر آپ کمائی میں کوئی غلط چیز لا کر کھلا دیں تو یہ نا انصافی ہے۔ تو اپنے لواحقین کو صحیح شعور کے ساتھ Serve کرو۔ آپ سمجھتے ہیں کہ زندگی صرف پیسہ ہی ہے' زندگی شعور بھی ہے' زندگی ڈیولپمنٹ بھی ہے۔ تو آپ ان کو خیال دیں' ان سے دوستی کریں' اولاد کو زندگی سے آگاہ کریں' موت سے آگاہ کریں اور دوسرے واقعات سے بھی۔ اولاد کو صرف پیسہ دے کے آپ سمجھتے ہیں کہ فرض پورا ہو گیا۔ تو ایسا نہیں ہے۔ اس لیے اولاد کی خاطر کہیں خدا کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر خدا کو آپ نے مانا ہوا ہے تو اُسے اولاد کی خاطر چھوڑ نہ دینا۔ اگر خدا کو مانا ہوا ہے تو.....اور اگر نہیں مانا ہوا تو پھر مان لو! لواحقین کی اتنی سی کہانی ہے۔

اب آپ بات کریں.....سوال پوچھیں.....

ہاں اگر زندگی میں ایسی کوئی غلطی ہو چکی ہے تو اس کا طریقہ ہے توبہ۔ بجائے اس کے آپ اس سوچ میں پڑ جائیں کہ کیا ہوا اور کیا نہ ہوا' توبہ کر لیں' آئندہ سے اپنی اصلاح کریں اور اپنے آپ کو درست رکھیں' اولاد کی خدمت کریں۔ تو آپ اولاد کے یہاں بھی ساتھی بن جائیں اور آئندہ کے لیے بھی ساتھی بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ

کی عبادت کا اگر موقع ملا ہے تو شکر کرو۔ بعض اوقات آرزو اللہ کے قریب لاتی ہے' بعض اوقات فاقہ خدا کے قریب لاتا ہے' غم بھی خدا کے قریب لاتا ہے' بعض اوقات کوئی بیماری خدا کے قریب لاتی ہے..... تو یہ سارے کے سارے اللہ کی طرف سے دعوت نامے ہیں کہ آؤ ہمارے پاس۔ مثلاً بیماری کے ذریعے اللہ کے قریب آ گئے۔ تو پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تُو بیماری کی بات چھوڑ' یہاں آنا تھا تو آ گیا۔ تو اب اللہ کے ساتھ بندے والا معاملہ کر۔ تو آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ اللہ کی طرف آنے کی وجہ بیماری تھی اور اب تعلق کی وجہ یہ بیماری نہ رہ جائے' اب اس کے ساتھ تعلق بنالو۔ بیماری تو صرف وہاں تک لانے والی ہے۔ ورنہ تو جب بیماری ٹھیک ہو جائے گی آپ گھر واپس چلے جائیں گے۔ بیماری آپ کو وہاں تک لے گئی اور جب وہاں چلے گئے تو بیماری کی کیا ضرورت' آپ اب وہاں رہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے پاس آپ پہنچ ہی گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پاس اللہ کے نام پر رہیں۔ اب جو کچھ ہوگا وہ ٹھیک ہی ہوگا' بیماری بھی دور ہو جائے گی اور آسودگی بھی آ جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ آپ کو فوری پیسہ مل جائے اور کل کو آپ باغی ہو کر واپس چلے جائیں۔ اب آپ کا فیصلہ یہ ہونا چاہیے کہ جس حال میں وہ رکھ رہا ہے اس کی مہربانی ہے' جو کچھ عطا فرما رہا ہے یہ اس کی مہربانی ہے۔ اگر آپ کا یقین اتنا پختہ ہو جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک ہوئے پڑے ہوں گے۔ تو حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ نہ ہو کہ جب تک حالات ٹھیک ہوں' بندہ واپس چلا جائے۔ جب یہ یقین ہو جائے کہ بندہ واپس نہیں جائے گا تو حالات فوراً ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس لیے یہ دعا کریں کہ یا رب العالمین اب ہمارے حالات درست فرما' ہم یقین کو چھوڑنے

والے نہیں ہیں' ہم یقین میں پکے ہیں' جو ہم سے غلطی ہوگئی اس کو تو اس لیے معاف فرما کہ تو معاف فرمانے والا ہے' ہم غلطی Repeat نہ کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ یارب العالمین تو ہم پر اپنا رحم فرما' کہیں ہمیں مایوسی کے قریب نہ لے جانا۔ تو خود کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں رحمت سے مایوس نہ کرنا۔ یہ تیرا حکم ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا اور یہی ہماری خواہش ہے کہ ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' اور ہم پر ہماری استعداد سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا۔ یارب العالمین ہم زندگی کو آرام سے گزارنا چاہتے ہیں' اس آرام کا تو انتظام فرمادے' باقی ہم تیرے ساتھ ہی رہیں گے۔ یا اللہ ہمارے لواحقین کا تو انتظام فرمادے' ان کو آسانی سے زندگی گزارنے دے' ہم آج بھی تیرے تابعدار ہیں اور ہمیشہ کے لیے رہیں گے' یہاں بھی ہم تیرے ہیں اور آئندہ بھی۔ اس لیے یہ دعا ہونی چاہیے کہ یارب العالمین ہمارے ایمان میں پختگی عطا فرما' ہمارے یقین کو اور مستحکم بنا' ہمیں کسی چیز سے مایوس نہ کرنا' اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' ہماری کوئی آرزو ایسی نہ ہو جو تیرے علاوہ ہو' ہماری کوئی خواہش ماسوائے خدا نہ ہو ..... یا اللہ ہماری آرزو آپ ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے کاموں کی نگرانی فرماتے رہیں' آسانیاں فرماتے رہیں تاکہ کہیں ہم پیسے کے خیال میں ہی نہ لگے رہیں' ہمیں آسانیاں عطا فرمادیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ محبت کا اظہار کرسکیں۔ محبت میں ابتلا آجائے تو انسان پریشان ہوجاتا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ پرانے زمانے میں اور واقعات تھے' آج اور واقعات ہیں' زندگی جو ہے وہ بڑی مشکل ہے۔ پرانے زمانے کے محبت کے جتنے واقعات ہیں ان میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوا

کہ کسی کو کوئی ضرورت ہو۔ محبت کرنے والے راجھے کو اور نہ ہیر کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ پیسوں کی ضرورت اس زمانے میں نہیں ہوتی تھی۔ یہ آج کی ضرورت ہے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے' کاروبار میں ترقی عطا فرمائے' آپ کے حالات میں ارتقاء ہو جائے' ترقی ہو جائے اور آپ کے حالات ذرا بہتر ہو جائیں۔ ''بہتر'' کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے میں بھی دِقت نہ ہو' کمانے میں بھی آسانی ہو' بچے بھی ٹھیک پلتے رہیں اور ایمان بھی محفوظ ہو جائے۔ یارب العالمین ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' جب ہم آپ کی رحمت سے سوال کریں تو ہمیں ملنا چاہیے۔ تو یہ دعا ہے آپ کے لیے۔ جسم کی بیماری کے لیے بھی دعا ہے اور رُوح کی بیماری کے لیے بھی دعا ہے۔ یا اللہ ہماری ظاہری اور باطنی بیماریوں کو دُور فرما۔ سب سے بڑی باطنی بیماری ہے مایوسی۔ ظاہری بیماری تو اس کے مقابلے میں کوئی شے نہیں ہے۔ باطنی ابتلا کیا ہے؟ احساسِ تنہائی۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے بچائے' احساس محرومی سے بچائے اور احساسِ تنہائی سے بچائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ یہ سمجھیں کہ آپ اس کائنات میں محروم ہیں۔ تو محروم سمجھنے والا اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ اگر یہ خیال آ جائے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے' میں مظلوم ہوں' تو پھر بھی وہ مایوس ہو جائے گا۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو محروم بھی نہ کرے' مظلوم بھی نہ کرے اور مایوس بھی نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سرشار رکھے۔ اگر کوئی غریب ہے تو اللہ اسے خوشی کے ساتھ رکھے۔ یا اللہ غریبی بھی ایسی ہو کہ ہم خوش رہیں اور دولت دے تو ایسی ہو جس سے ہم باغی نہ ہوں۔ یا اللہ دولت وہ دے کہ ہم باغی نہ ہوں اور غریبی وہ دے کہ ہم مایوس نہ ہوں..... آمین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سوال:۔

کیا عزت اور طاقت بھی اللہ کے قریب کرنے کا باعث ہو سکتے ہیں؟

جواب:۔

یہ دور بھی کر سکتی ہے اور قریب بھی کر سکتی ہے۔ طاقت اور کبریائی صرف اللہ کو زیب دیتی ہے۔ سجدہ کرنے والا طاقت کی خواہش سے بچے۔ سجدہ کرنے والا عاجزی میں رہے۔ طاقت جو ہے وہ عاجزی چھین لیتی ہے' عاجزی چھن جائے تو انسان' انسان نہیں رہتا۔ اس لیے طاقت کی کبھی دعا نہیں کرنی چاہیے کہ ہمیں طاقت ملے۔ بادشاہ عام طور پر ایمان سے آگے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ سے مراد بااختیار ہے مثلاً پولیس اسٹیشن کا ایس ایچ او جو ہے وہ بادشاہ ہے بادشاہ سے مراد وہی ہے جو بااختیار ہو اور اپنے اختیار کو ناجائز بھی استعمال کرتا ہو۔ تو وہ سجدہ نہیں کر سکتا۔ سجدہ ہے اپنی عاجزی کے نام' سجدہ ہے اپنی حقیقت جاننے کا نام' اپنی عاجزی بنامِ کبریا۔ آپ اس کبریا کے سامنے اپنی عاجزی پیش کر سکتے ہیں' اور کچھ پیش نہیں کر سکتے۔

سوال:۔

انسان کوشش کرتا ہے کہ میں بڑے سے بڑا بن جاؤں.....

جواب:۔

یہ ''بڑے سے بڑا بننا'' ایک حجاب ہے۔ ''بڑا ہونے'' کی آرزو ایک حجاب ہے' پردہ ہے۔ اگر انسان اس سے بچ جائے تو بہتر ہے۔ آپ یہ آرزو نہ ہی

کرو بلکہ اس کے فضل کی آرزو کرو اور وہ جس حال میں رکھتا ہے' رکھنے دو۔ ایک حدیث شریف ہے' سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ بادشاہ بننے کے لیے کبھی دعا نہ کرنا۔ اگر تیری دعا کے بدلے تجھے بادشاہی ملی تو ذمہ داری تمہاری ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو وہ خود ہی ذمہ دار ہوگا۔ اگر تو نے دولت کے لیے دعا مانگی تو استعمال تیرے ذمے ہوگا۔ اگر مرتبے کے لیے تو نے دعا مانگی تو پھر ذمہ داری تمہاری ہوگی' وہ اگر عطا کر دے تو خود ہی انتظام کرے گا۔ اس لیے آپ اگر انتظار کر سکتے ہو تو کرو مگر تمنا نہ کرو۔ یہ تمنا نہ کرو کہ یہاں اللہ کی رحمت اس شکل میں آئے۔ چاہے اس شکل میں آئے' چاہے اس کے برعکس آئے' بس رحمت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت آئے چاہے جس شکل میں آئے۔ تُو جس رنگ میں آ' آ تو سہی۔ بس یہ بات ہے۔

سوال:-

اگر انسان کے پاس دولت آ جائے تو فرائض کا بوجھ تو ایک جیسا ہوگا.....

جواب:-

اچھا آدمی اسے بوجھ نہیں سمجھتا۔ جو بوجھ سمجھتا ہے وہ انسان اچھا نہیں ہوتا۔ جو دولت مانگتا رہتا ہے اسے منع کر دیتے ہیں کہ نہ مانگو۔ اس کی بات آپ کو سمجھ نہیں آ سکتی۔

سوال:-

آج کل ہر جگہ پروفیشنل جیلسی بہت ہے.....

جواب:-

جو وہ کر رہے ہیں ان کے لیے ٹھیک ہے۔ جس طرح آپ اس دور میں یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں' بے شمار لوگ ہیں جو یہاں کی بجائے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں یعنی کسی اور جگہ پر۔ اب یہ نہ دیکھو کہ وہ کیا کر رہے ہیں کیونکہ ان کا انجام ان کے ساتھ ہے' آپ اپنے انجام کو دیکھیں۔ آپ زندگی کے اصلی انجام سے غافل نہ رہنا اور وہ یہ کہ اس نے ختم ہو جانا ہے۔ بے شمار لوگ ہیں جو گناہ کر رہے ہیں۔ کائنات کو آپ روک نہیں سکتے۔ آپ اپنے آپ کو دیکھیں' اپنا آپ غور کریں' لوگوں کے ساتھ ہونے والے واقعات بے شمار ہیں' ہر رنگ موجود ہے' کافر بھی رہے گا' مومن بھی رہے گا۔ یہ سب چلنے دو۔ پیسے کی دوڑ اگر لگی ہے تو لگی رہنے دو' آپ اس میں کہیں شامل نہ ہونا۔ اپنا وقت گزارنا۔ اپنے آپ کو وابستہ رکھو' جس خیال میں جا رہے ہو اس میں چلتے جاؤ۔

اب آپ بات کریں..... اپنی کوئی بات..... کوئی سوال..... اپنی ذات کی کوئی بات..... ایسی بات جو سمجھنے والی ہو' باقی تو ہر شے ہوتی رہے گی' دھوکہ بھی چلے گا' بدی بھی چلے گی اور نیکی بھی چلے گی.....

کیا آپ لوگوں کو اب جانے کی اجازت دی جائے؟..... اجازت ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔ آپ سب آباد رہیں!

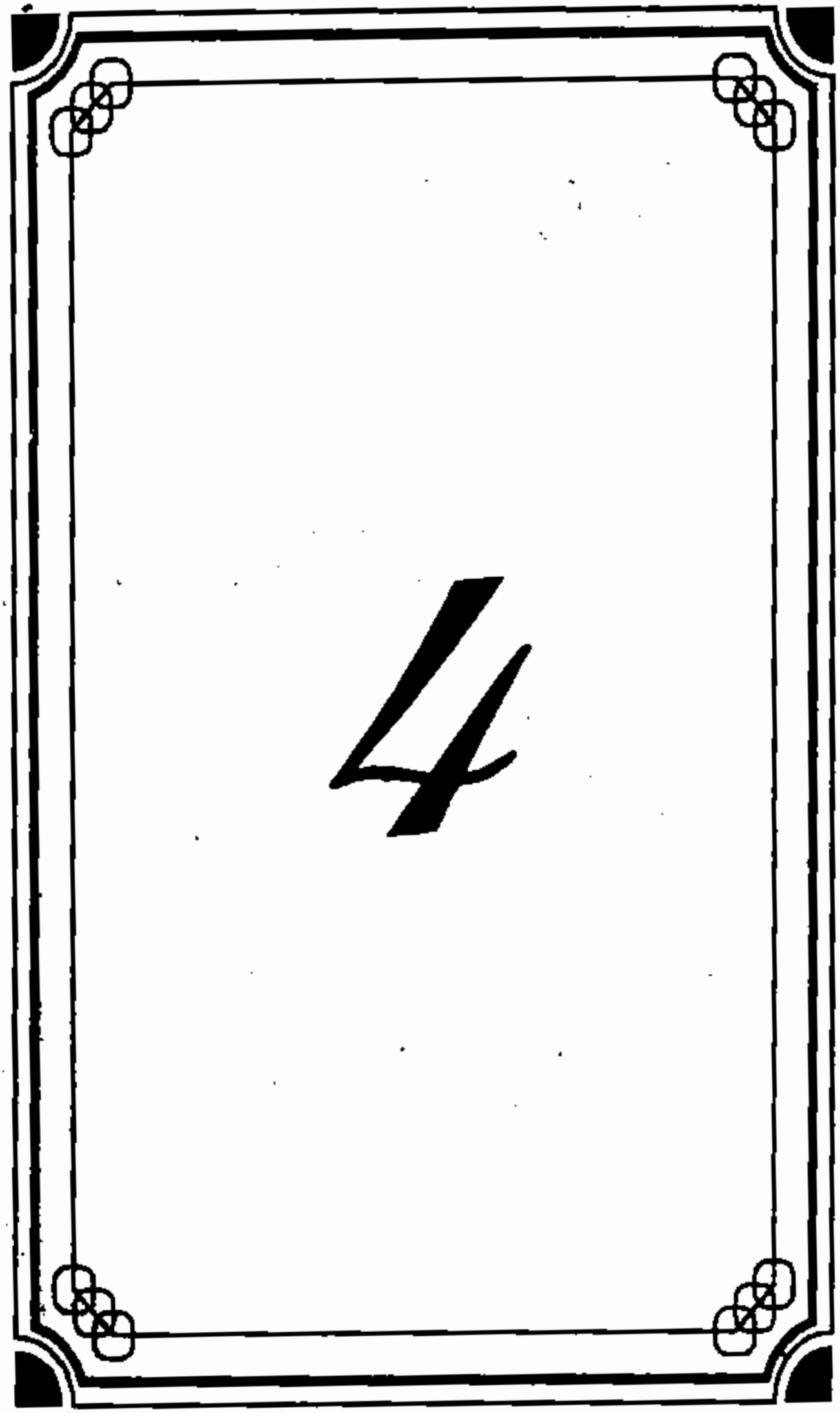

1 کہتے ہیں کہ قرآن کا ایک باطن بھی ہے تو اس باطن کو یا مَن کو سمجھنے کا کیا طریقہ ہے؟

2 قرآن سمجھنے کے لیے تقویٰ چاہیے تو تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

3 تقویٰ اور ہدایت میں کیا فرق ہے؟

سوال:-

کہتے ہیں کہ قرآن کا ایک باطن بھی ہے تو اس باطن کو یا مَن کو سمجھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:-

آپ جسے مَن کہتے ہیں وہ آپ خود ہی ہیں۔اس کو پہچاننے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہر وہ ذریعہ جو آپ کو باقی زندگی سے متعلق کر رہا ہے اس ذریعے سے تمام واقعات پہ غور کریں اور اس کی پوری کی پوری واردات دیکھیں کہ وہ ذریعہ کیا کام کرتا ہے۔مثلاً ایک باہر کی زندگی ہے' تو اس زندگی سے آپ کی زندگی کن ذارئع سے متعلق ہے' تعلق میں ہے۔ان ذرائع پہ آپ غور کریں کہ وہ کون سے ذرائع ہیں' کون سی وجوہات ہیں' کون سے وہ رشتے ہیں' کون سے بانڈز ہیں' جن کے ذریعے آپ کی ذاتی زندگی باہر کی زندگی سے متعلق ہے۔میری بات آپ کو سمجھ آ رہی ہے۔مثلاً آپ کو یہ تو سمجھ آ سکتی ہے کہ آپ اولاد کے ذریعے باقی زندگی سے متعلق ہیں اور اگر اولاد نہ ہوتی تو باقی زندگی سے آپ کا تعلق ہی نہیں تھا۔یہ اولاد تو Creation ہے' پہلے آپ ذاتی طور پر سوچیں کہ آپ اکیلے انسان ہیں' ایک اکائی' اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں مگر آپ کا تعلق باہر کی زندگی سے ہے۔تو باہر کی

زندگی سے آپ کا یہ جو تعلق ہے وہ کس وجہ سے ہے یا کن وجوہات سے ہے؟ آپ یہ بتائیں۔ مثلاً آدھے سے زیادہ ہمارا تعلق آنکھوں سے ہے کیونکہ آنکھیں ہیں تو باہر کی کائنات نظر آ رہی ہے۔ اور جب نظر آتی ہے تو تاثیر بھی کرتی ہوگی۔ کچھ تعلقات آپ کے کان کے ذریعے ہیں' چڑیا' چہچہے' نغمہ' گانا' قرآن کریم کی تلاوت سب کانوں کے ذریعے سے ہے۔ کان نہ ہوں تو یہ سب تعلق ختم ہو جائیں گے۔ آپ کے ذہن میں خیال نہ ہو تو پھر کائنات ختم ہو جائے گی۔ احساس' خیال' گویائی' زبان' حواسِ خمسہ اور آپ کا دل کائنات سے تعلق کا ذریعہ ہیں۔ اگر آپ کا دل نہ ہو تو کائنات کے ساتھ آپ کا تعلق کیا ہے۔ چونکہ آپ کے پاس دل ہے اس لیے وہ کہتا ہے کہ یہ بھی دیکھ لو' وہ بھی دیکھ لو' یہ تو پتہ کر لینا چاہیے کہ کیا ہے' وہ کون ہے۔ تو یہ دل کے تعلقات ہیں۔ پھر شکم بھی ہے۔ شکم کا اس کائنات کے ساتھ بڑا تعلق ہے' جب بھوک لگتی ہے تو آپ باہر کی طرف دوڑتے ہیں۔ پھر آپ کا کسی نہ کسی طور پر تعلق بن جاتا ہے' کھانے کا' کمانے کا' لانے کا اور پکانے کا پورا تعلق ہے۔ تو آپ کے وجود میں جتنے قواء ہیں یہ سارے کے سارے باقی کی کائنات کے ساتھ آپ کے رشتے ہیں۔ اگر آپ کو یہ بات سمجھ نہ آئی تو باقی زندگی سمجھ نہیں آئے گی۔ پھر آپ زندگی بنانے والے کا مزاج کہاں سے سمجھو گے۔ پھر اس نے جو قرآن نازل کیا وہ کیسے سمجھ آئے گا اور قرآن کا باطن کیسے سمجھ آئے گا۔ اس لیے پہلی بات آپ یہ سمجھو کہ کائنات سے آپ کا تعلق کیا ہے۔ اب اس کی موٹی موٹی تفصیل سنتے جاؤ۔ مثلاً آپ کا کان کے ذریعے تعلق ہے یعنی آواز' سننا اور سماعت۔ اس کائنات میں خیر اور شر' دونوں آوازیں چل رہی ہیں۔ حق' ناحق' اسلام' کفر' ٹیپ ریکارڈر اور

اذان بیک وقت چل رہے ہیں۔ تراویح بھی ہورہی ہے اور گانا بھی گایا جارہا ہے۔اب کان نے کون سا Message ذرا جلدی Receive کر کے آپ کو دیا؟ یہاں سے آپ کا تعلق شروع ہو جائے گا۔ اگر آپ کے کان کی ٹریننگ نہیں ہے تو وہ دعوتِ گناہ کو ذرا جلدی سنے گا اور دعوتِ حق کو دیر سے سنے گا اور پھر آپ کو غلط اثر دے دے گا۔ لہٰذا کائنات کی زندگی سے اپنے تعلق کو درست کرنے کے لیے اپنی سماعت کو حسنِ سماعت بناؤ۔ اب سننے والی چیزوں میں سب سے زیادہ خوب صورت سننے والی چیز جو ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ بات سمجھ آئی ؟ اگر کانوں کو سماعت کا ذوق ہے تو ترتیب وار سب سے پہلے اللہ کا کلام ہی سننا چاہیے اور آخر بھی اللہ کا کلام سننا چاہیے۔ حق سننے والے کان جو ہیں وہ آپ کو حق گو بنا دیں گے۔ جھوٹ سننے والا کچھ عرصہ کے بعد جھوٹ بولنا شروع کر دے گا۔ لہٰذا آپ سچے آدمیوں کے پاس بیٹھو' صداقتیں سنو' اور جھوٹی بات نہ سنو' غلط لوگوں کی بات نہ سنو' دعوتِ گناہ نہ سنو..... دو قسم کی آوازیں ہوں گی' ایک وہ آواز ہوگی جو آپ کو آگے لے جانے کے لیے آرہی ہوگی' کہ Come on آؤ ہمارے پاس' دوڑ کے یہیں آنا ہے۔ اور دوسری آواز آئے گی کہ کہاں جانا ہے' بس یہیں رہو۔ تو یہ دونوں آوازیں آرہی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ دونوں آوازوں میں سے تیری کون سی آواز ہے۔ تو حق کی' خیر کی اور شر کی دونوں آوازیں ضرور ہوں گی۔ ان میں سے آپ کی کون سی آواز ہے' یہ آواز اگر آپ پہچان گئے تو کان کا حق ادا ہو گیا۔ سب سے پہلے اللہ کریم نے جب حکم دیا تو زندگی کے کان ہی عمل میں آئے۔ اللہ نے کہا کہ ''ہو جا'' تو ساری زندگی نے سُن لیا کہ ''ہو جانے'' کا حکم ہو گیا ہے' پس ہو گئے۔

گویا کہ یہ جو آپ کا کان ہے' گوش ہے' اسے گوشِ ہوش بناؤ۔ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ کے دل میں کان لگ جائیں گے۔ تب دل جو ہے وہ دور کی آوازیں بھی سننا شروع ہو جائے گا یعنی دور کی آواز' احساس کی آواز' دِلوں کی آواز اور خیال کی آواز بھی سنے گا۔ تو آپ کو اس بات کی نگرانی کرنی چاہیے' عمل کرنا چاہیے کہ کان کون سی آواز سنتا ہے۔ وہ کہتا ہے میں سن رہا ہوں کہ جنگ کی آواز آ رہی ہے۔ تو جنگ ابھی کچھ عرصہ بعد ہونی ہے مگر اس کو پہلے آواز آ جاتی ہے۔ تو کچھ لوگوں کو پہلے آواز آ جاتی ہے اور کچھ لوگوں کو دیر کے بعد۔ تو آپ اس کو جتنا جتنا Develop کرو گے' فائن بناؤ گے' لطیف بناؤ گے' Sensitive بناؤ گے' اتنا ہی آپ کا رینج بڑھتا جائے گا اور زندگی سے تعلق پھیلتا جائے گا۔ تو سننے والوں نے بہت کچھ سنا' درخت کی فریاد کو سنا' ستون کی فریاد کو سنا' بکری کو فریاد کو سنا' ہرنی کی فریاد کو سنا' اس کے بچے کی وجہ سے..... تو سننے والوں نے سنا۔ تو آپ بھی سننے لگ جائیں گے۔ آپ تو بولے ہوئے الفاظ بھی نہیں سنتے تو اَن بولے کہاں سے سنو گے یعنی وہ لفظ جو ابھی زبان پہ نہیں آیا۔ جگرؔ ایک شاعر تھا' اس نے کہا ہے کہ ؎

گوشِ مشتاق کی کیا بات ہے اللہ اللہ
سن رہا ہوں میں وہ نغمہ جو ابھی ساز میں ہے

اگر کان شوق ہو جائیں تو ساز میں سے نغمہ سن لیتے ہیں اور پھر یوں اس کی معانی پیدا ہو گئے۔ مولانا رومؒ نے کہا ؎

بشنو از نَے حکایت می کند
و ز جدائیہا شکایت می کند

کہ بانسری کی آواز سنو کہ یہ شکایت کر رہی ہے کہ مجھے جنگل کے بانس سے جدا کر دیا گیا ہے۔ اور پھر یہ کہ ۔

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

کہ ستار کے اندر لکڑی' تاریں اور کھال سب بے جان ہیں مگر اس میں سے مجھے دوست کی آواز آ رہی ہے۔ اب اس کے معانی بھی انہوں نے بنا دیے کہ کس کی آواز کون دے رہا ہے۔ تو آواز کا اس کائنات میں آپ کے کان سے تعلق ہے۔ تو زندگی کے ساتھ یا کائنات کے ساتھ آپ کا پہلا تعلق کان کے ذریعے ہے۔ اسی طرح پھر آپ کو بولنے کا خیال آتا ہے۔ بولتے وقت آپ کائنات میں یا تو جھوٹ میں اضافہ کر رہے ہیں یا پھر سچ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ جھوٹ میں اضافہ کر رہے ہیں تو پھر سمجھو کہ آپ گمراہ ہو گئے۔ اس لیے اس جھوٹ بولنے سے بہتر ہے کہ آپ خاموش رہیں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی یہ بات بتائی تھی کہ اگر آپ چالیس دن سچ بولنے لگ جائیں تو چالیس دن کے بعد جو کہیں گے وہ پورا ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ کی زبان سچ ہو گئی ہے' اس لیے جو کہو گے وہ سچ ہو جائے گا۔ اس زبان کے ذریعے میں آپ سے بات کر رہا ہوں اور آپ میری بات سن رہے ہیں' تو یہ تعلق ہو گیا ناں' یعنی میری ذاتی زندگی کا باہر کی زندگی سے تعلق ہو گیا۔ تعلق کیسے ہوا؟ بولنے سے۔ گویا کہ بولنے والا جو ہے وہ باہر کی زندگی سے متعلق ہو جاتا ہے' یعنی جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے' آواز بے شک قریب جائے' دور جائے' ریڈیو پہ جائے' ٹیلی ویژن پہ جائے' بین الاقوامی طور پہ جائے اور بین السیاروی

ہو جائے ..... گویا کہ آپ کی زبان متعلق ہے۔ زبان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ سچ بولے اور صداقتوں کے قریب رہے اور سچے سامعین کے ساتھ بات کرے۔ اگر اسے کسی اور سچ کی سمجھ نہیں آتی ہے تو کلام الٰہی بولے اور جیسے حکم ہے ویسے بولے۔ اس سے آپ کو زندگی میں سمجھ آئے گی کہ باطن کیا ہوتا ہے۔ یعنی کہ وہ شخص اپنی زبان سے درود شریف بولے' کلامِ الٰہی بولے اور حق بولے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا تلبسوا الحق بالباطل حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ ولا تکتموا الحق وانتم تعلمون اور حق کو چھپاؤ نہ اگر تم جانتے ہو تو۔ اگر ایسا موقع آ جائے تو حق کو برملا کہو' حق کو باطل سے مت ملاؤ' ابہام مت پیدا کرو۔ اگر کوئی پوچھے کہاں سے آئے ہو تو یہ نہ کہنا کہ بس قریب سے ہی آیا ہوں' جہاں سے ہر روز آتا ہوں۔ تو وہ سچی بات نہیں بتائے گا۔ تو ابہام پیدا کرنے والا جھوٹا ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کہاں رہتے ہو تو وہ کہے گا کہ ہم اپنے گھر میں رہتے ہیں۔ آپ کا گھر کہاں ہے؟ یہاں سے آگے جاؤ تو گھر آ جاتا ہے۔ یہ ہے ابہام۔ تو مبہم بات کرنے والا دراصل جھوٹا ہوتا ہے۔ اس شخص کو ساری کائنات سے صرف ابہام ہی ملتا ہے۔ اس کو کبھی صداقت نہیں ملتی۔ تو آپ اپنی زبان کی اصلاح کریں' بولنے کی اصلاح کریں' بات میں صداقت پیدا کریں' اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو بولیں .....اب یہ ایک بات ہو گئی۔ آگے پھر سوال آتا ہے آپ کی آنکھ کا۔ تو یہ بھی ایک بڑا عجب راز ہے' کہ کائنات کے اندر آنکھ آپ کو عکس لا دیتی ہے' جھوٹ کا بھی اور سچ کا بھی۔ اب آپ نے اس میں تخصیص کر دینی ہے کہ آنکھ آپ کے لیے کیا لا رہی ہے۔ آنکھ جو ہے وہ گمراہی بھی لاتی ہے' آنکھ صداقت بھی لاتی ہے۔ آنکھ جو

ہے اس کا تعلق آپ کے وجود کے اندر نفس سے ہے' روح سے ہے' دماغ سے ہے اور احساس سے ہے۔ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے تو فوری طور پر مناسب شعبے میں تاثیر دیتی ہے' مثلاً صرف دیکھتے ہی دیکھتے گناہ کا خیال پیدا ہو جاتا ہے۔ یعنی آنکھ نے جو کوئی چیز دیکھی اس کی گناہ کے شعبے میں اطلاع دے دی۔ تو وہ شعبہ مستعد ہو جاتا ہے۔ آنکھ نے اگر اطلاع دے دی کہ یہ دیکھو جنازہ جا رہا ہے' کل کو تمہارا بھی جائے گا' تو آپ وہیں پہ رُک جائیں گے اور باقی کا کاروبار بند کر دیں گے۔ تو آنکھ جو ہے یہ اطلاع دیتی ہے۔ اتنا بڑا راز جو آپ کے پاس ہے وہ آنکھیں ہیں۔ آنکھ آپ کو صحیح اطلاع دے گی۔ اس میں آپ دنیا کے اندر گمراہیوں کے صحیح انجام کو دیکھیں فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین جھوٹوں کی کیا عبرت ہوئی ہے' لوگ کہاں سے آئے' کہاں چلے گئے' جھوٹ بولنے والے کیا کیا بات کرتے چلے گئے' کائنات میں کتنے کتنے رنگ تھے' یہ قبریں ہیں بلکہ قبروں کے نیچے بھی قبریں ہیں' آدمیوں کے نیچے بھی قبریں ہیں اور قبروں کے نیچے پھر اور قبریں ہیں۔ ہر جگہ آپ دیکھیں تو آپ کو کیا کیا نظر آئے گا۔ آنکھ جب محو نظارہ ہو تو اس وقت وہ ضرور باطن سے متعارف ہو جاتی ہے یعنی آنکھ جب محوِ نظارہ ہو اور اتنی محویت میں ہو تو اس وقت آپ کو باطن سے تعارف ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو آپ آنکھ لے کر ساری کائنات میں پھرو' دیکھو رنگینیاں دیکھو' نیرنگ دیکھو' حسن دیکھو' کائنات کے جلوے دیکھو..... پھر آپ کو یہ کائنات ساری کی ساری مرقعِ نور و جمال نظر آئے گی۔ پھر آپ کہیں گے کہ یہ کائنات ایک مرقعِ جمال ہے۔ اسی طرح آپ کا احساس ہے۔ بچہ جوان ہو جائے تو فوری طور پر ماں باپ سے ناراض

ہونا شروع ہوجاتا ہے کہ ہم نے کھانا نہیں کھانا۔ اگر اس سے پوچھو کہ تجھے کیا تکلیف ہوگئی کہ کھانا نہیں کھاؤ گے تو وہ کہے گا کہ آپ ہماری بات نہیں مانتے۔ اصل میں وہ کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔ جب کوئی چچا درمیان میں آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ بچے کی شادی کرنی ہے۔ تو جب وہ جوان ہوجائے گا تو شادی خود بخود ہی ہوجائے گی۔ تو آپ کے اندر عمر کا ایک ایسا حصہ پیدا ہوجاتا ہے کہ آپ کی خواہشات جو ہیں وہ کائنات سے متعلق ہوجاتی ہیں۔ پھر جب آپ دیکھتے ہیں کہ ذمہ داری پڑ گئی ہے' بیوی آ گئی ہے' بچے ہوگئے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا آپ کے دفتر میں کوئی ملازمت ہے۔ وہ جو کوئی کام نہیں کرتا تھا' بھاگا دوڑا پھرتا تھا' یہاں بیٹھا رہتا تھا' چائے پیتا رہتا تھا' حقہ پیتا رہتا تھا' آج وہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ کا اشتہار ہے' وہاں ملازمت کے لیے جانا چاہیے' By the way نوکری کر لیتے ہیں' مجبوری ہے' بچے پیدا ہوگئے ہیں۔ تو آنکھ جو ہے اس کو پاکیزہ کرنے والی چیز آپ کی اپنی اولاد ہوتی ہے ورنہ تو آنکھ ناپاکی میں آپ کو اڑا دیتی ہے۔ ورنہ اگر آپ کسی بدقسمت چیز کو دیکھنے لگ جائیں تو آپ بدقسمتی میں آجائیں گے' ناروا نظاروں کو دیکھنے لگ جائیں تو آپ بھی ناروا ہوجائیں گے۔ اس لیے یہ کہا گیا ہے کہ آنکھ جو ہے یہ مرقع جمال دیکھے۔ مثلاً آستانے دیکھے' روضے دیکھے' بے شک ان کی سمجھ نہ آئے لیکن اتنی بات تو ہے کہ یہ مقدس روحیں ہیں۔ تو وہ آنکھیں جو نیک مقامات کو دیکھیں گی وہ آپ کو نیکی ہی میں لے جائیں گی اور وہ آنکھیں جو برے مقامات کی متلاشی ہوں گی وہ آپ کو برے گھر میں لے جائیں گی۔ تو آپ اچھے مقامات دیکھیں' نیک مقامات دیکھیں' نیک لوگوں سے ملیں' نیک شکلیں دیکھیں..... تو آنکھ میں پاکیزگی

ہونی چاہیے۔ایک شخص جس کی زندگی زیادہ پاک نہیں تھی اس کے بارے میں ایک دن پتہ چلا کہ وہ پاک ہوگیا ہے۔لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہوگیا ہے' تُو تو بڑا اچھا ہوگیا ہے۔کہتا ہے مجھے پیر مل گیا ہے تو اس لیے میں نیک ہوگیا ہوں۔اس نے پوچھا آپ کا پیر کون ہے؟اس نے کہا بات یہ ہے کہ میری بیٹی پیدا ہوگئی.....تو بیٹی جو ہے یہ سب سے بڑا پیر ہے۔اس طرح انسان میں آنکھ کی پاکیزگی آجاتی ہے۔ اس انسان میں آنکھ کی پاکیزگی آسکتی ہے جس کو اس کائنات کے اندر جو کچھ نظر آرہا ہے وہ اپنی ماؤں اور بہنوں کے حوالے سے نظر آئے۔اور اگر یہ اس طرح نظر نہیں آتا تو پھر طہارت یا پاکیزگی پیدا نہیں ہوسکتی۔اس لیے اولاد کو ایک جہیز یہ بھی دینا چاہیے کہ جب سے بچی پیدا ہوئی' باپ کی نگاہ ناپاک نہیں ہوئی۔تو یہ بھی جہیز کا حصہ ہے۔بچی کے لیے باپ کی نگاہ کا پاکیزہ ہونا بہت ضروری ہے۔اور اگر آپ جس وقت کسی طرف گمراہ نگاہ ڈال رہے ہیں تو اس وقت آپ کی اپنی عزت کس کے حوالے تھی؟ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آپ اپنی عزت اللہ کے حوالے کریں اور پھر اللہ کے خلاف جائیں۔اللہ کے حوالے تو اس کی عزت ہوتی ہے۔جو خود اللہ کے حوالے سے چل رہا ہو اور جو اللہ کے امر کو Violate کر رہا ہے وہ اپنی عزت اللہ کے حوالے نہیں کرسکتا۔لہٰذا عین اس وقت آپ کے ''مقدسیات'' پر ناپاک نگاہ پڑ رہی تھی جب کہ آپ کی نگاہ کسی چہرے پر پڑ رہی تھی۔تو اس وقت آپ کی عزت کے چہروں پر بھی غلط نگاہ پڑ رہی تھی۔اگر اس وقت نہیں پڑ رہی تھی تو کچھ دیر کے بعد پڑ جائے گی۔جتنا کیچڑ آپ دوسروں کی دیوار پر لگائیں گے اتنا کیچڑ آپ پر ضرور آئے گا۔قصہ مختصر ہے' لمبی چوڑی کہانی کوئی نہیں ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ اپنی

پاکیزگی کو یا اپنی عزت کو سنبھالنے کے لیئے دوسروں کی پاکیزگی اور دوسروں کی عزت کی عزت کرو۔ تو یہ اس کا حق ہے۔ اسی طرح اپنے دل کے حقوق ہیں' دماغ کے حقوق ہیں' دماغ سے کائنات کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ دماغ سوچنے والی چیز ہے' یہ وجوہات دریافت کرتی ہے' غور کرتی ہے' اس کو اپنے ہونے کی سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا ہوں۔ سوچنا تو اللہ کے فضل سے ہی ہے۔ ایک حد کے بعد دماغ سوچنا بند کر دیتا ہے۔ سونا جو ہوتا ہے وہ زمین کے اندر مٹی میں رکھا ہوا ہے' چھپا ہوا ہے' یہ اتنی سی قیمتی چیز ہے اور پھر کائنات کے جو مقدس راز ہیں وہ آپ کو فوری طور پر کیسے مل جائیں؟ چھوٹا سا موتی ہوتا ہے اور وہ سیپ کے اندر چھپا کے رکھا ہوتا ہے۔ تو پھر وہ راز Develop ہوتا ہے۔ تو کائنات کے راز دریافت کرنے کے لیے یا تو سمندر کے اندر غوطہ لگانا پڑے گا یا پھر کان کے اندر جانا پڑے گا' غار میں غور کرنا پڑے گا تا کہ آپ دُرِ مکنون' چھپے ہوئے موتی دریافت کر سکیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ وہ راستہ ہے جس راستے پر بہت لوگ جاتے ہیں لیکن

کوئی وِرلیاں موتی لئے تریاں

کم کم لوگ ہوتے ہیں جن کو یہ نصیب ہوتا ہے۔ Every body کو نہیں ملتا۔ چلتے سارے ہی ہیں لیکن سب کو یہ نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ راستے میں ان کی تلاش آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ مثلاً وہ اللہ کی تلاش میں گئے' مسجد کی طرف گئے اور کچھ عرصہ بعد گمراہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اتنی نمازیں پڑھی ہیں مگر ہمیں تو پیسہ ہی نہیں ملا۔ اب نماز سے تو پیسہ نہیں بنا۔ مدعا یہ ہے کہ نماز کی Achievement تو نماز ہی ہے' نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔ اس کائنات میں انسان گمراہ کب ہوتا

ہے؟ جب وہ وجہ کنفیوز کر دے جس کی وجہ سے وہ نیکی کر رہا ہے۔ پہلے کہتا تھا کہ میں نیکی اس لیے کر رہا ہوں تا کہ میری عاقبت بہتر ہو اور اب عاقبت بہتر کرنے کی بجائے یہاں کی کوئی بہتری ڈھونڈ رہا ہے۔ اس طرح انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ وہ انسان جو کمزور ہو وہ اگر نیکی کر رہا ہو اور کوئی تکلیف آ جائے تو وہ نیکی چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو طاقت ور ہیں وہ تکلیف کو اپنا انعام سمجھتے ہیں۔ سب سے زیادہ جو نیک ہیں یا تو وہ شہید ہوا کرتے ہیں' تکلیفوں میں سے گزرتے ہیں آزمائشوں میں سے گزرتے ہیں اور پھر اپنی نیکیوں کی بلندی قائم کر جاتے ہیں۔ کمزور آدمی جو ہے وہ ذرا سی تکلیف آتے ہی نیکی چھوڑ جاتا ہے۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو طاقت ور بنائیں۔ یہ میں آپ کی ذاتی زندگی کی بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ کو یہ سمجھ آ گئی تو پھر آپ میں بہت سارے علوم آنے شروع ہو جائیں گے' پوری کائنات سمجھ آنی شروع ہو جائے گی کہ میں کیا ہوں' میرا آنا کیا ہے' روح کیا ہے' دل کیا ہے' دماغ کیا ہے' خیال دماغ میں باہر سے آتا ہے یا دماغ سے باہر جاتا ہے' کبھی میرا خیال دور چلا جاتا ہے اور کبھی دور کا خیال میرے پاس آ جاتا ہے..... تو ایسا ہوتا ہے۔ پھر آگے جو دل کی بات ہے تو وہ تو بہت ہی بڑی ہے کہ انسان چلتے چلتے کسی اور انسان کو اپنا مدعا بنا لیتا ہے' پھر مقصدِ حیات کوئی اور بن جاتا ہے۔ وہ کون بن گیا اور کیوں بن گیا؟ یہ سمجھ نہیں آتی ہے' یہ الگ راز ہے۔ وہ تو گھر سے کسی کام کو چلا تھا' اب کہتا ہے کہ میں کام سے تو چلا تھا مگر میرا کام کچھ اور ہی ہو گیا ہے۔ یہ کہ اس کی نگاہ مل گئی' آنکھ مل گئی' دو نگاہیں اور دو نگاہیں' چار آنکھیں ہو گئیں' پھر وہ اسی کے خیال میں گم ہو گیا۔ تو رانجھا اپنی زمینیں بھول گیا اور ہیر اپنا خاندان بھول گئی۔

منم محو خیالِ اُونی دانم کجا رفتم

خدا جانے میں اس کے خیال میں کہاں سے کہاں چلا گیا۔ اب جانا کہیں اور تھا اور پہنچ کہیں اور گیا۔ یہ راز ہے' یہ دل کی بات ہے۔ جس آدمی کو آپ کا دل پسند کرتا ہے اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ ہمیں بہت پسند ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے اس میں ایسی کیا چیز دیکھی ہے پسند کرنے والی' یہ تو عام انسان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہیں عام انسان نظر آ رہا ہے لیکن مجھے عام نظر نہیں آ رہا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ آپ کا دل جو ہے وہ کسی ایک انسان کو عام کی بجائے خاص دیکھنا شروع ہو جائے۔ پھر آپ کو کائنات کے ساتھ اپنے دل کا تعلق مل جائے گا۔ تو کائنات کی نگاہ کبھی آپ کے دل پر اور کبھی آپ کا دل کائنات پر ہوگا۔ پھر رونق لگ جائے گی۔ تب آپ کے دل کی آواز کائنات میں پھیلے گی۔

میرے غم کا عکس پڑا ہے اوروں کے افسانوں پر بھی

تو یہ لگتا ہے کہ آپ کی بات کا اثر دوسروں پر بھی ہے۔ تو آپ کا دل جو ہے یہ آپ کو باہر کی زندگی سے متعلق کر رہا ہے۔ بے دل اور بے حس آدمی کا کسی سے تعلق ہی کوئی نہیں ہے' اسے اگر کہیں کہ ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو وہ کہے گا کہ ہونے دو' اگر کہیں کہ لوگ تباہ ہو گئے تو کہے گا کہ ہونے دو' کچھ لوگ مر گئے ہیں تو کہے گا لوگ تو مرتے رہتے ہیں..... تو یہ بے حس ہے۔ ایک بے حس آدمی چھٹی لینے گیا اس نے پوچھا کیا ہوا؟ کہتا ہے میری ماں مر گئی۔ کب مری ہے؟ پرسوں مری ہے یا شاید پہلے مری ہے' اب یاد نہیں۔ افسر نے کہا کہ اگر یہ بھی یاد نہیں ہے تو پھر چھٹی کیوں لے رہا ہے۔ کہتا ہے اگر چھٹی نہ لی تو لوگ کہیں گے کہ تجھے ماں کا خیال ہی نہیں' اب مرضی

ہے تو دے دو' نہیں مرضی تو نہ دو..... دنیا میں ایسے ایسے بے حس لوگ بھی ہیں' دنیا میں بے حس بھی ہیں اور احساس والے بھی ہیں۔ تو یہ دل آپ کو کائنات سے متعلق کرتا ہے۔ پھر آپ کائنات کو دیکھیں اور دیکھیں کہ سورج کدھر سے نکلتا ہے' مشرق کدھر ہے' مغرب کدھر ہے' یہ زمین پر ہی مشرق اور مغرب ہے' آسمانوں پر تو نہ مشرق ہے اور نہ مغرب ہے' نہ سورج کہیں سے نکلتا ہے اور نہ ڈوبتا ہے' نہ مشارق ہیں نہ مغارب ہیں۔ مشرق مغرب تو زمین کی بات ہے' آسمان پہ اور بات ہے۔ اسی طرح ستارے سیارے پہاڑ اور دریا سارے آپ کے لیے معانی رکھتے ہیں' یہ آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ کی' نشانیاں ہیں' کہ پہاڑ جو ہے وہ استقامت کا راز ہے' بلندی کا راز ہے' اپنی جگہ پر قائم رہنے کا راز ہے' پتھروں کا راز ہے' پہاڑ کے اندر خزانے ہیں اور پھر پہاڑ میں سے دریا نکلتے ہیں..... یہ اتنے سارے واقعات ہیں۔ یہ سب آپ کے لیے پیغامات ہیں۔ اس پہ ذرا غور کریں۔ اگر آپ ایک درخت کی زندگی سٹڈی کریں تو یہ پوری کی پوری کائنات ہے' کہ بیج زمین کے اندر گیا' محنت کرتا رہا' غور میں غائب رہا' پھر غور کے اندر عرفان ہوا اور وہ بیج پھٹا' جڑ بنی' پودا بنا' تنا بنا' آندھی' پرندوں اور جانوروں سے بچتا ہوا طاقت ور ہو کے میدان میں کھڑا ہو گیا۔ تو چلتے چلتے پھر وہ کہیں جا کے پھل دار درخت بنتا ہے۔ پھر فیض ہی فیض ہے۔ تو اتنی محنت کرتا ہے وہ ؎

مت سہل ہمیں جانو' پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

مطلب یہ ہے کہ یہ بڑی مشکل سی بات ہے۔ پھر وہ منفعت بخش بنتا ہے۔ اور جب

بوڑھا ہو گیا' رخصت ہونے لگا' مر گیا تو بھی مرتے مرتے لکڑی دے گیا۔ تو اس میں منفعت ہی منفعت ہے۔ مقصد یہ کہ یہ ساری محنت ہے۔ ایک پرندے کو دیکھو تو پوری محنت ہے۔ آپ کے پاس اگر چشم بینا موجود ہو اور آپ کبھی غور کریں تو اس کائنات میں سارے راز ہی راز ہیں۔ پھر جب آپ اتنی باتیں جاننے کے بعد قرآن پاک کی طرف جائیں گے تو آپ کو باطن سمجھ آ جائے گا' مَن کی سمجھ آ جائے گی۔ آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن کا باطن سمجھنے سے پہلے اپنا باطن سمجھو' کائنات کا باطن سمجھو' زندگی کو پہچانو' موت کو پہچانو' اللہ کے امر کو پہچانو اور پھر قرآن پاک کو' جو کہ اللہ کا کلام ہے' غور سے دیکھو۔ پھر آپ میں جب تقویٰ پیدا ہو جائے تو پھر اس کو کسی پڑھنے والے سے یا پڑھانے والے سے پوچھ لو' ورنہ خود بھی غور کرو گے تو سمجھ آ جائے گی۔ کیونکہ اللہ نے آپ کو بنایا' کائنات کو بنایا اور قرآن پاک کو بھیجا۔ تینوں کو بیک وقت غور کر کے پڑھیں گے یعنی کائنات' قرآن اور انسان' تو تینوں ہی ایک ذات کے کام ہیں' اس ذات کا مقصد ہے کہ تینوں آپس میں متعلق ہوں۔ کائنات تمہارے لیے ہے' تم کائنات کے لیے ہو اور تمہارے لیے قرآن کا پیغام ہے۔ کائنات کا ذکر ہے قرآن میں۔ تو کائنات کو سمجھایا گیا ہے قرآن کی رُو سے اور آپ کی زندگی بتائی گئی ہے قرآن کی رُو سے۔ اب ان تینوں کو ملا کے پڑھیں گے تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تم' کائنات اور قرآن کریم' اب اس میں جو حوالہ ضروری ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کا ہے' کیونکہ پیغمبر کے بغیر قرآن سمجھ نہیں آ سکتا' اور ان کے بغیر زندگی سمجھ نہیں آ سکتی' پھر کائنات بھی سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس لیے اس حوالے سے جب آپ پڑھیں گے تو آپ کو ساری بات سمجھ

آ جائے گی۔ تو قرآن کا باطن سمجھ آنا آسان ہے' مشکل نہیں ہے' پس پہلے اپنا باطن سمجھ لیں۔ اس طرح یہ سوال یوں حل ہو جاتا ہے..... اب اور کوئی سوال۔ بولو..... کچھ پوچھو.....

سوال:-

آپ نے یہ جو فرمایا ہے کہ قرآن سمجھنے کے لیے تقویٰ چاہیے تو تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

جواب:-

اس میں ابتدائی وضاحت تو ساری ہوگئی ہے هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون یعنی ہدایت ہے متقی لوگوں کے لیے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اب جو کچھ دیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ پیسہ' آپ کی زندگی' آپ کی استعداد' آپ کی خوبیاں یعنی جو کچھ بھی آپ کے پاس ہے' جسے آپ باعثِ تقویت سمجھ رہے ہیں' جو چیز آپ اپنے لیے حاصل کرنا چاہتے ہیں اُسی چیز کو آپ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا شروع کر دیں تو متقی ہو جائیں گے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو کیا کیا چاہیے۔ ایک درویش نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کتنے عرصے سے مجھے یہ خیال تھا کہ تلی ہوئی مچھلی ملے۔ سال گزر گیا اور پھر کہیں جا کے میری خواہش پوری ہوئی۔ میرے سامنے تلی ہوئی مچھلی پلیٹ میں پڑی ہوئی آ گئی۔ میں لقمہ شروع کرنے لگا تھا تو ایک سائل کی صدا آئی کہ میں بھوکا ہوں۔ میں نے وہ پلیٹ اس کو دے دی۔ سائل

وہ کھا کے چلا گیا اور مجھ پر ایسی کیفیات طاری ہوگئیں کہ مجھے عرفان مل گیا۔ کہ خواہش جو میری اپنے لیے تھی وہ میں نے اللہ کے حکم پر لگا دی۔ وہ جو مچھلی لینے والا تھا اصل میں وہی مچھلی بھیجنے والا تھا۔ بس اتنی سی بات آپ یاد رکھو کہ جو آپ کو چیز دینے والا ہے' لینے والا بھی وہی ہے۔ جس نے پیسے دیے ہیں وہی مانگنے والا ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ کہ جس نے آپ کو پیسے دیے ہیں وہ اب کہتا ہے کہ مجھے دے دو' سارے نہیں تو اس میں سے کچھ حصہ دے دو۔ اگر آپ کو یقین ہو کہ دینے والا وہ ہے تو پھر آپ ضرور اللہ کی راہ میں دو گے۔ آپ کو یقین یہ ہے کہ آپ خود کمانے والے ہیں اور یہی بات تقویٰ کے خلاف ہے۔ وہ شخص کبھی متقی نہیں ہوسکتا جو اپنی زندگی کا آپ مالک بن جائے' جو اپنی کمائی کا خود خالق بن جائے' جو اپنی استعداد پر خود قدرت رکھنے لگ جائے کہ میں نے یہ کیا ہے' یہ میں نے حاصل کیا ہے' یہ ہماری انکم ہے' یہ ہمارا گھر ہے' یہ میرا لباس ہے' یہ میری Achievement ہے' یہ ہم لوگ ہیں ..... جو یہ کہتا ہے اسے تقویٰ آ ہی نہیں سکتا۔ جو یہ کہتا ہے کہ یہ اس نے پیسے دیے ہیں' وہی لے جائے' تو وہ متقی ہے۔ یہ آسان سی بات ہے' اس میں تیرا کیا ہے۔ کہ اس نے زندگی دی ہے' وہی لے جائے' زندگی اسی نے دی تھی' وہی واپس لے رہا ہے' اس میں کیا مشکل بات ہے۔ میرا مطلب ہے کہ ہم تو حکم ماننے والے ہیں' اس نے کہا زندہ ہو جا تو ہم زندہ ہو گئے اور اس نے کہا واپس آ جاؤ تو ہم واپس آ گئے۔ اس میں کیا دِقت والی بات ہے۔ وہ اگر کہے کہ دنیا کا چکر لگا آؤ تو ہم چکر لگا آئیں گے اور کہے کہ چکر لگا کے واپس آ جاؤ تو واپس آ جائیں گے۔ اس میں مشکل بات تو نہیں ہے؟ اس نے اگر کہا کہ میلہ دیکھ کے آؤ تو ہم میلے پہ چلے

گئے۔ پھر کہا کہ اب گھر آ جاؤ تو یہ نہ کہنا کہ اب ہم واپس نہیں آتے۔ پھر تو بات غلط ہے۔ جب اس نے میلے پہ بھیجا ہے اور اب واپس بلاتا ہے تو واپس آؤ۔ بس اتنی سی بات ہے کہ آنا جانا جو ہے وہ مشکل نہ ہو۔ فرید الدین عطارؒ دوکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بڑے مصروف تھے' نسخے اور دوائیاں بنا رہے تھے۔ ایک فقیر آیا اور اس نے کہا دے اللہ کے نام پر۔ انہوں نے کہا صبر کرو۔ کافی دیر گزر گئی تو اس نے پھر سوال کیا۔ انہوں نے کہا ٹھہر جا۔ فقیر کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا کہ تو جو اتنا مصروف ہے تو مرے گا کیسے؟ انہوں نے کہا یہ کون سی بات ہے' جیسے تُو مرے گا۔ فقیر نے کہا ہمارا کیا ہے' پھر اس فقیر نے کلمہ پڑھا' وہیں لیٹ گیا اور مر گیا۔ ان پر یہ اثر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ دیا اور جنگل میں کپڑے پھاڑ کے نکل گئے اور پھر شیخ فرید الدین عطارؒ بنے۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی ہے کہ لانے والا اور لے جانے والا ایک ہی ہے' بھیجنے والا اور بلانے والا ایک ہی ہے۔ جس نے جو چیز آپ کو دی ہے وہی لے جا سکتا ہے اور اسے لے جانے کا حق ہے۔ آپ ایک بار اس کو سارا حق دے دو تو پھر آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ جو بھی آپ کے پاس خوبی ہے وہی خوبی اس کے نام لگا دو۔ جب چاہے وہ واپس لے لے۔ اگر وہ آپ کو غریبی میں رکھنا چاہتا ہے تو غریبی آپ کے لیے رحمت ہے اور اگر آپ کو دولت دینا چاہتا ہے تو دولت رحمت ہے۔ بات یہ ہے کہ اگر اس کا خیال ترک ہو جائے تو پھر تقویٰ نہیں ہوتا اور اس کا خیال ساتھ رہے تو پھر زندگی میں تقویٰ شروع ہو جاتا ہے۔ حاصل اور ایثار جو ہیں یہ دونوں اس کے نام پر ہونے چاہییں۔ یہ بات سمجھ آئی؟ کہ حاصل بھی اس کے نام پر ہو اور ایثار بھی اس کے نام پر ہو۔ آپ نے اگر کسی زمیندار کو دیکھا ہو' یہ جن کی

زمینیں ہوتی ہیں' تو ان کے نام زمین انتقال ہو جاتی ہے۔ اس سے پہلے کس کے نام تھی؟ کسی اور کے نام۔ کبھی آپ ریکارڈ دیکھو تو پتہ چلے گا کہ آج تک اس کے کتنے ہی مالک بدلتے چلے جا رہے ہیں اور اب اس زمیندار کی باری ہے' وہ ہر مالک کو جھٹکا دیتی ہے اور اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ آج جو اس کے اوپر سواری کر رہا ہے یہ اس کو بھی لپیٹ لے گی' کیونکہ اس کا مالک کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ خود ہی ہر ایک کی مالک ہے۔ تو یہ آپ کی زندگی ہے کہ آپ اپنے آپ کو شہسوار سمجھ رہے ہیں لیکن یہ گھوڑا کسی سوار کو مانتا نہیں ہے' یہ جھٹکا دیتا ہے اور پار کر دیتا ہے' پھر ایک اور کو جھٹکا دیتا ہے اور پار کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ تو جنازوں کی شکل میں جا رہے ہیں اور کچھ زندگی کی شکل میں جا رہے ہیں' یہ بھی جنازے ہیں جو چل پھر رہے ہیں' یعنی کچھ دنوں بعد ان کے ساتھ بھی موت کا واقعہ ہو جائے گا۔ اس لیے متقی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے زندگی اور موت کے درمیان فرق محسوس نہ ہو' متقی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ حاصل اور ایثار میں فرق نہ محسوس ہو' متقی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اللہ کا ہر حکم قبول ہو' یعنی اللہ کا جو حکم اس کے لیے ہے' وہ قابل قبول ہو۔ اس کے تمام حاصل' تمام استعداد اور تمام Achievements اللہ کے نام پر قربان ہوں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو رزق ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرنا ہے۔ رزق صرف پیسہ نہیں ہے' اگر اللہ نے شہرت دی ہے تو شہرت اس کے نام پر لگا دو' بینائی دی ہے تو بینائی لگا دو' مال دیا ہے تو مال لگا دو..... یعنی جو کچھ اللہ نے آپ کو عطا کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لگا دو۔ جو کچھ آپ اپنے لیے رکھنا چاہتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لگا دو' پھر دیکھو کہ آپ کو تقویٰ مل جائے گا۔ تو تقویٰ ملنے کے بعد آپ

کوقرآن کے معانی سمجھ آئیں گے اور پھر قرآن سے ہدایت ملتی ہے۔تقویٰ کا معنیٰ یہ ہے کہ یہاں رہنے کی خواہش سے زیادہ یہاں سے نکلنے کی خواہش ہو۔تو آپ کو یہاں رہنے کی جوخواہش ہے اس سے زیادہ یہاں سے نکلنے کی خواہش ہو۔یہ رہنے کی خواہش ہے کہ جوآپ یہاں مکان وغیرہ بناتے پھرتے ہیں اور جب یہ پتہ چل جائے کہ اس کا انجام کچھ نہیں ہے تو پھر نکلنے کی خواہش کرلو۔نماز آپ کو ہر دن میں پانچ دفعہ یہاں سے نکلنے کا راستہ بتاتی ہے کہ یہاں سے نکلو' یہاں سے نکلو! جس طرح آپ زندگی میں سے نکل کر مسجد میں چلے جاتے ہیں اسی طرح آپ نے زندگی سے نکل کر آگے چلے جانا ہے۔اب یہ اس بات کی ٹریننگ ہورہی ہے کہ یہاں زندگی سے آپ کیسے نکلیں گے۔تو پھر سارے مسائل حل ہوجاتے ہیں۔اللہ کریم کے فضل سے اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت میں تقویٰ ہوتا ہے' حاصل وہیں سے ہوتا ہے۔تو متقی جو ہے وہ متقی سے مل کے متقی ہوتا ہے۔جب کسی متقی سے آپ کی ملاقات ہوگئی تو پھر تقویٰ آپ کو خود بخود مل جائے گا' خود بخود ہی خواہش پیدا ہوجاتی ہے۔اگر کوئی مسافر آپ کو پسند آجائے تو گھر میں رہنا مشکل ہوجائیگا۔جب مسافر پسند آگیا تو پھر آپ سفر کی تیاری کریں گے۔جب آپ کا دوست جارہا ہوگا تو آپ کیا کریں گے؟ آپ کہیں گے کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔اس لیے کوئی سفر پہ جانے والا آدمی آپ پر مہربان ہوگیا تو آپ کو بھی ساتھ لے جائے گا۔اس طرح تقویٰ حاصل ہوجاتا ہے۔تقویٰ کی بہت تعریفیں کی گئی ہیں اور سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اور اپنی موت کو اللہ کی خوشنودی سمجھو اور دونوں کو قبول کرلو' غریبی امیری قبول' حاصل محرومی دونوں قبول' اپنا بیگانہ اس کے نام سے

ہے' دشمنی بھی اس کے نام کی' دوستی بھی اس کے نام کی..... اس طرح تقویٰ شروع ہو جائے گا۔ تقویٰ کا اور مفہوم یہ ہے کہ کل کا فکر نہ ہو۔ تقویٰ اس آدمی کا ہوگا جس کو کل کا فکر نہ ہو کہ کل کیا کرنا ہے۔ کل کی بات کل کے ساتھ۔ کل کے لیے جو اپنا ناشتہ بچا کے رکھے گا وہ متقی نہیں ہوتا۔ کل بھی اللہ ہے اور آج بھی اللہ ہے' کیا کل اللہ نے کہیں چلے جانا ہے کہ آج سوچتے جائیں۔ جس اللہ نے آج دیا ہے وہ کل بھی خود ہی دیتا رہے گا۔ بس اتنی سی بات کا خیال رکھ لو تو تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ بات بڑی آسان ہے۔

سوال:-

تقویٰ اور ہدایت میں کیا فرق ہے؟

جواب:-

تقویٰ تو آپ کا ہوتا ہے اور ہدایت آپ کو ملتی ہے' ہدایت اس راستے پر سفر کا نام ہے۔ ہدایت جو ہے وہ اللہ کریم کے دین کی پہچان ہے۔ تقویٰ آپ کی کیفیت کی اصلاح ہے اور ہدایت آپ کے دین کی پہچان ہے۔ انسان متقی پہلے ہوتا ہے اور ہدایت اس کو بعد میں ملے گی۔ قرآن پاک یہی ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ وہ کتاب ہے جو متقی کو ہدایت دی گی۔ لہٰذا متقی بننے کے بعد ہدایت کا سفر شروع ہوتا ہے اور یہ سفر ختم نہیں ہوتا۔ متقی ہونا اس سفر کی شرط ہے۔ تو متقی ہونا جو ہے یہ سکول میں داخلے کا سرٹیفکیٹ ہے اور ہدایت جو ہے یہ چلتی جاتی ہے' یہ ختم نہیں ہوتی۔ اس میں داخل ہونا ضروری ہے۔

اور کوئی سوال..... بولو..... آپ غور کریں کہ سب لوگ صبح سے شام تک

محنت کرتے ہیں۔ سب محنت کرتے ہیں۔ چیونٹی محنت کرتی ہے' پرندہ محنت کرتا ہے' جھوٹا بھی محنت کرتا ہے اور سچا بھی محنت کرتا ہے' شرابی بھی محنت کرتا ہے' جواری بھی محنت کرتا ہے' بھکاری بھی محنت کرتا ہے' بادشاہ بھی محنت کرتا رہتا ہے' غلام محنت کرتا رہتا ہے' فقیر محنت کرتا ہے..... تو محنت جو ہے یہ آپ کی فطرت اور جبلّت ہے۔ محنت آپ ضرور کریں گے' چاہے گھر کے اندر یا گھر کے باہر۔ بس آپ اس بات پہ غور کریں کہ جو محنت آپ کر رہے ہیں یہ آپ کو کس راستے پہ لے جا رہی ہے۔ محنت کرنے سے آپ بچ نہیں سکتے۔ بلکہ جو نکما آدمی ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ محنت کرتا ہے' بے چارے کو وقت گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے محنت سے مَفَر نہیں ہے۔ اب محنت آپ کو یا تو گمراہی کی طرف لے جائے گی یا پھر فلاح کی طرف لے جائے گی۔ آپ کو اپنی محنت کا رُخ ہر وقت دریافت کرتے رہنا چاہیے' کہ اب میری محنت کس طرف جا رہی ہے۔ محنت تو آپ ضرور کریں گے' یہ اللہ کریم کا ارشاد ہے' اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔ اللہ نے فرما دیا کہ اے انسان تو محنت کے لیے پیدا کیا گیا یا ایھا الانسان انک کادح جب محنت کے لیے پیدا کیا گیا تو وہ محنت کرتا رہے گا' بادشاہ اور فقیر تک سارے محنت کریں گے۔ آپ اپنی محنت کا رخ طے کر لیں' محنت ہی آپ کو عذاب میں مبتلا کرے گی اور محنت ہی آپ کا ثواب بنے گی۔ محنت نے نجات دلانی ہے اور محنت نے عذاب میں گرفتار کرانا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑی محنت کر کر کے عذاب میں پھنس جائیں' یعنی محنت بھی کی اور عذاب بھی حاصل کیا۔ مثلاً ایک آدمی کسی بھٹی میں بیٹھا ہوا ہے' لوہا گرم کر رہا ہے' اینگل آئرن بنا رہا ہے' سریا بنا رہا ہے اور لوہے میں سکریپ ملا دیا' ٹین ملا دیا'

ملاوٹ کردی' تو آگ کے پاس بیٹھا بیٹھا سیدھا ہی آگ میں چلا گیا۔ مطلب یہ کہ ملاوٹ کر کے یہاں بھی عذاب میں رہا' دوزخ میں جلا اور آگے بھی دوزخ۔ تو اس نے محنت ہی کرنی تھی' محنت کرنا جو ہے وہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے لیے مصیبت بن جائے۔ ایک آدمی بڑی محنت کرتا تھا' ڈاکا ڈالتا تھا' جنگل سے کوئی مسافر گزرتا تو اُسے روک لیتا تھا' سامان لوٹا اور گھر جا کے کھایا پیا۔ ایک دن ایک درویش وہاں سے گزرے۔ ان کے ہاتھ میں گٹھڑی تھی۔ درویش نے کہا کہ دیکھو گٹھڑی تو میں تمہیں دے دوں گا لیکن یہ بتا کہ یہ سامان تو کیا کرتا ہے۔ اس نے کہا ہم کھاتے پیتے ہیں' ہماری محنت کا یہ طریقہ ہے۔ درویش نے کہا کہ جن لوگوں کے لیے تو یہ کام کر رہا ہے ان سے پوچھ لے کہ اگر تیرے اوپر عذاب آیا تو کیا وہ شامل ہوں گے۔ ڈاکو نے کہا یہ کون سی بات ہے' اور پھر وہ گھر گیا اور ان سے پوچھا۔ تو سب نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم عذاب میں کبھی بھی شامل نہیں ہو سکتے' اگر تو نے کمائی لا کے دینی ہے تو نیکی کی کمائی لا' اصلاح کی کمائی لا..... وہ واپس آیا تو پھر درویش نے اس کی اصلاح کر دی۔ اس طرح وہ بھی نیک ہو گیا۔ مدعا یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ محنت آپ کو کسی عذاب کی طرف لے جائے۔ بڑی بڑی محنتیں جو ہیں وہ عذاب کی طرف لے جاتی ہیں۔ لوگ محنت کرتے کرتے کال کوٹھڑی تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو بڑے بڑے ذہین آدمی وہاں تک چلے جاتے ہیں۔ تو تقویٰ ہونا ضروری ہے تا کہ وہ آپ کی محنت کو اصلاح کی طرف لے جائے۔ کوئی بھی آدمی غلط محنت کے دم سے پھنس جاتا ہے۔ تو آپ بہت خیال کریں۔ آپ اپنی محنتوں کو عذاب سے بچائیں۔ یہ نہ کرنا کہ حرام کے پیسے لا کر بچوں کو کہیں کہ بسم اللہ کر کے کھاؤ۔

اب بچے بسم اللہ کر کے کیا کھائیں۔ اس لیے آپ کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اپنی محنتوں کو بچائیں اور اپنے آپ کو بچائیں۔ محنت آپ ضرور کریں گے مگر غلط محنت نہ کی جائے۔ کسی انسان کی غلطی کی وجہ سے اگر آپ نے اس سے نفرت کی تو نفرت کا زہر آپ میں پھیلے گا' اس میں نہیں پھیلے گا۔ غلطی تو وہ انسان کر رہا ہے' جہالت کر رہا ہے' گمراہی کر رہا ہے' جوا کھیل رہا ہے' شراب پی رہا ہے' تو یہ سب وہ خود کر رہا ہے اور آپ نیک آدمی ہیں' اس کی غلطی کی وجہ سے آپ کو اس سے نفرت ہو گئی کہ وہ بہت بُرا آدمی ہے' تو وہ جو نفرت کا زہر ہے وہ آپ میں پھیلے گا۔ اس لیے آپ جب کسی آدمی میں برائی دیکھیں تو اپنے سے بڑے آدمی کے سپرد کرتے ہوئے آپ آزاد ہو جائیں۔ آپ کہو کہ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے' آپ جانیں اور آپ کا بندہ جانے' ہم تو آزاد ہیں' اس کے لیے میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ اس کی اصلاح کر دیں۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا اللہ میں نیکی دیکھنا چاہتا ہوں' مجھے بدی نہ دکھا' آپ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں بدی نہ دکھا' ہمیں حادثات نہ دکھا' ہمیں وہ واقعات دکھا جس سے ہم رحمت میں جائیں' ہم تیرے فضل کے نظارے دیکھنا چاہتے ہیں' تیرے نور کے نظارے دیکھنا چاہتے ہیں' جہاں ظلم ہو رہا ہو ہمیں وہاں کے نظارے سے بچا۔ ایک درویش جا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک اونٹ وزن سے لدا ہوا جا رہا تھا' نیچے کیچڑ تھا' اونٹ کا پاؤں Slip ہوا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اونٹ وہیں گر گیا۔ اُوپر بھار تھا' وزن تھا۔ وہ درویش مصلّی بچھا کے وہیں بیٹھ گئے اور کہا کہ یا اللہ تو نے یہ نظارہ مجھے دکھایا کیوں' اگر اس کی ٹانگ توڑنی تھی تو میرے بعد توڑ دیتا' تیرا اپنا اونٹ ہے' میرے سامنے یہ جو ٹانگ ٹوٹی ہے تو میرے

دل میں یہ ٹانگ ٹوٹی پڑی ہے' اب مہربانی کر کے اسے ٹھیک کرتا کہ پھر میں تیرے نام کے سفر پر جاؤں۔ تو اونٹ ٹھیک ہو گیا۔ انہوں نے وہاں شکر ادا کیا اور وہاں سے چلے گئے..... تو آپ بھی دعا مانگو کہ یا اللہ ہمیں ایسے نظارے نہ دکھا جس سے ہمارا احساس مجروح ہو۔ اس کائنات میں نیکی کے نظارے ہیں' بدی کے نظارے ہیں' تاریکیوں کے نظارے ہیں اور روشنی کے نظارے ہیں۔ یا اللہ ہمیں روشن نظارے دکھا' ہمیں نیک انسان دکھا' ہمیں خوش قسمت انسانوں سے ملا' بدقسمت انسانوں سے بچا' ہم جس آدمی کی غلطی اگر دیکھیں تو اس کے خلاف یا کسی اور کے خلاف ہمارے دل میں نفرت پیدا نہ ہو۔ نفرت جس دل میں پیدا ہو رہی ہو تو وہ بدبو ہے۔ یہ حساب لگا لو' کہ وجہ دوسرا آدمی ہے اور بدبو آپ کے پاس ہے۔ آپ کیا بات سمجھے؟ عمل کسی کا ہے' غلطی کسی کی ہے اور بدبو آپ کے گھر میں ہے۔ اس لیے یہ بڑا خیال رکھنا چاہیے کہ غلطی کسی اور کی ہے' وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ نفرت پیدا نہیں ہونی چاہیے۔ نفرت سے بچو۔ اسی طرح بیوی پر یا بچوں پر جو غصہ ہے' اس سے بچو۔ غصہ کیوں آتا ہے؟ غصہ اس لیے آتا ہے کہ آپ اس انسان کی تربیت اپنے مزاج میں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ہر انسان اپنا مزاج رکھتا ہے۔ بچے اپنا مزاج رکھتے ہیں۔ اگر بچے کو اختیار ہوتا' اس کے پاس بھی آپ کے برابر طاقت ہوتی تو وہ بھی آپ کے ساتھ یہی عمل کرتا۔ بچوں کو ان کے مزاج کی تعلیم دو۔ اپنے مزاج کی تعلیم دینے سے آپ خود ہی بدمزاج ہو گئے ہیں۔ کیونکہ بچہ دوسرے دور میں پیدا ہوا ہے۔ دو جڑواں بچے' Twins جو ہوتے ہیں اُن کے سیارے بھی بدلے ہوتے ہیں' منٹوں کا فرق ہوتا ہے۔ اس لیے جو بچہ بعد میں پیدا ہوا ہے یعنی جو آپ کا بچہ

ہے اس کے اور ہی زمانے ہیں۔ آپ کے زمانے میں جب آپ پیدا ہوئے تھے تو پتہ نہیں ٹیلی ویژن تھا کہ نہیں تھا۔ یہ بچہ ٹیلی وژن دیکھ کے پیدا ہوگا۔ اس کا مزاج ہی اور ہے اس کے واقعات ہی اور ہیں اس کی زندگی اور ہے اور اس کے تقاضے اور ہیں۔ اس لیے ان بچوں کو اصلاح ضرور کرو مگر غصہ نہ کرنا۔ غصہ جو ہے وہ اپنی ناکامی کا اولین اعلان ہے۔ یاد رکھنا میری بات! استاد اگر طالب علموں پر غصہ نکالنا شروع کر دے تو سمجھو کہ وہ اپنی نااہلی کا اعلان کر رہا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ استاد کا دماغ اسے نہیں سمجھا سکتا' احساس نہیں سمجھا سکتا' تو اب وہ ہاتھوں سے سمجھانے لگ گیا۔ مقصد یہ کہ استاد نے شاگرد کو ذہن سے سمجھانا تھا اور علم کی رُو سے سمجھانا تھا۔ جب علم کی رُو سے نہیں سمجھا سکا تو اب ہاتھوں سے کیا سمجھا رہا ہے۔ تو یہ اس کی اپنی ناکامی کا ثبوت ہے۔ اس لیے غصہ کرنے والا اپنی ناکامی کا اعلان کرتا ہے کہ میں بے بس ہو گیا ہوں۔ تو بے بس معلم غصے میں آتا ہے اور بے بس استاد جو ہے وہ غصے میں آئے گا' بے بس والدین جو ہیں وہ غصہ کریں گے۔ جب وہ بچوں کی تعلیم کے مطابق اصلاح نہیں کر سکتے تو پھر غصہ کرتے ہیں۔ اٹھا کے کوئی چیز اُن پہ دے مارتے ہیں۔ مقصد یہ کہ غصہ جب کبھی آئے تو یاد رکھنا کہ آپ کی اصلاح میں ابھی بڑا وقت ہے۔ جب اصلاح ہو جائے گی تو پہلی چیز جو آپ اٹھا کے باہر پھینکیں گے' وہ غصہ ہے۔ یعنی کہ پھر آپ نے اپنے باطن کے دفتر سے پہلے نفرت باہر پھینک دی کہ نفرت بدبو ہے۔ نفرت انسان کے ساتھ ہوتی ہے' اس کی غلطی کے ساتھ ہوتی ہے۔ تو غلطی کسی اور کی اور بدبو آپ کے اندر کیوں ہو۔ تو نفرت اٹھا کے پھینک دیں۔ دوسری بات یہ کہ نفرت اس لیے نہیں کرنی کہ وہ شخص تیرے خالق کا عمل

ہے۔ تو خالق کی عبادت کرتا ہے اور اُسے خالق نے پیدا کیا ہے' اس کو نقص دے کے پیدا کیا۔ اور آپ اگر نقص سے نفرت کر رہے ہیں تو آپ تخلیق پر نقص نکال رہے ہیں۔ اور یہ بہت بُری بات ہے۔ لہٰذا نفرت کرنے والا ایک تو بدظنی میں ہے اور پھر وہ اللہ کی تخلیق سے باغی ہے۔ اور اللہ کی تخلیق سے باغی ہونے والا انسان درویش نہیں ہوسکتا۔ بات سمجھ آئی؟ تو غصہ کرنے والا جو ہے وہ اپنی اہلیت کی ناکامی کا اعلان کر رہا ہے کہ میری اندر اہلیت نہیں ہے۔ اس لیے درویش آدمی جو ہے اپنی درویشی کی ابتداء غصے سے توبہ کرنے سے کرتا ہے' نفرت سے توبہ کرتا ہے اور دوسروں کو ان کی خوبیوں اور خامیوں سمیت معاف کرتا رہتا ہے۔ پھر اس کا سفر جاری رہتا ہے۔ جس طرح ماں اپنے چھوٹے' معصوم بچے کی تمام حماقتیں نظر انداز کرتی ہے' اپنی محبت جاری رکھتی ہے اسی طرح آپ اپنی محبت جاری رکھیں۔ درویش کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے کوئی ایسی چیز لینا' ایسی طاقت لینا جس کو محبت کے ذریعے سب میں بانٹ سکے۔ اگر آپ کے اندر محبت نہ ہو تو اللہ آپ کو طاقت کیسے دے گا۔ مثلاً اللہ کہے گا کہ یہ لے میٹھے چاول اور اس میں سے اپنے مخالف کو بھی دے آ۔ تو آپ کہیں گے کہ اُسے میں کبھی نہ دوں گا۔ اب اگر اللہ اس کو دینا چاہے تو آپ بھی اس کو دیں۔ جب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا وصال شریف قریب تھا تو رات کا وقت تھا۔ امیر خسروؒ مہم پہ گئے ہوئے تھے۔ آپ نے رات کی تنہائی میں انہیں یاد کیا کہ ''امیر ہے؟'' امیر خسروؒ ان کے محبوب تھے۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا ''امیر تو نہیں ہے' نصیر حاضر ہے''۔ کچھ دیر بعد آپ نے پھر پوچھا کہ ''کیا امیر ہے؟''

انہوں کہا ''غلام' نصیر حاضر ہے''۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا تو پھر وہی جواب آیا۔ تو آپ بولے ''نظام چاہے امیر کو' اللہ چاہے نصیر کو' تو میں کیا کروں؟'' پھر انہوں نے خلافت حضرت نصیرالدین چراغ'' کو دے دی اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ آئندہ میرا اور امیر خسروؒ کا عرس ایک جگہ پر ہوا کرے گا۔ تو آپ نے یہ بتایا کہ محبت کا حق میں رکھتا ہوں اور ودیعت کا حق جو ہے وہ اللہ رکھتا ہے..... تو اللہ کے بندوں کو اللہ کے حکم کے مطابق Deal کرنا ہے۔ تو تقویٰ والا نفرت سے توبہ کر لیتا ہے' غصے سے توبہ کر لیتا ہے اور حاصل اور محرومی کو برابر سمجھتا ہے' پیسے سے محبت جو ہے وہ شرک کا ایک بڑا حصہ ہے' طاقت ور حصہ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ پیسے سے محبت تقریباً خدا سے محبت کے برابر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ سمجھتا ہے کہ پیسہ میرے کام کرتا ہے' یہ کارساز ہے' پیسہ ہی عزت کا ذریعہ ہے..... یعنی جو کچھ اللہ سے تقاضا کرنا ہوتا ہے وہ آپ پیسے سے پورا کرتے ہیں' پھر وہ سمجھتا ہے کہ پیسہ عزت بھی ہے' ذلت بھی ہے' شہرت بھی ہے' سماج بھی ہے' سیاست بھی ہے' ضرورت بھی ہے' کارساز بھی ہے۔ حالانکہ یہ عین شرک ہے۔ سب عزت اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ پیسے سے محبت نہ کرنا' بالکل محبت نہ کرنا۔ فقیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیسے کی گنتی بھی نہ کرے' پیسے سے محبت نہ کرے' غصہ نہ کرے' نفرت نہ کرے اور کسی انسان کا کسی انسان کے سامنے گلہ نہ کرے۔ گلہ کرنا ایسے ہے کہ آپ ایک اینٹ اٹھا کے پھر رہے ہیں جو جا کے کسی کے سر پہ دے ماریں ہے۔ گلہ کرنے سے آپ اپنی عبادت کا کچھ حصہ اس آدمی کے نام لگا دیتے ہیں جس کا آپ کا گلہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح غیبت بالکل نہ کرو۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ غیبت اس طرح ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا

گوشت کھانا۔ یعنی پہلے تو بھائی مرے اور پھر تُو اس کا گوشت کھائے..... اس لیے غیبت نہ کرو۔ اپنے حقوق ادا کرو۔ باقی تو ساری رحمتیں ہیں۔ زندگی میں سے اگر آپ یوں گزریں تو آپ کے بہت سارے راستے آسان ہو جائیں گے۔ یہ ابتدائی باتیں ہیں اور بہت ہی سمجھنے والی باتیں ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرتا ہے۔ آپ ایک دوسرے کے حق میں دعا کریں۔ ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی خدمت کریں۔

اب آپ دعا کریں....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا وسندنا وحبیبنا شفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔آمین ..... برحمتک یاارحم الراحمین۔



1 دعا کریں کہ جو لوگ جیت کر آئے ہیں وہ ملک کے لیے اور اسلام کے لیے کام کریں۔

2 بعض اوقات کئی گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا پیر بھی اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے.....

3 کیا زلزلے سے یہ مراد ہوتا ہے کہ کوئی تبدیلی آنے والی ہے؟

4 میرا سوال یہ ہے کہ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا پوچھنے والا کوئی تو ہونا چاہیے' تو وہ کون ہو سکتا ہے؟

5 اس قوم کے بدکردار والوں سے یا نیک کردار والوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں اُن کا حساب پوچھنے والا کیسا آدمی ہونا چاہیے؟

6 سب کہتے ہیں کہ افواہوں پہ توجہ نہ دیں لیکن کچھ افواہوں سے الیکشن پہ بہت اثر پڑا ہے۔

7 ٹی وی پر ملک کے بارے میں عام لوگوں کی رائے دکھا دیتے ہیں مگر سنجیدہ لوگوں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا۔

8 آدھے لوگ کہتے ہیں کہ ایڈلے لینی چاہیے آدھے کہتے ہیں کہ نہیں لینی چاہیے۔

9 سر! میرا سوال یہ ہے کہ یہ جو ظاہری تبدیلیاں آتی ہیں کیا اس میں اَن دیکھی طاقتوں کا کوئی ہاتھ ہے؟

10 یہ جو اللہ کے مقرب لوگ ہیں ان کو یہ ڈیوٹی کیوں نہیں مل رہی؟

11 جو ہماری سمجھ میں بہتر ہو کیا وہ کر لیا کریں؟

آج محفل شروع کرنے سے پہلے ملکی حالات پر باتیں کرلیں۔لوگوں نے بڑی محنتیں کی ہیں۔ایک لیڈر نے بیان دیا تھا حضور پاک ﷺ کے حوالے سے اور پھر اُسے سیٹ نہیں ملی۔پھر یہ کیا تھا؟ اس سے کوئی غلطی ہوگئی' غلط بیانی ہوگئی۔یہ جو موجودہ ۱۹۹۰ء کے الیکشن کا واقعہ ہوا ہے یہ بہت سارے اور واقعات کا پیش خیمہ ہے۔یہ تو سب اخبار میں آجاتا ہے کہ یہ واقعہ ہوا' الیکشن ہوگیا مگر الیکشن میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو سیاست میں شامل نہیں ہیں۔مثلاً رزلٹ اناؤنس کرنے والے سیاست میں نہیں ہیں مگر الیکشن میں شامل ہیں۔اسی طرح اور بے شمار لوگ ہیں۔جب فیصلہ عوام پر چھوڑا جائے تو لوگ کہیں گے کہ مرکز نے صوبوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔اس بات کی ضرورت بھی نہیں تھی کہ کوئی صوبوں کے اتنا Openly خلاف ہوجاتا۔یہ نہ کہنا کہ وہ بھی کرتے تھے اور ہم بھی کرتے تھے۔ایسا نہیں ہے۔اقتدارِ اعلیٰ جس کے پاس ہو وہی ذمہ دار ہوتا ہے۔پچھلے مہینوں میں تو یہ ہوتا رہا کہ اِدھر کے آدمی اُدھر چلے گئے اور اُدھر کے آدمی اِدھر آگئے۔پھر ہارس ٹریڈنگ شروع ہوگئی اور اُن کو پانچ یا دس کروڑ روپیہ ملا' بے ایمانی کرنے کا۔ایسا ہوتا رہا ہے ناں؟ جب یہ خبریں آتی تھیں تو جو دانا لوگ تھے یا اللہ کے قریب رہنے والے یا دعا کرنے والے' وہ کہتے تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے' ملک

بدنام ہورہا ہے۔اس ملک کے لیے بہت قربانیاں دی گئی ہیں' اب اس میں نظام ٹھیک ہونا چاہیے۔میں آج اس بات پہ حیران ہوں اور خوش ہوں' اللہ کا شکر ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا کہ غلط آدمی کو جانا چاہیے۔تو اقتدار سے الگ کرنے والی طاقت جو ہے وہ بڑی طاقت ہے۔دیوار کو دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے کہ یہ ٹھہرے گی کہ نہیں' سیمنٹ کو دیکھ کر پتہ چل جاتا ہے۔آنے والے کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے کب جانا ہے۔لیکن جب یہ محسوس ہو کہ موجودہ حکومت قوی ہے اور پھر وہ ختم ہو جائے تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ایک گروپ اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ کروڑوں کو اِدھر کردے اور کروڑوں کو اُدھر کردے' جو مرضی چاہے کردے' زمین آسمان کردے اور پھر ایسا جاتا ہے کہ پتہ نہیں چلتا۔ایک تو یہ ہوتا ہے کہ وہ جانے کے بعد طاقت میں ذرا کم ہو جائے' لیکن وہ ایسا جاتا ہے کہ جیسے تھا ہی نہیں ؎

اتنی خموشی گویا نہیں ہو

اگر ایسا واقعہ ہو جائے تو بڑی عجب بات ہے۔ایسا واقعہ کہ بولنے والے کو وہ واقعہ چُپ کرا دے۔تو یہ بڑی بات ہے۔طاقت والے اگر کمزور ہو جائیں تو یہ بڑی بات ہے' مسافر اگر مقیم ہو جائیں تو یہ بھی بڑی بات ہے۔یہ سب بڑی بڑی باتیں دیکھنے والوں کے لیے یہ بڑے بڑے واقعات ہیں۔چند دن پہلے جو لوگ بڑے کمزور تھے' خطرے میں تھے' پھر ایسا واقعہ ہوا کہ ان کے حالات ٹھیک ہو گئے۔تو ایسے ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ایک بڑا چوہدری ایک فقیر کے آستانے پر گیا اور بابا جی سے کہا کہ میری سیٹ تو گئی۔بابا جی نے کہا کہ نہیں جاتی۔اس نے دوبارہ کہا کہ وہ تو چلی گئی۔پھر بڑا رویا۔بابا جی نے کہا کہ تجھے سیٹ مل جائے گی۔پھر وہ بڑی

اکثریت سے جیت گیا۔ اس طرح کے واقعات قابل غور ہیں۔ ایک اور بڑا اہم واقعہ ہے کہ کئی لیڈر رہ گئے' ہار گئے۔ کئی شرارتی لوگ پیچھے رہ گئے' وہ جو جوڑ توڑ کرنے والے تھے۔ اچھا ہوا' شور شرابہ بند ہو گیا۔ اس طرح بے شمار واقعات ہوئے ہیں۔ ایسا لگ رہا ہے کہ حالات ابھی خطرناک ہونے والے ہیں۔ جو مقدمے درج ہیں یا درج ہونے والے ہیں وہ خطرناک ہیں۔ اگر کسی طریقے سے جرم ثابت ہو گیا تو پھر یہ Treason ہے' ملک سے غداری ہے۔ غداری کی سزا موت ہوتی ہے ناں؟ پچھلے لیڈر کا قصور ڈھونڈ کے رکھا کرو تا کہ آئندہ جو لیڈر ہو اُسے بتا دیا جائے کہ ایسا کام نہ کرنا۔ لیڈر اگر اپنے غلط ساتھی کو نہ روکے تو اس کی سزا بھی لیڈر کو مل جائے گی۔ اس وقت وہ ملک کا خیال نہیں کرتے' ایسا کرتے ہیں جیسے ملک فتح کر لیا ہو' شریعت کے خلاف بولتے ہیں اور اسلام کے خلاف بولتے ہیں۔ جس مقصد کے لیے ملک بنا تھا اس کے خلاف کام ہوا ہے' اس کے لیے کچھ نہیں ہوا۔ غریب عوام کے لیے بھی کچھ نہیں کیا گیا۔ قانون سازی بھی تقریباً زیرو ہے۔ میرے پاس کئی لوگوں کے فون آئے' ہارنے والوں نے سہارا ڈھونڈا اور جیتنے والوں نے غرور کیا۔

اب آپ لوگ سوال پوچھیں۔

سوال:-

دعا کریں کہ جو لوگ جیت کر آئے ہیں وہ ملک کے لیے اور اسلام کے لیے کام کریں۔

جواب:-

ملک کے لیے اور اسلام کے لیے صرف وحدت ہی مفید ہے اور افراد مفید نہیں ہوتے۔ اگر یہ سارے اکٹھے ہو کے کوئی فیصلہ کر لیں تو پھر سارے ہی مفید ہیں۔ قانون ہمارا بنا ہوا ہے' منزل متعین ہے یعنی اسلام۔ اللہ تعالیٰ نے سب بیان کر دیا کہ کیا تیرا اور کیا میرا' لین دین' حساب کتاب' اپنا حق لے لو اور دوسرے کا حق دے دو' کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسہ رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے' ضرورت سے زیادہ رکھو گے تو پکڑے جاؤ گے۔ آپ کے پاس جو ضرورت سے زیادہ ہے وہ دوسرے کی ضرورت ہے۔ تو اُسے دے دو۔ ساری معیشت ٹھیک ہو جائے گی۔ اللہ نے حکم دے دیا ہے کہ جو پیسہ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے یہ مت رکھو۔ یہ کس کو دو گے؟ ضرورت مند کو۔ پھر نہ کوئی ضرورت مند رہ جائے گا اور نہ فالتو پیسہ رہ جائے گا۔ پھر معاشرہ درست ہو جائے گا۔ اس طرح لوگ ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ سیاست والے لوگ بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں' مخلصین ہوں تو۔ جو آدمی مسلمانوں پر حکومت کرنا چاہے گا وہ مارا جائے گا اور جو خدمت کرنا چاہے گا وہ بچ جائے گا۔ جو اقتدار کا بھوکا ہوگا وہ مارا جائے گا۔ اب سخت وقت آ گیا ہے۔ اگر اقتدار پہ جھگڑا ہو تو یہ سب برباد ہو جائیں گے۔ یہ ہمارے کیا لگتے ہیں' ہمیں تو پاکستان سے غرض ہے۔ اگر وہ کہیں گے کہ پرائم منسٹر کون بنے تو کہو کہ سارے ہی بن جاؤ۔ مگر سارے نہیں بن سکتے' صرف ایک ہی بنے گا۔ کون بنے گا؟ یہ نہ کہنا کہ جس نے زیادہ خرچہ کیا ہے وہ بن جائے۔ پرائم منسٹر خرچے سے نہیں بنتے بلکہ دماغ کے ساتھ اور عقل کے ساتھ بنتے ہیں۔ عقل مند کون ہے؟ یعنی کہ ان لوگوں میں

عقل مند کون ہے۔ آپ کہیں گے کہ اگر عقل مند ہوتا تو پھر الیکشن کیوں لڑتا۔ پھر پرائم منسٹر کون بنے گا؟ ایسا نہ بنانا کہ ملک پسماندہ ہو جائے۔ اگر کسی اور کو بنایا تو خرچہ کرنے والا کہے گا کہ میں نے تو اتنا خرچہ کیا ہے..... تو کسی نہ کسی کو تو بننا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ باری باری بن جاؤ تو باری باری تو پرائم منسٹر نہیں بنا کرتے۔ تو یہ ان کا مسئلہ ہے۔ جس کو بنانا چاہیے اُسے کوئی نہیں بنائے گا۔ اب یہ دِقت ہے اس میں۔ اصل بات یہ ہے کہ ملک میں کام کرو اور وزیر بننے کی کوشش نہ کرو۔ جنہوں نے آپس میں معاہدے کیے ہوئے ہیں وہ پورے نہیں ہو سکتے۔ معاہدے انہوں نے اس لیے کیے تھے کہ اُس حکومت سے مل کے جان چھڑاؤ' اب اس سے جان چھوٹ گئی ہے مگر معاہدے پورے نہیں ہو سکتے۔ ہر ایک نے بیک وقت سب سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب سارے تو پرائم منسٹر نہیں بن سکتے۔ تو یہ دِقت ہوئی پڑی ہے۔ بہر حال ملک میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی فارمولا بن جائے گا۔ پھر بہتر شکل نکل آئے گی۔ آپ سب لوگ دعا کرتے رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ ملک کو سلامت رکھے اور بہتر شکل پیدا ہو جائے۔ انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ ایک بات یاد آ رہی ہے کہ افسوس ہے اس بڑھیا پر جس نے ساری عمر باریک سوت کاتا اور آخر میں اُسے اُلجھا دیا۔ کئی لوگ باریک سوت کاتتے رہے' تصوف کرتے رہے' روحانیت کرتے رہے' شب بیداریاں کرتے رہے' بڑے بڑے ذکر اذکار کراتے رہے لیکن اندر سے وہ بات نہیں تھی۔ لہٰذا ایسی جگہ پہ غلطی کر گئے جہاں پہ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اللہ کے ساتھ تھوڑی بہت بے تکلفی کر لو تو اللہ مائنڈ نہیں کرتا' اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس آتا ہے تو آپ سن لو۔ اللہ مائنڈ نہیں کرتا کیونکہ وہ آتا بھی ہے اور جاتا بھی۔

لیکن جب حضور پاکؐ کے نام سے کوئی بے تکلفی کرو گے تو گستاخی میں مارے جاؤ گے۔

؎ باخدا دیوانہ شو وبا مصطفیٰؐ ہوشیار باش

یہ کہنا کہ حضور پاکؐ نے یہ فرمایا کہ میں تمہارے پاس رہوں گا' تم میرے رہنے کا انتظام کرو' واپسی کا کرایہ بھی۔ استغفر اللہ۔ یہ تو اس بندے کی مت ماری گئی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ یہ تو یہاں پر بھی رجال الغیب آتے ہیں' جو زندہ انسان ہیں۔ اگر کوئی بندہ یہاں پر کھڑا ہو' باہر سے آواز دے' سلام کرے تو وعلیکم السلام۔ پھر میں اسے بھیج دوں۔ آپ پوچھیں کہ یہ کون تھا تو میں کہوں گا کہ یہ بندہ مصر سے آیا تھا۔ کب آیا تھا؟ ابھی آیا ہے اور ابھی واپس چلا گیا۔ تو یہ ممکن ہے۔ کیا چیز ممکن ہے؟ کہ عین اسی وقت میں ایک بندہ مصر سے آئے' آپ سے بات کرے اور واپس چلا جائے۔ تو یہ ممکن ہے۔ ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جو ہوائی جہاز کے بغیر سفر کرتے ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں وہ جا سکتے ہیں۔ ان کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔ یہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں۔ ان کو آپ حج کے دنوں میں حج کی جگہ پر دیکھتے ہیں۔ ہوتے یہاں ہیں اور نظر وہاں پر آتے رہتے ہیں۔ تو یہ ممکن ہے۔ حضور پاکؐ کے بارے میں خواب کے مشاہدے کے رُو سے یہ کہنا کہ انہوں نے ٹکٹ طلب کیا تو یہ بندہ کہیں گڑبڑ کر گیا ہے۔ اس بندے کے لیے سارے انا للہ پڑھیں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ نیکی بھی بغیر اجازت کے نہیں کرنی چاہیے' حالانکہ وہ نیکی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ آج کل تہجد پڑھ رہا ہے۔ تو ایسی تہجد نہ ہی پڑھو جب تک کوئی بتانے والا نہ بتائے کہ آپ کو پڑھنی چاہیے۔ پڑھتے پڑھتے کہیں تمہارا

دماغ ہی نہ چل جائے' کیونکہ تم ویسے بندے نہیں ہو جیسے تم کام کر رہے ہو۔ اگر دماغ چل گیا تو ایسے کام کر جاؤ گے جس سے بہت پریشانی ہوگی۔ اس لیے بہت لمبی چوڑی عبادت سے پہلے سوچنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ ایک آدمی صرف پڑھتا جا رہا ہے' پڑھتا جا رہا ہے۔ نیکی کی ترویج بھی حکم سے ہونی چاہیے۔ اللہ کے حکم یا پیر کے حکم کے بغیر نیکی کو پھیلانا نہیں چاہیے۔ اگر کوئی پیر ہو کے یہ کہے کہ ہم الیکشن میں جیتنے والے ہیں اور اگر نہ جیتا تو لوگ کہیں گے کہ یہ سارا فراڈ ہے' روحانیت ہوتی ہی فراڈ ہے۔ اس طرح بڑی پریشانی ہو جائے گی۔ اس طرح اور بڑے بڑے واقعات ہیں۔ وہ جو Loyalty بدلتے رہتے ہیں وہ بہت برے لوگ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ پہلے یہ اُدھر تھا اور وہ اِدھر تھا' کبھی اس پارٹی میں اور پھر اُس پارٹی میں۔ یہ بھی سارا فراڈ ہے' دھوکا ہے۔ یہ وفاداریاں بدلنے والے ہوتے ہیں۔ دعا کرو کہ ملک کے اندر انتشار پیدا نہ ہو۔ ابھی ملک انتشار سے بچا ہوا ہے' ابھی خطرہ ہے۔ انتشار وہ پھیلاتا ہے جس کے پاس طاقت کی بجائے کمزوری آ رہی ہو۔ اگر ایک چھوٹی سی چیز ہو' مثلاً سائیکل گم ہو جائے تو انسان کو کتنی پریشانی ہو جاتی ہے اور اگر کسی کا اس ملک پر قبضہ گم ہو جائے تو کیا بندہ زندہ رہ سکتا ہے۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ایک حکم پر کیا کیا ہو جاتا تھا اور اب اگر وہ خط لکھے تو خط رجسٹری نہیں ہوتا۔ بڑا مشکل ہے ناں۔ اگر یہ گرفتار ہو جائیں تو کھانا وہاں تک نہیں جا سکتا۔ کتنا فرق پڑ گیا! پہلے بچے کی آیا انگلینڈ اور فرانس سے آ سکتی تھی اور اب خود دودھ دینا پڑ جاتا ہے۔ تو یہ بڑی معزولی ہے۔ پہلے بہت عزت تھی اور اب بہت معزولی ہے۔ تو اقتدار والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے' یہ کہیں اکڑ نہ جائیں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ملک کو سلامت

رکھے اور خیریت سے وقت پاس ہو۔ کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے۔

اب سوال کرو..... بات کرو۔ بولو۔

سوال:-

بعض اوقات کئی گمراہ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا پیر بھی اس وقت دنیا میں موجود ہوتا ہے.....

جواب:-

ممکن ہو پیر صاحب نے بھی اس کے بارے میں کچھ کہا ہو جو آپ کو پتہ نہ ہو' اخبار میں نہ آیا ہو۔ ممکن ہے کہ اس میں پیر صاحب کی رنجش کا کوئی واقعہ ہو۔ کسی کی نگرانی میں چلنے والا' بالعموم محفوظ رہتا ہے اور خودسری جو ہے یہ بالعموم تباہی ہوتی ہے۔ خودسر بندہ تباہ ہو جاتا ہے۔ اگر یہ کسی قانون کو Violate کرے تو وہ قانون غلط نہیں ہو جائے گا۔ قانون تو یہی رہے گا' کہ کسی کی اطاعت میں چلتے جاؤ۔ اگر کسی سے اطاعت Violate ہو جاتی ہے تو وہ بندہ ذاتی طور پر ذمہ دار ہوگا۔

سوال:-

کیا ایسے میں دعا کرنی چاہیے؟

جواب:-

دعا ضرور کرنی چاہیے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی غلطی کا احساس دلائے۔ اگر غلطی نہیں ہوئی تو لوگوں کو یہ یقین آ جائے کہ ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ بعض اوقات مشاہدے کی ریڈنگ غلط ہو جاتی ہے۔ تو بعض اوقات ایسا ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو شخص روحانیت' عمل' رمل کا کام کرتے ہیں انہیں ابھی تک

سیاست میں آنے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ شاید سیاست میں آنے کا وقت نہیں آیا ہوگا۔ اگر بیان روحانی ہو اور پھر پورا نہ ہو تو پھر اس میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔ یہ کہنا کہ مجھے یہ روحانی طور پر بتایا گیا ہے اور ایسا ہوگا' اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ مجھے اس پہ بڑا افسوس ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کسی پیر صاحب کے ساتھ رابطہ ہو جائے تو مشاہدہ اسی کے حوالے سے بیان ہوتا ہے۔ مشاہدے کو کسی سے مت بیان کرو۔ مشاہدے کے بیان میں کوئی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ تو ایسا واقعہ بیان نہیں ہونا چاہیے جس میں حضور پاک کا نام ہو۔ اگر بیان ہو گیا ہے تو پھر وہ شخص وضاحت کرے کہ ایسا کیوں ہے اور نتیجہ غلط کیوں ہے۔

سوال:-

کیا زلزلے سے یہ مراد ہوتا ہے کہ کوئی تبدیلی آنے والی ہے؟

جواب:-

زلزلے کا اس بات سے تعلق ہے۔ زلزلہ عام طور پر ایک دور کے ٹرن کی اطلاع ہوتا ہے یعنی کہ وہ دور بدل رہا ہے۔ اگر بادل بہت زیادہ گرجنے لگ جائیں تو سمجھو کہ دور بدل رہا ہے۔ یہ سب Changes ہیں۔ جب اوپر سے حالات بدل جائیں تو زمین کے اندر بھی کوئی نہ کوئی تبدیلی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ زلزلہ اگر وسیع ہو Spread ہوا ہو تو یہ Indication ہے کہ Something serious is about to happen کہ عن قریب کچھ سیریس واقعہ ہونے والا ہے.....ایک بات کا تو اب پتہ چل گیا ہے کہ آپ لوگوں کی زندگی جو ہے وہ سیاست سے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ اس لیے آپ کو سیاسی شعور ہونا چاہیے۔ ہر آدمی اخبار ضرور پڑھے کہ ملک

میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں کہ اخبار میں کیا ہے۔ تو یہ جاننا چاہیے کہ کیا ہو رہا ہے' یا یہ کہ کیا ہونے والا ہے' اپنا Opinion ضرور بنایا کرو کہ کیا ہو رہا ہے اور آپ کی کیا ڈیوٹی ہے۔ ایسے نہ خبریں پھیلایا کرو۔ یہ جانا کرو کہ کون آدمی ملک کے لیے Sincere ہے' ملک میں کیا ہونا چاہیے' بات کیسے ہونی چاہیے' اپنے آپ کو زندہ باد' مردہ باد سے آگے نکال لو۔ پہلے والے اگر اچھے نہیں تھے اور اب والے بھی اچھے نہیں ہیں تو یہ سوچو کہ اس کا حل کیا ہے؟ یہ باری باری جائیں گے۔ پھر کوئی اچھا سا آدمی' مخلص آدمی آ جائے' پانچ سات ہزار آدمی اِدھر کر دے اور پانچ سات ہزار آدمی اُدھر کر دے' تین چار لاکھ کو ویسے ہی فارغ کر دے' صاف ستھری کہانی بن جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ پچاس ساٹھ ہزار بندہ چاہیے۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ کی طرف سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ کی شان دیکھو کہ جو فائز ہے وہ معزول کیسے ہو جاتا ہے یعنی جو لوگ کرسیوں پہ بیٹھے ہوتے ہیں وہ معزول کیسے ہوتے ہیں۔ بس اللہ کی یہ شان دیکھتے جاؤ۔ وہ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلت دے دے **توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء** وہ مالک ہے' جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہے ملک ہٹا دیتا ہے۔ ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ یہ دیکھو کہ ہٹانے والا ہٹا رہا ہے' لانے والا لا رہا ہے۔ حکمرانوں کا سفر بڑا مشکل ہے۔ بہرحال یہ دیکھو کہ ملک میں کتنے عرصے سے پریشانی ہے۔ سکندر مرزا سے یہ واقعہ شروع ہوا ہے۔ کوئی بندہ Sincere آیا ہی نہیں۔ لیاقت علی خان کے بعد کوئی بندہ ایسا آیا نہیں جسے ساری قوم قبول کرے۔ تو ایسا نہیں ہوا۔ بھٹو کا زمانہ آیا تھا کہ وہ قبول ہوا لیکن اس کی پلاننگ غلط ہو گئی' اس نے

نوٹ ہی نہیں کیا کہ اس قوم کا مزاج کیا ہے' اسلام کو آگے رکھنا چاہیے تھا اور اس کے مطابق کام کرنا چاہیے تھا۔ کام بھی نہیں کیا اس نے۔ اسلام والوں نے اسلام نافذ نہیں کیا' سوشلزم والوں نے سوشلزم نافذ نہیں کیا' کسی نے کچھ نہیں کیا۔ آپ لوگوں نے بھی کیا کیا۔ اللہ آپ ہی سب کرے گا۔ آپ بس یہ دیکھو کہ اللہ جس کو چاہے جیسے چاہے عزت دے دے اور وہ جب چاہے دی ہوئی چیز کو واپس لے لے۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ الیکشن سے پہلے مبصرین کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کس کو کتنی سیٹیں ملیں گی۔

سوال:-

میرا سوال یہ ہے کہ ملک میں جو کچھ ہو رہا ہے یا ہوگا اس سب کا پوچھنے والا کوئی تو ہونا چاہیے' تو وہ کون ہو سکتا ہے؟

جواب:-

آپ کا کیا مطلب ہے؟

سوال:-

اس قوم کے بدکردار والوں سے یا نیک کردار والوں سے جو غلطیاں ہوتی ہیں ان کا حساب پوچھنے والا کیسا آدمی ہونا چاہیے؟

جواب:-

کس حوالے سے؟

سوال:-

جو ہماری حقیقی بیک گراؤنڈ ہے۔

جواب:-

بیک گراؤنڈ والا تو آیا نہیں ۔ بیک گراؤنڈ تو کربلا تک پہنچ جائے گی۔ بیک گراؤنڈ والے سے مراد یہ ہے کہ جو صاحب اختیار بھی ہو اور صاحب عقل بھی ہو۔ ایسا تو کوئی نہیں ہوا۔

سوال:-

سب کہتے ہیں کہ افواہوں پہ توجہ نہ دیں لیکن کچھ افواہوں سے الیکشن پہ بہت اثر پڑا ہے۔

جواب:-

یہی تو آپ کے الیکشن کا پراسیس ہے۔ الیکشن تو ہے ہی آپ کا ایسا۔

سوال:-

ٹی وی پر ملک کے بارے میں عام لوگوں کی رائے دکھا دیتے ہیں مگر سنجیدہ لوگوں سے کچھ نہیں پوچھا جاتا۔

جواب:-

اگر کسی سنجیدہ آدمی سے پوچھ بھی لیا گیا تو اس کی بات کون سی معتبر ہے۔ وہ تو صرف پروگرام ہے۔

سوال:-

وہ تو حکومت کے فورم سے ہوا ہے اور سارے ملک میں نشر ہوا۔

جواب:-

نہیں ایسا نہیں ہے۔ نشر کرنا تو ٹھیک ہے مگر اس میں یہ بتایا گیا کہ کچھ لوگ

یہ کہتے ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے۔ تو کیا ایسا نہیں ہے؟ یہ گورنمنٹ نے نہیں کہا ہے۔

سوال:-

گورنمنٹ کو یہ کرنا چاہیے کہ دس بیس دانشور اکٹھے کر کے یہ پروگرام کروائے۔

جواب:-

آپ یہ بات کہاں کہیں گے؟ یہ جو بات کہہ رہے ہیں یہ گورنمنٹ کو کس طرح بتائیں گے؟ تو حکومت کے ساتھ آپ یہ جو بات کرنا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کا کوئی انتظام ہونا چاہیے تو یہ بات کیسے کہیں گے؟

سوال:-

جس طرح ہم روز گفتگو کرتے ہیں اسی طرح کہہ دیں گے۔

جواب:-

میں یہ کہتا ہوں کہ آپ بات کو صحیح طریقے سے کہیں اور اسے Relevant جگہ پر کہیں۔ یہ Change ہونی چاہیے عوام میں۔ یعنی جو بات حکومت سے کہنی ہے وہ اس خاص ادارے کو کہیں کہ ایسا ہونا چاہیے۔

سوال:-

فی الحال تو میں یہ کرتا ہوں کہ دوستوں میں یہ بات کہتا ہوں۔

جواب:-

وہ آپ کا ذاتی Opinion ہے اور اسے ہم مائنڈ نہیں کرتے۔ ذاتی

Opinion کوئی مائنڈ نہیں کرتا۔ کچھ لوگوں کا ذاتی Opinion ہے کہ امریکہ سے ایڈ نہ لو اور کچھ لوگوں کا Opinion ہے کہ ایڈ لے لو' کچھ کہتے ہیں کہ یہ جو امریکن ایڈ ہوتی ہے یہ قرضہ' سود ہوتا ہے' اس سے سارا ملک برباد ہو جائے گا' چائنا آزاد ہو گیا ہے' اس نے ایڈ نہیں لی' کوریا نے نہیں لی' سارے لوگ چل رہے ہیں۔ کیا پاکستان نہیں چل سکتا؟ تیل ہمارا ہے۔ تو کیا اسلامی ممالک نہیں چل سکتے؟ پیسہ اِدھر ہے' مَین پاور بھی ہے' پھر کیا یہ ملک چل نہیں سکتے؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ایسا ہے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔

سوال:-

یہ تو آدھے لوگ کہتے ہیں کہ ایڈ لے لینی چاہیے اور آدھے کہتے ہیں کہ نہیں۔

جواب:-

یہ آپ کی اس بات کا جواب ہے کہ انہوں نے آدھے لوگوں سے پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ امریکن ایڈ نہیں لینی چاہیے۔ یہ انہی گلی محلے کے لوگوں کی بات ہے۔

سوال:-

میں یہ کہتا ہوں کہ جتنے اہم فیصلے ہیں وہ خاص لیڈر شپ سے پوچھے جائیں۔

جواب:-

لیڈر شپ کہاں ہے؟ ایک حکومت معطل ہونے والی ہے اور دوسری بنی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آپ کا شعبہ نہیں ہے لہٰذا یہ آپ کا کام نہیں ہے۔ اس پہ کام تو ہو رہا ہوگا۔ اگر آپ کام والے نہیں ہیں تو سننے والے ہوں گے۔ اگر سننے والے

ہیں تو پھر سنو' اگر اخبار پڑھنے والے ہیں تو پھر اخبار پڑھیں' اگر Opinion کو Form کرنے والے ہیں تو Opinion Form کریں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ خود ہی Opinion Form کرنے والے بنیں۔ تگڑے ہو جائیں۔ اگر ایک لیڈر نے کوئی بات کہی ہے تو آپ یہ دیکھیں کہ اس نے اتنا Loudly کیوں کہا ہے کہ ہم امریکن ایڈ نہیں لینا چاہتے۔ یہ دیکھو کہ اس نے یہ بات کس سے پوچھ کے کی ہے' کس نے اسے اجازت دی ہے۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں' ایک ایسا فورم ہونا چاہیے' جہاں کھڑے ہو کے بولنے کی اجازت ہو۔ اسے ہائیڈ پارک نہ کہہ دینا۔ سنا ہے وہاں کھڑے ہو کے بادشاہ کو کچھ بھی کہتے ہیں۔ آپ نے کہنا ہے کہ یہاں پہ ہائیڈ پارک بنالو' موچی دروازے کو ہائیڈ پارک کا درجہ دے دو۔ دوسرے ملک ہمارے اندرونی معاملات میں ضرور دخل دیتے ہیں۔ پھر حکمرانوں کو کہنا پڑ جاتا ہے کہ آپ ایڈ تو دیتے ہیں لیکن یہ کیا کہ آپ ہمارے ہاں معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ میں اس لیے یہ باتیں کر رہا ہوں تا کہ آپ ذرا سوچو۔ میں نے آپ سب کو خود ہی بولنے کی اجازت دی ہے۔ آپ اس طرح بولو کہ سیاست میں آپ کا مخالف نظریہ رکھنے والا Offend نہ ہو۔ کیونکہ آپ کے اندر یہ امکانات ہیں کہ Offend ہونا اور Offend کرنا یعنی اگلے کو مشتعل کر دیں گے۔ آپ ایک نظریہ ہیں اور پھر اسے بیان کرتے ہیں' بیان کرتے کرتے ایسا بیان بن جاتا ہے کہ دوسرا شخص Offend ہو جاتا ہے۔ اور جب دوسرا شخص بیان کرتا ہے تو آپ Offend ہو جاتے ہیں۔ تو آپ اسے اس طرح بیان کریں کہ افہام و تفہیم پر پہنچ جائیں۔ صرف یہ نہ کہہ دینا کہ فلاں حکمران کو ظالموں نے معزول کر دیا۔ انہوں نے معزول تو کیا ہو گا مگر اس

میں معزول ہونے والے کا بھی کچھ عمل شامل ہوتا ہے۔انسان Weak کیوں ہوتا ہے؟ جب اس سے کہیں غلطی ہوجائے تو وہ Weak ہوجاتا ہے' ورنہ وہ Weak نہیں ہوتا۔ یہ باتیں آپ خود سوچا کریں۔آج کا دن میں نے آپ کو سیاست کے لیے دے دیا ہے۔اس لیے آپ اپنا Opinion بنائیں۔

سوال:-

الیکشن میں کئی جگہ دھاندلی ہوئی ہے.....

جواب:-

چھوٹی موٹی دھاندلی تو ہوتی رہتی ہے۔ طاقت ور دھاندلی اچھی چیز نہیں ہے۔جس طرح اخبار میں آیا تھا کہ ایک لاء منسٹر نے بڑی دھاندلی کرائی۔

سوال:-

اس کو روکنے کا کچھ سسٹم ہونا چاہیے' میرے بھائی نے کہا ہے کہ ہم نے خود دو کاپیاں ڈالی ہیں۔سارا عملہ ہمارے پاس ٹھہرا تھا۔

جواب:-

میں نے یہ سنا ہے کہ پہلے ڈبہ خالی دکھاتے ہیں' دونوں کو دکھاتے ہیں کہ یہ خالی ڈبہ ہے' دیکھو اسے ہم بند کرنے لگے ہیں۔ پھر بند کر دیتے ہیں۔ دونوں طرف کے لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر دونوں مہر لگا دیتے ہیں۔اب کوئی اور وہاں کاپی نہیں ڈال سکتا۔

سوال:-

سسٹم تو ایسا ہے مگر یہ بات کہ ایسا ہوا ضرور ہے۔

جواب:-

ہوا ہوگا۔ یہ معمولی سی بات ہے مثلاً مخالف پارٹی کا ایک پولنگ ایجنٹ ہے اور اسے کوئی دو لاکھ روپے دے دے تو پھر دھاندلی میں کیا مشکل ہے۔ وہ کہے گا کہ میں پانی پینے جا رہا ہوں' تم ووٹ ڈال لو۔ تو اس میں کیا مشکل بات ہے۔ اُسے کہتے ہیں کہ اگر تیری پارٹی جیت گئی تو تجھے کیا ملے گا' تم اپنے بارے میں سوچو۔ اس طرح دو چار کا پیاں ڈال سکتے ہیں۔ بہر حال یہ سب واقعہ غور کرنے والا ہے۔

سوال:-

سر! میرا سوال یہ ہے کہ یہ جو ظاہری تبدیلیاں آتی ہیں کیا اس میں ان دیکھی طاقتوں کا کوئی ہاتھ ہوتا ہے؟

جواب:-

ہاں' یہی تو خوبیٔ تقدیر ہے۔ یہ تو میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ مثلاً ایک آدمی ہے' وہ بیٹھا ہوا ہے ایک ایسے جہاز میں جس نے ٹوٹ جانا ہے۔ موت کے اوپر بیٹھا ہے لیکن مطمئن ہو کے اپنی چائے پی رہا ہے۔ اب آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے آخری لمحات اطمینان کے ساتھ گزر رہے ہیں۔ آپ تو جہاز کے باہر کھڑے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ اور ادھر جو جہاز میں بیٹھا ہے وہ اس جہاز میں بیٹھا ہو اہے جو Ill-fated ہے' چائے پی رہا ہے' گانا سن رہا ہے' یہ کر رہا ہے' وہ کر رہا ہے اور وہ Happily seated at the seat of death موت کی کرسی پر خوش خوش بیٹھا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ہے جو زندگی میں کامیاب ہے' زندہ رہے گا لیکن پریشان ہے۔ اب یہ پریشان ہے لائف کے اندر اور وہ مطمئن ہے ڈیتھ کے

اندر۔ یہ دونوں باتیں غیر مرئی ہیں۔ ان دونوں باتوں میں Unseen Power دخل دے رہی ہے۔ یہ بات سمجھ آ رہی ہے؟ ایک آدمی جس پر زندگی کے اندر خوشی اور غم کا جو ٹوٹل پریشر آ رہا ہے یہ Unseen Power کا عندیہ ہوتا ہے' اور اعمال کا نہیں ہوتا۔ انسان پر جو پریشر آ رہا ہے تو اس کے عمل کا وزن Produce نہیں ہو رہا' مثلاً اولاد کی طرف سے پریشر آ گیا۔ اب یہ اعمال کی بات نہیں ہے بلکہ یہ خدا کی طرف سے آ رہی ہے' Unseen Power کی طرف سے ہے۔ اگر ہر طرف سے اطمینان پیدا ہو جائے تو یہ بھی اُدھر سے آتا ہے۔ اگر کسی ملک میں چار کروڑ بندہ ایک دن میں اداس ہو جائے' ان کی پارٹی ہار جائے' وہ ایک دن میں معزول ہو کے ہارٹ ٹربل محسوس کرے تو یہ واقعہ صرف سیاست تو نہیں ہے۔ یعنی کہ اوپر سے جو وزن آ رہا ہے وہ سب پہ ڈالنا ہے۔ بندے بھی بہت زیادہ ہیں' چار کروڑ ہیں' تو غم بھی اتنا ہی آنا چاہیے اور جو مبصرین ہیں وہ بھی پریشان ہوں گے کہ سمجھ نہیں آ رہی کہ بات کیا ہے؟ یہ سب کیسے ہو گیا؟ تو یہ سب Unseen Power کی بات ہے۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی بیوقوف کو خوش کر دیا گیا اور کبھی دانا کو اداس کر دیا گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ بڑے بڑے نیک انسانوں کو معزولیاں دے دیتا ہے۔ یہ تو بڑا سوال ہے جو آپ نے کیا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ حضرت امام عالی مقامؑ کے ساتھ وہ واقعہ کیوں ہو گیا۔ وہ امام برحق ہیں' شفاعت کے ساتھ ہیں' مرتبے والے ہیں اور ان کے ساتھ یہ واقعہ کیوں ہوا؟ تو ایسے واقعہ کا ہونا غلطی کی دلیل نہیں ہے' واقعہ نیک کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور واقعہ برے کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے' واقعہ جو ہے وہ Promote بھی کرتا ہے اور واقعہ Demote بھی کرتا ہے۔ غم کا آنا عروج

کا باعث بھی ہوسکتا ہے اور زوال کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔ جب کوئی حکومت ختم ہوجائے تو کھیل ختم نہیں ہوجاتا بلکہ ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے' ابھی تو واقعہ سٹارٹ ہوا ہے۔ کیسے؟ جس ملک میں کسی حکومت کے لیے چار کروڑ آدمیوں کی مخالفت ہو وہ چین سے کیسے بیٹھے گی۔ یہ بھی دیکھو کہ مخالف متحد ہوتے ہیں' اگر دو گھر ہیں تو زندہ باد اور مردہ باد ساتھ کہیں گے۔ ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنی محبت اور اپنی نفرت میں پکے ہیں۔ تو ملک میں زیادہ تر لوگ حکومت کے مخالف ہوتے ہیں۔ یہ جو آپ آپس میں بیٹھے ہیں ان میں سے کئی آپس میں مخالف ہوں گے۔ اقتدار والے کو خوش نہیں ہونا چاہیے۔ عوام کا ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے جو انہیں بتائے کہ تمہیں زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے' اگر ہارنے والے کو منزل نہیں ملی تو تمہیں بھی کون سا ساحل مل گیا ۔

مجھے بھی کب ملی منزل تجھے بھی کب ملا ساحل
وفا کیسی جفا کیسی خرد کیسی جنوں کیسا

یہ ان کی غلط فہمی ہوگی یا خوش فہمی ہوگی' ابھی منزل دور ہے' ابھی سفر جاری ہے' راستے میں گرد و غبار ہے۔ ایک وقت میں کتنے ہی لوگ وزیراعظم بننا چاہتے ہیں' چار چار پانچ پانچ ہوجاتے ہیں۔ تو یہ ہیں Candidates۔ آپ لوگوں کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ وہ واقعہ جو غم پیدا کرتا ہے' وہ واقعہ جو خوشی پیدا کرتا ہے' وہ واقعہ جو ملک میں مال تقسیم کرتا ہے' وہ واقعہ جو ملک میں غریبی تقسیم کرتا ہے' ان سب کے ساتھ Invisible hand کا تعلق ضرور ہوتا ہے' اس کے اندر کسی اور طاقت کا دخل ضرور ہوتا ہے۔ لوگ غلطی سے یہ کہتے ہیں کہ وہ طاقت امریکہ ہے یا کوئی اور ہے' اصل

میں وہ طاقت اور ہے۔ وہ خوشیاں دینے والی طاقت ہے' غم دینے والی طاقت ہے' عروج لانے والی طاقت ہے' زوال دینے والی طاقت ہے' یعنی اللہ کی طاقت ہے یا اللہ کی اپنی نشانیوں کی طاقت ہے۔ پاکستان کس نے بنادیا تھا؟ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ غلام مسلمانوں نے پاکستان بنادیا تھا اور آزاد مسلمان اب اسے ہاتھ سے ضائع کرتے ہیں۔ یہ غور کرنے والی بات ہے۔ سیاست دان ایک دوسرے سے جھگڑتے رہتے ہیں' اگر وہ سیاست میں نہ ہوتے تو ایک دوسرے سے اچھی طرح ملتے تو سہی۔ وہ سیاست میں آئے ہیں تو جھگڑا ہوا ہے ورنہ تو ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ سارے جہاز جب آرہے ہیں تو تُو مخالف کا جہاز بھی آنے دے' اُسے پکڑنا ہے تو کسی اور طریقے سے پکڑلو' مگر جہاز تو آنے دو۔ کسی بات کو اَنا کا مسئلہ نہ بناؤ۔ جہاز وہیں رہ گیا اور With the result کہ یہ خود معزول۔ تو یہ ہیں ساری باتیں۔ ایک شعر ہے' میں نے وہ آپ کو پہلے بھی سنایا ہوا ہے ؎

جے کورام دِلدّ ردے
پہلے مَت وا کی ہَر لے

یعنی جس کو رام مصیبت دیتا ہے تو مصیبت سے پہلے اس کی مَت ماردیتا ہے۔ انسانوں کی جب مَت ماری جائے تو سمجھو کہ مصیبت آنے والی ہے۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ ؎

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

مطلب یہ کہ انسان سوچتا نہیں ہے کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ آج تو

بڑا خوش ہے اور کل They are ringing the bells, tomorrow they will ring their hands یعنی یہ جو لوگ آج گھنٹیاں بجا رہے ہیں' گھڑیال بجا رہے ہیں' کل کہیں ان کے ہاتھ ہی مجبور نہ ہو جائیں۔ اس لیے یہ بڑا مشکل وقت ہے۔ میں آپ کو اس لیے یہ موقع دے رہا ہوں کہ آپ اسے Read کریں' یہ فتح اور شکست کی بات نہیں ہے بلکہ ابھی تو ایک منزل چلی ہے۔ ایک جگہ ایک درویش بیٹھا ہوا تھا اور دوسروں کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔ ایک بندہ کہنے لگا کہ This time there is going to be a great turn یعنی اب کی بار ایک بہت بڑا موڑ آنے والا ہے۔ تو درویش نے کہا کہ This time it will be about turn یعنی اب کی بار کچھ اور ہی ہونے والا ہے' یہ Great turn ہوتے ہوتے کہیں About Turn نہ ہو جائے۔ مطلب یہ کہ جہاں سے چلے تھے وہیں جا پہنچے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ چلتے چلتے کسی اور قافلے میں جا ملو۔ اس لیے پہلے اپنے قدم زمین پر لگاؤ' اللہ کا شکر ادا کرو اور دعا کرو کہ یا اللہ انسانوں کے درمیان نفرت کی دیوار نہ بنے۔ نفرت پیدا ہوئی تو جھگڑا پیدا ہو سکتا ہے۔ دعا یہ کرو کہ ملک میں اندرونی طور پر Cohesion پیدا ہو اور اس میں سلامتی ہو۔ سارے مل کر اگر نیشنل گورنمنٹ بنا لو تو کیا فرق پڑتا ہے۔ تو سارے مل کے قومی حکومت بنا لو۔ آرام سے بات بن جائے گی۔ صلح کر لو اور قومی حکومت بنا لو۔ تاکہ غریب بھی اپنے کام کرتے رہیں' باقی عوام بھی اپنا کام کرتے رہیں اور یہ لوگ بھی اپنا کام کرتے رہیں۔ پھر خزانہ ختم نہیں ہوگا۔ لڑائی کرو گے تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا' پھر آدھے آدمی خزانہ لوٹیں گے اور باقی کے آدھے آدمی مقدمہ چلا کے پھانسی لگا دیں گے۔ خزانہ ختم ہو جائے گا اور دونوں مارے

جائیں گے' ایک مرجائیں گے اور دوسرے مارے جائیں گے۔ اس لیے ذرا سوچو' غور کرو۔ دیکھو' کیا بنتا ہے۔ بہرحال ملک میں ترقی ہوگی۔ اب شروع ہو جائے گی۔ خوشحالی کا دور شروع ہو جائے گا۔

سوال:-

یہ جو اللہ کے مقرب لوگ ہیں ان کو یہ ڈیوٹی کیوں نہیں مل رہی؟

جواب:-

ڈیوٹی کا ابھی فیصلہ نہیں ہو رہا۔ ابھی ان کو Interfere کرنے کا حکم نہیں آ رہا۔ یہ جو اللہ کا مقرب ہے وہ اللہ کا ہر فیصلہ مانتا ہے' وہ کہتا ہے کہ ہونے دو۔ تو یہ ہو رہا ہے۔ ورنہ اگر کسی چھوٹے سے درویش کو بھی حکم دے دے تو توبہ توبہ! سب کچھ اِدھر سے اُدھر کر دے' زیر زبر کر دے۔ میں کہتا ہوں کہ دنیا چلانا آسان ہے مگر گھر چلانا مشکل ہے۔ بڑی بڑی پاور والے لوگ موجود ہیں۔ لیکن اجازت کے بغیر تو پاور نہیں ہے۔ اصل میں اجازت کا معنٰی ہی پاور ہے۔ اگر آپ ایک کام کے لیے روزانہ جاتے ہیں اور وہ نہیں ہوتا تو جب اس نے کہہ دیا کہ اب آپ جاؤ تو پھر کام ہو جائے گا۔ تو اجازت ہی سب سے بڑی چیز ہوتی ہے۔ ایک کہانی ہے' اس سے آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ بڑی ٹیکنیکل کہانی ہے۔ ایک درویش تھا جو پانی پر چل کے آ جا سکتا تھا۔ وہ بڑا مقرب تھا۔ اُسے ایک عام انسان ملا اور پوچھا کہ سنا ہے کہ آپ پانی پر چل سکتے ہیں۔ درویش نے کہا ہاں' اللہ کی مہربانی ہے۔ اس نے کہا پھر چل کے دکھائیں۔ وہ چل کے دریا کے پار چلا گیا اور پھر واپس آ گیا۔ پانی اس کے لیے زمین بن گیا تھا۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ کون سی مشکل بات ہے' کہو تو

میں بھی چلوں۔ درویش نے کہا چلو۔ وہ چل کے پار گیا اور پھر واپس آ گیا۔ درویش بڑا پریشان ہوا کہ یہ تو مجھے خاص تحفہ ملا تھا' اجازت ہوئی تھی' پھر میں نے عبادت کی تھی' ایک مدت کے بعد میں پانی پر چل سکا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تو کیسے چل پڑا؟ کہتا ہے کہ یہ تو میں نے ابھی سیکھا ہے اور میں نے تم سے پوچھ کے کیا ہے۔ درویش نے کہا وہ کیسے؟ اس شخص نے کہا میں نے تم سے پوچھا کہ کیا میں چلوں تو تم نے کہا کہ چلو..... اجازت ہوگئی اور میں چل پڑا..... جب میں نے کہا تھا کہ یہ مشکل بات نہیں ہے تو یہ میں نے ٹھیک کہا تھا اور پھر میں نے پوچھا کہ کہو تو میں چلوں' تم نے کہا کہ چلو اور میں چل پڑا' مجھے اجازت چاہیے تھی جو مل گئی..... تو ان مقربوں کو بھی اجازت دینے والے کوئی ہوتے ہیں۔ ذرا دیکھو کہ وقت کیا آتا ہے۔ بس غور کرو۔ اب آپ سارے لوگ یہ کرنا کہ جہاں بھی ملک کے حق میں بات ہو وہ کرنا' پارٹی کے حق کی بات نہ کرنا۔ آج کے دن آپ ایک وعدہ کریں کہ جہاں ملک کے حق کی بات ہو وہاں برملا کہہ دینا اور پارٹی کی عقیدتوں سے ذرا آزاد ہو جاؤ۔ ملک کے لیے اور اپنے دین کے لیے' جہاں بھی کوئی بہتر مقام آئے وہاں ضرور بات کیا کرو۔

سوال:-

جو ہماری سمجھ میں بہتر ہو کیا وہ کر لیا کریں؟

جواب:-

ہاں' ٹھیک ہے' جو ٹھیک سمجھ آ جائے۔ پاکستان کے اندر ایک اَن پڑھ اور جاہل آدمی بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ ہندوستان کے ساتھ کیا تعلق ہونا چاہیے۔ یہ بات

سب کو ضرور سمجھ آتی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ ہندوستان کو کچھ علاقہ دیا جائے تو یہ کوئی نہیں مانے گا۔ اس کے لیے ایک ہی سوچ چاہیے اور زیادہ ٹیکنیکل سوچ نہیں چاہیے۔ جو دل میں بات آتی ہے وہ ٹھیک ہے۔ اس کے پیچھے بڑا ضمیر ہے' پرانی سب نمازیں ہیں' صدیوں کے واقعات چلے آ رہے ہیں۔ ہر مسلمان ضرور دل میں یہ خواہش کرتا ہے کہ اسلام کا غلبہ ضرور ساری دنیا پر ہو' حالانکہ خود پر غلبہ نہیں ہوتا' دفتر نہیں جا سکتا' اتنا تھکا ہوتا ہے۔ مگر یہ ضرور کہے گا کہ ورلڈ میں اسلام کا بول بالا ہو' ہم ہر طرف اذانیں دیں گے۔ حالانکہ وہ خود نماز نہیں پڑھتا۔ لیکن خواہش کرتا ہے کہ ہر طرف دین ہی دین ہو جائے۔ یہاں پہ لڑتا ہے' بحث کرتا ہے کہ یہ کیا دین ہے' یہ کوئی دین ہے' پھر یہ کہتا ہے کہ اسلام غالب آ جائے۔ مسلمان یہ نہیں کہتا کہ دین ختم ہو جائے' مر جائے گا تب بھی یہ نہیں کہے گا۔ اُسے اسلام سمجھ نہیں آیا لیکن وہ اسلام کو چھوڑتا نہیں ہے۔ یہ مسلمان کی خوبی ہے۔ آپ لوگ اگر مکہ شریف جائیں' اللہ کے گھر جائیں تو وہاں سے چیز چوری کر کے آ سکتے ہیں اور آپ جب مدینے شریف جائیں تو پھر آپ کی مجال نہیں' وہاں سانس رُک جائے گا۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو وہاں سے روئے بغیر واپس آ جائے۔ یہ سب حقیقتیں ہیں' بڑی بڑی باتیں ہیں۔ ابھی یہ آشکار اس لیے نہیں ہیں کیونکہ آپ لوگوں کے حالات ایسے نہیں ہیں۔ آپ کو ابھی ٹائم نہیں ملا۔ لیکن وہ واقعات بہر حال اب بھی باقاعدہ موجود ہیں' اثر موجود ہے' تاثیر موجود ہے' وہ ہونے والے واقعات ہیں' کرنے والے واقعات ہیں اور دیکھنے والے واقعات ہیں۔ ایک بات یاد رکھنا کہ جو شخص نعت کہتا ہے' نعت لکھتا ہے تو جس ذات پر نعت ہو رہی ہے ان کی ذاتی توجہ

شامل ہے۔ اس کے بغیر نعت نہیں ہو سکتی۔ نعت کی محفل ہو تو حضور پاک ﷺ کی توجہ ضرور ہوتی ہے۔ جہاں آپ درود شریف پڑھتے ہیں وہاں پر توجہ ضرور ہوتی ہے۔ جب آپ خلوص سے درود پڑھتے ہیں تو سمجھو کہ توجہ ہے.....

تو یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ آپ دیکھتے جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔ ملکی سفر جو ہے یہ معطل نہیں ہونا چاہیے۔ ترقی کا سفر ہونا چاہیے۔ ملک تمہارے لیے نہیں ہے' تم ملک کے لیے ہو' تم ملک کے لیے ہو!

آج اس بات کی دعا ہونی چاہیے جو کہ ملک کے لیے بہتر ہو اور آپ کے لیے بھی بہتر ہو۔ آپ ملک کے لیے Contribution کر سکو۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی نئی جماعت یا ایسا نیا واقعہ تشکیل ہو جائے جس میں آپ لوگوں کا کوئی نہ کوئی حصہ ہو۔ ایسا ممکن ہے اور ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ ملک کے اندر جنگ یا جھگڑا نہ ہو' فساد نہ ہو' جیتنے والے نرم ہو جائیں' ہارنے والے تھوڑے سے خوش ہو جائیں اور مل جل کے کام کر لیں۔ تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ دعا یہ ہے کہ دونوں مخالفوں کی صلح ہو جائے۔ ہماری کوشش بھی یہ ہوگی کہ دونوں کی صلح ہو جائے تا کہ آسانی سے سب چلتا جائے ورنہ یہ بات فسادات کے اندر دور دور تک چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سب کو آسانی دے اور سکون دے۔ آپ لوگوں کو بھی اللہ سکون دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ آمین

..... برحمتک یاارحم الراحمین۔



123

6



1 مجاز اور حقیقت میں کیا فرق ہے؟ حقیقت کے سفر میں مجاز کی کیا اہمیت ہے؟

2 اس سارے کھیل کا فاعل کون ہے؟

3 وحدت الوجود کیا ہے؟

4 میری عرض یہ ہے کہ سائنس دان بڑی محنت سے کوئی چیز تلاش کرتا ہے اور مولوی صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ہمیں پہلے سے پتہ تھا.....

5 ہم لوگوں کی کیا خدمت کیا کریں؟

6 روحانی کائنات میں ''مَیں'' کی کیا کیفیت ہے اور کیا اہمیت ہے؟

سوال:-

مجاز اور حقیقت میں کیا فرق ہے؟ حقیقت کے سفر میں مجاز کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:-

نہ تو مجاز Defined ہے اور نہ حقیقت Defined ہے اور نہ ان کی سرحدیں Defined ہیں۔ مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ نہ مجھے باپ عبادت پر مجبور کر سکا' نہ استاد نے مجبور کیا' نہ کوئی پیر کامل مجبور کر سکا لیکن مجھے اس کی یاد نے مجبور کر دیا جو مجاز ہے۔ یعنی کہ مجاز جو ہے وہ لگن کو اتنا Sincere کر دیتا ہے کہ انسان مجاز کی یاد کے ذریعے عبادت میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا کہ جو لوگ تبلیغ سے اصلاح نہیں پکڑتے وہ لوگ محبت سے اصلاح پکڑ لیتے ہیں اور پھر سیدھے ہی دین میں چل پڑتے ہیں۔ ایک واقعہ یاد آ رہا ہے۔ آپ لوگوں کو بھی یاد ہوگا۔ ایک دن قوالی کی محفل ہو رہی تھی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے اپنی کیفیت میں یہ کہہ دیا کہ ہم تو دھوبی کے بیٹے بھی نہ بن سکے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ بعد میں آپ کے مریدینِ خاص نے پوچھا کہ سرکار یہ دھوبی کے بیٹے کا کیا قصہ ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ ہم نے کیفیت میں کہا تھا۔ آپ نے کہا کہ میں نے بات سنی ہے کہ ایک

دھوبی تھا جو کسی راجہ کے کپڑے دھویا کرتا تھا۔ اس کی ماں بھی کپڑے دھویا کرتی تھی۔ راجہ کی ایک بیٹی تھی۔ وہ لڑکا اس کے کپڑے بھی دھویا کرتا تھا۔ تو وہ جو دھوبن کا بیٹا تھا وہ کپڑے دھوتا' ان کو استری کرتا' ادب سے دھوتا اور ادب سے استری کرتا' خوشبو لگا کے ادب سے تہہ کر کے پہنچا آتا۔ راجہ کی بیٹی بہت خوش ہوتی۔ سلسلہ چلتا رہا۔ پھر ایسا واقعہ ہوا کہ دھوبی کی ماں نے نوٹ کر لیا کہ یہ تو کپڑوں سے محبت کرتا جا رہا ہے' لگن میں ہے' محویت میں ہے۔ اس نے سوچا کہ کوئی ایسی چال چلی جائے تا کہ اس کا دل جو ہے اس خیال سے نکل جائے۔ اس نے بیٹے سے کہا کہ تو جس راجہ کی بیٹی کے کپڑے دھوتا تھا وہ مر گئی ہے۔ اس نے سوچا تھا کہ کپڑے میں خود دھولیا کروں گی تا کہ یہ اس خیال سے نکل جائے۔ اس کا بیٹا یہ خبر سنتے ہی اسی وقت مر گیا۔ بعد میں وہ دھوبن کپڑے دھو کے لے گئی۔ راجہ کی بیٹی نے کہا کہ مائی بات یہ ہے کہ کپڑوں میں وہ رنگ نہیں ہے۔ اس نے کہا اب تو راز کھل ہی گیا' بولی کہ قصہ یہ تھا' مجھ غریب کا بیٹا لگن میں تھا' ان کو سنوارتا تھا' ان سے باتیں کرتا تھا' میں نے سوچا کہ کہاں راجہ اور کہاں ہم لوگ' اس لیے میں نے اس سے یہ خیال ترک کرنے کے لیے اُسے جھوٹی خبر سنائی کہ آپ فوت ہو گئی ہیں' یہ خبر سنتے ہی وہ فوت ہو گیا..... راجہ کی بیٹی نے کہا کہ مجھے دکھاؤ کہ کہاں ہے اس کی قبر۔ وہاں جا کے وہ بھی مر گئی۔ تو خواجہ صاحبؒ نے کہا کہ اتنی محبت جو دھوبی کے بیٹے کو ہوئی ہے وہ تو ہمیں خدا سے نہیں ہوئی۔ اُسے اَن دیکھے کی محبت تھی۔ یعنی کہ وہ اَن دیکھے کی ایسی محبت تھی اور ہم تو خدا سے بھی محبت نہیں کر سکے' ہم سے بہتر تو وہ تھا۔ تو یہ جذبات میں انہوں نے کہا۔ گویا کہ جو مجاز ہے وہ اپنی دنیا کی حقیقت ہے۔ وہ مجاز

نہیں ہوتا بلکہ اصل میں وہ محبت ہوتی ہے' انسان سے ہو تو بھی محبت ہے۔ اور یہ محبت حقیقت ہے۔ اس میں نہ محبّ کی بات ہے اور نہ محبوب کی بات ہے۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ God is love or love is God خدا محبت ہے یا محبت خدا ہے۔ تو اس محبت کو حقیقت بننے میں کچھ دیر نہیں لگتی کیونکہ وہ ہوتی حقیقت ہی ہے۔ یعنی کہ کمرشل ورلڈ میں ایک آدمی ٹائم کے مطابق ایرپورٹ پر جا رہا ہے' پورے جہاز نے فلائٹ پر جانا ہے' منٹوں سیکنڈوں کا حساب ہے اور اگر اُسے محبت ہو جائے تو اس کا سارا پروگرام ترک ہو جائے گا کیونکہ وہ محو ہو گیا ہے' حیرت میں چلا گیا ہے۔ مقصد یہ کہ آج کا انسان یہ بات سمجھ نہیں سکتا کہ اس مکینیکل ورلڈ میں ایک شخص غیر مکینیکل کیسے ہو جاتا ہے اور اس کا ریگولر چلنے والا دل یک دم Bump کیسے کر جاتا ہے۔ یہ جو کسی انسان کے دل کے اندر کسی اور انسان کی محبت کا داخل ہونا ہے یہ بذاتِ خود حقیقت ہے۔ ورنہ انسان تو انسان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ایثار کرنے والی چیز کو محبت کہتے ہیں اور یہ حقیقت کی طرف سے آتی ہے۔ اگر کوئی آدمی شکایت کرے تو اللہ کی طرف سے یہ حکم آتا ہے کہ دل بھی ہمارا' دلبری بھی ہماری اور دلبر بھی ہمارے' تو درمیان میں کیا ہے..... یہاں پہ آ کے مجاز جو ہے وہ حقیقت میں چلا جاتا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کی اور ہی کہانی بن جاتی ہے۔ وہ موم تو پہلے ہو چکے ہوتے ہیں' مل کے روتے ہیں' بچھڑ کے روتے ہیں اور پھر جب وہ حقیقت بنانے والے کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا بنایا ہے۔ وہاں جا کے وہ بے باک ہو جاتے ہیں تو یہ بات پوچھتے ہیں..... عشق کا مرشد کوئی نہیں ہوتا' عشق آپ ہی مرشد ہوتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ تو یہ جو محبت ہے یا عشق ہے اس کا کوئی رہنما نہیں

ہوتا' تو یہ اپنی رہنمائی خود کرتا ہے۔ عشق کا مفہوم یہ ہے کہ یہ انسان کوشش سے نہیں کرسکتا اور نہ اس کا کوئی فارمولا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات میں ہر قسم کے انسان کے لیے ایک قسم موجود ہے۔ اگر وہ قسم واقعی اس قابل ہو کہ سارے ہی اس کے ساتھ تعلق بنائیں تو پھر ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوا۔ جس انسان کو کسی کی Willing عطا فرمائی گئی ہے تو یہ صرف اُسی کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان اس قابل بنایا ہے کہ اس کو چاہنے والا کوئی نہ کوئی انسان موجود ہو۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جس کو طلب نہ ہوئی ہو اور کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جو طلب نہ رکھتا ہو۔ یعنی کہ کسی نہ کسی انسان کے قریب بیٹھنے کا شوق جو ہے اس انسان سے محبت کی دلیل ہے۔ تو اس کے قرب کی خواہش محبت کی دلیل ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قریب رہنے کی خواہش جو ہے وہ خواہش تقرب حسن ہے۔ تو یہ خواہش جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب کو نہیں ملتی' کسی کو ملتی ہے اور کسی کو نہیں ملتی۔ اور جس کو ملتی ہے وہ کہتا ہے کہ اگر تم میری نگاہ سے دیکھو تو پھر اور ہی حساب نظر آئے گا۔ اور پھر جو چیز اس کو نظر آتی ہے وہ حقیقت کا جلوہ ہوتا ہے۔ باقیوں کو تو وہ انسان نظر آتا ہے لیکن اس کو کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ یعنی کہ وہ اپنی ذات کو مکمل طور پر اس کی تحویل میں دے دینا چاہتا ہے۔ اور یہ جو تحویل میں دینے کی خواہش ہے یہ اس کی محبت کی دلیل ہے۔ اس لیے وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی گرو نہ کوئی شیخ نہ بزرگ وہ راستہ بتا سکا ہے جو ہمیں محبت نے عطا کیا۔ اس لیے وہ کہتے ہیں ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا تے عشق سلامت کوئی ہو

یعنی کہ لوگ یہ تو مانگتے ہیں کہ اللہ ایمان سلامت رکھے لیکن عشق کی سلامتی کوئی کوئی مانگتا ہے۔ جس نے عشق کی سلامتی مانگی تو عشق تو ایمان ساز ہے' کیونکہ اس میں ایثار ہے' اس کے اندر محویت ہے۔ محویت نہ ہو تو پھر عبادت نہیں ہو سکتی۔ ہم جو کہتے ہیں کہ نماز میں لگن نہیں ہوتی یا محویت نہیں ہوتی تو یہ جو عشق ہے اس کی ابتدا ہی محویت سے ہوتی ہے۔ تو عشق میں محویت ہے' ایثار ہے اور ہمہ حال خیال جو ہے اس میں توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ توجہ جو ہے وہ گرنے نہیں پاتی' وہ ہر وقت' ہمہ حال اس کے خیال میں مگن جا رہا ہوتا ہے۔ پھر یہ سارا سفر جو ہے یہ حقیقت بن جاتا ہے۔ جب ایک نے غائب ہو جانا ہے تو دوسرے پر حقیقت نے آشکار ہو جانا ہے۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ کون تھا جو اس میں جلوہ گر ہے۔

اہل جہاں کو کیا خبر کون ہے کس میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں تمہی تو ہو اصل میں راز ہے یہی

تو وہ جو راز ہے وہ خاص لوگ جانتے ہیں۔ جتنے بھی دین میں استقامت رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں وہ مجاز کو Sincerely طے کر کے آتے ہیں۔ کیونکہ وہ سوز پیدا کر کے آتے ہیں اور سوز جو ہوتا ہے یہ ایمان سے ایک قدم کے فاصلے پر ہوتا ہے۔ سوز اگر موجود ہے تو ایمان قریب ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ لوگ جو اللہ کے قریب ہیں ان کی صفت یہ ہے کہ یضحکوا قلیلا ویبکوا کثیرا وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ رونے کا عمل جو ہے یہ محبت سکھاتا ہے۔ تو وہ روتے ہیں اور جاگتے ہیں۔ محبت کرنے والے اور عشق والے کی یہ صفات برابر ہیں۔ اس لیے پھر ان کو انعام کے طور پر ایک راستہ دیا جاتا ہے اور پھر وہ اس لگن کو اس لگن میں تبدیل

کر دیتے ہیں۔ اس لگن کو دینے والا بھی وہی ہے۔ مجاز کو حقیقت بننے میں جو دیر ہوتی ہے' یہ جو نقطہ ہوتا ہے یہ گرو کا کام ہوتا ہے۔ مجاز کو اگر گرو نہ ملے تو مجاز رہتا ہے اور گرو مل جائے تو حقیقت ہے' وہ درمیان میں اشارہ ہوتا ہے کہ اس کو یوں دیکھ کہ کون چلا رہا ہے۔ اگر وہ محبوب ہو تو پھر اُسے سب کا ہونا چاہیے۔ اس لیے وہ تو اس کا باعث نہیں ہے۔ یہ جو تیرے اندر خیال پیدا ہو رہا ہے' محبت پیدا ہو رہی ہے' اگر اس کا Cause وہ ہے تو یہ سب کے لیے ہونا چاہیے مگر یہ سب کے لیے تو نہیں ہے' صرف تیرے لیے ہے' تو تیرے لیے خصوصی طور پر تیرے اللہ نے یہ اہتمام کر رکھا ہے' تیرے دل کی اور تیری روح کی پرورش کے لیے اللہ نے وہ خوراک مرتب کی ہے۔ تو پھر اسے حقیقت بننے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ یہ آناً فاناً ہوتا ہے' وہ کسی کی تلاش میں جا رہا ہوتا ہے' کسی کو ڈھونڈنے جا رہا ہوتا ہے اور اسے کچھ اور مل جاتا ہے۔ تو ماسوا اور ماورا کے درمیان ایک نقطہ ہی ہے بس۔ اس لیے کہتے ہیں کہ اس نقطے کو سمجھنے کی دیر ہے صرف۔ جب یہ نقطہ آشکار ہو گیا تو پھر وہ ہمہ حال آگے نکل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی بھی آپ کو حقیقت کی غزل ملے گی وہ ساری کی ساری مجاز میں پوری اترتی ہے۔ حقیقت والا سنے تو وہ حقیقت ہے اور مجاز والا سنے تو وہ مجاز ہے۔ تو جتنی بھی غزل ہو گی ایسی ہو گی۔ امیر خسروؒ حقیقت بیان کرتے ہیں۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

تو مجاز اور حقیقت کا سارا بیان تقریباً یکساں ہے۔ اس لیے جب کوئی بات دل کے اندر اترتی ہے تو دل کو وہ آہنگ دیتی ہے' وہ رنگ دیتی ہے اور دل جو ہے وہ نازک ہونے کی وجہ سے تقربِ الٰہی میں فوراً چلا جاتا ہے۔ اس طرح مجاز کو حقیقت بننے میں کوئی دیر نہیں لگتی۔ بلکہ مجاز ہی حقیقت ہے۔ اگر محبت سے محبت کی جائے تو مجاز حقیقت ہے اور اگر صرف محبوب سے محبت رہے تو یہ مجاز ہے۔ اس لیے مجاز والے لوگ حقیقت کے سفر پر جلدی نکل جاتے ہیں۔ تو یہ عشق کی بات ہے کہ ؎

عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدۂ تصورات
عشق پر آتش حلال عشق پر حاصل حرام

تو وہ کہتے ہیں کہ عشق ابتدا ہے' عشق انتہا ہے۔ عشق جو ہے وہ محبوب کے خیال میں فنا ہونا ہے اور اللہ محبوب ہو نہیں سکتا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ کیونکہ آپ کو اللہ کا پتہ ہی نہیں ہے' نہ خد نہ خال اور نہ چہرہ۔ تو وہ محبت ہی الٰہیات بن جاتی ہے۔ محبت کے اندر جو استقامت ہے یہ الٰہیات بن جاتی ہے ورنہ چہرہ تو انسان کہلائے گا۔ اس لیے اس کے اندر یہ راز ہے کہ خدا سے محبت جو ہے محبت کے طور پر' محبت کی حد تک تو کی جا سکتی ہے لیکن خدا محبوب کیسے بنے۔ محبوب کے لیے ہم جنس کا ہونا ضروری ہے۔ پھر خدا کی محبت جو ہے وہ حضور پاکؐ کے ساتھ محبت بن جاتی ہے۔ اس کا یہی طریقہ ہے۔ یہی خدا سے محبت ہے۔ پھر یہ محبت دینے والے بزرگ یا اولیائے کرام جن سے یہ محبت ملتی ہے' ان سے محبت ہو جاتی ہے۔ اکثر ایسے ہوتا

ہے۔ جتنا بھی آپ دیکھو ساری کی ساری لگن کی کہانی ہے۔ پھر قوالی ہوتی ہے کہ ؎

کیا بھر لاؤں جمنا سے مٹکی

اور یہ کہ ؎

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

کہ سب سہیلیاں پانی بھرنے جا رہی ہیں اور انہوں نے رنگا رنگ گھڑے اٹھائے ہوئے ہیں لیکن گھڑا صرف اس کا بھرا جانا جائے گا جو خیریت سے گھر پہنچے گی۔ تو حقیقت کی ساری داستان اس طرح مجاز میں بیان کر دی گئی ہے۔ ساری حقیقت بیان کر دی گئی ہے۔ تو حقیقت کا تو بیان ہی نہیں ہے۔ انسانوں کی دنیا میں حقیقت کیسے بیان ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود آپ سے آپ کی زبان میں بات کی ہے ورنہ اللہ اگر اپنی زبان میں بیان کرے تو آپ کو کیا سمجھ آئے گی۔ آپ کو کیسے سمجھ آئے کہ بات کیا ہے۔ تو اللہ آپ لوگوں سے آپ کی زبان میں بات کرتا ہے۔ خالی عبادت کرنے والا اس راز کو نہیں پہچان سکتا جو کہ الٰہیات کا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا ہے کہ پہلے شریعت سے محبت ہو اور پھر پتہ چلتا ہے کہ طریقت کیا ہے۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ شریعت کی نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ جو ہیں وہ اللہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ شریعت حکم ہے اور حکم سے ڈر کر نماز پڑھنا اور چیز ہے' لگن میں نماز پڑھنا اور چیز ہے۔ مثلاً آپ یوں دیکھیں کہ سارے کا سارا انسان جب غور کرتا ہے تو جتنی بھی اس کو لگن عطا ہوئی' وہ لگن ساری کی ساری یا تو دین میں ملے گی یا طریقت میں ملے گی۔ طریقت میں توجہ کرنی پڑتی ہے' وہاں ایک شیخ ہوتا ہے۔ ان

دونوں میں اگر فرق ڈھونڈنا ہو تو فرق بڑی مشکل سے بیان ہوتا ہے۔ کہ ایک نماز امام حسین علیہ السلام نے پڑھی اور آپؑ کو شہید کرنے والوں نے بھی نماز ادا کی۔ وہ بھی خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔ تو خدا کی عبادت کیسے' یا خدا کے حبیب ﷺ سے محبت کیسے جب کہ حقیقت کو تم یہاں ختم کر رہے ہو۔ اس فرق کو سمجھنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ کے حکم کی نماز تو اُن لوگوں نے پڑھ لی' کہتے تھے کہ جلدی جلدی امام کو ختم کرو کیونکہ پھر نماز پڑھنی ہے۔ تو انہوں نے کیا نماز پڑھنی ہے۔ نہ ہی پڑھیں تو بہتر ہے۔ اگر امامؑ کو شہید کر کے نماز پڑھی تو کیا نماز پڑھی۔ اس لیے پھر محبت کے بغیر عبادت نہیں ہے۔ یزید بھی عبادت کرتا تھا اور اس کے ساتھی بھی عبادت کرتے تھے' نماز ادا کرتے تھے۔ لیکن بات تو نہیں بنتی۔ اگر حضور پاک ﷺ کسی کو حکم دیں کہ بات سنو اور وہ کہے کہ ابھی میں اللہ کی عبادت کر رہا ہوں' ٹھہر کے آؤں گا تو پھر حبطت اعمالھم سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ پھر تو بات ختم ہو گئی کیونکہ اعمال ضائع ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اگر صرف ایمان کی سلامتی مانگو تب بھی خطرہ ہے' محبت کی سلامتی اصل بات ہے۔ اس لیے محبت جو ہے وہ ایمان پر فوقیت رکھتی ہے۔ طریقت والے لوگ دین کے ساتھ محبت کرتے ہیں' اللہ کے ساتھ محبت کرتے ہیں' اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے حکم کو اپنی Pleasure سمجھتے ہیں۔ باقی جو صاحبان شریعت ہیں وہ صرف حکم مانتے ہیں۔ اگر انہیں اللہ آواز دے دے تو وہ کہیں گے کہ پہلے ہم آپ کی نماز پڑھ لیں پھر ہم آپ سے بات کریں گے۔ اس لیے ان میں یہ فرق ہے۔ اگر مکان کو آگ بھی لگی ہو تو وہ کہے گا کہ پہلے میں نماز پڑھ لوں' آگ تو لگتی ہی رہتی ہے۔ ایسے آپ کو بے شمار لوگ ملیں

گے کہ ملک رہے نہ رہے' میری نماز کا وقت ہے۔ اس لیے تبلیغی جماعتیں فیل ہو جاتی ہیں۔ ان کا منشور صرف یہی ہے کہ وہ کسی اور نظام کے قائل نہیں ہیں سوائے اپنی عبادت کے۔ عبادت بڑے اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔ لیکن اگر اسی عبادت کے دوران اس کی آواز آ جائے جس کی عبادت کر رہا ہے تو پھر بھی وہ عبادت کرتا جائے گا' اور فوری طور پر وہ جو حکم کر رہا ہے وہ نہیں سمجھے گا۔ جب تک حقیقت کی بات سمجھ نہ آئے' یہ سارا واقعہ سمجھ نہیں آئے گا۔ اور حقیقت کی بات سمجھنے کے لیے مجاز سے گزرنا ضروری ہے۔ مجاز جو ہے وہ حقیقت کا حصہ ہے' اوّلین زمانہ ہے۔ مقصد یہ کہ انسان پہلے حیلہ کرتا ہے اور پھر وہ Magnetic Range میں داخل ہو جاتا ہے۔ پہلے وہ حیلہ کرتا ہے' کوشش کرتا ہے اور جب وہ داخل ہو جاتا ہے تو وہ اسے خود ہی ہنساتا ہے' خود ہی رُلاتا ہے اور خود ہی نماز پڑھاتا ہے۔ پھر جو وہ کراتا ہے یہ کرتا جاتا ہے۔ یعنی کہ جو میاں کی مرضی' جو اس کی مرضی۔ نہ اپنی کوئی خواہش رہ جاتی ہے اور نہ اپنی کوئی آرزو رہ جاتی ہے۔ تو یہ ایک نقطہ تھا کہ مجاز سے حقیقت اور مجاز کی حقیقت کیا ہے۔ تو حقیقت بذات خود مجاز میں بھی کھیلتی ہے اور وہاں بھی کھیلتی ہے۔

سوال:-

اس سارے کھیل کا فاعل کون ہے؟

جواب:-

اس کا فاعل وہ آپ ہی ہے۔ وہ خود ہی ہے۔ اس کا جلوہ جو ہے وہ محبوب میں حسن پیدا کرتا ہے اور محب میں تمنا پیدا کرتا ہے۔ کرتا وہ آپ ہی ہے۔ اس کو اگر

خدا کہہ دیا جائے تو کہیں وہ محبت پیدا کرنے والا محبوب بن کے آیا اور کہیں دلبر بن کے آیا ۔

اوہولال کلوکڑی رات والا

اَج بھیس وٹا کے وَت آیا

یعنی کہ ہے وہی۔ سب کھیل اس کا اپنا ہے۔ تو اس کا اپنا ہی کھیل ہے۔ اس کی اگر جلوہ گری دیکھو گے تو ساری کائنات کے اندر عشق کا مربوط جلوہ نظر آئے گا' چاہے وہ حقیقت ہے کہ نہیں ہے' مثلاً چاند اور چکور کا ایک قصہ نظر آئے گا' گل و بلبل کا ایک قصہ نظر آئے گا' رنگ اور نغمہ کا ایک قصہ نظر آئے گا۔ پھر اس کائنات میں انسان کی انسان کے لیے تمنا جلوہ گر نظر آئے گی' محبت کرنے والے نظر آتے رہیں گے' جلوہ گریاں نظر آتی رہیں گی۔ اور یہی ایک چیز ہے جو آپ کو تمنائے دنیا سے نجات دے سکتی ہے ورنہ کوئی چیز نہیں دے سکتی۔ تو انسان کی تمنا جو ہے آپ کو دنیا کی تمنا سے نجات دلائے گی۔ صرف انسان کی تمنا' کہ اس کے خیال میں ہم نکل گئے ۔

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم
شدم غرقِ وصال اُو نمی دانم کجا رفتم

تو وہ انسان ہے یا ذات ہے جس کے خیال میں غرق ہو کے مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں کہاں سے کہاں چلا گیا۔ وہ ''انا الحق'' کہلاتا بھی خود ہے اور سزا بھی خود دیتا ہے' خود ہی جلوہ ہے اور خود ہی حاصلِ جلوہ ہے' خود ہی دیدِ جلوہ ہے' خود ہی پیدا کرتا ہے وہ۔ دوسرے کو بات سمجھ نہیں آتی۔ دنیا کے اندر جتنے بھی بلند حقیقت شناس ہیں وہ

سارے کے سارے یہاں سے گزرے ہیں' اس سفر سے گزرتے ہیں۔

سوال:-

پھر وحدت الوجود کیا ہے؟

جواب:-

وحدت الوجود ایک علم نہیں ہے بلکہ ایک مشاہدہ ہے۔ انسان پہ ایک ایسا مقام آتا ہے جب انسان کو یہ سمجھ آ جائے کہ کوئی انسان غیر نہیں ہے اور جب یہ پتہ چل جائے کہ سارے اس کے جلوے ہیں' وہ دنیا میں بدنامیاں بھیج رہا ہے اور خود ہی نیک نامیاں بھیج رہا ہے' جو ہو رہا ہے اس کی طرف سے ہو رہا ہے۔ سارے جلوے جو ہیں اس کے اپنے ہیں۔ ہر چہرہ اس کا اپنا چہرہ ہے۔ اس ایک چہرے میں کتنے ہی چہرے ہیں۔

؎ اک چہرے میں لاکھوں چہرے ہر چہرہ ہر جائی

تو کائنات میں سب ایک جیسے چہرے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔ یہ قدرت کا خاص احسان ہے کہ انسانوں کے چہرے انسانوں کے ہی رہتے ہیں اور ہر چہرہ ایک جیسا ہے۔ تو وحدت الوجود کو سمجھنا بالکل ہی آسان ہے اگر غیر اللہ کی سمجھ آ جائے تو۔ اگر غیر اللہ سمجھ نہ آئے تو وحدت الوجود میں بڑا خطرہ ہے۔ یہ ضرور سمجھو کہ غیر اللہ کیا ہے؟ یعنی کہ جہاں اللہ نے منع کر دیا تو وہاں منع ہو جاؤ۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کو نہیں مانتا یا بت کی پوجا کرنے والا ہے' ہے تو وہ بھی وجودِ واحد لیکن اس کے لیے حکم آ گیا کہ یہاں میرا جلوہ نہیں ہے' تو وہاں اس کا جلوہ نہیں ہوگا۔ ورنہ وہ خود ہی سمجھا دیتا ہے کہ میں پھولوں میں جلوہ گر ہوں' میں خود شمس و قمر میں جلوہ گر

ہوں' میں ہی کائنات میں چل رہا ہوں' ہر چہرے میں میرا ہی جلوہ ہے' ہر تمنا میری ہے' ہر دل میرا اپنا ہے..... جب یہ بات سمجھ آ جائے تو انسان وحدت الوجود میں چل پڑتا ہے۔ جہاں وہ کہے کہ یہاں پہ راستہ بند ہے' رُک جاؤ تو آپ رک جاؤ۔ کیونکہ آگے عدو اللہ ہے۔ عدو اللہ اگر سمجھ آ جائے تو باقی سارا وحدت الوجود ہے۔ خطرہ صرف اتنا ہی ہے یعنی شیطان سے جو کہ عدو اللہ ہے اللہ کا دشمن ہے۔

سوال:-

سائنس دان ان چیزوں کو اور طرح سے بیان کرتے ہیں۔

جواب:-

سائنس دانوں کی بات سائنس دانوں کے ساتھ۔ یا اگر آپ سائنس دان ہوتے تو آپ سے بات ہوتی۔ پہلے تو آپ کے لیے سائنس دانوں کی بات سمجھنا مشکل ہے' پھر ان کی بات Convey کرنا مشکل ہے' پھر آپ کے ذریعے جواب ان تک پہنچنا مشکل ہے۔ ان کو میں الگ سمجھا دوں گا۔ آپ اپنی بات کریں۔

سوال:-

یہاں تو سائنس پڑھنے والا بھی سائنس دان کہلاتا ہے۔

جواب:-

کہلانے کی بات نہیں ہے۔ سائنس دان اور چیز ہے۔ سائنس کسی مذہب کے خلاف نہیں ہے اور نہ کوئی مذہب سائنس کے خلاف ہے۔ سائنس اور مذہب کا فرق میں نے بتایا تھا۔ سائنس جو ہے یہ ایک جیسا Experiment' ایک جیسے

ماحول میں کر کے ایک جیسا رزلٹ نکالے گی یعنی H_2O جب بھی ملے گا تو پانی ہی ہوگا یعنی جب یہ یہ ایٹم ملیں گے تو یہ مالیکیول بنے گا۔ جب بھی زندگی میں ہوگا' یہی ہوگا۔ تو یہ ایک لاء بن گیا۔ لیکن مذہب کے اندر یکساں عبادت کرنے والے لوگوں کا یکساں نتیجہ کبھی نہیں ہوگا۔ دس بندے اگر نماز پڑھ رہے ہیں تو ہر ایک کا درجہ الگ الگ ہوگا۔ سائنس جو ہے یہ مستقبل کی طرف دیکھتی ہے کہ کل کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ اور مذہب ماضی کی طرف دیکھتا ہے۔ مذہب کا سرچشمۂ ہدایت جو ہے وہ ماضی میں ہوتا ہے۔ پیغمبر کے ساتھ جلوہ گری ماضی میں ہوگی۔ اس لیے سائنس جو ہے چیزوں کی پرائس کو جانتی ہے اور مذہب جو ہے چیزوں کی Value کو پہچانتا ہے' قدر کو پہچانتا ہے۔ پرائس اور ویلیو میں فرق ہونا چاہیے ناں۔ مثلاً یہ میز جو ہے وہ ہمارے کسی دوست نے دیا تھا اور وہ دوست اب دنیا سے رخصت ہو گیا ہے۔ اب یہ میز جو کہ چند روپوں کی میز ہے' وہ میرے لیے کائنات کا حصہ ہے اور یہ اس کی نشانی کے طور پر میرے پاس ہے حالانکہ اس کی قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ میز دے دو تو ہم اس کے بدلے میں تمہیں بڑی میز دے دیں گے تو وہ کہتا ہے بالکل نہیں' یہ میری نشانی ہے۔ تو اس کی پرائس کم ہے مگر ویلیو زیادہ ہے۔ سائنس اس بات کو سمجھ نہیں سکتی کہ اس کے ساتھ کوئی ویلیو کی Attribute کی جائے' کوئی قدر لگائی جائے کہ یہ وہ چیز ہے اور یہ اور چیز ہے' مثلاً یہاں سے کوئی قافلہ گزرا تھا اس لیے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جلوہ ہوا تھا' اس لیے آپ وہاں تھوڑی دیر بیٹھ گئے۔ سائنس ان باتوں کی قائل نہیں ہے۔ سائنس کی Domain اور ہے۔ سائنس Experiment کے ذریعے

ثابت کرتی ہے اور جو چیز ثابت نہ ہو اس پر ایمان نہیں رکھتی۔ اور ہمارا پہلے دن کا سبق یہ تھا کہ اللہ کو ثابت نہیں کرنا بلکہ اللہ کو ماننا ہے' ثابت کرنے والا بھی جھوٹا ہے اور اللہ کا ثبوت مانگنے والا بھی جھوٹا ہے۔ ہم غیب پر ایمان لائے۔ اللہ کو آج تک کسی نے ثابت نہیں کیا اور وہ سارے اللہ والے تھے اور ہوتے رہے۔ ثابت کرنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اللہ نے کہا کہ میں رزق بھیجتا ہوں لیکن کسی نے ثابت نہیں کیا کہ رزق اللہ کے پاس سے آتا ہے۔ آپ کو تو ہر مہینے کے بعد تنخواہ ملتی ہے۔ پھر اللہ کی طرف سے رزق کیسے آیا؟ یہ ماننے والے نے مانا کہ یہ رزق اللہ کی مہربانی سے آیا ہے' جتنے بھی پیسے ہیں اس سے گزارہ کرلو۔ بس اللہ نے اتنے ہی پیسے بھیجے ہیں۔ سائنس نے کہنا ہے کہ بڑا خرچہ ہے۔ تو مذہب کبھی سائنس نہیں بنے گا اور سائنس کبھی مذہب نہیں بن سکتی۔ سائنس بے جان بات ہے۔ اس کا اشیاء کے ساتھ تعلق ہے اور مذہب کا افراد کے ساتھ تعلق ہے' Values کے ساتھ تعلق ہے۔ سائنس دلوں کی کیمسٹری جانتی ہے کہ اس کے اندر ماہیت کیا ہے' دل کا آپریشن کر کے دیکھتی ہے کہ کیسے بائی پاس کرنا ہے لیکن دل کے اندر گداز کتنا ہے' یہ سائنس نہیں جانتی' دل کے اندر سوز کتنا ہے' یہ سائنس نہیں جانتی۔ سائنس گلاب کے پھول کو Dissect کردے گی' اس کے حصے توڑ کے بتائے گی لیکن مذہب والا کہے گا کہ سبحان اللہ کیا خوب صورت گلاب ہے۔ یہ دیکھنے والے کا اپنا اپنا مزاج ہے۔ مذہب لیبارٹری میں نہیں جاتا۔ اس لیے یہ اپنے سکون قلب کی بات ہے' احساس کی بات ہے' عقیدے کی بات ہے۔ عقیدہ سائنس سے باہر ہے۔ سائنس والے اپنا کام کر رہے ہیں' ان کو کرنے دو' وہ مکان بناتے ہیں تو ٹھیک بناتے ہیں۔

سائنس کا کام ہے مکان بنانا اور مذہب ہے اس کے اندر لطف سے زندگی گزارنا۔ جو زندگی اس مکان کے اندر جا رہی ہے' یہ سائنس نہیں ہے' جو کچھ لطف کے ساتھ ہو رہا ہے یہ سائنس نہیں ہے۔ سائنس اپنی تمام تر طاقت کے باوجود کسی ایسے انسان کو بیٹا نہیں دے سکتی جس کے ہاں اولاد نہیں ہے۔ پوری طاقت کے باوجود سائنس جو ہے وہ بالوں کو سفید ہونے سے روک نہیں سکتی۔ بال بھی آپ کے ہیں' سائنس بھی آپ کی ہے مگر اس کے باوجود آپ کے اختیار سے باہر ہے۔ تو سائنس جو ہے وہاں پر بے بس ہو جاتی ہے جہاں انسان کی خواہش آ جائے۔ سائنس آپ کو کبھی یہ نہیں بتا سکتی کہ دوسرے انسان کی آرزو کیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میری زندگی ختم ہونے والی ہے مگر میں ایک انسان کی تلاش میں ہوں تو سائنس کہے گی کہ یہ بے معنی چیز ہے' مہمل چیز ہے۔ اس لیے سائنس کی Domain اور ہے' مذہب کی Domain اور ہے۔

سوال:-

میری عرض یہ ہے کہ سائنس دان بڑی محنت سے کوئی چیز تلاش کرتا ہے اور مولوی صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو ہمیں پہلے سے پتہ تھا.....

جواب:-

یہ بحث کی بات نہیں ہے۔ اگر بحث میں پڑ جائیں گے تو آپ کو کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔ آپ پہلے سائنس دانوں کی بات کریں گے' پھر مولوی صاحب کی بات کریں گے' پھر اخبار کا حوالہ دیں گے کہ آج ''مشرق'' میں یہ چھپا تھا مگر ''نوائے وقت'' میں اور بات تھی۔ اس طرح بات بے معنی ہو جائے گی۔ کیا آپ کو

یہ بات سمجھ آ گئی ہے کہ مذہب کے مقابلے میں سائنس کی کیا حقیقت ہے؟ باقی یہ کہ کچھ Prove کرنے والا جو مرضی Prove کرے' کہنے والا جو بھی کہتا جائے۔ اللہ کریم کے جو احکامات ہیں آپ نے اس کے مطابق چلنا ہے۔ اس کو ثابت کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ مذہب ثابت کچھ نہیں کرتا بلکہ صرف آپ کو راستے کی بات بتاتا ہے۔ کبھی کسی نے یہ ثابت نہیں کیا کہ اس کا خدا سے وصال ہوا ہے۔ کسی نے ثابت نہیں کیا کہ اس کے اندر لطف پیدا ہو گیا ہے یا اس کے اندر کتنا سکون ہے' کتنی ڈھیر ساری خوشی ہے۔ اس لیے وہ اور چیز ہے۔ اس کی Domain اور ہے۔ یہ بھی اچھی بات نہیں ہے کہ آپ مذہب کے حوالے سے سائنس کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں' اس طرح تو آپ Unscientific ہو جائیں گے۔ ان کا پروگرام آپ چلنے دیں۔ یہ بحث کی بات نہیں ہے کہ وہ کیا کہتا ہے اور یہ کیا کہتا ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کیا پوچھتے ہیں۔ آپ اپنی بات کریں۔ یہ نہ کرنا کہ کہیں سے کچھ پڑھ کے آ جاؤ اور پھر پوچھ لو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ وہ آدمی کبھی اپنی اصلاح نہیں کر سکتا جو دوسروں کو صرف پڑھتا ہی جائے۔ پھر اصلاح کیسے ہو گی؟ جو دوسروں کا بیان ہے وہ دوسروں کی زندگی ہے اور تیری زندگی تو تیرے ساتھ ہے' تُو اپنی زندگی کو دیکھ کہ کہاں الجھی پڑی ہے۔ تو دوسروں کی کہانی پڑھنے سے بات کیا سمجھ آئے گی۔ اپنی زندگی کو یہاں سے نکالو۔

سوال:-

ہم لوگوں کی کیا خدمت کیا کریں؟

جواب:-

سب سے پہلے آپ اپنی خدمت کریں تا کہ لوگوں کی خدمت کرنے کے قابل ہوسکیں۔ غریب جو ہے وہ غریبوں کی کیا خدمت کرے گا' جاہل جو ہے وہ جاہل کی کیا خدمت کرے گا' پہلے آپ علم حاصل کریں اور پھر جاہلوں کی خدمت کریں۔ جو چیز آپ کو حاصل ہے' اس کے ذریعے اس کی خدمت کریں جس کے پاس وہ چیز نہیں ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو دوسرے کی خدمت کرنے کے قابل بنائیں۔ تو پہلے اپنی خدمت کریں' یعنی خود کچھ حاصل کریں۔ اگر کوئی یہ کرے کہ گھر سے کچھ پیسے چوری کرے اور جا کے کسی کی خدمت کر آئے تو یہ تو ٹھیک نہیں ہے۔ یہ خدمت کا طریقہ تو نہیں ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ کسی کے کام آسکیں۔ خدمت کرنا تو اچھی بات ہے۔ پہلے اپنی خدمت کرو' پھر اقربا کی خدمت کرو' یتیم کی خدمت کرو' مسکین کی خدمت کرو' راہ کے اندر جو مسافر ہے اس کی خدمت کرو اور پھر جو چیز آپ کے مزاج میں آئے اس طرح کی خدمت کرو۔ لیکن پہلے خدمت کے قابل بن جاؤ۔ اتنی سخاوت نہ کرنا کہ کل کو کوئی سخی تلاش کرنا پڑ جائے جو آپ کو دے۔ یہ نہ کہنا کہ میں تو خیرات کر کے آیا' سب کچھ دے آیا ہوں' اب تم مجھے کچھ دو تا کہ میرا گزارہ ہو جائے۔ اکثر لوگ ایسے جوش میں آ کے ایسا کر جاتے ہیں' یہ کہتے ہیں کہ میں متوکل ہوں اور پھر استعفیٰ دے دیا۔ بعد میں پھر وہ پریشان ہوتے ہیں۔ بغیر دلیل کے کوئی ایسا کام نہ کرنا' بغیر وجہ کے ایسا نہ کرنا۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' آپ ان پہ غور کیا کریں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ تنہا بھی بیٹھا کریں اور اللہ کو یاد کیا کریں۔ صرف ''اللہ اللہ''

کہنے سے بھی اللہ کی یاد ہوتی ہے۔ حالانکہ ''اللہ'' لفظ ہے' اسم ہے' اللہ یہاں تو نہیں ہے' آپ کاغذ پر جو ''اللہ'' لکھتے ہیں یہ تو اللہ نہیں ہے' اللہ تو ساری کائنات کا خالق ہے۔ یہ تو لفظ ہے اور اس کے اسم کا عکس ہے۔ لیکن اگر آپ اسم کے عکس کو بھی پکاریں گے تو بات اس ذات تک جائے گی جس کا یہ اسم ہے۔ حالانکہ آپ ذات کو نہیں پکار رہے' آپ لفظ ''اللہ'' کو پکار رہے ہیں مگر اسم سے وہ ذات متاثر ہوتی ہے جس کا وہ اسم ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا' اب پھر بتاتا ہوں کہ ہر ذات اپنے اسم کی حفاظت کرتی ہے' چاہے پکارنے والا جس دور میں بھی ہو۔ مطلب یہ کہ جو بھی ذات بلند ہے اس کا اسم ہمیشہ بلند ہوگا اور وہ اپنے اسم کو کبھی کمزور نہیں ہونے دے گی' پکارنے والے کی مدد ضرور کرے گی' کیونکہ اس نے اپنے اسم کو بلند رکھنا ہے۔ آپ نے جس اسم کو پکارا ہے تو وہ ذات مدد کے لیے آئے گی۔ اس لیے بلند ذاتوں کو پکارنے سے مشکل ٹل جاتی ہے کیونکہ وہ ذات اپنے اسم کی پکار کے وقت موجود ہوتی ہے۔ اور شہرت کیا ہے؟ اسم کی پکار میں شہرت ہے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو دیکھا؟ لیکن آپ کے دل میں احترام ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ نے نہیں دیکھا لیکن آپ کے دل میں یہ موجود ہے کہ وہاں شجاعت ہے اور فیض ہے۔ تو یہ جو خیال رائج ہے کہ وہ بہت بلند ذات ہیں تو یہ اس اسم کی ایک شہرت اور عزت ہے۔ وہ اسم اپنی اس عزت اور شہرت سے محروم تو نہیں ہوگا کیونکہ اس ذات نے ایک واقعہ کیا ہوا ہے' آپ جب انہیں پکاریں گے اور جواب نہ آیا' ہزار بار بھی پکارا مگر جواب نہیں ملا تو آپ کہنے پہ مجبور ہو جائیں گے کہ مجھے تو کچھ نہیں ملا۔ تو وہ ذات اپنے اثباتی اسم کو نفی نہیں ہونے دیتی۔ اس لیے آپ جب

بھی پکاریں گے تو وہ ذات کہ جس کا وہ اسم ہے' کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گی' کیونکہ ان کو اپنے اسم کی عظمت درکار ہے۔ اس لیے آپ اس اسم کو پکاریں تو ضرور مدد ملے گی۔ صرف پکارنے والے کی لگن ہونی چاہیے اور خلوص ہونا چاہیے۔ صرف پکار جو ہے یعنی نِدا' نِدا جو ہے وہ بذاتِ خود تقرب کی دلیل ہے' حالانکہ وہ ذات نہیں ہوتی۔ تو آپ تنہا بیٹھ کے ''اللہ اللہ'' کیا کریں' اللہ تعالیٰ ضرور آپ کے ساتھ مہربانی کرے گا۔ اسم کو محبت سے پکارا کرو۔ دنیا کے بکھیڑے آخر ختم ہو جاتے ہیں۔ ہماری جتنی بھی اشتہاء ہے اگر دو دن گزر جائیں تو بدل جاتی ہے' وقت گزر جائے تو بدل جاتی ہے۔ کسی کو خدانخواستہ بہت بڑا غم ہو' باپ کو بیٹے کا یا بیٹے کو باپ کا' تب بھی چند گھنٹے بعد ختم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کھانا کھالو۔ وہ کہتا ہے دل تو نہیں کرتا۔ چلو جی ایک لقمہ ہے' کھالو۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ غم سمیت سو جائے گا۔ مطلب یہ کہ کسی کا غم اتنا دیرپا نہیں ہے کہ نیند پر حاوی ہو جائے۔ حالانکہ بھوک اور نیند بڑی معمولی چیزیں ہیں۔ اگر کوئی ایسا غم مل جائے جو بھوک اور نیند پر حاوی ہو جائے تو پھر یہ تو بڑی بات ہے۔

آپ لوگوں کے لیے دعا ہے۔ آپ لوگ کوئی نہ کوئی نیکی کرتے رہا کریں۔ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ ایک دوسرے کو معاف کیا کرو اور جب کبھی کوئی خواہش ہو تو اللہ سے رجوع کیا کرو کہ یارب العالمین اگر یہ چیز میرے لیے بہتر ہے تو اس کا حصول میرے لیے آسان فرما دے اور اگر یہ میرے لیے بہتر نہیں ہے تو مجھے اس خیال سے آزاد فرما دے۔ یہ دعا ہمیشہ مانگنی ہے۔ یہ دعا آپ کرتے رہیں تو اللہ آپ پر بہت مہربانی فرمائے گا۔ ویسے بھی ہم سب کے لیے دعا کرتے

ہیں۔ سب مل کے دعا کریں کہ اے اللہ ہماری وہ آرزوئیں جو تجھے قبول نہیں، ہمیں ان آرزوؤں سے نجات دِلا اور جس بات کو تو بہتر سمجھتا ہے اس کو ہمارے لیے مقرر فرما اور اس کی تمنا ہمیں دے، ہمیں ہماری غلط آرزوؤں سے نجات دے۔ ہمارے لیے تُو صحت مند آرزو مقرر فرما تا کہ ہم تیرے راستے پر چل سکیں اور تیرا یہ راستہ طے ہم نے کرنا ہے۔ راستہ تیرا ہے اور طے ہم نے کرنا ہے، اس لیے ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے راستے پر چلیں۔ تو راستہ اللہ کا ہے اور سفر آپ کا ہے۔ اس لیے آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا راستہ عطا فرمائے۔ اس کا راستہ آپ کا سفر ہے اور سفر تو آپ نے کرنا ہی ہے، یا تو غلط سفر کریں یا پھر نیکی کا سفر کریں۔ آپ لوگوں کے لیے سلامتی ہو۔

اب کوئی اور بات پوچھو..... آج موقع ہے۔

سوال:-

روحانی کائنات میں ''مَیں'' کی کیا کیفیت ہے اور کیا اہمیت ہے؟

جواب:-

''مَیں'' ایک لفظ ہے، اس کے معانی بدلتے رہتے ہیں۔ اس کے معانی ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ اگر باپ سامنے ہو تو ''مَیں'' بیٹا ہے اور بیٹا اگر سامنے ہو تو ''مَیں'' باپ ہے۔ اس لیے ''مَیں'' کا جب تک کوئی مقابل نہ ہو تو ''مَیں'' کی سمجھ نہیں آ سکتی۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا مقابل کیا ہے۔ اگر مقابل میں خدا ہے تو ''مَیں'' بندہ ہے، آقا ہے تو ''مَیں'' غلام ہے، سامنے سفر ہے تو ''مَیں'' مسافر ہے۔ تو ''مَیں'' اس طرح بدل جاتا ہے بغیر کہے ہوئے، اس کے رنگ بدلتے

جاتے ہیں' کیونکہ جو چیز سامنے آتی ہے اس کے مطابق ''مَیں'' بدل جاتا ہے ہر چند کہ ''مَیں'' وہی ہوتا ہے۔ تو ''مَیں'' کو سمجھنے کے لیے آپ اپنے بچپن کے فوٹو دیکھیں تو آپ کہیں گے کہ یہ میں ہوں' یہ بھی میں ہوں اور وہ بھی میں ہوں۔ اب ایک ''مَیں'' میں اتنے ''مَیں'' ہیں۔ تو یہ سمجھنا بڑا مشکل ہے کہ ایک ''مَیں'' میں کتنے ''مَیں'' ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ یہ دیکھیں کہ اصل میں کیا ہے۔ اگر وہ ''مَیں'' ہوں تو یہ ''مَیں'' کون ہے ۔

کیا جلتی ہوئی ریت پہ ہم ڈھونڈ رہے ہیں
صحرا میں تیرا نقشِ قدم ڈھونڈ رہے ہیں
یہ ہم ہیں تو وہ کون ہے وہ ہم ہیں تو یہ کون ہے
کچھ اور ہی آئینے میں ہم ڈھونڈ رہے ہیں

تو اصل ''مَیں'' کون ہے؟ آئینے کے اندر والا ''مَیں'' ہے یا باہر والا ''مَیں'' ہے۔ یعنی کہ میں اپنی نگاہ میں ''مَیں'' ہوں یا جو تیری نگاہ میں ہے وہ ''مَیں'' ہوں۔ اس لیے ''مَیں'' کو پہچاننے کے لیے ایسی نگاہ کی تلاش کرو جس کا فرمایا ہوا آپ کے لیے سند ہو۔ وہ نگاہ فیصلہ کرتی ہے کہ ''مَیں'' کیا ہے۔ آپ اپنے ایمان کا فیصلہ نہیں کر سکتے بلکہ وہ نگاہ والا کہتا ہے کہ آج تیرا ایمان مکمل ہو گیا۔ اس لیے ''مَیں'' کا فیصلہ وہ ہی کرے گا' جب بھی کرے گا۔ جو مقابل ہے اس کے مطابق ''مَیں'' کا رنگ بدلتا رہتا ہے ۔

کسی نظر میں علامت ہوں خود پسندی کی
کسی نگاہ میں اک ذرّۂ تراب ہوں میں

میں ایک فرد ہوں مجھ سے ہے ملتوں کا ظہور
حقیقتوں کو جنم دینے والا خواب ہوں میں

یعنی کہ حقیقتیں مجھ سے ہیں حالانکہ میں خواب ہوں۔ تو میں پچھلے دور کا آخری آدمی ہوں اور آنے والے دور کا پہلا آدمی ہوں۔ اس لیے اگر میری نگاہ ماضی میں جائے تو میں پہلا انسان ہوں اور مستقبل میں جائے تو آگے قافلہ مجھے سے چلتا ہے۔ اس لیے میں زمانہ ساز بھی ہوں اور زمانہ جو ہے وہ مجھے بھی بنا رہا ہے۔ زمانہ مجھ سے ہے اور میں زمانے سے ہوں۔ اس لیے اکیلا ''مَیں'' سمجھ نہیں آ سکتا بلکہ اکیلا ''مَیں'' ناممکن ہے۔ جب آپ ''مَیں'' کے سامنے کسی کو دیکھیں گے تو اس کے بعد ''مَیں'' کی سمجھ آئے گی۔ اگر آپ سے زیادہ سچا سامنے آ جائے تو آپ تھوڑے سے جھوٹے ثابت ہو جائیں گے اور جھوٹوں میں بیٹھے ہوں گے تو پھر سچے ثابت ہوں گے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ''مَیں'' سے آگاہ کرے۔ ہمارا ایک کالم بھی تھا ''مَیں اور مَیں'' کے عنوان سے۔ تو پتہ کرو کہ اصل ''مَیں'' کون ہے؟ آپ کے اندر بے شمار ''مَیں'' ہیں اور ہر بار یہ بدلتے رہتے ہیں۔ یہ جو آپ کا نام ہے اس کے تحت آپ زندگی کا سفر کرتے رہتے ہیں اور آخری وقت میں یہ نام چھن جاتا ہے اور پھر اس کا نام ''میّت'' بن جاتا ہے۔ پھر نام کوئی نہیں رہتا۔ کہتے ہیں کہ اس میّت کو دفن کرو۔ کوئی کہتا ہے کہ میّت کیا ہوتی ہے' اس کا پورا نام لو یعنی ڈاکٹر فاروقی' مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ تو میّت ہے۔ تو نام واپس لے لیا۔ پیدا ہونے سے پہلے بھی نام نہیں ہے صرف پیدائش سے موت تک نام ہے۔ نہ اس سے پہلے کوئی نام ہے اور نہ اس کے بعد کوئی نام ہے۔ آگے یہ بے نام ہے۔ تو رُوح کا نام نہیں

رکھا جارہا' رُوح جو ہے وہ رُوح ہی ہے' وہ امرِ ربی ہے۔ رُوح کا نہ کوئی باپ ہوتا ہے' نہ ماں' نہ بہن.....

کیا کوئی اور سوال ہے؟ اس سے پہلے کہ بادل آئے اور برسے' آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کا ذوق سلامت رکھے۔ گھبرانا نہیں بلکہ چلتے چلے جانا ہے۔ یعنی کہ چلنا ہی اس سفر کی منزل ہے۔ بس چلتے چلو ۔

چلے ہو ساتھ تو ہمت نہ ہارنا ہرگز
کہ منزلوں کا تصور میرے سفر میں نہیں

اس سفر میں منزلیں نہیں ہوتیں بلکہ سفر ہی سفر ہوتا ہے' سفر کے بعد بھی سفر ہے۔ آپ چلتے جاؤ۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ ۔

ہر اِک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

پس چلتے چلو۔ اب دعا کرو۔ یارب العالمین رحم فرما' آسانیاں عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

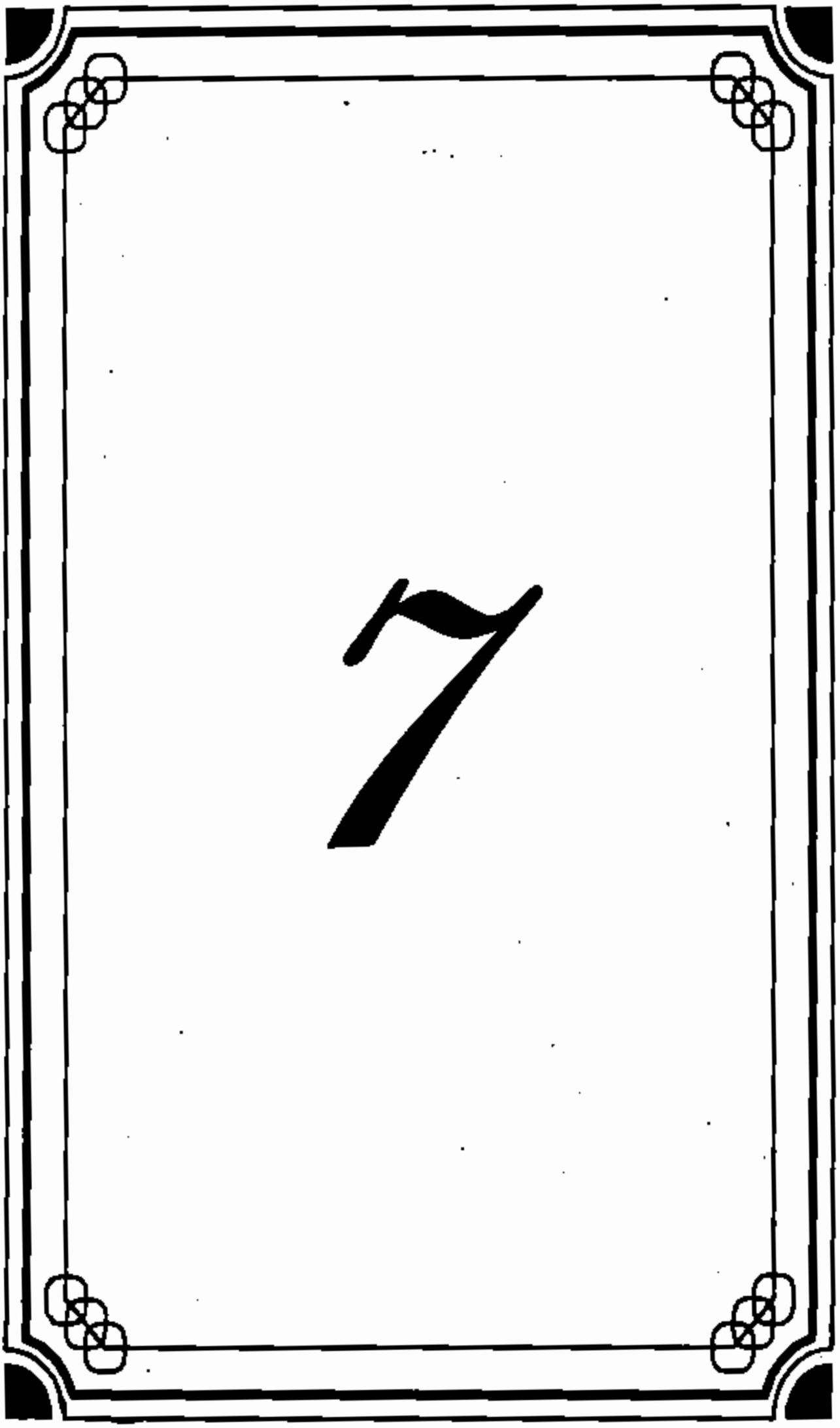

1 انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

2 گورنمنٹ کو ٹیکس بھی تو دینے پڑتے ہیں۔

3 آج کل انقلاب کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پس رہی ہے۔

4 یہ جو ہٹے کٹے مانگنے والے ہوتے ہیں کیا ان کو دینا چاہیے؟

5 عناصر اربعہ کیا ہوتے ہیں اور امرِ ربی سے ان کا کیا تعلق ہے؟

6 عناصرِ اربعہ کی پرورش بھی تو رُوح کرتی ہے۔

7 حکم یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز کا ستائیس گنا ثواب ہے لیکن گھر میں کیفیت زیادہ ملتی ہے.....

8 سارے لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں؟

9 اگر ہم اصلاح نہیں کر سکتے تو علیحدہ تو بیٹھ سکتے ہیں؟

10 جو کچھ آپ نے فرمایا اس پر یکسوئی کیسے پیدا کریں؟

سوال:۔

انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔

آپ نے اپنی زندگی میں دیکھنا یہ ہے کہ آپ کیا کریں۔ جو چیز آپ کے پاس زندگی کی آسانی کے طور پر موجود ہے اس میں دوسروں کو شریک کریں' خیرات بھی کریں۔ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ یہ ضروری ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تم ہرگز فلاح نہیں پا سکتے جب تک کہ میری راہ میں میرا دیا ہوا پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ یہ آسان سی بات ہے۔ جب یہ یقین ہو کہ یہ پیسہ اللہ نے دیا ہے اور خرچ کر کے اسی کو دے رہے ہیں تو دینے میں آسانی ہو جائے گی۔ غریب آدمی کے لیے حکم ہے کہ عبادت کرے اور امیر آدمی کے لیے حکم ہے کہ مال خرچ کرے۔ یہ ہے انفاق' اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ اور درمیانے لوگ مال بھی خرچ کریں اور عبادت بھی کریں۔

سوال:

گورنمنٹ کو ٹیکس بھی تو دینے پڑتے ہیں۔

جواب:

گورنمنٹ کو دینے کے بعد بھی آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ گورنمنٹ کا کام گورنمنٹ کرے گی۔ آپ کہیں گے کہ پتہ نہیں گورنمنٹ صحیح کام کرتی ہے کہ نہیں۔ آپ کو اگر گورنمنٹ پسند نہ ہو تو کیا آپ گورنمنٹ بدل سکتے ہیں؟ اگر بدل نہیں سکتے تو برداشت کرو۔ پھر جو ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ جس چیز میں آپ کا دخل نہیں ہو سکتا اس کو تو برداشت کرنا پڑے گا۔ باقی دیکھنا یہ ہے کہ عذاب سے بچنے کے لیے آپ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کرتے ہیں۔ یہ بخشش اور بچت کی راہ ہے۔

اور کوئی سوال..... سوال وہ ہو جس کا جواب جاننے سے آپ کے عمل اور آپ کی حالت میں فرق آئے۔ میں علم میں اضافے یا کسی کی بات نہیں بتا سکتا۔ مثلاً سر میں درد ہے تو اس کا علاج ہونا چاہیے۔ پھر سر کی حالت بدل جائے گی۔ سوال وہ ہونا چاہیے جس کا آپ کے ساتھ پرسنل تعلق ہو، حال کا اور خیال کا تعلق ہو۔

سوال:

آج کل انقلاب کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا پس رہی ہے۔

جواب:

دنیا کے ساتھ ہی آپ کا حال ہے۔ کئی لوگوں کے پاس مکان ہیں اور کئی لوگوں کے پاس نہیں ہیں۔ تو آپ کا حال اور ہے۔ آپ کی ذات میں کیا دقت ہے؟ ذات کا مطلب ہے انفرادی شکل۔ جہاں تک اجتماعی شکل کا تعلق ہے تو ایک جماعت بن جائے گی۔ اس کا ایک سیکرٹری جنرل ہوگا اور ایک ایڈمنسٹریٹر ہوگا۔ وہ

الگ بات ہے۔ آپ اپنی ذاتی بات کریں۔ ذاتی کا معنٰی ہے آپ کی ذات کے اندر، آپ کے وجود میں اور آپ کے خیال میں جو بات ہو۔

سوال:

یہ جو ہٹے کٹے مانگنے والے ہوتے ہیں کیا ان کو دینا چاہیے؟

جواب:

جہاں تک آپ کے خیال کا تعلق ہے تو جب کوئی آدمی اللہ کے نام کا سوال کرے تو وہ سائل ہو گیا۔ جو سائل بن گیا اس کو عطا کر دو، دے دو۔ بس یہ کافی ہے۔ کچھ نہ کچھ دے دو۔ صحت مند ہو تو بھی دے دو۔ وہ صحت مند تو نہیں ہے ناں کیونکہ جو آدمی مانگنے پہ آ گیا تو اس کی صحت تو خراب ہو گئی۔ تو وہ صحت مند تو نہ ہوا۔ اس لیے اس کو دے دینا چاہیے۔ مانگنے والا مجبور ہوتا ہے۔ اس کی مجبوریاں زیادہ ہوتی ہیں۔ مجبوری نہ ہو تو خوشی سے کوئی نہیں مانگتا۔ اگر یہ اس کا پیشہ ہے تو یہ بہت مشکل پیشہ ہے۔ اس پیشے کی آمدنی یہ ہے کہ آپ دے دیا کریں۔ اس کا پیشہ کیوں خراب کرتے ہو۔ چلنے دو اس کو۔ اس کو اُس طرح رزق عطا ہو رہا ہے اور آپ کو اِس طرح عطا ہو رہا ہے۔ بس دیتے جاؤ۔ دینے سے رزق کم نہیں ہوتا۔

اور کوئی سوال پوچھو..... بولو.....

سوال:

عناصرِ اربعہ کیا ہوتے ہیں اور امرِ ربی سے ان کا کیا تعلق ہے؟

جواب:

عناصرِ اربعہ کا معنٰی ہے چار کا گروہ اور پانچواں ان کا قائد۔ مثلاً چار یارؓ

اور پانچویں سردار ﷺ۔ عناصرِ اربعہ آپ کے وجود کے حصے بھی ہیں' آگ' مٹی' ہوا اور پانی۔ وہ اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ کبھی کچھ ہو گیا' کبھی کچھ اور ہو گیا۔ وجود کے اندر ان میں پانچواں بھی ضرور ہے اور وہ ہے امرِ ربی۔ اگر ان چار عناصر کا قافلہ رُوح کی اطاعت کرے تو پھر قافلہ چلتا رہتا ہے۔ صحت میں اور بیماری میں بھی چلتا رہتا ہے۔ آپ نے اصل میں یہ دریافت کرنا ہے کہ امرِ ربی کیا ہے؟ وجود کی دنیا تو کافر اور مومن دونوں کی برابر ہیں یعنی جہاں تک عناصر کا تعلق ہے یہ دونوں میں برابر ہیں۔ سردی انگریز کو بھی لگے گی' ہندو کو بھی لگے گی اور آپ کو بھی لگے گی۔ تو یہ سب کو لگے گی۔ صحت اور بیماری سب کے لیے ہے۔ آپ کے مومن ہونے کا اس بات سے تعلق ہے کہ آپ اس بات کو پہچانیں کہ آپ کے اندر اللہ کا کیا حکم نافذ ہے۔ یہیں سے آپ کے سارے چشمے پیدا ہوں گے۔ اور پھر اس دنیا سے اس دنیا کا راستہ بنے گا۔ کیونکہ فانی جو ہے یہ فنا ہو جائے گا۔ وجود کے باقی عناصر جو ہیں وہ ہیت ترکیبی کے مطابق سارے چار کے چار تباہ ہو جائیں گے وہ یہیں سے پیدا ہوئے اور پھر یہیں ختم ہو جائیں گے۔ وہاں جو چیز آگے جانی ہے وہ آپ کا Conscience ہے جسے آپ رُوح کہتے ہیں۔ اس لیے یہاں اس کی دریافت کرنی چاہیے۔ اس کی دریافت کے کئی طریقے ہیں' مراقبہ ہے' ذکر ہے' فکر ہے' اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے' اس کی یاد ہے' اس کے ملنے والوں سے ملنا ہے' اپنے قافلے بہتر کرنے ہیں ..... یہ ساری کی ساری جو ہیں روحانی رفعتیں ہیں تاکہ روح زندہ ہو جائے اور عناصر کی ضرورت Suspend ہو جائے یا کم از کم تھوڑی دیر کے لیے معطل ہو جائے۔ کیونکہ ان چار عناصر کی ضرورت پڑتی رہتی ہے' کبھی وجود میں گرمی بڑھ جائے گی' کبھی

سردی بڑھ جائے گی' کبھی پانی کم ہو جائے گا' کبھی پانی بڑھ جائے گا۔ تو واقعات چلتے رہتے ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ انسان غافل کا غافل چلا جائے۔ تو اس کی روحانی پہچان کا ہونا ضروری ہے۔ جس وقت آپ وجود کی دقتوں سے باہر نکلتے ہیں' وجود کی ضرورتوں سے باہر نکلتے ہیں' وجود کی کیفیات سے باہر نکلتے ہیں تو پھر آپ کو سمجھ آتی ہے کہ وہ پانچویں ضرورت کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وجود اللہ کی راہ میں جھکنے سے سستی کرتا ہے کیونکہ اس وجود میں مٹی ہے جو دیر کرتی ہے لیکن رُوح جو ہے اس پہ سواری کر کے اسے اپنے حکم پر چلاتی ہے۔ رُوح زندہ ہو تو یہ وجود اطاعت میں چلا جاتا ہے۔ رُوح زندہ نہ ہو تو یہ وجود تو کبھی بھی عبادت نہ کرے گا' نہ آپ کے کام آئے گا اور نہ کسی اور کے کام آئے گا۔ اس لیے آپ یہ دریافت کریں کہ کہیں آپ کی رُوح میں کسی جگہ پر دقت تو نہیں ہے۔ وجود کی دقتوں کو دور کرنے کے لیے تو ہمارے پاس بہت ادارے ہیں مثلاً اگر سر میں درد ہو تو دوا لے لو' پیسے کم ہو جائیں تو کاروبار کر لو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا کم پیسے میں اللہ کا فضل زیادہ نہیں ہو سکتا اور کیا زیادہ پیسے والے باغی نہیں ہو سکتے؟ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کا فضل دریافت کرنے کے لیے آپ کے پاس کیا شعبہ ہے۔ تو اس شعبے کو دریافت کریں۔ اس لیے اس کو آپ غور سے دیکھیں۔ انسان اپنے آپ کو بعض اوقات دھوکہ دیتا ہے کہ میں یہ کام کرنے لگا ہوں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے۔ اور پھر کام میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کو بھول جاتا ہے اور خوشنودی کو بھول جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں اللہ کے لیے لنگر پکا رہا ہوں تو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کا مقصد کیا ہے' منفعت کیا ہے اور وہ کیوں پکانا چاہتا ہے' حالانکہ اس نے نام اللہ کا

رکھا ہوا ہے۔ اگر اللہ کا نام رکھا ہے تو پھر جو چیز نہیں پکا رہا وہ بھی پکائے۔ پھر اس کی ساری زندگی وقف کی ایک صورت بن جاتی ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ غور کرے کہ اس کی زندگی کا بہت سارا عمل عناصر اربعہ کے لیے ہے' اجزائے وجود کے لیے ہے' جسم کی آسانی کے لیے ہے' آسائش کے لیے ہے' راحت کے لیے ہے۔ اور اصل ضرورت یہ تھی کہ وہ اپنی روح کے لیے کچھ کرتا۔ غور والی بات یہ تھی۔ اس کائنات میں جب سے مخلوق پیدا ہوئی ہے یہ سلسلہ چلتا آ رہا ہے کہ لوگ غافل ہو گئے' وجود کے مشاغل میں مصروف ہو گئے۔ پھر ایک انسان آ گیا اور اس نے اخلاقیات کا درس دے دیا۔ وہ اخلاقیات کا درس کیوں دیتے ہیں؟ تاکہ یہ باغی نہ ہو جائیں' اس لیے ان کو اخلاقیات سکھاؤ۔ اور اسی مخلوق کو جو وجود کے مشاغل میں مصروف تھی' جشن اور کھیل کود' لہو و لعب وغیرہ' ان میں کوئی اخلاقیات والا آ گیا اور اس نے کہا کہ اے قوم تم ظالم نہ ہو جانا' ایسا نہ کرو' وعدوں کا پاس کرو۔ تو کچھ اخلاق سکھانے والے آئے اور پھر پیغمبر بھی آئے۔ اب اسی گرینڈ وجود کی' عناصر اربعہ کی اصلاح کرنے کے لیے وہ آ گئے کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو' اپنی روح کو تلاش کرو' یہ جو امر ربی ہے اس کو تم تلاش کرو' یہ تمہارے وجود کے اندر ہی ہے' اب یہ سلسلہ Throughout ہی چلتا آ رہا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟

سوال:۔

عناصرِ اربعہ کی پرورش بھی تو روح کرتی ہے۔

جواب:-

عناصرِ اربعہ اپنے روٹین میں پرورش پا رہے ہوتے ہیں اور جب تک ان کے اُوپر اِرادہ وارِد نہ ہو تو صرف پرورش تو ایسے ہے جیسے جانوروں میں ہوتی ہے۔ جانوروں کے بھی عناصر اربعہ ہوتے ہیں۔ تو وہ Animals کے بھی ہیں۔ انسانوں کے ہاں جو عناصرِ اربعہ کی پرورش ہے مثلاً چھوٹے قد سے بڑا قد ہو جانا' بچپن سے جوان ہو جانا' یہ روح کا کام نہیں ہے بلکہ یہ فطرت ہے۔ وہ فطرت جانوروں کو بھی پال رہی ہے۔ وہ فطرت بیج سے درخت بنا رہی ہے' چھوٹے پرندے سے بڑا پرندہ بن جاتا ہے' انڈے سے پرندہ نکل آتا ہے' تو یہ وہ فطرت ہے۔ رُوح کا تعلق پہچان کے ساتھ ہے کہ ایک خالق کی پہچان کرو' یہ پہچانو کہ تم اپنے آپ کے مالک نہیں ہو' تم یہ بات پہچاننے کے لیے آئے ہو کہ تمہیں اللہ نے پیدا کیا' ایک ذات نے پیدا کیا' یہاں آپ کا آنا کس مقصد سے ہے اور پھر آپ نے یہاں سے جانا ہے۔ اس لیے جسم کا Develop ہو جانا جو ہے اس کو رُوح نہیں کہتے۔ رُوح کہتے ہیں آگاہ ہو جانے کو۔ کس بات سے آگاہ ہو جانا؟ کہ پیدا ہونے کا کوئی مطلب بھی ہے' صرف پیدا ہو کے بڑا ہو جانا تو مقصد نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اس نے پیدا کر دیا' اس کا فرض پورا ہو گیا اور ہم اپنا کام کر رہے ہیں' یہی اس کا فضل ہے' اور کیا فضل ہوتا ہے ..... یہ بات نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ آپ بڑے ہو گئے' نوکری بھی کر لی' یہ تو ساری دنیا کرتی رہتی ہے۔ پھر بچوں کی شادیاں کر دیں' یہ بھی ساری دنیا کرتی رہتی ہے۔ مکان بنا لیا' تو یہ بھی سب لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر چپکے سے مر گئے۔ تو یہ بھی سارے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ اس کا نام زندگی نہیں ہے۔ یہاں تک تو مسلمان

اور غیر مسلمان برابر ہیں۔ صرف نماز کا بھی فرق نہیں ہے کیونکہ غافل آدمی کی نماز ہونا یا نہ ہونا برابر ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم نے پہچان کی یا نہیں کی' تسلیم کیا کہ نہ کیا۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی تمہیں نمازوں میں بہت بہتر نظر آئے' اس کی نمازیں تمہیں اپنی نمازوں سے بہت بہتر نظر آئیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کا دل سیاہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف عبادت کی بات نہیں ہے بلکہ دل کی سیاہی دور کرنے کی بات ہے۔ اس کو روح کہتے ہیں۔ یعنی کہ جمالِ حق یا جمالِ خالق کو پہچاننے کا ذریعہ اعضائے انسانی نہیں ہیں بلکہ رُوح ہے۔ مطلب وہ واقعہ کہ جو سب مذہب والوں کے ساتھ ہوتا ہے وہ بصری واقعہ ہے۔ آپ نے صرف تقاضائے بشریت دریافت نہیں کرنا کیونکہ تقاضائے بشریت تو سب کے ساتھ Common ہے۔ آپ نے یہ دریافت کرنا ہے کہ مالک کا' اللہ کا' آپ کے ساتھ کس حد تک تعلق ہے۔ آپ کے لیے اس مالک نے دین بھیجا ہے' اس نے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور آپ کے لیے حضور پاک ﷺ کو بھیجا گیا ہے تا کہ آپ ان کی اُمت سے ہوں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کا یہ اللہ جو ہے اس کا آپ کے ساتھ کس حد تک تعلق ہے؟ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ صرف یہ نہیں کہ سرسری تعلق ہو کہ آپ گئے اور نماز پڑھ کے چلے آئے اور زکوٰۃ بھی دے آئے' ورنہ گورنمنٹ خود نکال لیتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آپ اللہ کی پہچان نہیں کرتے تو عبادت کے باوجود وجود کی دنیا میں گمراہ ہونے کا امکان ہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایسا آدمی عبادت کر رہا ہوتا ہے لیکن گمراہ ہو گیا' سخاوت کر رہا ہے لیکن ظالم ہو گیا۔ اب آپ پوچھیں گے کہ یہ کیسے ہو گیا؟ وہ یہ سخاوت کرتا ہے کہ ہر روز پیسے تقسیم کرتا

ہے لیکن کمانے کے عمل میں ظالم ہے' دوسرے کا حق رکھ لیتا ہے۔ جب کسی کام میں نفع یا منفعت زیادہ نکل آئے یا کام میں ملاوٹ کے ذریعے مال مہیا کر دے تو یہ ظلم کی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ظالم ہونا صرف بیچنے میں نہیں ہے بلکہ خریداری میں بھی ہے' پروڈکشن میں بھی ہے' اس طرح دوسرے واقعات میں بھی ہے۔ کسی آدمی کا حصہ روک لینا بھی ظلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی دنیا میں اپنے کام کو اللہ کے حوالے کرنا بڑا مشکل ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے حکم پر تو اپنی جان پر کھیل سکتے ہیں مگر بچوں کو پالنا بھی اللہ کا حکم ہے' ان کے لیے ہم یہ کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس سب کو پہچاننا چاہیے۔ اور سب سے زیادہ غور والی بات یہ ہے کہ کسی چیز کو تنظیم بنا دینا بھی کوئی فرض نہیں ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ دنیا کی اصلاح کے لیے اللہ کی طرف سے کتنے پیغمبر آئے۔ کیا دنیا کی اصلاح ہو گئی؟ کیا وہ اصلاح نہیں کر سکے۔ یہ تو آپ کہہ نہیں سکتے۔ ہوا یہ کہ جب پیغمبر آئے تو ماننے والوں کو ماننے والوں کی دولت مل گئی اور باغیوں کو بغاوت کی لعنت مل گئی اور وہ آگ کا میٹیریل بن گئے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کو آپ کا علم کیا دے رہا ہے۔ دوسروں کے لیے دعا کرو۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ یہ عناصرِ اربعہ بڑے کام دکھاتے ہیں۔ وجود کی تمنا جو ہوتی ہے یہ چور ہوتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو عابد سمجھتا ہے' عابد کہلاتا ہے' عابد ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے اور کرتا چوری ہے۔ میری یہ بات سمجھ آئی؟ یہ ہو سکتا ہے کہ انسان سب سے بڑا دھوکا اپنے آپ کے ساتھ کرے اور یہ عبادت کے انداز میں کرتا ہے۔ کس انداز میں؟ عبادت کے انداز میں۔ پھر حقوق ادا کرنے کے انداز میں دھوکا کر سکتا ہے۔ یعنی کہ اپنی ساری زندگی کو پوری طرح

اللہ کے حوالے نہ کرے تو صرف خالی عبادت سے بات نہیں بنتی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ نہیں سمجھ رہے؟ آپ سارے پیغمبروں کو دیکھیں' ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو دیکھیں' ماننے والے لے دے کے پھر قلیل کے قلیل ہیں۔ اتنی بات آپ کو سمجھ آتی ہے کہ نہیں آتی۔ یعنی کہ وجود کے جو عناصر ہیں' عناصر اربعہ جو ہیں وہ اپنا گل کھلاتے رہتے ہیں اور رُوح کی دنیا کے اندر صرف چند آدمی داخل ہوتے ہیں۔ یہ آدمی گنتی کے ہوتے ہیں۔ اس بات میں تعداد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ رُوح کی دنیا میں کیا ہے؟ اس میں تعداد کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ مقدار کی بات نہیں ہو رہی بلکہ یہ معیار کی بات ہے۔ لہٰذا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ لوگوں نے مقدار کی بات نہیں کرنی۔ اب اس مقدار کو یہ کہتے ہیں کہ جس نے مال کو جمع کیا اور مال کو گنا تو وہ عام طور پر گمراہ ہو جائے گا۔ تو مال کو جمع کرنے والا بالعموم گمراہ ہو جائے گا۔ عبادت کرتے کرتے انسان بعض اوقات عبادت کی نمائش کر بیٹھتا ہے۔ یہاں پہ گرنے کا اندیشہ ہے۔ تو عبادت کے انداز میں بھی انسان دھوکا کھا سکتا ہے۔ اللہ کی راہ میں گمراہی کا زیادہ امکان اس وقت ہوتا ہے جب خدا کا نام لے کر خدا کے لیے کسی کام کو کرنے کا جواز انسان بنا لے مثلاً کوئی یہ کہے کہ ہم اللہ کے دین کے لیے ایک انتظام کر رہے ہیں' ایک جماعت بنا رہے ہیں' تاکہ دین زندہ ہو جائے اور اگر اس کام کی اس انسان میں اہلیت نہ ہو اور وہ اس پر فائز نہ ہو تو نااہل اور غیر فائز بندہ اس میں فساد پیدا کر دے گا۔ تو جو نااہل ہے' غیر فائز ہے' تفویض نہیں ہوا' خود اُٹھ کے علم دین کی کہانی سنانا شروع ہو گیا' With the result کہ وہ لوگوں کو دین سے متنفر کرے گا۔

سوال:-

وہ دین سے کس قدر متنفر کر سکتا ہے؟

جواب:-

اس کے لیے ایک چھوٹی سی کہانی سن لو۔ مولانا رومؒ نے یہ کہانی لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ صحرا میں دو قافلے پاس پاس آ کے ٹھہرے۔ ایک قافلہ یہودیوں کا تھا اور دوسرا قافلہ مسلمانوں کا تھا۔ مسلمانوں نے رات کو پڑاؤ کیا اور صبح حسب معمول اذان ہوئی۔ نماز ادا کی۔ کچھ وقت کے بعد یہودی قافلے کا نوکر آیا اور پوچھا کہ آپ کا سردار کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ شخص سردار کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ ہمارے سردار نے آپ کے لیے نذرانہ بھیجا ہے' تحفہ بھیجا ہے۔ سردار نے پوچھا یہ کیوں؟ نوکر نے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو وہ خود آ کر آپ سے بات کر لیں گے۔ مسلمانوں کے سردار نے کہا کہ ہم تحفہ قبول نہیں کرتے' پہلے اس کو بلاؤ تا کہ پتہ چلے کہ کیا بات ہے۔ پھر ان کی ملاقات ہوئی۔ یہودی سردار نے کہا کہ ہم آپ کو یہ نذرانہ دینا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کیوں؟ یہودی نے کہا کہ آج رات ہم آپ کے پاس رہے ہیں' اس سے ہماری بڑی الجھن دُور ہوگئی ہے۔ اس نے پوچھا کیا الجھن تھی؟ یہودی نے کہا کہ میری بیٹی بیمار تھی اور آج صبح اس کی صحت ٹھیک ہوگئی۔ وہ کیسے؟ آپ کی طرف سے اذان کی آواز آئی تو وہ ٹھیک ہوگئی۔ اسے کیا بیماری تھی؟ اُسے بیماری یہ تھی کہ وہ اسلام سے متاثر ہوگئی تھی اور اُسے اسلام سے بڑا پیار ہوگیا تھا' اس نے تعلیم بھی حاصل کر لی تھی' آج صبح جس مؤذن نے کرخت آواز میں اذان دی تو میری بیٹی اسلام سے واپس

آ گئی اور پھر یہودی ہوگئی..... تو صرف کرخت آواز کا مؤذن اپنی آواز کے ذریعے لوگوں کو پورا متنفر کرسکتا ہے۔ جس کے دل میں خلوص نہ ہو، پاکیزگی نہ ہو، جس نے قتل کیا ہو، پورا قاتل ہو اور قتل کر کے کسی مسجد میں آ کے بیٹھ جائے، داڑھی رکھ کے خود کو چھپا کے بیٹھ جائے تو وہ جب اذان کہے گا تو اذان میں اثر تو نہیں ہوگا۔ اسلام کے نام پر تنظیم بنانے والے، اسلام کی خیر خواہی میں، اس تنظیم میں شامل نہ ہونے والوں کو غیر مسلم کہیں گے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ مسلمان تنظیم ہے اور جو اس میں شامل نہیں ہوگا اسے وہ کیا کہے گا؟ کہ تم غیر مسلمان ہو۔ کیونکہ مسلمان تو ہماری تنظیم میں شامل ہیں۔ اس لیے اپنی تنظیم کو مسلمان تنظیم کہنا، اسلامی تنظیم کہنا روا نہیں کیونکہ ہم سب پہلے ہی ایک تنظیم کے ممبر بن چکے ہیں یعنی حضور پاک ﷺ کی تنظیم کے ممبر ہیں۔ اب آپ نے نئی تنظیم کیا بنانی ہے۔ جب ہم سارے اس تنظیم کے ممبر ہیں تو اس کے بعد Sub-Tanzeem بنانا کسی کو زیب نہیں دیتا۔ تو وہ اسلام کے نام پر اسلام سے منحرف کریں گے۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آپ ذرا کلمہ سنا دیں۔ اس نے کہا کہ جو میں نے پہلے کلمہ پڑھا ہوا ہے وہ کہیں غائب ہوگیا ہے؟ مسلمانوں کے گروہ سے ایک جماعت اُٹھ کے باقیوں سے باز پرس کرنا شروع کردے تو وہ بدظنی پیدا کرے گی۔ یعنی کہ مسلمانوں میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ مسلمانوں کو کسی دوسرے مسلمان سے اپنے اسلام کا سرٹیفکیٹ لینا پڑے۔ آپ کا مسلمان ہونا آپ کے اور آپ کے اللہ کے مابین بات ہے، آپ کے اور آپ کے رسول ﷺ کے مابین بات تھی اور اب یہ بات آپ لوگوں کے مابین کردی گئی ہے کہ جواب دو کہ تم کون سے فرقے سے تعلق رکھتے ہو۔ گویا

کہ آپ کا مسلمان ہونا اب اللہ تعالیٰ کے علاوہ لوگوں سے بھی جواب دہ ہے۔ تو اسلام کے نام پر یہ ایک صورت پیدا ہوگئی ہے۔ آپ کو میں یہ بتاتا ہوں کہ ہم سب اسلام کے گروہ کے لوگ ہیں۔ دیوبند ایک قصبہ ہے جو ہندوستان میں ہے اور بریلی بھی ہندوستان میں ہے۔ آپ کی دونوں تبلیغیں اور تعلیمیں وہاں سے ہوئی ہیں۔ شیعہ جو ہے یہ حضور پاکؐ کے زمانے میں نہیں تھے۔ یہ بھی بعد کی بات ہے۔ اور پھر شیعہ کے مقابلے میں سُنی بنا ہوگا۔ پہلے تو سب مسلمان تھے۔ پھر شیعہ بن گئے' سنی بن گئے' اہل حدیث بن گئے۔ اسلام تو بہت کافی تھا۔ اب جب تم شاخ شاخ تقسیم ہو چکے ہو تو اب تم وحدت الوجود میں کیسے آؤ گے۔ اب استغفار کر کے صرف مسلمان ہو جاؤ۔ فرقے سے توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

سوال:-

یہ جو آپ نے بات کی ہے تو اس سے تو ہمارا ایک علیحدہ ادارہ بنتا ہے۔

جواب:-

یہ وہ ادارہ ہے جو ادارہ شکن ہے۔ یہ ادارے توڑنے والا ادارہ ہے۔ اس ادارے کا کوئی نام نہیں بنتا۔ آپ لوگوں کو جماعت سازی کی پرانی بیماری ہے۔ اب جماعت سازی نہیں بلکہ جماعت سوزی ہے۔ اب جماعت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہیرا پھیری بند کرو۔ اب یہ سب بند کرو۔ سیدھا سادا مسلمان ہونا شروع کرو۔ ہر جماعت سے' ہر فرقے سے' ہر گروہ سے اور ہر فقہی فرقے سے علیحدہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ پہلی تنظیم یہ ہے کہ ہم انسان' دوسری تنظیم یہ کہ ہم مسلمان۔ اور یہ بہت کافی تنظیم ہے۔ اس وقت آپ گروہ در گروہ ہیں۔ مثلاً آپ چشتی ہیں'

قادری ہیں' نقشبندی ہیں' تو یہ سارے اسماء بزرگوں کے نام سے چلتے ہیں۔ اور وہ بزرگ کیوں ہیں؟ حضور پاکؐ کی وجہ سے اور ان کے لیے۔ انہوں نے آپ کو کیا بتایا؟ کہ اللہ کے حبیب پاکؐ کے راستے پر چلو۔ ایک وقت تک چشتیوں کو چشتی بنا کے رکھنا اس وقت کی بڑی ضرورت تھی۔ وہ گروہ تھا ہندوؤں کے زمانے میں۔ ان کو ایک تشخص دیا گیا کہ یہ ہمارا گروہ ہے' اسے کچھ نہ کہا جائے۔ اب جب آپ کے پاس مسلمانوں کا علاقہ آ گیا' اب ان تمام تعلیمات کو آپ جاری رکھو لیکن اسماء کو ایک ہی سمت دے دو۔ لیکن یہ ابھی نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حکومت اسلام کا نفاذ چاہتی ہے تو حکومت جس طرح کا اسلام چاہتی ہے اس طرح کا اسلام آپ کو درکار نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اسلام کے اندر ہی بیانات میں اتنا فرق ہے کہ یہ Define کرنا مشکل ہوگا کہ اسلام کیا ہے یعنی کہ Pure اسلام کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اسلام میں غیر مسلم کون ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب عدالت میں یہ فیصلہ ہونے گیا کہ مسلمان کون ہے تو جج نے بہت لمبا چوڑا لکھا' بے شمار صفحے لکھ ڈالے کہ مسلمان کون ہے۔ تو وہ Define کرتا رہا مگر Define نہیں ہوا۔ اس کا مقصد یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سے کچھ نے اسلام کے نام پر اور روح کے نام پر وجود کی پرستش کی ہے۔ نام کیا رکھا؟ روح۔ اور کام کیا کیا؟ بدن۔ یہ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ اب لوگ اگر دانا ہیں تو آپ یہ کام کریں کہ روح کے لیے روح کا کام کریں۔ تو میں نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ عبادت کے نام پر بھی انسان گمراہ ہو سکتا ہے' تنظیم کے نام پر بھی گمراہ ہو سکتا ہے' انسانوں سے نفرت پیدا کر سکتا ہے' اچھائی کے نام پر برائی کر سکتا ہے' اپنے آپ کو دھوکا دینے کے لیے اپنے اندر بہت ساری خوبیاں اختیار

کرسکتا ہے جن سے وہ اپنی خامیوں کو Cover کرے گا۔ ان باتوں کے ذریعے وہ اکثر اپنے آپ کو دھوکا دیتا رہتا ہے۔ یہاں پر مسلمانوں کے گروہ میں یہ ہوا کہ مسلمانوں نے اسلام کے نام پر اس کے اندر ملاوٹ کی ہے اور یہ کہا کہ یہ یوں ہوا تھا اور وہ یوں ہوا تھا۔ اب اتنا فرق آ گیا ہے کہ کچھ لوگ اس حد تک چلے گئے ہیں کہ اسلام کی ضرورت ہی نہیں ہے اور کچھ لوگ اس حد تک چلے گئے کہ اس کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر اس نے کفر کیا اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ جس نے ایک دفعہ دل سے کلمہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہو گیا۔ من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل جنۃ۔ یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ مگر یہ ساری باتیں پہچان کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو ذرا غور سے دیکھو اور آپ اپنے آپ کو پہچانو۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو بزرگان دین ہیں' اولیائے کرام ہیں' یہ وجود کی دنیا کے لیے نہیں آئے' یہ آپ کی رُوح کی دنیا کے لیے آئے ہیں۔ تو جب تک آپ کی رُوح کے اندر اسلام نہیں آئے گا آپ کا بدن اسلام میں داخل نہیں ہوگا۔ زبانی کلمہ پڑھنے سے بات نہیں بنے گی جب تک روح نے کلمہ نہ پڑھا۔ تو رُوح جب تک مسلمان نہ ہو تو اسلام نہیں آتا۔ تو رُوح مسلمان ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی منشا اور رضا سمجھ آ جاتی ہے ورنہ تو آپ اللہ سے تقاضا ہی کرتے جاؤ گے۔ وہ تو پھر اللہ ہے' وہ تمہارے اوپر معیشت کی سختیاں پیدا کر دے گا۔ معیشت کی سختیاں کیا ہوتی ہیں [illegible] مگر وہ بھاگتا رہتا ہے۔ ایک آدمی پر بادشاہ خوش ہو گیا۔ اس نے کہا دیکھو میں تم سے راضی ہوں' تمہیں کیا چاہیے؟ اس نے کہا جو آپ کی مرضی۔ بادشاہ نے کہا میں

تمہیں زمین دیتا ہوں' یہاں سے تو جتنی دوڑ لگا لے اتنا علاقہ تیرا ہے۔ وہ شخص دوڑتا گیا اور دوڑتا رہا اور پھر اس دوڑ میں ہلاک ہوگیا۔ تو بعض اوقات آسان زندگی کے امکانات آپ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنا۔ زندگی کو آسان بنانے کے امکانات زندگی کو مشکل بنا دیتے ہیں۔ انسان جو ہے وہ اللہ کے قریب ہونے کے اندازے کے ساتھ دور ہو جاتا ہے۔ دل مومن نہ ہو اور اللہ کے دربار میں چلا جائے' خانہ کعبہ چلا جائے تو وہاں جا کے غلطی کر بیٹھے گا اور گستاخی ہو جائے گی۔ اس لیے وہ لوگ بہت اچھے ہیں جو پہلے اپنے دل کی اصلاح کرتے ہیں' رُوح کی اصلاح کرتے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ہم اس قابل کہاں۔ جب تک گستاخی کا امکان دور نہ ہو' عبادت نہیں بنتی۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو اور غور سے دیکھیں' اور غور سے دیکھیں۔ دوسروں کے دین پر تبصرہ نہ کرنا۔ وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔ اپنے آپ کی نبھائیں اور آپ کو کسی کی پرواہ نہ ہو۔ آپ اپنے طور پر دیکھیں کہ آپ جس دین کے اندر داخل ہو گئے آپ کو اس بات کی سوجھ بوجھ ہے کہ نہیں ہے۔ اپنا چراغ جلاؤ۔ اپنی روح کو دریافت کرو۔ اپنے امر ربی کے ساتھ وابستگی رکھو۔ پھر آپ کو بات سمجھ آتی ہے کہ کیا ہے۔ یہ اتنی آسان بات نہیں ہے۔ اس کام کے لیے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تیار کر کے بھیجے۔ آپ یہ بات سمجھ لیں۔ تو یہ اتنی آسان بات نہیں ہے۔ اسلام کا واضح طور پر بتایا گیا کہ یہ قرآن ہے اور یہ حضور پاک ﷺ کی تعلیم ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ ریکارڈ میں ہے' لفظ وہی ہیں مگر اسلام بدل گیا۔ قرآن وہی ہے لیکن مفہوم بدل گیا۔ اس کو بدلنے والا بہت چالاک ہے' وہ اس کو اسلام کی تنظیم کی صورت میں بدلتا

ہے' اسلام کے نام پر بدلتا ہے۔ آج جہاد ہو رہا ہے' ایک مسلمان ملک دوسرے کے خلاف جہاد کر رہا ہے' عراق ایران کے خلاف اور ایران عراق کے خلاف۔ تو یہ ''جہاد'' ہو رہا ہے اور آپ کے سامنے ہو رہا ہے' مسلمان مر رہے ہیں۔ اسلام کے نام پر مسلمانوں نے اسلام کو بہت سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ اسلام ہی کربلا ہے' دونوں طرف مسلمان ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ امام عالی مقامؑ کو شہید کرنے والے کہتے تھے کہ جلدی کام ختم کرو کیونکہ پھر نماز بھی پڑھنی ہے۔ تو انہوں نے کیا نماز پڑھنی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہیں۔ یہ نماز والے کام تو نہیں ہیں۔ تو آپ یہ بات سمجھیں۔ آپ اپنا زمانہ دیکھیں جس میں آپ ہیں' اس میں بادشاہ سلامت اسلام کے نام پر بادشاہ بنے بیٹھے ہیں۔ پتہ نہیں جمہوریت ہے کہ مارشل لاء ہے' حکمرانوں کے وعدے پورے ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے۔ تو یہ سارے واقعات ہیں۔ سیاسی لوگ کچھ اور کہتے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے نام پر یہ کیا واقعہ ہوا۔ اس میں ساری سیاسی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ حکمرانوں کے خلاف جتنی جماعتیں ہیں اندر سے وہ لوگ سارے اپنی درخواستیں منظور کراتے ہیں۔ بظاہر مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس دور کو نہیں مانتے مگر پھر درخواست اندر لے جائیں گے۔ بچہ داخل کرانے کے لیے تم لوگ لیڈر آف دی اپوزیشن کے پاس جاؤ کیونکہ یہ عام طور پر کام کرا لیتے ہیں۔ بادشاہ کے خلاف بولنے والوں کے بادشاہ کے ساتھ بڑے تعلقات ہوتے ہیں۔ سامنے کا بولنا اور ہے' اندر کے تعلقات اور ہیں۔ اگر اتنے بندے بادشاہ کے خلاف بولیں تو کیا بادشاہ' بادشاہ رہ سکتا ہے' صدر' صدر رہ سکتا ہے؟ یہ سارا سرسری خلاف بولنا ہے' یہ سب ایک یونٹ

ہے' پورے کے پورے ٹیلی فون رابطے ہوتے ہیں۔ یہ صرف آپ لوگوں کو بتانے کے لیے کرتے ہیں کہ دیکھو کیا ہونے والا ہے۔ اور آپ لوگ سوچتے ہیں کہ شاید کوئی انتخاب ہونے والا ہے یا کچھ اور ہونے والا ہے' کوئی نیا دور آنے والا ہے۔ آپ کا نیا دور کیا ہوتا ہے' وہی پرانا دور ہی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سیاسی جماعت ہے جو پاکستان بننے سے بھی پہلے بنی ہے' اس جماعت کا مقصد ہے دین یا سیاست' لیکن اب تک اس کی اقتدار کی باری نہیں آئی۔ کیوں نہیں آئی؟ اس لیے نہیں آئی کہ ''وہ'' اسے آنے نہیں دیں گے۔ ''وہ'' کون ہیں؟ اگر ''وہ'' بھی مسلمان ہوں تو پھر یہ کون سا اسلام ہے۔ ایک اور دینی جماعت کو لے لو۔ وہ بھی دینی تنظیم ہے۔ ایک اور بھی جماعت ہے۔ یہ سارے کے سارے حکومت چاہتے ہیں لیکن انہیں نہیں ملی۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ اگر اسلام کے نام پر کوئی جماعت آ رہی ہے تو یا تو اسلام نہیں چاہتا کہ یہ لوگ آگے آئیں یا پھر یہ اسلام نہیں ہے یا یہ ہے کہ یہاں پر اسلام کے مخالف بیٹھے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حکومت اسلام نافذ کرنا چاہتی ہے تو کیا آپ لوگوں نے روکا ہے؟ تو کس نے روکا ہے؟ یا تو انہیں پتہ نہیں ہے کہ کیسے اسلام نافذ کیا جائے یا پھر روکنے والے یہیں پر رہتے ہیں۔ تو وہ کون ہیں؟ ان کا آپ پتہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جب حکومت نافذ کرنا چاہتی ہے تب اسلام نافذ نہیں ہوتا' پرائیویٹ سطح پر نافذ کرنا چاہتے ہیں تو بھی نافذ نہیں ہوتا۔ تو What is that Islam جو مسلمانوں پر نافذ نہیں ہو رہا وہ کون سا اسلام ہے۔ اس کا مطلب ہے لہ ہیں نہ لہیں کوئی نہ کوئی بات غور والی ہے۔ یا تو یہ مسلمان نہیں یا پھر وہ اسلام نہیں۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ کہ یہ ملک مسلمانوں کے لیے اور اسلام کے

لیے بنایا گیا اور اسی کے اندر اسلام نافذ نہیں ہو رہا۔ تو یہ کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ اسلام کو Define کر رہے ہیں تو یہ تو اس طرح نافذ نہیں ہوگا۔ اور جس طرح نافذ ہوگا اس طرح آپ Define نہیں کر سکتے' آپ کو وہ Definition نہیں آتی کہ اسلام کس طرح نافذ ہوتا ہے۔ اور خلیفة فی العرب جیسا بھی آپ بنا نہیں سکتے اور ویسے آپ بن نہیں سکتے۔ ان کے پاس مقامات اور ہیں۔ جس طرح کا بھی ان کے پاس اسلام ہے وہاں ان کے پاس دو مقدس مقامات کا ہونا بھی بڑی بات ہے۔ وہ ہیں مسلمان ممالک اور آپ ہیں اسلامی ملک۔ مسلمان ممالک اور ہوتے ہیں' اسلامی ملک اور ہوتے ہیں۔ وہ پیدائشی طور پر قوم ہیں اور آپ 1947ء میں قوم بنے ہیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ وہاں پر صحیح اسلام نہیں ہے تو کم از کم جو کچھ بھی ہے وہ نافذ ہوگا۔ ایک نظام تو چل پڑا ہے۔ لیکن آپ کا نظام تو نہیں چلا۔ کیوں نہیں چل رہا؟ اس لیے کہ آپ نے ایک نظریے کے مطابق ملک بنایا اور جب نظریے سے انحراف کریں گے تو ملک نہیں رہے گا۔ اور پھر آپ کو وہ نظریہ Define کرنا آتا نہیں ہے۔ آپ کو صرف جھگڑا آتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ساری پارٹیاں Ban کر دی جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ ایسا حکمران آتا نہیں ہے جو غریب علاقے کا رہنے والا ہو' ایک دن وہ سائیکل پہ جائے گا اور دوسرے دن ہوائی جہاز پہ جائے گا۔ جیسا کہ سب Define کرتے رہتے ہیں جب تک وہ صاحبِ کردار نہیں آئے گا تب تک یہ کام نہیں ہوگا۔ صاحبِ کردار ہونا آپ کو مشکل لگتا ہے۔ اس لیے آپ کو روحانی پہچان کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اور آج کل جتنے علماء ہیں اور مشائخ کرام

ہیں ان کو کیوں دِقت ہورہی ہے؟ ہر آدمی دوسرے سے مختلف ہے۔ مثلاً سارے پیر صاحبان ہیں' تو سارے پیر ایک کو چن کر پیروں کا پیر بنالیں۔ مگر آپ نہیں بنا سکتے۔ سارے علماءِ حق کے ایک عالم دین کے پیچھے نہیں چل سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ جس اسلام میں علماء اور مشائخ الگ الگ ہوں تو وہ اسلام کیسے چلے گا۔ کہتا ہے کہ یہاں کون ہیں؟ کہتا ہے یہ مشائخ کرام ہیں۔ اور وہ کون ہیں؟ کہتا ہے کہ وہ علماء ہیں۔ تو پیر الگ ہیں اور عالم دین الگ ہیں۔ تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ مشائخ کانفرنس ہوگئی' یہ علماء کانفرنس ہوگئی اور ایک اسلامی دانشوروں کی کانفرنس ہوگئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں طبقے طبقے ہوگئے ہیں۔ آپ یہ دعا کریں کہ یارب العالمین یہ طبقے ختم ہوں' یہ فرقے ختم ہوں اور سارے مسلمان ہوجائیں۔ اور اسلام سادہ ہوجائے۔ سادہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں اور دوسرا آپ کو نقصان نہ پہنچائے' اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور مرنے کی تیاری کرو۔ پھر سب ٹھیک ہوجائے گا۔ اس میں دِقت والی کیا بات ہے؟ کہ عبادت اللہ کی کرو اور زندگی کو آسان بنالو' اتنی زندگی پھیلاؤ کہ پھر مرنا آسان ہو۔ ایسے نہ پھیلتے جانا کہ پھر جان دینا مشکل ہوجائے۔ اتنا کام پھیلاؤ جتنا سمیٹنا آسان ہو۔ یہ نہ ہو کہ اندازے سے بہت زیادہ پھیل جاؤ۔ اپنا پھیلاؤ کم کرو۔ آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں۔ اگر پیسہ کمانے میں ذرا دقت ہونی شروع ہوجائے تو سمجھو کہ غلطی ہوگئی ہے۔ اللہ جب دیتا ہے تو آسانی میں دیتا ہے۔ جب دقت والی بات ہوجائے تو سمجھو کہ کوئی غلطی ہوگئی۔ جب نماز پڑھنے میں تردّد پیدا ہوجائے تو سمجھو کہ دِقت پیدا ہوگئی۔ لُطف کے ساتھ رُوٹین میں نماز' لطف کے ساتھ عبادت' لطف

کے ساتھ کمائی ہو اور لطف کے ساتھ زندگی بسر ہو تو پھر ٹھیک ہے۔ تو مشکلات جو ہیں یہ روحانی نہیں ہوتیں۔ رُوح میں داخل ہونے والی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو دوبارہ پہچانیں' دوبارہ جائزہ لیں۔ کیا جائزہ لینا ہے؟ کیا آپ کو کسی آدمی کے ساتھ نفرت تو نہیں ہے؟ کیا آپ کو اپنے آپ میں دقت تو نہیں ہے؟ کیا آپ کو اپنے ماضی کے حالات پریشان تو نہیں کرتے؟ یعنی اگر گناہ پریشان کر رہے ہیں تو ابھی توبہ منظور نہیں ہوئی ہے۔ توبہ جاری رکھو۔ کیا تمہیں غریب ہونے کا اندیشہ تو نہیں ہے؟ اس کا ذرا خیال رکھو۔ کیا تم خوف زدہ تو نہیں رہتے کہ تمہارے بچوں کا کیا بنے گا؟ یہ ایمان میں کمی کی باتیں ہیں۔ کیا کبھی آپ کو یہ خیال تو نہیں آتا کہ لوگ اندر ہی اندر میرے خلاف سازشیں کرتے ہیں؟ یہ ایمان کی کمی ہے۔ ایمان کی کمی جو ہے وہ غریبی کے اندیشے سے شروع ہوتی ہے اور وہ بدگمانی تک رہتی ہے یعنی کہ انسانوں پر اعتبار نہ رہے اور اپنے آپ پر اعتبار نہ ہو۔ اگر ایسا ہے تو سمجھو کہ آپ کا اسلام دقت میں ہے۔ ان باتوں کو ذرا تنہائی میں سوچو۔ آپ کی زندگی جس حالت میں موجود ہے کیا اس حالت میں آپ رخصت ہونے کے لیے تیار ہیں یا ابھی کوئی چیز کرنا باقی ہے۔ اگر آپ کے یہاں سے رخصت ہونے میں کوئی دِقت ہے' رکاوٹ ہے تو سمجھو کہ آپ کی زندگی اندیشے میں ہے۔ تو اچھا مسلمان وہ ہے جو ہر حالت میں تیار رہے' لبیک کہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عزرائیلؑ آ جائے کہ تیاری کرو چلنے کی اور آپ کہیں کہ ٹھہر جاؤ' ابھی دو چار کام کرنے ہیں۔ یہ کام کب ختم ہوں گے؟ دل والوں کے کام ختم ہو چکے ہوتے ہیں' پہلے دن ہی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ اس لیے آپ توبہ شروع کرو' پھر اپنے

اسلام میں داخل ہونا شروع کرو' کثرت مال سے بچنے کی کوشش کرو' کثرت مال کی تمنا سے بچنے کی کوشش کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچاؤ۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کا فائدہ ہی یہی تھا۔ پہلے جو غیر مسلم ہوتے تھے انہیں جب مسلمان دعوت دیتے تھے تو وہ پوچھتے تھے کہ ہمیں کیا ملے گا؟ وہ کہتے تھے تمہیں آگے آسانی مل جائے گی' جنت مل جائے گی اور یہاں بھی آسانی مل جائے گی۔ تو آپ آسانی لو۔ آسانی یہ ہے کہ جو کارساز ہے وہ تمہارا کام کرے گا اور تم اطمینان سے بیٹھے رہو۔ تمہارے ہاتھوں سے کسی مومن کا نقصان نہ ہو' اس طرح تمہارا نقصان نہیں ہوگا۔

سوال:-

حکم یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز کا ستائیس گنا ثواب ہے لیکن گھر میں کیفیت زیادہ ملتی ہے.....

جواب:-

آپ بات کو سمجھیں۔ جماعت سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں جن کے ساتھ شانہ بہ شانہ آپ کی زندگی گزر رہی ہے لیکن جن لوگوں کے ساتھ آپ کی شانہ بہ شانہ مخالفت چل رہی ہے ان کے ساتھ آپ کی جماعت ہی نہیں۔ وہی تو لوگ ہیں جو آپ کے مخالف ہیں اور آپ کی مسجد پہ چھائے ہوئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جب آپ کی آپس میں بنتی نہیں ہے تو آپ کی جماعت تو ٹوٹ گئی۔ اب یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ اکیلے پڑھوں یا مل کے۔ آپ تو یوں گھبرائے بیٹھے ہیں جیسے آپ کو بات سمجھ نہیں آئی۔ مدعا یہ ہے کہ اگر محبت نہ ہو'

جماعت سازی نہ ہوتو مل کے نماز کیسے پڑھ سکتے ہو۔ اگر ان لوگوں سے نفرت ہوتو جماعت کیسے ہوگی۔ جماعت تو آپ توڑ بیٹھے ہیں۔ جماعت تو ایک تھی یعنی اسلام۔ اور اب آپ کی جماعتوں میں تفریق ہوگئی۔ آپ کی مسجد میں اونچی آواز میں ''آمین'' کوئی نہیں بول سکتا۔ آپ کہیں گے کہ ہم تو الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہیں گے۔ جس مسجد میں اونچی آواز میں آمین کہتے ہیں کیا اس میں الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہہ سکتے ہیں؟ وہاں کوئی نہیں کہتا۔ تو یہ فرق ہوگیا ناں۔ مقصد یہ کہ اس مسجد کے جو لوگ ہیں وہ سارے کے سارے ہم خیال بلکہ آپ کے ساتھ ہم رائے ہونے چاہییں۔ پھر تو جماعت خود بخود بن جاتی ہے۔ صرف مدعا یہ تھا کہ کوئی آدمی جماعت سے نہ ٹوٹے۔ تو وہی جماعت کارگر تھی۔ مثلاً جو محلے کی جماعت تھی' وہ محلے کے کام کرتی تھی اور محلہ اس کے دم سے آباد تھا۔ سارے نوجوان مسجد میں اکٹھے ہوجاتے تھے' پانچ وقت کے لیے اکٹھے ہوتے تھے۔ اگر دو وقت بھی اکٹھے ہوجائیں تو بھی محلے کے مسائل بیان ہوسکتے ہیں۔ اس طرح محلے کے مسئلے ٹھیک ہوجائیں گے۔ یہی تو اب نقصانات کے ذمہ دار ہیں۔ اب مسجد کی جو کمیٹی ہوگی اس کے اندر خرد برد ہوجائے گی' امام مسجد خرد برد کردے گا۔ تو آپ اللہ اللہ کرو۔ یہ نہ کہنا کہ میں اب سوچ رہا ہوں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کروں۔ یہ بجا ہے' جماعت کے ساتھ پڑھا کرو' جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہیے مگر جب آپ کو ان لوگوں سے محبت ہو' ان کے لیے عافیت ہو۔ اگر یہ نہ ہوتو پھر کیسے جماعت بناؤ گے۔

سوال:-

سارے لوگ مختلف خیال رکھتے ہیں۔

جواب:-

مختلف الخیال ہونے کی وجہ سے تو جماعت نہیں بنی۔ یہی تو بتا رہا ہوں کہ جماعت نہیں بنی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو Address کیا ہے' اکیلے کو' امتِ واحدہ کو۔ اور آپ واحد نہیں رہے۔ آپ تو یہ سمجھیں کہ کیا وقت ہوئی پڑی ہے۔ اس لیے یہ دعا کرو کہ قوم جب ایک بن جائے گی تو جماعت خود بخود ہی بن جائے گی۔ آپ کے ساتھ اور کیا ہوا ہے سوائے اس کے کہ جماعت ہی تو ٹوٹی ہے آپ کی۔ اور جماعت ہی تو بنانی ہے آپ نے۔ اب جماعت بننے کا وقت آنا چاہیے اور وہ آ گیا ہے۔ تو جماعتیں توڑ دو۔ پھر کیا بن جائے گا؟ ایک جماعت۔

سوال:-

ان سب کو توڑ تو نہیں سکتے بلکہ الگ ہو سکتے ہیں۔

جواب:-

جب الگ ہونے والے اکٹھے ہو جائیں گے تو بہت ساری جماعتیں ٹوٹ جائیں گی صرف الگ کرنا ہے' چھوڑنا تو نہیں ہے۔ ان سے یہ کہنا کہ کسی فرقے سے تعلق نہ رکھو بلکہ ایک فرقہ ہے اور وہ اللہ والا ہے۔

سوال:-

اگر جوڑ توڑ والے سارے اکٹھے ہو گئے تو؟

جواب:-

پھر تو آپ مارے گئے' آپ اندیشہ نہ کریں کہ یہ کیسے ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں' سب ہو جائے گا۔ آپ اس بات کو چھوڑیں۔ اور جماعت نہ بنائیں۔ یہ نہ کہنا کہ ان کو کیسے ٹھیک کریں۔ ان کو ٹھیک نہیں کرنا بلکہ آپ نے ٹھیک ہونا ہے۔ یہیں سے تو جماعتیں ٹوٹی ہیں کہ ایک آدمی اصلاح کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ مولانا رومؒ نے ایک کہانی بیان کی ہے کہ ایک بادشاہ کا باز تھا' وہ کسی بڑھیا کی جھونپڑی میں چلا گیا۔ بڑھیا رحم دل تھی' اس نے کہا یہ تو بڑا زخمی ہے' اس کے تو ناخن بڑھے ہوئے ہیں۔ تو اس کے ناخن کاٹ دیے۔ پھر اس نے دیکھا کہ اس کے پَر بڑے خراب لگ رہے ہیں تو پَروں کی اصلاح کر دی' ٹھیک ٹھاک کر کے کاٹ دیے۔ پھر کہنے لگی کہ تیری چونچ بھی مڑی ہوئی ہے' اس کو بھی ٹھیک کر دیتے ہیں۔ تو وہ جو باز تھا' شہباز تھا اس کو بڑھیا نے اُلو بنا دیا۔ تو شہباز تو ہوتا ہی ایسے ہے' تم اُسے ویسے ہی رہنے دو۔ آپ سے میں یہی بات کر رہا ہوں کہ آپ مسلمانوں کی اصلاح نہ کریں۔ اصلاح کرنے والوں نے ہی جماعتیں بنائی ہیں۔

سوال:-

اگر ہم اصلاح نہیں کر سکتے تو علیحدہ تو بیٹھ سکتے ہیں؟

جواب:-

آپ اپنے آپ کی اصلاح کریں اور دعا کریں کہ یارب العالمین ان کو اکٹھا کر دیں۔ آپ نے اور کچھ نہیں کرنا۔ یہ مہربانی کرو۔ جب بھی آپ کچھ کریں گے غلطی کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ مہربانی کریں' آرام کریں اور سب کے

لیے دعا کریں کہ یارب العالمین مسلمانوں میں ایک وحدت پیدا فرما۔ اللہ خود ہی یہ پیدا فرمائے گا۔ آپ لوگوں کو تبلیغ سے بچاؤ۔ مسلمان مسلمانوں میں تبلیغ نہ کریں بلکہ مسلمان مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ تو تبلیغ نہ کرو۔ آپ کی زندگی کا آدھا سفر تو ہو چکا ہے۔ پتہ نہیں دنیا کی کتنی زندگی رہتی ہے' دو چار ایٹم بم چل گئے تو سب ختم ہو جائے گا۔ اب جو کچھ ہے اس میں نئی زندگی بنالو' ماضی کو کچھ نہ کہو۔ اگر سلسلہ قادریہ چلا ہوا ہے' ایک آدمی قادری ہے تو جو کچھ ہو چکا ہے اس کو تو رہنے دو۔ اب کسی سلسلے کو ماضی کے حوالے سے دوبارہ کچھ نہ کہو۔ یہ آج کل جو نو وارد علومِ دین والے ہیں وہ کسی پرانے واقعے کو اس انداز سے بیان کریں گے کہ مسلمانوں میں انتشار ہو مثلاً کربلا کا واقعہ۔ یہ آج کل کے مولوی کا فن ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ یہ فتنہ شروع نہ کرو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ جو ہو چکا ہے وہ ٹھیک ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جو سارا ماضی آ چکا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اب کی بات کرو۔ حال کی بات کرو۔ اس لیے بعض عالم دین جو حصہ ماضی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں وہاں شرارت ہوتی ہے۔ وہ ماضی کی ایسی بات پیدا کریں گے کہ حال پریشان ہو جائے گا۔ لہٰذا ماضی کو As it is قبول کرلو۔ یہ جو کچھ ہے یہ ہمارا ہی ماضی ہے۔ اب ہم حال کے حوالے سے چلتے ہیں' جتنے کلمہ پڑھنے والے ہیں یہ سب مسلمان ہیں' یہ سب مل کے کوئی اسلامی کام کریں۔ 1947ء میں کیا اچھا واقعہ ہوا تھا؟ ایک اسلامی کام ہو گیا۔ اس لیے قائداعظم سب سے بڑا مسلمان تھا۔ اس نے تہجد نہیں پڑھائی' نماز نہیں پڑھائی' ذکر کی محفل نہیں کرائی بلکہ ایک اسلامی کام کر دیا' اسلام کی ایک جماعت بنا دی۔ کون سی جماعت؟ Creation

of a country تو ایک کنٹری بن گیا۔ اب آپ یہ بات دیکھیں کہ وہ کیا واقعہ تھا۔ یا پھر مخالف یہ کہیں گے کہ قائداعظم نے گمراہی پیدا کی' کہ جس آدمی میں اتنا اسلامی شعور نہ ہو کہ اس وقت داڑھی رکھ لیتا اور ملک اس وقت اس کے حوالے کرتا جو اسلام میں سب سے اچھا تھا۔ تو کئی لوگ مخالف تھے۔ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد کو یہ دقت تھی کہ یہ لوگ اسلام نافذ نہیں کر سکتے' اگر یہ لوگ اسلامی ملک بنا رہے ہیں تو پھر خیر نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ان میں اسلامی تشخص نہیں ہے۔ جب اسلامی عمل ختم ہو جائے تو اسلامی تشخص کا کیا کرنا۔ پہلے آپ ان بزرگوں کو سلام کریں جو اسلامی تشخص لے کے بیٹھے ہیں اور ان لوگوں کو بھی پہچانیں جو کہ اسلامی عمل کر گئے۔ پھر دونوں کو ملا دیں۔ یہ مسئلے کا حل ہے۔ اس طرح تشخص بھی اسلامی ہو گا اور عمل بھی اسلامی ہو گا۔ سٹیٹ بھی بن جائے اور روحانی سٹیٹ بھی ہو جائے۔ پھر اسلامی عمل اسی طرح ہو گا جس طرح کہ ہونا چاہیے۔ اس طرح اگر ہو گیا تو پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یعنی کہ اچھا عالم دین ہو' مشائخ کرام میں بھی اچھا ہو اور اچھا اسلامی عمل کر جائے اور سٹیٹ کے اندر بھی اچھا انسان ہو۔ تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ تو رہنما کیسا آدمی ہو؟ اسلام سے صحیح معنوں میں باخبر ہو' ظاہر سے اور باطن سے باخبر ہو' سٹیٹ کے معاملات کو درست کر جائے اور سب لوگوں میں اجتماع پیدا کر جائے۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ ایسے آدمی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ایسا آدمی دے۔ تب جا کے آپ کے مسئلے مسائل حل ہوں گے۔

سوال:-

لوگ روتے مر گئے اس کی تلاش میں.....

جواب:-

آپ نے ڈھونڈا ہی نہیں۔ آپ اُسے ڈھونڈیں ۔ اپنا عمل نہ کریں۔ صرف دعا کریں۔ ڈھونڈنا نہیں ہے بلکہ صرف دعا کرنی ہے آپ نے۔ کیا دعا کرنی ہے آپ نے؟ کہ اللہ ایسا آدمی پاکستان کو دے۔ تو ڈھونڈنے نہ نکلنا کہ دس آدمی جماعت بنا کے ڈھونڈنے چل پڑیں۔ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ پاکستان کو ضرور عطا فرمائے گا۔ یہ آپ کو میں بتا رہا ہوں۔ پھر سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ کو بات سمجھ آئی کہ کیسا آدمی ہو؟ جتنے مشائخ کرام ہیں ان سب میں بہتر ہو' یا اس لیول کا مشائخ کرام میں سے ہو' علماء دین میں عالم دین ہو اور مفکروں میں مفکر ہو اور نیشن میں ایک اجتماع پیدا کر دے۔ اجتماع پیدا کرنا اس طرح آسان ہے کہ اگر کوئی زلزلہ آ جائے تو سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں' دریا آ جائے تو اکٹھے ہو جاتے ہیں' حادثہ ہو جائے تو سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ تو یہ قوم اکٹھی تو ہو سکتی ہے اگر کوئی مصیبت آ جائے' اگر ہندوستان کے بارڈر سے کوئی توپ چل جائے تو سب بھائی بن جاتے ہیں۔ آپ کو یاد ہے ناں 1965ء میں سترہ دن کوئی چوری نہیں ہوئی تھی۔ ہر جگہ ذکر فکر شروع ہو گیا' تھانوں میں ایف آئی آر درج ہونا بند ہو گئے۔ تو اللہ کی طرف سے وہ چیز پیدا ہو گئی۔ اور ایسا بھی ہوا کہ ایک دفعہ زلزلہ آیا' لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور چور اندر جا کے گھروں سے چوری کر آئے۔ یہ 1956ء کی بات ہے۔ اس لیے یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ زمانہ آئے جو آپ نے ابھی نہیں دیکھا' وہ زمانہ آ جائے تو پھر دلوں میں ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے۔ یہ زمانہ 1947ء میں تھا اور 1965ء میں چند دن رہا ہے۔ آپ کی کوشش سے

کبھی دل قریب نہیں آتے بلکہ یہ اللہ کے فضل سے قریب آتے ہیں۔اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور دل دلوں کی قریب آئیں' لوگ تبلیغ کرنا بند کردیں اور ایک دوسرے سے محبت کرنا شروع کردیں۔اللہ تعالیٰ فضل کرے۔

اور کوئی بات؟ کچھ پوچھ لو.....

سوال:-

جو کچھ آپ نے فرمایا اس میں یکسوئی کیسے پیدا کریں؟

جواب:-

یکسوئی ضرور پیدا کریں۔تنہا بیٹھا کریں' یکسوئی پیدا ہوگی۔اللہ کے فضل کو مانگا کریں اور اپنے باطن پر توجہ کیا کریں' اپنے دل پر توجہ کیا کریں۔یہ دعا کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ یکسوئی عطا فرمائے۔یہ اچھی بات ہے۔اگر محلے میں تھیٹر لگ رہا ہے تو یہ سمجھو کہ آپ کی اولادوں کے گمراہ ہونے کا وقت آ گیا۔جو کچھ ہو رہا ہے اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی تو اس کی وجہ سے آپ کی اولادوں پر بڑا مشکل وقت آئے گا۔قوم کو وی سی آر پر لگا دیا گیا ہے' قوم کو لگا دیا گیا ہے پیسے کے پیچھے۔سمجھ دار بندہ بھی بھاگا جا رہا ہے' آگے آگے پیسہ اور پیچھے پیچھے بندہ۔ہوس اور زر پرستی آ گئی ہے۔اچھے بھلے کاروبار والے بھی جھوٹ بولنا شروع کردیتے ہیں۔فیشن کے طور پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔گول مول بات کرنا شروع کردیتے ہیں۔مقصد یہ ہے کہ یہ ساری کی ساری فتنہ فساد کی کہانی ہے۔آج کل کا آدمی اپنے آپ کو اپنی ہستی سے غریب دکھاتا ہے۔اگر اللہ کا فضل ہے' کافی ملا ہوا ہے تو آرام سے گزارہ کرتے جاؤ۔بہر حال آج کل کا انسان پریشان ہے اور دقت میں ہے۔تو یہ اسلام کی اور

مسلمانوں کی بات ہے۔اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین نازل ہوتو پھر بات بنے گی۔ دعا کرو کہ آپ کو تسکین مل جائے۔ ورنہ تو یہ سارے کا سارا نظام معطل ہوا پڑا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ کی محافظ فوج ہے لیکن کہتے ہیں کہ آپ محفوظ نہیں ہیں۔ نگران پولیس ہے مگر ہر طرف ڈاکو پھرتے ہیں۔ بچوں کو کالج بھیجو تو یہ جھگڑا کرتے ہیں' سڑکوں پہ دیکھو تو جھگڑا کر رہے ہیں' بس والے کو یا ویگن والے کو باہر نکال کے آپس میں لڑتے جاتے ہیں۔قوم کو تو بنانا تھا مگر قوم نہیں بنی۔قوم' قوم نہیں بنی اور لوگوں نے اسلام سے یہ فائدہ اٹھایا کہ انہوں نے پیسے بنانے شروع کر دیے۔قوم کی تعمیر نہیں ہوئی ہے۔مشائخ کرام کا جو روحانی فرض تھا وہ بھی پورا نہیں ہوا۔علمائے دین آپس میں جھگڑتے ہیں' یہ مسجد تیری ہے وہ مسجد میری ہے' ایک کہتا ہے ''حق باہو مسجد'' دوسرا کہتا ہے ''چار یار مسجد'' ایک اور کہتا ہے ''اللہ والی مسجد''۔ یہاں ایک کانفرنس ہوئی تھی ''یارسولؐ اللہ کانفرنس'' اور دوسری تھی ''محمد رسولؐ اللہ کانفرنس''۔اب دونوں میں فرق ہے۔اگر کہیں کہ ایک ہی بات ہے تو وہ کہیں گے کہ ''یارسولؐ اللہ'' والے اور لوگ ہیں' ''محمد رسولؐ اللہ'' والے اور لوگ ہیں۔یعنی کہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا واقعہ ہوا پڑا ہے۔ ورنہ تو یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ جو شاہی مسجد کا خطیب ہو وہ شہر کا بھی امام ہو' پھر وہ قاضی سارے مسئلے حل کرتا جائے۔ اگر ایک جیسے ہوں تو۔ کیونکہ ایک جیسے نہیں ہیں' اس لیے کام نہیں بنا۔اس لیے یہ ساری دقت ہوئی پڑی ہے۔ان لوگوں کو اسلام پہ لگایا ہوا ہے اور انگریزی سکولوں کے پڑھے ہوئے آج بھی حکومت کریں گے۔آپ کو یہ سمجھایا ہوا ہے کہ اپنے بچے اسلامی سکولوں میں پڑھایا کرو۔اس لیے یہ فرق پڑ گیا ہے۔دعا یہ

کرو کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں میں خلوص پیدا کرے اور آپ وہ دَور دیکھیں جس دَور کے لیے پاکستان بنایا گیا۔ ابھی وہ دَور نہیں آیا اور آپ کو وہ دَور دیکھنا چاہیے۔ ابھی تو یہاں کے رہنے والے نفرت میں پڑے ہوئے ہیں' دعا کرو کہ آپس میں محبت پیدا ہو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پیسے کی محبت سے آزاد کرے' اس ضرورت سے بھی آزاد کرے۔ بہت پیسہ اکٹھا نہ کرنا۔ بس گزارہ کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کا گزارہ کرائے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کے پاس فالتو پیسہ کبھی جمع نہ ہو۔ فالتو پیسہ جمع کرنے کی ضرورت نہیں ہے' گزارہ ہونا چاہیے۔ اور آپ کو کوئی دِقت نہ ہو اور پیسے کی کمی محسوس نہ ہو۔ پیسے کو محبت کے طور پر جمع کرنا اور غرور کے لیے جمع کرنا جو ہے اس کی میری طرف سے کوئی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی میں آسانیاں عطا فرمائے اور آپ کو آگہی عطا فرمائے۔ تو پیسے سے آزاد ہو جاؤ اور آگہی حاصل کرو۔ نہ آپ کا اللہ پیسے سے مرعوب ہوتا ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کو پیسوں کی تمنا ہے' تو ان کے علاوہ آپ کی زندگی کیا ہے۔ آپ نے وہاں جانا ہے یا یہاں پر کسی سے مقابلہ کرنا ہے۔ سفر تو ادھر کا ہے۔ اس لیے اپنی اصلاحِ باطن کرو۔ اللہ تعالیٰ ساری آسانیاں عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف واصف علی واصفؒ

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھرے دلے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)
11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)
17	گفتگو۔4	(سوال جواب)
18	گفتگو۔5	(سوال جواب)
19	گفتگو۔6	(سوال جواب)
20	گفتگو۔7	(سوال جواب)

21	گنگو۔8	(سوال جواب)
22	گنگو۔9	(سوال جواب)
23	گنگو۔10	(سوال جواب)
24	گنگو۔11	(سوال جواب)
25	گنگو۔12	(سوال جواب)
26	گنگو۔13	(سوال جواب)
27	گنگو۔14	(سوال جواب)
28	گنگو۔15	(سوال جواب)
29	گنگو۔16	(سوال جواب)
30	گنگو۔17	(سوال جواب)
31	گنگو۔18	(سوال جواب)
32	گنگو۔19	(سوال جواب)
33	ذکر حبیبؐ	

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.org


گفتگو
۲۱
واصف علی واصف
۲۱

واصف علی واصف

گفتگو-21

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

دیوانگی کے بعد ملی مجھ کو آگہی
میرے جنوں نے مجھ کو دیا اِذن پیرہن

(واصف علی واصفؔ)

فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	آج کل مسلمان معاشرے اور کافر معاشرے کے کردار کو دیکھیں تو کافر معاشرے بہتر نظر آتے ہیں۔	21
2	وحدت الشہود کے نظریے کا کیا مقام ہے؟	33
3	میں نے آپ سے خودکشی کے بارے میں پوچھنا ہے_____	38
4	اگر کوئی انسان خودکشی کر گیا ہو تو کیا ہم اس کے لیے ایسا عمل کر سکتے ہیں جو اسے سکھ دے سکے؟	40
5	اپنی ذات پر اعتماد کیسے پیدا ہوگا؟	44
6	اس میں کیا راز ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم حقیر ہیں لیکن ہمیں دنیا کی نظر میں بڑا کرنا؟	46
7	سر! آپ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی پسندیدہ لوگوں سے ناپسندیدہ حرکت ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟	49

8 کیا آنسو بغیر وجہ کے بھی نکل سکتے ہیں؟ 51

9 اگر کوئی بہت ہی بیمار انسان یہ سوچے کہ مجھے باقی لوگوں کو تکلیف دینے کی بجائے خودکشی کر لینی چاہیے تو کیا وہ ضمیر کی اس آواز پہ جان دے سکتا ہے؟ 53

10 جناب! گزارش ہے کہ ہمایوں بیمار تھا اور بابر اس کے گرد پھیرے لگا رہا تھا تو کیا یہ ایثار ہے یا خودکشی؟ 54

11 گزارش یہ ہے کہ ایک خاتون اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرتی ہے اور پھر آگے اس کو سزا ملتی ہے _____ 56

12 ویسٹرن ورلڈ میں یہ ہوتا ہے کہ نہ ٹھیک ہونے والے کچھ مریضوں کو زہر دے دیا جاتا ہے' کیا وہاں کے مسلمان ڈاکٹروں کو یہ کرنا چاہیے؟ 57

13 ایسا مریض اگر یہ سوچتا ہے کہ میں سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوں' مجھے مر جانا چاہیے' تو کیا اس کا فعل اچھا ہے یا بُرا؟ 58

14 جو لوگ اپنے ضمیر کی خودکشی کرتے ہیں اس کا کیا گناہ ہے؟ 59

15 سوال یہ ہے کہ ضمیر کیا ہوتا ہے؟ کیا ضمیر کوئی Given چیز ہے یا یہ انسان کے علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے؟ 59

16 کچھ قبیلے ایسے ہیں کہ نوجوان چوری کر کے ہیرو بن جاتا ہے اور ہمارا نوجوان چوری کر کے خودکشی کر لیتا ہے۔ 61

17 بنیاد پرست اور اجتہاد کا کیا رشتہ ہے؟ 63

18 سر! یہ فتویٰ کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟ 65

19 اگر بعض اوقات اسلام کی رُو سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو؟ 65

20 میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟ 67

21 مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے اور آپ فرماتے ہیں کہ آنکھیں نہ دو۔ 68

22 کیا اندھے لوگوں کو خواب آتے ہیں؟ 69

23 جس طرح پورے آدم کا ضمیر ہے اسی طرح پورے آدم کا ایک شعور ہے' کیا اس میں سب کا حصہ ہے؟ 70

24 دل سے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟ 77

﴿2﴾

1 ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ____ 85

2 غیبت کے بارے میں بتا دیں ____ 102

3 آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟ 107

4 جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟ 112

﴿ 3 ﴾

1. ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟ 121

2 آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے ''مولائے کائنات'' استعمال کیا ہے۔ 129

3 فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں' خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے۔ 137

4 یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟ 140

5 زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟ 143

6 آپ سے دعا کی درخواست ہے۔ 147

7 بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔ 147

8 جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟ 149

9 یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟ 151

﴿ 4 ﴾

1 بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔اس کی کیا وجہ ہے؟اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟ 159

2 کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟ 165

3 وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟ 179

4 ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟ 181

5 میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔ 186

﴿ 5 ﴾

1 انسان کے حالات اس کے خیال کی رہنمائی کرتے ہیں یا اس کا خیال اس کے حالات بناتا ہے؟ 193

2 حضور پاک ﷺ کے اُمّی لقب ہونے پہ اخبارات میں جو آتا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ 196

3 یہ جو فرمایا گیا کہ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز مل جانے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ 205

4 میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے راستے بند ہو جاتے ہیں اور آگے رکاوٹ یا کھائی آ جاتی ہے۔ 206

5 میں سارا دن قرآن پڑھتا ہوں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سوتا ہوں تو پھر کیوں میرے رستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ 209

6 بعض اوقات ہم کسی کو راضی کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔ 213

7 ہم جو بھی کوشش کرتے ہیں آخر وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ 214

﴿ 6 ﴾

1 کیا اس دور میں دجال کا ظہور ہو سکتا ہے؟ 224

2 اللہ کے اس سفر میں مجھ میں پہلے اللہ کے نام سے محبت تھی جو اب حضور پاک ﷺ کے نام سے ہونے لگی ہے' کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟ 225

3 کیا مرشد کے پاس جانے کے لیے ضرورت کے علاوہ بھی کوئی اور خاص ذریعہ ہوتا ہے؟ 238

عرضِ ناشر

واصف صاحب قبلہؒ کے پاس لوگ اپنا سوال لے کر آتے اور پھر جواب حاصل کر کے چلے جاتے۔ یہ سوال نہ تو عام سوال ہوا کرتے تھے اور نہ ہی ان کے جواب۔ سوال اور جواب کی اس محفل کی ریکارڈنگ کو جب آواز سے الفاظ کی شکل دی گئی تو ''گفتگو'' کے عنوان سے کتابوں کا یہ سلسلہ چل نکلا جس کی نئی جلد آپ کے پاس ہے۔ ان کا اپنا ایک مخصوص و منفرد طریقہ تھا کہ وہ پہلے سے ہی یہ تعین کر دیتے کہ مجھ سے ایسا سوال کرو جو تمہاری ذات سے وابستہ ہو اور جس کے جواب سے تمہاری الجھن دور ہو۔ خالص علمی' سماجی اور دوسری نوعیت کے سوالوں کے متعلق آپ یہ کہتے تھے کہ بے شمار کتابیں موجود ہیں' ان میں تمہارے اس سوال کا جواب موجود ہے' مجھ سے وہ پوچھو جو وہاں نہ ہو اور جس کے ذریعے تمہارے خیال کی الجھن ختم ہو اور تمہیں اس زمانے میں اللہ کے راستے میں سفر کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اگر ہم غور کریں تو اس طریقے سے دو طرح کے سوال بنتے ہیں یعنی ذاتی اور غیر ذاتی۔ غیر ذاتی سوال کرتے وقت انسان کے ذہن میں کسی کی کہی ہوئی کوئی بات ہوتی ہے یا پھر کہیں سے پڑھی ہوئی کوئی چیز۔

یہ جو پڑھا اور سُنا ہوا ہوتا ہے وہ بیان کرنے والے شخص کے کردار، اس کے عقیدے، اس کی نیت اور اس کے علم کی وسعت کے مطابق ہوتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس بات کا اپنا ایک سیاق وسباق ہوتا ہے جو کہ پڑھنے اور سُننے والے کو پتہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اہم ترین بات یہ ہوتی ہے کہ سوال کرنے والے شخص کو بفرضِ محال اس کا صحیح جواب مل بھی جائے تو یہ اس کے اپنے اس مسئلے کا حل نہیں ہوتا جو کہ اس کی ذات کے اندر ہوتا ہے۔ ذات کے اندر جو سوال چھپا ہوتا ہے اس کا جواب حاصل کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ اگر یہ مسئلہ حل نہ ہو تو پھر اس شخص کے اندر وہ مسئلہ پلتا رہے گا اور اسے بے سکون اور مضطرب کرتا جائے گا۔ جب آپ یہ فرماتے کہ مجھ سے اپنا ذاتی سوال کرو تو پوچھنے والے کو ایک حوصلہ ہوتا تھا اور وہ اپنے مَن کی کھڑکی کھول دیتا تھا۔ جب خیال کے بند کمرے میں اس طرح کا دریچہ کھلتا تو پھر واصف صاحبؒ کی طرف سے ایک نسیم نو بہار چل پڑتی جس سے سوال پوچھنے والے کا مَن مہک اُٹھتا اور اس کے اندر کا خوابیدہ و لاغر انسان توانا ہو کر اپنے اصلی سفر کے لیے عازم ہو جاتا۔ یہ وہ خاص طریق تھا جو اس زمانے کی کمزور روحوں کو جگانے اور انہیں سکون و قرار دینے کے لیے قبلہ واصف صاحبؒ کو دیا گیا تھا۔ برسہا برس تک ظاہری علم اور وعظ کے بوجھ تلے دبا ہوا مسلمان جب اس طرح کی نعمت سے متعارف ہوا تو اسے یہ لگا کہ اللہ سے محبت اور اس کے حکم پر عمل اس زمانے میں بھی مشکل اور محال نہیں۔ یہ اس لیے ممکن ہوا کیونکہ قبلہ واصف صاحبؒ کو اللہ نے یہ علم دیا تھا کہ وہ انسان کے اندر موجود ایک اور انسان کو پہچان سکتے تھے اور یہ جان سکتے تھے کہ اس

کی روح کو اس کے من کو کہاں پر گرہ لگ گئی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اس گرہ کو کھولنے کے نادر فن سے بھی متعارف تھے۔ آج کے لوگوں کے مَن میں بھی ایسے سوال کسی نہ کسی گوشے میں چھپے ہوتے ہیں جو اپنا جواب نہ پا کر نا آسودگی کی حالت سے دوچار ہوتے ہیں۔ "گفتگو" کے اس سلسلے کی سب سے بڑی اہمیت یہی ہے کہ اس کے ذریعے مَن کی گرہیں بھی کھلتی ہیں اور روح کو آسودگی بھی ملتی ہے۔ دوسروں کو یہ راحت میسر آنا ہی ہمارے ادارے کا اصل انعام ہے اور یہی چیز "گفتگو" کے سلسلے کی آئندہ جلدوں کی اشاعت کا محرک ہوگی۔ انشاءاللہ۔

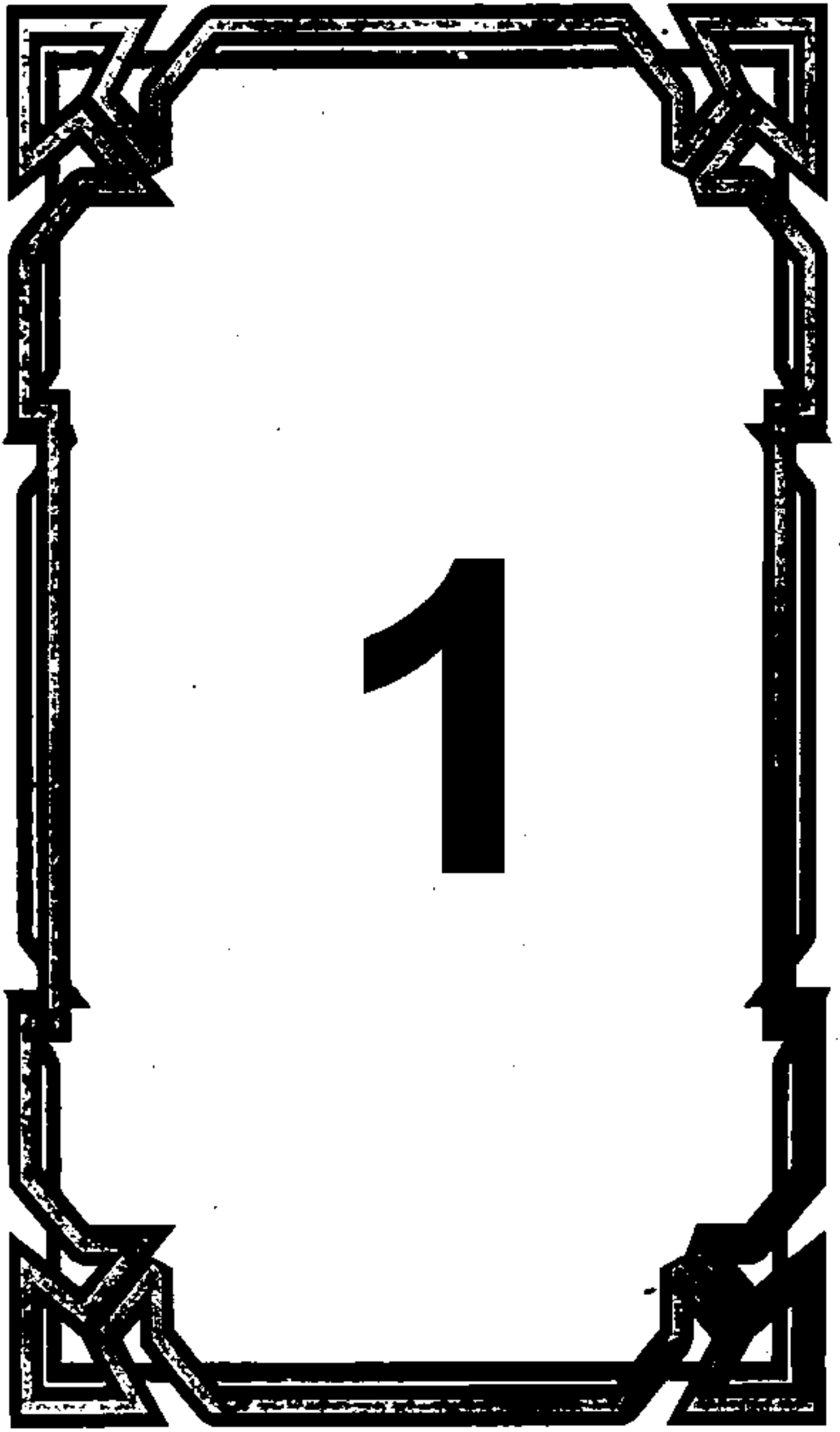
1

سوالات

1 آج کل مسلمان معاشرے اور کافر معاشرے کے کردار کو دیکھیں تو کافر معاشرے بہتر نظر آتے ہیں۔

2 میں وحدت الشہود کے نظریے کا کیا مقام ہے؟

3 میں نے آپ سے خودکشی کے بارے میں پوچھنا ہے_____

4 اپنی ذات پر اعتماد کیسے پیدا ہوگا؟

5 اس میں کیا راز ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم حقیر ہیں لیکن ہمیں دنیا کی نظر میں بڑا کرنا؟

6 سر! آپ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی پسندیدہ لوگوں سے ناپسندیدہ حرکت ہو جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

7 کیا آنسو بغیر وجہ کے بھی نکل سکتے ہیں؟

8 اگر کوئی بہت ہی بیمار انسان یہ سوچے کہ مجھے باقی لوگوں کو تکلیف دینے کی بجائے خودکشی کر لینی چاہیے تو کیا وہ ضمیر کی اس آواز پہ جان دے سکتا ہے؟

9 جناب! گزارش ہے کہ ہمایوں بیمار تھا اور بابر اس کے گرد پھیرے لگا رہا تھا تو کیا یہ ایثار ہے یا خودکشی؟

10 گزارش یہ ہے کہ ایک خاتون اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرتی ہے اور پھر آگے اس کو سزا ملتی ہے _____

11 ویسٹرن ورلڈ میں یہ ہوتا ہے کہ نہ ٹھیک ہونے والے کچھ مریضوں کو زہر دے دیا جاتا ہے' کیا وہاں کے مسلمان ڈاکٹروں کو یہ کرنا چاہیے؟

12 ایسا مریض اگر یہ سوچتا ہے کہ میں سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوں' مجھے مرجانا چاہیے' تو کیا اس کا فعل اچھا ہے یا بُرا؟

13 جو لوگ اپنے ضمیر کی خودکشی کرتے ہیں اس کا کیا گناہ ہے؟

14 سوال یہ ہے کہ ضمیر کیا ہوتا ہے؟ کیا ضمیر کوئی Given چیز ہے یا یہ انسان کے علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے؟

15 کچھ قبیلے ایسے ہیں کہ نوجوان چوری کر کے ہیرو بن جاتا ہے اور ہمارا نوجوان چوری کر کے خودکشی کر لیتا ہے۔

16 بعض اوقات ہم دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی دل آزاری نہ کرنے کے لیے غلط کام کر دیتے ہیں _____

17 بنیاد پرست اور اجتہاد کا کیا رشتہ ہے؟

18 سر! یہ فتویٰ کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟

19 اگر بعض اوقات اسلام کی رُو سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو؟

20 میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟

21 مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے اور آپ

فرماتے ہیں کہ آنکھیں نہ دو۔

22 کیا اندھے لوگوں کو خواب آتے ہیں؟

23 جس طرح پورے آدم کا ضمیر ہے اسی طرح پورے آدم کا ایک شعور ہے، کیا اس میں سب کا حصہ ہے؟

24 دل سے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟

سوال:

آج کل مسلمان معاشرے اور کافر معاشرے کے کردار کو دیکھیں تو کافر معاشرے بہتر نظر آتے ہیں۔

جواب:

مسلمان معاشرے کا قومی کردار اور قومی تشخص اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے قریب ہونا چاہیے۔ کچھ لوگوں کا مشاہدہ ہے جیسا کہ آپ کا بھی ہے کہ مسلمان جو ہے وہ بالعموم اپنے اسلامی تشخص اور کردار سے کچھ الگ سا نظر آتا ہے۔ فرض کریں کہ یہ بات صحیح مان لی جائے پھر تو زیادہ جواز پیدا ہوتا ہے کہ آپ میں سے کچھ لوگ اس بات پہ غور کریں اور اسلامی کردار پیش کریں۔ اب یہاں اس مشاہدے کی دو قسم کی تاثیر پیدا ہوگی۔ مشاہدہ کیا ہے؟ کہ مسلمان وہ کردار پیش نہیں کرتے جو کردار دوسرے پیش کرتے ہیں مثلاً آپ Preach کرتے رہتے ہیں کہ سچ بولو لیکن سچ وہ لوگ بول جاتے ہیں۔ تو یہ اس طرح کی بات ہے۔ اب یہاں اس بات کا تاثر کیا پیدا ہوگا اور تاثیر کیا پیدا ہوگی؟ کچھ لوگ کہیں گے کہ اسلام کو چھوڑ دو اور دوسرے لوگ کہیں گے کہ اب تو ہمیں زیادہ اسلام سازی کی ضرورت ہے تاکہ ہم وہ اسلام پیش کریں' اس کا ازسرنو

Review کیا جائے اور اسے Renew کیا جائے۔ اسی سوال کے جواب کے طور پر ہم لوگ بشکل محفل آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ سوال یہی بنیادی ہے کہ کیا ہم اس بین الاقوامی معاشرے میں' دنیاوی نظام میں' من حیث الملت' کردار کی شکل میں کوئی مقام رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے؟ اس سے پہلے کہ کوئی جواب نہ ہو' ہم ایک کوشش کر لیں۔ اس کوشش میں آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنا ساتھ بھی دیں۔ آپ کا سوال تو ٹھیک ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ دو صدیوں کی غلامی نے کہیں نہ کہیں کوئی اثر پیدا کیا ہے۔ وہ حکمران جو باہر کے لوگ تھے انہوں نے کہیں نہ کہیں ہمارے اندر کوئی ایسا طبقہ پیدا کیا ہے جو کرداری طور پر کمزور تھا اور اختیاری طور پر بڑا تھا۔ مثلاً جو ملت فروش تھا اس کو جاگیر دے دی۔ انگریزوں نے بھی ایسا کیا۔ ملت فروشوں اور دین فروشوں کو انہوں نے Pedestal پر کھڑا کر دیا اور پھر نتیجہ یہ ہوا کہ ملت فروشی جو ہے وہ ایک روٹین بن گئی۔ تو انگریزوں نے یا ان آقاؤں نے یہ کام کیا کہ اس قوم کو یا اس گروہ کو اختیار میں بلند کر دیا جو ملت فروش تھا' کردار فروش تھا اور دین فروش تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ گروہ حکومت کرتا رہا اور دین فروشی ہوتی رہی اور کردار فروشی ہوتی رہی۔ اس گروہ کے پاس اتنا اختیار تھا کہ باقی لوگ اس کا جواب نہ دے سکے۔ اب اس بات کو دور کرنے کے لیے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ جو لوگ کسی طور پر اختیار میں ہیں وہ یہ کام کریں۔ اختیار کیا ہوتا ہے؟ آپ لوگ پہلے یہ سمجھ لیں۔ مثلاً انسان کی شکل بھی اختیار ہے' صورت بھی اختیار ہے' علم اختیار ہے' دماغ اختیار ہے اور جاگیر بھی چھوٹا سا اختیار مانی جا سکتی ہے۔ تو اور بھی بہت سارے اختیارات ہیں۔ آپ اندازہ

لگائیں کہ اگر ایک چھوٹا سا مشاہدہ کبھی آپ نے کیا ہو مثلاً ایک پرندہ جسے تیتر کہتے ہیں اگر اس کا ایک ساتھی پنجرے میں بند ہو تو دوسرا ساتھی پیچھے پیچھے آ رہا ہوتا ہے۔ اس دوسرے پرندے کو بند کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود بخود ہی آ رہا ہے۔ تو یہ بھی اختیار ہے یعنی پنجرے میں بند کا یہ اختیار ہے کہ آزاد آزادی بھول گیا۔ تو بعض اوقات یہ بھی اختیار ہوتا ہے۔ تو ایسے ایسے اختیارات ہوتے ہیں۔ آپ لوگ یہ دیکھیں کہ جو کردار کا دعویٰ کرنے والا ہے وہ محروم ہے اور جو سُننے والا تھا اس نے کردار اپنا لیا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ اب یا تو اس قوم کو Wipe out کر دیا جائے اور نئی قوم لائی جائے یا پھر ان کی اصلاح کی جائے۔ اب مشاہدہ یہاں آ کر رُک گیا ____ تو فیصلہ کیا ہونا چاہیے؟ کہ اس قوم کا کردار معدوم ہو گیا ہے اور جب کردار معدوم ہو جائے تو قوم کو معدوم ہو جانا چاہیے کیونکہ کردار ہی قوم ہوتا ہے۔ لہٰذا یا تو اس قوم کو معدوم کر دیا جائے یا پھر اسے ایک چانس دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ لوگ ہماری اس بات کی تائید کریں گے کہ اسے ایک چانس اور ملنا چاہیے۔ تو مسلمانانِ عالم کو یا کم از کم مسلمانانِ خطہء پاکستان کو یا کم از کم ایک چھوٹے سے گروہ کو ایک چانس ملنا چاہیے تا کہ وہ اس کردار کو پا سکیں جو وہ کھو چکے ہیں اور جسے دوسرے لوگ اختیار کر چکے ہیں اور تاثیر رکھتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر آپ کہتے ہیں کہ کمال ہے کہ مسلمان تو ہم ہیں لیکن ہم تو صرف باتیں کرنے والے ہیں ____ تو مسلمان کو ایک چانس اور ملنا چاہیے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ ایک چانس اور ملنا چاہیے تو ہم اس سوال کے جواب کی کوشش میں عمل کا آغاز کریں اور ہم اپنے کردار کو ایسا بنائیں

کہ جھوٹ نہ بولیں' صداقت قائم کریں اور یہ بتا دیں کہ صداقت اور امانت کے آغاز سے ہی یہ دین بنا ہے۔ تو آپ اس دین کو صداقت اور امانت میں ہی رکھیں۔ اگر آپ میں سے کوئی ایک گروہ' ایک طبقہ یا ایک آدمی یہ فیصلہ کر لے کہ ہم اس دین کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں اور وہ ایسا کر لیں تو یہ سوال کچھ عرصہ کے بعد اپنا جواب پا سکتا ہے۔ اس کی وجہ کوئی دوسری نہیں ہے بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ خرمستی ہے' بد مستی ہے' وجہ آسائش ہے' وجہ یہ ہے کہ مسلمان کو آخرت کا خیال نہیں ہے' مسلمان نے دین کو ایک ایسا نظام بنا لیا ہے کہ جس کو وہ ماننے میں پوری طرح مائل نہیں ہے۔ جب تک انسان جواب دہی کا خیال نہ کرے اس کے عمل میں بگاڑ رہے گا۔ جب اُسے محسوس ہو گا کہ یہ عارضی زندگی ہے اور اس کے بعد میں نے جواب دہ ہونا ہے' اس دن اللہ کہے گا کہ تم لائے جاؤ گے میرے پاس اور پھر میں یہ کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔ پھر انسان کو بات سمجھ آئے گی۔ تو اللہ مہربانی فرمائے۔ اس کے لیے ہم دوبارہ کوشش کرتے ہیں کہ ہم اس سوال کا جواب بن سکیں۔ اس کا جواب زبانی دینے والا نہیں ہے بلکہ یہ کردار کا جواب ہے اور یہ کردار سے ہی ہو گا۔ یہ میرا مشاہدہ ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ کچھ ایسے لوگ آج بھی موجود ہیں' کچھ طبقات ایسے موجود ہیں جو یہ احساس رکھتے ہیں اور یہ سوال کرنے والا انسان خاص طور پر خود ہمارے حق میں ایک ووٹ ہے۔ تو یہ سوال ایک احساس ہے۔ یہ سوال کون کر رہا ہے؟ احساس والا! وہ کہتا ہے کہ کافروں کے پاس صداقت ہے لیکن ہمارے پاس صداقت نہیں ہے۔ تو اس احساس اور شعور کا بیدار ہو جانا اور

احساسِ زیاں ہو جانا بذات خود ایک راستے کا آغاز ہے۔ یہ سوال کہ ہمارے پاس صداقت کیوں نہیں ہے' تو جب وہ کہے گا کہ کیوں نہیں ہے تو پھر وہ کہے گا کہ آؤ کسی طرح یہ حاصل کریں' کسی عہدِ رفتہ کو دیکھیں۔ پھر کہے گا کہ اس کو حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے۔ یہ کب سٹارٹ کریں؟ آج ہی۔ کس قدم سے؟ آج ہی سے۔ کن لوگوں میں؟ حال کے لوگوں میں۔ تو یہاں سے کام سٹارٹ کیا جاتا ہے۔ جب احساس پیدا ہو گیا تو پھر کوشش کی جائے تو عمل بھی پیدا ہو جائے گا۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ یہ کافروں میں ہے یا مومنوں میں' کافروں اور اسلام میں جنگ نہیں ہو رہی بلکہ جنگ ہو رہی ہے کردار کی اور کردار کھو دینے والوں کی۔ جس کے ہاں کردار ہے اس کی تعریف ہے اور جس کے ہاں کردار نہیں ہے اس کے لیے افسوس ہے۔ کردار پیدا ہو جائے تو یہ اللہ کا فضل ہو گا۔ اس کا آغاز ہو سکتا ہے۔ کوشش بہر حال کی جائے۔ بااختیار شخص جو ہے وہ جواب دہ ہے کیونکہ جو بااختیار ہے وہ نمونہ بن جاتا ہے' تقلید کا باعث بن جاتا ہے۔ انگریزوں نے یہ کیا تھا کہ بااختیار کو بے کردار بنایا تھا یا Otherwise کر دیا کہ بے کردار کو بااختیار بنا دیا۔ اس لیے آپ کوشش کریں کہ بااختیار لوگ باکردار بھی ہوں۔ بااختیار کا میں نے بتایا تھا کہ وہ کئی طرح کا ہوتا ہے' جو آدمی جتنا دائرہ تاثیر رکھتا ہے اتنی ہی اس کی جواب دہی ہے۔ چھوٹا آدمی جو تنہائی میں جھوٹ بولتا ہے اس کا تھوڑا جھوٹ ہے اور جو محفل میں جھوٹ بولتا ہے اس کا زیادہ جھوٹ ہے' جو قوم کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے اس کا وہ جھوٹ بہت بڑا ہو جائے گا اور جو دنیا کے سامنے جھوٹ بولے گا اس کا جھوٹ دنیا جتنا بڑا ہو گا۔ اس لیے اسی طرح کی جواب دہی ہو گی

جس طرح کا اختیار ہوگا۔ تو یاد رکھنا کہ آپ کی جواب دہی آپ کے اختیار کے مطابق ہوگی۔ جتنا بڑا اختیار ہوگا اتنی زیادہ جواب دہی ہوگی۔

آگے بولیں ____ صمدانی صاحب بولیں ____

سوال :

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

جواب:

شعر میں ایک خوبی یہ ہے کہ اس میں ''تجھ'' کا لفظ آیا ہے۔ اس شعر میں ''اُس'' کا لفظ نہیں آیا بلکہ ''تجھ'' کا لفظ آیا ہے۔ اس لیے اسے سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔ جب تک آپ کے ذہن سے ''اُس'' کا لفظ نہیں نکلتا' تھرڈ پرسن نہیں نکلتا' تب تک یہ سوال ڈائریکٹ نہیں ہوتا۔ اُسے ''تُو'' کہنے کے لیے ''مَیں'' سے نکلنا پڑتا ہے اور جب ''مَیں'' سے نکل گیا تو سوال آسان ہوگیا۔ پھر آپ سوال کر سکتے ہیں کہ جب تیرے علاوہ کچھ نہیں ہے تو پھر یہ ہنگامہ کیا ہے۔ اب ''ہنگامے'' کی تشریح جو ہے ان لوگوں کو پتہ ہے جو کہتے ہیں کہ ''غلغلہء الاماں'' اور ''شور حریم ذات میں''۔ اور پھر یہ بات چلتے چلتے ہمہ اوست تک جا پہنچے گی۔ وہاں پہنچنے سے پہلے اس کی ایک وارننگ ہے اور ہمارے ہاں اس کے دو اعلان آئے۔ ایک تو تحقیق کے ساتھ اللہ' کہ تیرے علاوہ موجود نہیں ہے' ہمہ صفت موصوف کائنات' ذرہ ذرہ کائنات کا گواہی دے رہا ہے' بلبل سے پوچھا تیرا گانا کیا ہے اور گُل سے پوچھا کہ تیرا رنگ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ ھواللہ

ھو ــــــــ تو ایک تو یہ طریقہ ہے تحقیق کا اور وابستگی کا۔ دوسرا ہے اَمر۔ اَمر کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے بارے میں جتنا کچھ بتایا اتنا ہی وہ ہے ہر چند کہ اُس سے زیادہ ہی ہوتا ہے۔ ہمارے لیے موزوں یہ ہے کہ رسالت کے ذریعے توحید کو سمجھیں کیونکہ توحید ہمارا تجربہ نہیں ہے اور یہ ہماری دریافت نہیں ہے۔ تو یہ نہ تجربہ ہے اور نہ دریافت۔ تو توحید جو ہے ہمیں رسالت کے ذریعے ملی ہے۔ ہمیں پتہ چلا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ فرض کرو کہ دو ہوتے تو کیا تھا مگر بتایا ایک ہی گیا ہے اور ایک بھی ایسا ایک کہ جس کا دوسرا ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ اور جب ''ایک'' آپ کی زندگی میں وارد نہ ہوا ہو ایک کی واردات نہ ہو تو آپ کو دو ہونے کا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر یہ بتایا گیا کہ اگر اللہ دو ہوتے تو یہ فیصلہ کرتے کہ یہ کائنات کس کی ہے اور آخر میں ایک ہی رہ جاتا۔ یہ بتایا گیا کہ وہ ایک ہے اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے۔ اگر سمجھ نہ آئے کہ وہ کیا ہے تب بھی یہ بات صحیح ہے۔ اول سمجھ آئے گا تو آخر سمجھ آئے گا۔ چلو اول سمجھ آ گیا یا آخر سمجھ آ گیا تو پھر ظاہر اور باطن کیسے سمجھ آئے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ظاہر بھی وہ ہو اور باطن بھی وہ۔ بلھے شاہؒ بھی یہ کہنے لگے کہ ؎

جے میں تینوں باہر سمجھاں تے اندر کون سماناں
جے میں تینوں اندر سمجھاں تے باہر کس نوں جاناں

اس طرح بلھے شاہؒ کے اندر جھگڑا پڑ گیا کہ اگر میں اسے اندر سمجھوں تو پھر باہر کون ہے اور باہر اگر ہے تو پھر اندر کون ہے۔ اس نے کہا پھر فیصلہ یہ ہو گیا کہ اندر بھی تو ہے باہر بھی تو ہے بلکہ میں بھی تو ہے۔ اگر ''مَیں'' جو ہے وہ ''تُو'' بنے تو پھر آپ

کے سوال کا جواب آتا ہے۔ "ہمہ اوست" کے اندر ایک باریک نکتہ ہے' اس کو آپ پہچان لیں۔ ہمہ اوست کا مطلب ہے ہر چیز میں جلوہ ۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بلیٰ وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

وہ آپ ہی الست کہتا ہے اور خود ہی بلیٰ کہتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے روحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے کہا ہاں تو ہی ہمارا رب ہے۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ تب ہم تھے بھی اور نہیں بھی۔ سوال بھی وہ ہے اور جواب بھی وہ۔ پھر یہ واقعہ لوگوں نے لکھا ۔

کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

تو وہ کبھی بادشاہی کر رہا ہے اور کہیں گدائی پہ چلا ہوا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمہ اوست کے مطابق تو ساری کائنات وہی ہے مگر اس میں یہ نکتہ غور والا ہے کہ ہمارا اللہ ہماری واردات نہیں' ہمارا مشاہدہ نہیں اور ہمارا تجربہ نہیں بلکہ یہ ہمارا علم ہے' اس معلوم کے ساتھ جو ہمارے پیغمبر ﷺ کا بتایا ہوا ہے۔ باریک نکتہ یہ ہے کہ ہمہ اوست میں اگر ابلیس کا مقام سمجھ آ جائے تو پھر ہمہ اوست کا ماننا جائز ہے یعنی کہ ابلیس کا شعور ہو جائے۔ تو پھر یہ کہنا ٹھیک ہے کہ ۔

یہ جہاں آئینہ روئے منست

تو یہ وہ "ہنگامہ" ہے جس کے بارے میں آپ نے سوال کیا۔ جس کو ابلیس کی آگہی نہیں ہوئی وہ اگر ہمہ اوست کا خیال کرے گا تو برباد ہو جائے گا۔ یہاں پر "برباد" سے کم لفظ کوئی نہیں ہے بلکہ اس سے بڑھ کر لفظ ہو سکتا ہے۔ تو یہ شعور ضرور ہونا چاہیے کہ ابلیس کیا ہے' شیطان کیا ہے' تو پھر ہمہ اوست کا مطلب ہے کہ وہ بھی "وہ" ہے اور یہ بھی "وہ" ہے' وہ خود آپ ہی ہے۔ تو ابلیس کا مقام اور ہے۔ وہ باغی ہے اور باغی کا مقام آپ جب تک نہ پہچانیں آپ ہمہ اوست کو نہیں جان سکتے۔ ہمہ اوست کا دوسرا نکتہ جو ہے وہ یہ ہے کہ ہمہ اوست اس وقت سمجھ آتا ہے جب "میں" جو ہے وہ میں نہ رہے۔ پھر تو یہ آپ کو ہر روز سمجھ آ سکتا ہے۔ آپ کو اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ اگر کوئی شخص کسی قسم کی Intoxication سے متعلق ہو جائے' چاہے وہ مستی خیال ہو' مستی حال ہو' مستی زر ہو' مستی طاقت ہو' مستی جاہ ہو' کچھ بھی ہو' اُسے پتہ ہوتا ہے کہ یہ اپنی ذات سے باہر جانے کا مقام ہے اور وہ اپنی ذات سے غافل ہو جاتا ہے۔ اپنی ذات سے غافل ہو جانے والے پر اس غفلت کے دوران اگر یہ ابلاغ ہوتا ہے کہ یہ ساری کائنات اس کا جلوہ ہے تو پھر وہ ہمہ اوست کہہ سکتا ہے۔ ذکر میں محو ہونے والا کہہ سکتا ہے کہ یہ بھی ہم ہیں اور ہم بھی ہم ہیں' ہم بھی تو ہے اور تو بھی تو ہے اور یہ ساری کائنات ایک جلوہ ہے' پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے جب کہ تجھ بن کوئی موجود نہیں۔ تو موجود کہاں ہونا چاہیے؟ وہاں بھی اور یہاں بھی اس ذات میں۔ جب وہ ذات میں موجود ہو گا تو یہ انا الحق کا مقام ہے۔ تو اس شعر میں غالبؔ نے کہا کہ جب کہ یہاں بھی تجھ بن کوئی موجود نہیں ہے تو پھر مجھے کیا علم دے رہے ہو کہ تیرے بغیر

اور کوئی نہیں ہے' پھر یہ ہنگامہ کیا ہے' میں تو مانتا ہوں اور مجھ سے بہتر کون مانے گا کہ میرے اندر تو موجود ہے۔ پھر تو یہ سوال بنتا ہے۔ مگر اس میں یہ وارننگ ہے کہ ابلیس کو' شیطان کو سمجھ لینا چاہیے۔ ایک کہانی سن لو۔ ایک تھا درویش' اس کے پاس علم زیادہ تھا۔ وہ ایک پیر خانے میں گیا۔ پیر صاحب ہمہ اوست کی تعلیم دے رہے تھے۔ ان کے آگے ان کا ایک مرید بیٹھا ہوا تھا۔ درویش نے اس مرید کو سلام کیا اور کہا کہ تُو تو آج مجھے ایسے لگ رہا ہے جیسے اپنے پیر کے برابر ہو۔ مرید نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ' کہاں پیر صاحب اور کہاں ہماری ذات' ہم خاک راہ اور وہ بلند نگاہ۔ تو اس نے کہا کہ تو پیر بننے سے تو گریز کر رہا ہے مگر اللہ بننے کے لیے تو تیار ہے۔ ہمہ اوست کی اس وقت سمجھ آتی ہے جب باپ' باپ نہ رہے' ماں' ماں نہ رہے' استاذ' استاذ نہ رہے اور پیر' پیر نہ رہے بلکہ تو بھی تو نہ رہے۔ سب کچھ غائب ہو جائے۔ ہمہ اوست کا یہ مقام کب آتا ہے؟ یہ ہے روح کا مقام لم یلد ولم یولد روح کا باپ کوئی نہیں' روح کا بیٹا کوئی نہیں' روح کی دنیا' وابستگی' کاروبار کچھ نہیں ہے۔ جب آپ اپنے مقام روح پر آ جائیں تو پھر ہمہ اوست کو پہچان سکتے ہیں' Otherwise نہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر آپ اپنے مقام روح پر ہوں اور آپ کی ٹانگ پر آپریشن کر دیا جائے تو بھی آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہے۔ تو یہ مقام ہے ہمہ اوست کو پہچاننے کا۔ پھر آپ اس وقت کہہ سکتے ہیں کہ ۔

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ورنہ آپ یہ کہیں کہ یا رب العالمین ہم معذرت کرتے ہیں اور سوال

نہیں کرتے۔ یہ کون سا مقام ہے یعنی مقامِ روح۔ ایک شاعر نے اس کے لیے شعر کہا ہے ؎

جب نیاز و ناز کی حد سے گزر جاتا ہوں میں
اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں

تو وہ ذات بننے کے لیے یہ ذات تحلیل ہونی چاہیے۔ اگر یہ ذات تحلیل نہیں ہوتی اور کوئی دعویٰ کر دیتا ہے تو اُسے گولی مار دو۔ اگر بچ گیا تو پھر وہ وہی ہے' نہیں تو وہ جھوٹا تھا' سزا پا گیا۔ ہمہ اوست کا یہی علاج ہے۔ وہ تو خود ہی بولتا ہے۔ بزرگوں نے تحلیل کا منع کیا ہے۔ داتا صاحبؒ نے اسے حلول کا نام دیا ہے اور حلول کا منع کیا ہے۔ وہ تو اپنے اندر خود ہی بولتا ہے۔ دعویٰ نہیں ہے۔ اگر بولتا ہے تو گولی مار دو' اللہ ہے تو نہیں مرے گا اور مر گیا تو سمجھو کہ جھوٹے کو سزا ہو گئی۔ پرانے زمانے میں یہ کرتے تھے کہ جادوگروں کو جلا دیتے تھے یا دریا میں ڈبو دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ اگر یہاں سے بچ گئے تو گولی مار دیں گے۔ ان کو دونوں طرح سے مرنا پڑتا تھا۔ اس لیے انا الحق کا مقام کیا ہے؟ انا الحق کا مقام یہ ہے کہ جب آپ اپنے آپ میں نہ رہیں بلکہ مقامِ رُوح پر آ جائیں' باپ تک یاد نہ رہے۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی کی شادی ہو گئی اور وہ اپنے پیر صاحب کے بھانجے بھی تھے۔ یہ پاک پتن شریف کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں آپ کی بیوی ہوں۔ انہوں نے کہا بیوی کیسی' کبھی اللہ کی بیوی ہوتی ہے؟ تو وہ خاتون جل گئیں۔ یہ پورا تاریخی واقعہ ہے اور یہ واقعہ صابری سلسلے کا آغاز ہے۔ تو وہ حیرت کا ایسا مقام ہے کہ وہاں کوئی انسان

نہیں ہوتا' نہ ماں اور نہ بچہ۔ اگر وہ مقام ہو تو پھر آپ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ ؎

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ورنہ بہتر یہ ہے کہ اُس سے کہیں کہ تو خدا ہے' ہم تیرے بندے ہیں' ہم سے غلطی ہونا ممکن ہے' آپ کو معاف کرنا زیب دیتا ہے' ہمیں معاف فرما۔ سوال جواب کا یہ سلسلہ وہی کرے جو ایک بار اپنے آپ سے بے نیاز ہو جائے' پہلے والدین سے اجازت لے اور پھر بیوی بچوں سے۔ پھر اسے اجازت ہے' یہ تجربہ کرنے دیا جائے ورنہ نہیں ____ تو یہ اچھا سوال ہے کہ ؎

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

پھر یہ سوال یوں بنتا ہے کہ جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود' پھر میرے اندر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے۔ یہ سوال یوں ہے۔ یہ اندر والا ہنگامہ ہے۔ اب اس ہنگامے کا انتظام کرو۔ ہنگامہ یہ ہے کہ یا مَیں نہیں یا پھر تُو نہیں' اگر تُو ہے تو میں نہیں' جب تک میں ہوں تُو نہیں۔ یہ پوری توحید ہے۔ توحید کیا ہے؟ جب تک آپ کا شعور موجود ہے آپ اللہ تک نہیں پہنچ سکتے اور جب وہاں پہنچ گئے' تو شعور نہیں' آگہی نہیں۔ اللہ آگہی نہیں ہے بلکہ اللہ جلوہ ہے ____ آگہی تو ہو نہیں سکتی۔

سوال:

لیکن اللہ خالق تو ہے ____

جواب:

خالق تو اللہ خود ہی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ مِن رُوحی۔ خالق اور مخلوق تو

دو ہیں۔ روح تو مفردات کی انتہا ہے۔ روح مخلوق کہاں ہے' یہ تو اَمر ہے۔ اس کا خالق اللہ آپ ہی ہے۔ روح اس کی طرف سے ہے۔ غالبؔ کی طرح اب یہ نہ کہنا کہ ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

سوال:

اس سلسلے میں وحدت الشہود کے نظریے کا کیا مقام ہے؟

جواب:

پہلے تو یہ دیکھو کہ یہ ساری کائنات اس کی ذات کا جلوہ ہے بلکہ اس کا دیدار اس کائنات کے جلووں میں ہے۔ جب آپ اللہ کی تلاش میں نکلے اور چاند کو دیکھا تو آدھا جلوہ مل گیا۔ یہ Actual ذات کا جلوہ ہے۔ چاند کو' سورج کو' درخت کو' پھول کو' گلاب کو' حُسن کو' جمال کو' طاقت کو اور قدرت کو دیکھنا جلوہ ہے۔ تو قدرت کی ساری صفات جلوہ ہیں۔ سبحان اللہ سبحان اللہ! یہ دریا کیسا ہے اور یہ شور کیسا ہے' یہ سب ذات کے جلوے ہیں بلکہ جلوے کے ساتھ ذات کا بھی پورا خیال رہے' تو یہ وحدت الوجود ہے' وحدت الشہود کا مطلب یہ ہے کہ Everything is from Him. 'سب چیزیں اس کی طرف سے ہیں اور وہ خود نہیں ہے۔ وہ تو جلوہ گر ہے اور جلوے پیدا کر رہا ہے۔ پیدا کرنے والا اور پیدا ہونے والی چیزیں دو ہیں۔ وہ نور نواز ہے آپ کی نگاہوں کے لیے اور چاند سورج کو نور عطا کرتا ہے۔ وہ خود آپ موجود نہیں ہے بلکہ اس کا اَمر موجود ہے' اس

کا اَمر چل رہا ہے اور وہ خود نہیں چل رہا۔ اس لیے اس کو وحدت الشہود کہا گیا کہ ہر چیز جو ہے وہ صفات کا جلوہ ہے اور ذات کا جلوہ نہیں ہے۔ وحدت الوجود یہ ہے کہ ذات کا جلوہ ہے اور صفات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ تو دونوں میں یہ فرق ہے۔ پھر وحدت الشہود سے وحدت الوجود کا ایک راستہ نکالا گیا' یہ بعد میں آنے والے کچھ بزرگوں نے کیا۔ انہوں نے کہا یہ تو آسان بات ہے اور سب کو پتہ ہے کہ ؎

عیاں کا رابطہ ہر حال میں قائم نہاں تک ہے

کیا یہ مکمل شعر آپ نے سُنا ہے؟ ؎

حقیقت عالم امکان میں حسن بیاں تک ہے
یقیناً اعتمادِ یار اپنے ہی گماں تک ہے
نہیں معلوم غیروں کو صفات و ذات کا رشتہ
عیاں کا رابطہ ہر حال میں قائم نہاں تک ہے

تو یہ جو صفات ہیں ان صفات کے ذریعے سفر کرتے کرتے آپ ذات تک پہنچ جاتے ہیں۔ گویا کہ وحدت الشہود جو ہے یہ وحدت الوجود کی طرف ایک آسان Step ہے۔ آپ دونوں کو ہی چھوڑو اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے اَمر کا جو راستہ ہمیں بتایا وہی راستہ سب سے اچھا ہے۔ ان کا کہنا مانو۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ سمجھ آئے کہ نہ آئے' اُسے آسانی سے مان لو۔ اللہ کی تحقیق کے لیے سر نہ کھپانا۔ اللہ جو ہے وہ ملنے والی بات نہیں ہے بلکہ Obey کی جانے والی ذات ہے۔ آپ اسے Obey کرو اور اس کے فضل سے دنیا کو جانو۔ بلکہ یہ

آسان سارا ستہ ہے کہ "اللہ کو جان لو دنیا کو جان لو اور اپنا راستہ لو"۔ آپ لوگ دنیا کو مان لیتے ہو اور اللہ کو جاننا چاہتے ہو یعنی ماننے والی چیز کو جانتے ہو اور جاننے والی چیز کو مانتے ہو۔ تو یہ بڑی مشکل بات ہے۔ یہ دنیا جاننے کے قابل ہے مثلاً یہ کہ آپ کون ہو' آپ کا نام کیا ہے' آپ کا چہرہ خوب صورت کیوں ہے' آپ کے پیچھے کیا واقعات ہیں ____ تو یہ زندگی ہے۔ اگر کبھی اللہ آپ کو بنفس نفیس مل جائے اور وہ آپ سے پوچھے کہ کیا چاہیے تو آپ کا جو بھی تقاضہ ہوگا' جو بھی سوال ہوگا' جتنا مرضی سوال بنا لیں' آخر کار وہ سوال آپ کے پسندیدہ چہروں کے گرد گھومے گا۔ اگر دولت مانگیں گے تو بھی ان لوگوں کے لیے جو آپ کو پسندیدہ ہیں' آپ کہیں گے کہ یہ ہمارے معصوم بچے ہیں۔ تو جو آپ کے پسندیدہ چہرے ہیں آپ ان کے لیے تمام تگ و دو کر رہے ہیں۔ تو اللہ کی طرف سے انسان کو سب سے بڑی عطا انسانی چہروں کی پسند ہے' وہ باپ کا ہو' ماں کا ہو' بھائی کا ہو' بیوی کا ہو' بیٹے کا ہو یا کسی اور کا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ اس دنیا میں اپنے پسندیدہ گروہ کے ساتھ زندگی کا سفر کرنا اور پھر رخصت ہو جانا۔ حتیٰ کہ جنازہ بھی پسندیدہ لوگوں کا مرتب کیا جاتا ہے اور وصیت کی جاتی ہے کہ فلاں آدمی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔ تو وہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی کو منع کر دو کہ وہ میرے جنازے پر نہ آئے۔ اس لیے ہمارا سارا سفر پسندیدہ انسانوں کا ہے۔ تو آپ لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' اس کو مان لو اور اپنے پسندیدہ چہروں کو اپنے قریب قریب دیکھا کرو یا دیکھنا چاہا کرو۔ اس طرح آپ کا سفر کٹ جائے گا۔ یہ بڑی عبادت گاہ ہے اور اس میں بڑا حاصل ہوتا ہے۔ تو

وحدت الشہود بہت اچھی بات ہے اور یہ صفات کا سفر ہے یعنی Qualities of God یعنی اللہ کی صفات' مثلاً یہ کہ وہ واحد کیسے ہے' احد کیسے ہے' اول کیسے ہے' آخر کیسے ہے۔ تو یہ اس کی صفات کی بات ہے۔ اور جو وحدت الوجود ہے تو وہ کہتا ہے کہ "وہ خود ہی ہے"۔

تیرے سوا کوئی اور ہو تو ہم دیکھیں

تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں' بلکہ ہر طرف تُو ہی تُو ہے' مشرق مغرب سب تُو ہے۔ تو یہ بھی ایک واقعہ ہے۔ تو یہ وحدت الوجود ہے اور وہ وحدت الشہود ہے۔ یہ دونوں صحیح ہیں اور دونوں آپ کے لیے غیر ضروری ہیں۔ کیوں؟ کیونکہ دونوں کے لیے خاص قسم کا سائل چاہیے اور خاص قسم کا مسافر چاہیے۔ وحدت الوجود سمجھنے کے لیے وہ آدمی چاہیے جس کی ذات گم ہو چکی ہو اور وحدت الشہود کے لیے وہ آدمی چاہیے جو صفات کا پوری طرح کاربند ہو' اطاعت کرنے والا ہو ____ وحدت الشہود والے کو اگر پتھر لگے تو پتھر اس نے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اب وہ پتھر کے ساتھ نہ اُلجھے کیونکہ وحدت الشہود آ رہا ہے۔ مت اُلجھو۔ اور مارنے والے کا ہاتھ مت پکڑو بلکہ یہ دیکھو کہ یہ اَمر کس کا ہے؟ کہتا ہے کہ یہ پتھر اس آدمی نے مارا ہے۔ تو وہ کہے گا اس کو چھوڑ دو۔ اب اس کا کھیل مالک کے ساتھ ہے۔ وہ کہے گا کہ اے عالی قدر' اَمر دینے والی ذات' آپ نے ہمیں پتھر مروانا شروع کر دیئے' تیری اس دنیا میں ہمارے ساتھ یہ کیا سلوک ہو رہا ہے وتعز من تشاء و تزل من تشاء بیدک الخیر۔ اللہ کریم کا فرمان ہے کہ تیرے ہاتھ میں سب نیکی ہے یعنی کہ وہ آپ کی زبان سے اس طرح بولتا ہے جیسے آپ اس سے بات کر رہے ہوں۔ اس

نے آپ کو اس طرح کا بیان دیا ہے۔ تو آپ اپنا راستہ اس طرح بنائیں کہ یا تو اللہ کریم کی ذات میں گم ہو جائیں' یا اپنی ذات میں گم ہو جائیں' یا ہر بات کے پیچھے اللہ کا امر دیکھیں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ جس نے آپ کی بے عزتی کی ہے اس نے آپ کی کوئی بے عزتی نہیں کی ہے۔ بے عزتی کہاں سے آتی ہے؟ اللہ سے۔ یہ دونوں باتیں آپ کو مشکل لگیں گی۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم بے غیرت ہو جائیں گے اگر وہ ہماری بے عزتی کر دے اور گالی دے کر چلا جائے۔ جس نے یہ کہا کہ سب اللہ کی طرف سے آ رہا ہے تو پھر اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں ہوگی اور وہ کہے گا کہ ہم سب جانتے ہیں' وہ خود آ رہا ہے' یہ کھیل ہو رہا ہے ہمارے ساتھ' اور یہ واقعہ ہو رہا ہے۔ تو یہ وحدت الشہود ہے۔ اور وحدت الوجود کیا ہے؟ وہ خود ہی آیا ہے' ہم بڑے پریشان تھے اور وہ صبح صبح آ گیا' ہمارے ساتھ سفر کیا اور پھر کہتا ہے کہ میں جا رہا ہوں۔ سفر کیا اور پھر چلا گیا' وہ خود ہی ساری بات بتا گیا' آپ ہی تھا۔

اوہی یار کلھوکڑی رات والا
اج بھیس وٹا کے وَت آیا

وہی یار' Same۔ مطلب یہ کہ وہی تھا' وہی ہے اور وہی ہوگا۔ یہ واقعہ لوگوں نے بیان کیا کہ وہ ہر حال میں ہمارے ساتھ چل رہا ہے۔

اہلِ جہاں کو کیا خبر کون ہے کس میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں وہی تو ہے اصل میں راز ہے یہی

جو اس راز میں شامل تھے انہوں نے یہ شعر کہا۔ تو یہ ہو سکتا ہے' جس طرح کہ قطرہ

سمندر میں ہو۔ آسان راستہ کون سا ہے؟ نہ وحدت الوجود کا اور نہ وحدت الشہود کا۔ آسان راستہ صرف شریعت کا ہے' اللہ کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ آپ اس پہ چلتے جاؤ' انسانوں کو دیکھتے جاؤ' اللہ کو مانتے جاؤ' شکر کا کلمہ پڑھتے جاؤ ____ خیر خیریت سے سفر ہو جائے گا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ سارے فاصلے بیک وقت طے ہو جائیں گے ____

اب آپ بولو ____ اسحاق ڈار بولیں ____ اور کوئی بولے ____

سوال:

میں نے آپ سے خودکشی کے بارے میں پوچھنا ہے ____

جواب:

خودکشی ایسا جرم ہے کہ جب ہو جائے تو کوئی پکڑ نہیں ہے اور نہ ہو تو سزا ہے۔ تو خودکشی ایسی چیز ہے۔ خودکشی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی زندگی میں اس کی عطا کے خلاف بغاوت کی آخری سرحد ہے۔ آخری سرحد کا مطلب یہ ہے کہ ختم تو سب نے ہو جانا ہے مگر یہ شخص کہتا ہے کہ میں تیرا فیصلہ قبول نہیں کرتا۔ خودکشی یہ ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس آزمائش سے گزرو تو یہ کہتا ہے کہ ہم آزمائش سے نہیں گزرتے' یہ لے اپنی زندگی۔ یہ گستاخی ہے اور شریعت نے اس کو منع کیا ہے۔ اس کی وجہ؟ وجہ سمجھ لینی چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ آج تم جس واقعہ سے دوچار ہو کر خودکشی کر رہے ہو اس واقعہ کا تمہیں کل یقین نہیں تھا جب کہ کل خوشیاں منا رہے تھے اور آج خودکشیاں کر رہے ہو۔ عین ممکن ہے کہ آج خودکشیاں کرنے والا کل پھر خوشی میں واپس چلا جائے۔ چونکہ امکانات سے زندگی ہے اور کل آپ کو معلوم

نہیں تھا کہ اتنی مشکل میں سے قافلہ گزرے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آج کی مشکل کل جا کے آسان ہو جائے۔ تو کل کے امکانات کو کیوں روکتے ہو۔ خودکشی کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آج اگر آپ خودکشی کر لیتے ہو تو تا قیامت' آخری دم تک باغی کے طور پر گرفت میں رہو گے۔ ابلیس چاہے زندگی پالے' ابلیس کے لیے لعنت ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع کیا کہ آپ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان نہ کریں۔ یہ جان لینے کا عمل ہے۔ دوسرے کی جان لینا قتل ہے اور اپنی جان لینا خودکشی ہے۔ زندگی کو چلنے دیا کرو' مشکل ہے تو مشکل سے گزر جاؤ' تکلیف ہے تو تکلیف سے گزر جاؤ۔ اس کے سہارے۔ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس کے بعد کیا راحت ہے۔ اگر رات آئی ہے تو گھبراؤ ناں۔ کوئی رات ایسی نہیں آئی دنیا میں کہ جس کے بعد صبح نہ آئی ہو۔ یہ وقت گزر جائے گا اور گھڑی بھی گزر جائے گی۔ تھوڑا سا سفر ہے' ہمت کے ساتھ گزار لو۔ خودکشی کی وجہ کیا ہے؟ عام حالات میں ہم دیکھتے ہیں کہ پسندیدہ آدمی ناپسندیدہ حرکت کر گیا۔ ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے۔ یعنی وہ جو دوست تھا وہ جاتے ہوئے غیر دوستانہ عمل کر گیا۔ اس میں کیا بات ہے' وہ اس کا عمل ہے اور یہ ہمارا عمل ہے۔ دوسرے کی غلطی کی سزا اپنے آپ کو دینا تو دُہری سزا ہے۔ اگر آپ دوسروں کی غلطی کو دوسروں کی سزا کے لیے چھوڑ دو تو پھر وہ جانے اور اللہ جانے۔ اپنی قیمت خود نہ لگایا کرو۔ آپ اپنی قیمت اس طرح لگاتے ہیں کہ ''ہم معزز ہیں اور وہ ہماری بے عزتی کر کے چلا گیا' لہٰذا خودکشی کر لیتے ہیں''۔ اپنی قیمت لگانا چھوڑ دو' دوسرے کے عمل پر ناراض ہونا چھوڑ دو اور اپنی زندگی کو حوالے سے گزارو تو یہ کٹھن مرحلہ طے ہو جائے گا۔ اس

طرح آپ کا سفر آسان ہو جائے گا۔ اس میں عبادت کا سہارا لیا کرو' نماز اگر کسی اور کام آتی ہے یا نہیں آتی مگر خودکشی نہیں کرنے دیتی۔ یہ بہت ضروری بات ہے کہ آپ عبادت کے قریب رہا کریں۔ اس طرح انسان خودکشی سے بچ جائے گا۔

سوال:

اگر کوئی انسان خودکشی کر گیا ہو تو کیا ہم اس کے لیے ایسا عمل کر سکتے ہیں جو اسے سکھ دے سکے؟

جواب:

جو زندہ ہیں وہ اس کے لیے سب کچھ کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے استغفار کی جائے' اس کے لیے عبادات کی جائیں' اللہ تعالیٰ سے دعا کی شکل میں اس کے لیے سفارش کی جائے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی گرفت کم ہو جائے۔ مثلاً جو پرانے کافر مر گئے ہیں ان کے لیے بھی لوگ دعا کرتے رہے ہیں کہ یا اللہ ان کی بھی مغفرت کر دے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ مغفرت کر دے۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تو اس کی خودکشی کامیاب ہوئی ورنہ یہ کوشش ناکام ہو سکتی تھی_____

جواب:

یہ بات تو اس طرح سے ہے کہ شیطان نے بغاوت کی' اللہ کو منظور تھا تو بغاوت ہوئی ہے۔ فرض کریں منظور تھا' تو پھر اس کی سزا بھی منظور ہے۔ آپ نے اب خیر و شر کو نکال دیا اور صرف منشائے الٰہی کر دیا اور یہ کہا کہ اللہ کی منشاء ہے' اللہ

کی مرضی ہے کہ اس نے جان لے لی۔ اس بارے میں ایک چھوٹی سی کہانی سن لیں۔ کہانی یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے باغ میں گیا اور اس کا پھل کھانے لگ گیا۔ مالک آیا اور پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ کہتا ہے کہ اللہ کا بندہ' اللہ کی زمین میں' اللہ کے باغ سے' اللہ کی مرضی سے آم کھا رہا ہے۔ مالک نے کہا اللہ کا دوسرا بندہ' اللہ کی مرضی سے لاٹھی چلانے کا حق رکھتا ہے۔ پھر اُس کو مارا ____ بات اتنی سی ہے۔ اللہ کی یہی بات تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ جہاں اس نے حدود لگا دی ہیں تلک حدود اللہ فلا تقربوھا یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب مت جاؤ۔ تو آپ میں ان حدود کے قریب جانے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اگر آپ ان کے قریب جانے کے اہل نہ ہوتے تو پھر ثواب عذاب نہ ہوتا۔ عذاب کس بات کا اگر وہ نااہل ہے۔ کیا کبھی معصوم بچوں کے بھی گناہ ہوتے ہیں؟ جو ریٹائرڈ ہوں یا Superannuation میں ہوں' مرنے کے قریب ہوں تو ان کے کیا گناہ ہوں گے۔ گناہ تو عمر کا نام ہے اور اسی پہ اس نے حدود اللہ لگائیں تلک حدود اللہ۔ تو یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ خبردار ان کے قریب نہ جانا فلا تقربوھا مگر ساتھ ہی ان کے قریب جانے کی طاقت دے دی۔ کھیل یہی ہے۔ معافی تو ہو جائے گی مگر رونق یہ ہے کہ اس کی بتائی ہوئی حدود کے اندر رہ کر اپنی زندگی میں خوش خوش موجود رہو۔ اگر بے باک ہو جاؤ گے تو اس کو کیا فرق پڑے گا۔ اللہ کو گناہ ثواب کا کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ تمہیں فرق پڑے گا یعنی جس ذات کو تم نے مانا ہے اس کی بات کو نہیں مانا' اب اس حوالے سے جو Confidence پیدا ہونا تھا وہ نہیں ہوگا۔ تو اس پر اعتماد ختم ہو جائے گا اور آپ اپنے اندر چور محسوس

کرو گے کہ میں اسلام کا چور ہوں۔ جو بے باک ہو کے مان گیا اور غلطی کی معافی مانگ لی تو اُسے معافی مل جائے گی۔ تو اس غلطی سے آپ اپنے دین سے پیدا ہونے والے اعتماد کو کھو بیٹھیں گے۔ تو گناہ کا یہ اثر ہے۔

سوال:

لیکن اس کے احکامات بھی تو بہت وسیع ہیں۔

جواب:

احکامات وسیع تو ہیں لیکن جہاں واضح ہیں وہاں پہ رک جاؤ۔ جہاں پر وہ وسیع ہیں وہاں پر گنجائش لے لو گے تو کسی اور جگہ جا کے آپ کو پکڑ لے گا۔ اسلام آپ کا مزاج بناتا ہے۔ اگر آپ کا وہ مزاج بن جائے تو آسانی ہے ورنہ تو حبس ہے' Suffocation ہے۔ مزاج کیسا بنائیں؟ اس کے حال پر راضی' یعنی جو اس نے دیا ہے' اور اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو' غلطی ہو گئی تو معافی مانگ کے پار ہو جاؤ' اس کے ساتھ تکرار نہ کرنا' بس یہ کہنا کہ غلطی ہو گئی۔ بس استغفار ہو گیا۔ تکرار تو آپ اب کر سکتے ہو مگر جب وہ وقت آئے گا تو زبانیں بند ہو جائیں گی تو پھر؟ اس لیے اپنے گناہ کا جواز پیش نہ کرنا۔ یہ نصیحت ہے میری۔ کیا ہے؟ اپنی حماقتوں کو Justify نہ کرنا۔ اگر وہ کہے کہ یہ کیا کیا ہے تو کہو کہ غلطی ہو گئی۔ محمود اور ایاز کا ایک واقعہ ہے۔ لوگوں نے ایاز کے بڑے گلے کیے کہ تو اس کو پسند کرتا ہے' چاہتا ہے' ہم بڑے بڑے درباری' سرکاری ہیں مگر ہماری قدر نہیں ہے۔ محمود نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو۔ انہوں نے کہا آپ جہاں پناہ ہیں' عالم پناہ ہیں' یہ کیا بات کرتے ہیں۔ محمود نے

ایاز سے کہا کہ یہ ہیرا توڑ دو تو اس نے توڑ دیا۔ محمود نے غصے سے کہا کہ یہ تُو نے کیا کیا؟ ایاز نے کہا جی غلطی ہو گئی۔ محمود نے کہا اس نے میرا حکم نہیں توڑا' گرچہ ہیرا توڑ دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ حکم ماننے کا طریقہ ہے۔ اگر وہ کہے تو یہ کام کر لو۔ اور اگر کہے کہ رک جاؤ تو پھر آپ رک جاؤ۔ وہ کہے کہ یہ دو کلمے پڑھو تو اس طرح آپ کا نکاح ہو گیا۔ اگر نکاح نہ ہوتا تو گناہ تھا۔ فرق اور تو کچھ نہیں ہے' صرف اَمر کا فرق ہے۔ آپ اگر اَمر کے ساتھ چلو گے تو عمل کا جواز پیدا ہو گیا اور اگر آپ اَمر سے باہر ہو رہے ہیں تو یہ گناہ بن گیا۔ ورنہ گناہ ثواب تو ہے ہی کوئی نہیں۔ کائنات میں نہ کوئی گناہ ہے اور نہ ثواب ہے مگر جب وہ حکم لگا دے تو پھر وہ گناہ بن جاتا ہے۔ وہ اگر آزاد کر دے تو وہ عمل ہے' گناہ کوئی نہیں ہے۔ کیا چوری کوئی گناہ ہے؟ اللہ نے دوسرے کا مال اُٹھانے سے منع کر دیا ہے ورنہ تو یہ ایک طریقہ ہے پیسہ لینے کا۔ کیا طریقہ تھا؟ کہ اپنے گھر میں پیسہ نہیں ہے تو دوسرے کے گھر سے اُٹھا لو۔ لیکن اللہ نے منع کر دیا کہ یہ نہ کرنا۔ تو یہ چوری بن گئی۔ عام طور پر ضرورت کو جیسے چاہیں پورا کر لیں لیکن جب اللہ نے کہا کہ یہ کام نہ کرنا' تو اب یہ گناہ ہے۔ اگر حکومت منع کرے اور آپ وہ کرو تو وہ جرم کہلاتا ہے اور خدا منع کرے تو Avoid کرو کیونکہ یہ گناہ کہلاتا ہے۔ بات صرف اتنی ساری ہے۔ ورنہ تو سارے فطری عمل ہیں۔ نہ اس میں کوئی گناہ ہے اور نہ ثواب ہے۔ جہاں اُس نے منع نہیں کیا وہاں سے راستہ لے لو۔ اس کی سزاؤں میں سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ انسان میں بے یقینی پیدا ہو جائے۔ دنیا میں کسی انسان کے لیے سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اس کے اندر Confidence ختم ہو جائے۔ یعنی اپنی

ذات میں اعتماد ختم ہو جائے' اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگ جائے' اندر سے ٹوٹ جائے' باہر سے خراش بھی نہ ہو اور اندر سے پاش پاش ہو جائے۔ یہ بڑی سزا ہے۔ اس زندگی میں آپ یقین کے ساتھ یہ یاد رکھنا کہ اگر آپ کا اپنی ذات میں اعتماد پیدا ہو جائے تو پھر سب برحق ہے۔

سوال:

اپنی ذات پر اعتماد کیسے پیدا ہوگا؟

جواب:

اس کے کئی طریقے ہیں۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کسی کی بات پر اعتماد کرو اور اعتبار کرو اور اس سے پوچھو کہ آپ کا انجام بخیر ہونے والا ہے کہ نہیں۔ یہ اس سے پوچھیں جس کو آپ گرو کہتے ہیں ۔

پوچھ اس سے جو منظور ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

اسی زندگی میں آج کے دن آپ زندہ ہیں اور بڑے وثوق کے ساتھ زندہ ہیں۔ تو اب اعتماد کی اور کیا بات ہو۔ آپ ان باتوں کے باوجود زندہ ہیں جن باتوں پر انسانوں کے دل فیل ہو جاتے ہیں۔ اس دور کے اندر' ان حالات میں اگر زندگی دینے والا آپ کے ساتھ ہے تو بڑی بات ہے۔ جس کا آج کا دن خیریت سے گزر گیا اس کے لیے یہ بڑی بات ہے۔ جس کو اپنے جیسا کائنات میں اور کوئی نہ ملے اب اس کو اور کیا چاہیے۔ اس نے تم جیسا بندہ ہی نہیں بننے دیا۔ یعنی کہ وہ خود تو وحدہ لاشریک ہے ناں' اس نے تمہیں بھی یکتا بنایا' ایسی شکل والا بنایا کہ اس

طرح کی اور شکل نہیں ہے' نہ ماضی میں' نہ حال میں اور نہ مستقبل میں۔ وہ انسان کے چہرے کو اتنی یکتائی عطا کرنے والا ہے' تو آپ کو اور کیا چاہیے۔ وہ کہتا ہے کہ کائنات میں کوئی بھی شکل تم جیسی نہیں ہوگی' کبھی بھی نہیں۔ اللہ وہ پیمانہ ہی توڑ دیتا ہے' وہ سانچہ ہی توڑ دیتا ہے۔ یہ کمال کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے۔ یہ کنفیوژن پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ ہم Teeming millions ہیں' یہ انسان کے بچے' یہ کیڑے مکوڑے ہی ساری کائنات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے لامحدود فاصلے بنائے' ستارے بنائے' خوب صورت کائنات بنائی' انسان دیکھ دیکھ کے بَول کھاتا ہے۔ کئی ستارے اتنے ٹھنڈے ہیں کہ خیال بھی یخ ہو جائے اور کئی اتنے گرم ہیں کہ خیال کھول جاتا ہے اور انسان اُڑ جاتا ہے۔ اتنی خوب صورت کائنات بنانے والے نے انسان کو بنایا۔ اور اس نے خود ارشاد فرمایا کہ یہ اشرف المخلوقات ہے' یہ احسن تقویم ہے' یہ میری کائنات کی تخلیق کا سبب ہے۔ یہ مقام اس نے آپ کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ تمام مخلوقات میں انسان is the best اور یہ The Crown of creation ہے۔ پھر اللہ نے کہا کہ مذاہب میں میرا سب سے پسندیدہ مذہب اسلام ہے۔ انسانوں میں اللہ میاں کو سب سے زیادہ پسندیدہ انسان حضور پاک ﷺ ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ پہلے تو آپ انسان ہیں' پھر آپ حضور پاک ﷺ کے قریب ہیں' ان کے ماننے والے ہیں۔ اللہ کے لیے اس سے زیادہ قرب اور کسی کو نہیں ہے۔ تو آپ کے لیے بڑی بات ہے کہ ایک تو انسان ہیں' پھر حضور پاک ﷺ کی امت سے ہیں اور جیسے بھی ہیں ان کے نام لیوا ہیں۔ یہ آپ لوگوں پہ بڑا احسان ہے۔ اپنے آپ پہ اعتماد

قائم رکھیں۔ آپ کو اگر اللہ نے سزا دینی ہوتی تو یہودیوں کے گھر پیدا کرتا۔ شکر کرو کہ اس نے آپ کو مسلمان پیدا کیا ہے۔ وہ آپ کو سزا نہیں دینا چاہتا۔ آپ سے اس کو محبت ہے' آپ بھی اس کے لیے محبت کا کوئی پیغام دو۔ آپ کو تو بار بار محبت کسی مُردار چیز سے ہوتی ہے اور آپ جمع مالا و عددہ مال جمع کرتے ہیں اور گنتے رہتے ہیں۔ اگر گنتی سے باہر نکلیں تو بات سمجھ آئے گی۔ محبت جو ہے وہ اعتماد سے گزرے گی' ضرور گزرے گی۔ اپنے آپ پر اعتماد رکھو' اپنے ماضی پر' اپنے حال پر اور اپنے مستقبل پر۔ پھر آپ کے لیے راستہ آسان ہو جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

اس میں کیا راز ہے کہ ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہم حقیر ہیں لیکن ہمیں دنیا کی نظر میں بڑا کرنا؟

جواب:

کسی شخص کی زبان سے یہ کہلوانا کہ وہ حقیر ہے' یہ دراصل مغرور لوگوں کو ٹھیک کرنے کا راستہ ہے' ان کا غرور توڑ دیا گیا۔ وہ جو اپنے آپ کو فرعون وقت کہتا تھا اس کو یہ کہنا چاہیے کہ ایک ناچیز ذرہ آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہے۔ لیکن جو پہلے ماننے والا ہے اس کے لیے "حقیر" کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب سے زیادہ برابری کا پیغام دینے والے پیغمبر ہیں' انسانوں کو قریب قریب لانے والے' مساوات سکھانے والے۔ ان پر سلام ہو اور درود ہو۔ جو لوگوں کو مساوات کا پیغام دیتے ہیں اس پیغام کو دینے کے لیے کسی اونچے پلیٹ فارم پر

کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ انہوں نے کیا پیغام دیا؟ کہ ہم سب برابر ہیں۔ کہاں سے پیغام دیا؟ ذرا بلندی پہ کھڑے ہو کے۔ اب یہ واقعہ جو ہے یہ مجبوری ہے۔ اب آپ طریقت میں چلے جائیں' ایک بزرگ نے فرمایا ہے ۔

مریدی لاتخف اللہ ربی

اے میرے مرید کوئی خوف نہ کر' اللہ ہمارا رب ہے۔

دنیا کے جتنے موسم ہیں ہمارے پاس ہیں' ہمارے گھر سے گزر کے جاتے ہیں' ہماری اجازت کے بغیر کوئی موسم آ نہیں سکتا۔ یہ ہماری شان ہے۔ ما اعظم شانی۔ کسی کی کیا مجال ہے کہ ایسے آ جائے۔ تو وہ ایسے درویش ہیں جو اپنی کیفیت میں یہ کہہ رہے ہیں۔ کیا کہہ رہے ہیں؟ کہ ہم تو کوئی چیز نہیں ہیں لیکن موسم ہمارے گھر سے گزرے گا' فیصلہ ہمارے حال سے ہوگا' قوت ہماری ہے' مشرق ہمارے ہیں' مغرب ہمارے ہیں' ہمارے بس سے کسی چیز کے باہر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ہم خاکسار ہیں۔ اب ''خاکسار'' کا لفظ اگر لگا دیا تو کیا فرق پڑا۔ یہ کیا ہے؟ یہ ہے قادری۔ اور چشتی بھی بڑے خاکسار ہیں' بابا صاحبؒ کتنے درویش ہیں' نحیف و نزار' فاقے' بڑے کمزور ____ اور یہ کہہ گئے کہ موسیٰ منم عیسیٰ منم ____ مطلب یہ کہ آرام سے کہہ گئے کہ سارا واقعہ جو ہے ہم خود ہی ہیں۔ تو طاقت کا یہ مقام ہے کہ ہم خود ہی ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم کمزور لوگ ہیں' عاجز ہیں' ہم کیا کریں..... بہشتی گیٹ ان کے گھر پہ لگا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم عاجز ہیں۔ تو یہ لوگوں کو بتانے کے لیے ہے اور ان کا تکبر توڑنے کے لیے ہے۔ یہ لوگ بڑے بڑے طاقت ور اور Confident تھے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر

آپ کا اللہ پر بھروسہ Shake نہ ہو تو پھر Humility کی ضرورت نہیں ہے یعنی کہ خاکساری کرو لیکن اپنی ذات کی توہین نہ کرو؟

سوال:

میں وثوق والوں کی بات کر رہا ہوں' حضور پاک ﷺ کی دعاؤں میں بھی ایسا ہے_____

جواب:

حضور پاک ﷺ کی دعا بالکل بجا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ Humility اور چیز ہے' توہین ذات اور چیز ہے' اپنی ذات کا ارتقا اور چیز ہے۔ وہ فقرہ جب حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلے تو اس عاجزی کا مفہوم اور ہے' تم کہو گے تو اس کا مفہوم اور ہے۔ آپ نے اس کو فارمولا بنا لیا ہے' سزا دینے کے لیے۔ آپ پاؤں سے شروع ہوتے ہیں اور بندے کا سر پکڑ لیتے ہیں۔ خود کو ناچیز کہہ کے پتہ نہیں کیا کیا چیزیں ظاہر کرتے رہتے ہو۔ اس لیے میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اپنی کسر نفسی اتنی نہ کرنا کہ آپ کی توہین ذات ہو جائے۔ یہ تو حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے آگے ناچیز ہیں۔ تو وہ مقام اور ہے۔ آپ اس طرح نہ کہنا کہ ہم رذیل ہیں' ہم کمینے ہیں' ہم تیری گلی کوچے کی خاک کا گرد و غبار ہیں۔ آپ انسان بھی بنے رہو ۔

اپنا بھی احترام تیری بندگی کے ساتھ

میں ذرا Different بات کر رہا ہوں۔ اس کو مان لو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعائیں کرو اور ضرور کرو لیکن اتنی عاجزی نہ کرو کہ بناوٹ لگے' نقلی لگے۔ بعض

دفعہ یہ اچھا نہیں لگتا۔ مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر عام طور پر اس طرح بات شروع کرتے ہیں کہ آپ لوگوں کے حالات پر مجھے رونا آیا' سیاست دانوں نے تمہارا کیا حال بنا دیا' ہم آپ کے حالات درست کرنے کے لیے آئے ہیں _____ مولانا رومؒ نے ایک کہانی لکھی تھی' شہباز کی' عقاب کی' شاہین کی۔ ایک بادشاہ کا باز اُڑتا اُڑتا ایک مائی کے پاس آ گیا۔ مائی نے اُسے دیکھا کہ بڑا پیارا پرندہ ہے۔ اس نے کہا کہ بیٹے تُو تو بڑا تھکا ہوا ہے' کہاں سے آیا ہے' تمہارے پر اُلجھے ہوئے ہیں۔ تو قینچی لے کے اُسے ٹھیک کیا۔ پھر دیکھا کہ اس کے ناخن بڑھے ہوئے ہیں' تو ان کو بھی ٹھیک کیا۔ پھر ٹیڑھی چونچ کو بھی ٹھیک کیا _____ اس طرح اس کو اُلو بنا دیا۔ یہ جو ہوتے ہیں ناں زلف تراش جو احسان کرنے کی شکل میں آتے ہیں وہ قوم کو ایک گِدھ بنا کے رخصت ہو جاتے ہیں۔ قوم کے اندر شاہین کی جھپٹ جو ہے یہ قائم رہنی چاہیے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ آپ اتنی بھی عاجزی میں نہ جائیں۔ آپ اعتماد میں آ جائیں۔ مغرور بھی نہ ہونا اور تھوڑی سی عاجزی میں بھی رہنا۔ اللہ نے یہ احسان کیا ہے کہ تمہیں انسان پیدا کیا ہے۔ اس کا شکر ہے۔ مسلمان پیدا کیا ہے' اس کا شکر ہے۔ اچھے زمانے میں پیدا کیا ہے' شکر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تمام بزرگوں نے یہ کہا ہے۔

سوال:

سر! آپ نے فرمایا ہے کہ کبھی کبھی پسندیدہ لوگوں سے ناپسندیدہ حرکت ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟

جواب:

پسندیدہ آدمی سے اس لیے ناپسندیدہ حرکت سرزد ہو جاتی ہے تا کہ اُسے پسندیدہ ہونے کا گمان نہ رہے۔ اُسے بتایا جاتا ہے کہ ؎

بڑے بھگوان بنے انسان بنو تو جانیں

تو انہیں انسان بنایا جاتا ہے۔ ورنہ تو انسان' بھگوان ہو جائے ؎

غلطی ایسی کہ سرزد ہو گئی
بات ایسی کڑی کمان کا تیر

ورنہ وہ آدمی تو بالکل Faultless تھا لیکن واقعہ ہی ایسا ہو گیا۔ پوچھا کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ بڑی غلطی ہو گئی' وہ سائل جب آیا تو میں نے پہچانا نہیں کہ کون تھا اور وہ ناراض ہو کے چلا گیا' روتا ہوا چلا گیا' دہائی دیتا ہوا چلا گیا۔ غلطی ایسی ہو گئی کہ وہ واقعہ Miss ہو گیا' تو کوئی نہ کوئی غلطی سرزد ہو گئی جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ انسان ہے۔ تو اس سے یوں غلطی سرزد ہوتی ہے۔ ایک بزرگ ہمیشہ وقت پر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ ایک آدمی آیا بزرگ صورت والا اور داڑھی والا اور اس کو جگایا کہ اٹھو نماز پڑھو۔ انہوں نے غور سے دیکھا کہ کون ہے جگانے والا۔ انہوں نے کہا شیطان لعین' تو کہاں سے آیا' تیرا کیا کام نماز کے لیے جگانا۔ اس نے کہا کہ جناب پچھلی دفعہ جب آپ کی نماز قضا ہوئی تھی تو آپ بہت روئے تھے تو زیادہ ثواب مل گیا تھا' میں برداشت نہیں کر سکتا' آپ وقت پر ہی پڑھ لیں۔ غلطی اس لیے ہوتی ہے تا کہ اس کو عروج کا راستہ ملے' رونے کا راستہ ملے۔ رونے کا راستہ جو ہے یہ عروج کا راستہ ہے۔ نیکی جو ہے یہ بعض

اوقات ثقیل بنا دیتی ہے' آپ کے آنسوؤں کو سلب کر لیتی ہے۔ ہمیشہ نیکی کرنے والے کی آنکھوں کے آنسو ختم ہو جاتے ہیں۔ تو جو آپ کو آنسو دے جائے اس کو سلام بولا کرو۔ چاہے وہ غم کے ہوں۔ جس نے بھی آپ کی آنکھ کو ایک آنسو دیا اس کو Retrospectively سلام ضرور لکھا کرو۔ تو اس لیے غلطی سرزد ہوتی ہے۔ کیوں؟ تا کہ یہ آدمی دل کا موم ہو جائے۔

سوال:

کیا آنسو بغیر وجہ کے بھی نکل سکتے ہیں؟

جواب:

آنسو اگر بغیر وجہ کے ہوں تو بھی ان کی وجہ نکل آئے گی۔ وہ بغیر وجہ کے نہیں ہوتے۔ بعض اوقات آنسو اجراء کرتا ہے اور پھر یہ کسی کام میں خود ہی لگا دیتا ہے۔ یہ دیئے ہیں' چراغ ہیں ۔

بچاؤ ان کو بچاؤ ان سے امید کے جگمگاتے مسکن

یہ وہ دیئے ہیں جو تجھ کو تیرے مقام سے آشنا کریں گے۔ شب تاریک میں ٹپکنے والے آنسو جو ہیں یہ مستقبل کے لیے روشنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے جو ہیں وہ یضحکوا قلیلاً و یبکوا کثیرا وہ تھوڑا ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ وہ زمین پر اترا کر نہیں چلتے۔ کسی نے کہا تو ہنس کیوں رہا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تُو رو کیوں رہا ہے؟ کہتا ہے کہ ہنسنے والی بات یہ ہے کہ یہ دنیا بڑی خوشگوار ہے' موسم اچھا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ رونے والی بات یہ ہے کہ یہ رونے والا موسم کب تک رہے گا۔ رونے والی بات تو آپ کو ہر

وقت مل جائے گی۔ تو جس بات پہ ایک خوش ہو رہا ہے دوسرا اسی پہ افسوس کر رہا ہے۔ خوش اس بات پہ ہے کہ بڑی رونق ہے' جگمگاہٹ ہے اور رونے کی بات یہ ہے کہ یہ شے کب تک ہے۔ اس لیے بے سبب کا بعد میں سبب آ جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بس یہ دعا کیا کرو کہ آپ کے آنسو جو ہیں قائم رہیں۔ زندگی میں ایسا واقعہ بعض دفعہ ہوتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ ؎

مجھ کو مجھ سے جدا کیا تُو نے
میرا بن کے یہ کیا کیا تُو نے

اور اس سے اگلا مقام یہ ہے کہ ؎

میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تُو نے

یہ غم کی انتہا ہوتی ہے جب آنسو ختم ہو جاتے ہیں۔ آنسو کا ہونا جو ہے یہ نارمل غم ہے' معلوم ہو یا نا معلوم ہو۔ آپ اپنے آنسوؤں کو محفوظ رکھو۔ مگرمچھ والے آنسوؤں سے بچنا۔ یہ نہ ہو کہ کوئی ذاتی نقصان ہو تو رونے لگ جاؤ۔ تو آنسو کا تعلق دل سے ہو اور دماغ سے کبھی نہ ہو۔ آنسوؤں سے کچھ Achieve کرنے کی خواہش چھوڑ دو۔ آنسو جب Instrument بن جاتا ہے' ہتھیار بن جاتا ہے' آنسو نکالتے ہوئے تقاضہ کرتا ہے' کوئی شے چاہتا ہے' کوئی خواہش پوری کرانے کے لیے' فقیر یا بھکاری کی طرح' تو وہ آنسو اچھے نہیں ہوتے۔ اصل آنسو وہ ہوتے ہیں جن کا حاصل بظاہر کچھ نہ ہو۔ وہ آنسو اچھے ہوتے ہیں جن سے رونے والا حاصل ہو۔ وہ آنسو اچھے ہوتے ہیں جب دو چیزیں ہوں' یا رات ہو یا حق کی

ذات ہو اور تیسرے آپ خود ہوں۔ تم' اللہ اور رات ـــــــ یہ تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو آنسو جائز ہیں وگرنہ مگرمچھ کے ہیں۔ اس سے بچو۔

سوال:

اگر کوئی بہت ہی بیمار انسان یہ سوچے کہ مجھے باقی لوگوں کو تکلیف دینے کی بجائے خودکشی کر لینی چاہیے تو کیا وہ ضمیر کی اس آواز پہ جان دے سکتا ہے؟

جواب:

اس بات پہ تو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے جس کا نام ''مجرم کا ضمیر'' ہوگا۔ کسی جیل میں سزا یافتہ سے انٹرویو کیا جائے کہ تو نے یہ جو قتل کیا ہے اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو تم کیا کرو گے؟ ایک کہے گا کہ میں دوبارہ اسے قتل کر دوں گا۔ ایک اور نے کہا کہ پہلے تو میں نے اسے ایسے ہی قتل کیا تھا لیکن اب دوبارہ میں اُسے اس لیے قتل کروں گا کہ اُس نے مجھے سزا سے گزارا ہے' پہلے تو وہ بلا سبب میرے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا اور اب تو سبب پیدا ہو گیا ہے۔ اس کو جو ضمیر کی آواز کہہ رہے ہیں وہ یہ دیکھیں کہ شہید اپنی جان ضمیر کی آواز پہ دیتا ہے۔ ایثار اور خودکشی میں فرق ہے۔ ایثار یا قربانی مانگنے والا کوئی ہوتا ہے اور خودکشی بن مانگے دینے والی بات ہے۔ خودکشی یہ ہے کہ تم نے خود اپنی ریڈنگ کر کے اپنی جان کی ہتھیا کر لی۔ ایثار تو طلب جوئی پر ہے کہ کسی ذات نے کہا کہ میرے لیے جان دے دو۔ اُسے خودکشی نہیں کہتے۔ خودکشی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر صرف ایک ہی Alternative رہ گیا ہے کہ جان دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے تو اس نے جان دے دی۔ خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ زندگی چلنا ممکن تھی اور اگر اس ممکن کو تم

نے روکا ہے اور زندگی کو ناممکن کر دیا ہے تو یہ خودکشی ہے۔ خودکشی کا مطلب ہے چلتے ہوئے پراسیس کو روکنا۔ اگر اس کے ذہن میں کوئی جواز ہے تو وہ جواز اللہ کے حکم کے ماسوا ہے۔ حکم یہ ہے کہ خودکشی نہیں کرنی اور جواز اس نے یہ بنا لیا ہے کہ خودکشی کی وجہ پیدا ہو گئی ہے۔ حالانکہ وہی وجہ ہے زندہ رہنے کی جو وجہ اس نے خودکشی کی بنائی ہے۔ مثلاً ابتلا ہے' پھر بھی زندہ رہو۔ اگر وہ یہ دیکھے کہ میری موت دوسرے کی زندگی کا باعث ہو سکتی ہے تو یہ ایثار اور طرح کا ہے۔ اس میں سب سے خوب صورت بات یہ ہے کہ خودکشی زندہ انسان کو منع کی جاتی ہے اور بہت سے مرنے والوں کو جو کہ خودکشی کر گئے انہیں نہیں کہا جائے گا کہ تم نے خودکشی کر لی' کسی کو ایثار میں رکھا جائے گا' کسی کو خودکشی میں رکھا جائے گا اور کسی کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔ لیکن تعلیم پھر بھی یہی ہو گی کہ اپنی جان اپنے ہاتھ سے کبھی نہ لو ____ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

سوال:

جناب! گزارش ہے کہ ہمایوں بیمار تھا اور بابر اس کے گرد پھیرے لگا رہا تھا تو کیا یہ ایثار ہے یا خودکشی؟

جواب:

تاریخ کی یہ بات میرے سامنے تھی اور میں ابھی آپ کو بتا چکا ہوں۔ تاریخ میں یہ ریکارڈ ہے کہ بابر نے پھیرے لیے لیکن اصل واقعہ کیا تھا' یہ سارا ریکارڈ میں نہیں آیا۔ بابر سے یہ کہا گیا کہ بیٹے کی جان بچ سکتی ہے اگر تو جان دے دے۔ تو اس سے یہ کہا گیا اور ایک پراسیس پورا کیا گیا۔ اگر آپ آج

سات چکر لگائیں تو آپ کے ساتھ یہ واقعہ نہیں ہوگا۔ اُسے کسی درویش نے کہا تھا کہ اگر یہ چاہتا ہے تو اپنی جان دے دے۔ وہ درویش دیکھ رہا تھا جو کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ فارمولا آج کل نہیں چلے گا کہ باپ جو ہے وہ بیٹے کی چارپائی کے گرد سات چکر لگالے تو باپ چلا جائے گا اور بیٹا اٹھ کھڑا ہوگا۔ یہ نہیں ہوگا' اب یہ مشکل ہے۔ بابر کو کسی درویش نے کہا تھا۔ وہ فارمولا اور تھا۔ بہرحال ہم خودکشی کو جواز نہیں بناتے' رعایت کر دیتے ہیں۔ رعایت یہ ہے کہ جس آدمی کو خودکشی کے علاوہ چارہ نہ ہو اس کو ہم خودکشی نہیں کہتے۔ رعایت کر دو وہ مر گیا۔ خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا Alternative ہے اور اس نے موت کو دعوت دی ہے یا اپنایا ہے' کسی کے کہے بغیر ____ تو یہ خودکشی ہے۔ اور اگر ایک ہی چوائس ہے کہ یہاں مرنا ہی پڑے گا' چپکے سے مر گیا تو ٹھیک ہے' اس کو رہنے دو۔

سوال:

1947ء میں لڑکیوں نے اپنی حفاظت کے لیے کنوؤں میں چھلانگ لگا دی' زہر کھایا' خود کو مار ڈالا تو وہ بھی تو ایک احسن طریقہ تھا ____

جواب:

وہ ان کے لیے جائز تھا۔ میں بتا رہا ہوں کہ یہ جائز ہے کہ مذہب کے لیے مر جانا' Honour کے لیے مر جانا' کنٹری کے لیے مر جانا۔ مقصد یہ کہ جہاں باقی رہنے کا چوائس ہو اور خودکشی کی جائے تو وہ نہیں ہونی چاہیے۔

سوال:

جیسے ابھی آزادی کا ذکر ہوا ہے تو وہ لڑکیاں جی سکتی تھیں۔

جواب:

یہ فیصلہ آپ نے نہیں کرنا بلکہ اس وجود نے کرنا ہے جو خودکشی کر رہا ہے۔ آپ میری بات نہیں سمجھ رہے۔ خودکشی اسی کو منع ہے جو کر رہا ہے' سننے والے کو تو منع ہی کوئی نہیں کیونکہ وہ تو کرے گا نہیں۔ جو آدمی اپنی جان لے رہا ہے اس آدمی سے پوچھا جائے گا کہ تیرے پاس Alternative تھا؟

سوال:

اس کے پاس بے عزت ہونے کا Alternative نہیں تھا۔

جواب:

تو اس نے بے عزت ہونا قبول نہیں کیا۔ اس کا الگ کیس بن گیا۔ یا وہ کہہ سکتا ہے کہ میری غیرت نے یہ بات قبول نہیں کی۔ تو پھر بھی حکم کیا ہو گیا؟ خودکشی نہ کرنا۔ ہر کسی کے لیے یہ حکم ہوگا۔ اس لیے حکم وہی چلے گا اور یہ سارے واقعات Exception میں آئیں گے۔

سوال:

گزارش یہ ہے کہ ایک خاتون اپنی عزت بچانے کے لیے خودکشی کرتی ہے اور پھر آگے اس کو سزا ملتی ہے _____

جواب:

میں نے کب کہا کہ اس کو سزا ملتی ہے۔ اس کو سزا نہیں ملتی۔

سوال:

مطلب یہ کہ اس کی خودکشی کا جواز ہے۔

جواب:

آپ بات نہیں سمجھے۔ آپ اُسے خودکشی کہہ رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک ہی Alternative تھا کہ اب یہاں سوچنے کی اور کوئی بات نہیں ہے بلکہ اب صرف موت کا راستہ ہے۔ اُسے موت نہیں آئی بلکہ یہ تو عزت قائم رکھنے کا راستہ ہے۔ آپ اسے خودکشی نہ کہیں۔ اس لائف میں رہنے والا' جو زندہ ہے اسے ہم بتا رہے ہیں کہ کبھی لائف میں اگر دِقّت ہو جائے تو آپ دِقت کی زندگی گزارو بشرطیکہ مذہب کے علاوہ نہ ہو۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ ایمان بکنے لگے تم خودکشی کر جاؤ۔ رشوت کا پیسہ لینے سے پہلے خودکشی کر جاؤ' یہ میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جہاں دو چائس ہوں وہاں اپنے اختیار کو استعمال نہ کرنا' موت اختیار نہ کرنا۔ وہ راستہ گزر سکتا ہے تو گزارو یعنی کہ مشکل راستہ۔ اور اگر مرنے والے کو وہ راستہ نظر نہیں آیا تو پھر اس کے پاس چائس نہیں تھا۔ اسے ہم خودکشی نہیں کہیں گے۔ سماج کے کہنے سے یہ نہیں ہوتا کہ وہ خودکشی کر گیا بلکہ خودکشی کا اور ہی لوگ آ کر فیصلہ کریں گے۔ یہ اللہ اور بندے کے مابین بات ہے کہ خودکشی ہوئی ہے یا ایثار ہوا ہے یا کچھ اور۔ زندہ انسان کو خودکشی کرنا منع ہے اور جو کر گیا اس کے کیس کا ابھی فیصلہ ہونا ہے۔ وہ اللہ اور بندے کے درمیان کی بات ہے۔

سوال:

ویسٹرن ورلڈ میں یہ ہوتا ہے کہ نہ ٹھیک ہونے والے کچھ مریضوں کو زہر دے دیا جاتا ہے' کیا وہاں کے مسلمان ڈاکٹروں کو یہ کرنا چاہیے؟

جواب:

وہ مریض زندہ رہنے کا تمام جواز ختم کر چکا ہوتا ہے' مشینوں سے پمپ ہوتا ہے اور مشینوں سے فیڈ ہوتا ہے' ٹیکوں ڈنڈا ہوتی ہے۔ انسان کو مشین بنا دیا جاتا ہے۔ اُسے تو مہ کہتے اور Coma چلتا جاتا ہے۔ پھر وہ سوچتے ہیں کہ کیا کریں؟ اس کے واپس آنے کا امکان نہیں ہوتا تو ان کا یہ خیال ہوتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ جواز بتائیں۔ ہمارے ہاں یہ ہے کہ اگر کوئی زندہ ہے تو اُسے مارنا نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے مریض کی میڈیکل ڈیتھ ہو چکی ہے' باقی تو اس کی Virtual life ہے' اس کو ہونے دو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر زندگی ہے تو اسے Kill نہ کرو یہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ نہیں رہ گیا' زندگی ختم ہو گئی ہے' صرف مشین رہ گئی ہے۔ تو اس کو مارنا یا نہ مارنا ان کی مرضی کی بات ہے۔

سوال:

ایسا مریض اگر یہ سوچتا ہے کہ میں سب کے لیے تکلیف کا باعث ہوں' مجھے مر جانا چاہیے' تو کیا اس کا فعل اچھا ہے یا بُرا؟

جواب:

آپ جب سوچیں گے تو اس نے بُرا کیا۔ آپ کے لیے تو یہ نصیحت ہے۔ اور جس نے یہ عمل کیا اس کا کیس ہم الگ Decide کریں گے۔ تو فارمولا یہ ہے۔ ایک آدمی نے کسی وجہ سے نماز نہیں پڑھی' فرض کریں وہ بڑا مصروف تھا' گھر میں چور آ گئے تھے اور بڑا ہنگامہ تھا' تو اس میں معروف تھا۔ جب آپ اُسے

دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟اس کو نماز پڑھنی چاہیے تھی۔ مطلب یہ ہے آپ فارمولا Change نہیں کر سکتے۔اس کو جواز نہیں بنا سکتے' خودکشی ہر حال میں خودکشی ہے اور یہ نہیں ہونی چاہیے۔ جو کر گیا اس سے پوچھیں گے کہ تم نے کیا کیا۔ وہ کہے گا کہ حالات ہی ایسے تھے۔تو خودکشی کیا ہے؟ خودکشی منع ہے' خودکشی حرام ہے۔

سوال:

جو لوگ اپنے ضمیر کی خودکشی کرتے ہیں اس کا کیا گناہ ہے؟

جواب:

اس کا گناہ الگ ہے' اس کی سزا الگ ہے۔ جو جان کی خودکشی کرے اس کی سزا الگ ہے اور ضمیر کی خودکشی کی سزا الگ ہے۔ ہر کام کی ایک سزا ہے اور ہر کام کا ایک انعام ہے۔ ضمیر کی خودکشی کی کیا سزا ہے اور بے ضمیر ہونے میں کیا نقصانات ہوتے ہیں' اب یہ مضمون تو بڑا لمبا ہے۔ اگر ضمیر نہ رہے تو انسان کیا بن جاتا ہے؟ آدمی ضمیر کا نام ہے؟ یا آدمی بے ضمیر کا نام ہے؟ یہ باتیں تو آپ کو پتہ ہی ہیں_____

سوال:

اب سوال یہ ہے کہ ضمیر کیا ہوتا ہے؟ کیا ضمیر کوئی Given چیز ہے یا یہ انسان کے علم کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا ہے؟

جواب:

ضمیر جو ہے یہ Given بھی ہے' ودیعت بھی ہے' یہ Trait بھی ہے' یہ Acquired بھی ہے' یہ Seasoned بھی ہے اور اس کے پیچھے Collective

ضمیرِ آدم بھی ہے۔ یہ بڑی ضروری بات ہے جو میں کر رہا ہوں۔ ضمیر صرف ذاتی ضمیر نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے پورا ضمیرِ آدم ہے۔ تو آپ کا ضمیر دراصل ساری کائنات کا ضمیر ہے۔ آپ اس کا حصہ بھی ہیں اور آپ ایک الگ Entity بھی ہیں۔ ضمیر کا معنٰی ہے جائز مقام پر ناجائز حرکت کر جانا۔ یہ آپ کا اپنا معاملہ ہے۔ وہ ناجائز کام کرنے کے بعد آپ اس کو کیسے Compensate کرتے ہیں' کیا جواز دیتے ہیں' کیسے Justify کرتے ہیں' یہاں پر آپ کا ضمیر Involved ہوتا ہے۔ ضمیر کا مطلب یہ ہے کہ جو کام مناسب نظر نہ آئے اور آپ کر جائیں تو وہاں ضمیر مجروح ہوتا ہے یعنی وہ کام جو آپ بیان نہیں کر سکتے لیکن کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح جس چیز کو نقصان پہنچتا ہے اس کا نام ہے ضمیر۔ تو جو چیز ظاہر کرنے سے ڈرتی ہے وہ ضمیر ہے' وہ شخصیت کا حصہ ہوتی ہے۔ ضمیر آپ کے اپنے اعتماد کا نام ہے' یعنی آپ کا مذہبی اعتماد' کہ اپنے آپ میں کیا اعتماد ہے۔ ضمیر Train بھی ہوتا ہے اور یہ Justified بھی ہے۔ مذہب کے حوالے سے یہ اور بن جاتا ہے ورنہ تو اخلاق کا حوالہ تھا' روح کا حوالہ تھا بلکہ کائنات کا پورا حوالہ ہے یعنی ضمیرِ آدم احساس کا' Realization کا نام ہے۔ ضمیر اس کا بھی ہے جس کے پاس Realization نہیں ہے لیکن اس کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ ضمیر کیا ہے بلکہ وہ آدمی برائی کرتا جاتا ہے اور جواز پیش کرتا جاتا ہے تاکہ اس کو محسوس بھی نہ ہو۔ آدھی دنیا آج کل یہ کام کر رہی ہے۔ کیا کر رہی ہے؟ برائی کرنا اور اس کا جواز پیش کرنا تاکہ ضمیر بھی مجروح نہ ہو اور برائی بھی جاری رہی۔ آدھے سے زیادہ لوگ یہ کام کرتے ہیں اور اپنے ضمیر کو بچا جاتے ہیں' بے ضمیر عمل کرنے کے

بعد۔ وہ ضمیر کو Involve ہی نہیں ہونے دیتے۔ مثلاً کسی کو قتل کرنے کی خواہش ہے تو وہ ایک ہنگامہ کھڑا کر دے گا کہ ہم دشمنوں کو اڑا کے رکھ دیں گے' فنا فی السقر کر دیں گے۔ پھر پانچ ہزار بندے قتل کر کے آ گیا اور کہتا ہے کہ انہیں فی النار کر دیا' تباہ کر دیا' کافروں کو اڑا کے رکھ دیا۔ یہ سب بڑی خوشی کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ کیا کیا؟ پانچ ہزار خاندان برباد کیے۔ ایسا ہو سکتا ہے ناں۔ تو ضمیر کو سُلانے کے بڑے بڑے طریقے ہیں۔ بہر حال وہ کام نہیں کرنا چاہیے جو آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

جناب! ہمارے معاشرے میں ایک چیز جو کرنی چاہیے دوسری سوسائٹی میں کہتے ہیں کہ نہیں کرنی چاہیے۔

جواب:

یہ تو آسان سی بات ہے۔ یہ تو ہماری قسمت ہے۔ اب آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ یہ خوش قسمتی ہے یا بد قسمتی ہے۔ ہمارے ہاں سوچنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ مذہب نے وضاحت کر دی ہے۔ ہم وہ کام نہیں کر سکتے جو دوسری سوسائٹی کرتی ہے کیونکہ ہمیں منع ہے۔ جہاں مذہب خاموش ہے وہاں چھلانگ نہ لگانا۔ وہاں آپ پابند ہیں۔

سوال:

کچھ قبیلے ایسے ہیں کہ نوجوان چوری کر کے ہیرو بن جاتا ہے اور ہمارا نوجوان چوری کر کے خودکشی کر لیتا ہے۔

جواب:

یہاں شہر اور گاؤں کی بات نہیں ہو رہی۔ میں مذہب کی پابندی کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں دین نے روک دیا وہاں رُک جاؤ۔ آدمی دنیا اپنے آپ کو دوسرے کی محبت سے محروم سمجھتی ہوئی کہتی ہے کہ ہم نااہل ہیں اور جب محبت کا پہلا خط ملتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ آج ہم اہل ہوئے۔ آدمی دنیا کا یہ فارمولا ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ گناہ کامیاب ہو گیا تو وہ جوان ہو گئے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مذہب نے آپ کو کیا کہا؟ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ آپ دین میں آ گئے اور یہی "بد قسمتی" ہے کہ آپ پابند ہو گئے۔ اب شہر کا یا گاؤں کا ہونے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ دیکھیں کہ چوری کرنے کے عمل کو مذہب نے کیا کہا؟

سوال:

لیکن جو سماجی روایات ہیں ان کا کیا کریں؟

جواب:

یہ معاشرہ اپنے سوشل کسٹمز کی وجہ سے اپنے اختیار کیے ہوئے مذہب میں نہیں ڈھلا۔ یہ ہماری آج کی محفل کا پہلا سوال تھا کہ یہ معاشرہ سوشل، نیشنل یا انٹرنیشنل کسٹمز کی وجہ سے ابھی تک اسلام میں نہیں ڈھلا یا اسلام اس میں داخل نہیں ہوا۔ وہیں تو ہم اَٹکے ہوئے ہیں۔ یہی بات تو آپ پوچھتے ہیں کہ چوری یہاں پر مسلمان کرتے ہیں اور وہاں انگریز نہیں کرتے۔

سوال:

بعض اوقات ہم دوسرے کو خوش کرنے کے لیے اور اس کی دل آزاری

نہ کرنے کے لیے غلط کام کر دیتے ہیں ____

جواب:

وہ دل جو دوسرے کی برائی کی وجہ سے آزار سے نکلتا ہے وہ دل ہمیشہ ہی آزار میں رہے گا۔ وہ کہے گا کہ میرے دل کا آزار تب دور ہوگا جب تم گناہ پہ مائل ہو جاؤ۔ تو ایسے آدمی کے لیے سزا ہے جو اپنی خوشی کے لیے دوسروں کو ان کے دین سے محروم کرتا ہے۔

سوال:

یہ تو کروانے والے کی بات ہے اور جس نے یہ کام کیا ہے اس کے لیے؟

جواب:

جس نے غلط کام کیا ہے وہ تو مجھ سے پوچھ نہیں رہا۔ وہ تو یہ کہے گا کہ میں نے ایثار کیا ہے۔ اور اگر اس میں اُس کی مرضی شامل نہیں ہے تو اس کے لیے رعایت ہے اور اگر اس کی پسند شامل ہے تو وہ جرم میں شامل ہے۔

سوال:

بنیاد پرست اور اجتہاد کا کیا رشتہ ہے؟

جواب:

اجتہاد تو ہو جانے کا نام ہے نہ ہو تو پھر اجتہاد کیسا۔ ہم اجتہاد سے پہلے کی بات کر رہے ہیں۔ اجتہاد کے بعد ہم اس کے مطابق بدل جائیں گے۔

سوال:

آج کل کی مسلمان دنیا کا جھگڑا یہی ہے۔

جواب:

مسلمان دنیا کی بات نہیں ہے۔ ہم تو اجتہاد کی بات کر رہے ہیں۔ مثلاً چار آدمی فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم اجتہاد میں شامل ہو گئے۔ اگر پچاس آدمی یہ کہتے ہیں کہ آج کے بعد ہم اپنے Fundamentalism میں چوری کو شامل کرتے ہیں تو کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ اس معاشرے نے اس دور میں یہ چیز شامل کر لی۔ کوئی ہو تو سہی جو بنیادیات کو رکھ لے یا بنیادیات کو ہٹا دے۔ جب تک ایسا شخص نہیں آتا آپ بنیادیات کو چلنے دیں۔ پھر خیر اور شر کا مذہب نے جیسے بتایا ہے وہی رکھو۔ اس میں کیا حرج ہے۔ اپنے آپ کو بچا لو۔ بس آپ دوسرے کے لیے گناہ نہ کرو کہ میں نے اس کا دل راضی رکھنے کے لیے گناہ کر دیا ہے ۔

حشر کے روز خدا پوچھے گا تو یہ کہہ دیں گے
میں گناہ گار نہ تھا اس نے گناہ گار کیا

یہ بھی کوئی بات ہے۔ یہ ایثار نہیں ہے۔ جو بیان اَمر کے طور پر آ چکا ہے اس پہ عمل کرو۔ یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ بچ جاؤ' Avoid کر جاؤ' آسانی سے Avoid ہو جاتا ہے۔ جس سے روکا گیا اس سے رُک جاؤ اور جو کرنے کو کہا ہے وہ کر ڈالو اور جہاں نہ ہو سکے وہاں معذرت کر لو۔ یا تو اسلام کے مقابلے میں نیا دین لاؤ لیکن اس دین کو ماننے کے بعد اس دین سے انحراف آسودگی نہیں آنے دے گا۔ آپ لوگ دِقت میں ہیں۔ یا تو اپنا دین لاؤ یعنی کہ آج کے بعد ہمارا دین ہے ''لادین'' یا پھر اس دین کو مانتے جاؤ آرام سے اس کو تسلیم کرتے جاؤ۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ اس میں بحث کی بات نہیں ہے بلکہ جو اللہ نے فرما دیا ہے وہ

ٹھیک ہے۔ آپ اللہ کو مانو' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانو' قرآن کو مانو اور اپنی زندگی کو مانو۔ زندگی آسانی سے گزار لو۔ چار دن کا میلہ ہے' گزرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گا بلکہ عام طور پر یہ راستے میں ختم ہو جاتا ہے۔ پھر میں نے بتایا تھا کہ زندگی میں آسودگی آ جائے گی' اس کے لیے اپنے علاوہ چہروں کو دیکھو۔ ان میں اگر کوئی پسندیدہ زندگی مل جاتی ہے تو وہی زندگی کا آسرا ہوتا ہے چاہے وہ اولاد ہو یا کوئی اور ہو۔ اگر آپ اپنی ذات تک رہیں گے تو آپ کو آسانی نہیں ملے گی۔ اپنی ذات کا بہت کرب کا سفر ہوتا ہے۔ تو کسی نہ کسی اجتماع سے چلو' سنگت کے ساتھ چلو' مانوسیت کے ساتھ چلو_____

اب آپ لوگ بولو_____ اور سوال؟

سوال:

سر! یہ فتویٰ کیا ہوتا ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟

جواب:

اس کے لیے ایک پورا ادارہ ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ایک پرسن بھی ہو سکتا ہے۔ مفتی جو ہے وہ فتویٰ دیتا ہے کہ اب اس وقت یہ بندہ میرے سامنے حاضر ہوا ایک سوال کو لے کر' جس سوال کی دینی اہمیت اسے فوری طور پر سمجھ نہیں آ رہی ہے' لہٰذا اسلام کی رُو سے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ یوں ہے۔ تو فتویٰ وہ دیتا ہے۔

سوال:

اگر بعض اوقات اسلام کی رُو سے کوئی بات سمجھ نہیں آتی تو؟

جواب:

ہاں بعض اوقات سمجھ نہیں آتی۔ اقبالؒ کے وقت یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی اور قائداعظم کے وقت بھی۔ قائداعظم کے پاس اتنا اسلام نہیں تھا اور ابوالکلام کے پاس زیادہ اسلام تھا۔ لوگوں کو سمجھ نہیں آئی۔ انہوں نے کہا اب فتویٰ دو کہ کیا ہے؟ وہ لوگ ''زیادہ'' مسلمان تھے اور یہ ''اتنے'' مسلمان نہیں تھے لیکن پاکستان بنا رہے تھے۔ اور وہ پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب کامن مسلمان کدھر جائے۔ پھر مفتیوں نے فتویٰ دیا' جو دیا سو دیا _____ فتویٰ ایک الگ اور ٹیکنیکل چیز ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے خط لکھا کہ جناب میں نے زبان سے ایک مرتبہ طلاق کہا ہے جو سہواً منہ سے نکل گیا جب کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی' لیکن لفظ ادا ہو گیا' تو کیا طلاق ہو گئی ہے۔ اس طرح بات کا جواب فتویٰ کے قریب قریب ہے۔ ان کا فرمایا ہوا تقریباً مستند ہوتا ہے۔ فتویٰ جو ہے یہ ایک اور قسم کا Organized Institution ہے۔ جو اس کا فیصلہ ہو گا وہ فتویٰ ہو گا۔

سوال:

لیکن سر! علمائے کرام مختلف ایشوز پہ مختلف فتوے دیتے ہیں۔

جواب:

یہ تو آپ پھر وہی پرانی بحث کر رہے ہیں۔ ہماری قوم میں ''صرف ایک'' مفتی نہیں ہے بلکہ یہ مفتیوں کی قوم ہے۔ یہ وہی سوال ہے پہلے دن کا' جہاں سے بات شروع کی تھی کہ ہم قومی طور پر اپنا مقام کھو چکے ہیں۔ اگر ایک مفتی ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا' ایک امیر المؤمنین ہو جائے تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

امیر المنافقین کوئی نہ ہو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کسی مولوی کا دوسرے مولوی سے مذہب نہیں ملتا' پیر کا پیر سے نہیں ملتا' سنی کا مفتی سے نہیں ملتا' آدمی کا آدمی سے نہیں ملتا اور سیاست جو ہے سیاست سے نہیں ملتی۔ سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ ایک جماعت کامیاب ہو جائے تو دوسری ضرور ناکام ہو جائے گی۔ یہ اس کے خلاف بولیں گے اور وہ اس کے خلاف بولیں گے۔ مگر کامن مین آسودہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ نہ ہم شکست کو دل سے تسلیم کرتے ہیں اور نہ کامیابی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ایک جھگڑے والی قوم بن گئے ہیں۔

سوال:

میں نے یہ پوچھنا تھا کہ فتویٰ سٹیٹ دے سکتی ہے یا فرد بھی دے سکتا ہے؟

جواب:

پہلے آپ یہ دیکھیں کہ اس وقت اولی الامر کون ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اولی الامر سٹیٹ ہے۔ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ ہم سٹیٹ کو نہیں مانتے بلکہ اس کو مانتے ہیں جس کو ہم مانتے ہیں' ہمارا دل مانتا ہے۔ کچھ لوگوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ سٹیٹ میں نامزد خلیفہ یزید ہے' اس کو اولی الامر ماننا چاہیے۔ دوسرے لوگوں نے کہا کہ یزید کا مقام اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے مطابق شرعی طور پر نہیں ہے اس لیے ہمارا اولی الامر امام عالی مقامؑ ہے۔ جس شخص کو آپ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت میں اپنا امیر مانیں' اگر ریاست میں ایسا ہے تو پھر سٹیٹ کو مفتی ہونے کا حق ہے۔ یعنی آپ کے خیال کے مطابق اگر سٹیٹ اللہ

اور اللہ کے رسول ﷺ کے دین کے مطابق چل رہی ہے تو۔ تو اُسے ایک امیر المؤمنین چلا رہا ہے۔ اگر وہ نہیں چلا رہا تو آپ اس سے فتویٰ لو جس کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے قریب پاتے ہو اور اُسے اس کام میں اہل پاتے ہو ____ تو فتویٰ اس سے لو آپ ____

سوال:

مصر کے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ آنکھوں کا عطیہ دینا چاہیے اور آپ فرماتے ہیں کہ آنکھیں نہ دو۔

جواب:

میں نے کب کہا ہے کہ Allowed نہیں ہے لیکن اگر یہ حلال ہے تو بھی آپ آنکھیں مت دینا۔ تو مت دو۔ یہ حلال ہے لیکن آپ مت دو۔ اللہ کی راہ میں گھر لٹا دینا حلال ہے لیکن میں آپ کو منع کر رہا ہوں کہ آپ نہ لٹانا۔ یہ فتویٰ ہے کہ جتنا مرضی گھر لٹا دو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ آدھا گھر لٹا دو اور آدھا اپنے پاس رکھ لو۔ آنکھیں بڑی نعمت ہیں دے سکتے ہیں مگر میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دونوں اپنے پاس رکھ لو۔ یہ نہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہمارے کس کام کی۔ انہیں رہنے دو کام آ جائیں گی۔ اللہ اس کو خود ہی دیتا رہے گا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کبھی ان کی ضرورت پڑ گئی تو پھر بڑی دِقت ہو گی۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ آنکھوں کا عطیہ دینا منع ہے۔ جان دینا منع نہیں ہے تو آنکھیں کیوں نہیں۔ لیکن اگر آپ رکھ سکتے ہو تو رکھ لو۔ آپ اس شخص کو پیسے دے دو تا کہ وہ آنکھیں خریدے۔ بس آپ کا یہ کام ہے۔ یہ نہ ہو کہ اپنی آنکھیں دیتے جاؤ۔ شاید کسی وقت آپ کو دیدار ہی کرنا

پڑ جائے۔ یہ میں نے آپ سے کہا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ فتویٰ منع ہے۔

سوال:

کیا اندھے لوگوں کو خواب آتے ہیں؟

جواب۔

انہیں خواب بھی آتے ہیں اور نظر بھی آتا ہے۔ دو تین اندھے تو دنیا کے مشہور شاعر ہیں۔

سوال:

وہ دیکھ تو نہیں سکتے پھر یہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب:

ان کا اپنا ہی تصور ہوتا ہے' اپنی تصویر ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ آدھے سے زیادہ ہم وہ چیز دیکھتے ہیں جو دیکھی ہوئی نہیں ہے۔ آپ اپنی دنیا میں دیکھ لو نہ آپ نے فرشتہ دیکھا ہوا ہے لیکن دیکھتے رہتے ہو' نہ آپ نے اللہ دیکھا ہوا ہے لیکن دیکھتے رہتے ہو۔ دیکھی ہوئی دنیا تو آپ دوسرے دن چھوڑ دیتے ہو۔ اور آج تک آپ اَن دیکھی دنیا میں مصروف ہو یعنی خیال' احساس' ماضی' مستقبل' گزرے ہوئے واقعات اور دوسرے علاقے بھی دیکھتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اندھوں کو بتایا ہوا ہے' انہیں شعور دیا ہے۔ اندھے کا شعور بہت زیادہ ہے۔ اس پر بہت کچھ آشکار ہو جاتا ہے۔ اندھا ذات الٰہی کی پہچان رکھتا ہے۔ اندھا' آواز سے شکل بنا لیتا ہے اور پہچانتا ہے۔ اندھا بعض اوقات آواز سے رنگ بنا لیتا ہے۔ تو یہ والی بات ہے' بس قدرت کے کمال ہیں۔ اندھا' رنگ کو ہاتھ لگا کے

بتا سکتا ہے کہ یہ کون سا رنگ ہے۔ ایسا اندھا دیکھا گیا ہوگا' شاید آپ نے نہ دیکھا ہو۔ یعنی وہ ہاتھ لگا کے بتا سکتا ہے کہ یہ سبز رنگ ہے۔

سوال:

اس نے تو سبز رنگ دیکھا ہی نہیں ہوا۔

جواب:

بات یہ ہے کہ سبز رنگ کی اپنی Radiation الگ ہے تو وہ اس Radiation کو سبز رنگ کہتا ہے۔

سوال:

جس طرح پورے آدم کا ضمیر ہے اسی طرح پورے آدم کا ایک شعور ہے' کیا اس میں سب کا حصہ ہے؟

جواب:

لو یہ تو مسئلہ ہی حل ہو گیا کہ دیکھنے والی آنکھ یہ نہیں ہے بلکہ دیکھنے والے آنکھ شعور ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ اندھا جو ہے وہ اندھا نہیں ہوتا بلکہ اندھا تو وہ ہوتا ہے جو دیکھ رہا ہو لیکن نہ دیکھ رہا ہو۔ اور اگر اندھا باشعور ہے تو ملٹن بن کے قوم کی راہنمائی کرے گا اور ساری قوم کو راستہ بتائے گا۔ اندھا جو ہے وہ آواز کا تو لکھ سکتا ہے لیکن جب وہ اشکال لکھتا ہے تو یہ سوچنے کا مقام ہے۔ کچھ اندھے جو مشہور شاعر یا موسیقار تھے وہ By Birth اندھے نہیں تھے مگر یہ سارے کے سارے وجدان میں پل رہے ہوتے ہیں اور ضمیرِ آدم کے حساب سے پل رہے ہوتے ہیں۔

سوال:

شاید وہ کچھ Imagine کر لیتے ہوں۔

جواب:

Imagine کرنے کی بات نہیں کیونکہ الہام جو ہے وہ Imagine نہیں ہوتا۔ بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں جو آپ Imagine نہیں کرتے اور آپ پر آشکار ہوتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آنکھیں عام طور پر آنکھیں نہیں ہوتیں' اس کے علاوہ بھی آنکھیں ہیں۔ دنیا میں بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ جس میں ظاہری حواس کہتے ہیں کہ اس میں باطن بھی ہے۔ تو بہت سارے لوگوں کا باطن کھلا ہوتا ہے۔ اس میں کیا حرج ہے اور کیا بحث ہے۔ لوگوں میں اس کے علاوہ بھی صلاحیتیں ہوتی ہیں مثلاً لوگ یہ دیکھ کر بتا دیتے ہیں کہ بات کیا ہے۔ دیکھے بغیر بھی بتا دیتے ہیں۔ آپ حکمت یا میڈیکل سائنس کو دیکھ لیں۔ حکیم اجمل صاحب کا ایک واقعہ ہے۔ ان کے کلینک میں ایک شخص باہر بیٹھا ہوا شور مچا رہا تھا کہ میری باری نہیں آ رہی' کتنی دیر ہو گئی۔ اندر سے حکیم صاحب نے نسخہ لکھ کے بھیج دیا کہ اُسے دے دو۔ اُسے کہا گیا کہ یہ تیرا نسخہ ہے۔ اس نے پھر شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ میں تو باہر بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تیری آواز سے پتہ چلتا ہے کہ تجھے یہ یہ بیماری ہے۔ اور وہ وہی بیماری تھی۔

سوال:

آپ کو ہم سب کا پتہ ہوتا ہے' تو یہ کیسے پتہ چلتا ہے۔

جواب:

مجھے سب کا اس لیے پتہ چلتا ہے کہ جو آدمی اور طرح کا ہوتا ہے وہ اور طرح سے بیٹھتا ہے اور جو اس طرح کا ہوتا ہے وہ اس طرح بیٹھتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً سوال کے اندر جو ''کہنہ پن'' ہوتا ہے مجھے وہ بھی پتہ چلتا ہے' سوال کے اندر جہاں Sophistication ہوتی ہے وہ بھی پتہ چلتی ہے' سوال جہاں حد سے باہر نکل رہا ہوتا ہے وہ بھی پتہ چلتا ہے اور جہاں شرارت میں داخل ہو رہا ہوتا ہے وہ بھی پتہ چلتا ہے۔ تو پتہ ضرور چل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر یہ پتہ نہ چلے اور سامعین میں Intellect کا وزن بڑھ جائے تو کسی مقرر کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ یعنی کہ جب یہ پتہ چل جائے کہ میں جانتا نہیں ہوں کہ کن سے بات کر رہا ہوں اور یہ بڑی بات ہے تو وہاں ایڈریس کرنے کا حکم ہی نہیں ہے۔ تو پتہ چل جاتا ہے۔ خاص طور پر اس آدمی کا مجھے پتہ چل جاتا ہے جو خیال سے باہر جانا چاہتا ہے۔ راستہ میں نے رکھا ہوا ہے پنجرے کو کھولنے کے لیے اور اس کو اڑنے کے لیے موقع دیا ہوا ہے۔ اگر اُڑنے کا موقع دے دوں اور وہ نہ اڑے تو پھر اس کو اندر پابند رکھتا ہوں لیکن اندر وہ ''چوگ'' نہیں لیتا۔ پھر بات مشکل ہو جاتی ہے۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون آدمی کیا ہے۔ یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کون اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہے' مخلص ہے۔

سوال:

اس کا کیسے پتہ چلتا ہے؟

جواب:

یہی تو سارا علم ہے اور یہی تو بات ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ Sincere ہونے اور ذات کے ساتھ Sincere نہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ Sincere اس کو کہتے ہیں جو ان Instruments کے ساتھ وفادار ہو جن کے ساتھ اس کا واسطہ ہے۔ مثلاً لین دین ہے۔ آپ کا لین دین ہے آپ کے بچے اور ان کی ممی' ایک گھر اور چھوٹی سی وابستگی۔ اگر ان کے ساتھ آپ Sincere نہیں ہیں تو پھر اپنے ساتھ Sincere نہیں ہیں۔

سوال:

جو اپنے گھر اور بچوں کے ساتھ Sincere نہ ہو اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:

اس کا علاج آپ نے کرنا ہے۔ جب کوئی Unsincere بندہ مل جائے تو Sincere آدمی کا کام یہ ہے کہ اس کے لیے دعا کرے' اس کے لیے Hospitable ہو جائے' Hospitality کو Show کرے۔ اگر کوئی کبوتر اُڑ جائے تو اس کو پکڑنے کے لیے کس طرح جاتے ہیں؟ پیار کے ساتھ اور محبت کے ساتھ۔ اُس کو ڈرانا نہیں ہے۔ الزام تراشی نہ کرو اور آرام سے' مانوس کر کے لے آؤ' جو چیز اس کو مائل کرے اس کے ذریعے لے آؤ۔

سوال:

اس کے لیے تو بڑا صبر اور حوصلہ چاہیے' یہ Tolerance اور Patience کیسے ہو؟

جواب:

اس کے لیے کچھ Tolerance اور Patience تو چاہیے لیکن اللہ کا فضل بھی چاہیے۔ یہ سوچو کہ وہ شخص کیوں دور ہو گیا۔ جب ہاتھ آئی نعمت موجود تھی تو قدر نہ کی گئی ہو گی۔ اگر اس کے جانے کے بعد اس کی یاد آئی ہے تو کیا آئی ہے۔ اگر اب یاد آ گئی ہے تو پھر دعا کرو۔ دعا کے ذریعے کھوئی ہوئی منزل آپ واپس لوٹا سکتے ہیں۔ آپ دعا کرو' غصہ نہ کرو۔ اگر ایک عورت اپنے میاں کا انتظار کر رہی ہے اور وہ آدمی رات دیر سے گھر آیا۔ جب وہ آ گیا تو انتظار ختم ہو گیا' اب اُسے راضی ہو جانا چاہیے مگر وہ لڑائی شروع کر دیتی ہے کہ تم دیر سے کیوں آئے ہو۔ جس کے لیے آپ میں بیتابی تھی اور وہ آخر آ گیا تو اب اس پر راضی ہو جا۔ تو وہ راضی نہیں ہو گی بلکہ لڑائی شروع کر دے گی اور پھر وہ ہمیشہ کے لیے چلا جائے گا۔

سوال:

لڑتے اس لیے ہیں تا کہ اس کو سبق ملے _____

جواب:

اس کو ایسا سبق ملے گا کہ پھر وہ واپس ہی نہیں آئے گا۔ اتنی دیر بعد آیا ہے اور آگے سے یہ ہوا تو وہ گرمی کھا کے چلا جائے گا۔ اس لیے اس کا دھیان کرو اور اس کو راضی کرو۔ وہ اگر گھر میں آیا ہے تو اسے جہنم سمجھ کے بھاگ نہ جائے۔

سوال:

لیکن اتنے دِن اس نے جو تکلیف پہنچائی ہے اس کا کیا ہو گا؟

جواب:

اس نے تکلیف تو پہنچائی ہے لیکن کسی اور مقام پر جا کر اُسے راحت ملی ہے۔ راحت کیسے ملتی ہے؟ لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر نقلی قسم کے ریسٹورنٹ میں چلے جاتے ہیں تو بیرا کہتا ہے جناب کیا کھائیں گے؟ وہ کہتا ہے کہ بسم اللہ لے آؤ۔ مقصد یہ کہ غیر کے ہاتھ سے کھانا کھا لیتے ہیں۔ تو کسی نے اس کو آسودہ کیا ہے' کسی نے اس کا استقبال کیا ہے تو وہ وہاں چلا گیا۔ آپ نے اس کے لیے ہمیشہ ابتلاء پیدا کی ہے' غصہ کیا ہے اور ڈانٹا ہے۔ آپ اس سے بہتر سلوک کریں' آنے والے کا استقبال کریں۔ اب ایک دفعہ چابک ہٹاؤ' اُسے کچھ نہ کہو' چھوڑ دو' معاف کر دو۔ عین ممکن ہے کہ بھولا ہوا گھر آ جائے۔

سوال:

میرے لیے فضل کی دعا کیا کریں۔

جواب:

فضل کی دعا ہے۔ میں ان سب سے بھی کہتا ہوں کہ دعا کریں۔ آپ سب لوگ دعا کریں۔ دعا ان کا حق ہے۔ آج میں آپ سے کہتا ہوں کہ ان کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے' سب لوگ سب کے لیے دعا کیوں نہیں کرتے؟ پہلی دعا تو یہ کرو کہ ہر آدمی جو یہاں موجود ہے اس کا گھر اس کے لیے آسودہ رہے۔ یہ دعا دل سے کرو۔ اگر دعا منظور نہ ہوئی تو پھر آپ سے لڑائی ہے۔ دعا کرو کہ سب کے لیے آسانی ہو جائے' گھر آپ کے لیے آسودہ ہو جائے۔ جو بھی آپ کا ساتھی بن گیا ہے اب وہ ساتھ پورا ہونا چاہیے۔ والدین کے لیے دعا کرو نہ

ان کی اولاد ان کے لیے خوشیاں لائے اور ان کے والدین ان کے لیے دعا کریں۔ گھر کے حالات کے لیے دعا کیا کرو کہ آمدن کے ذرائع نیکی کے طور پر بڑھیں' ناجائز نہ ہوں بلکہ نیکی کے طور پر بڑھیں اور آپ کو سماج میں عزت ملے اور آنے والے دور میں مرتبہ بھی ملے۔ دعا کیا کرو کہ اللہ کی طرف سے کوئی آزمائش نہ آئے۔ سب لوگ سب کے لیے دعا کرو کہ آزمائش نہ آئے۔ دعا کرو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بے باکیاں کرتے ہیں کہیں وہ گستاخیاں نہ بن جائیں۔ یارب العالمین تو مہربانی فرمانا اور ہمارے لیے رحم کی نگاہ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے لیے درود بھیجا کرو اور ضرور یاد سے درود بھیجا کرو۔ روزانہ ایک تسبیح درود کی ضرور پڑھا کرو۔ یہ بہت ہی ضروری بات ہے۔ جو آدمی غلطی کرے اسے معاف کر دیا کرو۔ آئندہ آنے والے کے لیے Hospitality کو Show کرو' اُسے کہو کہ آپ کی مہربانی۔ بھولا ہوا اگر شام کو آتا ہے تو اُسے شام ہی کو واپس نہ بھیج دو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ بھولے ہوؤں کو گھر آنے دو' ان پہ رحم کرو۔ رحم کرنے سے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسرے پر احسان کرو۔ ایک دوسرے کی صحت کے لیے دعا کرو' میاں' بیوی کی صحت کی دعا کرے اور بیوی' میاں کی صحت کے لیے دعا گو رہے۔ یعنی دونوں' دونوں کی صحت کے لیے اور سارے لوگ سب کی صحت کی دعا کریں۔ ورنہ تو آپ کو پتہ نہیں ہے کہ ایک آدمی نے چیت میں کھیت خریدا مگر اب تو موسم ہی دوسرا ہے۔ تو اگر آپ چیت میں ملے ہیں اور اب موسم بدل گیا ہے تو آپ لوگ ذرا دھیان کے ساتھ سفر کریں' خیال کے ساتھ سفر کریں۔ کیونکہ اگر اب چیت آ گیا ہے تو فصل کٹنے کا

موسم ہے۔تو آپ لوگ دعا کیا کریں۔آج نہیں تو پانچ سال بعد پھر اُداسی کی خبریں ہوں گی' کچھ سال بعد ہی سہی۔یہ جو محفل ہے As it is' اس میں آہستہ آہستہ تخفیف ہوگی' ایک دوسرے کے ساتھ غم کی کہانی ہوگی۔تو آپ آپس میں محبت کرلیا کرو۔ایک دوسرے کے ساتھ دکھ بانٹا کرو۔دل کی بات کیا کرو۔کھل کے بولا کرو۔اللہ پر راضی رہا کرو جیسے بھی ہو راضی رہا کرو۔اللہ کے بندوں پر اور جو شادی کی شکل میں آپ سے وابستہ ہیں' ان پر راضی رہا کرو۔اپنے گھر پر بھی راضی رہا کرو۔عبادت جیسے بھی آتی ہے کرتے رہا کرو۔کسی کو دکھاؤ نہ کہ عبادت کیسی ہے۔جیسی آتی ہے کرتے جاؤ۔ فاینما تولوا فثم وجه الله جدھر آنکھ اُٹھا کے دیکھو' اللہ کا چہرہ ہے۔بس آپ چلتے جاؤ' عبادتیں کرتے جاؤ' دعائیں کرتے جاؤ۔آپ کو میں دین کی آسانی کی بات بتاتا ہوں کہ دین پر بحث نہ کرو' دین کو مباحثہ نہ بناؤ' دین جو ہے یہ رعایت کا نام ہے یعنی اللہ سے رعایت لینا۔آپ اللہ پر راضی ہوجاؤ' وہ تم پر راضی ہوجائے گا۔آپ کے ہاتھ میں جو قوت ہے وہ خیرات کیا کرو۔خیرات کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ دوسرے کی غلطی کی معافی کی خیرات کرو_____

اب بتائیں اور سوال کیا ہے؟

سوال:

دل سے دعا کرنے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیسے ہوتی ہے؟

جواب:

آپ جس چیز کے لیے دعا کرتے ہیں تو وہ چیز' آپ اور اللہ' ایک مقام

پر ہیں ناں۔ اگر اس وقت اللہ آپ سے یہ کہے کہ میں تیری عبادت منظور کرتا ہوں اور تو زندگی کی باقی ہر چیز چھوڑ دے تو اُس وقت راضی ہو جاؤ۔ میری بات سمجھ آئی؟ کہ دل سے دعا کا مطلب کیا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تب آپ کے دل میں صرف وہی بات ہو جو آپ مانگ رہے ہیں۔ اس بات کا ثبوت کیا ہے؟ اس وقت آپ اللہ کے آگے دل سے دعا کر رہے ہیں اور آپ کے سامنے آپ کے گھر سے چور چوری کر رہا ہے تو آپ اس وقت اسے کچھ نہ کہیں' کیونکہ آپ دل سے دعا کر رہے ہیں اور آپ کا دل اس وقت دعا میں اللہ کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس وقت آپ کو ہر بات سے غافل ہونا چاہیے۔

سوال:

ایسا وقت تو بہت کم آتا ہے۔

جواب:

تو دوسرے وقت میں آپ ایسی دعا نہ کیا کریں۔ جب ایسا وقت آئے تو آپ ضرور دعا کرنا۔ ایسا وقت اللہ کی طرف سے کبھی کبھی آتا ہے۔ آپ ایک دعا کے ساتھ دوسری دعائیں شامل نہ کیا کریں۔ اتنی بات تو سمجھ لو۔ دل سے دعا کیا ہے؟ صرف وہی دعا کرنا۔ آپ لسٹ نہ بنائیں کہ یا اللہ ایک دعا تو یہ ہے' ایک وہ ہے ____ یہ نہ کرنا۔ ایک ہی دعا ہو۔

سوال:

آپ ہمیں کوئی آسان سی دعا بتا دیں۔

جواب:

آسان دعا یہ ہے کہ یا اللہ مجھے اپنے آپ پہ راضی کر اور تو مجھ پر راضی ہو جا۔ یا اللہ میری زندگی کو میری پسند بنا تا کہ میں بھی اسے پسند کروں اور تو بھی اسے پسند کرے۔ یا اللہ مجھے میری زندگی پر کوئی گلہ نہ رہے اور تو بھی بعد میں ناراض نہ ہونا۔ آپ لوگ راضی رہیں۔ اللہ کا منشا یہی ہے کہ آپ راضی رہیں۔ اللہ نے آپ کو انسان بنایا' اشرف المخلوقات بن کے آپ دکھا دو۔ یہ بحث کبھی نہ کرنا کہ Is this the man the Lord God created? ہاں یہی آدمی ہے وہ۔ تو آپ اشرف بن کے دکھائیں۔ اس نے آپ کو Intellect دی ہے' آپ اچھا سلوک دکھائیں۔ اس نے دین دیا ہے' آپ عمل کر کے دکھائیں۔ آپ ابھی تک بحث سے ہی فارغ نہیں ہوئے اور وقت ختم ہو رہا ہے' میلہ ختم ہو رہا ہے' آپ کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ چیت کا فصل آ گیا ہے۔ تو آپ دھیان کرو۔ بحث کرتے کرتے نہ تم وہ تم رہے اور نہ وقت وہ وقت رہا۔ Intellect ہوتی ہے تو شریر بچہ اچھا لگتا ہے' جوان بھی شرارت کرتے اچھا لگتا ہے لیکن ایک بڈھا' ضدی اچھا نہیں لگتا۔ تو زندگی میں کئی وقت ہوتے ہیں' گناہ کے وقت ہوتے ہیں' نیکی کے وقت ہوتے ہیں' بڑے اچھے اچھے وقت ہوتے ہیں اور پھر رخصت کی تیاری کے وقت ہوتے ہیں۔ ایک عمر کے بعد رخصت کی تیاری کا وقت ہونا چاہیے۔ میں آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خوش رکھے اور ہمیشہ خوش رکھے' اور آپ لوگوں پر آپ لوگوں کے لوگوں کو بھی خوش رکھے۔ تو یہ دعا بھی کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر آپ لوگوں کے جو لوگ ہیں

انہیں خوش رکھے۔ اللہ آپ کو خوش رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو ناراض ہو کے جانے والے لوگ ہیں وہ راضی ہو کے گھر واپس آ جائیں۔ اگر کسی وجہ سے زندگی میں تکلیف ہو گئی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دور کرے تا کہ آپ کے گھر جو ہیں' وہ چمن آباد ہوں اور آشیانے آباد ہوں۔ یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے' اللہ تعالیٰ رحم فرمائے' اپنا فضل کرے' اپنے حبیب پاک ﷺ کا راستہ دکھائے۔ یارب العالمین ہماری جو بے باکیاں ہیں انہیں گستاخی نہ سمجھنا' ہم سادہ سے بندے ہیں' تیرے بندے ہیں' تیرے عاجز ہیں' تیرے ساجد بھی ہیں' کبھی کبھی تیرے طالب بھی ہیں' وہاں ہم بے باکی کر جاتے ہیں ورنہ تو ہم عاجز بندے ہیں۔ ہم پر آپ مہربانی فرمائیں ____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین. ____ آمین ____ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

2

سوالات

1 ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے_____

2 غیبت کے بارے میں بتادیں_____

3 آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

4 جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

سوال:

ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے_____

جواب:

ہاں مستقبل روشن ہے' روشن مستقبل کا ثبوت تو ہوتا نہیں ہے بلکہ روشن مستقبل صرف تسلیم ہوتا ہے۔ گنتی کی چند باتیں آپ لوگ یاد رکھ لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی ایسا دور زندگی میں نہیں آئے گا کہ اچھائی کا راستہ بند ہو جائے یا برائی کا راستہ بند ہو جائے۔ اچھے آدمی کے لیے اچھا راستہ ہر وقت Available ہوتا ہے اور برے آدمی کے لیے بُرا راستہ Available ہوتا ہے اور برائی کا راستہ بند بھی ہو سکتا ہے اگر نیکی چاہے تو_____ لیکن نیکی کا راستہ بند نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے فیصلہ کر لیا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے معاون ہیں' خادم ہیں' ان لوگوں کا راستہ رک نہیں سکتا۔ گویا کہ نیک آدمی کا مستقبل کبھی تاریک ہو ہی نہیں سکتا' چاہے دنیا سے سورج چلا ہی جائے' نیک آدمی کی رات بھی نیک' نیک آدمی کا دن بھی نیک' نیک آدمی کی رات بھی روشن اور نیک آدمی کا دن بھی روشن' بلکہ رات دن سے زیادہ روشن۔ تاریکی کے زمانے

میں جگنو زیادہ روشنی دے گا۔ تو نیکی روشنی ہے' اس کو Further روشنی کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے یا حالات کی سازگاریت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ حالات ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو لوگ نیک گروپ میں تو شامل ہوتے ہیں لیکن نیک نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں فلاں گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں' اس گروپ کے حالات پتہ نہیں کیا ہیں' اس سے شاید میری نیکی مسدود ہو جائے۔ تو انفرادی طور پر نیکی مسدود نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ ایک سٹیج آتی ہے کہ آپ کو مصلیٰ بچھانے کی جگہ نہ ملے۔ تو پھر آپ دل میں بچھا لیں کیونکہ اللہ Visible نہیں ہے۔ شکر کرو' نظر تو آتا نہیں ہے اور نہ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ آپ کے خیال کے ساتھ اللہ ہے' اللہ کا خیال ہی اللہ ہوتا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کا خیال حالات کی وجہ سے بند ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا' فاقے میں یاد الٰہی نہیں بھولتی' کوئی مر جائے تو پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ کہ اللہ کی مرضی ہو گئی' یہ کوئی نہیں کہے گا کہ صحت خراب ہو گئی یا یہ ہو گیا بلکہ اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ کی حد قبرستان سے شروع ہوتی ہے۔ تو اللہ کا علاقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا' دنیا کے علاقے ختم ہو گئے' ایل ڈی اے ختم ہو جائے گا' کچھ اور ختم ہو جائے گا مگر اللہ کا علاقہ ختم نہیں ہو گا' ہندو کے دور میں ختم نہیں ہو گا' کافر کے زمانے میں بھی ختم نہیں ہو گا۔ لہٰذا نیک لوگوں کے لیے' مومن مسلمانوں کے لیے روشن مستقبل ہے۔ یاد الٰہی محدود زندگی کے اندر آپ کو چاہیے۔ اس کے لیے یہ شرط نہ لگانا کہ اللہ لامحدود ہے اور اس کے لیے میری لامحدود زندگی ہو تو پھر میں یاد کروں' محدود زندگی میں

پیغمبر اپنی پیغمبری کا دَور پورا کر گئے' علیہم السلام۔ اور وہ جو پیغام لانے والے تھے وہ اپنا پیغام پورا دے گئے' نبی' نبی ہو گئے اور ولی' ولی ہو گئے اور زندگی اتنی مختصر رہی۔ میرا خیال ہے کہ کسی ولی کی تعریف میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ He lived a long life. یعنی وہ ولی تھے اس لیے وہ نوے سال رہے۔ تو یہ ولایت کا ثبوت نہیں ہے۔ ولایت کا ثبوت کیا ہے؟ کہ مختصر زندگی' جتنی بھی ہے اس کے اندر کسی زمانے میں ان کو یادِ الٰہی میں غافل نہیں پایا گیا' کسی زمانے میں ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں دیکھا گیا اور کسی زمانے میں رخ ان کا غلط نہیں ہوا۔ یہ تو آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ زمانے کون سے تھے' دوپہر کا زمانہ تھا کہ رات کا زمانہ تھا' برسات کا تھا کہ بہار کا۔ اللہ والا جو ہے وہ اللہ والا رہتا ہے کیونکہ اللہ اس کے خیال کے ساتھ ہے۔ خیال جو ہے وہ اس نے قائم رکھا ہوا ہے اس لیے اللہ جو ہے مکمل طور پر ان کے ساتھ ہے اور اللہ کے ساتھ مشاہدوں کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ مرنے کے بعد۔ اس لیے جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں زندگی میں دیکھنا چاہتا ہوں تو پھر بزرگ کہتے ہیں کہ تو زندگی میں مَر جا۔ کہتے ہیں کہ قبرستان سے اس کی حد شروع ہو گی مگر وہ کہتا ہے کہ میں قبرستان کو نہیں مانتا' مجھے ابھی چاہیے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک طریقہ ہے کہ تُو زندگی میں مَر جا۔ کہتا ہے کہ زندگی میں ہم کیسے مَر سکتے ہیں' آپ بتاؤ' تو سہی۔ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد نہ رشتے داروں کا Visit کیا جاتا ہے' نہ دعوتیں قبول ہوتی ہیں نہ الیکشن کمپین ہوتی ہے' نہ تقریر ہوتی ہے۔ آپ اس زندگی میں الیکشن کمپین بند کر دو' تقریریں بند کر دو اور رشتے داروں کے پاس جانا بند کر دو۔ مر جانے والا ایک

خیال میں پڑا ہوتا ہے۔ تو تم بھی ایک خیال میں پڑ جاؤ۔ مرنے والے کو کھانے پینے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ تو آپ بھی کھانے پینے کا کبھی فکر نہ کرو۔ کہتا ہے کہ کھانے پینے کا فکر نہ کریں تو پھر مر ہی جائیں گے۔ کہتا ہے کہ مر تو پہلے ہی گئے ہیں آپ' اب کیا کھانا ہے۔ آپ نے مرنے کا تو پروگرام بنایا ہے' لہٰذا مرنے سے پہلے مرنے کا فارمولا جو ہے وہاں سے اللہ کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک پوری بات کا پتہ نہ چلے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں کھاؤں گا کیسے؟ اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی طاقت جو ہے یہ کھانے سے نہیں ہے' طاقت اللہ کے حکم سے ہے۔ کھا کھا کے لوگ کمزور ہو گئے۔ کھا کھا کے مر گئے مگر طاقت نہ آئی۔ طاقت بہر حال اللہ کے اَمر سے ہے۔ کون سا اَمر ہوتا ہے کہ کھانا طاقت بن جاتا ہے؟ یہ اللہ کو پتہ ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو قادر مان لیا تو قادر سے محبت قدرت کا جلوہ ہے۔ اب آپ نے قدرت کا جلوہ دیکھنا ہے یا حالات کے جلوے دیکھنے ہیں۔ یہ ایک پوائنٹ یاد رکھنے والا ہے کہ قدرت کا جلوہ دیکھنے والے حالات کی زد میں نہیں ہوتے۔ ان کے لیے حالات کیا شے ہیں۔ حالات کا جو تھپیڑا ہے' آیا ہے اور گیا ہے۔ اگر آپ کو خوشی دے دی جائے اور آپ کا محبوب' کوئی عزیز' چلو دوست ہی لے لو' بہت پیارا دوست ہے' اس کے بارے میں کوئی کہے کہ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے دے دیتے ہیں اور دوست آپ کا مار دیتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' جدائی قبول نہیں ہے۔ حالانکہ آپ گلہ کر رہے تھے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اب پیسہ آپ کو دیتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کے بچے لے جائے خدانخواستہ اور آپ کو دو کروڑ روپیہ دے جائے تو آپ

کہیں گے کہ ہمیں دو کروڑ نہیں چاہیے ہمیں بچے چاہییں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کی بقاء چاہیے' حالات کی فراوانی نہیں چاہیے۔ اللہ سے اگر محبت ہو جائے تو پھر آپ کو کیا چاہیے' یہ محبت دے کر آپ کون سے حالات مانگتے ہو اور محبت کے لیے کون سے وسیلے ضروری ہیں؟ آپ بولو۔ کیا اللہ سے محبت کے لیے پیسے ہونے چاہییں' سفید کپڑے ہونے چاہییں' کالی شلواریں ہونی چاہییں' پیلا رومال ہونا چاہیے؟ نہیں۔ آپ یہ کہیں کہ محبت اس کی مہربانی ہے اور وہ محبت کرا دے تو محبت ہو گی۔ اس کے لیے حالات کی بات نہیں ہے۔ اب جو شخص محبت کو حالات سے شروع کرتا ہے تو وہ شخص تو محبت سے پہلے ہی محروم ہو گیا کیونکہ محبت نے آپ کو حالات سے غافل کرنا تھا اور آپ حالات لے کے محبت کی طرف چلے آئے۔ ''ہم اللہ سے محبت کرنے آئے ہیں'' اور پہلے یہ کام کرتے ہیں کہ پیسے جیب میں ہیں کہ نہیں ہیں' بلکہ پیسے ہاتھ میں رکھو' کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے پیسے ہاتھ سے گم کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح تو آپ اللہ سے محبت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے پاس جانے والا جو ہے وہ تو حالات کو چھوڑ کر گیا ہے۔ حالات کا گلہ کہاں پر ہوتا ہے؟ جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ حالات کا کارساز آپ نے کسے مانا؟ اللہ کو۔ اور آپ کدھر جا رہے ہو؟ اللہ کے پاس۔ جب اس نے کام اُلٹا پلٹا کر دیا تو پھر کام ٹھیک ہو گیا۔ جب اللہ نے کیا ہے تو ٹھیک ہے اور جو تم نے کیا ہے وہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو کارساز مانو تو اُسی کو کارسازی کرنے دو' تم اس کی طرف راضی ہو کر چلتے جاؤ۔ پھر حالات ٹھیک ہیں' مستقبل ٹھیک ہے۔ مستقبل کس کا ٹھیک ہے؟ ٹھیک کا ٹھیک ہے۔ اچھے کا مستقبل اچھا ہوتا

ہے اور برے کا مستقبل برا ہوتا ہے۔ یہیں تو ہمارے ایمان کا آغاز ہوا کہ کافروں نے کہا کہ دیکھو ہم امیر لوگ ہیں' آپ لوگ ہمارے راستے پہ چلو ہم آپ کو مال دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ پر سونے کا پہاڑ رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاندی کا پہاڑ رکھ دو' سورج رکھ دو' ستارے رکھ دو' چاند رکھ دو' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم چھوڑیں۔ کیونکہ ہم کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں تم کار کی بات کر رہے ہو' کام یا کار کی بات کا ہم نے کیا کرنا' ہم تو کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں' وہاں ہمیں اس بات کو سوچنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہمیں کس حال میں رکھے۔ لہٰذا اللہ کی محبت جو ہے وہ ہمیں جس حال میں رکھے راضی رہنے کا نام ہے' گلے کا نام ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا سمجھے؟ یہ کہ انسان راضی رہے۔ چاہے اللہ جس حال میں رکھے یہ اس کی رضا ہے' اب خطرہ اس کو کوئی نہیں ہے۔ خطرہ صرف ایک چیز کا ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد سے میں غافل نہ ہو جاؤں' جو غافل ہے وہ حالات کی زد میں ہے' اور جو یاد میں ہے اس کے حالات صحیح ہو گئے۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جب یہ دیکھا جائے کہ آپ کے خیال کے مطابق ایک ایسا وقت آ رہا ہے جس سے اسلام ختم ہو جانا ہے' خدانخواستہ' اگر یہ تمہیں سمجھ آ جائے کہ اسلام ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے تو سمجھو کہ ختم نہیں ہونا کیونکہ اللہ نے ختم ہونے ہی نہیں دینا۔ بڑے بڑے لوگ آئے' بڑے بڑے واقعات ہوئے' اسلام کے لشکر کے کل دو آدمی رہ گئے' لگتا تھا اب اس کے بعد اسلام ختم ہو جائے گا مگر یہ نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی مثال بتائی ہے کہ جب حضور پاک ﷺ غار میں تشریف رکھتے تھے تو عین اُسی مقام پر وہ

قافلہ پہنچ گیا جو آپ کی تلاش میں آیا تھا۔ تو ایک مکڑی کے جالے نے سارا کھیل بنا دیا۔ اگر وہیں خدانخواستہ ملاقات ہو جاتی تو اسلام ختم ہو گیا تھا۔ تو اسلام ختم نہیں ہو سکتا' کہیں مکڑی کا جالا آ جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' کہیں کوئی اور واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسلام ختم ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ نہ اسلام ختم ہوا اور نہ اس نے ختم کیا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ختم نہیں کرنا۔ تو مسلمان ختم کیسے ہو گا۔ مسلمان بھی قائم ہے۔ اور اگر عقیدے کے ساتھ اُس کی موت ہے تو شہادت ہے' عقیدے کے علاوہ موت ہے تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان تو مرتا نہیں ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہی ہے۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ اب دشمن کا لشکر مسلمانوں سے ہٹ کے کعبے کی طرف حملہ کرنے جا رہا ہے تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب تماشہ دیکھو۔ کہتا ہے کہ اب پتہ لگے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنا کھیل دکھانا ہے۔ مقصد یہ کہ اب آپ کا کھیل ختم ہو گیا' اب اسلام کی طاقت کو دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے! مسلمانوں کی طاقت تو آپ نے دیکھ لی۔ اب اسلام کی طاقت دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے تو جلوہ آپ کو نظر آئے گا' ضرور آئے گا۔ یہ بات میں نے آپ کو پہلے لکھ کر بتائی تھی کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور جب آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔ جب آسمان گرتا نظر آ رہا ہے کہ اب انتہا ہو گئی ہے اور خانہ کعبہ کے قریب دشمن کی طاقتیں پہنچ گئی ہیں تو اب ٹھہر جاؤ' اب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ٹھیک کہا تھا کہ ہماری چابیاں ہمارے حوالے کرو' ہمارے اونٹ ہمارے حوالے کرو' پھر کعبہ جانے اور کعبے کا محافظ جانے۔ اب آپ اللہ

اللہ کرتے جاؤ اور پھر دیکھو کہ ہوتا کیا ہے۔ اس لیے اسلام کا مستقبل جو ہے وہ کبھی تاریک نہیں ہوتا بلکہ مستقبل روشن ہی ہے۔ مسلمان کے پاس اگر خطرہ آئے تو مسلمان دونوں باتیں جانتا ہے' خطرہ ٹالنا بھی جانتا ہے اور شہید ہونا بھی جانتا ہے۔ اس طرح مستقبل روشن ہے۔ اگر اسلام کے پاس خطرہ چلا جائے تو اسلام ہر صورت میں جانتا ہے۔ اسلام مالک کا نام ہے۔ اسلام کس کا نام ہے؟ مالک کا نام ہے۔ تو پھر کیا خطرہ ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ حالات کا مستقبل خراب ہے۔ تو جب تک مستقبل نہ آئے تب تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ اب یہاں ایک فلسفے کی بات ہے کہ دو انداز ہوتے ہیں' ایک Passive یا Negative یا Pessimist یعنی تاریک پہلو والا' کہ بالکل تباہی ہو جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ تباہی نہیں ہوگی۔ یہ دونوں جھوٹی باتیں ہیں کیونکہ کل ابھی آیا نہیں۔ وہ آدمی جو صرف تاریک پہلو میں رہتا ہے وہ تو آنے سے پہلے ہی مر گیا' پریشان ہو گیا۔ حالانکہ ہر ایک کو پتہ ہے' کیا پتہ ہے؟ کہ موت آئے گی' کسی کو شک ہے کوئی؟ پکی بات ہے۔ اگر کسی آدمی کو بتا دو کہ تیری موت سوا تین مہینے کے بعد آ رہی ہے' تو وہ آج ہی مرنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے مستقبل کو مخفی رکھا ہے۔ جس طرح آپ قربانی کا بکرا دیکھیں' چھری سے پہلے کھاتا پیتا ہے' رونق لگاتا ہے کیونکہ اسے کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ تو انسان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ آنے والے حالات کیا ہیں؟ آنے والا آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ کہتا ہے کہ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو جانے والوں سے فرصت نہیں مل رہی۔ مستقبل کے بارے میں اس وقت غور کرو

جب تم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا جانتے ہو ورنہ غور نہ کرنا کیونکہ ایمان چلا جائے گا۔ فقرہ میرا یاد رکھنا۔ کیا کہا میں نے؟ اگر کوئی کہے کہ کل کا سورج مجھے نکلتا نظر نہیں آ رہا تو اس کا ایمان تو یہیں سے چلا گیا۔ اب آپ کا ایمان چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں اور سورج نکلتا ہی رہتا ہے' کفر کی یلغاریں ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایمان سرفراز رہتا ہے بلکہ جتنا کفر زیادہ ہوگا اتنا ہی ایمان زیادہ افروز ہوگا۔

یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را
فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را

کہتا ہے کہ تو مشکلات ذرا زیادہ کرتا کہ ہمیں جاگنے کا موقع ملے' ابھی تو مشکلات ہیں ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ بابا جی آپ کو کچھ فکر محسوس ہوا کہ خطرہ آ رہا ہے؟ بابا کہتا ہے کہ خطرہ محسوس ہوتا تو پھر میں ضرور جانتا' ابھی تو کوئی بات نہیں ہے۔

ہنوز دلی دور است

ان کے لیے خطرہ نہیں ہے کیونکہ اگر خطرہ ہے تو وہ خود ہی ٹال لیں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ سے زیادہ مرتبے والے اور زیادہ جاننے والے انسان مطمئن بیٹھے ہوں تو آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر ابا حضور تشریف فرما ہیں تو بیٹا کیوں پریشان ہو رہا ہے۔ اب یہ نہ کہو کہ دشمن قریب آ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کرو اور انہیں اپنا کام کرنے دو۔ ان کے لیے تو اشارے کی بات ہے جس کے بارے میں کہا تھا کہ

ہنوز دلی دُور است

اس کے لیے دلی دور ہے' دشمن پھر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو جہاں جانے والے ہوں وہاں نہ جانے والے کا پریشان ہونا ناجائز ہے۔ تو آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مرض ٹھیک ہو رہا ہے' مریض کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ تو مر رہا ہے' ڈاکٹر بہتر جانتا ہے اور ڈاکٹر پر اعتماد بہتر ہے۔ مستقبل کو جاننے والے اگر یہ کہہ دیں کہ مستقبل روشن ہے تو پھر یہ روشن ہے۔ اگر انہوں نے بچے کو دیکھ کر بتا دیا کہ یہ بچہ بڑے روشن ستارے والا ہے تو اس بچے نے ستارے تک پہنچنا ہے۔ تو دیکھنے والے نے پہلے بتا دیا کہ یہ روشن ستارہ ہے' یہ بہتر بچہ ہے' یہ طاقت ور بچہ ہے' یہ بڑا ہو کے بڑا بنے گا۔ اب بچہ کہتا ہے کہ میں تو نہیں ہو سکتا' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ جب بڑا ہو گا تو پتہ چلے گا کہ اس نے کیا بننا ہے۔

اب آپ یہ دیکھیں کہ انسان ایک مشین ہے' یہ فرض کر لیں۔ اگر اس مشین کے اندر ایک پرزہ ایسا ہے جسے اگر ذرا ٹچ کر دیا جائے تو بندہ بدل جاتا ہے۔ آپ اس پرزے کو دل کہہ لیں۔ اگر ایک بادشاہ خوش باش زندگی گزار رہا ہو' اس کے دل پہ اثر ہوا تو اس نے بادشاہی چھوڑ دی۔ اگر ایک انسان بڑے غصے والا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی واقعہ ہو گیا تو پھر اس کے بعد وہ مَر ہی گیا کیونکہ دل ٹوٹ گیا۔ کہتا ہے جب میں نے یہ دیکھا کہ دوست کے ہاتھ میں خنجر تھا تو پھر میرا اعتبار ہی اُٹھ گیا اور اس کے بعد پھر کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ اسی طرح اگر کوئی اور پرزہ ٹچ کر دیا جائے تو کافر مومن ہو جاتا ہے۔ اس پرزے کو آپ نصیب کہہ لیں۔ تو وہ جو نصیب تھا اس کو ٹچ کر دیا تو وہ جو کافر تھا مومن ہونا شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ

اس کے بعد میرا ایمان قوی ہو گیا' فلاں آدمی نے ایک بات کی میرے کان میں تو پھر مجھے بات سمجھ آ گئی۔ مقصد یہ ہے کہ زندگی کے اندر Logical Sequence ،تسلسلِ حالات کے علاوہ بھی کچھ واقعات ہیں جو حالات کا تسلسل بدل دیتے ہیں کہ انسان کدھر جا رہا تھا اور کہاں جا نکلا ۔

منم محو خیال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی کہ بندہ کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے کیونکہ اندر سے پرزہ بدل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ آپ کے اندر ایسا پرزہ بدل دیا جائے کہ آپ مکمل سچے ہو جائیں پھر آپ اپنے آپ کو سب سے پہلے دیکھیں۔ پھر آپ کو اپنے اندر جو قباحتیں نظر آئیں گی' اس کا تدارک کون کرے گا؟ جب قیامت کا وقت ہو گا' حساب کتاب کا وقت ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہے؟ وہ تمہیں خود ہی سچا کر دے گا اور پھر تمہارے سامنے تمہارے اعمال نامے رکھ دے گا کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟ آپ کیسے کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ اب تو آپ اپنے آپ کو Defend کرتے ہیں مگر اس وقت آپ کیا بن جائیں گے؟ Witness of Prosecution۔ پھر آپ خود کو کہیں گے کہ یہ جھوٹا ہے' یہ مسجد سے جوتی چرانے گیا تھا' یہ تو حج کرنے نہیں گیا تھا بلکہ سامان خریدنے گیا تھا۔ تو آپ کے جھوٹ کے زمانے کا دفاع آپ کے سچ کے زمانے میں Prosecution ہو جاتا ہے۔ تب آپ ہی اپنے آپ کو پکڑ لیں گے۔ عام حالات میں اس کو ضمیر کہتے ہیں اور خاص زمانے میں اس کو فضل کہتے ہیں۔ اگر آپ پر اللہ کا فضل ہو جائے اور اللہ آپ کو سچا بنا دے تو آپ کو سب سے زیادہ خطرناک انسان اپنا آپ نظر آئے گا اور آپ خود ہی گواہی

دینے لگ جائیں گے کہ یا اللہ یہ تو جھوٹا بندہ ہے' یہ سارا ہی جھوٹ ہے' جو اس نے کام کیا وہ سارا ہی غلط تھا۔ وہ اپنے خلاف آپ ہی بولتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اب جھوٹے کے خلاف سچا بول رہا ہے۔ اس وقت سچے بھی آپ ہیں' جھوٹے بھی آپ ہی تھے۔ اب آپ کی جو سچی ذات ہے اگر وہ کبھی فوقیت میں آ جائے' تو وہ آپ کو اُڑا کے رکھ دے گی۔ تو دنیا میں ہونے والے واقعات آپ سے اتنے دور چلے جائیں گے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہی نہیں ہو گی _____ تو میں مستقبل کی پریشانی کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ جو آیا نہیں اس کے بارے میں پریشان کیوں ہو۔ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہو؟ کہتا ہے ابھی جانے والوں سے فرصت نہیں ملی۔ آپ وہ دیکھو جو آپ کر چکے ہو۔ جب کبھی آپ سے زیادہ جاننے والے لوگ موجود ہوں اور خاموش ہوں' اس وقت کم جاننے والے کو شور مچانے کا حق نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالیجاہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب وہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب طاقتیں خاموش ہیں تو کمزور نے کیا شور مچانا ہے۔ جب جاننے والا چُپ ہو جائے تو لاعلم یا بے علم کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ دانا کی محفل میں کم از کم خاموشی تو کی جا سکتی ہے۔ مومن کے لیے مستقبل حالات کا نام نہیں ہے' مومن کے لیے مستقبل' حال اور ماضی اللہ کے ساتھ وابستگی کا نام ہے۔ اگر آپ کی توجہ میں اللہ نہ رہا تو حالات کی کیا اصلاح کر سکتے ہو اور اللہ کی سرحد کہاں سے شروع ہو رہی ہے یعنی اس کے علاقے کی سرحد؟ آپ کی موت سے۔ اگر اس زندگی میں اللہ کی سرحد چاہتے ہو تو موت کا Experience کر لو' موت کا Experience' اللہ کے قرب کا ایک Experience ہے۔ Vision of

Death جسے آپ کہتے ہوناں یہ بھی تقربِ حق کی ایک دلیل ہے Vision of
death means vision of Divine بچوں کی ایک کہانی کسی نے لکھی تھی'
آپ کو یاد ہوگا' اردو کی کتابوں میں آپ پڑھتے رہے ہو۔ کہانی یوں شروع ہوتی
ہے کہ سال کی آخری رات تھی' ایک بوڑھا سر جھکائے ہوئے سوچ رہا ہے'
ویرانے میں بیٹھا ہوا ہے' کھنڈرات میں بیٹھا ہوا ہے' سوچ رہا ہے کہ میں نے کون
کون سا غلط کام کیا ہے' ماں باپ کی حکم عدولیاں کی ہیں' تعلیم کی غفلتیں کی ہیں اور
کردار کے اوپر ناجائز تجاوزات کی ہیں' کردار کشی کی ہے اور حالات خراب
ہوئے' تباہیاں' بربادیاں' دھوکہ اپنے ساتھ' لوگوں کے ساتھ' ماں باپ کے ساتھ'
حق تلفیاں کرتے رہے ہیں اور سماج میں عزت کی خاطر ہم اپنے کردار کو مسخ
کرتے رہے ہیں' چہرہ خراب کر دیا' یہ ہو گیا' وہ ہو گیا' بہت بڑی پریشانی ہے'
کاش یہ زندگی دوبارہ مل جاتی تو دوبارہ میں اچھی زندگی گزارتا۔ تو اسے سارے
واقعات یاد آئے' پریشان ہے' رو رہا ہے۔ اتنے میں اس کو ایک روشنی کی کرن نظر
آتی ہے' وہ روشنی آئی کیونکہ تاریک رات تھی۔ کہتا ہے تو روشنی کون ہے جو میری
طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے؟ اس نے کہا میرا نام ہے اُمید' ہم امید کہلاتے ہیں'
ہمارا کام ہے اندھیرے میں روشنی کرنا' یہ جو تو اندھیرے میں مبتلا ہے' تو ہماری
بات غور سے سُن' سمجھ آ جائے گی' توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا
اچھا توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں؟ اس بوڑھے نے توبہ کی۔ یک لخت کیا دیکھتا
ہے کہ اس کو ماں کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھو آج تو عید کا دن ہے' تو ابھی تک سو رہا ہے
اور تو تُو رو بھی رہا ہے ____ تو یہ ایک چھوٹے بچے کا خواب تھا۔ تو بچہ سمجھا کہ

اگر زندگی کو میں غلط کر لیا تو پھر وہی ہوگا یعنی میں مایوس بوڑھا بن جاؤں گا۔ بات سمجھ آئی؟ گویا کہ مایوسیوں کے اندر امید کے زمانے فضل کی آمد ہیں۔ اس لیے ایمان کس لیے ہے؟ یہی تو وقت ہے ایمان کا۔ سارے کے سارے مایوس ہوتے جا رہے ہیں' سارے اسلام کو چھوڑتے جا رہے ہیں' کفر کے اندر داخل ہوتے جا رہے ہیں' لوگ اتنے پریشان ہیں' یہ جو لوگ پریشان ہیں تو یہ تو نقلی ایمان پریشان ہے اور اصلی ایمان کا ہے کو پریشان ہوگا۔ کیا وہ موت سے ڈر رہا ہے؟ نہیں' وہ موت سے نہیں ڈرتا' ایمان نہیں ڈرتا موت سے۔ موت تو اس کو پرکھنے والی شے ہے' موت مَر جاتی ہے اور بندہ زندہ رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ موت مجھے مار دے گی' ایک وقت کے بعد موت نے مَر جانا ہے اور ہم نے زندہ ہو جانا ہے پھر جھگڑا کس بات کا؟ Ultimately تو میں نے زندہ رہنا ہے' میں ہی مَیں ہوں۔ آپ بات سمجھے؟ تو اس بات نے یہ ثبوت دیا کہ ایمان والے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ جب کبھی کسی جاننے والے پہ اللہ تعالیٰ یہ فضل کر دے کہ یہ واقعہ آنے والے زمانے کی بات ہے تو پھر وہ بتا سکتا ہے' ورنہ تو اس نے Future مخفی رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک پیغمبر پر فوج آشکار ہو گیا کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عذاب آنے والا ہے مگر عذاب نہیں آیا۔ پھر بڑی سخت پریشانی' پشیمانی اور سخت واقعات ہوئے جن سے وہ گزرتے گئے اور پھر مچھلی کے پیٹ میں واقعات ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ آپ نے تو مجھے دکھایا تھا تو اللہ نے کہا کہ دکھایا تو تھا مگر درمیان میں توبہ کرنے والے' معافی مانگنے والے' دعائیں کرنے والے ہزار واقعات ہوتے ہیں' کتنی بار

تقدیر بدلتی ہے' مقدر جو ہے اتنی بار بدلتا ہے جتنی بار بندہ رجوع کرتا ہے۔ تو اٹل مقدر کیا ہے؟ تو اٹل مقدر تیرے رجوع کا نام ہے۔ اگر رجوع بدل گیا تو حالات بدل گئے۔ تو آپ کا رجوع نہ بدلے تو یہ سارے حالات جو ہیں یہ رجوع کے Tester ہیں۔ اگر رجوع نہ بدلے تو تمہارا مستقبل کیا اور حال کیا۔ کہتا ہے کہ ہم ایک ہی ہیں۔ کبھی آپ نے غم والا آدمی دیکھا ہے۔ اگر چار دن کے بعد پوچھو کہ کیسا موسم ہے تو کہتا ہے کہ اسی غم کا موسم ہے۔ محبت والے سے پوچھو کہ اب کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے اب بھی اسی کی یاد ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو چھ دن ہو گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ چھ ہزار سال ہو جائیں تب بھی اسی کی یاد رہے گی۔ یہ میں دنیاوی وابستگی کی بات کر رہا ہوں۔ اور اگر وابستگی حق ہو جائے تو پھر حالات کیا رہے' یا خیالات کیا رہے' تو پھر الیکشن کیا ہے اور غیر الیکشن کیا ہے؟ تو یہ جھوٹی وابستگیاں ہیں' ووٹ کی محتاج ہیں اور سچ جو ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر اللہ اللہ ہے۔ وہ کہتا ہے ہم جا رہے ہیں' کامیابی کے ساتھ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہیں؟ اپنے Ultimate End کی طرف۔ رہ گئی ایک اور بات جو آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ ملک یا نہ ملک' وہ مالک ہے' چاہے تو ایک آدمی کے ذریعے قوموں کو بدل دے اور چاہے تو سو لیڈروں کی وجہ سے قوم گمراہ ہو جائے۔ ایک امام نے آنا ہے اور وہ قوم کو فلاح دے گا اور ڈھائی لاکھ مسجدوں کے ڈھائی لاکھ امام موجود ہیں مگر قوم میں وہ بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علم کے لیے' صداقت کے لیے دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں حالانکہ یہ آپ کا اپنا کام تھا۔ جس قوم کے اندر بے شمار قائد پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ قیادت کا فقدان ہے' قیادت ختم ہو چکی

ہے۔ اسلام میں ایسی قیادت ختم ہو جائے تو میرا خیال ہے بہت بہتر ہے' مبارک ہے تا کہ اب ہمارے اوپر اصلی قیادت آئے۔ اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا اور اللہ کے حبیب ﷺ کے بندے اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد میں رہیں گے۔ تو آپ کو کسی لیڈر یا قائد کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایک قائد ہمیں ایسا چاہیے جو پانچ نمازوں کی جگہ تین کرا دے' بڑی سفارش چاہیے' میرا خیال ہے وہ آپ کو نہیں ملے گا۔ آپ کو پتہ ہے وہ ایسا نہیں کرا سکے گا اور پھر اگر ایک قائد ایسا چاہیے جو موت سے بچا دے تو وہ بھی نہیں ملے گا یا ایک ایسا قائد مل جائے جو حالات زمانہ اور غم سے بچا دے' وہ بھی نہیں بچ سکتے۔ غم سے بھی آپ نہیں بچ سکتے۔ چلو جی بڑھاپے سے بچ جاؤ۔ کیا آپ کو کوئی ایسا بندہ ملا جو بڑھاپے سے بچا دے؟ جو بھی اٹل فیصلے ہیں ان سے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ قائد کیا کرے گا۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ملک سلامت رہنا چاہیے تو ''ملک سلامت'' کیا ہوتا ہے؟ آپ یہ بتاؤ۔ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ملک سلامت رہنا چاہیے۔ آپ کہیں گے کہ حدود قائم رہنی چاہئیں۔ کیا حدود اللہ کی بات کر رہے ہیں؟ کیونکہ ان حدود میں رہ کر ہم عبادت گزار ہو گئے اور اگر حدود میں عبادت نہ ہو تو حدود کیا ہیں؟ اگر اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں یا مسلمانوں کے علاقے میں یا مسلمانوں کے محلے میں غیر اسلامی وحشتیں ہو جائیں تو بات کیا رہ گئی۔ وہ مسلمان جو کافروں کے دیس میں ہیں اگر ان میں ایمان افروز ہو اور فروزاں ہو اور آپ کے علاقے میں رہنے والے مسلمان جو ہیں ملاوٹیں بھی کریں' بدمعاشیاں بھی کریں' جھوٹ بھی بولیں اور قیادت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بھی کریں تو پھر یہ رزلٹ کیا نکلا؟

زمین نیک نہیں ہوتی۔ پاکستان میں یہ نہیں کہ یہ زمین نیک ہوگئی' پہاڑ نیک ہو گئے اور دریا پاک ہوگئے۔ مطلب یہ ہے کہ پاک ہونا ہے انسان کے ضمیر نے' انسان کے ایمان نے' بلکہ انسان نے۔ اگر انسان پاک نہ ہوا تو زمین کہاں سے پاک ہوگی۔ اگر پھر بھی ہماری اَنا کہتی ہے کہ قائم رہنا چاہیے تو اس کا اظہار ٹھیک ہے۔ یہاں سے آپ سبق یہ سیکھو کہ اگر آپ لوگ اپنی حد کو قائم کرنا چاہتے ہو' ملکی حد کو' تو پہلی طاقت جو ہے وہ ہے وحدتِ قوم۔ اور وحدتِ قوم کے لیے طاقت ور بات چاہیے۔ آدھے آدمی آدھے آدمیوں کے خلاف ہوئے پڑے ہیں' یہ آجائیں تو وہ نہیں رہتے' وہ آجائیں تو یہ نہیں رہتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر ایک ٹولہ سیاست کا آجاتا ہے تو دوسرے کو وہ غدار کہتا ہے' وہ ''غدار'' آجاتے ہیں تو پھر یہ غدار ہیں۔ اب درمیان میں آپ کو سچ بولنے کا موقع ہے۔ جماعتیں نہ اچھی ہوتی ہیں نہ بُری ہوتی ہیں' بندے اچھے ہوتے ہیں' بندے بُرے ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ان باتوں پہ غور کرنا ہے۔ جب ایسی بات کو آپ سوچیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آجائے گی کہ اعتماد ہی کا نام ہے ایمان۔ تو ایمان کیا ہے؟ کسی پر اعتماد' جس کے پاس ہم جارہے ہیں اور سچا ہو' جھوٹ نہ بولے۔ آپ کے خیال میں صداقت کیا ہے؟ تو صداقت کا ساتھ دو' جماعت کا ساتھ نہ دو۔ کس جماعت کا؟ جس جماعت کا مرضی ہو۔ کون سی جماعت؟ ہمیں نہیں پتہ کہ کون سی جماعت۔ تو جس جماعت میں آپ کے خیال میں صداقت ہے' آپ صداقت کا ساتھ دے دو۔ صداقت کو اپنی طرف سے Openly کہہ دو کہ صداقت سرفراز ہونی چاہیے۔ اگر دونوں جھوٹے ہیں تو پھر آپ چھوڑ دو۔ اس میں Compromise

کی بات نہیں' ایمان میں Compromise نہیں ہے' تو آپ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے مستقبل سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بات یاد رکھنا' یہ پکی بات ہے۔ جو مستقبل سے مایوس ہو گیا وہ خدا سے باغی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اب رحمت جو ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر انسان عین موت کے قریب ہے تو پھر بھی مایوس نہ ہو' کیونکہ تباہی سے ایک قدم پہلے رحمت آ جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو ایمان میں قائم رکھو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ کا سوال پورا ہو گیا_____

اب آپ بولیں_____ ڈاکٹر آصف بولو_____

سوال:

غیبت کے بارے میں بتا دیں_____

جواب:

کسی آدمی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا جو تم اس کی موجودگی میں نہیں کہہ سکتے' اس کی خامی بیان کرنا' اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا' یہ غیبت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ غیبت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کیا تم پسند کرو گے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ غیبت کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو بلیک پینٹ کر دیا جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیا پتہ کہ آج تمہیں وہ شخص جو نظر آ رہا ہے عین ممکن ہے کہ کل کو یہ کیا ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بارے میں بات تم پر آشکار نہ ہوئی ہو۔ بزرگوں نے اس بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ تو کسی کو برا

نہ کہو جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔ توبہ کا دروازہ ابھی تو بند نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی کو برا نہ کہو۔ اگر برائی دیکھو تو اپنی نیکی یوں بنا لو کہ اس کی پردہ پوشی کر دو۔ تم سماج کے Responsible نہیں ہو کہ یہ کام کرو' یہ نہ ہو کہ لوگ تمہاری خامیاں بیان کرتے پھریں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! اگر ہم اس کے منہ پہ کہہ دیں تو کیا یہ غیبت تو نہ ہوگی۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ بے حیائی ہے۔ کسی آدمی کے منہ پہ' کانے کے منہ پہ کہہ دو کہ تیری آنکھ اگر ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا' تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ خامی دور کرو' خامی دور کرنے کے لیے کوشش کرو اور اس کے ساتھ جو بھی تعاون کر سکتے ہو وہ تعاون کرو اور اس کے منہ پر بے حیائی نہ کرو کہ تم یہ ہو' وہ ہو۔ اس طرح تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ جب سے یہ بات ختم ہو گئی ہے لوگ گمراہی میں کنفرم ہوتے جا رہے ہیں۔ تو لوگوں کو نیکی کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم نیک ہو جاؤ۔ سچ کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم سچے ہو جاؤ۔ تو پہلے اپنے آپ کو سچا کر لو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آدمی سچا ہو جائے اس کے منہ سے جھوٹ بھی نکلے تب بھی سچ ہو جاتا ہے کیونکہ جھوٹ نکلتا نہیں ہے۔ وہ سچ ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثال دوں کہ ایک مائی صاحبہ کا ذکر کرتے ہیں' ایک مائی صاحبہ اپنے بیٹے کو نماز کی عادت ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی پڑیا شکر کی اس کے مصلّے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ جب وہ نماز پڑھتے پھر وہ مصلّی اٹھاتے تو نیچے شکر پڑی ہوتی اور وہ سمجھتے کہ اللہ شکر دے رہا ہے۔ اور بچپن اسی شکر کی خوشی میں چلتا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مائی صاحبہ مصلّے کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں اور بچہ مصلّے پر چڑھ گیا۔ اب مائی صاحبہ نے کہا یا اللہ اب شکر نکلنی نہیں ہے'

میں نے رکھی نہیں ہے اور بچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نماز سے بدظن نہ ہو جائے' اب تُو کوئی مہربانی فرما۔ ماں کی غفلت اور پھر ماں کی دُعا کرامت بن گئی' مصلّٰی اٹھایا تو نیچے شکر موجود تھی۔ جب وہ بچہ بزرگ بنے تو انہیں گنجِ شکر کہا گیا اور وہ پاک پتن شریف میں رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ماں کی دعا ایک کرامت بن گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ماں نے سچ نہیں کہا کہ شکر ہے لیکن ماں کا ایمان اور ماں کی دعا جو ہے وہ شکر ساز ہو گئی۔ یہ بھی بعض اوقات ہوتا ہے کہ سچے بندے کی دعا جو ہے وہ پھر ہر شے کو ٹھیک کر دیتی ہے۔ بابا صاحبؒ کا دوسرا واقعہ جو ہے وہ بھی اسی کے بارے میں ہے یعنی شکر کے بارے میں ہے کہ اونٹوں والے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ مست رہتے تھے۔ شکر لدی ہوئی تھی' شکر لے کے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا لا رہے ہو؟ وہ شکر سے لدے ہوئے تھے' انہوں نے سوچا کہ فقیر مانگ ہی نہ لے۔ اس نے کہا نمک ہے بابا۔ انہوں نے فرمایا کہ جاؤ نمک تو نمک ہی سہی۔ گھر جا کے دیکھا تو سارا ہی نمک' چیخے چلائے۔ کسی بزرگ کے پاس گئے۔ اونٹ والوں نے کہا کہ راستے میں بابا جی نے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ' اس کا علاج اور کوئی نہیں ہے' یہ گرفتاریٔ کرامت ہو گئے ہو تم۔ وہ نمک لے کر پھر وہاں سے گزرے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے؟ کہتے ہیں مہاراج شکر ہے' انہوں نے کہا کہ شکر ہے تو پھر شکر ہی سہی۔ اور پھر نام رکھا گیا گنجِ شکرؒ۔ تو بات یہ ہے کہ سچے کی زبان سے کچھ نکل جائے' وہ ہو جائے گا۔ اس لیے حالات ۔ ۔ پریشان ہونے کے لیے ہم نے منع کر دیا۔ مایوسی' پریشانی' اب کیا ہو گا؟ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ لوگوں کو اپنے وقت پر موت آئے گی'

اپنے وقت پر زندگی پیدا ہوگی' بچے اتنے مہینے کے بعد پیدا ہوں گے جتنے مہینے کے بعد پہلے پیدا ہوتے تھے' سارے واقعات ویسے ہوں گے' جھوٹے کا حشر بُرا ہوگا' سچے کا حشر اچھا ہوگا' یہ دنیاوی واقعات آپ کے سامنے چلتے رہیں گے اور آپ نے ہزار بار حالات کو بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ قائداعظمؒ کے بعد لیاقت علی خان اور پھر اس کے بعد کیا ہوا' وہ جو کہتے تھے کہ میرے بعد سورج کو یہ ہو جائے گا اور یہ کہ ہم جائیں گے تو پہاڑ روئیں گے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا! پہاڑوں کو رونے کی نہ کوئی فرصت ہے اور نہ کوئی اور واقعات ہیں۔ باپ گیا تو کدھر گیا اور بیٹی گئی تو کدھر گئی۔ اور اب جو آ رہے ہیں یہ کدھر گئے۔ ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ۔ ہمارا کیا کام ہے؟ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ' جدھر جا رہے ہیں جاتے جائیں اور نیکی کا راستہ آپ طے کرتے جائیں۔ ایمان کا راستہ طے کرتے جاؤ۔ رہ گئیں حکومت سازیاں تو الارض للہ۔ جب تک تم زمین لوگوں کے حوالے نہیں کرتے' جاگیرداری کو بند نہیں کرتے تو مسئلہ نہیں حل ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے غریبوں کی راہنمائی کی کہ میں تمہارے حقوق دلاؤں گا' پیسہ لاؤں گا۔ غریب آدمی کو تو پیسہ چاہیے' پھر آنے والا ہمارا دور غریبوں کا دور ہوگا۔ تو جب اس کو پیسہ ملا تو آپ ہی کھا گیا۔ غریب پھر دیکھتا رہ گیا۔ ادھر سے اسلام نواز گروپ آتا ہے اور یہ بوریوں میں پیسہ بند کر کے رکھ دیتے ہیں اوپر لکھ دیتے ہیں ''اسلام''۔ تو یہ سارے کا سارا واقعہ ہے۔ اوپر سے عالمِ دین ہوتے ہیں اور اندر سے پیسہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو سارا اسلام تو بتا رہا ہے لیکن یہ تو بتا کہ تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے۔ جب تک پیسے کی محبت سے انسان بچتا نہیں

ہے اور لذتِ وجود سے نہیں بچتا تو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ وجود کی لذت سے بچو' پیسے سے بچو۔ سیاست تو آپ کرتے جاؤ گے' سچ کی سیاست کرنا اگر تم کرنا چاہو تو۔ اللہ کا فضل اگر آپ دیکھو تو پھر آپ خود ہی فضل ہو۔ آپ کا خیال بدل جائے تو فضل نہیں ہوتا' خیال بدل جائے تو پھر تباہی ہو جاتی ہے۔ خیال کی تبدیلی کا نام ہے تباہی۔

سیاسی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ جو بھی گروپ کامیاب ہو جائے اس کے بعد اس کو مخالف گروپ کے ساتھ مل کر رہنے کی عادت ہونی چاہیے بلکہ ایک جماعت ایسی کامیاب ہو کے آئے کہ جب وہ کامیاب ہو جائے تو جماعت توڑ دے اور پھر سب جماعتیں متفق ہوں۔ جیسے ہی کامیابی ملے' مل جل کے رہو' انسانوں کی طرح رہو۔ ایک گروپ اپنے آپ کو پالتا رہتا ہے اور دوسرا گروپ آہستہ آہستہ باغی ہوتا جاتا ہے' پھر وہ توڑ دے گا۔ یہی واقعہ ہوتا رہتا ہے آپ کے سامنے۔ حکومت آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اگر مرکز کا پنجاب کے ساتھ رابطہ بحال رہتا' اچھے واقعات رہتے تو ٹھیک تھا۔ مگر سارے Offend ہو گئے' جہاز سمندر میں کھڑا کھڑا سوکھ گیا' کیا نام تھا؟ جونا تھن۔ کچھ تجاوزات ہو گئے' کچھ لوگوں کو اور واقعات پتہ چل گئے۔ اگر تحمل مزاجی سے سارے چلتے چلے جاتے تو پھر چلتے رہتے۔ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ کسی کو ننگ کریں۔ تو بس یہی وقت ہے۔ جب آپ کسی انسان کو یا گروپ کو دیکھنا گوارا نہ کر سکو تو سمجھو کہ تباہی کا وقت آ گیا' تمہاری تباہی کا۔ تو یہ بات ہے۔ اس لیے سیاست میں اختلافات نہیں ہونے چاہئیں۔

ہاں جی چغتائی صاحب بولو ____ یوسف بولو ____ آپ ہی بولو ڈاکٹر صاحب ____

سوال :

آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

اسلام میں اکٹھے رہنے والے جو ہیں وہ اسلام کی وجہ سے بھی لڑتے ہیں اور ویسے بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ اَنا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جو آدمی اَنا رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یا تو سارے جھوٹے ہیں یا ساروں میں سے ایک کے علاوہ سارے جھوٹے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ لڑنے والے بھی سارے سچے ہو جائیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست جو ہے یہ کاروبار ہے' کاروبار میں انویسٹمنٹ اور اس کے ریٹرن کی بات ہے۔ اگر خدمتِ خلق ہو تو لڑائی کیا؟ پھر آپ بھی خدمت کرو اور وہ بھی خدمت کرے۔ الیکشن سے پہلے خدمت کوئی نہیں کرتا' خدمت کرو تو سارے لوگ ہی خوش رہیں مگر خدمت تو کوئی نہیں کرتا' صرف ووٹ کے لیے ہر جگہ لڑائی کرتے ہیں مثلاً خدا کی نماز ہونی ہے' جماعت کرانی ہے' اب امامت کا جھگڑا ہے کہ امامت کون کرائے؟ مسجد کے اندر ایک جلسہ تھا جمعیت المشائخ کا۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں یعنی پیر صاحبان' دو تین نشستیں تھیں' ایک نشست پر ایک پیر صاحب کرسی صدارت پر بیٹھے' دوسرے پیر صاحب نے کہا کہ میں اس کی صدارت میں بیٹھنا نہیں پسند کرتا۔ تو فائدہ کس کو پہنچے گا؟ غیر اسلامی شعور کو ____ یہ سارا واقعہ

ہو رہا ہے آپ کے ملک میں۔ میرا خیال ہے کہ اس ملک کے اندر منافقت بڑھ گئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ اب آپ پریشان نہ ہونا اور دعا کرتے رہنا اپنے حق کے لیے۔ جب میں کسی کو پریشان ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ یہ تیرے اندر کی شرارت ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ بات ایسے ہے اور میں یہ خبر دے رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ پر بھروسہ رکھ لیا اور یقین کے ساتھ اللہ کو مان لیا اور اُس تعاون کے اندر شامل ہو گئے' عبادت میں شامل ہو گئے' ان لوگوں پر یہ وقت مشکل نہیں ہوتا۔ مشکل جو ہے یہ ہے اعتماد کی کمی کا نام۔ آپ کو اُس کی ذات پر اعتماد نہیں رہ گیا' کیونکہ اندر فساد زیادہ مچ گیا' یہ شعر سُنو' مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

مطلب ہے کہ آپ لوگ ہی بھٹک گئے ہو' آپ کو خدا کی ذات پر شک ہو رہا ہے آپ ایمان والے ہیں' تو ایک پیغمبر سے اُمت بنی ہے' ایک ہی ذات سے اُمت ساری بن گئی ہے' ایک کلمے سے ساری اُمت وحدت میں آ گئی ہے اور اب آپ کو شک پیدا ہو گیا' فرق آ گیا ہے' اینٹ' اینٹ تقسیم ہو جائے تو بلڈنگ کدھر رہے گی۔ اس لیے پاکستان میں یہی کچھ ہوا پڑا ہے۔ اب اس کے علاج کا میں نے آپ کو کہا ہے کہ فکر نہ کرو۔ اب اس کا علاج تمہارے بس میں نہیں ہے' شکر کرو اگر تو تمہارے بس میں ہوتا تو تم پریشان ہوتے کہ ہم کیا بنائیں گے اور بلڈنگ کیسے بنائیں گے؟ اب تو اللہ کا فضل آ رہا ہے اور وہ خود بخود ہی کرے گا توڑے

گا' بنائے گا' دیکھتے جاؤ' جلوے تمہارے نہیں ہیں' اب جلوہ قدرت کا ہے۔ اب وہ بات ہے کہ ؎

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

آپ کا کام ہے اللہ سے فریاد کرنا' سو وہ آپ کر چکے' دعائیں مانگ لیں ۔خواب ہی جھوٹے بنا ڈالے ہیں لوگوں نے' میں آپ کو کیا بتاؤں؟ خواب اور بیان جھوٹے' مشاہدات جھوٹے اور مکاشفات بھی جھوٹے ____

ایک کو خواب آیا کہ میری جماعت کامیاب ہو گئی ہے مگر وہ جماعت فیل ہو گئی۔ دوسرے کو خواب آیا کہ ایسا واقعہ ہو جائے گا۔ الیکشن کا حکم مجھے مل گیا ہے اور وہ بھی انشاء اللہ فیل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اپنی ذات قابل اعتماد نہ رہی تو پرانی قابلِ اعتبار ذات کو حوالہ بنا لیا گیا۔ جس کا کہنا ماننا کوئی نہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم آیا ہے تمہارے لیے' میری طرف تمہارے لیے اطلاع ہو گئی ہے اور حکم یہ ہے کہ تم برباد ہو جاؤ گے اگر میرا کہنا نہ مانو گے۔ یہ صرف پیغمبر کی شان ہے' وہ کہہ سکتے ہیں' جو اس کام کے لیے نامزد ہیں۔ دنیا کا کوئی بندہ اگر خدا سے اس طرح کا رابطہ بیان کرتا ہے کہ مجھے حکم ہوا کہ تمہیں میں بتا دوں تو وہ جھوٹا نبی ہے جس پر وحی آتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ رات کو جبرائیلؑ سے ملاقات ہوئی' وہ کسی کام کو جا رہے تھے' میں نے کہا کہ تھوڑی دیر بات ہی کر لو ____ جبرائیلؑ کے ساتھ ملاقات چاہے کتنی ہی خوب صورت ملاقات ہو' یہ جھوٹ ہے' یہ سارا شاعری والا مبالغہ ہے۔ آپ لوگ سارے کلمہ

پڑھنے والے ہیں' پھر کلمہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم . لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ اب آپ لوگوں کا رابطہ بحال ہے کیونکہ یہ کلمہ ہے۔ ایک آدمی مسلمانوں کو حضور پاک ﷺ کا حکم سنائے تو وہ کون ہو گیا؟ حضور پاک ﷺ کی طرف سے سفیر ہو گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لیے کسی سفیر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہمارا براہ راست کلمہ ہے' میں گواہ ہوں ہم نے ابھی پڑھا ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ ہمارا اللہ موجود اور ہمارے حضور پاک ﷺ بھی موجود ہیں اور کلمہ ہمیشہ موجود ہے۔ یہی تو اسلام نے بات کی تھی کہ درمیان میں کاہن' پروہت' پنڈت نکال دیا' نجومی نکال دیا' دست شناس نکال دیا' ستارہ شناس نکال دیا۔ پھر کہا کہ یہ اللہ ہے' دیکھے بغیر اس کی عبادت کرو _____ محبت کی بات جو ہے وہ الگ بات ہے۔ جہاں توحید ہے وہاں توحید میں گڑبڑ نہیں کرنی ہے۔ اگر یہ کہو گے کہ حضور پاک ﷺ کا آستانہ بھی کعبہ ہے تو پھر گڑبڑ ہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے بیان کے علاوہ بات ہے' انہوں نے یہی تو منع کیا تھا۔ آپؐ بیان کرتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔ کیا سمجھ گئے ہو؟ آپؐ خود ہی ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے آیت آ گئی ہے انما بشر مثلکم یوحی الیّ کہ اللہ نے مجھے فرمایا ہے کہ یہ کہہ دو کہ میں ہوں انسان تمہاری طرح اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ انسان تمہاری طرح ہوں یعنی کہ میں اللہ نہیں ہوں۔ ایک ثبوت تو یہ دیا کہ میں اللہ نہیں ہوں۔ لوگوں نے اس طرح بھی کہا کہ میم کا گھونگھٹ ہے' احمد اور احد کی بات ہے' ساری میم کی مَروڑی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔ اس میں انہوں نے کہا کہ دیکھو میم کی مَروڑی اپنی

جگہ پہ رکھو لیکن یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمانے والی ذات کا نام ہے اور ہم بذریعہ جبرائیل امینؑ وحی وصول کر رہے ہیں۔ ہم آئے ہیں ایک وقت پر اور ایک وقت کے بعد ہم چلے جائیں گے' اللہ جو ہے ہر وقت میں آیا اور ہر وقت میں رہے گا اور اس کا آنا جانا کوئی نہیں ہے' اس کا ہونا ہی ہونا ہے۔ الآن کما کان وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے' وہ ہمیشہ سے ہے جو کچھ ہے۔ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ میں اللہ نہیں ہوں' اللہ قہار بھی ہے اور ہم قہار نہیں ہیں' اللہ جبار بھی ہے' ہم نہیں ہیں' منتقم بھی ہے انتقام بھی لے لیتا ہے مگر ہم نہیں لیتے۔ ہماری صرف رؤف و رحیم کی صفت اللہ سے ملتی ہے باقی سب اللہ کی اپنی ہیں۔ اور تیسرا ثبوت یہ دیا کہ اللہ اپنی عبادت نہیں کرتا' ہم اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' یہ دیکھو "اللہ اکبر" سر سجدے میں۔ تو بندے کی شان یہ ہے کہ سجدے میں سر رکھ دے اور اللہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا Meaning thereby کہ اللہ مسلمان بھی نہیں ہے' اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ اس کا کسی پر ایمان رکھنے کی کیا بات ہے۔ کیا اللہ کوئی نمازیں پڑھتا ہے۔ بہرحال وہ اللہ ہے۔ میں صرف یہ نہیں کہ میں بندہ ہوں بلکہ بہت قریب ہوں اور میں ہی میں ہوں' ناں! اللہ کا حکم ہے کہ میں فانی ہوں اور وہ جو میرا آستانہ شریف ہے اس کو خبردار اپنا مرکز وہ نہ بنا لینا جیسے عبادت گاہ' سجدہ نہ کر لینا' اس لیے سجدہ بشر کو منع کر دیا اور سارے ثبوت عطا کر دیئے کہ ہم آ رہے ہیں' ہم جا رہے ہیں اور باقی جو ہے یاد کرنے والے کے لیے ہم موجود ہیں' وہ راز ہے اور وہ روحانی راز ہے' جو یاد کرے گا اس کے لیے ہم موجود ہیں' جو نہیں مانے گا اب بھی نہیں مانے گا' کافر کا

کافر رہے گا۔ اس لیے یہ بات ذرا غور والی ہے کہ مسلمان جو ہیں اگر مانتے ہیں تو کچھ اور ہو جاتے ہیں اور نہیں مانتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

سوال:

تو یہ جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی طرف آیا تھا اور حضور پاک ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میرا پیغام لانے والا جو ہے فلاں ہوگا یا وہ ہوگا۔ کیونکہ پیغام مکمل آ چکا ہے۔ رہ گئی بات محبت کی تو فقراء یا بزرگانِ دین نے یہ کام کیا کہ حالاتِ زمانہ کی ترقیوں کی وجہ سے جب انسان کے دل جو ہیں کجلا گئے تو ان کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا۔ لوگوں کو محفلوں میں بلانا' انہیں حضور پاک ﷺ کی محبت کی باتیں سنانا اور پیار کے قصے بیان کرنا۔ وہ آدمی جو اپنی ناکامی کو یا اپنی خامی کو دور کرنے کے لیے اس ذات کا حوالہ دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جیسے ایک مرتبہ ''نظام مصطفیٰ'' آ گیا' نازک نام' محبت والا نام استعمال کر لیا اور اس کا نام نظام مصطفیٰؐ رکھ دیا۔ نظام مصطفیٰؐ کے اندر نو آدمی یا نو جماعتوں کا اکٹھا ہونا بھی مانتا ہوں کہ یہ نظام مصطفیٰؐ کے لیے ہی تھا۔ چلو مان لو۔ مگر اس کے ٹوٹنے کا نام منافقت ہے۔ وہ ٹوٹے کیوں؟ تو ثابت یہ ہوا کہ یہ لوگ جو ہوتے ہیں' اولیاء قسم کے بنے ہوئے' علماء قسم کے بنے ہوئے' یہ بہت ظالم لوگ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ ہوتے ہیں جو غریبوں کو امیر کرنا چاہیں۔ امیر کیا اور غریب کیا' آپ اپنا ایمان پکا رکھو اور چلتے جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا واقعہ جو ہے یہ سارا

ہی غلط ہے۔ اتنی گڑبڑ ہوگئی ہے کہ اب اس کا ایک ہی علاج ہے۔ کیا علاج ہے؟ یا اسے Uproot کردو یا اُسے Destroy کر کے Reconstruct کردو یا کوئی فضل کی ہوا ہی چل جائے۔ اب یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ فضل کی ہوا آ جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ یا پھر 25 سال تک سیاست معطل کر دو۔ پھر سیاست کس کی ہو گی؟ میرا خیال ہے طالب علموں کی ہو گی۔ یہ بھی جھوٹے ہو گئے' طالب علم بھی جھوٹے ہو گئے کیونکہ یہ کلاشنکوف سے کم بات نہیں کرتے' پڑھنے میں فیل ہو جاتے ہیں اور ان کا کام اپنا کام نہیں ہوتا۔ کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں صداقت موجود ہو اور وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔ تو کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں مکمل صداقت موجود ہو اور جس کو آپ کہہ سکتے ہوں کہ یہ سچے لوگ ہیں۔ اب اس آدمی کی تلاش کرو یا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام فرمائے کسی سچے آدمی کا یا سچے گروپ کے آنے کا' اس وقت جو موجود ہیں وہ تو کوئی قابلِ ذکر نہیں ہیں۔ اس لیے یا اللہ تو آپ ہی سبب بنا۔ یہ تو جتنے ہیں ساری سیاسی وابستگیاں ہیں۔ میں تو بڑا خاموشی سے گمنام ہوں' مجھے تین جماعتوں کی طرف سے' چار علاقوں کی طرف سے الیکشن لڑنے کی Request آئی ہے' کہتے ہیں ہمیں Candidate ہی نہیں مل رہے' آپ بن جاؤ قربانی کا بکرا' ہم کیوں لڑیں؟ میں لڑائی کرتا نہیں ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ بے شمار لوگ کہتے ہیں یہ کر لو وہ کر لو اور اس طرح الیکشن ہو جاتے ہیں۔ کہیں غلطی سے ہم ہاں کر دیں اور خدانخواستہ Elect بھی ہو جائیں' میرے جیسے تو سیاست کی بالکل ہی توڑ پھوڑ کر دیں۔ یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ ایک بچے سے کسی نے پوچھا کہ تجھے پاکستان کا صدر بنا دیں تو تُم پہلا کام

کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ تو ہم ایسے ہی لوگ ہیں کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ آپ کو پتہ ہے ظلم کسے کہتے ہیں؟ ظلم جو ہے فطرت کے خلاف کام کرنے کو اور فطرت کے خلاف کام لینے کو کہتے ہیں اور جو تمہارا منصب نہیں ہے وہ اختیار کر لینا۔ اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں کہ جو آپ کا منصب نہیں تھا وہ منصب آپ اختیار کر گئے یا بیان کر گئے کہ میرا یہ مقام ہے' جب کہ اللہ نے وہ مقام نہیں بنایا۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے' اللہ آپ ہی حیران ہے کہ اس کو میں نے ولی بنایا نہیں ہے اور یہ ولی Claim کر رہا ہے' یہ قصہ کیا ہے؟ وہ پھر لمبی کہانی میں ڈال دیتا ہے۔ آخری وقت میں وہ چیخیں مارتا ہے کہ مجھے انسان ہی رہنے دو۔ تو بات یہ ہے کہ ظلم سے بچو۔ مبالغہ ظلم ہے' مبالغہ ظلم ہے۔ جو آپ کو نہیں بنایا گیا وہ بننا ظلم ہے' کسی آدمی کے خلاف بلاسبب بولنا بھی ظلم ہے۔ اور سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گروپ کے خلاف بولتے ہیں' میں نے آپ کو بات سنائی تھی کہ سیاست کی سب سے بڑی تقریر کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ ہم کیا کریں گے لیکن ہم وہ نہیں ہونے دیں گے جو وہ چاہتے ہیں۔ تو سیاست ہے دوسروں کی بات کی مخالفت کرنا۔ تو آپ لوگ اپنے ایمان کو درست رکھو' آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں' کیا کہا؟ کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں۔ بُروں کے لیے بُرے آئیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے یا اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہیں' یہ براہِ راست واقعہ ہو رہا ہے' اس پر تمہارے الیکشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اب ساری بات لیٹ ہو گئی ہے' اب پانی جو ہے وہ سر کے اوپر ہی ہے' اس لیے فکر نہ کرو۔ جس مکان کی

دیوار نہیں بنی اس کی چھت آپ کہاں سے ڈالو گے' یہ چھتیں بنا رہے ہیں جب کہ دیوار ہی کوئی نہیں ہے۔ اب دیوار کے بغیر چھت ڈالنا جو ہے وہ نیلی چھت والا ہی کرتا ہے' یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ دلوں کی کدورتیں دور کرے اور دلوں میں کسی سے محبت پیدا ہو' رحم پیدا ہو' ورنہ آج جو لوگ آ رہے ہیں یا آ جائیں گے' وہ آدھے لوگوں کو پھانسی لگانے کے لیے تیار ہیں' اور اگر دوسرے آ گئے تو وہ بھی پھانسی لگا دیں گے اور سو گناہ گاروں کے ساتھ پانچ سو معصوم پھانسی لگ جاتے ہیں۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن آپ نے دیکھا کہ دنیا میں ایسے ہوا ہے' مسلمان کے ساتھ ہوا ہے' ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ ہوا' پھر ایک کا اور کے ساتھ ہوا۔ پھر سارے واقعات ہو گئے۔

یہی کہو گے ناں آپ کہ مسلمان' مسلمان کے خون کا دشمن ہو گیا ہے۔ اس سے قدرت کو کوئی فرق نہیں پڑتا' قدرت کا اور ہی واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ بھروسہ رکھو اپنے مستقبل پر۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں کسی جھوٹے گروہ کے ساتھ ملنے کی توفیق نہ دینا اور ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' اگر ہم تمہیں اپنا نہیں بنا سکے تو تُو ہی مہربانی فرما' ہمیں اپنا بنا۔ تو مہربانی کر اور ہمیں اپنے قریب رکھ۔ جب ہمارے حالات ایسے ہو جائیں یعنی ہماری سمجھ سے باہر ہو جائیں' جب دلوں میں مایوسی ہو جائے' جب خوف پیدا ہو جائے' جب نگاہوں کے آگے اندھیرا آ جائے اور جب تیرے فضل کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے تو تُو ہی فضل فرما' اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہماری عقل پر پردے پڑ چکے ہیں' ماؤف ہو گئی عقل سوچ سوچ کے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر اور روشنی عطا فرما' سکون عطا فرما اور

اس ملک پر اپنا رحم عطا فرما' اس کے جغرافیائی بارڈر بھی محفوظ کر اور خیال کے بارڈر بھی اور نظریاتی بارڈر بھی محفوظ فرما' اس قوم کو بھی اور ملت کو بھی عزت عطا فرما۔ یا اللہ اس کو وحدت عطا فرما' تو چاہے تو یہ قوم پھر واحد ہو جائے۔ اس لیے اپنا کرم فرما اور فضل فرما۔

دعا کرو کہ جن لوگوں کو کوئی پریشانی ہے صحت کے بارے میں' حالات کے بارے میں' ذاتی بارے میں' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دینے والا ہے' تو ہی صحت عطا فرما' تو رحم فرمانے والا ہے' تو اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے ؎

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم ہو جاندا اے میرا

تو مہربانی فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و سندنا و مولٰنا حبینا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین۔

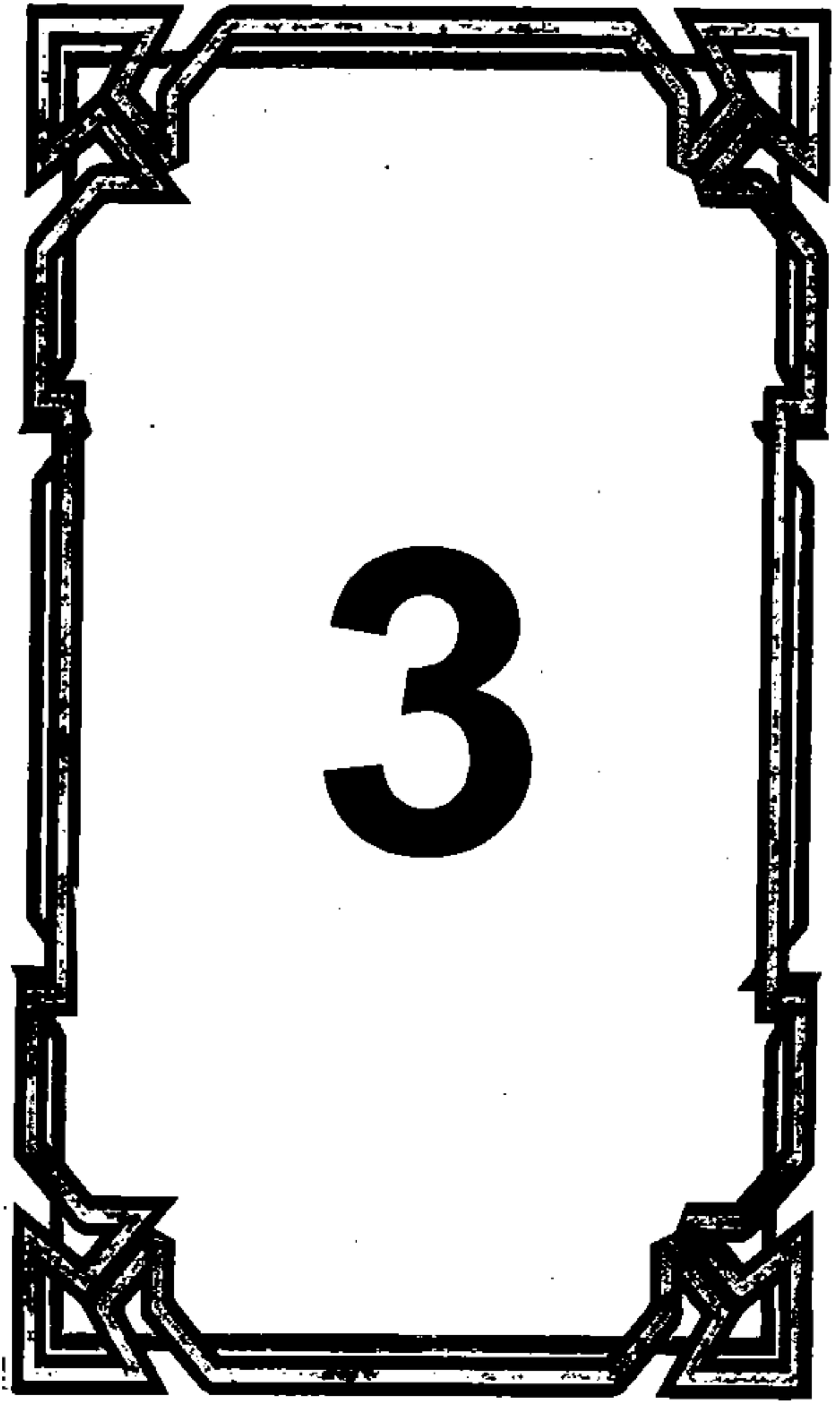

سوالات

1 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اُسے کر گزرتا ہے؟

2 آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

3 فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے؟

4 یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

5 زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے اب کیا کر سکتے ہیں؟

6 آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

7 بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

8 جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

9 یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟

جواب:

انسان اپنی پیدائش اور وجہ تخلیق سے آشنا نہیں ہو سکا۔ جب تک اُسے اپنی پیدائش یا وجہ تخلیق سے آشنائی نہ ہو تو اس کا ہر عمل کسی نہ کسی چیز سے منسلک ہوتا رہتا ہے۔ اب جن چیزوں سے اس کا عمل منسلک ہوتا ہے اس کے نام آپ نے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک تقسیم آتی ہے کہ اہلِ دانش' اہلِ دین' اہلِ ظاہر' اہلِ باطن' اہلِ عقل' اہلِ دل اور اہلِ نفس۔ تو یہ اسماء ہیں یعنی کہ نام۔ یہ انسان کی پہچان کے ابواب ہیں۔ اس کو ہم انسان کو پہچاننا کہتے ہیں۔ اب انسان کے نصیب پہ غور کریں۔ زندگی میں داخل ہونے اور زندگی سے نکلنے کے درمیان انسان نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ اس کا نصیب ہے۔ یعنی کہ جب وہ زندگی میں آیا تو کچھ چیزیں لے کے آیا تھا اور جب وہ زندگی سے رخصت ہو رہا ہے تو اس نے کچھ چیزیں زندگی میں حاصل کیں' عمل کی شکل میں' قواء کی شکل میں' Development کی شکل میں' ارتقاء کی شکل میں۔ بہرحال اس راہ کو آپ

دیکھیں کہ یہاں سے لے کر وہاں تک کا فیصلہ زندگی میں طے کیا تو اس کو نصیب کہیں گے۔ اب اگر یہاں یہ بات سمجھ آ جائے تو نصیب کو حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں' ایک یہ ہے کہ اپنی ذاتی کوشش یعنی نصیب حاصل کرنے کا طریقہ ہے کوشش' ایک ایک اینٹ لگاؤ اور مکان بنتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیدا کرنے والے کا کیا منشا ہے۔ جب اس کا حکم ہو جائے کہ مکان بننا ہے تو وہ بن کے رہے گا۔ اب اس میں آپ کی مرضی یا لیبر کا دخل ہی نہیں ہے۔ اگر یہ عقیدہ کہیں کمزور ہو جائے تو زندگی پریشانیوں کی زد میں آ جاتی ہے۔ اگر آپ نے یہ کیا کہ کبھی کوشش کر لی' دوڑتے بھاگتے رہے اور پھر کبھی کہا کہ جو اس نے نصیب میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چیز کنفیوز ہو جائے گی۔ اب آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے مطابق کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کس کے مطابق کر رہے ہیں۔ کام کے پیچھے عقل ہے یا دل ہے' یہ خود آپ کو معلوم نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ عقل سے کام کر رہا ہے یا دل سے کام کر رہا ہے۔ حقیقت میں کام کرنے والے کو خود پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کے پیچھے کتنے ہی محرکات عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ کام عقل سے ہو یا دل سے ہو' یہ دونوں صفات پیدائش سے عطا ہو جاتی ہیں یعنی آپ نے عقل سے کوئی کام کر لیا تو عقل بھی تو اُدھر سے ہے اور دل سے کوئی کام کر لیا تو دل بھی اُدھر سے ہے۔ اس لیے یہاں ایمان کا قائم ہونا بہت آسان ہے۔ اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ زندگی میں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ الا باذن اللہ کوئی کام اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ ہے کہ الا ما سعٰی جو آپ کوشش کریں وہی آپ

کا حاصل ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو آپ کو اللہ کا حکم ہوگا وہی حاصل ہوگا۔ حالانکہ آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ یہ سب آپ کو سمجھانے کے لیے ہے تاکہ آپ اس مقام پر اپنے یقین کو اتنا پختہ کر لیں کہ عمل آپ کا ہو اور اس کا نام منشائے الٰہی ہو۔ تو عمل آپ کا ہی ہے مگر نام اس کا منشائے الٰہی ہو گا۔ حاصل آپ کا ہے' جو بھی آپ نے حاصل کیا اور نام اس کا کیا ہے؟ اللہ کا احسان۔ وہ حاصل کیا ہے؟ آپ ہی کا' کیونکہ کوشش آپ نے کی۔ اگر آپ اپنی زندگی کو کسی طریقے سے منشائے الٰہی ثابت کر دیں یا اپنے حاصل کو کسی طریقے سے اللہ کا احسان ثابت کر دیں تو آپ کی زندگی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو کچھ حاصل کیا وہ کیا ہے؟ اس کا احسان۔ اب یہاں پر فقر کے درجات آتے ہیں۔ اچھائی کو تو سارے ہی احسان کہتے ہیں مگر نقصان کو احسان کہنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون یعنی جب آپ یہ کہیں کہ ہر چیز اُدھر سے ہی ہے' احسان ہے تو پھر تکلیف کیا ہے' یہ بھی احسان ہے۔ پھر باپ سے بیٹے کی جدائی کیا ہے؟ احسان ہے۔ پیغمبر کا کنوئیں میں گرنا کیا ہے؟ یہ بھی احسان ہے۔ پیغمبر پر خدانخواستہ کوئی الزام آ جائے تو؟ یہ بھی احسان۔ یعنی کہ اپنی زندگی کو اس کا احسان ہر حال میں ماننے والا تکلیف تو اٹھاتا ہے مگر درجے میں قریب ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اپنی کوشش مانتے جاؤ تو کوششیں ختم ہوتی جائیں گی مگر آرزوئیں پوری نہیں ہوں گی۔ اس طرح آپ پریشان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ اس کی بنیاد ہے کہ آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں؟ زندگی کے اندر ایک عمل ہوتا ہے

زندگی میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ ابا جان سے پوچھو یا ان کے ابا جان سے پوچھو بزرگوں سے پوچھو ــــــ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دس سال کے بعد شہر بھرے رہتے ہیں لیکن چہرے بدل جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ پچاس سال کے بعد شہر میں کوئی پرانا بندہ رہتا ہی نہیں۔ شہر کی آبادی بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور پرانا بندہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ اگر انسان کی ایورج عمر ساٹھ سال ہے تو ساٹھ سال بعد آپ کو آج کا بچہ بھی نہیں ملے گا' لیکن شہر بھرا ہوا ہوگا آبادی زیادہ ہوگی۔ گویا کہ آپ کی تمام کوششوں کے باوجود زندگی نے ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور آپ کی محنت کس کام کی ہوتی ہے؟ یہاں ٹھہرنے کی۔ مگر آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کی زندگی کی کوشش ہوتی ہے خوشی کے لیے مگر آپ جانتے ہیں کہ انسان غم سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنا غم تو ہوتا نہیں انسان کو بلکہ جب بھی غم آئے گا دوسرے کا آئے گا مثلاً آپ آرام سے گھر بیٹھے ہوتے ہیں اور اچانک کسی دوست کے انتقال پر ملال کی خبر آ جاتی ہے۔ یعنی کہ پیارا دوست کیا بنے گا؟ غم کی خبر بنے گا۔ تو زندگی غم سے نہیں بچ سکتی' زندگی موت سے نہیں بچ سکتی' زندگی زوال سے نہیں بچ سکتی' بینائی کمزور ہونے سے نہیں بچ سکتی اور آپ کی صحت جو ہے وہ ناقص ہونے سے بچ نہیں سکتی۔ ان باتوں کے بعد اب آپ یہ دیکھو کہ اب آپ کا سوال آتا ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں اس میں ہمیں کیا مسئلہ ہو جاتا ہے؟ کہ ہمیں وہ اور طریقے سے کرنا چاہیے تھا مگر اور کر بیٹھتے ہیں۔ اگر عقل سے کرنا چاہیے تھا تو کسی اور طریقے سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ہمارے کام آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اس کے پیچھے کیا

ہے' اس کے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ آپ کیونکہ زندگی سے آشنا نہیں ہیں' دل اور دماغ آپ نے عمل کے نام رکھے ہوئے ہیں' وگرنہ تو دل اور دماغ الگ نہیں ہوتے کہ دماغ الگ سے کوئی کام کر رہا ہو اور دل الگ سے کوئی کام کر رہا ہو۔ ہر کام میں دونوں شامل ہوتے ہیں بلکہ دل' دماغ' نگاہ' احساس اور قوا سارے کے سارے شامل ہوتے ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا کہ آپ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سمجھیں' اپنی کوشش سے نہ سمجھیں بلکہ اس کے احسان سے سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و عسیٰ ان تحبوا شیاً و ھو شر لکم و عسیٰ ان تکرھوا شیاً و ھو خیر لکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو وہ چیز جو نقصان دہ ہو تمہارے لیے اور ممکن ہے تم ناپسند کرو کوئی چیز جو تمہارے لیے مفید ہو۔ گویا کہ انسان کے اندر مفید چیز ترک کرنے کا امکان ہے۔ انسان کی پسند جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ ایسی چیز کو پسند کرے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ اگر انسان ایسا عمل کر بیٹھا جو نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خواہش نفس کی تھی۔ اپنے ساتھ دشمنی کا عمل نہ دل کا ہوتا ہے اور نہ دماغ کا ہوتا ہے بلکہ وہ بدنصیبی کا ہوتا ہے اور یہ بدنصیبی نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ غلط عمل کس کا ہوتا ہے؟ نفس کا۔ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نفس تھا' خواہش نفس تھی' نفسانی خواہش تھی۔ تو جو نفس ہوتا ہے وہ دماغ بن کے بھی عمل کرتا ہے اور دل بن کے بھی عمل کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب نفس ہے' یعنی نفس کا بندہ' اگر وہ مسجد میں جائے تو بھی نفس والا ہوگا۔ وہ مسجد میں اس وقت جائے گا جب دکھاوے کا وقت ہوگا۔ تو یہ صاحب نفس ہے اور یہ جو کام کرے گا اس میں نفسانی خواہش ہوگی۔ اور جو نیک آدمی ہے' دل والا آدمی ہے وہ ہر کام

میں نیکی کا انداز رکھے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا کہ اگر ایک آدمی بنیادی طور پر جھوٹا ہے' صاحب نفس ہے' وہ اگر نماز پڑھ رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' حج کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' تبلیغ کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹا ہے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹ ہے۔ اس کے سچ کے پیچھے بھی شرارت ہو گی۔ اب آپ اللہ کا حکم دیکھو کہ جب جھوٹے لوگوں نے مسجد بنائی تو اللہ کریم نے حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دو اس کے پیچھے شرارت ہے۔ تو جھوٹے نے سچ کہا مگر وہ بھی جھوٹ تھا۔ ایک اور جگہ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ جب یہ جھوٹے منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور آ کے یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اے میرے حبیبؐ! میں تو جانتا ہو کہ آپؐ سچے رسول ہیں مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یعنی اگر جھوٹا آدمی رسالت کی گواہی دے دے تو بھی جھوٹا ہے۔ گویا کہ بنیادی طور پر Emphasis ہوتا ہے انداز پر۔ اسی طرح اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو صاحبان نصیب جو ہیں اگر ان کا عمل بظاہر کمزور ہو تو بھی ان کا نصیب بلند ہے' عروج پر ہے۔ جیسا میں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے تو بظاہر یہ گرنے کا عمل ہے مگر یہ عروج کا عمل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ان کو آواز آئی کہ مبارک ہو' پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا۔ کیونکہ آپؑ کی پیغمبری کا سفر کنوئیں میں گرنے سے تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صاحب عروج جو ہے وہ بظاہر زوال میں بھی صاحب عروج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جو جنگ ہوتی ہے اگر اس میں کوئی پارٹی شکست کھا جائے تو اسے شکست ہی کہیں گے اور جیتنے والے کو فاتح کہیں

گے لیکن صاحب نصیب اگر کوئی جنگ ہار جائے تب بھی وہ تا قیامت فاتح ہے۔ اس کی مثال واقعہ کربلا ہے۔ کربلا میں حضرت امام عالی مقامؑ نے بظاہر جنگ نہیں جیتی لیکن تا قیامت' ہمیشہ کے لیے آپ فاتح ہیں۔ گویا کہ اصلی اور ازلی فاتح جو ہے وہ اگر شکست سے گزرے تو بھی فاتح ہے۔ تو عمل کی نیت آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ عمل میں افادیت نہ دیکھو کہ فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے بلکہ عمل میں نیت کو دیکھو۔ اگر یہ عمل اپنی خوشی کے لیے ہے تو یہ نیت ہے اور یہ عمل اگر کسی کی رضا کے لیے ہے تو اس کی جزا وہی ہے جس کی رضا آپ چاہتے ہیں۔ مثلاً آپ کوئی سا عمل کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ عمل سے کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی خوشی نفس ہے' کسی اور کی رضا' آپ کے عمل کی جزا ہے۔ تو آپ کی جزا کون ہے؟ جس کی آپ رضا چاہتے ہیں۔ تو اپنے عمل کی بنیادی بات یہ دیکھیں کہ اس کے پیچھے نیت کیا ہے۔ نیت کو نفس کہہ لیں' دل کہہ لیں' دماغ کہہ لیں یا روح کہہ لیں۔ عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ عمل کے پیچھے نیت کیا ہے۔ آپ اس سے خود ہی محرم ہوتے ہیں' دوسرا نہیں جانتا۔ لوگ آپ کے عمل کو نتیجے سے پہچانیں گے اور اللہ آپ کے عمل کو نیت سے پہچانے گا۔ یعنی کہ آپ کا عمل جو مستقبل میں نتیجہ دے گا۔ دنیا والوں کے لیے یہی عمل ہے اور اللہ تعالیٰ عمل سے پہلے جو کچھ خیال میں ہے اس پہ انعام دے گا۔ یعنی ابھی عمل شروع نہیں کیا گیا لیکن اللہ نے جزا دے دی۔ مثلاً ایک آدمی حج کی نیت سے ذہنی طور پر تیار ہوا' اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا حج ہو گیا اور اگر نیت دنیاداری ہے تو حج کر لینے کے بعد بھی نامُراد واپس آیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ یہ آپ کی نیت کی بات

ہے۔ یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ یہ دل ہوتا ہے یا دماغ ہوتا ہے' آپ اس بحث میں نہ پڑنا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دل کے اعمال کیا ہوتے ہیں اور دماغ کے اعمال کیا ہوتے ہیں؟ صاحب دل کون ہوتا ہے اور صاحب دماغ کون ہوتا ہے؟ کیسے جانیں گے کہ یہ دل والا عمل ہے یا دماغ والا عمل ہے۔ یہ تو آسان بات ہے۔ جس میں آپ کچھ لینا چاہیں تو یہ دماغ کا عمل ہے اور جب کچھ دینا چاہیں تو یہ دل کا عمل ہے۔ اہلِ دل ایثار کرتے ہیں اور اہلِ دماغ حاصل کرتے ہیں۔ تو اہلِ ظاہر کون ہیں؟ حاصل کرنے والے۔ انہیں کہیں گے اہلِ دماغ۔ اہلِ دماغ سے اگر اللہ میاں یہ کہے کہ تجھے دوزخ میں بھیجیں یا جنت میں تو اس نے کہنا ہے کہ جہاں پیسے زیادہ ملیں۔ یہ اہلِ دماغ ہوتا ہے۔ اہلِ دل کہتا ہے کہ جو تیری رضا ہے۔ تو اہلِ دل حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ رضا چاہتا ہے' ایثار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تیری مہربانی ہے کہ تو نے میری زندگی کی قربانی قبول کر لی۔ اور اہلِ دماغ کیا کہتا ہے؟ تو نے میری زندگی ضائع کر دی۔ اب دونوں احکام اللہ کی طرف سے ہیں' ایک تو یہ کہ جان بچانا فرض ہے' دوسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جان دینا فرض ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کے ذمے کون سا کام فرض ہے۔ تو ایک مقام یہ ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایک جگہ یہ حکم ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جان نثار کریں۔ یہ آپ کی اپنی ذاتی واردات کے مطابق ہے۔ گویا کہ آپ کے سوال کا جواب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال جو آپ نے کرنے تھے اور کہتے ہیں کہ نہیں کیے' تو وہ ہے نفس' جو صحیح کام نہ کرنے دے۔ اور بعض اوقات ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان صحیح ہو' بنیادی طور پر سچا ہو اور عمل غلط ہو جائے تو

پھر وہ یہ انتظار کرے کہ آگے کوئی اچھی خبر آ رہی ہے۔ اگر اُسے لگے کہ ایسا کام آج تک نہیں ہوا' یہ بندہ سچا ہے' آخر یہ کیا حرکت کر گیا ____ تو آپ دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی جواز ہوگا۔ ایک آدمی' بہت مشہور اور نیک آدمی کسی بستی میں جانے لگا۔ روزوں کا مہینہ تھا۔ اسے پتہ چلا کہ بستی کے لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہیں تو ان کے سامنے اس نے پانی پینا شروع کر دیا' کھانا شروع کر دیا ____ لوگوں نے کہا یہ کیا فقیر' درویش ہے۔ ان کے مریدوں نے کہا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے لیے ساٹھ روزے رکھنا بہتر ہے لیکن نفس کی جو خوراک ہے یعنی تعریف' تو میں اس سے بچ گیا ہوں' روزے تو ہم رکھتے ہی رہتے ہیں مگر یہ جو مقام آیا تھا کہ اپنی تعریف اپنے منہ پہ سننا' اس مصیبت سے ہم بچ گئے۔ تو اپنی تعریف سُننا ایک مصیبت ہے۔ اور عذاب کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ تو اپنی تعریف سُننا کیا ہے؟ مصیبت۔ اور اپنی تعریف خود کرنا کیا ہے؟ عذاب۔ ان سے بچنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اعمال کریں جو اعمال ٹھہرنے والے ہیں' جن سے آپ زندگی کو ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ یہ عام طور پر دنیا کی بات ہے' ظاہر کی بات ہے' دماغ کی بات ہے۔ اور وہ عمل جن سے آپ دنیا سے نکلنے کی بات کریں' وہ ہے دین' وہ ہے دل اور وہ ہے نیکی۔

اب اور کوئی سوال ____ بولیں ____ پوچھیں۔

سوال:

آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

جواب:

یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے لفظ "مولائے کائنات" استعمال ہوا ہے تو کچھ لوگ اسے کہیں گے کہ مولا تو آپ اللہ ہی ہے' پھر یہ کیا۔ یہ جو حضور داتا صاحبؒ کے بارے میں شعر کہا گیا ۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

کیا آپ کو پتہ ہے کہ اصل میں یہ شعر کیا تھا؟

گنج بخشِ ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا

تو خواجہ غریب نوازؒ سے لوگوں نے کہا کہ تھوڑی رعایت کر دیں اور بات کو سمجھ سے ذرا قریب کر دیں تو آپؒ نے کہا کہ ۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

اب "گنج بخشِ فیضِ عالم" ایسی جامع ترکیب ہے کہ آپ اسے اپنے مشائخ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں' داتا صاحبؒ پر' داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ پر' مولا علیؓ پر' سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر۔ تو حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی گنج بخش فیض عالم ہے اور مظہرِ نورِ خدا تو آپ ﷺ ہیں ہی سہی۔ مطلب یہ کہ یہ اتنی جامع بات ہے کہ آپ جہاں بھی چاہیں اسے استعمال کرتے جائیں لیکن اس شعر کا ایک جواز ہے۔ آپ لوگوں کا عالم آپ کی ذات ہی ہے۔ جب آپ فیضِ عالم کہتے ہیں تو فیضِ عالم میں آپ کافروں کو نہیں گنتے بلکہ یہ آپ کا اپنا ہی عالم ہے۔ ورنہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے سارے

جہاں کو اپنے دور میں اسلام کا فیض دے دیا ہو۔ اور یہ اللہ کی منشا میں بھی نہیں ہے۔ میں سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا انسان مظہرِ نورِ خدا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ انسان ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھنا کہ یہ بات کہنے والے خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ کیا کوئی انسان غریب نواز بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی انسان مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ اہل ظاہر کے لیے یہی دِقت ہے اور اہل باطن کے لیے بڑی آسان بات ہے کہ جس کو آپ الفاظ کا تاج پہنا رہے ہیں یہ دراصل آپ کی عقیدت کا نام ہے۔ آپ کا نام اگر اللہ کے پروگرام میں ہے کہ مسٹر سعید کو بھی ہم نے فلاں سال پیدا کرنا ہے تو آپ کے ساتھ اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو آپ اللہ کے امر سے آئے ہیں' کبھی اُس کے اَمر میں تھے۔ آپ وہ ہیں جو اُس کے اَمر میں رہ گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ونفخت فیہ من روحی اس میں ہم نے اپنی روح کو داخل کر دیا۔ اب مظہرِ نورِ خدا کو سمجھنے کے لیے اور کیا چاہیے۔ ہر آدمی یہ وابستگی رکھتا ہے لیکن ہر آدمی اس کو Discover نہیں کرتا۔ ''نُور'' کا مطلب نور ہی ہے' روشنی ہے۔ مثلاً فرشتے نُور ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ فرشتے وابستہ ہیں؟ دو کراماً کاتبین ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا جبریل امینؑ فرشتہ ہیں؟ کیا جبریل امینؑ حضور پاک ﷺ کے غلاموں میں سے ہیں؟ یعنی کہ اگر نورانی فرشتہ غلام ہو تو پھر آپؐ کی ذات مظہرِ نور ہی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس شعر کی ترکیب کیا ہے۔ گنج بخشِ فیضِ عالم جو ہیں وہ مظہرِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ''گنج بخش'' کا مطلب ہے باطنی خزانہ دینے والے اور ''فیضِ عالم'' سے مراد آپ کے وجود کا عالم ہے۔ تو وہ

فیض دینے والے ہیں۔ ہیں کون؟ نورِ خدا ﷻ کے مظہر ہیں۔ یعنی کہ یہ حضور پاک ﷺ کے مظہر ہیں۔ تو آپؐ نورِ خدا کے مظہر ہیں۔ سرکارؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ اگر پیدا نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر حضور پاکؐ نے یہ ارشاد فرما دیا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں تو علیؓ اس کا مولیٰ ہے۔ اگر حضور پاکؐ مولائے کائنات ہیں تو حضرت علیؓ مولائے کائنات کیسے نہیں ہوں گے۔ حضور پاکؐ باعثِ تخلیق کائنات ہیں۔ اللہ کائنات کو تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ دو الگ ذاتیں نہیں ہیں۔ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے حضور پاک تشریف لائے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ایک نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ مقام آپ کو سمجھ آنا چاہیے؟ کب سے درود بھیج رہے ہیں؟ کب تک بھیجتے جائیں گے؟ جب سے وہ درود بھیج رہے ہیں تب سے حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ اور اللہ کا کوئی عمل درمیان سے شروع نہیں ہوتا۔ اللہ کا جو عمل ہے وہ ہمیشہ سے ہے' درود ہمیشہ سے بھیج رہے ہیں' قرآن ہمیشہ سے ہے کیونکہ یہ لوحِ محفوظ سے ہے۔ تو اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ کب سے بھیج رہے ہیں؟ ہمیشہ سے۔ یہ مقام اگر سمجھ آ جائے تو پھر پتہ چلے گا کہ آپؐ کی ذات اگر وجود کے ساتھ موجود نہیں ہے تو پھر آپؐ کی موجودگی اور انداز سے ہے۔ تو وہ جو باعثِ تخلیق کائنات ہیں وہ اور انداز سے ہیں۔ تو آپ ان باتوں پر پریشان نہ ہوا کرو۔ اگر مولائے کائنات کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اپنا مولا' مولائے مَن کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ آپ ادب میں رہیں۔ آپ اپنے والد کو مولیٰ کہہ دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا' کیونکہ یہ آقا اور مولا کے لفظ

ہیں۔ آپ جس کے غلام ہیں اس کو مولیٰ کہتے ہیں یعنی غلام' بندہ ہے اور آقا' مولیٰ ہے۔ اور معبود اللہ ہے' عبادت اس کی کرنی ہے' سجدہ اس کو کرنا ہے اور وہ قدیم ہے' باقی سب حادث ہیں۔ اس کے علاوہ سب باتیں ہیں' بحثیں ہیں۔ اس لیے "مولیٰ" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے' شرعی طور پر اس میں کوئی فرق نہیں ہے' وقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ عقیدت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ اور غیر اللہ کا مسئلہ ہے۔ اللہ کے علاوہ سب غیر اللہ ہے لیکن اللہ کے علاوہ غیر اللہ ہے ہی نہیں' کائنات کے اندر کوئی غیر اللہ نہیں ہو سکتا۔ پھر شرک کیا ہے؟ شرک تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ کیا اللہ کے برابر کوئی اور اللہ کوئی بنا سکتا ہے؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو اللہ تم بناؤ گے وہ نظر آئے گا اور اصل اللہ جو ہے وہ نظر نہیں آتا۔ لہٰذا کوئی بھی برابر کا اور اللہ نہیں بنا سکتا۔ شرک تو صرف یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی اور حکم لگا دینا۔ تو یہ شرک ہے۔ اور اس کو ہم شرک کہتے ہیں۔ اللہ ہمیں خود ہی سکھاتا ہے کہ مجھ سے یہ کہو ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔ پھر یہ کہو کہ "راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا"۔ اللہ کہتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت ہو۔ اس طرح شرک ہو جاتا ہے۔ اور ایک باپ جب اپنے بیٹے کی جدائی میں آنکھوں سے محروم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو احسن القصص فرمایا۔ یعنی کہ پیغمبر باپ اور پیغمبر بیٹا' باپ جدائی میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اللہ کو مائنڈ کرنا چاہیے تھا کہ بیٹے کی جدائی میں' محبت میں ہمارا خیال بھول گیا لیکن نہیں ____

اس قصے کو احسن القصص کہا' کہ یہ بڑی محبت کی بات ہے۔ گویا کہ وہ محبت جو اس راستے پر چلنے والوں کو آپس میں ہو جاتی ہے' وہ محبت بھی الٰہیات کا حصہ ہے۔ مسافر کی مسافر سے محبت سفر کا حصہ ہے۔ ٹھہرنے والے سے محبت نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے' جو زندگی کو حجاب بناتا ہے' اس سے محبت نہ کرنا۔ تو شرک کی یہ بات ہے کہ دنیا دار کا خیال ہی شرک ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ آپ فرمائیں کہ ہم دین سے کس طرح محبت کریں؟ آپؐ نے برملا جواب ارشاد فرمایا کہ جیسے دنیا دار اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے۔ دنیا دار دنیا سے ایسی محبت کرتا ہے کہ وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرتا' تم دین سے ایسی محبت کرو جیسی دنیا دار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیا دار ہر موقع پر اپنے فائدے کا سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی طرف رجوع کریں گے اور تمہی میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی طرف رجوع کریں گے۔ زندگی سے نکلنے کی تمنا' زندگی کو چھوڑنے کی آرزو' زندگی سے بچ نکلنے کی آرزو' یہ الٰہیات کا حصہ ہے۔ تو سفر کے دوران مسافروں کی آپس میں محبت غیر نہیں ہے بلکہ جائز ہے ___ تو ''مولائے کائنات'' ٹھیک لفظ ہے۔ اس کو اللہ نہ سمجھنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ؎

علیؑ کو میں علیٰ کہہ دوں و لیکن
علیؑ سجدے میں خود تسبیح خواں ہے

تو ''علیٰ'' بہت بلند ذات ہے اور علیؑ جس ذات کا سجدہ کرتے ہیں تو آپ اُسے اللہ کہیں۔ تو جو مقام بیان فرما دیا گیا آپ وہی مقام سمجھیں۔ حضور پاکؐ سے

لوگوں نے بڑی وابستگی کی اور کہا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ مثل تمہارے ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جب آپؐ معراج پہ آئے تو "پھر ہوا جو ہوا" فکان قاب قوسین او ادنیٰ تو ایسے مقامات تھے اور یہ فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ جو کنکری آپؐ نے پھینکی وہ آپؐ نے نہیں پھینکی ہے بلکہ ہم نے پھینکی ہے۔ تو جب ایسے ایسے مقامات آئے تو لوگ ذرا سا چونکے۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ _____ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا خیال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ' وہ ہے اور میں' میں ہوں' کہیں مجھے "وہ" نہ سمجھ لینا' یہی میری تعلیم ہے۔ تو آپؐ کو انسانوں کے بھیس میں دیکھا گیا' ایک تاریخ وصال ہے اور ایک تاریخ پیدائش ہے۔ اس طرح حادث اور قدیم کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور محبت کی دنیا میں یہ لگتا ہے کہ آپ لوگوں کے اندر اُس ذات کا وجود ایسے ہے جیسے آپ ﷺ لوگوں میں موجود ہوں' گویا کہ وہ وجود موجود ہی ہے لیکن بیان میں نہیں ہے۔ بیان میں حادث ہی ہے لیکن عمل میں قدیم ہے۔ وہ ذات ہمیشہ سے رہنے والی ہے اور ہمیشہ تک رہنے والی ہے۔ لیکن اگر بیان کرو گے تو "انسان"۔ کہیں بات کو کنفیوز نہ کرنا۔ تو حادث اور قدیم کو کنفیوز نہ کرنا۔ حادث وہ ہے جس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد ہو۔ قدیم اللہ کی ذات ہے۔ اللہ بھی قدیم' اللہ کی محبت بھی قدیم اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی قدیم۔ لیکن بیان کرنے میں حادث ہیں' کہ ایک مقام پر

تشریف لائے' ایک مقام کے بعد چلے گئے' آپ کا ایک آستانہ ہے' روضہ ہے' مزار شریف ہے۔ سارے واقعات وہی ہیں لیکن بالکل نہیں۔ اگر کوئی شخص زندگی سے نکل کے کائنات کے دل میں اُتر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے ناں؟ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مگر بیان میں نہیں ہے۔ کیوں؟ کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ مجھے ایسا نہ کہنا۔ بس یہی حد ہے۔ حد وہ ہے جو آپؐ نے ارشاد فرما دی۔ آپ بات سمجھ گئے۔ شرک کے ساتھ پھر غیب کا مسئلہ بھی آتا ہے غیب کی بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اللہ کا غیب ہے ہی کوئی نہیں۔ کیا اللہ کی نگاہ میں کوئی غیب ہو سکتا ہے؟ اللہ کے سامنے کیا غیب ہوگا۔ جو خالق ہے اس کا کیا غیب ہو سکتا ہے۔ رہا آپ لوگوں کا غیب' تو وہ درجہ بدرجہ ہو گا۔ بچے کا غیب ماں باپ کا نہیں۔ جو جتنا جانتا ہے اس کا غیب اتنا کم ہوتا جاتا ہے۔ غیب جو ہے یہ اللہ جانتا ہے اور انسان یہ جان نہیں سکتا۔ انسان جتنا جانتا ہے تو یہ جاننا یا غیب اس انسان کا مسئلہ ہے۔ باقی یہ کہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کتنا جانتے ہیں' اللہ نے آپؐ کو کتنا دکھایا' آدم علیہ السلام کو کتنے اسماء سکھائے' کیا کائنات کے سارے علوم سکھا دیئے' کیا ساری زبانیں سکھا دیں ____ اللہ چاہے اور اپنے محبوبؐ کو سیر کرائے تو کیا پتہ کون سے جہان کی سیر کرا دے' ماضی کی کرا دے' مستقبل کی کرا دے' حال کی کرا دے' ہر شے کے اسماء کی کرا دے' ہر شے کے جوہر کی کرا دے' باطن کی کرا دے ____ اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس اتنا علم ہے کہ ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ غیب جانتے ہیں یا غیب نہیں جانتے۔ اس بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے

مقامات پر کبھی بحث نہ کرنا۔ ہمارے لیے دونوں بہت ہی بلند مقامات ہیں۔

اب آپ بولیں ____ اور کوئی سوال ____

سوال :

فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے۔

جواب:

فیض کا آپ ایک ابتدائی مسئلہ دیکھ لیں۔ جب تک آپ اپنی زندگی اور زندگی کے دفتر کی فائلیں ساری کی ساری کسی بزرگ کے پاس پیش نہیں کر دیتے اور ان سے دستبردار نہیں ہوتے تو فیض کا تصور نہیں ملے گا۔ فیض آپ کی منشا کے مطابق نہیں ملتا۔ آپ Assistance نہیں لے رہے بلکہ فیض لے رہے ہیں۔ Assistance لینے کا کیا مطلب ہے؟ کہ جناب اس وقت بہت سخت پریشانی ہے میرا خیال ہے کہ آپ اس میں میری یہ مدد کر دیں۔ تو وہ فیض نہیں ہوگا۔ فیض کا معنیٰ یہ ہے کہ جو وہ کرے۔ اور یہ جو "گنج بخشی" ہے یہ کسی ظاہر مال کی گنج بخشی نہیں ہے بلکہ یہ باطن ہے نور ہے۔ تو داتا صاحبؒ کے پاس فیض کے لیے جانے والا یہ سمجھے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیض مانگنا بھی گستاخی کے باب میں ہے۔ کسی بزرگ سے یہ مانگنا ٹھیک نہیں ہے کہ ۔

لا اپنا ہاتھ دے میرے دست سوال میں

فیض ملتا ہے عطا کے باب میں۔ آپ اگر محبت کرتے جا رہے ہیں اور اپنی دنیاوی آرزوؤں سے نجات پاتے جا رہے ہیں اور محبت کے ایک سلسلے میں شامل ہو گئے ہیں تو فیض خود بخود ملے گا۔ فیض کیا کام کرتا ہے؟ آپ کو آپ کے اعمال

کی عبرت گاہ سے نکالتا ہے۔ فیض کا سوال نہیں ہوتا۔ فیض ان کی اپنی عطا ہوتی ہے۔ عام طور پر فیض مانگنے والے کو یہ بتایا جاتا ہے کہ مانگنے والا آدمی اگر محرم نہ ہو تو غلط چیز مانگ جائے گا۔ تو وہ فیض کے بغیر محرم ہو نہیں سکتا۔ جس دوکان سے آپ کوئی چیز لینا چاہتے ہوں' تو پہلے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اندر کیا پڑا ہے' پھر ہی وہ چیز مانگیں گے۔ پھر یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس چیز کی افادیت کیا ہے۔ اس لیے جب تک آپ عالم نہ ہوں آپ فیض نہیں مانگ سکتے اور علم کا فیض جو ہے یہ عطا ہے۔ اس لیے آپ وہاں جا کے حاضر ہو جائیں' درود شریف پڑھیں اور خاموش بیٹھیں۔ نہ فیض مانگنے کا شور مچائیں' نہ کوئی اپنی آرزوئیں مانگنے کا شور مچائیں کہ ہمیں یہ دے دیں اور ہمیں وہ دے دیں۔ یہ کہو کہ ہم حاضر ہیں۔ صرف جا کر حاضری لگا دو' وہاں پہنچ جاؤ اور چپکے سے واپس آ جاؤ۔ کبھی نہ کبھی' کچھ نہ کچھ' جلد ہی کوئی واقعہ ہو جائے گا۔ سوال کرنا بارگاہِ بلندی میں' گستاخی ہوتا ہے۔ تو سوال نہ کرنا۔ وہ خود بخود ہی عطا فرمانے والے ہوتے ہیں اور عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ فیصلے ازل کے ہیں' آج کے نہیں ہیں۔ جو فیض ہوتا ہے وہ پیچھے سے مقرر شدہ ہوتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے۔ اس لیے آپ خاموشی کے ساتھ وہاں چلے جائیں اور وہاں بیٹھ جائیں۔

آہ نہ کر لبوں کو سی

پھر فیض ہی فیض ہے۔ سوال نہ کرنا وہاں کسی قسم کا۔ تو جس آدمی پر فیض ہوتا ہے وہ سوال سے آزاد کرا دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ان آستانوں پر آپ کو سوال ہی لے جاتا ہے' تکلیف لے جاتی ہے' کوئی واقعہ ہو تو آپ چلے جاتے ہیں۔ جب آپ

وہاں جاتے ہیں تو سوال بھول جاتا ہے۔ جس آدمی پر فیض ہو جائے وہ سوال ہی بھول جاتا ہے' وہ واقعہ ہی بھول گیا۔ اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کیا بات ہوگئی۔ وہ گیا کسی کام اور مل کچھ اور گیا۔ فیض اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام آگ کے خیال سے گئے اور پیغمبری لے کے آ گئے۔ تو فیض اس طرح عطا ہوتا ہے ۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

چاہے کسی خیال میں گئے' کسی ضرورت سے گئے' وہاں جا کے خیال اور ضرورت بھول گئے۔ سب اس کے حوالے کر دو اور وہ جو عطا فرمائے وہ ٹھیک ہے۔ فیض مانگنے کے سلسلے میں آپ کو ایک حدیث شریف سناتا ہوں۔ یاد رہے کہ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ سرکارؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم دعائیں مانگو تو دعا میں کسی ملک کی بادشاہت نہ مانگ لینا' اگر دعا کے ذریعے تمہیں بادشاہت مل گئی تو چلانے میں ذمہ داری تمہاری ہوگی۔ اور یہ بڑی دِقت والی بات ہوتی ہے۔ اور جب وہ خود عطا فرمائے تو ذمہ دکھ وہ آپ ہے۔ اس لیے یہ جو بات بادشاہی کے بارے میں ہے دراصل یہ باقی ہر چیز کے بارے میں بھی ہے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو دعائیں پوری کی ہیں وہ زندگی بھر قائم رہیں اور آپ کا نصیب خوش رہے۔ واقعہ جو سنا رہا ہوں وہ ذرا سخت ہے۔ ایک آدمی کو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ تم حج کرنے جا رہے ہو' ایک کام کرنا کہ وہاں دعا نہ مانگنا۔ اس آدمی نے کچھ ہاں' کچھ ناں کہہ دیا۔ تو

وہاں جا کے اس نے دعا مانگ لی جو دعا اس کے دل میں تھی۔ دعا پوری ہو گئی اور بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب وہ آدمی زندہ ہے جس نے یہ بات بتائی۔ پیر صاحب کا اس دوران وصال ہو گیا۔ آٹھویں جماعت میں جب وہ بیٹا تھا تو کسی حادثے میں فوت ہو گیا۔ خواب میں پیر صاحب ملے' انہوں نے کہا ہم نے یہ چیز Avoid کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ لکھا ہوا تھا' اب کیا کر سکتے ہیں' ہم نے تو یہ کہا تھا کہ مانگنا ناں' اب تو غم سے بوجھل ہو گیا ہے' اب غم کیوں کرتا ہے' جس طرح تو نے بیٹا لیا اب اس طرح برداشت بھی لے ____ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا شعور یہی ہے کہ یارب العالمین تو اپنی منشاء پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہماری منشاء بھی تیری منشاء کے مطابق ہو جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی ایسی چیز مانگ لیں جس کے بعد ہمیں افسوس ہو' عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ دعا یہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' تیرے فیصلوں پر ہم راضی رہیں ____

اب اور کوئی سوال ____

سوال:

یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

جواب:

بات یہ ہے کہ میرؔ کا ایک شعر ہے کہ ؎

دور بیٹھا غبار میرؔ اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

تو محبت ادب سکھاتی ہے۔ اور اگر محبت میں محبوب کے ناراض ہونے کا خوف نہ ہو تو پھر محبت کیا ہے۔ وہ جو ڈر ہوتا ہے وہ ڈر ہے محبوب کی محبت سے محروم ہونے کا۔ اس لیے آپ ضرور ڈرو۔ اور جو محبت میں داخل ہو گیا اس کے لیے تو اللہ کا اپنا ارشاد ہے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو خوف اور حُزن نہیں ہے۔ خوف سے مراد یہ ہے کہ کسی آنے والے وقت کا ڈر نہیں ہے اور حُزن سے یہ مراد ہے کہ کسی جانے والے وقت کا ڈر نہیں ہے۔ وہ ڈرتے تو ہیں مگر ڈر یہ ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ذات ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بھری کڑاہی دودھ کی غیب کر دے۔ تو وہ مالک ہے' کہیں ساری محنتیں برباد نہ کر دے۔ اس لیے اللہ سے ڈر ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ سے آپ نہیں ڈرتے بلکہ اللہ سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔ آپ اپنے خیال سے ڈرتے ہیں۔ کبھی آپ نے اللہ کو دیکھا؟ پھر ڈر کس بات کا؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کے ساتھ ہے۔ جتنا آپ کا یقین ہے۔ اتنا ہی اللہ آپ کو سمجھ آتا ہے۔ تو آپ اپنے خیال کی Development کے مطابق اللہ کو جانتے ہیں۔ تو اللہ سے محبت کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں محبت سے محروم نہ کر دیئے جاؤ۔ محبت ادب سکھائے گی۔ محبت تقرب سکھائے گی۔ اور اللہ کے قریب رہنے والا اس سے زیادہ ڈرے تو بہت بہتر ہے۔ وہ یہ کہے کہ اگر میں ایک لمحہ' ایک قدم بھی آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔ جیسا کہ جبریل امینؑ نے کہا۔ آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں' ایک حال

بتاتا ہوں۔ اگر سمجھ آ جائے تو بڑی بات ہے۔ ساری کائنات میں اللہ کے مستند محبوب حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ کے مستند محب بھی حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ محبت کرنے والی حضور پاکؐ کی ذات ہے اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والی بھی حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ آپؐ ساری رات جاگتے اور روتے تھے' یہ آپؐ کا کام تھا۔ اور یہ ساری محبت بالکل مستقل ہے۔ لوگوں نے حضور پاکؐ سے کہا کہ آپ اتنے مقرب ہیں' پھر بھی ڈرتے ہیں اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر ادا نہ کروں کہ جو اس نے محبت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے یہ جو ڈر ہے یہ تقرب کی نشانی ہے۔ ڈر کیا ہے؟ قریب ہونے کی نشانی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ابلیس بے خوف ہو گیا تھا۔ اس نے کہا یا اللہ کل آپ نے اور حکم دیا تھا' اب اور حکم دے دیا ہے۔ وہ بحث کرنے لگ گیا۔ اور جو ڈرنے والے تھے انہوں نے سجدہ کر دیا۔ اس لیے سب سے اچھی بات کیا ہے؟ یہ ڈر۔ اور یہ ڈر کبھی محروم لطف نہیں ہوتا۔ جو اللہ کے زیادہ قریب ہو گا وہ ڈر میں رہے گا اور لطف میں رہے گا اور جو نڈر ہے وہ دور ہے اور گستاخ ہے۔ کافر کیوں کہ ڈرتا نہیں ہے اس لیے کافر ہے اور مومن چونکہ ڈرتا ہے اس لیے مومن ہے۔ آپ کا ایمان جتنا قوی ہوتا جائے گا اتنا ڈر پیدا ہوتا جائے گا۔ تو محبت کا ڈر اور ہے' یہ عبادت کے خوف سے آزاد ہے۔ محبت جو ہے یہ اور طرح کا نشہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ محبوب کا مزاج کیسا ہے' وہ تخت سے اُٹھاتا ہے' تخت پہ بٹھاتا ہے' وہ مالک الملک ہے تو تی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء تعز من تشاء و تذل من

تشاء۔ وہ کہتا ہے کہ جس کو چاہوں میں بادشاہ بنادوں اور جس کو چاہوں معزول کر دوں' جس کو چاہوں جو کروں ____ خبردار ہم جو بھی کریں۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے بہت ہی ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ جو محبت کرنا ہے اور ڈرنا ہے' اصل میں یہ ایک ہی چیز ہے۔ جس نے آپ کو یہ کہا ہے اس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ محبت بھی کر اور ڈرتا بھی رہ۔ اللہ سے ڈرنے والا غیر اللہ سے کبھی نہیں ڈرتا۔ یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اگر غیر اللہ کا ڈر نکال دو تو یہی اللہ کا ڈر ہے۔ تو آپ غیر اللہ کا' دنیا کا اور خاص طور پر غریب ہونے کے اندیشے کا ڈر نکال دیں۔ اللہ کے تقرب کی یہ ایک نشانی ہے کہ اللہ کے قریب رہنے والے غریب ہونے سے نہیں ڈرتے۔ وہ کبھی نہیں ڈرتے کیونکہ ان پر اللہ کی مہربانی ہے۔

سوال:

زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے' اب کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

آدھی سے زیادہ شبِ غم کٹ بھی گئی ہے
اب بھی اگر آ جاؤ تو یہ رات بڑی ہے

یہ ٹھیک ہے' ان کی بات ٹھیک ہے۔ زیادہ وقت تو گزر چکا ہے اور وہ وقت ؎

کچھ وقت تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

راز کی ایک بات یاد رکھنا کہ جب انسان کو اپنے عمل اور نیکی کی کمزوری کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھو کہ وہ رحمت کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ دعا سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ جب معاف ہونے لگ جائے تو انسان دعا کی طرف چل پڑتا ہے۔ دعا کی طرف چلنے والا انسان اپنے گناہ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور جب انسان کو یہ سمجھ آ جائے کہ میرے عمل کے دامن میں کچھ نہیں ہے تو سمجھو کہ اب اس کے اوپر احسان ہو گیا۔ اور جتنے صاحبانِ فضل آئے ہیں سب نے یہی کہا کہ ہمارا دامن تو خالی ہے' ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر ایک نے یہی کہا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب تم دنیاوی غرور کی بجائے انکساری اور عاجزی میں آتے ہو تو میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر انسان زندگی کے ننانوے سال ظلمات میں رہے اور آخری ساعت نور میں داخل ہو جائے تو اس کا خاتمہ نور میں ہو گا۔ یعنی کہ ایک آدمی' حضور پاکؐ کے خلاف جنگ لڑنے والا' اگر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمان ہی گنا جائے گا۔ اکثر جو بزرگ تھے وہ اس وقت غیر اسلامی دنیا سے آئے تھے اور آپؐ نے ان کو بلند مقصد عطا فرمایا۔ اس کو میاں محمد صاحبؒ نے یوں کہا ہے ۔

بھر لے پانی یار پیے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جائیے جس دا توڑ چڑھے

تو بات آخری قدم کی ہو رہی ہے۔ آخری قدم اگر اس کے گھر کی طرف چلا گیا تو بخشش ہو گئی۔ اس لیے جس دن آپ کو اپنے عمل کا سہارا ختم ہو گیا تو اس

کے فضل کے دائرے میں داخل ہو جائیں گے۔اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ کہو کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں بلکہ عبادت سے بھی توبہ کرتے ہیں' اس عبادت سے جو ہم نے کی' پتہ نہیں وہ ریاکاری تھی کہ کچھ اور تھا۔تو اس کا فضل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ایک اور جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ان کے سیئات کو حسنات میں بدل دیتے ہیں یعنی کہ اس کو بالکل Inverted بنا دیتے ہیں اور اس کی برائیوں کو ہم نیکی میں Convert کر دیتے ہیں۔ دل بدل جائے تو سارا اعمال نامہ بدل جاتا ہے۔ بات دل کی ہے۔دل سے مراد یہ ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی تمنا ختم ہوئی ہے یا نہیں' دنیا حاصل کرنے کی تمنا اگر ختم ہو گئی تو سمجھو آپ دل میں داخل ہو گئے۔اگر ایثار کرنے کی تمنا ہو گئی تو سمجھو کہ آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر آپ میں عاجزی پیدا ہو گئی تو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ جو آدمی کمزور سے ڈرتا ہے' وہ دل والا ہے۔ وہ طاقت ور سے نہیں ڈرتا بلکہ کمزور سے ڈرتا ہے تو وہ دل والا ہے۔تو آدمی اپنے نوکر سے ڈرتا ہے' کمزوروں سے ڈرتا ہے اور چھوٹوں سے ڈرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دل والا ہو گیا اور اللہ کی رحمت میں آ گیا۔ جب اللہ کی رحمت میں آتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جو لوگ کسی کو ڈرا نہیں سکتے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے' اللہ کا احسان ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنے اعمال نامے کے مطابق نہ دیکھنا۔اس کا فضل Independant ہے۔وہ تو

قطرے کو اگر چاہے سمندر بھی بنا دے

یہ اس کی مرضی ہے۔ بار بار وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔

یعنی کہ آپ اپنے اعمال کے درجات کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اللہ کے فضل سے رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انّ رحمتی وسع علی غضبی کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جن لوگوں پر اللہ کی رحمت ہونی ہے ان لوگوں کو اللہ کریم نے رحمت اللعالمین ﷺ کی نسبت عطا فرما دی۔ جس کو یہ نسبت عطا فرما دی' کہ حضور پاک ﷺ سے نسبت ہے' وہ ان کی امت سے ہے' تو اس پر رحم ضرور ہوگا۔ تو رحمتہ اللعالمین ﷺ سے نسبت دراصل اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب حصول کا کیا طریقہ ہے؟ جب کبھی اعمال نامے میں وقت ہو جائے تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ ۔

اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا

جب آپ کی پیشانی بارگاہِ حُسن وٹور میں جھکتی ہے' جو حضور پاکؐ کے نام کی ہے تو

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

پھر یہ کہو کہ یا اللہ اب جانے دے' پکڑ دھکڑ والی بات جانے دے اور اپنے حبیب پاکؐ کے واسطے ہمیں جانے دے' ہم غریب لوگ ہیں۔ تو یہ نام یاد رکھو کیوں کہ اگر حضور پاک ﷺ کا نام ورد زباں ہو تو عذاب نہیں آتا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب بھیجوں جب کہ آپؐ ان میں ہوں۔ جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو' جس زبان پر حضور

پاک کا نام ہو جس آنکھ میں ان جلووں کی پیاس ہو وہ آدمی فضل کے باب میں نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ اپنا خود ہی فیصلہ کر لو کہ آپ کے اندر اس نام کی محبت کس حد تک ہے۔ پھر فضل ہی فضل ہے۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا ہوتا ہے اس کو اپنے حبیب پاک ؐ کی محبت عطا فرما دیتا ہے اور جس کو عذاب آنا ہوتا ہے وہ اس نام کے لیے گستاخ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کی معافی نہیں ہوتی جو حضور پاک کا گستاخ ہو۔ اس لیے آپ کی جو عمر گزر گئی سو گزر گئی۔ اب توبہ کی جائے حضور پاک ؐ کو یاد کیا جائے۔ پھر سب ٹھیک ہے نیکی ٹھیک ہے۔ یہاں سے کچھ لے کے نہیں جانا بلکہ صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ اللہ بخشنے والا ہے۔

اور کوئی سوال ____ پوچھو ____ کچھ پوچھو ____ کچھ نہ کچھ بولو ____

سوال:

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

جواب:

ضرور دعا کرتے ہیں ____ سوال پوچھو ____

سوال:

بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

جواب:

یہ پسند کرنے یا ناپسند کرنے کی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کسی کو ناپسند کرتے ہیں اس کے ماضی کے عمل کے مطابق۔ ناپسند کرنا

دراصل یہ اعلان ہے کہ اس آدمی کا مستقبل درست نہیں ہوگا۔ تو جس آدمی کا عمل خراب تھا اور آپ نے اُسے ناپسند کیا تو کیا اللہ اس کو معاف کر کے اُسے اچھا پھل دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو پھر آپ کی ناپسند غلط ہے۔ آپ اُسے اللہ کے حوالے کریں۔ ناپسند کرنا دراصل آپ کا یہ اعلان ہے کہ اس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس لیے عام دنیادار باقی انسانوں کو ان کے ماضی کے حوالے سے ناپسند کرتا ہے اور دین والے لوگ مستقبل کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اُسے ناپسند نہیں کرتا۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ اس نے دین کے لیے بڑا کام کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو آدمی تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اس کو "سیف اللہ" بنا کے اسلام کے حق میں کر دیا گیا۔ اگر آپ کو معافی دینے میں مشکل ہو رہی ہے تو یہ تباہی ہے۔ اب جو سیاست کا وقت آ رہا ہے' جو حالات ہیں تو دل میں ہمیشہ یہ سوچنا کہ آپ کی نسبت ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو اللہ کے رحم کے اندر ہوں۔ یہ اپنے طور پر ضرور پتہ چل جاتا ہے۔ کبھی کسی کو اللہ کی منشاء کے بغیر اچھا' بُرا نہ کہنا۔ تو نہ اچھا کہنا اور نہ بُرا کہنا بلکہ جو اللہ کو منظور ہے وہ کہنا۔ اگر سمجھ نہ آئے تو خموشی سے اس محلے سے گزر جاؤ' سیاست کے محلے سے چپکے سے نکل جاؤ۔ اگر سمجھ نہیں آئی تو نہ سہی۔ اس لیے انسان کو کبھی برا نہیں کہنا' پتہ نہیں اب کیا ہو جائے۔ اگر اچھا انسان ہو تو اس کی قدر ضرور کر لو۔ برا انسان ہو تو اس کی تحقیر نہ کرو' عین ممکن ہے کہ اس کو توبہ نصیب ہو جائے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:

جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

ہر کام کو Exhibit کرنے کے لیے ایک انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہم کتاب سے الجبرا پڑھ لیتے ہیں لیکن وہاں میدان میں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ راستہ بتاتے ہیں حل کر کے۔ شریعت ظاہر ہے۔ قرآن مجید اتنی بڑی حقیقت ہے' کوئی بندہ آج تک زیر زبر بدل نہیں سکا مگر تمہارا کمال یہ ہے کہ اس میں 72 تاویلیں ہو گئیں۔ حالانکہ اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی مگر پھر بھی اس میں اختلاف اور فرق ڈال دیا۔ اس لیے کہ انسان کے اندر یہ وقت ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے خیال کو بھی اپنے علم میں شامل کر دیتا ہے۔ جس طرح اگر ریفری نہ ہو تو کھیلنے والا قانون جاننے کے باوجود فاؤل کھیل لیتا ہے۔ وہ سیٹی بجائے گا تو پتہ چلے گا۔ اس لیے پیر اس وقت سیٹی بجائے گا جب تم فاؤل کر رہے ہو گے' کہیں پہ نیکی کی شاباش دے دے گا' Encourage کر دے گا' آپ کو یاد دلاتا رہے گا کہ ایسا کرنا ہے۔ یہ اس لیے ہے تا کہ آپ کا باطن روشن رہے۔ کبھی کبھی زندگی کی ابتلا میں رہنمائی بھی کرے گا۔ تو راہنما بنانا جائز ہے۔ اس کی کیوں ضرورت ہے؟ تا کہ وہ آپ کو آپ کے موجودہ زمانے کی مشکلات' مجبوریوں اور حالات کے ساتھ دین کا انطباق کر کے دکھائے۔ ورنہ تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ کے ایک طرف انگریزی سکول ہیں اور دوسری

طرف درس نظامی ہے۔ درمیان میں ملنا بڑا مشکل ہے۔ تو پیر صاحب کا یہ کام ہے کہ دنیا کے اندر آپ کیسے گزریں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے اس لیے کہ زندگی ایک بار ملتی ہے اور اس میں کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ پیر صاحب کے بغیر کامیاب ہو سکنا ناممکن نہیں ہے اور پیر صاحب کی موجودگی میں بھی ناکام ہونا ممکن ہے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیر صاحب کی موجودگی میں کامیاب ہونے والا بہت ہی زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی بڑی ضرورت ہے' وہ وسیلہ ہے' سبب ہے' وہ بتاتا ہے اور پھر پہچان ہو جاتی ہے کہ کون سا کیا مقام ہے۔ وہ آپ کو آپ کی ذات سے آشنا کراتا ہے۔ جاگنے والے کو سونے والے کا مقام بتاتا ہے اور سونے والے کو جاگنے والے کا مقام بتاتا ہے تا کہ آپ کو باطن سمجھ آئے' زندگی کا مفہوم سمجھ آ جائے۔ اب تو کافر دنیا بھی مان گئی ہے کہ ایک گرو ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی اہمیت ہے۔ تو مسلمان کیوں نہ گرو کو مانے۔ مگر تمہارے ہاں جھگڑا ہو گیا ہے' سارے پیر الگ الگ ہو گئے ہیں' پتہ نہیں چل رہا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ میں کہتا ہوں کہ سچے جھوٹے پیر کی بات چھوڑو' مُرید کو سچا ہونا چاہیے۔ سچا مُرید جھوٹے پیر کو بھی صداقت سکھا دے گا۔ مرید سچا ہونا چاہیے' مسافر سچا ہونا چاہیے' سفر ٹھیک ہے۔ وہ آدمی بدقسمت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی گرو نہیں ملا۔ وہ جھوٹا مسافر ہے۔ سچا مسافر جو ہے وہ جھوٹے پیر کو بھی سیدھا کر دیتا ہے۔ اس لیے سفر کی کامیابی کے لیے رہنما ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اگر آپ ریگستان کے سفر میں جا رہے ہیں تو ایک آدمی بتائے گا کہ راستے میں کوئی نخلستان آئے گا' پانی آئے گا۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اس میں

نخلستان کوئی نہیں ہے' تیرے اپنے پاس پانی ہونا چاہیے۔ دانا آدمی وہ ہے جو چھاگل بھر کے جائے۔ اگر نخلستان آ گیا تو تیرا کیا نقصان' پانی گرا دینا۔ اور اگر نخلستان نہ آیا تو تُو پیاس سے نہیں مرے گا۔ تو یہ ایک وسیلہ ہے اور وسیلہ پکڑ لو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ آپ تھکے ہوئے ہوں اور بازار بھی جانا ہو تو مشکل لگتا ہے۔ اگر آپ کا دوست کہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں' اگر گاڑی بھی نہیں ہے تو صرف چلنے سے آسرا ہو گیا' تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اگر دو آدمی پیدل چلیں تو تھکتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی ساتھ نہ ہو تو ہاتھ میں چھڑی پکڑ لو۔ تو چھڑی بھی ساتھی ہوتی ہے اور انسان تھکاوٹ سے بچ جاتا ہے۔ تو دو آدمیوں کا سفر آسان ہو جاتا ہے' یہ ساتھی' رفیقِ طریق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دوسرا آدمی صرف باتیں کرتا جاتا ہے اور آپ کو زندگی کا لطف آتا جاتا ہے ____ پیر کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ آپ کو مؤدب کر کے ادب سکھاتا ہے کہ جب آپ پر جلوے آشکار ہو جائیں تو کہیں آپ گستاخ نہ ہو جائیں۔ تو وہ ادب سکھاتا ہے۔ یہاں پر ادب کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس میں ایک ایسا مقام آ جاتا ہے کہ جس ذات کے ہم سب ماننے والے ہیں اس ذات کے سامنے رومیؒ' رازیؒ' غزالی سارے کے سارے ادب کے ساتھ دور بیٹھنے والے ہیں۔ تو پیر صاحب اگر بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ عبادت کا مفہوم سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ تو یہ دل والی بات ہے ____

سوال:

یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

جواب:

اس کو یہ بتانا کہ برے کام سے رُکو اور اچھے کام کا حکم دینا' یہ اس وقت آپ کریں جب آپ لم تقولون ما لاتفعلون وہ کام کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یعنی جس وقت آپ میں وہ اچھائی آ چکے اور آپ میں وہ برائیاں ترک ہو جائیں جن کا حکم دے دیا گیا ہے' جب آپ عمل والے ہو چکے ہوں' صرف کہنے والے نہ ہوں۔ جب کوئی انسان اللہ کے ارشادات پر چلنے والا ہو جائے تو اس کی زبان میں تاثیر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس لیے برے آدمی کو محبت سے سمجھا کے اس کی برائی کو دور کرنا ہے' نفرت سے نہیں۔ نفرت اُسے اور بُرا کرے گی۔ بتایا یہ گیا ہے کہ برے آدمی سے نفرت نہ کرو۔ برے آدمی سے اس لیے محبت کرو کہ آخر وہ انسان ہے لیکن عمل اس کا برا ہے۔ اس سے محبت کرو اور اس کے ساتھ دوستی کرو۔ اس طرح اسے اپنی راہ پر لے آؤ۔ لوگ ایک دوسرے کا کہنا ماننے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہ کہ محبت میں انسان ایمان ترک کر دیتے ہیں۔ تو کیا وہ محبت میں اپنا ایمان نہیں بچائیں گے۔ آپ اس سے محبت کریں تو وہ برا آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھے کی محبت ہی برے آدمی کو برائی سے بچائے گی۔ آپ پہلے اچھا بن کے اس سے محبت کرو' ڈانٹ ڈپٹ بعد میں کرنا۔ تو پہلے اُسے محبت کا پیغام دو۔ لوگ تو محبت میں اچھائی ترک کر دیتے ہیں' محبت کے باب میں گناہ بنا لیتے ہیں' اور لوگ دین کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کی محبت اس بے دین کو دین پر لا سکتی ہے۔ جس طرح برے آدمی کی محبت ایک اچھے آدمی کو برائی پر مائل کر سکتی ہے اسی طرح اچھے آدمی

کی محبت برے کو اچھائی کی طرف لے آئے گی۔ تو اس طرح اسے سمجھاؤ۔

_____ اور کوئی بات _____ کوئی سوال _____

ایک بات نصیحت کے طور پر یہ ہے کہ کوئی جان دار انسان کسی بے جان چیز سے معزز نہیں ہو سکتا۔ بے جان اشیاء جان دار انسانوں کو معزز نہیں کر سکتیں۔ تو آپ اپنی عزت کو اپنے عمل کے مطابق Judge کرو اللہ کے فضل کے مطابق Judge کرو اپنی عزت کو اشیاء سے Judge کرنے والا شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اشیاء سے Judge نہ کرنا' مثلاً اشیاء پیسہ' حالات' واقعات وغیرہ۔ اس لیے آپ ذرا خیال رکھنا۔ جس نے لوگوں کو معاف کر دیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ والعافین عن الناس لوگوں کو معاف کرتے رہا کرو اور یہ کہ واللہ یحب المحسنین اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ تو احسان کرو۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حق نہیں تھا مگر آپ نے مہربانی کر دی۔ بُرے آدمی کا حق تو نہیں ہے کہ آپ اس سے محبت کریں مگر یہ احسان ہے کہ محبت کریں۔ اگر بُرے سے بھی محبت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں جنت میں جاؤں تو وہاں کوئی اور میرا بہن بھائی نہیں ہونا چاہیے۔ تو آپ عبادت بھی کرتے ہیں تو اس قدر تنہا کہ بہن بھائی کو ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ اگر کوئی بُرا آدمی آپ کا بھائی ہے' چچا کا بیٹا ہے' رشتے دار ہے' شہر میں رہنے والا ہے' دفتر میں ساتھ کام کرتا ہے تو یہ نہ کہنا کہ یا تو جنت میں وہ جائے یا میں جاؤں۔ اس لیے جنت میں جانے کے لیے صرف اپنے آپ کو مخصوص نہ سمجھو' عین ممکن ہے کہ اللہ اس کو بھی جنت میں لے جائے۔ نفرت نہ کرنا'

ضد نہ کرنا۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے لے جائے' جس کو چاہے وہ پہنچا دے۔ ہم دخل دینے والے کون ہیں۔

اب آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ آپ پر زندگی آسان ہو جائے' زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین! اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' اور ہم تجھ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی آخری سوال ہے۔ یا اللہ تمام حاضرین مجلس کی نیک تمنائیں پوری فرما۔ زندگی کی آسانی دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین ـــــ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

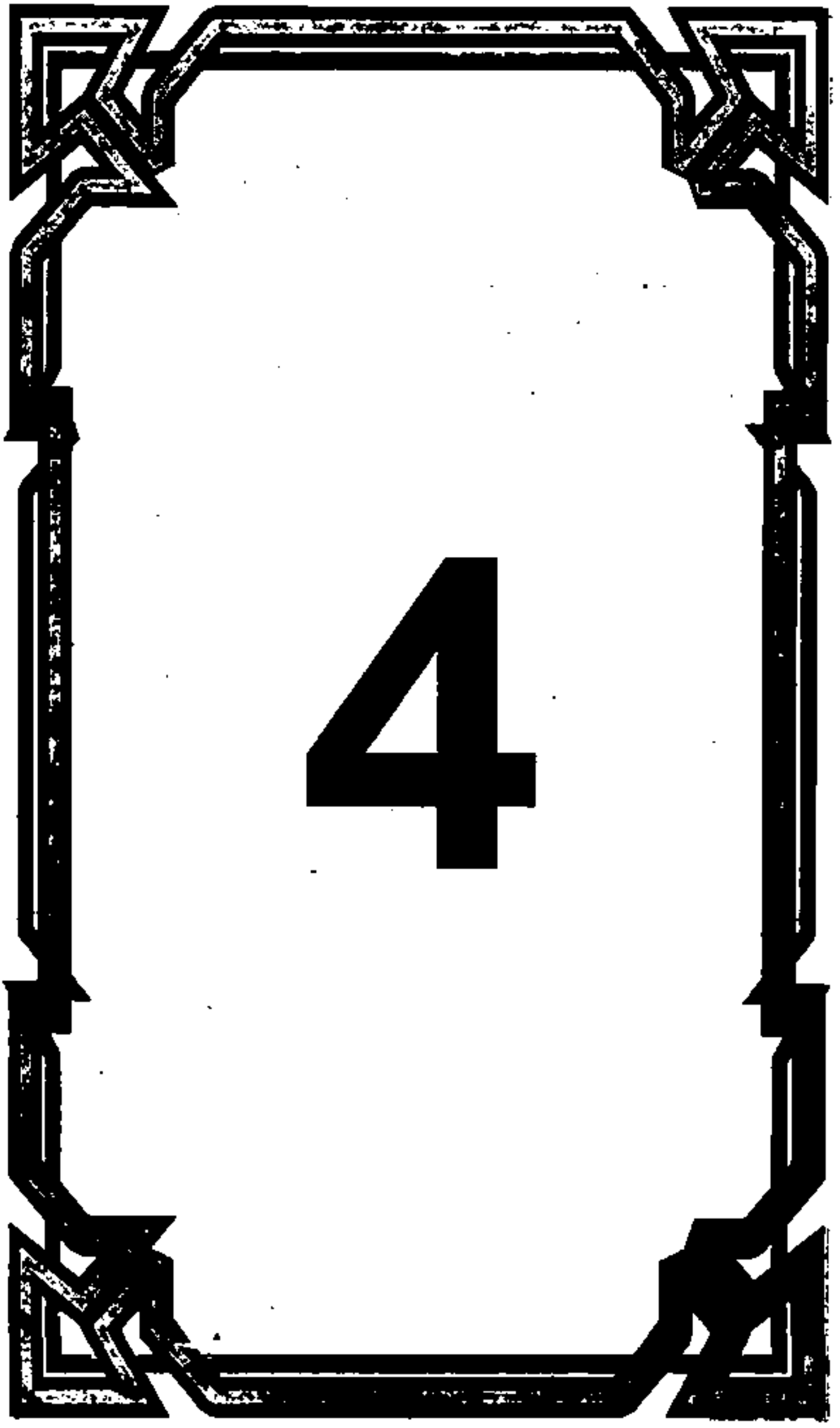
4

سوالات

1 بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

2 کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

3 وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟

4 ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟

5 میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

سوال:

بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

جواب:

سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کی محفل میں ابھی اور بیٹھیں۔ پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ صرف سوال سے بات سمجھ نہیں آئے گی۔ وہاں شریعت کی پابندی ہے' شریعت کی پابندی ہوتی ہے۔ ہوا یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ کہیں پہ شریعت کی پابندی کے باوجود دین کے بارے میں جھگڑا ہے' مثلاً یا رسولؐ اللہ کانفرنس اور محمدؐ رسول اللہ کانفرنس الگ الگ ہو گئیں تو پھر ان لوگوں نے بات کو خفیہ رکھ لیا۔ ورنہ تو وجہ نزاع بن جاتی' جھگڑا ہو جاتا۔ دین کے نام پر دین کے اندر جھگڑے موجود ہیں۔ نام دین کا ہے اور لڑتے جا رہے ہیں۔ مثلاً محرم دین کا نام ہے لیکن جھگڑا آج تک چلا آ رہا ہے۔ آج کے دور میں پیدا ہونے والوں کے درمیان جھگڑا کیوں ہے؟ ہوا یہ کہ دونوں ایک گھر میں پیدا ہوئے' ایک نے اپنی کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے اور کتاب پڑھ لی' پھر آپس میں بحث کرنے لگ گئے اور جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اللہ کو شریعت مقدم ہے۔

اگر ایک آدمی کو آواز دی جائے' حضور اکرم ﷺ نے آواز دی' اس کو بلایا اور وہ کہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اس لیے آپ کی آواز کا جواب نہیں دیا تو آپ بتائیں کہ کیا یہ صحیح ہے' کیا ایسا ہونا چاہیے۔ تو آپ کی آواز پر لبیک ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پہچان کی بات ہے۔ اگر فارمولا استعمال کیا جائے اور وہ محبت کے بغیر ہو اور اطاعت کے بغیر ہو تو فارمولا جو ہے وہ فارمولا دینے والے کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا۔ فرشتوں کو اس بات پہ پکا کر دیا۔ تب شریعت یہ بن گئی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو تم اس کو سجدہ کرو۔ فسجدوا الا ابلیس تو سب نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے' وہ جو فارمولے والا تھا' اُس نے کیا کیا؟ وہ پچھلے فارمولے پہ رہا کہ یا اللہ آپ کے حکم کے مطابق آپ کے علاوہ سجدہ تو نہیں ہے۔ اتنی سی بات پہ وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ تو فارمولا قائم رہنا چاہیے مگر اس فارمولے کا مقصد ضائع نہ ہو اور مقصد جو ہے وہ اطاعت بالمحبت ہے۔ اگر اطاعت رہ جائے اور محبت نہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ اطاعت نہ کی جائے۔ مثلاً ایک فارمولا ہے مسجد بنانے کا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک مسجد کو گرانے کا حکم فرما دیا۔ وہ فارمولے کے مطابق صحیح تھی' مسجد تھی مگر مقصد میں صحیح نہیں تھی۔ تو دین کے نام پر دین میں مل جانے والے کئی لادین عناصر تھے' وہ جب شامل ہو گئے تو بزرگوں کو بہت ساری بات تخلی کرنی پڑ گئی۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ مگر یہ ان کی اپنی اپنی مصلحت ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ کا تقرب

دیکھنا چاہیے کہ وہ کہاں پر ہے۔ وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے دین پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی وجوہات ہوں کہ جن کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہونا چاہیں تو پھر یہ ان کی اپنی مصلحت ہے۔ تو یہ ان سے پوچھا جائے۔ اگر آپ لوگوں کو فارمولا مل گیا ہے' شریعت مل گئی ہے تو اب آپ کی تلاش کیا ہے؟ مثلاً یہ دین ہے' یہ قرآن شریف ہے اور یہ حدیث شریف ہے۔ اب اس کے بعد تلاش کی کیا ضرورت ہے۔ اگر بعد میں تلاش کی واقعی ضرورت ہے تو سمجھو کہ ساری بات بیان نہیں ہوئی۔ یہ باریک نکتہ ہے' ایسے سمجھ نہیں آئے گا۔ یعنی اگر ساری بات بیان ہوگئی تو پھر Further کسی اور واقعے کی ضرورت نہیں ہے' کسی رومیؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی اقبالؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور آدمی کا نام' اسلام میں قابلِ ذکر ہونا' اس کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سارے اسماء قابلِ ذکر ہیں بلکہ واجبِ ذکر ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ غیر کا تو نام ہی اللہ نے مٹا دیا۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اپنی راہ دکھا' سیدھی راہ دکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ اے اللہ صرف اپنی راہ دکھا یعنی کہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اس کا انعام ہوا۔ اب وہ انعام کیا ہوتا ہے؟ اگر ایک آدمی شہید ہوگیا' اس کے عمل میں کچھ کمی تھی مگر اب شہادت مل گئی۔ یہ آدمی کس مقام پر چلا گیا؟ وہ مقربین میں شامل ہوگیا۔ اب مقربین کی جو راہ ہے وہ بعض اوقات فارمولے سے باہر بھی ہے۔ ایسا

واقعہ ہوسکتا ہے ناں۔وہ نفس کے گنجلک سے آزاد ہوگئے۔تو ایسے واقعات ہوتے ہیں۔دیکھنے والا صرف یہ سوچتا رہتا ہے کہ نفس کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے' اس شخص میں یہ خامی کیا ہے ــــــ بجائے اس کے کہ وہ محبت سے بات کو سمجھے۔ سوال تو آپ کا مشکل ہے مگر آپ جواب پہ غور کریں تو سمجھ آسکتی ہے۔شریعت جو ہے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ پیغمبر کے حکم کا بھی نام ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ خود ہی بیان فرمایا ہے کہ اپنے دور کے ایک نامزد پیغمبر' اللہ کے حکم سے ایک انسان سے ملے۔اللہ نے ان کو ملایا۔اور واقعہ یہ ہوا کہ اس انسان نے ایک بچے کو قتل کردیا۔پیغمبر کا فرض کیا تھا؟ مقدمہ اور اس کو وہیں شوٹ کرادینا' کہ تم نے شریعت نافذہ کی خلاف ورزی کی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا راستہ ویسے نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔شرعی حکم کیا ہے؟ قتل نہ کرنا۔اور اخلاقیات میں بھی یہی ہے۔ایک آدمی سے قتل ہوتا ہے اور وہ عمداً بھی ہے' وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں' شریعت میں یہ جائز نہیں ہے' اور یہ واقعہ پیغمبر کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔اور پھر وہی آدمی پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا ھذا فراق بینی وبینکم " آپ چلیں اب' تشریف لے جائیں۔حالانکہ پیغمبر وہ ہیں مگر وہ شخص یہ کہہ رہا ہے۔اور پیغمبر ان کے کہنے پر چل رہے ہیں۔شریعت اپنی جگہ پر بالکل مصدقہ ہے' فائنل ہے اور اس کے اندر وہ لوگ محبت اور سوز و گداز پیدا کرتے ہیں۔ وہ شریعت کو ترک نہیں کرتے کیونکہ شریعت ہی کو تو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔لیکن وہ تشدد انہ شریعت سے گریز کرتے ہیں۔مثلاً مکان میں آگ لگی ہوئی ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ پہلے شریعت کے احکام کی پابندی

کرلو۔تو پہلے آگ کو بجھالینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر پیٹ کی آگ لگی ہے تو اسے بھی بجھالو' پہلے کھانا لو پھر نماز پڑھنا۔یعنی اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہو تو زیادہ ڈسٹرب نہ ہونا۔تو اولیائے کرام نے کبھی شریعت کو مجروح نہیں کیا' نہ اُسے بائی پاس کیا ہے' نہ اسے Violate کیا ہے۔ بزرگوں کے جتنے بھی آستانے ہیں کوئی ایسا آستانہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا جہاں مسجد نہ ہو۔ہم نے تو کوئی نہیں دیکھا۔آپ نے شاید کوئی دیکھا ہو' مگر نہیں۔لاہور میں داتا صاحبؒ کا آستانہ دیکھیں تو مسجد سارے لاہور میں سب سے اچھی ہے۔مسجد شریعت ہے' آستانے کو طریقت سمجھ لو۔تو انہوں نے طریقت کو مختصر کیا ہے اور شریعت کو زیادہ کیا ہوا ہے۔ہر جگہ ایسا ہے۔میاں میر صاحبؒ کی مسجد دیکھ لو' شاہ جمالؒ کی مسجد دیکھ لو۔تو یہ لوگ شریعت کا احترام کرتے تھے بلکہ اپنے آستانے سے پہلے مسجد بنایا کرتے تھے۔تو وہ شریعت کو Violate نہیں کرتے۔آپ نے اس بات کا خیال نہیں کیا' غور نہیں کیا' اُن لوگوں کی محفل میں بیٹھا کریں' وہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بتائیں گے' کوئی نہ کوئی بات سمجھائیں گے۔وہ کس طرح Violate کر سکتے ہیں۔جہاں بظاہر ترک ہے' وہاں کوئی اور بات ہوگی۔مثلاً کسی زمانے میں کوئی دل کا کافر ہو اور وہ مسجد کا نظام سنبھال کے بیٹھا ہو تو جو جاننے والا مومن ہے اُس سے اگر پوچھیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ میں تو اسلام سے باہر ہوں۔اس طرح وہ جان بھی بچاتا ہے اور ایمان بھی بچاتا ہے بلکہ ایمان کے کاغذات بچاتا ہے کیونکہ آنے والے دور کو اُس نے دینے ہیں۔اس کے پاس وہ پرزے ہوتے ہیں۔اگر ایک آدمی تلوار لے کے کھڑا ہوتا کہ وہاں سے کوئی صحیح مسلمان گزرے تو

اسے ذبح کردے تو اس بزرگ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں تو ایسے ہی ہوں ۔

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں

تو وہ کاغذات لے کے آگے چلا گیا اور پھر اگلے دور میں جا کے ساری بات کھل گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ آنے والے دور کے لیے بات سنبھال کے رکھتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو بڑے غور سے دیکھا کرو۔ اگر انہیں احترام سے دیکھو گے تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر تنقید سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی۔ آپ کو بہت سارے اولیائے کرام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں داخل کرے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے اولیاء کا انکار کیا ان کو نور سے نکال کے ظلمات میں رجوع کرا دیتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے کسی کو اولیاء کہہ دیا' ولی کہہ دیا' بزرگ کہہ دیا اور پھر اس پر تنقید کر دی ہو۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی بات وہ جانے اور تُو اپنی توڑ نبھا۔ تو ہر ولی سے وابستگی کی بجائے ایک سے وابستگی ہو اور وہ پوری ہو۔ وہ لوگ تو ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ بہت لوگوں سے نہ ملیں بلکہ ایک آدھ ہو۔ وہ کسی وجہ سے' کسی دور میں' کسی حساب سے کوئی بات مخفی رکھتے ہیں۔ باقی تو ہر جگہ مسجد کا احترام ہے' جماعت ہوتی ہے' ذکر ہوتا ہے' فکر ہوتا ہے' درس قرآن ہوتا ہے اور باقاعدہ ہوتا ہے۔ یہ ہر جگہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

اب آپ اور پوچھو _____ بولو _____

سوال:

کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

جواب:

پہلے بنیادی باتیں دیکھ لیں۔ پیدا ہونا ہے' یہاں کچھ عرصہ رہنا ہے اور پھر یہاں سے چلے جانا ہے۔ اور جانے سے پہلے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے ان میں سے کچھ چیزیں تو یہیں کی یہیں چھوڑ جانی ہیں' ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک بڑھیا رو رہی تھی۔ اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ کہتی ہے وہ میری گٹھڑی لے گیا۔ تو اتنی زور سے کیوں رو رہی ہو؟ رو اس لیے رہی ہوں کہ وہ وہاں جا کے پھینک گیا' اگر اس نے پھینک جانی تھی تو پھر مجھ سے کیوں چھینی ہے۔ یہ بڑھیا جو ہے وہ دنیا ہے۔ اس سے آپ سامان چھینتے ہیں اور تھوڑی دور جا کے نامعلوم موڑ پہ پھینک جاتے ہیں اور آگے چلے جاتے ہیں۔ سامان کو آگے آپ لے جا نہیں سکتے۔ لوگ تو مرنے کے بعد آپ کا نام بھی چھین لیتے ہیں اور میّت کہتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ ساری عمر آپ اپنا نام اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ نام کی حد تک بھی یہ امانت آپ کو واپس لوٹانی ہے۔ باقی کیا کام رہ گیا؟ انسان نے ضرور جانا ہے۔ دوسری گنجائش آپ کے پاس یہ نہیں ہے کہ ساٹھ سال کی زندگی میں کم از کم بیس سال سونا ضرور ہے۔ عام طور پہ آپ دن تھرڈ یعنی آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ کچھ سال نوکری میں بیچ دیتے ہیں تاکہ باقی کے سال گزریں۔ اس میں بچپن کی تعلیم اور بیماری کا وقت بھی نکال دیں۔ آپ کے پاس کچھ بنانے کے لیے چند سال ہیں کہ ان سالوں

میں کچھ بننا ہے۔ آپ کا لہجہ اور زبان عربی نہیں ہے۔ آپ اگر حلق سے بولیں تو آپ کے لیے ویسے ہی مشکل ہو جائے گی۔ کوئی عربی دان آئے گا اور اس میں ساری غلطیاں نکالے گا' کہے گا کہ کوئی بھی قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد اب تعلق باللہ کی ضرورت ہے اور تعلق بالدنیا کی ضرورت ہے' ماں باپ کے احکامات ہیں' اولاد کی ضروریات ہیں۔ تو اس زندگی میں آپ الجھن نہ ڈالیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق اگر مفرد ہوتا' خالی توحید کا تعلق ہوتا تو شیطان بھی اس کے جلوے میں گم ہے' اللہ کو تو وہ مانتا ہے' سجدہ کے روپ میں۔ بہت سے اور لوگ ہیں جو رسالتؐ کے بغیر خدا کو مانتے ہیں۔ تو پھر آپ نے صرف اللہ کو ہی نہیں ماننا بلکہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ہی رسالتؐ کو ماننا ہے۔ اب آپ اللہ کے ساتھ یک لخت انسان کے پاس آ گئے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اگر مجھ سے محبت چاہتے ہو تو آپؐ سے محبت کرو' پھر میں تم سے محبت کروں گا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ تو اللہ اس محبت کی راہ دکھا رہا ہے یعنی محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی راہ اللہ دکھا رہا ہے۔ پھر اللہ کا یہ بیان ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ اللہ ہو کر مخلوق پر درود بھیجنا' مخلوق میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اور اس پر درود بھیجنا' بڑے غور والی بات ہے۔ تو تعلق بنانے سے پہلے یہ باتیں جاننی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک فرد کا انتخاب کیا اور اتنا انتخاب کیا کہ ان کو باعثِ تخلیق کائنات کہا۔ یہ بات خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اور اپنے فرشتوں سمیت درود بھیج رہے ہیں۔ پھر اللہ کا یہ کام ہے کہ ایک وقتِ مقررہ کے بعد آپؐ کو بلا لیا' دنیا چھوڑنے کو کہا' اور تکلیف سے بھی

گزارا' فتح سے بھی سرفراز کیا' کمزوری بھی دکھائی ____ اور لگاتار درود بھی بھیج رہا ہے۔ آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ حضور پاک ﷺ فاقہ سے بھی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ درود بھی بھیج رہا ہے اور فاقہ بھی بھیج رہا ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھنی چاہیے کہ تعلق کی انتہا والے لوگ کون ہیں۔ جن کا اللہ سے سب سے بڑا تعلق ہے وہ یہ مقام رکھتے ہیں کہ فاقہ بھی ہے' یتیمی بھی ہے' منافقوں سے بھی معاملہ ہے' دشمن بھی ہیں' مشکلات بھی ہیں اور اللہ کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ تو یہ ہے تعلق باللہ کی شان۔ تعلق باللہ کی ایک اور شان یہ ہے کہ پیغمبر کو کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ایک پیغمبر کے بیٹے بھی تھے۔ بیٹا بھی ایسا کہ بہت پیارا' اور وہ بھی پیغمبر۔ یہ ہے تعلق باللہ والوں کی بات۔ یعنی جن کا اللہ سے تعلق ہے ان کا سفر کنوئیں سے شروع ہو رہا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کنوئیں سے شروع ہو رہی ہے' پھر غلاموں کی طرح بکے۔ وہ حسن و جمال کا ایسا پیکر تھے جس کی تعریف اللہ خود فرماتا ہے۔ پھر اپنی مملکت میں غلام ہو کے جانا۔ اپنے دیس میں پردیسی ہو کے جانا' یہ خاص بات ہے' راز کی بات ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلق والوں کی بات بتائی ہے کہ تعلق ہوتا کیا ہے اور تعلق والے کس راہ سے گزرتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ تو آپ سب کو پتہ ہی ہے۔ تو یہ دیکھیں کہ تعلق باللہ کو کس راستے سے گزارا جاتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور دیکھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلق اور تذبذب اکٹھے ہو جائیں۔ پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تعلق یہ ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو اپنے سے زیادہ لگن ہو' اس کے حکم پر لبیک کہنا۔ اس تعلق والے شخص کی Contribution صرف یہی ہے۔ یعنی اس کا تعلق ایک انسان کے ساتھ

ہے' جو اللہ کی طرف اس کا وسیلہ ہے' اللہ تعالیٰ انسانوں کو وسیلہ بنا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ انعمت علیھم ـــــ جن لوگوں کی راہ اللہ کی راہ ہے' ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہو کے چلنا' ان کو وسیلہ بنانا' ان کے ساتھ تعلق بنانا۔ آپ نے تعلق کے جو فرائض پوچھے ہیں تو وہ یہ ہیں' مثال کے طور پر آپ کو ایک بیماری ہے' ڈاکٹر صاحب نے بیماری کے لیے ایک ایسا علاج تجویز کیا جو عام خیال کے مطابق بیماری کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر تو وہ ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ ڈاکٹر کا تعلق بیماری سے ہے' لہٰذا وہ دوائی کھاؤ۔ دقت وہاں ہوتی ہے جب آپ کتاب سے کچھ شریعت پڑھ لیتے ہیں اور تعلق پیر صاحب سے بنا لیا' اس نے آپ کو ایک بات بتائی ہے جو آپ نے کتاب سے ابھی نہیں پڑھی' آپ کہیں گے کہ جو بات آپ کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ قرآن کے علاوہ ہے۔ تو آپ پیر صاحب کو بھی نصیحت کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تعلق آپ کو نہیں ملے گا۔ تو راز کیا ہوا؟ اُس سے اللہ کے لیے تعلق ہو۔ مولانا رومؒ کہتے ہیں ؎

ہر کہ پیرو ذات حق را یک ندید
ئے مریدو ئے مریدو ئے مرید

اور یہ کہ ؎

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ

تو یہ بات مولانا رومؒ کہہ رہے ہیں۔ تو اللہ کی راہ میں جس سے تعلق ہے' اس کے احکام کی اتنی اہمیت ہے جیسے کہ وہاں سے ہوں۔ اللہ کی بات اللہ جانے۔ اور حضور پاک ﷺ کی بات آپ لوگوں کے لیے کتنی اہم ہے؟ آپ کہیں گے کہ اتنی

ہی اہم ہے۔ تو آپ فرق بیان نہیں کر سکتے۔ جہاں آپ کے ذہن میں فرق آ گیا وہاں آپ کا ایمان ختم۔ اس طرح کا آدمی گمراہ ہو جائے گا' جو اللہ کو حضور پاک ﷺ پر فوقیت دے یا حضور پاک ﷺ کو اللہ پر فوقیت دے۔ اس لیے یہ بڑی نازک بات ہے۔ یہ فوقیت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف ماننے کی بات ہے۔ یہ جاننے کی بات بھی نہیں ہے۔ آپ جان نہیں سکتے کہ یہ مقامات کیا ہیں۔ بہرحال پر جس شخص کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس کی بات مانو۔ یہ کہتے ہیں بزرگ۔ وہ شریعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ شریعت وہ لفظ ہے جو تمہارا شیخ تمہارے کانوں میں چپکے سے کہہ دے۔ اب یہ بات بتانے والی نہیں ہے' یہ بات کتابوں میں نہیں ہے۔ کسی صاحب طریقت کا بیان سنو ؎

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈسے
تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

تو وہ چاچڑاں شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرے لیے مدینہ ہے اور وہ بیت اللہ ہے۔ اور سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ؎

مرشد دا دیدار ہے باہو مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو

انہوں نے حج کو جو "حجاں" کہا ہے اس میں بڑے معانی ہیں۔ اصل چیز یہ ہے کہ اُس شیخ کی بات اہمیت رکھتی ہے۔ تو خواجہ غلام فریدؒ نے کہا کہ میرا عشق بھی تو ہے' ایمان بھی تو' دیدار بھی تو' میرا اللہ بھی تُو ہے اور دین بھی تُو ہے۔ تو وہ شیخ جو بات کہے گا وہ پوری ہو گی۔ تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملنے سے' اس کے ساتھ سفر کرنے سے' اس کی بات سننے کے لیے' اس سے پہلے کا علم ترک کر دو۔

شریعت کا آپ لوگوں کا جو Concept ہے یہ مفروضہ ہے اور وہ جو Concept دے گا' وہ وہاں سے ہو گا۔ وہاں پہ ابتدا سے کلمہ پڑھنا پڑتا ہے۔ سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں کہ

کلمہ پیر پڑھایا یا ہوتے میں سدا سہاگن ہوئی

تو وہ شروع سے بتاتے ہیں۔ ان لوگوں سے تعلق لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی بات سے اپنی بات کا آغاز کرو۔ ورنہ تو آپ انہیں سکھانے لگ جائیں گے کہ پیر صاحب آپ بتائیں کہ آپ کیا کرتے ہیں' یہ بتائیں کہ یہ کیوں نہیں کرتے ___ ایک بات یاد رکھنا کہ مسلمانوں کے کسی بھی گروہ کے خلاف مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی گروہ موجود ہے۔ اس طرح آپ بڑی مشکل میں ہیں۔ تو ہر گروہ کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی گروہ بنے گا۔ اصل میں ہوا یہ کہ دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہوا' وہ گروہ ساز بن گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کش مکش شروع کرا دی۔ فرض کرو کہ لوگ "یا رسولؐ اللہ" کہتے ہیں تو دوسرے کو کیا تکلیف ہے جو نہیں کہتا۔ ان سے پوچھو کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ تو رسولؐ کا نام لیتے ہیں' اپنے پیارے نبیؐ کا نام لیتے ہیں' کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور ادب سے بات کرتے ہیں۔ تو کرنے دو۔ تمہیں ان سے کیا بحث ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ماضی ہیں اور انہیں حال نہ سمجھو۔ اگر حال نہ سمجھیں تو پھر کلمہ نہیں بنتا آپ کا۔ پھر کلمہ ہے ہی نہیں۔ آپ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضورؐ اللہ کے رسولؐ تھے۔" "تھے" سے تو ایمان نہیں بنتا بلکہ "ہیں" سے ایمان بنتا ہے۔ اور "ہیں" کو بھی آپ نے دیکھنا ہے۔ اپنے ایمان

کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں یقیناً اندھا ہوگا۔ گویا کہ آپ اپنے ایمان کی صورت یہاں سے دیکھ کے جاؤ کہ جو ایمان آپ نے رکھا ہوا ہے وہ کیسا ہے' جس کو آپ مان رہے ہیں وہ کیسی بات ہے؟ آپ مستقبل کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مستقبل کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کو مستقبل میں یہ یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب آپ نہیں ہوں گے' یا "نہیں" ہونے والے ہوں گے۔ مستقبل کے بارے میں دانا آدمی اتنا ضرور سوچے کہ وہ آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھ کے جائے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تعلق کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو اس کا آخری وقت اس کے آخری وقت سے پہلے دکھائے۔ اگر آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھا جائے' یہ پتہ چل جائے کہ یہ آخری وقت ہے تو اگر اُسے کہا جائے کہ دشمن کو معاف کر دے تو وہ کہے گا کہ میں جا تو رہا ہوں' لہٰذا اب اسے معاف کر دوں۔ تو آپ اُسے اگر زندگی میں معاف کر دیں تو کتنی اچھی بات ہے۔ یعنی کہ یہ غصہ تو آپ ساتھ لے کے جا نہیں سکتے۔ غصہ' نفرت' لالچ اور دوسری غیر اخلاقی باتیں جو ہیں دین والوں کو یا اخلاق والوں کو کیا ضرورت ہے کہ انہیں روکیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے منع کر رہے ہیں کہ عاقبت کے سفر میں غصہ کرنے والا عافیت حاصل نہیں کر سکتا۔ غصہ خود ہی رکاوٹ ہے۔ ایسا آدمی اگر مر رہا ہو تو وہ کہے گا کہ میں اس کو معاف نہیں کرتا بلکہ روزِ محشر اس آدمی کے خلاف حساب ہوگا' اس کو ہم اللہ کے حوالے کریں گے۔ تم اس کے خلاف مقدمہ دائر کرنا اور پڑوسی تمہارے خلاف مقدمہ کرے گا۔ اگر اس کو معاف کر کے جاؤ تو

وہ تمہیں معاف کر کے جائے گا۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ ۔

نہیں بے گانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

مسافر اگر دشمن بھی ہوں ایک سفر پر جا رہے ہوں ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور جب دونوں کو یقین ہو جائے کہ کشتی ڈوبنے لگی ہے تو گلے مل مل کے روئیں گے۔ گرچہ وہ ہیں دشمن لیکن انہیں یقین آ گیا کہ کشتی اب ڈوبنے والی ہے تو ڈوبنے کا اندازہ یا اندیشہ جو ہے وہ دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور سب زندگیاں تو ڈوب رہی ہیں مگر پھر بھی اَنا اور غصہ موجود ہے۔ یہ جو لالچ ہے اور خوف ہے تو اللہ تعالیٰ نے بار بار تعلق والوں کو بتایا ارشاد فرمایا کہ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون میرے بندے ہیں ہی وہی جن کو خوف اور حزن نہیں ہے۔ خوف ہوتا ہے آنے والی چیز کا اور ملال ہوتا ہے گئی ہوئی چیز کا۔ گویا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آنے والی زندگی میں اللہ کی ذات پر اعتماد ہے اور جانے والی زندگی میں استغفار سے معافی ہو گئی۔ جو ہو چکا ہے اس پر ملال نہ کر اس پہ توبہ کر اور جو آنے والا ہے وہ اللہ بہتر فرمائے گا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو ہوا صحیح ہوا جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے اور جو ہو گا وہ بھی بہتر ہو گا۔ تو انہیں ملال اور حزن نہیں ہے اور یہ اللہ کے دوست ہیں۔ تو اللہ کے دوست کون ہیں؟ جن کو اللہ پر بہت زیادہ بھروسہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت خود کہہ رہی ہے کہ مجھ سے مایوس نہ ہونا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ اگر رحمت انسان کو اس کے اعمال کی زد سے نہ بچائے تو پھر رحمت کیا ہوتی ہے۔ رحمت

انصاف تو نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ انصاف کرنے پر آ جائے اور آپ کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہو جائے تو یہ تو غضب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انا انذرنکم عذابا قریباً یوم ینظر المرء ما قدمت یدہ ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا۔ ہم تمہیں اس وقت سے ڈرا رہے ہیں ایسا وقت آئے گا جو عذاب کا وقت ہوگا جب انسان کو اس کے اعمال دکھا دیے جائیں گے تو کافر کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ گویا کہ اگر آپ اپنے اعمال کے حوالے سے اپنا نتیجہ لینے جائیں تو یہ تو بڑے عذاب کی بات ہوگی۔ اور رحمت کیا ہے؟ یہ عذاب سے بچاتی ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کے نتیجے سے بچاتی ہے۔ اعمال کے نتیجے سے بچانے والی شے کیا ہے؟ توبہ ____ تعلق میں توبہ کا ہونا تعلق کی ابتدا ہے۔ تعلق کی شرط یہ ہے۔ وہ جو توبہ کرائے، وہ جو آپ کو آپکا مستقبل دکھائے، Ultimate مستقبل دکھائے، وہ جو بھی کہے آپ اُسے پورا کرو۔ تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں اس طرح آ جائیں جیسے آپ اللہ کے حکم میں ہوں۔ تعلق قائم رکھنا اسی بات کو کہتے ہیں کہ اس کا خیال ہو اور اس کا عشق ہو ؎

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

گویا کہ نماز Sufficient نہیں ہے بلکہ نماز میں عشق Sufficient ہے، ضروری ہے۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

وہ کہتے ہیں کہ نماز میں اگر غیر کا خیال آ جائے تو نماز فسخ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آسانی فرمائی کہ نماز میں اپنے ساتھ سب کا خیال دیا۔ سجدے میں اس کا خیال ہے اور ابتداء ہو رہی ہے رب العالمین کے نام سے' ہم سب پر رحم فرما' ہمیں راستہ دکھا' ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا اور ان کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا۔ پھر عباد الصالحین کا ذکر آتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے' ان کی آل کا ذکر آتا ہے' حضور پاک ﷺ کا ذکر آتا ہے' آپؐ کی آل کا ذکر آتا ہے' نمازی کے والدین کا ذکر آتا ہے' اولاد کا بھی ذکر آئے گا۔ اب اس میں یکسوئی کی بات ہی کوئی نہیں۔ نماز تو ہے احوالِ واقعی۔ گویا کہ اللہ کے ساتھ آپ دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میرے ماں باپ پر رحم کر اور خود ان پر رحم نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ جو اللہ سے کہتا ہے کہ میری اولاد کو نمازی بنا اور خود انہیں نماز نہیں سکھاتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں جاننے کے بعد تعلق کی ابتداء قوی دلیل سے ہونی چاہیے۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ بغیر قوی دلیل کے کسی انسان سے تعلق مت بناؤ۔ یہ یاد رکھنا کہ اللہ کی تلاش کرنے والا جب بھی پہنچے گا بندے کے پاس پہنچے گا۔ یعنی تلاش اللہ کی ہے مگر پہنچے گا بندے کے پاس۔ Throughout یہی واقعہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ہے تعلق کا سارا راز۔ تو تعلق کو آپ کیسے Define کرو گے؟ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو' اُس کی بتائی ہوئی بات کو Follow کرو' اس کی خدمت بھی کرو' اس کا نام یا اس کا مضمون بھی چلاؤ کہ اس نے یہ فرمایا اور اس نے ہمیں یہ بتایا اور اس کی یہ بات ہے۔ اس طرح بتاتے جاؤ کہ اس روز

یہ ارشاد ہوا' پھر یہ ارشاد ہوا ____ اس طرح کتاب بن جائے گی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے راستے میں اس وقت کا ضرور کوئی نہ کوئی ساتھی مل جاتا ہے جو آپ کے ساتھ سنگت بناتا ہے اور پھر آپ کے ساتھ واقعات ہوتے ہیں۔ تو تعلق جو ہے یہ ضروری ہے۔ آپ تعلق والوں کی حالت کو ضرور دیکھنا' تعلق والوں کی حالت کسی آسودگی کی وجہ سے نہیں ہے' غریبی ہو تب تعلق قائم ہے' دولت ہو تب تعلق قائم ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ تعلق قائم ہو جانے کے بعد دنیاوی حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں میں ہر حالت کر کے دکھائی ہے۔ پیغمبروں کو تکلیف دے کے بھی دکھائی ہے' دوسرے واقعات بھی کر کے دکھائے ہیں تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ میرے ساتھ تعلق جو ہے اس میں نہ غریبی رکاوٹ ہے اور نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی جواز ہے اور نہ دولت جواز ہے۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو غریبی مبارک ہے۔ ارشاد ہے کہ الفقر فخری مجھے غریبی پر فخر ہے۔ اور اگر غریبی میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو جائے تو کاد الفقر ان یکون کفراً عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ اگر دولت تمہیں اللہ کی طرف جھکا دے تو اس سے بڑی رحمت کوئی نہیں ہے اور دولت تمہیں باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ اور شیخ سے تعلق بھی حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہی تھی مگر کام نہیں ہو رہا۔ وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا مگر تعلق تو تعلق ہے۔ اگر آپ کے ابا حضور آپ کا کہنا نہ

مانیں تو بھی وہ ابا تو رہیں گے' تعلق قائم رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہر کہنا مان لیتے تو پھر تمام کافر ختم ہو جاتے' یہودی بھی فی النار والسقر ہو جاتے اور پھر کائنات میں کوئی شے رہ نہ جاتی۔ مسلمانوں نے تو دعائیں مانگی ہوئی ہیں کہ ان کو دریا میں غرق کر' ان کی بستیوں کو غرق کر' ان کی آل کو غرق کر' یہودیوں کو تباہ کر دے بلکہ ہنود و یہود کو تباہ کر دے' مسلمانوں کو سرفراز کر دے' مسلمانوں کو دنیا کا بادشاہ بنا دے ____ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو' میں دوں گا۔ یا تو مانگنے میں غلطی ہے' یا پھر اس نے دے دیا ہے' مگر سمجھ نہیں آ رہا۔ کوئی تو ایسی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ اللہ کی بات اور آپ کی سمجھ میں فرق ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو اور آپ بار بار مانگتے ہو مگر وہ پوری نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ آپ بتاؤ کہ وہ ''کہیں نہ کہیں'' کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ضروری نہیں کہ دعا پوری ہو۔ عین ممکن ہے کہ نہ پوری ہو۔ اللہ کے ایک پیغمبر نے نو سو سال اللہ کی خدمت کی یعنی نوح علیہ السلام نے۔ اُنہوں نے محنت کی' خدمت کی اور ان پر اللہ کے احسانات بھی تھے۔ بیٹا طوفان کی نذر ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے خواہش کی' دعا کی' دل میں ملال تھا۔ اللہ نے کہا کہ کیوں ملال کرتے ہو' اب اس کے لیے پریشان ہو رہے ہو جو تم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارا کہنا ماننے والا نہیں ہے۔ اللہ سے یہ تو کہہ سکتے تھے کہ اگر ہم میں سے نہیں ہے لیکن بیٹا تو ہے' اُسے دعا کے طور پر دے دے۔ لیکن پیغمبری کسے کہتے ہیں؟ پیغمبر آزردہ نہیں ہوتے' پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیتے' تو انہوں نے کہا کہ جو تیری رضا ہے وہی

میری رضا ہے۔ تو تعلق کی یہ خوبی ہوتی ہے۔ اگر پیغمبر کوئی Ordinary آدمی ہوتا تو وہ کہتا کہ نوسو سال تک ہم دنیا کو بتائے جا رہے ہیں کہ اللہ ہمارا کہنا مانتا ہے اور لوگوں کے سامنے یہ بڑی Insult والی بات ہے کہ اللہ نے ہمارا کہنا نہیں مانا۔ لیکن ایسا نہیں۔ پیغمبر ایسا نہیں کہتے۔ ایک پیغمبر نے یہ کہا کہ کل عذاب آئے گا اور اگر عذاب نہیں آیا تو بھی پیغمبر سچے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ Domain ہی اور ہے' وہاں چلنا اور ہے' وہاں تعلق کا کسی اور سے اظہار نہیں کرنا کہ میرا یہ تعلق ہے' ہم اس کی بات مانتے ہیں' وہ ہماری بات مانتا ہے ـــــ پتہ نہیں وہ کل کو مانے یا نہ مانے' کچھ اور ہی واقعہ ہو جائے۔ اس لیے تعلق کی حفاظت پورے خلوص سے کرنی ہے۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اس کا فیصلہ آپ کی ذات ہی کر سکتی ہے' آپ کی روح ہی کر سکتی ہے۔ اس کا اور کوئی طریقہ نہیں ہے' اور کوئی فارمولا نہیں ہے۔ تو اللہ کے ساتھ تعلق کا کیا فارمولا ہے؟ غریبی میں بھی اللہ' دولت میں بھی اللہ۔ اور اللہ بھی وہ اللہ ہے کہ کبھی وہ دیتا ہے کہ ہم نے یہ دے دیا اور پھر کہتا ہے کہ قرضِ حسنہ دو۔ تو وہ اللہ ہے۔ اُس سے کوئی پوچھے کہ آپ کو کیا چاہیے' پیسے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر وہ کہتا ہے کہ وقرض اللہ قرضا حسناً اللہ کو قرضِ حسنہ دو۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے نام پر اڑھائی پرسنٹ دو کیونکہ میں نے تمہیں سو دیے ہوئے ہیں۔ تو یہ تمہیں بتایا جا رہا ہے کہ تم اپنے مال سے اپنے بھائی کو دو۔ اللہ کو تیرے بھائی کا اتنا احساس ہے کہ وہ اپنا سوال بنا کے تیرے بھائی کا کام کر رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ میرا سوال ہے' میرے حصے کا پیسہ ہے۔ کس کو دینا ہے؟

اپنے بھائی کو دو۔ گویا کہ آپ کی تخیلیوں میں وہ تفاوت پیدا کرتا ہے تا کہ آپ کو رحمت حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی جواز مل جائے۔ آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہوتا ہے کہ ایک سائل آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہتا ہے دو اللہ کے نام پر۔ آپ نے کہا کہ معاف کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ معافی نہیں ہے' معاف کس بات پہ کروں' یہ سمجھو کہ میں کون ہوں؟ آپ پوچھیں کہ تم کون ہو؟ وہ کہے گا کہ میں تیرے جیسے کنجوس کو سخی بنانے آیا ہوں' تمہیں بات سمجھ نہیں آ رہی؟ تا کہ تیری عاقبت ٹھیک ہو جائے ورنہ تو تُو بخیل کا بخیل ہی مر جائے گا۔ آپ کہیں کہ ضرور پیسے لے جا۔ تو اس طرح بڑے بڑے سائل آ جاتے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطارؒ کے پاس ایک سائل آیا۔ سائل نے آ کے سوال کیا کہ دے اللہ کے نام پر۔ انہوں نے کہا ابھی ٹھہر۔ اس نے پھر مانگا تو کہتے ہیں کہ ٹھہر جا۔ کافی دیر گزر گئی تو فقیر غصے میں آ گیا اور کہتا ہے کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مصروف ہوں۔ فقیر نے کہا کہ تُو تو اتنا مصروف ہے' پھر مرے گا کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جیسے تُو مرے گا۔ فقیر نے کہا کہ ہمارا کیا مرنا _____ اس نے چادر بچھائی' کلمہ پڑھا اور مر گیا۔ تو اُن پر ایسا اثر ہوا کہ ہر چیز چھوڑ دی اور پھر فریدالدین عطارؒ اولیائے کرام میں شامل ہو گئے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ کبھی چھوٹی اداپہ دے دیتا ہے' کبھی لمبی عبادت کے بعد بھی نہیں ملتا' دینا چاہے تو جگا کے دیتا ہے اور نہ دینا چاہے تو جاگنے والوں کو محروم دو عالم کر دیتا ہے۔ تو یہ اُس کے کام ہیں۔ ایک مرتبہ ایک آدمی کے لیے ولایت کا اعلان ہو گیا۔ صبح صبح اس کے پاس ولیٔ وقت آئے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا نام ولیوں کی لسٹ میں لکھا گیا' یہ تو بتاؤ کہ کون سی نیکی کی ہے۔ اس نے کہا

میں تو گناہ گار آدمی ہوں' شراب پیتا ہوں' میرا نام اولیائے کرام کی لسٹ میں کیسے آ سکتا ہے' آپ تو اتنے بڑے بزرگ ہیں' آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں بزرگ ہوں' تبھی تو کہہ رہا ہوں' میں سچ کہہ رہا ہوں' تیرا نام رات کو Announce ہو گیا ہے ____ کیا تم نے کوئی نیکی کی ہے؟ تو اس نے کہا میں نے تو نیکی کوئی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ کچھ یاد کر۔ سوچ کے کہتا ہے کہ رات کو میں نے شراب پی ہوئی تھی' نشے کے عالم میں تھا' راستے میں ایک کاغذ پڑا ہوا تھا' اس پہ اللہ کا نام لکھا ہوا تھا' میں نے وہ کاغذ اٹھایا' اُسے خوشبو لگائی اور اونچی جگہ پہ رکھ دیا۔ تو بزرگ نے فرمایا کہ اب اس کا جواب سنو' اللہ نے فرمایا ہے کہ تُو نے میرے نام کو خوشبودار کیا' میں تیرے نام کو خوشبودار کر دوں گا' جا تجھے ولایت دی۔ تو اللہ تعالیٰ کبھی کسی طرح راضی ہوتا ہے' کبھی کسی طرح عطا کرتا ہے اور کبھی کسی اور طرح سے عطا کرتا ہے۔ تو تعلق کی حفاظت ضرور کرنا اور بڑے حساب کتاب سے کرو۔ تعلق سے وفا ہی عاقبت ہے۔ جس آدمی کا تعلق ٹوٹتا رہتا ہے تو اس آدمی کا ایمان آری کے دندوں کی طرح چلتا ہے' کبھی ہے اور کبھی نہیں ہے۔ اور اسی ''ہے'' اور ''نہیں ہے'' کے درمیان زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس بات کی بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔

آپ بولو ____ سوال کرو ____ ناظم صاحب پوچھیں آپ ____

سوال:

وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟

جواب:

اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ ہر وہ خیال جو یہاں ٹھہرنے کے باب میں ہے وہ نفس ہے اور ہر وہ خیال جو یہاں سے نکلنے کے بارے میں ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ومنکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ اللہ کا فرمان ہے کہ تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کا ارادہ رکھتے ہیں اور تم میں سے ہیں جو آخرت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو دنیا کا ارادہ آپ کا ہے اور ارادۂ آخرت جو ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ چیزوں کو "بچھا" مارنا آپ کا ارادہ ہے اور چیزوں کو چھوڑنا' یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ معاف کرنا' اللہ کی طرف سے ہے اور غصہ کرنا تمہاری طرف سے ہے۔ انسانوں سے نفرت کرنا تمہارا ہے اور انسانوں سے محبت کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ اپنے آپ میں غرور کرنا' یہ تمہارا ہے اور اپنے آپ سے نجات پانا' یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو یہ وہ خیال ہے۔ اگر ایسا خیال آجائے کہ ۔

چھڑا کے دامن بتوں سے اپنا
غبار راہِ حجاز ہو جا

تو یہ خیال اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی طرف سے خیال جو ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کی طرف لے جاتا ہے۔ آپ لوگوں کا اپنا خیال تو یہ ہے کہ جمع مالا و عددہ مال گننا اور جمع کرنا۔ یہ انسانی خیال ہے' یہ وسوسہ ہے' غصہ کرنا' لالچ کرنا' لوبھ کرنا' ناراض ہونا' انا کی تسکین کرنا' شہرت کی تمنا رکھنا' سلام کرانا اور اپنے آپ کو بہت بڑا بنانا ـــــ یہ سب آپ کے نفس کی باتیں ہیں۔ نفس جو ہے وہ

خیال کرتا رہتا ہے ماضی کی طرف' حال کی طرف اور مستقبل کی طرف۔ اللہ کریم کی طرف سے جو خیال آتا ہے وہ احسان کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر آپ کو احسان کا خیال آ جائے تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو وہ خیال اللہ کی طرف سے ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ تو ایسا خیال اللہ کی طرف سے ہے۔

اب اور پوچھو ____ فاروقی صاحب ____ بولیں ____ جو بھی بات ذہن میں آئے۔

سوال:

ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟

جواب:

سوال تو مصنوعی ہو نہیں سکتا۔ جو سوال کا موسم ہوگا وہی جواب کا موسم ہو گا۔ یہ میں نے پہلے دن بتایا تھا۔ کیا بتایا تھا؟ کہ جو سوال کی کیفیت ہوگی وہی جواب کی کیفیت ہوگی۔ جواب کی کیفیت پہلے ہوتی ہے اور سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ آج کی بات آپ یہ سمجھیں کہ خوش نصیبی صرف اتنی ہے کہ آپ اپنے حال میں راضی رہیں۔ راضی رہنے کی تعریف یہ ہے کہ اپنی زندگی میں اگر آپ صاحب اختیار ہو جائیں تو زندگی میں کچھ شامل کرنے کی خواہش یا اس میں سے کچھ نکالنے کی خواہش نہ رہے تو سمجھیں کہ آپ راضی ہیں۔ تو زندگی میں راضی کون ہے؟ جو اس میں Improvement نہ چاہے اور اس میں سے تکلیف دہ کو نکالنا چاہے۔ تو وہ راضی ہے۔ یعنی اس کو نہ کسی Improvement کی ضرورت ہے اور نہ کسی شے کو نکالنے کی ضرورت ہے۔

زبادشاہ وگدافارغم بحمداللہ

اُسے نہ کسی بادشاہ کا ڈر ہے اور نہ کسی گدا کا فکر ہے۔ تو وہ اپنی زندگی پر As it is راضی ہے' ہر طرح راضی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو کہتے یہ ہیں کہ اللہ کی کائنات میں راضی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اگر کائنات کا اختیار مل جائے تو وہ جوں کی توں اللہ کے حوالے کر جائیں اور اس میں Improvement نہ کریں۔ تو یہ راضی آدمی کی بات ہے کہ اگر اُسے دعا کا موقع مل جائے تو وہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگے گا؟ اگر تو وہ اللہ تعالیٰ کو لسٹ گنوائے گا تو مطلب یہ ہے کہ وہ راضی نہیں ہے۔ لسٹ نے تو پورا ہونا نہیں ہے' شاید آپ کی زندگی میں پوری ہو بھی ناں۔ اس طرح تو آپ مانگتے ہی چلے جائیں گے۔ آدمی زندگی حاصل کرنے میں لگتی ہے اور باقی زندگی اس سے نجات میں لگتی ہے' جان چھڑانے میں لگتی ہے۔ میں اولاد کا ذکر نہیں کر رہا مگر یہ ذکر بھی کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی داتا دربار پہ شور مچاتا جا رہا تھا کہ سولہ سال پہلے جو میری دعا قبول ہوئی تھی وہ واپس ہو جائے۔ اس سے پوچھا کہ ہوا کیا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا بیٹا نہیں ہوتا تھا' میں نے سولہ سال پہلے دعا مانگی تھی اور پھر بیٹا ہو گیا۔ پوچھا کہ اب کیا ہے؟ کہتا ہے کہ میں وہ منظور شدہ دعا نامنظور چاہتا ہوں' سولہ سال کا بیٹا مجھے تنگ کرتا ہے' میرا کہنا نہیں مانتا' بہت گستاخ ہے ـــــ آپ بات سمجھے ہیں؟ یہ ہے آدمی زندگی حاصل' اور باقی کی آدمی زندگی حاصل سے نجات۔ پہلے کچھ کیا اور پھر اُسے اب بھگت رہے ہیں۔ کتنے ہی لوگ بھگت رہے ہیں اپنے اعمال کی سزا۔ سچ پوچھو تو آپ کا سب

سے بڑا دوست کون ہے؟ آپ۔ اور سب سے بڑا دشمن کون ہے؟ وہ بھی آپ۔ تمہیں کس نے آرام پہنچایا؟ اس نے۔ تمہیں کس نے تکلیف دی؟ اس نے۔ اس میں آپ کے گھر والوں کا نام بھی ہوسکتا ہے۔ سب سے زیادہ آرام بھی اس نے پہنچایا اور سب سے زیادہ تکلیف بھی اس نے دی۔ تو انسان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اپنی زندگی میں جو چیز آرام دیتی ہے تکلیف بھی اُسی چیز سے ہے۔ تو راضی کون ہوتا ہے؟ جو آرام اور تکلیف کے باوجود کوئی Change نہ چاہے۔ تو اپنے نصیب پر راضی رہنے والا ہی خوش نصیب ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو اپنی زندگی پر راضی رکھیں۔ زندگی پر راضی ہونا خدا پر راضی ہونا ہے۔ جو خدا پر راضی ہوا اللہ اس پر راضی ہوگیا۔ گویا کہ آپ زندگی پر راضی ہیں اور اللہ آپ پر راضی ہے کیونکہ زندگی دینے والا وہ ہے۔ آپ زندگی پر اگر پوری طرح راضی ہیں تو پھر اس میں گلہ نہ کریں' تقاضہ نہ کریں' شور شرابہ نہ کریں' نفرتیں نہ کریں۔ اس میں ترقی کریں لیکن شور نہ کریں۔ تو یہ زندگی پر راضی رہنے والے کی بات ہے اور یہی اللہ پر راضی ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' اِن کو یاد رکھنا چاہیے۔ زندگی جو ہے اس میں ایک انسان ایک وقت کے بعد زیادہ کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔ تھوڑے عرصے کے بعد آپ کے پاس خوراک ہوتی ہے' آپ غریب نہیں ہوتے لیکن آپ کا معدہ ''غریب'' ہوجاتا ہے۔ کھانا موجود ہے مگر کھا نہیں سکتے۔ اب آپ غریب ہوجاتے ہیں' آپ اجنبی ہوجاتے ہیں۔ پہلے آپ کھانے کے بعد ہاضمے کے مالک تھے مگر اب کھانا تو ہے مگر ہاضمہ نہیں ہے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد خواہش ہی نہیں ہوگی۔ آپ کو جیسے الگ کردیا گیا ہو' آپ اجنبی

ہوتے ہوتے الگ ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا جب نظارے بھی تھے اور نظر بھی تھی اور اب وہ وقت آ گیا کہ نظارے تو ہیں مگر نظر کمزور ہو گئی۔ اب آپ کے لیے نظارے کمزور ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ شناخت کمزور ہو جائے گی۔ پھر انسان پوچھتا ہے کہ تُو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں آپ کے چچا کا بیٹا ہوں۔ کیا تم رشید ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں تو حبیب ہوں۔ کہتا ہے اب تو نام بھی یاد نہیں رہتے۔ گویا کہ یادداشت بھی گئی۔ تو بصارت گئی' بصیرت گئی' یادداشت گئی' ذائقہ گیا' شکل مسخ ہو گئی' پہچاننا مشکل ہو گیا_____ اگر کوئی پرانا بندہ ملے اور وہ کہے کہ میں وہی ہوں تو یہ پوچھے گا کہ کون؟ وہ کہتا ہے کہ میں۔ یہ کہتا ہے کہ جھوٹ نہ بول' تُو تو اس کا کوئی بھوت لگتا ہے' وہ کہتا ہے یہ میں ہی ہوں۔ یہ کہتا ہے پھر کوئی ثبوت دو۔ وہ کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو۔ تو یہ کہتا ہے کہ ہاں تم ہی ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنا ثبوت بھی ختم کر بیٹھتے ہیں' پھر اپنی پہچان بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ کبھی آپ اپنی پرانی تصویریں دیکھیں تو کہیں گے کہ یہ میں ہوں۔ دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے' یہ نہیں ہو سکتا ہے' یہ وہ نہیں۔ گویا کہ وہ شکل بھی چھن گئی اور شکل کے واقعات بھی چھن گئے۔ پھر کچھ دوستوں پر بھروسہ تھا' ایک ایک کر کے وہ بھی چلے گئے' رخصت ہو گئے۔ پہلے بزرگ چلے گئے اور پھر دوسرے بھی۔ تو ایسا ہوتا رہتا ہے۔ وہ جو آپ کو بیٹا پکار کر بلانے والے تھے وہ ختم ہو گئے۔ آپ بھولتے جا رہے ہیں سارے واقعات کو۔ اگر آپ کی یادداشت کمزور نہ ہوتی تو آپ تو ویسے ہی پاگل ہو جاتے۔ بھول جانا' اللہ کی بڑی مہربانی ہے ورنہ کل کا دُکھ آج کا دکھ ہوتا اور کل کا غم آج کا غم ہوتا بلکہ غم کم نہ ہوتا اور غم

ہمیشہ ہی رہتا۔ تو غم کو کم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے ایک آسان فارمولا رکھ دیا آپ کے اندر۔ وہ کیا رکھ دیا؟ بھول جانا۔ اللہ تعالیٰ کی اتنی مہربانی ہے کہ اگر ابدی غم' مکمل غم ہو' ہمیشہ رہنے والا ہو تو وہ شام کو ختم ہو جاتا ہے اور نیند آ جاتی ہے۔ وہ پہلے رو رہا تھا' روتا جا رہا تھا مگر پھر نیند آ گئی۔ پھر کہے گا کہ اب بھوک لگ گئی۔ لوگ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی چائے تو پی لو' پھر رو لینا۔ تو وہ آرام سے چائے پی لے گا۔ آرام سے سو جائے گا اور صبح اُٹھ کے پھر رونا شروع کر دے گا۔ تیسرے دن کہے گا کہ میں کس کام میں لگا ہوا ہوں' جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فارمولا رکھا ہے۔ پھر یہ دیکھو کہ ایک شخص جنازے کے ساتھ جا رہا ہے جس کا باپ مرا ہے۔ بڑا مشکل وقت ہوتا ہے اور بڑی پریشانی ہوتی ہے لیکن اُسے کہتے ہیں کہ قُل کا اعلان کر دے کہ کب ہوں گے۔ وہ بے چارہ ہوش میں نہیں ہوتا' رو رہا ہوتا ہے۔ لوگ اُس سے کہلواتے ہیں کہ پرسوں صبح قُل ہوں گے۔ وہ بے چارہ غم کو بھول جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ کوئی دیگ وغیرہ بنوائی ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا تو پیو مرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ تو اس سے دیگ' چاول' کھانا پینا کرا لیتے ہیں۔ غم گیا کدھر اور یہاں دعوت کا سماں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کام رکھے ہوئے ہیں ورنہ تو آپ پاگل ہو جاتے۔ غم بھی ہمیشہ نہیں رہتا' خوشی بھی ہمیشہ نہیں رہتی بلکہ آپ بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ ایک چیز ہمیشہ رہے گی اور وہ ہے آپ کے ہاتھ کی نیکی۔ آپ نے نیکی بھی انہی انسانوں سے کرنی ہے جو آپ کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہیں اور بدی بھی انہی انسانوں سے کرنی ہے۔ کوئی گناہ اور کوئی ثواب ان انسانوں کے علاوہ نہیں ہے۔ تنہائی کا گناہ

اور ثواب ہوتا ہی کم ہے۔ اس لیے آپ کا سارا گناہ ثواب ان انسانوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی دیا ہے۔ کیا میٹیریل دیا ہے؟ لوگ۔ تو لوگوں کے ذریعے آپ اللہ تعالیٰ تک پہنچتے ہیں۔ ان لوگوں کے بارے میں یہ یاد رکھنا' یہ پہلا وظیفہ ہے کہ ربنا ماخلقت ھذا باطلا یارب العالمین تو نے یہ جو کچھ پیدا کیا ہے یہ باطل نہیں ہے' حق ہے' برحق ہے بلکہ عین حق ہے۔ اتنی بات یاد کرلو تو سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ کہ جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ سب حق ہے' ساری کائنات حق ہے' برحق ہے۔ دشمن بھی حق ہے' دوست بھی حق ہے بلکہ پورا ہی حق ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کا سفر کیسے ہو رہا ہے۔ تو اپنی زندگی میں اپنے آپ کو پہچانو' اپنے آپ کو دریافت کرو' آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھو۔ یہ نہ کہنا کہ اچانک مر گیا تھا' اس لیے پتہ نہیں چلا۔ کہتے ہیں کہ موت کی عمر اتنی ہے جتنی زندگی کی عمر ہے۔ موت پہلے دن سے تمہارے ساتھ آئی ہے۔ بچپن مر گیا مگر تمہیں سمجھ نہیں آئی۔ جوانی مر گئی لیکن تمہیں پتہ نہیں چلا۔ باپ مر گیا' رشتے دار مر گئے' سارے مر گئے۔ تو یہ بھی تمہاری موت ہے۔ سانس کی موت تو کوئی موت نہیں' موت تو ہوتی ہے واقعات کی۔ سارے واقعات ختم ہو گئے' بزرگ چلے گئے' دوست چلے گئے' باپ چلا گیا' گاؤں چلا گیا' شہر آ گئے آپ لوگ' مکان بدل گیا' اب دوسرے مکان میں آ گئے' آپ کی عادتیں بدل گئیں' آپ کی شکل بدل گئی' مزاج بدل گیا' کھانا بدل گیا' کیفیت بدل گئی ____ اب اور کیا موت ہونی ہے۔ سانس کی ڈوری باقی رہ گئی ہے۔ وہ اگر اللہ مہربانی کرے تو پھر کاٹ دے۔ کیا یہ مہربانی ہے؟ ڈرو نہیں' آپ کو اللہ زندہ رکھے۔

سوال:

میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

جواب:

آپ وہ کام احسان کرنے کے لیے نہ کریں۔ آپ لوگوں کے سامنے بات ہی نہ کریں۔ اگر آپ نیکی کر رہے ہیں تو کرتے جائیں۔ یہ پچھتانے کی بات نہیں ہے۔ اگر اللہ نے موقع دیا ہے تو بھی آپ کو دیا ہے۔ تو نیکی کا یہ موقع اللہ نے ہی دیا کیونکہ اللہ ہی توفیق دیتا ہے۔ تو توبہ کی توفیق اللہ نے دی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ گناہ کی توفیق بھی اُدھر سے ہے۔ تو نیکی کی توفیق کا شکر کرو اور اپنا کام کرو۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ اور نہ کرو تو کسی آدمی سے اچھے الفاظ میں گفتگو ہی کر لو یہ بھی بڑی نیکی ہے۔ تو اچھی بات کرنا بڑی نیکی ہے۔ تلخ بات نہ کرو۔ اگر انکار کرنا ہے تب بھی اچھے الفاظ میں انکار کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ حسنِ اخلاق ضروری ہے' حسنِ انتخاب ضروری ہے' حسنِ کلام ضروری ہے' حسنِ عمل تو ہے ہی سہی مگر حسنِ معاملات بہت ضروری ہے۔ دوسرے کا حق اس کے مانگنے سے پہلے دے دو۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اپنا حق معاف ہی کر دو۔ تو اپنے حق پر اس لیے اصرار نہ کرو کہ وہ بھی اس کا حصہ تھا۔ لیکن اس کا حق ادا کر دو۔ تو آپ سے پوچھا جائے گا اس پیسے کے بارے میں جو آپ نے اکٹھا کیا کہ یہ کہاں کہاں سے کن کن لوگوں کا اکٹھا کیا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تاکلوا اموالکم بین بالباطل تو ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ آپ سے یہ پوچھا جائے گا کہ کن کن لوگوں کے

دل آپ نے آزردہ کیے۔ یہ مفت کا گناہ ہے کہ دل کو زخمی کرنا۔ اس لیے دلوں کو آسودہ بناؤ۔ دلوں کو راضی رکھو اور ہر روز سونے سے پہلے آپ اپنے لیے توبہ کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ استغفر اللہ اور الحمدللہ کو ملا کے پڑھو۔ استغفر اللہ اس بات پہ جو آپ نے اپنے ساتھ کیا اور الحمدللہ اس بات پہ جو اس نے کیا تمہارے ساتھ۔

اب آخر میں دعا کرو ____ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

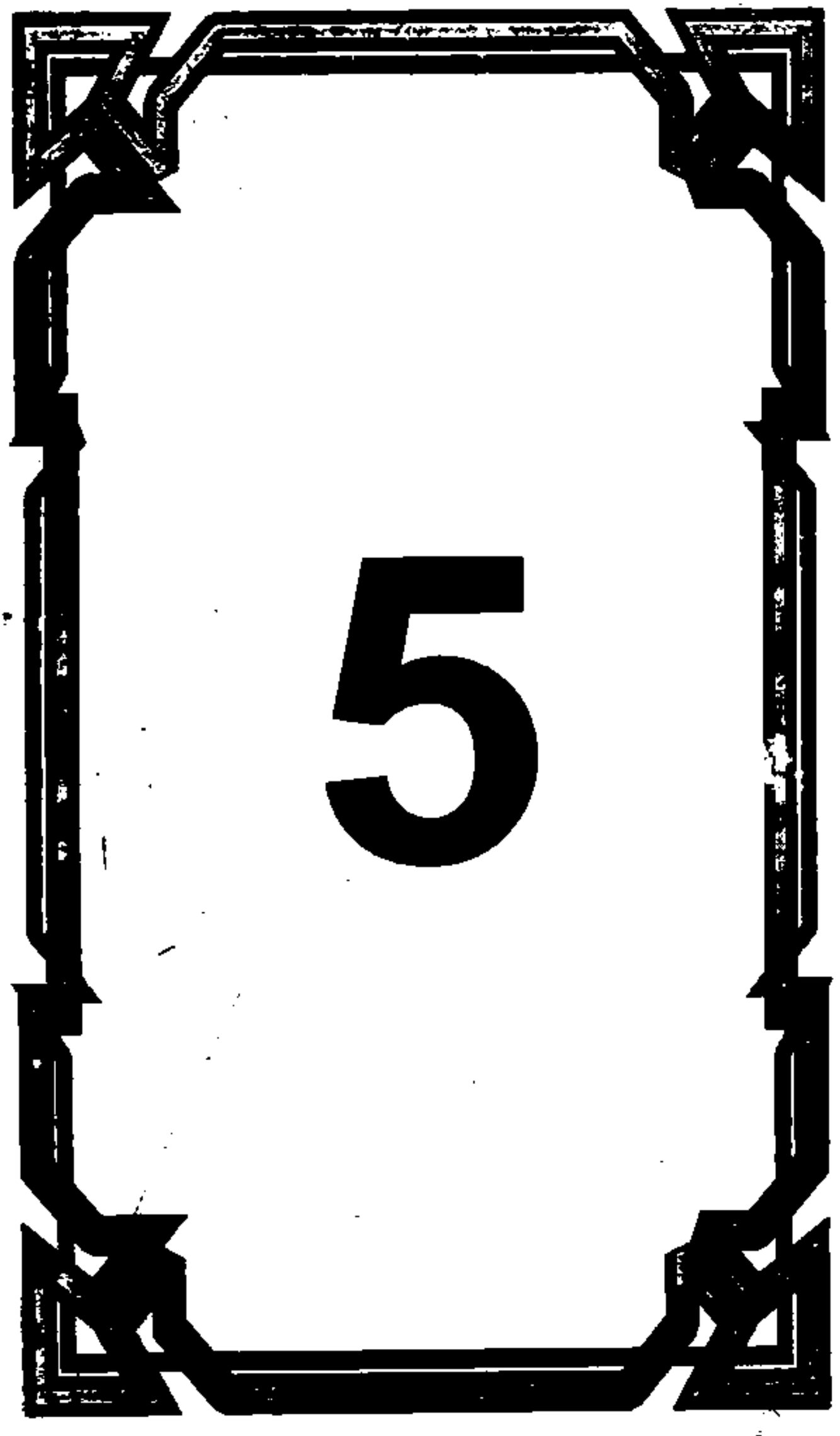

سوالات

1 انسان کے حالات اس کے خیال کی رہنمائی کرتے ہیں یا اس کا خیال اس کے حالات بناتا ہے؟

2 حضور پاک ﷺ کے امتی لقب ہونے پہ اخبارات میں جو آ تا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

3 یہ جو فرمایا گیا کہ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز مل جانے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

4 میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے راستے بند ہو جاتے ہیں اور آگے رکاوٹ یا کھائی آ جاتی ہے۔

5 میں سارا دن قرآن پڑھتا ہوں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سوتا ہوں تو پھر کیوں میرے رستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

6 بعض اوقات ہم کسی کو راضی کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔

7 ہم جو بھی کوشش کرتے ہیں آخر وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔

سوال:

انسان کے حالات اس کے خیال کی رہنمائی کرتے ہیں یا اس کا خیال اس کے حالات بناتا ہے؟

جواب:

ہر انسان کا خیال اس کے حالات سے زیادہ تر وابستہ نہیں ہے بلکہ خیال سارے ماحول سے وابستہ ہے' آپ کی جو تعلیم ہے اس کے ساتھ وابستہ ہے' جو آپ کی فیملی ہے اس سے وابستہ ہے اور جو آپ کے حالات ہیں اس سے بھی وابستہ ہے مگر اس میں حالات کا تھوڑا عمل دخل ہے۔ کوئی ساتھی ہم سفر ہو تو اپنی قسمت کا حال پوچھنے سے پہلے اس کی قسمت کا حال پوچھ لو۔ اگر ساتھی خوش قسمت ہے تو آپ کو بھی کوئی نہ کوئی چیز مل جائے گی۔ ہمارا سارا کچھ اکیلا نہیں ہوتا' مثلاً اولاد خوش قسمت ہو تو ماں باپ کو خوش قسمت بنا دیتی ہے۔ اولاد کی اپنی قسمت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ماں باپ کی قسمت اولاد کے کام آ جاتی ہے اور بعض اوقات اولاد کی نصیحت ماں باپ کے کام آ جاتی ہے۔ بعض اوقات انسان اچھے ماحول میں چلا جائے تو خوشبو پیدا ہو جاتی ہے' ماحول کا فرق پڑ جاتا ہے۔ بعض اوقات اتفاقیہ طور پر خوش قسمتی پاس سے گزر جاتی ہے اور اشارہ کر جاتی

ہے کہ یوں کرلو اور پھر مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی اچانک ایسا واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے عام طور پر خیال اور حال کا تعلق دنیا میں بیان نہیں ہو سکتا۔ خیال اور حال اگر متعلق ہو جائیں تو وہ بہت Rare ہے اور اسے صاحب حال کہتے ہیں۔ یعنی جس کا حال اور قال' اور اس کی حالت برابر ہو۔ اس کی حالت بھی وہی ہے' اس کا حال بھی وہی ہے' اس کا قال بھی وہی ہے' اس کا ظاہر بھی وہی ہے اور اس کا باطن بھی وہی ہے۔ یہ Rare لوگ ہوتے ہیں جن کے ظاہر اور باطن میں فرق کم ہو جائے۔ ورنہ حالات جو ہیں وہ اور ذرائع کے ساتھ آتے ہیں' خیال اور ذرائع سے آتے ہیں۔ ایسا ہم نے دیکھا کہ ایک شخص جو کائنات کو خیال کی پاکیزہ دولت عطا کرنے والا ہو اور خود کمزور حالات سے گزر جائے۔ ایسے ہوا ہے۔ پیغمبروں پر فاقہ آیا ہے لیکن انہوں نے کائنات کے اندر خیال کی روشنی پھیلائی۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کربلاؤں سے گزرنے والے جان سے گزر گئے لیکن آسمانوں کی وسعتوں میں بلند تر مقام حاصل کر گئے۔ ثابت یہ ہوا کہ خیال' خیال ہے اور حالت' حالت ہے۔ حالت کا تعلق اور واقعات سے ہے۔ صاحب خیال جو ہے وہ اچھی حالت میں بھی صاحب خیال ہو سکتا ہے اور کمزور حالت میں بھی صاحب خیال ہو سکتا ہے۔ بادشاہ ہو کر بھی لوگوں نے اچھے خیال رکھے ہیں اور غریب ہو کے بھی لوگوں نے اچھے خیال رکھے ہیں۔ خیال کا تعلق جو ہے یہ کسی اور ایجنسی سے ہے۔ اور حال کا تعلق اور باتوں سے ہے۔ جب آپ راضی ہو جائیں تو وہاں خیال پروان چڑھ جاتا ہے' راضی آپ جہاں بھی ہو جائیں۔ تو کمزور حالات کے باوجود بھی صاحب خیال پریشان نہیں ہوتا۔ یہ ضروری بات

ہے۔تو حالات کے خراب ہونے سے صاحب خیال پریشان نہیں ہوتا جب کہ دنیادار اچھے حالات ہونے کے باوجود بھی پریشان رہتا ہے۔لہٰذا خیال اور حال کو ملانے کی کوشش نہ کرو۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔ورنہ تو یہ ہوتا کہ ہم لوگوں کو پیسوں کے یا رزق کے حساب سے ماپتے مگر ہم نے غریبوں کو غریبی میں بادشاہی کرتے ہوئے دیکھا' غریبی کے اندر عزت حاصل کرتے ہوئے دیکھا' غریبی کے اندر دیکھا کہ لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں۔آپ خود ہی اندازہ لگالیں کہ نصیب کی کہانی اور ہے' خیال کی کہانی اور ہے۔جیسے کہ حضور پاک ﷺ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ یا تو قرآن ہے یا پھر حدیث ہے۔تو جو لفظ آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہے وہ ہمارے لیے کیا ہے؟ یا تو وہ قرآن ہے یا حدیث ہے۔اور آپ کا نام ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ یہاں عمل کا کیا کام اور خیال کیا کرے گا۔بات سمجھ آئی؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کے نظام ہیں' جس کو جو چاہے نصیب عطا فرمادے۔نصیب کا نسخہ کوئی نہیں ہوتا۔یہ یاد کرنے والی بات ہے۔کوشش کا نسخہ ہوسکتا ہے لیکن نصیب کا نہیں۔نصیب جو ہے وہ چہرے کی طرح آپ کے ساتھ ہی نازل ہوتا ہے اور اس کا نسخہ کوئی نہیں ہے۔چہرے کی آپ بات دیکھیں۔ایک آدمی نے انٹرویو پہ جانا تھا' ابھی پہلی ملاقات تھی' اس نے کہا السلام علیکم۔تو انہوں نے کہا کہ آپ ہیں؟ چلو ٹھیک ہے' جاؤ۔اس سے پوچھا گیا کہ تو نے انٹرویو کیوں نہیں لیا تو کہتا ہے کہ مجھے وہ آدمی اچھا لگا' اس لیے میں نے انٹرویو میں اسے کامیاب کردیا۔اور دوسرے کو دِقت میں ڈال دیا۔پوچھا کہ اس سے اتنے سوال کیوں کررہے ہو؟ کہتا ہے کہ اسے

میں نے لینا نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اس کو دیکھتے ہی بیزاری پیدا ہوگئی اور وہ کہنے لگا کہ میں نے اس کو رکھنا نہیں ہے۔ گویا کہ آپ کا چہرہ جو ہے بعض اوقات یہ آپ کا نصیب ہوتا ہے بلکہ اکثر ہوتا ہے یا پھر ہمیشہ ہی ہوتا ہے۔ زندگی آپ کے چہرے کا نام ہے اور موت بھی آپ کے چہرے کا نام ہے' اسی نے میت بن جانا ہے اور اسی نے زندگی بن کے رہنا ہے۔ یہی چہرہ ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ زندہ چہرہ میت بنے' اس کا اچھا استعمال کرلو۔ چار دن کا میلہ ہے۔ تو اسی چہرے کا نام میت ہے۔ کسی نے پوچھا کہ موت کی شکل کیا ہے؟ کہتا ہے موت کی شکل وہی ہے جو تیری اپنی ہے۔ تو تیری موت کی شکل تیرا ہی چہرہ ہے اور تیری زندگی کی شکل بھی تیرا ہی چہرہ ہے۔ نام' وجود کا نہیں ہوتا بلکہ نام' چہرے کا ہوتا ہے۔ تو نام نہ ہاتھ ہیں' نہ پاؤں ہیں' نہ وجود ہے' نہ اجزاء ہیں' نہ اعضاء ہیں' بلکہ یہ چہرے کا نام ہے۔ چہرہ نہ رہے تو پھر نام نہیں رہتا ____ اور کوئی سوال پوچھ لو ____ بولو ____ یہ سوال جواب کا سیشن ہے۔ بعض اوقات سوال کرنے والا اپنے سوال کی زد میں رہتا ہے اور بات آگے نکل چکی ہوتی ہے۔ اس طرح پھر Debate بن جاتی ہے۔ تو ایک سوال ہوا' اس کا جواب آ گیا اور پھر بات آگے چلی گئی۔ اب اگلا کوئی سوال ہو تو اسے موقع دیا جاتا ہے' پچھلے سوال کو اگر دہرایا جائے تو پھر بات نہیں بنتی ____ رشید صاحب کا نمبر ہے' بولیں ____

سوال:

حضور پاک ﷺ کے امّی لقب ہونے پہ اخبارات میں جو آتا رہا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

جواب:

اس کا سوال بھی ہوگیا اور پھر جواب بھی ہوگیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ سوال کرنے والا بھی غلط ہے اور جواب دینے والا بھی غلط ہے۔ یہاں ادب کا تقاضا ہے' اس پہ زیادہ بحث ہی نہ کرو۔ اس کے علاوہ ایک بات بتاتا ہوں۔ انسان کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ وہ کون سا واقعہ ہے جب ایک انسان' ایک سماج میں رہنے والے' لوگوں میں شب و روز بسر کرنے والے' اچانک انہی لوگوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ کون سا واقعہ ہو جاتا ہے جب ایک انسان' انسان ہونے کے ساتھ ساتھ پیغمبر ہونے کا اعلان کر دیتا ہے؟ پیغمبر کہاں بنتا ہے؟ ایک آدمی کو کس طرح یہ حق پہنچ جاتا ہے کہ وہ پیغمبر کہلائیں؟ تو ان کا لقب پیغمبر ہے' مرتبہ پیغمبر ہے' تو پیغمبر کے مقام اور مراتب کیا ہوں گے؟ ایک پیغمبر ہوتا ہے اور دوسرا اُمتی ہوتا ہے۔ اُمتی ہو کے اگر وہ پیغمبر کے علم پر بحث کرے تو پھر ایمان میں خلل آ گیا۔ پیغمبر کے علم کو تو کوئی پیغمبر ہی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے۔ یا پھر خدا بتائے۔ خداوند تعالیٰ نے جتنا کچھ بتایا' اُتنا آپ کے لیے بہت کافی ہونا چاہیے۔ یہ جاننا کہ ان کا علم کیا ہے' گمراہی کی ایک بات ہے۔ یہ کہنا گمراہی ہے کہ یہ کیا ہے' پیغمبر کا وصال ہو گیا ہے' پیغمبر تو رخصت ہو گئے ہیں' موجود ہیں کہ نہیں۔ جب تک آپ موجود ہیں' وہ موجود ہیں' کیونکہ کلمہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس میں وقت والی کیا بات ہے۔ میرا کلمہ اگر میرے ساتھ ہے تو وہ موجود ہیں۔ کلمے کے حوالے سے ہم انہیں صبح شام پکارتے رہتے ہیں۔ اس میں موجود اور لاموجود کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ کیا اللہ موجود ہے' کبھی دیکھا کسی

نے؟ کبھی کسی آدمی نے اللہ کو دیکھا؟ ہم کہتے کیا ہیں کہ یا اللہ ہم تیرے سامنے حاضر ہو گئے' تیری نماز پڑھ رہے ہیں ایاک نعبد ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ ''تیری'' کا جو اسم ہے اس کو کبھی آپ نے اشارہ کیا؟ کیا یہ سوچا کہ ''تیری'' کیوں ہے؟ یا صرف ہوا میں ہی کہتے جا رہے ہیں؟ اگر کسی کو ہم ایڈریس کرتے ہیں تو پتہ ہوتا ہے کہ وہ وہاں ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں کہ تیری عبادت کرتے ہیں تو لفظ ''تیری'' کا کوئی نہ کوئی مظہر تو ہونا چاہیے۔ کیا آپ میں سے کسی نے دیکھا کہ کسے کہہ رہے ہیں کہ ''ہم تیری عبادت کرتے ہیں''۔ ہے کوئی ایسی چیز؟ اب یہ بات علم سے سمجھ نہیں آئے گی۔ اس لیے اسے علم کے ذریعے مت تلاش کرو۔ یہ علم نہیں عقیدہ ہے' یہ آپ کا یقین ہے' اور یقین کو مشاہدہ بنانے کے لیے مزید یقین چاہیے _____ اس طرح کے بیان یقین کو کمزور کرنے والے واقعات ہیں۔ یہ ایک پیغمبر کی بات نہیں بلکہ کائنات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہیں' کسی پیغمبر نے کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ انہوں نے کیا تعلیم حاصل کرنی ہے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور تلمیذ الرحمٰن ہوتے ہیں۔ کئی شاعر اور رائٹر بھی ایسے ہیں' کئی اور لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی آدمی کا ایم اے انگلش لٹریچر نہیں ہو سکتا جب تک کہ شیکسپیئر کے ڈرامے نہ پڑھے جائیں۔ شیکسپیئر جو ہے یہ میٹرک پاس نہیں تھا۔ آپ کو پتہ ہوگا کہ شیکسپیئر چوتھی جماعت سے بھاگ گیا تھا' ہرن چرایا کرتا تھا' پھر فلاں جگہ چلا گیا تھا' تھیٹر کے پردے اُٹھایا کرتا تھا' ڈرامے دیکھتے دیکھتے ڈرامہ نویس ہو گیا' چھتیس ڈرامے لکھے' کیا بات ہے! لکھنے والے لکھتے ہیں کہ

فطرت کے اندر کوئی کردار ایسا نہیں ہے جو شیکسپیئر کے ڈرامے میں نہ آئے شیکسپیئر کے ڈرامے میں نہیں ہے تو فطرت میں نہیں ہوگا۔ تو لکھنے والے یہاں تک لکھتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ لکھتے ہیں کہ قدرت Dictate کرا رہی تھی اور شیکسپیئر لکھ رہا تھا_____ اور شیکسپیئر خود اَن پڑھ تھا۔ وہ اَن پڑھ تھا اور کوئی پڑھا لکھا آدمی شیکسپیئر کے بغیر پڑھا لکھا نہیں ہوتا۔ شیکسپیئر کو چھوڑو وارث شاہؒ یہاں پر ہیں۔ وارث شاہؒ نے پنجابی کا ایم اے نہیں کیا۔ کوئی آدمی بتا دے کہ کیا تھا اس وقت ایم اے ہوتا ہی نہیں تھا۔ اور کسی آدمی کا پنجابی کا ایم اے کرنے کے لیے وارث شاہؒ کے دروازے سے گزرے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ وارث شاہؒ کے رانجھے پر اگر آپ تھیسز لکھیں تو پنجابی کی ڈاکٹریٹ مل جاتی ہے۔ تو وارث شاہؒ کے گھر میں رانجھے رُلتے پھرتے ہیں۔ وہ جو مرضی کریں کیونکہ خیال کے بادشاہ ہیں کسی کو رانجھا بنا دیں اور کسی کو ہیر بنا دیں اور کہیں پہ کیدو بنا دیں۔ سمجھ آئی آپ کو؟ گویا کہ آپ تو صرف علم کی بات کر رہے ہیں۔ امام غزالیؒ کو آپ دیکھو ان کی بہت سی کتابیں ہیں۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں آج کل غزالیؒ کو پڑھ رہا ہوں کیا بات ہے لاجواب علم ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا ان کتابوں میں غزالی بننے کا علم ہے؟ کہتا ہے اس میں تو نہیں ہے۔ غزالیؒ نے کس کو پڑھا کہ غزالی بنا کیونکہ اس سے پہلے کوئی غزالی نہیں ہے۔ کہتا ہے وہ خود بخود خدا بنا دیتا ہے۔ خدا اگر غزالی کو غزالیؒ بنا سکتا ہے تو کیا پیغمبر نہیں بنا سکتا۔ غزالیؒ تو زیادہ سے زیادہ خاک پائے پیغمبرؐ ہو سکتے ہیں۔ علم والے انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اب یہ دیکھو کہ غالبؔ نے کون سا پی ایچ ڈی کیا تھا اردو کا۔ آپ بھی کہیں گے کہ نہیں کیا

تھا۔ کیا میرؔ نے کیا تھا؟ یا سوداؔ نے کیا تھا؟ انیسؔ و دبیرؔ نے کیا تھا؟ نہیں کیا تھا۔ مگر ان کے بغیر پی ایچ ڈی ؟ میرا کہنے کا مطلب ہے روز روز آپ کو اتنا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ حیران پریشان ہو جائیں مگر آپ سمجھتے نہیں ہیں۔ اسی طرح مشائخ کرام کو دیکھیں۔ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کی ایک نعت ہی لے لو تو وہ قیامت تک کہاں سے کہاں پہنچے گی۔ پوچھو کہ کیا وہ کسی یونیورسٹی کی پروڈکشن ہے؟ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کسی یونیورسٹی کی یا مدرسے کی پروڈکشن نہیں ہوتے۔ اس میں وقت کی کیا بات ہے۔ اب یہ صرف بحث کرنے والی بات ہے اور وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ہمارے علم کے مقابلے میں آپؐ بھی لا محدود ہیں اور آپؐ کا اللہ بھی لامحدود ہے' ہماری سمجھ سے دونوں بلند ہیں۔ ہم ایمان سے محروم نہیں ہیں کہ ہم آپؐ کے علم کو Guage کریں۔ ذرہ کہاں اور خورشید کہاں۔ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ ہوں اور فیصلہ تم لوگ کرو' تم تو مجھے پاگل لگتے ہو۔ خورشید کے بارے میں اگر ذرہ کوئی فیصلہ کرے تو پھر بھی کوئی وابستگی ہے اور اللہ کے بارے میں بندہ کیا کہہ سکتا ہے۔ وہ تو خود روز ہی مرتا پھرتا ہے۔ لامحدود ذات کے بارے میں محدود نے کیا کہنا ہے' محدود اور وہ بھی محدود در محدود' خواہش کا مارا ہوا انسان کیا فیصلہ کرے گا۔ یہ فیصلہ بہت مشکل ہے۔ اس لیے یہ فیصلہ کبھی نہ کرنا۔ بس تم یہ کہنا کہ میں اس گمراہی میں نہیں پڑتا اور میں تو یہ جانتا ہوں کہ اگر اللہ چاہے تو اپنے محبوب ﷺ کو اتنا علم دے سکتا ہے جتنا اس کے پاس ہے۔ دے تو سکتا ہے ناں۔ کیا اس نے دیا؟ اللہ نے یہ مجھے نہیں بتایا۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جس سے محبت ہو انسان اس کے لیے اپنی ہستی سے بھی زیادہ کر دیتا

ہے۔تو یہ تو انسان کی محبت ہے اور جب اللہ کی محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں درود بھیجتا ہوں' میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ کیا آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ اللہ نے کب سے درود بھیجنا شروع کیا ہے؟ قرآن تو بہت پرانی کتاب ہے' اسلام سے پہلے کی ہے' اللہ نے فرمایا ہے کہ فی لوح محفوظ یہ لوح محفوظ میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کب سے درود بھیجنا شروع کیا؟ غالباً شروع سے ہے۔ اللہ کا شروع' شروع سے پہلے ہے' شروع سے بہت پہلے ہے اور وہ شروع سے درود بھیجتا جا رہا ہے' تو جس پر درود بھیج رہا ہے وہ بھی شروع سے پہلے ہے۔ کیا آپؐ کے وصال کے بعد اللہ نے درود بھیجنا بند کر دیا ہے؟ نہیں بند کیا۔ جیسے پہلے تھا ویسے ہے الآن کما کان تو دونوں ویسے ہیں اور ہم لوگ ایسے نہیں رہیں گے۔ تو اللہ کی بات سمجھو' اور زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا اور جب تک قرآن ہے تب تک تو ایسا رہے گا' اللہ کا قرآن ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کے بعد تک رہے گا اور ہمیشہ کے بعد کے بعد بھی۔ اس لیے آپ ان باتوں میں یا بحثوں میں کیا پڑ گئے ہیں کہ آپؐ اُمّی ہیں' اُمّی لقب ہیں۔ تم اندازہ لگاؤ کہ آپؐ اُمّی لقب اور فخر یہاں ہیں۔ تو اُمّی لقب اور فخر یہاں میں کیا فرق ہے۔ تو یہ سارا واقعہ ہے' کہ ہیں آپؐ بشر مثلکم مگر رہتے ہیں اللہ کے گھر جا کر اور لامکاں کے مہمان ہوتے ہیں۔ تو آپؐ مثلکم ہی سہی مگر اتنے مثلکم تو نہیں ہیں جتنے تم سمجھ بیٹھے ہو۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ یہ مثلکم کیا ہے۔ یہ اس وقت ہوا تھا جب لوگوں نے تحقیق سے غور کیا تو کہنے لگے کہ ہم پہچان گئے آپ کو آپؐ وہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ

میں وہی نہیں ہوں بلکہ مثلکم ہوں تاکہ تمہارے عقیدے میں اصلاح قائم رہے اور یہ نہ کہہ دو کہ میں وہ ہوں۔ میں تو سجدہ کرتا ہوں۔ تو سجدہ کرنے والا بشر ہوتا ہے اور سجدہ کرانے والا معبود ہوتا ہے۔ معبود کو ادباً اور احتراماً باقی کہتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں؟ باقی ____ یعنی کہ ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد۔ اور جو عبادت کرنے والا ہے اُسے کہتے ہیں باقی سے وابستہ۔ اس کا ایک آغاز ہے اور ایک انجام ہے۔ تو اِن کو وہ نہ کہو بلکہ "وہ" کا مظہر ہیں۔ تو جس طرح انہوں نے تمہیں تعلیم دی ہے اس طرح ساجد اور مسجود کا فرق قائم رہے۔ اور حضور پاک ﷺ اتنے بڑے ساجد ہیں کہ تم لوگوں کی نسبت سے بہت ہی بلند ہیں۔ نماز حضور پاک ﷺ بھی پڑھتے ہیں مگر تمہاری نماز اور حضور ﷺ کی نماز میں بڑا فرق ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ من رانی فقد رآ اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ یہ قصہ ہے کیا۔ پھر آپ معراج شریف والے واقعہ پر بھی غور کرلو تا کہ اصلاحِ احوال آ جائے۔ اس واقعہ کا راوی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ خود ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ تو سیر کس نے کرائی؟ اللہ نے ____ کہہ کون رہا ہے؟ اللہ۔ کیا اللہ سیر کرا سکتا ہے؟ اگر تم صاحبِ ایمان ہو تو اللہ یہ کرا سکتا ہے۔ اللہ سیر کرانا چاہے تو کہاں کی سیر کرائے گا؟ مستقبل کی کرائے گا' ماضی کی کرائے گا یا حال کی کرائے گا۔ تو یہ بیان وہ ہے جس کا راوی اللہ ہے اور اس میں بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی اور اللہ چاہے جہاں مرضی سیر کرا دے۔ پھر وہ لے گیا تو جو مرضی کرے' وہ اللہ ہے۔ یہ

ویسا واقعہ ہے جس طرح اللہ کہتا ہے کہ میں نے پیغمبر بنایا۔ کلمے کی نسبت سے آپ یہ سمجھو کہ زمین سے آواز نکلتی ہے لا الہ الا اللہ اور آسمانوں سے آواز آتی ہے محمد رسول اللہ ۔تو مسئلہ یہاں Complete ہوتا ہے۔ کہ زمین والے فیصلہ کرتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور اللہ فیصلہ کرتا ہے کہ یہ ہمارے پیغمبر ہیں۔ بس کہانی اتنی ساری ہے۔ اور ہم یہ بات ماننے والے ہیں' زمین کی آواز بھی برحق ہے اور آسمان کا فیصلہ بھی عین برحق ہے۔ ہمیں دونوں فیصلے منظور ہیں ۔بس اب آپ مسلمان ہو گئے۔ تو زمین سے جو بات گئی وہ ٹھیک ہے کہ اللہ ایک ہے اور اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور آسمان کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ پیغمبرؐ ہیں۔ تو یہ ہمیں منظور ہے' مقبول ہے بلکہ ہمارا ایمان ہے۔ تو مسئلہ حل ہو گیا۔ تو پیغمبرؐ پر علم نازل ہوتا ہے اور قرآن نازل ہوتا ہے۔ قرآن کو علم کہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ یہ علم ہے اور نورٌ مبین ہے۔ جب آپؐ پر یہ علم نازل ہوا تو گویا علم کا سرچشمہ ہی نازل ہو گیا تو اب کسی اور استاد کی ضرورت کیا ہے۔ قرآن جب نازل ہوا تو اس زمانے کے فصیح و بلیغ لوگ بھی اس کو نہیں پہچان سکے۔ تو پیغمبر کا علم کیسے آتا ہے؟ پیغمبر پر علم نازل ہوتا ہے۔ یہ ہر پیغمبر پر ہوتا ہے۔ تو آپؐ پر علم نازل ہوتا ہے۔ اور جس پر علم نازل ہوتا ہے اس کے لیے یہ کہتے ہیں کہ اہلِ دنیا اس کے استاد نہیں ہوتے۔ ویسے اگر کوئی پیغمبر ذاتی طور پر کسی سے کوئی بات سیکھے تو اُسے کہتے ہیں کہ میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ یہ انکساری کا ایک مقام ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے مجھے نئی بات بتائی ہے' یہ تم لوگوں نے ٹھیک کہا ہے ____ پیغمبر اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ سادہ

زندگی بسر ہو اور اللہ ان کو بے شمار علم عطا فرماتا ہے۔ پیغمبر کے ساتھ عقیدت کا فیصلہ آپؐ کی رخصت کے بعد بھی ہوتا رہے گا اور تا قیامت ہوتا رہے گا اور یہ ہوتا چلا جائے گا۔ مطلب یہ کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ آج کے زمانے میں' اس دور میں' اتنے سال بعد بھی' آج نعت لکھی جا رہی ہے۔ یہ بڑی بات ہے! تو نعت کا کہنا عجب بات ہے کہ ہندو بھی کہہ رہے ہیں اور مسلمان بھی کہہ رہے ہیں۔ اور یہ آپؐ کی اپنی ذاتی توجہ سے ہوتی ہے۔ کسی انسان کی اتنی تعریف نہیں کی گئی ہے کہ اللہ بھی تعریف کرے اور انسان بھی تعریف کرے اور تعریف ہوتی ہی چلی جائے۔ نعت کہتے ہی جا رہے ہیں' نئی نعت بھی کہی جا رہی ہے' نئے واقعات ہو جائیں گے' نیا خسرو بن جائے گا اور بنتے چلے جائیں گے۔ تو آپؐ کی ذات کے ساتھ اتنی وابستگی ہے۔ علم تو آپؐ کی ایک نگاہ سے پیدا ہوتا ہے' تو انہیں اور جگہ سے علم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے۔ اللہ جانے' جانے والا جانے یا معراج پہ لے جانے والا جانے۔ لکھنے والے تو لکھتے رہتے ہیں' وہ اپنا مضمون یا کالم پورا کرتے رہتے ہیں۔ بہر حال ہم تو ایک بات جانتے ہیں کہ غزالی کو غزالیؒ بنانے کے لیے کسی اور غزالی کی ضرورت نہیں ہے' غزالیؒ بیٹھے بیٹھے بن جاتا ہے اور تم پڑھ کے وہ نہیں بن سکتے۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے واقعات دیکھ لو ____ سقراط سے کوئی پوچھے کہ تم نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ کیا پہلے کوئی اور سقراط تھا؟ سقراط سے پہلے کوئی سقراط نہیں ہوتا۔ افلاطون سے پہلے کوئی افلاطون نہیں ہوتا۔ نہ شیکسپیئر سے پہلے کوئی شیکسپیئر ہوتا ہے' نہ غزالیؒ سے پہلے کوئی غزالیؒ ہوتا ہے' نہ وارث شاہؒ

سے پہلے کوئی وارث شاہ ہوتا ہے ____ اور اگر انہوں نے کوئی ظاہری علم سیکھا ہے تو اس کا حوالہ نہیں ہے' حوالہ اس علم کا ہے جو نازل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں بحث نہیں ہے۔ ادب کے ساتھ آپ فیصلہ کیا کریں' وہ صحیح ہوگا۔ اگر ادب سے محروم ہو گئے تو پھر ایمان ہی ختم ہو گیا۔ پھر بحث کیا رہ گئی۔ تو ادب ضروری ہے۔

____ اب اور کوئی سوال ____ پوچھیں ____

سوال:

یہ جو فرمایا گیا کہ نماز اس طرح سے پڑھو جیسے اللہ کو دیکھ رہے ہو یا اللہ تم کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز مل جانے کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

جواب:

طریقہ تو یہی بتایا گیا ہے کہ ایسا فرض کرو۔ اور آپ کو اگر فرض کرنے سے بات سمجھ نہیں آتی پھر اس کا کوئی نسخہ ہونا چاہیے۔ ایک بات یہ ہے کہ اگر ایسی کوئی صورت ہو جائے کہ انسان کی نماز میں اس انداز کی وابستگی ہو جائے تو اس نماز کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی کون گارنٹی دے گا۔ کوئی نہیں۔ پھر اس کے لیے نماز قائم ہونا لازم ہے اور زندگی ساری کی ساری اسی خیال میں گزرتی ہے' سارے واقعات اس طرح کے ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر بکری کو ایسا خواب نظر آ جائے کہ شیر کا دیدار ہو جائے تو بیچاری مر جاتی ہے۔ اس کو صرف شیر کا دیدار ہوا ہے۔ اور بندہ اگر خیال میں بھی اللہ کے رُوبرو پایا جائے تو اس کے بعد اس کی زندگی اور طرح سے ہوگی۔ یا انسان اللہ کو رُوبرو کر لے تو بھی اس کی زندگی اور طرح کی ہو جائے گی۔ جب تک اللہ نے مہربانی کی ہوئی ہے' آپ کو تھوڑا تھوڑا

آزاد چھوڑا ہوا ہے تو یہ کاروبارِ زندگی آپ کرلو آسانی سے کرلو اللہ کے جو مظہر ہیں ان کے ساتھ وابستہ رہو۔ جو اللہ کے مظاہر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھانے والے ہیں مثلاً استاد ہے گرو ہے ماں ہے۔ اور اللہ کی طرف سے جو فرائض ہیں ان پر پورا اترنے کی کوشش کرو۔ فرائض کا راستہ اختیار کرو خیال کا راستہ لو مساجد کا راستہ لو اور بزرگوں کا راستہ لو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے راستے ہیں۔ اللہ کے ساتھ بنفسِ نفیس راستہ تو عشاق نے کیا مگر جذب میں آ کے۔ یعنی حالت سے باہر ہو کے۔ کیونکہ اِس حالت کے بعد اِس حالت میں آنا ممکن نہیں ہوتا' یہ بتانے کے لیے بھی نہیں آ سکتا کہ میں جا کے اپنے ساتھیوں کو بتاؤں کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ پھر کچھ بتانے کا ٹائم بھی نہیں ملتا۔ اس لیے جو گیا' وہ چلا گیا۔ وہ آنکھیاں کبھی واپس نہ آئیں جو دریا میں چلی گئیں' دریا گیا سو گیا۔ پھر کون آتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کے بعد کوئی وقت نہیں ہوتا۔ اسی کو مجذوب کہتے ہیں۔ مجذوب کا معنٰی ہے کہ ایک دیدار یا ہلکی جھلک' احساس کا دیدار یا کچھ پَرتو مل جائے۔ اس کے بعد وہ مجذوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اُٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

سوال:

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے راستے بند ہو جاتے ہیں اور آگے رکاوٹ یا کھائی آ جاتی ہے۔

جواب:

عمل زندگی ہے۔ زندگی میں ایسا کون سا عمل کیا جائے کہ باطن کا یا خیال کا یا کیفیت کا سفر آسان ہو جائے؟ خیال کی کمی کی عمل سے بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ کسی کا ایسا بیان آ سکتا ہے کہ جب کبھی مجھے خواب یا خیال آتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ سفر رُک گیا۔ یہاں آپ نیکی کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کی زندگی' اس کی عبادت اور اس کے معمولات کے باوجود احساس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رستہ بند ہے۔ اب وہ راستہ جو ہے اگر خواب کا راستہ ہے تو خواب میں طے ہوگا۔ خواب میں تو آپ کرین لے کر نہیں جا سکتے اور نہ بلڈوزر سے کچھ توڑ سکتے ہیں مگر اس خواب نے آپ کی زندگی میں اداسی پیدا کر دی' خیال میں اُداسی پیدا کر دی۔ لہٰذا زندگی میں ایسا کوئی عمل ہونا چاہیے کہ خواب کی اصلاح ہو جائے۔ ورنہ خواب کی اصلاح تو خواب میں ہونی چاہیے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ یہ غور کریں کہ زندگی کے اندر کیا عمل کیا جائے کہ خیال کا عمل درست ہو جائے۔ اور میں وارننگ کے طور پر یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگوں کے خیال کا عمل درست نہیں ہے' اور اس سے انسان پریشان ہو جاتا ہے۔ آپ کے عمل کا عمل تو درست ہے' کاروبار کرتے ہو' دفتر میں جاتے ہو' مہینے کے بعد تنخواہ لیتے ہو' جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں خرچ کرتے ہو اور جہاں خرچ نہیں کرنا ہوتا وہاں بھی کرتے ہو اور جہاں خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں بھی نہیں کرتے ہو۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں ہوتی ہیں لیکن ایک بات یاد رکھو کہ اگر عمل کا عمل درست ہو جائے تو خیال کا عمل درست ہو سکتا ہے۔ اس لیے خیال کی اصلاح خیال سے نہیں ہوتی بلکہ

خیال کی اصلاح عمل سے ہوتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً تھوڑی دیر پہلے ایک آدمی مٹھائی لے کر آیا۔ اس کے خیال کا جذبہ مٹھائی کی دکان سے گزر گیا۔ اب یہ جو عمل ہے' یہ نہیں ہے کہ آپ کے منہ میں اگر مٹھاس ہو گئی تو آپ دعا کریں گے' بلکہ اس کے اپنے عمل میں ایک ایسا عمل پیدا ہوگا کہ اس کے اپنے خیال میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ تو عمل سے خیال کی آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ انسان زندگی میں اس لیے عمل کرتا ہے کیونکہ عمل سے خیال کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ کون سا ایسا عمل کیا جائے کہ جس سے آپ کے خیال کی اصلاح ہو جائے۔ خواب میں اگر راستہ بند دیکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دقت ہے۔ تو اس کی اصلاح کیسے ہو؟ کوئی عمل کیا جائے۔ عمل وہ ہے جو آپ زندگی کے حاصل سے کریں۔ کیا آپ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کر کے یہ راستہ کھولنا چاہتے ہیں؟ تو اپنی ہستی کے مطابق یہ کر لو۔ اس خواب میں بند راستہ کھولنے کے لیے یہ کر لو۔ تو یہ عمل کی اصلاح ہے تاکہ علم کی اصلاح ہو۔ تو آپ کی Metaphysical اصلاح کے لیے Physical اصلاح چاہیے۔ اس طرح Metaphysical اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اعمال سے دیکھتا ہے۔ اللہ تو جانتا ہے کہ آپ کو کتنا سارا خیال ملا ہے۔ اللہ خود ہی دینے والا ہے۔ اگر اس نے اتنا خیال نہیں دیا تو تمہیں کیسے ملے گا۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جو کچھ میں نے اس کو وسائل دیے ہیں' جو حالات دیئے ہیں' کیا اس بندے کو میرے راستے میں وہ استعمال کرنے کا کوئی شوق پیدا ہوا؟۔ چاہے وہ مٹھائی ہو۔ دیکھنا یہ

ہے کہ شوق پیدا ہوا ہے یا نہیں۔ تو وہ دیکھنا ہے تا کہ راستہ آسان ہو جائے۔ اب اس میں کوئی شرعی عذر نہیں آئے گا کہ بات یہ ہے کہ ہم جائیداد تو تقسیم کر چکے ہیں' چار بیٹے ہیں' پانچ بیٹیاں ہیں' میرے حصے میں تو بہت کم آیا ہے۔ بات یہ نہیں ہے بلکہ اصلاح کی بات ہے۔

سوال:

میں سارا دن قرآن پڑھتا ہوں اور درود شریف پڑھتے پڑھتے سوتا ہوں تو پھر کیوں میرے رستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

جواب:

بات یہ ہے کہ جب آپ کو بھوک لگتی ہے تو آپ درود شریف نہیں پڑھتے۔ کیا ایسا ہوتا ہے کہ بھوک لگی ہو تو درود شریف پڑھو اور بھوک دور ہو جائے گی۔ کہتا ہے کہ بھوک کا تعلق کھانے کے ساتھ ہے۔ تو سب کو پتہ ہے کہ اس کا کھانے کے ساتھ تعلق ہے۔ جب آپ کو نیند آتی ہے تو پلنگ کا استعمال کرتے ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو آپ چھت کے اندر آ جاتے ہیں۔ مکان کہیں سے خستہ حال ہو جائے تو اس کو پلستر کرانے کا خیال آتا ہے۔ یہ تمام کام آپ درود شریف سے تو نہیں کرتے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ چھت لیک کر رہی ہو اور آپ اسے وظیفے سے ٹھیک کریں۔ تو وہ کہے گا کہ چھت کا تعلق سیمنٹ کے ساتھ ہے۔ اس سے کہا گیا کہ سیمنٹ کیسے لگاؤ گے' ٹیکس بھی تو دینا ہے۔ کہتا ہے ٹیکس کا تو دیکھیں گے' ابھی تو چھت لیک کر رہی ہے۔ یہ بڑی تیز بات ہو گئی آپ کے ساتھ کہ آپ کا راستہ بند ہو گیا ہے' تو اب پہلے اسے ٹھیک کرنا ہے۔ اور اس کا

انتظام آپ نے اپنے وسائل میں کرنا ہے۔ سوچنا اور غور کرنا۔ تنہائی میں غور کرنا۔ اس میں ساری خیال کی بات ہے۔ جو "دانا" آدمی ہوتا ہے اس کو رکاوٹ آجاتی ہے۔ خیال کے سفر میں "نادان" ہو کے گزرنا پڑتا ہے۔ باطن کے اس سفر میں جہاں "دانائی" آتی ہے وہاں رکاوٹ آجاتی ہے۔ آپ "نادان" ہو جائیں تو راستہ کھل جائے گا۔ اگر آپ کوئی چیز حاصل کرتے رہے ہیں اور اب نتیجہ اداسی ہے تو پھر وہ چیز دینا شروع کر دو۔ پھر اُداسی ختم ہونے لگے گی۔ اللہ کی راہ میں دینا اور دنیا میں چھوڑ جانا' ان میں بڑا فرق ہے۔ اس سے پہلے کہ تم چھوڑ جاؤ اس کو اللہ کے نام پر لگا جاؤ' ورنہ چھوڑ تو جاؤ گے ہی۔ چھوڑ جانے سے بہتر ہے کہ اُس مال کو آگے "ٹور" جاؤ۔ اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہ بہت سارے لوگوں کا مسئلہ ہے۔ جب اپنی باری آتی ہے تو بڑی دانائی کی باتیں کرتے ہو اور جب اللہ کی باری آتی ہے تو کہتے ہو کہ یا اللہ تو عبادت پہ راضی ہو جا۔ اُسے صرف عبادت پر راضی کرتے ہو اور آپ اپنی گنتی کو درست رکھتے ہو۔ اللہ کا نام بھی گنتی کے ساتھ درست ہوتا ہے' اور واقعات اور حالات کے ساتھ درست ہوتا ہے۔ جب آپ حج کرنے جاؤ گے تو ٹکٹ ضرور خریدو گے کیونکہ آپ حج کرنے جا رہے ہیں اور حج کے یہ واقعات ہیں۔ ایک آدمی اگر فاقہ کش ہے' فاقے ہی کرتا جا رہا ہے' اس کو جب خیال کی دقت ہو گی تو ایک فاقہ اور کر لے گا اور پھر اس کا خیال ٹھیک ہو جائے گا اور دنیادار اگر اپنے دینی خیال میں کہیں دِقت محسوس کرے تو دنیا اس کے اوپر نثار کرتا جائے۔ پھر اس کا دینی خیال آسان ہو جائے گا۔ بلکہ یہ بہت ہی آسان بات ہے کہ دنیا کو دین بنا لو۔ تو دنیادار آدمی کو امیر

آدمی کو یا آسودہ آدمی کو یہ آسان نسخہ بتایا جاتا ہے کہ وہ پیسوں کے ذریعے اپنا باطن درست کر لے۔ غریب آدمی ۔۔ ہے وہ بھی سخی ہو سکتا ہے اگر وہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑ دے اور اپنا سفر کرتا جائے۔ ورنہ تو اللہ نور ہے آسمانوں کا مالک ہے اس کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی' وہ رزق کا ذکر کیوں کرتا۔ وہ یہ نہ کہتا کہ میں تمہیں رزق دیتا ہوں' مال دیتا ہوں' اس میں سے زکوٰۃ دیا کرو' خیرات کیا کرو۔ گویا کہ آپ کی سختی کے ساتھ آپ کو اس نے راستہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ دیا کرو۔ پھر اللہ کے قریب آنے والے پوچھتے ہیں کہ ہم آپ کے اور قریب آنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اپنی ضرورت کا رکھ لو اور باقی سارا دے دو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں کہ ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ کہ ضرورت کا رکھ لو اور باقی سارا دے دو۔ تو وہ لوگ اللہ کے بہت قریب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ دیکھنا ہے کہ آپ اپنا درجہ کہاں رکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کر دیتا ہے۔ اور اللہ سے آپ آسانیاں مانگا کرو۔ اپنی دنیا کو دین بناتے جاؤ۔ اور اس کا یہ بڑا ہی آسان نسخہ ہے۔ ایک ہوتا ہے عبادت کرنا' یعنی عبادت کا عمل' نماز' روزہ اور حج وغیرہ اور ایک عمل سخاوت ہے۔ سخاوت والا بھی حبیب اللہ ہے۔ ایک اور عمل ہے الکاسب حبیب اللہ' کسب کرنے والا' محنت کرنے والا اللہ کا حبیب ہوتا ہے۔ تو جوتا بنانے والا ذرا پیار سے بنائے' کہ اللہ نے اُسے اس کام پہ لگایا۔ تو اپنے کام کو Sincerely کرو۔ پھر آپ کے اپنے کام میں بڑی رونق آ جائے گی۔ یعنی جو بھی آپ کام کرتے ہیں' وہ Sincerely کریں اور اللہ کا خیال رہے کہ وہ دیکھنے والا ہے' اللہ دیکھ رہا ہے۔ تو کام میں ملاوٹ نہ ہو' کام میں کجی نہ

ہو کام میں ملاعث نہ ہو اور کام میں بیزاری نہ ہو۔ اکثر لوگ کام تو کرتے ہیں لیکن پریشان ہوتے ہیں' بیزار ہو کر کرتے ہیں۔ وہ کوئی کام کرتے ہیں تو اس سے پریشانی ہوتی ہے' بیزاری ہوتی ہے' تو کام کو Pleasure بناؤ۔ پرانے زمانے میں ہندو ایسے لوگ تھے کہ جب دوکان میں گاہک آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ بھگوان آ گیا' بھگوان کا روپ آ گیا' کیونکہ وہ رزق دینے والا آیا تھا اور اس سے نفع ہوتا ہے۔ تو اس کے لیے وہ بھگوان آ گیا۔ اور مسلمان یہ کرتا ہے تو اس کی انکم کا جو ذریعہ ہے' جو دوکان ہے' اس کو بھی پاکیزہ نہیں رکھتا۔ یعنی جہاں سے اس نے اللہ کا رحم لینا ہے' اللہ کی طرف سے رزق لینا ہے' یعنی دوکان سے لینا ہے اور یہ دوکان ذریعہ رزق ہے' ذریعہ حصولِ رزق ہے' تو یہ جگہ پاکیزہ ہونی چاہیے کیونکہ اللہ سے رزق لے رہے ہو۔ تو اپنے دفتر کو پاکیزہ بناؤ کیونکہ اللہ اس جگہ سے رزق دیتا ہے۔ تو ذریعہ آمدن کو بہت پاکیزہ بنانے والا جو ہے وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو جو بھی آپ کے رزق کا ذریعہ ہے اس کو پاکیزہ بناؤ۔ جس جگہ پر آپ کی نشست ہو یا بیٹھک ہو یا گھر ہو تو اسے اور پاکیزہ بناؤ۔ پاکیزگی' خیرات اور وابستگی' یہ سارے اللہ کے راستے ہیں۔ مثلاً خیال کی وابستگی ہے۔ اب اگر آپ ایک وظیفہ کر رہے ہوں' اللہ اللہ کر رہے ہوں اور یہ کہیں کہ میں کر تو رہا ہوں مگر سمجھ نہیں آتی' بنتا کچھ نہیں ہے۔ تو آپ کرتے جائیں' کرتے جائیں۔ اور پھر جب شوق میں آپ ایک مقام پر پہنچ جائیں گے تو وہیں پہ بات بن جائے گی۔ تو آپ چلتے جائیں اور شوق سے چلتے جائیں۔ جو شخص اللہ کی طرف جا رہا ہو اور اسے دنیا

کا خوف ہوتو وہ جھوٹا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ سفر کس کا؟ اللہ کا۔ خوف کس کا؟ دنیا کا۔ تو وہ آدمی کون ہے؟ جھوٹا۔ عام آدمی کو یہ خوف ہوتا ہے۔ ایسے آدمی ہوتے ہیں کہ جو اللہ کی طرف جاتے ہیں مگر دنیا کا خوف رکھتے ہیں۔ جس کا مدعا اللہ ہو جائے اس کو خوف سے نجات ضروری ہے۔ جس کا مدعا اللہ ہو جائے اسی کے لیے ہے لا خوف علیھم ولاھم یحزنون تو اس کے لیے کوئی خوف نہیں ہے اور کوئی ملال نہیں ہے۔ کس کے لیے؟ جس کا مدعا اللہ ہو۔ جب اللہ ہی مدعا ہو جائے تو نہ غریبی' غریبی ہے اور نہ امیری' امیری ہے' پھر کسی کی پرواہ نہیں ہے۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ مقصد کیا ہے اور مدعا کیا ہے۔ تو آپ اپنے سفر کا عنوان رکھیں۔ پھر سارا واقعہ ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال:

بعض اوقات ہم کسی کو راضی کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔

جواب:

ایسا ہو جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ انسان کو کوشش کے باوجود جہاں ناکامی ہو جاتی ہے اسی کو تو دور کرنا ہوتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ جہاں مقصد ہو' انسان کسی مقصد کے لیے کوشش کر رہا ہو تو کوشش کا معنیٰ ہی حصولِ مقصد ہے۔ اور جب آپ کسی مقصد کے بغیر کتنی ہی کوشش کریں وہ کوشش بے معنیٰ ہے۔ Effort اگر Achievement نہ ہو تو وہ Effort نہیں ہے۔ کوشش اگر حاصل نہ بنے تو یہ کوشش ہی نہیں ہے۔ یہ تعریف ہے دنیا کے حساب سے۔ یعنی کہ کوشش

اگر حاصل نہیں بن رہی تو یہ کوشش غلط ہے' وہ کوشش ہے ہی نہیں۔ اگر کوشش کا مقصد' حاصل ہے اور حاصل نہیں ہو رہا تو کوشش کو کیوں کن رہے ہو۔ پھر تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو وہ کوشش ہی نہیں ہے اور کہیں نہ کہیں اس میں غلطی ہے۔ اس لیے جو کوشش ہو وہ کسی مقصد کے لیے ہو۔ اگر مقصد نہیں تو کوشش کا کیا ذکر کرنا۔

سوال:

ہم جو بھی کوشش کرتے ہیں آخر وہ کسی مقصد کے لیے ہوتی ہے۔

جواب:

اگر ایک آدمی مکان بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں نے بڑی کوشش کی لیکن مکان نہیں بنا۔ ہم اسے کیا کہیں گے؟ کہ تو نے کوشش ہی نہیں کی۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی؟ یا تو وہ یہ کہے کہ میرا کوشش کرنے کا شعبہ کمزور ہے' نالائقی ہے۔ اگر اپنی دانائی پہ زور ہے' اپنے صحیح ہونے پر استقامت ہے اور بیان یہ ہے کہ میں نے کوشش کی مگر مقصد حل نہیں ہوا۔ ہم اُسے کیا کہتے ہیں؟ یا تو تُو نادان ہے یا پھر تُو نے کوشش ہی نہیں کی۔ اس کو اپنی نادانی مان لو یا نااہلی مان لو۔ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ کیا مانتے ہو۔ تو سوال یہ تھا کہ ہم کوشش کرتے ہیں مگر مطلوبہ نتیجہ نہیں آتا۔ ہم اسے بتا رہے ہیں کہ جو شخص کسی مقصد کے لیے کوشش کرتا ہے' اپنی دانائی پر غرور بھی کرتا ہے' فخر بھی کرتا ہے' اور وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اس کی کوشش غلط ہے۔ اور یہ کہ یا تو کوشش غلط ہے یا وہ شخص یہ کہے کہ ہم نادان ہیں' ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیا کریں۔ یہ اس لیے ہے تا کہ اُسے بتایا

جائے کہ وہ کیا کرے۔ آپ بات کو سمجھا کریں۔ میں دوبارہ بتاتا ہوں کہ جب انسان کوئی مقصد حاصل کرنا چاہے اور اس کے لیے کوشش کرے اور کوشش کے باوجود مقصد حاصل نہ ہو تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ یہ کوشش صحیح نہیں ہے یا تمہاری دماغی استعداد وہاں تک نہیں پہنچتی۔ کیونکہ مقصد حاصل کرنا تھا لیکن مقصد نہیں ملا۔ اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ مقصد ہی غلط ہے تو پھر کوشش رائیگاں ہوگئی۔ اس لیے عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ کوشش کرنے کے دوران اپنی کوشش کو جو نتیجہ دینا چاہتے ہیں اس نتیجے پر اعتماد نہیں کرتے۔ اگر ایک دنیادار' سمجھ دار انسان کسی مقصد کے لیے کوشش شروع کرے اور مقصد حاصل نہ ہو تو ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کوشش غلط ہے' دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ صلاحیت مفقود ہے اور عام آدمی ایک تیسرا نتیجہ بھی نکال لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد ہی غلط ہے' لیکن کوشش جاری رکھتا ہے۔ ایسے آدمی کی زندگی رائیگاں ہو جاتی ہے جو مقصد کی صحت پر شک کرے اور کوشش کی صحت پر اصرار کرے۔ اب اس کو سمجھنے میں کیا مشکل ہے؟ جس کو مقصد کی صحت پر شک ہو اس کا کیسے پتہ چلے گا؟ وہ کہے گا کہ میں نے دس بار کوشش کی' مقصد حاصل نہیں ہوا' میرا خیال ہے مقصد ہی غلط ہے۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ایک خیال ایک شخص کو تو الجھن میں ڈال رہا ہے اور باقی لوگوں کو الجھن میں نہیں ڈال رہا تو اس کی کوئی وجہ ہوگی۔ مقصد کے لیے کوشش کرنے والا مقصد حاصل کرے اور اگر حاصل نہ کر سکے تو کوشش کو غلط سمجھے۔ اس بات کو اب میں دوسرے طریقے سے کہتا ہوں تاکہ آپ کو سمجھ آ جائے۔ مقصد کے لیے اگر کوشش کی جائے اور مقصد حاصل نہ ہو تو کوشش جو ہے یہ غلط ہوتی ہے اور اس کو کوشش ہی نہیں کہتے۔

آپ اصرار کر رہے ہیں کہ وہ کوشش ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ Achievement کے بغیر کوشش کو ہم کوشش کہتے ہی نہیں۔ بات آسان ہوگئی؟ اگر کوئی کہے کہ میں دس سال سے دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا اور گیارہویں سال میں مَیں نے ایک مستری کو بلایا جس نے ایک منٹ میں تالا کھول دیا۔ اب یہ کوشش ہے جو کامیاب ہوگئی ہے۔ اور پہلے دس سال؟ وہ محنت ضائع ہوگئی۔ اگر جانا اس رُخ کو ہے اور آپ محنت دوسرے رُخ کی کر رہے ہیں' اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے محنت کی ہے۔ یہ آپ نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ ہر ہُواری جو جواء کھیلنے والا ہوتا ہے وہ بڑی محنت کرتا ہے اور چور رات کو بڑی محنت کرتا ہے ____ تو یہ محنت نہیں کہلائے گی بلکہ گمراہی کہلائے گی۔ گمراہ آدمی بھی کسی راہ پر چل رہا ہوتا ہے اور وہ جب چل رہا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں کسی راہ پر چل رہا ہوں۔ ہم کہتے ہیں کہ مقصد کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو وہ کوششیں جو برے مقصد کی طرف جا رہی ہیں' ہم ان کو کوشش ہی نہیں کہتے۔ اگر وہ Achievement چاہتا ہے اور کوشش جو ہے وہ Achievement نہیں کر رہی ہے تو وہ سمجھ لے کہ غلط ہے چاہے وہ نماز ہی پڑھ رہا تھا۔ کیونکہ نماز کے اندر اُس کا نفس موجود تھا۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی نماز پڑھی ہے' بیس سال نماز پڑھی ہے لیکن اللہ پر مجھے یقین نہیں ہوا۔ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کوئی آدمی ہو تو ہم اسے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں حالانکہ اس کے پاس نماز کا نشان موجود ہے اور وہ نماز پڑھتا رہا ہے۔ یہاں پر طریقت والے کہتے ہیں کہ جب اس نے کلمہ پڑھایا تو مجھے کلمہ سمجھ آیا حالانکہ میں پہلے سے ہی مسلمان تھا۔ تو یہاں یہ نتیجہ

لگتا ہے کہ سفر کو مقاصد کے حوالے سے کرنے والا مقصد حاصل ہونے کے بعد سفر کو سفر کہے ورنہ نہ کہے۔ یہ نسخہ بتا رہا ہوں آپ کو۔ یاد رکھ لینا۔ اگر وہ کہے کہ میں دوست کے پاس چلا' اس کو راضی کرنے کے لیے' بڑی کوشش کی مگر راضی نہیں ہوا۔ اب وہ الزام دے کے کوشش سے آزاد ہو گیا مگر دوست تو حاصل نہ ہوا۔ اب اُسے کوشش کا ذکر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ نادانی ہے کیونکہ اگر دوست کو راضی کرنا تھا تو دوست کو راضی کرنے والا عمل کرنا تھا۔ وہ کوشش جو راضی نہیں کر سکی اُسے کوشش نہ کہو بلکہ اسے نادانی کہو۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑے اور اللہ پر بھروسہ نہیں ہوا تو پھر چلنا بند کرو' اور پہلے اس کی ذات پر بھروسہ کرو۔ اگر قرآن کی بات سمجھ نہیں آ رہی' قرآن کی تعلیم سمجھ نہیں آ رہی تو پہلے متقی ہونے کی کوشش کرو۔ قرآن کی بات تقویٰ کے ساتھ سمجھ آئے گی۔ یہ وہ کتاب ہے جو متقی کے لیے راز ہے۔ اس لیے اکثر سفر کرنے والے اندھا دھند سفر کر رہے ہوتے ہیں اور یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کدھر کو سفر کر رہے ہیں' یہ پتہ نہیں ہوتا کہ چلے کہاں ہیں' جانا کہاں ہے۔ چل تو سارے رہے ہیں۔ کون چل رہا ہے؟ ساری کائنات۔ آپ کو کوئی انسان یا کوئی چیونٹی ایسی نظر نہیں آئے گی جو متحرک نہ ہو۔ ہر شے چلتی جا رہی ہے' چلتی جا رہی ہے۔ کسی کا مدعا کچھ ہے' کسی کا مدعا کچھ اور۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ پہلے مقاصد کی اصلاح کرنے والوں سے پوچھ لیا کرو کہ کیا یہ مقصد صحیح ہے۔ مقصد کی اصلاح کراؤ تا کہ کوشش کی اصلاح ہو سکے۔ خالی کوشش جو ہے یہ کوئی معانی نہیں رکھتی۔ کوشش کے ساتھ ڈائریکشن ہونی چاہیے کیونکہ یہ ایک ویکٹر ہے۔ تو یہ ہے Force in a certain direction اگر ڈائریکشن صحیح

نہ ہوتو کوشش آپ کے لیے عذاب ہے۔اب آپ بات کو Understand کر رہے ہیں یا نہیں؟ کہ کوشش کی ڈائریکشن اگر صحیح نہ ہوتو پھر آپ کی یہ کوشش ایک عذاب ہے۔اس لیے پہلے ڈائریکشن ٹھیک کی جائے' پھر کوشش کا طریقہ اختیار کیا جائے تو سارا واقعہ صحیح ہو جاتا ہے۔اب تو بات آسان ہوگئی؟ اس لیے وہ شخص جو کہتا ہے کہ میں کوشش کر رہا ہوں مگر مقصد حل نہیں ہوا تو ہم اسے کہتے ہیں کہ کوشش کر' کیونکہ تو نے کوشش کی نہیں ہے' کوشش کرتا کہ وہ مقصد حاصل ہو۔اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مقصد صحیح نہیں ہے تو پہلے مقصد کی صحت پر یقین کرو اور پھر یہ کہو کہ ہمارا مقصد صحیح ہے اور وہ ہم نے حاصل کرنا ہے۔پھر اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔اس کے لیے کوئی تعاون چاہیے تو وہ ہو جائے گا۔

اب آپ سوال کرو ____ کوئی سوال ____ اگر سوال نہیں ہے تو سب کے لیے دعا کرو۔یہ دعا کرو کہ مزید میں اپنے راستے کی کوشش کرنے کی توفیق دے اور اُسے کامیاب بھی فرمائے۔

امین ____ برحمتک یا ارحم الراحمین.

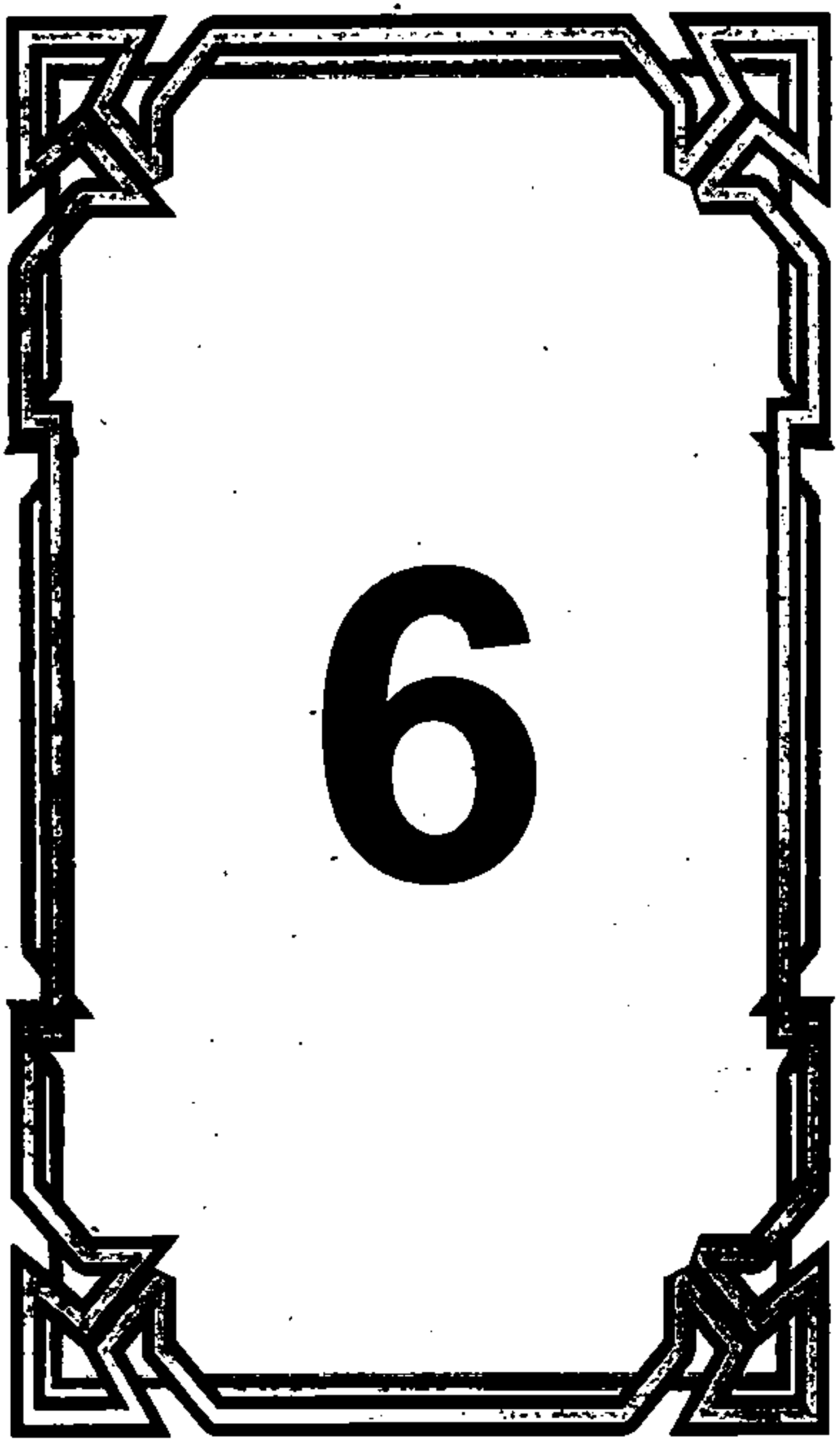
6

سوالات

1 کیا اس دور میں دجال کا ظہور ہو سکتا ہے؟

2 اللہ کے اس سفر میں مجھ میں پہلے اللہ کے نام سے محبت تھی جواب حضور پاک ﷺ کے نام سے ہونے لگی ہے کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟

3 کیا مرشد کے پاس جانے کے لیے ضرورت کے علاوہ بھی کوئی اور خاص ذریعہ ہوتا ہے؟

اصول کو آپ شریعت کہہ سکتے ہیں مثلاً اخلاق' قانون اور قوانین زندگی۔ اگر کہیں لکھا ہوا ہے کہ آپ جھوٹ نہ بولو تو پھر جھوٹ نہ بولنا۔ تو یہ جو کچھ لکھا ہوا ہے یعنی سارے Do's & Dont's ' تو ان کے مطابق' قانون کے مطابق اگر چلو تو اس سے بچت ہو جائے گی۔ اگر یہ سمجھ نہیں آتی کہ کون سا قانون ہے اور کیا قانون ہے تو اس علم کو سیکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ جاننے والوں کے پاس چلے جائیں۔ تو آپ کے خیال اور عقیدے کے مطابق جو بزرگ ہیں اُن کے پاس چلے جاؤ۔ تو یہ جو فرق ہے یہ اجتہاد کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق Importance of Islam یا Revival یا Renaissance جو ہے وہ Start ہو گی پاکستان سے یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ پاکستان سے شروع ہو گی When اور How ' کب اور کیسے؟ یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ ہی جانے۔ جاننے والے کہتے ہیں کہ Sometimes year after اسلام کا جو Renaissance ہے وہ یہاں سے' انڈو پاک سے ہو گا۔ پاکستان انڈیا اور بنگلہ دیش کے مسلمان' یہ سارا پاکستان ہی ہے' عقیدے کے لحاظ سے۔ اس خطے کے مسلمانوں کو موقع ملے گا۔ باقی جگہوں پر تو اسلام کو لوگ چھوڑ چکے ہیں' جو تھوڑا بہت ہے وہ ادھر ہی ہے۔

اب سوال کریں _____ پوچھیں _____

سوال:

کیا اس دور میں دجال کا ظہور ہو سکتا ہے؟

جواب:

ہو سکتا ہے' بالکل ہو سکتا ہے۔ یہ واقعہ ہو سکتا ہے۔ وہ ساری باتیں جنہیں لوگ گپ سمجھتے ہیں' ساری ہی سچ ہو سکتی ہیں۔ اگر سارا کفر ایک جگہ Concentrate ہو جائے تو اس کے مقابلے میں اسلام کی طاقت ایک جگہ Concentrate ہو جائے گی۔ مسلمانوں کا جو ہیڈ ہوگا اس کو امام کہہ لو' امیر کہہ لو۔ وہ مسلمانوں کی مجموعی قوت کو لیڈ کرنے والا ہوگا۔ اُس کا ایک نام ہوگا۔ اس وقت اگر ساری دنیا مسلمان ہو جائے تو خطرہ پھر بھی رہے گا۔ آپ کو شاید بات سمجھ نہیں آئی۔ مثلاً پاکستان میں سارے مسلمان ہیں مگر چوری پھر بھی ہو رہی ہے۔ تو پھر مسلمان ہونے سے تو چوری نہیں رُکی یا عافیت نہیں آئی یا غریب کو آسانی نہیں ملی۔ لہٰذا صرف مسلمان ہونا کافی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی دوسرے کے ساتھ Share کرے مگر یہ شیئر نہیں ہو رہی۔ تو ایک ایسا وقت آنا چاہیے یا آئے گا جس میں مسلمان وہی ہوگا جو باقی مسلمانوں کا درد بانٹے' خوشیاں بھی بانٹے۔ تو وہ کہے گا کہ غریبی بھی بانٹو اور دولت بھی بانٹو۔ پھر تو بات ہے! Other-wise یہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ ایسا وقت لائے کہ آپ کو اپنی زندگی میں ایسا منظر دیکھنے کو ملے کہ اسلام کے نام پر ایک معاشرہ قائم ہو۔ پھر آپ جہاں پر جو چیز چھوڑ کے جائیں گے وہ وہیں پڑی ہو

گی۔ یہ ہونا چاہیے۔ ہو بھی سکتا ہے۔ اور یہ جلدی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال:

اللہ کے اس سفر میں مجھ میں پہلے اللہ کے نام سے محبت تھی جواب حضور پاک ﷺ کے نام سے ہونے لگی ہے' کیا یہ شرک تو نہیں ہے؟

جواب:

اللہ سے جو محبت ہے اسے دوریش اور طرح سے بیان کرتے ہیں۔ اللہ سے محبت ہے ہی نہیں کیونکہ محبت کے لیے شعور چاہیے اور اللہ آپ کے شعور کی سرحد سے پرے کا نام ہے' ایک ذات کا نام ہے۔ اللہ کے قوانین سے محبت ہو سکتی ہے' اللہ کی کتاب سے محبت ہو سکتی ہے' اللہ کے بندوں سے محبت ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ کے محبوب ﷺ سے ہو سکتی ہے جو کہ ہونی چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ جس شخص کو حضور پاک ﷺ سے محبت نہ ہو تو اس کا ایمان تو ویسے ہی شرک میں آ گیا۔ تو یہ محبت ہی شرک کا علاج ہے۔ اصل شرک یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کی محبت میں کمی کا آ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم لوگوں پر سب سے بڑا احسان جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے تم میں سے ایک رسول بھیجا۔ تو آپؐ سے محبت کرنا لازمی ہے' فرض ہے۔ ایک بات آپ کو سمجھا دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز سے محبت کرنا شرک ہے۔ یہی بات بیان ہوتی آ رہی ہے' اور یہ کہ اللہ کے علاوہ کسی سے محبت نہ کرو۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ایک محبت بیان کی ہے جو یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے ساتھ تھی' وہ ایسی محبت تھی کہ ان کی جدائی میں بینائی چلی گئی اور ان کی قمیض کی آمد پر بینائی آئی۔ اللہ تعالیٰ نے

بہت خوش ہو کے یہ محبت بیان کی ہے۔ اور وہ دونوں پیغمبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس محبت کو جائز قرار دیا۔ بزرگوں نے یہ بات کھول کر بیان کی ہے کہ کون سی محبت شرک ہے اور کون سی محبت شرک نہیں ہے؟ وہ محبت جو اللہ کی طرف رغبت سے روکے' وہ شرک ہے اور وہ محبت جو اس کی طرف لے جائے وہ عین ایمان ہے۔ وہ باپ جس نے تمہیں اللہ کا راستہ دکھایا اس کی محبت عین ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتا مگر اس لاشریک نے اپنے نام کے ساتھ' کلمے کے اندر آپؐ کو شریک کر لیا۔ اگر آپ اتفاق سے کبھی آسمان پر جائیں تو فرشتوں سے پوچھیں کہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے' اس لیے ہم درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے کیسے شرک ہوگا؟

؎ میں تیری نماز ادا کروں تو ہو محو ذکرِ حبیبؐ میں

تو اس کا راز تو آپ کو مل گیا کہ جس کی آپ نماز پڑھ رہے ہیں وہ کیا کر رہا ہے۔ وہ تو ذکرِ حبیبؐ میں محو ہے۔ اصل راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہو جائے' جس پر اپنا فضل کرے' اُسے اپنے حبیبؐ کی محبت عطا فرماتا ہے۔ تو یہ اللہ کے اسم سے محبت کا نتیجہ ہے کہ اُس نے اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرمائی۔ یہ شرک نہیں ہے بلکہ یہ ایمان کا نتیجہ ہے' یہ ایمان کا انعام ہے۔ تو یہ محبت جو ہے یہ اللہ کا انعام ہے۔ یہ تو بڑی واضح بات ہے۔ یہ شرک نہیں ہے۔ تو شرک کیا ہے؟ وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے سے روکے وہ شرک ہے۔ غیر اللہ کون ہوتا ہے؟ جو اللہ کی راہ سے روکے۔ اور جو اللہ کی راہ پر لے جانے والا ہے وہ عین حق ہے۔ وہ شرک نہیں ہے بلکہ اس کی محبت عین اللہ کی محبت ہے۔ یہ کچھ لوگوں نے آپ کو غلط

گائیڈ کیا ہے کہ یہ بات اللہ کے خلاف ہے اور یہ کہ اگر نماز میں اللہ کے علاوہ تصور آ جائے تو نماز رہ جاتی ہے۔ آپ خود دیکھ لو کہ یہ جو آپ کی نماز ہے اس میں اللہ کا کتنا ذکر ہے اور جس کو یہ لوگ ''غیر اللہ'' کہتے ہیں اس کا کتنا ذکر ہے۔ نماز کیا ہے؟ الحمدللہ رب العالمین۔ تو اس میں ''عالمین'' آ گیا۔ یہ ''عالمین'' اللہ نہیں ہے۔ اللہ نے پہلے دنیا بنائی۔ تو کیا یہ غیر ہے؟ یہ تو خود اللہ نے بنائی ہے۔ اللہ کا کوئی کام یا اللہ والوں کا کوئی کام اس دنیا کے بغیر ہے ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک ماسٹر پیس بنایا جو کہ انسان ہے۔ تو یہ غیر کیسے ہوا۔ اگر خیال غیر ہو تو یہ سارا غیر ہے یعنی وہ خیال جو اللہ کے علاوہ ہو۔ تو آپ محبت اللہ سے رکھیں' رجوع اللہ سے رکھیں۔ جو چیز اس سے دور لے جاتی ہے وہ شرک ہے اور جو چیز اس کی طرف لے جاتی ہے وہ عین حق ہے۔ اس میں تمیز اور تخصیص ہونی چاہیے' اس حد تک کہ آپ اگر جہاز پر حج کو جا رہے ہیں اور جہاز سے محبت ہو جائے تو اس کو بھی عقیدت سے دیکھو کہ سبحان اللہ کتنا اچھا ہے۔ اگر اونٹ لے کے جا رہے ہو تو اونٹ کی بھی خدمت کرو اور پھر اس اونٹ سے محبت ہو جائے گی جو تمہیں حج کرا لایا۔ تو یہ محبت غیر اللہ نہیں ہے بلکہ یہ عین اللہ ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی مقصد ہے اللہ! تو یہ دیکھو کہ کون سی چیز اُدھر لے کے جا رہی ہے۔ اور اگر اُدھر نہیں لے کے جا رہی ہے' روک رہی ہے تو یہ شرک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ بیکار کام کرتے ہیں' کسی کو بٹھا کے کہتے ہیں کہ تاش کھیل لیں تو یہ شرک ہے۔ یہ واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی آپؐ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر یہ لوگ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو یہ آپؐ کی اطاعت کریں۔ اب اطاعت

بالمحبت ہوسکتی ہے ورنہ نہیں ہوسکتی' یہ ناممکن ہے کہ اطاعت ہوجائے جب تک کہ محبت نہ ہو اور جب تک عشق کا درجہ نہ ہو تو محبت نہیں ہوسکتی۔ تو ایک دل میں دو عشق کیسے آسکتے ہیں۔ اب صرف یہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ مانتا ہوں' حق ہے' لا الہ الا اللہ۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو توحید پرست ہوں۔ اُسے کہتے ہیں کہ یہ شیطان ہے۔

؎ رائیگاں ہوئے ابلیس کا نصیب بنے
وہ سجدے جو کسی چوکھٹ کے روبرو نہ ہوئے

تو وہ تو ابلیس کا نصیب ہے کہ ساری عمر خدا کا سجدہ کرتا رہا اور جب بندے کے سجدے کا وقت آیا تو انکار کر گیا۔ اُس نے کہا یا اللہ تیرا کہنا تو مانتا ہوں مگر تیرے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کروں گا کیونکہ میں توحید پرست ہوں۔ اللہ نے کہا تم شیطان ہو۔ یعنی کہ شرک نہ کرنے والے' واحد توحید کو ماننے والے کا حشر آپ دیکھ لیں۔ یہ راز ہیں۔ اگر آپ بیان کریں گے تو شرک ہوجائے گا اور کرتے جائیں گے تو ایمان ہوجائے گا۔ اُس کا نام ہے اللہ۔ آپ یہ کہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نماز پڑھ رہا ہوں اور تقلید ہے حضور پاک ﷺ کی۔ آپ اگر چار رکعت پڑھیں یا دو رکعت پڑھیں' اِس حال میں رہیں یا اُس حال میں' اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس کو صرف حضور پاک ﷺ کی ادا پر لطف آتا ہے۔ کہ آپؐ نے اس طرح نماز پڑھی ہے اور یہ لوگ اس محبت میں اُسی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ تو یہ حق ہے ایمان کا۔ یہ تصور بڑا مشکل ہے لیکن آپ یہ سوچیں کہ آپ اسی پاکستان کے شہر لاہور میں اس وقت بیٹھے ہیں اور جہاں آپ بیٹھے ہیں تو اگر یہاں آٹھ صدیاں یک لخت گزر جائیں

تو پھر حالات کتنے تبدیل ہو جائیں گے۔ آپ کو ایک جنگل' ویرانہ نظر آ جائے گا۔ تو یہ بھی ہوتا رہے گا کہ پہلے جنگل' پھر شہر' پھر ویرانہ۔ کئی بار اس طرح کے واقعات گزرے ہیں۔ اور آپ کی تو پچاس ساٹھ سال کی بات ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ یہی لائف ہے۔ وہ ذکر جو ہمیشہ رہنے والا ہے اس کا اور ہی مقام ہے۔ وہ خالق جو ہمیشہ رہنے والا ہے اُس کا اور ہی مقام ہے۔ صدیوں کی کیا بات ہے' وہ تو صدیوں کا خالق ہے' وہ وقت کا خالق ہے۔ اُس کی محبت بھی ہمیشہ ہے۔ تو حضور پاک ﷺ کی محبت اور اطاعت جو ہے یہ ساری کائنات نے کی ہے۔ جس ذات کو باعث تخلیق کائنات بنایا گیا' کہ آپ ﷺ کے دم سے اور آپ ﷺ کی وجہ سے ہم نے کائنات بنائی' تو اس کے علاوہ محبت اور کیا ہوتی ہے۔ آپ اللہ سے براہِ راست محبت کر کے دکھاؤ کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے۔ یہ کیسی محبت ہے' اس کی کوئی Form تو ہو' شکل تو ہو۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ سے محبت ہے یعنی دین سے محبت ہے۔ تو آپ دین سے محبت کریں گے۔ تو یہ جو دین ہے' اسلام کا دین ہے' آپ کا اسلام مکمل نہیں ہوتا جب تک آپ کا کلمہ مکمل نہیں ہوتا۔ اور کلمہ دو نام کا ہے۔ یہ فرق کرنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ کی محبت کہاں ہے اور حضور پاک ﷺ کی محبت کہاں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ تو ذکر ہی نہ کر اور چلتا جا' کبھی اللہ کے نام کی محبت آ جائے گی' کبھی حضور پاک ﷺ کے نام کی محبت غالب آ جائے گی۔ اصل میں دونوں ایک ہی ہیں۔ پھر لوگوں نے کہا کہ میم کا پردہ اٹھاؤ کہ یہ پردہ کیا ہے۔ مگر یہ پردہ ہے اور اسے پردہ ہی رہنے دو' یہ پردہ ہی رہنے دو کہ ایک ہے کہ دو ہیں' کہ اللہ ہے کہ اللہ کے حبیب ﷺ ہیں' یہ کلام کون بول رہا ہے' قرآن کس کا کلام ہے'

محبت کس کی ہوتی ہے..... بس چھوڑو۔ ذکر کرنا منع ہے۔ اللہ وہی ہے جو اللہ ہے' حضورؐ وہی ہیں جو حضورؐ ہیں۔ اور محبت میں یہ تقسیم کرنا کہ یہاں تک اللہ کی محبت ہونی چاہیے اور یہاں تک حضورؐ کی محبت ہونی چاہیے' یہ ناممکنات میں سے ہے۔ انسانی زندگی میں یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ آپ لوگ سمجھ دار ہیں' یہ دیکھیں کہ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اس کی باقی چیزوں سے بھی محبت ہو جاتی ہے یعنی اگر باپ سے محبت ہو تو بیٹے سے محبت ہو جاتی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ کو امام عالی مقامؑ سے محبت کیوں ہے؟ کیا شہید ہونے کی وجہ سے؟ ان کا حضور پاکؐ سے تعلق ہے اور نسبت ہونے کی وجہ سے تعلق ہے۔ تو یہ جو محبتیں ہیں یہ محبوبوں کی نسبتوں سے محبت ہے۔ تو یہاں پر تمیز نہیں ہوتی اور کہتے ہیں کہ حضور پاکؐ سے ہم جو محبت کرتے ہیں وہی اِدھر بھی ہے۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

بات تو ایک ہی ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے آپ لوگوں کو تقسیم کر کے کنفیوز کر دیا ہے۔ یہ سب ایک ہی محبت ہے۔ اقبالؒ نے ایک جگہ کہا تھا کہ

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

سارے کام ہو رہے ہیں' سارے نام آ رہے ہیں مگر جب حضور پاک ﷺ کا نام آئے تو آپ کہتے ہیں کہ یہ شرک ہے' بلکہ اگر یہ نام نہ آئے تو شرک ہے۔ ورنہ صرف اللہ کے نام سے تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ کیا اللہ اپنے محبوب کا نام سن کے خوش ہوگا؟ کہ نہیں ہوگا۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے اللہ کے محبوب کا ذکر کرو۔ یہ راز یوں ہے کہ جب لوگ اللہ کی محبت میں چلتے ہیں اور اللہ کے تھوڑا سا

قریب ہو جاتے ہیں تو قریب آنے والوں کو اللہ اپنے محبوب کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ پھر لوگ اُدھر چل پڑتے ہیں' یارسولؐ اللہ کرتے کرتے جب قریب پہنچتے ہیں تو حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت کا راستہ اللہ کی طرف پہنچتا ہے اور اللہ کی محبت کا راستہ حضورؐ کی طرف پہنچتا ہے۔ کون کہاں ہے' یہ آج تک کسی کو پتہ نہیں۔ کس کا کیا راستہ ہے' یہ پتہ نہیں چلا۔ بس اس کے درمیان ہی کھیل ہے۔ عمر ساری یہاں کٹ جاتی ہے۔ لوگوں نے یہ بھی کہا

؎ کعبے کا کعبہ روئے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

کہتے ہیں کہ یہ اُس کے چاہنے والے ہیں' وہ اس کے چاہنے والے ہیں' اصل میں راز کیا ہے' یہ کسی کو پتہ نہیں۔ بس راز یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں' اللہ اللہ کرتے جائیں اور حضور پاکؐ کے پاس چلتے جائیں۔ کہنا اللہ ہے۔ حضور پاکؐ کو اللہ نہیں کہنا' یہ یاد رکھنا۔ یہاں شرک ہے۔ یعنی کہ اللہ کہنا نہیں ہے' مگر محبت کرتے جاؤ۔ یہ کہو کہ میں آپؐ کو اللہ نہیں کہتا' اللہ بالکل نہیں کہوں گا مگر آپؐ کی محبت چھوڑوں گا نہیں۔ بس یہ راز کی بات ہے اور آپ چلتے چلے جاؤ۔ یہ بات تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ جاننے والے کے ساتھ جانا۔ جو بزرگ تھے یا پیغمبر تھے اگر وہ نماز نہ پڑھتے تو پھر لوگ ان کو "اللہ" ضرور کہتے۔ انہوں نے کہا "اللہ" اور ہے اور ہم اس کا پیغام لائے ہیں۔ لوگوں نے کہا اللہ کدھر ہے' ہم نے تو اس کی آواز نہیں سُنی تو انہوں نے کہا دیکھو ہم نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ سر جھکا دیا' جس ذات کے آگے سر جھکا دیا اس کا نام ہے اللہ۔ یہاں آ کے لوگ چکر میں پڑ گئے کہ یہ تو خود

ہی سر جھکا رہے ہیں' یہ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ تو اللہ سجدے والی جگہ یہ ہے۔ یہاں سے سارے لوگ راز لے کے واپس چلے گئے' سارا حکم اللہ کی طرف سے دیتے رہے کہ یہاں کرو' یہاں نہ کرو' ایسا ہو' ایسا نہ ہو' یہ جنت ہے' دوزخ ہے' تم آئے ہو' تم واپس جاؤ گے۔ سب اللہ کی طرف سے Command دی گئی ہیں۔ یہاں پھر لوگوں نے کہا کہ یہ آپ ہی ہیں' معراج شریف کر آئے ہیں' آسمانوں پر گئے ہیں' ساری باتیں ایک جیسی ہیں۔ داتا صاحبؒ کے لیے کہتے ہیں ناں کہ "گنج بخشِ فیض عالم"۔ اب اگر حضور پاک ﷺ کے نام کے ساتھ گنج بخشِ فیض عالم لگا دیں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ اگر مولا علیؑ کے نام کے ساتھ گنج بخش فیض عالم کہیں تو بھی ٹھیک ہے۔ تو سب کے لیے ایک جیسی نعت اور حمد ہو سکتی ہے۔ آگے جا کے اور ہی کہانی بن جاتی ہے۔ محبت جب Infinity میں داخل ہوتی ہے تو پتہ نہیں چلتا کہ کس کی محبت ہے۔ تو یہ Infinity کی بات ہے اور یہ آگے چلتی جاتی ہے۔ اس لیے آپ کے ذمے یہ ہے کہ آپ چلتے جائیں' یہ اللہ کا سفر ہے' اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے' آپ بیان نہیں کر سکتے۔ لوگوں نے کہا کہ صرف اللہ باقی ہے اور کل نفس ذائقة الموت۔ اس طرح انہوں نے فانی اور باقی کی بحث کر دی کہ باقی وہ ہے جو ہمیشہ سے پہلے ہو' فانی وہ ہے جو آئے اور چلا جائے۔ جو وجود ہے یہ جسم کا نام ہے۔ وجود موجود نہیں رہتا۔ یہ روح کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے آتا ہے اور پھر گر جاتا ہے۔ آپ اس طرح سمجھیں کہ ایک پرندہ' بہت بڑا پرندہ یعنی شاہین' عقاب اُڑ رہا ہے' بلندیوں پر ہے' وہ آیا اور زمین سے کوئی چیز اٹھائی' وہ چیز بھی اس کے ساتھ حرکت کرتی رہی جب تک کہ وہ اُڑتا رہا۔ اس چیز نے کہا

میں تو پرواز کر گئی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے وہ چیز چھوڑ دی اور وہ چیز گر گئی۔ زمین کی چیز زمین پر رہ گئی اور آسمان کا پرندہ آسمان کی طرف اُڑ گیا' وہ ہمیشہ سے وہاں رہنے والا ہے۔ اس کو روح سمجھو۔ اصل میں جس کو ہم انسان کہہ رہے ہیں وہ روح ہے جس کو کوئی زوال نہیں ہے اور وہ ہمیشہ رہنے والی ہے۔ ساری اسی کی داستان ہے' اور وجود کی بات اور ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے' وہ ہمیشہ سے ہے' وہ باقی ہے' ہمیشہ رہنے والا۔ باقی جو ہے وہ باقی ہی ہے اور اس کی کوئی کیفیت درمیان سے شروع نہیں ہوتی۔ باقی کا معنیٰ ہی یہی ہے کہ اوّل سے پہلے کا دن بھی اسی کا ہوتا ہے۔ تو باقی وہ ہے جو مکمل ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اس نے راستے میں مکمل ہونا ہے۔ تو وہ ذات مکمل ہے' اللہ کی محبت بھی مکمل ہے' یہ درمیان میں نہیں ہے۔ تو باقی کی محبت بھی باقی ہے' باقی کا محبوبؐ بھی باقی ہے۔ باقی ساری دنیا عبث ہے اور وہ ذات ہمیشہ سے ہے۔ یہاں پر راز ہے کہ حضور پاکؐ کی محبت اللہ سے ہے۔ پھر اللہ کون ہے؟ عابد کون ہے؟ معبود کون ہے؟ خالق کون ہے؟ پھر یہ سب کیا ہے؟ اس سب کی ضرورت کیا ہے؟ ضرورت یہ ہے کہ آپ عبادت کرتے جائیں' جو نظام حضور پاکؐ نے دیا ہے اس پہ چلتے جائیں اور حضور پاکؐ کی محبت میں چلتے جائیں۔ کہیں حضور پاکؐ کی محبت کو اللہ کی محبت نہ کہہ دینا۔ لیکن فرق بھی کوئی نہیں ہے۔ آپ یہ کہیں کہ ہم تو عارضی لوگ ہیں' اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور حضور پاکؐ سے محبت کرتے ہیں۔ بیان کے طور پر سجدہ اللہ کو اور دل حضور پاکؐ کے ساتھ۔ ورنہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ مرنے والوں کی آخری خواہش کیا ہوگی؟ اللہ کو دیکھنا کہ حضور

پاک" کو دیکھنا۔ بات بیان نہیں ہوگی۔ یہ سارے واقعات الگ ہیں۔ کیونکہ یہ بات بیان نہیں ہوسکتی اس لیے لوگوں نے کہا کہ اس میں شرک ہوسکتا ہے' دوسروں نے کہا شرک نہیں ہے۔ اگر کسی کو ماں کی محبت یاد رہے تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسے اگر کہیں کہ کلمہ پڑھ تو وہ کہے گا "ماں"۔ تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسی طرح باپ کی محبت شرک نہیں ہے۔ استاد کی یاد آ جائے تو بھی شرک نہیں ہے۔ شرک یہ ہے کہ صرف پیسہ یاد رہ جائے' مکان یاد آ جائے' تو یہ ہے غیر اللہ۔ اللہ کے راستے پر چلانے والی ہر چیز اُسی کے راستے کا حصہ ہے۔ کبھی آپ نے پیروں کا' خانقاہوں کا نظام دیکھا ہے؟ وہ جو نیکی کی خانقاہ ہوتی ہے اور پیر بھی کامل ہو' مکمل ہو' وہاں سب لوگ کام کر رہے ہوں گے' رتبہ ہوگا' محفلیں ہوں گی' لنگر ہوگا' لوگوں کا آنا جانا ہوگا' قرآن شریف پڑھا جا رہا ہوگا۔ تو وہ جو کام کر رہے ہوں گے وہ سارا اہم ہے۔ اس اہم کام میں تندور کے اوپر جو شخص لنگر پکا رہا ہے وہ بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا پیر صاحب خود اہم ہیں۔ تو یہ بات یاد رکھنا کہ سب کے الگ الگ فنکشن ہیں۔ اگر حج کا ایک قافلہ جا رہا ہے تو اس گاڑی کا ڈرائیور بھی اتنا اہم ہے جتنا آپ کے حج کا سفر ہے۔ تو یہ آپ کو یاد رکھنا ہے کہ ہر وہ چیز جو اس سفر کے لیے Contribute کر رہی ہے وہ بھی اتنی اہم ہے جتنا کہ سفر ہے۔ اور جو اس سفر کو روک دے' کوئی گڑبڑ کر دے' یہ کہے کہ وہاں کیا جاؤ گے' انسان نے خود ہی مکان بنایا ہے اور خود ہی پتھر لگا دیا ہے' اللہ اگر وہاں ہے تو یہاں کون ہے۔ تو وہ آپ کو چکر دے جائے گا۔ اب یہ شرک ہے۔ یعنی کہ عقیدت میں انتشار پیدا کرنا۔ عقیدت کی وضاحت نہیں ہوسکتی' عقیدت اندھا دھند چلتی جاتی ہے اور

آپ لگا تار چلتے جائیں' آپ کے دل میں محبت ہونی چاہیے اور ادب ہونا چاہیے۔ پھر سب ٹھیک ہے۔ وگرنہ تو کہہ سکتے ہیں کہ صدیاں گزر جانے کے بعد انسان کا کیا حساب کتاب ہوسکتا ہے اور کس نے حساب کرنا ہے۔ کہتا ہے یہ کس صدی کے لوگ ہیں؟ یہ بیسویں صدی کے لوگ ہیں۔ اور انسان کی پیدائش کا واقعہ کروڑوں صدیاں پہلے کا ہے۔ تو کس نے حساب لینا ہے اور کب حساب لینا ہے؟ اللہ نے حساب لینا ہے۔ آپ تو یہاں چند سالوں کے لیے آئے ہیں اور زندگی تو کروڑوں سالوں سے چل رہی ہے۔ آپ یہ نہ سوچنا کہ کب آپ کی باری آنی ہے' کیا واقعہ ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا..... آپ بس محبت کرتے جائیں اور چپ کر کے "لگے" چلے جائیں۔ وگرنہ وہاں تو بہت وسیع خلا ہے' بہت بڑا واقعہ ہے۔ آپ کے اپنے زمانے کو چودہ سو سال تو ہو گئے ہیں اور آپ لوگ اس کو ایسے بیان کرتے ہیں جیسے یہ واقعہ ابھی ابھی ہو رہا ہے۔ وگرنہ تو چودہ سو سال بڑا عرصہ ہے' تاریخ کتنی بار بدل گئی ہے' کتابیں کتنی بار بدل گئی ہیں اور آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی لیکن ایک بات سب پر واضح ہے کہ اللہ اور اللہ کے محبوب کا ذکر اکٹھے چلا آ رہا ہے۔ بڑی کوششوں کے باوجود یہ بات تبدیل نہیں ہوئی۔ بہت لوگوں نے یہ کوشش کی ہے۔ مثلاً اذان تبدیل کرنے کی کوشش کی' مگر اذان نہیں بدل سکتی۔ اور یہ جو قرآن ہے' اللہ کا کلام ہے' چودہ سو سال سے کوشش کی گئی مگر اس کا زیر زبر نہیں بدلا۔ تو کلام نہیں بدلتا چاہے جتنی کوشش کر لیں۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی کا ایک ایک واقعہ تحریر میں آ چکا ہے' یہ بھی اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کی ہر بات کو بڑی احتیاط کے ساتھ دیکھا کرو۔ اللہ کی جو محبت ہے یہ سب ٹھیک ہے

اور اللہ کا جو سجدہ ہے یہ بھی سب ٹھیک ہے۔ شرک کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ جب آپ اچھی نیت کے ساتھ اللہ کے نام کے ساتھ' ادب کے ساتھ چلتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہے۔ اور اگر دنیا کے لیے آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز بھی شرک ہے۔ دکھاوے کی نماز کیا ہوتی ہے؟ یہ شرک ہوتی ہے۔ اگر دل کے اندر اللہ ہے' نیت کے اندر اللہ ہے' آپ کا مزاج اللہ کی طرف ہے' سارا عشق اللہ کے لیے ہے تو ہر چیز صحیح ہے۔ تو شرک نیت کا نام ہے۔ بس نیت کا خیال رکھو۔ مزاج کا نام شرک ہے یعنی مزاج میں ایک ایسی بات آ گئی' ایسا احساس آ گیا۔ تو ایسے احساس ہوا کہ دل اُس سے لگایا جو دل کو لگا۔ ایک دل لگنے والا ہوتا ہے اور دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دل لگ جائے۔ تو ایک لگاؤ ہو جاتا ہے۔ پھر تو وہ کہتا ہے کہ دل بنانے والا اللہ ہے' دلبر بنانے والا بھی اللہ ہے' دوری پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے اور دعا بھی اللہ سے کر رہے ہیں۔ یعنی کہ عاشق بھی اس نے پیدا کیا' معشوق بھی اس نے پیدا کیا' عشق بھی اس نے پیدا کیا اور اب اگر اُدھر رجوع ہو جائے تو یہ حق ہے یعنی کہ اللہ کی طرف رجوع ہو جائے۔ جب یہ مقام آتا ہے تو نہ کوئی معشوق رہتا ہے اور نہ محبوب رہتا ہے بلکہ اللہ ہی اللہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی غیر کے طور پر اللہ سے دیدار مانگ رہا ہے تو یہ پھر نہیں ہوگا۔ ایسی محبت منع ہے۔ جو مجاز میں ہے اس کے لیے ہم کہیں گے کہ یہ حقیقت کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ اور جب مجاز حقیقت کے اندر داخل ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے کہ سب جہاں تیرا ہے' سب دنیا تیری ہے' کتنے ہی معشوق تیرے' کتنے محبوب تیرے اور کتنے ہی طلب گار تیرے۔ سب تیرا ہی تیرا ہے۔ پھر انسان اس کے محبوب کو دیکھتا ہے کہ یہ اللہ کا

آئینہ ہے' یہ وہ محبوب ہے جس نے مجھے اللہ کی راہ پر ڈال دیا۔ عام طور پر وہی لوگ اس راہ پر ڈالتے ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ محبوب جدائی دے جاتا ہے اور پھر انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ تلاش وہ محبوب کو ہی کرتا ہے اور کہتا ہے یا اللہ محبوب تلاش کرادے۔ چلتے چلتے پھر اس کو ایسا راز مل جاتا ہے کہ پھر اُسے خبر ہی نہیں رہتی کہ محبوب کدھر ہے' محبت کدھر ہے اور طالب کدھر ہے' بس اللہ ہی اللہ رہ گیا۔ اگر اللہ کی راہ نہ چلیں تو ساری غیر اللہ کی راہ ہے۔ تو راز کیا ہوا؟ اللہ کی راہ اسی ''غیر اللہ'' سفر میں سے نکلتی ہے۔ گھر سے انسان غیر اللہ ہی کے لیے نکلتا ہے اور آگے جا کے اس کے سفر کا اللہ کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ گھر سے میلہ دیکھنے جاتا ہے' سیاست کرنے جاتا ہے اور پلیٹ فارم سے نعرے لگواتا ہے مگر وہاں خیال آ جاتا ہے کہ ہم سچی بات کیوں نہ کر دیں' اللہ کے دین کے لیے کچھ کیوں نہ کر دیں۔ اس طرح وہ اللہ کی طرف ہو گیا۔ اسی طرح ایک آدمی بیمار ہو گیا' بیماری کے علاج کے لیے سفر پہ نکلا اور پھر کسی اللہ والے کے قابو میں آ گیا۔ اُسے کہتا ہے کہ دعا کریں' مجھے تکلیف ہو رہی ہے' میرے پیٹ میں درد رہتا ہے۔ اللہ والے نے کہا لاؤ تمہارا درد ٹھیک کریں' اور پھر اس نے دل کے درد والا چُورن دے دیا۔ اس طرح اس کو اللہ کی راہ مل گئی۔ پھر وہ کہتا ہے مجھے شفا ہو گئی۔ تمہیں کیا شفا ہو گئی؟ آنکھیں روشن ہو گئیں۔ تو وہ درد تو ایک بہانہ تھا۔ تو یہ دنیا کے سارے بہانے ہوتے ہیں جو آپ کو کسی آستانے پہ لے جاتے ہیں۔ یہ دنیاوی ضرورتیں ہیں جو آپ کو کسی ''بڑی ضرورت'' کے پاس لے جاتی ہیں' یہ دریا ہیں جو سمندر میں جاتے ہیں۔ دریا تک تو مجاز ہے اور سمندر حقیقت ہے۔ دریا جب سمندر میں

مل جائے تو حقیقت ہے۔

سوال:

کیا مرشد کے پاس جانے کے لیے ضرورت کے علاوہ بھی کوئی اور خاص ذریعہ ہوتا ہے؟

جواب:

خاص ذریعے ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں پیسے میں اضافہ چاہتا ہوں۔ اگر راستے میں اُسے کوئی جواری مل جائے تو وہ کہے گا کہ میں تمہیں پیسہ بڑھانے کا طریقہ بتاتا ہوں' تم گھوڑے دوڑاؤ' تو اُس نے گھوڑے اور جوئے کے ذریعے اس کا اصل پیسہ بھی برباد کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس کو ایک سیانا بندہ مل گیا' اس نے کہا ہم تمہیں پیسے بڑھانے کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ تم خرچ کم کر دو۔ کسی درویش سے ملا تو اس نے کہا ہم یہ طریقہ بتاتے ہیں کہ تم یہ پڑھنا شروع کر دو۔ اس طرح وہ اللہ کے تھوڑا سا قریب ہو گیا۔ تو وہ وظیفہ برائے پیسہ ہے کہ ہر نماز کے بعد تم نے تسبیح کرنی ہے۔ اب اس آدمی کی نماز مستقل شروع ہو گئی۔ پھر وہ بعد میں اُسے بتاتے ہیں کہ چھوڑو یہ دنیا' یہ واقعات اور یہ تمنا' سارا کچھ یہیں رہ جائے گا' باقی صرف اللہ کا نام ہے' آؤ ہم دینے والے سے محبت شروع کر دیں۔ تو وہ سمجھاتا ہے کہ بادشاہ کو پکڑ لو' خزانہ خود ہی مل جائے گا۔ اس طرح وہ اللہ کی محبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ پھر وہ خزانے کو بھول جاتا ہے' اب خزانے کو کیا کرنا۔ جب کوئی بادشاہ کے پاس چلا گیا تو پھر خزانہ یاد نہیں رہتا بلکہ بادشاہ یاد رہ جاتا ہے۔ تو بزرگوں کا یہ پراسیس ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس

طرح کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ پیسہ ہوتا ہے برائے عزت اور ہم تمہیں وہ لوگ دکھاتے ہیں جن کی غریبی میں بھی عزت ہوتی ہے اور عزت کی انتہا یہ ہے کہ آج تک لوگ درود پڑھتے جارہے ہیں' کافر بھی پڑھتے جارہے ہیں' مومن بھی پڑھتے جارہے ہیں' نعتیں کہتے جارہے ہیں' اللہ آسمان پہ درود بھیجتا جارہا ہے' انسان زمین پر درود بھیجتا جارہا ہے۔تو وہ ذات انسان ہیں کہ کیا ہستی ہیں کہ ساری کائنات ان سے محبت کرتی جارہی ہے۔تو یہ ہے مقام۔یہاں پیسے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔بس محبت ہی محبت ہے۔کسی کو کچھ ملے یا نہ ملے' اس کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے' بس محبت ہے۔تو یہ وہ ہستی ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیا ہستی پیدا کی ہے۔تو اس طرح واقعات سمجھ آنا شروع ہوجاتے ہیں۔اس کا پراسیس کیا ہے؟ مثلاً رات کو کسی نے جگانا شروع کردیا اور کہا کہ رات کو جاگنا اور یہ وظیفہ پڑھنا اور جب رات نصف ہوجائے تو یہ واقعہ ہوگا۔تو وہ نصف رات کو جاگنا شروع کردیتا ہے۔نصف رات جاگتے جاگتے انسان ویسے ہی موم ہوجاتا ہے۔جب انسان موم ہوجائے تو پھر فکر ہی کیا۔جاگنے سے اس کا مسئلہ خود بخود حل ہوگیا۔تو اس طرح مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔رات کا ایک وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ ہے کوئی فریاد کرنے والا' ہے کوئی مانگنے والا' ہے کوئی ضرورت مند.....تو وہ وقت ہوتا ہی ایسا ہے۔اس وقت کام کردیا جاتا ہے۔اس طرح پیر صاحب توجہ اس طرف لگادیتے ہیں۔ایک آدمی کسی پیر صاحب کا مرید تھا۔پیر صاحب پشاور کے تھے۔اس کا جو بھائی تھا وہ بڑا سوٹ بوٹ والا' سیر وتفریح اور فلموں کا شوقین تھا۔وہ اُسے پیر صاحب کے پاس لے گیا۔پیر صاحب نے اُسے دیکھا تو پتہ چلا

کہ شرارتی آدمی ہے۔اس مرید نے کہا یہ آپ کے پاس نہیں آنا چاہتا تھا' بڑا تنگ کرتا ہے' یہ ہے وہ ہے۔ پیر صاحب نے کہا اس کو چھوڑ دو' اس کے دن ہی ایسے ہیں' کھیلنے کودنے کے' تو اس کو کھیلنے کودنے دو۔ وہ آدمی بڑا خوش ہوا کہ پیر صاحب میرے حق میں ہیں۔ کہنے لگا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں' جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ پیر صاحب نے کہا کہ ہاں' جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا' میں تیرے پر بہت خوش ہوں۔ پھر کہا کہ تم ایک کام کرو' تم ہر روز شام کو میرے پاس کھانا ضرور کھایا کرو' تمہاری پسندیدہ ڈش ہم کھلائیں گے۔ اُس نے کہا یہ ٹھیک ہے۔ تو وہ اُسے روزانہ کھانا کھلاتے رہے' کوئی تبلیغ نہیں کی۔ ہوا یہ کہ وہ جو اس کے غلط دوست تھے وہ اسے آہستہ آہستہ چھوڑتے گئے۔ Ultimately اس کا سارا مسئلہ حل ہو گیا اور وہ ایک منزل پر لگ گیا۔ ایک کام کو باقاعدہ کرنے سے سو بے قاعدگیاں دور ہو جاتی ہیں۔ مثلاً آپ نے روزانہ آٹھ بجے یہاں پر آنا ہے تو اس وقت جو مہمان آپ کے گھر بیٹھے ہوں گے وہ تو گئے' کسی دعوت پر آپ نے جانا تھا تو وہ بھی گئی' ایک آدمی نے کہا کہ اچھی فلم لگی ہوئی ہے' تو وہ بھی ختم ہو گئی۔ کسی ایک جگہ پابند ہو جانے سے ہزار بے قاعدگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ تو یہ بھی فقیروں کا طریقہ رہا ہے۔ اس طرح ان کے پاس بے شمار طریقے ہیں' سزا دینے کے بہت طریقے ہیں' انعام دینے کے بڑے طریقے ہیں۔ مثلاً آپ کسی کو بکری دے دیں اور کہیں کہ اس کا دودھ پیا کرو تو وہ بے چارہ سارا دن درانتی لے کر گھاس کاٹتا رہے گا' پریشان ہی رہے گا' اس کی ایک نئی کہانی بن جائے گی۔ اگر بادشاہ خوش ہو کر کسی کو ہاتھی دے دے تو وہ بندہ تو برباد ہو جائے گا' اس کی خوراک

کہاں' سے لائے گا۔ کوئی ایک چیز آپ کے پاس آ جائے تو ساری زندگی بدل جاتی ہے۔ آپ کو کوئی مشغلہ مل جائے تو زندگی بدل جاتی ہے۔ مشائخ کرام نے' بزرگوں نے یہ کام کیا کہ آنے والے شخص کے مسئلے ہی بدل دیئے' اس کا رجوع بدل دیا' اس کو نئے نظام زندگی سے آشنا کرا دیا۔ ان کو صرف تبلیغ نہیں کی' صرف شریعت نہیں بتائی بلکہ آہستہ آہستہ ان کو بات سمجھائی ہے۔ انہوں نے جب ہندو معاشرے میں تبلیغ کی تو لوگوں نے کہا ہم تو بھجن گانے والے ہیں۔ اجمیر میں خواجہ صاحبؒ کو اطلاع ملی کہ وہ جو مسلمان ہوا تھا وہ پھر مندر میں بیٹھا ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے' تم تو مسلمان ہوئے تھے' ادھر کیوں چلے گئے؟ کہتا ہے کہ میں بھجن سننے گیا تھا' پرانا شوق ہے ناں' باقی تو ہم دین کو مانتے ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ اس میں گانے کا رجوع ہے' تو اُسے کہا کہ یہیں بیٹھو اور پھر اُسے قوالی سنا دی کہ تورے چرن لاگی اب تو _____ اس طرح قوالی شروع ہو گئی۔ اسی میں ان کو حمد بھی سنا دی' نعت بھی سنا دی اور ان کا شوق بھی پورا کرا دیا۔ اس طرح وہ معاشرہ مسلمان ہو گیا۔ تو ہر معاشرے کے ساتھ ایک علیحدہ واقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کام بڑے عجب ہیں۔ ایک دفعہ ایک سفر میں ایک عربی نے گانا شروع کر دیا' حُدی خوانی شروع کر دی' تو اونٹ نے بے تحاشہ بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ جب تک گاتا رہا اونٹ بھاگتا رہا اور پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس کو ہوش ہی نہ رہا _____ یعنی کہ ایسی آواز کہ اونٹ بھی اس پر مست ہو گیا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ آواز کے اندر اتنی پاور موجود ہے کہ دوسرے کو گائیڈ کر سکتی ہے۔ تو یہ اچھے الفاظ کی طاقت ہے۔ اس لیے اس بات پہ غور کریں۔ مشائخ کرام نے

بہت آسانی سے گائیڈ کر دیا ہے۔ ایک اور طریقہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں دس پندرہ آدمیوں کی سنگت بن جائے وہاں سب کچھ خود بخود ٹھیک ہو جاتا ہے' اس طرح وہ بے کار باتوں سے بچ جاتے ہیں' نجات پا جاتے ہیں۔ یہ اصلی Guldance ہوتی ہے کہ لوگوں کو Tension سے آزاد کر دیا' وہ ٹینشن سے فری ہو گئے۔ اُسے کہتے ہیں کہ گھبرانے والی کوئی بات نہیں' سب آسان ہو جائے گا۔ عام طور پر انسان کی ضرورت دنیاوی ہوتی ہے اور بزرگوں کے پاس جانے سے انجام دینی ہو جاتا ہے' وہ گھر سے کسی اور کام پر نکلتا ہے اور چلتے چلتے واقعہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ جس طرح آپ کو یاد ہو گا کہ موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تھے اور آگ لیتے لیتے پیغمبری مل گئی۔ حالانکہ گھر میں آگ چاہیے تھی' بیوی کے لیے۔ تو وہ آگ لینے گئے اور آگے روشنی تھی۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ کس کو کس وجہ سے کیا دے دے۔ کبھی تو تلاش رائیگاں جاتی ہے اور کبھی سوئے ہوئے بندے کو سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ تو آپ اللہ کی طرف رجوع رکھا کریں۔ وہ خود ہی دینے والا ہے ۔

جاگنے والے کو محروم دو عالم رکھا
سونے والے سے کہا ساری خدائی تیری

تو وہ جس کو چاہے جب چاہے سرفراز کر دے۔ وہ یہ کر سکتا ہے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ آپ گھبرایا نہ کریں۔ آپ کا حصہ آپ کی تلاش میں ہے' آپ کا نصیب آپ کی تلاش میں ہے' آپ کی خوش بختی آپ کی تلاش میں ہے۔ تو آپ بیٹھ جائیں اور اس کو آنے دیں۔ میں آپ کو اور تعلیم دے رہا ہوں وہ یہ کہ خوش نصیبی

عمل کا نام نہیں ہے' خوش نصیبی علم کا نام نہیں ہے بلکہ خوش نصیبی بس خوش نصیبی کا نام ہے' چاہے وہ علم میں آ جائے اور چاہے بے علمی میں آ جائے' چاہے دوست بن کر آ جائے' چاہے دشمن بن کر آ جائے' خوش نصیبی دروازہ توڑ کر آ سکتی ہے' Knock کر کے آ سکتی ہے' آپ کے گھر میں آسمان سے اچانک گر سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں خوش نصیب بنا' ہم لوگوں کو ہمارے اعمال کے ذریعے سے نہ بلکہ اپنے فضل سے نواز' کیونکہ ہمارے اعمال تو وہاں پہنچ نہیں سکتے کیوں کہ ہم مادہ پرست لوگ ہیں' پھر مادے میں مبتلا ہو جائیں گے' ہم تو پیسے گنتے جائیں گے..... یا اللہ ہمیں گنتی سے بچا' ہمیں دنیا کی محبت سے بچا' ہمیں اپنے راستے پر گامزن کر' اپنے محبوب کی محبت عطا فرما اور ہمیں اپنی منزل عطا فرما۔

تو اپنی کشتی کا لنگر اس کے سہارے پر چھوڑ دو' اس کے حوالے کر دو' دل سے۔ جب اللہ کے حوالے کر دیا تو اللہ حافظ ہے۔ آپ اپنے مستقبل کو خوش انداز سے دیکھا کریں۔ خطرات کا نہ سوچا کریں کہ دریا میں کشتی ہے' طوفان آ سکتا ہے' دریا میں مگرمچھ بھی بہت ہیں' آگے نجانے کیا بنے گا..... بلکہ یہ کہنا کہ ہم تو سب اللہ کے حوالے کر آئے ہیں' سب ٹھیک ہے' اللہ وہ ہے جو کروڑوں صدیوں سے دنیا چلا رہا ہے' ہماری کشتی کو وہاں کیا رکاوٹ بنے گی' اللہ تو ڈوبی ہوئی کشتیاں نکالنے والا ہے۔ تو آپ اللہ سے اچھی امید رکھا کریں' ایسی خوش فہمی بہتر ہے۔ یہ غلط فہمیاں اور پریشانیاں دور کر دو کہ اللہ تعالیٰ میری کشتی ڈبو دے گا۔ اللہ کو تم کیا سمجھے۔ وہ تو کہتا ہے کہ تم مایوس نہ ہونا اور تم ہر وقت ہی مایوس رہتے ہو۔ یہ تو ایمان

میں کمزوری ہے۔ اللہ نے کہا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے تو نقصان ہو گیا ہے' اب مایوس کیسے نہ ہوں۔ لیکن وہ نقصان ہونا بھی مایوسی کا باعث نہیں ہے کیونکہ وہ حصہ نکل گیا۔ ایک آدمی اگر زندگی بھر تکلیف میں رہا اور اس کی آخرت فلاح پا گئی تو وہ جیت گیا۔ اگر اس کو سفر میں بڑی مشکل پڑی' سفر کڑا تھا' گرتے پڑتے' ان بُرے حالات کے باوجود اگر وہ پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا تو اس کا سارا سفر کامیاب ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے؟ اعتماد سے۔ اعتماد کو کبھی نہ ہلانا۔ پیر صاحب پر اگر اعتماد ہے تو وہ آپ کو شیخوپورہ کے راستے پاک پتن پہنچا دے گا اور پاک پتن کے راستے شیخوپورہ پہنچا دے گا۔ جاننے والا جو چاہے' جہاں چاہے کر دے' وہ غریبی میں آپ کو بادشاہت کا جلوہ دکھا سکتا ہے اور بادشاہت کے اندر غریب کر سکتا ہے' کسی کو معزول کر دے اور کسی کو سرفراز کر دے' وہ مالک ہے جو چاہے کرے۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

اللہ کے کام ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ سب لوگوں کو ہم پیسہ دیتے ہیں' ہم مالک ہیں' ہم رازق ہیں _____ اور پھر کہتا ہے کہ ہے کوئی ہمیں قرضہ دینے والا۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ کیا سمجھے تم؟ وہ قرضہ کب مانگتا ہے' سرفراز کب کرتا ہے' یہ کسی کو پتہ نہیں ہے۔ آپ اُسے سجدہ ضرور کریں' نماز ضرور پڑھیں۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ بہت ساری باتیں ایسی ہیں کہ اگر آپ اعتبار کر جائیں تو سمجھ آ جائے گی

ورنہ یہ بتاتا کوئی نہیں' کیونکہ بتانے کا حکم نہیں ہے۔اس لیے میرا خیال ہے کہ آج یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ ہم نے اپنے اعمال اور اپنی زندگی مکمل طور پر یقین کے ساتھ اللہ کے حوالے کردی اور ہمیں اپنے مستقبل سے کبھی مایوسی نہیں ہوگی۔تو آپ کبھی مایوس نہ ہونا۔سب اللہ کے حوالے کرو۔اس طرح مسئلہ حل ہوجائے گا۔اس لیے یہ نہ دیکھنا کہ اب کیا ہورہا ہے اور کیا نہیں ہورہا' چلانے والے کا شعبہ چلانے والے کے حوالے کرو اور آپ اپنا کام کرو۔جو چیز آپ نے Handover کر دینی ہے وہ Handover کردو اور جو چیز آپ کے پاس ہے اُس سے آپ اپنا کام کرتے جاؤ۔اور اللہ کے کام اللہ کے حوالے کرو۔اللہ ہی بہتر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کی بہتری کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا ہے اُن کے لیے بہتری ہی بہتری ہے۔کیونکہ آپ لوگوں کو اس نے سب سے بہتر چیز عطا کردی۔اس نے کہا ہے کہ میری کائنات میں سب سے بہتر یہ ذات ﷺ ہے اور ان کو میں نے تمہارا پیغمبر بنا دیا۔اب آپ کو اور کیا چاہیے.....

بس کچھ نہیں چاہیے ____ چلو اب دعا کرو ____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

[ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین]

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)

16	گفتگو_3	(سوال جواب)
17	گفتگو_4	(سوال جواب)
18	گفتگو_5	(سوال جواب)
19	گفتگو_6	(سوال جواب)
20	گفتگو_7	(سوال جواب)
21	گفتگو_8	(سوال جواب)
22	گفتگو_9	(سوال جواب)
23	گفتگو_10	(سوال جواب)
24	گفتگو_11	(سوال جواب)
25	گفتگو_12	(سوال جواب)
26	گفتگو_13	(سوال جواب)
27	گفتگو_14	(سوال جواب)
28	گفتگو_15	(سوال جواب)
29	گفتگو_16	(سوال جواب)
30	گفتگو_17	(سوال جواب)
31	گفتگو_18	(سوال جواب)
32	گفتگو_19	(سوال جواب)
33	گفتگو_20	(سوال جواب)
34	ذکرِ حبیبؐ	

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

301-A، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.org


فنون
۲۳

واصف علی واصف

گفتگو 22

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

ہوں چراغِ داغ بنا ہوا سرِ شام جلتا ہوں شوق سے
میرے پاس آئیں گے وہ کبھی جنہیں اِک سحر کی تلاش ہے

(واصف علی واصفؔ)

فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	ملامت کیا ہے اور کیوں ہے؟ کچھ بزرگوں نے ملامت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟	15
2	اللہ نے کہا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے تو مسلمان ہونے کے باوجود اسے جھوٹ کی سند کیوں لگائی جا رہی ہے؟	44
3	یہ جو آپ کا بیان ہوتا ہے کیا اس کا عنوان ''گفتگو'' رکھیں؟	47

﴿2﴾

1	آپ سے تعلق کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پوچھنے کے لیے میرے پاس کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ یہ کیا کیفیت ہے؟	55

2 یہاں اس اجتماع میں بیٹھ کر بہت فیض ملا ہے اور میرا یہ چوذاتی سفر شروع ہو رہا ہے اس میں اجتماع والی بات ختم ہوگئی ہے! 57

3 میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے کا دور ایک لحاظ سے جعلی اور جھوٹا تھا لیکن اس لحاظ سے بالکل سچا تھا کہ اس میں اقبالؒ بھی ابھرے' قائداعظمؒ اور محمد علی جوہرؒ بھی اُبھرے اور ایک اعتبار سے گاندھی اور نہرو جیسے لوگ بھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ماحول جیسا بھی ہو اگر آدمی سچا ہے تو وہ اُبھرے گا۔ 70

4 دو انسان ڈاکٹر ہیں' ایک کافر ہے اور دوسرا مومن' مگر کافر ڈاکٹر بھی بہت کامیاب ہے' وہ بھی شفا دیتا ہے۔ 75

5 دین اور دنیا دونوں کو ساتھ چلانا بڑا مشکل ہے۔ 78

6 اگر ایسی بات ہے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے؟ 83

7 اسلام کے حوالے سے زندگی کا مقصد کیا ہے؟ 88

8 آپ کے کہنے پر ہم ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ مشکل آ جاتی ہے۔ 91

9 کیا ہم اپنے حلقے کو ایسا نہ بنا لیں کہ بچے کو اس کے میرٹ پر داخلہ ملنا شروع ہو جائے۔ 91

10 میرٹ کا جو تصور ہے اس کا کیا کریں۔ 92

11 میں نے یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کی بیشی کی فکر کیوں کریں بلکہ ہمارے حلقے کی طرف سے یہ عبادت ہونی چاہیے کہ وہ خود داخل ہو جائے ایسا حال Create ہو جائے۔ 93

12 ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ کوئی سسٹم بن جائے۔ 93

13 میں اس سماج کو توڑنا چاہتا ہوں جو مروجہ اصولوں پر آج کل چل رہا ہے۔ 94

14 میں مروّجہ ماحول کو اس حلقے کے حوالے سے توڑ کر ایک نیا حلقہ بنانا چاہتا ہوں۔ 94

15 کیا آپ کسی Living آدمی کی بات کر رہے ہیں؟ 100

16 ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے بعد اللہ نے اگر محبت کی تو کہیں ہمیں غریبی نہ آ جائے۔ 104

17 اُس زمانے میں اکنامک ورلڈ اتنی پاور فل نہیں ہوگی۔ 107

18 میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بڑے سکول میں پڑھیں لیکن فیس بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ میری اَنا ہے؟ 108

19 ہمارے پاس علم ضرور ہے مگر عمل کمزور ہے۔ 109

20 ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہماری زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہے؟ 111

21 متابعت کس طرح سے کی جائے؟ 114

22 آج کی محفل میں یہ پتہ چلا ہے کہ طریقت میں فریڈم آف تھاٹ اور فریڈم آف ایکسپریشن نہیں ہوتے کیونکہ جس بندے کو مان لیں تو صرف اس کی بات ماننی ہوگی۔ 118

23 بعض اوقات غصہ بہت آجاتا ہے۔ 118

24 مجھے تو معاشرے کی کوتاہیوں پر غصہ آتا ہے۔ 119

25 ہم پڑھے لکھے' سمجھدار اور دانشور لوگ ہیں اور نیکی برائی کو سمجھتے ہیں اور اس پر محاکمہ کرنا چاہتے ہیں۔ 120

26 ہم تو اس علم کے داعی ہیں جس میں کہتے ہیں کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے' یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہمارا اندر جیسا مرضی ہو۔ 121

27 ہم نے اتنا علم حاصل کیا ہوا ہے کہ سچ بات مشکل لگتی ہے۔ 124

28 آپ کے نکتہ نگاہ کے مطابق انفرادی اصلاح ایک بہت وقیع چیز ہے مگر دانشوری کا مسئلہ یہ ہے کہ پورے معاشرے میں انقلاب لانا ہے۔ تو جدید دور میں اسلام کو کیسے Interpret کیا جائے۔ 125

29 اس اعتبار سے تو یحییٰ خاں' غلام محمد' سکندر مرزا' کوثر نیازی اور ضیاء الحق پورے مسلمان ہیں۔ 127

30 یزید سے ٹکر لینے کے لیے اس کی موت کا انتظار ضروری نہیں۔ 130

31 کہا جاتا ہے کہ برے کے عمل کو بُرا جانو' اُس انسان کو بُرا نہ جانو۔ 131

32 میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا اور حسینؑ کا درجہ اور ہے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔ 132

33 حضور' کیا عنقریب کوئی واقعہ نظر آ رہا ہے کہ نہیں؟ 134

34 کوشش اور جدوجہد سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟ 135

35 کیا کسی چیز کی دعا کر سکتے ہیں؟ 136

36 یہ جو اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو _____ 137

﴿3﴾

1 ہم آداب کیسے سیکھ سکتے ہیں؟ 147

2 کیا بنیادی ضرورت کے لیے صاحب مزار کے پاس نہیں جانا چاہیے؟ 163

3 آرزو اور محبت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ 163

4 دو چیزیں میری دشمن ہیں' نفسِ امّارہ اور شیطان۔ یہ دونوں اللہ سے رابطہ روک دیتے ہیں۔ 169

5 کیا بزرگوں کی روح فائدہ دے سکتی ہے؟ 177

6 انسان اپنی اصلی منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ 177

7 حضور! توبہ کا کیا مقام ہے؟ 179

﴿ 4 ﴾

1 کیا ولی اللہ غیب کا علم جانتے ہیں؟ 191
2 بعض بزرگ اپنی قبر پہلے بنا لیتے ہیں' ان کو غیب کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ 206
3 کیا ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ ہم مرنے والے ہیں؟ 206
4 کیا یہ علم عطا ہوتا ہے؟ 208
5 ہم خواہشات سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ پڑھا کریں؟ 211
6 چھوٹی خواہش سے بڑی خواہش کی طرف جانے کا سمجھ نہیں آیا۔ 213

﴿ 5 ﴾

1 محبت عطا ہے تو پھر عمل کا کیا مقام ہے؟ 222
2 ''کن فیکون کیتوئی جس ویلھے اَسی وی کولے ہاسے'' بلھے شاہؒ کے اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟ 228
3 محبت جو ہے یہ عطائی چیز ہے پھر یہ جو صوفیاء کے ہاں رواج ہے یا رسمیں ہیں محبت کو بڑھانے کے لیے' تو پھر یہ کیا ہیں؟ 238
4 ایک حدیث شریف ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تو یہ تفکر کیا چیز ہے؟ 247



سوالات

1 ملامت کیا ہے اور کیوں ہے؟ کچھ بزرگوں نے ملامت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

2 اللہ نے کہا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ تو مسلمان ہونے کے باوجود اسے جھوٹ کی سند کیوں لگائی جا رہی ہے؟

3 یہ جو آپ کا بیان ہوتا ہے کیا اس کا عنوان ''گفتگو'' رکھیں؟

سوال:

ملامت کیا ہے اور کیوں ہے؟ کچھ بزرگوں نے ملامت کا راستہ کیوں اختیار کیا؟

جواب:

جس زمانے میں سماج کے اندر مذہب کے علاوہ یا اس کے برعکس' اخلاق کے علاوہ یا اس کے برعکس' اگر کوئی قدریں رائج ہوں' سماج میں اگر برائی باعثِ عزت ہو' تو وہ جو نیکی کا مسافر ہے وہ سماج پر ایسی طنز کرتا ہے جسے ملامت کا راستہ اختیار کرنا کہتے ہیں۔ ملامت دراصل سماج کے لیے ایک ڈانٹ ہے' کہ ہم تمہارا نظام اور تمہارے نظام کے اصول قبول نہیں کرتے' مطلب یہ کہ تمہاری زندگی' تمہاری زندگی کے اصول اور تمہاری زندگی کی عزتیں اور قدریں ہمیں پسند ہی نہیں ہیں۔ تم زندگی کے اندر جو کچھ رائج کر رہے ہو تو ملامت کرنے والا کہتا ہے کہ میں اس کے برعکس ہوں۔ یعنی جب سارے اسلام کے نام پر برائی کرنا شروع کر دیں اور کہیں کہ ہم مسلمان ہیں یعنی اگر وہ کوئی برائی کریں تو بھی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں' اس سے پوچھو کہ چوری کس نے کی ہے تو وہ کہے گا کہ ان لوگوں نے کی ہے۔ ان سے پوچھو کہ تم کون ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم مسلمان

ہیں۔ڈاکہ ڈالنے والے سے پوچھو تو وہ کہے گا کہ ہم مسلمان ہیں۔ دھماکہ کس نے کیا؟ مسلمان نے کیا۔ یہ جس نے کیا ہے وہ؟ وہ کہے گا ہم مسلمان ہیں۔ تب اصلی مسلمان سے اگر پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں کافر ہوں' یعنی اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو پھر تو ہم کافر ہیں۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تو خدا کو نہیں مانتا۔ خدا کو نہ ماننے کا مطلب کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ جس خدا کا تمہیں شعور ہے اور جس دین کا شعور تم لے کے بیٹھے ہو تو میں تو اس دین کا بندہ نہیں ہوں' میں تو اصل دین کا بندہ ہوں اور جو تمہارا کفر ہے وہ میرا ایمان ہے۔ کیونکہ تمہارا جو ایمان ہے وہ اصل میں کفر ہے۔ ایک آدمی نے رشوت کا پیسہ لیا' چوری کا پیسہ لیا' مکان بنایا اور اس پر لکھ دیا ھذا من فضلِ ربی یہ اللہ تعالیٰ کا' میرے رب کا فضل ہے۔ تو وہ جو اصلی آدمی ہے وہ پھر غریب بن جائے گا اور اس سے اگر پوچھا جائے گا کہ یہ کیا ہے تو وہ کہے گا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے۔ وہ کہے گا کہ جس کے پاس دولت ہے وہ رب کا فضل ہے ہی نہیں۔ حالانکہ وہاں دین ہو سکتا ہے لیکن جب سارے کے سارے غلط لوگ دین کو Exploit کریں تو دین والا آدمی بظاہر غلطی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ جب سماج ظالم ہو جائے تو اصلی انصاف والا آدمی اس کے برعکس راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں' عبادت کرنے کے لیے یہ جھگڑ رہے ہیں' اس لیے ہم مسجد چھوڑتے ہیں' ہم نے کب کا ترکِ اسلام کیا۔ تو وہ ترک اسلام نہیں ہے بلکہ مذہب مسلمانانِ وقت ہے۔ یہ اس وقت کے غلط مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس لیے وہ ملامت اختیار کرتے ہیں۔ انسان نیکی اپنے لیے استعمال کرتا ہے' دین اپنے لیے استعمال کرتا ہے اور

عبادت اپنے لیے کرتا ہے۔ یہ جو لوگ ہوتے ہیں جب اس بزرگ کی نیکی دیکھیں تو اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں' اس کی عزت کرتے ہیں' ادب کرتے ہیں اور پھر تعریف کرتے ہیں کہ واہ جی واہ' بڑا نمازی ہے! یعنی کہ لوگ اس کی عزت کرنے لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ' آپ تو بڑے روزے رکھتے ہیں۔ تو فرائض کی ادائیگی کے بارے میں اس بزرگ کی عزت ہونے لگتی ہے۔ یعنی فرائض خدا کے ہیں جو اس پر لاگو ہوتے ہیں' اس نے اپنے فرض پورے کرنے ہیں اور لوگ اس کی بہت زیادہ عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ماشا اللہ حج کر کے آئے ہیں' اسٹیشن پر استقبال کرنے چلے جاتے ہیں اور خود حاجیوں والا کام نہیں کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ جو میرے عام روٹین کے فرض ہیں' دین کے ارکان ہیں' اگر لوگ ان کی بہت زیادہ عزت کرنے لگ جائیں تو ملامت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے تا کہ یہ اَنا کا راستہ نہ بنے۔ ایک مشہور بزرگ تھے۔ کہیں جا رہے تھے۔ روزہ رکھا ہوا تھا۔ انہیں پتہ چلا کہ لوگ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ کام کیا کہ جب لوگ سامنے آئے تو کھانا شروع کر دیا۔ انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا' رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ استقبال کرنے والے لوگ چلے گئے اور یہ کہا کہ یہ تو وہ بندہ نہیں ہے بلکہ کوئی اور بندہ ہے۔ جب ان کے مریدوں نے پوچھا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اس روزے کے بدلے ساٹھ روزے رکھنا مجھے آسان ہے لیکن یہ تو بڑا عذاب ہے کہ اتنے زیادہ لوگ تعریف کرنے لگ جائیں' یہ لوگ تو مجھے اُڑا کے رکھ دیں گے۔ کیوں اُڑا کے رکھ دیں گے؟ کیسے؟

کہیں قصہ دال چپاتی کا
کہیں جھگڑا گھوڑے ہاتھی کا
تم ہم کو سنانے آتے ہو
ہم جو زنجیریں توڑ چکے
تم لا کے وہی پہناتے ہو

ایک تھا جوگی۔اس نے شہر چھوڑ دیا اور جنگل میں جا کے بیٹھ گیا۔عرصہ بعد مشہور ہو گیا کہ جوگی جوگی جوگی۔شہر کے لوگ اس کے پاس آنے لگے وہی قصے سنانے لگے کہیں میاں بیوی کا جھگڑا ہو گیا' میاں کا بیوی کے ساتھ اور بیوی کا میاں کے ساتھ' دال چپاتی کا جھگڑا' پیسے کا جھگڑا' سنگی ساتھی' گھوڑا ہاتھی' سب کا جھگڑا _____ اُس نے کہا بات سنو' تم سارے گدھے ہو' یہ زندگی تو میں چھوڑ کے آیا ہوں' اب تم مجھے اس زندگی کے پرابلم بتا رہے ہو' میری زندگی تو اور ہے' وہ پرابلم تو اُس زندگی میں حل ہوں گے۔اس لیے وہ کہتے ہیں کہ

اس نگری کو ہم چھوڑ چکے
اس نگری سے منہ موڑ چکے
اس دنیا سے رشتہ توڑ چکے
ہم جو زنجیریں توڑ چکے
تم لا کے وہی پہناتے ہو

تم وہی کچھ لے کے دوبارہ آ جاتے ہو جو کہ ہم چھوڑ چکے ہیں۔گویا کہ اس آدمی سے جب وہ چیز مانگتے ہیں جو وہ چھوڑ چکا ہے تو اس سے بچنے کے لیے ملامت

ایک طریقہ ہے۔ ملامت کا اصول یہ ہے کہ ملامت جو ہے یہ تعریف سے بچاتی ہے۔ تعریف اَنا کو تسکین دیتی ہے' گمراہ کر دیتی ہے' بعض اوقات اس شخص کی نجات کو مشکل کر دیتی ہے۔ تعریف سنتے سنتے کچھ لوگ جہنم تک جا پہنچتے ہیں۔ واہ واہ اور ماشا اللہ سنتے سنتے وہ الٹے پلٹے کام کر جاتا ہے۔ ایک تھے بزرگ' Genuine' درویش تھے۔ ان کے بڑے چرچے تھے اور وہ بڑے مشہور تھے۔ ان کا ایک دوست تھا' دنیادار تھا لیکن اچھا دوست تھا۔ اس کو بھی پتہ تھا کہ یہ صوفی صاحب ہیں' درویش ہیں' بزرگ ہیں' اللہ والے ہیں۔ وہ دنیادار جب کاروبار کے سلسلے میں کسی بیرونی دنیا کے سفر پر جانے لگا تو اس نے سوچا کہ میں اپنی بیوی کو کہاں چھوڑ جاؤں' سماج کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ چلو صوفی صاحب کے ہاں چھوڑ دیتے ہیں' یہ ہمارے دوست بھی ہیں' بزرگ بھی ہیں' نیک بھی ہیں۔ تو وہ اس بزرگ کے پاس گیا اور کہا کہ یہ ہماری زوجہ ہے' میں باہر' پردیس کو جا رہا ہوں' اس کا اکیلا رہنا مشکل ہوگا' آپ کے پاس رہ لے گی۔ تو درویش نے کہا کہ گھر کے اندر رہنا اور باہر' مردانہ طرف نہ آنا۔ خود وہ باہر بیٹھا رہتا اور وہ اندر زنان خانے میں رہتی۔ ایک دن کوئی مہمان آئے تو اس نے پانی مانگا۔ تو اس کے دوست کی بیوی' جو اس کی مہمان تھی' اس نے دروازے میں سے پانی کا گلاس دیا۔ اس نے گلاس والا ہاتھ دیکھا۔ ہاتھ کے دیکھنے سے اس کے ذہن نے اس کی شکل بنالی' کہ اگر یہ ہاتھ ایسا ہے تو کیسی شکل ہو سکتی ہے۔ ایسا کرنا تھا کہ فقیری چلی گئی۔ ابھی اس نے بی بی کو دیکھا نہیں تھا بلکہ خیال نے دیکھا۔ اور وہ خیال اس کی فقیری لے کر چلا گیا۔ درویش نے شور مچا دیا کہ یہ کیا ہو گیا' میں

برباد ہو گیا' لٹ گیا۔ اس طرح وہ سب چھوڑ کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ پھر اس سے پوچھا' اُس سے پوچھا' کہ کوئی Rehabilitate کرے' بحال کرے۔ ایک آدمی نے کہا کہ جو تو چاہتا ہے' تیرا علاج اس شہر میں' اس نگری میں نہیں ہے' اُس علاقے میں ایک مجذوب ہے جو ملامتی ہے' شاید وہ تیرا مسئلہ حل کر دے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے' اس کا پتہ کرتے ہیں۔ وہ اس کے پاس گیا۔ جا کے دیکھا کہ اس بزرگ کے پاس ایک خوب صورت سا لڑکا بیٹھا ہوا ہے' وہ اس لڑکے کو پیار کرتا تھا اور اس کے ہاتھ میں شراب کا ایک گلاس تھا' اسے پلاتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ تو بڑی بکواس سی بات ہے' میں تو یہاں نہیں بیٹھتا۔ جب وہ جانے لگا تو اس بزرگ نے اسے آواز دی ''کدھر آئے تھے صوفی صاحب؟'' اس نے سوچا کہ یہ تو مجھے جانتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں آیا تو کسی کام سے تھا مگر اب طبیعت متنفر ہو گئی ہے' گھبرا گیا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ آ جا' وہ جو ٹوٹا ہوا نقصان ہے وہ پورا ہو جائے گا۔ اس نے سوچا کہ یہ تو سب جانتا ہے۔ پھر اس کے پاس چلا گیا اور ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس درویش نے اسی وقت اس کا کنکشن جوڑ دیا اور سب ٹھیک ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جناب سب کچھ بجا ہے' آپ کا احسان ہے' ہمارے بزرگ ہیں' پیر ہیں' مرشد ہیں' سب کچھ ہیں مگر میرے سوال کا جواب دیں کہ یہ کیا ہے جو میں نے دیکھا' آپ نے فقیری تو جوڑ دی مگر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ راز ہے' یہ میں کیسے بتاؤں۔ اس نے کہا کہ آپ کی مہربانی ہو گی' جہاں اتنی مہربانی کی ہے یہ مہربانی بھی کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ لڑکا تو میرا بیٹا ہے اور جسے تو شراب سمجھ رہا ہے یہ شربت ہے' وہ آپ بھی پیتا ہے اور مجھے بھی پلاتا

ہے۔ میں اس سے پیار بھی کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے تا کہ کوئی آدمی میرے پاس اپنی بیوی نہ چھوڑ جائے ـــــــ یہ صرف اس لیے ہے تا کہ ہمارا بھی کباڑہ نہ ہو جائے۔ اس لیے ملامت کا ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی وہ امانتیں آپ کے پاس نہ چھوڑ جائیں کہ جن کی خیانت کے خیال سے ہی آپ کا سارا قافلۂ شوق ختم ہو جائے۔ تو یہ کہا گیا ہے کہ ملامت کا ایک فائدہ تو یہ ہے۔ ملامت جو ہے وہ ذہن سے نیک ہونے کا خیال دور کر دیتی ہے اور اگر ذہن سے نیک ہونے کا خیال دور ہو جائے تو وہ ریا کاری کی عبادت سے بچ جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اچھے اچھے عابد لوگ جو ہیں وہ آدھی عبادت ریا کاری کی کرتے ہیں اور آدھی خدا کی کرتے ہیں۔ ریا کا مطلب کیا ہے؟ کہ دکھانے کے لیے کرتے ہیں۔ بعض اوقات منہ سے Indirect قسم کی بات نکل جاتی ہے مثلاً وہ کہتا ہے کہ ہم نے عصر شاہی مسجد میں پڑھی اور مغرب داتا صاحبؒ جا کے پڑھی اور میرا خیال ہے کہ عشاء شاہ جمالؒ پڑھتے ہوئے گھر چلے جائیں گے۔ اس طرح کہیں نہ کہیں ذکر ہونا شروع ہو جائے گا اور اس سے اَنا کو تسکین ہو گی۔ اس سے بچنے کے لیے انہوں نے ملامت کا سفر رکھا کہ ہم سیدھے راستے پر چلتے جا رہے ہیں۔ تو ایسے لوگ رہے ہیں جو خود کو ملامتی ظاہر کرتے تھے مگر قاری بھی تھے، حافظ بھی تھے اور بڑے نیک بھی تھے۔ تو ایسے ایسے لوگ تھے کہ دنیا کی نگاہ سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو مَیلے پرانے کپڑوں میں رکھا، غلط ماحول میں رکھا اور اندر سے پاکیزہ تھے، ان کا باطن صاف شفاف تھا۔ انہوں نے ظاہری طور پر اپنا

لباس ملامتی رکھا لیکن وہ بالکل صحیح لوگ تھے۔ یہ اس لیے کیا تا کہ پہچانے نہ جائیں کہ یہ کیا ہیں۔ تو اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہ سے بچانے کے لیے ملامت کا خرقہ پہنا جاتا ہے۔ اور یہ ہر آدمی کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس لیے بعض اوقات ملامت اچھی شے ہوتی ہے۔ ملامت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو ریا سے بچاؤ۔ نیک مشہور ہونے والے بے شمار لوگ کچھ نہ کچھ ریا کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خیال نیک نہ ہو تو عمل نیک ہونے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ خیال بھی گناہگار ہوتا ہے' ایسے میں عمل جیسا بھی ہو غلط ہے۔ خیال کی نیکی کیا ہے اور خیال کیسے گناہگار ہوتا ہے؟ اس کے لیے ایک کہانی سنو۔ ایک تھا راجہ' ہندو راجہ۔ ایک دن وہ اپنے شہر کے بازار سے گزرا تو اس نے دیکھا کہ ایک چھت پر ایک خوب صورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ راجہ کے دل میں خیال آیا کہ اس کو رانی ہونا چاہیے۔ پھر اسے خیال آیا کہ گرو جی نے کہا تھا کہ راجہ جو ہے وہ تو مائی باپ ہوتا ہے اپنی پرجا کا' یہ میں نے کیا سوچا۔ وہ بہت زیادہ گھبرا گیا کہ یہ تو گناہ ہو گیا۔ وہ اپنے سادھو کے پاس گیا اور کہا کہ مہاراج مجھ سے یہ بھول ہو گئی ہے' میرے دل میں یہ خیال آیا تھا' اب میں کیا کروں۔ اس نے کہا کہ اب تیرے پاس ایک ہی طریقہ ہے' یا اگلی دنیا میں دوزخ میں جایا پھر یہاں پہ زندہ جل جا_____ تو یہ دو صورتیں تھیں کہ اُدھر نرگ ہے اور یہاں زندہ جلنا ہے۔ گرو نے کہا کہ اگر یہاں بچ جاتے ہو تو وہاں جلنا ہو گا۔ راجہ نے کہا ٹھیک ہے' میں زندہ جل جاتا ہوں' یہ بہتر ہے۔ سادھو نے چتا روشن کی اور راجہ کو ساتھ لیا اور چتا کی طرف چل پڑے۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو سادھو نے روک دیا۔ سادھو کہتا ہے کہ مہاراج بات یہ ہے کہ تمہارا

جتنا گناہ تھا اتنی سزا ہو گئی ہے۔ خیال کا گناہ تھا اور خیال کو سزا ہو گئی ہے' تیرا آگ تک جانے کا جو سفر تھا اس سے خیال جل گیا جو تیرے دل میں آیا تھا_____ اس لیے خیال کے گناہ کو خیال ہی میں درست کر دیا۔ تو خیال بڑی چیز ہے۔ مَن کا بہتر ہونا جو ہے وہ ملامتی کے پاس ضرور ہوتا ہے۔ مَن کے بارے میں ایک کہانی سن لو۔ ایک آدمی تھا جو چمڑا رنگنے کا گندا کام کرتا تھا اور ایک اور آدمی تھا جو بڑا نیک تھا' برہمن تھا۔ برہمن کا کہتے ہیں کہ وہ ظاہر کا خوب صورت ہوتا ہے مگر باطن کا پتہ نہیں کہ کیسے ہوتا ہے۔ وہ جو چمڑا رنگنے والا تھا باطن کا تو بہت اچھا تھا مگر ظاہر کا ملامتی تھا یعنی کہ چمڑے کی کڑاہی کے پاس بیٹھنا' رنگ کرنا' بدبو میں رہنا اس کا کام تھا لیکن اس کے اندر بھگوان تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے پاس سے وہ برہمن گزرا۔ برہمن نے کہا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ہم لوگ تو آپ سے بات کرنے کے قابل نہیں ہیں' آپ ٹھہرے برہمن' اونچی ذات کے لوگ اور ہم چمڑے کا کام کرتے ہیں' بدبو کا مقام ہے' لیکن یہ تو بتاؤ کہ آپ کہاں جا رہے ہو؟ برہمن نے کہا کہ ہم گنگا کا اشنان کرنے جا رہے ہیں۔ کہتا ہے پھر مائی گنگا کو میرا بھی سلام کہہ دینا۔ برہمن کو برا لگا کہ یہ گنگا کو سلام کیسے کہے گا کیونکہ ہم لوگ تو جاتے ہیں' برہمن ہیں' اس کا سلام کیسے لے جاؤں؟ اس نے کہا کہ تو میرا سلام کہہ تو دینا۔ اس نے اپنی میلی دھوتی سے ایک ٹکا نکالا اور کہا کہ اگر ممکن ہو تو مائی گنگا کو یہ میری طرف سے پیش کرنا اور اُسے کہنا کہ گنگوا تمہیں سلام کہتا ہے' وہ جو چمار ہے۔ برہمن نے کہا کہ یہ ٹکا اس گڑوی میں ڈال دو۔ اس نے ٹکا کو ہاتھ تو لگانا نہیں تھا کہ چمار کے پیسے کو کون ہاتھ لگائے۔ اس نے گڑوی آگے کی اور

چمار نے ٹکا اس میں ڈال دیا۔ جب برہمن غسل کرنے لگا تو اسے خیال آیا کہ میں نے چمار کا سلام کہنا تھا۔ تو اس نے کہا مائی گنگا کو چمار سلام کہتا تھا اور پھر اس نے وہ ٹکا اس میں ڈال دیا۔ لکھنے والے کہتے یہ ہیں کہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ گنگا دریا کے اندر سے آواز آئی کہ اس کو سلام کا جواب ہو۔ پھر پانی کے اندر سے خوب صورت ہاتھ نکلا اور اس ہاتھ میں ایک طلائی کنگن تھا۔ اس نے کہا کہ چمار کو جا کے یہ میری طرف سے پیش کرنا۔ برہمن تھر تھر کانپنے لگ گیا' اشنان بھول گیا۔ اور چمار کے پاس آیا۔ وہ اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ برہمن نے کہا "مہاراج گنگوا!" اس نے کہا کہ ہم تو مہاراج نہیں ہیں' مہاراج نہیں' مہاراج تو آپ ہیں' ہم تو چمار ہیں۔ اس نے کہا نہیں نہیں' آپ ہی مہاراج ہیں۔ اس نے پوچھا کہ مائی گنگا کو میرے سلام کا کیا ہوا۔ برہمن نے کہا کہ سلام ہی رہ گیا' باقی تو ہر شے ختم ہو گئی' اس نے آپ کو یہ پیش کیا ہے' کیا کنگن ہے' اس میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم ٹھہرے چمار لوگ' یہ ہم نے کیا کرنا ہے' یہ تو ہی لے لے۔ تو وہ تو تھا ہی اللہ والا' اس نے کنگن کا کیا کرنا تھا۔ برہمن اور کانپنے لگ گیا اور سوچا کہ یہ تو اور طاقت ور بندہ نکلا' پہلا تو اس نے یہ حملہ کرایا کہ گنگا سے سلام کہلوایا اور دوسری یہ چیز کہ کنگن بھی دے دیا۔ اس نے گھر جا کے بیوی کو بتایا کہ ایسا ہوا ہے۔ بیوی نے کہا کہ یہ تو کمال کی بات ہے اور کنگن کو دیکھا تو حیران ہو گئی اور کہا کہ یہ ہم جیسے لوگوں کے پاس نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ تو راجہ کے پاس ہونا چاہیے۔ وہاں سے بڑا انعام ملے گا' اکرام ملے گا۔ اس نے خیال کیا جس طرح دنیا دار ترقی کی راہیں سوچتا ہے تو وہ اسی طرح کی ترقی کی راہ کے لیے راجہ کے

پاس گیا اور رانی کو کنگن پیش کیا۔ راجہ کے دربار میں چرچا ہوا' عزت ہوئی مگر رانی تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئی اور کہتی ہے کہ اس کے ساتھ کا دوسرا کنگن بھی چاہیے۔ برہمن نے کہا کہ یہ تو ایک ہی ملا ہے' دوسرا تو نہیں ملا۔ راجہ نے سارے شہر کے زرگر بلائے' لوگ بلائے۔ مگر وہ تو بنا بنایا کنگن تھا' ویسا کون بنا سکتا ہے مقابلے میں۔ سارے شہر کے زرگروں نے اعلان کیا کہ ایسا ہم سے نہیں بن سکتا۔ راجہ نے پھر برہمن کو بلایا اور کہا کہ اس طرح کا دوسرا لاؤ۔ اس نے کہا کہ ہمیں تو ایک ہی ملا ہے۔ راجہ نے کہا کہ کل شام تک لے آؤ ورنہ سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔ برہمن کانپتا ہانپتا' ڈرتا ہوا پھر گیا اس چمار کے پاس۔ چمار نے کہا کہ برہمن مہاراج آج تو اداس ہو' کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ وہ کنگن میں نے راجہ کو دیا تھا اور اس نے بڑی سخت آزمائش ڈالی ہے' کل شام تک کا ٹائم ہے اگر اُسے میں نے دوسرا کنگن نہ دیا تو سر تن سے جدا ہو جائے گا۔ چمار نے کہا کہ یہ کون سی مشکل بات ہے۔ اس نے اپنے پاس سے ایک لکا نکالا اور چمڑے والے کڑاہ کے پانی میں ڈال دیا اور کہتا ہے کہ یہیں سے مائی گنگا کو سلام۔ وہیں سے ہاتھ نکلا اور وہیں سے کنگن آیا۔ اس نے کہا کہ مَن چنگا تے کٹھر میں ہی گنگا۔ بات تو اتنی ساری ہے۔ مَن چنگے کی بات ہے۔ اگر مَن چنگا نہ ہو تو سارا سفر ہی بیکار ہے۔ پھر تمہارا برہمن ہونا تمہارے کس کام آئے گا۔ بہتر ہے کہ تم ملامتی گنگوا ہی ہو جاؤ تا کہ مَن چنگا ہو جائے۔ تو مَن چنگا ہونا جو ہے یہ بڑی ضروری بات ہے۔ ملامتی آدمی کا عام طور پر مَن چنگا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کون ہیں' ہمیں کون پوچھتا ہے' ہم اس قابل ہیں کہ تمہاری مسجدوں میں آئیں' ہم تو باہر بیٹھنے والے لوگ ہیں۔

دراصل وہ بڑے خاص قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ملامت میں عام طور پر ریا کار نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جس دَور میں ملامتی ریا کار ہو جائے تو اس دَور کے نیک لوگ جو ہیں وہ نیک ہونے کی ملامت برداشت کر لیں اور نیک ہو جائیں۔ جس دَور میں نماز پڑھنا تہمت ہو جائے تو پھر یہی ملامت اختیار کرنا۔ کیا کہا؟ کہ اگر نماز ملامت بن رہی ہے تو پھر یہی ملامت تم اختیار کر لینا۔ جس زمانے میں نماز باعثِ شہرت ہو جائے تو پھر جیسے مرضی کر لینا۔ جس زمانے میں نیکی ملامت کا ذریعہ ہو جائے تو پھر اس راستے کو نہ چھوڑنا اور پھر تم نماز والی ملامت برداشت کر لینا' یہ بہتر ہے۔ اس لیے ملامت کے راستے بڑے الگ الگ ہیں۔ ملامت کا فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ ملامت فارمولے سے ہٹ کے ہوتی ہے۔ دل صاف کرنے والا یہ راستہ اختیار کر لیتا ہے کہ میں ان لوگوں سے علیحدہ رہوں گا۔ جیسے کہ رات کو جو لوگ روتے ہیں' آہ و بکا کرتے ہیں' ان سے اگر کوئی پوچھے کہ تم رو کیوں رہے ہو تو وہ کبھی نہیں کہیں گے کہ میں اللہ کی یاد میں رو رہا ہوں بلکہ ملامت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ رات کو کھانا زیادہ کھا لیا تھا اس لیے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ اسی طرح ملامت والا کوئی آدمی اپنی نیکی کو چھپانے کے لیے کبھی اس گلی سے گزر گیا اور کبھی اس بازار سے گزر گیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ دیکھا تھا کہ وہ اُدھر سے آ رہا تھا۔ تو وہ اُدھر سے آ رہا تھا مگر اُدھر کا آدمی نہیں تھا' بازار سے گزر رہا تھا' خریدار نہیں تھا۔ تو بات یہ ہے کہ ملامتی لوگ جو ہیں وہ ملامت سے اپنی عبادت کو محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ اس لیے سوال کا جواب بڑا آسان ہے کہ بعض لوگوں نے ملامت کا راستہ کیوں

اختیار کیا

؎ کافر نہ شدی لذت ایمان چہ شناسی

تو وہ جس راستے سے گزرا ہے اس کے ساتھ ایسا واقعہ ہونا چاہیے تھا۔ تو وہ کہتا ہے کہ

؎ کافرِ عشق ہوں میں بندہ اسلام نہیں
بت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

تو یہ شعر کہنے والا ایک درویش ہے اور جید عالم ہے' صوفی اور پیر ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ آپ نے کیا کہہ دیا تو انہوں نے کہا کہ میں کافرِ عشق ہوں' بندہ اسلام تو یہ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو مارتے پھرتے ہیں' بت پرست تو میں پہلے دن سے ہوں کیونکہ یہ چہرہ جو ہے اس کا اپنا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا کام یہی ہے۔ اصل میں یہ ایمان کی ایک راہ ہے۔ کہتا ہے کہ بت پرست تو میں قدیم ہوں' بت پرستی تو اس نے مجھے خود سکھائی ہے۔ پوچھا کہ بت پرستی تو گناہ ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ ہاں' بت پرستی تو گناہ ہوتی ہے مگر ایسا بت پرست ہوں جو انسانوں کا ادب کرنے والا ہے کہ یہ میرے خالق کے بنائے ہوئے ہیں فاینما تولوا فثم وجہ اللہ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ہے طریقہ کہنے والے کا اور یہ راہ ہے اختیار کرنے والے کی نیت کی۔ آپ اس وقت ملامت اختیار کرنا جب ظاہر داری کی عبادت مشکل ہو جائے اور ریا کے علاوہ اس میں بچت نہ ہو۔ اس طرح آپ ملامت کے راستے کے ذریعے بچ جائیں گے۔ یہ ایک خاص زمانے کی بات ہے۔ آج کل تو خیر خیریت ہے' کوئی خاص فرق نہیں پڑتا _____ آپ لوگ غور کرو کہ ہم سب دین اسلام کی بات تو کرتے ہیں لیکن اس دنیا کے اندر جتنے بھی

فنکشن ہیں' جتنے بھی کام ہیں' جتنے بھی پیشے ہیں' جتنے انداز ہائے زندگی ہیں' سارے کے سارے کام غیر اسلامی لوگ بھی کر سکتے ہیں۔ آپ ادب لکھتے ہیں تو وہ بھی لکھتے ہیں' آپ کاروبار کرتے ہیں تو وہ بھی کاروبار کرتے ہیں۔ کیا غیر مسلم کشتی نہیں لڑتا۔ کیا وہ جنگ نہیں لڑتا' کیا وہ فنکار نہیں ہے' بڑے فنکار ہیں' گانا گانے میں ان کا جواب نہیں ہے۔ انڈیا اور پاکستان میں جتنے مشہور گانے ہیں ان میں ہندوؤں کے نام بھی ہوں گے اور مسلمانوں کے نام بھی ہوں گے۔ ہندوؤں کی بنائی ہوئی فلمیں بھی ہوں گی اور مسلمانوں کی بنائی ہوئی فلمیں بھی ہوں گی۔ تو کون سا ایسا شعبہ ہے جس میں مسلمان صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے ممتاز ہے؟ کیا تعمیر میں؟ وہ تو دوسرا بھی کرتا ہے۔ وہ دوسرا پیشے بھی اختیار کرتا ہے' جنگ کرتا ہے' حکومتیں کرتا ہے' سیاست کرتا ہے' گویا کہ کوئی کام ایسا نہیں جو صرف اسلام کی وجہ سے آپ نے کیا ہو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ میرا مطلب ہے کہ ہر کام اسلام کے بغیر بھی ہو سکتا ہے اور جو کام نہیں ہو سکتا وہ کام جب تک آپ نہ کریں آپ کو اسلام کا فائدہ نہیں ہوگا۔ اب تو آپ کو بات سمجھ آنی چاہیے۔

سوال:

یہ تو بڑی سادہ بات ہے۔

جواب:

کیا سادہ بات ہے؟ اگر آپ نے بسم اللہ پڑھ کے مکان بنایا تو غیر مسلم بسم اللہ کے بغیر بھی مکان بنا سکتا ہے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کے گاڑی خریدی

اور اس نے بسم اللہ پڑھے بغیر گاڑی بنائی ہے۔ تو آپ کی ''بسم اللہ'' اس کے مقابلے میں کوئی خاص بات نہ ہوئی۔ اگر آپ امیر آدمی ہیں تو وہ دوسرے تو بہت ہی زیادہ امیر ہیں' ان کا پیشہ ہی امیر ہونا ہے۔ تو آپ مسلمان ہونے کی حیثیت سے کوئی ایسا کام کر کے نہیں دکھا رہے جو غیر مسلم نے نہ کیا ہو۔ آپ نے کرامتوں کے ذریعے جنگ لڑی ہے اور انہوں نے کرامتوں کے بغیر ہی جنگ جیتی ہے۔ اگر آپ نے اسلحے کے ذریعے جنگ لڑی ہے تو وہ اسلحے میں بھی کمزور نہیں ہیں۔ پھر آپ کے پاس مسلمان ہونے کے دعوے میں کیا امتیاز ہے۔ اس امتیاز کو دریافت کریں۔ دنیا میں جتنے شعبے ہیں' مثلاً میڈیسن' ڈاکٹری کا' تو ہندو اور انگریز یہ کرتے ہیں' سائنس بھی ان کے پاس ہے' Space کو بھی Conquest کرتے ہیں' باقی سارے کارنامے وہ کرتے ہیں۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بڑا امیر تھا' بڑی مدد کرتا ہے' وہ آدمی اپنے وقت کا غوث ہے' اپنے وقت کا قلندر ہے اور ابدال ہے اور غریب کی بڑی مدد کرتے ہیں۔ ''غوث'' مدد کرنے والے کو کہتے ہیں' امریکہ کا میں نے دیکھا ہے کہ اس نے پچاس بلین ڈالر کی ایڈ معاف کر دی۔ اور ہم کتابوں میں تذکرہ پڑھتے ہیں کہ کسی غوث نے ایک شخص کی مدد کی اور اسے کچھ پیسے دے دیئے' اس کے بچوں کو خرچہ دے دیا' قرضہ معاف کر دیا' اتنے سخی تھے کہ چار مہمان روز کھانا کھاتے تھے ____ اور ہم نے امریکن لوگوں کو دیکھا ہے کہ پچیس بلین ڈالر کا منصوبہ ہے جو ایک گاڑی بنانی ہے انہوں نے۔ کسی قوم کو ایڈ دے دی' ان کو کہا کہ یہ تمہارے شفاء خانوں کے لیے کروڑوں روپے ہیں ____ مسلمانوں کی دولت ہوتی ہے اور تقسیم وہ

کرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ کون سی ایسی چیز ہے جو آپ کو سمجھ آنی چاہیے کہ یہ اسلام کی وجہ سے آپ کے پاس ہے اور یہ کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ ابھی تک تو آپ یہ چیز دریافت نہیں کر رہے۔ آپ آپس میں ایک دوسرے کو ڈراتے رہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے پاس ایسا مکان ہے جو غیر مسلم کے پاس نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم بڑے طاقت ور لوگ ہیں' ہمیں اچھے خواب آتے ہیں۔ اور وہ لوگ پیراسائیکالوجی بنائے بیٹھے ہیں۔ ان کے جوگی' مہاراج اور رجنیش قسم کے لوگ بڑے تماشے کر رہے ہیں۔ تو آپ کے پاس وہ کون سی خصوصیت ہے جس کو دریافت کرنے سے آپ کو پتہ چلے کہ یہ چیز دنیا میں کسی اور کے پاس نہیں ہے۔ ابھی تک تو آپ وہی چیزیں مانگ رہے ہیں جو ان لوگوں کے پاس زیادہ ہیں جن کے پاس ایمان نہیں ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے وہی چیز مانگی ہے جو غیر مسلموں کے پاس ہے' پھر آپ نے مسلمان ہو کے کیا مانگا؟ اب آپ اپنی دعاؤں پہ ذرا نگاہ دوڑائیں۔ مثلاً یہ کہ یا اللہ صحت دے! یہ ہندو بھی کہے گا' انگریز بھی کہے گا۔ پھر یہ دعا کہ یا اللہ پیسے بھی دے! میرا خیال ہے کہ یہ ساری ورلڈ کا تقاضہ ہے کہ Grow Rich اور Grow Rich تو امیر ہونا' صحت مند ہونا اور اپنی لائف سے زیادہ ٹھہرنا ہر آدمی کا خیال ہے۔ اسی طرح جمع کرنا اور دنیا کی سیر کرنا۔ ہمارے لیے اسلام میں حکم ہے کہ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین۔ وہ لوگ ساری دنیا کی سیر کرتے ہیں اور ہم صرف کلمہ پڑھتے رہتے ہیں۔ سیر تو کر نہیں سکتے۔ کیسے کریں کہ گھر کی پابندیاں' ظاہر کی اور باطن کی پابندیاں' دفتر سے دو دن کی چھٹی نہیں لے سکتے کہ

نجانے کیا ہو جائے' کیا قیامت آ جائے۔ پھر زندگی سے چھٹی ہو جاتی ہے۔ تو آپ لوگ اس حد تک زمان و مکان میں پابند ہیں۔ تو انگریز جتنے سارے کام کر رہے ہیں وہی آپ کی تمنا ہوتی ہے اور نام اس کا اسلام رکھا ہوا ہے۔ آپ کسی نان مسلم سے مقابلہ نہیں کر سکتے' آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس مکان ہے تو وہ کہے گا کہ ہمارے پاس بھی ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس بادشاہت ہے تو وہ کہے گا کہ ہمارے پاس بھی بادشاہت ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس ملک ہے تو وہ کہے گا کہ یہ دولخت ہو گیا ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس پہلوان ہے تو وہ کہیں گے کہ ہم نے پہلوانوں کو شکست دی ہے۔ تو آپ کوئی ایسا کام بتا دیں کہ جس سے آپ کا امتیاز قائم رہ جائے۔ آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس اسلام ہے تو وہ کہیں گے کہ اسلام کی فوقیت بتاؤ کہ اسلام کیا ہے۔ پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس عاقبت ہے۔ یہ بھی اس وقت جب آپ کو عاقبت کا بھروسہ ہو تو۔ اگر خود کو بھروسہ نہیں ہے تو اس کو بتاتے کیا ہو۔ آپ تو ظاہر پر اپنی عاقبت فروخت کرتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنی عاقبت پر بھروسہ ہو جائے تو ظاہر کی پریشانی ختم ہو جائے گی۔ تو ظاہر کے یہ جو انداز ہیں سارے کے سارے مغربی انداز ہیں' مغربی طرز زندگی ہے' آپ کے سارے کے سارے تقاضے وہی ہیں جو کہ نان مسلم ورلڈ کے ہیں اور آپ نے اس کا نام رکھا ہوا ہے اسلامی طرز حیات' جو کہ نان اسلامک طرز حیات کے برابر ہے۔ جو لوگ اچھے سکولوں میں پڑھتے ہیں' سینٹ انتھونی میں پڑھتے ہیں' وہاں بڑی مشکل سے داخلے ملتے ہیں لیکن اس سے آپ کی عاقبت پہ تو فرق نہیں پڑے گا' گرچہ ظاہر پہ فرق پڑتا ہے۔ مطلب

یہ کہ ظاہر ٹھیک کرنے کے لیے آج بھی ایف سی کالج اور دوسرے اچھے کالجوں میں ہوں گے۔ ان کے ادارے اچھے اداروں میں ہیں' ان کی طرزِ حیات اچھی ہے' ان کے ہسپتال اچھے ہیں اور باقی سارا کچھ ہے۔ اور آپ کے پاس لے دے کے ایک بات رہ جاتی ہے کہ اللہ ان کو غرق کر دے۔ آگے اللہ کی مرضی ہے کہ غرق کرے یا نہ کرے۔ اگر مسلمان معاشرے اور غیر مسلم معاشرے میں مقابلہ کیا جائے تو معاشرتی طور پر وہ لوگ بہتر ہیں۔ وہاں چوری چکاری اور اس طرح کے واقعات کم ہی ہوتے ہیں۔ تو اسلام کے نام پر غالباً مسلمان ہی کچھ بوجھ ہیں۔ یہ دورِ حاضر کی بات کر رہا ہوں' ایک تو اسلام نافذ نہیں ہوتا آپ کا' عجب بات ہے کہ مسلمانوں پر اسلام نافذ نہیں ہوتا۔ یا یہ اسلام وہ اسلام نہیں ہے اور یا پھر یہ مسلمان' مسلمان نہیں ہیں' یا نافذ کرنے والے نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی بات ہے' اور یہ بڑے غور والی بات ہے۔ اب میں نے آپ کو جو بات بتائی ہے وہ سمجھ آئی کہ مسلمان لوگوں کو اپنے اسلام سے غیر مسلم تقاضے نہیں کرنے چاہئیں۔ آپ اپنے تقاضوں اور دعاؤں کو دیکھو تو سارے تقاضے غیر مسلم ہوں گے' کہیں اسلام کی بات نہیں ہے۔ آپ سارے ترقی چاہتے ہیں۔ تو کیا ترقی مسلمان ہوتی ہے؟ کیا صحت کا نام مسلمان ہے' کیا دولت کا نام مسلمان ہے؟ یہ ساری کی ساری غیر مسلم چیزیں ہیں یا نان مسلم چیزیں ہیں اور ان میں اسلام کی کوئی بات نہیں ہے۔ پھر کون سی ایسی چیز ہے جو آپ کے پاس ہے اور ان کے پاس نہیں ہے؟ یہ فرق دیکھ لو۔ اس لیے ان باتوں پہ آپ ذرا غور کرو ہم اللہ تعالیٰ سے یہ Request کر رہے ہیں کہ آپ کے پاس

کوئی نہ کوئی تو ایسا شعبہ ہونا چاہیے جو ان کے پاس نہ ہو' جو وہ نہ کر سکیں اور صرف ہم ہی کر سکیں۔ ایسا ہمیں تو نظر نہیں آیا۔ آپ لوگوں کو نظر آیا ہو تو بتاؤ کہ یہ کام ہندو نہیں کر سکتا۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ کوئی مسلمان جھوٹ بولتا تو ہندو اُسے کہتے کہ یہ کیسے' تم مسلمان ہو کے جھوٹ بولتے ہو۔ اب تو مسلمان ہو کے سچ بولنے والی بات مشکل ہو گئی۔ سارے واقعات غلط ہوئے پڑے ہیں۔ اس لیے مسلمان اگر کردار کا نام ہے تو آپ خود سوچو۔ مسلمان طلب دنیا نہیں ہے۔ مسلمان کی دعا سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کیا مانگ رہا ہے۔ اگر وہی دعا ایک غیر مسلم بھی مانگے تو پھر وہ مسلمان نہیں ہے۔ آپ اپنی دعائیں اور آرزوئیں دیکھ لیں کہ وہ کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کے جو جو تقاضے ہیں اگر وہی تقاضے ایک عام غیر مسلم بھی کرتا ہو تو پھر آپ کو مسلمان ہونے کا کیا فائدہ ہوا۔ اگر آپ دنیا کا فروغ چاہتے ہیں تو وہ تو سارے لوگ چاہتے ہیں' اگر استقامت چاہتے ہیں تو وہ بھی سارے لوگ چاہتے ہیں' ترقی بھی سارے لوگ چاہتے ہیں اور آسائشیں بھی سب لوگ چاہتے ہیں۔ لہٰذا آپ کے پاس اسلامی طور پر اللہ سے مانگنے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا نہ ماننے والے کو شعور نہ ہو۔ اس بات پہ ذرا غور کریں۔ اپنے آپ کو دریافت کریں۔ مسلمانوں کے اندر انحطاط اور زوال کی یہ وجہ ہے۔ ورنہ تو ان کے پاس سب کچھ موجود ہے مگر انہوں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جو ان کے پاس ہے اور نان مسلم کے پاس نہیں ہو سکتی۔ اس چیز کو دریافت کیے بغیر آپ کی ترقی ناممکن ہے۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب تقریر کر رہے تھے۔ تقریر یوں تھی کہ اے صاحبان' آپ لوگ خدا کو بھول گئے' نماز نہیں

پڑھتے' روزہ نہیں رکھتے' بزرگوں کا ادب نہیں کرتے' قرآن کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے' میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو تو آپ طاقت ور ہو جاؤ گے' آپ نماز پڑھو' روزہ رکھو اور اپنے اللہ کے راستے پر چلو تو آپ کو بھی یقیناً ایٹم بم مل جائے گا۔ تقریر تو ٹھیک تھی مگر وہاں ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ جناب پیر صاحب' اللہ آپ کے درجات میں اضافہ کرے' آپ نے بڑی اچھی باتیں بتائی ہیں' ہمیں یہ بھی بتائیں کہ جن لوگوں کے پاس ایٹم بم ہیں وہ کون سی نماز پڑھتے ہیں' ہمیں ایٹم بم بنانے کے لیے نماز کی شرط کیوں ہے اور وہاں نماز کے بغیر کیوں بن گیا _____ تو بات تو اتنی ساری ہے' سمجھنے والی بات ہے کہ جو چیز آپ اللہ سے مانگ رہے ہیں وہ چیز اس نے بغیر نماز کے انہیں دی ہے اور آپ وہ چیز نماز سے مانگ رہے ہیں۔ وہ محنت کرتا ہے' پیسے کماتا ہے اور آپ پیسے کمانے کے لیے وظیفہ کرتے ہیں۔ یہ کیا قصہ ہوا؟ وہ سارے کاروبار کرتا ہے اور اس کو نتیجہ ملتا ہے اور آپ اس طرح کاروبار نہیں کرتے مگر حاصل ویسا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو بڑی آسائش ہو بھی گئی تو نئے ماڈل کا موٹر سائیکل مل جائے گا' کوئی گاڑی مل جائے گی' ترقی مل جائے گی اور ان کے بچے پیدا ہوتے ہیں تو گاڑیوں سمیت ہی ہوتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان کی زندگی میں ہر طرح کے واقعات ہیں' مقامات ہیں' ان کی فی کس انکم اور طرح سے ہے۔ یہ بتائیں کہ اب آپ کو اسلام جو ہے یہ Handicap لگ رہا ہے یا یہ آپ کا Asset ہے۔ یہ سوچو۔ ان باتوں پہ آپ لوگ غور کیا کریں۔ آپ اپنی غلطیوں کو صرف دعا سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔ ایک آدمی ایک درویش

کے آستانے پر دعا کے لیے گیا' امتحان کا پیپر تھا' کیمسٹری کا یا فزکس کا' سائنس کا۔ دعا کر رہا تھا کہ میری ایم ایس سی ہونی چاہیے اے داتا غریب نواز! ایک مجذوب پاس سے بولا کہ داتا صاحبؒ نے خود ایم ایس سی نہیں کی ہوئی ہے تو تمہیں کہاں سے کرائیں۔ اب یہ مجذوب کی بات ہے اور بڑی زبردست بات ہے۔ وہ مجذوب ملامتی تھا۔ لوگوں نے اُسے وہاں سے نکال دیا کہ یہ تُو کیا کہتا ہے۔ بات تو یہ ہے کہ یا تو داتا صاحبؒ کی طرزِ حیات اختیار کرو تو پھر آپ کو دعا کا حق بنتا ہے۔ وہ طرزِ حیات آپ نے اختیار نہیں کیا اور مانگنے والے بن بیٹھے۔ یہ تو غلط بات ہے۔ تو فیض کا حق جو ہے وہ محبت میں ہے' تعلق میں ہے' اطاعت میں ہے یا اس راستے کو اختیار کرنے میں ہے۔ اگر آپ راستہ اختیار نہ کریں تو آپ تو صرف اطاعت کا خراج مانگتے ہیں۔ آپ درویشوں سے آسائشیں مانگتے ہیں اور جس سے آپ مانگ رہے ہیں اس نے اپنی آسائشیں ترک کی ہیں۔ تو آپ کے دماغ کی حالت یہ ہے۔ داتا صاحبؒ لاہور کے رہنے والے نہیں تھے بلکہ غزنی سے آئے تھے۔ غزنی اور لاہور کے درمیان کچھ فاصلہ ہے جو کہ پیدل چلنے والوں کے لیے بہت بڑا فاصلہ ہے۔ اس زمانے میں ہوائی جہاز نہیں تھے' گاڑیاں بھی نہیں تھیں۔ اس زمانے میں چلنے کا سفر ہوتا تھا اور پیدل بھی ہوتا تھا۔ تو وہ وہاں سے یہاں تک کچھ دنوں بلکہ مہینوں کی مسافت کے بعد تشریف لائے۔ وہ سامان بھی نہیں لائے ہوں گے کیونکہ جس سفر پر وہ آئے تھے اس سفر میں سامان کی گنجائش نہیں ہے۔ جب لاہور آئے تو یہ شہر چار دیواری والا شہر تھا اور آپ چار دیواری کے باہر ٹھہرے۔ گویا کہ شہر والوں نے شہر جانے نہیں دیا یا

آنے والے نے شہر کو جانا پسند ہی نہیں کیا اور آرام سے باہر آ کر بیٹھ گئے۔ تو وہ سامان نہیں لائے' آ کر بیٹھ گئے' محبت' اخلاق' خیال اور خلوص کے ساتھ آہستہ آہستہ لوگوں کو مائل اور گرویدہ کیا اور ہند کے ظلمت کدے میں روشنی کی۔ پھر آپ لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق ان کا آستانہ بنایا۔ ان کا جس قسم کا مزاج تھا اس قسم کا مزار اُن کو دیتا تھا۔ آپ نے اپنی قسم کا مزار اُس قسم کے آدمی کو دے دیا۔ یہ ہیں آپ! آپ کا مزاج ہی اور ہے۔ آپ اپنے طور پر عمل کرتے ہیں' اپنے دماغ کو اُس پر لگا دیتے ہیں اور دوسرے کے دماغ اور اس کی ضرورت کا آپ کو پتہ نہیں ہوتا۔ آپ نے ہمیشہ ہی ایسا کیا۔ آپ اپنے دماغ کے مطابق ان لوگوں کی خدمت کرتے ہیں جن کو یہ ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی ضرورت کچھ اور ہے۔ کبھی داتا صاحبؒ کا عرس ہو تو آپ وہاں جائیں۔ ایسے محسوس ہوگا کہ داتا صاحبؒ زور زور سے کہہ رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی میرے پاس نہیں آیا' سارے اپنے اپنے کام پہ آئے ہیں۔ کچھ لوگ قوالیاں سُن کے باہر سے غائب ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑا ہی عرس تھا کہ عزیز میاں نے بڑی داد لی ہے' اس کے بعد نصرت فتح علی آ گیا' وہ بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ یہ باہر باہر سے واپس چلے گئے اور داتا صاحبؒ کے پاس نہیں آئے۔ یعنی کہ عرفانیات کون سکھا رہا ہے؟ جو کہ اس خاندان کا پلا ہوا ہے جہاں "سارے گاما" ہوتی ہے۔ تو اس قسم کے لوگ عرفان سکھا رہے ہیں حالانکہ وہ عرفان نہیں سکھا سکتے۔ کچھ لوگ بھاٹی گیٹ سے تصور کے "اندرسے" والی مٹھائی لے کر چلے گئے' ان کا عرس وہاں ہو گیا۔ کچھ تھیٹر میں ختم ہو گئے۔ کچھ اور واقعات سے' بھیڑ بھاڑ سے ہوتے ہوئے

چلے گئے' کچھ نعت خوانی سے ہو کے چلے گئے' کچھ لوگ نان لے کے' تبرک لے کے گھر چلے گئے۔ داتا صاحبؒ کی زندگی' داتا صاحبؒ کی طرزِ حیات' داتا صاحبؒ کی آرزو اور داتا صاحبؒ کا واسطہ' وسیلہ کسی کو پتہ ہی نہیں ہے۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ان میں سے کوئی بھی نہیں آیا۔ بس اِدھر سے بھیڑ آتی ہے اور یہ "داتا صاحبؒ زندہ باد" کہتے ہوئے اُدھر سے چلے جاتے ہیں ـــــ ایک بزرگ نے لکھا کہ ہم ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے' خیال کی محفل تھی' لوگ نعرہ لگا رہے تھے' پکار رہے تھے' رقص کر رہے تھے کسی بزرگ کے نام کا۔ ایک دھمال سی تھی۔ اور پھر وہ بزرگ آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ لوگوں کا رقص قبول ہوا' اب آپ لوگوں کے لیے میری طرزِ حیات کے مطابق میری راہ میں جان دینے کا وقت ہے' اب شہادت گاہ میں آ جاؤ' آپ کا آنا منظور ہو گیا ہے ـــــ سارے لوگ "یا علیؑ" کرتے کرتے باہر چلے گئے اور اندر کوئی نہ رہا۔ شہادت گاہ میں آنا جو ہے یہ محبت کی بات ہے۔ محبت اگر شہادت گاہ سے باہر جائے تو یہ تو جھگڑے کی بات ہے۔ داتا صاحبؒ کی راہ اختیار کرنا ہی داتا صاحبؒ کی بات ہے۔ اور داتا صاحبؒ کی راہ اختیار کیے بغیر "گنج بخش فیضِ عالم" کہتے جانا جھگڑے کی بات ہے۔ تم لوگوں نے جن کو مانا ہے تمہارا ان کے خیال کے ساتھ جھگڑا ہے۔ تم نے خیال اختیار نہیں کیا بلکہ صرف ذات کا ورد اختیار کیا۔ ذات کا ورد اس وقت تک نہیں چلتا جب تک خیال کا ورد نہ ہو اور خیال کا ورد نہیں چلتا جب تک عمل میں داخل نہ ہوں۔ تو آپ ان کی زندگی سے کوئی عمل اختیار کر لو' کوئی خیال اختیار کر لو۔ صرف محبت کا اعلان جو ہے یہ تو آپ کا

کسی کے ساتھ جھگڑا ہوگا۔ آپ لوگ امام حسین علیہ السلام کے قافلے میں نہیں تھے اور جس سے آپ کا جھگڑا ہے وہ یزید کے قافلے میں نہیں تھا۔ آپ لوگ تاریخ پڑھ کے آئے ہیں۔ آپ تو ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ فرض کرو کہ آپ اَن پڑھ ہوتے تو پھر تو جھگڑا نہ ہوتا' پھر تو مشاہدہ ہوتا۔ مشاہدہ ایک خاص چیز ہے۔ مشاہدے کا معنٰی یہ ہے کہ جس بات کا فیصلہ تاریخ نہ کر سکے اس بات کا فیصلہ نگاہ کرتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ جب مشاہدہ تیز ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سماج کو ختم کر دیتا ہے اور پھر نیا سماج پیدا کر دیتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کئی دفعہ مکمل ہوئی ہے اور کئی دفعہ ختم ہوئی ہے' اس میں اُتار چڑھاؤ آئے ہیں' بند ہوئی ہے۔ جاہ ہوئی ہے۔ جب لوگ زیادہ حقیقت آشنا ہونے لگ جاتے ہیں تو پھر قدرت کی طرف سے دنیا لپیٹ لی جاتی ہے کیونکہ اس سے آگے سخت خطرہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ جبریلِ امینؑ کو حکم ہوا کہ یونان کی فلاں بستی کو ختم کر دیا جائے کیونکہ یہ قدرت کے معاملات میں دخل دینے لگ گئے ہیں' زمین پر بیٹھے بیٹھے ستاروں کے جوڑ لگا لیتے ہیں' یہ زمانہ ختم کر دیا جائے اور نیا زمانہ پھر سے 'Once again' شروع کر دیا جائے۔ تو جبریل امینؑ نے عزرائیلؑ کو ساتھ لیا کیونکہ بڑا معاملہ تھا' پورا سماج ختم کرنا تھا۔ وہاں گئے تو سوچا کہ دیکھیں تو سہی کہ یہ کتنے Developed ہیں۔ دیکھا کہ ایک گڈریا باہر چراگاہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تم کچھ حساب جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ حساب تو کوئی خاص نہیں آتا مگر لکیریں لگا لیتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اس وقت جبریل کہاں ہیں؟ اُس نے کہا کہ یہ کون سی بات ہے' ابھی بتاتا ہوں۔ اس نے لکیریں لگائیں اور حساب کیا۔ کہتا ہے کہ وہ آسمان پر تو

نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پھر حساب لگاؤ۔ اس نے پھر حساب لگا کے کہا کہ زمین پر بھی نہیں ہے۔ پھر کہا کہ کوئی حساب بتاؤ کہ وہ کہاں ہے۔ تو اس نے کہا کہ یا تُو ہے یا پھر میں ہوں' نہ آسمان پہ ہے نہ زمین پہ' یا تُو جبریل ہے یا میں ہوں _____ یہ تو گڈریے کی بات تھی۔ تو انہوں نے کہا کہ بستی ختم کرو۔ جب مشاہدہ زیادہ کھل جائے تو بستیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لیے حجاب بھی اچھی شے ہے۔ جہاں پر لوگوں پر بہت حقیقتیں آشکار ہو جائیں تو پھر انکار شروع ہو جاتے ہیں۔ کربلا میں یہی واقعہ ہوا کہ سامنے حقیقت نظر آ رہی تھی' ہر ایک کو نظر آ رہی تھی مگر سب کا ایمان غائب ہو گیا۔ وہاں تو ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ مشاہدہ چاہیے یا ادراک چاہیے یا کوئی غور چاہیے' ان کو پتہ تھا' پہچان تھی' دیکھا ہوا تھا۔ تو ایک دیکھے ہوئے انسان کے ساتھ دیکھنے والوں کا ایمان بند ہو گیا۔ اب اس اس دنیا کے اندر کوئی دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ اس میں جھگڑے کی کیا بات ہے۔ ایک دفعہ حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ بتاؤ ایمان کیا ہے' تم نے کیا سمجھا ہے؟ انہوں نے وہ بتایا جیسے کہ ہونا چاہیے تھا۔ یہ کہا کہ ایمان ہے اللہ پر یقین کرنا' اللہ کے رسول ﷺ پر یقین کرنا اور باقی تمام باتیں۔ ایک آواز اور بھی آئی کہ میں تو یہ سمجھا ہوں کہ ایمان یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے _____ تو ایمان تو یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہو۔ یہ آواز اور ہے۔ اس آواز کو پہچاننا چاہیے۔ یہ گھر کی آوازیں ہوتی ہیں۔ یہ پہچاننے والی' محبت اور آل کی بات ہوتی ہے۔ اگر کسی کو بظاہر سارا اسلام آل نبیؐ کے خلاف استعمال ہوتا ہوا لگ رہا ہو تو ایسے اسلام کی راہ سے ہٹ جانا چاہیے۔ اگر "اسلام" امام حسینؓ کو شہید کرنا چاہتا ہے

تو اُسے چھوڑ دو کیونکہ وہ اسلام نہیں ہے۔ تو یہ جو فارمولے کا اسلام تھا لوگ یہاں آ کے غلطی کر گئے مثلاً یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہوا ہے کہ اولی الامر کا کہنا مانو۔ یہ فارمولے کا حساب ہے۔ جسے وہ اولی الامر کہہ رہا ہے وہ اصل میں اولی الامر ہے نہیں۔ تو یہ فارمولے کی باتیں ہیں۔ آپ حقیقت کی باتوں کو دیکھیں۔ آپ لوگ بزرگوں کے ماننے والے ہیں' اپنی ذات کے ساتھ ایمان داری کی بات کیا کریں' داتا صاحبؒ سے پوچھو تو سہی کہ وہ کون ہیں' کدھر سے تشریف لائے ہیں' یہاں کیوں تشریف رکھتے ہیں اور آپ سے کیا چاہتے ہیں۔ ابھی تک تو آپ نے بتایا ہے کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں' مانگتے چلے جا رہے ہیں' وہ چیزیں مانگتے جا رہے ہیں جو انہوں نے چھوڑ دی ہیں۔ وہ دین کے لیے آئے تھے اور پھر بات چلتی چلتی گئی اور مسلمانانِ ہند نے پاکستان بنا لیا۔ آپ لوگوں کا دور آیا تو آپ نے خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کا آستانہ بنایا اور وہ اپنی مرضی سے بنا لیا _____ شہر والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ

؎ شہر والوں کی آنکھیں کھلیں گی پر کب
بند ہونے کو ہوں گی یہ آنکھیں ہی جب
میں بتاؤں تباہی کا کیا ہے سبب
اُٹھ گیا شہر سے نالۂ نیم شب

شہر سے جب شب بیداریاں ختم ہو جائیں تو شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ شہر پر کوئی حملہ ہو یا اس پر کوئی عذاب آئے آپ توبہ کر لیں۔ جب خدانخواستہ کوئی تکلیف آ جائے تو آپ داتا صاحبؒ کے آستانے پہ آ جاتے ہو۔

آپ سے داتا صاحبؒ کو کیا توقع ہو سکتی ہے؟ کہ آپ نیک ہو جائیں۔ آپ اس بندے کی مدد کرو جس نے شہر کو آباد رکھنا چاہا ہے۔ ان بزرگوں کی آپ مدد کرو جو شہر کی خیریت مانگتے ہیں۔ آپ تو ہر وقت اللہ سے یہ مانگتے ہیں کہ ہمیں دے یعنی اپنے علاوہ ہی کچھ دے۔ اللہ سے یہ مانگتے ہو کہ دنیا ہمیں دے دے کیونکہ یہ تیرے کس کام کی ہے۔ یہ نہ کرنا کہ اللہ سے دنیا ہی مانگو اور اللہ سے اللہ نہ مانگو۔ ایک نظم میں نے آپ کو سنائی تھی ایک بار پھر سناتا ہوں

؎ بگلا کھڑا ندی کنارے
کہے رام رام رام
ایک مچھلی جو بھیجیو
میں مانوں تم کو رام
مچھلی بولے رام سے
رام رام رام
اس موذی کو ماریو تب ہم جانیں رام
رام کہے دونوں سے
تم دونوں جھوٹے ہو
رام سے مانگو رام کو پھر کچھ اور کہو

تو مجھ سے تم مجھ کو مانگو تم تو آپس میں جھگڑے کر رہے ہو۔ آپ کی جتنی دعائیں ہیں وہ اردگرد کی دعائیں ہیں اور آپ نے اللہ سے کبھی اس کی رضا نہیں مانگی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے مانگنے والی چیز یہ ہے کہ اس کی رضا مانگو زندگی کی آسانی

مانگو۔ آسائش کی بجائے رضا مانگو اور یہ کہو کہ ہمیں اپنی زندگی پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آپ نے تو زندگی کو دیکھے بغیر ہی فارمولا بنا لیا ہے کہ اِدھر جاؤ' اُدھر جاؤ' یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا۔ کسی ملک میں' کسی وجہ سے' کسی دور کا' کوئی پرائم منسٹر' کسی غلط انجام سے دوچار ہو جائے تو اس ملک میں دوسرا آدمی پرائم منسٹر بننے کی تمنا کیسے کرتا ہے' مجھے یہ سمجھ نہیں آئی۔ جس ملک کے اندر کوئی ہیڈ آف دی سٹیٹ سرخرو ہو کے باہر نہیں گیا اس ملک میں ہیڈ آف دی سٹیٹ بننے کی تمنا کیوں ہے' مجھے تو سمجھ نہیں آئی۔ قائداعظمؒ کے بعد کسی شخص کی عزت نہیں ہوئی' یہ میں ہیڈ آف دی سٹیٹ کی بات کر رہا ہوں' کہ جسے دنیا نے پہلے زندہ باد کہا ہو اور پھر مردہ باد نہ کہا ہو۔ غلام محمد' سکندر مرزا' ایوب خان' بھٹو صاحب کے بارے میں آپ لوگ جو کہتے ہیں وہ مجھے پتہ ہے۔ اب بھی آپ کی دبی دبی زبانیں کھل رہی ہیں۔ آپ آہستہ آہستہ بند زبانیں کھولنے والے ہیں۔ لوگ کسی نہ کسی واقعہ کے انتظار میں ہیں۔ پہلے انسان نگاہوں سے گرتا ہے' پھر مرتبے سے گرتا ہے۔ اس طرح واقعہ ہوتا ہے۔ نگاہوں سے وہ آدمی گرتا ہے جو صرف اپنے مرتبے کی حفاظت کرتا ہے۔ اور یہی کربلا ہے یعنی ایک طرف مرتبہ ہے اور دوسری طرف اصلی' روحانی ملکیت ہے۔ اب مرتبے والا تو جھگڑا کرے گا۔ اصل مرتبہ تو دلوں میں مرتبہ ہے اور یہ بادشاہی دلوں کی بادشاہی ہے' یہ کسی سٹیٹ کا معاملہ نہیں ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کرو اور اپنے آپ کا خیال رکھا کرو۔ سوچا کرو کہ زندگی کی یہ جو آسانیاں آپ نے حاصل کی ہیں کیا یہ اسلام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ اگر آپ کو جو کچھ حاصل ہے اگر یہ اسلام کے بغیر حاصل

ہوسکتا ہے تو پھر اسلام کے ذریعے آپ نے کیا حاصل کیا؟ ان لوگوں کے پاس بھی مکان ہیں' پڑھائی' علم اور مرتبے ہیں' علم ہے ہی ادھر سے' میڈیسن بھی اُدھر سے آتی ہے' دوائیوں کا نام بھی انگریز رکھتے ہیں' آپ کی گاڑیاں جاپان کی بنی ہوتی ہیں' وہ بناتے ہیں اور آپ خریدتے ہیں' پتہ نہیں کہ وہ پاک ہیں کہ ناپاک ہیں مگر گاڑی آپ وہی لیتے ہیں۔ آپ کے پاس مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایسی کون سی خصوصیت ہے جو صرف آپ کے پاس ہے۔ حج آپ کا ہوتا ہے لیکن جہاز اُن کے ہوتے ہیں' سامان ان کا بکتا ہے' جائے نماز بھی وہی بناتے ہیں' دوسری چیزیں بھی وہی بناتے ہیں' یہودیوں کے پاس پیسہ جاتا ہے۔ آپ کو ثواب ہوتا ہوگا لیکن کاروبار سارا اُن کا ہے۔ تیل آپ کا اور کاروبار اُن کا۔ آپ کے پاس تیل ہی تیل ہے اور مسلمانوں کے دیے ہیں' چراغ میں تیل نہیں ہے۔ تو مسلمان ظالم ہے' مسلمان ہی مظلوم ہے۔ اگر غریب مسلمان ہو تو امیر مسلمان' مسلمان نہیں ہے۔ جس دنیا میں مسلمان غریب ہو یا جس شہر میں مسلمان غریب ہو' جس محلے میں ایک مسلمان غریب ہو' اس محلے کا امیر مسلمان' مسلمان نہیں ہے۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ بس بات اتنی ساری ہے کہ مسلمانوں کے تیل ہیں' مسلمانوں کی طاقتیں ہیں' مسلمانوں کے پاس بلیک گولڈ ہے اور مسلمانوں ہی کے پاس تباہی ہے' بربادی ہے' کچھ بھی نہیں ہے۔ حج کرنے والے کہتے ہیں کہ عرب والوں کی خیر' ان سرزمینوں کی خیر۔ عرب والوں کی تو خیر ہے' وہ تو مالک ہوئے لیکن یہ جو قوم ہے' اونٹ والی قوم ہے' وہی ہے جس کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ جو لوگ ہیں اونٹ کی مہار والے' جب ان کے پاس

اونچی اونچی عمارتیں آ جائیں گی تو اسلام کے بارے میں ان کا عقیدہ جو ہے کچھ اور ہی ہو جائے گا۔ یہ امت گمراہ تو نہیں ہو سکتی مگر دولت اسے گمراہ کرے گی۔ اب یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کوئی آدمی ایسا کہنے والا نہیں ہے کہ مسلمانو تم اپنی دولت سمیٹو۔ ساری دنیا میں' مغربی بینک ان کی دولت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ مغرب سے لاتے کیا ہیں؟ امپورٹ کیا کرتے ہیں؟ بس یہ بات رہنے دو' مت بتاؤ۔ یہ گناہ امپورٹ کرتے ہیں' خرافات امپورٹ کرتے ہیں اور وجہ تباہی امپورٹ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس تیل کی دولت ہے۔ یا اللہ یا تو مسلمانوں کو صحیح معنوں میں تیل دے یا پھر تیل بند ہی کر دے۔ سیدھی سی بات ہے کہ سارے مسلمانوں کو آسانی ملے۔ دشمن کے جہازوں میں مسلمانوں کا تیل استعمال ہونا بہت بری بات ہے' یہ غلط بات ہے۔ ہندوستان کے جہازوں میں اگر عربوں کا تیل استعمال ہو جائے' خدانخواستہ جنگ ہو جائے تو کیا آپ یہ دعا کریں گے کہ ان کے تیل کی خیر' تیل کے چشموں کی خیر۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ دعا یہ کرو کہ مسلمانوں کی دولت غیر مسلموں کو طاقت نہ دے۔ اس لیے یہ دھیان کرو اور دعا کرو _____ اور کوئی سوال پوچھو _____ پوچھو۔

سوال:

اللہ نے کہا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے۔ تو مسلمان ہونے کے باوجود اسے جھوٹ کی سند کیوں لگائی جا رہی ہے؟

جواب:

مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ جھوٹ نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان نہیں

ہے۔ جھوٹا آدمی جو ہے اس نے اپنے جھوٹ کو چھپانے کے لیے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اتنی سی بات ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ایک جھوٹا پیر بھی ہوتا ہے اور ایک سچا پیر بھی ہوتا ہے۔ ایک بات تو ثابت ہو گئی ہے کہ پیر کا لباس جھوٹے آدمی کو راس آتا ہے۔ لباس یہی اچھا ہے اور سند ہے۔ جھوٹے کو اس بات کا پتہ ہے کہ میں اسی لباس میں سچا سمجھا جاؤں گا' لہٰذا لباس وہی سچا ہے جو جھوٹا اختیار کر جائے' دین وہی سچا ہے جو جھوٹا اختیار کر جائے۔ کیونکہ جھوٹا کہتا ہے کہ میرا کاروبار اسی دین میں چلے گا' یعنی کہ یہ اتنا سچا دین ہے کہ اس کا جھوٹ بھی اس میں چل جائے گا۔ اس لیے دین یہی سچا ہے۔ اب اس میں سچا آدمی چاہیے۔ اگر شہر میں دو سچے آدمی ہو جائیں تو یہ شہر کے لیے کافی ہے۔ آپ اپنے آپ کو اللہ کے آگے پیش کر دو کہ یا اللہ ہمیں اس دین میں سچا آدمی بنا دے' ہم منشائے دین کے مطابق زندگی بسر کریں۔ مگر آپ کو تو جب بھی موقع ملے گا آپ کے ہاتھ دنیا کی طرف لپکیں گے۔ اس لیے ایسا نہ ہو کہ پھر جان نکلنی مشکل ہو جائے۔ جس کی آرزو دنیا ہو اس کی جان نکلنا مشکل ہو جاتی ہے' بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ میں نے ایک کہانی پہلے بھی سنائی تھی' پھر سن لو۔ ایک بادشاہ تھا' بڑا امیر تھا۔ جب مرنے لگا تو قومہ آ گیا' سکتے کا عالم تھا' دس دن' بیس دن حتیٰ کہ چالیس دن ہو گئے۔ بادشاہ وقت میں تھا۔ جان اٹکی ہوئی تھی' سورہ یٰسن لوگ پڑھتے رہے مگر جان نہ گئی۔ اس وقت ایک بزرگ تھے' ان کے پاس لوگ گئے کہ بادشاہ سلامت کی جان نہیں نکل رہی ہے' بڑی سخت تکلیف میں ہے' کوئی دعا کریں تا کہ آسانی ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو وہ خزانہ دکھاؤ جو یہ سترہ حملوں کے دوران ہندوستان سے

لایا ہے۔ اُن لوگوں نے سارا خزانہ اس کے سامنے رکھا' بادشاہ نے دیکھا تو اس کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ مر گیا' جان نکل گئی۔ مطلب یہ کہ دنیا دار کی موت حسرت بن کے کھڑی رہتی ہے جب تک اُسے یہ صدمہ نہ ہو جائے کہ میں کیا کچھ چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ تو وہ کب مرتا ہے؟ جب اسے صدمہ ہو جائے کہ میں یہ چھوڑ کے جا رہا ہوں _____ ایک آدمی مرنے لگا تو اس نے عزرائیلؑ کو پہچان لیا' اس نے عزرائیلؑ کو کہا کہ یہ جو میری چیزیں ہیں یہ تُو لے لے اور یہ میرے گھر والوں کو نہ دینا۔ کیونکہ اس نے سارا سامان گھر والوں سے چھپا کے رکھا تھا۔ پھر کہنے لگا کہ یا پھر یہ سامان ساتھ لے چلیں۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ وہاں سامان نہیں جاتا' تو اکیلا ہی جائے گا۔ پھر اس نے کہا کہ مجھے یہاں کچھ ضروری کام ہیں' میں نے کچھ شیر بھی پالے ہوئے ہیں' کچھ بکریاں بھی پالی ہوئی ہیں' میرے جانے کے بعد شیر بکریاں کھا جائیں گے' اس کا کچھ علاج ہونا چاہیے۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ شیر جانے اور بکریاں جانیں اور مالک جانے' تُو تو چل _____ تو یہ تو بڑا مشکل ہے۔ مرنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ کس بات پہ؟ کہ میرے بعد ان کا کیا بنے گا؟ حالانکہ اُس کی موجودگی میں بھی اِن کا کچھ نہیں بنا۔ بات تو اتنی ساری ہے کہ دنیا دار کی جان مشکل سے نکلتی ہے۔ جان نکلنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ اللہ کے فیصلے کی طرف رجوع کرو اور دین کو اپنی زندگی میں نافذ کرو۔ آپ کو یہ پیغام دے رہا ہوں کہ دین کے نام پر کوئی ایسا کام کر ڈالو جو بے دین آدمی نہ کر سکے۔ سوچ کہ وہ کیا ہے؟ کوئی تو ایسا کام کر جاؤ۔ اور بغیر ایمان کے یہ کام ہو نہیں سکتا۔ تو ایسا کوئی کام کر جاؤ۔ آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ بے دین آدمی ایک تو خیرات کو نہیں مانتا۔ وہ

کہتا ہے کہ یہ میرے پیسے ہیں' میں کیوں دوں' تو خیرات ضرور دینا' صدقات دینا' زکوٰۃ دینا' اللہ کی راہ میں انفاقِ زر کرنا' عاقبت کا خیال کرنا' سادہ لوح باپ کی بھی سچے دل سے عزت کرنا کیونکہ وہ باپ ہے۔ یہ کام بے دین شخص نہیں کر سکے گا۔ آپ بزرگوں کا احترام کرنا۔ یہ کافروں کے پاس نہیں ہے' عاقبت کو ہر حال میں سامنے رکھنا' یہ کافروں کے پاس نہیں ہے۔ اپنے دل میں اللہ کی یاد رکھنا' رضا رکھنا اور سب سے بڑی بات جو ہے وہ کافروں کے پاس نہیں ہے بلکہ کئی مسلمانوں کے پاس بھی نہیں ہے یعنی اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت رکھنا' اور آپؐ کے چاہنے والوں کو چاہنا اور آپؐ کے ماننے والوں کو ماننا۔ یہ کافروں کے پاس نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی کی راہ پر چلائے۔ اپنا جائزہ لیا کرو اور بات کو سمجھا کرو۔

سوال:

یہ جو آپ کا بیان ہوتا ہے کیا اس کا عنوان ''گفتگو'' رکھیں؟

جواب:

''گفتگو'' عنوان کر دو۔ اس کا نام ''گفتگو'' رکھا کرو۔ آئندہ یہ ''گفتگو'' ہی ٹھیک ہے۔ اس کا پروف بھی ریڈ کیا کرو _____ اب سب کے لیے دعا کرو _____

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

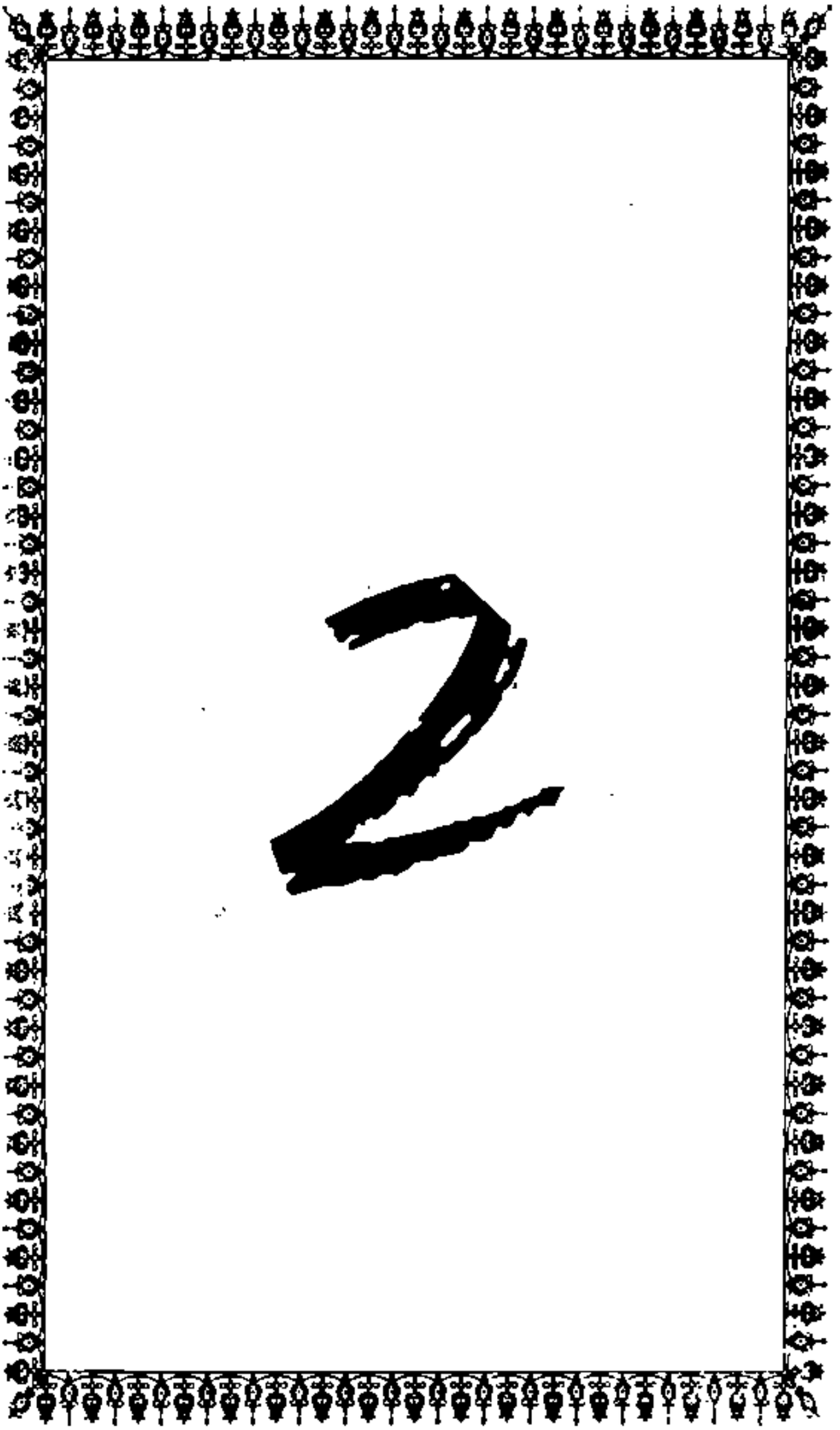

سوالات

1 آپ سے تعلق کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پوچھنے کے لیے میرے پاس کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ یہ کیا کیفیت ہے؟

2 یہاں اس اجتماع میں بیٹھ کر بہت فیض ملا ہے اور میرا یہ جو ذاتی سفر شروع ہو رہا ہے اس میں اجتماع والی بات ختم ہو گئی ہے!

3 میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے کا دور ایک لحاظ سے جعلی اور جھوٹا تھا لیکن اس لحاظ سے بالکل سچا تھا کہ اس میں اقبالؒ بھی ابھرے، قائداعظمؒ اور محمد علی جوہرؒ بھی اُبھرے اور ایک اعتبار سے گاندھی اور نہرو جیسے لوگ بھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ماحول جیسا بھی ہو اگر آدمی سچا ہے تو وہ اُبھرے گا۔

4 دو انسان ڈاکٹر ہیں، ایک کافر ہے اور دوسرا مومن، مگر کافر ڈاکٹر بھی بہت کامیاب ہے، وہ بھی شفا دیتا ہے۔

5 دین اور دنیا دونوں کو ساتھ چلانا بڑا مشکل ہے۔

6 اگر ایسی بات ہے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے؟

7 اسلام کے حوالے سے زندگی کا مقصد کیا ہے؟

8 آپ کے کہنے پر ہم ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ مشکل آجاتی ہے۔

9 کیا ہم اپنے حلقے کو ایسا نہ بنالیں کہ بچے کو اس کے میرٹ پر داخلہ ملنا شروع ہو جائے۔

10 میرٹ کا جو تصور ہے اس کا کیا کریں۔

11 میں نے یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کمی بیشی کی فکر کیوں کریں بلکہ ہمارے حلقے کی طرف سے یہ عبادت ہونی چاہیے کہ وہ خود داخل ہو جائے' ایسا حال Create ہو جائے۔

12 ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ کوئی سسٹم بن جائے۔

13 میں اس سماج کو توڑنا چاہتا ہوں جو مروجہ اصولوں پر آج کل چل رہا ہے۔

14 میں مروجہ ماحول کو اس حلقے کے حوالے سے توڑ کر ایک نیا حلقہ بنانا چاہتا ہوں۔

15 کیا آپ کسی Living آدمی کی بات کر رہے ہیں؟

16 ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہونے کے بعد اللہ نے اگر محبت کی تو کہیں ہمیں غریبی نہ آجائے۔

17 اُس زمانے میں اکنامک ورلڈ اتنی پاور فل نہیں ہوگی۔

18 میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بڑے سکول میں پڑھیں لیکن فیس بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ میری اَنا ہے؟

19 ہمارے پاس علم ضرور ہے مگر عمل کمزور ہے۔

20 ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہماری زندگی حضور پاک کی زندگی کے قریب ہے؟

21 متابعت کس طرح سے کی جائے؟

22 آج کی محفل میں یہ پتہ چلا ہے کہ طریقت میں فریڈم آف تھاٹ اور فریڈم آف ایکسپریشن نہیں ہوتے کیونکہ جس بندے کو مان لیں تو پھر صرف اس کی بات ماننی ہوگی۔

23 بعض اوقات غصہ بہت آ جاتا ہے۔

24 مجھے تو معاشرے کی کوتاہیوں پر غصہ آتا ہے۔

25 ہم پڑھے لکھے' سمجھ دار اور دانشور لوگ ہیں اور نیکی برائی کو سمجھتے ہیں اور اس پر محاکمہ کرنا چاہتے ہیں۔

26 ہم تو اس علم کے داعی ہیں جس میں کہتے ہیں کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے' یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہمارا اندر جیسا مرضی ہو۔

27 ہم نے اتنا علم حاصل کیا ہوا ہے کہ سچ بات مشکل لگتی ہے۔

28 آپ کے نکتہ نگاہ کے مطابق انفرادی اصلاح ایک بہت وسیع چیز ہے مگر دانشوری کا مسئلہ یہ ہے کہ پورے معاشرے میں انقلاب لانا ہے۔ تو جدید دور میں اسلام کو کیسے Interpret کیا جائے۔

29 اس اعتبار سے تو یحییٰ خاں' غلام محمد' سکندر مرزا' کوثر نیازی اور ضیاء الحق پورے مسلمان ہیں۔

30 یزید سے ٹکر لینے کے لیے اس کی موت کا انتظار ضروری نہیں۔

31 کہا جاتا ہے کہ برے کے عمل کو بُرا جانو' اُس انسان کو بُرا نہ جانو۔

32 میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا اور حسینؑ کا درجہ اور ہے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

33 حضورؐ کیا عنقریب کوئی واقعہ نظر آ رہا ہے کہ نہیں؟

34 کوشش اور جدوجہد سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں؟

35 کیا کسی چیز کی دعا کر سکتے ہیں؟

36 یہ جو اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔

سوال:

آپ سے تعلق کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب پوچھنے کے لیے میرے پاس کوئی سوال ہی نہیں رہا۔ یہ کیا کیفیت ہے؟

جواب:

بنیادی بات یہ ہے کہ جس نے یہ زندگی عطا کی ہے وہ اس کی حفاظت اور اس کی آسودگی کا انتظام کرتا ہے۔ اپنی زندگی میں ہم کبھی کبھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اپنی زندگی میں خود اجنبی ہیں' میری زندگی میری مرضی کے مطابق اور اس کی زندگی اس کی مرضی کے مطابق نہیں ہے۔ آپ کی اپنی کوششیں آپ کے اپنے مطلب کو حاصل نہیں ہونے دیتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ پھر یہ کس کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ تو آپ کے علاوہ کوئی طاقت ہے۔ جب آپ اس طاقت کو دریافت کریں گے تو وہی طاقت زندگی دینے والی ہے۔ اُس نے اِس زندگی میں آنسوؤں کی' قہقہوں کی' مسکراہٹوں کی' حاصل کی' محرومی کی' کچھ غم کی اور کچھ بے غم ہونے کی مقدار رکھی ہوئی ہے۔ تو انسان کو ہر چیز حاصل ہو گی۔ آپ جتنے مرضی مقامات طے کر لیں' فاصلے طے کر لیں' کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ آپ صحت کی جتنی حفاظت کرتے جائیں کہیں نہ کہیں اس کے

اندر زوال پذیری آ جائے گی۔ اگر اپنی زندگی کو اللہ کے فضل کے حوالے سے دیکھیں تو پھر اس میں کوئی سوال نہیں رہتا۔ یہ ہوتا ہے کہ اب مانگنا کیا ہے کیونکہ ایسے شخص کو مانگنے کا پتہ ہی نہیں ہے۔ آج جس چیز کا آپ گلہ کر رہے ہیں وہ بھی کبھی آپ نے مانگی تھی۔ آج جس چیز کا آپ کو غم ہے کبھی وہ آپ نے کوشش سے حاصل کی تھی اور اس کے لیے آپ بڑے بیتاب تھے۔ یہ آج سے کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ جو چیز آپ کو غم دے کے چلی گئی اس کو آپ نے خوشیوں کے لیے پالا تھا۔ اکثر ایسے ہوتا ہے کہ جس چیز کو آپ نے خوشیوں کے لیے حاصل کیا' اس کے لیے بڑی کامیابی حاصل کی اور بڑی مبارکیں حاصل کیں' اس چیز میں سے کچھ نہ کچھ غم نکل آیا۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ جو چیزیں آپ کو غمگین کر رہی ہیں ان میں خوشی کا کوئی پہلو نکل آئے۔ ایسے میں سوال کا موقع نہیں رہتا۔ پھر جو سوال نہ کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دانائی میں داخل ہو گیا۔ یہ اچھی بات ہے۔ پھر بھی جہاں ہزار جواب ہوں وہاں سوال پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ زندگی میں آپ اللہ کو ہزار بار تسلیم کر لیں' بڑا ہی یقین ہے اللہ پر' لیکن کہیں نہ کہیں شک پڑ جاتا ہے۔ اگر ایمان بہت قوی ہو تو بھی کہیں نہ کہیں اس ایمان میں وسوسہ آ جاتا ہے کیونکہ خیر و شر کی دونوں طاقتیں اپنا عمل کر رہی ہیں۔ انسان کو اپنے آپ پر شک پڑ جاتا ہے۔ اُسے شک پڑ جاتا ہے کہ وہ اپنا مجرم آپ ہے' اپنا چور آپ ہے' اپنا دشمن آپ ہے۔ گویا کہ آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کی غلطی آپ کے ساتھ تھی۔ اس لیے پھر انسان بہت پریشان ہوتا ہے کہ وہ کرے تو کیا کرے۔ تو بہت کچھ تسلیم کرنے کے باوجود تسلیم میں کہیں نہ کہیں شک رہ جاتا ہے۔ اس لیے آپ

آخری دم تک کوشش کرتے جانا کہ شک نہ پڑے اور اگر کامیاب زندگی کے ہزار نسخے مل جائیں تو بھی ناکامی کا ڈر ضرور رکھنا۔ کامیابی کے بے شک ہزار فارمولے ہوں مگر ناکامی کا خوف دل سے نہ نکالنا۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور دنیا کی طرف سے بڑی یقین دہانی ہے لیکن یہ بھی دیکھو کہ اندیشہ بھی ہے' Threa بھی ہے۔ پھر عین ممکن ہے آپ اس راہ سے ہٹ جائیں' عین ممکن ہے کہ آگے آپ کے لیے کوئی گڑھا ہو۔ اس لیے یہ بڑا آہستہ آہستہ چلنے والا مقام ہے۔ تو غور کے ساتھ چلنا' فکر کے ساتھ چلنا۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے سطحی سوال ختم ہو گئے ہیں مگر کئی سوال ابھی باقی ہیں۔ تو سوال ختم نہیں ہوئے۔ وہ تو ظاہری سوال تھے کہ ہوا کیسے چلتی ہے' موسم کیسے بدلتے ہیں' کیا کیا جائے' کیا نہ کیا جائے' ضدی بندے کو معاف کریں یا نہ کریں_____ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ سوال ختم ہوئے ہیں۔ اصلی سوال تو آگے ہیں۔ اب آپ اگلے درجے کے سوالوں تک پہنچو۔ جواب کے لیے ہم انتظام کر دیں گے۔

اب آپ سوال کریں_____ بولیں_____

سوالی:

یہاں اس اجتماع میں بیٹھ کر بہت فیض ملا ہے اور میرا یہ جو ذاتی سفر شروع ہو رہا ہے اس میں اجتماع والی بات ختم ہو گئی ہے!

جواب:

آپ سوال کو مبہم نہ بنائیں۔ یہ نہ ہو کہ کسی کو سمجھ نہ آ رہی ہو کہ آپ نے کیا کہا ہے۔ ذاتی سفر یا کائناتی بات ہو' سوال بڑی وضاحت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

سوال:

اس اجتماع میں بیٹھ کر کچھ ایسے سوال ہیں جو نہیں کر سکتے اور انفرادی طور پر کر سکتے ہیں۔

جواب:

تو اس سوال کو آپ انفرادی سمجھیں اور اجتماع میں نہ کریں۔ اگر اجتماع حجاب ہے تو یہ ساری عمر حجاب ہی رہے گا اور اندیشہ ہی رہے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس وحجاب نہ سمجھو۔ جو سوال موجود ہے وہ سوال بَرملا کہو۔ کیونکہ وہ تنہائی بھی محفل ہے اور محفل بھی تنہائی ہے۔ یہ آپ کے اور میرے مابین بات ہو رہی ہے۔ باقی تو سب اپنی اپنی فکر میں گم ہیں۔ ان کو کیا پڑی ہے آپ کی کہ کچھ سوچتے جائیں۔ آپ سوال کریں کہ سوال کیا ہے؟

سوال:

ایک تو یہ سوال ہے کہ مرشد کی خواہش پیدا ہو گئی ہے یا زیادہ ضرورت محسوس ہوئی ہے۔

جواب:

ضرورت سے آپ کی کیا مُراد ہے؟

سوال:

اپنی گائیڈنس کے لیے۔ جیسا ابھی آپ نے فرمایا کہ سطحی باتیں جو ہیں وہ تو صاف ہو گئی ہیں مگر اب یہ سوال پیدا ہوا ہے۔

جواب:

اگر آپ پر توجہ ہو جائے تو کیا لوگ آپ کا کہنا مانیں گے؟ کبھی نہیں مانیں گے۔ جس آدمی پر مرشد کی توجہ ہو جائے تو یہ ضروری نہیں کہ لوگ اس کا کہنا مانیں۔ جس آدمی پر توجہ ہو جائے یہ ضروری نہیں کہ اس کے پاس پیسہ بھی ہو۔ تو پھر توجہ کا آپ کو کیسے پتہ چلے گا؟

سوال:

مجھے اندر سے کوئی کمی محسوس ہوتی ہے' کوئی تشنگی محسوس ہوتی ہے؟

جواب:

کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟ کیا میری کوئی کتاب پڑھی ہے؟

سوال:

''کرن کرن سورج'' پڑھی ہے۔

جواب:

پھر کیا محسوس ہوتا ہے' کس چیز کی کمی محسوس ہوتی ہے؟

سوال:

یہ معلوم نہیں کہ کیا کمی ہے لیکن کوئی کمی ہے ضرور۔

جواب:

یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ انسان کو تو اللہ نے بڑا خاص بنایا ہے۔ بھوک بھی اگر لگے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ کس قسم کی بھوک ہے' نمک کی ہے' شہد کی ہے یا مٹھاس کی ہے۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے۔ ہر آدمی کو کمی کے نام کا پتہ چل جاتا ہے۔

کیا آپ کو نیند کی کمی تو نہیں ہو گئی؟

سوال:

کچھ کچھ ایسا بھی ہے۔

جواب:

اگر اور توجہ مل گئی تو اس سے نیند اور کم ہو جائے گی۔

سوال:

مگر اس نیند کے کم ہونے سے کوئی اور چیز تو مل _____

جواب:

یہ تو اب آپ اور میرے درمیان بحث شروع ہو گئی' آپ کو اپنی کمی کا صحیح طور سے پتہ نہیں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ کمی دور ہو جائے۔ عین ممکن ہے کہ وہ کمی ایسی ہو جسے دُور نہیں ہونا چاہیے۔ تو یہ پتہ ضرور چلنا چاہیے کہ کیا کمی ہو رہی ہے۔ آپ پردے میں بات کر رہے ہیں۔ کوئی بات ضرور ہے۔ بولنا چاہیے۔ اس شخص کی طرح نہ کرنا جس نے کہا کہ ٹھہر جاؤ' میری بات سُنو۔ تو لوگ اس کی بات سُننے کے لیے ٹھہر گئے۔ اس نے پھر کہا کہ ابھی اور ٹھہرو اور میری بات سُنو۔ تو لوگ پھر ٹھہرے رہے۔ پھر کہتا ہے کہ ابھی ٹھہرے رہو' ہم نے بات ابھی سوچنی ہے _____ تو ایسا نہ کرنا۔ آپ نے جہاں سے بات شروع کی ہے وہاں سے آگے بولیں _____

سوال:

بس یہیں تک ہم بات کر سکتے تھے۔

جواب:

کیا باقی لوگوں نے سوال کو سمجھ لیا ہے۔ میرا خیال ہے سوال ہے ہی نہیں۔

سوال:

سوال تو یقیناً ہے۔

جواب:

پھر آپ بتاؤ ــــــــ چلو کوئی اور ان کی مدد کرے اور سوال کرے۔

سوال:

میرا خیال ہے کہ ان کا سوال یہ ہے کہ احساس تو ہے مگر وژن جو ہے وہ Blürred ہے۔

جواب:

ہم تو تسلیم کے سفر پہ جا رہے ہیں۔ اس میں وژن نہیں ہوتا۔ ہمارا سفر ہی اور ہے۔

سوال:

امکانات کا ایک تصور تو ہوتا ہے۔

جواب:

امکانات تو آپ کے اپنے ہیں۔ ہم تو تسلیم کے سفر کی بات کر رہے ہیں۔

سوال:

میں تو ان کے سوال سے یہ سمجھا ہوں۔ پتہ نہیں اب یہ صحیح ہے یا غلط ہے۔

جواب:

کیا پہلے سوال والے کا یہ مطلب تھا؟ وہ خود بتائے۔ چلو بتاؤ۔

سوال:

میں نے جو سوال کیا تھا' میرا جو مسئلہ تھا میرا ایمان ہے کہ آپ یقیناً سمجھ گئے ہیں۔

جواب:

کیا سمجھ گیا ہوں؟

سوال:

جو میرا مدعا تھا۔

جواب:

پھر آپ کو جواب بھی سمجھ آ جانا چاہیے۔

سوال:

یہ تو مجھے سمجھ آ رہا ہے کہ اب سوال موجود نہیں رہے تو یہ دوسری منزل پر آنے کا وقت ہے یا وہاں پہ آ گئے ہیں۔

جواب:

یہ تو Statement ہے' سوال نہیں ہے _____ کوئی اور بولے _____ سوال پوچھیں _____

سوال:

بعض اوقات یہ حالت ہوتی ہے کہ سوال پورے بن بھی نہیں پائے

ہوتے اور سر اُٹھا رہے ہوتے ہیں۔ میں ان کا سوال یہ سمجھا ہوں کہ آپ کی مہربانی سے ایک دائرے کے سوالات ختم ہو گئے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ہم اپنے مسائل میں سے کسی حد تک نکل گئے ہیں۔ اب آپ نے ہمیں صاف کر دیا ہے اور جس منزل کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اس کی طرف اشارہ کیجئے تا کہ ہم اس طرف قدم بڑھا سکیں۔ یہ کیفیت ہے اس پہلے سوال کے پوچھنے والے کی' جو کہ میں سمجھتا ہوں۔

جواب:

اب وہ سوال کرنے والا بتائے کہ کیا ایسے ہی ہے؟

سوال:

جی' ایسے ہی ہے۔

جواب:

اب میں ایک اور آدمی سے یہ سوال Repeat کراتا ہوں تا کہ یہ سب کو سمجھ آ سکے۔ خان صاحب! آپ بتائیں کہ سوال کیا ہے؟

سوال:

ان کا احساس یہ ہے کہ وہ کسی منزل پہ پہنچ گئے ہیں اور اب یہ پتہ نہیں کہ آگے کیا ہے؟

جواب:

خان صاحب' کیا آپ کے ساتھ بھی یہی کیفیت ہے؟

سوال:

میں ابھی اپنے آپ کو Assess نہیں کر سکا کہ میں کسی منزل پہ پہنچا بھی ہوں یا نہیں۔

جواب:

پہلا سوال پوچھنے والے اور آپ میں تھوڑا سا یہ فرق ہے کہ ان میں آگے چلنے کی ایک خواہش کا اظہار ہو رہا ہے اور آپ Reluctant سا Feel کر رہے ہیں۔

سوال:

جی۔ میں محتاط بہت ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجھ میں ابھی وہ سکت نہیں ہے۔

جواب:

آپ کمال کرتے ہیں۔ ایک چیز کو آپ جانتے نہیں ہیں اور ابھی سے اس کا اندیشہ کر رہے ہیں۔ یہ پتہ نہیں ہے کہ جانا کدھر ہے تو یہ اندیشہ ہے۔ ایک چیز کا پتہ نہیں ہے کہ آگے اندیشہ ہے یا آگے خوشی ہے۔

سوال:

پہلا سوال پوچھنے والا تو خوش نصیب ہے کہ اس کو آگے کی منزل کی آگاہی ہو گئی ہے مگر مجھے تو ابھی تک وہ آگاہی نہیں ہوئی۔

جواب:

وہ سوال پوچھنے والے نے یہ تو نہیں کہا۔ یہ سوال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے

کہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم کسی حالت سے نکل آئے ہیں اور اب کیا کرنا ہے۔ کیا آپ کی بھی یہ کیفیت ہے _____ چلو اب کوئی اور بولے _____

سوال:

اس کو یوں کہہ لیں کہ ہم ریلوے اسٹیشن پر کھڑے تھے اور کسی شہر جانا چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شہر جانے میں یہ خرابیاں ہیں۔ ہم نے وہ سفر ملتوی کر دیا۔ لیکن ہمیں اب یہ پتہ نہیں چل رہا کہ ہم کدھر جائیں؟

جواب:

یہ ملی جُلی بات ہے اور ٹھیک ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ محفل ایک پالیسی ہے اور یہ چل رہی ہے _____ کوئی اور بولے گا؟ پیچھے سے؟

سوال:

کیا ہم یوں نہیں کہہ سکتے کہ ہماری ذاتی پرابلم تو ختم ہو گئی ہے مگر اب ایسی پرابلم ہے جو ذات تک محدود نہیں ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے۔

جواب:

نہیں، سوال یہ نہیں ہے بلکہ اس کے اُلٹ ہے۔

سوال:

جیسا میں نے کچھ دیر پہلے کہا تھا کہ اب آپ کی ذاتی توجہ کی ضرورت ہے اور آپ ہمیں انفرادی توجہ بھی دیا کریں۔

دوسرا سوال:

میری گزارش یہ ہے کہ ذات کی تربیت بھی اجتماع سے ہٹ کے نہیں ہو

سکتی۔

جواب:

ہمارا مسئلہ ذات اور اجتماع کا نہیں ہے۔ ہم اس محفل کو "اجتماع" کا لفظ تو دے رہے ہیں مگر یہ اجتماع کی بات نہیں بلکہ ذات کے لیے ہے۔

سوال:

ذات کی تربیت کے لیے اُسے کسی نہ کسی دائرے میں رکھنے کی ضرورت تو ہوگی تاکہ وہ "راہن سن کر دسو" نہ رہے۔

جواب:

ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ دائرے میں رکھنے کی تربیت نہیں ہے۔ ہم نے دائرہ پہلے طے کر لیا ہے کہ یہ اللہ کے اَمر کا دائرہ ہے۔ تو ہمارا دائرہ یہ ہے کہ ہم کسی سیاسی' معاشرتی یا معاشی شعبے کی بات نہیں کر رہے کہ سیاسی ورکر کیا کرے گا' سماجی کارکن کیا کرے گا' لیڈر کیا کرے گا' کاروباری آدمی کیا کرے گا' جس نے برانڈ رتھ روڈ پہ دوکان بنائی ہے وہ کیا کرے گا _____ وہ اپنے تجربے کریں گے اور اپنی کامیابی حاصل کریں گے۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی ذات سے یا اللہ سے تعلق کا سفر اگر کیا جائے تو اس میں جو بنیادی رکاوٹیں ہوتی ہیں وہ تو Adjust کر لی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ زیادہ شور نہ مچاؤ' زیادہ حاصل یا محرومی کی بات نہیں ہے' سب اس کا فضل ہے' کوشش اور چیز ہے' نصیب اور چیز ہے _____ تو ہم یہ ساری باتیں کرتے چلے آئے ہیں اور اس سے بڑا فرق پڑ گیا ہے۔ اس طرح Petty Affairs میں ہماری Involvement کچھ کم ہو گئی ہے۔ اب ہمیں یہ بھی

پتہ ہے کہ ایک دنیا مر چکی ہے اور دوسری ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس مقام پر اب کیا کیا جائے؟ مقام تو آپ نے صحیح دریافت کر لیا مگر آپ صحیح علاج دریافت نہیں کر رہے کہ اس میں Further کس توجہ کی ضرورت ہے۔ اس مقام کو اب As it is انجوائے کرو۔ اب تو یہ حالت ہے کہ ایک ہاتھ تو Sell ہو گیا ہے اور دوسرا سوچ رہا ہے کہ میں کیا عمل کروں۔ تو یہ ایک مقام ہے۔

سوال:

کیا یہ برزخ جیسا مقام ہے؟

جواب:

یہ ہوتا ہی برزخ ہے۔ اب اس میں اختر صاحب کا "رابن سن کروسو" والا سوال بھی Accommodate ہوتا ہے کہ آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو ذاتی کامیابی کو بغیر کائناتی معیار کے مان لے۔ جیسے یہ کہہ رہے ہیں کہ ذاتی کامیابی ہو۔ اگر میں کہتا ہوں کہ آپ کامیاب ہو گئے تو آپ بھی میری بات مان جائیں گے کہ جی میں کامیاب ہو گیا۔ جب آپ سماج میں جاتے ہیں تو وہاں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ تو کامیاب نہیں ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی کامیابی جب کسی اور کائناتی معیار کے مطابق پرکھی گئی تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ آپ کامیاب ہیں یا نہیں ہیں۔ تو فرد کا ذاتی تجربہ جب تک کسی ماحول سے نہ گزرے ہم اُسے یہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ کامیاب ہے یا نہیں ہے۔ تو "رابن سن کروسو" کی کامیابی چاہے کتنی ہو وہ کامیابی نہیں ہے۔ جنگل میں مور چاہے جتنا ناچے وہ وہیں تک رہے گا۔ اب اس سوال پر غور کرنے کے لیے آپ کو میں جو

راستہ بتا رہا ہوں وہ آپ دیکھیں کہ سماج کا کامیابی کا فارمولہ سب کے لیے یکساں ہے۔ سماج میں کامیابی کیا ہوتی ہے؟ ہر دلعزیزی ہو' حالات معاشیات بہتر ہوں' وہ کامیاب Activity کرتا ہو' سوشل لائف ہو' سیاسی ہو' سماجی ہو یا تھوڑی بہت روحانی بھی ہو۔ تو یہ سماج میں کامیابی ہے۔ اگر ہم اس کامیابی کو مان لیں تو پھر ہر ایک کے لیے یہ فارمولا ہے۔ مگر ہم تو آپ کو خداوند تعالیٰ کی راہ بتا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ جب آپ اللہ پر راضی ہو گئے تو ہر آدمی کے لیے کامیابی کا تصور الگ الگ ہے۔ تو ہمارا تصور ہی اور ہے۔ ہم کامیابی کو سماج کے حساب سے نہیں لے رہے بلکہ کامیابی کو تقرب ذاتِ حق کے مطابق لے رہے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ کس مقام پر بندہ اپنے خالق پر راضی ہو جاتا ہے۔ تو کامیابی کا ہمارا تصور ہی اور ہے۔ اگر تقربِ حق سمجھ نہیں آتا تو تقربِ محبوبِ حق ﷺ تو سمجھ آتا ہے۔ کامیابی جو ہے یہ حضور پاک ﷺ کی دی ہوئی زندگی کے قرب میں ہے اور اس سے جتنا دور ہو گا وہ ناکام ہو گا' چاہے وہ بادشاہ ہی ہو۔ تو ہمارا تصور ہی اور ہے۔ اس لیے نئی زندگی میں' نیا فارمولا سیکھنے سے پہلے آپ یہ سوچیں کہ پھر تو سماج کی کامیابی ہمارا مدعا نہیں ہے۔ اب ہماری کامیابی اور ہے۔ گدھا کب کامیاب ہوتا ہے؟ جب وہ گدھا ہی رہے' اور اگر وہ گھوڑا بننے کی کوشش کرے گا تو ناکام ہو جائے گا۔ اب آپ نے اپنے آپ کو ذاتی طور پر Personal' دریافت کرنا ہے اور اس میں کوئی اور Help نہیں کرے گا کہ اپنے آپ کو کیسے Find Out کریں۔ تو آپ خود کو دریافت کریں _____

کامیاب انسان اگر اپنے کامیاب کہنے والے ماحول سے جدا ہو جائے تو شاید

ناکام کہنا جائے۔ جس ماحول میں وہ کامیاب ہے اگر وہ ماحول بدل جائے تو شاید وہ انسان کامیاب نہ رہے۔ جب تک کامیابی کا ایک معیار طے نہ ہو جائے آپ کامیاب نہ بننا۔ یہ میری نصیحت ہے! بہت سارے لوگ "کامیاب" ناکامیوں سے گزر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بڑی کامیابی ہے لیکن وہ ہے ناکامی مثلاً کامیاب بادشاہ ناکام انسان ہو سکتا ہے' بادشاہ اگر بادشاہ رہے تو کامیاب ہوتا ہے لیکن اگر ماننے والوں کے خیال میں آ جائے کہ وہ فرعون ہے' ہے تو بادشاہ لیکن فرعون ہے تو وہ ناکام ہو گیا۔ یزید اگر اپنے مشن میں کامیاب ہو جائے تو بھی آپ کہیں گے کہ وہ ناکام ہے' نامراد ہے' اس نے کوئی کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں کامیابی کا معیار بنانا پڑے گا۔ تو آپ دیکھیں کہ آپ کا کامیابی کا معیار کیا ہے تا کہ اس کے لیے آپ کوشش کریں' Strive کریں۔ اور جب تک یہ فیصلہ نہ ہو تب تک کامیابی خطرے کا نام ہے۔ اب آپ یہ بات طے کر لو' یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ آپ کامیابی کا جو بھی تصور دے رہے ہیں وہ تو موت سے پہلے تک کی کامیابی ہے۔ اس کے بعد ایک ایسی لائن آ جاتی ہے جس سے آگے آپ جا نہیں سکتے۔ تو ساٹھ سال کے اندر آپ نے جو کچھ حاصل کرنا ہے اس کا نام ہے کامیابی۔ اور پھر آپ نے اس سب کو چھوڑ کے بھی جانا ہے۔ تو یہ ہے کامیابی حاصل کرنا اور کامیابی کو چھوڑ دینا۔ یہ اس لیے ہے تا کہ آپ خوشی سے اللہ کے حوالے ہو جائیں۔ یہاں بھی خوش خوش رہیں اور خوش خوش آگے جائیں۔ تو یہ کامیابی ہے۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ آپ کو میری سب باتیں سمجھ آ گئی ہیں اور اب میں آپ کو اگلی بات بتاؤں۔ میں

یہ کہہ رہا ہوں کہ جھوٹے ماحول میں شہرت حاصل کرنا بدنامی کا باعث ہے۔ میں یہ کہتا آ رہا ہوں۔ اور یہ کہ شہرت سے گریز کرنے کی خواہش کسی میں نہیں ہے یعنی کہ جھوٹے ماحول میں شہرت حاصل کرنے کی تمنا جو ہے یہ بدنامی کی تمنا ہے۔ اگر جھوٹے لوگ کسی کی بہت عزت کرتے ہیں تو پھر کیا ہوا۔ جب تک ماحول اچھا نہ ہوگا اچھا آدمی اس مشکل میں ہوگا کہ وہ خود کو کامیاب کہے۔

اب آپ کوئی اور سوال پوچھو_____ کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں حنیف صاحب!

سوال:

ذہن میں تو باتیں آتی رہتی ہیں مگر کہنا نہیں چاہتا۔

جواب:

کیا ذہن میں کوئی کہنے والی بات نہیں آئی؟ سُننے والی بات تو آئی ہے؟ کسی اور کے ذہن میں کوئی بات ہو تو_____

سوال:

میرے ذہن میں یہ بات آئی ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے کا دور ایک لحاظ سے جعلی اور جھوٹا تھا لیکن اس لحاظ سے بالکل سچا تھا کہ اس میں اقبالؒ بھی ابھرے، قائداعظمؒ اور محمد علی جوہرؒ بھی اُبھرے اور ایک اعتبار سے گاندھی اور نہرو جیسے لوگ بھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ماحول جیسا بھی ہو اگر آدمی سچا ہے تو وہ اُبھرے گا۔

جواب:

آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر آدمی سچا ہے تو وہ ماحول میں اُبھرے گا۔ سیاست کے میدان میں آپ یہ دیکھیں کہ اُبھرنے والے کے مقابلے میں جو دوسرا اُبھرنے والا ہوتا ہے وہ کون ہوتا ہے؟ یعنی کہ دو ستارے برابر کے اُبھرتے ہیں' آمنے سامنے کھڑے ہوتے ہیں' ایک آدمی اُبھرتا ہے اور دوسرا اس کے سامنے اُبھر جاتا ہے۔ دونوں بیک وقت سچے نہیں ہو سکتے کیونکہ مخالف ہیں۔ یہ اچھا ہوا کہ آپ نے پاکستان کی تاریخ دُہرا دی۔ اس سے پہلے دور کی بات ابھی رہنے دو۔ آپ کے سامنے ایک دور آیا' قائداعظمؒ کے دور کے بعد جتنا دور آیا' ہر دور کو لوگوں نے سماجی طور پر رَد کیا۔ مارشل لاء' پھر مارشل لاء' اور پھر مارشل لاء۔ ایوب صاحب آئے اور انہوں نے ایک اور لیڈر کو جنم دیا اور ان کی زندگی میں جو عبرت نامہ آیا وہ آپ سب کو معلوم ہے۔ اس کے بعد والے کے ساتھ جو ہوا وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ ایک آدمی جو کہ کتنا ہی فیمس تھا' Well Known تھا' لوگ عزت کرتے تھے' ایک گروہ نے نظامِ مصطفیٰؐ کے نام پر اس کے خلاف ستارے بنا لیے۔ کامن مَین' جس کو ہم یہ فارمولا دینا چاہیں گے کہ یہ کامیابی ہے' وہ بیچارہ پریشان ہو جائے گا کہ اصل کامیابی کیا ہے' سماج میں کس کا مقام ہے۔ ہمارے پاس عزت والا ایک آخری نام تھا یعنی نظامِ مصطفیٰؐ' تو لوگوں نے کامن مَین کو اس نام پہ چلا دیا اور وہ یا رسولؐ اللہ کہتا ہوا کہاں سے کہاں گزر گیا۔ اس لیے کامیابی جو ہے یہ سماج کی تسلیم کا نام نہیں ہے۔ اس کو اگر آپ مانیں گے تو ساری Divine Wisdom اور Divine Interference ختم ہو جائے گی اور

پیغمبر کا تصور گمنامی میں چلا جائے گا۔ پیغمبر تو اس وقت پیغمبر ہوگا جب اس کو ماننے والے ہوں گے۔ ہر پیغمبر کے ماننے والے اپنے دور میں اقلیت میں رہے اور پیغمبر پھر بھی پیغمبر رہے۔ یعنی کہ ہر دور کا پیغمبر۔ نوح علیہ السلام نے نو سو سال یا غالباً چودہ سو سال اللہ کی خدمت کی اور ان کے ماننے والوں کی کل کائنات ایک کشتی میں سوار تھی۔ یہ ان کے ماننے والوں کی تعداد تھی۔ نو سو سال میں کتنے آدمی ایمان والے ہونے چاہئیں؟ اگر سال میں ایک آدمی مسلمان ہو جائے تو کتنے ہی بن جائیں گے۔ اور اس زمانے میں کشتی میں نو سو آدمیوں کا بیٹھنا بڑا مشکل تھا۔ لہٰذا بات کچھ اور ہے۔ تو آپ اپنے اس فارمولے کو نکال دو کہ سماج کی اکثریت یا عوام کی اکثریت کسی کی صداقت کا ثبوت ہے یا کسی کی کامیابی کا ثبوت ہے یا کسی کے بہتر ہونے کا ثبوت ہے۔ جھوٹا آدمی جھوٹے سماج میں اس طرح اُبھر کے آتا ہے جس طرح ایک مشہور بلکہ بدنامِ زمانہ ڈاکو اُبھر کے آتا ہے یا ایک اندیشہ اُبھر کے آتا ہے۔ ملکی سیاست میں دیکھو۔ کبھی کبھی ایسا اندیشہ اُبھر کے آئے گا کہ آپ کو محسوس ہی نہیں ہوگا کہ کیا ہے۔ لوگ اس کے پیچھے لگ جائیں گے اور بعد میں پتہ چلے گا کہ

وہ غارت گرِ ایماں نکلا

ایسا ہو سکتا ہے۔ اب آپ کا فارمولا Change ہو جانا چاہیے کہ سماج میں عزت جو ہے یہ کامیابی کا مقصد نہیں ہے۔ کامیاب وہ ہے جو عند اللہ کامیاب ہو یا عند الضمیرِ ذات کامیاب ہو۔ اب آپ فیصلہ کر لیں۔ ہم آپ کو گفتگو کا جو پہلا حصہ بتا رہے تھے جو آپ کے سوال کے جواب میں تھا وہ یہ تھا کہ آپ کے ضمیر کو

زندہ کرنے کی کوشش کی جائے تا کہ ضمیر آپ کا ساتھ دینا شروع کر دے تا کہ آپ اپنے ضمیر سے اپنے عمل کا فیصلہ کرنا جلدی جلدی سیکھ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو سماجی Recognition کا انتظار ہو۔ وہ Recognition بھی ہوتی ہے۔ میں پہلے بتا رہا تھا کہ آپ نے جتنے بھی کامیاب چھوٹے چھوٹے عمل کیے آج وہی عمل آپ کے ناسور ہیں۔ مثلاً وہ عمل جس میں آپ کی محبت کا دخل ہے' اب اُس کے بارے میں کہتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو' وہ انسان پریشان کر گیا جو کہ ہمارا دوست تھا۔ تو یہ آپ کے اعمال کے نتیجے ہیں' آپ کے واقعات کے نتیجے ہیں۔ آج دیکھو کہ پچھلے دور کی ابتلا جو ہے وہ نئے دور میں نئے سرے سے جنم لیتی ہے۔ دَور ختم ہو جاتا ہے لیکن مصیبت ختم نہیں ہوتی۔ وہ بندہ چلا گیا لیکن اس کی دی ہوئی مصیبت اب تک آپ کے پاس ہے۔ تو یہ عجیب کہانی ہے۔ آپ اس کو کسی طریقے سے توڑیں۔ لگتا ہے کہ ابھی تک ہم سوال بنا رہے ہیں اور جواب نہیں دے رہے۔ سوال یہ بنا کہ انسان کرے تو کیا کرے؟ کامیاب کس کو کہتے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ آپ کنکریاں اکٹھی کر لیں' ایسا نہ ہو کہ آپ سانپ اکٹھے کر لیں' ایسا نہ ہو کہ آپ غلطیاں اکٹھی کر لیں۔ دوزخ میں جانے والے سے اگر پوچھا جائے کہ یہاں آنے کا کیا سبب ہے تو وہ کہے گا کہ میرے سارے گناہ کامیاب ہو گئے تھے' کوئی ناکام نہیں ہوا' اگر کچھ ناکام ہو جاتے تو شاید میں یہاں نہیں آتا۔ تو گناہ کے ناکام منصوبے والے جنت میں چلے جائیں گے اور کامیاب گناہ والا آگ میں جائے گا۔ لہٰذا کامیابی مقصد کا نام ہے۔ اگر مقصد بُرا ہے تو کامیابی بُری ہے اور اگر مقصد اچھا ہے تو ناکامی بھی اچھی ہے۔ تو آج کی گفتگو کا

پہلا حصہ یہ ہے۔ یہ پہلا حصہ ہے اور یہاں سے بات چلے گی_____

اب آپ کا مقصد کیا ہے؟ اب یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ کامیابی کیا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم جس چیز کو کامیابی کہہ رہے ہیں اس کی تلاش اور اس کا حصول ہماری کوشش کہلاتا ہے۔ اس کامیابی کا آپ جو سفر کر رہے ہیں اور اس کے لیے جتنی کوشش آپ کر رہے ہیں یہ آپ کی زندگی کا عمل ہے۔ تو کامیابی آپ کی منزلِ مقصود ہو سکتی ہے۔ تو کامیابی کو Determine کیے بغیر Define کیے بغیر آپ کوشش نہ کرنا۔ ایک ایسی کامیابی جس میں ایک کافر بھی کامیاب ہو اور ایک مومن بھی کامیاب ہو' یہ کامیابی اگر برابر کی ہے تو اس سے بچو۔ ایسی ترقی جو کافر کے پاس ہو تو بھی ترقی کہلائے اور مومن کے پاس ہو تو بھی ترقی کہلائے' اور اس کے اندر ایمان کا فرق نمایاں نہ ہو سکے تو یہ کامیابی جو ہے اس سے بچنا چاہیے۔ بات سمجھ آئی؟ کہ جو چیز کافر کے پاس ہو اور وہ کامیاب کہلائے' مومن کے پاس ہو تو وہ کامیاب کہلائے' تو کامیابی کا یہ معیار غلط ہے۔ کامیابی وہ ہے جس میں آپ کا تشخص برقرار رہے۔ اگر آپ دنیاوی ترقی کریں جیسا کہ کافر کرتا ہے اور اس میں آپ کا ایمان نہ ہو تو وہ ترقی جو اس کے برابر کے معیار میں ہے وہ ہمیں قبول نہیں ہے۔ دین کو بیچ کے اگر دولتِ دنیا ہمیں مل جائے تو ہمیں قبول نہیں ہے' ہر چند کہ دنیا میں یہ ضروری ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز ہے جو آپ کو اضافی ملی ہوئی ہے تو آپ اسے ضائع کیوں کرتے ہیں۔ تو یہاں آپ اپنے کام کریں اور عاقبت خراب نہ کریں۔ بڑی آسان سی بات ہے۔ آپ وہ حاصل کریں جو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس جواز کے

ساتھ کہ یہ ہمارے اللہ کی دی ہوئی ہے' محنت ہماری ہے لیکن نام اللہ کے ہے۔ حاصل اپنا ہے اور نام اللہ کے ہے۔ اسے اپنی ذاتی کاری گری نہ سمجھنا۔ آپ تو وہ ہیں جو پچاس سال بھی لگے رہیں مگر اپنے گھر سے آپ مکھی نہیں ہٹا سکتے۔ آپ کی کاریگری تو اتنی ساری ہے۔ آپ کی کائنات میں قوتِ بازو کل اتنی ہے کہ پچاس سال کی مسلسل محنت کے بعد اپنے گھر سے' جس پر آپ کا قبضۂ اختیار ہے' مکھی مچھر ختم نہیں کر سکتے۔ آپ کا شہر مٹی سے بچ نہیں سکتا۔ مقصد یہ کہ آپ زندگی کے سارے راز جانتے ہیں مگر موت کے راز کا پتہ نہیں۔ اس طرح زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اتنا لمبا ہنگامہ ہے ہی نہیں۔ تو اپنی زندگی کو کسی ایسے مقصد میں جتلا کرو جس میں آپ کا دین محفوظ رہے۔ دین کا آپ کو پتہ ہے کہ یہ کیا ہے' اسے اور Define تو نہیں کرنا۔ ورنہ جو سیکولر کامیابی ہے اس سے آپ گریز کریں' بچ جائیں۔ یا پھر سیکولر کامیابی حاصل کر کے کسی طریقے سے اسے کلمہ پڑھا دو۔ تو آپ کے لیے یہ کامیابی ہونی چاہیے۔

سوال:

دو انسان ڈاکٹر ہیں' ایک کافر ہے اور دوسرا مومن' مگر کافر ڈاکٹر بھی بہت کامیاب ہے' وہ بھی شفا دیتا ہے۔

جواب:

ڈاکٹر کی شفایابی اور اس کا دستِ شفا ہو جانا' یہ Sufficient نہیں ہے۔ امریکہ ایک ملک ہے جو ساری دنیا کو پیسہ دیتا ہے' قرضہ دیتا ہے۔ اس کے اس طرح مخیّر ہونے سے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ فلاح پا گیا بلکہ وہ تو ہم قطعاً نہیں

مانتے۔ یعنی کہ خیرات دینا' لون دینا' قرض دینا یا ایڈوانس دینا یا کچھ معافی دے دینا' اس سے مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بہتر ہو گیا۔ بُرا آدمی بُرا ہے۔ اب اچھائی یا برائی کو آپ سماجی Morality میں نہ ماپیں۔ پھر آپ مجھے کہتے ہیں کہ آپ کی پہلی باتیں سمجھ آ گئی ہیں لیکن وہ پہلی بات بھی سمجھ نہیں آئی۔ میں نے کہا تھا کہ Morality اور Religion میں یہ فرق ہے کہ اگر Morality میں Divinity شامل کریں تو پھر Religion بنتا ہے۔ آپ صرف Morality تک رہتے ہیں اور Divinity کو شامل نہیں کرتے۔ آپ اچھے کو ضرور اچھا کہیں اور بُرے کو بُرا کہیں لیکن یہ اچھا بُرا اللہ کے حوالے سے سمجھیں۔ اب آپ بتائیں کہ جو مریض کا علاج کرتا ہے' اس کے جسم کا علاج کرتا ہے اور اس میں روحانی ابتلاء پیدا کر دیتا ہے' گناہ ثواب کی باتیں ختم کر دیتا ہے' اسے گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے تو اس آدمی نے انسانیت کی کتنی خدمت کی؟ انسانیت کی خدمت جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے کرو اور اللہ کے پیغمبروں کے حوالے سے کرو۔ اب بتاؤ کہ انسانیت کی خدمت کیا ہوتی ہے؟ انسانوں کو گم راہ کرنا تو خدمت نہیں ہے۔ غریب کو اگر غریبی کے حوالے سے گمراہ کر دو تو یہ تو خدمت نہ ہوئی۔ اگر کر سکتے ہو تو غریب کی ویسے ہی خدمت کر دو' اپنی طرف سے۔ اب آپ کا سوال کیا ہوا؟ کہ ایک ڈاکٹر کافر ہے' وہ میڈیسن اچھی طرح جانتا ہے' مومن جو ہے وہ اچھی طرح نہیں جانتا' کافر جو ہے سچ بولتا ہے' کافر جو ہے وہ جھوٹا وعدہ نہیں کرتا' لیکن کافر' بہر حال کافر ہے۔ مومن اگر اچھے کام نہیں کرتا تو بہر حال غلطی کرتا ہے' اُسے سزا دو۔ مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ایمان سے کفر بہتر ہے۔ ہمارا ایمان میں کم ہونا' یہ

الگ مسئلہ ہے۔ ہمارے پاس وہ ایمان نہیں آیا یا ہم اس ایمان میں داخل نہیں ہوئے' ہمارے پاس سچا ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا' مومن ڈاکٹر پیدا نہیں ہوا کہ وہ ڈاکٹر بھی ہو اور مومن بھی ہو۔ اللہ کرے ہمارے بچوں میں پیدا ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کافر ڈاکٹر اچھا ہے۔ کافر جو ہے وہ ڈاکٹر کے طور پر اچھا ہو سکتا ہے' ہزار بار اچھا ہو سکتا ہے' آپ اس سے علاج کرائیں' ہم منع نہیں کر رہے۔ آپ انگریزوں کی بنائی ہوئی چیزیں استعمال کرو' ہم منع نہیں کر رہے۔ لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مذہب سے لامذہب بہتر ہے۔ تو یہ نہیں کہہ سکتے۔ تو اتنی سی بات ہے' ہم اور کیا کہہ رہے ہیں۔ اب آپ کا یہ مسئلہ طے ہو گیا کہ کامیابی یہ ہے کہ اللہ کے حکم اور اس کے حبیب ﷺ کے احکامات کے قریب قریب زندگی بسر کرنا۔ دور رہنے والا چاہے دنیاوی طور پر جتنا بھی کامیاب ہو ہم اس کو کامیاب نہیں کہتے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ کامیابی یہ ہے کہ یہ زندگی بھی ٹھیک ہو اور اس زندگی کے بعد ایک زندگی ہے' ایک مابعد ہے' وہ بھی ٹھیک ہو۔ اس زندگی پر ہم ایمان رکھتے ہیں اب نئے سرے سے آپ نے ایمان تو نہیں لانا کہ ہم Hereafter پر یقین رکھتے ہیں' ایمان رکھتے ہیں کہ بعد میں ایک مقام آئے گا_____

اب آپ بتاؤ کہ سوال کیا ہے_____ اب سوال پیدا ہونا چاہیے _____ پہلے آپ کی بے سوالی نقلی تھی۔ سوال اب موجود ہے۔ پوچھو _____ حنیف صاحب آپ بولو۔ ایسا سوال پوچھو کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری زندگی بھی کامیاب ہو اور ہمارا اسلام بھی محفوظ ہو۔ یہ نسخہ میں

آپ کو بتاتا آ رہا ہوں' بڑی دیر سے بتاتا آ رہا ہوں_____ اب سوال کرو_____

سوال:

سوال آپ نے اس طرح بنا دیا ہے کہ اسی سوال میں ہی جواب ہے کہ زندگی ایسے گزارو کہ دین اور دنیا دونوں کامیاب ہوں_____

جواب:

آپ جو پیچھے بیٹھے ہیں وہ بھی بولیں۔

سوال:

دین اور دنیا دونوں کو ساتھ چلانا بڑا مشکل ہے؟

جواب:

ہاں' یہ بڑا مشکل ہے۔ اسی مشکل کو آسان کرنے کا تو ہم نسخہ بتا رہے ہیں۔

سوال:

وہ تو ضرور بتائیں۔

جواب:

بات صرف اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے کا جو عمل ہے کسی انسان کے سامنے اس کی وضاحت کرنے کی ضرورت کوئی نہیں۔ اللہ کو ماننے کا عمل یہ ہے کہ اللہ کو مانتے جاؤ۔ اللہ کو ماننے میں آپ کے لیے کوئی دقت نہیں ہے۔ اللہ کو آپ نے ماننا ہے۔ آپ کا دین بہت آسان ہے کہ اللہ کو صرف ماننا ہے اور اُسے جاننے کا کوئی حکم نہیں ہے۔ یعنی صرف ماننا ہے کہ اللہ اس کائنات کا خالق ہے اور

اپنی مخلوق سے ہمہ حال باخبر ہے' وہ بندے کو بھیجنے پر قادر ہے اور اُسے واپس بُلا لینے پر ہر حال میں قادر ہے۔ ہر ایک کو رزق دینے پر قادر ہے اور رزق دیتا ہے۔ رزق پیسے کا نام بھی ہے' آنکھوں کی بینائی کا نام بھی ہے' ذہن کے خیال کا نام بھی ہے' آپ کی رگوں میں چلنے والے خون کا نام بھی ہے' آپ کی روح کا نام بھی ہے' دل کا نام بھی ہے ایمان کا نام بھی ہے۔ یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ دیتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہے اس چیونٹی کے حال سے بھی باخبر ہے جو سیاہ رات میں کالی چٹانوں پر رات کے پچھلے پہر چل رہی ہے۔ یہ ہمارا ایمان ہے۔ اس میں کوئی دقت نہیں ہے۔ یہ جو میں نے بیان کیا ہے آپ اس کو مان لو۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ دنیا بنائی ہے تو اس کے اندر وہ گمراہ کرنے والا اور اصلاح کرنے والا بھیجتا رہتا ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ برائی ہو جاتی ہے یا اصلاح ہو جاتی ہے' اس کو چھوڑ دو۔ گمراہ کرنے والا بھیجا گیا' اب اس کو Foreign element سمجھو۔ گمراہ کرنے والے کو ایک الگ ایجنسی بنا دیا گیا' اس کو شیطان کہہ دیا گیا۔ اور اصلاح کرنے والے کو آپ پیغمبر کہہ لو۔ ہم انسان ہیں اور یہ دونوں طاقتیں ہیں۔ کبھی وہ Temptation دیتا ہے اور کبھی پیغمبر آ کے اصلاح فرماتے ہیں۔ انسان کبھی گناہ میں ہوتا ہے اور پھر توبہ کر کے واپس آ جاتا ہے' کبھی اس کنارے' کبھی اس دیوار سے ٹکراتا ہے' یوں ٹکراتے ٹکراتے سماج کی زندگی بسر ہوتی جا رہی ہے۔ کوئی پہلے مر گیا' کوئی حالتِ گناہ میں مر گیا اور کوئی حالتِ توبہ میں مر گیا۔ یہاں ہم نصیحت یہ کر رہے ہیں کہ آپ حالتِ توبہ میں مرنا۔ کامیاب نسخہ یہ ہے کہ جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ توبہ کر لے تاکہ اس کو موت حالتِ گناہ میں نہ

آئے۔ یہ By the way ایک الگ نسخہ ہے کیونکہ حالتِ توبہ میں مرنے سے بخشش کے امکان ہو سکتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو چیزیں بھیجی ہیں' ایک تو ابلیس کو بھیجا جو ہمیشہ سے آ رہا ہے اور پھر اس کے پیغمبروں نے اصلاح کی۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی اس دنیا میں اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ اب یہاں پر یہ راز ہے کہ اگر اللہ یہ کرنا چاہتا ہے تو کر لے۔ اللہ سب کو مسلمان بنانا چاہتا ہے تو بنا لے۔ کیا بنا نہیں سکتا؟ ضرور بنا سکتا ہے۔ کیا قادر ہے؟ ضرور ہے۔ کیا وہ نہیں چاہتا؟ چاہتا بھی ہے' قادر بھی ہے مگر یہ کرتا نہیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس نے یہ کام تم پر چھوڑا ہوا ہے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے کہ اگر وہ چاہے تو یک لخت سب کو دین عطا فرما دے۔ آپ کا مسلمان ہونا ایک حادثہ ہی ہے ناں۔ ایمانداری سے بتاؤ۔ آپ نے اس کے لیے کون سی انویسٹمنٹ کی ہے۔ کافر کا کافر ہونا بھی ایک حادثہ ہے۔ تیسرا حادثہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے کافر ہو جائیں۔ چوتھا حادثہ یہ ہو سکتا ہے کہ سارے مومن ہو جائیں۔ ایسا ممکن تو ہے۔ اللہ تعالیٰ اس چیز کو انجوائے کرتا ہے کہ اس نے کچھ لوگوں میں ایمان رکھ کے انہیں چھوڑ دیا اور کچھ لوگوں میں اس نے کفر رکھ کے چھوڑ دیا' چلو اپنا اپنا کام کرو۔ دنیا تو میلہ ہے' رونق ہے' اِدھر چرچ بنا دیا' اُدھر مسجد بنا دی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اپنے اپنے دین میں رہ کے منافق کون ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ممکن ہے کافر بچ جائے' بخشا جائے' مومن کا بھی ممکن ہے کہ بخشا جائے لیکن منافق کا بخشا جانا ناممکن ہے۔ منافق وہ ہے جو اسلام میں رہے اور اسلام سے بیزار ہو۔ ایسا شخص نکل جائے تو بہتر ہے۔ بے شک کافر ہو جائے۔ اگر کافر ہونا گوارا نہیں ہے' اسلام میں رہنا مشکل نظر آ رہا ہے تو یہ

کھری منافقت ہے۔ اور کسی مذہب میں یا کسی سماج میں ایسے شخص کی بخشش کا کوئی مقام نہیں۔ یہ تو ایسے ہے کہ انسان ایسے گھر میں رہے جس گھر سے نفرت ہو' اور ایسے حال میں رہے جو حال خود اس کو ناپسند ہو۔ اس لیے اے صاحبان عقل و بصیرت! آپ نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کس حال میں ہیں۔ اگر اسلام میں ہیں تو پھر پکے رہیں۔ اگر نہیں ہو تو اس کو چھوڑ دیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ضرور اسلام میں داخل ہوں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی بات پسند نہیں آتی تو کافر ہونا منافق ہونے سے بہتر ہے۔ میں تو بالکل اور علم بتا رہا ہوں _____ بہرحال یہ دو طاقتیں آئیں' پیغمبر اور شیطان۔ بات چلتی رہی۔ اللہ نے مداخلت کرنا نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ بڑا خوش ہوتا ہے کہ چار بندے کلمہ پڑھ جائیں۔ لیکن اس کی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کروڑہا مخلوق کافر ہو کے چلی گئی۔ اسلام سے پہلے بھی چلے گئے' پتہ نہیں کہ کوئی تھا بھی کہ نہیں۔ آپ کے لیے خوشی کی بات ہے۔ آپ اپنے جذبہء شوق کو آزمائیں۔ یہ آپ کی زندگی ہے۔ اگر محبت کی کمی آ جائے' زندگی میں تھوڑا سا فاقہ آ جائے تو آپ جذبہء دل کو آزماتے رہتے ہیں' ادھر آزماتے ہیں' اُدھر آزماتے ہیں' تاکہ کچھ نہ کچھ واقعہ ہونا چاہیے۔ اگر آپ کی Speech میں کمی آ جائے تو پھر کوئی پلیٹ فارم مل جاتا ہے' پیسے اگر گنتی میں کم ہو جائیں تو کچھ اور جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تو آپ ایمان کے حوالے سے جذبہء شوق کو آزمائیں آپ اپنے ایمان کو آزمائیں کہ یہ کیسا ہے۔ کسی کو اُس کے رب سے بے یقین نہ کرنا۔ ایمان کی میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ اپنے رب پر بھروسہ رہنے دو۔ ایک ہے شیطان کی طاقت اور دوسری ہے پیغمبروں کی طاقت

اور انسان درمیان میں ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو خوش ہی نہیں کرنا بلکہ اپنا فرض بھی پورا کرنا ہے کہ آپ اپنے ایمان کو آزمائیں' آپ لوگوں کے لیے خیر خواہی کا پیغام دیں۔ اب اگر یہ ایک بار زندگی میں آ گئی تو پتہ چل جائے گا کہ کامیابی کا معیار کیا ہے اور کامیاب انسان کون ہے۔ دین میں دنیا کی کون سی بات مشکل ہے؟ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اپنے کمزور حالات میں بھی اللہ کو یاد رکھیں۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہے تو بہت بہتر ہے۔ آپ غریبی کو ضرور دور کرو' ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ غریب رہو' حالات کو بھی ٹھیک کرو' پیسے کو بھی ٹھیک کرو اور خیرات بھی کرو مگر یہ نہ ہو کہ ماننے میں دقت ہو۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیسہ نہیں دیا تو یہ بھی مان لو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پیسہ چھینا بھی نہیں ہے۔ آپ کماؤ جو مرضی کماؤ مگر جس طرح ماں باپ کا شکریہ ادا کرتے ہو آپ اللہ تعالیٰ کا بھی شکریہ ادا کرو' اس کے قریب رہو اور یہ کہو کہ یا اللہ تعالیٰ ہمیں باقی دین کا تو پتہ نہیں لیکن یہ جو آنکھوں میں بینائی ہے اس کا شکریہ۔ اس طرح آپ کا ایمان پورا ہو جائے گا۔ اگر آپ میں آئینہ دیکھ کر غرور پیدا ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرو کیونکہ آپ نے خود تو اپنی شکل نہیں بنائی۔ کیا آپ کو اپنی زندگی میں کوئی چیز اچھی لگتی ہے؟ کوئی تو اچھی لگتی ہو گی۔ تو جو چیز اچھی لگتی ہے اس کا شکر ادا کرو۔ اور اس شکر کے لیے اللہ کو اپنا شکر بھیجو۔ یا رب العالمین تیری مہربانی ہے' میرے قریب کے لوگ چلے گئے' مر گئے' میں ابھی نہیں گیا' یہ بھی تیری مہربانی ہے۔ اگر اس کی کسی مہربانی کا شکر ادا کر لو تو ایمان پورا ہو جائے گا۔

سوال:

اگر ایسی بات ہے جو آپ بتا رہے ہیں تو پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے؟

جواب:

یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان ہونا مشکل ہے تو دراصل لوگوں نے مسلمان ہونے ہی نہیں دیا لوگوں کو۔ وہ ٹھیک کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں تمہارا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے' فقرہ یہ ہے۔ آپ نے ان کی بات کا پورا ترجمہ نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ہیں تو تم جنت میں نہیں جا سکتے۔ تو وہ آدمی جواب دیتا ہے کہ تم ٹھیک کہتے ہو کیونکہ تم نے خود جنت میں نہیں جانا۔ آپ سارے سمجھ دار ہیں۔ ایک Logical بات ہے کہ جب کوئی نیا دین آئے گا اور لوگوں کو قریب بلائے گا تو کیا ڈرانے کے لیے بلائے گا؟ وہ تو مٹھائی لائے گا' وہ تو ان کو Temptation دے گا' ان کو کہے گا کہ زندگی بھی اچھی ہو جائے گی' آخرت بھی اچھی ہو جائے گی۔ یہی کہے گا ناں۔ یہ جو ڈر کا پہلو ہے یہ بعد کے واقعات ہیں۔ یہ ڈر مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کے لیے پیدا کیا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو آگ سے ڈرا رہا ہے تو جنت میں پھر کون جائے گا؟ مسلمان مولوی ان لوگوں کو مسجد میں کھڑا ہو کے ان لوگوں کو ڈرا رہا ہے جو آئے بیٹھے ہوتے ہیں بیچارے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آج پھر کس منہ سے مسجد میں آ گئے ہو' تمہیں شرم آنی چاہیے' کل تم نہیں آئے تھے۔ بعض مولوی عید پڑھنے والوں کے لیے یہ تقریر کرتے ہیں کہ روزوں میں تو

نہیں آیا' ساری تراویح تو نہیں آیا اور آج کس منہ سے آ گیا_____ مطلب یہ کہ آپ کو ڈرایا ہے مسلمانوں نے۔ آپ کو ڈرایا آپ کے ظالم انجام نے۔ آپ کو ڈرایا حُبِ دنیا نے۔ دنیا کی محبت آپ میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ تباہی کہاں سے ہوئی ہے؟ ایک ظالم آدمی' رشوت لینے والا' ناجائز کمائی کرنے والا یہ کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر مہربانی کی ہے۔ تب غریب آدمی کہتا ہے کہ اگر اللہ بھی اسی کا ہے تو پھر میرا اللہ کون ہے۔ غریب کو ان لوگوں نے ایک نئے اللہ کا تصور دے کے اس کو اللہ کے تصور سے محروم کر دیا۔ یہ ساری شرارت یہاں پہ ہوئی ہے۔ آپ نے اس کو ایسا اللہ بنا کے دے دیا کہ اللہ امیروں کا ہے۔ رشوت کے پیسے ہوتے ہیں' ناجائز کمائی ہوتی ہے اور وہ حج کرنے چلا گیا' روز عمرہ کرنے چلا گیا۔ غریب آدمی کہتا ہے کہ میرے مولا بُلا لو مدینے مجھے۔ مدت سے وہ تڑپ رہا ہوتا ہے۔ سارے سماج میں کسی نے اس کی Help نہیں کی۔ غریب کو جب یہ پتہ چل جائے کہ اللہ امیروں کا ہے تو غریب تو ویسے ہی مر گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے امیر آدمی سے اللہ کا ایمان چھین لو' جھوٹے عالم سے اللہ کا ایمان چھین لو' اس کو مصلے سے ہٹا دو لیکن خود بھی تو مصلے پہ چڑھو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے اور میں سچا ہوں لیکن میں مصلے پہ چڑھوں گا نہیں اور اسے آنے نہیں دوں گا۔ تو یہ ہے One world dead and other powerless to be born تو وہ طاقت پیدا نہیں ہوگی۔ اللہ کو ماننے والے مصلے پہ کیوں نہیں چڑھتے۔ آپ اذان دو' پھر دیکھو کہ کیسے ایمان پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو سب کہتے ہیں کہ وہ جھوٹے ہیں۔ تو جھوٹے کو نکال دو اور سچا آدمی اذان کہے۔ یہ نہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے' اس لیے اذان

کے قابل نہیں ہے اور ہم تو ویسے ہی اس قابل نہیں ہیں۔ ہم معذرت میں ہیں۔ نتیجہ کیا ہوگا؟ سب خالی۔ یہ ہے مسلمانوں کا حال۔ مسلمانوں کو مسلمانوں نے ہمیشہ نقصان پہنچایا۔ اب میں ایک ایسی بات کرنے لگا ہوں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کیا بات کرنے لگا ہوں۔ کہ اللہ کو ماننے سے آپ کی ذاتی' گھریلو زندگی میں کوئی فرق تو نہیں پڑتا' کوئی چیز آپ کے ہاتھ سے چلی تو نہیں جائے گی۔ تو آپ اللہ کو مان لیں۔ فرض کریں ہم سب اجنبی ہیں' اس دنیا میں نووارد ہیں' تو اللہ کو سب مانیں کہ اللہ خالقِ کائنات ہے۔ آپ کہیں کہ ہم مانتے ہیں۔ کیا کائنات آپ لوگوں کی تخلیق ہے؟ کیا سورج چاند آپ نے تو نہیں بنائے؟ تو جس نے یہ بنائے ہیں اس کا نام ہے اللہ۔ اب اس کو ماننے میں کیا دقت ہے۔ تو اس کائنات کا مالک اللہ ہے' خالق اللہ ہے' ہمارا مالک اللہ ہے' ہمارا خالق اللہ ہے' ہم یہاں اس کی مرضی سے آئے ہیں اور ہم یہاں سے نکالے جائیں گے اس کے حکم سے۔ اتنی بات ماننے میں کوئی دقت ہے؟ انسان کو اس کی بہبود کا راستہ دکھانے کے لیے اللہ نے جس کو نامزد فرمایا اس کو پیغمبر کہتے ہیں۔ یہ سلسلہ آج کل نہیں ہے۔ باقی تو یہ ہے کہ آپ دفتر جائیں۔ کیا کسی خیال نے آپ کو دفتر جانے سے روکا؟ آپ جا سکتے ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں اور کائنات کے سب سے اشرف انسان ہیں۔ ساری دنیا اس بات پہ متفق ہے' کافر اور مومن سارے' کہ The Best ever man. جو ہیں وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ اس میں کسی کو شک نہیں۔ آپؐ واحد ذات ہیں جو صادق ہیں اور امین ہیں۔ کافر بھی یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کی بات سچ ہے' آپ کا فرمانا سچ ہے۔ یہ

بات ماننے سے آپ لوگوں کی ذاتی زندگی میں کوئی فرق پڑا ہے؟ آپؐ نے یہ فرمایا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یہ کتاب سچی کتاب ہے اور یہ قرآن پاک ہے۔ آپ اسے بوسہ دے کے سر پہ رکھ لیں۔ آپ عربی نہیں جانتے' چلو اس کے معانی پڑھ لیں' میں تفسیر پڑھنے کی دعوت نہیں دے رہا' آپ تفسیر مت پڑھو۔ کیا قرآن نے کہا ہے کہ آپ دفتروں میں نہ جایا کریں۔ آپ جا سکتے ہیں۔ یہ تو ماننے کی بات ہو گئی۔ پھر اپنی ذاتی زندگی کو مانو جو کہ گزری چلی جا رہی ہے۔ اس زندگی کو آسانیاں دو' وقت کیوں پیدا کر رہے ہو۔ آپ کو پتہ ہے کہ پریشانی کہاں پہ ہو رہی ہے؟ آپ مسلمان ہیں اور جب آپ تاریخ کا کوئی چیپٹر نکالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اول خلیفہ راشد نے یہ فرما دیا۔ یہ آپ کے اوپر نافذ الحال ہے۔ پھر دوم خلیفہ اور سوم خلیفہ کا حکم بھی نافذ الحال ہے۔ پھر خلیفہ چہارم علیہ السلام کا حکم نافذ الحال ہے۔ کربلا کا حکم نافذ الحال ہے۔ پھر امام اعظمؒ اور سارے آئمہ کرام کا حکم نافذ الحال ہے' غوث الاعظمؒ کا' خواجہ صاحبؒ کا' داتا صاحبؒ کا' حتیٰ کہ ہر بزرگ کا حکم آپ کے اوپر نافذ الحال ہے۔ اور زندگی آپ کے اوپر الگ سے نافذ ہوئی پڑی ہے۔ ایک چھوٹی سی زندگی جائے تو کہاں جائے۔ آپ کو دفتر بھی جانا ہے' زندگی گزری چلی جا رہی ہے' سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہے' پیسے کم ہیں' خرچ زیادہ ہے' عقیدت آپ کے پاس تھوڑی سی ہے اور عقیدت کرانے والے زیادہ ہیں۔ میری بات مانو تو آپ کہو کہ اللہ سچا' اللہ کے حبیب ﷺ سچے اور اب آپ خود سچے بن جاؤ۔ آپ کو یہ راز بتا رہا ہوں اور آپ سمجھ نہیں رہے۔ تو ان تین کے حوالے سے زندگی گزارنا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر حضرت امام غزالیؒ کا نام

آ جائے تو ان کو سلام کرو اور ان سے کہو کہ یہ تقلید کرنا میرا فرض نہیں' آپ کو امام غزالیؒ بنانے والے نے یہ بنا دیا اور مجھے وہ جو بنانا چاہے گا میں وہ بن جاؤں گا۔ کسی کو پڑھنے سے تو امامت کا مقام نہیں ملتا۔ سقراط نے کیا پڑھا تھا کہ وہ سقراط بن گیا؟ وہ پڑھتا پڑھاتا نہیں تھا بلکہ وہ تو خود سقراط تھا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس سے پہلے ضرور کوئی سقراط تھا تو آپ کہو کہ اس سے پہلے کوئی سقراط نہیں تھا۔ وہ خود ہی سقراط تھا۔ وارث شاہؒ سے پہلے کون وارث شاہ تھا۔ وہ خود ہی تھا۔ اور آپ وہ آدمی ہیں کہ جب تک آپ کے پانچ سو استاد نہ ہوں تب تک آپ کو علم نہیں آتا۔ تو آپ علم میں اتنے غریب ہیں۔ یہ آپ کا حلقہ ارباب ذوقیت جو ہے وہ آپ پہ سوار ہے۔ مثلاً ایک نے کچھ کہہ دیا تو دوسرا وہیں جان چھوا گیا کہ بس اس نے یہ کہہ دیا ہے۔ بس ایک نام ایسا لے لیا کہ سب حیران پریشان ہو گئے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ نئی کتاب چھپی ہے' فرانس میں چھپی ہے' کیا بات ہے؟ اگر چہ اس بے چارے نے پڑھی نہیں ہے لیکن ٹائٹل اور عنوانات کا نام لے کے سب کو ڈرا دیا۔ اور گھر آ کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ تو آپ خدا کے لیے اتنی عقیدتیں بس کرو۔ بس اپنے آپ کو مانو۔ زندگی کا سے گزرتا جا رہا ہے اس کو مانو_____

اب آپ دیکھو کہ اس سوال کی کیا نیچر ہے۔ سب کو سلام کرو۔ جب تک آپ اسلام میں کچھ نہ کچھ نہیں کرو گے تو آپ مسلمان بچ نہیں سکتے۔ سارے آئمہ کرام ٹھیک ہیں' بزرگان دین ٹھیک ہیں' ہم سب کو سلام کرتے ہیں مگر میری ایک زندگی ہے اور میں کتنے بزرگوں کو مانوں۔ زندگی اپنے تقاضے لے کے کھڑی ہے' دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ دیکھو بچے کو کسی جگہ داخل کرانا ہے' کسی کالج میں واقفیت

ہے؟ پھر یہ نہ کہنا کہ میں اس وقت امام غزالیؒ کو پڑھ رہا ہوں' "کیمیائے سعادت" پڑھ رہا ہوں۔ اب آپ کے مسائل اور طرح کے ہیں' وہ کتاب آپ کو کیا سعادت دے گی۔ اس لیے اے صاحبان ! آپ غور کرو کہ ماننے کے بعد ان بزرگوں کو آپ اللہ کے حوالے کرو اور آپ بھی ان کے حوالے ہو جاؤ۔ ان کو زیادہ جاننے کی کوشش نہ کرنا۔ مثلاً یہ کہ روحانیت کا کیا راز ہے' گیان کا کیا راز ہے' دھیان کا کیا راز ہے' کرشنا مورتی کیا کہتا ہے' وہ دوسرا کیا کہتا ہے _____ ہر آدمی آ کے نئی بات کرتا ہے۔ اب ایک جگہ پہ وابستہ رہو۔ Concentration کرو' زندگی گزار دو تاکہ خیریت سے یہ سفر پورا ہو جائے' بقول حسن خاتمہ۔ تو زندگی میں وقت نہ ہو۔

اب آپ سوال کرو۔ اشفاق صاحب آپ بولو _____ کوئی اور بولے _____

سوال:

اسلام کے حوالے سے زندگی کا مقصد کیا ہے؟

جواب:

ہم یہ بتا رہے ہیں کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے جنوں اور انسانوں کو ماخلقت الجن والانس الا لیعبدون عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اب عبادت کی تشریح اور تفسیر جو ہے یہ لمبی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ میں نے عبادت کے لیے بھیجا۔ اس پہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر عبادت صرف مسجد میں خاص قسم کی Ceremony کرنے کا نام ہو تو جب یہ صلوٰۃ نافذ ہو گئی تو اس

کے بعد زندگی کی وقت ختم ہو جانی چاہیے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ بڑی تکلیف ہے' اب عصر کی نماز ہونے والی ہے' اس کے بعد تکلیف ختم ہو جائے گی۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ دشمن نے حملہ کر دیا مگر کوئی بات نہیں کیونکہ مغرب کی اذان قریب ہے' مغرب ہو جانے دو پھر حملے والے غائب ہو جائیں گے۔ تو مسجد کے اندر بھی بم گر رہا ہے اور نمازی لوگ اپنے گھر اور وطن چھوڑ کے آپ کے پاس افغان رفیوجی بنے بیٹھے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ کا عبادت کا مدعا یہی کچھ ہوتا تو زندگی نافذ نہ فرماتا۔ تو اس نے زندگی نافذ کر دی ہے اور آپ اس زندگی کو اس کے حکم کے مطابق گزار دو تو یہی عبادت ہے۔ جو فنکشن اس نے عطا کیے ہیں اگر یہ پورے کر دو تو عبادت ہیں۔ جھوٹ نہ بولنا اور جو چیز نہیں ہے اس کا اظہار نہ کرنا' جو چیز ہے اس کو چھپانا ناں۔ تو آپ اتنا کام تو کر لو۔ اللہ تعالیٰ کا دین سچا ہے اور جھوٹے آدمی کے پاس یہ دین آ نہیں سکتا۔ جھوٹا مولوی اگر سچا قرآن بولے گا تو قرآن کی تاثیر واپس لے لی جائے گی اور یہ تاثیر واپس ہو چکی ہے' آپ دیکھ رہے ہو' کہ قرآن بولا جا رہا ہے مگر تاثیر نہیں ہے۔ قرآن بھیجنے والے کا حکم ہے کہ اگر میں یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کرتا تو وہ اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ اور آج کے مسلمان کو خوف خدا نہیں ہے' وہ قرآن کے نام پر قسم کھا جاتا ہے' جھوٹی قسم کھا جاتا ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ تاثیر واپس چلی گئی ہے۔ علم کتاب میں چلا گیا اور روحانیت مزار میں چلی گئی۔ تو آدمی جائے تو کہاں جائے۔ روحانیت کا آپ کو جب بھی شوق ہو گا تو کہاں جائیں گے؟ مزار پہ۔ اور علم کہاں ہے؟ کتاب میں۔ حالانکہ علم آپ کا نام ہونا چاہیے مگر آپ ابھی تک

طالب علم ہیں' کبھی تو آپ دین میں داخل ہو جائیں کہ جہاں سے اصلی علم آیا کرتا ہے۔ اور روحانیت بھی آپ کا اپنا نام ہونا چاہیے۔ پھر آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آپ بات پہ غور کر رہے ہیں؟ اس میں وقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کو عبادت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ عبادت ہے اپنی ذات کے ساتھ صداقت۔ جس کو اللہ نے جو گفٹ عطا فرمایا وہ اس کی حفاظت کرے۔ جس کو اللہ نے کوئی صفت دی ہے وہ اس صفت سے ان لوگوں کی خدمت کرے جن کے پاس وہ صفت نہیں ہے۔ اس طرح عبادت پوری ہو جائے گی۔ آپ اپنے بزرگوں کا' جیسے اللہ نے کہا ہے ادب کرو اور احترام کرو۔ اس کے لیے اسلام کا منشا یہ ہے کہ الا لیعبدون آپ کو عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ عبادت اس صفت کی حفاظت ہے جو آپ کے نام منسوب کی گئی ہے۔ میں نے پہلے بتایا تھا کہ شاہین کا کام ہے پرواز کرنا اور شاہین اگر نماز ہی پڑھتا جائے اور پرواز نہ کرے تو پھر شاہین عبادت نہیں کر رہا۔ مردِ مومن اگر اندیشے میں مبتلا ہے تو مومن نہیں ہے چاہے وہ مسجد میں بیٹھا ہوا ہے۔ اگر اسے لاخوف کا مقام نہیں ملا تو سمجھو کہ اس کے ایمان میں کمی ہے کیونکہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون تو مومن کا Norm ہے۔ یعنی کہ اس کو آنے والے وقت کا خوف نہیں اور گزرے ہوئے کا ملال نہیں۔ تو آپ اتنی سی بات تو کر لو۔ یہ صرف ولی اللہ کا کام نہیں ہے بلکہ ہر آدمی کا کام ہے۔ تو جو آ رہا ہے اس کا خوف نہ کرو وہ بہتر ہی آئے گا اور جو گزر گیا سو گزر گیا۔ آپ حال میں رہیں۔ مستقبل کو Discuss نہ کریں اور ماضی کو Discuss نہ کریں۔ تو آپ اتنی دیر میں اپنی یہ Activity کر لو کہ ماضی کو

چھوڑ دو مستقبل کو چھوڑ دو اور حال کو دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے یہ منظر دوبارہ پھر نہیں آئے گا۔ گزر جائے گا یہ سماں سارا۔ اب آپ مومن ہو گئے۔ مومن کون ہے؟ علیٰ حال حال کے اندر ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی آدھی زندگی ماضی کا گلہ ہے اور باقی کی آدھی زندگی مستقبل کے خواب ہوتے ہیں اور پھر انا للہ و انا الیہ _____ تو آپ مستقبل کے خواب چھوڑ دو ماضی کی یادوں کو ماضی کے ساتھ ہی رخصت کر دو اور اب دیکھو کہ کیا حال ہے _____ اب حال ٹھیک ہو جائے گا۔

سوال:

آپ کے کہنے پر ہم ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر پھر کچھ ایسا ہوتا ہے کہ مشکل آ جاتی ہے۔

جواب:

ہاں مشکل آ جاتی ہے۔ پرانی یادیں آ جاتی ہیں اور آ کے دبوچ لیتی ہیں۔ مستقبل کے اندیشے آ جاتے ہیں اور دبوچ لیتے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ جب مستقبل کا کام اللہ نے کرنا ہے تو پھر آپ کو اندیشہ نہیں آئے گا۔ اگر آپ نے مستقبل ٹھیک کرنا ہے تو کر لو۔ کہتا ہے میں کر نہیں سکتا اور تجھ پر میرا اعتبار نہیں ہے۔ پھر تو اندیشہ ہو گا۔ تو وہ خود بھی نہیں کر سکتا اور دوسرے پر اعتبار بھی نہیں کر سکتا۔ اگر خود نہیں کر سکتے تو دوسرے پر اعتبار تو کرو۔

سوال:

کیا ہم اپنے حلقے کو ایسا نہ بنا لیں کہ بچے کو اس کے میرٹ پر داخلہ ملنا شروع ہو جائے۔

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بچہ اگر داخلے کے قابل نہیں ہے تو بھی کرادیں۔ میرٹ پہ تو وہ خود داخل ہو جائے گا۔ اگر کسی وجہ سے نمبر کم آئے ہیں تو بھی داخل کرادیں۔ وہاں کون سی پڑھائیاں ہو رہی ہیں۔ آپ رعایت کریں۔

سوال:

میں یہ رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

جواب:

پھر تو بچہ داخل نہیں ہوگا۔ یہ تو آپ انصاف سے چل رہے ہیں مگر ایسا انصاف جو ہے یہ معافی کو نہیں سمجھ سکتا' توبہ کو نہیں سمجھ سکتا۔

سوال:

مگر میرٹ کا جو تصور ہے اس کا کیا کریں۔

جواب:

آج کل جو طالب علم Deserve کرتا ہے اس کو اتنے نمبر نہیں دیتے۔ آج کل میرٹ کارگر نہیں ہے۔ فی الحال آپ بچوں کو داخل کراؤ جس طرح کرا سکتے ہو۔ یہ اصلاح اوپر سے ہوگی۔ بہت سارے بچے مختلف صاحب اقتدار لوگوں کی سیٹوں پر آ جاتے ہیں اور جو سیٹیں بچ جاتی ہیں وہ میرٹ پہ ہوتی ہیں اور آپ لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں کہ ہوا کیا۔ ہوا کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو پہلے ہو چکا ہے۔ آپ میرٹ کا ٹھیک کہتے ہیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر نمبروں میں کوئی کمی بیشی ہو تب بھی ان کو داخل کرانے کا انتظام ہونا چاہیے۔

سوال:

میں نے تو یہ عرض کیا ہے کہ ہم اس کی بیشی کی فکر کیوں کریں بلکہ ہمارے حلقے کی طرف سے یہ عبادت ہونی چاہیے کہ وہ خود داخل ہو جائے' ایسا حال Create ہو جائے۔

جواب:

میں یہ کہتا ہوں کہ ایسا حال کیسے Create ہو جائے کیونکہ بچے نے عام کالج یا سکول میں پڑھنا ہے اور وہاں سے وہ تھوڑے نمبر لے کر آ گیا۔ اگر وہ تھوڑے نمبر لے کر آ گیا تب بھی اس کو داخل کرانے کے قابل کر دو۔ مگر وہ آپ مانتے نہیں۔

سوال:

اس کو میرا ذہن قبول نہیں کرتا۔

جواب:

آپ کا ذہن کیسے قبول کرے گا کیونکہ آپ اپنے انصاف کے مطابق سوچ رہے ہیں۔ ایسے انصاف میں سفارش حرام ہے۔ پھر سب چلنے دو۔

سوال:

ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ سسٹم بن جائے۔

جواب:

وہ آگے کی بات ہے اور بچے کا داخلہ آج ہے' اب ہے۔ آج اس کو داخل کرانا ہے کہ نہیں کرانا۔ جو نہیں ہونا چاہیے تھا وہ آج ہے۔ آپ اپنے بچے

کے ساتھ جب انصاف کا انتالیول رکھ رہے ہیں تو پھر اس کو آج کل سماج سے کچھ نہیں ملے گا۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ بچوں کو چھوڑ دو اور پہلے حالات درست کرو۔ یہ تو ایسے ہے کہ پیاسا بے شک پیاس سے مر جائے لیکن پہلے ٹیوب ویل کا انتظام کرو۔ اس غریب کو پانی تو پلاؤ۔ پہلے آپ اتنی قوت بنا لو کہ وقتی طور پر آپ کے چھوٹے چھوٹے مسائل حل ہوں بڑا مسئلہ پھر بڑے وقت میں حل کر لینا۔ آپ کہتے ہیں کہ اصول کے مطابق چلو کیوں کہ سماج اصول کے مطابق چل رہا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں کہ سماج اصول کے مطابق نہیں چل رہا۔

سوال:

میں اس سماج کو توڑنا چاہتا ہوں جو مروجہ اصولوں پر آج کل چل رہا ہے۔

جواب:

پھر بچہ کب داخل کراؤ گے؟

سوال:

بچہ بے شک داخل نہ ہو۔

جواب:

پھر وہ بچہ آپ کا نہیں ہوگا۔ بات یہ ہے۔ آپ کا سوال یہ تھا کہ ایسا ماحول ہونا چاہیے کہ لوگوں کے مسائل آج حل ہونے چاہئیں۔ اور اب کہہ رہے ہیں کہ مسائل کو وقت کے مطابق حل ہونے دو۔

سوال:

میں مروجہ ماحول کو اس حلقے کے حوالے سے توڑ کر ایک نیا حلقہ بنانا

چاہتا ہوں۔

جواب:

یہ حل نہ کرنے کا طریقہ ہے۔ آپ کے اصول کے مطابق بچہ داخل ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ بالکل نہیں ہوتا۔ پھر آپ اپنے بچوں کو انصاف کے حوالے کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ جیسے حالات چل رہے ہیں' چلنے دو۔ ایک وقت آئے گا جب سارے سماج کی اصلاح ہو جائے گی۔ ہم یہ بات پہلے Define کر کے آئے ہیں کہ سماج کی اصلاح اللہ کے حکم کے مطابق ہونی چاہیے۔ اور کامیابی کیا ہے' کامیاب زندگی کیا ہے؟ وہ حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب قریب ہونی چاہیے۔ اب آپ چل پڑیں۔ کامیابی کا تصور آپ کو مل گیا۔

پہلا سوال:

میں نے تو صاحب حلقہ کی کانفیڈنس میں یہ کرنے کو کہا ہے۔

دوسرا سوال:

سر! میری ان سے یہ عرض ہے کہ یہ اپنی نظر سے مسئلے کو دیکھ رہے ہیں اور اپنی جگہ صحیح ہیں مگر اس وقت ان کو صاحب حلقہ کی نظر سے اس مسئلے کو دیکھنا چاہیے۔ صاحب حلقہ کا ایک بالکل واضح نکتہ نظر ہے کہ جو مصیبت اور مسئلہ اس وقت ہے' اس کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اور جو پورے معاشرے کو درست کرنے کا مسئلہ ہے وہ اس حلقے کا مسئلہ نہیں۔ آپ کا خیال صحیح ہے لیکن آپ اس حلقے کو بیچ میں نہ لائیں اور حلقے کا حوالہ صاحب حلقہ سے لینا چاہیے۔

جواب:

میں تو آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اپنے بچے کو داخل کرائیں۔

سوال:

ہم کیسے کرائیں۔ یہ میری استطاعت میں نہیں ہے۔

جواب:

اس کے لیے آپ لوگ آپس میں بیٹھ کے سوچ لیں' فیصلہ کر لیں کہ موجودہ حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا کوئی تعاون ہو سکتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ ایسی کوئی صورت نکل آئے۔ اب اس کی صورت یہ نہیں ہے کہ سب کو اُڑا دو' پھر نیا ماحول آ جائے۔ اس میں بڑا ٹائم لگتا ہے۔ وہ ہمت والوں کا کام ہے اور ہمت والے معذرت کے ساتھ کام نہیں کرتے۔ ہمت والے کر ڈالتے ہیں۔ اس سے پوچھو کہ تو نے کیوں توڑا' تو وہ کہتا ہے کہ وہ غلط چیز تھی اس لیے میں نے توڑ دی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میرا جی توڑنے کو تو کرتا ہے مگر میرے پاس کلہاڑی نہیں ہے' ہتھوڑا نہیں ہے' دو چار آدمی میری مدد کریں۔ ایسے آدمی کا دل کمزور ہے۔ توڑنے والے توڑ کے بتاتے ہیں کہ میں نے توڑ دیا۔ تو اس میں اگر خرابی ہے تو توڑ دو۔ یہ سماج کی بات ہے۔ اگر ہمت ہے تو توڑ دو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ توڑنے میں گمراہی نہ پیدا ہو جائے۔ اللہ کے ہاں آپ کی جواب دہی ہے۔ اگر آپ کا ایمان کہتا ہے' دل کرتا ہے تو توڑ دو۔ اگر ایمان نہیں کہتا تو اسے چھوڑ دو' اس کے حال پہ چھوڑ دو۔ موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم دیا گیا کہ فرعون کو جا کے توڑ دو تو پھر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ کیا کیا جائے' میں اکیلا ہوں' تنہا ہوں _____ انہوں

نے جا کے توڑ دیا۔ اُن سے اللہ نے پوچھا کہ فرعون کو بھیج دیا؟ انہوں نے کہا کہ جی بھیج دیا۔ اللہ نے کہا اب آپ بھی آ جائیں۔ تو وہ بھی چلے گئے۔ اور واقعہ ختم ہو گیا۔ توڑنے والوں کو جب حکم ملتا ہے تو وہ توڑ دیتے ہیں۔ اپنے سے زیادہ کسی نصب العین کو اپنے لیے مقرر کرنا ہلاکت کی ابتدا ہے۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ سورج کی گرمی کم ہو جائے تو اسے کہو کہ اگر یہ گرمی کم ہو جائے تو بڑی پریشانی ہو گی' زندگی آگے پیچھے ہو جائے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ استعداد سے زیادہ خواہش جو ہے یہ ہلاکت ہوتی ہے۔ یا خواہش کم کر یا استعداد بڑھا۔ میں تو اس کو ایمان کہتا ہوں جب کوئی استعداد کے مطابق کام کر رہا ہو۔ تو جو اپنی استعداد کے مطابق کام کر رہا ہے' بڑی خوشی سے کام کر رہا ہے' تو میں Enjoy کرتا ہوں کہ بڑا ٹیک آدمی ہے' صحیح کام کر رہا ہے۔ اگر استعداد نہیں اور شوق زیادہ ہے تو اس کو میں اچھا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ کہے گا کہ شوق بہت ہے مگر میرے حالات ایسے نہیں ہیں۔ یا تو حالات کو بڑھایا پھر شوق کو گھٹا۔ کسی طرح Adjust کر۔ مطلب یہ کہ ایسا بھی کہتے ہیں کہ مجھے دین کا بڑا شوق ہے لیکن مجھ میں گناہ کی رغبت ہے۔ اگر گناہ کی رغبت ہے تو گناہگاروں کی سی دعا اور استغفار کر۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین پہ چلتا جا۔ جہاں منافقت کا اندیشہ ہو وہاں منافقت سے ضرور بچنا۔ اس کا آسان نسخہ بتاتا ہوں۔ وہ کام جو آپ محنت سے کر رہے ہیں اس کام کے ہو جانے سے رضا کس کی مقصود ہے؟ اس سوال کا آپ کے پاس جواب ہونا چاہیے۔ جب آپ کوئی کام کر رہے ہیں' محنت کر رہے ہیں' کوشش میں مصروف ہیں تو جب وہ کام ہو جائے تو یہ ضرور سوچنا کہ رضا کس کی

Whom are you going to please by that action? ہے؟

سوال:

اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے۔

جواب:

یہ تو اَنا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کا عمل اَنا ہے۔ تو آپ کا عمل کیا ہے؟ وہ اَنا ہے۔ اور اگر اَنا کا عمل نہ کرو تو یہ میرے لیے آپ کی مہربانی ہے' چاہے وہ عمل کامیاب ہی ہو۔ اگر آپ نے وہ عمل اپنی اَنا کے لیے کرنا ہے تو بہتر ہے کہ پہلے ہی Step پر وہ عمل Withdraw کر جاؤ۔ وہ نہ کرو۔ اگر وہ عمل کسی کی رضا کے لیے ہے اور وہ رضا والا یہ کہہ دے کہ آپ اس کام کو بس کر دو' تو وہ کام بند کر دو۔ کیا یہ مشکل ہے؟ اب اُسے یہ نہ کہنا کہ کل آپ کا حکم اور تھا اور آج اور ہے۔ یہاں پہ بڑا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات دُور لے جاتی ہے۔ تو یہ دیکھو کہ رضا کس کی ہے؟ اگر اللہ کی رضا ہے تو آپ اللہ کے لیے کرو۔ پھر آپ کوئی فاؤل نہیں کرو گے۔ پھر اللہ آپ کے عمل میں آپ کے ساتھ شامل ہے۔ اپنی رضا کو تھوڑی دیر کے لیے روک دو' یہ اَنا کہلاتی ہے۔ اس لیے اگر حلقے کے حوالے سے میں آپ کو کوئی بات کروں تو آپ میرے کہنے کے مطابق عمل کرو۔ میں آپ کو چھوٹا سفر بتا رہا ہوں کہ اپنی زندگی پر راضی ہونا سیکھ لو۔ پہلا کام تو یہ کر لو۔ اپنے گرد و پیش پر فی الحال راضی ہو جاؤ۔ جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے۔ جب تک آپ کی استعداد نہیں ہے' یہ ٹھیک ہو رہا ہے اور جب استعداد پیدا ہو جائے گی' آپ کے اندر خود بخود عمل پیدا ہو جائے گا۔ اگر زمین پیاسی ہے تو آپ پرواہ نہ کرو' اللہ

سبب بنا دے گا' دریا چل پڑیں گے اور پانی کی پیاس بجھ جائے گی۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کے کام کو اللہ کے حوالے سے آپ دیکھو کہ وہ کیسے انتظام فرماتا ہے' کیسے پیاس بجھاتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کا عمل بڑا کامیاب ہوتا ہے مگر نتیجہ نہیں نکلتا۔ کتنی موومنٹ بنیں مگر کامیاب نہ ہوئیں۔ آج کل کئی جماعتیں ہیں' بڑی کامیاب جماعتیں ہیں مگر نتیجہ نہیں نکلا۔ اسلام کے حوالے سے دیکھو تو افغانستان میں اسلام موجود ہے لیکن نتیجہ کیا ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلام موجود ہے مگر نتیجہ کیا ہے۔ بنگلہ دیش میں دیکھو' ایران میں دیکھو کہ نتیجہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کوئی خاص بات ہے اور وہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے خاص بات ہے۔ میں بار بار یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ کسی وجہ سے ابھی تک محفوظ ہو۔ تو وجہ کوئی ہے' اور وہ وجہ مجھے معلوم ہے۔ آپ کے ساتھ افغانستان کے مسلمانوں سا سلوک نہیں ہوا۔ الحمدللہ کہ نہیں ہوا۔ ایران کے مسلمانوں جیسا سلوک نہیں ہوا۔ عراق جیسا سلوک نہیں ہوا۔ ہندوستان کا مسلمان وہ ہے کہ جس بیچارے کے پاس کچھ ہے ہی نہیں' رونے کے لیے آنسو بھی نہیں رہ گئے' اس جیسا سلوک بھی نہیں ہوا آپ کے ساتھ۔ بنگلہ دیش جیسا سلوک نہیں ہوا۔ آپ ابھی تک بچے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ کوئی حادثہ گزر جائے آپ لوگ توبہ کر کے ٹھیک ہو جاؤ۔ اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ سب مسلمانوں پر کوئی نہ کوئی ابتلا آ گئی مگر آپ مجموعی طور پر محفوظ ہیں۔ ہم دعا یہ کر رہے ہیں کہ محفوظ رہیں۔ اگر آپ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے تو پھر بڑی مشکل ہو جائے گی' کوئی نہ کوئی واقعہ بن جائے گا۔ اس لیے اے صاحبان

عقل و بصیرت! آپ اپنے ہونے کا شکر ادا کریں۔ دنیا میں آپ "نہ ہونا" دیکھ رہے ہیں۔ آپ ابھی موجود ہیں' اس کا شکر ادا کریں۔ اس شکر کے حوالے سے اپنا کوئی عمل تجویز کریں' اپنا کوئی نیا نام رکھیں کہ آپ اللہ کے سپاہی ہیں یا پھر کون ہیں۔ آپ نے اگر دین کو مانا ہوا ہے تو دل سے مان لو منافق نہ بننا۔ ایک بات یہ کرنا کہ جس آدمی کو آپ اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں اس کا ادب دل سے کرنا۔ چاہے وہ کہیں ہو' کوئی ہو۔ اور جس آدمی کو اپنے سے کم سمجھتے ہیں اس سے محبت ضرور کرنا۔ یہ دو کام ضرور کرنا۔ کوئی Rival پیدا نہ کرنا۔ برابر کی ٹکر آپ نہ لگایا کریں۔ یا کسی آدمی کو ادب کے ساتھ Acknowledge کر لو یا پھر کسی آدمی کو محبت سے Accommodate کر لو۔ اتنی بات تو مان لو میری۔

سوال:

کیا آپ کسی Living آدمی کی بات کر رہے ہیں؟

جواب:

میں Living آدمی ہی کی بات کر رہا ہوں۔ میں کتابوں کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کو دو طرح کے آدمی ملیں گے۔ ایک وہ جو علم میں آپ سے بہتر ہوں گے' ان کو ادب کے ساتھ Respect کرو۔ اور دوسرا وہ جو آپ سے ذرا کم زور ہو' چاہے کسی وجہ سے ہو' اس سے محبت میں کمی نہ کرو۔ اتنی سی بات ہے۔ تو آپ یہ کام کرو۔ آپ برابر کی ٹکر چھوڑ دیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہ ہمارے برابر کا آدمی ہے۔ برابر کا کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ اسے سلام کر دو اور اگر وہ سلام کر دیتا ہے تو آپ اسے محبت سے جواب دے دو۔ تو کمزوروں کو ڈانٹنا نہیں اور بڑوں سے

ڈرنا نہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ سے جو بڑے ہیں وہ آپ کو اس وقت خوفزدہ کریں گے جب آپ اپنے نوکر کو خوف زدہ کریں گے۔ اس طرح وہ آدمی آپ کو ڈانٹے گا اور ایسا ڈانٹے گا کہ آپ کے اندر سوزش پیدا ہو جائے گی اور آپ بے دل ہو جائیں گے۔ دل کے ناکام ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ آپ چھوٹے آدمی کو ڈانٹنا بند نہیں کرتے۔ جب آپ چھوٹے کو ڈانٹنا بند نہیں کرتے تو بڑا آپ کو چھوڑتا نہیں ہے پھر اس کی ڈانٹ سے آپ میں ناسور پیدا ہوتا ہے اور وہ ناسور دل کے اوپر ہوتا ہے۔ تو بڑوں کے خوف سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ چھوٹوں کو خوف زدہ نہ کرو۔ یہ نمبر ون نسخہ ہے۔ خوف زدہ ہونے سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ خوف زدہ کرنا چھوڑ دو۔ چھوٹے کو راضی کرو تو بڑا آپ کو راضی کر کے جائے گا۔ مخلوق سے محبت کرو تو خالق آپ کو اپنی محبت دے جائے گا۔ اُمت کے لیے مجموعی طور پر دعا کرو کہ یا اللہ یا رب العالمین! حضور پاک ﷺ کی امت کو فلاح دے۔ تو جن کی اُمت ہے وہ تم پر کوئی نہ کوئی جلوہ آشکار کر جائیں گے۔ یہ کام بھی آپ نہیں کرتے اور کہتے یہ ہیں کہ اگلا کوئی سبق بتائیں۔ اس سے اگلا سبق ہے ہی نہیں۔ تو تم لوگ سرکار کی امت کے لیے دعا کرو۔ یہ کہو کہ یا اللہ ہم جیسے بھی ہیں' کچے ہیں' پکے ہیں' بریلوی ہیں یا دیوبندی ہیں' کچھ بھی ہیں' سب کی خیر ہو جانی چاہیے۔ مسلمان سارے پریشان ہیں' رحم کے قابل ہیں' نادان ہیں لیکن اُس کے نام لیوا ہیں۔ یا اللہ اب اس کھیل کو بس کر' اسے تو ختم کر دے' ہمارا بن اور ہمیں اپنا بنا' ہمیں معافی دے دے۔ اگر آپ اسلام کے لیے یا مسلمانوں کے لیے یہ کام کرتے ہیں تو جس کی اُمت کے لیے یہ کام کر رہے ہیں وہ الحمدللہ

بڑے باخبر ہیں۔ آپؐ پر سلام ہو۔ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہیں' ہر حال باخبر ہیں۔ تو آپ دل سے اُمت کے لیے دعا کریں۔ آپ روز مجھ سے فارمولا پوچھتے ہیں کہ کوئی ٹر بتائیں' جاگنے کا نسخہ بتائیں یا وظیفہ بتائیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اور کچھ نہ کرو' صرف اُمت کی فلاح کے لیے دعا کرو اور کہو کہ یا اللہ اُمت پریشان ہے' اس پر رحم فرما' یہ حضور پاک ﷺ کی اُمت ہے۔ دعا کرو کہ وہ وقت کبھی نہ آئے جب حضور پاک ﷺ کو ہمارے حوالے سے یہ سُننا پڑ جائے کہ حضور پاک ﷺ' کیا یہ آپ ہی کی اُمت ہے؟ تو ہم کیا جواب دیں گے کہ آپؐ ہی کی اُمت ہیں۔ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے کہ

آکڑ تے مغروری ساری نکل جاوے گی تیری
جس دن پاک محمدؐ کیہا اے میں اُمت میری

آپ اپنی بڑی "دانائیاں" بند کر دو اور چھوٹی دانائی کے ساتھ چلو۔ چھوٹی دانائی یہ ہے کہ آپ درود شریف پڑھتے جاؤ اور اس اُمت کی فلاح کے لیے دعا کرتے جاؤ۔ اگر اُمت میں ایسا آدمی ہے جس کے اسلام میں کمی بیشی ہے' اسے ایمان کی کمی ہے' عارضہ ہے تو اسے بھی Accommodate کر لو۔ تو سب کو ساتھ لے چلو' اس کو بھی اور اُس کو بھی ساتھ لے چلو۔ تو ان کے لیے دعا کرو۔ ساری کی ساری اُمت کی مجموعی طور پر فلاح کے لیے آپ دعا کرو۔ آپ اُمت کی دعا کے لیے اگر رات لگا دو تو میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ جس کی اُمت ہے وہ آپ کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ جو آپ کے عقیدے ہیں سیاست کے' سوشلزم یا کمیونزم' یہ سارے آپ کے کھیل ہیں اور آپ

سارے پکے مسلمان ہیں' کسی کا دادا پیر تھا اور کسی کا نانا پیر تھا۔ میں سب کو جانتا ہوں۔ یہ ساری صرف آپ کی باتیں ہیں۔ یہ اس لیے ہوا کہ امیر آدمی آپ کو ظالم نظر آیا تو آپ نے کہا کہ اس کو توڑنا ہے۔ تو یہ سوچا کہ یہ امیر جو ہے یہ ظالم ہے' یہ ہمارا دُکھ نہیں بانٹتا تو اس کا سکھ بانٹو۔ بس یہ آپ کی پریشانی ہے۔ اگر وہ آپ کا دُکھ بانٹنے والا ہوتا تو آپ اس کا سکھ بانٹنے کی تمنا نہ کرتے۔ اس لیے آپ نے اس نظریے کی کتاب پڑھی ہے۔ اگر تقلید کرنی ہے تو کیوں نہ پرانی تقلید کریں۔ یا پھر آپ نئے انسان بن جاؤ' دین کو محفوظ کر کے سماج کا کوئی اور فارمولا بنا دو' معاشیات کا بنا دو۔ دین جو ہے وہ محفوظ ہے' اپنی جگہ پر قائم ہے' اس کو جو چھیڑے اُسے باہر نکال دو۔ یہ اللہ کا حکم ہے' فرمانِ الٰہی ہے' کہ اللہ کی زمین اللہ کے حوالے کرو' اللہ کا مال اللہ کو دو اور ہمیں اپنا مال دو۔ کتنی آسان سی بات ہے۔ پھر سب سوشلزم اور کمیونزم ختم ہو جائیں گے۔ پھر جو چیزیں لے وہ اپنے پاس نہ رکھے بلکہ تقسیم کر دے۔ پھر بات برابر ہو جائے گی۔ آپ کا سربراہ وہ آدمی ہو جو اپنے گروپ کے کمزور ترین آدمی کے برابر زندگی بسر کرے۔ تو اس کو سربراہی دے دو۔ اگر کوئی انسان اینٹ کا سرہانہ' تکیہ بنا کے لیٹا ہوا ہو تو ویسے ہی سب پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ یہ اس قوم کا سربراہ ہے۔ تو ایسے شخص کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہوا نہیں ہے۔ ایک سربراہ نے یہ محسوس کیا تو سائیکل پہ سواری کی۔ اس نے گھر جا کے سوچا ہو گا' خود کو سمجھایا ہو گا کہ یہ میں نے کیا کام کیا ہے' ایسی بات آئندہ نہ کرنا۔ اگر وہ اچھی بات تھی تو جاری رکھتے۔ تو یہ نہیں ہوا۔ اسلام کچے آدمی کو راستہ نہیں دیتا۔ نقلی آدمی اس میں

چل نہیں سکتا۔ اصلی آدمی کو اسلام بڑا فروغ دیتا ہے۔ اگر آپ اپنے دین کے ساتھ سچے ہو جائیں تو آپ کو رونقیں مل جائیں۔ کسی انسان کے آگے جواب دہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ تو میں اللہ کے ساتھ ہوں اور اللہ میرے ساتھ ہے۔ آسان سی بات ہے۔ میں اللہ پر راضی ہوں تو اللہ مجھ پر راضی ہے۔ اللہ کو آپ ایسے سمجھو جیسے آئینے کا عکس ہے۔ آپ سامنے ہوں تو وہ سامنے ہے آپ آگے بڑھیں تو وہ آگے ہے آپ پیچھے ہٹیں تو وہ پیچھے ہے آپ چھپ جاؤ تو وہ چھپ جائے گا آپ ہنسو گے تو وہ ہنسے گا آپ روؤ گے تو وہ روئے گا آپ قریب ہو تو وہ قریب ہے تم اس کے اندر شامل ہو جاؤ تو وہ آپ کے اندر شامل ہو جائے گا۔ نہیں تو نہیں۔ اللہ آپ کے احساس کا نام ہے۔ جو قریب ہو جائے وہ اس کے قریب ہو جائے گا۔ وہ کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جو Palpable ہو وہ تو اللہ ہے مانے والے کے ساتھ ہے اور نہ ماننے والے کو نظر نہیں آتا۔ ماننے والا دیکھتا ہے اور نہ ماننے والا نہیں دیکھتا۔ وہ آپ کا ایمان ہے

اشفاق صاحب!

سوال:

ہمیں یہ ڈر رہتا ہے کہ دین میں پردے کے پردے داخل ہونے کے بعد اللہ نے اگر محبت کی تو کہیں ہمیں غریبی نہ آ جائے۔

جواب:

اللہ کے ماننے والے اللہ کے چاہنے والے اللہ کے قریب رہنے والے غریب تو ہوئے لیکن ان کی ضرورت میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ غریبی ان کی ضرورت

میں ہے۔ آپ کی ضرورت میں اگر دولت مندی ہے تو وہ آپ کو دولت دیتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ نہیں ہوتا ہے کہ غریبی اس کو دے دے جس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ وہ جو اللہ والے غریب تھے' غریب رہنا ان کی ضرورت تھی' ان کا مزاج تھا' وہ ان کی خواہش تھی۔

سوال:

ہمارا تو یہ مزاج نہیں ہے۔

جواب:

بات تو آسان ہو گئی۔ آپ کا جو مزاج ہے اس مزاج کے اندیشوں سے بچنے کے لیے آپ اللہ کو پکارا کرو۔ اس مزاج میں تکبر ہے۔ پیسہ ضرورت کے لیے نہیں ہوتا بلکہ پیسہ نمائش کے لیے ہوتا ہے' پیسہ اکثر حالات میں لوگوں پر رُعب کے لیے ہوتا ہے۔ یہاں سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ یہاں سے اس دنیا میں رہنے کی آرزو پیدا ہوتی ہے۔ یہاں سے یہودیت پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ غرور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ یا اللہ ہمیں وہ دے جس سے ہماری ضرورت پوری ہوتی جائے۔ ضرورت سے ماسوا یا ماورا رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ غریب کرنے میں خوش نہیں ہوتا' اللہ تو خزانوں کا مالک ہے۔ وہ آپ کو کیوں غریب کرے گا۔

سوال:

یہ ہمارے مشاہدے سے گزرا ہے۔

جواب:

اللہ والا بظاہر غریب نظر آئے گا مگر وہ تو خزانے لٹاتا ہے' وہ ہیرے جواہرات کا مالک ہوتا ہے۔ ان کے لیے زمینوں اور آسمانوں کی افواج ہیں' لشکر ہیں۔ آپ غور تو کریں۔ پیسہ تو ان کے لیے بات ہی کوئی نہیں۔ آپ کو مشاہدے کی ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ جو لوگ یہاں پہ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں ان میں شہر کے دانش ور اور شہر کے بڑے خاص لوگ ہیں۔ آپ سے بات کرنے اور یہاں پر بٹھانے کے لیے اگر کسی اجنبی کو یہ کہا جائے کہ اتنے لوگ تمہاری بات اس طرح سے سُنیں گے' تو یہ کتنی دولت کا منصوبہ ہونا چاہیے؟ اگر میں آپ کو کراچی بھیجوں کہ وہاں کے صحیح دانش وروں سے آپ اس طرح بات کرو جیسے میں اس وقت لاہور کے دانش وروں سے بات کر رہا ہوں' تو اس کے لیے آپ کتنا Invest کریں گے؟ یعنی اس کام کو حاصل کرنے کے لیے کتنا پیسہ انویسٹ کر سکتے ہو؟

سوال:

یہ تو اور طرح کی انویسٹمنٹ ہے۔

جواب:

اب آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جس کو شوق ہو وہ کروڑوں روپے لگا سکتا ہے مگر یہ خزانہ ہے' پیسے کے بغیر _____ تو اللہ جو نعمت عطا فرماتا ہے اس میں پیسے کا تصور نہیں ہوتا۔ یہ بات سمجھ رہے ہیں؟

سوال:

کچھ کچھ سمجھ رہے ہیں۔

جواب:

مطلب یہ ہے کہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہے۔ وہ کام جو پیسے سے نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ خود کرا دیتا ہے۔ اگر کوئی محبوب ہو اور وہ کسی سے ناراض ہو جائے تو اُسے راضی کرنے کے جو جتن کیے جاتے ہیں ان کے لیے کتنا پیسہ چاہیے؟ اس میں تو زندگی لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک ادا پر آپ کو ہزار ہا روپے معاف فرما دیے۔ جس آدمی کے ہاں بیٹا نہیں ہے وہ بیٹے کے لیے کتنی دولت Invest کر سکتا ہے؟ کچھ نہ پوچھو کہ وہ کیا کر سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا کر دی اس نے پیسے کیا لینے۔ جس کو اُمت کا سربراہ بنا دیا گیا وہ پیسے کیسے مانگے گا۔ اس کو تو مالک بنا دیا گیا۔ آپ کا نام ہے اور ورفعنالک ذکرک کر دیا گیا' لوگوں کا ایمان بنا کے رکھ دیا گیا۔ تو وہاں پیسے تو نظر انداز ہو جائیں گے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ غریب نہیں ہوتے بلکہ وہ اس شعبے سے لاپرواہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں کیا غریبی آنی ہے۔

سوال:

اُس زمانے میں اکنامک ورلڈ اتنی پاور فل نہیں ہو گی۔

جواب:

اس زمانے میں بڑی پاور فل تھی۔ زمین کے خزانے کبھی کم نہیں تھے اور اب زیادہ نہیں ہیں۔ زندگی تو اپنے Span میں ہونی ہے۔ کمی کیسے ہونی ہے؟

ساٹھ سال یا زیادہ سے زیادہ تریسٹھ سال کی زندگی ہے۔ اس زندگی کے خزانے تھے' قیصر و کسریٰ تھے' کئی دوسرے واقعات تھے۔ یہ جو آپ کے ہاں غریبی کے اندیشے ہیں یہ آپ کا سماج ہے' آپ کے ہاں بے شمار آلائشیں ہیں۔ یہ غریبی امیری کی بات نہیں ہے' یہ سماج کی بات ہے۔ یہ جو آپ کا سرسری سماج ہے۔ امیر آدمی کو اصلی امیر نہ سمجھنا' خدا جانے کتنا مقروض ہوگا۔ چُپ ہی کر جاؤ۔ اور جو آپ جیسے غریب نظر آتے ہیں پتہ نہیں بنکوں میں کتنے پیسے ہوں۔ بظاہر غریب لگتے ہیں اور اندر خاص بات ہوتی ہے۔ تو یہ واقعات چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے آسان بات یہ ہے کہ آپ اس دولت کو دولت نہ سمجھیں۔ عزت کی دولت بہت بڑی دولت ہے' آسودگی کی دولت بہت بڑی دولت ہے' قناعت کی بڑی دولت ہے اور سکون کی دولت بڑی ہے۔ اگر کسی آدمی کو سکون کی نیند آ جائے تو اس نے کیا پیسے گننے ہیں۔ یعنی آرام سے نیند آ جائے' لوگ باتیں کرتے رہیں اور وہ آرام سے سو جائے۔ یہ کیسا خوب صورت آدمی ہے جس کو ایسے نیند آ جاتی ہے کیونکہ لوگوں کو دوائیاں کھا کے نیند نہیں آتی۔ آپ شکر کریں کہ آپ کی نیند Undisturbed ہے' آرام سے نیند آتی ہے۔ شکر کرو کہ آپ کو اندیشے نہیں ہیں۔ یہ سب نعمتیں ہیں' دولتیں ہیں_____

سوال:

میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے بڑے سکول میں پڑھیں لیکن فیس بہت زیادہ ہے۔ کیا یہ میری انا ہے؟

جواب:

اَنا کو آپ یوں سمجھیں کہ اگر آپ سب سے کہتے ہیں کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے لیکن آپ ایک آدمی سے یہ قطعاً نہیں کہیں گے۔ دوسروں کو بھی کہیں گے کہ اس کو نہ بتانا۔ اس کے سامنے آپ کی اَنا ہے۔ جس آدمی کے سامنے آپ کمزور ثابت نہیں ہونا چاہتے اس کے سامنے آپ کی اَنا ہے۔ ایسا ایک آدھ آدمی ضرور ہوتا ہے' بعض اوقات کوئی گروہ بھی ہوتا ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ سب اندر سے غریب ہیں مگر کوئی آدمی یہ برملا کہنے کو تیار نہیں ہے کہ میں غریب ہوں۔

سوال:

یہ تو کہہ دینا چاہیے۔

جواب:

کہہ تو دینا چاہیے مگر نہیں کہتے۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ وہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ جو اَنا ہے یہ سامی رنگ ہے' ایک لباس ہے۔ بات کو چھپا کے رکھا ہوا ہے۔ غریبی کو چھپانا نیکی کی بات ہے۔ اپنے گناہ کو بھی چھپایا کرو' غریبی کو بھی چھپایا کرو۔ مہربانی کر کے اپنی مایوسی کو بھی چھپا جاؤ' بیماری کو چھپا جانا' صرف ڈاکٹر کو بتانا اور اپنے آپ کو کسی وجہ سے بھی Pitiable نہ بناؤ۔ اپنے آپ پر مہربانی کرو۔

سوال:

ہمارے پاس علم ضرور ہے مگر عمل کمزور ہے۔

جواب:

یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن پر غور کرنے کا وقت ہے۔ ہمارے پاس ٹائم تھوڑا ہے' عمر کے حساب سے بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت سارے نیک اعمال پہ اگر Insist کرتا تو بہت طویل زندگی دیتا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کوئی ایک عمل' حسن عمل' حسن نیت کے ساتھ اگر کر دیا جائے تو وہ کافی ہے۔ آپ ذاتی طور پر یہ کریں کہ اس کے حوالے سے یہ نہ کہنا کہ ہم بات کو ضرور سمجھتے ہیں مگر اس قابل نہیں ہیں کہ اس پہ عمل کر سکیں۔ آپ کی بے عملی کے لیے یہ جواز پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کبھی یہ بات نہ کرنا کہ ہم سے عمل ہونا مشکل ہے۔ آپ اگر عمل کر سکتے ہیں تو عمل کرتے جائیں اور اگر نہیں کر سکتے تو خاموشی سے معافی مانگتے جاؤ۔ علم اچھا ہے تو عمل اچھا۔ اچھے عمل کا ایک صحیح نکتہ ہو تو کافی ہے اور صحیح عمل کا ایک قدم ہو تو وہ کافی ہے۔ زیادہ عمل کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' اگر ایک سجدہ قبول ہو جائے تو آپ کی سب نمازیں قائم ہو گئیں۔ تو عمل' قبولیت کا نام ہے۔ قبولیت اس کا اپنا عمل ہے۔ آپ لوگوں کے عمل نے کامیاب نہیں ہونا بلکہ اللہ کے عمل نے کامیاب ہونا ہے کہ آپ کو کس مقام پہ قبول فرما لے۔ یہ دیکھو کہ اس نے نامنظور تو نہیں کیا ہوا؟ تو آپ اپنے اعمال کو زیادہ طویل انداز سے نہ دیکھو' یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ایک آدھ ایسا عمل سرزد ہو جائے جو تیری رضا کا باعث ہو جائے' ہمیں اتنا ہی کافی ہے' یا اللہ تو اسے قبول فرمائے' ہماری بے عملی کو قبول فرما لے۔ اللہ تعالیٰ خود معاف فرما دیتا ہے۔ اس لیے جو یہ سوال ہے کہ ہمارے پاس علم تو ہے مگر عمل کمزور ہے' تو اگر کوتاہ عملی ہے تو یہ بجا ہے' لیکن وہ قبول فرما لے تو یہی کافی ہے۔

آپ یہ دیکھتے ہیں کہ ہر آدمی کو ہر آدمی تو قبول نہیں کرتا لیکن کچھ آدمیوں کو کچھ آدمی قبول کرنے والے مل جاتے ہیں۔ میں آپ کے گھروں کی اس بات کی نشان دہی کر رہا ہوں جہاں قبول کرنے کے بعد جھگڑا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ میری بات سمجھے ہیں؟ قبول کرنے کے بعد رشتہ قبول کرنے کے بعد جھگڑا دوستی قبول کرنے کے بعد جھگڑا استاد شاگردی قبول کرنے کے بعد جھگڑا ــــــ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جو قبول کر لیا اُسے اب نبھاؤ۔ قبول کرنے سے پہلے جو مرضی تحقیق کرو مگر جب قبول کر لیا تو نبھا جانا ہی کمال ہے۔ آپ نے زندگی میں جو Relations طے کیے ہیں ان کو آپ پورا کر لو۔ جو ذمہ داری ہے اُسے پورا کر لو۔

سوال:

ہم یہ کیسے سمجھیں کہ ہماری زندگی حضور پاک ﷺ کی زندگی کے قریب ہے؟

جواب:

اس سوال کا ایک حصہ اور یہ ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم احادیث مبارکہ نہ پڑھیں ہمیں کیا پتہ کہ حضور پاک ﷺ کی رضا کیا ہے۔ آپ سوال سمجھ گئے؟ سوال مشکل ہے۔ اور اس کا جواب بڑا آسان ہے کہ جس شخص کو حضور پاک ﷺ سے نسبت ہو جائے اس نسبت کے فیض سے اس کو قریب ترین راہ کا خود بخود ہی اندازہ ہو جاتا ہے۔ سورج سے ثبوت ملے نہ ملے' اگر نسبت ہو جائے تو وہ آدمی ضرور دھوپ میں رہتا ہے کیونکہ اُسے نسبت ہو گئی اور روشنی میں رہا۔ اس میں مشکل بات یہ ہے کہ ایک آدمی جس نے حضور پاک ﷺ کی سیرت کو سٹڈی نہیں

کیا' ایک آدمی جس نے احادیث مبارکہ کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا' کیا اُس کو عشقِ نبیؐ عطا ہوسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ دیں_____

سوال:

یہ ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہوا ہے۔

جواب:

ٹھیک ہے' یہ ہوسکتا ہے۔ ایسا ہوا۔ ثابت یہ ہوا کہ عشق اور محبت کے لیے عرفان اور سیرت آپ کو سمجھ نہ آئیں تو بھی کوئی بات نہیں۔ عشق جو ہے یہ روح کا مقام ہے اور یہ عطا ہو جائے تو ساری زندگی بن جاتی ہے۔ ایک آدمی اگر ساری زندگی حضور پاک ﷺ کی سیرت کو سٹڈی کرتا رہے تو یہ ہوسکتا ہے کہ عشق سے محروم ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھنے والا ہوسکتا ہے کہ کافر ہو۔ کتاب لکھنے سے یہ علم نہیں آتا' کتاب پڑھنے سے یہ علم نہیں آتا۔ علم جو ہے یہ محبت کے ساتھ آتا ہے اور محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے۔ یہ عطا کا علم ہے' عطا کرنے والے راستے الگ ہیں۔ کوئی یہ عطا کرنے والا ہوتا ہے۔ یہ علم اس وقت ملتا ہے جب کوئی عشق عطا کرنے والا ہو' محبت عطا کرنے والا ہو۔ تو یہ عشق' محبت اور حضور پاک ﷺ سے نسبت عطا ہے۔ یہ کیسے ملتی ہے؟ کوئی عطا کرنے والا ہوتا ہے تو ملتی ہے۔ اس لیے اس کا کوئی باعث نہیں ہے کہ آپ کیا کیا مطالعہ کریں۔ آپ محبت سے درود شریف پڑھیں' نسبت رکھیں اور حضور پاک ﷺ کی امت کے لیے دعا کرتے جائیں تو آپ کو ضرور کوئی نہ کوئی بات مل جائے گی۔ کائنات میں بہت سی باتیں ہیں جن سے اللہ خوش ہوسکتا ہے۔ اللہ کے کسی بندے پر آپ

نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اگر کسی جانور پر آپ نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ خالق کے حوالے سے اس کی مخلوق پر آپ نے رحم کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ آپ نے کسی کو معاف کر دیا تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اپنے آپ کو بھی معاف کر دو تو اللہ خوش ہو جائے گا۔ اللہ تو اللہ ہے' وہ خوش ہو جائے گا۔ وہ انسانوں کی طرح ناراض تو نہیں ہوتا۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کو ابھی تک اس دنیا کے اندر داخلہ عطا نہیں کیا' ان کے بارے میں ہمیں پتہ نہیں ہے کہ ان کے ساتھ راضی ہے یا ناراض ہے۔ ہمیں پتہ نہیں ہے کہ وہ لوگ ہیں یا نہیں ہیں۔ وہ ابھی انسانوں کے روپ میں نہیں آئے۔ اللہ جس پر ناراض ہو اس آدمی کی زبان پر اپنے محبوب کا نام نہیں آنے دے گا۔ اللہ جس پر راضی نہ ہو' اللہ جس کو اچھا نہ سمجھے' اس کی زبان پر اپنے محبوب کا نام نہیں آنے دیتا۔ جس شخص کی زبان پر اللہ کے محبوب کا نام ادب سے نہ آئے اس پر اللہ راضی نہیں ہو سکتا۔ جس کی زبان پر اللہ کے محبوب کا نام محبت سے آئے اس پر اللہ ناراض نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کو نسخہ مل گیا۔ تو حضور پاک ﷺ کا نام ادب سے لینا آپ کا دین ہے۔ اور آپ دانشوروں کو یہ بات بتا رہا ہوں کہ جب آپ ادب اور محبت سے نام لیں تو یہ یاد رکھنا کہ جن کا یہ نام ہے وہ اُس وقت اُس حال سے باخبر ہیں۔ یہ میں آپ کو واضح بات بتا رہا ہوں۔ میری بات سمجھ آئی؟ جب آپ تنہائی میں اللہ کو پکارتے ہیں تو آپ کو پتہ ہے کہ اللہ باخبر ہے۔ جب آپ درود شریف پڑھتے ہیں' ادب کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہ یاد رکھنا کہ جس ذات پر آپ درود بھیج رہے ہیں وہ آپ کی اس حالت سے باخبر ہیں۔ اور درود شریف کا جواب کب آتا ہے؟ یہ

سوال بھی کیا جاتا ہے کہ درود پڑھتے جاتے ہیں' جواب کب آئے گا؟ درود پڑھنے والے شخص پر درود پڑھنے کے دوران اگر رقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ جواب آ گیا۔ اگر آنسو طاری ہو جائیں' رقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ جواب آ گیا۔ جب حضور پاک کی توجہ اور بزرگوں کی توجہ آپ کے کمزور دل کے قریب سے گزرتی ہے تو آپ کی آنکھوں میں بغیر سبب کے آنسو آ جاتے ہیں۔ بے سبب آنسوؤں کا آنا' یہ کسی کی توجہ کے ذریعے ہے۔ اور توجہ جو ہے ان کی خاص عنایت ہے۔ اس لیے جب کبھی آپ تنہا بیٹھ کے درود شریف پڑھ رہے ہوں اور آپ کو آنسو آ جائیں' اگر آپ کبھی سجدے میں اللہ کے سامنے ہوں اور آپ پر رقت طاری ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا بہت قرب حاصل ہو گیا۔ درود شریف میں رقت ہو جانا بہت قرب حاصل ہونا ہے۔ کسی بزرگ کو اگر یاد کر رہے ہیں اور یاد کرتے کرتے اگر رقت طاری ہو گئی تو سمجھو کہ آپ کے سلام کا جواب آ گیا۔ اگر رقت طاری نہ ہو رہی ہو تو کچھ درویش کہتے ہیں کہ منہ پر کچھ مارو تا کہ کوئی آنسو آ جائے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی طرح سے رونی شکل بنالو۔ کچھ تو کرو' کہ تم تو ٹھوس ہو گئے' کٹھور ہو گئے۔ تو کٹھور نہ ہونا۔ سب سے بڑا ظلم سنگ دل ہو جانا ہے۔

سوال:

متابعت کس طرح سے کی جائے؟

جواب:

عشق سے محروم ہونا اطاعت کی نفی ہے۔ عشق بڑا کاری گر ہے۔ عشق اطاعت سکھا دیتا ہے۔ عشق جو ہے یہ خود راہنمائی کرتا ہے۔ پھر آپ کو خود بخود

پتہ چلتا جائے گا کہ میرا یہ عمل صحیح ہے' یہ عمل غلط ہے' ہم راہنمائی میں جا رہے ہیں۔اور جب عشق ٹھنڈا ہونا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ غلطی ہو گئی۔ باقی دین تو آپ نے سیکھا ہوا ہے' آپ کو پتہ ہے کہ یہ عبادت ہے' یہ ادب ہے' یہ اللہ ہے' یہ فرشتے ہیں' یہ حج ہے' روزہ ہے' زکوٰۃ ہے ____ تو یہ سب ٹھیک ہے۔ سارے اعمال کا آپ کو پتہ ہے اور معلوم ہیں۔ جب آپ کو عشق کی بات سمجھ آ گئی تو ان پر عمل کرنا صحیح طور پر سمجھ آ جائے گا۔تو عشق جو ہے وہ راہنمائی کرتا چلا جائے گا۔اس طرح آپ گمراہ نہیں ہوں گے۔گمراہ کیسے ہونا ہے؟ اور خدا تو بن نہیں سکتے آپ کے سامنے۔کوئی پیغمبر بنے تو اُسے کافر کہہ دینا۔تو اور پیغمبر بھی نہیں بن سکتا۔اولیائے کرامؒ میں بننا بھی بہت مشکل ہے کیونکہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔اگر آپ اچھے مرید بن جائیں تو یہ بڑی بات ہے۔اس لیے آپ گمراہ نہیں ہو سکتے۔آپ کوئی بڑے عزائم نہیں رکھتے۔حکومت کے خلاف بھی اُٹھ نہیں سکتے۔حالات کا پتہ نہیں چلتا' بندہ ہی غائب ہو جاتا ہے' سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہوتا ہے۔ایسا وقت بھی نہیں آیا کہ آپ ہنگامے کریں۔اس لیے آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔صرف اللہ اللہ کر سکتے ہیں۔آپ نے کیا کرنا ہے۔آپ کی زندگی بہت آسان ہے۔آپ پیدائشی اللہ والے لوگ ہیں' ڈرے ہوئے لوگ ہیں' سہمے ہوئے لوگ ہیں۔سہما ہوا آدمی تو ویسے ہی اللہ والا ہو جاتا ہے۔آپ نے کیا گمراہ ہونا ہے' آپ کو گمراہی کا موقع ہی نہیں ہے۔گمراہ ہونے والا تو کہیں پہ فرعون بنے گا' کہیں نمرود ہو گا' کہیں جدّ اد ہو گا' اللہ سے مقابلہ کرے گا۔تو آپ ڈرے ہوئے' سہمے ہوئے' غریب لوگ ہیں' آپ کیا کریں گے۔کبھی آپ کا

دوست ناراض ہو جاتا ہے' کبھی حالات کمزور ہو جاتے ہیں' کبھی خواہش بڑھ جاتی ہے' کبھی پیسہ گھٹ جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ تو یہی ہوتا رہتا ہے۔ آپ کو کوئی نہ کوئی دِقت رہتی ہے۔ دِقت میں رہنے والا آدمی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ وہ بے چارہ تو دِقت میں ہے' اس نے کیا گمراہ ہونا ہے۔ گمراہ ہونے کے لیے بڑی طاقت چاہیے۔ گمراہ ہونے کے لیے عیش والی زندگی چاہیے۔ غریب آدمی کیا گمراہ ہوگا۔ اس لیے آپ گمراہ نہیں ہوں گے۔ آپ لوگ صرف پس ماندہ ہیں۔ آپ لوگ اسلام کی فیورٹ غذا ہیں۔ آپ اپنے کو پریشان نہ کرو اور اللہ کو مانتے جاؤ۔ آپ کا سارا رستہ ٹھیک ہے۔ آپ درود شریف کی اہمیت سمجھو۔ زندگی میں چند آدمی آپ کے واقف ہوتے ہیں' انہی کے اندر آپ کا غم اور خوشی بنتا ہے۔ بیٹے اور بیٹیاں آپ کے غم اور خوشی کا باعث ہیں' رشتے دار غم اور خوشی کا باعث ہیں۔ جس کو آپ نے اپنا دوست سمجھا وہ چلا گیا' ناراض ہو گیا۔ پہلے وہ دوست خوشی تھا' اب وہ دوست غم بن گیا۔ دوست کا نام بدلتا رہتا ہے۔ پہلے وہ کیا تھا؟ وہ خوشی تھا۔ اب کیا ہے؟ اب غم ہے' کیونکہ وہ چلا گیا' ناراض ہو گیا' اب وہ کسی اور جگہ چلا گیا۔ چلو بات ختم ہو گئی' جھگڑا ختم۔ تو یہ ہے آپ کی کل کائنات۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کو اپنے اندیشوں میں نہ ماپا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی نعمتوں سے دیکھا کرو۔ جس شخص کا یہ پتہ نہیں ہے کہ قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں پہلے یہ فیصلہ کیوں کرتے ہو کہ وہ بخشا نہیں جائے گا۔ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت فضل کرے گا۔ جس شخص کو اس نے پیدا ہونے سے پہلے اسلام دے دیا' اب اس کے

ساتھ اللہ نے کیا کرنا ہے۔ اللہ تو آپ پر پہلے فضل کر چکا ہے۔ آپ کو زندگی کی سمجھ نہیں آتی اور اس کا نام آپ نے اللہ رکھا ہوا ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ اللہ سمجھ نہیں آتا۔ دراصل آپ کو زندگی سمجھ نہیں آتی۔ آپ کی غریب زندگی ہے' پریشان زندگی ہے۔ تو اپنی زندگی کی اصلاح کرو۔ اللہ تو آپ کے تجربے میں نہیں آیا تو اس نے آپ کو کہاں پریشان کرنا ہے۔ دراصل زندگی آپ کے تجربے میں نہیں آ رہی' زندگی کی سمجھ نہیں آ رہی۔ زندگی کی میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ خواہش کو کم کرو تو حاصل جو ہے وہ Adjust ہو جائے گا۔ زیادہ پھیلنے کی کوشش نہ کرو' منتشر ہو جاؤ گے۔ اس میں آرام آرام سے چلو۔ اپنی استعداد بڑھاؤ تا کہ آپ کو آپ کے عمل کی توفیق مل جائے۔ یہ میں آپ کو آسان آسان باتیں بتا رہا ہوں۔ جن لوگوں سے آپ ناراض ہیں ان کو معاف کر دیں' پھر آپ کے دل سے میل نکل جائے گا۔ جو لوگ آپ سے ناراض ہیں ان کو راضی کر لو' ان سے معافی مانگ لو' آپ سے بوجھ ختم ہو جائے گا۔ آپ اپنے بچوں کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو کیونکہ یہ اپنا مزاج اور اپنی زندگی رکھتے ہیں' انہوں نے اپنے مزاج میں چلنا ہے' اپنی زندگی پوری کرنی ہے۔ اس طرح یہ بات آسان ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے جاؤ اور شکر ادا کرتے جاؤ کہ عبادت کی توفیق ملی ہے۔ کسی اور کو جواب دہی کی بات نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں کبھی پبلک میں Discussion نہ کرو کہ اسلام کیا ہے۔ اسلام آپ کا اپنا نام ہے۔ اسلام مسلمانوں کا نام ہے' مسلمانوں کے گروہ کا نام ہے' مسلمانوں کے عمل کا نام ہے۔ آپ منفرد طور پر کوئی عمل کریں تو یہ اسلامی عمل ہو گا۔ اگر سارے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ پاکستان

کا نام ہم نے کوئی اور رکھنا ہے تو یہ اسلامی عمل ہوگا۔ کیونکہ سارے مسلمانوں نے مل کر فیصلہ کرلیا ہے اس لیے یہ اسلامی عمل ہے۔ تو مسلمان اگر مل کے کام کرلیں تو یہ اسلامی ہے۔ اگر آپ لوگ مل کر کوئی فیصلہ کرلو تو یہ عین اسلامی ہے۔ مل کے ہوں تو انسان عام طور پر گمراہ نہیں ہوتا۔ گمراہ وہ انتشار میں ہوتا ہے۔

اب آپ اور بات کرو _____ پوچھو _____ کوئی بات؟ آپ بولیں، نہیں تو دعا کراتے ہیں _____

سوال:

آج کی محفل میں یہ پتہ چلا ہے کہ طریقت میں فریڈم آف تھاٹ اور فریڈم آف ایکسپریشن نہیں ہوتے کیونکہ جس بندے کو مان لیں تو صرف اس کی بات ماننی ہوگی۔

جواب:

پھر نبھانا چاہیے۔ میرے کہنے کا یہ مقصد ہے کہ آپ اپنی Discussion پر جتنی Energy ضائع کرتے ہو اگر یہ انرجی صرف Preserve کرو تو یہ عرفان بن جاتی ہے۔ آپ اور کچھ بھی نہ کرو۔ گناہ بھی نہ کرو اور ثواب بھی نہ کرو، آرام سے بیٹھے رہو۔ تیسرے ہی دن آپ پر عرفان ہو جائے گا۔ تو آپ نہ گناہ کرو نہ ثواب، صرف بیٹھے رہو اور پھر تین دن کے بعد آپ کے اندر ایسا واقعہ پیدا ہو جائے گا کہ آپ کہو گے کہ خدا جانے، یہ تو کوئی نئی بات آ گئی۔

سوال:

بعض اوقات غصہ بہت آ جاتا ہے۔

جواب:

اگر مجھے آپ کی اس بات پر غصہ آ گیا تو پھر زیادہ غصہ ہو جائے گا۔ مگر آپ کی کسی بات پر مجھے غصہ نہیں آتا۔ کیوں نہیں آتا؟ کیونکہ میں یہ Relation طے کر چکا ہوں کہ اس بندے پر میں نے غصہ نہیں کرنا۔ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں۔ ورنہ تو آپ کی ہر بات ہی غصہ دلانے والی ہے۔ آپ بات سمجھے؟ مگر یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ اگر آپ کی ہر بات غصہ دلانے والی ہو تو ہمیں پھر بھی غصہ نہیں آنا۔ یہ فیصلہ ہمارا ہے۔

سوال:

مجھے تو معاشرے کی کوتاہیوں پر غصہ آتا ہے۔

جواب:

معاشرہ تو انسانوں کا گروہ ہے بلکہ بے علم انسانوں کا گروہ ہے۔ تو یہ بے علم انسانوں کا گروہ ہے جو آپ کے ذہنوں پہ سوار ہے۔ معاشرہ آپ کا نام ہے۔ اگر کوئی آدمی بیمار ہو تو اس کو کہیں سے صحت کی خبر نہیں آتی۔ جو آدمی بیمار ہو وہ یا تو یہ سمجھے گا کہ صحت والے سارے ظالم ہیں یا پھر سارے ہی بیمار ہیں۔ وہ درمیان میں نہیں رہ سکتا۔ تو جو شخص سماجی طور پر بیمار ہو اس کو معاشرہ ظالم نظر آتا ہے۔ یہ وہ معاشرہ ہے جہاں پیغمبر پلے ہیں۔ یہی معاشرہ ہے جہاں عرفان پلتا ہے۔ یہی لاہور ہے جہاں سینما بھی چلتے ہیں اور مزار بھی ہیں۔ یہ اولیائے کرامؒ کا شہر ہے Saints کا شہر ہے اور Sinners کا شہر ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں ہر چیز کثرت سے پائی جائے گی۔ دانش وری یہاں پر ملے گی اور جہالت بھی یہاں پر

ملے گی۔ یہ عجیب قسم کے تضادات کا شہر ہے۔ یہ بند گلیوں کا شہر ہے اور مضافات کا شہر ہے۔ کہیں آپ کی یہ آبادی "ماڈل ٹاؤن" ہے اور کہیں یہ "چوہٹہ مفتی باقر" ہے۔ پرانے بزرگ لوگ وہاں رہتے ہیں۔ اس میں جہاں گناہ ہے وہاں ثواب ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ آپ فوٹو گرافک کیمرہ تو نہیں ہیں' آپ تو ایک مزاج ہیں۔ اگر آپ کا مزاج گناہ ہے تو لاہور میں آپ کی خیر نہیں کیونکہ پھر لاہور گناہ سے بھرا ہوا ہو گا۔ اگر آپ نیک ہیں تو لاہور اولیائے کرامؒ سے بھرا ہوا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ کیا ابھی فیصلہ نہیں کیا آپ نے؟

سوال:

ہم پڑھے لکھے' سمجھ دار اور دانشور لوگ ہیں اور نیکی برائی کو سمجھتے ہیں اور اس پر محاکمہ کرنا چاہتے ہیں۔

جواب:

آپ محاکمہ ضرور کر سکتے ہیں مگر گناہ پر انگلی اُٹھانے والا یہ فیصلہ کرے کہ وہ خود گناہ سے مبرا ہے۔

سوال:

کیا یہ پابندی ہے؟

جواب:

بالکل پابندی ہے۔ یہی تو آپ کو سکھا رہے ہیں۔ کسی شخص کو سنگسار کرنے میں پہلا پتھر وہ مارے جو اس گناہ سے آزاد ہے۔ اس طرح وہ بندہ تو ہمیشہ کے لیے بچ جائے گا۔ اپنے اندر سے برائی نکالنے کے بعد برائی پر تنقید کر

دو۔اس آدمی کو تو میں منافق کہہ رہا ہوں جو خود برائی رکھتا ہے اور برائی پر تنقید کرتا ہے۔اس کے لیے تو میں بچت کی راہ نہیں چھوڑ رہا۔کافر بچ سکتا ہے' مومن بچ جائے گا لیکن منافق نہیں بچے گا۔اس لیے اے صاحبانِ بصیرت! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ برائی جو آپ کو سماج میں نظر آ رہی ہے پہلے یہ دیکھ لو کہ آپ کے گھر کے اندر نہ ہو۔اگر گھر کے اندر ہے تو نکال دو۔پھر یہ آپ کا معاشرہ ہے' آپ اصلاح کرو۔یہ نہ ہو کہ You find the same evil in yourself.۔یہ خیال رہے۔پھر تو یہ آسان بات ہے۔آپ نے غور کیا؟

سوال:

ہم تو اس علم کے داعی ہیں جس میں کہتے ہیں کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے' یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے۔ہمارا اندر جیسا مرضی ہو۔

جواب:

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب آپ پھنس گئے ہیں۔اب آپ Point of no return پہ ہیں۔یا آپ افغانستان بن جائیں گے یا آپ ہندوستان کے مسلمان بن جائیں گے' Slave ہو جائیں گے۔یا تو آپ بانٹ دیئے جائیں گے یا بیچ دیئے جائیں گے' اگر آپ نے اپنی اصلاح نہ کی تو۔دانش وری آپ کو اب آخری مقام تک لے آئی ہے اور یہ پوائنٹ ایسا ہے جہاں سے آپ اللہ کے فضل سے ہی نکل سکتے ہیں' ورنہ عام روٹین سے آپ واپس نہیں جا سکتے۔یہ دانش اب آپ کے کام آنی چاہیے۔میں پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو میرے کام نہ آئے۔اب وقت آ گیا ہے۔اگر آپ سیاست کو اس روٹین سے

چلائیں گے تو وہ وہی نتیجہ دے گی جو اس نے پہلے دیا تھا' فراست بھی روٹین میں چلے گی تو وہی کچھ بنے گی' نئی شادی اور پرانی شادی ایک ہی نتیجہ لائے گی۔ آپ پہلے بھی ایکسیڈنٹ کرتے تھے اور اب نئی گاڑی کا بھی کر دو گے۔ مقصد یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اس حالت میں تم نیا سفر کرو گے تو پھر وہی واقعہ ہو جائے گا۔ اس لیے اے صاحبانِ عقل آپ یہ سمجھو کہ اسلام کے ساتھ کیا ہوا پڑا ہے' آپ تاریخ کے کس موڑ پہ آ گئے ہیں اور اب کیا ہونے والا ہے۔ اس کو پہچانو۔ اب وقت ضائع کیے بغیر اپنی اصلاح کر لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی یہ کہے کہ بتایا کسی نے نہیں تھا۔ میں اب بتا رہا ہوں آپ کو' آپ گواہ رہنا۔ میں بتا رہا ہوں کہ آپ کے پاس تھوڑا ٹائم ہے۔ تو اتنی بات میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ کے پاس وقت تھوڑا ہے۔ آپ اپنے دانش کدے کی اصلاح کر لیں تو آپ کے لیے بڑی نیکی ہے۔ یہ کوئی شرمندگی کی بات نہیں ہے بلکہ نیکی کی بات ہے کہ ہم اللہ سے ڈر گئے' آخر کوئی ہمیں ڈرا گیا' ہم تائب ہو گئے۔ لوگ کہیں گے کہ تُو بڑا دلیر تھا' بڑی بے باک باتیں کیا کرتا تھا' تو آپ کہو کہ آخری وقت آ گیا ہے' آخری پہر آ گیا ہے۔ اب آپ یہ کرو کہ When all else are failed let us try God. اس میں کیا وقت ہے۔ اب باقی سارا کچھ فیل ہو چکا ہے' Collapse ہی ہے' آؤ خدا کو آزماتے ہیں' دیکھ لیتے ہیں' خدا تمہیں نہیں چھوڑے گا' بڑھاپے میں بھی نہیں چھوڑے گا۔ بڑھاپے کو بڑھاپا تو کہو ناں' اب اس کو جوانی تو نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے یہ وقت ہے کہ آپ خود کو خدا کے حوالے کرو۔ پھر آپ کی دانشوری کی اللہ حفاظت کرے گا۔ دانش وہ جو آپ کے کام بھی آئے۔ دانش

رعب کا نام نہیں ہے۔ آپ لوگوں کا اپنے ملک میں بڑا مقام ہے۔ آپ توبہ کرو۔ اپنے ساتھ وفا کرو۔ خدا کو مانو۔ اس مقام سے نکلو جس مقام پہ آپ کا ملک پھنسا پڑا ہے۔ ورنہ آپ کچھ کر کے دیکھو سیاست کر کے دیکھ لو نتیجہ وہی ہوگا۔ یہ سب دیکھ لو آپ عقل مند ہیں۔ دیکھنا یہ ہے اور کرنا یہ ہے تاکہ اللہ کا فضل شاملِ حال ہو سیاست بھی بحال ہو اور ہر شعبہ اپنی جگہ پر نئے سرے سے ٹھیک ہو جائے۔ یہ ہونا چاہیے۔ آپ جب اپنی عزت کریں گے تو پھر آپ کو سمجھ آئے گا کہ آپ کیا ہیں۔ ابھی تک تو کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ مدت ہی ہو گئی ہے۔ اقبالؒ کے ساتھ یہ واقعہ ہوا تھا۔ چلتے چلتے ایک عام آدمی کو خاص علم مل گیا۔ عجب بات ہے۔ اقبالؒ ایسی بات کر جاتا ہے کہ افلاک سے نالوں کا جواب آتا ہے' غلغلۂ الاماں ہو جاتا ہے' حریمِ ذات میں شور ہو جاتا ہے' لامکاں کی بات ہو جاتی ہے۔ پھر جناحؒ کے ہاں اتنی استقامت۔ انگریزی ماحول کا پلا ہوا تھا مگر بڑی بات تھی۔ اس کے بعد کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ اور اس کے بغیر آپ کی زندگی گزر نہیں سکتی۔ میں کہہ رہا ہوں کہ آپ ہی وہ واقعہ ہو۔ آپ ذرا ہوش تو کرو' اپنے آپ کو نکالو تو سہی۔ واقعہ کیوں نہیں ہوگا آپ کے ساتھ۔ آپ کے علم میں کوئی اضافی چیز پیدا نہیں ہو رہی۔ کتابوں سے جو کچھ پڑھا ہے' اور کچھ نہیں بنا' اتنا ہی ہے جتنا آپ نے پڑھا ہے اور وہی کچھ آپ کے پاس ہے۔ یہ علم تو کافی نہیں ہے۔ یہ تو اس کتاب میں Better preserved there زیادہ اچھا محفوظ ہے۔ آپ بات سمجھے؟ یہ علم وہ بنا نہیں ہے جو آپ بنانا چاہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی کمی ہے۔ کمی یہ ہے کہ مستعار لیا ہوا علم آپ کے کام نہیں آ رہا ہے۔ آپ عمل

کو اختیار کریں۔ اگر مصنف سے علم لینا ہے تو پہلے مصنف کا عمل لو۔ یہ بات سمجھ آئی؟ آپ جس سے علم لے رہے ہیں اس سے عمل لیں۔ اگر آپ نے قرآن کا علم حاصل کیا ہے تو قرآن کی منشاء کے مطابق عمل حاصل کرو۔ وہ عمل ملے گا تو قرآن کا علم ملے گا۔ اے امام عالی مقام علیہ السلام کی عزت کرنے والو! اگر آپ شہادت گاہ میں اُترو تو آپ کو سمجھ آئے گا کہ امام علیہ السلام کا مقام کیا ہے۔ آپ کو ذرا تکلیف ہو جائے تو آپ آسمان کو سر پہ اُٹھا لیتے ہو تو آپ کو شہادت کا کیا پتہ۔ شہادت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والے انتہائی مصیبت اور غم کے اندر انتہائی صبر اور شکر سے گزر جانا۔ یہی ہے ناں شہادت۔ اور آپ پر تھوڑی سی ابتلا آئی تو آپ نے شور مچا دیا۔ لہٰذا آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ امام علیہ السلام کی بات کریں۔ امام علیہ السلام کو ماننے والا جو ہے وہ ابتلا کے اندر صبر سے گزرے گا۔ تو آپ جس کو مان رہے ہیں اس کا علم لے لو۔ آپ کو میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ آپ عمل کی اصلاح کرو اور علم کی فوقیت چھوڑ دو۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

سمجھ تو آ گئی ہے مگر ہم نے اتنا علم حاصل کیا ہوا ہے کہ کچھ بات مشکل لگتی ہے۔

جواب:

یہ تو میں نے آپ کو پہلے بتایا ہوا ہے کہ علم یادداشت کا نام ہے، وہ یادداشت جو آپ کے پاس ہے۔ آپ عالم لوگ ہیں اور آپ یہ دیکھیں کہ انسان جب اپنی کتاب دوبارہ پڑھتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ کس نے لکھی ہے۔

اکثر رائٹرز نے یہ کہا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ کس کی کتاب ہے۔ بولا یہ تیری کتاب ہے۔ کہتا ہے Good God! کون سا Genius تھا جو یہ لکھ گیا' اب تو میں وہ نہیں ہوں۔ ساٹھ سال کے بعد تو وہ وقت نہیں رہتا' اپنا بولا ہوا علم اپنے لیے نیا ہو جاتا ہے۔ آپ جو عمل کر گئے ہیں یہی آپ کا انجام ہے۔

سوال:

آپ کے نکتہ نگاہ کے مطابق انفرادی اصلاح ایک بہت وقیع چیز ہے مگر دانشوری کا مسئلہ یہ ہے کہ پورے معاشرے میں انقلاب لانا ہے۔ تو جدید دور میں اسلام کو کیسے Interpret کیا جائے۔

جواب:

اسلام کی وضاحت میں جتنا علم لکھا گیا ہے فرض کرو کہ وہ علم سب نے پڑھ لیا' تو وہ سب کے علم میں ہے کہ کیا کیا لکھا گیا ہے۔ میں آپ کو اسلام کی ایک تعریف بتاتا ہوں اور آپ دانشوری کے ابواب کے طور پر بتاؤ کہ کیا ہم ایسے شخص کو مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ نہیں یعنی ایک ایسا آدمی ہے جو اللہ کو اس کائنات کا خالق اور مالک مانتا ہے' اس خالق کا نام اللہ ہے۔ اس اللہ کے بارے میں یہ موٹی موٹی باتیں ہیں کہ وہ The Truth ہے' پالنے والا ہے' سنبھالنے والا ہے' اس کائنات میں سے کسی چیز کو نکال سکتا ہے' اس میں کوئی چیز شامل کر سکتا ہے' یہ اس کے اپنے کام ہیں۔ اس ذات میں نہ کوئی اضافہ ہے اور نہ کوئی کمی ہے۔ اس ذات کا نام ہم نے اللہ رکھا ہوا ہے۔ میں اس اللہ کو مانتا ہوں۔ آج کی شام تو ساری بات میں یہ بتا رہا تھا کہ جس کو اب Sum up کرنے میں آپ کے سوال کا

جواب آیا۔ یہ آج کی بات کا خلاصہ ہے Synopsis میں نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ پھر وہ اللہ اس کائنات کے اندر انسانوں کی بنائی ہوئی اخلاقیات کو Morality کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میری طرف سے Mórality میں Divinity کو شامل کر لو اور اس کو تم Religion کہا کرو۔ اس کا منشور دینے کے لیے جو آدمی منسوب کیا جائے یا معمور کیا جائے اس کو پیغمبر یا نبی کہتے ہیں۔ ہم نبیوں کو مانتے ہیں اور نبوت کے آخری نبی ﷺ کو مانتے ہیں۔ ہم اس کتاب کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کتاب کو قرآن مبین کو مانتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امین لائے اور یہ کتاب ہدایت دے گی بشرطیکہ پڑھنے والا متقی ہو۔ تو متقی کے لیے ہدایت ہے۔ متقی کی تعریف میرے رب نے یہ فرمادی ہے کہ الذین یومنون بالغیب جو جانے بغیر ایمان لائے دیکھے بغیر ایمان لائے۔ یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون نماز قائم کرتا ہے اور جو ہم نے دیا ہے اس میں سے خرچ کر دیتا ہے۔ پھر آپؐ پر جو نازل ہوا اُسے مانتا ہے اور جو آپؐ سے پہلے نازل ہوا وہ بھی مانتا ہے۔ ایسے آدمی کو متقی کہتے ہیں اور اس کے لیے اللہ کی کتاب میں ہدایت ہے۔ آپ مانتے تو ہیں کہ اس میں ہدایت ہے تو اب متقی ہونے کی کوشش کریں۔ اتنی بات ماننے کے بعد یہ مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ الیوم اکملت لکم دینکم آج کے دن میں نے تمہارے اوپر دین مکمل کر دیا۔ اس کے بعد کے اضافوں کو وہ شخص نہیں جانتا۔ تو وہ یہ مسلمان ہے۔ آپ بتائیں کہ کیا کہتے ہیں۔

سوال:

اس اعتبار سے تو یحییٰ خاں' غلام محمد' سکندر مرزا' کوثر نیازی اور ضیاء الحق پورے مسلمان ہیں۔

جواب:

آپ نے پورے مسلمانوں میں صرف پانچ نام لیے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ پورے مسلمان نہیں ہیں ورنہ آپ سب کے نام لیتے۔ ثابت یہ ہوا کہ ان پانچوں میں کوئی خامیاں نوٹ کر رکھی ہیں اور آپ کے مطابق وہ نہ ہوں تو یہ پورے مسلمان ہیں۔ آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ یہ آپ کا کمال ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو Morallty پر بھی پورے نہ اتریں وہ Divinity کو کیسے سمجھیں گے۔ ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ورلڈ میں جو Morality ہے اس کو مانو اور اس میں Divinity کا اضافہ کرو۔ اب میں آپ کے لیے پھر Define کرتا ہوں۔ انبیاء علیہ السلام کو مانو اور آخری نبیؐ کو مانو۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سمجھتے ہوئے اسے مانو۔ الیوم اکملت لکم دینکم تک جتنا لٹریچر تھا وہ سارا جان جاؤ۔ بعد کے لٹریچر کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ اُس میں Morality ہو گی Divinity کے ساتھ' اللہ پر یقین ہو گا اللہ کے حبیب ﷺ کے ساتھ۔ تو قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانو' متقی ہونے کی کوشش کرو اور اپنی زندگی پر اعتبار کرو۔ یہاں اسلام پورا ہے۔ ہم آپ کو صرف دانش وری کی بات نہیں بتا رہے بلکہ اس سے آگے کی بات بتا رہے ہیں' فتویٰ آپ کے لیے ہے۔ آپ ڈرتے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ جو آدمی اس کے بعد کے علم کو اسلام کے لیے ضروری سمجھتا

ہے وہ غیر ضروری بات کر رہا ہے۔ کب کہو گے آپ؟ آپ کہو کہ واصف صاحب نے مجھے کہا ہے۔ اب لکھو آپ کالم۔ اسلام یہ ہے۔ پھر دوسرا آدمی بول پڑے گا' تیسرا بول پڑے گا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ اس راز کے پیچھے پہلا آدمی ایک فقیر ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ فقراء سے ملتے ہیں۔ آپ بظاہر جیسے بھی ہیں لیکن فقراء سے ملتے ہیں' فقراء سے ڈرتے بھی ہیں۔ مطلب یہ کہ پہل کس نے کرنی ہے؟ کوئی آدمی پہل کر جائے۔ سب کے اندر بات پیدا ہو گئی ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کسی مولوی کا مولوی ازم نہیں چلے گا' کسی پیر کا ازم نہیں چلے گا' کسی کا کچھ نہیں چل سکتا۔ سب سکے کھوٹے ہو گئے ہیں۔ لیکن آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام چلے گا۔ آپ جیسے آدمی اب تک ڈر رہے ہیں کہ "اسلام" کے خلاف واضح بات نہ کریں۔ ابہام کے ساتھ یہ تو کہتے رہتے ہیں کہ پیسہ برابر ہو جائے' تقسیم ہو جائے' یہ ہو جائے وہ ہو جائے _____ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام جھوٹا ہے۔ یہ آپ کہہ نہیں سکتے۔

سوال:

کیا یہ کام مرحوم پرویز صاحب نے نہیں کیا تھا؟

جواب:

نہیں کیا تھا۔

سوال:

کیا انہوں نے الیوم اکملت لکم دینکم کے بعد کے علم کو غیر ضروری قرار نہیں دیا تھا؟

جواب:

No.۔نہیں نہیں۔ جو چیز نہیں ہو سکتی وہ نہیں ہے۔ اس نے درمیان کی محترم شخصیتوں کا احترام نکال دیا۔ ہم ان شخصیتوں کو سلام کے ساتھ بات کر رہے ہیں' اُن کی اجازت سے بات کر رہے ہیں۔ یہ بڑا فرق ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ فلاں بزرگ کیا ہوتے ہیں۔ ناں! وہ بڑے لوگ ہوتے ہیں اور انہی کی توجہ سے آپ لوگ شاملِ حال ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آئمہ کرام کی توہین کر دو۔ ہم کہتے ہیں کہ ان کی بڑی مہربانی ہے۔ اب نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب ان کی اجازت سے یہ کہا ہے تا کہ پہلے اسلام تو محفوظ ہو جائے

؎ گل کھلیں گے یا اُگیں گے خار دیکھا جائے گا
آندھیوں کی زد سے تو محفوظ ہو پہلے چمن

بعد میں ہم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ان تمام معزز ہستیوں کی عزت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کے اعلان کے ساتھ یہ کہتے ہیں۔

سوال:

ہوتا یہ ہے کہ درمیان کی جو محترم ہستیاں ہیں ان کے احترام میں نئے سلسلے چلے ہیں۔

جواب:

یہ تو نہ چلنے والوں کے اندیشے ہیں جو گھر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کسی سے آج تک نہیں کہا ہے کہ یہ واصفیہ سلسلہ ہے۔ اتنے عرصے سے آپ کو سنا رہا ہوں آپ کو قابو کر کے ایک جگہ بٹھایا ہے' کیا سلسلے کا نام رکھا ہے؟ نہیں رکھا۔ پھر

یہ اندیشہ کس بات پہ آیا ہے؟ یہ آپ کا بلا وجہ اندیشہ ہے۔ سلسلے سے فرق نہیں پڑتا۔ اگر سلسلہ سمیٹنے والا ہو تب فرق نہیں پڑتا۔ بات یہ ہے کہ نہ چلنے والا جو ہے وہ سفر کی اذیت اور صعوبتوں کا ذکر کر رہا ہے۔ افسوس مجھے اس بات کا ہے۔ چلنے والا بیان کرتا تو اور بات تھی۔ گھر میں بیٹھا ہوا آدمی یہ بیان کر رہا ہے کہ سفر بڑا مشکل ہے۔ وہ سفر پہ چلا ہی نہیں ہے ــــــ آپ نے پوچھا کہ کس کو اسلام کہیں تو میں نے بتایا کہ اس کو اسلام کہیں۔ کسی مسلمان کو کوئی آدمی معتوب نہ کہے جب تک آخری دن نہ آ جائے۔ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہگار نہ کہو۔ کیا میں کوئی مشکل بات کر رہا ہوں؟ جب تک توبہ بند نہیں ہوتی آپ یہ کیوں کہیں کہ اُس آدمی کی نجات نہیں ہوگی۔ کسی کو کیا پتہ؟

سوال:

گویا کہ یزید سے ٹکر لینے کے لیے اس کی موت کا انتظار ضروری نہیں۔

جواب:

یہ تو آپ کا اپنا اظہار ہے۔ یہ ٹکر نہیں ہے۔ یہ اپنی صداقت کا اظہار ہے۔ یہ Norms ہیں پیغمبر ایک Norm ہے۔ پیغمبر جو ہے وہ کفر کی موت کا انتظار نہیں کرتا۔ یہ واضح اور پازٹیو ڈائریکشن ہے کہ امرِ الٰہی کے تابع عمل رہے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی موت کا انتظار کیا جائے۔ یہ واضح اثبات کی بات ہے۔

سوال:

یزید کو اگر معتوب قرار دیں گے تو بات بنے گی۔

جواب:

کفر لینے والوں نے اسے معتوب قرار دیا۔ انہوں نے کفر لینے سے پہلے معتوب قرار دیا۔ معتوب قرار دینے کی وجہ؟ بڑی واضح وجہ ہے۔ بات صرف اتنی ساری ہے کہ آپ کے سوال کا جواب اب واضح ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو اس وقت تک یزید نہیں کہہ سکتے جب تک آپ امام نہ بنو۔ وہ لوگ جھوٹے ہیں جو یزید تو دریافت کرتے ہیں مگر حسین بننے کو تیار نہیں۔ میں ان کے خلاف بات کر رہا ہوں۔ ان کو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ سفر نہیں کر رہے مگر مسافرت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسافرت بڑی مشکل ہے بڑی اذیت ہے یزید بہت کھڑے ہیں۔ مگر خود حسین بننے کو تیار نہیں۔ تو میں ان کی بات کر رہا ہوں۔ حسینؑ کی صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کائنات میں واضح طور پر تمہارے گا۔ حسینؑ ایک عمل کا نام ہے۔

سوال:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ برے کے عمل کو برا جانو اُس انسان کو برا نہ جانو۔

جواب:

یہ تو پہلے طے ہو گیا ہے۔ اللہ نے بتا دیا کہ برائی اور اچھائی کیا ہے۔ لوگ دوسرے کو صرف برا نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تیری تو بخشش ہی بند ہو گئی۔ وہ اسے مسلمان نہیں مانتا۔ آپ ان باتوں میں نہ اُلجھو۔ برے آدمی کو برا جاننا آپ کی مجبوری ہے برائی کو برائی کہنا آپ کی مجبوری ہے لیکن اس پر بخشش کے دروازے آپ بند نہ کرو جب تک آپ پر نہ کھلیں۔ اپنا پتہ نہیں ہے کہ بخشش کے

دروازے کھلے ہیں یا نہیں کھلے ہیں لیکن اس پر بند کرنے کے لیے تیار ہیں۔ کہتا ہے کہ یہ پتہ نہیں کہ میں کہاں جاؤں گا لیکن اتنی بات ہے کہ اس کو جنت میں نہیں جانے دوں گا۔ لوگ عام طور پر یہ کہتے ہیں ۔ سیاست میں یہ تقریریں ہوتی ہیں کہ پتہ نہیں ہم کیا چاہتے ہیں لیکن وہ نہیں ہونے دیں گے جو تم چاہتے ہو۔ عام حالات میں لوگ ایسا کہتے ہیں _____ اس لیے آپ نے اسلام کی تعریف پوچھی تھی اور میں نے آپ کو بتائی ہے۔ کیا اسلام کی یہ تعریف ٹھیک ہے؟ آپ بیان کرو گے؟

سوال:

میں تو یہ بیان کرتا رہتا ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک مسلمان کا اور حسینؑ کا درجہ اور ہے۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

جواب:

وہ وقت اور ہے۔ ابھی ٹائم نہیں ہے۔ یہ ٹائم نہیں ہے۔ اگر وقت کا حسینؑ Available ہو تو بھی آپ اس کے ساتھی اور سامعین ہو کے بات کر سکتے ہیں۔ ابھی وہ اور بیجنل ذات Locate نہیں ہوئی۔ جس کے ساتھ فنکشن کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال:

ہم اپنے طور پر تو Condemn کر سکتے ہیں۔

جواب:

یہ تو صرف Condemn کرنا ہے بغیر یہ جانے Without

یزید ہوتا ہے۔ اگر آپ نے یزید کو حسینؑ کے علاوہ ڈھونڈ لیا ہے تو آپ نے جھوٹ ڈھونڈا ہے۔ یہ دونوں بیک وقت Discover ہونے والی شے ہیں۔ آپ نے خالی یزید کو ڈھونڈا ہے' گویا کہ آپ نے کچھ نہیں ڈھونڈا۔ آپ غلطی میں لگ گئے ہو۔ یہ بیک وقت ظاہر ہونے والے ستارے ہیں۔ کہ پیغمبرؐ کے سامنے بولہب کا ہونا بیک وقت ہے۔ یہ Simultaneous ہی ہوتا ہے۔ امامؑ کے سامنے یزید کا ہونا Simultaneous ہے۔ آپ نے ایک دریافت کرلیا ہے مگر دوسرا نہیں ہے۔ تو یہ بات ہے _____

اور کوئی سوال _____ بولو _____

میری یہ بات یاد رکھنا کہ اچھی نیت سے ہی اچھا تعلق ہوگا۔ یہ نہ کہنا کہ اس طرح تو ماں باپ سے نجات ہوگئی' اُستاد سے نجات ہوگئی یا دوسرے واقعات سے نجات ہوگئی۔ زندگی میں اپنی Commitment کے ساتھ آپ قائم رہیں۔ آپ کچے پکے جیسے ہیں' آپس میں ایک دوسرے کو Accommodate کرو اور دعا کرو۔ اگر آپ کو کوئی اچھا راستہ مل گیا' وحدتِ فکر پیدا ہوگئی' وحدتِ عمل پیدا ہوگیا تو آپ نجات پا جاؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ یہ قوم دنیا کی قوموں میں سب سے اچھی قوم ہے۔ انتشار اس لیے ہے کہ آپ کے ہاں سَر کوئی نہیں ہے' سربراہ کوئی نہیں ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ سربراہ بہت زیادہ ہیں۔ لیڈروں کی زیادتی ہو تو سمجھو کہ لیڈر کم ہو گئے۔ ایک چراغ ہونا چاہیے اور باقی چراغ بجھ جانے چاہئیں۔ دعا کرو کہ جھوٹے لیڈر ویسے ہی ختم ہو جائیں اور سچے لیڈروں کو موقع ملے۔ اب

آخری وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جھوٹ سے بچائے۔ بچپن میں ایک دعا ہوتی تھی کہ اللہ جھوٹ سے بچائے۔ اب زندگی ختم ہونے کو ہے تو دعا وہی رہ گئی ہے کہ یا اللہ جھوٹ سے بچا' جھوٹے سے بچا' دوسروں کی خدمت کی توفیق عطا فرما' اپنی طرف آنے والے اور اپنی طرف بلانے والے راستے سے آگاہ فرما' اس زندگی کو اپنی پسند میں رکھ اور ہم اس زندگی کو تیری راہ میں گزاریں۔ اللہ تعالیٰ تو ہم پر رحم فرما۔ ہمارے حال پر رحم فرما' ہمارے ماضی پر رحم فرما' ہمارے مستقبل پر رحم فرما۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ماضی کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ماضی کلمہ پڑھ کے اچھے مستقبل میں داخل ہو جاتا ہے۔ یا رب العالمین سب لوگوں کو شاملِ حال کر۔ یا رب العالمین انہیں تقویت دے' ان لوگوں کو یقین دے' نورِ بصیرت عطا فرما' اپنی راہ دکھا' اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یا رب العالمین اس زندگی کی پریشانیوں سے نجات دے۔ زندگی آسان بنا دے یا رب العالمین۔ امین برحمتک یا الرحم الراحمین ۔ آپ لوگ خوش رہا کریں۔ اُمت کی بہتری کے لیے دعا کیا کرو۔ درود شریف بھی پڑھا کرو اور دعا بھی کیا کرو کہ یا رب العالمین یہ اُمت جیسی بھی ہے اس پر مہربانی فرما' یہ تیرے حبیب ﷺ کی نام لیوا ہے' اس پر رحم فرما_____ اگر کوئی چھوٹا آدمی نظر آئے تو اُسے محبت دو اور اگر بڑا نظر آئے تو اُسے احترام دو۔ پھر جھگڑا نہیں ہوگا۔

سوال:

حضور' کیا عنقریب کوئی واقعہ نظر آ رہا ہے کہ نہیں؟

جواب:

واقعہ عنقریب نظر آ رہا ہے۔ اللہ کے فضل سے نظر آ رہا ہے۔ بالکل نظر آ رہا ہے۔ آپ لوگوں کو ایسے نہیں چھوڑا ہوا۔ دو چیزیں ہیں۔ یا تو آپ پر عبرت ناک سزا آنی چاہیے یا آپ کو سزا سے پہلے والا آدمی ہونا چاہیے یعنی کہ یہاں تک سزا پہنچی ہے اور آگے نہیں پہنچی۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ سزا آپ تک نہیں پہنچتی۔ اس سے پہلے طوفان واپس ہو جائے گا۔ آپ یاد رکھنا یہ بات کہ ایک بار تو طوفان اسلام کو پیس کے نکلا ہے۔ Renaissance نہیں ہوئی ہے' اسلام میں پریشانی ہوئی ہے۔ یہ جو Reformation کا لفظ ہے' اس کی بجائے اسلام کے اندر سے سارے ستون ٹوٹے پڑے ہیں' سارا اسٹرکچر ہی آگے پیچھے ہوا پڑا ہے۔ آپ لوگ بچے ہوئے ہو۔ پاکستان بچا ہوا ہے۔ آپ دعا کرو کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ پھر ملک سلامت ہو گیا۔ ملک کی آپ پر بڑی انویسٹمنٹ ہے' آپ نے ملک کا بڑا مال کھایا ہے' اس ملک نے آپ کو مال کھلایا ہے۔ اب آپ جاتے کہاں ہیں؟ اس لیے آپ پر تو قابو پایا جائے گا۔ تو آپ ملک کی انویسٹمنٹ ہیں' آپ مایوس نہ ہونا اور بے تاب بھی نہ ہونا۔

سوال:

بیتابی تو بہت ہے۔ کوشش اور جدوجہد سے ہم کیسے چھٹکارا پا سکتے ہیں!

جواب:

خان صاحب: میں نے پہلے کہا تھا کہ کوشش اور شے ہے' نصیب اور شے ہے۔ میں نے یہ بتا دیا تھا۔ کوشش سے کسی شخص نے اپنی شکل نہ بدلی' کسی

شخص نے اپنا نصیب نہ بدلا' کسی شخص نے اپنی بنیاد نہیں بدلی۔ آپ ایک لائن کے اوپر چلتے چلے آرہے ہیں۔ کوشش ہوتی ہے اپنے گھر کے اندر ماحول کو درست کرنے کی۔ یہاں تک جائز ہے۔ لیکن جو باہر کے واقعات ہیں' وسیع واقعات ہیں' اس میں آپ کی کوشش دخل نہیں دیتی۔ کوئی کوشش آپ کو موت سے نہیں بچا سکتی۔

سوال:

کیا اس میں دُعا کا کوئی دخل ہے؟

جواب:

پچھلی محفل میں میں نے آپ کو دعا کا بتایا تھا۔ یہ مانگو کہ یارب العالمین جو تو نے ہمیں دینا ہے وہ دعا کے بغیر عطا فرما اور جو نہیں دینا اس کی دعا مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ پھر دعا کیا ہے؟ اللہ کی مرضی ہے چاہے تو بغیر مانگے عطا فرما دے اور نہ چاہے تو دعا کے باوجود نہ دے۔ اس لیے دعا کرو کہ اگر وہ دینا چاہے تو دے دے۔ چاہے تو یتیموں کو پیغمبر بنا دے اور چاہے تو بادشاہوں کو مردود کر دے۔

سوال:

کیا کسی چیز کی دعا کر سکتے ہیں؟

جواب:

چیز کی دعا آپ کر سکتے ہیں بشرطیکہ دعا سے حاصل ہونے والی شے اچھی ہو۔ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ دعا سے کیا کیا حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ دعا سے ہر شے حاصل ہوتی ہے' اگر نہ حاصل ہوئی تو پھر گلہ نہ کرنا۔

سوال:

یہ جو اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ سے صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگو۔

جواب:

صبر کا معنٰی یہ ہے کہ ایسی چیز جو شوق میں ہے اور ہاتھ میں نہیں ہے یعنی شوق میں ہے اور پاس نہیں ہے تو اس شے کا نام ہے صبر۔ اس فاصلے کا نام صبر ہے۔ صبر ایک مقام پر وہ جدائی ہے جو گزر گئی اور دوسرے مقام پر وہ انتظار ہے جو ہم آنے والے کا کرتے ہیں۔ وہ ابھی کسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ جب تک وہ دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا' آپ کی جو حالت ہے' وہ صبر ہے' وہ بیتابی بھی ہے۔ اسے آپ انتظار کہہ سکتے ہیں۔ یعنی ایک ایسی چیز جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ Available نہیں ہے۔ تو وہ صبر ہے۔ صبر جو ہے وہ اللہ تعالٰی کے تقرب کے زمانے کا نام ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالٰی نے کہا ہے کہ ان چیزوں پر صبر کرو' جب خوف آ جائے۔ دنیا دار آدمی کو جلدی خوف آ جاتا ہے' خوف اس کی دانائی کا نام ہے۔ بے علم کو پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ پھر بھوک پر صبر کرو۔ جب یہ لگ جائے تو صبر کرو۔ بھوک کہتے ہیں کسی شے کی خواہش کا شدت اختیار کر جانا اور وہ شے Available نہ ہو۔ بھوک صرف کھانے کی نہیں کیونکہ جب آپ کو بھوک لگے گی آپ کھانا کھا لیں گے۔ بھوک کا معنٰی یہ ہے کہ اشتہاء ہو اور وہ شے موجود نہ ہو۔ نقص من الاموال پر صبر کرنا ہے۔ اموال جمع ہے مال کی۔ اگر کوئی سا مال نقصان میں آ جائے' ذہن کا' بینائی کا' علم کا' یادداشت کا' دوست کی جدائی کا' پیسے کا' حالات کا' صحت کا ____ تو کوئی بھی

مال جدا ہو جائے اور یہ کہ والثمرات پھل کا نقصان۔ مثلاً محنت کا پھل حاصل ہونے والا تھا' وہ ضائع ہو گیا۔ یہ عام طور پر زندگی میں آپ دیکھتے ہیں کہ پھل کا ضائع ہونا کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معافی دے' کسی کی محنت رائیگاں نہ ہو۔ جو آدمی محنت کے بغیر لیتا ہے وہ اتنا خوش نہیں ہوتا۔ ہمیں اس پہ بڑا افسوس ہوتا ہے جس کی محنت رائیگاں ہو گئی۔ آگے پھر یہ کہ وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام بیان فرمایا ہے۔ کہ ان چاروں مصیبتوں پر وہ صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی طرف سے ہیں اور اس کی طرف چلے جائیں گے۔ تو یہ ایک مقام بیان فرمایا گیا۔ اس مقام کو صبر کہا اور اس مقام میں اضافہ فرما کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے پر جب تکلیف آتی ہے تو وہ میرے قریب رہتے ہیں شکر کے ساتھ۔ تو صبر جو ہے یہ عام بندے کا فرض ہے' عام آدمی جو اللہ کا بندہ ہو۔ خاص آدمی مقامِ صبر پر مقامِ شکر پیدا کر لیتا ہے۔ تو مقامِ صبر کو مقامِ شکر بنا۔

سوال:

یہ تو ''وڈوں کی وڈی'' بات ہے۔

جواب:

وہ ہوئے جو وڈے۔ تو یہ ان بڑوں کا کام ہے۔ ان کے حوصلے ہیں۔ تو مقامِ صبر کو مقامِ شکر بناؤ' جب زیادہ مصیبت آ جائے تو زیادہ شکر ادا کر۔ اللہ سے کہو کہ تیری رضا یہی ہے تو پھر یہی سہی۔ ایک درویش کے پاس لوگ گئے کہ سیلاب آ رہا ہے' دعا فرمائیں۔ اس نے کدال اٹھائی اور دریا کے کنارے کاٹنے

شروع کر دیئے' کہنے لگا کہ تیری رضا یہی ہے تو یہی سہی۔ دریا واپس چلا گیا۔ مطلب یہ کہ یہ ایک مقام ہے کہ صبر کو آپ شکر بنا دو تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ صبر کیا ہوتا ہے۔ آپ اس پر بغیر وجہ کے راضی ہو جاؤ۔ پھر سمجھ آ جائے گی_____

آپ خوش رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے_____ اللہ تعالیٰ آپ سب کو سلامت رکھے_____



سوالات

1 ہم آداب کیسے سیکھ سکتے ہیں؟

2 کیا بنیادی ضرورت کے لیے صاحب مزار کے پاس نہیں جانا چاہیے؟

3 آرزو اور محبت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

4 دو چیزیں میری دشمن ہیں' نفسِ امّارہ اور شیطان۔ یہ دونوں اللہ سے رابطہ روک دیتے ہیں۔

5 کیا بزرگوں کی روح فائدہ دے سکتی ہے؟

6 انسان اپنی اصلی منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

7 حضور! توبہ کا کیا مقام ہے؟

یہ جو محفل ہے یہ صرف خیال کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ عقیدے کی بھی اصلاح ہے۔ اس کا صرف خیال سے تعلق نہیں ہے کہ آپ کو کوئی فقرہ بتا دیا جائے یا کوئی مضمون بتا دیا جائے۔ مضمون نگاری تو ہوتی ہے مگر اس سے عقیدے کی اصلاح ہوتی ہے۔ عقیدہ آپ کے دین کا نام ہے۔ اس بات پہ غور کریں کہ آپ کا عقیدہ میرے عقیدے سے مطابقت رکھتا ہو یہ ضروری ہے۔ تبھی بات آگے چلے گی۔ یہ نہ ہو کہ میرے عقیدے کا کچھ حصہ آپ کے عقیدے سے مل جائے۔ ہمارا عقیدہ تو پہلے بیان ہوتا رہا ہے اور اب ایک وقت آ رہا ہے کہ اسے بیان کر دیا جائے۔ کہ ہم لوگوں کا طریقہ تو وہی ہے کہ اسلام ہمارا عقیدہ ہے' کلمہ وہی' دین وہی' نماز وہی' اور پھر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ اور آپؐ کے تقرب حال سے نسبت۔ لیکن بتانے والی بات یہ ہے کہ ایک تو یہ طریقہ ہے کہ اسے چلنے دیا جائے جیسے یہ چل رہا ہے اور جو حضرت امام عالی مقامؑ کی یاد منانے کا سلسلہ ہے اس کا ہمیں بڑا احترام ہے' سب سے زیادہ احترام ہے۔ جیسے ہمارے بزرگوں کا یہ شعر ہے کہ

؎ اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسینؑ ابنِ علیؑ جانِ اولیاء

ایک بات میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہم ماتم نہیں کرتے' ہم شیعہ نہیں ہیں' آپ کو بھی نہیں رہنے دوں گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور بھی کئی اس طرح کے لوگ میرے پاس ہوں گے تو وہ As Shia نہیں ہوں گے۔ یہ بات دل میں رکھنا؟ اب آگے چلتے ہیں۔ تو آپ نسبت رکھیں' محبت رکھیں' عقیدت رکھیں' فیض پائیں کیونکہ فیض کا دروازہ وہی ہے۔ میں بار بار سمجھاتا آ رہا ہوں کہ اگر تم امامؑ کو مظلوم کہو تو پھر اللہ سے محبت کا مقام اور ہے۔ میں یہی سمجھاتا آ رہا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تقرب عطا فرماتا ہے تو وہ دنیا کی نگاہ میں مظلوم ہوتا ہے مگر اللہ کو وہ بہت ہی عزیز ہوتا ہے۔ اللہ کی طرف سے جو واقعہ ہوا وہ بہت صحیح ہوا؟ آپ سے میں نے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو کربلا کو دوبارہ آسان بنانا چاہے؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ کوئی نہیں ہے۔ کربلا ویسے ہی ہونی چاہیے تھی جیسے ہوئی ہے۔ یہی کہا تھا ناں؟ تو مقام وہی ہونا چاہیے جو کہ ہے' عزت وہی ہونی چاہیے جو آپؑ کی کائنات میں ہے' اور ماننے والے ویسے ہی مانتے جائیں جیسے اب ہیں۔ اُن کے ماننے کے طریقے طریقے میں فرق ہے۔ تو ہم ماتم نہیں کرتے' آپ بھی ماتم نہ کیا کریں۔ تو یہ ایک بیان ہے اور اس بیان کی ایک وجہ ہے۔ میں آپ سے بات کر رہا ہوں' تو سارے سن رہے ہیں؟ سارے سن رہے ہیں تو کچھ اور لوگ بھی سن رہے ہیں' جو آپ کو نظر آنے والے ہیں' وہ بھی سن رہے ہیں اور جو نہ نظر آنے والے ہیں' وہ بھی سن سکتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے ناں؟ اس لیے ہمارا طریقہ محبت ہے۔ تاریخ میں ہماری مداخلت نہیں ہے۔ آپ کے سامنے حقیقت موجود نہیں ہے' آپ کو وہ معلوم نہیں ہے' مشاہدہ نہیں ہے' اس لیے

اس میں بحث نہیں ہے۔ اپنی محبت سے چلتے جاؤ' نہ کوئی کٹر بنو اور نہ ویسے بنو کہ محرم میں ویسے کرتے جاؤ۔ یہ کوئی اچھا واقعہ نہیں ہے۔ مدعا یہ کہ بڑے حساب سے چلتے جاؤ۔ کیا اب میں اس بات کو طے شدہ سمجھوں کہ آپ کا اور ہمارا عقیدہ برابر ہے؟ اب یہ طے شدہ امر ہے ناں؟ اس بات کی میں نے وضاحت کر لی تھی اور وہ ضروری تھی۔ تو وضاحت ہو گئی۔ اب آپ کوئی بات کریں _____ سوال پوچھیں _____ سوال کریں _____

سوال:

ہم آداب کیسے سیکھ سکتے ہیں؟

جواب:

جنہیں آپ آداب کہتے ہیں تو یہ آداب کوئی کوڈ نہیں ہے' ضابطہ نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ یہاں ادب کرنا ہے اور یہاں یہ کرنا ہے۔ ایک بچے کو تقریر سکھائی گئی اور بتایا گیا کہ جب یہاں پہ یہ فقرہ آئے تو اس فقرے کے ساتھ میز پر ہاتھ ضرور مارنا ہے۔ وہ بچہ تھا' فقرہ بول گیا اور ہاتھ نہ مارا۔ بعد میں یاد آیا تو ہاتھ مار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر فقرے کا اتار چڑھاؤ موجود نہ ہو تو میز پر ہاتھ مارنا بیکار ہے؟ ادب' آداب جو ہیں وہ محبت کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ یعنی کہ احترام جو ہے وہ آپ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ اس کو بتانے والی کوئی بات نہیں ہوتی

؎ دور بیٹھا غبار میر ان سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

یعنی کہ وہ ایک ایسا مقام ہے' چاہت کے اندر ایک ایسا مقام آتا ہے کہ مل کے

بھی روتے ہیں اور جدا ہو کے بھی لوگ روتے ہیں۔ تو یہ الگ مقام ہے۔ اس سے پوچھیں کہ پہلے تُو جدا تھا تو رو رہا تھا مگر اب ملاقات کے وقت کیوں رو رہا ہے؟ تو یہ ایک مقام ہے۔ گویا کہ تعلق کے اندر ادب آداب موجود ہوتے ہیں۔ تو تعلق کی حفاظت کی جائے' اس کو محسوس کیا جائے۔ لیکن ادب آداب کا ضابطہ نہیں ہے۔ کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں تو رو رہے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ نفلی طور پہ رو رہے ہوتے ہیں' کچھ لوگوں کی اور بات ہوتی ہے۔ وہ مشائخ کرام کے پاس' پیر صاحبان کے پاس بیٹھے روتے جاتے ہیں۔ اُن سے پوچھو کہ کیوں روتے ہو؟ کیا گناہ کا خیال ہے؟ وہ کہیں گے کہ نہیں۔ تو کس بات کا خیال ہے؟ کہتے ہیں کہ بلاسبب رو رہے ہیں۔ پیر صاحب نے منع کیا ہے پھر بھی روتے جا رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ جو ادب آداب ہیں ان کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ صرف اتنی سی بات سمجھ آنی چاہیے کہ محبت جو ہے یہ مزاج آشنا ضرور کرتی ہے؟ اگر انسان مزاج آشنا نہ ہو تو ادب نہیں سیکھ سکتا۔ اس لیے پہلے مزاج آشنائی ہونی چاہیے۔ پھر خود بخود ادب آداب آ جاتے ہیں؟ تو ادب کو کوئی ضابطہ نہ دو کہ ادب کیا ہوتا ہے' کیا یہ خوف کا نام ہے' کیا یہ حجاب کا نام ہے _____ اگر بات سمجھ آ جائے تو یہ ادب ہی ہے' بات اگر آپ کی زندگی میں کارگر ہو جائے تو یہ ادب ہے' آپ کی زندگی آسانی میں آ جائے تو یہ ادب ہے۔ تو زندگی کو آسان بنانا ہے' میلہ تو چار دن کا ہے آپ کو پتہ ہی ہے۔ اس زندگی میں بغیر عمل کے تنگی آ جاتی ہے' زندگی تنگ نظر آتی ہے' ایسے لگتا ہے جیسے کوئی پریشانی ہے۔ حالانکہ غلطی کوئی نہیں ہوتی۔ بعض اوقات بغیر عمل کے زندگی کشادہ لگتی ہے۔ کبھی کبھی بیٹھے

بیٹھے محسوس ہوتا ہے کہ زندگی بہت اچھی چیز ہے۔ اور کبھی لگتا ہے کہ زندگی بڑا تکلیف دہ کام ہے۔ یا اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا حساب رکھا ہے کہ اس زندگی میں وہ پیسے والے کو بھی غریبی سے آشنا کرے گا اور غریب کو بھی دولت مندی سے آشنا کرے گا۔ غریب بھی کبھی نہ کبھی آسودہ محسوس کرے گا اور وہ کہے گا کہ آج ہماری زندگی بہت آسودہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ کام رکھے ہیں۔ غمگین بھی انسان ہوگا اور خوش بھی وہ ہوگا۔ زندگی روئے گی بھی سہی اور ہنسے گی بھی سہی جاگے گی بھی سہی اور سوئے گی بھی سہی۔ زندگی میں خوف ضرور آئے گا؟ یہ قدرت نے ایسا بنایا ہے کہ بڑے سے بڑے آدمی کو بھی خوف سے دوچار ہونا پڑے گا۔ بہت Secure آدمی جو ہے' مثلاً جو ملک کا سربراہ ہے اُسے تو خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے مگر پرائم منسٹر اپنی سیکورٹی فورس رکھتا ہے۔ پچھلے دور کے پرائم منسٹر نے سیکورٹی فورس بنائی۔ تو سیکورٹی کا رکھنا جو ہے یہ Insecure ہونے کا خوف ہے۔ تبھی تو سیکورٹی رکھتے ہیں۔ آپ میں سے کچھ لوگ اپنے پاس پستول رکھتے ہیں۔ تو پستول اپنے پاس رکھنا خوف کی ابتدا ہے۔ پستول تمہیں بچائے گا کہ تم پستول کو بچاؤ گے؟ تو خوف یہاں سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر زندگی میں موت کا اندیشہ نکل جائے' کہ یہ اللہ کے کام ہیں' جس وقت موت آنی ہے اس وقت آ جائے گی' تو خوف نہیں ہوگا۔ زندگی کے اندر ہی خوف ہے' زندگی کے اندر ہی شوق ہے' زندگی اپنے اندر طلب رکھتی ہے' زندگی اپنے اندر ہی آسودہ ہو جاتی ہے' زندگی اپنے اندر سمٹ جاتی ہے' پھیل جاتی ہے ـــــ ہر آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی کیفیت سے آشنا فرمایا ہے۔ آپ اپنے آپ کا جائزہ ضرور لیا کریں کہ آپ جو کچھ کر رہے

ہیں اس سے کسی اور کو تکلیف تو نہیں ہو رہی۔ کیا آپ جو کچھ کر رہے ہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہے' کیا آپ کا سفر اس کے مطابق ہو رہا ہے' کہیں اللہ کے حکم کی عدولی تو نہیں ہو رہی' کیا کوئی ایسا عمل تو نہیں کر رہے جو عمل نہیں کرنا چاہیے؟ کیونکہ آپ نے یہاں سے گزرنا ہے' زندگی سے گزرنا ہے اور آپ کے عمل کا انداز آپ کی عاقبت بنے گا اور آپ کا عمل یہیں کا یہیں رہ جائے گا۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ مثلاً آپ جو عمل کر رہے ہیں' یہ عمل کرنے کا جو انداز ہے وہ آپ کی عاقبت ہے اور آپ جو عمل کر کے جا رہے ہیں وہ یہیں رہ جائے گا۔ آپ نے جو تعمیر کی' مکان بنایا' وہ یہیں رہ جائے گا اور بنانے کا انداز آپ کے اعمال نامے میں شامل ہو گیا۔ آپ نے اپنے جسم کو بنایا' صحت بنائی۔ تو جسم یہیں رہ جائے گا اور بنانے کا عمل کام آئے گا۔ اگر اس جسم کو آپ نے عبادت میں کھڑا کیا تو عبادت میں جسم کو کھڑا کرنے کی طاقت آپ کی روح کی طاقت ہے یا خیال کی طاقت ہے۔ آپ نے جو اس جسم کو عبادت میں کھڑا کر دیا تو یہ پوز یہیں رہ جائے گا۔ تو وہ جو آپ کا عمل ہے' نماز کی تیاری کا عمل اور نماز میں کھڑا ہونے کا عمل' وہ اصل عمل ہے؟ وجود تو عبادت نہیں کرتا' وجود تو بے جان چیز ہے' عبادت تو شعور نے یا جان نے کرنی ہے۔ وجود کی جب جان نکل جائے تو وہ نہ عبادت کرتا ہے' نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے۔ وجود تو وجود ہی ہے۔ اس لیے وہ جو چیز ہے جو وجود کو متحرک رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ آپ کا رابطہ ہے' اس کے ساتھ آپ کا سارا کاروبار ہے' لین دین ہے' اسی کے ساتھ آپ کا خدائی رشتہ ہے اور اُسی کے ذریعے آپ نے فیض پانا ہے۔ تو آپ اس کو دریافت کریں جو آپ کے ساتھ

چل رہا ہے' وہ جو آپ کو بولنے والا بناتا ہے' وہ جو آپ کو سوچنے والا بناتا ہے' وہ جو آپ کو محفلوں میں تنہا رکھتا ہے اور تنہائی میں محفل بناتا ہے۔ آپ کے عزیز' اولاد ساتھ ہوتے ہیں مگر آپ تنہا محسوس کرتے ہیں۔ تو اس کے اندر کوئی چیز شامل ہوتی ہے۔ روح کا میں نے پہلے بتایا تھا کہ روح مُذکر و ہوتی ہے۔ مفرد کا کیا معنٰی ہے؟ نہ اسے کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ روح کا باپ کوئی نہیں اور روح کی اولاد کوئی نہیں۔ جسم اور روح جب اکٹھے ہوں تو ان کا کوئی باپ ہوگا' ان کی کوئی اولاد ہوگی۔ جب تک جسم اور روح اکٹھے ہیں تو آپ کی اولاد ہے اور جب یہ الگ ہو گئے تو جسم کی اولاد ختم ہو گئی' یہ مر گیا' End ہو گیا۔ تو روح کی اولاد کوئی نہیں ہوتی۔ تمام روحیں غالباً بلکہ یقیناً ایک ہی دن پیدا ہوئی ہیں اور تقریباً تمام ہم عمر ہیں۔ روحیں ایک ہی عمر رکھتی ہیں۔ عالمِ ارواح میں سب کی عمر برابر ہوگی۔ بچوں کی' بڑوں کی' چھوٹوں کی' ماضی کی' حال کی اور مستقبل کی _____ تو ان کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ رشتے آپ کے اندر ہیں' اولاد اور ماں باپ کا۔ جب انسان اپنی روح پر پہنچتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ محسوس کرے کہ میں اکیلا ہوں' ساتھ ہوں' میں نہ پیدا کیا گیا اور نہ میں نے کچھ پیدا کیا' نہ میرا کوئی عزیز' نہ میرا کوئی رشتے دار' نہ کوئی ملنے والا' نہ کوئی جاننے والا' میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ روح کے مقام پر ہوتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ مقامِ روح پر کوئی عزیز نہیں ہوتا' کوئی رشتے دار نہیں ہوتا' وہاں Simple روح ہوتی ہے' وہ اذنِ ربی ہے' اور پھر اس کا رب کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ تو یہ روح کا مقام ہے۔ اس لیے یہ دیکھیں کہ ہر چیز آپ کے لیے آسان آسان بنی ہوئی ہے۔ کوئی آدمی بغیر عمل

کے تکلیف میں آ سکتا ہے اور بغیر عمل کے راہ پا سکتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس کو ہم چاہیں عذاب دے سکتے ہیں یعذب من یشاء و یغفر من یشاء اور جس کو چاہیں ہم معاف کر سکتے ہیں وہ علی کل شی ء قدیر ۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ وہ جس کو چاہے عمل کی وجہ سے پکڑ لے اور جس کو چاہے عمل کی وجہ سے نجات دے دے اور جس کو چاہے بغیر عمل کے پکڑ لے اور جس کو چاہے بغیر عمل کے نجات دے دے۔ کیونکہ اس نے علی کل شی ء قدیر کا کہہ دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے تو کیوں فرمایا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ کہہ سکتے تھے کہ اگر نیکی کرو گے تو نیک راستہ ہو گا' نیکی کرو گے تو نیکی پاؤ گے' برا کرو گے تو برا پاؤ گے' یہ تمہارے اعمال کا نتیجہ ہو گا' پھر اس طرح ہو گا۔ مگر سارے کا سارا بیان' اپنے بیان کی رو سے' اپنے منشا کے متضاد بھی ثابت ہو چکا ہے۔ بات مشکل تو نہیں لگی؟ کہ آپ نیکی کریں گے تو آپ خوش رہیں گے۔ عین ممکن ہے کہ نیکی کرو اور پھر بھی خوش نہ رہو۔ تو حقیقت کا جو بیان ہے اس کے برعکس بھی عمل ہو سکتا ہے۔ ایک کہے گا کہ میں نے بہت عبادت کی ہے اس لیے مجھے بڑی راحت ملی ہے اور دوسرا کہے گا کہ میں نے بہت عبادت کی ہے مگر مجھے آج تک تکلیفیں ہی ملی ہیں۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے جب بھی اللہ کو پکارا تو میرے حالات درست ہو گئے اور میرے پاس مال آ گیا۔ دوسرے نے کہا کہ میں نے جب بھی اللہ کو پکارا تو باقی کا مال بھی گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو اور دونوں ٹھیک کہہ رہے ہوں۔ ایسے ایسے لوگ پائے گئے کہ وہ اپنے اللہ کی نسبت سے دونوں باتیں کہہ سکتے ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی ہے کہ میرے پاس آج اتنے بڑے مکانات ہیں اور دوسرا

کہے گا کہ آج اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ میرے پچھلے مکان بھی گئے۔ اب یہ دونوں مہربانیاں ہیں' بالکل ہیں کیونکہ جس کے پاس مکان ہے وہ سمجھ رہا ہے کہ مجھ پر مہربانی ہے کہ مکان مل گیا اور دوسرا کہے گا کہ مجھ پر اللہ کی مہربانی ہے اس لیے مجھے مکان سے نجات مل گئی' نہ میرا حساب ہوگا نہ کتاب ۔

زپادشاہ وگدا فارغم بحمداللہ

کہ میں بادشاہ اور گدا' ہر شے سے فارغ ہو گیا۔ گویا کہ ہر حقیقت کا بیان اپنے برعکس بھی صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔ اللہ جس پر مہربان ہو اُسے کیسا ہونا چاہیے؟ کیا اس کے پاس پیسہ ہونا چاہیے؟ ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا۔ آپ کہیں گے کہ آج کے دور میں پیسہ ہونا چاہیے۔ آج کے دور میں اگر پیسے اور خدا کے درمیان کسی ایک کو چُننا پڑے تو آج کا انسان کیا چُنے گا؟ پیسہ چُنے گا' اپنا کام کرے گا' اس کا خدا سے کیا تعلق۔ یہ ہے استقامت! آج کا دَور اور کل کا دَور' یہ سارے دَور اللہ کے دَور ہیں مگر انسان کے لیے یہ ہیرا پھیری کے دَور ہیں۔ آج کے دَور میں کیا ضروری ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ پیغمبروں کے لیے کیا ضروری ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر آپ اللہ پر بھروسہ کرنے والے ہوں تو آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جو کچھ کیا وہی ضروری تھا۔ اور وہی ضروری ہونا چاہیے۔ اگر تم اپنی زندگی آپ بنا سکتے ہو تو بناؤ۔ اگر بنا نہیں سکتے ہو تو صبر کرو۔ صبر بھی نہیں کر سکتے' بنا بھی نہیں سکتے' اللہ پر بھروسہ بھی نہیں ہے اور اللہ کو اپنے فارمولے سے حاصل کرنا چاہتے ہو کہ میں اللہ کے پاس جا رہا ہوں۔ کیوں جا رہے ہو؟ وہاں سے کچھ پیسے لانے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو وہ تیرے پیسے بھی لے

جائے گا۔ وہ تو اللہ ہے ناں۔ اللہ جس کو چاہے دے دے اور جس سے چاہے لے لے۔ وہ جس کو چاہے عذاب دے دے اور جس کو چاہے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر کام کے مقابلے میں دوسرا کام بھی اللہ کا ہے یعنی بخش دینا یا پکڑ لینا' معاف کرنے والا یا حساب لینے والا' قبض کرنے والا یا بسط دینے والا' تنگی دینے والا یا کشادگی دینے والا' زندگی دینے والا یا موت دینے والا _____ تو اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے مقابلے میں اپنی صفت رکھی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ایک صفت کے لیے جائیں اور آگے دوسری صفت ہو۔ مثلاً اگر وہ اللہ کے پاس جائے اور اللہ پوچھے کہ مُورکھ میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو وہ کہے گا کہ ہم تو لینے کے لیے آئے تھے۔ وہ تو پوچھ رہا ہے کہ دینے کے لیے کیا لائے ہو۔ اس لیے یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے اللہ کا رحم اس باب میں ہو جس کا تم کہہ رہے ہو۔ اللہ کا رحم اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ پیغمبر بیمار بھی ہو سکتا ہے' امام بھی بیمار ہو سکتا ہے' بظاہر مظلوم ہو سکتا ہے لیکن امام ہو گا۔ اب امامت اور بظاہر مظلومیت کی بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ بیمار ہو گئے ہیں' ان کے جسم میں کچھ اور واقعات ہو گئے ہیں' پیغمبر کو تو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ پیغمبری کیا ہے؟ اللہ کا قرب۔ تو اللہ کے قرب کو کسی واقعہ سے جانچنے والا دھوکا کھا جائے گا۔ لوگ اس طرح کہتے ہیں کہ اس شخص پر اللہ کا بڑا کرم ہے' اس کے پاس چار بھینسیں ہیں۔ یہ کیا بات کی اُس نے۔ اللہ کا کرم تو اس پر بھی ہے جس کے پاس بھینسیں نہیں ہیں' اللہ کا کرم اس پر بھی ہے جو فاقے میں ہے۔ اللہ کا کرم تو اس پر ہے جو اللہ پر راضی ہے۔ اللہ

کا کرم اس پر ہے جو اس حال میں راضی ہے جس میں وہ موجود ہے۔ اور وہ حال چاہے کیسا ہو چاہے غریبی ہو۔ وہ آدمی جو غریب ہے اور چاہتا ہے کہ اللہ کے ساتھ تعلق ہو جائے تا کہ میں امیر ہو جاؤں تو اس کی بچت کی راہ مشکل ہے۔ وہ اللہ کو Use کرنا چاہتا ہے' اللہ کے ساتھ سودا کرنا چاہتا ہے اور یہ بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ نے آج کا جو حال دیا اس پر راضی رہنا چاہیے۔ غریبی ہو تب راضی۔ راضی ہونے کی تعریف کیا ہے؟ بڑی آسان سی تعریف ہے' یہ کہ تقاضا نہ ہو۔ اللہ مل جائے تو بھی تقاضا نہ ہو بلکہ اس کے ملنے کا شکر ہو اور راضی رہو۔ یہ نہ ہو کہ وہ مل جائے تو گلے شروع کر دو۔ تو گلے شکوے کرنے والا اللہ پر راضی نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ اللہ اس پر راضی ہے اور وہ اللہ پر راضی ہے جس کو اس کائنات میں اگر ایک دن کا اختیار مل جائے یا اپنے ملک میں اختیار مل جائے یا اپنی زندگی پر اختیار مل جائے تو ایک دن تک اس زندگی کو جوں کا توں رکھے' تبدیلی نہ کرے _____ تو وہ آدمی ہے اللہ والا۔ کہ جو اپنے اختیار کو Exercise نہ کرے۔ تو اللہ پر راضی ہونے والا وہ ہے۔ اسم اعظم کے اختیار کی ایک مثال آپ کو بتاتا ہوں۔ ایک آدمی اپنے شیخ کے پاس گیا اور اسم اعظم مانگا۔ شیخ نے کہا اسمِ اعظم تو ذرا مشکل سی چیز ہے' غور کریں گے' دیکھیں گے' اچھا تم ایسے کرو کہ سیر و تفریح کرو' مشاہدات کرو' ایک آدھ دن کے بعد آنا' میں دیکھوں گا کہ تمہیں اسم اعظم ملنا چاہیے یا نہیں۔ تو وہ آدمی وہاں سے گیا۔ جنگل سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھا لکڑہارا لکڑیاں کاٹ کے بڑی مشکل سے لا رہا تھا' گٹھا بنا کے لے جا رہا تھا۔ اس کو آگے جا کے شہر کا کوتوال ملا۔ کوتوال نے کہا

کہ بابا یہ لکڑیاں مجھے دے دو۔ اس نے کہا کہ اس کی قیمت مجھے دے دو' ایک روپیہ دے دو۔ اس نے کہا ہم شہر کے کوتوال ہیں۔ بوڑھے نے کہا اگر کوتوال ہیں تب بھی ایک روپیہ دے دیں' میں یہ سب کاٹ کے لایا ہوں۔ کوتوال نے کہا یہ بات نہیں ہو سکتی۔ پھر اس نے زبردستی کی' لکڑی بھی لے لی' پیسہ بھی نہ دیا اور مارا بھی۔ وہ آدمی جو اسم اعظم کا طالب تھا اُس نے سوچا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو اُس نے واقعہ دیکھا اور اپنے پیر کے پاس چلا گیا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ تم جنگل بیابان میں گئے تھے' کوئی واقعہ دیکھا؟ اس نے کہا کہ ایک واقعہ دیکھا ہے اور بوڑھے کے ساتھ یہ ہوا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر تیرے پاس اسم اعظم ہوتا تو تُو کیا کرتا؟ کہتا ہے جی میں یہ ظلم نہ ہونے دیتا جو بوڑھے کے ساتھ ہوا۔ پیر صاحب نے کہا بات سُن' بوڑھا میرا پیر ہے اور میں نے اسم اعظم اُسی سے لیا ہے' وہ اسم اعظم بانٹنے والا ہے۔ تو جو اسم اعظم بانٹنے والے ہیں' جن کو آپ طاقت والے کہتے ہیں

لافتی الا علیؓ لاسیف الا ذوالفقار

تو طاقت والے جو ہیں انہوں نے اپنی زندگی میں طاقت استعمال نہیں کی۔ آپؓ شہید ہوئے اور آپؓ کی اولاد شہید ہوئی' اور ان کا نام کیا ہے؟ علیؓ مشکل کشا۔ تو مشکل کشا اپنی مشکل کو کشا نہیں کر رہے۔ بس یہ ہے ان کا کمال۔ کہ طاقت آج تک ان کے نام سے منسوب ہے اور طاقت اپنے دفاع میں کام ہی نہیں کر رہی۔ انہوں نے طاقت استعمال نہیں کی حالانکہ طاقت موجود ہے۔ تو طاقت رکھنے والا یہ واقعہ کر رہا ہے' شہادت قبول کر رہا ہے مگر طاقت کو Exercise نہیں کر

رہا۔ مطلب یہ کہ یہ اللہ والوں کی شان ہوتی ہے کہ اللہ کا تقرب ہی ان کو لطف دیتا ہے اور وہ طاقت کو Exercise نہیں کرتے' یہ نہیں کہتے کہ چونکہ تقرب ہے اس لیے ہم یہ واقعہ کر جائیں' مشرق تباہ کر دیں یا مغرب تباہ کر دیں۔ ناں! بس تسلیم! تو اللہ کا قرب کس بات میں ہے؟ تسلیم میں۔ جس نے تسلیم نہ کیا' اس کی وابستگی نہیں ہے۔ تسلیم کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے۔ اس کے ساتھ اپنی زندگی بھی چلاؤ لیکن جہاں دیکھو کہ زندگی کی ایک حد آ گئی ہے اور یہ واقعہ میرے لیے یوں ہے' اللہ نے میرا چہرہ یوں بنایا ہے' تو اپنے چہرے کو قبول کرو۔ چہرہ تمہاری اولاد بھی ہے' چہرہ تمہارے حالات بھی ہیں' چہرہ تمہارا خیال بھی ہے' چہرہ تمہاری زندگی بھی ہے' چہرہ تمہاری استعداد کا نام ہے' اور چہرہ تمہاری عاقبت کا نام ہے ــــــــ جو اس نے بنایا اس کو قبول کر۔ قبول کرنے والا جو ہے وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے قریب نہیں ہوتا' دعاؤں کے ساتھ اللہ کو مانوس کرنا چاہتا ہے' وہ نیک تو ہو سکتا ہے' عبادت گزار تو ہو سکتا ہے لیکن اللہ والا نہیں ہو سکتا۔ اللہ والے جو ہیں وہ یوں سائل نہیں ہوتے کہ اللہ میاں یہ کام کر' اللہ میاں وہ کام کر۔ جو کام آپ کر سکتے ہیں وہ کر لیں اور اللہ پر راضی رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب پیغمبروں پر ابتلا آتی ہے تو وہ گلہ نہیں کرتے' پیغمبری نہیں چھوڑتے۔ اور آپ لوگوں میں یہ ہوتا ہے کہ ذرا بھی کوئی واقعہ ہو جائے تو تعلق ختم کر لیتے ہیں۔ آپ کو اگر کسی انسان کی خبر ہو جائے کہ وہ اللہ کے حوالے سے خبر رکھتا ہے تو وہاں پر آپ دنیاوی سوال لے کے چلے جائیں گے۔ تو وہ کون آدمی ہے؟ اللہ والا۔ پھر کیا کیا جائے؟ دنیا والا سوال کر دیا جائے۔ میرا مطلب

ہے کہ جتنے بزرگ آج تک آئے ہیں' بزرگوں کے آستانے پر حاضری والے' بہت کم لوگ ایسے حاضری والے نکلتے ہیں جو اُن سے ان کے کیے ہوئے سفر کا حصہ مانگیں۔ ہر ایک نے اپنے سفر کا حصہ مانگا اور کہا کہ آپ تو گنج بخش ہیں آپ تو مالک ہیں خزانوں کے' میں نے بچے کو داخل کرانا ہے' انگلینڈ بھیجنا ہے' تھوڑا سا مال چاہیے _____ مدعا یہ ہے کہ بہت کم آدمیوں نے ان بزرگوں سے ان کی طے کی ہوئی راہ کا حصہ مانگا۔ اور یہی سوال ہے جس کا بزرگ انتظار کرتے رہتے ہیں اور وہ صدیوں انتظار کرتے ہیں کہ آج ایک آدمی آ رہا ہے' ایک شہباز آ رہا ہے' اس کے انتظار میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں' جس کے انتظار میں سارا وقت گزارا ہے۔ تو ایسا کوئی آدمی آتا ہے' اور وہ ٹنڈ اکھٹکھٹاتا ہے جو کہ وہ بات لینے آتا ہے جس کی کیفیت اس بزرگ کے پاس موجود ہوتی ہے۔ داتا صاحبؒ کی بات دیکھو۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑا' گھر سے باہر آ گئے۔ اب ان سے کیا دُعا کرانی کہ دعا کریں کہ ہم وطن میں ہی رہیں' ان سے یہ دعا کرانی کہ ہمارے گھر بار آباد رہیں' تو انہیں گھر بار سے کیا واسطہ۔ ان کے مزار پر آپ پنکھے لگا دیں یا سنگِ مرمر لگا دیں تو ان سے اُن کا کیا واسطہ۔ ان کا تعلق جس بات سے ہے اس بات کا تقاضا ان کے لیے خوشی کی بات ہے۔ تو میں یہ بتا رہا تھا کہ اللہ کا فضل یوں بھی ہے اور اس طرح بھی ہے یعنی بعض اوقات دولت فضل ہے اور بعض اوقات غریبی فضل ہے' کبھی کبھی خوشی فضل ہے کبھی کبھی غم بھی فضل ہے۔ اکثر غم بھی فضل ہوتا ہے' غم کی خوراک بڑی عجیب ہوتی ہے۔ مثلاً غم کا واقعہ دنیاوی ہو' موت کا غم ہو' تکلیف کا غم ہو' نقصان کا غم ہو اور اندیشوں کا غم ہو' تو ممکن ہے وہ دینی شعور بن

جائے۔ تو ممکن ہے کہ دنیاوی غم جو ہے وہ دینی شعور میں تبدیل ہو جائے۔ اس لیے جن لوگوں کو دنیاوی غم دینی شعور عطا کر گیا ان کے لیے غم جو ہے وہ عبادت سے بہت زیادہ طاقت ور ہے۔ جس کی آنکھ رونے والی بن گئی' جس کو اپنے آنسوؤں میں اور ہی جلوہ نظر آ گیا تو وہ درد اس کو عطا ہو گیا۔ حالانکہ درد پہلے کچھ اور تھا مگر بن کچھ اور گیا۔ پہلے کیا تھا؟ کچھ اور تھا' تلاش کرتے کرتے گھر سے نکلا' اس نے خاص قسم کی کوئی چیز خریدنی تھی' یہاں گیا' وہاں گیا' مگر وہ نہیں ملی۔ پھر اس کا بچہ بیمار ہو گیا' ڈاکٹروں کے پاس گیا' انہوں نے کہا یہ تو مشکل ہے' بیماری ایسی ہے۔ کسی نے کہا کہ اللہ والوں کے پاس جاؤ۔ تو اللہ والوں کے پاس جاتے جاتے' ان آستانوں پر جاتے جاتے' عین ممکن ہے کہ وہ اپنا سوال ہی بھول جائے۔ اور وہاں جا کے وہ وہی ہو جائے۔ عین ممکن ہے کہ اس کی دنیاوی آرزو اسے دینی راستوں پر لے جائے اور وہ آرزو بدل کے نیا چہرہ بنا دے اور انسان کسی اور مقام پر پہنچ جائے۔ عام طور پر ایسے بھی ہوا کہ شروع کا سفر الٰہیات کا نہیں تھا بلکہ اس شخص کا شروع کا سفر ضروریات کا سفر تھا۔ ضروریات کا سفر جب اللہ والوں کی طرف Divert ہوا تو ان لوگوں نے اس شخص کا سوال بدل دیا اور اسے اپنے راستے پر چلا دیا۔ پہلے وہ پوچھتے ہیں کہ کیسے آئے ہو؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو آپ سے کام ہے' بڑا ضروری سوال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑ کام کو اور یہ دیکھ کہ کیا ہو رہا ہے۔ تو پھر

؎ نہ اکھیاں موڑیاں بڈیاں
تے وچ دریا دے جا لڑیاں

پھر انسان کو واپس آنا مشکل ہو گیا۔ ایسے بھی فقراء ہوئے ہیں کہ سائل کا سوال بدل دیا اور اس کی منزل بدل دی' Direction بدل دی۔ تو ایسا بھی ہوا۔ دو طرح کے لوگ اللہ کی تلاش کرنے والے ہیں۔ ایک تو وہ جنہیں از خود شوق پیدا ہوا اور دوسرے وہ جنہوں نے دنیا سے فرار کیا کہ یہ دنیا کیا ہے' ساری مصیبت ہے' چلو نکل چلو' جان بچاؤ۔ تو جان بچانے والا بھی اللہ کی طرف پہنچا اور شوق والا بھی پہنچا اور بعض اوقات دنیاوی ضرورت والا بھی وہیں پہنچا۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ دنیاوی ضرورت تھی اور کسی کام کے لیے گیا تھا۔ دنیاوی ضرورت آگ لینے کے لیے گئی اور آگے پیغمبری انتظار کر رہی تھی۔ اس سے بڑا اور کیا واقعہ ہو۔ یہ موسیٰؑ کا واقعہ ہے' کہ ضرورت کا کوئی اور مقام ہے اور حاصل کچھ اور ہو گیا؟ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ بعض اوقات آپ کو دنیاوی ضرورتیں دیتا ہے اور آپ دنیاوی ضرورتوں کے پیچھے بھاگتے ہیں اور آگے سے دینی مقام نکل آتا ہے۔ اس لیے زندگی پر راضی رہنے کی کوشش بھی کیا کرو اور اس کے لیے تیار بھی رہا کرو۔ وہ شخص جو راضی ہو گیا وہ اللہ کے کافی قریب ہو گیا۔ تو راضی رہو' گلہ نہ کرو' جو ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ گلہ کرنے والے یہ کہتے جائیں گے کہ فلاں آدمی مر گیا' اپنے عزیز تھے' اپنے عزیزوں کے عزیز تھے۔ دشمن مر جاتا تو ٹھیک تھا۔ عزیز تو نہ مریں۔ بس بہت افسوس ہوا۔ وہ پھر کہتا جائے گا کہ بڑا افسوس ہوا۔ ایک آدمی کا باپ مر گیا' وہ روتا گیا' روتا گیا۔ پھر پیر صاحب کے پاس گیا اور روتا رہا۔ پیر صاحب نے کہا کیا ہوا؟ کہتا ہے ابا جان فوت ہو گئے ہیں۔ پیر صاحب نے کہا کہ بیٹے تم اتنے نہ گھبراؤ' چار دن کی بات ہے' تو بھی پہنچ جائے گا ان کے پاس'

کیا فرق پڑتا ہے' تیری ان سے ملاقات ہو جائے گی' وہ انتظار ہی کرتے ہوں گے۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ موت ایسی مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ ابا اماں کے پاس پہنچ جائے گا۔ یہاں رہے گا تو اپنی اولاد کے پاس اور وہاں جائے گا تو اپنے ماں باپ کے پاس۔ اس میں وقت کی کوئی بات نہیں۔ وہاں بزرگ بھی ہوں گے' اور لوگ بھی ہوں گے' بلکہ ساری کائنات ہو گی۔ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ غم بھی آپ کو الٰہیات کی طرف لے جاتا ہے اور خوشی کم ہی لے جاتی ہے۔ راضی رہنے والے عام طور پر اللہ کے قریب ہو جایا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے زیادہ تقاضے کی بات نہیں ہے بلکہ سمجھنے کی بات کرو' مفہوم کی بات کرو۔ یہ فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کہ کس شخص پر اللہ کا فضل ہے جب کہ فضل کے معانی کا پتہ نہ ہو۔ ہم اللہ سے کیا مانگتے ہیں' اس کے مفہوم کا ہمیں پتہ نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ ایک آدمی بڑے انہماک کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔ ایک فرشتے کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے پوچھا کہ اتنے غور کے ساتھ کیا دعا مانگ رہے ہو۔ کہتا ہے کہ آپ کون؟ فرشتے نے کہا کہ میں مقرب ہوں' جبریلِ امینؑ۔ وہ کہتا ہے کہ میرا کام بن گیا' اللہ میاں تک میری یہ یہ آرزوئیں پہنچانی ہیں۔ اس نے لسٹ گنوانا شروع کی تو جبریلِ امینؑ نے کہا کہ میں سمجھ گیا۔ اس نے کہا کہ آپ کیا سمجھ گئے' ابھی تو میں نے بات شروع کی ہے۔ جبریلِ امینؑ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو یہ بتا دوں گا کہ اپنے علاوہ مجھے سب کچھ دے دے _____ تو اس کی لسٹ میں اللہ کا نام نہیں تھا۔ آپ اللہ کا فضل مانگو' اللہ سے اللہ کی رضا مانگو اور اللہ سے اللہ کو مانگو۔ پھر آپ کے لیے آسان بات ہے۔ ورنہ اس دنیا کا کوئی اَنت نہیں ہے' کوئی حساب نہیں ہے۔

اپنے خیال کا جائزہ لو۔ بات دل میں رکھو اور کسی کو بتانی نہیں ہے۔ اگر آپ کو دعا کے قبول ہونے کا یقین دلا دیا جائے تو پھر کیا آپ کی دعا دنیاوی ہوگی یا اللہ کے قرب کی ہوگی۔ اگر دعا دنیاوی ضرورت کی ہے تو ابھی خیال کا سفر باقی ہے۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ اے اللہ تُو راضی ہو جا اور میں تجھ پر راضی ہوں' مجھے اپنا بنا کے رکھ' تو پھر آپ سمجھو کہ خیال آپ کو سمجھ آ گیا۔ اگر اللہ سے کوئی اور آرزوئیں مانگتی ہیں' جیب میں پرچی رکھی ہوئی ہے' ساری دنیاوی آرزوئیں ہوں تو پھر بات اور ہے۔ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیاوی بھی تو آخر اللہ کا حکم ہے۔ یہ بالکل حکم ہے اور اللہ کا یہ حکم جن لوگوں کے لیے ہے ان کا زاویہ اور ہے' اللہ تعالیٰ نے پورا حساب رکھا ہے کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا خیال رکھیں' عبادت کریں' نیک کمائی کریں' مشکل وقت کے لیے کچھ جمع کریں' اور پھر وہ مشکل وقت بھی آ جائے گا۔ پھر آپ کا اس بات سے کیا تعلق ہے کہ آپ وقت سے زیادہ عبادت کریں۔ میں تو ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جن کی تلاش اللہ ہے' جن کے پاس الٰہیات کی آرزو ہے۔ ورنہ عام زندگی میں عام اصول بہت بہتر ہیں' درمیان کا راستہ اور متوازن زندگی گزارنا۔ لیکن جو لوگ دعویٰ محبت رکھتے ہوں وہ غیر از وصال یار کوئی سوال نہ کریں۔ پھر بہتر ہے کہ وہ دنیاوی سوال نہ کریں۔ اگر وہ سوال کرنے ہیں تو پھر یہ دعویٰ ختم کیا جائے۔ پھر وہ آرام سے چلتا جائے۔ اس لیے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دعویٰ محبت میں بعض اوقات دنیاوی آرزو شامل ہو جاتی ہے اور اس سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے۔ اس لیے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ غریبی بھی اللہ کا فضل ہے' دولت بھی فضل ہے' مسافرت بھی فضل ہے' مقیم ہونا بھی فضل ہے۔ اللہ

کے فضل کے بے شمار درجات ہیں کیونکہ اس کی صفات ایسی ہیں۔اب آپ لوگ بولو_____ سوال کرو_____ پوچھو۔

سوال:

کیا بنیادی ضرورت کے لیے صاحب مزار کے پاس نہیں جانا چاہیے؟

جواب:

میں آپ کو بنیادی ضرورت کے لیے صاحب مزار کے پاس جانے سے منع نہیں کر رہا ہوں۔ آپ کو دنیاوی ضرورت والا دیکھ کر میں خاموش ہو جاتا ہوں کہ آپ دنیاوی ضرورت والے ہیں' چاہے صاحب مزار کے پاس جائیں' اللہ والے کے پاس جائیں یا کہیں بھی جائیں۔ضرورت آپ کی دنیاوی ہے اور آپ دنیاوی سفر میں ہیں۔میں یہ کہہ رہا، ۔ساکہ ومنکم من یریدالدنیا ومنکم من یرید الاخرۃ آپ میں سے ہیں جو دنیا کے چاہنے والے ہیں اور آپ میں سے ہیں جو آخرت کے چاہنے والے ہیں۔ہم دنیاوی آرزو کو بند نہیں کرتے لیکن اس کا اپنا مقام ہے۔تو اس کو قائم رکھو' جاری رکھو۔

سوال:

آرزو اور محبت تو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔

جواب:

اگر ہے آئی تو کوئی بات نہیں' کوئی حرج نہیں ہے۔ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

سوال:

اگر وہ وہاں سے مکمل طور پر آ جائے تو پھر دنیاوی آرزو ختم ہو جائے گی۔

جواب:

بے شک نہ آئے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر نہیں آئی تو کوئی بات نہیں ہے۔ پھر دعویٰ نہ کرو۔ لوگ دعویٰ کرتے ہیں' مزاروں پہ جا کر کرتے ہیں۔ ایک آدمی خواجہ صاحبؒ کے آستانے پر گیا اجمیر شریف۔ دنیاوی آرزو تھی۔ کہتا ہے کہ خواجہ صاحبؒ پانچ سو روپے چاہئیں۔ میں نے نہیں جانا پیسے لیے بغیر۔ زور زور سے کہہ رہا تھا۔ وہاں ایک بندہ تھا جو مزاروں کو نہیں مانتا تھا' اس نے کہا کہ بے جان مزار سے پیسے مانگ رہا ہے' کسی جان دار سے مانگ تو بات بنے۔ اس نے کہا تو ہی دے دے۔ اس نے پانچ سو روپے دے دیئے۔ تو وہ کہتا ہے کہ واہ خواجہ صاحبؒ ' دلوایا بھی تو کہاں سے دلوایا' اس مردود سے جو تجھے مانتا ہی نہیں ہے۔ اس نے سلام پھر بھی خواجہ صاحبؒ کو ہی کیا۔ تو یہ ماننے والے کی بات ہے۔ آپ مانگو جہاں سے مرضی مانگو' لیکن ایک بات یاد رہے کہ مزار سے دنیا کا مانگنا' قابلِ غور بات ہے۔ مزار کا جو صاحب مزار ہے اس نے ایک زندگی گزاری ہے' اگر آپ لوگوں کی وہ زندگی نہ ہو اور اس زندگی کو آپ قبول نہ کریں تو یہ مانگنا کسی حد تک مذاق کی بات ہے۔ دراصل یہ مانگنا ہے کہ ہمیں وہ چیز دے جو تمہارے پاس بھی نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ ان سے وہ چیز مانگو جو ان کی لائن کے مطابق ہو' یا ان کی پسند کی چیز مانگو' یا ان کی خوشی کی چیز مانگو' ان کے سفر کی چیز مانگو کہ ہم پر یہ حجاب آشکار ہونا چاہیے جو ہمیں سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا مقام ہے؟ تو ایسے واقعات ہونے چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کچھ اور ہی کرتے جاؤ۔ ہوا یہ کہ مرید بھی چالاک ہو گئے اور پیر بیچارے بھی چالاک ہو گئے' اور کیا کرتے۔

مریدوں نے پیروں کو بیچنا شروع کر دیا اور انہوں نے ان کا کاروبار شروع کر دیا۔ مریدوں نے دنیا مانگنی شروع کر دی' پیروں نے کہا کہ یہ تو بڑے سیانے لوگ ہیں' ان کے ساتھ یہ کرو۔ پیری مریدی بڑا آسان سا کھیل ہوتا ہے۔ ایک جگہ پر ایک آدمی' پیر بیٹھ جاتا ہے' عبادت' ذکر و فکر اور دوسرے واقعات ہوتے ہیں اور پھر ہر طرف سے لوگ آنا شروع ہو جاتے ہیں' آپس میں ملنے شروع ہو جاتے ہیں' لوگوں کا لوگوں کے ساتھ کاروبار شروع ہو جاتا ہے' سمبندھ شروع ہو جاتا ہے۔ اگر وہاں ہیڈ آف دی سٹیٹ آ جائے تو پھر Applications آنی شروع ہو جاتی ہیں' پھر کاروبار چل نکلے۔ پیروں نے سوچا مرید تو بڑے سیانے لوگ ہیں' ہم اللہ اللہ کرتے جائیں گے اور یہ زمینیں الاٹ کراتے جائیں گے۔ انہوں نے پھر غور کیا اور سوچا کہ ہم ان کو کام پہ لگائیں۔ اگر پیر بھی اللہ والے ہوں اور مرید بھی اللہ والے ہوں تو درمیان میں دنیاوی مرتبے والا کوئی بندہ نہیں آ سکتا۔ یہ صاف ستھری کہانی ہے۔ تو شعبہ اگر الٰہیات کا رکھا جائے کہ وہ بھی اللہ والے ہوں اور یہ بھی اللہ والے ہوں تو یہ بات بہت اچھی ہے۔ تو آپ صاحب مزار کے پاس یا پیر صاحب کے پاس دنیاوی آرزو کو Avoid کریں' دنیا خود پوری کریں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آپ وہ باتیں بھی دعا سے مانگتے ہیں جو انگریز ہاتھوں سے کما چکا ہے۔ خدا کو نہ ماننے والوں کے پاس ہر شے ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یا رب العالمین تیری بڑی مہربانی ہے' یہ دے دے' اگر بس وقت پر آ جائے تو تیری بڑی مہربانی ہے۔ تو آپ کو یہ دعا بھی مانگنی پڑتی ہے کہ بس آ جائے' گھنٹہ ہو گیا ہے کھڑے ہوئے۔ اور یہ دعا کہ ٹیلی فون بند ہو گیا ہے' اس کے لیے

دو نفل پڑھتے ہیں کہ ٹیلی فون کنیکٹ ہو جائے' کل سے ڈیڈ پڑا ہے۔فون اچانک ٹھیک ہو جائے تو کہتا ہے کہ کرامت ہو گئی۔ یہ نااہلی ہوتی ہے ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ کی اور پھر یہ آپ کی کرامت بن جاتی ہے۔یعنی کہ جائز حقوق کے لیے آپ کو یہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ ظلم کا زمانہ کہلاتا ہے۔ظلم کا زمانہ وہ ہوتا ہے جب جائز ضرورت بھی دعا سے مانگنی پڑے۔ یہ آپ کے جائز حقوق ہیں' مثلاً زندگی کو آسان بنانا' محنت کو انعام ملنا' معاوضہ ملنا' بیماری کی [illegible]ت ملنا' گھر کا آسودہ ہونا_____ یہ تو عام ضروریات کی بات ہے اور یہ آپ کے لیے ہونی چاہئیں۔اگر یہ دعاؤں سے ملیں تو سمجھو کہ وقت بہت مشکل ہے۔تو آج کل حقوق بھی آپ کو دعا سے ملتے ہیں' حقوق بھی فریاد سے ملتے ہیں_____ لوگ کہتے ہیں کہ یارب العالمین کل مجھے ٹائم پر بس مل جائے' لیٹ نہ ہو جاؤں۔یا اللہ تعالیٰ رحم فرما کہ بجلی نہ چلی جائے۔تو ان باتوں کے لیے بھی انسان کو دعا کرنا پڑتی ہے۔مثلاً یہ کہ بیماری ہے' یا اللہ دوائی میں ملاوٹ نہ ہو' اب یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ تو آپ کو اللہ کی طرف جانے کے لیے Pure اللہ کی خواہش ہونی چاہیے۔یہ میری نصیحت ہے۔اللہ کا سفر برائے اللہ ہونا چاہیے۔عبادت جو ہے وہ ماسوائے عبادت کے بے نیازی ہونی چاہیے۔عبادت کو عبادت کی حد تک رکھو' اللہ کو اللہ سے لَو لگانے کے لیے رکھو اور دنیاوی کام دنیاوی ذریعے سے کرو۔منع تو نہیں کر رہے ہم۔لیکن آپ نے آخر جانا ہے چھوڑ کے۔ یہ جو درمیان کے لوگ ہوتے ہیں جو اُدھر جا کے دنیاوی آرزوئیں کرتے ہیں اور دنیا کے ساتھ فقیریاں کرتے ہیں تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔دنیا کے ساتھ دنیا کرو اور دین کے ساتھ دین کرو۔

ضرورت پھر اس بات کی ہے۔ اور پھر سارا واقعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ مشکل بات نہیں ہے بلکہ آسان بات ہے۔ آپ میری بات پہ غور کر رہے ہیں کہ نہیں؟ مثال کے طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں' اللہ ھو کا ذکر کر رہے ہیں' اللہ اللہ کا ذکر' لا الٰہ الا اللہ کا ذکر' یا الا اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ ذکر کر رہے ہیں جیسے اللہ کو بلا رہے ہیں۔ ذکر کا منشا کیا ہے؟ منشا دنیا ہے اور پرچی پاس رکھی ہوئی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے مجھے یاد کر رہے ہیں' میں بہت خوش ہوں۔ مگر پھر پتہ چلتا ہے کہ دو چار کاموں کے لیے یہ کر رہے ہیں۔ یعنی کہ اللہ کو بلا کے آپ اس کے آگے پرچی رکھ دیتے ہیں کہ یہ دو کام ضروری ہیں' میں تو یا اللہ آپ سے محبت کرتا ہوں مگر یہ میرے بچوں کے کام ہیں' محلے کے بھی کام ہیں' بچے کہیں نوکر ہو جائیں' آپ تو مالک ہیں۔ اگر بچے کا کام ہے تو اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کر سکتا ہے تو پھر خود ہی کرے گا اور اگر نہیں کر سکتا تو تم نے اس کو کیا کہنا ہے۔ جس نے بن مانگے آپ کو آنکھیں عطا کی ہیں' بن مانگے آپ کو پیدا کیا ہے' مانگے بغیر آپ کو ایمان عطا فرمایا ہے' آپ کو اُمت میں سے پیدا فرمایا ہے' آپ کو چہرہ عطا کیا ہے' آپ کو اچھے حالات عطا کیے ہیں' ایمان عطا کیا ہے' دل و دماغ عطا کیا ہے' آپ کی زندگی کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کے رزق کا ذریعہ بنا دیا اور دودھ کے چشمے جاری کیے۔ تو وہ اللہ ہے' اب اس سے کیا مانگنا ہے آپ نے۔ اس نے تو بن مانگے سب کچھ دیا۔ کیوں نہیں اس پر اعتبار کرتے۔ اب باقی کا سفر اس پر بن مانگے چھوڑ دو۔ ایک آدمی نے دعا کی اور مریض ٹھیک ہو گیا۔ کہتا ہے کہ کمال ہو گیا۔ دوسرا کہتا ہے کب تک؟ سال دو سال بعد وہ ختم ہو گیا۔ پھر وہ ڈاکٹر بھی چلا

گیا۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ تو واقعہ تو کچھ نہ ہوا۔ تو یہ جتنی کرامتیں آپ بیان کر رہے ہیں تو کرامتیں بیان کرنے والوں نے ایک انداز اختیار کر لیا' کہ ایک فقیر آیا اور اس نے سارے گھر کو آسودہ کر دیا' کسی کو پانچ سو دے دیئے' کسی کو بہت پیسے دے دیئے۔ اس طرح مسلمان محدود ہو گئے' مسدود ہو گئے' خیال پابند ہو گیا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپ نے اللہ کو Involve کر دیا' اپنی نااہلی کو بھی اللہ کے سپرد کر دیا' خود کام نہیں کرتے' غلطی کرتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں' امتحان دیا نہیں ہے اور کہتے ہیں یا اللہ پاس کر دے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ دفن کر کے آ جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ شاید ابا جی گھر بیٹھے ہوں۔ حالانکہ ابا کو تو وہ دفن کر کے آیا ہے۔ پھر بھی اللہ نے ایک رحمت کی ہے کہ عین ممکن ہے کہ میں تمہیں بغیر وجہ کے معافی دے دوں' کیونکہ میں قادر ہوں۔ یہاں پہ آپ اللہ سے بخشش مانگو کہ یا اللہ ہمیں ہمارے اعمال کی وجہ سے گرفت نہ آئے کیونکہ ہمارے اعمال صحیح نہیں ہیں' اس لیے ہمارے اعمال کی معافی ہونی چاہیے۔ اللہ سے کہو کہ یا اللہ تیرے فضل کا آسرا کافی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے تفصیل نہ مانگا کرو بلکہ General فضل مانگا کرو۔ اللہ کو یہ نہ بتایا کرو کہ اتنے پیسے یہاں دینے ہیں' اتنے وہاں دینے ہیں' پلاٹ کی قیمت ابھی آدھی دینی ہے' ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ دینا ہے' فائنس کارپوریشن کی چٹھی پھر آئی پڑی ہے _____ تو یہ ساری الٰہیات نہیں ہیں۔ انہیں چھوڑ دو' اللہ کے حوالے کر دو' اللہ بہتر کرے گا۔

اب آپ سوال کرو _____ بولو _____ بولیں _____

سوال:

دو چیزیں میری دشمن ہیں' نفسِ امّارہ اور شیطان۔ یہ دونوں اللہ سے رابطہ روک دیتے ہیں۔

جواب:

آپ آگے آ جائیں اور ان کو وہاں بٹھائیں۔ ایک طریقہ ان سے بچنے کا یہ ہے کہ آپ اپنے ماحول کو چھوڑ کے آگے آ جائیں اور اس ماحول کو چھوڑ دیں جس ماحول میں امّارہ اور شیطان ہیں۔ امّارہ اور شیطان' یہ دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ شیطان میرا اللہ سے رابطہ نہیں ہونے دیتا تو اس بات پہ غور کریں۔ وہ دراصل اللہ کو نہیں کہہ رہا بلکہ وہ کسی آدمی کو کہہ رہا ہے۔ اس کو کسی آدمی نے دعوت دی ہے کہ تو اللہ سے رابطہ کر' تو وہ کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں' یہ میرا رابطہ ہونے نہیں دیتا۔ یہ دعوت باہر سے آئی ہے۔ اگر دعوت اندر سے آ گئی تو سب خود بخود ہو جائے گا۔ کسی کے کہنے پر یہ رابطہ نہ رکھو۔ آپ اللہ سے رابطہ کیوں چاہتے ہیں؟ یہ کس نے کہا کہ اللہ سے رابطہ رکھو جس کے جواب میں آپ یہ کہہ رہے ہو کہ شیطان کرنے نہیں دیتا۔ تو یہ کہیں سے دعوت آئی ہے۔ یہ دعوت غلط ہے۔ دعوت دینے والا اگر چاہتا ہے تو وہ کروا لے گا۔ اور اگر دعوت اندر ہے تو اللہ خود کر لے گا۔ باقی تو سب سوال جواب ہیں' بحث ہے۔ اگر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ سے رابطہ رکھو تو یہ اس کا کام ہے کہ وہ نفسِ امّارہ سے نجات دِلوا دے۔ اگر اندر والا یہ کام کرائے گا تو وہ ہر چیز چھڑوا دے گا۔ وہ ایسے ہو گا جیسے کوئی غم میں چیخ مار دے۔ لوگ کہیں گے کہ نہ رو' لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کہتا

ہے کہ یہ تو غم رو رہا ہے' میں نہیں رو رہا۔ پھر اس کے پاس کوئی بھی Formality نہیں رہتی۔ اسی طرح جس کو نیند آ جائے وہ جاگتے ہوئے لوگوں کے درمیان سو جاتا ہے۔ ابھی تک بول رہا تھا اور پھر کہتا ہے کہ میں سونے لگا ہوں۔ اسے کہیں کہ باقی سارے مہمان جاگ رہے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بے شک سب جاگتے جائیں' مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ اسی طرح نفسِ امّارہ ہر چیز کو چھوڑ کے' ماحول کو چھوڑ کے پیچھے رہ جاتا ہے۔ یہ نفسِ امّارہ ایک جواز ہے اور کسی کی دعوت کا انکار ہے۔ مثلاً آپ کے پاس کوئی تبلیغی مقام آئے' کوئی جماعت آئے اور کہے کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں تو آپ کہیں گے کہ میرے ساتھ تو نفسِ امّارہ لگا ہوا ہے' ہم تو دنیا کے نظام میں ہیں' تم اللہ والے ہو' تم اپنا کام کرو۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ آپ کو وہ ماحول ناپسند ہے۔ اگر آپ کو اپنی پسند کا کوئی ساتھی مل جائے' کوئی اور چہرہ مل جائے تو بھی آپ کاروبار چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر پسند کا کبوتر مل جائے تو انسان اس کے پیچھے بھاگ پڑتا ہے۔ آسمان اگر نگاہوں میں ہو تو پاؤں سے رستہ نکل جاتا ہے۔ اگر آپ کو کوئی چیز پسند آ گئی تو پھر رُکنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ آپ کو کوئی پسند ہی نہیں آیا' نہ دعوت دینے والا پسند آیا اور نہ دعوت پسند آئی۔ لہٰذا یہ جواز ہے۔ ورنہ اگر کوئی شے پسند آ جاتی تو آپ اس کے پاس بھاگ جاتے۔ اس لیے ایک بات اس میں وارننگ کے طور پر کرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس چیز کو آپ پسند نہیں کر رہے وہ آپ کو قبول کر رہی ہو۔ پھر اس بات کا خطرہ ہوتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ تم جہاں چوائس رکھ رہے ہو' اس کے چوائس میں تم نہ ہو۔ عام طور پر بہت ساری محرومیاں' اداس محرومیاں ان لوگوں کے پاس ہوتی ہیں جو

کہتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو قبول نہیں کیا' اس میں بڑی خامی تھی۔ مدعا یہ کہ ناپسند کرنے کے عمل میں تم نا قبول ہو جاتے ہو۔ اس لیے پہلی بات یہ دیکھو کہ کیا وہ ماحول آپ کو قبول کر رہا ہے؟ یہ ماحول بہت پیچھے سے آتا ہے' بڑی اجازت سے آتا ہے۔ جب اِدھر سے حکم نامہ آتا ہے تو آپ لوگ اسے قبول کر لیتے ہو۔ اس کی اعجائی شکل اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی ہے کہ جو لوگ اللہ پر راضی ہو گئے' اللہ ہی تو ان پر راضی تھا۔ یعنی کہ اللہ تھا ہی ان پر راضی جو اللہ پر راضی ہو گئے۔ جو چیز آپ نے مانگی اُسی چیز نے آپ کو بُلایا ہے۔ بُلانے والا دراصل وہی ہے جس کی تلاش میں تم نکلنے والے ہو۔ تو دل میں یہ سوچنا چاہیے کہ آپ کو ابھی تک کسی نے کیوں نہیں بُلایا۔ وہاں نفسِ امّارہ نہیں رہتا۔ اگر آپ Involve ہو جائیں تو امّارہ کہاں۔ محبت ہی تو امّارہ کو نکالتی ہے' شیطان بھی یہاں سے نکل جاتا ہے۔ پھر شیطان کیسا۔ شیطان جو ہے یہ Reluctant انسان کا اپنا ہی نام ہو جاتا ہے۔ Reluctant ہونا ہی شیطان ہے۔ آپ کی دعوت دینے والے کو دریافت کریں کہ دعوت دینے والا کون ہے۔ شوق جب تک شریکِ سفر نہ ہو منزل نہیں ملتی۔ یہ باہر کی دعوت نہیں ہے بلکہ یہ اندر کی دعوت ہے

؎ تلاش کرتا رہا دشت میں جسے آہو
وہ منزلوں کی مہک تھی کہ ذات کی خوشبو

تو وہ خوشبو اس کی اپنی ہے مگر وہ ہرن بھاگا جا رہا ہے' بھاگا جا رہا ہے۔ کہتا ہے اُدھر سے خوشبو آ رہی ہے تو اُدھر بھاگ پڑتا ہے۔ تو اسے بتاتے ہیں کہ تیری اپنی ناف کی خوشبو ہے۔ یہ نافہ تمہارا اپنا ہے۔ جب آپ کو اپنی خوشبو مست کرے گی تو پھر

آپ کہیں گے کہ مجھے ہر طرف سے پیغام آ رہے ہیں' بلایا جا رہا ہے' قوالی سننے کو طبیعت ہے' ہر طرف سے طبلے کی آواز آ رہی ہے۔ محفل ذکر کو دیکھو تو وہاں بھی ذکر اور یہاں بھی ذکر۔ اور گناہ کی تلاش میں جاؤ تو سارا لاہور سینماؤں سے بھرا ہوا ہے بلکہ ویڈیو سے بھرا ہوا ہے۔ اور نیکی کی تلاش میں جاؤ تو سارا لاہور نیک ہے۔ آپ اپنی تلاش کا رُخ جو بنائیں گے وہی سارا ماحول بنا لے گا۔ کاروبار کرو گے تو سارا شہر ہی کاروبار کرنے لگ جائے گا۔ غم لے کے نکلو گے تو ہر آدمی اپنا غم بیان کرنے لگ جائے گا۔ ایک آدمی اگر کہے گا کہ مجھے پیٹ میں کہیں پہ درد ہے تو اگلا کہے گا کہ مجھے بھی پیٹ کے اس کونے پہ درد ہے۔ ذرا صحت کا یا کوئی دکھ بیان کرو تو سارے لوگ دکھ بیان کرنے لگ جائیں گے۔ آپ تھوڑی سی ہنسی شروع کر دیں تو سارے ہی خوش ہونا شروع کر دیں گے۔ آپ اور کچھ نہ کرو' صرف میز پر تاش رکھ دو' کچھ دیر بعد سارے فٹافٹ کھیلنے لگ جائیں گے۔ جیسا ماحول ہو گا ویسا کام شروع ہو جائے گا۔ اس لیے جب اللہ کی تلاش کرنے والا واقعی اللہ کی تلاش میں نکلے تو سارا ماحول ہی اللہ ہے۔ پھر شیطان کدھر سے آئے گا۔ جو اللہ کی تلاش میں نکلتے ہیں شیطان ان کی راہ میں نہیں آتا۔ شیطان تو ان لوگوں کی راہ میں آتا ہے جو دنیاوی تمنا کرتے ہیں۔ شیطان بیچارے نے تو کبھی رکاوٹ کی نہیں مگر وہ دنیا دار کی تو مدد کرتا ہے' اور دین والے کی راہ میں آتا نہیں ہے۔ وہ دنیا داروں کا معاون ہے اور دین والوں کی راہ میں آتا نہیں ہے۔ اس لیے شیطان رکاوٹ کبھی نہیں ہو سکتا' کبھی نہیں ہوا۔ تو شیطان کبھی رکاوٹ نہیں بنا۔ میری بات پکی طرح سمجھ لو' کہ شیطان رکاوٹ نہیں بنتا۔ رکاوٹ کون ہے؟

جس میں اللہ کے سفر کی خواہش نہیں ہے' سفر کا تقاضا نہیں ہے۔ شیطان دنیا دار کے ساتھ تعاون کرتا ہے' اسے اور involve کرتا رہتا ہے اور جو دین کی راہ میں چل پڑیں انہیں تو جلدی جلدی دین کی راہ پر چلاتا ہے۔ ایک بزرگ کی صبح کی نماز لیٹ ہونے لگی' قضا ہونے لگی تو شیطان نے ان کو جگا دیا۔ انہوں نے کہا کہ تُو تو شیطان ہے اور نماز کے لیے جگا رہا ہے۔ شیطان نے کہا کہ نماز قضا ہو رہی ہے' جلدی پڑھ لو۔ پوچھا کیا بات ہے؟ شیطان نے کہا کہ جب اس دن قضا ہو گئی تھی تو آپ نے رو رو کے درجات میں اضافہ کر لیا تھا' میری جان بخشی کرو اور آپ وقت پر ہی پڑھ لو مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا۔ تو شیطان رکاوٹ نہیں کرتا۔ رکاوٹ آپ خود ہی کرتے ہیں۔ You stand in your own way. آپ اپنے راستے میں کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ ہی اپنے دوست ہیں اور آپ ہی اپنے دشمن ہیں' آپ ہی اللہ والے بنیں گے اور آپ ہی دنیا والے بنیں گے بلکہ اپنی نجات کا فائنل فیصلہ اپنے علم سے آپ خود ہی لکھ لیں۔ سوچو کہ کیا آپ وہ کام کر رہے ہیں جس سے نجات ملتی ہے۔ اگر وہ کام نہیں ہو رہا تو پھر آپ توبہ کر لیں۔ اگر نجات مخدوش ہے تو توبہ کا سفر کریں اور اگر نجات کی امید ہے تو الحمدللہ پڑھیں۔ استغفراللہ پڑھو تا کہ نجات ہو۔ نجات ہو سکتی ہے؟ ہو سکتی ہے' ہو گی' خیر ہے۔ نجات ہو جائے گی۔ اگر یہ خیال آ جائے کہ شیطان درمیان میں آ رہا ہے تو استغفراللہ پڑھو۔ لاحول ولاقوۃ پڑھو تو بھی شیطان بھاگ جاتا ہے۔ شیطان ایک جگہ پر بڑا دھوکا دیتا ہے' اس آدمی کو جو نیک مشہور ہو اور نیک نہ ہو۔ ایسا آدمی شیطان کی خوراک ہے۔ ایک دفعہ کسی پیر صاحب کا ایک مرید محفل سے

Absent ہو گیا' کئی دن نہ آیا۔ پیر صاحب نے پوچھا کہ وہ کدھر ہے۔ کسی نے بتایا کہ آپ کی دعا سے اس کے درجات میں اضافہ ہو گیا' کشادگی ہو گئی' اس کے حجابات ٹھیک ہو گئے اور وہ نئے درجات میں چلا گیا۔ پیر صاحب نے اسے بلایا اور پوچھا کہ کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ آپ کی دعا سے فضل ہو گیا' اب میں رات کو بہشت کی سیر کرتا ہوں' ایک بزرگ مجھ پر بڑے مہربان ہیں' وہ آتے ہیں اور لے جاتے ہیں' بس آپ کی دعا ہے۔ پیر صاحب نے کہا کہ آج تُو بہشت میں جائے تو یہ لفظ پڑھنا۔ جب اس نے وہ لفظ پڑھا تو دیکھتا ہے کہ بہشت کی بجائے کوڑا کرکٹ والی گندی جگہ پر کھڑا ہے۔ اور وہ جو مرد درویش تھا وہ ہنس رہا تھا۔ تو وہ پیر صاحب کے پاس بھاگا بھاگا آیا۔ کہتا ہے کہ یہ کیا تھا؟ انہوں نے آیت پڑھی ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطٰنا کہ جو آدمی ہمارے ذکر سے' یاد سے غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان نافذ کر دیتے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ میں صحیح جا رہا ہوں۔ تو وہ آدمی جو نیک مشہور ہو اور ریاکاری کرے' نیکی کا بھرم بنائے' Generally اندر سے نیک نہ ہو' وہ شیطان کے نرغے میں ہوتا ہے۔ شیطان آپ کی زندگی میں کئی شکلوں میں آتا ہے مثلاً دوست کی شکل میں' آرزو کی شکل میں' آرام پرستی کی شکل میں' شہرت حاصل کرنے کی تمنا میں' لوگوں کو ڈرانے میں' لوگوں کے حلقے میں رہنا اور سنجیدگی سے تنہائی اختیار نہ کرنا' لوگوں کے حقوق کو پامال کرنا' حق والے کا حق نہ دینا' پیسے کی امانت نہ لوٹانا _____ تو یہ شیطان ہے۔ یعنی کہ جس نے یتیم کا مال کھا لیا وہ خود ہی شیطان ہے۔ تو آپ کا اپنا عمل شیطان ہوتا ہے۔ شیطان اگر ویسے ہی آ جائے تو یہ بڑے مقام کی بات

ہے' یہ تو بڑے بزرگوں کے پاس آتا ہے۔ یہ عام آدمی کے پاس نہیں آتا۔ بڑے لوگ ترستے رہے کہ دیکھیں تو سہی کہ یہ ہے کیا چیز۔ تو انہیں بتایا گیا کہ شیطانی عمل کرنے والا تمہارا دوست تو نظر آ سکتا ہے مگر شیطان نظر نہیں آ سکتا۔ یہ تو بہت بڑے بزرگوں کے پاس جاتا ہے' باقی تو خود ہی کرتے رہتے ہیں ایسے کام۔ تو شیطان درمیان میں نہیں آ سکتا' نفسِ امّارہ بھی نہیں۔ آپ خود ٹھیک ٹھاک رہیں۔ یہ سوال اپنی جگہ پر ٹھیک ہے۔ اگر کسی ماحول میں یہ محسوس ہو کہ میرے ساتھ ابلیسیت یا رکاوٹ آ گئی ہے تو ماحول بدل لو۔ اس ماحول سے مہاجر بن جاؤ' ہجرت کر جاؤ تا کہ سب درست ہو جائے۔ اور دعا کرو کہ کوئی ساتھی مل جائے۔ اگر کوئی اور ساتھی مل گیا تو ماحول ٹھیک ہو جائے گا۔ دعا کرو کہ نیک تمنا ملے' نیک ساتھی ملیں' نیک سنگت ملے۔ نیک سنگت آپ کو نیک منزل تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر کسی جگہ کوئی بزرگ ہوں' سچ مچ کا کوئی پیر ہو Genuine ہو' سچا ہو' اب جہاں صداقت بیان ہو رہی ہے تو وہاں کا لنگر پکانے والا' تندور والا نہیں جانتا کہ پیر صاحب کیا کر رہے ہیں' اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں بڑے بڑے لوگ آتے ہیں' نیک ہو جاتے ہیں' بدل جاتے ہیں۔ وہ صرف روٹی پکاتا جاتا ہے۔ مگر وہ اُس سنگت میں سنگت کا حصہ ہے اور وہ اس سفر میں اس طرح شامل ہے جیسے باقی لوگ شامل ہیں۔ اسی طرح مسجد کے اندر جو صف بچھانے والا ہوتا ہے اگر اسے یہ پتہ نہ ہو کہ جماعت کیسے کرائی جاتی ہے تو بھی وہ عین اس قافلے میں شامل ہے کیونکہ وہ صف بچھاتا ہے اور مسجد کی صفائی کرتا ہے۔ تو بعض اوقات قافلے میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جنہیں قافلے کا مفہوم

بھی پتہ نہیں ہوتا۔ اس لیے سنگت ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو عبادت جیسا مفہوم دیتی ہے عبادت کی تاثیر دیتی ہے۔ تو آپ سنگت میں بیٹھ جائیں۔ وہاں آپ ذکر نہیں کر رہے بلکہ صرف بیٹھے ہیں' ذکر کی آواز ہی تو ذکر ہے' قرآن تو سُننے کا فرض ہے' بولنے کا اتنا فرض نہیں ہے۔ یعنی کہ آپ صرف بیٹھے ہوئے ہیں' اردگرد قرآن پڑھا جا رہا ہے تو آپ قرآن کی تاثیر میں ہیں۔ گویا کہ جگہ' شخص' سنگت اور دوستی خود بخود آپ کو اس راستے پر لے کر چلتے ہیں۔ اس لیے آپ دعا یہ کیا کریں کہ آپ کو نیک سنگت مل جائے۔ دعا یہ کیا کریں کہ آپ کے حالات بہتر ہو جائیں۔ آپ یہاں پر سب کچھ چھوڑ کر جائیں گے۔ دھیان یہ رکھنا کہ کہیں ایسی چیز نہ چھوڑ جاؤ جو آنے والوں پر وبال بنے۔ آنے والوں کو بغیر گناہ کے سزا نہ دو۔ انہیں اگر ناجائز پیسہ دے جاؤ گے تو ان بے چاروں کو سزا ہو جائے گی۔ بچے معصوم ہوتے ہیں' ان کو آپ ناجائز رزق لا کے کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسم اللہ کرو۔ رزق ناجائز ہوتا ہے' تو وہ بیچارہ کیا بسم اللہ کرے گا۔ تم نے معصوم کو Kill کر دیا' مار دیا۔ تو معصوم کو پاکیزہ رزق دو۔ اولادیں معصوم ہیں' ان کو پاکیزہ رزق دو۔ انشا اللہ تعالیٰ آپ کی عاقبت درست رہے گی۔ دعا کرتے ہیں کہ شیطان اور نفسِ لمارہ نہ رہے۔ نفسِ لمارہ محبت سے نہیں رہتا' حادثہ ہو تو نہیں رہتا۔ مثلاً پہلے رات کو نیند آ جاتی تھی نفس غلبہ پا جاتا تھا' ایک رات نیند نہیں آئی۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتا ہے پیٹ میں درد ہے۔ تو وہ جاگ کر رات کو دعا مانگتا ہے۔ رات کو اللہ کا اعلان ہوتا ہے کہ ہے کوئی اس وقت جس کو ہم معاف کریں۔ ایک بیچارہ پیٹ درد کی وجہ سے جاگ رہا تھا' وہ بھی معاف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے یہ ایسے

کام ہیں کہ جاگنے والے تو ویسے ہی جاگ رہے ہوتے ہیں لیکن ایک بیچارہ درد کی وجہ سے جاگ رہا تھا' چیخ رہا تھا' فریاد کر رہا تھا' تو وہ بھی معاف _____ تو یہ سنگت کی بات ہے' میلے کی بات ہے' وقت کی بات ہے۔ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خوشبو والے کے پاس' عطار کے پاس جا کے بیٹھو گے تو خود بخود ہی خوشبودار ہو جاؤ گے اور کوئلے والے کے پاس بیٹھو گے تو کہیں نہ کہیں کالک لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ تو آپ اچھی سنگت اختیار کیا کریں۔ اس لیے سب بہتر ہو جائے گا۔ اچھی سنگت بھی نفسِ امّارہ کا علاج ہے۔ ذکر میں Involve ہونا نفسِ امّارہ کا علاج ہے' یعنی محو ہو جانا۔ کسی بھی کام میں محو ہو جانا _____ اور بولیں _____ کوئی آدمی _____ وہ جو پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں _____ بولیں۔

سوال:

کیا بزرگوں کی روح فائدہ دے سکتی ہے؟

جواب:

فائدہ لینے کا خیال چھوڑ دیں۔ فائدہ کوئی نہیں۔ فائدہ ایک واہمہ ہے۔ فائدہ کر جانے والی کوئی بات نہیں۔ فائدہ وہی تھا جو وہ ساتھ لے گیا۔

سوال:

انسان اپنی اصلی منزل تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

جواب:

وہ نقلی منزل کو چھوڑ دے۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جو چیز اصلی نہیں ہے اس سے بچیں۔ یہ بہت آسان سی بات ہے۔ جب محسوس ہو کہ میں اصلی منزل پہ

نہیں ہوں تو اس چیز کو Avoid کرو۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ دین کے احکامات کے قریب رہے' ان کو پورا کرنے کے قریب رہے' باوضو رہے۔ باوضو رہنے والا اپنی منزل کے قریب ہو جائے گا۔ باوضو رہنے سے ہزار ہا تبدیلیاں آتی ہیں' سائنٹیفک تبدیلیاں آتی ہیں' سپر بیکٹل تبدیلیاں آتی ہیں' خوراک متوازن ہو جاتی ہے' وہ شخص زیادہ خوراک کھا نہیں سکتا۔ اس میں بڑے حساب کتاب ہیں۔ اس کا ایک آسان طریقہ ہے کہ کسی نہ کسی سے رابطہ رکھا جائے جسے آپ طریقت کا باب کہتے ہیں۔ اس سے رابطہ رکھا جائے تا کہ وہ آپ کو اس منزل سے آشنا کرے۔ وہ عام طور پر یہ کرتے ہیں۔ کسی کی دعا اور کسی کے فیض سے منزل آشنائی ہو جاتی ہے۔ وہ شخص خیرات کرنے والا ہو' عبادت کرنے والا ہو' سفر کرنے والا ہو' جو آستانوں پر چلا جائے' جہاں نیکی کی شہرت ہو وہاں چلا جائے اور کسی نہ کسی سے رابطہ رکھے' کسی ایک جگہ بیعت ہو جائے' منسلک ہو جائے' وابستگی کر لے _____ یہ ضروری ہے۔ اس سے یہ ہو گا کہ تمہارے مزاج کے مطابق وہ بزرگ تمہیں گائیڈ کر دے گا۔ ہر مزاج کے لیے طریقت کے سلسلے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ کوئی آدمی اگر ایک بزرگ کے پاس جاتا ہے کہ آپ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں تو وہ کہیں گے کہ آپ کا حصہ ہمارے پاس نہیں ہے' آپ وہاں چلے جائیں۔ تو یہ کیا بات ہوتی ہے؟ اس میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کے مزاج میں اتنی عبادت نہیں ہے تو وہ اُسے کسی آسان طریقے والے کے پاس بھیج دیتا ہے کہ تم وہاں جاؤ۔ وہ تمہیں تھوڑا سا آسان نسخہ بتا دے گا۔ سب سے آسان نسخہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤ۔ آسان ہے

ناں؟ یا کسی سے دعا لے لے۔ اس لیے ہر آدمی کا شعبہ الگ الگ ہے۔ کچھ لوگ کسی انداز کی بات کرتے ہیں' کچھ لوگ اور انداز کی بات کرتے ہیں۔ فیض لینے کے لیے نسبت ضروری ہے۔ اپنی منزل پانے کے لیے اس منزل کا آشنا ڈھونڈنا ضروری ہے جو حال پر موجود ہو۔ تو آپ کے دعوے میں جو منزل ہے اس منزل کے آشنا کی خبر آپ کو کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ تو ان سے رابطہ کرو۔ منزل اس وقت آپ کے تصور میں ہے' وہ منزل نہیں ہے۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ منزل کسے کہہ رہے ہیں تو پھر آپ کہو گے کہ عبادت کرنا منزل ہے یا کوئی اور تفصیل۔ مگر یہ تفصیل اس بزرگ کی نہیں ہوگی۔ اس لیے اس سے پوچھنا پڑتا ہے

پوچھ اس سے جو منظور ہے فطرت کی گواہی
تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

تو یہ بات وہ بتائے گا۔ اس لیے اپنا آپ اس کے حوالے کرو۔ پھر آسانی پیدا ہو جائے گی۔ وہ منزل کا پتہ بتاتا ہے کیونکہ وہ منزل آشنا ہوتا ہے۔ کسی جگہ نسبت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

سوال:

حضور! توبہ کا کیا مقام ہے؟

جواب:

جس وقت اپنے سفر میں' جیسا کہ مستقبل کے سفر میں ہوں' دروازے سے نکلے ہیں اور ارادہ ہے مستقبل کا' اگر اس میں ماضی رکاوٹ بن رہا ہو تو توبہ کا مقام آجاتا ہے' بغیر کچھ بیان کیے ہوئے۔ نام نہ لینا اس کا۔ ماضی کسی طور پر

آڑے آ رہا ہو تو یہ توبہ کا مقام ہے۔ اگر یادداشت تخیل کو زنگ آلود کر رہی ہے تو یہ توبہ کا مقام ہے یعنی یادداشت نے روکا تخیل کو۔ تخیل کی فلائٹ' تخیل کی پرواز ہی آپ کو الٰہیات کا بتائے گی۔ آپ کی پرواز ہی تو الٰہیات ہے۔ اللہ نے شکل میں تو آنا نہیں۔ شکر کرو کہ شکل میں نہیں آنا تا کہ پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ اور معرفت ضروری ہے۔ کیونکہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا۔ اور اللہ کو ان آنکھوں سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ پھر سب کے لیے یہ حکم نہیں آئے گا کہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس کی پہچان کا طریقہ عرفان ہے اور حاصل اسی دنیا میں کرنا ہے۔ اس کا تعلق آپ کی لطافتِ فکری کے ساتھ ہے۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ میں پہنچ گیا' جہاں بھی پہنچ گیا۔ جس شخص کا تخیل' جس شخص کی قوتِ پروازِ خیال یادِ ماضی سے رُک رہی ہو' بندش میں ہو' اس کے لیے توبہ بہت ضروری ہے۔ توبہ نجات ہے ماضی کی رکاوٹ سے۔ عمل کی بات چھوڑو' وہ بعد میں دیکھتے ہیں۔ جس شخص نے سکون کے لیے مکان بنایا اور مکان میں سکون نہ ملا تو وہ توبہ کرے۔ اب مجھ سے اور کیا پوچھتا ہے۔ تو آپ کی تعبیر' آپ کا خیال اور آپ کا عمل جب آپ کو تکلیف دے رہا ہو تو یہ توبہ کا مقام ہے۔ کل کا حسنِ عمل آج سوئے عمل ہو گیا تو یہ توبہ کا مقام آ گیا۔ اس لیے توبہ ضروری ہے۔ نیک لوگوں کو جلدی سمجھ آ جاتی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ بعض اوقات آپ جس عمل پر اتراتے ہیں وہ بھی توبہ کا عمل ہے۔ جس عمل پہ آپ فخر کر رہے تھے وہ فخر کا عمل نہیں تھا بلکہ توبہ کا عمل تھا۔ اس پر آپ ضرور غور کیا کریں۔ یہ مقام ہوتا ہے مشائخ کرام سے پوچھنے والا۔ جس عبادت پر تم فخر کر رہے ہو

دراصل وہ عبادت فخر والی نہیں تھی بلکہ وہ توبہ کا مقام تھا۔ یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ عبادت عبادت میں کیا فرق ہے؟ اور یہ کہ اگر شریعت ہے تو طریقت کیا ہوتی ہے؟ اگر نماز شریعت ہے تو کہیں اِس نماز اور اُس نماز میں فرق تو نہیں آیا؟ کائنات کی تاریخ آپ نے دیکھی ہوگی۔ اگر نماز' نماز میں فرق آ گیا تو شریعت کا سمجھنا مشکل ہوگا۔ مثلاً فرق آپ کو بتایا گیا جو کہ کربلا میں تھا' ایک نماز ایک طرح سے پڑھی جا رہی ہے اور دوسری نماز اور طرح سے پڑھی جا رہی ہے۔ اگر شوق نکل جائے' ادب نکل جائے اور صرف فارمولا رہ جائے تو پھر اُس نماز سے توبہ کرو۔ ایسی نماز جس میں فارمولا ہے لیکن شوق نہیں ہے' ادب نہیں ہے' احترام نہیں ہے' پہچان نہیں ہے' اس نماز سے توبہ کرو۔ اس لیے ایمان پہچان کا نام ہے' ادب کا نام ہے' احترام کا نام ہے۔ محبت نہ ہو تو پھر خالی فارمولا ایسے ہے کہ جیسے

عشق نہ ہو تیرا اگر میری نماز کا امام
میرا سجود بھی حجاب میرا قیام بھی حجاب

بات اتنی سی ہے کہ جب تک وہ شوق نہ ہو بات نہیں بنتی۔ وہ شوق ضروری ہے۔ ایک دفعہ سرکارؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ ایمان کو کیا سمجھے ہو؟ یہ بڑا ٹیسٹ کا وقت تھا۔ کسی نے کہا کہ توحید ایمان ہے' کسی نے کہا لا الہ الا اللہ اور رسالت پر ایمان رکھنا' فرشتوں پر ایمان لانا _____ جتنا جتنا علم تھا سب نے بتایا۔ آپؐ نے فرمایا سب ٹھیک۔ اتنے میں ایک آواز آئی ہمیں تو یہ پتہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اصل بات تو یہ ہے۔ تو بات اتنی ساری ہے کہ اگر رسولؐ بلائیں اور کوئی جواب دے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے تو پھر بہتر ہے کہ

ایسی نماز نہ پڑھو کہ تم رسول ﷺ کو جواب دے رہے ہو کہ ہم نماز میں مصروف ہیں' اس لیے ہم ٹھہر کے آئیں گے۔ ایسے اعمال آپ کا حجاب ہیں اور عبادت بھی حجاب ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے پھر عبادت بغیر محبت کے صرف فارمولا ہے' اور فارمولا تو امام کو شہید کرے گا۔ کیونکہ صرف فارمولا رہ گیا اندر سے اصل بات نکل گئی۔ تو یہ بات ضروری ہے اور پہچاننے والی ہے تاکہ مقام پہچانیں۔ ورنہ تو صرف فارمولے والے اللہ کی عبادت کریں گے اور اللہ کے رسولؐ بلائیں تو جواب نہیں دیں گے۔ تو رسولؐ کو اپنے جیسا سمجھنے والے یہاں سے مار کھا گئے۔ اپنے جیسا تم کیسے سمجھ سکتے ہو کہ آپ کا نام ہے اور تمہارا ایمان ہے۔ تو یہ بڑا فرق ہے' بہت بڑا فرق ہے یعنی تمہارا کلمہ ہے اور آپ کا نام ہے۔ ایک آدمی کا نام ہے اور ہمارا کلمہ ہے۔ آپ لوگوں کے لیے تو بہت آسان بات ہے کہ ایمان کو اس طرح پہچانو کہ ایک انسان کے نام سے آپ کی زندگی بسر ہو رہی ہے' تمہاری زندگی کی Involvement ان سے مربوط ہو گئی اور ان سے مشروط ہو گئی۔ یا تو تم کلمہ نیا بنا لو لیکن کلمہ تو وہی ہے' اللہ کے بعد ایک انسان کا' زندگی بھی وہی ہے' محبت بھی وہی ہے' آپ کا پیدا ہونا اس بات کو Inherit کرنے کے برابر ہے۔ یا تو آپ آزاد پیدا ہوتے اور کوئی تجربے کرتے۔ مگر آپ آزاد پیدا نہیں ہوئے اور آپ سے پہلے ہونے والا ایک واقعہ آپ کے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ اس سے آپ باہر نہیں جا سکتے۔ اب آپ کے لیے یہ طے شدہ امر ہے اور آپ اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ فلسفہ آپ سے پہلے ہو چکا ہے' اس سے باہر نہیں جا سکتے۔ خانقاہیں پہلے بن چکی ہیں' اس سے آپ باہر نہیں جا سکتے۔ فرعون ہو چکا' موسیٰ

علیہ السلام ہو چکے' تم تو بالکل آسانی میں ہو' تمہیں کچھ بھی نہیں کرنا' ہر شے ہو چکی ہے۔ آپ سے پہلے ہر چیز ہو چکی ہے۔ کوئی بات بتاؤ جو نئی کرنے والی ہو۔ تاریخ ماضی' فلسفہ ماضی' لٹریچر ماضی' میر تقی میرؔ ماضی' غالبؔ بھی چلا گیا' اقبالؔ بھی چلا گیا' رومیؒ بھی چلا گیا' رازیؒ بھی چلا گیا_____ سب چلے گئے۔ سب لٹریچر ماضی ہو گیا۔ روحانیت والا بھی ماضی ہو گیا' امیر خسروؒ بھی چلے گئے' بابا صاحبؒ پاک پتن شریف واقعات ویسے نہیں ہیں' داتا صاحبؒ بھی رخصت ہو گئے۔ آپ کے عقیدے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ لہٰذا آپ کا کام بڑا آسان ہے کہ آپ نے صرف Inherit کرنا ہے اور ان کو یاد کرنا ہے۔ تو آپ کا کام ہو جانا ہے۔ یہ آپ نے Inherit کی ہوئی لائف گزاری ہے۔ پاکستان بھی آپ کو بنا بنایا ملا۔ آپ کو بنے بنائے دفتر ملے ہیں۔ آپ کو بنا بنایا ایمان ملا ہے۔ بنا بنایا خیال ملا ہے۔ بنا بنایا آستانہ ملا ہے کہ جا کے دعا کرو۔ بنے بنائے پیر خانے ملے ہیں۔ وہاں جا کے کہتے ہیں کہ پیر صاحب ہم بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں بسم اللہ' کلمہ پڑھ۔ آپ کا سارا بنا بنایا کھیل ہے۔ سیاسی لیڈر بنے پڑے ہیں' بادشاہ بنا پڑا ہے' آپ نے اور کیا کرنا ہے۔ زندگی تو بڑی آسان ہے۔ اس میں کوئی Expedition نہیں ہے اور Expedition جو ہے یہ آپ کے لیے نقصان دہ ہے۔ سیدھا سادا سفر ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حج کرنے کے لیے تم جنگل جاؤ۔ لاحول ولا۔ تو حج کی بھی ایک جگہ مقرر ہے' ہر سال جاؤ' بار بار جاؤ' وہیں جاؤ۔ حج کا فارمولا بھی وہی ہے۔ پرنٹیڈ دعا مل جائے گی' کیسٹ مل جائے گا کہ کس مقام پر کیا کہنا ہے۔ دعا بھی وہی ہے۔ پوری کی پوری ہر شے بنی ہوئی ہے۔ ہر شے

آپ کو نئی بنائی مل رہی ہے اور یہی آپ کی کامیابی ہے اور یہی ناکامی ہے۔ آپ کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی کامیابی ہے کہ آپ بچ گئے ورنہ قانون یہ ہے کہ آپ فروغ نہیں پا سکتے۔ بس اس کے درمیان آپ سوچیں کہ کامیابی کیوں ہے اور ناکامی کیوں ہے۔ یہ بڑے غور والی بات ہے۔ کامیابی اس کے لیے ہے جس کا فکر رت خیال بغاوت نہ ہو۔ کہ وہ بچ گیا جو اپنے خیال کی زد میں نہیں آیا۔ جو بغاوت والا نہیں تھا وہ بچ گیا' اس نے بغاوت نہیں کرنی کیونکہ ایمان پہلے آ گیا ہے۔ درود شریف پڑھتے جاؤ' اللھم صل علی پڑھتے جاؤ' تو آپ بچ گئے۔ اس میں تجربہ بدعت ہے۔ تجربہ کیا ہے؟ بدعت ہے۔ یہاں آ کے وہ مر گیا۔ اگر اُسے پتہ چل جائے تو پھر وہ ڈر جائے گا' تجربہ نہیں کرے گا کیونکہ یہ بدعت ہے

کافر نہ شدی لذت ایماں چہ شناسی

اب وہ ایمان کی لذت سے محروم ہو گیا۔ تو یہ قومی سطح پر آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ خیال کے اس سفر پر ہیں جہاں نہ اِدھر جا سکتے ہیں اور نہ اُدھر جا سکتے ہیں۔ اگر آپ ایمان کو سمجھ لیں اور ہمت کر کے نکل جائیں' پھر دیکھیں کہ بات کیا ہے قضہ کیا ہے۔ پھر پتہ چلے گا کہ آپ نے سب چیزیں Inherit کی ہیں۔ اگر یہ دیکھنا ہو کہ روحانیت والے بزرگ کون ہیں تو پہلے کس کا نام آئے گا؟ کسی گزرے ہوئے کا نام آئے گا' ذہن میں کوئی آستانہ آئے گا' داتا صاحبؒ' خواجہ صاحبؒ بابا صاحبؒ ــــــ یہی نام آئیں گے۔ پھر بغداد شریف کا نام آئے گا۔ عراق کا نام آئے گا' ایران کا نام آئے گا ــــــ تو ان سارے بزرگوں

کے نام آئیں گے۔ اگر اسلام کے مفکروں کے بارے میں سوچیں گے تو دو چار گزرے ہوئے نام آئیں گے۔ پھر اسلام کے سپہ سالاروں کے نام میں محمد بن قاسم کا نام آئے گا۔ آج کل تو سولہ سال کے بچے کو موٹر سائیکل کا لائسنس نہیں ملتا اور ان کو سولہ سال تک تو آپ نے شعور ہی نہیں دیا اور وہ سولہ سال کا بچہ فاتح کے طور پر آ گیا۔ اس نے کیا کیا تھا؟ چند مسلمان عورتوں کے ساتھ نامناسب واقعہ ہوا اور وہ جلالتِ خداوندی بن کے آ گیا' سپاہیوں کو لے آیا۔ اور اب مسلمان ہی مسلمان عورتوں سے وہ واقعہ کریں تو؟ تمہاری غیرت خاموش ہو جائے گی۔ اب محمد بن قاسم کوئی نہیں بنے گا۔ کیونکہ مسلمانوں نے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ اس لیے اب محمد بن قاسم پیدا نہیں ہو گا۔ ہندو تنگ کرے تو محمد بن قاسم پیدا ہو جاتا ہے اور مسلمان تنگ کرے تو محمد بن قاسم پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں ذرا مشکل ہیں۔ ان کو آپ چھوڑ دو۔ بھول جاؤ۔ آج کی اتنی بات یاد رکھو کہ اللہ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر کرے' اور یہ سوچنے کی مہلت بھی ملنی چاہیے کہ بات کیا ہے' اسلام کا سفر تھا کیا' اسلام کا قافلہ کدھر کو چلا' خیال کیسے چلا تھا۔ اب آپ صرف قدامت پسند لوگ ہیں' روایت پرست لوگ ہیں' ماضی پرست لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مستقبل کو محفوظ فرمائے۔ یہ تو ہے کہ آپ کو صحیح ماضی تو یاد ہے' اس لیے آپ گمراہ نہیں ہو سکتے۔ ماضی نے آپ کو ایک بڑا فائدہ دیا ہے' ماضی نے آپ کو ایک Norm دیا ہے کہ یہ صحیح مقامات ہیں۔ اس بات کو چھوڑ دو کہ اب آستانوں میں کیا ہو رہا ہے' جہاں آستانے بنے ہوئے ہیں وہ آستانے اس خیال کے سفرنامے ہیں کہ یہاں سے وہ خیال گزرا ہے۔ تو جہاں جہاں سے

خیال گزرا وہ راستے جگمگا رہے ہیں یعنی جہاں سے صحیح خیال گزرا تھا۔ بس اتنی بات ہے۔ اب اس خیال کے آستانے پر کیا ہو رہا ہے' یہ چھوڑ دو۔ یہ دیکھو کہ یہاں سے وہ گزرا ہے' تو آپ کو سفر کی نشان دہی ہوتی جا رہی ہے۔ اگر آپ اس مقام کے مسافر ہو تو یہاں سے گزرو' نہیں ہو تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ کوئی تو مسافر آئے گا اس سفر پر۔ آنا چاہیے۔ اور آپ لوگوں میں سے ہونا چاہیے۔ اور آپ لوگ تو شیطان اور نفسِ امّارہ تک رکے ہوئے ہو۔ شیطان کا ذکر چھوڑو' وہ آپ کو کچھ نہیں کہتا۔ اسے فارغ کر دو۔ اپنے لیے اور سب کے لیے دعا کرو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہ حبیبنا و شفیعنا سیدنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین ـــــــ برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔



سوالات

1 کیا ولی اللہ غیب کا علم جانتے ہیں؟

2 بعض بزرگ اپنی قبر پہلے بنا لیتے ہیں' ان کو غیب کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

3 کیا ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ ہم مرنے والے ہیں؟

4 کیا یہ علم عطا ہوتا ہے؟

5 ہم خواہشات سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ پڑھا کریں؟

6 چھوٹی خواہش سے بڑی خواہش کی طرف جانے کا سمجھ نہیں آیا۔

سوال:

کیا ولی اللہ غیب کا علم جانتے ہیں؟

جواب:

جو آپ کو معلوم ہو گیا وہ آپ کا علم ہے اور جو آپ سے رہ گیا وہ لاعلمی ہے۔ بزرگ یہ بتاتے ہیں کہ علم سے زیادہ لاعلمی ہوتی ہے۔ کسی پیغمبر نے آج تک یہ نہیں کہا کہ میں نے جان لیا۔ سب نے یہی فرمایا کہ ہم نہیں جان سکتے۔ گویا کہ معرفت الٰہی کا آخری فقرہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا پہچانا ہے؟ کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں پہچان سکتے۔ پھر یہ کہا کہ ہم نے اللہ کو جان لیا۔ پوچھا گیا کہ کیا جان گئے آپ؟ کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں جان سکتے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذات ہے اور آپ ذات کی لامحدودیت کا اندازہ لگائیں کہ اس ذات کی صفات لامحدود ہیں اور ہر صفت کی تفسیر لامحدود ہے اور ہر دور میں وہ صفت لامحدود رُخ پہ نکل جاتی ہے' انسان کی زندگی محدود ہے۔ تو لامحدود ذات کی لامحدود صفات کا کوئی ایک حصہ بھی اپنی محدود زندگی میں آپ نہیں جان سکتے۔ یہ تو آپ کا کُل علم ہے اور جو علم آپ سے بچ گیا' آپ سے دُور ہے' وہ بے شمار ہے۔ تاریخ کے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو جاننے والے جانتے ہیں لیکن

جاننے والوں کی جانی ہوئی بات کے علاوہ بھی بے شمار واقعات بچ جاتے ہیں۔
یہاں سے اللہ کی Domain' حد شروع ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت
کچھ عطا کرنے کے بعد بھی اپنی الٰہیات میں داخل نہیں ہونے دیا۔ تو اللہ جو ہے
وہ اللہ ہے! اس نے کہا اس کو ربوبیت میں شامل کر لو مثلاً بارش کا بھی ربوبیت کا
سا کام ہے' بارش بھی رزق دیتی ہے' پیسہ دیتی ہے' مال دیتی ہے۔ اسی طرح اس
نے رحیم بھی بنایا ہے' متوکل بھی بنایا ہے مگر الٰہیات میں کسی کا دخل نہیں۔ انسان کو
اللہ تعالیٰ نے بے شمار علم عطا فرما دیا لیکن معبود نہیں بننے دیا اور وہاں شرک کی حد لگا
دی لا تشرک باللہ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معبود نہ بناؤ اور یہ بھی مطلب ہے
کہ خود بھی معبود نہ بنو۔ تو شرک کا یہ نیا رُخ بھی دیکھتے جاؤ کہ کسی کو معبود نہ بناؤ اور
دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم خود بھی معبود نہ بن جانا کہ لوگوں کو اپنے سجدے کا حکم
دے دو۔ گویا کہ غیب کا سارا علم اس کو ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے اور تمہاری
عبادت کبھی نہیں کی جانی۔ وہ عبادت جو انسان چاہتا ہے اس کے پاس اتنا علم نہیں
ہوتا کہ اُسے پتہ چلے کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟ جو یہ کہتا ہے کہ انا ربکم
الاعلیٰ فرعون کہتا ہے کہ میں تمہارا رب عظیم ہوں میری اطاعت کرو میرا ادب
کرو' میری پوجا کرو اور اس کا اپنا علم اتنا نہیں کہ وہ بچہ جو موسیٰ بنے گا وہ کون سا ہے
اور کون سا بچہ مارنے والا ہے اور کون سا بچہ بچانے والا ہے۔ اس نے بہت
سارے بچے مار دیئے اور جس کو مارنا تھا وہ بچہ بچ گیا۔ گویا کہ اس کے پاس علم نہیں
تھا۔ انسان جب بھی رب بنا اس کے پاس علم نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ جب معبود بنا تو
وہ ایسا معبود ہے جس کو سب کچھ معلوم ہے کیونکہ وہ علم کا خالق ہے۔ اگر آپ اس

لمحے میں تمام علوم سے آشنا ہو جائیں اور یہ کہیں کہ میں علم جان گیا تو عین اس لمحے میں نیا علم پیدا ہو چکا ہوگا' نئی بستیاں وجود میں آ چکی ہوں گی' نئے زمانے تخلیق ہو چکے ہوں گے' نیا آرڈر Issue ہو گیا ہوگا۔ پھر جب وہ کہے گا کہ میں جان گیا کہ فلاں بستی موجود ہے تو پتہ چلے گا کہ وہ بستی تو غرق بھی ہو گئی۔ گویا کہ آپ کے علم میں آنا اور علم کے اظہار میں آنے کے درمیان کے فاصلے میں بے شمار علوم پیدا ہو چکے ہوں گے۔ اس لیے انسان کا علم محدود ہی رہے گا۔ انسان کا غیب' غیب ہی رہے گا' عالم الغیب اللہ ہی رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سفر میں انسان جانتا چلا جاتا ہے۔ حضور پاک ﷺ پر سارے زمانے آشکار ہو گئے' سارے واقعات ہو گئے کیونکہ وہ معبود کے محبوب ہیں' لہٰذا ان کو معلوم ہے لیکن خود حضور پاک ﷺ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں سب جانتا ہوں بلکہ انہوں نے فرمایا کہ میں انسان ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ جب آپؐ نے یہ فرما دیا کہ مجھ پر وحی آتی ہے تو سارا مسئلہ حل فرما دیا کہ جب وحی آئے تو علم ہے اور وحی نہ آئے تو علم نہیں ہے۔ تو وحی آپؐ کے علم کا ذریعہ ہے جو Fresh آتی ہے' تازہ ہوتی ہے' آتی اللہ کریم سے ہے اور بہت آتی ہے۔ جب وحی نہ آئے تو آپؐ بولتے نہیں۔ لہٰذا وہ علم جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے اندر نہیں بھیجا وہ علم آشکار نہیں ہوتا اور اس طرح علم آشکار نہ ہونا اُن کی شان میں کوئی کمی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک رُخ ہے۔ مثلاً قہار کا جو اسم ہے اس سے کبھی آپ نے محبت کی؟ اس سے آپ محبت نہیں کر سکتے۔ محبت کرنے والا عام طور پر مٹھاس میں ہوتا ہے' محبوب آ جائے تو طبیعت میں ویسے ہی مٹھاس آ جاتی ہے' اللہ کریم محبت کرنے والا ہے اور آپ ﷺ محبوب خود

ہیں' نور ہیں' جلوہ ہیں۔ لیکن اللہ قہار بھی ہے۔ اب قہار کی جو صفت ہے یہ محبوب کے سامنے استعمال نہیں ہوگی۔ تو قہار اور جبار کی صفت کا اظہار محبوب کے سامنے نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ذلِ عظیم بھی ہے' زوال دینے والا بھی ہے' عزت دینے والا اور ذلت دینے والا بھی ہے۔ اب ان صفات کا وہ اپنے محبوب ﷺ کے سامنے اظہار نہیں کرے گا بلکہ اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ میں آپؐ کو عام انسانوں سے اُٹھا کے ورفعنالک ذکرک آپؐ کا ذکر بلند کر دیا' آپ کو عزت دے دی۔ تو وہ محبوب ﷺ کو قہار والا علم نہیں دے گا۔ تو وہ اللہ ہے' محبت کرتا ہے' آپؐ پر سلام بھی بھیجتا ہے اور باغی کو اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ اب یہ آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ وہ کیسے اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ تو بے شمار علوم ہیں جو اللہ تعالیٰ بندوں کو نہیں دیتا۔ ایک دفعہ اللہ نے اپنے ایک پیغمبر کو علم دے دیا کہ بستی پر عذاب آنے والا ہے' انہوں نے لوگوں کو بتا دیا' وہ لوگ ڈر گئے لیکن پھر عذاب نہیں آیا۔ لوگوں نے پیغمبر سے کہا کہ یہ کیا کہ آپ کی زبان سے صداقت کے علاوہ کچھ نکل گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے آگے گِلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے جو کہا تھا وہ ٹھیک تھا لیکن پھر ارادہ بدل لیا' اب یہ میری بادشاہت ہے کہ میں نے کسی کی دعا کی وجہ سے وہ عذاب ٹال دیا' تم مجھ سے Question کرنے کی بجائے یہ پڑھو کہ لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین ۔ تو اللہ کا اپنا علم ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ ؎

اک مہرہ ناچیز ہے چھوٹا سا پیادہ
فرضی سے بھی پوشیدہ ہے شاطر کا ارادہ

تو جو یہ پیدل چل رہا ہے' پیادہ ہے' یہ کیا جانے' یہ تو قصہ ہی الگ ہے۔ تو وہ تو مالک ہے' اس نے کائنات کے ساتھ کیا کرنا ہے یہ کسی کو پتہ نہیں' کس ہستی کے ساتھ کیا ہونے والا ہے یہ پتہ نہیں۔ ولی اللہ کو کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ وہاں تبلیغ کے لیے چلے جائیں۔ وہاں کیا ہونا ہے؟ No body knows کسی کو پتہ نہیں۔ ولی اللہ تو حضور پاک ﷺ کی خاک پا ہوتے ہیں' آپ اس بات پہ زور دینا چھوڑ دیں کہ انسان پر غیب کا علم کتنا آشکار ہے اور حضور پاک ﷺ کتنا جانتے ہیں۔ آپ کیا چیز نہیں جانتے ہوں گے لیکن جو حضور پاک ﷺ نے خود نہیں کہا وہ تم کیوں کہتے ہو۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ حضور پاک ﷺ خود وہی ہیں' تو کیا حضور پاک ﷺ نے کہا ہے کہ میں وہ ہوں۔ کیا حضور پاک ﷺ نے اذان سے پہلے درود شریف پڑھا؟ تم کہاں سے لے آئے ہو۔ جو اسلام میں مقرر ہو گیا ہے تم اس کے علاوہ کیا کرتے ہو' اپنے جذبات میں اسلام کو رنگے جا رہے ہو۔ تمہارے اپنے محبت کے جذبات ہیں اور یہ کہے جا رہے ہو کہ وہ وہی ہیں۔ اور یہ اس طرح بھی بیان کرتے ہیں کہ معراج شریف کی رات حضور پاک ﷺ اللہ کے پاس تشریف لے گئے اور آمنے سامنے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب حکم کر اب کیا چاہیے۔ تو وہ یہ بیان اپنی محبت میں دے گیا مگر اللہ تعالیٰ سے تو سب درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ جو اولیاء اللہ سے محبت کرنے والے ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے مقام اور اس کی عظمت کا بہت خیال رکھا کریں۔ اسی طرح ایک قوم ہے ٹھیری' وہ مولا علیؓ کو رب مانتے ہیں مگر کیا مولا علیؓ نے کبھی کہا کہ میں رب ہوں۔ کیا مولا علیؓ نے نماز ادا کی ہے' سجدہ ادا کیا ہے؟ تو

اگر وہ خود رب ہیں تو پھر کس کا سجدہ ادا کر رہے ہیں؟ تو جس نے اپنے بارے میں یہ نہیں کہا کہ میں رب ہوں تو آپ اس کو رب نہ بنائیں۔ داتا صاحبؒ نے اپنی زندگی میں جو کام نہیں کیے وہ تم ضرور کرتے ہو' جس بات سے انہوں نے منع کیا تم وہی کرو گے' اگر انہوں نے کہا تھا کہ میری قبر کو سجدہ نہ کرنا تو آپ ضرور سجدہ کرو گے۔ انہوں نے کہا تھا کہ سجدہ صرف اللہ کا کرنا' کسی اور کا نہ کرنا اور آپ یہ کہو گے کہ واہ کیا اچھی بات بتائی ہے کہ صرف اللہ کا سجدہ کرنا ہے' اتنی اچھی بات بتانے پر آپ کو ہمارا سجدہ _____ تو جو حکم ماننے والے ہیں وہ کبھی ایسا مسئلہ بیان نہیں کرتے جس مسئلے سے کوئی فرق پڑ جائے۔ تو حضور پاک ﷺ کا مقام اس طرح رہنے دو کہ جہاں حضور پاک ﷺ کے مقام اور اللہ کے مقام میں فرق مٹنے لگ جائے تو وہاں سے بچ جاؤ۔ دونوں ذاتوں کا حکم یہی ہے۔ اللہ کا حکم یہ ہے کہ بندے کا مقام بندے تک رکھو اور حضور پاک ﷺ کا حکم یہ ہے کہ اللہ کا مقام پہچانو۔ یہ دونوں مقامات Confuse نہ کرنا' محبت میں بھی نہ کرنا' یہ نہ کہنا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ جب یہ کہو گے تو غلط ہے۔ کہنا وہی کچھ ہے جو کہنا ہے' جو فرمایا گیا ہے' جو بتایا گیا ہے کہ جس کی عبادت حضور پاک ﷺ کر رہے ہیں وہی اللہ ہے اور جس سے اللہ محبت کر رہا ہے وہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ اس طرح یہ دونوں مقامات کبھی کنفیوز نہیں ہوں گے۔ اللہ آج بھی حیّ وقیوم ہے اور حضور پاک ﷺ پر ایک دور کے بعد دوسرا دور شروع ہو گیا۔ آپؐ زندہ ہیں' یہ بالکل بجا ہے' مگر اس حالت میں نہیں جس حالت میں تھے' گرچہ اس سے بہتر حالت ہے' ظاہر بھی ہیں' چھپے ہوئے بھی ہیں مگر وہ بات نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بات ہے تو پھر یہ

آستانہ کیا ہے؟ اور اگر آستانہ ہے تو پھر وہ بات کیا ہے۔ اس لیے Common Sense کی بات کیا کرو۔ تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی تفصیل بتانا بھی گستاخی ہو جاتی ہے اور قبول کرنا بھی گستاخی ہو جاتی ہے۔ اس بات کے ذکر سے بچ جایا کرو۔ اگر کوئی کہے کہ کیا داتا صاحبؒ ہیں؟ بالکل ہیں۔ کیا آج کل بھی ہیں؟ ضرور ہیں۔ جو داتا صاحبؒ کو "ہیں" سمجھتے ہیں وہ داتا صاحبؒ کے آستانے پر نہیں جاتے' جو مولا علیؓ کو زندہ سمجھتے ہیں وہ پھر مولا علیؓ کے آستانے پر نہیں جائیں گے' جو امام عالی مقامؓ کو زندہ سمجھتے ہیں یا زندہ دیکھا ہوا ہے' اُن کے لیے کربلا کیا ہے۔ گویا کہ یہ مشاہدات کے فرق ہیں' جس پر جتنا آشکار ہوا اتنا صحیح ہے۔ باقی سب وہی ہے جو شریعت ہے۔ آگے پردہ ہے۔ آگے کوئی بول نہیں سکتا کہ یہ نام کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے؟ اللہ کی ذات اور حضور اکرم ﷺ کی ذات کے درمیان فرق کیا ہے؟ یہ ہے میم کا پردہ۔ جب کسی اور نے بیان نہیں کیا تو تم کیا بیان کرو گے۔ اللہ تعالیٰ حضور پاک ﷺ سے محبت فرماتے ہیں لیکن عبادت کرواتے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ نماز پڑھیں' کھائیں پئیں' فاقہ بھی رکھیں اور آپؐ پر ہم درود بھیج رہے ہیں۔ تو آپؐ پر درود آ رہا ہے' کلام پاک آ رہا ہے' کلام پاک میں ذکر آ رہا ہے' محبت آ رہی ہے' سب سے اعلیٰ ذکر آ رہا ہے کہ ورفعنالک ذکرک تو تا قیامت ذکر آ رہا ہے ـــــــ یہ راز ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ وہ سارا غیب جانتے ہیں' اللہ نے کلام پاک میں کہا ہے کہ غیب میرے پاس ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تو غیب ہے ہی نہیں۔ "غیب" تو ایک لفظ ہے۔ جب مشاہدے میں بات آ گئی تو پھر وہ غیب نہیں رہے گا کہ جو شخص یہ کہہ رہا ہے کہ وہ

غیب جاننے والا ہے تو وہ آدمی جھگڑالو ہے' وہ فساد مچا رہا ہے۔ مثلاً آپ نے سورج کو دیکھ لیا' چاند ستارے دیکھ لیے تو کیا آپ ان سے آشنا ہو گئے؟ یہ سارا غیب ہے' سارا حاضر ہی غیب ہے' جس ستارے کو آپ ستارہ سمجھ رہے ہیں وہ دراصل کچھ اور ہے' چاند کو آپ جو کچھ سمجھ رہے ہیں وہ اندر سے کچھ اور ہے' اسے روشن سمجھ رہے ہیں تو یہ روشنی نہیں ہے۔ گویا کہ حاضر بھی تمہارا غیب ہے' تو تم اصل غیب کیسے جانو گے۔ تو تمہیں پتہ ہی نہیں کہ یہ سب کیا ہے' جس کو تم دیکھ رہے ہو تم اس کو بھی نہیں دیکھ رہے ہو۔ دیوار کے پرے کیا ہے' یہ کیسے پتہ چلے۔ ولی اللہ تلوار کے نیچے کلمہ پڑھ سکتا ہے لیکن وہ تلوار کو نہیں دیکھتا۔ اگر تلوار کو چلنے سے پہلے دیکھا تو پھر تو شہادت کا مقام اس نے خراب کر لیا' شہادت کا مطلب یہ ہے کہ موت کو موت سمجھا جائے اور پھر کلمہ پڑھا جائے۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ شہادت کے پیچھے اللہ کی محبت آ رہی ہے تو پھر یہ اور واقعہ بن جاتا ہے_____ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ اس لیے یہ بڑا خیال رکھنا۔ آپ نے یہ صحیح سُنا ہے کہ ولی اللہ غیب کو جانتے ہیں مگر جب یہ بات کہو گے تو غلط ہو جائے گی۔ جب آپ پوچھو گے کہ کیا وہ غیب کو جانتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غیب نہیں جانتے تھے' سمجھو گے تو پھر سمجھتے جاؤ۔ بے شمار علوم ایسے ہیں جن کا پتہ نہیں ہے۔ کسی ولی اللہ سے اگر کیمسٹری کا سوال حل کراؤ گے تو میرا خیال ہے مشکل ہو جائے گا۔ جس ولی اللہ نے روحانی تعلیم حاصل کی ہے اُس سے اگر کہو گے کہ آئن سٹائن کی تھیوری ہمیں سمجھا دیں تو یہ کیسے ہو گا۔ تو وہاں یہ علم نہیں ہو گا۔ سائنس والے کے پاس آرٹس کا علم نہیں ہو گا' آرٹس والوں کے پاس سائنس کا علم نہیں ہو گا' میتھ

والے کو کیمسٹری کا پتہ نہیں ہوگا' کیمسٹری والے کو اور علم نہیں آتا ہوگا۔ بعض اوقات کسی ولی اللہ کو شعر کا پتہ نہیں ہوگا۔ کچھ ولی اللہ اظہار میں آتے ہیں اور کچھ اظہار میں نہیں آتے۔ اُردو جاننے والا ولی اللہ انگریزی میں تقریر نہیں کرتا' فارسی والا ولی اللہ پنجابی میں تقریر نہیں کرے گا۔ یہ ادب کا مقام ہے۔ اللہ کی خوبی یہ ہے کہ اللہ کے دوست ہر زمانے میں اور ہر زبان میں ہوتے ہیں' وہ اتنے پہ راضی ہوتے ہیں جتنے پہ وہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں اور جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے' جب اللہ کو جان لیا تو سب کچھ جان لیا' جب مالک سے آشنائی ہوگئی تو پھر مخلوق کیا ہے۔ یہ جھگڑا مخلوق آپس میں کرتی رہتی ہے کہ کس کے پاس کیا ہے' علم کتنا ہے۔ اس لیے علم کے بارے میں بحث مت کرنا۔ اللہ بہرحال اللہ ہے۔ اللہ حادث نہیں ہے۔ اللہ ہمیشہ رہنے والا ہے' وہ ہر آغاز سے پہلے تھا' ہر انجام کے بعد ہوگا' جوں کا توں' جیسے کا جیسا' نہ اس میں کمی آئے گی اور نہ اس میں بیشی آئے گی' وہ مالک ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک۔ اس کا ''تک'' ہے ہی نہیں۔ انسان کی ایک تاریخ پیدائش ہوتی ہے اور ایک تاریخ وصال ہوتی ہے۔ تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال رکھنے والا حی وقیوم کا سارا علم نہیں رکھتا۔ اللہ حی وقیوم ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ہے اور انسان حادث ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ حی وقیوم کا سارا علم حادث نے بیان کیا ہے' اللہ کی بات جتنی کہی ہے انسان نے کہی ہے۔ لہٰذا کوئی ایک مقام ایسا ہے جہاں پہ انسان اللہ کے بارے میں بات جانتا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان کیا ہونا چاہیے؟ ہمیں جتنا بتایا گیا' اتنا ہی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ پھر ہوا جو ہوا۔ کہا جو کہا' سُنا جو سُنا۔ اب تم کون ہو بولنے والے۔ بس پھر دو قوسین کا فاصلہ رہ

گیا اور اس کے بعد اپنے بندے پر جو ہوا سو ہوا' تمہیں بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس کے بعد کیا ہے؟ راز ہے۔ راز کو کوئی ایسا آدمی فاش کرنے کی کوشش نہ کرے جو ہم راز نہ ہو' کلام الٰہی کی تفسیر کوئی نہ لکھے جب تک اُسے الہامی کلام کے مطلب کا پتہ نہ ہو۔ الہام جو ہے' وحی جو ہے' وہ وحی والا ہی جانتا ہے۔ اس لیے جاننے والوں نے کبھی تفسیر نہیں لکھی۔ کلام کا مفہوم کیا ہے یہ اللہ ہی جانے اور تم جو تفسیریں بیان کرتے ہو تمہارا اور ہی مضمون ہے۔ تو مفہوم یا مفاہیم قرآن جو بیان کیے جاتے ہیں وہ اور ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کلام سے کیا کام لے رہا ہے' یہ اللہ کو ہی پتہ ہے۔ تو انسان جو ہے وہ مشیت کے بارے میں خاموش ہی رہے تو بہتر ہے۔ اگر تم "اور اک پیغمبر ﷺ" پر کتاب لکھو گے تو ہمیشہ غلطی کر جاؤ گے' مار کھاؤ گے' مقام نبوت پر کتاب لکھو گے تو مار کھاؤ گے' توحید پر تفسیر لکھو گے تو مار کھاؤ گے _____ تو مقامات کی تفسیر کرنے سے گریز کرو۔ مقام نبوت بیان نہیں ہو سکتا' مقام الٰہیات بیان نہیں ہو سکتا۔ فرشتے کیا ہوتے ہیں؟ تم یہ علم بیان کرو گے اور حقیقت میں فرشتے اس علم کے علاوہ بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے اس بات سے بچو۔ ولی اللہ اگر غیب کا علم جانتا ہو تب بھی ٹھیک ہے اور نہ جانتا ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ ولی اللہ خود یہ کہے گا کہ میں اتنا جانتا ہوں جو میں جانتا ہوں اور جو میں نہیں جانتا وہ میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تین باتیں کوئی نہیں جانتا' یہ کہ کون سی زمین میں اس نے دفن ہونا ہے وما تدری نفس ما بای ارض تموت اور یہ کہ کیا بچہ پیدا ہونے والا ہے اور اس آدمی کو رزق کہاں سے ملنا ہے۔ پتہ نہیں اُس نے کہاں کا رزق رکھا ہوا ہے' پتہ نہیں کیا ہے۔ اللہ نے

اس کے لیے ایک مخرج رکھا ہوا ہے جس سے خارج ہو کے اُس کے پاس رزق آئے گا۔ مثلاً اللہ کا کوئی فقیر بڑا بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا ہے اور کھانا چلتا کہیں سے چکر لگا کے آئے گا اور اُسے وہ آدمی کہے گا کہ ہم آپ کے لیے چاول لائے ہیں۔ تو اس کے پاس پکا پکایا آ گیا۔ اس لیے ان باتوں کے بارے میں مت پریشان ہوا کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا خیال رکھتا ہے۔ جو اللہ کا خیال رکھتا ہے اللہ اس کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ علم دیتا ہے۔ پیغمبر کے پاس بڑا علم ہوتا ہے اور پیغمبر ہی ہدہد سے پوچھتا ہے کہ تو کدھر تھا تو ہدہد نے کہا کہ میں کیا بتاؤں کہ ایک الگ مخلوق ہے' اس کی ملکہ ہے اور تخت ہے۔ تو آپ غور کریں کہ ہدہد جو ہے یہ علم رکھتا ہے' مزاج کا بھی علم رکھتا ہے کہ میرے مالک کا مزاج کیسا ہے؟ تو یہ ہدہد ہے جو پرندہ ہے۔ تو پھر انہوں نے فرمایا کہ ہے کوئی جو تخت لے آئے' کب تک لا سکتے ہو؟ کسی نے کہا ایک دن' کسی نے کہا دو دن' ایک اور نے کہا کہ جب تک آپ تخت سے اُتریں گے میں لے آؤں گا۔ ایک اور علم والا آ گیا جس کے پاس کتاب کا علم تھا' اس نے کہا یہ لو تخت آ گیا _____ یہ علم لدُنّی والا بندہ تھا۔ یہ وہ علم ہے کہ آپ اگر دعویٰ کریں گے تو علم ختم ہو جائے گا۔ ایک اور پیغمبر تھے' انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ یا اللہ میں تو پیغمبر ہوں' رسول ہوں' کیا اس بستی میں کوئی اور علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو سہی' تم اس جگہ چلے جاؤ' وہاں وہ مل جائے گا۔ تو آپ وہاں گئے تو وہاں تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو گئی۔ وہ بندہ پہچان گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور موسیٰ علیہ السلام پہچان گئے کہ یہ وہی بندہ ہے۔ اس بندے نے کہا کہ تیرا میرا جو ساتھ ہے اس میں شرط یہ ہے کہ بولنا نہیں اور بس

چلتے چلو۔ آگے جا کے اس بندے نے ایک کشتی دیکھی اور اسے توڑ دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کیا کیا۔ اس نے کہا بولنا نہیں۔ تو وہ بندہ جانتا تھا کہ وہ یہ کیوں کر رہا ہے۔ پھر اس نے ایک جگہ جا کے ایک بچہ قتل کر دیا اور پھر ایک جگہ کسی' بیلچہ اُٹھا کے دیوار بنانی شروع کر دی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہر جگہ سوال کیا کہ یہ کیا ہے؟ آخر میں اس نے کہا کہ تم شریعت کے بندے ہو اور ہم مشیت کی بات کر رہے ہیں۔ میں بات سمجھاتا ہوں لیکن ھذا فراق بینی و بینک اس کے بعد ہم جدا ہو جائیں گے۔ تو سنو' کشتی اس لیے توڑی تھی کہ اس غریب شخص سے بادشاہ کے بندے کشتی لے نہ جائیں۔ بچے کو مارنے کی وجہ بھی بتائی۔ دیوار اس لیے بنا دی کہ اس کے نیچے ایک یتیم کا مال تھا' خزانہ تھا' بڑا ہو گا تو اُسے مل جائے گا۔ مدعا یہ کہ ایک پیغمبر کے پاس وہ علم نہیں تھا جو اس شخص کے پاس تھا۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ وہ والا علم ہے۔ مثنوی لکھنے والے مولانا رومؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا بتاتے رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں علم سکھاتا رہتا ہوں' قرآن' حدیث' فقہ' تفسیر وغیرہ _____ لوگوں کو عالم دین بناتا ہوں۔ اس نے کہا کہ عالم دین کیا ہوتا ہے؟ مولانا نے کہا یہ تم نہیں جانتے' کہتے یہ ہیں کہ انہوں نے مولانا رومؒ کی کتابیں اٹھا کے پانی کے تالاب میں پھینک دیں۔ مولانا بڑا روئے کہ تو نے میری ساری عمر کی کمائی ضائع کر دی ہے' یہ میرے نوٹس تھے' میری کتابیں تھیں _____ مولانا نے بڑا شور مچایا تو اُس آدمی نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ اس نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور خشک کتابیں باہر نکال دیں۔ مولانا نے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تم نہیں جانتے _____ تو ساری عمر یہ فرق رہے گا

کہ کچھ تُو جانے گا اور کچھ میں جانوں گا اور کچھ تو نہیں جانے گا اور کچھ ہم نہیں جانیں گے۔اس لیے مکمل علم صرف مکمل ذات کے پاس ہے۔تو مکمل علم کس کے پاس؟ مکمل ذات کے پاس۔اس کے علاوہ کسی کی ذات مکمل نہیں ہوئی۔اور جو نبی کی بات ہے وہ اللہ جانے اور نبی جانیں۔ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ لا نفرق بین احد من رسلہ کہ ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔نبیوں نے اپنے بارے میں جو بتایا تم لوگ اس کے علاوہ نہ بتاؤ۔تم ایسا کرتے ہو۔نہ کیا کرو۔کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کا سارا راز جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم یہ عرفان نہیں جانتے' اللہ کی معرفت وہی جانے۔اللہ کے محبوب ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ معرفت کو حق معرفت تک میں نہیں جانتا۔اب تم کیا کہو گے جب کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمادیا۔تم تو انہیں بہت ہی Close کردیتے ہو' کچھ فقیر یا درویش کہتے ہیں کہ ایسے سمجھو جیسے کہ ویلڈ ہو گئے ہوں۔نعوذ باللہ من ذلک۔تو میں ان کی بات کر رہا ہوں جو ایسا بھی کہتے رہتے ہیں۔تو یہ جو باتیں آپ کرتے ہو ان سے بچو اور وہ جو آپ کے سامنے دوسری مسجد والے ہیں وہ تو ویسے ہی نہیں مانتے اور پیغمبر ﷺ کو عام انسان مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمان ہے الا بشر مثلکم۔وہ اتنے بھی مثلکم نہیں ہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔تم کہتے ہو کہ اللہ کے محبوب ﷺ انسان ہی ہیں' اچھے انسان ہیں۔مگر ان کا نام ہمارا ایمان ہے۔تو یہ بڑا فرق ہے۔اور تمہیں یہ بڑا فرق سمجھ نہیں آ رہا کہ ایک نام جو تمہارا ایمان بنا دیا گیا' ایک نام جو تمہارا کلمہ بنا دیا گیا' ایک نام جسے ورفعنا لک ذکرک بنا دیا گیا اور وہ نام اللہ کا محبوب بن گیا' اور تم اسے عام

انسان سمجھتے ہو۔تم تو عقل نہیں رکھتے۔ یہ جھگڑا کرنے والا ہے۔تو یہ جو اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے نام پر جھگڑا کرنے والے ہیں' دونوں کو دونوں سے آشنائی نہیں ہے۔ایک گروہ یارسولؐ اللہ کہنے والوں کے خلاف ہے اور دوسرا ان کے خلاف ہے۔اور آپس میں دونوں کو پتہ نہیں ہے کہ راز کیا ہے۔تو یہ جھگڑے اب بس کرو۔ پیغمبرؐ کا مقام وہ ہے جو پیغمبرؐ نے بتایا۔عرفانِ حقیقت اتنی ہے جتنی بزرگوں نے بتائی۔ولی اللہ کا مقام ولی اللہ جانے _____ اگرچہ بہت کچھ ہو چکا لیکن ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔وہ جو باقی ہونا ہے وہ غیب ہے۔جو آ گیا ہے وہ علم ہے اور جو باقی بچ گیا وہ غیب ہے۔ابھی تو آپ شکر کریں کہ آپ کو قبر کے علم کا پتہ نہیں ورنہ آپ سب یوں نہ بیٹھے ہوتے جیسے اب بیٹھے ہیں۔ابھی تو آپ کو اتنا غیب بھی نہیں پتہ کہ کل آپ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے' ماں کے پیٹ کے اندر کا پتہ نہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔تو آپ کے دو غیوب تو یہ ہیں کہ ماں کے پیٹ میں جو بچہ غیب میں ہے اس کا نہیں پتہ' اور جو قبر کے اندر کا غیب ہے اس کا بھی پتہ نہیں۔آپ کو یہ بھی پتہ نہیں کہ آپ کے ابا جان کدھر چلے گئے۔ بچے کدھر سے آ گئے' یہ بھی پتہ نہیں۔ بیٹھے بیٹھے کیسے ماحول بدل گیا' اس کا بھی پتہ نہیں۔آگے کیا ہونے والا ہے' اس کا بھی پتہ نہیں۔جوانی کدھر چلی گئی' یہ بھی پتہ نہیں۔علم کے باوجود غریبی کیوں آ گئی ہے' یہ بھی پتہ نہیں۔دولت کدھر سے آتی ہے' یہ بھی پتہ نہیں۔یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ موت کیسے آ جاتی ہے۔یہ بھی نہیں پتہ کہ رات' دن کیسے بنتی ہے اور دن' رات کیسے بنتا ہے' عزت سے ذلت اور ذلت سے عزت کیسے بنتی ہے۔تو آپ یہ سب دیکھا کریں' غور کیا کریں۔ پرندے

آپ سے زیادہ غیب جانتے ہیں اور بالکل جانتے ہیں۔ کس طرح؟ زلزلہ اگر آپ کے سر سے گزرے گا تو معلوم ہوگا' مگر پرندہ پندرہ منٹ پہلے شور مچا دے گا' وہ جان لے گا' اپنے گھونسلے سے پرندہ اُڑ جائے گا۔ حالانکہ پرندے کو زلزلے سے فرق نہیں پڑتا مگر اُسے پتہ چل جائے گا کہ آ رہا ہے۔ انہیں طوفان کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ بعض اوقات چیونٹیاں اپنے بل سے باہر نکل آتی ہیں کیونکہ بارش آنے والی ہوتی ہے۔ تو جانور بہت ساری چیزیں جان لیتے ہیں۔ گھوڑا بعض اوقات رات کو بدکنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیوں کرتا ہے؟ وہ کوئی چیز دیکھ لیتا ہے' جن کو دیکھ لیتا ہے۔ آپ نہیں دیکھ سکتے۔ تو یہ سارے واقعات ہیں۔ تو وہ غیب کو جان گئے۔ آپ کے اندر دو فرشتے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھا؟ آپ کہیں گے کہ ہم مانتے ہیں۔ مگر بات ماننا اور چیز ہے' دیکھنا اور چیز ہے۔ اگر آپ دیکھ لیتے تو جو فرشتہ آپ کی منفی بات کو لکھتا ہے آپ اُسے رشوت دے دیتے تاکہ کچھ نہ لکھے۔ گویا کہ فرشتے آپ نہیں دیکھ سکتے' روح آپ کے ساتھ ہو تو وہ بھی آپ نے نہیں دیکھی۔ نفس آپ کے ساتھ ہے مگر آپ نے نفس نہیں دیکھا۔ زندگی آپ کے ساتھ ہے مگر زندگی آپ نے نہیں دیکھی۔ موت آپ کے ساتھ چل رہی ہے مگر آپ نے موت نہیں دیکھی۔ تو اتنا قریب غیب بھی آپ نے نہیں دیکھا اور جو وہ غیب ہے آپ وہ کیسے دیکھیں گے۔ اس لیے آپ دعا کرو کہ آپ کو جھوٹ بولنے کا موقع نہ ملے۔ کسی کی تعریف کرتے کرتے آپ اُسے اس کے مشن سے غائب نہ کر دیں۔ لوگ تعریفیں کر کے اگلے کو غائب کر دیتے ہیں۔ یا اللہ سب کو مبالغے سے بچا' اتنی بات کریں جتنی پتہ ہے۔ ہم گواہی نہیں دیتے کہ

کوئی آدمی غیب جانتا ہے۔ اللہ جس پر چاہے جتنا غیب آشکار کردے۔ جب اللہ اپنے بندے کو آسمانوں کی سیر کراتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو آسمانوں کی سیر کرائی' زمینوں کی سیر کرائی' اپنے دربار کی سیر کرائی' اپنے واقعات کی سیر کرائی تو کیا اللہ آپ ﷺ کو اپنے غیب کی سیر نہیں کرائے گا۔ ضرور کرائے گا۔ مگر جب غیب تم بیان کرو گے تو یہ جھوٹ ہوگا۔ بات سچی ہوسکتی ہے مگر بیان جھوٹ ہے۔ یہ یاد رکھنا۔ یہ تو تم فساد کررہے ہو' دین میں فساد کررہے ہو۔

اب آپ اور سوال کرو _____ پوچھو _____

سوال:

بعض بزرگ اپنی قبر پہلے بنا لیتے ہیں' ان کو غیب کا کیسے پتہ چل جاتا ہے؟

جواب:

یہ غیب کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ان کا اپنا فیصلہ ہے' یہ ان کی وصیت ہے۔ تو وہ وہیں دفن ہوں گے۔

سوال:

کیا ان کو پتہ چل جاتا ہے کہ ہم مرنے والے ہیں؟

جواب:

ایک آدمی تھا احسان دانش۔ بڑا مشہور شاعر تھا۔ ''جہانِ دانش'' بھی لکھی۔ اس نے اپنے گھر میں قبر بنائی تھی۔ وہ ہر روز ایک گھنٹہ وہاں گزارتا تھا' وہاں جا کے لیٹ جاتا' غور کرتا رہتا اور پھر ڈائری پہ لکھتا تھا۔ جس درویش نے جگہ خریدی اُسے استعمال کیا۔ گڑھ مہاراجہ میں سلطان باہوؒ نے جگہ لی تھی۔ اپنے

لیے جگہ رکھ لی تھی۔ گولڑہ شریف میں بھی جگہ علیحدہ رکھ لی گئی۔ اس لیے فقراء اپنی جگہ علیحدہ رکھتے آئے ہیں۔ جہلم میں دیکھ لو' گوجر خان میں دیکھ لو۔ گوجر خان میں ایک بزرگ ہیں سائیں کانواں والے کے مرید' محمد حسین صاحبؒ۔ انہوں نے وہاں اپنا روضہ بنا لیا تھا۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں انہوں نے اپنا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ جب ہم وہاں گئے تو یہ دیکھا۔ ہم سے کہنے لگے کہ کیا یہ ٹھیک ہے' کیسا ہے؟ ہم نے کہا کہ یہ نامکمل ہے۔ پوچھا کہ کیسے نامکمل ہے؟ ہم نے کہا کہ اس پہ تاریخ وصال نہیں لکھی ہوئی۔ تو باباجی نے کہا کہ تم لکھ دو' جو تاریخ تم لکھو گے ہم اس تاریخ کو مر جائیں گے۔ تو ایسا ہی ہوا _____ مدعا یہ کہ بات کا ایسا اثر بھی ہوتا ہے۔ تو فقیر اس طرح جانتا ہے کہ میں نے یہاں دفن ہونا ہے۔ یہ ان کا فیصلہ ہوتا ہے مگر بعض دفعہ مرید ہنگامہ کر دیتے ہیں۔ تو وہ سچا بندہ تھا' سچ بات کر رہا تھا اور مریدوں نے بھی کہا کہ باباجی کو یہاں ہی دفن کریں گے۔ اب جن مریدوں نے وہ مقبرہ بنایا' وہ اپنے فنڈ سے' خدمت سے اور خونِ جگر سے' تو وہ تو ماننے والے تھے۔ اس لیے یہ غیب کا علم نہیں ہے بلکہ یہ تو حاضر کا علم ہے۔ یہ فیلے کا علم ہے۔ میں یہ ثابت نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیب کا علم نہیں جانتے تھے بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ جانتے ہیں۔ لیکن آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ جتنا جانتے ہیں اتنا ہی جانتے ہیں۔ جاننے کے بعد بھی بہت سارا علم بچ جاتا ہے۔ جو بات وہ کہتے ہیں اس کو آپ کیا کہیں گے؟ اس کو بھی غیب کہیں گے۔ تو غیب جاننے والے بھی بہت سارا غیب نہیں جان سکتے۔ کیا سمجھے؟ کہ غیب جاننے والے یا غیب جاننے کا دعویٰ کرنے والے اپنے غیب کو جاننے کے

بعد بھی بہت سارا غیب نہیں جانتے۔

سوال:

کیا یہ علم عطا ہوتا ہے؟

جواب:

ہاں یہ عطا ہوتا ہے۔ اللہ جتنا چاہے عطا کر دے۔ اور یہ کون بتائے گا؟ جس کے پاس یہ علم ہو۔ ولی کی بات ولی بتائے گا اور چور کی بات چور۔

اور سوال پوچھو _____ بولو _____ ریاض صاحب بولیں _____ ڈاکٹر صاحب _____ اقبال صاحب _____

میرا خیال ہے آپ لوگ ایک کام کرو۔ شریعت کا جو علم ہے اس کے بارے میں اسی زندگی میں جو کچھ حاصل کرنا ہے وہ کر لو۔ زیادہ وضاحتوں میں نہ پڑنا۔ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنا' اس کے تمام بھیجے ہوئے فرشتوں کو ماننا' خالق اور مالک ہونے کی حیثیت سے آپ اللہ کو تسلیم کرو' اس کو اپنا معبود مانتے ہوئے تسلیم کر لو' نماز پڑھا کرو' جن کاموں کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا کرو اور جن سے روکا گیا ہے ان سے دور رہو۔ اللہ کو یاد کرتے رہا کرو۔ جس کو یاد کرو گے وہ ضرور تمہیں یاد کرے گا۔ یہ عقیدہ رکھو کہ جب تم درود شریف پڑھتے ہو تو درود شریف ان کے علم میں ہوتا ہے' انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ان پر سلام ہو رہا ہے۔ کلام الٰہی بھی پڑھتے جاؤ۔ آپ کی زندگی مختصر سی ہے۔ اس کا بہت سارا عرصہ نیند میں گزر جاتا ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال نیند میں گزر جاتے ہیں۔ یوں بھی کہہ لو کہ آدھی زندگی نیند ہے اور آدھی بیداری ہے۔ تو نیند کے زمانے ہوتے ہیں اور جاگنے کے

زمانے بھی۔ اب اس زندگی میں آپ نے کرنا کیا ہے؟ کھانا کماؤ' بچوں کو دو اور زندگی میں مایوس نہ ہونا۔ جیسے جیسے آپ کے خیالات پختہ ہوں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی میں ٹربل کوئی نہیں آئے گی۔ تو مایوس نہ ہونا۔ اگر حالات مایوس کن ہوں تو پھر اگلے لمحے میں یہ حالات ختم ہو جائیں گے۔ وہ آدمی جو مایوس زمانوں میں سے پُرعزم ہو کے گزر جاتا ہے اس پر کشادگی آ جاتی ہے۔ میں یہ نسخہ بتا رہا ہوں آپ کو۔ جب سارے ڈرے پڑے ہوں کہ رات کو سیلاب آنے والا ہے' کوئی بم آنے والا ہے' خدانخواستہ کوئی مصیبت آنے والی ہے' تو اس وقت سب مایوس ہوتے ہیں۔ اب اگر ایک آدمی کا یہ عقیدہ ہے کہ میرا رب میرا محافظ ہے' وہ میرا ساتھ دے گا تو وہ مایوس زمانے کو پرعزم ہو کے گزار لے گا۔ تو اس پر کشادگی ہو جائے گی۔ گویا کہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ کی رحمت اس شخص کے لیے ہوتی ہے جو مایوس نہ ہو۔ یہ بات پکی یاد رکھنا۔ دین کے معاملے میں جن لوگوں سے رابطہ ہو وہ رابطہ کبھی نہ توڑنا۔ دوستوں کے ساتھ' سنگتوں کے ساتھ' بزرگوں کے ساتھ اور پیروں کے ساتھ بغیر منفعت کی خواہش کے' تعلق نہ توڑنا۔ اس میں کوئی خسارہ ہو یا منفعت ہو' یہ سنگت چلنے دینا۔ دریا کا پانی مل جُل کے سمندر میں چلا جائے گا اور جو سمندر میں نہیں جائے گا وہ قطرہ بن کے یا شبنم بن کے باہر نکل جائے گا۔ اس لیے میں یہ بات بتا رہا ہوں کہ صرف اچھی سنگت سے آپ فلاح پا جائیں گے۔ صرف اچھی سنگت یعنی کہ پانچ سات ایسے ساتھی اکٹھے ہو جائیں جو کہ ایک اور نیک شعور رکھتے ہوں تو ان کا مل بیٹھنا ہی نیکی ہے۔ تو اپنی سنگت کو نیک بنا لو۔ نیک لوگوں کی سنگت اختیار کرو۔ تو نیک آدمی کی یا

نیک لوگوں کی سنگت فلاح کا باعث ہے۔ یہ یاد رکھنا۔ اور یہ کہ قبرستان کا Visit ضرور کیا کرو۔ قبرستان ضرور جایا کرو اپنے بزرگوں کے لیے بھی اور دوسرے بزرگوں کے لیے بھی۔ ہفتے میں ایک آدھ دن کسی بزرگ کی قبر پر ضرور جاؤ' وہاں پانچ دس منٹ بیٹھو۔ یہ آخری منزل کے آخری نشان ہوتے ہیں۔ آپ ان کی قبر پر بیٹھا کرو۔ کوئی نہ کوئی چیز آپ پر آشکار ہوتی رہے گی۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کی رحمت آئی ہے۔ جہاں ایک بار اللہ کی رحمت آئی ہو وہاں اللہ کی رحمت آتی رہتی ہے۔ اس لیے نیک مقامات' مقدس مقامات اور نیک مزارات پر جاتے رہا کرو۔ آپ بری امامؒ جاؤ اور جا کے بیٹھو اِدھر اُدھر کی بات نہ کرو' کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے یہ نہ دیکھو' صرف بیٹھو اور بیٹھ کے آ جاؤ۔ عطار کے پاس سے گزرو گے تو خوشبو خود بخود لگ جائے گی یعنی عطر فروش کے قریب جاؤ گے تو خوشبو لگ جائے گی۔ اس لیے کسی فقیر کے آستانے پر جانا بھی ایک قسم کا فیض ہے۔ یہ بڑا فیض ہے کہ جسے چاہا در پہ بُلا لیا۔ تو آپ در پہ حاضر ہو جاؤ۔ پھر ان کی چاہت خود بخود ملتی رہے گی۔ کسی نیک آدمی کے ساتھ نیکی کرو تو آپ کو عبادت مل جائے گی۔ آپ کا آدھے سے زیادہ کام کیا کرایا ہے۔ یہ کیسے ہے؟ اگر کسی آدمی کی خدمت کر لو تو یہ نیکی ہو گئی' کسی نیک کی بات سن لو تو وہ تمہیں راز بتا دے گا۔ اگر کسی ولی اللہ سے محبت کر لو تو ولی اللہ سے محبت ولی اللہ بنا سکتی ہے۔ تو آپ کا سارا کام تو اس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر کہیں قوالی ہو رہی ہے' محفل ہو رہی ہے' نعت ہو رہی ہے اور آپ نے نعت غور سے سُنی تو آپ پر انکشاف ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا واقعہ ایسا بنایا ہے کہ آپ کو بات باہر سے بھی مل جائے گی۔ اگر باہر

سے وہ بات نہ ملے تو پھر اپنے اندر دیکھو۔ باہر کی بات کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ کانوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا علم ملتا ہے۔ آنکھوں کے ذریعے یہ دیکھتے جاؤ کہ کہاں کہاں اللہ کی قدرت ہے' کہاں کہاں اللہ تعالیٰ کے واقعات ہیں' اللہ کے جاننے والے' اللہ کے ماننے والے اور اللہ کے چاہنے والے کہاں کہاں ہیں۔ تو دل میں دیکھو' یا کانوں میں اللہ کی بات سنو یا پھر دنیا کے مقامات کی سیر کرو یعنی سیروا فی الارض کرو۔ ہاں اللہ کے باغیوں کا انجام دیکھو کہ یہ اللہ کے باغی تھے۔ دنیا میں چلو پھرو تو آپ کو اللہ والوں کی بات سمجھ آئے گی۔ یا پھر آنکھیں بند کر کے اور سر نیچا کر کے بیٹھ جاؤ' اللہ خود ہی آپ پر آشکار کر دے گا۔ ان لوگوں سے ضرور بچ جانا جو تمہارے خدا کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے پاس بیٹھو گے تو تمہارا ایمان ختم ہو جائے گا۔ ان کو اگر چھوڑ بھی دیا جائے لیکن تمہیں پکڑ لیا جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنا۔ اس لیے ان لوگوں سے ضرور بچو جو کسی بزرگ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ تو آپ آرام سے چلتے جاؤ اور اپنی سنگت کا خیال رکھو۔ بُری سنگت آپ کے ساتھ نہ آنے پائے۔ اس سے بچو۔ پھر سارا کام ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اسم میں سے کوئی اسم آپ پڑھتے جاؤ' اسمائے ربانی میں سے کوئی بھی۔ یہ سارے کا سارا وظیفہ ہے۔

کوئی اور بات پوچھنی ہو تو بولو _____ پوچھو _____

سوال:

ہم خواہشات سے بچنے کے لیے کیا وظیفہ پڑھا کریں؟

جواب:

خواہشات کے حصار سے بچنے کے لیے کسی کا جمال چاہیے یا کوئی جمیل چاہیے۔ خوب صورتی ایسی چیز ہے اور حسن خیال ایسی چیز ہے کہ اگر یہ اپنی طرف مائل کر دے تو پھر انسان سب بھول جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کدھر جانا تھا اور چلا کدھر گیا ۔

منم محوِ خیالِ اُونمی دانم کجا رفتم

ہم نے جانا کہاں تھا اور چلے کہاں سے کہاں گئے ۔ پتنگ کے پیچھے بھاگتے بھاگتے انسان کہاں پہنچ جاتا ہے۔ بچے تتلیاں پکڑتے ہوئے راستہ بھول جاتے ہیں۔ کوئی خیال' خوبصورت خیال جب چھا جائے' Heavy خیال آ جائے تو وہ آپ کو بچا لے گا ورنہ بہت مشکل ہے۔ میں نے لوگوں کو ذکر میں محو ہوتے دیکھا ہے' اللہ ھو کرتے رہتے ہیں اور آخر میں جاتے جاتے کوئی سوال' کسی خواہش کا سوال کر دیتے ہیں۔ مثلاً ذکر کی محفل ہے' اللہ ھو کا ذکر ہے' بڑی کیفیات طاری ہو گئیں۔ آخر میں دعا کراتے ہیں کہ مہربانی کریں میرے بچے کی ترقی ہو جائے۔ ایک اور کہتا ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ میرے مسائل حل ہو جائیں۔ تو اتنا بڑا ذکر کرنے کے بعد' اللہ کے گھر کے اندر پہنچ جانے کے بعد اگر دنیا مانگ کے واپس چلے جاؤ تو پھر تو تمہارا خدا ہی حافظ ہے۔ تو خواہشات سے بچنے کا ایسا کوئی طریقہ نہیں۔ طریقے سے نہیں بچ سکتے بلکہ خواہشات سے خواہشات ہی بچاتی ہیں۔ اگر بچہ رو رہا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے درد ہے تو اسے زور سے کوئی تھپڑ لگا دے تو وہ درد کو بھول جائے گا اور تھپڑ کے درد کو یاد رکھے گا۔ اس لیے خواہشات سے

کون بچائے گا؟ خواہشات ہی بچائیں گی ۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کردے

جب کوئی بڑا طوفان آئے گا تو چھوٹے طوفان تجھے بھول جائیں گے۔ اگر کسی بڑی خواہش کا بھانبڑ مچ جائے گا' الاؤ دہک جائے گا تو سب چھوٹی خواہشیں جل جائیں گی۔ پھر دال چپاتی کا جھگڑا ختم ہو جائے گا کیونکہ اب اور مسئلہ پڑ گیا ہے۔ کہتا ہے اب تو کوئی اور ہی قصہ ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب پتہ ہے کہ کیا ہے؟ کہ اب بڑی خواہش آ گئی ہے یہ بڑی بات ہو گئی ہے' بڑا درد جاگ اُٹھا ہے۔ تو خواہش سے کون بچائے گا؟ اس سے بڑی خواہش بچائے گی۔ بڑی خواہش جو ہے وہ چھوٹی خواہش سے بچاتی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو کوئی بڑی خواہش مل جائے۔ بڑی خواہش کیا ہے؟ اللہ کی خواہش اور اللہ کے محبوب ﷺ کی خواہش۔ یہ بڑی عجب بات ہے کہ اللہ کے پاس جائیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے محبوب سے محبت کرو اور اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرو۔ ان دونوں کے درمیان جو بندہ رہتا ہے تو صحیح رہتا ہے۔ یہی تو کلمہ ہے۔ زمین سے صدا آسمان کی طرف جاتی ہے کہ لا الـہ الا اللہ اور اللہ کے پاس سے صدا آتی ہے کہ محمد رسول اللہ _____ تو کلمہ مکمل ہو جاتا ہے۔ تو زمین پر کلمہ ہے لا الہ الا اللہ اور آسمان پر ہے محمد رسول اللہ۔ اس طرح بات سمجھ آ جاتی ہے _____ اور کوئی سوال _____

سوال:

چھوٹی خواہش سے بڑی خواہش کی طرف جانے کا سمجھ نہیں آیا۔

جواب:

یہ تو عطا کی بات ہے۔ جب وہ مہربان ہو جاتا ہے تو سب خواہشات ٹوٹ جاتی ہیں۔ آپ اچھی سنگت رکھو۔ پھر شاید وہ آ جائے۔ جب رنگ بکھرتا ہے تو ایک قطرہ آپ پر بھی آ سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ رہو جن پر رحمت کی بارشیں ہوتی ہیں' تو ایک آدھا قطرہ آپ پر آ جائے گا۔ اس لیے ایسا واقعہ ہو سکتا ہے۔ کوئی نہ کوئی بات ہو سکتی ہے۔ تو آپ ان لوگوں کے ساتھ رہیں' ان لوگوں کے ساتھ صحبت رکھیں جن لوگوں کے ساتھ رہنے سے بہت ساری باتیں ہونا ممکن ہے۔ مثلاً یہاں پر ہم محفل کرتے ہیں' ایک گھنٹہ بیٹھتے ہیں تو اس ایک گھنٹے میں آپ پر کوئی خواہش حاوی نہیں ہو سکتی۔ کسی کو کوئی کام ہوگا' کسی کو کہیں جانا ہوگا مگر سب کہیں گے کہ چلنے دو' جو ہوگا وہ دیکھا جائے گا۔ اتنی دیر کے اندر خواہش نہیں آئے گی۔ یہ سنگت کا فیض ہے۔ اگر آپ ایسی سنگت جاری رکھیں تو آہستہ آہستہ خواہشیں ختم ہوتی جائیں گی۔ تو آپ اللہ کا فضل مانگیں اور اس کا رحم مانگیں۔ انتظار کرو' گھبراہٹ کے زمانے سے نکل آؤ' فیض کا انتظار کرو' خاموشی سے انتظار کرو' اچھے وقت کا انتظار اچھے وقت کا آغاز ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اللہ کی رحمت کا انتظار جو ہے وہی اللہ کی رحمت ہے۔ تو اللہ کی رحمت کیسے ہوتی ہے؟ جس پر اللہ کی رحمت ہو گئی اس کو اللہ کی رحمت کا انتظار مل جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے ____

اور کوئی بولے گا ____ حافظ خوشی محمد بولے گا؟ پوچھو ____

اگر اور کوئی سوال نہیں ہے تو پھر آپ دعا کرو ____ آپ کی ذاتی زندگی پر اللہ

تعالیٰ فضل کرے۔ ملک پر اللہ تعالیٰ احسان فرمائے۔ کشمیر کے مسائل حل کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرے۔ یا اللہ مہربانی فرما کے قوم میں اتحاد پیدا کردے اور قوم کو صحیح معنوں میں مسلمان بنادے ایک واحد اسلام پر سارے کے سارے متفق ہو جائیں۔ یا اللہ ان سب کا متفقہ لائحہ عمل بنادے۔ یا اللہ اس قوم کو متفقہ امیر ملت عطا فرما تا کہ یہ قوم اپنے مسائل سے آزاد ہو جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین ــــــ امین ــــــ برحمتک یا ارحم الراحمین۔





سوالات

1 محبت عطا ہے تو پھر عمل کا کیا مقام ہے؟

2 ''کن فیکون کیتوئی جس ویلھے آسی وی کولے ہاسے'' بلھے شاہؒ کے اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟

3 محبت جو ہے یہ عطائی چیز ہے پھر یہ جو صوفیاء کے ہاں رواج ہے یا رسمیں ہیں محبت کو بڑھانے کے لیے تو پھر یہ کیا ہیں؟

4 ایک حدیث شریف ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تو یہ تفکر کیا چیز ہے؟

اگر بعض اوقات کسی علاقے میں کوئی علاج پیدا ہونا ہو تو سمجھ لو کہ بیماری بھی پیدا ہو چکی ہے۔ اگر بیماری کا اعلان ہو تو پھر علاج کا اعلان ہو جاتا ہے اور پھر آنے والے لوگ اس سے شفاء یاب ہوتے ہیں۔ اگر بیمار انسان صبر برداشت کرتا جائے تو بیماری اپنی شفاء کو معلوم کر لیتی ہے۔ پھر گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اگر آپ کو تکلیف ہے تو یا تو اسے برداشت کریں' چلتے چلتے آپ بھی گزر جائیں گے' واقعہ بھی گزر جائے گا اور بندے بھی گزر جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود یہ ہوتا ہے کہ بات کی جاتی ہے' بات سنی جاتی ہے اور پھر اس سے بہت سارے ذہنوں کی الجھنیں دور ہو جاتی ہیں۔ ورنہ تو الجھن سمیت ہی نزر ہو جائے گی۔ تو گزرتو ہو جاتی ہے' بے شمار لوگ گزر کر رہے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ بندے نے آنا ہے اور چلے جانا ہے' اس میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔ آنے اور جانے سے پہلے' جو واقعات درمیان میں ہیں ان کے بارے میں غور و فکر کبھی کبھی کر لینا چاہیے۔ آپ لوگوں کے ذہن میں جو سوالات آتے ہیں دین اور زندگی کے بارے میں' ان کے بارے میں تھوڑا تھوڑا پوچھ لیا کریں؟ اقبال صاحب بات سمجھ آ رہی ہے؟ ضمیر کیا آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟ _____ علی! آپ پوچھنا چاہتے ہو؟

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ محبت عطا ہے تو پھر عمل کا کیا مقام ہے؟

جواب:

اس پر میں نے گیارہ صفحے کا مضمون دیا ہوا ہے اور اس مضمون کا نام ہی ''عمل'' ہے۔ کون سی کتاب میں ہے؟ ''دل دریا سمندر'' میں ہے۔ وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ گلاب عمل کرنے کی وجہ سے گلاب نہیں ہوا' گلاب بس گلاب ہی ہے۔ ایک پوائنٹ تو یہ ہو گیا۔ سمجھ آئی بات؟ قد والا انسان' عمل کے بغیر ہی قد والا ہے' شکل والا انسان' عمل کے بغیر ہی شکل والا ہے۔ اچھے ماں باپ کا ہونا آپ کے عمل کے بغیر ہی ہونا ہے اور اچھے والدین کا ہونا بڑی ہی اچھی بات ہے' والدین ہمیشہ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ اچھے دَور میں پیدا ہونا بڑی اچھی بات ہے اور اچھا دور ہمیشہ ہی آپ کا دَور ہوتا ہے۔ اچھا دَور کون سا ہے؟ جس میں آپ لوگ ہوں۔ باقی تو خواب اور خیال ہے۔ پہلے زمانے کے لوگ تو پہلے زمانے کے لوگ ہوں گے' ان کا اپنا زمانہ پتہ نہیں تھا کہ نہیں تھا' وہ تو کتابوں میں ہے' آنے والا زمانہ جو ہو گا وہ تو خیال میں ہے' خیال اور کتاب کو نکال دیا جائے تو پھر حال ہی حال رہ جاتا ہے' آپ کا حال! کتاب کو آپ نے کیا کرنا ہے؟ ایک کتاب اللہ کریم کی ہے اور سب سے بڑی اور سچی کتاب یہی ہے' یہ اللہ تعالیٰ کا خطاب ماننے والوں کے نام بذریعہ جناب نبی کریم ﷺ ہے۔ یہی ہے ناں کتاب۔ اللہ آج بھی آپ لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ جو زبان بولتا تھا وہ آج بھی بولتا ہے۔ اگر آپ لوگ اس وسیلے اور اس حوالے کو اپنے قریب کر لیں' تو آج

بھی مطلب یہ ہے کہ آپ کے ساتھ واقعات ہوتے جائیں گے۔ اللہ کریم ہمیشہ ہی وہیں بولتا ہے جہاں حضور پاک ﷺ ہوں۔ تو یہ بات راز کی بات ہے' کہنے والی نہیں ہے' اس کو بس بھول جاؤ۔ اللہ کہاں بولتا ہے؟ جہاں اس کے محبوب ﷺ ہوں اور اگر اس کے محبوب ﷺ آپ کے دل میں ہوں تو آپ کے دل پر بھی اس کا کلام ہو سکتا ہے۔ قرآن وہی رہے گا یعنی حضور پاک ﷺ پر جو کلام نازل ہوا وہ قرآن کہلائے گا اور امت کے انسانوں پر جو کلام نازل ہوا وہ کچھ اور ہی کہلائے گا۔ "اور" پر جو نازل ہوا وہ کچھ اور ہی کہلائے گا۔ نازل نزول ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ شہد کی مکھی پر میں نے نازل فرمایا' کیا؟ شہد بنانے کا فارمولا۔ یہ "نازل" ہے' اسے الہام کہہ لو۔ یعنی مکھی جو ہے شہد بناتی ہے بغیر کسی سکھلائی کے' نہ اس نے گریجویشن کی اور نہ پوسٹ گریجویشن کی' بس مکھی شہد بنا رہی ہے' گلاب خوشبو دے رہا ہے' گلاب کا عمل خوشبو دینا اور رنگ دینا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ عمل کی Achievement کی بات کر رہے ہیں اور آپ کا سوال یہ ہے کہ ہم عمل کے ذریعے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں' محبت بھی حاصل کر سکتے ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ محبوبوں کے لیے حکم ہے' میں دنیاوی بات کر رہا ہوں' مجاز کی بات کر رہا ہوں کہ اگر کوئی محبت کرنے والا 70 مرتبہ جھٹکنے کے بعد بھی پیچھے چلتا ہے تو کہتے یہ ہیں کہ اس کی محبت کو قبول کر لو لیکن ایسے آدمی سے تم محبت نہ کرنا۔ مقصد یہ ہے کہ محبت کو قبول اس لیے کر لو کہ بیوقوف ہے چلتا ہی آ رہا ہے پیچھے' ستر مرتبہ انکار کیا پھر بھی وہ چلتا آ رہا ہے' قبول کر لو کیونکہ یہ اچھا آدمی ہے ساتھی اچھا ہو سکتا ہے لیکن محبوب اچھا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کبھی بھی کہنا نہیں مانے گا۔ محبوب

وہ ہوتا ہے جو کہنا مانے۔ تو ان میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہ ہم دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ اس لیے کوشش کے ذریعے محبت حاصل کرنے والا' کوشش کے ذریعے محبت کرنے والا اور محبت کا فارمولا دریافت کرنے والا جو ہے اس کے لیے بڑا سخت لفظ ہے کہ وہ کوئی اچھا آدمی نہیں ہوتا کیونکہ وہ مستند نہیں ہوتا۔ آپ کم از کم ایک چیز کو تو فارمولے سے باہر رہنے دیں اور وہ ہے محبت۔ اس کا فارمولا نہ بنائیں کہ سات مرتبہ میں نے دروازے پہ جا کے دستک دی آٹھویں مرتبہ کام ہو جائے گا۔ دو انسان آس پاس ایک مدت سے اکٹھے رہتے ہیں لیکن محبت جو ہے وہ اچانک کسی غیر کو دیکھنے سے ہو جاتی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ ضرور ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات محبت اَن دیکھے کی ہو جاتی ہے تو ایسا بھی ہوتا ہے۔ محبت جو ہے یہ ازلی فارمولا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کے چہرے بنائے ہیں' یہ بڑا معمہ ہے۔ اس کے بارے میں' میں نے آپ کو نظم میں بتایا تھا کہ یہ جو چہرہ ہے یہی چہرہ انسان کی زندگی کی عاقبت بھی ہے' ثواب بھی ہے' عذاب بھی ہے' بعض اوقات چہرہ جو ہے وہ الرجی پیدا کرتا ہے' ایک آدمی کا چہرہ پاس سے گزر جائے تو کہتے ہیں کہ دو دن بھوک نہیں لگتی' انسان پریشان ہی ہو جاتا ہے' بعض اوقات خوشی میں سرشار بھی ہو جاتا ہے اور اس کو بھی بھوک نہیں لگتی۔ تو چہرہ جو ہے یہ بڑا راز ہے اور یہ ہر ایک پر آشکار نہیں ہوتا۔ آپ اندازہ لگا لیں مسلمان کی آج بھی دعا ہے' آخری دعا ہے کہ یارب العالمین مرتے وقت کلمہ نصیب فرما' یارب العالمین قبر میں اترتے وقت' مرتے وقت اپنے محبوب ﷺ کا دیدار عطا فرما۔ یہ دعا ہر ایک کی ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے آپ لوگوں کی بھی یہی دعا ہو گی۔ اور ان لوگوں کی

بات دیکھو کہ جو آپؐ کو دیکھ کر بھی آپ ﷺ کے ساتھ جنگ کرتے تھے' ان کو محبت نہیں ہوئی ہے۔ اور آپ لوگوں کو چودہ سو سال بعد محبت ہو گئی ہے۔ تو یہ کوشش کی بات نہیں ہے' یہ عطا کی بات ہے۔ محبت عطا ہے' کون سا چہرہ کس نگاہ میں کس دن کتنی تاثیر پیدا کرے گا' یہ سب عطا کی بات ہے' اس کا فارمولا کوئی نہیں ہے۔ اس کے فارمولے ہو نہیں سکتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں۔ جس چیز کو آپ ناپسند کر رہے ہو وہ بھی ۔

وہ بھی ہو گا کسی کا نورِ نظر
جو کھٹکتا ہے خار آنکھوں میں

یعنی کہ یہ جو تمہاری آنکھ میں خار کی طرح کھٹک رہا ہے یہ کسی اور نگاہ کا پھول ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں جس کو چاہنے والا کوئی نہ مل جائے۔ جو آپ کا دشمن ہے اس کے بھی محبوب ہیں' اس کو بھی چاہنے والے ہیں۔ جس دشمن کو تم فی النار والسقر کرتے ہو' مار دیتے ہو' کہ موذی کو ہم نے مار دیا' اس موذی کے گھر میں بھی چار پانچ معصوم بچے ہوں گے' کافر ہو گا' بچے ہوں گے۔ اگر آپ کا کوئی مر جائے تو شہید' مبارک ہو مبارک ہو کہ دیرینہ خواہش پوری ہو گئی' میں دین کے خلاف بات نہیں کر رہا ہوں' میں حقیقت کی بات کر رہا ہوں کہ خواہشِ دیرینہ' خواہش پوری ہو گئی' بچے کی خواہش تھی وہ پوری ہو گئی' یا رب العالمین تو نے منتیں قبول فرمائیں' تو نے اپنے راستے میں قبول فرما لیا' ہمارے بخت سرخرو ہو گئے' بچہ شہادت کی راہ میں آ گیا اور اس نے اپنوں کو اپنوں کے ساتھ قبول کر لیا ____

بجا' مبارک ہو' شہید انسان کی اولاد کے لیے بھی اتنی مشکلات کی راہ ہے جتنی

فی النار جانے والے کی اولاد کے لیے مشکلات کی راہ ہے۔ شہید کی زندگی جو ہے وہ اپنی جگہ پر' اس کی اولاد کے لیے پھر وہی مشکلات ہوتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی کوئی چیز عطا فرمائی ہے اس کو بھی فارمولے میں نہیں آنے دیا یعنی کہ شہادت عطا کر دی' اب اس کا کوئی اور نیا فارمولا بنا دو۔ تو شہادت کا کیا فارمولا ہے؟ کوئی فارمولا نہیں ہے۔ ایک بندہ گھر سے آگ لینے کے لیے گیا اور جب واپس آیا تو پیغمبری اس کے پاس تھی۔ اللہ کہتا ہے کہ تم کون ہو؟ کہتا ہے کہ میں موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ میرے ہاتھ میں چھڑی ہے۔ ٹھیک ہے' تم تو نبی ہو۔ آپ کون بول رہے ہو؟ میں تمہارا اللہ بول رہا ہوں۔ یہ درخت سے آواز آ رہی ہے۔ موسیٰؑ نے کہا میں تو شبانی کرنے والا ہوں' آ جڑی _____ اقبالؒ نے کہا ہے کہ ۔

اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اگر شعیبؑ مل جائیں تو گڈریے کو پیغمبر بنا دے۔ اب یہ جو بات ہے اب یہ تو فارمولا نہیں ہے' یہ کوئی محنت نہیں ہے کہ کس کو کیا مل گیا۔ محنت والے اکثر پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ایک ایسی چیز ہے دنیا میں کہ آپ بے شک Threat کر لو' آپ لالچ دے لو' دھمکیاں دے لو' گولی مار دو مگر قبول کرنے والا دل جو ہے وہ غیر کو قبول ہی نہیں کرے گا' دل نہ قبول کرنے والا کبھی قبول نہیں کرے گا اور وہ کہتا ہے کہ چاہے دریا میں پھینک دو۔ یہ جو چیز ہے' پسند اور ناپسند' یہ خداداد ہے' اسی سے محبت بنتی ہے۔ ایک گھر میں پکنے والے' ایک دسترخوان پر کھانا کھانے والے' ایک

کہتا ہے کہ میٹھی چیز کھائیں گے دوسرا کہتا ہے کہ نمکین کھائیں گے باپ کہتا ہے کہ تم دونوں ہمارے بچے ہو' یہ الگ الگ کب سے ہو گئے۔ یہ خداداد الگ الگ ہیں۔ آپ گھر میں بیٹھے ہوں تو دیکھیں کہ ایک انڈے کی کیا کیا شکل پسند ہے' ایک کہتا ہے فرائی کھائیں گے' دوسرا کہتا ہے آملیٹ کھائیں گے اور تیسرا کہتا ہے ایسا کھائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر ایک کا مزاج الگ بنایا ہے۔ مزاج کا نام محبت ہے' احساس کا نام محبت ہے' یہ خود بخود بنا بنایا کھیل ہے' اس لیے محبت' محنت سے نہیں ہے' محبت عطا سے ہے۔ اس لیے اس کا کوئی فارمولا نہیں ہے۔ جس طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آؤ ہم آپ کو حضور پاک ﷺ کا دیدار کروا دیں' یہ فارمولے کے ذریعے سے ہے۔ ناں! ایسا نہ ہوا! کیسے ہوتا ہے یہ خود بخود اُن کی مہربانی سے ہوتا ہے۔ شعر سنو ؎

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا اِدھر ہے

یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ اس کا رُخ اِدھر ہے۔ اس میں فارمولا کوئی نہیں ہے۔ کہیں آپ فارمولے دریافت نہ کرنے لگ جانا۔ اس کا فارمولا کوئی نہیں ہوتا۔ ''کُن فیکون'' سے پہلے بھی فارمولا کوئی نہیں تھا اور ''کُن فیکون'' کے بعد بھی کوئی فارمولا نہیں ہے۔ یہ فارمولا نہیں ہے کہ وہ آدمی کیا ہے اور دوسرا آدمی کیا ہے۔ ایمان نصیب سے ملا اور نصیب ایمان سے ملا اور محنت' محنت سے ملی' شوق خداداد ملا۔ سب کو پتہ ہے کہ نماز کی افادیت' نیکی اور دین کیا ہے مگر شوق کسی کو زیادہ ہو گیا اور کسی کو کم ہو گیا۔ یہ جو چیز ہے محبت' تو یہ فارمولے سے نہیں ہے۔

ماں باپ اپنی اولاد میں سے کسی ایک بچے سے الگ محبت کر لیتے ہیں' پسند کر لیتے ہیں۔ تو ماں باپ کی محبت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔

تو مدعا یہ ہے کہ ایک بچے سے ماں باپ زیادہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ شیشہ توڑ دے تو کہیں گے کہ دیکھو اس نے کیا کیا' شیشہ توڑ دیا۔ یہ محبت ہے۔ اور اگر دوسرے بچے نے شیشے میں Scratch بھی ڈالا تو کہتے ہیں کہ یہ گدھا ہمیشہ ہی نقصان کرتا رہتا ہے' آج اس نے پھر کام خراب کر دیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کی بات نرم لگتی ہے اور کسی کی بات سخت لگتی ہے۔ محبت وہ ہے جس کی غلطی' غلط نظر نہ آئے۔ محبت کسے کہتے ہیں؟ جس کی غلطی غلط نظر نہ آئے' جس کی ہر بات ہی صحیح نظر آئے' حتیٰ کہ اس کا انکار محبت بھی صحیح نظر آئے۔ اس لیے محبت کا فارمولا کبھی دریافت نہ کرنا' ہوتا ہی کوئی نہیں ہے ____

اچھا آپ اور بات کرو۔ حافظ صاحب آپ بولو ____

سوال:

''کُن فیکُون کیتوئی جس ویلھے اَسی وی کولے ہاسے'' بلھے شاہؒ کے اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟

جواب:

یہ اور لیول کی بات ہے۔ بندہ اللہ سے بات کر رہا ہے کہ جب آپ ''کُن فیکُون'' بولے تو ہم بھی آپ کے پاس تھے۔ میں مختصر جواب دینا چاہتا ہوں تا کہ آپ زیادہ کنفیوز نہ ہوں۔ ایک انسان اگر وہ فنکار ہو' پینٹر' تصویر بنانے والا' تصویر جب اس نے بنائی' تو اب آپ تصویر کو دیکھیں' فنکار کو دیکھیں اور تھوڑا

سا دماغ لڑائیں اور یہ پوچھیں کہ یہ تصویر ظاہر ہونے سے پہلے کہاں تھی؟ پھر آپ کو آپ کی عقل یا ایمان راستہ بتائے گا کہ یہ فنکار کے حُسنِ خیال میں تھی۔ تو جو مخلوق آ رہی ہے یا آئی' وہ خالق کے حُسنِ خیال میں موجود تھی۔ ہر انسان حُسنِ تخلیق سے پہلے حُسنِ خیال میں تھا۔ اس لیے وہ کہتا ہے کہ "کُن فیکون تے کل دی گل اے اَسی تے اُس سے بھی پہلے تیرے پاس تھے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ کُن فیکون سے پرے کی بات ہے یعنی ہماری آپ کی محبت جو ہے یہ کُن فیکون سے پہلے کی ہے اور کُن فیکون تو کل کی بات ہے۔ یہی بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ "کُن فیکون تے کل دی گل اے' اَسی تے برسوں دی تہاڈے دوست سی' محرم سی"۔ اس لیے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ ہی کُن کہتا ہے آپ ہی فیکون کر دیتا ہے' آپ ہی الست کہہ دیتا ہے آپ ہی کہہ دیتا ہے بلیٰ۔ یعنی "الست و بلیٰ" جب ہوا تو وہ کُن فیکون سے پہلے ہے۔ اس نے پوچھا "الست بربکم" "ہم تمہارے رب ہیں کہ نہیں ہیں؟ جی آپ ہی ہمارے رب ہیں! کس نے کہا؟ ہم نے۔ کب کہا تھا؟ تخلیق سے پہلے۔ تو تخلیق سے پہلے کون ہوتا ہے؟ اللہ کا اَمر' اس کا اپنا ارادہ۔ اس نے کہا ہے کہ انسان کی جو روح ہے یہ میرا اَمر ہے۔ گویا کہ اَمر دینے والے کا اَمر اس کے اپنے پاس تھا اور ہم اَمر کی تخلیق ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ لہٰذا ہم مخلوق بننے سے پہلے خالق کے ساتھ اس کے خیال میں موجود ہیں۔ ایک آدمی نے نعت میں تعریف کی ہے حضور پاک ﷺ کی شان کی ۔

جانے کب تک تجھے اللہ نے شاعر بن کر
شعرِ نازک کی طرح ذہن میں سوچا ہو گا

تب کہیں دہر کے دیوانِ مقدس میں تجھے
گنگناتے ہوئے گاتے ہوئے لکھا ہو گا

مطلب یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے شعر کی طرح ہیں اور آپ اس کے حسنِ تخلیق کا انتہائی مظہر ہیں۔ بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا حُسنِ خیال ہے اور اس کی مصوری کا کمال ہے آپ کی تخلیق۔ لہٰذا ہر مخلوق خالق کے ارادے میں تھی۔ خالق کا ارادہ جو ہے مخلوق سے قریب ہے اور مخلوق ہونے سے جدائی ہے' مخلوق تو جدائی کا سفر ہے یعنی مخلوق ہو جانا جدائی کا سفر ہے اور ارادے میں رہنا وصال کا سفر ہے۔ آپ ارادے سے تخلیق میں آئے ہوا سے کہتے ہیں عالمِ اَمر سے عالمِ خلق تک۔ اب آپ کون سے عالم میں ہیں؟ آپ عالمِ خلق میں ہیں' عالمِ تخلیقات میں ہیں۔ اس سے پہلے آپ کہاں تھے؟ عالمِ اَمر میں۔ عالمِ اَمر میں نہ کوئی خواہش تھی' نہ کوئی ماسواء تھا' نہ کوئی ماوراء تھا' آپ اللہ کا خود ہی ارادہ تھے' آپ خود تقدیر یزداں تھے' آپ اللہ کے ارادے میں تھے' اللہ کے پروگرام میں تھے۔ پھر بعد میں اللہ نے آپ کو دنیا میں بھیجا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ کُن فیکون جب آپ نے کہا تو ہم آپ کے پاس ہی تھے کیونکہ ہم تو پہلے ہی تخلیق ہو چکے تھے' ہم نے تو آنا ہی تھا۔ جو چیزیں ابھی آنے والی ہیں وہ بھی آ چکی ہیں۔ کیسے آ چکی ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جب بگ بینگ پراسیس کر دیا' آپریشن ہو گیا' اب جو آنا ہے وہ آنا ہے۔ یہ آنا کہاں سے ہے؟ اللہ کے ارادے سے آنا ہے انما امرہ اذا اراد شیئاً جب وہ کسی شے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کیا کہتا ہے؟ 'یقول لہ کُن فیکون'' پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ

وہی چیز ہونے دیتا ہے جو اس کے ارادے میں ہو۔ اور ارادہ کہاں ہے؟ اس کے اپنے پاس۔ فیکون کہاں ہے؟ دنیا کے اندر۔ بس انسان اس کا ارادہ ہے' اس کے ارادے سے آیا ہے "فعال لما یرید" وہ کر کے رہتا ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے کون روک سکتا ہے۔ تو ہم سب جو ہیں اس کا ارادہ ہیں اور اس کے ارادے کے مطابق ہم یہاں پر آئے ہیں اور جو اس کا ارادہ ہمارے مستقبل کے بارے میں ہے وہ ہو کے رہے گا' اس نے ہم پر مہربانیاں کی ہیں' اب بھی مہربانی ہو گی۔ اس کی مہربانی آپ کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ اس لیے یہاں بھی عمل کی بات نہیں ہے۔ اگر اس کا فضل ہو جائے تو عمل نے کیا کرنا ہے' بس فضل ہو جائے گا۔ آپ جس چیز کو فضل سمجھتے ہیں وہ نہ بھی ہو تو کوئی بات نہیں اور وہ جو کرتا ہے' جو مہربانی کرتا ہے وہ فضل ہوتا ہے۔ اس فضل کی تعریف یہ ہے کہ جو انعامات آپ کے پاس ہیں یعنی آپ کے انعامات اور حاصل' اگر آپ کو سارے انعامات اور حاصل اس کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے آسانی لگتی ہے تو سمجھیں کہ آپ پر فضل ہو گیا اور اگر خرچ کرنے میں دقت لگتی ہے تو پھر آپ کے خیال میں دقت ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آپ کے خیال میں کیا چیز ہے۔ پیغمبروں نے اولاد کو نثار کرنا چاہا' وہ اللہ کے بڑے قریب تھے' اپنے وجود کو شہدا نے قربان کیا' بہت قریب تھے' اپنی اولاد کے وجود کو قربان کیا' بہت قریب تھے اور آج کا انسان جو ہے اگر وہ مال کو قربان نہیں کر سکتا تو یہ اللہ کے قریب نہیں ہے۔ اور اگر آپ مال کو قربان کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں تو آپ پر یہ فضل ہے۔ وہ دولت فضل ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ ہونا چاہے اور وہ دولت جو ہے تکلیف میں ہے جو اللہ کی راہ میں خرچ نہ

ہو۔ جیسے آپ نے پڑھا کہ "پھر آپ کو پتہ چل جائے گا جب تم جحیم میں جاؤ گے آگ میں جاؤ گے اس دن تم سے پوچھا جائے گا کہ نعمت والے اللہ کو تم نے یاد کیا کہ نہ کیا الھکم التکاثر حتی زرتم المقابر تم کو غافل کر دیا کثرت مال نے اور کثرت اولاد نے حتیٰ کہ تم قبروں میں جا کر رے اتنے غافل ہو گئے کہ قبروں میں جا کر رے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ پھر تم دیکھ لو گے جان لو گے تم پا لو گے کہ ایسا سخت وقت آنے والا ہے اور وہ وقت تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے پھر تمہیں عین الیقین ہو جائے گا پھر تمہیں بہت سارے واقعات معلوم ہو جائیں گے جب تم آگ میں ہو گے پھر تم سے پوچھا جائے گا کہ نعمت دینے والے اللہ کے بارے میں تم نے کیسا سلوک کیا تھا؟ This is the day, this is the time. یہاں آنا تھا میں آپ سے آپ کو کہہ رہا تھا کہ یہاں آنا ہے اس لیے وہ مال جو غافل کر دے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ مال جو جگا دے وہ اللہ کی مہربانی ہے۔ تو مال مہربانی ہے مال عذاب ہے اولاد مہربانی ہے اولاد عذاب بھی ہے زندگی کی تگ و دو مہربانی ہے اور یہی عذاب ہے بھاگم دوڑ آزادی ہے بھاگم دوڑ گناہ بھی ہے۔ بات کو سمجھے؟ اگر اللہ کے لیے بھاگ رہا ہے تو اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ بھاگ تو سکتا ہے اور اس کے خلاف بھاگ رہا ہے تو یہ گناہ ہے۔ تو گویا کہ آپ اپنے عمل کا مرکز دیکھیں یا اپنا ارادہ دیکھیں یا اپنی Destination دیکھیں کہ آپ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ انسان کہتا ہے کہ میں دو چار ستارے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں حاصل کرنا چاہتے ہو؟ کہتا ہے کہ میں اسی پر نثار کر دوں گا جس نے یہ بنائے ہیں۔ چلو کر لو اور نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ تو وہ مال جو تمہارے دل پر قفل ڈال دے وہ تمہارے لیے عبرت ہے' عذاب ہے۔ بعض اوقات مال قفل ڈالتا ہے اور بعض اوقات غریبی قفل ڈال دیتی ہے' توبہ توبہ! ایک ایسا مقام آتا ہے کہ غریب جو ہے وہ خود بخود ہی اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ بزرگ فرماتے تھے کہ بدقسمتی تو وہ ہے کہ غریب ہو کر بھی اللہ والا نہ بنا۔ غریبی میں تو نوے فی صدی ویسے ہی فقیری ہے' درویشی ہے' مثلاً حج آپ کا معاف ہے' زکوٰۃ آپ کی ویسے معاف ہے' خیرات بھی آپ کی معاف ہے' آپ کی تو یہ ساری موجیں ہی موجیں ہیں' نہ آپ نے فی سبیل اللہ خرچ کرنا ہے۔ آپ نے غریب ہو کے ایک ہی کام کرنا ہے کہ دوسروں کے مال کی تمنا چھوڑنی ہے۔ آپ تو پھر ولی اللہ جیسے ہوں گے۔ بس دوسروں کے مال کی تمنا کو چھوڑ دو اور اگر اللہ نے کسی کو دولت دی ہے تو اُسے بُرا نہ سمجھو۔ تو غریب آدمی اگر مایوس ہے اللہ کی رحمت سے' تو سمجھو کہ یہ غریبی اس پر عذاب ہے اور اگر غریب آدمی اللہ کے قریب ہے کہ "تو جس حال میں رکھے گا ہم اس حال میں راضی ہیں' غم دے گا تو غم میں راضی ہیں' خوشی دے گا' تو خوشی میں راضی ہیں" تو وہ غریب اللہ والا ہو گیا۔ اسی طرح پیسے والا ہے' وہ پیسے والا ولی اللہ ہو گیا جو کہتا ہے کہ یا اللہ یہ تیرا مال ہے اور تیری ہی راہ میں نثار کرتا ہوں' تو جب طلب فرمائے گا ہم تیرے ہی لیے لے کر بیٹھے ہوئے ہیں تو جب تمنا فرمائے گا' جب حکم کرے گا' ہم حاضر ہیں۔ اور جو کہتا ہے کہ یہ مال میں نے کمایا ہے' تو لے کے دیکھ' کس طرح سے سکتا ہے۔ سیونگ اکاؤنٹ سے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھتا ہے کہ زکوٰۃ نہ دینی پڑے اُدھر سے اِدھر کرا دیا' اِدھر سے اُدھر کرا دیا اور زکوٰۃ نہ دینے کے لیے لکھ دیا کہ ہم

غیر اسلامی لوگ ہیں۔ تو یہ سارے کا سارا کھیل ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ کھیل لمبا ہے' چلتے جاؤ' تمہارے پاس اگر ذہن ہے تو میں ذہنوں کا خالق ہوں' مجھ سے کیسے مقابلہ کرو گے؟ کوئی ہے مقابلے والی بات! واللہ خیر الماکرین ۔ میرے ساتھ کیا تدبیر کرو گے' ہم تو چھوٹی چھوٹی باتوں سے عظیم دلیل پیدا کر لیتے ہیں مثلاً مکڑی کے جالے سے قوی دلیل پیدا کر دی' تو وہ اللہ ہے! اس لیے ان باتوں پہ ذرا غور کیا کرو' خیال کیا کرو' اللہ مہربانی فرمائے۔ تو حافظ صاحب! کُن فیکون جو ہے یہ کل کی بات ہے اور اس سے پہلے بھی آپ لوگ تھے۔ اب بات سمجھ آئی۔

میں تیرا خیال نہیں اگر تو کہاں الست' بلیٰ کہاں

مطلب یہ ہے کہ میں تیرا خیال ہوں تو آپ ہی الست و بلیٰ ہے ورنہ اب مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ اللہ نے پوچھا تھا روحوں سے اور پھر انہوں نے کہا تھا کہ ''ہاں'' اللہ مجھے اب کیوں بتا رہا ہے؟ اللہ آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ یہ بات تم نے کہی تھی۔ بس پھر مسئلہ حل ہو گیا۔ وہ آپ کو یاد دلا رہا ہے کہ آپ یہ بات کہہ کے آئے ہیں۔ اللہ نے کہا ہے کہ روحوں سے ہم نے میثاق لے لیا۔ کیا میثاق لیا تھا؟ کہ کیا میں تمہارا رب ہوں؟ روحوں نے کہا تھا ''آپ ہیں''۔ یہی وجہ ہے کہ روح اللہ کے بغیر وقت میں رہتی ہے۔ تو اللہ روح کو یاد دلا رہا ہے۔ تو روح کی یادداشت قبل از پیدائش بھی ہوتی ہے۔ یاد کرو کہ تم نے کہا تھا کہ ہم ہی تمہارے رب ہیں۔ گویا کہ ہم اس وقت کہاں تھے جب یہ کہہ رہے تھے؟ اگر ہم نہیں تھے تو ہمیں کسی اور کا واقعہ بتانے کی ضرورت کیا ہے۔ گویا کہ ہم وہیں تھے آس پاس۔ بلکہ ہماری بات ہمیں کو سنائی جا رہی ہے۔ کُن فیکون تو کل کی بات

ہے' ہماری اس سے محبت اس سے پہلے کی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس سے بھی قبل کی محبت ہے۔ کب سے محبت ہے؟ درویش جو ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب سے آپ اللہ ہیں تب سے ہماری محبت ہے' جب سے تو رب بنا ہے تب سے ہم تیرے بندے بنے ہیں' جب سے تو اللہ ہے تب سے ہم تیرے چاہنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ تو پہلے رہا ہوگا اپنی تنہائی کی جلوہ گری میں' اس کا ہمیں پتہ نہیں ہے' بہرحال اللہ تو اس دن بنا ہے جب تجھے اللہ کہنے والا کوئی "اور" ہو اور جو وہ "اور" ہوگا وہی تو مخلوق ہوگی۔ اس سے پہلے تو کچھ بھی تھا تو آپ ہی تھا' کیا تھا تو؟ اپنا نام آپ رکھ' اپنی بادشاہی آپ قائم کر' لیکن بادشاہ تو اس دن بنا جس دن تجھے بادشاہ کہنے والا کوئی اور تھا۔ تو یہ غلامی ہمیں ملی' ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں کہ یہ خدمت جو ہے ہم نے کی' ہم تجھے اللہ کہنے والے ہیں۔ ہم نے کب سے تجھے اللہ مانا ہوا ہے؟ یہ کُن فیکُون سے پہلے ہم نے مان لیا ہے۔ کُن فیکُون میں تو ہماری ٹریننگ ہو چکی تھی' کُن فیکُون تو Announcement ہے' اس سے پہلے ٹریننگ تھی۔ تو گویا کہ ہم بہت پرانے اس کے چاہنے والے ہیں۔ کب سے چاہنے والے ہیں؟ جب سے وہ اللہ ہے تب سے ہم چاہنے والے ہیں۔ حافظ صاحب آپ کو بات سمجھ آئی؟ بلھے شاہؒ نے ٹھیک کہا ہے لیکن شریعت کے طور پر اتنی لمبی بات نہ کر' تو اپنی جان بخشی کر' نماز پڑھ اور وقت گزار۔ وہ کہتا ہے خیر پڑھ لوں گا' کر لوں گا۔ بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ اس طرح بات نہیں ہے جیہڑا سانوں سیّد کہے تو وہ برباد ہو جائے گا۔ ہوا یہ کہ اس کو منع کر دیا گیا کہ دیکھو تم سیّد کے بیٹے ہو کے آرائیں کے مرید ہو گئے ہو' تم ہوش

کرو' عقل کرو۔ تو بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ ہوش ہی تو کر رہا ہوں' تمہارے ہوش ٹھکانے نہیں ہیں' ذات پات سے ہم آزاد ہو گئے ہیں' ذات جو ہے اللہ کی ذات ہے' جہاں وہ جلوہ کرے اس کی ذات ہے' تم کون سی نسل کی ذات لیے بیٹھے ہو' تو بات یہ ہے کہ ہم اس کی محبت میں گرفتار ہیں' وہی ہمارا اللہ ہے اس لیے ۔

جیڑھا بلھے نوں سیّد آکھے دوزخ ملن سزائیاں
جیڑھا بلھے نوں آرائیں آکھے جنت پینگھاں پائیاں

کہتا ہے کہ یہ بات ہے کہ ہم تو پیر کی ذات ہیں۔ تو بابا بلھے شاہؒ بہت سی باتیں کرتے رہتے ہیں ۔

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے بویا یار دا کعبہ یار نوں سجدہ اب کر لے
شرع کہے اساں شاہ منصورؒ نوں سولی اوتے چاڑھیا سی
عشق کہے ٹسی چنگا کیتا بویہ یار دے واڑھیا سی

تو بات اتنی ساری ہے کہ جسے آپ کہتے ہو کہ دور ہو گیا تو وہ پاس ہو گیا۔ اس لیے آپ کو بات سمجھ نہیں آئی کہ بات کیا ہے' وصال کیا ہے اور فراق کیا ہے۔ تو یہ لوگ جو ہیں یہ راز بتاتے رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سائیں کانواں والاؒ وہ بھی راز بتاتے رہے ہیں۔ کہ کاں "کوا" کیا چیز ہوتی ہے؟ بندوں کو "کاں" سے محبت کرادی۔ یہ کمال کی بات ہے اور یہ بات بڑے غور والی ہے۔ اس طرح بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔ میں کل بھی بات بتا رہا تھا کہ ایک بزرگ تھے وہ گھوڑوں کے نعل لگایا کرتے تھے۔ تھے وہ درویش۔ کسی نے پوچھا کہ یہ آپ نے لوہاروں

والا "نعل" لگانے والا کیا کام کیا ہے۔ کہتا ہے کہ کبھی مجھے دیکھنا کہ میں جو کرتا ہوں' تو وہ گھوڑوں کے نعل لگاتے ہوئے گھوڑا جب اپنا سُم اٹھاتا تو وہ کسی نہ کسی طریقے سے کبھی آنکھ کو لگا لیتے' کبھی منہ کو لگا لیتے۔ پوچھا یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ نے اس کے سُموں کی قسم کھائی ہے' نعل کی قسم کھائی ہے' میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ قسم والی شے اللہ سے اتنی قریب ہے تو میں کیوں نہ یہ کام کروں۔ اب یہ بات اس کے ذہن میں آ گئی! مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں کے سُموں کی قسم کھائی ہے۔ ورنہ تو اللہ اور پھر جانور کے سُموں کی قسم کھانے والی کوئی بات ہے! کہتا ہے کہ تب سے مجھے یہ سُم پیارے لگ رہے ہیں' بس میں نعل لگاتا رہتا ہوں' اللہ' اللہ کرتا رہتا ہوں اور اللہ کی شانیں بیان کرتا رہتا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کوئی کر لے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بڑے بڑے راز آشکار ہوئے۔ آپ لوگ کہیں Sincerely ٹھہر جائیں تو پھر بات بنتی ہے۔ ہمارے ہاں وقت یہ ہے کہ کبھی یہ کرتے ہیں' کبھی وہ کرتے ہیں' کبھی تھوڑی دیر یہاں ٹھہرتے ہیں اور کبھی تھوڑی دیر آگے نکل جاتے ہیں' پھر کوئی اور کام کر لیتے ہیں۔ آپ کسی ایک خیال میں اٹک جائیں تو پھر اس خیال کی تمام گتھیاں سلجھ جاتی ہیں اور سارا جلوہ آشکار ہو جاتا ہے' کبھی تنہا بیٹھا کریں' کبھی غور کیا کریں' اللہ کے جلوے دیکھا کریں۔ کبھی سورج غروب ہوتے وقت دیکھیں' کبھی سورج نکلتے وقت دیکھیں' کبھی رات کے وقت منظر دیکھیں' کبھی ستاروں کو دیکھیں' کبھی شہر میں جا کر انسانوں کی شکل کو دیکھیں کہ یا اللہ تو نے یہ انسان پیدا کیے ہیں' سبحان اللہ! سبحان اللہ! سارے آشنا ہیں' سارے بیگانہ ہیں' کبھی کبھی شہر میں کوئی واقف نہیں ملے گا

اور کبھی کبھی سارے واقف نظر آئیں گے' بڑی عجیب وغریب حالت ہے' کبھی وہ بندہ جس سے آپ ملنے جارہے ہیں' وہ پاس سے گزر گیا اور جس کے ملنے کی توقع نہیں تھی وہ گھر آیا بیٹھا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' بڑے عجیب وغریب واقعات ہیں۔ اس لیے آپ ان باتوں پہ ذرا غور کیا کریں۔ اللہ کے کام کو غور سے دیکھا کریں۔ اب بولو آپ ڈاکٹر صاحب_____

سوال:

محبت جو ہے یہ عطائی چیز ہے پھر یہ جو صوفیاء کے ہاں رواج ہے یا رسمیں ہیں محبت کو بڑھانے کے لیے' تو پھر یہ کیا ہیں؟

جواب:

نہیں یہ اس کی حفاظت کے طریقے ہیں۔ محبت کو بڑھانے کی بات نہیں ہوتی' محبت پیدا کرنے کی بات نہیں ہوتی' جس کو محبت ہوتی ہے وہ اپنا میلہ کرتا رہتا ہے۔ یعنی صوفیائے کرام کی محفلوں میں آپ یہ سمجھ لیں کہ دو آدمیوں کو محبت ہوگی اور باقی سارے کے سارے اس جشن سے محبت کرتے ہوں گے' قوالی کے ساتھ محبت کرتے ہوں گے۔ کوئی کہے گا کہ واہ عزیز میاں کیا پیسوں کی بہار لگائی ہے تو نے۔ اسے کچھ نہیں پتہ کہ قوالی کس کی ہے' قول کس کا ہے' اللہ کدھر ہے' اللہ کے بندے کہاں ہیں۔ وہ صرف گاتا جارہا ہے' واہ نصرت فتح علی' اتنا موٹا بندہ گاتا گاتا ہے' کمال کی بات ہے۔ اس کی بات دیکھو کہ جب یہ بڑا ہوا تو اس نے ماں باپ سے کہا تھا کہ میں نے نہیں گانا' میں نے قوال نہیں بننا' اس کے باپ نے کلیر شریف جا کر دعا مانگی کہ میرا بچہ جو ہے گمراہ ہورہا ہے' قوالی نہیں کرنا چاہتا' تو

میرا کیا بنے گا' تو کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے اِدھر سے اطلاع آئی کہ نصرت جو ہے وہ باجا لے کر بیٹھا ہوا ہے اور تب سے گا رہا ہے۔ تو مدعا یہ کہ یہ بھی اک نگاہ ہے' ان لوگوں کے خیال کے مطابق۔ تو محبت کے آداب اور محبت کی یہ جو مجلسیں ہوتی ہیں اس سے پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ وہ ازلی چنگاری جو خش وخاشاک میں دبی رہتی ہے وہ شاید سُلگ جائے۔ ہے وہ ازلی' ازلی عطا ہے اور یہاں دنیا کے اندر وہ کہیں نہ کہیں چُھپ جاتی ہے' حلیہ خراب ہو جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' زنگ لگ جاتا ہے اور پھر بزرگ اس زنگ آلود کو ٹھیک کرتے ہیں۔ اس کی عطا ازلی ہے' بزرگ صرف راستے کی رکاوٹ دُور کرتے ہیں۔ مثلاً بندہ کہتا ہے کہ نظر کچھ نہیں آ رہا تو وہ بزرگ کہتا ہے کہ ٹھیک ہے تو شیشہ صاف کرتا جا۔ جو کہتا ہے کچھ دھندلا دھندلا ہے۔ کہتا ہے کہ تو صاف کرتا جا' کرتا جا' کرتا جا۔ حتیٰ کہ جب شیشہ صاف ہو گیا تو اللہ کا جلوہ آ گیا۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ دیکھنا تو اس نے اس کا چہرہ ہی ہے' تو بعض اوقات صفائی جو ہے یہ عطا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان مجلسوں میں دنیا کی تمنا جو ہے یہ ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ مثلاً اگر کیف کی مجلس ہو رہی ہے تو کیف ہی ہو گا اور اب اس کو دنیاوی حرص' ہوس' ظلم' ستم' سارا ختم ہو جائے گا۔ تو وہ شخص تھوڑا سا لطیف ہو جاتا ہے۔ لطافت کے بعد عین ممکن ہے کہ وہ اپنی بات کو دریافت کر لے۔ ایسا ہوتا ہے۔ سارے لوگ صاحبانِ حال نہیں ہو جاتے لیکن ان میں بہت ساری لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے کچھ لوگوں کو محبت ہو جاتی ہے' کچھ لوگوں کو محبوبوں کے ساتھ محبت ہوتی ہے' کچھ کو محب کے ساتھ محبت ہوتی ہے' کچھ لوگوں کو محبت کی جلوہ گاہ سے محبت ہو جاتی ہے' سجاتے

رہتے ہیں محفل خانے' کہ یہاں رونق لگے گی' یہاں عشق کے جلوے ہوں گے یہاں یہ ہوگا' یہاں یہ ہوگا' یہ بھی محبت کا ایک طریقہ ہے۔ میں بتا رہا ہوں کہ جہاں پیر یا مرید ہوں' خانقاہ ہو' تو وہاں جاننے والا تو پیر ہی ہوگا۔ یا اس کے ملنے والے ہوں گے اور وہ جو لنگر پکا رہا ہے وہ سب سے زیادہ اہم آدمی ہے۔ اس شخص میں شعور کی کوئی بات نہیں ہے یا عرفان کی بات نہیں ہے لیکن وہ عارفوں کا "ہیڈ ماسٹر" ہے کیونکہ وہ اگر نہ ہو تو آپ لوگ سارا عرفان بھول جاؤ۔ عین ٹائم پر اس نے آپ کو کھانا پکا کر دے دیا کہ بسم اللہ کرو۔ اسی طرح جب آپ گھر اپنے بچوں میں جاتے ہیں تو ان کا بڑا Contribution ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست تھے' وہ رات کو دیر تک بیٹھے رہتے' بیٹھے رہتے' داتا صاحب" بیٹھے' ہمارے پاس بیٹھے' اِدھر اُدھر بیٹھے اور کبھی رات دو بجے کبھی اڑھائی بجے گھر گئے' بیوی نے مائنڈ کیا کہ آپ گھر دیر سے آتے ہو' میں نے پوچھا کہ تم نے کیسے اس کو تسکین دی؟ کہنے لگا کہ میں نے اُسے کہا کہ ہم لوگ تو عبادت کر کر کے کچھ راستہ لیں گے اور تو تو دروازہ کھول کے اللہ تعالیٰ کی مہربانی حاصل کر لے گی' میری سب دعائیں تیرے لیے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ دروازہ آرام سے کھولتی تھی۔ آپ اس کی بھی قدر کریں جس نے دیر سے گھر آنے والے کے لیے راستہ کھولا' دروازہ کھولا' جس نے آپ لوگوں کو دن بھر کی آوارگی کے بعد قبول کیا' اس کا بھی احساس کریں' اس نے بڑے کام کیے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ آدھی رات کو گھروں میں سے آوازیں آتی ہیں' یہ اس علاقے میں نہیں ہوتے؟ کیا وہ اندرون محلہ ہوتے ہیں' پانی دیر سے آیا تو شور مچا دیا' تھوڑی دیر کے بعد کوئی تماشہ اور پھر تھوڑی دیر

کے بعد کچھ اور تماشہ ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ گھر آنے والا ظلم کے حساب سے آیا اور انتظار کرنے والا مظلوم جو ہے وہ گستاخ ہو گیا۔ اگر آنے والا گھر والوں کے لیے کوئی راحت بن کے آئے تو پھر تو کوئی بات ہوئی۔ گھر میں کوئی انتظار کر کر کے غصہ کر رہی ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے کہ دیکھو اب غصہ کرنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے کیونکہ اب تیرا انتظار ختم ہو گیا ہے اور میں آ گیا ہوں۔ کہتی ہے اب تیرا انتظار ختم نہیں ہوا بلکہ تو ہی ختم ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان Upset ہو جاتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہ لوگ جو براہ راست آپ کے اس سفر میں شامل نہیں ہوتے ان کی بھی شمولیت ہوتی ہے۔ اس راہ میں جو جو کچھ واقعات ہیں مثلاً جو رکشہ آپ کو لایا' جو کار آپ کو لائی اس کا بھی مقام ہوتا ہے' جس بس کے ذریعے آپ ٹائم پر پہنچ گئے اس بس کے لیے بھی دعا کیا کرو کہ یا اللہ اس بس کو سلامت رکھ کہ اس نے وقت پر مجھے فلاں جگہ پہنچا دیا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کہو کہ یہ سب بہت اچھا ہے کہ اس نے وقت پر ہمیں پہنچا دیا یہ نہ ہو کہ ہر طرف ہی کاروبار اور ڈسپلن کرتے جائیں۔ اس راہ والے سے پوچھو کہ آپ کاروبار کیوں کر رہے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ کاروبار میں اولاد کی خاطر کر رہا ہوں' اولاد کی ماں کی خاطر کر رہا ہوں۔ اگر اس پر آپ ظلم کر رہے ہیں تو پھر کس کی خاطر کاروبار کر رہے ہیں؟ تو کاروبار بھی آپ اپنی اَنا کی خاطر کر رہے ہیں۔ اس لیے جس کے لیے کاروبار کریں اس کو کاروبار کی افادیت کے ساتھ ہمکنار کریں' اس کو بھی محبت میں شامل رکھو۔ یہ عام طور پر نصیحت کی بات ہے اب یہ نہ کہنا کہ ہم اسے کیسے شامل کریں کیونکہ وہ تو اپنے میکے چلی جاتی ہے۔ بہرحال محبت کی اور

حُسن کی نوازشیں کرو۔ نوازشیں کیا ہوتی ہیں؟ مجبور ہو کر نہیں بلکہ اپنی خوشی سے۔ یہ لوگ جو گھروں میں پابند ہوتے ہیں' چیزیں تو مانگتے رہتے ہیں بیچارے' کبھی کبھی اپنی مرضی سے ان کے لیے کوئی چھوٹی موٹی چیز لے جایا کرو۔ حضور پاک ﷺ نے ان کی بڑی تعریف فرمائی ہے کہ جو گھروں میں رہنے والی خواتین ہوتی ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے تھوڑا بہت جھوٹ بھی بولنا پڑے تو بول دینا۔ ورنہ حضور پاک ﷺ یہ بات نہ کہتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے تھوڑا بہت جھوٹ بول لو' اپنی جان بچانے کے لیے جھوٹ بول لو' گھر میں رہنے والی کو تھوڑا خوش کرنے کے لیے۔ یہ بے ضرر جھوٹ ہوتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ جی آپ سے مل کے بڑے خوشی ہوئی' آپ کی دعاؤں کے سہارے سارے کام ہو گئے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ خوش رکھنا بھی عبادت ہے۔ خوش رہنا جہاں اچھی بات ہے وہاں خوش رکھنا بھی اچھی بات ہے۔ خوش رہنے کا فن دریافت کرنے سے پہلے خوش رکھنے کا فن دریافت کر لو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے' آپ کے دو چار بچے ہوتے ہیں' ایک بچوں کی ماں ہوتی ہے' ایک گھر ہوتا ہے' آپ کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں' تو ان کو خوش رکھو۔ میں نے پہلے دن ہی آپ کو بتایا تھا کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ کہ ہماری دنیا میں بھی خیریت ہو اور آخرت میں بھی خیریت ہو۔ مطلب یہ کہ ہمارے ماں باپ بھی ہم پر راضی ہوں اور ہمارے بیوی بچے بھی ہم پر راضی ہوں۔ اس لیے دین و دنیا اس کی بہتر ہے جس نے اپنے بیوی بچوں کو راضی رکھا اور اپنے ماں باپ کو راضی رکھا۔ تو ماں باپ کی الگ خدمت کرو اور اپنی اولاد اور بیوی کی الگ خدمت کرو اور اپنی پیٹ

پوجا الگ کرو۔ انسان نارمل ہو جائے تا کہ زندگی میں غلط بیانی کہیں نہ کرنی پڑ جائے۔ یہی تو آپ نے سیکھنا ہے اور کیا سیکھنا ہے۔ باقی پیسہ کب ساتھ گیا ہے؟ کبھی نہیں گیا ہے۔ ساری مصیبت اس کی ہے' بڑی بے وفا چیز ہے۔ اور دنیا والے بھی بڑے ظالم ہیں' مرنے والے کے ساتھ دفن ہی کچھ نہیں کرتے۔ چلو ایک گھڑی ہی ساتھ چلی جائے ٹائم کا پتہ رہے گا۔ تو گھڑی بھی یہیں رہ جاتی ہے۔ آپ کہیں گے کہ یہ بہت ظلم کی بات ہے نئی نئی جینک لگی ہے وہ بھی گئی۔ دنیا والے کچھ نہیں دیتے' ہر شے اتار لیتے ہیں۔ بہت بری بات ہے' اس لیے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے' یہاں سے تو جانا ہی جانا ہے۔ اس لیے یہاں تو نیک اعمال ہی ہیں' جو آپ چھوڑ کر گئے ہو۔ اسی کو دیکھیں۔ اس سے پہلے کہ پیسہ ختم ہو جائے یا کسی اور کو مل جائے آپ تھوڑا تھوڑا تقسیم کیا کرو اور سب کو راضی رکھا کرو۔ یہ میں آپ کو حکما کہہ رہا ہوں کہ آپ ماں باپ کو' بہن بھائیوں کو اگر کچھ نہیں دیتے ہو تو Good Words ہی دے دو' اچھے الفاظ ہی دے دو' اچھے الفاظ کی قیمت نہیں ہوتی ہے لیکن اس سے آپ سب کچھ خرید سکتے ہو' حضور پاک ﷺ نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا' آپؐ نے فرمایا کہ کبھی قرض کی ضرورت پڑے تو کسی خوب صورت انسان کے پاس جانا' اگر وہ ناں کرے گا تو تکلیف نہیں ہو گی۔ یہ تو ہوا کہ ایک اچھے انسان کو آپ نے دیکھ لیا۔ اگر قرضہ لینا پڑے اور آگے سے ناں کرنے والا ہو تو پھر اس کی شکل اچھی ہونی چاہیے' کم از کم آپ کا وزٹ جو ہے یہ تو خوب صورتی کا ہونا چاہیے۔ مسئلہ پتہ ہے کیا ہے؟ کہ جس آدمی کی کرخت صورت ہو وہ کرخت دل نہ رکھے' کم از کم دل کرخت نہیں ہونا چاہیے' دل کو نرم

رکھو خوش گوار کلام ہو۔ انکار کرنا ہے تب بھی خوش گوار الفاظ میں اور عطا کرنی ہے تب بھی خوش گوار الفاظ میں۔ تو اپنے پاس Vocabulary اچھی رکھو مثلاً بسم اللہ' ماشاء اللہ' اور یہ کہو کہ اس وقت معذرت کی بات ہے' اس وقت آپ سے محبت کی بات ہے۔ تو یہ عطا ہے۔ اس لیے اپنے الفاظ پر دھیان کیا کرو _____ تو محبت کے بارے میں یہ بات ہوئی کہ محبت کی جو محفلیں ملتی ہیں' وہ محفلیں بھی سب کچھ حاصل نہیں کر سکتیں' لیکن اس میں یہ ہوتا ہے کہ بات پالش ہوتی رہتی ہے' کبھی زندگی میں جا کے اسی انداز سے بات مل جاتی ہے۔ یہ مقامات ہیں صوفیوں کے۔ کون سے مقامات ہیں؟ مثلاً جہاں جہاں ان کو رقص عطا ہوا وہاں وہاں انہوں نے کلام کہہ دیا ایک مقام یہ بھی ہے کہ ؎

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسروؐ
محمدؐ شمعِ محفل بُود شب جائے کہ مَن بودم

''خدا خود میرِ مجلس بُود'' کا کیا مقام ہے؟ یہ ایسے ہے جیسے کہ مشاعرہ ہو رہا ہے میرِ مجلس خود اللہ تعالیٰ شمعِ محفل حضور پاک ﷺ کے پاس اور باقی سب صاحبان مشاعرہ سُنیں۔ تو یہ محفل وہاں سے بنائی۔ ''خدا خود میرِ مجلس'' تو میرِ مجلس اُدھر ہی ہوتا ہے' شمعِ محفل بھی وہاں۔ تو یہ مقام کیا ہے؟ اُس نے بیان کیا جو اُس نے مقام دیکھا تھا۔ پھر زندگی میں کوئی ایسا مقام سمجھ آ جاتا ہے کہ ایسا بھی ہے۔ مطلب یہ کہ خدا جو ہے اسی کی مجلس ہے اور جلوے ہیں اللہ کے محبوب محمد ﷺ کے۔ سارا کھیل سمجھ آ گیا کہ مالک وہ اور جلوہ آپ کا اور ہم سب دیکھنے والے ہیں۔ مطلب یہ کہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ جیسے اس نے کہا۔ ساری کائنات کو اس

نے محفل کہہ دیا ہے' اس محفل کائنات میں میرِ مجلس جو ہے اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اور شمع محفل کون ہیں؟ اللہ کے محبوب ﷺ اور آپؐ کے لیے آپ کی کائنات اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ تو یہ کتنی آسان سی بات ہو گئی۔ چرچے آپؐ کے ہیں۔ تو یہ مقامات جب ان کو یاد آتے ہیں' یعنی کبھی اگر روشنی اندر آ گئی تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ہاں یہاں ایک بات ہوئی تھی' یہاں وہ بات ہوئی تھی' یہ بات یوں نہیں ہے' ہم نے تو یوں سنا ہوا ہے۔ یہ سب اس لیے ہے تا کہ بعد میں غلطی نہ ہو۔ اس لیے یہ بزرگوں کا قول کام آتا ہے۔ اب قوالی کی افادیت یوں ختم ہو گئی کہ قول جو ہے ناں وہ غیر صوفی کا ہوتا ہے اور قوال بھی غیر صوفی آئے ہوئے ہوتے ہیں' قوال نماز نہیں پڑھتے ہیں اور لکھنے والے بھی صحیح نہیں ہوتے' اس لیے اب کلام کا وہ اثر نہیں رہا' ورنہ کلام جو ہے وہ ایسی چیز تھی کہ انسان کو اُڑا کے رکھ دیتا تھا' بڑے بڑے کلام کی تاثیر ہوتی ہے' بڑے بڑے لوگوں کی تاثیر ہوتی ہے اور ایسی تاثیر ہوتی ہے کہ بعض اوقات قوال آپ ہی رقص کرنے لگ جاتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ قوال خود رقص کرنے لگ گیا؟ یہ بڑی عجیب عجیب باتیں ہیں۔ تو صوفیاء کی محفلیں جو ہیں یہ محفلیں اس طور پر ہیں کہ یہ طہارت پیدا کرتی ہیں' توکل پیدا کرتی ہیں' توبہ پیدا کرتی ہیں' لطافت پیدا کرتی ہیں اور محبت پیدا نہیں کرتی ہیں بلکہ محبت پیدا کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ محبت عطا ہے' اس کی مہربانی کی عطا ہے' وہ جسے چاہے عطا کر دے ۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا جسے چاہا در پہ بلا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ نصیب کی بات ہے جسے چاہا اسے عطا فرما دیا۔ بعض اوقات پاس رہنے والا بے خبر رہا۔ بعض اوقات دُور رہنے والا صاحبِ نصیب ہو گیا۔ حضرت اویس قرنیؓ دُور ہیں اور بڑے قریب ہیں اور کتنے ہی لوگ قریب ہیں لیکن دُور ہیں۔ تو یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے' اس کے اپنے ازلی فیصلے ہیں۔ محبت میں بعض اوقات دونوں باخبر ہوتے ہیں' بعض اوقات ایک باخبر ہوتا ہے' بعض اوقات کوئی بھی باخبر نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا جلوہ ہے جس کو چاہے عطا کر دے۔ بعض اوقات آدمی سوال لے کر جاتا ہے اور آگے جا کے سوال بھول گیا اور محبت شروع ہو گئی۔ اس سے پوچھو کہ تم کیسے آئے ہو؟ کہتا ہے کہ کون آیا' کدھر آیا' میں تو اِدھر ہی رہتا ہوں ۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

حرفِ آرزو تو لے کے گئے تھے اور آگے جا کے آرزو تو ختم ہو گئی' اس نے کہا کہ کیا چاہیے؟ اس نے کہا کہ اب تو کچھ اور چاہیے' چاہیے تو کچھ اور تھا اب کچھ اور چاہیے' اب ہمیں بھی نہیں پتہ کہ کیا چاہیے۔ بس یہ ایک واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑا کیا واقعہ ہو سکتا ہے کہ جس سے اللہ یہ پوچھے کہ کیا چاہیے اور آگے سے وہ مسائل بولنا شروع کر دے کہ مجھے ____ اس سے صرف اسی کو مانگو اور اُس کے حبیب پاک ﷺ کی محبت کو مانگو ____

اور کوئی سوال ہے بولو ____ بولنا شروع کرو ____ شاباش ____

پوچھو ____

سوال:

ایک حدیث شریف ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ تو یہ تفکر کیا چیز ہے؟

جواب:

تفکر جو ہے یہ بیان کی چیز نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ایک گھڑی کا تفکر جو ہے' تو سوچو وہ گھڑی کتنے سال کی ہے جسے گھڑی کہا جا رہا ہے؟ تفکر یہ ہے کہ جب آپ کبھی اس کائنات پہ غور کرنا شروع کرتے ہو افلا یتدبرون تو یہاں سے بات شروع ہوتی ہے کہ یہ سب کیا ہے' یہ سبزہ و گل کہاں سے آتے ہیں' ابر کیا چیز ہے' ہوا کیا ہے' یہ مشرق کیوں ہے' مغرب کیوں ہے' مشرقین کیسے ہوتے ہیں' مغربین کیسے ہوتے ہیں' مشارق کیا ہیں' مغارب کیا ہیں؟ ایک مشرق ہے کہ دو مشرق ہیں' ایک جنت ہے کہ جنتین ہے' کیا بات ہے؟ یعنی کہ ستاروں کا سفر کیا ہے' اب آپ اس پہ ذرا غور کر رہے ہیں اور اگر آپ آئے ہیں' آنا تھا تو جانا کیوں ہے۔ اگر جانا ہی ہے تو آنا کیوں ہے۔ اور یہاں یہ آپ سوچ رہے ہیں' تفکر کر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ جو مجھ سے پہلے لوگ تھے وہ کہاں چلے گئے؟ یہ سارے کا سارا جو ہے ۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لعین
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

کہاں گئے وہ دولت مند لوگ' کہاں گئے وہ خوب صورت چہرے' کدھر گیا سارا واقعہ اور پھر اقبالؒ نے کہا ہے کہ ۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب
یہ زمیں کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار
موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

انسان سوچتا ہے کہ پھر یہ موسم بدلنے شروع ہو جاتے ہیں' اتنے Perfect موسم بدلتے ہیں' ہر سال دسمبر' دسمبر میں ہی آتا ہے' سردیوں میں آتا ہے' کیا بات ہے' یہ کبھی لیٹ نہیں ہوا' اور ہر سال جون کا دن جو ہے گرم ہوتا ہے اور جولائی کے مہینے بھی ویسے ہوتے ہیں اور ساون ویسا ہی ہوتا ہے اور یہ سب یونہی ہوتا ہے اور یہ چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہے What is this? یہ کیا ہے؟ اتنی Perfect مشینری بنانے والا' کارساز کون ہے؟ جس طرح جس نے یہ کائنات Perfect بنائی ہے اور اس کائنات میں آپ غور کریں' وہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ جہاں جہاں آپ نے غور کرنا ہے' کائنات بنانے والے پر آپ غور کر رہے ہیں۔ پہلے کائنات کی صناعی پہ آپ غور کرو کہ اس کائنات میں کوئی چیز Imperfect نظر آئی' کوئی کمی نظر آئی' پھر نگاہ اٹھا لو اللہ تعالیٰ کہتا ہے پھر ایک بار نگاہ اٹھا لو' نگاہ خیرہ ہو کے واپس آ جائے گی Did you find any thing wrong anywhere? پرفیکٹ مشینری بنا دی' پرفیکٹ نظارہ بنا دیا' اور مکھوں کی طرح پہاڑوں کو گاڑ دیا اور دریاؤں کو روانی دی اور ستونوں کے بغیر چھت قائم کر دی' تمہارے سر کے اوپر

آسمانوں کا اور آسمانوں میں سجائے فانوس' ستارے اور پھر رونقیں تمہارے لیے اور آج تک بارش ہو رہی ہے' اس سے زمینوں میں فصلیں اگتی ہیں اور تم لوگ کھاتے جا رہے ہو۔ پھر تمہارے لیے جانور پیدا کیے اور ان کی کھال اور ان کی اون اور وغیرہ وغیرہ' تمہارے لیے کیا آسودگیاں ہیں' اگر پانی کو میں کڑوا کر دوں تو تمہاری ساری سائنس فیل ہو جائے' پانی میں مٹھاس ہے شکر ادا کرو کہ یہ مٹھاس قائم ہے' یعنی کہ مامتا میں مٹھاس ہے شکر ادا کرو کہ قائم ہے' بھائیوں میں مٹھاس ہے شکر کرو قائم ہے' تو یہ مٹھاس بڑی چیز ہے' تم دھوکے میں مٹھاس دیکھتے ہو' مٹھاس میں دھوکہ دیتے ہو' یہی تو تمہیں سمجھ نہیں آئی! بہرحال یہ مٹھاس جو ہے یہ بڑی خاص ہے۔ اس پہ غور کرو۔ سب چیز پرفیکٹ ہے اب یہ General created universe perfect ہے۔ ٹھیک ہے ناں! آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ کیا ہے؟ پرفیکٹ' مکمل' ہر ساعت As it is جیسے کا تیسا' یوں کا توں۔ اور اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں جوں کا توں ہوں الآن کما کان ویسے کا ویسا جیسا میں تھا اور میں ہوں اور میں رہوں گا۔ آپ تو خالق ہیں آپ کی مخلوق بھی ہمیشہ رہے گی' ہمیں تو سورج بھی لازوال لگتا ہے' ہمیں چاند بھی لازوال لگتا ہے۔ کہتا ہے کیا یہ سورج ختم ہو جائے گا؟ کہتا ہے بہت جلدی ختم ہو جائے گا۔ کہتا ہے کب تک ختم ہو جائے گا' کہتا ہے کہ کچھ کروڑ سال کے بعد ختم ہو جائے گا۔ کہتا ہے تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ کہتا ہے یہ کب سے ہے؟ کہتا ہے کہ یہ حال ہی کی بات ہے ابھی شروع ہوا۔ کب شروع ہوا؟ کہتا ہے کہ ستر کروڑ سال ہو گئے ابھی تو تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ شروع ہوا ہے۔ تو یہ سائنس کی باتیں ہیں۔ اور کائنات دریافت ہو گئی

اور معلوم ہو گیا' کیا معلوم ہو گیا؟ نئی ایک کہکشاں دریافت ہو گئی ہے' نئی کہکشاں' کہتا ہے پاس ہی ہے' کتنی؟ کہتا ہے کہ اگر وہاں سے فاصلہ روشنی طے کرتی ہوئی زمین پر آتی ہے تو 70 سال میں پہنچ جاتی ہے۔ تو یہ 70 سال کتنے ہوتے ہیں؟ کہتا ہے کہ 70 سال کے سیکنڈ بنا کے 186,000 میل سے ضرب دے دو' بس اتنے میل ہو جائیں گے' بس نزدیک ہی ہے!

کہتا ہے کہ یہ ایک کہکشاں ہے' اس سے آگے 5' 5 سو سال کے فاصلے والے کہکشاں پڑے ہوئے ہیں۔ کیا یہ بالکل چھوٹی سی کائنات ہے اور پھر پرفیکٹ کی پرفیکٹ ہے' ستارہ' ستارے سے Clash نہیں کرتا' جھگڑا نہیں کرتا کہ تو میرے راستے میں آ گیا' تو نے آج حادثہ کر دیا' تم کدھر سے آ گئے ہو۔ تمہاری طرح کوئی یہ جھگڑا نہیں کرتا کہ یہ کرسی میری ہے' یہ میز تیری ہے' یہ تیری قبر ہے یہ میری قبر ہے۔ تو اس میں جھگڑا کوئی نہیں ہے۔ Perfect as it is. کچھ ستارے ٹھنڈے ہیں کہ خیال بھی یخ ہو جائے' کچھ اتنے گرم ہیں کہ حدت ہو جائے اور سورج بھی اُڑ جائے' سورج ان کی گرمی سے پناہ مانگتا ہے۔ تو وہ اتنے گرم ستارے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تمام سیاروں اور تمام ستاروں میں اگر کوئی زندگی ہے تو زمین پر ہے۔ اب فوقیت کا مسئلہ شروع ہو گیا۔ کیا ہوا؟ فوقیت کا مسئلہ شروع ہو گیا یہ زمین سورج سے بہتر' چاند سے بہتر اور باقی ستاروں سے بھی بہتر ہے کیونکہ یہاں پر زندگی ہے۔ اس کو جاننے والا ایک انسان ہے' اشرف المخلوقات۔ اب اشرف المخلوقات کے ذمے مخلوق کو سٹڈی کرنے کے بعد اپنے شرف کا ثبوت دینا ہے۔ تو کائنات کے خالق کو دریافت کر۔ ایک سیکنڈ کی

بات ہے۔ایسا شخص کہتا ہے سبحان اللہ تبارک اللہ احسن الخالقین۔بس اس کو سجدہ ہے۔وہ کہتا ہے میں اللہ کو دریافت نہیں کر سکتا کیونکہ میں تو اپنی کائنات کو دریافت نہیں کر سکتا' مجھے تو اپنا ہونا اور نہ ہونا سمجھ نہیں آتا' جس نے بھی اس کو بنایا ہے ہم اس کے سامنے جھک جاتے ہیں۔اس نے اتنا پرفیکٹ بنایا کہ ہر سال دسمبر میں ٹھنڈک آتی ہے۔تو ایک لمحے کا تفکر جو ہے وہ آپ کو ساٹھ سال کی عبادت سے آگے لے جاتا ہے۔عبادت میں آپ نے اللہ کے لیے رجوع کرنا تھا اور یہ ایک ایسا لمحہ ہے کہ اس میں آپ نے اللہ کی طرف رجوع کر لیا۔مثلاً وہ زمین کے اندر بیج کو پالنے والا ہے۔ایک بیج کے اندر سو درخت ہیں۔اگر بیج سے پوچھو کہ تم کتنے ہو اور تم میں کتنے درخت ہیں تو وہ کہے گا کہ کئی ملین' کئی کروڑ۔ ایک درخت کے بیج کے اندر کتنے درخت ہیں؟ اگر آپ تمام بیج گن لیں اور تمام درخت گن لیں اور ان درختوں کے بیج گن لیں' ان کے درخت گن لیں اور آنے والے زمانے گن لیں تو پتہ چلے گا کہ ایک بیج ہے کیا ــــــ ایک انسان چار نسلوں کے بعد چار پانچ سو رشتے داروں والا ہوگا۔بچے ہوں گے' بچوں کے بچے ہوں گے' پرانا مکان ایک ایک اینٹ تقسیم ہو جاتا ہے' پھر لوگ بھول جاتے ہیں کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں' نسل بدل جاتی ہے' کوئی شاہ جہانی اور کوئی شاہ جہاں آبادی بن جاتا ہے' کیا سے کیا نام بن جاتے ہیں۔اس طرح دنیا پھیلتی ہے۔پھر جب یہ بات سمجھ آ گئی کہ اللہ آج تک جوں کا توں ہے' آج تک اس کی اذان ویسے کی ویسی قائم ہے' اس کا قرآن ویسے قائم ہے' پہاڑ ویسے ہی قائم ہے' آپ نے پہاڑ کو توڑا پھوڑا' بہت کچھ نکالا' بجری نکالی' کرش نکالا' پھر بھی پہاڑ وہیں

کا وہیں ہے' پہاڑ ختم نہیں ہوتا' جتنی سڑکیں بنالو وہ ختم نہیں ہوتا۔ سمندر سے جتنے دریا نکال لو وہ ختم نہیں ہوتا۔ پہاڑ کی برف پگھل جائے' پھر بھی ختم نہیں ہوگا۔ کوئی شے ختم نہیں ہوتی ہے۔ ہر شے جوں کی توں ہے۔ پھر وہ کون سا خزانہ ہے' جو Unending ہے' اور وہ کون ہے جو اس کا خالق ہے' یہ کیا نظام ہے ــــــ اس نظام کو داد دیتے ہوئے اب سجدہ کر۔ یہ سجدہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ آپ بات سمجھے؟ یہ ایک لمحے کی بات ہے۔ کبھی غور کیا کرو اور کہو کہ جس نے یہ کائنات بنائی اس کو سلام۔ یہ تو ہونا چاہیے۔ یہ سلام مانگتا ہے۔ سجدہ۔ یسبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے وہ اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اور جھک کے بیان کرتی ہے' اپنے اپنے مدار میں چلتی ہے' ستارے اور سیارے' جمیل اور جسیم سب اپنے اپنے مدار میں چلتے جا رہے ہیں۔ کوئی کسی کے مدار کو نہیں چھیڑتا۔ یہ بندہ ہے جو بندے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہاں تو کوئی کسی سے کچھ نہیں چھینتا۔ سورج روشنی دیتا جا رہا ہے۔ میں نے آپ کو کتاب میں لکھ کر دیا تھا کہ سورج سے کسی نے پوچھا کہ تیرا مذہب کیا ہے۔ سورج نے کہا کہ مذہب کیا ہوتا ہے' روشنی دینا ہی ہمارا مذہب ہے۔ بس وہ روشنی دیتا جا رہا ہے۔ آپ لوگوں سے پوچھا جائے کہ کون ہو تو کہیں گے کہ شیعہ ہیں یا سُنی ہیں۔ بس جھگڑا ہیں۔ آپ یہ کہیں گے کہ میں وہ نہیں ہوں جو تو ہے۔ عام طور پر آپ کے اندر اتنی مخالفت ہے کہ آدھے بندے آدھے بندوں کے خلاف مقدمہ دائر کر رہے ہیں۔ عجب حال ہے۔ قیامت کے دن بھی آدھے بندے آدھے بندوں کے خلاف گلہ کریں گے اور اللہ کے ساتھ جھگڑا کریں گے کہ وہ

شخص کیسے جنت میں چلا گیا۔ میں تو نہیں جانتا۔ وہ کہے گا کہ اسے اللہ نے کیوں معاف کر دیا' بس اللہ تو بادشاہ ہے' جو مرضی کرے ــــــ بات یہ ہے کہ اگر اللہ کسی کو معاف کرے تو تم قبول کرو۔ اس لیے تم خود فیصلے نہ کرو۔ اللہ وہ ہے جس کی موجودگی میں تمہیں فیصلے کا حق نہیں ہے۔ وہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اگر وہ معاف کر دے تو تم گلہ کرنے والے کون ہو۔ اس نے سب سے پہلے اسے معاف کرنا ہے جسے تم نے معاف نہیں کرنا۔ لہٰذا تم بھی اس شخص کو معاف کر دو۔ اس لیے میں بار بار تمہیں کہتا ہوں' سب کے سامنے کہتا ہوں کہ آج دل سے یہ اعلان کرو" یا اللہ ہم سب کے سامنے دل سے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے سب کو معاف کر دیا' جن لوگوں نے ہمیں ناراض کیا ان کو بھی معاف کرتے ہیں' جس نے نقصان پہنچایا اور ہم پہ ظلم کیا اس کو بھی معاف کرتے ہیں' سب کو معاف کر دیا"۔ اگر آپ نے یہ کر دیا تو مجھے خوش کر دیا۔ اللہ نے اس کو معاف کر دیا' ہم نے بھی سب کو معاف کر دیا ــــــ اتنی سی بات ہوتی ہے۔ پھر آپ کو سمجھ آتی ہے کہ اللہ کے بارے میں تفکر اور تدبر کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو نارمل حالات میں یہ بات سمجھ آ جائے اور وہ چاہے تو اس کے پاس ایک اور طریقہ بھی ہے اور وہ ہے Exception کا یعنی استثناء کا۔ یعنی کہ کبھی کبھی محنت کامیاب ہوتی ہے اور کبھی کبھی غیر محنتی بندہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ عام حالات میں یہ ہوتا ہے کہ جس نے پیسہ بچایا وہ اس کے کام آیا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس نے پیسہ نہ بچایا وہ بھی اس کے کام آیا۔ کہتا ہے کہ عجب بات ہے کہ تو خوش رہتا ہے حالانکہ تجھے غم کے علاوہ کچھ نہیں ملا تو اس نے کہا کہ مجھے اللہ نے برداشت سکھائی ہے' میں تم سے بہتر

ہوں۔ جس کو غم ملا اس کو برداشت مل گئی۔ یہ اللہ کے کام ہیں اور ہر کام میں مصلحت ہے۔ اس لیے اللہ کے کام کو دیکھا کرو کہ وہ کیا کر رہا ہے' اپنا رشتہ اس کے ساتھ رکھو ــــــ ایک راز یہ ہے کہ انسانوں کے ساتھ کبھی نہ الجھنا۔ انسان ایک بڑا راز ہے' اس کے ساتھ کبھی جھگڑا نہ کرنا۔ جب اللہ چاہتا ہے تو سب انسان سعید ہو جاتے ہیں جب نہیں چاہتا تو سارے اجنبی ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سے کہیں کہ میں آپ سے ملنے آیا ہوں تو وہ کہے گا کہ میں آپ کو جانتا ہی نہیں۔ پھر کہو کہ میں وہی ہوں جو آپ سے وہاں ملا تھا' آپ نے کارڈ دیا تھا۔ کہتا ہے کارڈ تو میرا ہے مگر معاف کرنا میں نے آپ کو پہچانا نہیں ہے۔ اور جب اچھا وقت آتا ہے تو پھر ڈھونڈ کے اور آ کے ملتے ہیں۔ تو یہ بات ہے۔ بس اللہ جب چاہے۔ اس لیے آپ لوگ خیال کیا کریں۔ ایک گھنٹے کا بلکہ ایک منٹ کا تفکر جو ہے وہ بڑی دور تک لے جاتا ہے۔ اللہ کو بڑی سمجھ کے ساتھ پہچاننا کہ بیج جو ہے وہ مٹی میں کیسے پل گیا' مٹی کے اندر رنگ کہاں سے آ گئے' بے رنگ پانی ہے' بے رنگ بیج ہے' بے رنگ مٹی ہے' پھر رنگ کس طرح آ گیا' رنگساز کہاں سے آ گیا ــــــ پانی کی بھی عجب بات ہے' پتوں میں جاتا ہے تو سبز ہو جاتا ہے' پھول میں جاتا ہے تو سرخ ہو جاتا ہے۔ یہ پانی کیا کر رہا ہے؟ کیا تماشے کر رہا ہے یہ پانی؟ جب آپ لقمہ کھاتے ہیں تو جب یہ لقمہ آنکھوں میں جاتا ہے تو نور بن جاتا ہے' بینائی بن جاتا ہے اور خیال میں جاتا ہے تو دماغ بن جاتا ہے۔ آخر لقمے میں کیا ہے' لقمے میں کرشمے کہاں سے آ گئے' کبھی یہ توانائی بن جاتا ہے اور کبھی رعنائی بن جاتا ہے' لقمہ ہے کہ کیا ہے! کھائی بھنڈی ہے اور چمک آنکھوں

میں آ گئی ہے۔تو بھنڈی میں بڑے کرشمے ہیں۔اس بات کو پکا نوکہ یہ کیا ہے۔ آنکھوں میں چمک کہاں سے آ گئی' خیال میں رعنائی کہاں سے آ گئی' چہرہ کہاں سے خوشگوار ہو گیا_____ تو یہ بات کہ لتھے میں کرشمے کہاں سے آ گئے' بیج میں رعنائیاں کہاں سے آ گئیں' ان باتوں پہ غور کیا کرو_____ مچھلی پیدا ہوتے ہی تیرنے کیسے لگ گئی ہے' اس کو کس نے ٹریننگ دی' کون تیراتا ہے_____ یہ خود ہی تیرتی ہے۔ پرندہ اُڑتا ہے۔ وہ ہوا میں اُڑنے لگ گیا' نہ کوئی ٹریننگ نہ کوئی پیراشوٹ۔ وہ تو پرندہ ہے۔ اس کا نام ہی پرندہ ہے۔ یہ عجب بات ہے کہ پرندے کا بچہ پرندہ ہی ہوگا' مچھلی کا بچہ مچھلی ہوگا۔انسان کا بیٹا انسان ہی ہوگا۔کوئی انسان ایسا نہیں ہوگا جس نے یہ کہا ہو کہ میں نے تھوڑی Amendment کی ہے' ایک آنکھ آگے' ایک پیچھے ہونی چاہیے_____ یہ Amendment نہیں ہوگی۔ وہ جوں کا توں' ویسے کا ویسے ہوگا۔اس پہ غور کیا کرو' ہر انسان دوسرے انسان جیسا ہے۔اس کی آنکھ میں بھی آنسو اور اس کی آنکھ میں بھی آنسو' وہ بھی کھاتا تھا' یہ بھی کھاتا ہے' وہ بھی دیکھتا تھا' یہ بھی دیکھتا ہے' اس کے ناک بھی تھا اور کان بھی تھے۔ ہر انسان ہر دوسرے انسان کے برابر ہے اور کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے برابر نہیں ہے' کوئی چہرہ اس کائنات میں کبھی Repeat نہیں ہوا۔ذرا ایک منٹ لگا کے یہ سوچ لو۔نہ آپ کسی کے برابر ہیں اور نہ کوئی آپ کے برابر ہے۔تو یہ راز ہے۔تو یہ ایک منٹ کا جو تفکر ہے یہ عبادت سے بہتر ہے۔اس لیے ان باتوں پہ غور کیا کرو کہ یہ سب کیا ہے' یہ جلوے اس کے ہیں' یہ کہاں سے ہیں' وہ کیسے کیسے جلوہ کرتا ہے۔

اے خالقِ کونین تیرے کام عجب ہیں
دیتا ہے کبھی اور کبھی مانگ رہا ہے

کہتا ہے میں مالک ہوں' میں رزق کا مالک ہوں' رزق عطا کرتا ہوں۔ انسان کہتا ہے کہ مان لیا کہ تو رزق دیتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دو' قرض حسنہ۔ یوں کبھی وہ مانگنے لگ جاتا ہے اور اڑھائی فی صد لے لیتا ہے۔ بندہ کہتا ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے' آپ ہی نے تو سب کچھ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ بات تمہیں سمجھ نہیں آئے گی' بس اڑھائی فی صد دے دو۔ تو وہ دیتا ہے اور پھر مانگتا ہے۔ ہے وہ مالک۔ اور وہ مجبور بھی نہیں کرتا حالانکہ طاقت رکھتا ہے۔ طاقت کی موجودگی میں مجبور نہ کرنا یہ اللہ کا ہی کام ہے۔ اللہ ہو کر انسانوں کو باغی ہونے دینا' یہ اس کا کام ہے۔ اگر آپ کا نوکر کہنا نہ مانے تو دوسرے دن ہی اسے نوکری سے برخواست کر دیں گے۔ تو آپ کے گھر میں جو آپ کا کہنا نہ مانے آپ اس کو اس کے گھر پہنچا دیں گے۔ آپ بندہ ہو کر خدا کا کہا نہیں مانتے لیکن وہ کہتا ہے کہ کھانا تو کھاتے جاؤ تو وہ اسے مال دیتا رہتا ہے۔ اس پہ غور کیا کرو۔ یہ کائنات غور کے لیے ہے' فکر کے لیے ہے' دن کو غور کرو تو اور چیز سمجھ آئے گی' رات کو غور کرو تو اور چیز سمجھ آئے گی' غور کا مقام ہے دو بجے سے لے کر چار بجے تک' صبح صادق سے پہلے بلکہ صبح کاذب سے بھی پہلے۔ غور کرنے کا مقام تب ہے جب پوری کائنات آپ کے ساتھ تنہائی میں ہوتی ہے ۔

اس وقت یا تو رات ہے یا حق کی ذات ہے

صاحبانِ غور کا وہ وقت ہے۔ باقی جو صاحبانِ معاش ہیں وہ دن کے

وقت اُٹھتے ہیں' دوکان' گاہک' اللہ سب کا مالک ہے' دیکھا جائے گا۔ اللہ نے کہا ہے کہ دن تلاش معاش کے لیے ہے اور رات پردہ ہے۔ پردے کے ٹائم میں غور کیا کرو۔ غور کا لمحہ بڑا قیمتی ہوتا ہے'۔۔۔۔

آخر میں سب کے لیے دعا ہے۔۔۔۔

امین برحمتک یا ارحم الراحمین

❁

[ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین]

توبہ

اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔

جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔

گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔

توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif org

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.saifulwasif.org

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿و اصف علی و اصفؔ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقرب پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جانے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifalwasif.org

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف ـــــــــ حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھرولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(تذکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)

17	گنگلو۔4	(سوال جواب)
18	گنگلو۔5	(سوال جواب)
19	گنگلو۔6	(سوال جواب)
20	گنگلو۔7	(سوال جواب)
21	گنگلو۔8	(سوال جواب)
22	گنگلو۔9	(سوال جواب)
23	گنگلو۔10	(سوال جواب)
24	گنگلو۔11	(سوال جواب)
25	گنگلو۔12	(سوال جواب)
26	گنگلو۔13	(سوال جواب)
27	گنگلو۔14	(سوال جواب)
28	گنگلو۔15	(سوال جواب)
29	گنگلو۔16	(سوال جواب)
30	گنگلو۔17	(سوال جواب)
31	گنگلو۔18	(سوال جواب)
32	گنگلو۔19	(سوال جواب)
33	گنگلو۔20	(سوال جواب)
34	گنگلو۔21	(سوال جواب)
35	ذکرِ حبیبؐ	

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن۔لاہور

http://www.wasifaliwasif.org

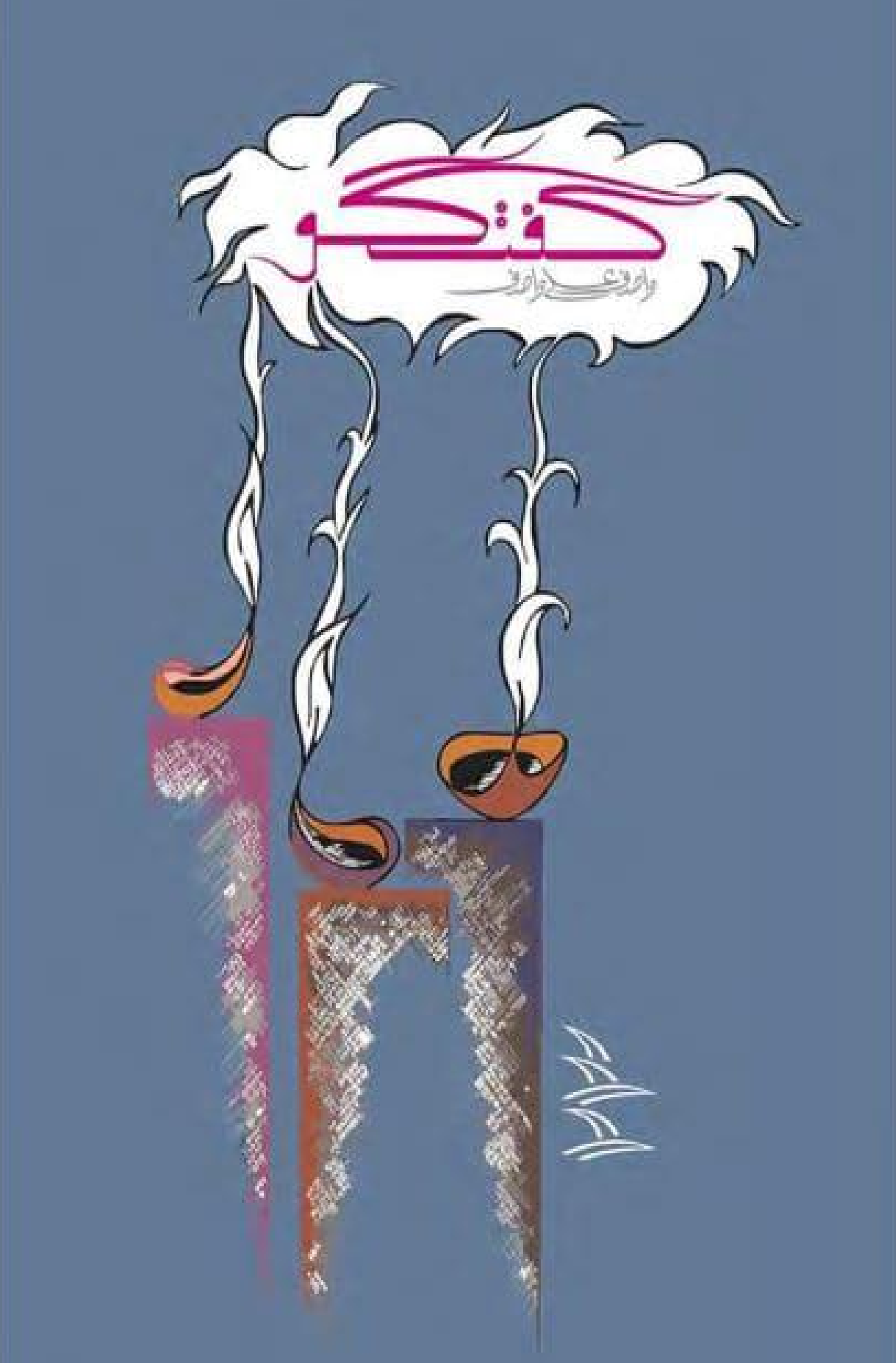

واصف علی واصف

گفتگو 23

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو-23
مصنف	واصف علی واصف
سال اشاعت	2008ء
قیمت	RS 300 روپے

﴿ناشر﴾

کاشف پبلی کیشنز

A-301، جوہر ٹاؤن

لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینۂ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

راہِ فراق میں بھی رفیقِ سفر رہا
زخمِ جگر نے کام کیا ہے طبیب کا

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

ہماری موجودہ تعلیم سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے انسان اپنی معاشی اور سماجی زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ یہ تعلیم سائنس اور آرٹس کے علاوہ مختلف ضابطوں پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ انسان کی ظاہری زندگی اور اس کی ظاہری حالت کو سنوارنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ پھر رہ جاتا ہے اس کا باطنی نظام۔ یہ نظام ایک فرد کے باطن سے لے کر ایک گروہ یا قوم کے باطن کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ باطن کو نکھارنے اور سجانے کا علم اللہ تعالیٰ اپنے خاص نفوس کو عطا فرماتا ہے جو ہر دَور میں لوگوں کی باطنی مشکل حل کرنے کے لیے نامزد کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعے اس موجودہ دور میں پیدا ہونے والی پیچیدگی کو دور کر کے باطنی زندگی کا بیڑا رواں دواں رکھیں۔ یوں ٹوٹل لائف کو ٹوٹل ریلیف ملتا رہتا ہے۔ قبلہ واصف صاحبؒ کا زمانہ جب شروع ہوا تو فرد ظاہری اور باطنی دونوں طرح کے مسائل میں جکڑا ہوا تھا۔ ظاہری علم کی فراوانی، مال کی فراوانی اور طرح طرح کے افکار کی فراوانی نے اس کے باطن کو پیچیدگی سے دوچار کر دیا۔ اس گھڑی انہوں نے فرد اور اجتماع

سے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا جس سے وہ Healing کا کام لیتے تھے۔ وہ زیادہ تر اپنی توجہ ایک فرد کے ذاتی اور اندرونی مسئلے کے حل کے لیے مرکوز رکھتے تا کہ اُسے ان ہر زہ جاں سے چھٹکارا حاصل ہو۔ اپنی گفتگو کے اس سلسلے کو وہ تقریر' مقالہ' خطاب اور خطبہ کے میڈیم کے ذریعے آگے بڑھاتے رہے۔ مگر آہستہ آہستہ اس گفتگو نے ایک شخص سے انفرادی گفتگو اور پھر اشخاص سے محفل کے بیان کی گفتگو کی شکل اختیار کر لی۔ یوں وہ محفلیں تواتر سے ہونے لگیں جن میں وہ ان لوگوں کے باطنی مسائل سے مخاطب ہوتے۔ گفتگو کا یہ وہ فن تھا کہ اس زمانے میں جس کے وہ خود ہی بانی تھے اور خود ہی اس میں منفرد بھی تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن یہ ایک Trend setter بن جائے گی۔ ان کی اس گفتگو کے الفاظ کو کاغذ پر منتقل کرنا شروع کیا گیا تو بعد میں آنے والے لوگوں نے اسے اپنے لیے ویسے ہی شفا کا ذریعہ سمجھا جس طرح کہ اُس دور کے موجود اصحاب کا احساس اور تاثر تھا۔ اس تاثیر کی حامل بائیس جلدیں آپ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہیں اور اب تیئسویں جلد آپ کے لیے حاضر ہے اس امید اور یقین کے ساتھ کہ یہ جلد بھی آپ اپنا تعارف ثابت ہوگی_____

فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	کوئی چیز آتی بھی ہو مگر اس کے بارے میں زیادہ جاننا چاہتے ہوں۔ تو سوال کیا ہونا چاہیے؟	21
2	اب تک میں نے جو سوال کیے ہیں وہ زندگی کے ظاہری سفر کے بارے میں نہیں بلکہ باطنی سفر کے بارے میں تھے۔	22
3	تعلق میں کوئی شرط نہیں ہے۔	29
4	ہم ان کو کیا جواب دیں جو یہ کہتے ہیں کہ تمہارا یہ کیا تعلق ہے کہ تمہیں ڈنڈے پڑ رہے ہیں؟	39

5	پھر یہ تصور کہ اگر ہم بہتر مسلمان ہو جائیں تو ہماری کائنات بدل جائے گی۔	41
6	میں تو آج تک یہی چاہتا رہا کہ مسلمانوں میں عمل کی روح پیدا ہو جائے۔	41
7	ہمیں تو وہی چاہیے کہ ساری دنیا پہ ہم چھا جائیں اور فتح کر لیں۔	43
8	جب ہمارے ذہن میں قوت کا تصور آتا ہے تو اس کے ساتھ فتح اور تسخیر کا خیال آتا ہے۔ مسلمانوں میں اگر یہ قوت پیدا ہو جائے تو یہ ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔	44
9	یہ جو چوری ہو رہی ہے وہ اسلام کے نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہی ہے۔	45
10	میں گروہ کی نہیں بلکہ سسٹم کی بات کر رہا ہوں۔	46
11	مسلمانوں کو شرک سے منع کیا گیا ہے۔ کون سی باتیں ہیں جو شرک کے دائرے میں آتی ہیں؟	48
12	یہ جو کہتے ہیں کہ اگر سفر پہ جا رہے ہوں اور آگے سے کالی بلی آ جائے تو رُک جائیں تو اس میں کیا صداقت ہے۔	52

13 آنکھ پھڑکنے کو بھی لوگ کہتے ہیں کہ اگر دائیں آنکھ پھڑکے تو اچھی بات ہوتی ہے اور بائیں آنکھ پھڑکے تو بُری بات ہوتی ہے۔ 54

14 آپ نے فرمایا ہے کہ راحت ہو یا ابتلا ہو اس میں تعلق قائم رہنا چاہیے۔ جب ہمارے کسی پیارے پر ابتلا ہو تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔ 54

15 میں نے اللہ سے تعلق کی بات کی ہے۔ 55

16 عام زندگی میں کسی کو تکلیف کے وقت ہم کیا کہا کریں۔ 60

17 یہ جس Unconditional تعلق کا آپ نے ذکر کیا ہے' کیا اس کے لیے کوئی کوشش ہو سکتی ہے یا یہ صرف اللہ کی دَین ہے؟ 62

18 بعض اوقات تمام کوشش کے باوجود ایک قدم بھی تعلق کی طرف جا نہیں پاتا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے اور اس مقصد کی طرف پیش رفت ہو جاتی ہے۔ پھر احساس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور رضا پر منحصر ہے اور جدوجہد یا ہماری کوشش ایک نیت کی حد تک ہے اور آگے اس میں دم نہیں _____؟ 63

19	اس دنیا کے مسائل کو سمجھنے کے لیے' اس کی طرف سے انسانی کوششیں' یہ نئی نئی ایجادات' سماجی مسائل کا حل ڈھونڈنا' بیماریوں کا علاج ڈھونڈنا۔ اگر انسان کا رویہ یہ ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہترین ہے اور ہم نے کچھ نہیں کرنا تو پھر انسان کے ذمے کیا کام رہ گیا؟	76
20	گلہ چھوڑ دیتا ہوں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے؟	78
21	میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں دنیا میں حاصل کرنے کی بجائے اس کو کچھ Contribute کر جاؤں۔	82
22	درود شریف کا کیسے اہتمام کریں؟	88
23	یہ جو تیمم ہے کیا یہ نیت کا وضو ہے؟	89

﴿2﴾

1	دل کی اصلاح کے بارے میں کچھ فرمائیں۔	97

﴿3﴾

1	میرا مسلک مجھے بہت ہی پیارا ہے' آپ اس پہ کوئی روشنی ڈالیں تا کہ مجھے کچھ سمجھ آ جائے۔	113

﴿4﴾

1	برداشت کیا ہوتی ہے اور یہ کہ صبر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟	145
2	برداشت کو کہاں کہاں Exercise کرنا چاہیے؟ یہ کہاں کہاں جائز ہے؟	145
3	Patience کا مطلب کیا ہے؟	145
4	غصّے کے بارے میں کچھ بتا دیں تا کہ یہ واضح ہو جائے۔	146
5	کچھ لوگ صرف Reality کے اندر زندگی گزارتے ہیں اور کچھ صرف آئیڈیل کے مطابق۔ ان دونوں میں کس طرح بیلنس ہونا چاہیے؟	146
6	اگر کوئی بھوکا کہے کہ مجھے کھانا نہیں ملا تو اس کے لیے زکوٰۃ، خیرات اور صدقات سب صحیح ہیں۔ مگر ہم یہ جو عبادت کرتے ہیں اس کو فرض کیوں قرار دیا گیا؟ یہ سمجھ نہیں آئی۔	146
7	صبر اور برداشت کیا ہے؟	168

8 صبر اور شکر کے مقام پر دوسروں کے سامنے مسلسل آنسو بہاتے جانا کہاں تک ٹھیک ہے؟ 171

9 زندگی کے اس سفر میں صبر کے ساتھ مایوسی بھی آجاتی ہے۔ پھر کیا کریں؟ 173

10 سکونِ قلب کے بارے میں فرمائیں۔ 185

11 کوئی خاص بات فرمادیں۔ 199

﴿5﴾

1 دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ٹھیک ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس جاتے ہیں تو پھر ویسے ہوجاتے ہیں۔ 209

2 دل کی اصلاح کے لیے کیا کریں؟ 209

3 پہلے پارے میں جن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ کن لوگوں کے بارے میں ہے؟ 211

4 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ لوگ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے؟ 213

5 جب کوئی تاویل دیتا ہے تو ہمارا ایمان کمزور ہونے لگتا ہے؟ 224

6 سر! نئی پود کے ساتھ ہم کیسے بات کریں؟ 235

1 کوئی چیز آتی بھی ہو مگر اس کے بارے میں زیادہ جاننا چاہتے ہوں۔ تو سوال کیا ہونا چاہیے؟

2 اب تک میں نے جو سوال کیے ہیں وہ زندگی کے ظاہری سفر کے بارے میں نہیں بلکہ باطنی سفر کے بارے میں تھے۔

3 تعلق میں کوئی شرط نہیں ہے۔

4 ہم ان کو کیا جواب دیں جو یہ کہتے ہیں کہ تمہارا یہ کیا تعلق ہے کہ تمہیں ڈنڈے پڑ رہے ہیں؟

5 پھر یہ تصور کہ اگر ہم بہتر مسلمان ہو جائیں تو ہماری کائنات بدل جائے گی۔

6 میں تو آج تک یہی چاہتا رہا کہ مسلمانوں میں عمل کی روح پیدا ہو جائے۔

7 ہمیں تو وہی چاہیے کہ ساری دنیا پہ ہم چھا جائیں اور فتح کر لیں۔

8 جب ہمارے ذہن میں قوت کا تصور آتا ہے تو اس کے ساتھ فتح اور تسخیر کا خیال آتا ہے۔ مسلمانوں میں اگر یہ قوت پیدا ہو جائے تو یہ

ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

9 یہ جو چوری ہو رہی ہے وہ اسلام کے نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہی ہے۔

10 میں گروہ کی نہیں بلکہ سسٹم کی بات کر رہا ہوں۔

11 مسلمانوں کو شرک سے منع کیا گیا ہے۔ کون سی باتیں ہیں جو شرک کے دائرے میں آتی ہیں؟

12 یہ جو کہتے ہیں کہ اگر سفر پہ جا رہے ہوں اور آگے سے کالی بلی آ جائے تو رُک جائیں تو اس میں کیا صداقت ہے۔

13 آنکھ پھڑکنے کو بھی لوگ کہتے ہیں کہ اگر دائیں آنکھ پھڑکے تو اچھی بات ہوتی ہے اور بائیں آنکھ پھڑکے تو بُری بات ہوتی ہے۔

14 آپ نے فرمایا ہے کہ راحت ہو یا ابتلا ہو اس میں تعلق قائم رہنا چاہیے۔ جب ہمارے کسی پیارے پر ابتلا ہو تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔

15 میں نے اللہ سے تعلق کی بات کی ہے۔

16 عام زندگی میں کسی کو تکلیف کے وقت ہم کیا کہا کریں۔

17 یہ جس Unconditional تعلق کا آپ نے ذکر کیا ہے، کیا اس کے لیے کوئی کوشش ہو سکتی ہے یا یہ صرف اللہ کی دَین ہے؟

18 بعض اوقات تمام کوشش کے باوجود ایک قدم بھی تعلق کی طرف جا نہیں پاتا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے اور اس

مقصد کی طرف پیش رفت ہو جاتی ہے۔ پھر احساس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور رضا پر منحصر ہے اور جدو جہد یا ہماری کوشش ایک نیت کی حد تک ہے اور آگے اس میں دم نہیں _____؟

19 اس دنیا کے مسائل کو سمجھنے کے لیے اس کی طرف سے انسانی کوششیں، یہ نئی نئی ایجادات، سماجی مسائل کا حل ڈھونڈنا، بیماریوں کا علاج ڈھونڈنا۔ اگر انسان کا رویہ یہ ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہترین ہے اور ہم نے کچھ نہیں کرنا تو پھر انسان کے ذمے کیا کام رہ گیا؟

20 گلہ چھوڑ دیتا ہوں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے؟

21 میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں دنیا میں حاصل کرنے کی بجائے اس کو کچھ Contribute کر جاؤں۔

22 درود شریف کا کیسے اہتمام کریں؟

23 یہ جو تیمم ہے کیا یہ نیت کا وضو ہے؟



آپ سوال کریں لیکن یہ پتہ ہو کہ سوال کرنے والے کو کس چیز کا سوال کرنا چاہیے۔ تو سوال کیا ہونا چاہیے؟

سوال:

کوئی چیز آتی بھی ہو مگر اس کے بارے میں زیادہ جاننا چاہتے ہوں۔

جواب:

یہ تو ہم نے کبھی بھی نہیں کہا۔ ہم نے کیا کہا تھا؟ کہ کسی چیز میں آپ کو ذاتی طور پر کہیں دقت محسوس ہو رہی ہو کوئی چیز آپ کو Sufficient نہ لگ رہی ہو آپ کے خیال کے سفر میں کوئی رکاوٹ ہو رہی ہو تو اس کا سوال کر لو۔

سوال:

میں نے اپنے لیے نہیں کہا بلکہ ڈاکٹر غزالہ موسیٰ کے لیے کہا ہے۔

جواب:

آپ اپنے Behalf پہ بول لیں۔

سوال:

میرا تو کوئی سوال نہیں ہے۔

جواب:

آپ اپنے لیے کچھ اور رکھتے ہیں اور دوسروں کے لیے کچھ اور رکھتے ہیں۔ یہ تو نہیں ہونا چاہیے۔ ویسے آپ کے سوال کیا تھے' آپ کن چیزوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

سوال:

اب تک میں نے جو سوال کیے ہیں وہ زندگی کے ظاہری سفر کے بارے میں نہیں بلکہ باطنی سفر کے بارے میں تھے۔

جواب:

میں نے یہ بتایا تھا کہ وہ علم جس کے بارے میں آپ کو Sufficient محسوس نہ ہو وہاں پر آپ سوال کر سکتے ہیں۔ جس علم میں آپ کو مکمل ہونا محسوس ہو رہا ہو تو کہیں Comparative estimate کے لیے آپ سوال نہ کرنا۔ میں پہلے دن کی بات پھر دہراتا ہوں کہ سوال کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیے اور جواب ماننے کا ایسا حوصلہ ہونا چاہیے کہ آپ کی Previous معلومات کے علاوہ اگر کوئی جواب آجائے تو آپ میں اپنی معلومات ترک کرنے کی ہمت ہونی چاہیے۔ آپ کو یہ بات یاد آئی ہے؟ آپ

بتائیں کہ میں نے دوبارہ اب کیا کہا ہے؟

سوال:

سوال کرنے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔

جواب:

سوال کیا ہونا چاہیے؟

سوال:

اگر کہیں کمی محسوس ہو رہی ہو تو سوال کرنا چاہیے۔

جواب:

ٹھیک ہے۔ کہ کمی محسوس ہو رہی ہے اور جہاں سے آپ نے کمی دور کروانے کا فیصلہ کیا تو وہ جو بات بتائے اس کو تسلیم کریں اور اس کے ساتھ آپ کا دوسرا علم بحث میں نہ آئے۔ یہ اس لیے کہ بحث نہ ہو کیونکہ کتابیں v/s کتابیں چل رہی ہیں' لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ اور یہی تو ٹریجڈی ہے ہمارے ہاں کہ ایک کتاب لکھی جاتی ہے اور اس کے جواب میں ایک اور کتاب۔ ایک سلسلہ بنتا ہے اور پھر ایک اور سلسلہ۔ ان دو سلسلوں کے درمیان ایک تیسرا سلسلہ آ جاتا ہے۔ بس سلسلہ در سلسلہ۔ سب سے اچھے بزرگ داتا صاحبؒ تھے کہ انہوں نے سلسلہ نہیں چلایا۔ انہوں نے طریقت کا سلسلہ آگے نہیں چلایا ورنہ تمام بزرگوں نے طریقت کے سلسلے چلا دیئے۔

یہ ایک بڑی خاص بات ہے۔

اب میں بات شروع کرنے سے پہلے دوبارہ بتا دوں۔ ایسا سوال کرو جو واقعی آپ کا سوال ہو، جس سوال کے جواب سے آپ کی اشکال کو دور ہونے کا موقع ملے۔ یہ ہوتا ہے سوال۔ اب آپ سوال کریں۔

سوال:

شام سے ہی ایک ہی سوال آ رہا تھا۔ مجھے عصمت کا پتہ چلا کہ وہ آ رہی ہیں۔ سوال یہ آیا کہ یہ ایکسیڈنٹ ہوا کیوں؟

جواب:

یہ ایکسیڈنٹ نہ ہونے کا آپ کے پاس جواز کیا ہے؟ اس کا استحقاق کیا ہے؟

سوال:

بس ایسے ہی ذہن میں یہ سوال آ گیا تھا۔

جواب:

کیا یہ اپنے ساتھ آپ مقابلہ کر رہے ہیں کہ آپ کے ساتھ یہ کیوں نہیں ہوا۔

سوال:

نہیں۔ صرف ان کی بات ہے۔

جواب:

ایک تو آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے ساتھ ہوا ہے اور ہمارے ساتھ کیوں نہیں ہوا۔ یا پھر آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ کسی بزرگ کے ساتھ زندگی میں کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا۔ کیا یہ کہہ رہے ہیں کہ کسی پیغمبر پہ ابتلا نہیں آئی۔

سوال:

یہ سب کچھ نہیں سوچا تھا' صرف ایک سوال اس شکل میں آیا تھا۔

جواب:

آپ کو چاہیے کہ سوال پورا کریں کہ کیا مفہوم ہے۔ ایکسیڈنٹ تو یہ ہوسکتا ہے کہ بریک فیل ہو جائے' کار کے حوالے سے کوئی واقعہ ہو جائے' جیپ کے حوالے سے واقعہ ہو جائے۔ دو چیزیں ٹکرا جانے کا نام ایکسیڈنٹ ہے۔ آپ کس چیز کا پوچھ رہے ہیں؟ سوال کی وضاحت کریں کہ کیا کہہ رہے ہیں۔

سوال:

مجھے عصمت کا خیال آتے ہی سوال آیا کہ ان کے ساتھ کیوں ایسا ہوا؟

جواب:

کیا یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے ساتھ نہ ہوتا اور میرے ساتھ ہو جاتا۔

سوال:

کسی کے ساتھ بھی نہ ہو۔

جواب:

کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کے ساتھ بھی نہ ہو اور کسی اور کے ساتھ بھی نہیں؟

سوال:

جی یہی کہا ہے۔

جواب:

کیا دنیا میں ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں؟

سوال:

ہوتے تو ہیں _____

جواب:

اب اس کا استحقاق بتائیں جس کے بارے میں آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کے ساتھ یہ نہ ہو۔

سوال:

یہ چونکہ اپنے ہیں، ہم خیال ہیں، اس لیے ان کے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہیے۔

جواب:

آپ کا خیال ہے کہ جو اپنے ہیں ان کے ساتھ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیا آپ کے بزرگوں کے ساتھ یہ ہوا؟ ضرور ہوا۔ کیا پیغمبروں کو صلیب کا مقام ہوا؟ کیا نہیں ہوا؟ اتنی باتیں جاننے کے بعد آپ خود کو اس کے حوالے تو کرتے ہیں مگر اس حوالے کرنے میں اپنا طریقہ استعمال میں رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یارب العالمین! ہم بالکل تیرے حوالے ہیں بشرطیکہ ہمیں آرام سے رکھ۔ اس کے حوالے کرنے کا یہ طریقہ تو آج ہم نے پہلی دفعہ سُنا ہے یعنی کہ ہم تو آپ کا کہنا مانتے ہیں مگر ہمیں آرام سے رکھنا۔ جب آپ نے وجود کو اس کے حوالے کر دیا تو اس کے کام پر تبصرہ' اس کے عمل میں رخنہ ڈالنا تو کسی تسلیم میں شامل نہیں ہے۔ اس سے پہلے کہ آپ کے لیے استغفار بتائی جائے ایک بات پھر کہہ رہا ہوں کہ اگر وجود کو دِقت محسوس ہو یا وجود کو دِقت میں مبتلا کیا جائے تو اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ آپ کسی کے دل سے دُور ہو گئے۔ وجود کا ابتلا میں سے جو گزارنا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربوں کو بھی گزارا۔ مقرب بھی اس میں سے گزرے ہیں۔ بلکہ مقرب کا سب سے بڑا مرتبہ ہی شہید ہے۔ پھر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس کو کیوں شہید کر دیا گیا۔ مدعا یہ ہے کہ یہ جو ابتلا ہے اس کا ایک آسان سا نسخہ میں نے پہلے دن ہی آپ کو بتایا تھا کہ بیماری' ابتلا' حادثہ یا جو بھی واقعات ہوں' اپنوں

کو اور اپنا بنانے کے لیے ہوتے ہیں' اور بیگانوں کو اور بیگانہ بنانے کے لیے ہوتے ہیں۔ اگر کسی کو آج کوئی پرابلم Allocate ہوگئی تو جو اپنا ہے وہ تکلیف میں اور اپنا ہو جاتا ہے اور جو بیگانہ ہے وہ اور بیگانہ ہو جاتا ہے۔ تکلیف جو ہے وہ Relation کو اور Expedite کر دیتی ہے۔ تکلیف بھی اور راحت بھی' دونوں یہی کرتے ہیں۔ احسان بھی یہی کرتا ہے کہ وہ غیر کو اور غیر بناتا ہے اور اپنے کو اور اپنا بنا دیتا ہے۔ بڑے خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو احسان کے ذریعے اس کے اور قریب آ جاتے ہیں' مصیبت کے ذریعے بھی اور قریب آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربوں کو ستم اور کرم دونوں طریقوں سے اپنے پاس بلایا۔ اس نے اپنوں کو دونوں طریقوں سے یعنی ستم اور کرم سے اپنا بنایا اور غیر کو اسی طریقے سے غیر بنایا یعنی ستم اور کرم سے۔ اس نے بادشاہی دے دی اور فرعون بنا دیا' تکلیف دے دی اور مزید کافر بنا دیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ تعلق والا انسان جو ہے وہ اپنے تعلق کو ستم اور کرم کے حوالے سے کبھی نہیں ماپتا۔ تعلق جو ہے یہ صرف تعلق کی وجہ سے ماپا جاتا ہے۔ تعلق میں نہ غریب ہونے کی شرائط ہیں اور نہ شرائط ہیں امیر ہونے کی' نہ کام ہونے کی شرط ہے اور نہ کام رُک جانے کا اندیشہ ہے۔ تعلق صرف تعلق ہے کہ وہ اسے قبول کر لے' ورنہ شرط کوئی نہیں ہے۔ یہ پہلے دن کے سبق کی ابتدا ہے اور آپ کو میری بات سمجھ نہیں آئی۔ تعلق میں کوئی شرط نہیں ہے۔ کیا

بات سمجھ آئی ہے؟

سوال:

یہ کہ تعلق میں کوئی شرط نہیں ہے۔

جواب:

تعلق میں یہ بات ہے کہ تعلق جو ہے یہ قبول کرنے کا نام ہے' حالات اور واقعات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ کرم ہوگا تو تعلق بڑھ جائے گا اور ستم کریں گے تو تعلق کم ہو جائے گا تو یہ تو عام دنیادار کا Bargain ہے۔ متعلقین کے ساتھ یہ کبھی نہیں ہوا۔ اگر یہ بات ہوتی تو کوئی غریب آدمی آج تک مومن نہ ہوتا' تکلیف والا کوئی انسان اللہ کے قریب نہ ہوتا اور اللہ کے قریب وہی ہوتے جو اس وقت اللہ کے غیر ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام تو بڑے دانا تھے' پھر انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ اس سے ٹکر لیتے یعنی فرعون سے کیونکہ بادشاہی تو اس کے پاس تھی۔ یہ سوال ان لوگوں نے اکثر کیا جن لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ عمر گزاری اور اسلام قبول نہ کیا۔ ان کے اندر اس سوال کا اندیشہ پیدا ہوا۔ انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ اگر اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق ہے تو پھر یہ ابتلا کیوں آئی ہے۔ یعنی کہ کسی غزوہ میں شکست بھی ہوئی تو وہاں اللہ بھی ساتھ ہے' اللہ کے فرشتے بھی ساتھ ہیں' اللہ کے حبیب ﷺ بھی موجود ہیں تو جنگ میں شکست کیسے ہو سکتی ہے؟ یہی تو

بات ہے کہ شکست ہو یا فتح ہو' پیغمبر جو ہے وہ پیغمبر ہی ہے۔ اگر صلح حدیبیہ میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا جائے یا ''محمد ابن عبداللہ'' لکھا جائے' جو مرضی لکھا جائے' مسلمان کا تعلق ہی تعلق ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ تعلق کو آسانی کے حوالے سے Translate کرنا جو ہے یہ تعلق کا فاؤل ہے۔ آپ نے اگر تعلق کو Commit کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے تعلق رکھتے ہیں تو پھر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم پر یہ عذاب کیسے آ گیا' یہ تکلیف کیسے آ گئی۔ اگر تعلق رکھتے ہیں اور آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں تو تعلق والے کے ساتھ آشوبِ چشم بھی اللہ کی مہربانی ہوتی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ایک چیز تعلق والے کی دشمن ہے اور وہ ہے دینے والے کی دَین پر تنقید' عطا کرنے والے کی عطا پر یعنی اگر وہ سنگ برسائے تو سنگ پر تنقید کرنا اور پھول برسائے تو پھول پر تنقید کرنا۔ یہ تنقید کرنا ہی تعلق کا فاؤل ہے _____ اب آپ کو میری بات سمجھ آئی؟

سوال:

بہت سمجھ آئی ہے۔

جواب:

لیکن مجھے اندیشہ پیدا ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ آپ سمجھ گئے ہیں لیکن اب پتہ چلا کہ سمجھ نہیں آئی۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ تعلق والا اُس پر سب

چھوڑ دے۔ بزرگ اس بارے میں یہ بتاتے تھے کہ جس طرح میت غسال کے ہاتھ میں ہو آپ اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دو۔ تو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے اس طرح کر دو کہ وہ چاہے ہنسائے چاہے رُلائے' جس حال میں رکھے اور آپ کا کام یہ ہے کہ ہر حال میں اس کے ساتھ راضی برضا رہیں۔ جو راضی برضا ہے وہ تنقید نہیں کرتا۔ ورنہ تو مسلمانوں کا اس زمانے میں اور ہی حال ہے۔ راضی رہنا یہ ہے کہ ایسی بات کو قبول کر لینا جسے قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہو۔ اگر قبول کرنے والی بات ہو تو وہ تو کافر بھی قبول کر لے گا۔ تو وہ فیصلے جو آپ کی سمجھ سے باہر ہیں اور اللہ کے ہیں' انہیں قبول کرنے کی زحمت اور تکلیف اُٹھانے کی ہمت پیدا کرنے کا نام ہے ایمان۔ اگر کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ آپ کا بچہ تو خوبصورت پیدا ہوا ہے لیکن ہمارا بچہ خوبصورت پیدا نہیں ہوا' کیا اس میں میرا کوئی قصور تھا؟ اس میں قصور نہیں ہوتا' اُس کے لیے وہی بچہ ہے اور آپ کے لیے یہ بچہ' یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان کا حُسنِ عمل کیا ہے اور ان میں سے کون بہتر ہے۔ بچے کو بیٹا ہونے کی نسبت سے آپ قبول کریں۔ ورنہ جس طرح آپ کا یہ سوال ہے تو اس کے مطابق کوئی ماں اپنے کمزور انگ کے بیٹے کو قبول نہ کرتی کہ میرا بیٹا کمزور کیسے ہو سکتا ہے۔ جس طرح بیٹے کے ساتھ تعلق ہے تو کمزور انگ کے بیٹے کے ساتھ تعلق بھی قائم رہتا ہے اور یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ کیوں کمزور انگ کا ہے۔ اسی طرح

ماننے والوں میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ ہمارے وجود میں یہ کمزوری کیوں ہے۔ وہ وجود کو جیسے چاہے رکھے۔ ایک بڑے جیّد بزرگ تھے۔ ان کے پاس ان کے کچھ ماننے والے گئے کہ بیٹا بیمار ہے' دعا کریں۔ اُنہوں نے دعا کی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ ایک مرید کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ آپ بھی تو بیمار ہیں' اپنے لیے بھی دعا کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے دعا کی تھی۔ مجھے جواب ملا کہ پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ یہ وجود تمہارا ہے کہ ہمارا ہے۔ جب وجود کو Handover کر دیا جاتا ہے تو پھر اس میں اپنی مرضی کا دخل نہیں دے سکتے۔ پھر اس کو اس کے حال پہ چھوڑ دیا جاتا ہے ورنہ تو آپ سب دانا انسان بیٹھے ہیں' رونے کو کوئی بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ مگر ہر اچھی بات رونے والوں کو نصیب ہوئی ہے' اس بات کے پیچھے آنسو ہیں۔ شعرِ تر کی صورت' مصرعِ تر کی صورت کے پیچھے آنسوؤں کے واقعات ہوتے ہیں۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ ؎

عطار ہو رومی ہو رازی ہو کہ غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی

ایک اور جگہ کہا کہ ؎

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

اگر آپ کو یہ دعا دے دی جائے کہ خدا آپ کو غم سے بچائے تو یہ

بددعا ہوگی۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ جب بعض بزرگ ناراض ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے طاغوت والے لوگوں کو یہ بددعا دیتے ہیں کہ اللہ کرے تیرا کاروبار چل جائے' تیری جان بخشی ہو جائے' تو ہمیشہ خوش رہے _____ تو یہ بددعا کی ایک صورت ہے۔ یہ تعلق کی دنیا کی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اپنی منزلوں پر سرفراز رہے اور اسے وہ واقعہ نصیب نہ ہو جو کہ Gold Leaf Electroscope کا ہوتا ہے۔ یہ فائن احساس' Sensibility کی بات ہے۔ تو لطیف احساس والا جو ہے یہ عام طور پر ہر غم میں غمگین رہتا ہے' ہر واقعہ میں یہ مضطرب رہتا ہے۔ اضطراب سے ہی وہ واقعہ چلتا ہے۔ اور جو بے حس ہے اس نے کھایا' پیا' کِنا جمع مال و عددہ اور پھر رفتارِ زمانہ کے ساتھ رخصت ہو گیا' بعد میں وارثوں کے درمیان Will پر جھگڑا ہو گیا اور وکیل کھڑا ہو گیا۔ تو یہ بے حس کی بات ہے _____

نہ ماننے والوں نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ آپ کے پیغمبر پر ابتلا کیوں ہوئی۔ جب تم مسلمان ہو تو آسودہ کیوں نہیں ہوتے' تم سرفراز کیوں نہیں ہوتے؟' آج بھی باہر کی دنیا آپ سے سوال کر رہی ہے کہ اگر تم سچے مسلمان ہو تو تمہارا یہ حشر کیوں ہے؟ سچا ہونا جو ہے وہ حشر سے بچنے کے لیے نہیں ہے بلکہ سچا ہونا ''تعلق'' کے لیے ہے۔ آپ اپنے تعلق کو محفوظ کریں۔ اس میں حشر کی بات نہیں ہے' یہ نہیں ہے کہ تم امیر ہو جاؤ گے یا غریب ہو جاؤ

گے ــــــــ ''تعلق'' کی ایک الگ دنیا ہے۔ اگر وہ رُلائے تو سمجھو کہ اس سے تعلق بہت اچھا ہے۔ اگر وہ ہنسائے تو سمجھو کہ سرسری طور پر گزار رہا ہے۔ اس لیے مانگنے والوں نے مانگا کہ مجھے کبھی خشک آنکھ نہ عطا کرنا۔ اُس کے پاس سب سے بڑا انعام کیا ہے؟ تَر آنکھ۔ جس کی آنکھ تَر ہو جائے' سمجھو کہ وہ پار ہو گیا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کا ایک نام آنسو ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ قریب کا جلوہ دکھانا چاہتا ہے' اگر مشاہدہ نہ ہو اور صرف اس کا دل رقیق کر دے' آنکھ میں آنسو آ جائے تو آنکھ میں آنسو والا ہمیشہ کے لیے اللہ سے دور ہو سکتا ہی نہیں۔ یہ فیصلہ ہے۔ دور رہنے والے کی آنکھ ٹھنڈی ہو جائے گی' یخ ہو جائے گی' پتھر ہو جائے گی' پتھرا جائے گی۔ دل کا موم ہونا اللہ کا قرب ہے' آنکھ کا جاری ہونا اللہ کا قرب ہے۔ اللہ نے دیکھو کیسی بات کی' ایک جگہ کہا کہ پھر جب میں نے تم پر احسان کیے اور پھر تم لوگ احسان کے ناقدر شناس ہو گئے ثم قست قلوبکم پھر تمہارے دل پتھر ہو گئے فھی کالحجارۃ جیسے کہ یہ پتھر ہوں۔ تو اس طرح سخت ہو گئے۔ اللہ کی یہ Symbolic بات دیکھو' یہ Simili دیکھو'' حالانکہ میرے پتھروں سے بھی نہریں جاری ہیں''۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ Poetic بات کیسے کی۔ پتھر سے نہر کا جاری ہونا گویا کہ سنگ میں اشک باری ہونا ہے۔ یہ تقرب کی دلیل ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تمہارے دل پتھر ہو گئے حالانکہ ہمارے پتھروں میں بھی دل

ہیں۔اس لیے آنکھ کا جاری ہونا نعمت ہے اور نعمت فراموش وہ ہوتا ہے جس کی آنکھ جاری نہ ہو۔ثم قست قلوبکم ۔اللہ کو آپ نے کیا دیکھنا ہے اپنے دل کے موم ہونے کا نام اللہ ہے۔ تیرا دل اگر موم ہے تو سبحان اللہ! اگر تیرے پاس سجدے کی زیادہ خواہش ہے سرنگوں ہونے کا جذبہ ہے تو سبحان اللہ! اگر سجدے میں تجھے آنسو اور آہیں مل جاتے ہیں تو سبحان اللہ!

- Achievement ہوگئی۔اب آپ اور کیا چاہتے ہیں۔اگر اللہ کے تقرب میں خواہشات دنیا یاد رہ گئیں تو پھر تقرب کیا ہوا۔اللہ کے تقرب والا اگر احساسِ وجود میں مبتلا ہے تو وہ ابھی تقرب سے دور ہے۔تقرب ہوتا ہی یہی ہے کہ احساسِ وجود ختم ہو جائے وجود کا احساس نہ رہے۔اگر وجود بظاہر تکلیف میں ہو اور اللہ کا خیال ہو تو تکلیف جو ہے وہ تکلیف نہیں رہے گی ستم جو ہے وہ ستم نہ رہے گا۔اگر یہ ستم اس نے کیا ہے تو یہ کرم ہے۔اگر یہ پتھر اُدھر سے آیا ہے تو آنے دو۔اس لیے اے ماننے والو! اللہ تعالیٰ کو اس کی مہربانیوں اور اس کے فیصلوں کے مطابق مانو اور اپنے آپ کو اس کی ہر بات ماننے والا بناؤ اور اپنی بات منوانے والا بننے کی کوشش نہ کرو۔تو کوشش یہ کرو کہ منوانے والے نہ بنو بلکہ ماننے والے بنو۔ماننے والا کہتا ہے کہ وہ جیسے رکھے جس حال میں رکھے ہم راضی ہیں ــــــــ اب بات واضح ہوگئی؟ کہ ایسا کیوں ہوا؟ کہ ایسا اللہ نے کیا۔اگر اُس نے کیا ہے تو سبحان

اللہ! اچھا کیا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ شرائط نہ ہوں کہ یا اللہ ہم تیری نماز پڑھیں گے' تُو ہمارے لیے یہ کر۔ یہ نہ کہنا کہ اے اللہ ہم تیرا کام کریں گے' تو ہماری حفاظت کرنا۔ اللہ جانے اور اس کا کام جانے۔ شکر کرو کہ اس نے عبادت کی توفیق دی' ٹیڑھا سیدھا نام لینے کی توفیق دے دی۔ اس کی یہی مہربانی کافی ہے کہ اس نے اپنا نام آپ کی زبان پر آنے دیا۔ آپ جس طرح بھی اس کا نام لے رہے ہیں وہ کافی ہے۔ یہ بڑا انعام ہے • کہ نام اس کا اور زبان آپ کی۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے ہونٹوں پر اس کا نام ہے۔ بس یہ کافی ہے۔ ہر تکلیف میں ہم اُسے یاد کرتے ہیں' یہ بہت کافی ہے۔ ہمارے تمام رجوعات اس کی طرف ہیں۔ یہ بہت کافی ہے۔ ہم نے آپ کو مانا اور آپ کے ماننے والوں کو مانا' جو باتیں سمجھ آئیں ان کو مانا اور بہت ساری باتیں سمجھ نہیں آئیں' ان کو بھی مانا۔ تو یہ ماننے کا شرف ہے۔ اگر بات سمجھ آ جائے تو سب مانتے ہیں' اور اگر تکلیف آ جائے تو ماننے والا کہتا ہے کہ اللہ ہم پر مہربان ہے۔ اس سے پوچھا کہ کیا تکلیف کے وقت بھی مہربان ہوتا ہے؟ کہتا ہے ہاں' وہ مہربان ہوتا ہے' ہم نے مان لیا ہے۔ تو یہ بڑی بات ہے کہ سمجھ نہ آئے' پھر بھی مان لینا۔ تو ماننا جو ہے یہ خوش نصیبی کی بات ہے چاہے بظاہر وہ بدنصیبی ہو۔ مثلاً آپ کسی کی یہ بدنصیبی دیکھتے ہیں کہ وہ غریبی میں گزار رہا ہے' غریب الوطنی میں گزار

رہا ہے اور اگر غریبی اور غریب الوطنی میں اللہ ہمراہ ہو جائے تو ہزار بار وطن نثار ہے ____

بس اتنی سی بات ہے۔ آئندہ کے لیے سوال کی احتیاط کرنا۔ اس سوال میں گستاخی کا ایک پہلو نکلتا تھا' ایک تو اللہ پر تنقید ہوگئی' پھر دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ تو یہ چیز نہیں ہوئی' اس لیے یہ شکر کے منافی ہے۔ جو چیز دوسرے کے ساتھ ہوئی ہے وہ اگر آپ کے ساتھ نہیں ہوئی تو دل میں اس کا شکر ادا کرتے کہ یا رب العالمین! تیری مہربانی ہے کیونکہ یہ واقعہ میرے ساتھ بھی ہوسکتا تھا۔ یا پھر اگر آپ اس شخص کے ساتھ آپ بہت دلچسپی رکھتے ہیں تو یہ کہیں کہ یا اللہ آئندہ اگر اس کے لیے کوئی پرابلم ہے تو میرے نام لگا دے۔ میرا خیال ہے یہ کہنا مشکل ہوگا۔ اس کے ساتھ تکلیف کا جو شعبہ ہے کیا آج کے بعد وہ آپ کے نام لگا دیا جائے۔

سوال:

لگا دیں۔

جواب:

آپ کیوں لگانا چاہتے ہیں؟

سوال:

ہم Share کرلیں گے' بانٹ لیں گے۔

جواب:

اوراس کی جوخوش قسمتی آ رہی ہے وہ آپ کونہیں ملے گی۔

سوال:

ٹھیک ہے۔

جواب:

اچھا' سوال یہ تھا کہ ماننے والوں کوتکلیف کیوں آتی ہے۔اس کا ہم نے فیصلہ کرلیا ہے کہ تکلیف آئے یاراحت آئے' ماننے والے کا کام ہے کہ وہ مانتا جائے۔کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جواس زندگی میں آنسوؤں سے نہ گزرا ہو۔کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جس نے اپنے بزرگوں کی موت نہ دیکھی ہو۔کوئی ایسا نہیں ہوگا جس نے اپنے عزیز کو رخصت ہوتے نہ دیکھا ہو۔کوئی ایسا نہیں ہوگا جس کے حالات اور ضرورت کے درمیان فاصلہ نہ رہا ہو۔کوئی ایسا نہیں ہوگا جس کو سماج سے گلہ نہیں ہوگا۔کوئی ایسا نہیں ہوگا جو عزت ملنے کے باوجود اس سے زیادہ اپنا حق سمجھتا ہوگا' جتنا مرتبہ ملا اس سے زیادہ اپنا حق سمجھتا ہوگا۔کوئی ایسا نہیں ہوگا جس نے کہا ہوگا کہ میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں سوائے حضور پاک ﷺ کے' جنھوں نے فرمایا کہ گواہ رہنا' میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں۔وہ واحد ہستی ہیں جنھوں نے فرمادیا کہ میں نے اپنا پیغام دے دیا' تم گواہ رہنا۔ورنہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہوگا جس نے اپنا کام مکمل کر

لیا ہو۔ اگر یہ سارے واقعات نہیں ہیں تو پھر زندگی میں ہے کیا۔ اُتار چڑھاؤ' غریبی امیری' غم دکھ سکھ' یہ تو سب کے ساتھ ہیں۔ ہونا کیا چاہیے؟ تعلق! اگر زندگی ختم ہو رہی ہو تو آپ کی زبان پر اس تعلق کا نام ہو جس تعلق کے لیے آپ نے زندگی وقف کی۔ بس اتنی سی بات ہے۔ آسائشیں اور تکلیف تو چلتے رہتے ہیں۔ یاد رکھنا' اللہ کے تعلق کو کبھی آسائشوں میں Translate نہ کرنا۔ یہ نصیحت ہے میری۔ یہ نہ کہنا کہ میں نے ایک لاکھ مرتبہ درود شریف پڑھا ہے' اب کار چاہیے۔ وہ جو اس نے درود پڑھنے کی توفیق دے دی یہی اس کی مہربانی ہے۔ اس لیے کبھی دنیاوی آسائش کے لیے بات کو استعمال نہ کرنا۔ وہ جو کر رہا ہے اسے کرنے دو۔ فاختہ کو شاہین نے کیوں مارا' اللہ جانے اور اس کا کام جانے۔ اللہ کے کاموں میں دخل نہ دینا_____

اب آپ سوال کریں۔ بسم اللہ_____ اپنے Behalf پر یا دوسروں کے Behalf پر_____ اشفاق صاحب بولیں!

سوال:

ہم ان کو کیا جواب دیں جو یہ کہتے ہیں کہ تمہارا یہ کیا تعلق ہے کہ تمہیں ڈنڈے پڑ رہے ہیں؟

جواب:

جب آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کریم نے اس سوال کا جواب نہیں دیا تو

آپ کیوں جواب دہ ہوتے ہیں۔ مالک ہونے کے باوجود Creator ہونے کے باوجود اس نے اپنی Creation میں اپنا سکہ پوری طرح رائج نہیں کیا۔ تو لوگ یہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کا جواب آپ کے ذمے نہیں بنتا۔

سوال:

ہم پر پریشر تو ہے۔

جواب:

پریشر تو ہے۔ پریشر ہوتا رہے مگر اس کا جواب آپ کے ذمے نہیں ہے۔ کیونکہ یہی ایمان ہے کہ اتنے سوال کے باوجود آپ اپنی تسلیم میں چلتے جائیں۔ پھر جب آپ پر راز آشکار ہو جائے تو اس کو آپ جواب دے سکتے ہیں۔ ابھی تو جواب اتنا ہی ہے کہ میں اس کی اسی بات پر راضی ہوں' میں اپنے ساتھ ہونے والے حالات پر راضی ہوں۔ جس طرح ماں باپ کے غریب ہونے کی وجہ سے آپ ان کے باغی نہیں ہوتے اور ان کو مانتے چلے جاتے ہیں کہ یہ ہمارے ہی ماں باپ ہیں' کیونکہ یہ آپ کا تعلق ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کو آپ نے غلط Define کیا ہے کہ اس کے ساتھ تعلق رکھنے سے آپ کا رزق بڑھ جائے گا۔ آپ کا یہ دعویٰ ہی غلط ہو گیا۔ دعویٰ یہ نہیں تھا۔ دعویٰ صرف یہ تھا کہ ہماری زندگی جیسی بھی ہے' ہماری عاقبت بہتر ہو۔ اب آپ نے دعویٰ یہ کر دیا کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہارے حالات بہتر

ہو جائیں گے۔اس لیے سوال پیدا ہو گیا ہے۔یہ تو ہم نے کہا ہی نہیں کہ آپ کامیاب ہو جائیں گے یا ناکام ہو جائیں گے۔اللہ کریم کو ہم نے اس لیے مانا کہ اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں یہ بات بتائی۔اب اس کی کوئی وجہ تو آپ نے نہیں بتانی۔یہ حقیقت ہے۔

سوال:

پھر یہ تصور کہ اگر ہم بہتر مسلمان ہو جائیں تو ہماری کائنات بدل جائے گی۔

جواب:

یہی تو بتا رہا ہوں' کہ کائنات کا مالک جو ہے وہ نہیں بدلتا۔وہ کافروں کو وسائل دے رہا ہے۔یہ خیال ہی غلط ہے کہ ایسا کچھ کر لیں کہ سارے لوگ ہم خیال اور ہم رنگ ہو جائیں۔

سوال:

میں تو آج تک یہی چاہتا رہا کہ مسلمانوں میں عمل کی روح پیدا ہو جائے۔

جواب:

مسلمانوں میں اگر ایک چیز پیدا ہو جائے تو سب کچھ ہو جائے گا' مسلمان سارے کے سارے مسلمان ہو جائیں۔کچھ تو آپ سمجھ گئے ہیں اور کچھ اس کو اور طریقے سے سمجھ لیں۔مثال کے طور پر مسلمانوں کے کچھ گروہ

پاس پاس بیٹھے ہوں اور جہاں گروہوں کے سربراہ اپنی اپنی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' وہاں سے اگر حضور پاک ﷺ کا گزر ہو اور ان میں سے ایک ٹولی یہ کہے کہ ہمارے پاس تشریف لائیں اور دوسرے کے پاس نہ جائیں۔ وہ شخص Meaning thereby باقیوں کو اُمت سے خارج سمجھے گا۔ یہ مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمنی ہے۔ یہ سب سے بڑا جھگڑا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے گروہ میں اپنے انداز سے اس نے گروہیت پیدا کر دی۔ وہ گروہ آپ لوگوں نے نہیں بنایا تھا بلکہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے بنایا تھا' آپ نے اس میں شامل ہونا ہے اور گروہ سازی نہیں کرنی۔ تو آپ اس گروہ میں ہوں جسے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے بنایا ہے۔ تو آپ کہیں کہ یہ وہ گروہ ہے جس میں ہم شامل ہیں۔ اور اس گروہ کے اندر محبت اور عقیدت سے آپ نے لوگوں کے ساتھ خوش تعلقی کے ساتھ سفر کرنا ہے۔ یہ آپ نے کیا نہیں اور یہی کرنا تھا۔ گروہ کس کا؟ اللہ تعالیٰ کا' اللہ کے حبیب ﷺ کا۔ اور آپ کون؟ اس گروہ کے ممبر' ایک دوسرے کی خدمت کر کے چلتے جائیں' کوئی ایک خدمت کر دے' کوئی دوسری خدمت کر دے۔ اگر مسلمانوں میں یہ جامعیت آ جائے تو مسلمان جو ہیں وہ قوت ہیں۔ یہ نہ ہو کہ آپ قوت کے لیے جامعیت پیدا کریں۔ یہ شرط نہ ہو۔ اگر مسلمانوں میں یہ اجتماع ہو جائے تو وہ کائنات کے لیے قوت بن سکتا ہے۔ لیکن قوت کے لیے یہ اجتماع

پیدا نہ کرتا۔

سوال:

ہمیں تو وہی چاہیے کہ ساری دنیا پہ ہم چھا جائیں اور فتح کر لیں۔

جواب:

قوت ضرور ہو جائے گی۔ قوت نتیجہ ہو گا لیکن قوت کا حصول Cause نہیں ہو سکتا۔

سوال:

اس قوت کو پھر ہم نے کیا کرنا ہے؟

جواب:

جس قوت کی آپ بات کر رہے ہیں تو انسان کو سب سے بڑی قوت یہ چاہیے کہ To stay here۔ وہ تو آپ کے پاس ہے ہی نہیں۔ رخصت ہونے والے کو کتنی قوت درکار ہے۔

سوال:

We need some power to stay on.

جواب:

To stay on in his belief.۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس طرح Stay on کریں۔ اللہ دوسروں کو بھی Stay on کرنے کی توفیق دے۔

آپ ایک گروہ میں Stay on کریں' ایک کیمپ میں ہوں اور وہ کیمپ حضور پاک ﷺ کا ہو یعنی اللہ اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا کیمپ۔ سب سے اچھا گروہ وہ ہے جو اپنی گروہیت کو پوری Grand اجتماعیت کے ساتھ اس گروہ میں شامل کردے۔ یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

جب ہمارے ذہن میں قوت کا تصور آتا ہے تو اس کے ساتھ فتح اور تسخیر کا خیال آتا ہے۔ مسلمانوں میں اگر یہ قوت پیدا ہو جائے تو یہ ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

جواب:

اگر کوئی سا گروہ قوت کے ساتھ فتح کر لیتا ہے ایک علاقہ یا Territory۔ چلو اس کا نام رکھ لو پاکستان' مسلمانوں کا ایک خطہ۔ اور چاہتے آپ یہ ہیں کہ کشمیر مل جائے۔ درویش سے اگر کہا جائے کہ بابا دعا کرو کہ یہ مل جائے۔ وہ کہے گا کہ دعا کرو کہ کشمیر نہ ملے۔ وہ کہے گا آپ کیسے درویش ہیں' ہمیں تو ضرورت ہے۔ وہ کہے گا کہ تم لوگ کشمیر کے بغیر بھی کافی گناہ کر رہے ہو ۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اصلاح نہ ہو وجود کی' تطہیر نہ ہو تو آپ کا پھیلاؤ ایسا ہی ہوگا جیسا اب آپ کے ملک میں ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا ایک ملک ہو جانا Sufficient نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے ملک میں ایک

مسلمان دوسرے مسلمان کو تباہ کر سکتا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے وجود میں اللہ کی مُلکِ دلبری ہونی چاہیے۔ آپ وہ چیز قائم کریں کہ مسلمانوں کے وجود کا اور روح کا وہ ملک ہو جس میں وہ واقعہ ہو جائے جس کا آپ کہہ رہے ہیں۔

سوال:

یہ تو ہم میں نہیں ہے۔

جواب:

آپ یہ کریں۔ آپ کا کام یہ ہے کہ یہ کریں۔ بات یہاں سے شروع کریں' اس مُلکِ دلبری سے۔ یہاں سے آپ چلیں۔ باقی یہ کہ اجتماع کر لینا' سب کو کلمہ پڑھا دینا اور اکٹھا کر دینا تو ویسے ہی ہوگا جیسا اب آپ کو نظر آ رہا ہے۔ مسلمان تو ہیں یہاں پر' آپ غیر مسلم تو نہیں ہیں۔ آپ کے ملک میں چوری بھی ہوتی ہے اور دوسرے وہ واقعات بھی ہوتے ہیں جو نہیں ہونے چاہییں اور یہ سب کرنے والے بھی مسلمان ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے باوجود وہ واقعہ جو انسانیت میں نامناسب ہے وہ دور نہیں ہوا۔

سوال:

یہ جو چوری ہو رہی ہے وہ اسلام کے نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہی ہے۔

جواب:

آپ کی بات ٹھیک ہے۔ پھر آپ کو اجتماعی طور پر ایک گروہ

Define کرنا پڑے گا کہ یہ گروہ ہے مسلمانوں کا' اور باقیوں میں اسلام کی کمی کی وجہ سے یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ آپ وہ کون سا گروہ Define کریں گے؟

سوال:

میں گروہ کی نہیں بلکہ سسٹم کی بات کر رہا ہوں۔

جواب:

سسٹم انسانوں کے ساتھ ہے۔ Ideal System تو ساری کائنات ہے۔ وہ تو ہر جگہ ہے۔ آپ نے انسانوں کا ایک گروہ بنانا ہے۔

سوال:

اگر ایک سسٹم ہوگا تو اس میں وہ کام ہوگا۔

جواب:

آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ ایک سسٹم ہو آئیڈیل سسٹم ہو' وہ نافذ کیا جائے تو اس کے بعد بہت سے نقائص دور ہو جائیں گے۔ آپ یہ بتائیں کہ سسٹم کون بنائے گا' کن لوگوں پر وہ نافذ ہوگا اور پھر کیا رزلٹ نکلے گا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس بات کا داعی ہو وہ سسٹم بنائے اور سسٹم بنانے کے لیے ایک مقام ہو جہاں سے اس کا نفاذ ہو۔ اسی بات پہ تو آج تک جھگڑا ہوتا رہا ہے' کہ پہلے وہ پاور دو' پھر ہم فارمولا دیں گے۔ کسی نے راستے میں فارمولا نہیں دیا۔ کسی نے بھائی کا خیال نہیں رکھا کہ وہ اس کا بھائی ہے' پڑوسی

کا خیال نہیں رکھا کہ وہ اس کا پڑوسی ہے' اپنی جان کا خیال رکھا اور اسے عذاب سے بچا۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ میں نسخہ کیمیا رکھتا ہوں' سڑکیں ایسی ہوں کہ یہاں پر حادثہ نہ ہو۔ وہ اُسے کہتا ہے کہ سب سے پہلے تو اپنے وجود کو دیکھ جس کو تو مان رہا ہے' تیری پیشانی میں سجدے کی خواہش ہونی چاہیے' یہاں سے رخصت ہونے کی تمنا ہونی چاہیے' اُس کو دیکھنے کی تمنا ہونی چاہیے' تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا ہوگا' جیسے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کی پہچان ہونی چاہیے۔ یہ باتیں ضرور ہونی چاہییں۔ اب اس کے ساتھ باقی باتیں بھی کر لو' Reformation کر لو' لوگوں کو بتا دو' کائنات کی اصلاح کر لو۔ سب کچھ کر لو لیکن اس سے پہلے اپنی نجات کا کوئی فارمولا مکمل طور پر دریافت کر لو۔ یہ نہ ہو کہ آپ کے پاس فارمولے تو کائنات کے ہوں لیکن اپنی نجات مخدوش ہو۔ ہم مانتے ہیں کہ یہاں کے بعد ایک اور لائف ہے' اس کے لیے آپ کو اندیشہ نہیں ہونا چاہیے۔ پھر یہاں پر کوئی فارمولا دے جائیں' یہ بڑی اچھی بات ہے' ضرور فارمولا دیں۔ لیکن فارمولے سے پہلے اپنے اثاثے دیں' اپنے واقعات ہوں' غریبوں کی خدمت کریں _____ ضرور کریں۔

اب اور کوئی سوال بولیں _____

سوال

مسلمانوں کو شرک سے منع کیا گیا ہے۔ کون سی باتیں ہیں جو شرک کے دائرے میں آتی ہیں؟

جواب

شرک نمبر ون یہ ہے کہ عبادت کے عمل میں اللہ کے علاوہ کسی اور شے یا کسی اور ذات کو وجہ عبادت سمجھنا شرک ہے۔ Clear ہو گیا؟ یعنی عبادت میں معبود کے علاوہ کسی اور شے یا کسی اور ذات کو وجہ عبادت سمجھنا جو ہے یہ شرک ہے۔ سماج کے لیے عابد کہلانا یا عبادت کرنا بھی شرک ہو سکتا ہے۔ نیک مشہور ہونے کے لیے عبادت کرنا شرک ہو سکتا ہے۔ فارمولے کی نماز پڑھنا شرک ہو سکتا ہے۔ کچھ فقیر تو یہ بھی کہتے ہیں کہ شریعت کی نماز پڑھنا بھی شرک ہو سکتا ہے' اس لیے نماز پڑھنی ہے تو خدا کی پڑھ۔ یہ کہنے والے کہہ سکتے ہیں۔ تو یہ بھی شرک ہو سکتا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت جو ہے یہ شرک نہیں کرے گی کیونکہ یہ بت نہیں بنائے گی۔ آپ کے ہاں بُت بنانے کا شعور خداداد نہیں ہے کہ بُت بنا کے اس کی پوجا کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک شرک سے تم بچ نہیں سکو گے' تمہارے لیے ذرا مشکل ہو گا' تم پیسے کو معبود کی جگہ رکھ بیٹھو گے۔ اس بات سے بچنا۔ جس زمانے میں Camel drivers کو' ساربانوں کو Skyscrapers مل جائیں

گے تو وہ زمانہ ایسا ہوگا جس میں پیسہ لوگوں کی پرستش میں شرک کا امکان پیدا کر سکتا ہے۔ یہ کیسے کرتا ہے؟ یہ نہیں کہ آپ پیسہ رکھ کے اس کی Worship کرنے لگ جاؤ گے بلکہ پیسے کی زیادتی کو آپ اللہ کا فضل سمجھیں گے اور پیسے کی کمی کو آپ اللہ کی ناراضگی سمجھیں گے۔ تو میں بتا رہا ہوں کہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بات میں ماننا یا نہ ماننا شرک ہو سکتا ہے۔ شرک جو ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ شرک نہ کر تو ہم اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ آپ جیسا اگر کوئی ہو تو شرک ہو۔ جب تیرے جیسا کوئی ہے ہی نہیں تو شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ من دون اللہ تو ہو نہیں سکتا۔ جو کچھ ہے ساری تیری مخلوق ہے' تو خالق ہے' کوئی تیرے جیسا ہو تو شرک ہو۔ تیرے جیسا کیسا ہو؟ جو نظر نہ آئے اور جو سامنے بھی نہ آئے' جو صرف میرے خیال تک تعلق رکھتا ہو حُسنِ خیال کا نام ہو _____ اور یہ دو نہیں ہو سکتے' دو حُسنِ خیال نہیں ہو سکتے' حُسنِ خیال ایک ہوتا ہے۔ خیال کے جلوے دو نہیں ہو سکتے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ جس مقام پہ ہے' اس مقام پر شرک کا امکان ہی نہیں۔ جب بھی کوئی معبود بنائے گا' نقلی بُت بنائے گا تو وہ تو نظر آنے والا ہوگا۔ اور اصلی اللہ نظر نہ آنے والا ہے۔ وہ چیزیں جو نظر آنے والی ہوں ان کی تو ہم عبادت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا شرک جو ہے یہ ناممکن ہے۔ لیکن اللہ بار بار کہتا ہے کہ شرک نہ کرنا' تو پھر راز کیا ہوا؟ شرک کا اصل

خلاصہ یہ ہے کہ کوئی ایسی بات جو حضور پاک ﷺ کی فرمائی ہوئی ہو اس بات کے مقابلے میں دنیا کے کسی اور فارمولے کو بہتر ماننے کی تیاری ہی شرک ہے۔ شرک اللہ کے حکم کے علاوہ نہیں ہے کیونکہ معبود تو تم بنا نہیں سکتے جو ایسا ہو جیسا اللہ ہے۔ جو کچھ اس ذات نے فرمایا یعنی حضور پاک ﷺ کی ذات نے فرمایا اس علم کے برابر یا فوقیت میں کسی علم کے امکان کا ہونا ہی شرک ہے۔ اور اس شرک سے بچنا بڑا مشکل ہے۔ اللہ کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ کے دین کا شرک ہو سکتا ہے۔ تو میں نے کیا بتایا؟ اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ حضور پاک ﷺ کی بات ہے اور آپ یہ کہیں کہ اس کے علاوہ بھی زندگی کا فارمولا ہے تو یہ شرک ہے۔ کوئی اور نسخہ آپؐ کے علم کے برابر Judge کرنے کی تمنا شرک ہے۔ بس آپ وہاں پر اپنی دانائیاں Suspend کر دو۔ جب آپ کا نام آ گیا' پتہ چل گیا کہ حضور پاک ﷺ نے یہ فرما دیا ہے تو اس کے علاوہ کوئی بھی راستہ شرک ہے۔ تو یہ مسلمانوں کا شرک ہے۔ ورنہ تو آپ وہ شرک کر نہیں سکتے کہ بُت بنائیں اور اس کا سجدہ کریں۔ وہ آپ نہیں کر سکتے۔ محمود غزنوی بڑا بُت شکن بادشاہ تھا۔ اس سے کسی نے پوچھا کہ تو نے بت کیوں توڑ دیئے۔ اس نے کہا کہ بت کو توڑنا بہت ضروری ہے۔ اس نے پوچھا کہ یہ جو ایاز ہے تیرے دل کا بُت؟ کہتا ہے وہ تو اپنی جان ہے۔ اگر مَن میں کوئی انسان بس جائے تو وہ بُت شرک

نہیں ہوتا۔ اگر مَن سے باہر رہے تو شرک ہے۔ اس لیے اگر بتاؤ گے تو شرک ہے اور کرو گے تو ایمان ہے۔ یہ ایک راز ہے۔

سوال:

پھر فائدہ ہی کیا اگر بتایا نہ تو

جواب:

بتانا منع ہے۔ وہ نماز پڑھ رہا تھا تو ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی
جو جھکا رہا مَیں نماز میں

یہ بتانا شرک ہے۔ اگر نہ بتاتا تو یہی ایمان کی انتہا ہے۔ نقشِ پا ہی تو انتہا ہے۔ اگر نماز میں اُن کا خیال آ گیا' اللہ کے علاوہ خیال آ گیا تو کہتے ہیں کہ نماز میں شرک آ گیا۔ اور نماز میں اللہ کے علاوہ کتنی ہی چیزیں ہیں۔ اس میں ماں باپ کا ذکر ہے' رحمت کا ذکر ہے' آلِ ابراہیم کا ذکر ہے' دوسروں کا ذکر ہے۔ اگر ان کا خیال آ گیا تو شرک کیسے۔ جب بتاؤ گے تو شرک ہے اور سمجھو گے تو شرک نہیں ہے۔ جس طرح ناپاکی کا اظہار ناپاکی ہے اور اگر ناپاکی مخفی ہے تو یہ ناپاکی نہیں ہے۔ ہر وجود ناپاک ہے اگر ناپاکی کا اظہار ہو جائے اور اگر مخفی رہے تو سارے ہی پاک ہیں۔ مخفی جو ہے وہ پاکیزہ

ہے اور اگر مخفی نہ رہے تو یہ ناپاکی ہے۔ اس لیے شرک جو ہے یہ اظہار کا نام ہے ورنہ شرک کوئی نہیں ہے۔ شرک کوئی نہیں ہوتا۔ شرک کیسے ہو سکتا ہے؟ تب ہو سکتا ہے اگر کوئی اس کے برابر کا ہو تو۔ ڈھونڈ کے دیکھ لو کہ ایسا بندہ یا ایسی ذات مل جائے جو شرک کے قابل ہو مگر کیسے مل سکتا ہے' کوئی اس قابل ہی نہیں ہے۔ یہ کہہ دینا کہ تیرے برابر کا کوئی تھا ہی نہیں کہ ہم شرک کرتے' یہی ایمان ہے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ اگر سفر پہ جا رہے ہوں اور آگے سے کالی بلی آ جائے تو رُک جائیں تو اس میں کیا صداقت ہے؟

جواب:

اس کی اور وجوہات ہیں۔ یہ بڑا لمبا مضمون ہے۔ اگر آپ ان کو ماننے والے ہیں تو آپ مانتے جائیں اور اگر ماننے والے نہیں ہیں تو ماننے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ شگون کی دنیا ہے۔ یہ جو چھوٹے چھوٹے جانور ہیں' یہ چھوٹے چھوٹے پیغامات ہیں۔ کالی بلی کا گزر جانا یا پیلی بلی کا گزر جانا جو ہے یہ بات نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے مفاہیم ہیں۔ بلی کے مفاہیم ہیں' کتے کا مفہوم ہے' اُلو کی آواز کا مفہوم ہے' مینڈک کا مفہوم ہے' چکور کے بولنے کا ایک مفہوم ہے کہ یہ بارش کی آمد کی دلیل ہے' تتلی کا اُڑنا ایک مفہوم

ہے۔ خیال کے یہ سارے پرزے ہیں اور ان کے اندر خیال پیدا ہوتا ہے۔ آپ کا خیال اگر اتنا وسیع ہو اور ان چیزوں کے ذریعے سے آپ اپنے خیال کے چہرے دیکھو تو پھر یہ بہت اعلیٰ باتیں ہیں۔ اور اگر صرف شگون نکالنا ہے تو پھر بہتر ہے کہ کسی چیز کو نہ مانو۔ ورنہ بلی اطلاع دے سکتی ہے۔ آپ نے زلزلے کا وقت نہیں دیکھا ہوگا' اللہ نہ دکھائے' پر کیسے نہیں _____ زلزلہ تو آتا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ شام کا وقت ہو' زلزلے کا ٹائم ہو تو زلزلے سے چار سیکنڈ یا پانچ سیکنڈ پہلے گھوڑا بے تاب ہو جائے گا' بھاگے گا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے جو چیز آ رہی ہے اور اس کو محسوس ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ ہونے کو ہے۔ یہ جو ہوتے ہیں ہوا میں چلنے والے جنات وغیرہ' یہ بلیاں اور جانور بہت ساری تکلیفیں اپنے وجود پر اُٹھا لیتے ہیں۔ اگر آپ کو نظر آئے کہ بکری بلا سبب مَر گئی ہے تو یہ بلا سبب نہیں۔ ایسی بہت ساری باتیں از خود آپ کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتی ہیں۔ آپ بے شک نہ مانیں لیکن جو مانتے ہیں ان کو برا بھی نہ کہو۔ وہ فال نکالتے رہتے ہیں۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ان کو فال نکالنے دو۔ وہ سادہ لوگ ہیں' شریف لوگ ہیں۔ مثلاً صبح صبح آنکھ پھڑکنے لگ گئی یا دل دھڑکنے لگ گیا۔ تو دھڑکنے دو' کیا فرق پڑتا ہے۔ تھوڑی سی رونق لگی ہوئی ہے' لگنے دو اگر کوئی یہ کہے کہ آپ کو دیکھ کر اور لوگ یاد آ گئے ہیں تو کہنے دو۔ اس میں حرج تو کوئی نہیں ہے۔ تو یہ کہنے دو۔ علیٰ ہذا القیاس۔

سوال:

آنکھ کے پھڑکنے کو بھی لوگ کہتے ہیں کہ اگر دائیں آنکھ پھڑکے تو اچھی بات ہوتی ہے اور بائیں آنکھ پھڑکے تو بُری بات ہوتی ہے۔

جواب:

اگر آپ نے اب تک ان باتوں کو نہیں مانا تو آئندہ نہ ماننا۔ جو مانتا ہے اس کو ماننے دو۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔ یہ انسانی خمیر میں ابتدائے آفرینش سے چلا آ رہا ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے تب سے چلا آ رہا ہے۔ آپ کے بچپن سے چلا آ رہا ہے۔ آپ کو ان چیزوں میں وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر اس کی دائیں آنکھ پھڑکتی ہے تو پھڑکنے دو' دل دھڑکتا ہے تو دھڑکنے دو۔ یہ کہتے رہتے ہیں کہ پاؤں میں کھجلی ہوگی تو سفر کرے گا' ہاتھ میں کھجلی ہوگی تو پیسہ آئے گا یا وہ دے گا۔ اس کو جیسے بھی ہو رہا ہے آپ ہونے دو۔ آپ کو کوئی بات نہیں ہونی چاہیے۔ آپ اللہ کا نام لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

ہاں جی بولیں _____ حنیف صاحب نہیں بولے۔ کوئی اور بولے _____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ راحت ہو یا ابتلا ہو اس میں تعلق قائم رہنا

چاہیے۔ جب ہمارے کسی پیارے پر ابتلا ہو تو بڑی مشکل ہو جاتی ہے۔

جواب:

یہی اس سوال کا جواب ہے جو آپ نے کہا ہے۔ یہی سوال ہے اور یہی جواب ہے اگر کسی پیارے کے ساتھ کوئی دِقت ہو جائے تو آپ کا وجود پریشان ہو جاتا ہے۔ آپ یہی کہہ رہے ہیں ناں؟ یہی میں کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کا وہ پیارا شخص اگر راحت میں ہو یا تکلیف میں ہو' آپ اس سے تعلق نہیں توڑتے۔

سوال:

میں نے اللہ سے تعلق کی بات کی ہے۔

جواب:

آپ نے اپنے پیارے کے ساتھ تعلق نہیں توڑا جب کہ اس نے کئی دفعہ آپ کا کھانا بند کر دیا ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ اس پیارے سے تو زیادہ ہونا چاہیے۔ اگر وہ تکلیف دے تو آپ پھر بھی اس کی اطاعت کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اطاعت میں فرق نہ آئے۔ اس آدمی کے لیے یہ بڑی بات ہے جس نے تازہ تازہ زخم کھایا اور اس نے فوراً عبادت کی۔ یہ بڑی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جن لوگوں کے حوصلے بڑے ہیں' وہ کس مقام سے گزر کر کسی مقام تک چلے جاتے ہیں۔

اس کی وجہ آپ کو بتاتا ہوں کہ بات کیا ہوتی ہے؟ زندگی میں بعض اوقات آپ اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ عبادت نہیں کر پاتے اور اس عبادت کی کمی کے زمانے کو اللہ تعالیٰ یوں پورا کر دیتا ہے۔ تو جب تکلیف آئی اور اُسے برداشت کر گئے تو اس کے بہت نمبر ہیں۔ اگر آپ نے تکلیف برداشت کر لی ہے' آزمائش برداشت کر لی ہے تو عبادت کی کمی کو پورا کر گئے۔ عبادت کی کمی کو اگر کوئی شخص پورا کر سکتا ہے تو وہ آنسوؤں والا شخص ہے۔ آنسو غم میں آتے ہیں اور غم ایک ایسی چیز ہے جو آپ کی عبادت کا متبادل کہلا سکتا ہے۔ اگر یہ عبادت کا بدل نہیں ہے تو بھی یہ کمی پوری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی پر مہربان ہو تو اُسے تکلیف دیتا ہے تعلق دینے کے بعد۔ یہ اس کی مہربانی ہے۔ اگر وہ مہربان نہ ہو تو یہ تکلیف آتی ہے تعلق کے بغیر۔ دعا یہی کیا کرو کہ آپ پر اگر کبھی تکلیف آئے تو تعلق ہی کے اندر آئے۔ اس تکلیف سے نجات کا راستہ کیا ہے؟ اس تعلق کو تکلیف کے وقت اور مضبوط کر لو۔ سمجھو کہ پھر عبادت کا انعام ملے گا' عبادت کے درجے ملیں گے اور بڑے ہی درجے ملیں گے۔ جب تکلیف بہت ہوتی ہے تو دل بہت ٹوٹتا ہے اس وقت۔ اگر کوئی کہے کہ ہم اللہ کے گھر آئے ہیں اور جوتے گم ہو گئے ہیں تو اُسے کہو کہ یہی تو وقت ہے جوتا گمانے کا' یہی تو زمانے ہیں۔ آپ کا کام اتنی چھوٹی سی بات میں پورا ہو رہا ہے۔ اب یہی وقت ہے کہ اس تکلیف میں سے آپ

خاموشی کے ساتھ گزر جائیں ۔

آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے یہ دل لگی نہیں

یہاں سے خاموشی سے گزر جاؤ۔ تو اگر غم کی خبر مل جائے تو خاموشی سے نکل جاؤ۔ ایسی جو اطلاع مل جائے اس پہ خاموش ہو جاؤ۔ اس طرح ضبطِ غم سے آپ کی عبادت کی کمی جو ہے وہ ساری کی ساری پوری ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب غم ملے گا تو ضبطِ غم کا شعور ملے گا۔ تو وہ تکلیف دے کر ضبطِ غم کا شعور عطا فرما دیتا ہے۔ اس طرح وہ انسانوں پر بڑا احسان کرتا ہے۔ تکلیف تو ہر ایک کو آتی ہے لیکن آپ کا پیارا اپنی تکلیف کے حوالے سے آپ کے دل کو موم کر دیتا ہے اور یہ موم والا نرم دل' یہ گداز دل اللہ کے ہاں بڑا مقام رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب آنے کے لیے یہ بہت ہی قابلِ قدر نسخہ ہے کہ دل گداز ہو جائے۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب آپ یہ کہتے ہیں کہ میں دعا دیتا ہوں اس کو جس نے دل گداز کیا' دعا دیتا ہوں اس کو جس پر ہم ناراض تھے کیونکہ وہ جاتے جاتے دل گداز کر گیا۔ غم دے کر جانے والا آپ کی کائنات کو بہت بڑی بخشش دے گیا۔ ایک وقت آتا ہے جب آپ محسوس کرتے ہیں کہ وہ ماسوا جو انسان تھا' اس انسان نے ماسوا ہونے کی وجہ پر' مجاز کے زمانوں میں آپ کو غم دیا' غم سے دوچار کیا اور اس ماسوا نے اتنا بڑا

غم دیا کہ آپ ماورا تک پہنچ گئے۔ تو شکر کرو اور اس کی مہربانی کی داد دو کہ غم دینے والے نے آپ کو پَر لگا کے اس کے پاس پہنچا دیا جس کے پاس عبادت کے علاوہ کوئی نہیں پہنچتا۔ تو غم ایک ایسی چیز ہے جو عبادت کے علاوہ آپ کو وہاں تک پہنچا سکتا ہے۔ بخشش ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو وہاں تک پہنچا سکتی ہے' کسی نے اگر مال لُٹا دیا تو وہاں پہنچ گیا۔ اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ کے حوالے کر دینا آپ کو وہاں پہنچا سکتی ہے۔ اپنی پسند کی چیز کو ایثار کرنا' ناپسند کو قبول کرنا اور غم کو ضبط کے ساتھ گزارنا' یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مترادفات ہیں۔ ایک اور مترادف یہ ہے کہ کبھی کوئی اللہ والا یا کوئی ایسا بندہ جاتے جاتے بلا سبب ہی فیض دے جائے۔ ایسا کبھی اتفاق سے ہو سکتا ہے۔ وہاں بھی ہو سکتی ہے باپ بھی ہو سکتا ہے' استاد بھی ہو سکتا ہے' اللہ کا کوئی اور بندہ بھی ہو سکتا ہے _____ ایک درویش کا واقعہ ہے کہ وہ ایک جگہ سے گزرے تو ان کا ایک خوش شکل سے تعارف ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے کہا کہ یہ کافر تو نے بڑا خوش شکل بنایا ہے' اس کو دوزخ میں ڈالنا اچھا نہیں ہے انہوں نے وہاں پر مصلّے بچھا دیا۔ پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے اس کے لیے دعا کر رہا ہوں۔ کہتا ہے یہ تو کافر ہے۔ کہنے لگے یہ کافر ہے یا ہندو ہے' مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے' اس کو دوزخ میں نہیں جانا چاہیے۔ تو اس خوش شکل نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اس کے

بعد اس کا اپنا عرفان جاری ہو گیا اور جس کی طرف نگاہ کی اس کا کلمہ جاری ہو گیا_____ ایک سول کورٹ کا مشہور واقعہ ہے' شاید یہ کہروڑ پکا کا واقعہ ہے۔ باباجی پر مقدمہ چلایا گیا۔ مجسٹریٹ نے پوچھا کہ آپ نے یہ بڑا ظلم کیا ہے' آپ نے ہندو کو مسلمان کر دیا۔ باباجی نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا' یہ تو خود ہی کلمہ پڑھنے لگ گیا۔ باباجی نے کہا یہ سب جھوٹ بولتے ہیں' اب یہ جو ریڈر بیٹھا ہے کیا اس کو میں نے مسلمان کیا ہے۔ تو وہ ریڈر بھی کلمہ پڑھنے لگ گیا۔ پھر مجسٹریٹ کو کہا کہ کیا میں نے آپ کو مسلمان کیا ہے؟ تو وہ بھی کلمہ پڑھنے لگ گیا_____ پھر باباجی کے گُرو نے کہا کہ خموش ہو جا۔ تو اتنی سی بات ہے۔ آپ لوگ یہ کرتے ہیں کہ خوش شکل چہرے کو خوش شکلی کے بعد یا تو اس چہرے پر کالک مَلتے ہیں یا اُسے عذاب میں ڈالتے ہیں۔ اکثر انسان یہ کرتے ہیں۔ خوش شکلی کے لیے دعا کیا کرو۔ اگر شکل پسند آ جائے تو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اس کو نیک راستے پر ڈالنا چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ خوش شکلی کی وجہ سے اُسے عذاب میں مبتلا کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ Because you are so beautiful. لہٰذا تمہیں دوزخ میں ضرور جانا چاہیے۔ اس کے لیے دعا کرو۔ بزرگوں نے یہی کام کیا ہے۔ نجات کا ایک نسخہ یہ بھی ہے۔ آپ کا کوئی عمل کسی صاحب نسبت انسان کو پسند آ جائے' کوئی بات پسند آ جائے تو دعا گو ایسے ہی پیدا ہو جاتے ہیں۔ صرف عبادت

سے نجات مشکل ہے' اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ کبھی آپ ناپسند کو برداشت کرلیں' پسندیدہ کا ایثار کرلیں' غم میں ضبطِ غم کرلیں' بزرگوں کا کہنا مان لیں' ماں' باپ' پیر' استاد' شیخ اور بزرگوں کو راضی کرنے کا جتن کرلیں تو کام بن جاتا ہے۔ یا کبھی کبھی اتفاق سے ایک لہر آتی ہے' موج دریا کی لہر آتی ہے اور وہ آپ کو پار کر جاتی ہے۔ وہ ویسے ہی By the way ہو جاتا ہے' کوئی مجذوب آپ کو بخشش کا راستہ دے جاتا ہے۔ تو یہ ہیں عبادت کے علاوہ طریقے۔ گرچہ عبادت اپنی جگہ پر مستند ہے۔

سوال:

عام زندگی میں کسی کو تکلیف کے وقت ہم کیا کہا کریں۔

جواب:

اس کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ وہاں پر باطن کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ہے۔ کسی کو تکلیف ہو یا اپنی ہو تو اسے دور کرو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر وجود بیمار ہو تو ہسپتال نہ جاؤ۔ کسی اور کے لیے بھی Facility پیدا کرو۔ آپ کا دین جو ہے یہ آپ کے اپنے سکون کا نام ہے' اپنے قرب کا نام ہے اور یہ اظہار کا نام نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو دکھاتے رہیں۔ سارے واقعات یہاں سے الجھے ہیں۔ سکون حاصل کرنے کے لیے بھی یہی شرط ہے۔ سکون کا معنیٰ ہے راضی ہونا۔ سکون حالات کی تبدیلی

کا نام نہیں ہے بلکہ اپنی حالت کے بدلنے کا نام ہے۔ حالات تو نہیں بدلتے۔ جس کے ماں باپ بوڑھے ہیں تو پہلے وہ رخصت ہوں گے یا اولاد رخصت ہوگی۔ اس میں وقت کی بات ہی نہیں۔ یہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ کس نے کس کو دفن کرنا ہے۔ یا تو باپ بیٹے کو دفن کرے گا یا پھر بیٹا باپ کو دفن کرے گا۔ آج اگر نہیں تو دس سال بعد کرے گا۔ چاہے پندرہ سال بعد سہی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ تو غم تو رہے گا۔ اس لیے آپ دوسروں کے ساتھ Comparative Study جو ہے یہ بند کریں۔ جس طرح آپ اپنی پیشانی کو اپنی سجدہ گاہ میں لے جاتے ہیں' اپنے مسائل خود Deal کریں۔ اگر کوشش کر سکتے ہیں تو کر لیں' حاصل کر سکتے ہیں تو کر لیں' جیسے بھی کر لیں۔ کوشش کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو فائنل چیز آپ کے پاس آ گئی ہے اس کو آپ تسلیم کریں' قبول کریں۔ آپ اپنی اصلاح کریں' کوشش کر لیں اور جب کچھ اور نہیں ہوتا تو پھر اسے قبول کریں۔ کوشش بے شک کر لیں۔ یہ نہ ہو کہ بار بار آپ کو عقیدہ صحیح کرنے کے لیے کلمہ پڑھنا پڑ جائے' بار بار توبہ نہ کرنی پڑے۔ بس ایک ہی بار مان لو۔ یہ کہو کہ ہم نے اللہ کو مان لیا' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے' اللہ کے حبیب ﷺ کو مان لیا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے' زندگی میں کمی بیشی اور خوشی غم سمیت سب مان لیں۔ بس بات ٹھیک ہو گئی _____

اور کوئی سوال پوچھو _____ بولو _____

سوال:

یہ جس Unconditional تعلق کا آپ نے ذکر کیا ہے' کیا اس کے لیے کوئی کوشش ہو سکتی ہے یا یہ صرف اللہ کی دَین ہے؟

جواب:

اس کے لیے کوشش بھی ہوتی ہے۔ اللہ کی دَین بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے۔ دنیا میں آپ کے تعلقات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ تعلقات ہیں جن میں Give and take ہے' مثلاً یہ کہ ایسا ہوگا تو ویسا ہوگا' آپ اس واقعہ کو یوں کریں گے' ہماری انویسٹمنٹ ہوگی' آپ کاروبار کریں گے اور بعد میں ہم پرافٹ کو تقسیم کر لیں گے۔ یہ Give and Take یا Bargain ہوتی ہے۔ لیکن جب آپ کوئی تعلق فی سبیل اللہ بناتے ہیں تو اس میں Bargaining کی کوئی بات نہیں ہوتی۔ آپ نے کلمہ پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بنا لیا ہے۔ آپ نے کلمہ یہ پڑھا ہے کہ تو اس کائنات کا مالک ہے اور ہم تیری مخلوق ہیں۔ تو آپ نے یہ کلمہ پڑھا ہے یا اللہ تو نے دنیا کی اصلاح کے لیے پیغمبر بھیجے' حضور پاک ﷺ آخری پیغمبر ہیں' ہمارے دور میں اور آنے والے دور کے لیے آپ پیغمبر ہیں اور ہم آپ کی امت ہیں' قرآن مجید آپ کی کتاب ہے اور ہمارے لیے یہ مقدس اور مقدم ہے' اور اس زندگی کو ہم گزار رہے ہیں' اس میں کئی طرح سے پیچیدگیاں آئیں گی تو پھر ہم

آپ سے بھی مدد لیں گے اور آپ کے بندوں سے بھی مدد لیں گے _____
اس میں وقت کی کیا بات ہے۔ عقیدت کے بغیر خالی تعلق کبھی Define نہیں ہوتا۔ جب آپ کو عقیدت ہو جائے تو پھر آپ شرائط سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ جیسے زندگی بسر ہو رہی ہے یہ ٹھیک ہو رہی ہے' جو حالات ہیں وہ ٹھیک ہیں' اگر زندگی میں رہنا ہے تو بھی ٹھیک ہے اور یہاں سے رخصت ہونا ہے تو بھی ٹھیک ہے۔ یہ اُس کی عطا ضرور ہو جاتی ہے۔ اصل میں تعلق وہ خود عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے اپنی راہ آسان کر دیتا ہے۔ چاہے وہ راہ مشکل والی بھی ہو' دیکھنے والے کے لیے یہ لگتا ہے کہ یہ بڑی مشکل راہ ہے مگر اس شخص کے لیے بڑی آرام دہ راہ ہوتی ہے۔ وہ جس راستے پر ساتھ دے دے وہ صحیح ہے۔ شہید کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے پوچھا جائے کہ تمہاری کوئی خواہش؟ تو وہ کہے گا کہ مجھے دوبارہ شہید ہونے کا موقع دیا جائے۔ اللہ کی راہ میں جان دینے کی اتنی لذت ہے! اللہ تعالیٰ اس کو کسی طرح Compensate تو کرتا ہوگا کہ بار بار اس میں جان دینے میں لطف آتا ہے _____ اور بولیں۔ حنیف صاحب بولیں _____

سوال:

بعض اوقات تمام کوشش کے باوجود ایک قدم بھی تعلق کی طرف جا

نہیں پاتا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ توفیق دے دیتا ہے اور اس مقصد کی طرف پیش رفت ہو جاتی ہے۔ پھر احساس ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور رضا پر منحصر ہے اور جدوجہد یا ہماری کوشش ایک نیت کی حد تک ہے اور آگے اس میں کوئی دم نہیں _____

جواب:

آپ کا سوال بالکل ٹھیک ہے اور اس کا جواب بھی ٹھیک ہے۔ خیال کی یہ دِقتیں جو پیدا ہوتی ہیں یہ اس قوم کو ان ایام میں اور ان حالات میں ہو رہی ہیں ورنہ تو تعلق بھی فارمولے کے ساتھ تھا۔ اب وہ فارمولا نہیں چل رہا۔ تعلق اللہ تعالیٰ خود بخود عطا کرتا ہے' کوشش سے بھی کبھی یہ مل جاتا ہے' کبھی کبھی راہیں آسان ہو جاتی ہیں' کبھی کبھی محنت کے باوجود راہ مشکل ہو جاتی ہے۔ اصل میں ایک چیز پہ آپ غور کریں کہ یہ دور اور یہ ایام عام دور اور عام ایام نہیں ہیں کہ جس طرح کہ تاریخ میں چلتا آ رہا ہے کہ عام دور اور عام ایام ہوتے ہیں' یہ وہ واقعہ نہیں ہے۔ یہ واقعہ ذرا مختلف ہے۔ عین ممکن ہے کہ جس انسان سے بڑا کام لیا جانے والا ہو اُسے عمل سے روک دیا جائے ۔ مثلاً یہ کہ یہ آدمی کسی کام کے لیے مناسب ہے اور اس کام کا ماحول ابھی پیدا نہیں ہوا۔ تو اس آدمی کو ہو سکتا ہے کہ ابھی Inefficient بنا کے یہاں رکھ دیا جائے۔ عین ممکن ہے۔ یہ نوٹ کرنے والی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے

Consume ہونے سے بچادے اور اُسے الگ کر کے Reserve کر دے ۔ یہ عین ممکن ہے۔ عین ممکن ہے کہ آگہی میں جو دشواری ہو رہی ہے وہ یقین میں بہتری کا باعث بنے۔ عین ممکن ہے کہ اس دَور میں آگاہ ہونے کے لیے زیادہ یقین درکار ہو۔ عین ممکن ہے کہ جن لوگوں کو آگہی عطا ہو رہی ہے یا عطا ہو گی ان لوگوں سے بہت بڑا کام لیا جانے والا ہو۔ عین ممکن ہے کہ ان لوگوں کی آگہی اور ان کا یقین Unshakable ہو۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت آئے کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا جائزہ لینے کی صلاحیت عطا ہو جائے۔ ایسا ممکن ہے' ہوسکتا ہے کہ سارے کا سارا بلیک آؤٹ نہ ہو کہ پتہ نہیں ہم کہاں جا رہے ہیں' شاید کچھ لوگوں کو یہ واقعہ سمجھ آ جائے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایسا ہو جائے۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ انسان کو زندگی میں ہی پتہ چل جائے کہ مالک راضی ہے کہ مالک راضی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو ایک ملتِ واحدہ بنانے کا حکم ہو جائے۔ ہوسکتا ہے کہ غریب آدمی اپنے آپ کو بدقسمت سمجھنا چھوڑ دے اور ہوسکتا ہے کہ امیر آدمی دولت کو چھوڑ دے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایسا ہو جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سی باتیں جو ان حالات اور ان دنوں میں ہوسکتی ہیں ان کا اچھی طرح انتظار کیا جائے۔ اس لیے آپ کے مشاہدات یا مراقبہ نہ کھلنے کی ایک وجہ یہ

ہوسکتی ہے۔ یہ جو آپ آگاہ نہیں ہو رہے' مراقبہ نہیں ہو رہا تو آگاہ ہونے کے لیے تو مراقبہ ہوتا ہے' ذکر ہوتا ہے۔ مراقبہ کا مطلب ہے اپنے آپ میں غوطہ زن ہو جانا۔ جب ذکر کیا جائے اور مراقبہ کیا جائے تو آپ آگاہ ہو جاتے ہیں۔ آگاہ ہونے کا فائدہ کوئی نہیں کیونکہ اس آگہی اور حال کے درمیان کافی ٹائم ہوسکتا ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ میں آپ کو مختصر بات سمجھا رہا ہوں کہ مثلاً آپ آگاہ ہو گئے' آگاہ ہونے والے کے سر پر ایک تاج آ گیا کہ تمہیں یہ واقعہ ملے گا' یہ ذمہ داری سونپی جائے گی _____ لیکن یہ واقعہ کب ہوگا؟ مراقبے کا جو مشاہدہ ہے اس کے وقت کا یقین نہیں ہوتا اور یہاں پر Transition میں دیر لگ جاتی ہے۔ اس لیے آپ اپنا ایک ٹرینڈ مقرر کریں اور اپنے اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اللہ کو اس کے اعمال کرنے دیں جیسے وہ کر رہا ہے۔ آپ صرف رضا کا یا راضی ہونے کا وظیفہ شروع کر دیں تو بہت جلدی اللہ تعالیٰ کشادگی عطا فرمائے گا۔ یہ راضی کرانے کی نہیں بلکہ راضی ہونے کی بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں آپ لوگ ناراض ہیں۔ اللہ کا سنا تھا کہ اللہ ناراض ہوتا ہے لیکن ابھی تو آپ لوگ ناراض ہیں۔ آپ بندہ ہو کے بھی راضی نہیں ہوئے اور وہ خدا ہو کے راضی ہوگا تو کب ہو گا۔ ابھی آپ لوگوں کے اندر نارضامندیاں ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ اس لیے آپ بار بار دل سے ایک بات طے کر لو کہ یا

اللہ! ہم جیسے ہیں ہم راضی ہیں۔ راضی وہ آدمی ہوتا ہے جو اپنے حالات میں Amendment نہ کرے۔ راضی کون ہوتا ہے؟ جو نہ کچھ نکالنا چاہے اور نہ اس میں کچھ ڈالنا چاہے۔ اسے کہتے ہیں راضی۔ مثلاً گھر' حالات' واقعات اور سامان _____ نہ اس میں کوئی چیز شامل کرنے کی تمنا ہو اور نہ اس میں سے کچھ نکالنے کی تمنا ہو۔ راضی کون آدمی ہے؟ جو زندگی میں نہ اضافہ کرے اور نہ اس میں کوئی کمی کرے _____ اللہ کو راضی کرنے کا طریقہ ہے راضی ہونا۔ آپ اپنے آپ کو نہ چھیڑیں اور اپنے پاس سے اپنا احترام کرتے ہوئے گزر جائیں۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ اپنے آپ کو اتنا سا قبول کر لیں تو بس۔ کسی کو برا کہنا چھوڑ دیں اور اپنے آپ کو برا کہنا چھوڑ دیں' اپنے آپ کو Victim کہنا چھوڑ دیں' مظلوم کہنا چھوڑ دیں' یہ ظلم نہ کریں' اپنے آپ کو مظلوم کہنا بند کر دیں۔ اپنے آپ کے پاس سے تھوڑا سا غیر جانبدار اور اجنبی بن کے گزر جائیں اور اس کو سلام کرتے ہوئے راضی کر لیں۔ اپنی زندگی پر خود راضی ہو جائیں۔ ایک اور راز بتاتا ہوں۔ آپ کا اللہ مساوی ہے آپ کی زندگی۔ کیا آپ اللہ پر راضی ہیں؟ اپنی زندگی پر راضی ہونا اللہ پر راضی ہونا ہے۔ چھوٹی سی زندگی ہے آپ کی' اس پر راضی ہو جائیں۔ آپ تو بچوں پر راضی نہیں ہیں' بچوں کے باپ پر راضی نہیں ہیں' آپ ہیں کون لوگ؟ آپ تو کسی شے پر راضی نہیں ہیں۔ خدا کیا ہے؟ تمہاری زندگی۔ Little span

of human life. آپ اس پر راضی ہیں؟ آپ نے اس پر راضی ہونا تھا۔ خدا کوئی Alien Force نہیں۔ خدا شاملِ حال ہے بلکہ خالقِ حال ہے۔ اس پر راضی ہونا تھا۔ آج سے ہو جاؤ! نہ زندگی میں اصلاح کرنے کی خواہش رکھو' اسے Better نہ کرو' اسے Superb نہ بناؤ' اسے کوئی چمک نہ دو' اِسے As it is رہنے دو۔ بس راضی ہو جاؤ۔

سوال:

ہم کیسے اس پہ راضی ہو جائیں؟

جواب:

میں بتاتا ہوں کہ آپ اس پر کیسے راضی ہو جائیں۔ زندگی جو ہے یہ آپ کے لیے مبہم لفظ ہے۔ اگر زندگی کا معنیٰ آپ کی بیوی ہو تو کیا آپ اس پر راضی ہیں؟

سوال:

اگر یہ اپنی غلطیاں دور کر لے تو میں راضی ہو جاؤں گا۔

جواب:

تو مبارک ہو۔ فیصلہ ہو گیا۔ تو آپ ان پر راضی ہیں جن کے ساتھ رہ رہے ہیں اور ان واقعات کے ساتھ راضی ہیں جو آپ کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اب آپ بچوں کے ساتھ راضی ہو جائیں' بچوں کی حرکات کے ساتھ

راضی ہو جائیں۔ آپ اس وقت تک راضی نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان سب کو دل سے معاف نہ کر دیں۔ معاف کرنے کے بعد ہی انسان قبول کر سکتا ہے۔ اور وہ آدمی معاف نہیں کر سکتا جس کو اپنے لیے معافی مانگنے کی توفیق نہ ہو۔ تو معاف کرو تا کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔ جو میں نے آپ کی زوجہ محترمہ سے آپ کے بارے میں فقرہ سُنا تھا بعینہٖ وہی آپ نے کہہ دیا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ یہی فقرہ انہوں نے کہنا تھا حالانکہ اس نے نہیں کہا۔ یہ فقرہ وہ کہہ سکتی ہے جیسے کہ آپ کہہ رہے ہیں۔ یہ آئینہ ہے جو آئینے کے روبرو ہے۔ اگر آپ اس پر راضی ہو جائیں تو آپ کی زندگی آپ پر راضی ہو جائے گی۔ تو یہ آئینہ' آئینے کے روبرو ہے۔ کوئی اس میں غیر نہیں ہے۔ زندگی' زندگی کے روبرو ہے۔ زندہ' زندگی کے روبرو ہے۔ آئینہ' آئینے کے سامنے ہے' آپ جیسے حرکت کر رہے ہیں' آئینے میں وہ ویسے حرکت کر رہی ہے۔ زندگی اور آپ کے تعلق کا نام ہے اللہ۔ اس کو مان لو آپ۔ اس طرح لطف پیدا کر لو۔ اب یہ الگ بات ہے کہ رانجھا معبود کے حساب سے اس رنگ میں آیا ہے۔ یہ کہانی اور ہے کہ سوہنا کس رنگ میں آیا۔ جس رنگ میں وہ آیا وہ ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اصل میں تو وہی ہے' کل والا۔ اصل میں کیا ہے؟ وہی واردات۔ لیکن اب اس رنگ میں آیا ہے۔ اب اس رنگ میں بھی قبول ہے۔ سبحان اللہ! اس رنگ کے علاوہ کسی رنگ میں

آ جائے تو ہمیں منظور ہے۔ وہ جو کھیل کرے ہمیں منظور ہے۔ اللہ کو جاننا اس طرح بڑا آسان ہے۔ اس راستے میں بڑا سنگ مل جاتا ہے' بڑی سنگت مل جاتی ہے' بڑے لوگ مل جاتے ہیں' بڑا گروہ مل جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ کو جاننا کتنا آسان ہو گیا۔ زندگی کو مان لو' اپنی زندگی کو ____ اپنے اعمال کو مان لو۔ اپنے بیوی بچوں کو تسلیم کر لو۔ آپ کیسے انسان ہیں کہ اپنے آپ کو بھی نہیں مانتے۔ پھر آپ کس کو مانتے ہیں؟ آپ نے گرد و پیش کی کوئی اصلاح نہیں کرنی کہ ایسے کر دیں یا ویسے کر دیں۔ بس وہ جیسے ہیں انہیں آپ As it is تسلیم کر لیں۔ بس سمجھو کہ آپ اللہ کو مان گئے۔ پھر جب مان جائیں گے تو کیا ہو گا؟ میں بتاتا ہوں کہ کیا ہو گا۔ پھر آپ کو آگہی کے اندر داخل کر دیا جائے گا اور آپ آگاہ راز ہو جائیں گے۔ لیکن اگر آپ نے اپنا "کیوں" زندہ رکھا کہ ایسے کیسے ہے' تو پھر آگہی نہیں ہو گی۔ آگہی صرف تسلیم کا انعام ہے۔ کرامت' یقین کا حصہ ہے۔ کرامت کسی عمل کا کبھی نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ آپ یقین پیدا کریں۔ خدا کے بندو اپنے ہونے کا یقین پیدا کر لو' اپنے یوں ہونے کا یقین کر لو۔ اور جو آپ کی Well being ہے یا So being ہے' جیسے آپ ہیں' اُسے مان لیں۔ اس میں آپ کوئی Amendment نہ چاہیں۔ آپ فیصلہ کر لیں کہ ہم اس میں کوئی اضافہ نہیں چاہتے' اس میں کوئی کمی نہیں چاہتے' اگر اللہ دوبارہ مجھے زندگی دے تو میں پھر

یہی زندگی بتاؤں گا۔ میں نے آپ کو ایک مثال دی تھی کہ اللہ کا بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ یہ کائنات ایک گھنٹے کے لیے Handover کر دے دو دن کے لیے Handover کر دے تو دو دن کے بعد وہ اس کائنات کو جوں کا توں چھوڑ دے۔ یہ ہے اللہ کا بندہ۔ اس کی کیا نشانی ہے؟ اس میں اپنی طرف سے وہ کوئی اضافہ نہ کرے یہ کائنات جیسے چل رہی ہے اُسے ویسا ہی چلنے دے۔ بس یہ رضا کا راز مل گیا۔ اس طرح بچت ہو جائے گی۔ بچت کی راہ بہت زبردست راہ ہے۔ یہ خاص آگہی کی راہ ہے۔ آگہی کس بات کی؟ اپنے ہونے پر رضامندی کی۔ سب سے بڑا علم یہی ہے۔ علمیت کوئی علم نہیں۔ علم کیا ہے؟ حقیقت کو جاننا اور علمیت کی بات نہ کرنا۔ بس صرف حقیقت کو جاننا ہے۔ زندگی میں اگر کوئی حادثات ہوئے یا ایسے واقعات ہوئے تو لگتا ہے کہ زندگی میں بڑا ظلم ہوا۔ اب کیا کیا جائے؟ آپ یہ کہیں کہ ہم راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب یہ دیکھتا ہے کہ میرے کیے ہوئے پر میری دی ہوئی زندگی پر اس بندے کی رضامندی ہے تو وہ اپنی رضا عطا فرماتا ہے اور آپ کی زندگی آپ کے لیے پورا سکون بن جاتی ہے۔ اپنی زندگی کو سکون بنا لو۔ اپنے فیصلوں کو دوبارہ فیصلے میں نہ رکھو۔ یہ میری نصیحت یاد رکھ لینا۔ کیا کہا؟ کیے ہوئے فیصلوں کو دوبارہ فیصلوں میں نہ رکھو۔ روئے ہوئے واقعات پر دوبارہ رونا نہ شروع کر دو۔ گزرے ہوئے کو دوبارہ گزارنا نہ

شروع کرو۔ ہو چکنے والی بات کو ہو جانے دو ختم کرو۔ اب نیا سفر شروع کر دو۔ یہ رضا مندی کا سفر ہے۔ ہوسکتا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ چڑیا کی آواز کے ساتھ ہی آگہی عطا فرما دے۔ آپ کو دانائی چاہیے اور آگہی چاہیے تو یہ کہیں کہ یا اللہ ہمیں بتا۔ اللہ نے زندگی دی ہے' بینائی دی ہے' آنکھیں دی ہیں۔ اب اور کیا چاہیے۔ نظر کا تمام سفر' نگاہ کا تمام سفر جو ہے اس تمام سفر کے پسِ منظر اور پیش منظر میں ایک منظر ایسا آ جائے جہاں نگاہ کہے کہ اس کے بعد مجھے آنکھ کھولنے کی ضرورت ہی نہیں ہے تو آپ نے وہ دل کشا منظر پا لیا۔ بس پھر سمجھو کہ راز کا سارا سفر ختم ہو گیا۔ وہاں پر نظاروں کا سفر مکمل ہو گیا۔ کہاں پر؟ جہاں پر ایسا منظر دیکھ لیا کہ اس کے بعد دیکھنے کی تمنا نہیں ہے' ایک ایسا واقعہ دیکھ لیا کہ اب اور واقعہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے' ایک ایسی دعا منظور ہو گئی ہے کہ اس کے بعد دعا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور ایک ایسی چیز ہو گئی ہے کہ جس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ تو ایک مقام دیکھنا ہوتا ہے۔ اس مقام پر جا کر بڑے سے بڑے بند دماغ کھل جاتے ہیں۔ وہ کون سا مقام ہے؟ جہاں اَن ہونی ہو جائے۔ اس کو کیا کہتے ہیں اشفاق صاحب؟ اَن ہونی کا ہونا جو ہے یہ تیرے ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ وہاں تک پہنچو۔ زندگی کو بار بار پریشان نہ کرو بلکہ ایک ہی بار تسلیم کر لو_____ اور کوئی بات کرو_____ کیا زندگی پر راضی ہو گئے؟ جو زندگی پر

راضی ہوگیا اس کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔ دعا یہ کرنی ہے کہ جو بندہ زندگی پر راضی ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنے بندے راضی رکھے۔ کیا دعا کی ہم نے؟ یہ میں سارے لوگوں کی موجودگی میں دعا کر رہا ہوں۔ یا اللہ ہم سب لوگ اعلان کرتے ہیں کہ ہم تیری دی ہوئی' عنایت کی ہوئی زندگی پر راضی ہیں' اور جو آدمی تیری دی ہوئی زندگی پر راضی ہے' تیرے دیے ہوئے حوادث اور مہربانیوں پر راضی ہے اس پر اپنے بندوں کی مہربانی قائم رکھ۔ یا رب العالمین! ہمیں اپنے بندوں کی مہربانی سے محروم نہ کرنا۔ اس کے اپنے بندے کون ہیں؟ عبادالرحمٰن۔ جو اس کے بندے ہونے کے نام سے منسوب ہیں۔ ان کی مہربانی سے ہمیں محروم نہ کرنا۔ اپنی نوازشات سے محروم نہ کرنا۔ ہمیں' ہمارے اعمال کی کمزوری سے نہ جانچنا۔ ہمیں ہمیشہ کے لیے تعلق دے دے۔ اگر ہم کمزور ہو جائیں تو معاف کر دینا کیونکہ تُو تو اللہ ہے۔ ہمیں استقامت مشکل ہے' تجھے تو مشکل نہیں ہے' تیرا تو نام ہی استقامت ہے۔ اللہ تو استقامت والا ہے اور انسان کسے کہتے ہیں؟ استقامت کی کمی والا۔ اس لیے تو انسانوں میں رحمٰن ہے کیونکہ تو تبدیلیوں میں غیر مبدل ہے۔ جب یہ مقام پیدا ہو جائے کہ تمہارا تبدیل ہونا ممکن نہ رہ جائے تو سمجھو کہ قطرے اور ذرے میں وہ آ گیا۔ جب تمہارے اندر ایسی استقامت پیدا ہو جائے تو تم نفی سے اثبات میں داخل ہو جاؤ گے۔ کب؟ جب اثبات پیدا

ہو جائے' نفی اثبات کا پانی مل جائے۔ تو بدلنے سے غیر بدلنا آ گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ نصیب کرے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ خدا آپ کو تبدیلیوں کے اندر سے ایک اٹل چیز دے دے اور غیر تبدیل ہونا بنا دے۔ آپ جس حالت میں اب بیٹھے ہیں اس حالت میں آپ اللہ کے روبرو پہنچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے۔ ماں باپ بھی راضی ہوں اور اولادیں بھی۔ اس وقت کسی اور بات کی آرزو نہیں ہے بلکہ تیرے فضل کی آرزو ہے' تیری رحمت کی آرزو ہے' ایک خاص چیز کی آرزو ہے کہ جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کا جلوہ ہمیں ضرور دکھا۔ یہ Otherwise ہمارے حقوق میں شامل ہے اور یہ حقوق بمعنی تقاضہ ہے۔ یارب العالمین ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت اپنے حوالے سے کرانا۔ تا کہ ہم یہ جلوہ بھی دیکھیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ طور اور کلیم کے جلوے دکھا لیکن یہ تو دکھا۔ یا رب العالمین ہماری اتنی سی دعا ہے ——

آپ کو بات سمجھ آئی؟ اللہ مہربانی کرے۔ چھوٹی سی زندگی ہے۔ دنیا تو ہم پر راضی نہیں ہوئی' ہم ہی راضی ہو جائیں۔ لوگ تو تنقید کرتے ہی رہتے ہیں' ہم ہی راضی ہو جائیں۔ اور پھر جب اللہ کے پاس جائیں گے تو اللہ راضی ہو گا۔ اس بات کا فیصلہ یہاں سے ہو جانا چاہیے کہ آپ راضی ہیں۔ لوگوں کے مشوروں سے الگ ہو جائیں۔ بس اللہ کو راضی رکھنا۔ اللہ

آپ کو راضی رکھے۔ آپ لوگوں پر راضی ہیں تو سمجھو کہ لوگ آپ پر راضی ہیں۔ گلہ کرنا چھوڑ دو، رنجش کرنا چھوڑ دو۔ یہ نہیں کہہ رہا کہ بے حس ہو جاؤ بلکہ اللہ کے لیے یہ کرو۔ آپ یہ اندازہ لگائیں کہ وہ خالق ہو کے نہ ماننے والے کو کیسے برداشت کرتا ہے۔ یہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ بس یہ اللہ ہی کر سکتا ہے اور اللہ والے بھی کر سکتے ہیں۔ اسے اگر کہیں کہ نہ ماننے والے کو کھانا دیتے جا رہے ہو، اس کی روٹی تو بند کرو تو وہ کہے گا کہ اس کا کھانا بند نہیں کرنا، میرا نام اللہ ہے۔ وہ نہ مانے تب بھی ہم کھانا دیں گے۔ اگر آپ اللہ والے ہیں اور کوئی نہ مانے تب بھی اس کا دانہ پانی بند نہ کرو، اس کو دیے جاؤ۔ بس یہ ہے آپ کی دانائی۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی رشتے دار ناراض ہو جائے تو اس کے Sources اور Resources بند نہ کرنا۔ بس جو چیز اس کو Feed کرنے والی ہے اس میں کمی نہ آئے _____

اور کوئی سوال پوچھ لو _____ پوچھو _____ بعض دفعہ ایک بات سے کتنے ہی فاصلے طے ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات کتنے ہی قریب رہنے والی اشیاء کتنی دور ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ کتنا ہی قریب کا نام اجنبی ہو جاتا ہے۔ پہلے اس نام سے آپ کی پہچان ہوتی تھی، اب وہ نام اجنبی ہو جاتا ہے، صفت اجنبی ہو جاتی ہے۔ بس یہی انسان ہے۔ یہ ہجوم سے نکلتا نکلتا عین تنہائی میں جا پہنچتا ہے۔ ہجوم، قافلہ بنتا بنتا آخر ایک دن تنہائی میں پہنچ

جاتا ہے' شاہراہوں سے ہوتا ہوتا ایک بند گلی تک پہنچ جاتا ہے۔ کیسے پہنچا؟ یہ پتہ نہیں چلتا۔ اس سفر کا ضرور کوئی نہ کوئی ادراک رکھنا چاہیے _____ اب بولو _____ سوال پوچھو _____

سوال:

میرے پاس تو اب سوال کی گنجائش نہیں رہی۔

جواب:

کچھ سہی۔ کچھ پوچھ لو _____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کر رہا ہے وہ درست ہے اور اس کی دنیا میں کوئی تبدیلی نہیں لانی چاہیے اور اگر انسان کو اختیار ملے تو وہ ویسے چھوڑ کے چلا جائے جیسے تھا۔ پھر انسان یہ سب کچھ کیوں کرتا ہے؟

جواب:

کیا کرتا ہے؟

سوال:

اس دنیا کے مسائل کو سمجھنے کے لیے' اس کی طرف سے انسانی کوششیں' یہ نئی نئی ایجادات' سماجی مسائل کا حل ڈھونڈنا' بیماریوں کا علاج ڈھونڈنا _____ اگر انسان کا رویہ یہ ہو کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہترین ہے اور ہم

نے کچھ نہیں کرنا تو پھر انسان کے ذمے کیا کام رہ گیا؟

جواب:

نہیں' یہ بات نہیں ہے۔ پہلے تو دنیا میں جو ترقی ہوئی ہے وہ آپ دیکھ لیں کہ تمام میڈیکل سائنس میں جتنی بڑی ترقی ہوئی اتنی بڑی بیماریاں موجود ہیں۔ کئی بیماریوں کا علاج مل جاتا ہے اور پھر ایک بیماری علاج کے دائرے سے باہر ہو جاتی ہے۔ یہ کھیل چلتا آ رہا ہے جو انسان کا ہے اور نیچر کا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ اب کوئی بیماری لاعلاج نہیں رہ گئی اور پھر ایک اور بیماری سر اُٹھا لیتی ہے۔ دوائیوں اور ہسپتالوں کی بہتات کے اندر انسان اب بھی دُکھی ہے اور پہلے بھی پریشان تھا۔ انسان نے اور کیا کیا؟ انسان نے رہنے کی آسانیاں پیدا کیں' آسائشیں پیدا کیں اور ان آسائشوں کے اندر بھی انسان پریشان ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ گھر میں تمام آرام ہے سوائے آرامِ جان کے۔ انسان یہاں بھی فیل ہو گیا۔ انسان نے تعلقات پر بڑا زور دیا یعنی Social Relations۔ تعلقات میں جتنا اضافہ ہوا اتنی وفا عنقا ہو گئی' وفا نہیں ملی۔ تعلقات ہی تعلقات ملے ہیں' وفا نہیں ملی۔ اب آپ سے بہت لوگ ملتے ہیں مگر وہ لوگ نہیں ملتے جن کو آپ وفا کہتے تھے۔ انسان نے اور کیا ترقی کی؟ آج آپ جس کا گِلہ کرتے ہیں بے شک اس کا گِلہ کر لیں لیکن یہ آدمی بہت عرصہ تک آپ کا دوست بنا رہا۔ Meaning thereby

کہ دشمن کو آپ نے نہ پہچانا اور اُسے دوست بنا کے رکھا۔ یعنی کہ آپ کی پہچان کا یہ عالم ہے کہ اب گِلہ ہے اپنوں پر۔ اپنا کہنے کا احترام آپ کے اندر نہیں ہے اور نہ گِلہ چھوڑنے کا حوصلہ ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ جس پر اب آج گِلہ ہو رہا ہے اس کو اتنا عرصہ اپنا کہتے رہے ہیں۔ اتنا عرصہ کہنے کے احترام میں گِلہ چھوڑ دو! معاف کر دو _____

سوال:

گِلہ چھوڑ دیتا ہوں۔ اب مجھے کیا کرنا ہے؟

جواب:

اب وہی بتا رہا ہوں۔ ان تمام راستوں کے اندر ایک بند راستہ ہے۔ اب آپ دنیا کی طرف آ جائیں کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ نے علم Inherit کیا ہے دنیا سے اور کتابیں پڑھی ہیں کہ یہ معاشیات ہے' یہ سوشیالوجی ہے' یہ اکالوجی ہے۔ آپ جس چیز کو کچھ کرنے کا جواز بنا رہے ہیں وہی چیز آپ نہیں کر رہے۔ دنیا کے علوم کے اندر ہمارے ہاں کی یونیورسٹی کیلنڈر کی لسٹ پڑھیں تو آپ کو ماسٹرز کے لیے ڈیڑھ سو مضامین تو مل جائیں اور دنیا کی اچھی یونیورسٹیوں میں' اچھے ممالک کی یونیورسٹیوں میں یہ ڈیڑھ ہزار کے قریب ہوں گے۔ آپ نے ان تمام علوم میں سے ایک کو چن لیا۔ باقیوں کا قصور بتاؤ مجھے۔ کیوں چھوڑا ان کو؟ آپ اتنی بڑی

Advance دنیا میں رہ رہے ہیں اور آپ کی Backwardness یہ ہے کہ اتنے مضامین میں سے ایک کو چُن لیا۔ مطلب یہ ہے کہ باقی ساری باتوں سے آپ اتنے ہی بے خبر رہتے ہیں باخبر ہونے کے نام پر۔ باقی سارا آپ کا بھرم ہی بھرم ہے۔ آپ اگر پاسپورٹ بنالیں تو جن ممالک سے آپ گزریں گے تو کیا ان کے علاوہ کوئی ملک نہیں ہے۔ وہ ممالک آپ کے علم میں ہیں لیکن آپ کے تجربے میں نہیں ہیں۔ آپ کا اپنا ملک آپ کے تجربے میں نہیں ہے۔ آپ صرف جی۔ ٹی روڈ کے مسافر ہیں زیادہ سے زیادہ۔ یا ریلوے اور ہوائی جہاز کا سفر کرتے ہیں۔ پھر آپ نے ملک کے بارے میں جانا کیا؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ ہم صبح سے شام تک محنت کرتے ہیں' لاہور میں رہتے ہیں اور یہ یہ کرتے ہیں۔ اور اس لاہور میں رہنے کے باوجود لاہور سے کتنے آگاہ ہیں۔ آج ایک عجیب بات ہوئی ہے' ایک آدمی کہتا ہے کہ دیکھو جی میں نے ابھی تک شاہی مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔ تو یہ آپ کے لیے حیرانگی کی بات ہوگی کہ ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے شاہی مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔ ایسا ممکن ہوسکتا ہے کہ اس وقت یہاں ایسا شخص بیٹھا ہو جس نے شاہی مسجد میں نماز نہ پڑھی ہو۔ ایسا ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ نے لاہور میں ہوتے ہوئے لاہور کو نہ دیکھا ہو۔ ایسا ممکن ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں میں آپ نے عمر گزاری ہو آپ ان لوگوں سے بے خبر ہوں۔ آپ

بات سمجھ رہے ہیں؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ لوگ ڈاکٹر بنتے ہیں لیکن آپ نہیں بنے۔ گویا کہ آپ اپنی مجبوری میں بند ہیں۔ اب ہم اس مجبوری سے نکلنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ اپنی مجبوری کو اللہ کا عمل کہہ کے اس سے نجات پالیں۔ آپ نے یہ کرنا ہے۔

سوال:

یہ تو بڑے کمال کی بات کی ہے۔

جواب:

تو اس سے نجات پالو ورنہ مغموم رہو گے افسردہ رہو گے۔ اب اس بات کو اس کا عمل کہہ لو اور خود ایک طرف ہٹ جاؤ۔ پھر بچ جاؤ گے۔ آپ پہلے تو وہ چیز کرتے نہیں اور اب کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں تو بالکل بے عمل ہو جاؤں گا مجھے وہ کرنا ہے جو دنیا میں سب لوگ کر رہے ہیں۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ سب لوگ جو کر رہے ہیں وہ آپ نہیں کر رہے۔ آپ چپکے سے ایک چیز کو پکڑتے ہیں دُم کو پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاتھی کو پکڑ لیا۔ یہ نہیں ہے۔ آپ نے اگر عمل کرنا ہے تو پھر سوچیں کہ آپ کی ضرورت کیا ہے؟ مصروف رہنا۔ اگر ساٹھ سال کی زندگی ہے تو بیس سال جو ہیں وہ آپ کے نہیں ہیں بلکہ نیند کے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو کتنے آرام سے نیند کے Handover کرتے ہیں حوالے کرتے ہیں۔ خود گئے

لوگوں کے سارے غم اور افسردگیاں گئیں اور بزرگوں کا غم گیا۔ اب اس زندگی میں سے کم تعلیم یافتہ زمانے' بے شعور زمانے اور آخر میں بڑھاپا اور بیماری کے زمانے نکال دو۔ آپ کے پاس جو کارساز اور باشعور زمانہ ہے وہ بہت کم رہ جاتا ہے۔ اگر آپ نے زندگی بیچی ہوئی ہے' نوکری کرتے ہیں تو پھر آپ کے پاس وقت اور کم رہ جاتا ہے۔ اب آپ کے پاس کارساز زمانہ کتنا رہ گیا؟ تھوڑا سا _____ اب اس کارساز زمانے میں آپ نے کرنا کیا ہے۔ ساٹھ سال کا مسافر اور کارساز لمحے چند سال کے۔ وہ بھی تذبذب میں گزر گئے۔ یہ تو کوئی بات نہ بنی۔ آپ لوگوں کو سب سے زیادہ پریشان کیا کامیابی کے تصور نے۔ خدانخواستہ ''کامیابی'' سے بچو۔ ''کامیاب'' آدمی ہی تباہ ہوا ہے۔ حکم ماننا سیکھو۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ پیغمبر اپنے زمانے میں کامیاب ہو گئے؟ کسی پیغمبر کا بیٹا دریا میں چلا گیا۔ کوئی پیغمبر کہاں اور کوئی کہاں۔ لیکن تسلیم کا یہ عالم ہے کہ آج بھی علیہم السلام اور صلوٰۃ اللہ علیہ اجمعین ہیں۔ یہ کامیابی یہ نہیں ہے بلکہ اطاعت ہے۔ مومن کو تو اطاعت کا سبق دیا گیا مگر آپ کامیابی کے مسافر بن گئے۔ آپ کو اطاعت کی بات بتائی گئی اور آپ کامیابی کے اندر رہ گئے۔ کامیابی تو کبھی بھی آپ کے کام نہیں آئے گی۔

سوال:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں دنیا میں حاصل کرنے کی بجائے اس کو کچھ Contribute کر جاؤں۔

جواب:

یہی تو آپ کو بتا رہا ہوں کہ کچھ اچھا چھوڑ کے جاؤ۔ دنیا Doubt میں پڑی ہوئی ہے۔

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ اسے As such چھوڑ کے جاؤ۔

جواب:

بتاتا ہوں۔ آپ نے عمل کا پوچھا ہے' حرکت کا پوچھا ہے۔ دنیا Doubt میں پڑی ہوئی ہے' اُسے یقین میں لے آؤ۔ دنیا اپنا بن کے دھوکہ دیتی ہے' اسے کہو کہ دھوکہ باز بن کے دھوکہ دے۔ کم از کم دوست بن کے دھوکہ نہ دے۔ اس کو اتنی بات سمجھا دو۔ دنیا میں کفر ہو جائے تو پرواہ نہ کرو' یہ بے ایمان ہو جائے تو پرواہ نہ کرو لیکن منافقت نکالنے کی کوشش کرو۔ اپنے عزیزوں کو سمجھاؤ' مسلمانوں کو سمجھا دو کہ تم اسلام چھوڑ دو تو ہم مائنڈ نہیں کریں گے لیکن منافقت نہ کرو۔ اس کی بچت کوئی نہیں ہے۔ کافر بچ سکتا ہے' مومن بچ جائے گا لیکن منافق کی بچت نہیں ہے۔ ان کو یہ بات بتاؤ' جو میں بتا رہا ہوں کہ اس چھوٹی سی زندگی میں کس چیز کو آپ نے بہتر کر کے جانا ہے۔

دنیا میں کیا بہتری ہوئی ہے آج تک۔ یہ ورلڈ جو ہے Better ہونے کے نام پر Worse ہوتی جارہی ہے' بیماریاں بڑھتی جارہی ہیں' Span of Life گھٹتا جارہا ہے۔ انسان کی پریشانیاں بڑھتی جارہی ہیں' حادثات زیادہ ہوتے جا رہے ہیں' لائف Insecure ہوتی جارہی ہے' Future مخدوش ہوتا جارہا ہے' صحت خراب ہوتی جارہی ہے' خوراک میں ملاوٹ ہوگئی ہے' دوستی جو ہے وہ کسی پر بھی Dependable نہیں ہے اور ہر آدمی ہر وقت اندیشے میں ہے۔ اس کی بہتری کا کیا طریقہ ہے؟ آپ اس سے نجات پائیں۔ انسان کے مقام کو سمجھیں۔ بھائی کے مقام کو سمجھیں۔ دوستی کے آداب کو سمجھیں۔ دھوکے دینے کی عادت بند کرو خدا کے لیے! زندگی پر راضی ہونے کی کوشش کرو _____ یہی سبق تو دینا ہے۔ آپ دریا کی روانی کی طرح زندگی گزارو۔ دریا بے عمل نہیں ہے لیکن اس کا عمل دکھاوا نہیں ہے بلکہ عمل جاری اور پیہم ہے۔ دریا کبھی نہیں ٹوٹا اور مسلسل چلتا جارہا ہے اور عین سمندر کے اندر پہنچ جاتا ہے اور السلام علیکم کہہ کے نعرۂ تکبیر لگاتا ہے۔ آپ بھی چلتے جائیں' ابتدا سے لے کر مالک کی طرف۔ آپ کا سمندر کون ہے؟ مالک _____ آپ یہاں پر زندگی گزارتے ہوئے' رواں دواں' پیہم' کناروں سے ہوتے ہوئے' زندگی کی تلخیوں سے ہوتے ہوئے' مالک کے پاس آگئے کہ جناب معافی دے دیں۔ یہ سفر ہے ہمارا۔ باقی جو Better کی بات ہے تو اپنے موجود Well

being سے کسی ill being والے کو ذاتی طور پر Contribute کر جاؤ۔ اس کو خدا کے لیے فارمولا نہ دینا بلکہ اس کی مدد کرنا۔ غریب کو خدا کے لیے فارمولا نہ دو۔ تمہارے فارمولوں نے برباد کر دیا ہے۔ غریب کو روٹی دو۔ فارمولا بند کر دو۔ غریب Actual غریب ہے' بھوکا واقعی بھوکا ہے۔ اس کو دے دو' اس کو راستہ نہ بتاؤ۔ اس کو آسانی دے دو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ دنیا بہتر ہو جائے گی۔ How will you leave the world better. کیسے؟ By contributing actually. خیال کی Contribution تو بہت ہے دنیا میں' لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ Contribution کیسے کریں؟ اپنے ہاتھ سے۔ تو اپنے ہاتھ سے دے دو۔ یہ Contribution بھی بڑی ہے کہ کسی کو معاف کر دینا۔ یہ بھی ملین آف روپیز کے برابر ہے۔ کیا کرنا؟ معاف کر دینا۔ سب سے بڑی Contribution یہ ہے کہ جس کو آپ بیوقوف سمجھتے ہیں اس سے معافی مانگ لیں' اس سے کہیں کہ خدا کے لیے تم مجھے معاف کر دو۔ دراصل یہ اس کی انسانیت کی تسلیم ہے۔ حالانکہ ظلم بھی اس نے کیا ہے لیکن معافی ہم مانگ رہے ہیں۔ یہ Acknowledgement ہے کسی انسان کی۔ تو اُسے یہ مقام عطا کر دو۔ گرچہ وہ نااہل اور نالائق آدمی ہے' چھوٹا آدمی ہے' آپ بڑے آدمی ہیں۔ تو بڑا آدمی جا کے چھوٹے آدمی سے معافی مانگ لے تو وہ خود بخود ہی بڑا ہو گا۔ پھر دنیا ایڈوانس ہو جائے گی اور ترقی ہو

جائے گی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ معاف کر دیا اور معافی مانگ لی۔ تو آپ اپنے حالات سے اس کے حالات میں Contribute کر دیں۔ تو آپ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب آپ خدا کے سامنے Answerable ہیں۔ اب اپنے وسائل کے حوالے سے Contribute کریں' خیال کے حوالے سے نہیں۔ خیال تو رائج ہے پیغمبروں کا' خیال تو رائج ہے اللہ کا۔ اس لیے اس غریب کا شکر ادا کرو جس نے آپ کو سخاوت عطا کر دی۔ بس یہی کچھ کرنا ہے۔ ہمارے ہاں ٹریجڈی یہ ہے کہ آپ کتابوں سے سیکولر پروگریس پڑھتے ہیں اور اسلام ہمیں مجبوری سے کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے پروگریس میں آپ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا فارمولا ہو کہ کچھ عرصہ کے لیے اسلام اور آپ علیحدہ ہو جائیں تو دنیا میں بڑی ہی پروگریس کر جائیں لیکن اس حالت میں جب موت آئے گی تو کافروں جیسے ہوں گے اور یہ آپ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر اللہ کہے کہ تمہیں چار دن اسلام کے بغیر کام کرنے کی اجازت ہے تو آپ تو بڑی پروگریس کر ڈالیں۔ لیکن آپ اسلام کو چھوڑ نہیں سکتے اور اس لیے آپ پروگریس نہیں کر سکتے۔ یہ پروگریس کافر ہے۔ ہمیں ہر حال میں خدا یاد آ جاتا ہے' خدا خوفی آ جاتی ہے اور دوسرے واقعات آ جاتے ہیں۔ اس لیے آپ پروگریس نہیں کر سکتے۔ آپ سمجھ لیں کہ آپ پروگریس نہیں کر سکتے۔ آدمی کیا غافل ہو کے سوئے گا وہ

جس کو یہ پتہ ہے کہ پڑوسی بھی ہماری ذمہ داری ہے۔تو وہ کیا سوئے گا۔ پاگل ہی ہوگا اگر سوئے گا۔جس کو اپنے گھر میں آنے والے مہمانوں کا انتظار ہو وہ کیا سوئے گا۔ بھائی اگر بہنوں کا خیال رکھنے والا ہو تو کیا سوئے گا۔اگر آگہی والا یہ کہے کہ شہر میں ہر برائی کے واقعے کا میں ذمہ دار ہوں تو وہ کیا سوئے گا۔ہر غم پر رونے والا کیا سوئے گا۔ یا تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غافل کر دے لیکن یہ تو نہیں ہوگا۔لہٰذا اللہ آپ کو باشعور کر دے۔ باشعور کا مطلب کیا ہے؟ کہ Awakening ہو۔ یہ ہے Well being اور یہی آپ کا حاصل ہے۔تو اللہ آپ کو آگاہ کر دے۔اس طرح آپ یہ دنیا بہتر چھوڑ جاؤ گے۔اس دنیا سے آپ اپنا غم کم کر جاؤ' پریشانی کم کر جاؤ۔شاید آپ کو یاد آجائے کہ میں نے ایک نسخہ دیا تھا آپ کو۔کہ وہ زندگی یا وہ مقام جس میں آپ کے گھر کے حالات میں بندہ تو تبدیل ہو جائے لیکن حالات ویسے کے ویسے ہی قائم رہیں' ویسے کے ویسے ہی وہ مشین چلتی رہے تو سمجھو کہ وہ شخص ناکام ہے۔بات سمجھے؟ اور بزرگ جب رخصت ہوتے ہیں تو کتنے کامیاب ہوتے ہیں۔ان کی ہوتی تو قبر ہے لیکن اتنی روشن ہوتی ہے کہ مزار جو ہے وہ میلہ بن جاتا ہے۔تو وہ قبر کو بھی روشن بنانے والے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کچھ لوگ زندگی میں ہی مر چکے ہیں اور کچھ لوگ مرنے پر زندہ ہو جاتے ہیں۔اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی زندگی کہیں زندگی میں ہی مری نہ پڑی

ہو۔ کہتے ہیں کہ ایک شاہین اُڑ رہا تھا اس نے زمین پر کوئی چیز دیکھی' لپکا اور اُسے اُٹھایا' پنجے میں پکڑا' اُسے لگا کہ یہ کوئی مری ہوئی چیز ہے۔ اب یہاں پر کہنے والے کہتے ہیں کہ جتنا عرصہ وہ مرا ہوا جانور شاہین کے پنجے میں رہا وہ اُڑتا رہا ہر چند کہ وہ بے جان تھا۔ اور جب رشتہ ٹوٹ گیا تو بے جان پھر بے جان ہو گیا اور جان دار اُڑ گیا اُدھر' جہاں سے آیا تھا۔ وہ جو لامکان سے آیا تھا وہ لامکاں کو واپس چلا گیا اُسے روح کہتے ہیں۔ اور باقی کے بے جان کو مٹی کی مٹی کہتے ہیں کہ یہاں سے اُٹھائی اور یہاں پھینک دی۔ پھر مرا کون؟ اگر تو آپ مٹی ہیں تو زندہ نہیں ہیں اور اگر روح ہیں تو اس کو موت نہیں ہے۔ آپ اپنی روح میں داخل ہو جائیں تو موت سے بچ جائیں گے۔ اگر اپنے وجود میں رہیں گے تو موت سے بچ نہیں سکتے۔ بس یہ اس کا راز ہے کہ وجود میں رہو گے تو بچ نہیں سکتے اور روح میں آ جاؤ گے تو پھر موت سے بچ گئے۔ موت سے بچنے کا یہی راز ہے۔ تو اپنی Soul کو دریافت کرو۔ پھر آپ اُڑنے والے کے ساتھ اُڑو گے_____

اب کوئی اور سوال کر لو_____پوچھو_____

اچھا آپ کو چھوٹی چھوٹی' آسان باتیں بتاتے ہیں۔ اگر کسی دعا کی ضرورت ہو تو کسی انسان کی کوئی نہ کوئی مشکل حل کیا کرو۔ لوگوں کو دیکھا کرو کہ کوئی الجھن میں یا مشکل میں تو نہیں۔ مسکین کی مدد کیا کرو۔ مسکین اس

شخص کو کہتے ہیں جو محنت پوری کرے لیکن اس کا گزارا پورا نہ ہو۔ تو کون مسکین ہے؟ جو محنت کرنے کے بعد بھی گزارا نہ کر سکے۔ آدمی سے زیادہ دنیا مسکین ہو چکی ہے۔ اس لیے آپ ان لوگوں کی مدد کیا کرو۔ تب اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بڑی مہربانی فرمائے گا۔ لوگوں کی خدمت کیا کرو' ان کے ساتھ تعاون کیا کرو اور ان کے ساتھ اس چیز سے تعاون کیا کرو جو آپ کے پاس سب سے اچھی چیز ہے۔ یہ ضروری ہے کہ لوگوں کو پیسہ دو' ان کی خدمت کرو' اپنے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کثرت سے درود پڑھا کرو۔ اس سے اللہ بہت راضی ہوتا ہے۔ اور کثرت سے نماز پڑھو تو اللہ کے حبیب پاک ﷺ بہت راضی ہوتے ہیں۔ درود سے اللہ راضی ہوتا ہے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اس حکم کی Compliance ہوتی ہے۔ اور نماز کے لیے اللہ کے حبیب پاک ﷺ Insist کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے۔

سوال:

درود شریف کا کیسے اہتمام کریں؟

جواب:

درود شریف کا جتنا اہتمام کرو اتنا بہتر ہے۔ ایسے مقامات بھی ہوتے ہیں جہاں پر آپ اچھی یادوں کو نہیں بلاتے' اچھی یاد کے لیے اچھا مقام ہونا ضروری ہے۔ درود اصل میں یاد کا نام ہے۔ تم ایسی حالت میں

پائے جاؤ کہ جس ذات پر تم درود بھیج رہے ہو اگر آپ کی طرف سے تمہیں کوئی تقرب مل جائے تو وہ جگہ آپ کے قابل ہو۔ آپ لوگ یاد کر رہے ہیں اور اگر یاد کا جواب دینے کے لیے وہ ذات اپنی توجہ فرما دے تو آپ کا ماحول بہتر ہو۔ تو درود باطنی بھی ہے اور ظاہری بھی ہے' وضو ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی ہے۔ روح کا وضو ہمیشہ سے قائم ہے۔ اس کی پاکیزگی ہمیشہ سے قائم ہے۔ روح کبھی ناپاک نہیں ہوتی ہے۔ آپ درود روحانی طور پر کیسے پڑھتے ہیں؟ پہلے ظاہری طور پر پڑھنے کی عادت ہو اور جب الفاظ زبان سے نکل کر شعور سے ہوتے ہوئے لاشعور میں داخل ہوتے ہوئے روح میں جاتے ہیں تو پھر وہ شخص کہتا ہے کہ ذکر جاری ہے اور ہم بات کر رہے ہیں۔ بات زبان کر رہی ہے' واقعات ہو رہے ہیں اور ذکر جاری ہے۔ وہ جو ذکر جاری ہے وہ کہاں پر جاری ہے؟ اگر وہاں آپ پہنچ جائیں تو پھر آپ کے لیے یہ قید نہیں ہے۔ وہ مقام ایسا ہے جہاں وضو نہیں' دن نہیں ہے' رات نہیں ہے۔ وہ روح کا مقام ہے۔ روح میں پاکیزگی ہے۔ آپ درود کا اہتمام کر لو تو برکت ہے' اچھی بات ہے' جتنا اہتمام کرو اچھا ہے۔ پاکیزگی کا اہتمام کرو۔ نفاست کا اہتمام کرو۔

سوال:

یہ جو تیمم ہے کیا یہ نیت کا وضو ہے؟

جواب:

یہ آسان سی بات ہے۔ شریعت میں بتایا گیا ہے کہ تیمم کیا ہے؟ کہ جب تم اس قابل نہ ہو کہ پانی حاصل کر سکو، مرض ہو، وقت ہو تو تیمم کر لیا کرو۔ تو اس میں نیت بھی ہے اور عمل بھی ہے۔ پورا عمل ہے کہ اس طرح کیا کرو ____ اور کوئی سوال؟ _____

اچھا پھر میں ہی بتاتا ہوں۔ خواہشات کو اللہ کے حوالے کرو۔ اپنے اللہ پر اس حد تک یقین اور بھروسہ کر لو کہ گلہ نہ آئے۔ ہر حال میں راضی۔ جو بات آپ کو آج مشاہدے میں ملی، جس نے کچھ عرصہ پہلے یہ بات کہی ہو گی، اس وقت تو اتنا یقین نہیں آتا تھا۔ اس وقت اس بات کا امکان نہیں تھا۔ اس کی اطلاع تو تھی لیکن امکان نہیں تھا۔ اور سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ بات کیسے ہو سکتی ہے۔ اور کچھ عرصے کے بعد یہ بات ہو گئی۔ اب آپ کو سمجھ آئی ہے کہ ایسے بات ہو سکتی ہے۔ ورنہ تو وہ مقام تھا کہ آپ کے ماننے کے عمل میں کچھ دراڑ پیدا ہو جاتی۔ آپ کہتے تھے کہ ہم تو ختم ہو گئے کیونکہ یہ تو واقعہ ہی ایسا ہو گیا ہے۔ اللہ نے مہربانی کر دی۔ تو اسی طرح یاد کرنا چاہیے اور ماننا چاہیے۔ آپ اللہ تعالیٰ کو ایسے مانو کہ اس کا ہر عمل ہی مان لو۔ اگر یہ مان لو گے تو پھر آپ کو ذکر کی توفیق مل جائے گی۔ ذکر کی توفیق اس کو ملتی ہے جس کی

محبت اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔ اُسے اندیشہ نہ ہو اور اس میں کوئی بحث نہ ہو۔ جب آپ دیکھو کہ آپ کا کوئی دشمن نہ رہے تو پھر آپ کو ذکر کی توفیق مل جائے گی۔ کیونکہ صاحب ذکر کسی کو بددعا نہیں دیتا ورنہ بددعا قبول ہو جاتی ہے۔ میری بات سمجھ آئی؟ ذکر میں ایک ایسا مقام آجاتا ہے جہاں قبولیت کا موقع آجاتا ہے۔ اور اگر آپ کے دل میں کسی کے خلاف خیال آجائے تو اثر ہو جائے گا۔ تو یہ منع ہے۔ اس لیے آپ اللہ کو یاد کیا کرو اور دعا کیا کرو۔ دعاؤں کی منظوری کے لیے آپ سب یہاں بیٹھے ہیں۔ سب کی دِقت اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ جو موجود ہیں یہاں پر ان تمام کی مشکلات آسان ہوں۔ یارب العالمین یہ مشکلات اور الجھنیں آسان ہوں تاکہ ہم تیری طرف توجہ کے ساتھ عمل کر سکیں۔ جو موجود ہے وہ محفوظ رہے۔ ایک تو یہ مشکل ہے۔ اور پھر جو اس میں کمی ہے وہ پوری ہو جائے۔ جو غیر ہے وہ نکل جائے۔ بس اتنی ساری ہماری خواہش ہے کہ جو ناپسند ہے وہ نکل جائے' جو پسند ہے وہ آجائے اور جو موجود ہے وہ محفوظ رہے _____ باقی سب خیر خیریت کی بات ہے۔ دعا کرو کہ یارب العالمین ہمیں زیادہ سوال جواب سے بچا کے آپ ہی سب آسان فرما' بچوں کی طرف سے ہمیں کوئی تکلیف نہ ہو' ہمارے بزرگ راضی رہیں' ضرورت جو ہے وہ حاصل کے برابر رہے۔ یہ نہ ہو کہ ضرورت بڑھ جائے اور حاصل کم ہو۔ یارب العالمین اتنے وسائل

مہیا کر دے کہ ہمارے حالات خود بخود چلتے جائیں، رونق لگی رہے اور خیر خیریت کا میلہ قائم رہے۔ امین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

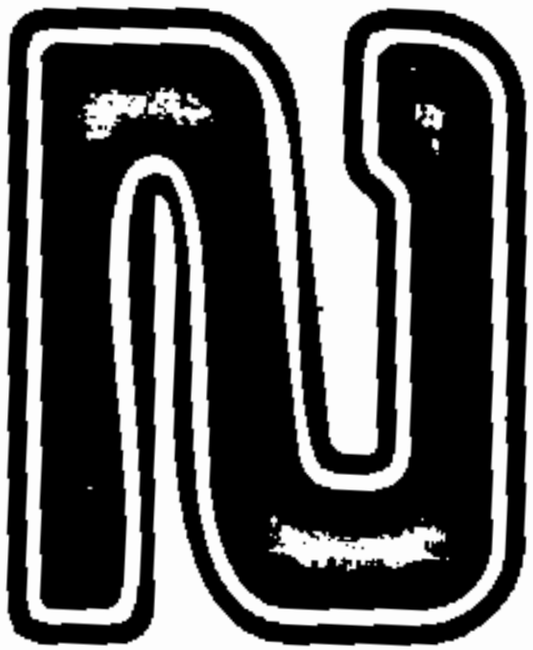

1 دل کی اصلاح کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

سوال:

دل کی اصلاح کے بارے میں کچھ فرمائیں۔

جواب:

دل بیمار ہوتا ہے ان خواہشات سے جن کا تعلق نمائش کے ساتھ ہو' لوگوں کے ساتھ مقابلے کا ہو اور یہاں پر Stay کرنے کا ہو۔ دل پسند کرتا ہے وہ چیز جو اُسے یہاں ٹھہرنے میں مدد دے۔ اس طرح دل بیمار ہو جاتا ہے۔ اور وہ دل جو پسند کرتا ہے اس چیز کو جو اس کو آخرت میں لے جائے گی وہ اسے طاقت دیتی ہے یعنی کہ دل نے پسند کیا کہ یہاں ٹھہر جاؤ' یہ کرو' وہ کرو تو وہ فراعین والی بات ہے۔ فرعون جب مرنے لگتا تھا تو ان کی ایک روٹین تھی کہ مر تو رہے ہیں' اتنا پیسہ چھوڑ رہے ہیں' کیا بنے گا' تو انہوں نے کہا کہ یہ پیسہ ہمارے ساتھ دفن ہوگا۔ تو وہ پیسہ وہیں دفن ہے ان کے ساتھ۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ ہماری عاقبت میں کام آئے گا مگر فرعون الگ پڑا ہوا ہے اور پیسہ الگ پڑا ہوا ہے۔ خدا سے یہ دعا کرنی چاہیے' مگر یہ مشکل ہے اور ہر آدمی نہیں کر سکتا' کہ یا اللہ اتنا رزق دے جتنا میں استعمال کر لوں اور استعمال

سے بچ جانے والا رزق دے ہی ناں۔ توبہ توبہ! آپ کبھی نہیں کہہ سکتے یہ بات۔ لالچ اسی کا نام ہے۔ کہ انسان سوچتا ہے کہ شاید اس کی مستقبل میں ضرورت ہو اور مستقبل کے انتظار میں وہ سارا مستقبل ماضی ہو چکا ہوتا ہے۔ اور جب وہ رخصت ہو جاتا ہے تو مستقبل ہوتا ہی کوئی نہیں ہے۔ پیسہ وہ رکھتا ہے مشکل وقت کے لیے' پہلے پیسہ رکھتا ہے اور پھر مشکل وقت کا انتظار کرتا ہے۔ تو پھر وہ مشکل وقت آ ہی جائے گا۔ جس نے مشکل وقت کا انتظار کیا اس پر مشکل وقت آئے گا۔ جس نے اچھے وقت کا انتظار کیا اس پر اچھا وقت آ جائے گا۔ اچھے وقت کا انتظار خدا کی رحمت کا انتظار ہے۔ اگر آپ ایک نسخہ استعمال کر لو کہ اپنے عمل پر انحصار نہ کرو تو بدعملی کا خوف نہیں ہوگا۔ بدعملی کا خوف اُسے ہوگا جسے اپنے عمل پر انحصار ہے۔ اگر آپ اللہ کے فضل پر انحصار کر لو تو نہ اچھا عمل' نہ نیک عمل اور نہ بدعمل۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ آپ دعا کیا کرو کہ یا اللہ! عمل کے غرور سے بہتر ہے بدعملی پر ندامت۔ وہ ندامت بہت بہتر ہے۔ سارے بزرگ یہی کہتے آ رہے ہیں کہ گناہوں پر ندامت بہت بہتر ہے عبادت پر غرور سے۔ عبادت کا غرور شیطان کو لے ڈوبا۔ اس لیے دعا یہ کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنے سامنے عاجز ہی رکھ۔ یا اللہ ہمیں دنیا میں عاجز نہ بنا اور دنیا کے سامنے ہمارا عزت' وقار قائم رکھ۔ جو خدا کے سامنے عاجز ہو گئے وہی لوگ فلاح پا گئے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ جن لوگوں نے یہ

کہہ دیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے وہ فلاح پا گئے۔ اللہ رب ہے کا مطلب ہے کہ وہی پالنے والا ہے' وہ رزق دینے والا ہے اور لینے والا بھی وہی ہے۔ ثم استقاموا پھر اس بات پر انہوں نے استقامت کر لی۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ان لوگوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی جاتی ہے اور وہاں پر یہ کھائیں گے جو یہ پسند کریں گے اور یہ مہمانی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اور بہشت میں جو وعدہ کیا گیا وہ انہیں مل جائے گا۔ تو یہ لوگ ہیں فلاح پانے والے۔ کون؟ جنہوں نے کہہ دیا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس پر استقامت کر دی۔ ایک کہانی سناتے ہیں بزرگ۔ داتا صاحبؒ کو پتہ چلا کہ فلاں علاقے میں ایک درویش ہیں۔ انہوں نے سوچا کہ ان سے مل لیا جائے۔ تو وہاں گئے۔ اس بزرگ کے پاس شام کے وقت پہنچے۔ وہ بزرگ ملے اور پوچھا کہ نام کیا ہے' کام کیا ہے' ذریعہ معاش کیا ہے؟ انہوں نے اُسے سلام کیا اور کہا کہ میں جا رہا ہوں اور آئندہ اپنی ملاقات کا کوئی موقع نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ تو اگر ذریعہ معاش ہمارے عمل میں سمجھتا ہے تو تُو غلطی پر ہے' ذریعہ معاش تو اُس کا فضل ہوتا ہے۔ کہیں تم لوگ ذریعہ معاش اپنے پیشے کو نہ سمجھ لینا۔ جب یہ پتہ چل گیا کہ اللہ رزق دینے والا ہے تو معاش کا ذریعہ ایسے ہی درمیان کی باتیں ہیں' Formal ہیں۔ دینے والا وہ ہے۔ ورنہ تو بے

شمار لوگ محنت کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کے پاس رزق نہیں آتا۔ اور بعض لوگوں کو وہ آسان رزق عطا فرماتا ہے۔ بعض لوگوں کو وہ آسان عاقبت عطا فرماتا ہے مثلاً یہ کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ تو یہ آسان عاقبت بن گئی۔ تو نہ عمل ہے اور نہ عمل کی ضرورت ہے۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ آسان عاقبت عطا فرما۔ آسان عاقبت وہ ہے جو اعمال سے آگے ہو' خود بخود ہی ہو۔ اس کے آسان طریقے بتائے گئے ہیں۔ کسی اچھی عاقبت والے آدمی کو راضی کر لو' کسی چلتے دریا میں کوئی چیز ڈال دو یا نکال لو' وہ دریا جو ہمیشہ وَ گنے والے' چلنے والے ہیں۔ دریا تک رسائی ہو گئی تو سمندر تک خود ہی ہو جائے گی۔ سب سے پہلے کیا کرو؟ دریا تک رسائی کرو۔ سمندر آپ نے اگر نہیں دیکھا ہوا' نہیں پہنچ سکتے' تو دریا میں ڈال دو۔ یہاں ایک درویش ہوتے تھے' وہ کاغذ پہ کچھ لکھتے اور دریا میں ڈال دیتے' کہتے کہ اللہ نے کہا ہے کہ میرا عرش پانی میں رہا ہے' یہ پانی چلتا چلتا سمندر میں جائے گا اور اللہ کے عرش پر چلا جائے گا۔ اللہ خود ہی مان لے گا۔ تو یہ بھی ایک راستہ ہے۔ دریا بھی ایک راستہ ہے۔ کسی چیز پر اگر آپ کا اعتماد ہو جائے کہ یہ راستہ اللہ کی طرف جاتا ہے تو وہاں دعا کرا لو۔ اللہ کا راستہ اللہ کے بندوں تک پہنچتا ہے۔ تو کسی سے دعا کرا لو۔ دعا میں شامل ہو جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ پھر آپ کو سنگ مل جائے گا' دل جو ہے یہ شفا پا جائے گا۔ دل کی شفا کا آسان طریقہ یہ ہے کہ

دل کی بیماری دور کرلو۔ اس دل سے بت نکال دو تو یہی کعبہ بن جائے گا۔ بُت جو ہیں یہ خواہش کے بُت ہیں۔ خواہش کے بُت نکل جائیں تو یہ دل خود بخود ہی کعبہ بن جائے گا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو Healthy دل دے۔ Healthy دل اس آدمی کا ہوتا ہے جو دنیا کی خواہشات سے آزاد ہو۔ بعض اوقات لوگ آزاد ہونا نہیں چاہتے۔ کہتے ہیں کہ اکثر کوئی ضرورت ہوتی ہے۔ تو اس سے بچو۔ وہ آدمی جو گنتی میں پڑ گیا وہ مشکل میں پڑ گیا۔ گنتی سے نکلو' تقاضے سے نکلو' پیسے کی محبت سے نکلو' مال کی محبت اور اولاد کی محبت سے نکلو۔ محبت مال دینے والے سے کرو۔ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اولاد کی محبت بہت اچھی چیز ہے اور اگر صرف اولاد سے خالی محبت کرو گے تو اولاد کی بداعمالی پر پریشان ہو جاؤ گے یعنی جو لوگ اولاد سے صرف اولاد کی خاطر محبت کرتے ہیں اور خدا کی طرف سے نہیں کرتے تو وہ اولاد کی بداعمالی پر پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر گلہ کرتے ہیں کہ اولاد نے تو بڑا پریشان کر دیا۔ پہلے تو آپ اولاد کی وجہ سے سب کو پریشان کرتے تھے' اتنی بڑی محبت کرتے تھے۔ نہ اولاد قابلِ محبت ہے اور نہ قابلِ نفرت ہے' اولاد بس اولاد ہی ہے' نہ اس پر غرور کرو' نہ اس پر ندامت کرو۔ ان کی اپنی زندگی ہے' تمہاری اپنی زندگی ہے۔ ان کی اپنی عاقبت ہے' تمہاری اپنی عاقبت ہے۔ اولاد کو اپنا دین دے دو اور دنیا کی پرواہ نہ کرو۔ وہ خود ہی کماتے رہیں گے' چلتے جائیں

گے۔ان کو اچھا راستہ بتا دو اور ان کے لیے دعا کیا کرو۔اولاد کا گلہ اگر ماں باپ کریں تو اولاد کے لیے عذاب ہے۔اور ماں باپ کا گلہ کرنا ہی اولاد کے لیے عذاب ہے۔تو مطلب یہ ہوا کہ اپنے ماں باپ کو گلے کا موقع نہ دینا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولا تقل لھما اُف ماں باپ کے آگے اُف نہ کرنا۔وقل لھما قولا کریما اور ان کے آگے Gentle الفاظ سے بات کرنا' اگر وہ بڑھاپے میں آ جائیں تو ان کے لیے رحمت کے بازو پھیلا دینا جس طرح انہوں نے بچپن میں تم پر رحم کیا تھا۔خدا سے یہ دعا کیا کرو کہ ان ضعیف اور ناتواں بزرگوں سے آپ کو دعا ملتی رہے۔تو والدین سے دعا لینا بہت ضروری ہے۔یہ بھی دل کے لیے بہت ضروری ہے۔والدین دعا کریں اور اولاد بھی دعا کرے۔جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو والدین کے لیے بھی دعا کرتے ہیں اور اولاد کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔جب آپ کی اولاد نماز پڑھے گی تو آپ کے لیے بھی دعا کرے گی اور اپنی اولاد کے لیے بھی دعا کرے گی۔اس طرح یہ Chain چلتی جائے گی۔تو آپ اپنے ماں باپ کے لیے دعا کریں' آپ کے بچے آپ کے لیے دعا کریں گے' نماز وہ بھی پڑھیں گے۔اس سے بہتر دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔اسی میں آپ کے لیے دعا ہو گی۔نماز کے ذریعے آپ کے ماں باپ کی دعا بطور اولاد آپ کے لیے ہوتی گئی اور اولاد بھی آپ کے لیے دعا کرتی ہے جب آپ ماں باپ

ہوتے ہیں۔تو یہ نماز کے ذریعے دعا ہوتی جارہی ہے۔تو یہ دونوں آپ کے دعا گو ہیں۔تو اچھے انسان وہ ہیں جنہوں نے لوگوں کو اپنے لیے دعا گو بنالیا۔ جنہوں نے لوگوں کے دل زخمی کیے وہ پریشان ہو گئے۔تو لوگوں کو پریشان نہ کرو۔اگر اپنے دل کی خبر نہیں ہے تو کسی اور کے دل کی خبر لو' کسی کا دل راضی رکھو۔ جہاں پہ کوئی رشتہ ہو مثلاً بہن بھائی تو اس کے بارے میں بزرگ بتاتے ہیں کہ یہ آدھے ماں باپ ہوتے ہیں۔تو ماں باپ کے جانے کے بعد یہی ماں باپ ہوتے ہیں۔بہن بھائیوں سے محبت کرنے والا جو ہے وہ ماں باپ کا تابعدار ہے۔ماں باپ کی یاد اور ماں باپ سے محبت' اپنے بہن بھائیوں سے محبت ہے۔بہن بھائیوں سے محبت کرو اور ان کی خدمت کرو' بزرگوں کی خدمت کرو اور اولاد سے محبت کرو۔اس طرح راستہ چلتا جائے گا۔جتنا ہو سکے وہ کرتے جاؤ اور جو نہ ہو سکے اس کی معافی مانگ لو۔اللہ قبول کر لے گا۔ وہ جو دیہات سے خط لکھا کرتے تھے کہ ''اس تھوڑے لکھے ہوئے کو بہت سمجھنا' کافی سمجھنا''۔آپ کہو کہ یا اللہ میں نے تھوڑا لکھا ہے' اس کو بہت سمجھ' ہم کیا کریں' تو ہی مہربانی کر۔ایک اَن پڑھ آدمی خانہ کعبہ میں گیا اور جا کے کہتا ہے کہ یا اللہ ہم بندے ہیں اور تو اللہ ہے' ہمارا رواج ہے کہ دشمن اگر گھر میں آ جائے تو معاف کر دیا جاتا ہے' ہم تیرے گھر میں آ گئے ہیں اب تو ہمارے ساتھ کیا حساب کتاب کرے گا' بس معافی دے! تو

اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیا کرو۔ باقی جو بھی جہاں بھی صاحبِ مزار ملے یہ سمجھو کہ یہ سارے کے سارے جو ہیں حضور پاک ﷺ کی مہربانیاں ہیں۔ جہاں پہ کوئی مزار ملے یہ سارا عشقِ حبیب ﷺ ہی ہے۔ جس جگہ مزار ملے وہاں جا کے دعا کرو' اس دربار سے سیدھا راستہ' ہر صاحب مزار کا راستہ مدینے کو ہی ہے۔ جہاں کوئی ملے وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں سے حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے' یہ سب حضور پاک ﷺ کے جلوے ہیں۔ چاہے اجمیر شریف ہو' دلّی ہو' آگرہ ہو یا جہاں کہیں ہو' جہاں کہیں شمع روشن ہے یہ حضور پاک ﷺ کے نام کی شمع ہے۔ اس لیے بزرگوں کو چھوٹا بڑا نہ کہا کرو۔ بس سارے بزرگ ہیں اور سب حضور پاک ﷺ کے جلوے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کیا ہیں؟ سب حضور پاک ﷺ کے جلوے ہیں۔ کسی میں کمی بیشی یا تفریق نہیں کرنی ہے۔ چلنے دو اور بس آپ چلتے جاؤ' مسافر خانے سے گزر جاؤ۔ اس طرح پار ہو جاؤ گے۔

اگر کسی نے نیکی کے نام پر ایک درخت لگایا' ایک پودا یا ایک بیج لگایا تو اس کو پتہ نہیں ہوتا ہے کہ وہ کیا کر گیا۔ اس نے نیکی کے نام پر نیک درخت لگا دیا۔ اس کو پتہ نہیں ہوتا کہ ایک درخت میں کتنے بیج ہیں اور پھر ہر بیج میں کتنے درخت ہیں۔ تو یہ کروڑہا ٹائم Multiplied ہیں۔ آپ کا ایک درخت جو لگا ہے نیکی کے نام کا اس میں ہزارہا بیج ہوں گے اور ہر بیج میں کروڑہا درخت

ہوں گے' درختوں کے اندر پھر بیج ہوں گے اور بیج کے اندر پھر درخت ہوگا۔ چلتے چلتے یہ Infinite Series بن جائے گی۔ آپ کا نیکی کا ایک عمل جو اتفاقیہ سرزد ہونے والا ہے' آپ کے لیے پوری کی پوری کائنات بنا جائے گا۔ کیا بنا جائے گا؟ Infinity کی ایک کائنات۔ پھر آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ میں نے کیا کیا۔ اس لیے اگر نیک راستوں پر کوئی بیج Drop ہو جائے نیکی کا' تو وہ بھی ایک Infinite نتیجہ ہے' لامحدود نتیجہ ہے۔ اللہ کے ایسے کام ہیں۔ بس کبھی سمجھ آ جائے تو۔ اس لیے دعا کرو کہ یا اللہ مجھ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے' میرے ہاتھ سے کوئی نیک درخت لگ جائے۔ یہ پھر چلتا جائے گا' Multiplied اور Multiplied ہوتا جائے گا اور پھر یہ Geometric Progression سے چلے گا۔ پتہ نہیں کہاں سے کہاں بات چلی جائے گی' Infinity در Infinity ہو جائے گی۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ زندگی چلتے چلتے زندگی کے اندر کوئی نیک درخت لگا جانا' نیک کام کر جانا' نیک گرم کر جانا۔ تو زندگی میں نیک کام کر جانا۔ وہ پھر بڑھتا جائے گا' بڑھتا جائے گا۔ اللہ کی محبت کا پھل یا درخت اگر دل میں لگ جائے تو اس کو کہتے ہیں کہ ؎

الف اللہ چنبے دی بوٹی

مرشد من وچ لائی ہو

یعنی کہ اللہ ایک خوشبودار پودا ہے جو مرشد نے دل میں لگایا ہے۔

ایک دفعہ پودا لگ گیا تو پھر اس کے بعد اس گلاب کی قلمیں ہیں ساری۔ اصل میں تو کہانی ایک ہے۔ تو ایک سے سارا فیض ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو ایک ہی ہے ذات جس پہ اللہ تعالیٰ خود درود بھیجتا ہے' باقی سب فیض ہے درود والے کا۔ دعا کیا کرو' درود شریف پڑھا کرو' ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو' ہر ایک کو معاف کر دیا کرو۔ جس نے معاف کر دیا وہ معاف کر دیا گیا۔ یہ بات یاد رکھ لو۔ بدلہ لینے والے کی معافی مشکل ہو جائے گی۔ اگر آپ قیامت والے دن کسی کا گلہ کر رہے ہوں گے تو ایک فریادی آپ کے خلاف کھڑا ہو جائے گا کہ تم میرا حق ادا کرو۔ اگر تم اپنے قاتل کے خلاف بات کر رہے ہو گے تو چیونٹی بول پڑے گی اور تم اس کے قاتل نکل آئے' کیا پتہ کون کون فریاد کرے گا کیونکہ تیرے پاؤں کے نیچے آ کے کون کون مر جاتا ہے۔ حق تو ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ایک آدمی پتھر پہ بیٹھ کے عبادت کر رہا تھا تو وہ پتھر گھس گیا۔ اس نے تھوڑا سا غرور کیا کہ یا اللہ میں نے بڑا عرصہ تیری عبادت کی ہے' اس سے زمین پر نشان پڑ گیا ہے۔ اُس نے کہا پہلے پتھر پہ بیٹھنے کا حق ادا کر۔ تو یہاں بیٹھنے کا جو حق ہے وہ تو نہیں ادا کر سکتا' اتنا عرصہ زندہ رہنے کا تو حق ادا نہیں کر سکتا اور عبادت کی جو توفیق ملی ہے اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے دعا کرو۔ یارب العالمین رحم فرما! آپ لوگ سلامت رہو۔ آپ لوگ آباد رہو۔ سب کے لیے دعا کیا کرو۔ میں آپ کے لیے دعا

کرتا ہوں۔ بس یہ یاد رکھنا کہ اگر اچانک آپ کے ہاتھ سے کوئی درخت لگ گیا تو بڑی دور تک بات جائے گی۔ موقع تلاش کرتے جاؤ تو کہیں نہ کہیں سے مل جائے گا۔ اگر نیکی کے دو قدم ہی چل پڑے تو بڑی بات ہے۔ مزار پہ پہلا چراغ جلانا مشکل ہوتا ہے' ایک بار جب جلا دیا تو لوگ جلاتے رہتے ہیں۔ پھر مزاروں کے چراغ بجھتے نہیں ہیں۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے' سب ٹھیک ہو جائے۔ انشاء اللہ اگلی دفعہ ملاقات کریں گے۔ دعا کرو کہ صحت ٹھیک ہو جائے۔ Thank you for all coming. تو دعا کرو۔

سوال:

سر! آپ کی ہمشیرہ کے بارے میں سُنا تھا کہ وہ فوت ہو گئی ہیں۔

جواب:

ہاں۔ بڑا سنگ تھا۔ بڑا ساتھ تھا۔ آپ دعا کرو اور فاتحہ کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے _____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ امین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

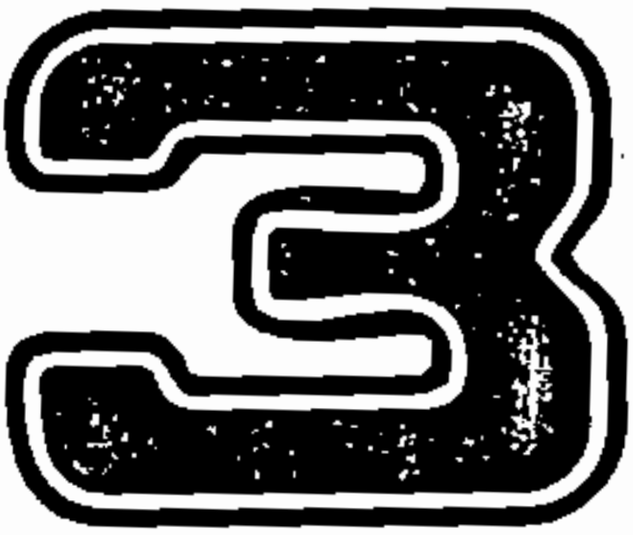

1 میرا مسلک مجھے بہت ہی پیارا ہے' آپ اس پہ کوئی روشنی
ڈالیں تا کہ مجھے کچھ سمجھ آ جائے۔

سوال:

میرا مسلک مجھے بہت ہی پیارا ہے' آپ اس پہ کوئی روشنی ڈالیں تا کہ مجھے کچھ سمجھ آ جائے۔

جواب:

آپ کا مسلک ہے کیا حافظ صاحب؟

سوال:

قادری۔

جواب:

اگر آپ کو پیارا ہے تو یہ ضرور رہے۔ یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

پیارا تو ہے لیکن آپ اس کے بارے میں کوئی بات بتائیں۔

جواب:

پیارا تو آپ کو ہے' ہم کیسے بات سنائیں۔ جو چیز پیاری ہے اُسے

پیار کرو۔

سوال:

میرے پاس اتنا علم نہیں ہے اس لیے یہ کہہ رہا ہوں۔

جواب:

آپ چند باتیں یاد رکھو تو آپ لوگوں کے لیے بہت آسانی ہو گی اور کنفیوژن پیدا نہیں ہو گی۔ بات آسان ہے کہ آپ نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ پھر اسلام کے انوار اور اسلام کی تجلیات' اسلام کی آزمائشیں' اسلام کے ساتھ عاقبت' خیر خیریت ہو جائے گی' کمی بیشی ہو گئی تو دعا ہو جائے گی۔ عاقبت' عبرت' نیکی' بدی سب اسلام کے مطابق ہوں گے یعنی جو کچھ اسلام نے بتایا۔ اتنی بات ہو تو پھر اس میں دِقت ہی نہیں ہے۔ زندگی میں آپ کا آدھا عمل مجبوری کا ہوتا ہے کیونکہ کوئی اور چارہ نہیں ہوتا۔ یہاں پر نیکی بدی کا سوچنا ذرا مشکل ہے۔ مثلاً آپ بچہ پیدا ہوئے اور پھر بڑھتے ہی چلے جا رہے ہیں اور پھر بوڑھے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ سفر جو ہے یہ آپ کی اجازت کے بغیر ہے' آپ کی اطلاع کے بغیر ہے۔ اسی کے اندر صحت ہے' بیماری ہے' آنکھوں کی چمک ختم ہو جاتی ہے' روشنی کمزور ہو جاتی ہے' زندگی کا لطف ختم ہو جاتا ہے' اردگرد کی وابستگی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ سارا کام خود بخود ہی ہو رہا ہے' یہ سارا آٹو میٹک ہے۔ حتیٰ کہ پھر انسان جو ہے

وہ دلچسپی لینا چھوڑ دیتا ہے' باہر کی دنیا سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور کچھ عرصے کے بعد اندر سے تعلق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ سارا کام آپ نے تو کیا ہی نہیں ہے۔ کیا کام؟ پھر سے دُہرالو' یعنی زندگی میں آپ کا آدھا سفر بہ امرِ مجبوری ہے۔ پیدا ہونا مجبوری ہے اور اس میں آپ کی مرضی شامل نہیں ہے۔ بچہ اگر بڑا ہو گیا تو یہ مجبوری ہے' اس کے اندر قواء بڑھتے گئے تو یہ مجبوری ہے' جوانی آ گئی تو یہ مجبوری ہے' جوانی کے واقعات گزر گئے تو یہ مجبوری ہے' بڑھاپا آ گیا تو یہ مجبوری ہے' زندگی کی روشنی اور چمک ختم ہوتی گئی' وابستگیاں کمزور ہو گئیں' باہر کے تعلقات ویسے ہی چھوڑ دیئے' بہن کہیں چلی گئی' بھائی کہیں چلے گئے' آہستہ آہستہ ایک گھر میں اکٹھے بیٹھنے اور رہنے والا کنبہ کچھ عرصے کے بعد ایک دوسرے کو خط لکھتا ہے کیونکہ یہ یہاں رہتے ہیں اور وہ وہاں رہتے ہیں۔ اور پھر کچھ عرصہ کے بعد خط لکھنا بند ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کی اولادوں کو' ایک دوسرے کی اولادوں کو خبر نہیں ہوتی کہ کون کہاں ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ پیدائش کے بارے میں بھی بھول جاتے ہیں۔ کہتا ہے کہ کون ہو؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے دادا کے پوتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو دادا حضور کی خبر ہی نہیں ہے۔ تو زندگی میں یہ آپ کی مجبوریاں ہیں۔ چلتے چلتے تم اپنے آپ سے اجنبی ہو جاتے ہو اور پھر آخر میں تمہاری گواہی دینے والا کوئی نہیں ہوتا کہ تم کون ہو۔ تم کہتے ہو کہ میں اس خاندان کا آدمی ہوں' تو

وہ کہتے ہیں کہ کوئی گواہی؟ یہ کہتا ہے کہ وہ جو گواہی دینے والے بزرگ تھے وہ تو چلے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اپنے سے زیادہ معتبر آدمی لاؤ جو یہ کہے کہ تم قابلِ اعتبار ہو۔ بڑے آدمی تو رخصت ہو گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تمہارے کسی استاد کی گواہی مانیں گے' اگر وہ کہہ دے کہ تم ٹھیک ہو تو پھر ہم مانیں گے۔ تو یہ کہتا ہے کہ اُستاد تو ہے نہیں' وہ تو گزر گئے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اگر تمہارے والد صاحب کہہ دیں تو پھر ہم مانیں گے۔ یہ کہتا ہے کہ والد صاحب بھی چلے گئے۔ تو کوئی اور تمہارا بزرگ؟ کہتا ہے کہ بزرگ تو میں خود ہی ہو گیا ہوں کیونکہ عمر ختم ہوئی پڑی ہے۔ تو آپ کا یہ سارا سفر مجبوری کا ہے اور اسی کے اندر ظاہر اور باطن کے قواء ختم ہو جائیں گے' بیرونی اور اندرونی رشتے کمزور ہو جائیں گے اور آپ خاموشی سے اپنے آپ سے جدا ہو جائیں گے۔ اب آپ کو اپنے اس سارے سفر کا آپ کو پتہ ہی نہیں ہے۔ تو یہ خود بخود ہونے والی بات ہے۔ خود بخود ہونے والی بات یہ ہے کہ آپ شام تک بلکہ شام کے بعد عشاء تک جاگتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ سے کہیں کہ ذرا ٹھہرو تو آپ کہیں گے کہ مجھے نیند آ گئی ہے۔ اب یہ جو نیند آ جانا ہے یہ بھی آپ کی مجبوری ہے۔ اگر سارا میلہ قائم بھی رہے تو رات کو نیند کی مجبوری تمہیں یہ میلہ دیکھنے نہیں دے گی۔ اقبالؔ کا شعر ہے کہ ؎

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خامشی ستاروں کی

انوکھا عشق ہے میرا انوکھے میرے نالے ہیں

یہ شعر جب کہا گیا تھا تو اگر ان کا کوئی بزرگ زندہ ہوتا تو وہ کہتا کہ یہ کیا کرتے ہو' راتوں کو جاگ کر روتے رہتے ہو' یہ تمہیں کیا ہو گیا' تمہیں نیند کیوں نہیں آتی۔ آنے والا زمانہ کہتا ہے کہ وہ شب بیدار تھے' بخت بیدار تھے' اقبالؔ قوم کا نصیبہ تھے' اس لیے جاگ رہے تھے۔ اگر خاندان کا کوئی بندہ ہوتا تو وہ کہتا کہ دماغ میں کوئی نقص ہے کہ جاگ کر ستاروں سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ لیکن یہ جو ''نقص'' ہے یہ باقیوں سے مختلف ہے۔ عام آدمی یہ کہے گا کہ رات کو ستاروں سے باتیں کرنے کا وقت نہیں ہوتا بلکہ یہ تو نیند کا وقت ہوتا ہے۔ تو عام آدمی شام کو سو جاتا ہے۔ شہروں میں رہنے والے جو عام آدمی ہیں انہوں نے ڈوبتے سورج کا منظر نہیں دیکھا ہو گا۔ نیم چھتوں میں رہنے والے' دو چھتہ بازار میں رہنے والے' چوہٹہ مفتی باقر کے رہنے والے اور نچلی منزلوں میں رہنے والے کو کیا پتہ کہ سورج کدھر سے نکلا اور کدھر غروب ہو گیا۔ تو یہ مجبوری ہے۔ تو وہ نیچر کا موسم اور فطرت کا منظر نہیں دیکھ پاتے۔ تو اتنی ساری آپ کی مجبوریاں ہیں۔ یہ مجبوریاں دیکھو تو آپ کے لیے فخر کی کوئی بات نہیں رہتی۔ بعض اوقات مجبوری یہ ہوتی ہے کہ آپ کی شادی ایسے ماحول میں ہو جاتی ہے جس کا آپ کو علم نہیں ہوتا۔ آپ شادی کے بارے میں لوگوں کا ماضی کا علم دیکھتے ہیں کہ یہ کون اور کیسے لوگ ہیں۔

شادی کے بارے میں آپ تحقیق کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اگر کوئی کہے کہ یہ افغانی ہیں تو پھر آپ کہیں گے کہ ان کا ماضی کیا ہے۔ وہ بتائیں گے کہ ان کا ماضی یہ ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ان کا حال کیا ہے۔ آپ کہیں گے کہ بس اب ٹھیک ہے۔ تو حال دیکھا اور ماضی دیکھا مگر اس کے ساتھ عمر کون سی گزارنی ہے؟ مستقبل کی۔ اور مستقبل کا پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہوگا۔ تو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہوگا۔ تو یہ بھی تمہاری مجبوری ہے کہ تمہاری زندگی کے ساتھی پتہ نہیں تمہارے ساتھ کیا Behave کرتے ہیں یا Misbehave کرتے ہیں' پتہ نہیں کیا سلوک کریں گے' یا تمہیں کیا Produce کریں گے اور تمہارے ساتھ کیسے حالات ہوں گے۔ بات سمجھ آئی؟ تو یہ بھی آپ کی مجبوری نکل آئی۔ پھر آپ کہیں گے کہ مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ کیا حالات ہوں گے۔ بعض اوقات اولاد جو ہے وہ ''سینگوں والی'' نکل آتی ہے' وہ والد کی عزت نہیں کرتے۔ ہوتا بیٹا ہے لیکن والد کی وقعت نہیں ہوتی' اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ علیحدہ ہی رہے۔ تو یہ بھی مجبوری نکل آئی' کہ والدین کی عزت افزائی نہ ہوئی۔ بعض اوقات انسان بڑی کوشش کرتا ہے' بڑی محنت کرتا ہے لیکن پیسہ ہاتھ نہیں آتا' قابو نہیں آتا۔ اس نے بڑی محنت کی' صبح شام محنت کی' دن رات محنت کی' ادھر پیسہ آیا مگر گھر آتے آتے باہر نکل گیا۔ کیا ایسے نہیں ہوتا؟ کبھی آپ نے یہ حالات دیکھے؟ کبھی آپ نے دیکھا یا

سُنا؟ ایسا ہوتا ہے کہ کبھی پیسے کا جی چاہے تو خود آ جائے اور جی چاہے تو نہ آئے۔ یہ مجبوری ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نالائق آدمی کی دوکان چل رہی ہوتی ہے اور علم دوست آدمی کی دوکان پر مکھیاں بھی نہیں آتیں۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں؟ تو مجبوری کے ایسے واقعات بھی ہوتے ہیں۔ گاہک کا آنا یعنی گاہک کا رزق لانا جو ہے اس کا آپ کو پتہ نہیں ہے کہ وہ رزق کہاں سے لاتا ہے۔ ایک مارکیٹ میں دس بندے بیٹھے ہوئے ہوں تو ایک آدمی فٹافٹ کپڑا بیچ رہا ہوتا ہے اور باقی نو آدمی منہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وہ ان سے بھی کپڑا خرید کے بیچتا ہے اور نفع خود کماتا جا رہا ہے۔ تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ بعض اوقات صرف چہرہ بکتا ہے' بعض اوقات Behaviour' سلوک بکتا ہے' بعض اوقات ہاتھوں کی لکیریں بھی بک جاتی ہیں۔ بعض اوقات کوئی مٹی لاتا ہے اور بیچ دیتا ہے اور بعض اوقات کسی کا سونا نہیں بکتا۔ یہ بھی قدرت کی طرف سے مجبوری ہے کہ کون آدمی کامیاب ہے اور کون نہیں ہے۔ اس میں بھی آپ کا دخل نہیں ہے۔ بعض اوقات محنت جو ہے اس کو معاوضہ نہیں ملتا اور بعض اوقات بغیر محنت کے انعامات مل جاتے ہیں۔ بعض اوقات احمق آدمی بادشاہ بن جاتے ہیں اور بعض اوقات دانا آدمی غلام بنے پھرتے ہیں۔ آدمی بڑا دانا ہوتا ہے مگر اس کو فاقہ آ جاتا ہے۔ ہر دانا کی زندگی میں فاقہ آیا ہے۔ مثلاً جو غالبؔ تھا' وہ شعر کا بادشاہ تھا' بہت بڑا شاعر تھا' اس کو

فاقے آ جاتے تھے۔ اقبالؔ کی پریکٹس نہیں چلی تھی۔ سعدیؔ شیرازیؒ کے واقعات دیکھ لو کسی اور کے واقعات دیکھ لو علم بڑا تھا آنے والے زمانے میں چرچے بڑے تھے۔ لیکن ان کا حال بڑا بدحال گزر گیا۔ تو یہ مجبوریاں ہیں۔ اس میں بھی تمہارا دخل نہیں ہے۔ پھر کبھی کبھی زندگی میں اچانک حادثہ آ جاتا ہے' آپ صحیح ڈرائیو کر رہے ہوتے ہیں' سیدھے راستے پر جا رہے ہوتے ہیں اور کوئی بے وقوف غلط راستے سے آ گیا تو اس کی بے وقوفی کی سزا آپ کو مل گئی۔ تو ایک احمق آدمی نے آپ کی زندگی میں پریشانی کر دی۔ بیٹھے بیٹھے آپ کو ڈسٹرب کرنے والی ٹیلیفون کال آ گئی۔ تو آپ کی زندگی میں یہ مجبوری آ جاتی ہے۔ اس لیے ان مجبوریوں میں آپ کا عمل جزا سزا کا زیادہ پابند نہیں ہے' ہے تو سہی لیکن زیادہ نہیں ہے۔ اگر کوئی غریب خاندان کا ہے اور اُسے حج کی سعادت نہیں ملی ہے تو اس سے باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ وہ غریب ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ حج کی خواہش بہت ہوتی ہے' دو دفعہ پیسے بھی بنے ہیں مگر اس نے مکان بنا لیا اور بیٹی کی شادی کر دی۔ پھر پیسے آئے تو دوسری بیٹی کی شادی کر دی' اس کے بعد پیسے آئے تو دوکان بنا لی۔ تو انسان کو کوئی نہ کوئی مجبوری لگی رہتی ہے۔ تو اس انسان سے اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ زندگی' زندگی کے واقعات' بچوں کی تعلیم' صحت' مکان' سامان' معاشرہ اور دوسرے کام' یہ سارے کے سارے آپ کی مجبوریاں

ہیں۔ پھر آپ کے پاس دین بھی ہے۔ سب سے بڑی مجبوری یہ آ گئی۔ یا تو آپ کا دین آپ کی دنیا پر حاوی ہو تو جھگڑا ختم ہو گیا۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ دنیا ضائع کر دی لیکن ہم نے دین کو محفوظ رکھا۔ اب اس میں دنیا کا کوئی شائبہ نہیں ہو گا کہ دنیا لٹا کر دین حاصل کرنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کی زندگی اور ہے' ان کا جواز اور ہے' ان کا درجہ ہی اور ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے دین کو اتنا بلند رکھا کہ زندگی واجبی گزاری۔ کسی سے پوچھا گیا کہ آپ اپنی دنیا یا دین کے بارے میں بتائیں کہ کیا حالات ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میرا دین اتنا ہے کہ میں نے دنیاوی ضرورتیں اتنی کم کر لی ہیں کہ اس سے اور کم ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تو اس کا دین محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ اور طرح کا آدمی ہے۔ کچھ لوگ اپنے گھر سے Migrate کر جاتے ہیں' ہجرت کر جاتے ہیں تا کہ دنیاوی ضرورت ختم ہو جائے۔ کیسے ختم ہو گی؟ وہ ماحول ختم ہو گیا' مہمان نوازی ختم ہو گئی' محلے داری ختم ہو گئی' شہر ختم ہو گئے' جو چھوٹی موٹی عزت بنائی ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی' پردیس میں مسافر بن کے وقت گزار لیا اور Ultimately دوسرے دیس میں' پرائے دیس میں جا کے اتنی بادشاہی کر گئے کہ آج تک ان کی قبروں کی بادشاہیاں ہیں' گرچہ تھے وہ مسافر۔ جتنی بھی قبریں یہاں بادشاہی کر رہی ہیں وہ سارے کے سارے باہر سے آئے'

پیدل آئے' اور آپ لوگ گاڑی میں جا کر سلام کرتے ہو۔ تو یہ بھی ایک خاص مقام ہے کہ اپنے آپ سے ہجرت کر جانا۔ اب دین کی جو بات ہے تو اللہ کریم نے جو دین بنایا یہ اللہ کریم' رسول کریم ﷺ اور قرآن کریم ہے ____ یہ تین ہی تو باتیں ہیں۔ یہی مکمل دین ہے۔ باقی تم آپ ہی ہو۔ اب یہ تینوں ضروری باتیں آپ کو سمجھ نہیں آئیں۔ کہ اللہ کے ساتھ آپ کی کیا ڈیلنگ ہے۔ اتنی بات یاد رکھو کہ اللہ نے کافروں کو بھی پیدا کرنا ہے اور کرتے ہی رہنا ہے' انہیں مال بھی دینا ہے' بعض اوقات ان کی خواہشات بھی پوری کرنی ہیں۔ آپ کے دشمن کا بھی وہ رب ہے۔ وہ رب ہے ناں' کہ آپ کو بھی پالنے والا ہے اور آپ کے دشمن کی تلوار کی دھار کو بھی پالنے والا ہے۔ پھر بھی اللہ پر راضی رہنا جو ہے یہ آپ کے مقدر کی بات ہے۔ یہ آپ سے خود ہو نہیں سکتا۔ اگر آپ کو اللہ کا تعلق مل جائے تو آپ اللہ کو اپنی جماعت میں شامل کر کے کہیں گے کہ ایک لاٹھی آپ پکڑیں اور دوسری میں پکڑتا ہوں اور چور کو مارتے ہیں۔ اللہ کہہ سکتا ہے کہ اسے کیسے مارے' میں نے خود ہی اس کو بھیجا ہے۔ تو آپ کو یہ بات سمجھ آنی چاہیے کہ اللہ کون ہے؟ وہ کافر کو بھی پالتا ہے۔ اگر وہ کافر کو مارنا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ وہ کافر پیدا ہو جائے۔ اللہ چاہے تو مسلمانوں کو دنیا کی بادشاہی مل سکتی ہے۔ کیا اللہ اپنی خواہش پر قادر ہے یا نہیں ہے؟ چاہے تو ہو سکتا ہے۔ اللہ اگر چاہتا تو شیطان

کی کیا مجال کہ آگے سے انکار کرے۔ اللہ اگر نہ چاہتا کہ شیطان سجدہ کرے تو پھر اللہ اسے کہتا۔ وہ چاہتا بھی ہے اور نہیں بھی چاہتا ہے' بس یہاں کہیں درمیان میں ہے اللہ۔ اس نے شیطان سے کہا کہ سجدہ کرو۔ اگر چاہا تھا تو کہا۔ شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر چاہا ہوتا تو پھر اس کی مجال نہیں ہے۔ تو جب یہ کہا کہ سجدہ کرو تو وہ کیسی چاہت ہے؟ تو اللہ کی چاہتیں ایسی ہیں۔ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے' کہ کہا کیا اور مدعا کیا۔ تو اس نے کہا تم لوگ ایک راستے پر چلتے جاؤ' کافروں پر فتح حاصل کرو' غالب ہو جاؤ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں کہ تو کافروں کو پیدا کرنا ہی بند کر دے' جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ مگر وہ پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور جب اس نے اپنے کسی محبوب کو بھیجا' پیغمبر کو بھیجا' وہیں مقابلے میں ایک کافر کھڑا کر دیا۔ خود ہی بھیج دیا اور پھر یہ کشمکش چلتی رہی۔ دین کا سمجھ آنا بعض اوقات اس لیے مشکل ہے کہ جب تک آپ اللہ کے ساتھ ابلیس کے ہونے کو نہ سمجھیں گے تو آپ کو اللہ کی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ یعنی ابلیس کیا ہے' کیوں ہے Why it all اگر ابلیس کو مارنا ہے تو ہم اسے بندوق مار دیتے مگر اسے مارنا ہوتا تو اللہ خود مار دیتا۔ اگر اللہ دشمنوں کو مارنا چاہے تو مار سکتا ہے۔ آپ انسان ہیں' آپ اللہ کے دشمنوں کو بھی مارنا چاہتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو بھی مارنا چاہتے ہیں۔ اللہ دشمنوں کو مارتا نہیں ہے بلکہ سب کو برابر ٹائم پہ مارتا ہے' ساٹھ سال کے بعد

سب کو مار دیتا ہے۔ یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ آپ کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ جب اللہ ہمارا ہو گیا اور ہم اللہ کے ہو گئے تو پھر آپ کے حالات بہتر ہونے چاہییں۔ یہاں سے آپ غلط نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جب آپ اللہ کے ہو گئے تو آپ کی زندگی دنیاوی طور پر بہتر ہونی چاہیے۔ کیونکہ اللہ کے ہو جانے والے دنیاوی طور پر بادشاہ نہیں ہیں' وہ سارے کے سارے غریب بھی ہو سکتے ہیں' فاقہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو اللہ کے قریب رہنے والے بالکل غریب ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہیں ہو سکتا؟ ایسا کبھی ہوا ہے کہ نہیں؟ تو اللہ کے چاہنے والے اور اللہ کے ماننے والے غریب ہوئے' غریب الوطن ہوئے' بیمار ہوئے' حالاتِ زمانہ سے گزرے' مشکلات سے گزرے اور پیغمبر بھی مشکلات سے گزرے۔ تو یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ اگر سمجھ آ جائے کہ میرا اللہ وہ ہے جو میرے ساتھ جو سلوک کرے وہ میرا ہی اللہ رہتا ہے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ میرا اللہ کیا ہے۔ اللہ کیا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ آج اللہ تعالیٰ نے بڑی مہربانی کی' داتا صاحبؒ نے آج بڑی کرم نوازی کی۔ اس سے پوچھا کہ کیا ہوا کہ کرم نوازی ہو گئی۔ کہتا ہے کہ صبح حالات بہت برے تھے' پیسے نہیں تھے' میں نے داتا صاحبؒ جا کر حاضری دی اور پھر دفتر جاتے ہی کام بن گیا۔ اس سے پوچھا کہ کیا کام بن گیا؟ کہتا ہے کہ ایک زمین کا انتقال کرنا تھا' پارٹی نے پیسے دے دیا اور میں نے اس کا انتقال جلدی

کر دیا۔ وہ شخص پٹواری تھا۔ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی کرم نوازی کی' ادھر دعا کی اور اُدھر منظور ہو گئی۔ اب اس کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ کرم نوازی کیا ہوتی ہے۔ اگر رشوت کا نام کرم نوازی ہے تو یہ تو کرم نوازی نہ ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک رزقِ صالح نہ ہو اُسے آپ کرم نوازی نہ کہو۔ اب یہاں پہ یہ بات کھلی کہ جس شخص کے رزق میں ملاوٹ ہے وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ اللہ کے قریب ہے' چاہے کتنا ہی سجدہ ہو۔ تو رزق میں ملاوٹ' بیان میں تضاد' نیت میں فتور' کیا ہوا وعدہ پورا نہ کرنا' کہنا اور' کرنا کچھ اور' یہ پتہ ہو کہ یہاں سب چھوڑ جانا ہے مگر پھر بھی چوری چوری کوئی چیز اُٹھا لینا۔ یہ بھی پتہ ہو کہ آگے تلاشی ہونی ہے مگر کچھ نہ کچھ جیب میں ڈال لینا۔ اسے پتہ ہوتا ہے کہ لوگ انگوٹھیاں بھی اتار لیتے ہیں اور خالی ہاتھ آگے بھیجتے ہیں' اس کا نام بھی اتار لیا اور اسے میت کا نام دے دیا۔ میت کا نام نہیں ہوتا۔ اور یہ پھر بھی جیب بھر چلا ہے۔ اسلام میں یہ بات نہیں چلتی۔ تو اسلام جو ہے یہ بالکل صاف ستھرا سفر ہے' یہ ہیرا پھیری کی بات نہیں ہے' دھوکہ دینے کی بات نہیں ہے بلکہ دھوکہ کھانے کی بھی بات نہیں ہے۔ اب تم یہ مان لو کہ جو تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے ساتھ اسلام کے نام پر تمہارے ساتھ جو ہونی چاہیے وہ ویسی نہیں ہے۔ تو ہیرا پھیری نہ ہو' نہ رزق میں ہو' نہ دوسرے واقعات میں ہو' نہ کسی بات پہ ہو۔ اس لیے تو آپ کو بات سمجھ نہیں آتی۔ پھر اللہ کے

حبیب ﷺ کی بات آپ کو یوں سمجھ نہیں آتی کہ جب آپ اس دربار کے قریب جاتے ہو تو کچھ لوگوں کا حضور پاک ﷺ سے تعلق مشائخ کرام کے ذریعے سے ہے اور کچھ لوگوں کا علماء صاحبان کے ذریعے ہے۔ اور یہاں آپ کی قوم میں جھگڑا ہو گیا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے والا ایک گروپ ہو گیا۔ دوسرے نے کہا تم یارسولؐ اللہ نہ کہو بلکہ صرف محمد رسول اللہ کہو۔ دونوں کو کیا دِقت ہے؟ دونوں کو ہی دِقت ہے۔ بات یہ کہ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے ان دو باتوں کا پیدا ہونا' یہ قوم کی ایک قسم کی کم بختی کا نام ہے' بدنصیبی کی بات ہے۔ آپ کو یاد ہے کہ بادشاہی مسجد میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ جھگڑے کے بعد جب تحقیق ہوئی تو پتہ ہے کہ کیا ہوا؟ پتہ یہ چلا کہ جھگڑے کی اصل وجہ وہ مولوی تھا جس نے اخبار میں بیان دیا تھا کہ ہم نے ''نعرۂ رسالت'' لگایا اور آگے سے انہوں نے زندہ باد نہیں کہا۔ تو جھگڑے کی وجہ وہ بنا۔ پچھلے دنوں ایک اور واقعہ ہوا ''نظام مصطفٰے'' کا یہ نعرہ لگا تھا۔ وہ لوگ کامیاب بھی ہو گئے اور پھر ناکام بھی ہو گئے۔ اب حضور پاک ﷺ کے نام سے نعرہ لگانا اور یہ پتہ نہ ہونا کہ یہ نام کیا ہے۔ حضور پاک ﷺ کا نظام کیا ہے؟ نظام مصطفٰے ﷺ کیا ہے۔ اگر قوم میں وحدت ہو جائے تو یہی نظام ہے یعنی اگر قوم اکٹھی ہو جائے تو۔ اگر اکٹھا کرنے کا نام تم نے نظام مصطفٰے ﷺ رکھا ہے تو پھر دِقت ہے۔ آپ کو سیاست کی بات بتا دوں۔ سیاست کے اندر

ایک دوسرے کو شکست دینے کا نام سیاست ہے۔ کامیاب لوگ دوسرے کو ناکامی دیتے ہیں۔ جو کامیاب ہو گیا' زندہ ہو گیا' اس نے دوسرے کو اُداسی یا پشیمانی یا بے عزتی دے دی اور اب وہ اس کے انتقام کا انتظار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جو ایک پارٹی جیت جاتی ہے' دوسری پارٹی کو شکست خوردہ بناتی ہے۔ تو ان کے اندر ہی اندر طوفان بنتا رہتا ہے۔ پھر جب ان کی باری آتی ہے تو یہ اپوزیشن بن جاتے ہیں۔ کیا ایسا واقعہ نہیں ہو سکتا کہ سارے مل کے ملک سازی کریں۔ آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ حضور پاک ﷺ سے تعلق کی کیا اہمیت ہے اور کیا ضرورت ہے' اور وہ تعلق کیسے ہوتا ہے۔ اب یہ بات آپ یا تو علمائے کرام کے ذریعے سے سوچیں گے یا مشائخ کرام کے ذریعے سے۔ اب یہاں پہ حافظ صاحب کا سوال آتا ہے کہ میرا مسلک قادری ہے' مجھے اس پہ فخر ہے' یہ کیا ہے اور کیسے ہے؟ تو حضور پاک ﷺ سے تعلق کا طریقہ مشائخ کرام نے بتایا۔ مشائخ کرام نے جو طریقہ بتایا ہے وہ عجب ہی طریقہ ہے۔ کہ مشائخ کرام کے روپ میں' داتا صاحبؒ کی شکل میں ہندوستان میں آئے' یہاں کے لوگوں کو کچھ بتایا' کچھ سمجھایا' لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ وہ اولین زمانہ تھا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ داتا صاحبؒ کسی مزار پہ نہیں آئے تھے بلکہ داتا صاحبؒ تو خود ہی آئے تھے۔ اور آپ تو مزار پہ جاتے ہیں' آپ ٹھیک کرتے ہیں' انہوں نے بھی ٹھیک کیا۔

ہندوستان میں اسلام کے حوالے سے خواجہ صاحبؒ گئے۔ ہندوستان میں اجمیر شریف میں اسلام کا داخل ہونا جو تھا وہاں منشور بدل گیا کہ وہ قوالی کے ذریعے داخل ہوئے۔ مثال کے طور پر قوالی اسلام میں شامل نہیں تھی مگر اب شامل ہوگئی۔ اب لوگوں کے اندر دو فرقے بن گئے' ایک نے کہا کہ قوالی جائز ہے' دوسرے نے کہا کہ قوالی ناجائز ہے۔ ایک نے کہا کہ طبلہ سارنگی ہونی چاہیے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں ہونی چاہیے۔ فرض کرو کہ یہاں تک ٹھیک ہے کہ اگر قوال اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی تعریف میں گا رہے ہیں مگر تھوڑی دیر کے بعد وہ غزلیں گانا شروع کر دیں گے اور پھر وہ قوال بھی میوزک بلکہ ویسٹرن میوزک شروع کر دیں گے' سارے کا سارا ایک دھمال بن جائے گا اور پھر سارا ماحول پراگندہ ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اور قرآنِ کریم کی بات بھی سمجھ نہیں آتی۔ یہ یوں سمجھ نہیں آتی کہ یہ اللہ کا کلام ہے' اللہ کا فرمایا ہوا' اللہ کی زبان ہے گرچہ یوں تو زبان نہیں ہے جیسے آپ لوگوں کی زبان ہے کیونکہ وہ یوں شکل نہیں ہے۔ اللہ کا فرمایا ہوا' اللہ کے برگزیدہ فرشتے کے ذریعے لایا ہوا' اللہ کے محبوب ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے یہ کلمات آپ لوگوں تک پہنچے بھی ہیں اور نہیں بھی پہنچے۔ پہنچے کیسے ہیں؟ کتاب کی شکل میں محفوظ۔ اور نہیں کیسے پہنچے؟ اس لیے کہ آپ لوگوں نے حضور پاک ﷺ کی زبان سے نہیں سنا۔ جن لوگوں نے

اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ کی زبان سے سنا ہوگا انہوں نے قرآن سنا ہوگا اور آپ نے قرآن پڑھا ہے۔ تو یہ فرق ہے ناں! اب اللہ کا کلام اور پھر اللہ کے حبیب ﷺ کے ذریعے آنے والا' ہر طور پر دو سچوں کی بات ہے' اللہ سچا' کلام سچا اور اللہ کے حبیب ﷺ سچے۔ اگر درمیان میں جھوٹا آدمی قرآن پڑھنے لگ جائے تو اس کی تاثیر نہیں ہوگی۔ اگر ٹیپ ریکارڈر پر قرآن لگا دو تو ٹیپ ریکارڈر بڑا صحیح قرآن پڑھتا ہے مگر وہ تاثیر نہیں ہوگی۔ کیوں؟ کیونکہ اس کے پیچھے صادق انسان چاہیے۔ جھوٹا آدمی اگر سچا کلام پڑھے تو بھی تاثیر نہیں ہوگی۔ یہ بات دل میں رکھنا اور یاد رکھنا۔ سچے کلام کے لیے سچا آدمی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ سچے کا کلام ہے' سچ کا کلام ہے اور پڑھنے والا کون ہونا چاہیے؟ سچا ہونا چاہیے۔ اگر درمیان والا آدمی ذرا بھی جھوٹا ہے' جس کی زبان میں امانت نہیں ہے' جس کے پاس دیانت نہیں ہے' صداقت نہیں ہے تو وہ جتنا بھی سچا کلام بولتا جائے گا مگر اللہ کے کلام میں تاثیر نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ دس روپے میں' سو روپے میں قرآن کی جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں مگر انہیں کچھ نہیں ہوتا۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے سچا زمانہ تھا' ہندوؤں کا زمانہ تھا' کوئی شخص اگر قرآن کی جھوٹی قسم کھاتا تو بیمار ہو جاتا' گر پڑتا یا مر بھی جایا کرتا۔ ایسے واقعات ہوتے تھے۔ اب قرآن کی تاثیر اس لیے نہیں ہو رہی ہے کہ وہ تاثیر یوں ضائع ہو گئی ہے کہ سچے آدمی نہیں رہے'

ان پر اثر نہیں ہوتا۔ تو میں وہ باتیں بتا رہا ہوں جو آپ کو سمجھ آنے والی نہیں ہیں۔ ایک اور بات سمجھ نہ آنے والی یہ ہے کہ اللہ کریم نے آپ سے پہلی امتوں کو' حضور پاک ﷺ سے پہلے جو پیغمبر گزرے' ان پیغمبروں کی امتوں کو لفظ ''مسلمون'' ہی کہا۔ کیا آپ کی اس بات پہ تحقیق ہے؟ کیا ایسا ہے؟ حضور پاک ﷺ سے پہلے پیغمبروں کے لائے ہوئے دین کا نام بھی اسلام تھا۔ کیا اس پہ بھی آپ کی تحقیق ہے؟ ایسے تھا؟ تو وہ دین جو تھے ان کا نام بھی اسلام تھا اور جو ان کے ماننے والے تھے ان کا نام ''مسلمون'' تھا' مسلمان تھا۔ اس کے بعد پھر ایک تازہ بہ تازہ واقعہ آیا' شریعت کا' جو حضور پاک ﷺ کے ذریعے آیا۔ پہلے زمانے میں یہ تھا کہ ہر پیغمبر اپنے سے پہلے پیغمبر کی شریعت کے اندر تبدیلی کر لیتے تھے اور بعض اوقات اتنی تبدیلی بھی کر لیتے کہ کچھ باتیں منسوخ ہو جاتی تھیں۔ ہر پیغمبر اسے New کرتے یا Renew کرتے۔ پھر جب ہمارے حضور پاک ﷺ تشریف لائے تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ اسے Renew نہیں کرنا' اس کو Change نہیں کرنا۔ جب پانچ نمازیں کہی ہیں تو تین نہیں کرنی۔ یہ نہ کہنا کہ حالات کی مجبوری ہے' قوم بڑی مصروف ہو گئی ہے' انہوں نے ہزار کام کرنے ہیں اس لیے تین نمازیں ہو جائیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ یہ Change نہیں ہو گی۔ جس کا نام مسلمانوں والا ہے اس کے اعمال اگر غلط ہو جائیں تو بھی نام مسلمان ہی رہے گا۔ کیونکہ ان

لوگوں کا نام وہی رہا جن کے بعد دین Amend ہو کے ہمارے تک آیا۔ آپ لوگوں میں سے وہ لوگ جن کا کردار کمزور ہو ان کا نام مسلمانوں والا ہی رہے گا۔ اس لیے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح کی ضمانت نہیں ہے لیکن مومنین کی اجتماعی فلاح کی ضمانت ہے۔ مومنین کا مطلب کیا ہے؟ وہ لوگ جو اتنا ایمان رکھتے ہوں کہ ان کو شک نہ ہو کہ جو کچھ انہوں نے مانا ہوا ہے اس کے مطابق ان کا عمل ہو۔ اب جو شخص مان رہا ہے کہ یہ اسلام ہے اس سے اگر پوچھیں کہ کیا اسلام سچا دین ہے؟ تو وہ کہے گا ہاں یہ سچا دین ہے۔ کیا اسلام نے سچ پہ زور دیا؟ وہ کہے گا کہ ہاں دیا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم سب سچ بولتے ہیں تو شاید سارے ایسے نہ ہوں لیکن وہ کہیں گے کہ یہ سارے مسلمان ہیں۔ اسلام کون سا دین ہے؟ سچا' سچوں کا دیا ہوا' سچا دین ہے' سچ کے لیے۔ جو سچا نہیں ہے وہ پھر اس دین سے خارج ہے۔ لیکن کہتے یہ ہیں کہ وہ خارج نہیں ہے' اس کو مسلمان ہی کہو۔ اور سچوں کو دوسرا نام دیا گیا۔ کیا نام دیا گیا؟ مومنون۔ مومن وہ آدمی ہے جو اسلام کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرے۔ جھوٹ بولنے والا' کلمہ پڑھنے والا مسلمان تو ہوگا لیکن مومن نہیں کہلائے گا۔ تو یہ جو بزرگ ہیں' فقراء ہیں' آئمہ کرام ہیں' ان لوگوں نے مسلمانوں کو مومن بنانے کی سعی جمیلہ کی۔ کیا کیا؟ یہ کوشش کی کہ اسے بتائیں اللہ سچا ہے' تم سچ بولنا شروع کرو۔ تو ان لوگوں کی زندگی میں سچ

ڈالا' رزقِ حرام نکالا' وعدہ خلافی نکالی' دنیا کا لوبھ نکال دیا' لالچ نکال دی' گھبراہٹ نکال دی' پیسے سے محبت نکال دی۔ اس طرح آسانی ہوگئی۔ یہ باتیں ویسے نکالنا بہت مشکل ہے۔ اسے کہتے ہیں تزکیہ۔ تو انہوں نے کیا کہا؟ لوگوں کا تزکیۂ نفس کیا اور ان کو اللہ کا ذکر سکھایا۔ تزکیۂ نفس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں نے دنیا کو گرفت کرنے کی خواہش چھوڑ دی۔ کیا کیا؟ دنیا کو گرفتار کرنے کی خواہش چھوڑ دی اور یہاں رہنے کی تمنا چھوڑ دی۔ یہ ان لوگوں نے سکھایا۔ ان لوگوں نے اس علاقے میں آ کے دین پھیلایا وہ عام طور پر انہی میں سے کسی مسلک پہ آیا یا مسالک میں آیا یا مسلکوں میں آیا۔ تو یہ دینِ اسلام بزرگوں کے نام سے آیا۔ جس بزرگ نے دین میں آسانیاں پیدا کیں وہ مسلک اسی کے نام سے چل پڑا۔ علما میں دِقت یہاں پہ آئی کہ انہوں نے کہا کہ یہ جو لکھا ہوا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو یہ پیغمبر کے لیے بھی وہی ہے اور ہمارے لیے بھی وہی ہے۔ انہیں یہ سمجھ نہیں آئی کہ پیغمبر کی زبان سے نکلا ہوا اور ایک عام آدمی کی زبان سے نکلا ہوا ایک ہی حرف' دو معانی کر دے گا۔ علما کو عام طور پر یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ کون سی بات؟ کہ ایک لفظ اگر پیغمبر کی زبان سے نکلے تو اس کا معنیٰ اور ہوتا ہے اور اگر جھوٹے آدمی کی زبان سے نکلے تو اس کا معنیٰ اور ہوتا ہے۔ ''اللہ'' کا لفظ جب پیغمبر کہے تو اس کا اور معنیٰ ہے اور ایک عام کہے تو اس کا مطلب اور ہو جاتا ہے۔ تو

وہ ''اللہ'' ہی اور ہو جاتا ہے۔ کیسے؟ خواہش مند آدمی کا اللہ' خواہش ہے۔ بیمار جب کہتا ہے کہ ''یا اللہ'' تو وہ کسے پکارتا ہے؟ شفاء دینے والے کو۔ وہ باقی اللہ کو تو نہیں پکار رہا۔ تو بیمار آدمی جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ شفاء کو یاد کرتا ہے۔ غریب آدمی جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے پیسہ دینے والا اور رزق دینے والا اللہ۔ ایسا آدمی اس طرح ہوتا ہے کہ اگر باہر جانا ہو اور ویزہ نہ مل رہا ہو تو اللہ کو یاد کرتا ہے۔ مکان نہیں بن رہا تو کس کو یاد کر رہا ہے؟ اللہ کو یاد کر رہا ہے۔ تو اللہ کو ضرورت کے لیے یاد کرنا اور ہے' بغیر ضرورت کے یاد کرنا اور ہے۔ اور اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کو یاد کرنا اور ہے۔ اور یہ ہے پیغمبروں کا کام' کہ اللہ کو اللہ کے مزاج کے مطابق یاد کرنا' اس سے محبت بھی کرنا اور اس کی اطاعت بھی کرنا۔ ہمارے ہاں کئی محبت کرنے والے دین سے باغی ہو جاتے ہیں' لنگوٹا کس کے دریا کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ تو پیغمبر ہیں' اللہ کے محبوب ﷺ ٹھہرے' اللہ نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی ' اب آپ اتنی ریاضت کیوں کرتے ہیں' عبادت کرتے ہیں' جاگتے ہیں اور ساری ساری رات روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں اس کی مہربانیوں پر شکر گزار نہ بنوں _____ یعنی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کا شکر ہے۔ دراصل یہی عبادت ہے۔ اللہ اگر درود بھیجے تب بھی وہ اللہ ہے۔

وہ اپنی کبریائی کر جاتا ہے۔محبت کرتے کرتے اس نے آزمائش سے گزار ضرور لینا ہے۔اللہ تعالیٰ نے واپس ضرور بلانا ہے۔آپ لوگوں کو ایک لمیٹڈ ٹائم کے لیے بھیجا ہوا ہے۔اگر اللہ سے محبت ہو جائے تو بھی اس نے یہاں ہمیشہ نہیں رکھنا' اس نے بُلا ضرور لینا ہے۔جیسے آپ کے والدین کو بُلا یا' آپ کے بزرگوں کو بُلا یا اور آپکے پیغمبروں کو بُلا یا' اسی طرح آپ لوگوں کو بھی بُلا لے گا بُلائے گا ضرور۔جتنی بھی محبت ہو' اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں رعایت نہیں کی۔اگر دنیا میں رکھنے کی رعایت کی تو ابلیس کو رکھا' فرعون کو اس حالت میں رہنے دیا اور اپنے قریب والوں کو بڑا جلدی بُلا یا' ہر دفعہ بلاتا ہے۔اس لیے اگر آپ اللہ سے اللہ کی مرضی ہی مانگیں تو آپ کو آسانی ہو جائے گی۔میں بزرگانِ دین کی بات بتا رہا تھا کہ انہوں نے لوگوں کو اسلام کے قریب لانے کی روحانی طور پر کوشش کی' ان کا تزکیۂ نفس کیا اور خواہشات کو کمزور کیا۔جس بزرگ نے یہ تعلیم دی اس بزرگ کا نام اس تعلیم میں شامل کر دیا گیا جیسے کہ چشتی' قادری' نقش بندی' سہروردی _____ اب یہ سارے سلسلے جو ہیں ان میں فوقیت کی بات نہیں ہے۔فوقیت کیسے کرتے ہیں؟ کہ ہمارا پیر تمہارے پیر سے بلند ہے۔جس کا پیر بہت بلند ہے وہ دو سروں کو عزت دے گا۔اپنی عزت کا اعلان دراصل اپنی کم ظرفی کا اعلان ہے۔ہمیشہ دوسرے کی عزت کرو۔تو سچا پیر کس کا ہے؟ جو دوسروں کے پیر

کو سچا مانے۔ سچ کرو اور سچ مانو! عزت افزائی کرو! تو سچا مرید بھی دوسروں کی عزت کرے گا۔ الیکشن قریب ہے' آپ کو الیکشن کی مثال سے بات سمجھ آئے گی۔ مثال کے طور پر ایک آدمی الیکشن لڑ رہا ہے۔ اس کا ایک Devoted ساتھی ہے جو Faithful servant ہے۔ وہ آدمی اس کو کہتا ہے کہ ان لوگوں کو ووٹ کے لیے Contact کرو۔ وہ جو Faithful servant ہے وہ کہتا ہے کہ دفع کرو' یہ چھوٹے قد کے لوگ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا پھر دوسرے کو بلاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ پچھلی دفعہ اس کے پاس گئے تھے' اس نے چائے بھی نہیں پوچھی' اس کو بھی دفع کریں۔ پھر تیسرے سے رابطہ کرو۔ کہتا ہے کہ یہ تو آپ کی عزت ہی نہیں کرتے' ان سے بھی ووٹ نہ لیا جائے۔ تو وہ آدمی دوسروں کو گھر سے نکالتا ہے۔ کیا اس طرح نکالنے کے بعد اجتماع قائم رہے گا؟ نہیں رہے گا۔ تو وہ شخص جو اُمت سے مسلمانوں کو نکالتا ہے اس شخص کا اپنا مقام کیا ہوگا؟ اپنا مقام غلط ہوگا۔ ایک بات یہ یاد رکھنا کہ وہ شخص جو اس اُمت میں سے اپنے علاوہ لوگوں کو دین سے خارج کرتا ہے اس آدمی کو Encourage نہ کرو۔ کہ یہ اُمت As it is شفاعت کی منتظر ہے' حضور پاک ﷺ کی رحمت کی منتظر ہے اور اگر تمہیں رحمت کا بھروسہ ہے کہ وہ تمہیں تمہارے گناہ سے بچا لے گی تو وہ اس کو بھی بچا لے گی۔ تم جب تک اسے رحمت سے محروم رکھو گے تم خود رحمت سے محروم رہو گے۔ یہ بات' یہ نکتہ

یاد کرلو۔ کیا؟ کہ جو دوسروں کو اسلام سے محروم کرتا ہے' رحمت سے محروم کرتا ہے' لوگوں کو کہتا ہے کہ تمہارے اوپر کبھی رحمت نہیں آئے گی' اللہ کا غضب ہو جائے گا تو عین ممکن ہے کہ وہ خود تکلیف میں ہو حضور پاک ﷺ نے اکثر یہ فرمایا کہ وہ شخص مجھے بہت عزیز ہے جو اُمت کی فلاح کی دعا کرے۔ وہ جاگنے والا شخص جو رات کو اٹھ کے یہ دعا کرتا ہے کہ یا رب العالمین اس امت کے جمیع گناہ کو معاف فرما تو اس شخص کے لیے بڑی رحمت کا مقام ہے۔ لاتقنطو من رحمۃاللہ کہ آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کہ اللہ مسلمانوں کے لیے اپنی رحمت عام کرے۔ اللہ کی رحمت اگر ہوگئی تو پھر دِقتوں کے اندر آسانی پیدا ہو جائے گی' اُلجھنوں میں سلجھاؤ آ جاتا ہے' غریبی میں دولت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے ویغفر الذنوب جمعیا۔ اللہ نے کہا ہے کہ میں تمہارے جمیع گناہ معاف کر دیتا ہوں۔ یعنی جو تم نے مجموعہ گناہ کیا ہے اللہ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ اس لیے تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا ۔ وہ گناہ کیسے معاف کرتا ہے؟ ویغفر الذنوب جمعیا کہ وہ جمیع گناہ کو معاف فرما دیتا ہے۔ پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اللہ کی رحمت قریب ہے محسنین کے۔ محسنین کون ہوتے ہیں؟ دوسروں پر احسان کر اور رحمت کے قریب ہو جا۔ آپ کو یہ راز مل گیا۔ قرآن پاک کا راز کیا ہے؟ دوسروں پر

احسان کرنا۔ دوسروں پر احسان کیا؟ جہاں دوسرے کا حق نہیں ہے وہاں اسے دو۔ کیا ہے؟ جب تمہاری نگاہ میں دوسرے کا حق نہیں بنتا وہاں اس کو دو۔ دوسرے پر احسان کرو تو اللہ کی رحمت آپ کے قریب ہے۔ ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔ محسنین کے قریب پائی جائے گی اللہ کی رحمت۔ گویا کہ آپ اگر محسن بن جاؤ' احسان کرنے والے بن جاؤ تو اللہ کی رحمتیں آپ کے قریب آ جاتی ہیں۔ اللہ پر ہر حال میں بھروسہ ہونا چاہیے۔ اللہ کیسے آزماتا ہے؟ غریبی اور امیری میں جس آدمی کا اللہ سے تعلق میں فرق نہیں پڑتا تو وہ پار ہو گیا' پاس ہو گیا۔ کون پاس ہو گیا؟ صحت میں وہی اللہ جو بیماری میں' غریبی میں وہی اللہ جو دولت مندی کے زمانے میں ہے۔ تو ہر حال میں اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق نہ بدلے اگر آپ کر جاؤ تو بڑی آسان سی بات ہے اور اگر مشکل لگتی ہے تب بھی کر جاؤ۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ بڑے بھائی سے آپ کا تعلق بدل جائے۔ مثلاً آپ اس سے دس روپے مانگیں اور وہ نہ دے تو آپ دوسری طرف چلے جائیں گے' بھاگ جائیں گے۔ مگر تعلق قائم رہتا یہ ہے کہ اگر آپ بیس سال سے دس روپے مانگ رہے ہیں اور اس نے نہیں دیئے تو بھی تعلق قائم رہے۔ اگر اللہ نہ دے تو یہ کہو کہ دے نہ دے لیکن ہمارا سجدہ تو قبول کر۔ تو تعلق میں فرق نہ پڑے۔ یہ نہ کہنا کہ میں پچھلے چھ دن سے نماز پڑھتا جا رہا ہوں' کوئی واقعہ ہی نہیں ہو رہا۔ کام بے شک نہ ہو لیکن آپ

اللہ پہ بھروسہ کرتے جاؤ۔ کیا کرو؟ اللہ کے ساتھ تعلق کمزور نہ ہو۔ یہ ہے اس کا راز کہ غریبی ہو امیری ہو دولت ہو ہم ہر حال میں اللہ پر راضی رہنے والے ہیں۔ جو اللہ پر راضی رہنے والا ہے اس پر اللہ راضی ہے۔ اللہ کو راضی کرنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ تم اللہ پر راضی ہو جاؤ۔ اگر تم اس پر راضی ہو گئے تو اللہ تم پر راضی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر راضی ہو آپ اللہ پر راضی رہو۔ زندگی میں اتنا زیادہ وقت نہیں ہے۔ دو باتیں ہیں۔ باقی سب مجبوریاں ہیں۔ مجبوریاں کیا ہیں؟ آنا جانا' صحت بیماری اور اچانک واقعات _____ یہ سب چلتے رہتے ہیں۔ چند لمحات ہیں آپ کے عقیدے کے۔ کون سے لمحات؟ کہ غریبی میں آپ کو مایوسی نہ ہو اور دولت میں آپ کو فخر نہ ہو۔ بس یہ آسان سی بات ہے۔ دولت ہے تو اللہ کی راہ میں لگے اور غریبی ہے تو اللہ کی راہ میں لگے۔ یہ باتیں پوری کرلو تو آپ کا دین بہت آسان ہو جائے گا۔ کیسے آسان ہوگا؟ دولت بھی اللہ کے لیے اور غریبی بھی اللہ کے لیے۔ اگر تمہارے خیال کے مطابق کوئی شخص اللہ سے دور ہے تو اس کے قریب جا کے اس کو سمجھاؤ اور اُسے محروم نہ ہونے دو۔ اگر تم دین پر ہو تو اپنے بھائی کو محروم نہ ہونے دو۔ اگر تم دین پر نہیں ہو تو پہلے تحقیق کرلو کہ تم ہو کہاں پر۔ اگر اپنے علاوہ تمہیں سارے ہی کافر نظر آتے ہیں تو یہ ضرور دیکھو کہ تمہاری آنکھ میں کہیں نقص تو نہیں ہے۔ بعض اوقات اگر آنکھ میں نقص ہو جائے تو چیزیں

ٹیڑھی نظر آتی ہیں۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آسانی دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی آسان راستے سے اپنے پاس بلائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا راستہ اسی زندگی میں دکھائے۔ یہ دنیا آپ کے لیے دین بن جائے۔ دعا کرو کہ کسی نیک کے کام آ جائیں' نیکی کے کام آ جائیں۔ مسلک کس کا اچھا ہے؟ جو دوسرے کے مسلک کی داد دے۔ تو مسلک اُس کا اچھا ہے جو دوسروں کے مسلک کی داد دے۔ ہم اس لیے اچھے ہیں کہ ہم تمہیں اچھا کہتے ہیں۔ اب آپ کو بات سمجھ آئی حافظ صاحب؟ آپ قادری اس لیے ہیں کیونکہ باقی سب مسالک کو آپ اچھا کہتے ہیں۔ قادری کون ہوتا ہے؟ جو سب کو اچھا کہے' سب کا استقبال کرے۔ اس کے پاس گنجائش ہوتی ہے۔ قادری اگر سمندر ہے تو وہ سب دریاؤں کا استقبال کرے۔ اس طرح وہ خود ہی سمندر بن جائے گا۔ اگر استقبال کرو گے تو سمندر بن جاؤ گے۔ تو قادر اللہ کریم آپ ہی ہے۔ اللہ کا دین جو ہے وہ قادری ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہی قادرِ مطلق ہوتی ہے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ سب کے لیے دعا کرو۔ آپ Contribute کرنے والے بنو' احسان کرنے والے بنو کیونکہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین احسان کرنے والوں کے لیے اللہ کی رحمت قریب ہے ـــــ اب آپ سب کے لیے دعا کرو ـــــ

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء

والمرسلين حبيبنا و شفعينا سيدنا و سندنا و مولٰنامحمد و آله و اصحابه اجمعين ـــــــ امين برحمتک يا ارحم الراحمين۔



1 برداشت کیا ہوتی ہے اور یہ کہ صبر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

2 برداشت کو کہاں کہاں Exercise کرنا چاہیے؟ یہ کہاں کہاں جائز ہے؟

3 Patience کا مطلب کیا ہے؟

4 غصے کے بارے میں کچھ بتا دیں تا کہ یہ واضح ہو جائے۔

5 کچھ لوگ صرف Reality کے اندر زندگی گزارتے ہیں اور کچھ صرف آئیڈیل کے مطابق۔ ان دونوں میں کس طرح بیلنس ہونا چاہیے؟

6 اگر کوئی بھوکا کہے کہ مجھے کھانا نہیں ملا تو اس کے لیے زکوٰۃ' خیرات اور صدقات سب صحیح ہیں۔ مگر ہم یہ جو عبادت کرتے ہیں اس کو فرض کیوں قرار دیا گیا؟ یہ سمجھ نہیں آئی۔

7 صبر اور برداشت کیا ہے؟

8 صبر اور شکر کے مقام پر دوسروں کے سامنے مسلسل آنسو بہاتے جانا کہاں تک ٹھیک ہے؟

9 زندگی کے اس سفر میں صبر کے ساتھ مایوسی بھی آ جاتی ہے۔ پھر کیا

کریں؟

10 سکونِ قلب کے بارے میں فرمائیں۔

11 کوئی خاص بات فرمادیں۔

آپ لوگ سوال کریں_____ پوچھیں_____

سوال:

برداشت کیا ہوتی ہے اور یہ کہ صبر کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب:

اور کوئی سوال_____ کوئی اور بھی سوال پوچھ لے_____

دوسرا سوال:

برداشت کو کہاں کہاں Exercise کرنا چاہیے؟ یہ کہاں کہاں جائز ہے؟

تیسرا سوال:

Patience کا مطلب کیا ہے؟

جواب:

یہ مشکل سوال ہے۔ چلو کوئی اور بھی سوال کسی کے ذہن میں ہو تو پوچھ لو_____

چوتھا سوال:

غصّے کے بارے میں کچھ بتادیں تا کہ یہ واضح ہو جائے۔

جواب:

میں اصل میں حافظ صاحب کا انتظار کر رہا ہوں تا کہ وہ یہ محسوس نہ کریں کہ میرے بغیر ہی بات شروع کر دی۔ تب تک آپ کوئی اور سوال پوچھ لیں _____ کوئی اور پوچھ لے _____

پانچواں سوال:

کچھ لوگ صرف Reality کے اندر زندگی گزارتے ہیں اور کچھ صرف آئیڈیل کے مطابق۔ ان دونوں میں کس طرح بیلنس ہونا چاہیے؟

جواب:

کیا یہ سوال آپ لوگوں کو سمجھ آیا؟ کہ انہوں نے کیا سوال کیا؟ اور کوئی سوال _____ پیچھے والوں میں سے کوئی _____

چھٹا سوال:

اگر کوئی بھوکا کہے کہ مجھے کھانا نہیں ملا تو اس کے لیے زکوٰۃ، خیرات اور صدقات سب صحیح ہیں۔ مگر ہم یہ جو عبادت کرتے ہیں اس کو فرض کیوں قرار دیا گیا ہے؟ یہ سمجھ نہیں آئی۔

جواب:

آپ کے سوالات کے حوالے ہوں یا اس نشست کے حوالے سے بات ہو' بات مختصر یہ ہے کہ انسان کا مسئلہ کامیابی ہے۔ ہر انسان اپنی زندگی کو اپنے شعور اور اپنے حالات کے مطابق' اپنے وسائل اور مجبوریوں کے مطابق' اس میں سے گزرتا ہوا زندگی کو کامیاب بنانا چاہتا ہے۔ ہر انسان کی یہ آرزو ہے۔ تو ہر آدمی کی یہ خواہش ہے کہ وہ زندگی کو کامیاب بنائے۔ کامیاب بنانے کے لیے اس کے پاس جو کامیابی کا میٹریل ہے' وہ بالعموم وسائل ہیں۔ وسائل' مواقع' تعلقات' شعور' ادراک' زندگی کے چانسز یعنی حادثات یا جو بھی ہوں' تو ان کے اندر انسان اپنی زندگی کو کسی تخیل کے مطابق کامیاب بنانا چاہتا ہے۔ اب میں ''تخیل'' پر بڑا زور دے رہا ہوں۔ یہ بات بڑی سادہ ہے کہ ہر آدمی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتا ہے' یہ بات جتنی سادہ ہے اتنی اہم ہے۔ میں جس مقام پر آپ کو جس بات کی نشاندہی کر رہا ہوں اس پہ آپ بڑا غور کریں' کہ وہ جن وسائل کو' جن حالات کو' جس ذہن کو' جس زمانے میں' رائج الوقت حالات کو استعمال کر کے زندگی کو کامیاب بناتا ہے تو اگر زندگی کامیاب ہو جائے تو عین ممکن ہے کہ آپ کا مقصد کامیاب ہو جائے مگر عین ممکن ہے کہ آپ بالکل ناکام ہو جائیں۔ کیا بات واضح ہوئی ہے؟ ایک آدمی اپنے ارادے کے حوالے سے اپنے آپ کو ایک مقصد الاٹ

کرتا ہے' اس مقصد کو وسائل کی روشنی میں طے کرتا ہے اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ آپ ناکامی کی بھی بات کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ مبارک ہو' وہ کامیاب ہو گیا۔ عین ممکن ہے کہ مقصد کامیاب ہو جائے اور انسان ناکام ہو جائے' مقصد کامیاب ہونے کے بعد زندگی ناکام ہو جائے۔ جتنے لوگ ہم نے دنیا میں دیکھے کہ اپنے ذہن کے مطابق' اپنے دماغ کے مطابق' اپنے وسائل کے مطابق وہ زندگی میں کامیاب ہو گئے مگر ایک انداز کے مطابق تو وہ انسان کامیاب تھے بعینہٖ دوسرے انداز میں دیکھیں گے تو وہ انسان ناکام گنے جائیں گے بلکہ ظالم گنے جائیں گے۔ بات سمجھ آئی؟ ایک چھوٹا سا دوکان دار لے لو' اس کا کاروبار Flourish کرتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتا ہے' اس کو نفع زیادہ ہوتا ہے۔ اب وہ جتنا زیادہ نفع لے گا اتنا ہی اپنے گاہک بھائیوں پر ظلم کر رہا ہو گا تو دوسری سطح پر وہی آدمی ناکام ہو گا۔ اگر ایک آدمی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور وہ مقصد ہی برانکل آیا' مقصد گناہ ہو تو اس کی کامیابی استغفار کا ذریعہ ہونی چاہیے۔ اگر مقصد اس کی اَنا ہو اور وہ کامیاب ہو جائے تو نفس پرستی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اگر کامیابی کا معیار سماج ہے اور سماج میں جھوٹے افراد 51 فیصد ہیں تو اس سماج کے معیار کے مطابق کامیاب ہونے والا انسان بذاتِ خود جھوٹا نکلے گا۔ جھوٹے ماحول میں کامیاب ہونے والا انسان صداقت کے معیار میں ناکام ہو گا۔ یہ تو چھوٹی

سی بات ہے' 51 پرسنٹ کی بات ہے اور جہاں معاشرے کا معاشرہ ہی بگڑا ہوا ہو' اس معاشرے میں کامیابی سے بچنا ہی بہتر ہے۔ کہ جہاں سارے لوگ ایک چیز کو وقت کی ضرورت بنا رہے ہیں' مثلاً ایک خاص قسم کی زندگی گزارنا وقت کی ضرورت ہے' تو اس زندگی میں کیا ہونا چاہیے؟ آرائش ہونی چاہیے' آسائش ہونی چاہیے بلکہ نمائش بھی ہونی چاہیے اور زمانے کے مطابق انسان کے پاس کچھ تشخص قائم ہونا چاہیے' سماجی مرتبے ہونے چاہییں' کچھ سیاسی شعور ہونا چاہیے' کچھ پڑھا لکھا بھی ہونا چاہیے یعنی تعلیم بھی ہونی چاہیے۔ یہ ساری باتیں پوری نہیں ہوتیں۔ پھر اس کو آپ ناکامی کہتے ہیں۔ بافرضِ محال یہ پوری ہو بھی جائیں تب بھی خطرہ ہے کہ زندگی ناکام ہو جائے۔ یعنی کہ اول تو آپ نے اپنے مقاصد پورے نہیں کیے اور اگر مقاصد پورے ہو گئے تو بھی خطرہ رہے گا کہ انسان ناکام ہو گیا۔ سب سے بڑی واضح مثال یہ ہے کہ کامیابی مرتبے کی طرف دوڑتی ہے' مرتبہ سماج میں عزت کا نام ہے اور عزت کی ایک الگ پہچان سیاست میں کامیابی ہے۔ یہ بھی عزت کی بات ہے کہ تاریخ کے اندر ایک Well placed مقام مل جائے۔ تو مرتبہ اور پیسہ عام طور پر سماج میں کامیابی کا معیار ہیں۔ یعنی پیسہ ہونا چاہیے' مرتبہ ہونا چاہیے اور تکلیف سے پہلے تکلیف کا کچھ انتظام ہونا چاہیے۔ تو یہ انسان کی خواہش ہوتی ہے۔ اگر مرتبہ بھی اور پیسہ بھی ہو اور اس کا نام فرعون

نکل آئے تو پھر وہ کامیاب تو نہ ہوا۔ مقصد یہ ہے کہ کامیابی کے لیے' ظاہر کی کامیابی کے علاوہ بھی کوئی بات چاہیے۔ اب آپ دیکھیں کہ تھوڑا عرصہ پہلے جتنے لوگ صاحبانِ مرتبہ تھے' افسر لوگ اور پڑھے لکھے لوگ' ان کے پاس بالعموم شرافت اور Intellect ہوتی تھی' ذہانت بھی ہوتی تھی' سماج میں ایک معیار بھی تھا۔ تو اچھے اچھے علاقوں میں اچھے اچھے دماغ کے لوگ رہا کرتے تھے۔ اور اب آپ کو پتہ ہے کہ غلط راستوں سے آنے والے' غلط قسم کے لوگ' انہی مقاموں اور انہی شاہراہوں پر پہنچ چکے ہیں جن شاہراہوں پر شرفاء کا مقام تھا اور گزر تھا۔ آپ کے ساتھ والے مکان میں آپ جیسی زندگی گزارنے والا آپ سے کتنا ہی مختلف انسان نکلے گا۔ گویا کہ کامیابی کا ظاہر کا معیار بڑا ہی غلط ہو چکا ہے۔ آپ ذرا غور کریں کہ آج کی کامیابی زمانے کے مطابق ہے اور زمانہ غلط ہے۔ آپ کی کامیابی آپ کے نفس کی تسکین ہے اور نفس نے کسی کو آزاد نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ ہی نقصان پہنچایا۔ اللہ نے بار بار یہ فرمایا کہ ہم تمہیں خبردار کر رہے ہیں کہ کہیں تم ایسی Activity میں نہ پڑ جانا' کسی ایسی چیز کے پسند کرنے کے چکر میں نہ پڑ جانا جو تمہیں نقصان پہنچائے۔ پھر ایک دوسرے طریقے سے یہ بتایا کہ کہیں کسی ایسی چیز کو ناپسند نہ کر لینا جو تمہارے لیے مفید ہو۔ اس کا ایک چھوٹا سا مشاہدہ دیکھیں۔ اگر آپ دوزخ کے گیٹ پر کھڑے ہو جائیں اور ہر جانے والے سے پوچھیں

کہ تو یہاں کیسے آیا تو بالعموم سب یہی بتائیں گے کہ ہم نے اپنی خواہش پوری کی اور یہاں پہنچ گئے۔ خواہش سے محروم انسان بہت کم دوزخ میں جائے گا۔ محروم رہ جانے والے بیچارے پریشان حال کہ کبھی آغاز رہ گیا اور کبھی انجام رہ گیا۔ ایسی ٹوٹی پھوٹی زندگی والے جنت کی طرف جا رہے ہوں گے۔ وہ کہیں گے کہ شکر ہے کہ ہماری خواہش پوری نہیں ہوئی ورنہ وہ تو جرم تھا گناہ تھا۔ تو ان کے لیے اور راستہ ہے۔ آپ اپنی زندگی کو اگر خود کامیاب بنائیں تو یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولو اور ایک انسان سچ بولتا ہے تو کیا اس کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے چوری نہیں کرتا دھوکا نہیں دیتا اخلاقیات میں مکمل ہے اللہ کی کہی ہوئی ساری باتیں مانتا ہے لیکن عبادت نہیں کرتا اور اللہ کو نہیں مانتا۔ یعنی وہ اللہ کے حکم کو مانتا ہے اور اللہ کو نہیں مانتا۔ جو شخص اللہ کی باتیں مانتا ہے اور اللہ کو نہیں مانتا تو اس کے مقام کا آپ کو پتہ چل جانا چاہیے کہ وہ کیا مقام ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اللہ کے حوالے سے نیکی کرتے ہیں اخلاقیات اور دینیات کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ اخلاقیات خوبیوں کا استعمال ہے اور دینیات یہ ہے کہ خوبیاں اور حکمِ الٰہی ـــــــ اگر کوئی حکمِ الٰہی کو امرِ الٰہی کو نکال دے تو خوبیاں جو ہیں وہ آپ کا ذاتی فعل ہیں اور ان میں دین کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

ایک معاشرہ جس نے اللہ کو نہ مانا' جس معاشرے میں اللہ کے حبیبؐ کو نہ مانا' وہ معاشرہ چاہے بظاہر کتنا ہی اخلاق والا ہو' ذہانت میں ہو' دیانت میں ہو تو وہ کوئی زندگی نہ ہوئی۔ ذہانت اور دیانت کا نام تو کمپیوٹر ہے' وہ ذہین بھی ہوتا ہے اور دیانت دار بھی ہوتا ہے' جھوٹ بھی نہیں بولتا۔ مقصد یہ ہے کہ لفظ Accountability جو ہے اس کے مطابق یہ دیکھنا ہے کہ آپ کا عمل کس ذات کے سامنے Accountable ہے۔ اگر تو آپ اپنی اَنا کے سامنے جواب دہ ہیں' محاسبہ آپ خود ہی کر رہے ہیں تو آپ اپنے عمل کا انعام خود ہی ہیں۔ ایک بات بنیادی طور پر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو یہاں پر بھیجا وہ اس لیے تھا کہ دو چار مکان بنا کے چلے جائیں؟ یا پھر کچھ پیسے جمع کر کے چلے جائیں جنہیں بعد والے بے دریغ استعمال کریں گے۔ آپ بڑے حساب سے پیسے رکھتے ہیں اور وہ بے حساب خرچ کر دیتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ بعد والے تو بعد والے ہی ہوتے ہیں' وہ اتنا لحاظ نہیں کرتے تو آپ کو اس کام کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر آدمی کو کسی کام کے لیے بھیجا گیا ہے اگر آپ دین کے حوالے سے دیکھیں تو اس زندگی کے اعمال کے ساتھ ایک Hereafter لگا ہوا ہے۔ اس زندگی کے بعد ایک مابعد کی زندگی بتائی گئی ہے۔ آپ کا عمل جو ہے دراصل یہ فردِ عمل بن رہی ہے۔ عمل ختم ہو جائے گا۔ آپ نے ایک چیز یہاں سے وہاں رکھ دی تو چیزیں تو فانی

ہیں مگر آپ کا وہ عمل ریکارڈ میں آ گیا۔ آپ نے دنیا میں جو بھی کام کیا تو اگر وہ کام رہ جائے یا کام فانی ہو جائے' مکان دس سال تک قائم رہ جائے یا ہزار سال تک قائم رہ جائے' یہ فانی ہے اور آخر کار فانی ہے۔ لیکن وہ جو آپ کا عمل تھا' مکان بنانے کا عمل تھا' وہ آپ کا فردِ عمل بن کے آپ کے ساتھ جائے گا کہ آپ نے کیا کیا۔ مکان نے ساتھ نہیں جانا لیکن مکان بنانے کا عمل آپ کی زندگی میں شامل ہو گیا۔ ان اعمال کا نتیجہ آپ کو جزا کی شکل میں ملے گا یا سزا کی شکل میں ملے گا۔ آپ کے وہ اعمال جو آپ سے سرزد ہوئے' وہ آپ یہاں چھوڑ کے جائیں گے' ان اعمال کو اللہ کے حکم کے ترازو میں دیکھا جائے گا۔ صرف صداقت کے ترازو میں نہیں بلکہ حکم کے ترازو میں دیکھا جائے گا۔ اس ذات نے ایک بڑی واضح بات کہہ دی ہے یعنی اللہ کریم نے اپنی ذات کا تعارف خود آپ کرایا۔ یہ انسان کے لیے مجبوری کی بات ہے کہ پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعارف کرایا اور ذات اپنے مشاہدے تک رکھی۔ انہوں نے ذات کا مشاہدہ نہیں کرایا۔ مُوسیٰؑ تو بات سنتے تھے اور جب کسی اُمتی نے کہا کہ سرکار ہمیں دور سے ہی سنا دیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ تم سن نہیں سکتے' سننا میں نے ہی ہے۔ تو سننے والا' اللہ کی آواز سنا نہیں سکا کیونکہ اللہ کا حکم ہی نہیں تھا۔ اللہ نے کہا میں نے صفات دی ہوئی ہیں لہٰذا تم ان کے ذریعے کام کرو' صفات کو دنیا میں رائج

کرو میرا حکم نافذ کرو میرے تم پر جو احسانات ہیں ان کے ذریعے لوگوں کے اندر میری ذات کا شعور پیدا کرو تم نے مشاہدہ نہیں کرانا۔ پیغمبر کو تو مشاہدہ ہوتا ہے۔ پیغمبر بالیقین مشاہدہ ہوتا ہے ہر پیغمبر ہی۔ تو پیغمبر مشاہدہ کرے گا اور اس کا تعلق ہوگا ان کی گفتگو ہوگی۔ پیغمبروں کا سب سے بڑا اعجاز یا معجزہ یہ ہے کہ اللہ کریم کو دکھائے بغیر منوالیا یعنی کہ اس سے بڑی کریڈٹ کی کوئی بات نہیں ہے کہ لوگ ایک ایسی ذات پر ایمان لے آئیں جس ذات کو انہوں نے دیکھا نہیں ایسے لوگ بھی جو باپ کا بھی ثبوت مانگتے ہیں وہ لوگ جو ہر شے کا ثبوت مانگتے ہیں کہ یہ ثابت کرو وہ ثابت کرو _____ تو وہ لوگ پیغمبر کی صداقتِ ذات پر ایمان لے آئے۔ اب ایمان کیا بن گیا؟ ایمان ہے اعتماد شخصیت پیغمبر _____ ایمان کی تعریف کیا ہوگئی؟ پیغمبر کی شخصیت کا اعتماد۔ اگر وہ کہیں کہ اللہ ہے تو یہ کہیں کہ بسم اللہ اللہ ضرور ہے۔ اللہ کہاں ہے؟ جہاں پیغمبر کہہ دیں اللہ وہیں ہے۔ پھر وہ بتائیں گے کہ اس کی عبادت یوں کرنی ہے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ یسبح للہ ما فی السموت وما فی الارض تو زمین و آسمان میں سب تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ تو جو انسان مسلمان ہو گئے ان کے لیے فرمان ہو گیا کہ ان کا طرزِ عبادت یہ ہوگا۔ اس کے علاوہ بھی طرزِ عبادت ہو سکتا ہے ضرور ہو سکتا ہے۔ سوال کرنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ نے آج کے دن کو جمعہ کیوں کہا جمعرات

کیوں نہیں کہا؟ پھر بھی سوال قائم رہے گا کہ اب اسے جمعرات کیوں کہتے ہیں۔ کہیں نہ کہیں سے اس نے کچھ نہ کچھ قانون شروع کرنا تھا اور پھر انہوں نے یہ قانون بنایا کہ تمہارے لیے یہ عبادت ہے _____ اس کے علاوہ بھی عبادتیں ہو سکتی ہیں مگر آپ لوگوں کے لیے یہ یہ عبادت ہے۔ جس طرح کسی کا نام عصمت طاہرہ ہے' اس نام کے رکھنے سے پہلے سارے نام رکھے جا سکتے تھے۔ اب آپ نے ساری عمر اس نام کے ذریعے سفر کرنا ہے۔ کیوں ہے یہ نام؟ اور وہ نام کیوں نہیں ہے جو ان کا ہے؟ یہ مجبوری ہے کیونکہ ایک نام رکھا گیا۔ تو اسی نام کو قبول کرو۔ اسی طرح اپنے اسلام کو آپ نے قبول کرنا ہے۔ قبول کرنے کا نام ہی ایمان ہے۔ ایمان کسی تحقیق کا نام نہیں ہے بلکہ تسلیم کا نام ہے' ماننے کا نام ہے۔ ماننے کے عمل میں ''کیوں نہیں' ایسے نہیں'' وغیرہ قسم کے الفاظ نہیں ہوتے بلکہ جیسے اللہ کریم نے فرما دیا۔ تو اللہ کریم نے اپنی صفات کا تعارف پیغمبروں کے حوالے سے کرایا کہ اللہ کس طرح دیتا ہے' اللہ کی شان کیا ہے' اللہ کی صفات کیا ہیں۔ تو اللہ نے اپنی ذات کا تعارف انسانوں سے کرایا تو اپنی صفات کے حوالے سے۔ اپنے بارے میں اس نے قرآن میں اپنا تعارف ''انا'' اور ''نحن'' کے ذریعے کرایا۔ اس نے کہا کہ ''ہم تمہیں قصہ سناتے ہیں ایک ایسے پیغمبر کا جس کا نام یوسفؑ تھا''۔ تو یہ اللہ نے خود سنایا ہے' ایک خوبصورت واقعہ ہے' اس کے اندر

بڑے راز اور رموز ہیں۔ اللہ کریم نے اپنی ذات کی ایک شان ایسی بیان فرما دی جو کہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ساری کی ساری کائنات اس کے آگے سجدہ ریز ہو جائے۔ یہی منشاء ہے اس کا کہ سجدہ کیا جائے' انسان' جن' پرند سب سجدہ کرتے ہیں۔ ایک ذات جس کا نام ابلیس تھا اس نے اللہ کے سجدے سے انکار نہیں کیا۔ اس نے کہا کہ اپنے سجدے کا حکم دو اگر حکم نہ دو تب بھی ہم سجدہ کریں گے' صرف ایک بات سمجھ نہیں آتی کہ اس آدم کو سجدہ کیوں کروں۔ گویا کہ اللہ کو سجدہ کرنے والا' اللہ کو ماننے والا' دین کا یہ حکم نہیں مانتا۔ تو وہ ابلیس ہو گیا۔ صفات کو ماننا اور سجدہ بھی کرنا مگر اس انداز سے کہ اللہ کا حکم نہ مان کے سجدہ کرنا لادینی ہے اور بے دینی ہے۔ سچ بولنا' اور دین کو نہ ماننا' اخلاق درست رکھنا اور دین کو نہ ماننا' تمام خوبیاں رکھنا اور دین کو نہ ماننا' ہر اچھا کام کرنا اور عبادت نہ کرنا' خدا کی کہی ہوئی ساری باتوں کو ماننا لیکن امرِ الٰہی کو نہ ماننا' یہ بغاوت کا ایک درجہ ہے۔ اگر بغاوت کا کوئی انعام ہو تو ایسے شخص کو کپ مل سکتا ہے' شیلڈ مل سکتی ہے۔ تو وہ سارے اچھے کام کرتا ہے لیکن صرف اپنے حوالے سے۔ اللہ کہتا ہے کہ نماز پڑھو اس طرح پڑھو جیسے اس کا طریقہ پیغمبر ﷺ نے بتایا ہے' تو یہ سمجھ آئے نہ آئے' ایسے ہی پڑھو' اللہ کا امر مان لینے کے بعد اس امر کا انکاری ابلیس ہے۔ ہر آدمی کا ابلیس الگ نکل آئے گا۔ ایک آدمی عزت سے کہتا ہے کہ "میاں صاحب

آئے ہیں'' اور پھر کہتا ہے کہ یہ بھی کیا میاں صاحب ہیں تو یہ ابلیسی صفت ہے۔ تسلیم کر کے تردید کرنے والا ابلیسیت کے مقام پر آ جاتا ہے۔ پہلے بے شک تسلیم نہ کرو۔ اور اگر تسلیم کرنے کے بعد تردید کر دی تو ایسا مقام آ جائے گا جب اصلاح بہت مشکل ہو جائے گی۔ یہاں پر وارننگ ہے۔ میری بات سمجھ آ گئی؟ سوال کا جواب سمجھ آ گیا کہ عبادت کیوں ضروری ہے؟ اللہ کریم کی باتوں میں کبھی کبھی بظاہر Paradox نظر آئے گا۔ اللہ کریم کا فرمان ہے کہ جان بچایا کرو' یہ بڑی اچھی چیز ہوتی ہے' جان بچانا ہر آدمی کا فرض ہے۔ پھر دوسرے مقام پر اللہ کہتا ہے کہ اب جان دینے کا وقت آ گیا ہے۔ اب جب وہ کہتا ہے کہ جان دو تو اسے یہ نہ کہنا کہ آپ ہی نے تو حکم فرمایا تھا کہ جان بچانا فرض ہے۔ تو ایسا شخص ابلیس ہوگا۔ اللہ نے اگر کہا ہے کہ ایسا کرو تو منظور _____ ویسا کرو تو منظور۔ گویا کہ اللہ جیسا کہے ویسا کرو۔ اللہ کے مقابلے میں شرک کیا نہیں جا سکتا کیونکہ اس نے اپنے مقابلے میں کوئی پیدا کیا ہی نہیں۔ تو شریک کیسے ہوگا۔ خالق کا شریک مخلوق میں تو ہو سکتا ہی نہیں۔ شرک یہ ہے کہ اللہ کا یہ جو دین آپ کو سرکار ﷺ کی ذاتِ گرامی کے ذریعے ملا اس دین کے علاوہ کسی دین کو راہِ زندگی سمجھنا۔ شرک تو یہ ہے۔ اور حضور پاک ﷺ کی بات پر کسی اور کی بات کو مقدم جاننے کی کوشش کرنا بھی شرک ہے۔ اللہ کے برابر کوئی اور اللہ تو کوئی نہیں بنا سکتا۔ جب پہلا اللہ آپ

کونہیں ملا تو دوسرا کیسے بنائیں گے۔تو اس کے مقابلے میں آپ کوئی اور اللہ نہیں بنا سکتے۔وہ تو Invisible اللہ ہے اور آپ جو بنائیں گے وہ Visible ہو گا۔تو برابر کا اللہ بن نہیں سکتا۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا دین جو آپ کو ملا ہے اس میں حضور پاک ﷺ کی کسی بات پر کسی اور بات کو اعلیٰ سمجھنا یا تحقیق کرنا یا بہتر سمجھنا' یا یہ کہ آپؐ کی بات کی تحقیق کی روشنی میں دیکھنا اور تسلیم سے گریز کرنا' یہ شرک ہے۔اگر آپ کو پتہ چلے کہ یہ ارشاد حضور پاک ﷺ کا ہے تو آپ کہو کہ آمین' امنا وصدقنا_____ بات سمجھے؟ اگر آپؐ نے فرمایا ہے تو بس ٹھیک ہے۔ چونکہ آپؐ نے فرمایا ہے لہٰذا اس میں بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔ تو دین جو ہے وہ یہ ہے کہ' اخلاقیات + الٰہیات = دینیات۔ اخلاقیات کو امرِ الٰہی کے ذریعے ماننے کے بعد جو نتیجہ آئے گا یہ آپ کا دین ہوگا۔تو آپ کا یہ سوال بھی حل ہو گیا_____ یعنی کہ دین کے اندر صرف اخلاق ہی نہیں ہے' صرف ایک خاص قسم کا پروسس نہیں ہے بلکہ دین کے اندر امرِ الٰہی کی تسلیم ہے۔اور سرکار ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کی اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنا دین ہے۔پھر ایک سوال آیا تھا کہ برداشت کیا ہوتی ہے' برداشت کی رینج کیا ہوتی ہے' زندگی میں برداشت کی کیا ضرورت ہے' تو یہ سوال اچھا سوال ہے۔کہ اپنے علاوہ دوسرے انسان کا جواز سوچنا' یہ عجب بات ہے۔کہ ہم تو ہم ہیں ہی سہی' اب دوسرے انسان کی زندگی' اس کی

حماقت' اس کا ظلم اور اس کی جہالت' یہ سب ہم کس حد تک برداشت کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب بہت ہی آسان ہے۔ کہ ہم یہ مان لیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک انسان ہوں اور اللہ خالق ہے۔ خالق نے جہاں تخلیق کے خوبصورت کرشمے دکھائے ہیں وہاں چڑیا بھی ہے' مور بھی ہیں' کوے بھی ہیں' شیر بھی ہیں' لومڑی بھی ہے' دوسرے جانور بھی ہیں۔ تو سارے جانور اس نے پیدا فرمائے ہیں۔ انسان ہیں رنگ برنگ کے' احسنِ تقویم ہیں' لیکن الگ الگ تقسیم ہو چکی ہے' الگ الگ قصہ ہے' الگ الگ شکل ہے اور الگ الگ ذہن ہے۔ یہ جو نئے رنگی اور ہمہ رنگ نیرنگی ہے یہ اللہ کریم کی شان ہے۔ خالق کی یہ خوبی اور شان ہے کہ اس نے اتنے بے شمار جلوے پیدا کر دیئے' ہر طرح کے انسان پیدا فرما دیئے۔ اب یہاں سے انسان کا پسند اور ناپسند کا سفر شروع ہوتا ہے یعنی جب وہ انسانوں کی دنیا میں جاتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب آپ نے مان لیا کہ مختلف قسم کے انسان' اچھے برے' خیر و شر والے یعنی ہر قسم کے انسانوں کا خالق جو ہے وہ مولا کریم کی ذات خود ہے۔ اگر آپ کے ایمان میں یہ بات شامل ہو گئی کہ ساری چیز کا خالق جو ہے وہ اللہ ہے اور اللہ کے بارے میں آپ کا یہ فیصلہ عقلِ سلیم والے لوگوں کو پہنچ جانا چاہیے کہ ربنا ما خلقت هذا باطلا۔ اے ہمارے رب جو کچھ تو نے تخلیق فرمایا یہ باطل نہیں ہے بلکہ جو کچھ تخلیق فرمایا یہ باطل نہیں' حق

ہے اور یہ برحق ہے۔ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو پھر برداشت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ فلاں انسان جو ہے یہ ظالم انسان ہے۔ ظالم کہنا دراصل بے تعلقی کا نام ہے۔ جب آپ کا تعلق محبت بن جائے تو وہ ظلم نہیں رہتا۔ جوں جوں تعلق اجتناب میں آتا ہے' تعلق کشیدہ ہوتا ہے تو اس کی وہ صفت پراگندہ نظر آتی ہے۔ دوسرے کی صفت کو آپ نے اپنے شعور سے سمجھنا ہے کہ دیکھو اس نے یہ کیا کیا۔ حالانکہ اس نے وہی کچھ کیا جو اس کو کرنا چاہیے تھا۔ مثلاً آپ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کو دوست سمجھا مگر وہ دھوکے باز نکلا' دشمن نکلا۔ اب یہاں پر بجائے اس کے کہ اس کی شان میں کوئی گستاخی کرو' پہلے تو اپنی سمجھ کا مرثیہ پڑھو۔ کہ وہ تھا کیا اور تم نے سمجھا کیا اور تمہاری سمجھ کی آفرین ہے کہ تم نے کیا سمجھا۔ اگر پہلی بات بھی تم نے صحیح سمجھی تھی اور اب بھی تم صحیح ہو کہ اُسے غلط کہہ رہے ہو اور تمہاری سمجھ پھر بھی قائم ہے تو یہ افسوس کا مقام ہے۔ تو اپنی سمجھ سے استعفیٰ دو کہ میں نے کیا سمجھا تھا اور اب میں کیا سمجھ رہا ہوں' آفرین ہے میری سمجھ پر' اس سے مجھے نجات چاہیے۔ بجائے اس کے کہ آپ دوسرے کو برداشت کرو' اپنی سمجھ کو استعفیٰ دو۔ ایک مقام تو یہ ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ تعلق اگر نہ ہو تو اس شخص کی صفات پہ کیا بحث کرنی اور اس سے اگر تعلق ہے تو پھر بحث کس بات کی؟ پھر کس بات کی بحث کر رہے ہو۔ جب اس کے ساتھ آپ نے زندگی گزارنی

نہیں ہے تو جھگڑا کس بات کا اور اگر زندگی اس کے ساتھ ہی گزارنی ہے تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ تو وہ انسان جو روز زندگی آباد کرتا ہے اور روز زندگی برباد کرتا ہے' یہ اس کا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے روز ہی جھگڑا ہے' روز ہی کوئی نہ کوئی نقص' روز ہی کھانے میں کوئی نقص نکل آتا ہے' تو ایسی بیماری کا کیا علاج ہوگا۔ تو یہ ایک بیماری ہے۔ انسان اپنے ماحول میں اپنے آپ کو اجنبی بنانے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنے ماحول سے باہر نہیں نکل سکتا۔ کہتا ہے کہ یہ بھی کوئی زندگی ہے اور یہ شخص بھی کیا شخص ہے۔ اگر اس شخص کے بغیر زندگی گزارنی پڑ جائے تو پھر تم بھی کیا تم رہو گے۔ مدعا یہ ہے کہ فیصلے کی کمزوری جو ہے یہ برداشت کے نام سے ظاہر ہوتی ہے۔ فیصلہ دوٹوک ہونا چاہیے۔ اگر تعلق ہے تو اس کے ساتھ جھگڑا بند کر دو' اگر تعلق نہیں ہے تو جھگڑا کس بات کا۔ صفات جو ہیں وہ صفات کے ساتھ ٹکراتی ہیں۔ یہی تو زندگی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خیرات کرتے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو جمع کرتے جاتے ہیں۔ یہی تو کھیل ہے زندگی کا۔ بازار سے گزرو گے تو بازار میں بے شمار چیزیں پڑی ہوں گی۔ بازار ہوتا ہی اسی کا نام ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ آپ کے خیال کے مطابق جو چیز بازار میں بکنے کے لیے نہیں رکھنی چاہیے وہ چیز زیادہ بکتی ہے۔ یعنی کہ اس کے خریدار الگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو آپ یہ دیکھو کہ آپ جس چیز کو ناپسند کر رہے ہیں اس کو پسند کرنے

والا کوئی نہ کوئی پیدا ہو جائے گا۔ ہر بچہ جو چاہے نالائق ہو' بے وقوف ہو' پاگل ہو وہ اپنی ماں کی نگاہ میں کیا ہے؟ چاند اور ستارہ۔ ماں جو ہے وہ اپنے بچے کو صفات کے مطابق نہیں دیکھتی بلکہ تعلق کے مطابق دیکھتی ہے۔ تو برداشت کی باتیں دراصل ٹوٹے ہوئے تعلق کی کہانیاں ہیں۔ تعلق اگر درست رکھا جائے تو برداشت جو ہے یہ Pleasure بن جاتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ تعلق اگر قائم رکھنا ہے تو جھگڑا نہ ہو اور اگر تعلق قائم نہیں رکھنا تو پھر جھگڑا کس بات کا۔ یہ آپ کی سٹڈی کرنے کی بات نہیں ہے کہ دوسرے کی صفات کیا ہیں' دوسرے کے مقامات کیا ہیں' دوسرے کو الجھاؤ کیا ہیں _____ صرف یہ دیکھنا ہے کہ آپ کا ریلیشن کیا ہے؟ اس کائنات میں مومن ہیں' کافر ہیں' اچھے ہیں' نیک ہیں' اللہ کریم نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ و منکم من یرید الدنیا ومنکم یرید الاخرۃ تم ہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی تمنا کریں گے اور تم ہی میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی تمنا کریں گے۔ تم ہی میں سے اللہ نے لوگوں کو بنایا ہے' کچھ بخیل ہیں' کچھ امین ہیں' کچھ صدیق ہیں' کچھ شہداء ہیں۔ یہ مقام اللہ نے بنا دیئے ہیں۔ آپ نے ان مقامات کو طے کرنا ہے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے زندگی دے دی' تمہیں زندگی کے وسائل بھی دے دیئے' زندگی ایک مدت کے بعد ٹھہر نہیں سکتی' ایک مدت کے بعد تمہیں واپس آنا ہے اور ضرور آنا ہے' تو اس

زندگی کی Short duration میں مَیں نے تمہیں دیکھنا ہے' میں نے تمہیں آزمانا ہے خوف سے' نقصِ اموال سے' بھوک سے' ثمرات کے ضائع ہونے سے اور موت سے۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف و الجوع و نقص من الاموال و الانفس والثمرات ۔تو وہ ضرور آزمائے گا۔ مثلاً خوف سے آزمائے گا۔ آج کل کے انسان کا خوف کیا ہے؟ غریب ہونے کا خوف' پریشان ہونے کا خوف' اور ساتھی کے بے وفا ہو جانے کا خوف۔ ہر آدمی خوف سے گزارا جائے گا۔ پھر یہ کہ مال میں نقص ہو جائے گا۔ مال بینائی کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ تو بینائی کا نقص ہونا بھی مال کا نقص ہونا ہے۔ ذہن کا بھی نقص ہوتا ہے' یعنی کہ اگر آپ کی کسی صفت کا نقص ہو جائے تو یہ مال کا نقص ہو جاتا ہے۔ شکل کا بھی نقص ہو سکتا ہے۔ نقص من الاموال کا مطلب ہے کہ کوئی مال کم ہو جائے' کوئی رزق کم ہو جائے۔ اور رزق خیال بھی ہو سکتا ہے' مال بھی ہو سکتا ہے' یہ شکل بھی ہو سکتی ہے' یہ بینائی بھی ہو سکتی ہے' آپ کا دل بھی ہو سکتا ہے' کسی دوسرے عضو کی صحت بھی ہو سکتی ہے۔ تو اس کے ذریعے آزمایا جائے گا۔ والانفس یعنی جان کے ذریعے بھی۔ مثلاً کوئی پرانے لوگ چلے جائیں یا کوئی نئے لوگ تیزی سے چل پڑیں یعنی کہ نفس میں' جان میں بھی نقص ہوتا ہے۔ والثمرات اور پھلوں کے ذریعے۔ ثمرات میں کئی چیزیں آ جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس شخص کی بڑی خدمت کی

مگر بے وفا نے کیا صلہ دیا۔ اگر تُو نے صلہ لینے کے لیے خدمت کی ہے تو تیری مہربانی ہے کہ ایسی خدمت نہ کر۔ صلہ لینے کے لیے خدمت کرنے والا جو ہے وہ ہمیشہ Shock سے گزرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ صبر کریں گے اُن کے لیے رحمت ہے۔ جب کسی کے ہاں خدانخواستہ موت ہو جائے تو اس کے لیے یہ صدمہ ہے اور اس پر صبر ہے۔ اگر کچھ دیر بعد یہ پتہ چل جائے کہ کرنے والا اللہ ہی ہے اور میری تو اللہ سے محبت ہے تو پھر جو اس نے کیا وہ ٹھیک ہے کیونکہ وہ اپنا دوست ہے۔ تو وہ یہ دیکھے کہ یہ کام کس نے کیا ہے۔ اگر اُس کے اللہ نے کیا ہے تو اللہ کی ہر بات کو ماننا اس کا اخلاق اور اس کا ایمان ہے۔ اگر کسی آدمی نے یہ کیا ہوتا تو ہم اس کو Spare نہ کرتے۔ اب یہاں برداشت کا مقام پیدا ہوتا ہے کہ اگر تم اس انسان کو اپنی بے عزتی کا سبب سمجھ رہے ہو تو غلطی کر رہے ہو عزت اور ذلت کی بات تو اُدھر سے آ رہی ہے۔ یعنی کہ عزت اور ذلت کہاں سے چل کے آ رہی ہے؟ یہ پیچھے سے آ رہی ہے وتعز من تشاء وتذل من تشاء _____ یہ بات تو اُدھر سے آ رہی ہے۔ تو اپنی کمزوریوں اور اپنی پریشانیوں کو اللہ سے منسوب کر کے اپنی نجات کی راہ پالو۔ ایک تو اس کا یہ حل ہے۔ دوسرا حل یہ ہے کہ جس کو ہم قابلِ الزام یا موردِ الزام کہہ رہے ہیں کہ ہم اس سے خوشی حاصل نہیں کر سکے تو اُس نے بھی آپ سے کیا خوشی حاصل کی ہے۔ اگر اس نے خوشی نہیں دی

ہے تو اس کی زندگی میں آپ نے کون سے چراغ جلا دیئے ہیں۔ تو جو آپ کو پریشان کر رہا ہے آپ نے بھی اس کی زندگی کو پریشان رکھا ہے یعنی کہ یہ جُدا ہوا ہے تو وہ بھی تو جدا ہوا ہے۔ اگر آپ بہت اچھے ہیں تو پھر یہ اس کی محرومی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ یعنی اگر آپ اچھے ہیں اور وہ جدا ہونے والا بُرا ہے تو پھر اس کا نقصان زیادہ ہے کہ وہ اچھے سے محروم ہو گیا اور آپ کو مبارک ہونی چاہیے کہ بُرا شخص چلا گیا۔ یہ برداشت کا مقام ہی نہیں ہے بلکہ خوشی کا مقام ہے۔ اگلی بات یہ پوچھی گئی کہ ہم کس حد تک برداشت کریں جب کہ دوسرا شخص مذہبی طور پر صحیح نہیں ہے۔ اب یہ سوال ایک خاص انداز کا سوال ہے کہ اپنے Opinion کے علاوہ Opinion کو ہم کیسے برداشت کریں' ہم اسے نیست و نابود کر دیں گے' اسلام کے علاوہ کچھ نہیں چلے گا اور اسلام وہ ہے جو ہمارا عقیدہ ہے۔ اس بات کا جواب صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں' اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں' اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہونے کے باوجود اللہ کی مملکت' دنیا میں' اللہ کے نہ ماننے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے' ان کی پرورش کرتا ہے' ان سے ناراضگی کا اظہار یوں نہیں کرتا جیسے ہم کرتے ہیں۔ اس نے اگر برداشت کیا ہوا ہے تو آپ کو کیا حرج ہے کہ آپ برداشت نہیں کر رہے۔ یعنی اگر آپ کے پاس کوئی اچھائی ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ برائی کو اچھائی سے بدل' اچھائی سے دور کر۔ اگر آپ کے پاس

واقعی اچھائی ہو تو برائی کو دور کر دو۔ گویا کہ بُرا انسان اگر مل جائے تو آپ کو مبارک ہو کیونکہ یہی تو وقت ہے اچھائی کرنے کا۔ اگر بُرا مل گیا اور اس سے برائی شروع کر دی تو اس میں اور آپ میں کیا فرق ہوا۔ برے آدمی کے ساتھ اگر اچھائی کرنے کا موقع مل رہا ہے تو پھر بُرے آدمی کو تلاش کیا کرو اور پھر اس کے ساتھ نیکی کرو' اچھائی کرو' جتائے بغیر یہ کرو۔ تو پھر آپ کے لیے برداشت بھی پیدا ہو جائے گی اور یہ واقعہ بھی صحیح ہو جائے گا۔ گویا کہ اپنی ہمت کے مطابق برداشت کرو۔ بعض اوقات صرف برداشت کرو تو اس کا انعام اللہ کے پاس ہوگا۔ بے شمار لوگوں کو روحانی درجات ملے اور یہ بات ریکارڈ میں ہے کہ انہوں نے زندگی میں بہت کچھ برداشت کیا مگر بولے نہیں۔ برداشت کرنے والا' اللہ کے نام پر برداشت کرنے والا بڑے مقام والا ہوتا ہے۔ انتہا کی برداشت کرنے والے سید الشہداء بن گئے۔ انتہاء کی برداشت کرنے والا شہید ہو سکتا ہے' اور برداشت کرنے والا شہیدوں کے زُمرے میں ہو سکتا ہے۔ یہی ایک راستہ ہے کہ اللہ کا حکم سمجھ کے برداشت کرتے جاؤ اور اللہ سے کہو کہ آپ کا حکم ہے اس لیے ہم برداشت کرتے جا رہے ہیں۔ اس طرح اطاعت میں چلتے جاؤ۔ برداشت کے دوران اطاعت کرنے والا' برداشت کے دوران سجدہ کرنے والا' غم کے اندر سجدہ کرنے والا' زخموں کے اندر سجدہ کرنے والا' تکلیف میں سجدہ کرنے والا اور

زندگی ناپسند ہونے کے باوجود اللہ کی اطاعت کرنے والا' اللہ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ ناپسندیدہ زندگی آپ کے لیے رحمت ہے کیونکہ یہی وقت ہے سجدہ کرنے والا۔ پسند میں تو سارے ہی مٹھائی کھا کے سجدہ کر سکتے ہیں کہ اب اور مٹھائی ملے گی' اور سجدہ کرو۔ مگر اللہ والے کو کہیں کہ سجدے سے ملے گا کچھ نہیں تو وہ کہے گا کہ چاہے کچھ اور نہ ملے' سجدہ تو ملے گا۔ تو وہ سجدہ کرنے والا' غم اور آزردگی میں سجدہ کرنے والا اللہ کے بہت قریب ہے۔ اس لیے آپ برداشت کو Pleasure بنائیں۔ یہ وقت ہے نیکی کرنے کا۔ اپنے آپ کے ساتھ نیکی کریں۔ دوسروں کی بات کو مائنڈ کرنا چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین تو غصہ نہ کیا کرو' لوگوں کو معاف کر دیا کرو اور اگر ہو سکے تو ان پر احسان بھی کر دیا کرو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ایک واقعہ تھا کہ ایک غلام نے غلطی کی تو وہ ناراض ہوئے جن کا وہ غلام تھا۔ غلام نے پڑھ دیا کہ والکاظمین الغیظ تو انہوں نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا۔ اُس نے آگے پڑھا والعافین عن الناس تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں آزاد کر دیا۔ اس نے پھر پڑھا کہ واللہ یحب المحسنین تو انہوں نے کہا اب کچھ پیسے بھی لے جا۔ مطلب یہ کہ وہ اس حد تک اللہ کے کلام کو ماننے والے تھے۔ تو وہ آزادیوں میں ہوتے ہیں' مالک ہوتے ہیں۔ تو

آپ اپنے آپ کو وقت سے ذرا الگ ہو کے سوچا کرو کہ یہ وقت کدھر جائے گا۔ یہ وقت ٹل جائے گا۔ انسانوں کا گِلہ دراصل خالق کا گِلہ ہے۔ یہ گِلہ ہے کہ یہ کیا انسان پیدا کیے گئے ہیں؟ انسانوں کا گِلہ بھی چھوڑ دو۔ انسان کا گِلہ نہ کرو۔ انسان کو اگر برداشت کر سکتے ہو تو برداشت کرو اور اگر نہیں ہو سکتا تو چپکے سے اعرض عن ھذا ہو جاؤ' اس سے اعراض کر جاؤ' تھوڑا سا علیحدہ ہو جاؤ۔ پھر آپ کی زندگی آسان ہو جائے گی۔

اب کوئی اور سوال _____

سوال:

صبر اور برداشت کیا ہیں؟

جواب:

جب آپ یہ دیکھ لیں کہ خواہش موجود ہو اور نتیجہ خواہش کے علاوہ ہو تو یہ بات برداشت کرنے کا مقام ہے۔ اگر خواہش برعکس ہے' حالات برعکس ہیں تو یہ برداشت کرنی پڑے گی۔ اللہ کے جو مقرب ہیں ان کی کہانی اور ہے۔ وہ صبر کے مقام کو شکر کے ساتھ طے کرتے ہیں' وہ صبر کو شکر بنا لیتے ہیں۔ اُن سے اگر پوچھو کہ کیا آپ بیمار ہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں بیمار ہیں۔ پھر کیا گِلہ؟ شکر ہے کہ اُس نے یاد کیا ہے۔ گویا کہ کوئی جتنا قریب ہوتا ہے وہ اتنا ہی صبر کے مقام کو شکر بناتا ہے۔ کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ

انہوں نے شہادت کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا ہوگا۔ ضرور کیا ہوگا۔ گویا کہ جتنا کوئی مقرب ہوتا ہے وہ اذیت سے گزرنے کے بعد شکر ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ الا وسعھا یعنی اللہ کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں آتی مگر وسعت کے مطابق۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اللہ نے ہمیں اس قابل سمجھا کہ اتنا بڑا غم ہمیں عنائت فرمایا اور ہمیں مہربانی کر کے اتنی وسعت دی کہ غم کو برداشت کر سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں' کائنات میں چرچے ہوتے ہیں' محبت کی تعریف ہوتی ہے' جبریلِ امینؑ وحی لاتے ہیں' آپؐ کے جلوے زمین پر اور آسمان پر ہیں اور وادیٔ طائف سے بھی گزارا جا رہا ہے۔ یہ جو گزارنا ہے یہ تقرب ہی تقرب ہے۔ جب آپ یہ جان لیں کہ اس میں اللہ کی مرضی ہے تو پھر تو اس میں Pleasure ہی Pleasure ہے۔ اگر اللہ نہ چھوڑے تو ہم ہر حال سے گزر جائیں گے۔ میں آپ کو مثالیں دے رہا ہوں کہ مقرب کیسے پیدا ہوتا ہے۔ سورۂ یوسف کو جو احسن القصص کہا گیا ہے تو اس میں پیغمبر باپ' پیغمبر بیٹا اور پھر بیٹا کنوئیں میں گرا دیا گیا۔ باپ کے پاس علم ہے' نبوت کا علم ہے مگر باپ کو باخبر نہیں رکھا گیا کہ بیٹا کہاں ہے' باپ رو رو کے بینائی ضائع کر بیٹھا۔ دونوں ابتلا میں ہیں اور دونوں ہی جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ بیٹا کنوئیں میں گرا تو انہوں نے کہا یہ شکر کا مقام ہے۔ کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا کہ اگر یہی پیغمبری ہے تو پھر

ہمارا استغنیٰ۔ ایسا نہیں ہوا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام پر الزام لگ گیا۔ مگر پیغمبر تو پیغمبر ہے۔ اس کے بعد جیل میں گئے مگر پیغمبر پھر پیغمبر ہے۔ پھر اللہ نے خود فرمایا کہ ہم نے انہیں ایک علم دیا تاویل الاحادیث کا' خوابوں کا علم دیا۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم تمہیں ایسا خوبصورت قصہ سُنا رہے ہیں جو احسن القصص ہے اور ایسا خوبصورت قصہ ہے ہی نہیں۔ گویا کہ اللہ ساتھ ہو تو کوئی ابتلا نہیں ہے اور اللہ نہ ہو تو پھر دولت بھی عذاب ہے' پھر کامیابی بھی عذاب ہے۔ بات صرف اتنی ساری ہے کہ آپ اپنی زندگی میں اللہ کو شامل کر کے اپنی زندگی کو سرخرو کر سکتے ہیں ورنہ ساری کامیابیاں اور سارا حاصل ٹوٹل محرومی ہے۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ نوح علیہ السلام کو بیٹا ہی نہیں مِلا۔ آپ لوگ تو دو نمازیں پڑھنے کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ! ہمارا استحقاق مجروح ہوتا ہے کیونکہ آپ ہماری دعا نہیں مانتے۔ نوح علیہ السلام نے نو سو سال اللہ کے دین کی خدمت کی۔ یہ کم از کم سال ہیں ورنہ چودہ سو سال بھی کہتے ہیں اور گیارہ سو سال بھی کہتے ہیں۔ تو انہوں نے نو سو سال دین بیان کیا اور پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ سے ایک چیز مانگی کہ یا اللہ اس طوفان سے میرا بیٹا بچا لے۔ اللہ نے کہا کہ جہاں دوسروں کے بیٹے گئے یہ بھی جانے دو۔ ان کی پیغمبری پھر بھی قائم رہی ہے کیونکہ انہوں نے پھر بھی انکار نہیں کیا۔ بس یہ ہوتا ہے پیغمبر۔ مقرب یہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ کی رضا یہ ہے کہ بیٹا نہ آئے تو ٹھیک ہے۔

پھر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ آج کے بعد پیغمبری کا کاروبار بند۔ انہوں نے کہا کہ جیسے آپ کو پسند ہے، جو آپ کو ناپسند ہے وہ ہمیں بھی ناپسند ہے۔ بس اپنی Will کو Thy will کے ساتھ اتنا تو Surrender کرو۔ اپنے آپ کو فرعون سے بھی زیادہ نہ بناؤ کہ میری یہ بات پوری ہونی چاہیے، وہ بات بھی پوری ہونی چاہیے، مجھے سب تابعدار ملیں ____ خود آپ کسی کی تابعداری نہیں کرتے اور چاہتے یہ ہیں کہ ہر کوئی تابعدار ہو، تو یہ گمراہی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا آپ کسی کے تابعدار ہیں یا نہیں۔ یہ دیکھو کہ تم کس کی تابعداری کرتے ہو۔ اطاعت کرانے کی بجائے پہلے اطاعت کرنا سیکھو۔ اطاعت اگر اچھی چیز ہے تو خود کرو اور اگر بری چیز ہے تو اس بے چارے کو کیوں کراتے ہو۔ یہ آسان سی بات ہے کہ اطاعت اگر اچھی ہے تو خود کر اور بری ہے تو اس بیچارے کو کیوں مجبور کرتے ہو۔

سوال:

صبر اور شکر کے مقام پر دوسروں کے سامنے مسلسل آنسو بہاتے جانا کہاں تک ٹھیک ہے؟

جواب:

غم یا غم کا اظہار اگر Pity Invoke کرنے کے لیے ہے تو یہ پراپیگنڈہ ہے۔ اگر وہ شخص آنسوؤں سے Pity Invoke کرتا ہے تو یہ پراپیگنڈہ

ہے۔غم ایک ایسی چیز ہے جو آپ کے دل میں اُتر جائے' آپ کے باطن پر نازل ہو جائے اور آپ اس کو اللہ کی طرف سے ایک خاص احسان سمجھ کے قبول کریں اور غم کو اپنے پر سوار نہ ہونے دیں' غم کے راستے کو اللہ کی یاد کی طرف لے چلو تو پھر اللہ تعالیٰ کا بہت تقرب ملتا ہے۔وہ لوگ جنہوں نے غم کو لوگوں کی نگاہوں سے بچایا اور وہ لوگ جو اپنے غم کو رات کے آنسوؤں تک لے گئے وہ فلاح پا گئے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ فلیضحکوا قلیلا ولیکوا کثیرا یعنی وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔یہ لوگوں کے سامنے کی بات نہیں بلکہ اللہ کے سامنے کی بات ہو رہی ہے۔تو اپنے غم کو نامحرموں سے چھپانا ہی بہتر ہے۔دنیا سے غم کو چھپانا ہی بہتر ہے۔دنیا کا کام یہ ہے کہ وہ آپ کے غم کا لطف برباد کر دے گی۔دنیا کو کبھی غم کی قیمت دینے والا نہ بناؤ۔دنیا غم کی قیمت نہیں دے سکتی۔غم نفاست پیدا کرتا ہے اور دنیا کھردرے ہاتھوں سے کیا نفاست دیکھے گی' آپ کے فائن لباس کی نفاست کیسے دیکھے گی۔اگر اللہ سے آپ کو غم مل ہی گیا ہے۔تو اسے کٹھور لوگوں کو دکھایا تو کیا دکھایا۔غم کو تو کم از کم سنبھال کے رکھو۔یہ سرمایہ ہے۔اے دل میں رکھنا۔انسانوں سے ہمدردی Seek کرنے کا عمل صحیح نہیں ہے۔انسانوں کے ساتھ ہمدردی کرنا نیکی ہے لیکن ہمدردی Seek کرنا غلطی ہے کہ آپ لوگوں سے ہمدردی مانگیں۔

چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دِکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

تو اس طرح تو دل جلوں میں شمار نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ یہ مقام اور ہے۔ غم کو امانت سمجھ۔ غم کو کیفیت بنا۔ غم کو عبادت بنا۔ غم کو اللہ کا تقرب بنا۔ غم اور آنسو اور خدا ایک جگہ رہنے چاہییں۔ اگر انسان کے پاس کتاب کا علم نہ ہو، مذہب کا بھی زیادہ علم نہ ہو اور وہ خدا کے بارے میں کوئی آسان نسخہ سمجھنا چاہے کہ خدا کیا ہے تو اس کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ تنہائی میں نکلنے والے آنسو جو ہیں یہ تیرے اللہ کا قرب ہیں۔ ایسے آنسو جو کسی انسان کا گلہ نہ کر رہے ہوں اور تنہائی میں ہوں اور اُس وقت ۔

یا تو رات ہو یا پھر حق کی ذات ہو

تو وہ آنسو جو ہیں وہ اللہ کا تقرب ہیں۔ ورنہ تو دوسرے آنسو بچوں کے آنسوؤں جیسے ہوتے ہیں یا پھر Crocodile کے ہوتے ہیں۔

سوال:

زندگی کے اس سفر میں صبر کے ساتھ مایوسی بھی آجاتی ہے۔ پھر کیا کریں؟

جواب:

اگر سفر کامیاب ہو گیا تو ساری ہی کامیابی ہے۔ جس شخص کو یہ یقین

ہو کہ میری زندگی جو ہے وہ کامیاب ہو جائے گی تو وہ آج کے غم سے پریشان نہیں ہوگا۔ بار بار اللہ نے کہا کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ لاتقنطوا من رحمة الله میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ گویا کہ انسان مایوس ہو سکتا ہے۔ اب اس کے ترجمے پر غور کرو کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ اپنے مستقبل سے مایوس نہ ہونا۔ اگر یہ زندگی ابتلا میں ہے اور اگلی زندگی فلاح پائے تو بھی کامیابی ہے۔ ایک حدیث شریف آپ کو سناتا ہوں کہ الدنیا سجن المومن وجنة الكافر دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ مومن دنیا سے پریشان ہی گزرے گا۔ وہ زیادہ مال رکھ نہیں سکتا کیونکہ اس کے اوپر محاسبہ ہے اور وہ دوسروں کو حصہ دیتے دیتے خود محرومی سے گزر جائے گا۔ مومن خود انصاف کرتا ہے' خود رحم کرتا ہے اور ظالموں سے واسطہ پڑ جائے تو انہیں کچھ نہیں کہتا۔ بے چارے کی زندگی صرف اذیت ہی اذیت ہے۔ اگر مالک کی طرف سے ہے تو وہ برداشت کر کے آگے نکل جائے گا' سرخرو ہو جائے گا۔ گویا کہ اپنی زندگی کو اللہ کا احسان سمجھ کے آگے چلے جاؤ' Next Moment میں کیا ہونا ہے' یہ تمہیں پتہ نہیں۔ ابلیس کی ایک تعریف بڑی عجیب ہے۔ آپ سن لو کہ کیا ہے؟ ابلیس کہتے ہیں کہ جو اللہ کے امر سے انکار کرے وہ ابلیس ہے اور [illegible] یہ بتا رہا ہوں کہ جو اللہ کی

رحمت سے مایوس ہو وہ ابلیس ہے۔ گرامر میں ابلیس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا۔ اس کا مادّہ یہی وہی ہے۔ تو ابلیس کا معنیٰ ہے رحمت سے مایوس۔ جو رحمت سے مایوس ہوگا وہ توبہ نہیں کرے گا۔ اور شکر نہیں کرے گا۔ رحمت سے مایوس انسان شکر نہیں کرتا' وہ انعام کو اپنا حق سمجھتا ہے اور محرومی کو ظلم سمجھتا ہے۔ جب اُسے کچھ مل جائے تو کہتا ہے کہ یہ میرا حق تھا اور جب کچھ نہ ملے تو کہتا ہے کہ میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ تو وہ آدمی اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ ہونا کیا چاہیے؟ وہ یہ کہے کہ جو مجھے ملا یہ اس کی مہربانی ہے اور جو رہ گیا ہے وہ میری کوتاہی ہے۔ تو آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ آپ کی جو بھی زندگی ہے اس کے بارے میں کہو کہ میں اس سے مایوس نہیں ہوں اور I am waiting for better tomorrow اچھے وقت کا انتظار کر رہا ہوں' تو آپ کی زندگی کامیاب ہے۔ تو کامیاب کون ہے؟ جس کا انتظار کامیاب ہے۔ اگر انتظار اللہ کی رحمت ہے تو یہ آج سے شروع ہو گئی ہے اور اگر انتظار عذاب ہے تو یہ بھی آج سے شروع ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ آپ کو کیا انتظار ہے؟ اگر رحمت ہے تو یہ آج سے شروع ہے۔ جس چیز کا آپ انتظار کرتے ہیں وہی چیز آپ کے ساتھ رائج ہو جاتی ہے۔ آپ اُس کی رحمت کا انتظار کریں تو رحمت رائج ہو گئی۔ تو اللہ کی رحمت کو اپنی پریشان زندگی میں رائج کر لیا کرو۔ غلطیوں پہ معافی مانگو۔ یہ توبہ کا

وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ معافیاں دے دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے۔ پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ لمبی چوڑی عقل کی بات نہیں ہے' سادہ لوح کی طرح اللہ کو ماننا چاہیے۔ اللہ کے ساتھ چالاکی نہ کرنا۔ واللہ خیر الماکرین اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے' وہ ایسی بات کرتا ہے کہ انسان سب دانائیاں بھول جاتا ہے۔ میڈیکل سائنس ترقی کرتی ہے تو نیا علاج ڈھونڈتی ہے اور بیماری چپکے سے ایک نیا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اب علاج پیچھے رہ گیا۔ یہ ''دانائیوں'' کی بات ہے۔ اور ''نادان'' کی بات کیا ہے؟ کہ آپ جیسے بھی زندگی گزار رہے ہیں وہ ٹھیک ہے' اللہ سے کہو کہ ہمیں تو اتنی سمجھ ہے۔ ویسے بھی آپ سوچو' غور کرو' آپ سائنس بھی جانتے ہیں' لائٹ کی سپیڈ بھی جانتے ہیں کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے' کائنات کی وسعتیں بھی آپ جانتے ہیں کہ یہ کائنات کتنی وسیع ہے' سینکڑوں لائٹ ائیرز کا فاصلہ ہے' کروڑوں ستارے' ہزارہا میل اور کروڑہا سال کے فاصلے طے نہیں ہوتے' تو اس ساری وسیع کائنات کا خالق اللہ ہے۔ اس پوری وسعت میں آپ اندازہ لگائیں کہ زمین کی کیا حیثیت ہے۔ دور سے دیکھو تو یہ زمین اتنی سی بھی نہیں ہے۔ اس زمین کے اندر سارے ملکوں میں ایک ملک کا کیا مقام ہے' پورے پاکستان میں ایک شہر کتنا ہوتا ہے اور اس میں ایک انسان ہے۔ اور پھر اس کا خالق کائنات کے ساتھ جھگڑا' اتنی وسیع

کائنات بنانے والے کے ساتھ۔ وہ کہتا ہے کہ یا اللہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں' وہ کیا کر رہے ہیں' ہمارا خیال ہی نہیں کرتے _____ مقصد یہ ہے کہ ابھی تو آپ کی تسلیم قبول نہیں ہو رہی۔ بجائے اس کے آپ سجدہ کریں اور اپنی نااہلی کو تقدیر نہ کہیں۔ یہ زندگی میں آپ کی نااہلی ہے۔ اس لیے اپنی نااہلی سے توبہ کرو اور اللہ کو تسلیم کرو اور یہ کہو کہ جیسی بھی میری زندگی ہے میں راضی ہوں۔ اگر آپ راضی ہیں تو سمجھو کہ اللہ کا شکر ادا ہو گیا۔ زندگی دینے والا تو وہ ہے۔ آپ کہو کہ یا اللہ ہم نے اپنی زندگی کو تیرا حکم سمجھ کے یقین کے ساتھ مان لیا ۔

میں مَنیا نال یقین دے

اب ''لیکن'' نہ کہنا۔ جو بھی زندگی ہے وہ قبول کر لو۔ بالکل قبول ہے تو اور بھی اچھی بات ہے۔

سوال:

پھر دعا کی کیا گنجائش ہے؟

جواب:

زندگی کے اندر کسی چیز کو قبول کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں سے دعا کی گنجائش نکل جائے گی۔ جب آپ مالک کے فیصلے کو قبول کر لیں گے تو وہ جہاں کہتا ہے کہ دعا کر لو تو وہاں دعا کر لو اور جہاں وہ کہتا ہے کہ

نہ کرو تو نہیں کرو۔ دعا کوئی اصرار تو نہیں ہے' شرط تو نہیں ہے۔ اگر وہ کہے کہ کرلو تو پھر آپ کرلو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جہاں مذہب نے کہا ہے کہ دعا کرلو تو وہاں کرلو۔ مذہب نے بڑی آسانی کی ہے' ہر مقام پر دعا ہے' آئینہ دیکھنے تک کی بھی دعا ہے کہ یا اللہ جس طرح میری شکل خوبصورت بنائی ہے میرا باطن بھی اسی طرح خوب صورت بنا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہر مقام کی دعا رکھ دی ہے۔ تو آپ دعا کیا کرو۔ دعا سے منع نہیں کیا گیا۔ دعا کو کبھی شرط نہ بنانا۔ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ اگر پیغمبروں کی دعا قبول نہ ہو تو پیغمبری قائم رہتی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ میں دعا مانگ مانگ کے تھک گیا ہوں مگر دعا پوری نہیں ہوئی' اب بتاؤ تم کس طرح اللہ کی بات کرتے ہو۔ تو یہ نہ کہنا۔ وہ پوری کرے یا نہ کرے' درخواست دے دو۔ دعا کی شرط کیا ہے؟ وہ مانے یا نہ مانے' آپ دعا کرو' التجا کرو۔ دعا کیا ہے؟ یہ التجا ہے' استحقاق نہیں ہے۔ اسے ہمیشہ التجا کے طور پر کہو کہ یا اللہ تیری مہربانی' یا تو یہ خواہش پوری کر دے یا اسے ہٹا دے' تُو بہتر جانتا ہے۔ اگر خواہش ختم ہو جائے تو اور بھی اچھی بات ہے۔ کچھ فقیر لوگ اس مقام پہ ہوتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ دعا بھی کیا مانگنی ہے۔ کچھ فقراء کہتے ہیں کہ دعا مانگو۔ تو فقراء میں بڑے بڑے طبقے ہیں۔ ایک درویش کہتا ہے کہ تجھے تیری زندگی دعا کے بغیر ملی' تجھے تیری خوب صورت شکل دعا کے بغیر ملی' تجھے تیری بینائیاں دعا کے بغیر ملیں' رعنائیاں دعا کے بغیر

ملیں' خیال دعا کے بغیر ملا' باقی واقعات بھی دعا کے بغیر' پھر دعا کے بغیر ہی زندگی رخصت ہو جائے گی ـــــــ اب درمیان میں تو نے دعا کے ساتھ کیا کر لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب دعا کی گنجائش کتنی ہونی ہے۔ جو کچھ ہے وہ تمہارے ساتھ ہوا پڑا ہے۔ جب وہ بن مانگے دے ہی رہا ہے تو ؎

بن مانگے موتی ملے
مانگے ملے نہ بھیک

جب وہ دیتا ہی چلا جا رہا ہے تو پھر آپ اپنے آپ کو اس کے حوالے کرو۔ وہ آپ کو کبھی محروم نہیں کرے گا۔ امیر ہونے کا نسخہ بتاتا ہوں۔ اگر آپ کی خواہش اس سے زیادہ ہے جو کچھ آپ کا حاصل ہے تو آپ غریب ہیں اور اپنے حاصل سے خواہش کو کم کر دو تو تم اسی حال میں بھی امیر ہو جاؤ گے۔ تو خواہش تھوڑی کر دی تو آپ امیر ہو گئے۔ اگر خواہش پھیل گئی' حاصل کی چادر سے پاؤں باہر نکل گئے تو وہیں کھڑے کھڑے آپ غریب ہو جائیں گے۔ لہٰذا اپنی آرزوؤں کو کم کر لو تو آسودہ ہو جاؤ گے۔ اس شخص کو معاف کر دو جو آپ کی مرضی کے مطابق نہیں چل رہا۔ جو آپ کی مرضی پہ نہ چلے آپ اُسے بے وقوف کہتے ہیں۔ جس طرح آپ کو اپنی مرضی کا حق ہے اُسے بھی اپنی مرضی کا حق ہے۔ تو دوسرے کو دوسرے کی مرضی کا حق دو۔ پھر آپ کو کوئی آدمی پریشان نہیں کرے گا' بس چلتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے

حالات بہتر کرے گا_____

ایک اور سوال یہ پوچھا گیا تھا کہ Real اور Ideal میں کیا فرق ہے۔ اکثر یہ سمجھ نہیں آتی۔ Real ہم کہتے ہیں اس کو جو As it is ہو اور Ideal کیا ہوتا ہے؟ As it ought to be۔ آپ As it is کو قبول کرلو یعنی جو کچھ ہے اسے قبول کرلو۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے تو پھر یہ آپ کے لیے چیلنج ہے۔ اب اسے کر کے دکھاؤ۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایسی حکومت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے چیلنج ہے' جھنڈے لگاؤ' پارٹی بناؤ' حکومت بنا کے دکھاؤ۔ اب یہ نہ کہنا کہ ہم بنانا چاہتے تھے تو بنا نہیں ہے۔ دعویٰ مجبوری کی نفی ہے۔ دعویٰ کیا ہے؟ دعوے میں مجبوری نہیں دکھانی۔ اگر آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ ملک کے حالات بہتر کریں گے تو پھر کر کے دکھاؤ۔ یہ چیلنج آپ ہی کا ہے اور جواب بھی آپ ہی نے دینا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ حالات بڑے مشکل تھے اس لیے یہ نہیں ہوا۔ اللہ کرے کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے۔ سارے مل کے دعا کرو کہ کامیابی ہو۔ ہونی چاہیے' ضرور ہونی چاہیے۔ بہرحال یہ بات یاد رہے کہ کامیابی ہو یا نہ ہو' حاصل ہو یا نہ ہو' زندگی بہت مختصر ہے۔ اس میں سے گِلہ کر کے نہ نکلنا۔ یہ میری نصیحت ہے۔ تو گِلہ نہ ہو' لوگوں کی شکایت نہ ہو' یہ نہ کہنا کہ اگر یہ آدمی جنت میں جائے گا تو میں نہیں جاؤں گا۔ آپ لوگ تو اللہ کو اللہ بننے سے روکتے ہیں۔ اللہ چاہے جسے

معاف کردے۔ گویا کہ آپ نے معافی کی گنجائش نہیں رکھی۔ تو آپ معاف کردو۔ معاف کردینے کا مطلب ہے ظالم کو اس کی سزا سے بچانا اور اپنے آپ کو حماقتوں کی سزا سے بچانا۔ جس نے معاف کیا وہ معاف کر دیا گیا۔ اگر آپ نے آگے جا کے اللہ سے معافی لینی ہے تو اِدھر معافی دے کر جانا۔ اگر تم بغل میں کسی کے خلاف درخواست چھپا کے لے جا رہے ہو تو دوسرا تمہارے خلاف درخواست لے کے آ رہا ہے' تم پھینک دو تو وہ بھی پھینک دے گا۔ معاف کر کے جاؤ تو معاف کر دیئے جاؤ گے۔ اس لیے آپ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سب کے حال پر رحم فرمائے۔

آپ کو ایک نسخہ بتا رہا ہوں یاد رکھنے کے لیے۔ جس چیز کو' جس عمل کو' جس شے کو' جس شخص کو آپ اللہ کے حوالے سے اپنی زندگی میں شامل کرتے ہیں تو اس شخص' اس شے اور اس جگہ کو اللہ ہی کے حوالے سے مانتے رہنا۔ بات سمجھ آئی؟ اگر یہ مصلّٰی ہے' یہ کپڑا ہے' جائے نماز ہے تو اس کا کپڑا بازار سے لیا ہوگا اور پھر اس کپڑے کو آپ نے مقرر کر لیا کہ یہ نماز کی جگہ ہے۔ آپ نے عزت سے اس کو نماز کی جگہ بنائی تو اب اس کپڑے کی ہمیشہ عزت کرنا کیونکہ یہ اللہ کے ساتھ آپ کا تعلق بیان کر رہا ہے۔ اگر ایک کمرے میں آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں تو اس کمرے میں جب بھی جاؤ' اللہ کو یاد کرو۔ اگر کسی آدمی سے آپ کا تعلق اللہ کے حوالے سے ہے تو اس کے ساتھ ہمیشہ

اللہ کے حوالے سے تعلق رکھنا۔ اس تعلق کو دنیاوی تعلق نہ بنانا۔ بات سمجھ آئی؟ جس جگہ پہ آپ عبادت کرتے ہیں اس جگہ کو دنیاوی مقصد کے لیے استعمال نہ کرنا۔ آج پریشانی کی یہی وجہ ہے کہ ہم نے مساجد کو خصوصیت کے ساتھ اللہ کی جگہ بنانے کے بعد لازمی طور پر دنیاوی کاروبار کے لیے لگا دیا اور جو برکت تھی وہ ختم ہوگئی۔ تو یہ ہے دِقت کی بات۔ اللہ کے حوالے سے آپ جو بھی انتظام کر رہے ہیں اس کو اللہ ہی کے حوالے سے قائم رکھنا۔ چار آدمی اگر مل کے اللہ کی تلاش میں گئے ہیں تو چاروں کا اجتماع ہی اللہ ہے۔ اس میں سے کسی کو نکالنا نہیں۔ میاں بیوی مل کے فیصلہ کر لیں کہ زندگی کو خوش بنائیں گے تو یہ مِلنا ہی خوشی ہے اور جب ایک الگ ہو گیا تو زندگی ٹوٹ گئی۔ جس حوالے سے آپ نے آغاز کیا وہ حوالہ ہی انجام ہے۔ یہ بات یاد رکھ لینا۔ بہت کام آئے گی۔ اگر آپ بیٹھ گئے اور دعا کی کہ یا اللہ کوئی مشاہدہ دکھا' خواب دکھا' تو اس خواب کا احترام کرنا جس میں مشاہدے کا امکان ہو۔ اگر آپ کو بتایا گیا ہے کہ یہاں بیٹھ جاؤ' تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا اور اللہ تمہیں یہاں کوئی نشانی دکھائے گا۔ تو وہاں بیٹھ جانا اور کبھی نہ اُٹھنا۔ مایوسی سے اگلا قدم کامیابی کا ہے۔ آپ مایوسی تک تو پہنچ چکے ہیں' اب اگلا قدم کامیابی کا ہے۔ گویا کہ مایوسی کی طرف ہی نہ رہنا بلکہ اگلا قدم اُٹھا کے رہنا۔ تو وہ آدمی کامیاب ہوگا۔ پھر یہ بڑی آسانی کی بات ہے۔ لہٰذا آپ مایوس

نہ ہونا۔ ناکامیوں کی وجوہات تلاش کرنے والے کامیابی کو کیسے ڈھونڈیں گے۔ اگر پتہ ہے تو کامیابی کی وجوہات کو ڈھونڈ۔ اگر نہیں پتہ تو پھر ناکامیوں کی وجوہات بھی غلط ہیں۔ ایک انسان جس کا اللہ کریم سے تعلق ہو وہ حالات سے بیگانہ ہوتا ہے۔ اللہ کا تعلق جو ہے وہ دنیاوی کامیابیوں اور آسائشوں میں نہ شامل کرو نہ گنو۔ یہ جھوٹے لوگوں نے کیا کہ رشوت کا مال لے کے کہہ دیا کہ میرے اللہ کا بڑا فضل ہو گیا۔ اُس نے غریبوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس پر اللہ کا فضل نہیں ہے۔ فضل جو ہے وہ تیرے اللہ سے تعلق کا نام ہے۔ یہ زندگی کے حال کا نام نہیں ہے' حالات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ تیرے خیال کا نام ہے۔ تو فضل کیا ہے؟ یہ تمہارے خیال کا نام ہے' چاہے غریبی ہو یا امیری ہو۔ اگر بلالؓ کی شکل اور ہو مگر وہ اللہ کے فضل سے ہمارے نزدیک سب سے خوبصورت اور بلند ہیں۔ تو حالات پہ آپ نہ جانا۔ یہ نہ کہنا کہ وہ کیسے اللہ والے ہیں کہ جن کے گھر میں فاقہ ہے۔ آپ یہ کہنا کہ اللہ والا بنانے والے کے گھر میں بھی فاقہ ہے یعنی جن کے نام سے اللہ والے بنتے ہیں' وہ کائنات کے مالک ہیں لیکن گھر میں فاقہ ہے۔ اگر سرکار دو عالم ﷺ کے گھر میں فاقہ ہے تو فاقہ جو ہے یہ اللہ کے تقرب میں کمی کا نام نہیں ہے۔ پھر بھی تقرب ہو سکتا ہے' چاہے تکلیف موجود ہو۔ اب یہ راز ہے اور آپ یاد رکھنا۔ ہم مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو' لیکن آپ جیسی زندگی گزارنے سے

گریز کرتے ہیں۔ یہ ہے راز۔ بیان یہ کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی سادہ تھی اور آپ لوگوں کے گھر میں زندگی کی کئی Complications ہیں۔ آپ کی زندگی بہت سادہ تھی اور ہماری زندگی سادہ نہیں ہے۔ زندگی سادہ نہیں ہے اور ایمان ہم آپؐ پر رکھتے ہیں لیکن آپ جیسی زندگی بنانے سے گریز کرتے ہیں' اندر کی زندگی بھی ویسی نہیں بناتے۔ تو جس کے نام کی زندگی ہے ویسی بناؤ۔ اس لیے کبھی تنہا بیٹھ کے اپنی زندگی کے بارے میں یہ سوچا کریں کہ میری زندگی میری خوشی کی تو نہیں ہے' کیا میں اس زندگی کو اللہ کی خوشی کی زندگی بنا سکتا ہوں؟ یہ میری جیسی بھی زندگی ہے' ٹوٹی ہوئی ہے' کمزور ہے' نالائق ہے' غریب ہے' کیا میں اس زندگی کو اللہ کی پسند کی زندگی بنا سکتا ہوں؟ راز یہ ہے کہ اگر زندگی کافر ہے تو کلمہ پڑھ کے وہیں مومن ہو جاؤ۔ زندگی جو ہے وہ ماننے سے فوری طور پر مومن ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر آپ ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ آپ کی وہی زندگی قبول فرماتا ہے بلکہ صحابہ کرامؓ کے وہی نام قبول فرما لیے گئے۔ ان میں سے کسی نے مسلمان ہو کے نام بدلا نہیں ہے۔ گویا کہ مان لینے سے آپ کی زندگی تسلیم ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کے مطابق دیکھو' اللہ کے محبوب ﷺ کی رضا کے مطابق دیکھو۔ اس کو کبھی اَنا کے مطابق نہ دیکھنا۔ کبھی بھی دنیا سے مقابلہ نہ کرنا۔ ایک اور بات' یہ بات میں نے آپ کو بار بار بتائی ہے' لکھ کر بھی بتائی ہے یعنی

خوش نصیب کی تعریف کر کے بتائی ہے کہ خوش نصیب وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش ہو۔ تم اپنے آپ پہ خوش نہیں ہو، تمہیں خوش نصیبی کیا نظر آئے گی۔ تو اچھی ماں وہ ہے جو اپنے سیاہ بیٹے پر بھی راضی ہو اور اسے محبت کے ساتھ رکھے۔ جیسے اپنے بیٹے کو پسند کرتے ہو اسی طرح اپنی زندگی پہ راضی ہو کے دیکھو اپنے نصیب پر مطمئن ہونے کا اظہار کرو۔

سوال:

سکونِ قلب کے بارے میں فرمائیں۔

جواب:

عام طور پر لفظ کا جو معنیٰ ڈکشنری میں ہوتا ہے وہی اس کا اصلی معنیٰ ہوتا ہے۔ بالعموم ایسا ہوتا ہے۔ سکون ایک حالت کا نام ہے جس میں کوئی چیز ساکن ہوتی ہے۔ مثلاً پارہ سکون نہیں پکڑتا بلکہ اضطراب میں رہتا ہے۔ ساکن، سکون، سکونت، تسکین ایک طرح کے لفظ ہیں۔ تو ساکن رہنا یا سکون حاصل کرنا ایک ایسا مقام ہے جس میں اضطراب نہ ہو۔ جیسے یہ ظاہری معانی میں ہے اصل سکون تب ہے جب زندگی سے ''زندگیت'' نکل جائے، جب زندگی سے زندہ ہونے کا عمل نکل جائے۔ تو جو وجود کی حالت ہے وہ سکون کی حالت ہے۔ جو چیز ہمیں زندہ رکھتی ہے وہ حرکت ہے اور خواہش ہے۔ تو یہ دو چیزیں ہیں۔ ظاہر کی زندگی حرکت کا نام ہے، عمل کا نام ہے اور باطن کی

زندگی آرزو کا نام ہے۔ انسان کا ظاہر وجود اگر ایک جگہ سو یا رہے تو کہتے ہیں کہ آدمی بیمار ہو گیا۔ اور اگر آرزوئیں بہت زیادہ ہوں تو کہتے ہیں کہ یہ بہت بیمار ہو گیا کہ بے چارہ ہر وقت پریشان ہی رہتا ہے۔ جو بے آرزو ہو جائے اُسے آپ کہتے ہیں کہ یہ دیوانہ ہے یا مجذوب ہے کیونکہ اس کی آرزو ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھے ہیں؟ ایک آدمی دیوانہ تھا۔ لوگ اس کو دیکھ کے اس کا مذاق اُڑاتے اور ہنستے۔ وہ تو تھا ہی دیوانہ وہ بھی ہنسنے لگ گیا۔ لوگوں نے کہا تم ہنستے کیوں ہو؟ اس نے کہا تم کیوں ہنستے ہو؟ لوگوں نے کہا ہم تو اس لیے ہنستے ہیں کہ تم دیوانے ہو۔ اس نے کہا میں بھی اس لیے ہنس رہا ہوں کہ تم دیوانے ہو۔ لوگوں نے کہا ہم ثابت کرتے ہیں کہ تم دیوانے ہو کیونکہ تم نے دنیا چھوڑ دی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ تم دیوانے ہو' یہ بتاؤ کہ تم نے دنیا میں نہ چھوڑنے والی چیز کون سی دیکھی ہے' جس کو میں نے چھوڑا ہے' تم نے ایسی کون سی چیز دیکھ لی ہے جس کو نہ چھوڑ کے جاؤ گے' میں نے ذرا وقت سے پہلے چھوڑ دی اور تم اس وقت چھوڑو گے جب تم سے وہ چیز چھڑوا لی جائے گی' میں نے تو ہوش کے عالم میں چھوڑی اور تم سے جب ہر چیز چھین لی جائے گی تو پھر تم چھوڑو گے' اس سے پہلے کہ چیزیں چھین لی جائیں' ہم دستبردار ہو گئے _____ تو سکون کا ایسا عالم بھی ہے۔ اس سے پہلے کہ تم سے چھین جھپٹ ہو' چھاپ تلک سب چھین لی جائے' اس سے پہلے کہ چھینا

جھپٹی ہو تو اس چیز سے خود دستبردار ہو جاؤ۔ پھر حالتِ سکون آ جائے گی۔ سکون کا معنیٰ ؟ اس سے پہلے کہ دنیا والے اپنا عمل کریں۔ آپ سمجھ جاؤ۔ دنیا والوں کا عمل یہ ہوگا کہ وہ آپ کا نام بھی چھین لیں گے' نام کی بجائے ''حاضر مَیت'' کہیں گے۔ تو آپ اپنے آپ کو خواہشات سے باطنی طور پر ذرا ذرا دستبردار کر لو تو حالتِ سکون پیدا ہو جائے گی' اضطراب کم ہو جائے گا۔ زندگی میں جو کچھ موجود ہے اس میں نئی چیز شامل کرنے کی خواہش نکال دو تو سکون ہو جائے گا۔ زندگی میں سے کچھ نکالنے کی خواہش نکال دو تو سکون ہو جائے گا۔ اگر یہ کہو گے کہ اِس آدمی کی ٹرانسفر شیخوپورہ ہو جائے تو اچھا ہو جائے گا تو اُس آدمی کی ٹرانسفر شیخوپورہ نہیں ہونی۔ اب یہ آپ کے سکون میں رکاوٹ آ گئی' تو سکون میں رکاوٹ وہ خواہش ہے کہ آپ کسی چیز کو نکال دینا چاہتے ہیں یا وہ پسندیدہ انسان شامل ہو جائے جو آج کل مل نہیں رہا' وہ آدمی ہمارے گاؤں میں آ جائے تو گاؤں میں بہار آ جائے۔ ایک آدمی کے آ جانے سے بہار آ جاتی ہے اور ایک آدمی کے چلے جانے سے بہاریں روٹھ جاتی ہیں۔ یہ ساری باتیں' سارے محاورے آپ کو پتہ ہیں۔ اگر شہر میں دوست نہ ملے تو کہتے ہیں کہ شہر ویران لگ رہا تھا اور دوست ساتھ ہو تو جنگل میں میلے ہوتے ہیں اور بڑی رونقیں ہوتی ہیں۔ تو یہ رونقیں اس لیے تھیں کہ وہ آئے ہوئے تھے۔ یہ انسان کا مزاج ہے۔ اگر آرزو کو تھوڑا سا روکا جائے تو

سکون کا سفر شروع ہوتا ہے۔ سکون کا سفر آرزو کو بریک لگانے سے شروع ہوتا ہے۔ آپ آرزوئیں کم کرنا شروع کر دیں۔ زندگی میں سے بہت ساری چیزیں نکالنے کی خواہش یا اس میں اور کچھ ڈالنے کی خواہش کو تھوڑا سا روکو۔ یہ تو عام سا نسخہ ہے سکون کا' لیکن فوری طور پر اثر کرنے والا نسخہ' جسے آپ Acid Test کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ؎

اپنے سکونِ قلب کا کچھ اہتمام کر
اس خانۂ خدا سے کدورت نکال دے

تو دل کو اگر خانۂ خدا بنانا ہے تو اس سے کدورت نکال دو۔ کدورت کا معنیٰ ؟ ناپسندیدہ انسان' ناپسندیدہ شئے' ناپسندیدہ جگہ۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا جگہ ہے' یہ تو وہی چیز سامنے آ گئی جو ہمیں پسند نہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو افلاطون سمجھنا چھوڑ دو تو سکون آ جائے گا۔ اپنے آپ کو بہت پسندیدہ اور اپنے آپ کو اپنے خیال میں وی آئی پی بنانا چھوڑ دیا جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ تو دل سے کدورت نکال دو' یہ سکونِ قلب کا خاص نسخہ ہے۔ سکون کا اس سے بھی آسان اور خوبصورت نسخہ یہ ہے کہ دوسروں کو سکون پہنچانا شروع کر دو' آپ کو سکون ملتا جائے گا۔ سکون اس کو ملتا ہے جو سکون دیتا ہے۔ لہٰذا سکون حاصل کرنے کی تمنا عبث ہے' سکون دینے کا اہتمام ہونا چاہیے۔ سکون اس کو ملے گا جس نے سکون پہنچایا۔ جب انسان یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ

ایسا ہو کہ نہ ہو' میرا سایہ میرے ساتھ چلے گا کہ نہیں چلے گا' میں نے اس کو ساتھ لینا ہے کہ نہیں لینا _____ تو اس وقت سکون غائب ہو جاتا ہے۔ تمہارے تذبذب کے عالم میں تمہارے ہاتھوں سے جو پہلی چیز اُڑتی ہے وہ سکون ہے۔ تذبذب جو ہے یہ تمہارا سکون اُڑا دے گا۔ تذبذب کا مطلب ہے کہ To be or not to be۔ تو یہ تذبذب سکون ختم کر دے گا۔ اگر کوئی آدمی ناپسندیدہ ہے تو فیصلہ کر لو' جدا ہو جاؤ' تو سکون خراب نہیں ہوگا۔ تو سکون جو ہے وہ سکون پہنچانے کا نام ہے اور سکون جو ہے وہ کدورت کے نکالنے کا نام ہے۔ سکون نہیں مل سکتا سوائے اللہ کے ذکر کے۔ اللہ کا ذکر کیا ہے؟ اللہ کا ذکر میں کسے کہہ رہا ہوں؟ اللہ کا ذکر صرف اسم ذات یعنی ''اللہ'' بھی ہے۔ اسم ذات کا جاری ہونا ذکر ہے۔ ''اللہ'' کا سانس کے تواتر کے ساتھ ذکر کیا جائے تو یہ جاری ہو سکتا ہے۔ ذکر میں محویت آ جائے تو سکون آ جاتا ہے۔ آپ انسان ہیں لیکن آپ کا سانس تو انسان نہیں ہے' سانس تو سانس ہے۔ سانس کا ساتھ' آنے جانے والے سانس کے ساتھ اگر اسم ''اللہ'' کو پکارا جائے' چاہے با آوازِ بلند نہ بھی ہو' کچھ عرصہ کے بعد اگر کوئی فیضِ نگاہ مل جائے تو یہ ذکر جاری اور ساری ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ''نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے' ہر جائی ہو'' تو یہ وہ بوٹی ہے جو مُشک مچاتی ہے۔ پھر یہ چلتا رہتا ہے۔ اسی کی بارے میں ہے کہ ؎

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مُشک مچایا جان پھلن تے آئی ہو
جیوے مرشد باہو ہر دم جس اے بوٹی لائی ہو

اگر وہ کہے کہ ذکر کرو تو آپ ذکر کرو اور پھر یہ چل پڑے گا۔ ایک جگہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری نماز قائم کر میرے ذکر کے لیے۔ تو نماز قائم کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کے حوالے سے کوئی بھی کام کرنا ذکر ہے۔ راستے میں چلتے چلتے اگر آپ اللہ کے نام پر ایک درخت کے پاس پانچ منٹ کھڑے ہو جائیں تو یہ ذکر ہے اگر یہ Miss نہ ہو تو۔ اگر پانچ منٹ میں دیر لگتی ہے تو ایک منٹ کے لیے ٹھہر جاؤ۔ اللہ کے نام پر کوئی ایسا کام شروع کر دو جو صرف اللہ کے نام پر ہو وہ جاری رہے اور اس میں ناغہ نہ ہو تو وہ ذکر بن جاتا ہے۔ اللہ کے نام پر کسی کام کو تواتر اور خلوص کے ساتھ کرنا جو ہے یہ اللہ کا ذکر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ یہ ذکر عطا فرماتا رہتا ہے۔ اللہ کا ذکر جاری ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ سکون کی تمنا جو ہے یہ تمنا In itself پوری نہیں ہوتی بلکہ سکون کی تلاش بے سکونی کا باعث ہے۔ اپنے کام میں محویت پیدا کر لو تو سکون خود بخود اس کا نتیجہ بن جائے گا۔ سکون جو ہے یہ زندگی میں مصروفیت کا انعام ہے' زندگی میں خلوص کا انعام ہے۔ اگر

زندگی خلوص کے ساتھ مصروف گزر رہی ہے تو سکون بھی ساتھ چلتا جائے گا۔ تو کسی انسان کو تکلیف نہ پہنچائی جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ سکون کی تمنا اس وقت پوری ہو جاتی ہے جب کوئی سکون عطا فرمانے والا ہو۔ سکون حاصل نہیں کیا جاتا' سکون عطا ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں سے دعا کرالیا کرو کہ دعا کریں مجھے سکون میسر آئے۔ سکون ایک اور حالت کا بھی نام ہے۔ جب آپ کے ماں باپ آپ پر' ہر حال میں راضی ہوں تو آپ کے لیے نتیجہ سکون ہے۔ اس کا ثبوت؟ جس شخص کے ماں باپ اس پر مکمل راضی ہوئے اس کی اولاد مکمل تابعدار ہوگی۔ ایک نتیجہ جو یہاں زندگی میں ملتا ہے وہ ہے رشوت کی دولت اور ناجائز دولت' جو سکون ختم کر دیتی ہے۔ ماں باپ کا کسی طور پر Disobedient انسان اپنی اولاد کو Obedient نہیں پا سکتا۔ یہ بھی اس دنیا میں نتیجہ مل جاتا ہے۔ اگر آپ کا بچہ کبھی گستاخ ہو جائے تو اپنے ماں باپ کی طرف رجوع کرنا۔ اگر زندہ نہ ہوں تو ان کی قبر پر چلے جانا اور کہنا کہ اے ہمارے ماں باپ! اپنے پوتے' پوتی کو ادب کا فیض عطا کریں' ہم سے غلطی ہوگئی' معاف کر دیں۔ تو یہ یہاں پر نقد فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یہ یہاں دنیا میں ملتا ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اولاد Obedient ہونا ان کے دادا دادی کا فیض ہے' آپ کی اولاد کا Obedient ہونا آپ کے ماں باپ کا فیض ہے۔ پھر سکون مل جاتا ہے۔ سکون کے اور بھی بڑے طریقے ہیں'

بڑے درجات ہیں۔ انسان غیبت نہ کیا کرے' گلہ نہ کیا کرے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کرنا جو اس کی موجودگی میں نہ کر سکیں۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے' اس کا Symbol یہ بتایا' Symbolic بات یہ ہے کہ غیبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے تم اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھا رہے ہو۔ اس سے زیادہ کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ تو یہ اللہ کریم نے فرما دیا ہے۔ اب اگر اللہ تعالیٰ ایسی بات کہہ دے پھر تو گلہ کرنا بند کر دیا جائے۔ تو غیبت کا اتنا مقام بتایا گیا ہے۔ اس لیے اگر کسی کی غلطی آپ تک پہنچی ہے تو ستار العیوبی سے کام لینا۔ جس طرح آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے گناہ ظاہر نہ ہوں' دوسرے کے گناہ کا بھی پروپیگنڈہ نہ کرو۔ دوسروں کے گناہ چھپانے والا اپنے گناہوں کو پوشیدہ رکھے گا۔ اس کے گناہ قیامت والے دن بھی پوشیدہ رکھ دیئے جائیں گے۔ بات واضح ہو گئی؟ دوسروں کے گناہ پر پردہ ڈالنا دراصل اپنے گناہوں کی معافی لینا ہے۔ پھر سکون مل جاتا ہے۔ سکون جو ہے وہ اپنی اہمیت سے دستبردار ہونے کا نام ہے۔ اپنی بہت اہمیت نہ جتانا۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو۔ تو سکون مل جائے گا۔ سکون کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو صفت ہے' مثلاً صحت آپ کی صفت ہے تو یہ اس کے کام آنی چاہیے جو اس صفت سے محروم ہے' پھر سکون ملے گا۔ اگر صحت کسی بیمار آدمی کی بیمار پرسی میں کام آئے تو پھر آپ کو

سکون ملے گا۔ پھر صحت آپ کا انعام ہے۔ ایک شخص اگر پیسہ رکھتا ہے اور اس کا پیسہ غریب کے کام آنا شروع ہو جائے تو اس کو سکون مل جائے گا۔ تو سکون ہے اس صفت کا استعمال جو تمہارے لیے فخر کا باعث بنتی جا رہی ہے' وہ اس شخص کے لیے استعمال ہو جس کے پاس وہ صفت نہیں ہے۔ اگر اس آدمی کے لیے استعمال کرو تو پھر آپ کے لیے محرومی ختم ہو جائے گی۔ سکون اللہ کی طرف سے مہربانی کے طور پر ملتا ہے' آسمان سے بارش کی طرح ملتا ہے' معصوم دلوں کو ملتا ہے' سادہ انسانوں کو ملتا ہے' غریب طبیعتوں کو ملتا ہے' اللہ کا ذکر کرنے والوں کو ملتا ہے' سجدہ کرنے والوں کو ملتا ہے' گلہ نہ کرنے والوں کو ملتا ہے' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والوں کو ملتا ہے' اس کا ذکر کرنے والوں کو ملتا ہے' اس کو یاد کرنے والوں کو ملتا ہے۔ جس انسان کے دل میں کسی انسان کے خلاف رنجش نہ ہو اس کو سکون ملتا ہے _____ ایک تھے پنجاب کے گورنر' بہت نیک آدمی تھے۔ ان کا نام تھا سردار عبدالرب نشتر مرحوم۔ ان کی بیعت ایک درویش سے تھی جو شاہ محمد غوثؒ رہتے تھے اور ان کا نام تھا آغا تجمل حسین صاحب۔ بڑے جلالی فقیر تھے۔ ایک دن سردار صاحب نے کہا کہ میں ایم پی اے نہیں بن سکا' میرے لیے دعا کریں۔ تو انہوں نے پیر صاحب سے ناراضگی یا محبت سے عرض کیا۔ انہوں نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے کہ کیا بنا دیں' ایم پی اے بن کے کیا کرنا تھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے گورنر

بننا تھا۔ انہوں نے کہا کہ چلو پھر گورنر ہی سہی۔ انہوں نے دعا کی اور وہ گورنر بن گئے۔ کچھ مہینے گزرے تو وہ اپنے پیر صاحب کے پاس گئے اور عرض کی کہ بڑی تکلیف ہے' سکون نہیں ہے' بڑے پریشان ہیں' سکون کوئی نہیں۔ پیر صاحب کی محفل میں جو لوگ بیٹھے تھے انہوں نے بتایا کہ پیر صاحب نے قہقہہ لگایا اور کہا "تجھے سمجھ ہی نہیں آئی' تُو نے سکون مانگا ہی کب تھا' جو مانگا تھا وہی ملا"۔ تو جو مانگا نہیں ہے وہ ملنا کہاں سے۔ اس لیے جو شخص مانگتا دولت ہے اور نتیجہ سکون سمجھتا ہے' مانگتا شہرت ہے اور نتیجہ سکون سمجھتا ہے' تو اُسے سکون کیسے ملے۔ اگر سکون والی شے مانگو تو سکون نتیجہ نکلے گا۔ اس لیے یہ نہیں ہوسکتا کہ مشرق کے سفر سے مغرب نتیجہ ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ سکون والی بات سے سکون ملتا ہے۔ جو انسانوں کو پریشان کرنے والا ہے اس کو کیا سکون ملنا ہے۔ تو آپ اپنے دل سے کدورت صاف کرتے رہا کرو' اسے خواہشات کے بتوں سے آزاد کرو' نفرت نکال دو' کینہ نکال دو' غصہ نکال دو' حسد نکال دو _____ ایسی ہر شے نکال دو۔ پھر جو بچ گیا ہے وہ اللہ ہی اللہ ہے۔ پھر آپ دیکھنا کہ آپ کو کعبہ اپنے گھر میں نظر آئے گا۔ کعبے کی تعریف ہی یہ ہے کہ اگر بت نکل گئے تو کعبہ بن گیا۔ خواہش کے بت نکال دو تو یہی کعبہ ہے۔ اللہ کی تلاش نہیں کرتے' صرف غیر اللہ کو نکالتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہ اللہ کی تلاش میں نکل پڑو' جانے کی ضرورت نہیں

ہے۔ جو غیر اللہ ہے اس کو نکال دو۔ غیر اللہ کیا ہے؟ یہاں ٹھہرنے کے لوازمات کم کردو اور یہاں سے نکلنے کے لوازمات زیادہ کردو تو اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ یہاں ٹھہرنا دنیا ہے اور یہاں سے نکلنا دین ہے۔ تو جو ٹھہرنے کی زنجیریں ہیں ان کو آپ روحانی طور پر کم کردو' دنیا سے محبت کم کردو۔ پھر خود بخود نتیجہ اللہ ہے۔ دنیا کی محبت نکل گئی۔ غیر اللہ نکل گیا تو پھر اللہ خود بخود آ گیا۔ اللہ کسی جغرافیکل فاصلے کا نام نہیں ہے کہ اتنے میل پیدل چلو تو پھر اللہ کا گھر آ جائے گا۔ آپ کا انداز بدل گیا تو اللہ کا راستہ شروع ہو گیا۔ انداز نظر بدل گیا تو اللہ کا سفر شروع ہو گیا۔ تمہاری نظر بدل گئی تو نظارہ بدل گیا۔ وہ خود بخود ہی بدل جاتا ہے۔ حاصل کرنے کی تمنا جو ہے وہ نظاروں کو اور انداز سے پیش کرتی ہے اور دینے کی تمنا ہو تو نظارے اور طرح کے ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ باہر جا رہے ہیں اور یہ سوچا کہ کیا حاصل کرنے جا رہے ہیں' یا یہ سوچا کہ دنیا کو ہم یہ دینے جا رہے ہیں' تو اس سے بڑا فرق پڑ جائے گا۔ گھر سے اگر پیسے لے کر جاؤ کہ آج اللہ کی راہ میں ہم نے پیسے قربان کرنے ہیں تو یہ بڑی Important بات ہے' تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مسکین بنا کے تمہاری راہ میں کھڑا کر دے گا۔ اب یہ مسکین اللہ کی راہ دکھانے والے ہیں۔ ایک آدمی نے مسکین کی پرواہ نہ کی اور آگے چلا گیا' مسکین نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ بات سن' تو یہ سمجھ کہ ہم کون ہیں؟ اس نے پوچھا بابا جی آپ کون ہیں؟

کہتا ہے ہم تیرے جیسے بخیل کو غنی بنانے والے ہیں' ہم اس لباس میں آئے ہیں تا کہ تو غنی بن جا' تو تجھے سخی بنانے کے لیے ہم اس لباس میں آئے ہیں۔ تو ایسا ہر واقعہ تجھے نیکی پہنچانے کے لیے آیا ہے۔ اس لیے اللہ کا سفر بہت آسان ہے۔ آپ جس انداز سے جاؤ گے اللہ اسی انداز سے آئے گا۔ اگر باغ میں کھڑے ہو جاؤ تو پھولوں کو دیکھتے دیکھتے محویت شروع ہو گئی تو اللہ کا سفر شروع ہو جائے گا۔ اللہ تو ساری کائنات کا ہے' پھر آپ لوگوں کا دین کیا ہو گا؟ خداوند تعالیٰ وہ ہے جو حضور پاک ﷺ نے بتایا۔ اللہ وہ ہے جو ساری کائنات کو پالتا ہے۔ کافر' مومن' اپنا' بیگانہ' چاند' ستارے' سب کو سب کچھ دینے والا وہ اللہ ہے۔ وہ سب کا اللہ ہے۔ اللہ تو اللہ ہی ہے۔ وہ ہندو کا بھی اللہ' مومن کا بھی اللہ' مشرک کا بھی اللہ' وہ سب کا اللہ ہے۔ ہم اللہ کس کو مانتے ہیں؟ ہم حضور پاک ﷺ کے اللہ کو مانتے ہیں۔ واہ گرو بھی اللہ کو مانے گا' خالصہ جی بھی اللہ کو مانے گا' وہ ٹھیک مانتے ہیں' اللہ کو مانتے ہیں' لیکن ہم کس کو مانتے ہیں؟ ہم سرکار ﷺ کے خداوندِ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ جیسا حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ہم اس کو مانتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا کافروں سے کیا جھگڑا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ تمہارا دین اپنی جگہ پر جو بھی ہو گا' ہمارا تمہارا جھگڑا توحید میں ہے ہی نہیں' ہمارا تمہارا جھگڑا رسالت میں ہے۔ توحید میں تو سب برابر ہیں' چیونٹیاں بھی خدا کو مانتی ہیں' شیطان بھی مانتا ہے۔ پھر اختلاف

کہاں پر ہے؟ اختلاف شریعت پر ہے۔ صرف خدا کو ماننے والا مسلمان نہیں ہوسکتا' صرف خدا کو ماننے والا کافر بھی ہوسکتا ہے۔ مسلمان وہ ہے جو خدا کو ماننے والا ہے اور حضور پاک ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔ تو مسلمان کی تعریف یہ ہے۔ وہاں صرف خدا نہیں ہے۔ وہ تو ہر ایک کے پاس ہوگا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اسلام صرف خدا کی بات نہیں ہے بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کی بھی بات ہے۔ تو ہم اس خدا کی عبادت کرتے ہیں جو خدا اپنے فرشتوں سمیت درود بھیجتا ہے حضور پاک ﷺ پر۔ یہ ہے ہمارا ایمان اور یہ ہے ہمارا دوسروں سے اختلاف۔ کہیں صرف اس خدا کو دریافت نہ کر لینا جو بغیر شریعت کے ہو۔ ایسے فقیر بھی نہ بننا جو صرف خدا کی یاد میں چل پڑے بلکہ ہمارا سفر شریعت کے ساتھ ہے۔ تو لا الہ الا اللہ جو ہے وہ اللہ ہے اور محمدؐ رسول اللہ جو ہے وہ ایمان ہے۔ ہمارا ایمان تو یہاں پر ہے۔ مفرد توحید تو شیطان کی ہے۔ ایسی توحید کہ کسی اور کو سجدہ ہی نہیں کیا۔ نمبر ون ملحد جو ہے وہ موحد کی شکل میں ہے اور وہ شیطان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اے اللہ میں نے تیرے علاوہ تیرے حکم پر بھی کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ تو وہ ہے شیطان۔ اور جو لوگ خدا کو مانتے ہیں اور نبی کو نہیں مانتے وہ سارے باغی ہیں' سارے سرکش ہیں۔ اگر آج مسلمانوں میں ایسا کوئی گروہ ہے یا ایسا کہیں ہو جو شریعت کے علاوہ خدا کو ماننے والا ہے تو یہ شریعت کی روگردانی ہے اور اسے اسلام سے باہر نکال دو۔

اس میں بحث کوئی نہیں اور جھگڑا کوئی نہیں _____ تو آپ شریعت کے اندر سکون تلاش کرو۔ جس انداز سے اللہ کو ڈھونڈو گے ویسے ہی اللہ مل جائے گا۔ آپ اللہ کو شریعت سے باہر تلاش نہ کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ کہیں شرک نہ ہو جائے۔ اللہ نے کلمے میں حضور پاک ﷺ کا نام خود ساتھ ملایا ہے۔ ورنہ لا الہ الا اللہ کافی تھا۔ اس نے اپنا نام اکیلا نہیں رکھا بلکہ ساتھ میں ایک انسان کا اسم لگایا۔ ایسے لگتا ہے کہ زمین سے اوپر کی طرف آواز جاتی ہے لا الہ الا اللہ اور وہاں اوپر سے آواز آ رہی ہے محمد رسول اللہ۔ تو اللہ یہ آپ ہی کرتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ غیر کی محبت دل سے نکال دو اور اللہ کا بیان ہے کہ ایک باپ' حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی محبت اور جدائی میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اور پھر کہا کہ یہ بڑا پیارا واقعہ ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ مطلب یہ ہوا کہ یہ غیر نہیں ہے۔ تو وہ محبت جو آپ کو دین کے حوالے سے مل رہی ہے وہ غیر نہیں ہے۔ غیر اللہ وہ محبت ہے جو آپ کو اللہ سے دور لے جائے اور وہ محبت جو اللہ کی طرف لے جائے' چاہے ماں کی یا باپ کی ہو' وہ عین اللہ ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ یہ فرق یاد رکھنا چاہیے۔ ان محبتوں سے بچو جو دین سے باہر ہیں۔ اگر دو آدمی مل کے اللہ کی محبت کی تلاش میں چل پڑے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے محبت ہیں اور عین دین ہیں۔ کیونکہ وہ سیدھے راستے پر چل رہے ہیں۔

اور کوئی سوال؟ کسی کے ذہن میں کوئی بات ہو تو_____

سوال:

آپ سے درخواست ہے کہ میری والدہ کے لیے دعا کریں۔

جواب:

اچھی بات_____ سب دعا کریں_____

سوال:

کوئی خاص بات فرمادیں۔

جواب:

اللہ اپنا فضل فرمائے۔ آپ جس خلوص سے اللہ کو یاد کر رہے ہیں اس خلوص سے جاری رکھیں۔ آپ کے سارے کام Complete ہو جائیں گے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ صداقت سے اس راستے پر چل رہے ہوں اور اللہ نظر انداز کرے۔ ایسے نہیں ہوتا۔ اللہ نے کہا کہ انسان ''عجولا'' ہے' جلد باز ہے۔ یہ کہتا ہے کہ رزلٹ نہیں نکلا اگرچہ چھ دن ہو گئے ہیں' میں نماز پڑھ رہا ہوں' ابھی تک جواب نہیں آیا۔ جواب تو کسی اور ذات نے دینا ہے۔ آپ جلدی نہ کرنا۔ انشاءاللہ تعالیٰ واقعات ٹھیک ہو جائیں گے۔

سوال:

ایک بچی ہے جس کے دل میں سوراخ ہے' اس کے لیے دعا

فرمادیں۔

جواب:

وہ بچی ٹھیک ہوسکتی ہے۔اس کی عمر کیا ہے؟

سوال:

سات آٹھ سال_____

جواب:

وہ ٹھیک ہوسکتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ دعا کرتے ہیں_____

اس کے علاوہ ایک ضروری بات یاد رکھنا کہ جولوگ اللہ کی راہ یا اس کے سفر میں کسی بزرگ کو تلاش کرتے ہیں ان کے لیے پہلی چیز جو ضروری ہے وہ استقامت ہے۔اللہ کی تلاش میں نکلنے والا کسی مرشد کی نااہلی کی وجہ سے یا ہم سفر کی نااہلی کی وجہ سے یہ سفر ترک نہ کرے۔ یہ اس سفر کی پہلی شرط ہے۔اگر آپ تلاش میں نکلے ہیں اور خدانخواستہ کوئی غلط آدمی مل گیا ہے تو وہ بے شک غلط ہو' آپ ٹھیک چل رہے ہیں۔آپ چلتے جانا۔ یہ نہ کہنا کہ ہمیں غلط آدمی مل گیا تھا تو ہم نے زندگی ضائع کردی' سفر چھوڑ دیا۔ایسا نہ ہو۔آپ کو ایک چھوٹی سی کہانی سناتا ہوں۔ایک درویش کو دوسرے گزرنے والے درویش' Passerby نے بتایا کہ تیرا فیض جس آدمی کے پاس ہے وہ تجھے آ کے ملے

گا' وہ تیرا گرو ہوگا' وہ جو بھی ہوگا۔ پھر اس نے زمین میں ایک لکڑی گاڑ دی اور کہا کہ اس کی نشانی یہ ہے کہ تم اس کے پاؤں کا دھوون جب اس لکڑی کو دو گے تو اس میں پتیاں آ جائیں گی' پھول آ جائیں گے۔ اگر یہ کھل اُٹھے تو سمجھ لینا کہ وہی تیرا گُرو ہے۔ وہ نشانی بتا کے چلا گیا' لکڑی لگا کے چلا گیا۔ اس کے بعد اس آدمی نے ہر آنے والے کو گُرو سمجھ کے لکڑی کو پانی دینا شروع کر دیا۔ کوئی پھول نہ کھلا۔ پھر ایک دن وہ آدمی آ گیا۔ پانی دیتے ہی لکڑی میں پتیاں نکل آئیں۔ اس نے کہا گُرو مہاراج' آج آپ ملے ہیں' اتنے عرصے کے بعد مَن کی اِچھیا پوری ہوئی ہے۔ آپ مہربانی کریں اور زندگی کا کوئی راز بتائیں۔ اس نے کہا کہ ہوں تو میں ہی تیرا گرو اور راز یہ ہے کہ یہ میرے پاؤں کے پانی سے نہیں کھلا۔ جتنے لوگ یہاں سے گزرے ہیں ان سب کے پاؤں کے پانی سے یہ پودا قائم رہا ہے۔ یہ عزت میرے نام سے منسوب ہوئی ہے' باقی عمل تو سب کا ہے ـــــــ تو آپ اپنی استقامت جاری رکھنا۔ یہ عمل سب کا ہے۔ آپ استقامت کے ساتھ چلتے چلے جانا۔ اس میں کچھ Attribute کرنا ضروری نہیں ہے کہ کون سا نام لگایا جائے۔ آپ دیوار پہ اپنا ہی نام لکھو لیکن میدان سے آپ کامیابی کی طرف نکل جاؤ۔ یہ نام لکھنے کی بات نہیں ہے' کریڈٹ دینے کی بات نہیں ہے۔ سارے کریڈٹ یہیں کے یہیں رہ جائیں گے اور آپ نے پار ہو جانا ہے' آپ زندگی کے حجاب

سے باہر نکل جائیں گے۔ یہاں کے کریڈٹ سارے بیکار ہیں' سب بے معنیٰ ہیں' بے ربط کہانی ہے۔ یہاں پہ کوئی شے ایسی نہیں ہے جو قابلِ ذکر ہو۔ جب دیوار کے پار چلے جانا ہے تو دیوار پہ آپ نے کیا لکھنا ہے۔ پار ہونے کے بعد دودھ اور پانی میں فرق کا پتہ چل جائے گا۔ دودھ' دودھ سے جا ملے گا اور پانی' پانی سے جا ملے گا۔

آپ اب گھر جائیں _____ اپنے لیے دعا کریں اور ان سب کے لیے بھی دعا کریں۔ آنے والے دور کے لیے بھی دعا کریں _____ یا رب العالمین ہمارے وہ کام جو ہم پر حاوی ہوئے پڑے ہیں اور ان کا ہونا ہی ہمارے لیے عافیت کا باعث نظر آتا ہے' ان کاموں کے لیے تو مہربانی فرما دے' وہ کام جو بظاہر ہمیں Consume کر رہے ہیں' وہ کام ہو جائیں۔ یا اللہ ہماری چھوٹی سی زندگی ہے اور وہ بھی ہم بڑے لمیٹڈ انداز میں گزار رہے ہیں' اس کے اندر خیال کی اور حال کی' چلو مال کی بھی آسودگی عطا فرما۔ یا رب العالمین ہمیں آزمائشوں میں نہ ڈال۔ ہم تیری مہربانیوں کے سہارے چلنا چاہتے ہیں' اپنی مہربانیاں عطا فرما' احسانات عطا فرما اور ہمیں تیرے ہی احسان درکار ہیں' تیری رحمت درکار ہے' ہم اپنے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ یا اللہ تجھے اپنا اور تیری اپنی رحمت کا واسطہ' اپنے محبوب ﷺ کے حوالے سے یا رب العالمین ہم پر اپنی نوازشیں کر۔ ہماری زندگی اگر بے تکمیل

اور بے مہار چل رہی ہے تو اس کو ایک راستہ عطا فرما' اس کو ایک سمت عطا فرما' اس سمت کو قبولیت عطا فرما۔ یارب العالمین ہمیں اپنے بزرگوں کو خوش رکھنے کی استعداد عطا فرما۔ یا رب العالمین ہمارے کام خیر خیریت سے ہو جائیں۔ جن بچوں کی شادیاں ہونی ہیں ان کے لیے دعا ہے۔ ماں باپ کو بچوں کی طرف سے سرخروئی عطا فرما۔ یارب العالمین خیر کر۔ یارب العالمین رحم فرما۔ جن کی شادیاں ہو چکی ہیں ان کو آسودگیاں عطا فرما۔ یا اللہ سارے گھر ہنستے' خوش اور آباد رہیں۔ آباد رہیں سارے آشیانے۔ یارب العالمین اپنا فضل فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبینا و شفیعنا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین _____ امین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

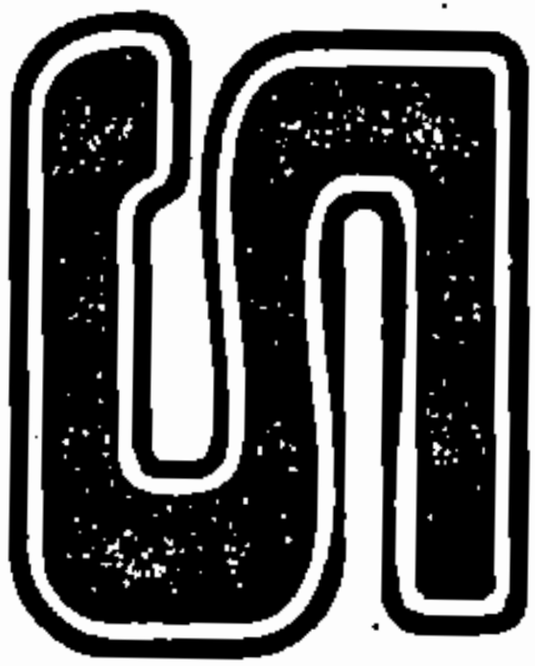

1 دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ٹھیک ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس جاتے ہیں تو پھر ویسے ہو جاتے ہیں۔

2 دل کی اصلاح کے لیے کیا کریں؟

3 پہلے پارے میں جن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ ہیں۔ یہ کن لوگوں کے بارے میں ہے؟

4 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ لوگ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے؟

5 جب کوئی تاویل دیتا ہے تو ہمارا ایمان کمزور ہونے لگتا ہے؟

6 سر! نئی پود کے ساتھ ہم کیسے بات کریں؟

ہاں جی بولیں۔کوئی سوال ہوتو _____پوچھیں!

سوال:

دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔جب آپ کے پاس آتے ہیں تو ٹھیک ہوتے ہیں اور دنیا میں واپس جاتے ہیں تو پھر ویسے ہو جاتے ہیں۔

جواب:

اس کے لیے دعا ہی ہو سکتی ہے۔اس کی وضاحت کی بات نہیں ہے۔ایسا ہوتا ہے۔

سوال:

اس کی اصلاح کے لیے کیا کریں؟

جواب:

اس کی اصلاح کے لیے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ جس طرح نماز کا حکم ہے وہ قائم کریں۔ نماز ادا کرنی تو ہے لیکن قیام کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ کے اندر اور باہر والی کیفیت میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ تو نماز قائم ہو گئی یا یہ کہ جس طرح دعا مانگتے وقت آپ اللہ کو قریب سمجھتے ہیں اسی طرح عمل کرتے وقت بھی اللہ کو قریب سمجھیں۔ جب اعمال کرتے ہیں تو آپ اللہ کو دور سمجھتے ہیں اور جب دعا مانگتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ اللہ قریب ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یا تو کوئی یاد دہانی کرانے والا دوست ہو۔ عام طور پر اس سفر میں دو دو یا چار چار اکٹھے روانہ ہوتے ہیں۔ اس کو سنگتیں کہتے ہیں۔ سنگت یاد کراتی رہتی ہے۔ یا کوئی ایسا عمل ہو مثلاً شغل' وظیفہ یا درود' وہ پڑھنے سے کیفیت قائم رہتی ہے۔ یا یہ کہ جس دنیا کے اندر آپ اعمال کر رہے ہیں اس کا ایثار دیا جائے' قربانی کی جائے پھر وہ غلط چیز چھوڑ جاتی ہے۔ وہ کہتی ہے یہ تو ہمیں کھانے لگ گیا' قربانی کرنے لگ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ تو دنیا نہ چھوڑ سکے لیکن دنیا آپ کو چھوڑ دے گی۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور بعض دفعہ گناہ ہی انسان کو چھوڑ جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کے لیے ضروری ہے کہ دعا کی جائے' خیرات کی جائے تا کہ کیفیت میں استقامت ہو۔ یا پھر کوئی وظیفہ کیا جائے۔ بہر حال روزانہ تنہائی میں وقت ضرور نکالنا چاہیے۔ کسی کیفیت کے استحکام کے لیے تنہا بیٹھنا ضروری

ہے۔تنہا بیٹھ کے دعا کیا کرو۔اسے مراقبہ بھی کہتے ہیں۔تنہا بیٹھ کے غور کریں تو اس سے کیفیت میں استحکام آ جاتا ہے' استقامت بھی آ جاتی ہے۔آپ کے لیے اس بارے میں دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ استقامت دے آپ کو۔

اور کوئی سوال _____ آپ بولیں۔ جو سوال ہو وہ بولتے چلے جائیں _____

سوال:

پہلے پارے میں جن لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ ہیں۔یہ کن لوگوں کے بارے میں ہے؟

جواب:

اس کی یہاں پر وضاحت موجود ہے۔ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ جب ان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے واذا خلوا الیٰ شیاطینھم جب وہ تنہائی میں اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو ان لوگوں کا صرف مذاق اُڑا رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ظاہر اور باطن کا فرق ہے' ان کی زبان پر کلمہ ہے اور ان کا دل رفیقِ کلمہ نہیں ہے۔ یہ ان کی بات ہے۔ان کا ظاہر مسلمان ہے اور باطن مسلمان نہیں۔تو یہ ان لوگوں کی بات

ہے' وہ لوگ جو فساد مچاتے ہیں' وہ لوگ جو انسانوں کو تنگ کرتے ہیں' وہ لوگ جو مخلصین نہیں ہیں۔ تو یہ وہ لوگ ہیں۔ یہ منافقین کہلاتے ہیں۔ منافقین اگر سچی بات کریں تب بھی جھوٹ ہے۔ منافق کی تعریف یہ ہے کہ جب وہ کلمہ پڑھتا ہے تو بھی جھوٹ ہے' نماز پڑھتا ہے تب بھی جھوٹ ہے۔ منافق کی زبان اور دل میں فرق ہوتا ہے۔ منافق وہ ہے جو سب لوگوں میں یکساں طور پر پاپولر ہونا چاہے۔ تو وہ منافق ہوتا ہے۔ تو منافق جو ہے وہ دو طرف چلنے والا ہوتا ہے۔ منافق کی Definition میں ایک جانور ہے' یعنی چمگادڑ ہے کیونکہ وہ پرندوں میں پرندہ ہے اور جانوروں کی طرح صفات رکھتا ہے' بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس منافق کو دیکھو' اسے اُلٹا لٹکا دیا گیا ہے۔ اس لیے کسی ایک دنیا کو Belong کرنے والا منافق نہیں ہوتا۔ دو گروہوں کو Belong کرنے والا' دو مخالف گروہوں Belong کو کرنے والا' دونوں کو خوش کرنے والا منافق کہلاتا ہے۔ یہ وہ ہے جس کے مسلمانوں کے ساتھ بھی تعلقات ہوں اور کافروں کے ساتھ بھی تعلقات ہوں۔ تو وہ منافق کہلائے گا۔ تو جس کا ظاہر اور ہو اور باطن اور ہو وہ منافق کہلائے گا۔ مسلمانوں کے گروہ میں فساد مچانے والا منافق کہلائے گا۔ فی قلوبھم مرض جس کے دل میں مرض ہو وہ منافق کہلائے گا۔ ''مرض'' جو ہے وہ لالچ بھی ہو سکتا ہے' کثرت بھی ہو سکتی ہے' دینا کے اندر ٹھہرنے کی

خواہش، دھوکہ دنیا، مال اور اولاد کی محبت بھی ہو سکتی ہے۔

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ لوگ ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور عمل نہیں کرتے؟

جواب:

یہ آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسلام کو ہی چاہتا ہے تو صرف مسلمان پیدا کرے۔ یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ کافروں کو کیوں پیدا کرتا ہے۔ اور وہ کافروں کو قوت بھی دیتا ہے، دولت بھی دیتا ہے، بعض اوقات ذہن بھی ان کے پاس زیادہ ہوتا ہے، مال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تو اسلام سے ہے اور نوازشات اُدھر ہیں۔ یہی اقبالؒ کا شکوہ تھا کہ ہمارے ساتھ آپ کا دعویٰ محبت ہے اور سب کچھ ان کے پاس ہے ۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

تو سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کبوتر بنایا اور پھر شاہین بنایا، شاہین کبوتر کو کھا جاتا ہے اور فطرت دیکھتی رہ گئی ہے۔ تو ایسا کیوں ہے؟ خوبصورت ہرن بنایا، آنکھیں اور ٹانگیں خوبصورت بنائیں اور اُدھر سے ایک شیر آیا اور اسے پکڑ کے کھا گیا۔ تو ایسا

کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نامزد فرماتے ہیں اور ان پر درود بھی بھیجتے ہیں اور کافروں کی طرف سے ان پر تکلیف بھی آتی ہے۔ تو ایسا کیوں ہے؟ اللہ نے کہا کہ ہم نے آپؐ کو باعثِ تخلیقِ کائنات فرمایا یعنی آپؐ کی وجہ سے ہم نے کائنات بنائی۔ اور آپؐ پر وہ شہر تنگ کیا گیا۔ یہ وہ سوالات ہیں جو سمجھ نہیں آتے۔ آدم علیہ السلام کو بنایا تو جنت میں ایسا درخت رکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی جس کے پاس نہ جانے کا حکم ہو۔ تو جنت میں ایسا درخت رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ آدم علیہ السلام کو خلیفۃ فی الارض بنایا تو پھر انہیں جنت میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سمجھ نہیں آتی۔ یہ سارے واقعات ہیں جن کی بات اللہ تعالیٰ کے باب میں آتی ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ کبھی وہ صحیح ایمان والے پیدا کرتا ہے اور کبھی منافق۔ فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ان کے دلوں میں مرض ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اور بڑھا دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس مرض کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک ہی نہیں بلکہ پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ جسے ہم ہدایت دیں اُسے گمراہ کوئی نہیں کرتا اور جسے ہم گمراہ کر دیں اُسے ہدایت کوئی نہیں دیتا۔ کیا اس سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ گمراہ کیوں کرتے ہیں؟ یہ بات کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ اللہ گمراہ کیسے کرتا ہے۔ یہ کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ اللہ کا ارادہ کیا ہے۔ فی الحال آپ کو یہ کہا گیا ہے کہ آپ اس کے راستے پر چلو۔ وہ اس کا اپنا کام ہے کہ وہ باقیوں پر راستہ

تنگ کرے یا نہ کرے۔اس کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔آخر فیصلہ یہ ہوا کہ

اودیاں اوجانے تو اپنی توڑ نبھا

یہاں آ کے سارے فقیر' فقراء' درویش' ہو گئے۔انہوں نے کہا کہ یہ سمجھ نہیں آتی کہ محبت ہمارے ساتھ ہے اور عنایت اُدھر ہے۔تو یہ کیا ہے؟ غالباً یہ آپ کی آزمائش کا کھیل ہے۔ یہ مومنوں کے جذبوں کی بات ہے۔ آپ کے جذبے کی داد یہ ہے کہ منافقین آپ کو نظر آئیں تو یہ شکر کرو کہ آپ کو خدا نے خلوص والا جذبہ دیا۔تو ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کا جذبہ صادق نہیں ہے تو پھر اپنے جذبے کی قدر کرو۔ شکر کرو کہ آپ کو ایمان عطا فرمایا۔ ایسا کیوں ہے کہ ایک آدمی کے پاس کھانا ہے اور دوسرے کے پاس کھانا نہیں ہے؟ جس کے پاس کھانا ہے وہ شکر ادا کرے کہ اس کے پاس کھانا ہے جب کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ کئی لوگوں کے پاس کھانا نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ایسے کیوں ہے۔اس نے کہیں صحت پیدا کی ہے' کہیں بیماری پیدا کی ہے۔آپ یہ نہ کہنا کہ یہ کیوں۔اللہ تعالیٰ جو ہے وہ بیک وقت دو چیزوں کا خالق ہے اور یہ دونوں چیزیں بڑی متضاد ہیں۔ وہ روشنی اور اندھیرے دونوں کا خالق ہے۔نصف اندھیرا اور نصف روشنی ہمہ حال رہے گی۔ وہ رات اور دن کو بنانے والا' اسلام اور کفر کو بنانے والا ہے۔ یہ بات آپ کو کیسے سمجھ آئے کہ اس نے اگر رات بنائی ہے تو دن کو کیوں بنایا ہے۔اگر دن بنایا ہے تو ایک

سورج اِدھر لگا دیتا' دوسرا سورج اُدھر لگا دیتا' دو بلب ہی لگانے تھے' ایک ہماری دنیا میں ہوتا اور دوسرا اُس طرف کی دنیا میں ہوتا۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف یہ ہے کہ اس کو یہ نہ کہنا کہ ایسا کیوں ہے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ تم ایسا کیوں کر رہے ہو۔ اس کے ہاں تو پوری کی پوری فارم ملے گی کہ وہ روشنی پیدا کرتا ہے' اُجالا پیدا کرتا ہے اور اندھیرا پیدا کرتا ہے۔ اس سے یہ نہیں پوچھا جا سکتا کہ آپ تو روشنی پیدا کرتے ہیں' پھر آپ اندھیرا کیوں پیدا کرتے ہیں' تیرگی کیوں پیدا کی ہے' سورج پیدا کیا تو رات کیوں پیدا کی۔ یہ آپ نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہتا ہے کہ میں دولت بھی دیتا ہوں اور غریبی بھی بانٹتا ہوں' میں وہ اللہ ہوں جو زندگی دینے والا ہے' کائنات کو زندگی بخشنے والا۔ اللہ سے اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ کائنات کو زندگی بخشتے ہیں لیکن آپ زندگی کو ختم کیوں کرتے ہیں۔ تو سوال کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اصل کہانی اتنی ساری ہے کہ جنت سے انسان چلا اور جنت جانا ہی مدعا ہے۔ درمیان میں پھر کھیل کیا ہے؟ تو اصل کہانی یہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ انسان وہاں جائے گا جہاں سے چلا تھا۔ پھر وہاں جانے کا کیا مطلب ہوا؟ اس لیے آپ سوال نہیں کر سکتے۔ اللہ نے پیغمبروں کو بنایا' انہیں پیغمبری عطا کی' پھر ان پیغمبروں پر دنیاوی تکلیفوں کا بوجھ کیوں ڈالا؟ اپنے محبوب لوگ بنائے اور محبوبوں کو ابتلا سے گزار دیا' کربلا سے گزار دیا۔ کیوں؟ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے لوگ ہوتے ہیں میں ان کو آزماؤں گا۔ اب یہ جو سوال ہے کہ وہ کیوں آزمائے گا تو اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ وہ پیدا فرمانے والا ہے اور کہتا ہے کہ میں ضرور آزماؤں گا ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع تو میں خوف دوں گا۔ اسے کہیں کہ آپ کیوں خوف دیں گے نہ دیں۔ تو وہ کہے گا کہ میں دوں گا اور بھوک بھی دوں گا۔ یا اللہ آپ بھوک نہ دیں۔ وہ کہے گا کہ میں نے دینی ہے آزمانا ہے۔ یا اللہ آپ ہمیں نہ آزمائیں ہمیں پیدا ہی نہ کریں۔ کہتا ہے پیدا بھی ضرور کروں گا۔ یا اللہ پھر ہمیں مارنا نہ۔ کہتا ہے کہ مارنا بھی ضرور ہے۔ وہ بادشاہ ہے مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی سوال نہ کرنا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اللہ تعالیٰ کے باب میں انسان پر یہ شرط عائد ہو چکی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ تو نے زمین کو متحرک کیوں رکھا؟ تو نے غریب کی زندگی کو تنگ کیوں کیا؟ اللہ نے غریب کی زندگی کو تنگ نہیں کیا۔ اللہ کریم کی بات دیکھو کہ وہ انسان کو یتیم خود بناتا ہے اور دوسرے لوگوں کو کہتا ہے کہ یتیم کی مدد کرو۔ یتیم کی مدد تو یہ تھی کہ اس کے باپ کو نہ مارتا۔ بات یہ ہے کہ یہ دنیا آپ کی عاقبت ہے۔ اللہ دیکھتا ہے کہ آپ غریب کی مدد کر سکتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ نے اس کو غریب بنا کے آپ کے سر پر آزمائش بنا کے کھڑا کر دیا۔ تو غریب کون ہے؟ آپ کے سر پر آزمائش۔ آپ کے گھر کے دروازے پر جو سائل آ گیا ہے تو یہ آپ کی آزمائش ہے۔

اگر انکار کرو گے تو _____ ایک شخص کے گھر میں سائل گیا اور کہنے لگا کہ دے اللہ کے نام پر۔ اُس نے کہا کہ معاف کرو۔ کہنے لگا کہ معافی کی بات نہیں' اگر تو تیرے پاس ہے تو دے دے اور اگر نہیں تو تُو بھی چل' مانگ میرے ساتھ _____ بات اتنی ساری ہے کہ وہ تیرا بھائی ہے اور مانگتا جا رہا ہے اور تو گھر میں بیٹھا ہوا ہے' یا تو برابر حساب کر اور مجھے اس میں سے دے' اگر نہیں دیتا تو پھر تیرا بھی گیا۔ تو وہ بڑا کھرّا اور بیباک قسم کا بندہ تھا۔ تو سائل کون ہے؟ آپ کی آزمائش۔ اگر کہیں آپ کے دل میں رحم نہ آیا اور سنگدل' ظالم ہو کے پاس سے گزر گئے تو آپ پر آزمائش آ گئی۔ ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں سے کہے گا کہ میں بھوکا تھا اور تم نے کھانا نہ کھلایا' ہم پیاسے تھے اور تم نے پانی نہ پلایا' بیمار تھے تو تم نے بیمار پرسی نہ کی۔ انسان کہے گا کہ یا اللہ تو بھوکا کیسے تھا؟ اللہ کہے گا کہ وہ جو سائل تمہارے گھر آیا تھا اور بھوکا تھا اور تو نے اسے کھانا نہ کھلایا' تو تیری نجات تو نہیں ہو سکتی۔ تو یہ سب اللہ نے اس لیے بنایا ہے کہ خلق الموت و الحیوٰۃ یعنی کہ میں نے دو متضاد راستے پیدا کر دیئے' دن اور رات پیدا کر دیئے' زندگی اور موت پیدا کر دی' غریبی اور امیری پیدا کر دی' چھوٹا اور بڑا پیدا کر دیا' کوا اور مور پیدا کر دیا' چھوٹا پرندہ اور بڑا پرندہ پیدا کر دیا لیبلوکم ایکم احسن عملا میں نے یہ متضادیات اس لیے تخلیق فرمائی ہیں تا کہ یہ دیکھوں کہ تم میں

سے اچھے اعمال کون کرتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ منافق بھی ہیں اور مومن بھی ہیں تو تم سوچو کہ تمہارا راستہ کون سا ہے۔ تم یہ نہ کہو کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے بلکہ تم یہ دیکھو کہ تم کس طرف جا رہے ہو۔ تو اپنے اندر سے منافقت کو نکالنا ہے۔ یہ باہر کی منافقت بیان فرما کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کبھی ظاہر اور باطن کے فرق میں مبتلا نہ ہونا ورنہ منافق ہو جاؤ گے۔ میں بار بار کہتا آ رہا ہوں کہ عین ممکن ہے کافر بچ جائے' عین ممکن ہے مسلمان بھی بچ جائے لیکن منافق کا بچنا ممکن نہیں ہے۔ منافق جو ہے یہ دوہرا جھوٹا ہے' کہ کافروں کا بھی جھوٹا ہے اور مومنوں کا بھی جھوٹا ہے' نہ وہ مومن ہے اور نہ کافر ہے۔ یہ جو بَین بَین ہے اس کی بچت نہیں ہوتی۔ تو اللہ نے فرمایا کہ تم منافق نہیں ہونا' ظاہر باطن کا فرق نہ رکھنا۔ یا رات ہو جاؤ یا پھر دن ہو جاؤ' درمیان میں نہ رہنا_____ اس لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات ہے کہ آپ اس کو ''کیوں'' نہ کہنا بلکہ تبھی سے وہ پوچھے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ تم نہیں پوچھ سکتے کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا۔ یہ شیطان کا ڈائیلاگ ہے اللہ کے ساتھ۔ شیطان نے کہا کہ آپ نے مجھ سے یہ کیوں کہا کہ سجدہ کرو جب کہ آپ نے کہا تھا کہ سجدہ کسی اور کو نہ کرنا' میں آگ سے پیدا ہوا اور یہ مٹی سے پیدا ہوا۔ تو یہی تو شیطان ہے۔ کہ غلطی کو کرنے کے بعد غلطی پر پہرہ دینا شیطان ہے۔ اور انسان کیا ہے؟ غلطی کرنے کے بعد توبہ شروع کر دو۔ یہ انسان

ہے۔ غلطی ابلیس سے ہوئی کہ سجدہ نہیں کیا ابیٰ واستکبرا تو یہ بڑے غرور والا بیان ہے وکان من الکافرین اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔ اور کسی سٹیج پر ابلیس نے اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا حالانکہ غلطی صریحاً ہے۔ غلطی یہ ہے کہ اس نے خدا کا انکار کر دیا۔ اور اگر جرم تنہائی کا ہوتا تو سزا تنہائی میں ملتی مگر یہ جرم ہے محفل کا۔ اس لیے سزا بھرے بازار میں ہوگی۔ اس لیے کہ محفل میں جرم ہوا' سب کے سامنے انکار کیا۔ اس لیے ساری آنے والی نسلوں میں وہ کافر ٹھہرا' لعین اور رجیم بن گیا۔ کوئی مخلوق ایسی نہیں ہوگی' کافر ہو یا مومن ہو' جہاں پر Satan کا لفظ نہ آئے یعنی لفظ ''شیطان'' نہ آئے۔ بلکہ یہ بار بار ہو گا۔ گویا کہ جس طرح کا انکار ہوگا ویسے ہی اس کی سزا ہوگی۔ تو آپ کبھی اللہ تعالیٰ سے یہ سوال نہ کرنا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ Opposite چیزیں پیدا کرتا ہے' چھوٹا بڑا' غریب امیر' سیاہ سفید' ظاہر باطن' اول آخر' موجود لاموجود' آنا جانا' دن اور رات _____ اگر آپ یہ مان لیں اور اپنی ذاتی زندگی دیکھیں تو آپ کی زندگی میں آدھا دن ہوتا ہے اور آدھی رات ہوتی ہے۔ تو زندگی میں آدھی راتیں ہیں اور آدھے دن ہیں۔ آپ کی عمر اگر پچاس سال ہوگئی تو پچیس سال آپ اندھیرے میں رہے ہیں اور پچیس سال آپ روشنی میں رہے ہیں۔ اگر زندگی سے اندھیرے کو نکال دو تو جس روشنی میں رہے ہو وہ بھی اندھیرے میں رہے ہو یعنی کہ جب

آپ کا کام روشنی والا نہ ہوا تو جس طرح روشنی ہے اُجالا ہے اور اندھیرا ہے اسی طرح زندگی میں غم بھی ہے اور خوشی بھی ہے۔ آدھا غم' آدھی خوشی۔ کیونکہ خوشی جو ہے وہ آتی ہے' آ کے ٹھہرتی ہے اور کچھ عرصے کے بعد وہ غم بن کے رخصت ہو جاتی ہے۔ آپ یوں سمجھ لو کہ جس طرح انسان کی بیٹی ہوتی ہے' وہ اُسے گھر میں پالتا ہے' وہ خوشی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ بیٹی پل کے بڑی ہو گئی ہے تو وہ سوچتا ہے کہ اس کو نکال دیا جائے۔ ''نکال'' کا لفظ ذرا مشکل ہے' چلو رخصت کر دیا جائے۔ تو اس کا نام ''رخصت کرنا'' رکھا ہوا ہے' مبارک نام رکھا ہوا ہے' شادی نام رکھا ہوا ہے لیکن ہے کیا؟ ہے تو نکالنا۔ اسی طرح خوشی جو ہے وہ انسان کے ہاتھ میں آتی ہے اور پھر غم بن کے آہستہ آہستہ رخصت ہو جاتی ہے' غم بن کے نکل جاتی ہے۔ تو آدھا اندھیرا' آدھا اُجالا' غم اور خوشی اور اسی طرح اپنے دل کی حالت کبھی ماننے والا اور کبھی نہ ماننے والا' کبھی اقرار کبھی انکار' نہ اقرار کی صورت مکمل ہوتی ہے' نہ انکار کی صورت مکمل ہوتی ہے ـــــــ یہاں آ کے پھر انسان منافق بنتا ہے' جس کا اقرار اور انکار کے درمیان تذبذب رہ جائے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے ایمان والو! اس کو مکمل مان لو۔ تو اُسے پورا مانتے جاؤ۔ بعد میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ آپ کا عمل کمزور ہو لیکن آپ کا یقین کمزور نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارا عمل پورا تھا تو وہ کہے گا کہ نہیں تو کہ

تھا۔ اور کیا یقین پورا تھا؟ وہ کہے گا کہ یقین بڑا پکا تھا۔ منافق تو نہیں تھے؟ وہ کہے گا کہ نہیں۔ کبھی اسلام کے خلاف تو نہیں بولے؟ نہیں۔ کبھی اسلام کے خلاف بولنے والے کی بات تو نہیں سنی؟ نہیں۔ کیا تم نے کبھی اللہ کے خلاف بات کی؟ نہیں۔ کیا کبھی اللہ کے خلاف بات سُنی؟ نہیں۔ ہم نہیں سنتے تھے' ہم تو اس کو اُڑا دیتے تھے۔ اسی طرح وہ لوگ جو اتنے جذباتی ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ کے بارے میں کسی سے کوئی کمزور فقرہ نہیں سن سکتے تو وہ ایمان والے ہیں۔ منافق وہ ہے جو کسی غیر کی بات اسلام کے خلاف سن لے اور کبھی مان بھی لے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ آج کل کے زمانے میں مصروف زندگی ہے' اس میں پانچ نمازوں کا وقت کیسے نکل سکتا ہے' دفتر بھی جانا ہوتا ہے' اوور ٹائم بھی لگانا ہوتا ہے' غریب بچے ہیں' انکم ہی نہیں ہوتی۔ اگر آپ نے کہہ دیا کہ ہاں' پانچ نمازوں کا وقت بڑا مشکل ہے' یہ تو زیادتی ہے۔ بس سمجھو کہ تم منافق بن گئے۔ تو منافقین اس طرح پیدا ہوتے ہیں' جہاں آپ اسلام کے خلاف کسی قسم کی نکتہ آرائی کو سننا قبول کر لو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ منافقت مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ خطرہ ہے' مسلمان کا کافر ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ منافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نیت بد ہو اور عمل صحیح ہے۔ تو منافق کی میں کیا تعریف بتا رہا ہوں؟ وہ آدمی جس کا عمل ظاہراً صحیح ہے اور نیت اس کی بُری ہے۔ اس کو ہم منافق کہیں گے جو ظاہراً صحیح لگ رہا

ہو اور باطن کی نیت اس کی صحیح نہ ہو۔ تو اسے منافق کہیں گے۔ منافق اسے کہیں گے جو دو گروہوں کو بیک وقت قائم رکھنا چاہے' ضِدّین کو قائم رکھنا چاہے' کفر کو اور اسلام دونوں کو۔ وہ شخص جو بیان اور کرے اور زندگی اور طرح سے گزارے۔ تو وہ منافق ہے۔ منافق کی بات بظاہر سچی ہو تب بھی سچ نہیں ہے۔ منافق کا کلمہ بھی کلمہ نہیں ہے جب تک بات اس کے دل میں نہ اُترے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ماننے والو! اور مان لو' اے ایمان والو! اور ایمان لاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ تنہائی میں اپنے شیاطین کے پاس جاؤ' وسوسوں کے پاس جاؤ تو کہو کہ یہ تو ایسے ہی ہے' بس خیال تھا' بات تو کوئی نہیں ہے۔ انسان ماں باپ کے خلاف بولنا شروع کر دیتا ہے تو یہ منافق ہو گیا۔ اپنے بزرگوں کے خلاف بولے گا تو منافق ہو جائے گا۔ دین کی اساس کے خلاف اگر بول رہا ہے تو منافق ہو جائے گا۔ اگر مسلمانوں کے خلاف بول رہا ہے تو منافق ہو گا۔ مسلمانوں کے گروہوں میں تصادم کرا رہا ہے تو یہ منافق ہو گیا۔ اُمت کے درمیان فساد مچا رہا ہے تو یہ منافق ہو گیا۔ اپنے بارے میں کسی مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہے تو یہ منافق ہو گیا۔ اگر کوئی آدمی امام کہلائے' درویش کہلائے یا ولی کہلائے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ نہیں بنایا اور وہ اعلان کرتا ہے تو یہ منافقت ہے۔ ایک ایسا اظہار جو حقیقت میں نہیں یا ایسا اخفاء جو بیان میں ہونا چاہیے' یعنی کسی حقیقت کو

چھپانا یا کسی غیر حقیقی بات کو بیان کرنا' منافقت ہے۔آپ لوگ دعا کیا کریں کہ آپ کو صحیح راستہ ملے۔صحیح راستے میں استقامت ہے۔اللہ تعالیٰ سے یہ نہیں پوچھنا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے بل ھم یسئلون بلکہ ان لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ ایسا کیوں ہے۔تو اللہ کا فرمان ہے کہ نہیں ہے کوئی ایسا جو مجھ سے پوچھے کہ میں نے ایسا کیوں کیا بلکہ وہی ہیں جو پوچھے جائیں گے_____

چلیں آگے کوئی بات کریں_____ سوال کریں_____

سعید صاحب بولیں_____پوچھیں۔

سوال:

جب کوئی تاویل دیتا ہے تو ہمارا ایمان کمزور ہونے لگتا ہے؟

جواب:

تاویلوں کی بات نہیں ہے۔آپ چند خاص باتوں میں اپنے ایمان کو محفوظ کرلیں۔یہ چار پانچ باتیں ہیں۔کہ اللہ ایک ہے' اول سے پہلے اور آخر کے بعد' اس نے قائم رہنا ہے' حی وقیوم ہے۔اللہ کو دیکھنے یا پہچاننے والی بات نہیں ہے بلکہ فی الحال تو اس کو ماننے والی بات کرو۔اللہ آپ کی دریافت نہیں ہے۔ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ چلتے چلتے کوئی ایسی چیز آپ کو ملی ہو جس نے کہا ہو کہ میں اللہ ہوں' تو ایسی بات نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے

ہاں وہ ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ تو ہم اتنا ہی اللہ جانتے ہیں جو آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اور قرآن کی زبان سے اطلاع مل گئی ہے۔ تو وہ اللہ ہے۔ وہ رازق ہے' حیّ ہے' قیوم ہے' مالک ہے' اوّل ہے' آخر ہے' ظاہر ہے' باطن ہے' قوت ہے' دینے والا ہے' ذلت دینے والا ہے' عزت دینے والا ہے اور سارے واقعات کرنے والا ہے۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں اور آپ کا اس اللہ کے ساتھ مسجود ہونے کا تعلق ہے۔ مسجود اور معبود۔ تو اللہ کے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے؟ اس کی عبادت کرنی ہے یا اس کا سجدہ کرنا ہے۔ اگر آپ سجدہ کرنے کی بجائے یہ کہتے ہیں کہ میں نے اُسے ڈھونڈ لیا اور اُسے دیکھ کے آ گیا تو وہ کہے گا کہ تجھے تو بھیجا تھا سجدہ کرنے کے لیے اور تو کہیں سے کچھ دیکھ کے آ گیا' اللہ سے مل کے آ گیا _____ تو آپ نے مسجود یا معبود کو دریافت نہیں کیا بلکہ آپ نے کوئی اور دریافت کر لیا ہے۔ تو اللہ سے پہلا تعلق کیا ہے؟ مسجود کا اور معبود کا۔ یہ آپ کے عمل کا تعلق ہے۔ باقی سارا تو علم کا تعلق ہے۔ وہ رازق ہے کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ میں رزق دیتا ہوں۔ اگر آپ یہ دیکھیں کہ رزق نہیں ملا ہوا تو یہ سمجھیں کہ اب بھی رزق ملا ہوا ہے۔ جس کو دنیا کی دولت نہیں ملی ہے اس کو صبر کی دولت ملی ہے اور صبر والوں کا اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ان اللہ مع الصابرین میں صبر والوں کے ساتھ خود ہی ہوتا ہوں۔ تو کوئی آدمی ایسا نہیں جو

محروم ہو۔ اگر بینائی کو دولت کہا جائے تو دولت موجود ہے' خیال کو دولت کہا جائے تو دولت موجود ہے' رزق ہر طرح کا موجود ہے' آپ کا ہونا اور آپ کا نہ ہونا وہ بھی موجود ہے۔ گویا کہ آپ کا ذکر بھی رزق ہے' کہ آپ کا ذکر ہو' آپ کی بات ہو' آپ کی اولادیں آپ کی بات کریں۔ یہ سارا رزق ہے۔ دنیا کے اندر آپ کے ساتھ ہواؤں اور فضاؤں کا جو بھی تعلق ہے وہ رزق ہے۔ ایمان بھی رزق ہے۔ تو اللہ کو آپ نے ایسا ماننا ہے اور اس کی عبادت کرنی ہے' ایک سجدہ کرنے والا ہے۔ ایک سجدہ ہے' ایک مسجود ہے اور ایک معبود ہے۔ پانچ وقت کی عبادت ہے حالانکہ دو وقت کی بھی کافی تھی' ایک وقت بھی کافی تھی' لیکن جیسا فرمایا فرمانے والے ﷺ نے کہ پانچ وقت کی نماز ہے' تو پانچ وقت ہی کافی ہے۔ گویا کہ اللہ کے ساتھ رابطہ اور لین دین کا انداز کیا ہونا چاہیے؟ جو اللہ کے محبوب ﷺ نے کر کے دکھایا۔ اس میں لمبی چوڑی بحث کی بات نہیں ہے۔ اللہ کے محبوب ﷺ جو ہیں وہ اللہ کے ہم راز ہو سکتے ہیں' اللہ کے قریب ہو سکتے ہیں' اللہ کے ہاں آپ ﷺ کا آنا جانا ہوگا' اور بھی کئی باتیں ہوں گی۔ لیکن جو باتیں آپ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں کہ دیکھو ہم عبادت کرتے ہیں بلکہ تم لوگوں سے زیادہ کرتے ہیں' اگر تم لوگ پتھر باندھتے ہو تو ہم بھی پتھر باندھتے ہیں' تم فاقہ کرتے ہو تو ہم بھی فاقہ کرتے ہیں' _____ رزق جو ہے وہ امتیوں کے گھر میں زیادہ ہے اور

پیغمبروں کے گھر میں کم ہے۔ تو یہ رزق کی بات ہے۔ گویا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملات اس انداز سے کرنے ہیں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے کیے۔ آپ لوگ پیغمبرِ برحق ﷺ کو مانتے ہیں' درود بھیجتے ہیں' سلام بھیجتے ہیں اور جب جہیز کا وقت آ جائے تو آپ کروڑوں کی مالیت کا دیتے ہو۔ پیغمبر ﷺ پر سلام ہو اور درود ہو لیکن تم یہ کیا کرتے رہتے ہو۔ مطلب یہ کہ پھر یہ وہ بات تو نہ ہوئی۔ تم صرف زبانی بات کرتے ہو۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم منافق کہلاؤ' کہ درود بھیجا جا رہا ہے لیکن اس ذات کے حکم کے خلاف کرتے جا رہے ہو' اللہ ھو کرتا جا رہا ہے اور اللہ کے حکم کے خلاف کام کرتا جا رہا ہے''' یا علی مدد'' کرتا جا رہا ہے' نعرۂ حیدری لگاتا جا رہا ہے اور حیدری نوازشات کے خلاف جا رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف کام کر جاؤ۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ میں اسلام کے ساتھ بڑا مخلص ہوں' یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسے مسلمانوں کے ساتھ خلوص نہ ہو۔ مسلمانوں کو کسی نہ کسی شکل میں کسی نہ کسی مسلمان سے نقصان پہنچا۔ یہ تاریخ بتا رہی ہے۔ کوئی نہ کوئی مسلمان بن کے اسلام کے قافلے کو لوٹتا رہا۔ راہ زن کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ راہ بر بن کے آتا ہے اور انسان کو پہچان نہیں ہوتی کہ یہ کیا ہے۔ اگر راہ زن' Openly آ جائے تو اس کی کیا مجال ہے کہ نقصان دے سکے۔ اصل راہزن طاقت ور راہزن جو ہے وہ دوست بن کے آیا کرتا ہے۔

جو دشمن دوست بن کے آئے اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ دشمن ہے اور دوست بن کے آیا ہے تو پھر اس سے بچ جاؤ _____ تو اللہ کو ماننا ہے۔ اور اللہ کے محبوب ﷺ کو اس طرح ماننا ہے جس طرح اللہ نے کہا۔ اب یہ کمال کی بات ہے کہ اللہ کے بارے میں وہ بیان ہو جو اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا اور اللہ کے حبیب ﷺ کے بارے میں وہ علم ہونا چاہیے جو اللہ نے فرمایا۔ اس نے کہا ہے کہ میں اور میرے فرشتے لگاتار درود بھیج رہے ہیں، تم بھی بھیجتے جاؤ۔ اللہ نے کہا کہ اگر مجھ سے محبت ہے تو اطاعتِ پیغمبر ﷺ کرو قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی آپ کیسے اطاعت کر سکتے ہیں اگر حضور پاک ﷺ کی زندگی کا پتہ نہ ہو۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک عمل آپ کے پاس نوٹ کیا ہوا آ رہا ہے۔ تو اللہ نے حضور پاک ﷺ کے بارے میں جو فرمایا ہے اسے ماننا اور حضور پاک ﷺ نے اللہ کے بارے میں جو فرمایا ہے اسے ماننا۔ تو کلمہ پورا ہو گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ یہ تمام لوازمات کے ساتھ مکمل ہو گیا۔ یہ جو کتاب ہے ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ اس میں شک نہ کرنا۔ اگر بات سمجھ نہ آئے تب بھی شک نہ کرنا۔ اگر اللہ تعالیٰ یہ کہے کہ ایسا ہو گا، میں ہی کائنات کو رزق دیتا ہوں تو یہ نہ کہنا کہ پیسے تو دفتر سے ملتے ہیں اور اللہ کہتا ہے کہ رزق میں دیتا ہوں، تو یہ کیا بات ہوئی؟ بس آپ یہ مان جائیں کہ اللہ ہی رزق دیتا ہے۔

تیرے دفتر جانے کی صلاحیت بھی اللہ نے دی ہے اور دفتر کو قائم رہنے کی صلاحیت بھی اللہ نے دی ہے' تجھے بھوک بھی اللہ نے دی ہے' کھانا تو بعد میں پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ اللہ نے کہا وہ سمجھ آئے یا نہ آئے' وہ مان لو۔ تو یہ ہے اس کتاب کی بات۔ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں شک نہ کرنا کیونکہ شک پیدا ہوگا۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ شک پیدا ہوگا' تاویلیں پیدا ہوں گی' یہ خیال آئے گا کہ اس آیت کا اصل میں مفہوم یوں ہے' دوسرا کہے گا کہ میرا خیال ہے کہ اس کا مفہوم یوں ہے' تیسرا آئے گا تو کچھ اور ہی کہے گا۔ جس قوم کو آیت کا مفہوم بتانا تھا وہ قوم محروم ہوگئی بلکہ مرحوم ہوگئی۔ اب تم صرف تاویلیں کرتے جاؤ گے۔ اب تاویلیں بیان کرنے کا مقام نہیں ہے بلکہ اصل سے تعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ آپ قرآن پاک کو اللہ کی سچی کتاب مانتے ہوئے اس کا مطالعہ کریں۔ اب میں یہاں یہ وارننگ دے رہا ہوں کہ اس کا مطالعہ کرو تو ترجمے کی حد تک کرو' تفسیر سے بچ جاؤ۔ کہ اللہ کا کلام الہامی ہے اور جو آدمی الہامی کتاب کی تفسیر کرتا ہے اگر اُسے الہام کی سمجھ نہ ہو تو وہ تفسیر نہیں کر سکتا' وہ سیاسی تفسیر کر دے گا۔ اس لیے اللہ کے الہامی کلام کی سیاسی تفسیر سے بچو اور الہامی کتاب کی دنیاوی تفسیر سے بچو۔ بہتر ہے کہ تفسیر کی ضرورت ہی نہ ہو۔ اللہ موجود ہے اور وہ دیکھ رہا ہے کہ یہ میری کتاب شوق

سے پڑھ رہے ہیں تو وہ آپ ہی تفسیر عنایت فرمائے گا۔ کیونکہ وہ حاضر' موجود ہے اور جب آپ اس کی کتاب کو پڑھتے ہیں تو اُسے پتہ چل جاتا ہے' جتنی آگہی اس نے دینی ہے وہ آپ کو بتا دے گا۔ تو اب آپ نے اللہ کو ماننا ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو ماننا ہے اور کتاب کو ماننا ہے۔ پھر آپ اپنے آپ کو بھی مانیں گے۔ آپ چار دن کے لیے آئے ہیں اور پھر آپ چلے جائیں گے۔ آپ یہاں ہنگامہ کرنے کے لیے نہیں آئے۔ آپ اگر زندگی کو تین حصّوں میں تقسیم کر دیں تو ایک حصّہ بچپن کا ہو گا۔ والدین کا شوق کہ انہوں نے آپ کو پالا۔ دوسرے حصّے میں آپ نے کمائیاں کیں' حاصل کئے' شادی' مکان' سامان' نمائش' دعوتِ عام کرنا _____ یہ ظاہر کا حصّہ ہے۔ جب تیسرا حصّہ آئے گا تو ان سب کو آپ نے چھوڑنا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ تو مارنے والی بات ہے' میں نہیں چھوڑتا۔ کہتا ہے کہ تو نہیں چھوڑتا تو چھین لیں گے ہم۔ سب چھاپ تِلک چھین لیں گے۔ تو جب آپ چھوڑو گے نہیں تو سب چھن جائے گا۔ پھر ایک ایک کر کے آپ کے سارے پرزے اُتار دیں گے اور پھر آپ ''حاضر میت'' بن جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے اس کو چھوڑنا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں چل رہا لیکن آپ چھوڑتے جا رہے ہو۔ آپ اس زمانے میں مکمل تھے جب آپ کے والدین موجود تھے' آپ کے عزیز و اقارب موجود تھے' رشتے داریاں موجود تھیں' دوست داریاں

موجود تھیں' گلیاں اور محلے آباد تھے' شہر اور پنڈ آباد تھے۔ یہ تھی پوری زندگی۔ پھر پتہ نہیں چلا اور آپ کا پنڈ آپ سے چلا گیا' آپ نے گاؤں بدل لیا۔ اس طرح آدھی زندگی مرگئی۔ اس کے بعد آپ کے ابا حضور چلے گئے۔ آدھے آپ وہاں مرگئے۔ آپ یہ سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ پھر ماں بھی مرگئی۔ پھر آپ کے اور لوگ چلے گئے۔ سکول کا زمانہ چلا گیا۔ ہاتھ سے سارے واقعات نکل گئے۔ پھر ایک اور چیز آپ کے ہاتھ سے نکل گئی اور آپ کو پتہ نہیں چلا اور وہ صحت تھی' جوانی تھی۔ کہتا ہے کسی زمانے میں آنکھ نہیں کھلتی تھی اور اب صحت کا معاملہ ایسا ہے کہ نیند ہی نہیں آتی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔تو صحت ایسی خراب ہوئی کہ نیند نہیں آتی۔ اب تفکرات ہیں۔ اب آپ کو اولادوں کا فکر لگ گیا۔ کچھ بھی فکر ہو آپ کو اب یہاں پر روک کوئی نہیں سکتا۔ گویا کہ آپ تقریباً جا چکے ہیں۔ پسند کے چہرے رخصت ہو گئے' مانوس آوازیں رخصت ہو گئیں' جانی پہچانی گلیاں بدل گئیں' آپ کی اپنی شکل تبدیل ہو گئی' حالات بدل گئے' واقعات اور ہو گئے' اب آپ کی اولادیں' پوتے اور نواسے آپ کی زبان نہیں سمجھتے۔ پہلے آپ کی بات سمجھنے والے لوگ ہوتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک انسان جو مانوس دوستوں میں بیٹھتا ہے یہ دیکھتا ہے کہ وہ سارے کے سارے اجنبی لوگوں میں بیٹھا ہے۔ مانوس لوگ سب بدل جاتے ہیں اور اجنبیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ

موت ہے۔ آخری موت یہ ہوتی ہے کہ سانس ختم ہو جائے۔ اس آخری موت سے پہلے کتنی ہی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ تو یہ آپ کی زندگی کا تیسرا حصہ ہے۔ تیسرا حصہ کیا ہے؟ زندگی کو چھوڑنا' نکلنا۔ ان باتوں کو سمجھنے کے بعد اللہ کو ماننا' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو ماننا' اس کتاب کو آخری کتاب ماننا' اپنے آپ کو بھی ماننا کہ میں آیا اور میں نے جانا ہے' اور جو کچھ میں کر کے جا رہا ہوں اس کی جوابدہی ہونی ہے' وہاں کوئی وکیل نہیں کھڑا ہو گا کہ کیس بنائے گا۔ تیرے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خود فَر فَر پڑھے گا' تیرا ہاتھ بولے گا' تو نے نہیں بولنا بلکہ یہ ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ تو چار دن کے میلے میں کچھ کام کر کے جانا۔ اگر آپ اللہ کے ساتھ جھگڑا کر کے جا رہے ہیں تو پھر آپ کا تعلق ختم ہو گیا۔ اگر تسلیم کر کے جا رہے ہو' جو شخص مشکلات میں اللہ پر راضی ہو کے گیا ہے تو وہ فلاح پا گیا۔ جو سہولتوں کے باوجود جھگڑا کر کے گیا اس کی فلاح مشکل ہے۔ ایک وقت تھا جب تمہارے پاس سہولتیں نہیں تھیں اور صرف تعلیم تھی۔ مگر اب سہولتیں بہت ہیں لیکن جھگڑا بڑا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی بات جو ہے یہ آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ اگر آپ نے سب مان لیا ہے تو اس کے بعد کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔ اب جو مذہب پر بحث کرے گا وہ اپنا وقت ضائع کرے گا' پریشان ہو گا' اب مذہب پر بحث نہ کرو' مذہب Discuss نہ کرو' اپنا مذہب مانو' اپنی عبادت کرتے جاؤ' زیادہ کتابیں پڑھنے

کی ضرورت نہیں ہے' سب سے اچھی کتاب قرآن مجید پڑھو۔ بس اسے پڑھتے چلے جاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ بے شمار کتابیں پڑھ لی ہیں' دو ہزار' چار ہزار کتابیں پڑھ لی ہیں' فارسی میں جو قرآن ہے مولانا رومؒ کا' ہست قرآن در زبان پہلوی' وہ پڑھ لیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ یہ جو پنجابی کا قرآن ہے وارث شاہؒ ہوریں سچ کہہ چلے' میں نے پڑھ لیا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا اصل قرآن پڑھ لیا ہے؟ کہتا ہے اس کا موقع نہیں ملا۔ تو بات یہ ہے کہ پڑھنے والی چیز تو یہ کتاب ہے جو اللہ کا کلام ہے۔ اللہ کی کتاب کا پڑھنا' اس کو دہرانا اور پھر اللہ کے بندوں کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق Deal کرنا۔ یہ ہے زندگی میں نیکی۔ باقی یہ کہ جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔ انسان نے یہاں نہ کچھ کھونا اور نہ کچھ پانا ہے بلکہ آنا ہے اور جانا ہے۔ اور آپ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ لگاتار جا رہے ہیں' رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ اب آپ اپنے آپ کو تسلیم کرتے ہوئے یہ جائزہ لیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں' کیا حاصل کیا' کیا کھویا _____ کوئی چیز ایسی بتاؤ جو تم ساتھ لے کے جا سکو۔ پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ ڈبے میں ہیرے ڈال کے لے جانا' پیسے ساتھ لے جانا مگر وہاں تو کھانے کی کوئی چیز ہی نہیں ہوگی۔ وہاں نہ بھوک ہوگی' نہ کھانا ہوگا' تو پیسے کیا کرو گے؟ وہاں تو کچھ ہونا نہیں ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ قبر کے اندر جو روشنی ہے وہ اعمال کی روشنی ہے' اپنے اپنے خیال کی

روشنی ہے' عقیدے کی روشنی ہے۔ وہ لوگ جن کا عقیدہ درست ہوا' وہ لوگ فلاح پا جائیں گے' ان کے لیے یہاں بھی فلاح ہے اور وہاں بھی فلاح ہے_____ تو تاویلوں سے بچو' زیادہ Discussions سے بچو۔ یہ کہو کہ اللہ رحم فرمائے' ہم اللہ کو ماننے والے ہیں' اللہ کے حبیب ﷺ کو ماننے والے ہیں' قرآن پاک کو ماننے والے ہیں' اپنی زندگی کو ماننے والے ہیں کہ اس نے جواب دہ ہونا ہے۔ اور یہ یہ اعمال ہم نے کرنے ہیں۔ اس کے بعد اپنے بچوں کو دین سکھاتے ہوئے رخصت ہو جاؤ اور وہاں جا کے جواب دہی کر لو۔ یہ تو کوئی بات نہیں ہے کہ آپ ہمیشہ پریشان رہیں' ہمیشہ گِلہ کریں کہ یہ کیا ہو گیا' اللہ نے تو ہماری بات نہ مانی۔ اللہ کی شکایت بندوں کے ساتھ کبھی نہ کرنا۔ یہ ضروری بات ہے کہ اللہ کا گِلہ انسانوں کے سامنے نہ کرو اور انسانوں کا گِلہ اللہ کے سامنے نہ کرو۔ یہ انسان وہ ہیں جو اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ مَت گِلہ کرو ان کا۔ دل سے گِلہ نکال دو' شکایت نکال دو' تقاضہ نکال دو۔ یہ نہ کہو کہ یہ مل جائے وہ مل جائے۔ بس جو ملا ہوا ہے اُسے کافی جانو۔ اور جو آنا ہے وہ آ جائے گا۔ اس لیے تاویلیں نہ کرنا' بحث نہ کرنا۔ اگر ایک آدمی دو متضاد کتابیں پڑھتا ہے تو اس کا Net result زیرو آئے گا۔ کہتا ہے کل تو آپ مومن تھے۔ کہتا ہے کہ میں نے مومنوں والی کتاب پڑھ لی تھی۔ اور آج؟ آج ہم نے کافروں والی کتاب پڑھ لی ہے' اس لیے آج کافر ہو گئے

ہیں۔تو اللہ کی کتاب پڑھو اور اس پہ راضی رہو۔اگر عقیدہ تعلیم کے ساتھ ہوتا تو پھر جب ان لوگوں سے کہا جاتا کہ تم ایمان لاؤ تو وہ کہتے کہ کیا ہم ان جاہلوں کی طرح ایمان لائیں۔پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بے وقوف اور جاہل تو یہ ہیں جو ایمان نہیں لائے۔اصل میں نیک تو وہ ہیں جو سادہ ہیں اور ایمان لائے ہیں اور یہ جاہل لوگ جو بحث کرتے ہیں۔تو ایمان کے بارے میں بحث نہ کرو۔بس آپ ایمان لاؤ۔ہاں بولو_____اقبال صاحب بولیں_____کوئی سوال_____بسم اللہ_____بولیں!

سوال:

سر! نئی پود کے ساتھ ہم کیسے بات کریں؟

جواب:

ایک آدمی نے کسی درویش سے پوچھا کہ نئی پود کا کیا بنے گا؟ اس نے کہا کہ ایک کام کرو اللہ تعالیٰ کے لیے تو تم عبادت کرتے ہی رہتے ہو اب تم نئی پود کے لیے عبادت کرو۔نئی پود نے آپ کے عمل سے اپنا علم لینا ہے۔اگر نئی پود کے سامنے آپ نے حسنِ عمل نہ کیا' اچھا عمل نہ دکھایا نئی پود کو تو نئی پود اسلام کے علم سے آزاد ہو جائے گی۔وہ باغی تو ہو ہی چکی ہے۔پھر وہ دین سے باغی ہو جائیں گے۔آپ کا عمل ہونا چاہیے۔اگر کوئی شخص اپنا حسنِ عمل دکھاتا ہے تو پھر نئی پود اس کے کہنے میں آئے گی' نئی پود اس کا بنا

مانے گی۔ اگر وہ والدین کے اندر کوئی تضاد دیکھے گی' یہ وارننگ ہے! اگر یہ تضاد دیکھے گی کہ علم اور عمل میں فرق ہے' بیان اور اس کے عمل میں تضاد دیکھے گی تو نئی نسل جو ہے وہ باغی ہو جائے گی۔ تو نئی نسل کو محبت کے ساتھ' شفقت کے ساتھ اور عقیدے کے ساتھ راہِ راست پہ لگایا جائے اور یہ بتایا جائے یہ جو تمہارا Stay ہے' یہ جو غرور کی دنیا ہے' یہ ویسے ہی متاع الغرور ہے' دھوکہ ہے' اتنی معمولی ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ تو یہ دنیا ہے الامتاع الغرور۔ تو نئی نسل کو یہ بات بتائی جائے' سمجھائی جائے۔ نئی نسل یہ سمجھتی ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہو گئے ہیں۔ نئی نسل کو آپ یہ سمجھائیں کہ ترقی یافتہ کیا ہوتا ہے۔ مثلاً آپ علم کو دیکھیں۔ آج علم بڑھتا جا رہا ہے' ترقی کرتا جا رہا ہے' اردو لینگویج بہت بڑھ گئی ہے' ترقی کر گئی ہے' آج اردو زبان آسمانوں تک جا پہنچی ہے جب کہ کل تو یہ بڑی معمولی ہوتی تھی۔ آپ کے ذہن میں کیا ایسی بات آ سکتی ہے کہ آج کل کوئی شاعر پیدا ہو گیا ہے جو اردو میں غالبؔ سے بڑا Poet ہے؟ آپ نہیں مان سکتے۔ آپ مان ہی نہیں سکتے۔ ثابت کیا ہوا؟ کہ نئی نسل جو ہے وہ ہزار بار نئی نسلوں والی بات کرے مگر پرانی نسل کے اندر فوقیت قائم رہے گی۔ اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ لاہور میں ایک درویش پیدا ہو گیا ہے جو داتا صاحبؒ سے زیادہ مقام رکھتا ہے تو کہنے والا بھی جھوٹا ہو گا اور وہ درویش بھی جھوٹا ہو گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو مطلب کیا ہوا؟

کہ نئی نسل جو ہے وہ پھر پرانی کتاب میں رہ گئی۔ کہتے ہیں کہ ایک فلسفی پیدا ہو گیا ہے' وہ بڑا فلسفی ہے' وہ سقراط سے زیادہ بات جانتا ہے۔ تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' ناممکن ہے۔ گویا کہ تمام Great Points جو ہیں وہ طے ہو چکے ہیں' ماضی میں مکمل ہو چکے ہیں۔ فرعون بھی مکمل ہو گیا' موسیٰ علیہ السلام بھی مکمل ہو گئے' سقراط بھی مکمل ہو گیا' امیر خسروؒ بھی مکمل ہو گئے' بادشاہ' شاہ زور بھی مکمل ہو گئے' ان کے تمام خزانے بھی آ چکے' ساری کی ساری انتہائیں جو ہیں وہ Touch ہو چکی ہیں۔ اب صرف وڈیو میوزک اور زور زور سے شور مچانا اور ڈیک لگانا رہ گیا ہے۔ نئی نسل کے پاس رہ گیا سائنس کا علم حاصل کرنا اور پھر وہ امتحان دیں یا نہ دیں' امتحانوں میں جلوس نکالنا' جلوس کے اندر شور مچانا' اور ایگزامینر کے خلاف بولنا۔ تو نئی نسل اپنی عاقبت کو پہنچی پڑی ہے۔ اس کو یہ بتاؤ کہ تمہارے لیے بہتر یہ یہ ہے' انہیں اللہ کا کلام پڑھ کے سناؤ' انہیں کہو کہ بزرگوں کا ادب کرو' اور ماں باپ کی اطاعت کرو۔ نئی نسل کو اگر ماں باپ کی اطاعت سکھا دو تو ان کی نجات کے لیے یہ کافی ہے۔ تو انہیں ماں باپ کی اطاعت سکھا دو۔ انہیں قرآن پاک کی یہ آیت ضرور سکھا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کے لیے یہ فرمایا ہے فلا تقل لھما اف یعنی ماں باپ کے آگے اُف نہ کرو۔ بس ان کو یہ سکھا دو تو نئی نسل بچ جائے گی۔ نئی نسل کے سامنے کوئی اچھا عمل کرو۔ اگر اس سے پہلے عبادت نہیں کرتے تھے تو اب کرو

کیونکہ اب نئی نسل یعنی اولاد آ گئی ہے۔ ایک آدمی تھا جس کے اعمال اچھے نہیں تھے' فضولیات زیادہ تھیں۔ دوستوں نے دیکھا کہ اب تو بڑا نیک' پاک صاف ہوا بیٹھا ہے' عبادت بھی کر رہا ہے اور نیک بھی ہو گیا ہے' دوستوں نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا ہے' کیا تو اللہ سے بہت ڈر گیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ڈر نہیں گیا بلکہ مجھے پیرل گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو نے بتایا ہی نہیں کہ کون سا پیرل گیا ہے۔ کہتا ہے کہ بات یہ ہے کہ میری بیٹی پیدا ہو گئی ہے' پھر میں نے سوچا کہ اب میری بیٹی پیدا ہو گئی ہے' اب مجھے اچھے اعمال کرنے چاہئیں جو میری بیٹی کے کردار پر اثر انداز ہوں۔ اگر پرانی نسل کو اتنی حیا آ جائے تو پھر نئی نسل محفوظ ہے۔ پرانی نسل کا کام یہ ہے کہ اپنی اولادوں کو اچھے عمل کا مشاہدہ کرائے۔ اگر نئی نسل نے اچھے اعمال دیکھ لیے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ محفوظ رہے گی' اس کو اچھا ابلاغ ہو جائے گا۔ ویسے بھی اللہ کے فضل سے کوئی سبب بن جائے گا ؎

جوانوں کو میری آہِ سحر دے
ان شاہیں بچوں کو بال و پَر دے

تو یہ واقعہ بھی ہو جائے گا۔ ان کے لیے دعا بھی کرو اور ان لوگوں کو کوئی راستہ بھی بتاؤ۔ اگر نئی نسل کو بزرگوں کی اطاعت سکھا دو تو نئی نسل کے لیے یہ بہت کافی ہے۔ بزرگوں کی اطاعت جو ہے یہ سکھانے سے ہو گی'

بتانے سے ہوگی' یہ علم کی بات نہیں ہے۔ یہ بیچارے پریشان ہیں نئی نسل والے لوگ۔ یہ آپ کے علم اور عمل کے تضاد سے پریشان ہیں_____

اور کوئی سوال پوچھو_____ سعید صاحب بولیں_____

سوال:

جب میں آپ کی طرف آ رہا تھا تو اپنے بیمار بھائی سے ہو کے آیا۔ اس نے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ واصف صاحب کے پاس جا رہے ہو تو میری طرف سے دعا کے لیے کہنا۔

جواب:

ہم دعا کرتے ہیں۔ ان کے لیے دعا ہے۔ اور سب لوگ جنہوں نے دعا کے لیے کہا ہے ان کے لیے دعا کرو۔ وہ اپنے پروفیسر چغتائی صاحب بھی بیمار ہیں' ان کے گھر سے اطلاع آئی ہے۔ ان کے لیے بھی دعا ہے۔

سوال:

اس وقت تو میں اپنے بھائی کے لیے دعا کا کہہ رہا ہوں۔ میرے لیے دعا کریں کہ مجھے توفیق ہو کہ میں اوروں کے لیے بھی دعا کروں۔

جواب:

اوروں کے لیے آپ لنگر نہ لگاؤ' اپنا کھاؤ۔ یہ منع کیا ہے میں نے اوروں کے لیے۔ وہ شخص دعا مانگے جو اپنی شکایت نہ کرے۔ آپ تو تھوڑی

دیر بعد اپنی گھنٹی بجانا شروع کر دیں گے۔ پھر یہ سارا نمائشی کام ہو جائے گا۔ پھر تم جھوٹے پیر بن جاؤ گے۔ میں آپ کو یہ نہیں بنانا چاہتا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اوروں کے لیے آپ مت دعا کرو' اوروں کے لیے وہ دعا کرے جو صابر ہو۔ جو اوروں کی دعا کے ساتھ اپنی پرچی لٹکا دے' اس کے لیے منع ہے۔ اس لیے میں آپ کو اوروں کی دعا کے لیے اجازت نہیں دیتا۔ آپ مہربانی کر کے اپنی دعائیں پوری کریں۔ دعا یہ کرو کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی آرزوؤں سے نجات دے' اللہ تعالیٰ اس کو کم آرزوؤں والا انسان بنا دے' اس کو اس کے حالات پر راضی رہنا سکھا دے' زیادہ بحث کرنے سے بچائے' ان کے بھائی صاحب پر اللہ تعالیٰ مہربانی کرے' ان کے بھائی پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اس کے لیے سب آمین کہیں۔ جن لوگوں نے صحت کی دعا کے لیے کہا ہے اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی کرے۔ میں نے آپ کو دعا کے بارے میں ایک بات بتائی تھی کہ یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ جو بات تو نے نہیں ماننی اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے اور جو بات تو نے دینی ہے وہ مانگے بغیر ہی دے دے۔ لہٰذا دعا یہ ہے کہ یا اللہ جو کچھ تو نے دینا ہے وہ مانگے بغیر دے دے اور جو نہیں دینا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ ہو' تو پہلے ہی مہربان ہے' تو ضرور مہربانی کرے گا' ہمیں پتہ ہے کہ آدھی دنیا میں روشنی رہے گی اور آدھی دنیا میں اندھیرا رہے گا' شہر بھی آباد رہیں گے اور

قبرستان بھی آباد رہیں گے۔ یہ رونقیں لگی رہیں گی۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ گھبرانا کمزوری کی بات ہے۔ آنا بھی ہے اور جانا بھی ہے' جس طرح آپ آنے میں سچے ہیں اسی طرح جانے میں بھی سچے ہونا چاہیے۔ اگر اللہ کہے کہ آؤ' واپس آ جاؤ تو یہ نہ کہنا کہ ابھی تو ہم نے کام کرنا ہے' دو چار چٹھیوں کے جواب دینے ہیں۔ اللہ کہے گا کہ تم نے ہم سے محبت کی ہے' اب ہم اُداس ہو گئے ہیں' اس لیے جلدی آ جاؤ۔ یہ کہتا ہے کہ ہم نے تو ایسے ہی بات کی تھی آپ سے۔ آپ روز جنت کی دعائیں مانگتے ہیں اور جب آپ سے کہا جائے کہ جنت کی سیٹ خالی ہے تو آپ کہیں گے کہ ٹھہر کے آئیں گے۔ گویا کہ جنت میں جانے کے لیے بیتابی بھی ہے اور جلدی بھی نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ حالانکہ موت کوئی مشکل چیز نہیں ہے۔ اگر انسان مر گیا تو ماں باپ کے پاس ہو گا اور یہاں رہا تو اولاد کے پاس۔ دونوں اچھے لوگ ہیں۔ تو آپ اولاد کے پاس ٹھہریں یا پھر ماں باپ کے پاس چلے جائیں تو آپ کے رشتے دار' ماں' باپ' سب اُدھر ہوں گے' وہاں بڑے بڑے لوگ ہوں گے' خاندان کے لوگ ہوں گے اور یہاں پر آپ کے بچے ہیں۔ تو اِدھر یا اُدھر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں پر اور بزرگ بھی ہوں گے' خانقاہوں والے' ڈیرے والے' اللہ والے' اللہ کی محبت والے اور اللہ کی عطا کی ہوئی پیغمبری والے۔ تو سارے بزرگ۔ یہاں تم درود بھیجتے جا

رہے ہو اور وہاں مشاہدہ ہو جائے گا۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ درمیان میں پردہ ہے' اگر پردہ اُٹھ گیا تو پھر سارے ہی پردے اُٹھ جائیں گے۔ اس لیے آپ بڑی تسلی کے ساتھ زندہ رہیں اور گھبراہٹ کے بغیر زندگی جہاں تک چلتی ہے وہاں تک چلاؤ۔ اگر آگے نہیں چلتی' گھوڑا رک گیا تو آرام سے اُتر جاؤ۔ اب اس کو نعلی ٹانکیں لگانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ گھوڑا چلنا یہاں تک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر آدمی جس کو میں نے پیدا کیا ہے اس کا ہر Fraction of Second تک حساب لکھا ہوا ہے۔ نہ کوئی حادثہ اس زندگی کو کم کر سکتا ہے' نہ کوئی احتیاط اُسے زیادہ کر سکتی ہے۔ تمہاری احتیاطیں بیکار ہیں اور تمہارے حادثے بیکار ہیں۔ یہ اس کا اَمر ہے جو چلتا جا رہا ہے۔ تم سمجھتے ہی نہیں ہو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا اَمر چلتا جا رہا ہے جس نے لانا بھی ہے اور بلانا بھی اُسی نے ہے۔ اب ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ کام سارا اللہ آپ ہی کرتا جا رہا ہے' درمیان میں صرف آپ کی باتیں ہیں۔ آپ اللہ کو اس کائنات کے حوالے کیے اپنا سلام پیش کرو اور کہو کہ جو کچھ تو کر رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے' ہم راضی ہیں' ہمیں یہ تسلیم ہے اور سلام ہو آپ کے پیغمبر ﷺ پر اور درود ہو' ہزاروں لاکھوں درود ہوں۔ یارب العالمین ہمیں زندگی کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں خوش رہنے کی توفیق عطا فرما۔ یارب العالمین ہمیں اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرما۔ ہم پر یہ

راستہ آسان کر۔ اور ہمارے خیال اور احساس کے اوپر جو بوجھ ڈالا جا رہا ہے اسے اپنی مہربانی سے دور فرما۔ یا رب العالمین ہم پر کوئی بوجھ نہ ڈال' ہمیں آزمائش سے نہ گزار' ہم پر مہربانی فرما_____

بس آپ کا عمل ہر وقت جاری رہے۔ درود شریف پڑھتے جاؤ۔ حافظ صاحب آپ درود شریف سُنا دیں۔ حافظ صاحب کو درود کا بڑا شوق ہے اور یہ نیک شوق ہے۔ یہ حافظ صاحب کی مہربانی ہے_____

حافظ محمد شریف صاحب :

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا و مولنا محمد صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم اسمہ مکتوب مرفوع منقوش فی الوح والقلم سید العرب والعجم جسمہ مقدس معطر مطہر منور فی البیت والحرم شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ صدا العلیٰ نور الھدیٰ کھف الوریٰ مصباح الظلم جمیل الشیم شفیع الامم صاحب الجود والکرم واللہ عاصمہٗ والجبریل خادمہٗ والبراق مرکبہٗ والمعراج سفرہٗ و سدرۃ المنتھیٰ مقامہٗ وقاب قوسین مطلوبہٗ والمطلوب مقصودہٗ والمقصود موجودہٗ

سید المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین انیس الغربین رحمته للعالمین راحة العاشقین مراد المشتاقین شمس العارفین سراج السالکین مصباح المقربین منحب الفقراء والغرباء والیتمیٰ والمساکین اَغِثنَااَغِثنَااَغِثنَا یا رسول الثقلین صلی اللہ علیک وسلم! اِغِثنِی یا حَبیبی اِ غِثنِی یا حَبیبی اِغِثنِی یا حَبیبی ! صلی اللہ علیک وسلم! سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین وسیلتنا فی الدارین صاحب قاب قوسین محبوب رب المشرقین و رب المغربین جد الحسن والحسین مولنا و مولی الثقلین ابی القاسم محمد ابن عبد اللہ نور من نور اللہ یا ایھا المشتاقون بنور جمالہ بلغ العُلیٰ بکمالہ کشف الدجی بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہ وا صحابہ وسلموا تسلیما۔ _____ سب دعا کریں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعینا سیدنا و سندنا و مولنا محمد و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اھل بیتہ اجمعین. آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین _____

(ترتیب: ڈاکٹر خدوم محمد حسین)

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف _____ حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(مخلوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)
17	گفتگو۔4	(سوال جواب)

18	گنگو۔5	(سوال جواب)
19	گنگو۔6	(سوال جواب)
20	گنگو۔7	(سوال جواب)
21	گنگو۔8	(سوال جواب)
22	گنگو۔9	(سوال جواب)
23	گنگو۔10	(سوال جواب)
24	گنگو۔11	(سوال جواب)
25	گنگو۔12	(سوال جواب)
26	گنگو۔13	(سوال جواب)
27	گنگو۔14	(سوال جواب)
28	گنگو۔15	(سوال جواب)
29	گنگو۔16	(سوال جواب)
30	گنگو۔17	(سوال جواب)
31	گنگو۔18	(سوال جواب)
32	گنگو۔19	(سوال جواب)
33	گنگو۔20	(سوال جواب)
34	گنگو۔21	(سوال جواب)
35	گنگو۔22	(سوال جواب)
36	ذکر حبیبؐ	

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن۔لاہور

http://www.wasifalIwasif.org

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے، ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا وشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

آفرینش

صفی و الجلی و صدف

۲۴

واصف علی واصف

گفتگو-24

کاشف پبلی کیشنز
301-A، جوہر ٹاؤن، لاہور

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سرِ غریب کا
کس اَوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا

(واصف علی واصفؒ)

فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	سر !ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کسی کے بولنے کی بہت تاثیر ہوتی ہے اور کسی کی تبلیغ سے بھی کوئی اثر نہیں ہوتا؟	17
2	قرآن اور حدیث کی کچھ باتیں تو بالکل سمجھ نہیں آتیں۔اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟	25
3	یہ جو مشاہدے کا آپ نے بیان فرمایا ہے تو کیا اچانک مشاہدہ ہو جانے کو ہم رزقِ بغیر حساب میں شامل کر سکتے ہیں؟	33
4	ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ حساب سے چلو اور اللہ کہتا ہے کہ میں بغیر حساب کے رزق دیتا ہوں۔	33

5	آپ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان جنگ کر رہے ہیں تو ایک غلط ہوگا۔ ہر مسلمان کے ذہن میں جنگِ جمل اور اب ایران عراق کی جنگ آتی ہے _____	41
6	پہلے جب جمعرات کی محفل کا وقت ہوتا تو جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے کاروبار بند ہو جاتا تھا مگر اب اتوار کی چھٹی کے باوجود جمعرات کی شام کو اس وقت بھی کاروبار بند ہونے لگ جاتا ہے۔ایسا کیوں ہے؟	43
7	بزرگان یہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کو محفوظ رکھنا چاہیے۔	44
8	کیا میں نفسِ مطمئنہ کے بارے میں کچھ پوچھ لوں؟	44
9	اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو معاشرے میں یہ اظہار کرنا پڑے گا کہ میرا تو یہ خیال ہے۔	52
10	تبلیغ کی بات نہیں ہے لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔	52

﴿2﴾

1	ذکر میں توجہ یا Concentration کیسے آسکتی ہے؟	59
2	آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر والے اور یکسوئی والے مجذوب اور مجنون ہوتے ہیں لیکن صحابہؓ کی تاریخ میں تو ایسے مجذوب نظر نہیں آتے	68

3 ابھی آپ نے فرمایا کہ ماسوا کے خیال سے انسان کو نکل جانا چاہیے تو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ماسوا تو کچھ ہے ہی نہیں۔ 74

4 حضور پاکؐ پر ایمان لانے سے ہی تو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکتا ہے اور انہی کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی بات مانے گا۔ 85

5 کوئی ایسا طریقہ فرمائیں کہ دعا منظور ہو جائے؟ 96

6 میری دعا اولاد کی ترقی کے بارے میں ہے۔ 97

7 انسان کو زندگی کے کون سے حصے میں دعا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے؟ پہلے وہ بچہ ہوتا ہے، پھر جوانی کی سٹیج میں آتا ہے اور پھر آخری سٹیج میں۔ تو کس سٹیج میں دعا کی زیادہ ضرورت ہے؟ 98

﴿3﴾

1 ہمیں گھریلو حالات استوار کرنے کیلیے جو کوششیں کرنی پڑتی ہیں تو اس میں کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے اندر جو ''میں'' ہے اس کو دھچکا لگتا ہو۔ 108

2 اللہ تعالیٰ گناہ تو بخش دیتا ہے لیکن گناہ نیکی میں کیسے بدل جاتے ہیں؟ 122

3 سر! ہمارے پاس یقین ہے، علم ہے لیکن اس کے باوجود عمل نہیں بن پاتا۔ 125

4 جناب ہمیں آپ کی مسلسل گائیڈنس کی ضرورت ہے۔ 127

5 یہ جو کہتے ہیں کہ سارے کافر دوزخ میں جائیں گے تو کیا جو 131
اچھے عمل کرتے ہیں وہ بھی؟

6 بعض اوقات بہت کوشش کے باوجود اللہ کا راستہ نہیں ملتا تو ہم 139
اس صورت میں کیا کریں؟

7 میرا سوال تو نہیں لیکن میری رائے ہے کہ محبت انسان سے کرنی 156
چاہیے نہ کہ انسانیت سے۔

8 سر اگر نماز میں اللہ کے علاوہ کسی کا خیال آ جائے تو یہ کیوں ہوتا 160
ہے کیونکہ اس طرح تو اللہ سے محبت میں محرومی ہو سکتی ہے۔

﴿4﴾

1 آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں برکت آ گئی ہے' میری 167
بڑی خواہش تھی کہ آپ تشریف لائیں۔

2 یہ جو حالات بدلنے کا آپ نے فرمایا ہے تو بعض اوقات انہیں بدلنے 170
کی کوشش بہت طویل ہو جاتی ہے اور لگتا ہے کہ شاید اب بدل جائیں
لیکن وہ لمحہ نہیں آتا۔

3 سر! کیا نصیب اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے؟ 174

4 جناب عالی! کیا نصیب دعا سے یا کسی کی نظرِ کرم سے بدل سکتا ہے؟ 177

5 آپ نے شعبے کی بات کی تھی کہ وہ کیسے چُنتا ہے؟ 182

6 اگر انسان ایک شعبے میں ہے تو وہ دوسرے شعبے میں ٹرائی نہ کرے۔ 182

7 آپ نے فرمایا ہے کہ غریبی کو قبول کرو لیکن حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے؟ 183

8 سر! خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ ہم ترقی کریں۔ 184

9 خالق اور مخلوق کے تعلق کی بنا پر کسی گناہ کی درجہ بندی کیسے کی جائے اور تاریخی ادوار کے حساب سے کبھی کوئی چیز گناہ ہے اور کبھی نہیں ہے؟ 188

10 کیا وہاں سفارش کی بھی گنجائش نہیں ہوگی؟ 193

11 سر! پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کا ہم پہ کیا اثر ہوسکتا ہے۔ اس معاشرے میں ہم دوسروں کا اثر قبول کر کے جو غلطی کریں تو اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ 193

12 حالات کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ہم اس گرفت میں ہیں جو شاہین ہے اور ہم چڑیا۔ تو چڑیا اس سے کیسے بچے؟ 196

﴿5﴾

1 اکثر ہم ایک کیفیت کے بارے میں پڑھتے اور سُنتے ہیں کہ حضوریٔ قلب کوئی چیز ہے۔ سر! اس بارے میں رہنمائی فرمادیں؟ 203

2 میں نے نوکری کے لیے Apply کیا ہے۔ کیا اس کے لیے خواہش اور دعا کر سکتے ہیں؟ 212

3 آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مطمئن لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں۔ 216

4 کچھ واقعات تو ایسے آ جاتے ہیں سر! جب ہم وقتی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں۔ 222

5 رحمٰن اور رحیم کے معانی تقریباً ایک سے لگتے ہیں' پھر یہ الگ الگ کیوں ہیں؟ 227

6 جناب! انسان کے سوچنے کا جو عمل ہے' کیا وہ کسی مقام پر آ کے رُک بھی جاتا ہے؟ 229

7 آپ کی کتاب میں ''حمد'' کی ایک نظم میں آپ کا ارشاد ہے کہ ''عدم اور وجود کا خالق اللہ ہے''۔ تو وجود کا خالق تو کچھ سمجھ میں آیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ عدم کا خالق کیا ہے کیونکہ عدم تو عدم ہے' اس میں تخلیق کہاں ہے۔ 230

8 حضور! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمینوں سے اور 234
آسمانوں سے اور پہاڑوں سے فرمایا کہ تم یہ امانت لے لو تو
انہوں نے انکار کر دیا۔ تو کیا ان میں بھی کسی سطح پہ شعور ہوگا۔

﴿6﴾

1 آپ سے درخواست ہے کہ سماع کے بارے میں اپنے خیالات 241
کا اظہار فرمائیں کیونکہ طریقت کے کچھ سلسلے اس کو روا نہیں سمجھتے
اور باقی اس کو روا سمجھتے ہیں۔ اس بارے میں ہدایت فرمائیں۔
2 حضور! نماز کے لیے رغبت نہیں ہو رہی' اس سلسلے میں دعا فرما 270
دیں۔
3 دعا فرمائیں کہ نماز عادت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جائے۔ 270
4 موت کے بعد تو حساب ہوگا۔ 276

1

1 سر !ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کسی کے بولنے کی بہت تاثیر ہوتی ہے اور کسی کی تبلیغ سے بھی کوئی اثر نہیں ہوتا؟

2 قرآن اور حدیث کی کچھ باتیں تو بالکل سمجھ نہیں آتیں۔اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

3 یہ جو مشاہدے کا آپ نے بیان فرمایا ہے تو کیا اچانک مشاہدہ ہو جانے کو ہم رزقِ بغیر حساب میں شامل کر سکتے ہیں؟

4 ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ حساب سے چلو اور اللہ کہتا ہے کہ میں بغیر حساب کے رزق دیتا ہوں۔

5 آپ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان جنگ کر رہے ہیں تو ایک غلط ہوگا۔ ہر مسلمان کے ذہن میں جنگِ جمل اور اب ایران عراق کی جنگ آتی ہے_____

6 پہلے جب جمعرات کی محفل کا وقت ہوتا تو جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے کاروبار بند ہو جاتا تھا مگر اب اتوار کی چھٹی کے باوجود جمعرات کی شام کو اس وقت بھی کاروبار بند ہونے لگ جاتا ہے۔ایسا کیوں ہے؟

7 بزرگان یہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کو محفوظ رکھنا چاہیے۔

8 کیا میں نفسِ مطمئنہ کے بارے میں کچھ پوچھ لوں؟

9 اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو معاشرے میں یہ اظہار کرنا پڑے گا کہ میرا تو یہ خیال ہے۔

10 تبلیغ کی بات نہیں ہے لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔

سوال:

سر !ایسا کیوں ہوتا ہے کہ کسی کے بولنے کی بہت تاثیر ہوتی ہے اور کسی کی تبلیغ سے بھی کوئی اثر نہیں ہوتا؟

جواب:

تاثیر الفاظ کی ہوتی ہے۔ الفاظ کسی پیغمبر نے بولے تو وہ اور ہیں۔ اگر کہا کہ ''ہو جا'' تو وہ ہو گیا۔ بلکہ ارادہ کیا تو وہ ہو گیا۔ وہی الفاظ کسی اور انسان نے بولے تو اثر نہیں ہوا۔ تو الفاظ کے پیچھے جو بولنے والا ہے اس کا مخلص ہونا لازم ہے ورنہ الفاظ تو وہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل ہوتا تو وہ پھٹ جاتے مگر لوگ قرآن کی جھوٹی قسمیں کھا کے آ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اب تاثیر نہیں ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ بولنے والا صاحب تاثیر ہونا چاہیے۔ سننے والے کا مخلص ہونا ایک الگ شرط ہے یا اس کا مخلص ماحول میں ہونا ایک الگ شرط ہے۔ تو ماحول کا مخلص ہونا' بولنے والے کا مخلص ہونا' سامع کا مخلص ہونا ضروری ہے اور بعض اوقات وہ جگہ خاص ہوتی ہے جہاں وہ واقعہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں ناں کہ یہ چیز پلید تھی' ناپاک تھی۔ ناپاک تو ناپاک رہنی چاہیے مگر کمال کی بات یہ ہے کہ وہ ناپاک جو ہے پاک ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے

پیچھے جو عمل ہے وہ پاکیزہ ہوتا ہے۔ ایک ضروری واقعہ یہ ہے کہ پاکیزہ ہونے کے لیے کچھ الفاظ ایسے ہیں کہ ناپاک لوگ اس کے قریب نہ جائیں۔ تو ناپاک اس کو نہ چھوئے اور چھوئے بغیر پاکی رہ نہیں سکتی۔ اس کے اندر راز یہ ہے کہ جس شخص کی نیت پاکیزہ نہ ہو تو اس کی کیا تاثیر ہوگی۔ اور اگر نیت صاف ہو جائے تو ستر سال کا کفر ایک کلمے سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے ارادے کی بات۔ نصیب کی بات بھی ہے۔ تو ارادہ' نصیب جو ہیں یہ کفر کو مٹا سکتے ہیں اِلّا یہ کہ کسی کو خدانخواستہ کفر پر ہی موت آ جائے۔ کفر ہی تو ہمیشہ مسلمان ہوا۔ وہ اچھے مسلمان ہوا کرتے تھے جو دعا کرتے تھے کہ یا اللہ کفر ملا تا کہ اُسے مسلمان کریں۔ اس لیے یہ ایک واقعہ ہے کہ وہ مسلمان' کافروں کی تلاش میں رہا۔ پیغمبروں کی خوبی دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پوری محبتیں لے کے آئے' ارادے لے کے آئے اور آ کے ان لوگوں کے لیے کام کیا جو اسلام پر نہیں تھے۔ ان لوگوں کا نصیب دیکھو کہ انہوں نے آ کے ایسے معاشرے میں کام کیا جو معاشرہ ایسے آدمی کو قتل کر دیتا تھا۔ میں نے آپ کو ایک دفعہ بتایا تھا کہ اسلام سے قبل عرب معاشرہ اس قابل تھا کہ تباہ کر دیا جائے۔ سارے مؤرخ یہی بتاتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہوئی کہ تباہی کی بجائے رحمت بھیج دی بلکہ رحمت اللعالمین ﷺ کو بھیج دیا۔ کبھی کبھی اللہ یہ کمال کرتا ہے کہ یہ تباہ تو ہیں ہی سہی لیکن اس تباہ کو بچا لیا جائے اور پھر اس کو بچانے کے لیے کہاں کہاں سے انتظام ہوتے ہیں۔ میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں نے دریا کے کنارے ایک بچھو دیکھا جو ایک طرف چلتا جا رہا ہے۔ فرمانے لگے میں اس بچھو کے پیچھے چل پڑا۔ دریا کے

کنارے پہ وہ بچھو رکا' ایک لکڑی کا ٹکڑا آیا اور بچھو اس پہ سوار ہو گیا۔ وہ آدمی اس کے پیچھے چل پڑا۔ پار جا کے کنارے پہ وہ ٹکڑا رکا۔ بچھو اترا اور ایک طرف چل پڑا۔ یہ بھی پیچھے چل پڑے۔ یہ اللہ کے بندے تھے اور اس کی نشانیاں تلاش کرتے تھے۔ آگے وہ گئے تو ایک درخت کے قریب ایک آدمی سویا ہوا تھا۔ بچھو اس کے قریب پہنچ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب یہ اس کو ڈنگ مارے گا۔ قریب جا کے دیکھا کہ ایک سانپ اس آدمی کو ڈسنے والا ہے۔ اس سانپ کو جا کے بچھو نے ڈس لیا۔ سانپ ختم ہو گیا۔ بچھو اسی طرح واپس آیا۔ ایک لکڑی آئی اور وہ اس پہ سوار ہو کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ کہنے لگے کہ میں نے اس آدمی کو جگایا اور کہا کہ سرکار میرے لیے دعا کریں' آپ تو بہت بڑے ولی اللہ ہیں' آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ اس آدمی نے کہا کہ میں تو خدا کو نہیں مانتا۔ انہوں نے کہا کہ تم خدا کو نہیں مانتے لیکن یہ دیکھو کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے۔ یہ مرا پڑا ہے اور وہ آیا تھا بچانے والا' پتہ نہیں کہاں سے آیا تھا_____ تو اس آدمی نے کلمہ پڑھ لیا۔ اگر انسان اپنی آنکھ نشانیوں کے لیے کھلی رکھے تو میرا یہ یقین ہے کہ ہر آدمی کے لیے اس دنیا میں ایک مبلغ ایسا موجود ہے جسے آپ مبلغ نہیں کہہ سکتے بلکہ تجربہ' مشاہدہ کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً چلتے چلتے کسی نے قبرستان میں ہڈیاں دیکھ لیں' کاسۂ سر دیکھ لیا تو اُسے پتہ چل گیا کہ یہ انجام ہے۔ ایک شہزادہ تھا' اس نے جنازہ دیکھا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ زندگی کی آخری منزل یہی ہے۔ وہ بچہ تھا' گوتم بدھ اُسے کہتے تھے' تو اس نے کہا کہ اگر یہ زندگی کی آخری منزل ہے تو ہم کون سی منزل میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ ابتدائی منزل میں

ہیں۔ گوتم بدھ نے کہا کہ چھوڑو ابتدائی منزل کو آخری منزل ہی دیکھو۔ تو وہ پیچھے چل پڑا' گیان دھیان کیا اور حقیقت پالی۔ تو بعض اوقات مشاہدے کا ذرا غور سے جائزہ لیا جائے تو آپ کو زندگی کے اندر ہی حقیقت مل جائے گی۔ پھر صاحب ہوش کو صاحب یقین بنا دیا جاتا ہے۔ یہ یقین کسی بندے نے نہیں دیا۔ ابھی بندہ کوئی نہیں آیا' نہ کوئی مبلغ آیا' نہ کوئی اصلاح کرنے والا بلکہ صاحب ہوش کو صاحب یقین بنا دیا گیا۔ تو اس زندگی میں ہوش والے کے لیے الٰہیات کے مضامین بکھرے پڑے ہیں۔ اگر صرف آنکھ کو دیکھیں تو اس کے اندر ایک اور چیز ہے۔ آپ کو ایک کہانی سناتا ہوں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں جا رہا تھا کہ ایک اونٹ کو دیکھا۔ اس پر بہت بوجھ لدا ہوا تھا۔ جب وہ کیچڑ یا دلدل سے گزرا اور وہاں اس کا پاؤں پڑا تو وہ پھسلا' بوجھ کی وجہ سے گرا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی' مجھے بڑا سخت صدمہ ہوا اور تکلیف ہوئی۔ پھر ہم نے دعا کی کہ یا اللہ تُو تو مالک ہے' تو جو چاہے کر' کسی کو زندہ رکھ' کسی کو مار' لیکن یہ واقعہ میرے سامنے کیوں ہوا؟ میری تو ساری منزل ہی خراب ہو گئی کیونکہ میں تو محبت کے سفر میں آپ کی طرف آ رہا تھا' میں محبت کے کام میں تھا اور یہ میں نے دیکھا کہ سختی کا مقام آ گیا ہے' اس سفر میں مجھے غلط مشاہدہ مل گیا' مجھے ایسا مشاہدہ ملا جس سے میرا دل جل گیا۔ تو وہاں ہم نے دعا کی' بہت دعا کی۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اونٹ ہلا' بوجھ سمیت اُٹھا اور اللہ اللہ کرتے ہوئے چلا گیا۔ پھر میرے سفر کا یقین قائم ہو گیا اور میں نے کہا کہ یا اللہ تو نے میرے سفر میں یہ نشانی دکھائی ہے کہ کتنی ہی مشکلات آئیں تُو چلتا چلا جا۔ اس میں کسی پیر کی بات نہیں ہے' پڑھنے پڑھانے کی بات نہیں ہے' کسی اور

منزل کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف مشاہدہ ہے اور خلوص ہے۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے سفر پر تب تک روانہ نہ ہونا جب تک آپ کے اندر خلوص نہ ہو۔ باقی تو کئی لوگ تکلفات کرتے ہیں جھوٹ سچ بولتے ہیں' کہ آپ سے مل کے خوشی ہوئی ہے' ہم آپ کے پاس آنے والے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ کے سفر میں نہ کرنا۔ تو جاننے والے کے پاس کبھی غیر مخلصانہ Effort نہ کرنا _____ تو جگہ بھی بعض اوقات صاحب تاثیر ہوتی ہے۔ مثلاً ایک جگہ آپ گئے' بیٹھے اور پتہ نہیں کیا ہو گیا' دل ذکر کرنے لگ گیا۔ کہتا ہے پتہ نہیں یہاں کیا ہو جاتا ہے۔ کسی اور جگہ آپ جا کے بیٹھیں تو رونا شروع کر دیں گے۔ تو ایسے بھی مقام ہیں۔ کچھ جگہیں ایسی ہوتی ہیں کہ اس مقام سے گزرتے وقت انسان کو فیض حاصل ہو جاتا ہے' غصے کا' نفرت کا' محبت کا اور عرفان کا۔ اور بعض اوقات اور کیفیتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ تو وہ جگہ بولتی ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مشاہدہ بولتا ہے' چلتے چلتے آپ نے مشاہدہ دیکھا اور اس مشاہدے نے آپ کو کیا سے کیا بنا دیا۔ جس طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ تو نے یہ کیا کر دیا ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
مجو کھڑا ہوا ہوں میں حُسن کی جلوہ گاہ میں

اور پھر کہتا ہے کہ ۔

اب نہ زمیں نہ وہ زماں اب نہ مکاں نہ لامکاں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے میری نگاہ میں

تو صرف ایک بندہ آپ کے سامنے سے گزر گیا اور آپ کی دنیا بدل گئی' ایسا ہوسکتا ہے؟ کیا ایسا ہوا؟ ضرور ہوا۔ یعنی کہ ایک آدمی سفر پر جا رہا تھا اچانک ایک آدمی پاس سے گزرا تو اس کی زندگی میں انقلاب آ گیا اور سب کچھ اور سے اور ہو گیا۔ تو یہ مشاہدہ ہے۔ اسی طرح ایک آدمی ہوتا ہے جو نہیں مانتا اور ایک جگہ جاتے جاتے کسی چیز کو صرف دیکھا اور مان گیا۔ تو یہ مشاہدہ ہے کہ ؎

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سُوکھ گئے

تو یہ جو مشاہدہ ہے یہ مشاہدہ ہی مبلغ ہوتا ہے اور یہ صاحبانِ ہوش کے لیے ہوتا ہے۔ بس انسان ہوش رکھتا ہو اور عقل رکھتا ہو۔ عقل رکھنے والا انسان باتوں پہ غور کرتا کرتا سبب تک پہنچتا ہے کہ اس کا واقعہ یہ ہے' اس کا سبب یہ ہے' سورج کیوں گرم ہے' موسم کیوں بدلتے ہیں اور اس طرح واقعات ہوتے ہیں کہ سارا سیزن بدلتا ہے۔ سبب سے مُسبّب کا فاصلہ دو قدم پر ہے۔ یہ ہے صاحب ہوش کے لیے۔ تو صاحب ہوش اس کو کہتے ہیں جو نتیجے سے سبب تک پہنچے اور پھر اچانک سبب سے مُسبّب تک پہنچے۔ بیشک اتفاقاً پہنچے۔ پھر مشاہدہ آپ کو ظاہر سے باطن تک کا سفر کرا دیتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ہوا' کس نے کیا' کیسے کیا' وہ مالک ہے' ارادہ رکھتا ہے' اس کے ارادے کو چیلنج کوئی نہیں کر سکتا۔ اتنی بات سمجھ آ جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات ساتھی آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ ساتھی ایک کتاب کی طرح کھلتا ہے۔ ساتھی جسے آپ ہمسفر یا رفیقِ طریق کہتے ہیں' وہ کھلتا ہے' کتابوں کی طرح کھلتا ہے اور پھر غور و فکر کرتے کرتے آپ کو منزل کی سمجھ آ جاتی ہے' سچ جھوٹ سمجھ آ جاتا ہے۔ بعض اوقات حادثہ آپ

کو نیک بنا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جانے ایسی کیا بات ہوگئی کہ خطرہ پیدا ہو گیا' کشتی ڈوبنے لگ گئی تھی' یک لخت کلمہ منہ سے نکلا اور لوگ مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ تو حادثہ انسان کی زندگی میں ایسا انقلاب پیدا کر دیتا ہے کہ صاحبانِ نصیب کسی اور منزل پہ چلے جاتے ہیں۔ پھر ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ حادثہ ہو گیا' مشاہدہ ہو گیا اور نیک بخت کو راستہ مل گیا۔ تو خوف تو اُسے انسان بناتا ہی ہے لیکن بعض اوقات احسان جو ہے وہ انسان کو بدل دیتا ہے کہ دینے والے نے حق سے زیادہ دے دیا۔ اب جو خوش نصیب ہیں ان کی گردنیں جھک جاتی ہیں' سر جھک جاتے ہیں اور سجدہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ میرا حق نہیں تھا' میں اس قابل کہاں تھا' میں تو فنا کا بندہ تھا' یہ میں بقا کے پاس کیسے چلا گیا۔ یعنی کہ کسی کا احسان جو ہے وہ مومن بنا جاتا ہے۔ تو توجہ جو ہے یہ مقام کا نام ہے' جگہ کا نام ہے۔ یہ صرف خلوص والے پر اثر کرے گا' دوسرے پر اثر نہیں کرے گا۔

ایک اور کہانی سنو۔ ایک بزرگ نے سنا کہ کسی اور علاقے میں بزرگ ہیں۔ وہ ان کو سلام کرنے کے لیے گئے کہ دیکھیں تو سہی یہ کیسے درویش ہیں۔ صبح کا وقت تھا' نماز ہو رہی تھی' وہ بزرگ جماعت کرا رہے تھے۔ آنے والے بزرگ نے نماز پڑھ لی۔ نماز کے دوران انہوں نے غور کیا کہ تلاوت کا تلفظ ٹھیک نہیں ہے۔ انہوں نے نماز توڑ کے علیحدہ پڑھ لی۔ نماز کے بعد اُن سے ملا' انہوں نے سلام دعا کی' یہ نہیں پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ تو یہ واپس آ گئے۔ مہمان بزرگ کو راستے میں ایک شیر ملا۔ شیر نے گرج لگائی۔ اس کی گرج سُن کر وہ بابا جی آ گئے جو نماز کے امام تھے۔ انہوں نے شیر سے کہا کہ اے اللہ کے کُتے! تو نے ہمارے مہمان

کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہے' یہ تو بزرگ آدمی ہے' درویش آدمی ہے' اس کو تو کیوں کھائے گا؟ شیر واپس چلا گیا۔ انہوں نے کہا باباجی آپ نے یہ مقام کہاں سے لیا؟ باباجی کہتے ہیں کہ مقام کی بات چھوڑ' تو تلفظ صحیح کر _____ بات یہ ہے کہ خدا کے جو بندے ہیں وہ تلفظ کی نہیں بلکہ خلوص کی بات کرتے ہیں ۔

دل کی گہرائیوں سے جب نکلے
پھیلتی جائے بات کی خوشبو

اگر بات دل کی گہرائی سے نکلے تو وہ پھیلتی جاتی ہے۔ دل ایک ایسا مقام ہے جس کے خلوص سے جو الفاظ نکلیں' جب کے بھی ہوں' اثر کریں گے۔ ایک کلامِ الٰہی ہے' اس کلام میں شک ہی نہیں ہے۔ اور یہ دلوں سے نکلی ہوئی بات دلوں تک جاتی ہے۔ الٰہیات کی بات ایسی ہے کہ جب تک یہ کائنات ہے یہ الفاظ چلتے جائیں گے۔ اس کو معجزہ کہو یا کچھ اور کہو' بس یہ بات چلتی جائے گی _____ تو آپ کے سوال کا جواب کیا ہوا؟ کہ یہ خلوص جو ہے یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ اگر آپ مخلص ہو جائیں تو توجہ کا مقام ہر جگہ ہے۔ قرآن سنتے وقت ایک بات یاد رکھیں کہ یہ میرے اللہ کا لفظ ہے۔ اگر اُسے مصنف کہیں تو یہ اس کا لکھا ہوا ہے۔ خالق کہہ لو' بولنے والا کہہ لو' تو یہ اللہ کا لفظ ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ تک کی زبان سے نکلا ہے۔ قرآن سُننے میں دو ذاتوں کے ساتھ تعلق ہے' ایک جس نے لفظ ایجاد فرمائے یا دیئے اور دوسری ذات وہ جس نے ادا فرمائے۔ اس طرح آپ کا ایمان مکمل ہو گیا۔ قرآن سننے میں ہی ایمان کامل ہو گیا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکمل ہو گیا۔ کہ اللہ کا کلام' اللہ کے محبوب

ﷺ کی زبانی اور ہمارے لیے آج تک Preserve رہا ہے ورنہ ہم کہاں جاتے۔ تو یہ شکر کرو کہ آپ تک یہ کلام پہنچ گیا۔ تو اللہ کا کلام اللہ کے حبیب ﷺ کی زبان سے نکلا اور آپ لوگوں تک بات پہنچی۔ سمجھ آئے کہ نہ آئے یہ لفظ اور کہیں نہیں ہوگا اور اس سے زیادہ مقدس کوئی چیز نہیں ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ آپ کو سننے کا بلکہ صحیح سُننے کا موقع عطا ہو _____

اور کوئی سوال _____ پوچھو _____

سوال:

قرآن اور حدیث کی کچھ باتیں تو بالکل سمجھ نہیں آتیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

جواب:

جتنی جَست لگانے کا اختیار ہو تو وہاں تک پہنچو۔ ایک خبر جو آپ کے پاس آتی ہے وہ اخبار سے آتی ہے' سنسر ہو کے آتی ہے' تفصیلات کا پورا پتہ نہیں ہوتا' سُنی سنائی بات ہوتی ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ اگر بظاہر بات پوری نہ بھی ہو تو حضور پاک ﷺ کی حدیث پوری ہو کے رہتی ہے۔ یہ جو معانی بیان کیے جاتے ہیں اس کے اور معنیٰ بھی ہو سکتے ہیں۔ مقصد یہ کہ یہ کب کا واقعہ ہے' کب نکلے گا' یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور اللہ کے کام کیا ہوتے ہیں؟ اللہ کی بات تو اللہ کی بات ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ اللہ کی بات ہے تو اسے سچ ہی مانو اور اسے دیکھتے جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جھگڑا کر بیٹھو۔ اللہ کی کئی باتیں ایسی ہیں جو سمجھ نہیں آتیں۔ مثلاً اللہ نے کہا کہ ہم نے مسلمانوں کو فلاح دے

دینی ہے' تو ایسا ہوا تو نہیں۔ پھر کہا کہ قیامت قریب ہے۔ تو قیامت قریب کہاں ہے' چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ پریشان ہو جائیں۔ بہر حال اللہ کی بات صحیح ہے' سمجھ آئے تو بھی صحیح ہے اور سمجھ نہ آئے تب بھی صحیح ہے۔ تو آپ کو میں نے یہ بات بتا دی۔ کیا کہا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فرشتے ہیں۔ کیا آپ نے دیکھے ہیں؟ ہم نے تو نہیں دیکھا۔ اب آپ کیا کہتے ہیں کہ وہ ہیں؟

سوال:

جی ہاں فرشتے ہیں!

جواب:

تو یہ کیسے ثابت ہوا؟ اس لیے کہ یہ بات کہنے والی ذات صادق ﷺ ہے۔ تو یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ کے محبوب ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ فرشتے ہیں۔ یہ اسلام کا ڈاڈھا پن ہے کیونکہ صداقت کی جتنی باتیں ہیں وہ Verify ہو سکتی ہیں۔ مثلاً دو اور دو چار ہوتے ہیں' اس کو اُس سے ملاؤ تو یہ بن جاتا ہے _____ تو ہر چیز Verify ہو سکتی ہے۔ اسلام نے ایسی صداقت دی جو آپ Verify نہیں کر سکتے۔ شروع کے مسلمانوں کا یہ کہنا تھا کہ خدا کو تو ہم نے دیکھا نہیں اور یہ جو پیغمبر ﷺ ہیں ان سے محبت ضرور ہو گئی ہے' انہیں ہم نے سچا مانا اور ان کے کہنے پر ہم نے خدا کو مان لیا۔ اب ماننے میں کیا حرج ہے' اب تو مان لیا۔ لیکن اللہ سے کوئی Dealing نہیں ہے' اس سے آمنا سامنا نہیں ہونا۔ اُسے مان لیا تو خدا نے کہا کہ یہ پیغمبر ﷺ ہیں اور پیغمبر ﷺ کہتے ہیں کہ وہ خدا

ہے۔تو انہوں نے دونوں کو مان لیا۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ خدا کو تو مان لیا مگر پھر خدا کی طرف سے بھی پیغمبر بولے کہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں۔ بات اتنی ساری ہے کہ دونوں مقامات طے ہو گئے۔ یہ ہے اس ذاتِ پاک ﷺ کا مقام کہ وہ ذات ایسی ہے کہ خدا کو منوالیا۔ پیغمبروں کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ دکھائے بغیر انہوں نے خدا کو منوالیا' ان لوگوں سے جو دیکھے بغیر کسی کو مانتے نہیں۔ تو انہوں نے دکھائے بغیر خدا کو منوالیا۔ ایسی صداقت منوالی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ہے' فرشتے ہیں' وہ آتے جاتے رہتے ہیں' تمہارا یہاں ہونا ہے' یہ زندگی ہے اور یہ ختم ہو جائے گی۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے مگر پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بعد ایک اور زندگی آنی ہے۔ لیکن اس کا ثبوت کوئی نہیں ہے۔ ثبوت کے بغیر عقل مند لوگوں سے ایک ایسی صداقت منوا لینا بڑا کمال ہے۔ پیغمبروں کی عظمت اسی بات میں ہے۔ انہوں نے یہ منوالیا کہ ایک زندگی آنے والی ہے۔ کافروں نے ایک مرتبہ کہا کہ آپ کے پیغمبر کہتے ہیں مجھے معراج ہوا تو انہوں نے کہا اگر آپؐ کہتے ہیں تو ضرور ہوا ہو گا۔ تو یہ ہے اعتقاد۔ اور ایمان کیا ہے؟ کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ ایمان ہے اور سچی بات یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے' آپ ﷺ کہیں کہ اللہ ہے تو اللہ ہے' آپؐ کہیں کہ نہیں ہے تو ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے ماننے کی بات۔ صلح حدیبیہ میں کافروں نے کہا کہ اپنا مقام نہ لکھیں یعنی محمد رسول اللہ نہ لکھیں بلکہ محمد ابن عبداللہ لکھیں۔ اب اسی بات کی تو صداقت تھی' یہی عقیدہ تھا اور اسی Base پہ محبت تھی کہ آپؐ رسول ہیں اور ہم رسولؐ کے ساتھ ہیں۔ مگر کافروں نے کہا کہ یہ ٹائٹل

ہٹادو۔تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر ٹائٹل ہٹادو تب بھی ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔تو یہ ان کی خوبی تھی۔عقیدے کی خوبی یہ ہے۔آپ لوگ بھی یہ کہا کریں کہ اسلام بچتا ہے کہ نہیں بچتا' رسول ﷺ کی محبت بچ جائے۔آپ اس بات پہ پکے ہو جاؤ۔ بے شک رسول ﷺ کا مقام سمجھ نہ آئے۔رسالت کے مقام کو سمجھنے کی کوشش نہ کرو کیونکہ یہ آپ نہیں کر سکتے۔وہ اور مقام ہے۔یہ خوبیوں کی بات نہیں۔ان کو ماننے والا بھی وہی خوبیاں اپناتا ہے لیکن وہ مقام اور ہے۔حضور پاک ﷺ کے عمل کے مطابق عمل کرنے والا زیادہ سے زیادہ اچھا اُمتی بن جائے گا۔تو ان کی خوبی یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کا دیا ہوا مقام ہے۔باقی جو تمہارا عمل ہے وہ تمہارا ہے' وہ منظور ہو تو ہو' نہ ہو تو نہ ہو۔شیطان کے سارے سجدے اللہ نے منظور نہیں کیے۔ اُسے کہا کہ چلو دوڑ جاؤ۔تو اُسے وہاں سے اُٹھا دیا۔یہ اللہ کے راز ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ کو سمجھے بغیر ماننا ہے' جاننا نہیں ہے۔یہ بات یاد رکھ لو کہ اُسے جاننا ہے۔ جاننا تم نے دماغ سے ہے اور وہ دماغ کا خالق ہے' تو کیا جانو گے۔بس یہ کہو کہ ہم نے مان لیا۔یہ بات سمجھ نہیں آئے گی کہ چھ دن میں پوری کائنات کیسے بنالی اُس نے' تو اُسے سمجھے بغیر ہی مان جاؤ۔آپ کہو کہ اس نے چھ دن میں پوری کائنات بنالی۔وہ اگر کہے کہ تم نے مر جانا ہے تو یہ کہو کہ ہم نے مر جانا ہے۔کوئی کہے کہ تم اب زندہ کیسے ہو گئے ہو تو کہو کہ اس نے کہا ہے تو زندہ ہو گیا ہوں۔اُس کے لیے پہلے کون سا مشکل تھا آپ کو پیدا کرنا' تو اب کیا مشکل ہو گی۔آپ بات سمجھے ہیں؟ جو وہ کہے وہ سچ ہے اور اگر کوئی اور کہے تو Verify کرو۔سمجھے بات؟ وہاں سے آنے والی سچائی جو ہے وہ الہام ہے' وہ جو کہے اُسے مان لو۔اگر کوئی یہ

کہے کہ میں نے دیکھا تھا کہ شہر میں شیر دوڑ رہا تھا تو اُسے کہو کہ دیکھیں گے تو مانیں گے۔ ثابت یہ ہوا کہ اگر خبر دینے والا صادق ہے تو خبر سچی ہے۔ تو ایمان کیا ہوا؟ اعتمادِ ذات ____ ذات اگر صداقت رکھتی ہے تو اس کی ہر بات صداقت ہے۔ تو اصل میں کہانی اتنی ساری ہے۔ ایک بندہ' اس کائنات میں' اپنے علاوہ' ایسا ضرور ڈھونڈ لو جو آپ کو آپ سے زیادہ جانتا ہو۔ یعنی کہ اس کی صداقت پر آپ کو کم از کم 51% اعتماد ہو۔ بس پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ سارا کام تو آپ خود نہیں کر سکتے۔ بس اعتماد بحال ہو جائے۔ غیب پر اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ حال کو تسلیم کرنا' حاضر کو تسلیم کرنا۔ صاحبانِ عقل کے لیے ایک پہلا کام ہے' اور یہ پہلا کام بڑا مشکل ہے' کہ پہلی بات جو تسلیم کرنی ہوتی ہے وہ آپ زبان سے کہہ دو کہ ربنا ما خلقت هذا باطلا یہ جو کچھ ہے' جو آپ نے تخلیق فرمایا' خیر بھی' شر بھی' دوست بھی' دشمن بھی' یہ باطل نہیں ہے اے میرے رب۔ اور سب سے بڑا حق یہ ہے کہ یہاں حق ہی حق ہے' کفر بھی حق ہے اور اسلام بھی حق ہے' اپنے اپنے فنکشن ہیں' یہ فنکشن جاری رہنے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ ایسا خالق ہے کہ وہ بڑا خوش ہو کے بیان فرماتا ہے کہ میں نے دن بنایا' میں نے رات بنائی' ہم نے عزت بنائی' ذِلت بنائی' ہم نے خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا ہم نے زندگی بنائی' موت بھی بنائی' مشرق بنایا تو مغرب اس سے پہلے بنایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں ہر ایک کو رزق دیتا ہوں' اس کائنات میں جو مخلوق ہے' ذی جان ہے' اس کا رزق میرے ذمہ ہے۔ اور ایک بندہ سویرے سے بھوکا بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کا رزق کس کے پاس ہے؟ یہ اسی کے پاس ہے۔ رزق یہ نہیں ہے

کہ اس کے پاس روٹی ہو رزق یہ بھی ہے کہ اس کے پاس عقیدہ ہو رزق مال بھی ہے رزق حال بھی ہے خیال بھی ہے۔ جس آدمی کو اس نے جیب میں کم رکھا پیٹ میں ذرا کمزور رکھا تو اس کا خیال روشن فرما دیا۔ تو رزق وہ دیتا رہتا ہے۔ تو صاحبانِ عقیدہ کو ایک چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ہے تسکین اور روشنی۔ تو اسے روشنی مل جاتی ہے۔ اسے وہ روشنی مل جاتی ہے جس سے وہ چیزوں کو ان کے حقیقی معنوں میں دیکھتا ہے۔ مثلاً ایک بہت خوب صورت سانپ تھا اسے کہا گیا کہ یہ تیری موت ہے۔ اب اس نے حقیقت پہچان لی کہ وہ سانپ دیکھ رہا ہے جو کہ اس کی موت ہے۔ تو یہ ہے چیزوں کو ان کی ماہیت کے مطابق پہچاننا۔ یہ اللہ کے فضل سے ہوتا ہے ورنہ نہیں ہوتا۔ آپ لوگ چیزوں کے ظاہر تک مانوس ہوتے ہیں کہ وہ خوب صورت ہے۔ اس خوب صورت کو تم نے کیا کرنا ہے پتہ نہیں وہ کون ہے اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ اس لیے چیزوں کو ظاہر سے باطن کی طرف پہچانو۔ ان باتوں کو تسلیم کرو اور بحث نہ کرو۔ حضور پاک ﷺ کی ذات کو بلند مانو تو فیض ملے گا۔ فیض کیا ہوتا ہے؟ وہ چیز جسے وہ تمہارے لیے مناسب سمجھیں۔ روشنی ضرور ملتی ہے۔ میں آپ کو صحیح بتا رہا ہوں۔ بعض اوقات وہ تکلیف دے کے خیال روشن کر دیتا ہے۔ چلتے چلتے ایک شخص کو پریشان کر دیا اسے ٹھوکر لگا کے فیض دے دیا۔ بابا بلھے شاہؒ کہتے ہیں ناں کہ ؎

جد ماری سی اڈی مل گیا پیا

یعنی جب ایسا مقام آیا تو آگے سے کچھ اور نکل آیا۔ ہم کسی اور طرف جا رہے تھے اور دیکھا تو کسی اور دنیا میں جا پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مہربانی فرماتا

ہے اور محنت کرنے والوں کو منزل دیتا ہے' نصیب والوں کو منزل دیتا ہے اور بعض اوقات نہ ماننے والوں کو بھی دے دیتا ہے۔ حالانکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں مانتے کہ کوئی منزل ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ نہ مانو۔ پھر دیکھا تو منزل کا مقام آ گیا ہوتا ہے۔ یہ اس کے اپنے کام ہیں۔ دعا یہ کرو کہ آپ کا آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے بہتر ہو۔ تو یہ دعا کیا کرو۔ دعا کرو کہ آپ کا ظاہر بھی خوب صورت ہو اور باطن بھی خوب صورت ہو بلکہ باطن جو ہے وہ ظاہر سے زیادہ خوب صورت ہو۔ اگر باطن دریافت کرنے والی نگاہیں مل جائیں تو باطن خوب صورت ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب کسی کو کسی کے ساتھ محبت ہو جائے تو وہ کہیں نہ کہیں سے کنگھی ڈھونڈ لیتا ہے اور شیشہ ڈھونڈ لیتا ہے' کہتا ہے کہ محبت ہو گئی ہے' اب کیا کیا جائے؟ تو اس کو سرمہ سلائی کا استعمال آ جاتا ہے۔ اگر ذرا سی محبت ہو جائے تو باقی کے سارے Environment خود بن جاتے ہیں۔ بس یہ ہے کہ آپ دل میں کچھ پیدا کر لو تو ہر چیز درست ہو جائے گی' سارے واقعات صحیح ہو جائیں گے۔ ایسا ہوتا ہے ناں کہ پھر وہ جیب میں کنگھی رکھتا ہے۔ تو یہ محبت والا بندہ ہے۔ دعا کرو کہ اللہ کا فضل ہونا چاہیے اور جب فضل ہو جائے تو پھر سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں' کبھی منزل پر پہنچنے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی منزل قریب آ جاتی ہے۔ ایک بزرگ نے واقعہ بتایا تھا۔ یہ بڑا سننے والا واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک جگہ ہم گئے تو وہاں پیر صاحب کی محفل تھی' لوگ بڑی عقیدت سے وہاں آ رہے تھے' ڈھول بجا رہے تھے' دھمال ڈال رہے تھے۔ اپنے پیر کے ہاں حاضری میں تھے تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ وہاں ایک بابا بیٹھا تھا جو رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ تو

دھمالیں ڈال کے پیر کو خوش کر لیں گے مگر میں تو بوڑھا ہوں' مجھے تو دھمال کی توفیق ہی نہیں ہے' اب میں کیا کروں' میں کس صفت سے اُسے خوش کروں۔ آخر میں کہتا ہے کہ میں تجھے کیسے پسند آؤں' تو پسند کر لے تو کر لے مگر میرے پاس تو کوئی شے نہیں ہے۔ بابا رویا تو سب لوگ رونے لگ گئے _____ تو بات یہ ہے کہ کبھی صفت پسند آتی ہے اور کبھی ویسے ہی ذات پسند آ جاتی ہے' یہ ذات بغیر کسی صفت کے پسند آ جاتی ہے۔ پھر لوگ کہتے ہیں کہ اس کو کیوں ساتھ لیا ہے قافلے میں' اس میں کیا صفت ہے کہ اس کو قافلے میں ملا لیا۔ کہتا ہے کہ یہ تو یہیں رہے گا۔ ایک اور بے تعلق بات دیکھو۔ اگر کسی پیر صاحب کی ایک محفل ہو' محفل خانہ ہو' وہاں لوگوں کا آنا جانا ہو' تو ان لوگوں کو روٹی پکا کر دینے والا لانگری کہلاتا ہے۔ اگر پیر اور پیر کی محفل بخشی گئی تو اس میں لانگری پہلے بخشا جائے گا۔ حالانکہ وہ لانگری پیر صاحب کے خیال میں شامل ہی نہیں ہوا' صرف روٹی میں شامل ہے۔ تو ایک قافلے میں' خیال کے قافلے میں شامل ہونے والا غیر متعلق آدمی بھی وہاں پر اسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں خیال والا پہنچتا ہے۔ تو منزل پر جانے والوں میں بعض اوقات غیر متعلق بندہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ تو کسی کے ساتھ سنگت کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ خیال کے احوال پہچان جائیں' سنگت ذات کے ساتھ کریں۔ پھر صفات خود بخود ہی Share ہو جائیں گی۔ اس طرح آپ پار ہو جائیں گے _____

بولیں _____ اور کوئی سوال _____

سوال:

یہ جو مشاہدے کا آپ نے بیان فرمایا ہے تو کیا اچانک مشاہدہ ہو جانے کو ہم رزقِ بغیرِ حساب میں شامل کر سکتے ہیں

جواب:

اس کو حساب کے بغیر میں شامل کیا جائے گا۔ اس کا الگ حساب ہے۔ یہ بے حساب یا Exception جو ہے اس کا اپنا Rule ہے۔

سوال:

میں اپنا سوال پھر عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ حساب سے چلو اور اللہ کہتا ہے کہ میں بغیر حساب کے رزق دیتا ہوں

جواب:

جب تک آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی دوسری بات بھی سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ سوال بنیادی ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے انسان کو یہ بنیادی بات سمجھنی چاہیے کہ وہ کرتا کیا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ خالق ہے Paradoxes کا۔ اور دونوں اس کی اپنی صفات ہیں۔ وہ رحمان ہے اور قہار بھی ہے۔ یہ دونوں اس کی اپنی خوبیاں ہیں۔ وہ دیتا ہے اور لیتا بھی وہی ہے۔ کہتا ہے کہ میں بندے پیدا کرتا ہوں۔ اور مارتا بھی وہی ہے۔ اس کا مارنا اتنا خوب صورت ہے جتنا پیدا کرنا۔ جب تک آپ کو یہ سمجھ نہ آئے' آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ خیر بھی اتنی صحیح ہے جتنا کہ شر۔ لیکن آپ نے شر کو خود سے دور رکھنا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ پورا مقام ہے۔ کسی بزرگ یا پیغمبر نے یہ دعا

نہیں کی کہ یا اللہ شیطان کو مار دے اور نہ کسی نے شیطان کی بخشش کی دعا کی۔ وہ رہے گا' اس نے رہنا ہی ہے۔ اگر رہنا ہے تو پھر رہنا ہی چاہیے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کیا سوال کر رہے ہیں۔ آپ یہ سوال کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب کیسے کرتا ہے اور بے حساب کیسے ہے۔ بات ہے یشاء کی یعنی کہ چاہنا۔ اب اس کا چاہنا جو ہے لوگ سوچ سوچ کے تھک گئے کہ یہ چاہتا کیا ہے؟ حساب کی بات تو ہے۔ اب یہ سوال بنیادی طور پر کافروں نے کیا کہ یا اللہ یہ بندہ ہم میں سے ہے' کل تک ہمارے ساتھ تھا' خاندان بھی ہمارا ہے' علم اور تعلیم بھی نہیں ہے' کاروبار والا یا امیر آدمی بھی نہیں ہے' اور تو کہتا ہے کہ میں نے اس کے لیے کائنات بنائی۔ آدھے لوگ تو یہیں پر پاگل ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیا' یہ ہم نہیں مانتے' ہم کیسے مان لیں۔ تو یہ ہے یشاء _____ اللہ کی مرضی کہ وہ جس کو چاہے دے دے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ نبیؐ تمہی لوگوں میں سے ہے۔ یہاں پر ان لوگوں نے Protest کیا کہ اگر ہم میں سے ہے تو پھر ہم کیوں نہیں' ہم علم رکھتے ہیں' پیسہ رکھتے ہیں' تیرا کام کرتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ نہیں' یہ میری مرضی کی بات ہے۔ تو اس کی Domain الگ ہے۔ اور ان کو اللہ نے سب علم دے دیا تعلیم کے بغیر۔ اس طرح علم والے پاگل ہو گئے' ان کے پاس صرف تعلیم ہے اور علم نہیں ہے۔ علم والے جو ہوتے ہیں وہ مستقبل کو نہیں دیکھتے اور تعلیم والا جو ہے وہ مستقبل کو دیکھتا ہے۔ تعلیم والے سے پوچھو کہ یہ آپ کیا کر رہے ہو تو وہ کہتا ہے کہ میں مشکل وقت کے لیے کام کر رہا ہوں' آنے والے زمانے کی بات سوچ رہا ہوں' Tomorrow کی بات۔ اسے کہو کہ تم Tomorrow کی بات تو کر

رہے ہو لیکن Day after tomorrow کیا ہوگا؟ کیا اس کی بات بھی سوچی؟ تعلیم والا کہتا ہے کہ اس کی بات کیا ہوتی ہے؟ کہتا ہے کہ اس وقت تم ختم ہو جاؤ گے۔ پھر کیا ہو گا؟ پھر وہاں ایک اور دنیا آ جائے گی۔ یہ اللہ کے کام ہیں _____ وہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت سے نوازتا ہے' بادشاہ بناتا ہے قل اللھم مٰلك الملك توتی الملك من تشاء بغیر ثبوت کے اس کی ملکیت ہے۔ ثبوت کیا ہے؟ اگر ایک آدمی اپنا نام خدا رکھ لے تو لوگ کہیں گے کہ عقل کر بھئی۔ مگر وہ کہے گا کہ میں خدا ہوں' یہ زمین اور آسمان میں نے بنائے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ پہلے خدا نے کون سا ثبوت دیا ہے' تم اس کو ثبوت کے بغیر مان گئے ہو اور مجھے تم مانتے نہیں ہو اور مجھ سے ثبوت مانگتے ہو۔ پھر کہتا ہے کہ تم یہ کیا کرتے ہو' بس اس کی بات چل گئی ہے اور ہماری چلتی نہیں ہے کیونکہ ہم بندے ہیں' ہم کمزور ہیں اور وہ طاقت ور _____ تو وہ شخص بہت رویا اور سب کو رلایا۔ بات سمجھ آئی؟ کہ ہم میں ایک عیب یہ ہے کہ ہم انسان جو ہوئے' فانی جو ہوئے۔ تو اللہ کہتا ہے کہ ہم مالک ہیں ملک کے' دیتے ہیں ملک جس کو دیتے ہیں ارادہ' اور لے لیتے ہیں ملک اس سے جب ہماری مرضی ہو۔ وتعز من تشاء وتذل من تشاء اور دیتے ہیں عزت جسے چاہتے ہیں اور دیتے ہیں ذلت جسے چاہتے ہیں۔ تو یہ مشاہدے کی بات ہے۔ اگر یہاں ایک آدمی صاحب عزت بیٹھا ہے تو اس کی عزت تو ہو رہی ہوتی ہے۔ اس نے کسی زمانے میں ایک آدمی کو Offend کیا تھا' گالی دے دی تھی' لیکن اس وقت وہ معتبر لوگوں میں شامل ہو گیا ہے' داڑھی ہے اور خطبہ دے رہا ہے۔ تو وہ آدمی پرانی

رنجش لے کے آ گیا اور کہنے لگا کہ تو بڑا مولوی بنا بیٹھا ہے _____ یعنی کہ ماحول بدل جائے تو بندہ بدل جاتا ہے۔ تو اللہ کس طرح بے عزتی کراتا ہے؟ وہاں پر وہ آدمی آ جائیں جو آپ کو ناراض کرنے والے ہوں۔ اور اگر اللہ نے عزت کرانی ہو تو اچانک بندے آ جائیں گے اور کہیں گے کہ سرکار آپ تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں' ہم ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گئے۔ شمس تبریزؒ ڈھونڈتے ہوئے آ گئے اور کہا کہ آپ رومیؒ ہیں؟ دونوں مل کے روئے' کیا یوسف زلیخا کی کہانی ہے۔ تو وہ اس طرح عزت کراتا ہے۔ بیدك الخیر تیرے ہاتھ میں خیر ہے' جو چاہے تو کرتا ہے انك علٰی کل شیءٍ قدیر سب چیزوں پہ وہ قادر ہے۔ یعنی تمام تضادات پر قادر ہے۔ مثلاً بندہ امیر پیدا ہوا اور غریب ہو کے مر گیا' غریب پیدا ہوا اور امیر ہو کے مر گیا' کافر پیدا ہوا تو مومن بن گیا' مومن پیدا ہوا تو کافر بن کے مر گیا' ہونے سے نہ ہونا ہو گیا اور نہ ہونے میں ہوتا جا رہا ہے۔ ہونے سے نہ ہونا روزانہ ہوتا ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ یہ ہونا اور یہ نہ ہونا روز ہوتا جا رہا ہے۔ تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل وہ رات سے دن اور دن سے رات نکالتا ہے۔ یہ روز کا مشاہدہ ہے تخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی وہ موت سے زندگی نکالتا ہے اور زندگی سے موت۔ کچھ لوگ زندگی میں مر گئے اور کچھ لوگ مر کے بھی آج تک دیئے جلائے ہوئے ہیں۔ تو وہ یہ کرتا ہی رہتا ہے۔ وترزق من تشاء بغیر حساب وہ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے' مال دیتا ہے۔ تو وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ میں مالک ہوں' زندگی

موت دیتا ہوں' اور میں جس کو چاہوں بے حساب دوں اور جس کو چاہوں اس کے میں جمیع گناہ معاف کر دیتا ہوں اور جس کو چاہوں اس کی معصیت کو مغفرت میں بدلنے کے بعد اس کو نیکی بنا دیتا ہوں۔ اگر کوئی بہت بڑا گناہ گار ہے تو اسے بہت بڑی رحمت دے دیتا ہے' اس کے جتنے گناہ ہوتے ہیں ان کو نیکی بنا دیتا ہے۔ وہ کسی کو جواب دہ نہیں ہے۔ ان باتوں کو جاننے کے بعد بلکہ ماننے کے بعد آپ بتائیں کہ اللہ کا پراسیس کیا ہوا؟ وہ جو روز کرتا رہتا ہے وہ Exception ہے کہ Rule ہے؟ ایک اتفاقیہ حادثہ کسی کو نیک بنا دیتا ہے۔ ایک سائل کسی کے گھر آ گیا۔ کہتا ہے دو کوئی پیسہ۔ اس نے کہا یہ کیا کہ صبح صبح فقیر آ گیا۔ تو وہ Reluctant ہو گیا۔ فقیر کہتا ہے کہ دو' پہچانو مجھے۔ اس نے کہا کہ تو فقیر ہے' سائل ہے' اور کیا پہچانوں۔ کہتا ہے کہ پہچانو۔ تو کون ہے؟ میں وہ آدمی ہوں جو تم جیسے بخیلوں کو سخی بنا کے اللہ کا دوست بناتا ہوں۔ محنتیں اسے سخی نہیں بنا سکیں بلکہ سائل نے سخی بنا دیا۔ اب یہ Rule ہے کہ Exception ہے' یہ حساب کے باہر ہے یا حساب کے اندر ہے؟ تو یہ سارے کا سارا چلتا رہتا ہے۔ بے حساب شے بھی اپنا حساب رکھتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بے حساب ہی چلتے جاؤ۔ تو بے حساب کا اپنا حساب ہوتا ہے۔ اگر اللہ کسی کو بے حساب دے رہا ہے تو اس کا بھی کوئی حساب ہوگا۔ اگر ایک بیمار آدمی رات کو جاگ رہا ہے اور تہجد گزار بھی جاگ رہا ہے تو اس وقت اگر اللہ کا حکم ہو کہ جاگنے والے سب بخش دیئے جائیں' سب کی آخرت درست کر دو تو جو بیمار جاگ رہا تھا وہ بھی پار ہو گیا۔ تو بات یہ ہے کہ بعض اوقات ''لڑ لگنے'' سے بھی بخشش ہو جاتی ہے۔ تو صحبت جو ہے یہ بھی بعض

اوقات رنگ لاتی ہے۔ میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں' جو آپ کا انتظار ہے وہی آپ کی عاقبت ہے۔ اپنے انتظار کا چہرہ دیکھ لیں تو یہی آپ کی عاقبت ہے All that you are waiting for, is your destiny تو جس کا Wait کر رہے ہو وہی آپ کی Destiny ہے۔ اس بات کو پکا یاد کر لو۔ اگر انتظار کا چہرہ بگڑ گیا تو انجام بگڑ گیا۔ تو حسنِ انتظار ہی حسنِ عمل ہے۔ تو اپنے انتظار کو درست کر لو۔ امید رکھنے والا مایوس نہیں ہوگا۔ اچھا انتظار کرنے والا اچھے انجام والا ہوگا۔

سوال:

بعض بزرگوں نے بڑے بڑے نسخے لکھے ہیں۔

جواب:

کچھ بزرگوں نے ایک بات لکھی ہے اور کچھ بزرگوں نے اس کے علاوہ باتیں لکھی ہیں۔ مگر آپ کے پاس زندگی ایک ہے۔ تو آپ دو علم نہ اٹھانا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ عبادت والے بہشت میں جاتے ہیں' بہت نمازیں پڑھنے والے وہاں جاتے ہیں' روزہ رکھنے والے جاتے ہیں _____ اور بعض اوقات نماز پڑھنے والے بہشت میں نہیں جاتے۔ کوئی فارمولا ایسا نہیں جو ٹوٹا نہ ہو۔ کوئی علم ایسا نہیں جو آخری ہو۔ صرف ایک علم آخری ہے اور وہ یہ کہ حضور پاک ﷺ کی محبت والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ فائنل کی محبت فائنل ہے _____ باقی یہ کہ فارمولے تو بدلتے رہتے ہیں۔ آپ ایسی کتابیں پڑھنا بند کر دو۔ کیا پڑھنا چاہیے؟ استغفار پڑھو۔ اور اس سے اچھا وظیفہ یعنی استغفار سے اچھا وظیفہ ہے الحمدللہ۔

ایک درویش نے کہا کہ یا اللہ تو نے یہ جو دنیا بنائی ہے بہت خوب صورت ہے' بڑے اچھے انداز سے بنائی ہے' شکر ہے کہ ہم مسلمان ہیں' میرا نام تیرے بزرگوں' ولیوں میں شامل ہے' تیری بڑی مہربانی مگر یہ جو پہاڑ ہے اگر درمیان میں نہ ہوتا تو ہم دوسری طرف والوں کو تبلیغ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو نے نقص نکالا ہے میری کائنات میں؟ آج سے ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ' کہیں تو میرا نام لکھا ہے۔ اللہ نے کہا جا' ہم نے بخش دیا ــــــ اللہ تعالیٰ بچوں کی طرح تو ٹھیک ہو جاتا ہے' انسان صرف مخلص ہونا چاہیے' آپ بے ایمانی نہ کرنا' اللہ کے ساتھ ہیرا پھیری نہ کرنا۔ بس یہ کہا کرو کہ یا اللہ غلطی ہوگئی ہے اور آپ غلطی معاف کرنے والے ہیں' اس لیے مہربانی فرما۔ ایک بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اپنے گناہ پر کسی انسان کو گواہ نہ بنانا۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرنے لگے گا تو وہ شخص کہے گا کہ اس کو کیوں معاف کرتے ہیں' یہ تو بہت برا آدمی ہے۔ تو وہ شور مچا دے گا' کھپ مچا دے گا۔ اپنے نوکر کے ساتھ کبھی زیادتی نہ کرنا۔ اگر پیسہ ہے تو کسی ضرورت والے کو دو جو کسی کے کام آ جائے۔ اللہ نے جو نعمت عطا کی ہے اس میں اس کو ضرور شامل کرو جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے۔ نعمت کا شکر کیا ہے؟ اس نعمت کے ذریعے نعمت سے محروم کی خدمت۔ اگر علم ہے تو وہ جاہلوں کے کام آنا چاہیے۔ اگر آپ کے پاس ذہن ہے تو وہ بے ذہن آدمی کی خدمت کرے۔ تو جو چیز آپ کے پاس ہے اس کے ذریعے اس کی خدمت کرو جس کے پاس وہ چیز نہیں ہے۔ اللہ اِدھر ہی ہے۔ اللہ لوحِ محفوظ میں کیسے یاد کرتا ہے؟ جو تم کر رہے ہو وہی ہوگا۔ اس نے

تمہیں تمہاری نگاہ سے دیکھنا ہے۔ اس نے خود ہی آنکھ اور نگاہ پیدا کر دی۔ کیسے دیکھتا ہے؟ جس طرح تم دیکھتے ہو۔ یادداشت جو تمہاری ہے وہی ہے۔ تو اپنی یادداشت کو پاک کر لو۔ اگر کسی یاد رہنے والی برائی کا خطرہ ہے تو اسے استغفار سے صاف کر لو۔ ''استغفار'' کا معنیٰ کیا ہے؟ پچھلی لائف مر گئی۔ ''الحمدللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ جو آپ نے کیا اس پہ ''استغفراللہ'' کہو اور جو اللہ نے آپ کے ساتھ کیا اس پہ ''الحمدللہ''۔ یہ وظیفہ ملا کے پڑھو تو پار_____

ہاں کچھ اور بولو_____ چغتائی صاحب بولیں_____ حافظ صاحب پوچھیں_____ کوئی اور پوچھے_____

آنسوؤں کی زبان جو ہے یہ بڑی گہری زبان ہے۔ یہ ایک ایسی زبان ہے جو اللہ کو بہت پسند آتی ہے۔ آنسو کی زبان اور صرف آنسو_____ کچھ نہیں بولا اور صرف رقت طاری ہو گئی تو یہ کیا ہو گیا؟ اُسے زبان مل گئی۔ اگر رات کو جاگا' کائنات کو دیکھا' پھر نگاہ اُٹھائی' پھر رقت طاری ہو گئی اور سو گیا_____ پھر سارا کام پورا ہو گیا۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ یہ بے بسی بھی ہے اور یہ پروموشن بھی ہے۔ یہ بے بسی کا اظہار ہے کہ کہنا بھی تو کیا کہنا۔ بات سمجھے؟ کیا کہتے ہیں کہ ۔

لب پہ آ کر رہ گئی ہے عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

تو کیا سوال کرنا' صرف بے بسی کا اظہار ٹھیک ہے_____ کوئی اور پوچھے_____ انوار صاحب بولیں_____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان جنگ کر رہے ہیں تو ایک غلط ہوگا۔ ہر مسلمان کے ذہن میں جنگِ جمل اور اب ایران عراق کی جنگ آتی ہے ــــــــ

جواب:

یہ بات میں نے آپ کو بتائی تھی کہ ایک واقعہ جو ہے وہ Exception میں ہوسکتا ہے۔ بعض دفعہ جو واقعہ ہوتا ہے اس کو جنگ نہیں کہتے۔ جنگ کا اور واقعہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کے درمیان واقعات چلتے رہتے تھے' مسجد میں تکرار ہو جاتی تھی۔ تو یہ اور شعبہ ہے۔ اگر آپ کو کوئی بات بتائی جائے تو فوراً وہاں نہ لے جایا کرو۔ وہ آپ کی ہستی سے باہر ہیں۔ پیغمبر ﷺ کی شان کے اور واقعات ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا بہت ضروری ہے ورنہ مر جاؤ گے۔ اب یہ نہ کہنا کہ حضور پاک ﷺ تو کھاتے ہی نہیں تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اور حضور پاک ﷺ کو روٹین کی نارمل Discussion سے الگ ہی رکھو' ان کے بارے میں' بات میں خیال رکھو۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی صفات بیان نہیں کرتے' ذات بھی بیان نہیں کرتے بلکہ صرف محبت کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ آئی؟ صرف محبت کرتے ہیں۔ ہم کربلا کا واقعہ Discuss نہیں کرتے' صرف اس کو مانتے ہیں۔ کربلا کے واقعے سے ایک بات یاد آئی کہ آپ سے میں نے سوال کیا تھا کہ کون سا مسلمان ایسا ہے جس کو اختیار مل جائے اور وہ یہ کہے کہ کربلا کا واقعہ نہیں ہونا چاہیے تھا؟ کسی شیعہ سے یہ سوال کرلو' سُنی سے کرلو کہ کیا کربلا کا

واقعہ نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو بے شمار چیزیں نہ ہوتیں۔ شہید نہ ہوتے تو مقام نہ ہوتا۔ شہید نہ ہوتے تو بے شمار واقعات نہ ہوتے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' ان کو اور حساب سے دیکھا کرو کہ شہید تو شہید ہوا مگر کیا پیدا کر گیا' کیا واقعات دے گیا' عشق کو کیا سرفرازی عطا کر گئے' کیا قصہ ہو گیا' تسلیم و رضا کی دنیا کس معراج میں آ گئی؟ یہ اور بات ہے _____ سمجھے بات؟ یہ علم کی بات نہیں ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جب جنگ ہو رہی ہو تو دو سچے لوگ جنگ کر رہے ہوں' صداقت میں جنگ نہیں ہوتی۔ وہاں Difference of Opinion ہوتا ہے لیکن اتنا نہیں ہوتا کہ تم دوسرے کو گولی مار دو۔ تو دو گروہ اگر جنگ لڑ رہے ہوں تو عام طور پر دونوں سچے نہیں ہو سکتے اور اگر وہ جنگ دین کی ہو رہی ہو' اِلّا یہ کہ کوئی اور مقام ہو۔ کیا آپ یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں کس کی غلطی ہے؟ یہ جنگ بھی آپ اپنے سے باہر رکھو جو یہ ہو رہی ہے۔ آپ دعا کرو تا کہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔ یہ بہتر ہے۔ جھگڑا نہ کرو۔ بس دیکھو کہ کیا ہونے والا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے' ہو گا اور ضرور ہو گا۔ آپ یہ دیکھیں کہ کیا آپ کا عمل صحیح ہو رہا ہے' کہیں آپ سے غلطی تو نہیں ہو رہی' ملتِ اسلامیہ بنانے کے لیے کیا آپ کا کردار صحیح ہے' کیا آپ ملتِ اسلامیہ کے لیے مناسب انسان ہیں' کیا آپ کو ایسے ہی ہونا چاہیے تھا جیسے آپ اب ہیں' یا کوئی کمی بیشی ہے؟ میرا خیال ہے کہ معذرت ہی کر لیں تو بہتر ہے _____ تاریخ کو Avoid کرو۔ تاریخ تو پڑھنے پڑھانے سے تعلق رکھتی ہے' وہ مشاہدہ نہیں ہے۔ جس نے ایک تاریخ پڑھ لی اس کو ایک واقعہ مل گیا اور جس نے اس کتاب

کے جواب میں دوسری کتاب پڑھ لی ہے اس کو دوسرا واقعہ مل گیا۔ دونوں بیچاروں کی غلطی کوئی نہیں ہے۔ واقعہ ایک ہے اور حقیقت کے افسانے بہت ہیں۔

اور کوئی سوال کرلو _____ پوچھو _____

سوال:

پہلے جب جمعرات کی محفل کا وقت ہوتا تھا تو جمعہ کی چھٹی کی وجہ سے کاروبار بند ہو جاتا تھا مگر اب اتوار کی چھٹی کے باوجود جمعرات کی شام کو اس وقت پہ کاروبار بند ہونے لگ جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

جواب:

کیا آپ باقی لوگ سمجھ گئے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟

دوسرے شخص کا سوال:

سر! دراصل یہ ہمیں شرمندہ کر رہا ہے۔

جواب:

یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

مجھ کو کسی کی انجمنِ ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

تو اسے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر روز ہی وہی واقعہ ہو جاتا ہے۔ انسان میں جتنی جتنی لطافت پیدا ہوتی جائے گی اتنا اتنا وہ محسوس کرتا جائے گا۔ یہ کیفیت اچھی بات ہے۔

دوسرے شخص کا سوال:

ان صاحب کے لیے میں یہ کہوں گا کہ بزرگان یہ کہتے ہیں کہ ایسی بات کو محفوظ رکھنا چاہیے

جواب:

ہاں یہ بھی نصیحت ہے کہ اگر ایسا جذبہ ہے تو اس کا اظہار نہ کرو اور اس کو محفوظ رکھو کہ یہ تمہاری صداقت کی دلیل ہے۔ ایسا نہ بتاؤ کہ سب کے بزنس شام کو بند کرادو۔

تیسرے شخص کا سوال:

دراصل ان صاحب کو وہ لذت مل گئی ہے کہ ان کا ہر منگل بھی جمعرات بن گیا ہے۔

جواب:

تو یہ بات بتانے والی نہیں ہے۔ باقی لوگوں کے ساتھ رعایت کیا کرو _____ اور سوال پوچھو _____

سوال:

کیا میں نفسِ مطمئنہ کے بارے میں کچھ پوچھ لوں؟

جواب:

آپ ایک بات یاد رکھنا کہ اگر کبھی اللہ کریم کی طرف سے آپ کو دنیا کا دو دن کے لیے بااختیار بنا دیا جائے' ہیڈ بنا دیا جائے کہ جو چاہے کرو تو دو دن کے بعد اللہ تعالیٰ کی کائنات کو جوں کا توں واپس کر دینا۔ اس کو نفسِ مطمئنہ کہتے ہیں۔

سوال:

کیا اس اختیار کو بالکل استعمال نہیں کرنا؟

جواب:

بالکل' اس میں ردوبدل نہیں کرنی۔

سوال:

تو یہ خواہش ہی نہیں کرنی چاہیے۔

جواب:

بالکل۔ اس خواہش سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس کائنات میں کوئی بات نہ Increase کرو اور نہ Decrease کرو۔ نہ یہ کہو کہ یہ پسندیدہ چیز ہو جائے اور یہ ناپسند چیز نہ ہو۔ تو جیسے وہ تھی' وہ چلا رہا ہے اور یہ ٹھیک ہے۔ اگر اس نے زندگی دینی ہے تو زندگی دے دے اور زندگی سلب کرنی ہے تو زندگی سلب کر لے۔ یا اللہ جو کچھ تو نے دیا یہ ہمارے لیے بہت ہے اور مزید جو تو دے گا یہ تجھے ہی پتہ ہے' ہم نہیں جانتے۔ ایک بات اور یاد رکھنا۔ بعض اوقات احسان کی شکل میں انسان پر ظلم ہو جاتا ہے مثلاً کسی Talent کا آ جانا' خوبی کا پیدا ہو جانا اور ظرف نہ ہو تو وہ خوبی نقصان دے گی۔ مثلاً پیسہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور پیسہ جو ہے وہ اللہ کے بہت قریب کر سکتا ہے اور یہی پیسہ اللہ سے بہت دور کر سکتا ہے' یہ جرم کو Generate کر سکتا ہے۔ حُسن ایک دولت ہے' بڑے کام کی بات ہے مگر یہ حسن والے کو بلکہ دوسرے انسان کو بھی گمراہ کر سکتی ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے پاس ہے تو ہے ہی سہی لیکن جس نے دیکھا

وہ بھی گمراہ ہوسکتا ہے۔اور یہی نعمت ہے جو سب کو راہِ راست پہ بھی لاتی ہے۔ اس لیے سب کے لیے دعا کیا کرو کہ اگر اللہ نے بادشاہت دینی ہے تو پھر ظرف بھی دے۔ یہ نہ ہو کہ کمینگی قائم رہے اور بادشاہت بھی مل جائے' اس سے بڑا جرم کوئی نہیں ہے۔ ہے تو وہ بادشاہ' ملک کا ہیڈ لیکن اس میں ظرف نہیں ہے۔ یا اللہ ظرف کے بغیر لوگوں کو اختیارات نہ دینا' اگر اختیارات دیئے ہیں تو ظرف بھی دے دو تا کہ ان کو شعور بھی ملے' آنکھیں بھی ملیں اور روشنی بھی ملے۔اس لیے وہ صحیح بات کر سکیں گے کہ کہاں پہ کیا کرنا ہے۔صرف اقتدار جتانے والے لوگ عام طور پر گمراہ ہوتے ہیں اور ظالم ہوتے ہیں۔اقتدار کا نشہ بہت برا نشہ ہے' وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی ظلم کرتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ آپ کو وہ ٹیلنٹ ملے جو ظرف کے مطابق ہو۔تو اللہ پہلے ظرف عطا کرے' پھر ظرف کو لبریز فرمائے' پھر وہ خود بھی خوش ہو اور ہمیں بھی خوش رکھے۔ صرف یہ نہ کہتے رہنا کہ یا اللہ پیسے دے۔ پیسے دے۔اگر اللہ نے پیسے دے دیئے اور ظرف نہ دیا تو مارے جاؤ گے' برباد ہو جاؤ گے۔ یا اللہ ہمیں محبت سے دے' اپنا بنا کے دے۔ پھر وہ جو کچھ دے گا وہ ٹھیک ہے۔تو وہ نعمت مانگو جو دینے والے کے قریب کرے۔ ورنہ وہ نعمت ہی آپ کو دینے والے سے دور لے جائے گی۔تو یہ کہو کہ یا اللہ وہ نعمت دے جو تیرے قریب رکھے اور ہم نعمتوں کے ذریعے تیرے سے دور نہ ہوں۔تو اس طرح کی نعمت سے بچو جو انسان کو باغی کر دیتی ہے۔بعض اوقات غریبی مایوس کر دیتی ہے۔اس غریبی سے بھی پناہ مانگو جو مایوس کر دیتی ہے اور کفر پیدا کرتی ہے۔اس مال سے بھی بچو جو مغرور کر دیتا ہے۔

یا اللہ مغرور کرنے والا مال نہ دے اور مایوس کرنے والی غریبی نہ دے ایمان سے خارج کرنی والی غریب الوطنی نہ دے۔ آپ اپنے وطن میں رہو اپنی ہستی میں رہو اپنی بساط میں رہو اور انبساط میں رہو خوش باش رہو۔ خوش رہنے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ کسی کو خوش رکھو۔ کیا کرو؟ کسی کو خوش رکھو۔ چار دن کا میلہ ہے کسی روح کو کسی بندے کو خوش کر جاؤ۔ تو خوش رہنے والے کو کیا فیض ملتا ہے؟ خوشی کا۔ روح کے اندر انبساط پیدا ہو جاتی ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے ناپسندیدہ کو پسند کر لو اور جو بہت پسند ہے اس سے تھوڑا گریز کر لو۔ پھر آپ کو حقیقت سمجھ آنا شروع ہو جائے گی۔ بھاگ دوڑ بند کر دو۔ جو چیز چلنے سے نہیں ملی وہ ٹھہرنے سے مل جائے گی۔ تو رُک جاؤ وہ مل جائے گا۔ میں اپنا فقرہ پھر دہرا رہا ہوں کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ کیونکہ اب یہ اور کام ہے اب یہ انسانی کام نہیں ہے اب اللہ کا نجانے کیا ارادہ ہے۔ تو اس کا عمل پہچانو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ سب ٹھیک تھا مگر یہ بجلی کیسے گری۔ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

سمندران کے جہازان کے گرہ بھنور کی کھلے تو کیوں کر

تو بھنور تقدیر کا بہانہ ہے۔ اب یہ لوگ بھنور کے ساتھ آشنا ہونے والے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ تو یہ نہ کہنا کہ ہر چیز ٹھیک ٹھاک تھی اور بھنور آ گیا سب ٹھیک ٹھاک تھا مکان پکا بنا لیا تھا بس ایک بم آ گیا۔ اللہ کرے بم نہ آئے زلزلہ نہ آئے۔ بعض اوقات قلوب میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ ایک آواز آتی ہے اور کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ آوازیں سب کچھ توڑ دیتی ہیں آواز آپ کا شعور سلب

کرسکتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنا' راز کی بات بتا رہا ہوں۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی منزل پر جا رہا ہوتا ہے' بڑا مطمئن جا رہا ہوتا ہے اور کسی Jealous آدمی کی آواز آ گئی' اس آواز نے ایسا نقطہ لگا دیا کہ پھر قفل لگ گیا یعنی کہ اُس نے ایک ایسی بات کر دی کہ دوسرے کا خیال توڑ دیا۔ اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آواز آپ سے بات کر جاتی ہے۔ آپ جا رہے ہوتے ہیں اور ایک ناواقف آدمی پاس سے گزرا اور کہہ گیا کہ تیری خیر ہو۔ تو سب بحال ہو گیا۔ تو وہ ناواقف تھا' نہ اس نے لینا دینا تھا' بس کسی خوبصورت بچے یا بچی کو اس نے دیکھا اور کہا کہ تیری خیر ہو۔ تو آپ بحال ہو گئے۔ گویا کہ ایک Stray آواز چلتے چلتے آپ کو بحال کر سکتی ہے اور ایک Stray آواز آپ کو توڑ سکتی ہے۔ یہ سارے واقعات چل رہے ہیں یہیں پر۔ آپ اجنبیوں کے ساتھ تعلق رکھو' ان کے پاس آپ کا بہت سارا حصہ ہے۔ آپ کی تقدیر کا ایک حصہ اس مکان میں ہے جہاں آپ رہتے ہیں' جہاں آپ کی Domestic Residence ہے۔ اس کے لیے کہتے ہیں کہ تیرے ہاتھ میں ایک لکیر ہے' اچھی ہے' اور دوسری لکیر کس کے پاس ہو گی؟ جو تیرا ہم سفر ہے۔ تبھی تو اچھی زندگی گزرے گی۔ تو کائنات کے بڑے مضامین میں نہ پڑو بلکہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ توجہ دو' اس کو راضی رکھو جو ہم سفر ہے چاہے وہ ہم خیال نہ بھی ہو۔ ہم خیال شاید نہ ملے۔ ہم سفر کا ہم خیال ہونا ضروری نہیں۔ پھر بھی سفر اچھا ہو سکتا ہے۔ آپ کا فیض وہاں پر ہے۔ تو جس مکان میں آپ رہتے ہیں اس میں آپ کا فیض ہے' اس میں کتنی زندگیاں پیدا ہوتی ہیں' اس میں کئی خوشیاں آنی ہیں' کتنے آنسو آنے ہیں' کتنی مسکراہٹیں آنی ہیں۔ تو وہ فیض اس

جگہ کا ہے۔ بعض اوقات Strangers آپ کو فیض دے جاتے ہیں۔ ایک ناواقف آدمی کیا گل کھلا گیا' وہ آپ کو جانتا نہیں ہے اور کہنے لگا کہ تیری پیشانی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ تو صاحب نصیب ہے' لگتا ہے تو کھوئی ہوئی منزل کا مسافر ہے۔ تو اس اجنبی آدمی کے پاس تیرا فیض ہے' بزرگوں کے پاس تو ہوتا ہی ہے۔ تیرے عمل میں بھی تیرا فیض ہے۔ عمل بھی اچھے کرو۔ اچھا عمل وہ ہے کہ جو جمیع زندگی ہے وہ ناراض نہ ہو۔ باقی یہ کہ تیرا فیض سارا بکھرا ہوا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ سیر کرو سیروا فی الارض اور فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین تو سیر کر کے آپ اپنا مقدر حاصل کرتے ہیں۔ کتابوں میں پڑھتے پڑھتے اکبر اور جہانگیر بادشاہ اور طرح کے لگتے ہیں' Akbar the Great کا پڑھتے تھے اور جا کے دیکھا تو وہ اور طرح کے تھے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ اس زمانے کے عظیم الشان بادشاہ تھے مگر ان کے پاس ٹیلیفون بھی نہیں تھا۔ ان کی زندگی بس ایک بھرم تھی اور آپ کے پاس بے شمار چیزیں ہیں۔ تو ہر زندگی ایک اور راز کی بات ہوتی ہے۔ آپ لوگ ایک مقام پر ظاہر ہوتے ہیں اور ساٹھ ستر سال کے بعد دوسرے مقام پر غائب ہو جاتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ آپ ایک عظیم انسانیت کے حصے ہیں' ہم عظیم Totality کے حصے ہیں' یہ ہماری زندگی ہے کہ ہم یہاں سے پیدا ہوئے' آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے' میں اب پیدا ہوا ہوں اور پھر میں چلا جاؤں گا۔ ساٹھ سال کی کل زندگی ہے اور ٹوٹل سفر کتنا ہے؟ گھر سے قبرستان تک۔ تو بتاؤ کہ رفتار کتنی ہونی چاہیے؟ بس ٹھنڈے ہو کے چلو' آرام سے چلو' لائف کو ٹینشن نہ دو۔ کتنا سفر اور کرنا ہے؟ تھوڑا سا ہے' قریب ہی ہے' اصل گھر کے پاس ہے۔ بس سفر

پورا ہو جانا ہے اس میں دشواری نہیں ہونی چاہیے۔

سوال:

دشواری نہیں ہے کیونکہ جو اللہ کو پیارا ہوتا ہے اُسے قبرستان لے جاتے ہیں

جواب:

آپ نے خود جانا ہے آپ کو کوئی لے کے نہ جائے۔

سوال:

یہ مشکل ہے کہ خود جائیں؟

جواب:

انسان مرتا کیسے ہے؟ جس آدمی کا محبوب مر گیا' وہ مر گیا۔ جس آدمی کا بھائی مر گیا وہ آدھا مر گیا۔ جس آدمی کی ماں مر گئی وہ سارا مر گیا۔ جس آدمی کا بچہ مر گیا اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ تو انسان مرتا یوں ہے۔ پیچھے رہ جاتا ہے ماتم کرنے والا' جس کو تم زندہ کہہ رہے ہو۔ زندگی تو رخصت ہو گئی' ایک ایک کر کے دوست چلے گئے' اب یہ آدمی ویران ہے۔ اگر آپ اپنے گاؤں میں جاؤ' اپنے شہر میں جاؤ تو ساٹھ سال کے اندر ساری آبادی بدل جائے گی حالانکہ شہر بھرا ہوا ہو گا۔ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا۔ تو شہر میں جاؤ اور جا کے دیکھو کہ کوئی محلے والا پرانا آدمی ہے' وہ دوکاندار ہے؟ وہ وہاں نہیں ہو گا' اس کی دوکان کہیں اور بن گئی۔ تو ساٹھ سال میں شہر خالی ہو گیا حالانکہ بھرا ہوا ہے۔

اب ڈھونڈنا تیرا تو درکنار
خود کھویا جا رہا ہوں ہجومِ خیال میں

تو بندہ آپ ہی گم ہو گیا۔ تو آپ کہو گے کہ یہ ہمارا شہر ہوتا تھا' یہاں گامے کی دوکان تھی' یہاں فلاں بندہ ہوتا تھا' بڑے دوست ہوتے تھے' اتنے ملنے والے تھے کہ بازار سارے سے گزرو تو کتنے گھنٹے لگ جاتے تھے' اب لگتا ہے کہ جیسے میں اپنے شہر میں اجنبی ہو گیا' اپنے علاقے میں اجنبی ہو گیا۔ حتیٰ کہ گھر کے اندر کچھ عرصہ کے بعد آپ اجنبی ہو جائیں گے۔ وہ جو معصوم آوازیں ہیں وہ اور طرح کی ہو جائیں گی اور ماننے والوں کے آداب بدل جائیں گے کہ شاید آپ پسندیدہ بوڑھے ہوں' شاید ناپسندیدہ ہوں۔ ایسے ہوتا ہے؟ ایسے ہی ہوتا ہے۔ تو اس طرح آپ بدلتے بدلتے اور ہو جائیں گے۔ آپ بڑی بڑی شاہراہوں پہ چل رہے ہو' تیز رفتاری میں چل رہے ہو' شاہراہ سے پھر چھوٹی سڑک پر آ گئے' چھوٹی سڑک سے گلی میں آ گئے' حتیٰ کہ بند گلی میں آ گئے' آخر میں بند' مرجانا بھی مشکل _____ اب کہتا ہے کہ کتنی کشادگی ہوتی تھی' اتنی بڑی سڑکیں ہوتی تھیں' وہاں ایسے دوڑتے تھے جیسے جیٹ ہوں' پلین ہوں اور آخر میں کیا رہ گیا؟ بند گلی' جہاں سے مڑ نہیں سکتے۔ انا للہ _____ تو آپ نے خود نہیں مرنا بلکہ مرتا وہ ہے جو مرنے والا دے جائے۔ موت اس کی جس پر غم آ رہا ہے۔ جو غم دے کے جا رہا ہے وہ تو آزاد ہو گیا' کہتا ہے یہ پکڑو غم کو اور میں چلا۔ جس نے اس کے غم کو سنبھالا اس کو موت ہے' اس کے پاس غم ہے۔ اس لیے ایسی موت سے بھی ڈرنا چاہیے۔ اور یہ موت ہو چکی ہے۔ کیسے ہو چکی ہے؟ بچپن مر گیا۔ کبھی پرانا فوٹو دیکھو تو آپ کہو گے کہ یہ میں ہوں تو پوچھنے والا کہے گا کہ جو کہہ رہا ہے کہ یہ ''میں'' ہوں تو یہ کون ہے؟ اگر وہ آپ ہیں تو آپ کون ہیں؟ کہتا ہے کہ یہ بھی میں ہوں اور وہ

بھی میں آپ ہوں۔تو یہ دو ''آپ'' ہیں۔تو ان میں سے ایک باب چلا گیا' مر گیا' وہ باب رخصت ہو گیا۔اس لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو ایک ایسا عمل دے دے جو اس کو منظور ہو۔یہ کافی ہے۔بس منظوری کے باب میں کوئی عمل پیدا ہو جائے۔چلو آپ یہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی بات سمجھ نہ آئے تب بھی مان لینا۔کیا کرنا؟ اوّل تو سمجھ آئے گی نہیں لیکن سمجھ آئے یا نہ آئے' آپ مان لینا۔

سوال:

اگر ہم آپ کی بات مان لیں تو معاشرے میں یہ اظہار کرنا پڑے گا کہ میرا تو یہ خیال ہے۔

جواب:

کیوں اظہار کرنا ہے؟ آپ کے اندر تبلیغ کا بھوت سوار ہے۔

سوال:

تبلیغ کی بات نہیں ہے' لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں۔

جواب:

کیا لوگ پوچھنے کے لیے آتے ہیں یا آپ ان کو بتانے کے لیے جاتے ہیں۔انسان ایک عمل سے بخشش پا جاتا ہے' ولی اللہ بن جاتا ہے۔جتنے ولی بنے ہیں ان کا انٹرویو کر لو کہ آپ کیسے بنے۔تو کوئی کہے گا کہ میں نے ماں کی خدمت کی ہے اور ولی بن گیا۔ایک اور ولی تھے' اُن سے پوچھا کہ کیسے ولی بنے ہو؟ کہنے لگے کہ ہم تو شرابی تھے اور ایک رات نشے کے عالم میں ہم نے دیکھا کہ ایک کاغذ پڑا ہے جس پر اللہ کا لفظ لکھا ہوا ہے' ہم نے وہ کاغذ اُٹھایا' خوشبو لگائی اور پاکیزہ

جگہ پر رکھ دیا۔ اللہ نے اعلان کر دیا اور باقی اولیاء سے کہا کہ اس ولی اللہ کو جا کے مبارک دو۔ وہ مبارک دینے آ گئے اور پوچھا کہ تیرے پاس کیا نیک عمل ہے؟ کہنے لگے کہ میں تو شرابی ہوں مگر میں نے اتنا کیا کہ کاغذ کو خوشبو لگائی۔ کہنے لگے کہ اللہ کا جواب سُن لو' تو نے میرے نام کو خوشبودار کیا' میں نے تیرا نام خوشبودار کیا _____ آپ لوگ تو اعمال کے پیچھے پڑ گئے' اعمال سے وہ آزاد ہے۔ بس ایک عمل چاہیے جو اُسے منظور ہو جائے۔ اسی طرح ایک گناہ جو معاف نہ ہو وہ اڑا کے رکھ دے گا۔ کہتا ہے ہمارے تو سے گناہ معاف ہو گئے لیکن ایک نے مصیبت ڈال دی' اس کا کیا کریں۔ نہ اس کا باپ کچھ کر سکے گا اور نہ ماں کچھ کر سکے گی۔ یا اللہ وہ گناہ معاف کر جو اٹکا دیتا ہے' یا اللہ وہ نیکی دے جو بخشا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ معافی مانگو کہ یا اللہ ہم توبہ کرتے ہیں ان گناہوں سے جو دعا چھین لیں۔ اگر دعا پر اعتماد اُٹھ گیا تو پھر بخشش ختم ہو گئی۔ یا اللہ دعائیں چھین لینے والے گناہوں سے بچا۔ یا اللہ اُمید پیدا کرنے والی نیکی عطا فرما۔ ایک وہ نیکی دے دے جس کے ذریعے ہم بخشے جائیں گے۔ تو وہ نیکی ہو سکتی ہے اور ایک اور نیکی بھی ہو سکتی ہے۔ آپ اپنا اعتماد بحال رکھو۔ اللہ کی کائنات میں تمہارا اتنا حق ہے جتنا تم نے اپنی زندگی میں اللہ کا حق رکھا ہوا ہے۔ تو اس کے مطابق حصہ لے لو۔ تو یہ کائنات ان بندوں کی ہے جن بندوں کی ذاتی کائنات اللہ کی ہے۔ اپنی کائنات اس کے حوالے کر دو تو اس کی کائنات تمہارے حوالے۔ سودا منظور؟

اب دعا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما' ہمیں زیادہ عقل سے بچا' ہمیں وہ عقل دے جو تسلیم و رضا میں جائے' ہمیں وہ دوست دے جو منزل تک ہمارا

ساتھ دیں' ہمیں وہ نسبتیں عطا کر جو تمہیں منظور ہیں۔ یا اللہ تو ایک چیز ضرور عطا فرما دے' اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما دے! اور ہم نے تجھ سے کیا مانگنا ہے۔ یا اللہ مہربانی فرما' سب پر مہربانی فرما' آنے والے دور پر مہربانی فرما' یہ مسلمان اور یہ جنگ' یا اللہ تو آپ ہی مہربانی فرما' ہم کیا کر سکتے ہیں' تو مہربانی فرما! آپ سلامت رہو_____

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ محمدو آلہ واصحابہ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

2

1 ذکر میں توجہ یا Concentration کیسے آ سکتی ہے؟

2 آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر والے اور یکسوئی والے مجذوب اور مجنون ہوتے ہیں لیکن صحابہؓ کی تاریخ میں تو ایسے مجذوب نظر نہیں آتے؟

3 آپ نے فرمایا ہے کہ ماسوا کے خیال سے انسان کو نکل جانا چاہیے تو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ماسوا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

4 حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے سے ہی تو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکتا ہے اور انہی کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی بات مانے گا۔

5 کوئی ایسا طریقہ فرمائیں کہ دعا منظور ہو جائے؟

6 میری دعا اولاد کی ترقی کے بارے میں ہے۔

7 انسان کو زندگی کے کون سے حصے میں دعا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے' پہلے وہ بچہ ہوتا ہے' پھر جوانی کی سٹیج میں آتا ہے اور پھر آخری سٹیج میں۔ تو کس سٹیج میں دعا کی زیادہ ضرورت ہے؟

سوال:

ذکر میں توجہ یا Concentration کیسے آ سکتی ہے؟

جواب:

ذکر کرتے رہو یہ خود بخود آ جائے گی Concentration یا محویت کا کوئی فارمولا نہیں۔ Concentration نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک کام میں دوسرا کام یاد آ جاتا ہے۔ تو آدھے اور چھوڑے ہوئے کام جو ہیں وہ انسان کو یکسوئی عطا نہیں ہونے دیتے۔ جو کام کرنا ہو اسے مکمل کر لو اور جو چھوڑنا ہو اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو۔ یہ نہ کرنا کہ کام چھوڑتے وقت یہ کہو کہ اسے پھر کر لیں گے۔ اگر آپ نظام الاوقات رکھو تو پھر یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس چیز کو چھوڑنا چاہو اسے چھوڑ دو اور جسے رکھنا چاہو اسے رکھ لو۔ جو فیصلہ کرنا ہے اسے فائنل کرو۔ آدھے آدھے فیصلے جو ہیں وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اسے رکھ تو لیتے ہیں مگر فائدہ کوئی نہیں ہے' شاید کام آ جائے۔ تو وہ نقصان ہے۔ جب آپ ذکر کرنے لگ جاؤ تو پھر ہر شے سے آزاد ہو جاؤ' اگر نقصان ہونے والا ہے تو ہونے دو' زلزلہ آنے والا ہے تو آنے دو' کوئی شے جانے والی ہے تو جانے دو۔ جب آپ ذکر کر رہے ہو تو ذکر کرتے جاؤ۔ اگر کھانا کھا رہے ہو تو پھر کھانا کھاؤ۔

پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ وہ دیکھا جائے گا۔ ایک بات میں دوسری بات نہ سوچا کرو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ کام بھی نہیں ہونا اور وہ دوسرا بھی نہیں ہونا۔ ایسے لوگ جب نماز پڑھتے ہیں تو نماز میں خیالات آ جاتے ہیں۔ خیالات کا اپنا ٹائم رکھو۔ تو یہ ہمارے ہاں کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے کہ ہم ایک کام میں دوسرا کام سوچتے ہیں' دوسرے میں تیسرا سوچتے ہیں' جاتے ہوئے ایک آواز آتی ہے' پھر ایک اور آواز آ جاتی ہے' پھر اندر سے بھی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ اس لیے ایک فیصلہ کرو فتوکل علی اللہ یعنی عزم کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو' ایک کام کرتے جاؤ۔ اس کے علاوہ بھی بڑے کام ہیں' ان کو ہونے دو۔ تو باقی کاموں سے غافل ہونے کا نام ہے یکسوئی۔ آپ باقی کام کرتے رہتے ہیں اس لیے آپ کو یکسوئی نہیں ملتی۔ یکسوئی کا مطلب کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہمیں تو کوئی پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو صرف یہ پتہ ہے کہ اس نے کہا ہے ڈاک میں خط ڈال آؤ تو میں خط ڈال آیا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ شہر میں بڑی مصیبت آئی ہے۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے شہر کا اور مصیبت کا پتہ نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ پتہ ہے کیا موسم آنے والا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ جانے دو' مجھے اس سے غرض ہی نہیں ہے' مجھے اپنے کام سے غرض ہے۔ مجنوں کی کہانی لوگ سناتے ہیں' اس سے اللہ میاں نے پوچھا کہ تو نے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ کا کچھ کیا؟ مجنوں نے کہا کہ آپ نے مجھے یہ کرنے ہی نہیں دیا' لیلیٰ کو آپ نے پیدا کر دیا' مجھے ایک ہی بات کا پتہ ہے کہ وہاں لیلیٰ تھی' تیری دنیا میں مَیں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔ کچھ تو دیکھا ہوگا؟ مجنوں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں دیکھا۔ تو یہ ہے یکسوئی۔ یکسوئی کا معنیٰ کیا ہے؟ ایک مقصدِ حیات' اور باقی

تمام مقاصدِ حیات' Even مذاہب جو ہیں وہ سارے کے سارے ترک۔ تو یہ ہوتی ہے یکسوئی۔ یکسوئی والا عام طور پر دنیا میں اچھا نہیں کہلاتا۔ وہ جنونی ہو جاتا ہے۔ وہ ایک لائن پہ چلتا جاتا ہے اور صرف ایک ہی لائن پہ چلتا جاتا ہے' تو باقی کے کام کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یکسوئی مدعا نہیں ہے۔ یہ مذہب کا مدعا نہیں ہے۔ اگر مذہب کا مدعا یکسوئی ہو جائے تو جو نماز پڑھتے پڑھتے محو ہو گیا تو رونے والے آدمی کو کیسے پتہ چلے گا کہ اب رکوع میں جانا ہے' سجود کیا ہے کہ نہیں' بلکہ وہ کہے گا کہ اب پڑھنا کیا ہے۔ تو یہ یکسوئی آ گئی۔ یکسوئی کا معنیٰ؟ اس کے خیال میں گم ہو جانا۔ وہ اتنا گم ہو گیا کہ پھر یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ اب کس کا خیال ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟

میں تیری جستجو میں بڑی دور آ گیا
تجھ سے بھی بے نیاز سا اب ہو گیا ہوں میں

تو یہ یکسوئی آ گئی۔ اب اُسے پتہ نہیں کہ کیا حال ہے۔ یکسوئی جو ہے یہ مذاہب کے حساب سے ایسی بات ہوتی ہے کہ نمازوں کا پتہ نہیں ہوتا۔ اُسے کہیں کہ جنازے میں شامل ہو جاؤ تو وہ کہے گا کہ جنازے میں کیا شامل ہوں' ہم تو اپنا جنازہ پڑھ کے آ گئے۔ اپنا کیسے پڑھ کے آئے ہو؟ کہتا ہے کہ یکسوئی آ گئی ہے۔ اب اس کو پتہ نہیں ہے کہ زندگی کیا ہے' موت کیا ہے' موسم کیا ہے' حاصل کیا ہے' محرومی کیا ہے' نفع کیا ہے' نقصان کیا ہے' دنیا میں کیا ہو رہا ہے' مشرق کسے کہتے ہیں' مغرب کیا ہوتا ہے ــــــ فاینما تولوا یکسوئی ہی یکسوئی ہے۔ یہ موسم' سمت' آنا اور جانا' یہ یکسوئی والے کے کام نہیں ہیں۔ یکسوئی میں کیا ہوتا

ہے؟ ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ خدانخواستہ کسی کا کوئی نقصان ہو جائے' کوئی صدمہ ہو جائے تو اسے جب بھی ملو وہ اسی خیال میں ہوگا۔ اگر کوئی بہت پیارا انسان فوت ہو جائے تو دو سال بعد بھی وہ یہی کہے گا کہ ابھی چلا گیا' ابھی ابھی اُٹھ کے گیا ہے۔ اگر اس کو کہیں کہ دو سال ہو گئے ہیں تو وہ کہے گا کہ یہاں پر تو سال ہوتے ہی نہیں ہیں' نہ سال ہوتے ہیں' نہ دن ہوتے ہیں اور نہ رات ہوتی ہے۔ غم کے اندر تو ایک جیسا موسم ہوتا ہے یعنی کہ تکلیف کا۔ کون سا موسم ہے؟ سارے موسم۔ اب جو غمگین آدمی ہے وہ دن کو بھی غمگین ہوگا' رات کو بھی ہوگا' دس سال بعد بھی ہوگا۔ تو یہ یکسوئی ہے۔ یکسوئی میں Change نہیں آتی۔ ایسا انسان دنیاوی طور پر کامیاب نہیں ہوتا۔ آپ تو کامیاب انسان ہیں' آپ کو یکسوئی کیسے مل سکتی ہے۔ کامیاب کا کیا مطلب ہے؟ کہ آپ نے سو کام کرنے ہیں' تنخواہ لینی ہے' بینک جانا ہے' پیسے جمع بھی کرنے ہیں' کاروبار بھی کرنا ہے' بازار بھی جانا ہے' خریداری بھی کرنی ہے' تو یکسوئی کیسے آ سکتی ہے۔ اگر یکسوئی آ جائے تو آپ بازار نہیں جا سکیں گے' کھانا بھی نہیں کھا سکیں گے۔ آپ نے شطرنج کھیلنے والے کو کبھی دیکھا؟ اس کو اگر کہیں کہ کھانا کھا لو تو وہ کہے گا لے آؤ۔ پھر کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اسی طرح کئی سلطنتیں برباد ہو گئیں اور شطرنج چلتی رہی۔ ان کو دنیا کا کچھ پتہ نہیں ہوتا' وہ صرف اپنا کام کرتے جاتے ہیں' شطرنج کی چال چلتے جاتے ہیں۔ انہیں کھانے کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اب یکسوئی آ گئی۔ اور اگر یکسوئی نہ ہو تو آپ کھانا کھانے سے کافی پہلے تیار ہو کے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر یکسوئی حاصل ہو جائے تو آپ کی بہت ساری چیزیں غیر حاصل ہو جائیں گی۔

اگر آپ ذکر میں یکسوئی چاہتے ہیں تو اس کا واقعہ بھی سن لو۔ ایک آدمی کو ذکر میں یکسوئی حاصل ہوگئی' محویت اور Concentration مل گئی۔ تو وہ ''اللہ ھو'' کرنا شروع ہوگیا۔ دو چار دن بعد وہ آیا اور کہنے لگا کہ میرا تو ذکر شروع ہوگیا ہے' مولوی صاحب نماز پڑھاتے ہیں تو بھی میں ذکر کرتا جاتا ہوں۔ وہ رکوع میں جاتے ہیں تو بھی میں ذکر میں ہوتا ہوں' میری تو نمازیں ضائع ہوتی جارہی ہیں' میں ذکر نہیں کرسکتا _____ آپ کو بات سمجھ آئی؟ تو وہ وقت پر نماز نہیں پڑھ سکتا' صرف اللہ ھو کرتا جاتا ہے' جب کہ نمازیں تو اپنے ٹائم پر آجاتی ہیں۔ مگر وہ تو ذکر کرتا جاتا ہے۔ اس طرح وہ انسان پریشان ہوجاتا ہے۔ ذکر کے ذریعے جب محویت آگئی تو یہ تو نمازوں کے اوقات ہیں' مثلاً ایک بجے نماز ہونی ہے یا چار بجے نماز ہونی ہے' یہ ختم ہوجائے گا۔ اسی طرح زندگی' موت' پیدا ہونا ہے' شادی ہونی ہے' ان سب معاملات سے وہ غافل ہوجاتا ہے۔ تو یہ ہے ذکر کی یکسوئی۔ یہ ایسا ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کررہے ہیں اور اللہ آپ کا ذکر کررہا ہے' جب یہ شروع ہوگیا تو پھر کھانا پینا کیا ہے۔ پھر آپ نے اور کام بھی تو کرنے ہیں' مل میں جانا ہے' چکی پہ جانا ہے اور آٹا لانا ہے _____ اس طرح کے واقعات بھی تو کرنے ہیں۔ تو یہ پریشانی ہے۔ اس لیے کامیاب آدمی کو یکسوئی نہیں ملتی۔ یکسوئی مل جائے تو پھر زندگی کا یہ تصور نہیں رہتا جو کہ آپ کا ہے۔ تو دعا کرو کہ یکسوئی مل جائے۔ یہ اچھی دعا ہے۔ اگر یکسوئی مل جائے تو یہ اچھی بات ہے۔ ایک خیال میں ہونا تب ہوتا ہے جب انسان باقی خیالوں سے غافل ہوجائے۔

جب درد سے ہوتا تھا مضطر تو کہتا تھا یہ مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

تو پھر ہر شے اس ۔کے حوالے سے ہے اور اس کا ایک ہی حوالہ رہ جاتا ہے۔ ذکر کرنے والا ہر شے کو ذکر میں شامل کر دیتا ہے بلکہ اس میں جھونک دیتا ہے۔اس کے باقی کے واقعات ضائع ہو جاتے ہیں۔ وہ مجذوب ہو جاتا ہے یا مجنون ہو جاتا ہے۔ وہ ذکر میں کامیاب ہوتا ہے مگر باقی شعبہ ہائے حیات میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جس آدمی نے دفتر ٹھیک ٹائم پہ جانا ہے تو یہ اس کی عادت کی بات ہے' وہ کامیاب آدمی ہے' عین ٹائم پہ اُٹھتا ہے' صبح عین وقت پر ناشتہ کرتا ہے' عین وقت پر دفتر جاتا ہے' عین وقت پر واپس لوٹتا ہے' عین ٹائم پر نماز پڑھتا ہے' عین ٹائم پر سب واقعات ہوتے ہیں اور پورے ٹائم پر سو جاتا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ اس کی کامیاب زندگی ہے۔ ذکر والا کہے گا کہ اس سے زیادہ ناکام ہی کوئی نہیں۔ تو وہ کامیاب ہے کیونکہ فرائض پورے کر رہا ہے مگر جس ایک دائرے میں وہ کامیاب ہے اس کے علاوہ زندگی کے جتنے دائرے ہیں اُن سب سے وہ غافل ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہ اس کا ایک دائرہ ہے' مکمل دائرہ ہے' اس دائرے میں تو وہ مکمل ہے کہ صبح اُٹھنا' بیدار ہونا' شام ہونا' نماز پڑھنا اور پورے ٹائم پر سو جانا۔ وہ جو تہجد گزار لوگ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اب سوا آٹھ بج گئے ہیں' میرے سونے کا ٹائم ہو گیا ہے' اس لیے آپ تشریف لے جائیں' تہجد کا ٹائم ہو جائے گا اس لیے میں نے جلدی اُٹھنا ہے۔ اُسے دنیا کی کسی اور شے کی پرواہ نہیں ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس شعبے میں کامیاب اور باقی شعبوں

سے محروم ہو گیا۔ آپ نے بات پہ غور کیا؟ سارے حضرات یہ کہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کا کوئی بھی عمل آپ کے لیے سنت ہے' اس پر چلنا چاہیے۔ کیا غارِ حرا میں بیٹھنا سُنت ہے؟ اس وقت نماز کا کون سا ٹائم تھا' Concentration تھی۔ یہ دین اب سے چودہ سو سال بعد بھی قائم رہے گا۔ تو دین والے بہت سی باتیں نظر انداز کر دیتے ہیں' کھانا پینا کم کر دیتے ہیں' پیسے سے دور ہو جاتے ہیں۔ اب آپ اس ذات ﷺ کے بارے میں سوچیں کہ جس کے پاس وہ دین ہے جو ہزار ہا سال بعد بھی محبت اور عقیدت میں قائم رہے گا ان کے لیے پیسے کے بارے میں کچھ کرنا کیا مشکل تھا لیکن انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ تو اس کو نظر انداز کر دیا اور ایک بڑی بات کی سوچ ایسی بتائی کہ وہ دین تا قیامت قائم رہا۔ آپ لوگ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ کون سی چیز آپ نے فوقیت میں رکھنی ہے۔ اس لیے Concentration نہیں ہوتی۔

سوال:

کیا آپ ترجیحات کا کہہ رہے ہیں؟

جواب:

ترجیحات کا مطلب ہے ایسی چیز کہ اس کو قائم رکھنا ہے۔ اگر آپ ذکر کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس مجذوب کو دیکھو جس نے آگ کا مچ لگایا ہوتا ہے' جو اس کے پاس درخواست لے کے جائے کہ یہ ضروری کاغذ ہے تو وہ کہے گا کہ ڈال دے آگ میں' تیری چٹھی منظور ہو جائے گی۔ یہ کہتا ہے کہ بابا جی دعا' حالات خراب ہو رہے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چٹھی لے کے آ' وہ چٹھی لے آیا تو بولے کہ آگ میں

ڈال دے۔ کیونکہ اس بابے کے پاس ایک ہی طریقہ ہے Concentration کا۔ تو وہ باقی ہر چیز اُس Concentration کے اندر ڈال دیتا ہے۔ اگر ایک آدمی Concentration کر رہا ہے اور بچہ رو رہا ہے تو وہ کہے گا کہ کون بچہ؟ رونے دو۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر بھی رو رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد دونوں ہی رو رہے ہیں' فوت ہو گئے' زمانے بدل گئے' مگر وہ ذکر کرتا جا رہا ہے۔ یہ ہے Concentration۔ اور اگر آپ یہ تکلفاً کرنا چاہتے ہیں کہ یکسوئی کا' ذکر کا پیریڈ کرنا ہے تو دس منٹ ذکر کر لو' فیشن کے طور پر کر لو مگر یہ ذکر تو نہیں ہوگا۔ یکسوئی اگر مل گئی تو پھر اس سے واپس نکلنا مشکل ہوگا۔ اس لیے یا تو یکسوئی نہ مانگو یا پھر مانگ لو۔ آپ سارے لوگ جو بیٹھے ہیں یہ دعا کر لیں کہ اس شخص کو ذکر میں یکسوئی مل جائے' ایسی یکسوئی مل جائے کہ اس کا نام پوچھیں تو کہے کہ نام بھی بھول گیا ہے۔ تو یہ ہے یکسوئی۔ اگر صرف ویسے ہی ذکر کرنا ہے تو دس منٹ ذکر کر لو لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ _____ تو ذکر پورا ہو گیا۔ مگر یہ تو ذکر نہ ہوا۔ اس لیے اے صاحبانِ زمانہ! آپ لوگ یا Concentration کرو یا پھر ٹائم ٹیبل کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آپ پوری طرح غور کرو کہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے' آپ کے ملک کے اوپر حکومت کے طور پر کون بیٹھا ہے' اب آپ کیا اسلام کی باتیں کرتے ہیں۔ اب آپ کیا ذکر اور کیا Concentration کریں گے۔ مقصد یہ ہے کہ یہاں تک تو آپ کے حالات پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ کے ملک' سارے پاکستان میں ایسا بندہ نہیں جو مرد ہونے کی حیثیت سے جوانمردی کرتا۔ یہ واقعہ نہیں ہوا ناں۔ اب آپ آرام سے بیٹھ جاؤ اور Concentration

کرتے جاؤ ۔

میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ھُو' اللہ ھُو' اللہ ھُو

تم اِدھر بیٹھ کے اللہ ھُو کرتے جاؤ اور وہاں سارا ہُو کا عالم ہو جائے گا۔ اس لیے یہ دیکھو کہ آپ کے گردوپیش کے واقعات آپ کو Concentration نہیں کرنے دیں گے' آپ کی اخباریں آپ کو Concentration نہیں کرنے دیں گی' آپ کا نظام الاوقات آپ کو Concentration نہیں کرنے دے گا۔ آپ کسی بات میں بھی Concentration نہیں کر سکتے جب تک آپ حاصل اور محرومی سے آزاد نہیں ہوتے' جب تک آپ نفع نقصان سے آزاد نہیں ہوتے' یا جب تک آپ جنونی نہیں ہو جاتے۔ اگر ایک چیز ملک میں آپ کے عقیدے کے خلاف ہو رہی ہے تو ذکر کیسے چلے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس ذات کا آپ ذکر کر رہے ہیں اس ذات کے ساتھ آپ کا تعلق ہونا چاہیے۔ ذکر میں اللہ کا نام ہوتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ صرف زبان پر ہو کہ آپ ہزار بار ذکر کر جائیں بلکہ ذکر یہ ہے کہ تعلق سے یاد پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ کا تعلق نہ ہو تو یاد پیدا نہیں ہوتی۔ تو ذکر جو ہے یہ مذکور کی اجازت سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت ہو تو ذکر ہوتا ہے۔ تو ذکر جو ہے وہ مذکور کے اِذن سے' مذکور کے فضل سے ہوتا ہے اور مذکور کی شمولیت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے جب آپ ذکر کا پوچھتے ہیں تو ذکر آپ کے کرنے کا کام نہیں ہے بلکہ یہ مذکور کے چاہنے کا نام ہے۔ وہ جس کو چاہے ذکر دے دے۔ انسان خود ذکر' فکر' اذکار جتنے کرتا

جائے وہ بالکل بیکار ہیں جب تک مذکور نہ چاہے۔ وہ جب چاہتا ہے تو ذکر بنا دیتا ہے۔ اس طرح پھر دل کا ذکر' زبان کا ذکر اور خیال کا ذکر مل جاتا ہے۔ پہلے خیال پَوتر ہو جاتا ہے اور پھر ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ ذکر کا معنیٰ یہ ہے کہ غیر اللہ کی یاد اور خیال سے آزاد ہو جانا۔ ایک طریقہ تو یہ ہے۔ غیر اللہ کا مطلب ہے اللہ کے علاوہ' ماسواءاللہ' تو وہ اللہ کے علاوہ ہر خیال سے آزاد ہو جاتا ہے' غافل ہو جاتا ہے' وہ اللہ کے خیال میں چلتا جاتا ہے' اس کو جانے دو وہ جدھر جاتا ہے۔ اس طرح ذکر چل پڑتا ہے۔ پھر ایک اور طریقہ ذکر کا یہ ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری ۔ میرے ذکر کے لیے نماز قائم کر۔ نماز کا نظام قائم کرو' ٹائم ٹیبل کے مطابق۔ تو یہ بھی ذکر ہے۔ اللہ کے بارے میں فکر کرنا بھی ذکر ہے۔ تو یکسوئی کا ہونا اس کے فضل سے ہے۔

اور کوئی سوال _____ پوچھیں _____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ذکر والے اور یکسوئی والے مجذوب اور مجنون ہوتے ہیں لیکن صحابہؓ کی تاریخ میں تو ایسے مجذوب نظر نہیں آتے؟

جواب:

وہاں ذکر کہاں ہوا؟ وہاں ذکر کی محفلیں تو نہیں ہوئیں۔ وہاں تو حضور پاک ﷺ کی محبت میں جو لگن تھی وہ ذکر ہے۔ وہ تو چلتے جا رہے ہیں اور حکم کا انتظار کر رہے ہیں' تو یہ ذکر ہے۔ یوں آپ کی طرح' جیسا کہ یہاں ذکر کا طریقہ آیا وہاں اس طرح کا ذکر نہیں ہے' کہ محفل بیٹھ گئی اور ایک آدمی ذکر کرتا جا رہا ہے۔

وہاں تو وہ حکم کے انتظار میں ہوتے تھے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جہاد کرو تو سارے تیار ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ہے وہ لے آؤ۔ پھر پوچھا کہ گھر میں اپنے لیے کچھ رکھا ہے۔ کہنے لگے کہ کچھ نہیں رکھا' ہمارے لیے بس آپ ﷺ ہی ہیں۔ جس آدمی کے گھر میں سرمایہ اور اثاثہ ہے اس کا ذکر کرنے سے کیا تعلق ہے' صحابہ کرامؓ کی بات کرنے سے کیا تعلق ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی جان کو نثار کر دیا حضور پاک ﷺ کے حکم پر اور آپ ﷺ کے دین کے لیے' اس شعبے میں آپ لوگ کیسے ڈھلو گے۔ یہ ماڈرن ذہن کہتا ہے' جب کبھی وہ اپنے دور سے اُکتا جاتا ہے تو صحابہ کرامؓ کے بارے میں پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی محفلِ ذکر لگائی۔ یہاں پر اعلان ہوتا ہے کہ آج محفلِ ذکر ہو گی ساڑھے نو بجے اور ساڑھے دس بجے کھانا ہو گا۔ اور پھر کھانا ہی کھانا ہو گا۔ کبھی آپ نے محفلِ ذکر دیکھی ہے؟ ایک آدمی باقی سب کو ذکر شروع کرا دیتا ہے اور باقی سارے کرتے رہتے ہیں۔ پھر مل کے ذکر کرنے سے کچھ لوگوں کو محویت بھی ہوتی ہے' کچھ کو تاثیر بھی مل جاتی ہے۔ باقی سارے ویسے کے ویسے آ جاتے ہیں ۔

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اُٹھے اپنا دامن

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ذکر کرتے کرتے کاسۂ گدائی ساتھ رکھتے ہیں''' اللہ ھُو'' کرتے جا رہے ہیں اور پیسے بھی مانگتے جا رہے ہیں۔ جب تک آپ اس خیال کے اندر ڈھل نہ جائیں تو ذکر صرف فزیکل چیز کا نام نہیں ہے' یہ صرف سانس کی آواز کا نام نہیں ہے۔ طوطا بھی ذکر کر سکتا ہے۔ وہ اللہ ھُو کی ایسی

گردان کرے گا کہ آپ حیران ہو جائیں گے۔ فاختہ بھی ذکر کرتی ہے' قُمر ہ بھی ذکر کرتا ہے' اس کی آواز ہی ایسی ہوتی ہے۔ تو ذکر کا مطلب ہے محویت' اس کی یاد میں' اس کے تعلق کے ساتھ۔ یہ جو مجنون ہوتے ہیں تو اس زمانے میں مجنون تھے اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپؒ مجنون ہو گئے تھے۔ مجنون کیسے ہو گئے؟ انہوں نے سنا کہ حضور پاک ﷺ کا کوئی دانت مبارک شہید ہو گیا۔ تو انہوں نے سوچا کہ پتہ نہیں وہ کون سا دانت ہو گا' لہٰذا ایک ایک کر کے سارے دانت نکال دیئے۔ کیا آپ نے یہ بات سُنی ہے؟ یہ کوئی دانائی کی بات تو نہیں ہے' یہ تو مجنون کی بات ہے۔ محبت ہمیشہ مجنون ہوتی ہے۔ اگر محبت میں تمیز آ جائے یا ٹائم ٹیبل آ جائے یا احتیاط کا پہلو آ جائے تو وہ محبت نہیں۔ مثلاً اُسے کہیں کہ آج شام کو تمہیں محبوب نے بلایا ہے تو وہ کہتا ہے کہ شام کو اگر بارش نہ ہوئی تو میں ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ تو یہ محبوب والی بات تو نہ ہوئی۔ اس لیے جب آپ صحابہ کرامؓ کی زندگی کو پیش کرتے ہیں تو پھر اُن جیسی زندگی گزارو۔ اگر اب جیسی زندگی گزار رہے ہیں تو اس میں دیکھیں کہ کتنا عمل کر سکتے ہیں۔ دورِ حاضر کے اندر یہ بڑی سخت بیماری ہے۔ کیا بیماری ہے؟ کہ لوگ صحابہ کرامؓ کی زندگی اپنے مطلب کی Quote کر لیتے ہیں اور موجودہ دَور کے کچھ اور انداز کے تقاضے پورے کر لیتے ہیں۔ جب وہ تقاضے پورے کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ دور ہی ایسا ہے' گزارا تو کرنا ہے۔ جہاں اپنے خلاف کوئی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے تو اس طرح بالکل نہیں کیا۔ لہٰذا آپ لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ یا تو آپ کی زندگی صحابہ کرامؓ کی زندگی کے عین مطابق ہو۔ اسی طرح سنت پہ چلنے

والے بہت کم لوگ ہوں گے جنھوں نے جہیز کے بارے میں یہ کیا ہو کہ حضور پاک ﷺ کے اپنی بیٹی کو عطا کیے ہوئے جہیز کے مطابق جہیز دیا ہو۔ کم لوگ ہوں گے ناں؟

سوال:

کوئی بھی نہیں ہے۔

جواب:

کوئی بھی نہیں ہے؟ لو یہ تو آپ نے اور ہی بات کر دی۔ اگر ایسا کوئی نہیں ہے تو پھر آپ ﷺ کی بات کیا کرتے ہو۔ وہ بادشاہ ہوں' کائنات کے سلطان ہوں اور پھر فاقہ بھی ہو۔ یہ بھی کوئی نہیں کرتا' کہ بادشاہِ وقت ہو اور فاقہ ہو۔ تو ایسا کوئی بھی نہیں کرتا۔ پھر آپ کیا کرتے ہو۔ پھر آپ چاہتے ہیں کہ اس طرح کی شب بیداری کریں اور وہ اعجاز بھی پیدا ہو جائے مگر ویسے زندگی نہیں گزارتے۔ آپ لوگ شہید کا درجہ پانا چاہتے ہیں مرے بغیر ــــــ یہ آپ کے دورِ جدید کی خاص بات ہے کہ شہادت کا رتبہ بھی مل جائے اور ایسا ہو کہ کربلا سے باہر مل جائے۔ کوئی جہاز کے حادثے کے بعد شہید ہو جاتا ہے' کوئی پھانسی کے بعد شہید ہو جاتا ہے' کوئی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ آپ کے پاس اپنی مرضی کی الاٹمنٹ ہے' جسے چاہے مرضی شہید بناتے جاؤ۔ شہید تو پھر شہید ہوتا ہے' کم از کم اسلام کے نام پر کوئی ایسی پرفارمنس ہو جس کو کرنے سے وہ جان سے جائے تو وہ شہید کہلائے گا۔ تو یہ اسلام کے نام پر ہے' خدا کے نام پر ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کے نام پر ہے۔ اگر ایسا کوئی واقعہ کرتے کرتے انسان کی جان نکل

جائے تو وہ شہید کہلائے گا۔ کم سے کم وہ شہادت ہے جب خدانخواستہ اچانک کوئی Explosion' دھماکہ ہو جائے۔ تو یہ کم سے کم شہادت ہے کہ کوئی حادثہ ہو جائے' زلزلہ آ جائے' چھت گر پڑے' ملک کے دفاع کے لیے اگر کوئی مرے اور وہ اسلام کے نام کا ملک ہو تو وہ بھی شہید کہلائے گا۔ جہاد ہے دین کے نام پر اور خلیفۃ المسلمین کے حکم پر لڑنا اور اگر وہ کافروں کے خلاف ہو تو پھر وہ شہید ہو گا۔ اگر ایران اور عراق کی جنگ ہو رہی ہے تو دونوں شہید نہیں ہوں گے۔ شہید وہ ہو گا جب تک دوسرا کافر نہ ہو۔ تو ایک شہید کب ہو گا؟ جب دوسرا کافر ہو۔ اگر مسلمان' مسلمان کے خلاف ہو گیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ تو یہ بات دین کے کسی فنکشن کو ادا کرنے میں ہو۔ تو یہ واقعات ہیں شہادت کے بارے میں۔ اس لیے آپ جب کبھی دورِ جدید کے حساب سے بات کرتے ہیں تو غور کے ساتھ بات کریں_____ آپ شاید ایران عراق کے بارے میں دوبارہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ ایران عراق کی یہ بات ہے کہ ایران کا عراق کے خلاف عمل اور عراق کا ایران کے خلاف جو عمل ہے اگر دونوں اس میں واضح نہ ہوں تو پھر اس کے بعد شہادت کا مقام الگ ہو جاتا ہے۔ اگر دونوں اپنے اپنے امیر کی اطاعت کر رہے ہیں تو دونوں طرف شہادت نہیں ہو گی۔ آپ غیر جانب دار ہو کے دیکھیں' دونوں اپنے اپنے ملک کے فنکشن کی اطاعت کر رہے ہیں' ملک کو Defend کرنا شہادت نہیں ہے' شہادت ہے امیر کے حکم کو ماننا_____ اور اگر دونوں طرف امیر ہوں اور دونوں طرف مسلمان ہوں تو پھر بات غور طلب ہو جائے گی۔ اگر آپ بات کو غور سے دیکھیں تو مسلمان کی مسلمان کے ساتھ جنگ بڑی غور طلب

ہے۔ اس لیے ان باتوں پہ بڑا غور کرنا پڑے گا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ تو شہید ایسے نہیں بن جاتے۔ شہید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے موت سے تو گزرنا پڑے گا۔ یکسوئی کے لیے یہ ضروری ہے' ذاکر بننے کے لیے بھی یکسوئی سے گزرنا پڑے گا۔ اطاعت کے لیے بھی یکسوئی سے گزرنا پڑے گا۔ ایک چیز کو آپ نے بڑے غور سے کرنا ہے کہ جب اطاعت کرنی ہے تو پھر اس کے بعد آپ چلتے جاؤ_____

اور کوئی سوال _____ ایسا سوال کہ جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو ورنہ پھر بات مشکل ہو جاتی ہے' کہیں اور نکل جاتی ہے۔ آپ ذکر کریں اور اگر یکسوئی نہیں ہوتی ہے تو پھر آپ خاموش ہو جائیں۔ ذکر کے مارے میں کہتے ہیں کہ فاقہ زیادہ کرنے سے ذکر ہو جاتا ہے' کم کھانے سے ذکر ہو جاتا ہے' یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے' جاگنے سے یکسوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک آدمی نے کہا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر یکسوئی پیدا نہیں ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کہ اچھا یکسوئی پیدا نہیں ہو رہی؟ وہ اندر گھر میں گئے' واپس آئے تو یکسوئی پیدا ہو گئی۔ گھر کے اندر تھوڑا سا کھانا بچا ہوا تھا' وہ کسی فقیر کو دے دیا تو یکسوئی پیدا ہو گئی۔ جس آدمی کے گھر میں صبح کے کھانے کا انتظام ہو تو اس میں یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ یہ ایک خاص بات ہوتی ہے۔ اگر صبح کا خیال دل میں ہو تو رات کو یکسوئی پیدا نہیں ہوتی۔ ذکر کے اندر یکسوئی کا مطلب یہ ہے کہ نہ صبح کا خیال ہو یعنی Tomorrow کا اور نہ گزرے ہوئے کل کا خیال ہو۔ نہ اپنا خیال ہو اور نہ کسی اور کا خیال ہو تو پھر یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ ورنہ ذکر کی عبادت میں بہت وقت ہو جائے گی۔

ہاں بولو ____ حافظ صاحب! ڈاکٹر صاحب! ریاض میاں بولیں ____

سوال:

حضور! ابھی آپ نے فرمایا کہ ماسوا کے خیال سے انسان کو نکل جانا چاہیے تو کچھ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ماسوا تو کچھ ہے ہی نہیں۔

جواب:

یہ تو آسان سی بات ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب آپ اللہ کی طرف جا رہے ہوں تو ہر چیز ماسوا ہے اور جب آپ اس مقام تک پہنچ گئے تو وہاں ماسوا نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ؎

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت

کثرت تو ہے اور سارے کے سارے کثرت ہیں۔ جب آپ اس کے اندر وحدت کا سفر کرتے ہیں تو سارا اس میں کثرت گنا جائے گا۔ پھر جب آپ وحدت سے اس طرف بھیجے جاؤ تو پھر کوئی شے غیر نہیں ہے۔ لیکن ماسوا کو یاد رکھنا کہ اللہ کا فضل، اللہ کا حکم یا اللہ کی بنائی چیزیں ضرور موجود ہیں مگر ان میں اللہ نہیں ہے۔ بات سمجھ آئی؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ماسوا نہیں ہے تو آپ یہ ضرور سمجھ لو کہ شیطان اور شیطان سے وابستہ باتیں اور اشیا، اور افراد سب ماسوا ہیں۔ ابلیس اور ابلیس کے فنکشن کرنے والے، فنکشن ادا کرنے والے جو ہیں، ان سب کو آپ ماسوا کہیں بلکہ ان کو عدو اللہ کہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ وہ تمہارا دشمن ہے اور ہمارا بھی دشمن ہے۔ تمہارا دشمن اس لیے ہے کہ اس نے تمہیں دھوکہ دینا ہے، ورغلانا ہے اور ہمارا دشمن اس لیے ہے کہ اس نے ہمارا کہنا نہیں ماننا۔

آگے جو راز ہے وہ راز والا جانے اور اس کا کام جانے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے ''عدو اللہ'' کہا تو وہ عدو اللہ ہے' جس کو اللہ نے ماسوا اللہ کہا تو وہ ماسوا اللہ ہے' جس کو اللہ تعالیٰ نے غیر کہا تو وہ غیر ہے۔ اس لیے وہ جو بزرگ کہتے ہیں کہ اس میں غیر کیا ہے' فرعون بھی تیرا' موسیٰؑ بھی تیرا' وہ بھی تیرا' ہم بھی تیرے _____ تو وہ جو ہیں کرنے کا ایک مقام ہے' اس لیے وہ بزرگ یہ بات کہتے ہیں' وہ اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ وہ ایک مقام آتا ہے' کہ اگر میں آپ کو اندر دیکھوں تو باہر کون ہے اور باہر دیکھوں تو اندر کون ہے' میں کون ہوں' تو کون ہے' یہ سب کیا ہے' یہ فرعون اور موسیٰؑ سب خیال کی باتیں ہیں ۔

ہر شے وہم خیال' ہر شے وہم خیال

تو اس مقام پر جب بزرگ پہنچتے ہیں' فقیر پہنچتے ہیں تو وہ ٹھیک کہتے ہیں' وہ کہہ سکتے ہیں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ خیال کا نام اللہ ہے' اللہ کی ذات تو ہمیں نظر نہیں آئی' بس خیال ہے اور عقیدہ ہے۔ اور عقیدہ ہی ماسوا اللہ ہے' میں ہی اللہ اور میں ہی غیر اللہ یعنی میرے ماننے کا نام اللہ ہے اور میرے نہ ماننے کا نام ہے کہ اللہ نہیں ہے' میں نے ہی کافر ہونا ہے اور میں نے ہی مومن ہونا ہے _____ تو ''میں'' کون ہے؟ بندہ۔ اگر میں مان لوں تو تُو ہے اور اگر میں نہ مانوں تو تُو کدھر ہے؟ تو فقراء یہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر وہ یہ کرتے ہیں تو اللہ سے ان کی بے تکلفی ہے' وہ جانے اور اُس کا کام جانے۔ آپ اگر یہ کریں گے تو گستاخی ہوگی۔ تو تم یہ بات کہو گے تو گستاخی ہوگی۔ ان کا لین دین تو اللہ کے ساتھ چلتا ہے' انہوں نے اپنی جانیں وقف کی ہوئی ہیں' وہ بے تکلفیاں کرتے رہتے ہیں۔ تو ہم ایسی

بات نہیں کر سکتے کہ وہ کون ہے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو اللہ کے ساتھ ہیں' پتہ نہیں اللہ ہے کہ نہیں ہے' بہر حال نہیں ہے تو بھی ہے۔ یہ فرمان ہے کہ زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ زمانہ ہم ہیں۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ زمانے سے محبت نہ کرو کیونکہ یہی غیر ہے۔ یہ ساری کائنات جو ہے ماخلقت ھذا باطلا اس میں کوئی شے باطل نہیں ہے۔ پھر شیطان کیا ہے؟ ابلیس کیا ہے؟ وہ اللہ کے حکم سے باہر تو نہیں ہے۔ ابلیس نے کہا تھا کہ مجھے آپ نے یہ بات کیوں نہیں سمجھا دی کہ وعلم ادم الاسماء کلھا آپ پہلے بتا دیتے کہ آپ نے ناراض ہونا ہے۔ جس وقت کوئی انسان گمراہ ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ ابلیس نے گمراہ کیا' شیطان نے کیا' تو یہاں پر عقل والے لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس کو کس نے گمراہ کیا' ابلیس سے پہلے تو کوئی ابلیس نہیں ہے _____ تو یہ ساری باتیں جو ہیں یہ عقل والوں کے حساب کتاب ہیں۔ عقیدے کا حساب کتاب یہ ہے کہ یہ سچ ہے' یہ جھوٹ ہے' یہ اللہ ہے' یہ غیر اللہ ہے' یہ ماننا ہے' یہ نہ ماننا ہے' یہ مومن ہے' یہ کافر ہے' کافروں کے خلاف جہاد کا حکم ہے' انہیں مارو اور جب مرنے کا وقت آ جائے تو مر بھی جاؤ۔ ورنہ غیر کون؟ کافر کون اور مومن کون؟ یہ عقل والے کہتے ہیں۔ آپ اس بات سے بالکل بچو۔ جیسے اللہ نے کہا ویسے چلتے جاؤ۔ ''ماسوا اللہ'' ہوتا ہے ''غیر اللہ'' بھی ہے' ابلیس بھی ہے۔ یہ سارا جلوہ اسی کا ہے' عین اسی کا ہے لیکن اس کو نہ ماننے والے تو اس کا جلوہ نہیں ہیں۔ وہ جو زیادہ قریب ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ سارا جلوہ اس کا ہے' شیطان اس نے خود بنایا ہے' آپ رب بن گیا اور خود ہی کسی کو شیطان بنا دیا' پھر بندہ بنا دیا' ایک کھیل کر گیا' ہم تو گناہگار نہیں ہوئے' ہم نے تو

یہ کام کیا ہی نہیں' کبھی کہتا ہے کہ میں قادرِ مطلق ہوں اور کبھی کہتا ہے کہ شیطان میرا کہا نہیں مانتا۔ تو یہ کون کہہ سکتا ہے؟ جس کا حساب کتاب اللہ کے ہاں برابر ہو۔ آپ کا حساب کتاب برابر نہیں ہے۔ ہم لوگ بندے ہیں' عاجز ہیں۔ اس لیے ڈر کے رہو۔ اور یہ کہو کہ یا اللہ جو تو کہتا ہے وہ سچ ہے' جو تیرے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا وہ سچ ہے' ہم خود تحقیق نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ اللہ آپ کی تحقیق کا نام نہیں ہے۔ خود اللہ کو نہ ڈھونڈنا۔ اللہ وہی ہے جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے بتایا جیسا کہ اسلام میں ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے فرمایا ہے' اللہ ویسے ہی ہے۔ اگر کوئی درویش تمہیں مل جائے اور کہے کہ میں نے خود ہی اللہ کا تعلق ڈھونڈ لیا ہے تو وہ نہ ماننا۔ یہاں سے بہت ساری گمراہی پیدا ہوئی اور دین کے نام پر پیدا ہوئی۔ بہت سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو اللہ والے کہلائے لیکن وہ نبیؐ والے نہیں تھے۔ یہاں سے بدعت پیدا ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ گرونانک بھی اللہ والا ہے' ہندوؤں میں بھی اللہ والے ہوں گے' اور جگہوں پر بھی اللہ والے ہوں گے لیکن آپ کو کون سا اللہ والا چاہیے؟ جو اللہ کے حبیب پاک ﷺ والا ہو۔ اصل بات یہ ہے۔ اس لیے زیادہ لمبی چوڑی کہانی نہ بناؤ۔ اگر ایسی کہانی بناؤ گے تو پھر نبھا نہیں سکو گے ____ تو "غیر اللہ" بھی ہے اور "ماسوا اللہ" بھی ہے ____ اللہ ہے! اور اس کا تم نے دیدار نہیں کیا۔ اللہ کو تم نے کیسے مانا؟ تم نے سن کے مانا جیسا کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے بتایا۔ اُنہوں نے جو بات بتائی ہم نے اس کو مان لیا۔ تو اللہ ویسے ہی ہے جیسا کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا اور اللہ کے حبیب ﷺ ویسے ہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ یہ بڑی آسان سی بات

ہے۔ ایک نے بتایا کہ یہ اللہ ہے اور اللہ نے کتاب عطا فرما دی اور اب کتاب کے اندر اللہ بھی ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ بھی ہیں۔ تو آپ کے لیے بات بہت آسان ہوگئی۔ آپ اپنے پاس سے تحقیق نہ کرنا۔ بزرگ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر شے وہم خیال ہے' اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن یہ اتنی حقیقت ہے کہ ماضی بھی حقیقت ہے' جو گزر گیا وہ بھی قائم ہے۔ آپ کا سارا علم ماضی کا علم ہے' ماضی کا علم نکال دیا جائے تو آپ کا ایمان نہیں رہتا۔ ایمان کیا ہے؟ گزرے ہوئے لوگوں پر ایمان' پیغمبروں اور رسولوں پر ایمان۔ تو پیغمبر اور رسول کہاں ہیں؟ ماضی میں ہیں۔ اور یہ کہ غیب پر ایمان اور فرشتوں پر ایمان _____ کیا آپ نے کبھی فرشتہ دیکھا' جن دیکھا۔ یہ ملاقات نہیں ہے لیکن صرف ایمان رکھنا ہے۔ فرشتوں پر ایمان رکھنا ہے۔ اور یہ ایمان رکھنا ہے لیکن ابھی تک یہ پتہ نہیں کہ دیدار ہے کہ نہیں ہے۔ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان' کتاب پر بھی ایمان اور کتابوں پر بھی ایمان۔ کیا کسی کے پاس ثبوت ہے کہ جبرائیل امینؑ یہ کتاب لائے؟ بس اتنی سی بات ہے۔ کیا جبریل امینؑ ایک الگ ذات کے طور پر آئے' کیا وہ اپنے وجود میں آئے' کیا کوئی پرنٹ کیا ہوا صفحہ لائے' کیا الفاظ تھے؟ کان کے ذریعے الفاظ آئے؟ دل کے ذریعے الفاظ آئے؟ یہ سب آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ تو جیسا ہے ویسا ہے' تسلیم و رضا کی بات ہے۔ اس لیے بڑی احتیاط سے یہ بات سمجھنی چاہیے۔ اس میں بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔ اللہ کو مانا' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا' فرشتوں کو مانا' اگلی پچھلی ہر شے کو مانا' سب کو مانتے چلے جاؤ اور چپکے سے اپنا وقت گزارتے چلے

جاؤ۔ تو ماننا اور تسلیم کرنا بہتر بات ہے _____ ورنہ کوئی فرشتہ تو آج تک نظر آنا چاہیے تھا۔ اتنا عرصہ ہو گیا ہے۔ تنزل الملئکۃ والروح فرشتے اور روح آتے ہیں۔ سمجھنے والے سارے آدمی کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے۔ دیکھنے والوں نے بھی دکھایا نہیں ہے۔ بس اس میں اتنا سا راز ہے کہ دیکھنے والوں نے بھی دکھایا نہیں ہے اور بتایا سب نے یہ ہے کہ یہ ٹھیک ہے اور عین ٹھیک ہے۔ تو جو کچھ ہے عین ہے ٹھیک ہے۔ آپ اس طرح بہت ساری دِقت سے بچ جاؤ گے۔ تو جو کچھ ہے عین اور بالکل ٹھیک ہے' حقیقت ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ماضی حقیقت ہے تو مستقبل بھی حقیقت ہے۔ کیا قیامت آپ نے دیکھی؟ ایمان تو رکھو۔ پتہ نہیں کل کو کیا ہونا ہے' قیامت آئے گی کہ نہیں' آپ کی قیامت تو ہو ہی جانی ہے۔ جب کئی کروڑ سال بعد قیامت آئے گی تو آپ کو ہڈیوں سے نکالا جائے گا' دوبارہ بنایا جائے گا' پھر آج کی بات کی جائے گی' اس وقت نجانے کون سی زبان ہو اور آج کی پتہ نہیں کیا زبان ہے' پھر آپ کو حاضر کیا جائے گا' پھر لا کھڑا کیا جائے گا آپ کو ایک دربار کے سامنے اور پھر آپ کے لیے یا دوزخ ہو گی یا جنت۔ یہ کب ہو گا؟ دو کروڑ سال کے بعد۔ ایک کہے گا کہ اس آدمی نے میرا حق رکھا ہے تو وہ کہے گا کہ گھبرا نہیں یہ مل جائے گا' قیامت کو مل جائے گا۔ آپ نے دو کروڑ سال کیا انتظار کرنا ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کو پیسے مل جائیں گے' دس دنیا کے تو ستر آخرت میں مل جائیں گے۔ آخرت میں اگر پیسے مل گئے تو وہاں بازار تو ہونا نہیں' پھر خریدو گے کیا؟ تو وہاں پیسے مل جائیں گے مگر سامان تو نہیں ملے گا' وہاں بازار نہیں ہو گا' کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہوں گی' کوئی میلہ' کوئی عرس مبارک تو

نہیں ہوگا؟ وہاں قصور کی جلیبیاں تو نہیں ملیں گی۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ تو یہ سارے واقعات تسلیم میں آنے چاہییں کہ ایسا ہے' جیسا ہے ویسا ہے' جو بیان ہو گیا وہ بیان ہو گیا۔ سچ کیا ہے؟ سچے کا قول۔ جو کچھ حضور پاک ﷺ نے فرمایا وہ عین حقیقت ہے اور جو اللہ نے فرمایا وہ عین حق ہے۔ بس اس میں بحث نہ کرو۔ اللہ کہتا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے قریب ہوں۔ وہ قریب ہے تو ضرور قریب ہے۔ آپ نے کبھی دیکھا' کبھی محسوس کیا؟ آپ میں سے ڈاکٹر بھی ہیں' کیا انہوں نے عملِ تنفس میں ایسی بات دیکھی ہے۔ اللہ نے جو فرمایا وہ ٹھیک ہے۔ جو واقعہ ہو گیا وہ ٹھیک ہے۔ ایک پیغمبر کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بہت شادیاں تھیں۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور کہا کہ ہم یہ چیز لینا چاہتے ہیں۔ تو ان کی اِتنی ازواج تھیں کہ آپ سمجھنا چاہو گے تو سمجھ نہیں آئے گی کہ قصہ کیا ہے' آپ جاننا چاہو گے تو جان نہیں سکو گے کہ قصہ کیا ہے۔ دوسرے پیغمبروں کے واقعات دیکھو تو وہ اور ہیں۔ یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے ہوئے ہیں اور ان کی خوب صورتی کا عالم یہ ہے کہ آج تک شہرہ ہے۔ اس لیے ماضی کو نہ چھیڑنا' مستقبل کو بھی نہ بدلنا' جو کچھ بیان ہوا وہی مستقبل ہے۔ اپنا عقیدہ درست رکھو اور اپنے اعمال کو صحیح رکھو۔ یہ عقل کی بات نہیں ہے۔ آپ جو بات کریں گے وہ عقل کی بات کریں گے۔ انسان کیا کرے گا؟ عقل کی بات' اخلاقیات کی بات اور جو کچھ سوچا ہوا ہے۔ اور جو دین نازل ہوا ہے وہ تمہاری سوچ سے باہر ہے۔ بات سمجھ آئی؟ انسان جب قانون بنائے گا تو اپنی فکر کے مطابق بنائے گا اور جو اللہ کی طرف سے ہے وہ کیا ہے؟ یہ Divine ہے' آسمانی

ہے۔ اس لیے آسمانی احکامات کو زمینی ذہن سے مت سوچو۔ تو یہ آسمانی احکام ہیں۔ فرشتہ کیا ہے؟ یہ آسمانی حکم ہے۔ اب تم تو زمین کا ذہن رکھتے ہو' تمہیں کیا پتہ کہ فرشتہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ تسلیم کرلو کہ اللہ ہے۔ پھر وہ کہے گا کہ کیا اللہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے' کیا بیک وقت ہے؟ تو وہ بیک وقت ہر جگہ ہے' دن کو بھی' رات کو بھی۔ تو یہ کیسے ہے؟ خالق چونکہ مخلوق کے ذہن میں نہیں آ سکتا لہٰذا تم مان لو۔ تم مخلوق ہو' تمہیں کیا پتہ کہ خالق کیا ہے۔ مثلاً روزے کے فوائد یہ بتائے جاتے ہیں کہ انسان فاقے میں ہوتا ہے' تو کل پیدا ہو جاتا ہے' غریبوں کے حالات پتہ چل جاتے ہیں _____ یہ تو تم ایسے ہی باتیں کرتے جا رہے ہو لیکن روزہ اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ نماز اس لیے ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ حج کرنا ثواب کا باعث ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ اس میں بڑے پیسے خرچ ہو گئے' ثواب تو بعد میں ہوتا' پہلے یہ پیسہ بچوں کے کام آتا' ان کی شادیاں کرتے _____ مگر حج اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کا گھر اگر اُدھر ہے تو اِدھر کون ہے؟ مسجد بھی اس کا گھر ہے' خانہ کعبہ بھی اس کا گھر ہے' اللہ کا وہ گھر بڑا دُور ہے اور مہنگا ہے _____ ایسا نہیں ہے' وہ اس کا گھر ہے' بیت اللہ ہے' وہ جا کے دیکھو اور تمہیں رزق دینے والے کا حکم ہے کہ تم جاؤ۔ رزق ہے تو اس کے راستے میں خرچ کرو۔ اس کی مصلحت کیا ہے؟ یہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے' اُسے دیکھنے سے کیا ہو جائے گا' یہ تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔ جہاں بات سمجھ سے باہر ہو وہیں تو دین کام آتا ہے۔ دین کا مطلب کیا ہے؟ جہاں سمجھ نہ آئے وہاں حکم مانو۔ سمجھ والی بات تو آپ روز ہی کرتے رہتے ہیں مثلاً ہر آدمی کو سمجھ ہے کہ پیسہ ہونا چاہیے مگر

ہر آدمی کے پاس پیسہ نہیں ہے' ہر آدمی کو سمجھ ہے کہ خوش رہنا چاہیے لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ کیا آپ خوش ہیں؟ خوش کرنا چاہتے ہیں جسے' وہ بھی نہیں ہوتا۔ دین کا مطلب یہ ہے کہ جہاں ذہن کی الجھن ہو وہاں اطاعت ہو۔ دین کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ دین کو ماننے کی کوشش کرنا' دین کو جاننے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ماننا۔ یہ جو ہم قربانی کرتے ہیں اس سے بے شمار لوگ گمراہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تھا' آپ کے بیٹے کا واقعہ ہے اور یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے کہ بابت افعل ما تومر تو حکم ہو گیا اور دُنبہ قربان ہو گیا' بکرا بھی قربان ہو گیا' اب یہ واقعہ ہو گیا جیسے بھی ہو گیا مگر ہم ہر سال قربانی کرتے جا رہے ہیں تو اس کا فنکشن کیا ہے' مفہوم کیا ہے؟ تو گمراہ لوگ عام طور پر یہ بحث کرتے رہتے ہیں کہ ہر آدمی اتنا خرچ کرتا ہے' اس کا فنکشن کیا ہے' اس کی بجائے کسی غریب کا مکان بن جائے گا۔ تو یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے ایسے کیا ہے' تو ایسے ہی کرو۔ قربانی کا کیا مقصد ہے؟ اس کا یہی مقصد ہے کہ حکم ماننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے' اور حکم کا یہ نہ پوچھنا کہ حکم کیوں دیا گیا ہے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ اس میں وجہ نہ نکالو' ترجیحات نہ نکالو' توضیحات نہ نکالو' یہ حکم ہے' بس مان لو۔ اس لیے وہ علما صاحبان جو حکم کی وضاحت میں دلائل دیتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش کرو کہ دلائل کی ضرورت نہیں ہے اور ہم نے مانا دلیل کے بغیر _____ ورنہ دلیل کے جواب میں ایسی دلیلیں آئیں گی کہ آپ کو اُڑا کے رکھ دیں گی۔ آپ کو دلیل دیں گے کہ اس سے بڑے کام ہوتے ہیں' افغان مہاجرین کو گوشت مل جاتا ہے۔ آگے سے

وہ کہے گا کہ افغان مہاجرین کو پیسے دے دو' گوشت کیوں دیتے ہو۔ ہزاروں دلائل آ جائیں گے۔ آپ کہو کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ کا حکم ہے' ایسے ہی کرو۔ اس لیے دین کی وضاحتوں میں دلیلیں نہ دینا۔ دلیل سے نہ آپ کا عقیدہ ثابت ہوگا اور نہ آپ کے عقیدے کی وجوہات ثابت ہوں گی۔ ماننا کیسے ہے؟ بس ماننا ہے۔ وجہ؟ وجہ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ تمہیں خدا نے بنایا ہے۔ تم کہو کہ یہی تو کمال ہے کہ ہم ثابت کرنے کے بغیر ہی مانتے ہیں۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ مرنے کے بعد آپ زندہ ہوں گے؟ ہاں' ہمیں تو بالکل یقین ہے کہ مرنے کے بعد ہم زندہ ہوں گے' ہمیں پورا اور پکا پتہ ہے۔ مرنے والوں کے لیے جو دعا کرتے ہیں کیا اس کا کوئی اثر پڑتا ہے؟ بہت اثر پڑتا ہے۔ کیا جنازے کا اثر پڑتا ہے؟ بہت اثر پڑتا ہے' اگر تم جنازہ نہیں پڑھو گے تو لوگ تمہارا سر پھاڑ دیں گے۔ تو ان سب سے بڑا فرق پڑتا ہے۔ یہ ساری باتیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ ہم مان چکے ہیں۔ نہ ماننے والے یا تو جھوٹے نبی ہو گئے یا گمراہ ہو گئے' اور ایک خطرناک بات انہوں نے یہ کی کہ وہ کبھی کبھی درویش کہلائے۔ کہ انہوں نے دین کو مانا نہیں ہے اور فقیر کہلائے' دین کی اصل کو نہیں مانا اور فقیر فقراء کہلائے' کہنے لگے کہ بس چھوڑو ہندو مسلمان ایک ہیں' چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو' مسجد جاؤ چاہے مندر جاؤ' چاہے یہ مانو چاہے وہ مانو _____ یہ جھوٹ ہے۔ مسجد جو ہے وہ مسجد ہے اور مندر' مندر ہے۔ یہ لوگ انگریز کی پیداوار ہیں' ہندو کی پیداوار ہیں' انہوں نے ایسے ایسے درویش کھڑے کر دیئے جنہوں نے کہا کہ چاہے مسجد مانو' چاہے مندر مانو' چاہے یہ مانو' چاہے وہ

مانو کہیں رحمان ہے کہیں رحیم ہے ایک ہی بات ہے رام کہہ لو تب بھی وہی بات ہے واہ گرو کی جے سب ایک ہی ہے۔ ایک نہیں ہے۔ اگر ایک ہے تب بھی ہم اس طرف سے آئیں گے اور آپ کو تبلیغ کریں گے اور اس ایک کو یوں نہیں مانیں گے جس طرح کہ یہ لوگ کہتے ہیں۔ تو بعض اوقات فقراء بن کے ایسا واقعہ کیا گیا۔ یہ بات آپ لوگ نکال دیں۔ مثلاً ایک جگہ کوئی بندہ درویش بن کے بیٹھا ہوا ہے اس کی دعا کی تاثیر بھی ہو سکتی ہے جیسے کوئی عیسائی کسی جگہ بیٹھا ہوا ہے دم بھی کرتا ہے اور بھی کچھ اُلٹ پلٹ کرتا ہے بیماری بھی ٹھیک ہو جاتی ہے۔ اگر آپ ویسے بیٹھنا شروع ہو جاؤ گے تو پھر عیسائی کے عیسائی ہو گئے۔ گویا کہ دین کو مشکلات کے باوجود بھی قائم رکھو۔ اگر دین کو چھوڑ کے بیماری جاتی ہے تو بیماری بے شک نہ جائے پھر بہتر ہے یہ بیماری اس کو رہنے دو۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ ایک آدمی بیمار تھا۔ ایک پادری اس کے پاس دعا کرنے کے لیے گیا عیسیٰ علیہ السلام کی مورتی دکھائی صلیب دکھائی اور کہا کہ دعا کرو تو کرائسٹ تمہاری مدد کرے گا اور تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پادری ہر مہینے وہاں جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ وہاں گیا تو ایک آدمی نے کہا کہ آپ کی بات مجھے سمجھ آ گئی ہے آپ ہر مہینے آ کے کہتے ہیں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے اس ساتھ والے کو بھی آپ نے کہا تھا کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو یہ تو کل مر گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم موت سے بچ جاؤ گے بلکہ ٹھیک ہو جانا ایک خیال ہے ایک تصور ہے۔ تو یہ سارے لوگ اپنے اپنے عقیدے کا کام کر رہے ہیں انہوں نے بیماروں کو ہسپتال بنا دیئے اور عیسائیت پھیل گئی۔ اور

آپ لوگوں نے تو بیماروں کو تکلیف دینا شروع کر دی۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی حکومت قائم رکھو اور اپنا دین قائم رکھو۔ یہ سادہ سادہ دین ہے' بہت اچھا دین ہے' اس کے اندر کوئی ورائٹی پروگرام نہ بناؤ۔ پھر سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے میری نصیحت یاد رکھو کہ دین کے اندر صاف صاف چلتے جاؤ جیسا کہ حکم آیا ہوا ہے اور بس چلتے جاؤ' چلتے ہی جاؤ۔ کوئی کسی کو زیادہ تبلیغ نہ کرے۔ مسلمان' مسلمانوں کو تبلیغ نہ کرے۔ کیا یہ مشکل بات ہے؟ مسلمان ہو کے کلمہ پڑھ کے اچھا عمل کرتے جاؤ۔ مسلمان' مسلمانوں کے اندر تبلیغ کرتے ہی گم ہو گئے۔ تبلیغ سے آگے نکل کے کوئی عمل کرو جو قومی سطح پر ہو یا انسانوں کی سطح پر ہو' حکومت کی سطح پر ہو۔

اور کوئی بات _____ پوچھو _____

سوال:

حضور پاک ﷺ پر ایمان لانے سے ہی تو انسان اللہ تعالیٰ پر ایمان لا سکتا ہے اور انہی کی بات ماننے سے اللہ تعالیٰ کی بات مانے گا۔

جواب:

آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ہے ہی ساری ایک بات۔ ایک بات آپ کو سمجھ آ جائے تو آپ آسانی میں آ جائیں گے۔ اگر یہ ریفرنس مل گیا تو آپ آسانی میں آ جائیں گے' وقتیں ختم ہو جائیں گی' وضاحت کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اگر کوئی پوچھے کہ یہ کیوں کر رہے ہو تو کہو کہ یہ مجھے حکم ملا ہے۔ اس طرح بحث ختم ہو جائے گی۔ اور آپ کے لیے حکم جو ہے وہ اللہ کے

حبیب ﷺ کا حکم ہے۔ جو حکم ہے اس پہ آپ چلتے جائیں۔ اس طرح باقی ہر حکم سے آزاد ہو جائیں گے۔ اسلام نے آپ کے ساتھ اتنی بڑی مہربانی کی ہے کہ آپ غور سے اس کو سمجھیں۔ انسان' انسان پر ہمیشہ حاوی رہا ہے۔ انسان ہمیشہ Ruler رہا ہے' انسان لیڈر رہا ہے' انسان آقا بنتا رہا ہے' انسان نے غلام رکھے ہیں' انسان نے نوکر رکھے ہیں' انسان بڑے بڑے ظلم کرتا رہا ہے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی GOD بنایا گیا۔ یونانیوں نے کہا کہ پہاڑ پر دیوتا رہتے ہیں۔ دیوتا' دیوی' اولمپس پہاڑ' اپالو' لونا' گاڈ' گاڈیس' ہزارہا دیوتا بنا دیئے۔ پتھر کے دیوتا آ گئے' لکڑی کے دیوتا آ گئے' چاند کے آگے لوگ جھک گئے' سورج کے آگے جھک گئے۔ جھکنا انسان کی سرشت میں چلا آ رہا ہے۔ وہ Visible یعنی نظر آنے والی شے کے سامنے جب جھکتے تو اس کی فوری طور پر کوئی نہ کوئی خدمت کرنی پڑتی تھی۔ اسلام نے مہربانی یہ کی کہ آپ کے سامنے سے خدا غائب کر دیا۔ اگر آپ سمجھ جاؤ تو یہ بڑی مہربانی ہے۔ اب آپ کسی زندہ شے کے سامنے جھک نہیں سکتے۔ خدا کہاں ہے؟ غیب ہے۔ غیب کا لفظ ہی بڑا خوب صورت ہے یعنی کہ وہ لوگ جو اللہ سے غیب میں ڈرتے ہیں' دیکھے بغیر ڈرتے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ اسلام نے مہربانی کا ایک ایسا واقعہ کر دیا کہ اب آپ کو کسی کے سامنے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسلام نے آپ کو بالکل ہی آزاد کر دیا۔ تو انسان کے اوپر سے انسان کا بوجھ آزاد کر دیا۔ حضور پاک ﷺ نے پیغمبر ہونے کی حیثیت سے اپنی لیڈر شپ بھی نہیں جتائی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ان سے کہہ دو کہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں' عمل کی اطاعت' حکم کی اطاعت۔ اس طرح آپ

لوگوں کے لیے آسانی ہوگئی۔ آپ کو مزار کی پوجا سے بھی منع کر دیا گیا۔ کاہن نہ بننا' پروہت نہ بننا' Foreteller نہ بننا پیشن گوئیاں کرنے والا نہ بننا' اللہ تعالیٰ کو ٹھوس شے میں نہ دیکھنا' اللہ تعالیٰ تم سے قریب ہے' وہ تم سے دور بھی ہے' وہ عرش پہ ہے' وہ فرش پہ ہے' وہ ہر جگہ ہے' اس کو تم نے بنانا نہیں بلکہ ماننا ہے۔ اس طرح انسان' انسان سے آزاد ہو گیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ تو میرا کہنا مان کیونکہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔ تو وہ کہتا ہے کہ میرا اللہ تو میری طرف ہے' تو یہ کیسے کہتا ہے۔ اس طرح آپ کے لیے انسان سے آزادی ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے سوچا کہ مسلمان تو آزاد ہو گئے ہیں' فتوحات کرنے لگ گئے ہیں' انہوں نے کہا کہ ان میں پادری بھیجو۔ لوگوں نے کہا کہ پادری تو مومنوں میں نہیں جا سکتا۔ تو انہوں نے کہا کہ ان میں مولوی بنا کے بھیجو جو انہیں کہے کہ میں تمہیں اسلام کی باتیں سنا رہا ہوں' میں تمہیں روحانیت کی باتیں سنانے لگا ہوں۔ تو مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے علماء اور مشائخ کی صورت میں کچھ لوگ بھیجے گئے۔ مسلمانوں کو اسلام چاہیے تھا لیکن مسلمانوں کو مولوی مل گئے' مسلمانوں کو اسلام چاہیے تھا لیکن انہیں پیر مل گئے' مسلمانوں کو ترقی چاہیے تھی لیکن انہیں فقیر مل گئے۔ انہیں اور کچھ نہیں چاہیے تھا کیونکہ آپؐ کی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے' وہ اتنی مکمل ہے کہ اس پر کام ہی مکمل ہے اور آپؐ اتنے قریب ہیں کہ ہمیشہ ہی قریب ہیں۔ اس لیے یہاں پھر آپ کی وضاحتیں' تفسیریں اور روحانیتیں کام نہیں آئیں گی۔ روحانیت تو وہ لوگ کریں جن کے پاس دریافت کرنے کے لیے صحیح راستہ نہ ہو۔ آپ کے پاس صحیح راستہ ہے' اپنی زندگی

گزارتے جاؤ' خوشی کے ساتھ چلتے جاؤ۔ اور کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اللہ کو دریافت کرنا ہے؟ اللہ کو دریافت کرنے کا حکم نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی ان سے آپ کہہ دیں کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہیں تو آپ کی اطاعت کریں۔ اس لیے اسلام نے آپ کو بہت آسان راستہ بتایا تھا لیکن درمیان میں مشکل آ گئی ہے۔ اب درمیان کی تبلیغیں اُڑا دو اور درمیان سے اُڑا دو خانقاہ۔ اور پھر آپ کیا بن جاؤ گے؟ مسلمان! اب تو آپ مرید بنو گے یا کسی انجمن کے ممبر بن جاؤ گے لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ جو غریب مسلمان ہے وہ اچھا مسلمان ہے' جو کسی جماعت میں شامل نہیں ہے وہ اچھا ہے۔ جماعتیں بند کر دو۔ مسلمان کی جماعت تو ایک ہے۔ آپ کی جماعت کون سی ہے؟ مسلمان۔ آپ کا فرقہ کون سا ہے؟ مسلمان۔ آپ کے لیڈر کون ہیں؟ حضور پاک ﷺ۔ آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ نے اسلام میں یہ پڑھ لیا ہے تو آپ کہیں کہ پڑھ لیا ہے۔ پڑھنے سے یہ ہو گا کہ کسی بزرگ کی وضاحت آ جائے گی' مثلاً یہ کہ شیخ کبیر نے ''ہمہ اوست'' میں کیا کہا ہے' آپ چھوڑو۔ پھر وہ کہے گا کہ عجیب باتیں کرتے ہو' یہ تو فقہ کی بات ہے۔ فقہ بھی بعد کی بات ہے۔ آپ یہ بات نہیں سمجھے؟ تو بات کیا ہے؟ جو دین جس دن مکمل تھا اتنا ہی چاہیے آپ کو۔ اس کے بعد کسی بندے میں تیسری آنکھ تو پیدا نہیں ہوئی' سینگوں والا تو بندہ نہیں آیا' وہی چھوٹا سا بندہ ہے' چھوٹی سی زندگی ہے' جیسے پیدا ہوتا ہے ویسے مر جاتا ہے' وہی آرزوئیں ہیں' وہی حسرتیں ہیں' ساٹھ سال کی زندگی ہے' اب اس میں اگر کوئی نئی چیز پیدا ہو تو ہم نئی چیز دریافت

کریں مگر اسی طرح کا بندہ ہے' اسی طرح کی کہانی ہے' دین مکمل ہو گیا ہے' یہ کافی ہے۔ پھر آپ کو کہیں گے کہ قرآن مجید کا پڑھنا عربی میں فرض ہے۔ تو اپنی مادری زبان میں پیدا ہونے والا قیامت تک یہ پڑھ نہیں سکے گا' وہ لہجہ نہیں آئے گا' قاف شین آپ کا درست نہیں ہوگا۔ آپ کر کے دیکھ لو۔ وہ لحن نہیں آئے گا بلکہ پتہ چل جائے گا کہ آپ پنجابی لوگ ہیں۔ آپ عربی پڑھیں گے' بڑی خوبصورت پڑھیں گے اور پڑھتے پڑھتے پتہ چل جائے گا کہ یہ پنجابی بھائی ہے' یہ تو شیخوپورہ کا رہنے والا ہے۔ جو مرضی آپ کر لیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جہاں پیدا کیا گیا ہے وہیں کی بات کرو۔ اس میں لمبی چوڑی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ قرآن شریف کے سارے واقعات دیکھتے جاؤ اور تمام تفسیریں پڑھتے جاؤ تو زندگی تو ختم ہو جائے گی۔ تو آسان بات کیا ہے؟ اللہ کو مانا اور بس مان لیا۔ اب اس کی تلاش نہ کرنے لگ جانا کہ ہم اللہ کے پاس جا رہے ہیں۔ جانا تو اللہ کے پاس ہے۔ اب بھی آپ جہاں ہوتے ہیں وہیں اللہ کے پاس ہوتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے پاس چلے گئے وہ واپس بھی نہیں آئے۔ اس لیے ذرا دھیان کرنا' خیر سے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی تلاش میں چل پڑو۔ جو اللہ کے پاس گئے وہ واپس نہیں آئے۔ کہتا ہے میں اللہ کو یاد کر رہا ہوں۔ اگر اس نے تمہیں یاد کر لیا تو پھر؟ پھر تو مشکل ہو جائے گی۔ بس اللہ کو مانا' اللہ کے حبیب ﷺ کو مانا' قرآن پاک کو کتاب مان لیا' فرشتوں کو مان لیا' دین کی اطاعت کو مان لیا' نماز کو مان لیا' مسلمانوں کو مسلمان رہنے دیا۔ بس آپ آزاد۔ آپ کے خیال میں جو کم مسلمان ہیں ان کو اچھے عمل میں شامل کر دو۔ پہلے بڑے

جاہل لوگ تھے' پاکستان بنانے والے کچھ لوگ ایسے تھے جن کے سکھوں جیسے نام تھے' ان میں کھڑک سنگھ بھی ایک نام تھا' وہ آئے اور پاکستان بنا کے آئے۔ کہتے تھے کہ ہمیں پتہ چلا کہ یہاں ''محمدؐ جی'' کی حکومت آ رہی ہے۔ تو وہ آئے اور پاکستان بنا گئے۔ تو وہ دین کا ایک فنکشن ادا کر گئے اور آپ لوگ تفسیرات ہی کرتے رہ گئے اور مسلمانوں کو تبلیغ ہی کرتے گئے۔ اس لیے ایک سادہ عمل دین میں قوت کا عمل ہوتا ہے۔ اسلام میں آپ جتنی تشریحات کریں گے اتنا ہی جھگڑا ہو جائے گا۔ پھر آخری سٹیج یہ آ گئی ہے کہ کچھ علماء یزید رحمۃ اللہ کہنے تک پہنچ چکے ہیں۔ یہاں تک آپ کو علماء لے آئے ہیں۔ ''مشائخ کرام'' بھی آپ کو دور دور تک لے جائیں گے۔ مشائخ کرام کو ماننا چاہیے۔ ضرور ماننا چاہیے ناں؟ ہم مانتے تو ہیں لیکن ہم تب مانیں جب وہ آپس میں تو مل کے بیٹھیں۔ وہ آپس میں نہیں بیٹھتے' مل کے نہیں بیٹھتے۔ کوئی کہے گا کہ سب سے اونچا سلسلہ قادری ہے۔ اور چشتی سلسلہ؟ وہ کہے گا کہ یہ اور سلسلہ ہے۔ تو یہ سلسلہ قادری' چشتی' ظاہری' باطنی' موجودی' غیر موجودی' سلسلے در سلسلے' سلسلہ در سلسلہ' اور اتنے میں آدمی ختم ہو جاتا ہے۔ تو یہ آپ کے واقعات ہیں اور آپ دیکھو کہ مسلمان کہاں پہ تقسیم ہوا ہے۔ تو ان ساری باتوں پہ آپ غور کر لیں۔ پھر آپ کے لیے بہت اچھا واقعہ ہو جائے گا۔ درود شریف پڑھا کرو' نماز پڑھا کرو اور اگر آپ کو زیادہ شوق ہے تو آپ ضرور ذکر کیا کرو اور ''جاہل'' مسلمانوں کے لیے دعا کیا کرو' جن کا عمل اچھا نہیں ہے ان کے لیے دعا کیا کرو۔ سب کو ساتھ لے کے چلنا۔ وہ آدمی جو اکیلا جنت میں جاتا ہے اللہ اس سے پوچھے گا کہ تیرے باقی ساتھی کہاں ہیں؟ وہ کہے

گا کہ ان گمراہوں پہ میں لعنت بھیج کے آ گیا ہوں۔تو اس کو بھی واپس بھیج دیا جائے گا۔تو مسلمان کون اچھا ہے؟ جو اور مسلمانوں کو محبت کے ساتھ اپنے ساتھ لے چلے۔جس آدمی کو کسی اور مسلمان کے بخشے جانے پر یقین نہیں ہے اس کی اپنی بخشش خطرے میں ہے۔اس لیے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ یقین کرتے ہیں کہ ہر مسلمان بخشا جائے گا۔اب آپ کہو گے کیا وہ مسلمان بھی جو ظالم ہے؟ مسلمان کا معنیٰ صرف مسلمان ہے۔جس نے ستر سال کا کفر کیا ہے اگر اس کو کلمہ نصیب ہو گیا تو وہ بھی مسلمان ہے۔عین ممکن ہے کہ اس کو مرتے وقت ہی کلمہ نصیب ہو جائے' عین ممکن ہے کہ کسی وقت ہی اس پر انقلاب آ جائے۔اس لیے لمبی چوڑی تفصیلوں سے بچو اور سادہ سادہ زندگی بسر کرتے جاؤ۔ حالات زمانہ کے لیے اتنا پیسہ ہونا چاہیے کہ زیادہ پریشانی نہ ہو اور زیادہ پیسے بھی نہ ہوں ورنہ پریشانی ہو جائے گی۔وقت کا گزر ہونا چاہیے۔اور وقت کا کام ہے گزرنا۔ دعا کرو کہ زندگی آسان ہو جائے' زندگی سادہ ہو جائے۔مسلمانوں پر مشکل وقت آ رہا ہے' یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔دعا کرو کہ یہ مشکل وقت ٹل جائے۔پاکستان پر بھی آسان وقت نہیں ہے' یہ بھی دعا کرو کہ یہ وقت ٹل جائے۔ دعا کرو کہ پاکستان میں ساری جماعتیں محبت کے ساتھ اکٹھی ہو جائیں ورنہ _____ ورنہ مشکل ہو جائے گی۔اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو ایسا لیڈر بنا دے جو پوری قوم کا متفقہ لیڈر بن جائے یا جو متفقہ لیڈر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ اس کو بھیجے۔یہ جو الگ الگ لیڈر شپ ہے' الگ الگ مسجدیں ہیں یہ ختم ہونی چاہییں ورنہ وقت پیدا ہو جائے گی۔اوپر اوپر وہ آپس میں لڑتے ہیں اور نیچے سے لوگ آپس میں

لڑنے لگ جاتے ہیں۔اس سے پہلے کہ کوئی ایسی بات ہو آپ دعا کریں کہ یا اللہ ملک کو بچا' ملک کے اندر تضاد کو بچا' جھگڑے کو بچا' اب کوئی وقت نہ ہو اوپر والے لوگ آپس میں صلح کر لیں' ایک بندے کو مان لیں اور اس کے پیچھے چل پڑیں۔چار دن کا میلہ ہے' آخر ختم ہو جائے گا' پھر یہ ساری کشمکش ختم ہو جائے گی۔انسان ہوتا ہی کتنا ہے۔ابھی حال ہی میں آپ کہتے تھے کہ بھٹو صاحب کے لیے فاتحہ کرو اور پھر ضیاء الحق کے لیے فاتحہ کرو۔ایک کہتا تھا شہید بھٹو کے لیے اور دوسرا کہتا تھا کہ ضیاء شہید کے لیے۔دو شہیدوں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ ان کو آپس میں طے کرنے دو' خود ہی آگے جا کے دیکھیں گے' شاید آپس میں وہاں پر مل کے بیٹھے ہوں۔تو وہ روحیں ہیں۔تو روحوں کو آپس میں لڑنے دو' خود ہی فیصلہ کر لیں گی کہ کیا ہے۔ایک کہے گا کہ تو نے مجھے بھیجا' دوسرا کہے گا کہ میں نے تجھے بھیجا کہ تو نے مجھے بھیجا۔تو اصل واقعہ کیا ہے؟ اصل واقعہ یہ ہے کہ زندہ انسان کا اچھی زندگی گزارنا۔یہ روحوں کے جھگڑوں کی بات نہیں ہو رہی۔ماضی کا جھگڑا ہم نے نہیں کرنا۔حال میں آپ بیٹھے ہیں' اچھا وقت گزارو اور اچھے حالات میں صبر کرتے جاؤ' جس ملک میں بیٹھے ہو اس کی خیر خیریت مانگو۔ورنہ تو اندیشے ہوتے ہیں۔لوگ صبح اٹھ کے ناشتے پر بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کیا پاکستان ہے؟ کہتا ہے آج تو ہے۔تو وہ کہتا ہے کہ اچھا کل دیکھیں گے۔تو یہ نہ ہو جائے کہیں۔اللہ تعالیٰ اس کنٹری کو' ملک کو آباد رکھے اور ملک والوں کو بھی آباد رکھے۔اور وہ لیڈر جن کا تعلق ملک کی سلامتی کے خلاف ہے ان کو اللہ تعالیٰ پیار کر کے اپنے پاس ہی بلا لے یعنی جو ملک کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔یا اللہ تیرے

پاس تو اتنی گنجائش ہے' تو ان کو بلا لے۔ اور جو ملک کی خدمت کر سکتے ہیں ان کو خدمت کا موقع عطا فرما۔ تو یہ ہونا چاہیے۔ اس لیے سارے جھگڑے ختم کرو۔ پہلے مشرقی پاکستان چلا گیا ہے۔ بڑے بڑے واقعات ہو گئے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ ہو جائے۔ اگر آپ لوگ صحیح ہو جائیں' سادہ زندگی ہو جائے' ہیرا پھیری نہ ہو تو دنیا ساری آپ کی ہے۔ ایسا ہو جائے گا۔ ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جلدی ہو جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا لیڈر پیدا ہو جائے جو ساری دنیا کے لیے لیڈر ہو جائے۔ ہو بھی سکتا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جلدی ہو جائے۔ ہو تو سکتا ہے ناں۔ جس طرح قائداعظمؒ لیڈر تھے' وہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو قبول ہو گئے۔ ایسا تھا ناں؟ ایسا انسان بھی ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی کے صحیح ہونے پر ساری قوم صحیح ہو سکتی ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ ایک آدمی کا صحیح ہونا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آدمی عطا ہوتا ہے اور وہ آدمی سب کو صحیح کر دیتا ہے۔ ایسا موقع مل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ دعا کرو کہ ملک کو ایک لیڈر عطا ہو جائے۔ سارے مسئلے مسائل حل ہو جائیں گے۔ بس وہ مسلمان ہو' سچا مسلمان ہو' ذہین ہو اور سچا ذہین ہو اور ملک کی کشتی کو کنارے لگا کے چلا جائے۔ پھر بین الاقوامی سطح پر یہ کام شروع ہو جائے گا۔ ایسا ہو سکتا ہے ناں؟ بس یہ دعا کرنی چاہیے۔ آپ کا دین بہت سادہ ہے۔ دین میں آپ نے کرنا ہی کچھ نہیں ہے۔ دین میں دینیت کوئی نہیں ہے' صرف زندگی ہے۔ کتنی آسان سی بات ہے کہ آپ دین میں نماز پڑھ رہے ہیں اور دعا کیا کر رہے ہیں؟ میرے ماں باپ پر رحم فرما' میری اولاد کو نمازی بنا دے۔ تو اس میں اولاد کی بات ہو رہی ہے' ماں باپ کی

بات ہو رہی ہے' نیک لوگوں کی بات ہو رہی ہے' بزرگوں کی بات ہو رہی ہے' آپ فاتحہ مل جل کے کرتے ہیں' شادیاں مل جل کے کرتے ہیں۔ تو آپ کا دین انسانوں کی وحدت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو دعائیں بتائی ہیں وہ ''ربنا' ربنا'' سے شروع ہوتی ہیں یعنی ہمارے رب' ہمارے رب۔ جب تم اس کے بن جاؤ تو بس پھر رب تمہارا ہے۔ ''ہمارے'' کا مطلب کیا ہے؟ اجتماع ہو جائے' اکٹھے ہو جاؤ۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ تو ''اھدنا'' میں ''نا'' کا مطلب کیا ہے' ہم سب کو۔ تو یہاں کوئی اکیلا نہیں ہے' آپ ''ہم'' بن کے دکھائیں۔ پھر آپ جمع ہو جائیں گے اور مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اور کوئی بات _____ نہیں؟ چلو پھر دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے _____ آپ علماء صاحبان کو توجہ دلاؤ اور مشائخ کرام کو توجہ دلاؤ کہ یہ جو آپ تقریر کرتے ہیں اس میں آپ کیا کہتے ہیں' آپ لوگ کیا کرتے جا رہے ہیں۔ سب لوگ تو مسلمان ہیں' اب اور کیا چاہتے ہو آپ؟ کہتا ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ مسلمان تو ہم ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اور مسلمان ہو جاؤ؟ کہتا ہے اور کیسے؟ تو اور کیا؟ کہتا ہے کہ ایک مسجد اور بنانی ہے' دارالعلوم بنانا ہے' ایک اور دارالعلوم بنانا ہے _____ کیا تم سارے مل کے اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کہتے ہیں کہ ہم اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ اختلاف نے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اللہ فضل کرے' رحم کرے _____ چلو حافظ صاحب دعا کرو _____ آپ دعا کرو _____

بس ایک بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انما تنذر من اتبع

الذکر وخشی الرحمن بالغیب وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اس کو دیکھے بغیر اور اس کا ذکر کرتے ہیں فبشرہ ان کو بشارت دے دو بمغفرۃ و اجر کریم ان کی مغفرت ہوگئی اور ان کو بہت بڑا انعام مل گیا _____ تو وہ لوگ اللہ کو دیکھے بغیر ڈرتے رہے یہ سمجھ کر کہ وہ جہاں بھی ہے ٹھیک ہے' اس کو یاد کرتے گئے اور اس سے ڈرتے چلے گئے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے خوف میں رہے۔ ایسے میں ان کے دل سے بندے کا خوف نکل گیا۔ اب کسی جگہ ان کو بندے کا خوف نہیں آئے گا۔ علماء اور مشائخ کرام نے بندے کے دل میں خوف پیدا کر دیا اور بندے کو بزدل کر دیا' مسلمان کو بزدل کر دیا اور غریبی کا خوف پیدا کر دیا حالانکہ غریبی جو ہے وہ آپ ﷺ کا فخر تھا۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے غریبی پر فخر ہے۔ مگر انہوں نے غریبی کا خوف پیدا کر دیا اور خود امیر ہو گئے۔ اگر غریبی کا خوف نکل جائے تو مسلمان بھی گریٹ ہو جائے گا' بندے کا خوف نکل جائے تو یہ طاقت ور ہو جائے گا۔ آپ یہ کوشش کرو کہ غریبی کا خوف نکل جائے اور انسان کا خوف نکل جائے۔ ہو جائے گی یہ کوشش؟ کوشش ضرور کرو۔ یہ اچھی بات ہے۔

اور کوئی بات ہے؟ اعجاز میاں بولو! چغتائی صاحب کہاں ہیں؟ بولا کرو _____ کچھ بولو _____ منان! ایک کاغذ لے لو اور ان سب کے نام لکھو۔ کیا ان کے ایڈریس لکھے ہوئے ہیں؟ سب کے ایڈریس بھی لکھو۔ کوئی فنکشن کیا تو کام آئے گا۔

کوئی سوال پوچھو _____ پھر دعا ہو جائے گی' اس سے پہلے پوچھ

لو_____

سوال:

کوئی ایسا طریقہ فرمائیں کہ دعا منظور ہو جائے؟

جواب:

یہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فارمولے میں نہیں آتا۔ یہ پکی بات یاد رکھنا۔ وہ چاہے تو منظور کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ بس اسی کا نام اللہ ہے۔ اسے آپ قابو نہیں کر سکتے۔ آپ دعا پیش کر سکتے ہیں' اُسے مجبور نہیں کر سکتے۔

سوال:

اگر عاجزی سے مانگیں تو_____

جواب:

وہ تو اللہ ہے۔ تم جو انکساری کی بات کر رہے تو لوگ تو سال ہا سال لگے رہے ہیں۔

سوال:

وہ رحمٰن تو ہے۔

جواب:

رحمٰن تو ہے۔ وہ تم پر رحم کر رہا ہے جو تمہاری دعا منظور نہیں کر رہا۔ تم بغیر سمجھے ہوئے پتہ نہیں اس سے کیا مانگ رہے ہو' تم پیسے نہ مانگو' بیمار کی شفاء نہ مانگو' دنیا کی عزت نہ مانگو_____ اب بتاؤ اس سے کیا مانگنا ہے_____ بولو_____

سوال:

مغفرت ہی رہ جاتی ہے۔

جواب:

وہ تو اللہ تمہیں اپنے پاس بلا لے گا۔ یہ بات وہ منظور کر لے گا۔ اچھا آپ بتاؤ کہ آپ کی اصل دعا کون سی ہے؟

سوال:

میری دعا اولاد کی ترقی کے بارے میں ہے۔

جواب:

یہ بھی پیسے کی بات ہے۔ پیسہ وہ کافروں کو دیتا ہے۔ اس کے لیے وہ مان جائے گا۔ اس سے پیسہ نہ مانگنا۔ عام طور پر پیسہ جو ہے وہ تمہیں خراب کر سکتا ہے۔ اور کیا مانگنا ہے؟ ایسی دعا مانگو جو ہم سارے مل کے مانگیں۔ دعا ان کی منظور ہوتی ہے جنہوں نے پیسہ نہیں مانگا اور تکلیف میں نجات نہیں مانگی۔ تو یہ دعا منظور کرانے والے لوگ ہیں۔ انہیں تکلیف آئی تو انہوں نے نجات نہیں مانگی۔ اور انہوں نے اپنے پاس سے دعا نہیں مانگی کہ دنیا میں میری عزت ہونی چاہیے' شہرت اور چرچا نہیں مانگا۔ اور جب انہوں نے دوسرے کے لیے دعا مانگی ہے تو وہ منظور ہوئی ہے۔ آپ کی دعا منظور ہو سکتی ہے اگر آپ اپنی دعا اور اپنی اولاد کے لیے دعا نہ مانگو۔ وہ منظور ہو جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ میرے بھائی کے بھتیجے کی دعا منظور ہو جائے' وہ بھی آپ ہی ہو۔ جس نے دوسرے کے لیے مانگا' اس کو ملا۔ ماں باپ کے لیے دعا مانگو جو رخصت ہو گئے۔ ان کی روحوں کو دارالقرار میں

قرار' آرام ہونا چاہیے' سکون ہونا چاہیے۔ وہ دعا منظور ہونی چاہیے۔ یہ جو موجود لمحہ ہے اسی کا نام عمل ہے۔ عمل کے مقام کو بھی آپ دعا سے حل کرنا چاہتے ہیں تو پھر دعا کو کدھر لے جائیں گے۔ یہ تو عمل کا وقت ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ یہ کون سی دنیا ہے؟ یہ دارالعمل ہے' اس میں عمل کرنا ہے۔ تو آپ عمل کرو۔ خدا کو نہ ماننے والوں کے پاس بڑا پیسہ ہے' وہ عمل کرتے ہیں' محنت کرتے ہیں' آپ بھی یہ بات یاد رکھیں۔ دعا کا زیادہ تعلق جو ہے وہ دنیا سے رخصت ہونے کے لیے ہے' عاقبت بہتر ہونے کے لیے' ایمان سلامت رہے غریبی کے باوجود۔ یہ دعا ہونی چاہیے۔ یا اللہ ہمارے حالات مشکلات میں ہیں' دعا یہ ہے کہ ہمارا ایمان سلامت رہے' مشکلات کے باوجود ایمان سلامت رہے۔ مشکلات دور کرنے والی دعا نہیں۔ وہ آپ خود دور کرلو۔ آپ ناراض نہ ہونا۔ دعا کیا ہونی چاہیے؟ یہ مانگتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ مہربانی کب ہوتی ہے؟ جو ہو رہا ہے اس کو مہربانی سمجھو۔ جو واقعہ ہو رہا ہے وہ مہربانی ہے۔ اللہ مہربان ہے۔

سوال:

انسان کو زندگی کے کون سے حصے میں دعا کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے' پہلے وہ بچہ ہوتا ہے' پھر جوانی کی سٹیج میں آتا ہے اور پھر آخری سٹیج میں۔ تو کس سٹیج میں دعا کی زیادہ ضرورت ہے؟

جواب:

درمیان والی سٹیج میں زیادہ ہے۔ دعا ہوتی یہ ہے کہ وہ کام جس کی انسان خواہش رکھتا ہو اور کر نہ سکے۔ تو اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ یعنی خواہش رکھتا

ہواور کرنہ سکے۔ میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر کرنہ سکوتو خواہش چھوڑ دو۔ اگر خواہش بھی ہے اور کر بھی نہیں سکتے ہوتو پھر انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعاؤں سے بھی بے نیاز ہے۔ وہ خود بخود ہی کرتا رہتا ہے۔ وہ کارساز ہے ناں۔ جنرل دعا یہ مانگا کرو کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار ۔نار جو ہے وہ ہر طرح کی نار ہے' خواہش کی آگ' قیامت کی آگ' دنیا کی آگ' بھوک کی آگ' پریشانی کی آگ' فکر کی آگ' شدتِ جذبات کی آگ۔ یا اللہ دنیا میں ہماری عزت ہو اور آخرت میں ہمارے لیے بہتری عطا فرما۔ دنیا میں بہتر زندگی یہی ہے۔ پہلے تو آپ کے پاس بہتر زندگی کا تصور ہونا چاہیے کہ بہتر زندگی ہوتی کیا ہے۔ بہتر زندگی اسی کی ہے جو آدمی بہتر ہے۔ جو انسان بہتر ہے اس کی زندگی بہتر ہے۔ اب تم بتاؤ کہ سب سے بہتر انسان کون ہوئے؟ اللہ کے حبیب ﷺ۔ آپ ﷺ کی زندگی سب سے بہتر ہے کہ گھر میں جو زندگی ہے وہی بہتر ہے' باہر کی جو زندگی ہے وہی بہتر ہے۔ آج تک دنیا ان کا کلمہ پڑھتی جا رہی ہے۔ اتنی بہتر زندگی ہے وہ۔ حالاتِ زمانہ کو آپ دیکھیں کہ یہی بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ درود بھیج رہا ہے' فرشتے درود بھیج رہے ہیں اور آنے والے لوگ درود بھیجتے جا رہے ہیں۔ یہ کمال کی بات ہے۔ ہندو بھی نعت کہہ رہا ہے۔ یہ بڑی بات ہے کہ نہ ماننے والے بھی نعت کہہ رہے ہیں۔ یہ بڑی مہربانی ہے' بڑی خاص بات ہے۔ بس یہ دعا کرو کہ یارب العالمین ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' یہ ہم مانگتے ہیں' یہ تُو عطا کر سکتا ہے' یہ ہماری دریافت کرنے والی بات نہیں ہے۔ باقی جو چھوٹے موٹے کام ہیں وہ ہم خود ہی

کرلیں گے' غریبی میں ہم گزارہ کرلیں گے' تھوڑا سا پیسہ ہم کمالیں گے' کچھ بینک سے مانگ لیں گے۔ بس تو اپنے محبوب ﷺ کی ہمیں محبت عطا فرما اور ہمیں اپنی عبادت کی عادت ڈال۔ اور تو ہی اپنی کتاب کا مفہوم سمجھا۔ افہام القرآن جو ہے یہ تو ہی کرے گا' یہ ہم نہیں کر سکتے۔ اور تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ ہماری زندگی آسان بنادے' تجھے پتہ ہے کہ پیسہ دے کے آسان بنانی ہے یا خواہش لے کے آسان بنانی ہے۔ یا اللہ' یا تو خواہش نکال دے یا ضرورت پوری کر دے۔ ہمیں یہاں پر آسانی میں رکھ' ہم تجھے یاد بھی کرتے جائیں اور اپنا وقت بھی گزرتا جائے۔ پھر ہم تیری طرف لوٹ کے آئیں گے انا للہ و انا الیہ راجعون ہم نے تیری طرف آ ہی جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم تیری طرف آئیں' ہمیں یہاں ہی رہنے دے اور ہمیں ایسی زندگی عطا فرما کہ پریشانی نہ ہو' ہمارے دم سے کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی ہمیں تکلیف نہ پہنچائے۔ ہمارا پیسہ ہمیں نقصان نہ پہنچائے اور ہمارے لیے اتنا ہو کہ ہماری ضرورت پوری ہوتی جائے۔ یہی تو دعا ہے۔ ضرورت پوری ہوتی جائے' وقت ڈھلتا جائے' عزت قائم رہے' اولاد بھی خوش رہے' سب کی اولادیں خوش رہیں بلکہ آپ بھی خوش رہو۔ تو یہ دعا ہوتی ہے اور جو آپ کی صیغۂ راز والی دعا ہے وہ بھی پوری ہو جائے۔ اب آپ خوش ہو جائیں۔ ٹھیک ہے؟ خوش رہو _____ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

☆

3

1 ہمیں گھریلو حالات استوار کرنے کے لیے جو کوششیں کرنی پڑتی ہیں تو اس میں کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے اندر جو ''میں'' ہے اس کو دھچکا لگتا ہو۔

2 اللہ تعالیٰ گناہ تو بخش دیتا ہے لیکن گناہ نیکی میں کیسے بدل جاتے ہیں؟

3 سر! ہمارے پاس یقین ہے، علم ہے لیکن اس کے باوجود عمل نہیں بن پاتا۔

4 جناب ہمیں آپ کی مسلسل گائیڈنس کی ضرورت ہے۔

5 یہ جو کہتے ہیں کہ سارے کافر دوزخ میں جائیں گے تو کیا جو اچھے عمل کرتے ہیں وہ بھی؟

6 بعض اوقات بہت کوشش کے باوجود اللہ کا راستہ نہیں ملتا تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟

7 میرا سوال تو نہیں لیکن میری رائے ہے کہ محبت انسان سے کرنی چاہیے نہ کہ انسانیت سے۔

8 سر اگر نماز میں اللہ کے علاوہ کسی کا خیال آ جائے تو یہ کیوں ہوتا ہے کیونکہ اس طرح تو اللہ سے محبت میں محرومی ہو سکتی ہے۔

ایک آدمی دیکھا ہم نے۔ وہ نابینا تھے۔ ان کولوگ لے جایا کرتے کسی آستانے پر یا کسی خانقاہ پر لیکن انہیں یہ نہیں بتاتے تھے کہ ہم کہاں آ گئے۔ ان کو پتہ نہیں Reflection ہوتی تھی یا کیا تھا کہ وہ بتا دیتے تھے کہ یہ فلاں آستانہ ہے۔ انہوں نے دیکھا تو نہیں تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیسے پتہ چلا تو وہ کہتے تھے کہ یہاں کے ماحول میں ایک خاص قسم کی تبارک ہے' برکت ہے۔ اسی طرح پتہ چل جاتا ہے کہ یہ تو ہم فلاں جگہ آ گئے۔ اس سے Meaning thereby کہ جس جگہ کوئی بزرگ دفن ہو یا صاحب وصال ہو تو وہاں کا ماحول Indicate کرتا ہے کہ یہاں کون سی ہستی موجود ہے۔ اسی طرح اگر یہ پتہ نہ ہو کہ یہ کون سی زمین ہے اور آپ کربلا جاؤ تو رقت طاری ہو جاتی ہے۔ تو یہ Without knowing even ہوتا ہے۔ اگر جلالی صاحب مزار کے پاس جاؤ تو Without knowing کہ یہ کون بزرگ ہیں' جلال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس پہ یہ غور کرنے والی بات ہے کہ نئے آنے والے کے لیے زمین یہ Indicate کرتی ہے کہ اس کے اپنے ہونے والے کیا واقعات ہیں۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات لاعلم لوگ ہوں اور کوئی صاحب علم وہاں مدفون ہو تو اس کے علم کی جھلک لاعلم لوگوں تک آ جائے۔ اگر آپ پانی پت چلے جائیں جہاں

پانی پت کی جنگیں ہوئی تھیں تو وہاں جا کے دو دوست آپس میں لڑنے لگیں گے کیونکہ وہاں کی جگہ میں جنگ موجود ہے۔ اس لیے جگہوں کے بارے میں بڑا غور کرنا چاہیے۔ اپنے اپنے گھروں میں آپ کو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اگر اس جگہ پر جگہ ہونے کی حیثیت سے کوئی بوجھ ہو تو اللہ اس کو دور کر دے۔ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ جن جگہوں میں آپ رہتے ہیں اگر ان جگہوں میں کوئی کثافت موجود ہو تو اس کے دور ہونے کی آپ دعا کیا کرو۔ اگر آپ نے کسی جگہ گھر بنایا تو اس سے پہلے وہاں کے صاحب برکت کو Invoke کیا کرو کہ اے صاحب برکت گھروں میں عافیت ہونی چاہیے۔ عافیت کا آدھا کام زمین خود کر دیتی ہے اور تکلیف کا آدھا کام بھی زمین سے آتا ہے' آدھا آسمان سے بھی آ سکتا ہے' کچھ آپ کی بدمزاجی سے آ جاتا ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ تو زمین آدھا بوجھ دے دیتی ہے' سنگ رام' سخت زمین' چٹان جو ہے وہاں پر مزاج میں سختی آ جاتی ہے۔ اگر زمین میں کوئی ناقص کام ہوتا رہا ہو تو وہاں کے رہنے والے لوگوں میں نقص پیدا ہو جائے گا۔ کچھ آسمان سے مقدر کی کمزوری آتی ہے۔ تقدیر کا بہت سارا حصہ وہاں کے رہنے والوں کی آپس کی بدمزاجی میں گزر جاتا ہے۔ تو دعائیں کرنی چاہییں کہ یا اللہ! زمین کے اوپر ہونے والے واقعات کی تلخی سے مجھے محفوظ فرما۔ یہ کب کی بات کہہ رہے ہیں؟ آپ سے سو سال' ہزار سال' دو ہزار سال' پانچ ہزار سال تک کی بات ہو سکتی ہے۔ تو وہ تلخی جو ہے چلی آتی ہے۔ جس جگہ اللہ کی مہربانی ہو چکی ہو وہاں تو ویسے ہی مہربانی ہو گی۔ وہ خطہ جو چاہے چھوٹا سا خطہ ہے اگر وہاں کسی بزرگ کی کوئی شے موجود ہے' چاہے وہ مزار نہ بھی نظر آئے' تو جہاں ایک بار

اللہ کا رحم ہوا وہاں رحم ہوتا ہی جائے گا۔ قرآن شریف میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ پھر ایک آواز آئی اور بستی ختم ہوگئی' پھر آسمان سے ایک روشنی آئی اور لوگ ختم ہو گئے' رعد و برق کے واقعات ہو گئے۔ جو جگہ ایک بار جلال سے گزر جائے' جہاں بستیاں غرق ہو جاتی ہیں تو وہاں پر جب بھی کبھی جاؤ گے تو وہاں پر فیض نہیں ہو سکتا۔ جو چیز ایک دفعہ معتوب ہوگئی' معزول ہوگئی وہاں پر کچھ اور نہیں ہوگا۔ سمجھ آ رہی ہے آپ کو۔ اس لیے تقدیر یا مقدر کا کچھ حصہ اس مکان کی اس زمین میں ہے جہاں آپ نے بنیادیں رکھی ہیں۔ کیونکہ وہاں پر پہلے ہی کچھ واقعات ہو چکے ہیں' زمین نیک ہے' زمین پارسا ہے یا زمین منحوس ہے۔ تو زمین بھی پارسا ہوتی ہے۔ جن جگہوں پر نیکیاں ہوتی ہیں وہ جگہ ہی نیک ہوتی ہے۔ اس لیے اپنے مکان کے قبضے والی زمین کے عذاب کے بارے میں بھی دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اس کے عذاب سے بچا۔ تو یہ بھی تلخی ہوتی ہے۔ زمین پر جب کوئی سختی ایک بار گزر جائے تو دعا کرو کہ اس پر اوپر کی سختی نہ آئے' تقدیر کا کچھ حصہ آسمانی مقدر ہے' وہ تو لکھا جاتا ہے۔ کسی تلخی کی ایک اور نشانی یہ ہوتی ہے کہ گھر میں رہنے والے دو میجر لوگ کسی طریقے سے آپس میں Coordination پیدا کریں اور اگر ان میاں بیوی میں Coordination نہ ہو تو اس جگہ میں اضطراب پیدا ہو جائے گا اور اضطراب جو ہے وہ اولادوں پر نازل ہوگا اور دوسرے واقعات پر۔ جو خوش قسمت جگہ ہوتی ہے وہاں ہر چیز خوش قسمت ہوتی ہے' ہر وقت ہی وہاں پر اچھا ہوتا ہے۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟ اچھی جگہ پر ہر واقعہ اچھا ہوتا ہے۔ کوئی جگہ غلط ہو تو وہاں ہر واقعہ غلط ہوتا ہے۔ جگہ ہی گناہ گار ہوتی ہے اور جگہ ہی نیک ہوتی

ہے۔ اس لیے دعا کیا کرو کہ یا اللہ اس زمین پر یا اس مکان پر کسی قسم کا بوجھ جو ہمارے علم سے باہر ہے' اُسے تو ہٹا دے۔ یہ دعا ضرور کیا کرو۔ یہ وعدہ کرو کہ گھر میں رہنے والے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کی جدوجہد کریں گے۔ اللہ سے اس کا رحم مانگا کرو۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اگر کسی درویش کے قدم ایسی جگہ آ جائیں تو وہاں کی زمین کا کم از کم بوجھ تو ہٹنا چاہیے۔ اس لیے جس زمین پر آپ بیٹھے ہیں اس زمین کی ہر طرح کی تلخیاں اور بوجھ ہٹنے کی آپ دعا کریں۔ آپ کو اللہ توفیق دے کہ آپ یہ دعا کیا کرو کہ اس جگہ کی یا اس بستی کی خیر ہو' اس کے Inhabitants کے حوالے سے اور اس کی Posterity کے حوالے سے۔ آپ یہ تو کر لیں گے؟ کر لیں گے ناں؟

بسم اللہ _____ اب آپ بولیں _____ پوچھیں۔

سوال:

ہمیں گھریلو حالات استوار کرنے کے لیے جو کوششیں کرنی پڑتی ہیں تو اس میں کہیں ایسا تو نہیں ہوتا ہے کہ ہمارے اندر جو ''میں'' ہے اس کو دھچکا لگتا ہو۔

جواب:

اس سوال کا مفہوم یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر ہمارے باہمی تعلقات میں Harmony نہ ہو یا Coordination نہ ہو تو اس کی وجہ کیا ہمارے علم کا زُعم تو نہیں ہے' فوقیت کا زُعم تو نہیں ہے؟ یہ مسئلہ آج حل ہو جانا چاہیے تا کہ یہ بات بار بار نہ ہو۔ لفظ ''ہم'' یا ''میں'' کیا ہے؟ آپ کس چیز کو ''میں'' کہتے ہیں؟ یہ سمجھنے

والی بات ہے۔ ''میں'' کیا میرے پیشے کا نام ہے؟ اگر آپ پیشے سے ہٹ جائیں' نوکری سے ہٹ جائیں تو ''میں'' مغموم اور اداس ہو جاتا ہے۔ پہلے ''میں'' بڑا شوخ تھا اور اگر دفتر سے برخاست کر دیا جائے تو کہتا ہے میں اداس ہو گیا اور اگر نوکری مل جائے تو کہتا ہے کہ میں بڑا خوش ہو گیا ہوں۔ کیا ''میں'' کسی پیشے کا نام ہے؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ ''میں'' پیشے کا نام نہیں ہے لیکن پیشے سے ''میں'' بڑا متاثر ہوتا ہے۔ ایک بات تو یہ بڑے غور والی ہے کہ ''میں'' کہتے کسے ہیں۔ اگر پیشے کے اعتبار سے اور کمی وبیشی حالاتِ روزگار سے اس میں تبدیلی آتی ہے تو ''میں'' متلون ہو جائے گا۔ باہر سے ''میں'' آیا' پریشان اور بدحال تھا۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہتا ہے جیب کٹ گئی۔ اُسے کہو کہ نعوذ باللہ تُو تو نہیں کٹ گیا؟ ''میں'' تو گھر آ گیا اور کٹ گیا کچھ اور۔ تو کچھ اور میں بھی ''میں'' تھا۔ لہٰذا وہ ''میں'' وہیں کٹ گیا۔ تو کیا پیشے کا نام ہے ''میں''۔ وہ تو پھر غریب الوطن ہو کے دفن ہو جاتا ہے۔ ''میں'' تو وہاں ختم ہو گیا۔ لہٰذا ''میں'' کو آپ عام طور پر سرمائے کے حوالے سے جانتے ہیں' پیشہ اور پروفیشن کے حوالے سے جانتے ہیں۔ اگر ''میں'' ملک کا سربراہ ہے اور اس سربراہ سے کچھ پوچھا جائے تو ''میں'' اداس ہو جاتا ہے بلکہ ''میں'' ٹوٹ جاتا ہے' ''میں'' پاگل ہو جاتا ہے کیونکہ مرتبہ چلا گیا۔ سیاست میں پہلے زندہ باد والے آئے' نمٹا گئے اور پھر مردہ باد والے جب آئے تو اُتار کے چلے گئے۔ تو ''میں'' پاگل ہو گیا۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کیا یہ ''میں'' ہے۔ یہ بھی سوچنے والی بات ہے۔ کہتا ہے کہ جب میں اکیلا بیٹھتا ہوں تو ابا حضور میرے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ کیا وہ ابا حضور ''میں'' ہیں؟ یہ تو کوئی اور

''میں'' نکل آیا۔ یعنی کہ ''میں'' جو ہے یہ رشتوں کی یادداشت کا نام بھی ہے۔ اگر رشتے سارے مر جائیں تو ''میں'' بھی زندہ نہیں رہتا۔ گویا کہ ''میں'' کے اندر آدھے ''تم'' شامل ہو۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کیا یہ شخص بھی شامل ہے؟ کہتا ہے کہ یہ تو آتے جاتے رہتے ہیں' خیال کا نام ہے ''میں''۔ یعنی اپنا خیال۔ اگر یہ تمہارے خیال کا نام ہے تو کل جب خیال بدلنے والی دوسری کتاب پڑھو گے تو پھر یہ ''میں'' مر جائے گا۔ وہ جو کتاب تھی جو آپ پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ واہ کیا بات ہے' کیا فرمایا گیا ہے' اس نے کیا کہہ دیا ہے' واللہ' باللہ' رسل ہے کہ افلاطونِ وقت ہے _____ اب کہتا ہے کہ چھوڑو رسل کو' یہ تو کوئی نیا آدمی آ گیا۔ اب تو تم بدلتے جا رہے ہو۔ لہٰذا خیال کا نام تو ''میں'' نہیں ہے کیونکہ خیال جو ہے وہ آتا ہے' جاتا ہے' رہ جاتا ہے' ٹوٹ جاتا ہے یا پھر یادداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ پھر بھی تم زندہ رہتے ہو۔ کیا زندہ رہتے ہو یا مر جاتے ہو؟ مر جانے کا مطلب ہے کہ اُس خیال سے کٹ جانا' یہ جسم والا مرنا نہیں ہے جیسے لوگ Actual مر جاتے ہیں۔ تو ''میں'' اگر خیال کا نام ہے تو بھی یہ بات غلط ہو گئی۔ اگر فائنل بات کی جائے تو ''میں'' ہوں جب تک تیری محبت ہے اور تیری محبت نہیں ہے تو ''میں'' نہیں۔

تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

تیری بہار تو اس کے ساتھ ہے۔ زندگی تیری اور خیال اس کا۔ ''میں'' اور کیا ہے۔ ''میں'' ہے محتاجِ خیالِ یار۔ اگر ''میں'' محتاجِ خیالِ یار ہے تو خیالِ یار کا نام ''میں'' ہے۔ اور اگر انگریزی سکول کا نام ''میں'' ہے تو تُو جو کہ دینی

انسان ہے' ہمارے پاس سفارش کرتا ہے کہ میرا بیٹا بے دین سکول میں داخل کراؤ۔ اب ''میں'' کون ہے؟ مجموعۂ اضداد۔ مجموعۂ اضداد کیا ہوتا ہے؟ ضد کا مجموعہ۔ اصل میں تم اتنے جھوٹے ہو کہ دینی زندگی گزارنے کے لیے لادین سکول میں بچے داخل کرانا ضروری سمجھتے ہو۔ غریب پیغمبر ﷺ کو ماننے والے دولت ضرور جمع کرتے ہیں۔ اور وہ جو سادہ زندگی گزارنے والے تھے' ایک چٹائی کا بستر تھا' گھر میں ایک مصلیٰ اور چکی تھی' ان کو ماننے والے ایک ایسی زندگی گزارتے ہیں جس کا اس زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ والے ہیں۔ تو خیال غلط ہو گیا۔ تو ''میں'' جو کہ یادداشت کا نام ہے' علم کا نام بھی ہے۔ تو علم بدلتے رہتے ہیں' اخباریں بدلتی رہتی ہیں' آج اِدھر زندہ باد ہے' کل اُدھر زندہ باد ہے۔ تو دو بندے شادی کر لیتے ہیں' ایک پڑھا ہوا ہے جامعہ فلاں کا اور دوسرا ڈائریکٹ انگریزی میں پڑھا ہوا ہے۔ جب دونوں کی شادی ہو گئی تو کیا دعا کریں۔ یہ دونوں اب کیسے چلیں' اس کا انگریزی مزاج چلنا ہے اور اس کا اردو مزاج چلنا ہے۔ درمیان میں عجیب قسم کا تضاد ہے۔ آپ خود اپنے آپ سوچا کرو۔ آپ بڑی محبت سے پنجابی بولتے ہیں' خط و کتابت اردو میں کرتے ہیں' دفتروں میں منہ ٹیڑھے کر کے انگریزی بولتے رہتے ہیں' آپ کا تصوف جو ہے وہ فارسی زبان میں ہے' حافظؒ ہے اور مولانا رومؒ ہیں اور دین کے لیے آپ عربی زبان بولیں گے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا۔ اُدھر انگریزی بولتے ہو' یہاں عربی بولتے ہو' نہ اس زبان پر اختیار ہے اور نہ اس زبان پر اختیار ہے۔ تو ''میں'' کے یہ تضادات اکٹھے ہو گئے۔ اس لیے ''میں'' کا کون سا حصہ ''تُو'' کے ساتھ

ناراض ہے؟ یہ اپنے اندر ایک تضاد ہے Scattered اور Heterogeneous قسم کے Element بن گئے ہیں' آپ Discord میں رہتے ہیں' آپ کے اندر Concord آتا ہی نہیں ہے۔ تو یہ سارا تضاد ہے۔ کبھی یہ بات کرتے ہو اور کبھی وہ بات کرتے ہو۔ یا تو اس میں کوئی منفعت ہے۔ سلام کرنے میں بھی کوئی منفعت ہوگی۔ تو منفعت جو ہے وہ آپ کا لیڈر ہے اور جہاں منفعت نہیں ہوتی وہاں آپ کیا کرو گے؟ اس لیے آپ کی اپنے بارے میں جو Assessment ہے وہ ہی غلط ہے۔ کہ ''میں'' کا ''تو'' کے ساتھ کبھی تعلق نہیں بن سکتا جب تک اُسے ''تو'' سے محبت نہ ہو۔ اور آپ کو صرف ''میں'' سے محبت ہے۔ محبت کی تعریف میں نے یہ بتائی تھی کہ جس انسان کے لیے آپ اپنے خیال کو بھی قربان کر سکتے ہیں تو اس انسان سے آپ کی محبت ہوگی۔ اور دین کی محبت کیا ہے؟ جس انسان پر ایمان بھی نثار ہو۔

کافر نہ شدی لذتِ ایماں چہ شناسی

پھر وہ بھی کافر ہو گیا۔ تو وہ کافر نکلا' محبوب کافر نکلا تو ہم بھی کافر نکلے۔ تم اگر ''کیا'' ہو تو ہم بھی 'کیا'' ہیں' تم ''وہ'' ہو تو ہم بھی ''وہ'' ہیں' تم ''تم'' ہو تو ہم ''ہم'' ہیں' اگر تم نہ ہو تو ہم ہیں ہی نہیں۔ جب اس طرح کی محبت ہو جائے تو پھر ساری Coordination ہو جاتی ہے۔ تو آپ لوگ اپنے آپ سے گریز کر رہے ہیں' خود گریزی میں مبتلا ہیں' اپنے آپ سے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ کہیں ٹھہر کے اپنے آپ کا جائزہ لے لو کہ اللہ کے پاس جانے کے لیے کتنی انگریزی کی ضرورت ہے۔ اللہ تو زبانیں جانتا ہی ہے' وہ تو زبانوں کا خالق ہے۔

اللہ کے پاس جانے کے لیے کتنا جھوٹ بولنا لازمی ہے؟ وہ تو جھوٹ پسند ہی نہیں کرتا۔ اللہ سے کون سی بات چھپانے والی ہے؟ وہ تو چھپ سکتی نہیں ہے۔ اللہ کیسے دیکھتا ہے؟ اللہ تمہیں تمہاری آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اب بتاؤ کہاں بچ کے جاؤ گے۔ اللہ سنتا کیسے ہے؟ تمہارے منہ سے نکلی ہوئی بات تمہارے کانوں سے سن لیتا ہے۔ جس نے کان بنائے ہیں اس کے لیے سننا کوئی پرابلم ہے؟ اس لیے آپ اپنے آپ کا جائزہ لو کہ آپ Exactly کیا ہو۔ یہ علم کی بات نہیں ہے۔ آپ کا آپس میں گھروں میں اس لیے تعاون نہیں ہوتا کہ آپ دو Straight Lines تو ہیں لیکن Strew Lines ہیں یعنی وہ لائنیں جو آپس میں مل نہیں سکتیں' ایک ادھر کو جا رہی ہے اور دوسری اوپر کو جا رہی ہے' ان کا Plane ہی الگ الگ ہے۔ آپ سب لوگ الگ الگ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آپ جزیرے ہیں اور مل کے بیٹھے ہوئے ہیں' اس لیے ایک ملک کیسے بننا ہے۔ ملکِ دلبری کیسے بننا ہے' یہ نہیں بن سکتا۔ تو آپ کہتے ہیں کہ ہم سارے کے سارے اکٹھے ہیں' لیکن We mortal millions live alone آپ لاکھوں کروڑوں انسان ہو' مل کے بیٹھے ہوئے ہو اور سارے الگ الگ ہو۔ آپ نے جلوس تو دیکھا ہوگا۔ جلوس میں شامل ایک آدمی سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس میں کیسے شامل ہیں؟ کہتا ہے کہ میں تو جلوس دیکھنے آیا تھا۔ دیکھنے والے مل کے چل پڑتے ہیں تو جلوس بن جاتا ہے' جانے والے مل کے میلہ بنا دیتے ہیں۔ میلہ کسی درویش کا ہوتا ہے۔ باقی دیکھنے والے جو ہیں وہ میلہ بنا دیتے ہیں۔ درویش گزر گیا اور یہ گزر رہے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت سرفراز کر گئے اور آپ میلے کے اندر شرارتیں کر

رہے ہو۔اس لیے میلہ جو ہے یہ دیکھنے والوں کا ہے۔آپ تو ایسا جلوس بنا رہے ہیں جس کے اندر کسی کو کسی کی خبر نہیں ہے۔اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے۔سارا دن بھیڑ میں چلتا جا رہا ہے چلتا جا رہا ہے اور ہے سارا اکیلا۔وہ جو واقف تھے یا آشنا تھے یا چاہنے والے تھے یا جاننے والے تھے وہ تو رہ گئے پیچھے _____ یہ بتائیں کہ کیا میں جلدی تو نہیں بول رہا؟ رفتار تیز تو نہیں ہے؟ آپ کی سمجھ کی رفتار Slow تو نہیں ہے؟ _____ وہ جو چاہنے والے تھے یا جاننے والے تھے وہ تو پیچھے رہ گئے چاہے وہ ماں ہو یا باپ ہو اور جو ساتھ چل رہے ہیں یہ تمہیں جانتے نہیں ہیں اور جو جاننے والے تھے وہ ساتھ نہیں ہیں۔یہ پرابلم ہے آپ کا۔

جو آشنا تھے مجھ سے بہت دور رہ گئے
جو ساتھ چل رہے ہیں میرے آشنا نہیں

تو آپ کا یہ مسئلہ ہے۔اس لیے آپ ان لوگوں کو آشنائی دیں۔آپ کے پنجرے میں تنہا رہنے والے جو ہیں ان کو آشنائی دو۔اگر آشنائی دو گے تو مسئلہ حل ہو جائے گا اور یہ جو Behaviour ہے جسے Learned Behaviour کہتے ہیں یعنی کوشش سے جو Behaviour بنایا جاتا ہے وہ کارگر نہیں ہوتا جب تک یہ آٹو میٹک نہ ہو۔آپ نے ایک دوسرے کو محبت سے قبول نہیں کیا۔یہ آپس کی بات ہے۔اگر قبول کیا ہوتا تو جھگڑے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔جب اس کا حصہ ہی اپنا بن گیا تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ اب آپ ''تُو'' کو ''تُو'' نہ کہو ''تُو'' بھی ''میں'' ہے۔اتنی بات کی آپ کوشش کرو۔تُو ''تُو'' تو

ہے ہی نہیں۔ یہ بحث کرتے ہو کہ آپ کیا ہو اور کیسے بات کرتے ہو۔ آپ بھی ''ہم'' ہی ہو۔ اب بتاؤ کہ کیا جھگڑا رہ گیا۔ اگر ایک آدمی کہے کہ میں بہت اچھا انسان ہوں لیکن میری اولاد بُری ہے تو وہ خاک اچھا انسان ہے جب کہ اس کی اولاد ہی بُری ہے' وہ اولاد کو Own ہی نہیں کر رہا۔ اولاد تو وہ خود ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں انجینئر ہوں لیکن میں نے مکان غلط بنا دیا ہے۔ تو وہ کیا انجینئر ہے۔ تو آپ جس چیز کو ''آپ'' کہہ رہے ہیں اس میں اپنی اولادوں کو شامل رکھو اور اپنی اولادوں کی ماؤں کو' حالاتِ زمانہ کو' گرد و پیش کو' محلے کو' محلے داریوں کو اور آنے والے زمانے کو۔ پھر آپ ''میں'' کہہ سکتے ہیں ورنہ آپ ''میں'' کبھی کچھ کہلاؤ گے اور ''میں'' کبھی کچھ اور کہلاؤ گے۔ کبھی ''میں'' بیٹھ کے رو رہا ہوں گا اور کبھی ''میں'' ہنس رہا ہوں گا' کبھی کہے گا کہ یہ منظر بدل دو اور ایک اور منظر Create کر دو' اس کا پس منظر Create کر دو۔ یہ تلوّن مزاجیاں آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہیں۔ جو آپ اس محفل کے لوگ ہیں آپ ایک ''میں'' کا نام رکھو کہ کیا ہوں میں۔ آپ کو ''میں'' کہنے کے لیے مجھے کون کون سی باتیں سوچنی چاہییں۔ آپ کہیں گے کہ میں ملازم ہوں۔ اگر ملازمت سے نکال دیں تو پھر ''میں'' کون ہے۔ تو ''میں'' کا تعارف کراؤ کہ ''میں'' کیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ''میں'' اس چیز کی محبت ہوں۔ تو وہ کبھی گمراہ نہیں ہو گا۔ آپ محبت سے محروم ہو گئے ہو' آپ منفعت کے اندر دفن ہو گئے ہو اور آپ کو اپنے علاوہ کچھ عزیز ہی نہیں ہے' آپ اپنی آوازوں پر مست ہو' اپنی شکلوں پر مسحور ہو گئے ہو۔ طاقت نفرت پیدا کرتی ہے' نفرت بغاوت پیدا کرتی ہے اور بغاوت طاقت کو اُڑا دیتی ہے۔

آپ کے گھروں میں یہ حال ہے۔ تو طاقت ظلم پیدا کرتی ہے اور جس پر طاقت استعمال کی جائے اس میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے چاہے وہ خاموش نفرت ہو اور یہ خاموش نفرت بڑی بری شے ہے۔ کہتا ہے کہ ہم اس کو گرا نہیں سکتے۔ کہتا ہے پھر ایک کام کرو اگر اُسے گرا نہیں سکتے تو اُسے نظروں سے گرا دو۔ تو وہ بندہ گر گیا۔ اور وہ انسان جو نظروں سے گر گیا وہ آسمان سے گر گیا۔ اس طرح آپ اپنی نظروں سے گرتے جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دے کہ آپ اپنے آپ کو Rehabilitate کریں۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ اگر رکھے ہوئے ہیں تو گھر کے کتوں سے بھی محبت کرو۔ جب آپ کو محبت ہو جائے گی تو پھر آپ کو کوئی زوال نہیں آئے گا۔ یہ نہ کہو کہ وہ آدمی میرے حق میں اچھا نہیں ہے' تو تُو اس کے حق میں اچھا ہو جا' اس کا گلہ نہ کر۔ بُرے آدمی کا گلہ نہ کر' برے سلوک سے نفرت نہ کر۔ تو اس سے اچھا سلوک کر۔ اگر تو بُرے آدمی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ گیا تو یہ سمجھو کہ بُرا آدمی بہت اچھا ہے جس نے تجھے اچھائی پر مائل کیا۔ تو پھر تُو برا نہیں رہے گا۔ بعض اوقات کسی کو محبت سے دیکھا تو آپ کے اندر محبوبیت پیدا ہو گئی۔ رانجھے نے جب محبت سے دیکھا تو وہ خود بخود ہی ہیر بن جائے گی۔ بات تو ہے دیکھنے والے کی۔ تو آپ کا اصل کیا ہے؟ اصل وہ ہے جس کا نام نہیں لیتے اور جس کی محبت میں مرے جا رہے ہو۔ عام طور پر کچھ لوگ موجود حالات سے محبت نہیں کر سکتے۔ ان کی محبت پیچھے رہ گئی ہوتی ہے یا ابھی آئی نہیں ہوتی۔ کہتا ہے کہ Good days are either gone or not yet come. اچھے دن یا تو بیت گئے یا آئے ہی نہیں' وہ اچھا زمانہ تھا' اچھے دن آئے ہی کب

ہیں۔ کسی آدمی نے یہ نہیں کہا کہ آج کا دن اور یہ لمحہ اچھا ہے۔ یہی Moment اچھا ہے۔ یہ جو آپ کا "Non Cooperative" ساتھی ہے یہی اچھا ہے۔ آپ کو ساتھی پسند نہیں ہے اور جو پسند ہے وہ ساتھی نہیں ہے۔ یہ آپ کی ٹریجڈی ہے۔ تو جو پسند ہے وہ ساتھ نہیں ہے اور جو ساتھ ہے وہ پسند نہیں ہے۔ اس پہ تبصرہ بند کرو اور یہ بات خود سمجھ لو۔ اب مسئلہ حل ہو گیا۔ مسئلے کا علاج کیا ہے؟ یہی ساتھی جو ہے اسے پسند کرو۔ کہتا ہے کہ یہ ہے تو میرا بیٹا مگر گدھا اور بیوقوف ہے _____ تو اسے پسند کرو، یہ گھوڑا بن جائے گا۔ تیری پسند کا نام ہے بیٹا۔ پسند سے اگر نکل گیا تو پھر کیا بیٹا ہے، پھر ایک عذاب آ جائے گا۔ اپنی پسند کو اپنے لواحقین کے پاس رکھو۔ اپنی نگاہوں کو قرب و جوار میں استعمال کرو۔ یہ نہ ہو کہ ایک خیالی دنیا کے اندر ایک نئے آسمان پر ایک نئے چاند کی تلاش میں نگاہ پھر اُٹھی ہوئی ہے۔ اس طرح حال گزر جائے گا اور یہ ختم ہو جائے گا۔ لوگ عبادت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دنیا کی یہ چیزیں دے مگر تم صرف اس دنیا کا خیال کرو۔ یہ تو اس دنیا میں اُس دنیا کی تمنا کرتے جا رہے ہیں۔ یہ سارا حال جو ہے گزرتا جا رہا ہے۔ وہاں پہنچیں گے تو شاید یہ کہیں گے کہ یا اللہ مہربانی کر اور اُس دنیا میں بھیج دے۔ اللہ نے اِدھر بھیجا ہے اور تم اُدھر جانا چاہتے ہو۔ آپ کرنا کیا چاہتے ہو؟ اللہ کہتا ہے کہ جاؤ دنیا میں اور دیکھو۔ کہتا ہے کہ ہم دنیا میں آئے تو ہیں لیکن اس دنیا میں واپس جانا چاہتے ہیں۔ آپ بولو ایسے آدمیوں کا کیا علاج ہو۔ اللہ کہے گا کہ کیا انہوں نے کائنات دیکھی؟ جی دیکھی۔ کوئی نقص تو نہیں تھا؟ اگر مالک پوچھ رہا ہے اور تم نے نقص بتا دیا تو تم مر گئے اور برباد ہو گئے، تمہاری کئی پشتیں خراب ہو گئیں۔ یہ تو بنانے والا

پوچھ رہا ہے' مالک ہے جو پوچھ رہا ہے کہ میری کائنات میں کوئی نقص نظر آیا؟ تم نے اگر کہا کہ ہاں نقص ہے۔ بس پھر تمہارے ساتھ جو حشر ہوگا میں تو بتا نہیں سکتا۔ تو یہ بھی کام نہیں آئے گا۔ نقص کا تو سوال ہی نہیں ہے' جیسا خالق ہے ویسی مخلوق ہے۔ اگر آپ یہ بات کہہ جائیں کہ یا الٰہی تیری ذات کی طرح تیری تخلیق بے نقص ہے' تیرا یہ جہاں' تیرے واقعاتِ روزگار' اور ہم بھی اس میں شامل ہیں' یا اللہ ہم نے بڑی تلاش کی کہ دنیا میں کوئی نقص نظر آ جائے لیکن ہمیں کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ اور جس کا تم سوچتے ہو کہ وہ بہت قصوروار ہے اس میں بھی نقص نہیں ہے. بلکہ وہ تمہاری اپنی نگاہ کا قصور ہے۔ ایک چھوٹی سی کہانی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے روبرو تھے' بڑے سوال کر رہے تھے' وہ گفتگو کیا کرتے تھے ناں۔ کہنے لگے کہ یا اللہ باقی باتیں تو سمجھ آ گئی ہیں مگر ایک بات رہ گئی ہے' یہ چھپکلی کیوں بنائی؟ انہوں نے سوچا کہ چھپکلی تو Useless چیز ہے' یہ کیوں بنائی۔ اللہ تو پھر اللہ ہے' اس نے جواب دیا کہ اتفاق دیکھو یا موسیٰ چھپکلی مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ ہم تو ہیں مگر یہ موسیٰ کیوں بنایا آپ نے' یہ کس کام آئے گا_____ تو چھپکلی کے لیے موسیٰؑ کسی کام کی چیز نہیں ہے اور موسیٰؑ کے لیے چھپکلی کسی کام کی چیز نہیں ہے۔ دانائی اور حکمت یہ ہے کہ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔ تم اس کو ہی آفتاب سمجھو۔ وہ چھوٹی چیز بھی بڑے کام کی چیز ہے۔ کبھی آپ دیکھو تو زندگی میں کسی چھوٹے بندے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بڑے کام کا بندہ ہوتا ہے۔ تو چھوٹی چیز کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بڑے کام کی ہوتی ہے۔ تم کسی کو کمزور نہ سمجھو' کسی کو Indispensible نہ سمجھو اور کسی کو حقیر بھی نہ جانو۔ اپنی جگہ پر ہر

چیز مستند ہے۔ کائنات میں' اللہ کی بنائی ہوئی کائنات میں آپ نقص نکالنا بند کردو۔ پھر آپ کو نقص نظر ہی نہیں آئے گا۔ اس کی اصلاح بھی نہ کرو کہ ہم چاہتے ہیں کہ ایک جماعت بنائیں "جمعیت التقویت ملتِ اسلامیہ وحدت" بنانی ہے۔ پتہ نہیں آپ نے کیا بنانا ہے۔ آپ کیا کرو گے؟ کہتا ہے کہ دو چار ستارے ٹھیک کریں گے' پھر ان کی چال اور رفتار ٹھیک کریں گے۔ تو اپنی ہستی دیکھ اور اپنا انجام دیکھ' اپنا Behaviour ٹھیک کر لے' قریب والے سے قریب ہو جا۔ وذی القربٰی و الیتمٰی والمساکین پہلے قریب والے لوگوں سے اچھا Behaviour کرو' خیرات کا بھی Behaviour کرو' پھر یتیموں سے' راہ کے مسافروں سے اچھا سلوک کرو۔ پھر جس نے تمہارا کہا وہ یہ کہے گا کہ یہ بہت اچھا آدمی ہے۔ اب آپ کو یہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ اگر قیامت ہے اور یوم حساب ہے تو جو آپ کے خلاف گواہ ہوں گے وہی ہوں گے جو آپ کے گھر میں پل رہے ہیں۔ مجھے بڑا افسوس ہے یہ بات کرتے ہوئے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ایسی بات ہو لیکن اکثر ہوتا ایسا ہی ہے۔ مثلاً چوہدری جمال دین آ گیا اور حساب کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پوچھا جائے گا کہ اس کے خلاف کون ہے؟ کہتا ہے کہ نمبر وَن تو اس کا بیٹا ہے' پھر بیٹے کی امی بھی برابر کی Evidence ہے' اس سے بھی اس نے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو سارے بے زبان لوگ اب زبان درازیاں کرنے لگ جائیں گے۔ اسی طرح نوکر بھی سارے بولیں گے کیونکہ آپ نوکروں کے ساتھ آقا بنے ہو' کبھی انسان نہیں بنے۔ نوکروں کے ساتھ اگر انسان نہ بنے اور تم آقا ہی بن گئے تو پریشانی ہی پریشانی ہے' بدحالی ہی بدحالی

ہے۔ اس لیے قیامت کو کون لوگ آپ کے خلاف گواہی دیں گے؟ آپ کو آنکھیں بند کر کے جو جو چہرہ نظر آتا ہے وہ دیکھتے جاؤ۔ یہ سوچو کہ آپ کے حق میں بولنے والا کون ہوگا؟ آپ خود ہی ہوں گے۔ کیا تیری گواہی مستند ہوگی؟ شاید آپ کے ابا یا اماں آپ کے حق میں بولیں گے' باقی تو میرا خیال ہے بات مشکل ہی ہے۔ تو یہ آج سے ہی بدل لو۔ آپ کے خلاف جو مخالف گواہیاں پل رہی ہیں ان کو موافق بنا دو' جس طرح چاہے منالو' انہیں کہو کہ تیری مہربانی' تو ناراض نہ ہو' گھر میں معافیاں مانگنا شروع کر دو کیونکہ یہ سب آگے جا کے گواہیاں بننی ہیں۔ اس سے پہلے کہ آگے کوئی گواہی جائے اس کو یہاں روک لو۔ اب معافی مانگ لو۔ پھر آپ کے خلاف قیامت کو کوئی گواہی نہیں ہوگی ورنہ یہ ساری گواہیاں ہیں' بیٹے' بیٹیاں' ان کی ماں _____ بڑی پریشانی ہوگی۔ دوست کا کہتے ہیں کہ دو دن دوست رہا اور اس نے بڑا نقصان پہنچایا۔ یہ دوست نہیں ہوتا بلکہ خطرناک ہوتا ہے۔ اسی طرح بے زبان نوکر وہاں پر بڑی زبان درازیاں کرے گا' لٹریچر بولے گا اور کہے گا کہ یہ وہ آدمی ہے جس نے حبس کر کے میری زندگی کے کتنے سال ضائع کر دیئے' برباد کر دیئے' مجھے Mere Existence پر مائل کرتا رہا' مجبور کرتا رہا' اس نے مجھے انسان نہیں سمجھا بلکہ حیوان سمجھا ہے اور اس نے مجھے جانور بنا کے رکھ دیا O, is this the man Lord God made یہ ہے وہ انسان جس کو خدا نے بنایا تھا' مگر اس نے بیل کا بھائی بیل بنا دیا' تمہاری باقی روشنیاں کس کام کی کہ تم نے بھائی کی روشنی چھین لی۔ یہ میں نہیں کہتا' یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اس کی روشنی چھین کر تمہیں کیا روشنی

ملے گی۔تم ہمیشہ اپنی فوقیتیں جتا جتا کر ساتھ والے کی فوقیت ختم کر رہے ہو۔اس کے سر پر پگڑی رکھ تا کہ تھوڑی سی روشنی تجھے بھی ملے' اس کو جا کے سلام بول تا کہ وہ وعلیکم السلام کہے۔اس کو کہو گے کہ سلامتی ہو تو وہ کہے گا کہ آپ پر بھی سلامتی ہو۔ اس کو کہو گے کہ میں آپ سے مل کے خوش ہوا تو وہ کہے گا کہ ہم بھی خوش ہوئے' خدا آپ کا بھلا کرے' کہتا ہے بھلا کہنے والے کا بھلا۔یہ گنبد کی آواز ہے' جیسا بولو گے ویسا جواب آئے گا۔آج سے وعدہ کرو کہ آپ گھر کے اندر قریب رہنے والے لوگوں کو دور نہیں رکھیں گے۔یہ جو آپ نے اپنے گرد ایک خول سا بنایا ہوا ہے اس سے باہر نکلو اور انسانوں سے جا کے ملاقات کرو' انسانوں کے دل سے ملاقات کرو۔مثال کے طور پر کسی انسان کو اپنے دل میں جگہ دے دو' اُسے نہ بتاؤ اور صرف جگہ دے دو' اس کو خیال میں محبت کرتے جاؤ' چوتھے دن خیال عمل میں آئے گا اور وہ بندہ بے تاب ہو کے آئے گا کہ کوئی بات ہے' دل کرتا ہے کہ آپ کو ملوں۔یعنی کہ یہ ہے محبت۔اور اگر دل میں غلط سوچو گے کہ یہ کیا آئے گا' دل میں اس کو گالی دیتے رہو تو وہ تھپڑ مار کے چلا جائے گا۔تو یہ تیرا ہی خیال ہے جو چل رہا ہے' تیری دنیا تیرے ہی خیال کا نام ہے۔اگر بُرا خیال تو بری دنیا اور اچھا خیال تو اچھی دنیا۔بد خیال ہے تو عاقبت خراب' اچھا خیال تو عاقبت اچھی۔تو یہ سارا خیال ہے۔

اب آپ کو سمجھ آ گئی ہو گی کہ ''میں'' کون ہے۔''میں'' انتشار ہے۔ آپ ایک ''میں'' بن جاؤ۔''تُو'' کا خیال ہے ''میں''۔جس نے ''تُو'' کے خیال کو ''میں'' بنایا' محبوب کے خیال کو اپنا بنایا وہ کبھی ناراض نہیں ہو سکتا' کبھی نقصان

نہیں اُٹھا سکتا' وہ ہمیشہ سرفراز ہے۔ اور اگر محبوب خیال کے خیال کو اپنا بنایا تو بس پھر سرفراز ہے' دونوں دنیا میں سرفراز ہو گیا۔ اور اگر آپ نے اپنے قریب والوں پر فوقیت جتائی تو یہ فوقیت کی بڑی کمزوری ہے۔ کسی باپ کو سب سے زیادہ بے بس ہم نے اس وقت دیکھا جب وہ باپ اپنے بیٹے سے کہہ رہا تھا کہ بیٹا خیال کر' میں تمہارا باپ ہوں۔ بس اس کی طاقت کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ماتم ہو گیا یعنی جب اُسے یہ جتانا پڑ جائے کہ میں باپ ہوں۔ بیٹے کے ذہن میں یہ رہا ہی نہیں کہ وہ باپ ہے۔ وہ بیٹا ایسی Transgression کر گیا۔ تو ایسا وقت نہ آئے کہ یہ بتانا پڑ جائے کہ ہم فوقیت والے ہیں۔ فوقیت والے فوقیت جتاتے نہیں ہیں بلکہ فوقیت میں رہتے ہیں۔ جب گورنمنٹ جو ہے وہ طاقت Exercise کرے تو سمجھو کہ وہ بے بس ہو گئی ہے' کہتے ہیں کہ It's good to have power but bad to use it. جب کوئی حکومت طاقت استعمال کرنے پہ آ جائے تو سمجھو کہ طاقت ختم ہو گئی۔ طاقت کا ہونا اچھا ہے لیکن طاقت کے استعمال سے پتہ چلتا ہے کہ طاقت جو ہے وہ کمزور ہو گئی ہے۔ جب باپ تھپڑ استعمال کرے گا تو سمجھو کہ اس کا باپ ہونا کمزور ہو گیا اور جب خاوند خاوندیت کو استعمال کرے گا تو ساری ودیعتیں ختم ہو گئیں اور وہ فیل ہو گیا_____ میرا خیال ہے یہ بات سمجھانے کے لیے کافی ہے۔ آپ کو سوال کا جواب سمجھ آ گیا؟

اور کوئی سوال_____ بولو_____

سوال:

اللہ تعالیٰ گناہ تو بخش دیتا ہے لیکن گناہ نیکی میں کیسے بدل جاتے ہیں؟

جواب:

اللہ کہتے ہیں کہ میں جب چاہوں' یہ اپنا اختیار جتایا ہے میں جس کو چاہوں جب چاہوں معاف کرسکتا ہوں۔ وہ کرسکتا ہے۔اور وہ گناہ معاف کرسکتا ہے بلکہ کردیتا ہے اور اُن کے گناہ نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔اب آپ کا سوال یہ ہے کہ کیا ایسا ممکن ہے؟ آپ کے اپنے ذہن میں جن لوگوں کے لیے نفرت پیدا ہو چکی ہے ان لوگوں کے لیے محبت پیدا کرو۔ کیونکہ آپ نے Kind بدلنی ہے ڈگری نہیں بدلنی۔ گناہ کو نیکی بنانا ہے۔ یہ قسم اب مختلف ہوگئی ہے۔ گناہ کو کم گناہ نہیں بنانا بلکہ اس کی قسم بدلنی ہے۔تو نفرت کو محبت میں بدل دو۔اب Kind بدل جائے گی' جنس بدل گئی۔اور جو ڈرانے والا ہے وہ ڈرنا شروع کردے اور جو اس کی پگڑی کا طرّہ ہے اس کو لوگوں کے پاؤں میں رکھ دے۔ یہ مشکل ہے؟ پھر خودکشی کرلو۔خودکشی کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے مرجانا' یعنی کہ اپنی اَنا کو کُش کردو۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے اب میں ڈر گیا۔ کس سے ڈر گیا؟ اس چھوٹے انسان سے ڈر گیا کہ یہ چھوٹا آدمی اہم اور مضبوط ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی ایک بار کہا تھا کہ اگر آپ کو کبھی یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کے دفتر کا جو Peon ہے وہ لاہور کا قطب ہے تو اس سے فیض کیسے لوگے۔شاید تم یہ کہتے کہ میں فیض لیے بغیر ہی آجاؤں گا۔ یہ بیوقوف آدمی ہے۔ میں نے بار بار سمجھایا کہ فیض اس قطب کے پاس ہے جو آپ کے دفتر کا پیون ہے تو اس سے فیض لینے کی آپ کو جانچ آنی چاہیے' اس کا ادب کرنا چاہیے کیونکہ ہے تو وہ قطب ہی۔ یہ نہ کہنا کہ اس قطب سے ہم فیض نہیں لیتے' چپڑاسی سے ہم فیض کیسے لے سکتے ہیں؟

جس کے پاس فیض ہو اسی سے تو لیتا ہے۔ وہ آدمی جو اپنے دفتر کے پین سے ''آقا' میرے حضور'' کہتا ہوا فیض لے سکتا ہے وہ بچ گیا' اور جو نہیں لے سکتا وہ پھر رہ جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر یہ کر سکتے ہیں تو آپ کے گناہ جو ہیں وہ نیکیوں میں بدل جائیں گے۔ تو یہاں پر Behaviour میں تبدیلی پیدا کرو۔ جو لوگ ساری عمر کافر رہے' اسلام کے خلاف رہے اور پھر حضور پاک ﷺ کے سائے میں آ کے توبہ کر لی۔ بس وہ بخشے گئے' دوزخ میں جانے والے سیدھے جنت میں گئے' انہیں تو یہ نصیب ہو گئی' کلمہ نصیب ہو گیا' حضور ﷺ کی محبت نصیب ہو گئی۔ حضور پاک ﷺ کی واحد ذات ہے جن کے پاس ایسی چیز ہے کہ نفرت کسی سے نہیں۔ برے عمل سے نفرت ہے اور اگر وہ عمل بدل جائے تو پھر نفرت نہیں ہے۔ نفرت کفر کے ساتھ ہے' کافر کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ کافر اگر ایمان میں آ جائے تو محبت جاری ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ اگر کسی نے غلطی کی ہے یا کوتاہی کی ہے تو آپ ساری عمر اس کو معاف نہیں کرتے۔ اگر قیامت کے دن کوئی کہے کہ میں نے دو چار بندوں کو پکڑا ہوا ہے اور اللہ سے سزا دلوانی ہے تو اللہ اسے بھی معاف نہیں کرے گا۔ معاف کر کے جاؤ' تو معافی آپ کے لیے موجود ہے۔ امید ہے آپ نے اپنے ساتھی کو معاف کر دیا ہو گا۔ جواب یہ دو کہ کوشش کر رہے ہیں' ابھی اس خیال سے نکلیں گے۔ اب اپنے آپ کی اصلاح کرو۔ گناہ جو ہیں وہ معاف ہو سکتے ہیں۔ ایک گناہ معاف نہیں ہو سکتا اور وہ یہ کہ اگر آپ کی زبان سے حضور پاک ﷺ کی شان میں کوئی غلط فقرہ نکل جائے۔ باقی ہر گناہ معاف۔ کافر بھی معاف۔ اللہ اس مقام پر Sensitive ہے کہ حضور پاک ﷺ کی

شان رہے۔ بس اتنی ساری بات ہے۔ وہ کافر جس نے حضور پاک ﷺ کے لیے نعت کہی ہے ممکن ہے کہ اس کے ساتھ اللہ اچھا کرے۔

سوال:

سر! ہمارے پاس یقین ہے، علم ہے لیکن اس کے باوجود عمل نہیں بن پاتا۔

جواب:

ایک بات بڑے غور والی ہے۔ آپ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ آپ اپنے لیے یہ دعا مانگتے ہیں کہ یا الٰہی ہمیں حضور پاک ﷺ کی زیارت کرا۔ یہ دعا مانگتے ہیں ناں؟ یہ دعا بھی ہے اور یہ خواہش بھی ہے اور یہ نصیب بھی ہے۔ بد نصیبی کب ہوتی ہے؟ کہ زیارت تو ہو لیکن اعتقاد نہ ہو۔ اس زمانے کے لوگ حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں انہیں دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے۔ وہ بدقسمت تھے۔ تو عمل کا بھی یہ حساب ہے۔ آپ دعا کرتے ہیں کہ یہ حاصل ہو جائے آپ کو علم ہوتا ہے کہ ایسا ہو جاتا ہے لیکن علم کے باوجود جب عمل نہیں آتا تو اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ آپ اس سفر پر جانے کے لیے اس سفر کا رہبر نہیں بناتے۔ کم از کم اس سفر کا ایک ساتھی بنالو سنگت بنالو۔ یعنی وہ جو اس سفر پر جانے والا ہو۔ یعنی کہ اس کی عاقبت آپ کی اپنی عاقبت بن جائے۔ تو ایک ساتھی ملالو۔ اس کو کہتے ہیں ''رفیقِ طریق''۔ تو طریقت کا جو رفیق ہے، اس کو ساتھی بنا لو۔ سنگت جو ہے یہ عمل میں بڑی معاون ہوتی ہے۔ مثلاً لوگ نیک کام کو جا رہے ہیں اور آپ نیکی والے بندے تو نہیں ہیں لیکن ساتھ چل پڑو جہاں وہ بیٹھیں تو بیٹھ جاؤ، چل پڑیں تو چل پڑو _____ اس سنگت کے اندر آپ کا سارے کا

سارا عمل درست ہو جائے گا۔ پہلے دو دن آپ کہو گے کہ یہ کیا کرتے رہتے ہیں' پھر آپ کے اپنے Behaviour میں تبدیلی آ جائے گی۔ عمل جو ہے وہ ساتھی کی مدد کرتا ہے۔ عمل جو ہے وہ حکم کے ساتھ ہوتا ہے' اور وہ پیر ہوتا ہے۔ جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ پیر کا حکم ہے تو کہو کہ میں نے کرنا ہی کرنا ہے۔ اگر آپ کا ساتھی کہے کہ میں صبح کو دوڑ لگاتا ہوں تو آپ بھی دوڑ لگائیں۔ اگر ساتھی کا ساتھ چلے گا اور اس کے ساتھ چلے گا جو رہنما ہے یا پھر پیچھے سے کوئی دھکیلنے والا ہو' عمل پہ مجبور کرنے والا ہو یا پھر اچانک کوئی فیض ہو جائے' لینے والا خود ہی آ جائے اور پھر وہ آپ کو سخی بنا دے گا۔ فرض کریں آپ سخی بننا چاہتے ہیں پیسے بھی ہیں لیکن کوئی عمل کی صورت نہیں بن رہی تو ایک دن وہ آپ ہی آ جائے گا غریب آدمی' کہے گا کہ فنافٹ پیسے دو۔ تو وہ لے گیا۔ تو وہ بلا سبب' بلا ضرورت اور بغیر آپ کے عمل کے آپ کو سخی بنا گیا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ نماز اس لیے ہوتی ہے کہ اس خیال سے آزاد کر دے جو خیال تو ہوتا ہے لیکن عمل نہیں بنتا' پھر عمل پیدا ہو جاتا ہے۔ بڑا عمل کرنے کے لیے چھوٹے عمل میں استقامت پیدا کرو۔ بزرگوں نے طریقے بتائے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر بیٹھ جاؤ اور پھر ہر روز اسی وقت وہاں پر بیٹھا کرو' اس کے بعد عمل میں استقامت آ جائے گی۔ ناغہ نہ کرنا۔ لوگ کہتے ہیں ناں کہ چالیس راتیں یہ پڑھا کرو۔ جو چالیس راتیں پڑھ گیا وہ تو ویسے ہی ولی ہو گیا۔ یہ نہ کہنا کہ تیس راتیں تو میں کر گیا تھا مگر ضروری کام بیچ میں آ جاتا ہے' پھر انتالیس راتیں بھی پوری کر گئے مگر پھر مہمان آ گئے۔ پھر شروع کیا اور تیس تک پہنچ گیا۔ تو جو پہنچ گیا وہ تو ویسے ہی استقامت میں آ گیا۔ اس لیے اس کا چلہ ہوتا

ہے۔ چلہ کیا ہوتا ہے؟ چلہ عمل کا ہوتا ہے۔ جو چلہ کر گیا تو وہ تو عمل میں پورا ہو گیا' طاق ہو گیا۔ مسجدِ نبوی ﷺ میں جو گنتی کی نمازیں پڑھ گیا وہ ہمیشہ کے لیے پڑھ گیا۔ کہتا ہے کہ ہم تو وہاں پڑھ آئے ہیں کئی دفعہ مگر پھر بھول جاتے ہیں۔ تو سچ' ساتھی' ماحول' سماج' دفتر اور دفتر کی ضرورتیں یہ سب اثر کرتے ہیں۔ تو یہ ساری ماحول کی بات ہے۔ چونکہ آپ کا ماحول جو ہے وہ اس بات کے لیے سازگار نہیں ہے جو آپ کا دین چاہتا ہے۔ آپ کی دنیاوی ترقی دین چھوڑنے میں ہوتی ہے' استغفراللہ! کہتا ہے کہ ترقی تو ہو گئی ہے لیکن چھ دن سے نماز سے نظر اندازی ہے۔ ورنہ اگر اسلام یاد رہے تو ترقی کیسے ہو سکتی ہے' فاقہ ہی ہو سکتا ہے۔ تو سماج کے اندر دِقت ہے' ماحول میں دِقت ہے۔ تو جتنا آپ سے ہو سکتا ہے وہ کرتے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا تو استقامت بھی آ جائے گی' ماحول بھی مل جائے گا۔ آپ سنگت درست رکھو۔

عمران صاحب بولیں۔ پوچھو۔

سوال:

جناب ہمیں آپ کی مسلسل گائیڈنس کی ضرورت ہے۔

جواب:

میں ابھی آپ کا پارٹ ٹائم گائیڈ ہوں' میں جمعہ کو ملتا ہوں۔ ہم ایک ماحول بنا رہے ہیں' جلدی بنا رہے ہیں' پھر ہم ہر روز ہی محفل کریں گے۔ آپ کی زندگی میں ایک جمعہ سے انقلاب آیا ہے۔ آپ کو اس بات کا پتہ ہے۔ اب آپ کے لیے سارے ولیمے غائب ہو گئے' سب مہمان نوازیاں غائب ہو گئیں'

ایمرجنسیاں گئیں اور ایک جگہ پر قائم رہنے کے لیے آپ بے شمار جگہوں پر غیر قائم ہو گئے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بلال صاحب اب جمعے کو نہیں مل سکتے۔ تو زندگی میں یوں انقلاب آتا جا رہا ہے۔ اور اگر ڈیلی ملاقات ہو گئی تو حالات درست ہو جائیں گے۔ اس کے لیے جگہ بنی پڑی ہے' نقشے بن گئے ہیں' منظوریاں ہو رہی ہیں' جا کے پہلی اینٹ رکھنی ہے اور بات شروع کر دینی ہے۔ یہ دنوں کی بات ہے۔ آپ نے میرا کتنا انتظار کیا' ہم نے بڑی بڑی جگہیں دیکھیں' اس کی الگ کہانی ہے۔ تو ایک جگہ دیکھی' پھر ایک آفر ہو گئی' دوسری آفر ہو گئی' وہ جگہ مل گئی' یہ جگہ مل گئی' کبھی جگہ ملی تو لگا کہ ماحول اچھا نہیں ہے' ایک آدمی ہمیں ملا اور کہا کہ دوبئی والے بادشاہ کے پیلس کے قریب ایک جگہ ہے' کافی جگہ تھی' بنی بنائی جگہ تھی' شروع کر دیں۔ میں نے سوچا کہ جو غریب لوگ ہوتے ہیں یا خواتین ہوتی ہیں' وہ بے چارے شام کے وقت اس اجاڑ جگہ پہ آئیں گے۔ تو میں نے وہ جگہ چھوڑ دی۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ جگہ بھی فری تھی۔ پھر ایک اور جگہ دکھائی گئی جو تقریباً ساڑھے تین کنال تھی اور سینٹ انتھونی کے سامنے تھی۔ یہ شاید اوقاف کی جگہ تھی وہاں خانقاہ بھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس بزرگ کے عقیدت مند ہیں' ہم اس کی دیکھ بھال بھی کریں گے تو ہمیں اوقاف سے منظوری لے دیں تو پھر آپ کو وہ جگہ مل جائے گی۔ میں نے پوچھا کہ Payment کہاں پہ کرنی ہے تو کہنے لگا کہ وہ جو وہاں ہیڈ کلرک ہے اس کو پانچ لاکھ روپے رشوت دینی ہے' جگہ کروڑوں کی ہے ـــــــ میں نے کہا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ تو اس کی بنیاد ہی غلط ہو رہی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ ہم بڑی تلاش کرتے رہے۔ بڑے واقعات

ہوئے۔اب جگہ موجود ہے اور قبضہ موجود ہے۔ بننے کی مشکل کوئی نہیں ہے۔ یہ تو آپ سارے جانتے ہیں کہ مشکل کوئی نہیں اور میں بھی جانتا ہوں کہ مشکل کوئی نہیں ہے۔لیکن اس میں ابھی ٹائم ہے۔ہم انشاءاللہ تعالیٰ ڈیلی ملیں گے۔تو آج سے ہم عملی شکل میں داخل ہو رہے ہیں۔آپ لوگ بھی عملی مرحلے میں داخل ہو رہے ہیں۔آج آپ کو دو تین باتیں بتائی ہیں۔نمبر ون آپ جس زمین پر رہتے ہیں اس زمین کے حالات درست کرو' زمین کو پاکیزہ بناؤ' جس طرح تم مسجد کو پاکیزہ بناتے ہو' جہاں عبادت کرتے ہو اس مصلّٰی کو پاکیزہ بناتے ہو۔جس گھر میں رہتے ہو اس کو پاکیزہ بناؤ تاکہ پاکیزہ زمین میں پاکیزہ بچے پلیں اور وہاں رزقِ حلال آجائے تاکہ واقعات اچھے ہو جائیں' خود بخود ہی بہتر ہو جائیں۔ بزرگوں کی آمد و رفت رہے تو حالات خود بخود بہتر ہو جاتے ہیں۔آپ گھروں میں دشواریاں پیدا نہ کرو' یہ کوئی بہادری کی بات نہیں ہے' کسی کو معتوب کرنا' کسی کو گرفت میں لینا' کسی پر بوجھ ڈال دینا' کسی کی اَنا کو ٹوٹے ٹوٹے کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ کسی کی شخصیت کو Shatter کر کے تم نے کیا شخصیت بنائی۔ایک آدمی مجھے یاد آ گیا۔اس کو بادشاہ بننے کا بڑا شوق تھا اور اس کا خواب تب پورا ہوا جب اس نے انسانوں کی کھوپڑیوں کا ڈھیر لگایا اور ان پر براجمان ہو کے بادشاہ سلامت بن بیٹھا۔اس کا نام کیا تھا؟ ہلاکو خان۔آپ بھی آج پورے بادشاہ ہیں' بیوی کا قتل کیا ہے' دو چار صاحبزادے آگے پیچھے کیے ہیں' لوگوں کا مال اِدھر اُدھر کر دیا ہے ــــــ تو یہ پورا بادشاہ ہے اور بااختیار ہے ــــــ تو یہ کیا اختیار ہے؟ اس لیے آپ یہ دعا کرو کہ آپ کے عمل سے کسی اور کے لیے

وقت پیدا نہ ہو۔ اپنی گاڑی کا دھواں اتنا نہ کرو کہ لوگوں کو دقت ہو' اپنی آواز بھی کم رکھا کرو' اپنی اَنا مجروح کر دو اور لوگوں کی اَنا کو محفوظ رکھو۔ آپ کی بیوی اور بچے آپ کا حصہ ہیں۔ فیصلہ یہ پکا کر لو کہ ہم نے اللہ کے پاس جانا ہے۔ اور جانا تو ہے ہی سہی۔ بہتر راستہ یہی ہے جو کہ اسلام کا ہے۔ یہ بھی فیصلہ کر لو۔ اپنے عمل میں آپ روزانہ کوتاہیاں کرتے رہتے ہیں' پھر معذرت کرتے رہتے ہیں ۔

کیسی توبہ ہے او یار

نت پیا پڑھداں اے استغفار

تو نت استغفار ہی کرتے جا رہے ہو۔ نت کا معنی اور ہی استغفار پڑھتے جا رہے ہو۔ بس ایک مرتبہ استغفار پڑھو اور توبہ کر لو۔ فائنل استغفار کر لو۔ تو یہ ہیں عملی باتیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمل کرنے کی توفیق دے اور بدعملی کی توفیق نہ دے اور یہ بدعملی آپ کے راستے میں آئے ہی ناں۔ یہ ''دوکان'' ہی بند ہو جائے اور آپ کہیں کہ ہم سارے لاہور میں تلاش کرتے رہے لیکن ہمیں بدعملی کا موقع ہی نہیں ملا۔ تو ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ ایسے بیشمار لوگ ہیں جنہیں بُرائی کا موقع ہی نہیں ملا۔ بے شمار لوگ ہوتے ہیں جو پہلے تو ماں باپ کے ڈر سے نیکی کرتے ہیں' پھر استاد کے ڈر سے' پھر کوئی پیر صاحب مل گئے تو ان کے ڈر سے۔ خدا کے خوف سے نیکی تو بہت کم ہوتی ہے۔ نیکی پہلے تو سماج کے ڈر سے آتی ہے' ماں باپ کے ڈر سے آتی ہے' بدنامی کے ڈر سے لوگ نیکی کرتے ہیں' ماحول کے ڈر سے بھی نیکی کرتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو نیک مشہور ہونے کا شوق ہوتا ہے' یہ بڑا نیک شوق ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ نیک شوق میں تھوڑی ریا کاری بھی اچھی

ہے۔ بڑے بڑے فقراء کی عبادت کا بہت سارا حصہ پہلے ریا کاری میں گزرا۔ انسان نفلی نمازیں پڑھتے پڑھتے اصلی ہو جاتا ہے۔ بس اتنی ساری کہانی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اچھے راستے پر لگائے۔ راستہ ملے ہو جائے تو ٹھیک ہے' حتیٰ کہ پھر وہ واقعہ ہو جائے گا۔ کہیں آپ کو محبت کرنے والا مل گیا تو وہ آپ کو اپنی محبت سے کھینچ کے لے جائے گا' دریا کے پار لے جائے گا۔ تو آپ بچ گئے۔ یا اس کی محبت میں آپ خود دریا پار کر جائیں گے۔ جب محبوبوں کی بستی میں چلے جاؤ تو وہاں سارے ہی محبوب ہیں۔ نیکوں کی بستی ملے اور نیک سنگت ملے۔ نائنٹی پرسنٹ گناہ جو ہے وہ گناہگار سنگت میں ہوتا ہے اور نائنٹی پرسنٹ نیکی جو ہے وہ نیک سنگت میں ہوتی ہے۔ تو نیک سنگت اختیار کرو' نیک محفل اختیار کرو اور نیک خیال اختیار کرو۔ بد کتابیں نہ پڑھو۔ بد تصویریں نہ دیکھو۔ بد باتوں سے بچو۔ نیک ہو جاؤ۔ نیک ہونے کی کوشش کرتے جاؤ' کرتے جاؤ تو آخرِ کار نیک ہو جاؤ گے۔ پھر جو بھی آپ کہتے جاؤ گے وہ ہوتا جائے گا۔ کہتے کہتے ہو جاتا ہے۔ تو کہنے سے بھی ہو جاتا ہے۔ ماں کی دعا کیوں پوری ہو جاتی ہے؟ وہ بار بار کہتی ہے کہ اللہ تجھے عقل دے' سرفراز کرے ____ ایک دن وقت آتا ہے تو وہ دعا پوری ہو جاتی ہے۔

اب آپ اور سوال کرو ____ بولو ____ آپ لوگ بولو ورنہ آپ کو نام سے پکارا جائے گا ____ پوچھو ____ کیا نام لوں تب بولو گے؟

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ سارے کافر دوزخ میں جائیں گے تو کیا اچھے عمل

کرنے والے جو ہیں وہ بھی؟

جواب:

حضور پاک ﷺ نے اپنے حُسنِ سلوک کی وجہ سے' اپنی صداقت کی وجہ سے' امانت دار ہونے کی وجہ سے وہاں کے سماج میں اتنا اثر کیا کہ لوگ آپ ﷺ کے قائل ہو گئے اور کہا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تو یہ بات طے ہو گئی اور اس کا ثبوت بھی لے لیا آپ ﷺ نے۔ لوگوں سے پوچھا کہ لوگو! میں نے تم میں ایک عمر گزاری ہے' کیا تم نے اس عمر میں کوئی غلطی دیکھی' کوئی وعدہ خلافی دیکھی ـــــ یعنی کہ پورے کا پورا سرٹیفکیٹ لے لیا آپ ﷺ نے۔ میں نے تمہارے سامنے کبھی جھوٹ بولا؟ کہتے ہیں کہ نہیں۔ اب میں کیوں جھوٹ بولوں گا اور اب سچی بات تم سن لو' سب سے سچی بات یہ ہے کہ یہ تمہارے خدا جھوٹے ہیں لله الواحد القهار۔ اب وہ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ آپؐ نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ جھوٹ تو آپؐ نے بولا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے' ہم کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔ اور وہ مسلمان ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد اسلام نے وہ کچھ بیان کرنا شروع کر دیا جو اخلاقیات میں پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔ مثلاً یہ کہ نیکی کرو' نیک کام کرو' جنت ہے' دوزخ ہے' انسان کا انسان کے ساتھ کیا سلوک ہو' لوگوں کے دینی معاملات کیا ہیں اور لوگوں کے ساتھ اعمال کیا ہیں' حقوق العباد کیا ہیں' حقوق اللہ کیا ہیں ـــــ اللہ نے کہا کہ میں نے تمہارے لیے جنت بنائی ہوئی ہے اور وہاں پر تمہاری محنتوں کا ایک معاوضہ رکھا ہوا ہے' تمہارے لیے وہاں پر آسودگیٔ حال بنائی ہوئی ہے تا کہ تم لوگ مطمئن رہو۔ ایک آدمی کے خیال میں

آیا کہ ہم تو جنت میں جائیں گے مگر یہ جو Believe نہیں کرتے اور جنگیں لڑتے ہیں' یہ کہاں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہہ دیا کہ یہ دوزخ میں جائیں گے۔ ''دوزخ'' ایک لفظ ہے۔ دوزخ کا یہ لفظ کس کے لیے آیا؟ Non-believer کے لیے مگر Non-believer سے اللہ نے یہ نہیں کہا بلکہ Believer سے کہا ہے۔ یہ ماننے والے سے کہا ہے کہ جو نہیں مانے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ تو جو نہیں مانے گا وہ دوزخ میں کیوں جائے گا' کیونکہ وہ بات کو مانتا نہیں۔ جو جنت میں جا رہا ہے اس سے کہا گیا کہ یہ دوزخ میں جائے گا اور تم جنت میں جاؤ گے۔ جنت دوزخ کیا ہوتی ہے؟ جنت اچھا ٹھکانہ اور دوزخ برا ٹھکانہ۔ اب اس پہ سوال پیدا ہوا کہ یہ جو میرا بھائی ہے یہ میرے ساتھ نیکی تو کرتا ہے' لوگوں کی خدمت کرتا ہے' سرائے بناتا ہے' چاہ بناتا ہے' کنوئیں بناتا ہے' تو پھر یہ دوزخ میں کیوں جائے گا؟ اب یہ ہے Believer کی بات۔ پھر فرق کیا ہے؟ چونکہ وہ Believer نہیں ہے اس لیے Believer سے کہا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا حالانکہ اس سے نہیں کہا۔ یہاں پر تمہارے عقیدے کی اصلاح کر کے تمہیں روک دیا گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں سوال نہ کر۔ کیا مطلب ہے؟ کہ یہاں پر سوال نہ کرنا' جس کا وہ سوال ہے وہ خود کرے۔ تجھے تو اللہ نے کہا ہے کہ تو نیک آدمی ہے' تو میرے پاس جنت میں آ رہا ہے' تجھے ہم نے Accommodate کر لیا' اب اس کے ساتھ کیا ہو گا' تو یہ سوال نہ کر۔ وہ خود ہی کرے گا۔ مگر وہ تو اللہ کو مانتا نہیں ہے لہٰذا اللہ سے وہ سوال کیوں کرے گا۔ لہٰذا اس کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ دوزخ میں جانے والے پر آپ زیادہ خوش نہ ہوں۔

آپ اپنی جنت بناؤ۔ جب تمہیں بتا دیا گیا ہے کہ وہ دوزخ میں جا رہا ہے تو تم خاموش ہو جاؤ۔ اگر تم نہیں چاہتے کہ وہ دوزخ میں جائے تو اُسے اپنے ساتھ لاؤ' کلمہ پڑھا دو۔ ورنہ یہ کہاں جا رہا ہے' کدھر سے آیا ہے' کافر کا فنکشن کیا ہے' یہ وہی جانتا ہے۔ بہرحال کافر تمہارے لیے خوراک ہے۔ تمہیں اپنے اسلام کو' جذب کو آزمانا چاہیے اور اسے راہِ راست پہ لانا چاہیے۔ ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ کافر لوگ بڑی قسمت والے ہیں' خوش قسمت ہیں۔ اس سے پوچھا کہ کیوں ہیں؟ تو کہتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے کہ ان کے لیے جا کے دعا کرو' ہدایت کرو۔ تو وہ گناہگاروں کی ہدایت کے لیے آئے۔ گناہگاروں کو اللہ تعالیٰ کی بخشش سے قریب کرنے کے لیے فقراء جاگتے رہے' عبادتیں کرتے رہے' آدھی رات کو وظیفے کرتے رہے' تہجد گزار رہے اور کہتے رہے کہ یا اللہ سونے والوں کی خیر۔ یہ دعا مانگتے تھے۔ جو اللہ کے محبوب ﷺ ہیں وہ کہتے تھے کہ یا اللہ کافروں کو ہدایت دے۔ جب طائف کی وادی کا واقعہ ہوا تو جبریل امینؑ آئے اور کہا کہ اگر آپؐ حکم فرمائیں تو بستی کی بستی ختم کر دی جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں ہے اگر یہ مسلمان نہیں ہوتے تو ان کی نسلوں سے کوئی مسلمان ہو جائے گا۔

یہ سن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کے نہیں آیا

اور یہ کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو وہ واحد ذات ہیں جنہوں نے بددعا نہیں کی۔اس لیے ۔

حضور اکرمؐ کی زندگی پر کتابیں لکھنا نہیں ہے عرفاں
کہ ایک کافر کتاب لکھ کر نہ ہو سکا مسلماں

بات ہے Belief کی۔چانسز میں تمام اسلام ہے مگر کلمہ نہیں ہے۔اگر ان کو کلمہ مل جائے' نصیب ہو جائے تو پھر واقعہ اور ہو جائے گا۔اس لیے بنیاد کو لو۔ Believer کہاں جائے گا؟ Non-believer کے لیے ہم نے ایک لفظ رکھ دیا ہے''دوزخ''۔دوزخ ہم نے Taste نہیں کی ہے' جنت کو تو ہم نے چکھا ہوا ہے' جانتے ہیں ہم' آنا جانا رہتا ہے اُدھر۔مسجد گئے تو جنت چلے گئے' نیکی کی تو جنت چلے گئے' بھائی کا خیال رکھا تو جنت میں چلے گئے' اللہ کی راہ میں رزق استعمال کیا تو جنت میں چلے گئے۔کافر کہاں جائے گا؟ وہ اس کے ساتھ ہے۔ اگر وہ نیکی کر رہا ہے تو اب اس میں ایک فائنل فرق یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام اور اخلاقیات میں کیا فرق ہے؟ اخلاقیات + الٰہیات = اسلام۔یہ ہے اسلام۔سمجھ آ گئی؟ اسلام جو ہے وہ آپ کو ایک نئی بات بتا رہا ہے۔یہ غور والا پوائنٹ ہے۔وہ سچ ہے اور سچ وہ ہے جسے جانچا جا سکے۔آپؐ نے فرمایا کہ میں سچ بولتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا ہوا تھا کہ آپؐ سچ بولتے ہیں۔تو انہوں نے Verify کر دیا۔ لیکن اسلام نے وہ صداقتیں بیان کی ہوئی ہیں جو Verify نہیں ہوتیں مگر پھر بھی صداقت ہیں۔اسلام نے کہہ دیا کہ فرشتے ہیں۔آپ بتاؤ کہ کیا فرشتے ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ وہ ہیں تو کیا آپ نے دیکھے؟ تو دیکھے بغیر کا شعبہ اسلام نے رائج کیا۔تو کیا فرشتے ہیں؟ ہیں! اللہ میاں ہیں؟ ہیں! کیا آپ میں سے کسی

نے اللہ کو دیکھا ہے' کہ اللہ As Such اللہ ملا ہو۔نہیں۔مگر اللہ ہے' پھر بھی ہے۔یہ ہمارا عقیدہ ہے اور عقیدہ پختہ ہے۔کیا روح ہے؟ جی ہاں۔کیا آپ نے کبھی روح کو دیکھا' ملاقات کی؟ تو اللہ ہے' پھر بھی ہے اور یہ وہ صداقت ہے جو پھر بھی Verify نہیں ہوتی۔تو Life In Hereafter ہے' مرنے کے بعد ایک زندگی ہے' وہاں پر بہت سارے سوالوں کا جواب دیا جائے گا مگر یہ کسی نے دیکھی نہیں ہے۔اسی طرح قبر ہے' عذاب ہے' سب کچھ ہے۔اب آپ کا کام ہی ختم ہو گیا۔اب آپ کو Verify نہیں کرنا پڑے گا کہ فرشتے ہیں کہ نہیں ہیں کیونکہ اسلام نے کہا ہے کہ فرشتے ہیں۔تو کیا اللہ ہے؟ بالکل ہے۔کیا وہ سارے واقعات ہیں؟ بالکل ہیں۔موت کے بعد ایک اور زندگی ہے؟ بالکل ہے۔دیکھی ہے؟ کہتا ہے نہیں مگر ہم نے مانا ہے۔حضور پاک ﷺ کا فرمانا ہمارے لیے کافی ہے' اس میں تحقیق کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔جو آپؐ نے فرمایا وہی ہے۔اور کافروں کے لیے کیا بتایا؟ کہ یہ لوگ غلط جا رہے ہیں' ان کو سزا ہو گی۔اب یہ نہ کہنا کہ ان کو کیوں سزا ہو گی؟ یہاں پر وارننگ ہے۔یہ نہ کہنا۔ایک بزرگ نے ایک مرتبہ ایک خوبصورت کافر لڑکی دیکھی۔انہوں نے کہا کہ یا اللہ اس کو دوزخ میں ڈال دو گے؟ لڑکی وہیں کلمہ پڑھنے لگ گئی۔بزرگ نے بس اتنا کہا کہ کیا اس کو دوزخ میں ڈال دو گے تو وہ لڑکی کہنے لگی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔تو یہ ان کا فیض تھا۔تو درویشوں نے یوں فیض دیا۔انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ جو کافر نیک [illegible] نیکی کر رہے ہیں ان کے لیے بھی مہربانی کرتا کہ ہم انہیں دائرۂ اسلام میں لے آئیں۔تو ان کافروں کو اچھا کہا۔اسلام نے ان کو اچھا کہا کیونکہ اب وہ

اسلام میں آنے والے تھے۔ ہندوستان میں اسلام کو Contribution کہاں سے ملی؟ یہاں کے کافروں سے۔ کیا سارے مسلمان عرب سے آئے تھے یا سارے محمد بن قاسم کے ساتھ آ گئے تھے بلکہ وہ تو یہاں کے لوگ تھے۔ چار پانچ نسل پہلے یہ لوگ کافر تھے۔ اس لیے دعا کرو کہ ان لوگوں کی خیریت ہو جنہوں نے نیکی کو پسند کیا لیکن ابھی دین ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رعایت فرمائے۔ یہ دعا کرنی چاہیے۔ ایک جید درویش' ولی اللہ بیمار ہو گئے۔ یہ ہندوستان کی بات ہے' دلی کے اندر۔ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی" کا واقعہ ہے۔ سب حکیم طبیب موجود مگر بیماری ایسی تھی کہ کام نہیں بنا۔ ان کے ایک درویش مرید نے کہا کہ ایک ہندو سنیاسی کے پاس ایک نسخہ ہے' وہ استعمال کریں تو آپ ٹھیک ہو جائیں گے اور اس کے پاس فیض بھی بہت ہے' ہاتھ لگا دے تو بندہ درست ہو جاتا ہے۔ آپ نے کہا اسے بلاؤ۔ اس نے دوائی دی اور آپ ٹھیک ہو گئے' سلامت ہو گئے۔ جب آپ ٹھیک ہو گئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ ایک بات بتا' یہ جو فیض ہے تو نے کہاں سے لیا' تو تو ہندو ہے اور ہم تو فیض دینے والے مسلمان ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک کام ہے جو میں کرتا ہوں' میرے نفس کی جو خواہش ہوتی ہے میں اس کے خلاف کرتا ہوں اور پھر مجھے اس سے طاقت ملتی ہے۔ تو اس شخص میں نفس کے خلاف کام کرنے سے روحانی طاقت پیدا ہو گئی۔ آپؒ نے فرمایا کہ بات سن' کیا تیرا نفس اسلام قبول کرنے کو چاہتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؒ نے کہا کہ پھر اسلام قبول کر' نفس کے خلاف کام کر۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا' سیانا تھا ناں۔ آپؒ نے فرمایا کہ وہ اس

کا فیض تھا اور یہ ہمارا فیض ہے _____ تو وہاں یہ واقعہ ہوتا تھا۔ آپ کی طرح کے واقعات نہیں ہوتے تھے۔ آپ لوگ اپنے دوستوں کو اسلام کا فیض دیا کرو' وہ ہندو دوست بھی ہو سکتے ہیں' وہ اچھے اور پسند آنے والے لوگ ہو سکتے ہیں۔ تو انہیں فیض دیا کرو' آہستہ آہستہ سمجھایا کرو' کہ اللہ کو مان لو' تُو نے دیکھنا تو ہے نہیں' پھر جھگڑا کیا۔ اللہ کے حبیب ﷺ کو مان لینا' اس میں کیا دقت ہے' ساری دنیا مانتی آ رہی ہے' کلمہ پورا ہو گیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اس لیے وہ لوگ کہاں جائیں گے؟ آپ دعا کرو گے تو آپ کے ساتھ ہی جائیں گے۔ آپ نے ان کے ساتھ نہیں جانا چاہے وہ جہاں مرضی جائیں۔ کافر بہر حال کافر ہی رہے گا۔ اصل میں کفر اور اسلام کا جھگڑا کیا ہے؟ یہ خدا کا جھگڑا نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ پر سب کا اتفاق ہے' ساری کائنات کا اتفاق ہے۔ اور اسلام کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ۔ جس نے حضور پاک ﷺ کی ذات کو اس ذاتِ پاک کے طور پر تسلیم نہ کیا تو وہ آدمی فیل ہو گیا' کافر ہی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی محبت سے جو انکاری ہے وہ کافر ہے' چاہے مسلمان کہلاتا ہو یا ہندو کہلاتا ہو۔ جنت کیا ہے؟ حضور پاک ﷺ کی محبت ہے۔ جانا آنا کہاں ہے ہم نے؟ حضور پاک ﷺ کی محبت اگر مل گئی تو جنت ہی جنت ہے' جو اس محبت سے محروم ہو گیا اس کے لیے اور دوزخ کیا ہو گی' تو اتنی سی بات ہے۔ باقی یہ سب کھیل بنا ہوا ہے' رونق لگی ہوئی ہے' کوڈ ہے' بہت سارے ضابطے ہیں اس میں۔ اصلی ضابطہ کیا ہے؟ اللہ اور حضور پاک ﷺ کی محبت۔ اللہ ہے برائے اطاعت' کہ اس کی اطاعت کرو' سجدہ کرتے جاؤ اور حضور پاک ﷺ سے محبت کرتے جاؤ۔ پھر سب کچھ ٹھیک

ہے_____

ہاں جی اور کوئی بات۔ بولو_____پوچھو_____ورنہ آئندہ آپ کو محفل میں نہیں بٹھائیں گے_____

سوال:

بعض اوقات بہت کوشش کے باوجود اللہ کا راستہ نہیں ملتا تو ہم اس صورت میں کیا کریں؟

جواب:

آپ اپنی کوشش ترک کر دیں۔ ہم خود ہی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ ذمہ داری سے آزاد ہیں۔ آپ ذمہ داری مت لیں اور یہ نہ کہیں کہ ہم جکڑے ہوئے ہیں' بے بس ہیں' زور لگ رہا ہے۔ ہم آپ کے خیال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ آپ چھوڑو اس بات کو۔ خیال کی فکر نہ کریں' خیال کہیں نہیں جاتا۔ خیال پیچھے کہیں سے آتا ہے۔ ایک اَن پڑھ بندہ بیٹھا ہوتا ہے اور پیچھے سے قلم کی طاقت آ جاتی ہے اور وہ نعت لکھنے لگ جاتا ہے۔ یہ حضور پاک ﷺ خود لکھواتے ہیں۔ ایک دفعہ سعدی شیرازیؒ نے نعت کے تین مصرعے بنا لیے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

اس کے بعد قلم رُک گیا۔ کتنے دن گزر گئے مگر چوتھا مصرعہ نہ آیا۔ سعدیؒ

بہت پریشان ہوئے اور روتے رہے۔ پھر حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اے سعدی لکھو ۔

صلوا علیہ وآلہ

تو اس طرح بھی مصرعہ پورا ہوتا ہے۔ اصل میں ہم محبت نہیں کر سکتے' محبت وہ خود ہی کرتا ہے۔ پہل وہ خود ہی کرتا ہے۔ وہ تو اللہ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم پہل کر جائیں۔ اس نے کہا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں' پس میں نے تم کو پیدا کر دیا۔ تو راز یہ ہے۔ ظہور کس کا ہوا؟ اللہ کا۔ اور عالمِ ظہور میں کون ہے؟ آپ۔ یہ تو بڑی زبردست سرفرازی ہو گئی۔ جب تک آپ ہیں اس نے ظاہر نہیں ہونا اور جب وہ ہوا تو آپ نے نہیں ہونا۔ کہانی یہ ہے۔ بات صاف ہے' سمجھ آ گئی؟ تو محبت کس کی ہے؟ پہلے اس کی ہے' وہ خود ہی پہل کرتا ہے' محبت بھی وہ خود ہی دیتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ من جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جس نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہم نے اس کو راستہ دکھا دیا۔ تو جو تلاش کرے گا ہم اس کو راستہ دکھائیں گے۔ لوگوں نے سوال کیا کہ تلاش کیسے کریں جب راستے کا پتہ نہ ہو۔ اس نے کیا کہا تھا؟ جو ہمیں تلاش کرے گا ہم اس کو راستہ دکھائیں گے۔ سوال کیا ہے؟ کہ ہمیں تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تلاش کس کو کرنا ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟ جس کو ہم راستہ دکھاتے ہیں وہی تلاش کرتا ہے۔ جو اللہ کو تلاش کرنے والے ہیں اللہ ان کے ساتھ چل رہا ہے۔ اللہ کو تلاش کرنے والا بندہ سویا ہوتا ہے اور اللہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ وہ بندہ سمجھتا ہے کہ میری محبت کا آغاز ہو گیا اور میں اس کو تلاش کر رہا

ہوں۔ چلتے چلتے جہاں وہ گمراہ ہو جاتا ہے' مایوس ہو جاتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ مایوس نہ ہونا' اللہ بہت مہربان ہے' مجھ سے مایوس نہ ہونا' میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ تو اللہ اسے Encourage کرتا ہے۔ چلتے چلتے آدھا راستہ کٹ جاتا ہے اور پھر پورا راستہ کٹ جاتا ہے۔ جب منزل پہ پہنچتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ آ گئے ہو؟ اللہ نے خود ہی چلایا' ساتھ بھی رہا اور منزل پہ بھی خود پہنچ گیا۔ بندہ سمجھتا ہے کہ ہم چل رہے تھے۔ وہ خود ہی چلا رہا تھا۔ اس لیے آپ کا کوئی کام نہیں ہے سوائے اس کے کہ آواز سنتے جاؤ۔ اللہ خود ہی جگاتا ہے' خود ہی چلاتا ہے' ساتھ بھی چلتا ہے' منزل بھی آپ ہی ہے اور وہ خود ہی بلاتا ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سارا سفر الی اللہ دراصل سفر مع اللہ ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا سارا سفر اللہ کے ساتھ ہے۔ آپ نے کہیں آنا جانا نہیں۔ گھر میں بیٹھ جاؤ۔ جانا تو کہیں نہیں۔ وہ تو اللہ ہے ۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

اللہ والے بھی مخلوق ہوتے ہیں۔ یہ آ ۔ نے بڑی زیادتی کی ہوئی ہے کہ اللہ والوں کو غیر مخلوق بنا دیا' اب ان سے ضرور کرامتیں سرزد ہوں مثلاً یہ کہ وہ مٹی کو سونا بنا دے۔ اللہ والا کون ہوتا ہے؟ جو اللہ کے رجوع میں ہو۔ آپ لوگ چاہے گناہگار ہو' سادہ ہو' نیک ہو یا جس طرح کے ہو' جس کا رجوع اچھا ہو گیا وہ اچھا ہو گیا۔ تو یہ نیکی کی بات ہے۔ اپنے آپ کو برا نہ کہا کرو۔ اس سے توبہ کر لو۔ کس چیز سے توبہ؟ اپنے آپ کو برا کہنے سے۔ یہ نہ کہا کرو کہ ہم کہاں بخشے جائیں

گے۔ دس ہزار مرتبہ توبہ کرلو۔ ہم تو بخشے جانے والے ہیں۔ جس نے بخشش کا خیال کیا وہ بخشا گیا' جس نے گناہ کو برا کہا وہ بخشا جائے گا۔ جس نے نیکی کا خیال رکھا وہ بخشا جائے گا۔ جو نہ بخشا جانا چاہے وہ بھی بخشا جائے گا۔ اور بتاؤ! یہ کیسے ہوگا؟ آپ نماز میں پڑھتے ہو ناں یا اللہ ہماری اولاد کو بخش۔ اگر کسی نیک ماں باپ نے یہ دعا کی ہو تو وہ اولاد بخشی گئی۔ اگر بچے نے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے ماں باپ کو بخش تو آپ اس کے ماں باپ ہیں' بخشے گئے۔ پھر یہ دعا کی کہ مسلمانوں کو بخش۔ تو آپ مسلمان ہیں' آپ بھی بخشے گئے۔ حضور پاک ﷺ نے دعا کی کہ میری امت کو بخش' تو بھی آپ بخشے گئے۔ بخشش کے بڑے چانسز ہیں۔ آپ ضائع کرنا چاہو تو بھی نہیں ہوں گے۔ تو یہ بڑی بات ہے۔ یہ سمجھنے والی باتیں ہیں۔ رحمت کا یقین ہی رحمت کا حصول ہے۔ کیا کہا؟ یہ فقرہ یاد رکھ لو' کہ رحمت کی تمنا ہی رحمت ہے۔ رحمت کی آپ نے خواہش کی ہے تو رحمت ہوگئی۔ تو جو اللہ سے رحمت مانگ رہے ہیں دراصل جس پر رحمت ہو وہی رحمت مانگتا ہے۔ تو رحمت کون مانگے گا؟ جس پہ رحمت ہوتی ہے وہی مانگتا ہے۔ بس اللہ میاں سے ایک چیز نہ مانگا کرو۔ یہ پکا وعدہ کرو۔ اللہ میاں سے پیسے نہ مانگا کرو۔ یہ کیا وعدہ کر دیا آپ نے؟ آپ غیر اللہ کو نہ مانگو۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اس کا رحم مانگو' فضل مانگو' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت مانگو۔ اور اس طرح چلتے چلے جاؤ' بالکل اعتماد کے ساتھ اور یقین کے ساتھ۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ کسی انسان سے غافل نہیں ہے' کسی مستقبل سے وہ غافل نہیں ہے' کسی ماضی سے غافل نہیں ہے' اس کے لیے کوئی زمانہ نہیں ہے' نہ ماضی نہ حال نہ مستقبل۔ اس کے لیے سب ایک ہی

زمانہ ہے۔ ہر زمانہ اس کا ایک ہی زمانہ ہے' سب حال ہے اس کا' سب حال ہے۔ الآن کما کان وہ جیسے تھا ویسے ہی ہے۔ آپ اللہ کو رحم والا دیکھو۔ اور اگر اسے رحم والا سمجھو گے تو رحم ہی دے گا۔ ایک آدمی کو کسی نے سمجھایا کہ اللہ کی کیا ذات ہے۔ اس نے بتایا کہ اللہ ایسا ہے کہ اس کو جیسا چاہو گے ویسا پالو گے۔ اچھا سمجھو گے تو اچھا ہی ملے گا' رحمان سمجھو گے تو رحمان ہی ملے گا' رحیم سمجھو گے تو رحیم ہی ملے گا' اگر یہ سمجھو گے کہ اللہ پائی پائی کا حساب لے گا تو وہ پائی پائی کا حساب لے لے گا۔ اللہ کو کیا زیبا ہے کہ وہ پائی پائی کا حساب لے۔ ایک آدمی خانہ کعبہ میں گیا' کہتا ہے کہ اللہ میاں بات یہ ہے کہ ہمارے انسانوں کی دنیا میں یہ رواج ہے کہ اگر دشمن خود چل کے گھر آ جائے تو ہم معاف کر دیتے ہیں' ہم تیرے گھر میں چل کے آ گئے ہیں' اب معافی دے دے _____ تو اللہ نے اسے معاف کر دیا۔ اب اس میں ایک راز اور ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی دعاؤں کو خود ہی منظور کر لیا کرو۔ بات سمجھ آئی؟ آپ ہی دعا مانگی آپ ہی آمین کہا اور پھر آپ کا دل کہے گا کہ منظور ہے۔ کیونکہ جو نا منظور ہونے والی ہو گی وہ دعا آپ کے پاس آئے گی ہی نہیں۔ تو یہ ایسا راز ہے۔ اس میں بڑی آسانی ہے۔ ایک کہانی سنو۔ ایک آدمی تھا۔ اس سے کسی نے یہ کہا کہ اللہ کی محبت کیسے ہے' کہ اللہ کو جیسا چاہو گے ویسا پالو گے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ ایک آدمی ایک مرتبہ جنگل سے گزر رہا تھا۔ وہ ایک ایسے درخت کے نیچے پہنچا جہاں ہر دعا منظور ہو جاتی تھی۔ یعنی کہ جیسا گمان ہوتا تھا ویسا ہی ہو جاتا تھا۔ یعنی وہاں جو خیال کرو وہ پورا ہو جاتا تھا۔ اس آدمی نے سوچا کہ کیا ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس جنگل میں کھانا مل جائے۔

اس کو صرف خیال آیا اور کھانا حاضر۔ پھر سوچا کہ پانی۔ تو پانی بھی موجود۔ پھر سوچا کہ سونے کے لیے چارپائی بھی ہونی چاہیے تاکہ دوپہر کو ریسٹ کرلوں۔ تو چارپائی بھی موجود۔ سوتے وقت خیال آیا کہ کہیں کوئی شیر نہ آجائے۔ شیر آیا اور اسے کھا گیا_____ بس راز یہ ہے کہ اگر اللہ کے ساتھ حساب رکھو گے تو وہ حساب کرلے گا اور اگر بے حساب رہو گے تو وہ بے حساب دے گا۔ خود ہی ڈرتے ہو اور اسے خود ہی ڈرانے والا بناتے ہو۔ تو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تیرے یقین کا ایک نام ہے۔ تو اپنے یقین کو ٹھیک کر۔ اللہ تو رحم کرتا ہے۔ اگر کسی نے اس کے علاوہ کچھ اور سمجھا تو اس پر ظلم ہو جائے گا' وہ مارا گیا' برباد ہو گیا۔ ہمارا اللہ تو رحم والا ہے۔ اب ڈر کس بات کا۔ یہ تو ایسے ہے کہ تم سے کوئی پوچھے کہ کیا نام ہے تو تم کہو گے کہ شیر علی ہے۔ وہاں کیوں کھڑا ہے؟ ڈر لگتا ہے کتوں سے_____ اب ڈر کس بات کا' جب اللہ ہے' وہ رحم کرنے والا ہے تو ڈرتے کس بات سے ہو سوائے اپنے جھوٹے ہونے کے اور کیا ڈر ہو سکتا ہے۔ ہم تو مانتے ہیں کہ وہ رحم والا ہے اور رحمان ہے۔ یہ تو ہم پکا مانتے ہیں۔ تم بھی مان جاؤ۔ اگر وہ رحمان ہے تو رحمان ہے' رحیم ہے تو رحیم ہے۔ حالانکہ وہ قہار بھی ہے۔ تو آپ یہ کہو کہ قہاروں والا وہ دوسرا محلہ ہے' ہمارا اس سے تعلق نہیں ہے۔ ہمارے لیے وہ رحمان ہے۔ وجہ؟ ثبوت؟ ثبوت یہ ہے کہ رحمان اس کے لیے جس کے دل میں اپنے محبوب ﷺ کی محبت ڈال دی ہے۔ اب یہ شخص عذاب سے بچ گیا۔ کیونکہ جب تک آپ ﷺ کا نام تمہارے دل میں ہے' وہ ذات تمہارے دل میں ہے' وہ محبت تمہارے دل میں ہے' اللہ اس کو سزا دینا Afford نہیں کرتا'

عام طور پر اسے سزا نہیں دیتا۔ کس کو؟ جس دل میں حضور ﷺ کی محبت ہے۔ محبت کو پاس رکھ لو تو سارے مسئلے مسائل حل ہیں۔ جہاں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے وہاں رحم ہے' جہاں یہ محبت ہے وہاں مغفرت ہے۔ بس یہ آسان سی بات ہے۔ جہاں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے وہ تمہارا ایمان ہے۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو ناں کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ ایمان ہوتا ہے آخرت پر یقین ہونا' نماز' سجدہ' درود' فرشتے' کتاب وغیرہ _____ ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو یہ اصل ایمان ہے۔ اصل ایمان کیا ہے؟ کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ جو شخص حضور پاک ﷺ کے حوالے سے زندگی بسر کر رہا ہے اس کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے' وہ تو خود دوسروں کے لیے باعثِ رحمت ہو گیا۔ آئندہ عذاب وغیرہ کی بات نہ کرنا۔ یہاں کوئی عذاب نہیں ہوتا' وہ شعبہ ہی اور ہے۔ آپ Physically سوچ لو اور Mathematically لکھ لو کہ اس بھری دنیا میں چند لوگ ہیں جو اللہ کا رحم مانگ رہے ہیں' لاہور میں چند لوگ ہیں جو آپ جیسی محفلیں کر رہے ہیں۔ آج کے موجود لوگوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے' ہمیں نام کا بھی پتہ نہیں' ان کے کام کا بھی پتہ نہیں' فون کا نمبر تو ویسے بھی پتہ نہیں' باہر نکلتے ہی نام بھول جاتے ہیں' اور ہم سب فی سبیل اللہ ملتے ہیں۔ لاہور میں چند لوگ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ملتے ہیں' فی سبیل اللہ ملتے ہیں' تو اس سے بڑی مہربانی اور کیا ہے۔ اس زمانے میں اُس زمانے کی بات کرتے ہو۔ اللہ یہ مہربانی کر رہا ہے اور آپ ڈر رہے ہیں۔ جو اپنی ماں سے ڈرتا ہے وہ بہت ہی جھوٹا آدمی ہے۔ ڈر کس بات

سے رہے ہو۔ ماں سے زیادہ شفیق اللہ سے ڈر رہے ہو؟ یہ ڈرنے والی بات نہیں ہے۔ یہ تو چاہنے کی بات ہے۔ اس میں صرف ایک بات کا ڈر ہے کہ کہیں یہ محبت چھن نہ جائے۔ بس اس بات کا خیال رکھو۔ اس محبت کو کیسے قائم رکھ سکتے ہو؟ شکریے کے ساتھ۔ جس نے نعمت کا شکر ادا کیا اس کی نعمت محفوظ ہو گئی۔ آپ نعمت کا شکر ادا کیا کرو۔ شکر کیسے ادا کرو گے؟ جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے اس کو وہ نعمت دو' اس کو اس نعمت کا حصہ دو۔ اگر تمہارے پاس نعمت ہے' انار کے درخت ہیں' باغ ہیں' اب اس کو دو جس کے گھر میں یہ نہیں ہیں۔ پھر نعمت کا شکریہ ادا ہو گیا۔ ایک اور راز بتاتا ہوں۔ بات بہت آسان ہے' کہیں سمجھنا مشکل نہ ہو جائے۔ مثلاً آپ ایک آدمی کے پاس گئے' اس کی مدد کی' اس آدمی نے ایک بات بتائی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ اپنا کوئی بندہ بھیج جو میری یہاں پر مدد کرے' اب تم یہاں پر میری مدد کے لیے آ گئے ہو' تم تو اُسی کے بندے ہو۔ تو اس نے کہا کہ مبارک ہو' تم اللہ کے دوست ہو۔ لوگوں کی ضروریات کو اگر الفاظ بننے سے پہلے آپ مدد کر دیں تو آپ کو اللہ والا بنا دیا جائے گا یا سائل کو سائل بننے سے پہلے مدد دے دو۔ ایک جگہ ایک بزرگ بیٹھے تھے۔ ان کے پاس سائل آیا۔ آپ خطبہ دے رہے تھے۔ یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ سائل نے سوال کیا اور آپ نے توجہ کی۔ اس کا سوال بیس اشرفیوں کا تھا مگر آپ کے پاس بھری ہوئی تھیلی تھی' وہ آپ نے اس کو دے دی اور خود رونے لگ گئے۔ باقی ساتھیوں نے پوچھا کہ آپ نے سائل کا سوال تو کئی گنا پورا کر دیا اب روتے کیوں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ میں غافل ہو گیا تھا

ورنہ وہ سوال کی اذیت سے بچ جاتا۔ تو وہ اس غفلت پہ رو رہے تھے کہ وہ سوال کی اذیت سے کیوں گزرا' اگر توجہ میں ہوتا تو سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی مدد کر دیتا۔ تو اس بات کا وہ افسوس کر رہے تھے۔ تو آپ سائلوں کو سوال کرنے کی اذیت سے بچایا کرو۔ بات سمجھ گئے؟

اب کوئی اور بات ____ بولو ____ بلال صاحب پوچھیں ____

سوال:

مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک مرتبہ آپ داتا صاحبؒ کے پاس دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے کھڑے تھے تو ایک صاحب آپ کی جیب صاف کر رہا تھا' آپ کو بھی پتہ تھا' بعد میں جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ میں اپنا کام کر رہا تھا اور وہ اپنا کام کر رہا تھا۔

جواب:

میں بے بس تھا' میرے ہاتھ تو وہیں اٹک گئے تھے' میں دیکھ رہا تھا مگر اتنی جرأت نہیں تھی کہ ہاتھ وہاں سے اٹھاؤں جہاں میرے ہاتھ تھے۔ یہ فقیری نہیں امیری تھی۔ میں نے کہا کہ اتنے پیسوں سے کیا بنے گا' چلو لے جائے۔ یہ Attitude ہے۔ ویسے ایک چھوٹی سی بات دیکھو۔ کبھی آپ گھر میں رہتے ہوں تو گھر کا جو سربراہ ہے' ہیڈ ہے' ماں یا باپ' اس کی موجودگی میں بچے کسی اختلاف کا آپس میں لڑ کے فیصلہ نہ کریں کیونکہ جو تمہارا بزرگ بیٹھا ہوا ہے وہ خود ہی فیصلہ کرے گا۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ اگر انسان کو یقین ہو کہ میں داتا صاحبؒ کے پاس کھڑا ہوں یا دعا کر رہا ہوں یا دعا سے میرا کام چل رہا ہے تو وہاں اس

بات کا خیال کہ یہاں میرے ساتھ یہ کیا ہو رہا ہے' یہ خیال ہی غیر ہے۔ یہ توجہ کی بات ہے۔ توجہ کی تعریف یہ ہے۔ یہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے۔ اگر تیر کہیں لگ جائے تو نکالنا مشکل ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نماز ادا کرتا ہوں تو تم تیر نکال لینا۔ تو نماز کی توجہ اتنی ہے کہ اس بات کی توجہ ہی نہیں کہ جسم میں کیا ہو رہا ہے۔ تو ساری توجہ ہی اُدھر لگ گئی۔ ویسے بھی اگر آپ ایک خیال میں جا رہے ہو تو کبھی گھر سے پیدل نکلو تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ راستے میں بارش ہو گئی' واپس گھر آیا تو بھیگا ہوا تھا۔ کہتا ہے کہ بارش کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ تیتر کی تلاش میں انسان نکل جائے تو میلوں میل نکل جاتا ہے' پتہ نہیں چلتا کہ کدھر چلا گیا ؎

منم محوِ خیالِ او نمی دانم کجا رفتم
شُدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

اس کے خیال میں مَیں نجانے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ کوئی خیال غالب ہو جائے تو دوسرا خیال ہمیشہ کم ہو جاتا ہے۔ فقیری اور درویشی کا خیال جو ہے وہ ایک کام ضرور کرتا ہے' وہ یہ کہ سود و زیاں سے آزاد کر دیتا ہے ؎

جب سے یہ کاروبارِ ذوق ملا
رہ گیا ذوقِ کاروبار کہاں

تو وہ نفع نقصان سے آزاد ہو گیا۔ اب وہ نفع' نفع نہیں جس کو آپ نفع سمجھتے تھے۔ اور نقصان' نقصان ہے نہیں جس کو آپ نقصان سمجھتے تھے۔ یہاں کی Terminology ہی اور ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان بدل جاتا ہے' سوتا نہیں اور صرف جاگتا ہے بلکہ سارے کام ہوتے ہیں مگر Priority بدل جاتی ہے۔

ایک غوث کے پاس ایک چور آیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ خالی ہاتھ نہ جانے پائے' قطب تو ضرور بناؤ اس کو۔ چور تو آیا تھا چوری کرنے کے لیے' اس کو کوئی مال نہیں ملا' تو غوث نے کہا کہ یہ بے چارہ اب یہاں سے محروم جائے گا' ہم غوث ہیں' اس کو کچھ نہ کچھ تو دیا جائے _____ تو اسے قطب ہی بنا دو۔ اگر آپ کے پاس تھوڑے پیسے ہوں اور مانگنے والا سائل آ جائے' تو وہ کیا کام کرتا ہے؟ وہ مقام جو تجھے سرفراز کر رہا ہے اُسی مقام پر وہ غلط کام کر رہا ہے۔ اس کے حق میں بھی دعا کرو۔ اس کو دلوایا ہے اُسی نے جس نے تمہیں دیا تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تمہیں کسی کے ہاتھ سے دلوا دیا اور اس کو تمہاری جیب سے دلوا دیا۔ تو اتنا عقیدہ ہونا چاہیے! میرا خیال ہے کہ اتنا عقیدہ ہونا چاہیے۔ ایک آدمی بلال صاحب کو راستے میں ملا' درویش نما' پتہ نہیں مجذوب تھا کہ کون تھا۔ اس نے کہا کہ کیا ہے تیرا نام؟ انہوں نے کہا بلال۔ اس نے کہا فٹافٹ لاؤ اتنے پیسے۔ جتنے پاس تھے وہ پیسے دے دیئے۔ مجھے بتایا کہ میں نے اتنے پیسے دے دیئے ہیں' یہ میں نے بُرا کیا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ تم نے اچھے خیال میں کیا ہے تو اچھا ہی ہے۔ تو نے جس کے خیال میں دیا ہے وہ خود اچھا ہے۔ ہر چند کہ وہ شخص ڈاکو ہو سکتا ہے' ہر چند کہ وہ باغی ہو سکتا ہے' ہر چند کہ وہ چور ہو سکتا ہے' راہزن ہو سکتا ہے' لیکن تیرا خیال صحیح ہے اور جس کی راہ میں تو نے دیا یہ اسی کی راہ ہے۔ تو عام طور پر اس راہ کی صداقتوں والے غلط ہاتھوں سے نکل کر صداقتوں تک پہنچے ہیں۔ کہتا ہے کہ چور نے مجھے غوث بنا دیا۔ وہ جو سائل ہے' پیسے مانگنے والا ہے اس نے مجھے سخی بنا دیا۔ جاتے ہوئے کسی شخص کی ایک Stray بات نے مجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ایک وہ بات جو اٹک جائے یا کھٹک جائے' وہ بات آپ کو پار لے جاتی ہے۔ سارا عرفان ہی ادھر اُدھر پھرتا رہتا ہے۔ اتنی آسان بات بتا رہا ہوں آپ کو۔ میں نے مشکل بات آپ کو بتائی ہی نہیں' عبادت کا رستہ بھی نہیں بتایا۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ سارا عرفان اِدھر اُدھر ہی پھرتا رہتا ہے۔ اچانک دل کو لگ جانے والی بات عرفان کا آغاز ہے۔ پہلی لگ جانے والی آنکھ عرفان کا آغاز ہے۔ آنکھ میں پہلا آنسو عرفان کی ابتدا ہے۔ رونے والی بات آپ کو سمجھ آتی ہے؟ کبھی آپ روئے' کسی کی یاد میں' خیال میں' وجہ' بے وجہ۔ رونے کا جو آغاز ہے یہ عرفان کی ابتدا ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کے بہت سارے نام ہیں' کچھ تو مستند ہیں' اسی طرح ''یقین'' اللہ کا ایک نام ہے' آنسو بھی اللہ کا ایک نام ہے۔ اس کی راہ میں بہنے والا جو آنسو ہے وہ آپ ہی ہے۔ بغیر وجہ کے آنسو' سوز' تپش۔ رات کو اٹھے اور روتے رہے اور کہنے لگے کہ اللہ مجھے بہت پیارا لگا۔ اللہ تمہیں کہاں نظر آیا؟ بس پھر سے رونے لگ گیا اور کہنے لگا کہ بڑا ہی واقعہ ہو گیا۔ فرمان ہے کہ اگر رات کو نصف شب میں آنسو نہ آئیں تو رونے والی شکل ہی بنا لینا۔ یہ منظوریٔ دعا کی بات کر رہا ہوں۔ اللہ کے بندے وہ ہیں یضحکوا قلیلا ویبکوا کثیرا کہ وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ تو رونا جو ہے یہ اللہ کے بندوں کی دلیل ہے۔ وہ جو رو رہا تھا کہتا ہے کہ میں اس فوت ہونے والے کے لیے نہیں رو رہا بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ میری باری قریب کیوں نہیں آئی۔ تو ایسے بڑے واقعات ہیں۔ جیسا کہ ؎

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

اگر یہ بات جان لو تو پھر بات سمجھ آتی ہے۔غور کرو ۔ ہر لمحہ غور کا لمحہ ہے۔ جہاں غور پیدا ہو گیا وہاں اللہ کا جلوہ آ گیا۔ کہتا ہے اچھا یہ بات ہے کہ اس باغ کی وجہ سے آپ رو رہے ہو حالانکہ باغ تو اچھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ سوچ رہا ہوں کہ ۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

تو کتنے باغ آئے' کتنے پھول کھلے' کیا واقعات ہو گئے اور انجام کار سب ختم ۔ کہتا ہے کہ کیا آپ نے قلعہ دیکھا؟ کہتا ہے کہ قلعہ تو دیکھا لیکن پھر مَیں رونے لگ گیا۔ کیوں روئے قلعہ دیکھ کے آپ؟ کہتا ہے کہ جتنے ظلِ سبحانی ہوتے تھے وہ سارے آنجہانی ہو گئے اور کیا دیرانی چھوڑ کے چلے گئے' کیا جلوہ ہوتا تھا اور کیا حکم نافذ ہوتا تھا' بیشمار ریاستوں پر ان کا حکم نافذ ہوتا تھا' گوالیار سے لے کر کہاں کہاں تک اکبرِ اعظم کا حکم چل رہا ہوتا تھا۔ لیکن اس بیچارے کے پاس ٹیلیفون بھی نہیں تھا۔ بیچارہ بے بس۔ اور آج اس کا کوئی نام نہیں' نشان نہیں' کہاں سے کہاں چلا گیا۔ تو ہمارا شمار کس حساب میں ہے۔ تو یہ Immensity ہے اور یہ Infinity ہے اور پھر اس کے اندر Finite کیا چیز ہے' ایک ذرے کا صحرا کے اندر کیا مقام ہے' ایک قطرے کا قلزم کے اندر کیا مقام ہے۔ یہ سوچنا چاہیے۔ غور کرنا چاہیے۔ کیوں نہیں غور کرتے؟ غور کرو کہ کیسے پیدا ہوئے؟ غور کرو کہ کہاں جانا ہے؟ غور کرو کہ Where do you come from? اور یہ غور کرو کہ Where are you going to? یہ غور کرو کہ آپ کیا کر کے چلے ہو؟ تم تو کستوری خریدنے آئے تھے' اب ہینگ کی پوٹلی لے کے جا رہے ہو۔ تم

نے کیا کیا؟ اور پھر ہنستے جا رہے ہو' عجب قہقہہ ہے۔ وہ ہنس رہا تھا کہ ایک مکان گر رہا ہے تو دوسرے نے کہا کہ غور سے دیکھ' یہ تیرا ہی ہے۔ تیرا ہی جلوہ ختم ہو رہا ہے۔ تمہارے اردگرد منظر جو ہے یہ تیرا ہے اور تم ہی چلے جاؤ گے اگر یہ منظر بدل گیا۔ بات شاید سمجھ نہ آئے' بڑی مشکل ہے۔ شہر اپنا ہو اور شہر غرق ہو تو تم ہی مر جاؤ گے۔ وہ جو دیکھنے میں تیری خوب صورت چیز تھی وہ چلی گئی۔ منظر چلا جائے تو ناظر چلا گیا یعنی دیکھنے والا چلا گیا۔ اور اگر محبوب رخصت ہو جائے تو محبت کرنے والا رخصت ہو گیا۔ آپ کے گرد و پیش میں جو کچھ ہے یہ نہ رہا تو آپ کس کام کے؟ ایک آدمی کو سزا کے لیے اتنا کافی ہے کہ وہ زندہ رہے گا لیکن اکیلے' سب سے الگ۔ کہتا ہے یہ تو تنہائی کی سزا ہے۔ تو سارے تنہائی میں مبتلا ہیں۔ سب لوگ اس سزا میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ تنہائی کی بھٹی میں سب جل رہے ہیں۔ غور کرو کہ کیا ہو رہا ہے' کسی کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ کوئی کسی کے لیے زندگی نہیں بسر کر رہا۔ یہ ہمارے سماج کے اعمال ہیں کہ اس کو کیا بنا دیا اور اُس کو کیا بنا دیا۔ وہ واقعہ جو اصل واقعہ ہے انسان کا انسان کے ساتھ' وہ ختم ہو گیا۔ اس لیے کبھی آپ سوچا کرو' غور کیا کرو کہ

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب
یہ زمین کس کی ہے' کس کا ہے یہ نورِ آفتاب

تو کون ہے جو پال رہا ہے؟ یہ ہر آدمی کے لیے سوال ہے کہ غور کرے۔

غالبؔ کہتا ہے ۔

سبزہ وگل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

تو یہ سب کیا ہے؟ اللہ بتاتا ہے کہ میں نے تمہارے پالنے کے لیے تمہارا رزق مٹی میں رکھا ہوا ہے' میں تمہارے لیے پچھم سے ہوائے سازگار لے کے آتا ہوں' میں تمہاری کھیتیاں اُگاتا ہوں' میں تمہارے ایٹیمل فارم بناتا ہوں' جانوروں کو پیدا کرتا ہوں جو تمہارے کھانے کے کام آتے ہیں' تمہارے لباس کے کام آتے ہیں' اگر میں پانی کو کڑوا کر دوں تو تمہارے ہوش ٹھکانے لگ جائیں' چار دن کا میلہ دیکھنے کے لیے یہ کیا ہے اور تم اکڑ گئے ہو' سمجھتے نہیں ہو کہ کارواں جا رہا ہے' کارواں در کارواں چل رہا ہے' قافلے چل رہے ہیں ۔

تو مسافر ہے مسافر بن کے چل
ڈگمگا جائے نہ خطرہ ہے سنبھل
ہے گلِ رعنا کی رعنائی فریب
حسن کی مخمور انگڑائی فریب
لاکھ مرغانِ چمن ہوں نغمہ زن
صوت کے جادو میں کھو جائے نہ من
گلشنِ ہستی میں آ بیگانہ وار
دیکھتا جا ان بہاروں کا نکھار
دیکھ چپکے سے خزاؤں کا خرام

دیکھ بن کر ایک آئینے کا جسم
برق میں تنکے ہیں یا تنکوں میں برق
موت و ہستی میں ہے بس اتنا ہی فرق

یا تو آگ لگی ہوئی ہے آشیانے میں یا پھر آشیانہ آپ کے پاس چلا گیا۔ پتہ نہیں کیا ہوا؟ یہ تو آگ اور تنکے ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ آپ یہ غور کرو کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ تو باہم کھیل نہیں چل سکتا۔ آپ خود تو نہیں مرو گے مگر والد محترم رخصت ہو جائیں گے' امی جان چلی جائیں گی' نانی صاحبہ چلی گئیں اور ارد گرد کے بے شمار لوگ چلے گئے۔ تو سب چلے جائیں گے۔ ایک بادشاہ نے اپنی لکیریں دکھانے کے لیے نجومی کو' اسٹرالوجر کو بلایا۔ اس کو کہا ہاتھ دیکھو۔ اس نے کہا کہ جہاں پناہ' بات یہ ہے کہ آپ کے سامنے آپ کے سارے عزیز اور رشتے دار مر جائیں گے You`ll live so long a life۔ بادشاہ نے کہا کہ میری لائف تو لانگ ہے مگر اسے جیل میں بھیج دو۔ تو نجومی کو جیل بھیج دیا گیا۔ پھر کہتا ہے کوئی اور نجومی لاؤ۔ ایک اور نجومی آیا اور اس نے کہا کہ جہاں پناہ آپ کا ہاتھ بڑا قسمت والا ہے' آپ سب سے زیادہ عمر پائیں گے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ سارے تمہارے سامنے مر جائیں گے بلکہ یہ کہا کہ آپ اپنے رشتے داروں سے زیادہ عمر پائیں گے۔ بادشاہ نے کہا کہ بات تو وہی ہے مگر اور طرح سے ہے۔ تو ''طرح'' کی بات ہوتی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ حکم کر تجھے کیا چاہیے؟ اس نے کہا کہ میرے استاد کو رہا کر دیں' وہ میرا پیر ہے جو جیل میں ہے' وہ بات غلط کر گیا۔ تو بات ایک ہی ہے مگر ادائیگی کے آداب اور

ہیں۔تو آپ لوگ ادائیگی کے آداب سیکھو' خصوصاً بیوی کے ساتھ' ادب کیا کرو' ان کا خیال کیا کرو۔آپ تو خیال ہی نہیں کرتے' لحاظ نہیں کرتے بلکہ فٹافٹ ہی چیزیں اِدھر اُدھر کرنا شروع کر دیتے ہو۔ہم خیال جہاں بھی ہوگا اس کے پاس جلوہ پہنچ جائے گا۔وہ دیکھتا ہے۔تو یہ سارا واقعہ ہے۔یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ کو نجات کا پرابلم نہیں ہونا چاہیے۔آپ کہو''یا اللہ میں تیرے بندوں کو نقصان پہنچانا ترک کرتا ہوں''۔اپنا نقصان بھی نہ کرو اور اس کا بھی نہ کرو۔یہ کہہ کر آپ فائدے میں پہنچ گئے۔پھر کہو''میں تیرے بندوں کے لیے بے ضرر ہو جاؤں گا''آپ اور فائدے میں پہنچ گئے ''میں تیرے بندوں کے لیے منفعت بخش ہو جاؤں گا''۔اب آپ نجات میں آ گئے' جاؤ آزاد ہو گئے۔تو اس میں مشکل کیا بات ہے۔یہ جو کہتا ہے کہ میں دنیا کو فیض دینا چاہتا ہوں تو اسے کہو کہ یہ چاقو مجھے پکڑا دے جو تو نے جیب میں رکھا ہوا ہے۔اگر فیض دینا ہے تو چاقو تو نکال۔وہ جو ضرر پہنچانے والی چیزیں ہیں وہ نکال دو۔اللہ نے دانائی عطا کی' بہت دانا ہو گیا اور پھر وہ فراڈ کرنا سیکھ گیا۔اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اللہ کے راستے میں استعمال کرو' پھر تمہیں سب شے مل جائے گی۔تم آپ ہی اپنا نقصان ہو' اپنی راہ میں آپ خود کھڑے ہو' کہتا ہے کہ میں نیکی کی راہ پہ جا رہا ہوں اور آگے کوئی کھڑا ہو کے اسے روک رہا ہے۔تو یہ کون ہے؟ یہ خود آپ ہی ہے۔کہتا ہے کہ یہ میں ہی تھا جو اپنی راہ میں کھڑا ہوا تھا' میں نے خود کو روکا' دونوں ''میں'' ہم سفر ہو گئے اور دونوں مل کے چلے اور ''میں تُو'' کی منزل پہ پہنچ گئے۔جب ''تُو'' کے پاس پہنچ گئے تو پھر آسانی ہو گئی۔تو ''تُو'' کا سفر کرو اور ''میں'' کا سفر چھوڑ

دو ـــــــ میری بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو۔ سفر کس کا کرنا ہے؟ ''تُو'' کا۔ اور ''میں'' کا سفر چھوڑ دو ـــــــ

اب اور سوال کرو ـــــــ آپ بولیں ـــــــ

سوال:

میرا سوال تو نہیں لیکن میری رائے ہے کہ محبت انسان سے کرنی چاہیے نہ کہ انسانیت سے۔

جواب:

تو کرو۔

سوال:

اسی سے ہر چیز حاصل ہوگی۔

جواب:

مبارک ہو ـــــــ کرو ـــــــ آپ نے یہ جو کہا کہ ''محبت کرنی چاہیے'' تو میں نے آپ کا یہ فقرہ بڑے حوصلے کے ساتھ سُنا ہے۔ ہم کوشش کرتے رہے ہیں مگر ہمیں یہ بات آج تک سمجھ نہیں آئی۔ محبت کرنے کا شوق اور پروگرام میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ یہ تو ہوگئی جہاں ہوگئی۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو ''کرنی چاہیے'' میں نہیں آتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ ''میں محبت کرنا چاہتا ہوں ایک ایسے انسان سے ـــــــ'' اگر کوئی یہ کہے تو سمجھو کہ یہ پروگرام کے ساتھ تو نہیں ہو سکتی۔ خود ہو سکتی ہے۔ اور ہوتی یہ انسان سے ہے بلکہ ہوتی ہی انسان کے ساتھ ہے۔ اب اس میں سوال کا ایک اور پہلو نکلتا ہے گریز کا کہ خدا سے

محبت کس طرح ہو سکتی ہے' خدا سے مطلب تو ویسے ہی ابہام بن جاتا ہے۔ ہاں بات یہ ہے کہ اللہ سے محبت دراصل اللہ کے محبوبؐ سے محبت ہے اور اللہ کے محبوبؐ سے محبت جو ہے وہ اللہ کے محبوبؐ کے کسی محبوب سے محبت ہے۔ اور یہ محبت دراصل انسان سے محبت ہے۔ اللہ کی تلاش کرنے والے انسان تک ہی پہنچے ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کو تلاش کرنے ہم جب بھی نکلے تو آگے بندہ ہی پایا۔ لیکن اللہ' اللہ ہے اور بندہ' بندہ ہے۔ یہ آپ یاد رکھنا اور یہ فرق قائم رکھنا۔ ایک لفظ ہے ''قدیم'' اور دوسرا لفظ ہے ''حادث''۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے قائم ہو اور ہر انجام کے بعد قائم رہے۔ اُسے ہم قدیم کہتے ہیں۔ تو قدیم کون ہوا؟ جو ہر آغاز سے پہلے موجود ہو اور ہر انجام کے بعد قائم رہے۔ حادث وہ ہے جو ایک خاص مقام سے شروع ہو اور ایک خاص مقام پر رخصت ہو جائے۔ حادث جو ہے اس سے نجات ہو اور قدیم کا قرب ہو۔ یہ ہے پیغام۔ پھر بزرگوں نے ایک بات یہ بتائی کہ قدیم کا سارا ذکر ہم نے حادث کی زبان سے سُنا۔ یہاں آ کے راستہ ملتا ہے کہ اللہ کا سارا ذکر ہم نے بندوں سے سُنا ہے۔ جو ذکر بندے نے نہیں کیا وہ اللہ کا ذکر ہے ہی نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ کا کلام بھی بندے کی زبان سے آیا۔ یہ نجات کی راہ ہے۔ ہم اس اللہ کو مان رہے ہیں جس نے انسانوں کو انسانوں کے ذریعے اپنا تعارف کرایا۔ یہاں سے پھر نجات ہے۔ اب انسان سے محبت جائز ہو گئی۔ کہ اللہ کی محبت جو ہے وہ بھی انسان سے کرو۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ دعا کیا کرو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا' ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام

ہوا۔ یعنی اللہ کی راہ' ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ کہاں ہے؟ ان لوگوں میں جن پر اس کا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کے پاس جانے کا راستہ اللہ نے خود بتا دیا کہ یہ ان لوگوں کے ذریعے ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا' نہ کہ ان لوگوں سے ہے جن پر اس کا عذاب ہوا۔ تو آپ نے اچھے بندے کی تلاش کرنی ہے' اور تو کچھ نہیں کرنا۔ مسئلہ حل ہو گیا۔ تو اللہ کے پاس جانا ہو' اللہ کی راہ تلاش کرنی ہو' تو کس کی تلاش کریں گے؟ جو آپ کے خیال میں اللہ کا بندہ ہو۔ تو ان لوگوں کی تلاش کرو۔ ان سے محبت کرو۔ تو یہ اللہ کی محبت ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ان سے کہہ دیجیے کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہیں تو آپ کی اطاعت کریں' پھر اللہ ان سے محبت کرے گا۔ تو یہی محبت ہے اللہ کی۔ اب یہ آسان سی بات ہے' بندے سے محبت کیا کرو۔ ایک ولی اللہ رخصت ہو رہا تھا تو اس سے پوچھا گیا کہ یہ بتا دو کہ فیض کہاں سے ملا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے ماں سے محبت اور اس کی اطاعت کی ہے۔ اس میں اللہ کا ذکر ابھی نہیں آیا۔ تو اس نے ماں سے محبت کی اور اطاعت کی تو ولی اللہ بن گیا۔ کسی نے باپ کی خدمت کی تو ولی اللہ بن گیا۔ ولی اللہ کا مطلب ہے اللہ کا دوست۔ اگر اللہ کا کوئی دوست ہے تو وہ بھی ولی اللہ۔ اللہ تعالیٰ تو ولی اللہ فٹافٹ ہی بنا دیتا ہے لیکن تم کسی استقامت میں کبھی ٹھہرو تو۔ اُسے بنانے میں کیا حرج ہے' وہ تو ہر شے سے دوستی کرتا ہے۔ حرج تو تمہیں ہوتا ہے کہ تم کسی نشانے پر ٹھہرتے ہی نہیں ہو۔ اللہ دوست بناتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوست بناؤں گا۔ اور نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا و الآخرۃ اور ہم تمہارے دوست ہیں' ہم تمہارے پالنے والے ہیں دنیا میں

بھی اور آخرت میں بھی۔ وہاں بھی حصہ ملے گا۔ تو اللہ سے محبت رکھو اور انسان کے قریب رہو۔ حدیث شریف ہے کہ سرکار ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا من رآنی فقد رآ اللہ اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے مجھے دیکھا' گویا کہ اللہ کو دیکھا۔

جس آنکھ نے دیکھا تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت

اللہ کو دیکھنے کا طریقہ ہی یہی ہے کہ جس نے دیکھا اس کو دیکھو۔ نعت کا ایک اور شعر ہے

من رآنی کا مدعا چہرہ
صورتِ حق کا آئینہ چہرہ
مصطفےٰ کی آنکھ ہو خدا صورت
ہو خدا آنکھ مصطفےٰ چہرہ

اللہ کی آنکھ سے دیکھو تو مصطفےٰ ﷺ کی صورت نظر آئے گی اور حضور پاک ﷺ کی آنکھ سے دیکھو تو خدا کا چہرہ نظر آئے گا۔ تو اس آنکھ سے دیکھو تو پھر بات سمجھ آئے گی۔ اگر اپنی آنکھ سے دیکھو گے تو پتہ نہیں چلے گا۔ تم تو منفعت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ تو راز اس طرح ہے۔ ہے یہ آسان' بس اپنے آپ کو درمیان سے نکال دو

تمہاری آنکھ سے دیکھا تمہیں تو اُٹھ گیا پردہ
ہماری آنکھ کو جلوہ تیرا حائل نظر آیا

تو اپنی آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ تمہاری آنکھ یعنی اللہ کی آنکھ کیا ہے؟ یہ وہی آنکھ ہے جو اللہ کی آنکھ ہے۔ مسئلہ حل ہو گیا۔ سب چیز ٹھیک ہو جائے گی۔ بس لوگوں کو نقصان پہنچانا چھوڑ دو۔

سوال:

سر اگر نماز میں اللہ کے علاوہ کسی کا خیال آ جائے تو یہ کیوں ہوتا ہے کیونکہ اس طرح تو اللہ سے محبت میں محرومی ہو سکتی ہے؟

جواب:

یہ ایک سوال ہے کہ نماز کے دوران خیال کا اِدھر اُدھر ہونا کیا یہ کسی گمراہی کی دلیل ہے؟ کیا یہ غلطی کی دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کے اندر توجہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ یہ عطا ہو سکتی ہے۔ نماز پڑھنا فرض ہے توجہ کرنا آپ کا فرض نہیں ہے' توجہ اُدھر سے عطا ہو جائے تو پھر بات ہے۔ باقی یہ کہ میں نے آپ کو بتایا ہوا ہے کہ نماز کے الفاظ پر غور کرو تو پتہ چلے گا کہ اس میں زیادہ تر بندوں کا ذکر ہے۔ نماز شروع کرتے ہیں تو الحمدللہ پڑھتے ہیں' پھر ان لوگوں کا راستہ مانگتے ہیں جن پر انعام ہے اور ان لوگوں کا راستہ نہیں مانگتے جن پر غضب ہوا۔ تو اس طرح نیک آدمیوں کا اور بد آدمیوں کا خیال آ گیا۔ تو اس میں اللہ کے نیک بندوں کا ذکر ہو گا' عباد الصالحین کا ذکر ہو گا' حضور پاک ﷺ کا ذکر ہو گا' آپؐ کی امت کا ذکر ہو گا' ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہو گا' ان کی آل کا ہو گا' تمہارے والدین کا ہو گا' تمہاری اولادوں کا ہو گا۔ اللہ کے ساتھ تو صرف سجدے کا تعلق ہے کہ پاک ہے وہ ذات' اعلیٰ ہے' میرا رب ہے۔ باقی ساری تو عوام کی

بات ہو رہی ہے' انسانوں کی بات ہو رہی ہے۔ اس لیے اگر بندوں کا خیال آ جائے تو یہ جائز ہے۔ تو ماں باپ کا ذکر نماز میں ہے' اگر ان کا خیال آ جائے تو یہ ناجائز نہیں ہے' یہ محبت سے محرومی نہیں ہے۔ محبت تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اللہ کی محبت جو ہے وہ اس وقت ہوتی ہے جب کسی انسان سے سخت قسم کی نفرت ہو اور اللہ کی محبت کی وجہ سے آپ ترک کر دو۔ آپ یہ کہو کہ یا اللہ تیری محبت کی وجہ سے میں یہ ترک کر دیتا ہوں حالانکہ یہ نفرت بڑی پرانی ہے اور میں نے بدلہ لینا تھا مگر تیری وجہ سے میں نے اس سے توبہ کر لی۔ تو سخت نفرت بھی چھوڑ دو اور ایک ایسی چیز سے محبت چھوڑ دو جو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ ایک بد عادت ترک کر دو اور ایک نیک عادت اختیار کر لو۔ بس یہ کافی ہے اور اللہ کی یہ محبت کافی ہے۔ تو آپ دو کام کرو' ایک تو بری بات کو ترک کر دو اور ایک اچھی بات کو قبول کر لو کہ یہ اللہ کی ہے۔ آپ ہر روز اگر باغ میں جاتے ہو تو چڑیوں کو' پرندوں کو تھوڑا تھوڑا دانہ پانی ڈال دیا کرو۔ یہ کیوں کرنا ہے؟ یہ اللہ کی محبت کے لیے۔ اگر اس عمل میں استقامت آ گئی تو ولی اللہ۔ ولی اللہ سزا کے طور پر بھی بنتے ہیں اور انعام کے طور پر بھی۔ فنا فٹ ولی اللہ بن جاتا ہے۔ یہ تُو نے پرندوں کا خیال کیا' مخلوق کے ساتھ تعاون کیا اور پھر یہ انعام مل گیا اللہ کی یاد میں۔ اگر کسی کے اندر ایک بہت بری عادت تھی کہ اس کے منہ سے جھوٹ نکل جاتا تھا تو وہ اللہ کے لیے چھوڑ دے۔ جہاں جھوٹ نکلنے کا خطرہ ہو وہاں خاموشی اختیار کر لو۔ تو ولی اللہ بن سکتے ہو۔ ماں کی اس حد تک خدمت کرو کہ پار ہو جاؤ۔ ایسی خدمت کرو جو Humanly possible نہ ہو' تو یہ محبت ہے' اطاعت کرنی ہے تو اطاعت کرو۔ تو نیکی کا کوئی کام اللہ کے لیے

کر دیا کوئی ایسی بات چھوڑ دو جو حضور پاک ﷺ کو پسند نہیں تھی یا ایسی بات اختیار کر لو کہ وہ بات حضور پاک ﷺ کو پسند تھی۔ تو اس نام پر کوئی عادت ترک کر دو یا اختیار کر لو تو آپ منظورِ نظر ہو گئے' اس ذات کے نام پر جس کا وہ نام ہے۔ تو یہ تو بہت آسان بات ہے۔ تو نماز میں خیال کا اِدھر اُدھر ہو جانا اللہ سے دوری کی بات نہیں ہے۔ یہ زندگی ہے' اس میں تو ہوتا رہتا ہے۔ صرف وہ فارم ادا کرو' جب وہ عطا کرے گا تو توجہ آ جائے گی۔ توجہ آ جائے گی تو وہ آپ ہی قریب آ جائے گا۔ ابھی تو تم اللہ کو آواز دے رہے ہو جب اُس نے آواز کا جواب دے دیا تو توجہ ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ آواز دیتے جاؤ' کنڈا کھٹکھٹاتے جاؤ۔ دروازہ کھل جائے گا۔

Knock and it will be opened

Ask and you will be given

Seek and you will find it

Disappointment is sin

مانگو گے تو ملے گا' کھٹکھٹاؤ گے تو کھلے گا' تلاش کرو گے تو پا لو گے' مایوس نہ ہونا' یہ کفر ہے۔

اللہ سب پر رحمت کرے۔ سب کے لیے دعا ہے۔ ملک کے لیے بہت دعا ہے۔ آپ سب خوش رہو _____ آمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

4

1 آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں برکت آ گئی ہے' میری بڑی خواہش تھی کہ آپ تشریف لائیں۔

2 یہ جو حالات بدلنے کا آپ نے فرمایا ہے تو بعض اوقات انہیں بدلنے کی کوشش بہت طویل ہو جاتی ہے اور لگتا ہے کہ شاید اب بدل جائیں لیکن وہ لمحہ نہیں آتا۔

3 سر! کیا نصیب اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے؟

4 جنابِ عالی! کیا نصیب دعا سے یا کسی کی نظرِ کرم سے بدل سکتا ہے؟

5 آپ نے شعبے کی بات کی تھی کہ وہ کیسے چلتا ہے؟

6 اگر انسان ایک شعبے میں ہے تو وہ دوسرے شعبے میں ٹرائی نہ کرے۔

7 آپ نے فرمایا ہے کہ غریبی کو قبول کرو لیکن حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے؟

8 سر! خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ ہم ترقی کریں۔

9 خالق اور مخلوق کے تعلق کی بنا پر کسی گناہ کی درجہ بندی کیسے کی جائے اور تاریخی ادوار کے حساب سے کبھی کوئی چیز گناہ ہے اور کبھی نہیں ہے؟

10 کیا وہاں سفارش کی بھی گنجائش نہیں ہوگی؟

11 سر! پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کا ہم پہ کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس معاشرے میں ہم دوسروں کا اثر قبول کر کے جو غلطی کریں تو اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

12 حالات کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ہم اس گرفت میں ہیں جو شاہین ہے اور ہم چڑیا۔ تو چڑیا اس سے کیسے بچے؟

ہاں جی بولو_____ کوئی سوال_____

سوال:

آپ کے آنے سے ہمارے گھر میں برکت آ گئی ہے' میری بڑی خواہش تھی کہ آپ تشریف لائیں۔

جواب:

آمین' انشاءاللہ تعالیٰ ضرور برکت ہوگی' سب لوگ دعا کریں گے۔ پھر گھر میں ہونے والے واقعات گھر والوں کے لیے خوشی کا باعث بنیں گے۔ ہونے والے واقعات تو ہوتے ہیں' اس لیے دعا ہے کہ ہونے والے واقعات گھر میں رہنے والوں کے لیے آسانی بن جائیں۔ اس طرح ہونے کا فائدہ ہو گیا اور رہنے کا مقام بہتر ہو گیا۔ ورنہ ہونے اور رہنے میں بڑا فرق ہے۔ ہوتا کچھ اور ہے' رہنے والا کچھ اور چاہتا ہے' اور معاملات کچھ اور ہو جاتے ہیں۔ بس یہ ہو جائے کہ مکان میں رہنے والا مکان کے اندر ہونے والے واقعات پر راضی رہے۔ میرا خیال ہے کہ بس یہی کافی ہے۔ یا زندگی میں زندہ رہنے والا اگر زندگی میں ہونے والے واقعات پر راضی رہے' تو یہ کافی ہے۔ دنیا میں آنے والا دنیا میں رہنے کی وجہ سے ہونے والی مشکلات پر اگر حتی الامکان راضی رہنے کی پوری

سعی کرے اور اس کو راضی رہنے کا نتیجہ مل جائے تو سمجھ لو کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ تو زندگی میں ہونے والے واقعات اگر زندہ رہنے والوں کو راضی رکھنے کے لیے کافی ہیں' اور وہ راضی ہونے میں کامیاب ہو گئے تو یہ کامیابی ہے۔ واقعات نہیں بدلتے اور نہ انسان بدلتے ہیں۔ صرف اس مزاج کو بدلنا چاہیے جس مزاج سے انسان آزردہ ہوتا ہے یا جس مزاج سے انسان راضی ہوتا ہے۔ ذیلی لائف کا واقعہ تو ایک ہی ہے' سورج طلوع ہوتا ہے' گرمیوں میں گرم لگتا ہے اور سردیوں میں ٹھنڈا لگتا ہے حالانکہ نہ گرم ہوتا ہے اور نہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس کے اپنے واقعات ہیں۔ انسان جو زندہ ہے' اس نے اتنے سال گزارنے ہیں' اس زندگی کے واقعات آدھے سے زیادہ ناموافق ہوا کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر مزاج ناسازگار ہو تو _____ اگر مزاج سازگار ہو جائے تو کوئی بھی واقعہ ناسازگار نہیں ہے۔ جو واقعات آپ کو پسند نہیں ہیں انہیں تبدیل کر دو اور جو تبدیل نہیں ہوتے ان پر راضی ہو جاؤ۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔ اگر تبدیل بھی نہیں کر سکتے اور راضی بھی نہیں رہتے تو پریشانی ہو گی اور ہمیں آپ سے ہمدردی ہے۔ میری بات واضح ہو گئی؟ سمجھ آ گئی؟ جو حالات آپ کو پسند نہیں ہیں انہیں تبدیل کر دو اور اگر تبدیل کرنے کی کوشش کے باوجود تبدیل نہیں ہوتے تو ان پر راضی رہو۔ اگر راضی بھی نہیں رہتے اور حالات تبدیل بھی نہیں ہوتے تو آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اس کا علاج کوئی نہیں ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ حالات اچھے نہیں ہیں جو کہ یہاں کے حالات ہیں تو انہیں بدل دو۔ کہتا ہے کہ بدل نہیں سکتا۔ تو پھر قبول کرو۔ کہتا ہے قبول بھی نہیں کر سکتا۔ تو یہ آدمی پریشان ہو

گا کہ جو نہ تو ٹھیک کر سکتا ہے اور نہ قبول کر سکتا ہے۔ اس کے لیے مشکل ہے۔ اس لیے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمارے ساتھ ہونے والے واقعات پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آپ کے ساتھ ہونے والے واقعات دو طرح کے ہوں گے' ایک تو بزرگوں کی طرف سے آنے والی جو زندگی ہے اس میں دِقتیں ہیں اور اس میں راحتیں ہیں' اور اولاد کی طرف سے آپ کے لیے کچھ واقعات پیدا ہو رہے ہیں۔ اولاد کو آپ نے جس سماج میں تعلیم دی ہے اس سماج کے ساتھ آپ کا اتفاق نہیں ہے۔ اس لیے اولادیں اپنے ماں باپ کو دِقت میں ڈالا کریں گی۔ یہ آئندہ زمانے کی بات کر رہا ہوں' شاید آج کل بھی شروع ہو گیا ہو۔ والدین اپنی اولاد کے بارے میں پریشان ہوا کریں گے۔ دینی تعلیم بچوں کو دی نہیں ہے اور ان سے ادب چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کو ادب کی تعلیم نہیں دی۔ تو اولاد گستاخ ہو گی کیونکہ اس نے جس بے باک ماحول میں تعلیم حاصل کی ہے اس میں تو ایسا ہی ہو گا۔ اب یہ ماں باپ کے لیے بڑے غور کا مقام ہے کہ یا تو وہ اولاد کو ادب کی اور احترام کی تعلیم دیا کرتے یا پھر ان کو کسی طرح ذہنی طور پر قبول کر لیتے کہ ؎

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر

تو یہی کچھ ہے۔ اس طرح اپنی زندگی Adjust کر لو۔ نصیحت اور دعا یہ ہے کہ آپ کی اولادیں آپ کے لیے تابعدار ہوں۔ آپ بھی یہ دعا کیا کرو۔ حالانکہ آپ کا حق نہیں ہے کیونکہ ان کو آپ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تابعداری کیا ہوتی ہے؟ اس لیے دعا کیا کرو کہ آپ کی اولاد آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور ان کے ساتھ ہونے والے واقعات آپ کی پسند کے ہوں اور آپ کے

ساتھ ہونے والے واقعات آپ کے لیے مشکلات کا باعث نہ بنیں۔ آپ کی زندگی چونکہ مختصر ہے' اس لیے اگر یہ رضا مندی میں گزر جائے تو یہ اچھا ہے۔ زندگی اتنی مختصر ہے تو اس میں جھگڑا کس بات کا۔ زندگی عام طور پر کچھ خواہشوں میں گزر جاتی ہے' کچھ حسرتوں میں گزر جاتی ہے' کچھ خوشیاں مناتے مناتے گزر جاتی ہے' کچھ غم قبول کرتے کرتے ختم ہو جاتی ہے' کچھ مہمانوں کی نذر ہو جاتی ہے' آپ کسی کے ہاں مہمان ٹھہرے ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ زندگی پوری ہو جاتی ہے۔ اس لیے یہ دعا کیا کرو کہ زندگی جو ہے آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور اس دعا کے ساتھ آپ کو موقع دیتا ہوں کہ سب سوال کرو_____ بس زندگی آپ کے لیے راحت کا باعث بنے اور اس دعا کے ساتھ اب آپ کو موقع دیتا ہوں کہ سب سوال کریں۔ بس زندگی آپ کے لیے راحت بنے اور زندگی کو آپ الجھن نہ بنانا' زندگی کو پیچیدہ بھی نہ بنانا' زندگی کو سوال بھی نہ بنانا۔ Suffering questions مت بناؤ' زندگی عین راحت ہے' بس چلتی جا رہی ہے' چلتی جا رہی ہے_____

کسی کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو_____ آپ بولیں_____

سوال:

یہ جو حالات بدلنے کا آپ نے فرمایا ہے تو بعض اوقات انہیں بدلنے کی کوشش بہت طویل ہو جاتی ہے اور لگتا ہے کہ شاید اب بدل جائیں لیکن وہ لمحہ نہیں آتا۔

جواب:

ایسے آدمی کے لیے میں نے کہا تھا کہ وہ ہمدردی قبول کرے۔ اس کے

لیے ہمدردی ہے۔ایک شعر سُن لو ۔

میں چل رہا ہوں مگر فاصلے نہیں مٹتے
یہ حادثہ بھی میری زندگی میں ہونا تھا

تو انسان سفر کرتا ہے مگر سفر طے نہیں ہوتا۔اور حالات کو بدلنے کی کوشش کرتا ہے مگر حالات بدلتے نہیں ہیں۔اور انہیں وہ قبول بھی نہیں کر سکتا۔ایسے آدمی کے لیے ہمدردی ہے۔اب ایسے آدمی کے لیے بشارت کا لفظ بھی ہے اور عبرت کا لفظ بھی ہے۔اس لیے میں نے آپ کے لیے ہمدردی کا لفظ چنا ہے جو درمیانی راستہ ہے۔آپ کو بات سمجھ آئی؟ وہ انسان جو اپنے حالات قبول نہیں کر سکتا اور انہیں تبدیل بھی نہیں کر سکتا' اور کوشش کرتا جا رہا ہے لیکن حالات بدلتے نہیں ہیں تو اس کے لیے تین Categories ہیں۔ایک تو درمیانی قسم کے لوگ ہیں جو کوشش کرتے جاتے ہیں مگر کبھی بدلتے ہیں اور کبھی نہیں بدلتے ۔

ہم داستانِ عشق مکمل نہ کر سکے
آغاز رہ گیا کبھی انجام رہ گیا

کہتا ہے کہ پھر وہی بات ہو جاتی ہے' پہلے پیسے ملتے ہیں' پھر ختم ہو جاتے ہیں' اس طرح ہم چلتے جا رہے ہیں' کبھی آزردہ رہتے ہیں اور کبھی آسودہ ہو جاتے ہیں۔تو یہ درمیانی لوگ ہیں۔ایسے لوگ جو ہیں وہ لوگوں کے دیئے ہوئے فارمولے پر چلا کرتے ہیں۔یہ لوگ تھوڑے تھوڑے آزردہ رہتے ہیں۔کہتے ہیں کہ مجھے بہت پریشانی ہے' کیا بنے گا' حالاتِ زمانہ کا کیا ہوگا' بسوں کا دھواں بہت پریشانی کا باعث ہے' گرمی بہت ہوتی ہے ____ تو یہ حالات سے

تھوڑے تھوڑے پریشان رہتے ہیں۔ اب پریشان رہنا ان کے ذہن کی خوراک بن جائے گا۔ ہمدردی کا میں نے اس لیے کہا ہے کہ انسانی ذہن کی خوبی یہ ہے کہ یہ بیک وقت دو متضاد کام نہیں کر سکتا۔ یہ بہت سارے کام کر سکتا ہے لیکن متضاد کاموں میں اس بے چارے کو دقت ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ خوب صورت باتوں کا سوچو' خوبصورتی کی باتوں کا سوچو تو آپ جھگڑے اور فساد کی کشمکش سے بچ جائیں گے۔ وہ آدمی جو لحنِ داؤدی رکھتا ہے' گانا گاتا ہے تو اگر اُسے کہیں کہ تم گانا چھوڑ دو اور آؤ تمہاری لڑائی کرا دیں تو وہ کہے گا کہ میں نے گانا ہی گانا ہے اور لڑائی نہیں کرنی۔ گانا گانے والا اپنی کوشش میں لگا ہوا ہے اور جو لڑائی کرنے والا ہے وہ لڑائی کرتا جا رہا ہے۔ دونوں اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے بات یہ ہے کہ وہ جو راستہ طے کر رہے ہیں اس راستے کے طے کرنے کے باوجود انہیں افسوس رہے گا' اس لیے میری ہمدردی ہے ایسے لوگوں کے لیے۔ کون سے لوگ؟ جو نہ راضی ہو سکتے ہیں اور نہ حالات کو بدل سکتے ہیں۔ اور ان کے اندر کوئی ایسی خوبی بھی نہیں ہوتی کہ ان کے ساتھ ہمدردی کے علاوہ کوئی بات کی جائے۔ خوبی والے کی بات اب سُن لو۔ وہ ایسا آدمی ہوتا ہے جو Destined ہو' خوبی والا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ؎

حالات بدل کے رکھ دوں گا
دی اگر فرصت زمانے نے

اب اس کے لیے بشارت ہے۔ ایسا ایک آدمی آتا ہے اور وہ حالات زمانہ کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی حالات

بدل دیئے' لوگوں کے حالات بدل دیئے۔ اُن کے لیے خوش خبری ہے جو وقت والے حالات کو اپنے عزم' فکر اور اپنے نصیب کے ذریعے بدل دیتے ہیں۔ اور پھر وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جن کا کام ہی نہیں ہوتا کہ وہ کچھ تبدیل کریں۔ وہ اپنی ذات کے حصار میں گم ہیں' اپنے مطلب کے لیے کرتے ہیں۔ وہ آپ کی زندگی اگر بنائیں گے تو دراصل زندگی تباہ کر دیں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے عبرت ہے۔ وہ جو غریبوں کے مقدر بنانے کے نام پر غریبوں کی زندگی کو اور تلخ کر دیتے ہیں' ان کے لیے عبرت ہے۔ مثلاً ڈاکٹر کہتا ہے کہ ہم غریبوں کے حالات بہتر کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں حالانکہ وہ بیماروں کے معاشی حالات تباہ کرنے کے لیے بھی آ سکتے ہیں۔ بے شمار ایسے واقعات ہیں کہ ڈاکٹر لوگ مریضوں کے ساتھ رعایت بھی نہیں کرتے اور یہ ان کے لیے صرف کمائی کا پیشہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کچھ ہمدردی کرتے ہوں' جو مریض کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں ان کے لیے فلاح ہے' اور جو اپنی ذات کے لیے ہے' پیسہ کمانے کے لیے ہے تو اس کے لیے فلاح نہیں ہے۔ یہ سوچنے والی بات ہے۔ تو وہ انسان جو حالات کو تبدیل کرنے کے لیے عزم کر رہا ہے اس کے پاس محنت ہے' اس کے پاس فکر ہے' اس کے پاس نصیب ہے' اس کے پاس شعور ہے۔ مثلاً ایک اَن پڑھ یا اناڑی ڈاکٹر اگر آپ کی اصلاح کرے گا تو آپ کو غلط دوائی دے گا۔ ایسے لوگوں کے لیے عبرت بھی ہو سکتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے بشارت بھی ہو سکتی ہے۔ کہ وہ جو ذہین تھا اور جس وقت اس کی ذہانت کی ضرورت تھی تو اُس نے کیا کیا۔ جو غیر ذہین تھا اور بے وقوف تھا وہ بے چارہ کیا کام کرتا۔ وہ تو خواہ مخواہ کہہ رہا ہے کہ آؤ میں تمہارا

علاج کروں جب کہ خود اس کو پتہ نہیں کہ کرنا کیا ہے۔ تو عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جن کا کام نہیں ہے اور وہ مداخلت کر رہے ہیں اور بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جن کا یہ کام ہے اور وہ لوگوں کا نصیب بدلنے کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ اور جو درمیانی لوگ ہیں وہ کبھی پریشان رہتے ہیں اور کبھی خوش رہتے ہیں' کبھی ان کے حالات بدلتے ہیں اور کبھی بدلتے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ کیا ہے؟ ہمدردی۔ اب آپ اپنی Category دیکھ لو کہ آپ کو اگر ہمدردی کی ضرورت ہے تو آپ کے لیے ہمدردی ہے۔ اگر نیت اپنی ذات ہے اور نام لوگوں کی ذات رکھا ہوا ہے تو پھر اس میں عبرت ہے۔ اب آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ کہتے کیا ہیں؟ کہ لوگوں کا نصیب بنا رہے ہیں۔ اور چاہتے کیا ہیں؟ اپنا نصیب بنانا۔ تو ان کے لیے عبرت ہے۔ تو جو لوگوں کا نصیب بنائیں گے اور واقعی بنائیں گے' اُن کے لیے کیا ہے؟ بشارت۔ اس لیے آپ ذرا غور کر لیں کہ کیا واقعات ہیں۔

اب کوئی اور سوال_____

سوال:

سر! کیا نصیب اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے؟

جواب:

نصیب تو اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن اپنا ہاتھ اپنے نصیب میں نہیں ہے۔ تو نصیب تو ہاتھ میں ہوتا ہے' اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن ایسا ہاتھ جو ہے یہ اپنے نصیب میں نہیں ہوتا۔

سوال:

پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

مطلب یہ کہ نصیب ہاتھ میں ہے' اب آپ اپنے ذہن سے جو چاہے بنالو۔ آپ نے یہ مکان بنایا' اپنے ذہن سے بنایا اور جو چاہا بنا لیا۔ آپ کی چاہت اتنی ساری تھی جو آپ نے بنایا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ اپنے ذہن کے مطابق آپ نے The Best مکان بنایا۔ اگر اس سے کوئی کمزور ذہن ہوتا تو شاید اس سے بہتر مکان بناتا۔ تو جتنا ذہن تھا اتنا کام کرلیا۔ وہ ذہن آپ کا تھا ہی نہیں کہ اس کے اوپر آپ اور کام کر سکتے تھے۔ لہٰذا نصیب والا جو ہے اپنے ذہن کے مطابق کام کرنے والا اپنی دنیا کے اندر آباد رہے گا۔ وہ دنیا چھوٹی بھی ہو سکتی ہے۔ تو نصیب جو ہے انسان آپ بنائے گا' یہی تو اس کا مقدر ہے۔ وہ اپنی خواہش کے مطابق کام کرے گا۔ آدمی سے زیادہ دنیا کامیاب ہوگئی ہے اور لوگ اپنی کامیابی میں ہی پھنس گئے ہیں۔ ہر گناہ گار اپنے گناہ میں کامیاب ہوتا ہے۔ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ گناہ ہے۔ وہ پورے منصوبے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے جو چاہا وہ حاصل کرلیا۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ یہ گناہ ہے' دوست میں نے خود ہی بنایا تھا اور بعد میں پتہ چلا کہ دوست جو ہے وہ دھوکا دے گیا۔ کچھ لوگ شادی بھی خود کرتے ہیں اور بعد میں پریشان ہوتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں؟ اپنی خوشی سے شادی کرتے ہیں' اپنی مرضی سے نصیب بناتے ہیں اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ نصیب غلط ہوگیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو

نصیب بنا رہے ہیں آج کے ذہن کے ساتھ بنا رہے ہیں اور کل کا ذہن جب آئے گا تو شاید وہ آج کا بنا ہوا نصیب قبول ہی نہ کرے۔ یہ میری بات یاد رکھنا۔ آج کا بنایا ہوا نصیب آج کے ذہن کی Achievement ہے' کل تمہارا اپنا ذہن تمہارے آج کے عمل پر شاید اتنا مطمئن نہ ہو۔ لہٰذا اپنے اندر جو تبدیلیاں پیدا ہونے کا امکان ہے اس کی گنجائش رکھ لو۔ جوانی میں کرنے والی خواہشات کو اپنے بڑھاپے کے تناظر میں تھوڑا سا غور کیا کرو کہ جب آپ بوڑھے ہو جائیں گے' رخصت ہونے والے ہوں گے تو اس وقت آپ کا خیال کیا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو اپنے کیے پر افسوس ہو۔ بس اتنی بات یاد رکھنی ہے۔ انسان اپنا مقدر خود ہی بناتا ہے۔ کون سا انسان؟ ہر انسان۔ تو ہر مقدر الگ ہو گیا۔ اور وہ مقدر جو الگ نہیں ہوتا وہ کون بناتا ہے؟ مثلاً یہ کہ انسان کا جو مقدر ہے زندگی کا' موت کا۔ کوئی نہیں چاہتا کہ وہ مر جائے' انسان ایسا مقدر بنانا چاہتا ہے کہ موت سے بچ جائے' زندگی طویل ہو جائے۔ یہاں آ کے انسان رُک جاتا ہے۔ تو یہ مقدر کون بناتا ہے؟ یہ اللہ بناتا ہے مثلاً آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو اچھے ماں باپ ملیں مگر اتفاق سے وہی ماں باپ ملے جو اَب ہیں۔ یہ آپ نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح اولاد ہے' آپ چاہتے ہیں کہ اس طرح کی اولاد ہو۔ تو وہ بھی نہیں ملی۔ وہ کون بناتا ہے؟ اللہ! تو اولاد آپ نہیں بنا سکتے اور اپنا چہرہ آپ نہیں بنا سکتے۔ آپ اس سے بہتر چہرہ چاہتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔ آپ اپنے ماں باپ نہیں بنا سکتے' آپ اپنا قد نہیں بنا سکتے' آپ اپنی زندگی کی کچھ چیزیں بنا سکتے ہیں مگر کتنی ہی چیزیں ہیں جو نہیں بنا سکتے۔ وہ انسان جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا تو اللہ کہتا

ہے کہ یہ ہاتھ بھی میں نے دیئے ہیں۔ جو کہتا ہے کہ میں نے اپنے ذہن سے یہ کام کیا تو ذہن بھی اللہ نے دیا ہے۔ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ تو نصیب کون بناتا ہے؟ یہ اللہ بناتا ہے۔ اگر آپ بنائیں تب بھی اللہ بناتا ہے۔ بے شمار چیزیں ہیں جو آپ نہیں کر سکتے۔ یہی تو ہے زندگی کا جھگڑا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی دنیا میں بھیجا ہے جس میں آپ کا اختیار ہی کم ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ یہاں سے نکلنا نہیں چاہتے اور اللہ ہمیں نکال لیتا ہے۔ اگر انسان کو کوئی ایسا راز مل جائے کہ پھر وہ یہاں سے نہ نکل سکے' تو وہ قادر ہو گیا' مقتدر ہو گیا مگر ایسا نہیں ہے۔

ہاں بولو_____ اور سوال_____

سوال:

جنابِ عالی! کیا نصیب دعا سے یا کسی کی نظرِ کرم سے بدل سکتا ہے؟

جواب:

یہ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ مقدر نہیں بدلتا' دعا سے بھی نہیں بدلتا' کسی کی نظرِ کرم سے بھی نہیں بدلتا کیونکہ نظرِ کرم بھی مقدر ہے' یہ مقدر کا حصہ ہے۔ ایک آدمی ایک مرتبہ بہت پریشان تھا۔ اُسے کسی چیز کی ضرورت تھی اور وہ غور کر رہا تھا' دعا کر رہا تھا' وہاں اس جگہ پر ایک صاحب وقت کو حکم ہوا کہ وہاں جاؤ اور جا کر اس کی ضرورت پوری کرو۔ تو وہ گیا وہاں پر اور اس کی ضرورت پوری کی۔ پھر کہنے لگا کہ دیکھو میں فلاں جگہ رہتا ہوں' فلاں مقام پر ہوتا ہوں' اگر اور ضرورت ہوئی تو وہاں آ جانا۔ اس آدمی نے کہا کہ میں نے نہیں آنا' جس نے

تمہیں اب بھیجا ہے وہ تمہیں دوبارہ بھیجے گا۔ بات یہ ہے کہ مقدر بدلنے والی نگاہ جو ہے اس کو بھی مقدر کا حصہ سمجھو۔ اگر آپ کے نصیب میں وہ چیز ہے تو مقدر بدلنے والی نگاہ خود بھاگی دوڑی چلی آئے گی اور آپ کو بدل کے چلی جائے گی۔ مقدر بدلنے والا بارش کا ایک بادل ہوتا ہے' وہ خود بخود ہی آ جاتا ہے۔ دعا سے آتا ہے یا کیسے آتا ہے' یہ اللہ کے کام ہیں۔ بعض اوقات وہ دعا سے آتا ہے اور بعض اوقات دعا کے بغیر آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی آپ کو محنت کے ساتھ مقام ملتے ہیں اور کبھی کبھی مقام مل جاتے ہیں جب کہ محنت نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی آپ مقام ترک کر دیں کہ ہم یہ نہیں لیتے' ہم نہیں لینا چاہتے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہم نے ضرور دینا ہے۔ اب کیا کرو گے؟ وہ یہ کہتا ہے کہ یا اللہ میں تجھے نہیں مانتا تو اللہ کہتا ہے کہ تو مان نہ مان' کھانا تو کھا' مان نہ مان' تو یہ مرتبہ لے لے۔ یہ اللہ کے کام ہیں' کسی کو دینا چاہے تو کسی کی کیا مجال ہے۔ اس نے مرتبے پیغمبروں کو دیئے۔ کچھ پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اُمتی ہونا بہتر ہے' ہمیں کسی پیغمبر کے پیچھے لگا دیں تو ہم اس کے تابعدار ہوں گے۔ مگر اللہ نے کہا کہ یہ یہ کرنا پڑے گا۔ تو یہ ایک مقام ہے۔ اللہ کی مرضی ہے کہ کسی کو مرتبہ دے دے' کسی کو مقدر دے دے' کسی کو سرپرستی دے دے' کسی کو لیڈر بنا دے اور کسی کو Follower بنا دے۔ وقت اس کے لیے ہے جو ایک شعبے کا آدمی ہو اور دوسرے شعبے میں اپنا اظہار کرے۔ اس کے لیے بڑی مشکل ہے۔ مثلاً جس کو اللہ تعالیٰ نے درویش نہ بنایا ہو اور وہ درویشی کا اظہار کرے تو پریشان ہو جائے گا۔ اگر اللہ نے کسی کو ایک شعبہ نہیں دیا اور وہ اس شعبے کا اظہار کرتا ہے کہ یہ شعبہ میرا ہے تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ تو بے

شمار لوگوں کی یہی حالت ہے۔ لوگ روز ہی سیاسی جماعتیں بناتے جا رہے ہیں اور روز ہی ناکام ہوتے جا رہے ہیں۔ بے شمار واقعات بنتے جا رہے ہیں اور بے شمار واقعات بگڑتے جا رہے ہیں۔ ہر آدمی جو ہے وہ اپنے منصب کے علاوہ اظہار کرتا ہے' اپنی اصلیت کے علاوہ اظہار کرتا ہے۔ اصلی بات کیا ہے؟ جتنا ہے اتنا ظاہر کرو' جو ہو وہی بتاؤ' اگر آپ غریب ہیں تو یہ کہنے میں کیا حرج ہے کہ ہم غریب ہیں۔ اس میں چھپانے والی کیا بات ہے۔ جب یہ کہہ دیا کہ ہم غریب ہیں تو آسانی ہو جائے گی۔

سوال:

یہ کہہ دیا تو لوگ مذاق اُڑائیں گے؟

جواب:

لوگ مذاق نہیں اُڑائیں گے۔ اگر آپ یہ کہنے کی جرأت کر لو تو لوگ کہیں گے کہ تم نے مہربانی کی' ہم بھی یہ کہنے کے لیے تیار ہیں۔ اصل میں سارے کے سارے بنیادی طور پر غریب ہیں۔ یہ دلیری کوئی نہیں کر رہا' جرأت کوئی نہیں کر رہا۔ شہر کے باہر نئی آبادیوں میں رہنے والے شہروں سے نکلے ہیں' بند علاقوں سے نکلے ہیں۔ لاہور میں آباد ہونے والے اکثر گاؤں سے آئے ہیں۔ گاؤں میں رہنے والے' اندرونِ لاہور رہنے والے' باہر کے سول لائنز ایریا میں رہتے ہوئے آج اپنے بزرگوں کو بھول گئے ہیں۔ اصل میں تو باپ دادا کی وہی کہانی ہے۔ اس میں چھپ چھپا کی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ سارے غریب ہیں جو یہ بیچارے پریشان مسلمان ہیں۔ اب یہودی کہلانے کی شان کوئی خاص

تو نہیں ہے۔ آپ کہیں کہ ہم غریب ہیں' مسلمان ہیں' ہمارے والدین ہم سے بھی غریب تھے۔ بلکہ 1947ء میں تو کسی مسلمان کے پاس اتنا شعور نہیں تھا جتنا آج کے مسلمانوں میں ہے۔ ان کے پاس اخبار پڑھنے کا شعور بھی کم تھا۔ جب اس وقت کے مسلمانانِ عالمِ ہند کی موومنٹ ہو رہی تھی تو بہت کم لوگ اخبار پڑھتے تھے۔ تو اتنا شعور نہیں تھا جتنا آج کل ہے۔ آج ایچی سن کالج میں آپ کے بچے پڑھتے ہیں۔ اس وقت اس ایچی سن کالج میں چند مسلمانوں کے بچے تھے اور وہی مسلمان آج آپ کی پرابلم ہیں' یہ وہ ہیں جن کے بچے اس زمانے میں بھی تھے اور جن کے بچے آج بھی ہیں۔ یہ جاگیردار ہیں۔ ایف۔ سی۔ کالج کا پرانا ریکارڈ دیکھ لو 1947ء سے پہلے کا ریکارڈ دیکھ لو تو کسی مسلمان کا نام شاید آپ کو مل جائے۔ بہت ہی کم ہوگا۔ یہ جو مال روڈ ہے اس کا پہلے کا ریکارڈ دیکھ لو تو مسلمانوں کی ایک آدھ بلڈنگ تھی۔ ہندو کے حالات 1947ء سے پہلے مسلمانوں سے بہتر تھے۔ آج جیسے کہ مسلمانوں کا عالم ہے تب ایسے نہیں تھا۔ تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ سارے واقعات غور طلب ہیں۔ اس لیے دعا کیا کریں کہ بہتری پیدا ہو جائے۔ آپ کو یہ ماننے میں کوئی عار نہیں ہونی چاہیے کہ آپ سارے غریب تھے۔ امیر ہونے کی یا کہلانے کی کیا ضرورت ہے۔ غریب ہونا کافی ہے۔ اچھا تو غریب کی تعریف سُن لو۔ وہ آدمی جو اپنے موجودہ حالات پر راضی نہیں ہے وہ غریب ہے۔ جس آدمی کو مزید کی ضرورت ہے وہ بھی غریب ہے۔ جس آدمی کی خواہش اس کے حاصل سے زیادہ ہے وہ غریب ہے۔ جس کی خواہش زیادہ ہے اور حاصل کم ہے تو وہ غریب ہے۔ وہ آدمی امیر ہوگا جس کا

حاصل زیادہ ہے اور خواہش کم ہے۔ اس لیے امیر تو ہوتے ہی کم ہیں؟ بہت کم ہوتے ہیں۔ خواہشیں بڑھتی جاتی ہیں۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ظاہر اور باطن کی زندگی میں فرق نہیں ہونا چاہیے۔ اگر آپ یہ فرق مٹا دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ آسانی ہو جائے گی اور زندگی خوش ہو جائے گی۔ اپنا سب کچھ صاف صاف بیان کیا کرو' صاف صاف مسلمانوں کی سی زندگی بیان کیا کرو۔ آپ اپنے ذہن میں ایک چھوٹی سی بات یاد رکھو۔ آپ بڑا انقلاب چاہتے ہیں' بڑے واقعات چاہتے ہیں' تبدیلیاں چاہتے ہیں۔ اب یہ تبدیلی دیکھو کہ کیا آپ کے لیے نماز کی تبدیلی ہو سکتی ہے؟ کیا اللہ کے نظام میں ایسا وقت آئے گا کہ نمازیں منسوخ ہو جائیں؟ نہیں آئے گا۔ کیا قرآن پاک کو کسی وقت کوئی منسوخ کتاب کہہ سکتا ہے؟ نہیں کہہ سکتا۔ کیا رمضان شریف میں کوئی رعایت یا کمی بیشی ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو سکتی۔ آپ وہی مسلمان ہیں جو کہ پہلے تھے۔ پھر آپ کے لیے ایسی کیا دقتیں آ گئی ہیں کہ زندگی میں آپ بڑے پریشان ہیں۔ زندگی تو عین وہیں کھڑی ہے جو آپ کے باپ دادا کی تھی' سورج وہیں سے نکلتا ہے' واقعات وہی ہوتے ہیں' کھاتے پیتے ویسے ہیں' خوراکیں وہی ہیں' ان کی بھی ایسی خوراکیں تھیں بلکہ خوراکیں بہتر ہوتی تھیں۔ تو یہ جو آپ کے ہاں پریشانی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آپ کی خواہشات بڑھ گئی ہیں۔ اس لیے میں پھر آپ کو یہ نصیحت کر رہا ہوں کہ اپنی خواہشات کو کسی طور پر کم کر دو' زندگی کو کسی طور پر سادہ کر لو' الفاظ کو کسی طور پر آسان بنا لو۔ یہ جو اعتراف ہے یہ آپ کو آسانی دے گا' کسی بھی چیز کا اعتراف ہو چاہے غریبی کا ہو۔ اگر غریبی ہے تو بس گزارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی

مہربانی ہے' سب ٹھیک چل رہا ہے۔ اپنے آپ کو اپنے حالات سے زیادہ ظاہر نہ کرنا' وعدہ کرنے میں مبالغہ نہ کرنا' وعدہ پورا کرنے میں محنت کرنا' وعدہ کبھی بھی اپنی استعداد سے زیادہ نہ کرنا۔ وعدہ کتنا کرنا چاہیے؟ جتنی استعداد ہو۔ پیسہ وہ جو کام آئے۔ ایک دوسرے کی مدد کیا کرو' اللہ تعالیٰ کامیابی دے گا' آسانی ہو جائے گی۔

سوال:

آپ نے شعبے کی بات کی تھی کہ وہ کیسے چنتا ہے؟

جواب:

میں نے جو کہا تھا وہ پورا بتائیں۔

سوال:

اگر انسان ایک شعبے میں ہے تو وہ دوسرے شعبے میں ٹرائی نہ کرے۔

جواب:

یہ تو نہیں کہا تھا۔ آپ نے بات کچھ اور سمجھ لی ہے۔ جو میں نے بات استعمال کی تھی وہ میں نے یہ کہا تھا کہ زندگی کے حالات' واقعات' آپ اپنی اصلیت' اپنا ظاہر باطن سب پہ غور کریں۔ شعبے کی بات یہ ہے کہ جو تم ہو وہی تمہارا شعبہ ہے۔ مثلاً آپ غریب ہیں تو پھر غریب ہی ہیں۔ جو آپ کا اصل ہے اس کو اظہار میں لاتے وقت شرمندہ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ اپنے آپ کو پہچانو۔ اپنی انرجی دیکھو کہ تم سماج کے لیے کس قابل ہو اور اپنے لیے کس قابل ہو۔ یہ چیز پتہ کرو۔ باقی تو آپ کے لیے آسان ہے کہ آپ نے پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کی ہے'

اس کے مطابق کام کرتے جاؤ اور تنخواہ لے کے آ جاؤ۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ پینٹنگ کرنے لگ جائیں۔ آپ نے ایک کام کیا ہے' ٹیکنیکل ایجوکیشن حاصل کی ہے' اس کے مطابق جا کے Apply کرو' ملازمت کر لو۔ جس نے ایم بی اے کیا ہے وہ جا کے Apply کرے اور پیسے کمائے۔ جس نے ایل ایل بی کیا ہے وہ جا کے پریکٹس کرے۔ اور جو کچھ کیا ہے اس کے مطابق کر لے۔ یہ پیشے تو طے شدہ ہیں' مقرر ہو گئے ہیں مثلاً بی کام ہے' سائنس ہے' ٹیکنالوجی ہے اور دوسرے مضمون ہیں۔ اس میں پیشہ چننے کی کیا دِقت ہے؟ جو Available ہے اس پہ گزارہ کرو اور وہ پیشہ ورانہ صلاحیت کے مطابق ہو۔ اب بتائیں کہ سوال کیا ہے آپ کا؟

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ غریبی کو قبول کرو لیکن حقیقت بڑی تلخ ہوتی ہے؟

جواب:

میں نے یہ نہیں کہا کہ غریبی کو قبول کرو بلکہ یہ کہا ہے کہ غریبی کو چھپانے میں جتنی محنت اور دیر لگتی ہے اتنی محنت میں غریبی دور ہو جاتی ہے۔ آپ چھپانے میں ٹائم ضائع کرتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے' ان کو کیا بتائیں گے۔ یہ بات چھوڑ دو۔ یہ کہہ دو کہ ہم غریب ہیں اور محنت کر کے غریبی دور کر لو۔ اس میں تلخی کوئی نہیں ہے۔ تلخی یہ ہوتی ہے کہ گزارہ ایک ماحول میں ہو اور انسان دوسرے ماحول کا اظہار کرے۔ تلخی یہ ہوتی ہے کہ ''ہم اس کیٹیگری کے رہنے والے ہیں''

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے

تو یہ ہے آپ کے لیے پریشانی۔ کہ رہنے والے آپ غریب علاقے کے

ہیں اور آپ بات دوسرے علاقے کی کرتے ہیں۔اس طرح پریشان ہو جاتے ہیں۔

سوال:

سر! خواہش تو سب کی ہوتی ہے کہ ہم ترقی کریں۔

جواب:

دعا کیا کرو کہ یا اللہ ہمیں اس جیسا کر جس کا مقدر ہمارے لیے بہتر ہو، جس کی عاقبت ہمارے لیے بہتر ہو۔ اب بتاؤ کہ کیا کہنا ہے؟ ہمیں اس آدمی جیسا کر جس کا مقدر اور جس کی عاقبت ہمارے لیے بہتر ہے۔اب آپ بتائیں کہ آپ مرنے کے بعد کس کی عاقبت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں؟

سوال:

اچھی عاقبت والے کے ساتھ.....

جواب:

سب سے زیادہ اچھی عاقبت کس کی ہے؟ کائنات میں سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ﷺ کی ہے۔تو اچھی زندگی کون سی ہوئی؟ جو آپؐ کے قریب ہو۔ اب یہ زندگی جو اُن کے قریب ہے آپ لوگ وہ پسند کرو۔ اگر ان سے دور جانے والی زندگی کو آپ پسند کر کے بیٹھے ہیں تو پھر آپ کو مقدر کیسے ملے گا۔یہی بات میں نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن اب یہی بات کہہ رہا ہوں۔کون سی بات؟ کہ مقدر وہ ہے جس کا آخری انجام اچھا ہے۔ ساتھی وہ جن کی آخری منزل اچھی۔تو آپ اس زندگی کو گزارو۔ آپ غریب ہو یا امیر ہو اس سے غرض نہیں۔ برا غریب بھی بہت برا ہوتا ہے اور برا امیر بھی بہت برا ہوتا ہے اچھا غریب بھی بہت اچھا ہوتا

ہے اور اچھا امیر بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ اب آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ امیر بُرا ہوتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ غریب کیسے برا ہوتا ہے؟ بعض اوقات وہ چوری' ڈاکہ' خون خرابہ' قتل و غارت اور دوسرے واقعات میں آ جاتا ہے۔ غریب اپنے غریب بھائی کو ریڑھی والے کو قتل کر جاتا ہے۔ یہ سارے واقعات چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے آپ دعا یہ کرو کہ آپ جس شعبے میں ہو اس جگہ اچھے بن کے رہو' غریب ہو تو اچھے غریب بنو' امیر ہو تو اچھے امیر بنو۔ عاقبت کا اور انجام کا یہ یاد رکھو کہ انجام جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے ساتھ آخرت میں اُٹھائے جانے میں ہے۔ آپ دعا کیا کرو۔ یہ نہ ہو کہ چار دن کا میلہ تو پہلے ہی کٹ گیا ہے اور اب مغرب زدہ ہوتے ہوتے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مصیبت زدہ بن جاؤ۔ یہ خیال کرو۔ اس طرح انسان Opposite ہو جاتا ہے۔ یہ خیال رکھنا چاہیے۔ اس کی کوشش کرتے جاؤ۔ بس یہ دیکھنا چاہیے کہ آپ کو کس کی عاقبت قبول ہے' آخرت میں آپ کہاں ہونا چاہتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ زندگی بھر آپ گناہ کی طرف مائل رہیں اور مرتے وقت آپ کو وہی کلمہ پڑھنا پڑ جائے۔ جب پڑھنا ہی ہے تو پہلے پڑھ لیا جائے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے ہم کیوں نہ اس وقت کا خیال رکھیں۔ امیر ہونے میں ہمیں کوئی دِقت نہیں ہے' آپ امیر ہو جایا کریں' غریب ہو جایا کریں لیکن راضی رہا کریں۔ میں صرف یہی کہتا ہوں کہ راضی رہا کرو۔ بے شک آپ اور دولت مند ہو جاؤ لیکن کسی کی دولت چھیننا نہیں بلکہ دوسرے کو دینا۔ آپ بہت امیر ہو جاؤ تو اچھی بات ہے اور غریب ہو جاؤ تو اچھی بات ہے لیکن اچھا وہ ہے جس کا

انجام اچھا ہو۔ انجام بہت ضروری ہے۔ انجام اچھا وہ ہے جس کو کلمہ نصیب ہو جائے' جس کی مغفرت ہو گئی اس کا انجام اچھا ہے۔ جس کو قبول کر لیا گیا اس کا مقدر اچھا ہو گیا۔ جس نام کو آپ نے قبول کیا وہ نام آپ کو قبول کر لے تو یہی ہے قبولیت۔ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کر لیا ہے تو دعا یہ ہے کہ یہ دین آپ کو قبول کر لے۔ باقی رہے پیسے' تو وہ اللہ تعالیٰ آپ کو دے دے گا۔ پیسے کسی کو ماں باپ دیتے ہیں اور کسی کو اولاد دے دیتی ہے' کبھی بھائیوں سے آ جاتے ہیں اور کبھی دشمنوں سے آ جاتے ہیں۔ کبھی نہ کبھی مل ہی جائیں گے۔ یہ دعا نہ کیا کرو کہ یا اللہ مجھے بھی دے یا ان سے بھی چھین لے جن کے پاس پیسے ہیں۔ یہ نہ کیا کرو۔ یہ فاؤل ہے۔ ایک آدمی دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ کار مجھے بھی دے یا پھر سب کو بے کار کر دے۔ آخر میں کہتا ہے کہ مجھے اندھا کر دے تا کہ میں دیکھوں ہی ناں۔ تو یہ بات تو اچھی نہیں ہے۔ آپ اندھا بھی نہ ہونا' لوگوں کے لیے بددعا بھی نہ کرنا' اپنے لیے دعا بھی کرو اور اپنے لیے دوا بھی کرو' کوشش کرو۔ نظارے اپنی جگہ پر قائم رہیں گے' یہ اللہ کی دنیا ہے' اس نے خود بنائی ہے' اس نے کہیں خوب صورت مور بنایا' کہیں کوا بنایا' کہیں بلند پہاڑ بنائے' کہیں صحرا بنائے۔ اب پہاڑ کہے کہ میں صحرا ہونا چاہتا ہوں اور صحرا کہے کہ میں پہاڑ ہونا چاہتا ہوں تو یہ تو نہیں ہو گا۔ دریا اگر کہے کہ میں بادل ہو جاؤں اور بادل کہے کہ میں دریا ہو جاؤں' تو یہ بھی لمبی کہانی ہے۔ ہے ایک ہی اصل میں۔ پرندے اڑتے ہیں' درخت اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں' مچھلی تیرتی جا رہی ہے' تو یہ کیا قصہ ہے؟ مچھلی دریا بننا چاہتی ہے اور دریا مچھلی بننا چاہتا ہے۔ یہ کیا ہے؟ ہر آدمی ہر دوسری شے

بننا چاہتا ہے۔ بس آپ اپنے مقام پر ٹھہر جاؤ۔ انسان بننا' مسلمان بننا' دورِ حاضر میں رہنا' سکون میں رہنا' اور راضی رہنا' بس یہی دین ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم یہ ہو جائیں اور ہم وہ ہو جائیں۔ تم وہ نہیں ہو سکتے اس لیے کہ وہ تم نہیں ہو سکتے۔ کوئی کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ بیٹا باپ نہیں ہو سکتا' باپ بیٹا نہیں ہو سکتا۔ شکل سے تم باہر ہیں جا سکتے۔ یہ حصار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یـمعشر الجن والانس اے جن وانسان کے گروہ' اگر تم ہمت رکھتے ہو تو زمین اور آسمان کے حصار سے نکل جاؤ ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن۔ مگر تم نکل نہیں سکتے جب تک تمہیں میں اجازت نہ دوں۔ تو نکلنا ماحول سے ہے۔ ماحول کیا ہے؟ یہ حالات کا ماحول ہے۔ امیر آدمی سے پوچھو کہ وہ کیوں روتا ہے؟ جب کہ غریب تو رویا سو رویا۔ امیر کی اور تکلیف ہے۔ اس بیچارے کو اور ہی غم لگے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو غم کے بغیر رکھا ہی نہیں ہوا۔ کوئی آنکھ ایسی نہیں ہے جس سے آنسو نہ ٹپکے

کون سی ہے آنکھ جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

ہر ایک کو غم ملتا جا رہا ہے' غم ملتا جا رہا ہے اور روتے چلے جا رہے ہیں۔ تو امیر بھی رویا اور غریب بھی رویا' اپنا بھی رویا اور بیگانہ بھی رو رہا ہے۔ سارے رو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ غریبی اور امیری کے باوجود یہ سارا کام چلتا جا رہا ہے۔ ہم جیسے سے آپ کو بیر نہیں سکھاتے' نفرت نہیں سکھاتے' آپ کمایا کرو اور خوب کمایا کرو لیکن پیسہ خرچ کرو گے تو یہ ختم ہو جائے گا

اور خرچ نہیں کرو گے تو کمانے کا کیا فائدہ۔ اس لیے پیسہ جو ہے یہ بڑا راز ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ رزق جو ہے یہ صرف پیسہ نہیں ہے۔ رزق کیا ہے؟ خیال بھی اچھا ہونا چاہیے' اعمال بھی اچھے ہونے چاہییں' واقعات بھی اچھے ہونے چاہییں۔ پھر تو رزق ہی رزق ہے۔ تو ایمان بھی اچھا ہونا چاہیے اور جیب میں مال بھی ہونا چاہیے۔ آپ پیسے رکھا کرو_____

اور پوچھو_____ بولو_____ آپ لوگ بولو_____

سوال:

خالق اور مخلوق کے تعلق کی بنا پر کسی گناہ کی درجہ بندی کیسے کی جائے اور تاریخی ادوار کے حساب سے کبھی کوئی چیز گناہ ہے اور کبھی نہیں ہے؟

جواب:

اگر یہ مان لیا جائے کہ تاریخی حیثیت سے کچھ واقعات گناہ تھے' کچھ ہیں اور کچھ نہیں ہیں' تو اب آپ کی تاریخ ایک Specific point of time سے شروع ہوگی۔ یہ یاد رکھنا۔ یعنی آپ کی تاریخ ایک خاص پوائنٹ سے شروع ہوگی جس وقت سے شریعت کا نفاذ ہوا۔ اس سے پہلے کا جو زمانہ ہے ہمارے پاس نہ اس کا ریکارڈ ہے اور نہ ہمیں ضرورت ہے۔ تو وہ جو منسوخ اور گزرے ہوئے زمانے ہیں کہیں ان کو غلطی سے اپنے ساتھ نہ ملا بیٹھنا کیونکہ وہ آپ کی سمجھ سے باہر ہیں۔ تو ہمارے لیے تاریخ کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ چودہ سو سال سے۔ اب گناہ کیا ہے؟ یہ تمہاری ناپسند کا عمل نہیں ہے۔ بلکہ گناہ اللہ تعالیٰ کی ناپسند کا عمل ہے' اللہ جو آپ کا معبود بھی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو جو کچھ بتا

دیا وہ گناہ ہے۔اس نے بتا دیا کہ یہ Do's ہیں اور یہ Don'ts ہیں' ان کے قریب مت جاؤ۔ تلک حدود اللہ۔اللہ تعالیٰ نے Define کر دیا کہ یہ حدود ہیں فلا تقربوا ان کے قریب مت جاؤ۔تو یہ چیز بند ہے۔مثلاً شادی کے اندر پابندی ہوگئی' اصل نقل میں پابندی ہوگئی' حلال حرام میں پابندی ہوگئی' اور شادی اور گناہ میں فرق ہوگیا کہ اگر کلمے کے بغیر واقعات ہو گئے' نکاح کے بغیر واقعات ہو گئے تو یہ سب سے بڑا گناہ ہوگا۔تو گناہ کے اندر کوئی کنفیوژن نہیں ہے۔تو جو کل تھا وہی آج ہے۔رہ گئے سماجی یا سوشل گناہ تو یہ چھوٹے موٹے جو ہیں وہ بدلتے رہتے ہیں' کبھی لوگ پیسے جمع کرتے ہیں' کبھی نہیں کرتے' کبھی پیسہ بینکوں میں ہوتا ہے' اور کبھی بینکوں میں نہیں ہوتا۔تو یہ واقعات اور ہیں۔آپ کو کنفیوژن کیسے پیدا ہوگئی؟

سوال:

مثلاً حقوق العباد کی جو بات ہے۔

جواب:

حقوق العباد بھی دراصل حقوق اللہ ہیں۔اس طرح کنفیوژن ختم ہو جائے گی۔حقوق العباد کوئی پرائیویٹ افیئرز نہیں ہیں بلکہ حقوق اللہ ہی ہیں۔جب اللہ نے کہا ہے کہ اس کے ساتھ تعلق رکھو تو ہم رکھ رہے ہیں' وہ نہ کہے تو ہم نہیں رکھتے۔اللہ نے کہا ہے کہ سماج کی خدمت کرو تو ہم کر رہے ہیں' وہ کہے کہ نہ کرو تو ہم نہیں کرتے۔اللہ نے کہا کہ ماں باپ کا اتنا ادب کرو کہ ان کے سامنے اُف نہ تک کرو تو ہم آگے سے اُف نہیں کہتے فلا تقل لهما أف و لا تنهر

ھما و قل لھما قولا کریما تو ہم اُف نہیں کہتے۔ کیوں نہیں کہتے؟ کیونکہ اللہ نے کہا ہوا ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ اولاد کے ساتھ محبت کرو تو ہم محبت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہماری مجبوری بھی ہے۔ تو آپ مجبوری کو اطاعت بنالو۔ تو حقوق اللہ' حقوق العباد بن جاتے ہیں۔ لوگوں کا حق اس لیے ہمارے اوپر ہے کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے۔ گناہ ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کرنا۔ گناہ کا مطلب ہی Violation ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بڑی مہربانی کی ہے کہ آپ کو ایک راستہ طے کر دیا ہے کہ اس راستے پر چلتے جاؤ' یہ سیدھا راستہ ہے' یہ صراطِ مستقیم کہلاتا ہے' اس راستے سے اِدھر اُدھر نہ جانا' یہ کرنا ہے' یہ نہیں کرنا۔ تو اتنی آسان سی بات ہے۔ تو یہ سب کرنا کتنا آسان ہے۔ ساٹھ سال کی عمر میں بیس سال آپ لوگوں نے سونا ہے۔ بیس سال تو آپ چارپائی کی نذر کر دو۔ کچھ سال بچپن کی گم نامی میں گزر جاتے ہیں یا بڑھاپے کی بیماری میں گزر جاتے ہیں۔ کچھ دوستوں کی جُدائی ایسی ہو جاتی ہے کہ غم دے جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی دعوت ولیمہ میں گزر جاتے ہیں اور کچھ جنازوں میں۔ کچھ سال آپ بیچ دیتے ہیں' نوکری کے لیے تاکہ کچھ پیسے ملیں۔ پھر اس میں مصروف رہتے ہیں۔ ایک آدمی نے ڈیلی لائف میں جو ریگولر کام کرنے ہیں اس کا حساب لگایا کہ گھر سے دفتر جانے میں اتنا وقت لگ جاتا ہے جس وقت میں دنیا کے کئی چکر لگ سکتے ہیں۔ تیس سال میں گھر سے دفتر جانے کا وقت' آنا اور جانا آپ گن لیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ نے کتنا فاصلہ طے کیا اور کتنے گھنٹے آپ نے ڈائننگ ٹیبل پر گزارے۔ آپ کے پاس عمل کرنے والی زندگی جو ہے وہ گنتی کے کچھ سال رہ جائیں گے۔

اس میں پھر اللہ تعالیٰ کا حکم، پھر اللہ کے حبیب پاک ﷺ کا حکم، پھر زندگی کے احکامات، پھر اور واقعات۔ آپ کے پاس پریشان ہونے کا تو ٹائم ہی نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ ٹائم نکال لیتے ہیں۔ اس لیے سادہ سادہ زندگی گزارو۔ آپ کے پاس بہت تھوڑا ٹائم ہے بلکہ آپ کے پاس ٹائم ہی نہیں ہے۔ چوبیس گھنٹے میں آٹھ گھنٹے آپ سو کے گزار لیتے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ جب اس کو ہوش آتا ہے تو اس وقت سونے کا ٹائم ہو جاتا ہے۔ پرانے لوگوں سے، یا بوڑھے لوگوں سے پوچھو تو وہ کہیں گے کہ کچھ وقت پرانی یادوں کو یاد کرنے میں لگ جاتا ہے۔ آدمی جوان کب ہوتا ہے؟ جب وہ آئندہ کے خواب دیکھے۔ بوڑھا کب ہوتا ہے؟ جب وہ گذشتہ چیزیں یاد کرے۔ یہ یاد رکھنا۔ کہیں آپ بوڑھے نہ ہو جانا۔ تو وہ بندہ بوڑھا ہو گیا جو پچھلی باتیں یاد کرے، کہ پچھلے سال کیا ہوا تھا، چار سال پہلے کیا ہوا تھا_____ تو وہ ساری پچھلی باتیں یاد کرتا جاتا ہے۔ جوان آدمی کہتا ہے کہ ہم نے تو یہ بنانا ہے، نیا مکان بنائیں گے، آسمان سے دو چار ستارے توڑ کے لائیں گے۔ اور جو درمیان والے آدمی ہوتے ہیں وہ نہ جوان ہوتے ہیں نہ بوڑھے ہوتے ہیں بلکہ آرام سے چلتے جاتے ہیں۔ اس لیے نہ ماضی کو زیادہ دُہرایا کرو، جانے والے کو جانے دو، جس غم پر رو چکے ہو بس رو چکے ہو، روئے ہوئے پر دوبارہ مت روو Don't weep over the wept over جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب بار بار اس پر روتے جا رہے ہو۔ کل کیوں رو رہے تھے؟ یہ غم تھا۔ آج کیوں رو رہے ہو؟ کہتا ہے آج بھی یہی غم ہے۔ پھر کیوں رو رہے ہو؟ کہتا ہے کہ اب نیا غم ہے۔ رونے کا عمل تو دیکھ لیا کہ آنکھوں سے آنسو آتے ہیں، اب

کیا بار بار اصرار کرتے جا رہے ہو۔ اب اس دوست کا گلہ کر رہے ہو جس کی کل تعریف کرتے تھے۔ تو جس کا گلہ کر رہے ہو کبھی اس کی تعریف کرتے تھے۔ یہ تمہارے کردار کے خطرناک ہونے کے لیے کافی بات ہے۔ تو جس کی تعریف کرو اس کا گلہ نہ کرو۔ یا پھر بالکل تعریف نہ کرو۔ دوست بنانے کے اور دوست چھوڑنے کے جلد فیصلے نہ کیا کرو۔ دوست بنانے میں پچاس سال لگا دو پرواہ نہ کرو لیکن چھوڑنے کے لیے دو سو سال لگاؤ۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ کیا کہ روز بناتے ہو روز بگاڑتے ہو روز چھوڑ دیتے ہو ؎

کیسی توبہ ۔ ہے او یار

نت پیا پڑھنا ایں استغفار

ایک ہی دفعہ توبہ کرو اور گناہ چھوڑ دو۔ روز گناہ روز توبہ روز غلطی روز معافی _____ یہ کیا ہے۔ یہ تو مشکوک کردار ہے۔ اس لیے آپ لوگ ذرا غور کرو۔ اپنے کردار کے اندر ایک استقامت پیدا کرو۔ اگر آپ نے اللہ کے دین کو مان لیا ہے تو دوبارہ بات نہ کرو کہ اللہ کا دین کیا ہوتا ہے۔ تم ہی ہوتے ہو اللہ کا دین۔ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ تمہیں کہتے ہیں۔ بس اپنے آپ کو سنبھالو اور مستقبل کے حوالے سے اپنی زندگی سنوارو۔ تم سے ضرور پوچھا جائے گا اس عمل کے بارے میں جو تمہارا عمل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ سے ضرور پوچھا جائے گا عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا علم کے بارے میں پوچھا جائے گا استقامت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ وہاں جا کے اللہ تعالیٰ کو انگریزی نہ سنانے لگ جانا۔ اس نے تو اور ہی سوال کرنے ہیں۔ وہاں تو رشوت

چلنی نہیں ہے۔اس لیے زندگی ذرا خیال سے اور آرام سے گزارو۔

سوال:

کیا وہاں سفارش کی بھی گنجائش نہیں ہوگی؟

جواب:

وہاں اس آدمی کو معافی مل جائے گی جس نے ہر ایک کو معاف کر دیا ہے۔ یہ سفارش ہے۔ جس کی سفارش ہونی ہے اس میں اللہ میاں کوئی نہ کوئی ادا پیدا کر دے گا۔ پھر وہ ادا سفارش کا باعث بن جائے گی۔ جس شخص کے دل میں حضور پاک ﷺ کی محبت ہے اس کے لیے سفارش کے بڑے امکانات ہیں۔ یہ محبت سفارش ہے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے چاہنے والے اللہ کے محبوب ﷺ کے چاہنے والے کبھی دوزخ میں جائیں۔ کیا اللہ نے دوزخ کو ٹھنڈا کرنا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ بس آپ اللہ کے ساتھ چالاکی نہ کیا کرو۔ غلطی ہو گئی تو دل سے معافی مانگ لیا کرو۔ اس کو تم کیا بتاؤ گے جو عقل کو خود پیدا کرتا ہے۔ اُسے آپ عقل کی کیا بات سمجھاؤ گے۔ وہ تو عقلوں کو پیدا کرنے والا ہے اُسے کیا دکھا رہے ہو وہ تو یہ سب خود پیدا کرتا ہے۔ اللہ کیسے سُنے گا؟ وہ کان پیدا کرتا ہے اس کو سُننا کیسے مشکل ہے۔

سوال:

سر! پوچھنا یہ ہے کہ ہمارا دوسرے پر کیا اثر ہوتا ہے اور دوسرے کا ہم پہ کیا اثر ہو سکتا ہے۔ اس معاشرے میں ہم دوسروں کا اثر قبول کر کے جو غلطی کریں تو اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب:

جہاں آپ بااختیار ہیں وہاں آپ جواب دہ ہیں اور جہاں آپ بااختیار نہیں ہیں وہاں آپ جواب دہ نہیں ہیں۔ بااختیار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حتی الامکان اپنی کوشش کرو۔ آگے پھر بحث نہیں کرنی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کیس کو تم سے بہتر سمجھتا ہے۔ یہاں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ

حشر کے روز خدا پوچھے گا تو یہ کہہ دوں گا
میں گناہ گار نہ تھا اس نے گناہ گار کیا

جتنا آپ کے پاس امکان ہے اس کی کوشش کرلو۔ جہاں مجبور اور بے بس ہو جائیں وہاں خاموش ہو جائیں۔ کم از کم آپ اس کا Active حصہ نہ بنیں۔ اور کچھ نہیں کر سکتے' اس دشمن کو گرا نہیں سکتے تو گناہ کو کم از کم نظروں سے ہی گرا دو۔ اتنا تو آپ کر سکتے ہیں ناں۔ بس یہ ٹھیک ہے۔ اللہ کا منشا یہ نہیں ہے کہ چڑیا جو ہے وہ شاہین کو گرفتار کر لے۔ اللہ کا منشا یہ ہے کہ انفرادی طور پر آپ کی تکمیل ہو اور پھر انفرادی طور پر تکمیل ہونے کے بعد اجتماعی طور پر آپ کی تشکیل ہو جائے۔ تو یہ خود بخود ہو جائے گی۔ تو سماج جہاں تک Answerable ہوتا ہے وہ الگ کہانی ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ سماج کی Answerability اس دنیا میں ہے۔ انفرادی طور پر آپ اللہ کے آگے جواب دہ ہیں۔ یہاں مَفر نہیں ہے تو وہاں بھی مَفر نہیں ہے۔ وہاں آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جناب سماج کی طرف سے یہ ایجنٹ ہمارے گھر میں آئی تھی' ہم کیا کرتے۔ جتنا کچھ کر سکتے ہو اتنا ضرور کرو۔ جہاں کچھ نہیں ہو سکتا وہ مجبوری ہے۔ اگر کوئی ایسے ڈیپارٹمنٹ میں ملازم ہے جہاں پر رشوت کا لینا

ضروری ہو جاتا ہے تو آپ نہ لیں۔ لینا ضروری ہے تو لے کے کسی اور کو دے دو۔

سوال:

برائی تو اس کے حصے میں آئے گی۔

جواب:

برائی آئے گی' پیسہ تو نہیں آئے گا۔ کسی کام میں وہ پیسہ لُٹا دو۔ کسی کے منصوبے میں شامل کر دو۔ جرم میں اور گناہ میں بڑا فرق ہے۔ جرم ہوتا ہے حکومت کے قانون کا انکار اور گناہ ہے اللہ کے قانون کا انکار۔ جرم پکڑا جائے تو جرم ثابت ہو جاتا ہے' نہ پکڑا جائے تو جرم نہیں ہوتا۔ گناہ نہ پکڑا جائے' تب بھی گناہ ہوتا ہے۔ گناہ اگر جنگل میں ہو' بیابان میں ہو' اندھیرے میں ہو' تاریکی میں ہو' صحرا میں ہو' دریا میں ہو یا کہیں بھی ہو' وہ گناہ ہے۔ اور جرم جب تک گرفت میں نہیں آتا وہ جرم نہیں ہوتا۔ اس لیے جرم جو ہے وہ دریافت پر جرم کہلاتا ہے۔ دریافت نہ ہو تو نہیں ہوتا۔ گناہ اگر دریافت نہ ہو تب بھی گناہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہاں اللہ کے آگے بحث نہیں ہو سکتی۔ یہاں پر آپ بحث کرتے ہیں۔ اس میں وقت والی کیا بات ہے' جتنا گناہ سے بچ سکتے ہو بچ جاؤ۔ آپ رشوت لیا نہ کریں۔ اگر کسی نے زبردستی رشوت دی ہے تو جا کر دریا میں ڈال دو۔ اگر رشوت کے پیسے ضرور لیتے ہیں تو اولاد کو نہ کھلانا' اس کی عاقبت خراب نہ کرنا۔ خود کھا لو اور پھر تمہارے پیٹ میں جو آگ ہو گی اس کو برداشت کر لو۔ اولاد کو کم از کم رشوت کا پیسہ نہ کھلانا۔ اولاد کو صحیح رزق کھلاؤ ورنہ اولاد گستاخ ہو جائے گی اور نقصان پہنچائے گی۔ انہیں حلال کی کمائی کھلاؤ۔ رشوت کی کمائی' انسان نمائش پہ لگاتا

ہے تو آپ نمائش چھوڑ دو پھر رشوت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ نمائش کا مطلب ہے لوگوں کو متاثر کرنا' تو لوگوں کو متاثر کرنا چھوڑ دو۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔ آج بھی لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے' آج بھی لوگ ہیں جو رشوت نہیں لیتے۔ تو آج بھی ایسے لوگ زندہ ملیں گے جو گناہ سے بچے ہوئے ہیں۔ آپ کیوں نہیں بچ سکتے۔ اس سماج میں کتنے ہی ''بے وقوف'' لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے۔ آپ بھی ان لوگوں میں شامل ہو جائیں۔ سادہ سادہ شریفانہ زندگی بسر کرو۔ ہیرا پھیری بند کر دو۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔

سوال:

حالات کی گرفت بڑی سخت ہے۔ ہم اس گرفت میں ہیں جو شاہین ہے اور ہم چڑیا۔ تو چڑیا اس سے کیسے بچے؟

جواب:

چڑیا کے لیے بچنا شرط نہیں ہے بلکہ چڑیا کے لیے عاقبت بچانا شرط ہے۔ تو یہ پہلی بات ہے۔ اس میں کوئی کنفیوژن پیدا نہیں ہونی چاہیے کہ بچانا عاقبت کو ہے۔ اگر At this cost of life عاقبت محفوظ ہوتی ہے تو کر ڈالو۔ عاقبت کی اور بات ہے۔ اور اگر یہاں کی زندگی بچ سکتی ہے تو وہ بھی بچا لو۔ لیکن اگر یہ زندگی دے کر آخرت بچ جاتی ہے تو بچا لو۔ باقی رہ گیا سماج اور اس کا شاہین جیسا ہونا' تو میں نے اس طرح بات نہیں کی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ چڑیا پر یہ فرض عائد نہیں کیا گیا کہ وہ باز کو شکار کرے۔ چڑیا' چڑیوں میں رہے اور باز' بازوں میں رہے۔ کچھ چڑیاں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شاہین کی خوراک بنا

کے رکھا ہوا ہے۔ شاہین کی فطرت ہے خوراک کھانا اور چڑیا اس کی فطرت ہے۔ چڑیا کو بچانا آپ کا مقصود نہیں ہے۔ شاہین کو مارنا بھی آپ کا مقصود نہیں۔ آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے Premises میں Sincere ہو کر اللہ تعالیٰ کی بات مانیں۔ آگے سے عجلت نہ کرنا۔ اگر اللہ نے کہا ہے کہ گناہ سے بچو تو آپ بچ سکتے ہو۔ تبھی تو کہا ہے۔ اللہ نے اگر کہا ہے کہ دوزخ کی آگ سے بچو تو آپ بچ سکتے ہو تب ہی اس نے کہا ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ماں باپ کی عزت کرو تو آپ عزت کر سکتے ہو اس لیے ضرور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ایسا نہیں جو Operate نہ ہو سکے۔ ایسا کوئی حکم اللہ نے نہیں کیا ہوگا جو آپ نہیں کر سکتے۔ اللہ نے کہیں نہیں کہا کہ غریب مل کے امیر کو مار دیں۔ کبھی ایسی بات نہیں کی۔ میں نے کہا تھا کہ امیر اچھے بھی ہوں گے بُرے بھی ہوں گے اور غریب اچھے بھی ہوں گے اور بُرے بھی ہوں گے۔ آپ اپنے Premesis میں اچھے انسان بن جاؤ۔ غریب ہو تو بہت اچھے غریب بننے کی کوشش کرو امیر ہو تو اچھے امیر بننے کی کوشش کرو۔ یہ فرمان ہے کہ سخی اللہ کا دوست ہوتا ہے حبیب اللہ ہے۔ تو لوگوں نے پوچھا کہ غریب کیسے سخی ہوگا؟ امیر تو سخی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ پیسے رکھتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ غریب اس طرح سخی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی کے پیسے کی طرف رجوع نہ کرے۔ امیر کے پاس اگر وہ پیسہ دیکھے تو اس میں سے کچھ پیسے لینے کی تمنا نہ کرے۔ یہ غریب کی سخاوت ہے۔ تو ہر آدمی سخی ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر گناہ آپ کو دبوچ رہا ہے راستے میں اتفاق سے گناہ کی دیوار اگر آپ کے سر کے اوپر گر گئی ہے تو اس کا ابلاغ کرنے کی کیا ضرورت ہے خاموشی سے

چلتے جاؤ۔ اگر گناہ میں آپ Enjoy کر رہے ہیں تو آپ کی گرفت ہوگی اور اگر طوعاً اور کرھاً کر رہے ہو تو یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ جہاں آپ نے Enjoy کرنا شروع کر دیا وہاں آپ کی گرفتاری شروع ہو گئی۔ جہاں آپ کی خواہش شامل ہوگئی وہاں آپ کی گرفت آ گئی۔ اگر مجبوری تھی تو پھر کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو گناہ کیا ہے؟ اللہ کے حکم کے خلاف۔ اللہ تعالیٰ نے کبھی آپ کی استعداد سے زیادہ حکم نہیں فرمایا۔ یہ نہ کہنا کہ سماج ہی ایسا تھا' ہر طرف عیاشی تھی' ہم کیسے گناہ نہ کرتے؟ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ آج کل کتنے ہی لوگ ہیں جو گناہ نہیں کرتے۔ اس دور کے اندر بھی رشوت نہ لینے والے موجود ہیں' اس دور کے اندر رشوت نہ دینے والے بھی موجود ہیں۔ آپ ان ''بے وقوف'' لوگوں کی طرح زندگی بسر کر لو تو بڑے آسان ہو جاؤ گے۔ آپ ''دانائیاں'' کرتے ہو' رشوت لیتے رہتے ہو۔ کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ کی بات کا فیصلہ ہو گیا کہ کیا گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔ تو میں جواب دے رہا ہوں کہ گناہ سے بچا جا سکتا ہے۔ گناہ کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی خلاف ورزی کو گناہ کہتے ہیں۔ کیا گناہ معاف ہوتا ہے؟ ہاں' معاف ہوتا ہے۔ اگر گناہ کرنے والا' جس نے گناہ کیا ہے' اگر توبہ کر لے اور آئندہ ایسا گناہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لے تو توبہ شروع ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو توبہ کی توفیق دے _____ پکی توبہ ہو جائے _____

آپ سب محفوظ رہیں اور خوش رہیں۔

امین ۔ ۔ ۔

5

1 اکثر ہم ایک کیفیت کے بارے میں پڑھتے اور سُنتے ہیں کہ حضوریٔ قلب کوئی چیز ہے۔ سر! اس بارے میں رہنمائی فرما دیں؟

2 میں نے نوکری کے لیے Apply کیا ہے۔ کیا اس کے لیے خواہش اور دعا کر سکتے ہیں؟

3 آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مطمئن لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں۔

4 کچھ واقعات تو ایسے آ جاتے ہیں سر! جب ہم وقتی طور پر پریشان ہو جاتے ہیں۔

5 رحمٰن اور رحیم کے معانی تقریباً ایک سے نکلتے ہیں، پھر یہ الگ الگ کیوں ہیں؟

6 جناب! کیا انسان کے سوچنے کا جو عمل ہے، کیا وہ کسی مقام پر آ کے رُک بھی جاتا ہے؟

7 آپ کی کتاب میں ''حمد'' کی ایک نظم میں آپ کا ارشاد ہے کہ ''عدم اور وجود کا خالق اللہ ہے''۔ تو وجود کا خالق تو کچھ سمجھ میں آیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ عدم کا خالق کیا ہے کیونکہ عدم تو عدم ہے، اس میں تخلیق کہاں ہے۔

8 اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمینوں سے اور آسمانوں سے اور پہاڑوں سے فرمایا کہ تم یہ امانت لے لو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تو کیا ان میں بھی کسی سطح پہ شعور ہو گا۔

سوال:

اکثر ہم ایک کیفیت کے بارے میں پڑھتے اور سُنتے ہیں کہ حضوریٔ قلب کوئی چیز ہے۔ سر! اس بارے میں رہنمائی فرمادیں؟

جواب:

یہ سارے واقعات جو ہیں یہ علم کے ہیں اور بیان ہیں۔ سُن کر تو حضوریٔ قلب کی سمجھ نہیں آسکتی۔ حضوریٔ قلب جن کو ہوتا ہے ان کو ہوتا ہی رہتا ہے۔ اب جس نے بیان دیا ہے کہ حضوریٔ قلب کیا ہے تو اس کا مفہوم اور ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ آپ کی بات دل کے ساتھ ہو آپ جو کہہ رہے ہو وہ Feel کرو اور جو Feel کر رہے ہو اس کو Authentic مانو حتیٰ کہ آپ کے اندر طبیعت میں اتنا میلان پیدا ہو جائے کہ Other than that آپ اور کوئی چیز نہ سوچ سکو اور پھر آپ ایک محویت کے عالم میں آجاؤ۔ اس طرح کہ جیسا اس شعر میں ہے ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں

اب اس کے گرد کوئی اور واقعہ نہیں ہے جو اس کون و مکان کا ہے۔ تو بیان کے مطابق کسی بات کو حاصل کرنا بڑا مشکل ہے۔ اگر آپ عطا کے طور پر

دیکھو تو ہر چیز ہی عطا ہے۔ یہ سارا واقعہ جو ہے لاصلاۃ الا بحضور القلب کہ نماز نماز نہیں ہے مگر حضورِ قلب سے۔ اب نماز میں حضوریٔ قلب ایک لفظ ہے' محویت ہے اور Singleness ہے Purpose کی' احساس کی۔ یعنی کہ اللہ کے علاوہ خیال سے' ماسوا کے خیال سے الگ ہو جانا۔ یہ تو ہوئی ناں نماز کے بارے میں بات۔ اب یہ حاصل کیسے ہوتا ہے؟ حاصل مہربانی سے بھی ہوتا ہے' کیریکٹر سے بھی ہوتا ہے۔ آپ قرآن پڑھتے رہا کرو' قرأت کرتے رہا کرو تو آپ نہیں بھولو گے ۔۔۔۔۔ فلا تنسیٰ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرأت کرتے رہا کرو تو بھولو گے نہیں۔ مطلب یہ کہ جو لوگ نماز کے پابند ہو گئے وہ سارے خیالات کو ترک کر کے نماز کے ٹائم پر رجوع کر لیتے ہیں۔ نماز کو انہوں نے مقدم کر دیا۔ پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ حضورِ قلب صرف نماز میں نہیں ہوتا بلکہ وہ حضورِ قلب ہمہ حال ہوتا ہے۔ مقصد یہ کہ پھر نماز کے وقت کے علاوہ بھی حضورِ قلب ہے۔ ہے وہ نماز کے اندر ہی گم رہنا۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ یوں کائنات کو تلاش کرو کہ یہ چاند' یہ سورج' یہ آسمان' یہ زمین' یہ لوگ' یہ رزق کا پھیلا ہوا جال' سلسلۂ تلاش' یہ سمندر اور دوسرے واقعات ۔۔۔۔۔ یہ سب چلتے چلتے' آپ اوپر کی طرف فلائٹ کر گئے۔ جیسے بھی آپ کر گئے۔ پھر پتہ چلا کہ خدا کائنات کا خالق ہے' مالک ہے' اسی کا سب ہے۔ تو یہ پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ اب اتنی بات کہاں سمجھ آئے گی۔ چاند تاروں میں آپ گم ہو جائیں گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اللہ پتہ نہیں کہاں ہے' تو اُسے سجدہ کر دو۔ تو سجدے میں گم ہو جاؤ' سجدے کے اندر گم ہو جاؤ حتیٰ کہ محویت کے اندر اور محو ہو جاؤ۔ اب اُوپر کی جو ٹوٹل کائنات

ہے External' جو آپ سے باہر ہے' وہ کائنات تو آپ کے علم میں ہے لیکن جو آپ کی واردات ہوگی وہ Internal کائنات سے ہو سکتی ہے' باہر کی کائنات آپ کی واردات کبھی نہیں بن سکتی۔ بات نہیں سمجھ آئی؟ مثلاً چاند بہت خوبصورت ہے' لیکن جب آپ چاند دیکھتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ آپ کے دیکھنے کا عمل خوبصورت ہے' چاند تو دور کی بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی بینائی بڑی خوبصورت ہے۔ اب آپ باہر کی دنیا سے نکل کے اندر آ گئے۔ پتہ چلا کہ بینائی دینے والے نے آپ کے اندر یہ کمال کر دیا۔ پھر اس بینائی کی Reception اچھی ہے' Reception کا تجزیہ اچھا ہے' تجزیے کا احساس اچھا ہے' احساس سے محویت اچھی ہے۔ اب چاند تو وہیں رہ گیا جہاں وہ تھا اور آپ اس کے ذریعے حضوریٔ قلب میں آ گئے۔ تو حضوریٔ قلب آپ کا نام ہے نظارے کا نام نہیں۔ یہ شعبہ آپ کے اپنے اندر ہی ہے۔ اسی طرح محبوب کی بات ہے' بڑے سے بڑے محبوب کو دیکھ لیں۔ محبوب سے محبت ہوتی ہے۔ محبت کس کے پاس ہے؟ محبت تو آپ کے پاس ہے۔ پھر محبوب کیا کرتا ہے؟ تو جو کچھ آپ کو حاصل ہے یہ حضوریٔ قلب ہے۔ دینے والے کا احسان ہوگا' اس کے اپنے واقعات ہوں گے' لیکن جو آپ کے پاس ہے وہ آپ کا حضورِ قلب ہے یعنی کہ قلب کا حضور ہونا۔

الف اکھیاں کھول کے ویکھ مورکھ
جس نوں ڈھونڈنا ایں تیں تھی دُور ناہیں
شہ رگ تھی بہت قریب اے او

تیرا اپنا قلب حضور ناہیں
چام چٹھ وانگوں اَناں آپ ہویوں
آفتاب دا کجھ قصور ناہیں
پردہ غفلت دا پیا ای ہدایت اللہ
تاں ای ٹدھ نوں دِسدا نُور ناہیں

اگر اپنا قلب حضور نہیں ہے تو پھر وہ ''چام چٹھ'' یعنی چمگادڑ کی طرح اندھا ہوگا۔ سورج کو دیکھنے کے لیے چمگادڑ کی آنکھ کام نہیں آ سکتی' نہ اُلو کی آنکھ کام آ سکتی ہے۔ اُلو اور چمگادڑ جو ہیں یہ سورج کا نظارہ نہیں کر سکتے۔ ہر چند کہ ان کی آنکھیں ہیں لیکن ان بے چاروں کی آنکھیں رات کو کھلتی ہیں۔ تو جن لوگوں کی آنکھ اندھیرے میں کھلتی ہے ان کو روشنی سے کیا غرض ہے۔ تو حضوریٔ قلب جو ہے یہ تمہارا اپنا نام ہے۔ یہ کسے ملتا ہے؟ ان لوگوں کو تو نہیں ملتا جو گلہ کرنے والے ہیں' جو لوگ شکایت کرنے والے ہیں' جو لوگ کائناتی زندگی سے اور زندگی کی کائنات سے جھگڑنے والے ہیں' جو میاں بیوی آپس میں جھگڑنے والے ہیں' جو محلے میں جھگڑنے والے ہیں' جو دو کانوں میں جھگڑنے والے ہیں' سامان پہ جھگڑنے والے ہیں' ہر ایک سے جھگڑنے والے ہیں۔ اب یہ جو آپ کے سربراہ ہیں حضوریٔ قلب ان کو پچیس ہزار سال تک نہیں ملے گی کیونکہ ان کے اندر جھگڑا ہے' ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش ہے۔ تو یہ سارے Totally اور Simultaneously حضوریٔ قلب سے محروم ہو گئے۔ ان کی شانتی ختم ہو گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو یہ حق نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو عروج دے۔ اللہ تعالیٰ

جس کو چاہے عروج دے۔ یہی بات تو فرعون کو سمجھ نہیں آ سکی کہ موسیٰ علیہ السلام جو اس کے گھر میں پلتے رہے ہیں' وہ پیغمبر کیسے ہو گئے۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ اب پھر انتقام کی بات آئی اور اللہ نے درمیان میں Interfere کر دیا اور وہ آدمی رخصت ہو گیا۔ اب Divine Interference کے بعد بھی اگر تم لوگ اپنا انتقام لیتے ہو تو حضوریٔ قلب ختم ہو جائے گی۔ حضوریٔ قلب کی پہلی شرط ہے واقعات کو تسلیم کرنا کہ یہ واقعہ جو آ رہا ہے وہ اللہ کی طرف سے آ رہا ہے' عزت بھی ادھر سے آ رہی ہے' ذلت بھی ادھر سے آ رہی ہے' سب واقعات اُدھر سے آ رہے ہیں۔ حضوریٔ قلب ان کو ملتا ہے جن میں ایثار ہو' جن میں حاصل کا جذبہ نہ ہو بلکہ ایثار کا جذبہ ہو۔ حضوریٔ قلب ان کو ملتا ہے جو راز دان ہوں' جو لوگوں کے راز Keep کریں' لوگوں کی خامیوں کی ستار العیوبی کریں' جس کی جو خامی' Weakness کسی کو نظر آئی' کوئی گناہ نظر آ گیا اُسے چھپائیں۔ تو پھر آپ کو حضوریٔ قلب مل جائے گی۔ آپ میں جتنی جتنی ستار العیوبی آ جائے گی آپ کو حضوریٔ قلب ملتی جائے گی۔ اس زندگی میں کسی چیز کو کریدنا نہیں ہے۔ یہ حکم ہے کہ ولا تجسسوا تجسس نہ کرو' کسی پر بدظنی نہ کرو اِنّ بعض الظن اثم تو بعض اوقات ظن کرنا جو ہے یہ گناہ ہو جاتا ہے' ان کو As such رہنے دو' حسنِ ظن رکھو۔ حضوریٔ قلب ان لوگوں کو نہیں ملتا جن کے پاس پیسہ گننے کا جذبہ ہو یا پیسہ گننے کا شوق ہو یا عادت ہو۔ تو حضورِ قلب جو ہے یہ عطا بھی ہے اور اس کا فارمولا بھی ہے۔ شکایت کرنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' شکوہ کرنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' اپنا پروگرام رکھنے والے

کو حضورِ قلب نہیں ملے گا' حاصل کی تمنا ڈھیروں ڈھیر رکھنے والے کو حضورِ قلب نہیں ملے گا۔ تو ان کو بیتابی ملے گی اور حضورِ قلب نہیں ملے گا۔ مطلب یہ کہ قدرت نے جو کام کر ڈالا اگر آپ اس کے اندر کچھ اور کرنا چاہتے ہیں' اس کے علاوہ کرنا چاہتے ہیں تو حضوریٔ قلب نہیں ملے گی۔ حضوریٔ قلب یہ ہے کہ ہو چکنے والے کو تسلیم کر جانا۔ اگر بیٹی کی بجائے بیٹا پیدا ہو گیا تو اسے تسلیم کرو یا بیٹی پیدا ہو گئی' تو تسلیم کرو' جو پیدا ہو گیا اُسے تسلیم کرو۔ کمزوری آ گئی ہے تو اُسے تسلیم کرو۔ خدانخواستہ بیماری آ گئی ہے تو اُسے تسلیم کرو۔ جو واقعات پیدا ہو گئے انہیں تسلیم کرو۔ جو کچھ ہوا اُسے تسلیم کرو۔ حضوریٔ قلب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی زندگی میں ایسے Involve کرنا جیسے یہ اس کی زندگی ہے۔ ہے تو یہ بڑا مشکل۔ یعنی اپنی زندگی میں سے اپنے آپ کو نکال دینا جو ہے یہ حضوریٔ قلب کا آغاز ہے۔ ہے یہ بڑا مشکل۔ ویسے آسان بھی بہت ہے کہ یہ زندگی اللہ کو دے دو اور کہو کہ آپ اسے چلائیں' ہم سے تو نہیں چلتی۔ مطلب یہ کہ کشتی خدا پہ چھوڑ کر لنگر کو توڑ دو۔ حضوریٔ قلب کا ایک طریقہ یہ ہے۔ لنگر اندازیاں اور فکر طرازیاں اور اس طرح کے واقعات چھوڑ ہی دو۔ دریا جانے' کشتی جانے اور موج جانے۔ یہ بات ہر آدمی کے لیے نہیں کیونکہ ہر آدمی کا حضوریٔ قلب سے واسطہ نہیں ہے۔ حضوریٔ قلب جو ہے ہر ساجد کو نہیں ملے گی لیکن اس ساجد کو ملے گی جو جان کا سجدہ دے' جان کا نذرانہ کرے' مقصد یہ کہ جو Total Surrender کرے۔ اور یہ جو لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ دے دے' وہ دے دے' یہ پھول دے دے' وہ کلیاں دے دے' فلاں کام

ہو جائے' تو حضوریٔ قلب کے لیے تو یہ جھگڑا ہی جھگڑا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ حضورِ قلب تسلیم و رضا والوں کا ہے۔ حضورِ قلب والوں کا ذکر حضورِ قلب دیتا ہے۔ یہ اور بات ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے۔ مثلاً ہم اگر حضورِ قلب کا ایک Norm اور سٹینڈرڈ بنائیں کہ حضوریٔ قلب کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور پاک ﷺ کی محبت سے ہے۔ اور جو سنت ہے وہ آپ کے لیے کربلا ہے۔ آپ لوگ اس میدان میں اس انداز سے زندگی گزارو جیسے کہ یہ زندگی تسلیم و رضا کے لیے ہے۔ پھر اُس ذکر سے آپ کو حضورِ قلب مل جائے گا۔ کیونکہ حضورِ قلب جو ہے یہ Distribute ہوتا ہے اور اسے Distribute کرنے والا کوئی شعبہ ہوتا ہے۔ یہ وہ ہوتے ہیں جن کا حضورِ قلب تسلیم ہو گیا۔ حضوریٔ قلب کا معنیٰ ہے تسلیم و رضا۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ کسی ایک کیفیت میں گم کر دینا۔ اس حد تک گم ہو جانا کہ اس کے خیال میں خدا جانے کہاں سے کہاں چلے گئے۔ یہ حضوریٔ قلب ہے۔ تو حضورِ قلب اصل میں حضورِ حق ہے۔ اگر آپ کا قلب ہر وقت ؎

کسے در سینہ می کوید کہ ہستم

تو اندر سے کوئی آواز آئے کہ میں ہوں۔ تو یہ جو ''میں'' ہے یہ اپنے اندر ایک نیا ''میں'' دریافت کرتا ہے اور یہ حضورِ قلب ہے۔ تو آپ کے اندر کوئی نیا شعبہ آ جائے' کوئی نئی لائٹ آ جائے' نئی روشنی آ جائے' آپ کے اندر کوئی نیا پن پیدا ہو جائے تو یہ حضوریٔ قلب ہے۔ یعنی آپ کے اپنے اندر۔ آپ ذرا سوچیں تو یہ آسان بھی بہت ہے۔ آپ زندگی میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو خود

آپ کو بھی پسند نہیں ہے اور پھر بھی آپ کو اپنی عقل پہ ناز ہے۔ تو اپنی زندگی بنالو۔ کہتا ہے بن تو گئی ہے۔ پھر؟ کہتا ہے کہ تھوڑا سا نقص ہے۔ یہ نہیں کہ صرف آپ یہ کہہ رہے ہو بلکہ ہر ایک نے یہی کہا ہے۔ بادشاہ سے پوچھو کہ بادشاہ بننے کے بعد کیا تکلیف ہے' اب تو تم بادشاہ ہو تو وہ کہتا ہے کہ ابھی ٹارگٹ Achieve نہیں ہوا۔ ٹارگٹ تو تب Achieve ہو گا جب اوپر سے آخری پروانہ آ جائے گا اور وہ کہے گا کہ ہم تیرا ٹارگٹ Achieve کرتے ہیں۔ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو یہ کہے کہ یہی میرا ٹارگٹ ہے' یہی میری منزل ہے' یہی میرا حاصل ہے' یہی میرا انجام ہے' یہاں پر میں راضی ہوں۔ اگر اُس سے پوچھو کہ اب تیرا کون سا Step ہے تو وہ کہتا ہے کہ دو چار اور چیزیں صحیح ہو جائیں تو میں راضی ہو جاؤں گا یا دو چار نامناسب چیزیں میری زندگی سے نکال دو تو میں راضی ہو جاؤں گا۔ تو وہ کیا کہے گا؟ کہ دو چار دشمن نکال دو' بیماریاں نکال دو' تو میں راضی ہو جاؤں گا' کچھ ادھر سے دے دو' کچھ اُدھر سے دے دو تو میں راضی ہو جاؤں گا' پھر آسانی ہو جائے گی اور میں راضی ہو جاؤں گا' میں تو تسلیم و رضا والا بندہ ہوں' میں اپنے لیے تو نہیں بلکہ لوگوں کے لیے کہہ رہا ہوں ـــــــ یہ ساری بے ایمانی کی کہانی ہے۔ اب کہتے ہو کہ یہ مل جائے' وہ مل جائے۔ اب جس جگہ پر ہو' پہلے کہتے تھے کہ یہاں پر پہنچ جاؤں اور یہاں پہنچے ہو تو کہتے ہو کہ ایک دو اور چیزیں مل جائیں۔ ہر آدمی اپنی موجودہ چیزوں میں کوئی نہ کوئی Addition کرنا چاہتا ہے۔ Addition کی جتنی زیادہ تمنا ہو گی اتنا ہی حضورِ قلب کم ہو گا۔ اب آپ خود اپنی لائف میں دیکھ لیں کہ جو کچھ آپ کے پاس موجود ہے اس میں کتنا

اضافہ چاہیے؟ جس کو جتنا اضافہ چاہیے اتنا حضورِ قلب Minus کر دو۔ جو یہ کہے کہ میں As it is راضی ہوں تو اسے حضورِ قلب مل گیا۔ جب یہ مقام آ جائے کہ کمی نہ ہو بیشی نہ ہو نہ اس میں سے کچھ نکالنا پڑے نہ اس میں کچھ ڈالنا پڑے تو یہ حضورِ قلب ہے۔ یہ کم لوگوں کو ملتا ہے لیکن مل جاتا ہے۔ اسے قلبِ مطمئنہ بھی کہیں گے اور پیدائشی طور پر Peaceful کہیں گے۔ یہ Peace within اور Peace without ہے۔ اگر کسی نے گالی دے دی تو وہ کہے گا کہ یہ تمہارا کام ہے' تمہارا عمل ہے' میرا تو عمل ہی نہیں ہے۔ کسی کی گالی سے کسی کی توہین نہیں ہوتی۔ کسی آدمی کی کسی اور کے عمل سے کیا توہین ہوگی۔ اگر آپ اس طرح زندگی گزار دیں تو یہ ہے حضوریٔ قلب۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی عطا ہے۔ یہ بڑی طاقت والا مضمون ہے' چھوٹا آدمی حضوریٔ قلب نہیں کر سکتا۔ وہ پہلے ہی پریشان ہے۔ دریا کی چھوٹی چھوٹی لہریں' چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی طرح چاں چاں کرتی رہیں گی۔ کبھی کبھی شیر کو موقع ملے گا تو وہ دھاڑے گا۔ حضوریٔ قلب جو ہے یہ اپنے آپ کو دریافت کرنے کے بعد ملتی ہے' اپنی خواہشات کو Reduce کرنے کے بعد ملتی ہے' ''لوڈ شیڈنگ'' کے بعد ملتی ہے' کسی بڑے نظام میں داخل ہونے کے بعد ملتی ہے' بڑے آئیڈیل کے ساتھ ملتی ہے' کسی مقصد میں ہونے سے ملتی ہے' تسلیم و رضا سے ملتی ہے' سجدے سے ملتی ہے' اللہ کے زیادہ ذکر سے ملتی ہے' بار بار ذکر کرو' اللہ کا ذکر بار بار کرو' حتیٰ کہ ایسا ذکر کرو کہ ذاکر کے قریب ہی مذکور ہو یا مذکور کے قریب ذاکر پہنچ جائے یا ذکر' ذاکر اور مذکور قریب قریب رہنے لگ جائیں کہ یہ ذکر ہے' یہ ذاکر ہے اور ساتھ ہی مذکور ہے۔

ہے۔ کہتا ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ میرے پاس ہی ہے ۔

خلقت گوں جیندی گول ہے۔

ہر دم فرید دے کول ہے

تو جس کو لوگ ڈھونڈ رہے ہیں وہ فرید کے پاس ہے ہر وقت۔ یہ ہے حضوریٔ قلب کا مقام جس میں دور کی تلاش پاس سے پیدا ہو جائے۔ جس طرح چاند سورج یا سارا عالم کہاں ہے؟ آپ کی آنکھ کے تل میں ہے۔ یہ ہے حضوریٔ قلب۔ یہ اس کی پہچان ہے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو پہچان گئے تو یہ آپ کے دل کے شعبے کی بات ہے۔ تو یہ پہچان ہونے کا ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے۔ اس نے اپنی پہچان تمہارے دل کے ذریعے رکھی ہے تمہیں وہ دل دے دیا ہے اور یہ دل اگر اللہ کے ساتھ In Tune ہو جائے تو یہ حضوریٔ قلب ہے۔ یہ عطا ہے۔ اگر غور کرتے جائیں تو یہ سارا فارمولا بن سکتا ہے۔

سوال:

میں نے نوکری کے لیے Apply کیا ہے۔ کیا اس کے لیے خواہش اور دعا کر سکتے ہیں؟

جواب:

اس کے لیے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ضروریات کا شعبہ، مجبوری کا شعبہ اور فرائض کا شعبہ فقیری کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ اتنی رکاوٹ کو آپ برداشت کرو۔ اگر سروس کے لیے Apply کیا ہوا ہے یا کوشش کر رہے ہیں، مکان بنانا چاہتے ہیں، اینٹوں کے لیے بٹھے پر گئے ہیں، بٹھے والے سے کوئی بارگین کر رہے

ہیں کہ ذرا رعایت کر دو ــــــــ تو یہ انسان کی مجبوریاں ہیں۔ لیکن جو اس مقام سے آگے نکل گیا ہم ان کو یہ علم بتا رہے ہیں کہ جو یہ زنجیریں توڑ چکے ہیں' اس نگری سے منہ موڑ چکے ہیں۔ یہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اس طرح الگ ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے کوئی حاصل نہیں ہے' وہ اللہ کے نوکر ہوتے ہیں' اللہ کی نوکری کرتے ہیں۔ یہ کچھ لوگ ہوتے ہیں' ہم ان کی بات کر رہے ہیں۔ آپ اپنی زندگی میں نوکری بھی کریں' تنخواہ بھی لیں' دفتر بھی جائیں' دوسرے واقعات بھی کریں۔ اگر اس زندگی میں کبھی موقع مل جائے' خیال آ جائے تو پھر یہ نہ ہو کہ آپ مایوسیوں کے صحرا میں چلے جاؤ بلکہ یہ ہو کہ آپ توکل کی سرزمین میں نکل جاؤ۔ اگر کبھی زندگی میں یہ خیال آ جائے کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں' اگر یہ حاصل کرنا تھا تو یہ کیا حاصل ہے' جن کے لیے ہم نے کام کیا انہوں نے ہمارا کیا ساتھ دیا۔ آپ بڑا زور لگاتے ہیں کہ یہ پیسے اکٹھے کرو' وہ پیسے اکٹھے کرو اور پھر آپ کے بچوں کے پاس اتفاق سے اس سے زیادہ ہی پیسے آ جاتے ہیں۔ وہ پھر کہیں گے کہ آپ نے کیا پیسے اکٹھے کیے ہیں' یہ تو ہم نے بائیں ہاتھ سے کما لیے ہیں' جائز تا جائز ــــــــ تو پھر یہ واقعہ اور ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ کوشش کریں۔ میں منع نہیں کر رہا ہوں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ آپ سارے درویش بن جائیں' فقیر بن جائیں بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کا علم ہونا چاہیے۔ اس زندگی میں دنیاوی ضرورتوں کی وجہ سے' جائز ضرورتوں کی وجہ سے' فرائض کی ضرورت کی وجہ سے' تکالیف اور حوادث رہیں گے۔ لیکن وہ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل پڑے ان کے لیے تکلیف اور حادثہ کچھ نہیں ہوتا۔ وہ خود ہی حادثہ ہوتے ہیں۔ ان کی کہانی

اور ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ان کو اور تکلیف کوئی نہیں ہوتی ہے۔ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے حوالے ہو چکی ہوتی ہے۔ تو کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ ان کو حضورِ قلب ملتا ہے۔ آپ کے اندر درجہ بدرجہ حضورِ قلب ہوگا۔ کہ آپ بے ایمانی نہ کرو' جھوٹ نہ بولو' ملاوٹ نہ کرو' کسی کو تکلیف نہ دو۔ اس طرح تھوڑا تھوڑا حضورِ قلب آپ کو ملتا جائے گا۔ حضوریٔ قلب کے لیے ایک کھڑکی کھل جائے گی' سورج نہ سہی' کوئی کرن یا کوئی عکس ہی پڑ جائے گا۔ اگر آپ حضوریٔ قلب والوں کا ذکر کرتے جائیں تو آپ کو اطمینان اور طمانیت ہو جائے گی۔ حضورِ قلب کا مکمل میسر آنا جو ہے وہ مکمل تسلیم کے بعد ممکن ہے۔ یہ سب لوگوں کی بات نہیں ہے۔ سب لوگوں کے لیے بہتر ہے کہ وہ فرض سمجھ کے نماز پڑھتے جائیں' وہ حضورِ قلب عطا کر دے تو ٹھیک ہے ورنہ فرض تو پورا کرتے جاؤ' کہ ہم پھر آ گئے نماز پڑھنے کے لیے' دوسری نماز پڑھنے کے لیے آ گئے' پانچویں پڑھنے کے لیے آ گئے۔ اب یہ کہو کہ ہمیں حضورِ قلب کا پتہ تو نہیں' ہم حاضر ہیں۔ کبھی وہ عطا کر دے تو ایک سجدہ حضوریٔ قلب کے ساتھ بھی ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کو یہ بات بتا رہے ہیں۔ ہم آپ کو فرائض سے بھاگنا نہیں بتا رہے۔ فرائض اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں' وہ کرتے جاؤ۔ آپ کو حضوریٔ قلب کا علم ہونا چاہیے۔ بعض اوقات مایوسی اور تکلیف بھی حضوریٔ قلب جیسی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ مایوسی کو حضوریٔ قلب کہہ دینا۔ جب بندہ مکمل طور پر مایوس ہو جائے تو مایوسی کی بھی بڑی حضوریٔ قلب ہوتی ہے اور وہ بندہ کہتا ہے کہ What is this life, this is absurd یہ لائف کیا ہے یہ تو Absurd ہے' یہ کوئی زندگی ہے' ماں

باپ بھی Absurd ہیں' ماں باپ کیا ہوتے ہیں' اولاد بھی Absurd ہے' وہ اپنا کام کرتی ہے' ہمارا ان سے کیا واسطہ ہے' ان کے لیے ہم پیسہ کما کما کے مر جاتے ہیں اور پھر وہ کھا پی کے فارغ ہو جاتے ہیں' تو یہ سارا واقعہ کیا ہے' ہم تو ان کے نوکر ہی لگے ہوئے ہیں' پہلے ماں باپ کی نوکری کی ہے' اب اولاد کی نوکری کرتے جا رہے ہیں' بیوی کی نوکری کرتے جا رہے ہیں_____ تو یہ کون ہے؟ یہ دنیا دار ہے جو حضوریٔ قلب سے محروم ہے۔ جو حضوریٔ قلب والا ہے وہ یہ ساری باتیں کرے گا اور کہے گا کہ ماں باپ کی نوکری کا موقع ملا' اولاد کی خدمت کا موقع ملا' مہمانوں کی خدمت کا موقع ملا' بیوی کی خدمت کا موقع ملا_____ تو اس کے لیے سب حضوریٔ قلب کا ذریعہ ہیں۔ اس لیے کبھی مایوس آدمی کی بیوی کو حضوریٔ قلب نہ مان لینا۔ اسی طرح بیمار آدمی سارے عنوانات کو صحت کے حوالے سے ماپتا ہے۔ اسی طرح جو غریب ہے اور کوشش کرتے کرتے بھی غریبی دور نہیں ہوتی تو وہ ہر آدمی کو برا سمجھے گا۔ تو یہ حضوریٔ قلب جو ہے اس کی مہربانی ہے۔ یہ بے شمار مشائخ کو بھی نہیں ملتا' بے شمار اولیائے کرام کو بھی نہیں ملتا اور آدھے لوگ تو اضطراب میں پائے جاتے ہیں۔ تو یہ حضوریٔ قلب والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں' بہت کم ایسی روحیں ہوتی ہیں جن کی حضوریٔ قلب کے ساتھ پرورش کی جاتی ہے۔ ورنہ تو اضطراب کے ساتھ ہوتی ہے کہ کبھی یہاں اور کبھی وہاں' بستی بستی بیلاتی چلتے جاتے ہیں۔ بہر حال یہ اللہ کی مہربانی ہے جس کو چاہے وہ عطا کر دے۔ یہ قلوب کی کیفیت ہوتی ہے' پیدائشی طور پر ایسے قلوب ہوتے ہیں۔ کچھ دل ہوتے ہیں ایسے جو جھگڑالو ہوتے ہیں' کچھ مطمئن ہوتے

ہیں' کچھ دنیا سے محبت کرنے والے ہوتے ہیں' کچھ دنیا سے الگ رہنے والے ہوتے ہیں' تو حضوریٔ قلب ان کی داستان ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کام کے لیے۔

اور پوچھو _____ بولو _____ حافظ خوشی محمد بولیں _____ بولا کرو _____ چغتائی صاحب! کوئی بات پوچھو _____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مطمئن لوگ ہوتے ہیں۔ اب یہ کیسے معلوم ہو گا کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں۔

جواب:

اس کا اعلیٰ اور اصلی معیار جو ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس جو زندگی موجود ہے اس میں اضافہ اور تخفیف کی تمنا جتنی کم ہو گی آپ اتنے ہی مطمئن ہوں گے۔ تمناؤں کے حوالے سے انسان کہتا ہے کہ اس میں یہ شامل کر دیں' یہ چیز نکال دیں' دو چار پروموشن ہو جائیں' تو پروموشن شامل ہونے والی تمنا ہے اور نکلنے والی تمنا یہ ہے کہ یہ جو درد کی داستان ہے' یہ نکل ہی جائے تو اچھا ہے' یہ جو کانٹا ہے آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے' یہ نکل ہی جائے۔ تو یہ جو نکالنے کی خواہش ہے اور زندگی میں ڈالنے کی خواہش ہے' یہ جتنی کم ہو گی آپ اتنے اطمینان والے ہوں گے۔ اطمینان والے یا حضوریٔ قلب والے لوگ وہ ہوتے ہیں جو زندگی کو As such تسلیم کرتے ہیں اور Amendment کی زیادہ خواہش نہیں رکھتے' ڈیمانڈ زیادہ نہیں کرتے' Complaint زیادہ نہیں کرتے'

Improvement کی زیادہ تمنا نہیں کرتے۔ Improvement تو ساتھ ہوتی جاتی ہے۔ آپ آج کے ذہن سے اپنی لائف کو Improve کرتے ہیں اور Improved لائف جو ہے وہ Tomorrow بھی کام آتی ہے اور Tomorrow کا ذہن آپ کا ہے نہیں۔ اس لیے آپ پریشان ہو جاتے ہیں۔ آپ کا آج کا ذہن ہے اور اس آج کے ذہن کو یا تو آپ نے ماضی میں لگایا ہوا ہے کہ یہ واقعہ ہوا تھا' وہ واقعہ ہوا تھا۔ تو وہ پرانا واقعہ ہے اور آپ آج کے ذہن سے کل کا اثر بیان کر رہے ہیں یا پھر آج کے ذہن کے ساتھ آنے والے کل کی ضروریات کو بیان کرتے جا رہے ہیں۔ تو آج کا ذہن تو زیرو ہو گیا۔ کل جب آئے گا اس وقت دیکھا جائے گا' آج کے ذہن کو آج کے دن کے ساتھ لگاؤ۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ وہ ماضی کی اصلاح کر رہے ہیں اور باقی آدھے لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ وہ مستقبل کے لیے کچھ محفوظ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے حال جو ہے وہ بدحال ہے' اس لیے کہ کبھی ماضی کی اصلاح چاہتا ہے' کبھی مستقبل کا خیال کرتا ہے' کبھی ماضی کا خیال کرتا ہے' ادھر چلا جاتا ہے' Reminiscence, Recollection, Memory اور اس طرح کے سارے واقعات کرتا جا رہا ہے اور پھر یہ غور و فکر کرتا جا رہا ہے کہ ایسے واقعات ہو جائیں گے' خواب' خیال' اُمیدیں' پروگرام' ترقیاں اور لمبے منصوبے۔ مختصر زندگی ہے پھر کھیل ختم ہو جائے گا۔ اس طرح آج کا ذہن جو ہے وہ پریشان ہو گیا۔ یہ لوگ جو ہیں وہ اطمینان سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جن کا ذہن ماضی میں یا مستقبل میں کھو گیا وہ حال سے محروم ہو گئے۔ آپ لوگ ماضی

کہ یہ ذہن میں ماضی جہاں سے آیا وہ آج تک پہنچ گیا ۔

سونپ دو تاریخ کو گزرا ہوا ہر حادثہ
ہے تجھے درپیش جو مرحلہ اب محسوس کر

تو اب کے مرحلے کو آج محسوس کرو۔ تم تو تاریخ میں لگ گئے کہ 1975ء میں ایک واقعہ ہوا تھا' پھر 1976ء میں ایک اور واقعہ ہوا _____ تو یہ ساری گنتی کرتے جا رہے ہو۔ تو یہ لوگ جو ہیں وہ کبھی اطمینانِ قلب حاصل نہیں کر سکتے جو صرف Past بولتے ہیں۔ Past صرف غم ہے۔ تو آج کے دل کو' آج کے ذہن کو تم نے ماضی کی Feelings میں گم کر دیا تو یہاں پر آج کا ذہن ختم ہو گیا۔ یا آج کا ذہن اس بات میں لگا دیا کہ پیسے جمع کر لیتے ہیں' یہ مشکل وقت میں کام آئیں گے _____ تو پہلے پیسے جمع کرو اور پھر مشکل وقت کا انتظار کرو' پھر تو وہ مشکل وقت ضرور آئے گا' اس نے تو آنا ہی ہے کیونکہ اس کے لیے تم پیسے جمع کر کے بیٹھے ہو۔ کہتا ہے بڑی دیر سے جمع کر کے بیٹھا ہوں' وہ آیا ہی نہیں ابھی تک۔ تو وہ ضرور آئے گا۔ تو وہ مشکل وقت ضرور آ جاتا ہے۔ اس لیے آج کے دن کو' آج کے دماغ کے ساتھ' اطمینان کے ساتھ گزار لو۔ دن کتنا ہے؟ لمحہ! یہ Moment ہے۔ پچھلا Moment تو Yesterday ہے اور اگلا Moment تمہارا ہے۔ تو یہ لمحہ ہی آپ کی زندگی ہے جو آج کا لمحہ ہے۔ بس! اس وقت موجود منظر کے مرہونِ نظر ہو جاؤ۔ یہی موجود منظر جو ہے یہی زندگی ہے۔ جب آپ ٹریفک میں جاؤ تو دیکھو کہ یہ ایک منظر ہے۔ یہ منظر پھر نظر نہیں آئے گا۔ ابھی اس نے ایک منٹ میں ماضی ہو جانا ہے۔ یہ جو منظر ہے اس میں جھگڑا کیوں

کرتے ہو، یہ تو مرنے والا ہے ۔

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

نظارے تو مرتے والے ہیں، ان کو غور سے دیکھ لو، پھر یہ نظارہ ختم ہو جائے گا۔ جس سے الجھ رہے ہو یہ نہیں رہے گا جس طرح پرانے الجھاؤ نہیں رہے۔ اس لیے سب کو دیکھتا جا۔ اس سب نے خود بخود ختم ہو جانا ہے اور دیکھنے والا بھی ختم ہو جائے گا، تمہارے وہم ختم ہو جائیں گے، تمہارے گمان ختم ہو جائیں گے، حتیٰ کہ تمہارے غم بھی ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر تم غم پر رو گے کہ میرا غم ختم ہو گیا ہے، غم چلا گیا ہے، یہ کیا ہو گیا۔ انسان کے ساتھ عجیب و غریب باتیں ہوتی ہیں ۔

مجھ کو مجھ سے جدا کیا تو نے
میرا بن کر یہ کیا کیا تو نے
میرے آنسو بھی مجھ سے چھین لیے
اس قدر غم عطا کیا تو نے

تو بعض اوقات وہ آنسو نہیں رہتے، وہ منظر نہیں رہتا اور پھر کچھ بھی نہیں رہتا۔ آپ پھر اس بات پر روئیں گے کہ رونا نہیں آتا۔ پھر اپنا بھی پتہ نہیں کہ کب نمبر لگ جائے، پھر وہ نظارہ ہو یا نہ ہو۔ آپ نظارے کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اے نظارے رُک جا، میں ابھی گھر سے عینک لاتا ہوں یا چشمِ بصیرت میں سُرمہ ڈال کے آتا ہوں۔ تو کہاں چشمِ بصیرت رہ گئی اور کہاں سُرمہ رہ گیا۔ بس یہی کچھ ہے، اس کو دیکھ لو۔ یہ منظر، ''بیڑی کا پُور اور ترنجن کی گولیاں'' پھر کبھی نہیں

آتا۔ وہ واقعہ کبھی دوبارہ نہیں آئے گا! That's all۔ اس لیے اس واقعہ کو اس نگاہ کے ساتھ اسی لمحے میں دیکھو۔ جو نہیں دیکھتے وہ ماضی میں رہتے ہیں یا مستقبل میں رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اچھے دن تو ہمارے گزر گئے یا پھر کہتے ہیں کہ مستقبل کی بات کرو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اچھے دن ابھی آئے ہی کہاں ہیں' ہم تو برے دن میں جا رہے ہیں۔ اُسے کہتا ہے کہ زندگی میں Ups and Downs تو آتے ہی رہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ Ups and Downs کی تو بات ہی کوئی نہیں' یہاں تو ڈاؤن ہی ڈاؤن ہے۔ یہ ہے اداس لوگوں کی کہانی' جو اطمینان سے محروم ہیں۔ ان کو ذرا سا غم آ جائے تو کہیں گے کہ یہ کوئی زندگی ہے' کل شام سے سر میں درد ہے' پاؤں میں موچ آئی پڑی ہے _____ اور وہ باقی ساری زندگی کے احسانات بھول گئے۔ ایک غم کے ساتھ ساری زندگی کو گلہ شکوہ بنا دیا۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں ہے' تکلیفیں تو اپنی جگہ پر ہیں لیکن یہ بڑا عجیب سا واقعہ ہے کہ آج ہوا کیسی چل رہی ہے' موسم کتنا اچھا ہے۔ تو انہیں اگر خوشی کی چیز مل گئی تو وہ خوش ہو گئے۔ اور دوسرے کو ایک غم کا موقع مل گیا تو ساری زندگی غمگین کر دی۔ یہ Attitude ہیں انسانوں کے۔ اس لیے اطمینان کرنے والوں کو اطمینان کے لیے بڑے انداز مل جاتے ہیں' خوش رہنے کے لیے زندگی میں بڑا موقع ہے اور غمگین ہونے کے لیے یہی زندگی آپ کے لیے بہت کافی ہے۔ بڑا غم ہے زندگی میں اور بڑی خوشیاں ہیں زندگی میں' آپ بہت گلہ بھی کر سکتے ہیں اور بہت تسلیم بھی کر سکتے ہیں۔ بس جیسے آپ چاہیں کر سکتے ہیں۔ اب آپ جو چاہتے ہیں وہ کر لیں۔ گلے کے لیے زندگی میں بے شمار شعبے ہیں' مثلاً وہ

کہے گا کہ ہماری بھی کوئی زندگی ہے' ضروریاتِ زندگی بھی پوری نہیں ہوتیں' آج کل کا انسان بھی کوئی انسان ہے' نہ بجلی کا نظام درست ہے' نہ کھانے کا' نہ پینے کا' نہ ٹیلیفون کا' صحت بھی ٹھیک نہیں ہے' پاکستان کوئی رہنے والا ملک تو نہیں' یہاں سے جانا ہی بہتر ہے ____ اور اگر آپ خوش رہنا چاہیں تو کہیں گے کہ یہ کنٹری جو ہے جس کنٹری میں ہم رہتے ہیں' اس سے بہتر کیا ملک ہو سکتا ہے' قدرت کا فیصلہ یہی تھا کہ ہم یہاں پیدا ہوں اور یہی ہمارا ملک ہو ____ اب اللہ کے فیصلے کو آپ کس دماغ سے چیلنج کر رہے ہیں۔ اس لیے خوش رہنے والے کے لیے خوشی کے بڑے موقعے ہیں اور غمگین ہونے والے کے لیے بھی بڑے موقعے ہیں' زندگی کو کامیڈی بنالو تو بڑے موقعے اور ٹریجڈی بنالو تو بے شمار موقعے۔ کہتے یہ ہیں کہ جو لوگ زندگی کو بہت ہی ٹریجڈی بناتے ہیں وہ پھر گلے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ اس میں ٹریجڈی کوئی نہیں ہے' سارے واقعات اللہ کے حکم سے ہیں۔ آپ ذرا اللہ کا حکم تسلیم کر لو' مان لو تو زندگی میں کوئی ٹریجڈی نہیں ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ یہ پین آپ نے توڑا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ نہیں' ابا جان نے توڑا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں' خود ہی لے کر دیتے ہیں اور خود ہی توڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح وہ کہتا ہے کہ یہ نقصان کیسے ہو گیا؟ تو وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ نے کیا ہے' نقصان کس بات کا' اسی نے مال دیا تھا' اسی نے واپس لے لیا' وہ ہمیں دیتا رہتا ہے' ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کہتا ہے کہ اگر اللہ نے کیا ہے تو پھر کیا گلہ۔ اگر یہ مان لو کہ آپ کے ساتھ زندگی میں ہونے والا ہر واقعہ اللہ کی طرف سے ہے تو پھر گلہ کس بات کا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کا گلہ بندوں کے سامنے

کرتے ہو اور بندوں کے سامنے اللہ کا گلہ کرتے ہو تو تم یہ کیا کرتے ہو۔ خالق کا گلہ مخلوق کے سامنے کر رہے ہو تو تم یہ کیا کر رہے ہو۔ مخلوق کا گلہ خالق کے سامنے کر رہے ہو تو مخلوق تو اُس نے بنائی ہے تو گلہ کس سے کر رہے ہو یعنی کہ آرٹسٹ کے سامنے گلہ کر رہا ہے اس کی تصویر کا' کہ یہ کوئی تصویر ہے جو تو نے بنائی ہے۔ تو کیا خالق اس بات سے راضی ہو جائے گا کہ تم اسے مخلوق کا گلہ پہنچاتے رہتے ہو۔ پھر مخلوق کے سامنے خالق کا گلہ کرتے ہو کہ وہ کوئی خالق ہے' اُس نے کیا کیا ہمارے ساتھ' کل پھر حالات خراب تھے' طبیعت بالکل ناساز تھی' واقعات اِدھر سے اُدھر ہوئے پڑے تھے حالات یہ ہیں کہ پیسہ نہیں منتا ایک بچہ اِدھر چلا گیا' دوسرا وہاں چلا گیا' داخلہ نہیں ہوا' پاکستان سے باہر نوکری کے لیے بھیجا ہے ـــــ تو یہ سب گلہ ہے۔ آپ کبھی سوچا کرو اور بندوں کی گفتگو سُنا کرو۔ یا تو گلہ ہوتا ہے یا پھر پروگرام ہوتے ہیں' یا تو ماضی کی شکایت ہوتی ہے یا پھر مستقبل کے منصوبے ہوتے ہیں' یا پھر گلہ ہی گلہ ہوتا ہے' خالق کا گلہ مخلوق کے سامنے اور مخلوق کا گلہ خالق کے سامنے ـــــ پریشانی در پریشانی۔ اور جو اطمینان والا ہے وہ کہتا ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ اُس سے کہو کہ یہ بات جو ہے تو وہ کہتا ہے کہ چھوڑو' جو بات ہوگی دیکھا جائے گا' جو تھا وہ اچھا تھا' جو ہے وہ اچھا ہے اور جو ہوگا وہ اچھا ہی ہوگا۔ یہ ہے تسلیم و رضا والوں کی بات۔ اس سے اطمینان پیدا ہو جائے گا۔ آپ اطمینان پیدا کیا کرو۔ اتنی بات تو کر لو۔

سوال:

کچھ واقعات تو ایسے آ جاتے ہیں سر! جب ہم وقتی طور پر پریشان ہو

جاتے ہیں۔

جواب:

جس واقعہ کی اصلاح ہو سکتی ہے اس کی اصلاح کر لو گلہ نہ کرو۔ اس بات کی اجازت دیتا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا پانی ہے یہ کس نے رکھا ہے۔ اگر پینا ہے تو پی لو ورنہ رکھ دو۔ گلہ نہ کرو۔ جو کر سکتے ہو وہ کر لو اور جو نہیں کر سکتے ہو وہ تسلیم کر لو اتنی بات تو مان لو۔ جو کر سکتے ہو اس کا بھی گلہ نہ کرنا۔ جس واقعہ کی اصلاح کر سکتے ہو وہ کر لو اور جو نہیں کر سکتے وہ تو مان لو۔ بس پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ جو کر سکتے ہو وہ بھی تم نہیں کر سکتے' کر اس لیے نہیں سکتے کہ طاقت نہیں ہے اور طاقت ہو تو بھی نہیں کر سکتے۔ تو نظر تو تمہاری ہے مگر نظارہ اس نے خود بھیجنا ہے کہ اب کون سا نظارہ آئے گا۔ گلہ کرنے والوں کو ہمیشہ ہی تلخ نظارے ملتے ہیں اور تسلیم کرنے والوں کو' ماننے والوں کو ہمیشہ ہی خوبصورت نظارے ملتے ہیں۔ اُس نے نظارے کا کارڈ ہی دوسرا چلا دینا ہے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کیا ہو گیا۔ ایک شخص یہ کہے گا کہ وہاں رستے میں بڑی بھیڑ ہوئی پڑی تھی' ٹریفک جام ہوا پڑا تھا' دھواں ہی دھواں اور گاڑیاں ____ بڑی پریشانی تھی۔ دوسرے کو بھی وہی راستہ ملا۔ وہ کہتا ہے کہ ٹریفک کی دقت کے باوجود میں آ گیا۔ یہ شخص آنے پر زور دے رہا ہے اور دوسرا ٹریفک پر لیکچر دے رہا ہے کہ یہ کیا لاہور ہے' یہاں رہنے کی کیا حالت ہے' رکشہ بس کے ساتھ ٹکرا رہا ہے' بس رکشے میں لگ رہی ہے ____ تو یہ جھگڑا کر رہا ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ ہاں حالات ایسے تھے مگر ہم پہنچ گئے۔ آپ پہنچ جانے کی بات دیکھیں کہ آپ کہاں پہنچ گئے

ہیں۔ یا تو پھر زندگی کی اتنی تلخیاں بیان کرو کہ اپنے مزار تک کبھی نہ پہنچو۔ مگر تم نے وہاں تو پہنچ جانا ہے۔ One fine morning تم وہاں پہنچے پڑے ہو گے۔ یہ محتاط آدمی یہاں کیسے آ گیا؟ کہتا ہے یہی راز تو سمجھ نہیں آتا کہ اتنا محتاط آدمی' پائی پائی کا حساب کرنے والا' سانس سانس کا حساب کرنے والا' خیال خیال کا حساب کرنے والا' دن رات کا حساب کرنے والا' یک لخت بے حساب وہاں پہنچ گیا ہے _____ یہ وہ ہے جو کمروں کو بہت صاف رکھنے والا اور مٹی سے بچنے والا تھا' اب مٹی کے اندر چلا گیا۔ تو یہ تو بہ والی بات ہے۔ ایک جگہ قبر کھود رہے تھے تو وہاں ایک سیہ نکل آیا۔ اسے مارنا چاہا تو ایک بزرگ وہاں بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ چھوڑو' اسے کچھ نہیں کہتے۔ کیوں؟ یہ بڑا کام کرتا ہے' یہ نہ ہو تو ایک قبر میں دس دس مردے کیسے آئیں گے' اسے رہنے دو۔ اپنی اوقات اور اپنا انجام یاد رکھو۔ قبرستان میں جا کے دیکھو تو قبر کھودتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں نہ بناؤ' یہاں اینٹیں لگا دو۔ پتہ چلتا ہے کہ پرانی ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ میرا مقصد ہے کہ پتہ نہیں کہ اندر کیا سے کیا حساب ہوا پڑا ہے۔ اگر کسی آدمی کو نگاہ مل جائے' وہ نظر مل جائے جسے آپ تیسری نگاہ کہتے ہیں تو پھر اس کو محسوس ہو گا کہ انسان ہڈیوں کے اور ڈھانچوں کے ڈھیر کے اوپر بیٹھا ہوا ہے' ہر ہر جگہ انسانوں کی ہڈیاں' Skeletons and skeletons ہوں گے۔ سو بار تہذیبیں بنی ہیں اور سو بار تہذیبیں ختم ہوئی ہیں۔ انسان جب پروان چڑھتا ہے تو اللہ بٹن دبا دیتا ہے۔ انسان خود کو تباہ ہونے سے بہت بچاتا ہے' ایک آدمی بیمار ہو تو یہ سو ہسپتال بناتا ہے۔ اور اگر اس کی انا کے خلاف ذرا بات ہو تو چار ایٹم بم گراتا ہے۔ تو یہ

انسان ہی ہے جو توپیں بناتا ہے' گولے بناتا ہے' ٹینک بناتا ہے' تباہیاں پھیلاتا ہے۔اور اُدھر سے ہسپتال بناتا ہے' دوائیاں بناتا ہے' انسٹرومنٹ بناتا ہے کہ بندہ بیمار نہ ہونے پائے' اس بندے کے لیے بڑی احتیاط ہے کہ ایمرجنسیاں لگائی ہوئی ہیں' ڈاکٹر ہیں' نرسیں ہیں' اوورٹائم لگاتے ہیں' دُکھی انسانیت کی خدمت کرتے ہیں_____ اور پھر تباہی کے لیے گولے بنانا' جیٹ بنانا' بامبر بنانا' فائٹر بنانا' F-16' F-17' یا F-29 بنانا_____ تو یہ ہے انسان۔ایک وقت آتا ہے کہ اللہ ایسا بٹن دبا دیتا ہے کہ تہذیب صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہے۔اب اگر تھرڈ ورلڈ وار ہو جاتی ہے تو پھر فورتھ ورلڈ وار نہیں ہوگی کیونکہ نہ ورلڈ ہوگی اور نہ فورتھ وار ہوگی۔خبر آتی ہے کہ ایک جگہ سے کئی ہزار میزائل ہٹا دیئے ہیں۔وہاں باقی اور کیا پڑا ہوا ہے؟ یہ الگ کہانی ہے۔کوئی پتہ نہیں کہ کس وقت کیا ہو جائے' انسان پر کس وقت بھوت سوار ہو جائے۔آپ کے ملک میں یہ ہو رہا ہے کہ دونوں جماعتیں ماضی کے حوالے سے Simultaneously چلتی جا رہی ہیں۔ عجیب وغریب کھیل ہو رہا ہے۔زندگی میں بھی سیاسی مخالف تھے اور اب بھی یہ واقعہ ہو رہا ہے۔وہ لوگ یہ کہتے ہیں اور یہ لوگ وہ کہتے ہیں اور اصل واقعات کچھ اور ہی کہتے ہیں۔وہ تو جو کر گئے سو کر گئے لیکن جو منظر دیکھنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔پھر وقت ختم ہو جائے گا۔زندہ آدمی جو ہے وہ کسی اور کام میں لگ جاتا ہے' کچھ اور ہی واقعہ ہونے والا ہوتا ہے' وہ کچھ اور ہی کر جاتا ہے۔اس طرح انسان جو ہے وہ تہذیب میں ترقی کرنے کے بعد اپنے زوال کی داستان لکھتا ہے۔اور اگر زمین کے نیچے نگاہ پڑے تو واقعی ہر طرف ہڈیاں ہیں' پتہ

چلے گا کہ کتنی تہذیبیں یہاں ختم ہوگئی ہیں ۔

کتنے دارا و سکندر کھو گئے
مل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے

یہ سب آپ کے کہنے کی باتیں ہیں اور دیکھنے کے منظر ہیں لیکن تاریخ ساری پڑھ کے آپ بھول جاتے ہو۔ تاریخ میں دیکھو تو اکبر کون ہے' کدھر ہے مر گیا۔ بابر؟ وہ بھی گیا۔ اب جو مر گیا ہے تو پھر مر جانے کا عمل زیادہ طاقت ور ہوا۔ پھر تو اکبر' بابر کچھ نہ ہوئے یہاں پر۔ Even آپ اپنا ماضی دیکھ لیں اور دین کی تاریخ دیکھ لیں تو سب سے طاقت ور عمل یہاں سے چلے جانے کا ہے۔ اور جب آپ تاریخ پڑھتے ہو تو یہ بھول جاتے ہو کہ سارے گزر گئے۔ کہتا ہے کہ سقراط نے یہ کہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ ہے کہاں؟ کہتا ہے وہ تو مر گیا۔ تو کہا اُس نے کیا؟ مقصد یہ کہ سارے کے سارے مر گئے۔ ابا حضور کہاں ہیں؟ ابا حضور بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ دادا؟ دادا جان تو پہلے چلے گئے تھے۔ پردادا بھی چلے گئے۔ اور تو براجمان کا براجمان ہے لیکن کب تک؟ کہتا ہے یہ سمجھ نہیں آتی۔ اور پھر بھی دوسرے کاموں میں لگا ہوا ہے' الجھنوں میں پڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ اتنا ''جھلا انسان'' ہے کہ آخری دم تک کام میں گم رہتا ہے' اسے سمجھ نہیں آتی Till such time کہ جب اسے کہا جاتا ہے کہ یہ وقت ختم ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اگر عزرائیلؑ کپڑا بیچنے والے دوکاندار کی طرف جائے گا تو وہ عزرائیلؑ کو گاہک سمجھے گا۔ عزرائیلؑ کہے گا کہ میں آ گیا ہوں۔ وہ کہے گا کہ ایک گز اور ماپنے دو۔ وہ کہاں ماپنے دیتا ہے۔ ایک مستری کا آخری وقت آ گیا تو اسے کہا گیا کہ تو

کلمہ پڑھ تو وہ کہتا ہے کہ ایک فٹ، دو فٹ، چار فٹ ــــــ وہ کلمہ نہیں پڑھے گا بلکہ فٹوں کے حساب سے چلتا جائے گا۔ تو ہر کوئی اپنے اپنے خیال میں ہے۔ تو جو آدمی جس خیال میں مرے گا اُسی خیال میں اُٹھے گا اور جس خیال میں وہ زندہ ہے اُسی میں مرے گا۔ اب یہ راز ہے اگر آپ کو سمجھ آ جائے تو۔ آپ جس خیال میں چل رہے ہیں یہی آپ کی عاقبت ہے۔ ابھی موت آ جائے تو اس خیال میں مرو گے اور اسی میں آپ اُٹھو گے۔ لہٰذا اپنے خیال کو، اپنے علم کو اور اپنی بات کو سمجھو کہ آپ کدھر جا رہے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ غلط پائے جاؤ۔ اگر یہاں پر سانس نکل جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے دل میں کوئی اور شعبہ پایا جائے۔ اس لیے دل کو ابھی سے صاف کرو۔ اس میں کوئی مہلت نہیں ہوتی کہ اس کو کل سے ٹھیک کر لیں گے۔ کیا کل قبر میں جا کے ٹھیک کریں گے۔ کل تو آنا ہی نہیں ہے، آج کا دن ہی ہے، آج کا واقعہ ہے۔ اس لیے دل کو خواہشات کے بُتوں سے آزاد کر لو، پھر یہی کعبہ ہے۔ کعبۂ دل اسے کہتے ہیں، اسی کے اندر وہ رہتا ہے حضورِ قلب۔ یوں سمجھ لو کہ اس قلب کو حضورِ قلب ہے جس کو حضور ﷺ کی یاد ہے ــــــ

سوال:

رحمٰن اور رحیم کے معانی تقریباً ایک سے لگتے ہیں، پھر یہ الگ الگ کیوں ہیں؟

جواب:

آپ نے جو پڑھا ہوا ہے اُسے یاد رکھیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے یہ آیا

ہے۔ بھیجنے والے نے یہ ایسے ہی بھیجا ہے۔ اس کے کام کو آپ تسلیم کے ذریعے سمجھیں۔ پھر وہ آپ کو بتائے گا کہ ایسا کیوں ہے اور اس کا مادہ ایک کیوں ہے۔ کیا رحمٰن Sufficient نہیں ہے؟ رحیم کی ضرورت کیوں ہے؟ کیا ایک چیز کافی نہیں ہے۔ کیا ''اللہ'' کہہ دینے سے سارے کام نہیں ہو جاتے؟ تو یہ سارے واقعات کیا ہیں؟ یہ تو پھر اللہ کی شانیں ہیں' اس کے واقعات ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے یہ آیا ہے۔ یہ سورۃ پہلے کیوں ہے؟ ترتیب نزولی کیوں نہیں آئی' جس طرح سے نازل ہوئی ہیں ویسے کیوں نہیں آئی؟ یہ سارے واقعات ٹھیک ہیں۔ جو کچھ ہے وہ ٹھیک ہے۔ بس۔ یہ ایسے ہی ہے۔ آپ اس الجھن کے سوال بتایا کرو جس سے آپ کی الجھن دور ہو۔ علم کے حصول کی کوئی الجھن نہیں ہے۔ یہ سوال کہ آپ کے ذہن کی لائبریری میں یہ کتاب کہاں لگے گی تو یہ پہلے لگ جائے یا پیچھے لگ جائے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ عمل کے باب میں آپ دیکھیں کہ کہاں فرق پڑ رہا ہے۔ علم کو علم کے باب میں نہ رکھنا۔ آپ کو علم اس لیے بتایا جا رہا ہے تا کہ وہ علم آپ کے عمل میں داخل ہو جائے۔ خیال کی اصلاح ہو جائے تو پھر عمل کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اس لیے آپ اس علم کی تلاش کیا کرو جو آپ کا عمل بنے۔ اگر عمل کو علم کہہ دیا جائے تو آپ دیکھو کہ آپ کے پاس کتنا علم ہے۔ جس علم کا عمل شاہد نہ ہو' کہتے ہیں کہ وہ علم پھر حجاب ہے۔ تو عمل شاہد ہونا چاہیے۔ اگر تسلیم و رضا کا آپ پیغام دیتے ہیں تو آپ کو تسلیم و رضا کی سمجھ آنی چاہیے۔ ہم لوگ اس بات کو کرتے ہیں جو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ تسلیم و رضا ہے' اس میں یہ نہ کرو' شور نہ مچاؤ' کھپ نہ مچاؤ' ایسے ہی چلنے دو۔ کچھ عرصے کے بعد

سمجھ آتی ہے کہ چھوڑ دینا ہی ٹھیک ہے۔اس لیے اللہ کے باب میں یہ ٹھیک ہے۔ رحمٰن اور رحیم ایسے ہی ہے۔آپ وہ سوال کریں جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو آپ کے عمل کے ساتھ تعلق ہو اور آپ کی اصلاح کے ساتھ تعلق ہو۔آپ کو جو بھی علم ملے گا وہ دوسری تفسیر میں دوسرا ہی ہوگا_____ آپ پوچھو_____

سوال:

جناب! کیا انسان کے سوچنے کا جو عمل ہے وہ کسی مقام پر آ کے رُک بھی جاتا ہے؟

جواب:

بالکل رُک جاتا ہے۔ایسی سٹیج آتی ہے جب سوچ ختم ہو جاتی ہے سوچ آگے نہیں چلتی۔ بالکل ایسا وقت آ جاتا ہے جب سوچ رک جاتی ہے۔ایک Vacuum آ جاتا ہے۔اس وقت جب آپ کسی ایک سوچ میں گم ہو جاتے ہیں تو باقی سوچیں تو ویسے ہی ختم ہو گئیں۔یہ تو Logical بات ہے ناں کہ یہ خیال آیا تو باقی سب خیال ختم ہو گئے۔ جب ایک خیال آیا ہے کہ ہم نے سفر پر جانا ہے تو مکین ہونے کے سارے انداز آپ نے چھوڑ دیئے کیونکہ کل آپ نے سفر پر جانا ہے۔اب سفر پر جانے کے لیے آپ تیار ہیں تو یہ خیال صرف آپ کے ساتھ چلے گا۔ کچھ عرصہ بعد ایک بندہ آپ کو ملتا ہے اور کہتا ہے کہ میری انگلی پکڑ لو اب وہ سوچ بھی آپ کی نہیں ہے۔انگلی آپ نے پکی پکڑی ہوئی ہے۔ جہاں وہ چلتا جاتا ہے آپ بھی چلتے جاتے ہو۔لہٰذا سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔شہر کا خیال آپ نے چھوڑا کیونکہ سفر پہ جانا تھا اور اب سفر کا خیال بھی چھوڑ دیا کیونکہ

آپ مسافرت میں کسی کے ساتھ جا رہے ہیں۔ لہٰذا سوچنے کا مقام ختم ہو جاتا ہے۔ سوچنے کا مقام فیصلے پر ختم ہوتا ہے اور فیصلے کے بعد سوچ کا مقام رہتا ہی نہیں ہے۔ بس انسان چل پڑا۔ شادی سے پہلے انسان سوچتا رہتا ہے کہ کس قسم کی شادی ہونی چاہیے اور شادی کے بعد شادی کے بارے میں سوچنا ہی ممنوع ہو جاتا ہے۔ اب سب ختم ہو گیا کیونکہ شادی ہو گئی' سوچ ختم ہو گئی۔ نیند میں آپ ہر روز سوچ چھوڑ دیتے ہو۔ کسی کام میں لگے ہوئے ہو تو سوچ چھوڑ دیتے ہو' پھر سوچ نہیں پھیلتی' خیال بالکل نہیں چلتا۔ جب آپ عمل کر رہے ہوں آپ کا جسم جب جسمانی طور پر عمل کر رہا ہو تو خیال' خیالی طور پر بند ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ وہ پھر نہیں چلتا۔ بہت کم لوگوں کو یہ نصیب ہوتا ہے کہ ان کا خیال ہمہ وقت چلتا ہے۔ ان کا قلب ہمہ وقت چلتا ہے' خیال ہمہ وقت چلتا ہے' منظر اور نظارے ان پر ہمہ وقت چلتے ہیں۔ لیکن یہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔

اور بولو _____ پوچھو۔

سوال:

آپ کی کتاب میں ''حمد'' کی ایک نظم میں آپ کا ارشاد ہے کہ ''عدم اور وجود کا خالق اللہ ہے''۔ تو وجود کا خالق تو کچھ سمجھ میں آیا لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ عدم کا خالق کیا ہے کیونکہ عدم تو عدم ہے' اس میں تخلیق کہاں ہے؟

جواب:

جو کچھ کائنات کے اندر ہے یہ سب تخلیق ہے۔ فی الحال آپ ''عدم'' کو ایک لفظ سمجھ لیں۔ وجود عالمِ وجود کے علاوہ عدم ہے۔ جس طرح خلق الموت

و الحیٰوۃ وہ حیات کا تو خالق ہے ہی لیکن موت کا بھی خالق ہے حالانکہ موت کوئی شے نہیں ہے' صرف حیات کے ختم ہونے کا نام ہے۔ تو حیات بھی کافی تھی' اللہ تعالیٰ حیات کا خالق ہے اور جب حیات ختم ہو جاتی ہے تو اسے موت کہتے ہیں۔ لیکن اس نے ''موت'' کا الگ نام بتایا کہ خلق الموت و الحیوۃ۔ تو یہ زندگی اور آخرت کی زندگی الگ الگ ہیں۔ اس لیے وجود اور عدم الگ الگ ہیں' ازل اور ابد الگ الگ ہیں حالانکہ ایک ہی شے ہے۔ یہ سارا اس کا اَمر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کے اَمر ''کُن'' سے پہلے کسی شے کا تصور بھی نہیں کرنا۔ وقت تھا اور نہیں بھی تھا' کائنات تھی اور نہیں بھی تھی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس طرح اللہ تعالیٰ لاشریک' اپنی ذات میں تنہا اور مخفی' تنہا اتنا کہ بالکل یکتا۔ اب تخلیق کی بات آئی تو پھر سارے واقعات مکمل طور پر آ گئے۔ تو پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ وجود اور عدم تیری تخلیق ہیں' عیاں تیری تخلیق ہے' نہاں تیری تخلیق ہے' اول تو نے تخلیق کیا' آخر تو نے آپ تخلیق کیا' ظاہر بھی تو' باطن بھی تو' اول بھی تو' آخر بھی تو_____ تو یہ ساری اس کی تخلیقات ہیں اور وہ ہے ان کا خالق۔ اس لیے یہ ایک مقام ہے۔ اب وہ مقام تمہارے مشاہدے میں آ نہیں سکتا کیونکہ تمہارے مشاہدے میں تمہارا اپنا آپ آ جائے تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ کائنات اتنی وسیع ہے کہ اگر کبھی تمہیں سمجھ آ جائے تو تم پاگل ہو جاؤ۔ اس لیے غفلت ہی اچھی ہے۔ بہتر ہے کہ انسان الگ ہی رہے۔ سورج کو سمجھ جاؤ گے تو خوف سے مر جاؤ گے۔ کائنات کی وسعتوں کے اندر آپ کا خیال دم توڑ جائے گا۔ بہتر ہے کہ دوستوں کے ساتھ محبت کر کے سفر کرتے جاؤ۔ مشاہدہ ہو گیا تو ذہن بالکل ماؤف ہو جائے

گا۔ مشاہدہ صرف یہ کرو کہ یہ انسان ہے' یہ کون ہے' یہ نماز ہے' یہ مسجد ہے' یہ دودھ ہے' یہ کھانا ہے' یہ پینا ہے _____ وہ کیا ہے' Immensity of time and space کیا ہے' وجودِ عدم کدھر ہے' عدم کے بعد کیا ہے' ازل سے پہلے کیا تھا' نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور خدا نہ تھا تو کیا تھا _____ ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ نہ سوچنا۔ کیونکہ مخلوق کے لیے خالق تک پوری رسائی کا امکان نہیں ہے۔ بس یہ آپ کی مجبوری ہے۔ انسان کی طبیعت جوں جوں کشادہ ہوتی ہے تو وہ محسوس کرتا ہے کہ میں اس جہانِ اجنبی میں ہوں۔ ویسے بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ زندگی میں آپ کے دوست ہوتے ہیں' بزرگ ہوتے ہیں' ماں باپ ہوتے ہیں' رشتے دار ہوتے ہیں' ماموں چچا ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ خوش گپیاں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھتے ہو تو آپ تنہا بیٹھے ہیں یعنی اپنوں کے قافلے میں چلتے چلتے آپ بیگانوں میں گھر جاتے ہیں۔ اپنے کدھر چلے گئے؟ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کیسے چلے گئے۔ ایک گھر کے اندر کل پرسوں تک سارے اپنے ہوتے تھے اور چلتے چلتے یک لخت سارے کے سارے عنوان بدل گئے' سارے بندے بدل گئے۔ گھر تو وہی ہے۔ اب یاد ہی نہیں پڑتا کہ کیا ہو گیا تھا۔ اسی گھر میں جس گھر میں آپ رہتے ہیں آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے لیکن اب وہ لوگ کہاں ہیں' کہاں نہیں ہیں۔ تمہیں تو پتہ نہیں چلتا۔ اپنی اولادوں میں کھو گئے ہو۔ تمہیں یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ آدھے تو تم ویسے ہی مر چکے ہو۔ جتنے تم نے جنازے اُٹھائے تمہاری اتنی موتیں ہو چکی ہیں تمہارے اندر رشتوں کے جتنے پردے تھے اتنے مر چکے ہیں۔ اندر آپ کے باپ کی جگہ تھی' چچا کی جگہ تھی' وہ سارے محبت ناتے مرتے مرتے

ختم ہو گئے۔ اب کہتے ہو کہ ایک دوست رہ گیا ہے اور وہ وہاں دُور رہتا ہے اس کو ملنے جاتا ہوں۔ تو آپ اپنی زندگی سے ملنے جاتے ہو آپ اپنے آپ سے ملتے ہو۔ پھر آپ کہتے ہو کہ میری گواہی ایک آدمی دے سکتا ہے اور میرے ہونے کا ثبوت وہی ہے وہ مجھے جانتا ہے۔ آپ کا ثبوت تو ماں باپ تھے وہ اب نہیں ہیں یار شتے دار تھے وہ بھی اب نہیں ہیں یا وہ جو بزرگ تھے وہ بھی نہیں ہیں تو کوئی بندہ نہیں رہ گیا اب ایک بندہ میرا ثبوت رہ گیا ہے جو میرے نام سے مجھے پکارتا ہے ____ تو وہ آپ کے ہونے کا ثبوت رہ گیا باقی سب اجنبی ہیں ان کو بتانا پڑتا ہے۔ آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کون ہیں؟ تو آپ کہیں گے کہ میرے شہر میں یہ مجھ سے پوچھتے ہو میرے محلے میں پوچھتے ہو کہ میرا نام کیا ہے۔ آپ یہاں کب سے رہ رہے ہیں؟ تو آپ کہتے ہیں کہ بیٹا تجھے کیا معلوم تیری پیدائش سے پہلے میں یہاں رہ رہا تھا۔ جب آپ کو اپنا نام بتانا پڑ جائے تو سمجھو کہ یہ بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے۔ اگر آپ کا کوئی پرانا واقف کار آپ کو دیکھے تو آپ کی شکل اتنی بدل گئی ہوتی ہے کہ وہ آپ سے پوچھے گا کہ یہاں کوئی سعید صاحب رہتے تھے ____ تو آپ کس منہ سے بتاؤ گے کہ میں وہی ہوں۔ وہ کہے گا کہ اوہ آپ کی شکل تو بالکل بدل گئی اتنی مدت کے بعد آپ کو دیکھا ہے۔ آپ کہیں گے کہ طبیعت ذرا خراب رہتی ہے۔ تو جو واقف ہوتے ہیں وہ اس حد تک ناواقف ہو جاتے ہیں۔ تو یہ زندگی ہے اور اسی کے اندر سارا کچھ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لیے آپ عدم کی پرواہ نہ کریں۔ وہ عدم کا بھی خالق ہے۔ وہ ہر شے کا خالق ہے۔ بلکہ وہ تو کہتا ہے کہ خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ خیر کا بھی میں آپ خالق

ہوں اور شر کا بھی آپ خالق ہوں' شیطان کا بھی آپ خالق ہوں۔ کمال کی بات تو یہ ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یا اللہ آپ نے شیطان کو تخلیق فرما دیا' یہ کیا کر دیا' یہ کیا رونق ہے؟ وہ کہے گا کہ یہ رونق ہے' جلوے ہیں' اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کرے شیطان مر جائے یا یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کرے کہ شیطان کو ایمان نصیب ہو۔ اس طرح آپ کا اپنا ایمان جائے گا۔ تو یہ نہ کہنا کہ یا اللہ شیطان کو معاف کر دے تُو تو رحیم ہے' کریم ہے' تیرا کیا جاتا ہے۔ جس کی سفارش نبیوں نے نہیں کی ہے تم کیسے کر سکتے ہو۔ یہ راز ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سارا شر نیکی میں بدل جائے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ بس آپ یہ دیکھو کہ آپ کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ تو وہ وجود کا بھی خالق ہے اور عدم کا بھی خالق ہے' ہونے کا بھی خالق ہے اور نہ ہونے کا بھی خالق ہے۔

اب بولو ___ سوال پوچھو گے تو پھر آپ کو چھٹی ملے گی ___ اِدھر اُدھر والوں سے بھی پوچھ لو ___ ریاض میاں بولو ___

سوال:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمینوں سے اور آسمانوں سے اور پہاڑوں سے فرمایا کہ تم یہ امانت لے لو تو انہوں نے انکار کر دیا۔ تو کیا ان میں بھی کسی سطح پہ شعور ہو گا۔

جواب:

قرآن پاک میں یہ بڑی جگہوں پر ہے کہ شعور جو ہے یہ بیان کرنے والے کے اندر ہی ہے۔ جو چیز زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی

ہے۔ اس سے بڑا شعور کیا ہوگا۔ جب وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے تو پھر شعور کی کیا بات ہے' شعور تو ہے۔ اب اس کا شعور کیا ہے؟ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اگر اللہ نے کہا ہے تو شعور ہے' آپ نہیں سمجھ سکتے۔ جس طرح اللہ کہتا ہے کہ بل احیاء و لکن لا تشعرون وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔ اس بات کا ثبوت کیسے ملتا ہے کہ تمہیں شعور نہیں ہے؟ اس کا ثبوت ہے' مثلاً وہ بیماریاں جن کا علاج جڑی بوٹیوں سے ہوتا ہے' پرانے زمانے میں جو بوٹیوں سے عقاقیر اکٹھے کرتے تھے وہ جب بوٹیوں کے پاس جاتے تھے تو بوٹیاں بولتی تھیں۔ یہ تجربے سے نہیں ہوا کہ تجربہ کرلو تو یہ ہو جائے گا' تحقیق کرلو تو پتہ چل جائے گا _____ تو وہ بوٹیاں بولتی تھیں اور ان سے باتیں کرتی تھیں کہ میں اس کام کے لیے بنائی گئی ہوں۔ تو وہ جو جاننے والا ہوتا تھا وہ بتاتا تھا کہ وہ بوٹی لے لو اور وہ فلاں کام کے لیے ہے' اس کو رگڑ کے لگا دو تو زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ تو یہ شعور تھا جو بوٹیوں کی طرف سے خود عطا ہوا' خالق کی طرف سے عطا ہوا یا بوٹی خود بولی کہ میں اس کام کے لیے ہوں۔ کچھ بزرگوں نے کہا ہے کہ بوٹیاں خود بولتی ہیں' درخت سلام کرتے ہیں کہ ہم کب سے اس جہانِ اجنبی میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تو ایسا واقعہ ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ آپ سے ہم کلام ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ یہ شعور گویائی بھی ہو' صرف شعور نہ ہو بلکہ گویائی بھی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر وجدان بھی ہو۔ صاحب وجدان انہی بوٹیوں اور درختوں سے عرفان حاصل کرتے رہے ہیں۔ پہاڑوں کے اندر ان کو آوازیں آتی رہی ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ پہاڑ کی اپنی آواز ہو۔ اس لیے جو بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سب جلوے ہیں۔

کبھی کیا ہوتا ہے اور کبھی کچھ اور ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شعور عطا فرمائے تو تمہیں ان چیزوں کا شعور مل سکتا ہے' وجدان مل سکتا ہے۔ قبریں بولتی ہیں' مردے بولتے ہیں' کس آدمی کے ساتھ؟ اس آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ یہ بولتے ہیں۔ تمہارے ساتھ تو زندہ آدمی نہیں بولتے۔ گھر آ کے اپنے بھائی کو ذرا بلا کے دیکھو وہ ایسا بولے گا کہ یاد کرو گے۔ یہ سگا بھائی ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کچھ لوگوں کے ساتھ یہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بھائی ہی ہوتے ہیں جو مخالفت کرنے والے ہوتے ہیں ___ تو بعض اوقات قبریں بولتی ہیں' سکوت بولتا ہے' سناٹا بولتا ہے' اندھیرا بولتا ہے' روشنی بولتی ہے' دیے نے شاعر سے کیا کہا' شاعر نے دیے سے کیا کہا۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اس کی مہربانی ہے۔ دعا کرو سب پہ وہ کرم کرے اور زندگی آسان آسان گزر جائے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

6

1 آپ سے درخواست ہے کہ سماع کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں کیونکہ طریقت کے کچھ سلسلے اس کو روا نہیں سمجھتے اور باقی اس کو روا سمجھتے ہیں۔اس بارے میں ہدایت فرمائیں۔

2 حضور! نماز کے لیے رغبت نہیں ہو رہی' اس سلسلے میں دعا فرما دیں۔

3 دعا فرمائیں کہ نماز عادت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جائے۔

4 موت کے بعد تو حساب ہوگا۔

سوال:

آپ سے درخواست ہے کہ سماع کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں کیونکہ طریقت کے کچھ سلسلے اس کو روا نہیں سمجھتے اور باقی اس کو روا سمجھتے ہیں۔اس بارے میں ہدایت فرمائیں۔

جواب:

میں نے شروع کے ایام میں ایک بات کی تھی کہ جب انسان کے اپنے جسم اور اس کے حواسِ خمسہ کے فنکشن کو اگر دین کے طور پر Train نہ کیا جائے تو پھر عین دین کے ساتھ وابستگی زیادہ دیر پا ثابت نہیں ہوتی۔ مثلاً آپ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' اللہ کے ساتھ لَو لگا رہے ہیں اور آپ کی آنکھ میں غیر اللہ کا منظر آ جائے تو پھر وہ جو لَو لگائی ہے اس کے اندر کمی آ جاتی ہے۔ اللہ کریم نے مہربانی فرمائی ہوئی ہے کہ اسی دنیا میں مِلا جُلا کے خیر اور شر کو پھینک دیا۔ ایک تو خیر کے اندر شر اور پھر شر کے اندر خیر ہے۔ یہ اسی دنیا کے اندر ہے۔ ایک تو خیر ہے اور ساتھ دوسرا جو احوال ہے وہ شر ہے' ایک بھائی خیر ہے اور ایک بھائی شر ہے۔ یہ دونوں دنیا کے اندر ساتھ ساتھ' آس پاس' مِلا جُلا اور بلیک اینڈ وائٹ موجود ہیں۔ پھر انسان کے اپنے اندر پیریڈز ہیں' خیر کا پیریڈ ہے' شر کا پیریڈ ہے' دونوں

سے بیزاری کا پیریڈ اور اللہ کی عبادت کا پیریڈ ہے۔ ہر آدمی کے اندر اس کے اپنے دَور آیا کرتے ہیں۔ یہ ادوار ہوتے ہیں۔ اس کو آپ یوں سمجھ لیں کہ بیٹھے بیٹھے جس طرح نیند کا ایک دَور آ جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کیا آ گیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو نیند آ گئی۔ حالانکہ اچھا خاصہ باتیں کر رہا تھا اور اچھا خاصہ باتیں سن رہا تھا' اچانک کہتا ہے کہ مجھے نیند آ گئی۔ تو کوئی چیز اس کے اندر آ گئی جو اس کو پرانے فنکشن کے اندر ویسے نہیں بیٹھنے دے گی جیسے وہ پہلے بیٹھا تھا۔ تو اچانک کوئی چیز آ گئی۔ اسی طرح بیداری ہے۔ تو انسان کو چلتے چلتے اچانک خیال آتا ہے کہ میں اللہ کو یاد کروں۔ ابھی کسی نے اس کو بتایا نہیں۔ یہ خود بخود اس کے اندر احساس پیدا ہو گیا۔ بڑھاپا بھی نہیں ہے' موت بھی نزدیک نہیں ہے' اچانک اس کو خیال آ گیا کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور عبادت کرتے کرتے اچانک خیال آ گیا کہ چلو پھر کبھی عبادتیں بھی کر لیں گے۔ انسان کی فطرت میں وسیع خیالات اور مختلف خیالات کے ساتھ وابستگی جو ہے وہ فطری عمل ہے۔ ابھی اس کو کسی نے ٹریننگ نہیں دی۔ ایک وقت آتا ہے کہ انسان کو اچانک خیال آتا ہے کہ چلو پیسہ جمع کر لیا جائے۔ تو اس نے پیسہ جمع کیا' گنتی شروع کر دی' پھر جمع کیا' پھر گننے لگا_____ پھر ایک دن خیال آیا کہ میں کیا جمع کر رہا ہوں' یہ خرچ ہی کر دوں۔ پھر وہ خرچ کرنے لگ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر فطرت کی طرف سے عجب عجب خیالات کی کارفرمائی بذاتِ خود فطری عمل ہے۔ ہر انسان جو ہے اس میں ہر قسم کی کیفیت کا پیدا ہونا ایک فطری بات ہے۔ یعنی وہ جو نیکی تلاش کرنے نکلا تھا وہ بدی بھی تلاش کر سکتا ہے۔ تو یہ انسان ہے۔ اس کو انسان اس لیے کہتے

ہیں کہ آخری دم تک نیک انسان کو بُرا ہونے کا خدشہ رہتا ہے اور بُرے انسان کے لیے نیک ہونے کے امکانات ہیں۔ اس لیے جب تک انسان مر نہ جائے اُسے نیک یا بد نہ کہا کرو۔ عین ممکن ہے کہ ایک گناہ گار ولی اللہ ہو کے مرے۔ اس لیے اچھائی برائی کا فیصلہ بالکل کبھی نہ کرنا کیونکہ جب تک ایکشن ہو رہا ہے' گیم آف لائف جاری ہے' زندگی کا کھیل چل رہا ہے' تو گناہ کا جتنا بوجھ ہے تو اچانک ایک دن چٹھی آ جاتی ہے' اطلاع آ جاتی ہے کہ یہ معاف کیا۔ اگر گناہ معاف ہو جائیں تو گناہ کی وجہ سے جو ہم نے اُسے برا کہا وہ ہماری غلطی ہوگی۔ کیونکہ ہم کسی انسان کے حال اور ماضی کے متعلق جانتے ہیں اور اس انسان کا فیصلہ ابھی مستقبل میں ہونا ہے۔ اس لیے جب تک یہ پتہ نہ ہو کہ مستقبل کیا ہے تو اُس وقت تک فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ کچھ شخصیتوں کے Traits اور پہلو ایسے ہوتے ہیں کہ جس کے لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالباً امکان یہ ہے کہ اس کا آگے جا کے کوئی نہ کوئی حادثہ ہو جائے گا کیونکہ یہ آدمی اور برائی کر رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو ظلمات سے نکال کے نور میں داخل کر دیا جائے' یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں' یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو نیک ساتھی مل جائے اور اچانک اس پر نیکی غالب آ جائے۔ اس لیے زندگی میں بڑے امکانات ہیں۔ چونکہ بکھرے ہوئے امکانات ہیں' خیر کے بھی امکانات ہیں' شر کے بھی امکانات ہیں' صحت کے بھی امکانات ہیں اور بیمار ہونے کے بھی امکانات ہیں۔ اس لیے ابھی فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کہ کسی انسان کے ساتھ کل کا کیا ہوگا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ عین ممکن ہے کہ صحت مند بیمار ہو جائے اور بیمار صحت مند ہو جائے' امیر جو

ہے وہ غریب ہو جائے اور غریب امیر ہو جائے۔ اللہ نے کہا ہے کہ میں رات سے دن اور دن سے رات پیدا کرتا ہوں۔ یہ بڑی خاص مثال ہے۔ اُس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں ملک دیتا ہوں' ملک لے لیتا ہوں' حکومت عطا کرتا ہوں اور حکومت چھین لیتا ہوں۔ حکومت کے بعد حکومت سے محرومی ایک عجب راز ہے۔ حکمران کے لیے حکمران نہ رہنا ایک عجیب کیفیت ہے۔ رعب دار باپ کے لیے بے رعب اور غیر ضروری اثاثہ بن کے گھر میں رہنا ایک عجب بات ہے۔ پہلے وہ اتنا رعب اور جلال والا آدمی تھا کہ گھر میں آتا تو در و دیوار سہم جاتے اور اب وہ آدمی جو ہے غیر ضروری بن کے ایک کونے میں پڑا ہوا ہے As it کہ وہ Happen ہی نہیں ہو رہا۔ وہی آدمی Same old man اب غیر ضروری ہو گیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ایک عجب راز رکھا ہوا ہے کہ تُو نے جن کے لیے اتنے گناہ کیے' جن بچوں کے لیے اتنا بڑا تردد کیا' تو نے اللہ کو جن بچوں کے لیے چھوڑا' اب ان بچوں نے تجھے چھوڑ دیا۔ جن دوستوں کے لیے تو نے اللہ کو چھوڑا' آج وہ دوست تیرے پاس سے اجنبی ہو کے گزر رہے ہیں۔ تو یہ واقعات فطرت سکھاتی رہتی ہے۔ یہ اُتار چڑھاؤ' بادشاہت' غریبی' دیس' پردیس اور اس طرح کے واقعات میں کوئی خواہش شامل نہیں ہے بلکہ یہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ زندگی کے اندر ہر انسان پر اُتار چڑھاؤ کے حالات آتے رہتے ہیں۔ ٹریننگ نہ ہو تو وہ اچانک بغیر سوچے سمجھے چل پڑتا ہے کیونکہ اُس کے جی میں آئی کہ چلو نکل چلو۔ پھر خیال آیا کہ کہاں جانا ہے' چلو واپس چلو۔ تو انسان یہ سب کرتا رہتا ہے جب تک اُسے کوئی حکم دینے والا نہ ہو۔ پھر وہ نفس کے حکم پر چلتا ہے۔

نفس کا معنیٰ آپ ارادہ لے لو خواہش لے لو کہ چلو آج مٹھائی کھانا اور اگر مٹھائی سے نقصان ہے تو نمکین ہی کھالو۔ مقصد یہ ہے کہ انسان یہ کرتا رہتا ہے۔ اس دنیا کی ساری زندگی کے ساتھ' تمام نظاروں کے ساتھ اور دنیا کی تمام کیفیات کے ساتھ انسان کی وابستگی ہے۔ آپ کے ذمے صرف ایک چیز ہے کہ آپ اپنے اس وجود کو کسی خیر کے راستے پر گامزن کرو۔ روح کا گناہ کوئی نہیں ہے' روح تو بخشی بخشائی چیز ہے' روح کو سزا بھی نہیں ہے۔ تو یہ بدن اور روح کے رشتے کی بات ہو رہی ہے۔ آگے کیا ہوگا' اس کی بات بھی نہیں ہو رہی۔ آپ کے ذمے ایک کام ہے کہ جب تک آپ کے بدن اور روح کا رشتہ قائم ہے تو اس کو کامیاب راستوں پر چلانا۔ ہر آدمی کامیاب ہونا چاہتا ہے اور دیکھو تو ہر آدمی ناکام ہے۔ چور بھی اپنے آپ کو کامیاب چور بنانا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں پتہ کہ یہ فنکشن بذات خود ہی بُرا ہے۔ اس لیے کوئی آدمی اپنی ذات کے ساتھ برائی نہیں کرتا مگر آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ برائی کر گیا۔ اگر کسی کی صحت خراب ہو تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ تم نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے' تم نے اپنی صحت کو خراب کر دیا' تم نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا ہے' تو نے کیا برائی شروع کر دی۔ گویا کہ وہ جو ہلاکت میں ڈالنے والا ہے وہ نہیں جانتا کہ میں ہلاکت میں ڈال رہا ہوں' وہ اپنی طرف سے اپنے لیے بہتری کر رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لگاتار جاگنا شروع کر دے اور صحت آگے پیچھے ہو جائے تو اس سے پوچھیں کہ تم نے یہ کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تو اچھا سوچ کے کیا تھا۔ اس لیے اچھا سوچنے کے باوجود' اچھا کرنے کے باوجود' ضروری نہیں کہ وہ اچھی سوچ ہو اور اچھا عمل ہو۔ آپ بات سمجھ رہے

ہیں؟ اب میں نے یہ کہا ہے کہ ہر انسان کا اس دنیا کے خیر و شر کے ساتھ' احوال کے ساتھ' دو قسم کا رشتہ ہے۔ ایک تو یہ کہ اس خیر اور شر کی کیفیات کے ساتھ رشتہ ہے' وہ تحریر میں آئے' صرف خیال آ جائے' اچانک دل میں واردات پیدا ہو جائے _____ تو یہ خیال ہے۔ بعض اوقات کسی انسان سے رشتہ ہوتا ہے اور وہ انسان خیر اور شر آپ کے اندر Filter کرتا رہتا ہے' Infuse کرتا ہے۔ ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہم اُسے کہتے ہیں کہ یہ دوست ہے ہمارا' بیوی ہے' دوست ہے' رشتے دار ہے' یہ چیز تو کوئی ضروری نہیں ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر میرا خیال ہے کہ بہت ماڈرن لائف ہو گئی ہے' لہٰذا یہ چیز ضروری ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ اچھا کوئی بات نہیں' وہ کہتے ہیں تو کر لو۔ تو ''وہ کہتے ہیں'' اور ''کر لینے میں'' بڑا لمبا فاصلہ ہو جاتا ہے۔ تو کسی دوست یا رشتے دار کی بات کو ماننا یا سماج کی بات کو بھی آپ نے مانا۔ مثلاً یہ جو برتھ ڈے منائی جا رہی ہے' جنم دن' پیدائش کا دن' اس کا کہتے ہیں کہ یہ تو بڑی معمولی سی بات ہے' بچے کرتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ کرنے کرنے میں پھر گفٹ لو' گفٹ دو' ایک نئی رسم کا احیاء کرو' پھر گھروں کے اندر بات کہاں سے کہاں نکل جاتی ہے' بچے بچیوں میں خوشی کے مقامات پھر اور طرح کے ہو جاتے ہیں۔ شادیوں پر آپ دیکھو تو پہلے آہستہ آہستہ گانا' پھر رقص اور پھر پتہ نہیں کیا کیا ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ بچے بچیاں ہیں' کوئی بات نہیں' شغل ہے' میلہ ہے۔ لیکن کرتے کرتے بات کہاں نکل جاتی ہے۔ سماج کے رواج' سماج کے تعلقات' کسی رشتے دار کے ساتھ رشتے داری' کسی دوست کے ساتھ تعلق' تو وہ آہستہ آہستہ آپ کو ایسے گمراہ کرے گا جیسے کہ

رہنمائی کر رہا ہے۔ تو ایسی رہنمائی کرے گا کہ گمراہی دے جائے گا۔ تو سب سے خطرناک دوست جو ہے وہ جب رہنمائی کے انداز میں جب آپ کے پاس آیا تو آپ کو رہنمائی کی بجائے غلط راستے پر چلا گیا اور ایک بُری عادت دے گیا۔ تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ احوال کے اندر، دوستوں کے اندر، رشتے داری کے اندر، اچانک ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ انسان Pure نیکی کی تمنا میں نکلتا ہے، نیک لوگوں کی تمنا میں نکلتا ہے۔ اور پھر جس طرح وہ چاہتا ہے اُسے نیک آدمی نہیں ملا تو وہ Rejected پھر دوسرے کے پاس گیا اور محسوس کیا کہ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ تو وہ بھی Rejected، فیل۔ اس طرح فیل کی عادت بن جاتی ہے۔ جہاں جاتا ہے پہلے ہی فیل۔ ایک آدمی کو کسی نے بتایا کہ دریا کے کنارے جو سنگریزے ہیں اُن کے اندر پارس ہے۔ وہاں بے شمار سنگ ریزے تھے۔ وہ وہاں بیٹھ گیا، ہاتھ میں لوہے کی ایک انگوٹھی لی، پتھر کو اُٹھاتا، انگوٹھی پر گھستا، کچھ بھی نہ ہوتا تو اُسے دریا میں پھینک دیتا۔ پھر وہ کنکر اُٹھاتا، پتھر کو رگڑتا اور پھینک دیتا۔ حتیٰ کہ یہ اس کی عادت ہو گئی کہ اٹھایا، لگایا اور پھینکا۔ پھر وہ کنکر اُٹھایا، لگایا اور پھینکا۔ اتنے میں اس نے پارس کو بھی اٹھایا، لگایا اور پانی میں پھینک دیا۔ پھینکنے کے بعد پتہ چلا کہ انگوٹھی تو سونے کی بن گئی ہے۔ تو اس کی عادت سی بن گئی تھی۔ یعنی کہ غلط کا انتخاب اور صحیح کا نہ انتخاب بھی آپ کی فطرت بن گئی ہے۔ اب میں آپ سے یہ بات کر رہا تھا کہ انسان کا تعلق اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعے بھی ہے۔ پہلے کیا کہا تھا؟ کہ احوال کے ذریعے، سماج کے ذریعے، سماجی عادت کے ذریعے، طور طریقے کے ذریعے، رشتے داریوں کے

ذریعے' دوستی کے ذریعے _____ اور یہ بھی کہ حواس کے ذریعے۔ اب یہ حواسِ خمسہ جو ہیں ان کا نفس کی پہچان میں بڑا اہم مقام ہے۔ روح بعد میں آتی ہے یعنی روح کا مقام بعد میں ہے۔ ابھی حواسِ خمسہ کی بات کر رہے ہیں۔ اگر دیکھنے والی آنکھ موجود ہے تو نظارہ ضرور تاثیر دے گا۔ اب نظارے کا تعلق آپ کی آنکھ کے دم سے ہے۔ نظارے خیر اور شر دونوں کے موجود ہیں۔ خیر بعض اوقات ایسے ہوتی ہے جس میں چمک نہ ہو حالانکہ وہ خیر ہے۔ اور شر بعض اوقات اس انداز سے آتی ہے کہ اس میں چمک ہو اور تاثیر ہو اور آپ پہچاننے میں غلطی کر جاتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ جو آنکھ ہے اس نے دیکھنا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بات بتائی ہوئی ہے کہ انسانی آنکھ کے دیکھنے کا تعلق آپ کی باطنی صلاحیتوں سے ہمہ وقت رہتا ہے۔ جب آپ نظارہ دیکھتے ہیں' آنکھ جب مصروف ہوتی ہے' محوِ نظارہ ہوتی ہے تو نظارہ بذات خود تاثیر کرتے کرتے اور تاثیر بنتے بنتے آپ کے باطن میں اُتر جاتا ہے۔ اگر آنکھ وہ چیز یا واقعہ دیکھ رہی ہے اور واقعہ آپ کے ذہن میں اُترا تو آپ یہ سمجھ لیں کہ وہ جو واقعہ آپ دیکھ رہے ہیں وہ آپ کو عقل سکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وانظروا کیف کان عاقبة المکذبین پھر تم دیکھو کہ کیا ہوئی عاقبت جھوٹوں کی۔ جب آپ دیکھ رہے ہو تو یہ بستی' یہ جو کھنڈر ہے کسی زمانے میں محل ہوتا تھا اور یہ بستی کبھی بستی ہوتی تھی' یہ اُجاڑ کبھی آباد تھی۔ پھر آپ کھڑے ہو کے کہتے ہیں کہ کہاں گئی وہ دنیا اور کہاں گئے وہ لوگ' یہ سارا دارِ فانی ہے' اور ان کی غرور والی فطرت جو ہے' سر پر غرور جو ہے وہ چکنا چُور ہو گیا۔ اب آنکھ نے آپ کو خود بخود علم کا جلوہ

سکھا دیا۔ آپ نے خود کچھ بھی نہیں کیا۔ آنکھ نے ذہن کو Contact دیا۔ اُس آنکھ Trained ہو تو نظارے کو دل کی طرف بھیج دیتی ہے اور پھر آپ کہتے ہیں کہ سبحان اللہ فتبارک اللہ احسن الخالقین ۔تو کیا حُسن و جمال ہے یہ ؎

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے

اب آنکھ دیکھ رہی ہے اور دل پہ اثر ہو رہا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ خسروؒ نے دیکھا ہے یہ نظارہ۔ جب حضرت امیر خسروؒ یہ نظارہ دیکھیں گے تو وہ کیا دیکھیں گے؟ ؎

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے

سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

اب آنکھ نے حضرت امیر خسروؒ کو جلوۂ حقیقت دِکھا دیا۔ عین ممکن ہے کہ انہوں نے محفلِ شیخ ہی دیکھی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ ''خدا خود میرِ مجلس'' میں انہوں نے عین خدا تو نہیں دیکھا کہ اللہ میرِ مجلس بن کے بیٹھے ہوں گے۔ اب اُن کو اپنے شیخ کی محفل میں وہی جلوہ نظر آیا ؎

پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے

سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم

خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسروؒ

محمدؐ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اب یہ آسمانی نقشہ ان کو زمین پر نظر آیا ہوگا۔ اب جو ان کی آنکھ تھی، سعید آنکھ تھی، اس نے سعادت دِکھا دی۔ آنکھ نے جلوے کو کہاں بھیجا؟ دل کی

طرف بھیجا کہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں' یہ دیکھ رہے ہیں کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ اگر آنکھ جلوے کو دل کی طرف بھیجے تو اس کو پھر دلبری نظر آتی ہے۔ آپ کو یہ بات سمجھ آئی؟ دلبری سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں حُسن نظر آیا۔ آنکھ جب نظارہ آپ پر Convey کرتی ہے' دل کی طرف کرتی ہے' تو دل کے اُس نظارے کا حُسن جو ہے وہ آپ کو فطرت کے حُسن کے ساتھ ہم کنار یا ہم تعلق کرتا ہے۔ گویا کہ آپ کا رابطہ فطرت کے ساتھ' عقیدت کے ساتھ' کسی ایک منظر کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے یعنی پوری فطرت کے ساتھ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے بے شمار مناظر پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً یہ پھول ہے' یہ خوشبو ہے' یہ بادل ہیں' یہ چاند ہے' یہ صرف اس لیے نہیں کہ آپ صرف انہیں دیکھتے رہیں بلکہ یہ فطرت میں داخل ہونے کے لیے سارے دروازے ہیں۔ آپ اگر کسی ایک چیز کو بغور دیکھنا شروع کریں تو یہ صناعی فطرت کے ساتھ ہی صنعت آپ کو بتادے گی کہ صانع کی حقیقت کیا ہے۔ تو آدمی کا تعلق اس کی صنعت سے ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟

پہچان لیا تجھ کو تیری شیشہ گری سے
آتی ہے نظر فن سے ہی فن کار کی صورت

تو فن سے فنکار کا تعارف ہوسکتا ہے اگر آپ کی آنکھ اس نظارے کو آپ کے دل پہ Convey کرے اور اگر وہ نظارہ نفس کی طرف چلا جائے تو پھر غلط خواہشات کے ساتھ آپ یہ کہیں گے کہ میرا خیال ہے کہ سارے ہی خزانے کو لوٹ رہے ہیں' اگر میں نے دو پیسے اُٹھا لیے تو کیا ہوا۔ تو وہ کہے گا کہ ایسا منظر تھا

کہ سارے ہی کھائے جا رہے تھے' سارے ہی لوٹتے جا رہے ہیں اور اگر میں نے اس میں سے دو اینٹیں اُٹھالی ہیں اور مکان بنالیا ہے تو کسی کا کیا جاتا ہے۔ اب وہ منظر آنکھ نے کہاں بھیج دیا' نفس کی طرف۔ اور وہ بھی اسی نفس میں مبتلا ہو گیا۔ یہی ہوتا ہے کہ شر کے ساتھ شر کو شعلہ ملتا ہے' آہستہ آہستہ۔ تو آنکھ نے وہ منظر نفس کی طرف Convey کر دیا۔ کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے احساسِ گناہ پیدا ہو جاتا ہے یا خواہشِ گناہ پیدا ہو جاتی ہے۔ ابھی خواہشِ گناہ ہے' حالتِ گناہ نہیں ہے مگر منظر کے ساتھ ہی خواہشِ گناہ کا پیدا ہونا ایک عجب بات ہے۔ حالانکہ زندگی کے سفر میں وہ بندہ صحیح سلامت جا رہا تھا' اچانک اس کو آنکھ نے غلط رپورٹ کر دی' ایسے مقام کو رپورٹ کر دیا جہاں شر کے سوا کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ تو آنکھ کی ٹریننگ نہیں تھی' اس لیے اس کو ایسی جگہ Convey کیا کہ انسان کا احساس جو ہے وہ پراگندہ ہونا شروع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ زندگی ظلم ہے اور کیا ہے _____ تو اس آنکھ نے زندگی میں صرف ظلم ہی دیکھا۔ دوسرا کہتا ہے کہ زندگی رحم ہی رحم ہے' میں نے ہزار بار دیکھا ہے لوگوں کو رحم کرتے ہوئے۔ کہتا ہے کہ لاہور شہر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو وہ پہلا آدمی کہتا ہے کہ یہاں تو گناہ ہی گناہ ہے۔ دوسرے سے پوچھا کہ تم بتاؤ لاہور شہر کے بارے میں تو وہ کہتا ہے کہ فقیر ہی فقیر ہیں سارے' یہ خانقاہوں کی بستی ہے۔ اب پہلے کو شر نظر آئے گا اور دوسرے کو خیر نظر آئے گی۔ یہ آنکھ کا کام ہے کہ جلوہ کدھر بھیج رہی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ آنکھ نے جدھر رپورٹنگ کرنی ہے وہاں تاثیر ہو

جاتی ہے' آنکھ نے بعض دفعہ ایسی چیز دیکھی کہ غصہ پیدا ہوگیا۔ کوئی اور بات نہیں ہوئی' صرف دیکھا اور غصہ پیدا ہوگیا۔ ایک آدمی دوسرے آدمی پر زیادتی کر رہا ہے اور تیسرا آدمی پاس سے گزر رہا ہے تو انہیں دیکھتے ہی اُسے غصہ آ گیا۔ آپ بات سمجھے ہیں؟ کسی کو دیکھتے ہی پیار آ گیا اور کسی کو دیکھتے ہی نفرت پیدا ہوگئی اور کسی کو دیکھتے ہی عبادت کا خیال پیدا ہوگیا اور کسی کو دیکھتے ہی عبادت سے محروم ہوگیا۔ یہ سب صرف دیکھنے سے' دیدار سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دیکھنا بذاتِ خود ایک علم ہے اور منظر بذاتِ خود علم کی دعوت ہے۔ یہ کتابوں کی بات نہیں ہو رہی۔ اس لیے کہتے ہیں کہ دیکھنے میں جمالیات دیکھو' خدائی پیمانے دیکھو' جمالیات کے سانچے دیکھو' آستانے دیکھو۔ آستانے سے اگر اور کچھ نہیں ملا تو آستانے سے کیفیت مل گئی۔ تو کوئی ایسی بات ہے کہ ان لوگوں نے موت کو میلہ بنا دیا۔ اس کے پیچھے بات ضرور ہے۔ پھر آنکھ نے اس طرح جلوہ دکھایا کہ آپ کسی اور انداز کے انسان بن گئے۔ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر کوئی آدمی غلط نیت رکھتا ہو تو آنکھ اسے Misguide کرے گی۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ آدمی میرا رشتے دار تھا' یہ امیر کیسے ہوگیا؟ تو وہ مقابلہ کرتے کرتے مر جائے گا۔ کیونکہ آنکھ نے اس کو غلط راستے پر چلا دیا۔ صرف آنکھ نے۔ مثلاً پیار کی جو خوشبو ہے اس سے زندگی کٹتی جاتی ہے' خوشبو دھوکے کی بھی ہوتی ہے' خوشبو جو ہے وہ الطاف و اکرام کی بھی ہوتی ہے۔

بھٹک رہا تھا میں سود و زیاں کے صحرا میں
تیرے دیار میں لائی مجھے تیری خوشبو

تو یہ خوشبو جو ہے اس دیار میں لائی ہے۔ اسی طرح جو حجاز جانے والے ہیں وہ دیکھیں گے کہ مکہ معظمہ کی خوشبو اور ہے اور مدینہ منورہ کی خوشبو اور ہے۔ تو خوشبو کا فرق ہے۔ خوشبو جو ہے اس کا لطیف روحوں کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ الگ الگ خوشبوئیں ہوتی ہیں۔ خوشبو کا تعلق آپ کے احساس کے ساتھ ہے۔ تو آپ کی خوشبو کی Sense' آنکھوں کی Sense اور پھر آپ کا بولنا۔ بعض اوقات انسان تُرش بولتا ہے' بعض اوقات آہستہ بولتا ہے۔ کوئی غیر آ جائے تو بسم اللہ اور کوئی اپنا بندہ آ جائے تو کہے گا چل پیچھے ہو۔ تو وہ غصّے سے بولتا ہے۔ جس طرح اولاد کے ساتھ انسان غصّے کے ساتھ بولتا ہے۔ تو جہاں غصّہ کرنا ہوتا ہے وہاں نہیں کرتا۔ تو یہ زبان جو غصّے سے بولتی ہے یہ اس انسان کی کیفیت کی Indication ہے۔ زبان کی ٹریننگ یہ ہے کہ اگر غصّہ آیا ہو تو بھی غصّے سے نہ بولو۔ اگر زبان کی ٹریننگ ہو جائے تو زبان دعا دیتی ہے' زبان قرآن بولتی ہے اور ٹریننگ نہ ہو تو زبان بددعا دیتی ہے' فحش گانے گاتی ہے اور زبان ہر طرح کی حرکات کرتی ہے۔ آدھے لوگوں کی گرفت زبان کی وجہ سے ہوگی۔ گرفتار لوگوں میں آدھے لوگ شرِ نفس کے ہوں گے اور آدھے زبان کے ہوں گے۔ تو آپ کے وجود کا یہ جو چھوٹا سا حصّہ ہے یہ بہت کارستانیاں کرتا ہے' یہ خیر کے راستے پر بھی اور شر کے راستے پر بھی۔ بڑی مرصّع زبان والا بدنیت بھی ہو سکتا ہے' اُس کے بڑے الفاظ ہوں گے' زیر و بم ہوگا اور واللہ باللہ کر کے آپ کو گمراہ کر سکتا ہے' کلمہ پڑھ کے جھوٹ بول سکتا ہے۔ آنے والی جو حکومتیں ہوں گی وہ پتہ نہیں موجودہ حکومتوں کے بارے میں کیا کہیں گی۔ مقصد یہ کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے

قرآن پڑھ کے سچ بولا یا جھوٹ بولا۔ تو زبان جو ہے یہ انسان کے لیے خیر اور شر کی سند ہے۔ انسان کا باطن عام طور پر اس کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے۔ جس طرح آنکھ Receive بھی کرتی ہے اور Impart بھی کرتی ہے' جلوہ بھی دیتی ہے۔ جب یہ دوسری آنکھ سے ملتی ہے تو جلوہ دیتی بھی ہے اور Receive بھی کرتی ہے۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ آنکھیں چار ہونا ایک محاورہ ہے۔ آپ سمجھتے ہیں ناں؟ تو دونوں کی آنکھیں جلوہ دے بھی رہی ہیں اور Receive بھی کر رہی ہیں۔ اب آیا آپ کا سوال کہ سماع کے بارے میں کیا خیال ہے۔ سماع کان کا فنکشن ہے۔ جب انسان کی روح اپنی تنہائیوں میں یا اپنے اندر خواہش کرتی ہے تو وہ کانوں کو مجبور کرتی ہے کہ تُو کوئی نغمہ لے آ۔ پھر انسان اس سفر پر نکلتا ہے کہ کہیں سے کوئی نغمہ آئے کیونکہ روح کو خوراک چاہیے' روح پژمُردہ ہو رہی ہوتی ہے' روح افسردہ ہوتی ہے' وہ کہتی ہے کہ دوست کی آواز ملے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تمہاری سب آوازیں سُن رہا ہوں مگر ان سب آوازوں میں وہ آواز نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ان دونوں آوازوں میں تیری کون سی آواز ہے' یہ بھی آواز ہے' وہ بھی آواز ہے مگر وہ آواز کہاں۔ گویا کہ رُوح نے کچھ آوازوں کے ساتھ کسی زمانے میں آسودگی پائی تھی' اب ان میں سے کوئی آواز نہ ملے تو روح بے چین ہو جاتی ہے کہ وہ آواز کہاں ہے۔ روح آواز کی متمنی ہوتی ہے اور آواز کی تلاش میں نکلتی ہے۔ تو آوازوں کے سفر یا آواز سُننے کے سفر پر وہ چلتا جا رہا ہے۔ اگر آپ آواز کے طور پر سوچیں تو یہ دنیا آواز ہی آواز ہے۔ کسی زندگی کا ثبوت اس کی آواز سے ہے۔ ہر طرف آپ کو آوازیں آئیں گی۔ خاموش آوازیں بھی

آئیں گی۔ بولنے والی آوازیں بھی آئیں گی' سناٹوں کی آوازیں بھی آئیں گی' چیخنے کی آوازیں بھی آئیں گی' کرب کی آواز آئے گی' درد کی آواز آئے گی' نغمگی ہوگی' افسردگی ہوگی _____ تو بے شمار قسم کی آوازیں ہوں گی بلکہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ آواز سے انسان پہچانا جائے گا۔ جس طرح آپ شکل سے انسان کو پہچانتے ہیں کہ یہ کس قسم کا انسان ہے' اس کے Behaviour سے پہچانتے ہو اور کبھی کبھی بیس سال گزارنے کے بعد بھی نہیں پہچانتے کہ یہ کون ہے۔ تو آواز بھی پورا انسان ہے۔ اب بات سمجھ رہے ہیں؟ سب سے پہلے اس کائنات کی تخلیق میں اللہ کریم کی جس پہلی صفت کا اظہار ہے وہ تھا ''کُن'' اور ''فیکون'' اس کا عمل ہے' ''کُن'' اس کی آواز ہے یعنی کہ ''ہو جا''۔ گویا کہ پھر آوازوں کا سلسلہ چل پڑا۔ تو روح کی تمنا اگر ہو نغمے کی تو پھر انسان سماع کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اب اگر سماع میں صفات موجود نہ ہوں تو پھر اس نغمے کی خواہش جو ہے وہ گمراہ کر سکتی ہے۔ آواز کی اتنی طاقت ہے کہ اگر کہیں کہ ''بڑھے چلو مجاہدو'' تو وہ سارے جا کے مر جاتے ہیں' شہید ہو جاتے ہیں۔ تو وہ نغمہ ''صف شکن مجاہدو'' جب زیر و بم کے ساتھ آیا تو انسان کے اندر خون میں تیزی پیدا ہو گئی۔ اس طرح آواز جو ہے اس کا دیکھو کہ ''مثنوی مولانا رومؒ'' آواز سے شروع ہو رہی ہے کہ نَے کو دیکھو' بنسری کو دیکھو' اس کے اندر آواز کس کی ہے' غالباً کسی دوست کی جدائی کی فریاد لگ رہی ہے' یہ کسی درخت کے ساتھ تھی اور اب وہاں سے جدا ہو گئی تو اس سے نغمہ نکل رہا ہے' میں بھی بذاتِ خود ایک نغمہ ہوں' یہ جدائی ہے' ہم کسی اور دنیا سے آئے' اس دنیا میں ہم رہے' ہماری آواز اور ہمارا شعر و سخن بھی ایک

فریاد ہے ـــــــ گویا کہ یہ نغمہ ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جب تک اس کی بھی ٹریننگ نہ ہوتو آواز گمراہ کر سکتی ہے۔ آواز کے بارے میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے صحرا دیکھا ہوا ہے، وہاں اونٹ کو مارنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے، صرف حُدی خوان کا ایک نغمہ ہوتا ہے، وہ اس طرح گاتا ہے، الاپتا ہے کہ اونٹ بھاگ پڑتا ہے۔ یعنی کہ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہوا کہ اونٹ تیز چل پڑے ہیں تو بتایا گیا کہ یہ جو حدی خوان ہے اس کی آواز کی وجہ سے ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ذرا میرے سامنے الاپو۔ اس نے الاپا تو اونٹ اچھلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس ـــــــ آواز کی تاثیر اونٹ کے لیے ایک عجب مقام ہے جس طرح ڈھول کے مطابق اچھے خاصے شریف آدمیوں کے پاؤں ہل جاتے ہیں ؎

بہر طرزِ کہ می رقصانیم اے یار می رقصم

تو جب ''رقصم رقصم'' ہوگا تو سارے وجود میں رقص شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہے آواز کی بات۔ اس لیے اگر نغمہ سُننے کی خواہش ہو اور یہ خواہش نفس کی نہ ہو، یہ خواہش روح کی ہو تو پھر فرمایا فرمانے والوں نے کہ اس کی کچھ شرائط ہیں، پہلی یہ کہ گانے والا مصفا ہو۔ اگر گانے والا جو ہے وہ بد باطن ہے تو اس کی آواز غلط تاثیر دے گی کیونکہ وہ بدنیت ہے ہر چند کہ اچھی بات ہو اور اچھا قول ہو۔ اس لیے پرانے زمانے میں قوال بھی اچھا ہوتا تھا، قول بھی بزرگ کا ہوتا تھا، میرِ محفل بھی اچھے تھے اور سامعین بھی اچھے تھے، اس طرح ایک کیفیت مرتب ہو جاتی تھی، تو آواز آواز میں ہی کام ہو جاتا تھا۔ اب تو نہ کوئی میرِ مجلس ہے اور نہ کوئی قوال ہے۔ قوال کی ذاتی زندگی ایک بھیانک قسم کی زندگی ہے۔ اس لیے یہ قوالی جو ہے اپنا فنکشن ترک کر چکی

ہے کیونکہ وہ میرِ مجلس نہیں ہے۔ جب انسان قوالی کی توجہ میں مصروف ہوتا ہے تو میرِ مجلس وہاں اپنی توجہ دے دیتا تھا۔ توجہ کے ذریعے اس انسان کا مسئلہ حل ہو جاتا تھا' عُقدہ کشائی ہو جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ قوالی سُننے کے لیے انسان کو تین دن کا فاقہ ہو' بھوک لگی ہوئی ہو' روح سماع کو سُننا چاہے' کھانا بھی تیار ہو' پھر روح اگر سماع کی طرف جانا چاہے تو پھر چلی جائے۔ جو انسان کھانا ترک نہیں کر سکتا' جو نیند ترک نہیں کر سکتا' اس کے لیے سماع کو سُننا منع ہے۔ کیونکہ سماع جو ہے یہ روح کی عبادت کا ایک حصہ ہے اور یہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ وجود سے نکل آنے والے کے لیے سماع جو ہے یہ روح کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔ اگر زندگی وجود میں رہنے والی ہے تو سماع نہیں ہے۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا شوق ہے سماع کا لیکن یہ جو رائج الوقت سماع ہے یہ ایسے ہے جیسے کوّے کی آواز ہے۔ تو یہ نو سو یا ساڑھے نو سو سال پہلے کی بات ہے۔ اس لیے اگر سُننے کی خواہش ہو تو قرآن سُنو' سُننے کی خواہش ہو تو نعت سُنو۔ یہاں تک تو بات صحیح ہے۔ مگر اس سے آگے بہت ساری باتیں قوالوں کی ذاتی زندگی کے نقص کی وجہ سے نقص والی ہو گئی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اب کسی کا نام کیا لینا ہے آپ کو تو پتہ ہے کہ کون کیا کرتا ہے' کہ آپ کے ہاں ایک بڑی مشہور قوالی ہے جو کہ نعت بھی ہے' یہ بہت اچھی قوالی ہے' گائی بھی اس نے بہت اچھی ہے۔ اس کا ایک مصرعہ ہے کہ ؎

ہوس تھی دید کی معراج کا بہانہ تھا

اللہ کے نام کے ساتھ "ہوس" کا لفظ لگا کے آپ کو یہ قوالی سُننا منع ہے۔ بات سمجھ آئی؟ یہ اللہ کو کہہ رہا ہے کہ اس کو اپنے حبیبؐ کی "دید کی ہوس" تھی۔ یہ لفظ

اللہ کے احترام کے خلاف ہے۔ نعت سے ادب نہیں ہوسکتا جب تک اللہ کا ادب نہ ہو۔ اس لیے تمام تر خوبیوں کے باوجود یہ سُننا منع ہے۔ اگر اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے مقامات کو Confuse کر دیا جائے تو پھر سماع کیا رہ گیا۔ پھر تو سماع نہ رہ گیا۔ ایک جگہ پر سماع ہو رہا تھا۔ میں نے خود دیکھا۔ قادری سلسلے کے بزرگ تھے۔ سگریٹ بھی چل رہا ہے' حقہ بھی چل رہا ہے' سماع بھی ہو رہا ہے۔ صبح کی اذان ہوگئی تو سماع بند ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ لو اب آیا مولوی اللہ کو ڈھونڈنے' اللہ تو ساری رات ہماری محفل میں رہا ہے _____ تو یہ بھی زیادتی کی بات ہے' کہ ساری رات سماع سُنو اور صبح نماز کی توفیق ہی نہ ہو۔ سماع سُننے والے بڑے احترام کے ساتھ' بڑی پابندیوں کے ساتھ' بڑی پاکیزگی کے ساتھ اپنی روح کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے سماع سُنتے ہیں' کہ یہ روح کی خواہش ہے۔ سماع جائز ہے' کب؟ جب کوئی سنانے والا ہو' اگر کوئی میرِ مجلس ہو اور اگر انسان بھوک کو ترک کرنا جانتا ہو۔ پھر سماع آپ کے لیے مباح ہے' جائز ہے۔ اور اگر آپ کو بھوک بھی لگتی ہے' کھانا بھی کافی کھاتے ہو' تین دن کا فاقہ نہیں کر سکتے ہو تو سماع کی بجائے تو میرا خیال ہے کہ آپ کھانا ہی کھاؤ' سماع نہ سُنو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سماع نہ سُنو وہ بھی ایک سماع سُناتے ہیں اور وہ ہے اللہ کا ذکر۔ اللہ کا جب ذکر کرتے ہیں تو یہ آواز بھی ہے اور کیفیت بھی ہے۔ جب اللہ ھو کا ذکر ایک ردھم میں آ جاتا ہے تو یہ بذاتِ خود ایک سماع ہے۔ جب لا الـــہ الا اللہ کا ذکر آ جائے' ردھم میں آ جائے تو یہ ایک سماع ہے' الا اللہ کا ذکر ہو جائے تو یہ ایک سماع ہے۔ سماع کا معنیٰ ہے وہ الفاظ سُننا جس سے آپ کے باطن کی اصلاح ہو اور یہ اصلاح کسی بزرگ کی موجودگی میں ہونی

چاہیے۔تو وہ بزرگ وہاں ہونے چاہییں کیونکہ وہ قوالوں کو گائیڈ بھی کر سکتے ہیں کہ اب یہ وقت ہے تو اب یہ بات سناؤ۔اور یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ قول جو ہے کلام جو ہو وہ کلام کسی رحمتہ اللہ علیہ کا ہونا چاہیے۔یہ نہ ہو کہ ABC ہو اِدھر اُدھر سے جو کلام مل گیا' کوئی غزل ہی سنا دو یا موجودہ گانا ہی سُنا دو۔یہ پھر انسان کے لیے باطن کی تباہی ہے۔اس لیے اس کو نہیں سُننا چاہیے۔اگر سُنانے والی آواز ایسی ہے جس کا آپ کے باطن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ظاہر کے ساتھ اور نفس کے ساتھ تعلق ہے تو پھر بہتر ہے کہ Avoid کیا جائے۔تو اس طرح سماع جو ہے وہ Avoid کیا جائے۔شروع میں ہمارے ہاں جب یہ خواجہ صاحبؒ کے زمانے میں رائج کیا گیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جو ہندو اسلام کے دائرے میں داخل ہوتے تھے ان کے مزاج میں بھجن تھا۔ان کو اس سے محروم نہ کیا جائے' تشنہ نہ کیا جائے' تو ان کو انہوں نے سماع میں احوال سُنائے' قوالی سُنائی اور یہ قول سُنایا ''من کنت مولیٰ'' اور آہستہ آہستہ ان کو اسلام کے فنکشن کی طرف راغب کیا۔آواز جو ہے وہ انسان کو بہت گائیڈ کرتی ہے۔آواز سے لوری دی جاتی ہے تو نیند آ جاتی ہے۔یہ سماع کی تاثیر ہے کہ لوری آئے تو بچہ سو جاتا ہے اور جگانے والی آواز ہو تو وہ جاگ پڑتا ہے۔مارچ آف دی آرمی ہو تو انسان کے اندر فوراً ولولہ پیدا ہو جاتا ہے کہ ''آج دشمن کا تختہ اُلٹ جائے گا''۔وہ جو آپ کے ہاں قومی ترانے' نغمے تھے' وہ بجتے تھے تو بڑا احساس پیدا ہو جاتا تھا۔تو اُن ترانوں کا اثر ہوتا ہے۔قرآن پاک پڑھا جائے تو سُننا فرض ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واذا قری القران فا ستمعوا له وانصتوا لعکم ترحمون تو یہ اللہ کا حکم ہے کہ غور سے سُنو۔گویا کہ سُننا جو ہے یہ انسان کے لیے

فطری بات ہے۔ وہ بات تو سنو جو حق ہو۔ وہ بات سنو جو حقیقت ہو۔ وہ قول سنو جس کا کہنے والا کوئی معتبر ہو۔ اس قوال کو سنو جو بذاتِ خود معتبر ہو۔ اس محفل میں بیٹھو جو محفل معتبر ہو۔ پھر آپ کے لیے قول' قوال اور سماع بذاتِ خود ایک چیز ہے۔ اس کے علاوہ اگر بات ہو تو دور سے سلام کرو' کھانا کھاؤ' لنگر پکا ہوگا' اور پھر اپنے گھر چلے جاؤ۔ تو وہ بہتر ہے۔ اس وقت سماع کائیں کائیں ہو جاتی ہے۔ ورنہ تو سماع کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ مثنوی مولانا رومؒ کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ سماع کے ذریعے علم آتا ہے اور سُننے والے سن لیتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے' وہ بھی کہا گیا ہے' اُس بزرگ نے یہ کہا۔ تو انسان کو کافی علم ان محفلوں میں سے مل جاتا ہے۔ لیکن محفل اگر صحیح ہو تو۔ تو یہ شرط ہے۔ ورنہ تو قوال پیسے کے لیے گاتا ہے ؎

رقص جھوٹا ہوا ہے قوالی میں اب
جھوٹی شہرت کا یہ بھی بنا ہے سبب
پیسہ دینے کا ہے ہوش مستی عجب
سارے ابدال ہیں سارے یارانِ رب
میں بتاؤں تباہی کا کیا ہے سبب
اُٹھ گیا شہر سے نالۂ نیم شب

نیم شب اگر قوالی میں لگے رہو گے تو نالۂ نیم شب کہاں سے لو گے؟ مطلب یہ کہ اس کا بڑا احساس ہونا چاہیے کہ کہیں جھوٹا رقص ہی نہ شروع کر دو۔ ایک آدمی جو اچھا خاصا درویش لگتا تھا' قوالی کے دوران رقص کر رہا تھا اس سے کسی نے کہا کہ اب نہیں کرتا تو وہ کہتا ہے کہ میں بڑی Investment کر چکا ہوں' بڑے پیسے خرچ کر چکا ہوں مجھے

کرنے دو۔ تو وہ بے ہوش ہو گیا اور اگر اُسے چھوڑو تو ہوش آ گیا۔ اب وہ بات نہیں ہے، بہت کم لوگ ہیں جو قوالی میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ قوالی سُن رہے تھے۔ جب قوال نے کہا کہ ؎

کشتگانِ خنجر تسلیم را

تو آپ کا اس مصرعے پر وصال ہو گیا۔ تو قوالی کے اندر ہی خنجر تسلیم سے وصالِ تسلیم ہو گیا۔ یہ تھا ایک مقام۔ جب ان کو کبھی قوالی میں مستی آتی تو ان سب بزرگوں کو جب اذان کی آواز آتی تو مستی بند ہو جاتی۔ بات سمجھے ہیں؟ تو یہ احترام ہے، وجود کے اندر بھی احترام ہے۔ اس لیے کچھ ایسی جگہیں ہیں جہاں آج بھی قوالی اپنے احترام کے ساتھ ہوتی ہو گی، ضرور ہوتی ہو گی۔ اگر اس مقام پہ جا کے کبھی سُننے کا موقع ملے تو ضرور سُن لینا۔ مثلاً کبھی تونسہ شریف جانے کا وقت ملے، عرس کا موقع ہو، رات کا وقت ہو تو یہ اچھی ہو گی۔ اسی طرح یہ گولڑہ شریف میں اچھی ہو گی، سیال شریف میں یا چشتی سلسلے کے لوگ جو ہیں ان کے آستانے پر قوالی اپنے پرانے احترام کے ساتھ ہوتی ہو گی۔ ورنہ تو روٹین میں قوال نے ایک مصرعہ بولا، آگے گیا، پھر بدلا اور یوں چلتا گیا۔ نہ قوال نے کچھ کہا اور نہ انہوں نے سُنا۔ اسی طرح داتا صاحبؒ کے ہاں جو قوالی ہے کبھی آپ غور سے سُنیں تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کیا کہہ رہا ہے، کہنا کیا چاہتا ہے؟ کبھی قوالی میں کچھ بات کہہ گیا اور کبھی کچھ اور بات کہہ گیا۔ بعض اوقات قوالی احترام سے آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ ساغر صدیقی نے کہا ہے کہ ؎

آنکھ گلابی مست نظر ہے
اللہ ہی جانے کون بشر ہے

تو قوال یہ نعت کے طور پر کہہ رہا ہے۔ تو نعت کے لیے تو یہ بات نہیں بنتی۔ یہ تو بڑا بے باک اور گستاخ لفظ ہے۔ قوالی اس طرح بنتی ہے ۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

تو یہ قوالی بن سکتی ہے کہ ۔

سید و سرور محمدؐ نورِ جہاں

اور یہ قوالی بن سکتی ہے ۔

یادِ اُو سرمایۂ ایماں بود
ہر گدا از یاد اُو سلطاں بود

تو یہ قوالی بن سکتی ہے۔ تو خود بخود پتہ چلتا ہے کہ یہ قوالی بن گئی۔ امیر خسروؒ بولیں تو قوالی بن سکتی ہے۔ عثمان ہارونیؒ کہیں تو قوالی بن سکتی ہے ۔

منم عثمانِ ہارونی و یارِ شیخ منصورم
ملامت می کند خلقے من بردار می رقصم

تو یہ قوالی ہو سکتی ہے ۔

بیا جاناں تماشا کن کہ در انبوہِ جانبازاں
بصد سامانِ رسوائی سرِ بازار می رقصم

مقصد یہ کہ ان بزرگوں نے ایک مقام پہ جا کے وہ بات کہی اور اس مقام کا

ریکارڈ ہے گویا کہ سماع سُنتا یوں اچھا ہے کہ سماع سے پرانے بزرگوں کے ریکارڈ نظر آتے ہیں کہ انہوں نے کہاں جا کے یہ بات لکھی۔ تو وہ کون سا مقام ہے کہ ؎

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسروؒ

تو خسروؒ لامکاں تک کیسے گیا؟ یا پھر یہ ہوگا کہ یہ مقام کبھی لامکان ہو جاتا ہوگا۔ اب آپ کے پاس ایک نیا پوائنٹ آ گیا ناں۔ تو اسی مکان میں لامکان کا نقشہ ہے۔ آپ کو نیا علم آ گیا۔ تو کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کی بات سے انسان وہاں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے سُنا ہوگا کہ ؎

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

مطلب یہ کہ وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں انسان وہیں پہ اپنے باطن میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو یہ واردات کے اشعار ہیں۔ مثلاً ؎

ڈبو دے یا اسے تو پار کر دے

اب یہ تیری مرضی ہے، ہم نے تو لنگر تیرے سہارے پر چھوڑ دیا ہے۔ تو یہ ایک مقام ہے ؎

اہل جہاں کو کیا خبر کون ہے مجھ میں جلوہ گر
میں ہوں کہاں تمہی تو ہو اصل میں راز ہے یہی

تو یہ قوالی ہو سکتی ہے۔ قوالی یہ ہو سکتی ہے کہ ؎

معمور ہو رہا ہے عالم میں نُور تیرا
از ماہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

تو قوالی یہ بھی ہو سکتی ہے ۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا کہیں وہ کہہ کے الست
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

تو یہ ایک مقام ہے۔ کہنے والا اگر صاحب مقام ہے تو قول بھی صاحب مقام ہے۔اس لیے آپ قول کی تلاش کرنا اور یہ ضرور پوچھنا کہ بھئی تم یہ کون سا کلام سُنا رہے ہو۔بابا بلھے شاہؒ کے کلام کا ایک مفہوم ہے' سلطان العارفینؒ کے کلام کا ایک اور مفہوم ہے۔ جب تک آپ ان کے سلاسل میں نہ ہوں یا ان کی طریقت میں نہ ہوں تو پھر وہ کلام اور قول آپ کو سمجھ نہیں آئے گا۔تو بابا بلھے شاہؒ کی طریقت یہ ہے کہ

گھڑیالی دیوو نکال نی
میرا پیا گھر آیا

اب "پیا گھر آنے" کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد آ گئی۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ۔

میری بُکل دے وچ چور

تو تم کیا جانو کہ کیا ہو گیا۔تو ایک مقام ہے۔اسی طرح میاں محمد صاحبؒ کے کلام کی قوالی ہو سکتی ہے ۔

مالی دا کم پانی دینا بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا لاوے یا نہ لاوے

تو یہ مقام ہوسکتا ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ؎

سورج دی اشنائی کولوں کی لبھا نیلوفر نوں
اُڈ اُڈ موئے چکور محمد تے خبر ناں یار قمر نوں

تو وہ درد کو بیان کرتے ہیں۔ اس درد کی اور بات ہے۔ وصال کی اور بات ہے۔ اس لیے آپ نے قوالی کو یا سماع کو سُننے سے پہلے اس کی جانچ کرنی ہے۔ اچھے آدمی کے لیے قوالی اچھی شے ہے اور بُرے کے لیے بُری۔ اگر آپ کی کیفیت اچھی ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اگر کیفیت اچھی نہیں ہے تو پھر آپ بچ جاؤ کیونکہ قوالی نے آپ کو متحرک کرنا ہے آپ کی Dominant صفت کے مطابق۔ تو وہ Dominant صفت' غالب صفت یاد رکھنا' اُسی کو قوالی نے Excite کرنا ہے۔ اگر وہ صفت وجود ہے تو قوالی آپ کو وجود بنا دے گی _____ تو آپ میں جو صفت ہے اس کو یہ تیز کر دے گی۔ تو قوالی یہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ میں نفس ہی ہو۔ نمائش ہی ہو' ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں شہرت کی خواہش ہو کہ وہ بابا جی گھنگھرو والے آ گئے۔ تو ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر یا علیؑ کا نام آ رہا ہے تو اس میں گھنگھرو کی کیا بات ہے' رقص کی کیا بات ہے۔ آپ ادب سے ان کا استقبال کرو کہ کون محفل میں کیسے آیا۔ اس لیے ہر چیز کی طرح' تمام اداروں کی طرح' تعلیمی اداروں کی طرح' تعلیمی شعبہ کی طرح' شعبہ صحافت' شعبہ علماء' شعبہ مشائخ کرام' شعبہ سیاست دان اور شعبہ حکمران کی طرح شعبہ سماع بھی ختم ہو گیا ہے۔ جو انحطاط باہر آیا ہے وہ قوالی میں بھی آ گیا ہے۔ اب تو آپ کی تنہا عبادت ہی محفوظ ہونی چاہیے۔ ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ آپ اس کو اُچھالو' کھولو یا کھیلو۔ بس آپ آرام سے' گمنام ہو کے زندگی بسر کرو۔

سادہ سادہ بات یہ ہے۔ اپنے آپ کو خود ہی واچ کرو' خود ہی نگرانی کرو' ابھی کسی پیر کا ملنا اُوکھی بات ہے' کہ وہ نگرانی کرے۔ اپنی نگرانی آپ کرو' اپنے احوال کا خود خیال رکھو۔ اللہ کے آگے تم نے جواب دہ ہونا ہے۔ آپ کی کسی وجہ پر یا آپ کے لیے کسی پیر نے جواب دہ نہیں ہونا۔ نہ آپ کے بارے میں آپ کے ماں باپ سے پوچھا جائے گا۔ آپ سے پوچھا جائے گا کہ کیا میرا پیغام ملا؟ کیا تم نے کچھ کیا؟ اُس کے بارے میں اب جواب دو۔ اور اگر خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ جامہ چاک کر دوں' تو پھر یہ ٹھیک ہے' قوالی سنو' پھر یہ چاک ہستی ہے' کرڈالو وہ اور لوگ ہوتے ہیں' ان کی زندگی اور ہوتی ہے۔ آرزو کا قصہ اور ہے' احتیاط کا مقام اور ہے۔ آرزو بے احتیاط ہو جاتی ہے۔ احتیاط کا مقام رہے تو بہت بہتر ہے تاکہ بات وزن میں رہے۔ اس لیے قوالی سے اگر گریز کر سکو تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر پھر بھی روح مجبور کرتی ہے تو کھانے کا اگر تین دن کا نہیں تو ایک دن کا فاقہ ضرور کرو۔ پھر میں آپ کو اجازت دیتا ہوں لیکن تین ضروری کھانے نہ کھانا۔ ایک دن کے لیے' ناشتہ بھی نہ ہو' دوپہر کا کھانا بھی نہ ہو اور شام کے کھانے سے بھی پرہیز ہو۔ پھر قوالی سُن لینا۔ اتنی بات کر سکو تو قوالی سن لو' وہ بھی کسی آستانے پر' کسی بزرگ کی محفل میں' کسی نیک قوال کی زبان سے۔ ورنہ تو یہ بیچارے پیسے کے لیے گاتے ہیں' آپ کو پتہ ہی ہے۔ ڈرامہ لکھ لکھ کے پاگل ہو جاتے ہیں' ڈرامہ اصلاح کے لیے نہیں لکھتے بلکہ پیسوں کے لیے لکھتے ہیں۔ اگر ٹی وی والے کہیں کہ اب پیسے نہیں دیئے جائیں گے اور آپ کو ڈرامہ لکھنے کی اجازت ہے تو ہمارے کئی دوست بھاگ جائیں۔ اگر پیسہ نہ ملے تو پھر کون ڈرامے لکھتا ہے۔ گانے والا پیسے کے لیے گاتا ہے۔ پیسے کے لیے گانا بذات خود ہی

گانے کی نفی ہے۔ پیسے کے دم سے سماع سُنتا' یہ بھی جرم ہے کہ جیب میں پیسے ڈالے نئے نئے نوٹ ہیں' قوالی ہو رہی ہے' گئے جاؤ' کرتے جاؤ' تو سارے کا سارا باب ہی الٹ گیا۔ پھر بچوں کی حالت گھر میں خراب ہوتی ہے۔ یہ سال میں ایک دن کے لیے داتا صاحبؒ جاتے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔ میں آپ کو راز بتاتا ہوں' قوال کچھ لوگوں کو خود ہی پیسے دیتا ہے کہ میری محفل جب شروع ہو تو بسم اللہ کر دینا۔ وہ بسم اللہ کرتا ہے' نوٹ اٹھاتا ہے' دوسروں کی دیکھا دیکھی جوش جنوں آ جاتا ہے اور پھر بات چل نکلتی ہے۔ یعنی کہ داتا صاحبؒ کے عرس پر ایک قوال کو ایک نشست میں صرف دس پندرہ منٹ ملتے ہیں۔ آدھا گھنٹہ بہت کم لوگوں کو ملتا ہے کیونکہ رش زیادہ ہوتا ہے۔ تو ایک نشست میں ان کو پانچ' دس ہزار روپیہ مل جاتا ہے۔ اس میں الاپ بھی ہوتا ہے' مصرعہ ایک ہی ہوتا ہے اور پھر بات ختم ہو جاتی ہے۔ تو پیسے کے لیے یہ سارا فنکشن ہوتا ہے۔ داتا صاحبؒ کا عرس نہ تو قوالی ہے کیونکہ داتا صاحبؒ نے سُنی نہیں۔ خواجہ صاحبؒ سُنتے تھے۔ بابا فرید صاحبؒ کے ہاں ہوتی ہے اندر آستانے میں ہوتی ہے' ایک فنکشن ہے' یہ ہوتا ہے۔ داتا صاحبؒ کا عرس نہ تو قوالی ہے' نہ وہ میلہ ہے جو بھاٹی دروازے سے لے کر اندر تک لگا ہوا ہے' وہاں تو کھانا پکا ہوا ہے' قصور کے اندر رسے لگے ہوئے ہیں۔ ان کا تعلق عرس کے ساتھ نہیں ہے۔ ان کا بالکل کوئی تعلق نہیں عرس کے ساتھ۔ اس بھیڑ کا داتا صاحبؒ کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح کے جانے والوں کا داتا صاحبؒ کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کا تعلق ہوتا ہے وہ اور ہوتا ہے۔ سارا سال دودھ میں پانی ملانے والا ایک دن وہاں خالص دودھ لے گیا تو کیا لے گیا۔ یہ تو داتا

صاحبؒ کو رشوت دیتے ہیں بلکہ یہ داتا صاحبؒ کے مریدوں کو لوٹنے کی رشوت ہے کہ سارا سال دودھ میں پانی ملاتے ہیں اور ایک دن کے لیے مغفرت کروالی۔ اس دن داتا صاحبؒ پر Pure دودھ کی سبیل لگ جاتی ہے۔ یہ زیادتی ہے اور یہ توہین ہے۔ داتا صاحبؒ کے رستے پر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لیے کوئی خواہش مند نہیں جاتا کہ پوچھے کہ مجھے بتائیں کہ راستہ کیا ہے۔ وہاں تو جاتے ہیں آرزوئیں لے کر "گنج بخش" کو سمجھتے ہیں کہ شاید وہ خزانہ لے کر بیٹھے ہیں۔ وہ گنجِ باطن ہیں' گنجِ علوم ہیں اور گنج ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا' اللہ کی محبت کا اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت کا۔ تو یہ وہ خزانہ ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ دے داتا پیسے دے۔ اُن کا تعلق خزانے کے ساتھ نہیں ہے۔ وہ فیضِ عالم ہیں اور مظہرِ نورِ خدا ہیں اور نور کا طالب غالباً وہاں جاتا ہی نہیں۔ تو اس کو جانا چاہیے۔ اس لیے آپ وہاں جائیں۔ سالہا سال کے بعد کوئی ایک آدھ آدمی جاتا ہے۔ جب خواجہ صاحبؒ آئے داتا صاحبؒ کے پاس تو نقشہ بدل گیا اور اجمیر شریف میں جلوے ہو گئے۔ آپ لوگوں کو بھی پتہ ہے کہ جلوے ہو گئے۔ ان کی محنتوں سے جو بندے مسلمان ہوئے انہوں نے ہاتھ کھڑا کر کے پاکستان بنالیا۔ یہ بزرگوں کا کمال ہے اور یہ ان کی خاص بات ہے۔ قوالی سُنا سنا کے لوگوں کو مسلمان کرلیا اور پاکستان کی بنیاد رکھ دی۔ جب بابا فرید صاحبؒ آئے تو اس جگہ کا نام اجودھن تھا اور انہوں نے پاک نام رکھنے کا آغاز کیا' اس کا نام پاک پتن رکھ دیا' اور پاکستان کی ایک قسم کی ابتدا تو وہاں سے ہوئی ہے' کہ اپنی بستی کو پاکیزہ کرنا' اجودھن کی راجدھانی کو انہوں نے پاکستان بنا دیا' پاک پتن شریف بنا دیا۔ یہ کمال ہوتا ہے اس بزرگ کا کہ اس بستی کو شریف بنا دیتے ہیں" کلیر شریف' پاک

پتن شریف' اجمیر شریف' سرہند شریف _____

آپ اپنی خواہشات اور ان خواہشات کے ذرائع کا جیسے کہ حواسِ خمسہ ہیں' ان کا حقیقت کے ساتھ رجوع ضرور کر دیں۔ حواسِ خمسہ کو مسلمان کرنا ہے۔ آپ کی دیکھنے کی قوت جو ہے وہ اگر دیکھے تو غیرِ حق نہ دیکھے۔ اگر شہر میں غیرِ حق زیادہ ہے تو سفر کر جاؤ' مسافرت کر جاؤ' باہر جا کر نظاروں کو تلاش کرو' اس بستی سے الگ ہو جاؤ جس بستی میں گمراہی زیادہ ہو۔ تو اسے کہتے ہیں کہ سیروا فی الارض کا مقام آ گیا۔ اگر گھر میں کہیں دقت ہو رہی ہو تو یہ سوچو۔ نیک آدمی کو دیکھنے سے نیکی پیدا ہوتی ہے' نیک نظارے کو دیکھنے سے نیکی پیدا ہوتی ہے _____ تو نیک آواز کو سننا' نیک واقعات کو دیکھنا' نیک واقعات کو سننا _____ ان سے انسان نیکی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ یہ صرف ابتدا ہے اور اس کے بعد جب آپ کو شوق مل جاتا ہے تو پھر آپ کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے تو ہر جگہ ہو سکتے ہیں۔ ویسے تو اللہ کے راستے ہر جگہ ہو سکتے ہیں' ہر آدمی نے اُسے تلاش کیا ہوگا' یہ اسلام کے علاوہ بھی ہیں' اور بھی مذاہب ہیں' اور بھی ادیان ہیں' تو پھر آپ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک راستہ اختیار کرنا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے دین کا یہ راستہ یعنی اسلام۔ پھر اسلام میں جو فرائض طے ہو گئے اس میں بحث نہیں ہے کیونکہ وہ طے ہو گئے ہیں۔ یہ حکم ہو گیا کہ نماز پڑھنی ہے' روزہ رکھنا ہے۔ اب روزے کی وضاحت نہ کرنا کہ اس سے یہ ہو جاتا ہے' وہ ہو جاتا ہے' اصلاح ہو جاتی ہے۔ بلکہ یہ حکم ہے اور حکم کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس طرح حج کرنے کے قابل ہے تو اس کی اطاعت۔ اس طرح جو تمام احکام ہیں ان کی اطاعت۔ ان کے بعد اگر وقت بچ جائے تو پھر آپ اپنا شوق پورا کر لو' پھر

باطن کے کام اور سماع کرلو ۔

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

پھر آپ کو ہر طرف سے آواز آئے گی۔ تو اس وقت یہ فنکشن ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ کی وہ خواہش ٹھیک ہے کہ سماع کے لیے آپ کا دل کرتا ہے لیکن انسان کا سُننے کا تعلق روح کے ساتھ ہو_____

اب کوئی اور سوال کرو_____ کیونکہ سوال کا سسٹم ہے اس لیے سوال پوچھو_____

سوال:

حضور! نماز کے لیے رغبت نہیں ہو رہی اس سلسلے میں دعا فرما دیں۔

جواب:

اس کے لیے دعا ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ یہ ہو جائے گی۔ آپ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ آپ کو یہ رغبت ملے۔ یہ مل جائے گی۔ یہ سستی ہے اور کوئی بات نہیں ہے۔

اور کوئی سوال_____ فاروقی صاحب بولیں_____

سوال:

دعا فرمائیں کہ نماز عادت سے نکل کر سعادت میں داخل ہو جائے۔

جواب:

یہ اللہ تعالیٰ کو زندگی کے پیدا کرنے والے کو پتہ ہے کہ انسان کی زندگی کہاں آ کے بہتر ہوتی ہے۔ پیدا فرمانے والے نے آپ کی آسانی کے لیے

آپ کی باطن شناسی کے لیے ایک دین عطا فرمایا۔ پیدا تو اس نے فرمایا' خیر شر کی رونقیں اس نے لگائیں' یہ اسی کی رونقیں ہیں' میلہ ہے اور پھر آپ کو ایک راستے کی طرف راغب بھی اس نے فرمایا۔ اور اسی کے بتائے ہوئے راستے سے ہی آپ کے اندر نیکی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ راستہ کوئی نہیں ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کے لیے کیا چیز بہتر ہے۔ اطاعت کا معنی ہے حکم۔ جب اس نے آپ کو حکم دیا تو اس حکم کی افادیت' اس کا احسان' آپ کے لیے وہ حکم کیا لائے گا' یہ اللہ کریم کو بہتر معلوم ہے۔ آپ جب حکم مان رہے ہیں تو آپ کے اندر عبادت آ گئی۔ چلو عادت کی عبادت آ گئی' کہ یہی ایک چیز عبادت کا ذریعہ ہے اور اس ذریعہ میں اگر کہیں آپ کا تعلق باطن کے ساتھ مل گیا تو یہ سعادت بن گئی۔ یہ بھی حقیقت کے دروازے ہیں۔ حواسِ خمسہ بھی یہی ہیں۔ آپ کے لیے خیر اور شر کا دروازہ ہے۔ اسی طرح یہ جو عبادت کے ذریعے ہیں ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے تقرب کے درجات ہیں۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز in itself کوئی شے نہیں ہے بلکہ اللہ کے قریب آنے کے لیے آپ کی عبادت کا پسندیدہ پوز ہے۔ ورنہ تو آپ ہر وقت اللہ کے قریب ہو سکتے ہیں لیکن اللہ کے تقرب کی انتہائی حالت جو ہے وہ یہ ہے کہ جب آپ سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کریم نے بڑے شوق سے فرمایا کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ تو یہ دعویٰ ہے سجدہ کرنے سے اللہ کے تقرب کے ملنے کا۔ تو آپ جب سجدہ کرتے ہیں تو کبھی تقرب ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔ اگر آپ کو ایک بار تقرب مل گیا تو باقی ساری زندگی مقربین کی سی ہو گی۔ تقرب صرف ایک لمحے کا ہوتا ہے جس طرح ایک لمحے کی آنچ ہوتی

ہے اور ہمیشہ کے لیے بدن جھلس جاتا ہے۔ تو وہ ایک لمحے کی آنچ تھی۔ ایک لمحے کی چکاچوند روشنی جو ہے وہ آپ کی بینائی کو خراب کر دیتی ہے' ایک لمحے کا غم ساری زندگی غمگین کر گیا' ایک لمحے کی مسرت آپ کو ہمیشہ کے لیے خوش کر گئی' ایک لمحے کا کسی خوبصورت شے کا دیدار زندگی میں بہار کر گیا۔ تو یہ سب ہو سکتا ہے۔ یہ باتیں شاعرانہ تو نہیں ہیں بلکہ موجود ہیں۔ اسی طرح کبھی آپ کا ایک بھی سجدہ آپ کو مقبول ہو گیا تو ساری زندگی مقبول ہو گئی اور اگر آپ کا ایک عمل ناراضگی کا عمل بن گیا تو پھر' ساری زندگی گمراہ ہو گئی تو حبطت اعمالهم ہو گیا۔ اللہ نے جب یہ فرمادیا کہ و اذ قلنا للملائکة اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس ہم نے فرشتوں سے کہا کہ اس کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ تو اس نے کفر کیا اور اللہ نے اسے نکال دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ اپنی انتہائی بے نیازی بیان کر رہا ہے کہ میں اس کی کروڑوں سال کی عبادت رائیگاں کر سکتا ہوں۔ تو تم تو کتنے ہی احکام سے روگردانیاں کرتے رہتے ہو' من مانیاں کرتے رہتے ہو اور پتہ نہیں کیا سے کیا کرتے رہتے ہو۔ اس لیے یہ خیال رہے کہ وہ بڑی ہی بے نیاز ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس کے باوجود اس نے آپ کو راندۂ درگاہ قرار نہیں دیا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے کے تقرب بتا دیئے ہیں۔ شکر کرو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے مقرب حضور پاک ﷺ کی امت سے پیدا کیا۔ یہ تو آپ نذرانے دو۔ اسی خوشی میں آپ قوالی سن لو

میں ہن سنیا

میرا شوہ نگری وچ آیا

تو اس خوشی میں یہ قوالی بھی ہو جائے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں۔ لیکن یہ نہ کرنا کہ ساری عمر قوالی ہی سنتے رہنا۔ اللہ کریم نے آپ کو نماز کا بتایا ہے تو نماز میں اگر تا سجھی کا ایک لمحہ آیا اور اس سے غلطی ہوئی' پھر وہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب شیطان تمہیں گمراہ کرتا ہے اور انسان کفر کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں انی اخاف اللہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں' یہ تو تُو نے کام کیا ہے۔ تو اللہ سے وہ بدستور ڈرتا ہے اور آپ نڈر بھی ہو جاتے ہو اور Violate بھی کرتے ہو' پھر آپ کو اعتماد کس کا ہے؟ اس کا نام بتاؤ۔ اگر وہ نام معلوم ہے تو پھر اعتماد ٹھیک ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کی رحمت کو بھی نہیں مانتے ہو' گناہ بھی کرتے ہو اور پھر اعتماد بھی کرتے ہو تو یہ آپ کس خیال میں بیٹھے ہو۔ اگر آپ نے وزن کر کے عبادت کرنی ہے تو پھر اگلے آپ سے گن کے لیں گے۔ ایسی تو کوئی بات ہے نہیں آپ کے پاس' صرف کمی ہے اور خامی ہے اور شفاعت کو آپ مانتے نہیں۔ یہ تو آپ کا برا حال ہے۔ شفاعت کا جب تک نہ مانو تب تک اعمال کے اپنے دامن میں مال ہی نہیں ہے۔ نتیجہ یہ کہ آپ کے اعمال ہی خالی ہیں۔ اگر نامۂ اعمال خالی ہے تو کم از کم آپ کے دل میں اللہ کی یاد ہونی چاہیے' اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد ہونی چاہیے۔ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ میں کیسے ان پر عذاب ڈالوں جب کہ آپؐ ان میں ہیں۔ جب دل میں آپؐ کی یاد ہو تو وہ شخص دوزخ میں نہیں جا سکتا۔ تو یہ راز

ہے۔اور اگر دل میں اس کا حبیب ﷺ نہ ہو تو پھر تو دوزخ ہی دوزخ ہے اور اگر دل میں عشقِ حبیبؐ ہے' آپؐ کا نام ہے تو اللہ سزا دینا Afford ہی نہیں کرتا کہ اپنے محبوبؐ کے کسی طالب کو سزا دے۔ یہ تو عشق کی روایت کے خلاف ہے۔ ایسا ہو نہیں سکتا' کبھی نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص یہودی تھا اور وہ سرکار ﷺ کے پاس آیا۔ کہتا ہے کہ میں اسلام لاؤں گا لیکن پہلے میرے ساتھ کشتی کریں۔ جب آپؐ نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اس نے کہا کہ اب آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے' یہ یاد رکھیے گا کہ میں گناہ گار ہوں' میں کلمہ پڑھ رہا ہوں مگر میرے پیچھے کوئی اعمال نہیں ہیں' اس کا خیال رکھیے گا_____ تو ایسے ایسے لوگ بھی آئے' اس انداز سے بھی لوگ آئے۔ تو اللہ سے ڈرنا بھی چاہیے اور جب آپ کا شفاعت پہ اعتماد ہو تو ڈر نکل بھی جانا چاہیے۔ اس لیے آپ لوگوں کے پاس ایک Redeeming Factor ہے کہ آپ اس اُمت سے ہیں اور اعمال کی کوئی بات نہیں۔ لوگ Preach کرتے ہیں ناں کہ یہ ہونا چاہیے' وہ ہونا چاہیے' حیات النبی ﷺ ہے کہ نہیں ہے_____ تو اگر اعمال گن کے حساب دینا ہے تو پھر بخشش بڑی مشکل بات ہے۔ اگر اعمال گنے جائیں' اعمال تولے جائیں' تو پھر انکار بھی تولا جائے گا۔ تو پھر آپ سے جو درگزر کیا گیا' جو آپ سے سہو ہو گیا' جو غلطیاں ہو گئیں اور اچانک دوسرے واقعات ہو گئے تو پھر اعمال تول کے آپ کی بخشش کا کوئی امکان نہیں ہے' یہ تو کوئی اور حساب ہے۔ اس لیے جب آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اس اُمت سے پیدا فرمایا تو ادھر سے ہی کوئی مہربانی ہو رہی ہے' وہ خود ہی مہربان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ مہربانی کر رہا ہے تو یہی مہربانی ہے' اللہ تعالیٰ

احسان جتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ زندگی کا احسان نہیں جتا رہا' آپ کو بینائیاں عطا کرنے کی بات نہیں ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں عطا کی ہیں' ہمیشہ ہی عطا کرتا ہے مگر یہ جتایا ہے کہ میں نے مومنوں پر احسان کیا ہے کہ میں نے ان میں مبعوث کیا ایسے رسولؐ کو جو ان کو آیتیں سُناتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں' حکمت کی بات بتاتے ہیں اور ان کو میرا تقرب عطا فرماتے ہیں۔ تو یہ میرا احسان ہے تم پر۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا احسان قبول ہے' مہربانی ہے۔ بس یہی احسان ہے۔ تو یہ جو احسان ہے دراصل یہ آپ کو راستہ بتایا گیا' یہ بتایا گیا کہ یہ بخشش کا راستہ ہے ورنہ اعمال کے ذریعے تو بخشش نہیں ہو سکتی۔ صرف اس تعلق کی وجہ سے بخشش ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے ان رحمتی وسعت علی غضبی تو مخلوق پر خالق کا غضب تو نہیں ہوتا۔ غضب سے کیا مُراد ہے؟ اگر اللہ انصاف کرنے پہ آ جائے تو غضب ہو جائے۔ لیکن اللہ انصاف کی بات نہیں کرتا کیونکہ اس کی رحمت وسیع ہے' غضب سے زیادہ ہے اور اس کی رحمت ہمارے ہاں مجسم ہو کے آئی ہے وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین اور ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کے بھیجا' ساری کائنات کے لیے رحمت' اس کا اللہ نے پہلے فیصلہ کر دیا۔ تو آپ ﷺ ساری کائنات کے لیے رحمت ہیں' کافروں' مومنوں کے لیے بھی۔ اگر کوئی واحد ہستی ہے جو سب کے لیے بخشش کی دعا کر سکتی ہے تو وہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ یہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کافروں کے لیے بھی کر سکتے ہیں ۔

یہ سُن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر وغضب بن کر نہیں آیا

اور یہ کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

تو آپؐ دعا کر سکتے ہیں۔ تم لوگ بھی دعا کیا کرو۔ اگر حضور پاک ﷺ کی اُمت میں سے ہونے والا کسی مسلمان کو دوزخ کی نوید سُنا دے تو اس شخص کے اُمت سے فارغ ہونے کا امکان ہے۔ جس کا مال ہے وہ فیصلہ کرے گا۔ جس کی امت ہے وہ فیصلہ کرے گا۔ جنہوں نے اِس کو اس امت میں پیدا فرمایا وہ فیصلہ کریں گے۔ یہ اللہ کے حبیب پاک ﷺ جانیں اور اُمت جانے' تم کون ہو درمیان میں بولنے والے _____

سوال:

موت کے بعد تو حساب ہوگا۔

جواب:

موت کے بعد صرف موت ہی ہے' اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی یاد ہے۔ اِس لیے ہم تو کہتے ہیں کہ ؎

ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

تو غالبؔ کیا کہتا ہے؟ یہ کہ ؎

دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

تو ہم تو ہیں ہی انہی کے۔اس لیے کبھی اس بات سے غافل نہ ہونا کہ آپؐ کا سہارا بڑا ہی ہمدرد سہارا ہے' بڑا ہی شفیق سہارا ہے اور بڑا ہی قوی سہارا ہے اور یہ حضور پاک ﷺ کی یاد اور اُلفت ہے۔اپنے نامۂ اعمال پر بھروسہ نہ کرنا اور آپؐ کی رحمت پہ بڑا بھروسہ کرنا۔ اللہ کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے۔اس لیے وہ شخص جو آپ کو اعمال کی دعوت دیتا ہے حضور پاک ﷺ کے عشق کے مقابلے میں' تو پھر غور کرو کہ Something is wrong some where. اور اگر عشق بھی ہو اور اعمال بھی ہوں تو پھر تمہارا حال بہت اچھا ہے اور یہ مبارک کے قابل ہے۔اسے کہتے ہیں کہ ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا اے عشق سلامت کوئی ہو

تو ایمان تو سب سلامت مانگتے ہیں' اصل میں عشق کی سلامتی مانگو۔ ایک بار حضور پاک ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے بات کی۔آپؐ نے پوچھا تمہیں میری بات سمجھ آ گئی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ آپؐ کا پیغام سُن لیا۔آپؐ نے فرمایا کہ بتاؤ کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے دہرایا کہ اللہ پر ایمان لانا' فرشتوں پر ایمان لانا' اول کتابوں پر اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب پر' رسولوں پر' مابعد پر یعنی مرنے کے بعد پر_____ تو جیسا کہ بتایا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے۔تو یہ سب ایمان کی تعریف ہوتی جا رہی تھی۔ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔تو اصل میں بات یہ تھی کہ آپؐ پر ایمان بھی نثار ہے' آپؐ کہیں تو ہم سب ماننے کو تیار ہیں۔تو آپ لوگوں کی وابستگی اسی بات پہ ہونی چاہیے۔اسے کہتے ہیں کہ ؎

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں
بُت پرستی کے سوا اور مجھے کام نہیں

یہ ایک بہت بڑے درویش کا اپنا شعر ہے۔ اب اُس درویش کا آپ کو نام بتادوں' خواجہ شاہ نیاز احمد بریلویؒ۔ بڑے جید فقیر' عالم اور آستانے کے مالک تھے۔ ان کے بے شمار شعر آپ سُنتے رہتے ہیں' ان کے کلام سے اکثر سُنتے رہتے ہیں۔ انہوں نے یہ جو کہا ہے کہ ''میں بندۂ اسلام نہیں'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں روایت کا عادی نہیں ہوں۔ اگر محبت بھی ہو اور شریعت بھی ہو تو پھر آپ کا کام بن گیا اور یہ مکمل ہو گیا۔ صرف محبت Minus شریعت' یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے اور صرف شریعت Minus محبت' یہ بات شاید وزن پہ پوری نہ اُترے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور شیطان اپنی گمراہی یا انکار سے پہلے معلم تھا' معلم الملکوت تھا اور اس کے بڑے بڑے نام تھے۔ بہرحال وہ اللہ کریم کے جلال سے نہ بچ سکا اور وہ انکار کر گیا۔ تو جب تک آپ کے اندر انکار ہے اور آپ کئی باتوں سے گزر جاتے ہیں' کئی حکم پورے نہیں کر سکتے تو پھر آپ کو بخشش کا ضرور خیال رہے۔ آپ کہو کہ یارب العالمین تو احسان فرما ؎

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اُوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب میرے گناہوں کا چھوڑ دے
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

بس اس بات پہ آج کی محفل کا اختتام کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ

لوگوں کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور اپنی راہ دکھائے اور اپنی راہ کے مطابق Judge نہ کرنا بلکہ اپنی رحمتوں کے مطابق مہربانی کرنا' Judge بھی کیا کرنا ہے' بس رحمت ہی دکھاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ سب حاضرین کی ظاہری اور باطنی مشکلات کے لیے دُعا ہے۔ جن لوگوں کو کوئی بزرگ نصیب ہے تو اُن کو راستے کا مسافر بنائے' سفر کے مقامات سے آگاہ فرمائے اور جن کو کوئی مرشد نہیں ملا اللہ تعالیٰ ان کو مرشدِ کامل عطا فرمائے تاکہ وہ اس راستے پر چل سکیں۔ یا رب العالمین سب کی دینی اور دنیاوی مشکلات آسان فرما۔ یا اللہ ہمیں اسلام کی آسان آسان باتیں سمجھا دے تاکہ ہم سیدھے سیدھے تیرے پاس خوش ہو کے آجائیں۔ ہمیں الجھنوں سے بچا۔ دنیا میں بھی آسانی کر دے۔ کمائیوں پر تو کوئی گزارا نہیں ہوتا' تو اپنا فضل کرتا کہ ہمارے گزارے ہو جائیں اور ہماری زندگیاں اچھی ہو جائیں' ہم ایک دوسرے کے لیے بے ضرر ہو جائیں اور منفعت بخش ہو جائیں۔ یا رب العالمین ہم تیرے نام کے مسافر ہیں!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا و مولٰنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الرٰحمین_____

ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	شب چراغ	(اردو شاعری)
5	The Beaming Soul	(Aphorisms)
6	Ocean in a drop	(Essays)
7	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
8	شب راز	(اردو شاعری)
9	بات سے بات	(نثر پارے)
10	گمنام ادیب	(خطوط)
11	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
12	مکالمہ	(تذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	دریچے	(نثر پارے)
14	گفتگو۔1	(سوال جواب)
15	گفتگو۔2	(سوال جواب)
16	گفتگو۔3	(سوال جواب)
17	گفتگو۔4	(سوال جواب)
18	گفتگو۔5	(سوال جواب)

19	گفتگو۔6	(سوال جواب)
20	گفتگو۔7	(سوال جواب)
21	گفتگو۔8	(سوال جواب)
22	گفتگو۔9	(سوال جواب)
23	گفتگو۔10	(سوال جواب)
24	گفتگو۔11	(سوال جواب)
25	گفتگو۔12	(سوال جواب)
26	گفتگو۔13	(سوال جواب)
27	گفتگو۔14	(سوال جواب)
28	گفتگو۔15	(سوال جواب)
29	گفتگو۔16	(سوال جواب)
30	گفتگو۔17	(سوال جواب)
31	گفتگو۔18	(سوال جواب)
32	گفتگو۔19	(سوال جواب)
33	گفتگو۔20	(سوال جواب)
34	گفتگو۔21	(سوال جواب)
35	گفتگو۔22	(سوال جواب)
36	گفتگو۔23	(سوال جواب)
37	ذکرِ حبیبؐ	

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.org

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

دوست

☆ اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ (البقرہ)

☆ جو اللہ کا دوست ہوتا ہے اس کے سب دوست ہوتے ہیں۔

☆ سچی دوستی ہمیشہ دل سے ہوتی ہے زبان سے نہیں۔

☆ دوست کی تعظیم کیا کرو اچھا دوست اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہوتا ہے۔

☆ دوست پر احسان کر کے بھول جاؤ۔

☆ دوست ہمیشہ اس کو بناؤ جس کے اندر وفا ہو اور اگر وفا سیکھنا ہے تو پھول سے سیکھو جو ٹہنی سے الگ ہوتے ہی مرجھا جاتا ہے۔

☆ اصل دوست وہ ہوتا ہے جو اپنے دوست کی عدم موجودگی میں بھی اس کی خیر خواہی کرے۔

☆ دوستی ہمیشہ پرہیزگار آدمی کے ساتھ رکھو برے آدمی کے ساتھ دوستی رکھنے سے دنیا بھی بے کار اور آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے۔

(حضرت واصف علی واصف)

علم

- اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔
- ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔
- علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔
- کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔
- ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔
- ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔
- علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔
- لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔
- آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقرب پروردگار کے لیے نہیں۔
- وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب اکبر ہے۔
- زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔
- علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

توبہ

- اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔
- اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔
- اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔
- توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔
- جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔
- گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔
- توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔
- نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔
- اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔
- اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

نعت ﷺ

کرتے ہیں کرم جس پہ بھی سرکارؐ مدینہ
ہوتا ہے نصیب اس کو ہی دیدار مدینہ

پڑھتا ہے درود آپؐ کی جو ذات پہ ہر دم
ملتا ہے اسے سایہ دیوار مدینہ

اس شخص کو دنیا کا کوئی غم نہیں ہوتا
وہ شخص جو رہتا ہے طلب گار مدینہ

جس دل میں بسی رہتی ہو ولیوں کی محبت
رہتے ہیں اسی دل میں ہی سرکارؐ مدینہ

داتاؒ کی گلی کافی غریبوں کے لئے ہے
داتاؒ کے بھی روضے پہ ہیں انوار مدینہ

واصف علی واصفؒ

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر' خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک ﷺ اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی اپنی زندگی پر راضی اپنے حال پر راضی اپنے حالات پر راضی اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾


وصف وصف

واصف علی واصف

گفتگو 25

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو-25
مصنف	واصف علی واصف
سال اشاعت	2009ء
قیمت	270 روپے

﴿ناشر﴾

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن

لاہور

مَیں حُسنِ مجسّم ہوں، مَیں گیسوئے برہم ہُوں
مَیں پھُول ہُوں شبنم ہوں، مَیں جلوۂ جانانہ

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

آج کے انسان کو اس کے حالات اس قدر پریشان نہیں کرتے جتنا کہ اس کے خیالات کرتے ہیں۔ یہی خیالات جب کسی صاحب وقت کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو وہ سوالات کا روپ دھار لیتے ہیں۔ ان کے جوابات جب ملتے ہیں تو اس انسان کو پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے ہر مشکل کا حل اس مشکل کے قریب ہی رکھا ہوتا ہے اور انسان کو صرف ہلکی سی جستجو اور تردّد کرنا ہوتا ہے۔ یوں وہ اپنی گتھی کو سلجھن کی طرف لے آتا ہے۔ اس فن اور تاثیر کے حامل افراد اللہ کے انعامات میں سے ایک اعلیٰ انعام ونعم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قبلہ واصف صاحبؒ کو جب صاحب دور بنایا گیا تو اس طرح کے گوناگوں سوالات مختلف اشخاص کے ذریعے ان کی محفلوں میں پیش ہوتے تھے اور پھر ان کو افراد کی ضرورت کے مطابق حل کیا جاتا تھا۔ ایسے ہی سوالوں اور جوابات پر مشتمل کافی محافل کی ریکارڈنگ کتابی شکل میں آئی تو آج کے انسان نے محسوس کیا کہ یہ تو اس بات کا جواب مجھے مل رہا ہے جو ابھی میرے دل میں ہے اور ابھی سوال بن کے زبان پہ نہیں آئی۔ بس انہی

احوال کی حامل ان محفلوں کا حال اس کتاب میں موجود ہے۔ یہ اس سلسلے کی پچیسویں جلد ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

امید ہے کہ آپ اپنی رائے اور تاثرات سے ہمیں ضرور مُطلع کریں گے تا کہ اس سلسلے میں جو پیش رفت ہونی ہے اس میں مزید مدد مل سکے ____

فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	اللہ کے بندے کی پہچان اور اللہ کی پہچان میں کیا تعلق ہے! جو بندہ اللہ کے سفر پر ہوتا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ کسی مقام پر اللہ کو پہچان سکے؟	19
2	اللہ کے راستے کے لیے دعا بھی فرمائیں اور اس کا آسان سا نسخہ بھی عطا فرمادیں_____	51

﴿2﴾

1	مخلوقات کی آپس میں رشتے کی کیا بنیاد ہے؟	61

2 اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں' جب کہ ہر مخلوق نے اپنی اپنی زندگی جینا ہے تو آپس میں رشتے کا کیا تعلق ہے' اس کی کیا بنیاد ہے؟ 61

3 یہ تعلق کی اہمیت اور ضرورت پہ میرا خیال ہے کہ بات کرنا چاہتے ہیں اگر چہ انہوں نے سوال نیگیٹو طریقے سے کیا ہے' انسان کا انسان سے جو تعلق ہے وہ کیوں ضروری ہے؟ 61

4 سر! یہ جو تعلق ہے اس کی سمجھ نہیں آئی جب کہ دوسری باتیں تو سمجھ آ گئی ہیں۔ 86

5 اگر ہم یہ بات مان لیں جس کو لوگوں نے ''ہمہ اوست'' بھی کہا ہے تو پھر تو کسی چیز کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ 90

6 سر! یہ کہا جاتا ہے کہ کائنات کی تشکیل کی بنا مٹی ہے اور جب ہندو لوگ مٹی کا بت بنا کے پوجتے ہیں تو وہ کائنات میں خدا کو چھوٹا سا روپ دے دیتے ہیں۔ 92

7 کائنات کی گفتگو کا اتنا وسیع احاطہ ہے تو مذہب بہت چھوٹا' Petty نظر آتا ہے' لگتا ہے جیسے ہمیں بہلایا جا رہا ہے۔ 96

8 سر! اس راز اور کھیل کے لیے کچھ تو آپ کی دنیا ہے اور 105
کچھ ہماری دنیا ہے اور آپ کی دنیا مختلف ہے اور ہماری
دنیا مختلف ہے۔ تو ایسے راز اور کھیل کے لیے ہم جیسے
لوگوں کا کیا حصہ ہے؟

9 سر! انسان کی کہانی کا پلاٹ کافی Intricate ہے۔ 108

10 یہ جو کہا جاتا ہے کہ سب اللہ کی عطا سے ہوتا ہے ____ 109

11 انسان واردات کے بغیر تسلیم کیوں نہیں کرتا۔ 115

12 پھر تو فنا کا تصور ختم ہو گیا۔ 118

﴿3﴾

1 میرا ایک ذاتی پرابلم ہے کہ جب کسی کام کرنے کا 125
ارادہ کرتا ہوں اور ابھی وہ کام پورا نہیں ہوتا تو یہ سوچنا
شروع کر دیتا ہو کہ غلط کر رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے اور
اس کا کیا علاج ہے؟

2 جو کام ہم خود کرتے ہیں وہ جب ہو جائے تو ہم اسے 150
مقدر کہتے ہیں۔ اس بات میں ذرا کنفیوژن ہے۔

3	بعض اوقات ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خود جو عمل کرتا ہے اس کو بھی تقدیر کہتے ہیں یعنی انسان اپنے عمل کو بھی تقدیر کہتا ہے۔	163
4	آپ نے ابھی بتایا ہے کہ محنت نہ کی جائے اور سب کچھ اللہ کے حوالے سے کیا جائے۔ تو اس صورت میں سماج ڈسٹرب کرتا رہتا ہے کہ یہ کیا بندہ ہے۔	164
5	آپ جو ارشاد فرماتے ہیں ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس پر عمل بھی ہو۔ کیا ہم تبلیغ کیا کریں کیونکہ یہ بھی اُمت کی ذمہ داری ہے۔	166
6	رمضان شریف میں اگر کسی وقت آپ سے ملاقات کرنی ہو تو؟	169

﴿4﴾

1	اگر انسان کا ماضی اچھا ہو، حال اچھا ہو، پھر بھی مستقبل کا خوف رہتا ہو تو ایسا کیوں ہے؟	175
2	جن کو نظر مل جاتی ہے، آنکھ مل جاتی ہے، جو آنے والے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں، ان کو پھر پریشانی نہیں رہتی۔	179

3	سر! بے ادبی معاف ۔ایک ڈر لگا رہتا ہے کہ جو رحمانیت میں ہے یا اس کے تقرب میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اگر آج وہ رحمٰن ہے تو کسی بھی معمولی بات پر وہ ناراض ہوسکتا ہے۔اس سے انسان کو اندیشہ بھی لگا رہتا ہے۔اور ڈر بھی لگا رہتا ہے۔	192
4	سر! ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو اللہ کی مہربانی ہے وہ آخری دم تک رہے۔	194
5	کیا زمانے بھی اپنا اپنا مزاج رکھتے ہیں؟ جس زمانے میں ہم جی رہے ہیں کیا اس زمانے کا کوئی مخصوص مزاج ہے؟	202
6	سر! آج کل کے زمانے کو ہم اللہ تعالیٰ کے کس شخص سے منسوب کریں؟	208
7	اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجا کرو اور ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو صلوٰۃ بھیج۔	222

8 انسان سے ایسی غلطیاں کیوں ہو جاتی ہیں جو وہ نہیں کرنا چاہتا؟ 231

9 مَیں نے ایک مَنت مانی تھی اور وہ پوری ہوگئی مگر میں وہ نہیں کر سکا جس کا عہد کیا تھا_____ 236

﴿5﴾

1 مرشد اور مرید کی ملاقات بار بار کیوں ضروری ہے؟ 245

2 خیالات میں تسلسل نہیں ہے اس لیے کیا سوال کریں؟ 250

3 حضور! یہ اللہ کا خوف کیسا ہے؟ 250

4 اللہ کے حوالے کرنا بہتر تو ہے لیکن یہ جو جذبات ہیں ان کا کیا کریں؟ 261

5 کئی دفعہ تعلق بن کے ٹوٹ جاتا ہے، تو اس میں کیا کمی ہوتی ہے؟ 265

6 ایک آدمی نے بیعت کی اور بعد میں وہ اپنے پیر صاحب سے باغی ہوگیا۔ 266

7 جس طرح سائنس میں ہے کہ Survival of the fittest' تو کیا ذہن میں یہ خیال نہیں آ سکتا کہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہونی چاہیے _____ 267

8 مشکل بات ہے۔ 270

9 جنگِ اُحد میں خلاف تھے۔ 271

10 حضرت عمر فاروقؓ 272

11 جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ 273

12 سر! گذارش ہے کہ کسی کو صاحب بصیرت بزرگ زندگی میں میسر آتے ہیں اور پہلا یقین یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ میرے خیر خواہ ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ میں ان کا خیر خواہ کیسے بن سکتا ہوں؟ 275

13 ہم اپنی بے علمی لے کے حاضر تو ہوئے اور سب میسر آ جاتا ہے تو اس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہم کیا کریں؟ 277

14 کیا ہم ذکر سے پہلے دنیاوی مسائل حل کر لیں اور پھر ذکر کریں؟ 282

15 دنیا کی تمنا بھی تو اللہ تعالیٰ نے حل کرنی ہے۔ 282

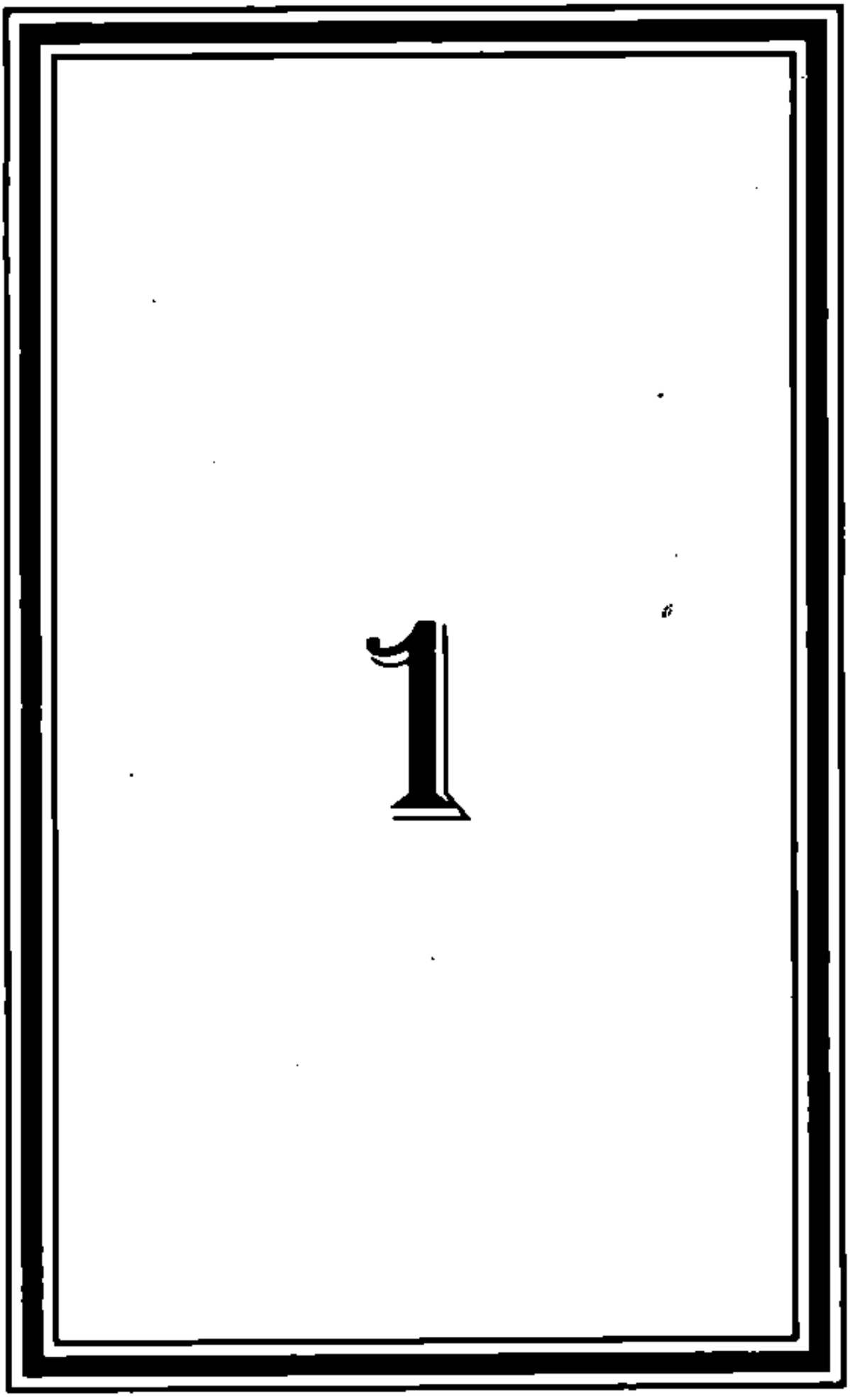
1

1 اللہ کے بندے کی پہچان اور اللہ کی پہچان میں کیا تعلق ہے؟ جو بندہ اللہ کے سفر پر ہوتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ وہ کسی مقام پر اللہ کو پہچان سکے؟

2 اللہ کے راستے کے لیے دعا بھی فرمائیں اور اس کا آسان سا نسخہ بھی عطا فرما دیں_____

سوال:

اللہ کے بندے کی پہچان اور اللہ کی پہچان میں کیا تعلق ہے؟ جو بندہ اللہ کے سفر پر ہوتا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ وہ کسی مقام پر اللہ کو پہچان سکے؟

جواب:

پہلا سوال یا سوال کا پہلا حصہ جو ہے تو یہ سوال عملی زندگی میں بھی ہے اور علمی سطح پر بھی یہ سوال اہم ہے۔ اس کو علمی سطح پر سمجھنے کی بجائے عملی سطح پر پہچانو۔ علمی سطح پر تو عبادالرحمٰن کی بہت تعریف موجود ہے اور اس کے بہت سے ثبوت ہیں اور اگر ثبوت نہ ہوں تب بھی اللہ کا بندہ جو ہے وہ اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ ایک بزرگ نے اس کا ثبوت یہ بتایا کہ اس کا کہا ہوا اللہ کا کہا ہوا ہے، اللہ کا فرمایا ہوا ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

مقصد یہ ہے کہ اس کی کہی ہوئی بات، اس کا بولا ہوا لفظ اور اس کی زندگی اللہ کو Define کرتے رہے۔ اصل میں جو Definitions دی گئی ہیں وہ اللہ کے

بندوں کو نظر میں رکھنے کے بعد انہی کی زندگی کی تعریف کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ کے بندے کی یہ تعریف ہے۔ ایک بزرگ کے پاس ایک آدمی گیا اور کہا کہ میں چھ مہینے آپ کے پاس رہا ہوں اور میں نے آپ سے کوئی کرامت سرزد نہیں ہوتے دیکھی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے کوئی بات شریعت کے علاوہ بھی دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو شریعت کے اندر ہی دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہی اللہ کے بندے کی تعریف ہے کہ اللہ کا بندہ جو ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کے فرمان کے مطابق زندگی بسر کرے۔ چونکہ اس سلسلے میں ہم بہت ساری وضاحتیں پہلے کر آئے ہیں کہ اللہ کا بندہ اس علم کے مطابق بھی ہوگا جو آج تک بیان ہو چکا ہے یعنی اللہ کے بارے میں' اللہ کے حبیب ﷺ کے ارشادات کے بارے میں' اولیاء اور علماء صاحبان کے ارشاد کے مطابق۔ کرامت کی بات اگر آپ سمجھ لیں تو باقی بات بھی سمجھ آ جائے گی۔ پاکستان اور انڈیا کے درمیان کوئی جھڑپ نما چیز ہو جاتی ہے اور اللہ کا بندہ اگر اس وقت نماز پڑھ رہا ہے تو جھڑپ جاری ہے اور نماز بھی جاری ہے۔ جھڑپ اگر نقصان پہنچا جاتی ہے تو وہ بندہ اس بات سے بے خبر' بے پرواہ' لاپرواہ یا بے نیاز ہے' اللہ کا بندہ اللہ کے کام کرتا رہتا ہے اور بندوں کے کام سے وہ درخور اعتنا ہو گیا۔ تو کیا اللہ کا یہ بندہ حال سے بے خبر یا بے نیاز ہوتا ہے؟ یہاں سے سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ دورِ جدید میں

ہیں' آپ کو بے باک خیالات سے بھی Deal کرنا چاہیے۔یعنی اللہ کے بارے میں یا اللہ کے بندوں کے بارے میں جتنی وضاحتیں آج تک آئی ہیں وہ آج سے پہلے آئی ہیں اور آپ آج کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔اگر آپ اس کے مطابق تلاش کرنے جائیں گے تو تلاش کے مطابق تو آپ کو ہو بہو مل جائے گا لیکن آپ کی ضرورت کے مطابق ہو بہو بات نہیں ہوگی کیونکہ زندگی نے اپنے دور میں آپ پر نئی ضرورتیں Thrust کر دی ہیں' آپ پر نازل فرما دی ہیں۔اس لیے آپ کے پاس وہ مسائل ہیں جو مسائل پہلے نہیں تھے' آپ کے پاس وہ ضروریات ہیں جو پہلے ضروریات نہیں تھیں' آپ کی لائف اتنی ورائٹی میں ہے اور اتنے وسیع قسم کے بین الاقوامی شکنجے میں ہے کہ آپ پر کوئی پرانا فارمولا جب آئے گا تو آپ اس کا ادب تو کر لیں گے لیکن وہ آپ استعمال کرنے سے پہلے گھبرا جائیں گے کہ یہ کیا ہے مثلاً ایک آدمی کا بچہ خدانخواستہ بیمار ہو جائے اور اسے یہ کہہ دیا جائے کہ آپ ڈاکٹر کو چھوڑو' پہلے نماز پڑھ لو' دعا کرتے جاؤ کہ اللہ تعالیٰ بہتر فرمائے۔اگر وہ اسپرو نہیں کھاتا اور پیر صاحب کے پاس دم کروانے چلا جاتا ہے تو یہ ہے تو بجا' وہ ٹھیک بھی ہو جائے گا مگر عین ممکن ہے کہ وہ آج کے زمانے میں ٹھیک نہ ہو' ہر چند کہ وہ اللہ کا بندہ جو ہے وہ اللہ کا بندہ ہی رہا مگر آپ کے لیے جو موجود سائنٹیفک حالات ہیں ان سے غفلت کر کے یا ان کو نظر انداز کر کے دنیاوی

کام کو اگر اللہ کے بندوں کی طرف لے چلیں گے تو اس طرح اللہ کا بندہ سمجھ نہیں آئے گا۔ اللہ کے بندے کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس جانے والا سوائے اللہ کے اور کسی کام کو نہ جائے۔ مقصد یہ کہ اللہ کے بندے کے پاس بھی درخواستیں ہوں' مکان' سامان' جائیداد' گھر' بیوی' جھگڑے بلکہ سارے کاروبار ہوں اور پیر صاحب کے پاس بھی اپنے کاروبار ہوں جو اللہ کے بندے کے پاس ہیں تو وہ مرید سے کہیں گے کہ تم کون سے دفتر میں ہو' اس کاروبار کو ایسے کرلیا جائے' اس کو ویسے کرلیا جائے۔ تو یہ سارے کاروبار اپنی جگہ پر درست ہیں لیکن دورِ جدید میں آپ کو بات سمجھ آنا مشکل ہو جائے گی۔ اللہ کے بندے خواہشات کو پورا بھی کرتے ہیں اور اللہ کے بندے خواہشات سے نجات بھی دلا دیتے ہیں۔ تو یہ دونوں کام ہیں اللہ کے بندوں کے۔ اللہ کا بندہ آپ کو زمانے سے قریب بھی کر سکتا ہے اور زمانے سے دور بھی کر سکتا ہے۔ اللہ کا بندہ بہر حال اللہ کا بندہ ہے' اس کا فیصلہ اللہ نے کرنا ہے اور ہم جب یہ فیصلہ کرنے لگ جاتے ہیں تو ہم اس بات کو سمجھ نہیں سکتے کہ ہم نے کیا فیصلہ کرلیا ہے۔ یہ اس طرح ہے جس طرح نعت کہنا ہے۔ جس ذات مبارک ﷺ کے لیے نعت کہی گئی ہے تو وہ تو ان کے لیے کہی گئی ہے' کہنے والے نے کہی' نعت لکھی' لیکن وہ سنا کس کو رہا ہے؟ جو نعت میں شامل نہیں ہے یعنی مشاعرے میں۔ داد کہاں سے لے رہا ہے؟ ادھر سے

اور ابھی اُدھر نعت قبول ہوئی ہے یا نہیں ہوئی' اس کا اسے پتہ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ جس کے نام کی نعت ہے اس کے سامنے نعت پیش کرنے کا عمل جو ہے وہ بدلتے بدلتے ان لوگوں کے سامنے پیش ہونا شروع ہو گیا جن کا اس شعبے کے ساتھ تعلق ہی نہیں ہے۔ مثلاً ریڈیو اور ٹی وی پر نعت پڑھنے والے کئی ایسے ہیں جن کی زندگی نعت کے مضمون کے علاوہ ہی گزری ہے اور انہوں نے نعت کو اس رنگ میں پیش کیا جیسے ماڈرن نعت ہو۔ قدیم ذات کی تعریف میں کہے ہوئے الفاظ نعت ہیں یعنی ذاتِ قدیم کے لیے اور سناتا کس کو ہے؟ جدید زمانے کو' داد لیتا ہے جدید زمانے سے۔ شاید یہ زمانہ نہ ہی سمجھتا ہو اس بات کو۔ تو یہاں پر آ کے آپ کی زندگی کا انتشار شروع ہوتا ہے کہ دین کے بارے میں آپ کا جو علم ہے وہ مکمل ہے اور زندگی کے تقاضے جو ہیں یہ صحیح ہیں' مکمل ہیں' اگر ان دونوں میں Parity نہ ہو تو پھر آپ کو سمجھ آنی مشکل ہو جائے گی۔ تو آپ نے جو علم حاصل کیا اس کے مطابق زندگی کا تقاضہ اور سمت میں جا رہا ہے اور حالاتِ زمانہ جو ہیں وہ کسی اور سمت میں جا رہے ہیں۔ مثلاً جائز کام بھی اگر ناجائز سرمائے کے بغیر نہ ہوں تو پھر آپ کو دین کی بات کیسے سمجھ آئے گی۔ ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ فوٹو کھنچوانا جو ہے وہ جائز نہیں ہے تو پھر اب مجھے حج کر کے دکھاؤ۔ تو اللہ کے بندے کی پہچان اس لئے مشکل ہے کہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان رشتہ ہے اور بعض اوقات اس

رشتے سے بندہ خود بھی بے خبر ہوتا ہے یعنی جو اللہ کا بندہ ہے وہ خود بھی اس بات سے بے خبر ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے احسان ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کو مقرب بنایا ہوا ہے یا کہ کہیں اور رکھا ہوا ہے۔ اب آپ کے لیے ایک غور کا مقام ہے۔ نبوت یا اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی مقامِ نبوت سے کتنی الگ ہوتی ہے؟ کیا الگ ہوتی ہے؟ کہ الگ نہیں ہوتی ؟ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اس زندگی کو شاملِ نبوت یا منصب نبوت میں شامل کرنا جو نبوت کے اعلان سے پہلے ہو' وہ کس طرح آپ شرعی طور پر اس کا جواز رکھتے ہیں حالانکہ وہ عین زندگی ہے۔ جو ذاتِ قدیم مبارک ہے وہ جس راستے سے گزرے وہ راستہ مقدس ہو جاتا ہے' جس دل سے ان کی ذات گزرے وہ دل مقدس ہو جاتا ہے اور جن ماں باپ سے وہ نور گزرے اس کے بارے میں دینی طور پر آپ کا غور کرنا کیا مقام رکھتا ہے' یعنی یہ سوچنا کہ وہ اسلام میں ہیں کہ اسلام میں نہیں ہیں۔ یہ باتیں جو ہیں وہ ماڈرن مائنڈ کے ساتھ آپ کو سمجھنے میں کچھ دِقت ہوگی۔ جن باتوں پہ غور کرنے سے آپ کو سمجھ نہ آئے وہاں آپ کے لیے خاموشی بہتر ہے۔ اس لیے اللہ کا بندہ زمین پر چلتا ہے' اِترا کے نہیں چلتا ہے' بات کرتا ہے تو حلیم الطبعی سے بات کرتا ہے' اللہ کا بندہ جو ہے وہ بندۂ زمانہ نہیں ہوتا ۔

یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ

تو وہ بندۂ زمانہ نہیں ہوتا۔ اللہ کے بندے جو ہیں وہ یضحکوا قلیلاً و یبکوا کثیرا ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ اللہ کا بندہ بہر حال ایک راز ہے جو انسان اور اللہ کے مابین ہے اور اللہ اس کو اپنا بندہ قبول فرما لیتا ہے۔ اب کیونکہ سوال کرنے والے کا سوال ہے کہ میں اسے کیسے پہچانوں؟ اول تو تجھے پہچاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے' کیونکہ تمہارا وہ منصب نہیں ہے اس لیے تم کیوں پہچانتے ہو۔ کہتا ہے کہ میں ضرور پہچاننا چاہتا ہوں اور میں اس سفر پر نکلنا چاہتا ہوں۔ اس سفر پر نکلنا چاہتے ہو تو پہلے یہ سوچو کہ وہ شخص اس شخص کو پہچانے گا جو ویسا ہوگا' جنس جو ہے وہ جنس کو پہچانے گی' ذات جو ہے وہ ذات کو پہچانے گی' شعبہ جو ہے وہ اپنے شعبے کو پہچانے گا' چور جو ہے وہ چور کو پہچانے گا' درویش' درویش کو پہچانے گا _____ تو اللہ کا بندہ ہی اللہ کے بندے کو پہچانے گا۔ اللہ کے بندے کی پہچان ان ذہنوں میں نہیں آسکتی جو خود اللہ کے بندے نہ ہوں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر اہل اللہ پر شریعت کی قدغن لگائی گئی کہ یہ کیسا بابا ہے کہ یہ ہر وقت ڈھول ڈھمکا کرتا ہے' قوالیاں کرتا ہے' شور مچاتا رہتا ہے۔ بابا صاحبؒ کے علاقے کا قاضی یا مفتی جو تھا اس نے ان کے بارے میں بڑے الفاظ کہے کہ کیسا بندہ ہے' یہ کیا کر رہا ہے۔ حالانکہ وہ ہیں اللہ کے بندے۔ اور یہ بھی بڑے اعتراض والی بات کہی گئی ہے' کہ انہوں نے بہشتی دروازہ اس دنیا میں کھول دیا حالانکہ بہشت کہاں' مرنا کہاں'

زندگی کہاں ــــــ تو بہشتی دروازہ یہاں کہاں؟ تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ باتیں کرتے تھے' چہ مگوئی کرتے تھے کہ دیکھو جی ایسے بھی ہو سکتا ہے کہ بہشتی دروازہ یہاں ہو۔ لیکن اللہ کے بندے نے جو کرنا تھا اللہ کے بندے نے وہی کیا۔ اللہ کے بندے کی بات کو آج بھی تسلیم کرنے والے تسلیم کرتے ہیں۔ اللہ کے بندے پیغمبروں کی زندگی سے چراغ اور فیض لیا کرتے ہیں اور اعتراض والے جو ہیں وہ پیغمبر کی ذات پر بھی اعتراض کرتے رہتے ہیں' Follow نہ کرنے والے جو ہیں وہ شریعت کے آداب پہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے اللہ کے جتنے Known بندے رہے ہیں' Well Known یا جانے ہوئے رہے ہیں' آپ ان کی زندگی کے کسی شعبے کو دیکھ لو تو کہیں نہ کہیں کوئی اعتراض نکل آئے گا کہ دیکھو جی وہ کیا تھا۔ ایک بندہ گجرات میں بیٹھا تھا' وہ لنگوٹا باندھ کے بیٹھا تھا' ننگا سائیں ہے اور اس نے کوّے اکٹھے کیے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اندازہ لگاؤ کہ وہ اللہ کا بندہ کہلاتا ہے لیکن وہاں کوّے ہیں' لباس بھی نہیں ہے اور نماز بھی وہاں نہیں ہوتی اور سائیں کا نواں والے ہیں' اللہ والے ہوتے تو پھر بھی کوئی بات تھی' انہوں نے اپنا نام ہی سائیں کا نواں والا رکھوایا ہے وہ اللہ کا بندہ اور اللہ کا یہ بندہ اعتراض کی زد میں بیٹھ کے چراغ جلا رہا ہے۔ اس لیے آپ کو پہچان نہیں ہوتی کہ اللہ کا بندہ کس مقام پر بیٹھا ہوا ہے۔ ایک آدمی ایک بزرگ

کے پاس گیا اور کہا کہ دعا کریں کیونکہ میرے بیٹے سے غلطی ہوگئی ہے' اُس نے قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے دعا کر دی اور اس کا کام ٹھیک ہو گیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی نے کہا کہ بندہ پھانسی کے تختے تک پہنچ گیا ہے تو انہوں نے کہا کہ ابھی بری کرا دیتے ہیں' واپس کرا دیتے ہیں' تو بندہ واپس آ گیا۔ مقتول پارٹی اس بزرگ کے پاس گئی اور کہا کہ آپ نے بڑا ظلم کر دیا ہے' آپ کیسے اللہ والے ہیں کہ ہمارے حق سے ہمیں محروم کر دیا۔ یعنی کہ اس عمل کے نہ کرنے کا جواز موجود ہے اور اس عمل کے کرنے کا اس بزرگ کے پاس اپنا جواز موجود ہے۔ اللہ کے بندے کی تلاش عام طور پر انسان کو دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جو آپ کے پاس لائف ہے' زندگی ہے' یہ آپ کو ٹائٹ کر رہی ہے' اضطراب پیدا کر رہی ہے اور پھر آپ نے سوچا کہ زمان و مکان توڑ کے نکل جانا چاہیے کیونکہ زندگی ٹائٹ کر رہی ہے' پریشان کر رہی ہے' کوئی تکلیف آ گئی ہے' یہ کیا زندگی ہے' اس سے دامن چھڑا کے کسی طرف نکلو۔ زندگی جب ٹائٹ کرتی ہے تو وہ وہاں سے نکلنے کی تمنا کرتا ہے' اُسے اللہ کا براہِ راست ایڈریس پتہ نہیں ہوتا' پھر وہ سوچتا ہے کہ کیا یہاں کوئی اس شہر میں اللہ کے نام والا بندہ ہے۔ اُسے بتاتے ہیں کہ وہاں جو بیٹھا ہے وہ اللہ والا ہے۔ کہتا ہے پھر چلو اُس کے پاس۔ وہاں جانے کی وجہ کیا تھی؟ اُسے زندگی ٹائٹ کر رہی تھی' زندگی اس کو مار رہی تھی' زندگی پریشان کر رہی تھی' تو

پریشانیٔ حال سے گھبرا کر وہ کسی دامن سے وابستہ ہونے چلا گیا حالانکہ اس کا مقصد دنیا تھا اور دین نہیں تھا۔ یعنی کہ پریشانی سے نجات مقصد تھا۔ چونکہ آپ کے ذہنی وسائل، قلبی وسائل، ماحولیاتی وسائل، معاشرتی وسائل اور نصیب کے وسائل تھوڑے کمزور ہوتے ہیں اس لیے آپ ان دنیاوی پریشانیوں کا بھی دین کی طرف علاج سوچتے ہیں۔ مثلاً پیپر دیا، امتحان دیا اور داتا صاحبؒ چلے گئے کہ اب رزلٹ آنے والا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ بزرگوں کے پاس گئے، بزرگ سمجھ کے گئے اور آپ کی ضرورت کیا تھی؟ دنیا _____ اگر اس نے کام کر دیا تو آپ نے کہا کہ اللہ والا ہے۔ تو اللہ والوں کی تلاش کی ایک سٹیج یہ ہے کہ آپ دنیا کی پریشانیوں سے گھبرا کے ان کے پاس گئے، مسئلے کے حل کے لیے گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے ازخود محبت پیدا ہو جائے۔ یعنی کہ یہ بیٹھے بیٹھے ہو جائے۔ اُسے دنیا کی پریشانی کوئی نہیں ہے، آسودگی بھی ہے، حالات اچھے ہیں، معتبر زندگی ہے، سماج میں عزت ہے، پیسہ بھی ہے اور صحت بھی ٹھیک ہے۔ جس انسان کی صحت ٹھیک ہو تو کوئی پریشانی نہیں ہے، سماج میں چار آدمی سلام کرنے والے ہوں تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس کے پاس آسودگی ہو، Tomorrow کے لیے خرچہ ہو تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ ایسے انسان میں اگر خدا کی طلب پیدا ہو جائے تو وہ تلاش کرتا ہے۔ تو اب یہ دو قسم کے آدمی ہیں جو اللہ کو تلاش کر

رہے ہیں' ایک تو گھبرایا ہوا ہے اور دوسرا از خود وارفتہ ہو گیا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت سے نوازا۔ اللہ کی محبت آپ کا ذاتی منصب نہیں ہے' اللہ کی محبت فارمولا نہیں ہے۔ ایک آدمی ساری عمر عبادت کرتا رہے تو عین ممکن ہے کہ اس میں اللہ کی محبت پیدا نہ ہو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ کی محبت پیدا ہو جائے۔ اب میں آپ سے وہ بات کر رہا ہوں جس کو سُن کے چپ کر جانا اور آگے بات نہیں چلانا' یہ ایک راز ہے۔ شریعت کی نماز اور ہے اور خدا کی نماز اور ہے۔ یہ بات آپ دل میں رکھ لو۔ آپ شریعت کی نماز پڑھتے ہیں' کام کی نماز پڑھتے ہیں' فارمولے کی نماز پڑھتے ہیں اور ایک قانون کی نماز پڑھتے ہیں۔ ایک اللہ کی نماز ہوتی ہے جو اللہ والا پڑھتا ہے۔ اس کے لیے کہا گیا کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ جن لوگوں نے صبر کے ساتھ صلوٰۃ ادا کی وہ کوئی اور لوگ ہیں' ان کا مقام کچھ اور ہے۔ یہ مقام ہے اللہ والے کا کہ وہ صبر کے ساتھ صلوٰۃ پڑھتا ہے۔ اس کی نماز اور ہے۔ امامؑ کو شہید کرنے والوں نے بھی نماز پڑھی' ممکن ہے کہ پڑھی ہو اور شہید ہونے والے قافلے نے بھی نماز پڑھی۔ اب دونوں نمازوں میں آپ فرق بتا دیں۔ دونوں نمازیں تو نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ اگر امام عالی مقامؑ کو شہید کرنے والوں میں اس وقت اَنا کی بات تھی تو پھر امامؑ کی جگہ کوئی اور بڑی ہستی بھی ہوتی تو انہوں نے وہی عمل کرنا تھا کیونکہ وہ جس فارمولے کے مطابق عمل کر

رہے تھے وہاں کوئی اور فارمولا چلتا ہی نہیں ہے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے ماننے والوں نے ایسا عمل کیا۔ پیغمبروں کو ماننے والوں نے پیغمبروں کے ساتھ ایسا عمل کیا۔اور کیا کوئی آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ پیغمبرؑ اور نواسہ پیغمبرؑ میں کیا فرق ہے۔ان میں تو کوئی فرق نہیں۔اگر عقیدت نہ ہو تو فارمولا آپ کو کسی مقام پر نہیں پہنچائے گا۔اگر عقیدہ ہو تو وہ یہ کہے گا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ امامؑ جو ہیں حضور پاک ﷺ کے نواسے ہیں اور یہ جو امامؑ ہیں وہ حضور پاک ﷺ کے کندھے پر سواری کرتے رہے ہیں' یہ آپؐ کو بہت عزیز تھے۔اتنی بات کافی ہے کہ اب اولی الامر کون ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کی نماز اور ہے' اور شریعت والوں کی نماز اور ہے۔ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دوسرا طبقہ جو اللہ کی تلاش کرتا ہے ان میں خود ہی وارفتگی پیدا ہو جاتی ہے کہ ؎

کسے در سینہ می گویم کہ ہستم

کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ چل نکل چل۔تو نکلنے کی تمنا پیدا ہو جاتی ہے۔پہلا شخص جو حالات زمانہ سے گھبرا کر تلاشِ عبادالرحمٰن میں نکلا' اس کے لیے نشانی یہ ہے کہ ایسا مقام آ جائے کہ جہاں اس کو اس کے مسائل سے نجات مل جائے' مسئلہ وہاں حل ہو جائے۔تو مسئلہ کیا تھا اور اس اللہ والے نے کیا سے کیا بنا دیا؟ یعنی کہ آرزو کو پورا کرنا اور چیز ہے' اُسے آرزو سے ہی نجات مل گئی۔

جو مجسم سوال بن کے آیا تھا وہ بے نیازِ آرزو ہو کر واپس کر دیا گیا۔ تو وہ اللہ کا بندہ ہوگا جو صاحبانِ آرزو کو بے نیازِ آرزو کر دے۔ ایک تو اس کی یہ نشانی ہے۔ وہ زمانے کی پریشانیوں سے یوں نکال دے جیسے سمندر سے مچھلی کو آزاد کر دیا' الگ کر دیا۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ دوسرا جو طالب ہے اس کے عشق کا وہاں فروغ ہوتا ہے اور یہ عشق ہی پہچان ہے۔ عاشق کے لیے جس کے دل میں درد ہو وہ پہچانتا ہے کہ کہاں پر اہلِ دل ہوتے ہیں اور جو اہلِ دل نہ ہو اس کو کسی اہل دل کی پہچان ہونا مشکل ہے۔ اس لیے جو طالب ہے' شوق کا طالب ہے' وہ آدھا اہل اللہ تو آپ ہی ہے کہ اس کے اندر جو الٰہیات کا شوق ہے وہ اس کو کشاں کشاں لیے پھرتا ہے

کشاں کشاں لیے پھرتی ہے جستجوئے رسولؐ

تو وہ جستجو اُسے لے کے چلی ہے۔ تو اس کے ساتھ جو کچھ ہے وہ جستجو ہے' اس کا حاصل ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بتایا ہے کہ اللہ والوں کی تلاش جو ہے' بڑا مشکل کام ہے۔ میں پھر دہرا دیتا ہوں۔ آپ پریشان حال ہو کے نکلے اور کسی آدمی کے پاس گئے جس کے بارے میں یہ گمان تھا کہ یہ اللہ والا ہوگا اور مجھے میری مصیبت سے نجات دلائے گا۔ جہاں مصیبت کا خیال گم ہو گیا یا مصیبت ہی گم ہو گئی تو سمجھو کہ یہ اہل اللہ کا مقام ہے۔ وہاں کیا ہو گیا؟ یا تو مصیبت کا احساس گم ہو گیا' یا مصیبت گم ہو گئی یا پھر تم ہی گم ہو گئے' تو یہ

اہلِ اللہ کا مقام ہے۔ جو شخص پہلے ہی طالب ہو کے نکلا ہے' تو طالب کی طلب جہاں آسودۂ حال ہو جائے وہ اہل اللہ کا مقام ہے' یعنی جہاں طالب کی طلب لطف میں آ جائے' طلب کو ٹھکانہ مل جائے۔ کہتا ہے کہ ہم نے بڑی تلاش کی تھی' مدت سے آرزو تھی' تلاش کرتے کرتے ملا تو بندہ ہی یعنی اللہ کی آرزو میں چلنے والے کو ملا انسان ہی اور اس انسان کو جب دیکھا تو کہا کہ میں نے اُسے آج دیکھا ہے مگر محسوس یہ کیا ہے کہ اسے کل بھی دیکھا ہوا ہے ۔

میں زندگی میں اُسے جب پہلی بار ملا
محسوس ہوا کہ اُسے جانتا تھا پہلی بار سے پہلے

تو اسے جب پہلی بار ملتا ہے تو کہتا ہے کہ میں اُسے پہلی بار سے پہلے بھی جانتا ہوں۔ گویا کہ یہ ہیں پرانے رشتے' پیدائش سے قبل کے رشتے' اہل اللہ کو اہل اللہ ہی ملایا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کام ہیں کہ اسی روٹین کے میٹیریل میں سے Exception نکالتا ہے ۔ یہ ایک واقعہ اگر آپ کو سمجھ آ جائے کہ امام غزالیؒ آپ کے لیے باعث تقلید ہیں لیکن یہ یاد رکھنا کہ امام غزالیؒ سے پہلے کوئی امام غزالیؒ نہیں تھا جس کی وہ تقلید کرتے بلکہ امام غزالیؒ از خود امام غزالیؒ ہیں۔ آپ بے شک ان کی تقلید کرو لیکن وہ جو کچھ ہیں وہ خود ہیں۔ داتا صاحبؒ کے آستانے پر جانا عین روحانی فروغ کا ذریعہ ہے لیکن داتا صاحبؒ کسی آستانے پر نہیں آئے تھے۔ آج ان کا آستانہ

ہمارے لیے عقیدتوں کا بہت بڑا مرکز ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ کے بندے جب تشریف لائے تو کسی مزار پر نہیں آئے اور آج ان کا مزار ہمارے لیے کیا سے کیا ہے' اور ہونا بھی چاہیے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جلوس ہو میلاد النبی ﷺ کا اور جلوس کا اختتام داتا صاحبؒ پر ہو۔ یہ بات غور کرنے والی ہے۔ اسی طرح مضمون نعت کا ہوتا ہے اور ختم داتا صاحبؒ کے پاس ہوتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ یہاں سے وہاں تک کوئی رشتہ موجود ہے بلکہ کچھ درویش یہاں آ کے کہتے ہیں کہ جہاں کہیں کوئی اللہ والا مل جائے تو وہاں بھی صلی اللہ علیک یا رسولؐ اللہ پڑھ لیتے ہیں۔ اب یہ درویش کہتے ہیں کہ کرامتِ بزرگ یا کرامتِ اہل اللہ جو ہے یہ بھی یکے از معجزات رسول ﷺ ہیں یعنی کسی فقیر کی کوئی کرامت اس کی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ یہ سرکار ﷺ کی عطا ہے۔ گویا کہ فقیر کی کرامت حضور پاک ﷺ کے زندہ معجزوں میں سے جاری معجزے ہیں۔ تو لوگ یہ کہتے ہیں۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ پہچان کا ذریعہ بڑا مشکل ہے۔ اگر درد ہو تو جہاں درد کو آسودگی ملے وہاں علاج ہے۔ اگر آپ کے اندر کچھ نہ ہو اور صرف علم لے کے جا رہے ہو تو اہل اللہ کبھی سمجھ نہیں آئے گا۔ اندر کوئی آگ لگی ہونی چاہیے' اندر کوئی پریشانی ہونی چاہیے۔ آپ کے اندر میٹر ہونا چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ضرور اہل اللہ کی تلاش کرنی ہے۔ تو وہ گھر سے چلا۔ ایک مرتبہ تین بزرگ ایک اہل اللہ کی

تلاش میں چلے۔ انہوں نے راستے میں اس بزرگ کے بارے میں سوچا کہ وہ اہل اللہ ہے تو ہم کوئی آزمائش ہی کر لیں۔ کتاب لکھنے والے بزرگ کہتے ہیں کہ مجھے تو امام زین العابدینؒ کا قصیدہ چاہیے تھا۔ دوسرے نے کہا کہ میری تلی درد کرتی ہے' میں دعا کراؤں گا کہ تلی کا درد ٹھیک ہو جائے۔ تیسرے نے کہا کہ ہم بزرگ کے پاس خالی پیٹ چلتے ہیں وہاں سے حلوہ ملنا چاہیے' تو تینوں چل پڑے۔ وہاں گئے تو وہ بزرگ اپنے آستانے کی کوٹھڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا السلام علیکم۔ بزرگ نے کہا کہ تم آ گئے ہو' بڑی آزمائشیں کرتے ہو۔ کتاب لکھنے والے کو کہا کہ تو دیوار پہ پڑھ اور امام زین العابدینؒ کا قصیدہ نوٹ کر لے۔ دوسرے کو کہا کہ ادھر آ میں تیری تلی کا علاج کروں۔ تیسرے سے کہا کہ حلوہ تو بازار کی چیز ہے وہ بازار سے جا کے کھا' میرے پاس کدھر آ گیا _____ تو اہل اللہ کی یہ پہچان ہوتی ہے۔ اہل اللہ کی پہچان میں غلطی ہو سکتی ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کے ایک آدمی اہل اللہ کے پاس گیا۔ نماز کا وقت تھا۔ اہل اللہ نے جماعت کرائی اور جماعت میں قرآن پاک کے الفاظ کے تلفظ میں کوئی فرق آ گیا یعنی ان کا تلفظ پوری طرح ویسے نہیں تھا جیسا کہ ہونا چاہیے تھا۔ انہوں نے یہ کام کیا کہ اپنی نماز الگ سے پڑھ لی اور واپس چل پڑے۔ جنگل کا سفر تھا اور ایک شیر دھاڑ کے ان کی طرف بھاگ پڑا۔ اتنے میں وہی غلط تلفظ والا بابا سوٹی لے کے آیا اور

شیر کو کہتا ہے کہ ہمارے مہمان کے ساتھ بھی یہ بات' یہ ہمارا مہمان ہے' بھاگ جا یہاں سے ۔شیر نے سلوٹ کیا اور چلا گیا ۔کتاب والے بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے بابا سے کہا کہ آپ کا اتنا بڑا مقام ہے۔اُنہوں نے کہا کہ اگر انسان اللہ کا بندہ ہو جائے تو یہ ساری چیزیں تابع ہو جاتی ہیں۔ اِنہوں نے کہا کہ مجھے کوئی نسخہ بتائیں ۔اُنہوں نے کہا کہ تو تلفظ ٹھیک کر' تیرے لیے نسخہ کوئی نہیں ____ تو نیت ٹھیک ہونے کی بات ہے' تلفظ کی بات نہیں ہے۔مدعا یہ ہے کہ ہر اہل اللہ ہر دوسرے اہل اللہ سے جدا ہے اور ہر اہل اللہ دوسرے اہل اللہ کے ساتھ ملا ہوا ہے۔یہ اتنی انفرادیت ہے کہ اس کا فارمولا بنانے کی کوشش نہ کرنا۔پھر سائل جو ہے' جو تلاش کر رہا ہے وہ اگر گھر سے کوئی آلہ لے کے نہیں چلا کہ میں یہ میٹر لگا کے دیکھ لوں گا تو اسے پتہ نہیں چلے گا۔آپ علم کا میٹر نہ لگانا۔میری یہ بات یاد رکھنا۔یہ نہ کرنا کہ اہل اللہ کی میں نے دس صفات لکھ لی ہیں' میں یہ Try کروں گا۔اس طرح اہل اللہ آپ کو کبھی نہیں ملے گا۔آپ اپنے اندر کچھ لے کے چلو' اپنے اندر کچھ واردات لے کے چلو۔ایک جگہ پر دس آدمی بیٹھے تھے۔انہوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ کیا تمھیں اہل اللہ ملا؟ تمھیں کیسے ملا؟ ایک نے کہا کہ جب میں چلا تو میں نے ارادہ کر لیا کہ میں اس کو اپنی نگاہ سے دیکھوں گا' پھر میں نظر سے پہچانتا رہا' بندے میری نگاہ سے گزرے اور میں غور سے دیکھتا

رہا' ۔

ہر چہرے پر آنکھ تھی میری
ہر آہٹ پر میرے کان

میں چہرے کو غور سے دیکھتا گیا اور چلتا گیا' ایک چہرہ ایسا تھا کہ اس نے مجھے اس کے بعد کچھ دیکھنے ہی نہ دیا _____ تو وہ اہل اللہ تھا۔ یعنی کہ جہاں آپ کی نگاہ ایسے مرکوز ہو جائے کہ اس کے بعد کچھ دیکھنے کی آرزو ہی نہ رہے تو وہ مقام ہے اس طالب کے لیے جو نگاہ لے کے چلا ہے اہل اللہ کے لیے۔ دوسرے سے پوچھا گیا کہ تجھے کیسے ملا؟ کہتا ہے کہ میں تو ذہن لے کے گیا تھا' عقل کے ساتھ چلا تھا' میں نے سوچا کہ میں پہچان کرلوں گا کیونکہ میں عقل والا بندہ ہوں۔ چلتے چلتے ایک ایسی جگہ پر آیا' ایک ایسا بندہ آیا کہ جہاں میری عقل حیرت میں گم ہوگئی اور اس کے بعد عقل نے سوچنا ہی بند کر دیا' سوچ ہی ماؤف ہوگئی' اس کے بعد ذہن میں کوئی خیال ہی نہیں آیا۔ تو وہ اللہ کا بندہ تھا جس نے آپ کے ذہن میں حیرت کے جلوے پیدا کر دیئے۔ حیرت بذاتِ خود ایک جلوہ ہوتی ہے حالانکہ جلوے کے برعکس ہوتی ہے۔ تیسرے نے کہا کہ میرا بڑا آسان سا شعبہ تھا' میں جیب میں پیسے لے کے گیا کہ کوئی اہل اللہ ملے تو اس کی خدمت میں نذرانہ پیش کروں' مگر صبح سے شام تک مجھے کوئی اہل اللہ نہیں ملا' اتنے میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا

کہ میرے پیسے تو مجھے دے' کیوں وقت ضائع کر رہا ہے تو وہ اہل اللہ تھا۔ اور اگر آپ سائل بن کے ملیں کہ مجھے اتنے پیسوں کی ضرورت ہے تو چلتے چلتے کوئی اہل اللہ نہیں ملے گا اور اگر مل گیا تو کہے گا کہ یہ اپنے پیسے لے اور جا اپنا کام کر۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ دل کو اہل اللہ کی پہچان کا ذریعہ بنا کے نکلو گے تو جہاں آپ کے اندر دلبری کا تصور پیدا ہو جائے تو وہ مقام اہل اللہ کا ہے۔ تو اہل اللہ جو ہے وہ اللہ نے تمھاری صفات کے مطابق ایک ذات کو تمھارے لیے مرتب کیا ہوا ہوتا ہے جس سے تمھاری آسودگی ہو جائے' تمھاری بہبود ہو جائے۔ تمھارا اہل اللہ جو ہے وہ دوسرے اہل اللہ سے مختلف ہو سکتا ہے کیونکہ تیرے لیے ایک پریشانی ہے اور دوسرے کے لیے دوسری پریشانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک زمانے میں دس دس اہل اللہ مختلف طریقتوں کے ساتھ آئے۔ مثلاً یہ نقشبندی طریقت والے بیٹھے ہوئے ہیں' یہ چشتی بیٹھے ہوئے ہیں' یہ قادری بیٹھے ہوئے ہیں اور سب اپنے اپنے جلوے میں مصروف ہیں' سارے حق ہیں' سارے برحق ہیں' یہ مختلف نہیں ہیں لیکن جیسے جیسے مزاج کے لوگ ہیں ان کی پرورش ہو رہی ہے۔ تو اس طرح کی پرورش بہت ضروری ہے۔ اہل اللہ جو ہے وہ عالم ضرور ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ جو عارف ہوگا وہ عالم ضرور ہوگا لیکن ہر عالم جو ہے وہ عارف نہیں ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ کے پاس علم ضرور ہے لیکن ہر علم والے کے پاس اہل

اللہ کی سند نہیں ہوتی۔ اس کا آپ ضرور دھیان رکھیں۔ اہل اللہ کا مقام یہی ہے کہ آپ کو باقی وہ ساری صفات نظر آجائیں گی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے اور یہ اس کی ایک اور سند ہے کہ وہ تجھے اپنی ذات سے تعارف نہ کرائے بلکہ تجھے تیری ذات سے تعارف کرادے۔ اہل اللہ وہ ہے جو تجھ کو تیرے مقام سے آگاہ کر دے' تیرے سامنے تیری غلطیاں ظاہر کر کے رکھ دے' تیرے سامنے تیری خوبیاں ظاہر کر کے رکھ دے' تیرے سامنے آئینہ رکھ دے کہ یہ تم ہو۔ جس نے تجھے آئینہ دکھادیا وہ اہل اللہ ہے۔ مقام کی فکر نہ کرنا کہ مقام کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔ وہ تجھے تیرے مقام سے آگاہ کر دے گا۔ اس کا مقام چاہے کچھ بھی ہو۔ یہ ہے اہل اللہ۔ اللہ کی پہچان تو نہیں ہوگی' اللہ کی پہچان نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی تسلیم ہوتی ہے۔ جب تسلیم اتنی واردات بن جائے کہ آپ کو ہر طرف جلوۂ حق کے سوا کچھ نظر نہ آئے تو سمجھو کہ اللہ کی پہچان ہو گئی۔ اللہ کی پہچان یہ ہے کہ غیر اللہ نظر آنا بند ہو جائے۔ جب آپ کی نگاہ میں غیر اللہ نظر آنا بند ہو جائے ۔

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگارِ کثرت

یعنی کہ کثرت میں آپ کو وحدت نظر آنی شروع ہو جائے' ہر طرف ایک جلوۂ ذات ہو جائے ۔

یار کو ہم نے جا بجا دیکھا
کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
کہیں بولا بَلٰی وہ کہہ کے اَلَسْت
کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا
کہیں ہے بادشاہِ تخت نشیں
کہیں کاسہ لیے گدا دیکھا

آپ ہی اس کے جلوے ہیں' کبھی فرعون بنا دیتا ہے اور کبھی موسیٰ۔ وہ کھیل کر رہا ہے' رونق ہے' میلہ ہے' آپ اس دنیا میں اس کے میلے دیکھتے جاؤ' یہ اللہ کی پہچان ہے۔ اللہ کی باتوں میں واضح تضاد کے باوجود آپ کو تضاد نظر نہ آئے' تو یہ اللہ کی پہچان ہے اس کی باتوں میں Paradox ہوگا مثلاً یہ کہ میں تمھیں رزق دیتا ہوں' تم اپنی کمائی کرو' میں تمھیں زندگی دینے والا ہوں' مار بھی دیتا ہے وہ۔ مقصد یہ کہ اس کے وسیع قسم کے بیانات ہیں' وسیع کارخانہ ہے' ایک تو زندگی میں مبتلا کر کے رکھ دیا اور پھر یہ حکم لگا دیا کہ اس سے باہر نہ نکلنا' اور یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم نکل سکتے ہو تو نکل کے دکھاؤ یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض تو وہ چیلنج کر رہا ہے کہ زمین اور آسمان کے حصار سے نکل کے دکھاؤ' مگر نہیں نکل سکو گے' خبردار نہیں نکل سکو گے' لیکن جب میں چاہوں گا۔ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ : سلطان اس کی

عطا ہے۔یعنی کہ اس نے بندہ بنایا۔ بندہ اس نے بنایا' انسان اس نے پیدا کیا ' دنیا اس نے بنائی اور جو نہیں مانتا اس میں ہمارا کیا قصور ہے' اس کو اللہ خود منوالے۔تو یہ ہے ایک تضاد۔ پھر وہ کہتا ہے کہ ایمان میں عطا فرماتا ہوں۔ لوگ پوچھیں گے کہ ایمان آپ عطا فرماتے ہیں تو کفر کون عطا فرماتا ہے۔ان دونوں باتوں میں بظاہر تضاد ہے لیکن جب آپ اس کے اور قریب ہوں گے تو پتہ چلے گا کہ اس میں تضاد کوئی نہیں ہے بلکہ وہ ٹھیک فرما رہا ہے۔ یہ اس کے کام ہیں۔مقصد یہ کہ یہ ایسی بات ہے کہ اس نے پیغمبروں کو تقرب کا مقام عطا فرمایا اور بہت ہی محبت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ اُنؐ پر درود پڑھتا جا رہا ہے اپنے فرشتوں کے ہمراہ' اور پیغمبر ﷺ کو ابتلا میں سے گزارا' تکلیف کی وادی سے گزار دیا۔درود میں کمی نہیں آئی اور تکلیف بھی جاری ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔اگر آپ اور قریب ہو جائیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ ایک ہی بات ہے' یہ درود ہی تو ہے جو تکلیف ہے۔آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب میں تکلیف نہیں ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ کا تقرب ہی تکلیف میں ہوتا ہے۔اس نے فرمایا ہے کہ ولنبلو نکم بشی ء من الخوف والجوع و نقص من الاموال والا نفس والثمرات و بشرا لصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وا نا الیہ راجعون تو وہ خوف' بھوک' مال' جان' اور پھلوں میں نقص سے آزماتا ہے اور اس مصیبت میں اس کے صبر کرنے والے

بندے کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں صابرین کے ساتھ ہوں۔ گویا کہ اللہ ساتھ ہو تو اتنا ساتھ ہوتا ہے کہ پتہ نہیں چلنے دیتا۔ تکلیف والے کو دیکھ کر لگتا ہے جیسے اس کا خدا ہی نہیں ہے لیکن خدا ساتھ ہے۔ تو اللہ عین ساتھ ہے اور کسمپرسی کا یہ عالم ہے جیسے اللہ ہے ہی نہیں۔ کربلا عین اللہ والوں کی ہے لیکن پتہ نہیں چلتا۔ ہم یہ بتا رہے ہیں کہ جب اللہ تعالی ساتھ ہو تو دنیا کی نگاہوں سے اسے ایسے چھپایا جاتا ہے کہ لوگ Pity کرنے لگ جاتے ہیں کہ بڑا افسوس ہوا' کاش اس کا کوئی ہوتا۔ حالانکہ وہ آپ مالک ہے۔ تو وہ کوثر و تسنیم کے عین مالک ہیں اور انہیں پانی سے پیاسا رکھ دیا' عین تضاد رکھ دیا۔ تو پانی کیا اور پیاسا کیا' کیا ایسا ہو سکتا ہے' مالک کا مقام کیا ہے؟ اب یہ جو راز ہے' تضادات کا راز ہے یہ سمجھ آ جائے تو سمجھو کہ یہ اللہ کا مقام ہے۔ کربلا کا واقعہ ایک تو یہ ہے کہ یہ یزید اور امام عالی مقامؑ کے درمیان جھگڑے کی بات ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ یہ اللہ اور اللہ کے بندے کے مابین بات ہو رہی ہے یعنی حضرت امام عالی مقامؑ اور اللہ کے درمیان کوئی بات ہو رہی ہے۔ اب اللہ ان کے درجات میں اضافہ کر رہا ہے اور درجات میں اضافہ ہونا خوشی کی بات ہے۔ درجات بلند ہو رہے ہیں اور یہ درجات تا قیامت رہنے والے ہیں۔ جس شخص پر تا قیامت درود و سلام بھجوانا ہے' اس کو ایسے چھپا کے گزارا جیسے کہ تکلیف سے گزار رہا

ہے' حالانکہ تکلیف نہیں ہے بلکہ یہ مقام ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو سمجھنے کے لیے بڑا ضروری ہے کہ اس کی بظاہر متضاد باتوں کے اندر تضاد نظر نہ آئے۔ ہر رنگ کے اندر ایک ہی رنگ نظر آئے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر رنگ میں بے رنگ کا دیکھنا ہی اللہ کی پہچان ہے یعنی رنگوں میں بے رنگ کی پہچان۔ تو اللہ والوں اور اللہ کے مابین رشتہ ہمیشہ قائم رہتا ہے اور وہ تکلیف میں زیادہ مستحکم ہوتا ہے۔ وہ شخص اللہ والا نہیں ہوسکتا جو تکلیف میں گلہ کرے۔ تکلیف جو ہے وہ اس نے اپنے مقربوں کے لیے رکھی ہوتی ہے تاکہ وہ ذرا اور قریب ہو جائیں۔ بات تعلق کی ہے اور تعلق میں ستم اور کرم ایک ہی شے ہے۔ بات سمجھ آئی؟ تعلق ہو تو ستم اور کرم ایک ہی شے کے نام ہیں اور اگر تعلق نہ ہو تو کرم بھی ستم ہے۔ پھر وہ کہے گا کہ تم پیسے لے لو' جان چھوڑو' ہمارے پاس نہ آیا کرو۔ تعلق توڑ دینے سے اس کی دنیا کا مقام جو ہے وہ کوئی مقام نہیں رہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے متعلق رہنے والا وہ انسان ہوگا جو اس کو تکلیف میں بھی یاد کرے' راحت میں بھی یاد کرے' تنہائی میں یاد کرے' محفل میں یاد کرے' ہر رنگ میں اس کے جلوؤں کے قریب رہے' تو وہ آدمی اللہ کو پہچان سکتا ہے۔ تو اللہ کے بندوں کی پہچان اور اللہ کی پہچان' یہ دونوں سوالوں کا جواب ہے۔ لیکن تو کیوں پوچھتا ہے یہ سوال؟ اللہ کا بندہ بننے کی آرزو جو ہے یہ آرزو نہیں ہے' یہ اللہ کا احسان ہوتا ہے۔

جسے چاہا اپنا بنا لیا

آپ یہ دیکھیں کہ اگر آپ دنیا کی آرزو سے نجات پا رہے ہیں تو سمجھیں کہ یہ اللہ کا احسان ہے۔ اللہ کا احسان جو ہے وہ آپ کی دنیا کے تمام حاصل کو Meaningless کر دیتا ہے۔ اللہ کی تمنا کیا ہوتی ہے؟ دنیا کو Meaningless کر دیتی ہے کہ ایک ہاتھ پر سورج رکھ دو اور ایک ہاتھ پر چاند رکھ دو تو پیغام پھر بھی وہی ہے' یہ سارے سونے کے پہاڑ ہمارے حوالے کر دو' تب بھی ہمارا پیغام وہی ہے' ہمیں ان باتوں کی غرض ہی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کا بندہ وہ ہے جو ابتلا میں ہو' آسودگی میں ہو' کچھ بھی ہو' اس کی ایک ہی آرزو ہوتی ہے کہ میں اللہ کے قریب چلا جاؤں۔ تو وہ اپنے دل کے قریب کر لیتا ہے۔ جو اللہ کا بندہ بننا چاہے وہ دل سے گلہ نکال دے' شکوہ نکال دے' آزاد ہو جائے' شکایت نکال دے' تقاضہ نکال دے' اپنے سارے پروگرام بھی نکال دے اور وہ جانتا ہے کہ انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون ہم اس کی طرف ہمیشہ رجوع کرنے والے ہیں' وہ راجعون ہوتے ہیں۔ کل شی یرجع الی اصلہ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے والی ہے۔ اور اس کا اصل اللہ ہے' اسی کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف واپس جانا ہے۔ اپنے دنیاوی معمولات اور دنیاوی حاصل جب آپ کی نگاہ میں سارے کے سارے Futile اور Useless نظر آنے شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ اللہ کے قریب کوئی مقام آ گیا۔ اللہ والے

جو ہیں وہ اللہ کے ساتھ تعلق میں رہتے ہیں اور دنیا کے اپنے حاصل کو اپنی نگاہوں سے گرا دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امانت خانے میں سے نہ کوئی شے اُٹھانی ہے اور نہ اس میں داخل کر سکتے ہیں۔ امانت خانہ موجود ہے' لسٹ میں سب کچھ شامل ہے' یہ دنیا ب ت نہ کوئی چیز اُٹھانے کی تمنا ہو اور نہ چھیڑنے کی تمنا ہو' آپ یہاں سے گزر رہے ہیں' بازار کی رونقیں قائم رہیں گی' آپ ہی نہیں رہیں گے۔ تو یہاں سے کچھ اٹھانے کی تمنا چھوڑ دو' حاصل کی تمنا چھوڑ دو' دنیا سے نجات پا کے نکل جاؤ ۔

دامن تر مکن

یعنی کہ جیب میں کوئی شے نہ ڈالو۔ یہ ہے اللہ کے بندے کا آغاز۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا ہنگامہ اس کی نگاہ سے گزر جائے' یہاں کا حاصل اس کی نگاہ میں وقعت نہ رکھے' یہاں کے رشتے جو ہیں وہ رشتے اور ہو جائیں۔ تو اللہ کے بندے کا پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کی تلاش کرے' اللہ کے بندوں سے محبت کرے' اللہ کے بندوں کا تقرب حاصل کرے اور زمانے سے نجات حاصل کرے ۔

یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ

تو وہ اِدھر سے نکل گیا اور اس کا رُخ اُدھر ہو گیا۔ اس کو کہتے ہیں ۔

بُلھیا رب دا کی پاوناں

اِتھوں پُٹنا تے اُودر لاوناں

مطلب یہ ہے کہ یہاں سے توجہ ہٹا کے وہاں توجہ لگا دو ۔تو مکان' سیمنٹ' اینٹ اور گارا' سب کو چھوڑ دو۔تُو ادھر رجوع کر اور دیکھ ۔ ہو رہا ہے ۔

مشرق سے نکلتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

تو سورج کو دیکھ' شاید دوبارہ دیکھ سکے کہ نہ دیکھ سکے۔ایک آدمی کو کسی نے بتایا کہ تو دو ہفتوں میں اندھا ہو جائے گا' تیری بینائی کی عمر صرف دو ہفتے باقی رہ گئی ہے۔ان دو ہفتوں میں اس نے دنیا کو اتنا دیکھا کہ ساری زندگی نہیں دیکھ سکا' اور پھر اس کی آنکھ بھی بچ گئی۔مطلب یہ ہے کہ اگر یہ پتہ چل جائے کہ تم نے یہاں نہیں رہنا تو تمھارے یہاں رہنے کے آداب اور ہوں گے۔ تمھیں اس بات کا پتہ تو ہے لیکن یہ تم پر وارد نہیں ہوا۔جس شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ میں اس مکان میں رہ رہا ہوں جس میں آگ لگی ہوئی ہے' میں اس وجود میں رہ رہا ہوں جو ''کھرتا'' چلا جا رہا ہے' پگھلتا جا رہا ہے' ضائع ہو رہا ہے' ریزہ ریزہ ہو رہا ہے تو پھر اس کو یہاں سے نکلنے کی اور تمنا ہو جائے گی۔اس بات کی فکر کرنے والا آدمی کہ'' یہاں سے نکل کے کہاں جانا ہے'' اللہ کی راہ پر چل نکلتا ہے۔یہ ہے اللہ کے بندے کی نشانی۔یہ آپ کو بتا دی ہے' اللہ کی پہچان کا طریقہ آپ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے' آپ اس پہ غور

کریں تا کہ ان باتوں پہ چلتے ہوئے اپنے سفر کا نام رکھ سکو کہ آپ کے سفر کا نام کیا ہے ۔

اپنے سفر کا آپ ہی اچھا سا نام رکھ

تو یہ دیکھو کہ آپ کا عمل کیا ہے ۔ اگر تم اللہ والے نہ بنو تو باقی سارے جہاں سے تمھیں کیا غرض ہے ۔ اللہ والے کا مطلب صرف یہ ہے کہ تیرے اندر اللہ کی تمنا پیدا ہو جائے ۔ تیرے اندر اللہ کی تمنا پیدا ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے تو دنیا کے لیے بے ضرر ہو جائے اور پھر اس کے بعد تو دنیا کے لیے منفعت بخش ہو جائے' تیرا ہونا بارش کی طرح ہو کہ سب کے لیے فائدہ ہی فائدہ ہو ۔ بس پھر تو اللہ کا بندہ ہو گیا ۔ اب ان باتوں پہ آپ غور کرو اور اگلا سوال سوچو _____ یہ بڑے غور والی باتیں ہیں ۔ اگر آپ کبھی کسی بزرگ کے عرس پہ جاؤ' داتا صاحبؒ کے عرس پہ جاؤ تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جنھیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اللہ والے کیا ہوتے ہیں وہ بھی سارے انہیں اللہ والا مانتے ہیں' یعنی جس قسم کا مذہبی فرقہ ہو وہ انہیں اللہ والا مانتے ہیں ۔ داتا صاحب علی ہجویریؒ کا تقرب آپ کی اپنی خواہش اور اپنی طبیعت کے مطابق ہو گا ۔ جو قوال ہے اس کو داتا صاحبؒ کا تقرب تب محسوس ہو گا جب اس کی قوالی چمک جائے ۔ اگر وہ قوالی کر رہا ہے اور پیسہ در پیسہ آ رہا ہے تو وہ کہے گا کہ سرکار کی بڑی مہربانی ہے' پیسہ بڑا دیا ہے' داتا صاحبؒ بڑے راضی تھے ۔

جلیبیاں بیچنے والا' اندر سے بیچنے والا' تھیٹر لگانے والا' سب کہیں گے کہ داتا صاحبؒ کی مہربانی ہوگئی۔ تو کوئی قوالی کر رہا ہے' کوئی نعت خوانی کر رہا ہے' کوئی ویسے ہی آ گیا ہے' ایک بھیڑ ہے' اژدہام ہے' لنگر پک رہا ہے' نان چھولے مل رہے ہیں' اور یہ سب چل رہا ہے کہ یہ سب داتا صاحبؒ کا عرس اور اندر جو Real طریقہ اور سفر ہے داتا صاحبؒ کا' اس کی تمنا لے کر جانے والا شاید کوئی کوئی ہو جو یہ پوچھنے جائے کہ آپ کس راستے کے مسافر تھے' وہ راستہ ہی بتائیں۔ داتا صاحبؒ سے پوچھا جائے تو وہ خود ہی یہ بتائیں گے کہ آج میرے پاس بڑے لوگ آئے' لاکھوں لوگ آئے مگر سارے مجھ سے بیگانہ تھے' باہر باہر سے واپس چلے گئے' کوئی اندر آیا ہی نہیں۔ حالانکہ وہ اندر مزار تک گئے کوئی چادر چڑھا کے آ گیا' کوئی چادر اُٹھا کے آ گیا' کوئی پیسہ دے کے آ گیا' کوئی پیسہ لے کے آ گیا' کوئی سائل بن کے گیا' کوئی جیب کاٹنے کے لیے گیا اور کوئی جیب کٹوا کے آ گیا۔ تو یہ سارے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ جس کام کے لیے داتا صاحبؒ تشریف لائے اس کام کو مانگنے والا کم ہی جائے گا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ایک دفعہ وہاں گئے اور سارا انڈیا ہی مسلمان کر دیا اور اجمیر کو اجمیر شریف بنا دیا۔ تو راز والا آدمی وہاں راز لینے گیا۔ تو جو ''حال'' لینے جائے اس کو کچھ اور ہی حال مل جاتا ہے اور جو کسی ضرورت کے لیے جائے اس کو کچھ اور مل جاتا ہے۔ اس لیے جب

بے ضرورت جانے کا عمل شروع ہو جائے وہاں اللہ کا مقام ہوا کرتا ہے یعنی جہاں ضرورتوں سے نجات ہونی شروع ہو جائے ۔اس لیے اے حاضر ہونے والے صاحبو! کبھی کبھی اپنے آپ پر رحم کیا کرو اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے اپنی ضرورتوں سے نجات دے دیا کرو اور کہا کرو کہ یا اللہ میں ہر ضرورت سے آزاد ہوں ۔آپ یہ بے شک تھوڑی دیر کے لیے کر لیا کرو چاہے وہ کچھ دیر بعد پھر ٹائٹ کر دے پھر گرفت میں لے لے۔لیکن کبھی کبھی آرزو سے نجات پانا بہت ضروری ہے ۔یہاں سے اللہ کی پہچان ہوتی ہے۔اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوں تو سجدے میں سوائے اللہ کی تسبیح کے اور کوئی بات ذہن میں نہ آئے ۔یہ کہو کہ یا رب العالمین یہ ایک سجدہ ہے تیرے نام کا۔سجدے کے احساس سے بھی آزاد ہو جاؤ۔یہ بھی بھول جاؤ کہ میں سجدہ کر رہا ہوں تو تقرب کے اس مقام پر چلے جاؤ۔یہ نہ ہو کہ کوئی آرزو لے کے بیٹھے ہو کوئی پروگرام لے کے بیٹھے ہو ایک نماز پڑھو اور بے شمار آرزوئیں بیان کر دو کہ یا رب العالمین یہ یہ چیزیں دے دے ۔ایک درویش نماز پڑھ رہا تھا۔نماز پڑھنے کے بعد لمبی تسبیح کی اور دعا کرنے لگا تو وہاں سے حضرت جبریل امینؑ کا گزر ہوا۔انہوں نے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔کہتا ہے کہ اللہ کو یاد کر رہا ہوں۔جبریلؑ نے کہا کوئی بات ہو تو کہو کیونکہ میرا نام جبریل ہے۔کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ آرزوئیں ہیں وہ اللہ تعالیٰ

کے پاس پہنچانی ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ بتاؤ کیا ہیں؟ اُس نے دو چار آرزوئیں بتائیں تو جبریل امینؑ کہنے لگے کہ بس میں سمجھ گیا' میں اللہ سے کہہ دوں گا ۔ درویش نے کہا کہ ابھی تو نے میری بات پوری نہیں سُنی ہے' میں نے صرف دو چار باتیں کہی ہیں اور تو کہتا ہے کہ میں کہہ دوں گا ۔ جبریلؑ نے کہا کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو ۔ اُس نے کہا بتاؤ میں کیا کہنا چاہتا ہوں ۔ جبریل امینؑ نے کہا کہ میں اللہ سے یہ کہہ دوں گا کہ تیرا بندہ کہہ رہا تھا کہ اپنے علاوہ مجھے باقی سب کچھ دے دے _____ تو تم وہ بندے ہو جو خدا کو خدا کے علاوہ مانگتے ہو ۔ یہ کبھی نہیں کہتے کہ ؎

میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اُجڑے وطن میں آ

تم کہتے ہو کہ یا اللہ خود نہ آنا بلکہ ہمیں چیزیں بھیجو ۔ اگر ایسے بندے کو اللہ مل جائے تو کہے گا کہ کسی منسٹر سے سفارش کر دیں ۔ اگر اللہ مل جائے تو پھر زندگی' جان' جانِ آفرین کے سپرد ہو جانی چاہیے ۔ اس لیے اللہ وہ ہے جو آپ کو آپ کی ضروریات کے احساس سے آزاد فرما دے ۔ اللہ والا وہ ہے جو اس آزادی میں آپ کے ساتھ تعاون کرے ۔ یہ یاد رکھنا کہ وہ ہے اللہ والا ! شعر سُن لو تاکہ یہ بات یاد ہو جائے ؎

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو وہ حرفِ آرزو بے نیاز ہو جاتا ہے۔تو یہ ہے حریمِ ناز' جہاں آپ اپنی آرزوؤں سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

اب آپ اور سوال کریں _____ فاروقی صاحب! میاں صاحب! سب صاحبان! بولیں _____ کوئی بات _____

پچھلے سوال کا فائنل جواب تو آپ کو سمجھ آ گیا ہوگا۔کہ اس کی پہچان نہیں ہوتی ہے بلکہ اپنے آپ کی پہچان ہوتی ہے کہ تیرا اپنا کیا حال ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات سچے مرید جو ہیں وہ جھوٹے مشائخ کے پاس پرورش پاتے رہے ہیں اور کامیاب ہوئے ہیں' بہت کامیاب ہوئے ہیں۔جس طرح علم والا بیٹا جاہل ماں باپ کا ادب کر کے علم حاصل کرتا رہا اور ماں باپ جاہل کے جاہل رہے۔ماں باپ نے علم حاصل نہیں کیا اور اولاد نے علم حاصل کر لیا۔اب ماں باپ جو ہیں وہ تو ماں باپ ہیں' اگر کسی مقام پر آپ کا علم ان سے زیادہ ہو جائے تو آپ ادب سے آزاد نہیں ہو سکتے۔اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے کیسے علم حاصل کیا تو کہو کہ ماں باپ کی دعا ہے۔تو اَن پڑھ ماں باپ کی دعا جو ہے وہ آپ کی پڑھائی میں تعاون کر گئی یعنی کہ بے علم ماں باپ نے آپ کو علم عطا فرما دیا۔تو ماں باپ علم کے راستے پر دور تک نہ گئے اور آپ دور تک چلے گئے۔اس لیے مشائخ کرام بعض اوقات اتنے لیول کے نہیں ہوتے جتنا اپنے مرید کو پہنچا دیتے ہیں۔سچا انسان اگر خود سچا ہو

جائے تو اُس کے لیے ہر راہ صداقت کی راہ ہے اور وہ جہاں جہاں سے گزرا ہے وہاں وہاں خود جگمگائے گا۔ اور میں سچا مرید اس کو کہوں گا کہ جس نے کسی انسان سے تعلق بنایا' تعاون کیا' تعلق کو صرف یہ نہیں دیکھنا کہ یہ تعلق صحیح ہے کہ نہیں ہے' کہ یہ انسان صحیح ہے کہ نہیں ہے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ آپ صحیح ہیں کہ نہیں ہیں۔ اگر کبھی آپ کو اتفاق سے صحیح رخ مل جائے' آپ کو عرفان مل جائے اور پیر کے پاس دیکھو کہ عرفان نہ ہو' تو پھر ایک سچے انسان کی طرح اس کو بھی عرفان دلاؤ تو وابستگی یہ ہوتی ہے۔ اگر آپ کو اللہ تعالیٰ بخش دے اور وہاں جا کے یہ معلوم ہو کہ آپ کے والدین کی بخشش اندیشے میں پڑی ہے تو پھر ان کے لیے اپنی بخشش چھوڑ دو۔ بات سمجھ آئی؟ پھر یہ حکم ہے۔ تو سچے مرید جو ہیں یہ بذات خود بڑی Achievement ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ جھوٹے پیر کے لیے بھی بڑی آسودگی لائے' بڑا بڑا انعام لائے۔ تو وابستگی قائم رکھو_____

ہاں جی حافظ صاحب بولیں_____ میاں صاحب بولیں_____ پوچھیں سوال_____

سوال:

اللہ کے راستے کے لیے دعا فرمائیں اور اس کا آسان سا نسخہ بھی عطا فرما دیں_____

جواب:

دعا ہے کہ آپ کو یہ راستہ عطا ہو۔اس دعا کا آسان نسخہ یہ ہے کہ جسے آپ کہتے ہیں ''محبت'' تو محبت کا آسان نسخہ محبت کا علم نہیں ہے بلکہ محبت کا آسان نسخہ محبوب سے وفا کرنا ہے' قائم رہنا ہے۔اسی طرح اس راستے کا آسان نسخہ یہ ہے کہ سنگت نہ بدلنا' کبھی نہ بدلنا' اس وقت تک جاری رکھو جب تک آپ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے اور اللہ کی رحمت سے مایوس قیامت تک نہ ہونا۔بس یہ بات یاد رکھنا۔اس لیے جس آدمی کی اُمید اس راہ پر زندہ ہے وہ راہ چل رہا ہے جس آدمی کی سنگت قائم ہے وہ راستے پر چل رہا ہے۔اور یہ راہ اس شخص کے لیے آسان ہوتی ہے' عرفان اسی کا ہوتا ہے جس میں اس راہ کی وابستگی ہے۔کیونکہ یہ تیرا اور تیرے اللہ کا تعلق ہے' انسانوں کے حوالے سے ہوتا ہے۔مولانا رومؒ نے اللہ کی عبادت کرنی ہے لیکن تبریزؒ ایک مقام ہے۔تبریزؒ جو ہے وہ عطا ہوتا ہے۔آپ استقامت کے ساتھ اپنا سفر کرتے جاؤ' محبت کے ساتھ' بڑے ادب کے ساتھ' بڑے احترام کے ساتھ _____ تو گھر بیٹھے بیٹھے ہی یہ واقعہ بن جاتا ہے ۔

ہم اپنے آپ میں ہی تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

تو بات اتنی ساری ہے کہ ان مسافروں کا سفر گھر میں کٹ جاتا ہے۔جس

آدمی سے آپ نے عقیدت کا آغاز کیا ہے تو آپ کی طرف سے عقیدت کی انتہا ہونی چاہیے۔ پھر اللہ آپ سے راضی ہے۔ جس راستے کو آپ نے چن لیا ہے اس راستے کی انتہا کر دو' اگر وہاں راستہ نہیں تو راستہ بنالو وہاں پر۔ تو یہ کہو کہ یہ راستہ بنا کے رہیں گے۔ اگر ایک بار اس میں قائم ہو گئے تو میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ استقامت سب سے بڑی کرامت ہے۔ تو آپ اپنے راستے پر استقامت سے چلتے رہیں' بار بار چلتے رہیں' باپ کا بدلنا بالکل جائز نہیں ہے چاہے وہ لائق ہو یا نالائق ہو' چاہے جیسا ہو' باپ تو باپ ہی ہے۔ اسی طرح جہاں آپ نے عقیدت ظاہر کر دی وہاں چلتے جاؤ' چلتے جاؤ' تیری لگن جو ہے وہ تیرا انعام ہے' تیری وابستگی تیرا انعام ہے' تو مستقل مزاج ہو کے اللہ کی طرف چلتا جا' جس طرح کہ تم صحت میں نماز پڑھتے ہو اسی طرح بیماری میں بھی پڑھتے ہو۔ حالانکہ بیماری میں تو نہیں پڑھنی چاہیے لیکن نہیں۔ اسی طرح دولت والا تو نماز پڑھ سکتا ہے مگر غریب آدمی بے چارہ کیسے نماز پڑھے' لیکن غریب آدمی غریبی میں نماز پڑھے۔ یہ ایسا راستہ ہے کہ امیری' غریبی' صحت' بیماری سب میں روا ہے۔ آپ تو مسلمان ہیں' اسلام نے آپ کو استقامت کا پورا سبق دے دیا۔ بچہ پیدا ہو گیا تو اللہ کا شکر ادا کرو' بندہ مر گیا تو اللہ کی عبادت کرو' جنازے میں آپ اللہ کے روبرو کھڑے ہو جاتے ہیں کہ یا اللہ یہ تیرا ہی کام ہے اور تیرے ہی حوالے ہے'

اس پہ مہربانی کر بلکہ ہم پر بھی مہربانی کر جو کہ پیچھے رہ گئے ہیں' یہ تو ویسے ہی پار ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ استقامت کا خیال رکھو۔ جہاں استقامت میں لغزش آنے لگے تو سمجھو کہ آپ میں کوئی خامی ہے۔ تو پیر اس کو کہیں گے' وابستگی ہم اس کو کہیں گے۔ جہاں پیر میں خامی نظر آنی شروع ہو جائے تو سمجھو کہ آپ اپنے مقام پر نہیں ہیں' یعنی مرید اپنے مقام پر نہیں ہے ۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

پیر کی طرف سے اگر گلہ پیدا ہو رہا ہے تو یہ آپ گمراہ ہو گئے ہیں۔ گمراہ کون ہو گیا؟ آپ ہو گئے۔ تو اس میں سے گلہ نکال دو اور اس کی طرف سے ہر بات چاہے وہ صحیح ہو' دور ہو' قریب ہو' غفلت ہو' یا بیداری ہو کچھ بھی ہو آپ کہو کہ جو تیری عطا ہے ہم اس پہ راضی ہیں' ہم ہر حال میں تیرے ہر عمل پر راضی ہیں' بلکہ ہم تیرے تغافل کی آبرو ہیں۔ بس اتنی سی بات یاد رکھو تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے راستہ آسان بنا دے گا۔ کہ یہ وہ راستہ ہے کہ ان کے تغافل کی آبرو بھی ہم نے رکھنی ہے۔ اس کا گلہ نہ کرنا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ استقامت کے ساتھ چلو تو کامیابی ساتھ چلے گی۔

آخر میں دعا کرو۔ یارب العالمین سب کے حالات بہتر فرما۔ یا اللہ مشکلات دور فرما۔ یا اللہ آسانیاں عطا فرما۔ یا اللہ استقامت عطا فرما۔ یارب

العالمین! سب کو استقامت عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ امین

برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

2

1 مخلوقات کی آپس میں رشتے کی کیا بنیاد ہے؟

2 اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں' جب کہ ہر مخلوق نے اپنی اپنی زندگی جینا ہے تو آپس میں رشتے کا کیا تعلق ہے' اس کی کیا بنیاد ہے؟

3 یہ تعلق کی اہمیت اور ضرورت پہ میرا خیال ہے کہ بات کرنا چاہتے ہیں اگرچہ انہوں نے سوال نیگیٹو طریقے سے کیا ہے' انسان کا انسان سے جو تعلق ہے وہ کیوں ضروری ہے؟

4 سر! یہ جو تعلق ہے اس کی سمجھ نہیں آئی جب کہ دوسری باتیں تو سمجھ آ گئی ہیں۔

5 اگر ہم یہ بات مان لیں جس کو لوگوں نے ''ہمہ اوست'' بھی کہا ہے تو پھر تو کسی چیز کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔

6 سر! یہ کہا جاتا ہے کہ کائنات کی تشکیل کی بنا مٹی ہے اور جب ہندو لوگ مٹی کا بت بنا کے پوجتے ہیں تو وہ کائنات میں خدا کو چھوٹا سا روپ دے دیتے ہیں۔

7 کائنات کی گفتگو کا اتنا وسیع احاطہ ہے تو مذہب بہت چھوٹا' Petty نظر آتا ہے' لگتا ہے جیسے ہمیں بہلایا جا رہا ہے۔

8 سر! اس راز اور کھیل کے لیے کچھ تو آپ کی دنیا ہے اور کچھ ہماری دنیا ہے اور آپ کی دنیا مختلف ہے اور ہماری دنیا مختلف ہے تو ایسے راز اور کھیل کے لیے ہم جیسے لوگوں کا کیا حصہ ہے؟

9 سر! انسان کی کہانی کا پلاٹ کافی Intricate ہے

10 یہ جو کہا جاتا ہے کہ سب اللہ کی عطا ہوتا ہے _____

11 انسان واردات کے بغیر تسلیم کیوں نہیں کرتا؟

12 پھر تو فنا کا تصور ختم ہو گیا۔

سوال:

مخلوقات کی آپس میں رشتے کی کیا بنیاد ہے؟

جواب:

کیا مطلب؟

سوال:

اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات پیدا کی ہیں' جب کہ ہر مخلوق نے اپنی اپنی زندگی جینا ہے۔تو آپس میں رشتے کا کیا تعلق ہے' اس کی کیا بنیاد ہے؟

جواب:

اس سوال کو ذرا Elaborate کریں حنیف صاحب!

سوال:

یہ تعلق کی اہمیت اور ضرورت پہ میرا خیال ہے کہ بات کرنا چاہتے ہیں اگر چہ انہوں نے سوال ذرا نیگیٹو طریقے سے کیا ہے' انسان کا انسان سے جو تعلق ہے وہ کیوں ضروری ہے؟

جواب:

انسان کو تو انہوں نے ایک Entity کہا ہے' انسان کو صرف ایک جنس کہہ رہے ہیں۔ انسان کی تو بعد میں بات آئے گی' فی الحال تو وہ انسان With respect to universe کہہ رہے ہیں۔ سوال کی پہلے میں وضاحت کر دیتا ہوں جو بعد میں آپ سب لوگوں نے سوچنا ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ جب انسان نے زندگی اپنی گزارنی ہے تو اتنے بڑے ستاروں کا کیا فائدہ ہے؟ مچھلیوں کا کیا فائدہ ہے؟ ایک آدھی مچھلی تو انسان فرائی کر کے کھا جاتا ہے لیکن اتنی ساری مچھلیوں کا کیا فائدہ ہے؟ اتنے جہانِ مرغ و ماہی کا کیا فائدہ ہے؟ وحوش و طیور کا کیا فائدہ ہے؟ قدسی مخلوق کا کیا فائدہ ہے؟ ناری مخلوق کا کیا فائدہ ہے؟ جنات سے کیا تعلق ہے؟ جنات سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ سارے فرشتوں سے ہمارا کیا تعلق ہے؟ یعنی کہ ایک مخلوق جو کہ انسان ہے اس کا آپس میں بھی Correlation سمجھنا بڑا مشکل ہے تو باقی مخلوقات کے ساتھ اس کے Relation کی اہمیت کیا ہے؟ Man کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ واحد مخلوق ہے جو Best of the Creation ہے اور اس کے لیے باقی کائنات بنائی۔ باقی کائنات سے انسان کا رشتہ سائل یعنی سوال کرنے والے کے خیال کے مطابق نظر نہیں آ رہا کہ باقیوں کے ساتھ اس انسان کا کیا رشتہ ہے۔ اگر شاہین ہی بنایا ہے تو پھر گدھ کے ساتھ اس کا کیا

تعلق ہے۔ یہ سارے واقعات ہیں جو مخلوقات کے حوالے سے اس کے ذہن میں سوال آیا۔ یہ سوال بڑا Important ہے۔ اصل میں انسان کا تعلق اگر کائنات سے ہو جائے' خالق کی کائنات سے ہو جائے تو پھر خالق نے جو تخلیق فرمائی ہے اس کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ انسان ایک وحدت ہے''وحدت'' لفظ مَیں واحد کی Sense میں استعمال کر رہا ہوں' ایک خاص Entity ہے اس کی Individuality ۔ تو یہ ایک انسان ہے' مفرد ہے اور ایک انسان جو ہے اس تمام انفرادیت کی وحدت ہے' اسے ہم کثرت کہتے ہیں۔ کثرت جو ہے یہ وحدت کا مجموعہ ہے۔ یہ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ ایک تو وحدت ہے اور وحدت جب بہت سارے اظہار میں آتی ہے تو کثرت کہلاتی ہے اور یہ وحدت جمیع آدم ہوتی ہے۔ کثرت بھی توحید وحدت ہے۔ اس لیے فقراء کہتے ہیں کہ کثرت کوئی نہیں ہے' ساری وحدت ہی وحدت ہے' ساری توحید ہی توحید ہے' وحدت' کثرت ایک ہی کھیل ہے۔ ہمیں کبھی وحدت نظر آتی ہے' کبھی کثرت نظر آتی ہے' کبھی ایک ہی نظر آتا ہے' ہر طرف آپ ہی آپ ہے' کبھی فرعون ہے' کبھی موسیٰ ؑ ہے اور کبھی یہ نظر آتا ہے کہ ہر شے ہی الگ الگ ہے' اس میلے میں ہر انسان اکیلا ہے۔ یعنی کہ یہ میلہ ہے اور ہر انسان اکیلا پھر رہا ہے اور ہم سب اکیلے ہیں۔ اور اگر اکیلے ہیں تو پھر''ہم'' کیوں ہیں۔ تو''ہم'' کے اندر''تم'' اکیلے ہو۔ تو یہ

بات سمجھنا تھوڑی سی مشکل ہو جاتی ہے کہ ''ہم'' کی موجودگی میں ''تُم'' اکیلے ہو یا ''میں'' اکیلا ہوں ۔ تو ''ہم'' کیا ہیں اور ''میں'' کیا ہے۔ یہ ہے اس جہان کی اکائی یعنی انسان کی۔ خالقِ کائنات کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ جو واحد انسان ہے جسے میں مفرد کہہ رہا ہوں' اسی ایک انسان کو آپ لے لو اور ایک اللہ کو لے لو' باقی انسانی مخلوق کو نکال دو تو باقی مخلوقات کے ساتھ آپ کو رابطہ سمجھ آ جائے گا۔ یہ سمجھ آ سکتا ہے۔ انسانوں کے ساتھ آپ کے جو تعلقات ہیں یہ الگ مضمون ہے' یہ مذہب کا مضمون ہے کہ انسانوں کے ساتھ کیا ریلیشن ہو۔ کہتا ہے وہ بندہ مجھے اچھا لگا تھا' میں نے اس کو سارا مال دے دیا۔ کہتا ہے وہ تو کافر تھا۔ تو یہ کہتا ہے کہ پھر ہم بھی کافر ہیں' کافرِ عشق ہو گئے ہم۔ وہ کہتا ہے کہ کافرِ عشق کو تو ہم نے مذہب کے اندر فی النار کر دیا۔ پھر اس نے انا الحق کہہ دیا۔ انا الحق کا یہ مطلب ہے کہ اَنا اللہ ہی کہہ دیا' تیرے اللہ کا نام لے دیا' اتنا قریب ہو گیا کہ میں ہی اللہ ہو گیا۔ کہتا ہے کہ اگر تو اللہ ہو گیا ہے تو تیرے لیے تختہ دار موجود ہے۔ یہ واقعہ بھی کیا لوگوں نے۔ یہ قریب سے بولا۔ لوگوں نے کہا کہ تو دُور سے بولا ہے _____ تو انسان کا یہ جو سوال آپ نے کیا کہ انسان VS انسان کیا ریلیشن ہے' Correlation ہے' Inter-relation ہے؟ اور اس کے اندر افادیت کیا ہے؟ باقیوں کا ہونا میرے ہونے کے لیے ''اَز بس کہ دشوار ہے'' اور کیوں آسان ہے؟ تو یہ

آسان کیوں ہے اور دشوار کیوں ہے؟ اگر میں آیا تو پھر باقی لوگوں کے آنے کا کیا فائدہ؟ اگر دوست آئے ہیں تو دشمن کیوں آ گئے؟ وہ کہتا ہے کہ دشمن آئے سو آئے پھر یہ دوست کیوں آ گئے؟ ان سب کی خواہ مخواہ کیوں ضرورت پڑ گئی؟ تو یہ سب فساد ہو گیا۔ لیکن یہ واقعہ بڑا خوبصورت ہے۔ ابھی ایک مخلوق کی بات کرتے ہیں یعنی انسان کی۔ جو باتیں نہیں ہوئیں میں وہ کر رہا ہوں۔ ابھی ایک مخلوق یعنی انسانوں کی بات کر رہا ہوں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ مذہب ہے اور وہ ہے دینِ اسلام۔ اس کو ہم نافذ کیسے کریں' اللہ آپ ہی نافذ کرے۔ اگر اللہ سب پہ نافذ کرنا چاہے تو کون انسان ہے' کون کافر کا بچہ ہے جو مسلمان نہ ہو۔ یہ اللہ چاہے تو ہو سکتا ہے۔ اللہ چاہتا ہے تو ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تو شروع سے ہی کہہ رہا ہوں Right from the first Prophet and the first man کہ جس کو ہم نے تخلیق کیا یعنی آدم علیہ السلام۔ پھر پیغمبر ہی پیغمبر' پھر جسے ہم کہیں گے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر۔ کوئی بستی یا کوئی علاقہ نہیں جہاں اللہ نے ہادی نہ بھیجا ہو۔ ہدایت چلتی آ رہی ہے۔ دینِ الٰہی چلتا آ رہا ہے۔ اللہ کا یہ دین چلتا آ رہا ہے پیغمبروں کے ذریعے۔ جو بھی عقلِ سلیم رکھتا تھا وہ اسی توحید میں آیا' اسی واحد دین میں آیا۔ چاہے سقراط ہو' وہ بھی اللہ کی طرف آیا۔ تو یہ سب چلتا آ رہا ہے۔ چلتے چلتے سوال یہ ہے کہ پھر ایک دین یعنی اسلام کا کفر کے ساتھ

مقابلہ تو سمجھ آتا ہے لیکن ایک Believer کا دوسرے اندازِ فکر کے Believer کے ساتھ Clash کیسے ہوا' یہ سمجھ نہیں آتا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دین کا پرچار کیا' تبلیغ کی' ان کے Follower بھی ہوئے۔ کل تک اللہ تعالیٰ نے اس دین کو Operate کرایا اور وہی دین جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے اب اُس کو دوسرے طریقے سے اللہ نے Operate کرادیا۔ تو کیا اس کی کوئی ضرورت یا افادیت تھی؟ ضرور ہوگی۔ تو انسانوں کا Relation دین کے حوالے سے سمجھ آئے گا۔ اگر دین کا حوالہ نہیں ہوگا تو پھر اخلاق کے حوالے سے سمجھ آئے گا۔ اخلاق کا حوالہ نہ ہوگا تو یہ ایک Great Theme ہے۔ دین کے حوالے سے آپ سے پوچھیں کہ آپ کا دین کیا ہے تو کہیں گے کہ مسلمان ہوں۔ اگر کوئی دعوت ہو تو مسلمان کہے گا کہ یہ تو دوسرے لوگوں کا کھانا ہے' ہم تو نہیں کھاتے۔ تو وہ پوچھیں گے کہ تم کھاتے کیوں نہیں ہو' یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے تو مسلمان کہے گا کہ ہمیں منع کر دیا گیا ہے' یہ ٹھیک طرح سے حلال نہیں ہوا۔ یہ دوسری مخلوق ہے' ہم اس کو نہیں کھاتے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ساری دنیا کھا رہی ہے تو آپ کیوں نہیں کھاتے؟ کہتا ہے کہ ہم تو نام ہی نہیں لے سکتے۔ تو یہ مسلمان ہے۔ یہاں سے ریلیشن کا فرق آنا شروع ہو گیا کہ دنیا وہ کھانا کھا رہی ہے اس سے صحت یاب ہو رہی ہے' اور مسلمان کہتا ہے کہ ہم یہ کھاتے نہیں ہیں۔ دنیا اگر پی رہی ہے تو مسلمان کہے گا کہ ہم پیتے نہیں

ہیں۔تو لوگوں کا کھانا پینا تمہارا کھانا پینا نہیں ہے۔درمیان میں کون آڑے آیا؟ آڑے آیا تو مذہب آیا۔اب یہ جو آپ کے درمیان مذہب آ گیا اس کے حوالے سے آپ کا ریلیشن طے ہوگا۔یا تو Humanity کے اندر مذہب کے حوالے سے ریلیشن ہوگا یا پھر اخلاقیات کے حوالے سے ہوگا کہ اُس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تو میں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔میں نے نہیں پوچھا کہ وہ کون ہے مگر اس نے میرے ساتھ سلوک اچھا کیا' میرے ساتھ اس کا Behaviour بہت اچھا تھا۔تو یہ اخلاق کے حوالے سے ہے' اخلاقیات کے حوالے سے ہے یا پھر افادیتوں کے حوالے سے ہے۔یہ ضرورت کا حوالہ ہے۔یعنی کہ یہ سلوک ہے اخلاق کا' کہ آپ کے ساتھ اس نے محبت کر دی' تھا وہ کافر ہی۔تو کافر کی محبت کا بھی آپ محبت سے جواب دو گے۔میرا خیال ہے کہ ایسے ہی کرو گے۔اگر شیر سے آپ نے محبت کی ہے تو شیر بھی آپ کو محبت سے جواب دے گا۔یہ کہانیوں میں چلا آ رہا ہے۔اور دوسری بات ہے افادیت کی' کہ کسی نے انسانوں کو ایک ایسے موذی مرض سے نجات دلانے کے لیے ایک ایسا کام کیا کہ اس کا یوم' ڈے منانا پڑ گیا۔یہ کون ہے؟ یہ کوئی ڈاکٹر ہے' کوئی میڈیسن والا ہے' کوئی فلاحِ دارین والا ہے۔اُس نے کوئی مشین ایجاد کی' کوئی نیا فارمولا دے دیا' روٹی کے مسائل حل کر دیے' نئی تھیوری دے دی ہے' معاشیات کی تھیوری ہے' انسانیات کی

تھیوری ہے' عمرانیات کی تھیوری ہے' جو بھی آپ کو پسند ہے۔ تو تیسرا حوالہ انسانوں کے رشتے سے یہ ہے کہ اس میں افادیت ہے اور چوتھا جو ہے وہ Random حوالہ ہے کہ کبھی کچھ کرلیا اور کبھی کچھ اور کرلیا' کبھی غصہ کرلیا' کبھی صلح کرلی۔ تو یہ Random ہے جو چلا آرہا ہے۔ تو انسانوں کے رشتے اس طرح ہوتے ہیں۔ کہتا ہے کہ شادی تیار تھی مگر پھر پتہ چلا کہ اس کا فرقہ ہی اور تھا۔ شادی میں تو یہ بات آڑے نہیں آتی 'فرقہ اور تھا تو کیا فرق پڑ گیا۔ کہتا ہے کہ نہیں' اس میں بڑا فرق ہے۔ اگر وہ اپنے فرقے سے تائب ہو جائے تو آپ پھر بھی معاف نہیں کریں گے۔ یہ آپ کا مزاج ہے۔ تو انسانوں کے ساتھ رشتے میں مذہب کا حوالہ ہے' عقیدے کا حوالہ ہے' اخلاقیات کا حوالہ ہے اور اخلاقیات میں لا مذہب بھی آسکتا ہے۔ اور ایک چیز ہے Total Humanity کے لیے منفعت۔ اس کا بھی آپ کے ہاں Regard ہوگا۔ آپ ان لوگوں کا نام بھی عزت سے لیں گے جنہوں نے بین الاقوامی قسم کا فلسفہ بنایا ہو یا ایجادات کی ہوں' یہ وہ لوگ ہیں جن کو آپ ورلڈ کے Great Persons کہتے ہیں۔ آپ کتابوں میں ان کا پڑھتے رہتے ہوں گے' یہ وہ لوگ ہیں' حالانکہ ان کے مذہب کا پتہ نہیں ہوتا۔ اتنا پتہ ہوتا ہے کہ انہوں نے انسان کے بارے میں کوئی بات سوچی ہے۔ یعنی انسان کی فلاح کے لیے اور انہوں نے تھرڈ ورلڈ کی فلاح کے لیے کوئی بات سوچی ہے

اور میرا ہی نام تھرڈ ورلڈ ہے۔ آپ لوگ تھرڈ ورلڈ کہلاتے ہیں۔ تو یہ ہے انسانوں کے ریلیشن کی بات اور ایک ہوتا ہے Random Relation۔ یہ تو ہوگئی سب انسانوں کے بارے میں۔ اس کی تفصیل کا پھر پتہ چلے گا۔ اب اگر ہم انسانوں کو ایک مخلوق کہیں تو پھر ایک انسان لے لو جوان کا نمائندہ ہو۔ فرض کرو کہ وہ آپ ہی ہو۔ تو آپ اکیلے ہو اس دنیا میں اور پھر کائنات کی باقی مخلوقات سے آپ کا کیا Relation ہے۔ پھر یہ بات سمجھ آئے گی۔ اللہ بے شک آپ کا ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اللہ موجود ہے' خالق کائنات ہے' آپ کائنات میں اکیلے ہیں اور کائنات کی باقی مخلوق موجود ہے تو پھر تعلق کا پتہ چل جائے گا کہ تعلق کیا ہے۔ تو سارا تعلق موجود ہے' دور دراز تک بڑے گہرے تعلقات موجود ہیں۔ یہ ہے جواب نہ دینے کا جواز۔ ایک انسان پہ آپ جب تک غور نہیں کرتے اپنی اکائی کا تعلق سمجھ نہیں آتا۔ آپ کے پاس جتنے شعبے ہیں مثلاً کیفیات' ضروریات اور صفات' ان تمام کا تعلق کائنات کی باقی مخلوق کے ساتھ ہے۔ ضروریات لے لو۔ ضروریات میں آپ کا کھانا ہوگا۔ اس کا تعلق Directly زمین کے ساتھ ہے۔ زمین سے پیدا ہونے والی چیز آپ کھائیں گے' زمین سے اُگلا ہوا آپ نگلو گے۔ تو زمین سے اُگلی ہوئی چیز آپ کھاتے ہیں' گندم ہو' ساگ ہو' دال ہو' Even گوشت ہو' مرغابیاں ہوں' جو کچھ بھی ہو _____ یہ ساری مخلوق آپ

Consume کرتے جارہے ہیں' دو پاٹن کے بیچ میں' چکی کے یہ دو پاٹ آپ کے کھانے پینے کے آلے ہیں اور آپ کھاتے پیتے جاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا آپ کے کھانے سے تعلق ہے' زمین سے اُگنے والی چیز سے آپ کا تعلق ہے' ہر اُگنے والے درخت کا انسان کے ساتھ تعلق ہے' آرے سے لکڑی چیری اور فرنیچر بن گیا۔ تو یہ مکمل تعلق ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ آپ کی جو ساری ضرورت ہے اُسے باقی ساری کائنات پورا کر رہی ہے۔ تو یہ صرف ایک انسان کے لیے ہے۔ آپ کے دیکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو منظر بنایا ہے وہ بہت پیارا ہے۔ یہ دیکھنا لائٹ کے ذریعے ہے۔ اب ہر وہ چیز جو منور ہے وہ تمہاری روشنیوں کو بحال کر رہی ہے یعنی منور' نورانی اور نور دینے والی۔ اس کا تعلق تمہاری بینائی کے ساتھ ہے۔ اللہ نے یہ بڑا ہی خوبصورت میلہ لگایا ہوا ہے۔ سورج نکلے یا نہ نکلے' اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ خدانخواستہ اگر بینائی نہ ہو تو سورج سے ہمیں کیا واسطہ ہے۔ سورج کا تعلق ہے بینائیوں کے ساتھ' غور کے ساتھ' فکر کے ساتھ' مشرق سے نکلنے والے سورج کا دیکھنے والی آنکھ کے ساتھ تعلق ہے۔ جب تک آنکھ تمہارے پاس ہے' سورج کا تمہارے ساتھ تعلق ہے' ڈوبتے ہوئے سورج کا تعلق ہے' چھوٹے چاند کا تعلق ہے یعنی عید کے چاند کا تعلق ہے' بڑے چاند کا بھی تعلق ہے یعنی کہ پورا چاند جو کہ محبوب ہوتا ہے' چاند اور سورج گرہنوں کے ساتھ

تعلق ہے۔ چاند یا سورج گرہن کی طرح خدانخواستہ روحانیت کو بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ سورج گرہن قوموں کی زندگی میں زوال لاتا ہے' قوموں کا اُتار چڑھاؤ ہوتا ہے۔ یہ سورج گرہن بڑی خطرناک چیز ہوتا ہے۔ خطرناک سے مُراد یہ ہے کہ یہ Change لاتا ہے۔ ہر چیز کا آپ کے ساتھ تعلق ہے۔ کروڑ ہا ستاروں کا تعلق آپ کے اندر کروڑ ہا مخفی صلاحیتوں کے ساتھ انفرادی طور پر' ذاتیات کے اندر موجود ہے۔ یہ سارے آپ کے پوائنٹس ہیں۔ تو کتنے ہی پوائنٹس ہیں آپ کے اندر جو Sensitive Points ہیں' یہ سارے ستارے آپ کے اندر کے ان کروڑ ہا مخفی پوائنٹس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ستارہ اگر تیز ہو جائے تو تمہارے جسم کی حدّت تیز ہو جاتی ہے۔ میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ تو ان کا آپ کے ساتھ تعلق ہے۔ اگر ایک ٹھنڈا ستارہ پاس سے گزر جائے تو تم چھ دن تک ہوش میں نہیں رہتے' ٹھنڈے ہو جاتے ہو۔ ٹھنڈے ہونے کا مطلب سمجھتے ہو؟ کہ Active نہ رہنا' Dull routine اور Dry قسم کے حالات۔ اس کو اگر کہیں کہ دیکھو کتنا خوبصورت چاند ہے تو وہ کہے گا کہ میں کیا جانوں' میرے پاس تو بینک کا حساب کتاب ہے۔ تو اس کو چاندنی راتوں سے کوئی غرض نہیں رہ گئی' بیوٹی کے ساتھ کوئی غرض نہیں رہ گئی کیونکہ وہ ایک اور افادیت میں چلا گیا۔ لیجر' اکاؤنٹس۔ اب اس کا تعلق چاند' سورج یا ستاروں کے ساتھ نہیں' بلکہ آپ

سے ہے۔ آپ کا تعلق صحرا کی ریت کے ذروں کے ساتھ ہے' ان کے ساتھ بھی بڑا گہرا تعلق ہے آپ کا۔ آپ اگر سمندر کے کنارے بیٹھے ہوں رات کو' نصف شب کو' تو آپ فوری طور پر محسوس کریں گے کہ آدھی رات کو سمندر کے اندر سے جو Awakening ہوتی ہے بعینہ اسی انسان کی روح کے اندر ایک Awakening ہو جاتی ہے۔ آپ کی جو Soul ہے اس میں پوری دنیا کے سمندروں کی طرح ایک Awakening آتی ہے۔ پھر Souls awake at midnight as the sea awakes تو جس طرح سمندر کے اندر لہر آئی اسی طرح روح کے اندر آئی۔ اگر آپ سمندر کے ساتھ ذرا In Tune ہو جائیں تو سمندر کی پوری قوت آپ کے اندر آجائے گی۔ یہ بات یونانی کرتے تھے اور سمندر کا دیوتا کہلاتے تھے۔ آپ نے چونکہ غور نہیں کیا' سمندر کے پاس جانے کا آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے' آپ اپنے دفتروں سے نکل نہیں سکتے۔ اگر آپ وہاں گئے بھی تو جسم کی Activity کر کے' بھاگ دوڑ کر کے' انجوائے کر کے آجائیں گے' میوزک بجا کے آجائیں گے۔ وہ جو Itself سمندر ہے اس کو Feel کرنے کا آپ کے پاس ٹائم نہیں ہے۔ تو سمندر کو Feel کرنا' ہوا کو Feel کرنا' فضا کو Feel کرنا' پہاڑوں کو Feel کرنا' پہاڑوں کے اندر کی تنہائیوں کی گہرائیوں کو Feel کرنا' یہ بڑی عظیم وحدت کے آثار ہیں۔ تو صرف پہاڑ ہو اور صرف انسان ہو تو وہ اسے دس

دفعہ Enjoy کرسکتا ہے۔ پہاڑ آپ کے اندر ایک خاص لطف پیدا کرتے ہیں۔تو پہاڑ کے ساتھ آپ کا بڑا تعلق ہو جاتا ہے۔آپ کو کبھی پہاڑ پہ تنہا سفر کرنے کا موقع ہو یا صحرا میں موقع ہو تو بڑے ہی خوبصورت واقعات ہوتے ہیں۔اس لیے اقبالؒ نے کہا تھا کہ ۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

تو صرف کہستانی ہونے والا فطرت کا مقصد پا جاتا ہے یا صحرائی ہونے والا فطرت کا مقصد پا جاتا ہے۔صحرا کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دور دراز تک تنہائیاں ہوتی ہیں حتیٰ کہ انسان اپنی سانس کی آواز سن لیتا ہے۔ پرانے زمانے میں جب کسی کو بددُعا دینی ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ شالا تمہیں ''لُگے'' پہ رات آئے۔ یہ میانوالی میں، تھل کے علاقے میں کہتے تھے۔لُگے پہ رات آنے کا کیا مطلب تھا؟ کہ تمہیں اکیلے میں رات آئے ۔کہاں پر رات آئے؟ جہاں ''لُگ'' ہو ''لُگ'' کا کیا معنٰی ہے؟ صحرا کی تنہائیاں ۔تو ناراض ہونے والے یہ بد دعا دیتے تھے کہ تجھے صحرا میں تنہائی کی رات آئے۔تو جو آدمی وفا والے کے ساتھ بے وفائی کر جائے تو اُسے کہتے تھے کہ شالا تجھے صحرا میں تنہائی کی رات آئے۔تو یہ ایک ایسی رات ہوتی ہے، قیامت کی رات ہوتی ہے کہ انسان ڈر جاتا ہے، انسان اپنے آپ سے بھی ؛

جاتا ہے' اپنے سائے سے بھی ڈر جاتا ہے۔ تو صحرا کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ صحراؤں میں روحانیت بھی ملتی ہے' اس کا یہ بھی اثر ہے۔ تو آپ دنیا میں دیکھو' غور کرو تو ان کا فرداً فرداً بھی بڑا تعلق ہے' اجتماعی تعلق بھی بہت ہے۔ چمگادڑ کے بارے میں ایک بزرگ نے لکھا کہ اس کی زندگی کے بارے میں اگر غور کرو تو آپ کو عرفانِ ذاتِ حق ہو سکتا ہے۔ اور یہ لکھنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ تو Life of a simple bat can lead you to the ways of Allah یہ صرف چمگادڑ کی بات ہے۔ اس میں عرفان کے نو پوائنٹ ہیں۔ اب وہ کیا ہے اور کیا نہیں ہے' اس پہ غور کرو تو پھر آپ کو بات سمجھ آسکتی ہے کہ چمگادڑ ہوتا کیا ہے؟ چمگادڑ ایسا کیوں ہے؟ وہ جانوروں میں جانور ہے اور پرندوں میں پرندہ ہے' وہ نہ جانوروں کے ساتھ وفادار ہے اور نہ پرندوں کے ساتھ وفادار ہے' سزا کے طور پر اُسے اُلٹا لٹکا دیا گیا ہے۔ تو یہ منافقوں کی کہانی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ منافقوں کو کیا سزا دی جاتی ہے؟ جیسے چمگادڑ کو لٹکایا گیا ہے۔ منافق کون ہوتا ہے؟ جو پرندوں میں بھی ہو اور جانوروں میں بھی ہو۔ کسی گنتی میں بھی آئے اس کی سزا یہ ہوتی ہے۔ تو یہ اس طرح کے واقعات ہیں۔ پھر پاکیزہ گوشت کو لحما طیرا کہا گیا ہے۔ تو طیـــــــر کا گوشت' پرندے کا گوشت سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ دریا کے اندر رہنے والی مچھلی کے اندر حضرت یونس علیہ السلام کا پورا

واقعہ ہے۔تو مچھلی سے بھی انسان کا تعلق ہے۔یہ مقامِ یونسؑ ہے کہ ماہی کے پیٹ کے اندر رہ کر' مچھلی کے پیٹ کے اندر رہ کر تسبیحِ خالقِ کائنات کی جائے۔ ہر آدمی کو یہ سمجھ نہیں آسکتی۔تو یہ بڑا مقام ہے۔تو کائنات کی ایک ایک چیز سے آپ کا تعلق ہے۔باقی جتنے پرندے ہیں وہ ساری صفات ہیں۔میں نے پہلے بھی آپ کو یہ بات بتائی تھی' کبوتر میں صلح اور محبت کا پیغام ہے' محبت کا پیغام بربن کے کبوتر چٹھی لے جاتا ہے اور بالکل Right Person کو جا کے دیتا ہے۔فاختہ بھی محبت کا پیغام ہے۔چڑیاں صبح صبح اللہ تعالیٰ کی وحدت' توحید کو بیان کرتی ہیں۔چڑیوں کو دانا ڈالتے جاؤ تو یہ آپ کے لیے بڑی دُعا کرتی ہیں۔گھر میں رہنے والا یہ چھوٹا سا پرندہ گھر والوں کی حفاظت ہے۔جن دنوں میں چڑیاں گھروں میں بولنا بند کر دیں گی تو گھروں میں عافیت ختم ہو جائے گی۔تو ان کے لیے جگہ بنا دیا کرو اور تھوڑا سا دانہ ڈال دیا کرو' وہ خود بخود ہی آجائیں گی۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیروں کے گنبد پر کبوتر ضرور آجایا کرتے ہیں۔یہ عافیت کی نشانی ہے۔اور آپ کے ہاں کوّا بھی مشکل سے آتا ہے۔کوّا ایک خاص قسم کا پرندہ ہے اور خاص صفات رکھتا ہے۔بگلا بھی ایک خاص قسم کا پرندہ ہے۔اس کے متعلق کہتے ہیں کہ

تَن اُجلا مَن کوئلہ بگلے کا سا بھیس

تو سے تو کوّا بھلو باہر بھیتر ایک

تو وہ کہتا ہے کہ تجھ سے تو کوّا بھلا ہے کہ وہ اندر باہر سے کالا تو ہے ناں' یہ نہیں

ہے کہ اس میں اندر اور باہر کا فرق ہے۔ وہ منافق نہیں ہے۔ تو یہ سارے قدرت کے واقعات ہیں' اللہ تعالیٰ کے جلوے ہیں اور انسان کو خدا کا راستہ دکھانے کے لیے ہیں۔ اگر انسان کو خدا کے راستے کی ضرورت ہو اور کسی وجہ سے پیغمبروں کا راستہ نہ ملے تو یہ پرندے خدا کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ They are the messengers from Allah کائنات کی جتنی بھی مخلوق ہے وہ سارے خداوند تعالیٰ کے پیغام بَر ہیں' توحید اور وحدت بیان کر رہے ہیں۔

وحدت کے ہیں یہ جلوے نقش و نگار کثرت

اگر آپ کسی راستے پر چلیں تو وہ جو راستہ کو تنہائیوں میں' کائنات کی وسعتوں میں اور تاریکیوں میں پرندے کو اپنا آشیانہ' گھر بتاتا ہے وہ آپ کو راستہ نہیں بتائے گا کیا۔ وہ تو راستہ دکھاتا ہے۔ تو کائنات کی ہر مخلوق آپ کو راستہ دکھائے گی۔ ستاروں میں دیکھو تو وہاں ایک پول سٹار ہے' عین گنبد کی طرح ہے' قطب کی طرح ہے۔ نام ہی اس کا قطب ہے۔ تو وہ قطب کی طرح اپنی جگہ پر قائم ہے اور ساری کائنات تو گھومے گی' وہ واحد اپنی جگہ پر قائم ہے۔ یہ بھی آپ کو خداوند تعالیٰ کا راستہ دکھائے گا۔ کائنات کی ہر مخلوق' آپ کو راستہ دکھائے گی۔ گائے کے ساتھ بے شمار کہانیاں منسوب ہیں۔ اگر کبھی کسی چیز کا راز نہ ملے تو بچھڑی کے اندر' چھوٹی گائے کے اندر راز بتانے کی صلاحیت ہوتی ہے' ایک وقت آتا ہے کہ وہ راز بتا سکتی ہے' تو جو مخفی ہے اس کا یہ اعلان

کر سکتی ہے۔ پھر سورۂ بقرہ کا پورے کا پورا واقعہ ہوا۔ اگر کوئی مَر ڈر ہو جائے' قتل ہو جائے اور قاتل کا پتہ نہ چلے' ایک Generation بھی گزر جائے تو کوّا راز فاش کر دیتا ہے۔ کوّا جو ہے یہ مخفیات کا Messenger ہے' یہ چھپے ہوئے قتل فاش کر دیتا ہے۔ تو یہ بڑی سیریس چیز ہے۔ پھر شاہین تو بادشاہ ہے۔ شیر بھی بادشاہ ہے۔ بتایا یہ گیا ہے کہ بادشاہوں کی خوراک اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ یہ ظالم نہیں ہوتے کہ شاہین نے کبوتر کھا لیا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک رکھی ہوئی ہے۔ اس کا مزاج دیکھو' جوں جوں اس کی بلند پرواز دیکھو گے' تم اس کے مزاج کو دیکھو گے تو اس کے مزاج پر چل سکتے ہو لیکن تمہیں بلند پرواز نہیں مل سکتی۔ یہ خاص واقعہ ہے کہ یہ سارے کے سارے علامتیں ہیں' Symbols ہیں' ان کو دیکھتے جاؤ تو تمہارے اندر بلندیاں پیدا ہوتی جائیں گی۔ اس لیے یہ کہتے ہیں کہ لومڑ نہ بننا' گیدڑ نہ ہونا' آستین کا سانپ نہ بننا۔ کہتے ہیں کہ وہ کیا نکلا؟ آستین کا سانپ ہی نکلا۔ وہ تو بندہ تھا' سانپ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہاں ایسا ہوتا ہے۔ اُن کی صفات لکھی ہوئی ہیں کہ یہ صفات ان کے اندر ہوتی ہیں۔ باقی کے سارے انسان انہی صفات کے اندر شامل ہیں۔ سسّی کے بارے میں خواجہ غلام فرید صاحبؒ لکھتے ہیں کہ سسّی کہتی ہے کہ میں نے ایک کام کیا ہے' ایک شکرا میں نے دوست بنایا' یار بنایا اور پھر وہ ایسا اُڑا ہے کہ واپس ہی نہیں آیا۔ اب یہ جو محبت کا واقعہ

تھا وہ اس نے پرندے کے روپ میں بتایا۔ کہتی ہے کہ اس کو ہم نے گوشت بھی کھلایا' اس کو اپنے تن کا گوشت بھی کھلایا مگر وہ اتنا بے وفا نکلا کہ وہ اُڑ گیا اور پھر واپس نہیں آیا۔ اب اس کے اندر Love کا پورے کا پورا Symbolism ہے' یہ ساری داستان ہے۔ اس طرح کچھ پرندے اور جانور محبت کی علامتیں ہیں' کچھ توحید کی علامتیں ہیں' کچھ عبادت کی علامتیں ہیں' کچھ جانور مرنے کے بعد کام آتے ہیں' مردے کھاتے ہیں۔ ان سارے واقعات کا انسان کے ساتھ تعلق ہے۔ تو اس کائنات میں کوئی بھی چیز بے فائدہ یا بے مصرف نہیں ہے جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ تو کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جس کا حضرتِ انسان کے کسی شعبے کے ساتھ تعلق نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے اگر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے تو۔ اگر اتنی سمجھ نہ آئے تو پھر آپ خالق کو سمجھ نہیں سکتے۔ تو یہ جو مخلوق ہے' یہ فطرت ہے' اگر فطرت کو سمجھو گے تو پھر فاطر کی بات سمجھ آئے گی۔ اس نے تمہاری سہولت کے لیے' تمہارے علم کے لیے' تمہارے علم کا ذخیرہ رکھنے کے لیے کیا کیا نشانی رکھی ہوئی ہے۔ ندی کے بارے میں مَیں نے آپ کو کتنے ہی واقعات سنائے ہیں۔ ندی ایک پریم کہانی ہے۔ دریاؤں کے کنارے محبت کے بے شمار واقعات ہوئے۔ مثلاً چناب کے کنارے سوہنی مہینوال کا واقعہ ہوا۔ ایک بزرگ کو پتہ چلا کہ چناب کے کنارے اکثر محبت پلتی ہے' تو انہوں نے کہا

کہ میں چناب کے کنارے جا کے بیٹھتا ہوں۔ وہاں جا کے چناب کا پانی پینا شروع کر دیا تا کہ مجھے بھی محبت مل جائے۔ ابھی وہ پنجند تک نہیں پہنچے تھے کہ He was full Dervesh ان کو مکمل محبت مل گئی۔ تو یہ عملی محبت پیدا ہو گئی۔ اللہ کی راہ میں اتنا چلنا بھی محبت پیدا کرتا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ دریا کے کنارے بڑے بڑے واقعات ہوتے ہیں دریا کی اپنی وجہ سے۔ پہاڑ کی اپنی وجہ سے ایک واقعہ ہوتا ہے' یہ ہیبت طاری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت کی تب تک سمجھ نہیں آتی جب تک آپ پُر جلال پہاڑوں کے پاس تنہا نہ ہوں۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ ہیبت اور شکوہ ہوتی کیا ہے اور محبت ہوتی کیا ہے۔ پھر یہ سارے واقعات آپ کو سمجھ آتے ہیں۔ ورنہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے جو الفاظ ہیں وہ کائنات کے مشاہدے کے بغیر یا مخلوق سے رابطے کے بغیر سمجھ نہیں آتے۔ اس لیے اس کائنات کا آپ سے بڑا تعلق ہے' اس ساری مخلوق کا آپ سے بڑا تعلق ہے' اشرف المخلوقات سے بھی اور باقیوں سے بھی بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ آپ کا شرف ان کے دم سے ہے۔ وہی آپ کو شرف دینے والی ہیں۔ تو جو چھوٹے چھوٹے Insect ہیں وہ بھی آپ کو ثبوت دے رہے ہیں کہ ان کے پیچھے کوئی بنانے والا ہے مگر آپ کے پاس غور کرنے کا ٹائم نہیں ہے۔ آپ کی شاعری گل و بلبل کی کہانی ہے' پتنگا اور شمع کی کہانی ہے۔ صحرا میں یا شہر میں چھوٹی سی روشنی جلے تو کوئی نہ کوئی پروانہ آ جائے گا اور جل جائے گا۔

کینڈل لائٹ ہو یا دِیا ہو' وہ جل جائے گا۔ اسی طرح دل کے اندر ایک شمع جلتی ہے اور محبت کے خیال میں وہ پروانہ وار نثار ہو جاتا ہے۔ تو بات محسوس ہوتی ہے۔ تو اس کائنات کو آپ کبھی ایسا نہ سمجھو کہ یہ بے کار ہے' کوئی بھی مخلوق ہو۔ کتا تو آپ کا روز کا مشاہدہ ہے' اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اِس کے اندر 90% فقر ہے اور باقی دس میں سے ایک حصہ اس کو فقیر نہیں ہونے دیتا اور اس لیے اس کو نجس بھی کہا گیا کیونکہ یہ اپنی جنس کا بیری ہے' اپنی جنس والے کو کھانے نہیں دے گا۔ اس لیے یہ غیر فقیر ہے۔ ورنہ اس کی وفا' اس کا اخلاص' اس کا صبر اور اس کا خلوص اتنا ہوتا ہے کہ یہ مالک کے مرنے کے بعد اس کی قبر پہ جا کے مرے گا۔ تو اس کو نجس کیوں کہا گیا؟ کیونکہ یہ اپنی جنس کا دشمن ہے' یہ ہڈی کو دریا میں پھینک دے گا مگر کسی اور کو چکھنے نہیں دے گا۔ تو اس کی یہ وجہ ہے۔ انسان کے غور کے لیے اس کے اندر بے شمار واقعات ہیں۔ جب اللہ کہہ رہا ہے کہ میری کائنات پر غور کرو تو یہ ایسے نہیں فرما رہے۔ یہ اللہ کا فرمان ہے کہ اس میں غور کرو' اس میں آیات اللہ ہیں' یہ نشانیاں ہیں تمہارے لیے۔ غور کرنے والوں کے لیے یہ بڑی وسیع کائنات ہے۔ میں آپ کو صرف امکانات بتا رہا ہوں' غور آپ نے خود کرنا ہے' غور کریں گے تو یہ کائنات آپ کو اپنی نظر آئے گی۔ یہ غور کرنے سے نظر آئے گی۔ وہ آپ کا مالک ہے' اس کو کوئی کمی نہیں کہ آپ ساتھ ہوں' اس کا کوئی

دشمن نہیں ہے کہ اس کو فوج چاہیے اور وہ تم لوگوں کو Defend کرنے کے لیے بلا رہا ہے۔ He has no enemy کہ جس کے خلاف اس نے فوج رکھنی ہو۔ اس کا فرمان ہے کہ لِلّٰہِ جنود السمٰوٰت والارض اس کے اپنے لشکروں سے زمین اور آسمان بھرے پڑے ہیں' کسی بات کی کمی نہیں ہے۔ تم سے کہا ہے کہ تم عبادت کرو تو کیا اُسے کوئی فرق پڑ جائے گا؟ نہیں' فرق نہیں پڑے گا۔ اگر تم اڑھائی پرسنٹ زکوٰۃ دے دو گے تو پھر بھی کسی انسان نے کھانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آپ کو صرف یہ بتا رہا ہے کہ میری جو Immensity of creativity ہے اس کا مشاہدہ کرو۔ اور اس کا لطف صرف انسان لے سکتا ہے اور کوئی نہیں لے سکتا' باقی تو بے چارے ہیں ہی گائے بکریاں۔ وہ کیا کہیں گے؟ یا اللہ یہ بہت اچھی بات ہے' یہ کائنات بہت اچھی ہے۔ وہ پوچھے گا کہ تمہیں یہ کائنات کیسی لگی ہے تو وہ کہے گا کہ یہ بہت اچھی ہے۔ انسان سے پوچھا جائے گا تو یہ کہے گا کہ کائنات اچھی تو نہیں ہے' اس میں یہ یہ خوبیاں بھی ہونی چاہییں تھیں۔ اگر انسان اللہ کی کائنات کی تفسیر کرتا تو اللہ اس کو پسند کرتا۔ آپ کو حسنِ بیان اس لیے عطا کیا گیا کہ آپ حسنِ تخلیق کے اُوپر حسنِ خیال کا اظہار کریں۔ پھر کائنات کا مالک آپ کو اور عطا فرماتا' خوش ہوتا۔ سیاہ تاریک رات میں سے روشن سورج کا نکلنا کمال کی بات ہے۔ دنیا میں کوئی رات ایسی نہیں آئی جس کے بعد صبح نہ ہوئی ہو۔

تم کس غم میں مبتلا ہو' کون سا غم ہے جس کی اتنی عزت افزائی کر رہے ہو' کون سا غم ہے' جو رہ جائے گا۔ کون سی رات ہے جس کے بعد صبح نہیں آئی ہے۔ کیا فکر کرتے جا رہے ہو؟ اور جو مغرور شخص ہے اس کو اللہ نے کہا کہ کون سا دن ہے جس کا انجام نہیں آیا ہے' کون سا ایسا وقت ہے جب سورج کی لاش نہ ڈوبی ہو' تم کس چیز میں مبتلا ہو۔ تو اس نے غرور والے کو شام دکھائی ہے اور مسکین کو صبح دکھائی ہے۔ یہ بڑی بات ہے۔ اس سارے واقعے پر غور کرو کہ کائنات کے اندر اللہ تعالیٰ کے کیا کیا جلوے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی کائنات کی سیر کرا دے اور باقی مخلوق سے رابطہ کرا دے تو پھر سمجھو کہ اس نے اپنے ساتھ رابطہ کرا دیا۔ وہ کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ رابطہ نہیں کر سکتے کیونکہ تم اور جنس ہو۔ تو اللہ تعالیٰ انسان کی محبت کے لیے براہِ راست موجود نہیں ہے بلکہ آپ اس کے مظاہر سے محبت کریں گے۔ کہیں ایسا نہ کہنا کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں' اس طرح محبت نہیں کر سکتے۔ اللہ جو ہے وہ Direct نہ آپ کے Concept میں ہے اور نہ آپ کی نگاہ میں ہے۔ ہاں آپ اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں اللہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ میں اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت کرتا ہوں اور اللہ کی کائنات کے اندر افادیتوں کی تلاش کرنے کے سفر پر میں محبت سے کاربند ہوں۔ آپ بات

سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ محبت ہے' یہ اللہ سے محبت ہے اور میں نے دشمن کو اس لیے چھوڑ دیا کہ یہ اللہ کا حکم تھا ورنہ تو میں نے شکار دبوچا ہوا تھا۔ حالانکہ اس نے بڑی مشکل سے شکار گرفتار کیا تھا' گردن پہ ہاتھ رکھا ہوا تھا' خنجر چلنے کا واقعہ ہونے لگا تھا مگر اللہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دو تو چھوڑ دیا۔ تو یہ اللہ سے محبت ہے۔ محبت یہ ہے کہ اپنی اَنا قربان کر دو اور اُس کا حکم ہو تو اس کے کہنے پر اپنا سفر روک دو اور اگر خاموش بیٹھے ہو تو اللہ کے حکم پر چل پڑو۔ تو یہ اللہ کی محبت کا حصہ ہے۔ اب آپ تنہائی میں غور کرتے جائیں' کرتے جائیں تو باب وا ہوتے جائیں گے' دروازے میں سے دیوار نکل آئے گی' دیوار میں سے ایک اور دروازہ نکل آئے گا' پھر اس میں ایک اور کائنات آ جائے گی اور اس میں ایک اور دروازہ نکل آئے گا' مخفی کے اندر ایک اور خفی نکل آئے گا۔ چلتے چلتے Endless کائنات نظر آئے گی اور پھر جب آنکھ کھلے گی تو پتہ چلے گا کہ ؎

زیاں تھا نہ سُود تھا

پھر آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ میں نہیں جان سکتا' میں انسان ہوں' عاجز ہوں۔ وہ جلوہ دکھاتا ہے اور جلوے کے بعد کیا ہو گا؟ آپ ایسے تو نہیں مان جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا کمال تو یہ ہے کہ اس نے انسان کو تخلیق فرمایا۔ یہ انسان بڑا راز ہے۔ صرف تمہیں سمجھ نہیں آتا ورنہ راز تو

ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اللہ ہونے کے باوجود انسان کی ضرورت کو محسوس فرمایا۔ کیونکہ یہ مفسرِ کائنات ہے' مفسرِ تخلیق ہے۔ کوئی بیان کرنے والا تو ہونا چاہیے کہ تخلیق کیسا واقعہ ہے۔ انسان کائنات کا محدث اور کائنات کا مفسّر ہے اور پورے طریقے سے اسے بیان فرماتا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے اپنا نائب بنایا اور کہا کہ یہ ہے میرا نائب زمین پر۔ کرتا کیا ہے؟ یہ صرف عبادت نہیں کرتا بلکہ یہ وہ بات بیان کرتا ہے جو میں چاہتا ہوں کہ اسے کوئی بیان کرنے والا ہو۔ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تیرے سورج کی خیر' تیری زمین کی خیر' تیرے آسمانوں کی خیر اور تو نے جو مخلوق بنائی ہے وہ سبحان اللہ' سبحان اللہ فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین۔ باقی جو انسان .Vs انسان ہے وہ آپ کو بعد میں بتائیں گے کہ انسان کا انسان سے کیا تعلق ہے۔ صرف ایک بات بتا دیتا ہوں کہ ایک وقت آتا ہے جب دنیا میں کہیں' کسی کونے میں ہونے والا کوئی جرم جو ہے وہ کہیں نہ کہیں سے تمہارے ذمے لگے گا۔ بس یہ بات یاد رکھ لو۔ دنیا میں کہیں نہ کہیں ہونے والا کسی نہ کسی ظلم کا کچھ نہ کچھ حصہ تمہارے حصے میں ضرور آئے گا کہ تمہاری غفلت کی وجہ سے دنیا کے کسی خطے میں ظلم ہوا۔ یعنی کہ آج سے پہلے کسی انسان کی غفلت تھی' کسی انسان پہ ظلم ہوا' اس پر ظلم توڑا گیا' تو دنیا میں ہونے والا ہر واقعہ کہیں نہ کہیں سے آپ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ جو اور زبان بولتا ہے' عجیب و غریب

زبان بولتا ہے' وہ رشتے میں تمہارا بھائی نکلے گا۔ اتفاق سے اس پر زمان و مکان کے فاصلے آ گئے ورنہ وہ تمہارا بھائی ہے۔ تم دونوں نے مل کے سفر کا آغاز کیا تھا' آج سے چار ہزار سال پہلے تم دنیا میں آئے تھے' اس کو وجود کا پیکر مل گیا اور تمہاری روح ابھی پیکر کا انتظار کر رہی تھی' اُس نے اُس پیکر میں نہیں آنا تھا۔ اُسے پیکر پسند آ گیا اور وہ چینی زبان بولتا بولتا رخصت ہو گیا' اس کی روح چلی گئی۔ اب وہ روح اپنے بھائی کا انتظار کر رہی ہے اور وہ بھائی چار ہزار سال بعد آیا اور اُردو بولتا ہے۔ پہلا بھائی دوسری زبان بول کے چلا گیا۔ اور اب اسے کہتا ہے کہ میں تیری زبان نہیں سمجھتا۔ جب اس پیکر سے وجود نکلے گا تو کہے گا کہ بھائی صاحب کیا حال چال ہے' میں تو پھنس گیا تھا' تو بھی ادھر رہ گیا تھا' تمہارا مذہب اور تھا' ہمارا مذہب اور تھا۔ اصل میں یہ مخلوق اور ہے۔ محبت کا سفر اور ہے۔ عین ممکن ہے کہ محبوب چار ہزار سال پہلے آیا ہو اور محب اب آیا ہو۔ یہ روح کے اندر ہوتا ہے۔ بہت سارے محبت کے' محب اور محبوب کے Cases ضائع ہو گئے۔ کس لیے ضائع ہو گئے؟ کہ وہ Different regions میں ضائع ہو گئے' Different علاقے میں پیدا ہو گئے۔ بس یہ قدرت کا کھیل ہے۔ کبھی اتفاق سے درمیان میں ملاقات ہو گئی تو انہوں نے دریافت کر لیا اور پوچھا کہ تم کہاں رہے ہو' اب کہاں رہتے ہو؟ کہتا ہے میں ملائشیا میں رہتا ہوں۔ کہتا ہے ملائشیا تو پاس ہی تھا' ملاقات ہی

نہ ہو سکی۔ تو روح پہچان لیتی ہے۔ پہلی ملاقات میں محبت کا ہو جانا صرف پہچان ہی تو ہے کہ اس نے پہچان لیا حالانکہ پہلی ملاقات ہے' پتہ تو بعد میں چلے گا۔ تو پہچان ہو جاتی ہے۔ کیوں؟ کیونکہ پہلے ایک دوسرے کو دیکھا ہوا ہوتا ہے۔ تو انسانوں سے تعلق جو ہے یہ بڑی خوبصورت بات ہے۔ اس پہ ذرا غور کیا کرو۔

سوال:

سر! یہ جو تعلق ہے اس کی سمجھ نہیں آئی جب کہ دوسری باتیں تو سمجھ آ گئی ہیں۔

جواب:

میں نے کہا ہے کہ میں تفصیل سے پھر کسی وقت بتاؤں گا' فی الحال اتنا بتا رہا ہوں کہ ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے۔

اِک جیسے آنسو ہیں سب کی آنکھوں میں
ہر انسان کا ہر انسان سے رشتہ ہے

تو ایک جیسے آنسو ہوں گے' ایک جیسی کہانی ہو گی' ایک ہی غم ہو گا' ایک ہی سفر ہو گا' ایک جیسی کیفیات ہوں گی۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں یہ پہچان نہیں سکا کہ وہ دُکھی تھا۔ دُکھی انسان جو ہے وہ دوسرے دُکھی کو ضرور پہچان لے گا۔ یہ ایک ہی کہانی ہے اور وہ تم ہی ہو۔ وہ جو مظلوم انسان تھا وہ کون تھا؟ وہ تم ہی

ہو۔ جب تیرا احساس مجروح ہو گیا تو تُو گھر کیسے آ گیا۔ وہ کون تھا جو دُکھی تھا؟ وہ آپ ہی تھے۔ کیا اتنی بات سمجھ آ رہی ہے؟ تو وہ آپ ہی تھے۔ جب یہ پتہ چل جائے گا کہ یہ آپ ہی تھے تو کچھ عرصہ بعد جب ایسا کوئی آئے گا تو وہ کہے گا کہ یہ بھی آپ ہی ہیں۔ کہتا ہے کہ ہم کہاں' تُو ہی تُو ہے اور کبھی کہتا ہے کہ تُو کہاں' میں ہی میں ہوں۔ بس اس کے اندر سارا کھیل ہے۔ کیا کھیل ہے؟ تُو کہاں ہے' میں ہی مَیں ہوں۔ جہاں تک انسان ہے وہاں تک اللہ ہے۔ اللہ کا ذکر انسانوں کے علاوہ تو ہے ہی نہیں۔ تیرا ذکر بھی مَیں ہی مَیں ہوں۔ اور سچ پوچھو تو میں کیا ہوں' تُو ہی تُو ہے' پچاس ساٹھ سال کا کھیل ہے' سب ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ شکلیں بے شکل ہو جاتی ہیں' واقعہ جو ہے وہ بے واقعہ ہو جاتا ہے' Taste ضائع ہو جاتے ہیں' حالات بگڑ جاتے ہیں' اپنے بیگانے ہو جاتے ہیں' ہر شے ہاتھ میں مٹی ہو جاتی ہے' بڑے بڑے کھیل ختم ہو جاتے ہیں' سفر سورج کرتا ہے اور بوڑھے آپ ہو جاتے ہیں' کھیل ختم ہوتا جا رہا ہے _____ تو میں کیا ہوں' تُو ہی تُو ہے۔ عافیت صرف اس بات میں ہے کہ تُو ہی تُو ہے' ہم کیا ہیں؟ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ اس لیے یا تو یہ کہو کہ مَیں ہی مَیں ہوں' یا پھر کہو کہ تُو ہی تُو ہے' یا یہ کہو کہ تُو اور ہے اور میں اور ہوں۔ اور پھر عبادت کرتے جاؤ' وہ معبود ہے اور تُو عابد ہے' عبادت کرتا جا۔ وہ مسجود ہے اور تو ساجد ہے۔ بس پھر کھیل اور ہے۔ اس

لیے یا ''مَیں'' ہو کے چلو یا پھر ''تُو'' بن کے چلو۔ پھر آپ کو انسانوں کا رشتہ سمجھ آ جائے گا۔ بس بات یہ ہے کہ آپ ''تُو'' کو تُو رہنے دو اور ''مَیں'' کو ''مَیں'' رہنے دو تا کہ کنفیوژن نہ ہو۔ اور اگر ہمت ہے تو پھر کر کے دیکھو کہ کبھی ''میں'' بن جاؤ' کبھی ''میں'' جو ہے ''تُو'' ہو جائے اور کبھی ''تُو'' ''میں'' ہو جائے۔ یہ سب کھیل کی حد تک ہو۔ پھر پچاس سال کے بعد اللہ مالک ہے کہ پھر کیا ہو جائے۔ یہ کھیل ہے' جلووں کا کھیل ہے' یہ اور کس قسم کا کھیل ہے۔ بات تو اتنی ساری ہے کہ اگر آپ کی نگاہ نہ ہو تو پھر محبت کس بات کی۔ وہ جو تھا جس نے تم سے محبت کی ہے وہ ہزار چہرے لیے پھرتا' جب تک تم دیکھنے والے نہ بنتے' تو کیا محبت ہو سکتی تھی؟ اس نے تمہیں چاہنے والا بنایا یا تو نے اُسے چاہا جانے والا بنایا' یہ دونوں کھیل برابر کے ہیں۔ کس نے کس کو کیا بنایا' یہ تو جاننے والا جانتا ہے۔ اُس نے تمہیں عشق عطا فرما دیا یا تو نے اس کو حسن عطا کر دیا' یہ الگ کھیل ہے۔ تو چاہنے والے کی نگاہِ لطف جو ہے وہ چاہے جانے والے کو حسین بناتی ہے ورنہ حسن کس بات کا۔ حسن تو یہ ہے جو اُسے آپ نے عطا کر دیا۔ چاہنے والے کا اندازِ نظر جو ہے اس کو خوبصورت بنا رہا ہے ورنہ وہ تو خوبصورت تھا ہی نہیں۔ خوبصورتی جو ہے وہ تمہارا دیکھنے کا انداز ہے۔ تو اس دنیا کے اندر یہ Relation ہے۔ آپ مسکین بنو تو اور دنیا ہے' ظالم بنو تو اور دنیا ہے' شکاری بن کے آؤ تو اور دنیا ہے' پجاری

بن کے دیکھو تو اور ہی دنیا ہے' نیک بن کے نکلو تو ساری کائنات نیک ہی نیک ہے' بَد ہے ہی کوئی نہیں' یہاں پھر اللہ ہی اللہ ہے' غیر اللہ تو نظر ہی نہیں آیا۔ ایک بار تم صحیح ہو جاؤ تو پھر یہ کائنات Is the best place to live in۔ صرف تم صحیح ہو جاؤ۔ اپنے آپ سے اُلجھنیں نکال دو ''صحیح'' سے کیا مراد ہے؟ کہ خدا کو نقلی نہ ماننا۔ جتنا پتہ ہے اتنا ہی کہو۔ کائنات کے اندر رہنے کا جلوہ یا لطف اس کو آئے گا جو مالک کی اجازت سے لطف لے گا۔

سوال:

اگر وہ ہی وہ ہے تو پھر ہم میں جو نقص ہیں وہ تو ہونے ہی نہیں چاہییں۔

جواب:

نقص تو کوئی نہیں ہے۔

سوال:

پھر ہم صحیح کیسے ہیں؟

جواب:

یہ ''ہم'' کی بات نہیں بلکہ یہ ''مَیں'' کا کھیل ہے۔

سوال:

پھر یہ طے ہو گیا کہ وہی وہ تو نہ ہوا' وہ' وہ ہے اور ہم' ہم ہیں۔

جواب:

نہیں یہ طے نہیں ہوتا۔

سوال:

وہ وہ ہے اور ہم ہم ہیں۔

جواب:

یہاں ''ہم'' کا کھیل نہیں ہے بلکہ ''میں'' کی بات ہے۔ جب آپ ''مَیں'' میں داخل ہو جائیں گے تو پھر ''وہ ہی وہ'' ہے ''یہ'' بھی ''وہ'' ہے اور ''وہ'' بھی ''وہ'' ہے اور سچ پوچھو تو ''مَیں'' بھی وہ ہے۔ یہ ایک آدمی کی بات ہے، ایک کی بات ہے۔ اور جب ایک آدمی کہتا ہے کہ اصل میں ''مَیں'' ہی ''میں'' ہوں، جہاں تک میں پھیلتا جا رہا ہوں تیرا نام چلتا جا رہا ہے، تیری داستان جو ہے وہ میری داستان تک ہے۔

سوال:

اگر ہم یہ بات مان لیں جس کو لوگوں نے ''ہمہ اوست'' بھی کہا ہے تو پھر تو کسی چیز کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔

جواب:

میں بالکل وہ بات نہیں کر رہا۔ ''ہمہ اوست'' جو ہے اس کے اندر غلطی یہ تھی کہ شیطان کو سمجھے بغیر یا نکالے بغیر اسے مانا گیا۔ شر کو نکالنا ہے۔

میں تو محبت کا کھیل بتا رہا ہوں۔ جب آپ ماننے والے بن جائیں گے تو پھر "مَیں ہی مَیں" رہے گا اور آپ کہو گے کہ تیرا بوجھ کوئی اُٹھاتا نہیں تھا اور یہ میں ہی تھا۔ یہ میں مظلوم' ظالم اور ناچیز تھا جو اس راز کو اُٹھانے والا تھا' وہ امانت میں نے ہی اُٹھائی تھی' اگر بفرض محال میں نہ اُٹھاتا تو پھر آپ کا راز کون اُٹھاتا؟۔

ہمارے دم سے تیری انجمن اب تک سلامت ہے
تمہارا تذکرہ باقی ہماری داستانوں تک ہے

بات تو یہ ہے کہ تیرا تمام تر ذکر میں نے کیا' انسان نے کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ خود تو اپنا ذکر نہیں کرے گا' اپنا بیان آپ تو نہیں کرے گا۔ تو کون بولے گا؟ "مَیں" بولے گا۔ "میں" ایک اکائی ہے۔ وہاں پر دو انسان نہیں ہیں۔ "میں" میں ایک انسان ہے۔ انسانوں کے Throughout اژدہام میں "مَیں ہی مَیں" ہے۔ کون ہے؟ میں ہی تو جلوہ گر تھا ہر جگہ۔ یہ کون کہتا ہے؟ یہ "مَیں" کہتا ہے۔ کبھی طور پر وہ "مَیں" ہو سکتا ہے اور کبھی ماننے والوں میں آ گیا۔ خود ہی جلوہ دکھایا اور خود ہی بے ہوش ہو گیا' خود ہی "الست" کہہ لو اور خود ہی "بلیٰ" کہہ لو۔ یہ ایک راز ہے۔ یہ ہے محبت والوں کی بات جن کے دل کے اندر اگنی لگی ہوتی ہے۔ "اگنی دیوتا" کو پوجنے والے بغیر محبت کے نہیں پوجتے۔ اور اگر ذہن میں آگ ہو تو تسلیم کے علاوہ کوئی راستہ

نہیں ہے۔تو پہلے آپ تسلیم میں آئیں۔تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کچھ لوگوں نے ایسا کہا ہے کہ تُو ہی تو ہے' تجھے اندر سمجھوں تو باہر کون ہے اور باہر سمجھوں تو اندر کون ہے۔زندگی میں ایسا ایک واقعہ ضرور آتا ہے۔سچ پوچھو تو باہر بھی تُو ہے اور اندر بھی تو ہے' جب باہر بھی تو ہے اور اندر بھی تو ہے تو پھر بلھا کون ہے۔بُلھا بھی تُو ہی ہے۔پھر کیا رہ گیا' جھگڑا کیا رہ گیا۔یہ وہ لوگ ہیں جو اس کے راستے پر Committed ہیں۔آپ لوگ تو بے شمار راستوں پر چلنے والے ہیں' اس لیے آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی' آپ اس بات کو افکار بناتے ہیں' خیال بناتے ہیں اور پھر بات مشکل ہو جاتی ہے۔اگر اُسے تسلیم بنا لو تو ایک ہی چیز ہے' پھر اللہ ہی اللہ ہے۔

سوال:

سر! یہ کہا جاتا ہے کہ کائنات کی تشکیل کی بنا مٹی ہے اور جب ہندو لوگ مٹی کا بت بنا کے پوجتے ہیں تو وہ کائنات میں خدا کو چھوٹا سا روپ دے دیتے ہیں۔

جواب:

نہیں نہیں' یہ یوں نہیں ہے۔کائنات کی تشکیل یوں نہیں ہے کہ مٹی سے ہے۔مٹی ایک میڈیم ہے' ذریعہ ہے' کائنات کے بننے کا ذریعہ ہے' پانی بھی میڈیم ہے۔تو مٹی بھی ہے اور پانی بھی ہے۔اصل میں یہ ''ارادہ'' ہے'

کائنات بنانے والے کا ارادہ ہے۔ ہم فطرت کی بات نہیں کر رہے بلکہ فاطر کی بات کر رہے ہیں جس نے یہ سب بنایا۔ اُس نے آدم کو اپنی مرضی سے بنایا' جیسے بھی بنایا' پوری کائنات بھی بنائی۔ یہ ہندو کی بات نہیں ہو رہی' ہندو کا اور واقعہ ہے۔ ہندو اور مسلمان کا فیصلہ تو مذہب نے کرنا ہے' ہم نے نہیں کرنا۔ ہم تو آپ کو محبت کی بات بتا رہے ہیں۔ ہندو کو تم نے فتوے کے ساتھ سزا دینی ہے' مفتی صاحب یا قاضی صاحب کو کہو گے کہ فتویٰ بکاؤ۔ وہ قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ دے گا کہ اس کی یہ سزا ہے' جس نے [illegible] ہے اس کی یہ سزا ہے۔

سوال:

یہ جو ثاقب صاحب نے مٹی والی بات فرمائی ہے تو آپ نے ایک Concept بیان فرمایا ہے کہ اللہ ہی اللہ ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اللہ نور السمٰوٰت والارض۔ اب مٹی یا جو بھی Matter ہے اس کا جو لاسٹ ذرہ ہے اس کو جب چیرہ گیا ہے تو اس کے اندر سے نور نکل آیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ سائنس اور Mysticism دونوں میں ثابت ہو گیا ہے کہ جو بھی ہے وہ تو دراصل نور ہے اور نور اللہ ہے_____

جواب:

دیکھیں آپ بات سمجھ نہیں رہے۔ وہ جو سائنس Prove کر رہی

ہے وہ بالکل بجا کر رہی ہے وہ ان کا شعبہ ہے۔ میں یہ بات کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والوں کو اس سفر کے اندر ایک ایسا مومنٹ مل سکتا ہے جب وہ ہر طرف ''تُو ہی تُو'' کہہ دیں یا ایک ایسا مومنٹ مل سکتا ہے جب وہ ہر طرف ''مَیں ہی مَیں'' کہہ دیں۔ تو وہ ایک مومنٹ مل سکتا ہے۔ یہ میں کوئی فلسفہ نہیں بتا رہا ہوں بلکہ اس محبت کی راہ میں ایک ایسا وقت آ سکتا ہے جب تمہیں ہر طرف ایک ہی جلوہ نظر آئے۔

سوال:

میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو فلسفہ ہے اب ایک حقیقت بن گیا ہے کہ جو کچھ بھی ہے وہ نور ہے۔

جواب:

وہ تو بیان ہے۔

سوال:

وہ حقیقت ہے سر!

جواب:

حقیقت تو ہے لیکن واردات نہیں ہے۔

سوال:

جی ہاں' واردات تو دوسری سطح پر ہو گی۔

جواب:

واردات تو محبت میں ہوگی۔

سوال:

تو واردات اور حقیقت دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں۔

جواب:

بے شک ہو جائیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ Unless you experience it اس کو بیان کرنے کا کیا فائدہ۔ میں آپ لوگوں سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ لوگ اسے Experience کر سکتے ہو' جب تک یہ Experience مشاہدے میں نہیں آئے گا تو پھر یہ علم کیا ہے۔ پھر تو مذہب کا علم کافی ہے۔ اس میں بحث کی کوئی بات نہیں ہے۔ مذہب کے مقابلے میں سائنس سے علم لے کر مذہب سے راستہ نکالنا ناممکن ہے۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ حد کہاں لگی ہوئی ہے' آپ کو راستہ بتا رہا ہوں لیکن آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ وہی راستہ جو آپ چاہتے ہیں اس راستے کے راستے میں مذہب رکاوٹ ہے۔ مذہب نے تو ایک بات بتا دی ہے اور وہ فائنل ہے۔ تو مذہب کے بغیر سماج یا سوسائٹی کے اندر' کائنات کے اندر' انسانوں کی دنیا میں آپ علم کا کوئی شعبہ بیان نہیں کر سکتے چاہے وہ سائنس ہو یا کچھ اور ہو' جب تک آپ اس واردات سے گزر کے نہ جائیں_____

سوال:

کائنات کی گفتگو کا اتنا وسیع احاطہ ہے تو مذہب بہت چھوٹا' Petty نظر آتا ہے' لگتا ہے جیسے ہمیں بہلایا جا رہا ہے۔

جواب:

آپ جب اس کیفیت میں آتے ہیں تو پھر بڑا جلوہ اور خیال کی اور تجربے کی وسعت جو ہے وہ چھین لی جاتی ہے۔ آپ سے زیادہ وسعت رکھنے والوں نے' کائنات کا زیادہ مشاہدہ کرنے والوں نے' کائنات کے خالق کے حکم کے مطابق آپ کو یہ مذہب دے دیا۔ اب چُپ کر جاؤ' یہ Petty لگتا ہے' یا کہ Pretty لگتا ہے' یہ Teeming Millions کے لیے ہے' اِسے ایسے رہنے دو۔ یہ آپ کے لیے ہے' اِسے رہنے دو' جو کچھ ہے یہ صحیح ہے۔ ذاتی طور پر جو مشاہدہ ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا۔ وہ جلوہ جو ہے وہ اور ہے۔ مذہب کو آپ مختصر نہ کرو' یہ صحیح ہے۔ جو خدا کو نہیں مانے گا وہ کافر کہلائے گا اور جو مانے گا وہ مومن کہلائے گا' جو اس راستے پر چلے گا وہ مسلمان کہلائے گا' عبادت کا یہ طریقہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازیں ادا ہوں۔ اب یہ نہ کہنا کہ پانچ وقت کی نمازیں یوں کیوں ہیں' ویسے کیوں نہیں ہیں' اس میں آپ نے بحث نہیں کرنی۔ بس یہ ٹھیک ہے۔ یہ نہ سوچنا کہ حج کرنے کا کیا فائدہ ہے' اس سے یہودی کو تو فائدہ نہیں ہوتا؟ کیا مسلمانوں کو فائدہ ہوتا ہے؟ اتنا ٹکٹ

خرچ ہوتا ہے' وہاں جا کے جو تھوڑا بہت Faith ہوتا ہے وہ بھی آگے پیچھے ہو جاتا ہے _____ تو مَت بحث کرو! یہ ایسے ہی ہے۔ یہ کیا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے۔ درود شریف ایسے ہی پڑھتے ہیں' نماز میں یہی الفاظ کہتے ہیں _____ کہتا ہے کہ ہم دس سال سے نماز پڑھتے جا رہے ہیں' ایک ہی نماز پڑھتے جا رہے ہیں' وہی دُعا مانگتے جا رہے ہیں' کوئی نئی دُعا ہونی چاہیے _____ نہیں! ایک ہی دُعا ہو گی' ایک ہی Form ہو گی' پرانا مولوی رخصت ہو جائے گا' نیا مولوی آ جائے گا تو وہ بھی ویسے ہی پڑھاتا جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ یہ کیا بات ہے' ایک Monotony ہے _____ خبردار یہ بات نہیں کہنی۔ یہ ایسے ہی ہے۔ آپ کے دادا حضور بھی یہی نماز پڑھتے تھے' پردادا جان بھی یہی پڑھتے تھے' پوتا بھی یہی پڑھے گا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ درمیان میں آپ کو جلوہ گاہ کے اندر سیر کرائی جا سکتی ہے۔ یہ نہ کرنا کہ جلوہ گاہ کی سیر کرتے ہوئے آپ مذہب کو بائی پاس کر جاؤ۔ پھر تو آپ کو سیر نہیں کرائی جائے گی۔ پھر یہ نہ کہنا کہ اگر میں جانتا کہ رَب یہ ہے تو میں عبادت نہ کرتا۔ اُسے کہتے ہیں کہ تُو بات نہیں سمجھا' تُو نے جو عبادت کی ہے اس کی وجہ سے تمہیں یہ اب نظر آیا ہے' یہ اللہ تھا۔ تو اللہ تو یہ تھا۔ ایک آدمی کا میں نے آپ کو واقعہ سنایا تھا۔ اس نے دریا میں کھڑے ہو کے چالیس سال عبادت کی۔ چالیس سال کے بعد اس کو Spontaneous کوئی Discovery ہو گئی' لائٹ مل گئی تو وہ

چلا اُٹھا کہ اگر میں جانتا کہ اللہ یہ تھا تو میں دریا میں چالیس سال ضائع نہ کرتا۔ اُن کا ایک مرید پاس کھڑا تھا' اُس نے کہا کہ بابا جی پھر ہمارے سال تو بچائیں' ہمیں ابھی سے بتا دیں تا کہ ہمارے سال تو ضائع نہ ہوں۔ کہنے لگے کہ کیا میں چالیس سال کی عبادت تمہیں مفت دے دوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ کا پتہ اُس کو چلتا ہے جو مخلص ہو' Obedient ہو' فرماں بردار ہو اور اس کی زبان خاموش ہو۔ اور وہ یہ نہ کہہ دے کہ تمہیں بتا دیتا ہوں کہ اللہ نہیں ہے۔ اللہ تو ہے! بس وہ معصوموں کو ملتا ہے' بھولے بادشاہوں کو ملتا ہے' ''دانا'' کو تو اللہ نہیں ملتا' اس کا تو اللہ دشمن ہے۔ ہاں' ایسے دانا کو ملتا ہے جو عقلِ سلیم ہو۔ دانا کی بات یہ ہے کہ ؎

تو نے بخشی مجھے یہ عقل سلیم
کیوں نہ ہوں تیرے فیصلے تسلیم

جب اس کے فیصلوں کو حماقت کی حد تک تسلیم کرنے لگ جائیں گے تو پھر آپ کو Awakening مل جائے گی۔ تو یہ بھی قبول کر لو۔ یہ نہ کہنا کہ یہ زیادتی ہو گئی ہے اور یہ کہ پوری کائنات خرچ کر کے ہم نے یہ بات خریدی ہے۔ بس یہ ٹھیک ہے۔ اگر ہر چیز ٹھیک ہے اور ایک آدھ چیز کی کسر رہ گئی ہے تو اسے بھی قبول کر۔ اپنا رُخ ادھر رکھ۔ پھر ایک وقت آئے گا؟ جب They shall all return یعنی اس راستے میں تم نے جو کچھ خرچ کیا ہے' Invest کیا

ہے' سب آجائیں گے' They shall all retrun گئے ہوئے بھی اور جن کا آنا ممکن نہیں ہے وہ بھی آجائیں گے _____ تو یہ ایسا کھیل ہے۔ لیکن تسلیم میں کمی نہ آئے۔ اپنا بن کے اگر اعتراض بھی کرو تو قبول ہے اور غیر بن کے اگر تسلیم بھی کرو گے تو بے کار ہے' تمہیں جلوہ نہیں ملے گا۔ غیر کو تو دروازے کے باہر ہی فارغ کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ غیر بن کے آیا اور پوچھا کہ کیا اللہ ہے تو وہ کہتا ہے کہ چلو بھاگ جاؤ' اللہ نہیں ہے۔ غیر کو یہ کہا جائے گا کہ کائنات کو دیکھو کہ یہ کس طرح ہے' اُسے الجھا کے رکھ دیا جاتا ہے۔ غیر کو یوں نہیں بتایا جاتا کہ یہ ہمارا جلوہ ہے' یہ کائنات ہے' یہ فلاں چیز ہے۔ تو اپنوں کو سیر کرائی جاتی ہے۔ اپنا بن کے جاؤ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس کائنات کی سیر کرائے گا' تھوڑا سا وقت ہے' اس میں تھوڑا سا جلوہ دیکھ لو۔ بس اعتراض کرنا چھوڑ دو' تسلیم کر لو' تھوڑے سے بھولے بن جاؤ۔ جب آپ ایسے بن جاؤ گے' صحیح بن جاؤ گے۔ تو پھر آپ کے اندر ایک Wisdom اور Fountain of Wisdom شروع ہو جائے گا۔ تھوڑا سا چپ رہ کے دیکھو۔

زمانہ ہوا ہم کو چپ رہتے ہوئے
کوئی نقش اور کوئی دیوار سمجھا

تو نقش بن جاؤ' دیوار بن جاؤ' پھر آپ کے لیے کائنات کی وسعتیں ہیں۔ اپنوں کو تو وہ مغموم ہونے نہیں دیتا۔ آپ اس لیے مغموم ہیں کہ آپ اپنے

نہیں ہیں۔ اگر اس کے اپنے بن جاؤ تو وہ مغموم نہیں ہونے دے گا' جلوہ فوراً آجائے گا۔ ورنہ اس کے جلوے اور کس کے لیے ہیں؟

سوال:

یہ اللہ کے اپنے جلوے ہیں یا اپنے اپنے؟

جواب:

اللہ اور بندہ ایک ہی جماعت ہے' وہ خالق ہے اور یہ مخلوق ہے۔ تمہیں ذوقِ سجدہ پیدا ہو جائے گا تو وہ خود ہی مسجود ہے۔

سوال:

سر! آپ کی گفتگو میں بار بار دو لفظ آتے ہیں' راز اور کھیل۔ اللہ نے بندے تو سیدھے سادے بنا دیئے' پھر دین میں کھیل اور راز کہاں سے آ گئے؟

جواب:

دین واضح ہے' دین اور مذہب بالکل صاف ہیں۔

سوال:

پھر یہ کھیل اور راز کیا ہیں؟

جواب:

کھیل محبت کا ہے' یہ تمہارے اندر ایک شعلہ ہے' انسان میں بے تابی ہے' انسان محبت کرنے پر مجبور ہے۔ تم وجود کی محبت سے ذرا فارغ ہو

کے دیکھو تو وہ تمہارے اندر موجود ہے۔ اگر تمہیں پھولوں سے محبت ہے اور تم پھولوں کی محبت میں وارفتہ ہو جاؤ تو ایک وقت آئے گا کہ تم پھولوں کی زبان سنو گے۔ تو یہ ہے کھیل! وہ جو پھولوں کی زبان ہو گی درختوں سے محبت کے دور میں بھی وہی زبان ہو گی۔ پھر تنہائیوں میں بھی وہی زبان ہو گی۔ حتیٰ کہ تم وہ زبان پہچان لو گے کہ وہ Dialect کیا ہے۔ وہ جو پھولوں نے آپ سے بولا تھا اگر کسی دن آپ کے اندر سے بول پڑے تو پھر راز اور کھیل کی سمجھ آ جائے گی۔ تو وہ کھیل تھا اور یہ راز ہے۔ وہ باہر کی سیر تھی اور یہ اندر کی سیر ہے' کبھی ایک کرو' کبھی دوسری کرو۔ پوچھتا ہے کہ آج کل کس سیر میں ہو؟ کہتا ہے کہ آج کل فنا فی اللہ کی سیر میں ہوں' یعنی اپنے آپ کی سیر میں ہوں۔ پھر اب کیا ہے؟ اب الا اللہ کی سیر ہے' یعنی دنیا کی سیر ہو رہی ہے' منظر نامے کی تلاش کر رہا ہوں۔ تو یہ گہرائی ہے' Meditation ہے۔ Meditation میں باہر سے کچھ نہیں لینا بلکہ اپنے آپ سے لینا ہے۔ اور کہنا ہے کہ بول میرے مسجود۔ تو وہ بولے گا۔ تو یہ ہے Meditation۔ پھر آپ کے اندر سے کوئی کہانی آئے گی_____

اور کوئی سوال_____ بولو_____ پوچھو

سوال:

حیرانی سی ہوتی ہے کہ یہ سب کیا ہے

جواب:

آپ نے کبھی Meditation کی ہے؟ Meditation کیا ہوتی ہے؟

سوال:

اپنے ذہن کو کچھ ساکت سا کر دینا۔

جواب:

اچھا تو ساکت کر دیتے ہیں' خاموش کر دیتے ہیں۔ فرض کرو پھر وہ ذہن معطل ہو گیا اور Sensibility بھی معطل ہو گئی' احساس بھی ختم ہو گیا تو پھر ہوا کیا؟

سوال:

پھر تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا ہوا۔

جواب:

آپ کہتے ہیں کہ پھر پتہ نہیں چلا کہ کیا ہوا اور جن لوگوں نے Meditation کو بیان کیا' راز کو بیان کیا' اُنہوں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ پتہ نہیں چلے گا۔ سب نے یہی کہا کہ پتہ چلے گا۔ آپ کو اس لیے پتہ نہیں چلتا کہ آپ پیچھے سے ایک ہاتھ قابو رکھتے ہیں کہ یہ میری دنیا غائب نہ ہو جائے' کہیں میں فنا فی اللہ نہ ہو جاؤں۔ ایسی Meditation کرنے والا ساتھ ایک بندہ بٹھا دیتا ہے کہ ساڑھے بارہ منٹ میں نے بیٹھنا ہے اور ساڑھے بارہ

منٹ کے بعد اگر مجھے جھونکا آجائے تو مجھے اُٹھا دینا ورنہ کہیں میں غائب ہی نہ ہو جاؤں۔ اور جو اصل Meditation والا ہوتا ہے وہ سجدے میں پڑا رہتا ہے اور ایک دن کہتا ہے کہ آج ہم نے فیصلہ کر لیا کہ ؎

شوق مِٹ جائے یا جبیں نہ رہے

یا اللہ ہے اور یا پھر میں ہی نہیں ہوں۔ اتنا والہانہ سجدہ ہو تو اللہ کیسے برداشت کر سکتا ہے' اگر بارہ گھنٹے سجدہ ہو گیا تو اللہ کہتا ہے کہ اے انسان میں نے تجھے دنیا میں بنا کے بھیجا ہے' اب کام کر' اب میری مخلوق کو ضائع تو نہ کر' تو میرا فرد ہے' تجھ پر میری بڑی Investment ہوئی ہے' کروڑہا سال کا منصوبہ ہے' اس لیے مسٹر So and So کو دنیا میں جانا چاہیے۔ تو وہ آواز آجاتی ہے اور آپ کو پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کی سجدہ گاہ میں آپ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جب کہ تنہائی تھی ؎

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام رہا
میرے سوا کوئی انسان تھا آس نہ پاس

تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ تیرے علاوہ کون تھا؟ یہ تو Meditation کا ضروری حصہ ہے کہ تمہارے ساتھ کوئی بولے گا۔ تمہارے ساتھ اگر کوئی نہ بولے تو پھر کیا تم پاگل ہو کہ Meditation کرو گے۔ اس طرح تو تم خالی بیٹھے رہو گے' یا تو کوئی نظر آئے یا پھر کوئی بولے۔ ورنہ تو وہ بیمار ہو جائے گا' بیٹھے بیٹھے

پریشر کم ہو جائے گا اور سب کہیں گے کہ اِسے اُٹھاؤ۔ تو جو Meditation کر رہا ہے وہ یا تو کچھ دیکھے یا اُس کے ساتھ کوئی بولے یا تو کانوں کے ذریعے آواز آئے گی کہ خبردار واپس چلا جا' یا پھر جلوہ آ جائے گا کہ دیکھو' کیا چاہتے ہو۔ پھر اُٹھاؤ یا نہ اُٹھاؤ' لو یا نہ لو' واپس آ جاؤ _____ کہتا ہے کہ دوبارہ Meditation کیوں نہیں کی؟ کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا تھا' کافی ہے۔ یہ تو اب سائنس نے بھی دریافت کر لیا ہے۔ یعنی جو Non-believer ہیں وہ بھی Meditation کو دریافت کر چکے ہیں۔ آپ کو عین حق نظر آ سکتا ہے بشرطیکہ اس نیت سے کرو کہ اللہ آپ کو ملے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ ملے تو اس سے دو چار Sign کرالوں' دو چار مرتبے لینے ہیں' بچے کو ملازم کرانا ہے _____ اس طرح اللہ نہیں ملے گا۔ یہ Meditation نہیں ہے بلکہ دھوکہ ہے۔ Meditation کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی کائنات سے کٹ کے آ گیا' اپنی ذاتی انسانی صفاتی کائنات سے کٹ کے آ گیا' اب میں صرف اللہ کے لیے ہوں' میں نے اپنے آپ میں تنہائی کر دی' ہجرت کر لی' اپنے سارے رابطے کاٹ دیئے میں نے' نہ میں کسی کا ملنے والا ہوں اور نہ کسی کا چاہنے والا ہوں' نہ کسی کا باپ ہوں اور نہ کسی کا بیٹا _____ بس تیرے پاس آ گیا ہوں' اب میں تیرے ساتھ براہِ راست محبت میں آ گیا۔ اب کتنی دیر میں جواب آتا ہے؟ It depends upon the person جواب آواز سے بھی آ سکتا ہے

اور Sign سے بھی آ سکتا ہے' بعض اوقات لکھے ہوئے فقرے سے بھی آ سکتا ہے' کبھی کوئی چیز آپ کے اندر آ جائے گی اور آپ کو بھولی ہوئی بات یاد آ جائے گی کہ فلاں آدمی نے ایک بات کی تھی' اس نے کہا تھا کہ میں پھر دوبارہ آؤں گا' وہ آدمی مجھے کل نظر آیا تھا۔اب یہ آپ کے لیے واقعہ بن گیا۔ تو Meditation کے اندر آپ کے ساتھ کون بولتا ہے؟ وہی بولتا ہے۔خوابوں میں کون بولتا ہے؟ وہی بولتا ہے۔صرف یہ کہ وہ خواب بیماری میں نہ ہوں' مجبوریوں کے نہ ہوں اور Overeating کے نہ ہوں۔وہ خواب ہوں جو اصلی خواب ہوتے ہیں' نورانی خواب _____ تو یہ آسان بات ہے۔

سوال:

سر! اس راز اور کھیل کے لیے کچھ تو آپ کی دنیا ہے اور کچھ ہماری دنیا ہے اور آپ کی دنیا مختلف ہے اور ہماری دنیا مختلف ہے۔تو ایسے راز اور کھیل کے لیے ہم جیسے لوگوں کا کیا حصہ ہے؟

جواب:

میں آپ کو وہ بتا رہا ہوں جو آپ کی دنیا میں ممکن ہے۔میں آپ لوگوں کو جان کر یہ بات بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ کون ہیں' آپ لوگوں کی ذاتی زندگی جانتے ہوئے میں یہ بتا رہا ہوں۔آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی چوبیس

گھنٹے کی زندگی میں کتنا رجوع الی اللہ ہے۔ آپ کا رجوع الی اللہ ٹھیک ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے اور اگر آپ کو کائنات اور اللہ میں سے کسی کو Prefer کرنا پڑ جائے تو آپ اللہ کو چنو گے۔ اب آپ اپنی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کے تنہا بیٹھنا شروع کر دو ۔

بیٹھ نویکلا خلق کولوں

تو آپ کبھی ''نویکلا'' بیٹھو' تنہا بیٹھو۔ پھر آپ Concentration کرو۔ یہ Concentration اور Meditation اس لیے نہیں ہوتی کہ صرف یہ کرو بلکہ اس لیے ہوتی ہے کہ اس سے آپ کا دنیا سے راستہ الگ ہو جائے اور آپ اللہ کی طرف رجوع کر جاؤ۔

سوال:

کیا یہ تھوڑے وقت کے لیے بھی کر سکتے ہیں؟

جواب:

بالکل تھوڑے وقت کے لیے۔ تھوڑے وقت کے لیے آپ بیٹھ جائیں گے' پہلے آپ کو دنیا کی آوازیں آئیں گی' دنیا کے کاروبار رہیں گے اور پھر وہ مخفی ہوتے جائیں گے' ختم ہوتے جائیں گے اور پھر آپ اللہ کی طرف رجوع کر جانا۔ پھر آپ دیکھو گے کہ ۔

وہ خود ہی لیے بیٹھے ہیں آغوشِ توجہ میں

تو وہ خود ہی آغوشِ توجہ میں لے جائیں گے' آغوشِ تمنا میں لے جائیں گے۔ پھر آگے آپ کے بس کی بات ہے' آپ جو مرضی کریں اس میں مدد کون کرے گا؟ آپ کے ماں باپ مدد کریں گے' آپ کے گزرے ہوئے بزرگوں کی روحیں مدد کریں گی' آپ کی آنے والی نسلوں کی روحیں جو کہ گزر گئی ہیں وہ مدد کریں گی۔ یہ میں نے کیا کہا ہے؟

سوال:

آپ کی آنے والی نسلوں کی روحیں' وہ بھی جو گزر گئی ہیں۔

جواب:

یہ ساری روحیں ایک جگہ بیٹھی ہیں۔ دادا کی روح اور پوتے کی روح ایک جگہ بیٹھی ہے۔ جنہیں پیدا ہونا ہے ان کی روحیں بھی وہیں ہیں اور جو گزر گئے ہیں ان کی روحیں بھی وہیں ہیں۔ یہ سب ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اب کس کی باری ہے کہ وہ جائے۔ تو وہ ساری کی ساری روحیں ایک جگہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ تو اس کے لیے کیوں دُعا کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ تیرے وجود کا دادا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کی نسل میں جا کے پیدا ہونا ہے اس لیے میں زیادہ Interested ہوں کہ میرا دادا گمراہ نہ ہو جائے۔ دوسرے سے کہتا ہے کہ وہ اس کے لیے کیوں دعا کر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ کہیں میرا پوتا گمراہ نہ ہو جائے۔ تو دونوں طرح کی روحیں دُعا کر رہی ہیں۔ پھر ان کے

حوالے سے روحوں کا تسلسل دُعا کر رہا ہے۔ تو آپ لوگ کسی کے دادا ہیں اور کسی کے پوتے ہیں' آپ کی تو موجیں لگی ہوئی ہیں۔ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے لیے دُعا ہے۔ بس آپ پیسے کی گنتی میں بے وقوف نہ بن جاؤ_____

سوال:

سر! انسان کی کہانی کا پلاٹ کافی Intricate ہے۔

جواب:

بہت لطف دار ہے۔ آپ یا تو اس میں کردار بنو یا Spectator بنو۔ دونوں نہ بننا' یا پھر کریکٹر بنو۔ تو اس میں دو چیزیں ہیں' یا تو Spectator ہے یا پھر کریکٹر ہے۔

سوال:

آپ دُعا کریں کہ ہم Villain نہ بن جائیں

جواب:

آپ وِیلین نہیں بن سکتے' وہ بہت چالاک ہوتا ہے' آپ وہ نہیں ہیں۔ وِیلین جو ہے وہ Very wise man ہوتا ہے۔

سوال:

وہ Too Wise ہوتا ہے۔

جواب:

اُس نے ہیرو کو شکست دینی ہوتی ہے' اس نے ہیرو کو دُکھی کرنا ہے' وہ چھوٹی شے نہیں ہوتی' بڑی شے ہوتی ہے۔ آپ وہ نہیں بن سکتے۔ آپ ایسا کچھ نہیں بن سکتے۔

سوال:

یہ جو کہا جاتا ہے کہ سب اللہ کی عطا سے ہوتا ہے_____

جواب:

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ یہ عطا سے نہیں ہے۔ یہ عطا ہی ہے کہ آپ کو اسلام ملا ہے' یہ آپ نے مانگا تو نہیں ہے اور نہ ہی یہ آپ کی Quest ہے' یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ مہربانی جو ہے وہ نظر آتی ہے۔ میں آپ کو مہربانی ہونے والے شعبے میں داخل کرتا ہوں۔ تو یہ مہربانی ہوئی ہے۔ نسخہ بتا رہا ہوں کہ Willing suspension of investigation کرو۔ حالانکہ کائنات کے لیے Investigation بہت ضروری ہے۔ اس کے بغیر انسان نہیں بنتا۔ آپ اپنی Willing کو Suspend کرو۔ کتنے عرصے کے لیے؟ حتیٰ کہ Investigation کے آداب آ جائیں۔ پھر کھیل بن جاتا ہے۔ پھر کھیل سمجھ آتا ہے۔ آپ کو سمجھ آ رہی ہے؟ آپ نے کیا سُنا ہے جو میں نے کہا ہے؟ میں نے کہا ہے کہ Investigation کو Suspend کرواور Willingly کرو حتیٰ

کہ Till such time کہ آپ میں سوال کرنے کے آداب آجائیں۔ میں آپ کو ذاتی بات بتاتا ہوں۔ مثلاً جو انسان یہ کہتا ہے کہ سوال کرو تو وہ آدمی باقیوں سے مختلف ہے۔ یہ کہہ دینا کہ مجھ سے سوال کرو یہ بہت خطرے کا باعث ہے۔ کہیں کسی سے آپ یہ نہ کہہ دینا کہ سوال کرو کیونکہ آپ کو جواب دینا مشکل ہوسکتا ہے۔ میں جب کہتا ہوں کہ سوال کرو تو مجھے مشکل نہیں ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ اس کی وجہ میں یہ نہیں بتانا چاہتا کہ میرے ساتھ مشکل کشا ہیں یا کوئی اور فضل ہے۔ میرا مطلب ہے کہ بے شمار واقعات ہیں۔ میں یہ بات آج کہہ رہا ہوں کہ جو یہ کہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرو تو اس کے بارے میں غور کرو کہ وہ باقیوں سے مختلف انسان ہے اور بہت زیادہ مختلف ہے۔ اس سماج میں اور اس دَور میں لوگوں کو عقیدے کی رُو سے جو دِقتیں ہیں اس زمانے میں یہ کہنا اور وہ بھی Intelligent لوگوں کو جو Elite of the society ہوں، اُنہیں کہنا کہ سوال کرو، تو اس میں دِقت ہو سکتی ہے۔ لیکن میں آپ کو تجربے کے حساب سے کہتا ہوں کہ جو شخص یہ کہے کہ سوال کرو، اگر اس کے پاس جواب کا شعبہ موجود ہے تو اُسے خوشی کب ہوتی ہے؟ جب کوئی زیادہ بمباسٹک سوال ہو۔ کیا کہا؟

سوال:

جس کے پاس جواب کا شعبہ ہے اس کو خوشی اُس وقت ہوتی ہے۔

جب زیادہ بمباسٹک سوال ہو۔

جواب:

جب بہت بڑا سوال ہو' جسے لوگ خطرناک کہتے ہیں۔اس کو حل کرنے کا طریقہ بتاؤں آپ کو؟ حل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بے تعلق تبلیغ نہ کرنا یعنی جہاں تعلق نہ ہو وہاں تبلیغ مت کرو۔ میں نے اتنے سال آپ کے ساتھ لگائے ہیں' پہلے آپ کے ساتھ تعلق جوڑا ہے' اس حد تک میں نے آپ کے ساتھ تعلق بنایا ہے کہ اب آپ میرے ساتھ متعلق ہو گئے۔ میں کیا کرتا ہوں؟ میں تعلق ہی بناتا رہا۔ Shut up اور Get out تو میں عام طور پر کہتا رہا لیکن آپ ٹس سے مَس نہ ہوئے کیونکہ تعلق سے متعلق ہو گئے۔اب سوال کے آداب سکھانے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔ Frankness کو میں اب Invite کر رہا ہوں۔ باہر کا کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے تو میں کہوں گا کہ مجھے پتہ نہیں ہے۔ میں کیا کہوں گا؟ مجھے پتہ نہیں ہے۔ وہاں میری تبلیغ نہیں ہے' مولوی فتح علی خاں کی مسجد میں میری تبلیغ نہیں ہے۔ میرا تعلق ہے تعلق والوں کے ساتھ۔ مجھے میرے تعلق نے کان میں اس کھیل کا راز دیا اور میں آپ کو ابلاغ کر رہا ہوں اور کھیل کا راز بتا رہا ہوں۔ رہ گئی اسلام کے علم کی ایجوکیشن' تو اس پر تو بے شمار کتابیں لکھی ہوئی ہیں' وہ آپ خود پڑھ لو۔ سب واقعات کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ تو وہ تبلیغ جو ہے وہ ہماری نہیں

ہے۔اس لیے سوال اس وقت Invite کیا جاتا ہے جب تعلق ہو جائے۔تو آپ کو میں کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ Willing Suspension کر دو Investigation کی' تلاش کی' تحقیق کی' محققانہ ذہن کی_____ اور اس کو تسلیم کے باب میں چھوڑ دو تو پھر آپ کو آداب کے طریقے آ جائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ یا اللہ بات سمجھ نہیں آ رہی کہ مرنے کے بعد آپ زندگی کیسے پیدا کریں گے۔ یہ کب کہہ رہے ہیں؟ آگ کو گلزار کرنے کے بعد کہہ رہے ہیں' ماننے جاننے کے بعد کہہ رہے ہیں' نامزد پیغمبر ہیں بلکہ پیغمبروں کے ابا جان ہیں' مکمل طور پر Galaxy of Prophets کے فادر ہیں اور کہہ یہ رہے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد جیئیں گے کیسے؟ یہ کوئی گستاخی کی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بڑے ادب سے سوال کیا اور سوال بھی اتنا بڑا ہے۔ اللہ نے کہا کہ اس کو جلوہ دکھا دو۔ اور پھر فوراً جلوہ دکھایا۔انہوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ اسلمت لرب العلمین گرچہ وہ پہلے بھی مسلمان تھے مگر اب کہا کہ میں سلامتی کے ساتھ مکمل تسلیم میں آیا۔تو پوچھنے کے یہ آداب ہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد آدمی زندہ ہو جائے۔ایسے شخص کی زندگی جو ہے وہ موت ہے اور موت جو ہے وہ زندگی ہے۔اُس نے کہنا ہے کہ یہ کوئی سوال ہے' چل بھاگ جا۔اگر تم ذرا سا بھی Rude ہو جاؤ گے تو یہ سوال ہی تمہارا عذاب بن جائے گا اور اس

نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لیے اتنے زیادہ سوال ہیں جو آج کے مومن کو Kill کر رہے ہیں۔ یہ مسلمان جو ہے وہ سوالوں کی اذیت میں مبتلا ہے اور ان سے مرتا جا رہا ہے۔ اور یہاں پر ہم سوالوں کو Invite کر رہے ہیں، بس سوال بے تعلق نہیں ہونا چاہیے اور سوال بے ادب نہیں ہونا چاہیے بے شک وہ بے باک ہو اتنا بے باک ہو کہ بہت بے باک ہو اس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی۔ آپ اس Trend کو تھوڑا سا Change کر لو۔ یہ بھی نہ کرنا کہ چپ کر کے بیٹھ گئے، خموش ہو گئے۔ سوالوں کے جواب دینے کے لیے ہم اپنی غار سے باہر آئے تا کہ آپ لوگوں کے سوالوں کے جواب دیں اور اگر آپ کے جوابات پورے ہو گئے تو ہم پھر واپس چلے جائیں گے۔

سوال:

ہمیں بھی ساتھ لے کے جایئے گا۔

جواب:

میرا مطلب ہے کہ پھر تو آپ کو آپ کے راستے پر چلا دیا جائے گا۔ مدعا یہ ہے کہ سوال رہ نہ جائیں۔ اگر سوال نہیں رہ گئے تو پھر تو آپ سفر کے مسافر ہو گئے۔ سوال چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

سوال:

میرا خیال ہے کہ آج اس گفتگو میں یہ جو چند جملے آپ نے اب

فرمائے ہیں یہ حاصلِ کلام ہیں اور آپ کی اجازت سے میں یہ چاہتا ہوں کہ انہیں دُہرایا جائے۔ یہ کہ سوال بے تعلق نہیں ہونا چاہیے اور سوال بے ادب نہیں ہونا چاہیے بے شک وہ بے باک ہو' یہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس محفل کے آداب میں بھی شامل ہے اور انسان اور اس کے رب کے تعلق میں بھی یہی بات بنیادی ہے۔ اس لیے میں نے ساتھیوں' دوستوں کے سامنے یہ دُہرایا ہے تا کہ اس بات کو واضح طور پر سمجھ لیں۔

جواب:

یہ Final Summit ہو رہا ہے اور بہت اہم بات ہے کہ چاہنے والا اور غیر آدمی ایک ہی سوال کرتا ہے۔ یہ کمال کی بات ہے کہ انسان بالکل ایک سوال کرتا ہے۔ بس ایک اپنا بن کے سوال کر رہا ہے اور دوسرا غیر بن کے سوال کر رہا ہے۔ پہلے کو جواب کے لطف سے سرفراز کر دیا جاتا ہے اور دوسرے کو سوال کی اذیت میں مبتلا کر دیا گیا۔ سوال دونوں کے ذہن میں ایک ہی تھا کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے۔ ایک کو کہا کہ تجھے میرے سے کیا غرض ہے' تو آپ دیکھ کہ تو محبوب آدمی ہے اور دوسرے کو کہا کہ پہلے تو پتہ کر کہ تو ہے بھی کہ نہیں ہے۔ تو وہ بیچارہ ڈھونڈ ڈھونڈ کے مر گیا۔ آپ ایسا سوال کرو جب آپ نے تعلق بنالیا ہو اور اگر Investigation جاری ہے تو اسے Willingly suspend کرو Till such time کہ ادب کے ساتھ آپ کی

آشنائی ہو جائے۔ اگر اللہ کی سمجھ نہ بھی آئے تو آپ کو ماننے میں دقت نہیں ہونی چاہیے' آپ کہیں کہ ہم آپ کی ہر چیز کو مان گئے۔ اس طرح آپ کی بات بن جائے گی۔

بات بنتی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

پھر وہ آپ کو دکھا دے گا۔ اس لیے یہ بڑے حساب کے ساتھ کی بات ہے۔ کھیل بدستور جاری رہتا ہے۔ راز بہر حال راز رہے گا' یہ افشا ہونے کے بعد بھی راز رہتا ہے' بیان ہوتا جائے گا مگر بیان نہیں ہو سکتا۔ اس میں کمال یہ ہے۔ چودہ سو سال سے یہ راز بیان ہوتا جا رہا ہے مگر یہ راز بیان نہیں ہوا' چلتا جا رہا ہے۔ کمال یہ ہے۔ اس لیے ہم سوال Invite کیا کرتے ہیں۔

اب بولو _____ سوال کرو _____

سوال:

انسان واردات کے بغیر تسلیم کیوں نہیں کرتا؟

جواب:

تسلیم کے بغیر واردات نہیں ہوتی۔ یہ Otherway round ہے۔ پہلے جو چیز آپ نے تسلیم کی ہے' آگے اُسے Verify کیا جائے گا۔ پھر ان کا ارادہ ہوا یا مرضی ہوئی تو واردات دے دیں گے۔ یہ جو معجزہ ہے وہ کافر کو اور زیادہ کافر بناتا ہے اور مومن کو اور زیادہ مومن بناتا ہے۔ کافروں نے

معجزے کے بعد توبہ نہیں کی ہے بلکہ انہوں نے ساحر اور مجنون کہا' کہ یہ تو کوئی جادوگر ہے۔اس لیے جو ماننے والے ہوتے ہیں وہ تو مانتے جاتے ہیں' زیادہ مان لیتے ہیں۔معجزہ جو ہے وہ ماننے والوں کو مزید ماننے والا بناتا ہے اور کافروں کو مزید کفر دیتا ہے' وہ اور کفر میں آجاتے ہیں۔اس لیے تسلیم پہلے ہے اور تسلیم ہی آخر ہے۔تسلیم کے سلیس ہونے کا انعام ہے واردات۔ جب آپ یہ دیکھو کہ کسی شخص کے سامنے آپ کے مُلک کے نامور ادیب' خطیب' بادشاہ سلامت وغیرہ ادب سے جھکے ہوئے ہوں تو آپ کو سوچنے میں دقت نہیں ہوگی اور آپ بھی وہاں ادب سے بیٹھ جائیں گے۔کہتا ہے کہ ابا جان بھی وہاں گئے ہوئے تھے' دادا حضور بھی وہاں پہنچے ہوئے تھے' بادشاہ سلامت بھی تھے' گورنر صاحب بھی تھے' چیف منسٹر بھی تھے اور علیٰ ہذا القیاس باقی لوگ بھی تھے' تو انہوں نے سند دے دی ہے' اس لیے ہم بھی وہاں چلے گئے۔آپ تسلیم کو صرف ایک صورت میں حاصل کر سکتے ہیں کہ آپ کا کسی سند الواصلین سے رابطہ ہو۔جب تک کوئی سند دینے والا آپ کی نگاہ میں نہ ہو آپ تسلیم نہیں کر سکتے۔اس لیے اپنے سے بہتر کی تلاش کر اور اس سے پوچھ کہ تو نے مانا ہے کہ نہیں مانا۔وہ کہتا ہے کہ اگر میں مان گیا تو؟ یہ کہتا ہے کہ پھر میں بھی مان جاؤں گا۔اس سے پوچھو کہ تم نے کوئی وجہ ڈھونڈی ہے؟ کہتا ہے کہ مجھے ابا جان کہہ گئے تھے' ایک بابا جی نے کہا تھا۔کہتا ہے کہ تو نے

باباجی کے کہنے پر اتنی بڑی بات مان لی تو یہ کہتا ہے کہ ہاں میں مان گیا' اگر تو اس آدمی کو سچا مانتا ہے تو تُو بھی مان جا۔ اور اگر سچا نہیں مانتا تو پھر تُو نئے سرے سے آدم بن اور نئے سرے سے تلاش کر کہ خدا ہے کہ نہیں ہے' اس طرح پورا سفر طے کر۔ تو یہ پوری سزا ہے کہ ایک زندگی میں اتنے واقعات سے گزرے۔ میری یہ بات لکھ لو کہ وہ گستاخ کو کبھی بھی واردات نہیں دے گا' گستاخ کو کبھی بھی عرفان نہیں ملے گا۔ واردات کا مطلب یہ ہے کہ اس سے محبت ہو جائے' اس سے والہانہ پن ہو جائے۔ گستاخ کو کبھی محبت نہیں ہو گی' بے باک کو ہو جائے گی۔ کہتا ہے کہ یہ کیا کرتے جا رہے ہو' اُدھر آپ یہ کہتے ہو' اِدھر آپ یہ کہتے ہو' کمال ہے' کبھی کہتے ہو کہ میں عطا کرتا ہوں' کبھی کہتے ہو کہ مجھے کرنا چاہیے۔ میں سمجھ گیا کہ آپ کون ہیں' یہ آپ ہی تو ہیں! ؎

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم
بہر طرزِ کہ تو رقصانیم اے یار می رقصم

ہم سمجھ گئے کہ یہ تُو ہے' چاہے تو جس رنگ میں آئے۔ یہ جلوہ تسلیم والوں کے لیے ہے۔ آپ یوں سمجھ لو کہ محبوب اپنے نقش و نگار' اپنا حسن و زیور' اپنی آرائش و جمال سے اس وقت اپنے آپ کو خوبصورت بنائے گا جب اس کی تمنا کرنے والا آئے گا۔ جب وہ نہ رہا تو پھر آرائش خم کاکل ختم ہو جاتا ہے۔

کیونکہ دیکھنے والے ہی نہ رہے' پھر تم کیا کر رہے ہو' پھر تم کون سا کاجل ڈال رہے ہو جب کہ تم نے اندھوں کے سامنے جانا ہے۔ تو جب وہ نہ رہے تو پھر یہ بھی نہیں رہے گا۔ یعنی جب دیکھنے والے نہ رہے تو پھر جلوہ نہیں رہتا۔ اس لیے جب تک وہ شخص دیکھنے والے طالب کی اور تسلیم والے کی آنکھ نہ بن جائے تب تک وہ جلوہ بے حجاب نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں بھی آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہتا ہے کہ آج آپ کیا کر رہے ہو' خوبصورت بنتے جا رہے ہو۔ کہتا ہے کہ آج انہوں نے آنا ہے' اُدھر سے چٹھی آئی ہے۔ اس دن جلوہ ہوتا ہے۔ آنے کے بغیر جلوہ نہیں ہوگا۔ تو حسنِ مجازی بھی جلوہ آرا نہیں ہوتا جب تک کہ محبّ نہ ہو۔ وہ تو پھر حسنِ حقیقی ہے۔ محبّ کون ہے؟ وارفتہ تسلیم کرنے والا' بے شرط تسلیم کرنے والا۔ اس کے لیے تو جلوہ ہے۔ یہ جلوے کا ایک شعبہ ہے' جلوہ کوئی خیال نہیں ہے اور یہ بڑا خوبصورت شعبہ ہے۔

سوال:

پھر تو فنا کا تصور ختم ہو گیا۔

جواب:

یہاں فنا کوئی نہیں ہوتی بلکہ یہاں صرف محبوب اور محبّ ہوتا ہے' یہاں چاہنے والا اور چاہے جانے والا ہوتا ہے۔ یہ الگ کھیل ہے۔ یہ بندے اور آقا کا بھی کھیل نہیں ہے۔

سرمد سگِ تو بندۂ تو عاشق تو

کبھی سگ بنالیا' کبھی طالب بنالیا اور پھر قریب کر کے مجذوب بنالیا۔ کبھی وہ چھپ گیا تو ہم نے ڈھونڈ نکالا اور اب ہم چھپتے ہیں تو تُو ڈھونڈ۔ تو وہ راضی بھی رکھتا ہے اور راضی بھی رہتا ہے۔ جس طرح تم کہتے ہو کہ یا اللہ تو راضی ہو جا تو کبھی کبھی اللہ بھی کہتا ہے کہ اے میرے بندے تو راضی ہو جا۔ جو اس بات کو نہیں مانتے وہ مولوی لوگ ہیں' وہ اس محفل سے باہر چلے جائیں۔ تو مولوی یہ نہیں مانتا۔ اللہ ہی بندے کو راضی کرتا ہے' تم بھی اس کو راضی کرتے ہو۔ مثلاً ''تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کرتا ہوں''۔ ذکر یہ ہے کہ یا اللہ تو راضی ہو جا' تو وہ کیا کہے گا؟ تو بھی راضی ہو جا۔ رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ وہ اللہ پر راضی ہو گئے اور اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ اگر اللہ کہتا ہے کہ ہم راضی ہیں اور بندہ کہتا ہے کہ ہم ناراض ہیں تو پھر؟ اللہ کہتا ہے کہ بتاؤ تم کیوں ناراض ہو تو یہ کہتا ہے کہ مدت ہو گئی ہے' آپ کا ہمارے ہاں آنا جانا نہیں ہے۔ اللہ نے کہا کہ اچھا ہم آئیں گے۔ پھر وہ آ گیا۔ تو یہ بات بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ اللہ ہے تو وہ اللہ کون ہے جس کا تم سوچتے جا رہے ہو۔ کیا وہ اور اللہ ہے؟ یہ ایک ہی اللہ ہے۔ دونوں کون ہیں؟ ایک ہی اللہ ہے کیوں دو نہیں ہو سکتے۔ وہ ایسا اللہ ہے جس کا قریب کے ساتھ بھی وہی تعلق ہے جو بعید کے ساتھ ہے' اس کے لیے بعید اور قریب کوئی نہیں ہے' اس کے لیے

ایک ہی ہے اور یہ اللہ ہی کر سکتا ہے۔ اگر کوئی انسان تخلیق کار ہو، رائٹر ہو، پینٹر ہو، آرٹسٹ ہو تو وہ یہ بات تھوڑی تھوڑی جان سکتا ہے کہ ایک ایسا وقت آ سکتا ہے کہ نقش بنانے والا کسی وقت اپنے نقش کے ساتھ محبت میں گرفتار ہو جائے۔ تو کیا ایسا وقت آ سکتا ہے کہ وہ خود ساختہ کے ساتھ بے ساختہ ہو جائے؟ اگر ایسا وقت آ سکتا ہے تو یہ اللہ کی محبت کا درجہ ہے۔

اب دعا کرو _____ اللہ سب پر رحم کرے اور کرم کرے۔

امین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

3

1 میرا ایک ذاتی پرابلم ہے کہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور ابھی وہ کام پورا نہیں ہوتا تو یہ سوچنا شروع کر دیتا ہوں کہ غلط کر رہا ہوں۔ایسا کیوں ہے اور اس کا کیا علاج ہے؟

2 جو کام ہم خود کرتے ہیں وہ جب ہو جائے تو ہم اسے مقدر کہتے ہیں۔اس بات میں ذرا کنفیوژن ہے

3 بعض اوقات ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خود جو عمل کرتا ہے اس کو بھی تقدیر کہتے ہیں یعنی انسان اپنے عمل کو بھی تقدیر کہتا ہے۔

4 آپ نے ابھی بتایا ہے کہ محنت نہ کی جائے اور سب کچھ اللہ کے حوالے سے کیا جائے۔تو اس صورت میں سماج ڈسٹرب کرتا رہتا ہے کہ یہ کیا بندہ ہے؟

5 آپ جو ارشاد فرماتے ہیں ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس پر عمل بھی ہو۔کیا ہم تبلیغ کیا کریں کیونکہ یہ بھی اُمت کی ذمہ داری ہے؟

6 رمضان شریف میں اگر کسی وقت آپ سے ملاقات کرنی ہو تو؟

سوال:

میرا ایک ذاتی پرابلم ہے کہ جب کسی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہوں اور ابھی وہ کام پورا نہیں ہوتا تو یہ سوچنا شروع کر دیتا ہوں کہ غلط کر رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے اور اس کا کیا علاج ہے؟

جواب:

تو یہ دو سوال بن گئے۔ ایک تو یہ ہے کہ ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں اور ہم درمیان میں کچھ اور سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کیا تھا اور کیوں شروع کیا تھا۔ کبھی یہ سوچتے ہیں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے اور اس کا حل کیا ہے۔ تو نمبر ایک یہ کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور نمبر دو یہ کہ اس کا کیا حل ہے کہ کام شروع کرنے کے بعد ہم کسی اور کام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی ذاتی سوال تو نہیں ہے بلکہ میرا خیال ہے کہ یہ سب کا سوال ہے۔ پہلے آپ انسانی فطرت کو پہچانیں۔ انسان کا عمل جو ہے اس میں بہت سارے محرکات کو اگر آپ سمیٹیں تو اس میں تین Activities ہیں، تین تحریکیں ہیں۔ ایک تو

آپ کا اپنا مزاج ہے' آپ اپنے آپ کو متحرک رکھتے ہیں کہ کچھ کریں' میں کچھ کر رہا ہوں' کرنے والا ہوں' کرتا رہا تھا' کر چکا ہوں گا_____ تو یہ ہے ''میں'' اور ''میرا عمل''۔ یعنی میں نے یہ کر لیا ہے' اب میں وہ کروں گا۔ تو ''مَیں'' سے شروع ہونے والے سارے فقرے آپ کا اپنا مزاج ہے۔ مثلاً میں کامیاب تھا یا میں کامیاب ہو گیا' ناکام ہونے کے اندیشے سے بچ گیا_____ تو یہ آپ کو کون حرکت دے رہا ہے؟ ''مَیں''۔ تو ''مَیں'' Driver ہے ''مَیں'' ہی Driven ہے۔ تو ''مَیں'' کو Drive کون کرتا ہے؟ مَیں۔ اور Driven کون ہوتا ہے؟ میں۔ میں نے ''مَیں'' کو کہا اور ''میں'' چلا گیا' ؎

مرے جی میں آئی کہ گھر سے نکل
ٹہلتا' ٹہلتا ذرا باغ چل

تو یہ کس نے کہا؟ ''مَیں'' نے کہا۔ تو ''میں'' کو میں نے حکم دیا اور ''میں'' چل پڑا' پھر آ کے میں نے روک دیا۔ یعنی کہ اپنے راستے میں ہی دیوار بن کے کھڑا ہو گیا اور پھر میں نے سیڑھی لگائی اور میں ہی پار ہو گیا۔ تو یہ تو ہو گئی ''مَیں'' کی کہانی۔ ''مَیں'' کی بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ کہ میں نے بچپن سے خیال کیا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا' ایسا ہونا چاہیے' ایسا ہو گا اور چونکہ زندگی میں وہ وقت نہیں ملا' لہٰذا وہ وقت نہیں آیا' اور اب چونکہ وہ وقت آ گیا

ہے لہٰذا وہ وقت آ گیا ہے۔ پھر میں نے رستے میں ایک اور بات سوچی تھی کہ ایسا ہونا چاہیے مگر پھر مجھے دوسرا خیال یاد آ گیا اور میرا پہلا خیال خراب ہو گیا۔ تو ''مَیں'' جو ہے یہ بدلتے منظر کا نام ہے۔ تو ''مَیں'' یعنی As a driver' اپنے آپ کو متحرک رکھنے والا ''مَیں عامل'' جو ہے وہ ''مَیں معمول'' کو بڑے ہی چرکے دیتا ہے۔ اگر آپ ہی عامل ہیں' آپ ہی معمول ہیں تو یہ آپ کا ہی عمل ہے۔ تو ''میں'' کتنے راستے بدلے گا؟ یہ بڑے رنگ بدلے گا۔ یہ خود خواہش کرے گا' خود حرکت کرنے لگ جائے گا اور خود ہی سوچنے لگ جائے گا کہ یہ کیا ہے' آخر اس کا فائدہ کیا ہے۔ ایک دفعہ دو پاگل تھے' دونوں ہسپتال میں یا پاگل خانے میں یا Lunatic Asylum میں داخل تھے۔ ایک دن دونوں نے سوچا کہ ہم بیڈمنٹن کھیلیں' گیم ہونی چاہیے۔ انہوں نے کورٹ بنائی' ریکٹ لیے اور وہ کھیلنے لگ گئے۔ جب انہوں نے نیٹ لگا لیا' ساری پیمائش ٹھیک ہو گئی تو کہتے ہیں کہ اب کھیلتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ یہ جو ہم بیڈمنٹن کھیل رہے ہیں تو لوگ کہیں گے کہ کیا ہم پاگل ہیں' دفع کرو اس بات کو۔ وہ چھوڑ کے آ گئے۔ یہ اُن کے پاگل پن کا ثبوت تھا۔ آدھے لوگ اس لیے پاگل کہلاتے ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں کہ یہاں پاگل نہ کہلائے جائیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ پاگل خانے میں ایک آدمی کے اوپر لکھا ہوا تھا کہ یہ خطرناک پاگل ہے۔ اس کے پاس ایک آدمی گیا اور اس نے

دیکھا کہ اس میں تو خطرناک والی کوئی بات نہیں ہے' وہ بڑا ٹھیک ٹھاک بات کر رہا تھا۔ اس نے کہا یہ جو پاگل خانے والے ہیں انہوں نے مجھے خطرناک پاگل کہا ہوا ہے۔ پھر منسٹر اس کو دیکھنے کے لیے گیا کہ اس میں کیا خطرناک بات ہے۔ اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ مجھے خطرناک اس لیے کہہ رہے ہیں کہ میں Wise آدمی ہوں' دانا آدمی ہوں اور میں ان لوگوں کی حماقتوں کو بیان کرتا ہوں' وہ جو سپرنٹنڈنٹ ہے وہ یہاں کا سارا مال کھا جاتا ہے' میں آواز نکالتا ہوں تو مجھے پاگل کہہ دیتا ہے' محلے میں مَیں نے آواز نکالی تھی تو محلے والوں نے مجھے پاگل قرار دے دیا تھا_____ تو اس نے ایسا علم بیان کیا کہ وہ منسٹر بڑا متاثر ہوا کہ یہ تو بڑا پڑھا لکھا بندہ لگتا ہے کیونکہ اس نے انگریزی بولی' فارسی بولی اور کچھ دوسری باتیں بھی کیں۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ میری ایک خواہش پوری نہیں کرتے اور میری یہ خواہش ہے کہ مجھے ایک پان کھلا دو۔ اُس نے پان کھلا دیا اور اس میں تھوڑا سا تمباکو بھی ڈال دیا۔ وہ منسٹر سے باتیں کرتا رہا۔ منسٹر سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ بات کرتے کرتے اس نے منسٹر پر تھوک دیا' پھر قہقہہ لگایا اور اس کے سارے کپڑے خراب کر دیے_____ جیلر نے کہا کہ میں نے تو آپ کو پہلے ہی کہا تھا کہ یہ خطرناک ہے۔ ایک اور خطرناک پاگل کی بات بتاتا ہوں۔ میں یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ انسان کیوں خطرناک ہوتا ہے۔ ایک پاگل خانے

میں ڈاکٹر ایک پاگل کو چیک کرنے گیا کہ اس کو چھٹی ہونی چاہیے کہ نہیں۔ All the time وہ ٹھیک ٹھاک بیان دے رہا تھا کیونکہ اب وہ وہاں سے ریلیز ہونے والا تھا۔ ڈاکٹر نے پوچھا کہ نیند کیسی ہے' اس نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ ڈاکٹر نے پوچھا کہ کیا تمھیں یاد ہے کہ تمھارے کتنے بچے تھے؟ اس نے کہا کہ دو بچے تھے۔ تو اُسے ہر چیز یاد تھی' کمپیوٹر کی طرح۔ اُسے چیک کرتے کرتے ڈاکٹر نے گھنٹہ لگا دیا تا کہ اگر کوئی وجہ ہو تو اسے پاگل خانے میں رکھ دیا جائے یا پھر معاشرے میں چلا جائے۔ تو اُسے Ok کرنے سے پہلے جب فائنل چیک کیا تو پاگل نے اُسے زور سے تھپڑ لگا دیا_____ جب یہ دونوں لوگ بعد میں بالکل ٹھیک ہو گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ وہ واقعہ تم نے کیوں کیا تھا۔ جس نے ڈاکٹر کو تھپڑ لگایا تھا اس نے کہا کہ He was all the time expecting something from me کہتا ہے کہ میں اُسے کہتا تھا کہ میں ٹھیک ٹھاک ہوں اور وہ میرا انٹرویو کرتا جا رہا تھا' چیک اپ کرتا جا رہا تھا' وہ چاہتا تھا کہ میں کچھ نہ کچھ کروں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا آپ سے چاہتی ہے کہ آپ پاگلوں والی حرکت کرو اور پھر آپ پاگلوں کی طرح حرکت کرتے ہو۔ لوگ اس کو کہتے ہیں Suggestion۔ اور وہ جس نے منسٹر پر تھوکا تھا اس نے کہا کہ میں اچھی خاصی باتیں کر رہا تھا اور منسٹر سوچ رہا تھا کہ یہ خطرناک ہے تو مجھے خطرناک بات کرنی پڑ گئی تھی اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس

بات پر عمل کروں _____ تو لوگ جو ہوتے ہیں وہ انسانوں کو پاگل بناتے ہیں۔ مثلاً آپ سے ملیں گے تو کہیں گے کہ حافظ صاحب آپ تو پریشان لگ رہے ہیں' وہ تو اچھا بھلا حافظ صاحب ہے' رمضان شریف آ رہا ہے' آج کل ہر حافظ خوش ہوتا ہے کہ روزے آنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے جلوے اور مہربانیاں ہیں' رونق ہے۔ اور لوگ اُسے کہہ رہے ہیں کہ آپ تو ذرا پریشان سے لگ رہے ہیں' طبیعت ناساز لگتی ہے۔ دوسرا بندہ اس کے پاس جائے گا اور کہے گا کہ آپ گھر سے باہر نہ نکلا کرو' آپ کی وہ عمر نہیں رہ گئی۔ سارے بندے اس آدمی کو کچھ نہ کچھ ایسی باتیں بتائیں گے کہ وہ آدمی لوگوں کے رحم و کرم پہ ہوتا ہوا اپنا نام بھی بھول جائے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو ''مَیں'' کو ''تُو'' خراب کرتا ہے ''میں'' کو ''وہ'' خراب کرتا ہے۔ اگر تمھاری زندگی ہو اور لوگوں کا فارمولا ہو تو یہاں سے بندہ خراب ہوتا ہے۔ یعنی زندگی آپ کی ہے تو آپ اس کا فارمولا کیوں استعمال کرتے ہیں۔ کیا آپ ڈاکٹر ہیں؟ اگر آپ ڈاکٹر ہیں تو لوگوں سے کیوں پوچھتے ہیں۔ ہر آدمی دوسروں کی زندگی کے فارمولے تجویز کرتا رہتا ہے اور دوسرا فارمولا قبول نہیں کر پاتا' اس طرح وہ دوسرا پریشان ہو جاتا ہے اور پاگل ہو جاتا ہے۔ تو لوگوں نے ہی لوگوں کو پاگل کیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ بات یاد رکھنا جو میں بتا رہا تھا کہ زندگی میں آپ کو حرکت دینے والی تین چیزیں ہیں اور ابھی میں نے ایک

چیز کا بتایا ہے۔ دوسری دو چیزیں بعد میں بتاتا ہوں۔ اب یہ جو ''میں'' ہے زندگی میں آپ کا عمل ہے کہ انسان ایک عمل کرتا ہے اور پھر اس عمل کے دوران اُسے خیال آتا ہے کہ مجھے کچھ اور عمل کرنا چاہیے تھا اور یہ عمل تو مجھ سے غلط ہو گیا' اس طرح ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا' تو سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے اور ایسا ہونے کا کیا علاج ہے؟ یہی بات ہے ناں _____ ہم نے کہا کہ انسان کو حرکت دینے کے لیے تین چیزیں ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا آپ اس کو حرکت دیتا ہے۔ مثلاً ''میں'' نے تجویز کیا کہ مکان بناؤں اور ''میں'' نے اس کا نقشہ بدل دیا۔ ''میں'' نے نقشہ بدلنے کے بعد خیال کیا کہ یہ نقشہ بدلنا غلط تھا اور وہ پرانا نقشہ ٹھیک تھا۔ پھر ''مَیں'' نے سوچا کہ کہیں میں پاگل تو نہیں ہوں کہ نقشے بدلتا رہتا ہوں' تو پرانا نقشہ ہی چلنے دو۔ پھر سوچا کہ اس مکان کو نیا کر لینا چاہیے' اس کو بیس سال پہلے بنایا تھا' اب تو مکان کو بدلنا چاہیے۔ کہتا ہے کہ میرے مکان کا لیول سڑک سے نیچے ہو گیا ہے' اب فرش اونچے کر دو۔ پھر چھت نیچی ہو گئی۔ پھر مکان گرا دیا۔ تو ''مَیں'' نے مَیں کو بڑے بڑے چرکے دیے۔ ہر آدمی ساری زندگی' چاہے وہ زندگی پچاس سال کی ہو یا اسی سال کی ہو' چلو سو سال کی ہو' یہ ساری زندگی ہر آدمی ایک نام کے ماتحت گزارتا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ پوری زندگی اور صرف ایک نام' ساری زندگی اور صرف ایک باپ' ساری زندگی اور صرف ایک ماں'

زندگی تو اتنی وسیع ہے لیکن صرف ایک دوست آپ کو پورا جلوہ دکھا سکتا ہے' وہ ہنسا بھی سکتا ہے اور رُلا بھی سکتا ہے۔ ایک محبوب آپ کی زندگی تباہ بھی کر سکتا ہے اور آپ کی زندگی آباد بھی کر سکتا ہے۔ ایک دشمن ہو تو ساری زندگی کا گزارہ ہو سکتا ہے' چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔ اندازہ لگا لو کہ آپ لوگ کتنی وسیع کائنات میں رہتے ہو' چاند' ستارے' زمین' آسمان' سورج' دریا' نہریں' سارا کچھ آپ کا ہے۔ مگر ایک دوکان میں آپ کی زندگی بسر ہو جائے گی' دوکان یا دفتر میں۔ ایک دفتر کی ایک سیٹ میں آپ نے ساری عمر گزار دینی ہے۔ اور کہتے یہ ہیں کہ میں تو وسیع کائنات میں گیا تھا۔ ایک گھر میں رہتے رہتے آپ عمر گزار دیں گے۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو ایک شہر میں زندگی بسر کر دیتے ہیں اور انہوں نے دوسرے شہر نہیں دیکھے۔ اگر ٹوٹل انسانوں کو دیکھو تو انہوں نے گنتی کے شہر دیکھے ہوں گے۔ اور آپ نے جو اپنا شہر دیکھا ہوا ہے یہ بھی صرف سڑکیں دیکھی ہوئی ہیں۔ حالانکہ سڑکوں کے اندر شہر ہے۔ تو انسان ایک ہی جگہ پر گزارا کرتا ہے۔ ایک دفتر میں' ایک شہر میں' ایک نام پر' ایک دوست کافی ہے' ایک محبوب کافی ہے' ایک دشمن کافی ہے _____ تو انسان کی کل کائنات یہ ہے کہ وہ Ultimately ایک ہی قبر کے اندر گزارہ کر لیتا ہے _____ اندازہ لگا لو _____ تو جو انسان ایک راستے پر مقرر اور مقید کر دیا گیا ہے وہ انسان زیادہ سے زیادہ خواہشات رکھتا ہے۔ تو وہ فیل تو

ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ ساری زندگی' اس نے ایک چہرے میں عمر گزار دینی ہے اور وہ بھی تحلیل ہو جائے گا اور خواہشات وہ بہت ساری رکھتا ہے۔ تو نتیجہ یہ ہے کہ جو دو دوستوں کی خواہش رکھے گا وہ ڈسٹرب ہو جائے گا' جو دو محبوبوں کی خواہش کرے گا وہ پاگل ہو جائے گا۔ ایک محبوب آدھا فراق ہوگا اور آدھا وصال ہوگا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں جو بے وفا آدمی ہے وہ بھی اتنا ٹائم لیتا ہے جتنا آپ نے باوفا کو دیا تھا۔ کیا بات سمجھے؟ یعنی کہ جھوٹا آدمی بھی آپ کی زندگی میں اتنا وقت لے جاتا ہے جتنا سچے آدمی کے لیے آپ نے وقف کیا ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ جھوٹا تھا۔ کون؟ جس نے آپ کی زندگی کے اتنے سال آپ کے ساتھ گزارے تھے۔ تو جھوٹے آدمی نے اتنا وقت لے لیا جتنا سچے نے لے لیا۔ دشمن بھی آپ کا اتنا وقت لے گیا جتنا آپ نے دوست کو دیا تھا۔ گویا کہ ناپسندیدہ اشیاء اور آدمی جو ہیں وہ بھی آپ کو اتنا مصروف رکھ لیتے ہیں جتنا کہ پسندیدہ آدمی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آپ ایک خواہش پر نہیں چل سکتے' ایک عمل پر نہیں چل سکتے۔ آپ پسندیدہ عمل کر رہے ہیں اور ناپسندیدہ انسان ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ اُس نے ایک دوسرا وسوسہ ڈالنا ہے اور اُسی کا نام ہے ناپسندیدہ۔ آپ کے اوپر تحریک جو ہے یہ اللہ تعالیٰ نے مسلط کی ہے۔ کہاں سے آئی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ کہ کائنات جو ہے یہ بلیک اینڈ وائٹ ہے۔ یعنی یہ جو کائنات آپ کے سامنے

ہے یہ بلیک اینڈ وائٹ ہے' ڈے اینڈ نائٹ ہے' اس میں دن بھی ہے اور رات بھی ہے' زندگی بھی ہے اور موت بھی ہے' ہونا بھی ہے اور نہ ہونا بھی ہے' ایمان بھی ہے اور بے ایمانی بھی ہے' کافر بھی ہے' مومن بھی ہے۔ تو آپ اللہ کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ ضرور پڑھو گے۔ تو ایک ابلیس بھی ہے اور ایک رحمٰن بھی ہے۔ تو یہ واقعہ جو ہے اب اس کے اندر انسان نے رہنا ہے۔ کبھی ہچکولہ اِدھر کھائے گا اور کبھی ہچکولہ اُدھر کھائے گا۔ اللہ کے کلام سے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لینا چاہیے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کلام تو اللہ کا پڑھنا ہے تو اعوذ باللہ کیوں پڑھنا چاہیے۔ تو اُسے کہو کہ یہ حکم ہے' دھیان کرو' یہ ضروری بات ہے' یہ پڑھنا چاہیے' اللہ کا کلام پڑھنا ہے اس لیے اس سے پہلے یہ پڑھ لینا چاہیے' اس سے بچنا چاہیے کیونکہ ابلیس نے اللہ کے کلام کے دوران وسوسہ ڈالنا ہے۔ لہٰذا شیطان سے وہ آدمی بچے جو رحمٰن کا سفر کر رہا ہے۔ یہ راز ہے۔ کہ رحمٰن کے سفر کے دوران شیطان سے خطرہ ہے۔ شیطان کے سفر میں تو کوئی خطرہ نہیں ہے' وہ تو آپ کا نام بن جاتا ہے اور وہ تو ساتھ چل رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا زندگی میں دوسرا سفر کس نے دیا ہے؟ وہ اللہ نے دیا ہے۔ آپ اپنی خواہش کے مطابق تو چل رہے ہیں۔ مثلاً آپ شیخوپورہ جا رہے ہیں تو مقدر کی جو چیز آپ نے لینی ہے وہ وہاں نہیں ہے' اس کا مقدر کہیں اور ہے۔ مثلاً شادی کا جو معاملہ ہے تو شادی کہیں طے ہونے لگی تھی

اور ہوئی کہیں اور پر۔ گویا کہ خواہش کا سفر ایک ایسی جگہ جا رہا تھا جہاں شادی نہیں ہونی تھی اور مقدر کا سفر راستے میں آ گیا اور وہاں شادی ہو گئی۔ تو یہ جو اللہ کی طرف سے ہے یہ ہے مقدر۔ خواہشات کے سفر میں کبھی کبھی مقدر کا سفر آ جاتا ہے۔ وہ جو مقدر کا سفر ہے وہ پھر آپ کو پریشان کرتا ہے کہ میں نے چاہا تھا کچھ اور نکلی کچھ اور بات۔ تو یہ کیا بات ہے؟ یہ تیری Destiny ہے' یہ تیرا مقدر ہے۔ کہتا ہے آپ کہاں جا رہے تھے؟ کہتا ہے میں وہاں جا رہا تھا۔ پھر؟ کہتا ہے وہاں مجھے ٹکٹ ہی نہیں ملا۔ پھر پتہ چلا کہ وہ جہاز کریش ہو گیا۔ اور وہ یہاں رہ گیا۔ اس طرح وہ بچ گیا۔ یہ ہے مقدر۔ درمیان میں مقدر آپ کو بچاتا جا رہا ہے۔ اور آپ کو پورا کرتا جا رہا ہے' زندگی ختم بھی کرتا جا رہا ہے۔ اگر یہ آپ ہی کی خواہشات کا نام ہوتا تو اصلاح ہو سکتی تھی۔ لیکن اصلاح کیوں نہیں ہوتی' اس کا آپ کو پتہ ہے؟ اصلاح اس لیے نہیں ہوتی کہ مقدر کی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ مقدر ہر بار آپ کے راستے میں دیوار کی طرح آ جاتا ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے بچے کھیل کھیلتے ہیں کہ کبھی سانپ آ گیا اور کبھی سیڑھی آ گئی۔ کبھی آپ کو مقدر نے اچانک دور تک پہنچا دیا اور کبھی مقدر نے آپ کو وہاں پہنچا دیا جہاں آپ جا رہے تھے۔ تو آپ کے ساتھ یہ ایک واقعہ چلتا رہتا ہے۔ اس کو آپ اتفاق کہتے ہیں' چانس کہتے ہیں۔ یہ اتفاق نہیں ہے بلکہ یہ مقدر ہے۔ تو آپ کی زندگی کی حرکات میں

کون سا دوسرا Element ہے؟ مقدر _____ ہم اس کو اللہ اس لیے نہیں کہتے کہ اللہ عبادت کے لیے ہے۔ تو اسے مقدر کہو۔ گویا کہ دوسری حرکت دینے والا کون ہے؟ مقدر۔ کہتا ہے کہ کرموں کی بات دیکھو کہ میں تو چلا تھا بدنصیبی کی طرف اور راستے میں نصیب کی منزل آ گئی۔ تو بعض اوقات ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ ایک بُرے آدمی کو بُری سمت میں جاتے ہوئے راستے میں ایک اچھا آدمی مل گیا اور وہ آدمی اچھا ہو گیا' یعنی وہ برا آدمی بھی اچھا ہو گیا۔ ایسا ہوتا ہے کہ بہت ساری بُری جگہوں پر اچھے آدمی مل جاتے ہیں۔ اور وہ بُرے لوگوں کو بھی اچھا کر دیتے ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ بہت ساری تبلیغ جو ہے یہ بُری جگہ پر ہوئی ہے۔ یعنی جو جگہ بظاہر تبلیغ کے قابل نہیں تھی وہاں اس قسم کے لوگ گئے اور بُرے لوگوں کو اچھی بات بتانے کے لیے اچھا آدمی مقرر تھا اور اس نے ویسا کام کر دیا اور وہ برا آدمی ٹھیک ہو گیا۔ تو وہاں پر بھی ویسے آدمی کی ڈیوٹی ہوتی ہے کہ وہ جگہ جہاں عام آدمی کو نہیں جانا چاہیے وہاں غلط آدمی چلا گیا تو غلط آدمی کو ٹھیک کرنے کے لیے ایک آدمی موجود ہوتا ہے' وہ کہتا ہے کہ یہاں سے مُڑ جا' بچ جا۔ اور وہ انسان اس موڑ سے بچ جاتا ہے۔ مقدر آپ کو بچا دیتا ہے۔ تو حرکت دینے والی کون سی چیز ہے؟ کبھی آپ کا ارادہ اور کبھی فطرت کا ارادہ۔ اور پھر سارا سماج ہے۔ اب آپ اُسے مقدر کہو کہ ذاتی مرضی کہو' جہاں سڑک بنی ہے وہیں گاڑی چلے گی۔ اللہ اللہ خیر

سلا۔ سماج ایک سڑک بنا کے چلا گیا۔ یہی آپ کی زندگی میں تضاد بن گیا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ انسان بنانے والا ہے وہ صرف ایک سماج کو دیکھ رہے ہیں کہ یہ سماج ہے' انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ کبھی کبھی کہیں سے شارٹ کٹ نکل آتا ہے۔ کچھ لوگ خدا کو نہیں مانتے اور طاقت کا سرچشمہ کس کو کہتے ہیں؟ عوام کو۔ مرنے والا طاقت کا سرچشمہ کہاں ہو سکتا ہے۔ عوام تو ضرورت کی ماری ہوئی ہے' عوام تو خواہشات کی ماری ہوئی ہے' رات کو پسماندہ حالات میں سوتا ہے اور صبح صبح جاگتا ہے تو یہ پھر ترقی یافتہ بن جاتا ہے اور دن کے دوران یہ ترقی پذیر رہتا ہے اور شام کو پسماندہ ہو کے سو جاتا ہے یہ بیچارہ۔ عوام تو گھسا پٹا انسان ہے۔ تو عوام کو طاقت کا سرچشمہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ سُپر طاقت تو اللہ کے پاس ہے۔ آپ کی زندگی کو بعض اوقات حرکت دینے والا' سماج ہے۔ اگر ایک دوکان پر ایک ایسی چیز دیکھو جو آپ نے آج تک استعمال نہیں کی تو آپ کہیں گے کہ اس نے دوکان میں عجیب وغریب چیز رکھی ہے' آپ جا کے دیکھتے ہیں کہ یہ عجیب سی چیز ہے' یہ تو کوئی اور ہی چیز ہے۔ دوسرے دن وہاں سے گزرے تو پھر کوئی اور چیز تھی' وہ بھی عجیب سی چیز تھی۔ آپ پوچھو کہ یہ کیا ہے؟ وہ کہے گا کہ تمہیں نہیں پتہ کہ یہ کیا ہے' یہ تو گھروں میں لگانے والی چیز ہے۔ کہتا ہے کہ وہ کیا ہوتی ہے؟ کہتا ہے کہ یہ ڈیکوریشن ہوتی ہے۔ کہتا ہے کہ گھر میں تو آئینہ لگاتے ہیں۔ لیکن یہ تو

کوئی اور ہی چیز ہے۔ اور پھر وہ چیز آہستہ آہستہ پورے سماج کی ضرورت بن جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سماج نے ایک چیز ایجاد کر کے آپ لوگوں کی ناجائز ضرورتوں میں ایک اور چیز ضرورت کے طور پر شامل کر دی۔ کہتا ہے کہ یہ تو بہت ضروری بات ہے۔ حالانکہ آپ اس چیز سے پہلے اتنے ہی کشادہ اور اتنے ہی خوش باش تھے۔ آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ کل تک سر پر لگانے کے لیے لوگ سرسوں کا تیل استعمال کرتے تھے اور اب شیمپو لگاتے ہیں۔ اب یہ سماج کی ضرورت ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے بال گھنے اور لمبے ہو جائیں گے۔ مگر پھر وہ سفید کے سفید رہ جاتے ہیں اور پھر تمہارے بال گرنا شروع ہو جاتے ہیں اور پھر تم گنجے کے گنجے رہ جاؤ گے۔ تو ضرورت اور طرح کی آ گئی' پھر دوسری ضرورت آ گئی ۔ پھر ماڈرن ورلڈ کے اندر میوزک کی ضرورت کچھ اور آ گئی۔ بڑا شور مچ گیا۔ مدعا یہ ہے کہ آہستہ آہستہ سماج آپ کی زندگی کے اندر ایک ایسی حرکت دیتا ہے کہ وہ آپ کی ضرورت بن کے رہ جاتا ہے۔ پھر تینوں Activities غلط ملط ہو جاتی ہیں۔ اور آپ کبھی رُک جاتے ہیں کبھی چل پڑتے ہیں۔ کبھی آپ کی خواہش ہوتی ہے کہ دوست کو چٹھی ڈالنے جا رہا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ جو یہاں موجود ہے یہ دوست نہیں ہے۔ یہ ہے مقدر' نصیب اور پھر درمیان میں نصیب کی کوئی اور کہانی نکل آئی کہ آپ کا چاہنا کچھ اور چاہنا نکل آیا۔ آدھی کامیابیاں اتفاق

سے ایک شعبے میں ناکام ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ آدھے انسانوں کو' آدھے لوگوں کو جو کامیابی ملتی ہے وہ کسی اور شعبے میں ناکامی کی وجہ سے ملتی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کامیاب اس لیے ہوا ہے کہ وہ کاروبار کرنے لگا تھا اور پھر کاروبار میں ناکام ہوگیا' اب اللہ نے اس کو یہاں کامیاب کیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہاں کامیاب ہونا تھا۔ جس کو شہر میں ناکامی مل گئی اس کو پردیس میں جا کے کامیابی مل گئی۔ اور جس کا پردیس جانا بند ہوگیا اس کو شہر میں کامیابی مل گئی' جسے وہ دوست نہ ملا اُس کو اس شخص کے ساتھ کاروبار کرنے میں کامیابی مل گئی۔ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی کردی کہ کاروبار کامیاب نہیں ہوا۔ پھر زندگی میں بے شمار کامیاب لوگ ہیں جو میٹھ والے ہیں۔ بڑے بڑے رائٹر اور افلاطون قسم کے لوگ' ہزار بار ناکام ہوئے۔ نہرو کو آپ جانتے ہوں گے' ہندو قوم کے لیے گریٹ آدمی تھا اور ہمارا گریٹ مخالف تھا۔ جب وہ آئی سی ایس کر رہا تھا تو کامیاب نہیں ہوا۔ آئی سی ایس کیا ہوتی ہے؟ انڈین سول سروس۔ وہ اس کا پاس نہیں ہوا تھا۔ ورنہ تو وہ صرف ڈپٹی کمشنر ہوتا۔ تو وہ ڈپٹی کمشنر نہیں ہوا لیکن پرائم منسٹر بن گیا۔ تو ایک جگہ پر ناکامی ہو گئی۔ چرچل نے لکھا ہے کہ ایک امتحان میں اس کی کمپارٹمنٹ آگئی تھی' ایک پیپر میں فیل ہوگیا تھا' شاید حساب میں ناکام ہوگیا۔ کبھی آپ نے چرچل کو پڑھا؟ تو وہ حساب میں فیل ہو جاتا تھا۔ بڑے بڑے لوگ جو ہیں بڑے

بڑے کاموں میں فیل ہو گئے مگر کئی اور بڑے بڑے کاموں میں کامیاب ہو گئے۔ تو بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ اچانک کوئی ایسا ٹرک ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ اور ہی سوچ رہے ہوتے ہیں مگر واقعہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ دنیا کے جتنے بھی بڑے واقعات دیکھ لیں درمیان میں کوئی نہ کوئی اور واقعہ نکل آئے گا' اور وہ کچھ اور بن جائے گا۔ سکندر اعظم آدھی دنیا فتح کر گیا اور آپ دیکھو کہ یہ کیا کامیابی ہے _____ اس کا جو گرو تھا اس نے کہا کہ یہ اپنا مُردہ پردیس میں دفن کرنے جا رہا ہے' یہاں کی زمین نے اس کے مُردے کو قبول نہیں کیا۔ اور لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہ وہ فتوحات کر رہا تھا' زندہ باد ہے' گھوڑے پر سواری کر رہا ہے' ورلڈ کو Conquer کرنے والا ہے۔ اور جاننے والا کیا کہتا ہے؟ یہ اپنا مُردہ دفن کرنے کے لیے پردیس کے اندر جا رہا ہے۔ کبھی فتوحات بھی ایسے ہوتی ہیں کیا' فتوحات تو قلوب کی ہوتی ہیں۔ تو یہ کوئی فتوحات نہیں ہیں۔ کامیابی جو ہے یہ بڑی ناکامی نکل آتی ہے اور کبھی کبھی ناکامی جو ہے یہ بڑی کامیابی نکل آتی ہے۔ آپ غور کرو تو بے شمار Successful Failure ہوتی ہے اور بے شمار فیل ہونے والی Success ہوتی ہے۔ بے شمار لوگ کامیاب ہو گئے' مثلاً سیاست کا پچھلا دَور کسی کے لیے کامیاب ہو گیا' جن لوگوں کے لیے کامیاب ہو گیا تھا ان کے لیے بھی کیا کامیاب ہوا' اس سے پہلے کیا تھا۔ قائداعظمؒ کو چھوڑ کے باقی جتنے بھی ہیڈ

آف دی سٹیٹ ہیں وہ آسانی سے تو کوئی نہیں مرا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ سکندر مرزا کو دیکھ لو ۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دُور
رکھ لی میرے خدا نے میری بے کسی کی شرم

تو وہ یہاں تو نہیں مرا بلکہ کہیں اور جا کے مرا۔ اس کے بعد لیاقت علی خان کے ساتھ بھی کوئی اچھا واقعہ نہ ہوا۔ پھر ایوب خان کا زمانہ آ گیا' کامیابی کا زمانہ ہوگا مگر ان کا آخری زمانہ اچھا نہیں گزرا' ان پر کوئی افتاد پڑ گئی' جوان کو ڈیڈی کہنے والے لوگ تھے وہ ان کے دشمن ہو گئے۔ پھر بھٹو صاحب کے ساتھ بھی اچھا واقعہ نہ ہوا۔ ضیاء صاحب کے ساتھ بھی تلخ واقعہ ہو گیا۔ صحیح واقعات تو کہیں نہیں ہوئے۔ کیا وہ کامیابی کی زندگی تھی جب وہ حکومتیں کر رہے تھے یا ان کا یہ انجام تھا؟ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ تجھے پھانسی لگنی ہے' بادشاہ بن جاؤ تو تم کیا کرو گے؟ آپ کہو گے مہربانی کرو' ہمیں غریبی اچھی ہے۔ آپ میں سے کتنے آدمی ہوں گے جو یہ کہیں کہ مجھے پرائم منسٹر بنا دو' یہ مجھے قبول ہے' پھانسی ہے تو پھانسی ہی سہی۔ میرا خیال ہے کہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے۔ گاندھی کو دیکھ لو' اندرا گاندھی کو دیکھ لو۔ گاندھی اتنا بڑا بادشاہ تھا اور اس کے ساتھ کیا حشر ہو گیا' کیا انجام ہو گیا۔ یہ کامیابیاں ہیں کہ یہ ناکامیاں ہیں؟ یہ کیا ہے؟ یہ آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ تو یہ Greatness کا

سفر کدھر کدھر سے جاتا ہے' کامیابی کہاں کہاں سے ناکام ہوتی رہتی ہے' کیا آپ بات کو سمجھتے ہیں؟ آپ یہ دیکھو کہ مشکل کشا کا نام آپ کو پتہ ہے' وہ ہیں مشکل کشا اور یقیناً ہیں' اب بھی ہیں' یہ ''تھے'' کی بات نہیں بلکہ اب بھی ''ہیں''۔ لیکن ان کے اپنے وجود کے اوپر مشکل ہے۔ آپ بات سمجھو۔ دنیا کو کھلانے والے آپ فاقے میں ہیں۔ نانِ جویں تو آپؑ سے منسوب ہے ناں اور زورِ حیدرؑ ہے کہ وہ بہادر ہیں اور کھاتے نانِ جویں ہیں یعنی جَو کی روٹی۔ آپ لوگ تو ڈبل روٹی کھانے والے ہیں' نفیس روٹی کھانے والے ہیں' لیکن بے چارے کمزور لوگ ہیں۔ مشکل کشائی کیا ہے؟ آپ کا اپنا بیٹا' میدانِ کربلا میں ہے' باپ مشکل کشا ہے اور تلوار یعنی ذوالفقار آپؑ کے پاس ہے' ذوالفقارِ علیؑ آپ کے پاس ہے لیکن کربلا ہوگئی۔ اب بتاؤ کہ یہ قصہ کیا ہے؟ اب یہ کامیابی ہے کہ ناکامی ہے؟ اگر کامیابی ہے تو پھر یہ کیا ہے؟ اگر یہ ہے تو پھر ناکامی کیوں ہے؟ آج بھی ان پر درود وسلام پڑھتے جا رہے ہو۔ پھر یہ قصہ کیا ہے؟ اس لیے انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کامیابی کیا ہے اور ناکامی کیا ہے۔ وہ چُنتا جاتا ہے' ٹرائی کرتا جاتا ہے اور چھوڑتا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ تک یہی کچھ کرتا جائے گا۔ اس سے وہ بچ نہیں سکتا۔ کبھی اللہ کے کہنے پہ چل پڑو گے' مقدر کے کہنے پر' کبھی اپنی مرضی کے کہنے پر چل پڑو گے اور کبھی زمانے کے کہنے پر چل پڑو گے۔ زمانہ تو وہی کام کرے گا جو اس نے باپ

بیٹے کے ساتھ کیا تھا جن کے پاس ایک گدھا تھا۔ گدھا اور باپ بیٹا سب کو انہوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو کہ پہلے تو بیٹا سوار ہے اور پھر باپ سوار ہے' شرم نہیں کرتے۔ پھر باپ بیٹا دونوں اس پر سوار ہو گئے ــــــــ علیٰ ہذا القیاس۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہ ہے واقعہ۔ تو گدھا بھی آپ سے چلا جائے گا۔ تو لوگ جو ہیں آپ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔ مقدر بھی آپ کو چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔ مقدر کا کام یہ ہے کہ آپ کو چین سے نہ بیٹھنے دے' چاہے وہ کامیابی کا ہو یا چاہے ناکامی کا ہو کیونکہ اس نے کچھ سال کے بعد آپ کو قبرستان پہنچانا ہے اور آپ نے جانا نہیں ہے۔ تو یہ کھیل ہے۔ وہ آپ کو کامیابیاں دکھا کے' ناکامیاں دکھا کے' کچھ آنسو دکھا کے' کچھ مسکراہٹیں دکھا کے لے چلے گا۔ آپ کو کہے گا کہ آج کا دن پھر ایک اور گزر گیا' مبارک ہو۔ یعنی کہ آپ قبر کے قریب پہنچ گئے۔ اس طرح وہ کھیل کرتا کرتا آخر میں آپ کو وہاں پہنچائے گا کہ جہاں وسیع راستے تنگ ہوتے ہوئے ایک چھوٹا سا راستہ آ گیا۔ تو مقدر وہاں پہنچا دے گا اور کہے گا کہ اچھا ہم چلے ہیں اور تیرا یہی انجام ہے۔ کہتا ہے کہ اب میں کیا لکھوں' ہم تو بہت کچھ لکھتے آ رہے ہیں' یعنی اپنا نام ظلِ الٰہ' مرکزِ نگاہ' آن جہانی' سبحانی' رحمانی' اکبر ثانی' اور پتہ نہیں کیا کیا نام لکھتا جا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اب کیا ہے؟ کہتا ہے کہ اب یہ میت ہے' اس میت کا جنازہ پڑھو۔ اب وہ آدمی میت بن گیا'

نام بھی رخصت ہو گیا۔ تو آپ کو مقدر نے وہاں پہنچانا ضرور ہے' اس نے صحت کو بیماری تک پہنچانا ضرور ہے' بینائی کو اس نے نابینائی ضرور کرنا ہے۔ تو یہ کھیل جو ہے یہ مقدر کرتا رہتا ہے۔ سماج کبھی جھوٹ نہیں بولے گا اور کبھی سچ بھی نہیں بولے گا۔ سماج سے آپ سرٹیفکیٹ لو گے تو سچ ملے گا اور نہ جھوٹ ملے گا۔ سماج بدلتی ہوئی چیز کا نام ہے۔ سماج بدلتا چلا جائے گا۔ سماج کہے گا کہ یہاں پہ یہ ہونا چاہیے اور کچھ عرصہ بعد یہی سماج کہے گا کہ یہاں یہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہاں پر پہلے ایک سڑک بن جائے گی اور پھر کچھ اور چیز بن جائے گی' تو سماج یہ کرتا رہتا ہے۔ اور سماج چلتا رہتا ہے۔ سماج کسی خاص چیز کا نام نہیں ہے' یہ Total انسانوں کے Impact کا نام ہے۔ جو انسان آپ دیکھ رہے ہیں ان سب کا آپ پر جو مجموعی تاثر ہے یہ سماج کہلاتا ہے۔ آپ خود ہی سماج ہو اور سماج میں ہو اور اپنے علاوہ لوگوں کو آپ سماج کہتے ہو۔ حالانکہ تم میں سے سماج ہے اور تمہارے ساتھ سماج ہے' تم خود ہی سماج ہو۔ آپ کہو گے کہ یہ سماج کی مجبوری ہے' یہ کوئی پہننے والے کپڑے ہیں' لوگ کیا کہیں گے' یا تو دعا کرو کہ لوگ اندھے ہو جائیں یا میں یہ کپڑے نہیں پہن سکتا۔ لوگ اندھے کیوں ہو جائیں؟ کہتا ہے اس لیے کہ میں یہ کپڑے نہیں پہن سکتا۔ کیوں نہیں پہن سکتا بھائی' ان کپڑوں میں تو کوئی نقص نہیں ہے' یہ پاکیزہ ہیں _____ اب صاف ہونے اور پاکیزہ ہونے میں بڑا فرق

ہے۔اس لیے ماڈرن مین' جو آج کا انسان ہے' وہ صاف ہوگا' روشن ہوگا لیکن اس کا پاکیزہ ہونا مشکل ہے۔ پرانے لوگ یا مذہب کا خیال کرنے والے جو لوگ ہیں وہ پاکیزگی کا خیال کرتے تھے۔اور آج کا جو انسان ہے' سماج ہے یہ صفائی کا خیال کرتا ہے۔اس لیے سماج سے نہ کبھی آپ سچ کی توقع کرو اور نہ جھوٹ کی توقع کرو۔سماج جو ہے تلوّن مزاجی کا نام ہے۔یہ چلتا جائے گا' کبھی اِدھر جائے گا اور کبھی اُدھر جائے گا' کبھی جلوس نکالے گا اور زندہ باد کہے گا اور پھر زندہ باد کہنے والے اسی آدمی کو مردہ باد کہے گا۔تو یہ سماج ہے۔تو یہ سارے تاثرات ایک انسان کی زندگی پر حاوی ہو جاتے ہیں۔اور وہ بے چارہ انسان یہ کوشش کرتا ہے کہ میں یہ کام کرلوں اور پھر تھوڑی دیر بعد کہتا ہے کہ یہ میں کیا بے وقوفی کر رہا ہوں' یہ کوئی کام ہے کرنے والا۔پھر واپس آجاتا ہے' پھر چلنا شروع کر دیتا ہے اور پھر دوبارہ واپس آجاتا ہے۔ اُس کو بدلنے پر کون مجبور کرتا ہے؟ اس کی ذات اور خواہش۔آپ کو یہ جو لوگ بھاگے دوڑے نظر آتے ہیں یہ ضرورت کے پیچھے جا رہے ہوتے ہیں۔ کبھی ان کو سماج نے کام پہ لگا دیا اور کبھی اللہ نے لگا دیا' مقدر نے لگا دیا۔کہتا ہے کہ تجھے کون مار رہا ہے' تو کیوں نہیں چین سے بیٹھتا؟ کہتا ہے کہ مجھے مقدر کی چابکیں لگ رہی ہیں' میں مجبور ہوں اور مجھے سماج نے برباد کر دیا ہے' مجھے تو میرے اپنے آپ نے برباد کر دیا ہے' میں تو چین سے رہ نہیں سکتا۔

حالانکہ اس کی زندگی کہاں گزرے گی؟ ایک دوکان میں' ایک دفتر میں' ایک مکان میں اور ایک بیوی کے ساتھ تم انا للہ ہو جاؤ گے' ایک گھر کے اندر سارے واقعات ہوں گے۔ چھوٹی سی زندگی ہے' ایک کمرے کی کہانی ہے' ایک انسان ہے اور ایک ہی نام ہے اس کا' لمبی چوڑی خواہشات کی بات کوئی نہیں ہے۔ آدھی سے زیادہ زندگی تو خیر سے گزر ہی گئی ہے' باقی بھی گزر جائے گی۔ تو خواہشات کو خواہشات نے مارا' بندے نے بندے کو جلایا' بندے کو بندے نے روکا' بندہ کامیاب ہو گیا اور بندہ ہی ناکام ہو گیا' تو یہ کامیابی ہے کہ پھانسی لگ جانا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ لوگوں نے لگا دیا۔ لوگ تو لگاتے رہتے ہیں' ہمیشہ ہی کرتے رہتے ہیں' آپ کیوں لگتے ہو؟ لوگوں کو الزام نہ دو' زہر تو آپ نے پیا ہے۔ چاہے آپ سقراط ہی بن جاؤ' تو لوگوں کو موردِ الزام بے شک بنا لو لیکن جب تک سقراط جو ہے وہ سقراطی عمل نہیں چھوڑتا اس کو زہر تو پینا پڑتا ہے۔ یا تو عمل چھوڑ دے۔ لوگوں نے اس کو کہا کہ یہ شہر چھوڑ دے یعنی سقراط کو کہا کہ یا تو یہ شہر چھوڑ دے یا پھر یہ بات چھوڑ دے۔ اس نے کہا کہ میں نے اسی شہر میں علم حاصل کیا ہے تو میں کیسے شہر چھوڑوں اور میں یہ علم چھوڑ دوں تو میں سقراط کیسے بنوں۔ لہٰذا مجھے زہر پلا دو۔ وہ آرام آرام سے زہر پیتا رہا جیسے چائے پیتے ہیں۔ اس کے شاگردوں نے کہا کہ استادِ مکرم جی! یہ آپ کیا کر رہے ہیں' اس سے تو بڑی تکلیف ہوتی

ہے۔ کہتا ہے کہ تکلیف تو ہو گی ان لوگوں کو جو ہیں اور میں تو وجود ہی نہیں ہوں' مجھے کیا تکلیف ہونی ہے۔ کہتا ہے کہ میرا نام ساری زندگیوں کو اور آنے والے زمانوں کو یاد رہے گا اور جو لوگ مجھے زہر دے رہے ہیں ان کا تو نام و نشان ہی نہیں رہے گا کہ یہ کون لوگ تھے' میں تو علم حقیقت ہوں اور علمِ حقیقت جو ہے وہ قائم رہے گا۔ اس لیے ناکامیاں بھی بڑی کامیاب ہوتی ہیں اور کامیابیاں بھی بڑی ناکام ہوتی ہیں۔ میرا عمل "میں" نے روکا' میرا عمل سماج نے روکا' میرا عمل مقدر نے روکا' مجھے مقدر نے کامیاب کیا' مجھے سماج نے کامیاب کر دیا۔ سماج یہ کرتا ہے کہ ہم بیٹھے ہیں اور کل صبح جو شخص آئے گا اور جس کے سر پہ طوطا بیٹھے گا اُسے بادشاہ بنا دو۔ تو سماج یہ کرتا ہے۔ بعض اوقات کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ یہ شخص کیا کرنے والا ہے ہمارے ساتھ لیکن ہم کہتے ہیں کہ زندہ باد' ہم آپ کے لیے جان قربان کر دیں گے۔ اس طرح لوگ اس کی گاڑیوں کے ساتھ بھاگتے چلے جاتے ہیں۔ آدھے آدمی اِس کے ساتھ بھاگ رہے ہیں اور آدھے آدمی اُس کے ساتھ بھاگ رہے ہیں اور دونوں کا گھر جو ہے وہ برباد اور پریشان حال ہے۔ ایک دفعہ ایک جلسہ تھا' جلسے کے بعد گھر میں کام کرنے والا ایک نوکر آیا۔ اس سے پوچھا کہ سناؤ بھئی تم کیا کر کے آئے ہو؟ کہتا ہے ہم مشورہ دے کے آئے ہیں اور ہاتھ کھڑا کر کے آئے ہیں' بھٹو صاحب کو بتا دیا ہے کہ ہم آپ کے ساتھ

ہیں۔تو وہ بڑا خوش تھا۔ جلسے کے ریموٹ کارنر میں ایک شخص بیٹھا تھا اور اس نے ہاتھ کھڑا کر دیا۔ لیڈر نے پوچھا کہ کیا ہمارے ساتھ جیو گے؟ کہتا ہے جیئیں گے۔ پھر پوچھا کہ کیا مرو گے؟ کہتا ہے کہ مریں گے۔ اور اس طرح سب نے ہاتھ کھڑے کر دیئے کہ اس کو اپنی مرضی بتا کے آئے ہیں۔تو وہ شخص بڑا خوش تھا۔تو ہر آدمی اپنے آپ کو پورا سماج سمجھتا ہے' ہر آدمی اپنے آپ کو ہیڈ سمجھتا ہے۔ اُن کے ساتھ بھی وہی لوگ ہیں جو ہاتھ ہلاتے ہیں اور اِن کے ساتھ بھی وہی لوگ ہیں جو ہاتھ ہلاتے ہیں۔ کوئی وفادار ہو تو بتائیں۔ دونوں ہاتھ ہلاتے جائیں گے۔ پہاڑ پر ایک ڈرائیور کار بیک کر رہا تھا' کلینر نے کہا کہ اُستاد جی آنے دو۔ڈرائیور نے آنے دیا اور پہیہ پہاڑ سے نیچے اُتر گیا۔کلینر کہتا ہے کہ اُستاد جی اب جانے دو۔تو سارے کے سارے آپ کو Receive کرنے والے Misguide کرتے رہتے ہیں اور Ultimately تباہ کر دیتے ہیں۔ یہ ہیں انسان کے حالات۔اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔آپ اس وقت کامیاب ہو جائیں گے جب سماج کو چھوڑ دیں گے اور اپنی ذات کو چھوڑ دیں گے۔ پھر کامیابی ہوگی' ابتلا ہو تب بھی کامیاب ہے' مر جانا بھی کامیاب ہے اور نہ مرنا بھی کامیاب ہے۔ اب آپ کو پتہ چل جائے گا کہ جن لوگوں نے اللہ کے حوالے سے زندگی گزاری ہے ان کے لیے کربلا بڑی کامیابی ہے' جنہوں نے اپنے لیے زندگی گزاری ہے ان کے

لیے کربلا ناکامی ہوگی۔ اگر زندگی اپنے لیے نہیں ہے اور اللہ کے لیے ہے تو زندگی کامیابی ہی کامیابی ہے' کامرانی ہی کامرانی ہے' انعام ہی انعام ہے۔ کس کے لیے؟ ہم اس کے لیے ہیں' اس نے کہا کہ اس سے گزر جاؤ تو ہم گزر گئے۔ لہٰذا بہت مبارک ہے' بہت کامیابی ہے' بڑی بشارتیں ہیں ان کے لیے۔ کن کے لیے؟ جنہوں نے اللہ کے لیے زندگی گزاری اور اللہ کے لیے ابتلا سے گزر گئے۔ تو اپنی زندگی کو اللہ کے حوالے سے گزارو گے تو راستہ نہیں رُکے گا۔ اس لیے اسے اپنی اَنا کے حوالے سے نہ گزارو۔ اَنا جو ہے یہ متذبذب رہے گی۔ سماج جو ہے یہ بدلتا رہے گا۔ اللہ کا فیصلہ جو ہے وہ فائنل ہے' وہ جہاں لے چلے وہاں چلتے جاؤ۔ اس میں کوئی دو خیال نہیں ہیں۔ اب آپ کے دونوں سوالوں کا جواب ہو گیا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے کہ رنگ برنگ دنیا میں ایک رنگ کا انسان پریشان نہیں ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو ایک شعبے کے حوالے کر دیں۔ اگر سماج کے حوالے کرو گے تو بازاروں میں پھرتے رہو گے اور جو نئی چیز ملے گی وہ خریدتے جاؤ گے اور پرانی چیز بیچتے جاؤ گے۔ اس طرح سماج آپ کو خوش رکھے گا۔ اپنی مرضی کرتے جاؤ' آدھے لوگوں کو دوست کہتے جاؤ اور آدھے لوگوں کو دشمن کہتے جاؤ' حتیٰ کہ جو مرضی کرتے جاؤ۔ کہتا ہے کہ یہ ہم نے خود ہی انتظام کیا ہے۔ اگر اللہ کے حوالے سے چلو گے تو پھر کبھی ناکامی نہیں آئے

گی' کوئی تبدیلی نہیں آئے گی' مزاج ہمیشہ خوش رہے گا۔ پھر آپ کہو گے کہ کوئی بات نہیں' اگر تکلیف آئی ہے تو اللہ بہتر کرے گا' خوشی آئی ہے تو اللہ بہتر کرے گا' یہ زمانے اللہ کی طرف سے ہیں' سارے زمانوں کا مالک ہی اللہ ہے' کوئی فکر کی بات نہیں' آپ الگ الگ شعبہ نہ رکھنا۔ یہ یاد رکھنا۔ پھر آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔

آگے بولو _____ اور سوال کرو _____ سعید صاحب بولیں

_____

سوال:

آج تو کوئی سوال نہیں ہے۔

جواب:

ضرور بولو _____ پوچھو _____ حافظ صاحب بولیں _____

آخر میں جو جینٹل مین بیٹھا ہے وہ بولے _____ مسٹر علی بولیں _____

سوال:

جو کام ہم خود کرتے ہیں وہ جب ہو جائے تو ہم اسے مقدر کہتے ہیں۔ اس بات میں ذرا کنفیوژن ہے۔

جواب:

میں نے یہ کہے بغیر آپ کو بتایا کہ مقدر اللہ اور دین ہے۔ آپ کو یہ

بتا دیا تھا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہ ہم کس کو مقدر کہہ رہے ہیں؟ ہم رضائے الٰہی کو مقدر کہہ رہے ہیں۔ ہم اُسے کہہ رہے ہیں رضائے دین اور منشائے دین' جو آپ کا دین ہے۔ اس کے مطابق چلو۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ وہ مقدر نہیں ہے جو سیکولر ہے۔ بلکہ ہمارے ہاں مقدر یہ ہے کہ میری پیدائش سے پہلے میرے اللہ نے حکم نافذ کر رکھا تھا۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے سماج نے سڑک بنا رکھی تھی حکم نافذ کر رکھا تھا' کہ آپ اسی شہر کی ان گلیوں میں رہیں گے' چوہٹہ مفتی باقر میں پیدا ہوں گے جس کا پتہ نہیں ہے کہ وہ علاقہ کہاں ہے۔ اب جس شہر میں پیدا ہو گئے لازمی بات ہے کہ اس شہر کو Inherit کریں گے۔ وہاں سے کچھ نہ کچھ رنگ لیں گے۔ چونکہ وہ پیدا وہاں ہوا تو وہاں کا اس کو رنگ ملنا ہے۔ جس علاقے میں پیدا ہوا اُس کا رنگ ملے گا' جس مکان میں پیدا ہوا وہاں کا رنگ ملے گا' جو غریبی کے ماحول میں پیدا ہوا وہ پریشان ہوگا' اگر ان لوگوں کے ہاں پیدا ہوا جہاں پر فراوانی نہیں تھی تو بیچارہ پریشان ہوگا۔ اور اگر وہاں پر پیدا ہوا جہاں کہتے ہیں کہ Born with a silver spoon in his mouth امیر گھرانے میں پیدا ہوا' آسائشوں میں پیدا ہوا تو اب یہ بڑی بات ہے' یہ الگ بات ہے کہ پیدا ہوتے ہی اس کو آسائش ملنی شروع ہو گئی۔ وہ یہ سوچ نہیں سکتا کہ ایک بڑا رائٹر یہ کہتا ہے کہ ہم تو بڑے رائٹر ہیں' فی منٹ کے حساب سے کئی پاؤنڈ

ہمیں ملتے ہیں مگر سکول کے زمانے میں ہم بڑے غریب ہوا کرتے تھے اور جب گرمیوں سردیوں کی چھٹیاں ہوتی تھیں تو میں نے کتنی دفعہ آئس کریم کی دوکان کے باہر کھڑے ہو کے کئی کئی منٹ گزارے' اس انتظار میں کہ شاید میں کبھی آئس کریم کھا سکوں۔ کیا بات سمجھے؟ تو یہ ذائقہ جو ہے یہ غریبی کے علاوہ نہیں ملتا۔ کہتا ہے کہ اب میں کچھ اور سے اور ہوں۔ دنیا کا ایک مشہور خط آپ کو بتاتا ہوں۔ رائٹر کا نام تھا ڈاکٹر جانسن۔ کیا آپ نے یہ نام سُنا ہے؟ ڈاکٹر جانسن نے سب سے پہلے کیا کام کیا تھا؟ اس نے سب سے پہلے انگلش کی ڈکشنری کمپائل کی تھی۔ یہ اُس زمانے کے ایک لارڈ کے پاس لے گیا۔ اُس کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے ڈکشنری چھاپنی ہے' اس لیے میری کوئی سرپرستی کرو۔ اُس نے ڈرائنگ روم میں بٹھایا' کھانا کھلایا مگر سرپرستی نہ کی جو وہ مانگ رہا تھا۔ ڈاکٹر جانسن نے شیکسپیئر پر تنقید کے کچھ مضامین بھی لکھے اور پھر دوکانداروں سے پیسے لے کر اپنی ڈکشنری چھاپ لی۔ جب ڈکشنری چھپ گئی تو لازمی بات ہے کہ He was a great man وہ بڑا آدمی بن گیا تھا۔ ایک دن کسی اخبار میں اس کی تعریف کا خط لکھا ہوا تھا۔ یہ خط اسی لارڈ کا لکھا ہوا تھا جس نے سرپرستی نہیں کی تھی۔ اب یہ اس کو خط کا جواب اخبار کے ذریعے دیتا ہے۔ کہتا ہے کہ مائی لارڈ' وہ زمانہ جب ہم آپ کے ڈرائنگ روم میں آپ کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے' سرپرستی حاصل کرنے کی تمنا ہوتی

تھی جو مجھے نہ ملی' اب تو نصیب نے مجھے آپ کے برابر کا انسان بنا دیا' اس خط سے تم ظاہر کر رہے ہو کہ تم نے سرپرستی کی ہے جبکہ تم نے سرپرستی نہیں کی ہے' اس لیے مجھے تمہارے خط کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ ایک مزاج ہے اَنا کا۔ تو بڑی بڑی ناکامیاں اتفاق سے کدھر سے کدھر چلی جاتی ہیں' پتہ نہیں کہاں سے کہاں واقعہ بن جاتا ہے۔ تو یہ ہے انسان۔ انسان کبھی سائل بن جاتا ہے' کبھی مُراد بن جاتا ہے' کبھی نامُراد بن جاتا ہے' کبھی کچھ اور بن جاتا ہے۔ اس لیے ان باتوں پہ ذرا غور کرو تو پھر آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی۔ کون سی بات؟ کہ انسان بدلتا کیوں ہے' انسان کا واقعہ کیا ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا واقعہ ہو رہا ہے۔ آپ اس چیز کو مقدر کہہ رہے ہیں جو یہ آپ کے اندر چھپی ہوئی کہانی ہے۔ یہ ہر انسان کے اندر ہوتی ہے۔ وہ کبھی کبھی اپنا جلوہ دکھاتی ہے' جوہر دکھاتی ہے۔ بے شمار لوگ غریبی میں زیادہ چمکتے ہیں اور بے شمار لوگ جو ہیں وہ آسودگی میں چمکتے ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ وہاں آپ کیا کرو گے کہ جب پیدا ہوتے ہی ایک آدمی الگ ہو گیا' امیر ہو گیا۔ ایک آدمی تو غریبی کے راستے سے امیر ہوا اور دوسرا آدمی غریبی کے راستے سے غریب ہی رہا۔ اب اس کی کہانی ہی کچھ اور ہے اور آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ اپنا شعبہ Change کر لیں تو کامیاب ہو جائیں گے۔ Whereas نام نہیں بدلتے'

باپ نہیں بدلتے' ماں نہیں بدلتی' شہر نہیں بدلتے' دوکان نہیں بدلتی' پیشہ نہیں بدلتا' کاروبار نہیں بدلتا _____ تو امیری غریبی کو آپ کیا بدلیں گے۔ تمہارا دماغ نہیں بدلتا' تمہارا مزاج نہیں بدلتا' وہی تمہاری بہنیں' وہی تمہارے بھائی' ایک دوست' ایک دشمن' ایک محبوب' ایک شادی' ایک کہانی اور ایک شہر اور Ultimately ایک قبر۔ تو تم نے بدلنا کیا ہے۔ کہتا ہے کہ میں امیری غریبی بدل رہا ہوں۔ تو امیری غریبی تم کیا بدلو گے۔ تمہارا ایک مزاج ہے اور وہ مزاج چلتا جا رہا ہے۔ مقدر آپ پر حاوی رہے گا' سماج آپ پر حاوی رہے گا' آپ کی خواہشات آپ کو آزردہ کرتی رہیں گی۔ اس سے بچ نہیں سکتا انسان۔ کب تک؟ جب تک اپنے آپ کو اللہ کے حوالے نہ کر دے' اس کے سامنے نہ ڈال دے۔ جنہوں نے اللہ کے حوالے کر دیا پھر ان کو غم کوئی نہ رہا' خوشی کوئی نہ رہی۔ پھر غم بھی ختم ہو گیا اور خوشی بھی ختم ہو گئی۔ پھر امرِ الٰہی چل پڑا۔ پھر وہ آپ ہی مامورِ الٰہی ہو جاتے ہیں' مِن الٰہی ہو جاتے ہیں' مامورِ مِن اللہ کہلاتے ہیں وہ۔ یعنی وہ لوگ جو رضائے اللہ پر قائم ہوتے ہیں' رضائے الٰہی میں گم ہو جاتے ہیں۔ تو کامیابی کیسے ہوتی ہے؟ ایک راہ پر چلنے سے۔ اب اللہ میں کسے کہہ رہا ہوں؟ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کا اللہ' کہ ان کی طرف سے یہ اسلام آپ کو ملا۔ حضور پاک ﷺ کی طرف سے جو اطلاع ہمیں ملی ہے وہ اللہ ہے۔ براہ راست تعلق یا کنکشن والا جو اللہ ہے وہ تمہارا اپنا

ہوگا' اس کو بھی میں مقدر کہہ رہا ہوں۔ مقدر میں کسے کہہ رہا ہوں؟ مثلاً یہ جو رمضان شریف آ گیا ہے' روزے آ گئے ہیں' یہ آپ کے شعور سے پہلے آپ پر فرض ہوئے پڑے ہیں۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اب تو زمانہ ایڈوانس ہو گیا ہے' اس میں تو روزے نہیں ہونے چاہییں مگر کہتا ہے کہ تم تو کچھ بھی ایڈوانس نہیں ہوئے۔ یہ تم جو کچھ ہو تم پر روزے فرض ہوئے پڑے ہیں۔ ایڈوانس ہونے والا تم نے کوئی کام ہی نہیں کیا' ویسے ہی پیدا ہوئے' ویسے ہی مرنے کے قریب ہو' وہی کچھ کھاتے ہو' وہی کچھ دیکھتے ہو' وہی دو آنکھوں والے انسان ہو' وہی رونا ہے' سونا ہے اور وہی جاگنا ہے _____ تو سارے وہی واقعات ہیں۔ وہی غم' خوشی' شادی اور پیدا ہونا _____ وہی سارا کچھ کرتے رہتے ہو۔ اس لیے تمہارے اوپر وہی پابندیاں ہیں جو تم سے پہلے لوگوں پر تھیں۔ اور ان پر کتاب لکھی تھی کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم یہ روزے تم پر ایسے فرض ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے۔ تم بھی وہی لوگ ہو۔ تو تم پر بھی فرض کیے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر۔ کیوں؟ کیونکہ تم وہی لوگ ہو' تمہارے اندر کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ تم زمین کی کشش سے نہیں نکل سکتے ہو' مدار سے نہیں نکل سکتے ہو۔ تو تم نئے لوگ تو نہیں ہو۔ تم بالکل ویسے ہی انسان ہو۔ اور تم کشاں کشاں قبرستان میں جا پہنچو گے۔ تب انسان کہے گا کہ بڑی مشکل سے میں نے

منزلیں طے کی ہیں' ستر سال کی منزلیں طے کر کے آیا ہوں۔ تو انسان ستر سال کی منزلیں طے کر کے مشکل کے ساتھ قبرستان تک پہنچا ہے کہ یہ ستر سال کی منزل ہے۔ اس میں بے شمار رونا' دھونا' پریشانیاں' شب بیداریاں' بیماریاں' اوازاریاں' اور یہ سب کر کے پہنچا کہاں پر؟ جہاں ایک آدمی چپکے سے مر گیا۔ کہتا ہے کہ مجھے پتہ تھا کہ آنا یہاں پر ہے' تو میں پہلے ہی آ گیا اور مجھے تیرا پتہ ہے کہ تو لمبے روٹ سے آئے گا اور بڑا اوکھا ہو کے آئے گا' ستر سال کے بعد آئے گا۔ تو پہلے شارٹ کٹ ملا ہے' اس لیے یہاں سے آ گیا ہوں' کیونکہ جب وہاں جانا ہی ٹھہرا ہے تو بہتر ہے کہ جلدی چلے جاؤ۔ پوچھا کہ یہ گاڑی کہاں جا رہی ہے؟ کہتا ہے کہ اس میلے میں جہاں تم نے جانا ہے۔ کہتا ہے پھر تم بھیڑ والے راستے سے نہ جاؤ' وہ بڑا Congested ہے' بڑی مشکل سے راستہ ملے گا۔ میں تمہیں ایک راستہ بتاتا ہوں کہ یہاں سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ جو یہاں سے وہاں پہنچ گیا وہ بہتر رہا۔ کہتا ہے اس آسان راستے میں دھواں نہیں ہے' بھیڑ نہیں ہے' پریشانی نہیں ہے' خواہشات کا انبار نہیں ہے ۔ If death is end of the life why life should all labour be. جب زندگی کا انجام یہی ہے تو پھر محنت کیا ہے۔ گلاب ایک پھول ہے' خوشبو والا ہے' لیکن محنت نہیں کرتا' ستارے اور چاند سب روشن ہیں لیکن کچھ محنت نہیں کرتے' ان کو اللہ تعالیٰ نے ویسے ہی یہ نصیب عطا کیا

ہے۔ سورج کو بھی روشن رکھا ہوا ہے' اس میں محنت کی بات نہیں' جنگل میں ڈھور جانور دودھ سے بھرے ہوئے لبریز پیغام' کوئی لمبی چوڑی محنت نہیں۔ اور انسان پریشان ہو ہو کے جی رہا ہے' چلنا اس کا مقدر ہی ہے۔ یہ سوچتا ہے کہ میں لوگوں کے حالات درست کر دوں' رات کو بیٹھا ہوا پریشان ہے' سوچتا ہے کہ ہم سب لوگوں کو پلاٹ الاٹ کر دیں گے' اور فطرت اس کے خلاف ایک پلاٹ بنا رہی ہے اور وہ بندہ ہی غائب ہو گیا۔ کہتا ہے کہ اس کا پروگرام کامیاب تھا لیکن اس کا ہارٹ ہی فیل ہو گیا۔ یہ پروگرام خاک کامیاب ہے کہ پروگرام پاس ہو گیا اور بندہ فیل ہو گیا۔ تو یہ ہے تمہارا واقعہ۔ تم بے شمار کہانیاں بناتے ہو' علم کے ذخیروں کے انبار لگاتے ہو ذہن کے اندر اور نئے نئے خیال' رعنائیاں اور کوہ پیمائیاں کرتے رہتے ہو۔ لیکن Ultimately تم مردہ بن کے غائب ہو جاتے ہو۔ وہ پیسے کہاں چھوڑ گئے ہو؟ شاید ساتھ لے جانے کی کوشش کی تھی لیکن اپنوں نے راستے میں رکھ لیے تھے۔ وہاں پیسہ جانے نہیں دیتے' مردے کو بالکل صاف کر کے بھیجتے ہیں۔ کہتا ہے کہ بڑا افسوس ہے کہ پیسہ نہیں جانے دیتے۔ تو پیسہ یہاں رہ جاتا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ پیسہ ان لوگوں کو ملتا ہے جن سے تم نے بچا کے رکھا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کیونکہ پیسہ تو حق والے تک پہنچے گا۔ ایک امیر آدمی تھا' اس نے مشہور کر دیا کہ میں مرنے لگا ہوں۔ سب رشتے دار اس کے پاس آتے

رہے۔ وہ تھوڑی سی آنکھ کھول کے دیکھتا رہتا کہ یہ میری خدمت کرتے ہیں' ادب کرتے ہیں' ساتھ ساتھ وہ اس صندوق پر بھی نگاہ رکھتے تھے جس میں پیسے پڑے تھے اور آپس میں کہتے تھے کہ اس کو ہم نے تقسیم کرنا ہے۔ بعد میں اس شخص نے کہانی لکھی کہ میں مرا تو نہیں لیکن میں نے دیکھا ہے کہ لوگ خدمت اس وقت کرتے لگتے ہیں جب ابا جان کا وصال' انتقالِ پُر ملال عنقریب ہونے والا ہو۔ کیونکہ انہیں انتقال کا افسوس نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ وہ اس Cascade کو دیکھتے ہیں' پیسے والے ڈبے کو دیکھتے ہیں کہ وہ کب ہمارے مقدر میں آتا ہے۔ اور وہ تو بڑا سیانا ہوتا ہے' وہ مرتا نہیں ہے۔ لیکن جن کے حصے کا پیسہ اُس نے Detain کیا ہوتا ہے لینا انہوں نے ہے۔ اس لیے مرنے والا اُس کو دے جاتا ہے جس کو اس نے زندگی میں نہیں دیا یعنی وارث۔ یعنی کہ انسان وارثوں سے چھپا کے مرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آپ کا مقدر Ultimately یہ ہوتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اتنی تگ ودو کیا ہے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ انجام ہونا ہے۔ ذہن کا انجام یہ ہے کہ کچھ عرصے کے بعد یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ تو بے شمار لوگوں کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ مثلاً وہ ڈاک خانے میں اپنی ڈاک لینے کے لیے گیا تو انہوں نے پوچھا کہ سرکار کیا نام ہے آپ کا؟ تو نام یاد نہ رہا۔ تو تاریخ میں یہ پورا ریکارڈڈ واقعہ ہے کہ نام ہی یاد نہیں۔ جب کوئی دوست آیا تو اُسے اس کے

نام سے پکارا تو پھر کہا کہ اوہو _____ تو انسان کو اپنا نام یاد نہیں رہتا۔ آپ کو بات سمجھ ہی نہیں آتی۔ کیا آپ کو سارے دوستوں کے نام یاد ہیں۔ بچپن میں آپ کی جو کلاس تھی' جب آپ پڑھتے تھے تو سکول میں آپ کے ساتھ کتنے بچے تھے' تیس چالیس ہوں گے۔ اب ان کے نام بتاؤ۔ یہ نام کب یاد رہتے ہیں۔ چلو بڑی کلاسوں کے نام یاد کر لو' کالج کے نام بتا دو' رشتے داروں کے نام بتا دو جن کو آپ نے سپردِ خاک کیا۔ آہستہ آہستہ کچھ عرصے کے بعد ان کی یاد کم ہوتی جائے گی۔ جو موجود رشتے دار ہیں ان کے بچوں کے نام بتاؤ _____ بھول گئے ناں۔ اپنے شہر کی ساری گلیوں کے نام بتاؤ۔ جو پروگرام آپ نے سوچے تھے ان سب کے نام بتاؤ۔ زندگی میں جو منصوبے سوچے تھے ان کے نام بتاؤ۔ اب یاد نہیں کہ کیا کیا سوچا تھا۔ جتنے شعر یاد کیے تھے وہ سناؤ _____ تو یادداشت جو ہے یہ تحلیل ہونے کا نام ہے۔ کل تک کوئی اور پریشانی تھی' آج کوئی اور پریشانی ہے۔ نتیجہ کیا ہے؟ کل بھی تو پریشان تھا اور آج بھی پریشان ہے حالانکہ پریشانی کی وجہ بدل گئی ہے۔ بات سمجھ آئی ہے آپ کو؟ کل رو رہا تھا کیونکہ کل کوئی اور غم تھا اور آج تم نے نیا غم بنا لیا ہے۔ تو رونا تیرا مقدر ہے۔ غم مقدر نہیں ہے بلکہ رونا مقدر ہے کیونکہ کل والا غم تو ختم ہو گیا' اب تم نے اور ہی غم بنا لیا ہے۔ کہتا ہے اب میں کسی اور کے لیے رو رہا ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ اس کو رونا مل گیا ہے۔ تو جن

لوگوں کو رونا ملتا ہے وہ روتے چلے جاتے ہیں' جن کو مہکنا ملتا ہے وہ مہکتے ہی چلے جاتے ہیں' جن کو چہکنا ملتا ہے وہ چہکتے چلے جاتے ہیں۔ گلاب کو خوشبو کا مقدر ملا ہے' وہ رویا نہیں ہے' اس نے محنت نہیں کی ہے۔ روشنی کو مقدر ملا ہے چمکنے کا' اس نے کوئی محنت نہیں کی ہے۔ تم بھی محنت نہ کرو تو تمہارا مقدر بالکل بنتا چلا جائے گا اور یہ جو محنت کر رہے ہو یہ اپنے آپ پہ ظلم کر رہے ہو' اس میں سکون نہیں ہے۔ سکون کہاں ہوگا؟ یادِ الٰہی میں ''خبردار تم کو نہیں ملے گا سکون مگر یادِ اللہ میں'' ''الا بذکر اللہ تطمئن القلوب تو اللہ کے ذکر کے بغیر اطمینانِ قلب نہیں ملے گا۔ تو اطمینانِ قلب اس کا نام ہے۔ ورنہ کیا ہوگا؟ کہ خواہشاتِ دنیا کرتے جاؤ' کرتے جاؤ۔ ابھی ابھی آپ کے ساتھ بڑا افسوس والا واقعہ ہوا کہ پریذیڈنٹ کا جہاز کریش ہو گیا۔ تو بے شمار لوگوں کا پروگرام غلط ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے تو انتقام لینا تھا مگر یہ تو جہاز ہی کریش ہو گیا۔ تو حادثے کے بعد بے شمار لوگوں کا پروگرام بدل گیا۔ تو ہوتا یہ ہے کہ بعض اوقات تمہارے پروگرام بدل جاتے ہیں۔ جس کو خوش کرنے کے لیے تم نے اپنی آنکھوں میں سُرمہ ڈالا' سُنا ہے کہ اس کی بینائی ہی چلی گئی ہے۔ اب تم آنکھوں میں کیا سُرمہ ڈالو گے کیونکہ جس کو یہ سُرمہ ڈال کر دکھانا تھا اس کی آنکھیں ہی چلی گئیں۔ اب وہ سُرمہ نکال کے دریا میں پھینک آئے گا۔ کہتا ہے کہ جس کو آپ نے دکھانا تھا' یہ عینک لگا کے شہر کی سیر کرانی تھی وہ بندہ ہی

نہیں رہا۔ جس شخص کے لیے یہ کامیابی مانگی تھی' وہ شخص ہی نہ رہا۔ اگر وہ شخص نہ رہ جائے تو یہ کامیابی بے کار ہو جاتی ہے حالانکہ کامیابی مل گئی ہے۔ جس مریض کا علاج کرنے کے لیے ڈاکٹر بنے وہ مریض اس کے ڈاکٹر بننے سے پہلے چلا گیا۔ یعنی جو ڈاکٹر بننے کا محرک تھا' وہ ایک محبوب مریض تھا جس کے علاج کے لیے تم نے ڈاکٹری سیکھی ہے۔ تو ڈاکٹری تو مل گئی ہے مگر مریض مر چکا ہے۔ اب ڈاکٹری گلے کا پھندا بن گیا ہے' اس ڈاکٹری کو کیا کرنا ہے ــــــ اب تو یہ پیشہ بن گیا ہے۔ پہلے کیا تھا؟ پہلے محبت تھی لیکن اب ایک پیشہ بن گیا ہے' مجبوری بن گیا ہے۔ میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ جو آپ کرتے رہتے ہو ذرا غور کیا کرو کہ کیا کرتے رہتے ہو' خوشیوں کے اندر غم اور غم کے اندر خوشیاں تم خود ہی بناتے رہتے ہو' اپنی آسائشوں میں خود زہر ملاتے رہتے ہو۔ آپ پروگرام بناتے ہو کہ ایک مکان بنالوں' تو بنالو۔ مکان ہونا چاہیے؟ ہونا چاہیے۔ پہلے تو پیسے جمع کرتے ہو کہ پلاٹ لینا ہے۔ پھر مکان کیسے بنے گا؟ کہتا ہے کہ جس طرح سب نے بنایا ہے' ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے۔ تو سود در سود' کہانی در کہانی' بینک والے بیٹھ کے لکھتے رہتے ہیں۔ کہتا ہے کہ پھر ساری عمر کا مقدر ہی خراب کر دیا۔ مکان خوشی کے لیے بنایا اور اندر سے کیا نکل آیا؟ پریشانی' اذیت' تکلیف اور ڈسٹربنس۔ پھر باہر کے ملک چلا گیا اور؟ پریشانی کی ایک نئی کہانی شروع ہو گئی۔ تو بے شمار

لوگ ہیں جنہوں نے ایسے واقعات کیے۔تم نے جو کچھ سوچا جو کچھ کیا اور جو حاصل ہوا وہ سب تمہاری سوچ کے برعکس تھا' حالانکہ وہ حاصل ہو گیا۔ کیونکہ تم دور سے فیصلہ کر رہے ہو کہ چار سال بعد یہ چیز ملے گی' پیسے ملیں گے' بڑے خوش ہوں گے ہم' بچے کھائیں گے۔ چار سال بعد پتہ نہیں کہ بچے کہاں ہوں گے اور آپ کہاں ہوں گے' کیا واقعہ ہوگا' کچھ سمجھ نہیں آتی۔ جس طرح لوگوں نے کہا تھا کہ پاکستان بنے گا تو سب لوگ خوش ہوں گے۔ کسی کو پتہ ہی نہیں چلا کہ درمیان میں کئی لاکھ آدمی غائب ہو جائیں گے' پھر ایسٹ اور ویسٹ پاکستان الگ الگ ہو جائیں گے۔ پہلے ہی تم نے پاکستان کے دو نام رکھ دیئے' ایک کا ایسٹ اور دوسرے کا ویسٹ۔ تو ایک ہی نام رکھنا تھا' یہ ایسٹ اور ویسٹ کیا ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس طرح کی بے شمار باتیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور یہ بات یاد رکھو کہ یہاں کے سفر سے جانا ضرور ہے۔ اپنے آپ کو زیادہ دقت میں نہ ڈالنا۔ اتنا علم حاصل کرو جس سے تمہیں آسانی ہو جائے۔ اتنی دوستی کرو جو ایک آدمی تک محدود ہو۔ اتنی دشمنی کرو کہ جتنا گزارہ ہو سکے۔ وہیں تک مکان بناؤ جہاں تک گزارہ ہو سکے۔ اتنی زندگی گزارو کہ قبر تک جانا آسان ہو۔ زیادہ پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اتنا ہنگامہ کرو کہ جس کے بعد تمہارا ذہن معطل نہ ہو۔ پھر سب کام آسان ہو جائے گا۔ اس طرح سماج بھی راضی' اللہ بھی راضی اور تم بھی

راضی۔

اور کچھ پوچھو_____ کوئی سوال_____

سوال:

بعض اوقات ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خود جو عمل کرتا ہے اس کو بھی تقدیر کہتے ہیں۔ یعنی انسان اپنے عمل کو بھی تقدیر کہتا ہے۔

جواب:

جب تم اپنے آپ کو اللہ کی طرف منسوب کر دو گے تو تمہارا عمل بھی تقدیر ہے' اور تم بھی تقدیر ہو بلکہ تم خود ہی مقدر ہو' بلکہ مقدر ساز ہی ہو۔ یہ سب ہے اگر اللہ سے منسوب ہیں۔ اگر اللہ سے منسوب نہ ہوں تو خدا سے آنے والی چیز کو بھی تم سمجھو گے کہ وہ تمہاری غلطی تھی۔ اس لیے یہ خیال کا نام ہے کہ اگر تم اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو تو تمہارا عمل جو ہے یہ بھی اللہ کا عمل ہے۔ جب اللہ کے حوالے کر دیا تو تمہارا عمل اللہ ہی کا عمل ہے۔ تمہارا خیال بھی اُدھر سے آیا ہوا ہے' کہ ہم ادھر سے آئے ہوئے ہیں۔

سی مرغ کوہ قافم از لامکاں پریدہ

یعنی ہم سی مُرغ ہیں کوہ قاف کے اور آئے ہیں لامکاں سے اور اُدھر ہی ہم اُڑ جائیں گے۔ اس لیے آپ کہاں سے آئے ہوئے ہو؟ کہتا ہے کہ ہم لامکاں سے آئے ہوئے ہیں اور پھر وہاں واپس چلے جائیں گے' یہاں پر اللہ کی

طرف سے عمل کرنے کے لیے آئے ہیں۔ کچھ ڈیوٹی دینی ہے۔ اور یہ کر کرا کے ہم واپس چلے جائیں گے۔ اس لیے انسان جو ہے یہ اللہ کے حوالے ہو۔ راستے میں بدلنا نہیں ہے۔ یہ نہ ہو کہ اللہ کے حوالے سے سفر کرو اور سماج کے حوالے سے پریشان ہو جاؤ۔ میں اس آدمی کی نشان دہی کر رہا ہوں اور یہ خطرناک بات ہے' کون؟ جو کہتا ہے کہ میں اللہ کے لیے چلا ہوں۔ پھر چل پڑے' بسم اللہ! اب کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ راستے میں لوگوں نے ہمیں ڈرا دیا۔ یہ آدمی جھوٹا ہے کہ اللہ کے حوالے سے نکلا' اللہ کے نام پر نکلا اور اب کہتا ہے کہ لوگوں نے ہمیں ڈرا دیا تھا۔ اب کہتا ہے کہ میں اللہ کے نام پر نکلا تھا مگر کیا نکلنا ہے' بس چھوڑو' آرام سے بیٹھو۔ تو یہ جھوٹا ہو گیا۔ اس لیے Change کون کر رہا ہے؟ یہ سارا راستہ۔ اس طرح عزم کی کمی ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے سے In Tune رکھو اور مذہب کے حوالے سے بھی۔ پھر ہر شے ٹھیک ہے۔ گھبراؤ ناں۔ غم اور خوشی سب ٹھیک ہے۔

اور بولو _____ کوئی اور سوال _____ سوچو

سوال:

آپ نے ابھی بتایا ہے کہ محنت نہ کی جائے اور سب کچھ اللہ کے حوالے سے کیا جائے۔ تو اس صورت میں سماج ڈسٹرب کرتا رہتا ہے کہ یہ کیا بندہ ہے؟

جواب:

سماج کمزور آدمی کو ڈسٹرب کرے گا اور طاقت ور کے ساتھ تعاون کرے گا یعنی جس کا خیال سٹرانگ ہے۔ جس طرح غم ہے کہ وہ کمزور آدمی کو کھا جائے گا اور طاقت ور آدمی خود غم کو کھا جائے گا۔ تو سماج تو بناتا ہے آپ کو۔ کس کو بناتا ہے؟ جس کے پاس پاور ہو۔ پاور خیال کی ہوتی ہے اور Consume کسے کرتا ہے سماج؟ جس کے پاس پاور نہیں ہے۔ مثلاً آپ کے گھر میں کوئی آدمی آجائے اور یہ کہے کہ یہ کوئی کمرہ ہے' یہ کیا گھر بنایا ہوا ہے' تم اس میں رہتے ہو' میں تو سمجھا تھا کہ آپ بہت اچھے آدمی ہیں۔ اس میں کیسے وقت گزرتا ہے_____ اگر تم طاقت ور ہو تو کہو کہ یہ ہمارا مکان ہے اس طرح جس طرح ہمارے بچے ہمارے بچے ہیں' ہمارے ماں باپ ہمارے ماں باپ ہیں' ہمارا مزاج ہمارا مزاج ہے' ہمارا چہرہ ہمارا چہرہ ہے' تو یہ ہمارا مکان ہمارا مکان ہے' تم کون ہو کہنے والے' تمہاری پسند کے پیدا ہونے سے پہلے ہم نے اپنی پسند بنالی تھی اور ہم تمہاری پسند سے بے نیاز ہیں_____ تم ایک بار یہ کہو گے تو تمہیں دنیا میں کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ ورنہ اگر تم یہ کہو گے کہ بس مجبوری تھی' میرا خیال ہے کہ میں مکان کو Change کردوں گا' اس دفعہ آپ ہمیں معاف ہی کردیں۔ اب تم ڈسٹرب ہو جاؤ گے۔ کیونکہ سماج کو تم راستہ دے رہے ہو۔ راستہ اپنے آپ کو دو۔ سماج

تو سڑک ہے' اس کو کیا راستہ دینا ہے۔ راستہ تو دینا ہے مسافر کو اور مسافر تم خود ہو اور سماج سڑک ہے۔ اس پر گاڑی چلاتے جاؤ اور پرواہ نہ کرو۔ سماج بے شک بولتا جائے' چیختا جائے' جو مرضی کرتا جائے' تم اپنا ارادہ پورا کرو۔ بات سمجھ آئی؟ کبھی اپنے آپ کو سماج کے حوالے نہ کرنا۔ سماج اُلٹا کے رکھ دیتا ہے' تابوت نکال کے رکھ دیتا ہے' کہتا ہے کہ اب ٹھیک ہے' اب یہ پھانسی تمہارے لیے موزوں ہے۔ سماج تو بے رحم ہے' ظالم ہے۔ سماج پورے لوگوں کا ایک Impact ہے۔_____

ہاں جی_____ بولیں_____ سعید صاحب بولیں۔

سوال:

آپ جو ارشاد فرماتے ہیں ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس پر عمل بھی ہو۔ کیا ہم تبلیغ کیا کریں کیونکہ یہ بھی اُمت کی ذمہ داری ہے۔

جواب:

آپ یہ تبلیغ کرو کہ کسی انسان کی کوئی تکلیف دُور کردو۔ یہ کافی ہے۔ اور جب وہ انسان تمہارا شکریہ ادا کرے تو اُسے کہو کہ اللہ کا شکریہ ادا کر۔ اس کے علاوہ تبلیغ نہ کرنا۔ یہ منع ہے۔ تبلیغ بند ہوگئی ہے۔ کسی انسان کی خدمت کرو اور اس حد تک خدمت کرو کہ وہ ممنون ہو جائے۔ جب وہ تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہے تو اُسے کہو کہ اللہ کا شکریہ ادا کر اور میرے حق میں دُعا کرو۔

بس ــــــــ کسی کو یہ نہ کہنا کہ اب تو یہ عبادت کر۔ نمازیں پڑھنے کا حکم دینے کی بجائے کسی انسان سے وعدہ لے لو کہ تم آج جا کے عشاء ضرور پڑھو' آج عشاء کا وعدہ کرو۔ تو یہ ٹرائی کر کے دیکھ لو کہ آج کی نماز' عشاء کی نماز جا کے پڑھو۔ تو میں نے یہ بتا دیا ہے کہ سب لوگ پڑھیں گے۔ تو میں نے کیا بتایا؟ عشاء کی نماز جا کے پڑھنی ہے۔ پھر آپ کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ فجر کی نماز پڑھنی ہے۔ ہر نماز کے بعد اگلی نماز کا فیصلہ کرو۔ نمازی ہونے کے پروگرام میں انسان آج کی نماز چھوڑ دیتا ہے کہ ہم عنقریب نمازی ہونے والے ہیں۔ تو عنقریب نمازی ہونے کی بجائے یہ کرو کہ آج کی جا کے نماز پڑھ لو۔ تو بات آسان ہو گئی ناں؟ عشاء کے بعد فیصلہ کرنا کہ فجر پڑھنی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ من چاہے تو' من کیوں نہ چاہے' یہ اللہ کا حکم ہے۔ میں آپ کو کوئی نئی بات نہیں بتا رہا۔ نہ میں آپ کو نماز کی رعایت بتا رہا ہوں' نہ میں یہ کہوں گا کہ روزہ چھوڑنے سے آپ کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی۔ عین ممکن ہے کہ وہ چھڑی جو اللہ بے روزہ کو مارے گا وہ آپ کو بھی لگ جائے' بے نماز کے ساتھ جو ہونا ہے وہ آپ کے ساتھ بھی ہو جائے' اس لیے اپنے دین پر کاربند رہو۔ ہم مسلمانوں کو دین کی بات نہیں بتا رہے بلکہ ہم مسلمانوں کو آسانی کی بات بتا رہے ہیں کہ دین پہ چلتے جاؤ اور آسانی کے راستے پر بھی چلتے جاؤ تا کہ دل' مَن شانتی میں رہے۔ دین کون سا ہے؟ دین وہی ہے اللہ' اللہ کے

محبوب ﷺ' اللہ کے فرشتے' کتاب' روزہ' حج' زکوٰۃ اور کلمہ شریف۔ تو توحید اور رسالت کی جو یہ بات موجود ہے وہی آپ کرتے جائیں۔ دین کے اندر کوئی نئی بات ابھی تک نہیں آئی اور نہ آنی ہے۔ دین وہی ہے جو آپ کے پاس ہے۔ قرآن شریف پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پڑھو' بحث نہ کرو۔ قرآن پڑھنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ اس کو پڑھتے جاؤ۔ اس کے معنوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اس کے معانی بھی حاصل کرتے جاؤ' ایک معنیٰ آج حاصل کرلو اور دوسرا کل کرلو۔ آسان بات ہے اور آسانی سے چلتے جاؤ۔ کہتا ہے کہ ایک ایک کر کے قرآن کیسے ختم ہوگا؟ تم ایک سانس میں زندگی ختم کر بیٹھے ہو' قرآن کیوں نہیں ختم ہوگا۔ زندگی تو خیر سے ایک ایک سانس میں ختم ہوئی ہے' ایک ایک لفظ میں قرآن بھی ختم ہو جائے گا۔ بس پڑھنے کی بات کرو' یہ ہو جائے گا_____ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامتی دے_____ حافظ صاحب دورد شریف سنا دیں_____

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سید نا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا افضل الانبیاء والمرسلین محمد واله واصحابه اجمعین_____ آمین_____ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

پھر دعا مانگ لو۔ سب کے لیے دعا ہے۔ رمضان شریف کا کیا پروگرام ہے؟

اپنی اپنی عبادت گاہوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس مہینے میں ہماری چار دفعہ میٹنگ ہونی تھی' آرام سے گھر پہ ٹائم لگاؤ' پھر عید کے بعد جو پہلی جمعرات ہے تب آجانا۔ جمعرات کو عید ہوئی تو پھر اگلی جمعرات کو۔ شاید نہ ہو' پھر بھی عید کے بعد جو فرسٹ جمعرات ہوگی تب ملاقات ہوگی اپنے اسی ٹائم پر۔

سوال:

رمضان شریف میں اگر کسی وقت آپ سے ملاقات کرنی ہو تو؟

جواب:

میں یہیں پر ہوں گا ملاقات کے لیے جمعہ کو صبح 9 بجے سے ایک بجے تک۔ آگے پیچھے ملاقات کا میرا ٹائم وہی ہوگا یعنی مغرب کے بعد یہیں ملاقات کریں گے۔ صبح کو بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے ٹیلیفون کر لو' پھر آجاؤ۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ ٹیلی فون کا نمبر آپ سب کے پاس ہے' رمضان شریف میں جس وقت کوئی خیال آجائے آپ فوراً آجاؤ۔ میں فرداً فرداً ذاتی ملاقات کے لیے انتظار کروں گا۔ رمضان شریف میں آپ آسکتے ہیں۔

سب لوگوں پہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

ہم سب لوگ مل کے پچھلے واقعات کی زندگی پر توبہ کرتے ہیں اور کلمہ پڑھتے ہیں۔ یارب العالمین ہمیں معاف فرما۔

استغفر اللّٰہ تعالیٰ ربی من کل ذنب اذنبتہ' عمداً او خطا سرّاً

أوعلانيةً و اتوب اليه ولا حول ولا قوة الاّ باللّٰه العلى العظيم.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم _____ لااله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه _____

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ معافی کرے! یا اللہ توفیق عطا فرما! یا اللہ استقامت دے!

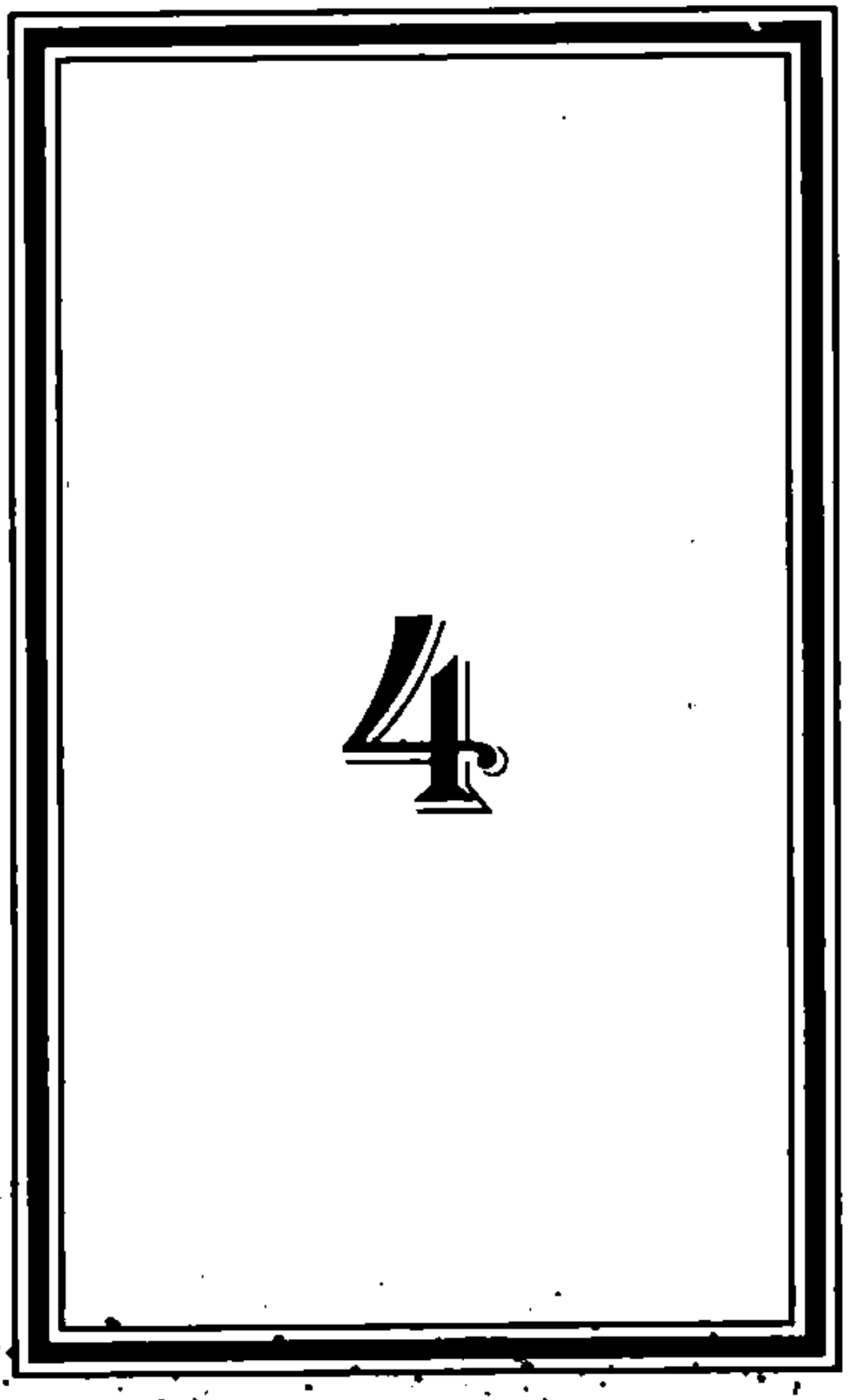

1 اگر انسان کا ماضی اچھا ہو' حال اچھا ہو' پھر بھی مستقبل کا خوف رہتا ہو تو ایسا کیوں ہے؟

2 جن کو نظر مل جاتی ہے' آنکھ مل جاتی ہے' جو آنے والے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں' ان کو پھر پریشانی نہیں رہتی۔

3 سر! بے ادبی معاف۔ ایک ڈر لگا رہتا ہے کہ جو رحمانیت میں ہے یا اس کے تقرب میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اگر آج وہ رحمٰن ہے تو کسی بھی معمولی بات پر وہ ناراض ہو سکتا ہے۔ اس سے انسان کو اندیشہ بھی لگا رہتا ہے۔ اور ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

4 سر! ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو اللہ کی مہربانی ہے وہ آخری دم تک رہے۔

5 کیا زمانے بھی اپنا اپنا مزاج رکھتے ہیں؟ جس زمانے میں ہم جی رہے ہیں کیا اس زمانے کا کوئی مخصوص مزاج ہے؟

6 سر! آج کل کے زمانے کو ہم اللہ تعالیٰ کے کس شخص سے منسوب کریں؟

7 اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں

اور اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجا کرو اور ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو صلوٰۃ بھیج۔

8 انسان سے ایسی غلطیاں کیوں ہو جاتی ہیں جو وہ نہیں کرنا چاہتا؟

9 مَیں نے ایک مَنت مانی تھی اور وہ پوری ہو گئی مگر میں وہ نہیں کر سکا جس کا عہد کیا تھا_____

سوال:

اگر انسان کا ماضی اچھا ہو، حال اچھا ہو، پھر بھی مستقبل کا خوف رہتا ہو تو ایسا کیوں ہے؟

جواب:

ہر انسان کا آپ کو کیسے پتہ ہے؟ ہر انسان کی یہ خوبی ہے کہ وہ ہر انسان کی طرف سے بات کرتا ہے۔ اور ہر انسان کی یہی خامی ہے کہ اپنے خیال کو ہر انسان کا خیال سمجھتا ہے۔ کہتا ہے کہ آج کل سب لوگ پریشان ہیں۔ تو یہ سب لوگوں کے بارے میں کہہ دینا کہ سب لوگ پریشان ہیں، یہ تو کوئی صحیح بات نہیں ہے۔ سب لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرنا آپ کا کام تو نہیں ہے۔ تو آپ Pure اپنی ذات تک رہیں اور تھوڑا سا پھیل جائیں۔ سوال کو Amend کرلو کہ کچھ لوگ پریشان ہیں۔ اب سوال کیا ہوا؟ کہ اگر ماضی صحیح ہو، حال بھی تکلیف دہ نہ ہو پھر بھی مستقبل کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس کو نیت کی اصلاح چاہیے۔ مستقبل کا تعلق یا تو باخبری سے ہے یا نیت سے

ہے۔ باخبر ہونے والا جانتا ہے کہ یہ چیز آ رہی ہے۔ باخبر آدمی کون ہوتا ہے؟ جس کو یہ پتہ ہو کہ ایسا وقت آ رہا ہے اور اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالے سے پتہ ہے کہ آ رہا ہے تو یہ لوگ تو آنے والے طوفان کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور پریشان نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ ہمالہ چل کے آ رہا ہے اور دھرتی پر آکاش گرنے والا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ گرے۔ وہ پریشان نہیں ہوتے۔ باخبر آدمی پریشان نہیں ہوتا۔ باخبر کی خوبی یہی ہے۔ اس کے لیے Genius کے لیے، جس آدمی کی نگاہ کھلی ہوئی ہو، یعنی جاننے والا، اس کے لیے کوئی چیز بصیغہء Wonders نہیں رہتی یعنی جس یہ وہ حیران ہو۔ تو جو ہونے والا ہے وہ ہونے والا ہے۔ یہ تو سب کو پتہ ہے کہ سب لوگ سب سے جدا ہو جائیں گے۔ اب یہ کوئی مفروضہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ عین حقیقت ہے۔ آج سے پہلے بھی بہت سے لوگ بہت سی دفعہ اکٹھے ہوئے اور بہت سی دفعہ الگ ہو گئے اور بہت عرصے تک نہیں ملے بلکہ پھر کبھی نہیں ملے۔ اس کو شاعروں نے کہا کہ کشتی کے مسافر، دریا پر کشتی کی سنگتیں اور ترنجن کی لڑکیاں کبھی مل کے نہیں بیٹھتے۔ تو ''بیڑی دا پُور اور ترنجن دی کڑیاں'' پھر کب ملیں گے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کو دوبارہ نہیں ملتا۔ اور جب دوبارہ ملتا ہے تب بھی وہ آدمی نہیں ہوتا جو کل ملا تھا۔ اور اپنے آپ سے اپنا آپ بھی دوبارہ نہیں ملتا، کچھ نہ کچھ چیز نکل چکی ہوتی ہے، کوئی نیا پرابلم آ چکا ہوتا ہے، زمین

سے کوئی وزن جا چکا ہوتا ہے اور زمین پر کوئی نیا وزن آ چکا ہوتا ہے' کوئی ذمہ داری اس کے اُوپر آ چکی ہوتی ہے' کوئی فرض کوتاہی بن چکا ہوتا ہے' کہیں نماز رہ گئی ہوتی ہے' اعمال نامہ یا ادھر ہو جاتا ہے یا پھر اُدھر ہو جاتا ہے' کچھ نہ کچھ ہو چکا ہوتا ہے۔ زندگی کا قانون یہی ہے کہ دو لمحات دو Consecutive Moments آپ کبھی ایک حالت میں رہ نہیں سکتے' کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے' کہیں نہ کہیں واقعہ ہو چکا ہوتا ہے' ستاروں کی سنگت بدل جاتی ہے' آپ کے سیارگان بدل جاتے ہیں اور دوسرے کا سیارہ آپ کے پاس سے گزر جاتا ہے۔ تو کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کو سمجھ آنی چاہیے کہ کوئی سنگت زندگی نے ہمیشہ کے لیے مل بیٹھنے کو Available نہیں کی۔ زندگی میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زندگی Jealous ہے اور جب دو آدمی اکٹھے بیٹھے ہوں تو یہ گھبرا جاتی ہے اور کہیں نہ کہیں انتشار پیدا کر دیتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ موت Jealous ہے' جہاں دو آدمی محبت کرنا شروع کر دیں تو یہ درمیان میں سے گزر جاتی ہے اور اگر نہ گزرے تو اپنا سایہ گزار دیتی ہے۔ یہ واقعہ ہم اکثر دیکھتے آ رہے ہیں۔ میری بات پہ غور کیا آپ نے؟ مضمون پہ غور کیا؟ کیا ہاتھ سے نکل تو نہیں گیا؟ _____ مقصد یہ ہے کہ جن لوگوں کو آنے والے وقت کا علم ہو جاتا ہے انہیں پریشانی نہیں ہوتی۔ یہ تو ہر باشعور آدمی کو پتہ ہے کہ ہر چیز جو

ہے یہ نہیں ہوگی۔ اسے ہم مشاہدے کا علم نہیں کہیں گے بلکہ یہ تجربے کا علم ہے۔ ہر چیز جو ہے وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ اور ہر نگت جدا ہوتی ہے۔ تو یہ بھی مشاہدہ ہی ہے اور یہ تجربے کا مشاہدہ ہے۔ وہ جس کو ہم Vision کہتے ہیں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اور یہ کہ

گاہ میری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

یعنی جو میں دیکھ رہا ہوں وہ کیسے بیان کیا کروں؟ جن لوگوں کو یہ ''دیکھنا'' ملا ان لوگوں کو پریشان کن واقعات دیکھنے کے باوجود پریشانی کوئی نہیں کیونکہ یہ اس آنکھ سے ملا جو اس وقت ملتی ہے جب دل اس کی مرضی کے تابع ہو جاتا ہے۔ تب پریشانی نہیں رہتی۔ یعنی جب دل اس کی مرضی کے تابع ہو گیا تو پھر پریشانی کس بات کی؟ بات سمجھ آئی؟ کیا سمجھے ہو بتاؤ!

سوال:

جو آپ نے فرمایا ہے وہ سمجھ آ گیا ہے۔

جواب:

کیا کہا ہے؟

سوال:

جن کو نظر مل جاتی ہے' آنکھ مل جاتی ہے' جو آنے والے واقعات کو دیکھ سکتے ہیں' ان کو پھر پریشانی نہیں رہتی۔

جواب:

آنکھ ملتی ہی ان لوگوں کو ہے جن میں وہ پریشانی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ اگر آپ یہ دعا نہ کریں

خدا سے چشم بینا بھی طلب کر
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اگر وہ اللہ تعالیٰ سے چشم بینا مانگ لیتا ہے اور اس نگاہ کے بعد اسے محسوس ہوتا ہے کہ جن کو وہ دوست سمجھ رہا تھا وہ دوست نہیں ہیں تو اب اس نگاہ کے حاصل ہونے کے بعد اس کا Reaction کرنا ناممکن ہے۔ وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے تمہیں کیا سمجھا تھا اور تم کیا نکل آئے ہو۔ تو اس نگاہ کے بعد یہ Reaction ناممکن ہے۔ اس بات پہ ذرا غور کرلو تو پھر اگلی بات کرتے ہیں۔ اگر آپ نے اپنی سوچ سے' اپنے تجربے سے محسوس کرلیا کہ یہ آدمی میرے ساتھ Dishonest ہے تو اُسے آپ ابلاغ کرو' اُسے بتاؤ کہ تیرا کل Behaviour تیرے پرسوں کے Behaviour سے تھوڑا سا جدا تھا' مجھے Evidence ملے ہیں کہ تم نے میرے ساتھ ناانصافی کی ہے' تم اچھے

آدمی نہیں ہو تم بہت بُرے ہو۔تو وہ آگے سے جواب دے یا نہ دے۔ جب آپ کو بالیقین مشاہدہ مل جائے کہ یہ آدمی میرے لیے تلوار لے کے آیا ہے تو پھر اس آدمی کے ساتھ آپ ذاتی طور پر Reaction نہیں کر سکتے' اپنے آپ کو بچا سکتے ہو لیکن Reaction نہیں کر سکتے۔ آنکھ دینے والے نے یہ شرط پہلے لگا رکھی ہے کہ ہم آنکھ اس کو دیتے ہیں جس کے پاس یہ قوت ہو' اتنی ہی قوتِ برداشت ہو' تب جا کے یہ آنکھ ملتی ہے۔لہٰذا وہ لوگ تو پریشان نہیں ہوتے جن کو مستقبل کی خبر ہو جائے کہ میرے لیے مستقبل مشکل آ رہا ہے۔ اس کو خبر کہاں سے ہوئی' کس ایجنسی سے ہوئی۔ خداداد ایجنسی سے۔ اللہ نے جس کو مستقبل دکھا دیا وہ کبھی پریشان نہیں ہوگا۔ دوسرے کو حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ مستقبل کے لیے پریشان ہو جب تک کہ اس کی نیت خراب نہ ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیونکہ آج کی نیت کل کا منظر ہوگا۔ اگر اس کو اپنی امیدوں پر بھروسہ نہیں ہے تو اُسے اپنے خدشات پر کیوں بھروسہ ہے۔ کہتا ہے کہ امیدیں دھوکا دے جاتی ہیں۔ اس سے پوچھو کہ آج تک تیرے خدشے کب پورے ہوئے۔ مثلاً سڑکوں پر خدانخواستہ حادثے ہوتے رہتے ہیں' اس لیے وہ کہتا ہے کہ ہم سڑک کے ذریعے نہیں جانا چاہتے۔ حادثے جو ہوتے رہتے ہیں وہ حادثے اس بات کا ثبوت ہیں کہ حادثے کے باوجود سفر جاری رہتا ہے۔ جہاں ایک حادثہ ہوتا ہے وہاں نو سو سفر درست بھی

گزرتے رہتے ہیں۔ حادثہ تو ایک آدھ ہوتا ہے۔ لہٰذا حادثے کے باوجود' گاڑی کے حادثے کے بعد حادثے سے متاثر لوگوں کو دوسری گاڑی میں لے گئے۔ مطلب یہ ہوا کہ اندیشے کا جواز نہیں ہے۔ اور آپ کے پاس اُمید کا موقع نہیں ہے۔ اب درمیان میں کیا چیز ہے جس سے آپ کو مستقبل کا خدشہ پیدا ہو رہا ہے؟ ایک تو آپ کے اپنے حق میں نیت اچھی نہ ہونا اور دوسرا یہ کہ اپنے Behaviour کی استقامت کا فیصلہ نہ ہو سکنا اور اپنے آپ کو محسوس کرنا کہ میں اتنا طاقت ور نہیں ہوں کہ میں اس مسجد میں دیر تک بیٹھ سکوں گا۔ تو وہ آدمی اب اندیشہ کرے گا جس کو اپنے ایمان اور اپنے دین پر اتنا بھروسہ نہیں جتنا اس کو ہونا چاہیے۔ تو اس کو مستقبل سے اندیشہ ہوگا۔ مستقبل کے اندیشے کی ایک اور وجہ ہے _____ کبھی کبھی ماضی میں ایک عمل انسان سے ایسا سرزد ہو جاتا ہے جس کو اس نے چھپا کے رکھ دیا اور زندگی میں کسی سٹیج پر اس کے ظاہر ہونے کا موقع مل گیا یا ملنے کا اندیشہ ہو گیا کہ کہیں Concealed جو ہے وہ Revealed نہ ہو جائے۔ اب اگر اپنے آپ پر یا اپنے اللہ پر بھروسہ ہو تو دعا مانگتے ہیں کہ وہ Concealed رہے' یا اللہ چھپی ہوئی خامیوں کو چھپا کے رکھنا۔ اسے ستار العیوبی کہتے ہیں۔ یا اللہ تو ستار العیوب ہے' ہمارے عیب کو چھپائے رکھنا۔ عیب کا ظاہر نہ ہونا اللہ کے فضل کا ایک بہت بڑا انداز ہے۔ بخشنے والے کا آپ کے ساتھ بخشنے کے

عمل کا یہاں سے بھی اظہار ہوتا ہے کہ آپ کی چھپی ہوئی کوتاہیوں کو اس نے چھپا رہنے دیا۔ آپ یہ سمجھو کہ آپ کے لیے اس کا فضل مائل ہے۔ یعنی کہ جب اس نے آپ کی چھپی ہوئی غفلتوں کو چھپا رہنے دیا اور ستار العیوبی کی۔ جب کسی پرانی حماقت کے ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے آپ استغفار پڑھیں کہ یارب العالمین رحم فرما۔ اس کی عملی شکل کیا ہے؟ کسی کی خامی کو کسی اور پر آپ ظاہر نہ کرنا۔ جب آپ کے پاس کسی کی خامی کا اظہار آئے تو آپ ستار العیوبی کیا کرو۔ میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ ستار العیوبی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ انسان کو یہ کرنا چاہیے کہ آپ کسی کے عیب کو چھپاؤ۔ تو لوگ جب آپ میں Confide کریں تو ان کے Confidence کو دھوکا نہ دو۔ اسے کہتے ہیں ستار العیوبی۔ ستار العیوب انسان جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ تو اے خدا کے بندے! تو انسانوں کی خامیاں نہ ظاہر کیا کر

تو یہ ہے مستقبل کے اندیشے سے بچنے کا طریقہ۔ اس شخص کے لیے جس کا ماضی بے داغ ہو، حال بھی ٹھیک ہو لیکن مستقبل کے لیے ذہن میں کچھ اٹک لگی رہتی ہے، پریشانی رہتی ہے کہ نجانے کل کیا ہو جائے، ایسے آدمی کے لیے ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اس آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنی نیت کی اصلاح کرے۔ نیت کے اندر جو انتشار ہے وہ مستقبل کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔

نیت کیا ہوتی ہے؟ کسی انسان کو سزا دینے کی خواہش یا عمل۔ یعنی کسی انسان کو اس کی بُرائی کے بدلے اگر سزا دینے کی خواہش پیدا ہو جائے تو اپنی چھوڑی ہوئی برائیوں کا ممکن اثر ہو سکتا ہے۔ جب تک تم نے دوسروں کی خامیوں کو سزا سے آزاد نہیں کیا تب تک تمہاری خامی پوری طرح سزا سے آزاد نہیں گنی جائے گی۔ عین ممکن ہے کہ کوئی چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے یا اندیشہ بن جائے۔ مستقبل کا اندیشہ کن کو نہیں ہوتا؟ اس کو نہیں ہوتا جو اللہ پر راضی ہو گیا اور وہ کہتا ہے کہ جو ہو رہا ہے وہ ٹھیک ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ جو آپ کی پسند کی بات ہے وہ نہیں ہوگی لیکن اللہ کی پسند کی بات تو ہوگی۔ تو جو اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو اس کو کوئی اندیشے نہیں ہوتے۔ جو شخص لوگوں کے عیب کو چھپاتا ہے وہ بڑا انسان ہونے کی بات ہوتی ہے۔ اگر کوئی آپ کو اعتماد میں لے کہ یہ ہماری غلطی ہے تو آپ اس کا اعتماد پورا کرو۔ یا تو آپ اسے کہو کہ مجھ پر اعتماد نہ کرو' میں اور طرح کا آدمی ہوں' میں دل میں بات رکھ ہی نہیں سکتا۔ اور اگر آپ کسی سے وعدہ کر لو تو ستار العیوبی اللہ کا کام ہے اور یہ ستار العیوبی آپ کا کام ہونا چاہیے۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس لیے پریشان ہیں کہ وہ اپنی خامیوں کا پراپیگنڈہ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں مصیبت آ گئی۔ اگر مصیبت آ گئی ہے تو بیان کیوں آیا ہے۔ اب لوگوں کا یہ ایک قسم کا رواج بن گیا ہے کہ اپنی خامیوں کا یا اپنی

پریشانیوں کا دوسرے کے سامنے اتنا برملا اظہار کرتے ہیں کہ وہ خامی Manyfold ہو جاتی ہے۔ اس کا جتنا بیان ہوگا یہ اتنی بڑھ جائے گی۔ خامی' اذیت اور پریشانی اس آدمی کے سامنے بیان نہ کرنا جس پر تمہارا اعتماد نہیں ہے۔ مگر آپ بیان کرتے چلے گئے' اس طرح یہ ایک عادت سی بن جاتی ہے۔ جو شخص اپنے مسائل کو چھپا نہیں سکتا' اپنی خامیوں کو چھپا نہیں سکتا' وہ دوسروں کی ستار العیوبی کیا کرے گا۔ اس لیے یہاں آ کے انسان کو پریشانی کا سامان کرنا پڑتا ہے اور مستقبل کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ مستقبل کا اندیشہ کس کو پیدا ہوگا؟ جو اپنی خامی نہ چھپا سکے اور دوسرے کی خامی کا اشتہار لگا دے۔ مستقبل کا اندیشہ اس کو ہوگا جس کی نیت میں اچھائی نہ ہو بلکہ نیت کی برائی ہو۔ مستقبل کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک اندیشہ Dawn کرتا ہے' یہ پورا Vision نہیں ہوتا بلکہ اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے لگ رہا ہے' اچانک میرے جی میں بات آئی ہے کہ کل کا دن بھاری ہوگا' یہ مجھے بوجھل لگتا ہے۔ تو یہ بلا سبب اندیشہ ہوتا ہے۔ جب ایسا وقت آ جائے کہ مستقبل کا خطرہ Knock کرے مگر اپنا نام نہ بتائے تو اس وقت آپ بکرے کی قربانی کرو' گائے کی کرو یا اُونٹ کی کرو۔ That is the proper time۔ یعنی صدقہ دیا کرو۔ تو جب آپ یہ محسوس کرو کہ کوئی خطرہ Knock کر رہا ہے' اُداسی لگ رہی ہے' طبیعت بوجھل لگ رہی ہے' کوئی Vacuum سا ہو گیا ہے' ہر چیز موجود ہے'

چیزیں گنو تو پوری ہیں' پیسے بھی ہیں' بینک اکاؤنٹ بھی ٹھیک ہے' اس میں بھی وقت نہیں ہے۔ پھر ہے کیا؟ فون کرو کہ خیریت سے ہو؟ تو وہ بھی خیریت سے ہیں' مگر کوئی Weight سا آ رہا ہے' وزن آ رہا ہے۔ یہ وقت ہے کہ آپ نماز اور خیرات سے مدد مانگو۔ اس وقت کو آپ یوں ٹالو۔ کیسے؟ صدقے اور نماز کے ساتھ اور اعتماد کے ساتھ۔ اگر ایسا وقت آ رہا ہے اور آپ کو محسوس ہو رہا ہے تو یہ نماز کا وقت ہے۔ جب وہ خطرہ Knock کر رہا ہے' گمنام خطرہ' بے نام ہوا سرزدی میں روشن دان سے آ رہی ہے تو ضروری ہے کہ آپ خدا کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔ جس شخص کو خدا پر پورا بھروسہ نہ ہو اور خطرے کا احساس ہو تو وہ شخص بہت دقت میں ہوتا ہے۔ اب آپ کو میں ایک ایسی بات بتاتا ہوں کہ شروع شروع میں فقراء یا علماء سب کو بلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جیسا بھی کچا پکا ہے اس کو آنے دو' ٹھیک ہے' اس کو ایسے ہی آنے دو۔ وہ کہتا ہے کہ سرکار اس وقت تو جوتے اتارنا مشکل ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس سمیت ہی آ جا۔ اس طرح بلا لیا' مانوس کر لیا' وابستہ کر لیا اور پھر بعد میں ایک بات بتاتے ہیں کہ اگر تیری طبیعت میں جھوٹ تھا تو اللہ کے دربار میں کیوں آیا' اگر تیری طبیعت میں جھوٹ ہے تو اس دربار سے باہر نکل' اللہ کے گھر میں آ کے تیری نیت ابھی تک اچھی نہیں ہو رہی ہے تو اب اس کی سزا ہو گی۔ پہلے کیا کہا تھا اس کو؟ جیسا ہے' کچا پکا ہے' اس کو کہا کہ اسلام کو قبول

کرلو کلمہ پڑھنے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔اب کیا کہا؟ اگر اللہ کے سامنے آ کے تمہارے اندر سے بدی نہیں جاتی یا بدنیتی نہیں جاتی تو تمہیں سزا ہوگی۔تو اس وقت اسے کہتے ہیں کہ دین میں مکمل داخل ہو جاؤ۔آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ کہ اب آپ لوگ مسجد میں آ گئے' اللہ کے قریب آ گئے' اب دل سے ہر طرح کا خیال نکال دو۔گویا کہ اللہ کو کہنا پڑا کہ اے ماننے والو مان لو یاایھاالذین اٰمنو اٰمنو یعنی اے ایمان والو' ایمان لے آؤ۔یعنی اے ایمان والو دل میں بے ایمانی چھوڑ دو' Real ایمان لاؤ۔گویا کہ ایمان لانے والا ممکن ہے کہ ایمان نہ لائے اور مومنوں میں شامل ہو لیکن اس کو اپنے چھوٹے سے ایمان کا یقین تو ہو مگر یقین بھی پورا نہ ہو۔یقین بڑی چیز ہوتا ہے۔اگر فلاح کا یقین ہو تو پھر ایمان قائم رہ جاتا ہے۔اگر فلاح کا یقین نہ ہو تو ایمان میں اندیشہ پیدا ہو جائے گا۔اس لیے مستقبل کے ممکن خطرے سے بچنے کا چارہ نمبر ون یہ ہے کہ دعا لو' نمبر دو یہ کہ صدقات دو' نمبر تین یہ کہ نماز کی عبادت کرو اور نمبر چار یہ کہ چھپی ہوئی غلطیوں پر پوری معافی مانگ لو اور جیسا ہو سکتا ہے اس کو ٹھیک کر لو۔لوگوں کی غلطیوں کا اظہار کرنا بند کرو تا کہ تمہاری غلطیوں کو چھپا دیا جائے' اپنی زبان سے کسی کی خامی بیان نہ کرو۔اگر ایک آدمی کافر ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ بڑا کافر ہے' اگر کل وہ آدمی اللہ کے حکم سے اسلام میں داخل کر لیا جائے تو آپ کا آج کا بیان کس کام کا۔جب تک

آدمی آخری سانس میں نہ پہنچے اس کے بارے میں رائے کا اظہار کرنے سے پہلے غور کرلیا کرو۔ آج کا مسلمان پتہ نہیں کل کدھر جائے گا اور آج کا کافر پتہ نہیں کل کیسے ہو جائے گا۔ پبلک کے اندر رائے دینے سے پہلے آپ احتیاط کیا کرو کیونکہ یہ حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی اور جنت کے مابین ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور وہ آدمی دوزخ میں جا گرے اور عین ممکن ہے کہ دوزخ اور بندے کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ ہو اور وہ آدمی جنت میں چلا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے ناں۔ گویا کہ Last moment بھی سفر کا راستہ بدل سکتا ہے۔ ایک آدمی جو ماننے والا ہو اگر وہ آخری وقت میں گلہ کر دے کہ یا اللہ یہ کیا ہے تو وہ گلہ کرنے سے کافر ہو جائے گا۔ اس لیے اپنے ایمان کا احترام کیا کرو اس کا شکر ادا کیا کرو یہ تم سمجھ رہے ہو کہ یہ تم نے حاصل کیا لیکن ایمان اللہ نے عطا کیا ہے۔ اگر کبھی ایمان مل جائے تو اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور یہ ہے نیاز۔ جب ایمان مل جائے' پتہ چل جائے' یقین ہو جائے تو اس کا دوسرا شکر کرو اور وہ کیا ہے؟ نیاز۔ اسے نیاز کہتے ہیں کہ یہ اس کے نام کی نیاز ہے' شکر کی بات ہے کہ اس نے مجھے میرے مانگے بغیر وہ اعتماد دیا جسے کہتے ہیں یقین بے گماں' ایسا یقین جس میں شک کا شائبہ ہی نہ ہو۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ ہے؟ تو کہو کہ ہے۔ تم نے دیکھا ہے؟ نہیں۔ پھر کیسے ہے؟ تم کہو کہ وہ ہے۔ تو ایسا یقین ہو جس میں شک کا موقع ہی نہ

ہو۔اس لیے مستقبل کے اندیشے کو حال میں مصروفیت اختیار کر کے ٹال دیا کرو۔آپ کیا کرو؟ حال میں اتنے مشغول ہو جاؤ' مگن ہو جاؤ کہ مستقبل اللہ کے حوالے رہنے دو۔ پھر جو کچھ آئے گا بہتر آئے گا' آج کا دن اچھا گزرا' کل بھی انشاء اللہ تعالیٰ اچھا ہو جائے گا۔بس یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو ہوا اچھا ہوا اور جو ہو رہا ہے وہ بہتر ہو رہا ہے اور جو ہوگا وہ اور بہتر ہوگا۔اس اعتماد کے ساتھ مستقبل کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں کبھی بدگمانیاں اور بدشگونیاں نہ کیا کرو۔ مستقبل بڑی Sacred چیز ہے' اس کا اندیشہ نہ کیا کرو۔

اب آپ اپنے دوسرے سوالوں پہ غور کریں_____ پوچھیں _____ آج سب لوگوں نے ایک ایک سوال کرنا ہے_____ کیا لکھ کے لائے ہو؟_____ بولو_____

سوال:

کیا کچھ مزاج ہی قنوطیت پسند ہوتے ہیں؟

جواب:

مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ ''قنوطیت'' لفظ کیا ہوتا ہے۔

سوال:

Pessimistic

جواب:

سوال:

جو آگے کے بارے میں مایوس ہو۔

جواب:

یہ آپ نے کس کے بارے میں پوچھا ہے؟

سوال:

In General کیا کچھ ایسے مزاج بھی ہو سکتے ہیں؟

جواب:

آپ نے جہاں سے یہ لفظ پڑھا ہے کیا وہاں نہیں لکھا ہوا تھا کہ ایسے مزاج ہوتے ہیں۔ وہ سوال کرو جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہو یا آپ کے ایمان کے ساتھ تعلق ہو۔

دوسرا شخص:

بعض سوال ہم سے تعلق نہیں رکھتے لیکن وہ سوال تو ہیں۔

جواب:

جو آپ سے تعلق نہیں رکھتے تو ان سوالوں کا جس چیز کے ساتھ تعلق ہے وہاں ان کا جواب موجود ہوتا ہے۔

تیسرا شخص:

جب جواب نہیں ملتا تو آپ سے پوچھتے ہیں۔

جواب:

مثلاً یہ جو سوال ہے کہ بعض لوگ قنوطیت پسند ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے' تو آپ کو پتہ ہے کہ وہ ہوتے ہیں' Pessimist بھی ہوتے ہیں اور Optimist بھی ہوتے ہیں' دونوں غلط فہمی میں ہوتے ہیں لیکن Optimist بہتری میں ہوتا ہے کیونکہ He has hope with him اور Pesssimist بلا سبب ہی اندیشے میں مبتلا ہوتا ہے' اُس نے آگے جا کے مار تو کھانی ہے مگر ابھی سے رو رہا ہے' اس کو درد آج ہی سے شروع ہو گیا' وہ دوہرے عذاب میں ہوتا ہے۔

سوال:

کیا وہ لوگ ایسا مزاج لے کے آتے ہیں؟

جواب:

کہاں سے لے کے آتے ہیں؟

سوال:

پیدائش؟

جواب:

جب وہ ہوتے ہیں تو پھر مزاج کیا ہے۔ پھر تو مزاج ہی ہوگا۔ کچھ لوگ دلیر مزاج ہوتے ہیں۔ اگر آپ سوال کریں کہ یہ پیدائش سے ہیں یا پیدائش سے پہلے یہ مزاج لائے ہیں تو میں اس کا کیا جواب دوں۔ آپ ہی

بتائیں۔

سوال:

آپ جواب دے دیں تو_____

جواب:

وہ پیدائش سے یہ مزاج نہیں لائے بلکہ یہ پیدائش سے پہلے کا ہے۔ دلیر جو ہے وہ دلیر ہوگا اور بزدل جو ہے وہ بزدل ہوگا_____ آپ کا سوال کیا ہے؟ مجھے آپ کا سوال سمجھ نہیں آیا۔

چوتھا شخص:

مثلاً ایک شخص کا ایک مزاج ہوتا ہے' وہ پیدائش سے پہلے متعین ہو گیا ہے تو کیا اس کا مزاج بدل سکتا ہے؟

جواب:

نہیں نہیں۔

سوال:

پھر آپ کی یا کسی اور کی تعلیم اس شخص پر کیا اثر کرے گی؟

جواب:

بنانے والے نے ایسا انسان بنایا کہ اس کے اندر پیغمبر بھیجے۔

سوال:

فائدہ کس کا ہوا؟

جواب:

فائدہ وہ جن کا فائدہ ہوا۔ باقی لوگ جو ہیں یہ اندر سے گلہ ہی کرتے رہیں گے کہ آپ نے ہم سے صحیح بات نہیں کی۔ کسی ایک بندے کی بات پر اعتماد کرنے والا کفر سے نکل جائے گا۔ اللہ نے آدمی کو بنانے سے پہلے بہشت اور دوزخ کو بنالیا۔ اب آپ بچ جائیں۔ دوسرے کے ساتھ اللہ جو بھی ہے آپ یہ دیکھو کہ آپ کے ساتھ وہ کیا ہے؟ وہ رحمٰن ہے۔ اب اس کی قہاریت کو مت بیان کر۔ تو جان بچانے کا یہ طریقہ ہے۔ اگر آپ اسلام کے راستے پر، اللہ کے راستے پر اور تقرب کے راستے پر جا رہے ہیں تو یہ نہ کہنا کہ اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کیوں چھوڑ دیا۔ یہ اللہ کی کائنات ہے، اگر آپ کو یہ سمجھ آئی تب بھی کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔

سوال:

سر! بے ادبی معاف۔ ایک ڈر لگا رہتا ہے کہ جو رحمانیت میں ہے یا اس کے تقرب میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ اگر آج وہ رحمٰن ہے تو کسی بھی معمولی بات پر وہ ناراض ہو سکتا ہے۔ اس سے انسان کو اندیشہ بھی لگا رہتا ہے۔ اور ڈر بھی لگا رہتا ہے۔

جواب:

یہ جو اس کی بے نیازی کا اندیشہ ہے یہ اندیشہ تو رہنا چاہیے۔ اسے

کیوں ختم کرتے ہو۔

سوال:

اس سے ڈر بہت لگتا ہے۔

جواب:

ڈر لگنے سے ہم نے آپ کو کب منع کیا ہے۔ ڈر تو لگنا چاہیے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ ایمان نہ چھوڑ جانا۔ ڈر جو ہے یہ دو چیزیں پیدا کرتا ہے' ایک تو یہ کہ آپ مایوس ہو کے دین چھوڑ جائیں اور دوسرا یہ ہے کہ آپ خوف زدہ ہو کے دین میں اور داخل ہو جائیں۔ جس آدمی کے مزاج میں رسی تڑانے کی صِفت ہے اس کے لیے ڈر جو ہے اُسے کفر کی طرف لے جائے گا۔ تو وہ آدمی جو دین کو سرسری طور پر اختیار کرنے والا ہے اگر وہ ڈر میں داخل ہو گیا تو دین چھوڑ جائے گا۔ میری بات سمجھ آئی آپ کو؟ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

یہی کہ ڈر کے مارے وہ دین سے دور ہو جائے گا۔

جواب:

اگر اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق قائم ہے تو ڈر جو ہے وہ اور قریب کرے گا۔ مالک کا ڈر جس کو زیادہ ہوتا ہے مثلاً کوئی نوکر ہو تو وہ زیادہ ڈر کے چوری کر کے چھوڑ جاتا ہے۔ اور محبت سے ڈرنے والا ڈرتا بھی رہتا ہے اور محبت بھی کرتا رہتا ہے۔ تو ڈر جو ہے اگر وہ محبت کے بغیر ہے تو عین ممکن ہے کہ تم

دین چھوڑ جاؤ۔ ڈر کو محبت کے ساتھ رکھو اور پھر آپ دین میں داخل ہوتے جاؤ گے یعنی ڈر بھی ہے اور محبت بھی ہے' تیرا بندہ بھی ہوں اور تیرا طالب بھی ہوں۔ آپ دیکھو کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پیغمبروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے محبت نامے جاری کیے اور سلام و درود بھیجا۔ لوگوں نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ تو اللہ کے محبوب ہیں' باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں' آپؐ اتنی عبادت کیوں فرماتے ہیں' ساری ساری رات جاگتے رہتے ہیں' اللہ نے خود کہا ہے کہ آپ تھوڑا جاگا کریں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ ہے' بادشاہ ہے' مالک ہے' جو اس نے مجھ پر نوازشیں کی ہیں کیا تم چاہتے نہیں کہ میں اس کا شکر گزار بندہ بنوں۔ آپ لوگوں کا سوال شکر گزاری کے علاوہ ہے۔ بات سمجھ آئی؟ آپ نہ شکر کرتے ہو اور نہ وابستگی کرتے ہو' پھر تو یہ سوال آپ کو کفرستان میں لے جائے گا۔

اب اس کا بندہ ہو کے سوال کرو۔ اس نے آپ پر رحم کیا اور آپ پر مہربانی کی۔ اب آپ کا سوال کیا ہے؟

سوال:

سر! ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو اللہ کی مہربانی ہے وہ آخری دم تک رہے۔

جواب:

تم آخری دم تک اس کے رحم کو پکارتے رہو اور انسانوں کو اپنے ہاتھ کی زد سے بچاتے رہو' لوگوں کے لیے رحم بن جاؤ۔ اگر آپ نے لوگوں پر رحم

کرنا شروع کر دیا تو اللہ کی مہربانی آپ کے ساتھ ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کے ساتھ آپ کی محبت اور ادب جاری رہے تو اللہ کی مہربانی آپ کے ساتھ ہے۔ میں بشارتیں اس لیے نہیں دینا چاہتا کہ آپ ابھی تک سماج کے لیے بے ضرر نہیں ہوئے۔ کوئی آدمی ہو جو ہاتھ کھڑا کر کے یہ کہے کہ میں ہر ایک کے لیے بے ضرر ہو گیا _____ پھر آپ کے لیے امید کا پیغام یہ ہے کہ جس دل کے اندر حضور پاک ﷺ کی محبت ہے وہ دل جو ہے اس کو اللہ تعالیٰ کسی قیمت پر دوزخ میں بھیجنا Afford نہیں کرتا۔ اللہ کے لیے Afford کا لفظ نہیں کہنا چاہیے لیکن محبوب ﷺ کا چاہنے والا دوزخ میں نہیں جا سکتا' وہ جا سکتا ہی نہیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اب اللہ سے کون ڈر رہا ہے؟ بدنیت ڈر رہا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ میں نے تمہیں مسلمان بنا دیا ہے اور تمہارے مانگنے سے پہلے اسلام دے دیا ہے' انسان بھی بنا دیا۔ حالانکہ میں چمگادڑیں بناتا ہوں' چھپکلیاں میں نے بنائی ہیں _____ چھپکلیاں بنانے والا' چمگادڑ بنانے والا' اُلو' شیر' گدھ سارے بنانے والا جو ہے اس نے تمہیں انسان بنایا ہے تو اب ڈرنے والی کیا بات ہے بلکہ یہ تو شکر والی بات ہے۔ اس نے کافر بنائے اور یہودی بنائے لیکن تمہیں اس نے مسلمان بنایا اور تمہارے مانگنے سے پہلے بنایا۔ تو یہ شکر والی بات ہے۔ اب اندیشہ کیا ہے بدنیتی کے علاوہ۔ تو "یہ نکال دو۔ جب تم نفلی نمازیں پڑھتے ہو تو تمہیں اندیشہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ

شخص اندیشے سے بچ نہیں سکتا جو اللہ کے ساتھ Fair نہیں ہے۔ جو شخص عبادت نہیں کر سکا اگر وہ اللہ سے کہے کہ تیری مہربانی ہے' معاف فرما دے تو اس کو اندیشہ نہیں ہوگا۔ اندیشہ کس کو ہوگا؟ جو عابد مشہور ہونا چاہتا ہے مگر عبادت میں داخل نہیں ہوتا تو اُسے اندیشہ ہوگا۔ جو فقیر کہلاتا ہے اور فقر سے آشنا نہیں ہے اُسے اندیشہ رہے گا۔ جو کہتا ہے اور جانتا نہیں ہے اُسے اندیشہ رہے گا۔ جس کی شہرت اور اصل میں فرق ہے اُسے اندیشہ رہے گا۔ جس کے بیان اور جس کے عمل میں فرق ہے اُسے اندیشہ رہے گا۔ تو آپ اندیشہ نکال دو' ضرور نکالو۔ اپنے بیان کو اپنے اصل سے کم کرو' Have more than you show اور Speak less than you know۔ اگر اپنے آپ کو بہت نمایاں کرنے کی خواہش بند کر دو تو اندیشہ نکل جائے گا۔ اندیشہ جو ہے وہ مبالغے کی پیداوار ہے۔ یہ کس کی پیداوار ہے؟ یہ مبالغے کی پیداوار ہے۔ اور اندیشہ جو ہے یہ دعوے کا نتیجہ ہے۔ تو آپ دعویٰ نہ کرو' مبالغہ نہ کرو' لوگوں کو ان کی برائیوں کی وجہ سے رُسوا نہ کرو' تو اندیشہ نکل جائے گا۔ یہ میں اندیشہ نکالنے کی بات کر رہا ہوں۔ اگر اللہ کی بات سمجھ نہیں آتی تو اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی بات کو سمجھو اور ان کے قریب رہو تو اندیشہ نکل جائے گا۔ پھر اندیشہ کس بات کا؟ پھر اندیشہ کوئی نہیں ہے۔ آپ کی توقعات تو لوگوں سے منسوب ہیں۔

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

تو کافری کی اتنی سی بات ہے کہ انسانوں سے توقعات ہوگئی ہیں اور اس طرح انسان مایوس ہوتا جارہا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پھر وہ کافری میں داخل ہو جاتا ہے۔

اب آپ اپنا سوال دُہرائیں۔

سوال:

میرا سوال یہ تھا کہ کیا قنوطیت مزاج کا نام ہے؟

جواب:

میں شروع سے یہ بتا رہا ہوں کہ وہ سوال پوچھو جس کا پتہ نہ ہو۔ آپ کا سوال یہ ہے کہ قنوطیت مزاج میں ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی۔

سوال:

مزاج سے میری مراد یہ ہے کہ کیا یہ کوئی فطری ودیعت کوئی چیز ہوتی ہے جس کو بدلا نہیں جاسکتا؟

جواب:

میں آپ کی سائیکالوجی اور فلسفے جانتا ہوں۔ اس کا جواب آپ خود بتائیں کہ کیا ہے؟

دوسرا شخص:

میرا خیال ہے کہ ان کا مطلب ہے کہ بعض لوگ اندیشہ کرتے ہی کرتے ہیں۔

جواب:

ان سے پوچھو کہ یہ ایمان داری سے بتائیں کہ کیا اس سوال کے جواب کا ان کو پتہ ہے کہ نہیں ہے۔

سوال:

میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ کیا یہ اٹل چیز ہے جو بدلی نہیں جاسکتی یا جو بدلی جاسکتی ہے۔

جواب:

آپ کا اپنا کیا خیال ہے؟

سوال:

میرا خیال ہے کہ یہ بدلی نہیں جاسکتی۔ اگر کسی کی عطا ہو یا نظر ہو تو یہ بدلی جاسکتی ہے۔

جواب:

پھر سوال کیا ہے؟

دوسرا شخص:

یہ ان کے ذہن میں اپنا خیال ہے۔

جواب:

پھر تو یہ بیان ہے' اب بتاؤ کہ سوال کیا ہے؟

تیسرا شخص:

ان کا سوال یہ تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے مزاج میں فطری طور پر اندیشہ ہوتا ہے۔ تو کیا ان لوگوں کو کسی تعلیم کے ذریعے سے' کسی اور طریقے سے' ان کی ذات سے نکال کر اُمید کے دائرے میں لایا جا سکتا ہے؟

چوتھا شخص:

اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ کیا فطرت Change ہو سکتی ہے؟

جواب:

یہ تو اور سوال ہے _____ ان کا یہ سوال غلط ہے۔ یہ ساری کی ساری جو بحث پہلے سوال کے جواب میں ہوئی تھی' جو سوال بلال صاحب نے پوچھا تھا تو ان کے ذہن میں آ گیا ہے کہ یہ قنوطیت ہے۔ وہ قنوطیت نہیں تھی۔ بلکہ مستقبل کے بارے میں ایک بات تھی۔

پانچواں شخص:

سر! ہمیں سائیکالوجی میں مصیبت پڑی ہوتی ہے Hope, Fear, Depression اور اس طرح کی چیزیں پڑھ پڑھ کے۔ ان کا سوال اس سلسلے سے Related تھا۔

جواب:

نہیں' انہوں نے یہ اطلاع دی ہے کہ اس آدمی کے اندر قنوطیت ہے جس نے وہ سوال کیا تھا۔ یہ سوال Genuine نہیں تھا۔ سوال یہ تھا کہ اگر میرا ماضی درست ہو' حال درست ہو تو پھر مستقبل کا اندیشہ کیوں ہوتا ہے؟ ایسی طبیعت جو ہے یہ قنوطیت آشنا نہیں ہے بلکہ اس کی اور وجوہات ہیں۔ سوال کرنے والے کا مزاج بھی دیکھو اور اس کو ویسے بھی پہچانو۔ اب اگر یہ General سوال ہے تو جواب یہ ہے کہ قنوطیت ہوتی ہے' یہ دور ہو سکتی ہے۔ آپ کو اپنے علاوہ کوئی آدمی مل جائے تو وہ قنوطیت کو دور کر سکتا ہے' کوئی ساتھ مل جائے تو یہ دور ہو سکتی ہے۔ تو مزاج بدلتے رہتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ ایمان ہے کیا؟ اس کیفیت سے دوری۔ سوال Genuine وہ ہوتا ہے جو Genuinely پیدا ہو۔ تو قنوطیت ہوتی ہے اور یہ دور ہو جاتی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنا ذاتی سوال' Genuine سوال دریافت کریں اور مذاکرہ کو Lead نہ کریں۔ جس کا جو مطلب ہے اسے خود بیان کرنے دو' وہ سمجھتا ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں _____ اب آپ اور سوال کریں۔ ہم تو ایک بات کر رہے تھے اور اللہ کے فضل کی بات کر رہے تھے اور ایک دم اس میں کہیں سے قنوطیت کا لفظ آ گیا۔ تو یہ کوئی لفظ نہیں ہے _____ اب آپ اپنا سوال بتائیں۔ مجھے قنوطیت والا یہ سوال پسند نہیں آیا۔ اب آپ بتائیں

کہ یہ سوال کیسے ذہن میں آیا؟

سوال:

بس آ گیا تھا' مجھے کیا پتہ کہ کیسے آیا تھا۔ وہ خود آیا تھا مگر مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیوں آیا تھا۔ مجھے بالکل ہی نہیں پتہ چلا کہ سوال کیسے آ گیا اور چونکہ آپ کا ارشاد تھا کہ سوال کرو تو میں نے سوال کر دیا_____ بہت سے مواقع پر ایسے لوگ مل جاتے ہیں جو مایوس کر دیتے ہیں مگر میں نے مایوسی محسوس نہیں کی۔

جواب:

اب سوال یہ بنا کہ اگر کسی میں قنوطیت ہو تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ مایوس ہوتے ہیں اور کچھ لوگ مایوس نہیں ہوتے' کچھ متاثر ہوتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتے_____ پھر سوال کیا بنا؟

سوال:

سوال یہ ہے کہ اس سے کیسے بچا جائے؟

جواب:

جس طرح آپ پہلے بچتے ہیں۔ آپ نے ابھی کہا ہے کہ آپ اثر نہیں لیتے۔

سوال:

کبھی کبھی اثر ہو بھی جاتا ہے۔

جواب:

آپ کے لیے Hope کا راستہ ہونا چاہیے_____اس سوال کو آپ Withdraw کرلیں۔آپ سے اتنے سالوں کے تعلق میں یہ ناپسندیدہ سوال تھا۔یہ سوال مجھے بالکل پسند نہیں آیا_____اور سوال پوچھیں۔

سوال:

کیا زمانے بھی اپنا اپنا مزاج رکھتے ہیں؟ جس زمانے میں ہم جی رہے ہیں کیا اس زمانے کا کوئی مخصوص مزاج ہے؟

جواب:

یہ پھر ایک بنیادی سوال آ گیا۔زمانوں کا مزاج ہوتا ہے۔یہ دنیا جو ہے اس میں اسلام کے علاوہ دنیا میں جو علوم موجود ہیں ان کو بھی آپ اپنے علوم سمجھو۔یہ دنیا جو ہے' مسلمانوں کے قبضے کے علاوہ جو دنیا ہے' اس کو بھی آپ اپنی دنیا سمجھو۔دنیا میں جس طرح Ages بنی ہیں' زمانے بنے ہیں' کہ کون سا زمانہ کیا ہوگا' اگر انگریزوں نے کچھ بتایا ہے تو وہ بھی آپ ہی کا علم ہے۔ایک زمانہ تھا جب یہاں پر ایک بہت بڑا بادشاہ تھا یعنی ہندوستان میں' اس زمانے میں ایران میں بھی ایک بہت بڑا بادشاہ تھا' افغانستان میں بھی ایک بڑا بادشاہ تھا' انگلستان میں بھی ایک بہت بڑا بادشاہ تھا' سپین میں بھی ایک بہت بڑا بادشاہ تھا اور فرانس میں بھی ایک بہت بڑا بادشاہ

تھا_____ ایسا زمانہ آپ کی نگاہ میں آیا؟ تاریخ جاننے والے ان میں سے کسی ایک بادشاہ کا نام لے سکتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کہ وہ Great Rulers کا زمانہ تھا' وہ زمانہ آیا عظیم بادشاہوں کا۔ پھر زمانہ آیا سیر کرنے والوں کا' تحقیق کرنے والے اور پیدل جانے والے سیاحوں کا زمانہ۔ پھر تحقیقات کا زمانہ آیا۔ پھر علوم وفنون کا زمانہ آیا' پھر Social Sciences کا زمانہ آیا' پھر انقلاب کا زمانہ آیا' پھر عذاب کا زمانہ آیا' پھر حکمت کے عروج کا زمانہ آیا کہ افلاطونانِ وقت پیدا ہوئے_____ تو زمانے ہوتے ہیں۔ یہ جو جڑی بوٹیوں کا علم ہے یہ سارا تجربے سے حاصل نہیں ہو سکا' لیبارٹری تو انسان نے آج بنائی ہے' یہ بوٹیاں خود بولتی رہی ہیں اور ان لوگوں کو بتاتی رہی ہیں کہ میں یہ صفت رکھتی ہوں۔ تو ان لوگوں نے ان کو اس طرح شامل کرلیا۔ یہ تجربے کی بات نہیں ہے' قطعاً نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ Age بھی آئی کہ جڑی بوٹیوں سے بات کرنے والے آئے' ستاروں سے بات کرنے والے آئے' سیارگان سے باتیں کرنے والے آئے۔ پھر فتوحات کے زمانے آئے۔ تو زمانہ دراصل یا تو انسان کی کسی صفت کے اظہار کا زمانہ ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی صفت کے اظہار کا۔ اگر وہ کہہ رہا ہے تو اللہ کی صفت کا اظہار ہو رہا ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ایک آواز آئی اور ہم نے بستی کو غرق کرنے کا حکم دے دیا۔ کسی بستی پر ایسا ایندھن

گرایا گیا کہ اُسے جلا کے راکھ کر دیا گیا۔ عجیب قسم کے عذاب نازل ہوئے' مثلاً آواز کا عذاب۔ ایک آواز آئی اور شامتِ اعمال وہ لوگ نہیں اُٹھے۔ تو یہ عذاب آتے رہے اور یہ Ages ہیں۔ ہر آواز جس سے اللہ تعالیٰ نے پوری بستی کو غرق کیا وہ ایک پورا زمانہ کہلاتا ہے۔ تو زمانے ہوتے ہیں' صفات والے زمانے ہوتے ہیں' نیلی ماے زمانے ہوتے ہیں' متبرک زمانے ہوتے ہیں' Inquisitive زمانے ہوتے ہیں' Elected زمانے ہوتے ہیں' مال کے زمانے' خزانوں کے زمانے' عروج کے زمانے اور Space کی Discoveries کے زمانے۔ تو یہ سارے زمانے ہوتے ہیں۔ ہر زمانے کا اثر ہوتا ہے اور زمانے کا مزاج ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ زمانہ اللہ ہی ہے۔ ایک مقام پر کہا گیا کہ زمانہ اللہ ہے اور اسے بُرا نہ کہو۔ اور زمانہ ماسوا اللہ بھی ہے' اسے اچھا بھی نہ سمجھو۔ تو اس کے درمیان بات ہے۔ تو زمانے کی بہت پوجا نہ کرو کیونکہ یہ اللہ کا غیر ہے اور زمانے کو بُرا نہ کہو کیونکہ یہ ہم خود ہی ہیں۔ تو ایک مقام یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اظہار کا زمانہ ہے اور جب انسان کہتا ہے کہ یہ میرے اظہار کا وقت ہے تو یہ غیر اللہ ہے۔ اس لیے زمانے ہمیشہ اپنا اپنا رنگ لاتے رہے۔ آپ ساری تاریخ دیکھو تو زمانوں کا رنگ ہے۔ تو یہ آپ کے سوال کا آدھا جواب ہو گیا کہ زمانے اپنا رنگ رکھتے ہیں' اپنا مزاج رکھتے ہیں اور ان کے اندر وہ صفات جلوہ گر ہوتی ہیں۔ ہندو کے گھر سے بھی

اسی طرح کی آواز آئے گی جس طرح مسلمانوں کے گھر سے۔ جب بارش آتی ہے تو اُدھر بھی بارش ہو گی اور اِدھر بھی بارش ہو گی۔ وہ اپنے علم میں یکتائیت بنالیں گے اور آپ اپنے علم میں یکتائیت بنالیں۔ اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ مثال کے طور پر عظمت کا زمانہ آیا۔ عظمت سے ہماری مراد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی عظمت ہے۔ اب ان کے مقابلے میں جو کافر کھڑا ہوا ہے وہ اپنی جگہ پر عظیم ہے۔ یعنی زمانہ ہے عظمت کا اور وہاں اسلام کے عظیم پیغمبر ﷺ کھڑے ہیں تو ان کے مقابلے کا کفر جو ہے وہ اپنے کفروں کے مقابلے میں عظیم ہوگا۔ ابوجہل جو ہے وہ پرانے ابوجہلوں سے عظیم ہو گا کیونکہ وہ مقابلے میں جو آئے گا۔ پرانے زمانے کے جو مقابلے والے لوگ تھے وہ چھوٹے چھوٹے تھے' موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون اور کسی کے مقابلے میں کوئی اور۔ اور جب سب سے بلند زمانہ آیا جو کہ حضور پاک ﷺ کا تھا وہاں پر ابوجہل کو کھڑا کر دیا گیا۔ یہ علم والا آدمی تھا' اس کے اندر اور صفات تھیں' اور بھی بڑے بڑے واقعات تھے۔ گویا کہ زمانہ ہوتا ہے۔ کیا ہوتا ہے؟ جب ایک صفت لیفٹ کی ہو تو رائٹ کی بھی آجاتی ہے۔ دونوں طرف سے یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ جہاں اسلام بلند ہوا وہاں اسلام کے مخالفین بھی اپنے طور پر بلند ہوتے ہیں۔ گویا کہ جب میں کہوں گا کہ This is the age of faith تو This also is the age of doubt آج جب

آپ لوگوں کے اندر ایمان کا یقین پیدا ہو رہا ہے تو آج وسوسوں کا بھی دور ہے۔ تو جتنا یقین بلند ہے اتنا ہی وسوسہ زیادہ ہے۔ جتنی تحقیق زیادہ ہے اتنا ہی شک زیادہ ہے۔ تو سارا دور ایسا ہو جاتا ہے کہ جو چیز بلند ہو جائے اس کے برعکس چیز بھی بلند ہو جاتی ہے۔ مثلاً آپ نے ایک دوائی بلند کر دی اور کہا کہ یہ ہر بیماری کا علاج ہے' تو پھر ایک نئی بیماری پیدا ہو جائے گی۔ کہتے ہیں کہ دیکھو اس کی کیا دوائی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی دوائی کوئی نہیں ہے۔ پھر دیکھتے رہے اور پتہ چلا کہ اس کا علاج آ گیا ہے لیکن پھر ایک اور بیماری آ گئی۔ یہ آنکھ مچولی چلتی رہتی ہے۔ آج کا انسان' انسانوں پر سٹڈی کرنے والا' علم کی ریسرچ کرنے والا' انتہا پر پہنچنے والی میڈیکل سائنس لیکن بیماریوں کا علاج نہیں ہے۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ آج بھی کتنی ہی بیماریاں ہیں جن کے علاج کا پتہ نہیں۔ کچھ بیماریوں کے تو نام کا بھی پتہ نہیں۔ بیماری تو بہت پرانی چیز ہے اور یہ غالباً پرانے پیغمبروں کے زمانوں سے چلی آ رہی ہے لیکن آج تک انسان کو اس کے علاج کا پتہ نہیں۔ اور انسان کا دعویٰ کیا ہے؟ دعویٰ آشنائی حق کا ہے اور کہتا ہے کہ ہم آسمانوں سے ہو آئے ہیں' Space کو دریافت کر لیا ہے' لیکن علاج نہیں جانتے۔ آج کا انسان اور زمانہ اِدھر بھی ہے اور اُدھر بھی ہے۔ علم جو ہے وہ چاند گاڑی کو نیچے کمپیوٹر سے ٹھیک کر لیتا ہے جو کہ وہاں پر خراب ہو گئی تھی' گاڑی کا پہیہ خراب

ہوگیا تھا۔ انتہا کی بات ہے۔ اور آج بھی آپ کے گھر ملازم جو ہیں وہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ کیا بات ہوئی۔ کیا آپ کے گاؤں میں کوئی ان پڑھ بھی رہتا ہے؟ بڑا افسوس ہوا مجھے یہ بات سُن کے۔ کہتا ہے کہ ابھی تو ہم بہت سارے ان پڑھ ہیں۔ لیکن ہم علم کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ لیکن ہر طرف انتہا کی جہالت بھی ہوئی پڑی ہے۔ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں خواندگی کی شرح ناخواندگی کی شرح سے کم ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے' انسان تر مندہ ہو جاتا ہے۔ تو آج کے زمانے میں جہاں تعلیم عام ہے' وہاں تعلیم نہیں ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ چلو یہ کہہ لو کہ آج کا انسان آسودہ ہے' آسودۂ روزگار ہے لیکن آپ میں سے بہت سے لوگ ملازم ہیں' میاں بھی ملازم' بیوی بھی ملازم' اردگرد سارے ہی ملازم اور حالات کیسے ہیں؟ کہتا ہے کہ گزر نہیں ہوتا۔ آمدن کی زیادتی ہے۔ لیکن خرچ زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ اگر اس میں ایک Activity بھرپور طور پر آجائے تو اس کے مقابلے کی Activity سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ اب اس کو آپ دریافت کریں کہ یہ کیا زمانہ ہے۔ تو زمانے ہوتے ہیں اور ان کا مزاج بھی ہوتا ہے۔ ادوار انسان پر بھی آتے ہیں اور زمانے پر بھی آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے دور آئیں گے جب ایمان پورا Sparkle کرے گا اور جب ایمان پر شک پیدا ہو جائے گا۔ تو آج کی Age

کی دریافت کرو۔ بین الاقوامی طور پر Age کچھ اور ہوگی اور آپ کے ہاں کچھ اور ہے۔

سوال:

سر! آج کل کے زمانے کو ہم اللہ تعالیٰ کے کس شخص سے منسوب کریں؟

جواب:

ان لوگوں کو ان کے زمانے میں چھوڑ دو۔ آپ اپنی بات کرو۔ تو ان لوگوں کو چھوڑ دو اور آپ اپنا سوال کرو۔ میری بات سمجھ آئی کہ میں کیا کہہ رہا تھا؟ تو ان کو آپ چھوڑ دو۔ ان کی بات نہ کرو بلکہ اپنی بات کرو۔ اس بات کو دریافت کرو کہ آپ کے ساتھ کون سا زمانہ ہے' پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ آپ مجھ سے کافروں کا زمانہ نہ پوچھو بلکہ ماننے والوں کا زمانہ پوچھو۔

سوال:

ہمارا زمانہ تو اچھا ہی ہے

جواب:

اگر اچھا ہے تو مبارک ہو_____ آپ سوال وہ کریں جس کا آپ سے تعلق ہو۔ یہ نہ کہو کہ باقیوں کے اوپر عذاب آئے گا' اگر آتا ہے تو آنے دو۔ نہ ماننے پر سرزنش آئے گی' آنے دو۔ آپ اپنی بات کرو کہ آپ کا کیا ہوگا۔ اللہ کی رحمت کی خوشی کب مناتے ہیں؟ آپ کے خیال میں جس پر

اللہ کی رحمت نہیں ہوتی اس کو رحمت میں داخل کرو۔ آپ کی یہ کوشش ہونی چاہیے۔ یہ صرف علم کو بیان کرنے اور سُننے کی بات نہیں ہے۔ جس شخص نے زیادہ لوگوں کو اللہ کی رحمت میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اس پر اللہ کی رحمت زیادہ ہے۔ جو آدمی لوگوں کی شکایت کرتا رہتا ہے کہ یا اللہ اس پر عذاب بھیج تو وہ آدمی خود عذاب میں آجاتا ہے۔ ہمارا دور جو ہے یہ شک اور یقین میں مبتلا ہے۔ یہ میں مسلمانوں کی بات کر رہا ہوں۔ آج کا مسلمان اپنے اسلام پر بہت حد تک شک کرنے لگ گیا ہے۔ آج کے مسلمان کا پرابلم یہ ہے کہ اُس کو خدا کے ڈر سے زیادہ غریب ہونے کا ڈر ہے، پیسے نہ ہونے کا ڈر ہے، پیسے کو یہ تقریباً اُس ذات کے برابر سمجھ بیٹھا ہے کہ یہ مشکل کشا ہے۔ بڑے سے بڑا ایمان والا آدمی جو ہے وہ بھی ایمان کی ایک شرط لگاتا ہے کہ اُس کے پاس کم از کم اتنا Basic Amount ہونا چاہیے، پھر وہ ایمان لائے گا۔ اور یہ ایمان کے اندر خلل ہے۔ اس لیے آج کے مسلمان میں سے پیسے کی محبت نکل جائے تو یہ مسلمان بہت اچھا ہو جائے گا۔ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان شرک تو نہیں کرے گا لیکن مسلمانوں کو پیسے کی محبت خدا کی محبت سے محروم کر دے گی۔ آپ سمجھو کہ یہ دور آسکتا ہے یا آگیا ہے۔ یہ آپ کا دور ہے۔ آج کے دور میں جس آدمی کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو وہ اچھا آدمی ہے۔ کامیاب آدمی ہے۔ آج کے مسلمان

کو اگر حضور پاک ﷺ کی شفاعت پر بھروسہ ہو تو وہ آدمی ہمارے خیال میں اچھا ہے۔ آج کا مسلمان دیکھے بغیر اگر اپنے مستقبل پر راضی ہو تو وہ آدمی بہت اچھا ہے۔ آج کا آدمی اگر اپنے بھائیوں کو اپنے پڑوسیوں کو خامی کے باوجود برا بھلا نہ کہے' ان کے خلاف پراپیگنڈہ نہ کرے' جس کی زبان سے مومن محفوظ ہو جائے وہ آدمی اچھا ہے۔ ورنہ لوگ کہتے کہ وہ تو ظالم آدمی ہے' وہ بہت ہی گندہ آدمی ہے' آپ کو اس کا پتہ نہیں ہے _____ تو اس کی زبان سے وہ آدمی محفوظ نہیں ہو رہا اور سننے والا بھی محفوظ نہیں ہو رہا۔ جس آدمی سے کوئی شخص گلہ سن رہا ہے تو بات Operative ہو گئی۔ کہ دوسرے آدمی کی برائی بیان کرنے والا دو دفعہ تکلیف میں جائے گا۔ ایک تو جو اس نے برائی کی ہے' غیبت کی ہے اور دوسرا یہ کہ اس کو اللہ کی بات بتانے کی بجائے کسی کی خامیاں گنوا رہا ہے اور اس کا ٹائم بھی ضائع کیا ہے۔ ایسا آدمی جو ہے سزا کا مستحق ہے۔ ایسے آدمی کو آپ سماج سے نکالو جو محبت کے طور پر دوستی بناتا ہے اور اس کی خامیوں کو سماج میں Propagate کرتا ہے' جو مسجدوں میں عبادت کے لیے جاتا ہے اور نمازیوں کے گلے کرنے کے لیے باہر آ جاتا ہے۔ یہ آدمی جو ہے یہ آپ کا چھپا ہوا دشمن ہے۔ یہ کہتا ہے کہ دیکھو مسجد میں کیا ہوتا ہے' اب مسجدیں تو مسجدیں نہیں رہ گئی ہیں' یہ مسلمان جو ہیں وہ مسلمان تو نہیں رہ گئے۔ اب یہ جو مسلمانوں کا گلہ کر رہا ہے' اسلام کا گلہ کر

رہا ہے وہ آدمی نقصان میں ہے۔ اس کی اصلاح کرو۔ کسی آدمی کی خامی جو ہے وہ بیان نہ کرو بلکہ اس کی اصلاح کرو۔ اگر اصلاح کر سکتے ہو تو اصلاح کرو ورنہ مسلمان کسی مسلمان کا گلہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کا بہت بُرا منایا ہے۔ غیبت کرنے والے کے لیے بہت ہی تنبیہہ آئی ہے۔ غیبت کیا ہوتی ہے؟ دوسرے آدمی کی خامی تیسرے کو بتانا۔ یعنی دوسرے آدمی کا تشخص تیسرے کی آنکھ میں خراب کرنا۔ تو کسی کی کردار کشی جو ہے یہ انتہا ہے چاہے وہ Genuine ہی ہو۔ لوگوں نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ غیبت کیا ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے بارے میں وہ بات کرنا جو تم اس کے منہ پر نہیں کر سکتے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ بات سچی ہو کہ جھوٹی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جھوٹی بات بھی غیبت ہے اور سچی بات بھی غیبت ہے۔ لوگوں نے آپؐ سے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم اس کے منہ پر اس کی خامی کہہ دیں تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ بے حیائی ہو گی۔ تو وہ تو غیبت ہے اور یہ بے حیائی ہے۔ اگر کسی کو یہ کہہ دینا کہ تمہاری ایک آنکھ جو ہے یہ دیکھنے والی نہیں ہے تو کانے کو کانا کہہ دینا اور اس کے منہ پر کہہ دینا اس انسان کی توہین ہے۔ اس لیے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے کی خامی دیکھے اور دور کرنے کی کوشش کرے۔ اگر خامی کو بیان کرنے کے لیے طبیعت چاہے تو آپ کے اپنے اندر خامیاں بہت ہیں، انہیں بیان کیا

جائے' یہ کافی ہے۔ اگر دوسرے کا بیان کرنا ہوتو اس کی خامی دور کرو ۔ بزرگوں نے فرمایا کہ دوزخ میں جانے والوں میں زیادہ خواتین کا امکان ہوسکتا ہے کیونکہ وہ گلہ کرنے والی ہوتی ہیں۔ تو گلہ چھوڑ دوتو آپ لوگوں میں کوئی خامی نہیں رہے گی۔ گلہ کا معنی یہ ہے کہ دوسرے کے بارے میں بات کرنا' ایسی بات جس سے اس کا وقار مجروح ہو۔ اتنی سے بات ہے' چھوٹی سی بات ہے' یہ کر لی جائے _____ تو یہ دور جو ہے ایمان کا دور ہے' شک کا دور ہے بلکہ یہ دور آری کے دندوں کی طرح چلنے والا ہے' کبھی ایمان عروج میں آجاتا ہے اور کبھی ڈپریشن آجاتی ہے کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے' پتہ نہیں ہفتے کو کیا ہوگا _____ تو انسان کے اندر کاٹ لگی ہوئی ہے۔ اگر انسان کا بھروسہ اللہ پر ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ بہت Achievement ہے۔ کیا Achievement ہے؟ کہ اللہ کا ثبوت نہ ملے لیکن اللہ پر بھروسہ ہو' کہ اللہ ہے اور اللہ مہربان ہے۔ تو مہربانی کے جواز کی ضرورت کوئی نہیں ہے بلکہ وہ مہربان ہے۔ وہ شخص جو پیسے کو لازمی طور پر ضروری سمجھتا ہے وہ ایمان سے الگ ہوگیا۔ یہ میں آپ کو بعین شریعت کی بات بتا رہا ہوں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ پیسے کے بغیر تمہاری زندگی نہیں چل سکتی تو یہ خیال جو ہے یہ گمراہی کا خیال ہے۔ پیسے سے آپ سرمہ خرید سکتے ہو لیکن پیسے سے آنکھ نہیں خرید سکتے۔ اتنی بات یاد رکھنا۔ تو جو آنکھ دینے والا ہے وہ سُرمے کا انتظام کردے

گا۔اس لیے رزق جو ہے اس نے عطا فرمانا ہے۔تو آپ رزق کماؤ اور ضرور کماؤ لیکن زندگی جو ہے وہ رزق کے ساتھ پابند نہ سمجھو۔ ورنہ رزق والا کبھی نہ مرتا اور بیمار نہ ہوتا۔تو رزق والے بیمار بھی ہو گئے' مر بھی گئے۔ ثابت یہ ہوا کہ پیسہ نہ بیماری سے بچا سکا اور نہ اس کو غم سے بچا سکا' نہ موت سے بچا سکا' نہ اپنی فکر سے آزاد کر سکا' نہ اُسے دوسروں کے اندیشے سے آزاد کر سکا۔تو پیسے نے کیا کام کیا۔ پیسہ ایک سفر کا ذریعہ ہے' اس کو سفر کے ذریعے تک ہی مانو۔ کہیں اس کو یہ نہ سمجھ لینا کہ خدا کے بغیر یہ بھی ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ جو سمجھ رہے ہیں کہ ان کا مال ان کو اخلدہٗ کہ مال ان کو Eternal بنائے گا وہ کبھی نہیں بنائے گا۔اس نے کسی کو نہیں بنایا آج تک۔تو یہ پیسہ' قوت اور مرتبہ ایمان کے اندر دراڑ ہے۔لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم مرتبے میں آگئے تو شاید ہم موت میں نہیں جائیں گے۔ مرتبہ' بادشاہت کا مقام یا پیسہ جو ہے یہ ماضی میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ سب فانی ہیں۔ یہاں دبدبے والے آئے' بادشاہت والے آئے' تم سیر کیا کرو اور دیکھا کرو کہ یہ کھنڈرات جو ہیں یہ کون سے زمانے کا محل ہیں۔اتنی سی بات میں ساری کہانی ختم ہو جاتی ہے۔تو یہ کھنڈر کس زمانے کا محل ہے؟ آپ ایک دفعہ کسی کھنڈر کو دیکھ لو تو پتہ چلے گا کہ پہلے وہاں کیا مقامات تھے۔ کبھی قلعے پر چلے جاؤ' وہاں کسی زمانے میں کوئی بادشاہ ہوتا ہوگا' وہ کیا ہوتا

ہوگا' اور اب کیا ہوتا جا رہا ہے' اور یہ سب قافلہ کہاں گیا۔ آپ کو فرصت نہیں مل رہی ہے اور آپ کو اس وقت فرصت ملے گی جب فرصت کا فائدہ نہیں ہوگا۔ آپ اپنی مصروفیت سے کبھی ایک دن نکال کے فرصت کی طرف بھاگ جایا کرو' گمنامی میں نکل جایا کرو۔ اگر ایک دن مشکل ہے تو چوبیس گھنٹے میں سے آدھا گھنٹہ اپنے آپ سے الگ ہو جایا کرو اور سوچو کہ اس جگہ رہنے والا انسان جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کے بغیر یہ زندگی چل نہیں سکتی' اس کے بغیر زندگی نے چلنا ہے۔ کیسے چلنا ہے؟ جیسے اس سے پہلے چلتی جا رہی تھی۔ تو اس کے جانے کے بعد بھی چلتے جانا ہے۔ تو پھر اس کے ہونے کا مقام کیا ہے اور اس کے بغیر کیا واقعہ ہوگا؟ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ میں نے آپ کو ایک بات کی تھی' ایک فقرہ بتلایا تھا کہ ہم سب لوگ جدائیاں ہیں اور ہم وصال بن کے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایسی بات ہے ناں؟ یہ ایک واقعہ ہے۔ آپ زندگی کے اندر کسی چیز کو اتنا ضروری نہ سمجھیں کہ آپ کو اللہ بھول جائے _____ ایک بات کا تو آپ ضرور وعدہ کرو کہ آپ کسی انسان کا گلہ نہیں کریں گے۔ ضرور وعدہ کرو۔ برے آدمی کا بھی گلہ نہیں کریں گے اور کسی آدمی کی خامی آپ تک آئے تو یہ ضائع ہو جائے' ختم ہو جائے' آگے سماج میں نہ جائے۔ جو آدمی آپ کے خیال میں ایمان کے لیے اچھا نہیں ہے' ملک کے لیے اچھا نہیں ہے' مسلمانوں کے لیے اچھا نہیں ہے تو اس کے لیے کیا طریقہ ہے؟ اس کی

اصلاح کرو اس کے لیے دعا کرو۔ تو اصلاح کرو اور دعا کرو۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ جب کسی آدمی کو اس کی خامی پر شرمندہ کر دیا جائے تو وہ خامی میں مستقل ہو جاتا ہے۔ شرمندگی جو ہے یہ خامی کو پختہ کر دیتی ہے۔ یہ بات آپ یاد رکھ لو۔ جب انسان ندامت سے گزر جائے تو وہ کہتا ہے کہ اب جو ہو سو ہو۔ تو لوگوں کو ندامت سے بچایا کرو تا کہ وہ خامیوں میں پختہ نہ ہو جائیں۔ ان کا راز رکھا کرو' برائی کا راز رکھا کرو تا کہ برائی کو دور کرنے کا امکان ہو۔ کبھی آپ کو اپنے بچوں میں' رشتہ داروں میں' عزیزوں میں' اگر غلطی کا پتہ چل جائے تو غلطی کو Open نہ کرو تا کہ دوسرے آدمی میں اصلاح کا موقع ہو جائے۔ جب تم بتاتے ہو کہ یہ غلطی ہے تو یہی تو پردہ تھا جو تم نے ہٹا دیا۔ خاص طور پر اولاد کا والدین کے ساتھ پردہ قائم رہنا چاہیے' ان کو غلطی کا حوالہ دے کے کبھی Openly تنبیہ نہ کیا کرو۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تو غلطی کا حوالہ دے کے تنبیہ نہیں کرنی ہے۔ اس طرح تو آپ نے پردہ اُٹھا دیا۔ بس راز کو راز رہنے دو۔ اگر آپ کی شخصیت کا رعب نہیں ہے تو آپ کی Speech کا رعب نہیں ہوگا۔ اس لیے ذرا دھیان کرو اور آپ اس کو بچاؤ۔ کسی آدمی کو اپنی زبان سے شرمندہ نہ کرو۔ آپ لوگ خاص طور پر یہ کوشش کیا کریں۔ ہر کسی میں کوئی نہ کوئی خامی تو ہوتی ہے۔ تو آپ لوگوں کی خامیاں بیان نہ کیا کرو۔ آج کا دور بڑے کرب میں ہے' یہ دور Multiple Activities کا

دَور ہے' آج کے آدمی پر بڑا دباؤ ہے' بڑا کرب ہے' سماج کا دباؤ ہے' اخلاق کا بھی دباؤ ہے' آج کا آدمی خدا کی طرف بھی جانا چاہتا ہے اور سماج کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا' زندگی کے تقاضے اور ہو گئے ہیں' دین کے تقاضے اور ہو گئے ہیں' آج کا انسان کبھی زندگی پوری کرتا ہے اور کبھی دین کو پورا کرتا ہے' بھاگم دوڑ' آج کا انسان اور مسلمان خاص طور پر پاکستان کا' نیم پاگل ہو گیا ہے۔ نیم پاگل اس لیے ہے کہ خدا کو چھوڑ نہیں سکتے اور زندگی سے منہ موڑ نہیں سکتے' تو کیا کیا جائے۔ زندگی کی آسودگیاں غیر اسلامی طریقے سے مل سکتی ہیں اور اسلامی طریقہ رائج ہونے والوں نے رائج ہی نہیں ہونے دیا۔ لہٰذا اگر زندگی کو چھوڑا جائے تو زندگی پھر پرانے آبائی مکان میں چلی جائے گی۔ چھوٹا سا ایک گاؤں تھا' اس کے اندر ایک مکان تھا' وہ بھی بھرم ہی بھرم تھا۔ تو زندگی وہیں کی وہیں چلی جائے گی۔ اس لیے آپ لوگ یہ بات سوچیں کہ آج کا انسان بڑی ہی تکلیف میں مبتلا ہے' زندگی کا تقاضہ اور ہے' دین کا تقاضہ اور ہے۔ آپ لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا ہونا چاہیے جو آپ کی زندگی اور دین کے تقاضے یکجا کر دے۔ یہ کیوں نہیں ہو سکتا' آپ لوگوں میں سے ہو سکتا ہے۔ آپ میدان میں جائیں' فراست کے میدان میں جائیں' بیان کے میدان میں جائیں' تحریر کے میدان میں جائیں۔ یہ جو Dichotomy ہے' دین اور دنیا کا جو فاصلہ ہو گیا ہے تو یہ دونوں ڈیپارٹمنٹ

پورے نہیں ہوتے۔ آپ لوگ اسے پورا کرنے کی کوشش کرو۔ آج کا انسان اگر اسلامی تعلیم حاصل کرے تو اُسے کالج میں داخلہ نہیں ملے گا اور اگر مل بھی گیا تو سروس نہیں ملے گی۔ جن لوگوں کو سروس ملتی ہے وہ انگریزی سکول کے ہوتے ہیں۔ اور جو انگریزی سکول ہیں ان کی انگریزی تعلیم ہوتی ہے۔ یا تو یہ ٹوٹل ختم کرو۔ تیل ہمارا وہاں پر ہے' خانقاہیں ہماری وہاں پر ہیں' اللہ ہمارا وہاں پر ہے' اللہ کے حبیب ﷺ وہاں پر ہیں' یعنی سب کا اللہ اور سب کے حضور پاک ﷺ لیکن تیل ان کا ہے۔ اگر اس چیز کو سب مسلمانوں کے لیے کر دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کی کفالت ہو جائے گی۔ ہو سکتی ہے کہ نہیں ہو سکتی؟ جب اللہ کے گھر میں تیل ہے' اللہ کے حبیب ﷺ کے ہاں تیل ہے تو پھر یہ سب مسلمانوں کا ہے۔ یہ کیسی بات ہے کہ باقی سارے مسلمان محروم ہوں اور وہ لوگ جو ان آستانوں کو بھی اتنا نہیں مانتے' ان کے پاس تیل کی یہ دولت ہو۔ جب حضور پاک ﷺ نے یہ دُعا فرمائی ہے کہ جہاں دنیا کی دولت ہو وہ جمیع مسلمانوں کے لیے ہو' وہ مسلمان اُمت کے لیے ہے۔ تو حضور پاک ﷺ کے دیس کی تمام فراوانیاں اُمت کے لیے ہیں۔ یہ بات دل میں یاد رکھنا اور موقع ملے تو زبان سے بات کرو۔ حضور پاک ﷺ کی بات سب اُمت کے لیے ہے۔ پاکستان کی جو سٹیٹ ہے اس میں جو بھی بادشاہ ہو' بادشاہ کی زندگی اور محروم التفات آدمی کی زندگی کا فرق مٹا دو۔ پھر بات

آسان ہے۔ اگر فرق مٹ گیا تو یہ برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگ اپنی اور نوکر کی زندگی کا فرق مٹا دو کیونکہ یہ آپ کے لیے مشکل ہے' آزمائش ہے لیکن آپ یہ مٹا دو تو کیا حرج ہے۔ جو آپ کو سماج کا سب سے چھوٹا آدمی نظر آ رہا ہے اس کے ساتھ سب سے بڑے آدمی کا فرق مٹا دو۔ یہ واقعہ ایک دفعہ کیا ہے حضور پاک ﷺ نے۔ آپؐ نے اپنی ظاہری زندگی کو' رہنے والی زندگی کو' گھر میں رہنے کے انداز کی زندگی کو اس آدمی کے برابر کر دیا جس کے پاس آسائش نہیں تھی۔ اگر فاقہ تھا تو ساری قوم پر فاقہ تھا۔ یہ آپؐ نے کیا اور آپؐ کے کچھ جاں نثاروں نے کیا۔ باقی یہ واقعہ کہیں نظر نہیں آیا۔ ورنہ تو ماننے والوں میں اور منوانے والوں میں ہمیشہ فرق رہا۔ اس لیے آپ لوگ اس بات پہ غور کرو' دعا کرو' ایک دوسرے کے ساتھ رحم کیا کرو' پردہ پوشی کیا کرو' اللہ تعالیٰ آپ کے پردے قائم رکھے' محفوظ کرے۔

ہم لوگ خاص وجہ سے اکٹھے ہوتے ہیں۔ کبھی کبھی اس وجہ میں اور وجوہات شامل ہو سکتی ہیں لیکن اصل وجہ تو اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی بات کرنا ہے۔ اس میں کوئی غیر متعلق بات کبھی کبھی ناگوار نہیں ہوتی لیکن جب میں ناگواری کا اظہار کر دوں تو پھر آپ اس بات کو چھوڑ دو' ختم کر دو۔ روکنے کا ایک لہجہ ہوتا ہے اور پتہ چل جاتا ہے کہ تکدر پیدا ہو رہا ہے۔ اتنی بات اگر آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ کون سا سوال کیا ہے تو پھر آپ کو تو پتہ ہی کچھ نہیں چل

رہا۔ Rumour جو ہے ناں وہ قبول کرنے کا نام ہے۔ اگر اگلا بندہ قبول نہ کرے تو پھر Rumour کیا ہے۔ بس اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

سوال:

انشاءاللہ یہ خیال رکھیں گے۔

جواب:

یہ اس سوال کے لیے کہہ رہے ہیں جو کیا گیا تھا۔ اس کی تو معافی ہوگئی ہے۔ مگر یہ لہجہ جو تھا کہ جب میں نے پوچھا کہ یہ سوال کہاں سے آیا تو کہا گیا کہ آیا سو آیا۔ تو مجھے Familiar بھی گستاخی والا لگتا ہے۔ میں کسی کے ساتھ اتنا Familiar نہیں ہوا۔ آپ سب لوگوں سے آشنائی ہے اور بس اتنی آشنائی ہے۔ بے باکی تو اللہ کے فضل سے کبھی آپ کے ساتھ ہونی نہیں ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ادب کا شعبہ آواز کو دھیما رکھتا ہے۔ میرے ساتھ اُونچی آواز مت نکالو میں Otherwise بھی سُننے کا عادی نہیں ہوں۔ جب میں یہ کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس سوال کا بُرا منایا ہے تو اب میرے ساتھ بحث کیوں کرتے ہو۔ اس کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ معافی۔ میں کئی سال سے دیکھ رہا ہوں کہ میرے ساتھ ایک خاص آواز سے بات کی جاتی ہے اس آواز سے زیادہ والیوم میں آپ کو کرنے نہیں دوں گا۔ میں صرف اس شخص سے بات کر رہا ہوں کہ جس کا کیس Hopeless ہے اور اس کو Hopeful بناتے

ہیں کہ یہ محسوس ہو جائے کہ آپ کی غلطی کیا تھی۔

سوال:

اب پتہ چل گیا ہے لیکن مجھے اس وقت اندازہ نہیں ہوا تھا۔

جواب:

یہ جتنے سوال آتے ہیں در اصل یہ سارے میرے اپنے سوال ہوتے ہیں۔ آپ کو پتہ چلا اس بات کا؟

دوسرا شخص:

مجھے تو پہلے دن سے پتہ ہے۔

جواب:

یہ کیسے پتہ چلا کہ سوال میرے اپنے ہوتے ہیں؟ سوال اور جواب ایک ہی ذات کے حوالے ہیں اور اس نے سوال بنائے ہوئے ہیں اور اس نے جواب بنائے ہوئے ہیں اور اسی یقین کے ساتھ میں یہاں آ کے بیٹھ گیا۔ مجھے پتہ ہے کہ جس نے جواب دینا ہے اسی نے سوال دینے ہیں۔ یہ سوال جو تھا وہ جواب کے کورس سے باہر تھا' محفل کے مزاج سے باہر تھا اور پھر اتنا پرانا ممبر ایسا سوال کرے جس سے ہمارا تعلق ہی نہ ہو کہ'' قنوطیت ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی''۔ ہماری محفل سے اس کا تعلق کوئی نہیں ہے۔ اس لیے آپ دھیان کرو۔ جب بات ہو رہی ہوتی ہے تو ایک مزاج سے بات ہو

رہی ہوتی ہے۔ اس لیے سوال والے کو اس مزاج کے مطابق چلنا چاہیے۔ مثلاً ہم ایک بات کر رہے ہوں کہ مہمانوں کی خدمت کیسے ہونی چاہیے اور اچانک ایک آدمی سوال کر دے کہ یہ جو فاسٹ میوزک ہے اس کے بارے میں Opinion دیں۔ میں اس کا Opinion تو دوں گا لیکن بات تو کوئی اور ہو رہی تھی۔ تو اس سے پہلے جو بات ہو رہی تھی اس سے اُس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے اور بات کا وقفہ بھی نہیں آیا تھا' خیال کا Pause بھی نہیں آیا تھا۔ اس لیے ایسے شخص سے مجھے توقع نہیں ہوتی کہ وہ بے ترتیب سوال کر جائے گا ورنہ سوالوں کا کیا' آپ کو پتہ ہی ہے اور آپ جانتے ہو کہ بہت سارے غیر متعلق سوالوں کے جواب میں نے بڑے ہی متعلق طریقے سے دیئے۔ اور ہمیشہ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اب تک حیرت ہو رہی ہے کہ ''قنوطیت کیا ہوتی ہے''۔ میں نے کہا تھا کہ آپ لوگوں کی کسی بات سے بھی کسی پہ یہ ظاہر نہ ہو کہ یہ اس کے لیے کہا ہے اور آپ کی باتوں سے دوسرے محفوظ رہا کریں۔ اب ایک آدمی نے ذاتی بات کی کہ مستقبل کے اندیشے کیوں ہوتے ہیں تو میں Discuss کر رہا تھا۔ اب چونکہ معافی ہو گئی ہے اس لیے بات ختم ہو گئی اور آئندہ کے لیے خیال رکھنا _____ اس کے لیے مجھے راضی کرنے کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اور سوال کرو۔ ورنہ میں اُٹھا دوں گا اور آپ کے ساتھ میں نے دوٹوک بات کر دینی ہے۔ تو اور سوال بناؤ جو Genuine ہو۔

اگر اجازت نہ ہو تو کمرے میں سوال کدھر سے آتا ہے؟ جس محفل میں ہم بیٹھے ہیں اس محفل میں وہ سوال کدھر سے آجائے جس سوال کی اجازت نہیں ہے۔ اب آپ نے سوال کر کے جانا ہے۔ سوال کا حکم ہے _____ سوال کرو _____ اب آپ نے رونا نہیں ہے۔ جب کئی سال پہلے آپ مجھے ملے تھے تو میں نے اس وقت کہا تھا کہ رونا نہیں ہے _____

سوال:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجا کرو اور ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو صلوٰۃ بھیج۔

جواب:

جب انسان روحانی سفر پہ چلتا ہے تو سوچتا ہے کہ اللہ کیسے درود بھیجتا ہوگا' یہ سب کو حکم ہے کہ درود پڑھو تو حضور پاک ﷺ اپنے آپ پر کس طرح درود بھیجتے ہوں گے اور اللہ نے ہمیں کہا ہے کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما اور ہم اللہ کو کہتے ہیں اللھم صل علی _____ بات صرف اتنی ساری ہے کہ آپ بھیجنے کا نام چھوڑ دو۔ یاد کا نام درود ہے۔ اب بتاؤ تم نے کیا بھیجا۔ یاد کا نام درود ہے' ادب کا نام سلام ہے' محبت کا نام ایمان ہے۔ آپ نے بھیجنا کچھ نہیں ہے' کہنا کچھ نہیں ہے بلکہ ادب' محبت اور یاد ہو۔ ہمیشہ ہی ایسے کہنا۔

جب درود کا وقت آئے تو محبت کا نام ہے درود۔ اس کے قبول ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ درود کب قبول ہوتا ہے؟ درود تب قبول ہوتا ہے جب درود یاد کرتے کرتے آپ کی آنکھ میں آنسو آجائیں۔ تو درود قبول ہو گیا۔ دعا کب قبول ہوتی ہے؟ جب انسان پر رِقت طاری ہو۔ صرف رِقت طاری ہو اور رونا نہ ہو۔ تو انسان کو جس وقت ٹھیس لگے اور وہ دعا کرے تو اس وقت دعا قبول ہو جاتی ہے۔ یہ مقام ہے درود کا۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ آپ اس دائرہ مقناطیس میں پہنچتے ہیں' آپ رسائی کرتے ہیں' ۔

رساں رساں بہ درِ روضہِ رسول کریمؐ

تو آپ رسائی کرتے ہیں' آپ پہنچتے ہو کہ ۔

اے ہوا جا' کبھی پیغام لے جا ہمارا

تو یہ آپ کی طرف سے ہے کہ کشاں کشاں آپ پہنچ رہے ہیں اور کبھی کبھی جو ہے اُدھر سے ایک ہوا آتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ کب ہوتا ہے؟ مثلاً آپ بے خبر سوئے ہوئے ہیں یا اپنے کام میں مبتلا ہیں تو آپ کو اپنی روٹین کی Activity سے ہٹا کے یاد کھینچ کے لے گئی اور آپ کو معلوم ہی نہیں ہوا کہ کیا تھا وہ In the form of a person ہو سکتا ہے کہ وہ کہے کہ کیا وقت ضائع کرتے جا رہے ہو' اِدھر آؤ _____ تو یاد مل گئی۔ کبھی اچانک کوئی ایسا واقعہ ہو جاتا ہے کہ آدمی کو نگاہ مل جاتی ہے۔ کبھی بچپن کے پڑھے

ہوئے درود کی تاثیر اس کو اب یاد آنی شروع ہو جاتی ہے کہ یہ بات جو ہے ہمارے استاد نے بتائی تھی' بزرگ نے بتائی تھی یا کسی اور نے بتائی تھی۔ تو آواز کا ویسا ہی ماحول آجائے گا۔ تو یہ ہوتا ہے کہ اس کو بُلاوا آ گیا' اس کو یادداشت آ گئی۔ تو عام حالات میں حضور پاک ﷺ کی محبت جو ہے یہ خود بخود روشنی کی طرح اندھیروں کے شکار میں رہتی ہے۔ وہ خود بخود ہی تلاش کرتے ہیں۔ اور خود بخود ہی عطا ہوتی رہتی ہے۔ کبھی آپ Approach کرتے ہو کہ آپ محبت کے ساتھ اور دیانت کے ساتھ درود پڑھتے پڑھتے اس دائرے میں داخل ہو جاؤ جہاں آپ کو خوشبو کا وہ دائرہ مل جائے ورنہ وہ خود ہی عطا فرماتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں آپ کو جو بھی حاصل ہو جائے وہ مبارک ہے۔ ایک حدیث شریف ہے' حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ من رآنی فقد رآ اللہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے اللہ کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کی بات میں کہیں بھی کمی نہیں ہے' سب بات مکمل ہے۔ اللہ نے کہا کہ میرا دیکھنا یا مجھے دیکھنا جو ہے یہ بڑی بات ہے لیکن یاد رکھنا کہ شیطان نے نہیں دیکھا ہوا۔ تو دیکھنے کی بات کا ایک مقام ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے بھی مجھے دیکھا۔ اور جس نے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے بھی مجھے دیکھا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تم کوئی درویش ہو' کچھ دیکھ کے

آئے ہو تم پاس سے گزرے ہو اور کسی کی نگاہ میں وہ روشنی چلی گئی۔ دیکھی ہوئی آنکھیں اَن دیکھی آنکھوں کو جب دیکھتی ہیں تو دیکھا جانا ہو جاتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ جب دونوں آنکھیں ملتی ہیں' ایک آنکھ نے دیدار کیا ہوا اور دوسری آنکھ نے انتظار کیا ہو' جب یہ دونوں آنکھیں آمنے سامنے چار ہو جاتی ہیں تو اس وقت ایک نیا تماشہ ہو جاتا ہے۔

سارا عالم ہے اک تماشائی
سب تماشہ ہے چار آنکھوں میں

تو وہ جو آنکھیں دیدار والی ہیں وہ سامنے اگر آ جائیں تو۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ لوگ یہ دعا مانگتے ہیں کہ یا اللہ کبھی کوئی دیکھنے والا دِکھا۔ بعض اوقات وہ جو دیکھنے والا ہوتا ہے وہ دیکھ کے چلا جاتا ہے اور پھر وہ نشان لگا جاتا ہے کہ اس کا اظہار بھی نہ ہو۔ بعض اوقات وہ اظہار اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ سارے کے سارے نشان ٹائم بم بنا دیئے جاتے ہیں۔ نشان یہ بنا دیا جاتا ہے کہ اس آدمی میں یہ صفت ہے' اس میں وہ صفت Develop کر دو' اوپر سے اس کا نشان باندھ دو' ابھی یہ ظاہر نہ ہونے پائے۔ اور دوسرے کے پاس جو صفت ہے اس پہ کچھ لگا دو تا کہ وہ اظہار نہ کرے' تو لب اظہار اور لب گویائی کو بند کر دو۔ وہ صفت اندر Develop ہوتی رہتی ہے۔ بنانے والے نے یہ ایک خاص وقت کے لیے بنایا کہ اس وقت کے بعد وہ جب کبھی اظہار کا موقع

چاہے گا تو اس وقت سارے کے سارے اظہار کریں گے۔ تو یہ دور یوں تیاری میں ہے کہ سارے کے سارے صفات کے طور پر بن رہے ہیں اور بنا رہے ہیں اور نمائش کا وقت بعد میں آئے گا۔ پھر نمائش لگے گی۔ یہ بھی ایک واقعہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ دیکھ جاتی ہے' اندر کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر اظہار کا موقع نہیں ملتا۔ فقراء بہت ساری قسموں کے ہیں۔ ایک وہ ولی ہیں جو اپنے آپ سے باخبر ہیں کہ وہ ولی ہیں۔ ایک وہ ولی جو اپنے آپ سے بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ ولی ہیں' انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا' بنانے والے نے بنا دیا مگر ان کو خبر ہی نہیں ہوتی۔ کچھ ولی جو ہیں وہ صفت کی وجہ سے ولی ہوتے ہیں' ولی' اللہ کا دوست ہوتا ہے' مثلاً سخی ہوتا ہے اور ولی ہوتا ہے۔ کچھ مرتبے والے بھی ولی ہوتے ہیں کہ اس کو مرتبہ جو ہے لوگوں کے لیے اتنا فیض دے گیا کہ وہ صاحب مرتبہ جو تھا اس کو اللہ نے ولی بنا دیا۔ تو یہ علیحدہ علیحدہ مقامات ہوتے ہیں۔ کچھ ولی ایسے ہوتے ہیں جن کو ولی ہونا ہوتا ہے ان کو وقت سے پہلے بھی ہونا ہی گنا جاتا ہے۔ کہ ہونا کب ہے انہوں نے؟ ہونا ہے دو سال بعد۔ اور اس کے ساتھ جاننے والے ابھی سے ایسا Behave کر رہے ہیں جیسے وہ آج ہی ولی ہے حالانکہ وہ نہیں ہے۔ لیکن وہ ہے۔ یہ مقام جو ہوتا ہے یہاں آ کے بہت سارے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں کہ یہ کیوں ہو رہا ہے یعنی کہ اس آدمی کے ساتھ ایسا سلوک کیوں ہو رہا ہے حالانکہ اس

آدمی کا ایسا حق نہیں بنتا لیکن اس آدمی نے ہونا ہوتا ہے تو اس کو آج سے ہونا گنا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاننے والے فقراء اکثر احمقوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہیں جو کہ فقراء نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تم اس کا آج کا دن دیکھ رہے ہو' تم اس کا Tomorrow دیکھو کہ کل اس نے کیا بننا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ تو بڑا ظالم آدمی ہے۔ کہتا ہے کہ آج یہ ظالم آدمی ہے' اس سے اچانک ایک نیکی سرزد ہو جاتی ہے اور اچانک اس نیکی کی بنا پر اس کو مقام مل جاتا ہے' ولایت مل جاتی ہے۔ تو ایسا مقام بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی گنہگار ہے' بہت گنہگار ہے' اللہ معافی دے' اعمال اچھے نہیں ہیں۔ آپ اعمال کی رُو سے اُس کو بُرا کہیں گے کہ اس کے اعمال غلط ہیں۔ اگر جنگ ہو جاتی ہے اور وہ شہید ہو جاتا ہے تو اس کو نشانِ حیدر مل جاتا ہے۔ اگر نشانِ حیدر نہ بھی ملے اور وہ صرف شہید ہو جائے تو شہید کو آپ کدھر Place کرو گے؟ بخششوں میں اور رحمتوں میں۔ آج جو شخص رحمتوں میں Place ہو گیا وہ جو کل پریشان تھا تو تمہاری محنت تو اس کے خلاف اکارت گئی۔ تم نے اس کے خلاف بڑی محنت کی تھی کہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے بلکہ بُرا آدمی ہے۔ اس لیے آج آپ یہ بات ضرور یاد رکھ لینا کہ وہ نیک مسافر جو نیکی کی راہوں پر' پگڈنڈیوں پر چل کر اگر بدی کی Destination تک پہنچے گا تو اس کی نیکی آج سے اکارت اور وہ برا مسافر جو بدی کے راستوں سے ہوتا ہوا آیا' اگر اس کے نصیب میں نیکی

کے کیمپ میں داخل ہونا لکھا ہوتو اس کو آپ آج ہی سے نیک سمجھو۔ لہٰذا جب تک آپ یہ نہ سمجھو کہ اس کا مقدر' اس کا انجام کیا ہے' Ultimate Destination کیا ہے' آپ اس کے بارے میں رائے نہ دیا کرو۔ رائے کب بناؤ؟ جب آپ کو اس کا انجام معلوم ہو۔ میرا آپ لوگوں کے بارے میں انجام سازی کے متعلق اچھا حکم ہے۔

سوال:

آپ کی مہربانی ہے_____

جواب:

اس میں میرے Contribution کی بات نہیں ہے بلکہ آپ کا اپنا نصیب اچھا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کیونکہ کوئی آدمی یہ بات سن سکتا ہی نہیں ہے جب تک اس کے من کے اندر موج نہ ہو۔ لہٰذا وہ آدمی آج سے نیک ہے جس کا انجام نیک ہے۔ ہر چند کہ وہ انجام ابھی نہیں آیا۔ وہ آدمی جو نیک ہے اور انجام کار اس نے بدی کرنی ہے تو اس کی نیکی آج سے ہی مشکوک سمجھو۔ لہٰذا آپ لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے لوگوں کے مالک سے صلاح مشورہ کر لیا کرو کہ اے اللہ! تو نے اس کو Ultimately کس کیمپ میں پہنچانا ہے؟ تب تک آپ لوگوں کے بارے میں یوں Opinion نہ بنایا کرو جیسے آپ آج کل بناتے رہتے ہیں۔ آپ

ماضی کے حوالے سے Opinion بناتے ہیں اور اس کا انجام مستقبل کے حوالے سے ہے۔ یہ ذرا خیال رکھا کرو۔ تو آپ کو یہ بات سمجھ آجائے گی کہ لوگوں کے ساتھ آپ کبھی ماضی اور حال کے حوالے سے سلوک نہ کرنا۔ پتہ نہیں اس کا کیا مقدر ہوگا۔ عین ممکن ہے کہ اس کا بہت اچھا مقدر ہو۔ اس لیے وہ ولی جو اپنی ولایت سے باخبر نہیں ہے اور وہ ولی جس کا Tomorrow ولی ہوگا اور آج Today وہ بے چارہ کتنی تکلیف میں ہے' تو اس کو آج سے ہی ولی سمجھو۔ اپنے آپ کو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ آپ پر کیا مہربانی فرما رہا ہے۔ اپنے آپ کو کیسے سمجھیں گے؟ اگر آپ کی Affinity اولیائے کرام کے ساتھ ہے تو آپ میں ولایت کے جراثیم ہوں گے' یہ محبت کے جراثیم ہیں۔ اگر باغیوں کے ساتھ Affinity ہے تو آپ کے باغی ہونے کا امکان ہے۔ اگر آپ کا گزر زیادہ عرصہ مرنے والوں کی صحبت میں ہوتا ہے یعنی جو مر چکے ہیں زندگی میں یا زندگی کے بعد' ان کی کتابوں کے ساتھ ہوتا ہے' پھر آپ کے لیے انجام اچھا ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کے قریب رہتے ہیں جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں تو آپ کے اندر ولایت کا امکان پیدا ہو گیا۔ اگر آپ کا Bias دینی ہے' اور آپ دینی حوالے سے قریب رہنا چاہتے ہو چاہے سمجھ آئے کہ نہ آئے تو پھر آپ کے ولایت کے امکانات ہیں۔ اگر آپ غریب کو اور غریبی کو برا نہیں سمجھتے اور دولت کو بہت اچھا نہیں سمجھتے ہو' اس کے فضل کے

حوالے سے آپ چل رہے ہو تو آپ میں ولایت کے امکانات ہیں۔ اگر آپ کسی انسان کی فریاد سن کے بے اثر نہیں رہ سکتے تو آپ کے اندر ولایت کے امکانات ہیں۔ یہ سارے کے سارے امکانات ہوتے ہیں کہ ولایت ہوتی کیا ہے' اس کے فضل کی تلاش۔ اب آپ اپنے طور پر سوچو کہ آپ کے اپنے کیا امکانات ہیں؟ اس کے فضل کی تلاش ہے یا اپنا کوئی دعویٰ ہے۔ فضل کی تلاش کرنے والے اکثر' بالعموم اللہ کے دوست کہلاتے ہیں۔ سخی اللہ کا دوست ہے' کا سب اللہ کا دوست ہے' کا سب یعنی ہاتھ سے کام کرنے والا' اللہ کے دوستوں کا دوست اللہ کا دوست ہے' اللہ کے محبوبوں کا محبوب اللہ کا دوست ہے۔ اللہ تو دوستی بناتا رہتا ہے لیکن آپ ہی نہیں بنتے نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ ہم دونوں ہیں دوست' ہم ولی ہیں' ہم تمہارے پالنے والے ہیں' اس دنیا کی حیاتی میں اور آخرت میں۔ تو وہ کہتا ہے کہ ہم تمہارے ولی ہیں دنیاوی زندگی میں۔ اب وہ دوست بننا چاہے اور تم کہیں مصروف طرب ہو تو پھر تمہیں احساس تو ہونا چاہیے۔ تو وہ آدمی جس کی تنہائیاں اللہ کی یاد سے آباد ہیں وہ ولی ہوتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھو کہ زندگی کے اندر آپ یہ فیصلہ خود کر سکتے ہو۔ جس کی نگاہ بزرگوں کی طرف ہے وہ ولی ہے اور جس کی نگاہ واضح طور پر بغاوت کی طرف ہے وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ جو اللہ کے محبوب ﷺ کے بتائے ہوئے راستے کے علاوہ کوئی راستہ

تلاش کر رہا ہے تو سمجھو کہ وہ محروم ہو گیا۔ جو اس راستے کو ہی Recast کرنا چاہتا ہے تو وہ ولی ہے۔ ولی ہونا آسان بات ہے۔ تو درود کا آسان طریقہ ہے؟ یاد۔ درود کبھی ہم بھیجتے ہیں' کبھی بُلا کے اور کبھی پاس جا کے۔ کبھی وہ بُلا لیتے ہیں اور کبھی ہم پکارتے ہیں۔ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ وہ عرصہ دراز تک کسی مزار پر قرآن پڑھتا رہا۔ بڑا خوبصورت قرآن پڑھتا رہا لیکن ایک چھوٹی سی آرزو تھی' وہ پوری نہیں ہوئی۔ آخر ایک دن اس نے چابک لے لی اور مزار کو چابک ماری۔ اس کا کام فوراً ہو گیا' کام بھی ہو گیا' نگاہ بھی مل گئی اور صاحب مزار سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا کہ ناراض کیوں ہو گیا' تیرا کام تو ہو گیا۔ اس نے کہا کہ میں اتنے عرصہ سے قرآن پڑھتا رہا مگر کام نہیں ہوا مگر چابک ماری تو کام ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ تو اتنا خوبصورت قرآن پڑھتا تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ قرآن پڑھتا رہے اور اگر کام ہو گیا تو تُو چلا جائے گا_____ بعض اوقات مانگنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ نجات جلدی نہیں ملتی اور وہ کہتے ہیں کہ پھر مانگو۔ اس لیے کبھی اپنی دعاؤں کے پورا نہ ہونے کا گلہ نہ کرنا۔ سوال جاری رکھنا' جاری رکھنا اور جاری رکھنا_____

اب اور سوال کریں_____ بسم اللہ آپ بولیں_____

سوال:

انسان سے ایسی غلطیاں کیوں ہو جاتی ہیں جو وہ نہیں کرنا چاہتا؟

جواب:

آپ ساتھ ساتھ چلتے رہیں ۔ اگر کیفیت کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں تو ایسی غلطی کبھی نہیں ہوگی۔ حکم ماننے والے سے غلطی نہیں ہوتی۔ جو ویسے ہی نمایاں ہونا چاہے اس سے غلطی ہو جاتی ہے۔ ساتھ ساتھ چلتے جاؤ۔ Ambitious آدمی سے غلطی ہو جاتی ہے۔ بس چلتے جاؤ اور آرام سے چلتے جاؤ۔ اور یہ جو ہم جیسے لوگ ہوتے ہیں جب ہم ایک بات کر رہے ہوں تو خاص طور پر جو زیادہ قریب رہنا چاہے وہ تو میرا مزاج آشنا ہونا چاہیے۔ مثلاً میں اس وقت مغل صاحب سے بات کر رہا ہوں اور بڑی سخت بات کر رہا ہوں تو اب اس وقت تم مجھے اپنا مسئلہ بیان نہ کرو کیونکہ I am busy elsewhere۔ تو جو آدمی اتنا مزاج آشنا نہ ہو اس کا سوال چاہے کسی بارے میں ہو اس کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔ مقصد یہ کہ مزاج آشنائی ہونی چاہیے۔ اگر کوئی ناواقف ہو کوئی نیا آدمی آ کے سوال کرے کہ جناب یہ بتاؤ گاڑی کسے کہتے ہیں' انجن کیا ہوتا ہے؟ تو میں اس کو بتاؤں گا۔ ایک آدمی جو پرانا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ میں کسی خیال میں Involved ہوں' ایک بات کی تخلیق ہو رہی ہے' بات کی Weaving ہو رہی ہے تو اس کے اندر ایسا سوال کر دینا کہ جو بے کیف سوال ہو' سوال غلط نہیں ہے بلکہ کیف کی بات ہو رہی ہے' بات حُسن کی ہو رہی ہے' جمال کی ہو رہی ہے' مستقبل کی ہو رہی ہے'

حال کی ہو رہی ہے اور درمیان میں ایک سائنٹیفک سوال آجائے کہ یہ ڈپریشن کیا ہوتی ہے' قنوطیت کیا ہوتی ہے' میز کیا ہوتی ہے' کرسی کیا ہوتی ہے_____ یہ تو بچے بھی بیان کرتے رہتے ہیں کہ قنوطیت کیا ہوتی ہے' ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی' کتابوں میں یہ سارا مل جاتا ہے۔ تو یہ وہ واقعہ نہیں تھا جس میں ہم مبتلا تھے۔ ہم کسی کیفیت میں مبتلا ہیں اور جب تک ہم کیفیت سے فارغ نہیں ہوتے ہم آپ کو چھٹی نہیں دیتے۔ اور کیفیت نہ ہو تو ہم ایک منٹ بھی نہیں بیٹھتے۔ ایسا واقعہ ہے کہ نہیں ہے؟ ایک آدمی ناواقف اور ناآشنا ہو تو ہم مائنڈ نہیں کریں گے لیکن آپ سے یہ توقع نہیں کہ آپ میری کیفیت کو ہی نہ سمجھو۔ مثلاً میں غم بیان کر رہا ہوں اور تم کہو کہ شادی کا معاملہ کیا ہوتا ہے۔ وہ تو غم میں بیٹھا ہوا ہے' اگر خوشی میں بیٹھا ہوتا تو اس سے خوشی کے بارے میں بات کرتے۔ آپ نے بالکل ہی سوال کی ایسی لائن چھیڑی جس کا نہ سیاق کے ساتھ تعلق تھا اور نہ سباق کے ساتھ تعلق تھا' نہ میرے حال کے ساتھ تعلق تھا اور نہ تمہاری ضرورت کے ساتھ تعلق تھا۔ اس بات کے لیے مجھے پھر افسوس ہوا۔ یہ بات Uncalled for تھی۔ کبھی کبھی یا اکثر سوال بالکل وہی آتا ہے جو سب لوگوں کی ضرورت اور احساس کا سوال ہوتا ہے۔ اب یہ کسی کا کمال نہیں ہے بلکہ کیفیت سوال ساز ہوتی ہے اور کیفیت ہی جواب ساز ہوتی ہے۔ سوال اور جواب ایک ہی شے کے نام ہیں' کیفیت

کے نام ہیں۔ آپ وہاں اس کیفیت میں بیٹھے ہیں اور ہم یہاں اس کیفیت میں بیٹھے ہیں۔ یہ اُس کا اپنا کام ہے کہ کس کو کہاں بٹھا دیا اور کس کو کہاں۔ مجھے ذرا بھی فرق نہیں پڑتا کہ میں وہاں آ جاؤں اور آپ یہاں آ جائیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بات یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اندر سے قطرہ قطرہ نئے حوادث اور خیالات ٹپک رہے ہیں۔ یہ سوال بھی اس کے اور جواب بھی اس کے' بات بھی اس کی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اب اگر یہ کہیں کہ کسی شخص نے یہ کیفیت ختم کرنی ہو جس میں ہم بیٹھے ہوں یا یہ واقعہ بند کرنا ہو تو ہم یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہماری محفل سے اور ہم سے بہت قریب کا تعلق ہے۔ پھر یہ کہنے کے بعد پتہ ہے کہ کیا ہوگا؟ کہنے کے بعد یہ ہوگا کہ محفل بند ہو جائے گی۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہم ٹرائی کر رہے ہیں۔ ہے بالکل اس کے ساتھ تعلق اور جس وقت ہم ہوتے ہیں اس کا قرب ہوتا ہے اور یہ اس کی مہربانی ہے۔ یہ ہمارے دور کا بڑے دوروں کے بعد ایک خاص واقعہ ہے کہ اس کی مہربانی سے سوالات جوابات کے اندر بہت ساری باتیں جو دین کے اندر موجود تھیں اور جن کا جواب آج ہم نہیں بتا سکتے کہ کیا کیا سُن لیا یا کیا کیا بول چکے ہیں لیکن یہ بولی ہوئی بات اور یہ سُنی ہوئی بات' یہ سارا واقعہ' جب. اس میں ابلاغ آئے گا' دن کی روشنی ہو جائے گی' لفظ بن جائے گا یا پرنٹ ہو جائے گا تو پھر یہ وہ بات ہوگی کہ بہت سارے لوگوں کے سوالوں کے جواب

مل جائیں گے۔ پھر ساری بات نکل آئے گی۔ ہم سارے اس لیے توجہ کے ساتھ بیٹھے ہیں کہ بات کیا ہو رہی ہے۔ مثلاً وہ باتیں جو کتابوں میں Available ہیں اس سے تو ہم دور جا چکے ہیں۔ تو گمراہی بھی نہ ہو اور وہ واقعہ ویسے بھی نہ ہو جیسا ہم دیکھ کے آئے ہیں۔ تو اس کے اندر کوئی سائنس کا سوال کہ مالیکیول کیا ہوتا ہے' نیوٹران کسے کہتے ہیں اور الیکٹران کیا ہوتا ہے _____ یہ میرے خیال سے سوال نہیں ہے حالانکہ میں جانتا ہوں۔ اس لیے میں نے یہ سب کہا ہے۔ آئندہ اس بات کا خیال رکھنا۔ سوال پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ سوال ایک قسم کا سیڑھیوں کی لینڈنگ ہوتی ہے' مثلاً ہم ایک سیڑھی چڑھ آئے ہیں' آگے ایک اور راستہ آ گیا تو ایک اور سوال آ گیا۔ اسی طرح چلتا جائے گا۔ یہ نہ ہو کہ آپ Poetry کے اندر Mathematics کا سوال کر دو۔ حالانکہ دونوں ٹھیک ہیں لیکن اس وقت ٹھیک نہیں ہیں۔ کیونکہ ایک کیفیت ہوتی ہیں اور اگر آپ کیفیت آشنا نہ ہوئے تو کیا ہوئے۔ پھر اس بہار کا کیا کریں کہ جس میں گائے بھوکی رہ جائے۔ تو وہ کیا بہار ہے جس میں بڑی چراگاہیں تھیں مگر گائے بھوکی مر گئی۔

اب آپ سوال کریں _____ آپ چپ کیوں ہیں؟ کیا گھر میں چپ رہتے ہیں؟ اگر چپ رہتے ہیں تو میں اجازت دیتا ہوں کہ سوال نہ کرو _____ تو سوال کریں _____ بولیں _____

سوال:

مَیں نے ایک مَنت مانی تھی اور وہ پوری ہوگئی مگر میں وہ نہیں کر سکا جس کا عہد کیا تھا_____

جواب:

جو دُعا قبول ہوتی ہے وہ دُعا کی وجہ سے ہوتی ہے مَنت کے اظہار سے نہیں ہوتی۔ مَنت جو ہے یہ آپ کا طریقہ ہے کہ یہ اس کی خوشی میں کریں گے۔ اگر مَنت آپ کی ہستی سے زیادہ ہو جائے تو آپ کسی سے پوچھ کے کچھ کر لیا کرو۔ ایک آدمی نے غصے میں مَنت مانی کہ اگر ایسا واقعہ ہوا تو ہم آپ کو سو لاٹھی لگائیں گے اور وہ بات پوری ہوگئی۔ لاٹھی لگانے کا وقت آ گیا۔ بزرگ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کیونکہ تم نے قسم کھائی ہے اس لیے سو تنکوں کا جھاڑو اسے مار دے۔ اس لیے جو مَنت آپ نے مانی ہے اس کا کچھ حصہ کر لو اگر چاہو تو بڑھا کے پیش کر دو اگر بکرا کہا تھا تو اُونٹ دے دو_____ مجھے خوشی ہے۔ اور اگر اُونٹ کی قربانی کا کہا تھا اور نہیں کر سکتے تو مرغی پیش کر دو۔ مطلب یہ کہ جان قربان کر دو۔ کسی نے کہا کہ میں پچاس آدمیوں کی دعوت کروں گا اور نہیں کر سکتا تو اُسے کہو کہ ایک آدمی کی کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو آسان بنایا ہے۔ یہ دین آپ کی ہستی سے باہر بالکل نہیں جائے گا۔ اور یہ کمال کی بات ہے نارمل ہے نیچرل ہے اور یہ آپ کے ساتھ

بالکل اتفاق کرتا ہے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ تو آپ کے حالات کو جانتا ہے۔ کمال بات تو یہ ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مہربان ہے۔ اگر آپ مَنت کی بات مجھے نہ بتاؤ اور آپ نے اللہ سے بات کی ہوئی ہے تو نہ دو۔ دینا کب واجب ہوگا؟ جب مجھے بتاؤ گے یعنی کسی انسان کو۔ انسان کو نہ بتاؤ اور اللہ سے کہو کہ یا اللہ یہ تیرے میرے مابین بات ہے، غلطی میں نے کی ہے، تو معاف کر دے تو کسی کو پتہ نہیں چلے گا۔ اللہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ گناہ جس میں کوئی انسان گواہ نہیں ہے وہ معاف ہو گیا۔ تم نے انسان کو گواہ بنایا تو سمجھو کہ اب عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ اب وہ جو انسان گواہ ہے وہ کہتا ہے کہ میری بھی معافی لے دو، یا اللہ اس کو بھی بخش، میں بدقسمتی سے گواہ بن گیا، مجھے معاف کر دیا ہے تو اس کو بھی معاف کر۔ اے معافی مانگنے والو سب کو معافی دے دیا کرو۔ اور یہی معافی کا راز ہے کہ جس نے سب کے لیے معافی مانگی وہ معاف کر دیا گیا۔ آپ سوچا کرو کہ آپ معاف ہوئے کہ نہیں ہوئے؟ یہ ٹیسٹ ہے۔ کون سا ٹیسٹ؟ کہ مجھے معافی ملی ہے کہ نہیں ملی؟ کیا میں اپنے علاوہ کسی اور آدمی کو سزا کا انتظار کر رہا ہوں؟ اگر آپ کو کسی آدمی کی سزا کا انتظار ہے تو ابھی آپ کی معافی نہیں ہوئی۔ یہ کہنا کہ اس کو تو اللہ تعالیٰ ایک بار ضرور سزا دے تو سمجھو کہ آپ کی معافی نہیں ہوئی۔ اگر آپ ہمہ معافی ہو جائیں تو آپ کی معافی ہو جائے گی۔ اس لیے آپ لوگوں کی

اَسّی فیصد معافی تو ہوگئی ہے اور باقی کی بیس فیصد ذرا مشکل ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی صحیح ہو جائے گی۔ تو سب کے لیے معافی ہونی چاہیے۔ آپ لوگوں کو میں عملی باتیں بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں پکارا کرو' اللہ تعالیٰ کے ساتھ الگ باتیں کیا کرو' چاہے ان کی طرف سے آپ جواب میں خط لکھو لیکن لکھا ضرور کرو۔ اللہ کو خط پوسٹ کرو اور خط کا جواب آپ ہی دو۔ بس سمجھو کہ آپ کا آنا جانا ہوگیا۔ اللہ کے بندوں کو تنگ کرنا چھوڑ دو اور ان کو پریشان کرنا چھوڑ دو۔ آپ اللہ کا راستہ لو۔ زندگی کو اللہ کا فضل سمجھو اور اللہ کا فضل مانو اور اللہ کا فضل بناؤ۔ آپ خود کسی کے لیے سایہ دار بن جاؤ' اللہ آپ کو سایہ دار ہی بنائے رکھے گا۔ اگر تم کسی کو تنگ کرنے کی صلاحیت حاصل کر رہے ہو تو تمہاری ساری صلاحیتیں مفقود ہو جائیں گی۔ یہ بڑی آسان سی بات ہے کہ لوگوں کے لیے فیض رساں ہو جاؤ۔ تو اللہ تمہیں اور فیض رساں بنائے گا' رحمت بن جاؤ تو رحمۃ اللعالمین ﷺ کا سایہ آجائے گا۔ اُمت کے لیے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے جو شخص دعا کرتا ہے وہ اللہ کے حبیب ﷺ کے بہت ہی قریب ہے۔ فرقوں کو چھوڑ دو۔ کیا کرو؟ فرقہ واحد ہو جو کہ مسلمان ہے۔ نشانی؟ کلمہ شریف۔ کلمہ کون سا؟ کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اس طرح آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر اور ساری اُمت پر رحم

فرمائے۔آپ سب کے لیے یہی دُعا کیا کرو_____ آمین_____

برحمتک یا ارحم الراحمین

5

1 مرشداور مرید کی ملاقات بار بار کیوں ضروری ہے؟

2 خیالات میں تسلسل نہیں ہے اس لیے کیا سوال کریں؟

3 حضور! یہ اللہ کا خوف کیسا ہے؟

4 اللہ کے حوالے کرنا بہتر تو ہے لیکن یہ جو جذبات ہیں ان کا کیا کریں؟

5 کئی دفعہ تعلق بن کے ٹوٹ جاتا ہے، تو اس میں کیا کمی ہوتی ہے؟

6 ایک آدمی نے بیعت کی اور بعد میں وہ اپنے پیر صاحب سے باغی ہوگیا۔

7 جس طرح سائنس میں ہے کہ 'Survival of the fittest' تو کیا ذہن میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہونی چاہیے_____

8 مشکل بات ہے

9 جنگِ اُحد میں خلاف تھے

10 حضرت عمر فاروقؓ

11 جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔

12 سر! گذارش ہے کہ کسی کو صاحبِ بصیرت بزرگ زندگی میں میسر آتے ہیں اور پہلا یقین یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ میرے خیر خواہ ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ میں ان کا خیر خواہ کیسے بن سکتا ہوں؟

13 ہم اپنی بے علمی لے کے حاضر تو ہوئے اور سب میسر آجاتا ہے تو اس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہم کیا کریں؟

14 کیا ہم ذکر سے پہلے دنیاوی مسائل حل کر لیں اور پھر ذکر کریں؟

15 دنیا کی تمنا بھی تو اللہ تعالیٰ نے حل کرنی ہے۔

کیا آپ کا رمضان شریف اچھا گزر گیا؟

سوال:

جی' اچھا گزر گیا۔

جواب:

اللہ کی مہربانی سے _____ اگر کوئی بات ذہن میں ہو تو بولیں۔

سوال:

مرشد اور مرید کی ملاقات بار بار کیوں ضروری ہے؟

جواب:

اصل میں یہ سوال اور ہے کہ جب انسان نے ایک دفعہ اللہ کے آگے دعا کی کہ یا اللہ اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا' تو ہم بچپن سے ہی سیدھی راہ مانگتے آ رہے ہیں۔ کیا سیدھی راہ ملی یا نہ ملی؟ اگر مل گئی تو پھر کہنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر اب تک نہیں ملی تو پھر کب ملے گی۔ سوال یہ ہے۔ سوال کیا ہے؟ کہ جب شروع میں کہا' بچپن میں کہا کہ اھدنا

الصراط المستقیم یا اللہ سیدھی راہ دکھا' دکھا' دکھا! اگر اس نے پچاس سال میں نہیں دکھائی تو اب اور کتنے سال انتظار کرو گے اور اگر دکھا دی ہے تو اب بار بار کیوں کہتے ہو۔ جواب اس کا یہ ہے کہ جب آپ اللہ سے کہتے ہیں کہ سیدھی راہ دکھا تو سیدھی راہ دکھانے کا سوال ہی سیدھی راہ ہے۔ سیدھا راستہ کون سا ہے؟ راستہ مانگتے رہنا۔ جس کو پیر اور مرید کہتے ہیں' تو تعلق ہے ہی ملاقات۔ ملاقات کرتے رہو تو تعلق بنے گا۔ تعلق سے کچھ لے کر نہیں جانا۔ یہ دنیا دار کا کام ہوتا ہے کہ ایک درخواست دی چیف منسٹر کو اور کام ہو گیا۔ کہتا ہے اب چیف منسٹر کون ہوتا ہے' کام تو ہو گیا۔ یہ ایسا کام ہے جو کام نہیں ہونا مثلاً آپ مجھے کہو کہ مجھے ساتھ لے جاؤ اور چھٹی کب ملے گی؟ جب دونوں میں سے ایک نہیں رہے گا' بلکہ جب وہ نہیں رہے گا تب بھی چھٹی نہیں ملے گی۔ گویا کہ یہ کہہ دینا کہ ملاقات کے بعد رخصت عنایت ہو جائے تو تعلق کی نفی ہو گئی۔ یہ تعلق رخصت کا نہیں ہے۔ یہ تعلق وصال کا ہے' یہ تعلق ساتھ کا ہے' یہ تعلق ہمیشہ کا ہے' یہ کوئی فلائٹ نہیں ہے' پرواز نہیں ہے' ٹکٹ نہیں ہے' بھاگ جانے کا نام نہیں ہے بلکہ ہم سفری کا ہے' رفیقِ طریق کا ہے' ساتھ رہنے کا ہے۔ یہ اگر کام ہوتا تو پھر چھٹی مل جاتی مگر محبت ہو تو چھٹی کیسے ملے۔ اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ محبت والوں کو چھٹی مل جائے تو پھر آپ کو محبت کی بات سمجھ نہیں آئی۔ پیر مرید ہوں' ماں باپ ہوں' بزرگ ہوں' محبت ہو' جہاں

بھی ہو۔ رانجھے سے آپ یہ کہو کہ تمہیں اچھی نوکری دیتے ہیں اور تُو ہیر کا خیال چھوڑ دے تو وہ کہے گا کہ نوکری کیا دو گے' میں تو جس خیال میں جا رہا ہوں مجھے وہ خیال چاہیے۔ لہٰذا اس خیال کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا ہے۔ یہ خیال ہمہ حال ہے۔

جو تیرا خیال ہے وہی ہمہ حال ہے

اس کے اندر اور کوئی کہنے والی بات نہیں ہے' اجازت نامہ نہیں ہے۔ جن لوگوں کو ڈیوٹی تفویض ہو جاتی ہے تو مشائخ کرام اس کو کہتے ہیں کہ تو فلاں علاقے میں چلا جا اور وہاں جا کے کام کر۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں مگر مشائخ کرام ساتھ ساتھ دیکھ کے کہتے ہیں کہ اس میں یہ خوبی ہے۔ تو وہ رخصت جو ہے کسی ڈیوٹی پر دیتے ہیں۔ اس لیے ہمیشہ ملاقات تو بڑی سعادت کی بات ہے' بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ جس طرح ایک نماز کافی نہیں ہے' لوگ پڑھ پڑھ کے تھک گئے۔ تو پڑھتے رہنا ہی نماز ہے۔ نماز ایک نماز کا نام نہیں ہے' پڑھتے رہنے کے عمل کا نام نماز ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نماز قائم کرو' نماز پڑھنے کی بات نہیں کی۔ قائم کرنے کا مطلب ہے کہ نماز کی عادت قائم کرو' نماز کو جاری رکھنے کا سلیقہ پیدا کرو۔ اور اگر یہ جاری رہی' ہر وقت خیال رہا' تیرے خیال ہی خیال میں رہا' تو یہ ہے نماز۔ آپ نے پیر مرید کی بات کی ہے تو اگر موت میں بھی پیر کی ملاقات ہو جائے تو کام

پورا ہو گیا۔ اس لیے یہ ملاقات جو ہے اگر عطا ہو جائے تو یہی ملاقات ہے بلکہ اس میں کبھی جدائی نہیں ہوتی۔ یہ بار بار کی ملاقات کی بات نہیں ہے بلکہ یہ ہمیشہ کی ملاقات ہے۔ جو چیز محبت میں آجائے وہ ضروری ہوتی ہے۔ محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ محبوب سے ملا اور اس کا اگلا سوال کیا ہے؟ پھر ملوں۔ پھر سوال کیا ہے؟ پھر ملاقات۔ کہتا ہے کہ اب کیا سوال رہ گیا ہے؟ کہتا ہے اب پھر وہی سوال۔ یہ سوال پورا ہوتا جاتا ہے اور ختم نہیں ہوتا۔ دنیا دار کا سوال پورا ہو جائے تو ختم ہو جاتا ہے' دین کا سوال یہ ہے کہ پورا ہو جائے تو ختم نہیں ہوتا۔ تو اس سوال کی تلاش کرو کہ پورا ہونے پر بھی ختم نہ ہو۔ وہ ہے دین کا سوال۔ کہتا ہے آج تہجد شروع ہو گئی۔ کہتا ہے پڑھ لی تم نے؟ کہتا ہے ہاں۔ کہتا ہے آئندہ نہ پڑھنا۔ وہ کہتا ہے کہ پڑھوں گا' پھر بھی پڑھوں گا۔ کیا آپ درود شریف پڑھتے ہو؟ جی ہاں۔ کتنی بار پڑھتے ہو؟ سو بار پڑھ لیا' پھر ڈھائی لاکھ دفعہ پڑھا۔ کہتا ہے اب ختم کر دیا؟ کہتا ہے ہاں۔ تو وہ کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں پڑھا۔ تو پڑھنے کی توفیق اور اجازت مل جانا ہی بڑی بات ہے۔ یہ کتنی دیر پڑھنا چاہیے؟ پڑھتے ہی رہنا چاہیے۔ کتنے عرصے تک؟ جب تک سانس میں سانس ہے' دم میں دم ہے' پڑھتے ہی رہنا چاہیے۔ اس لیے یہ بہت مبارک بات ہوتی ہے۔ جہاں بھی آپ کی نسبت ہو اس نسبت کو قائم رکھو' جا کے قائم رکھو' ملا کے قائم رکھو۔

کبھی بُلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا
فسونِ سوز دروں آزما کے دیکھ لیا

تو یہ سارا واقعہ زندگی ہے۔ اصل میں زندگی ہے ہی اس کا نام کہ ایک خیال' دین کا ہو اور باقی آپ کی زندگی ایک مجبوری ہے۔ مجبوری کیا ہے؟ کھانا ضروری ہے۔ کاش بھوک نہ لگتی۔ لہٰذا کھانا ضروری' سونا ضروری' کاروبار بچوں کے لیے ضروری' والدین کے لیے ضروری' زندگی کے حالات ضروری' مکان ضروری _____ اور ایک خیال ہے جو قائم رہنے والا ہے' اگر یہ بھی نہ رہ گیا تو پھر کیا رہ گیا۔ اس خیال کو قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنایا ہی ایسا ہے کہ وہ فراموش کرنے والا ہے۔ تو وہ بھول نہ جائے۔ جب آپ کھانا کھاتے ہیں تو پھر سوچتے ہیں کہ اب شام کو کیا کھانا ہے حالانکہ ابھی کھانا کھایا ہے۔ ابھی آپ سحری کھا رہے تھے اور ابھی کہتے ہیں کہ افطاری کا پروگرام بنا لو۔ تو یہ انسان ہے۔ تو دین کے پروگرام کو بھی ہمیشہ رکھو۔ اس میں ناغہ اور وقفہ نہیں آنا چاہیے۔ یہ بار بار ضروری ہے۔ بار بار ضروری ہے اور متعدد بار ضروری ہے اور بے شمار بار ضروری ہے۔ اس میں کمی نہیں ہے۔ بلکہ یہ حاصل ہے _____

اور کوئی سوال _____

سوال:

حضور! اس وقت تو کوئی سوال نہیں ہے۔

جواب:

آپ بولیں _____ ثمر قادری بولیں _____ پوچھیں _____

کوئی خیال آئے تو بولیں _____

سوال:

خیالات میں تسلسل نہیں ہے اس لیے کیا سوال کریں؟

جواب:

نہ سہی۔ بے تسلسل ہی سہی۔ ہر آدمی سوال پوچھے۔ مسٹر علی پوچھے!

سوال:

حضور! یہ اللہ کا خوف کیسا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ایک عظیم مہربانی یہ ہے کہ اللہ کا خوف عطا ہو جائے۔ وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ اس کا خوف کرتے ہیں غیب میں' ان کے بڑے درجات ہیں۔ اللہ کا خوف جو ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو عطا فرماتے ہیں۔ خوف جو ہے اصل میں یہ شوق کی ایک قسم ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ شوق کی ایک حد ہے اور اس کا ایک پہلو ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ آپ کی اللہ تعالیٰ سے محبت ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ محبت نہ رہے۔ ایک تو یہ خوف ہے۔ خوف کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ جو تعلق

ہے وہ کہیں ٹوٹ نہ جائے۔تو خوف کا ہونا شوق کی دلالت کرتا ہے۔اللہ کا خوف جو ہے وہ بڑے خاص مقام پر خاص لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔آدھا سفر جو ہے یہ خوف کے ساتھ ہوتا ہے اور باقی ' یدھا شوق کا راستہ ہے۔خوف جو ہے وہ آپ کو گمراہ ہونے سے بچاتا ہے۔شوق آپ کو سیدھی راہ پہ چلاتا ہے۔خوف کا مطلب یہ ہے کہ اِنّي اَخـاف اللّٰـه : میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ قـال مـعـاذ اللّٰـه مجھے اللہ کا خوف ہے۔یوسف علیہ السلام نے مائی صاحبہ کی دعوت پر ایک مقام پر فرمایا کہ مجھے اللہ کا خوف ہے' میں اللہ سے ڈرتا ہوں' یہ واقعات ہو جاتے لیکن مجھے اللہ کا خوف ہے' مـعـاذ اللّٰـه میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا جو ہے دراصل ان احکامات کی نفی کرنا ہے جن احکامات سے آپ کو روکا گیا۔تو آپ رک جاؤ' نہ کرو۔خوف کا معنی یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حدود اللہ Cross ہو جائیں۔اب خوف جو ہے دراصل ثبوت ہے اللہ کے قریب ہونے کا۔اللہ نظر نہیں آ رہا' اللہ ہے نہیں لیکن خوف ہے' بس یہی اس کا قرب ہے۔خوف ہی تمہارے لیے ثبوت ہے کہ اللہ قریب ہے۔وہ کہتا ہے کہ تو خوف کیوں کر رہا ہے' کیا اللہ یہاں پر ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے خوف آ رہا ہے کہ وہ یہاں ہے' بس وہ ہے اور اس کے ہونے کا ثبوت ہی یہی ہے کہ خوف پیدا ہو جائے۔تو خوف جو ہے اس کے تقرب کی ایک دلیل ہے' ایک ثبوت ہے کہ آپ کے دل پر خوف طاری ہو گیا۔

آپ جوں جوں قریب ہوتے جائیں گے خوف بڑھتا جائے گا اور جو غافل ہے اُسے خوف نہیں ہوتا۔ غافل کو کیسے خوف ہو غافل تو ہے ہی غافل' وہ اللہ سے نہیں ڈرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں کسی سے نہیں ڈرتا' کیونکہ وہ گمراہ ہو چکا ہے۔ کافر اللہ سے نہیں ڈرتا کیونکہ گمراہ ہو چکا ہے۔ جوں جوں آپ کا ایمان تقویت میں آتا جائے گا آپ Sensitive ہوتے جائیں گے اور خوف کے اندر داخل ہو جائیں گے۔ اور پھر ایک مقام آتا ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کے خوف کو منظور فرماتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون اب ان پر کوئی خوف نہیں' اب ان پر کوئی ملال نہیں ہے۔ یعنی اب ان کو کسی ماضی پر خوف نہیں۔ تو دو لفظ استعمال کیے ہیں اور بار بار اللہ نے کہا کہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون ان پر خوف نہیں ہے' ان پر حزن نہیں ہے۔ اب یہ دو باتیں ہیں اور بڑی غور والی باتیں ہیں۔ خوف ہوتا ہے آنے والے واقعہ کا' ملال ہوتا ہے گزرے ہوئے واقعہ کا۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ ان لوگوں کو کسی آنے والی ناگہانی کا خوف نہیں ہے' ان کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ میرے پاس آ رہے ہیں۔ تو خوف کوئی نہیں ہے۔ خوف کب نہیں ہوتا؟ جب آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ سیدھے راستے پر جا رہے ہیں۔ کہتا ہے کہ اس دیوار کے پرے کیا ہے؟ کہتا ہے کہ پرے آپ ہی ہے وہ۔ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی پار بھیجو۔ تو اب خوف نہیں ہے بلکہ یہ شوق بن گیا۔ اب یہ ملال کہ وہ جو میں

نے غلطی کی تھی اس کا کیا بنا؟ کہتا ہے کہ وہ معاف ہوگئی ہے۔ اب حُزن بھی گیا۔ تو لاخوفٌ آنے والے کا اور ولاھم یحزنون گزرے ہوئے کا۔ تو جو اللہ کے راستے میں قبول ہو جائیں ان کا نہ کوئی ماضی رہ گیا اور نہ کسی مستقبل کا ڈر ہے۔ وہ ہر حال میں ہمہ حال اللہ کے پاس ہیں۔ تو اس سفر کی ابتدا خوف سے ہوتی ہے۔ گویا کہ ان کا آنے والا زمانہ Clear ہوگیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے زندگی میں یہی چیز حاصل کرنی ہے کہ اللہ کا تقرب ہو۔ اللہ کے تقرب کا میں نے آپ کو بتایا تھا کہ کیسے کیسے کہاں کہاں ثبوت ملتا ہے۔ ایک ایسا مقام چاہے وہ انسان ہو یا کوئی پیر ہو جہاں پر شوق کے وقت ایسی کیفیت پیدا ہو جائے کہ آپ بھول جاؤ کہ آپ کون ہو۔ کہتا ہے کہ ہم گئے تھے بات کرنے کے لیے مگر وہاں جا کے کچھ اور ہی سماں تھا۔ تو یہ جو ''اور سماں ہے'' یہ تمہارا قرب ہے۔ یہ اللہ کے تقرب کی نشانی ہے۔ کیا نشانی ہے؟ کہ میں جا کے بھول گیا جو بھی سوال تھا _____ تو جو بھی سوال تھا وہ بھول گیا' نام بھی بھول گیا' سب کچھ بھول گیا۔ کہتا ہے کہ وہاں اس کے پاس جا کے کچھ یاد نہیں رہتا۔ تو یہ کیفیت ہوتی ہے ایک مقام پر جب اللہ کا قرب ہو۔ اللہ کے گھر جا کے بھی بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہاں آپ پہنچے اور وہاں جا کے سب کچھ بھول گئے۔ تو یہ اللہ کے قرب کی ایک نشانی ہے۔ اس کے قرب کی ایک اور نشانی یہ ہے کہ آپ نے سوال نہیں کیا' دُعا نہیں کی' جو چار پانچ

چیزیں مانگنی تھیں وہ نہیں مانگی ہیں' صرف نفل پڑھے اور دعا بھول گئی اور آپ رونے لگ گئے۔ تو یہ بھی قرب ہے۔ تو قرب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ؎

اشکوں نے بیاں کر ہی دیا رازِ تمنا
ہم سوچ رہے تھے ابھی اظہار کی صورت

کہتا ہے کہ میں نے کیا بات کرنی تھی' بات تو اندر رہ گئی اور میں رونے لگ گیا۔ تو رِقت طاری ہوگئی اور یہ اللہ کا قرب ہے۔ رِقت طاری ہو جانا اللہ کا قرب ہے۔ اور اپنے کیے ہوئے پر اتنا نادم ہونا کہ دوبارہ نہ کرنے کا فیصلہ کر لینا۔ یہ ہے غیب میں اللہ کا خوف کرنا۔ یہ خود بخود ہی توبہ ہوگئی۔ ایسی توبہ کہ جس کو کہتے ہیں توبۃ النصوح کہ پھر دوبارہ وہ واقعہ نہیں ہوا۔ یہ اللہ کے قرب کی بات ہے۔ تو اللہ کے تقرب کی یہ بھی نشانی ہے کہ جب آپ کے اندر اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے۔ تو یہ اللہ کا قرب ہوگیا۔ تو اللہ کا قرب جو ہے یہ سجدے میں میسر آتا ہے' اس مقام پر میسر آتا ہے۔ اِسی زندگی میں آپ نے یہ حاصل کرنا ہے۔ اصل واقعہ کیا ہے؟ جو انسان یہاں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ من کان اعمٰی فی ھذہ فھوا عمٰی فی الاخرۃ جو کوئی یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ یہ اندھا وہ ہے جس نے دیکھا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان کو دیکھنا' اللہ تعالیٰ کے جلوے کو دیکھنا' اللہ تعالیٰ کے تقرب کو دیکھنا' اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دیکھنا' اللہ تعالیٰ کے

واقعات کو دیکھنا' مشاہدات کو دیکھنا' انوار کو دیکھنا اور تجلیات کو دیکھنا' یہ وہ مقام ہے جس کو آپ نے زندگی میں دیکھنا ہے۔ ورنہ تو باقی زندگی مصروف ہے۔ میں آپ کو پھر یہ بات بتا رہا ہوں کہ آپ ایک شعبہ الگ کر لو جو کہ اللہ کے ساتھ رشتہ ہے آپ کا' باقی تو کافر اور مومن دونوں برابر ہیں۔ درد ہوگا تو کافر بھی اسی طرح روئے گا۔ تو کافر بھی روتا ہے۔ روتا ہے کہ نہیں روتا؟ اگر کسی کافر کا بیٹا مر جائے تو وہ روئے گا اور مومن کا بیٹا مر جائے تو وہ بھی روئے گا۔ کافر کو بھی بھوک لگتی ہے' اسے بھی کھانا چاہیے' نیند اُسے بھی چاہیے۔ تو یہ شعبہ تو کافر اور مومن کا برابر ہے۔ جہاں جہاں یہ برابر ہے وہاں سے ساری بات نکال دو۔ اب کیا کیا برابر ہے؟ کھانا' پینا' سونا' پیدا ہونا' مر جانا' مکان کی تلاش' سامان کی تلاش' کپڑے کی تلاش' آسائشوں کی تلاش' آسانیوں کی تلاش _____ یہ تو سارا کافروں میں بھی ہے۔ پیسے بھی' بینک بھی ان کے پاس ہیں۔ ڈاکٹری بھی ان کے پاس ہے' سفرنامے بھی ان کے پاس ہیں' وہ گفتگو بھی کرتے ہیں' حکومتیں بھی کرتے ہیں _____ تو یہ سارا واقعہ کافر اور مومن کا برابر ہے۔ وہ چیز جو برابر نہیں ہے وہاں سے آپ کا اسلام شروع ہوگا۔ تو آپ' پتہ ہے کیا کرتے ہو؟ آپ ان برابری والے معاملوں میں بھی اسلام شروع کر دیتے ہو۔ تو یہ چھوڑ دو۔ اب باقی جو حصہ بچ گیا ہے وہ بتا دو کہ کیا بچ گیا ہے۔ بس یہاں سے راز شروع ہوگا۔ پھر اس شعبے کے

ساتھ آپ نے اللہ کو دیکھنا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ نہیں سمجھ آئی؟ کہ جو شعبہ کافر اور مومن کا برابر ہے وہ زندگی سے نکال دو اس کا سوال اسلام سے نہ کرنا۔ مثلاً آپ کو پیسے کی ضرورت ہے تو کافر کو بھی پیسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو اسلام سے الگ کر دو۔ پیسہ کافر بھی کماتے ہیں' تم بھی کما لو۔ دوائی ایک میڈیکل ایڈ ہے اور میرا خیال ہے کہ دوائیاں ساری باہر سے آتی ہیں۔ وہ کافر اسلام کو نہ مان کر' خدا کو نہ مان کر دوائیاں بنا رہا ہے' تم بھی بنا لو۔ اگر کافر جہاز بناتا ہے تو تم بھی بنا لو۔ بم بناتا ہے تو تم بھی بنا لو۔ یہ تو تمہاری تہذیب کی نااہلی ہے' اس کو تو اسلام تمہیں Compensate نہیں کرے گا۔ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ زندگی تمہاری اپنی ہے' اس کو بین الاقوامی طور پر Develop کر لو' بنا لو جتنی بنانی ہے' میرے ساتھ تو اس وقت بات کرو جب اس زندگی میں تمہیں اللہ کی تمنا پیدا ہو۔ کس کی تمنا؟ حق کی اور الٰہیات کی۔ اور آپ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد دنیا کی وہی چیزیں مانگتے ہیں جو کافروں والی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ یعنی کہ اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ سے' اللہ سے محبت کرنے کے دعوے پر اللہ سے مانگتے وہ ہیں جو کافر کی زندگی ہے کہ یا اللہ ہمیں پیسہ دے جس طرح کافروں کو دیا ہے' یا اللہ ہمیں دنیا کی سیر کرا جیسے کافر لوگ کرتے رہتے ہیں' ہمیں وہ چیزیں دے جو عام کافروں کے پاس ہیں۔ کار بھی دے دے جو کافروں کی دی ہوئی ہے _____ جو اصلی

چیز ہے اسلام کے نام پر مانگنے والی' وہ یہ ہے کہ یا اللہ تو مشاہدہ دے تا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم اندھے ہی مر جائیں۔ لوگ یہ دعا ہی نہیں مانگتے۔ تو مانگنے والی کیا چیز تھی؟ کہ ایسا نہ ہو کہ آپ کافرانہ طور پر ہی مر جائیں۔ تو اصل بات تو یہ تھی۔ آپ کے سارے مسائل کافروں والے ہیں اور ان کا علاج آپ اسلامی طور پر سوچتے ہیں۔ بس یہی آپ کا مسئلہ ہے۔ مثلاً پرابلم تو کافروں والی ہے یعنی پیسہ' رزق' تمنا' شہرت اور دوسری ضروریات۔ کہتے ہیں کہ اب ہمیں بم کی ضرورت ہے۔ اگر کافر سے مانگ کے بم چلانا ہے تو پھر تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یا تو آپ کوئی روحانی بات کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے وہ دعا مانگو جو دعا ہر زمانے میں مانگی جا رہی تھی۔ تمہیں اس لیے لطف نہیں آتا کہ تمہاری دعائیں ہیں چودہ سو سال پرانی اور ضرورت تم نے بنالی ہے آج کی۔ اس لیے پھر آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ یا تو آپ اپنی تمنا وہی رکھیں جو پرانے لوگوں کی تھی۔ وہ تمنا کیا تھی؟ کہ یا اللہ تو اپنا رحم فرما۔ زندگی سادہ رکھی ہوئی تھی' فاقہ موجود تھا اور لطف بھی موجود تھا۔ آپ لوگ قرضہ لینے کو بھی تیار ہوتے ہیں' سود بھی لینے کو تیار ہوتے ہیں' سود دینے کو تیار ہوتے ہیں' واقعاتِ عالم کرنے کو تیار ہوتے ہیں اور پھر کہتے یہ ہیں کہ نتیجہ پرانا نکلے۔ اس لیے مسلمانوں کو کیا چاہیے؟ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو' جلوے کو' اس زندگی میں زمان و مکان سے آزاد ہو کے دیکھیں' یعنی کہ جس طرح آپ اس زمانے

میں نہیں ہیں بلکہ کسی اور زمانے میں ہیں ۔اور اس زمانے کی ضرورت اس زمانے کے مطابق پوری کرو لیکن کفر کیے بغیر۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ بس یہ ہے مسلمانوں کا پرابلم کہ نور کی تلاش کرنے کے لیے وہ حاضر زمانے کے مسائل حل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو کافرانہ مسائل ہیں۔ جب آپ دعا مانگتے ہیں تو ایسی دعا نہ مانگا کرو جو دعا غیر مذہب کے حوالے سے بھی حاصل ہو سکتی ہو۔ آپ مذہب کے حوالے سے مانگو کہ یا اللہ اپنی محبت عطا فرما اور اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ اب یہ کافرانہ نظام نہیں ہے بلکہ عین دین کا نظام ہے۔ یا اللہ اپنا جلوہ دکھا' یا اللہ ہمارے دلوں کو رجوع کرا اپنی طرف' ہمیں اپنا شوق دے اور اپنا ہی خوف دے۔ اب اس میں کوئی کافرانہ چیز نہیں ہے' اب اس میں کوئی حالاتِ زمانہ نہیں ہیں۔ حالاتِ زمانہ خود ٹھیک کر لو۔ اس میں آپ کو کیا دِقت ہے۔ اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کا خوف مل جائے تو یہ بات یاد رکھنا کہ اگر خوف مل جائے تو سمجھو کہ یہ شوق کا حصہ ہے۔ تو خائف ہونا ضروری ہے' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بارگاہِ صمدیت میں گستاخی ہو جائے۔ یہ خوف جو ہے شوق کی دلیل ہے اور شوق جو ہے اللہ کے احسان کی انتہائی شکل ہے۔ اور اللہ خوف کے ذریعے آزماتا ہے۔ تو ولنبلونکم بشیء من الخوف اور میں تمہیں خوف کے ذریعے آزماؤں گا۔ یہ تم لوگوں کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ تم پہ ابتلا کی جائے گی۔ کس بات کی؟ خوف کی۔ تو اللہ کی

طرف سے خوف آئے گا۔اور بعض اوقات پھر جوع یعنی بھوک آئے گی۔
اور ونقص من الاموال : مال میں نقص آئے گا۔والانفس جان ختم ہوجائے
والثمرات محنت کے پھل ضائع ہوجائیں گے۔آگے پھر اللہ نے فرمایا کہ
وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالو انا لله وانا الیه راجعون
اور صبر کرنے والے وہ ہیں جب ان پر یہ آزمائشیں آئیں گی تو وہ یہ کہیں گے
کہ ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کی طرف واپس جائیں گے۔تو کون سی آزمائشیں
آئیں گی؟ خوف کی آزمائش' مال کے نقص کی آزمائش' موت کی آزمائش'
بھوک کی آزمائش اور محنت کا پھل ضائع ہونے کی آزمائش ۔ یہ لوگ جو
ہوتے ہیں وہ اللہ کے قریب رہنے والے ہیں۔کون لوگ؟ جن پر خوف
طاری ہوگیا' بھوک آگئی' خیال کی بھی بھوک ہوتی ہے' خواہش کی بھی بھوک
ہوتی ہے' مال میں نقص ہوگیا اور پھل ضائع ہوگئے' بڑی محنتیں ضائع ہوگئیں'
برباد ہوگئیں۔اب آپ اللہ کی طرف رجوع کرو' اللہ آپ پر احسان کرے
گا۔ یہ صابرین کا درجہ ہے کہ خوف کے ساتھ وہ آزمائے جاتے
ہیں_____

اور سوال پوچھو_____ سعید صاحب بولیں

سوال:

ابھی تو کوئی سوال نہیں۔

جواب:

ابھی تو سوال ہونا چاہیے۔

سوال:

ابھی تو یہ سوال ہے کہ آپ نے جو فرمایا وہ حق فرمایا ہے۔ پھر اس میں تو کوئی سوال نہیں نکلتا۔

جواب:

آپ اس سوال میں سے سوال کیوں نکالتے ہو؟ اپنا کوئی سوال پوچھو_____

پھر آپ گنتی کی یہ چیزیں کرو۔ پہلی بات یہ بتاتا ہوں کہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کردو؛ کسی انسان سے نفرت ہے تو وہ نکال دو؛ جس انسان نے تمہارے ساتھ کبھی کوئی زیادتی کی ہے تو اُسے معاف کردو۔ آسان بات ہے ناں؟

سوال:

مشکل بات ہے!

جواب:

آپ کے ساتھ اگر کسی انسان نے زیادتی کی ہے تو اس کے دو فیصلے ہیں؛ یا تم اس کا فیصلہ کرلو یا اللہ کے حوالے کردو۔ بہتر شکل کیا ہے؟

سوال:

اللہ کے حوالے کرنا بہتر تو ہے لیکن یہ جو جذبات ہیں ان کا کیا کریں؟

جواب:

یہ جذبات جو ہیں بعض اوقات یہ کمزور ہوتے ہیں' ان کو آپ ایسے کہو کہ یہ Undeveloped ہوتے ہیں۔ مقصد یہ کہ اسے آپ یوں سمجھ لو کہ اگر کسی بھائی کو تم پھانسی لگوا دو تو تمہیں کیا فائدہ پہنچا۔ کیا تسکین ہوگی کہ اسے سزا ہوگئی ہے؟ یہ تسکین تو وقتی ہوگی کہ اس بھائی کو سزا ہوگئی۔ پھر کچھ عرصہ بعد تمہیں جب اس بھائی کی ضرورت پڑے گی تو تمہیں محسوس ہوگا کہ تمہیں اس کو سزا نہیں دلوانی تھی۔ سارے مومن بھائی ہیں' اگر بھائی سے غلطی ہوگئی ہے' تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوگئی ہے تو پھر اس میں مشیت کا دخل سمجھو۔ اللہ نے کہا ہے کہ تمہیں آزمایا جائے گا خوف کے ساتھ۔ خوف دینے والا کون ہوگا؟ بندہ ہوگا۔ مال کا نقص کون کرے گا؟ بندہ ہی مال لے جائے گا۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم اسے معاف کر دو یا پھر اللہ کے سپرد کر دو کہ یا اللہ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتا' میں نے اپنا کیس آپ کے حوالے کر دیا ہے' آپ بھی اس کو معاف کر دو تو بہتر ہے۔ یعنی کہ معاف کرنا بہت بہتر ہے ورنہ تو حکم ہے کہ آنکھ کے بدلے آنکھ' جان کے بدلے جان' مگر معاف کر دو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ معاف کرنے کی اور وجہ کیا ہے؟ ایک انسان

نے تمہیں گالی دے دی' ایک بار دی ہے اور تم اپنے آپ کو ہر روز گالی دیتے ہو اس کو یاد رکھ کے۔ کہتے ہو کہ اس نے مجھے گالی دی' شام کو پھر کہتے ہو کہ اس نے مجھے پھر گالی دی _____ وہ تو بیچارہ ایک دفعہ گالی دے کر چلا گیا مگر تم اُسے یاد کر کے اپنے دل کے اندر گالی کو پختہ کرتے جا رہے ہو۔ لہٰذا اپنے دل کو اللہ کی یاد کے لیے وقف کر دو۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ دل سے انسان کا خیال نکال دو۔ کون سا انسان؟ وہ جو ظالم انسان ہے۔ اپنے دل کو تم ایس ایچ او نہ بناؤ' تھانیدار نہ بناؤ بلکہ غریب دل بناؤ جو اللہ کی یاد میں مصروف ہے۔ کہتا ہے اس نے مجھے بہت بُرا بھلا کہا مگر میں اللہ کے خیال میں جا رہا تھا' مجھے نہیں پتہ کہ اس نے کیا کہا۔ تو آپ دل سے نفرت کا خیال نکال دو' دل سے انتقام کا خیال نکال دو۔ یہ نہ کہنا کہ اگر کبھی موقع ہوا تو میں پھر تیرے ساتھ بات کروں گا۔ اگر تم نے یہ موقع مانگا تو تیرا زمین کا سفر رہے گا اور آسمان کا نہیں ہوگا بلکہ تیرا سفر ہمیشہ گھٹیا رہے گا' پھر تو بندوقیں تلاش کرے گا' پستول تلاش کریگا' تو پستول کی حفاظت کرے گا' پستول تیری حفاظت کرے گا اور دونوں ہی برباد ہو جاؤ گے۔ تو اس کو اللہ کے حوالے کر دو۔ اس کو اللہ کے حوالے کیوں کیا جائے؟ ایک آدمی نے تجھے بُرا کہا ہے تو سو آدمی تمہیں چاہنے والے مل گئے۔ تو یہ تو ہونا چاہیے۔ مقصد یہ ہے کہ چاہت کا انعام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی بُرا کہنے والا ہو۔ تو آپ چاہت کا شکریہ کیسے ادا کرو

گے؟ چاہنے والوں کا شکر یہ کیا ہے؟ نہ چاہنے والوں کو معاف کر دو' یہ بزرگوں نے کہا ہے۔ بزرگوں سے لوگوں نے پوچھا' اللہ کے محبوبوں سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کس طرح معاف کر دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ دیکھو اللہ نے ہم پر کتنے احسان کیے ہیں' اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مہربانیاں فرما رہا ہے' حکومتیں آ رہی ہیں' سلام آ رہے ہیں' درود آ رہے ہیں' تو اس کے احسان کا بدلہ ہم کیا دے سکتے ہیں' کم از کم ہم ان لوگوں کو معاف کر دیں تا کہ ان کے اُوپر بھی اللہ کا انعام ہو جائے۔ تو ان کو انعام میں شریک کرو' اپنے آپ کو تم محتسب نہ بناؤ' سزا دینے والا نہ بناؤ' تمہاری وجہ سے کسی مسلمان کو سزا نہیں ہونی چاہیے' یہ فیصلہ کر لو' دل سے کدورت نکال دو۔ جب کدورت نکل گئی تو تمہارا دل خانہ کعبہ بن گیا۔ کدورت' نفرت' انتقام' غصہ' بری باتوں کو یاد رکھنا' یہ سب نکال دو' دل سے لالچ کو نکال دو' لالچ کیا ہوتی ہے؟ پیسے کی کمائی۔ پیسہ کماؤ' ضرور کماؤ لیکن پیسے سے محبت نہ کرو۔ تو بات آسان ہے۔ یہ دیکھو کہ پیسے سے محبت کب ہوتی ہے؟ جس آدمی کو پیسہ لے کے خوشی ہوتی ہے اور پیسہ جانے پر غم ہوتا ہے اس کو پیسے سے محبت ہے۔ محبت کس کو نہیں ہے؟ جس کے پاس پیسہ آنا جانا برابر ہو۔ اس سے بچو۔ پھر اپنے وجود کی خدمت گزاری سے بچو۔ کہ صرف وجود کی ہی خدمت نہ کرتے رہو' وجود کو لذت آشنا نہ بناؤ۔ لذت آشنائی سمجھتے ہیں؟ کہ اپنے جسم کو لذت سے بچاؤ'

لذت چاہے کسی طرح کی بھی ہو اس سے بچاؤ۔ پھر یہ کرو کہ اپنی زندگی میں کوئی کام ایسا شروع کر دو جو تمہارے خیال کے مطابق اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو پسند تھا۔ کوئی ایک کام شروع کر دو۔ پھر اپنے اندر سے کوئی ایک خامی دور کرو اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو ناپسند تھی۔ کسی مسلمان کو اس کی منزل پر پہنچا دو' غریب کا سہارا بن جاؤ اور جو سفر سے محروم ہو گیا اُسے سفر تک لے جاؤ۔ کسی ایک کی زندگی کنارے پر لگا دو۔ پھر بات تمہارے لیے آسان ہو جائے گی۔ اس زندگی کے اندر رہتے ہوئے اُس زندگی کے خیال سے غافل نہ ہونا۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ جہاں کسی سے دوستی کی ہے اس سے وفا پوری کرنا۔ جہاں کسی کی اطاعت کی ہے وہاں ہمیشہ اطاعت کرنا۔ اطاعت میں استقامت ہی کرامت ہے ۔ کرامت کیا ہے؟ استقامت! اُسے ساری دنیا چھوڑ جائے' آپ نہ چھوڑنا۔ بس یہ ہے مسلمانی۔ مسلمانی کیا ہے؟ جب ہم نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ حتی کہ اگر مرید مستقل مزاج ہو تو گمراہ پیر کو بھی راہ پہ لگا دیتا ہے۔ پیری فقیری شوق کا نام ہے۔ شوق اللہ کی مہربانی ہے۔ یہ بندوں کی بات نہیں ہے۔ ایک دفعہ میاں میر صاحبؒ کے مرید جا رہے تھے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ سناؤ' تیرے پیر کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے پیر کا نام اللہ ہے۔ انہوں نے جا کے پیر صاحب کو بتا دیا کہ یہ تو آپ کو اللہ کہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ٹھیک

کہتا ہے یہ اللہ ہی کے لیے میرے پاس آیا' اس کا شوق اللہ ہے' پیر تو راستے کا نشان ہوتا ہے' اس کا اصل شوق اللہ ہے۔ لہٰذا اصل پیر عشق ہے' اصل پیر اللہ ہے۔ تو یہ اللہ کا ہی شوق ہے اور اسی کی طرف سارے جانے والے ہیں' کیا چھوٹے اور کیا بڑے۔ گزرنا تو سب نے ہے موت سے۔ اس وادی سے گزرنا ہے ناں؟ ۔

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا

سارے اس وادی سے گزر جائیں گے۔ اس زندگی میں یہ تعلق بنالو تا کہ یہ اُس زندگی میں کام آئے۔ تعلق سوچ کے بناؤ اور جب بنالو تو پھر نہ سوچو۔ کیا کہا ہے؟ کہ تعلق سوچ کے بناؤ' بے شمار عرصہ سوچو' اور جب بنالو تو پھر بعد میں نہ سوچنا۔ پھر نبھاؤ۔

اب آپ اور سوال کریں _____

سوال:

کئی دفعہ تعلق بن کے ٹوٹ جاتا ہے' تو اس میں کیا کمی ہوتی ہے؟

جواب:

تعلق بن کر تو ٹوٹتا نہیں ہے۔

سوال:

بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ یہ بن کے ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب:

کس طرح ٹوٹتا ہے؟

سوال:

مثلاً ایک آدمی نے بیعت کی اور بعد میں وہ اپنے پیر صاحب سے باغی ہو گیا۔

جواب:

جو شخص اس راستے سے واپس آ جائے ۔

غلام فریدا! جیڑھیاں راہ وچوں مُڑ یاں

نہ او آر دیاں' نہ او پار دیاں

تو تعلق بننے کے بعد ٹوٹنا نہیں چاہیے۔ شیطان جو ہے وہ عدوٌ مبین ہے' وہ پھر روکتا ہے' چلاتا ہے ان کو' کہتا ہے کہ چھوڑو' کیا رکھا ہے ان باتوں میں' دنیا دیکھو' رونق ہے' رنگینی ہے _____ اس لیے کہتے ہیں کہ ساتھ نہ چھوڑو۔ جب پیر صاحب سے تعلق ٹوٹنے لگے تو اسی سے جا کے کہو کہ جناب ہمارے دل میں آپ کی محبت کمزور ہو گئی ہے' یا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا ہے یا میرا ہاتھ کہیں اور نکل گیا ہے۔ یہی تو پوچھنے والی بات ہوتی ہے۔ تو تعلق کیوں کمزور ہو۔ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ اتنی سی تو زندگی ہے' اس میں کیا تعلق توڑنا اور کیا جوڑنا لگا رہے گا۔ چار دن کا میلہ ہے' وہ بھی آپ نے

ادھورا چھوڑ دیا ہے' اس میں اتنا ٹائم نہیں ہوتا۔ دعا کرنی چاہیے۔

سوال:

جس طرح سائنس میں ہے کہ Survival of the fittest' تو کیا ذہن میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہونی چاہیے_____

جواب:

یہ سوال بڑا اہم ہے۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ ایک انسان نے دوسرے انسان کے ساتھ بیعت کی' وہ پیر صاحب تھوڑے کمزور تھے' ان سے بہتر پیر صاحب ملے تو وہ انسان آگے چلا گیا۔ پھر آگے ایک اور بڑے بزرگ ملے تو ان کے پاس چلے گئے' پھر چلتے چلتے ایک اور اچھے بزرگ کے پاس جا کے فائنل بیعت کر لی۔ اب یہ کہتے ہیں کہ بتاؤ کہ یہ کیا بات ہے۔ سچا بندہ وہ ہے جو آخری بیعت کرنے کے بعد بھی اسے پہلی بیعت کا فیض سمجھے۔ تو اس کی اجازت ہے۔ اُسے ساتھ ساتھ بتاتے جاؤ کہ میں اس رستے پر چل رہا ہوں آپ کی اجازت سے۔ یہ بیعت ٹوٹتی نہیں ہے بلکہ یہ تو ترقی ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اگر آپ کو پیر کامل مل جائے تو آپ ماں باپ کو چھوڑ دیں۔ ماں باپ کی دعا ہی سے تو پیر کامل ملتے ہیں۔ فیض کس کا ہے؟ ماں باپ کا۔ یہ ٹوٹتا نہیں ہے بلکہ یہ تو جُڑ گیا۔ میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی نے

کسی سادھو سے پوچھا کہ مجھے بتاؤ کہ میرا گرُو کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ تیرے گرو ملنے کی ایک نشانی ہے' نشانی یہ ہے کہ میں یہ لکڑی دے چلا ہوں' اسے زمین میں بودو' جس گرُو کے چرنوں کا پانی لگانے سے اس میں پتہ نکل آئے وہی تیرا گرُو ہوگا۔ اس کو شوق ہی مل گیا' جو سادھو آئے وہ اس کے پاؤں دھوئے اور رات کو اس لکڑی میں ڈالے' صبح کچھ نہ نکلے اور پھر اُسے چلتا بنائے۔ اس طرح وہ کرتا رہا۔ ایک شام ایسا واقعہ ہوا کہ ایک سادھو آیا' اس کے چرن دھوئے اور لکڑی کو پانی لگایا۔ صبح دیکھا تو پتے نکلے ہوئے تھے۔ کہتا ہے کہ مہاراج! آج میرا کام ہو گیا' آپ ہی میرے گرو ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں تو تیرا گرو نہیں ہوں۔ اس نے کہا کہ تُو ہی میرا گرو ہے' مجھے پکی خبر ہے کہ تو ہی گرو ہے۔ اُس نے گرو کو قابو کر لیا۔ گرو نے کہا کہ بات کیا ہے؟ کہتا ہے کہ میری یہ نشانی تھی کہ جب اس میں سے پتہ نکلے گا وہی میرا گرو ہوگا' تمہارے چرنوں کا پانی دھو کر لگایا تو یہ ہرا ہو گیا۔ گرو نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں وہی ہوں' اصل میں مَیں وہی آدمی ہوں جس نے بتایا تھا کہ یہ کام ہوگا_____ اصل میں ایک ہی آدمی ہوتا ہے سارا' یاد رکھنا! کیا ہوتا ہے؟ سارے آدمی کیا ہوتے ہیں؟ ایک ہی آدمی ہوتا ہے_____ گرو نے کہا کہ میں تمہیں راز کی بات بتاتا ہوں اور راز کی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کے چرنوں کا تو نے پانی لگایا اور پتہ نہیں نکلا تو ان کی وجہ سے یہ شاخ

تازہ رہی ہے' آخری کے پاؤں کے پانی سے اس نے یہ پتہ دیا ہے۔ تو اس کو زندہ رکھنے میں ان لوگوں کا بڑا کمال ہے جو تجھے زندہ رکھ رہے تھے۔ تو آج تجھے اُس نے صاحبِ نسبت بنایا' اُس نے تجھے اس راستے میں زندہ رکھا۔ تو سب سے پہلے ان کو جا کر سلام کر' خصوصاً پہلے استاد کو۔ جب تمہیں علم کے حوالے سے مرتبے ملنے شروع ہو جائیں تو اس کو ڈھونڈ جس نے تجھے الف ب لکھوائی تھی' پہلے استاد کو ڈھونڈ جس نے تجھے تختی لکھائی تھی' اس کا یہ احسان ہے کہ آج تو صاحبانِ علم میں شمار ہوتا ہے۔ گویا کہ بڑا پیر مل جائے تو یہ چھوٹے پیر کا کمال ہے' پہلے اس کا شکر یہ ادا کرو' ادب کرو' تو مطلب یہ ہے کہ یہ کمال سارا اسی کا ہے۔ کیا کمال ہے؟ پہلے قدم کا کمال ہے آخری قدم۔ گھر سے نکلنے کا کمال ہے منزل پر پہنچنا۔ پہلے دن جب گھر سے نکلے تھے تو وہ قدم کمال کا تھا۔ تو عشق کی راہ میں یہ ہوتا ہے کہ عشق کی راہ میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہوتا ہے۔ جس نے تمہیں اس راستے پر چلایا اصل میں اس کا کمال ہے' وہ کوئی بھی تھا' نقصان تھا' نفع تھا' انسان تھا' حیوان تھا' بندہ تھا' عورت تھی یا مرد تھا_____ جس نے اس راستے پر چلایا یہ فیض اسی کا ہے۔ آگے تو منزلیں ہی منزلیں ہیں۔ لہٰذا ایک بات یاد رکھنے والی ہے کہ جب کوئی بندہ گمراہ ہو جائے' گمراہی کے راستے پر چل پڑے' غفلت کے راستے پر چل پڑے' غلطی کے راستے پر چل پڑے' چلتے چلتے توبہ تائب ہوتا ہوا

صداقت کی منزل پر پہنچ جائے تو صداقت کی منزل پر پہنچ جانے کے بعد اس کا سارا سفر ہی صداقت ہے۔ آیا غلطی سے تھا۔ وہ غلطیاں جو انجام اچھا لائی ہیں وہ غلطیاں کیا تھیں۔ لہٰذا وہ لغزشیں جن کا انجام منزل تھا وہ لغزشیں کیا تھیں۔ وہ کافر جو حضور پاک ﷺ کے آنے سے پہلے کافر تھے' جب حضور پاک ﷺ کے صحابہ کرامؓ بنے تو ان کے کفر کو بھی اسلام کہو۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟

سوال:

مشکل بات ہے۔

جواب:

مشکل تو ہے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ وہ کفر اور کفر ہے' نام کافر ہے لیکن کام مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس منزل میں ان لوگوں کو گمراہی کے زمانے میں سنبھال کے رکھا کیونکہ اُن پر احسانِ عظیم کرنا ہے رحمتہ اللعالمین ﷺ کا۔ حضور پاک ﷺ کے آنے سے پہلے وہ گمراہ علاقہ تھا اور آج آپ دیکھتے ہیں کہ اس علاقے پر اللہ کا احسان ہو گیا' اللہ کے محبوب ﷺ کا احسان ہو گیا اور وہ خطہ پاک ہو گیا اور وہ لوگ اصحاب ہو گئے' وہ رضوان اللہ اجمعین ہو گئے۔ کیا ان کی اسلام سے پہلے والی زندگی پہ آپ عذاب بھیج سکتے ہیں؟ آپ کہو گے کہ یا اللہ ان کو جنت میں بھیج دے۔ جنت تو ہے ہی سہی' عشرہ

مبشرہ تو وہ ہیں، جنتی تو وہ ہیں۔ اب ان کی اسلام سے پہلے والی جو زندگی ہے کیا وہ جنت کے علاوہ ہے؟ وہ گناہ جو معاف ہو گئے وہ گناہ کیا تھے۔ دعا یہ کرو کہ ایسی نیکی کی اللہ توفیق نہ دے جو رد ہو جانی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ گناہ جو معاف ہو جانے والے ہیں وہی بڑی بات ہوتی ہے۔ یہ خاص بات ہے۔ ایک بہت بڑے بزرگ کی دعا ہے کہ یا اللہ مجھے ان گناہوں سے بچا جو گناہ دعا کو چھین لیتے ہیں۔ تو ایسے گناہ سے اللہ بچائے جب انسان دعا سے غافل ہو جائے۔ وہ گمراہی جس کا انجام منزل ہو ہم لوگ اُسے گمراہی نہیں کہتے۔ مثلاً یہ کہہ سکتے ہیں یہ بندہ خالد بن ولید ہے، رضوان اللہ اجمعین میں سے ہے، سیف اللہ ہے، اللہ کی تلوار ہے۔ سُنا ہے کہ یہ پہلے دوسرے گروہ میں تھے۔

سوال:

جنگِ اُحد میں خلاف تھے۔

جواب:

لیکن ان کے خلاف کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ صرف ادب سے بولو گے۔ جو آدمی ادب والے بنا دیئے گئے ان کی زندگی کا وہ حصہ جہاں ادب نہیں تھا وہاں بھی آپ نے ادب لگا دیا۔ آپ صحابہ کرامؓ میں سے کسی بزرگ اور جلیل صحابی کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ حضور پاک ﷺ پر تلوار لے کے گئے۔

کون گیا تھا؟

سوال:

حضرت عمر فاروقؓ

جواب:

جب آپ گئے تھے تو رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہو کہ نعوذ باللہ عمر گیا تھا۔ کیا یہ کہہ سکتے ہو کہ ''وہ تلوار لے کے گیا'' نہیں کہہ سکتے۔ یہ کہو گے کہ آپ تلوار لے کے گئے تھے۔ تو جو حضور پاک ﷺ پہ تلوار لے گئے تھے یہ کون تھے؟ یہ پہلے بھی ''آپ'' ہی تھے' سبحان اللہ! اب یہ تلوار کا واقعہ اور اسلام کا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے۔ یہ کفر اور یہ اسلام ایک ہی واقعہ ہے۔ اللہ کے ہاں یہ ایک ہی واقعہ ہے' ایک یونٹ ہے زندگی۔۔۔۔۔ یہ کیا ہے؟ اللہ کے ہاں زندگی کیا ہے؟ ایک ہی یونٹ ہے' جو بخشا گیا وہ بخشا گیا۔ کیا اُمت کے لوگ بخشے جائیں گے؟ بخشے جائیں گے۔ پھر تمہارا گلہ کیا ہے؟ کہتا ہے یہ مشکل ہے۔ اگر یہ کہیں کہ یا اللہ تو ساری اُمت کو معاف کر دے' پاس کر دے تو کیا یہ اُمید ہے؟ اُمید تو ہے لیکن تم لوگوں نے معاف نہیں کرنا اور اللہ نے معاف کر دینا ہے۔ ثابت کیا ہوا؟ آپ لوگ معاف کر دو۔ کیا کرو؟ آپ معاف کر دو کہ یا اللہ ہم نے معاف کر دیا' تو بھی معاف کر دے۔ وہ کافر جو کفر سے نکل کر بزرگ ترین درجے میں پہنچنے والا ہے اس

کے کفر کو بھی بُرا نہ کہنا۔ تم یہ کہہ سکتے نہیں ہو۔ ورنہ تو تمہارا دل یہ کہتا ہے کہ اس کی اسلام سے پہلے کی زندگی کو آپ سختی سے بیان کریں۔ لیکن نہیں کہہ سکتے۔ اسلام نے یہ مہربانی کی کہ اُسی نام کو محسن بنایا حالانکہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد نام بدلنا چاہیے تھا مگر اس نام کو ہی معزز کر دیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو جس شخص کو نیکی کی منزل مل گئی اُس کی پرانی بدی جو تھی وہ بھی قبول ہو گئی۔ مسلمانوں میں یہ بات ہونی چاہیے کہ جب تم قبول کر لو کہ دوسرا شخص مسلمان ہے تو اب اس کی بَدی مت بیان کرو۔ آدمی' آدمی کا گلہ چھوڑ دے۔ مومن' مومن کا گلہ چھوڑ دے' مسلمان' مسلمان کا گلہ چھوڑ دے۔ آپ لوگ تو یہ کرو' باقی کو ہم بعد میں بتائیں گے۔ آپ لوگ تو وعدہ کرو۔ کسی مسلمان کا گلہ نہ کرو۔ آپ کہیں گے کہ اگر سیاستدان ہوں تو پھر؟ تو سیاست دان کو بھی چھوڑ دو۔ سیاست کا بھی گلہ نہ کرو۔ جب تک تمہیں یقین نہ ہو جائے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے آپ کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ یہ تو آسان بات ہے ناں۔ سمجھ آ رہی ہے؟ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔

جواب:

کیونکہ کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ سے اُسے معافی ہو جائے۔ تم اسے مت

بُرا بھلا کہو' یہ نہ کہو کہ یہ ظالم ہے' یہ گناہ کرتا ہے۔ پتہ نہیں کہ اس کی عاقبت اچھی ہو جائے' پتہ نہیں کہ نیک آدمی کی عاقبت کدھر چلی جائے۔ لہٰذا کسی انسان کو نہ بہت اچھا کہو اور نہ بہت بُرا کہو جب تک انجام نہ آجائے۔ یہ حدیث شریف ہے کہ عین ممکن ہے کہ ایک انسان اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے اور وہ آدمی جنت میں چلا جائے اور عین ممکن ہے کہ ایک آدمی اور جنت میں ایک ہاتھ کا فاصلہ ہو اور وہ آدمی دوزخ میں چلا جائے۔ عین ممکن ہے کہ کوئی زندگی بھر عالمِ دین ہو اور گمراہ ہو کے مر جائے۔ کبھی ایسا دیکھا آپ نے؟ ایسا واقعہ ہوا کہ نہیں؟ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی ساری عمر گمراہ رہا ہو اور اللہ ایسی مہربانی کر دے کہ وہ مسلمانوں کے معززین میں شامل ہو جائے۔ لہٰذا یہ بڑے شعور کی بات ہے کہ کسی کو اچھا برا مت کہو جب تک اس کا آخری سانس نہ آجائے۔ بس پھر آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ تو آپ ان مقامات کی عزت کرو جہاں سے معززین گزرے ہیں۔ جہاں جہاں سے وہ سارے لوگ گزرے وہ راستے آج بھی جگمگاتے جا رہے ہیں اور وہ راستے جگمگاتے جائیں گے۔ وہاں آج بھی چراغاں ہوگا۔ جس جس مقام پر آپ کے آنے سے پہلے عزت سے نام لیا جائے اور وہ مقامات معزز ہو چکے ہوں تو ان کی تعظیم کرتے جاؤ۔ مثلاً یہ بری امامؒ ہیں' لوگ ادب سے وہاں جاتے ہیں' کچھ لوگوں کا حسن اعتقاد ہے۔ گزرے ہوئے معزز انسان

کوتم نئے سرے سے غیر معزز ثابت نہ کرنا۔ وہ اپنی کمائی حاصل کر چکے ہیں اور وہ معززین میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ ان کی عزت کرتے ہوئے آگے نکل جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے راز ہے۔ جن جن لوگوں کی عزت قائم ہے ان کی عزت کرتے جاؤ۔ یہی تمہاری عزت ہے۔ جہاں سے گزرو معززین کو سلام کرتے ہوئے گزر جاؤ۔ یہ لوگ انعمت علیھم والے ہیں' ان کو سلام کرتے ہوئے گزر جاؤ' شاید تمہیں بھی اُس زُمرے میں شامل کر لیا جائے۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری دعا ہے تجھ سے کہ ؎

شریکِ زُمرۂ لاتحزنوں کر

یہ سب سے بڑی دُعا تھی کہ اللہ مجھے زُمرہ لاتحزنون میں شریک کر۔ لاتحزنون والے زُمرے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا' کوئی حزن نہیں ہوگا' کوئی ملال نہیں ہوگا۔ تو اقبالؔ نے کہا کہ میری دعا ہے کہ مجھے تو ان لوگوں میں شامل کر۔ آپ بھی شامل ہو جاؤ_____

ہاں اور کوئی سوال_____ بولو گے تو مسئلہ حل ہوگا۔

سوال:

سر! گذارش ہے کہ کسی کو صاحبِ بصیرت بزرگ زندگی میں میسر آتے ہیں اور پہلا یقین یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ میرے خیر خواہ ہیں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ میں ان کا خیر خواہ کیسے بن سکتا ہوں؟

جواب:

اس کے دو طریقے ہیں۔ اگر آپ کو خیر خواہ ڈاکٹر مل جائے تو بیماری لے کے جانا ہی اس کی خدمت ہے۔ ڈاکٹر مل گیا ہے تو بیماری لے کے اس کے پاس چلے جاؤ۔ تو ڈاکٹر جو ہے وہ راضی ہو جائے گا۔ اگر آپ بیماری کا علاج کہیں اور سے کرائیں تو ان ڈاکٹر صاحب سے آپ کی کیا دوستی ہے۔ اگر آپ کو کوئی ایسا انسان مل جائے جو صاحبِ یقین ہو تو اس کی خدمت کیا ہے؟ کہ اس کے یقین کو آپ قبول کر لیں' دینا کچھ نہیں ہے۔ اگر صاحبِ علم مل جائے تو جہالت کو اس کے پاس لے جاؤ کہ یہ اندھیرا ہے' اسے روشنی میں Convert کر دیں۔ وہ دینے والا خوش ہوگا کیونکہ وہ دینے پر مامور ہے۔ میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہی تو خوبی ہوتی ہے کہ صاحبانِ بصیرت لوگ اس بات پہ خوش ہوتے ہیں کہ ان سے بصیرت کے سوالات مانگے جائیں۔ ان کے ساتھ کوئی اور برابری نہیں ہوتی ہے۔ راستہ بتانے والے سے راستہ پوچھنا ہی خدمت ہے۔ اگر کسی شخص سے پوچھو گے کہ شیخوپورہ کا راستہ کدھر سے جاتا ہے تو وہ کہے گا کہ اِدھر سے جاتا ہے' اور وہ خوش ہوگا۔ کہ وہ راستہ بتا رہا ہے۔

سوال:

کیا اس لیے کہ یہ اس کی ڈیوٹی ہے۔

جواب:

یہ اس کی ڈیوٹی بھی ہے اور Pleasure بھی ہے' اس کا شوق بھی یہی ہے اور فرض بھی یہی ہے۔ اس لیے اس کی دنیاداری کے طور پر خدمت نہیں کرنی بلکہ تم نے پوچھ لیا اور اس کا کام ہے کہ اس نے بتا دیا۔

سوال:

ہم اپنی بے علمی لے کے حاضر تو ہوئے اور سب میسر آجاتا ہے تو اس وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ہم کیا کریں؟

جواب:

وہاں سے آپ منشور لیتے ہیں اور گھر جاتے ہیں تو وہاں جا کے آپ کو مخالفت ملے گی۔ پھر آپ کو یہ بات یاد آجائے گی کہ اس کو میں نے معاف کرنا ہے۔ جب معاف کرنا ہے تو پھر لڑائی کیا کرنی ہے۔ پھر زندگی وہاں سے بدل جائے گی۔ آدھا جھگڑا جو ہے وہ پیسے پر ہوتا ہے۔ اُسے کہو کہ پیسہ نہ تیرا ہے نہ میرا ہے' زندگی آنی جانی ہے' انسان نہ کچھ کھوئے گا اور نہ کچھ پائے گا' وہ صرف آئے گا اور جائے گا۔ تو لینا کیا ہے۔ تو وہاں جا کے یہ بات Apply ہو جائے گی۔ یہ تنہائیوں میں جا کے Apply ہوگی اور تنہائیوں میں ہی ملے گی۔ اب یہاں یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ کا جو کاری گر شعبہ ہے یعنی دل اور روح' وہ یہ Address سن رہے ہیں اور ان سے ہم Address کر رہے

ہیں' یہ ڈرائیور ہیں آپ کے' یہ کچھ نہ کچھ بات سیکھ رہے ہیں اور میرے ساتھ کچھ وعدہ کر رہے ہیں اور جب آپ زندگی میں جائیں گے تو وہ پھر اس کی مرضی کے مطابق چلے گی' حالات کو یہ چلائیں گے اور تسکین پائیں گے۔ یہی تو آپ کو فائدہ ہوگا۔ جب آپ نہیں ہوتے تو اسی وقت تو آپ ہوتے ہیں۔ ہم مثلاً جمعرات کو ملتے ہیں۔ اگر ہم صرف جمعرات کو ملیں تو کبھی ہمیں یاد ہی نہ رہے۔ ملتے سارا دن ہیں' سارا ہفتہ ملتے ہیں۔ تو وہ جو شوق ہے وہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ یہ سُنی ہوئی بات صرف سُنی ہوئی نہیں رہتی بلکہ یہ جا کے زندگی کے عمل میں داخل ہو جاتی ہے۔ میں آپ کو یہ آسان بات بتا رہا ہوں کہ ذکر کرنے والا آدمی جو ہے عین ممکن ہے کہ اس کا ذکر جاری ہو اور بندہ ظالم ہو۔ عین ممکن ہے کہ ذکر جاری ہو اور بندہ پیسہ مانگنے والا ہو۔ عین ممکن ہے کہ ذکر جاری ہو اور اس بندے کے ماں باپ ناراض ہوں۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ ذکر شروع کرنے سے پہلے اپنی صفائی شروع کر دو۔ ذکر شروع کرنے سے پہلے دل کو صاف کرو' دل کو کدورت سے آزاد کر دو' نفرت نکال دو' لالچ نکال دو' انتقام نکال دو' ہمیشہ رہنے کی تمنا نکال دو' اللہ کی طرف سفر کرنے والے بن جاؤ' ففرّوا الی اللّٰہ اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ فرار کیسے ہوتا ہے؟ جیسے جوتے چھوڑ کے بھاگ جاتے ہیں۔ تو یہ ہے فرار۔ یعنی اللہ کی طرف بھاگ جاؤ۔ شاید آپ کو یہ کیفیت سمجھ نہیں آ رہی' جب ماں آ جائے تو

ماں کے سامنے ہر شے چھوڑ دو' باپ آجائے تو باپ کے سامنے اپنی انا چھوڑ دو۔ مطلب یہ کہ جب آپ اللہ کی طرف کے مسافر بن گئے تو پھر آپ کو ساری بات سمجھ آجائے گی۔ تو بات سمجھ آرہی ہے آپ کو؟

سوال:

جی ہاں سر!

جواب:

تو بات یہ ہے کہ یہ آپ نے سارا واقعہ اسی زندگی میں کرنا ہے اور یہ زندگی کے بعد نہیں ہوگا۔ تو اپنے آپ کو آزاد کرلو۔ یہ جھگڑا' یہ لینا' یہ دینا چھوڑ دو۔ نماز ضرور پڑھو لیکن اگر دل میں کسی انسان کے ساتھ کدورت ہے تو آپ کی نماز نہیں ہوگی۔ تو نفرت یا کدورت ہے تو نماز نہیں ہوگی۔ تو آپ نفرت نکال دو اور یہ کہو کہ مقدر میں ایسے ہی تھا' میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ تو جس نے آپ کا نقصان کیا اس کو معاف کر دو۔ چور کو قطب بنانے کا مطلب ہی یہی ہے۔ چور کو تو لگانی تھی پھانسی مگر انہوں نے پھانسی کی بجائے قطب بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مجبوری میں آیا ہے' پتہ نہیں چور ہے کہ کیا ہے' بس ٹھیک ہے۔ وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ انہیں بتایا گیا کہ قطب فوت ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پھر کوئی نیا نافذ کرو' نام درج کرو۔ دیکھا تو بندہ کوئی نہیں تھا' یہ چور خالی ہاتھ جا رہا تھا' کہنے لگے کہ تو خالی ہاتھ کہاں جا رہا

ہے' چل تو قطب بن جا۔ تو قطبیت عطا کر دی۔ تو مدعا یہ ہے کہ اگر آپ احسان کرنا چاہیں تو پھر ہر آدمی آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ تم سزائیں دینا' لاٹھیاں چلانا اور ایک دوسرے کو Punishment کرنا چھوڑ دو۔ یہی عبادت ہے۔ ذکر چلانا بہت آسان ہے' ذکر چل جائے گا۔ اللہ کا ذکر شروع کرو گے تو پھر گونج ہو جائے گی مگر پہلے دل صاف کرو۔ میں ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ ہم بڑے زور شور کا ذکر کرتے تھے' وہ ذکر کی ایک محفل ہوتی تھی۔ ایک دن محفلِ ذکر ہونے سے پہلے محفلِ ذکر میں شامل آدمیوں میں سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ جب آج آپ محفلِ ذکر کرو تو اس کے بعد دعا کرو کہ میرے اوپر جو قرضہ ہے وہ ٹل جائے۔ وہ جو باباجی ذکر کراتے تھے وہ کہتے ہیں کہ آج ہم ذکر نہیں کریں گے' یہ بیچارہ پیسے کی مشکل میں مبتلا ہے' اس نے ذکر کیا کرنا ہے' اس نے تو ذکر سے پیسے بنانے ہیں' تو ہم ذکر ہی نہیں کرتے۔ ذکر کی وہ محفل تو اٹک گئی' اب جو لوگ ذکر کرنے کے لیے آئے تھے وہ پریشان ہو گئے کہ ذکر تو اٹک گیا ہے۔ لیکن ذکر تو ہونا چاہیے۔ تو آناً فاناً اس شخص کے لیے چھ ہزار روپیہ پورا ہو گیا اور ذکر کی محفل جاری ہو گئی۔ اب پیسے تم اللہ سے مانگتے ہو اور رکھتے اپنی جیب میں ہو' یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ یہ بات آپ کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی _____ ایک آدمی نے سوال کیا کہ دعا کرو کہ مجھے پانچ سو روپے چاہئیں۔ بزرگ نے کہا کہ سارے لوگ

ہاتھ اُٹھاؤ۔ ہاتھ اُٹھانے کی بجائے جیب میں ڈالو اور پانچ سو روپے نکالو اور اسے دو۔ مگر وہ کہہ رہے تھے کہ اس کو اللہ دے گا اور اپنے پیسے بینک میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ بات سمجھ آئی؟ اس لیے جس کے پاس پیسہ ہے وہ دے گا۔ یہ نہ کہنا کہ اس کو اللہ دے گا بلکہ آپ ہی دیں۔ جس کے لیے آپ دعا کر رہے ہیں اس کو دعا خود ہی کرو اس کو اللہ کے حوالے کرنے کی بجائے خود ہی اُسے پیسے دو۔ تو یہاں سے آ کے فرق پڑ جاتا ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو اس کے ساتھ تعاون کرو اس کی Help کرو۔ پھر ذکر چل پڑے گا۔ ذکر کی خوبی یہ ہے کہ ذکر کرنے والا کوئی دنیاوی آرزو نہ رکھتا ہو۔ بس پھر اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا ذکر ہو جائے گا کہ

تیری یاد میں ہوا جب سے گم تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

تو ایسی منزل آ گئی۔ یہ نہ ہو کہ ذکر کرتے کرتے اللہ کچھ پوچھے تو بندہ کہے کہ یا اللہ میرے دو چار مسئلے حل کر دو۔ یہ تو بُری بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا رشتہ بناؤ۔ وہ تمہارے کام خود ہی کرتا جائے گا_____

اور کوئی سوال_____ آپ کے ساتھ والے بولیں_____

Anyone_____ پوچھیں۔

سوال:

کیا ہم ذکر سے پہلے دنیاوی مسائل حل کر لیں اور پھر ذکر کریں؟

جواب:

میں یہ کہتا ہوں کہ دنیاوی مسائل کو ذکر میں نہ شامل کرنا۔

سوال:

کیا ان کو الگ رکھیں؟

جواب:

ہاں' ان کو الگ رکھیں۔ ذکر کے اندر سے دنیا کی تمنا نہ نکلے

سوال:

دنیا کی تمنا بھی تو اللہ تعالیٰ نے حل کرنی ہے۔

جواب:

دنیا کی تمنا رکھو اور تمنا پوری کرو۔ ایسی تمنا جس کا علاج دنیا میں تمہاری محنت کے بغیر ہے وہ دعا میں شامل کرلو' اس لیے کہ محنت سے وہ کام حل نہیں ہوسکتا۔ مثلاً کسی کے ہاں بیٹیاں پیدا ہو رہی ہیں اور بیٹا پیدا نہیں ہوتا تو یہاں محنت کام نہیں آئے گی۔ اس کو دعا میں رکھ لو۔ یہاں محنت کارگر نہیں ہوتی۔ وہ کوششیں یا وہ خواہشیں جن کا تعلق محنت سے نہیں ہے' جن کا تعلق اس نظام سے نہیں ہے' ان کا تعلق دعا کے ساتھ ہے اور ان کے لیے دعا کرو۔ ذکر کا مطلب یہ ہوتا کہ محبت' اللہ کی محبت۔ محبت جس ذات سے کرتے ہو اس سے دنیا کا سوال نہ کرو۔ کیونکہ وہ کارساز ہے اور پہلے ہی

پوری کر رہا ہے۔ جس نے تمہارے مانگنے سے پہلے تمہیں بینائی دی' تمہارے دیکھنے کے لیے روشن کائنات بنائی' جس نے بچے کے پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پاس دودھ کا انتظام کر دیا' جو تمہارا نگران ہے' جو سانسوں کا رزق دیتا ہے' نور کا رزق دیتا ہے' ایمان کا رزق دیتا ہے' خیال کا رزق دیتا ہے' ماں باپ کا رزق دیتا ہے' اولاد کا رزق دیتا ہے' جس نے کھلی فضا میں تمہیں رکھا ہوا ہے' وہ تمہارے پالنے کا انتظام کر چکا ہے۔ میں یہ اطلاع دے رہا ہوں۔ تم اپنا انتظام نہیں کر رہے ہو وہ خود ہی کر چکا ہے۔ بس تم اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دو اور اس کی محبت میں چل پڑو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس کے ساتھ محبت کرو اور وہ تمہارے کام نہ کرے۔ کام تو خود بخود ہی ہو جائیں گے۔ اس لیے دین کے اندر اللہ تعالیٰ کے پاس جا کے یہ سوال نہ کرنا پڑ جائے کہ میرے دو چار دنیاوی کام کر دیں۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ اللہ سے محبت کرنے والے ایسے لوگ تھے کہ غریب تھے اور اللہ کے قریب تھے۔ انہوں نے یہ دعا نہیں کی کہ یا اللہ ہمیں پیسہ دے دے' وہ بڑے مقربین تھے۔ کیا آپ لوگ ایسا تصور کر سکتے ہو کہ حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کی کوئی دعا منظور نہ ہو۔ یہ آپ نہیں مان سکتے۔ کیا انہوں نے کربلا کو ٹالنے کی دعا کی ہوگی؟ یہ راز ہے۔ آپؑ کے نام سے دعا منظور ہوتی ہے۔ کیا آپؑ نے یہ دعا کی ہوگی کہ یا اللہ میرے سر سے کربلا ٹال دے؟ کیا کسی

شہید ہونے والے نے یہ دعا کی ہے کہ یا اللہ میرے سر سے شہادت ٹال دے؟ کیا کسی غریب مقرب نے یہ دعا کی ہوگی کہ یا اللہ غریبی ٹال دے؟ کیا پیغمبر ﷺ نے یہ دعا کی ہوگی کہ مجھے وادیٔ طائف سے نہ گزار؟ یہی تو تسلیم ورضا کی کہانی ہے۔ تسلیم کسے کہتے ہیں؟ کہ جو تیری طرف سے آرہا ہے اُسے قبول کرنے کی صلاحیت دے۔ اُسے بدلنے کی توفیق نہ مانگنا کہ یا اللہ اسے بدل دے۔ پھر تو تم اپنی مرضی سے چل رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ جو عطا فرما رہا ہے اس پر راضی رہنے کی توفیق مانگا کرو۔ یا اللہ جو تیری طرف سے آرہا ہے اس پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ جب تم نے ایک بار یہ توفیق مانگ لی تو تمہیں ہر چیز میسر آجائے گی' ہر چیز اور ہر کام۔ اور اپنے گرُووں اور اپنے پیروں کو راضی رکھو' دل میں یاد رکھو' استقامت سے چلتے جاؤ' اندھیرے میں روشنی ہوتی جائے گی۔ تو ذکر یہ ہے۔ اور فکر یہ ہے کہ اس کی یاد میں گم ہونا۔ اور ذکر کیا ہے؟ اس کو پکارتے رہنا۔ تو کبھی پکار لیا کرو اور کبھی یاد میں گم ہو جایا کرو۔ پھر ذکر اور فکر دونوں چلیں گے۔ یاد میں گم ہو جاؤ_____

اور کوئی سوال_____ اگر سوال نہیں ہے تو آپ دعا کر لو _____ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنے محبوبوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرما! یارب العالمین! زندگی کی مصروفیات میں ہمیں اپنا نام یاد رکھنے کی توفیق عطا فرما! ہمیں توفیق عطا فرما کہ تیرا ذکر کریں! یہ توفیق عطا فرما کہ تیری یاد

سے اپنے دل کو آباد رکھیں! یا اللہ یہ توفیق عطا فرما کر ہم تیرے محبوب ﷺ کے نام لیوا بنیں اور آپؐ سے محبت کریں! آپؐ کی یاد کو ہم اپنے دل میں آباد رکھیں! یا اللہ تو ہم پر اپنی مہربانی فرما! یہ زندگی بھی آسان فرما اور آنے والی زندگی بھی آسان فرما! یہ زندگی ہمیں ایسی عطا فرما کہ ہمیں حالاتِ زمانہ کی کوئی پریشانی نہ ہو! ہماری اولادیں ہماری موؤب ہوں! یا رب العالمین مہربانی فرما کہ ہماری اولادیں ہماری موؤب ہوں' ہمارے ماں باپ ہم پر رحم کریں' ہم اپنی اولادوں پر رحم کریں اور وہ ہماری اطاعت گزار ہوں' ہم بزرگوں کی اطاعت کریں' ہمارے تمام بزرگ ہم پر راضی رہیں۔ یارب العالمین! یہ زندگی ہمارے لیے آسان بنا دے! اپنے فضل کی داستان بنا دے!

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد واله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین ــــــــ

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	کرن کرن سورج (ڈیلکس ایڈیشن)	(نثر پارے)
3	دل دریا سمندر	(مضامین)
4	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a Drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
13	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
14	دریچے	(نثر پارے)
15	ذکرِ حبیبؐ	
16	واصفیات	(مضامین)
17	گفتگو۔۱	سوال و جواب
18	گفتگو۔۲	سوال و جواب
19	گفتگو۔۳	سوال و جواب
20	گفتگو۔۴	سوال و جواب
21	گفتگو۔۵	سوال و جواب

22	گفتگو_٦	سوال و جواب
23	گفتگو_٧	سوال و جواب
24	گفتگو_٨	سوال و جواب
25	گفتگو_٩	سوال و جواب
26	گفتگو_١٠	سوال و جواب
27	گفتگو_١١	سوال و جواب
28	گفتگو_١٢	سوال و جواب
29	گفتگو_١٣	سوال و جواب
30	گفتگو_١٤	سوال و جواب
31	گفتگو_١٥	سوال و جواب
32	گفتگو_١٦	سوال و جواب
33	گفتگو_١٧	سوال و جواب
34	گفتگو_١٨	سوال و جواب
35	گفتگو_١٩	سوال و جواب
36	گفتگو_٢٠	سوال و جواب
37	گفتگو_٢١	سوال و جواب
38	گفتگو_٢٢	سوال و جواب
39	گفتگو_٢٣	سوال و جواب
40	گفتگو_٢٤	سوال و جواب

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱۔اے جوہر ٹاؤن لاہور

http://www.wasifaliwasif.org



واصف علی واصف

گفتگو 26

کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱/اے، جوہر ٹاؤن - لاہور

طلوعِ صبح کے چہرے پہ روشنی کیسی
سیاہ شب میں درخشندہ آفتاب ہوں میں
(واصف علی واصفؔ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

''گفتگو کے'' عنوان سے گزشتہ ڈیڑھ دہائیوں سے لگاتار چھپنے والی کتابوں کے سلسلے کی یہ ۲۶ ویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس سلسلے کی کتابوں کی اشاعت میں مسلسل اضافہ اس اَمر کی دلیل ہے کہ دورِ حاضر میں طالبین حق کی جستجو کو سیراب کرنے میں یہ کس قدر ممد و معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

خوش قسمتی سے آخری دس سالوں کی محافل ریکارڈ کر لی گئیں اور اس طرح حضرت واصف علی واصفؒ کی گفتگو تحریری شکل میں ''گفتگو'' ہی کے عنوان سے محفوظ ہوتی جا رہی ہے۔ آپؒ کی محافل میں ایک عام آدمی سے لے کر مختلف شعبہ ہائے زندگی کے سربرآوردہ لوگ بیٹھے اور عصر حاضر میں پیش آنے والے فکری اشکالات رفع کرتے رہے۔ گذرتے ہوئے وقت نے ثابت کیا کہ ''سوال و جواب'' کی نشست کا یہ سلسلہ فکری اور نظری اُلجھنوں کو سلجھانے میں بہت کارگر رہا۔ انتہائی سہل اور آسان پیرائے میں کی جانے والی گفتگو اہل فکر و نظر کے قلوب کی گرہیں کھولتی چلی گئی۔ آپؒ نے تصوف کی بھاری بھرکم اصطلاحات استعمال کئے بغیر آسان انداز میں عام تعلیم یافتہ طبقے کو روحِ دین سے شناسائی دی۔ آپؒ کی گفتگو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق ہر طبقے کے لوگوں کے دلوں میں گھر

کرتی رہی۔ آج ضرورت اِسی اَمر کی ہے کہ فروعی مسائل سے صرفِ نظر کرتے ہوئے دین کی مبادیات کو اذہان وقلوب میں راسخ کیا جائے۔ عقل و دل اور فکر و نظر کو تسخیر کرتی چلی جانے والی وہ محافلِ گفتگو بلاشبہ دورِ حاضر کیلئے ایک قیمتی علمی اور روحانی ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ تمام ''گفتگو'' جس سلسلے کی کڑی ہے' وہ عشقِ احمدِ مرسلؐ سے جڑا ہوا ہے۔

''گفتگو'' پڑھتے ہوئے ''سنائی'' بھی دیتی ہے۔ اِسے پڑھنے والا ایک ایسی گونج محسوس کرتا ہے جو واضح طور پر اس کتاب کے تحریری ہونے کی بجائے تقریری ہونے کا ثبوت ہے۔ ''گفتگو'' کے اس سلسلہ ہائے کتب کی پیشکش کو مزید بہتر بنانے میں قارئین کی آراء اور تجاویز ہمیشہ ہماری اولین ترجیح رہی ہے۔



فہرست

﴿1﴾

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔	21
2	قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔	31
3	ابھی اللہ کے ڈر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا	

4 قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟ 39

5 آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے اور دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو دیتے جائیں تو انسان کا گزر بسر کیسے ہوگا؟ 47

6 حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔ 51

7 آپ نے لکھا ہے کہ ''جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے'' اس کا کیا مطلب ہے؟ 53

﴿2﴾

1 عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ بدلنا نہیں چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔ 61

2 تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟ 66

3 یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس میں بھی ہے۔ 74

4 آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں، مثلاً طاقت میں بڑے لوگ گزر گئے' غزل میں غالب گزر گیا، تو ہمارے کرنے کا کام کیا رہ گیا؟ 77

5 آپ کا ''صبر'' کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں کسی اور کا ارادہ بھی شامل ہے۔ 83

6 ایک بات سمجھ آ جاتی ہے لیکن پھر خیال آ جاتا ہے کہ شاید یہ غلطی ہو۔ یہ اضطراب کیوں ہے؟ 86

7 اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر ___ 90

8 ''اللہ کی ہر روز نئی شان ہے'' اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ کو ہر روز کوئی نیا کام ہوتا ہے ___ 91

9 لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے ہوں تو انہیں اٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ 93

﴿3﴾

1 نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھاتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ کے ___ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟ 99

2 سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟ 111

3 آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ بدعملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سوفی صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمت الٰہی کے سہارے بخشے جائیں گے ___ 114

4 کیا دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے؟ 116

5 صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے ___ 121

6 وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو "اللہ ہو" پہ لگا دیا ہے تا کہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے رہیں اور فتح کرتے رہیں۔ 123

7 یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی بھی یہی ہے 129
8 اسلام میں طرز حکومت کا کیا تصور ہے؟ 132
9 کہتے ہیں کہ مجذوب بااختیار ہوتا ہے' وہ جو کہتا ہے بات بن جاتی ہے۔ 138
10 جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ ہوتا گیا۔ 145

﴿ 4 ﴾

1 میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ 157
2 یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ دے' تو زندگی کے بہت سے شعبے ہیں' ان میں کوشش کیسے چھوڑ دیں؟ 172

3 جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہوسکتا ہے؟ 176

4 سر! جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟ 178

5 جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے اور جب ہم دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے 181 211

6 یہ جو چپ کا روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟ 185

7 انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماضی کی یاد کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں' اب ان کی اصلاح کیسے کریں؟ 192

8 خطا تو معاف ہو جاتی ہے لیکن انسان کے اندر خیال آسکتا ہے کہ اگر خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر رہ ہی نہیں گئی تو تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا

196 تو نصیب نہیں ہوا۔

9 سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں
200 کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا ____

10 سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے
ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں' گھر بار ہے'
رشتہ داریاں ہیں' دوسرے لوگ ہیں۔ ہم یہاں سے بے
شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔ اور ان پر حتی
الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ ہم
چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی
میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو
201 کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔ اس کا سد باب کیسے کریں؟

11 ابھی آپ Thoughtlessness اور
Sightlessness کے متعلق کچھ بتا رہے تھے تو
204 Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔

12 دل تو جسم کا قائداعظم ہے' اس کے بارے میں ضرور کچھ
204 فرمائیں۔

13 سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں' جب گھر جاتے ہیں تو بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں' گھر والوں کے کچھ اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں۔ 205

14 سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم آپ کے ساتھ جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی نہیں بولتے۔ 208

﴿ 5 ﴾

1 داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟ 213

2 وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے؟ 222

3 داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟ 223

4 سر! یہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں اور ان کا کیا مقام ہے؟ 238

5 اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے زیادہ قریب ہونے کے لیے کیا عمل زیادہ کریں؟ 239

6 جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا' جو باتیں آپ سے
سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں ___ 241

7 تصورِ شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟ 244

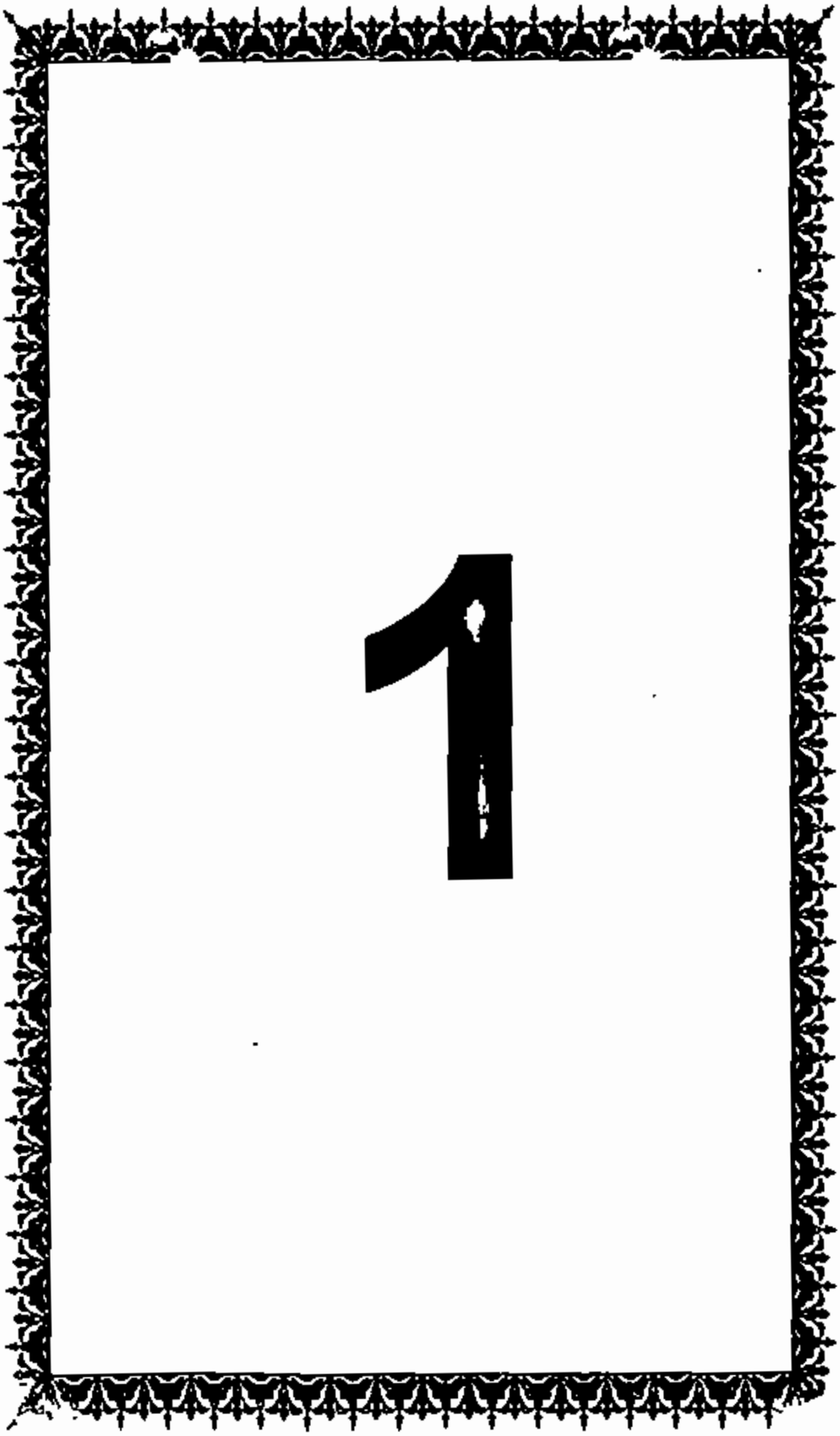

1 انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔

2 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔

3 ابھی اللہ کے ڈر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے؟

4 قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟

5 آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے اور دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو دیتے جائیں تو انسان کا گذر بسر کیسے ہوگا؟

6 حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔

7 آپ نے لکھا ہے کہ "جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال:

انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔

جواب:

کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آدمی کو عمل کرنے کے باوجود کبھی کبھی مایوسی ہوتی ہے۔

سوال:

مایوسی کی بات نہیں ہے بلکہ آدمی کو یوں لگتا ہے کہ اس کو عبادت کی کوئی خاص کیفیت سمجھ نہیں آتی یا یہ خیال ہوتا ہے کہ سب کچھ تو فضل ہے، کرم ہے، پھر ہماری عبادت کی کیا حقیقت ہے۔

جواب:

مطلب یہ ہے کہ یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ انسان کو عبادت کی حقیقت کی بات سمجھ نہیں آتی ہے تو یہ آپ آج کے انسان کی بات کہہ رہے ہیں۔

سوال:

حضور! میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔

جواب:

اب سوال بدل گیا اور ذاتی بات ہوگئی۔ یا سب کی ہوگئی؟ اب ذاتی ہوگئی۔ آج آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو ٹریننگ یہ ہوگئی ہے کہ آپ اپنے اعمال کو نتیجے کے حوالے سے پہچانتے ہیں اور اپنے اعمال کو فوری منفعت کے حوالے سے پہچانتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ جو کاروبار کیا ہے اس سے کتنا نفع ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ نفع تو کوئی نہیں ہوا۔ تو وہ کہے گا کہ پھر تو تمھاری زندگی برباد ہوگئی۔ لیکن اس دوران جو خیر و عافیت سے وقت گزرتا گیا وہ آپ کو سمجھ نہیں آیا۔ اگر آپ اپنی زندگی کو منفعت طلبی سے نکال لیں تو پھر یہ سمجھ آئے گی کہ عبادت جو ہے وہ آپ کا عمل ہے اور آپ کی منفعت کے لیے تو ہے ہی سہی لیکن یہ عمل اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ اگر تو یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے تو پھر تو آپ کو پتہ ہی نہیں کہ اس کی منفعت کتنی ہے۔ اس لیے یہ بات سمجھنے سے پہلے بڑا دور جانا پڑے گا۔ پہلے یہ دیکھو کہ زندگی کی بعض اوقات زندگی ہونے کے باوجود حقیقت سمجھ نہیں آتی کہ یہ ہے کیا۔ زندگی تو ایسے ہی ہے' سرسری ہے' اس میں ہوا کیا اور کیا نہ ہوا۔ اب یہ جس کا عمل ہے یہ رضا اس کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے تمہیں کس پانی سے بنایا اور پھر ہم قادر ہیں تمہیں واپس لوٹانے میں اِنّہ لرجعہ لقادر۔ پہلے یہ غور سے دیکھ لو کہ جس نے انسان کو پانی سے تخلیق فرمایا' انسان بنایا' اس پر ادوار آ رہے ہیں۔ بچہ یہ نہیں سمجھ

سکتا کہ وہ بڑا بھی ہوگا۔ بچہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ بچہ ہی رہے گا۔ اب بنانے والے نے اس کے اندر ایسا سسٹم رکھا ہے کہ بچہ جو ہے وہ بچہ نہیں رہے گا' وہ بڑا ہو جائے گا اور اُسے پتہ نہیں چلے گا کہ وہ بڑا ہو رہا ہے یا بڑا ہو گیا۔ یہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ ہمارے پرانے زمانے کے واقعات ہیں' ابھی آپ کا پرانا زمانہ آ گیا' یادوں کا زمانہ' ابھی آپ کو ماں باپ کی یاد آ رہی ہوگی کہ وہ کیا زمانے تھے اور وہ کیا دور تھا۔ اور اس طرح چلتے چلتے آپ کہاں پر آ گئے۔ بنانے والے نے سسٹم ایسا بنایا ہے کہ انسان پہلے بچہ ہوگا' پھر بڑا ہوگا' جوان ہوگا' بوڑھا ہوگا' زوال پذیر ہو جائے گا اور رخصت ہوگا اور اگر رخصت نہیں ہوگا تو ہونا چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت سے بچائے جب انسان کو خدانخواستہ زندگی میں کوئی اُلجھن ہو' وہ کسی پرابلم میں ہو' صحت کا معاملہ ہو سکتا ہے' حالات کا معاملہ ہو سکتا ہے' تلخی زمانہ کا معاملہ ہو سکتا ہے' اور وہ انسان زندگی کی افادیت سے محروم ہو جائے۔ وہ کہے گا کہ اب زندگی کس کے لیے ہے' زندگی تو اُلجھ گئی ہے اور پھر وہ رخصت ہونے کی تمنا کرے۔ وہ جو زندہ رہنے کی دُعائیں کرتا تھا اس کو کہیں نہ کہیں سے رخصت ہونے کی آرزو پیدا ہو گئی۔ وہ وقت ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت یہ دیکھنا چاہیے کہ بنانے والے نے ایسا سسٹم بنایا ہے کہ ان باتوں کے باوجود اُسے جانا ہی پڑے گا۔ اس میں افادیت کی بات نہیں ہے' آپ کی منفعت کی بات نہیں ہے' آپ کے فوری نتیجے کی بات نہیں ہے۔ چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہیں اس لیے یہ بات جانتے ہیں کہ یہ لو پیسے اور سودا دے دو یعنی آپ نے یہ عمل کیا اور اُسے کہا کہ اس کا نتیجہ دے دو۔ عبادت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے لیے آپ کو غور کرنا

پڑے گا' پھر غور کرنا پڑے گا۔ ایک حاضر زندگی ہے' موجود زندگی ہے' تو موجود زندگی میں آپ جو عمل کرتے ہیں اس کا موجود نتیجہ پاتے ہیں۔ چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔ اب ایک سسٹم اور ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اُسے کہتے ہیں مابعد' یعنی آنے والا دن۔ جب تک آپ کو اس کا شعور نہ ملے آپ اپنے وہ اعمال جنہیں آپ نیکی کہتے ہیں ان کا نتیجہ آپ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ کا عمل آپ کے رب کے ہاں کیا ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ پیسہ آپ کے پاس ہو اور نیکی یہ ہے کہ کسی اور کو دے دیں۔ اب یہ نیکی آپ کو سمجھ نہیں آسکتی۔ انسان کہتا ہے کہ یہ تو نقصان ہے۔ یہ نقصان تو ہے لیکن آخرت کے لیے بہتر ہے۔ آج حرام کا مال مل جانا منفعت ہے لیکن یہ نقصان ہے' یتیم کا مال قابو آ گیا لیکن یہ تمہارے پیٹ میں آگ لگا دے گا۔ ہر گنہگار کامیاب ہوتا ہے' وہ گنہگار تب بنتا ہے جب گناہ میں کامیاب ہو جائے ورنہ نیت کا گناہ ویسے ہی معاف ہو جاتا ہے۔ گناہ کا مطلب ہے کسی برے عمل میں کامیاب ہو جانا۔ کہتا ہے کہ آج تو برے عمل میں کامیاب ہو گیا' گناہ میں کامیاب ہو گیا' تیرے گھر میں چراغ جل گیا لیکن تیری قبر میں اندھیرا ہو گیا۔ یہ سفر جب تک سمجھ نہ آئے جسے آپ بھول جاتے ہیں یعنی قبر کا سفر نہ سمجھ آئے' قبر کے بعد کے زمانے سمجھ نہ آئیں تو وہ اعمال جنہیں آپ عبادت کہہ رہے ہیں یا تسلیم و رضا کہہ رہے ہیں وہ اعمال آپ کو افادیت کے درجے میں سمجھ نہیں آسکتے۔ کہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں پیسے دے آیا دوسرا اُسے کہتا ہے کہ اس سے کیا حاصل' تو بے وقوف آدمی ہے' پیسہ ضائع کر رہا ہے' یہ تو بڑی غلطی کی ہے تو نے _____ کیونکہ اس کو اس زمانے کا پتہ نہیں۔ جب تک آپ کا یقین اللہ

اور اللہ کے بنائے ہوئے دین پر نہ ہو' بھیجے ہوئے دین پر نہ ہو' جب تک آپ آخرت پر ایمان یا یقین کامل نہ رکھیں تو آپ کو عبادت کی منفعت کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ آپ لوگ سماج کی عبادت کرتے ہیں' مثلاً ابا جان' چچا جان مسجد میں جا رہے ہیں تو چلو ہم بھی چلیں' عید کا دن ہے' کپڑے پہن لو اور سب کو مبارک دیتے ہیں۔ روزہ رکھا نہیں اور عید کی مبارک ہو رہی ہے۔ جس نے روزہ نہ رکھا ہو اس کو عید کی خوشی کیا ہو گی۔ لوگ روزے کے بغیر روزے کی افطاریاں کرتے رہتے ہیں۔ تو عبادت کی منفعت یا اس کا نتیجہ ایسی چیز ہے جو ظاہری نہیں ہے۔ جب اس کا یقین نہ ہو تو آپ کو لگے گا کہ یہ میں کیا عبادت کر رہا ہوں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں پچیس سال سے عبادت کر رہا ہوں اور کاروبار کا یہ عالم ہے کہ بس۔ کاروبار کی بات کیا ہوتی ہے؟ ظاہری نتیجہ۔ اب کہتا ہے کہ کاروبار خراب ہو گیا۔ کیا پیغمبروں پر فاقہ آیا؟ کیا وہ نامزد تھے؟ وہ نامزد بھی ہیں' مقرب بھی ہیں' Appointed بھی ہیں اور پھر غریبی ہے۔ یہ عجب بات ہے۔ اللہ کے ہاں وہ بہت پسندیدہ لوگ ہیں اور پھر شہادت ہو رہی ہے شہادت کا بظاہر معنی تو ہلاکت ہے لیکن یہ انعامات کے درجے ہیں۔ آپؐ اللہ کے بہت مقبول پیغمبر ہیں' ان پر درود بھی آ رہے ہیں اور زمانے کے حالات ذرا اور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ اپنی ظاہری زندگی کو باطنی زندگی یا عاقبت کی زندگی پر نثار نہ کر سکیں تو آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا رجوع جو ہے وہ ظاہر پر زیادہ ہے اور یہ وہ اعمال ہیں جو ظاہر کے نہیں ہیں۔ عبادت عمل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ عبادت آخرت پر یقین کا نام

ہے۔عمل تو آپ کرتے رہتے ہیں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر طوطے کو "اللہ ھو" کا ذکر سکھا دیا جائے تو وہ سارا دن کرتا رہے گا۔تو یہ اللہ کا ذکر تو نہ ہوا بلکہ طوطا ہوا۔اس لیے جب تک آپ یہ محسوس نہ کریں کہ یہ وہ عمل ہے جو میرے اللہ کے حکم پر اللہ کی رضا کے لیے میں کر رہا ہوں تو نتیجہ نہیں آئے گا اور جب وہ راضی ہو جائے تو سارا عمل مکمل ہو گیا۔اس کے لیے میں وارننگ دے رہا ہوں کہ کبھی اپنے عبادت کے عمل کو' نیکی کے عمل کو نتیجے کی شکل میں مت دیکھنا۔ اس کا فوری طور پر نتیجہ نہیں نکلے گا۔عام طور پر اچھے آدمیوں کے ساتھ دنیاوی طور پر کچھ سخت نتیجہ نکلتا ہے۔کہتا ہے تو فیل کیوں ہو گیا؟ کہتا ہے میں Honest جو تھا۔ مارکیٹ میں میں نے ہی فیل ہونا تھا کیونکہ میں دیانت دار تھا۔مسلمانوں کے زوال کے اسباب اس سے پوچھو تو کہے گا کہ اسلام ہی زوال کا سبب ہے کیونکہ مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں اور حرام کھا نہیں سکتے۔ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ ہے کوئی بندہ جو مجھے حرام کا مال کھانے کا راستہ بتائے۔کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ حلال کا تو پورا نہیں ہوا اور اب حرام کا بھی پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حالات زمانہ برداشت نہیں ہیں' سکون قلب نہیں ہے' توکل نہیں ہے' اعتماد نہیں ہے' آخرت کا بھروسہ نہیں ہے اور یہ ظاہری زندگی کے ظاہری لمحات پر اعتماد کر رہا ہے۔کہتا ہے کہ دیکھو بے وقوف آدمی ہے' عبادت میں لگا ہوا ہے' یہ نہیں دیکھتا کہ حالاتِ زمانہ کیا ہیں۔اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حالاتِ زمانہ کا خیال رکھو۔ حالاتِ زمانہ کا ظاہری نتیجہ نکلتا ہے اور حالات عبادت کا باطنی نتیجہ نکلتا ہے۔جب تک آپ سکونِ قلب سے آشنا نہ ہوں' آخرت پر بھروسہ نہ ہو' خدا کے سامنے نہ

جھکتے ہوں تو آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اب جو میں نے آپ کو بات بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بنانے والا ہے' اس نے بچہ بنایا اور پھر بڑا بنایا' وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں واپس لے جاؤں گا۔ دیکھتے تو آپ ہر روز ہیں کہ اس سسٹم میں ایسی بات ہے کہ لوگ مر گئے۔ پھر آپ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم اس چیز سے باہر ہیں' مر جانے سے باہر ہیں لیکن کبھی آپ اپنے آپ پہ غور کریں تو آپ کا بچپن مر گیا' بچپن کے کھلونے مر گئے' جوانی کے زمانے بھی گزر گئے' غائب ہو گئے' وابستگی کے دور بھی چلے گئے' دوستوں کے ایام بھی گئے' خوشیوں کے زمانے بھی گئے' نظاروں کے رنگ کم ہو گئے' گلاب کا رنگ کم ہو گیا کیونکہ آپ کی نظر خراب ہو گئی' چہروں کے چراغ مدھم ہو گئے ہیں کیونکہ آپ کی آنکھ میں کمی آ گئی۔ کہتا ہے کہ کبھی ایک وقت تھا جب ذائقے بڑے اچھے تھے۔ تو آپ کی زبان ہی اچھی تھی کیونکہ ذائقہ زبان کا ہوتا ہے' کھانے میں تو ہوتا ہی نہیں ہے۔ تو یہ آہستہ آہستہ زوال ہوتا جا رہا ہے اور موت آتی جا رہی ہے۔ پھر بھی اس کے باوجود آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے جانا نہیں ہے حالانکہ آپ جا رہے ہیں بلکہ تقریباً جا چکے ہیں۔ اب عبادت جو ہے وہ آنے والے وقت کو بچانے کے لیے ہے اور آپ جانے والے وقت کی فکر نہ کریں۔ جانے والا وقت تو جا ہی رہا ہے۔ تو عبادت کو فوری نفع کے مطابق مت Judge کرو۔ اگر عبادت کی توفیق مل رہی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو' یارب العالمین! میں عبادت کا معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ عبادت کرنے کی توفیق ہی مانگتا ہوں' مجھے عبادت کرنے کی توفیق دیتا رہ۔ اب عبادت کرنے کی جو توفیق ہے یہی نتیجہ ہے۔ عبادت کا انعام عبادت ہی ہے۔ اب اس میں اور انعام کیا چاہیے؟

میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک بادشاہ کے پاس ہیرے جواہرات کے خزانے تھے' وہ ذرا جوش میں آ گیا اور درباریوں کو کہا کہ جو مرضی ہیرے جواہر لے جاؤ' جو جس کو اُٹھائے گا اس کو دے دیا جائے گا' جس ہیرے پہ ہاتھ رکھو وہ تمہیں دے دیا جائے گا۔ تو سارے درباری لوگ لوٹ مار میں لگ گئے کہ یہ دے دو' وہ دے دو۔ ایک غلام کھڑا ہوا تھا' اس سے بادشاہ نے کہا کہ تو خاموش کھڑا ہے اور سارے لوگ لے رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ پھر سوچ لو۔ بادشاہ نے کہا کہ سوچ لیا ہے' تمہیں کیا چاہیے؟ اس نے بادشاہ پہ ہی ہاتھ رکھ دیا _____ کہتا ہے میرے پاس تو ہی آ جا۔ تو یا تو آپ خزانے لو یا پھر بادشاہ لو ۔

کچھ اور مانگنا میرے مشرب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے میرے دست سوال میں

تو اور کیا مانگنا ہے ۔

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

اگر آپ بندگی کو قیمت میں لینا چاہیں گے تو آپ کو کبھی بھی سکون نہیں ملے گا۔ بندگی برائے بندگی ہو اور اطاعت برائے اطاعت ہو۔ نماز سے دنیا کی تمنا اور آرزو کو نکال دو۔ کون سی آرزو رکھو؟ یا اللہ میرے ماں باپ پر فضل فرما اور میری اَولاد کو نمازی بنا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے خود نماز میں بتا دی ہے۔ باقی یہ کہنا کہ یہ کاروبار ہو جائے' یہ ٹینڈر نکل آئے' تو اس سے نماز کو آزاد کر دو۔ نماز کو اگر ان

باتوں سے آزاد کر دو گے تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ تو مسجد کے اندر عبادت کرنے والا جیب میں پرچی نہ رکھے۔ پرچی کیا ہوتی ہے؟ مثلاً چیزیں مانگنا کہ یا اللہ آج تو دو چار چیزیں اور دے دو۔ اگر آپ داتا صاحبؒ کے عرس پہ جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اس دفعہ آپ کا عرس کیسا رہا تو وہ کہیں گے کہ اپنی اپنی دنیا کی چیزیں مانگنے والے آئے تھے اور ہم تو دین کے لیے آئے تھے۔ تو دین والوں سے کسی نے دین مانگا نہیں ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تو گنج بخش ہے' اتنے ہزار روپے دے دے۔ آج کل تو لوگ ہزاروں کی بجائے لاکھوں اور ملین کی بات کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دین والوں سے اور دل والوں سے بھی دنیا کا سوال ہو رہا ہے' مشائخ کرام سے بھی یہی سوال ہو رہا ہے' اللہ سے بھی یہی مانگا جا رہا ہے کہ یا اللہ کوئی خزانہ ہی دے۔ تو آج کا انسان عبادت کو ذریعہ حصول زر بنانا چاہتا ہے۔ لہٰذا وہ نہ عبادت کر سکتا ہے اور نہ مال بنا سکتا ہے۔ اگر مال بنانا ہے تو عبادت کو چھوڑ دو اور جس طرح کافر کر رہے ہیں تم بھی کام کرو۔ کافر کو مال ملتا ہے تو تم بھی کافر کی طرح مال لو' اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ حرام راستے پر کامیابی چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ حلال طریقے سے ملے۔ حرام سے حلال کیسے ملے گا' ناممکنات میں سے ہے۔ اس لیے ان لوگوں کا جو طریقہ ہے وہ دین سے آزاد ہے' مذہب سے آزاد ہے۔ خشیت اللہ جو ہے یعنی اللہ کا خوف' یہ تمہیں حرام نہیں کرنے دے گا۔ اور حلال سے تمہاری وہ روٹی نہیں بنتی جو تم چاہتے ہو۔ تو عام طور پر ایسے واقعات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لوگ تشویش میں آ گئے' تذبذب میں آ گئے اور کہتے ہیں کہ عبادت سے کچھ بات بنی نہیں ہے۔ عبادت سے تو بات بنانی نہیں تھی آپ

نے۔تو آپ عبادت میں لگے رہے اور دنیا آگے نکل گئی۔ کہاں نکل گئی؟ یہاں ہی غرق ہو گئی ۔ تو عبادت والا آگے نکل گیا کیونکہ یہ وہ فاصلہ ہے جس کی Measurement یہاں پر نہیں ہے' اس کی پیائش یہاں نہیں ہے' اس کی یہ پیائش نہیں ہے کہ آپ نے کتنی عبادت کی ہے۔ کہتا ہے کہ عبادت سے کیا ملا؟ کہتا ہے کہ اس سے بہت کچھ ملا۔ کب پتہ چلے گا؟ کہتا ہے کہ جب یہ سانس بند ہو گی تب پتہ چلے گا۔ لہٰذا عبادت جاری رکھو اور اللہ پہ اعتماد کرو۔ اعتماد کیا ہے؟ کہ صرف یہی زندگی نہیں ہے۔ یہ تو ویسے ہی ختم ہو رہی ہے بلکہ ہوئی پڑی ہے۔ تو زندگی اس کے علاوہ بھی ہے۔ اس ''علاوہ'' کے لیے عبادت کی جاتی ہے تا کہ آپ پر فضل ہو اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو۔ اس لیے کبھی یہ نہ کہنا کہ چار نمازیں پڑھ لی ہیں مگر کام نہیں ہوا۔ کہتا ہے کہ چلو چار نمازیں اور پڑھ لیتے ہیں۔ کہتا ہے کہ ایک دن میں چھتیس نمازیں پڑھ لی ہیں مگر کام نہیں ہوا۔ تو چھتیس نمازوں سے تمہارا کیا کام ہونا ہے' تُو تو نماز پڑھ نہیں رہا بلکہ تُو تو وہ کام کر رہا ہے۔ عبادت جو ہے وہ عبادت کے مطابق کرتا چلا جا اور جیسے اللہ کی مہربانی ہو گی وہ کرتا جائے گا۔ پہلے اللہ کو مالک تسلیم کرو اور عاقبت پر بھروسہ رکھو اور کسی صاحب یقین سے ملو' اس سے تعلق بناؤ' اپنی سنگت بناؤ' اور پھر آپ چلتے جاؤ۔ جس طرح کوئی کہتا ہے کہ میں لندن جا رہا ہوں' انگلینڈ جا رہا ہوں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں بھی ادھر جا رہا ہوں۔ اگر ایسی بات ہو تو آپ کا سفر بہتر ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ دونوں ادھر جا رہے ہیں ۔اور اگر عاقبت کا مسافر مل جائے تو تمہاری عاقبت کا سفر بہتر ہو جائے گا۔ تم لوگوں نے دوستی یہاں کے بندوں سے رکھی ہے اور جانا ہے تم نے

وہاں۔یہی وجہ ہے تمہاری ناکامی کی۔تو یہاں کے دوستوں سے وہاں کا سفر کیسے ہوگا۔اس لیے بہتر ہے کہ وہاں کے مسافروں کے ساتھ دوستی کی جائے **ومنکم من یریدالدنیا و منکم یرید الاخرۃ** تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تمہیں میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔تو آخرت کے طلب گاروں کے ساتھ دوستی کرو اور یہاں گزارہ کرتے جاؤ۔پھر عبادت سے کبھی بھی تمہارا اعتماد نہیں اُٹھے گا۔یہ بہت ضروری بات ہے۔اس بات کا خیال رکھو_____

اور کوئی سوال_____بولو_____سعید صاحب بولیں_____

سوال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔

جواب:

نہیں' یہ ایسے نہیں ہے۔اگر ایسی کوئی آیت ہو تو بتائیں۔

سوال:

ھُدی للعالمین

جواب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہدایت ہے عالمین کے لیے' آنے والے زمانوں کے لیے۔

سوال:

هدی للمتقین

جواب:

یہ متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اِنا سمعنا قرآناً عجبا : ہم نے عجب قرآن سُنا۔ یہ عجب بات ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ معجزہ ہوتا ہے کسی پیغمبر کا ایسا عمل جو بظاہر فطری عوامل میں ممکن نہ ہو۔ تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ کرامت اُسے کہتے ہیں کہ کسی اہل اللہ سے کوئی ایسا واقعہ سرزد ہو جائے جو عام فطرت میں نہ ہو۔ اور اگر کسی قوتِ ارادی سے یہ واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے کہتے ہیں استدراج۔ قرآن کریم میں اللہ نے جو کہا ہے اور آپ نے جو پڑھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ قرآن کریم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اتنا بڑا کلام ہے اور کئی ان پڑھ لوگ یا جو زیادہ پڑھے ہوئے نہیں' ان کو وہ لفظ بہ لفظ' زبر زیر تک محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ واحد کلام ہے اور آج تک کوئی کلام ایسا نہیں ہے کہ اس قدر محفوظ ہو کہ زیر کا فرق نہ لگے اور زبر کا فرق نہ لگے۔ یہ بڑا اعجاز ہے۔ اعجازِ قرآن کے اور بڑے واقعات ہیں۔ اب تو سائنس نے کمپیوٹر میں بھی نکال لیا ہے کہ اس کے اندر ''الف'' کا لفظ اتنے لاکھ مرتبہ آیا ہے'' ''ب'' اتنی مرتبہ ہے اور'' ج'' اتنی مرتبہ ہے اور ان سب کو جمع کریں تو یہ اُنتیس پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تو لوگ حیران ہو گئے کہ اعجاز القرآن کیا ہے' کہ یہ 29 پہ تقسیم ہو جاتے ہیں'' ''اللہ'' کا اسم جتنی مرتبہ آیا اور وہ بھی 29 پہ تقسیم ہو جاتا ہے۔ لوگ بڑے بڑے آرٹیکل لکھتے ہیں کہ قرآن کے اندر اتنے حیران کن واقعات ہیں۔ کمپیوٹر اب بتا رہا ہے کہ اس میں کیا

کیا ہے' مثلاً ایک جگہ پر یہ لفظ آنا چاہیے تھا مگر اس کی جگہ اللہ نے اس لفظ کی بجائے اور لفظ استعمال کیا۔ اب وہ لفظ 29 پہ تقسیم نہیں ہوتا تھا اور یہ لفظ تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا متبادل لفظ یہاں پہ لگایا۔ تو آج سائنس حیران کر رہی ہے کہ یہ واحد کتاب ہے جسے انہوں نے Mathematically ثابت کیا کہ یہ اس کا اعجاز ہے اور یہ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ بات کو پورا کرنا' وزن کو پورا کرنا کہ وہ 29 پہ تقسیم ہو جائے۔ انسان کو سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ یہ جو مقطعات ہیں ان کے اندر کیا راز ہے۔ تو قرآن کا اعجاز ابھی جاری ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آنے والے زمانوں تک اگر کتاب کی شکل میں نہ لکھا جائے تو بھی یہ سینہ بہ سینہ محفوظ رہے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انا لہ' لحفظون کہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو حفاظت ہو رہی ہے' قاری اور حافظ بنتے جا رہے ہیں۔ اگر کتابیں ختم ہو جائیں' دنیا میں سے لائبریریاں غائب ہو جائیں پھر بھی کلام پاک محفوظ رہے گا۔ دو چیزیں ہمیشہ محفوظ رہیں گی۔ کلامِ پاک محفوظ رہے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ یہ دو چیزیں قائم رہتی ہیں۔ آج بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کوئی واقعہ ہو جائے تو آپ سارے کے سارے زندہ ہو جائیں گے۔ یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہے۔ ورفعنا لک ذکرک کہ آپؐ کا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا۔ تو یہ ذکر بھی قائم رہے گا اور قرآن پاک بھی قائم رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قائم ہونے کی بات ہے کہ اس کی کتاب بھی قائم رہی' اس کے پیغمبرؐ بھی قائم رہے۔ اور وہ آپ بھی قائم ہے۔ کل من

علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلل والاکرام تو ہر چیز فنا ہو جائے مگر تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو جلال اور اکرام والا ہے۔ تو وہ قائم رہے گا' قرآن اس کی کتاب ہے اور یہ اعجاز ہے۔ اگر آپ اس کو غور سے پڑھیں تو عربی دان نہ ہونے کے باوجود کچھ عرصہ بعد یہ آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا اعجاز ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ اس کا مصنف موجود ہے اور وہ جب چاہے بات کو ظاہر کر دے۔ تو یہ عربی زبان کی بات نہیں ہے بلکہ اس کے فضل کی بات ہے کہ وہ جب چاہے آپ کو اس کی تعلیم دے دے۔ قرآن اگر شوق سے پڑھا جائے تو ایسے لگے گا کہ جیسے حال ہی میں بات نازل ہو رہی ہے۔ آپ اس کو اس طرح پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے اور یہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی ہے۔ تو یہ کتاب پڑھنے سے دو واقعات ہوئے کہ میں جو یہ کتاب پڑھ رہا ہوں یہ اللہ کے الفاظ ہیں اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں۔ تو برکت ہی برکت ہے' سلامتی ہی سلامتی ہے۔ تو یہ اعجاز ہے کہ اس میں سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ملتی ہے اللہ کی محبت بھی ملتی ہے اور زندگی کا راستہ بھی ملتا ہے۔ قرآن پاک کی باتیں سادہ سادہ ہیں لیکن آپ کو زندگی کے اندھیروں میں روشنیاں ملتی جائیں گی۔ تو یہ بڑی بات ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم نے بندوں سے بندوں کی زبان میں بات کی ہے۔ قرآن میں زمین کی بات ہے' آسمان کی بات ہے' انسانوں کی بات ہے' انسان کیسے پیدا ہوا' وہ کیسے رہتا ہے' پرانی قوموں کے ساتھ کیا ہوا' ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے _____ تو یہ سادہ سادہ بات

ہے۔ مگر جب آپ پڑھنے لگ جائیں تو قرآن کے اندر آپ کو ایک اور قرآن کا پتہ چل جائے گا کہ اس کا ایک باطن ہے اور اس باطن کا ایک اور باطن ہے۔ اس کے اندر پھر بے شمار عوامل ہیں۔ ایسی چیز ہوگی کہ اُسے سات مرتبہ پڑھیں تو ایک نتیجہ نکل آئے گا' دس مرتبہ پڑھو تو اور نتیجہ نکل آئے گا۔ پھر اس آیت کو پڑھتے جاؤ تو کچھ اور سمجھ آجاتی ہے۔ تو اس کے اندر یہ سارے انکشافات ہیں اور پوری کائنات کی زندگی اس کے اندر موجود ہے' زندگی کی حرکت موجود ہے اور زندگی کا نتیجہ موجود ہے۔ یہ پڑھنے والے پر منحصر ہے۔ اس کو وہ آدمی نہیں چھو سکتا جو پاکیزہ نہ ہو۔ اسے مطہر لوگ چھوئیں گے اور وہی پڑھیں گے۔ آپ اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کریم نے یہ جو کہا ہے کہ میں نے روحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ تو اب بتانے والی کیا بات ہے؟ یہ ہمیں کیوں بتا رہے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ بتانے کی کوئی وجہ ہے اور آپ کو یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ ایسا واقعہ ہوا۔ انسان کو اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے' جنت کی اور دوزخ کی خبر یہاں مل رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہیں سے یہ بات شروع ہو جاتی ہے۔ آپ اگر قرآن پاک کو غور سے پڑھتے جائیں تو آپ کو یہیں سے بات سمجھ آجائے گی۔ ایک بزرگ نے اللہ کے حکم سے بہشتی دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ یہ بہشتی گیٹ ہے اور جو یہاں سے گزرا وہ بہشتی ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بہشتی دروازہ کیسے کھول دیا' بہشت تو وہاں آگے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو یہاں پہ بہشت نہیں ملی ہے اس کو آگے کیا ملے گی۔ اس کی سند کیا دی؟ من کان اعمیٰ

فی ھذہٖ فھو اعمیٰ فی الاخرۃ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ آپ نے حقیقت کو یہاں سے دیکھ کے جانا ہے ورنہ آگے کیا سمجھ آئے گی۔ بس قرآن پاک کو ایسا سمجھ کے پڑھو کہ آپ کو یقین آجائے کہ اللہ کا ہی کلام ہوسکتا ہے۔ پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ قرآن پاک تو اللہ سے گفتگو کا موقع ہے' ٹیلیفون ہے' اس میں اللہ تعالیٰ بول رہے ہیں اور آپ پڑھتے جاؤ۔ تو یہ اللہ فرمارہے ہیں اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرمارہے ہیں۔ یہ دونوں کی متفقہ بات ہے' آپؐ کی زبان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور آپ لوگوں تک پیغام آگیا۔ اس سے بڑا اور کیا پیغام چاہیے آپ لوگوں کو۔ بزرگوں سے ہوتے ہوئے آپ تک بات آگئی۔ اب آپ کو اور کیا چاہیے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست پیغام آگیا اور اتنا مستند ہے کہ یہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہوا ہے اور جبریل امینؑ کے ذریعے آیا ہے۔ اب یہ آپ تک آگیا ہے' اس کو پڑھ کے دیکھو' یہ اعجاز ہی اعجاز ہے' اس میں واقعات ہی واقعات ہیں' نور علیٰ نور ہے۔ اصل میں یہ قرآن اس قرآن کا عکس ہے اور قرآن وہی تھا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا اور یہ اس کی Echo ہے' جو آپ تک چلی آرہی ہے' گونج چلی آرہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کا ارشاد تھا اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس وقت نکل رہا تھا وہ قرآن تھا اور اب یہ اُس کا ریکارڈ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پھر اگر آپ غور اور شوق سے پڑھیں تو ایسا ممکن ہے کہ آپ اسی زمانے میں جا پہنچیں جس زمانے میں قرآن پڑھا جارہا تھا۔ لو انزلنا ھذا القرآن علیٰ جبل لرایتہ خاشعا

متصدعاً من خشیت اللہ یعنی اگر یہ قرآن ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اس کی خشیت سے کانپ جاتا' لرز جاتا۔ خشیت اللہ یعنی اللہ کے خوف سے اور اللہ کے ڈر سے۔ تو یہ اتنا بڑا کلام ہے۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آ رہی کہ ابھی آپ کے باطن میں صداقت نہیں آئی ہے۔ لوگ عدالتوں میں اور محفلوں میں جھوٹا قرآن اُٹھا لیتے ہیں اور قرآن کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ لوگوں کی عادت سی بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اثر نہیں رہا ورنہ تو یہ بڑا اثر والا ہے' آج سے پہلے یہ بات تھی۔ پرانے زمانے میں اگر مسجد میں کوئی جھوٹی قسم کھاتا تو زندہ واپس نہیں آتا تھا۔ آج کل کے واقعات اور ہو گئے ہیں۔ بہر حال یہ اللہ کا کلام ہے اور اعجاز ہی اعجاز ہے' معجزہ ہی معجزہ ہے۔ اور سلامتی ہے۔ اس کو پڑھنے کی توفیق مانگا کرو_____

اور کوئی بات پوچھو_____ چغتائی صاحب پوچھیں_____ حافظ صاحب آپ بولیں_____ حافظ خوشی محمد بولے!

سوال:

ابھی اللہ کے ڈر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے؟

جواب:

ڈرنے کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس جگہ رکھے اس جگہ رہنا چاہیے۔ وہ مہربانی فرما دے تو وہ منزل مل جاتی ہے کہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون تو نہ خوف ہو اور نہ ملال ہو۔ ورنہ تو خوف کا ایک Element رہے گا اور خوف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان ہے بے نیازی اور وہ اگر چاہے تو کیا ہو جائے۔ کبھی کبھی وہ بخشش بھی فرما دیتا ہے' معافی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن سُنا یہ گیا

ہے کہ سجدے کے انکار سے پہلے شیطان مقرب تھا' وہ فرشتہ تھا یا جن تھا' بہرحال بہت قریب تھا اور جب اُس نے سجدے سے انکار کیا تو کہا کہ ابیٰ واستکبرا وکان من الکافرین تو وہ نکال دیا گیا۔ اور آج کا انسان کئی دفعہ انکار کرتا رہتا ہے' سجدہ نہیں کرتا اور عبادت سے معذوری ظاہر کرتا رہتا ہے لیکن اس کو نکالا نہیں جاتا کیونکہ اب رحمت کا مضمون آ گیا۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ چاہے جس کو پکڑ لے' یہ اس کے کام ہیں۔ ڈرنا اس بات سے چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شانِ بے نیازی دکھا دے۔ آپ اُسے شانِ رحیمی سے پکارا کرو۔ ڈرنا اس لیے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ قریب تھے وہ بڑی شب بیداری فرماتے تھے۔ تو اللہ نے کہا کہ یاایھا المزمّل قُم الیل کہ اے جاگنے والے اور عبادت کرنے والے' کچھ حصہ سو بھی جایا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ تو پیغمبر اسلام ہیں' آپ تو ایسی ذات ہیں کہ اللہ آپؐ پر درود شریف پڑھتا تو آپؐ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ تو شکر میں بھی تھوڑا سا خوف ہے۔ آپؐ استغفار بھی پڑھتے تھے حالانکہ آپؐ معصوم عن الخطاء ہیں۔ اس استغفار کا مطلب ہے کہ یہ نئی منزل کے لیے الحمد کا راستہ ہے' شکر ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ڈرتے رہو تو ڈرتے رہو' استغفار کرتے رہو تو استغفار کرتے رہو' اگر گناہ نہیں ہیں تب بھی معافی مانگتے جاؤ۔ ڈرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نفس سے آزاد نہیں ہوئے من شرور انفسنا کل کو نفس جو ہے وہ عبادت کا غرور بھی پیدا کر سکتا ہے۔ بس سمجھو کہ یہ ڈر

کی بات ہے۔ عابد کے لیے عبادت بعض اوقات غرور بن جاتی ہے۔ کہ ہم بہت عابد ہیں۔ تو یہیں سے تو گمراہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اپنی غلطیوں سے ڈرنا چاہیے کہ یا اللہ تعالیٰ کسی ناگہانی میں پکڑ نہ ہو جائے اور وہ مہربانی فرماتا رہے۔ نقلی ڈر نہ ہو کہ نماز پڑھتے وقت ایسے منہ بنا لو کہ جیسے ابھی رو رہے ہیں۔ جو Genuine کیفیت ہے وہی کرو، جو آپ کی حالت ہے وہی بیان کرو۔ تو نہ نقلی ڈرنا ہے اور نہ نقلی بے دھڑک ہونا ہے۔ بلکہ آپ کی جو حالت ہے اسی انداز سے چلو۔ تو ڈر کا راستہ بھی بعض اوقات قرب کا راستہ ہے۔ اگر اللہ محبوب ہو جائے تو محبت سے ڈر کس بات کا۔ لیکن بعض اوقات محبوب کے خفا ہونے کا بھی ڈر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اگر اللہ آزمائے اور قرب میں فرق آجائے تو یہ بھی ڈرنے کی بات ہے۔ آپ کہو کہ یا اللہ ہم آزمائش کے قابل نہیں ہیں۔ اس میں اپنی طرف سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ جیسے اس نے عطا فرمائی ہے ویسی زندگی گزار دے

اور کوئی سوال ____

سوال:

قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟

جواب:

یعنی کہ سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو عربی جاننے سے پہلے پڑھنا چاہیے یا بعد میں پڑھنا چاہیے۔

سوال:

دونوں میں کیا بہتر ہے؟

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ عربی زبان کی گرامر اور اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے ایک عجمی کو کتنا عرصہ چاہیے؟ اگر یہ بات سمجھ آجائے کہ جو عرب میں پیدا نہیں ہوا وہ اسے کیسے سمجھے گا کیونکہ اسے عرب والے بھی نہیں سمجھ سکتے اور جو اس کی لغت سے پوری طرح آشنا نہیں ہے اس کو عربی زبان جاننے کے لیے کتنا ہی عرصہ چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زبان ہی جانتے رہیں اور قرآن کو سمجھ نہ سکیں۔ قرآن کا جو افہام ہے' قرآن کی جو تفہیم ہے' قرآن کا جو علم ہے یہ عربی کے علم سے نہیں آئے گا بلکہ اللہ کے فضل سے آئے گا۔ عربی زبان کے اندر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بول رہے ہیں اور عربی جاننے والے کچھ لوگ کفر بھی کر رہے ہیں اور مقابلے میں کھڑے ہیں۔ تو یہ اس کے فضل کی بات ہے۔ آپ جس زمانے میں یا علاقے میں پیدا ہوئے ہیں آپ کو اس علاقے کی زبان میں عرفان مل سکتا ہے۔ اور جس کو عرفان مل گیا اس پر قرآن آسان ہو گیا۔ یہ اللہ کے تقرب کی راہ ہے۔ تو یہاں کے رہنے والے' آپ بغیر عربی کے عالم فاضل ہونے کے' آپ قرآن فہمی میں آگئے۔ تو قرآن جو ہے یہ اللہ کی زبان ہے اور عربی زبان نہیں ہے۔ یہ تیرے مالک کی زبان ہے' وہ جب چاہے تجھے آشنا کرا دے۔ تو یہ وہ زبان ہے۔ ہے یہ عربی زبان ہی' لیکن عربی زبان نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی زبان ہے۔ قرآن بظاہر عربی زبان میں نازل ہوا لیکن ہے اللہ کی زبان۔ اور اللہ جو ہے وہ ہر زبان کو

بولتا ہے' ہر زبان سے آشنا ہے' یہ سب اس نے خود ہی پیدا کی ہیں' تمہارے دل کی زبان پتہ نہیں کون سی ہے اور یہ اللہ کی زبان ہو سکتی ہے۔ اس لیے اللہ اپنی زبان میں آپ کے دل پر پوری کی پوری بات نازل فرما دے۔ تو پھر قرآن آشنائی ہوتی جائے گی۔ لیکن لوگوں کو کیا بتایا جاتا ہے؟ کہ قرآن پڑھو' زبر زیر کے ساتھ پڑھو' غور و فکر کے ساتھ پڑھو تا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ پڑھنا چھوڑ دیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مسجدیں قائم کرو' مدرسے قائم کرو' عربی کی یونیورسٹیاں قائم کرو' وہاں پر پورے کے پورے جلسے کرو' چندے بھی اکٹھے کرو' مال بھی اکٹھے کرو' رونق لگاؤ اور میلہ لگتا چلا جائے' مذہبی امور کی عدالتیں بن جائیں اور اس طرح کے سارے واقعات ہوں۔ لیکن قرآن فہمی کیا ہے؟ قرآن فہمی اللہ کا فضل ہے۔ آپ اس کی طرف رجوع کرو تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے نوازے۔ تو یہ پکی خبر ہے کہ قرآن جو ہے عربی زبان نہ جاننے والے کو اس کی سمجھ آ سکتی ہے کیونکہ یہ اللہ کی زبان ہے اور اس کی سمجھ آ سکتی ہے' اللہ کے بندوں کو اس کی سمجھ آ سکتی ہے۔ آپ اللہ کے بندے بن جائیں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہی تو اس کا اعجاز ہے کہ ایک آدمی جو بظاہر عربی نہیں جانتا وہ قرآن کو سمجھتا ہے۔ ہمیں ایسے لوگ ملے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اب فلاں آیت میں یہ لکھا ہو گا' تو وہ لکھا ہوتا ہے۔ وہ پھر کہتے ہیں کہ تیرے سوال کا جواب اس میں یہاں ہو گا تو وہ جواب وہاں ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ عربی نہیں جانتا۔ تو وہ جب چاہے تمہارے ساتھ اپنی کائنات کا تعارف کرا دے۔ جب تم اس کے ہو گئے تو اس کی ساری کائنات سے تمہارا تعارف ہو گیا۔ اسی طرح پھر اللہ کے فضل سے فارمولے کے بغیر تعارف ہوتا جاتا ہے۔

اب سوال کا جواب کیا ہے؟ کہ فارمولا اس کے لیے ہوگا جو اللہ کے ساتھ فارمولے کے ذریعے بات کرے گا۔ اگر وہ کہے گا کہ یا اللہ تو نے سو روپیہ دیا اور ہم نے ڈھائی واپس کر دیئے ہم نے فارمولا پورا کر دیا تو اللہ کہے گا کہ تو بھی فارمولا پورا کر اور اتنی نمازیں پڑھ کے آ' اگر تلفظ غلط کیا تو پھر دوبارہ پڑھ۔ تو یہ ہے فارمولے کی بات۔ اور اگر تم نے اس کے ساتھ حساب نہ کیا تو وہ کہتا ہے کہ وترزق من تشاء بغیر حساب جسے ہم چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں۔ اب کیا فارمولا لگانا ہے۔ ایک کو وہ کہتا ہے کہ جو تم کماؤ گے اس میں تمہیں رائی کا رائی اور پائی کا پائی ملے گا۔ لیس للانسان الا ماسعٰی جو کوشش تم کرو گے وہی تمہیں ملے گا۔ اور دوسرے کو کہتا ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں' تو گھبرایا نہ کر' فکر نہ کر _____ تو اسے اور سرفراز کر دیتا ہے اور حلال کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کے کام نرالے ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھ کے تو نہیں دینا۔ للّٰہ خزائن السمٰوٰت والارض خزانے اس کے اپنے ہیں۔ وہ جب چاہے دے دے۔ اسی طرح وہ عزت عطا فرما دیتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں تاثیر آ جاتی ہے۔ کیونکہ فلاں شخص کی عزت کا دور شروع ہو گیا اور پھر لوگوں میں اس کا احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے نہیں ہیں مگر کہتے ہیں کہ بابا جی آئیں بیٹھیں۔ اور جب خدانخواستہ کوئی معزول ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ چلو بابا ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے _____ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے کام۔ ورنہ تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ کسی جھوٹے پیغمبر کو معزول کرے کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ تو بات پوری کر رہا ہے' دین کی بات کر رہا ہے۔ جھوٹا وہ اس لیے ہے کہ اسے اللہ نے

نامزد نہیں کیا حالانکہ اس کے پاس سارا علم ہے' ساری عبادتیں اس کے پاس ہیں' ساری اچھائیاں اس کے پاس ہیں لیکن صرف ایک چیز نہیں ہے کہ اللہ نے اس کو پیغمبر نہیں بنایا اور وہ کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔ اب یہ بات بڑے غور والی ہے کہ اس کا علم صحیح ہے' واقعات صحیح ہے' بندہ بھی صحیح ہے' اُسے پیغمبر تو ہونا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ نیکی بھی کرتا ہے' آنے جانے والوں کو کھانا بھی کھلاتا ہے' پھر وہ کیسے معزول ہو سکتا ہے؟ سچا پیغمبر بھیجنے والا جھوٹے کو اس طرح سے معزول کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کے خلاف خود بخود نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میری غلطی بتاؤ کہ کیا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں غلطی کا تو پتہ نہیں ہے لیکن دل نہیں مانتا۔ یہ دل والی جو بات ہے یہ اللہ کے کام ہیں' اس میں فتویٰ نہیں چاہیے' کسی کو کافر کہنے کا فتویٰ نہیں چاہیے بلکہ یہ دل کی بات ہے۔ اللہ جب چاہے دلوں پر سکون نازل فرما دے' جب چاہے علم سے سرفراز فرما دے' جب چاہے آپ کو عبادت کا راز بتا دے' جب چاہے آپ کو اپنے راستے پر چلا دے' جب چاہے اندھیرے سے روشنی میں داخل کر دے' جب چاہے گناہ معاف کر دے اور جب چاہے تو گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے۔ تو یہ ہیں اس کے اپنے کام۔ اس لیے تم اللہ کی عبادت کرو' اللہ سے محبت کرو۔ ایک تو لوگ سماج کی عبادت کرتے ہیں' پھر شریعت کی عبادت کرتے ہیں' کچھ لوگ دوستوں کے ساتھ مل کے عبادت کرتے ہیں' کچھ لوگ بزرگوں سے ڈر کے کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں عبادت کرتے ہیں۔ اب یہ جو ہے دین کی عبادت ہے' شریعت کی عبادت ہے لیکن یہ اللہ کی محبت میں ہے۔ اب جو

محبت میں بات ہو رہی ہے اس کا اور ہی مقام ہے اور جو دین کے حوالے سے ہو رہی ہے' شریعت کے حوالے سے ہو رہی ہے' وہ اور ہے' وہ فارمولے کی عبادت ہے۔ دین کی بات تو بڑی آسان ہے کہ اللہ کی راہ میں نثار ہو جانا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کی راہ کے شوق والے دو بندے چاہییں جنھیں ذبح کرنا ہے تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو جاہلوں والی بات کرتے ہیں' اللہ کی راہ میں کیا بکرے ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن شوق والے کو پتہ چلے گا تو وہ کہے گا کہ ہم حاضر ہیں۔ اب یہ جو شوق والے آدمی ہیں ان کا راستہ جدا ہے اور جو تول کے چلنے والے ہیں' وزن کے ساتھ چلنے والے ہیں' ان کا راستہ جدا ہے۔ تو وہ وزن کے ساتھ ہیں اور فارمولے کے ساتھ ہیں۔ اور شوق والے وزن سے باہر ہیں اور فارمولے سے باہر ہیں۔ تو یہ شوق والے ہیں۔ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

تو عقل والے سوچتے ہی رہ گئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ جب خیرات کا وقت آتا ہے تو میرا ایک دوست ایسا ہے جو سب سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو وہ لوگ اللہ کی راہ میں دینے کا موقع تلاش کرتے ہیں۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ بابا تم جمعرات کو آنا' تمہیں چار آنے مل جائیں گے۔ اور پھر وہ سائل کے ساتھ تلخی بھی کرتے ہیں' سائل کو جھڑکی بھی دیتے ہیں۔ ایسی خیرات مت کیا کرو جو جمعراتوں کے حساب سے ہو' یہ تو بندے کے حساب سے ہونی چاہیے' آپ کے اپنے اعمال کے مطابق ہونی چاہیے' آپ کے خیال کے مطابق ہونی چاہیے مگر

آپ نے تو اس کا بھی فارمولا بنا دیا کہ جمعرات کو چار بجے آ جانا' ساڑھے چار بجے سے پہلے آنا۔ توبہ توبہ اگر کسی بڑے آدمی کا کوئی فوت ہو جائے تو صبح خبریں آ جاتی ہیں کہ اس کے جنازے میں فلاں فلاں آدمی شریک تھا۔ کیا اس وقت اس کو ہوش ہوتا ہے کہ دیکھے کہ کون کون شریک ہے کیونکہ اس کا تو باپ فوت ہوا ہوتا ہے۔ اب وہاں رجسٹر رکھا ہوتا ہے' ایک بندہ بیٹھا ہوتا ہے جو لکھتا جاتا ہے کہ کون کون آیا۔ تو لوگ بھی نام لکھواتے ہیں۔ جس کا باپ مر جائے اُسے کہاں ہوش ہوتا ہے۔ مگر لوگ اپنا نام لکھوا آتے ہیں کہ میں آیا تھا۔ تو ایسے جنازے میں مت جایا کرو' بہتر ہے کہ ایسی تعزیت نہ کیا کرو۔ کبھی آپ دیکھو کہ ایسا کوئی واقعہ ہو اور ٹیلی ویژن کا کیمرہ نظر آ جائے تو مکھیوں کی طرح سب اس کی طرف شوٹ کر جاتے ہیں اور وہ واقعہ وہیں ختم ہو جاتا ہے' وہاں جھگڑا ہو جاتا ہے کہ آگے کون آئے گا اور اپنی شکل دکھائے گا۔ تو یہ فوری نتیجے لینے کے لیے ساری کوششیں ہیں۔ انسان ذرا بھی انتظار نہیں کرتا کہ نتیجہ اللہ کے فضل سے ہوگا۔ وہ فوری نتیجہ چاہتا ہے' عبادت کا فوری رزلٹ چاہتا ہے۔ آج کا انسان بے تاب اور بے صبر ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے یہاں کیا ملا؟ تو ظاہر یہ ہو رہا ہے کہ وہ یہاں سے کچھ ملنے کے لیے بے تاب ہے۔ تجھے ایسا کچھ نہ ملے تو وہ بہتر ہے اور تیرا نمبر سب کے بعد میں آئے تو وہ بہتر ہے۔ کیونکہ جن کو ملا ان کو ساتھ ہی رخصت مل گئی۔ سائل دروازے پہ آ گیا اور اس نے سوال کیا' اُس نے دے کے کہا کہ اب جا' تو وہ چلا گیا۔ جس کو نہیں بھیجنا اس کو ٹھہرا دیا جاتا ہے کہ ٹھہر جا' تمہیں دیتے ہیں۔ تو وہ ساتھ ہی مل گیا۔ تو فوری رزلٹ مت مانگا کرو۔ اللہ کریم نے قرآن پاک میں یہ

فرمایا ہے کہ اگر تمہیں نیکی کے فوری معاوضے کی تمنا ہو تو یہ بھی دیکھ لو کہ تمہاری بدی کا بھی فوری رزلٹ آجائے گا۔ جب تم چاہتے ہو کہ بدی کا رزلٹ آگے جا کے ملے تو نیکی کو بھی آگے جانے دو۔ یعنی کہ نیکی کا فوری نتیجہ مانگنے والا بدی کا فوری نتیجہ کیوں نہیں مانگتا۔ بس اتنی بات یاد رکھنا۔ جب بھی اپنی نیکی کا فوری نتیجہ مانگو تو یہ خیال کرو کہ بدی کا بھی فوری نتیجہ آجائے گا۔ اس لیے یہ کہو کہ یا اللہ تو مہربانی کر اور نتیجہ اپنے پاس رکھ۔ پھر آسانی ہو جائے گی۔ اللہ کے کام اللہ پر چھوڑو۔ قرآن پاک کو کس زبان میں پڑھا جائے؟ اسے دل کی زبان سے پڑھا جائے' محبت سے پڑھا جائے' ادب سے پڑھا جائے' جس کا یہ کلام ہے وہ مصنف موجود ہے۔ اپنے دل میں کہو کہ یا اللہ بات سمجھ نہیں آرہی' تو وہ سمجھا دے گا۔ تو وہ محبت کرنے والوں کو سمجھا دیتا ہے۔ Common Man کے لیے یہ ہے کہ پہلے عربی پڑھو' فاضل بنو' اور زبان پر عبور کرو۔ ایک غیر عربی کو عربی زبان کا علم کتنی دیر میں آتا ہے؟ اور وہ بھی قرآن فہمی کے لیے۔ تو قرآن کی زبان کو سمجھنے کے لیے' زبان کے طور پر Language کے طور پر' میرا خیال ہے کہ اس کے لیے ایک زندگی کافی نہیں ہے۔ اگر زندگی میں پانچ نمازوں کو باقاعدہ باجماعت ادا کیا جائے تو آج کل کے دور میں لوگ کہیں گے کہ کاروبار کا خدا حافظ کیونکہ یہ دور کاروبار کے حساب سے فنافٹ کا دور ہے' نظامِ عالم اِدھر کا اُدھر چلا جا رہا ہے' ہر چیز کے اوپر ایمرجینسی لگی پڑی ہے' نظام آپ کے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ تو قرآن پاک کے علم کو حاصل کرنے کے لیے' صرف Language حاصل کرنے کے لیے' پوری زندگی چاہیے قرآن کی تشریح پڑھنے کے لیے دس زندگیاں چاہییں۔ حضور پاک

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے سولہ زندگیاں چاہییں۔ کمائی کے لیے کیا چاہیے؟ یہ آپ کو خود پتہ ہے کہ حالات کیا ہیں' کیا واقعات ہیں' بچوں کی شادیاں کرنی ہیں۔ اور زندگی کتنی چاہیے؟ کتنے ہی سال' مگر زندگی بڑی مختصر ہے۔ خوراک کی بجائے انسان کو دوائیاں کھانی پڑ جاتی ہیں' جتنے بھی پیسے آجائیں وہ ختم ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا' مہنگائی بھی بہت ہے۔ پھر بھی زندگی گزرتی چلی جارہی ہے۔ آپ دُعا کرو کہ اللہ اپنے فضل سے ہر شے چلا دے' یہ تمہارے اختیار سے کبھی نہیں چل سکتی۔ کوئی آدمی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کا بچہ تکلیف میں آجائے تو نمازیں بھول جاتی ہیں۔ بچہ بیمار ہو تو ماں بھی بیمار ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان سارے واقعات کو بڑے غور سے دیکھتے جاؤ۔ تو اللہ کی کتاب کون بتائے گا؟ یہ عربی زبان نہیں بتائے گی بلکہ اللہ آپ ہی بتائے گا۔ بس اس کو غور سے پڑھتے جاؤ تو سمجھ آجائے گی۔ لوگوں کو کرنے دو جو وہ کرتے ہیں' مدرسے بنانے دو' اتنی آبادی ہے' یہ رونق ہے' وہ علوم حاصل کرتے جائیں۔ یہ پیشہ بن گیا ہے' اسی طرح مشائخ کرام کا ایک پیشہ بن گیا۔ یہ اچھا پیشہ ہے' اس کو بھی چلنے دو۔ آپ کیا کر سکتے ہو' بس چلنے دو۔ کسی ایک زندگی کو صحت مند روش پر چلانے کے لیے اللہ کا فضل چاہیے_____

اور کوئی سوال_____ بولو_____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے ور دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو

دیتے جائیں تو انسان کا گذر بسر کیسے ہوگا؟

جواب:

پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ چھوٹے سفر کے لیے بڑا سفر قربان نہیں کر سکتے۔ تو تھوڑی منفعت پر بڑی منفعت قربان نہ کرو۔ یہاں کا سفر کٹ رہا ہے' یہ واجبی واجبی چلتا جائے' تکلیف سے بچتا ہوا چلتا جائے کیونکہ آپ نے جو مال کمانا ہے وہ یہاں استعمال کرنا ہے' یہ مال ساتھ نہیں جائے گا۔ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ اس زندگی کو عارضی سمجھنا اور آخرت کے نام پر اسی مال میں سے قربانی کر دینا ۔آخرت کے لیے آپ نے اور کوئی کام نہیں کرنا بلکہ اسی زندگی کو گزارنے کا نام آخرت ہے۔ مطلب یہ کہ یہ زندگی آخرت کا سفر ہے۔ اگر کسی بندے کے ساتھ نیکی کر دو تو آخرت اچھی ہوگی' دوست کے ساتھ وفا کر دو تو آخرت اچھی ہوگی' اپنے پیسوں میں سے کسی انسان کو پیسے عطا کر دیے تو آخرت اچھی ہوگی' کسی کے ساتھ دو میٹھے لفظ بول دیے تو آخرت اچھی ہوگی۔ تو آپ کے ساتھ یہ نظام چل رہا ہے' آپ کچھ نہ کچھ کرتے جاؤ' اسی کا نام ہے آخرت۔ یہ دنیا ہی آخرت ہے۔ اس لیے اسے آخرت کی کھیتی کہتے ہیں۔ کھیتی کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کام کر رہے ہیں اس نے آخرت بن جانا ہے۔ اگر آپ نے تلخ اور سخت لفظ بولے تو آخرت خراب ہو جائے گی۔ اگر کسی کی ماں عالم نہیں ہے تو بھی اس کی دُعا سے اس کو علم مل جائے گا۔ تو ماں عالم نہیں بلکہ عالم ساز ہے۔ ماں کی دُعا سے جنت نصیب ہو جائے گی۔ اب وہاں کیا ہے؟ وہاں کوئی اور ہی راز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بڑے راز رکھے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں ڈھونڈو اور آگے نکل جاؤ۔ جانا تو

ہے' چار دن بعد چلے جانا ہے' تو راز اُٹھاؤ' چابی اُٹھاؤ اور راستہ پار کر جاؤ۔ چابی کیا ہے؟ کسی کی دُعا لے لو۔ اب دُعا والے کون کون ہیں؟ جو آپ سے درجے میں بلند ہیں ان سے دُعا لے لو۔ کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ' کسی اٹکے ہوئے مسافر کی زندگی آسان بنا جاؤ' اپنے پیسوں میں سے اُسے کچھ دے دو' اس کی زندگی اٹکی ہوئی ہے' وہ آگے چلا جائے گا۔ تو کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ' آپ کا مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ تو یہ شب و روز کی زندگی گزارو' ہم یہ نہیں کہتے کہ نہ گزارو لیکن اگر تمہاری شب و روز کی زندگی سونے کے زیورات کی بجائے ان کے بغیر گزر جائے اور لوگوں کی زندگی کھانے پینے کے معاملے میں آسان ہو جائے تو آپ نے سونا کیا کرنا ہے۔ اگر نمائش کے بلب بند کر دو اور کسی غریب کے گھر میں ایک چھوٹا سا بلب جلا دو تو وہ نمائش سے بہتر ہے۔ اگر تیرے گھر کی نمائش اس کے گھر کا چراغ بجھا رہی ہے تو میرا خیال ہے کہ اپنے گھر کی نمائش بند کر دو۔ تم اور کچھ نہ کرو' صرف ایک کام کرو کہ دولت کا اظہار نہ کرو۔ پھر غریب آدمی پریشان ہونا چھوڑ دے گا۔ تم نے دولت کا اظہار کر کے غریب کو پاگل کر دیا۔ غریب اتنا غریب بھی نہیں ہے لیکن تمہاری کاروں کی چمک دیکھ کے پریشان ہو گیا۔ اپنی طاقتوں کو مدھم رکھو' چھپا کے رکھو۔ آپ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں اگر یہ وعدہ کریں کہ ان شادیوں میں جانا بند کر دو گے جن کے ولیمے ہوٹلوں میں ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کی شادیاں بھی ہوٹلوں میں نہ کرو تو آپ کا آدھے سے زیادہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں آپ کو اچھے کھانوں سے محروم نہیں کر رہا لیکن اس کی وجہ سے بے شمار لوگ برباد ہو رہے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ ولیمہ کیسے ہو گا۔ ولیمہ ایسا ہو کہ چار آدمی مل کے کھانا

کھالیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ ہوٹل میں ولیمہ ہونا چاہیے۔ تو آپ کے ساٹھ ستر ہزار روپے یا لاکھوں روپے ولیمے پہ خرچ ہو جاتے ہیں۔ وہی خرچ گھر میں چند آدمیوں پر کر دو۔ پتہ نہیں ہوتا کہ کون کون کھا گیا ہے اور کچھ لوگ مقروض ہو گئے۔ پچھلے دنوں ایک دانش ور نے ہوٹل میں ولیمہ کھلایا' اس پر قرضے کا انبار پہلے ہی بہت تھا۔ اب ایک اور قرضہ ہو گیا اور وہ نمائش لگانے والا مقروض ہو کے مر گیا۔ یعنی کہ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے کم ظاہر کرو' پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ اپنی ہستی سے زیادہ ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح پریشان ہو جاتے ہیں۔ اتنا سا خیال کرو کہ عاقبت ٹھیک ہو۔ عاقبت کیا ہے؟ ساتھ والے کی غریبی کی توہین نہ کرو' کسی کی غریبی کی توہین نہ کرو' اپنی دولت کو اپنے دائرے میں رکھو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تم دولت کی نمائش کرتے ہو اور وہ آدمی اپنی غریبی میں اور پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے بددعا نکلتی ہے' سماج میں پریشانیاں ہو جاتی ہیں۔ سیاسی طور پر یہ دیکھو کہ یہ جو دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہیں ان کا وہ پرابلم ہی نہیں ہے جو تیسرے فریق کا پرابلم ہے اور وہ تیسرا فریق آپ ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے گھر میں کھانا پورا ہوتا ہے اور آپ لوگ دِقت میں ہیں۔ پہلے آپ کو ایک بل زیادہ آ جائے گا' پھر دوسرا بل زیادہ آ جائے گا' پھر سوئی گیس کا ریٹ بڑھ جائے گا' پھر کسی اور چیز کا بڑھ جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ لیتے چلے جاؤ گے۔ وہ لوگ شطرنج کھیلتے جائیں گے اور آپ مہروں کی طرح چلتے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ کہ اصل واقعہ تو آپ لوگ ہیں۔ اس لیے ان دونوں گروہوں کی عاقبت صحیح نہیں ہوگی جو عوام کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہے اور آپس میں لڑائیاں کرتے جا رہے ہیں۔

عوام کے لیے بھی کام ہونا چاہیے۔ اس سے عاقبت بہتر ہو سکتی ہے۔ عاقبت کیا ہے؟ کسی کی زندگی آسان بنانا۔ اپنی زندگی کے لیے تو ہر کوئی کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے' دوسروں کی زندگی آسان بنانا۔ عاقبت کو اچھا کرنا۔ عاقبت دراصل اسی زندگی کے اندر رہنے کے مزاج کا نام ہے۔ اس لیے اچھی زندگی گزارو' عاقبت اچھی ہو گی ____

اور بولو ____ حافظ صاحب بولو ____

سوال:

حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔

جواب:

ماں باپ ایک ہی شعبہ ہے۔ باپ کو عام طور پر محبت کی بجائے ڈسپلن کے لیے رکھا گیا ہے۔ قوامون علی النساء: تو یہ ڈسپلن کرتے رہتے ہیں' ٹریننگ کرتے رہتے ہیں۔ دُعا دینے والی ماں ہی ہے۔ باپ جو ہے یہ اصلاح کرنے والا ہے اور ماں دُعا کرنے والی ہے۔ اگر بچہ غلطی کر کے آئے تو باپ ڈانٹے گا اور ماں کہے گی چلو چھوڑو' یہ بچہ ہی تو ہے۔ اس لیے جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ تو وہ دعا کرنے والی ہے' محبت کرنے والی ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے اور ایک قبر کے پاس جا کے کھڑے ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ یہ فلاں انسان کی قبر ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے

بعد کا کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کی ماں ہے۔ آپؐ نے فرمایا چلو اس کے پاس۔ تو اس کی ماں کے پاس گئے اور فرمایا کہ تیرا بیٹا کس حالت میں مرا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اب کیا عرض کروں' مجھے اس نے بڑی تکلیف پہنچائی' میری زندگی میں بڑا نقصان کر گیا' میرا کہنا نہیں مانا۔ تو وہ گلہ کرتی گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو معاف کر دو۔ اس نے کہا کہ مجھ میں معاف کرنے کی ہمت نہیں ہے' اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ آپ اس کو قبرستان لے گئے اور توجہ سے اُس کو دکھایا کہ اس کے بچے پر کیا عذاب ہے۔ تو ماں کی چیخیں نکل گئیں۔ ماں نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا' ہزار بار معاف کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ ماں کا حوصلہ ہوتا ہے معاف کر دینے کا۔ وہ جانتی ہے کہ بچے کے لیے محبت کیا ہوتی ہے_____ ایک جنگ کے دوران کسی ماں کا بچہ گم ہو گیا' وہ بھاگی دوڑی' دیوانہ وار پھرتی رہی' سخت چیخ و پکار کی' آخر بچے کے پاس پہنچی اور خوش ہو گئی' شکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح یہ بچے کے لیے بڑی پریشان ہو کے پھر رہی تھی' اللہ کی محبت ستر ماؤں کے برابر ہے۔ اللہ کی رحمت بندے کی تلاش میں رہتی ہے کہ کوئی موقع مل جائے' کوئی بہانہ مل جائے کہ اس کو معافی دی جائے۔ ویسے بھی مسلمان کے لیے تو رحمت ہی ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان دوزخ میں چلا گیا تو کافر کیا کہے گا؟ تم تو ہمیں دعوت دے رہے تھے اور اگر تم نے بھی یہاں پہنچنا تھا تو ہمیں کیا دعوت دے رہا تھا۔ اس لیے عام طور پر مسلمانوں کی بخشش ہی ہے۔ ویسے بھی جس آدمی کے دل میں اور زبان پر محبت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا اُس کے لیے دوزخ کی

آگ نہیں ہے۔ تو جس دل میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اس کے لیے دوزخ کہاں۔ وہاں دوزخ کی بات نہیں ہے۔ آپ بس شور نہ مچایا کرو' دوسروں کو تکلیف نہ دیا کرو' غرور نہ کیا کرو' آپ کے پاس جو مال ہے اس سے غریبوں کے ساتھ تعاون کیا کرو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اور کون بولے گا؟ حافظ صاحب بولیں گے؟ علی عابدی؟

سوال:

آپ نے لکھا ہے کہ "جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے تو دیکھنا اس نے آنکھ سے ہے' اور جب اس کو دل سے دیکھے یعنی کہ آنکھوں میں دل آنسو کی شکل میں چھلک جائے تو اس آدمی پر عرفان کی منزل کا آسان ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ جو اس کائنات کی اشیاء کو خالق کے جلوے کے روپ میں دیکھے اس پر دل کی دنیا آسان ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ دیکھے کہ نور بنانے والے اللہ نے کیا چاند بنایا' کیا سورج بنایا۔ اور اس طرح دیکھے کہ اس کا پورا دل اپنی آنکھوں میں آ جائے۔ جب آنکھ کے اندر دل آ جائے تو دل میں آنکھ پیدا ہو جاتی ہے' تو وہ اس منظر میں کچھ اور منظر دیکھنے لگ جاتا ہے۔ جس نے منظر کو محبت سے دیکھا اس نے منظر کے اندر ایک اور منظر کو دیکھ لیا۔ یہ ہے اس کا مطلب۔ تو اس نے اس روپ میں کچھ اور روپ دیکھا' تو وہ پھر اپنی ذات سے نکل کر کسی اور ذات میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح مجنوں

سے کہا گیا کہ تیری لیلیٰ کالی ہے۔ تو اس نے کہا کہ تیری آنکھ نہیں ہے دیکھنے والی۔ تو اس نے کچھ اور ہی دیکھ لیا۔ جب تک تم کچھ اور نہ دیکھو' یہ حجاب ہے۔ پھر یہ آپ کی دنیاداری کی محبت ہے۔ اگر کچھ اور دیکھ لیں گے تو پھر آپ کا دوسرا سفر شروع ہو جائے گا' پھر اللہ کا نام لے لیں گے۔

ہر چہرے میں آتی ہے نظر یار کی صورت
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت
پہچان لیا تجھ کو تیری جلوہ گری سے
آتی ہے نظر فن سے ہی فن کار کی صورت

تو آپ فن میں نہ کھو جاؤ بلکہ فن کار کے پاس چلے جاؤ' بنانے والے کے پاس چلے جاؤ۔ یہ ہے اشیاء سے ذات کا سفر۔ جب تم اشیاء سے ذات کا سفر کرو یا صفات سے ذات کا سفر کرو تو پھر تمہیں پتہ چلتا ہے کہ آنکھ دل کب بنتی ہے اور دل آنکھ کب بنتا ہے۔

اور کوئی سوال؟ بولیں _____

شریف صاحب بولیں _____ اطہر؟ اقبال صاحب بولیں

اگر آپ لوگ نہیں بولتے تو پھر چند باتوں کو یاد رکھو کہ زندگی جو ہے اس کو اپنی منفعت کے علاوہ دوسروں کے لیے منفعت بناؤ۔ اپنی منفعت دنیا تک ہے اور اگر آپ دوسروں کی منفعت کریں گے تو وہاں تک چلے جائیں گے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے' اس کو یاد رکھنا کہ آپ کی زندگی اس دنیا میں کس کے کام آئے

گی؟ دوسری بات یہ کہ کیا آپ کی زندگی کسی ایسے آدمی کے ایسے وقت میں کام آئی جب وہ دُعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ کوئی انتظام کر۔ کیا یہ مشکل بات ہے؟ نہیں سمجھ آئی؟ جو شخص یہ دُعا کر رہا ہو کہ یا اللہ کوئی سبب بنا' بھوکا ہوں' کھانے کا سبب بنا' اگر اس وقت تمہیں کھانا دے دیا جائے کہ اس کو پہنچا دو تو تم یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی دُعا کی تاثیر کے لیے تمہیں چن لیا۔ ایسا وقت ضرور تلاش کرو کہ کسی انسان کی دُعا کی تاثیر کے طور پر تمہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہو کہ یہ کام تم کر کے آؤ۔ اس آدمی کا کام دُعا تھا اور وہ دُعا مانگ رہا تھا۔ جب ایسے واقعات تمہاری زندگی میں آئے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کیا ہوتا ہے۔ یہ ضروری بات ہے۔ اور اپنی زندگی میں استغفار ضرور کرتے رہا کرو' وظیفے کے طور پر کرتے رہا کرو' کہ یا اللہ ہم سے جو غلطی ہو گئی وہ معاف فرما دے _____ استغفر اللہ! اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں جو کیا اس پر الحمد اللہ کہو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے جو تو نے کیا۔ اس طرح آپ چلتے جاؤ۔ اس زندگی میں آخرت کا سفر اختیار کرو اور آخرت کے ساتھی چن لو۔ آسمان میں بڑے لمبے فاصلے ہیں' آسمان میں تنہائیاں ہیں' وہاں کسی سیارے پر ٹیلیفون بھی نہیں ہے اور آپ نے کہیں سے کہیں شوٹ کر جانا ہے۔ تو وہاں اتنا لمبا سفر ہے' اتنی تنہائیوں کا سفر ہے' تو اس کے لیے کوئی ساتھی چن لو تا کہ وہاں پر مانوس واقعات ہوں۔ تو آخرت کے ساتھی آپ نے اسی دنیا میں بنانے ہیں۔ اس زندگی میں آخرت کی سنگت چن لو۔ آپ اتنا سا کام کر لو تو میرا مسئلہ بھی حل ہے اور آپ کا مسئلہ بھی حل ہے۔ تو اس زندگی میں آخرت کے سنگی چُن لو _____

سوال:

یہ کتنے آدمی ہونے چاہییں؟

جواب:

جتنے تم زندگی میں چاہتے ہو اتنے آدمی ضرور ہونے چاہییں۔ تو آخرت کی سنگت ضرور مرتب کرو۔ پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ آخرت کی سنگت ہونی چاہیے۔ رفیقانِ طریق یعنی راستے کے ساتھی بنالو۔ وہ لمبا راستہ ہے' تنہائیوں کا راستہ ہے' مشکل راستہ ہے۔ تو سنگت بھی ہو اور منزل بھی ہو۔ تو منزل جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل ہے۔ تو ساتھی ضرور بنالو_____ اور جن لوگوں کو آپ کے مرنے کا غم ہوسکتا ہے ان کو زندگی میں خوشی ضرور دینا یعنی جن لوگوں کو آپ کے جانے کا غم ہوگا ان لوگوں کو ضرور خوشی دے جاؤ۔ تو اپنے دل میں یہ ڈھونڈ لو کہ جب آپ مرگئے تو کون کون دل سے روئے گا؟ تو ان لوگوں کو زندگی میں ہنسایا کرو' خوش رکھا کرو۔ بس اتنی ساری بات ہے_____

حافظ صاحب آپ درود شریف سنائیں_____

لب سارے دُعا کریں_____

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیرِ خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا وسندنا ومولٰنا حبیبنا وشفیعنا محمد والہ واصحابہ اجمعین_____ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

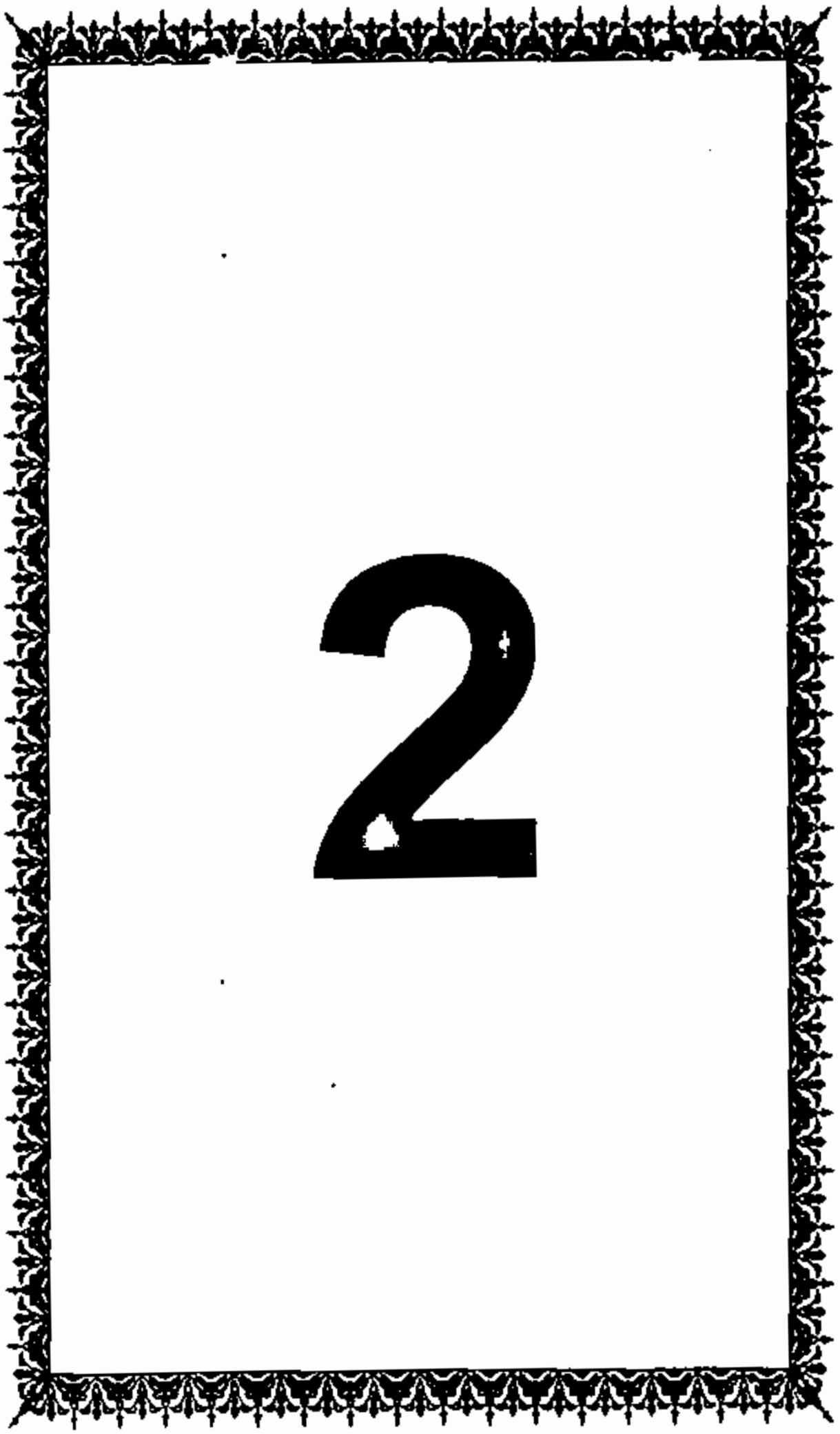

1 عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ نہیں بدلنا چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔

2 تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟

3 یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس میں بھی ہے۔

4 آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں' مثلاً طاقت میں بڑے لوگ گزر گئے' غزل میں غالب گزر گیا' تو ہمارے کرنے کا کام کیا رہ گیا؟

5 آپ کا ''صبر'' کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں کسی اور کا ارادہ بھی شامل ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

6 ایک بات سمجھ آ جاتی ہے لیکن پھر خیال آ جاتا ہے کہ شاید یہ غلطی ہو۔ یہ اضطراب کیوں ہے؟

7 اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر _____

8 ''اللہ کی ہر روز نئی شان ہے'' اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ کو ہر روز کوئی نیا کام ہوتا ہے _____

9 لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے ہوں تو انہیں

اُٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال:

عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ نہیں بدلنا چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔

جواب:

ہوتا یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا کی تمنا رکھی ہوئی ہے اگر اس کو دین کی فکر دلا دو تو بھی وہ فیصلہ بدل کے دنیا میں چلا جاتا ہے اور اس کی تمنا وہی رہتی ہے۔ اسے اگر کہیں کہ تو تھوڑا عرصہ فاقہ کر تو پھر جب اسے دنیا کی ضرورت پڑے گی تو ادھر چلا جائے گا۔ اصل میں وہ فیصلہ نہیں بدلتا جو کہ اس کی فطرت ہے یا مدعا ہے ۔ لالچی آدمی جو ہے یہ لالچ نہیں چھوڑے گا' بظاہر وہ فیصلہ بدل دے گا لیکن وہ مزاج نہیں بدلے گا۔ تو جس کا مدعا آخرت ہو وہ دنیا کے سارے فیصلے بدل دے گا لیکن آخرت کے فیصلے نہیں بدلے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ مسلمان جو ہے وہ اپنی منفعت چھوڑ دے گا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑے گا۔ کافر جو ہے وہ اپنے انداز کا کام کرتا جائے گا۔ جس کو آپ کہہ رہے ہیں کہ فیصلہ بدلا تو اصل میں وہ نہیں بدلا۔

سوال:

تو پہلا فیصلہ نہیں بدلا؟

جواب:

نہیں بدلا۔ دوسرا فیصلہ تو اس لیے بدلا کیونکہ وہ پہلے فیصلے کی راہ میں رکاوٹ بنا۔ تو اس نے پہلا فیصلہ پورا کر لیا۔ جس شخص کا کہتے ہیں کہ وہ دھوکا دے گیا دراصل وہ کسی اور شے کے ساتھ وفا کر رہا ہے۔ زندگی کی کہانی بڑی آسان ہے' آپ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔ اس میں کوئی دقت والی بات نہیں ہے۔ کوئی شے کچھ نہیں ہو سکتی۔ صرف یہ عقل کا پھیر ہے' باقی کچھ نہیں ہونا۔ بظاہر آپ جس کو سمجھ رہے ہیں کہ یہ وہ چیز ہے تو وہ ویسی نہیں ہے' کچھ اور ہی ہے۔ بابا بلھے شاہؒ کہتے ہیں کہ اندر داخل ہو کے دیکھ کہ یہ کون ہے' یہ کون شور مچا رہا ہے۔ تو اندر سے کہانی کچھ اور ہی ہے۔ ایک آدمی ہوتا ہے جو لنگر پکانا شروع کرتا ہے' گھر میں جو چیز ہوتی تھی وہ پکا کے تقسیم کرتا تھا' تھوڑا سا کھانا بھی تقسیم کر دیتا تھا۔ سارا خاندان اسے پاگل کہتا تھا۔ وہ پکاتا تھا اور تقسیم کرتا تھا' پکاتا گیا اور تقسیم کرتا ہی گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو بے وقوف آدمی ہے۔ پھر پتہ چلا کہ وہی کام کا آدمی نکلا کہ اُس ''بیوقوف'' کے پاس بڑے بڑے دانا آ کے ''پاگل'' ہو گئے۔ اب اس کا کام اور طرف نکل گیا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے ویسا بنایا۔ یہاں سے غور کے قابل ایک پوائنٹ آتا ہے کہ ایک خاص Environment کے ساتھ ایک خاص Behaviour وابستہ ہو جاتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ آپ لوگوں کو سمجھ آ رہی ہے؟ تو خاص حالات' ماحول اور سماج کی وجہ سے اس شخص میں ایک خاص اندازِ

ہستی آجاتا ہے' Behaviour آجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم ایک اور ماحول میں' ایک اور ہستی کے ساتھ' ایک اور Environment میں چاہتے ہیں کہ اس کا Behaviour ایسا ہو' تو یہاں پہ آ کے دِقت پیدا ہوتی ہے۔ دین جو ہے ایک خاص Environment میں یہ لوگوں کی زندگی میں پورا Adjust رہا۔ اب Environmnets اور ہیں' ماحول اور ہے' اب بہت ساری چیزیں جو ہیں وہ موجودہ حالات اور واقعات کی وجہ سے آپ کو ضروری کرنا پڑ جاتی ہیں۔ پہلے زندگی ایسے نہیں تھی' اب زندگی اور ہے' زندگی کے اپنے تقاضے ہیں۔ مثلاً سیروا فی الارض اور یہ کہ فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین یعنی دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی۔ آپ کہتے ہیں کہ میں چلا ہوں دنیا کی سیر کرنے کے لیے' تو وہ کہتا ہے کہ پاسپورٹ؟ اب یہ کیا ہے؟ یہ ایک مجبوری لگ گئی۔ اب پاسپورٹ کے دفتر جاتے جاتے پولیس کے دفتر بھی گئے۔ جانا کہاں ہے؟ قرآن کی آیت کے مطابق۔ اور پھر یہاں کے واقعات شروع ہو گئے' فوٹو بھی لگانے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ایسے ہم نے تمہیں بارڈر کراس نہیں کرنے دینا۔ پیدل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو آپ کوئی Conveyance لے لو۔ تو اللہ کی طرف جانے کا واقعہ بھی کچھ مہنگا ہو گیا' بات مشکل ہو گئی۔ تو Environments جو ہیں وہ یوں بدل گئے تو وہ Behaviour ہونا مشکل ہے جو پہلے تھا۔ اس لیے پھر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب اپنے ماحول کے مطابق اس جیسا Behaviour آپ بنا سکتے ہیں لیکن Exactly ویسا نہیں بنا سکتے۔ اس لیے آپ کے اندر تلوّن پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آپ کی

Activity جو ہے وہ Change ہو جاتی ہے۔ پھر آپ Trial and error کرتے رہتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے' اب کیا نہ کیا جائے' یہ میرے لیے صحیح ہے یا یہ میرے لیے صحیح نہیں ہے۔ تو انسان گھبرا جاتا ہے' بھاگتا ہے پھر۔ یہ بھاگنا جو ہے دراصل یہ آپ کی تلاش ہے کہ کہیں پر وہ قرار کا مقام آ جائے مگر وہ آتا نہیں ہے۔ آپ پھر Constantly ایک اصلی مقصد کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ تو Change ہونے والا فیصلہ بھی Change نہیں ہوتا۔ مقصد یہ کہ اگر سکون چاہیے تو آپ لوگ سکون کا نسخہ بدلتے جا رہے ہیں حالانکہ مدعا سکون ہی ہے۔ نسخہ بدلتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ ہم متلوّن مزاج ہیں' یہ تلوّن والا مزاج نہیں ہے بلکہ مستقل مزاج ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے بے شمار تجربے کیے' اس نے ایک دوکان بنائی تو وہ خراب ہو گئی' دفتر کھولا تو وہ خراب ہو گیا' دوسری دوکان بھی خراب ہو گئی _____ یہ متلوّن مزاج نہیں بلکہ مستقل مزاج ہے۔ مستقل مزاج کیوں ہے؟ کہ وہ کر رہا ہے' نہ ہونے کے باوجود کرتا جا رہا ہے۔ گویا کہ وہ اپنے مزاج میں مستقل ہے۔ ہر شخص اپنے بظاہر تلوّن کے باوجود متلوّن نہیں بلکہ وہ استقامت میں ہے۔ تو مستقل تلوّن جو ہے یہ استقامت کہلاتا ہے۔ تو Ever changing life is constant اس کو پھر لوگوں نے قانون بنایا کہ زندگی میں ایک ہی چیز Constant ہے اور وہ ہے Mutability _____ تو Mutability کا کیا معنی ہے؟ Ever Changing۔ جیسے سورج ہے' صبح' دوپہر' شام اور رات ہے۔ تو یہ Ever Changing ہے اور Constant ہے۔ بندے کا پیدا ہونا' بڑا ہونا' بوڑھا ہونا اور انتقال پُر ملال ہو جانا _____ یہ Constant ہے۔ یعنی

کہ وہی چیز Constant چلی آ رہی ہے۔ جس کو آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ Changing ہے وہ Constant چلا آ رہا ہے۔ اور پھر موسموں کا تغیر اور تبدل Constant ہے۔ واقعات کا مزاج Constant ہے۔

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

تو تغیر ہی دنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو Constant ہے۔ بدلنے والا دراصل نہیں بدل رہا۔ اپنے فیصلوں کو بدلنے والا دراصل فیصلوں کو نہیں بدل رہا' اس کا فیصلہ قائم ہے۔ اس کا فیصلہ کچھ اور ہے۔ اس فیصلے تک پہنچنے کے لیے اس نے چھوٹے موٹے فیصلے کر رکھے ہیں' وہ انہیں توڑتا ہے' بدلتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مدعا جو ہے وہ قائم ہے۔ اس ساری بات کا فیصلہ کیا ہوا؟ آپ ایک مقصد کے حصول کے لیے جو Behaviour بناتے ہیں کچھ عرصے کے بعد وہ Behaviour بدل دیتے ہیں لیکن مقصد پھر بھی نہیں بدلتے۔ اگر Behaviour بدل جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کا مقصد پھر بھی وہی کا وہی ہے جو پہلے تھا۔ کہتے ہیں کہ پہلے اس نے کیا کام کیا تھا؟ کہتا ہے آج یہ کسی اور رنگ میں آیا ہوا ہے۔ کسی زمانے میں عشق جو ہے یہ ہیر اور رانجھے کے قصے میں آیا کرتا تھا۔ یہ عشق کے کردار تھے جو ہیر کی شکل میں آتے تھے' رانجھے کی شکل میں آتے تھے اور وارث شاہؒ کی شکل میں آتے تھے اور اب کیا ہے؟ یہ بینک بیلنس کی شکل میں آتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ایک آدمی بے چین ہے' بے تاب ہے' کہتا تھا کہ میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا کیونکہ اسے محبت ہوگئی تھی۔ اب کیا ہے؟ اب کہتے ہیں کہ اس کو پیسے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔

تو پیسے کی ضرورت والا بھی اتنا ہی بے چین نظر آ رہا ہے جتنا عشق کی ضرورت والا۔ تو یہ ٹریجڈی ہے اس دور کی کہ لوگوں کو مال سے اتنی محبت ہو گئی ہے جتنی کہ ذات سے ہونی چاہیے تھی۔ یہاں سے خرابی آ گئی کہ ذات کی محبت نکل گئی اور چیزوں کی محبت آ گئی۔ بعض اوقات لوگ اللہ سے محبت کرنے کی بجائے دین سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی ایسے لوگوں کو دیکھا کہ صرف دین سے محبت ہے اور اللہ سے محبت وہ بھول گئے۔ اللہ اگر بلا لے تو وہ کہے گا کہ میں تیری نماز پڑھ رہا ہوں' تو ابھی ٹھہر جا۔ تو وہ دین میں اتنا منہمک ہے کہ جس کا دین ہے اس کی آواز کو بھی نہیں جانتا۔ تو یہ Change ہونے کے واقعات ہیں' جس کو آپ کہتے ہیں کہ فیصلہ بدلتا رہتا ہے۔ تو اصل میں فیصلہ نہیں بدلتا۔

سوال:

تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟

جواب:

ہاں۔ راز وہی رہتا ہے۔ بظاہر انسان کہتا ہے کہ بڑا غم مل گیا ہے اس لیے میں نے کھانا چھوڑ دیا' اب ہم نہیں کھائیں گے کیوں کہ موت ہو گئی ہے۔ وہ بڑا آزردہ ہوتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ جانے والے کے ساتھ خوشیاں چلی گئیں' کھانے چلے گئے' اب کوئی ہو گا تو کھائے گا _____ کچھ دیر بعد وہ چاول پکائے گا اور کھائے گا بھی۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ کھانا نہیں چھوڑتا۔ کہتا ہے کہ جب سے وہ گئے

نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سویا ہوتا ہے۔ تو وہ نہ کھانا چھوڑتا ہے' نہ سونا چھوڑتا ہے' گپیں بھی مارتا رہتا ہے۔ تو کسی جگہ بھی وہ اصلی شے کو Change نہیں کرتا۔ تو اصلی چیز کیا ہے؟ اس کی فطرت۔ کیا کبھی ایسا وقت آ سکتا ہے کہ شیر نے گوشت کھانے سے توبہ کر لی ہو؟ کہتا ہے تم جھوٹ بول رہے ہو' شیر توبہ نہیں کر سکتا۔ کہتا ہے کہ گھوڑے نے گھاس سے دوستی کر لی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ بھوکا مر جائے گا۔ یہ ایک محاورہ ہے کہ گھوڑا گھاس سے دوستی کرے گا تو وہ بھوکا مرے گا۔ تو گھوڑے نے ایسی کیا دوستی کرنی ہے؟ Falcon نے اگر Dove سے محبت کر لی یعنی باز اگر فاختہ سے محبت کر لے تو وہ کہے گا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ تو اس کی خوراک ہے' اس سے محبت کیسے کرے گا؟ کسی نے کسی سے پوچھا کہ تمہیں کیا پسند ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے مرغی پسند ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں اس کی کیا بات پسند ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کی شکل پسند ہے' معصوم شکل ہے' اس کے پر بہت اچھے لگتے ہیں اور مُرغے کی اذان بہت اچھی لگتی ہے' عین صبح ہوتے ہی اذان دیتا ہے' بہت ہی خوبصورت اذان ہے' وہ پرندہ ہے' اس کے خوبصورت پر ہیں' اس کی معصوم نگاہی قدرت کا کرشمہ ہے' زمین پر رہتا ہے اور اُڑنے والا ہے۔ دوسرے سے پوچھا کہ تجھے مرغی میں کیا اچھا لگتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا گوشت اچھا لگتا ہے۔ تو وہ کھانے والا تھا۔ اب ایک ہی چیز اِس کو اور لگتی ہے اور اُس کو اور لگتی ہے۔ یہ فطرت ہے۔ تیتر کو دیکھ لو۔ سننے والے کے لیے تیتر ایک شاندار آواز ہے' سبحان ھوحق کی آواز ہے اور کھانے والے کے لیے تیتر ایک گوشت ہے۔ تو یہ ہر کسی کا اپنا مزاج ہے۔ انسان کی Basic فطرت

نہیں بدلتی اور نہ یہ Change ہونی چاہیے۔ آج کا انسان ذاتی ضرورت کو وقتی ضرورت کو اور ناجائز ضرورت کو بھی Basic فطرت کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ یہاں پہ دھوکا ہو گیا۔ Basic فطرت نہ تو تبدیل ہونے کا حکم ہے اور نہ یہ ہو گی۔ کیونکہ اللہ نے مزاج بنایا ہے۔ اب اللہ نے جو مزاج بنایا آج کے انسان نے اس کے ساتھ ذاتی، وقتی اور غیر ضروری چیز کو ملا دیا اور کہا کہ یہ میری فطرت ہے حالانکہ یہ اس کی فطرت نہیں ہے۔ مثلاً یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں آسودہ رہنا چاہے گا، آرام سے رہنا چاہے گا۔ اب اس نے اس کا ایک ایسا سسٹم بنا لیا کہ اپنی خود ساختہ خواہشات کو بھی فطری آرزوؤں کے ساتھ ملا لیا۔ یہاں سے انسان نے اصل چیز میں گڑبڑ کر دی اور یہاں سے سارا فساد مچا۔ فساد کہاں سے مچا ہے؟ جب ذاتی ضرورت کو بھی فطرت کے ساتھ Attach کر دیا۔ حالانکہ اصل فطرت جو ہے وہ Unchangeable ہے، وہ تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ ذاتی اور خود ساختہ ضرورت تو Change ہو سکتی ہے۔ اس کے ذمہ دار تم ہو، اس کے خالق بھی تم ہو، اس کی سزا جزا بھی تم ہو اور وہ فطرت خالق کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ وہ جو فطرت ہے وہ جائز ہے اور اصلی ہے، اللہ نے مزاج ہی ایسا بنایا ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ تو یہ تمہاری فطرت ہے اور تمہیں اس حالت میں تخلیق کیا گیا، انسان بنایا گیا مگر آگے سے جو چیز تم اس میں ملا رہے ہو وہ یہاں سے اُٹھا کے ملا رہے ہو، یہ مصنوعی ہے۔ تو آج کے انسان نے مصنوعی خواہش کو اصلی ضرورت کے ساتھ لٹکا دیا۔ کہتا ہے کہ یہ میری قدرتی ضرورت ہے، میں کیا کروں۔ حالانکہ وہ قدرتی نہیں تھی۔ مثلاً قدرتی ضرورت یہ ہے کہ جب

آپ اللہ کے ساتھ چلو تو اللہ کہتا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرو۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے اندر طاقت کی بھی کچھ بات ہو' یہ ہونا چاہیے' جہاد ہو' جاھدوا فی سبیل رب عُلٰی تو آپ میں جذبہ جہاد ہونا چاہیے۔ اب یہ اصلی ہے اور اللہ نے بنائی ہوئی ہے۔ انسان کیا کرتا ہے؟ بھائی کے ساتھ لڑ پڑتا ہے' کہتا ہے کہ اس نے میرا کہنا نہیں مانا' خدا کا کہنا نہیں مانا' اس کے ساتھ لڑنا چاہیے۔ تو ذاتی بات کو کہاں جا کے ملایا؟ خدا کی بات کے ساتھ۔ کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کیا کرو' جو اللہ کا کہنا نہ مانے اس کے ساتھ جہاد کرو اور یہ شخص اللہ کا کہنا نہیں مانتا۔ تو کہاں کی بات کہاں جا کے ملائی۔ تو یہ بات آج کے انسان میں آ گئی کہ وہ اصلی ضرورت کو نقلی ضرورتوں کے ساتھ ملا کے بیٹھ گیا اور کنفیوژن پیدا کر دی۔ لوگوں کی آدھی زندگی اس بات سے پریشان ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو کوئی انسان Change نہیں ہوتا' Change کے اندر بھی Change نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ تو جس لباس میں آ' ہم تجھے پہچان جائیں گے کہ تو اس لباس میں ہے۔ بات سمجھ آئی؟

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر بار می رقصم

تو تُو جس لباس میں آ ہم تجھے پہچان جائیں گے کہ تو وہی ہے۔ تو وہ اپنے دوست کو قَد سے پہچان جاتے ہیں کہ وہ کون ہے۔ تو انسان پہچان لیتا ہے۔ اب اصل بات کیا ہوئی؟ فطرت اٹل ہے۔ فطرت کا مزاج اٹل ہے۔ باقی ہر چیز Change ہو سکتی ہے اور ہو جانی چاہیے۔ اس میں مائنڈ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یعنی کہ جو Change ہو سکتی ہے اُسے Change کر دو تو اس میں

مائنڈ کرنے والی کوئی بات نہیں اور جو Change نہیں ہو سکتی وہ تم کر نہیں سکتے۔ پھر سوال کیا رہ گیا؟ کہ کچھ وقت نہیں ہے۔ سوال کیا تھا آپ کا؟ کہ ہمارے فیصلے تبدیل ہو جاتے ہیں حالانکہ ہم فیصلے تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ جواب کیا ہے؟ اس میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے' جو تبدیل نہیں ہونا وہ تم کر نہیں سکتے اور جو تبدیل ہو سکتے ہیں وہ تو ہوتے رہتے ہیں' ابھی پھر واپس آ جائیں گے' یہ پینڈولم ہے' کبھی اِدھر چلا جائے گا اور کبھی اُدھر چلا جائے گا۔ کہتا ہے کہ آج کل مکان کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُدھر مکان ہے۔ کل کدھر ہو گا؟ وہاں ہو گا۔ اور اب؟ ہم پھر اِدھر آ گئے۔ تو جدھر مرضی جا' مکان کے اندر تو تُو آپ ہی رہے گا اور تُو نہیں بدلے گا۔ اس لیے ''تُو'' جو ہے یہ قائم رہتا ہے اور اس کا لباس بدلتا جاتا ہے۔ اصل میں لباس کے بغیر تُو تُو ہی ہے۔ ''تُو'' کسے کہتے ہیں؟ وہ جو ظاہری خواہشات کے علاوہ ہے۔ اگر وہ نکال دو تو بندہ نہیں بدلتا۔ اور اوپر کی جو تبدیلیاں ہیں یہ کوئی تبدیلیاں نہیں ہیں' جیسے بھی تبدیلی ہو جائے بندے کو فرق ہی نہیں پڑتا۔ آپ جو مرضی کر لو۔ کہتا ہے کہ وہ آج بڑا متمکن تھا' بڑا مغرور بیٹھا تھا' اس کا رزلٹ نکل آیا تھا۔ کہتا ہے اس نے آج میٹرک کر لیا' آج بی۔ اے پاس کر لیا' آج اس کا ایم اے ہو گیا' آج وہ پی ایچ ڈی ہو گیا_____ کہتا ہے کہ اگر پی ایچ ڈی ہو گیا تو غرور کہاں سے آ گیا؟ کہتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ وہ Elevate ہو گیا' جج بن گیا۔ تو سارے کے سارے واقعات ختم۔ ان میں کچھ بھی نہیں ہے' اصل کیا ہے؟ انسان۔ اور انسان بدلتا نہیں ہے۔ جو اللہ نے بنایا اس میں تبدیلی نہیں ہو گی۔ جس کو مومن بنایا' جس کو وہ ہدایت دیتا ہے اُسے کوئی گمراہ کر نہیں سکتا

اور جو اللہ کی طرف سے ہدایت سے محروم ہے اُسے کون ہدایت دے گا۔ تو یہ اس کا فیصلہ ہے۔ ختم اللّٰہ علی قلوبھم تو ان کے دل پر مہر لگی ہے۔ اور جس کو ہدایت ہے عباد المخلصین ہیں انہیں شیطان بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ تو انسان Unchangeable ہے وہ Change نہیں ہوگا۔ Change کیا ہو گا؟ تمہارے مکان کا ایڈریس آج یہ Change ہو گیا کل ایک اور آ جائے گا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ اصل میں Basically دریا Change نہیں ہوتا بلکہ لہریں بدلتی رہتی ہیں۔ دریا تو دریا رہتا ہے صرف لہروں کے نام بدلتے رہتے ہیں۔ یہ جو دریا ہے کہیں پہ کچھ ہے کہیں پہ کچھ اور ہے۔ پہاڑوں کے اندر چھوٹی سی لکیر ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریا ہے۔ کہتے ہیں کہ اتنا چھوٹا دریا نے جہلم ہے یہ کیا ہے اس کا نام SilverThread ہے یعنی چاندی کی تار ہے۔ تو دریا ہلکی ہلکی لکیر ہے اور پھر دریا چوڑا ہوتا جا رہا ہے اور پھر لہرا کے چلتا جاتا ہے۔ دراصل یہ ساری چیز ایک ہی ہے۔ اصل میں ہم دریا کسے کہہ رہے ہیں؟ ان سب چیزوں کا نام۔ تو تبدیلیوں کے باوجود فیصلوں کی تبدیلیوں کے باوجود غلطی کی معافی اور معافی کی غلطی کے باوجود انسان وہی ہے جو وہ ہے۔ اس لیے انسان نہیں بدلتا۔ آپ اس لیے اس کو بچا لو جو بدلتا نہیں ہے۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ کل یوم ھو فی شان کہ ہر روز اس کی نئی شان ہے وہ ہر روز تبدیل ہوتا رہتا ہے کیونکہ وہ تبدیل نہیں ہوتا۔ جو نہ تبدیل ہونے والا ہے اس کی ہر شان بدلتی رہتی ہے وہ ہر شام بدلتا رہتا ہے ہر روز بدلتا رہتا ہے اس کی شانیں بدلتی رہتی ہیں کیونکہ وہ بدلتا نہیں ہے وہ تبدیل ہونے والا ہے ہی نہیں۔ کائنات

روز رنگ بدلتی رہتی ہے' کل بادل تھے اور آج موسم اور ہے۔ تو یہ کائنات کبھی بدلی ہی نہیں ہے کیونکہ یہ جو ہلکے پھلکے موسم ہیں یہ اور ہیں' کائنات کا اصلی موسم نہیں بدلتا۔ بندہ روز بدلتا ہے' کہتا ہے کہ اب شادی کرنے والا ہے' کل ایک اور واقعہ ہو جائے گا۔ بندہ بالکل ایسے ہوگا جیسے اس کا باپ۔ ہر بندے نے رونا ضرور ہے' ہنسنا ضرور ہے' رونے سے کوئی بچ نہیں سکتا اور ہنسی سے بھی کوئی بچ نہیں سکتا' ہر آدمی کے ساتھ دکھ سکھ رونا دھونا تھوڑا تھوڑا چلتا رہتا ہے۔ کچھ اس کی دُعائیں ہوتی ہیں اور کچھ آرزوئیں لیکن بندہ نہیں بدلتا۔ اور بندہ جو ہے وہ بدلتا بھی رہتا ہے۔ تو کیا نتیجہ نکلا؟ تبدیلیوں کے باوجود آپ لوگ اپنی اس فطرت میں مستقل ہیں جس میں اللہ کریم نے آپ کو پیدا فرمایا' جس میں آپ رہن رکھ دیئے گئے۔ قل کلّ یعمل علی شاکلتہ ہر آدمی اپنی شکل میں رہن رکھ دیا گیا۔ تو اللہ نے فرمایا کہ آپؐ کہہ دیجئے کہ ہر انسان اپنی شکل کے مطابق عمل کرے گا۔ تو وہ اس عمل کو کرنے پہ مجبور ہے جیسا اللہ نے اس کو بنایا He will do it اسے کرنا پڑے گا۔ اس کو یوں سمجھ لیں کہ آپ سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی پہچان والا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ جہاں ہم بیٹھے ہیں وہاں تھوڑی دیر میں آگ لگ جائے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ آگ لگ جائے گی۔ تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو تماشہ' ابھی آگ لگ جائے گی۔ تو آگ لگ گئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیسے پتہ چلا تھا؟ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس دیپک بیٹھا ہوا تھا اور دیپک راگ جہاں بیٹھے وہاں آگ لگ جائے گی۔ تو یہ پہچان کی بات ہے کہ کسی کی فطرت ہے آگ لگانا' کسی کی فطرت ہے سکون دینا' کسی کی فطرت

ہے پارے کی طرح متلوّن رہنا ــــــــ تو اصلی فطرت نہیں بدلتی۔ تو پارہ جو ہے وہ پارہ ہی رہے گا ــــــــ آپ دو چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ نے آپ کو بنایا۔ اس کو پہچانو' یہ ضرور پہچانو کہ اللہ نے آپ کی فطرت کیا بنائی ہے' وہ نہیں بدلے گی۔ بچپن سے لے کر اب تک آپ کے اندر Constantly ایک شخصیت چلی آ رہی ہے۔ اور باقی بدلتا چلا آ رہا ہے۔ بدلنے والا ابھی اور بدلے گا اور نہ بدلنے والا کبھی نہیں بدلے گا۔ آپ کے اندر یہ دونوں شخصیتیں چلی آ رہی ہیں۔ یہ بات یاد رکھ لینا۔ بچپن سے لے کے آج تک آپ کے اندر ایک شخصیت کیا ہے؟ جو آپ کے اندر چلی آ رہی ہے۔ اور یہ کبھی نہیں بدلے گی۔ اگر بچہ ہے تو نہیں بدلے گا اور باپ بن گیا تب بھی نہیں بدلے گا' مر جائے گا تب بھی نہیں بدلے گا۔ اور دوسری شخصیت وہ ہے جو بدلتی چلی جائے گی' جھوٹ بولے گی تو پھر بدل جائے گی ــــــــ بدلنے والا بدلتا ہی رہے گا اور نہ بدلنے والا کبھی نہیں بدلے گا۔ یہ دونوں آپ کے اندر ہیں۔ بس یہ یاد رکھ لینا۔ بدل جائے تو گھبرانا ناں۔ کوئی دوست دھوکا دے جائے تو اس نے دھوکا نہیں دیا بلکہ اس نے بدلنے والی فطرت ظاہر کی ہے۔ تم نے مستقل مزاجی سے محبت کر لی ہے' فطرت سے کر لی ہے اور اس نے باہر والی صفت سے کر لی ہے۔ یہاں سے فرق پڑتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے اصلی ذات سے محبت کی تھی اور اس نے باہر سے بدلنے والی صفت سے محبت کر لی تھی۔ وہ بے چارہ بدلے گا' کیوں نہیں بدلے گا۔ اس لیے جب کسی سے محبت کرو تو اس سے پوچھ لو کہ یہ اصلی درجے والی محبت ہے کہ یہ باہر والی محبت ہے۔ باہر والا بدلے گا۔ اس لیے ایمان والو! دل سے ایمان لاؤ ورنہ زبان تو بدل

جائے گی' روز بدل جائے گی_____

اور کوئی سوال_____ بولو_____ ہاں بولو_____

سوال:

یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس میں بھی ہے۔

جواب:

یہ ایجوکیشن سے قائم ہو جاتی ہے۔ تو ایجوکیشن' ٹریننگ اور ڈسپلن سے قائم ہو جاتی ہے۔ بدلنے والے انسان کی آپ ٹریننگ کر سکتے ہیں۔ مثلاً وہ دولت میں گزارہ کرنا چاہتا ہے تو وہ غریبی میں بھی گزارہ کر لے گا۔ یہ Train ہو سکتا ہے۔ یہ کسی جماعت میں بھی شامل ہو سکتا ہے' سیاسی جماعت میں بھی۔ سیاسی جماعت کہے گی کہ شام کو اتنے بجے جلسے میں پہنچ جانا۔ اب یہ پہنچے کہ نہ پہنچے۔ سیاسی جماعت کیا چاہتی ہے؟ ایک جلسے کے اندر حاضری چاہتی ہے۔ ورنہ وہ آپ کی زندگی کے لیے تو کچھ نہیں چاہتے۔ آپ کی زندگی کے اندر جو زندگی ہے' جو آپ کی ذات ہے وہ قائم رہنے والی ہے اور وہ اللہ کے لیے ہے۔ باقی تو باہر کی مصروفیات ہیں۔ مثلاً ایک ڈاکٹر ہے تو وہ تو اپنے ہسپتال جائے گا' فنکشن پہ بھی جائے گا۔ لیکن ذات جو ہے وہ آج بھی آزردہ ہے اور اندر سے مطمئن نہیں ہے۔ تو ڈاکٹر کو ڈاکٹر ہونے سے تو فرق نہیں پڑا کیونکہ اندر کی آزردگی جو ہے وہ اندر سے قائم ہے۔ اگر ذات اندر سے اداس ہے تو پھر آپ کے شعبے سے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑا You are a good doctor آپ ایک اچھے ڈاکٹر ہیں' آپ اپنی ڈاکٹری دکھاتے جا رہے ہیں مگر اندر سے ذات جو ہے وہ کسی

اور طرف مصروف ہے۔ وہ ذات والا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چل رہا ہے۔ اوپر سے شعبہ بدلتا جائے گا' وہ کہے گا کہ میں ڈاکٹر ہوں' میں پریشان ہوں' میرا خیال ہے کہ میں کاروبار کیوں نہ کرلوں۔ وہ یہ Discover کرتا جائے گا کہ ڈاکٹری کرلوں یا کاروبار کرلوں' کیا کرلوں؟ تو اصل میں ذات کے اندر کوئی پریشانی ہے۔ اور وہ رہے گی' اُس کو بے چین بنائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے جیسا بنایا وہ ویسا ہی ہے' وہ اندر والا Change نہیں ہوگا۔ بات سمجھ آرہی ہے آپ کو؟ وہ ہمیشہ اللہ کی محبت میں رہے گا۔ وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ جب کبھی اچانک آواز آئے گی اور وہ اس کے مطلب کی ہوئی تو وہ فوراً اس سُر پہ اٹک جائے گا' اور کہے گا کہ یہ آواز تو خدا کی طرف سے ہے۔

از کجا می آید ایں آوازِ دوست

تو وہ خراب نہیں ہوگا' یہ الگ بات ہے کہ وہ Undiscovered رہے' مخفی رہے تو یہ الگ بات ہے' مگر تم اس کو خراب نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ یاد رکھنے والی ہے؟ کہ وہ غیر دریافت شدہ رہ سکتا ہے' Undiscovered رہ سکتا ہے' مخفی رہ سکتا ہے' خاموش رہ سکتا ہے لیکن اندر کی ذات خراب نہیں ہو سکتی۔ تم بے شک اس کو نظر انداز کر کے چلے جاؤ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اندر سے فطرت بدل لی ہے۔ اندر سے تم نہیں بدل سکتے۔ کبوتر' کبوتر ہی رہے گا' چاہے وہ اچھا کبوتر بن جائے' کچھ ہو جائے' کبوتر ہی رہے گا' چاہے وہ کہے کہ ہم شاہین پر حملہ کرنے جا رہے ہیں۔ اب اندر سے اس کی فطرت کیا ہے؟ کبوتر! شاہین اپنی جگہ پر کمزور ہو گیا ہے اور بیٹھا ہوا دُعا کر رہا ہے کہ یا اللہ میں شکار نہیں کر سکتا' تو

آپ ہی بھیج دے۔ تو کبوتر نے اس کے اُوپر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ جب کبوتر حملہ کرنے چلا شاہین پر تو اُس شاہین کی خوراک خود بخود چل کے آ رہی ہے۔ کبوتر کو غصہ تھا کہ اُس پر حملہ کریں گے اور شاہین نے دُعا کی تھی کہ آج کل طبیعت ناساز ہے' شکار کرنے جا نہیں سکتا ہوں' تو آپ ہی انتظام کر۔ تو فطرت نہیں بدلے گی۔ یہ ہے اصلی فطرت۔ اصلی فطرت کیا ہے؟ کبوتر' کبوتر رہے گا اور باز' باز رہے گا'' شیر' شیر رہے گا۔ ہر چیز اپنے مزاج میں مکمل ہے۔ اس کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ تم شیر کو جتنا مرضی Tame کر دو' پالتو بنا دو لیکن وہ وہی رہے گا۔ اور کچھ نہیں کرے گا تو گرج لگائے گا ایسی کہ آپ کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ تو یہ مزاج ہے! تو آپ لوگوں نے اپنی فطرت کو دریافت کرنا ہے۔ آپ نے اپنی ضرورت کو جو ظاہری اور نقلی فطرت بنایا ہوا ہے' اُسے بھی دریافت کرنا ہے۔ یعنی یہ جو نقلی چہرہ اوپر چڑھایا ہوا ہے۔ دونوں میں اگر فرق زیادہ ہو گیا تو پھر Clash ہو جائے گا' پریشانی ہو جائے گی۔ اپنے آپ پہ مہربانی کر دو' دونوں میں فرق تھوڑا کر دو' دونوں سے مراد اصلی انسان اور سماجی انسان۔ یہ سماجی انسان کیا ہوتا ہے؟ سوشل' ظاہری' لوگوں میں نظر آنے والا اور یہ کہنے والا کہ'' واللہ باللہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی'' تو اوپر سے یہ باتیں کرنے والا نقلی بندہ ہے۔ اور اصلی کیا ہے؟ وہ جو اصلی ہے' اس کا نام کوئی نہیں ہے' اصلی کا نام کوئی نہیں ہے۔ آپ کا نام اگر نوردین ہے تو اس کا نام ہی کوئی نہیں۔ اس کا نام وہ ذات ہے۔ جب انسان اس اصلی کے اوپر پہنچتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ ایک ہی ذات ہے۔ یعنی کہ نام والی ذات سے نکل کر اپنی اصلی بے نام ذات تک پہنچ جائیں تو پھر آپ

یک رنگ ہو جائیں گے یعنی بے رنگ' پھر آپ سب جگہ ایک ہیں۔ وہ جو آپ کے اندر ہے وہی شاید سب کے اندر ہو۔ یہاں پر لوگوں نے کہا کہ شاید وہی ہے مگر کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں' ہمیں بات کھولنے کی ضرورت نہیں ہے' اس لیے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تو اصلی کیا ہے؟ اصلی' اصلی ہے۔ شاید ایک ہی ہو' ہو سکتا ہے کہ وہی ایک ہو' ہمہ اوست ہو' ہو سکتا ہے کہ نہ ہو۔ یہ اس کے کام ہیں۔ وہاں پہنچ کے پتہ چلے گا_____

ہاں جی اور کوئی سوال_____ بولو_____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں' مثلاً طاقت میں بڑے لوگ گزر گئے' غزل میں غالب گزر گیا' تو ہمارے کرنے کا کام کیا رہ گیا؟

جواب:

آپ کے کرنے کے کام بتاتا ہوں۔ میں نے جو بتایا تھا کہ شعبے ختم ہو گئے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ The Best کارنامے TheBest لوگ کر گئے۔ مثلاً یہ کہ بہادری کا پیغام بھی چلا گیا یعنی بھولو پہلوان چلا گیا' اب اس سے بڑا پہلوان ہونا مشکل ہی ہے۔ جھارا' پہلوان بنتا تھا مگر وہ بھی نہیں بنا۔ پھر غزل آ گئی' غالب آ گیا۔ ناصر کاظمی بھی بڑا اچھا شاعر تھا لیکن غالب سے اس کا کیا مقابلہ کریں گے حالانکہ وہ بھی اپنا مقام رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر چیز مکمل ہے۔ اولیائے کرام بھی اپنی جگہ پر مستند اور جید۔ اب کوئی نیا ولی آ جائے تو آپ کیا کہیں گے؟ کہ یہ داتا صاحبؒ کا غلام ہو سکتا ہے ورنہ اس کا وہ مقام تو نہیں بنتا۔ اسی

طرح حکمت کا شعبہ اور فلسفہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو Norm کو Set کرنے والے لوگ ہیں' معیار Set کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر آج کا انسان جو اپنے آپ کو نمایاں بنانا چاہتا ہے وہ کیا کرے؟ اس میں نمایاں ہونے کی خواہش مخفی ہے۔ مطلب یہ کہ نمایاں ہونے کی خواہش مقلدؔ کے لیے نہیں بلکہ مقلدؔ مخفی رہے گا اور موجد نمایاں ہوگا۔ دین میں موجد ہونا بدعت ہوتی ہے۔ لہٰذا دین کے اندر نمایاں ہونے والی بات کوئی نہیں ہے بلکہ دین کا جو کام موجود ہے اس کو Organize کرنا ہوتا ہے' اس میں نیا شعبہ کوئی نہیں ہوتا۔ یہ جو دنیاوی شعبے ہیں ان کے اندر اللہ کریم نے اتنی وسیع کائنات بنائی ہے کہ جاتے جاتے کوئی ایک نئی چیز پیدا ہو جائے گی۔ جہاں نئی بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں نیا علاج بھی پیدا ہو جائے گا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں علاج بڑھ جاتے ہیں وہاں میدان میں ایک نئی بیماری کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر نئی بیماری ایک نئے علاج کو جنم دیتی ہے اور وہ نیا علاج نمایاں ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس نے یہ علاج دریافت کرلیا ہے۔ جس علاقے میں زیادہ پریشانیاں ہوں یہ سمجھ لو کہ وہاں پر سکون ساز اداروں کو نمایاں کرنے کے لیے یہ پریشانیاں آئی ہیں۔ سکون ساز ادارے کیا ہوتے ہیں؟ یہ نیا شعبہ ہے۔ مثلاً ہر طرف پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں' تو اب پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی سکون ساز شے آگئی۔ گویا کہ یہ پریشانیاں اس چیز کو نمایاں کرنے کے لیے آئی تھیں۔ تو نمایاں کرنے کے لیے سوائے فطرت کی طرف سے اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ جن لوگوں کو میں نے کہا کہ یہ The Best ہیں تو وہ سارے کے سارے فطرت کی طرف سے ہیں۔ غالبؔ جو ہے وہ کسی علم کی

وجہ سے غالب نہیں اور شیکسپیئر کسی تعلیم کی وجہ سے شیکسپیئر نہیں ہے۔ سُنا ہے کہ شیکسپیئر تیسری جماعت سے بھاگ گیا تھا۔ وہ چوتھی جماعت میں پہنچا ہی نہیں ہے۔ وقت نے اُسے رستے میں سے ہی اُچک لیا۔ آپ نے تو پڑھا ہوگا اس کے بارے میں۔ وہ سکول سے بھاگا اور راستے میں ایک ہرن کا بچہ مل گیا تو اُسے بھی ساتھ لے لیا۔ سب نے کہا کہ اس نے ہرن چوری کر لیا۔ تھوڑی بہت سزا بھی ہو گئی۔ وہاں سے بھاگا تو کسی تھیٹر میں جا کے پردہ اُٹھانے والا بن گیا۔ اور پھر پردہ اُٹھانا اور پردہ گرانا۔ اُس نے تھیٹر میں لوگوں کی آوازیں سُنیں' سٹیج سُنا' باتیں سُنیں' ڈائیلاگ سُنے تو اس کے اندر قدرت نے ایسا ذہن کھول دیا کہ آج کہتے ہیں کہ اس کے ڈراموں سے آگے کوئی ڈرامہ لکھا جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو یہ فطرت ہے۔ اسی طرح ملٹن تھا' وہ اندھا شاعر تھا اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں یہ ہماری آنکھیں ہے۔ کون؟ ملٹن۔ تھا وہ اندھا لیکن اُن کی آنکھیں بن گیا۔ تو یہ کمال کی بات ہے۔ تو یہ قدرت کی طرف سے آ گیا۔ تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسا بناتا ہے' اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں۔ اللہ کا کام جب تک بند نہیں ہوتا کسی نہ کسی نئے شعبے کا انتظار کرو۔ کیا کرو؟ پرانے شعبوں سے آشنائی' The Best لوگوں سے آشنائی' Idealism کا تصور رکھو' یعنی Have image of ideal people تو آئیڈیل لوگ' Real لوگ' گریٹ لوگ جو ہیں ان کو جانو' ان کو پہچانو کہ یہ گریٹ کیسے گریٹ ہو گئے۔ کسی تعلیم کی وجہ سے تھے یا انہوں نے خفیہ طور پر گریٹ ہونے کی کوشش کی۔ ساٹھ سال تک قائداعظمؒ ایک وکیل ہی تھے۔ لیکن پاکستان بنانے کے لیے اگلے سال کی ضرورت تھی اور جانے سے پہلے

اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا کام کروالیا کہ پریکٹس میں تو ہر آدمی کے ساتھ یہ بات نہیں ہوتی۔ اقبالؒ کی پریکٹس فیل ہوگئی' ورنہ تو وہ پریکٹس کرتے یا جج وغیرہ ہوتے مگر پریکٹس فیل ہوگئی اور بندہ کامیاب ہوگیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ پریکٹس فیل اور بندہ کامیاب' اور بندہ ایسا کامیاب ہوا کہ ساری قوم کامیاب ہوگئی' ملتِ اسلامیہ کامیاب ہوگئی۔ تو یہ واقعات ہیں قدرت کے۔ تو جب تک آپ کا قدرت کے ساتھ Compromise نہ ہو' قدرت راستہ نہ دے تو کوشش کرنے والا' نقل مارنے والا' یعنی گریٹ آدمی کی نقل کرنے والا پانچواں سوار کہلاتا ہے۔ کون سا سوار؟ پانچواں سوار' اور وہ ٹٹو پہ ہوتا ہے۔ اور باقی چار سوار گھوڑے پہ ہوتے ہیں۔ تو وہ گدھے پہ سوار ہوتا ہے۔ اُس سے پوچھو کہ تو کون ہے تو کہے گا کہ میں پانچواں سوار ہوں۔ تو پانچواں سوار بننے کی کوشش نہ کرو۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اُس کے پاس اتنے وسائل' اتنے مرتبے' اتنے فیلڈز' اتنی کائنات ہے کہ لِلّٰہ جنود السمٰوٰت والارض تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ختم ہوگئی ہے او رتمہیں حصہ نہیں ملے گا۔ اس کے لنگر خانے اور خزانے بھرے پڑے ہیں۔ صرف یہ ہے کہ تو اپنے دامن کو پکا کر' اپنی استقامت کو پکا کر' اپنے آپ کو قائم کر۔ دینے والے کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔

جھولی اپنی ہی تنگ ہے
تیرے یہاں کمی نہیں

اس کے ہاں نئے شعبے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ آپ کو کوئی نیا شعبہ دے دے گا۔ اگر آپ تقلید میں جائیں گے تو پھر آپ مقلد ہی رہیں گے اور مقلد سر نکال کے

چلے گا تو اس کے سر پر تھپڑ لگے گا۔ تو جو مقلد ہے وہ تقلید کرنے والا ہے اور اس کا یہ کام ہے کہ وہ تقلید کرتا جائے اور وہ یہ کہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لیے ہم یہ کرتے جا رہے ہیں۔ تو مقلد جو ہے وہ شعبے کو Organize کر سکتا ہے' اُس کے پاس نمایاں ہونے والی کوئی بات نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس کو نیا راستہ نہ بتائے۔ اسی طرح ہسٹری پڑھ کے آپ اتنے Historian بن سکتے ہیں جتنے آپ اب ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیلڈ کا انتظار کرو کہ وہ کون سا فیلڈ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت کچھ ہے' کسی انسان کو نمایاں کرنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ایک وارننگ میں بتاتا ہوں کہ گریٹ آدمی ہونے کے لیے Small خواہش نہ کرنا اور یہ سمال خواہش پیسہ ہے۔ جس نے یہ سمال خواہش ظاہر کر دی کہ یا اللہ پیسہ دے تو وہ گریٹ نہیں ہوگا' وہ پھر سمال ہی رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو پیسہ بھی نہ ملے۔ پیسہ تو اللہ تعالیٰ خود دیتا رہتا ہے' اس کو مانگنے سے کیا ملنا ہے' اللہ تعالیٰ تو بغیر مانگے دیتا ہے۔ یہ تو اس کے رازق ہونے کی بات ہے اور وہ پوری کائنات کا رازق ہے' خالق ہے' تخلیق فرماتا ہے' کافروں کو بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ تو باقی ساری چھوٹی موٹی چیزیں خود بخود ملتی جاتی ہیں۔ آپ کے سوال کے جواب میں یہ بات کہ اب آپ نے کیا کرنا ہے تو جب بہت ساری چیزیں ہو چکی ہوں تو بھی اللہ دے سکتا ہے۔ فردوسی آیا اور اس نے ''شاہ نامہ'' لکھا'' شاہ نامہ'' ہزار بار لکھا جائے لیکن حفیظ نے اپنا'' شاہ نامہ'' لکھ لیا۔ وہ اپنا مقام رکھتا ہے۔ یہ کوشش سے نہیں ہوگا بلکہ خود بخود قدرت کی طرف سے آئے گا۔ اگر خود بخود قدرت کی طرف سے آئے تو ایک رباعی بھی کافی ہے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلّوا علیہ والہٖ

یہ ایک رباعی سارے ''شاہ نامہ'' پر حاوی ہے۔ قدرت جب انسان کو نمایاں کرتی ہے تو وہ پھر ایسا نمایاں ہوتا ہے کہ پھر وہی ہوتا ہے۔ نمایاں ہونے کی خواہش ہو تو قدرت سے راستہ لو' سماج راستہ نہیں دے گا۔ قدرت پھر آپ کو بنا دے گی' کوئی نہ کوئی راستہ دے دے گی۔ Greatness میں یا عظیم انسان ہونے میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ انسان اللہ کے برابر کھڑا ہو جاتا ہے اور مار کھاتا ہے اور جب کوئی عظیم انسان اللہ کا ایجنٹ ہو کے آتا ہے تو وہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ بس یہ روٹ ہے اس کا کہ جو سامنے سے آگئے وہ کچلے گئے اور جو اللہ کی طرف سے آگئے وہ بنتے گئے۔ اس لیے کبھی یہ نہ کرنا کہ اللہ کے سامنے ہی آجاؤ۔ بس پھر' ہر چیز ضائع کر بیٹھو گے۔ تو اللہ کی طرف سے آؤ۔ شاہباز جو ہے ایسا باز ہے جو بادشاہ کے ہاتھ پہ بیٹھتا ہے۔ تبھی تو وہ شاہباز ہے۔ یعنی شاہ کا باز ہے۔ تو وہ ایسا باز ہو کہ کوئی اس کو اُٹھانے والا ہو' بٹھانے والا ہو اور اُڑانے والا ہو۔ تو آپ اللہ کی طرف سے چلو تو پھر واقعہ ٹھیک ہو جائے گا۔ بات سمجھ آگئی آپ کو؟ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

انتظار اور کسی کی طرف سے ہونا_____

جواب:

ہاں' انتظار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو' کسی اور کی طرف رجوع نہ ہو۔ جب وہ آپ کو بڑا کرے گا تو وہاں سیٹیں بہت ہیں' بے شمار خالی پڑی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ اس کے پاس کوئی کمی ہے' اس کے پاس بہت خزانے ہیں خزائن السمٰوٰت والارض۔ اس کے پاس بے شمار چیزیں ہیں_____

اور کوئی سوال_____ مسٹر عابدی بولے_____

سوال:

آپ کا ''صبر'' کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں کسی اور کا ارادہ بھی شامل ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

ایک بندہ بہت دور دراز کا سفر کر کے ایک بزرگ کے پاس گیا۔ بزرگ کو جا کے ما' اور سلام کے بعد کہا کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں' ایک سال میں نے سفر کیا ہے' اتنے سو میل میں پیدل چل کے آپ کے پاس آیا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ تو ایک سال کی بات کر رہا ہے اور میں بیس سال سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ تو اُس کے دور سے چل کے آنے میں اس کی جستجو بھی شریک تھی۔ تو کسی ایک کے آنے میں دوسرے کا ارادہ بھی شامل ہے۔ جس کو تم اپنا ارادہ کہتے ہو بعض اوقات یہ مشیت ہوتی ہے جو تمہارا ارادہ بن گیا مگر ہے وہ مشیت۔ کہتا ہے کہ اس کے دل میں خواہش پیدا ہو گئی کہ یہاں سے نکل جاؤں تو دراصل اب مشیت کارگر ہو گئی۔ بدھا نے کہا کہ یہ کیا زندگی ہے' اس کو چھوڑا جائے۔ اب یہ

اس کی ذات کی خواہش ہے کہ اس کو چھوڑا جائے۔ اور مشیت کیا کام کر رہی ہے؟ اُس نے بدھا سے کوئی کام لینا ہے' وہ آگے جا کے یہ کام کرے گا۔ تو قدرت جب آپ سے کام لینا چاہے تو وہ ایسا انتظام کرتی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ میری خواہش ہے۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ اب میں لاہور چلا جاؤں اور وہاں جا کے رہ لوں۔ اب مشیت کا یہ کام تھا کہ تمہیں لاہور بلایا جائے' فلاں جگہ چلے جاؤ اور فلاں جگہ یہ واقعات ہو جائیں۔ دراصل ہمارے ارادوں میں اس کا ارادہ شامل ہے۔ اسی کو مشیت کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا ارادہ ہے مگر دراصل وہ تقدیر ہوتی ہے' مقدر ہوتا ہے اور اس کی خوش بختی ہوتی ہے۔ تو محبّ کی تمنا جو ہے وہ محبوب کی تمنا بھی ہے' اس کا ارادہ بھی شامل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کا ارادہ ہے حج کرنا۔ دراصل بلانے والے کا یہی ارادہ تھا۔ تو جانے والے کی بجائے بلانے والے کا یہ ارادہ ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں ارادے جو ہیں وہ آپس میں مل جاتے ہیں۔ اسی کا نام ہوتا ہے۔ واقعہ۔ واقعہ یہ ہے کہ دو ارادے ہوتے ہیں' یہ کہتا ہے کہ میں وہاں جاؤں اور وہاں والے کہتے ہیں کہ ہم تو تیرا انتظار کر رہے تھے۔ آپ کو بات سمجھ آ گئی؟ اگر ایک کے ارادے میں دوسرے کا ارادہ شامل نہ ہو تو پریشانی رہتی ہے۔ تو ارادہ ہمیشہ شامل ہوتا ہے۔

سوال:

کیا یہ قبل از وقت پہچانا بھی جا سکتا ہے؟

جواب:

ہاں' یہ پہچانا جاتا ہے اور پہچاننے والے یہ پہچانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

اب مجھے آواز آگئی ہے' اب مجھے کوئی اور بلا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بندہ اپنے گھر سے تنگ آ گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تنگ تو ہوں مگر مجھے کوئی اور بلا رہا ہے' مجھے کوئی دور کے دوست بلا رہے ہیں' کوئی اور مقام آ گیا ہے۔ تو انسان پہچان لیتا ہے۔ جب آپ کو اپنے ماحول میں تنگی ہو تو سمجھو کہ کوئی اور ماحول بلا رہا ہے ورنہ تنگی کیوں آئے۔ اور جس کو یہاں رہنا ہے اس کو تنگی نہیں آئے گی۔ تنگی کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی نیا ماحول آپ کو پکار رہا ہے' کہیں اور سے آواز آ رہی ہے' جنگل' بیابان' بیلے تھل _____ اور سستی بلا رہی ہے۔ تو یہ دوسرا ماحول بلا رہا ہے۔ انسانوں کو قبل از وقت پتہ چل جاتا ہے۔ پتہ چل جانا چاہیے کہ میں کیا کر رہا ہوں' مجھے کیا ہو رہا ہے۔

سوال:

اگر وہ صاحبِ شعور ہو گا تو سمجھ آئے گی۔

جواب:

وہ صاحبِ شعور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات جلدی سمجھ آ جاتی ہے اور بعض اوقات کوئی سمجھا جاتا ہے کہ یہ تم کیا کام کر رہے ہو' یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ کئی دفعہ کسی مصروف آدمی کو کسی نے کان میں کہہ دیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ آج کے انسان کی ٹریجڈی یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بڑا دانا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے کوئی منفعت چاہتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس کے ساتھ فی سبیل اللہ نیکی کریں تو بھی وہ یہ توقع کرتا ہے کہ یہ میرا کوئی نقصان کرے گا۔ تو وہ کسی نیک نصیحت کو بھی نقصان کے انداز سے

سوچے گا کہ یہ جو میرے ساتھ نیکی کر رہا ہے یہ ضرور مجھے کوئی نقصان پہنچائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں نہیں دیتا اور پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پریشان رہتا ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو ماحول کی تحویل میں دے دے یا اللہ کی تحویل میں دے دے استادوں کی تحویل میں، گرو کی تحویل میں، بزرگوں کی تحویل میں دے دے تو وہ بچ جائے گا۔ تو اُسے پتہ چل جاتا ہے۔ وہ اُسے کہیں گے کہ یہ کام یوں ہے تو وہ کہے گا کہ ایسے ہی کر لو۔ بظاہر تو تم خوش نظر آ رہے ہو مگر اندر سے تم بالکل ٹوٹے پھوٹے ہو۔ خوشی جو ہے یہ سماج کا نقلی چہرہ ہے، کہتے ہیں کہ کیا حال ہے؟ کہتا ہے کہ بہت خوش ہیں۔ کیسے رہتے ہو؟ بہت اچھا جا رہا ہوں، اللہ کے فضل سے بچے بھی بہت اچھے ہیں۔ اور اندر سے سارا غم چھپا کے بیٹھا ہوا ہے۔ اب کوئی سننے والا ہو تو وہ بولے۔ اگر وہ کسی پہ اعتبار کرے تو وہ اس پہ راز کھولے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا انسان اندر ہی اندر کینسر بنا جاتا ہے لیکن بات نہیں کھولتا۔ اگر کسی پہ اعتماد ہو تو بات کھلے۔ اس لیے کسی پہ اعتبار کرو اور اپنے آپ پہ بھروسہ کرو، اللہ پہ بھروسہ کرو۔ یہ ماحول ٹل جائے گا۔

سوال:

ایک بات سمجھ آ جاتی ہے لیکن پھر خیال آ جاتا ہے کہ شاید یہ غلطی ہو۔ یہ اضطراب کیوں ہے؟

جواب:

یہ جو وسوسہ آ جاتا ہے کہ شاید ایسا ہو یا کہ شاید ایسا نہ ہو تو اس کے لیے کہتے ہیں کہ پہلے ایک فیصلہ کر لو اور پھر چل پڑو۔ چلنا تو ضرور ہے آپ نے، دن تو

گزر جائے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمہارے فیصلے Pending رہ جائیں۔ اگر کچھ نہیں بھی کرو گے تو ایک اور فیصلہ آنے والا ہے اور وہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ Thy time is up and shut up ۔ مثلاً انسان چلا جا رہا ہے' سارے واقعات دیکھتا جا رہا ہے کہ یہ پھول ہیں' یہ باغ ہے' یہ اس کی سیر ہے_____ تو کر لو جو کرنا ہے کیونکہ اتنے میں آواز آنے والی ہے کہ تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اس کے بعد خبردار! کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ فیصلے زندگی کے اندر ہی ہونے تھے۔ اب زندگی کا جو ٹائم ہے وہ اس کے اعلان آنے کی حد تک ہے اور جب اعلان ہو جائے گا کہ تمہارا وقت جو ہے وہ پورا ہو گیا اور فلاں بن فلاں روبرو حاضر ہو_____ تو تم روبرو حاضر ہو جاؤ گے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے تھوڑا سا کام کرنا تھا' کچھ کاغذات اور چابیاں ہیں' بچوں کو اکاؤنٹ بتانے تھے۔ تو وہ کہے گا کہ یہ تو بچے خود ہی کر لیں گے' وہ تم سے زیادہ دانا ہیں' فکر نہ کرو' تمہارا سارا مال اُڑا دیں گے جو تم نے سنبھال کے رکھا تھا' وہ سب ضائع کر دیں گے۔ اس لیے یہ کہو کہ اللہ کا فضل ہونا چاہیے_____

"اور بولو_____ حسن صاحب آپ بولیں_____

سوال:

میں سُن رہا ہوں۔

جواب:

سُن تو رہے ہیں لیکن سوال بھی پوچھو_____ کوئی بات_____

سوال:

کوئی بات ہے ہی نہیں۔

جواب:

کیا ناراض ہو؟ یہ نصیحت یاد رکھو کہ اللہ اتنا غریب بھی نہیں جیسے تم سمجھ رہے ہو کہ اس سے تم خزانے مانگ لو اور وہ مائنڈ کر جائے۔ وہ دے گا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین نہ ہو تو میں شاید تمہارا مکان سونے کا بنا دوں۔ مگر اسے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین ہے اور پھر ایک وقت آئے گا جب تم اللہ کے آگے جا کے چیخو گے کہ تم نے مجھے اتنا مال کیوں دیا کہ میں دوزخ میں آ پہنچا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین ہے' لہٰذا میں تمہارے مکان سونے کے نہیں بناتا۔ ورنہ وہ بنا دے تو اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ زمین کے خزانے بھرے پڑے ہیں' وہ اللہ تعالیٰ کے کام تو نہیں آنے۔ وہ خزانے استعمال ہونے ہیں۔ سونا زمین کے اندر رہے گا اور جو زمین میں دفن ہے وہ پھر چار سو سال کے بعد زمین سے نکل آئے گا۔ کہتے ہیں کہ زمین سے سولہ کلو گرام کا ایک ہار نکل آیا۔ اگر اب نہ نکلا تو مٹی کے اندر سے سونا پھر نکل آئے گا۔ تو زمین کی ہر چیز زمین کے اندر رہتی ہے۔ یہ بڑا امانت خانہ ہے۔ کہتے ہیں کہ امانت خانے سے تم کوئی چیز لے کے باہر نہیں جا سکتے۔ جا سکتے ہی نہیں کیونکہ پھر آپ کی ہڈیاں زمین میں جا کے مل جائیں گی۔ تو ہڈیوں کی فاسفورس' پھر نائٹروجن' پھر آکسیجن اور پھر وہی مٹی کی مٹی۔ تو واقعہ اُتنے کا اتنا ہی رہے گا۔ یعنی زمین کا ٹوٹل وزن وہی رہا جو پہلے تھا۔ تو تم یہاں سے لے کے کچھ نہیں گئے۔ تم

نے صرف Use کرنا ہے' کیا کرنا ہے؟ صرف استعمال کرنا ہے۔ تو جو اللہ تعالیٰ استعمال کرا رہا ہے اسے استعمال کرو اور خوش ہو جاؤ' شکر یہ ادا کرو۔ لے جانے کی تمنا جو ہے یہ گمراہی ہے۔ تم کہاں لے کے جاؤ گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کائنات کے اس اللہ سے تم کچھ چیز لے کے کسی اور اللہ کے پاس چلے جاؤ گے۔ یہ تو بے وقوفی ہے کیونکہ اللہ تو ایک ہی ہے' دوسرا اللہ کدھر سے آئے گا۔ دو اللہ تو ہو نہیں سکتے۔ یہ نہ کرنا کہ پہلا ایک تو سمجھ آیا نہیں اور دوسرے کا سوچنا شروع کر دو۔ ہمارے لیے ایک اللہ ہی کافی ہے۔ یہ نہ ہو کہ دو اللہ بنا لو' تین اللہ بنا لو' Trinity بنا لو یعنی وہ جو Holy Trinity ہے۔ ناں! ہمارے لیے ایک اللہ کافی ہے۔ کنفیوژن سے بچو اور یہ دیکھو کہ کون سا اللہ ہے' اللہ ہمارے لیے وہ اللہ ہے جو اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ ہے۔ ہمیں اور پتہ نہیں ہے۔ جیسا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے لیے وہ اللہ ہے۔ تو ہم خدائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ بس یہ کافی بات ہے۔ یہاں سے کیا کوئی چیز لے جانی ہے؟ نہیں لے جانی' نام بھی نہیں لے جانا' واقعہ کوئی بھی نہیں لے جانا' پیسہ بھی نہیں لے جانا' ہر چیز یہاں پڑی رہ جائے گی۔ خزانہ دیتے ہوئے اللہ کو کوئی کمی نہیں ہے' وہ دے سکتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ پہلے اس سے اصلاح مانگو اور نیکی مانگو بلکہ خود آپ نیکی کرو اور وہ دین کے حساب سے ہو۔ اگر وہ خزانے دے دے تو اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ بس اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرو کہ وہ پالنے والا ہے۔ اس کو تم پالنے والا مانتے نہیں ہو اور مانگتے اس سے ہو۔ تو وہ کیسے دے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہمارا بازو پالنے والا ہے' ہم اپنے آپ کو

پالنے والے ہیں' ہم بنانے والے ہیں اپنے آپ کو' ہم رزق بنائیں گے۔ اگر اس کو پالنے والا مان لوتو پھر اسی سے مانگو' پھر سارے دعوے ختم ہو جائیں گے اور صرف عاجزی کا دعویٰ رہ جائے گا۔ تم تو کاری گر آدمی ہو' آج یہ سکیم بناتے ہو' کل وہ سکیم بناتے ہو' پرسوں کوئی اور سکیم بناتے ہو۔ سکیمیں بنانے والا اللہ کے رازق ہونے میں شک کر رہا ہے۔ وہ رازق ہے اور جان کا رازق ہے' آپ ایک جگہ بیٹھ جاؤ تو وہ دے گا اور ضرور دے گا' اچھی طرح سے دے گا۔ اپنے آپ کا خیال رکھو_____

اور کوئی سوال_____ ضمیر سے کہو کہ وہ سوال پوچھے_____

سوال:

اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر_____

جواب:

پھر ان کی باز پرس تم سے نہیں ہوگی۔

سوال:

پھر انصاف کہاں سے ملے گا؟

جواب:

یہ جو انصاف کی بات کر رہے ہو تو ان کی باز پرس تم سے نہیں ہوگی لیکن اب تم مظلوم ہو گئے اور مظلوم کی دادرسی اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں۔ مظلوم ہونا شہادت کے درجات میں ہے۔ تو مظلوم ہونا شہیدوں کا فیض ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی شہید کی تم پر نگاہ ہے کہ تمہیں مظلوم بنا دیا گیا۔ یہ فیض ختم نہ کرنا

اور نہ اسے بیچنا۔انسان اسے کب بیچتا ہے؟ جب وہ مظلوم ہونے کی داستان سناتا ہے کہ مجھ پر اتنا بڑا ظلم ہوا' مجھ پر شہر تنگ کر دیا گیا' پھر ایک اور واقعہ ہو گیا۔تو یہ تنگی کی داستان اور مظلوم ہونے کی داستان بیان کرنے والا اللہ کے پاس سے شہادت کی سند نہیں لے گا۔شہادت یہ ہوتی ہے کہ ایسا مظلوم جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یا اس کے کسی شعبے کے لیے قربانی دے جائے۔تو وہ مظلوم جو ہے شہید ہوتا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔تو مظلوم جو ہے وہ اپنے مظلوم ہونے کی داد نہ پائے۔پھر یہ بڑی برکت کی بات ہے۔اللہ جاننے والا ہے اور جانتا ہے اور وہ انصاف کرنے والا ہے۔انصاف کرنے والے یہ شعبے نہیں ہیں جن کو تم عدالتیں کہتے ہو۔بس خاموشی سے چلتے جاؤ۔اللہ پر تیرا سب حال آشکار ہے۔اور جو تجھ پر کوئی ظلم کرتا ہے وہ اس پر سب آشکار ہے۔تجھ پہ اپنا حال آشکار نہیں ہے۔تم کہتے ہو کہ میں بڑا مظلوم ہوں کہ اُس نے میرے کان پھاڑ دیئے۔ جب کل اللہ تمہارے کانوں میں بالے لٹکائے گا تو پھر تو کہے گا کہ یہ تو بہت اچھا ہوا تھا کہ کان پھاڑے گئے اور اب ان میں سونا لگایا گیا۔تو پہلے پتہ نہیں چلتا کہ کیا واقعہ ہے اور جب سند آتی ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ مظلوم ہونا کتنا اچھا تھا_____

اور کوئی بات ہو تو بولو_____ حسن صاحب بولیں_____ کوئی بھی بات_____

سوال:

''اللہ کی ہر روز نئی شان ہے'' اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ کو ہر روز

کوئی نیا کام ہوتا ہے_____

جواب:

اس کو فقراء جلوہ ہی کہتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے نئے جلوے سے ہے' جلوہ آرہا ہے۔ اگر آپ ہر وقت مصروف رہتے ہو' مصروف رہو تب بھی جلوہ ہے۔ ہر روز نیا جلوہ اور نئے نئے رنگ اس کے ہیں۔ تو فقراء کو وہ رنگ نظر آتے ہیں اور ہم اللہ کے کام کو رنگ کہتے ہیں کہ اس کا نیا رنگ ہے' نیا واقعہ ہے۔ اب یہ جو دن ہے اللہ کے ہاں پتہ نہیں کیسا دن ہے' وہ دن کتنے دنوں کا ہے جو اللہ کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ اپنے بارے میں کہہ رہا ہے۔ اللہ کے کلام کی یہ خوبی ہے کہ اپنے آپ کو وہ ''ھُوَ'' کہتا ہے یعنی وہ_____ کہ'' ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے''۔ تو وہ اپنے آپ کو ''وہ'' کہتا ہے کہ ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو ''وہ'' کب کہتا ہے' یہ بھی ایک راز ہے۔ ''ھو اللّٰہ'' کہتا ہے یعنی وہ اللہ۔ ھو اللّٰہ الخالق الباری وہ اللہ جو خالق اور باری ہے۔ کہہ کون رہا ہے؟ اللہ آپ کہہ رہا ہے اللہ خود ہی فرما رہا ہے۔ وہاں پر ''میں اللہ'' نہیں کہتا۔ کبھی کبھی کہتا ہے کہ ''ہم'' وانا لہٗ لحفظون اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نحن اولیاء کم فی الحیوٰۃ الدنیا ہم تمہاری دنیا میں تمہارے ولی ہیں' تم سے محبت کریں گے۔ تو کبھی وہ ''ہم'' کہتا ہے' کبھی ''ھو'' کہتا ہے' کبھی اپنے آپ کو ''انا'' کہتا ہے۔ بس یہ کہانی ہے راز کی۔ اس کو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں کتنی ضمیریں استعمال کی ہیں۔ ''میں'' ''ہم'' اور ''ہم دونوں'' کیونکہ ''نحن'' کے دونوں معانی ہیں ''ہم دونوں'' بھی اور ''ہم

سب'' بھی ــــــــــ

اب دُعا کریں یا کسی کے ذہن میں کوئی اور بات ہے؟

سوال:

لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے ہوں تو انہیں اُٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب:

یہ ٹھیک بات ہے کہ اگر وہ ٹکڑے راستے میں گرے ہوئے ہوں تو انہیں ایک طرف رکھ دو۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ دیوار کے ساتھ رکھ دو' کسی قبرستان میں پھینک دو' کسی اور جگہ پھینک دو۔ اس سے رزق میں یوں اضافہ ہوگا کہ اُسے پرندہ کھا جائے گا یا چیونٹی کھا جائے گی۔ پرندہ اور چیونٹی جب رزق کھا جائے تو وہ دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جس نے ہمیں کھلایا اُس کے رزق میں اضافہ کر۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ اس لیے جب رزق میں کمی آجائے تو دانہ چیونٹیوں کے بلوں میں لے جاؤ۔ صبح صبح کبھی باغ میں جاؤ تو دیکھو گے کہ کچھ لوگ دانہ لے کے آتے ہیں اور گلہریوں کو ڈالتے ہیں' چڑیوں کو ڈالتے ہیں۔ پھر چڑیاں' چیونٹیاں اور گلہریاں وہ کھا جائیں گے۔ تو وہ دُعا کرتے ہیں۔ جب چڑیاں چہچہاتی ہیں تو اصل میں یہ دُعا کرتی ہیں۔ چہچہانا جو ہے یہ گانا ہے۔ اگر چڑیاں چہچہاتی رہیں تو برکت ہی برکت ہے' مبارک ہی مبارک ہے۔ پالنے والے کا رزق ختم نہیں ہوتا۔ کیسے ختم ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ تو پالنے والا ہے' اس نے تو لنگر چلا دیا ہے۔ تو رزق کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ جب تک ماں پالنے والی ہے بچے کے لیے اس کا رزق

کبھی ختم نہیں ہوگا' دودھ ہی دودھ ہوگا۔ تو راز یہ ہے کہ رازق کا رزق کیسے ختم ہو؟

اور کوئی بات پوچھو_____ ذہن میں کوئی بات ہو تو_____ نہیں ہے؟

پھر دُعا کرو_____ اللہ تعالیٰ سب کی زندگی آسان بنائے اور خیریت ہو۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا ومولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین_____

آمین! برحمتک یا ارحم الرٰحمین

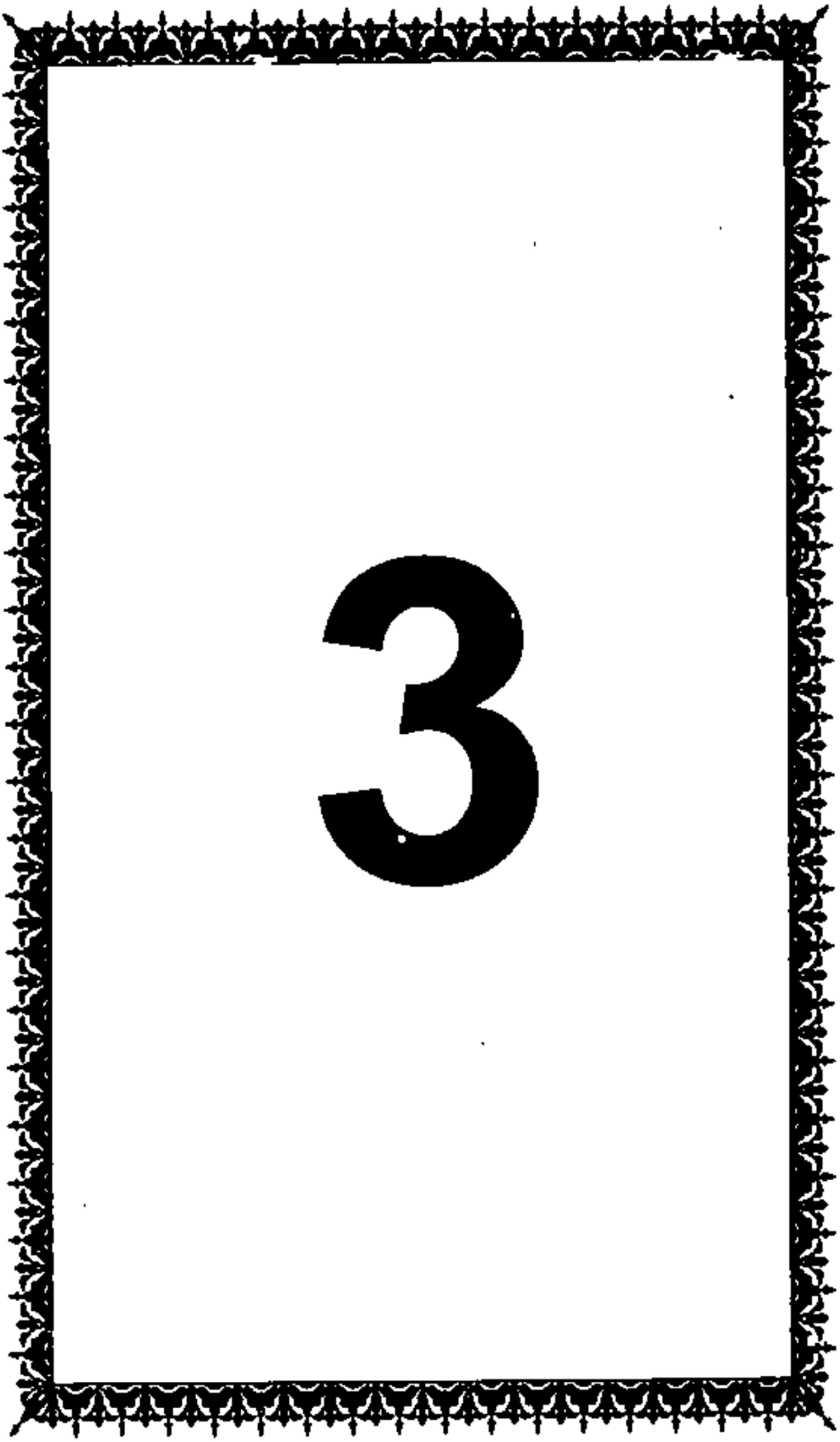

1 نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ کے ____ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟

2 سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

3 آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ بدعملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سو فی صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمتِ الٰہی کے سہارے بخشے جائیں گے ____

4 کیا دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟

5 صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے

---

6 وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو "اللہ ہو" پہ لگا دیا ہے تا کہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے رہیں اور فتح کرتے رہیں۔

7 یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی بھی یہی ہے۔

8 اسلام میں طرزِ حکومت کا کیا تصور ہے؟

9 کہتے ہیں کہ مجذوب بااختیار ہوتا ہے، وہ جو کہتا ہے بات بن جاتی ہے۔

10 جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ ہوتا گیا۔

سوال:

نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ کے ____ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟

جواب:

اس میں تضاد نہیں ہے بلکہ یہ ٹھیک ہے۔ نماز کے اندر انسان کی تمام حالتیں، حالتِ نماز ہی کہلاتی ہیں۔ اس بات پہ آپ غور کریں کہ جو انسان نماز پڑھ رہا ہے اس کی ہر حالت' حالتِ نماز ہے' سجدہ ہے تو سجدہ بھی نماز ہے' رکوع بھی نماز ہے' قیام بھی نماز ہے' ہاتھ باندھ کے بھی کھڑا ہوا ہے' ہاتھ چھوڑ کے بھی پڑھتا ہے اور زمین پر بیٹھا ہوا بھی ہے ____ تو یہ سب نماز ہی ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ جس شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حالتِ نماز دیکھی تو اس نے کہا کہ میں نے انہیں ہاتھ باندھ کے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے' راوی بھی مستند ہے' تو ایسے ہی ہوگا' مستند ہوگا۔ اب اس پہ کوئی بحث نہیں کیونکہ یہ Past ہے اور روایت سے آ رہا ہے اور دونوں راوی معتبر ہیں کہ ہاتھ باندھے دیکھا ہے یا ہاتھ چھوڑ کے دیکھا ہے۔ تو ہاتھ باندھو تو صحیح ہے اور ہاتھ چھوڑو تو صحیح ہے۔ مطلب یہ

کہ دونوں حالتیں دیکھی گئی ہیں' مدعا تو بندے کا عبادت میں جانا ہے۔ یہ جو فرق آپ کہہ رہے ہیں یہ تضاد نہیں ہے۔ اگر آپ کے اندر وحدتِ کردار یا وحدتِ عمل آ جائے تو پھر ایک گروہ کے ساتھ چل پڑیں۔ بات اللہ کے دربار میں پہنچنے کی ہے۔ دیکھنے والوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں حالتوں میں دیکھا ہے۔ تو ایسے ہوگا۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہاتھ باندھو یا ہاتھ چھوڑو بلکہ نماز کو ادا کرنے کا حکم ہے۔ چونکہ آپ Past میں جا رہے ہیں تو لازمی بات ہے کہ کسی روایت کے ذریعے جائیں گے یا کسی سند کے ذریعے جائیں گے کیونکہ Past تو مشاہدہ نہیں ہے۔ آپ کو کسی معتبر نے کہا کہ روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھو تو آپ ہاتھ باندھ لیں۔ جس نے ہاتھ کھولے ہوئے ہیں اُسے چھوڑ دو۔ اگر کوئی آمین بآوازِ بلند کہہ رہا ہے تو اُسے کہنے دو اور جو بآوازِ بلند نہیں کہتا وہ نہ کہے۔ جب آپ کے ہاں ایک قوم بن جائے' ایک خلیفۃ المسلمین بن جائے' اور وہ جو امر کرے اس کو مان لو۔ بہر حال یہ چیز ملتِ اسلامیہ میں چلی آ رہی ہے' تراویح میں تعداد کے حساب سے فرق چلا آ رہا ہے' اس میں روایتوں کے مطابق آٹھ بھی ہیں' دس بھی ہیں' بیس بھی ہیں۔ انہیں چلنے دو۔ اس بات کا فرق نہیں ہے بلکہ فرق یہ ہے کہ آپ مانتے ہیں کہ نہیں مانتے۔ جو اللہ کا با آوازِ بلند ذکر کر رہا ہے یا خفی ذکر کر رہا ہے' یہ دونوں حالتیں صحیح ہیں اور لڑائی کرنے کے لیے دونوں حالتیں کافی ہیں۔ ایک آدمی جلی ذکر کر رہا تھا' بلند آواز سے اللہ ہو کر رہا تھا تو دوسرے نے کہا کہ کیا تیرا اللہ کہیں گم ہو گیا ہے جسے اتنی زور سے پکار رہا ہے' وہ تو تیرے پاس ہی ہے' آہستہ بول ___ تو دونوں حالتیں صحیح ہیں' صرف Sincerity کی بات ہے۔ جو

صرف دیکھنے والا ہے اُسے جھگڑا نظر آئے گا اور جو عمل کرنے والا ہے اس کو دونوں حالتیں صحیح نظر آئیں گی۔ آپ عمل کرنے والے نہیں۔ اگر صرف دیکھو گے تو تضاد نظر آئے گا اور عمل کرو گے تو تضاد نظر نہیں آئے گا۔ تو صرف دیکھنے والے کو مسلمانوں میں بڑا تضاد نظر آئے گا مگر عمل کرنے والے کے لیے کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیا شیعہ کافر ہوتا ہے؟ کیا سُنی کافر ہوتا ہے؟ کوئی کافر نہیں ہوتا بلکہ یا تو Sincere ہوتا ہے یا Insincere ہوتا ہے جو Insincere ہوتا ہے وہ بڑا ہی جھوٹا ہے اور Sincere آدمی مخلص آدمی بڑا ہی صحیح ہے۔ تلفظ کی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے' آپ کا جیسا بھی تلفظ ہے وہ Sincerely ادا کرو۔ آپ پتہ نہیں کہ حلق سے تلفظ نکال سکتے ہیں کہ نہیں' عربی بھی صحیح نہیں بول سکیں گے۔ لفظ ''عربی'' نہیں بلکہ ''عَـرَبِـی'' ہے۔ یہ بھی نہیں بول سکیں گے۔ اس لیے آپ اپنے ساتھ تھوڑی رعایت کریں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ پہلے آپ کو اس شخص میں تضاد نظر آئے گا' پھر آپ کہیں گے کہ یہ شخص جھوٹا ہے جو نماز ادا کر رہا ہے۔ پھر کہیں گے کہ میں نماز ادا کرنے گیا تو وہاں جوتا چوری ہو گیا' وہاں اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ نماز چھوڑ دے گا۔ یہ سارے فارمولے نماز چھوڑنے سے پہلے کے ہیں' کہ پہلے تضاد دیکھو' پھر فرق دیکھو' پھر اپنی طبیعت کی ناسازی دیکھو اور پھر نمازیوں کا غلط Behaviour دیکھو۔ پھر وہ گمراہ ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہے' لگے رہو' ہاتھ باندھ کے نماز پڑھو یا کہ کھول کے پڑھو لیکن نماز ضرور پڑھو۔ جیسے بھی ہو سکتا ہے نماز قائم کرو' ایک خاص وقت پر ایک خاص جگہ اکٹھے ہو جاؤ! That's all ____ آمین بآوازِ بلند کہنی ہے تو کہو'

آہستہ کہنی ہے تو کہو' نماز تو پڑھو۔ تو یہ سوالات جو ہیں وہ گمراہی سے پہلے پیدا ہوتے ہیں۔ ان سوالات کو پیدا نہ ہونے دیا کرو۔ پہلے وہ پوچھے گا کہ جنگِ جمل کیا تھی؟ اب وہ شروع ہو گیا' وہاں سے چلتے چلتے وہ کہے گا کہ تم یزیدی لوگ ہو' ہم حسینی لوگ ہیں۔ نہ تم نے یزید کو دیکھا اور تم نے حسینؓ کو دیکھا۔ آج دیکھو کہ کیا تم اللہ کو مانتے ہو؟ قرآن پاک کو مانتے ہو؟ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہو؟ کیا مسلمانوں کی کوئی عبادت ہونی چاہیے؟ کیا تین نمازیں کر دیں؟ لوگ یہ غلط بات کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پنجابی میں نماز ادا کر لیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو جیسے ہے ویسے چلنے دو۔ کیا ہاتھ باندھنے والے کو خدا نزدیک نظر آیا اور کیا ہاتھ کھولنے والے کا اللہ دور ہو گیا۔ یہ ساری خلوص کی باتیں ہیں۔ کچھ لوگ نقلی طور پر اللہ کو رو رو کے یاد کر رہے ہوتے ہیں' اور کچھ لوگ اور طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے آگے سے دوسرا آدمی گزر گیا۔ اس نے کہا کہ بھائی دیکھو تم آگے سے گزر گئے ہو' کیا بات ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں ہے' تم نماز پڑھ رہے تھے کہ کیا کر رہے تھے' تم نماز پڑھ رہے تھے کہ مجھے دیکھ رہے تھے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر مجنوں اپنی لیلیٰ کو دیکھ رہا ہو تو وہ ذبح ہو جائے تو اُسے پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہوا ہے۔ آپ اللہ کی طرف محویت سے چلو۔ وہ ہاتھ بندھوائے گا یا پھر کھلوائے گا۔ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ آپ بتائیں کہ آپ ہاتھ باندھتے ہیں کہ کھولتے ہیں؟ آپ کیا کرتے ہیں؟

سوال:

میں تو باندھتا ہوں۔

جواب:

تو ہاتھ باندھے رکھو۔ ہاتھ باندھنے والا زیادہ تابعدار ہوتا ہے یا کہ ہاتھ کھولنے والا؟

سوال:

ہاتھ باندھنے والا۔

جواب:

تو ہاتھ باندھے رکھو۔ ایک آدمی اگر کسی کے پاس گھٹنے کے بل بیٹھتا ہے' ادب سے کہتا ہے کہ آپ حکم فرمائیں مگر وہ اندر سے گستاخ ہوسکتا ہے۔ آپ سیاسی جماعتوں کو دیکھیں' وہاں نمبر ٹو ہمیشہ باغی ہوتا ہے' ہمیشہ نہ کہیں تو عام طور پر وہ باغی ہوتا ہے۔ سیاسی جماعتوں میں نمبر ایک تو لیڈر ہوتا ہے یعنی سپہ سالار۔ اس کے علاوہ جو دوسرے ہوتے ہیں نمبر ٹو لوگ' وہ عام طور پر باغی ہوتے ہیں۔ تسلیم کرنے کے بعد تردید کرنے والا نہ ادھر کا رہا اور نہ ادھر کا رہا۔ مولانا مودودی صاحب کے ہاں ڈاکٹر اسرار' امین احسن اصلاحی اور کوثر نیازی نکل آئے۔ ان میں ایک اپنے لیڈر کو ابا جان کہتے تھے۔ ایوب صاحب آپ کے ملک میں پریذیڈنٹ ہوتے تھے' ان کے زمانے میں ایک فارن منسٹر ہوتے تھے جو ان کو ڈیڈی کہتے تھے۔ پھر جب وہ فارن منسٹر خود بادشاہ بنا تو اس نے ایوب صاحب کو ٹھوکر ماری' بوٹ کی ٹو ماری۔ پھر دیکھ لو کہ اس کو کیا سزا ہوئی۔ محسن کے ساتھ بے وفائی کرنے والا برباد ہو جاتا ہے۔ پھر ایک اور لیڈر ہوتے تھے جو کہتے تھے کہ میں نے سیاست بھٹو صاحب سے سیکھی ہے' ان مردِ مجاہد سے سیکھی ہے' بس یہی

اِک انسان ہے ____ پھر بعد میں ان سے لڑائی۔ وہ بھی جیل میں اور یہ بھی جیل میں۔ تو محسن سے بے وفائی کرتے ہوئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ یعنی کہ اکثر نمبر ٹو تھری یا فور باغی کے باغی نکلے۔ وہ کیا کرتے تھے؟ وہ یہ دیکھتے رہتے تھے کہ کب اس کی آنکھ بند ہو گی۔ جو لوگ Ambition کے لیے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اور ذاتی غرض کے لیے کسی کی اطاعت میں داخل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ نامراد ہوتے ہیں۔ دین میں جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے داخل ہوئے وہ پھر ہمیشہ رہے اور کبھی باغی نہیں ہوئے۔ ''اللہ'' ایک ایسا اسم ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اگر کوئی پیغمبر پردہ فرما لیں تو اللہ پھر بھی قائم ہو گا۔ تو اللہ تو ایسا ہے۔ اس لیے ایسی Sincerity کے لیے کوئی بغاوت نہیں ہے۔ اس میں کوئی طوائف الملوکی نہیں ہے۔ ورنہ عام طور پر آپ جس آدمی کو دیکھیں گے اس کا نمبر ٹو باغی ہو گا۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ خلوص نہیں ہے اخلاص نہیں ہے۔ اخلاص اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ لوگ اپنے مقصد کے لیے کسی کے ساتھ جا کے شامل ہوتے ہیں۔ اگر ان کا مقصد پورا ہو جائے گا تب بھی اسے چھوڑ دیں گے اور اگر مقصد پورا نہیں ہو گا تب بھی اُسے چھوڑ دیں گے۔ تو جس کا مقصد پورا ہو جائے وہ کہے گا کہ کام ہو گیا ہے اب کیا ضرورت ہے اور جس کا مقصد پورا نہ ہوا وہ کہے گا کہ اس کا کیا فائدہ مقصد تو پورا نہیں ہوتا۔ تو وہ بھی باغی کا باغی ہو گا۔ لہٰذا وہ لوگ جو اللہ کو کسی کام کے لیے مانتے ہیں اگر ان کا کام ہو جائے تب بھی اللہ کو چھوڑ دیں گے اور کام نہ ہوا تب بھی اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ اللہ کو صرف کام کے لیے نہ مانا کرو بلکہ کہو کہ وہ کرتا ہے تو کرے اور نہیں کرتا تو نہ کرے ہم اس کو مانتے چلے جائیں گے۔ اللہ کا ہمیں یہ

پتہ چلا ہے کہ جس پہ خوش ہوتا ہے اس کو بھی مار دیتا ہے اور جس پر خوش نہیں ہوتا اس کو بھی مار دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کام ضرور کرتا ہے کہ جس پہ راضی ہے اُسے کہتا ہے کہ تو آ جا اور جس پہ راضی نہیں ہے اُسے بھی کہتا ہے کہ تو بھی آ جا۔ تو اس کے کام ایسے ہیں۔ موسیٰؑ نے اللہ سے عرض کی کہ حکم فرمائیں کہ کیا کیا جائے۔ اللہ نے کہا کہ فرعون سے بات کرو اس کو ہماری طرف Dispatch کرو روانہ کرو۔ موسیٰؑ نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا کیا جائے؟ اللہ نے کہا کہ پھر آپ بھی آ جاؤ۔ بس کھیل ختم ہو گیا۔ تو پہلے اس کو میرے پاس بھیجو اور پھر خود بھی آ جانا کیونکہ تُو تو اپنا ہے، ماننے والا ہے۔ تو قاتل اور مقتول دونوں ہی روانہ ہو جائیں گے۔ یہ کھیل ہی ایسا ہے ؎

ستم ہے جور ہے یعنی غضب ہے
میرے قاتل کا رب میرا بھی رب ہے

تو آپ اللہ کو ذرا دھیان سے مانو۔ اللہ کے کام اللہ کرے اور اپنے کام آپ خود کرو۔ تم جب اللہ کی طرف سے کام کرنے لگ جاتے ہو تو غلطی کر جاتے ہو۔ کرتے یہ ہو کہ اپنے کام اللہ کے حوالے کر دیتے ہو اور اللہ کے کام خود شروع کر دیتے ہو۔ اللہ سے کہتے ہو کہ یا اللہ اس کو مار اس کو فی النار کر اس کو تباہ کر دے اور فلاں کو خوش حال کر دے، اس کو امیر کر دے، اُس کو غریب کر دے۔ کیا اللہ صرف تمہارے کام کرنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ اے اللہ مجھے حکم فرما کہ میں کیا کروں۔ بس یہ اپنی طرف سے اللہ کو ٹیلی کمیونی کیشن کرتا رہتا ہے خود اللہ سے Dictation نہیں لیتا بلکہ اُسے دیتا ہے۔ ایسی دعا نہ کرو جس میں

آپ اللہ کو Dictation دیتے ہیں۔ دعا یہ ہے کہ اگر تو اللہ جانتا ہے، پھر کہنے کی ضرورت نہیں اور اگر نہیں جانتا تو پھر کس کو کہتا ہے۔ اس لیے

غالبؔ نہ کر حضور میں تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

جب تیرا حال ظاہر ہے تو پھر اب کیا کہتے جا رہے ہو۔ کوئی مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بیماری کی دعا کے لیے کہا ہے ان کی بیماری ٹھیک ہو جائے۔ اب یہ اُس آدمی سے کہہ رہا ہے، اللہ سے نہیں کہہ رہا۔ پھر کہے گا کہ اس کے حالات درست ہو جائیں۔ اس طرح وہ اعلان کرتا جاتا ہے۔ تو دعاؤں کو اس طرح مانگنا کہ لوگوں کی تسلی ہو جائے یہ جھوٹ ہے۔ وہ صرف تسلی کرانے کے لیے دعا مانگتے ہیں یعنی گمراہی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ کام بھی نہ کرے، پھر بھی مہینے کے بعد تنخواہ مل جائے، چاہے دفتر نہ جائے، نہ وہ کان Attend کرے، نہ کاروبار کا خیال کرے ___ مگر اللہ تعالیٰ اس کا کام درست کرتا جائے۔ یہ مسلمانوں سے زیادتی کی بات ہے۔ اس کا نظام تو کافر کے پاس بھی ہے، نہ ماننے والے کے پاس بھی ہے، وہ اپنے کارخانے کو چلاتے جا رہے ہیں اور آپ صرف دعائیں کرتے جائیں، اپنا کاروبار تعویزوں پہ چلاتے جائیں۔ کہتا ہے کہ اگر کارخانہ بند ہو گیا ہے تو تعویز نمبر چار لگا دو، اب کارخانہ چل پڑے گا۔ مگر یہ کیسے چل پڑے گا، تم مستری بلاؤ، کارخانہ ٹھیک کرو، اپنے واقعات درست کرو، کوئی انجینئر بلاؤ۔ مگر تم کہتے رہتے ہو کہ دعا کریں کہ کارخانہ چل پڑے لیکن دعا کرنے والے کا اپنا کارخانہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ کیا وہ کوئی مکینک ہے۔ ایک آدمی نے کسی

کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بادشاہ بنا دے۔ ساتھ ہی ایک سننے والے نے کہا کہ یہ بادشاہ بن گیا تو تم اس کے کیا بنو گے' کیا اس کے وزیر بنو گے' اس کے ماتحت بنو گے' رعایا بنو گے؟ تم یہ کیا دعا کرتے جا رہے ہو' یہ قادر الکلامی کیا ہے؟ اس لیے اللہ کے کام اللہ پر ہی چھوڑ دو۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اللہ کے رُوبرُو رہنے دو' ہاتھ کھلا رکھنے والوں کو بھی اللہ کے رُوبرُو رہنے دو' شیعہ کو اس کی عاقبت کے حوالے کرو اور سنی اپنی عاقبت کا انتظام کرے۔ آپس میں کیوں جھگڑتے ہو؟ شیعہ اور سنی کو اللہ جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جانیں' تم اپنا عمل کرتے جاؤ ۔

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اپنا تو پتہ نہیں ہوتا' دو دن نماز پڑھتا ہے اور پھر دوسرے کو کہنے لگ جاتا ہے کہ کل تم نماز پہ نہیں آئے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاں میں نہیں آ سکا تھا۔ تو یہ کہتا ہے کہ تم مارے جاؤ گے' برباد ہو جاؤ گے' اللہ تمہیں تباہ کر دے گا۔ نہ اس شخص کے حالات کا پتہ ہوتا ہے' نہ اس کے خیالات کا پتہ ہوتا ہے' وہ بے چارہ ہسپتال جاتا ہے' اس وقت ہسپتال کے لیے اُسے پریشانی ہوتی ہے اور یہ اس پہ نماز نافذ کرتے جاتے ہیں اور اس کی مدد نہیں کرتے۔ بس صرف فتویٰ دے دیتے ہیں اور اس بھائی کو مدد نہیں دیتے۔ تو یہ ہے تمہاری حالت کہ تم اس کی مدد نہیں کرتے بلکہ فتویٰ دیتے جاتے ہو۔ اس لیے تم میں اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں' بریلوی ہوتے ہیں' دیوبندی ہوتے ہیں' اہل قرآن' اہل حدیث اور اہل فقہ ہوتے ہیں ـــــ جب تک نیت صاف ہے سارے ہی ٹھیک ہیں۔ اچھا مومن بہت اچھا ہوتا ہے' اچھا

کافر جو ہوتا ہے وہ کم بے ایمان ہوتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کافر اچھے نہ رہے اس لیے مومن بھی اچھے نہ رہے۔ جب کافر طاقت ور ہوتا تھا تو مومن بھی طاقت ور ہوتا ہے۔ کافر بھی اچھے ہوتے تھے اور مومن بھی اچھے ہوتے تھے۔ آپ کو صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ کا واقعہ یاد ہوگا۔ صلاح الدین ایوبی ایک مسلمان جرنیل تھا' اس کا جو دشمن تھا یعنی رچرڈ' وہ بیمار ہوگیا۔ یہ صلیبی جنگوں کا واقعہ ہے۔ صلاح الدین ایوبی حکیم کا بھیس بدل کر رچرڈ کے پاس چلا گیا اور اس کا علاج کیا۔ رچرڈ اسے پہچان گیا کہ یہ تو وہ ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صلاح الدین ایوبی نے کہا تیرے بغیر لڑائی کا لطف نہیں آتا' تُو ٹھیک ہو جا تو پھر لڑائی کریں گے۔ اور تم لوگ دشمن کو دعا سے مارنے کی کوشش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ کرے جرمنوں کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں۔ ان میں کیڑے نہیں پڑتے' بس تم اپنی توپ کو طاقت ور بناؤ۔ دشمن کو رہنے دو' وہ جتنا طاقت ور ہوگا تم اتنے ہی طاقت ور ہو گے۔ اس لیے تم دھیان کرو اور مومنوں کے نقائص نہ نکالا کرو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ شخص ایسے ہی بن رہا ہے اور ماتھے پہ نشان ڈالا ہوا ہے۔ اس کا نشان جانے اور اللہ جانے تُو کون ہے۔ ___

دراصل ایسا کہہ کے وہ اپنی گمراہی کی تسکین کر رہا ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ یہ سب گمراہ ہیں' مولوی بنے ہوئے ہیں مگر یہ سب گمراہ ہیں۔ یہ اصل میں اپنی گمراہی کو Cover کر رہا ہے۔ اس لیے اپنے آپ پر مہربانی کرو اور دوسرے کے معاملے میں بالکل دخل نہ دینا۔ صرف اپنے معاملات میں دخل دینا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ دوسرے کا باطن نہ دیکھ بلکہ اپنا باطن دیکھ۔ یہ نہ سوچو کہ اس کے جی

میں کیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارے اندر کیا ہو رہا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو دیکھو۔ ہاتھ کھول کے یا ہاتھ باندھ کے' نماز ضرور پڑھا کرو' اللہ کی طرف رجوع کرو' اور کہو کہ یا اللہ مہربانی فرما' جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں' ٹھیک ہیں۔ دونوں صحیح ہیں۔ ان میں فرق نہ ڈالو' پہلے ہی بڑا فرق ہوا پڑا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اللہ کے نام پر جھگڑا کریں گے' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھگڑا' صحابہ کرامؓ کے نام پر جھگڑا' اولیائے کرام کے نام پر جھگڑا کریں گے۔ کہتا ہے تم قادری لوگ ہو لیکن چشتی کی کیا بات ہے۔ چشتی اور قادری اس لیے ہوتے تھے کہ تمہیں محبت سکھائیں۔ تم نہ چشتی ہو اور نہ قادری ہو بلکہ تم جھگڑالوی ہو اور یہ تمہارا عقیدہ ہے۔ تو اس بات سے بچو اور Sincere ہو جاؤ۔ That's all! بس یہی ایک عقیدہ ہے اسلام کا۔ یہ دین بہت اچھا ہے۔ کن کے لیے؟ اچھوں کے لیے۔ بروں کو تو یہ راس نہیں آ سکتا۔ ڈنڈی مار کو یہ دین راس نہیں آئے گا' وہ تو اس دین کو بھی خراب کر دے گا۔ ہمارے ہاں یہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کی اصلاح نہیں ہوئی ہے ان کو تم نے سربراہ بنا دیا ہے اور جو اصلاح یافتہ ہیں انہیں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ تم خانقاہ پر بیٹھ جاؤ۔ یہ ایک طرف چلے گئے اور وہ دوسری طرف چلے گئے اور اس طرح جھگڑا ہو گیا' فساد ہو گیا۔ اب بادشاہ سلامت جو ہیں وہ اسلام کے بارے میں بولتے ہیں اور بد اسلامیاں کرتے ہیں۔ اور تم لوگ جو صرف اسلام کے نام پر جیتے ہو تمہیں پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور دین سے تمہیں پیسہ مل نہیں رہا۔ کیا تیل کا ایسا کنواں نکلنا چاہیے جو صرف دین کے نام پہ نکلے۔ مگر وہ نہیں نکلا۔ دنیا میں تیل مسلمانوں کے پاس ہے اور یہ بھی ہے کہ

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کے گھر کے چراغ میں تیل نہیں ہے۔ تو یہ دونوں مسلمان ہیں۔ تو اس کے تیل کو ہم کیا کریں کہ ادھر گھر میں بتی یا دیا نہیں ہے۔ یہ مسلمان کیسے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہی غریب ہیں اور ان مسلمانوں کے پاس بلیک گولڈ ہے، تیل ہی تیل ہے، چشمے ہی چشمے ہیں۔ جو مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے اور یہودیوں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کے تیل کے چشموں کو غرق کرے۔ تیل کا خریدار کون ہے؟ یہودی۔ یہودیوں کے ٹینکوں میں ان کا تیل جلتا ہے مگر مسلمانوں کے دیوں میں نہیں جلتا۔ بات کہنے کی تو نہیں ہے مگر اللہ خود ہی انصاف کرے۔ اپنے ملک میں بھی آپ دیکھو تو مسلمان ہی سارے امیر ہیں اور مسلمان ہی سارے غریب ہیں۔ کسی کو کسی پر نہ کوئی ترس آتا ہے اور نہ حیا آتی ہے۔ مسلمان ہی ڈاکٹر ہے اور مسلمان ہی مریض ہے۔ یہاں کا ڈاکٹر اتنا بے حیا ہے کہ غریب کو مریض ہی نہیں ہونا چاہیے۔ غریب اگر مریض ہو گیا تو برباد ہو جائے گا۔ اس لیے غریبوں کو یہ پیغام ہے کہ ڈاکٹر کے پاس نہ جانا۔ میرا مطلب ہے کہ ایسے ایسے بے حیا واقعات موجود ہیں کہ بس۔ آپ Sincere ہو جاؤ۔ اور سمجھو کہ یہ کون سا وقت ہے اور کون سا زمانہ ہے۔ یہ صرف فیس کی بات نہیں بلکہ کچھ اخلاص بھی ہونا چاہیے، محبت بھی ہونی چاہیے بھائی چارہ بھی ہونا چاہیے ___ اس لیے فتویٰ یہ ہے کہ آپ ہاتھ باندھو یا ہاتھ چھوڑو سب ٹھیک ہے۔ کچھ کرو تو سہی۔ Sincere تو ہو جاؤ۔ فتوے نہ دیا کرو۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ سب ٹھیک ہے۔ شرک کیا ہوتا ہے؟ اس وقت ہوتا ہے جب تم ریگن کو

بلاتے ہو اور گور باچوف کو بلاتے ہو۔ جب ان مددگاروں کو بلاتے ہو تو یہ ہے شرک۔ کہ تم نے اپنے آپ کو اسلحہ کے ساتھ فرعون بنا دیا اور بھائی' بھائی کو مارتا جا رہا ہے۔ یا رسولؐ اللہ کہنا شرک نہیں ہے بلکہ شرک یہ ہے کہ تم پستول لے کے بھائی کو مارنے جا رہے ہو اور آدھا ملک باقی کے آدھے ملک کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ___

سوال:

سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

میں نے کہا تھا کہ وہ سوال کرو جس کا تمہاری ذات سے تعلق ہو۔ نہ تم معجزہ اور نہ کرامت' یہ تو علم برائے علم ہے۔ وہ سوال پوچھو جو تمہارے حال کے اندر ہو' ذاتی خیال کے اندر ہو اور تمہاری زندگی کے اندر ہو۔ اگر کوئی خرقِ عادت پیغمبر سے سرزد ہو تو اُسے معجزہ کہیں گے اور کسی اُمتی سے واقعہ ہو جائے تو اُسے ہم کرامت کہیں گے۔ یعنی کہ Exception عام قانون فطرت کے علاوہ کسی واقعہ کا رُونما ہونا یا رُونما کرانا جو ہے اس کو یا تو کرامت کہیں گے یا معجزہ کہیں گے یا اس کو استدراج کہیں گے۔ یہ تینوں شعبے Exception کے ہیں۔ مثلاً یہ جو دریا چلا جا رہا ہے یہ اُلٹا چلنا شروع ہو جائے۔ اب یہ Rule کے خلاف ہو گیا۔ اگر تو قانون فطرت کو توڑنے والا یا اس کا کوئی پہلو دکھانے والا نامزد پیغمبر ہے تو ہم اس کو معجزہ کہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بھی اژدہا بنا اور جادوگروں کی رسیوں سے بھی اژدہا بنے۔ رسیوں سے اژدہا بننا جادو ہے' استدراج ہے اور

موسیٰ علیہ السلام کا جو اژدہا ہے وہ معجزہ ہے۔ گویا کہ ایک جیسا عمل ہو رہا ہے لیکن پیغمبر کے عمل کو معجزہ کہیں گے اور Non-Believer وہ کرے، نہ ماننے والا وہ کرے تو ہم اسے استدراج کہیں گے۔ اور جب ایسا کام اولیائے اُمت سے ہو جائے تو اسے ہم کرامت کہیں گے۔ یعنی کہ عام روٹین سے ہٹ کر کوئی واقعہ ہو جانا۔ کہنے والے ایک خاص بات کہتے ہیں' اس کو دل میں رکھ لینا' یہ بات یاد رکھ لینا کہ کرامت بھی دراصل یکے از معجزاتِ پیغمبرؐ ہے۔ یعنی ولی کی کرامت بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی ہے۔ آپؐ کے بعد آپؐ ہی کی طرف سے Exception کا اظہار ولی کی زبان سے یا ولی کے عمل سے کروایا جاتا ہے۔ چونکہ ولی جو ہے وہ واصل بالذاتِ رسولؐ ہوتا ہے' اس لیے اگر اس سے وہ عمل سرزد ہو جائے تو اس کو یہ ماننا چاہیے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ تو یہ ہے کرامت اور یہ ہے معجزہ اور وہ ہے استدراج۔ اگر Non-Believer ہوا میں اُڑ جائے تو یہ استدراج ہے اور اگر فقیر کی کھڑانویں اُڑ جائیں تو یہ کرامت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ داتا صاحبؒ کا راجہ جوگی کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا۔ راجہ جوگی ہوا میں اُڑ گیا۔ اس نے کہا کہ آپ کچھ دکھائیں۔ داتا صاحبؒ نے کہا کہ ہمارے پاس تو دکھانے کے لیے کچھ نہیں' اللہ جو چاہے گا وہ ہو گا۔ کہتے ہیں کہ پھر آپ کی کھڑانویں اُڑ گئیں اور جوگی کو مارتے مارتے نیچے لے آئیں۔ تو ایک کرامت ہے اور دوسرا استدراج ہے۔ اُس زمانے میں ہندو جوگی بھی اچھے ہوتے تھے کیونکہ جب وہ شکست کھا جاتے تھے تو کلمہ پڑھ لیتے تھے۔ آج کا مسلمان ہزار بار یہ دیکھ لے مگر کلمہ نہیں پڑھتا۔ وہ

جوگی جب شکست کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ سرکار اب ہم لاجواب ہو گئے ہیں' بے سوال ہو گئے ہیں' اب ہمارا کلمہ پڑھنا ضروری ہو گیا ہے۔ مگر آج کے انسان کے ساتھ بیس مرتبہ یہ واقعہ ہو جائے مگر وہ پھر بھی کلمہ نہیں پڑھتا۔ ایک درویش کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ بیمار تھے۔ اب یہ کرامت کا بڑا عجیب پہلو ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے علاقے میں ایک حکیم ہے لیکن ہے وہ ہندو۔ مسلمانوں نے ان کا بڑا علاج کیا لیکن وہ بزرگ ٹھیک نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس ولی اللہ سے کہا کہ ایک ہندو حکیم بڑا اچھا ہے' اگر آپ کہیں تو اس کو بلا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بلا لو۔ وہ ہندو حکیم آیا اور دو چار دن کے اندر ایسا نتیجہ دیا' کاری گری کی کہ آپ ٹھیک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تُو تو بہت اچھا آدمی ہے' تو نے اتنی طاقت کہاں سے لی؟ اُس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف بات کرتا ہوں تو مجھے اس سے طاقت ملتی ہے' پھر میں یہ طاقت حکمت میں استعمال کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تیرا نفس کلمہ پڑھنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا نہیں جی۔ آپ نے فرمایا کہ اب کر اُس کے خلاف کام۔ اُس نے سوچا کہ میرے پاس تو کوئی جواب ہی نہیں رہا _____ وہ کلمہ پڑھانے والے تھے حضور محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ۔ مدعا یہ کہ ایسے لوگ پھر کلمہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اُس نے کہا کہ یہ تو آپ نے میرے ساتھ کمال کر دیا' میں نے آپ کا علاج کیا کرنا تھا' یہ تو آپ نے میرا علاج کر دیا _____ مدعا یہ ہے کہ یہ ہیں کرامتیں۔ تو کرامتوں کے باب ہی اور ہیں۔ کرامت بھی اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوتی ہے۔ کرامت بھی اللہ کی مہربانیوں سے سرزد ہوتی ہے۔ فقر کی راہ میں

کرامت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایسے ہے جیسے کہ کوئی نامناسب چیز ہو یہ کوئی تماشہ ہے شعبدہ بازی ہے۔ فقر کو کرامت کے باب سے ایسے نکلنا چاہیے جیسے غلیل سے کوا بھاگ جاتا ہے۔ آپ بھی بھاگ جاؤ۔ جب کرامت سرزد ہونے لگے تو اُس علاقے سے بھاگ جاؤ۔ کبھی کرامتوں کے پیچھے نہ پڑنا۔ کرامت جو ہے اس سے تمہاری دین کی کمائی Cash ہو جاتی ہے یعنی کرامت سرزد ہوئی تو چیک کیش ہو گیا۔ اس لیے اپنی کمائیوں کو کیش نہ کروایا کرو کچھ ڈیپازٹ بھی رہنے دیا کرو۔ یہ بہتر ہے۔

اب سوال وہ کرنا جس کا آپ کی ذات کے ساتھ کوئی تعلق ہو

_____ غور کرو _____

سوال:

آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ بدعملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سو فی صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمت الٰہی کے سہارے بخشے جائیں گے _____

جواب:

آپ کا بیٹا لوگوں کی بداعمالیوں کو دیکھتا جا رہا ہے مگر وہ اپنے عمل کو بھی دیکھے اور اپنی عاقبت کو دیکھے۔ وہ پہلا کام تو یہ کرے۔ بداعمالی اصل میں نقصان دہ کام کا نام ہے۔ اچھا وہ یہ کرے کہ مہینہ دو مہینے وہ دوسروں کے اعمال کو نہ دیکھے پہلے اپنے عمل کو دیکھے کہ یہ نیک عمل ہے یا بدعمل ہے یعنی اپنی عاقبت کو دیکھے۔ پھر اسے معلوم ہوگا کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب نیک اعمال کے باوجود بھی اس کو

رحمت کی ضرورت ہوگی۔ تو دوسروں کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے کا منصوبہ نہ بناؤ۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں ایک آدمی بداعمالی کرتا ہے اور آگے بھی اس کی بخشش ہو جائے تو یہ کیا بات ہوئی۔ بداعمال ہی کے لیے تو بخشش ہے۔ اگر بخشش ہوتی ہے تو ہونے دو' اس میں دِقت کی کیا بات ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ کو اسلام کے آغاز میں جانا پڑے گا۔ اسلامی معاشرے سے پہلے عرب کے اندر ایک ایسا معاشرہ قائم تھا جو بڑا ظالم معاشرہ تھا۔ اگر آپ کو کہیں کہ اسلام سے پہلے عربوں کی حالت پہ مضمون لکھو تو آپ لکھیں گے کہ وہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا کرتے تھے' ظلم تھا' فساد تھا اور فسق و فجور تھا۔ تو وہ معاشرہ تباہ ہونے کے قابل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ اسی معاشرے کے اندر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ گویا کہ اس معاشرے پر انعام کر دیا گیا' جہاں سزا کی ضرورت تھی وہاں انعام کر دیا گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں جب چاہوں اندھیرے سے نکال کے روشنی میں داخل کر دوں۔ یہ اس کا اختیار ہے۔ اس کو رہنے دیا جائے۔ تو اللہ جب چاہے کسی کو اندھیرے سے نکال کے اُسے روشنی میں داخل کر دے' اللہ جب چاہے کسی کے گناہ معاف کر دے اور جب چاہے اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ وہ چاہے جو کرے۔ وہ کن فیکون کا مالک ہے' جب چاہے پیسے دے دے اور جب چاہے تو تم سے قرضہ مانگ لے۔ تو وہ کبھی دیتا ہے اور کبھی مانگنے لگ جاتا ہے۔ اس لیے اس کے کام میں دخل نہ دو اور اپنی جواب دہی کرو۔ پھر آپ کو جلد ہی بات سمجھ آ جائے گی۔ آپ اپنے جواب کا خیال رکھو کہ آپ نے کیا جواب دینا ہے۔ اس سے نہ پوچھو

کہ اُس نے ایسا کیوں کیا بلکہ تمہی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔

سوال:

میں نے اُس کو یہی کہا تھا کہ سوال تم سے کیا جائے گا' اللہ سے نہیں۔

جواب:

اس کو کہو کہ ذرا دھیان کرے۔ اس کو سمجھاؤ۔ اسے کہو کہ یہ بات ایسی ہے کہ تمہیں سمجھ آ جانی چاہیے۔ اس میں راز یہ ہے کہ اللہ نے جس گنہگار کو بخشنا ہے اس کی یہاں ہی توبہ ہو جانی ہے اور یہاں پر توبہ کا حق ابھی ہے۔ جس پر اللہ نے رحم کرنا ہو اس کی یہیں سے توبہ شروع ہو جائے گی۔ جو گنہگار مر گیا وہ گنہگار ہی اُٹھے گا' جو کافر مر گیا وہ کافر ہی رہے گا۔ اور اگر ستر سال کا کفر کلمہ پڑھ کے مومن ہو گیا تو وہ مومن ہی اُٹھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کو کیا کرنا ہے؟ یہیں سے Convert کرنا ہے۔ یہ نہیں ہو گا کہ کوئی کافر گنہگار ہو گیا' گناہ میں مر گیا تو اللہ اُسے قیامت میں بخشے گا۔ وہ نہیں بخشے گا۔ یہ پکا فیصلہ ہے۔ کس کو بخشے گا؟ جس کو توبہ نصیب ہو گئی۔ یہاں پر دانا لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سے گناہ ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم توبہ کی توفیق سے پہلے ہی مر جاؤ۔ اس لیے تم اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ توبہ ہی نصیب نہ ہو۔ جس کو توبہ نصیب ہو گئی اس کو مغفرت نصیب ہو گئی _____ اور بولو _____ پوچھو _____

سوال:

کیا دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟

جواب:

بالکل بدل سکتی ہے۔تم تقدیر سے بے خبر ہوتے ہو اور پھر جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ تقدیر ہوتی ہے۔اگر ایک آدمی پھانسی لگ رہا ہے اور دعا کی گئی تو پھانسی سے نجات ہوگئی۔اب بتاؤ کہ ہوا کیا؟ دراصل یہ بات سمجھنا بڑا مشکل ہے لیکن اسے سمجھ لینا چاہیے۔دو قسم کے واقعات ہوتے ہیں Event ہوتے ہیں۔ایک واقعہ وہ ہے جو Happen ہو جائے' سرزد ہو جائے اور دوسرا واقعہ وہ ہے جو Happen ہوسکتا تھا۔اُسے Unhappened Event کہتے ہیں۔ مثلاً آپ بس پہ جا رہے ہیں اور پھر سامنے سے ایک بس آ گئی' دونوں بسیں آمنے سامنے آ گئیں۔لیکن ٹکر نہیں ہوئی۔تو اندیشہ' خوف اور ہراس تھا لیکن کچھ نہیں ہوا۔اب یہ جو Event بیان کر رہا ہے یہ وہ Evnet ہے جو نہیں ہوا۔آپ ان Events کو نکال دیں جو نہیں ہوئے۔Event وہ جو ہو جائے' یعنی واقعہ وہ ہے جو ہو جائے' پھر دعا تقدیر کو نہیں بدلتی۔اور وہ واقعہ جو ہونا تھا لیکن نہیں ہوا' وہ دعا سے بدل جاتا ہے۔کیونکہ وہ تو ہونا ہی تھا۔''ہونا تھا'' جو ہے یہ اندیشہ ہے اور دعا جو ہے وہ اندیشے کو ٹالتی ہے۔تو وہ اندیشہ ہے' امکان ہے۔اور جو ہو جائے وہ تقدیر ہے۔لہٰذا دعا سے بھی تقدیر ہی بنتی ہے۔ورنہ تو آپ کو دو تقدیریں ماننی پڑیں گی یعنی دعا سے پہلے ایک تقدیر تھی اور دعا کے بعد ایک مقدر بنا۔تو یہ دو تقدیریں ہو گئیں مگر دو تقدیریں ہوتی ہی نہیں ہیں' تقدیر ایک ہی ہوتی ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو مقدر لکھا ہوا ہے وہ چاہے دعا کے ساتھ ہے یا دعا کے بغیر ہے' وہ تو ہو کے ہی رہے گا۔اس لیے ہو جانے والی چیز کو تقدیر کہو۔اور جو ابھی ہوئی نہیں

اس کو آپ جو مرضی کہہ لو۔ کہتے ہیں کہ ابھی بیٹا پیدا نہیں ہوا' دعا سے پیدا ہوگا۔ جو خدا کو نہیں مانتے ان کے ہاں بھی بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں تقریباً آدھے بیٹے اور آدھی بیٹیاں پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر تمہارا بیٹا دعا سے پیدا ہوا ہے تو تمہیں مبارک ہو مگر ساتھ گھر والے کے ہاں دعا کے بغیر بیٹا پیدا ہو گیا۔ آپ انہیں بھی مبارک دے دو۔ پیروں کا کام یہاں سے چلتا ہے۔ انہیں کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ بیٹا ہو' وہ کہتے ہیں کہ بیٹا ہی پیدا ہوگا۔ پھر بیٹا پیدا ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے کہ دعا سے بیٹا ہو گیا۔ اور جس کا بیٹا پیدا نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ میں ہی بدقسمت ہوں' پیر صاحب تو پکے ہیں' دعا سے بیٹا دیتے ہیں۔ بیٹا بھی اللہ کی طرف سے اور بیٹی بھی اللہ کی طرف سے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے اپنی زندگی میں پرسکون سفر کی توفیق عطا فرما۔ تقدیر آپ کا چہرہ ہے' یہ بدلتا نہیں ہے۔ کسی نے آج تک دعا سے کسی انسان کی چار آنکھیں نہیں بنائیں۔ لہٰذا آپ وہ دعا ہی نہیں کرتے جو کہ واقعہ ہو نہیں سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ یا رب العالمین ایک ایسا بیٹا پیدا کر جس کو پر لگے ہوئے ہوں اور وہ ہوا میں اُڑے۔ یہ نہیں ہو سکتا اور تم یہ دعا نہیں مانگو گے۔ تو تم کبھی ایسی دعا نہیں مانگو گے جو تمہارے خیال کے مطابق پوری ہو نہیں سکتی۔ نہ ہونے والی چیز آپ کے لاشعور کی بات ہے' آپ کی بے خبری کی بات ہے۔ آپ بے خبری کو دعا کے ذریعے تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور باخبر آدمی دعا کی بات نہیں کرتا' وہ اپنے اندیشوں کو دعا سے ٹالتا ہے۔ سب سے اچھی دعا یہ ہے کہ یا رب العالمین تو نے میرے لیے جو چیز عطا فرمانی ہے وہ مجھے دعا کے ذریعے دیتا جا اور جو مجھے نہیں دینا اس کے لیے دعا کی

توفیق نہ دے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرتا جائے گا۔ دعا کرو کہ یا اللہ مجھے اپنے حال پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ یہ توفیق دعا سے ملتی ہے۔ وہ بیٹا دے یا بیٹی دے' دونوں ٹھیک ہیں۔ کہتے ہیں کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بادشاہ بنادے۔ بھٹو صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شاہباز قلندرؒ کے ماننے والے تھے' ان پر بزرگوں کی نگاہ تھی اور انہوں نے بادشاہی بھی دے دی۔ لیکن جب انہیں جیل اور پھانسی ہوگئی تو پھر کیا کہا جائے۔ اگر پتہ چل جائے کہ تقدیر کیا ہوگی تو انسان دعا بھی نہیں کرے گا۔ عام طور پر کوشش کے ذریعے' دعا کے ذریعے اور لوگوں کی صلاح کے ذریعے انسان اُسی پاکٹ میں جاتا ہے جہاں اس کی سانس بند ہونی ہے۔ تو وہ اس بند گلی میں پہنچے گا۔ ایک آدمی بھاگا بھاگا حضرت سلیمانؑ کے پاس گیا کہ سرکار مجھے بچالیں' موت کا فرشتہ مجھے دیکھتا جارہا ہے' گھورتا جارہا ہے' مجھے کہیں دور بھیج دیں۔ انہوں نے ہندوستان بھیج دیا۔ دوسرے دن عزرائیلؑ ملے تو حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تُو فلاں شخص کو بڑا ڈرا رہا تھا۔ کہتا ہے کہ میں ڈرا نہیں رہا تھا بلکہ میں تعجب میں تھا کہ اس کی جان میں نے ہندوستان میں قبض کرنی ہے اور یہ مصر میں بیٹھا ہوا ہے' تو یہ وہاں کیسے پہنچے گا؟ آپ نے مہربانی فرمائی کہ اُسے وہاں پہنچا دیا۔ میں نے وہاں جا کے جان قبض کرلی۔ بعض اوقات شکار دعا کرتا کرتا شکاری کے پس پہنچ جاتا ہے۔ تو ایک دعا شکاری کی ہے' ایک دعا شکار کی ہے' کام بڑا لمبا ہے' باز نے فاختہ کو کھانا ہی کھانا ہے' کبوتر کو اس نے کھانا ہی ہے' تو کون دعا مانگے اور کون نہ مانگے ـــــــ بس چپ ہی کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا ہے اس طرح دعا مانگنے

سے آپ کے اندر شانتی پیدا ہو جائے گی۔ دعا آپ کو عاقبت کی سختی سے بچائے گی۔ دعا کے ذریعے آپ کو گمراہیوں سے توبہ نصیب ہو جائے گی۔ یہ بہت اچھی دعا ہے کہ یارب العالمین اچھی سنگت دے دے۔ اگر اچھی سنگت مل گئی تو پھر دعا ہی دعا ہے۔ دو ہی تو کام کرنے ہیں کہ یہاں کی زندگی آرام سے گزر جائے اور یہاں سے رخصت اچھی ہو جائے۔ بس زندگی کی پرسکون گزر جائے اور رخصت پرسکون ہو جائے۔ کلمہ پڑھ کے آپ خود ہی چلے جاؤ۔ تو جانے والے لمبی چوڑی دعا نہیں مانگتے۔ دعا سنت کی پیروی میں کیا کرو' یہ بتانے کے لیے کہ ہم اللہ کو پکار رہے ہیں اور اللہ ہم پر مہربانی فرمائے۔ تقدیر مقرر شدہ ہے' دعا اندیشے کو ٹالتی ہے' امکان درست کرتی ہے۔ تمہارا ارادہ بدل سکتا ہے' امرِ الٰہی نہیں ٹل سکتا۔ دعا بہت کام کرتی ہے' بڑے بڑے کام کرتی ہے۔ دعا کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ تمہیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے' تم اس کے دروازے پر سائل بن کے چلے جاتے ہو' اب اس کا کام ہے کہ کیا دے اور کیا نہ دے۔ عام طور پر دعا مانگنے والا کچھ اور مانگنے جاتا ہے اور آگے سے واقعہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ ہوتا اسی طرح ہے۔ اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں کسی دعا کے لیے چلا جائے' کسی آرزو کے لیے چلا جائے' وہ اللہ کو پکارے کسی دعا کے لیے اور کسی آرزو کے لیے _____ اور پھر اگر وہاں سے جواب آ جائے کہ کیا مانگتے ہو تو وہ سوال ہی بھول جائے گا کہ کیا مانگنا تھا اور کیا نہیں مانگنا تھا۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کے
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو سوال کہاں اور جواب کہاں۔ سوال عام طور پر آپ کو سفر کراتا ہے اور منزل آ جائے تو سوال نہیں رہتا۔ عام طور پر لوگ خواہشات کے مسافر ہوتے ہیں لیکن مسافر کو اگر منزل مل جائے تو خواہشات وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے' سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے' کچھ اور ہی واقعہ ہو جاتا ہے۔

اور کوئی سوال _____ کوئی بات جو ذہن میں ہو _____

سوال:

صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے

جواب:

قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اس کی سند ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اس کی سند ہے۔ ذکراً کثیرا کثرت سے ذکر کرو فاذکرونی اذکرکم تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ کے ذکر کے بغیر قلوب کو اطمینان نہیں آ سکتا۔ ایک اور جگہ پر ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذکری: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ جب یہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ کروٹ کروٹ ذکر کرتے ہیں قیاماً و قعوداً _____ ذکر کا بار بار حکم ہے۔ یہ سلسلہ عین اسلامی ہے۔ یہ بالکل جائز ہے۔ یہ ہندوؤں سے نہیں لیا گیا بلکہ یہ مسلمانوں کا اپنا سلسلہ ہے۔ بلکہ ان سلسلوں نے تو ہندوؤں کو مسلمان

کیا۔ یہ ہندوؤں سے لیا نہیں بلکہ ہندوؤں کو دیا ہے۔ تو ذکر جواز ہے' یہ جواز صوفیائے کرام سے بھی ہے اور سب بزرگانِ دین کی طرف سے بھی ہے۔ آپ کسی سلسلے میں شامل ہو کے ذکر کر کے دیکھو۔ یہ عین مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ اگر تم تنہا ذکر کرو تو اللہ تنہا ذکر کرے گا اور تم محفل میں ذکر کرو تو اللہ فرشتوں کی جماعت میں ذکر کرے گا۔ ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے کی کوئی دنیاوی غرض و غایت تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ بالکل کوئی اور مدعا نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مبارک ہو' مجھ پر اس بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یسبح للہ ما فی السموٰت و ما فی الارض۔ تو تسبیح بیان ہو رہی ہے اور وہ سب بیان کر رہے ہیں۔ تو یہ بات سند کے طور پر بتائی گئی کہ آپ اللہ کی تسبیح بیان کرو' فرائض بھی پورے کرو اور اس سے محبت کا اظہار بھی کرو۔ تو ذکر بھی کرو' خفی کرو یا جلی کرو' مل کر کرو' جیسے بھی ہوتا ہے وہ کرو۔ ''اللہ'' کیا کرو' سانس کے ساتھ کیا کرو' غور کے ساتھ کیا کرو۔ ''اللہ ہو'' کیا کرو' ''حق اللہ'' کیا کرو' ''لا الٰہ الا اللہ'' کیا کرو' ''الا اللہ'' کیا کرو ــــــ جیسے آپ کو آتا ہے کیا کرو۔ اللہ کو پکارو' اس کو پکارنے کا حکم ہے اور پکار یہی ہے۔ یہ کون کہتا ہے کہ یہ ہندوؤں سے لیا ہے؟

سوال:

آج کل اخباروں میں آتا ہے۔ جیسے یوگا کے بارے میں آتا ہے۔

جواب:

یوگا کو تو ہم نے کلمہ پڑھا دیا ہے۔

سوال:

وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو "اللہ ہو" پہ لگا دیا ہے تا کہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے رہیں اور فتح کرتے رہیں۔

جواب:

وہ لوگ لڑ کے کیا کریں گے؟ فتوحات کریں گے۔ پھر فتوحات کو کیا کریں گے؟ اصل میں یہاں پہ گمراہی ہے۔ پہلے وہ فتوحات کریں گے' ملک حاصل کریں گے اور پھر رخصت ہو جائیں گے۔ مال حاصل کرنا' شہرت حاصل کرنا اور فتوحات کرنا جو ہے یہ سارے کا سارا وہم ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں کہ آپ کا ہونا کیوں ہے اور کب تک ہے؟ جو کچھ آپ حاصل کر رہے ہیں کیا یہ حاصل ہوا؟ مثلاً آپ نے مکان حاصل کر لیا' وہ مکان اور لوگوں کے لیے ٹھہر گیا مگر اس کا مکین رخصت ہو گیا۔ یہ واہمہ ہے کہ آپ نے کچھ حاصل کر لیا ہے۔ سکندر اعظم جب فتوحات کرنے کے لیے چلا تو سب کا خیال تھا کہ یہ یونانی لوگ ہیں' جرنیل ہے' بڑا طاقت ور ہے' اس کے آگے کون ٹھہرے گا۔ ایک درویش نے اسے پوچھا کہ تم کدھر جا رہے ہو۔ سکندر نے کہا کہ فتوحات کرنے۔ درویش نے کہا کہ میں سمجھ گیا۔ پوچھا کہ کیا سمجھ گئے۔ کہتا ہے کہ یہ پردیس میں

اپنی قبر بنانے کے لیے جا رہا ہے ۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دُور
رکھ لی میرے خدا نے میری بے کسی کی شرم

تو مقدونیہ کا رہنے والا فاتح ہندوستان بلکہ فاتح دنیا سکندریہ میں جا کے ختم ہو گیا۔ جب یہ اصل واقعہ سمجھ آ جائے کہ گھر سے قبرستان تک کا سارا سفر ہے تو پھر فتوحات کیا ہوتی ہیں۔ اگر انگریز فتوحات میں لگا ہوا ہے تو انگریز برباد ہو گیا۔ وہ انگریز جو اتنے بڑے شعور والا تھا' جس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا اب اس کے ستارے ہی ڈوب گئے۔ مسلمان کو غور کرنا چاہیے کہ اس چیز پہ انگریز نے اُسے نہیں لگایا بلکہ مسلمان ذکر کی وجہ سے اور ذکر کی بدولت ہی قائم ہے۔ ایک بزرگ ائیر پورٹ پر آئے ہوئے تھے' اپنے مریدوں سمیت انہوں نے کہا کہ تم لوگ جہاز چلا رہے ہو اور ذکر کرتے وقت اگر سمجھتے ہو کہ ہم پس ماندہ ہیں تو تمہارے ذکر کی بدولت اور تمہارے دم سے یہ سارا قائم ہے' یہ نظام ہی اسی دم سے قائم ہے۔ مدعا یہ کہ اس میں اندیشہ نہ کیا کرو' ڈرا نہ کرو کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ اس زمانے میں ذکر کرتا ہے۔ اسی زمانے میں تو آپ کو ذکر کرنا چاہیے۔ جو ذکر نہیں کریں گے وہ کیا کریں گے؟ دوکان کریں گے' کاروبار کریں گے اور فتوحات کریں گے۔ مگر فتوحات کی اصلیت دریافت کر لو کہ فتوحات ہیں کیا۔ ایک چیز کو ضرور فتح کرنا چاہیے تھا اور وہ ہے موت۔ مگر اس کو تم سارے مل کے فتح نہیں کر سکے۔ بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے۔ اتنے بڑے ڈاکٹر اور اتنے بڑے انسان موت کو فتح نہیں کر سکے۔ ایسا ہوتا کہ ایک تو فرشتہ ہے' اس کو مارو'

عزرائیل کو فارغ کردو۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ ہم سے نہیں مرتا۔ پھر تمہاری فتوحات کیا ہیں۔ بس یہ سارا ہی جھگڑا ہے _____ تو اس بات پہ غور کرو

سوال:

بات یہ ہے کہ جوگیوں' راہبوں اور صوفیاء میں بہت سے چیزیں مشترک ہیں۔ اس حوالے سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن سے لی گئی ہیں۔

جواب:

صوفیائے کرام اور راہب میں فرق ہے۔ اگر ایک صوفی شہر کو چھوڑ کے باہر چلا گیا' یا پہاڑ پہ چلا گیا تو ان لوگوں کا ایک طریقہ ہے۔ یہ بڑے کاری گر لوگ ہیں' انہوں نے دنیا کو چھوڑا نہیں ہے بلکہ دنیا کو وہاں پہ بلا لیا۔ کیا کام کیا؟ شہر سے دور چلے گئے اور کچھ دنوں کے بعد وہ بستی نظام الدینؒ بن گئی' کچھ دنوں کے بعد اجودھن کو پاک پتن بنا دیا' سب کچھ صاف کر دیا۔ وہ شہر چھوڑ کے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں' لگتا ہے کہ گم سم بیٹھے ہیں' کچھ عرصہ بعد دو چار بندے وہاں گئے' پھر دس بندے گئے۔ ان کے چھوٹے موٹے کام بھی کیے اور ان کو کُر بھی سمجھا دیا۔ پھر بیس آدمی چلے گئے۔ اگر کوئی بے باک صوفی ہے تو وہاں ڈھول بجنے شروع ہو گئے۔ لیکن وہاں پر انہوں نے مسجد بنا دی۔ پھر سوچا کہ اتنی دور سے آتے ہیں اور ان کو یہاں کھانا نہیں ملتا تو لنگر بھی بنا دیا' پھر جمعہ پڑھانے کا انتظام بھی کر دیا' آپ جیسا کوئی مولوی وہاں Appoint کر دیا۔ پھر صوفیائے کرام کا وہ علاقہ ایسا ہو گیا کہ شہر سے باہر رہنے والا سارے شہر پہ راج کر رہا ہے' بادشاہی

کر رہا ہے۔ یہ راہب نہیں بلکہ فتوحات کے مالک ہوتے ہیں۔ داتا صاحبؒ لاہور سے باہر بیٹھ گئے۔ اس وقت داتا صاحب نہیں کہلاتے تھے۔ تو وہ بھائی دروازے کے باہر درخت کے نیچے آرام سے بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ لوگوں میں مشہور ہوگیا کہ بندہ خوب صورت ہے' بات لاجواب ہے' یہ قصہ کیا ہے۔ ایک جوگی کو بھی اطلاع ہوگئی۔ اس نے دودھ والوں کو منع کر دیا کہ ان کو دودھ مت دو ورنہ تمہاری گائے اور بھینس دودھ کی جگہ خون دیں گی۔ تو ایسا ہی ہوا اور خون آنا شروع ہوگیا۔ آپؒ نے فرمایا کوئی بات نہیں' تم دیکھنا کہ کیا ہوتا ہے۔ پھر وہاں لنگر پکنا شروع ہوگیا' حلوے کے کڑاہ پکنے شروع ہوگئے۔ ''داتا'' کا لفظ ہندی کا لفظ ہے۔ تو ہندوؤں نے کہا کہ یہ تو داتا ہے۔ ''غریب نواز'' بھی ہندوؤں نے کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم میری بات بعد میں سننا' پہلے ایک دیگ بناؤ اور اس میں ایک سو بیس من چاول ڈالو اور کھاتے چلے جاؤ۔ غریب نوازی تو خود بخود شروع ہوگئی۔ تو یہ لوگ شہر سے دور رہ کر بھی شہروں کو کنٹرول کرتے تھے۔ یہ دوسروں کو کھلاتے تھے اور خود نہیں کھاتے تھے' دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ یہ سارے کے سارے اپنے گُر کے بڑے پکے لوگ ہوتے تھے۔ اب آپ دیکھو کہ اجمیر شریف ہندوستان میں ہے اور آپ اسے یہاں بیٹھ کے یاد کرتے جا رہے ہیں_____1965ء کی جنگ کا ایک واقعہ ہے' یہاں پر کچھ لوگ خواجہ غریب نواز کا عرس منا رہے تھے اور اوپر سے حملہ ہو رہا تھا۔ ایک بندے نے کہا کہ تم یہ کیا عرس منا رہے ہو' اوپر سے تو وہ بم پھینکتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فکر نہ کرو' سب ٹھیک ہو جائے گا' وہاں سے چادریں آئیں گی۔ ہمارے

پائلٹوں کو حکم نامہ ہو گیا کہ خبردار اجمیر شریف میں بم نہ پھینکنا' دلی کے اندر بھی' بستی نظام الدینؒ میں بھی نہ پھینکنا' سرہند شریف میں بھی نہ پھینکنا' کلیر شریف میں بھی نہ جائے۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہ پھینکیں' یہ تو دشمن کا علاقہ ہے' کہنے لگے کہ یہ اپنے ہی علاقے ہیں۔ تو وہاں بیٹھ کے بھی یہ لوگ کنٹرول کیا کرتے ہیں۔ آپ کوئی ایسا صوفی درویش بتا دو جس کی جگہ یا خانقاہ شہر سے باہر ہی رہی ہو۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے شہر بسا دیے۔ وہ جہاں جہاں جا کے بیٹھ جاتے ہیں وہاں میلہ لگ جاتا ہے۔ میں کسی لمبے چوڑے دعوے کی کیا بات کروں' یہاں ہم نہ اشتہار لگاتے ہیں اور نہ کوئی اور بات کرتے ہیں' شہر کے اندر بیٹھے ہیں اور گم سم ہو کے بیٹھے ہیں' کسی واقف کو میں نے اطلاع ہی نہیں دی کہ یہاں کیا ہوتا ہے' کوئی شکل صورت بھی نہیں بتائی تا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلنا چاہیے' بس آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں' گمنام۔ اگر اس کو Open کر لیا جائے' میں یہ کہہ رہا ہوں' شہر سے باہر چلے جائیں تو تیسرے دن شور شرابہ ہو جائے گا۔ ایک بندے نے کہا کہ مسلمانوں کی فقیری تو آسان ہے' بس شہر سے باہر ایک جگہ بنا لو' آستانہ بنا لو۔ یہ گمراہ ہونے کا' پیر بننے کا نسخہ ہے کہ وہ وہاں جا کے بیٹھ جائے' ایک دیگ پکا لے اور پکاتا جائے' وہاں پر پانی کا ایک تالاب بنا لو اور یہ کہو کہ جو اس تالاب سے پانی لے گا اُسے شفا ہو گی۔ اللہ تو شفا دینے والا ہے۔ کاروبار چل پڑے گا اور تولے کے حساب سے پانی بکے گا۔ اس طرح پیر صاحب کا کاروبار چل پڑے گا۔ بد عا یہ ہے کہ نقلی بھی اس سسٹم کی وجہ سے آباد ہو گئے تو پھر اصلی کی تو بات ہی اور ہے۔ تو یہ درویش شہر آباد کرنے والے لوگ تھے۔ شہر سے باہر آ جاتے تھے لیکن مکمل

ہوتے تھے۔ان لوگوں نے بڑی حکومت کی ہے۔ یہ راہب نہیں تھے۔ راہب کا مقام اور ہے۔ یہ تو Directly ہی Involve ہو جاتے ہیں اور ایک پیر کے حوالے سے آتے ہیں اور ان کے پیر بھائی ساتھ ہی ساتھ آتے ہیں' پورے کا پورا سلسلہ ہوتا ہے۔اور پھر یہ لوگوں کے اندر گھوم پھر جاتے ہیں۔آپ یہ دیکھو کہ اُس زمانے میں میاں میر صاحبؒ شہر سے باہر ہوتے تھے اور بادشاہ ان کے دربار میں آتے تھے۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے زمانے میں امیر خسروؒ جو کہ بادشاہوں کے بادشاہ تھے وہ دن بھی وہاں اور رات بھی وہاں ہوتے تھے۔بابا فرید صاحبؒ کی جو شادی ہوئی ہے وہ بادشاہ بلبن کے ہاں ہوئی۔تو وہ شکر بھی کھلاتے تھے اور شکر کی بارش بھی برسا سکتے تھے' پھر گنج شکر ہو گئے۔تو یہ تو بڑے بڑے طاقت ور لوگ تھے' شہر آباد کرتے تھے۔صوفیائے کرام نے رہبانیت اختیار نہیں کی ہے۔ یہ پورے کے پورے اتالیق ہوا کرتے تھے اور سیکھ کے آیا کرتے تھے۔داتا صاحبؒ اپنے وطن سے باہر ہیں اور جتنا ان پر لوگوں نے سلام کیا' جتنا یہاں پر قرآن شریف پڑھا گیا ہے اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔حالانکہ بظاہر یہ پردیسی ہیں لیکن لاہور کو آپ آج تک داتا کی بستی کہتے ہیں۔تو اس نامعلوم انسان نے کہاں سے چل کے پردیس کے اندر کیسی بادشاہی کی کہ زمانے بیت گئے مگر اب تک بادشاہی چلی آ رہی ہے۔کسی کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہیں اور بہت کم لوگوں نے ان کی کتاب پڑھی ہے لیکن اس کے باوجود آج تک ان کی بادشاہی ہوتی آ رہی ہے۔ یہ خاص واقعہ ہے۔اور ایک جہانگیر بادشاہ ہے جہاں تم کبھی کبھی جاتے ہو' وہ بھی اگر کوئی فنکشن ہو' دو آدمی

وہاں چلے گئے' فوٹو لے لیا' سکول کے بچے وہاں لے جاتے ہیں اور وہاں ویرانیاں ہوتی ہیں' چمگادڑیں اور گدھ وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ تاریخ میں ہوتا ہے کہ جہانگیر بادشاہ' نور جہاں' آصف جاہ ____ اور یہ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ داتا صاحبؒ کون ہیں مگر وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جا رہے ہیں۔ تو یہ دلوں پر بادشاہی کرنے والے تھے۔ یہ رہبانیت نہیں کرتے بلکہ آنا فانا رہبانیت کو توڑ دیتے ہیں۔ اس لیے ان کو سمجھو کہ یہ کون لوگ ہیں ____

اور کوئی سوال ____ سعید صاحب ____ حافظ صاحب بولیں۔

سوال:

یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی بھی یہی ہے۔

جواب:

ایک دفعہ انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان موومنٹ چلی تھی کہ یہ جو ڈرامے ہیں یہ شیکسپیئر کے لکھے ہوئے نہیں ہیں' یہ کسی اور کے لکھے ہوئے ہیں مگر نام اس کا لگ گیا ہے۔ امریکہ نے یہ موومنٹ چلائی تھی تاکہ وہ جو شہرت ہے وہ ختم ہو جائے اور ڈرامے لاوارث مر جائیں۔ بڑی پریشانی ہوئی اور انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں ایک آواز آئی کہ جس شخص نے یہ ڈرامے لکھے ہیں اُسی کا نام شیکسپیئر ہے' چاہے وہ کوئی بھی تھا۔ پھر ایک موومنٹ لاہور میں چلی۔ کہا گیا کہ یہ جو مزار ہے یہ داتا صاحبؒ کا نہیں ہے بلکہ داتا صاحبؒ کی قبر جو ہے وہ قلعے کے اندر ہے۔ لاہور کے اندر ہی یہ واقعہ ہوا۔ کسی نے یہ بات کی تاکہ کوئی ایسا واقعہ ہو جائے کہ یہاں سے ایک بار مقام اُکھڑ جائے۔ کیونکہ داتا

صاحبؒ کسی کو چلنے ہی نہیں دیتے اور ساری شہرت ان کے پاس چلی جاتی ہے۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں سے ایک دفعہ قبر کو ہٹاؤ' قلعے میں لے جاؤ تا کہ یہ مقام ختم ہو جائے اور آگے وہ مقام ملے نہ ملے' بس پھر ایسی بات نہیں ہوگی۔ یہ بات چلتے چلتے بڑا واقعہ بن گیا۔ تب کچھ لوگوں نے کہا کہ جو داتا صاحبؒ قلعے کے اندر ہیں ان کو غیر معروف ہی رہنے دو اور جو یہاں پر ہیں ان کو داتا کہو۔ تو داتا گنج بخشؒ یہی ہیں جن کا یہاں مزار ہے۔ آپ کے لیے یہ کافی ہے۔ اب قرآن پاک کی ترتیب کا کیا ہے؟ اگر تم قرآن پاک نہ پڑھنا چاہو تو یہ ترتیب صحیح نہیں ہے' یہ ترتیب جو ہے Chronological نہیں ہے اور اگر تم پڑھنا چاہو تو تمہارے لیے یہی ترتیب آئی ہے اور تم اس کو قائم کرو' اسے قبول کرو۔ تمہیں اس سے کیا غرض کہ اس کا Chronological Order کیا ہوگا۔ آپ الٓمٓ سے شروع کر دو اور والناس تک جا پہنچو۔ بس یہی ترتیب چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے اور اس نے اس میں سے الگ الگ ٹکڑے نازل فرمائے' عطا فرمائے' ترتیب یہی ہے' ازلی ترتیب یہی ہے' لوح و قلم پر یہی ترتیب ہے۔ یہ فی لوح محفوظ ہے' وہاں لکھا گیا' محفوظ کیا گیا اور ترتیب یہی ہے جو کہ اب ہے۔ اور یہ ترتیب کب بنی ہے؟ بعد میں۔ یہ Patch work میں نازل ہوتی رہی ہے۔ پہلے یہ نازل ہوتا رہا ہے اور پھر یہ ترتیب آ گئی۔ اس کو قبول کر لو۔ یہی ترتیب ہے۔ اگر اس طرح بحث کرو گے تو آپ کے لیے قرآن' قرآن نہیں رہے گا اور آپ پڑھنا چھوڑ دو گے۔ اگر یہ کہو گے کہ نماز ایسے نہیں ہے تو اسے بھی پڑھنا چھوڑ دو گے۔ پھر اگر یہ کہا کہ اسلام اس حالت میں تھا ہی نہیں' جیسے اب

ہے تو اسلام کو چھوڑ دو گے۔ تو آپ اس کو نہ چھوڑو بلکہ اس کو پڑھتے جاؤ' اس وقت تک پڑھتے جاؤ جب قرآن کا شعور مل جائے۔ آپ سب کو اس کا Order پتہ ہے' کہ اس کی شان نزول کیا ہے' کون سی سورۃ مدنی اور مکی ہے_____ ان ساری باتوں کا آپ کو پتہ ہی ہے۔ یہ سوال کیوں پیدا ہوتا ہے؟ تا کہ آپ اتنی بڑی کتاب کے دباؤ سے بچ جائیں۔ آپ نہ بچنا بلکہ اسے پڑھتے جاؤ۔ ترتیب ایسے ہی ہے' یہی رائج ہے اور یہی رائج رہے گی۔ اس لیے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے یہی ہے۔ یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ پہلے کیا واقعہ ہوا تھا اور بعد میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ اس میں ذرا بھی شک پڑ گیا تو آپ سارے واقعہ کو Miss کر دو گے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کیا' پرانے قصے' روایات اور کچھ نصیحتیں۔ لیکن یہ خاص بات ہے کہ ان پڑھ لوگوں کو بھی یہ یاد ہو جاتا ہے' زبر اور زیر کا فرق نہیں ہوتا۔ جس کو اپنے باپ کا نام یاد نہیں ہوتا اس کو قرآن حفظ ہو جاتا ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ مدعا یہ ہے کہ دین جس حالت میں آپ کے پاس آیا ہے اس کو ماضی کے حوالے سے نہ توڑنا کیونکہ یہ بھی تاریخ ہے اور وہ بھی تاریخ ہے۔ ایک کہتا ہے کہ کیا تم نے وہ کتاب پڑھی ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ میں نے کوئی اور پڑھ لی ہے۔ آپ میں سے کچھ لوگ شیعہ ہو جائیں گے اور کچھ لوگ سُنی ہو جائیں گے اور پھر لڑنا شروع کر دیں گے۔ ان سے پوچھا کہ کیا تم نے امام پاکؑ کو دیکھا ہے؟ کہنے لگے کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا یزید کو دیکھا ہے؟ کہتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ پھر تم کیوں لڑ رہے ہو' کیا تم امام پاکؑ کے ساتھ تھے یا یزید کے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح کا واقعہ سنا ہے۔

دراصل تم تاریخ کی پیداوار ہو تم نہ امام کے ساتھ ہو اور نہ یزید کے ساتھ ہو بلکہ تم تاریخ کے ساتھ ہو جس کو یہ تاریخ ملی یہ وہ بن گیا' جس کو وہ تاریخ ملی وہ یہ بن گیا۔ اس لیے آپ محبت کے ساتھ غور کرو کہ قرآن شریف کیا ہے' اس کو پڑھتے جاؤ۔ پھر وہ کہیں گے کہ نماز میں ایسی کیا بات ہے۔ نماز ایسے ہی ہے' اس کی ترتیب ایسے ہی ہے جیسے اب ہے' بس پڑھتے جاؤ۔ پھر کہیں گے کہ اتنی مصروف زندگی ہے' پانچ نمازوں کا کیا فائدہ ہے' دو سے کام چل جانا چاہیے' آج کل بہت مشکل ہے۔ تو آپ آج کل ہی پانچ نمازیں پڑھو۔ اس کو Change کرنے کی کوشش نہ کرو۔ آپ کے کاروبار میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آپ غازی ہو جائیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کے بیس منٹ لگیں گے۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک آدھ گھنٹہ آپ اپنے آپ کو فی سبیل اللہ دے دو۔ زیادہ ٹائم نہیں لگے گا_____ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ وہ سوال کرو جس سے آپ کی ذات کا تعلق ہو۔

سوال:

اسلام میں طرزِ حکومت کا کیا تصور ہے؟

جواب:

طرزِ حکومت اس کو بتایا جاتا ہے جس نے حکومت کرنی ہو۔ آپ کو میں طرزِ اطاعت سکھا سکتا ہوں۔ یہ سکھا سکتا ہوں کہ اسلام میں طرزِ اطاعت کیا ہے۔ آپ طرزِ اطاعت سیکھ لو۔ طرزِ حکومت اس کے لیے ہے جس کو نامزد کیا جانا ہے' وہ آپ کو بتا دے گا' سارے گُر سکھا دے گا بلکہ سب سیدھا کر دے گا۔ تو

یہ جس کا کام ہے وہی کرے۔ آپ فکر مند نہ ہوا کرو کہ وہ کون ہوگا' وہ طرزِ حکومت کیسی ہے۔ مجلس شوریٰ کیا ہوتی ہے' خلیفۃ المسلمین کیا ہوتا ہے' یہ جمہوریت ہوتی ہے کہ مارشل لاء ہوتا ہے ____ ہوتا وہی ہے جو اسلام میں ہوتا ہے۔ ایک بات یہ سمجھ لو کہ جو وہ حکمران ہوگا اس کے ساتھ محبت اتنا ہی لطف دے گی جیسے اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں لطف ہے۔ اگر لطف نہیں ہے تو وہ حکومت جبر ہے اور آپ برداشت کرو' آپ پر عذاب ہے' وہ برداشت کرتے جاؤ۔ جب لطف آنا شروع ہوگیا تو سمجھو کہ پھر یہ اسلامی حکومت ہے۔ اسلامی حکومت وہ ہے جس میں آپ کو خلیفۃ المسلمین سے اتنی محبت ہو جیسے آپ کی اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے محبت ہوا کرتی ہے۔ جب آپ کو اللہ سے محبت ہے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہے تو آپ ان دونوں محبتوں میں فرق نہیں کر سکتے کیونکہ دونوں کی کیفیت ایک ہی ہے۔ اسی طرح اولی الامر سے بھی آپ کی محبت دلی ہوگی۔ جب اطاعت میں خوشی محسوس ہو تو یہ ہے اسلامی حکومت۔ یعنی کہ ڈیوٹی میں خوشی ہو' ڈیوٹی میں بیوٹی پیدا ہو جائے۔ ورنہ تو لوگ باپ کا حکم بھی نہیں مانتے ہیں' پھر کہتے ہیں کہ اب بس کریں' صبح سے آپ حکم دیتے آ رہے ہیں۔ اور اگر باپ سے محبت ہو تو وہ کہے گا کہ اور حکم فرمائیں۔ یہ ہے Pleasure تو ڈیوٹی Pleasure بن گئی۔ جب آپ کے اندر اطاعت Pleasure بن گئی اور خوشی پیدا کرنے لگ گئی تو وہ اسلامی حکومت ہے اور اگر جبر پیدا ہونا شروع ہوگیا' Suffocation پیدا ہونی شروع ہوگئی' حبس پیدا ہونا شروع ہوگیا' چاہے وہ کلمہ پڑھ کے حکومت کرے' وہ

بے ایمانوں کی حکومت ہوگی۔ ایسی حکومت مسلمانوں میں حبس پیدا کر دے گی۔ اگر مسلمانوں میں حبس پیدا ہونا شروع ہو جائے تو حکومت چاہے کوئی بھی ہو وہ غیر اللہ کی ہے۔ اور مسلمانوں میں اگر فراخیٔ قلب پیدا ہو جائے' کشادگیٔ طبع پیدا ہو جائے اور وہ حکمران کو ایسے تسلیم کریں جیسے اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پھر وہ اسلامی حکومت ہے۔ بات اتنی ساری ہے کہ ایسا ہونا چاہیے اور وہ آدمی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ایک آدمی تو ایسا ہو جو اس گئے گزرے دور میں اگلے کسی دور کی کوئی یاد تازہ کر دے۔ تو وہ ہے اسلامی حکومت۔ جمہوریت تو آپ کو ویسے بھی راس نہیں آ سکتی۔ نہ اللہ تمہارے ووٹ سے اللہ بنا' نہ اسلام تمہارے ووٹ سے ہوا' نہ کوئی پیغمبر تمہارے ووٹ سے منتخب ہوا' نہ اولیائے کرام تمہارے ووٹ سے بنے۔ اب جمہوریت یہاں پر کیا کرے۔ غریب آدمی پریشان حال ہے' اب جمہوریت کیا کرے' اگر اس کا افسر کہہ رہا ہے کہ ووٹ دو تو وہ کیا کرے۔ میں بار بار آپ کو کہتا ہوں تاکہ یاد رہے کہ جس ملک میں 51 فی صد لوگ جھوٹے ہوں اس ملک میں انتخاب جیتنے والا گمراہ ہوگا۔ وہ جھوٹوں کے ووٹ سے بنا۔ کیونکہ ووٹروں کی اکثریت جھوٹی ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ ہندوستان کے اندر پاکستان بن گیا حالانکہ اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ دین کس کے پاس تھا؟ اقلیت کے پاس۔ تو اقلیت نے ایک ملک بنا دیا۔ اب اگر آپ سچے لوگ اقلیت میں ہیں تو سچے لوگ ایک سچا آدمی منتخب کر کے دکھاؤ تاکہ تمہیں بھی سمجھ آئے کہ بات کیا ہے۔ اب تو مصلحت اندیشی ہے' واقعات ہی اور ہوئے پڑے ہیں' ضرورت ہی اور ہے' ایک تقریر کا نام ہے سیاست' وہ بھی رٹی ہوئی تقریر ہوتی

چاہیے' موچی گیٹ میں جلسہ ہونا چاہیے' صبح انتخاب ہونا چاہیے اور پھر آدمی جیت گیا۔ یہ سب غلط ہے۔ اسلام میں کیسی حکومت ہونی چاہیے؟ جو مسلمانوں کی فلاح کے لیے ہو۔ اس میں کیا خوبی ہونی چاہیے؟ وہ مسلمانوں میں وحدتِ عمل پیدا کردے۔ تو ایسی حکومت ہونی چاہیے۔ وہ مسلمانوں میں وحدتِ کردار پیدا کردے' وحدتِ افکار پیدا کردے۔ ایسی حکومت ہو جس میں اچھوں کی قدر ہو اور بروں کے لیے نیکی کا پیغام ہونا چاہیے۔ ایسا ملک ہونا چاہیے' ایسی حکومت ہونی چاہیے۔ یہاں تو حکومت ایک پارٹی کی ہوتی ہے' پہلے یہ لوگ آجاتے ہیں' دوسرے اپوزیشن میں ہوتے ہیں' پھر وہ لوگ آجاتے ہیں۔ جمہوریت مارشل لاء دے جاتی ہے' مارشل لاء جمہوریت دے جاتا ہے۔ جمہوریت اور مارشل لاء آپس میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں ہے اور نہ ان کو ہمارا پتہ ہے۔ کتنے لوگ ہیں جنھیں پتہ ہے کہ اب ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا حکومت کو پتہ ہے کہ آپ کے ذاتی حالات کیا ہیں۔ حکومت خود بڑی مجبور ہے' ان کے ذاتی مسائل بہت ہوتے ہیں' وہ اپنے ذاتی مسائل حل کرے یا آپ کے مسائل حل کرے۔ ابھی تک آپ کے ملک میں غریب کو تعلیم نہیں مل سکی۔ آپ کا اسلامی ملک ہے اور اس میں تعلیم کے دس نظام چلے ہوئے ہیں۔ جامعہ نعیمیہ حنفیہ الگ ہے' اپچی سن کالج الگ' اسلامیہ ہائی سکول الگ _____ اب یہ تینوں تعلیمیں جو ہیں ان سے آگے جا کے پھر فساد ہی فساد ہوگا۔ بچوں کو ایک سی تعلیم دے کے تو دیکھو۔ اسلامی حکومت وہ ہوگی جو ایک تعلیم بنائے' ایک جیسا عقیدہ بنائے' ایک جیسا عمل پیدا کردے۔ تب جا کر اسلامی حکومت بنے گی۔ اس طرح نہیں بنتی کہ

مغربی جمہوریت ہو یا کوئی اور نظام ہو۔ آپ دعا کرو کہ کبھی آپ بھی دیکھو کہ اسلامی حکومت ہوتی کیا ہے۔ آپ نے تو دیکھی نہیں ہے۔ مسلمانانِ ہندوستان کا قائداعظم علیہ الرحمت کے ساتھ یہی جھگڑا تھا کہ یہ بندہ اسلامی ملک بنا رہا ہے اور اصل میں علماء تو ہم ہیں' یہ کیا کر رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ جو اسلامی ملک پاکستان بنا رہے ہیں ان میں سے کوئی مسلمان لگتا نہیں ہے' یہ قائداعظم کیسے ہے' اسے کافر اعظم ہی کیوں نہ کہہ دیں۔ تو لوگ یہ کہتے تھے۔ تو ان بیچارے علماء نے نہ مانا' وہ کہتے تھے کہ اس کی عادت اور ہے' مزاج اور ہے' پہلے اس سے کلمہ سنو' پھر ہم اس کے پیچھے چلیں گے۔ تو وہ لوگ بڑے پریشان ہو گئے۔ ابوالکلام آزاد کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ قائداعظم کیسے حکومت چلائیں گے۔ کچھ اور بھی اسلامی جماعتیں تھیں جو یہ بات نہ سمجھ سکیں اور وہ کہتے تھے کہ یہ ہے کیا' قصہ کیا ہے۔ آپ کو اس لیے اب یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کہ اسلامی حکومت کیا ہونی چاہیے۔ کیا اسلامی حکومت وحدتِ کردار کا نام ہے؟ کیا وہ قائداعظم کی سی حکومت ہو؟ اگر یہ بات ہے تو بہت سارے علماء اس کے خلاف تھے' کچھ مشائخ خلاف تھے اور کچھ ساتھ بھی تھے۔ اگر یہ اسلامی حکومت ہے تو اتنا اسلام چاہیے جتنا قائداعظم کے پاس تھا۔ اگر ان علماء جتنا چاہیے تو پاکستان میں قائداعظم کا کیا مقام ہے۔ یہ سوال آپ کو بتا رہا ہوں۔ سوال سمجھ نہیں آیا؟ قائداعظم اور داتا صاحبؒ کے درمیان کیا فرق ہے؟ دونوں کا آستانہ ہے' دونوں کا مزار ہے' پھر کیا فرق ہے؟ اگر Destiny of the Natio قائداعظم سے وابستہ ہے تو پھر فقراء کا کیا مقام ہے؟ علماء صاحبان کا کیا مقام ہے؟ ابوالکلام آزاد کا کیا مقام ہے؟ اگر ان کے

ساتھ آپ کی عاقبت وابستہ ہے تو پھر سیاستدانوں کا کیا مقام ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو پھر آپ کے ہاں اسلامی حکومت آئے گی۔ ہمارے ہاں ایک تو مشائخ ہیں اور پھر علماء ہیں۔ پھر دو کانفرنسیں کیوں ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج مشائخ کی میٹنگ ہو رہی ہے' پھر علماء کی میٹنگ ہو رہی ہے' یہ قانون ایک کیوں نہیں ہو جاتے۔ جس دن یہ دونوں ایک ہو گئے' اس دن اسلامی حکومت آئے گی یعنی جب علماء اور مشائخ ایک ہو گئے اس دن اسلامی حکومت آئے گی۔ جس دن لیڈر اور آپ کے مشائخ ایک ہو گئے تو اس دن اسلامی حکومت آئے گی۔ جب آپ کا اسلامی سربراہ اتنی محبت پیدا کر لے کہ آپ کا دل قبول کرے تو اس وقت اسلامی حکومت آئے گی۔ یہ کب آئے گی؟ آ سکتی ہے۔ آناً فاناً بھی آ سکتی ہے۔ ابھی تو آپ خواتین کو ووٹ دو' پھر حضرات کو ووٹ دو' پھر آپ کے ہاں فتوے لگیں گے' پھر اور پریشانیاں ہوں گی' پھر اور دقتیں ہوں گی۔ دعا کرو کہ یا رب العالمین تو ہی فیصلہ کر دے ورنہ ہم غلط فیصلہ کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ دعا کیا کرو کہ یا رب ہم سے غلط فیصلہ نہ کروا' اپنا ہی صحیح فیصلہ فرما۔ بس پھر آپ کو اسلامی حکومت مل جائے گی۔ ابھی تو اس کا تصور بھی دور کا ہے۔

یہ سوال بھی آپ نے اپنا نہیں کیا' کسی اور کا کیا ہے۔

سوال:

آنکھیں تو ترستی ہیں کہ ایسا دیکھیں۔

جواب:

کسی نے پوچھا کہ مردِ حق آگاہ کی کیا نشانی ہے' وہ کہاں ہے' اسے کیسے

دیکھا جائے ؟انہوں نے کہا کہ کیا تو نے اُسے شہید کرنا ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو تیار کرو اور دیکھو کہ تم مردِ حق کے قافلے میں ہو گے یا اس کو شہید کرنے والے ہو گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر تمہیں مردِ حق آگاہ دکھا دیا جائے تو تم ویسے ہی تلوار لے کے اس کے پیچھے پڑ جاؤ گے کیونکہ تمہارا یہ Behaviou پرانا چلا آ رہا ہے۔ یہاں سے پھر یزید اور امام پاکؑ کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جتنے بھی مردِ حق آگاہ آئے لوگوں نے انہیں شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کو کیا بنائیں' اس کو منصور بنا دیتے ہیں۔ منصور حلاجؒ کا قصور ہے یا نہیں' اس کو سولی ضرور لگا دو۔ ہر بار ہی مردِ حق کو سولی لگا دیا گیا۔ ہر بار ہی اُسے تم نے اذیت کے ساتھ رخصت کیا۔ مردِ حق آگاہ کو تم ہمیشہ ہی پتھر مارتے رہے۔ وہ جب بھی آیا تم نے اُسے پریشان کیا۔ اب اس کو سیانا ہو کے آنا چاہیے۔ اب امامِ وقت ایسے نہیں آئے گا' اب شہادت کا زمانہ گزر گیا۔ اب تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ وہ کسی نہ کسی انوکھی سواری پر آئے گا تا کہ تم لوگ اس کے ساتھ کوئی ضد بازی نہ کرو۔ لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ اس سے عقیدت کرنی پڑے گی' اطاعت کرنی پڑے گی' بڑا مشکل کام ہوگا' اس لیے کہتے ہیں کہ اس پہ فتویٰ لگاؤ اور اس کو ختم کرو۔ لیکن اب بڑی بڑی دقتیں ہوں گی' کچھ علماء کو شہید ہونا پڑے گا' کچھ مشائخ کرام Dispatch ہونا شروع ہو جائیں گے' کوئی نہ کوئی غلطیاں نکلیں گی' پھر یہ واقعہ ہوگا۔

سوال:

کہتے ہیں کہ مجذوب بااختیار ہوتا ہے' وہ جو کہتا ہے بات بن جاتی ہے۔

جواب:

مجذوب کی بات تو بن جاتی ہے لیکن اس کے لیے بات کا بننا یا بگڑنا برابر ہوتا ہے۔ تو مجذوب وہ ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ مجذوب کا کہا ہوا مستند ہے

؎ گفتہ اُو گفتہ اللہ بود

لیکن اس کو آپ کے خیر اور شر کا پتہ نہیں ہوتا۔ اگر آپ مجذوب کے پاس چلے گئے اور مرید ہو گئے' پھر کہا کہ بیماری دور کریں۔ وہ کہے گا کہ رخصت ہو جا' بیماری دور ہو جائے گی۔ تو وہ بندہ مر گیا۔ اس طرح بیماری دور ہو گئی کیونکہ وہ بندہ ہی رخصت ہو گیا۔ وہ آپ کا مسئلہ حل کرتا ہے۔ مجذوب کی بات اور ہے۔ کہیں مجذوب کے پاس علاج کے لیے نہ چلے جانا۔ وہ کہے گا کہ کیا ہوا' بیمار ہے' بڑی دیر ہو گئی' ٹھیک نہیں ہو رہا' تو رخصت ہو جا۔ تو بندہ رخصت' ختم' ہمیشہ کے لیے ٹھیک ہو گیا۔ تو مجذوب کا فیصلہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس کے پاس ٹھیک کرنے کا ٹائم نہیں ہوتا' وہ نیا بنا سکتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ Destroy' دیکھا جائے گا۔ اُسے کہیں کہ یہ ملک ٹھیک نہیں ہو رہا تو وہ کہے گا کہ نیا بنا لو۔ اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ تو مجذوب کا فیصلہ فائنل ہوتا ہے۔ لیکن اس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اصل بات کیا ہے۔ اگر وہ خربوزے بیچنے پہ آ جائے تو خربوزے بیچتا چلا جائے۔ مجذوب کا کام ہی اور ہوتا ہے' اس کا مزاج ہی اور ہوتا ہے۔ اس کا مزاج یہ نہیں ہوتا جس طرح آپ کے ہاں کہتے ہیں کہ واللہ' باللہ' بسم اللہ' کھانا کھایئے۔ وہ کہے گا کہ کھاؤ تو کھاؤ' شہر کھا جاؤ' نہیں تو فاقے کرتے جاؤ۔ تو اس کا مزاج اور ہے۔ وہ اس ترتیب میں نہیں ہوتا جس طرح آپ ترتیب میں ہو۔ وہ یا تو سورج کے ساتھ آنکھ ملانا شروع

ہو جاتا ہے یا پھر اندھیروں سے چھپتا پھرتا ہے۔ مجذوب بالکل ہی انتہا پر ہوتا ہے' گرمی بھی اس کے پاس ہوتی ہے اور سردی بھی اس کے پاس ہے۔ پتہ نہیں تمہیں کون سا ہاتھ لگ جائے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ حکومت ٹھیک نہیں ہوتی' اس کو اُڑا دو' سب کو اڑا دو۔ اُسے کہیں کہ عوام بھی ٹھیک نہیں تو وہ کہتا ہے کہ ان کو بھی اڑا دو۔ اس لیے حکم یہ ہے کہ مجذوب سے بچ کے رہو اور انہیں شہروں سے باہر رکھو۔ مجذوب کو شعور نہیں ہوتا کہ وہ دور کی اصلاح کرے۔ وہ کہتا ہے کہ تم مسلمان ہو' یہ اسلام ہے؟ کہتے ہیں کہ ہاں۔ تو وہ کہتا ہے کہ سب جھوٹے مسلمان راتوں رات غرق ہو جائیں۔ سویرے کتنے بندے بچیں گے؟ تو مجذوب یوں فیصلہ کرتا ہے۔ اُسے کوئی کہے کہ یہاں پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو وہ کہے گا کہ کیا اسی ملک میں' مسلمانوں میں جھوٹ بولتے ہیں' یا اللہ جتنے بھی جھوٹے ہیں وہ راتوں رات غرق ہو جائیں۔ سویرے کتنے بندے بچیں گے؟ تو مجذوب یوں فیصلہ کرتا ہے۔ اُسے کوئی کہے کہ یہاں پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو وہ کہے گا کہ کیا اسی ملک میں' مسلمان جھوٹ بولتے ہیں' یا اللہ جتنے بھی جھوٹے ہیں وہ راتوں رات صاف ہو جائیں۔ مجذوب کے فیصلے اسی طرح ہوتے ہیں۔ آپ اس سے بچ کے رہنا۔ مجذوب یہ کر سکتا ہے۔ مجذوب بہت کچھ کر سکتا ہے۔ عام طور پر مجذوب کو نظامِ حکومت نہیں دیا کرتے۔ اور نہ دینا چاہیے۔ کبھی کبھی ان کے پاس اختیار آ جاتا ہے تو یہ تہس نہس کر دیتے ہیں جب سالک سے نکل کے بات مجذوب کے پاس چلی جائے پھر ملک بڑی مشکل سے Set ہوتا ہے۔ دعا یہ ہونی چاہیے کہ آپ مجذوبوں سے بچ کے رہیں۔ وہ بڑے طاقت ور ہوتے ہیں' گرم

ہوتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ ہوتے ہیں؟

جواب:

ہاں، ہوتے ہیں، بالکل ہوتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ صرف تصور تو نہیں ہے؟

جواب:

میں بتاتا ہوں کہ مجذوب کب بنتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی ایک مقام پر حیرت کے اندر گم ہو جائے وہ مجذوب ہوتا ہے۔ مجذوب پر ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ کسی ایک آدمی پہ غم آ جائے اور وہ برداشت سے زیادہ ہو تو اس کے لیے تمام رنگینی حیات بیکار ہے، وہ اُسی غم میں رہے گا، سوگوار ہوگا۔ اُسے اگر کہیں کہ تمہارا وہ عزیز تو پچھلے سال فوت ہوا تھا، اب کیا ہوا؟ وہ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں کوئی پچھلا سال یا اگلا سال نہیں ہوتا، ہمارے ہاں ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ اب وہ مکمل غم میں آ گیا۔ اس کا غم جانے والا نہیں ہے۔ تو غم کا موسم ایک ہی موسم ہے۔ یہاں سے آپ کو مجذوب کا شعور مل جائے گا۔ مجذوب نے جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا کوئی شعبہ دیکھا تو وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ اگر اُس نے کہا کہ میں دوبارہ ملنا چاہتا ہوں اور وہاں پہ آواز آ گئی کہ ہم یہیں ملیں گے تو وہ بیس سال وہیں کھڑا رہا۔ اس طرح وہ مجذوب ہو گیا۔ مجذوب جو ہے وہ کسی ایک

کیفیت میں جامد' منجمد ہو جاتا ہے۔ اب اس کا موسم وہی موسم ہے جو اصحاب کہف کا موسم ہے۔ اگر بیس سال گزر گئے' پچیس سال گزر گئے تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو وہ کہہ گئے تھے کہ ہم آتے ہیں۔ تو وہ اسی خیال میں گم ہے۔ زمانے بدل جائیں' موسم بدل جائیں' بادشاہیاں بدل جائیں مگر اس کا ایک ہی موسم ہے۔ تو مجذوب کا موسم ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ سالک جو ہے یہ موسموں کے ساتھ سفر کرتا ہے' یہ سیانا ہوتا ہے۔ اور مجذوب جو ہے وہ Sincere ہوتا ہے' حیرت میں گم ہوتا ہے' اسی ایک خیال میں گم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے

مَنم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کُجا رفتم
شُدم غرقِ وصالِ اُو نمی دانم کُجا رفتم

یعنی میں اُس کے خیال میں خدا جانے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ اب یہ وہ مجذوب ہے جو تھوڑا سا لک بھی ہے کیونکہ یہ ساتھ ساتھ بیان کرتا جا رہا ہے۔ یہ قلندر ہوتا ہے۔ کون ہوتا ہے؟ جو مجذوب ہوتا ہے اور سالک ہونے کے حوالے سے بات بیان کرتا ہے۔ یہ بوعلی قلندر کا شعر ہے۔ کہتے ہیں کہ جانا کہاں تھا' گئے کہاں تھے۔ کیا ہو گیا اور پھر اس کے بعد آنکھ نے کیا کیا دیکھا۔ ایک اور مجذوب کہتا ہے کہ

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اُٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

یہ دوسرا مجذوب کہتا ہے کہ پھر کیا ہوا' یہ ہمیں پتہ نہیں ہے۔ ایک اور مجذوب ہوتا ہے جو سالک زیادہ ہے اور مجذوب کم ہے وہ کہتا ہے کہ

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں
حسن ہزار طرز کا' اک جہاں اسیر ہے
مُلحدِ بے خبر بھی گم جلوۂ لا الٰہ میں
در پہ تیرے جو آ گیا اب نہ کبھی مجھے اُٹھا
گردشِ مہر و ماہ بھی دیکھ چکا ہوں راہ میں

تو وہ ایک ہی راہ میں گم ہو گیا اور گردشِ مہر و ماہ بھی آ گئی مگر اُس کو کسی واقعے کا پتہ نہیں' اس کے لیے صرف ایک ہی بات ہے کہ کل بھی تمہاری یاد تھی اور آج بھی تمہاری یاد ہے۔ تم کون ہو؟ کہتا ہے کہ یہ بھی نہیں پتہ۔ پھر مجذوب پر ایک مقام ایسا آتا ہے کہ محبوب کی یاد بھی اُس سے گم ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں کس کی یاد نے کہاں پہنچایا تو وہ کہتا ہے کہ وہ گم اور میں بھی گم' نہ محبوب کے نام کا پتہ ہے' نہ محبّ کے نام کا پتہ ہے' اُسے یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کی تلاش میں نکلا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ اب پتہ ہی کچھ نہیں ہے' پتے کا بھی پتہ نہیں ہے۔ تو وہ اپنے نام سے بھی گم ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا اعجاز ہے۔ مجذوبوں کے بڑے بڑے درجات ہیں۔ اس لیے مجذوب ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں ایک مقام ہے' وادیٔ حیرت ہے اور حیرت کے اندر گم ہو جانے والے مجذوب ہو جاتے ہیں۔ ان پر جلوہ آشکار ہو جاتا ہے اور وہ وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! بس وہ اسے دیکھ رہے ہیں ۔

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

تو وہ وہیں کے وہیں رہ گئے اور دیکھتے جا رہے ہیں۔ اُسے اگر کہا جائے کہ اِدھر دیکھ کیا ہو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کون کیا ہوا' ہم کون ہیں' کچھ نہیں پتہ۔ اُس کو جس نام سے پکارو وہ بولے گا نہیں کیونکہ وہ مجذوب ہو گیا۔ مجذوب جو ہے یہ ایک رنگ کے اندر گم ہو جانے والا انسان ہے۔ آپ کے ہاں تو ہمہ رنگ نے رنگیاں ہیں' غم کا الگ موسم ہے اور اس میں آپ اور طرح کے ہوتے ہیں اور خوشی میں بن سنور کے جاتے ہیں' کھانے کے لیے ذرا اور طرح بن کے جائیں گے' پینے کا موسم ہے تو اور طرح جائیں گے' تو آپ کی زندگی میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ آپ پہلے کسی آدمی کی تعریف کرتے ہو اور اسی زبان سے اس کی بدتعریفی کرتے ہو' پہلے آپ محبت کی شادی کرتے ہو اور پھر اس سے بیزاری کرتے ہو کہ میرا چائس بڑا غلط نکلا۔ خود ہی اچھا کہتا ہے اور خود ہی بُرا کہتا ہے۔ اب گلہ کرتا ہے کہ دوست دھوکہ دے گیا۔ جب ہم کہتے تھے کہ یہ دھوکے باز ہے تو کہتا تھا کہ یہ میرا پکا دوست ہے۔ تو یہ تمہاری عادت ہے Change ہونے کی۔ یہ تمہارے رنگ ہیں اور الگ الگ جلوے ہیں۔ مجذوب کا جلوہ ایک ہی جلوہ ہے' ایک ہی رنگ میں گم ہو جانا ____ تو مجذوب ہوتا ہے' ضرور ہوتا ہے' ذرا خیال کرنا' دھیان کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ وہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے' سالک بعد میں ہوتا ہے اور مجذوب پہلے ہوتا ہے۔ وہ بہت طاقت ور چیز ہے ____

اور کوئی بات کرو ____ پوچھو ____ بولو ____

کوئی خیال ہو_____ کوئی بات پوچھو_____

سوال:

جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ ہوتا گیا۔

جواب:

یہ آپ کی تباہی ہو رہی ہے کیونکہ آپ تسلیم سے بچنا چاہتے ہیں۔ آپ دین کے اندر نقائص نکال کے اپنی بے دینی کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا گھر جس میں تمہارے ماں باپ سب ہیں' دادا حضور تک سب ٹھیک تھا مگر اس کے بعد تم برباد ہو گئے۔ اگر کوئی بیٹا اچھا ہو' خاندانی ہو تو وہ کہے گا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہمارا خاندان بدنام نہیں ہوگا۔ تو اچھا بیٹا جو شریف النفس ہو وہ کہے گا کہ میرے ماں باپ کی آبرو کے لیے ابھی میں زندہ ہوں' جب تک میں زندہ ہوں آبرو کی حفاظت کروں گا۔ اسلام مسلمان کے عقیدے کا نام ہے۔ اگر تم مسلمان نہیں ہو تو باقی مسلمانوں کو میں کیا کروں۔ تمہارا ذاتی نام اگر یوسف ہے تو یوسف کے عقیدے کا نام کیا ہے؟ اسلام! اب تم اسلام کے عقیدے کے محافظ ہو۔ اب بتاؤ کہ اسلام میں کیا نقص ہے۔ اسلام کون ہے؟ اب اسلام کوئی لٹریچر نہیں ہے' لائبریری نہیں ہے بلکہ مسلمان کا عقیدہ ہے۔ مسلمان اگر اپنے عقیدے پر قائم ہے تو اسلام بالکل قائم ہے۔ آپ بتاؤ کہ کیا آپ عقیدے پہ قائم ہو؟ کیا عقیدے کے محافظ بننا چاہتے ہو؟ ہمت نہیں ہے۔ کیا عقیدے سے نکلنا چاہتے ہو؟ کوشش کر رہا ہوں۔ یہاں سے مار کھائے گا۔ یہ عقیدہ ایسے ہے جیسے آئینہ۔ اسلام کیا ہے؟ آئینہ۔ اس میں کون سا چہرہ نظر آتا ہے؟ اپنا_____ اگر

تم ایسے ہی ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے۔ تم نزدیک ہو جاؤ تو اسلام نزدیک ہو جائے گا۔ تم آئینے کے اندر ہو جاؤ تو اس سے مل لو گے۔ تم ہٹ جاؤ گے تو وہ بھی ہٹ جائے گا۔ اسلام تو تم سے زیادہ نازک مزاج ہے۔ جو شخص اسلام میں کوئی کمزوری دیکھنا چاہتا ہے یا دکھانا چاہتا ہے یا بیان کرتا جا رہا ہے وہ بالکل اپنے آپ کو مسلمان ہونے سے ہٹا رہا ہے۔ میں جو آپ کے سوال کا جواب دے رہا ہوں تو مجھے اسلام پر یقین بے گماں ہے' پختہ یقین ہے' پھر یہ یقین علم بن جاتا ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے گا تو تمہارا یقین بھی علم بن جائے گا۔ اپنے عقیدے پر تمہارا یقین ہی کمزور ہے۔ استغفر اللہ تعالیٰ۔ تمہیں اپنی آنکھوں کی بینائی پر شک ہو گیا ہے' اپنی اولادوں پر تمہیں شک ہو گیا ہے' اپنے گردوپیش پر تمہیں شک ہو گیا' اپنی عاقبت پر تمہیں شک ہو گیا' اپنے اللہ پر شک ہو گیا' اپنے دین پر شک ہو گیا' تمہیں اپنے آپ کے ہونے پر شک ہو گیا۔ Thy tenure is precarious۔ آپ یہ کہو کہ ہم اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔ اگر لوگ کہیں کہ سب کا عقیدہ ٹوٹ گیا' سب لوگ تو کافر ہو گئے' تم کیوں مسلمان ہو؟ آپ کہو کہ عقیدے کے مستند ہونے کی یہی بات ہے کہ میں ابھی تک مسلمان ہوں۔ تو سند کیا ہے؟ کہ اس گئے گزرے دور میں ہم آج بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں' اسلام کی اور کیا حفاظت چاہیے۔ جب ہندو اسلام پر شک کرتے تھے تو ہمارے پاس جواب ہوا کرتے تھے' کافر شک کرتے تھے تو ہمارے پاس جواب ہوا کرتے تھے لیکن جب مسلمان ہی شک کرنے لگ جائے تو جواب کہاں سے آئے۔ اس لیے خیال کرو کہ کہیں منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ اس طرح عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور عذاب کا

ایک حصہ شروع ہو چکا ہے۔کون سا حصہ؟ کہ آپ کے گھروں کا سکون ختم ہو چکا ہے۔عذاب کا یہ حصہ نازل ہو چکا ہے۔اس بات کا خیال رکھو اور اپنے ایمان پر ایمان لاؤ۔اپنے اعتقاد پر اعتقاد رکھو اپنے Faith پر Faith رکھو۔تم لوگ اپنے Faith سے Faithless ہو گئے ہو۔کتاب والے اسلام کو چھوڑو کیونکہ تیرے ہونے کا نام اسلام ہے' مسلمانوں کے عمل کا نام اسلام ہے' تمہارے عقیدے کا نام اسلام ہے۔اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کا تمہیں کیا فرق پڑ گیا۔اللہ تمہاری محفل میں پہلے کب آتا تھا جو کہ اب نہیں آتا۔اللہ اپنی جگہ پر حی وقیوم' دائم اور قائم ہے' آج بھی ایسے ہے جیسے تھا۔اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دور بھی ہو گیا۔داتا صاحبؒ کا مزار بھی بنا پڑا ہے' اتنی عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے' بڑی رونقیں لگی ہوئی ہیں۔لنگر پکتے جا رہے ہیں۔تو آپ کے آنے سے کیا فرق پڑا؟ فرق پڑ سکتا ہے اگر آپ کا اپنا Faith جو ہے وہ Restore ہو۔اگر تم کافر ہو جاؤ تو میں مائنڈ نہیں کروں گا لیکن اگر منافق ہو جاؤ گے تو مجھے بڑا افسوس ہو گا۔اور منافق تم ہوتے جا رہے ہو جب سے تم اسلام پر شک کرنے لگ گئے ہو۔اس لیے کبھی یہ شک نہ کرنا۔اپنے باپ کی شان میں کبھی گستاخی نہ کرنا۔کیونکہ وہی تو تمہارے اچھا ہونے کا ایک جواز ہے' سند ہے۔تمہارے لیے اچھا ہونے کا ایک جواز اسلام تھا اور مسلمانوں کے لیے سند تھی کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں۔ آپ اب کس بات پہ شک کرنے لگ گئے ہو۔آج آپ نیک ہو جاؤ تو اسلام ٹھیک ہے۔بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ جاؤ تو یہ ٹھیک ہے۔تاریخ کے اندر سے حوالے مت نکالو۔اپنا حوالہ دو کیونکہ آج تم اس بات کے وارث ہو۔یہ

زمانہ تمہارا زمانہ ہے' چار دنوں کا میلہ تمہارا اپنا میلہ ہے' اسلام تمہارے زمانے کا اسلام ہے' اسلام ہمہ حال درست ہے' اس کو کوئی فرق نہیں پڑا' ہمیشہ یہ صحیح ہے۔ مسلمانوں کے Behaviour کا نام ہے اسلام۔ اور مسلمان کون ہیں؟ آپ۔ شک کون کرے گا؟ کافر۔ اگر کلمہ پڑھنے والا شک کرے تو؟ وہ منافق ہے۔ کافر بخشا جا سکتا ہے کیونکہ شاید اس کو توبہ نصیب ہو' منافق کو یہ نصیب نہیں ہوگا۔ منافق وہ لوگ ہیں واذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءُ ون یہ ہے منافقین کی بات۔ ان کی زبان پر کلمہ ہے اور دل میں شک ہے۔ کلمہ کیا ہوتا ہے؟ یہ اظہارِ یقین ہے۔ اور اگر یقین نہ ہو تو کیا اظہار کرتے جا رہے ہو۔ اگر نہیں مانتے تو کہو کہ میں خدا کو نہیں مانتا' یہ اچھی بات ہے' اگر خدا منوانا چاہے تو منوا لے گا لیکن صرف باہر سے نہ کہنا کہ میں ماننے والوں میں ہوں۔ یہ منافق ہے۔ منافق وہ ہے جو کلمہ پڑھے' مسلمانوں میں رہے اور اسلام پر شک کرے۔

اس بات سے بچو_____

اور کوئی بات_____Anyone_____ کوئی بولے_____

نہیں تو دعا کرو_____ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے جسم کی بیماریوں کو دور فرما ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری روح کی بیماریوں کو بھی دور فرما۔ یارب العالمین اعتماد کی کجی بھی دور فرما۔ ہمارے اعتماد کو اور یقین میں بدل۔ ہم جیسے بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں تُو ہمیں مزید یقین عطا فرما۔ ہمیں ایمان کے اندر زیادہ ایمان عطا فرما۔ ہم لوگوں کو اپنی مہربانیوں میں رکھ۔ ہمیں آسانیاں عطا فرما' کامرانیاں عطا فرما۔ یارب العالمین ہمیں مہربانی سے محروم نہ فرمانا۔ یا رب

العالمین ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما۔ پھر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ ایمان کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ یہ سارا قصہ کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ یا رب العالمین تو وہ محبت عطا فرما!

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونورعرشه محمد وآله و اصحابه اجمعین. آمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

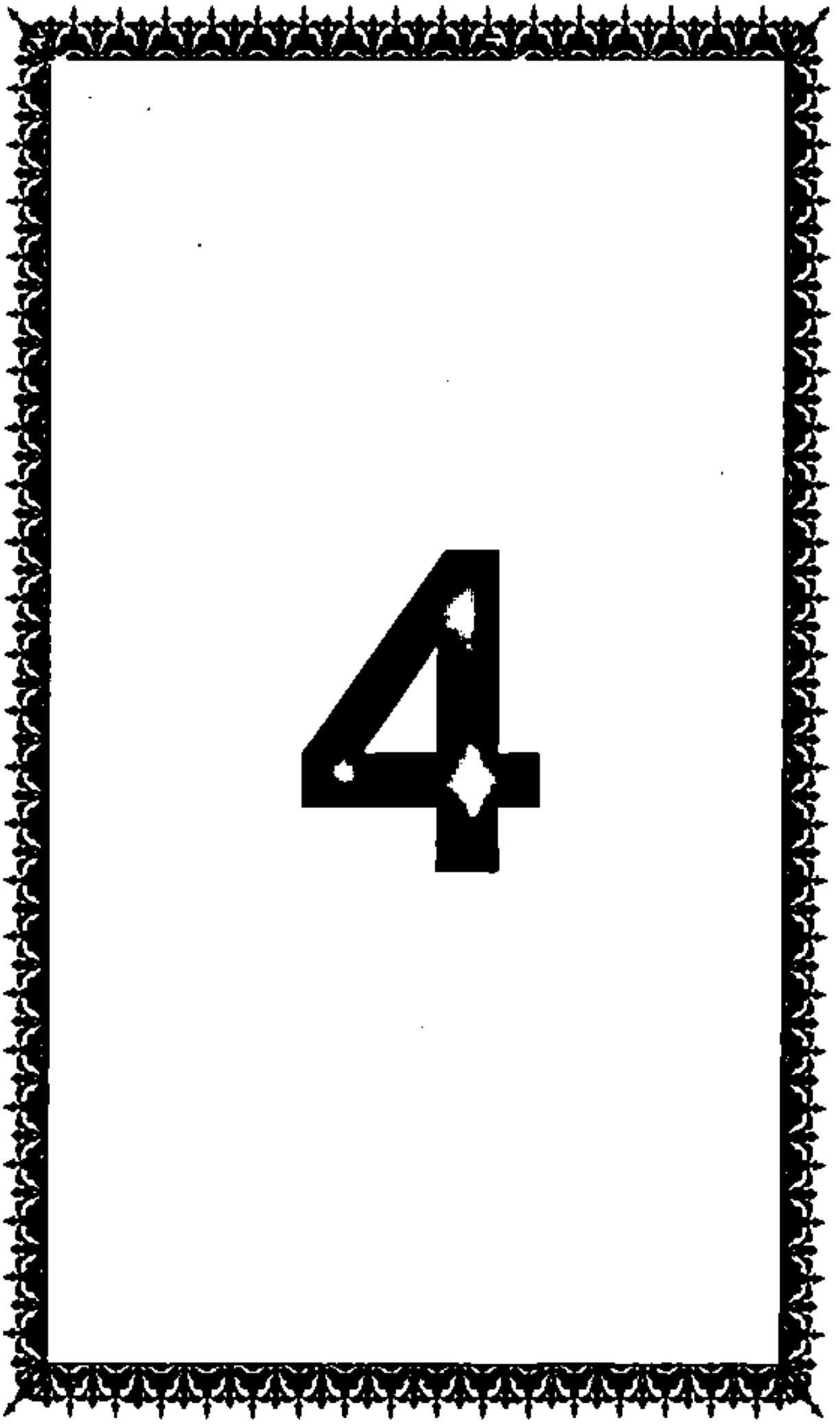

1 میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

2 یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ دے' تو زندگی کے بہت سے شعبے ہیں' ان میں کوشش کیسے چھوڑ دیں؟

3 جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہو سکتا ہے؟

4 سر! جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟

5 جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے اور جب دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے۔

6 یہ جو چپ کا روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟

7 انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماضی کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں' اب ان کی [illegible] کریں؟

خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر رہ ہی نہیں گئی تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا تو نصیب نہیں ہوا۔

9 سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا_____

10 سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں' گھر بار ہے' رشتہ داریاں ہیں' دوسرے لوگ ہیں۔ ہم یہاں سے بے شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔ اور اس پر حتی الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔ اس کا سدباب کیسے کریں؟

11 ابھی آپ Thoughtlessness اور Sightlessness کے متعلق کچھ بتا رہے تھے تو Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایئے۔

12 دل تو جسم کا قائد اعظم ہے' اس کے بارے میں ضرور کچھ فرمائیں۔

13 سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں' جب گھر جاتے ہیں تو بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں' گھر والوں کے کچھ اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں۔

14 سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم آپ کے ساتھ
جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی نہیں بولتے۔

سوال:

میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

جواب:

اپنے ذہن کو خاموش کر دیں۔ جو خیال آئے اُسے چھوڑ دیں' پھر دوسرے کو چھوڑ دیں' حتیٰ کہ آپ کے اندر ایک Thoughtlessness پیدا ہو جائے گی۔ آپ اخباروں میں بھی پڑھتے رہتے ہیں کہ لوگ Weightlessness پیدا کرتے ہیں۔ یہ Weightlessness کیا ہوتی ہے؟ کہ انسانی Gravitational pull کے ساتھ وزنی ہے' پھر اگر یہ انسان اپنے آپ کو بے وزن کر دے تو وہ فلائی بھی کر سکتا ہے اور Float بھی کر سکتا ہے۔ تو انسان جو ہے وہ Gravitation کے مقابلے میں Lavitation کرتا رہتا ہے' وہ بغیر کل پُرزوں کے زمین سے اُٹھ سکتا ہے' تو ایسے انسان اُڑتے رہتے ہیں اور یہ کرتے رہتے ہیں۔ تو انسان جو ہے وہ تمام Pull سے آؤٹ ہو سکتا ہے۔ اگر ذہن کو کسی مشین سے یا سرنج سے سُن کر دیا جائے تو پھر انسان تکلیف سے بچ جاتا ہے۔

صدمہ جو ذہن پر دباؤ ڈال رہا ہو اُس کا علاج یہ ہے کہ ذہن کو سُن کر دو۔ جب ذہن سُن ہو جاتا ہے تو وہ صدمہ کم ہو جاتا ہے۔ اس طرح شدتِ صدمات کم ہو جاتے ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اپنے سوچنے والے ذہن کی سوچ کا دروازہ کبھی کبھی بند کر دیا کرو اور اُسے کہو کہ خموش ہو جا۔ انسان یہ کر سکتا ہے۔ اس سے کیا حاصل ہوگا؟ توجہ کا شعبہ زندہ ہو سکتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا کر لیا کرو کہ آنکھیں بند کر لو۔ جب آپ نے Visible سے آنکھیں بند کر لیں تو جو Invisible چیزیں نظر آ رہی ہیں ان کو بھی نہ دیکھو۔ جب آپ آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو آپ بند آنکھوں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی آ رہا ہے اور کوئی جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کو بھی نہ دیکھو۔ اس طرح توجہ زندہ ہو سکتی ہے۔ ایک اور پراسیس یہ ہے کہ آپ بولنا بند کر دیں۔ جس طرح آپ باقی روزے رکھتے ہیں اسی طرح ایک دن چپ کا روزہ رکھ لیں۔ کیا انسان پھٹ جائے گا؟ ایک دن میں نہیں پھٹے گا۔ تو وہ خموش ہو جائے۔ یعنی کہ عادتاً یا کوشش کے ساتھ ایک دن کے لیے گفتگو کا فاقہ کر لے۔ اگر آپ گفتگو کو ایک دن کے لیے فاقے میں رکھو تو عین ممکن ہے کہ توجہ کا شعبہ زندہ ہو جائے۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی اور کو بولنے دیں۔ اگر اپنی گفتگو بند کرو گے تو دوسرے کو بولنے دو گے۔ آپ تو بولنا بند ہی نہیں کرتے پھر کوئی اور کہیں سے کیا بولے۔ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ سُننا بند کر دیں۔ اپنی سماعت بند کر دیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے ناں کہ کوئی آپ سے کہے کہ میں نے یہ بات کی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سُنا' میں اور بات سوچ رہا تھا' میں نے آواز نہیں

سُنی کیونکہ میں اور خیال میں تھا۔ ایک خیال میں آپ ہوں تو دوسرے خیال کی آواز نہیں آتی۔ اسی طرح ایک توجہ میں ہوں تو دوسری توجہ کی آواز نہیں آتی۔ اگر ساری آوازیں Simultaneously بند کر دی جائیں تو عین ممکن ہے کہ کہیں اور سے آواز آجائے۔ اُسے کہتے ہیں دُور کی آواز۔ تو وہ دُور کی آواز آسکتی ہے۔ آنکھیں بند کرلو تو شاید دُور کا منظر نظر آجائے۔ بولنا بند کرو تو شاید کوئی اور آپ کے اندر آکے بول پڑے۔ کیا پتہ کیا ہو جائے۔ سوچنا بند کرو تو شاید تمہیں کوئی اچھی سوچ مل جائے۔ اسی طرح کبھی Feelinglessness پیدا کرلو' احساس کو بند کرلو۔ یہ بے حسی نہیں ہے بلکہ کم حسی ہے یعنی لاحس ہو جانا۔ ایسا کرلو کہ آج احساس کی چھٹی ہے۔ پھر غم کی کوئی خبر بھی بے معانی ہو جائے گی۔ بے شک آدھی دنیا ختم ہو جائے کیونکہ آج تو لاحس ہونے کا دن ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ ہم آج حس کا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا کرو تو توجہ زندہ ہو سکتی ہے۔ اب آپ نے کوئی لمبا چوڑا پراسیس نہیں کرنا بلکہ ذہن کا پراسیس جدھر چلتا جاتا ہے اُسے اُدھر سے موڑ دو۔ تو وہ تھوڑی دیر کے لیے بے حس ہو جائے گا' جامد ہو جائے گا' ساکت ہو جائے گا۔ اور اگر اس وقت اللہ کا ذکر بھی کرو تو عین ممکن ہے کہ اس سٹیج پر آپ کسی اور شعبے سے متعارف ہو جائیں۔ اور یہ مضمون انسان کے اندر سے پیدا ہو سکتا ہے' جانوروں میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے' درختوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کے اندر ہی ہوتا ہے۔ تو وہ انسان جو اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے Handover کر دے' لا کے حوالے کر دے تو اللہ مل جاتا ہے۔ ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی نفی کر دے' اپنی سوچ کو بھی اپنی سوچ نہ

کہے، نہ سوچے، کوئی دیکھا ہوا منظر بھی یاد نہ کرے، آواز بند کر دے، خیال بند کر دے، کھانا بند کر دے، پینا بند کر دے یعنی کہ سب پٹ بند کر دے، قلعے کے سب پٹ بند کر دے تو پھر اصلی پٹ کھل جائے گا۔ اس طرح کواڑ کھل جاتے ہیں۔ اس پر کوئی نہ کوئی اور شے آشکار ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایک پراسیس ہے جو توجہ کو بیدار کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب ہم یہاں بیٹھتے ہیں اور تلاوت شروع ہوتی ہے تو تلاوت سے تھوڑی دیر پہلے ایک سناٹا آ جاتا ہے۔ وہ جو سناٹا سا آتا ہے وہ اپنی کوشش نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ خود بخود ہی آوازیں بند کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ سب لوگ توجہ میں داخل ہو گئے تو آپ لوگ توجہ میں روز ہی داخل ہوتے ہیں بلکہ ہم آغوشِ توجہ میں بیٹھتے ہیں۔ وہ جو توجہ ہے وہ ہمیں کوئی اور عطا کر دیتا ہے کہ اب توجہ میں بیٹھو۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ شور ختم ہو جاتا ہے ورنہ تو آپ بڑے بولنے والے لوگ ہیں اور مذاکرات تو آپ کا شعبہ ہے۔ مدعا یہ کہ توجہ تب آتی ہے جب آپ کی سوچ کی عادت ذرا بدل چکی ہو، خیال کی Thoughtlessness ہو جائے، Weightlessness ہو جائے Noiselessness ہو جائے۔ Sightlessness ہو جائے۔ آپ Hearinglessness کر دیں تو پھر آپ کچھ سماعت کریں گے۔ تو آپ یہ چیزیں ترک کر دو۔ اس کو ترک کہتے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے یہ ترک کر کے دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بات کا پتہ چل جاتا ہے اور پھر آپ کے اندر جو چور ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے جس کو انسان چھپا کے بیٹھا ہوتا ہے اور خیال کے اندر اس کو پالتا ہے، اسی سے باتیں کرتا رہتا ہے، اسی کی سُنتا رہتا ہے۔ ہر آدمی کے

اندر ایک خیال ہوتا ہے اور آپ خیال کا طوطا اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے؟ ایسا خیال جس میں آپ کی Ambition ہوتی ہے' عزائم ہوتے ہیں' توجہ ہوتی ہے' طلب ہوتی ہے' آپ کا مستقبل ہوتا ہے اور کبھی ماضی بھی وہی ہوتا ہے۔ اس کو آپ اگر تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں تو اس کو کہتے ہیں کہ آپ مرنے سے پہلے مر گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنا محبوب مشغلہ اپنی محبت کے ساتھ ترک کر دو' چاہے دس منٹ ہی ہوں۔ تو وہ منٹ بھی بہت ہیں' ان میں زمانوں کے فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ وہ کام جو آپ سوچ کے اندر کرتے رہتے ہیں وہ چھوڑ دو۔ کہتا ہے کہ پھر میرے پاس کیا رہ گیا۔ وہ جو چیز رہ گئی ہے وہی تو ہے اور پھر تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو یہ توجہ پیدا کرنے کے طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی اپنے آپ کو جاگنے کے زمانے میں سُلا دو اور سونے والے زمانے میں جاگو' نصف شب میں پکارو تو تم دیکھو گے کہ کائنات کے اندر ایک اور طرح کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ تہجد کی نماز کو روٹین نہ بنا لینا کہ ساڑھے تین ہو گئے' پونے چار ہو گئے' فٹافٹ تہجد گزاری شروع ہو جائے۔ روٹین کی تو آپ پہلے بھی پڑھ رہے ہیں۔ کم از کم وہ نماز توجہ کی ہونی چاہیے تا کہ اس وقت خاموش فضاؤں کے اندر کوئی نیا احساس بیدار ہو۔ اور اس احساس کو بیدار ہونے دیا کرو۔ پھر دیکھو کہ Nature کیا کہتی ہے' نیچر آپ کے لیے کوئی پیغام لائی ہے کہ نہیں لائی۔ ہر آدمی کے لیے ایک پیغام ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے آپ کو اپنے آپ سے Detach کرو۔ کبھی تھوڑی دیر کے لیے اپنے گھر کے آگے سے گزر جاؤ یہ سوچ کر کہ آپ کبھی گھر کے اندر نہیں جائیں گے' تو There will be a time تو

ایسا وقت بھی آئے گا اور That time will not be far off جب تم نہیں ہو گے تو کیا ہو گا کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان نہ ہو۔ اسی گھر کے اندر سے پہلے بھی بڑے بڑے خواب نکل گئے۔ تو وہ نکل جاتے ہیں۔ وہ کیا بستیاں تھیں جو بس رہی تھیں اور وہ کیا واقعات تھے جو ہو رہے تھے۔ پھر محسوس ہو گا کہ اس گھر کے اندر رہنے دینے کے لیے تم اللہ کا کتنا شکر ادا کرو گے۔ آپ کہو گے کہ شکر ہے کہ تو نے بچوں میں رہنے دیا ہے' کیونکہ یہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا۔ پھر توجہ پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ اپنا عمل بدلیں تو توجہ پیدا ہو گی۔ آپ تو روٹین کے کام کرتے ہیں اور اس طرح روٹین کی باتیں روٹین میں ہوتی ہیں۔ اگر فیکٹری کے کاروبار میں آپ لگے ہوں تو توجہ کیسے پیدا ہو گی۔ جو مشین جس طرح سیٹ ہے اُس نے اُسی طرح کام کرنا ہے' کمپیوٹر جہاں سیٹ ہے اس نے وہی کام کرنا ہے' ہر روز وہی کام' ہر روز وہی کام' ہر روز کے بعد بھی وہی واقعہ اور ہر مہینے کے بعد بھی وہی واقعہ' جمع کرتے جاؤ' پیسے لیتے جاؤ اور کاروبار کرتے جاؤ' کچھ دوستوں کے ساتھ جھگڑا کرو گے' کچھ دشمنوں کے ساتھ جھگڑا کرو گے لیکن اگر صلح کر لو پھر دوسرے واقعات شروع ہو جائیں گے۔ آپ آنے والے دنوں کے بارے میں سوچو۔ اپنی اس روٹین کو کبھی کبھی آپ توڑا کرو۔ اور جب آپ اسے توڑیں گے تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو یہ ساری توجہ کی بات ہے۔ آپ توجہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھیں' اپنے واقعات کو توجہ کے ساتھ دیکھا کریں' توجہ کے ساتھ غور کیا کریں اور اللہ کریم کو جب آپ دیکھو گے تو آپ پہ آشکار ہو جائے گا کہ آپ کے ساتھ کیا واقعہ ہے' آپ یہاں کس کام کو بھیجے گئے ہیں۔ کتاب سے یہ بات نہیں

ملے گی۔ اگر آپ کا اللہ زندہ ہے تو پھر آپ کے ساتھ زندہ بات ہونی چاہیے اور وہ بات ہو سکتی ہے۔ آپ جھگڑا نہ کیا کریں اور اپنے آپ پہ تھوڑی سی توجہ کریں اور اپنے اللہ کے ساتھ بھی_____

سوال:

سر! کیا بات کرنے میں وقت لگتا ہے یا یہ ایک دم بھی ہو سکتی ہے

جواب:

یہ Gradual بھی ہو سکتی ہے لیکن عام طور پر یہ ایک ڈرامیٹک اطلاع ہے کہ You are not what you think yourself is تو آپ وہ نہیں ہیں جو اپنے آپ کو سمجھ رہے ہیں' آپ Different آدمی ہیں۔ جس طرح بعض اوقات فارن ایڈ آ جاتی ہے یہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ فارن ایڈ کے بارے میں مولانا رومؒ نے ایک کہانی لکھی ہے۔ ایک شیر تھا' وہ اپنا بچہ کسی علاقے میں چھوڑ کے چلا گیا۔ اتفاق سے وہ بچہ بھیڑوں کے ساتھ رہنے لگ گیا۔ اس کو بھیڑوں کی صحبت مل گئی تو وہ بھیڑوں جیسا ہو گیا' ان کے ساتھ چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا جیسے وہ کرتے۔ ایک دن ایک اور شیر نے اُسے دیکھا تو سوچا یہ بچہ تو اپنا ہے' شیر کا بچہ ہے لیکن اس کی عادتیں تو بھیڑوں جیسی ہیں' یہ تو اور قسم کا جانور بن گیا ہے۔ اس نے بچے کو بلایا اور کہا کہ تو شیر ہے۔ بچے نے کہا کہ شیر کیا ہوتا ہے۔ اُس نے کہا شیر تو بڑی چیز ہوتا ہے' یہ تو تمہاری خوراک ہے جن سے تم نے دوستی کی ہوئی ہے۔ بچے کو سمجھ نہ آئی۔ شیر نے اُسے کہا کہ تو میرے ساتھ آ' میں تجھے بتاتا ہوں۔ وہ بچے کو ایک تالاب پہ لے گیا اور کہا کہ دیکھ یہ تیرا عکس ہے اور یہ میرا

عکس ہے' کیا دونوں میں باہم مشابہت ہے؟ بچے نے کہا کہ مشابہت تو ہے۔ کہتا ہے کہ یہ دیکھ کہ میں اور تُو ایک جنس ہیں۔ بچے نے کہا کہ کہتا تو تُو ٹھیک ہے' یہاں تو ایک ہی جنس ہے۔ شیر نے کہا کہ اب اس جنس کا عمل دیکھ کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ اس نے بھیڑ کو پکڑا اور کھا گیا پھر بچے سے کہا کہ یہی تیرا عمل ہونا چاہیے۔ تو اسے بھی جوانی آ گئی اور وہ بھیڑ کو پکڑ کے کھا گیا۔ اس طرح اُس کے اندر کا شیر زندہ ہو گیا اور اس کو کسی فارن ایڈ نے زندہ کیا ورنہ تو وہ کسی اور صحبت میں جا رہا تھا۔ جب اس کو اصلی اطلاع دی گئی کہ یہ تُو کیا کرتا جا رہا ہے وقت ضائع کرتا جا رہا ہے' تُو تو کسی اور کام کے لیے آیا ہے۔ جب کوئی وہ ''اور کام'' کر کے بتا دے تو سمجھ آ جاتی ہے کہ I am meant for something different اور for something better وہ جب آشنا ہو جائے گا تو پھر اور واقعہ ہو جائے گا۔ یہ چیز انسان خود نہیں کر سکتا' وہ تو خود تکلیف میں ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاط ہوتا ہے۔ اس قسم کے شعبے میں' دل کے شعبے میں محتاط ہونا اور بزدل ہونا تقریباً برابر ہی ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی بتانے والا ہو تو پھر وہ بتاتا ہے اور پتہ چلتا کہ صحبت کا کتنا اثر پڑتا ہے' محفل کا کتنا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے باز کی صحبت باز کے ساتھ اور زاغ کی صحبت زاغ کے ساتھ' وہ اور ہے اور یہ اور ہے' اپنی اپنی نسبتیں ہیں۔ گدھ اور شہباز دونوں بلند پرواز ہوتے ہیں' دونوں دُور نگاہ ہوتے ہیں' دُور بین ہوتے ہیں' دیکھنے والے ہوتے ہیں' دو ایک ساتھ پرواز کر رہے ہوں تو ان کا پتہ کہاں چلتا ہے؟ جہاں مُردار کو دیکھ کر گدھ نے نیچے فلائٹ کی اور شہباز اُوپر ہی اُڑتا رہا۔ تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان گدھوں میں رہ کے اپنی شہبازی

بھول جاتا ہے۔ اگر کوئی شہباز آ جائے تو وہ کہے گا کہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گدھ کہتا ہے کہ یہ رزق تو ہمارا حاصل ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہی تو تیرا لاحاصل ہے' جو تو کما رہا ہے یہی تو نہیں کمانا تھا۔ کہتا ہے کہ اس کے بغیر زندگی کیسے ہوتی ہے تو شہباز نے کہا کہ دیکھ ایسے زندگی ہوتی ہے' تو فلائٹ جو ہے یہ شہباز کا رزق ہے' Height اس کا رزق ہے اور گدھ کا رزق مُردار ہے۔ Seagull کو کہا گیا کہ تُو یہ لے لے' بھوکا ہے' نیچے آ جا تو وہ کہتا ہے کہ I am in flight,soaring high بلندی میری خوراک ہے' اوپر جا کے مر جاؤں گا مگر میں نے نیچے نہیں آنا۔ تو بعض اوقات فلائٹ جو ہے وہ بینک بیلنس سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ PK-77 والی فلائٹ نہیں ہے' یہ کوئی اور ہی فلائٹ ہوتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو کبھی کبھی آپ اپنے آپ کو اپنے علاوہ سے بھی آشنا کیا کریں۔ آپ بات کو سمجھے نہیں ہیں' غور سے سُنو۔ ہم گرد و پیش میں جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ کائنات بہت Multicoloured ہے' ملی جُلی ہے' کائنات میں بے شمار Activities ہیں' پوری کائنات بھری پڑی ہے لیکن سب چیزیں آپ کے لیے نہیں ہیں' پہلی بات تو یہ ہے۔ یہ ایک دوکان ہے' بھرا ہوا سٹور ہے مگر سب چیزیں آپ کے لیے نہیں ہیں۔ سب چیزیں آپ کی تمنا میں بھی نہیں ہیں' سب چیزیں آپ کے علم میں بھی نہیں آ سکتیں' صرف دیکھنے تک ہیں۔ آپ اپنا رستہ دیکھیں کہ آپ کو اس بھری ہوئی کائنات میں سے کتنا کچھ لینا ہے تو آپ کو اپنی اوقات سمجھ آ جائے گی' کہ ہم

تو اتنی سی بات کے مسافر ہیں' یہاں سے لے کے وہاں تک جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اتنی چیزیں آپ استعمال کر سکتے ہیں' اس کے بعد آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اب کائنات تو بھری ہوئی ہے لیکن سارے خیالات آپ کے کام کے نہیں ہیں۔ آپ کے کام کا صرف ایک ہی خیال تھا جو آپ نے کرنا تھا' جو آپ کر سکتے تھے' جس کام کے لیے آپ Competent تھے یا Competent ہو سکتے تھے۔ تو وہ کام دریافت کرنا ہوتا ہے۔ وہ کام جو ہے وہ Thoughtlessness کے ذریعے سمجھ آ سکتا ہے کہ قدرت نے مجھے کس کام کے لیے بنایا۔ وہ پھر Bang کرتا ہوا آتا ہے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹا کے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آ گیا ہوں۔ یہ پوچھتا ہے کہ تُو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرے مستقبل کا اصلی منصوبہ ہوں جو کہ بھیجنے والے نے بنایا ہے۔ پھر انسان سمجھ جاتا ہے کہ میں تو غلطی پہ تھا' اب اچانک مجھے یہ بات سمجھ آ گئی ہے۔ تو سمجھانے والا یہ سمجھاتا ہے۔ قرآن کی کتاب کو بھیجنے والی اور آپ کو انسان بنانے والی ایک ہی ذات ہے' اس نے آپ کے لیے بڑی آسانیاں رکھی ہیں۔ کیونکہ ذات ایک ہے' مالک ایک ہے' وہ انسان کو بہت کچھ عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو Thoughtlessness کے بعد جب مالک کے روبرو پیش کرتے ہو تو پھر کہا کرو کہ مجھے کسی خیال سے آگاہ فرمایا جائے کہ میں کیا کروں۔ پھر مالک آپ کو بات سمجھائے گا اور آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یوں انسان چل نکلتا ہے۔ جب وہ چل نکلا تو پھر چل ہی نکلا۔ تو توجہ کے ساتھ اپنے آپ کو آگاہ کرو۔ انسان کا سب سے اچھا حاصل یہ ہے کہ وہ توجہ حاصل کرے۔ اور یہ تو Minimum توجہ ہے' آپ آخری توجہ

حاصل کرو۔ کسی اور نگاہ کی توجہ حاصل کرنا سب سے اچھی بات ہے کہ ہم وہاں تک پہنچے جہاں ہم ان کی توجہ میں آ گئے۔ ان کی توجہ میں آ گئے تو پھر بات بن گئی

اور کوئی بات پوچھو_____

سوال:

یہ جو ابھی آپ نے کہا کہ توجہ میں آ گئے تو اس کو ذرا تفصیل سے سمجھا دیں۔

جواب:

یہ مالک کی توجہ میں آنا ہے۔ جب تمہارے ہر کام کا حوالہ مالک کی ذات ہو تو سمجھو کہ تم اس کی توجہ میں آ گئے۔ مثلاً کھانا برائے اللہ ہو، محنت برائے رضائے الٰہی ہو، اگر صبح جلدی اُٹھنا ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے ہو، دیر سے سونا ہے تو وہ بھی اللہ کے لیے'' آج ہم کھانا نہیں کھائیں گے'' یہ بھی اللہ کے لیے یعنی کہ تمہارے عمل کا Genuinely مُدعا وہ ہو، یا مُدعا وہ ہو یا پھر ابتدا وہ ہو۔ اگر اللہ تمہاری زندگی کا حوالہ بن جائے تو عین ممکن ہے کہ تم اس کی توجہ میں آ جاؤ۔ تو حوالہ وہ بن جائے۔ وہ بن سکتا ہے اور بنتا رہتا ہے۔ مثلاً آپ چار آدمی مل کے بیٹھے ہیں تو یہ مل کے بیٹھنا اللہ کی خوشنودگی کے لیے ہو، اللہ کی خوشی کے لیے آپ بیٹھے ہوں تو یہ سمجھو کہ تمہارے مل بیٹھنے کا حوالہ اللہ کی ذات ہے۔ پھر عین ممکن ہے کہ اللہ بھی اپنی توجہ آپ کی طرف کر دے۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بے شمار گمراہیاں کر سکتے تھے مگر بچ گئے اور جو گمراہ ہونے کے لیے بڑے

Competent تھے' بڑے تیار تھے' گمراہ ہونے کے لیے بڑے Properly adjusted تھے اُنہیں اللہ کے حوالے نے بچالیا' اللہ کی مہربانی نے بچالیا۔اور جس کا کام ہوتے ہوتے بگڑ گیا' دراصل وہ گناہ تھا اور اللہ نے بچالیا۔ غلطی سرزد ہوتے ہوتے بچ گئے' یہ اللہ کے کام ہیں۔اس کی توجہ میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو تمہاری Dormant sensibilities ہیں وہ Suddenly awaken ہو جائیں۔بس کام بن گیا ؎

بن گئی بات' بات بن گئی

کیسے بن گئی؟ آپ کا سونے والا شعبہ بیدار ہو گیا' خفتہ جو ہے وہ جاگ اُٹھا۔بس اس کے ظاہر ہونے کی بات ہے۔کوئی آدمی اللہ سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی اس سے اجازت نامہ لے کے آیا ہے اور اللہ نے اس کے سرٹیفکیٹ پر دستخط کیے ہیں۔آپ دنیا میں آنے کے لیے ویزہ لے کے آئے ہو' آپ کو Almighty نے Direct authority جو ہے وہ Issue کی ہے کہ جاؤ۔اللہ کہتا ہے کہ میں تمہارا مالک ہوں۔آپ Direct اللہ کے بنے ہوئے ہیں۔جب انسان پیدائش کے آغاز سے سانس تک پہنچتا ہے تو یہ سانس جب عطا ہو رہی ہوتی ہے تو یہ مالک کا اِذن ہوتا ہے' اَمر ہوتا ہے۔بچے میں جس وقت سانس کی ابتدا ہوتی ہے تو یہ سمجھو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے' اللہ کا اِذن ہے' امرِ الٰہی ہے۔اس سے پہلے وہ لوتھڑا ہی ہے۔جب سانس آیا تو دراصل یہ اذن ہے' اَمر ہے کہ ''اب ہو جا' بچہ ہو جا''۔اللہ نے اتنا کہا کہ ''ہو جا'' تو آنکھ' بینائی' آواز' خیال' احساس' محبتیں' لذتیں اور کتنی ہی چیزیں _____ بس رونقیں لگ گئیں اور میلے لگ گئے۔بس ''ہو جا''

کہنے کے اَمر سے بے شمار شعبے کُھل گئے۔ اب آپ کبھی تو یہ کہو کہ جس نے "ہو جا" کہا ہے وہ آپ کو اپنی طرف کرے۔ پھر وہ دوسرا حکم آئے گا جب آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ جب آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ کو ہر شعبہ اس کی طرف رجوع کرائے گا حتی کہ آپ سونے سے جاگ اُٹھیں گے اور آپ "الگ" بن جائیں گے۔ یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ یا یوں کہو کہ آپ نے انسان ہونے کی حیثیت سے دنیا میں جو کچھ Collect کر لیا' چلتے چلتے دریا سے پتھر اُٹھا لیا' پانی لے لیا' ایک سٹور ہاؤس بنا لیا۔ یہ سب چھوڑ تو آپ نے جانا ہی ہے یا یہ چھن جانا ہے' تو چھوڑ جانے سے پہلے اس سارے کا مالک اللہ کو بنا دو' چاہے نہ دو مگر دینے میں آپ کو کیا اعتراض ہے۔ تو اگر اللہ کو مالک بنا دو تو یہ دیکھو کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے' وہ محتاج نہیں ہے' وہ لا یحتاج ہے۔ تو اللہ کو جہاں پر ضرورت ہو آپ اپنی اشیاء کو اس کے Handover کرتے جاؤ۔ اپنے واقعات کو' اپنی جوانی کو' اپنی صحت کو' اپنے حالات کو اور اپنے سٹور ہاؤس کو اس کے نام لگاتے جاؤ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم توجہ سے آشنا نہ ہو سکو۔ تو یہ کام کون کر سکتا ہے؟ یہ تو وہی کر سکتا ہے جو اس کا اپنا ہو۔ جو اللہ کو اپنا سمجھے گا وہ اس کا اپنا ہو گیا۔ آپ نے اپنے پاس سے تو کچھ بھی نہیں کیا' صرف اتنا کیا کہ اِدھر سے اپنے نام والی چیز اُٹھا کے اللہ کے نام پر اُدھر رکھ دی۔ یہ اتنا چھوٹا سا کام ہے۔ یہ میں آپ کو اس کی عملی شکل بتا رہا ہوں۔ تو عملی شکل کیا ہے؟ اِدھر سے اپنے نام پر جو اُٹھایا وہ اُدھر اللہ کے نام پر رکھ دو۔ جس چیز کے تم مالک ہو اب اُس کے امانت دار بن جاؤ۔ بس پھر توجہ کا شعبہ زندہ ہو جائے گا۔ آپ آج مالک ہو لیکن یہ کہو کہ

ہم تو اس چیز کے امین ہیں' چیز تو اللہ کی ہے۔Even آپ کے بچے بھی۔ ذرا احساس کرو اور خیال کرو کہ جو چیز تمہاری ملکیت ہے دراصل وہ تمہاری ملکیت نہیں ہے اور تم اس کے کیا ہو؟ اس کے امانت دار ہو' امین ہو۔ تو چیز کس کی ہے؟ مالک کی ہے۔ اب آپ کے اندر توجہ کا شعبہ بیدار ہونا شروع ہو جائے گا۔ یعنی کہ مالک ہونے کے باوجود ملکیت چھوڑ دو۔ یہ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے ناں؟ تو یہ چیز کس کی ہے؟ اللہ کی ہے۔ اور جب تم گاڑی میں ہوتے ہو اور کوئی اپاہج آ جائے تو اس کی مدد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک انسان کو' ایک دکھی انسان کو آپ کا سکھ کس حد تک سکھ پہنچاتا ہے' آپ جو سکھی انسان ہیں وہ دکھی انسان کے کس حد تک کام آتے ہیں۔ تو یہ سوچا کرو کہ اللہ کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ جو ہم آج بیان کر رہے ہیں یہ واقعہ دوبارہ بیان ہونا ہے۔ جو آج ہم کر رہے ہیں کل کو جب یہ ریل دوبارہ آپ کے سامنے چلائی جائے گی تو اس وقت آپ کو یہ نہ کہنا پڑ جائے کہ اس جگہ پر میں اپنی اصلاح کر سکتا تھا' یہ واقعہ غلط ہو گیا تھا۔ پھر آپ کہیں گے کہ اللہ میاں کیا ایک چانس اور مل سکتا ہے۔ اس نے کسی کو چانس نہیں دیا۔ اور آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جو چیزیں کل کو افسوس بن جائیں گی انہیں آج بھی نہ کرو۔ کل کو اگر یہ سوچنا ہے کہ یہ واقعہ ہم یوں کر سکتے تھے تو اس کو آج ہی کر لو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اداس ہو جایا کرو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھوڑے سے دانا تو ہو جاؤ۔ آپ کے اندر بے شمار صلاحیتیں ہیں' آپ بہت Competent ہیں۔Competent آدمی کی تعریف کیا ہے؟ جو خود آج کی امکانی صلاحیتوں میں راضی رہے اور آنے والی

امکانی صلاحیتوں میں راضی رہے۔ تو وہ دانا آدمی ہے۔ جو اپنی صلاحیتوں کے باوصف آج بھی اپنے آپ پر راضی نہیں ہے اور کل بھی راضی نہیں ہونا تو یہ کیسی دانائی ہوگی۔ آج کی صلاحیتوں کے اندر آپ راضی رہیں' مطمئن ہوں' قلب مطمئن ہوں۔ اور جو آگے آنے والا وقت آئے اس میں بھی قلب مطمئن ہوں۔ بس یہ کام کرلو۔ آج پر مکمل راضی ہو جاؤ۔ راضی رہنے کی کیا تعریف ہے؟ اپنی زندگی پہ راضی وہ ہے جو اس میں نہ اضافہ کرنا چاہے اور نہ تخفیف کرنا چاہے۔ تو وہ راضی ہے۔ اضافہ کا معنٰی ہے کہ Improvement ہو I am happy I am happy provided اور پھر یہ کہے کہ provided I get that this thing is eliminated۔ تو Elimination کا امکان نکال دو اور اضافے کی توقع چھوڑ دو۔ تو راضی وہ ہے۔ راضی انسان پورا بے نیاز ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے حوالے سے چل رہا ہوتا ہے اور نہ زندگی میں اضافہ چاہتا اور نہ تخفیف۔ تو کمی نہیں کرنی اور اضافہ نہیں کرنا۔ کمی کا کیا مطلب ہے؟ کہ انسان کہے کہ یا اللہ سب کچھ ٹھیک ہے' بس یہ تکلیف نکال دو۔ اور اضافہ؟ ہم ٹھیک ہیں' بس یہ چیز حاصل ہو جائے۔ آپ دونوں سے آزاد ہو جائیں تو آپ خوش رہیں گے۔ یہ ہوتے ہیں صحیح اور صلاحیت والے انسان۔

یادِ ماضی کے چند پرزے تکلیف دہ نہ ہوں تو پھر آپ راضی ہو جائیں گے۔ یہ جو آپ کا حال ہے جو آپ اپنے ہاتھ سے لکھتے جا رہے ہیں' یہ حال کل کو ماضی بننے والا ہے اور پھر یہ Remote ماضی ہو جائے گا یعنی بہت دور کا ماضی۔ تو آج اس کے اندر کوئی Repentence نہ آنے دینا' اس میں کوئی واقعہ ایسا نہ

ہو کہ کل کو پچھتانا پڑ جائے۔ ہم محفل کی بات نہیں کر رہے بلکہ پچھتانا تو آپ کی تنہائی نے ہے۔ تو آپ کو تنہائی میں پچھتانا نہ پڑے۔ تو تنہائی کی غلطیاں نہ ہوں تا کہ تنہائی میں پچھتانا نہ پڑ جائے۔ تو تنہائی کی غلطیاں آپ نکال دیں تا کہ آنے والی تنہائی یادِ ماضی کے حوالے سے مجروح نہ ہو جائے۔ انسان آج کے دن جو کچھ لکھ رہا ہے وہ دراصل اپنا مستقبل لکھ رہا ہے اور یہ چیز ماضی بن رہی ہے۔ تو یہ راز یاد رکھنا کہ آپ نے لکھا مستقبل ہے اور یہ بن رہا ہے ماضی۔ تو آپ آج جو عمل کر رہے ہیں یہ مستقبل ہے اور یہ ماضی بننے والا ہے' اسی میں آپ کا مستقبل پوشیدہ ہے۔ اللہ مہربانی کرے اور آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ اس لیے یہ کیفیت محبت سے آتی ہے' اللہ تعالیٰ کی محبت سے آتی ہے' یہ بندے کے مجاز سے نہیں آتی جو کہ آپ کی محبتیں ہوتی ہیں جن میں حاصل' لینا دینا اور وجود ہوتا ہے۔ وہاں یہ وجود نہیں ہوتا بلکہ وہاں اصلی وجود ہی ہوتا ہے' اصلی مالک ہوتا ہے۔ تب یہ بات سمجھ آ جاتی ہے۔

سوال:

یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ دے' تو زندگی کے تو بہت سے شعبے ہیں' ان میں کوشش کیسے چھوڑ دیں؟

جواب:

اس سے لائف کے Main Events میں فرق نہیں پڑے گا۔ کمال تو یہ ہے! کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ Great will become great۔ اب Great کون ہوگا؟ جسے اللہ Great بنائے۔ اس طرح آپ کی اپنی Greatness

راست سے ہٹ جائے گی جو کہ آپ کا غرور ہے یعنی جو Greatness آپ بناتے ہیں وہ غرور پیدا کرتی ہے اور جو Greatness اللہ عطا کرتا ہے وہ Humility پیدا کرتی ہے۔ بس آپ یہ فرق سمجھ لیں کہ جب اللہ آپ کو عظیم بنائے تو آپ بڑے تحمل مزاج ہوں گے اور جو انسان اپنے آپ کو عظیم بنائے گا تو وہ بڑا مغرور ہو گا۔ اس طرح جہنم کا ایندھن بننے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جو Greatness آپ حاصل کرتے ہیں اس میں غرور پیدا ہونا لازمی ہوتا ہے کیونکہ انسان کہتا ہے کہ یہ ہم نے حاصل کیا' مثلاً وہ کہتا ہے کہ یہ مکان ہم نے بنایا ہے اور اس کی دیوار پر کیا کچھ لگایا ہوا ہے۔ اس طرح غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی کہتا ہے کہ مکان کی کیا بات کریں' یہ اللہ کے انعام ہیں' اس کے احسانات ہیں' اتنے احسان کہ گنواؤں تو گنوا نہ سکوں' یہ اس کی طرف سے آسرا ہے' زمین بسیرا ہے' نہ تیرا ہے نہ میرا ہے' بس اس میں ہم بسیرا کرتے جا رہے ہیں' اس میں مسافر ہیں ۔

تو ہے بازارِ امکاں کا تماشائی

اب ہم اس مسافر خانے سے نکلنے والے ہیں' کسی وقت بھی نکلنے والے ہیں' اللہ کے اَمر کا انتظار ہے۔ اس طرح Greatness پیدا ہو جائے گی۔ کہنے کو تو یہ بڑا آسان ہے مگر کرنے کے لیے یہ بڑا واقعہ ہے۔ پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کے حسن کے اندر سے چہرہ نکل گیا یا چہرے کے اندر سے حسن نکل گیا۔ کبھی نوٹ کیا آپ نے؟ تو بیوٹی کے اندر سے چہرہ نکل گیا اور چہرے کے اندر سے بیوٹی نکل گئی۔ کہتے ہیں کہ چوڑیاں تو لگی رہیں مگر اندر سے صحت نکل گئی۔

زیورات گردن میں لٹکے رہے مگر بندہ نکل گیا' غائب ہوگیا۔ کبھی آپ نے یہ نوٹ کیا؟ کہ آویزے تو آویزاں رہے مگر بندہ غائب ہوگیا۔ اسی طرح انا کا چراغ تو جلتا رہا مگر بندہ ہی نہ رہا ۔

رستے میں اِک شجر ہے زمیں پر پڑا ہوا
سایہ مگر ہے اپنی انا پر اڑا ہوا

تو سایہ ابھی کھڑا ہوا ہے۔ اُسے کہتے ہیں کہ جس کا تو سایہ تھا' اکڑ کر رہا ہے' وہ درخت تو گرا پڑا ہے۔ درخت گر گیا مگر سایہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں مرنا۔ اسی طرح بندہ اندر سے ٹوٹ جاتا ہے مگر انا نہیں ٹوٹتی' کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ خدا کے بندے' تیرا آخری وقت آگیا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا' میں نہیں مانتا۔ تو یہ ہے اَنا۔ جن باتوں پہ اَنا ہوتی ہے' جن باتوں پہ غرور ہوتا ہے وہ باتیں' مغرور بنانے والے لمحات' وہ لمعات' وہ واقعات' وہ دوست اور وہ زمانہ سب چلے گئے۔ اب غرور کس بات کا ہے۔ مگر وہ پھر بھی نہیں مانتا۔ درخت گر گیا مگر درخت کا سایہ بدستور کھڑا ہے' اکڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں نہیں گروں گا۔ تو یہ ہوتی ہے انسان کی اَنا' کہ واقعہ ختم ہو چکا ہے مگر اَنا باقی ہے۔ اب اس اَنا سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کے فضل کو پکارو' یا اللہ ہم پھنس گئے' اپنی اَنا میں پھنس گئے' اَنا میں جکڑے گئے۔ بے شمار لوگ اس مقام پر برباد ہوئے۔ انہیں جب کہا جاتا ہے کہ یہ بات مان جاؤ تو کہتے ہیں کہ میں نہیں مانتا' ایسا نہیں ہوسکتا۔ ایسے بادشاہ کو اگر کہیں کہ تیری سلطنت ختم ہوگئی ہے تو کہتا ہے کہ ہم نہیں مانتے' سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' تم شہنشاہِ معظم کے روبرو کھڑے ہو' اسی طرح Behave کرو۔ وہ کہتا ہے

کہ جس کا تو شہنشاہِ معظم تھا وہ سلطنت ہی برباد ہوگئی' تیرا شہر بھنبھور ہی لٹ گیا' اب تو کیا ہے ـــــــ اس لیے یہ سوچنے والی بات ہے اور کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ وہ جو آپ حاصل کر رہے ہیں وہ سنگ ریزے ہیں اور وہ آپ کے کام نہیں آئیں گے۔ آپ صرف چند آدمیوں کو متاثر کرنے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں اور اگر وہ متاثر ہونے والے غائب ہو جائیں تو وہ واقعہ فیل ہو جائے گا۔ مثلاً اپنے کزن کو دکھانے کے لیے آپ نے کچھ بنالیا' بڑے خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ جو آپ کی ترقی سے جلتے تھے وہ مر گئے اور جو واقف لوگ اس سے خوش ہوتے تھے وہ بھی مر گئے تو اب آپ نے کیا ترقی کرنی ہے۔ ایک آدمی روتا تھا' کہتا تھا کہ اس لیے روتا ہوں کہ جلنے والے مر گئے' افسوس تو یہ ہے۔ جلنے والے آپ کی زندگی کو Great بنانے کا کام کرتے ہیں۔ حاسد جو ہے یہ بھی ایک طرح سے آپ کا محافظ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حاسد بھی چلا گیا اور دوست بھی چلا گیا' اب میں نے کس لیے محنت کرنی ہے۔ اب تو اجنبی دیس ہے' اس اجنبی دیس میں کیا بڑا ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے ماحول میں اجنبی ہو جائیں گے' اب آپ نے کس سے بات کرنی ہے۔ آشنا ہی نہ رہا تو بات ہی ختم ہوگئی۔ وہ جو تھا وہ نہ رہا تو اب اور کیا رہے گا۔ سب ختم ہو گیا۔ اگر دشمن رہے تو بھی رونق لگی رہتی ہے اور اگر دشمن ہی نہ رہا تو پھر سارے اجنبی ہیں۔

ایک آدمی نے بتایا کہ کسی جگہ قوالی ہو رہی تھی' قوالی عروج پہ تھی' رونق کا میلہ اور میلے کی رونق تھی' لوگ رقص و سرود کر رہے تھے۔ وہاں اس آدمی کو جگہ نہ ملی' اس نے شور مچایا اور کہا کہ مجھے اندر جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ اتنی بڑی محفل ہے'

تو بیکار آدمی کہاں جائے گا۔ کہتا ہے کہ یہ میری ہی غزل گائی جارہی ہے۔ تو جس کے کلام پر رقص کیا جارہا تھا اس کو اندر ہی نہ جانے دیا گیا۔ ایک آدمی نے کہا کہ فیروز سنز کے شوکیس میں یہ میری کتاب پڑی ہوئی ہے جو میں نے لکھی ہے اور میں باہر بس سٹاپ پہ انتظار کر رہا ہوں' بس آئے کہ نہ آئے۔ تو زندگی میں ایسے ایسے لوگ آئے' ایسا واقعہ بھی ہوا۔ ایسے لکھنے والے بھی آئے کہ ان کی کتاب پر جنھوں نے جو کمایا اس سے ان کی کوٹھی بن گئی اور وہ بس سٹاپ پر تھے۔ تو کچھ عرصے کے بعد سب ہونا اَن ہونا ہو جاتا ہے اور پھر آپ نے زندگی اپنی ذات کے ساتھ گزارنی ہے' اپنی ذات کی تنہائی کے ساتھ گزارنی ہے۔ آپ کی تنہائی ہی آپ کے کام کی چیز ہے۔ آپ اس بات کو سمجھ لیں۔ اگر سمجھ گئے تو بہت آسانی ہو جائے گی۔ اپنے آپ کے ساتھ دوستی پیدا کرو اور اپنے آپ کو اپنی شرارتوں سے بچاؤ۔ اپنے آپ کو اپنی کثرتِ طلب سے بچاؤ۔ تو اپنے آپ کو بچالو۔ آپ Good soul ہیں' اپنی روح کو بچالیں کیونکہ اُس نے اِس زندگی کے سفر کے بعد بھی کام آنا ہے۔ روح نے کہاں کام آنا ہے؟ زندگی کے بعد کے سفر میں بھی کام آنا ہے۔ یہ سفر یہاں ختم نہیں ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر شروع ہو جائے گا اور وہاں صرف روح کا کام ہے۔ وہ وقت آنا ہے_____

سوال:

جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہو سکتا ہے؟

جواب:

آپ "رہنا" کسے کہہ رہے ہیں؟

سوال:

جیسے ابھی آپ کے پاس ہیں۔

جواب:

فرق یہ ہے کہ نگاہ میں رہنا ہے یا کہ دل میں رہنا ہے۔ اگر نظر میں نہ رہو تو دل میں رہو۔ بس یہی بزرگ کرتے ہیں۔ بزرگ کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فزیکل قربت نہیں ہوتی۔ فزیکل قربت بھی ہوتی ہے مگر اصلی قربت وہی ہوتی ہے جو Spiritual قربت ہوتی ہے یعنی کہ اس کے دل میں رہنا' اس کے خیال میں رہنا۔ اگر وہ بزرگ وہاں سے خیال کی توجہ کریں تو آپ کو باریک خطوط پر بھی توجہ کر سکتے ہیں۔ یہ "باریک خطوط" ایک خاص لفظ ہے۔ اور یہ بہت زیادہ Forceful ہوتے ہیں۔ زندگی میں آپ جہاں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں تو وہاں پر بھی بزرگ آپ کو بچا سکتے ہیں۔ آپ چھوٹی غلطی سے زیادہ ڈرا کریں کیونکہ بڑی غلطی کا آسانی سے پتہ چل جاتا ہے اور چھوٹی غلطی ایسی ہوتی ہے جس سے Fault Find نہ ہو سکے اور یہ زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ بزرگوں کے پاس رہنا بھی ٹھیک ہے مگر میں پاس رہنے کو اس لیے Encourage نہیں کر رہا کیونکہ روحانیت میں فاصلہ کوئی فاصلہ نہیں ہوتا' نہ کوئی جغرافیائی فاصلہ ہوتا ہے اور نہ کوئی تاریخی فاصلہ ہوتا ہے۔ داتا صاحب" آج سے ہزار سال پہلے آئے تھے مگر آپ کے لیے داتا صاحب" آج ہی آئے ہیں' ابھی آئے ہیں' جب ہم گئے

ہیں اسی وقت آئے ہیں۔اب یہ فاصلہ کوئی فاصلہ نہیں ہے۔کہتے ہیں کہ یہ داتا کی نگری ہے مگر جہاں بھی کوئی داتا کو چاہنے والا ہے وہاں نگری ہے' نہ یہ مزار کا نام ہے' نہ یہ مسجد کے مینار کا نام ہے' نہ اس خانقاہ کے ایریا کا نام ہے بلکہ یہ محسوس کرنے والے اور دل میں رکھنے والے کا نام ہے۔

سوال:

سر! جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟

جواب:

وہاں کچا پکا کوئی نہیں ہوتا' وہاں یا تو ''آدمی'' ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

سوال:

میں دو تین سال پہلے ایک مختلف آدمی تھا اور اب آپ کے پاس مختلف آدمی ہوں۔تو پہلے تو میں کچا تھا_____ اب اس محفل میں ہیں تو ہمیں کسی کام کا موقع ملنا چاہیے_____

جواب:

آپ اس وقت عمل میں بظاہر کچے تھے مگر نصیب میں اتنے پکے تھے کہ ہم سارے شہر چھوڑ کے یہاں آئے بیٹھے ہیں۔تو یہ تو جادو گر ہے۔رامے صاحب کو پتہ ہے کہ ہم اتنی اتنی بلیغ و وسیع و بصیر محفلیں ترک کر کے یہاں پہ آ گئے۔باقی لوگ کدھر سے کدھر چلے گئے اور ہم یہاں آ کے بیٹھ گئے۔تو کوئی نصیب پیچھے لگا ہوا تھا۔آپ اس نصیب کی بہت قدر کریں۔سچ پوچھو تو میں کھانے دانے سے بڑا اِلرجک ہوں' میں اس بات کا شوقین نہیں' میں اس لیے کھا

لیتا ہوں تا کہ تم مائنڈ نہ کرو۔ باقی لوگ بھی ایسے کرتے لیکن میں کہتا ہوں کہ تم میرے مہمان ہو' چلو کھالو۔ تو اندر سے تو آپ بالکل اور ہیں۔ تو یہ دیکھو کہ نصیب ہے کیا شے؟ اب اگر کوئی اندر سے آزردہ ہو تو میں جانتا ہوں کہ یہ آزردہ نہیں ہے بلکہ یہ ٹھیک ہے۔ اس لیے میں اُس کو مبارک دیتا ہوں۔ جو آپ نے کیا اگر وہ نہیں ہوا تو اچھا ہوا ہے کیونکہ جب اللہ کرے گا تو اچھا ہوگا۔ اگر آپ نے بہت محنت کی ہے تو اس محنت کی وجہ سے تو بچے ہوئے ہیں' پھر یہ سارا Raw' سارا کچرا ختم ہو جائے گا اور پھر سب صاف ستھرا ہو جائے گا' اللہ ہی اللہ ہو جائے گا۔ اس وقت وہ لوگ جو حق پسند ہیں' انصاف پسند ہیں' وہ اہلیت والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے۔ دعا کیا کرو کہ خدا اچھے بندے کو اچھے دَور میں لائے۔ اچھا بندہ بھی بُرے دور میں پٹ جاتا ہے اور برا بندہ بھی بُرے دور میں پٹ جاتا ہے۔ اگر اچھا بندہ اچھے دور میں آجائے تو پٹے گا نہیں۔ پچھلا دَور اور تھا' وہ دَور ظالم تھا' اس لیے اس میں اچھے اچھے بندے پٹ گئے۔ اگر اچھا دور آ گیا تو اچھے بندے آجائیں گے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ اچھے دَور میں مخلص لوگ آئیں۔ یہ نہ ہو کہ مخلص لوگ شہید ہی ہوتے جائیں ورنہ شہید ہونے کا شعبہ تو ہے ہی سہی۔ لیکن ہم بہت ساری شہادت دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلصین کو اچھے دَور میں لائے اور مخلصین جو ہیں وہ عوام کی خدمت کریں۔ اس لیے اے بلال صاحب! اللہ کا بڑا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانیاں فرماتا رہتا ہے' کسی کی دعا پتہ نہیں کہاں کام آجائے۔ آپ نے تو دیکھا ہوا ہے کہ پہلے کتنے زیادہ لوگ ہماری محفل میں ہوا کرتے تھے لیکن اب جو بندے ہیں یہ

بہت ہیں۔ ہمیں بہت بندے نظر آ رہے ہیں۔ اس کی وجوہات کیا ہیں! یہ ہمیں پتہ نہیں لیکن یہ اللہ کی مہربانی ہے' جب ہم ڈوبے تو ایک دور ڈوبے گا اور جب ہم اُبھرے تو اک دور اُبھرے گا۔ یہ بڑی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ ضائع نہیں ہوں گے۔ یہ بظاہر کچھ بھی نہیں ہے لیکن سب کچھ یہی ہے۔ تو جو بظاہر کچھ نہیں لگتا یہ سب کچھ ہے۔ آپ لوگ ایک مہربانی کریں کہ ذاتی تشویشات سے ذاتی طور پر بچیں۔ آپ اپنی ذاتی پریشانیوں سے خود ہی بچ جایا کرو۔ ہم نے یہ محفل Pure اللہ کے لیے اور اللہ والوں کے لیے رچائی ہوئی ہے۔ ہم لوگ کبھی کبھی زمان و مکان سے الگ بیٹھ کے' زمانے سے Detach ہو کے اللہ کی بات کرتے ہیں' اور تو ہم کرتے ہی کچھ نہیں ہیں۔ ہم لوگ ہفتے میں ایک دن' ایک گھنٹے کے لیے ملتے ہیں' پھر بھی ہفتہ بھر کی ہماری خوراک پوری ہو جاتی ہے' اللہ کی مہربانی کا پورا ہی حساب ہے۔ اس ایک گھنٹے میں اگر اثر ہو جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ اثر کیا ہوتا ہے؟ آپ مخلصین ہو جائیں۔ یا اللہ اچھا دور لا تا کہ سب لوگ اچھے اچھے کام کریں۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں۔ اچھے دور میں آپ کو براجمان ہونا چاہیے۔ ہم اس وقت کو بُرا بھی نہیں کہتے لیکن اس سے بہتر ٹائم آنے والا ہے۔ اس بہتر ٹائم میں آپ Functionary بن جائیں' اللہ تعالیٰ آپ سے کام لے۔ آپ اپنے ذاتی کام بھی کرتے جائیں' میں منع نہیں کرتا لیکن ذاتی طور پر تشویش نہ ہو۔

اب کوئی اور بات پوچھیں _____ جو دل میں آئے وہ پوچھا کرو

_____

سوال:

جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے اور جب دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے۔

جواب:

ہم بار بار آپ کو ادھر بُلاتے ہیں اور آپ بار بار دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں۔ یہ واپسی کا کیا حساب کتاب ہے؟

دوسرا سوال:

سر! ان کا یہ سوال بہت اچھا ہے کیونکہ ہم جب اس ماحول میں جاتے ہیں تو وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں جو یہاں سُنتے ہیں۔

جواب:

اللہ آپ کو زندہ رکھے۔

تیسرا سوال:

سب سے بہتر یہ ہوگا کہ آپ کی موجودگی میں ایسی محفل میں موت آجائے تاکہ اس کے بعد یہ مسئلہ ہی نہ ہو۔

جواب:

آپ سلامت رہیں!

انسان سے دنیا نکلتی نہیں ہے جب تک کہ وہ وقت سے پہلے مر نہ جائے۔ تو دنیا رہتی ہے۔ حُبِ دنیا بڑی خطرناک شے ہے ؎

الحذر اے حبِّ دنیا الحذر

یہ جہاں منزل نہیں ہے رہ گزر
خوب صورت ہے جہانِ رنگ و بُو
کارواں سے ہی بچھڑ جائے نہ تُو
کتنے دارا و سکندر کھو گئے
مل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے

یہ حُبِ دنیا اس وقت سمجھ آتی ہے جب دنیا آپ کے ہاتھ سے مٹی ہو جائے گی۔ جب آپ دیکھیں گے کہ یہ مٹی ہوتی جا رہی ہے تو پھر پتہ چلے گا کہ میں نے کیا کیا تھا۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرتے جاؤ کہ کون سی بات کرنی ہے اور کون سی نہیں کرنی۔ دنیا کا حاصل کرنے کا شعبہ اگر برائے رضائے الٰہی نہ ہو تو دنیا رکاوٹ بن جاتی ہے۔ آپ دنیا حاصل کریں لیکن برائے رضائے الٰہی۔ یہی تو آپ کا اصل حاصل ہے۔ محنت تو ٹھیک ہے لیکن ساتھ ہی سخاوت کا شعبہ وابستہ ہے۔ فقیروں کو بھی بھوک لگتی ہے ناں' آپ دعا کیا کرو کہ کوئی بھوکا فقیر مل جائے۔ اللہ کہتا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ کسی نے اگر فقیر کو کھانا کھلا دیا اور فقیر اُسے دعا دے گیا تو دعا سے مسئلہ حل ہو گیا۔ اس طرح آپ کی حاصل کی ہوئی دنیا آباد ہو گئی کہ فقیر کے کام آئی۔ یہ حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے لیے' کہ آپ کا دنیاوی حاصل اللہ کے لیے استعمال ہو گیا۔ یہ دعا کیا کریں کہ آپ کا دنیاوی حاصل دین کے لیے کام آئے اور اللہ کی رضا کے لیے کام آئے۔ اگر یہ نہ ہوا تو دنیاوی حاصل فساد ہے' یہ اَنا ہے۔ دعا کیا کریں کہ آپ کی محبتیں جو ہیں وہ مجاز سے نکلیں۔ جو لوگ آپ سے دنیاوی طور پر وابستہ ہیں ان لوگوں کو بھی دینی محبت کی طرف لے

چلو۔ انہیں بتاؤ کہ یہ راستہ ایسے ہے' اس راستے پر چلو' ہم آپ کو Like کرتے ہیں' پسند کرتے ہیں' آپ بھی اس سفر میں ہمارے ساتھ آجائیں۔ تو سنگت محبت والی ہو اور جانا رضائے الٰہی کے لیے ہو۔ تو محبت کی سنگت بنالو۔ اور محبت کی سنگت اگر In itself رہ جائے تو یہ گمراہ ہو جاتی ہے۔ تو یہ یہاں تک نہ رہے۔ سنگت جو ہے' سہیلیاں جو ہیں وہ پانی بھر کے لائیں اور اگر پانی بھر کے نہ لائیں تو سہیلیاں بنانا بے کار وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ تو سنگت جو ہے' ساتھی جو ہے وہ برائے رضائے الٰہی ہو۔ تو اپنے محبوبوں کو' اپنی بیویوں کو ساتھ ملاتے ہوئے رضا کے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ پھر محبت کی اجازت ہے۔ آپ صرف مجاز کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ چراغ اتنا قیمتی نہیں ہوتا جتنی روشنی قیمتی ہوتی ہے۔ بس روشنی لو اور آگے چلتے جاؤ اور رضائے الٰہی کے لیے چلتے جاؤ_____

اور کوئی سوال_____ بولیں_____

سوال:

حضور! لگتا ہے کہ یہ تو انسان خود نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی کروانا چاہے تو کروا سکتا ہے۔

جواب:

اگر کوئی انسان کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ جب آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ کام ہم نہیں کر سکتے تو جو دوسرا کام آپ کر رہے ہیں وہ بھی نہ کرو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم چائے نہیں پی سکتے تو پھر لسی پینا بھی چھوڑ دو۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم نیکی نہیں کر سکتے تو پھر گناہ چھوڑ دو۔ یہ تو آپ کر سکتے

ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو کم از کم گناہ چھوڑنے کی تمنا ہی کر لو۔ اور اگر یہ تمنا نہیں کر سکتے تو پھر! Get out _____ اگر آپ Negativity کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ چھوڑنے کی تمنا کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے۔ یہ تو خواہش کا نام ہے۔ اس کا تعلق تو دنیا سے ہے اور آپ کی دنیا ہے کیا۔ آپ نے تو چند ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اکٹھے کیے ہوئے ہیں' آپ کے پاس ہے کیا _____ بین الاقوامی طور پر آپ جا کے دیکھیں تو آپ کو اپنی غریبی پر شرم آئے گی۔ آپ کا جو حاصل ہے وہ باقی دنیا کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ آپ تو پس ماندگانِ جہان ہیں۔ کھانے کے لحاظ سے' پیسے کے لحاظ سے اور دولت کے لحاظ سے آپ کے پاس کچھ بھی نہیں۔ پھر غرور کس بات کا؟ آپ کے پاس ہے کیا جو چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے۔ بس ایک غریبی ہے اور آپ اسے نہیں چھوڑنا چاہتے۔ آپ دیکھیں کہ دولت والوں نے کس طرح دولت چھوڑی' دولت مندوں نے کیا کیا چھوڑا' صحت مندوں نے اللہ کے نام جنگیں کیسے لڑیں _____ آپ کے پاس تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اگر آپ کا اکاؤنٹ دیکھا جائے تو وہ Negative نکلے گا' اس میں اُدھار نکلے گا' کچھ ایڈوانس لیا ہو گا اور کچھ اوور ڈرافٹ لیا ہو گا' کچھ لیا ہوا ہے اور کچھ لینے والے ہوں گے۔ آپ تو غریب لوگ ہیں' ساری قوم ہی غریب ہے۔ ان سے پوچھو جن کے پاس دولتیں ہیں' وہ پریشان ہیں۔ مغرور وہ ہوتا ہے جو لاعلم ہوتا ہے۔ تو آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ چھوڑ کے دیکھیں' پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ صرف چھوڑنا چاہتے ہیں تو بھی یہ عبادت ہے۔ آپ کہیں کہ یا اللہ یہ بدی ہے اس کو ہم چھوڑنا

چاہتے ہیں۔ اگر آپ سچے دل سے چھوڑنا چاہیں گے تو یہ چھٹ جائے گی۔ جو اللہ کے راستے پر صدقِ دل سے چلنا چاہے تو اللہ اُسے راستہ دیتا ہے۔ یہ تو نہیں ہے کہ وہ راستہ بند کر دے۔ اُس نے آپ کو بھیجا ہی اس لیے ہے اگر خواہش کریں تو راستہ آشکار کرے گا۔ آپ خواہش تو کریں_____

اور کوئی سوال_____ آپ بولیں_____

سوال:

آپ نے آج فرمایا ہے کہ جب راستہ نہ مل رہا ہو تو بہتر ہے کہ رُک جاؤ اور چپ کر جاؤ۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو فرمایا کہ تین دن چُپ کا روزہ رکھو اور حضرت مریمؑ کو حکم دیا کہ تین دن تک کسی سے بات نہ کرو۔ ان دونوں واقعات کا تعلق اولاد سے ہے اور معجزے سے ہے۔ یہ جو چپ کا روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟

جواب:

اس کی معنویت میں نے اس طرح پیش نہیں کی تھی۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اپنی صفات کو تھوڑا سا Stay order کر دو تو صفات میں نکھار آجاتا ہے۔ اگر Process of thinking کو تھوڑا سا شاپ کرو تو Thinking جو ہے وہ Bright ہو جائے گی گویائی کو شاپ کرو گے تو گویائی مل جائے گی سماعت ختم کرو گے تو اصلی آواز آجائے گی کیونکہ اب تو آوازوں کے شور میں وہ آواز گم ہو گئی ہے۔ تو آوازیں اتنی زیادہ آگئی ہیں کہ وہ آواز گم ہو گئی ہے پتہ نہیں چلتا کہ اتنی آوازوں میں اُس کی آواز کون سی ہے۔ گرد و غبار کے اندر

Sight گم ہوگئی ہے۔اگر آپ نے اس بات کو صرف اپنی ذات تک ہی لیا ہے تو پھر Ambition' Calculation اور عزم' Cause اور Effect کے رشتے سوچتے ہوئے' آپ اپنا عمل کرتے جائیں۔ Till you arrive at a final destination اور پھر اس پر راضی رہیں۔تو یہ تو ایک طریقہ ہے۔اگر آپ کہتے ہیں کہ ایسا واقعہ نہیں ہو رہا تو پھر اپنی Diversion سے پہلے یہ محسوس کر لیا جائے کہ عزائم آپ کی صلاحیت سے زیادہ ہیں۔اگر عزائم صلاحیت سے زیادہ ہوں تو یہ ہمارے نزدیک جرم نہیں ہے۔ہمارے نزدیک یہ جرأت ہے اور جرأت رندانہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس صلاحیت نہیں ہے لیکن خواہش ہے۔تو اس کا کیا کیا جائے؟ اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی صلاحیتیں جو ہیں ان کو Upgrade کرو اور Upgrade کرنے سے پہلے انہیں Denounce کرو۔اگر آپ کی Speach میں گویائی کی صلاحیت ہو جائے' آپ کو Power of speech عطا ہو جائے' آپ کو Eloquence عطا ہو جائے اور Speech کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں عطا ہو جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو یہ ذکر کی شدت سے عطا ہوتی ہیں یا کسی کی توجہ سے عطا ہوتی ہیں یا Speechlessness پیدا کرنے سے عطا ہوتی ہے۔میں یہ نہیں بتا رہا کہ دو تین دن کا روزہ رکھ لو۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو بڑی جگہوں پر یہ کرایا ہے' مشائخ کرام میں سے ہر آدمی کو اس میں سے گزارا جاتا ہے۔وہ جو مقام ہوتا ہے جب درخت ان کے ساتھ بولتے ہیں' جانور باتیں کرتے ہیں' شیر بات کرتے ہیں' تو وہ ان کے خاموشی کے زمانے ہوتے ہیں۔اگر خاموش ہوں گے تو اس طرح بولیں گے ورنہ شیر ان کے ساتھ

اس طرح تو نہیں بولے گا۔ تو ان کو اور زبانوں سے آشنائی ہوتی ہے۔ تو Speechlessness جو ہے یہ Power of speech ہے۔ Power of speech کہاں پنہاں ہے؟ آپ کی Speechlessness میں۔ یہ نہ ہو کہ جو منہ میں آیا وہ بول دیا۔ پھر تو کام خراب ہو جائے گا۔ اس سے پوچھیں کہ یہ تم نے کیا کہہ دیا تو وہ کہے گا کہ منہ سے بات نکل گئی تھی۔ اگر وہ Speechlessness سے آشنا ہوتا تو یہ بات نہ کرتا۔ کسی کی بات آپ کی زبان میں آسکتی ہے' ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ کوئی اور آپ کی زبان سے بول سکتا ہے' کوئی اور پاور یہ بات کر سکتی ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ پاور جو ہے وہ عمل کرتی رہتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ صرف گزر گیا اور دوسرے بندے پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دوسرا بندہ کہتا ہے کہ یہ جو میرے پاس سے گزرا ہے اس سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا کیونکہ یہ عزرائیل تھا' مجھے موت کا خوف آ گیا۔ حالانکہ وہ لاعلم آدمی تھا' ناواقف آدمی تھا مگر اُسے فوراً پتہ چل گیا کہ یہ عزرائیل ہے۔ کہتا ہے کہ عزرائیل مجھے ''وِکھالی'' دے گیا۔ یعنی وہ اپنا چہرہ دکھا گیا' روپ نمائی کر گیا۔ تو اس طرح لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے۔ اس لیے اپنی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی رفتار کو روکو' ان کو مدھم کرو اور انہیں اپنے آپ سے Detach کرو۔ اس طرح وہ درست ہو سکتی ہیں۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرو' مطلب یہ کہ تھوڑا سا رُک جاؤ۔

مدد جو ہے یہ مانگنے کا نام ہے۔ مدد کب مانگتے ہیں؟ جب یہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے کیونکہ میرا وہ رزلٹ آ نہیں رہا۔ فارمولا چاہے صحیح ہو

رزلٹ صحیح نہیں آ رہا ہوتا۔ تب کہتے ہیں Dear Lord Almighty! I seek your help اے ہمارے محبوب اللہ! ہمیں آپ کی مدد چاہیے۔ پھر وہ آپ کی Speech کو Twist کر دے گا اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مضمون زیادہ بیان نہ کریں لیکن تاثیر زیادہ ہو جائے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ بیمار ہو گئے اور جمعہ کا خطبہ نہ پڑھ سکے۔ ان کا بیٹا بڑا علم والا اور فصیح و بلیغ' دانائی والا تھا۔ انہوں نے جمعے کا خطبہ دیا مگر تاثیر نہ ہوئی۔ انہوں نے علم کے دریا بہا دیے مگر لوگ بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے کہا کہ آپ ضرور کچھ عطا فرمائیں۔ آپ اُٹھے اور فرمایا کہ دیکھو ہماری طبیعت ناساز ہے' پھر بھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے ــــــ آپ نے دو چار ایسے فقرے بولے کہ لوگوں پر یہ تاثیر ہو گئی کہ وہ رونا دھونا شروع ہو گئے۔ تاثیر جو ہے یہ صاحب تاثیر کا نام ہوتا ہے۔ آپ لوگ ابھی صاحب تاثیر نہیں بنے۔ صاحب تاثیر بننے کے لیے تھوڑا سا مؤثر طریقہ اختیار کرو۔ You are not being felt by the people لوگ آپ کو اس لیے شامل نہیں کرتے کہ انہیں آپ کے گریٹ ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ He will become greater اور He will become stronger لیکن مستقبل کے لوگوں کے لیے آپ یہ سمجھیں کہ To be felt جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شعبہ ہوتا ہے۔ آپ To be heard تو کر سکتے ہیں کہ You can deliver speech for 24 hours long آپ بولتے جائیں گے اور لوگ سنتے جائیں گے' اخبار بھی چھپ جائے گا' لیکن To be felt جو ہے وہ اور شعبہ ہے۔ He came and conquered وہ

آیا اور فتح کر گیا۔ تو بات ختم ہو گئی۔ لوگ بڑے بڑے واقعات کر دیتے ہیں مثلاً وہ آیا اور مسکرایا اور پھر بات ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اس کے آنے سے' ایک لفظ سے قفل ٹوٹ گیا۔ یہ ایک خاص وقت ہوتا ہے' خاص ٹائم ہوتا ہے۔ ایک بڑا مشہور قوال تھا' اس کی کسی راجہ کے ہاں محفل تھی۔ رات کے کئی حصے گزر گئے' بڑا وقت گزر گیا مگر کیفیت نہ بنی۔ اس نے کہا کہ راجہ بھی ہے' لوگ بھی ہیں' بڑی پریشانی ہے' پتہ نہیں بات کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے استاد کا بتایا ہوا ایک نسخہ آزمایا' کہتا ہے کہ میں نے ایک بے ترتیب مصرعہ چھیڑا کیونکہ میں تنگ آ گیا تھا' خسروؒ پڑھا' نظامیؒ پڑھا' جامیؒ پڑھا مگر محفل پر اثر ہی نہیں ہوا۔ وہاں پہ یہ مصرعہ شروع کیا۔

سیاں سے سیاں ملا جا رے بالم
بالم سے بالم ملا جا رے سیاں

گرچہ بے معنی فقرہ تھا مگر محفل آدھی اِدھر اور آدھی اُدھر' نعرے لگ گئے اور محفل جوان ہو گئی۔ تو جب ہم نے ''مِلا جا'' کہا تو محفل بن گئی۔ حالانکہ فقرہ بے معنی تھا مگر یہ ایک وقت ہوتا ہے' اُس نے دعا مانگی کہ یا اللہ! وقت نہیں بن رہا۔ جب وقت بن جائے تو بے ترتیب فقرے بھی چل جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کا وقت ابھی نہیں بن رہا۔ یہ دعا کیا کرو کہ وقت بن جائے۔ یہ بات پہچانی کرو کہ وقت نہ بننا کیا ہوتا ہے۔ ورنہ آپ بہت زور لگاتے جائیں گے مگر کچھ نہیں بنے گا کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا۔ آپ نے زندگی میں بھی تجربے کیے ہوں گے۔ کئی لمبے لمبے خط بے کار ہو کے واپس آ گئے اور بعض اوقات تھوڑی سی بات سے بڑا اثر ہو گیا۔ بعض اوقات چھوٹی سی بات کا اثر ہو جاتا ہے اور بعض اوقات پوری Speech

کا اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وقت ہی ایسا ہوتا ہے۔ تو تھوڑی سی بات کی تاثیر ہو جاتی ہے۔ اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ بے اثر زمانوں میں مجھے تقریر نہ دے اور بااثر زمانوں میں مجھے خموش نہ رہنے دے۔ آپ کہیں نہ کہیں Old man ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن آپ کے لیے اچھا ہے کیونکہ ہم آپ کے لیے دعا کرنے والے ہیں' آپ اپنے آپ کو جتنا کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں ہم اُس سے زیادہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم کیا چاہتے ہیں؟ کہ آپ جو کامیابی دیکھنا چاہتے ہیں ہم اس سے بہتر چاہتے ہیں۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ لوگ کامیاب ہوں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو پیر ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ سب کے لیے اچھا ہو کیونکہ اس طرح اس کی مشہوری ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کامیابی کی اتنی سیٹیں ہیں کہ دس ہزار سے زیادہ بندے ہوں تب بھی وہ ختم نہیں ہوں گی۔ فرض کرو اگر ہم ہی کنٹری کے پریذیڈنٹ بن جائیں تو ہمیں رائٹر بھی چاہییں یعنی نثر نگار نظم نگار بھی چاہییں اور دوسرے شعبوں والے بھی چاہییں۔ آنے والے زمانوں میں کامیابی کے شعبے جو Internationally important ہیں وہ کئی ہزار ہیں۔ اس لیے کامیابی صرف اس تختی کا نام نہیں ہے جو آپ کے سر پر لگے گی بلکہ کامیابی اِس آدمی کا نام بھی ہے' اُس آدمی کا نام بھی ہے' جو چھوڑ گیا ہے وہ بھی کامیاب ہے اور جو لے کے آیا ہے وہ بھی کامیاب ہے' جو ہار گیا وہ بھی کامیاب ہے اور جو جیت گیا وہ بھی کامیاب ہے۔ روحانیت جو ہے وہ تو اسلام کا ایک عجب شعبہ ہے۔ اس میں جس نے کمائی لٹا دی وہ بڑا

کامیاب ہے اور جس نے حاصل کی وہ بھی بڑا کامیاب ہے۔ اگر تو ایک سیٹ ہو تو پھر آپ کوشش کر سکتے ہیں کہ آپ ہی کامیاب ہوں مگر سیٹ ایک نہیں ہے بلکہ کامیابی کی بے شمار سیٹیں ہیں' یہ بے شمار خوبیوں کی دنیا ہے' بے شمار کامیابیوں کی دنیا ہے' بے شمار عنائتوں کی دنیا ہے' بے شمار اسمائے الٰہی کی دنیا ہے' اس میں عجیب وغریب واقعات ہیں' عجیب وغریب تاثیریں ہیں۔ کبھی آپ باطنی اور ظاہری دنیا کو غور سے دیکھیں تو بڑے بڑے واقعات ہیں۔ کہتا ہے کہ شیشم کا درخت اچھا ہے کہ بلبل اچھا ہے۔ دونوں کا کیا مقابلہ ہے کیونکہ درخت کا شعبہ اور ہے' بلبل کا شعبہ اور ہے۔ اس طرح کروڑوں شعبے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کسی بھی شعبے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اچھا دور ملے اور آپ اس میں کامیاب ہوں_____

کیوں بھئی پرویز الٰہی ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں ناں؟

سوال:

جی سر!

جواب:

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے شعبے کی کامیابی ملے' ہمیں اپنے شعبے کی کامیابی ملے اور دوسرے کو دوسرے کی کامیابی ملے' کامیابی کے شعبے کتنے ہیں؟ بے شمار! ختم نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسی صفات بنائی ہیں' ایسے ایسے واقعات بنائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے_____ اللہ کا نام لو_____

سوال:

انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماضی کی یاد کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں' اب ان کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب:

سوال اصل میں یہ ہے کہ کیا حال کا ایمان ماضی کے کفر کو مومن کر سکتا ہے۔ ضرور کر سکتا ہے! آپ نے جب آج کلمہ پڑھا' توبہ کا کلمہ پڑھا تو مسلم کون ہوا؟ بخشا کون گیا؟ ماضی کے سارے گناہ بخشے گئے۔ حال کا وہ لمحہ جس نے Relive کیے بغیر' ماضی کی اصلاح کرنی ہے وہ حال ہی ہے۔ ماضی کی جو گونج آتی ہے وہ کون دور کرے گا؟ حال ____ یادِ گناہ کون ترک کرے گا؟ حال ____ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ حال کی نیت جو ہے وہ ترک نہیں ہوتی' تو پھر اسے پختہ کرو۔ یعنی کہ آپ کے اندر یہ احساس ہونا چاہیے' یہ Determination ہونی چاہیے کہ میں نے بخشش میں داخل ہونا ہے۔ یادِ ماضی سے نجات ماضی کی خامی کو Repeat نہ کرنے کا فائنل فیصلہ ہے۔ تو یہ نجات ہے۔ آپ کہو کہ If it comes again I will not do it so۔ اس طرح نجات ہو جائے گی۔ تو ماضی کی غلطی سے کیسے نجات ہو جاتی ہے؟ اگر آپ کو دوبارہ وہ چانس ملے تو ویسا نہیں کریں گے۔ ایک جگہ پر دس مجرم' دس قیدی تھے ایک آدمی ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو کیا کرو گے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا' وہ چارہ تھا جو میں نے کیا ہے There was no wat out' اس میں میری کوئی غلطی نہیں

ہے۔دوسرے قیدی نے کہا کہ میری تو غلطی ہی نہیں تھی، غلطی تو کسی اور کی تھی، میں تو ایسے ہی بے گناہ پھنس گیا۔ تیسرے پہ قتل کا مقدمہ تھا' اس سے کہا گیا کہ اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں اُسے دوبارہ قتل کروں گا_____ تو اس میں ابھی تک نفرت جاری تھی۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو Repentance کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ماضی کی غلطیوں کو Justify کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ کس Stage والے ہیں؟

سوال:

ہم Justify تو نہیں کرتے۔

جواب:

تو آپ Repent کرنے والے ہیں۔ یہ جو Repentance ہے یہ نجات کا طریقہ ہے یعنی کہ If you are given a chance again, You will not do it یا یہ کہ You will do it differently۔ اگر یہ بات پیدا ہو گئی' احساس پیدا ہو گیا کہ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کروں گا تو یہی تو نجات ہے۔ یہ توبہ ہے۔ تو ماضی کی غلطیوں میں سب سے خطرناک گناہ وہ ہے جس گناہ کا اس گنہگار کو زندگی بھر احساس نہ ہو۔ وہ گناہ نا قابلِ معافی ہوتا ہے۔ جس گناہ کا وقت پر احساس ہو گیا کہ وہ گناہ ہے تو وہ تو ختم ہو گیا' بخشا گیا۔ تو موت سے پہلے یہ احساس ہونا کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے یا یہ اقرار کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے یا یہ اعتراف کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے' یہ نجات کا ذریعہ

ہے۔تو سوال کا جواب کیا ہوا؟ ہر انسان ماضی کی غلطیوں اور غلطیوں کی یادوں اور یادوں کی گونجوں سے بچ سکتا ہے۔ خطا اور نسیان انسان کی سرشت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تجھے میں نے ضعیف پیدا کیا' خطا کرنے والا پیدا کیا' تم ظلوماً جھولا ہوثم رددنه اسفل السافلین 'اور تمہیں ہی احسن تقویم پیدا کیا' پھر اسفل السافلین بھی کر دیا۔تو یہ Swing of pendulum درمیان میں oscillate کر رہا ہے۔اب یہ Oscillation آپ کو نیچر نے دی ہے کہ آپ Going to one extreme اور پھر آپ Going to another extreme _____ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس میں Involve ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرتے ہیں۔ نیک آدمی بھی بدی کا علم رکھتا ہے لیکن وہ بدی میں Involve نہیں ہوتا۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ بازار بنایا ہے اور ہر آدمی اس میں سے گزرتا ہے۔تو یہ دنیا ہے اور ہر آدمی اس بازار سے گزرے گا۔ دنیا میں نیکی' دنیا میں بدی اور دنیا میں خامی جو ہے یہ سب کو معلوم ہو گی۔ جو اس میں Involve ہو گیا وہ گنہگار ہو گیا اور جو Involve نہ ہوا وہ بچ بچا گیا۔ پھر زندگی میں ایک سٹیج آتی ہے جب وہ کہتا ہے کہ کاش ایسا نہ ہوتا _____ پہلی سٹیج یہ ہوتی ہے کہ کاش ہم نے وہ کیا ہوتا جو ہم نے نہیں کیا اور کاش ہم نے وہ نہ کیا ہوتا جو ہم کر بیٹھے ہیں' کاش It should have been different _____ انسان سوچتا رہتا ہے کہ اگر یوں ہو جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر تو وہ تقدیر کا سفر تھا تو خموش ہو جاؤ اور جس جگہ سے آپ کو تکلیف ہوئی تھی اُس جگہ سے آئندہ لوگوں کو بچاؤ۔ یہ توبہ کا ایک طریقہ

ہے۔آپ کہو کہ یہ دریا یہاں گہرا ہے' یہاں میں ڈوبنے لگا تھا مگر پھر اُس کے فضل نے سفینہ کنارے لگا دیا' اب میں اس جگہ پر کھڑا ہو گیا ہوں تا کہ یہاں سے کوئی نہ گزرے I am the lighthouse' یہاں سے نہ گزرنا ورنہ ڈوب جاؤ گے' یہاں پر سب مرد چٹانیں ہیں' ٹکرا جاؤ گے' پاش پاش ہو جاؤ گے' ڈوب جاؤ گے' اس کے Underneath کچھ اور ہی Currents چل رہی ہیں۔تو اس طرح لوگوں کو بچاؤ۔ بات سمجھ آئی؟ دانا آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنے ماضی کے تجربوں سے دوسروں کو بچائے یا پھر اپنی اصلاح کر لے۔تو جو کم دانا ہے وہ اپنی اصلاح کر لے اور اگر زیادہ دانا ہے تو لوگوں کو بچائے اور بتائے کہ Gentlemen ! Here is the place جہاں ہم ٹکرائے تھے۔

یہی انداز تھے جس محفل میں لُٹ گئی تھی زندگی

تو لوگ یہ لکھتے آ رہے ہیں۔اس طرح وہ بچ گئے۔تو توبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ماضی کو نجات میں ڈالنا۔ ماضی نے ہی تو نجات پانی ہے' اگر ماضی گرفتار ہو گیا تو حال بھی گرفتار ہو گیا۔اس لیے ماضی سے نجات کے لیے توبہ بہت ضروری چیز ہے۔جس کو غلطی کا احساس ہو گیا' سمجھو کہ وہ نیکی کے قابل ہے۔سب سے بڑا اور خطرناک مجرم وہ ہے جس کو اپنے ظلم کا احساس نہ ہو۔اپنے جرم پر فخر کرنے والا تو ویسے ہی برباد ہو گیا۔جس کو جرم کا احساس نہیں ہوا وہ خطرے میں ہے اور جس کو جرم کا احساس ہو گیا وہ بچ سکتا ہے۔جس نے توبہ کر کے جرم سے نجات پالی وہ بچ گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فلاح پا گیا' سعادت دارین حاصل کر گیا۔تو یہ شعبے ہیں یعنی جرم پر غرور کرنے والا' جرم کو اپنی صفت کے طور پر بیان کرنے والا' جرم

سے لاعلم اور غافل ہونے والا اور جرم پر افسوس کرنے والا' پھر یہ توبہ کرنے والا کہ آئندہ جرم نہ ہوگا اور اس جرم سے لوگوں کو بچانے والا۔ تو یہ سارے درجے ہیں۔ تم کسی ایک جگہ ڈھل جاؤ تو بچ گئے۔ تو جرم بھی ایک استاد کے طور پر آتا ہے' Nation کو اس جرم سے بچاتا ہے کیونکہ وہاں تمہیں مبلغ بن جانا ہوتا ہے۔ لوگوں کو بچاؤ۔ بات سمجھ گئے آپ؟ اس لیے اپنے آپ کا ذکر اتنا Carelessly نہ کیا کرو۔ اپنے آپ کی کچھ تو عزت کرو۔ جرم سرزد ہو جائے تو توبہ ہو جائے۔ توبہ کرنے کے بعد اب جرم کا تذکرہ نہ کرو۔ جس طرح جرم کو توبہ ختم کر دیتی ہے اسی طرح توبہ کے بعد جرم کا ذکر اس توبہ کو ختم کر دیتا ہے۔ آپ میری بات سمجھے؟ توبہ نے کیا کیا؟ آپ کا جرم ختم کر دیا اور اگر توبہ کے بعد آپ پھر جرم کا ذکر کر رہے ہو تو اب توبہ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے توبہ کے بعد جرم کا تذکرہ نہ کرو۔ عطا کے سامنے تیری خطا کا ذکر ہی کیا۔ جب آپ عطاؤں میں داخل ہو گئے تو اب خطاؤں کا ذکر کیا کرتے ہو۔ اب ان باتوں کو چھوڑو۔

سوال:

خطا تو معاف ہو جاتی ہے لیکن انسان کے اندر یہ خیال آ سکتا ہے کہ اگر خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر رہ ہی نہیں گئی تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا تو نصیب نہیں ہوا۔

جواب:

انسان کہتا ہے کہ اگر مجھ سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی تو میں کتنی اچھی زندگی

بسر کرتا' کاش میں اس وقت تو یہ کر لیتا۔ تو Achievement یہ نہیں ہے کہ That you may live longer life of happiness or achievement بلکہ Achievement یہ ہے کہ اس Maturity کے ساتھ جواب تمہیں آئی ہے' تم سے ایک ایسا کام سرزد ہو جائے جو تمہیں عطا کر دے گا وہ ساری سرخوشی جو پہلے لمحات میں تمہارے زندہ رہنے سے ہو سکتی تھی۔ سبزیاں' گاجر' مولی روز اگتی ہیں' چھوٹی موٹی چیزیں ہر روز بنتی رہتی ہیں' کہتے ہیں کہ ؎

مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

تو انسان تو خاک کے پردے سے بنتا ہی بڑی دیر کے بعد ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

سوال:

ہم ساری عمر ساگ کی جگہ گھاس کھاتے رہے اور اب آخری عمر میں پتہ چلا کہ ہم تو گھاس کھاتے رہے ہیں اور ساگ کھانا نصیب ہی نہیں ہوا۔

جواب:

شکر کرو کہ اب آپ اس سٹیج سے نکل گئے کہ جہاں ساگ کھانے کی اہمیت ہے۔ آپ ساٹھ سال کی عمر تک انتظار کرتے رہے کہ کہیں کعبے سے آواز آئے مگر وہ وقت گمراہی میں کٹ گیا۔ سچ پوچھو تو اگر آج آپ کو آواز آئی ہے تو ساٹھ سال سے کعبہ بھی تمہارے انتظار میں ہے۔ اب تم اس قابل ہوئے ہو کہ وہاں پہنچو۔ یہاں پر کوئی Wasted Genius نہیں ہوتا' مالک کے سامنے کیا

Wasted Genius ہو گئے' وہ تو آپ کی تمام باتوں کا ازالہ کر دیتا ہے' زندگی میں ایک ایسا لمحہ ساز گار آ جاتا ہے کہ آپ کو تمام Compensations حاصل ہو جاتی ہیں۔ کتنے سال کے بعد نبی اپنا اعلان فرماتے ہیں' کتنے مخفی سالوں کے بعد ولی اپنا اعلان فرماتے ہیں' کتنی مدت بیت جانے کے بعد قائد اعظمؒ کی وکالت کے بعد آخری وقت میں ان سے پاکستان بن گیا اور یہ Achievement ہو گئی۔ انہوں نے پاکستان سے پہلے کوئی چھوٹا پاکستان نہیں بنایا تھا۔ تو جو گریٹ لوگ ہوتے ہیں ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ

Success comes to all but to great persons it comes after very late time

تو کامیابی بڑے لوگوں کے پاس بڑی دیر کے بعد آتی ہے۔ چھوٹی کامیابی تو ایسے ہے جیسے بچے کی ٹافی تک ہو کہ وہ حاصل ہو جائے۔ شکر کرو کہ آپ کو جلدی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اب تک تو آپ اس کامیابی کو ختم کر چکے ہوتے' اس کامیابی کو کھا چکے ہوتے بلکہ اس کامیابی کو بیچ چکے ہوتے۔ اچھا ہوا کہ آپ اس جنس میں نہیں گئے جہاں لوگ بکتے تھے' اللہ نے آپ کے لیے اور وقت بنایا ہے۔ اس کے پاس تو کیا کیا Compensations ہیں' کیا کیا واقعات ہیں۔ آپ صرف اپنے لیے زندہ نہیں بلکہ اُس کو بھی پتہ ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے' کچھ کام اُس نے وہ بھی کرانے ہیں۔ اس لیے گھبرانے والی بات نہیں ہے کہ وہ کام تب ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر میں پچھلے دَور میں میں وزیر اعظم ہوتا _____ تو تُو بھی پھانسی لگ جاتا۔ وہ پھانسی کا زمانہ تھا' تم بھی لگ جاتے۔ اگر یہ کہتے ہو کہ مجھے ضیاء صاحب کے دور میں صدر بننا تھا تو تیرا

بھی Explosion ہو جاتا۔ قائداعظمؒ کے بعد تو سب کے ساتھ ایسا ہوا۔ سکندر مرزا کو اللہ معافی دے' اللہ ایوب خان کو بھی معافی دے' اُس کے بعد ڈیڈی کا بیٹا آیا' اس کو بھی اللہ معافی دے۔ ضیاء صاحب کو بھی اللہ معاف کرے۔ اللہ سب کو معاف کرے۔ جانے والوں کا جو حال ہے وہ تو آپ نے دیکھا اور جو آنے والوں کا حال ہے یہ بھی آپ دیکھیں گے کہ کیا حالات بنتے ہیں۔ ابھی یہ کرسی عافیت والی نہیں بن رہی' اس لیے دُعا کرو کہ آپ وہاں ابھی نہ جاؤ۔ تو کوئی جانے والا خیریت کے ساتھ رخصت نہیں ہوا۔ قائداعظمؒ کی بیماری کا چلو ذکر نہ کرو لیکن لیاقت علی خان کو گولی ماردی تھی کسی نے۔ استغفراللہ۔ وہ وزیراعظم تھا' اتنی بڑی انگریزی بولتا تھا' اس نے مہاجروں کے اتنے بڑے مسائل کو حل کیا۔ تو اس کو گولی لگ گئی تھی۔ یہاں پر جو آیا' اس ماحول سے جو نکلا وہ روتا ہوا نکلا۔ آپ کو Greatness کی تمنا ہے اور ''گریٹ'' آدمیوں کا حشر بھی آپ دیکھتے آرہے ہو' پھر بھی کہتے ہو کہ میں کیوں گریٹ نہیں ہوا۔ کیا کوئی عافیت والا بندہ آیا جو Tenure پورا کر گیا ہو۔ قائداعظمؒ کے بعد کوئی سا بتا دو۔ تو یہ حالات ہیں آپ کے۔ زندہ باد کہنے کے بعد تیسرے دن لوگ مردہ باد کہنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا قوم ہے' پہلے زندہ باد والے جلسے میں جاتی ہے پھر مردہ باد والے جلسے میں جاتی ہے۔ عجیب وغریب واقعات ہیں۔ کوئی شے کنارے نہیں لگی۔ نظام مصطفےٰؐ کا دور بھی آیا' بس اللہ تعالیٰ معافی دے۔ ابھی تک وہ لوگ آپ کی اصلاح کر رہے ہیں' آپ کا ''خیال'' کر رہے ہیں۔ جو لیڈر آتا ہے' وہ لوگ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہیں اور غریب آدمی کی حالت نہیں بدلی۔ حالانکہ سب غریب

کے نام سے شروع کرتے ہیں۔اس لیے اگر کامیابی نہیں آئی تو اس میں بُرا بھی نہیں ہوا۔آپ دعا کرو کہ خیریت کا وقت آئے۔اگر آپ نے وہ نہیں حاصل کیا جو آپ چاہتے تھے ۔

ہم نے چاہا تھا مگر یوں تو نہیں چاہا تھا

تو وہ جو کامیاب ہو گئے تھے ان کا حشر بھی دیکھو۔جہاں آپ ناکام ہو کے رو رہے ہیں وہاں جو کامیاب ہوئے تھے پہلے ان کا حشر تو دیکھ لو۔ابھی تو ہم اِس دنیا کی بات کر رہے ہیں' اب اُس دنیا کی بات کرو۔دعا یہ کیا کرو کہ یا اللہ یہاں کی کامیابی' محفوظ کامیابی ہو اور عاقبت بھی' محفوظ عاقبت عطا فرما۔باقی تو سب نمائشی پروگرام ہے' اس کو چھوڑ دو۔

اب سوال کرو_____ بلال صاحب بولیں_____ حنیف صاحب بولیں_____ کوئی اور بولے_____ آپ بولا کریں_____

سوال:

سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا_____

جواب:

سوال کیا ہوتا ہے اور جواب کیا ہوتا ہے؟ یہ صرف کیفیت ہوتی ہے ورنہ نہ سوال' سوال ہوتا ہے اور نہ جواب' جواب ہوتا ہے۔بات صرف یہ ہوتی ہے کہ دینے والے نے بات کیسے عطا فرمانی ہے۔وہ سوالات جو کسی انسان نے کرنے ہوتے ہیں وہ تو ختم ہو جاتے ہیں۔پھر کیفیت کے اندر بھی سوال ہوتا ہے کہ یہ

کیسے حاصل ہو اور وہ کیسے حاصل ہو' پھر نجات کا سوال آجاتا ہے۔ تو سوال انسان کے اندر رہتا ہے۔ جس بات کو سننے کی تمنا ہو اس کو بولنے کی خواہش ہوتی ہے۔ سوال ضرور رہتا ہے_____

اب آپ بولیں_____

سوال:

سوال یہ ہے کہ سب کے لیے اچھا وقت ہو۔

جواب:

یہ تو دُعا ہے' اچھا وقت آنا چاہیے اور سب کے لیے اچھا وقت ہونا چاہیے۔ اب اچھے وقت کی نوید کیا ہے؟ اچھے وقت کی نوید یہ ہے کہ آپ لوگ' کم از کم آپ لوگ' یہ چند آدمی جس چیز کے بارے میں Openly یہ علم رکھتے ہیں کہ وہ بدی ہے' اُس سے آپ الگ ہو جائیں۔ نقصان تو ہوگا لیکن چھوڑ دو۔ نقصان بھی کیا ہوگا' بس چھوڑ دو' تو جس کو آپ بدی سمجھتے ہیں اس کو ترک کر دو۔ جس طرح کا دَور آپ دیکھنا چاہتے ہیں اپنا کیریکٹر ویسا بنا لو۔ آپ اللہ کے فضل کو تلاش کرنے والے ہیں' دعا کرنے والے ہیں اور اچھے دَور کی تمنا رکھنے والے ہیں۔ وہ دَور ضرور آئے گا۔ ہمیشہ ہی دَور آتے رہتے ہیں۔ تو اچھے دور کی آرزو کرو_____

سوال:

سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں' گھر بار ہے' رشتہ داریاں ہیں' دوسرے لوگ ہیں۔ ہم

یہاں سے بے شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔اوران پر حتی الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی میں شامل ہو جائیں۔لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔اس کا سد باب کیسے کریں؟

جواب:

یہ آپ کا ذاتی خیال ہے کہ جس کو آپ سچا سمجھ رہے ہیں اس کو لوگ شاید نہیں سمجھ رہے۔ایک چھوٹی سی بات جاننے والی ہے کہ آپ کو ایک چیز حاصل ہو گئی مثلاً ایک گھوڑا مل گیا۔اس کے بعد آپ اُسے روسٹ گوشت کھلا دو تو وہ نہیں کھائے گا۔تو اس کی صفت جاننی چاہیے' کہ اس کی کیا صفات ہیں۔اس کی صفت یہ ہے کہ وہ گھاس کھائے گا' چنے کھائے گا' ایسا رہے گا اور ویسا رہے گا۔تو یہ گنتی کی چیزیں ہیں۔اور اس کے علاوہ وہ دوڑے گا۔انسانی فطرت کی آپ جتنی مرضی ورائٹی دیکھتے جاؤ' انسانی فطرت بڑی محدود سی ہے کہ انسان یہ یہ باتیں چاہے گا۔ تم ابھی راز آشنا نہیں ہو رہے اس لیے اپنے آپ کو سماج سے تھوڑا سا Detach کر لو۔ جب تم راز آشنا ہو گئے تو سب کے لیے وہی راز ہے۔کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اس سے گریز کرے جیسا کہ ابلاغ ہے۔کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کو تم ادب سے ملو اور وہ تم سے نفرت کرے۔ایسا کوئی انسان آج تک پیدا نہیں ہوا۔اُسے ادب سے ملو اور کہو کہ تشریف رکھو' چائے بھی پیش کرو۔اگر وہ ادب سے پیش کرتے ہو تو یہ بات ناممکن سی ہے کہ وہ تمہیں بددعا دے۔تو تم اس کی خدمت کرو۔یہ بات سمجھنے والی ہے کہ دوسرے انسان سے آپ نے بات

کیسے کرنی ہے۔ نہ آپ Command کرواور نہ آپ اُسے Curse کرو نہ مجبور کرو۔ آپ صرف یہ دیکھو کہ اس آدمی کی ضرورت کیا ہے۔ اگر خاموشی سے کسی آدمی کی ضرورت پوری کردو تو وہ خاموشی سے دُعا کرتا ہوا چلا جائے گا۔ اس کو بظاہر کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر اللہ کے حوالے سے دیکھو کہ اللہ کے ہاں اس آدمی کا کیا مقام ہوسکتا ہے' کیا مرتبہ ہوسکتا ہے تو پھر تمہیں اصلیت سمجھ آجائے گی۔ پھر اس آدمی کو اس کی نگاہ سے دیکھو کہ How does he feel about himself' پھر تمہیں بات سمجھ آجائے گی۔ اگر اس کی ضرورت پوری کر کے دیکھو تو سارا واقعہ سمجھ آجائے گا۔ اس کو اس انداز سے Address کر کے دیکھو۔ کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جنھیں آپ ''تُو'' کہہ کے بلاتے ہیں تو وہ مائنڈ کر جاتے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں ''آپ'' سننا چاہتے ہیں۔ یعنی کہ یہ دیکھو کہ وہ انسان اپنے آپ کو اپنی نگاہ میں کیسے محسوس کرتا ہے۔ پھر یہ زمانہ آپ کے ساتھ چلے گا۔ زمانہ آپ کے ساتھ چل سکتا ہے۔ زمانے کا ایک ہی مزاج ہے اور سالہا سال سے ایک مزاج ہے۔ انسان کو دس گھنٹے کام کرنے کے بعد ریسٹ چاہیے' رات آگئی ہے تو اس کو سونا چاہیے' اس کو شہرت چاہیے' اس کو آج کی ضرورت کے بعد بھی پیسہ چاہیے' یہ سلام بھی کرے گا اور اس کو سلام بھی چاہییں' اطاعت کرنے کے لیے اسے ایک اچھا لیڈر چاہیے' کمانڈ کرنے کے لیے اسے اچھے ماتحت چاہییں' پیسہ حاصل کرے گا اور خرچ کرنے کا خواہش مند رہے گا۔ تو آدمی تو بہت Simple ہے' اس میں کسی پیچیدگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تو آپ جب بھی لوگوں سے بات کرنا چاہیں تو پھر

ان کے مزاج اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بات کریں۔ پھر ان کو بات سمجھ آجائے گی بشرطیکہ آپ اپنے خول سے باہر نکلیں۔ آپ کے لیے خول سے نکلنا مشکل ہے۔ یہاں پر آپ سب لوگ تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں اور اس کے بعد پھر اپنی مصروفیت اور اپنے Crowd میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود واقعہ چلتا جارہا ہے اور چلے گا۔ آپ یہاں سے جاکے بات بھول تو نہیں جاتے؟ اس کو لکھا کرو، نوٹ کیا کرو_____

ناظم صاحب آپ بولیں_____

سوال:

ابھی آپ Thoughtlessness اور Sightlessness کے متعلق کچھ بتارہے تھے تو Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمایئے۔

جواب:

میں اس کے بارے میں کیوں بات کروں۔ یہ تو میرا شعبہ ہی نہیں ہے۔

سوال:

دل تو جسم کا قائداعظم ہے، اس کے بارے میں ضرور کچھ فرمائیں۔

جواب:

اسی کی خاطر تو سارے واقعے ہورہے ہیں اور آپ اس کو بھی قانون میں لے آئیں تو پھر کیا بات رہ گئی۔ آپ اپنی جتنی اصلاح کررہے ہیں سب اسی کے لیے ہے، اسی کی رضا کے لیے ہے، یہ آپ کی Achievement ہے۔ جتنی

بھی Development ہے اسی کی خاطر ہے' جتنی تگ ودو ہے اسی کی خاطر ہے' عبادت بھی اسی کی رضا کے لیے ہے۔ ایک مقام پر اسی کا نام ہی اللہ بن جاتا ہے۔ یہ بڑا خاص واقعہ ہے۔ رضا اس کی ہے ؎

بٹھا کے دل میں اُسے اس کی ہی نماز پڑھی
اُسی کے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا

اب یہ عجب بات ہے کہ کیا ہوا' کس نے کس کی نماز پڑھی' یہ بتاؤ۔ تو اسی کے گھر کو کعبہ بناؤ' اسی کو دل میں بٹھاؤ اور اُسی کی نماز پڑھو۔ تو اپنے دل میں مالک کو بٹھا کے اس کی نماز کیسے پڑھو گے؟ تو لوگ یہ کرتے رہتے ہیں اور یہ بڑے غور والی بات ہے _____

دعا مانگنے سے پہلے کوئی اور سوال ہو تو _____

سوال:

سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں' جب گھر جاتے ہیں تو بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں' گھر والوں کے کچھ اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں؟

جواب:

یہ بڑی آسان بات ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ گھر جا کے کچھ اور Diversity ہو جاتی ہے' Diversion ہو جاتی ہے۔ اگر آپ دولت مند ہیں اور بچوں کے پاس پیسے نہیں ہیں تو جان لو کہ آپ کی دولت آخر بچوں کے کام آئے گی اور آپ کی عبادتیں بچوں کی عاقبت کے کام آئیں گی۔ اب ضروری نہیں ہے کہ ان کو بھی

اس سفر پہ روانہ کردو۔ اگر ہیڈ آف دی فیملی حج کر کے آیا ہے' نیکی کر کے آیا ہے تو اس کا ثواب اولاد کو بھی مل جائے گا۔ اس لیے اپنے آپ کو پکا رکھو۔ آپ اپنے آپ کو پکا نہیں رکھتے۔ آپ کا پکا ہونا جو ہے وہ اولاد کے لیے بہتر ہو جائے گا۔ اگر ساری اولاد آپ کے راستے پر نہیں چل رہی ہے تو فکر کی بات نہیں ہے' کوشش کرتے رہو اور اپنے آپ کو قائم رکھو۔ آپ کا ہونا ان کے ہونے کے لیے مفید ہو۔ اگر باپ یا ماں میں سے ایک مفید ہو جائے تو سارے خاندان کے لیے فائدہ ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ سارے آپ کے ساتھ چلیں۔ اگر جاگنے والا ایک ہو تو سونے والا سارا گھر خیریت سے رہے گا۔ اب آپ سارے گھر کو بیدار نہ کر دینا کہ چلو اٹھو جاگو اٹھو بیٹا' سارے لوگ اٹھو_____ اگر تو تہجد گزار ہے تو دعا کر کہ یا اللہ بچے سو رہے ہیں' غافل ہیں لیکن تیرے فضل کے سہارے سو رہے ہیں' تو ان پر فضل فرما۔ تم ان کو بھی جگانا چاہتے ہو لیکن بچے کیسے جاگیں گے۔ یہ ان کی عمر نہیں ہے۔ ان کو سونے دو اور دعا کرو کہ ان کی نیند حرام نہ ہو اور وہ خیر سے سوئیں' عافیت میں سوئیں۔ دعا کرو کہ یا اللہ بچے گاڑی چلاتے ہیں' یہ خیریت سے رہیں۔ تو دعا کرتے جاؤ۔ تم تو کہتے ہو کہ بچے تمہاری طرح اپاہج ہو کے بیٹھ جائیں۔ تمہاری عمر اور ہے' ان کی عمر اور ہے۔ بچوں کو تنگ نہ کرو۔ ان کو چلنے دو_____ بچے اور طرح سے رہیں۔ آپ کے شعبے میں بھی یہ بات نہیں تھی بلکہ یہ تو اتفاق سے آپ کی ہم سے ملاقات ہو گئی' چانس ایسا بن گیا کہ اللہ کا فضل ہو گیا۔ مجھے آپ کی وجہ سے اور آپ کو میری وجہ سے کچھ کچھ باتیں سمجھ آ گئیں۔ اب ہم اس میں سارا شہر نہیں ملاتے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر جسم کا

ایک شعبہ خوش رہے گا تو سارا جسم ہی خوش رہے گا۔ آپ زندہ باد رہیں اور اولاد کے لیے آپ دعا کیا کریں۔ آپ کی اولاد ٹھیک ہے۔ اولاد سے نفرت نہ کرنا۔ یہ اللہ کی نعمتیں ہیں جو آپ کو ملی ہیں۔ ان سے بیزار نہ ہونا اور کبھی غصہ نہ کرنا۔ تو غصہ مت کرو اور آرام سے رہو۔ اولاد کے سامنے لال پیلے مت ہوا کرو۔ تو غصہ نہ کیا کرو۔ اگر اولاد بیمار ہو جائے تو غصہ نہیں آتا' اگر ان سے غلطی ہو جائے تو سمجھو کہ یہ بھی تھوڑی سی بیماری ہے۔ دعا سے ان کی اصلاح کرو۔ اپنا Temper نہ Loose کرنا۔ یہ بڑی امانتیں ہیں' ان کی قدر کرو۔ Temper کو Loose کرنے سے تمہارے دل میں نفرت ہو جاتی ہے اور غصہ آ جاتا ہے۔ ایسا مت کرو۔ بس دعا کیا کرو' دعا کیا کرو! آپ اللہ سے کہیں کہ مجھے توفیق دے کہ میں زمانے کی اصلاح کروں تا کہ اولاد تو محفوظ ہو' تا کہ بعد میں بچے ٹھیک ٹھاک رہیں۔ اب آپ زمانے کی اصلاح کیوں چاہتے ہیں؟ تا کہ آنے والے زمانے میں آپ بچوں کو Secure چھوڑ جائیں۔ اس ماحول میں تو بچے گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ کہنا نہیں چاہیے کہ بچے کس طرح کے ہو جائیں گے۔ دعا کرو کہ یا اللہ تیرا نام چلنا چاہیے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم کچھ کریں' مال غیروں کے پاس ہے' ہمارے یہ حالات ہیں' پھر ہم بات کیسے کریں؟ یا اللہ اچھے آدمیوں کو اچھی طاقت عطا فرما ۔

چھین غاصب کے ہاتھ سے ہمت
اب غریبوں کی بن کے آ قسمت

میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آئے گا' وہ غریبوں کے آستانے پر بھی آئے گا' نیک

لوگوں کے گھروں میں آئے گا' آپ لوگوں کو طاقت عطا فرمائے گا۔آپ بس سچے ہو جاؤ اور میرے ساتھ جھوٹ نہ بولنا۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا_____

اور کوئی سوال_____ بولیں_____

سوال:

سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم آپ کے ساتھ جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی نہیں بولتے۔

جواب:

تو یہ اچھا ہے۔سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چلو پھر دعا کرو۔ دعا کیا کرنی ہے؟ یارب العالمین ہمیں دنیاوی خوشیاں عطا فرما اور دینی فنکشن عطا فرما' ہم اس زندگی میں خوش رہیں اور ہماری عاقبت عافیت سے گزر جائے۔ ہم کوئی کام کر جائیں' تیرے نام کا کوئی کام کر جائیں' ایسا کام کہ آنے والے زمانے بہتر طور پر یاد رکھیں اور یہ محفوظ رہے۔ یارب العالمین ہمیں اندیشوں سے بچا' بہتر زمانے لے آ' اس قوم پر رحم فرما اس اُمت پر رحم فرما' ملت اسلامیہ پر رحم فرما یارب العالمین! ہم جیسے بھی ہیں تیرے نام لیوا ہیں' ہم سب پر اپنا فضل فرما۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین_____ آمین_____ برحمتک یا ارحم الرٰحمین

5

1 داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟

2 داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟

3 وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے؟

4 سر! یہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں اور ان کا کیا مقام ہے؟

5 اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے زیادہ قریب ہونے کے لیے کیا عمل زیادہ کریں؟

6 جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا' جو باتیں آپ سے سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں_____

7 تصورِ شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟

داتا صاحبؒ کی تعلیمات

جمعرات ۲۱ ستمبر ۱۹۸۹

سوال:

داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب:

داتا صاحبؒ کی تعلیمات وہی ہیں جو اسلام کی ہیں' جو اسلام کے سارے شعبے ہیں۔ ان کی تعلیمات کو آپ مختصر کیسے کر سکتے ہیں۔ ان کی کسی چیز کے بارے میں پوچھو تو پھر تو بات ہے۔ تعلیمات کے بارے میں یا ایک شخص کی زندگی کے بارے میں پوچھو گے تو یہ اتنا ہی وقت ہے جتنی زندگی ہے۔ ان کی تعلیمات میں کم از کم ''کشف المحجوب'' ہے۔ آگے جو بھی بیان کرے گا وہ ''کشف المحجوب'' کی وضاحت ہوگی' اس کا اختصار کیسے ہو سکتا ہے۔ خاص باتوں میں یہ ہے کہ توحید پر ایمان لاؤ' وہ لاشریک ہے' اس میں کوئی ابہام نہ ہو' عبادت کی ڈائریکشن جو ہے وہ Pure اللہ تعالیٰ کی ذات ہو۔ جو فنکشن اللہ کا ہے اس فنکشن کو اللہ تک رکھو۔ جو عبادت آپ اللہ کی کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے لیے ہو۔ داتا صاحبؒ کا اپنا ایک واقعہ یہ ہے کہ یہ توحید کیسے ہے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو واحد ماننا۔ وہ خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے پیر صاحبؒ

سے پوچھا کہ آپ توحید کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ توحید کے بارے میں پھر کبھی بتاؤں گا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے پیر صاحب کے ساتھ حج کرنے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وہاں جب بیٹھے ہوئے تھے تو سامنے گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ ہمارے قافلے کے سردار یعنی ہمارے پیر صاحب ان سے جا کے ملے' استقبال کیا' دونوں نے آپس میں کوئی بات کی۔ وہ سوار واپس چلا گیا۔ ہمارے پیر صاحب واپس آ گئے۔ میں نے پوچھا کہ جناب یہ کون صاحب تھے' آئے کیوں اور گئے کیوں؟ فرمانے لگے کہ یہ تمہارے سوال کا جواب تھا کہ توحید کیا ہوتی ہے؟ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں نے بڑا غور کیا کہ سوال کا جواب گھوڑے پہ سوار کیسے آیا۔ پیر صاحب نے وضاحت کی کہ بات یہ ہے کہ یہ تھے خضرؑ' وہ آئے تھے اور کہنے لگے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ پیر صاحب نے کہ ہم حج پہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ حج پہ جا رہے ہیں' اگر کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ پیر صاحب نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ نہ چلیں۔ وہ کیوں؟ اس لیے کہ جس کے نام کا حج ہے اس کی جگہ پہ تیری عبادت میں لگ جائیں' ہم تمہارے خیال میں گم ہو جائیں تو ہمارا حج توحید سے باہر ہو جائے گا۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ توحید اتنی مفرد ہو' اتنی واحد ہو' اتنی Parted ہو کہ اس کے اندر کوئی اور خیال شریک نہ ہو۔ یعنی کہ وحدتِ فکر ہونی چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کے پاس جا رہا ہے' مسجد میں چلا گیا' وہاں کسی نمازی نے اس کو پیچھے کیا' یا اسے کسی کا ہاتھ لگ گیا تو وہاں پر لڑائی ہو سکتی ہے۔ تو وہ مسجد میں جھگڑا کر گیا۔ تو اللہ کی طرف جانے کے بعد اگر پھر بھی تم دنیا کی

طرف رہتے ہو تو پھر تمہیں توحید کا کیا پتہ چلے گا۔ توحید جو ہوتی ہے وہ وحدتِ مقصد کے ساتھ ہی آتی ہے' وحدتِ فکر کے ساتھ ہی آتی ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی دیکھنے والا ہو اور اُسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ انسان اپنے پاؤں نہیں دیکھتا بلکہ جہاں جا رہا ہوتا ہے وہ مقصد دیکھتا ہے۔ تو آنکھ سے آنکھ مل جاتی ہے اور پاؤں خود بخود چلتے رہتے ہیں۔ اس طرح انسان سفر کرتا جاتا ہے۔ جب اس کا مقصد توحید ہو جائے تو اس کا باقی سفر کٹتا جاتا ہے۔ تو توحید کا مدعا یہ ہے کہ مقصد واضح ہو' یہ واضح ہو کہ ہم یہ بات اللہ کریم کے لیے کر رہے ہیں' اور یہ اللہ کریم کے لیے ہی ہو۔ اگر ہم اللہ کے نام کا کوئی فنکشن کرتے ہیں' کوئی کام کرتے ہیں' مثلاً اللہ کے نام کا کوئی جشن کیا اور پھر اس کے اندر دنیا کے کسی صاحبِ مرتبہ کو بلا لیا' یعنی آج ہمارے ہاں اللہ کی یاد منائی جائے گی اور آپ چونکہ گورنر ہیں' آپ ہمارے پاس آ جائیں' تو یہ توحید نہیں ہوگی۔ توحید کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہ کرنا۔ تو توحید بیان بھی نہیں ہوتی جیسا کہ میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے:

اے توحید محمد بخشا دسّے کون زبانی

یہ زبان سے تو بیان نہیں ہوتی۔ وہ جو رسی پہ چلنے والا ہوتا ہے اگر اس سے پوچھیں کہ تُو کیسے چل گیا کیونکہ اتنی باریک رسی تھی' اتنا لمبا فاصلہ تھا اور نیچے کھائی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں کھائی نظر نہیں آئی' ہمیں پاؤں بھی نظر نہیں آئے' ہمیں وہ مقصد نظر آیا جدھر ہم جا رہے تھے۔ اُدھر دیکھتے جاؤ تو رسی بھی Cross ہو جاتی ہے اور بندہ کھائیوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ کھائیاں جو ہیں وہ زندگی کی کھائیاں ہیں'

تکلفات کی کھائیاں ہیں' بندہ یہاں اِدھر اُدھر گم ہو جاتا ہے۔ جانا اللہ کے گھر میں ہے' مسجد میں پوچھتے ہیں کہ تو کہاں کا ہے' تیرا دفتر کون سا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا دفتر وہاں پر ہے۔ اچھا تو وہاں پر ہوتے ہیں' میں کل آپ سے ملوں گا' فی الحال میں نماز پڑھ لوں۔ یہ جو ہے مسجد سے دنیا نکالنی ہے' اس سے بچ جاؤ ــــــــ یہ داتا صاحبؒ کی تعلیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے صرف دنیا نہ مانگنا۔ توحید کا مدعا یہ ہے کہ انسان اصل مقصد میں قائم رہے' دور کی نشان دہی پر قائم رہے۔ پھر انہوں نے رسالت پر ایمان بتایا۔ ان کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج سے پہلے جو لوگ بزرگی کے حوالے سے عزت پا گئے ان کی عزت ہی کرتے جاؤ۔ کسی پرانے بزرگ کو قبر سے نکال کے Defame نہ کرو۔ تو اس راستے کو دیکھتے جاؤ۔ تو آپ بزرگوں کی قدر کرو۔ اس راستے میں ملاوٹ نہ کرو' جھوٹ نہ بولو' اللہ نے اگر بزرگ نہیں بنایا تو بزرگ مت بنو۔ جتنا کچھ اللہ نے بتایا ہے یا بنایا ہے' اُتنا ہی رہو۔ انہوں نے یہ سارے واقعات کہانیوں کے روپ میں بڑی اچھی طرح سمجھائے۔ مثلاً یہ کہ فقیر کا راستہ کیا ہوتا ہے' فقیر بڑی بڑی طرز کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ اُن کا آپ کو پہلے بھی بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ملی کہ کسی بستی میں کوئی درویش رہتا ہے۔ ہم نے سوچا کہ چلو اس درویش کو مل آئیں۔ وہاں ہم چلے گئے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے جب جماعت کرائی تو اُن کے تلفظ میں کچھ صحت نہیں تھی۔ داتا صاحبؒ خود بہت بڑے عالم تھے' شریعت کا بھی ان کا ایک خاص مقام ہے۔ ان کی قرأت میں داتا صاحبؒ کو زبر زیر کچھ صحیح نہ لگی یا تلفظ بیٹھا ہوا لگا۔ انہوں نے نماز توڑ کے الگ پڑھی اور اُن

سے ملے بغیر ہی آ گئے۔ واپس آئے تو شام ہو چلی تھی۔ راستے میں دیکھتے ہیں کہ شیر آ گیا' گرج رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں بڑا پریشان ہوا۔ اتنے میں وہ بابا' درویش آ گیا اور آ کے شیر سے کہا ''او اللہ کے کتے' تم ہمارے مہمان کو ہی شروع ہو گئے' چلو بھاگ جاؤ۔ شیر نے سلام کیا اور چلا گیا۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں بڑا متاثر ہوا کہ بابا نے شیر کو کہا کہ چلے جاؤ تو شیر سلام کرتے ہوئے چلا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ بابا جی یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ تُو تلفظ ٹھیک کر' یہ اور باتیں ہیں _____ مطلب یہ ہے کہ تلفظ ٹھیک کرنے کی بجائے پہلے نیت ٹھیک کرو۔ اگر نیت صحیح نہیں ہے تو تمہارا تلفظ کیا ٹھیک ہوگا۔ تو اس بات سے بچو۔ اور نیت درست ہونی چاہیے۔ جس آدمی کی نیت صحیح نہیں ہے وہ چاہے حلق سے ق نکالے یا زبان سے۔ اگر طوطا کلام پڑھ لے تو وہ طوطا ہی رہے گا۔ ذکر کرنے والے طوطے بھی بہت ہوتے ہیں اور وہ اللہ ہو کا ذکر کرتے ہیں' بہت ذکر کرتے ہیں۔ لوگ اللہ ہو کرتے کرتے مانگنا شروع ہو جاتے ہیں' اللہ ہو کے نام پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کچھ لوگ عبادت کرتے کرتے دنیا کے لیے جھوٹ بولنے لگ گئے کہ ایک بابا جی ہیں' بڑے درویش ہیں۔ اور اگر اس درویش کے کردار کی جستجو کرو تو اس کے کردار میں کوئی کمی بیشی ہوگی۔ داتا صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ایسے لوگ جنہوں نے دنیا حاصل کرنے کے لیے دین کا راستہ اختیار کیا ان کی بخشش مشکل ہے۔ تو انہوں نے دین کو Exploit کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وہ شخص جو مسجد میں' منبر پر' خطبہ دیتے ہوئے' اپنے علم کو دنیاوی مرتبے کے لیے استعمال کرے' اس آدمی سے وہ شرابی بہتر ہے جو شراب خانے میں بے ضرر ہو گیا

ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دین کو اگر دنیا کے لیے استعمال کر رہے ہو تو اس سے وہ آدمی بہتر ہے جس نے دنیا کو نقصان پہنچانا چھوڑ دیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سانپ بہتر ہے جس نے ڈسنا چھوڑ دیا ہو۔ تو وہ یہ تعلیمات بتاتے ہیں' تمام پرانے بزرگوں کے واقعات بتاتے ہیں کہ کس طرح کیا کرنا ہے۔ قوالی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اگر صاحب حال نہ ہو تو قوالی نہیں سننی چاہیے۔ ان کی کتاب کا نام ''کشف المحجوب'' ہے یعنی کہ جو محجوب ہے اُس کے وہ کاشف ہیں' اس کو بیان کرنے والے ہیں' راز کھولنے والے ہیں' حجابات اور پردے اٹھانے والے ہیں۔ سب سے بڑا پردہ تو یہ اٹھایا کہ فقر کو الفاظ میں بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ فقر الفاظ میں بیان نہیں ہوتا۔ تصوف جو ہے یہ الفاظ میں بیان ہونے والی بات نہیں ہے' یوں سمجھو کہ تصوف کی انتہا اللہ ہے اور ابتداء اللہ کی یاد ہے۔ بس یہی تصوف ہے کہ اللہ کی یاد میں' اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر' اسلام پر چلتے گئے' حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے چلتے کہاں پہنچ گئے' جہاں تصوف جو ہے اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی کہ وصالِ حق کا جو مخلص راستہ ہے وہ یہ تصوف ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر ضابطے میں رہے تو صوفی جو ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ ہر صوفی یا ہر فقیر جو ہے وہ علم والا ہوگا' ہر عارف جو ہے وہ عالم ہوگا لیکن ہر عالم ضروری نہیں کہ عارف بھی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عرفان عطا ہو جائے اس کو علم ضرور مل جاتا ہے اور خالی علم جس کے پاس ہو ضروری نہیں کہ اس کو عرفان بھی ملے۔ تو یہ ہے بزرگوں کے ادب کا راستہ۔ اسے انہوں نے بڑی بڑی مثالوں سے واضح کیا۔ ایک جگہ فرمایا کہ راز یہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو' میرے علاوہ کسی سے محبت نہ کرو' لیکن ایک بات یہ ہے کہ اگر کوئی پیغمبر اپنے بیٹے کی یاد میں اتنا روئے کہ اس کی آنکھیں بینائی سے محروم ہو جائیں' تو اللہ کو تو ناراض ہونا چاہیے تھا لیکن یہ کون سی محبت ہے جو اللہ کو قبول ہو رہی ہے۔ اور جب بینا اپنے بھائیوں کے لیے رو رہا ہے تو یہ کون سے محبت ہے جو قبول ہو رہی ہے اور اتنی مقبول ہو رہی ہے کہ بیٹے کی قمیض جو ہے وہ باپ کی بینائی بحال کر رہی ہے۔ تو یہ محبت اللہ کو کیسے قبول ہوئی؟ فرمایا کہ وہ محبت جو اللہ کی راہ میں چلنے والوں کو دنیا کی محبت ہے وہ تفریق ہے۔ اگر آپ اللہ کی راہ پہ جا رہے ہیں تو تفریق ہو گئے' بیٹے کی محبت میں گئے تو کیا ہو گئے؟ تفریق ہو گئے۔ لیکن اللہ والا اگر اللہ کی یاد میں اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اور اللہ ہی کی یاد میں رہتا ہے تو یہ تفریق نہیں ہے' یہ جمع ہے۔ بلکہ اس کا نام رکھا گیا جمع الجمع۔ جمع الجمع کا معنیٰ کیا ہے؟ کہ اللہ ہی کی یاد میں' اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی یا محبت عطا کی۔ تو وہ اللہ کی طرف ہے۔ تم اپنی محبت کو اللہ کی راہ میں اللہ کی راہ سے جدا نہیں کرو گے۔ اور اگر اللہ عطا کرے تو وہ پھر اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ اگر کسی انسان کو کسی انسان کی محبت دے دے تو پھر یہ اور قسم کی داستان ہے۔ تو اُسے کہتے ہیں جمع الجمع۔ تو جمع الجمع کی اجازت ہے کہ آپ اللہ کی یاد میں چلتے جا رہے ہیں اور وہ چاہے جو جلوہ دکھا دے' آپ چلتے جائیں۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ محبت دنیاوی ہے یا یہ محبت جمع کی ہے؟ اس کی نشانی انہوں نے یہ بتائی کہ اگر اللہ کہے کہ چھوڑ دو اور چھوڑنا آسان ہو تو یہ اللہ کی محبت ہے۔ اور اگر چھوڑنا مشکل ہو تو یہ دنیاوی محبت ہے اور یہ شرک میں آ جاتی ہے۔ اگر ایک

آدمی بیٹے سے محبت کرتا ہے اور بہت محبت کرتا ہے تو یہ محبت اللہ کی راہ میں رکاوٹ بھی ہے اور اللہ کی راہ میں تعاون بھی ہے۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟ اگر آپ کو اللہ کی محبت یہ کہے کہ اس بیٹے کو چھوڑ دو ہمیشہ کے لیے گھر سے نکال دو پھر اگر تم نہ نکال سکو تو تم اللہ کو چھوڑ کے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو گئے یہ شرک ہو گیا۔ اور اگر تم اس کو خوشی سے چھوڑ دو کہ جو اللہ کا فرماں بردار نہیں وہ میرا بیٹا کس بات کا۔ جیسے کہ نوحؑ کو حکم ہوا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ میرا بیٹا نہیں ہے تو یہ باہر نکل جائے۔ تو وہ ہے الٰہیات والی محبت۔ بیٹے سے محبت اگر اللہ کی طرف سے ہو تو پھر بیٹے کو چھوڑنا بھی آسان ہے اور اگر چھوڑنا آسان نہ ہو تو یہ تمہاری ذاتی محبت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی بات ہی نہیں۔ تو وہ محبتیں اللہ کی طرف سے گنی جاتی ہیں جن کو آپ اللہ کے لیے چھوڑ دو اللہ کے کہنے پر چھوڑ دو۔ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے۔ پیسے سے محبت بھی جائز ہے اگر آپ اللہ کے نام پر پیسے سے محبت کر رہے ہو۔ فرق کہاں سے پتہ چلے گا؟ جب اللہ کی راہ میں پیسہ قربان کرنے سے اتنی ہی خوشی ہو جتنی کہ حاصل کرنے کی خوشی ہوتی ہے۔ یہ دیکھا کرو کہ پیسے حاصل کرنے کی خوشی کیا پیسے خرچ کرنے کی خوشی کے برابر ہے۔ خرچ سے مُراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو حاصل کرتا ہے اُسے خوشی ہوتی ہے کیا اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اُسے اتنی ہی خوشی ہوتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر بچت کی راہ ہے۔ اور اگر خوشی نہیں ہوتی تو پھر یہ مشکل ہے۔ اور اگر زیادہ خوشی ہوتی ہے تو شکر ہے کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تو وہ اللہ والا ہو گیا۔ جس نے جان کو بچایا یہ اور

آدمی ہے اور جس نے جان کو نثار کیا یہ بالکل ہی اور آدمی ہے۔ تو داتا صاحبؒ یہ باتیں بتاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ کی تعلیم جو ہے وہ آسان اور عام فہم ہے اور داتا صاحبؒ کا فنکشن جو ہے وہ ان کے جانے کے بعد بھی جاری ہے۔ وہ تعلیمات جو انہوں نے توجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا کی ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کا شعر جو ہے:

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

اگر آپ اس کی تفسیر کریں تو یہ شعر بھی انہی کا دیا ہوا علم ہے اور یہ بڑے مفہوم کی بات ہے۔ وہ بزرگ جو یہاں سے فیض پا گئے ان کا علم بھی داتا صاحبؒ کا علم ہے۔ اس لیے یہ داستان جو ہے یہ ختم نہیں ہوتی۔ داتا صاحبؒ کی تعلیمات کو ایک نشست میں یا ایک مقام پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تعلیمات اتنی طویل ہیں جتنی ممکن آپ کہہ سکیں، بس پوری زندگی ہے۔ خاص خاص باتیں آپ کو پتہ ہونی چاہییں کہ ان میں توحید ہے، رسالت ہے، بزرگوں کا ادب ہے، تمام پرانے فقراء کی داستان ہے، تصوف کا راستہ آپ نے واضح فرما دیا کہ یہ راستہ اس طرح ہے اور اس راستے میں حجاب کس طرح آتا ہے وہ وہ حجاب کیسے دور ہوتا ہے، گرہ کب لگ جاتی ہے، وہ پردہ کب آ جاتا ہے جو ہلکا ہوتا ہے اور اٹھ جانے والا ہوتا ہے اور وہ پردہ کب آ جاتا ہے جب انسان پر ختم اللہ علی قلوبھم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے رزقِ حلال کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر رزق حلال میں شک پڑ جائے تو فاقے کرتے جاؤ۔ اس راستے میں 90% بیماری پیسے سے آتی ہے۔

اس لیے فاقے کرنے والا بہتر رہتا ہے۔

آپ اپنے بارے میں سوال پوچھیں _____

سوال:

وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے۔

جواب:

کسی مزار پر کسی آستانے پر جانے کے لیے ایک شرط ہونی چاہیے یا کوئی بلائے یا پھر کوئی بھیجے۔ آپ اس وقت جائیں جب کسی نے بھیجا ہو یا کسی نے آگے سے بلایا ہو۔ اس لیے جب تک آپ کسی بھیجنے والے کو نہیں مانتے، کسی کو شیخ، بزرگ، پیر، فقیر، استاد نہیں مانتے اور اس بھیجنے والے نے بھیجا نہیں ہے تو تم کیا جاؤ گے۔ اور اگر کوئی بھیجنے والا نہ ملے اگر کسی کا کوئی پیر ہی نہ ہو، بزرگ ہی نہ ہو تو پھر آستانوں پر صرف ایک کام کے لیے جاؤ کہ اے صاحبِ آستانہ، اے بزرگ، میری ایک بات میں مدد کریں، مجھے کوئی زندہ پیر مہیا کرنے میں تعاون کریں۔ یعنی کہ جب کوئی زندہ پیر Available ہے تو آپ اس کے بھیجنے پر جائیں۔ تو کسی بزرگ کے آستانے پر بھیجنے والا زندگی میں کوئی مُرشد ہو اور وہ مرشد کہے کہ فلاں جگہ پر چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ۔ اگر مُرشد نہیں ہے اور آپ جانا چاہتے ہو تو صرف ایک بات کے لیے جاؤ کہ میرے مرشد کی تلاش میں میری مدد کی جائے۔ کہتے ہیں کہ جس کا مرشد نہ ہو تو وہ داتا صاحبؒ پہ حاضری دیا کرے اور ''کشف المحجوب'' پڑھا کرے۔ جس کا مُرشد نہ ہو وہ ''کشف المحجوب'' کو اپنا مرشد سمجھے اور کتاب کو پڑھتا جائے۔ یہ کتاب ایسی رہنمائی

کردے گی جو ایک اچھے مرشد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔اس کو پڑھا کرو۔تو وہاں جانے کی حاضری کا کیا طریقہ ہوا؟ جب کوئی بھیجے تو آپ جاؤ یا کوئی بلائے اشارہ ہو تو آپ جاؤ۔ ویسے نہ چلے جاؤ جیسا کہ میں نے منع کیا ہے کہ آپ بار بار چلے جاتے ہو قوالی دیکھ کے آ گئے سُن کے آ گئے شور شرابا اور دوسرے واقعات ادھر اُدھر بھائی گیٹ اور سرکس دیکھ کے آ گئے۔ان باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔ بزرگ کا عرس جو ہے وہ بزرگی کا عرس ہے۔اگر بزرگی کا پتہ نہ ہو تو بزرگ کے پاس تم کیا کرنے جا رہے ہو۔ یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس کی بزرگی کیوں ہے؟ اس کا پسندیدہ عمل کیا ہے؟ وہ کس پائے کے بزرگ تھے یا ہیں؟ وہاں جا کے آپ کو کیا چیز دریافت کرنی چاہیے؟ ایسا نہ ہو کہ صرف میلے کے لیے آپ چلے جاؤ۔ وہ میلے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جس نسبت کا بزرگ ہو آپ کو اس نسبت یا کیفیت میں ہونا چاہیے۔اگر نقش بندی بزرگ ہو تو نقش بندی طریقت میں جانا چاہیے چشتی بزرگ ہو تو چشتی انداز میں جانا چاہیے سہروردی ہو تو سہروردی طریقت میں جانا چاہیے تاکہ اس طریقت کا فیض مل جائے۔اس طرح جلدی مل جاتا ہے۔ بزرگوں کی اپنی اپنی طریقت ہوتی ہے اپنا اپنا Aroma ہوتا ہے خوشبو ہوتی ہے وہاں فیض کا ایک مقام ہوتا ہے۔ وہ اس مقام کا فیض عطا فرماتے ہیں جس مقام سے وہ خود گزرے ہیں۔اس لیے آپ وہاں اس فیض کے لیے جاؤ بشرطیکہ کسی نے بھیجا ہو یا کسی نے بلایا ہو۔

سوال:

داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟

جواب:

داتا صاحبؒ نے اپنی طریقت بہت ساری تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔

سوال:

جب ہم سوال کرتے ہیں تو جواب دینے والا کہتا ہے کہ ''من آنم کہ من دانم''۔ ایسی بات نہیں کہ میں جانتا ہوں' تو یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔

جواب:

سوال کا کیا مطلب ہے؟

سوال:

وہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔

جواب:

کیا وہ معذرت کے طور پر یہ کہتا ہے؟

سوال:

عام طور پر تو تقریباً وہ معذرت کے ساتھ کہتے ہیں۔

جواب:

کیا وہ یہ کہتا ہے کہ ہم تو نہیں جانتے' ناچیز ہیں' ذرہ ہیں' خاکسار ہیں' میں کیا ہوں یہ تو میں ہی جانتا ہوں۔

سوال:

جی ایسے ہی ہے۔

جواب:

پھراب سوال کیا ہے؟

سوال:

کیا ایسا کہنے والے کو زیادہ سمجھ ہوتی ہے؟ ان کے کردار کو اور ان کو دیکھ کے ہم جو اندازہ لگاتے ہیں تو وہ تو اور ہوتا ہے۔

جواب:

آپ اس کا اندازہ کیوں لگاتے ہیں' آپ اپنا اندازہ لگائیں۔ آپ کے پاس اپنا مقام بھی بہت ہے۔ اگر دوسرے کا اندازہ غلط نکل آیا تو خواہ مخواہ آپ کا وقت ضائع ہوگیا۔ اس لیے پہلا کام یہ کرو کہ دوسروں کا اندازہ نہ لگاؤ' دوسروں کو ماپنا چھوڑ دو۔ اگر اُسے کہیں گے کہ آپ تو بلا ہیں۔ تو وہ کہے گا کہ میں بلا کہاں ہوں' میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں' ناچیز ذرہ' خاکسار' حقیر فقیر پُرتقصیر ہوں۔ تو اس طرح لوگ کہتے ہیں۔ اب میں منع کر رہا ہوں کہ دوسروں کو گریڈ نہ دیں' بلکہ آپ اپنے آپ کو دیکھیں۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا اپنی ذات کے ساتھ تعاون' ساتھ اور ہم سفری چند دنوں کی ہے۔ اگر یہ بھی نہ سمجھ آیا کہ میں کون ہوں تو پھر دوسروں کو سمجھ کے آپ نے کیا کرنا ہے۔ اصل تو جس کو جاننا تھا وہ تو آپ نے اپنے آپ کو جاننا تھا کہ میں کون ہوں۔ اب اگر آپ ''مَیں'' کے علاوہ ساری دنیا کو سمجھنے لگ جاؤ تو کیا فائدہ ہوا۔ عام انسان کام کرتا ہے' پیسہ کماتا ہے تو خوش تو اُس نے خود ہونا ہے۔ پیسے کا نام تو خوشی نہیں ہے' پیسے کا نام مصیبت بھی ہوسکتا ہے' پیسے کا نام چوری بھی ہوسکتا ہے' ڈاکہ بھی ہوسکتا ہے' عذاب بھی ہو

سکتا ہے ـــــ پیسے کا کوئی نام رکھ لو' خوشی تو انسان کا نام ہے' یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ آپ کے اعمال ہیں' باقی دنیا سے Relation ہے۔ نتیجہ تو آپ خود ہی ہیں۔ کھانا جیسے مرضی پکا ہو' ذائقہ تو آپ کی زبان کے اندر ہے۔ اگر زبان کا ذائقہ مجروح ہو گیا ہو' ختم ہو چکا ہو تو جیسا کھانا پکا لو' وہ کیا کرے گا۔ تو اپنی زبان کے ذائقہ کو دریافت کرو کہ یہ کہاں سے ملا' دینے والے والے نے یہ کیا دیا۔ اور اپنے کانوں کی سماعت دیکھو' باہر سے نغمات آ رہے ہیں' بلبل گاتا گاتا ہے' چڑیا گاتا گاتی ہے' سب بجا ہے' لیکن اگر کان بند ہونے شروع ہو جائیں تو۔ اس لیے آپ کے کان جب تک سننے والے ہیں ان سے کوئی نیک کام لے لو۔ یہ کان بند ہونے والے ہیں' آنکھیں بھی کمزور ہونے والی ہیں' حتیٰ کہ دل جو کہ محسوس کرنے والا ہے یہ بھی کسی وقت خاموش ہو جائے گا۔ پھر وہ کہے گا کہ اب میں محسوس نہیں کرتا۔ محبت ہو یا نفرت ہو' یہ بڑے جذبے ہیں' لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اب محبت کا ٹائم کدھر سے لاؤں' نفرت کی بھی گنجائش نہیں۔ کہتا ہے کہ آج کل ای۔ سی۔ جی کرا رہا ہوں۔ ای۔ سی۔ جی کرانے والا دل بڑی نفرتوں اور بڑی محبتوں کا قائل نہیں رہتا۔ تو جب ای۔ سی۔ جی ہو جاتی ہے تو انسان بڑی نفرتوں اور بڑی محبتوں کے قابل ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح زندگی کے اندر گنتی کے سارے ایام ہیں' طلسماتی دن بہت تھوڑے ہیں۔ یہ دن آپ فضل میں گزار لو' باقی زندگی تو Routine میں چلتی جائے گی۔ آپ کو اپنے آپ سے دنیا نے الگ نہیں کرنا بلکہ آپ کی اولاد نے کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ اولاد کہے گی کہ گھر سے نکل جاؤ بلکہ اولاد اپنے کام پر چلی

جائے گی اور آپ کا کوئی کام نہیں رہ جائے گا۔تو آپ خود بخود ہی الگ Feel کرو گے' محروم Feel کرو گے۔مثلاً اولاد کسی شادی پہ جا رہی ہے' آپ شادی پہ جا نہیں سکتے کیوں کہ آپ بیمار ہیں۔اس طرح آپ خود بخود ہی سماج سے علیحدہ ہونا شروع ہو گئے۔مثلاً آج لوگ مچھلیوں کا شکار کرنے کے لیے جا رہے ہیں' آپ کہاں جا سکتے ہیں۔آپ جا نہیں سکتے۔آہستہ آہستہ آپ Disconnect ہو جائیں گے۔اس سے پہلے کہ آپ دنیا سے لاتعلق ہو جائیں' اپنے آپ کو تعلق کے ان زمانوں میں دریافت کر لو۔جس کو آپ دریافت کر رہے ہیں کہ وہ اتنا جاننے والا' یا کسر نفسی کر رہا ہے یا مبالغہ کر رہا ہے' اس سے یہ نہ پوچھو کہ تُو کیا کر رہا ہے' اس سے جا کے پوچھو کہ بھائی' میں کیا کر رہا ہوں؟ میرے بارے میں کچھ بتا کہ میں کیا ہوں؟ Will you please tell me about my self? تو میرے بارے میں بتاؤ۔اچھا پیر یا اچھا درویش یا اچھا مرشد یہ کہتا ہے کہ اگر ہم تمہارے سامنے آئینہ بن کے زوننمائی کرائیں تو یہ ہے تمہارا مقصدِ حیات۔اچھا پیر وہ ہے جو اپنی ذات سے تعارف نہ کرائیں بلکہ تمہیں تمہاری ذات سے تعارف کرائے۔مدعا یہ ہے کہ تمہیں تمہاری ذات کے ساتھ تعارف کرائے بشرطیکہ تم اپنی ذات کو رُوبرو رکھو۔تم تو کسی اور ذات کے حوالے سے ٹوہ کو پھر رہے ہو کہ اُس کو جا کے دیکھو کہ اس کی پٹاری میں کیا ہے' دوسرے کی پٹاری کیا ہے' یہ فقیر ہے' پرلے درجے کا فقیر ہے یا کہ اچھے درجے کا فقیر ہے۔اس سے آپ کو کیا ملے گا۔اگر آپ کو نقلی فقیر مل گیا تو اصلی بات کیسے مل جائے گی۔کسی کی خامی آپ کی خوبی نہیں بن جاتی اور کسی کی خوبی کا اگر آپ کو حصہ نہ

ملا تو پھر آپ کو کیا حاصل۔ کہتا ہے کہ میں نے معلوم کیا ہے کہ وہ بڑا گریٹ آدمی ہے۔ کیا تجھے کچھ ملا ہے؟ کہتا ہے کہ ملا تو کچھ نہیں' لیکن وہ گریٹ آدمی ہے۔ تو وہ بھی فنا ہو گیا اور آپ بھی گئے۔ اصل میں واقعہ آپ کا اپنا ہے' آپ کے ہونے کا نام دنیا ہے' دنیا آپ کے نہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ اب آپ کی دشمن بھی دنیا ہے' دوست بھی دنیا ہے' آپ کا سفر بھی دنیا ہے' آپ کا حضر بھی دنیا ہے' آپ کا گھر بھی دنیا ہے' آپ کے ہونے سے آپ کی کائنات ہے اور آپ کے نہ ہونے کے بعد پتہ نہیں یہ کس کی کائنات ہے۔ اس لیے اپنے ہونے تک اس کے ہونے کو استعمال کرو۔ پھر جب آپ نہیں ہوں گے تو یہ کائنات ہو گی یا نہیں' اس سے آپ کو کیا غرض۔ آپ اپنے ہونے کی قدر کرو۔ یہ یاد رکھو کہ آپ کا ہونا نہ ہونے تک ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ جھوٹ نہ بولنا' آپ اپنے آپ کو خود دھوکا دیتے ہیں' اور کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ مجھے تو کان میں جو کہہ جاؤ گے میں وہ مان لوں گا مگر آپ نے اپنی ذات کے ساتھ وفا کرنی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے چھپکلی بنائی' چمگادڑ بنایا' چوہا بنایا' بندر بنایا' لنگور بنائے' اژدہا بنائے' کیا کیا چیزیں نہیں بنائیں' اُس نے تمام مخلوقات میں سے آپ کو انسان بنایا۔ کیا آپ اس کا شکر ادا کرتے ہو؟ جس نے یہودی بنائے' عیسائی بنائے' سکھ بنائے' پارسی بنائے' اُس نے آپ کو مسلمان بنایا۔ اس کا بھی شکر ادا کرو۔ شکر کرو کہ آپ اس امت میں پیدا ہو گئے' آپ اچھے دور میں آئے' آپ کو اچھی شکلیں عطا ہوئیں۔ تو اس کا شکر ادا کرو۔ آپ تو یہودیوں کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہو' عیسائیوں کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہو' یہاں سے آپ کا واقعہ خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ نے احسان

کیااور آپ اس کوخراب کردیتے ہو۔اس کا شکر یہ ادا کرو کہ تمہیں اُس نے کیا بنایا۔ یہ جو بنایا ہے یہ چند دنوں کے لیے ہے۔ جب تک آپ ہیں تب تک یہ کھیل ہے۔ یہ ہونا کچھ عرصہ کے بعد نہ ہونا ہو جائے گا۔اس لیے اس پر بحث نہ کرو بلکہ یہ دیکھو کہ آپ کیا ہو۔آپ اس بات پہ قائم ہو جاؤ کہ آپ انسان ہو۔پس انسانیت کرو۔ انسانیت کیا ہوتی ہے؟ لوگوں کے ساتھ انسان کے حوالے سے اچھا سلوک کرنا ہوتا ہے۔ انسانیت سے مراد ایسا عمل ہے جو جمیع انسانیت کو پسند آئے' جو لوگوں کو پسند آئے' جو اجتماع کو پسند ہو' جو عام انسانوں کو پسندیدہ ہو اور جو عام انسانوں کے فائدے کا ہو۔ اللہ نے آپ کو انسان بنایا تو آپ انسانیت کرو' آپ کو مسلمان بنایا تو آپ مسلمانیت کرو۔اب یہ بتانے والی بات تو نہیں کہ نماز پڑھو' نماز تو مسلمانوں میں ہوتی ہے' نماز فرض ہے' لہٰذا پڑھو۔ اب یہ بھی بتانے والی کیا بات ہے کہ آپ زکوٰۃ دو۔ بینک والے خود ہی کاٹ لیتے ہیں۔تو یہ کہنا کہ اسلام کیا ہے' یہ تو آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ اسلام کیا ہے۔ جب آپ مسلمان ہیں تو آپ اسلام پہ چلتے جاؤ۔ پھر آپ پوچھتے ہو تصوف کے بارے میں' غور کے بارے میں' تو یہ شکر کا ایک علیحدہ راستہ ہے' غور کا راستہ ہے' اللہ کی زمین کے اندر جو لگا ہوا میلہ ہے اُسے دیکھنے کا راستہ ہے۔اس میلے کو دیکھو اور غور سے دیکھو لیکن کھو نہیں جانا' گم نہیں ہو جانا اور جھوٹ نہ بولنا۔ جھوٹ کس کے ساتھ؟ اپنی ذات کے ساتھ۔ جس کو اللہ نے درویش نہیں بنایا وہ درویشی کا اعلان مت کرے۔ جتنا اللہ نے بنایا وہ آپ دیکھتے جاؤ' اور جب آپ نہیں رہو گے تو یہ سمجھ لو کہ آپ کی قیامت آ گئی۔تو قیامت کیا ہے؟ آپ کا نہ ہونا۔

حیات کیا ہے؟ آپ کا ہونا۔ آپ کی قیامت اس دن آ جاتی ہے جب آپ نہیں ہوتے۔ اس لیے اپنی ذات کا حوالہ رکھو' اپنے آپ کو پہچانتے چلے جاؤ' پھر اس کے ساتھ آپ اللہ کی محبت میں چلتے جاؤ۔ جدھر جانا ہے جب تک اس کا پتہ نہ ہو تو وقت ضائع ہو جائے گا۔ تو جانا وہاں ہے' میت بن کے اتنے لمبے سفر پہ جانا ہے' پہلے ہی خود کو وہاں پہنچا دو۔ جس طرف کو جانا ہے اُدھر کا رجوع رکھو۔ جانا ضرور ہے۔ دریا اگر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دے تو یہ پاگل ہی ہوگا' دریا کا کام ہے کہ سمندر کا رُخ کرے اور انسان کا کام ہے کہ اپنی موت کی طرف رجوع کرے کہ ہم اُدھر جا رہے ہیں' یہ دریا سمندر میں ملنے کے لیے جا رہا ہے' خیر سے چلتا جائے' چاہے پاؤں میں گھنگھرو باندھ کے جائے' کہ ہم آ رہے ہیں ملنے کے لیے' فی الحال میدانوں میں سے گزر رہے ہیں۔ چلو پھر چلتے جاؤ۔ یہ جو دریا ہے یہ ابھی پہاڑ سے اُترا ہی ہے' بچہ ہے' نوجوان ہے' ابھی سفر شروع ہوگا' پھر میدانوں کا سفر ہوگا' فلڈ بنیں گے' سیلاب ہوں گے _____ آپ لوگ کرتے یہ ہیں کہ دریا سے نہر نکالتے ہیں اور پھر نہر کو دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ کام ہے آپ کا۔ جو کچھ آپ نے حاصل کیا وہ یہیں دے کے جانا ہے۔ یہ نعمت خانہ ہے۔ اس کنوئیں سے جو مٹی نکلی ہے وہ اسی پہ لگے گی' کھوہ کی مٹی کھوہ میں لگے گی _____ یہاں سے حاصل ہونے والی چیزیں یہیں استعمال ہوں گی' صرف استعمال ہوں گی' اور اسے اُٹھا کے نہیں جا سکتے۔ تو اس کا استعمال ہی تمہارا کام ہے۔ اس علم کو استعمال کرو' اس دنیا کو استعمال کرو' ان رشتوں کا استعمال دیکھو' اس استعمال کے دم سے تم نیک ہو جاؤ گے یا بد ہو جاؤ گے۔ یہ Important بات ہے۔ تم یہاں

سے کچھ Smuggle out نہیں کر سکتے کہ دو چار چیزیں دنیا سے باہر نکالو' یہ میں وہاں جا کے لے لوں گا۔ نہیں' آپ یہ نہیں کر سکتے۔ ایسا ہوتا تو پھر تو آپ کو اجازت مل جاتی مگر ایسی بات نہیں۔ وہ آخری وقت بڑا ظالم ہوتا ہے' نام بھی چھین لیتے ہیں' میت رہ جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ Resolution پاس ہونی چاہیے کہ یہ کہا جائے کہ یہ فلاں ابنِ فلاں کا جنازہ ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس میت کا جنازہ ہے۔ نہ نام رہتا ہے اور نہ مرتبہ رہتا ہے۔ پھر رہ کیا گیا۔ نام تام میں جا کے مل گیا' دنیا کا مال دنیا میں جا کے مل گیا' آخرت کا مال آخرت میں چلا گیا اور درمیان میں آپ دیکھتے رہ گئے کہ تماشہ ہوا کیا ہے۔ یہی تماشہ ہوتا ہے۔ آپ ساری عمر بیگانہ سفر کرتے رہتے ہو' میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنا سفر کرو' بیگانہ سفر نہ کرو۔ تو دوسروں کا سفر نہ کرو' اپنا سفر کرو۔ اور اگر سمجھ جاؤ تو یہی سفر ہے اور پھر آپ نے آخری دم ختم ہو جانا ہے۔ دوسری چیز کا استعمال' صرف دنیا کا استعمال' یہی نیکی ہے اور یہی بدی ہے۔ تو یہاں کے وسائل کا استعمال نیکی ہے اور بدی ہے۔ پیسہ نہ برا ہے اور نہ اچھا ہے' پیسے کے حاصل کرنے کا ذریعہ برا ہوتا ہے یا استعمال کرنے کا انداز برا ہو جاتا ہے۔ ورنہ پیسے نے حرام کیا ہوتا ہے' پیسہ تو ہے ہی حلال' بلکہ پیسے میں حلال حرام تو ہوتا نہیں ہے۔ حرام کا مال کب ہوتا ہے؟ جب حاصل کرنے کا ذریعہ غلط ہو جائے۔ تو پھر پیسہ حرام ہو گیا۔ اور اگر استعمال کرنے کا انداز غلط ہو جائے تو پیسہ حرام ہو جاتا ہے۔ ورنہ پیسہ تو حرام حلال نہیں ہے' یہ تو پیسہ ہے' سکے ہیں' Coins ہیں' کاغذ ہے' انہوں نے کیا حرام ہونا ہے۔ تو نیت حرام ہوتی ہے یا مزاج حرام ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے مزاج کی اصلاح کرنی

چاہیے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیسہ کیسے آیا' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیسہ کیسے گیا' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ تعلق کیسے بنا' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ تعلق کیسے ٹوٹا' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں نے لوگوں سے کیا سچ بولا' آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ کیا دھوکا کیا۔ آپ اپنی تقدیر آپ ہی ہیں' فیصلہ آپ نے خود تحریر کرنا ہے' لکھ کے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کہے گا کہ تمہاری زندگی تمہارے سامنے ہے' جو کچھ کیا تھا تیرے اوپر آشکار ہے' سچی بات بتا کہ تُو نے زندگی کیسے گزاری ہے' تو فیل ہو گیا کہ پاس ہو گیا' کردار میں ناکام ہوا کہ کامیاب ہوا' کیا تُو دوزخ کا حق دار ہے کہ جنت کا حق دار ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ آج ایمان داری سے سچ بول۔ تو وہ وقت ہو گا سچ بولنے والا۔ تو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ تم کیا بولو گے۔ جو کچھ آخری وقت میں ہونا ہے وہ اگر تم آج ہی سے کرنا شروع کر دو تو تمہیں پتہ چل جائے گا۔ اپنی زندگی کو اپنے سامنے رکھ کے' اپنی آنکھوں سے' اسے دیکھ کر' اپنے دل کے ساتھ' صداقت سے جائزہ لے کر' اپنا کوئی اچھا سا نام رکھو۔ اگر تو کوئی برا نام سامنے آتا ہے تو پھر توبہ کر کے نکل جاؤ۔

اپنے عمل کا آپ ہی اچھا سا نام رکھ

تو آپ اپنے کوتاہی عمل کو کچھ نیا ہی نام دو۔ یعنی کہ اگر عمل کوتاہ ہو گیا ہے تو کچھ اور ہی سوچو۔ یہ نام کسی اور نے نہیں رکھنا بلکہ آپ نے رکھنا ہے۔ عاقبت اپنی جگہ پر بجا ہے لیکن تم پر یہاں ہی آشکار ہو جائے گی۔ کب؟ جب نیا

عمل کرنے کی جسم میں گنجائش نہ رہے' طاقت نہ رہ جائے تو سمجھو کہ تمہارا فیصلہ ہو گیا۔ تو فیصلہ کب ہوگا؟ جب تمہارا نیا عمل ہونے کی طاقت نہ رہے۔ پھر تُو نہ کہے گا کہ آج تو کام کرنے کی صلاحیت نہیں رہی' طاقت سَلب سی ہوگئی ہے۔ سمجھو کہ یہ فیصلے کی گھڑی آ گئی ہے۔ طاقتیں سلب ہو جائیں تو پھر فیصلے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو تمہاری طاقتیں' سلب ہونے تک ہیں' لہٰذا تمہارا عمل نتیجے تک ہے۔ نتیجہ کب ہوگا؟ جب طاقت سلب ہوگی۔ اور یہ واقعہ یہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ کیا تم نے میت کی شکل دیکھی' سبحان اللہ' سبحان اللہ' نورٌ علیٰ نور تھا۔ وہ واقعی نور تھا۔ کیونکہ مرنے والے نے محسوس کر لیا کہ میرا نتیجہ اچھا نکل آیا ہے اور جب اس کا کردار سامنے آیا' اپنی زندگی سامنے آئے تو میت خوش گوار ہوگئی۔ اور جس مرنے والے کو خوف ہو گیا' لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شکل ہی نہیں دیکھی گئی' بس چُپ ہی کر جاؤ _____ تو یہ ہیں سارے واقعات۔ تمہارے عمل سے ہی تمہارا نتیجہ نکلنا ہے۔ اس لیے اپنی زندگی کو فضول ضائع نہ کرنا۔ زندگی کیا ہے؟ اپنے گردوپیش کے ساتھ آپ کی Dealing یعنی کہ لوگوں کے ساتھ کیا کیا۔ پیر' فقیر' استاذ' بزرگ' ماں باپ چچا ماموں وغیرہ یہ سب بڑے رشتے کہلائیں گے۔ ان لوگوں کا حکم ماننا ہے۔ بہن بھائی اور چچا کے بچے برابر کے رشتے ہیں' ان میں انصاف کرنا ہے۔ چھوٹے بچے' بیٹے' بھانجا بھتیجا وغیرہ کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ تو یہ ہے کل بابت' کہ بڑوں کی اطاعت' برابر والوں کے ساتھ انصاف اور چھوٹوں کے ساتھ احسان کرنا ہے' معاف کرنا ہے۔ اللہ کے راستے پر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ چل پڑنا ہے کیونکہ چلانا اللہ تعالیٰ نے ہے۔ اس راستے پر اگر

غیر مخلص ہو کے چلے تو مشکل ہو جائے گی۔ یہ خلوص کا راستہ ہے' یہاں پر ہر آدمی کو مخلص ہونا ہے۔ اس گروہ میں اگر کوئی غیر مخلص ہو جائے گا تو مار کھا جائے گا۔ لہٰذا اس راستے پر کبھی غیر مخلص ہو کے نہ چلنا۔ جو آدمی مسجد میں بے ایمانی کرے گا اس کے لیے سزا زیادہ ہے۔ بے ایمانی کے لیے بڑے کلب بنے پڑے ہیں' وہاں جایا کرو۔ لیکن اگر مسجد میں آ ہی گئے ہو تو یہاں بے ایمانی نہ کرنا۔ اس لیے وزن برابر رکھنا' دھیان کرنا' ملاوٹ نہیں کرنی۔ فقیری میں ملاوٹ نہیں کرنی' درویشی میں ملاوٹ نہیں کرنی' فقیر لوگوں سے ملنے میں ملاوٹ نہیں کرنی' داتا صاحبؒ جا کے جیب نہ کاٹنا' وہاں جا کے رشوت کے مال کی دیگ نہیں پکانی۔ تو بے ایمانی سے بچو۔ یہ واقعات ہیں' ان کا آپ ذرا خیال رکھو۔ تو بزرگوں کے راستے پر چلنے کا یہ مطلب ہے۔ اگر آپ میں بزرگی آ جائے تو اُسے Sale نہ کرنا۔ ایسا نہ کرنا کہ Sale لگ گئی ہے' بزرگی فی یونٹ لگ گئی' بک گئی۔ ایسا نہ کرنا۔ بزرگی کا معنی یہ ہے کہ اپنی زندگی کے عمل کو اصلاح کی طرف لے جانا۔ کب تک؟ جب تک آخری سانس نہیں آتا۔ آخری سانس نتیجے کا سانس ہوتا ہے اور اس میں ہر وقت اندیشہ رہتا ہے۔ کسی امکانی اندیشے کو نظر انداز نہ کرنا' کیا پتہ کل کیا ہو جائے۔ اس لیے بڑے دھڑکتے دل کے ساتھ خاموشی سے چلتے جاؤ' اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کوئی کیریئر بنا لو' ڈاکٹر بن جاؤ' انجینئر بن جاؤ' بننا تو آپ نے انسان ہی ہے۔ ڈاکٹر کیا کرے گا اور انجینئر کیا کرے گا' کھانا تو وہی کھائے گا' سارے مرتبے جو ہیں یہ سماج ہی سماج ہے' اصل مرتبہ نہیں ہے۔ اصل مرتبہ یہ ہے کہ نگاہِ خدا میں تمہارا مقام کیا ہے۔ پھر

یہ کہ آپ اپنی تنہا ذات میں کیا ہیں What you are in your own eyes? یہ کہ آپ اپنی آنکھ میں کیا ہیں' اپنی تنہائیوں میں آپ کی کیا حالت ہوتی ہے' کیا آپ تنہائیوں میں مطمئن ہوتے ہیں' راضی ہوتے ہیں' خوش ہوتے ہیں' خدا کا شکر ادا کرتے ہیں؟ پھر آپ کو یہ پتہ ہو کہ آپ کا مقام آپ کے گردوپیش کے سماج میں کیا ہے یعنی کہ لوگ آپ کو کیا کہتے ہیں۔ اگر جو کچھ لوگ کہتے ہیں اور یہ آپ کی تنہا ذات کے مقام سے مختلف ہے تو پھر بے ایمانی شروع ہوگئی۔ یعنی جو آپ اپنی تنہا نگاہ میں ہیں اگر لوگوں کے اندر آپ نے اس کے علاوہ Impression ڈالا ہوا ہے تو یہ بے ایمانی ہے۔ اپنے آپ میں غور کریں تو وہ کہے گا کہ یا اللہ میں گنہگار ہوں اور سماج میں بڑا مشہور گا کہ پرہیز گار ہے۔ اب گنہگار نے پرہیز گار ہونے کا جو شہرہ حاصل کرلیا ہے یہاں پہ بے ایمانی ہوگئی۔ لہٰذا نتیجہ کیا نکلا؟ سماج میں اپنا تعارف اس حقیقت کے سائے میں کراؤ جو تمہاری نگاہ میں تمہاری تنہائیوں میں تمہاری حقیقت ہے۔ پھر تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کے سامنے تمہاری کیا حقیقت ہے۔ کیا تم اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہو؟ کیا اللہ کے دین پر چلتے ہو؟ کیا اللہ کے سامنے اس کے کسی حکم کی عدولی تو نہیں کی؟ کسی حکم کی Violation تو نہیں کی؟ حدوداللہ کو Cross تو نہیں کیا۔ اللہ نے جب فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوھا اللہ نے حدیں مقرر کردی ہیں تو ان کو Cross نہ کرنا' گناہ نہ کرنا' وجود کا گناہ نہ کرنا' خیال کا گناہ نہ کرنا' نیت کا گناہ نہ کرنا _____ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف منع کردیا ہے کہ یہ نہیں کرنا' وہ نہیں کرنا۔ اگر اللہ کے ہاں مقام نہیں ہے تو سماج کا سارا مقام بھی

غلط ہوگیا' ذات کا مقام بھی غلط ہوگیا۔ لہٰذا اپنا مقام اپنی نگاہ میں تنہائی کے وقت اور اپنا مقام سماج میں لوگوں کے اندر اور پھر اپنا وہ مقام کہ اللہ کے سامنے تم کیا ہو' ان کو دریافت کرتے رہا کرو۔ یہی زندگی ہے جو کہ ختم ہو جائے گی' پھر تم چلے جاؤ گے۔ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں کتنا فرق ہے' ظاہر' سماج ہوتا ہے اور باطن' ذات ہوتی ہے۔ اور پھر مقدر میں کتنا فرق ہے' یہ اللہ کا کام ہے۔ تو ذات' ظاہر' باطن اور پھر مقدر۔ اگر ظاہر اور باطن کا فرق کم کرتے جاؤ تو مقدر بہتر ہوتا جائے گا۔ ظاہر اور باطن کا فرق تم کم کر سکتے ہو۔ ظاہر جو ہے یہ سماج ہے اور یہ لوگوں کو دکھاوے کی بات ہے۔ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے زیادہ پیش کرنے والا دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو رب کہلوایا وہ دھوکا کھا گئے اور مارے گئے۔ جنھوں نے جنت بنائی وہ دھوکا کھا گئے۔ جو جھوٹے نبی بنے وہ دھوکا کھا گئے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولنے والے دھوکا کھا گئے۔ وہ بڑا دھوکا کھا گئے۔ دھوکا دینے کی جن کی نیت تھی وہ ڈبل دھوکا کھا گئے' دونوں جہاں میں خوار ہو کے چلے گئے۔ اس لیے بڑی احتیاط چاہیے۔ کبھی جوش جوانی میں مبالغہ نہ کر لینا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے' میں اب اس قوم کی رہنمائی کروں گا۔ مت مبالغہ کرو! مت مبالغہ کرو! شیروں کی بستی میں کوئی گیدڑ یہ اعلان نہ کرے کہ میں اب راہنما بن گیا ہوں۔ شیر کسی وقت جاگ کے خوار کر دے گا۔ یہ دھیان کرنا چاہیے۔ تو اپنے آپ کو دریافت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس قوم کو گمراہ نہ کرو۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے۔ اپنے آپ کو ضائع نہ کرو' قوم کو گمراہ نہ کرو' مبالغہ سے کام

نہ لو اور اپنی ذات کے ظاہر اور باطن کا فرق مٹا دو اور اللہ کی طرف رجوع رکھو کہ وہ تمہاری کشتی پار لگا دے۔ باقی سارے وقت گزارنے کے طریقے ہیں کہ ڈاکٹر بن جاؤ' انجینئر بن جاؤ' کچھ بن جاؤ' روٹی کھانی ہے' وہ تمہیں ملتی رہے گی۔ سماج کی کوئی لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔ داتا صاحبؒ اور دوسرے بزرگ سب بہت اچھا وقت گزار گئے ہیں۔ لاہور میں مال روڈ پر کسی کی دوکان نہیں تھی' نہ بینک تھا' نہ فیکٹری تھی اور نہ کوئی پلانٹ تھا۔ وہ سارے کے سارے اپنا وقت اچھا گزار گئے۔ آج تم جیسے لوگ فیکٹریوں کے مالک ہیں' تمہاری ملیں لگی پڑی ہیں' اور داتا صاحبؒ جا کے جھکتے چلے جا رہے ہو۔ یہ کون سی مل ہے' یہ کون سا مقام ہے؟ یہ مقام صرف مخلصین کا مقام ہے۔ تم لوگ مخلصین نہیں اور چاہتے یہ ہو کہ ہمیں یہ مقام ملنا چاہیے اور جیب بھی پیسے کے ساتھ بھرنی چاہیے' یعنی یہودیوں کی طرح مال ہونا چاہیے اور مسلمانوں کی طرح خلوص ہونا چاہیے' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمہارے مکان' چھت سونے کے بن گئے تو تم تو مکمل گمراہ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص جس کے دل میں پیسے کی محبت ہے اس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں آ سکتی۔ اللہ کی یاد اس کے فضل سے آتی ہے۔ فضل آ جائے تو پیسے کی محبت نکل جاتی ہے۔ اس لیے یہ بڑا خیال کرنا چاہیے۔ آپ اپنے آپ کو گمراہی سے بچاؤ۔ اللہ ذرا مہربانی کرنے لگ جائے تو اپنا حق سمجھ کے بیٹھ جاتے ہو' اکڑ جاتے ہو۔ جس کا ذکر جاری ہو جائے' وہ ذکر میں مست ہو جاتا ہے' اب وہ کہتا ہے کہ میں ذاکر ہو گیا' میں ذکر کا مالک ہو گیا۔ پھر جب ذکر سلب ہو گیا تو یہ ختم ہو گیا۔ اصل میں یہ مہربانیوں کی بات ہی' اللہ والے یہ عطا کرتے رہتے ہیں' کبھی یہ خیال

دے دیا' کبھی وہ خیال دے دیا' کبھی کوئی اور بات آ گئی' کبھی پیسہ نہیں ہوتا پھر بھی خود کو امیر سمجھتے ہو' کبھی پیسہ ہوتا ہے اور پھر غریب سمجھ رہے ہو_____ اس لیے بڑے دھیان سے چلنا چاہیے۔ ظاہر باطن کا فرق مٹا دو۔ اللہ کا فضل لو۔ اللہ کے فضل کا طریقہ یہ ہے کہ جن لوگوں پر فضل ہوا ان کے قریب رہا کرو' وہ پرانے لوگ ہوں یا نئے لوگ ہوں۔ کیا آج سے پہلے فضل ہوا؟ کہتا ہے کہ ہاں جی ہوا' ہم داتا صاحبؒ جا رہے ہیں۔ تو آپ وہاں جایا کرو۔ کیا کوئی فضل والا بندہ موجود ہے؟ کہتا ہے کہ وہاں ایک باباجی ہیں' وہ فضل والے ہیں۔ تو اُن کے پاس جایا کریں' ضرور جایا کریں۔ تو فضل کی تلاش میں فضل یافتہ تک جائیں۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ جو فضل یافتہ ہیں اُن کے پاس جائیں۔

اور کوئی بات پوچھو_____ بولو_____

سوال:

سر! یہ جو مجذوب ہوتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں اور ان کا کیا مقام ہے؟

جواب:

یہ بھی بتائیں گے۔ فی الحال آپ اپنا مقام ڈھونڈیں۔ پہلے اپنا مقام ڈھونڈو' پھر ان کا مقام ڈھونڈیں گے۔ ڈھونڈیں گے اور بتائیں گے۔ یہ لمبی بات ہے لیکن اس سے پہلے اور واقعات دیکھنے چاہییں۔ آپ اپنے میں یہ دریافت کریں کہ اگر آپ کو یہ علم مل جائے تو اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ آپ علم میں اضافہ نہ کرنا' عمل میں اضافہ کرنا_____

ریاض میاں بولیں_____ اور کوئی_____

سوال:

اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہونے کے لیے کیا عمل زیادہ کریں؟

جواب:

اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے لیے نسخہ تجویز کرانے کی بجائے اس تقرب کے لیے پہلے Sincerely خواہش کریں۔ یہ خواہش Sincere ہونی چاہیے۔ اگر ساری زندگی اس Sincere خواہش میں لگ جائے' تب بھی کرو۔ جس دن تمہاری خواہش Sincere ہوگئی' اندر سے ملاوٹ ختم ہوگئی تو خود بخود راستہ تجویز ہو جائے گا۔ راستہ کسی عمل سے نہیں ملتا بلکہ یہ خلوص سے ملتا ہے۔ گھر بیٹھے ہی یہ سارا تصور ہوتا ہے' آپ نے جانا تو کہیں نہیں ہے۔ اگر انسان گھر بیٹھے ہوئے مخلص ہو جائے تو یہ ایسا عشق ہے جس میں محبوب کے گھر کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ہمہ حال قریب ہے۔ اس میں صدق اور صداقت ضروری ہونی چاہیے۔ یہ پیدا ہو جائے تو یہی تو عطا ہے اُن کی۔ تو یہ عشق ان کی اپنی عطا ہے۔ جس کو انہوں نے عطا کیا وہ تو ضرور پہنچے گا _____ اللہ تو فعال لما یرید جو وہ کہتا ہے وہ تو کر کے رہتا ہے۔ اگر اپنے طور پر نقلی عاشق بنو گے تو پھر مار کھا جاؤ گے۔ پہلے یہ دیکھو کہ کیا جذبہ صحیح اور طلب صحیح ہے۔ اگر طلب صحیح ہے تو وہ مطلوب تک پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ طلب ہے جو مطلوب تک پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ طلب ہے جو مطلوب عطا کرتا ہے۔ اس کے راستے کا طریقہ تو عشق کا ہے۔ اور جس میں عشق موجود ہوتا ہے وہ انسان یہ مانگتا

ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ جس نے تلاش کیا اس نے پالیا۔ بلکہ راز یہ ہے کہ جس نے پایا اُس نے تلاش کیا۔ تو اس میں پانا پہلے ہے اور تلاش بعد میں ہے۔ اس میں Sincerity ضروری ہے' خلوص ہو۔ اگر خالص عشق پیدا ہو گیا تو محبوب حاصل ہو گیا۔ عشق میں محبوب کی تلاش کیا ہے' محبوب کی خواہش کیا ہے' وہ تو موجود ہے' عشق ہوتا ہی محبوب کی خواہش ہے۔ اب تلاش کس بات کی؟ اگر تُو محبوب کو نہیں جانتا تو عشق کہاں؟ عشق حقیقی تو محبوب کی عطا ہے۔ جب محبوب کی عطا تمہارے پاس ہے تو محبوب تمہارے پاس ہے۔ پھر کیا حاصل کرنا ہے؟ اگر دنیا کو دکھانے کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو تو وہ چھوڑ دو۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس اللہ کی یاد میں صرف آنسو ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے قریب ہو جاؤں' تو جب آنسو مل گئے ہیں تو اس نے اور کیا قریب ہونا ہے۔ یہی کچھ تو ملتا ہے۔ اللہ کی راہ فرق کی راہ ہے۔ اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تو فراق ہے۔ تو یہ فراق ہی وصال ہے۔ تو اس طرح قریب ہونا ہی قریب ہونا ہے' یہ آنسو ہی قریب ہیں' یہ فراق ہی قریب ہے اور یہ خلوص ہی قریب ہے۔ اگر خلوص ہے تو پھر قریب ہے۔ جانا آنا کہیں بھی نہیں بلکہ اپنے عشق کو دریافت کرنا ہے' چل پڑے تو چل پڑے خیر سے۔ نہ وہ تمہارا زمانہ ہے اور نہ تمہارا حال ہے اور گزرے ہوئے زمانے کے کسی انسان سے آج کا انسان محبت کر لے تو یہ عجب بات ہے۔ تو اگر یہ محبت ہو جائے تو یہ عجب بات ہے۔ یہ ہے بن دیکھے کی محبت اور یہ اُسی کا فیض ہوتا ہے جو یہ بن دیکھے کی محبت عطا کرتا ہے۔ آپ تو دیکھے کی محبت بھی نہیں کرتے اور اگر بن دیکھے سے محبت ہو جائے تو بڑی بات

ہے اور جب یہ بات عطا ہوتی ہے تو پھر محبت ہوتی ہے۔ ورنہ تمہیں کیا پتہ کہ کس طرح محبت کرنی ہے' جس کو دیکھا نہیں اس سے محبت کیا ہے۔ جب اُسے دیکھا نہیں ہے اور محبت ہے تو یہ اس کی اپنی توجہ ہے جو محبت پیدا کر رہی ہے۔ اس لیے اس کا کوئی نسخہ نہ مانگنا کیونکہ اس کا یہی نسخہ ہے کہ یہ ان کی اپنی عطا ہے۔

اور کوئی بات _____ ڈاکٹر طلعت بولے _____

سوال:

جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا' جو باتیں آپ سے سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں _____

جواب:

آپ نے اگر مجھ سے یہ بات سُن لی کہ دولہا گھوڑے پہ چڑھتا ہے اور سہرا باندھتا ہے تو جب شادی ہوگی تب پتہ چلے گا۔ اگر آپ بچپن میں ایک بات سن رہے ہیں تو جب جوان ہوں گے تو بات سمجھ آئے گی۔ ابھی تو سمجھ نہیں آئے گی۔ تو ابھی تو علم ہی حاصل کرو۔ جب وہ وقت آئے گا تو تمہیں وہ بات یاد آئے گی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دریا کے اندر جب ڈوبنے لگ جاؤ تو اللہ کو یاد کرو۔ اب اگر دریا نہ ملے اور ڈوبنے کا تجربہ نہ ہو تو کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ کو کب یاد کرنا ہے۔ جب دریا کے اندر ڈوبنے کا وقت آتا ہے تو وہاں بات یاد آتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ؎

ڈوب جانے کے جب آثار نظر آتے ہیں
کالی کملی میں ہ سرکارؐ نظر آتے ہیں

اس سے پہلے کناروں پہ کھڑے ہو کے تم طوفان کا نظارہ کیسے کرو گے۔ جب گردن پر عزرائیلؑ کا ہاتھ ہوگا' وہ اپنے بھائی ہیں' پھر ہم کہیں گے کہ حساب کرو۔ پھر تمہیں یاد آئے گا کہ ہم نے تو تمہیں یہ بات بتائی تھی کہ جب عزرائیلؑ کا ہاتھ گردن پہ ہو تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو۔ پھر بچت ہو جائے گی۔ اگر تمہیں آج ہی اس واردات کا تجربہ چاہیے تو پھر تو تم گھر سے اجازت لے کے آؤ۔ ہم یہ باتیں موت کی بتا رہے ہیں' اللہ کے راستے کی بتا رہے ہیں اور جب راستے پہ چلو گے تو پھر یہ بات سمجھ آئے گی کہ یہ کیا باتیں ہیں۔ تم تو ڈاکٹر بن کے بھی پریشان ہو' انجینئر سے پوچھو تو وہ انجینئر بن کے پریشان ہے' اور ان کے ماں باپ سے پوچھو تو وہ دونوں سے پریشان ہیں' ان کی بیویوں سے پوچھو تو وہ بھی پریشان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشانی کی وجہ شعبہ نہیں ہے' پروفیشن نہیں ہے' بلکہ پروفیشن کوئی بھی ہو' اچھا بندہ جو ہے وہ اچھا ہی رہتا ہے اور بُرا آدمی برا ہی ہوتا ہے۔ اچھے پروفیشن میں بھی برا آدمی ہوتا ہے' مسجد میں بھی جھگڑالو آدمی ہوتا ہے اور خانہ کعبہ میں بھی جیب کترا چلا جاتا ہے اور جیب کاٹ کے آتا ہے۔ کچھ لوگ غلاف کعبہ کاٹ کے آ جاتے ہیں۔ ہر جگہ بڑے بڑے فن کار ہیں' بڑے کھیل کرتے ہیں۔ برا آدمی جہاں جائے گا وہ بُرا ہوگا اور اچھا آدمی جہاں جائے گا وہ اچھا ہوگا۔ اب یہ بات تمہیں کیسے سمجھ آئے گی؟ یہ بات تمہیں زندگی کے اندر جا کے سمجھ آئے گی کہ برا آدمی کون ہوتا ہے' اچھا آدمی کون ہوتا ہے' دھوکا دینے والا کیسے ہوتا ہے _____ ابھی تو تم بچے ہو' جب آگے چلو گے تو پتہ چلے گا کہ زندگی میں کیسے واقعات آتے ہیں۔ یہ واقعات بعد میں سمجھ آئیں گے

جب زندگی آگے چلے گی۔ابھی تو کتابوں سے فارغ ہوئے ہو' ڈگری لی ہے' ہسپتال میں چلے گئے' ہسپتال سے نکل کے پھر کتابوں میں ــــــ لیکن جب زندگی میں داخل ہوگے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ زندگی کیا ہے۔اس لیے ابھی یہ تجربہ نہیں ہوگا' یہ باتیں اُدھر کی ہیں اور اُدھر جا کے سمجھ آئے گی' وقت کی بات وقت کے ساتھ سمجھ آئے گی' بڑھاپے کی بات بڑھاپے میں سمجھ آئے گی۔آج اگر میں بتاتا ہوں کہ جب بڑھاپے کے دن آجائیں تو آپ اس طرح زندگی گزارنا۔اب جس پہ بڑھاپا آئے گا وہ بتائے گا کہ کیسے زندگی گزارنی ہے۔ جوانی والا کیسے سمجھے گا کہ بڑھاپا کیا ہوتا ہے۔بچہ اگر پوچھے کہ یہ کیا باتیں کرتے رہتے ہو تو اس سے کہو کہ بیٹا بات یہ ہے کہ تم نے ابھی یادیں پیدا کرنی ہیں اور ہم نے یادوں میں زندہ رہنا ہے۔تو یہ بڑا فرق ہے۔تو بچے نے ابھی یادیں پیدا کرنی ہیں' کہ یادیں ہوتی کیا ہیں' پھر انہیں یاد کیا کیوں جاتا ہے اور ہم یادیں پیدا کر کے آگئے اور یہ سارا سرمایہ لے کے ہم بیٹھے ہیں اور یادوں کو یاد کر رہے ہیں۔تم یہ کیسے جانو؟ تو بوڑھے آدمی کی زندگی کیا ہوتی ہے' جوان کی زندگی کیا ہوتی ہے اور بچے کی زندگی کیا ہوتی ہے ــــــ تم اپنے دور کو دیکھو کہ تم کیا ہو۔تمہارے لیے واردات کا ابھی بہت وقت پڑا ہے۔یہ بات کب سمجھ آئے گی؟ جب سمجھ آنے کا وقت آئے گا۔وہ آدمی خوش نصیب ہے جو دوسرے کی غلطی سے سبق سیکھ جائے اور دوسرے کی دانائی سے فیض پا جائے اور سفر سے پہلے سفر کے حالات جان لے۔تو وہ خوش نصیب ہوتا ہے۔تو ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ اس سفر میں صحرا ہے' کوئی نخلستان نہیں ہے' تو کچھ کھانے پینے کا سامان لے

جانا' پانی کا مشکیزہ بھر کے لے جانا۔تو لے جاؤ کیونکہ راستے میں جب دھوپ چمکے گی تو پھر پانی کا مشکیزہ کام آئے گا۔ایسے نہ ہو کہ بے دھیان ہی چل پڑو اور آگے جا کے بندہ تڑپ تڑپ کے مر جائے۔تو اس لیے سفر کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ جب یہ باتیں سنی ہوتی ہیں تو پھر کان میں دوبارہ یہ باتیں گونجتی ہیں کہ یہ واقعہ تو یوں ہے' وہ واقعہ تو یوں ہے_____ میں نے بتایا تھا کہ جوان آدمی کی کچھ یادیں ہوتی ہیں اور کچھ پروگرام ہوتے ہیں۔ انسان کب جوان ہوتا ہے' جب وہ مستقبل کا پروگرام بنائے کہ یہ کریں گے' وہ کریں گے۔تو یہ جوانی کے دن ہیں۔ بڑھاپا کب ہوتا ہے؟ جب انسان کا صرف ماضی ہوتا ہے کہ یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا!That's All_____ پھر یہ واقعہ اور ہو جاتا ہے۔ بوڑھے آدمی کا صرف ماضی اور ماضی ہوتا ہے' اس کے پروگرام نہیں ہوتے۔اب یہ فتویٰ نہیں دے سکتے کہ انسان زندگی میں کس طرح وقت گزارے۔زندگی اللہ کے فضل سے گزرتی ہے۔اگر وہ چاہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں اور نہ چاہے تو انسان کا وقت ضائع ہو جاتا ہے اور گزر جاتا ہے۔

اور کوئی بات_____ چغتائی صاحب بولیں گے؟ حسن صاحب بولیں! حافظ صاحب آپ پوچھیں

سوال:

تصورِ شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟

جواب:

تصورِ شیخ بالکل جائز ہے۔تصور کوئی علیحدہ Exercise نہیں ہے'

ورزش نہیں ہے۔ اگر آپ کے ذہن پر آپ کی محبت چھا جائے تو یہ تصورِ شیخ بن جاتا ہے۔ یہ محبت کی بات ہے۔ کسی آدمی سے محبت ہو تو محبت کہاں ہوتی ہے؟ آپ کے دل میں ہوتی ہے۔ اگر کسی کا چہرہ دل میں قائم ہو جائے تو اُسے تصور کہتے ہیں۔ تصور جو ہے یہ سائنٹیفک نہیں ہے کہ غور کرو' تصور جماؤ' شیخ کا فوٹو سامنے رکھو۔ جو چیز دل کو بھا گئی ہے وہ تصور بن گیا۔ تصورِ شیخ ہمہ حال چلتا ہے۔ اگر راستہ دنیا کا ہو تو تصورِ شیخ باطل ہے اور اگر راستہ دین کا چل رہا ہے تو تصورِ شیخ جائز ہے۔ تو یہ مسافر کی حالت پر ہے کہ تصورِ شیخ کب جائز ہے۔ کب ہو گا؟ جب تمہارا عمل جائز ہو۔ یوں سمجھ لو کہ جب بچہ امتحان دے رہا ہو تو وہ کہتا ہے کہ میرا یہ سوال غلط ہو گیا تھا' مجھے وہاں استاد کا تصور آیا تو میں نے سوال ٹھیک کر لیا تھا۔ تو استاد کا تصور غلط سوال کو ٹھیک کرا دیتا ہے۔ باپ کا تصور جو ہے وہ گناہ سے بچا دیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جب یہ خبر ابا جان کو پہنچے گی تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور ان کا ہارٹ فیل ہو جائے گا' میرے عمل کی خبر یا میری بدعملی کی خبر جب میری ماں کو پہنچے گی تو ہم تو برباد ہو جائیں گے اور خدانخواستہ میرے بہن بھائیوں کو یہ خبر مل گئی تو پھر کیا بنے گا۔ گویا کہ آپ کا عمل بدل گیا۔ تو یہ ماں کا تصور ہے' باپ کا تصور ہے' یاد کا تصور ہے۔ شیخ کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمارا شیخ ہے' اس راستے کا شیخ ہے' اگر اسے اس راستے کا شیخ ماننے کے بعد میں نے دودھ میں کچھ پانی ملانا شروع کر دیا تو پھر تو وہ ناراض ہو جائے گا' وہ تو جاننے والا ہے' دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ شیخ جو ہے وہ محرمِ راز ہوتا ہے اور یہ بتا دیتا ہے کہ تم کس راستے سے آ رہے ہو' کیا کر رہے ہو۔ اس طرح ساری باتیں بتا دیں۔ اگر دودھ

میں پانی ڈال دیا تو شیخ کا تصور ختم ہو جائے گا۔ اس طرح سب ضائع ہو گیا' ایک خزانہ چلا گیا کیونکہ شیخ نے اپنا تصور نکال لیا۔ بات سمجھ آئی؟ کیونکہ تم نے یہ کیا کہ دودھ میں پانی ملا دیا _____ اس لیے آپ خیال کرو۔ تصورِ شیخ آپ کی نیکی کو محفوظ کرتا ہے' آپ کے عمل کی اصلاح کرتا ہے' گائیڈ کرتا ہے' کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں روشنی کا کام دیتا ہے۔ یہ نیکی کا تصور ہے' آپ کے عمل کے ساتھ ہے۔ محبت کا کیا طریقہ ہوتا ہے؟ محبت کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا بلکہ محبت عطا ہی ہوتی ہے' شیخ خود یہ دیتے ہیں' آپ نہیں لے سکتے۔ کہتا ہے کہ ہم بہت تصورِ شیخ کرتے ہیں' وہاں جب گئے تو شیخ کو ہم نے ٹکٹکی باندھ کے دیکھا' باہر نکل کے پھر تصور ضائع ہو گیا۔ باہر نکل کے اُس نے جب دنیا کا لالچ دیکھا تو تصور کدھر سے آئے گا _____

اور کوئی بات ہے؟ نہیں؟ تو اب دعا کرو _____ وہ تمام دعائیں جو آپ کرنا چاہتے ہیں' وہ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کے اندر اصلاح فرمائے تا کہ ہم اپنے آپ پر راضی رہیں' دنیا بھی ہم پر ناراض نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی ہم سے راضی رہے۔ یا اللہ ایسی زندگی عطا فرما کہ ہم راضی' ہمارا سماج راضی اور تُو راضی۔ یا اللہ ہمارے حالات بہتر ہونے چاہییں' کہیں یہ نہ ہو کہ ہماری حسرتیں رہ جائیں۔ یا رب العالمین! یہ میلہ ہے اور ہمیں اچھی طرح میلہ دیکھنے کا موقع عطا فرما! آپ کے اس میلے کے اندر ہمارے ساتھ بہتر سلوک ہونا چاہیے تا کہ ہم آسانی سے گزر جائیں۔ یا رب العالمین! توفیق عطا فرما' مہربانی عطا فرما اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ عطا فرما' ان سے محبت عطا فرما۔

سوال:

بیماروں کے لیے بھی دعا فرمادیں۔

جواب:

یارب العالمین! بیماروں کو شفا عطا فرما۔ تو نے جب زندگی عطا فرمائی ہے تو اس کے اندر آسانی عطا فرما۔ یارب العالمین! بیماری Withdraw کر لوگوں کو آسانی دے شفا دے۔ یارب العالمین! سب کو شفا دے مہربانی کر۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء و المرسلین محمد و آلہ واصحابہ اجمعین ــــــ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

توبہ

اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔

اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔

توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔

جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔

گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔

توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

http://www.wasifaliwasif.org

دعا

- جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے ملتجی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایۂ ابر ہے۔
- پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

http://www.wasifaliwasif.org

خاموشی

- ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔
- زیادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔
- آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔
- زندگی سراپا اور سربستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔
- باطن کا سفر' اندرون بینی کا سفر' من کی دنیا کا سفر' دل کی گہرائیوں کا سفر' رازِ ہستی کا سفر' دیدہ وری کا سفر' چشم بینا کا سفر' حق بینی کا سفر اور حق یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔
- خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔
- انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے اپنے رُوبرو ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے رُوبرو نہیں ہونا چاہتا۔
- انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بدنصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے' نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی' اپنی زندگی پر راضی' اپنے حال پر راضی' اپنے حالات پر راضی' اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

علم

اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔

ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔

علم بادِ صبح گاہی اور آہِ سحر گاہی سے ملتا ہے۔

کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا' تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے خالی نہیں۔

ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔

ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔

علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔

لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاش روزگار کے لیے ہے اور تقریب پروردگار کے لیے نہیں۔

وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب اکبر ہے۔

زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب اٹھ جاتا ہے۔

علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو' کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصفؒ﴾

تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	کرن کرن سورج (دیلکس ایڈیشن	(نثر پارے)
3	دل دریا سمندر	(مضامین)
4	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
5	شب چراغ	(شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a Drop	(Essays)
8	بھرے بھڑولے	(شاعری)
9	شب راز	(شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	حرف حرف حقیقت	(مضامین)

13	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویوز)
14	دریچے	(نثر پارے)
15	ذکر حبیبؐ	
16	واصفیات	(مضامین)
17	واصفیات	(مضامین)
18	گفتگو-1	(سوال جواب)
19	گفتگو-2	(سوال جواب)
20	گفتگو-3	(سوال جواب)
21	گفتگو-4	(سوال جواب)
22	گفتگو-6	(سوال جواب)
23	گفتگو-7	(سوال جواب)
24	گفتگو-8	(سوال جواب)
25	گفتگو-9	(سوال جواب)
26	گفتگو-10	(سوال جواب)
27	گفتگو-11	(سوال جواب)
28	گفتگو-12	(سوال جواب)
29	گفتگو-13	(سوال جواب)
30	گفتگو-14	(سوال جواب)

31	گفتگو-15	(سوال جواب)
32	گفتگو-16	(سوال جواب)
33	گفتگو-17	(سوال جواب)
34	گفتگو-18	(سوال جواب)
35	گفتگو-19	(سوال جواب)
36	گفتگو-20	(سوال جواب)
37	گفتگو-21	(سوال جواب)
38	گفتگو-22	(سوال جواب)
39	گفتگو-23	(سوال جواب)
40	گفتگو-24	(سوال جواب)
41	گفتگو-25	(سوال جواب)

کاشف پبلی کیشنز

A-301، جوہر ٹاؤن۔لاہور

http://www.wasifalIwasif.or


گفتگو
واصف علی واصف رح

واصف علی واصف

گفتگو-27

کاشف پبلی کیشنز

A-301، جوہر ٹاؤن-لاہور

مجھے فطرت نے بخشی چشمِ بینا
میں رنگوں کی صدا سنتا رہا ہوں

(واصف علی واصفؔ)

''سچ وہ ہے جو سچے کی زبان سے نکلے''

روشنی کے مسافر روشنی کے سفیر ہوتے ہیں۔ وہ اُجالوں میں رہتے ہیں' اُجالوں کی بات کرتے ہیں' خود کو بھی اُجالتے ہیں اور دوسروں کو بھی تمام عمر اُجالتے رہتے ہیں۔ روشنی کے مسافر لوگوں کو اُسی روشنی کی طرف لے جاتے ہیں' جس سے وہ خود منوّر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف تاریکیوں کے خوگر' اندھیروں میں رہتے ہیں' اندھیرا پھیلاتے ہیں اور مایوسی کے سائے گہرے کرتے ہیں۔ حق وصداقت کی روشنی کے مسافر اپنے اندر نورِ ایمان کی قوت سے مالا مال ہوتے ہیں اور اسی نورِ ایمان کے سبب وہ خوف اور حُزن سے آزاد ہوتے ہیں۔ دوسروں کیلئے آزادی کا پیام وہی لا سکتا ہے جو خود آزاد ہو۔ وہ شخصیت جو صداقت سے مالا مال ہوگی' وہی قال کو حال کا لباس عطا کر سکے گی۔ نورِ ایمان کو جلوہ گر ہونے کیلئے قلبِ صادق درکار ہوتا ہے۔ سچائی کی شمع روشن کرنے کیلئے سچائی کے علم کے علاوہ ایک پیکرِ صداقت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نورانی حکمت اور برہانی دانش جن قلوب کا مقدر ہوتی ہے وہ پہلے سے منتخب اور مختص ہوتے ہیں۔ قدرتِ کاملہ جسے چاہے اس بے پایاں رحمت کیلئے مخصوص و منصوص کر لے۔ پیکرِ صداقت ہر حال میں صداقت کی شمع جلائے رکھتا ہے۔ کاذب ماحول کی مسموم ہوائیں اُس کے قلب میں فروزاں صداقت کا چراغ گُل نہیں کر سکتیں۔ وہ پیکرِ صداقت ''شرکت میانِ حق و باطل''

کسی قیمت پر قبول نہیں کرتا۔ اِس طریق راہروی اور راہبری کے متعلق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے اَزل سے قلندروں کا طریق

.....ایسی ہی طریقت پر چلنے والے ایک پیکرِ صداقت حضرت واصف علی واصف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نورِ ایمان و صداقت کی جو شمع روشن کی تھی' اُس کی لَو تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی محافلِ گفتگو میں بیٹھنے والے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی روح کو اُجالتے اور اپنی دنیا' سماجی' اور روحانی زندگی میں آسودگی پاتے۔ 80ء کی دہائی میں جو محفلیں منعقد ہوئیں' خوش قسمتی سے وہ آڈیو کیسٹ میں محفوظ ہوتی رہیں۔ پیغامِ حق و صداقت' وقت کی حد بندیاں قبول نہیں کرتا۔ عہدِ حاضر میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اسی طرح قابلِ عمل اور موجبِ شفا ثابت ہو رہی ہیں جیسے ماضی میں لوگوں کا تجربہ رہا۔ اس گفتگو کی ٹرانسکرپشن سپردِ قرطاس و قلم کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ بحمداللہ!

طالبانِ حق و صداقت کی ضیافتِ خیال کیلئے ''گفتگو'' کا 27 واں والیوم حاضرِ خدمت ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ادارے کو اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہیں تاکہ اس سلسلہ تحریر کو مزید آراستہ کیا جائے۔

عرضِ ناشر

فہرست

[1]

نمبر شمار	سوال	صفحہ نمبر
1	یہ جو بے رنگی ہوتی ہے یہ کیا ہے؟	23
2	قرآن پڑھیں تو یہ لگتا ہے کہ نبیوں سے عہد لیا گیا اور نبی.....	28
3	کیا زندگی دینے والا زندگی واپس لینے کے علاوہ بھی اس پر کوئی اختیار رکھتا ہے؟.....	39
4	کیا خالق مخلوق کے تجربے یا مشاہدے میں آ سکتا ہے؟	41
5	کیا ہر انسان کو یکساں صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے.....	41
6	کیا بدصورت اور خوب صورت انسان ہوتے ہیں؟	42
7	کیا پیدائش سے پہلے بھی کوئی نیکی بدی ہوتی ہے؟	42
8	کیا انسانوں کے اژدہام میں ایک آدمی اپنے ایمان کے	42

	حوالے سے اپنا امتیاز ثابت کرسکتا ہے؟	
9	کیا ہونا اور نہ ہونا سب کے لیے نہیں ہوتا؟	43
10	کیا ماننے والے شکست سے دوچار نہیں ہوتے؟	43
11	کیا نہ ماننے والے سرفراز نہیں ہوتے؟	43
12	کیا تسلیم کا انعام شہادت ہے؟	44
13	کیا کمزور وجود فاتح ہوسکتا ہے؟	44
14	کیا خالق کو نہ ماننے والے خالق کی کائنات کے مالک ہو سکتے ہیں؟	44
15	کیا ایمان رکھنے والے پریشانیٔ حالات کا شکار تو نہیں؟	45
16	کیا ماننے والوں کو پریشان رکھا جاتا ہے؟	45
17	فرعون باغی ہے لیکن بادشاہ ہے' موسیٰ علیہ السلام دوست ہیں لیکن بے دست و پا۔ کیوں؟	46
18	کیا دعائیں ہمیشہ منظور ہوتی ہیں؟ کبھی کبھی منظور ہوتی ہیں یا کبھی نہیں؟	46
19	کیا دعا سے نتائج اور وجوہات کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں؟	47
20	کیا صرف دعا کے ذریعے وہ نتیجہ مل سکتا ہے جس پر دعا کے علاوہ کوئی اور استحقاق نہ ہو؟	47
21	کیا کسی پیغمبر کی کوئی دعا نامنظور ہوئی ہے؟	48
22	کیا کسی کافر کی کوئی آرزو کبھی پوری ہوئی ہے؟	48

23	کیا ہماری محنت نصیب کے تابع ہے؟	48
24	کیا نصیب بدل سکتا ہے؟	49
25	کیا نصیب کو نصیب بدلتا ہے؟	49
26	کیا دو نصیب ہوتے ہیں' تبدیلی کرنے والا اور تبدیل ہونے والا؟	50
27	کیا بیماری دعا سے دور ہوتی ہے یا دوا سے؟	50
28	کیا سکون آسمانوں سے نازل ہوتا ہے یا یہ اپنے خیال سے نازل ہوتا ہے؟	51
29	کیا سکون خودگریزی کا نام ہے یا بے عملی کا عمل؟	52
30	کیا ایمان والے کافروں کی بنائی ہوئی آسائشیں خرید کر سکتے ہیں؟	52
31	کیا یہود سے اسلحہ لے کر ہنود کے خلاف جہاد کیا جا سکتا ہے؟	53
32	کیا ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک کے خلاف جہاد کر سکتا ہے؟	53
33	کیا مومن ہونے کے لیے کسی ادارے سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے؟	53
34	کیا ہم ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں جو خود کو مومن کہے؟	54
35	کیا اعمال کو نیت سے پہچانا جاتا ہے یا نتیجے سے؟	54
36	کیا نیت جاننے کا بھی کوئی علم ہے؟	55

37	کیا ظاہر علم اور مخفی علم الگ الگ علوم ہیں؟	56
38	کیا مجبور کا گناہ ہوتا ہے؟	56
39	کیا بے بس جواب دہ ہے؟	56
40	کیا پابند آزاد کہلا سکتا ہے؟	56
41	کیا عبادت عابد کی مجبوری ہے کہ اختیار؟	57
42	کیا کائنات کی ہر شے خالق کی تسبیح بیان کر رہی ہے؟	57
43	کیا تسبیح بیان کرنے والی شے باغی ہو سکتی ہے؟	57
44	اگر ایک مسلمان ملک کسی غیر مسلم ملک کے خلاف جہاد.....	58
45	کیا مسلمان قوموں کو ایک ملت بننے کا کبھی موقع مل سکے گا؟	59
46	کیا مسلمانوں کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟	59
47	کیا مسلمانوں کا تیل، یہودی کے ٹینکوں میں تو استعمال نہیں ہو رہا؟	60
48	کیا ہمارا مستقبل سب مسلمانوں کا مستقبل ہے؟	60
49	کیا سچے دین کو ماننے والے ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟	61
50	کیا مسلمان معاشرہ قائم ہو چکا ہے؟	61
51	کیا مسلمانوں پر اسلام نافذ ہو چکا ہے؟	61
52	کیا آج اسلام کی وہی حالت ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی؟	62
53	کیا ترقی کرنے کے لیے مذہب کا ہونا بہت ہی ضروری ہے؟	62
54	کیا لامذہب لوگ ترقی نہیں کرتے؟	63

55	کیا مذہب حاصل ہونے کے بعد ترقی ہے؟	63
56	کیا آج کے ترقی یافتہ ممالک کوئی مذہب رکھتے ہیں؟	64
57	گھر سے قبرستان تک کا فاصلہ طے کرنے کے لیے کتنی ترقی چاہیے؟	65
58	کیا قوم میں وحدتِ افکار اور وحدتِ کردار پیدا کرنے کے لیے عذاب کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوسکتا؟	65
59	کیا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی بڑی مخلوق بھی ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہو؟	66
60	کیا اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ وسیع نہیں ہے؟	67
61	ماننے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا متمنی ماننے سے گریز کرتا ہے۔	72
62	کیا یقین ایمان ہی ہوتا ہے؟	73

[2]

1	اس کی کیا پہچان ہے کہ کون سی تکلیف خدائی طرف سے ہے یا دوسری طرف سے ___	94
2	دل میں جو آرزو پیدا ہوتی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے؟	103
3	ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة کا کیا	105

مرطاب ہے؟

4 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم کوئی آیت 108
منسوخ کر دیتے ہیں اور.....

5 قرآن پاک میں سیروا فی الارض کا حکم ہے۔ یہ کیسے 108
آتی ہے۔ پھر مکذبین کے لیے اس کی کیا ضرورت ہے۔

[3]

1 لیلۃ القدر کی حقیقت سمجھ نہیں آتی..... 118

2 قرآن ایک رات میں تو نازل نہیں ہوا بلکہ وہ تو کافی عرصہ نازل 118
ہوتا رہا۔

3 باہر کے ملکوں میں رہنے والے لوگ اپنے بچوں کو کتنی اسلامی 121
تعلیم دیں۔

4 کوئی شخص اگر کسی اور سے پوچھے کہ آپ کو اپنے اللہ کے ساتھ 122
کتنی محبت ہے....

5 ہم لوگ سارے بہن بھائی اکثر اکٹھے ہو جاتے ہیں'..... 127

6 ہم خود تو فیض اٹھا رہے ہیں لیکن جی چاہتا ہے کہ دوسروں تک 139
بھی یہ...

7 میں نے چوبیس سال کی ایک باشریعت لڑکی دیکھی ہے جو بڑی 141
نیک ہے لیکن لوگ اسے پاگل سمجھتے ہیں۔

8	میرا سوال یہ ہے کہ انسانی افکار میں سوچ کی تبدیلی کے مختلف ادوار کے بعد ایک مکمل دین اسلام آ گیا.....	148
9	سرورِ کائنات ﷺ کا ایک پیریڈ چالیس برس کا تھا،.....	151
10	میں تو سیلاب میں ایک بہتا ہوا تنکا ہوں اور مجھ سے.....	154
11	کیا ہم ووٹ کے لیے جواب دہ ہیں؟	158
12	کیا میری اولاد میرے تسلط میں ہے یا نہیں ہے؟	159
13	جب اولاد بالغ ہو جائے تو کیا میں بالکل جواب دہ نہیں ہوں	159
14	اللہ کے بندوں کو غم ملتا ہے' درد سے آشنا ہوئے بغیر اللہ قریب نہیں آتا' تو درد اور غم میں یہ کیا رشتہ ہے؟	164
15	درد دوسروں کا بھی ہوتا ہے جس سے وہ ہم درد بنتا ہے.....	167

[4]

1	ہر آواز کو آوازِ حق کیسے سمجھا جائے؟	173
2	''جاں بحق'' کا لفظ بڑا خوب صورت استعمال ہوا ہے'.....	178
3	بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہوتی ہے تو وہ ہمیں کیسے معاف کرے گا؟	193
4	بعض اوقات وہ گناہ جس سے ہم توبہ کر لیتے ہیں.....	195
5	.....شیطان کی کیا حقیقت ہے؟	199
6	آپ نے فرمایا تھا کہ ابلیس نے خدا کو سجدہ کیا.....	201

7	اگر کوئی بچہ غلط ہو تو ماں کیا کرے؟	204
8	میری ماں تو مر گئی ہے اب میں کیا کروں؟	205
9	اگر میری اولاد مجھے چنگی نہیں لگتی تو میں کیا کروں؟	205
10	یہ جو کہتے ہیں کہ شیطان انسان کو بہکاتا ہے تو شیطان.....	207
11	جناب آپ نے فرمایا تھا کہ تسلیم کے بعد انکار.....	208
12	آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ ریاکاری کی نیکی بھی کرتے ہیں۔	210
13	گناہِ کبیرہ اور گناہ صغیرہ میں کیا فرق ہے؟	211
14	کیا کائنات میں ایسی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں اور ان کا کوئی موسم ہوتا ہے۔	205 214
15	یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کا اچھا نام رکھو تو یہ نام اس کی.....	226
16	ہمیں اکثر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ حقیقت پسندانہ بات.....	227
17	کبھی لگتا ہے کہ ہر چیز تو تیزی سے تبدیل ہوتی ہے پھر کس چیز کو حقیقت کہتے ہیں۔	227
18	یہ جو آپ نے Ill- Educated اور Un-educated کی بات کی ہے تو جو Un-educated ہے وہ کم از کم نیچر کے تو قریب ہوتا ہے۔	232
19	جناب ہم صبح اُٹھتے ہیں تو ایک مسجد سے آواز آ رہی ہوتی.....	234
20	یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو ظلم برداشت کرتا ہے وہ بھی ظالم ہے۔	237
21	کہتے ہیں کہ خیال میں بڑی طاقت ہوتی ہے.....	238

[5]

1.	قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک ﷺ سے فرمایا کہ سائل کو جھڑکی نہ دو.....	245
2	ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے لیے زندگی کیوں مشکل ہے؟	258
3	زندگی گزارنا بہت مشکل ہے۔	
4	مومن کی زندگی ہر جگہ مشکل ہوتی جارہی ہے۔	259
5	یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ مومن بھی رہے اور اس زندگی میں کسی طریقے سے سہولت بھی پیدا کرلے۔	259
6	ہم یہ جو دعا کرتے ہیں کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة۔	260
7	اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسان کیا ہے؟	263
8	گویا تکمیلِ موت ساٹھ سال میں ہوئی۔	269
9	..... درود شریف بغیر وضو کے نہیں پڑھنا چاہیے۔	276
10	کیا تیمم جو ہے وہ نیت کا وضو ہے؟	277

O

1

1 یہ جو بے رنگی ہوتی ہے یہ کیا ہے؟

2 قرآن پڑھیں تو یہ لگتا ہے کہ نبیوں سے عہد لیا گیا اور نبی.....

3 کیا زندگی دینے والا زندگی واپس لینے کے علاوہ بھی اس پر کوئی اختیار رکھتا ہے؟.....

4 کیا خالق مخلوق کے تجربے یا مشاہدے میں آ سکتا ہے؟

5 کیا ہر انسان کو یکساں صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے.....

6 کیا بدصورت اور خوب صورت انسان ہوتے ہیں؟.....

7 کیا پیدائش سے پہلے بھی کوئی نیکی بدی ہوتی ہے؟

8 کیا انسانوں کے اژدہام میں ایک آدمی اپنے ایمان کے حوالے سے اپنا امتیاز ثابت کر سکتا ہے؟

9 کیا ہونا اور نہ ہونا سب کے لیے نہیں ہوتا؟

10 کیا ماننے والے شکست سے دوچار نہیں ہوتے؟

11 کیا نہ ماننے والے سرفراز نہیں ہوتے؟

12 کیا تسلیم کا انعام شہادت ہے؟

13 کیا کمزور وجود فاتح ہو سکتا ہے؟

14 کیا خالق کو نہ ماننے والے خالق کی کائنات کے مالک ہو سکتے ہیں؟

15 کیا ایمان رکھنے والے پریشانیٔ حالات کا شکار تو نہیں؟

16 کیا ماننے والوں کو پریشان رکھا جاتا ہے؟

17 فرعون باغی ہے لیکن بادشاہ ہے' موسیٰ علیہ السلام دوست ہیں لیکن بے دست و پا۔ کیوں؟

18 کیا دعائیں ہمیشہ منظور ہوتی ہیں؟ کبھی کبھی منظور ہوتی ہیں یا کبھی نہیں؟

19 کیا دعا سے نتائج اور وجوہات کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں؟

20 کیا صرف دعا کے ذریعے وہ نتیجہ مل سکتا ہے جس پر دعا کے علاوہ کوئی اور استحقاق نہ ہو؟

21 کیا کسی پیغمبر کی کوئی دعا نامنظور ہوئی ہے؟

22 کیا کسی کافر کی کوئی آرزو کبھی پوری ہوئی ہے؟

23 کیا ہماری محنت نصیب کے تابع ہے؟

24 کیا نصیب بدل سکتا ہے؟

25 کیا نصیب کو نصیب بدلتا ہے؟

26 کیا دو نصیب ہوتے ہیں' تبدیل کرنے والا اور تبدیل ہونے والا؟

27 کیا بیماری دعا سے دور ہوتی ہے یا دوا سے؟

28 کیا سکون آسمانوں سے نازل ہوتا ہے یا یہ اپنے خیال سے نازل ہوتا ہے؟

29 کیا سکون خود گریزی کا نام ہے یا بے عملی کا عمل؟

30 کیا ایمان والے کافروں کی بنائی ہوئی آسائشیں خرید کر سکتے ہیں؟

31 کیا یہود سے اسلحہ لے کر ہنود کے خلاف جہاد کیا جا سکتا ہے؟

32 کیا ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک کے خلاف جہاد کر سکتا ہے؟

33 کیا مومن ہونے کے لیے کسی ادارے سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے؟

34 کیا ہم ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں جو خود کو مومن کہے؟

35 کیا اعمال کو نیت سے پہچانا جاتا ہے یا نتیجے سے؟

36 کیا نیت جاننے کا بھی کوئی علم ہے؟

37 کیا ظاہر علم اور مخفی علم الگ الگ علوم ہیں؟

38 کیا مجبور کا گناہ ہوتا ہے؟

39 کیا بے بس جواب دہ ہے؟

40 کیا پابند آزاد کہلا سکتا ہے؟

41 کیا عبادت عابد کی مجبوری ہے کہ اختیار؟

42 کیا کائنات کی ہر شے خالق کی تسبیح بیان کر رہی ہے؟

43 کیا تسبیح بیان کرنے والی شے باغی ہو سکتی ہے؟

44 کیا مسلمان قوموں کو ایک ملت بننے کا کبھی موقع مل سکے گا۔ کیسے؟

45 اگر ایک مسلمان ملک کسی غیر مسلم ملک کے خلاف جہاد میں مصروف ہو تو کیا دوسرے مسلمان ممالک پر جہاد فرض نہیں ہو جاتا؟

46 کیا مسلمانوں کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟

47 کیا مسلمانوں کا تیل، یہودی کے ٹینکوں میں تو استعمال نہیں ہو رہا؟

48 کیا ہمارا مستقبل سب مسلمانوں کا مستقبل ہے؟

49 کیا سچے دین کو ماننے والے ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟

50 کیا مسلمان معاشرہ قائم ہو چکا ہے؟
51 کیا مسلمانوں پر اسلام نافذ ہو چکا ہے؟
52 کیا آج اسلام کی وہی حالت ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی؟
53 کیا ترقی کرنے کے لیے مذہب کا ہونا بہت ہی ضروری ہے؟
54 کیا لامذہب لوگ ترقی نہیں کرتے؟
55 کیا مذہب حاصل ہونے کے بعد ترقی ہے؟
56 کیا آج کے ترقی یافتہ ممالک کوئی مذہب رکھتے ہیں؟
57 گھر سے قبرستان تک کا فاصلہ طے کرنے کے لیے کتنی ترقی چاہیے؟
58 کیا قوم میں وحدتِ افکار اور وحدتِ کردار پیدا کرنے کے لیے عذاب کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہو سکتا؟
59 کیا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی بڑی مخلوق بھی ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہو؟
60 کیا اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ وسیع نہیں ہے؟
61 ماننے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا.....
62 کیا یقین ایمان ہی ہوتا ہے؟

سوال:

یہ جو بے رنگی ہوتی ہے یہ کیا ہے؟

جواب:

اس چیز کا نہ آپ کی ذات سے تعلق ہے اور نہ آپ کی ضرورت سے تعلق ہے۔ یہ ڈکشنری کا لفظ ہے اور جو آدمی اسے استعمال کرتا ہے اسے کرنے دو۔ یہ اس کا مسئلہ ہے' آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔ لوگ بزرگوں کے رسالوں سے لفظ پڑھ کے استعمال کر لیتے ہیں اور سننے والا کہتا ہے کہ یہ کوئی خاص Term استعمال ہو رہی ہے' میں تو نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے ____ رنگ کو رنگ کہتے ہیں اور بے رنگ کو بے رنگ کہتے ہیں۔ یہ لفظ بنایا ہے درویشوں نے۔ جس طرح سفید روشنی سے سات رنگ نکلتے ہیں' یہ سائنٹیفک ہے۔ آپ نے کبھی Spectrum دیکھا ہے؟ Prism دیکھا ہے؟ Prism سے جب لائٹ نکالی جائے تو سامنے سات رنگ ہوتے ہیں جیسے آسمان پر قوسِ قزح ہوتی ہے۔ حالانکہ آسمان پر تو کوئی رنگ نہیں ہوتے۔ آپ نے کبھی دیکھا کہ آسمان پر کتنے رنگ ہوتے ہیں؟ کبھی قوسِ قزح دیکھی ہے؟ اس کے کتنے رنگ ہوتے ہیں؟ قوسِ قزح کیا ہوتی ہے؟

سوال:

وہ Rainbow ہوتی ہے۔

جواب:

Rainbow میں رنگ ہوتے ہیں' کبھی غور سے دیکھو تو سات رنگ ہیں۔ کتنے رنگ ہیں؟ آپ کو رنگوں کا پتہ ہے کہ کون کون سے ہیں؟

سوال:

وائلٹ' انڈیگو' بلیو' گرین' ییلو' اورنج اور ریڈ۔

جواب:

ہاں یہ سات رنگ ہیں Violet, Indigo, Blue, Green, Orange, Red۔ اب یہ سات رنگ سفید رنگ کے حصے ہیں اور یہ سات رنگ جب کسی خاص فارمولے کے مطابق باہم مل جائیں تو سفید رنگ بن جاتا ہے۔ سفید رنگ بے رنگ ہے' تو بے رنگ میں بڑے رنگ ہیں۔ اس سے پھر فقراء نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی رنگ نہیں ہے لیکن ہر رنگ اس کا ہے۔ اس لیے اس کو بے رنگ کہا

؎ بارنگ کو بے رنگ کے پردے میں کبھی دیکھ

جو بارنگ ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ اس لیے جو نظر آ رہا ہے وہ بارنگ ہے' اس کو بے رنگ کے پردے میں دیکھ۔ یعنی کہ بنانے والے نے' جس نے اس کا اظہار کیا ہے اس نے اپنے آپ کو مخفی کر لیا۔ اظہار سے مخفی کو دیکھ۔ یعنی کہ مظہر سے مخفی دیکھنا۔ آپ یہ دیکھا کرو۔ جو کچھ مظہر ہے وہ جلوہ ہے۔ پھر مخفی کیا ہے؟ جلوہ پیدا

کرنے والا۔ اگر تم نے مظہر سے مخفی نہ دیکھا پھر تمہارے لیے بے رنگ کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بے رنگ کا مطلب کیا ہے؟ نے رنگی میں یا بارنگی میں بے رنگی دیکھنا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ہے قصہ۔ فقیروں نے یہ بات بتائی ہے۔ آپ کو بے رنگی کا مسئلہ کیوں پیدا ہوا؟

سوال:

میں جاننا چاہتا تھا کہ یہ کیا ہے؟

جواب:

وہ لوگ جو اللہ کے تقرب میں چلے جاتے ہیں وہ پھر رنگوں سے بھاگتے ہیں۔ اہلِ ذکر حضرات جو اپنے حلقہ ذکر میں ذکر کرتے ہیں' پھر مراقبہ میں رنگ دیکھتے ہیں' اُسے نور کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ رنگ دیکھا' نور دیکھا۔ جو اللہ کے زیادہ تقرب والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رنگ جو ہیں یہ دراصل آپ کے ہیں اور اللہ بے رنگ ہے۔ اس بارے میں ایک اور بزرگ نے کہا کہ جس طرح ہر صورت ہے' تو صورت جو ہے یہ صورت بنانے والے کا اظہار ہے' چہرہ جو ہے چہرہ بنانے والے کا اظہار ہے اور بنانے والے کا اپنا چہرہ نہیں ہے اور یہ سارے چہرے اس کے اپنے ہیں۔ آپ بات سمجھے ہیں؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے اس کے لیے کہا

؎ دسّے صورت راہ بے صورت دا
پر کم نہیں بے سُوجھت دا

یعنی کہ تم ناسمجھی کا کام نہ کرنا کیونکہ بے سوجھ آدمی یہ نہیں کہہ سکتا۔ یہ ساری

صورتیں بے صورت کا راہ ہے۔ ہر رنگ جو ہے یہ بے رنگ کا راہ بتاتا ہے۔ اس لیے پھر وہ مراقبے سے نکال لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس کا راستہ دیکھو اس کا رنگ دیکھو کہ اس کا اپنا رنگ کوئی نہیں ہے۔ اُس بے رنگ کو عربی میں کہتے ہیں صبغت اللہ یعنی اللہ کا رنگ۔ صبغت اللہ ۚ ومن احسن من اللہ صبغۃ اللہ کا رنگ جو ہے سب سے اچھا رنگ ہے۔ اور وہ رنگ کیا ہے؟ بے رنگ ہے۔ اس رنگ کو' بے رنگ کو صبغۃ اللہ کہتے ہیں۔ وہ اللہ کا رنگ ہے۔ بات سمجھ آئی؟ اللہ کا رنگ جو ہے وہ بے رنگ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کا اپنا چہرہ کوئی نہیں ہے اور ہر چہرہ اس کا اپنا ہے۔ اس لیے چہروں سے بے چہرہ کو دیکھنا' صورت سے بے صورت کو دیکھنا' مظہر سے مخفی کو دیکھنا اور صفت سے ذات کو پہچاننا جو ہے بے رنگی ہوتی ہے۔ اس کائنات میں جتنی بھی صفات کارگر ہیں ان کے پیچھے ذات ہے۔ ہم صفات کو دیکھتے رہتے ہیں اور ذات کو بھول جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں جس نے ظلم کیا' زیادتی کی' چور مال لے کے چلا گیا' مگر یہ ساری صفات ہیں۔ ذات کیا ہے؟ اس کا امر ____ اس لیے آپ عمل سے جھگڑا نہ کیا کرو' لڑنے والے سے مت لڑا کرو بلکہ یہ دیکھو کہ امر کس کا چل رہا ہے۔ آپ موجود عمل سے صاحب امر کو دیکھو یا نعمتوں سے نعمت دینے والے کو دیکھو' منعم کو دیکھو' صفت سے ذات کو دیکھو' عیاں سے نہاں کو دیکھو' جو عیاں ہے اس کے پیچھے نہاں ہے تو ہر عیاں سے نہاں کو دیکھو' گلاب کو دیکھو' پھول کو دیکھو اور اس کے ذریعے پیدا کرنے والے کو دیکھو' اس کو جس نے یہ بنایا ہے' کیا صورت بنائی ہے ____ بے رنگ کا سفر۔ آپ کو کیا ضرورت ہے؟ اس کا پہلا سبق یہ ہوتا ہے کہ

پہچانو کہ یہ کائنات کیا ہے' پھر خالق کے بارے میں غور کرو۔ رنگ سے بے رنگ کو دیکھو۔ دیکھو کہ آپ کا کیا رنگ ہے۔ اس میں ایک اور مقام یہ ہے کہ رنگ طریقوں کو بھی کہتے ہیں' چشتی' قادری' نقش بندی' سہروردی ____ یہ سارے رنگ ہیں۔ یہ سارے طریقت کے رنگ ہیں۔ اس کو یوں بھی کہتے ہیں۔ اور جو توحید ہے وہ بے رنگ ہے۔ اس کا رنگ کوئی نہیں ہے۔ اللہ تو اللہ ہے۔ یہ جو طریقت کے رنگ ہیں یہ ہمارے ہوتے ہیں اور اللہ والوں کا رنگ نہیں ہوتا۔ آپ میں شریعت کے رنگ ہیں' طریقت کے رنگ ہیں' چشتی رنگ ہے' قادری رنگ ہے' نقش بندی رنگ ہے' سہروردی رنگ ہے' شیعہ رنگ ہے' سنی رنگ ہے اور اللہ کا جو رنگ ہے وہ ہے بے رنگ۔ اس میں کوئی طریقت بھی نہیں ہے۔ اللہ کا مذہب بھی نہیں ہوتا' مذہب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور اللہ کا اپنا مذہب نہیں ہونا۔ اللہ کو مذہب کی کیا ضرورت ہے۔ اس نے تو کافروں کو بھی پیدا کرنا ہے' انہیں خوراک دینی ہے' تو اللہ کی بات اور ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ خالی توحید سمجھنا خطرہ ہے کیوں کہ وہ بے رنگ ہے اور جب تک تمہیں شریعت کا پتہ نہ ہو تو بے رنگ کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ گوتم بدھ اللہ کا ہو سکتا ہے لیکن مسلمان نہیں تھا' گورونانک اللہ کے قریب ہو سکتا ہے لیکن وہ مسلمان نہیں تھا۔ بے رنگ کا قرب جو ہے وہ آپ کو بے رنگ ہی بنائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ سفر مشکل ہے۔ آپ کے لیے بہتر سفر درود شریف والا ہے' آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ دعا یہ کرنی چاہیے کہ آپ کو بارنگ میں بے رنگ نظر آئے۔ یہ پہچانا کرو ____ یہ ہے بے رنگ اور بارنگ کا فیصلہ ____

فاروقی صاحب اب بولو____

سوال:

قرآن پڑھیں تو یہ لگتا ہے کہ نبیوں سے عہد لیا گیا اور نبی پہلے سے ہی مبعوث ہیں تو سورۃ والضحیٰ میں آتا ہے کہ ہم نے آپؐ کو ضآلاً فھدی' تو اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب:

یہاں ضآلاً کا مطلب تذبذب ہے' یہ فرمایا گیا کہ ہم نے آپؐ کو متذبذب پایا' سوچ میں گم پایا۔ اللہ جب یہ کہے تو تم وہ لفظ یاد کرو کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں' تو اس کا کیا مطلب ہے؟

سوال:

ارفع ترین مقام ہے۔

جواب:

پھر اس میں کیا رہ گیا۔ جب انسان گمراہ ہوتا ہے' عام طور پر ہو جاتا ہے تو پھر وہ سوالات پیدا کرتا ہے کہ کیا پیغمبر پہلے سے مبعوث ہیں' اگر ہیں تو پھر پیغمبر سے غلطی کیوں ہوتی ہے' اگر پیغمبر اللہ کے قریب ہے تو نوح علیہ السلام کا بیٹا دریا میں کیوں چلا گیا' اس نے کہنا کیوں نہیں مانا' پیغمبر کی کوشش کے باوجود لوگ مسلمان کیوں نہیں ہوئے' کیا پیغمبر خدانخواستہ آپ بھی راہ سے ہٹ سکتے ہیں' راہ سے ہٹے تو پیغمبر کیسے ہیں____ اپنی غلطی کو جواز دینے کے لیے اپنے بزرگوں کی غلطی تلاش کرنا عام طور پر یہ لوگوں کی فطرت ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایسا کہتے

ہیں کہ صرف یہ ہم تو نہیں بلکہ ہمارے ابا حضور بھی کئی دفعہ ایسا کر لیا کرتے تھے۔ یہ گمراہی ہے۔ انسان جب چلتے چلتے تھک جاتا ہے تو اُسے پھر سمجھ نہیں آتی۔ یہ مقام سمجھ نہیں آتا کہ یہ کیا مقام ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ نہیں مارا جو مارا آپؐ نے بلکہ اللہ نے وہ کنکریاں ماریں۔ یعنی کہ آپؐ کا عمل اللہ کا عمل ہے۔ آپؐ نہیں بولتے مگر جب تک وحی نہ ہو۔ آپؐ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے۔ یداللہ ۔اب یہ جو الفاظ ہیں جب علماء کو سمجھ نہیں آتے تو وہ کہتے ہیں کل نفس ذائقة الموت کہ ہر چیز کو موت ہے' پھر حادث اور قدیم کی بحث شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز کو جب موت ہے' جو پیدا ہوا سو مرے گا' تو پیغمبر بھی پیدا ہوئے اور مر گئے' بس وہ ہم جیسے ہی ہیں' اللہ نے خود ہی کہا کہ قل انا بشر مثلکم کہ تمہاری طرح کا انسان ہوں' میری طرف وحی آتی ہے۔ پھر کہے گا کہ یہ کوئی خاص بات تو نہیں ہے۔ یہ خاص بات کیوں نہیں ہے۔ وہ تمہاری طرح کے انسان ہیں لیکن آسمانوں کی سیر کرتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ علماء کہاں گمراہ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری طرح کے انسان ہیں لیکن ان کا نام ہمارا کلمہ ہے' آدمی ہماری طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن ان کا نام ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ تو وہ ہمارے جیسے آدمی کیسے ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ یہ گمراہ ٹولہ ہے' اسے کہتے ہیں علمائے سوٗ جھوٹے علماء' گمراہ علماء' وہ جو بحث کرنے والے ہیں کہ آپؐ بھی پیدا ہوئے اور آپؐ بھی چلے گئے۔ سوال یہ ہے کہ اگر آپؐ چلے گئے ہیں تو کیا ایک گیا ہوا آدمی محبت اور خوف پیدا کر سکتا ہے۔ اور آپ لوگ زندہ ہو لیکن آپ کے اپنے بچے آپ کا کہنا نہیں مانتے انا للہ وانا الیہ راجعون آپؐ کے نام پر آج تک

نعت کہی جارہی ہے' آج تک مانا جارہا ہے ورفعنالک ذکرک کائنات میں ہمہ حال ہمہ وقت اذان میں آپ کا نام بلند ہورہا ہے۔ کیا یہ ہم جیسے انسان ہیں؟ مقصد یہ ہے کہ آپؐ کے جانے کے بعد آپ کا نام بلند ہوتا جارہا ہے۔ لاہور میں ایک مقام ہے' وہاں جا کے دیکھو کہ جہانگیر کا ایک مقبرہ ہے' وہ اپنے زمانے میں بڑا بادشاہ ہوتا تھا اور وہاں پر کس طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور حضور پاک ﷺ کے غلام داتا صاحبؒ کے ہاں جا کے دیکھا کرو کہ وہاں کیا حال ہے' صبح سے شام تک قرآن شریف پڑھا جارہا ہے۔ اور جہانگیر کے مقبرے پر

؎ برمزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے

وہاں نہ تو چراغ ہوگا نہ پھول ہوں گے' کوئی شے بھی نہیں ہوگی ____ تو اس طرح کے سوال نوجوانوں کے ذہنوں کو' اچھے ذہنوں کو گمراہ کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ ایک سوال یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ درود شریف پڑھتا ہے لیکن اللہ کیسے درود شریف پڑھتا ہوگا' ہم تو یہ پڑھتے ہیں اور اللہ کیا پڑھتا ہوگا' پھر حضور پاک ﷺ خود کیا درود شریف پڑھتے ہوں گے۔ پھر سوال کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کہہ کے پہلے شیطان کا نام لیا ہے' یہ کیسا قرآن شریف ہے کہ کلام اللہ کا ہے اور پہلے شیطان کا نام ہے ____ یہ گمراہ کرنے والے سوال ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ کے نام سے پہلے شیطان سے پناہ مانگو تو کیا شیطان کوئی Important Agency ہے۔ یہ گمراہی ہے۔ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم اس بات کو اور طرح سے سمجھتے ہیں۔ وہ چیز جو تمہارے شعور کا حصہ بن جائے اس کو پہچانا کرو۔ وہ چیز جو تمہارے

ایمان کا حصہ ہے اُسے پہچانا کرو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی عمل درمیان میں شروع نہیں ہوتا۔ کیا کہا؟ کہ اللہ تعالیٰ 1985ء سے درود شریف شروع کر دے اور 1986ء میں بند کر دے' ایسا نہیں ہوتا۔ اللہ تو قدیم ہے۔ وہ کب سے درود بھیج رہا ہے؟ جب سے وہ ذات ہے اور جب تک اللہ بھیجتا رہے گا تب تک وہ ذات ہے۔ قدیم کی محبت بھی قدیم ہوگی' قدیم کی چاہت بھی قدیم ہوگی اور قدیم کا محبوب فانی نہیں ہوتا۔ اس لیے یاد رکھنا کہ ضآلاً کا معنی نعوذ باللہ گمراہی نہیں ہے۔ ضآلاً کا معنی؟ تذبذب۔ کہ ہم نے آپؐ کو تشویش میں پایا تو ہم نے آپؐ کو سیدھا راستہ بتایا۔ آپؐ کو تو ہدایت کے لیے پیدا کیا' ہادی بنا کے پیدا کیا' ہادی جو ہے ضآلاً نہیں ہوتا۔ ہادی کیسے ضآلاً ہو سکتا ہے۔ انہیں تو ہدایت کے ساتھ بھیجا گیا۔ یہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کے درمیان کی باتیں ہیں' اس لیے ذرا خیال رکھا کرو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟

سوال:

ترجمہ کرنے والوں نے ایسا لکھا ہے۔

جواب:

ترجمہ کرنے والوں نے بڑی کوشش کی ہے کہ حضور پاک ﷺ کو اپنے جیسا انسان ثابت کریں اور آپؐ کی کامیابی کو فتوحات کے ذریعے ثابت کریں۔ میں نے بتایا تھا کہ حضور پاک ﷺ کی سوانح حیات جسے ہم سیرت کہتے ہیں' سیرت کا علم ہی تمہارے پاس پیغمبرؐ کی زندگی کا علم ہے اور سیرت جو ہے وہ آپؐ کی دن

کی زندگی کا ریکارڈ ہے' رات کی زندگی کا ریکارڈ ہی نہیں ہے۔ یعنی رات کی زندگی تو تم لوگوں کے علم میں نہیں آئی۔ سیرت جو ہے وہ آپ کی زندگی میں بھی آپ کی سیرت تھی اور آپ کے بعد آپ کے جاں نثاروں نے جو کام کیا ہے وہ بھی آپ ہی کی سیرت ہے۔ آپ کے نام کے سہارے' آپ کے دم کے سہارے' آپ کے علم کے سہارے جو آپ کے جاننے والوں' ماننے والوں اور چاہنے والوں نے کیا وہ بھی سیرت ہی میں شامل ہوگا۔ فقیروں کی کرامت بھی معجزات ہی میں شامل ہوگی اور وہ آپ کا معجزہ ہے۔ یعنی کہ آپ کی اتنی تاثیریں ہیں کہ آپ کے جانے کے بعد بھی آپ کی تاثیریں چل رہی ہیں۔ اس لیے یہ بات بڑے دھیان سے سمجھ لو کہ آپ کا وجود کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم آپ کو نعوذ باللہ Ordinary سمجھ لینا' Ordinary نہیں ہیں' یہ ایک خاص مقام ہے۔ یہاں سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں کہ ضآلاً فھدیٰ۔ یہاں پر فھدیٰ پر زور لگاؤ۔ یہاں مرگی پڑتی ہے؟ جب فھدیٰ ہو گیا تو اب ضآلاً کیا ہے۔ یہاں سے آدمی گمراہ ہوتا ہے ____

آپ کا سوال یہ تھا کہ جب سارے پیغمبر ہدایت پا کر آتے ہیں' اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں تو پیغمبر کا ہر عمل آپ لوگوں کے لیے باعثِ تقلید ہے' پیغمبر کا عمل آپ لوگوں کے لیے سنت ہے تو کیا پیغمبر کے عمل میں غلطی ہو سکتی ہے؟ آپ بتاؤ ____ وہ تو آپ کے لیے تقلید ہے۔ بس یہی ہے راز اور اس کو پہچانو۔ ہر نبی ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو یہ بات بتائی ہے۔ حضور پاک ﷺ کی زندگی' آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے' بعثت کے اعلان سے پہلے

کی زندگی جو ہے وہ بھی منشائے قرآن کے مطابق ہے۔ یعنی قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کی زندگی بھی قرآن کے نزول کے مطابق ہے۔ آپؐ صادق اور امین تو بعثت سے پہلے ہی ہیں' قرآن تو اب آ رہا ہے۔ یہ ہے بات سمجھنے والی۔ ایک اور بات سمجھو کہ صداقت اور امانت کی وجہ سے پیغمبری نہیں ملی' صفات کی وجہ سے پیغمبری نہیں ملتی۔ وہ مومنین جو حضور پاک ﷺ کے بیان کا علم اپنے پاس رکھتے ہیں انہیں وہ مرتبہ نہیں ملے گا۔ اب کسی آدمی کے پاس بفرضِ محال وہ صفات ہو جائیں یا وہ علم بھی ہو جائے تو کیا وہ پیغمبر ہو سکتا ہے؟ پیغمبر ہونا صفات کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ صفات جو ہیں وہ پیغمبری کی عطا ہیں۔ اس لیے آپ یہ دیکھو کہ پیغمبر کب بنتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو پیغمبر نہیں بناتا۔ یہ فانی کا باقی کی طرف سے مبعوث ہونا ہے۔ کوئی مقام تو ہے جہاں یہ دونوں ملتے ہیں' جب تک وہ مقام سمجھ نہ آئے تو اس پہ بحث نہ کرو۔ کون سا مقام؟ جب پیدا ہونے والا اور مر جانے والا انسان باقی کے متعلق بیان کرتا ہے کہ اللہ ایسا ہے اور اللہ ویسا ہے۔ کون سا مقام ہے؟ یہ تجربہ آپ کو تو نہیں ہو سکتا۔ کون سا مقام ہے جہاں اللہ جو ہے بندے کے بارے میں یہ کہہ سکتا ہے کہ اس بندے کو ہم نے ایسے پیدا کیا ہے۔ یہ بات ہر آدمی کے لیے نہیں ہے۔ اس لیے پیغمبر کیا ہوتا ہے؟ اللہ کا فیصلہ۔ اللہ نے کہا کہ آپؐ کے بعد نبی نہیں ہوگا تو نہیں ہوگا۔ اس میں دقت کیا ہے؟ اللہ نے کہا کہ یہ میرے محبوب ہیں تو بس پھر مبارک ہو آپؐ محبوب ہیں۔ اب اللہ کے محبوبؐ کے اندر کسی خامی کو Locate کرنے کی تمنا آپ کو ایمان سے خارج کر دے گی۔ اللہ کی ذات بے نقص ہے اور اللہ کا محبوب ﷺ بھی بے نقص۔ کسی نقص کی تمنا یا کسی

خامی کی کوشش جو ہے یہ تمہیں مولوی ہونے کے باوجود گمراہ کر دے گی۔اس لیے استغفار کرنا بہت بہتر ہے۔جب علماء نے یہ کہا کہ حضور پاک ﷺ ایسا کر لیتے تو ویسا ہو جاتا ____ یہاں گمراہی آ گئی۔آپؐ اللہ کے بے نقص محبوب ہیں۔

حسنت جمیع خصالہ

آپؐ کی ہر بات ہی خوب صورت ہے' آپؐ کا ہر عمل خوب صورت ہے' ہر بات صحیح ہے۔آپؐ اگر فیصلہ کریں کہ محمد رسول اللہ کا ٹائیٹل کاٹ دو' تب بھی صحیح ہے اور آپؐ فرمائیں کہ یہ لکھ دو' تب بھی صحیح ہے۔جو آپؐ کہیں وہ صحیح ہے' تحقیق نہ ہو تب بھی صحیح ہے۔آپؐ فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے' ہم نے زندہ ہونا دیکھا نہیں ہے لیکن آپؐ نے فرمایا ہے تو صحیح ہے۔آپؐ نے فرمایا کہ اللہ ہے تو یہ صحیح ہے۔ہم نے اللہ دیکھا ہے کیا؟ گمراہ ہونے کے لیے یہ چھوٹا سا نکتہ بھی کافی ہے کہ اللہ پتہ نہیں ہے کہ نہیں ہے' پتہ تو کرو' مشکل ہی لگتا ہے۔یہ دیکھو کہ جب حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ ہے تو پھر ہے۔اور اگر تم حضور پاک ﷺ کو Ordinary انسان سمجھنے لگ جاؤ گے تو تمہارے پاس نہ اللہ رہے گا' نہ حضور پاک ﷺ اور نہ تمہارا ایمان اور نہ ہی تم رہو گے۔اللہ بے نقص ذات ہے' اس کے محبوب ﷺ بے نقص ہیں' آپؐ نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ عین حق ہے' برحق ہے۔

اب بتاؤ کہ کیا سوال بنتا ہے؟

سوال:

نہیں بنتا۔

جواب:

بالکل ٹھیک ہے' نہیں بن سکتا۔ کسی کی محبت میں دخل نہ دو' اللہ کے الفاظ کا معنٰی اپنی ڈکشنریوں سے مت بناؤ۔ اللہ جانے اور اللہ کے محبوب ﷺ جانیں۔

سوال:

مولانا رومؒ نے اس کے اور ہی معانی بتائے ہیں کہ سارا عرب گمراہی میں گھرا ہوا تھا اور پھر وہ ہدایت یافتہ ہو گیا۔

جواب:

یہ کوشش ہے اور ہم اس میں دخل نہیں دیتے۔ ہم مولانا رومؒ سے بھی دو قدم آگے ہیں کہ ہم اس میں عمل دخل نہیں دیتے۔ کتنی آسان سی بات ہے۔ مولانا رومؒ نے یہ کہا کہ He was surrounded by ignorance یعنی آپؐ کے اردگرد جہالت تھی۔ یہ کہنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' وضاحت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اللہ کے معاملات اور اللہ کے محبوب ﷺ کے معاملات وہ دونوں جانیں۔ اِس کے وہ جانے اور اُس کے یہ جانے۔ آپ محبت میں آگے چلو۔ اس میں تجویزیں نہ کرو' اس کی تشریحیں نہ کرو۔ کبھی یہ بات نہ کرنا۔ پھر جب یہ کہو گے کہ آپؐ کے اردگرد جاہل لوگ تھے' گمراہ لوگ تھے' پھر ان سب کو اللہ نے پاک کر دیا تو یہ سوال آئے گا کہ کیا سارے پاک ہو گئے؟ کیا سارے ہدایت یافتہ ہو گئے؟ کیا پیغمبر کی موجودگی تمام کافروں کو اسلام پر لاتی ہے؟ کیا پیغمبر کے ساتھ لوگ جنگ نہیں کرتے' وہ لوگ کیوں ہدایت پر نہ آئے ـــــ یہ گمراہی کی دلیلیں ہیں۔ اور جو پیغمبر ﷺ کی ذات نے فرمایا وہ حق

ہے اور شکر کی بات ہے کہ تم تک پہنچا اور تمہارے ایمان کا حصہ بنا۔ اب اپنے ایمان کو بغیر شک کے محفوظ رکھو۔ کبھی سوال پیدا ہوں تو ان کے جواب کو اپنے دل سے دیکھو ____

ایک چیز یہ بتانے والی ہے کہ زندگی میں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہیں کسی نے بتا دیا اور وہ مان کے چل پڑے۔ تحقیق نہیں کی۔ چونکہ بتانے والا معتبر ذریعہ ہے' انہوں نے فرما دیا اور ہم چل پڑے۔ ایسے آدمی عام طور پر سہولت میں رہتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم تحقیق کریں گے۔ تحقیق کرنے کے لیے ایک Maturity چاہیے۔ جب تک ذہن پوری طرح Mature نہ ہو' تحقیق نہیں ہو سکتی۔ غیر پختہ ذہن کے ساتھ تحقیق کرنے والا ذہن کی ساری جلا بھی ضائع کر بیٹھتا ہے اور تحقیق نہیں ہو سکتی۔ تحقیق بند بھی نہیں کی گئی' یہ حکم ہے کہ غور کرو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کب غور کرو اور کب غور نہ کرو' تا کہ آپ لوگوں کو آسانی ہو جائے۔ اگر آپ کا ایمان قوی ہو گیا تو یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ نے اس راستے کو چھوڑنا نہیں ہے' تو پھر غور کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ نکتہ سمجھ نہیں آ رہا۔ اب وہ نکتہ آپ کو سمجھ آ جائے گا کیونکہ ایمان کی قوت سے یہی وہ سوال حل ہوتا ہے اور اسی سوال نے ایمان کو توڑنا ہے' وہ سوال ہی ایمان کو توڑنے والا ہے۔ ایمان توڑنے والا سوال یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔ برباد کر کے رکھ دیا ____ دوسرا یہ کہے گا کہ اللہ نے جو بھی کیا اُس نے ہمیں ماننے والا بنایا اور ہم ایمان پر قائم ہیں' یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ اب وہی سوال ایمان ساز ہے اور وہی سوال ایمان شکن

ہے۔ایک سوال ہے کہ کربلا گزر گئی' ماننے والے شکست کھا گئے۔کیا ماننے والے شکست کھا گئے یا فتح ہوئی؟ بظاہر شکست ہوئی۔ ماننے والوں نے اپنی اس ابتلا کو اللہ کا امر کہہ کے ابتلا کو تسلیم کر لیا اور تسلیم ورضا کا پورا باب کھول گئے۔اور جو انکار کرنے والے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے مروا دیا۔یہی ایک بات ہے جو کافروں کو سمجھ نہیں آتی کہ مسلمانوں کی یہ حالت ہے اور پھر بھی اپنے دین کو سچا کہتے ہیں۔اصل مسلمان کہتا ہے کہ جب یہ حالت ہے تب تو ہم دین کو سچا کہہ رہے ہیں۔دین کا سچا ہونا کسی حالت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خیال کا نام ہے۔ایک نے کہا کہ آج تک کوئی دعا منظور نہیں ہوئی اور دوسرے نے کہا کہ دین کو چھوڑ دو۔کہتا ہے کہ میرا دین یہ ہے کہ دعا منظور ہو کہ نہ ہو میں اسی دین پر چل رہا ہوں۔ایک کہتا ہے کہ جب ہم خانہ کعبہ میں حج کرنے گئے تو بڑی ہی ابتلاء' افراتفری اور پریشانی تھی' زکام نزلہ' کھانسی ہو گیا۔دوسرے نے کہا کہ چھوڑ دیا ہوتا۔اس نے کہا کہ اس کے باوجود جو لطف آیا تو ہم نے حج جاری رکھا۔یہ تو ہو گیا آدھے سفر والا' لیکن جو اور ایمان والا ہوتا ہے اُسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ نزلہ اور زکام کیا ہے' وہ اپنا حج کر آتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا ہی نہیں کہ مجھے کیا ہوا ہے۔یہ ہے آپ کے اعتقاد کی پختگی' یہ حالات کی ناپختگی سے بے نیاز ہے۔کیا کہا؟ اعتقاد کی جو پختگی ہے وہ حالات کی ناہمواری سے بے نیاز ہوتی ہے۔اگر حالات خراب ہوں تو اُسے پرواہ نہیں ہوتی اور وہ کہتا ہے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ حالات ہوتے کیا ہیں بلکہ ہمیں تو خیال کا پتہ ہے۔

اس لیے زندگی میں جب کبھی سوالات پیدا ہونا شروع ہو جائیں تو یہ

سمجھو کہ یہ سوالات ہی ایمان ممکن ہوتے ہیں اور سوالات ہی ایمان ساز ہوتے ہیں۔ جن کو اللہ قریب کرنا چاہتا ہے ان پر سوال نازل فرماتا ہے کہ غور کر کہ میں ہوں کہ نہیں ہوں۔ اللہ کو تم نے مان تو لیا ہے' اب جاننے کا سفر ہے۔ اور جس نے بھاگ جانا ہوا' سوال اس کو بھگا دیتا ہے' اسے خیال آتا ہے کہ پتہ نہیں اللہ ہے کہ نہیں ہے' تم ایسے ہی وقت ضائع کر رہے ہو۔ اس لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کو پختہ کر لو۔ ایمان کیا ہے؟ کہ ہم نے ایک دیکھے ہوئے خدا کو مانا ہے اور ہم نے ایسا مانا ہے کہ وہ ہمارا کام کرے یا نہ کرے ہم مانیں گے' وہ ہمیں دیکھے نہ دیکھے ہم اُسے مان رہے ہیں اور ہم ہر حال میں اُسے مانتے رہیں گے' زندگی میں اس کو مانیں گے' موت میں اس کو مانیں گے' مرنے سے پہلے اُسے مانیں گے' مرنے کے بعد اس کو مانیں گے' غریبی میں بھی مانیں گے' امیری میں بھی مانیں گے' صحت میں مانیں گے اور بیماری میں بھی مانیں گے۔ اب اللہ سے علیحدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں رہ گئی تو پھر تحقیق کر لو۔ ایمان قائم ہو گیا۔ اب بتاؤ کہ یہ کیا ہے۔ اپنا بن کے سوال کرو گے تو پھر سوالوں کا جواب ملے گا اور غیر بن کے سوال کرو گے تو واللہ خیر المٰکرین اللہ اُڑا کے رکھ دے گا۔ اس لیے عام مسلمانوں میں' نوجوان ذہنوں میں پریشانی کہاں سے پیدا ہوتی ہے؟ جب وہ جھنجلا جاتے ہیں' پریشان ہو جاتے ہیں۔ سوال پیدا ہونا تو بالکل جائز ہے لیکن سوال کے ساتھ جب وہ فیصلے پہ آ جائیں تو انہیں کہو کہ یہ فیصلہ کر لو کہ ایمان کا فیصلہ نہیں بدلنا۔ مثلاً ایک بچے کا باپ ہے اور بچے کا باپ سے جھگڑا ہو گیا۔ فیصلہ یہ ہے کہ کہنا باپ کا ماننا ہے۔ باپ کہتا ہے کہ یہ میرا حکم ہے۔ اگر حکم ہے تو پھر سرِ تسلیم خم ہے۔ اب

مان لو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بغاوت نہ ہوتو بحث کی اجازت ہے۔ بغاوت کا امکان ہوتو بحث کا خیال ہی تمہیں گمراہ کردے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یاد رکھنا کہ کوئی ایسا نہیں جو مجھ سے یہ پوچھے کہ میں نے ایسا کیوں کیا بلکہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ بل ھم یسئلون بلکہ انہی لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ بجائے اس کے کہ تم اللہ سے پوچھو تم اپنے سوالوں کے جواب دینے کی تیاری کرو۔ اس لیے اپنوں سے بات ہوسکتی ہے اور بیگانوں کو سوال کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ زندگی میں جب کبھی سوال ہوں تو سوالوں کو آپ نے ایمان کی قوت سے حل کرنا ہے' بیزاری میں سوال گمراہی پیدا کردے گا____ ہم نے آپ کے لیے کچھ سوال اکٹھے کیے ہیں جو آپ کو بتائے جائیں۔ یہ سوال عام طور پر اس عمر میں آپ پر نازل ہوسکتے ہیں اور پھر ان سوالوں کا جواب ایمان اور یقین کی روشنی میں حل کیا جائے۔ چغتائی صاحب پڑھ کے سنائیں گے۔ یہ سوال غور سے سنو۔ یہ سوال اگر زندگی میں کبھی آئیں تو ان کے جواب کے لیے رجوع کرنا چاہیے' پھر ہم آپ کو اس کا جواب بتائیں گے یعنی کبھی ان میں سے کوئی سوال آپ کو کھٹکے' کوئی سوال ہوتو۔ اس مضمون کا نام ہے ''سوال یہ ہے کہ''۔

سوال:

کیا زندگی دینے والا زندگی واپس لینے کے علاوہ بھی اس پر کوئی اختیار رکھتا ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

جواب:

سوال کی وضاحت یہ ہے کہ یہ تو اس کا حق ہے کہ زندگی دے دی اور وہ

واپس لے جائے گا' اس کے علاوہ بھی کیا اس کا حق ہے؟ جب یہ سمجھ نہ آئے کہ کیا ہے اور ہے تو کیا ہے تو غور کرو کہ کیا وہ حق نظر آتا ہے' محسوس ہوتا ہے' کیا وہ جتایا جاتا ہے' کیا صرف ہمارے خیال کا ہی حق ہے؟ سوال کو سمجھو اور دل میں رکھو۔ مثال کے طور پر انہوں نے کہہ دیا کہ حق ہے تو اب بتاؤ کہ کیا حق ہے؟

سوال:

زندگی کے ساتھ حواسِ خمسہ دیئے' روزی دی' اور چیزیں دیں۔

جواب.

وہ تو اس نے کافروں کو بھی دیے ہیں۔ حق کیا ہے؟

سوال:

حق یہ ہے کہ اس کی رضا پر رہیں۔

جواب:

نہ رہے تو پھر حق کیا ہوا؟ جانی لینے والا حق تو ہر ایک کے ساتھ ہے۔ زندگی واپس لینے کا اس کا حق تو نظر آ رہا ہے کہ وہ لے جائے گا۔ باقی تو نظر نہیں آ رہا۔ کوئی اس کی رضا پر رہے یا نہ رہے' وہ زندگی تو واپس لے لے گا۔ آپ ایمان والوں کا یہ بیان ہے کہ اس کا حق ہے کہ اس کی رضا پر رہیں اگر نہ رہیں تو؟

سوال:

پھر تو حق ادا نہ ہوا۔

جواب:

یہ تو آپ کہہ رہے ہیں۔ موت کا اس کا جو حق ہے وہ تو نظر آ رہا ہے اور

اطاعت کا جو حق ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔ باقی بیان میں ہے' عمل میں آئے یا نہ آئے۔ یہ دِقّت ہے۔ سوال کہاں پیدا ہو رہا ہے؟ جو چیز مشاہدے میں ہے' جیسے موت مشاہدے میں ہے اور باقی مشاہدے میں نہیں ہے' باقی آپ لوگوں کے صرف احساس اور ایمان میں ہے۔ اور جو کم ایمان والا ہے اس کے احساس میں بھی نہیں ہے۔ سوال یوں بنتا ہے۔

آگے پڑھو ____ دوسرے سوال

سوال:

کیا خالق مخلوق کے تجربے یا مشاہدے میں آ سکتا ہے؟

کیا خالق مخلوق کی آواز اور پکار پر ان کی امداد کرتا ہے؟ کیا ہمیشہ ایسے ہوتا ہے؟

کیا خالق اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں تخلیق کے حوالے سے کوئی امتیازی سلوک کرتا ہے؟

جواب:

یعنی کیا کوئی ایسا مقام آتا ہے کہ دوائی مسلمان پہ اثر کرے اور کافر پہ نہ کرے؟ اگلا سوال۔

سوال:

کیا ہر انسان کو یکساں صلاحیت کے ساتھ پیدا کیا جاتا ہے یا الگ صلاحیت کے ساتھ؟

جواب:

سوال یاد رکھو کہ صلاحیتیں برابر دی گئی ہیں یا الگ الگ دی گئی ہیں؟

سوال:

کیا بدصورت اور خوب صورت انسان ہوتے ہیں؟ بدصورت کسی غلطی کی سزا کے طور پر بدصورت پیدا ہوتا ہے اور خوب صورت کسی نیکی کے دم سے خوب صورت ہوتا ہے؟

جواب:

یعنی بدصورت کیسے پیدا ہو گیا اور خوب صورت کیسے پیدا ہو گیا؟ آگے۔

سوال:

کیا پیدائش سے پہلے بھی کوئی نیکی بدی ہوتی ہے؟

جواب:

یعنی جس کے انعام اور سزا کے طور پر وہ خوب صورت ہوا یا بدصورت ہوا۔ بات سمجھ آئی؟ ہاں آگے _____

سوال:

کیا انسانوں کے اژدہام میں ایک آدمی اپنے ایمان کے حوالے سے اپنا امتیاز ثابت کر سکتا ہے؟

جواب:

کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ جو سارے لوگ ہیں میں ان میں زیادہ ایمان رکھتا ہوں۔ کیا آپ کے پاس ایمان پختہ ہے جو لوگوں میں ثابت کیا جا سکتا

ہے؟ سارے لوگ ہوں اور کوئی یہ کہے کہ میرا ایمان زیادہ ہے تو وہ کیسے ثابت کرے گا۔ کیا یہ بات ثابت ہو سکتی ہے؟

سوال سنتے جاؤ_____

سوال:

کیا ہونا اور نہ ہونا سب کے لیے نہیں ہوتا؟

جواب:

ہونا اور نہ ہونا ہوتا رہتا ہے' سب کے لیے یہ ہے کہ وہ ہیں اور پھر نہیں ہیں' کافر بھی چلا گیا اور مومن بھی چلا گیا۔ پھر فرق کیا ہے؟

سوال:

کیا ماننے والے شکست سے دوچار نہیں ہوتے؟

جواب:

اس کو ماننے والے' اس کا نام لینے والے' شکست' قید' فال آف ڈھاکہ' ایک لاکھ مسلمان قیدی' اللہ کے نام پر نعرۂ تکبیر اور جیل خانہ_____ کیا ایسا نہیں ہوتا؟ آپ کی تاریخ میں ہوا کہ نہیں ہوا؟ ہوا! ہمارے پاس مردان سے ایک پٹھان آیا اور کہنے لگا کہ اور تو اور' ایک ہندوزنانی نے ہمیں شکست دے دی۔ یعنی اندرا گاندھی۔ اس سے سوال پیدا ہو گیا۔ آگے پڑھو_____

سوال:

کیا نہ ماننے والے سرفراز نہیں ہوتے۔

جواب:

ہزار بار ہوئے۔ حالانکہ روس خدا کو نہیں مانتا اور ہم ماننے والے ڈر رہے ہیں۔ عجیب بات ہے ____ آگے.....

سوال:

کیا تسلیم کا انعام شہادت ہے؟

سوال:

کیا اس کا انعام شہادت ہی ہے اور ماننے والے شہید ہی ہوتے جائیں گے۔ کیا ماننے والا کمزور ہونے کے باجود کبھی فاتح بھی ہوسکتا ہے؟ کیا کربلا کبھی کمزور کے لیے بھی ہے کہ وہ فتح بنے؟ کیا کبھی یزید کو بھی شکست ہوئی ہے؟ ____ آگے چلو۔

سوال:

کیا کمزور وجود فاتح ہوسکتا ہے؟

جواب:

وہ کمزور ہے اور لڑائی ''ڈاڈھے'' سے ہے' پاکستان اور روس کی لڑائی ہو جائے تو کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہو کہ پاکستان جیت سکتا ہے؟ کیا کبھی ایسا ممکن ہوسکتا ہے؟ یہ سوالات ہیں ____ ہاں آگے۔

سوال:

کیا خالق کو نہ ماننے والے خالق کی کائنات کے مالک ہوسکتے ہیں۔

جواب:

اندازہ لگاؤ' روز ہی ہوئے پڑے ہیں۔ خالق کی کائنات ہے اور امریکہ مالک ہوا پڑا ہے' روس مالک ہوا پڑا ہے' چین مالک ہوا پڑا ہے' جو چاہیں فیصلہ کر دیں' آپ کی سیکورٹی کو Insecure کر دیں۔ کائنات اللہ کی ہے' ہم اس کے ماننے والے ہیں اور وہ نہ ماننے والے ہیں۔ نہ ماننے والے ماننے والوں کو بیچ سکتے ہیں_____

سوال:

کیا اس زمین پر باغیوں کی حکومت تو نہیں؟

جواب:

یہ سوچا جائے کہ کیا باغی حکومت تو نہیں کر رہے؟

سوال:

کیا ایمان رکھنے والے پریشانیٔ حالات کا شکار تو نہیں؟

جواب:

چار دن کی زندگی ہے اور ایمان والے کے لیے اس میں پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں' کبھی پیسہ نہیں اور کبھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ یعنی کہ دِقّت ہی دِقّت ہے' بے چارے مسلمانوں پر برق گرتی ہے۔

سوال:

کیا ماننے والوں کو پریشان رکھا جاتا ہے؟

جواب:

یہ بے چارے کب تک پریشان رہیں گے۔ لبنان پریشان ہے' عراق پریشان ہے' ایران پریشان ہے' افغانستان پریشان ہے' بنگلہ دیش پریشان ہے' ہندوستان کا مسلمان پریشان ہے' پاکستان میں بھی یہ شروع ہو گئے ____ کیا یہ ماننے والے کی سزا ہے؟ ____ اگلا سوال ____

سوال:

فرعون باغی ہے لیکن بادشاہ ہے' موسیٰ علیہ السلام دوست ہیں لیکن بے دست و پا۔ کیوں؟

جواب:

کمال ہے' باغی ہے لیکن اس کو بادشاہی دے دی اور اور موسیٰ علیہ السلام کو باہر نکال دیا' پیغمبر بنا دیا لیکن در بدر کر دیا ____ گستاخ اور باغی کو بادشاہی دے دی' باغی ہے لیکن تخت کا مالک ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بادشاہی دے دیتا اور فرعون کو باہر نکال دیتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ اگلا سوال ____

سوال:

کیا دعائیں ہمیشہ منظور ہوتی ہیں؟ کبھی کبھی منظور ہوتی ہیں یا کبھی نہیں؟

جواب:

روز ہی آپ کے ہاں ہوتا ہے کہ یہ دعا مانگی ہے' پچھلے دو سال سے ہم

دعا مانگ رہے ہیں' ایک خاص دعا۔ کب سے دعا مانگ رہے ہیں' کبھی منظور ہوگی؟ سوال یہ ہے کہ کیا ہمیشہ ہر ایک کی دعا منظور ہو جاتی ہے؟ اپنے دل میں اس کا جواب ڈھونڈو۔ کیا دعا ہمیشہ منظور ہوتی ہے' یا کبھی کبھی منظور ہوتی ہے یا کبھی نامنظور' یا کبھی بھی منظور نہیں ہوتی؟

سوال:

کیا دعا سے نتائج اور وجوہات کے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں؟

جواب:

یعنی ایک وجہ اور نتیجہ ہے کہ یہاں سے وہاں تک جانا ہے' ٹرین کے ذریعے جائیں یا ہوائی جہاز کے ذریعے جائیں یا بس کے ذریعے ____ دعا مانگ اور بغیر وجہ کے پہنچ جا۔ کیا آپ نے ایسا کبھی دیکھا؟ کیا آپ کے ساتھ ایسا ہوا کہ دعا پشاور میں مانگی ہو اور آنکھ کھلی ہو تو لاہور میں ہوں' گاڑی کے بغیر ____ پھر دعا کیا کرتی ہے' اگر سبب اور نتیجے کو نہیں توڑتی تو اور کیا کرتی ہے؟

سوال:

کیا صرف دعا کے ذریعے وہ نتیجہ مل سکتا ہے جس پر دعا کے علاوہ کوئی اور استحقاق نہ ہو؟

جواب:

جب ہم دعا کو منظور ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمیں اور بھی وجہ مل جاتی ہے کہ اس کی وجہ یہ بھی ہے۔ مریض صحت یاب ہو گیا تو کہیں گے کہ ڈاکٹر کا نسخہ بھی موجود ہے۔ کیا آپ نے ایسا واقعہ دیکھا کہ دعا کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں تھی

اور دعا منظور ہوئی تو وہ نتیجہ نکل آیا۔ مثلاً کشتی کے ڈوب جانے میں اب کوئی اور بات باقی نہیں تھی اور دعا ہوگئی تو کشتی نہیں ڈوبی۔ کیا آپ نے ایسی بات دیکھی؟

سوال:

کیا بانجھ پن بار آور ہوسکتا ہے؟

جواب:

جو ہمیشہ کے لیے Barren ہے کیا وہ Fertile ہوسکتا ہے؟ Barren جو ہے Fertile کیسے ہوگا جب تک کوئی سائنٹیفک کاروائی نہ ہو۔ کیا دعا سے ہوسکتا ہے؟

سوال:

کیا کسی پیغمبر کی کوئی دعا نامنظور ہوئی ہے؟

جواب:

کئی دفعہ۔

سوال:

کیا کسی کافر کی کوئی آرزو کبھی پوری ہوئی ہے؟

جواب:

تقریباً ہمیشہ

سوال:

کیا ہماری محنت نصیب کے تابع ہے؟

جواب:

کیا نصیب تھا تو وہ محنت ہو رہی تھی؟ کیا محنت سے ہم نصیب کو بدل سکتے ہیں؟

سوال:

کیا نصیب محنت کے تابع ہے؟

جواب:

اگر محنت کریں تو کیا نصیب بدل جاتا ہے؟ کیا مزدور صبح سے شام تک محنت نہیں کرتا؟ اس کا نصیب پھر غریبی ہی غریبی ہے۔

سوال:

کیا نصیب بدل سکتا ہے؟

کیا نصیب کو بدلنے والی شے بھی نصیب ہی کہلاتی ہے؟

جواب:

اگر نصیب بدل جائے تو بدلنے کے بعد جو شے ہے وہ بھی نصیب ہے۔ اگر مقدر بدل گیا تو بدلنے والی شے کیا تھی؟ وہ بھی مقدر ہے۔

سوال:

کیا نصیب کو نصیب بدلتا ہے؟

جواب:

جب نصیب بدل گیا تو بدل جانے والا کیا تھا؟ وہ بھی میرا نصیب تھا۔ اب کتنے نصیب بن گئے؟ دو۔

سوال:

کیا دو نصیب ہوتے ہیں' تبدیل کرنے والا اور تبدیل ہونے والا؟

جواب:

یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تبدیل کرنے والا اگر نصیب ہے تو تبدیل ہونے والا بھی نصیب تھا؟ نگاہِ مردِ مومن نے تقدیر بدل دی۔ اگر وہ تقدیر ہے تو کیا بدل سکتی ہے؟

سوال:

کیا بیماری دعا سے دور ہوتی ہے یا دوا سے؟

جواب:

اگر دعا سے دور ہوتی ہے تو دوا حرام ہوگئی' اگر دوا سے دور ہونی ہے تو دعا کا تکلف کیا کر رہے ہو' ڈاکٹر صاحب کو ملو۔ ہم کیوں کنفیوژن میں آئیں۔

سوال:

کیا وقت بدلنے کا کوئی موسم ہوتا ہے؟

جواب:

کیا کوئی وقت ہوتا ہے کہ موسم بدل جائے کہ اب مسلمانوں پر اچھا وقت آ گیا' اب ہم برے وقت سے گزر رہے ہیں۔ کیا یہ کائنات کے کوئی موسم ہیں؟ یا یہ کوئی ہماری اپنی غلطیاں ہیں۔ 1947ء میں یہی قوم تھی جو ملک بنا رہی تھی' غلام مسلمان ملک بنا رہے تھے اور آج آزاد مسلمان ملک توڑ رہے ہیں۔ کیا وہ موسم اچھا تھا؟ کیا یہ موسم خراب ہے؟ یہ کیا بات ہے؟ ایک وقت تھا کہ گاؤں

کے رہنے والے لاہور میں آ کے جائیداد بنا رہے تھے' لاہور میں خوش تھے اور اب کہتے ہیں کہ میں لاہور سے پریشان ہوں' جی چاہتا ہے کہ گاؤں واپس چلا جاؤں۔ وہ آنے کا موسم تھا اور یہ جانے کا موسم ہے۔ یہ کیا ہے؟ وہی انسان اس جگہ سے گھبرا گیا جس جگہ پر وہ اطمینان سے بیٹھا تھا۔ کیا یہ کوئی موسم ہوتا ہے؟ یا یہ کوئی غلطی ہوتی ہے؟ یہ کوئی عمل ہوتا ہے؟ ایک وقت میں آپ خوش ہوتے ہیں کہ ان ماں باپ کے گھر میں پیدا ہوئے' پھر شرمندہ ہوتے ہیں کہ ان ماں باپ کے گھر ہم نے کیا پیدا ہونا تھا۔

سوال:

کیا امید اور خوف کے زمانے ہوتے ہیں؟

جواب:

کیا یہ زمانے ہوتے ہیں؟ مثلاً اب مسلمانوں کی امید کا زمانہ آ گیا' اب خوف کا زمانہ آ گیا' تمام مسلمان پریشان ہیں' جیسے میں نے بتایا تھا کہ انڈیا بنگلہ دیش اور پاکستان کے مسلمان پریشان ہیں۔ کیا یہ کوئی زمانہ ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا کائنات میں ٹائم ہی ایسا آ گیا ہے کہ سارے مسلمان پریشان ہیں۔ لبنان سے لے کر انڈونیشیا تک کے مسلمان۔

سوال:

کیا سکون آسمانوں سے نازل ہوتا ہے یا یہ اپنے خیال سے نازل ہوتا ہے۔

جواب:

سکون کدھر سے آتا ہے؟ کیا یہ اوپر سے بارش کی طرح آتا ہے یا اگر اندر ہی خیال ٹھیک ہو جائے تو سکون آ جاتا ہے۔

سوال:

کیا سکون خود گریزی کا نام ہے یا بے عملی کا عمل؟

جواب:

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اپنی زندگی کو بھول جانے کا نام سکون ہے۔ ''میں سکون سے ہوں کیونکہ دفتر جو نہیں گیا''۔ اس کا نام سکون تو نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ نہ دفتر کی فائلیں نظر آئیں گی اور نہ ضمیر ملامت کرے گا' ہم سکون سے ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں ہے؟ خود گریزی اپنے آپ سے فرار ہے۔ بے عملی کا عمل یہ ہے کہ آرام سے بیٹھے ہیں' دفتر نہیں گئے' سکون مل گیا۔ کارخانے نہیں گئے' سکون مل گیا۔ کہیں ایسا سکون بے عملی کا زمانہ تو نہیں ہے؟

سوال:

کیا ایمان والے کافروں کی بنائی ہوئی آسائشیں خرید کر سکتے ہیں؟

جواب:

تم ہو مسلمان اور خرید کے لائے ہو جاپان کی گاڑی۔ کہتا ہے کہ جاپان والے لوگ کافر ہیں۔ تم کافروں کا سامان خریدتے ہو اور مومن کہلاتے ہو۔ تم کرتے کیا ہو۔ کہتا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ یہ امریکہ سے آئی ہے۔ اگر یہ امریکہ سے آئی ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کیا کر رہے ہو؟ یہ خیال کرو۔

سوال:

کیا امپورٹ اور ایکسپورٹ کا سارا نظام قابلِ غور تو نہیں!

جواب:

اس پر غور کرو کہ یہ کیا نظام ہے۔

سوال:

کیا یہود سے اسلحہ لے کر ہنود کے خلاف جہاد کیا جا سکتا ہے؟

جواب:

اسلحہ کہاں سے لو گے؟ یہودی سے۔ لڑنا کس کے ساتھ ہے؟ ہندو کے ساتھ۔ کیا یہ جہاد ہوگا۔ کافر سے اسلحہ لے کر کافر کے خلاف لڑنا کیا جہاد ہو سکتا ہے؟ یہ غور طلب ہے۔

سوال:

کیا ایک مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک کے خلاف جہاد کر سکتا ہے؟

جواب:

کیا عراق ایران جہاد میں ہیں کہ جہالت میں ہیں۔ کیا مسلمان کا مسلمان کے خلاف جہاد ہو سکتا ہے۔

سوال:

کیا مومن ہونے کے لیے کسی ادارے سے سند یافتہ ہونا ضروری ہے؟

جواب:

کیا اس پہ جماعت اسلامی کی مہر ہو، تبلیغی جماعت کی مہر ہو، دیوبندی کی مہر ہو یا بریلوی کی مہر ہو۔ کیا وہ مومن بناتے ہیں یا تمہارا اپنا دل مومن ہے؟

سوال:

کیا ہم ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں جو خود کو مومن کہے؟

جواب:

وہ کہتا ہے کہ میں مومن ہوں اور تم کہتے ہو کہ وہ کافر ہے۔ سارے علماء کے سب علماء کے خلاف فتوے موجود ہیں۔ سب ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ لگاتے ہیں۔ مسلمانوں کا فیورٹ طریقہ یہی ہے کہ جو مقابلے کا دوسرا مولوی ہو اس کے خلاف فتویٰ کہ وہ کافر ہے۔

سوال:

کیا اعمال کو نیت سے پہچانا جاتا ہے یا نتیجے سے؟

جواب:

یہ فیصلہ کرو۔ جب نیت سے پہچانا جاتا ہے تو پھر نتیجے کی کیا بات ہے۔ جس کی نیت اچھی ہو اور نتیجہ برا ہو تو کیا کریں؟ تم اسے برا ہی کہو گے لیکن اس کی نیت اچھی ہے۔

سوال:

بڑا مشکل سوال ہے۔

جواب:

مشکل تو ہے لیکن اگر کبھی یہ نوجوانوں کے ذہن میں اٹک جائے تو گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔اس لیے میں یہ سوال بتا رہا ہوں ۔ یہ سوال زندگی میں آئیں گے۔اگر نیت اچھی ہو عمل برا ہو تو نتیجہ اچھا نہیں نکلے گا۔ یہاں غور کرنا پڑے گا۔ وہ کہے گا کہ میری نیت تو اچھی تھی' میں نے فقیر کو خیرات دی' اس کی طرف روپے کا سکہ پھینکا' وہ اس کی آنکھ میں لگا' آنکھ پھوٹ گئی۔نیت اچھی تھی' نتیجہ برا نکلا۔اسی طرح آپ سے کوئی سائل مانگنے کے لیے آئے' وہ کہے کہ میں بھوک سے مر رہا ہوں' آپ اُسے نہیں دیتے' اس لیے نہیں دیتے کہ وہ ہمت کرے' کھائے پیے _____ وہ بیچارہ بھوک سے مر گیا۔ اب وہاں پر نیت کیا کرے گی۔

سوال:

کیا نیت جاننے کا بھی کوئی علم ہے؟

جواب:

اب بتاؤ کہ کسی کی نیت کو کیسے پہچانو گے؟ ایک دفعہ ایسا واقعہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ کے زمانے میں جنگ تھی' ایک کافر نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کو قتل کر دیا۔حضور پاک ﷺ تک بات پہنچی کہ اس نے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیا تھا تو آپؐ نے قتل کرنے والے سے پوچھا کہ تو نے قتل کیوں کیا۔انہوں نے کہا کہ اس نے نقلی کلمہ پڑھا تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے دل کو کھول کے دیکھ لیا تھا؟ تو یہ جاننے کا علم کیا ہے کہ اس کی نیت

کیا تھی۔

سوال:

کیا ظاہر علم اور مخفی علم الگ الگ علوم ہیں؟

جواب:

یہ سوال پیدا ہوگا' روز ہی آئے گا کہ کیا ظاہر کا علم اور ہے اور باطن کا علم اور ہے؟ کیا دو قسم کے علم ہیں؟ یہ کیا علم ہے؟ یہ سوال پیش آتا ہے

سوال:

کیا مجبور کا گناہ ہوتا ہے؟

جواب:

جو مجبور ہے اس کا کیا گناہ ہوتا ہے' وہ تھا ہی مجبور۔ اس کے اوپر سے گناہ کا پہیہ گزر گیا۔ اس کی کیا غلطی؟

سوال:

کیا بے بس جواب دہ ہے؟

جواب:

جب بے بس ہے تو کیا جواب دہ ہے۔ لنگڑے آدمی سے دوڑ کا نتیجہ کیا پوچھتے ہو۔ وہ بے چارہ تھا ہی لنگڑا۔

سوال:

کیا پابند' آزاد کہلا سکتا ہے؟

جواب:

جو پابند ہو وہ آزاد کیسے ہے۔ جب آپ پابند ہوں' ویزے کی پابندی ہو تو کیا آزادی ہے۔ اگر آپ کو یہ کہہ دیا جائے کہ لاہور کے آدمی صرف لاہور میں رہیں تو مر ہی جاؤ گے۔ آپ لاہور سے باہر نہیں جا سکتے' یہ کہہ دیا جائے تو آپ کا دم حبس ہو جائے گا' Death ہو جائے گی ____ تو پابند' آزاد نہیں ہے۔

سوال:

کیا عبادت عابد کی مجبوری ہے کہ اختیار؟

جواب:

اختیار تو تب ہے جب عبادت چھوڑنے پہ بھی اختیار ہو۔ عبادت کرنے اور چھوڑنے پہ اختیار نہیں ہے بلکہ یہ مجبوری ہے۔

سوال:

کیا کائنات کی ہر شے خالق کی تسبیح بیان کر رہی ہے؟

جواب:

یہ اللہ کہہ رہا ہے کہ **یسبح للہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض** کائنات میں' آسمانوں میں اور زمین میں جو چیز ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ جب ہر شے تسبیح بیان کر رہی ہے تو گمراہ کون ہے؟

سوال:

کیا تسبیح بیان کرنے والی شے باغی ہو سکتی ہے؟

جواب:

اللہ کاارشاد ہے کہ یسبح للہ مافی السمٰوٰت وما فی الارض اس میں جو وما فی الارض ہے اس میں کلھم ہیں' وہ تسبیح بیان کررہے ہیں' کیا وہ گمراہ ہوسکتے ہیں؟

سوال:

کیا سرکش کو سرکشی فطرتاً نہیں ملی؟

جواب:

پہلا سرکش شیطان ہے' اُسے گمراہ کرنے والا تو کوئی شیطان نہیں ملا۔ پہلی گمراہی کیا فطرتاً نہیں تھی۔ فطری بات تو نہیں تھی؟ کہ اس کی فطرت میں سرکشی ہو؟

سوال:

اگر فطری امر ہے تو گناہ کیسے؟

جواب:

اس کے ذہن میں بغاوت رکھی گئی ہے۔

سوال:

اگر ایک مسلمان ملک کسی غیر مسلم ملک کے خلاف جہاد میں مصروف ہو تو کیا دوسرے مسلمان ممالک پر جہاد فرض نہیں ہوجاتا؟

جواب:

اگر افغانستان روس کے خلاف جہاد کررہا ہے تو کیا آپ لوگوں پر فرض

ہے؟ اگر ہم مسلمان ہیں تو یہ سب کا فرض ہے۔ ورنہ وہ بھی جہاد نہیں ہے۔ یہ فیصلہ کرو۔

سوال:

کیا مسلمان قوموں کو ایک ملت بننے کا کبھی موقع مل سکے گا۔ کیسے؟

جواب:

اتنی مسلمان قومیں ہیں' کیا وہ ملتِ اسلامیہ نہیں بن سکتے۔ ایک ملتِ واحدہ بن جائیں۔ مگر نہیں بنتے۔ اس میں دقت کیا ہے؟

سوال:

کیا مسلمانوں کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟

جواب:

یہ غور والی بات ہے۔ حج تمہارا اور سامان ان کا بکتا ہے۔ آپ جب حج پہ گئے تھے تو کیا لائے تھے؟ کم سے کم ٹیپ ریکارڈر لے آئے ہوں گے۔ یعنی غیر مسلموں کی چیز لائے ہوں گے۔ اب تو جائے نماز بھی وہ لوگ بناتے ہیں۔ آپ کی مدینہ شریف کی اور مکہ شریف سے جو بھی خرید و فروخت آتی ہے' ساری کی ساری غیر مسلموں کی ہے۔ جو جو لاتے ہو وہ ساری غیر مسلموں کی چیزیں ہوتی ہیں۔ مثلاً فلپس کا سامان لاتے ہیں تو یہ کسی نان مسلم کی کمپنی ہوگی۔ جو بھی آپ وہ سامان آئے گا وہ غیر مسلموں کا ہوگا۔ حج تمہارا اور فائدہ ان کا' جہاز ان کے' سمندران کے' سامان ان کا' گاڑیاں ان کی۔ وہ دھڑا دھڑ گاڑیاں بنا رہے ہیں' تم خریدتے جاؤ' وہ بیچتے جائیں۔

سوال:

کیا مسلمان کا حج غیر مسلموں کو فائدہ تو نہیں پہنچاتا؟ حج ہمارا' جہاز اُن کے' سامان ان کا' تجارت اُن کی'۔

جواب:

بیڑہ غرق ہوا پڑا ہے۔ سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

کیا مسلمانوں کا تیل' یہودی کے ٹینکوں میں تو استعمال نہیں ہو رہا؟

جواب:

یہ سوچنا پڑے گا۔ جب 1965ء کی جنگ تھی تو پتہ یہ چلا کہ افغانستان کو ہم نے جو ٹرانزٹ ویزہ دیا تھا اس کے ذریعے ہمارا غلہ سمگل ہو کے افغانستان پہنچتا اور افغانستان سے وہ غلہ ڈائریکٹ ٹرانزٹ میں انڈیا پہنچتا اور ہندوستان کی فوج ہمارا غلہ کھا کے ہمارے خلاف لڑتی تھی۔ اب بھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ کی چیز دشمن کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور دشمن اس کا استعمال آپ کے خلاف کرتا ہے۔ مسلمانوں کے ملک میں پیدا ہونے والا تیل یہودی کے ٹینکوں میں اور یہودی کے ٹینک مسلمانوں کے خلاف۔ کیا کہیں ایسا ہوتا ہے؟

سوال:

کیا ہمارا مستقبل سب مسلمانوں کا مستقبل ہے؟

جواب:

اب یہ سوچو۔ کیا پاکستان کی بقا سب کی بقا ہے۔ کیا سارے Spectator

ہیں اور دیکھتے جارہے ہیں؟ یہاں انہوں نے شکار گاہیں بنائی ہوئی ہیں اور شکرے بازی کی ہوئی ہے۔عیاشی کے سامان بنائے ہوئے ہیں۔کیا ان کا مستقبل ہمارا مستقبل تو نہیں ہے؟

سوال:

کیا سچے دین کو ماننے والے ہمیشہ سچ بولتے ہیں؟

جواب:

یہ بڑا سوال ہے۔دین سچا اور ماننے والے جھوٹے ہیں' قصہ کیا ہے؟ کیا آپ سارے ہاتھ کھڑا کر کے یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔کیا یہ دین سچا ہے کہ نہیں ہے۔آپ یہ تو بتاتے ہو کہ یہ دین سچا ہے' اور دین دار؟ وہ سچا نہیں ہے۔کیا پھر آپ نے دین کو مانا؟ یا سچ کو آپ معذوری سمجھ رہے ہو؟ یہ سوال ہے' اس پہ غور کرو۔

سوال:

کیا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں؟

جواب:

اگر بھائی ہیں تو ایک بھائی دوسرے کے خلاف مقدمہ کیوں کر رہا ہے؟ سوچو۔چور کون ہے؟ ڈاکو کون ہے؟ بینک کس نے لوٹا؟ قتل کس نے کیا؟ یہ بھائی بھائی ہیں؟

سوال:

کیا مسلمان معاشرہ قائم ہو چکا ہے؟

جواب:

کیا وہ اسلامی معاشرہ قائم ہو گیا؟ نہیں ہوا۔ انا للہ۔ پتہ نہیں کب ہوگا؟

سوال:

کیا مسلمانوں پر اسلام نافذ ہو چکا ہے؟

جواب:

کیا آپ کے ہاں اسلام نافذ ہو چکا ہے' ہو رہا ہے' ہونے والا ہے یا کبھی نہیں ہوگا؟ سوال یہ ہے۔ لگتا ہے کہ ابھی تک تو نہیں ہو سکا۔ آگے آپ اس کے جواب پہ غور کرو۔

سوال:

کیا آج اسلام کی وہی حالت ہے جو چودہ سو سال پہلے تھی؟

جواب:

جس اسلام کا چودہ سو سال پہلے آغاز ہوا تھا کیا وہی اسلام آپ کے ہاں ہے' وہی حالت ہے اس کی یا راستے میں لوگوں نے اسے تبدیل کر دیا' کچھ رنگ بدل دیا۔

سوال:

کیا ترقی کرنے کے لیے مذہب کا ہونا بہت ہی ضروری ہے؟

جواب:

یہ ہے آپ کا ماڈرن سوال' کہ ارتقا کرو' ترقی کرو' مشینیں لگاؤ' فیکٹریاں لگاؤ۔ کیا اس کے لیے مذہب کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کالا شاہ کاکو

فیکٹری لگانی ہے تو لگا دو اس میں کیا عبادت کی ضرورت ہے؟ یہ سوال ہے۔۔۔۔

سوال:

کیا لامذہب لوگ ترقی نہیں کرتے؟

جواب:

وہ جن کا مذہب نہیں ہے وہ بھی ترقی کر رہے ہیں۔ جاپان میں انڈسٹری بہت ہے لیکن مذہب نہیں، چین میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے، روس میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے، امریکہ میں انڈسٹری ہے مذہب نہیں ہے۔ کیا آپ کے ہاں انڈسٹری کے لیے پہلے مذہب کا ہونا ضروری ہے؟ سوچو۔

سوال:

کیا مذہب حاصل ہونے کے بعد ترقی ہے؟

جواب:

جب مذہب ہی حاصل ہو گیا تو اب ترقی کیا کرنی ہے۔ کیا پھر بھی ترقی ضروری ہے؟ کہ پانچ نمازیں بھی پوری ہوں اور انڈسٹری بھی ضرور لگانی ہے، گھی مل لگانے کی ضرورت ہے۔

سوال:

کیا ترقی کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا؟

جواب:

آپ بتاؤ کہ ترقی کے بغیر کیا گزارہ نہیں ہوتا؟ ترقی کیا ہے؟

سوال:

ترقی کا معیار کیا ہے؟

جواب:

یہ بتاؤ کہ ترقی کہتے کسے ہیں؟

سوال:

ترقی کافر معاشرے کی تقلید ہے یا مذہب پر ریسرچ؟

جواب:

آپ کافر معاشرے کی تقلید کو ترقی کہتے ہیں' آسائش ہو' کاریں ہوں مکانات ہوں _____ یہ ترقی ہوگئی' معیارِ زندگی بلند ہوگیا جیسے کافروں کا ہوتا ہے۔ یا پھر مذہب پر ریسرچ کرنی شروع کردی کہ علامہ شبلی نعمانی نے کیا فرمایا' امام غزالیؒ نے کیا فرمایا۔ اس پہ ریسرچ کرتے ہیں۔ اصل میں ترقی کیا ہے؟ یہ سوال ہے۔

سوال:

کیا آج کے ترقی یافتہ ممالک کوئی مذہب رکھتے ہیں؟

جواب:

کیا ان کا کوئی مذہب ہے؟ چین' جاپان' روس اور دوسرں کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ترقی یافتہ ہونا تو کوئی مذہب نہیں ہے۔ انگلستان کا کیا مذہب ہے؟ روس کا کیا مذہب ہے؟ کوئی مذہب نہیں ہے۔ وہاں ترقی ہے مذہب نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اپنے مریدوں کو خطبہ دیا کہ تم لوگ اللہ کا

خوف کیا کرو' نمازیں پڑھا کرو' روزے رکھا کرو' ساری عبادت کرو' اگر تم عبادت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی سرفراز کرے گا' تمہیں بھی ایٹم بم بنانا آ جائے گا۔ ایک بندہ بولا کہ جنہوں نے ایٹم بم بنایا ہے وہ کون سی نمازیں پڑھتے ہیں۔

سوال:

کیا آج کے پس ماندہ ممالک میں مذہب کے چرچے زیادہ ہیں۔

جواب:

مذہب زیادہ پس ماندہ علاقوں میں ہے' جو بیچارے رہ گئے ہیں' تھرڈ ورلڈ۔

سوال:

گھر سے قبرستان تک کا فاصلہ طے کرنے کے لیے کتنی ترقی چاہیے؟

جواب:

اب یہ بتاؤ۔ جانا تو آپ نے آخر میانی صاحب ہے۔ کتنی ترقی چاہیے؟ گھر سے چلنا ہے بلکہ وہ بھی چار آدمی اٹھا کے لے جائیں گے' آپ کو میانی صاحب کے قبرستان تک جانے کے لیے کتنی ساری ترقی چاہیے۔ یہ ہے ہمارا سوال ____ کیا ہے؟ گھر سے قبرستان تک جانے کے لیے کتنی ترقی چاہیے۔ آپ کو راستے میں کیا پیسے چاہییں؟ وہ سفر تو مفت ہو گا ____ آگے پڑھو۔

سوال:

کیا قوم میں وحدتِ افکار اور وحدتِ کردار پیدا کرنے کے لیے عذاب

کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہوسکتا؟

جواب:

اگر زلزلہ آ گیا تو قوم اکٹھی ہو جائے گی' جنگ ہوگئی تو قوم اکٹھی ہو جائے گی' کوئی ہنگامہ پیدا ہوگیا تو قوم اکٹھی ہو جائے گی۔ کیا اس کے علاوہ ہماری قوم' پاکستانی قوم اکٹھی نہیں ہوسکتی؟ یہ ایک سوال ہے۔ کیا عذاب کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے؟

سوال:

کیا خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی بڑی مخلوق بھی ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہو؟

جواب:

خالق کے اور مخلوق کے درمیان کوئی سپر مخلوق ہے جو خالق جیسا حکم رکھتی ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان علما، صاحبان ہیں' مشائخ کرام ہیں' یعنی کہ وہ حکم رکھتے ہیں خالق جیسا کہ تم لوگوں کو مار پڑے گی ـــــ یہ تو اللہ کہہ سکتا ہے' تم تو نہیں کہہ سکتے۔ مقصد یہ ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی سپر مخلوق ان لوگوں پر خالق جیسا حکم نافذ کرتی ہے۔ یہ سوال زندگی میں کبھی تمہارے سامنے آسکتے ہیں۔ اس لیے یہ بتا رہا ہوں۔

سوال:

کیا خالق نے مخلوق کو مخلوق کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے؟

جواب:

کیا اللہ تعالیٰ نے بندے کو بندے کے حوالے کر کے چھوڑ دیا ہے کہ وہ بندہ بندے کو ہلاک کرتا جائے یا خالق اپنے بندے کی نگرانی کرتا ہے۔ سوچو؟

سوال:

کیا خالق مخلوق سے ناراض ہے؟

جواب:

کہیں خالق مخلوق سے ناراض تو نہیں ہو گیا کیونکہ انہیں بندوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

سوال:

کیا خالق مخلوق کو معاف نہیں کر سکتا؟

جواب:

اب سوال دوسرا آ گیا۔ اب یہ خالق سے سوال ہے کہ کیا آپ ہمیں معاف نہیں کر سکتے؟ معاف کر دیں_____

سوال:

کیا اس کی رحمت اس کے غضب سے زیادہ وسیع نہیں ہے؟

جواب:

یہ اس کا اعلان ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کر اور ہمیں غضب سے بچا۔ بات سمجھ آ رہی ہے؟_____

.....یہ ہیں سوالات۔ زندگی میں کبھی یہ سوالات آ سکتے ہیں۔ اگر ایسے

سوال آ جائیں تو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب یہ سوالات آ جائیں تو ان کا جواب اپنے ایمان سے تلاش کرو۔ کہاں سے؟ ایمان سے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ ایمان ذرا کمزور ہوا تو یہ سوالات آپ کو بے ایمان کر دیں گے۔ اگر ایمان موجود ہے' قوی ہے تو ان سوالات کا جواب آپ کو اپنے ایمان سے بالکل مل جائے گا۔ ایمان جتنا قوی ہوگا سوالوں کا جواب اتنا ہی جلد مل جائے گا۔ یہ وہ سوال ہیں جو صاحبانِ ایمان کو جواب میں ملے ہوئے ہیں۔ کیا کہا میں نے؟ ان کے جواب مل چکے ہیں۔ ہر آدمی کو جس کا ایمان درست ہے اس کو یہ جواب مل جاتے ہیں۔ آپ بھی اپنے ایمان کی قوت سے ان کا جواب اللہ تعالیٰ سے لو' آپ کو جواب مل جائے گا۔ اس کا نسخہ میں نے یہ بتایا ہے ____ آگے بولو۔

سوال:

اہلِ ظاہر کو ان سوالات کے جوابات سوچنے پڑتے ہیں۔

جواب:

اہلِ ظاہر کا جو علم ہے ان لوگوں کو کیا کرنا پڑتا ہے؟ کہ ان سوالوں کے جواب کتابوں سے ڈھونڈو' سوچو' تلاش کرو ____ تلاش کرنے پڑتے ہیں' ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ کس کو؟ اہلِ ظاہر کو۔

سوال:

اہلِ باطن پر جواب پہلے آشکار ہوتا ہے' سوال بعد میں بنتا ہے۔

جواب:

جو اہلِ باطن ہیں ان کو جواب مل چکا ہوتا ہے' تب وہ سوال کرتے ہیں۔

جواب ان کے پاس ہوتا ہے' تب وہ سوال کرتے ہیں۔ جواب پہلے ملتا ہے اور سوال بعد میں۔ وہ ہیں اہلِ باطن۔ اہلِ ظاہر کون ہیں؟ جن کے پاس سوال ہی سوال ہوں اور جواب نہ ہو۔ انہیں کیا کہیں گے؟ اہلِ ظاہر۔ اہلِ باطن کون ہے؟ کہ جواب پہلے مل گیا۔ اگر امام عالی مقام علیہ السلام گھر سے نکلے تو جواب پہلے مل گیا کہ یہ کربلا ہے' اب آ گیا آپ کا ڈیرہ۔ جواب پہلے ہے' سوال بعد میں ہے۔

سوال:

اگر جواب معلوم نہ ہو تو سوال گستاخی ہے۔

جواب:

اگر جواب کا پتہ نہ ہو تو سوال کیا ہے؟ یہ گستاخی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ یہ کیا ہے' یہ تو بڑی گستاخی کی بات ہے۔ جواب پتہ نہیں کیا ہو مگر یہ گستاخ ہو گیا' ایمان سے باہر ہو گیا۔

سوال:

اگر جواب معلوم ہو تو سوال بے باکی ہے۔

جواب:

اگر جواب کا پتہ ہے پھر سوال کیوں کیا جا رہا ہے؟ تاکہ جواب واضح کیا جائے۔ یہ بے باکی ہے۔ بے باکی کی اجازت ہوتی ہے' گستاخی کی نہیں۔ بیباکی کا مطلب ہے Frank بات۔

سوال:

جیسے تشریح کرنے کے لیے ہو۔

جواب:

ہاں تشریح کرنے کے لیے Frank بات۔

سوال:

بے باکی میں تعلق قائم رہتا ہے اور گستاخی میں تعلق ختم ہو جاتا ہے۔

جواب:

بے باکی میں اللہ سے تعلق قائم رہے گا اور جب گستاخی ہو گی کہ اللہ نے یہ کیوں کیا تو اس گستاخ کا تعلق ٹوٹ گیا۔ گمراہ ہو گئے اور کافر ہو گئے۔

سوال:

اگر ہم ذہن سے سوچیں تو سوال ہی سوال ہیں۔

جواب:

سوال کب پیدا ہوتا ہے؟ جب تم صرف ذہن سے سوچو۔ زندگی ذہن سے گزارو گے تو سوال ہی سوال پیدا ہوں گے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ذہن کاوش کرتا جا رہا ہے' غور کرتا جا رہا ہے تو سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

اگر ہم دل سے محسوس کریں تو جواب ہی جواب ہیں۔

جواب:

دل سے محسوس کرنا محبت کا نام ہے' یا اللہ جو تیرا کام ہے تو کر' ہم نے تجھے مان لیا' ہم ہر حال میں ماننے والے ہیں۔

سوال:

اگر ہم اس کے ہیں تو وہ ہمارا ہے۔

جواب:

آسان بات ہے۔

سوال:

پھر جواب ہی جواب ہیں۔

جواب:

اگر ہم اس کے ہیں اور وہ ہمارا ہے تو پھر جواب ہی جواب ہیں۔

سوال:

اگر ہم صرف اپنے لیے ہیں تو ہم پر عذاب ہے' علم کا عذاب' ذہن کا عذاب' سوال ہی سوال۔

جواب:

اگر ہم صرف اپنے لیے زندگی بسر کر رہے ہیں تو سوال ہی سوال' پریشانی ہی پریشانی۔ اپنے آپ کو اس کا بنا کے رکھو' سارے جواب مل جائیں گے۔

سوال:

سوال دراصل ذہن کا نام ہے۔

جواب:

سوال کس کا نام ہے؟ ذہن کا۔ جواب کس کا نام ہے؟ دل کا۔

سوال:

ماننے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا متمنی ماننے سے گریز کرتا ہے۔

جواب:

جو صرف جاننا چاہے وہ ماننے سے باز رہتا ہے۔ تم مانتے جاؤ اور جاننے کی فکر نہ کرو۔ جو وہ کر رہا ہے ٹھیک ہے' غریب رکھے تب ٹھیک ہے اور امیر رکھے تب ٹھیک ہے' جان لے لے تب ٹھیک ہے' ابتلا ہو تب ٹھیک ہے' بیماری ہو تب ٹھیک ہے اور صحت ہو تب بھی ٹھیک ہے۔ بلکہ سب ٹھیک ہی ٹھیک ہے۔

سوال:

سوال دراصل ذہن کا نام ہے اور جواب دل کا نام ہے۔ ماننے والا جاننے کے لیے بے تاب نہیں ہوتا اور جاننے کا متمنی ماننے سے گریز کرتا ہے۔ شک سوال پیدا کرتا ہے۔ اور یقین جواب مہیا کرتا ہے۔

جواب:

جب شک سوال پیدا کرتا ہے اور یقین جواب مہیا کرتا ہے تو تم یقین میں داخل ہو جاؤ' تمہیں جواب مل جائیں گے اور شک میں داخل ہو گئے تو سوال ہی سوال ہیں۔

سوال:

شک یقین کی کمی کا نام ہے اور یقین شک کی نفی کا نام ہے۔

جواب:

یقین آ گیا تو شک نکل گیا جاء الحق وزھق الباطل۔

سوال:

کیا یقین' ایمان ہی ہوتا ہے؟

جواب:

یہ ایمان ہی ہوتا ہے۔

سوال:

آسمانوں اور زمین کے تمام سفر سوالات کے سفر ہیں۔

جواب:

یاد رکھنا کہ آسمانوں کے سفر اور زمین کے سفر جو ہیں یہ سوالات کے سفر ہیں کہ یہ کیوں ہے' چاند کیا ہے

؎ سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

سوال:

لیکن دل کا سفر جواب کا سفر ہے۔

جواب:

دل کا سفر جواب کا اور محبت کا سفر ہے۔

سوال:

ان سوالات کے جوابات دانشوروں سے نہ پوچھیں اپنے دل سے

پوچھیں' اس دل سے جو گداز ہونے کا دعویٰ بھی رکھتا ہے۔

جواب:

اس میں دانشوری کی بات نہیں ہے' یہ اپنے آپ سے پوچھو۔ کس سے پوچھو؟ اپنے دل سے پوچھو۔ اب یہ سوال کبھی پیدا ہوں تو اپنے دل سے پوچھو' جواب مل جائے گا_____

اب ان سے باہر کوئی سوال ہے تو پوچھو۔

سوال:

یہی کافی ہے۔

جواب:

یہ مضمون اگلے Thursday کو آپ کے اخبار میں آئے گا۔ اب آپ کو بات سمجھ آ گئی ہے؟ جب کبھی سوال پیدا ہو تو آپ فوراً عبادت کرو اور کہو کہ یارب العالمین' سوال پیدا ہوا ہے' یہ شک نہیں ہے بلکہ مجھے یقین ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے کہا کہ مجھے یقین تو بہت ہے لیکن میں ذرا تصدیق چاہتا ہوں۔ پھر ان کو وہ واقعہ دکھایا گیا کہ موت سے زندگی کیسے پیدا ہوئی۔ جب انہوں نے دیکھا اور ان کو یقین آ گیا تو انہوں نے کہا قال اسلمت لرب العالمین میں پوری طرح ایمان لایا' پوری سلامتی کے ساتھ۔ گویا کہ ولکن تطمئن القلبی کہ میں یہ اپنے قلب کے اطمینان کے لیے پوچھ رہا ہوں۔ بس سوال آپ کے ایمان کو نہ چھیڑے بلکہ اطمینانِ قلب کے لیے ہو۔ ایمان قائم رکھو' پھر سوال کرو۔ جب سوال کرو تو تعلق قائم رہے اور گستاخی نہ ہو۔ پھر آپ کو

جواب مل جائے گا۔ گستاخ کو جواب نہیں ملے گا۔ اگر اپنا بن کے پوچھو تو جواب مل جائے گا' غیر بن کے پوچھو تو کبھی نہیں ملے گا۔ یہ ہے آپ کو آج کا پیغام۔ زندگی میں سوالات آئیں تو غور سے' اپنے آپ سے جواب مہیا کرو۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس 1987ء کے زمانے میں آپ پر آسانیاں نازل فرمائے' ہر چند کہ سال تو روز ہی شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ملکی حوالے سے محفوظ فرمائے' آپ کو اپنی زندگی کے حوالے سے کامیابی عطا فرمائے۔ یارب العالمین! ارادوں کی کامیابی عطا فرما اور کامیاب سفر کا ارادہ عطا فرما_____ کامیاب سفر وہی ہے جو اللہ کی رضا ہو۔ یارب العالمین! رحم فرما' بڑوں کو چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا پیغام دے اور چھوٹوں کو بڑوں کا ادب سکھا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه سیدنا و مولانا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین برحمتک یاارحم الرٰحمین۔

X

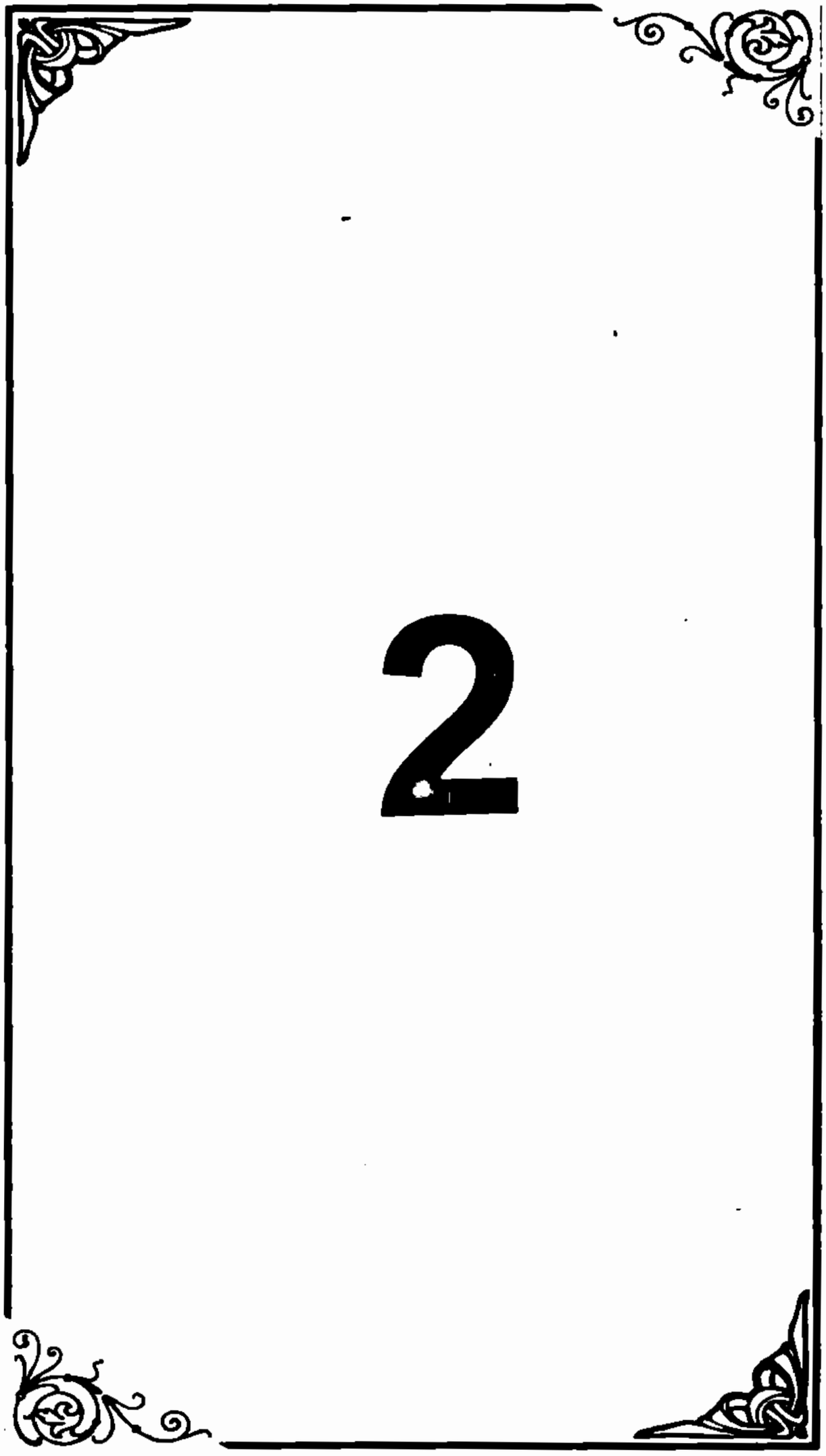

2

1 اس کی کیا پہچان ہے کہ کون سی تکلیف خدا کی طرف سے ہے یا دوسری طرف سے ____

2 دل میں جو آرزو پیدا ہوتی ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے؟

3 ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة کا کیا مطلب ہے؟

4 قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں اور اس کی جگہ کوئی اور آیت نازل کرتے ہیں.....

5 قرآن پاک میں سیروا فی الارض کا حکم ہے۔ یہ کیسے آتی ہے۔ پھر مکذبین کے لیے اس کی کیا ضرورت ہے؟



سوالات

1 ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ____

2 غیبت کے بارے میں بتادیں ____

3 آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

4 جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

سوال:

ملکی سیاست اور بین الاقوامی سیاست میں ہمیں گھاٹا ہی ہے اور بظاہر تو خسارہ ہی نظر آتا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مستقبل روشن ہے ــــــ

جواب:

ہاں مستقبل روشن ہے، روشن مستقبل کا ثبوت تو ہوتا نہیں ہے بلکہ روشن مستقبل صرف تسلیم ہوتا ہے۔ گنتی کی چند باتیں آپ لوگ یاد رکھ لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی ایسا دَور زندگی میں نہیں آئے گا کہ اچھائی کا راستہ بند ہو جائے یا برائی کا راستہ بند ہو جائے۔ اچھے آدمی کے لیے اچھا راستہ ہر وقت Available ہوتا ہے اور برے آدمی کے لیے بُرا راستہ Available ہوتا ہے اور برائی کا راستہ بند بھی ہو سکتا ہے اگر نیکی چاہے تو ــــــ لیکن نیکی کا راستہ بند نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں نے فیصلہ کر لیا نحن انصار اللہ ہم اللہ کے معاون ہیں، خادم ہیں، ان لوگوں کا راستہ رک نہیں سکتا۔ گویا کہ نیک آدمی کا مستقبل کبھی تاریک ہو ہی نہیں سکتا، چاہے دنیا سے سورج چلا ہی جائے، نیک آدمی کی رات بھی نیک، نیک آدمی کا دن بھی نیک، نیک آدمی کی رات بھی روشن اور نیک آدمی کا دن بھی روشن، بلکہ رات دن سے زیادہ روشن۔ تاریکی کے زمانے

میں جگنو زیادہ روشنی دے گا۔ تو نیکی روشنی ہے' اس کو Further روشنی کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے یا حالات کی سازگاریت کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ حالات ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جو لوگ نیک گروپ میں تو شامل ہوتے ہیں لیکن نیک نہیں ہوتے۔ مثلاً کوئی کہے کہ میں فلاں گروپ میں شامل ہونا چاہتا ہوں' اس گروپ کے حالات پتہ نہیں کیا ہیں' اس سے شاید میری نیکی مسدود ہو جائے۔ تو انفرادی طور پر نیکی مسدود نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ ایک سٹیج آتی ہے کہ آپ کو مصلیٰ بچھانے کی جگہ نہ ملے۔ تو پھر آپ دل میں بچھا لیں کیونکہ اللہ Visible نہیں ہے۔ شکر کرو' نظر تو آتا نہیں ہے اور نہ اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ آپ کے خیال کے ساتھ اللہ ہے' اللہ کا خیال ہی اللہ ہوتا ہے۔ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اللہ کا خیال حالات کی وجہ سے بند ہو جائے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوا' فاقے میں یاد الٰہی نہیں بھولتی' کوئی مر جائے تو پتہ ہے کیا کہتے ہیں؟ کہ اللہ کی مرضی ہو گئی' یہ کوئی نہیں کہے گا کہ صحت خراب ہو گئی یا یہ ہو گیا بلکہ اس کو اللہ کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ اللہ کی حد قبرستان سے شروع ہوتی ہے۔ تو اللہ کا علاقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا' دنیا کے علاقے ختم ہو گئے' ایل ڈی اے ختم ہو جائے گا' کچھ اور ختم ہو جائے گا مگر اللہ کا علاقہ ختم نہیں ہو گا' ہندو کے دور میں ختم نہیں ہو گا' کافر کے زمانے میں بھی ختم نہیں ہو گا۔ لہٰذا نیک لوگوں کے لیے' مومن مسلمانوں کے لیے روشن مستقبل ہے۔ یاد الٰہی محدود زندگی کے اندر آپ کو چاہیے۔ اس کے لیے یہ شرط نہ لگانا کہ اللہ لامحدود ہے اور اس کے لیے میری لامحدود زندگی ہو تو پھر میں یاد کروں' محدود زندگی میں

پیغمبر اپنی پیغمبری کا دَور پورا کر گئے' علیہم السلام۔ اور وہ جو پیغام لانے والے تھے وہ اپنا پیغام پورا دے گئے' نبی' نبی ہو گئے اور ولی' ولی ہو گئے اور زندگی اتنی مختصر رہی۔ میرا خیال ہے کہ کسی ولی کی تعریف میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ He lived a long life. یعنی وہ ولی تھے اس لیے وہ نوے سال رہے۔ تو یہ ولایت کا ثبوت نہیں ہے۔ ولایت کا ثبوت کیا ہے؟ کہ مختصر زندگی' جتنی بھی ہے اس کے اندر کسی زمانے میں ان کو یادِ الٰہی میں غافل نہیں پایا گیا' کسی زمانے میں ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں دیکھا گیا اور کسی زمانے میں رخ ان کا غلط نہیں ہوا۔ یہ تو آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ زمانے کون سے تھے' دوپہر کا زمانہ تھا کہ رات کا زمانہ تھا' برسات کا تھا کہ بہار کا۔ اللہ والا جو ہے وہ اللہ والا رہتا ہے کیونکہ اللہ اس کے خیال کے ساتھ ہے۔ خیال جو ہے وہ اس نے قائم رکھا ہوا ہے اس لیے اللہ جو ہے مکمل طور پر ان کے ساتھ ہے اور اللہ کے ساتھ مشاہدوں کی حد کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ مرنے کے بعد۔ اس لیے جب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ میں زندگی میں دیکھنا چاہتا ہوں تو پھر بزرگ کہتے ہیں کہ تو زندگی میں مَر جا۔ کہتے ہیں کہ قبرستان سے اس کی حد شروع ہو گی مگر وہ کہتا ہے کہ میں قبرستان کو نہیں مانتا' مجھے ابھی چاہیے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ایک طریقہ ہے کہ تُو زندگی میں مَر جا۔ کہتا ہے کہ زندگی میں ہم کیسے مَر سکتے ہیں' آپ بتاؤ' تو سہی۔ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ مرنے کے بعد نہ رشتے داروں کا Visit کیا جاتا ہے' نہ دعوتیں قبول ہوتی ہیں نہ الیکشن کمپین ہوتی ہے' نہ تقریر ہوتی ہے۔ آپ اس زندگی میں الیکشن کمپین بند کر دو' تقریریں بند کر دو اور رشتے داروں کے پاس جانا بند کر دو۔ مر جانے والا ایک

خیال میں پڑا ہوتا ہے۔ تو تم بھی ایک خیال میں پڑ جاؤ۔ مرنے والے کو کھانے پینے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ تو آپ بھی کھانے پینے کا کبھی فکر نہ کرو۔ کہتا ہے کہ کھانے پینے کا فکر نہ کریں تو پھر مَر ہی جائیں گے۔ کہتا ہے کہ مَر تو پہلے ہی گئے ہیں آپ' اب کیا کھانا ہے۔ آپ نے مرنے کا تو پروگرام بنایا ہے' لہٰذا مرنے سے پہلے مرنے کا فارمولا جو ہے وہاں سے اللہ کی حَد شروع ہو جاتی ہے۔ جب تک پوری بات کا پتہ نہ چلے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اب وہ کہتا ہے کہ میں کھاؤں گا کیسے؟ اب یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جسم کی طاقت جو ہے یہ کھانے سے نہیں ہے' طاقت اللہ کے حکم سے ہے۔ کھا کھا کے لوگ کمزور ہو گئے۔ کھا کھا کے مَر گئے مگر طاقت نہ آئی۔ طاقت بہر حال اللہ کے اَمر سے ہے۔ کون سا اَمر ہوتا ہے کہ کھانا طاقت بن جاتا ہے؟ یہ اللہ کو پتہ ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو قادر مان لیا تو قادر سے محبت قدرت کا جلوہ ہے۔ اب آپ نے قدرت کا جلوہ دیکھنا ہے یا حالات کے جلوے دیکھنے ہیں۔ یہ ایک پوائنٹ یاد رکھنے والا ہے کہ قدرت کا جلوہ دیکھنے والے حالات کی زَد میں نہیں ہوتے۔ ان کے لیے حالات کیا شے ہیں۔ حالات کا جو تھپیڑا ہے' آیا ہے اور گیا ہے۔ اگر آپ کو خوشی دے دی جائے اور آپ کا محبوب' کوئی عزیز' چلو دوست ہی لے لو' بہت پیارا دوست ہے' اس کے بارے میں کوئی کہے کہ ہم آپ کو پچاس ہزار روپے دے دیتے ہیں اور دوست آپ کا مار دیتے ہیں تو آپ کیا کہیں گے؟ نہیں' جدائی قبول نہیں ہے۔ حالانکہ آپ گِلہ کر رہے تھے کہ آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے۔ اب پیسہ آپ کو دیتے ہیں۔ اگر کوئی آپ کے بچے لے جائے خدانخواستہ اور آپ کو دو کروڑ روپیہ دے جائے تو آپ

کہیں گے کہ ہمیں دو کروڑ نہیں چاہیے ہمیں بچے چاہییں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت کی بقاء چاہیے' حالات کی فراوانی نہیں چاہیے۔ اللہ سے اگر محبت ہو جائے تو پھر آپ کو کیا چاہیے' یہ محبت دے کر آپ کون سے حالات مانگتے ہو اور محبت کے لیے کون سے وسیلے ضروری ہیں؟ آپ بولو۔ کیا اللہ سے محبت کے لیے پیسے ہونے چاہییں' سفید کپڑے ہونے چاہییں' کالی شلواریں ہونی چاہییں' پیلا رومال ہونا چاہیے؟ نہیں۔ آپ یہ کہیں کہ محبت اس کی مہربانی ہے اور وہ محبت کرا دے تو محبت ہو گی۔ اس کے لیے حالات کی بات نہیں ہے۔ اب جو شخص محبت کو حالات سے شروع کرتا ہے تو وہ شخص تو محبت سے پہلے ہی محروم ہو گیا کیونکہ محبت نے آپ کو حالات سے غافل کرنا تھا اور آپ حالات لے کے محبت کی طرف چلے آئے۔ ''ہم اللہ سے محبت کرنے آئے ہیں'' اور پہلے یہ کام کرتے ہیں کہ پیسے جیب میں ہیں کہ نہیں ہیں' بلکہ پیسے ہاتھ میں رکھو' کیونکہ اللہ کی طرف جانے والے پیسے ہاتھ سے گم کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح تو آپ اللہ سے محبت نہیں کر سکتے۔ اللہ کے پاس جانے والا جو ہے وہ تو حالات کو چھوڑ کر گیا ہے۔ حالات کا گلہ کہاں پر ہوتا ہے؟ جب اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے۔ حالات کا کارساز آپ نے کسے مانا؟ اللہ کو۔ اور آپ کدھر جا رہے ہو؟ اللہ کے پاس۔ جب اس نے کام اُلٹا پلٹا کر دیا تو پھر کام ٹھیک ہو گیا۔ جب اللہ نے کیا ہے تو ٹھیک ہے اور جو تم نے کیا ہے وہ غلط ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کو کارساز مانو تو اُسی کو کارسازی کرنے دو' تم اس کی طرف راضی ہو کر چلتے جاؤ۔ پھر حالات ٹھیک ہیں' مستقبل ٹھیک ہے۔ مستقبل کس کا ٹھیک ہے؟ ٹھیک کا ٹھیک ہے۔ اچھے کا مستقبل اچھا ہوتا

ہے اور برے کا مستقبل برا ہوتا ہے۔ یہیں تو ہمارے ایمان کا آغاز ہوا کہ کافروں نے کہا کہ دیکھو ہم امیر لوگ ہیں' آپ لوگ ہمارے راستے پہ چلو ہم آپ کو مال دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ پر سونے کا پہاڑ رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاندی کا پہاڑ رکھ دو' سورج رکھ دو' ستارے رکھ دو' چاند رکھ دو' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم چھوڑیں۔ کیونکہ ہم کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں تم کار کی بات کر رہے ہو' کام یا کار کی بات کا ہم نے کیا کرنا' ہم تو کارساز کے راستے پر جا رہے ہیں' وہاں ہمیں اس بات کو سوچنے کی ضرورت نہیں کہ وہ ہمیں کس حال میں رکھے۔ لہٰذا اللہ کی محبت جو ہے وہ ہمیں جس حال میں رکھے راضی رہنے کا نام ہے' گلے کا نام ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا سمجھے؟ یہ کہ انسان راضی رہے۔ چاہے اللہ جس حال میں رکھے یہ اس کی رضا ہے' اب خطرہ اس کو کوئی نہیں ہے۔ خطرہ صرف ایک چیز کا ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد سے میں غافل نہ ہو جاؤں' جو غافل ہے وہ حالات کی زد میں ہے' اور جو یاد میں ہے اس کے حالات صحیح ہو گئے۔ ایک بات تو یہ ہو گئی۔ دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ جب یہ دیکھا جائے کہ آپ کے خیال کے مطابق ایک ایسا وقت آ رہا ہے جس سے اسلام ختم ہو جانا ہے' خدانخواستہ' اگر یہ تمہیں سمجھ آ جائے کہ اسلام ختم ہونے کے قریب آ گیا ہے تو سمجھو کہ ختم نہیں ہونا کیونکہ اللہ نے ختم ہونے ہی نہیں دینا۔ بڑے بڑے لوگ آئے' بڑے بڑے واقعات ہوئے' اسلام کے لشکر کے کل دو آدمی رہ گئے' لگتا تھا اب اس کے بعد اسلام ختم ہو جائے گا مگر یہ نہیں ہوا۔ میں نے آپ کو پہلے بھی مثال بتائی ہے کہ جب حضور پاک ﷺ غار میں تشریف رکھتے تھے تو عین اُسی مقام پر وہ

قافلہ پہنچ گیا جو آپ کی تلاش میں آیا تھا۔ تو ایک مکڑی کے جالے نے سارا کھیل بنا دیا۔ اگر وہیں خدانخواستہ ملاقات ہو جاتی تو اسلام ختم ہو گیا تھا۔ تو اسلام ختم نہیں ہو سکتا' کہیں مکڑی کا جالا آ جاتا ہے' کہیں کوئی واقعہ ہو جاتا ہے' کہیں کوئی اور واقعہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسلام ختم ہوتا تو کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔ نہ اسلام ختم ہوا اور نہ اس نے ختم کیا۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ختم نہیں کرنا۔ تو مسلمان ختم کیسے ہو گا۔ مسلمان بھی قائم ہے۔ اور اگر عقیدے کے ساتھ اُس کی موت ہے تو شہادت ہے' عقیدے کے علاوہ موت ہے تو مسلمان ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسلمان تو مرتا نہیں ہے۔ مسلمان تو مسلمان ہی ہے۔ جب آپ کو یہ سمجھ آ جائے کہ اب دشمن کا لشکر مسلمانوں سے ہٹ کے کعبے کی طرف حملہ کرنے جا رہا ہے تو پھر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ اب تماشہ دیکھو۔ کہتا ہے کہ اب پتہ لگے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنا کھیل دکھانا ہے۔ مقصد یہ کہ اب آپ کا کھیل ختم ہو گیا' اب اسلام کی طاقت کو دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے! مسلمانوں کی طاقت تو آپ نے دیکھ لی۔ اب اسلام کی طاقت دیکھو کہ اسلام کی کیا طاقت ہے۔ اگر آپ کو یقین ہے تو جلوہ آپ کو نظر آئے گا' ضرور آئے گا۔ یہ بات میں نے آپ کو پہلے لکھ کر بتائی تھی کہ اگر چھت گرنے لگے تو بھاگ جاؤ اور جب آسمان گرنے لگے تو ٹھہر جاؤ۔ جب آسمان گرتا نظر آ رہا ہے کہ اب انتہا ہو گئی ہے اور خانہ کعبہ کے قریب دشمن کی طاقتیں پہنچ گئی ہیں تو اب ٹھہر جاؤ' اب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے ٹھیک کہا تھا کہ ہماری چابیاں ہمارے حوالے کرو' ہمارے اونٹ ہمارے حوالے کرو' پھر کعبہ جانے اور کعبے کا محافظ جانے۔ اب آپ اللہ

اللہ کرتے جاؤ اور پھر دیکھو کہ ہوتا کیا ہے۔ اس لیے اسلام کا مستقبل جو ہے وہ کبھی تاریک نہیں ہوتا بلکہ مستقبل روشن ہی ہے۔ مسلمان کے پاس اگر خطرہ آئے تو مسلمان دونوں باتیں جانتا ہے' خطرہ ٹالنا بھی جانتا ہے اور شہید ہونا بھی جانتا ہے۔ اس طرح مستقبل روشن ہے۔ اگر اسلام کے پاس خطرہ چلا جائے تو اسلام ہر صورت میں جانتا ہے۔ اسلام مالک کا نام ہے۔ اسلام کس کا نام ہے؟ مالک کا نام ہے۔ تو پھر کیا خطرہ ہے؟ پھر آپ کہتے ہیں کہ حالات کا مستقبل خراب ہے۔ تو جب تک مستقبل نہ آئے تب تک آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔ اب یہاں ایک فلسفے کی بات ہے کہ دو انداز ہوتے ہیں' ایک Passive یا Negative یا Pessimist یعنی تاریک پہلو والا' کہ بالکل تباہی ہو جائے گی۔ دوسرا یہ ہے کہ تباہی نہیں ہوگی۔ یہ دونوں جھوٹی باتیں ہیں کیونکہ کل ابھی آیا نہیں۔ وہ آدمی جو صرف تاریک پہلو میں رہتا ہے وہ تو آنے سے پہلے ہی مر گیا' پریشان ہو گیا۔ حالانکہ ہر ایک کو پتہ ہے' کیا پتہ ہے؟ کہ موت آئے گی' کسی کو شک ہے کوئی؟ پکی بات ہے۔ اگر کسی آدمی کو بتا دو کہ تیری موت سوا تین مہینے کے بعد آ رہی ہے' تو وہ آج ہی مرنا شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر یہ احسان کیا ہے کہ اس نے مستقبل کو مخفی رکھا ہے۔ جس طرح آپ قربانی کا بکرا دیکھیں' چھری سے پہلے کھاتا پیتا ہے' رونق لگاتا ہے کیونکہ اسے کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ تو انسان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ آنے والے حالات کیا ہیں؟ آنے والا آئے گا تو پھر دیکھا جائے گا۔ کہتا ہے کہ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہیں؟ تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو جانے والوں سے فرصت نہیں مل رہی۔ مستقبل کے بارے میں اس وقت غور کرو

جب تم اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا جانتے ہو ورنہ غور نہ کرنا کیونکہ ایمان چلا جائے گا۔ فقرہ میرا یاد رکھنا۔ کیا کہا میں نے؟ اگر کوئی کہے کہ کل کا سورج مجھے نکلتا نظر نہیں آ رہا تو اس کا ایمان تو یہیں سے چلا گیا۔ اب آپ کا ایمان چلا جائے گا۔ اس نے کہا کہ واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں اور سورج نکلتا ہی رہتا ہے' کفر کی یلغاریں ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایمان سرفراز رہتا ہے بلکہ جتنا کفر زیادہ ہوگا اتنا ہی ایمان زیادہ افروز ہوگا ۔

یک دو شکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را
فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را

کہتا ہے کہ تو مشکلات ذرا زیادہ کرتا کہ ہمیں جاگنے کا موقع ملے' ابھی تو مشکلات ہیں ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ بابا جی آپ کو کچھ فکر محسوس ہوا کہ خطرہ آ رہا ہے؟ بابا کہتا ہے کہ خطرہ محسوس ہوتا تو پھر میں ضرور جانتا' ابھی تو کوئی بات نہیں ہے ۔

ہنوز دلی دور است

ان کے لیے خطرہ نہیں ہے کیونکہ اگر خطرہ ہے تو وہ خود ہی ٹال لیں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ سے زیادہ مرتبے والے اور زیادہ جاننے والے انسان مطمئن بیٹھے ہوں تو آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر ابا حضور تشریف فرما ہیں تو بیٹا کیوں پریشان ہو رہا ہے۔ اب یہ نہ کہو کہ دشمن قریب آ رہا ہے۔ آپ اپنا کام کرو اور انہیں اپنا کام کرنے دو۔ ان کے لیے تو اشارے کی بات ہے جس کے بارے میں کہا تھا کہ ۔

ہنوز دلی دُور است

اس کے لیے دلی دور ہے' دشمن پھر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو جہاں جانے والے ہوں وہاں نہ جانے والے کا پریشان ہونا ناجائز ہے۔ تو آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مرض ٹھیک ہو رہا ہے' مریض کو دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ تو مر رہا ہے' ڈاکٹر بہتر جانتا ہے اور ڈاکٹر پر اعتماد بہتر ہے۔ مستقبل کو جاننے والے اگر یہ کہہ دیں کہ مستقبل روشن ہے تو پھر یہ روشن ہے۔ اگر انہوں نے بچے کو دیکھ کر بتا دیا کہ یہ بچہ بڑے روشن ستارے والا ہے تو اس بچے نے ستارے تک پہنچنا ہے۔ تو دیکھنے والے نے پہلے بتا دیا کہ یہ روشن ستارہ ہے' یہ بہتر بچہ ہے' یہ طاقت ور بچہ ہے' یہ بڑا ہو کے بڑا بنے گا۔ اب بچہ کہتا ہے کہ میں تو نہیں ہو سکتا' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ جب بڑا ہو گا تو پتہ چلے گا کہ اس نے کیا بننا ہے۔

اب آپ یہ دیکھیں کہ انسان ایک مشین ہے' یہ فرض کر لیں۔ اگر اس مشین کے اندر ایک پرزہ ایسا ہے جسے اگر ذرا ٹچ کر دیا جائے تو بندہ بدل جاتا ہے۔ آپ اس پرزے کو دل کہہ لیں۔ اگر ایک بادشاہ خوش باش زندگی گزار رہا ہو' اس کے دل پہ اثر ہوا تو اس نے بادشاہی چھوڑ دی۔ اگر ایک انسان بڑے غصے والا ہے اور اُس کے ساتھ کوئی واقعہ ہو گیا تو پھر اس کے بعد وہ مَر ہی گیا کیونکہ دل ٹوٹ گیا۔ کہتا ہے جب میں نے یہ دیکھا کہ دوست کے ہاتھ میں خنجر تھا تو پھر میرا اعتبار ہی اُٹھ گیا اور اس کے بعد پھر کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ اسی طرح اگر کوئی اور پرزہ ٹچ کر دیا جائے تو کافر مومن ہو جاتا ہے۔ اس پرزے کو آپ نصیب کہہ لیں۔ تو وہ جو نصیب تھا اس کو ٹچ کر دیا تو وہ جو کافر تھا مومن ہونا شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ

اس کے بعد میرا ایمان قوی ہو گیا' فلاں آدمی نے ایک بات کی میرے کان میں تو پھر مجھے بات سمجھ آ گئی۔ مقصد یہ ہے کہ زندگی کے اندر Logical Sequence بتسلسل حالات کے علاوہ بھی کچھ واقعات ہیں جو حالات کا تسلسل بدل دیتے ہیں کہ انسان کدھر جا رہا تھا اور کہاں جا نکلا۔

منم محو خیال اُو نمی دانم کجا رفتم

یعنی کہ بندہ کہیں سے کہیں نکل جاتا ہے کیونکہ اندر سے پرزہ بدل جاتا ہے۔ فرض کریں کہ آپ کے اندر ایسا پرزہ بدل دیا جائے کہ آپ مکمل سچے ہو جائیں پھر آپ اپنے آپ کو سب سے پہلے دیکھیں۔ پھر آپ کو اپنے اندر جو قباحتیں نظر آئیں گی' اس کا تدارک کون کرے گا؟ جب قیامت کا وقت ہو گا' حساب کتاب کا وقت ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا کام کیا کرنا ہے؟ وہ تمہیں خود ہی سچا کر دے گا اور پھر تمہارے سامنے تمہارے اعمال نامے رکھ دے گا کہ بتاؤ یہ کیا ہے؟ آپ کیسے کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ اب تو آپ اپنے آپ کو Defend کرتے ہیں مگر اس وقت آپ کیا بن جائیں گے؟ Witness of Prosecution۔ پھر آپ خود کو کہیں گے کہ یہ جھوٹا ہے' یہ مسجد سے جوتی چرانے گیا تھا' یہ توجح کرنے نہیں گیا تھا بلکہ سامان خریدنے گیا تھا۔ تو آپ کے جھوٹ کے زمانے کا دفاع آپ کے سچ کے زمانے میں Prosecution ہو جاتا ہے۔ تب آپ ہی اپنے آپ کو پکڑ لیں گے۔ عام حالات میں اس کو ضمیر کہتے ہیں اور خاص زمانے میں اس کو فضل کہتے ہیں۔ اگر آپ پر اللہ کا فضل ہو جائے اور اللہ آپ کو سچا بنا دے تو آپ کو سب سے زیادہ خطرناک انسان اپنا آپ نظر آئے گا اور آپ خود ہی گواہی

دینے لگ جائیں گے کہ یا اللہ یہ تو جھوٹا بندہ ہے' یہ سارا ہی جھوٹ ہے' جو اس نے کام کیا وہ سارا ہی غلط تھا۔ وہ اپنے خلاف آپ ہی بولتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اب جھوٹے کے خلاف سچا بول رہا ہے۔ اس وقت سچے بھی آپ ہیں' جھوٹے بھی آپ ہی تھے۔ اب آپ کی جو سچی ذات ہے اگر وہ کبھی فوقیت میں آ جائے' تو وہ آپ کو اُڑا کے رکھ دے گی۔ تو دنیا میں ہونے والے واقعات آپ سے اتنے دور چلے جائیں گے کہ آپ کو ان کی ضرورت ہی نہیں ہو گی _____ تو میں مستقبل کی پریشانی کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ جو آیا نہیں اس کے بارے میں پریشان کیوں ہو۔ کیا آپ آنے والے حالات جانتے ہو؟ کہتا ہے ابھی جانے والوں سے فرصت نہیں ملی۔ آپ وہ دیکھو جو آپ کر چکے ہو۔ جب کبھی آپ سے زیادہ جاننے والے لوگ موجود ہوں اور خاموش ہوں' اس وقت کم جاننے والے کو شور مچانے کا حق نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ وہ عالیجاہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب وہ بیٹھے ہوئے ہیں' جب طاقتیں خاموش ہیں تو کمزور نے کیا شور مچانا ہے۔ جب جاننے والا چُپ ہو جائے تو لاعلم یا بے علم کو بولنے کا حق نہیں ہے۔ دانا کی محفل میں کم از کم خاموشی تو کی جا سکتی ہے۔ مومن کے لیے مستقبل حالات کا نام نہیں ہے' مومن کے لیے مستقبل' حال اور ماضی اللہ کے ساتھ وابستگی کا نام ہے۔ اگر آپ کی توجہ میں اللہ نہ رہا تو حالات کی کیا اصلاح کر سکتے ہو اور اللہ کی سرحد کہاں سے شروع ہو رہی ہے یعنی اس کے علاقے کی سرحد؟ آپ کی موت سے۔ اگر اس زندگی میں اللہ کی سرحد چاہئے ہو تو موت کا Experience کر لو' موت کا Experience' اللہ کے قرب کا ایک Experience ہے۔ Vision of

Vision of جسے آپ کہتے ہوں یہ بھی تقرب حق کی ایک دلیل ہے Death
death means vision of Divine بچوں کی ایک کہانی کسی نے لکھی تھی
آپ کو یاد ہوگا' اردو کی کتابوں میں آپ پڑھتے رہے ہو۔ کہانی یوں شروع ہوتی
ہے کہ سال کی آخری رات تھی' ایک بوڑھا سر جھکائے ہوئے سوچ رہا ہے'
ویرانے میں بیٹھا ہوا ہے' کھنڈرات میں بیٹھا ہوا ہے' سوچ رہا ہے کہ میں نے کون
کون سا غلط کام کیا ہے' ماں باپ کی حکم عدولیاں کی ہیں' تعلیم کی غفلتیں کی ہیں اور
کردار کے اوپر ناجائز تجاوزات کی ہیں' کردار کشی کی ہے اور حالات خراب
ہوئے' تباہیاں' بربادیاں' دھوکہ اپنے ساتھ' لوگوں کے ساتھ' ماں باپ کے ساتھ'
حق تلفیاں کرتے رہے ہیں اور سماج میں عزت کی خاطر ہم اپنے کردار کو مسخ
کرتے رہے ہیں' چہرہ خراب کر دیا' یہ ہو گیا' وہ ہو گیا' بہت بڑی پریشانی ہے'
کاش یہ زندگی دوبارہ مل جاتی تو دوبارہ میں اچھی زندگی گزارتا۔ تو اسے سارے
واقعات یاد آئے' پریشان ہے' رو رہا ہے۔ اتنے میں اس کو ایک روشنی کی کرن نظر
آتی ہے' وہ روشنی آئی کیونکہ تاریک رات تھی۔ کہتا ہے تو روشنی کون ہے جو میری
طرف بڑھتی چلی آ رہی ہے؟ اس نے کہا میرا نام ہے اُمید' ہم امید کہلاتے ہیں'
ہمارا کام ہے اندھیرے میں روشنی کرنا' یہ جو تو اندھیرے میں مبتلا ہے' تو ہماری
بات غور سے سُن' سمجھ آ جائے گی' توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا
اچھا توبہ سے مسئلے حل ہو جاتے ہیں؟ اس بوڑھے نے توبہ کی۔ یک لخت کیا دیکھتا
ہے کہ اس کو ماں کی آواز آئی کہ بیٹا اٹھو آج تو عید کا دن ہے' تو ابھی تک سو رہا ہے
اور تو تُو رو بھی رہا ہے ____ تو یہ ایک چھوٹے بچے کا خواب تھا۔ تو بچہ سمجھا کہ

اگر زندگی کو میں غلط کر لیا تو پھر وہی ہو گا یعنی میں مایوس بوڑھا بن جاؤں گا۔ بات سمجھ آئی؟ گویا کہ مایوسیوں کے اندر امید کے زمانے فضل کی آمد ہیں۔ اس لیے ایمان کس لیے ہے؟ یہی تو وقت ہے ایمان کا۔ سارے کے سارے مایوس ہوتے جا رہے ہیں' سارے اسلام کو چھوڑتے جا رہے ہیں' کفر کے اندر داخل ہوتے جا رہے ہیں' لوگ اتنے پریشان ہیں' یہ جو لوگ پریشان ہیں تو یہ تو نقلی ایمان پریشان ہے اور اصلی ایمان کا ہے کو پریشان ہو گا۔ کیا وہ موت سے ڈر رہا ہے؟ نہیں' وہ موت سے نہیں ڈرتا' ایمان نہیں ڈرتا موت سے۔ موت تو اس کو پرکھنے والی شے ہے' موت مر جاتی ہے اور بندہ زندہ رہتا ہے۔ کہتا ہے کہ موت مجھے مار دے گی' ایک وقت کے بعد موت نے مر جانا ہے اور ہم نے زندہ ہو جانا ہے پھر جھگڑا کس بات کا؟ Ultimately تو میں نے زندہ رہنا ہے' میں ہی میں ہوں۔ آپ بات سمجھے؟ تو اس بات نے یہ ثبوت دیا کہ ایمان والے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ جب کبھی کسی جاننے والے پہ اللہ تعالیٰ یہ فضل کر دے کہ یہ واقعہ آنے والے زمانے کی بات ہے تو پھر وہ بتا سکتا ہے' ورنہ تو اس نے Future مخفی رکھا ہے۔ ایک دفعہ ایک پیغمبر پر فیوچر آشکار ہو گیا کہ اس بستی پر عذاب آنے والا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ عذاب آنے والا ہے مگر عذاب نہیں آیا۔ پھر بڑی سخت پریشانی' پشیمانی اور سخت واقعات ہوئے جن سے وہ گزرتے گئے اور پھر مچھلی کے پیٹ میں واقعات ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے پوچھا کہ آپ نے تو مجھے دکھایا تھا تو اللہ نے کہا کہ دکھایا تو تھا مگر درمیان میں توبہ کرنے والے' معافی مانگنے والے' دعائیں کرنے والے' ہزار واقعات ہوتے ہیں' کتنی بار

تقدیر بدلتی ہے' مقدر جو ہے اتنی بار بدلتا ہے جتنی بار بندہ رجوع کرتا ہے۔ تو اٹل مقدر کیا ہے؟ تو اٹل مقدر تیرے رجوع کا نام ہے۔ اگر رجوع بدل گیا تو حالات بدل گئے۔ تو آپ کا رجوع نہ بدلے تو یہ سارے حالات جو ہیں یہ رجوع کے Tester ہیں۔ اگر رجوع نہ بدلے تو تمہارا مستقبل کیا اور حال کیا۔ کہتا ہے کہ ہم ایک ہی ہیں۔ کبھی آپ نے غم والا آدمی دیکھا ہے۔ اگر چار دن کے بعد پوچھو کہ کیسا موسم ہے تو کہتا ہے کہ اسی غم کا موسم ہے۔ محبت والے سے پوچھو کہ اب کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے اب بھی اسی کی یاد ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو چھ دن ہو گئے ہیں۔ کہتا ہے کہ چھ ہزار سال ہو جائیں تب بھی اسی کی یاد رہے گی۔ یہ میں دنیاوی وابستگی کی بات کر رہا ہوں۔ اور اگر وابستگی حق ہو جائے تو پھر حالات کیا رہے' یا خیالات کیا رہے' تو پھر الیکشن کیا ہے اور غیر الیکشن کیا ہے؟ تو یہ جھوٹی وابستگیاں ہیں' ووٹ کی محتاج ہیں اور سچ جو ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ پھر اللہ اللہ ہے۔ وہ کہتا ہے ہم جا رہے ہیں' کامیابی کے ساتھ جا رہے ہیں' کدھر جا رہے ہیں؟ اپنے Ultimate End کی طرف۔ رہ گئی ایک اور بات جو آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ ملک یا نہ ملک' وہ مالک ہے' چاہے تو ایک آدمی کے ذریعے قوموں کو بدل دے اور چاہے تو سو لیڈروں کی وجہ سے قوم گمراہ ہو جائے۔ ایک امام نے آنا ہے اور وہ قوم کو فلاح دے گا اور ڈھائی لاکھ مسجدوں کے ڈھائی لاکھ امام موجود ہیں مگر قوم میں وہ بات نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ علم کے لیے' صداقت کے لیے دوسروں کے محتاج ہو گئے ہیں حالانکہ یہ آپ کا اپنا کام تھا۔ جس قوم کے اندر بے شمار قائد پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ قیادت کا فقدان ہے' قیادت ختم ہو چکی

ہے۔ اسلام میں ایسی قیادت ختم ہو جائے تو میرا خیال ہے بہت بہتر ہے' مبارک ہے تا کہ اب ہمارے اوپر اصلی قیادت آئے۔ اللہ کا بندہ اللہ کی یاد میں رہے گا اور اللہ کے حبیب ﷺ کے بندے اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد میں رہیں گے۔ تو آپ کو کسی لیڈر یا قائد کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایک قائد ہمیں ایسا چاہیے جو پانچ نمازوں کی جگہ تین کرا دے' بڑی سفارش چاہیے' میرا خیال ہے وہ آپ کو نہیں ملے گا۔ آپ کو پتہ ہے وہ ایسا نہیں کرا سکے گا اور پھر اگر ایک قائد ایسا چاہیے جو موت سے بچا دے تو وہ بھی نہیں ملے گا یا ایک ایسا قائد مل جائے جو حالات زمانہ اور غم سے بچا دے' وہ بھی نہیں بچ سکتے۔ غم سے بھی آپ نہیں بچ سکتے۔ چلو جی بڑھاپے سے بچ جاؤ۔ کیا آپ کو کوئی ایسا بندہ ملا جو بڑھاپے سے بچا دے؟ جو بھی اٹل فیصلے ہیں ان سے تو کوئی بچا نہیں سکتا۔ قائد کیا کرے گا۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ ملک سلامت رہنا چاہیے تو ''ملک سلامت'' کیا ہوتا ہے؟ آپ یہ بتاؤ۔ یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ ملک سلامت رہنا چاہیے۔ آپ کہیں گے کہ حدود قائم رہنی چاہئیں۔ کیا حدود اللہ کی بات کر رہے ہیں؟ کیونکہ ان حدود میں رہ کر ہم عبادت گزار ہو گئے اور اگر حدود میں عبادت نہ ہو تو حدود کیا ہیں؟ اگر اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں یا مسلمانوں کے علاقے میں یا مسلمانوں کے محلے میں غیر اسلامی وحشتیں ہو جائیں تو بات کیا رہ گئی۔ وہ مسلمان جو کافروں کے دیس میں ہیں اگر ان میں ایمان افروز ہو اور فروزاں ہو اور آپ کے علاقے میں رہنے والے مسلمان جو ہیں ملاوٹیں بھی کریں' بدمعاشیاں بھی کریں' جھوٹ بھی بولیں اور قیادت کے ساتھ لوگوں کو گمراہ بھی کریں تو پھر یہ رزلٹ کیا نکلا؟

زمین نیک نہیں ہوتی۔ پاکستان میں یہ نہیں کہ یہ زمین نیک ہوگئی' پہاڑ نیک ہو گئے اور دریا پاک ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ پاک ہونا ہے انسان کے ضمیر نے' انسان کے ایمان نے' بلکہ انسان نے۔ اگر انسان پاک نہ ہوا تو زمین کہاں سے پاک ہوگی۔ اگر پھر بھی ہماری اَنا کہتی ہے کہ قائم رہنا چاہیے تو اس کا اظہار ٹھیک ہے۔ یہاں سے آپ سبق یہ سیکھو کہ اگر آپ لوگ اپنی حَد کو قائم کرنا چاہتے ہو' ملکی حد کو' تو پہلی طاقت جو ہے وہ ہے وحدتِ قوم۔ اور وحدتِ قوم کے لیے طاقت ور بات چاہیے۔ آدھے آدمی آدھے آدمیوں کے خلاف ہوئے پڑے ہیں' یہ آجائیں تو وہ نہیں رہتے' وہ آجائیں تو یہ نہیں رہتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر ایک ٹولہ سیاست کا آجاتا ہے تو دوسرے کو وہ غدار کہتا ہے' وہ ''غدار'' آجاتے ہیں تو پھر یہ غدار ہیں۔ اب درمیان میں آپ کو سچ بولنے کا موقع ہے۔ جماعتیں نہ اچھی ہوتی ہیں نہ بُری ہوتی ہیں' بندے اچھے ہوتے ہیں' بندے بُرے ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ان باتوں پہ غور کرنا ہے۔ جب ایسی بات کو آپ سوچیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آجائے گی کہ اعتماد ہی کا نام ہے ایمان۔ تو ایمان کیا ہے؟ کسی پر اعتماد' جس کے پاس ہم جارہے ہیں اور سچا ہو' جھوٹ نہ بولے۔ آپ کے خیال میں صداقت کیا ہے؟ تو صداقت کا ساتھ دو' جماعت کا ساتھ نہ دو۔ کس جماعت کا؟ جس جماعت کا مرضی ہو۔ کون سی جماعت؟ ہمیں نہیں پتہ کہ کون سی جماعت۔ تو جس جماعت میں آپ کے خیال میں صداقت ہے' آپ صداقت کا ساتھ دے دو۔ صداقت کو اپنی طرف سے Openly کہہ دو کہ صداقت سرفراز ہونی چاہیے۔ اگر دونوں جھوٹے ہیں تو پھر آپ چھوڑ دو۔ اس میں Compromise

کی بات نہیں' ایمان میں Compromise نہیں ہے' تو آپ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے مستقبل سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بات یاد رکھنا' یہ پکی بات ہے۔ جو مستقبل سے مایوس ہو گیا وہ خدا سے باغی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بار بار فرماتے ہیں کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اب رحمت جو ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر انسان عین موت کے قریب ہے تو پھر بھی مایوس نہ ہو' کیونکہ تباہی سے ایک قدم پہلے رحمت آ جاتی ہے۔ تو آپ اپنے آپ کو ایمان میں قائم رکھو۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ آپ کا سوال پورا ہو گیا_____

اب آپ بولیں_____ ڈاکٹر آصف بولو_____

سوال:

غیبت کے بارے میں بتا دیں_____

جواب:

کسی آدمی کی عدم موجودگی میں ایسی بات کہنا جو تم اس کی موجودگی میں نہیں کہہ سکتے' اس کی خامی بیان کرنا' اس کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا' یہ غیبت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ غیبت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ کیا تم پسند کرو گے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ غیبت کرنے والے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کو بلیک پینٹ کر دیا جائے۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کیا پتہ کہ آج تمہیں وہ شخص جو نظر آ رہا ہے عین ممکن ہے کہ کل کو یہ کیا ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بارے میں بات تم پر آشکار نہ ہوئی ہو۔ بزرگوں نے اس بارے میں یہ بات بتائی ہے کہ جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے کسی کو گناہ گار نہ کہو۔ تو کسی کو برا

نہ کہو جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو جائے۔ توبہ کا دروازہ ابھی تو بند نہیں ہوا۔ لہٰذا کسی کو برا نہ کہو۔ اگر برائی دیکھو تو اپنی نیکی یوں بنا لو کہ اس کی پردہ پوشی کر دو۔ تم سماج کے Responsible نہیں ہو کہ یہ کام کرو' یہ نہ ہو کہ لوگ تمہاری خامیاں بیان کرتے پھریں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اگر ہم اس کے منہ پہ کہہ دیں تو کیا یہ غیبت تو نہ ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا پھر یہ بے حیائی ہے۔ کسی آدمی کے منہ پہ' کانے کے منہ پہ کہہ دو کہ تیری آنکھ اگر ہوتی تو کتنا اچھا ہوتا' تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ خامی دور کرو' خامی دور کرنے کے لیے کوشش کرو اور اس کے ساتھ جو بھی تعاون کر سکتے ہو وہ تعاون کرو اور اس کے منہ پر بے حیائی نہ کرو کہ تم یہ ہو' وہ ہو۔ اس طرح تو وہ پریشان ہو جائے گا۔ جب سے یہ بات ختم ہو گئی ہے لوگ گمراہی میں کنفرم ہوتے جا رہے ہیں۔ تو لوگوں کو نیکی کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم نیک ہو جاؤ۔ سچ کی طرف مائل کرو۔ کب کر سکتے ہو؟ جب تم سچے ہو جاؤ۔ تو پہلے اپنے آپ کو سچا کر لو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آدمی سچا ہو جائے اس کے منہ سے جھوٹ بھی نکلے تب بھی سچ ہو جاتا ہے کیونکہ جھوٹ نکلتا نہیں ہے۔ وہ سچ ہی ہوتا ہے۔ اس کی مثال دوں کہ ایک مائی صاحبہ کا ذکر کرتے ہیں' ایک مائی صاحبہ اپنے بیٹے کو نماز کی عادت ڈالنے کے لیے ایک چھوٹی سی پڑیا شکر کی اس کے مصلے کے نیچے رکھ دیتی تھی۔ جب وہ نماز پڑھتے پھر وہ مصلی اٹھاتے تو نیچے شکر پڑی ہوتی اور وہ سمجھتے کہ اللہ شکر دے رہا ہے۔ اور بچپن اسی شکر کی خوشی میں چلتا رہا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ مائی صاحبہ مصلے کے نیچے شکر رکھنا بھول گئیں اور بچہ مصلے پر چڑھ گیا۔ اب مائی صاحبہ نے کہا یا اللہ اب شکر نکلنی نہیں ہے'

میں نے رکھی نہیں ہے اور بچہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نماز سے بدظن نہ ہو جائے' اب تُو کوئی مہربانی فرما۔ ماں کی غفلت اور پھر ماں کی دُعا کرامت بن گئی مصلّی اٹھایا تو نیچے شکر موجود تھی۔ جب وہ بچہ بزرگ بنے تو انہیں گنج شکر کہا گیا اور وہ پاک پتن شریف میں رہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ماں کی دعا ایک کرامت بن گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ماں نے سچ نہیں کہا کہ شکر ہے لیکن ماں کا ایمان اور ماں کی دعا جو ہے وہ شکر ساز ہو گئی۔ یہ بھی بعض اوقات ہوتا ہے کہ سچے بندے کی دعا جو ہے وہ پھر ہر شے کو ٹھیک کر دیتی ہے۔ بابا صاحبؒ کا دوسرا واقعہ جو ہے وہ بھی اسی کے بارے میں ہے یعنی شکر کے بارے میں ہے کہ اونٹوں والے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ مست رہتے تھے۔ شکر لدی ہوئی تھی' شکر لے کے آ رہے تھے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کہ کیا لا رہے ہو؟ وہ شکر سے لدے ہوئے تھے' انہوں نے سوچا کہ فقیر مانگ ہی نہ لے۔ اس نے کہا نمک ہے بابا۔ انہوں نے فرمایا کہ جاؤ نمک تو نمک ہی سہی۔ گھر جا کے دیکھا تو سارا ہی نمک' چیخے چلائے۔ کسی بزرگ کے پاس گئے۔ اونٹ والوں نے کہا کہ راستے میں بابا جی نے پوچھا تھا۔ تو اس نے کہا کہ ان کے پاس جاؤ' اس کا علاج اور کوئی نہیں ہے' یہ گرفتاریٔ کرامت ہو گئے ہو تم۔ وہ نمک لے کر پھر وہاں سے گزرے' بابا صاحبؒ نے پوچھا کیا ہے؟ کہتے ہیں مہاراج شکر ہے' انہوں نے کہا کہ شکر ہے تو پھر شکر ہی سہی۔ اور پھر نام رکھا گیا گنج شکرؒ۔ تو بات یہ ہے کہ سچے کی زبان سے کچھ نکل جائے' وہ ہو جائے گا۔ اس لیے حالات سے پریشان ہونے کے لیے ہم نے منع کر دیا۔ مایوسی' پریشانی' اب کیا ہو گا؟ کچھ بھی نہیں ہو گا۔ لوگوں کو اپنے وقت پر موت آئے گی'

اپنے وقت پر زندگی پیدا ہوگی' بچے اتنے مہینے کے بعد پیدا ہوں گے جتنے مہینے کے بعد پہلے پیدا ہوتے تھے' سارے واقعات ویسے ہوں گے' جھوٹے کا حشر بُرا ہوگا' سچے کا حشر اچھا ہوگا' یہ دنیاوی واقعات آپ کے سامنے چلتے رہیں گے اور آپ نے ہزار بار حالات کو بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ قائداعظمؒ کے بعد لیاقت علی خان اور پھر اس کے بعد کیا ہوا' وہ جو کہتے تھے کہ میرے بعد سورج کو یہ ہو جائے گا اور یہ کہ ہم جائیں گے تو پہاڑ روئیں گے۔ اس کے بعد پھر کیا ہوا! پہاڑوں کو رونے کی نہ کوئی فرصت ہے اور نہ کوئی اور واقعات ہیں۔ باپ گیا تو کدھر گیا اور بیٹی گئی تو کدھر گئی۔ اور اب جو آ رہے ہیں یہ کدھر گئے۔ ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ۔ ہمارا کیا کام ہے؟ جانے والوں کو بھیجتے جاؤ' جدھر جا رہے ہیں جاتے جائیں اور نیکی کا راستہ آپ طے کرتے جائیں۔ ایمان کا راستہ طے کرتے جاؤ۔ رہ گئیں حکومت سازیاں تو الارض للہ۔ جب تک تم زمین لوگوں کے حوالے نہیں کرتے' جاگیرداری کو بند نہیں کرتے تو مسئلہ نہیں حل ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے غریبوں کی راہنمائی کی کہ میں تمہارے حقوق دلاؤں گا' پیسہ لاؤں گا۔ غریب آدمی کو تو پیسہ چاہیے' پھر آنے والا ہمارا دور غریبوں کا دور ہوگا۔ تو جب اس کو پیسہ ملا تو آپ ہی کھا گیا۔ غریب پھر دیکھتا رہ گیا۔ ادھر سے اسلام نواز گروپ آتا ہے اور یہ بوریوں میں پیسہ بند کر کے رکھ دیتے ہیں اوپر لکھ دیتے ہیں ''اسلام''۔ تو یہ سارے کا سارا واقعہ ہے۔ اوپر سے عالمِ دین ہوتے ہیں اور اندر سے پیسہ ہوتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ تُو سارا اسلام تو بتا رہا ہے لیکن یہ تو بتا کہ تیرے پاس پیسے کہاں سے آئے۔ جب تک پیسے کی محبت سے انسان بچتا نہیں

ہے اور لذت وجود سے نہیں بچتا تو ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ وجود کی لذت سے بچو' پیسے سے بچو۔ سیاست تو آپ کرتے جاؤ گے' سچ کی سیاست کرنا اگر تم کرنا چاہو تو۔ اللہ کا فضل اگر آپ دیکھو تو پھر آپ خود ہی فضل ہو۔ آپ کا خیال بدل جائے تو فضل نہیں ہوتا' خیال بدل جائے تو پھر تباہی ہو جاتی ہے۔ خیال کی تبدیلی کا نام ہے تباہی۔

سیاسی طور پر یہ ہونا چاہیے کہ جو بھی گروپ کامیاب ہو جائے اس کے بعد اس کو مخالف گروپ کے ساتھ مل کر رہنے کی عادت ہونی چاہیے بلکہ ایک جماعت ایسی کامیاب ہو کے آئے کہ جب وہ کامیاب ہو جائے تو جماعت توڑ دے اور پھر سب جماعتیں متفقہ ہوں۔ جیسے ہی کامیابی ملے' مل جل کے رہو' انسانوں کی طرح رہو۔ ایک گروپ اپنے آپ کو پالتا رہتا ہے اور دوسرا گروپ آہستہ آہستہ باغی ہوتا جاتا ہے' پھر وہ توڑ دے گا۔ یہی واقعہ ہوتا رہتا ہے آپ کے سامنے۔ حکومت آگے پیچھے ہو جاتی ہے۔ اگر مرکز کا پنجاب کے ساتھ رابطہ بحال رہتا' اچھے واقعات رہتے تو ٹھیک تھا۔ مگر سارے Offend ہو گئے' جہاز سمندر میں کھڑا کھڑا سوکھ گیا' کیا نام تھا؟ جوناتھن۔ کچھ تجاوزات ہو گئے' کچھ لوگوں کو اور واقعات پتہ چل گئے۔ اگر تحمل مزاجی سے سارے چلتے چلے جاتے تو پھر چلتے رہتے۔ لوگوں کے پاس اتنا ٹائم ہی نہیں ہوتا کہ کسی کو تنگ کریں۔ تو بس یہی وقت ہے۔ جب آپ کسی انسان کو یا گروپ کو دیکھنا گوارا نہ کر سکو تو سمجھو کہ تباہی کا وقت آ گیا' تمہاری تباہی کا۔ تو یہ بات ہے۔ اس لیے سیاست میں اختلافات نہیں ہونے چاہئیں۔

ہاں جی چغتائی صاحب بولو ____ یوسف بولو ____ آپ ہی بولو ڈاکٹر صاحب ____

سوال :

آپ کی بات حق ہے لیکن یہ جو وقتی پریشانی ہے اس کا کیا حل ہے؟

جواب:

اسلام میں اکٹھے رہنے والے جو ہیں وہ اسلام کی وجہ سے بھی لڑتے ہیں اور ویسے بھی آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ اَنا ہے۔ آپ یہ کہیں کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد جو آدمی اَنا رکھتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یا تو سارے جھوٹے ہیں یا ساروں میں سے ایک کے علاوہ سارے جھوٹے ہیں۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ لڑنے والے بھی سارے سچے ہو جائیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیاست جو ہے یہ کاروبار ہے' کاروبار میں انویسٹمنٹ اور اس کے ریٹرن کی بات ہے۔ اگر خدمتِ خلق ہو تو لڑائی کیا؟ پھر آپ بھی خدمت کرو اور وہ بھی خدمت کرے۔ الیکشن سے پہلے خدمت کوئی نہیں کرتا' خدمت کرو تو سارے لوگ ہی خوش رہیں مگر خدمت تو کوئی نہیں کرتا' صرف ووٹ کے لیے ہر جگہ لڑائی کرتے ہیں مثلاً خدا کی نماز ہونی ہے' جماعت کرانی ہے' اب امامت کا جھگڑا ہے کہ امامت کون کرائے؟ مسجد کے اندر ایک جلسہ تھا جمعیت المشائخ کا۔ مشائخ کرام جو ہوتے ہیں یعنی پیر صاحبان' دو تین نشستیں تھیں' ایک نشست پر ایک پیر صاحب کرسی صدارت پر بیٹھے' دوسرے پیر صاحب نے کہا کہ میں اس کی صدارت میں بیٹھنا نہیں پسند کرتا۔ تو فائدہ کس کو پہنچے گا؟ غیر اسلامی شعور کو ____ یہ سارا واقعہ

ہو رہا ہے آپ کے ملک میں۔ میرا خیال ہے کہ اس ملک کے اندر منافقت بڑھ گئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ اب آپ پریشان نہ ہونا اور دعا کرتے رہنا اپنے حق کے لیے۔ جب میں کسی کو پریشان ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ یہ تیرے اندر کی شرارت ہے۔ اللہ کی طرف سے یہ بات ایسے ہے اور میں یہ خبر دے رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اللہ پر بھروسہ رکھ لیا اور یقین کے ساتھ اللہ کو مان لیا اور اُس تعاون کے اندر شامل ہو گئے' عبادت میں شامل ہو گئے' ان لوگوں پر یہ وقت مشکل نہیں ہوتا۔ مشکل جو ہے یہ ہے اعتماد کی کمی کا نام۔ آپ کو اُس کی ذات پر اعتماد نہیں رہ گیا' کیونکہ اندر فساد زیادہ مچ گیا' یہ شعر سُنو' مسئلہ سمجھ آ جائے گا۔

احساس ہو رہا ہے جفائے حبیب کا
شاید بھٹک گئے ہیں رہِ دوستی سے ہم

مطلب ہے کہ آپ لوگ ہی بھٹک گئے ہو' آپ کو خدا کی ذات پر شک ہو رہا ہے آپ ایمان والے ہیں' تو ایک پیغمبر سے اُمت بنی ہے' ایک ہی ذات سے اُمت ساری بن گئی ہے' ایک کلمے سے ساری اُمت وحدت میں آ گئی ہے اور اب آپ کو شک پیدا ہو گیا' فرق آ گیا ہے' اینٹ' اینٹ تقسیم ہو جائے تو بلڈنگ کدھر رہے گی۔ اس لیے پاکستان میں یہی کچھ ہوا پڑا ہے۔ اب اس کے علاج کا میں نے آپ کو کہا ہے کہ فکر نہ کرو۔ اب اس کا علاج تمہارے بس میں نہیں ہے' شکر کرو' اگر تو تمہارے بس میں ہوتا تو تم پریشان ہوتے کہ ہم کیا بنائیں گے اور بلڈنگ کیسے بنائیں گے؟ اب تو اللہ کا فضل آ رہا ہے اور وہ خود بخود ہی کرے گا' توڑے

گا' بنائے گا' دیکھتے جاؤ' جلوے تمہارے نہیں ہیں' اب جلوہ قدرت کا ہے۔ اب وہ بات ہے کہ ؎

عشق پر فریاد لازم تھی سو وہ ہو بھی چکی
اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

آپ کا کام ہے اللہ سے فریاد کرنا' سو وہ آپ کر چکے' دعائیں مانگ لیں۔ خواب ہی جھوٹے بنا ڈالے ہیں لوگوں نے' میں آپ کو کیا بتاؤں؟ خواب اور بیان جھوٹے' مشاہدات جھوٹے اور مکاشفات بھی جھوٹے ____

ایک کو خواب آیا کہ میری جماعت کامیاب ہو گئی ہے مگر وہ جماعت فیل ہو گئی۔ دوسرے کو خواب آیا کہ ایسا واقعہ ہو جائے گا۔ الیکشن کا حکم مجھے مل گیا ہے اور وہ بھی انشاء اللہ فیل ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اپنی ذات قابل اعتماد نہ رہی تو پرانی قابل اعتبار ذات کو حوالہ بنا لیا گیا۔ جس کا کہنا مانتا کوئی نہیں' وہ کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم آیا ہے تمہارے لیے' میری طرف تمہارے لیے اطلاع ہو گئی ہے اور حکم یہ ہے کہ تم برباد ہو جاؤ گے اگر میرا کہنا نہ مانو گے۔ یہ صرف پیغمبر کی شان ہے' وہ کہہ سکتے ہیں' جو اس کام کے لیے نامزد ہیں۔ دنیا کا کوئی بندہ اگر خدا سے اس طرح کا رابطہ بیان کرتا ہے کہ مجھے حکم ہوا کہ تمہیں میں بتا دوں تو وہ جھوٹا نبی ہے جس پر وحی آتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہتا ہے کہ رات کو جبرائیلؑ سے ملاقات ہوئی' وہ کسی کام کو جا رہے تھے' میں نے کہا کہ تھوڑی دیر بات ہی کر لو ____ جبرائیلؑ کے ساتھ ملاقات چاہے کتنی ہی خوب صورت ملاقات ہو' یہ جھوٹ ہے' یہ سارا شاعری والا مبالغہ ہے۔ آپ لوگ سارے کلمہ

پڑھنے والے ہیں' پھر کلمہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم . لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ اب آپ لوگوں کا رابطہ بحال ہے کیونکہ یہ کلمہ ہے۔ایک آدمی مسلمانوں کو حضور پاک ﷺ کا حکم سنائے تو وہ کون ہو گیا؟ حضور پاک ﷺ کی طرف سے سفیر ہو گیا۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مسلمانوں کے لیے کسی سفیر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ہمارا براہ راست کلمہ ہے' میں گواہ ہوں ہم نے ابھی پڑھا ہے۔ ہمارا کلمہ کیا ہے؟ ہمارا اللہ موجود اور ہمارے حضور پاک ﷺ بھی موجود ہیں اور کلمہ ہمیشہ موجود ہے۔ یہی تو اسلام نے بات کی تھی کہ درمیان میں کاہن' پروہت' پنڈت نکال دیا' نجومی نکال دیا' دست شناس نکال دیا' ستارہ شناس نکال دیا۔ پھر کہا کہ یہ اللہ ہے' دیکھے بغیر اس کی عبادت کرو _____ محبت کی بات جو ہے وہ الگ بات ہے۔ جہاں توحید ہے وہاں توحید میں گڑبڑ نہیں کرنی ہے۔اگر یہ کہو گے کہ حضور پاک ﷺ کا آستانہ بھی کعبہ ہے تو پھر گڑبڑ ہے کیونکہ یہ حضور پاک ﷺ کے بیان کے علاوہ بات ہے' انہوں نے یہی تو منع کیا تھا۔آپؐ بیان کرتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ ہم سمجھ گئے ہیں۔ کیا سمجھ گئے ہو؟ آپؐ خود ہی ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے آیت آ گئی ہے انما بشر مثلکم یوحی الیّ کہ اللہ نے مجھے فرمایا ہے کہ یہ کہہ دو کہ میں ہوں انسان تمہاری طرح اور مجھ پر وحی آتی ہے۔انسان تمہاری طرح ہوں یعنی کہ میں اللہ نہیں ہوں۔ایک ثبوت تو یہ دیا کہ میں اللہ نہیں ہوں۔لوگوں نے اس طرح بھی کہا کہ میم کا گھونگھٹ ہے' احمد اور احد کی بات ہے' ساری میم کی مَروڑی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں۔اس میں انہوں نے کہا کہ دیکھو میم کی مَروڑی اپنی

جگہ پہ رکھو لیکن یہ ہے کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمانے والی ذات کا نام ہے اور ہم بذریعہ جبرائیل امینؑ وحی وصول کر رہے ہیں۔ ہم آئے ہیں ایک وقت پر اور ایک وقت کے بعد ہم چلے جائیں گے' اللہ جو ہے ہر وقت میں آیا اور ہر وقت میں رہے گا اور اس کا آنا جانا کوئی نہیں ہے' اس کا ہونا ہی ہونا ہے۔ الآن کما کان وہ جیسا تھا ویسا ہی ہے' وہ ہمیشہ سے ہے جو کچھ ہے۔ ہر آغاز سے پہلے ہے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ اور اس کا ثبوت کیا ہے کہ میں اللہ نہیں ہوں' اللہ قہار بھی ہے اور ہم قہار نہیں ہیں' اللہ جبار بھی ہے' ہم نہیں ہیں' منتقم بھی ہے انتقام بھی لے لیتا ہے مگر ہم نہیں لیتے۔ ہماری صرف رؤف و رحیم کی صفت اللہ سے ملتی ہے باقی سب اللہ کی اپنی ہیں۔ اور تیسرا ثبوت یہ دیا کہ اللہ اپنی عبادت نہیں کرتا' ہم اللہ کی عبادت کر رہے ہیں' یہ دیکھو "اللہ اکبر" سر سجدے میں۔ تو بندے کی شان یہ ہے کہ سجدے میں سر رکھ دے اور اللہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا Meaning thereby کہ اللہ مسلمان بھی نہیں ہے' اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ اس کا کسی پر ایمان رکھنے کی کیا بات ہے۔ کیا اللہ کوئی نمازیں پڑھتا ہے۔ بہرحال وہ اللہ ہے۔ میں صرف یہ نہیں کہ میں بندہ ہوں بلکہ بہت قریب ہوں اور میں ہی میں ہوں' ناں! اللہ کا حکم ہے کہ میں فانی ہوں اور وہ جو میرا آستانہ شریف ہے اس کو خبردار اپنا مرکز وہ نہ بنا لینا جیسے عبادت گاہ' سجدہ نہ کر لینا' اس لیے سجدہ بشر کو منع کر دیا اور سارے ثبوت عطا کر دیئے کہ ہم آ رہے ہیں' ہم جا رہے ہیں اور باقی جو ہے یاد کرنے والے کے لیے ہم موجود ہیں' وہ راز ہے اور وہ روحانی راز ہے' جو یاد کرے گا اس کے لیے ہم موجود ہیں' جو نہیں مانے گا اب بھی نہیں مانے گا' کافر کا

کافر رہے گا۔ اس لیے یہ بات ذرا غور والی ہے کہ مسلمان جو ہیں اگر مانتے ہیں تو کچھ اور ہو جاتے ہیں اور نہیں مانتے تو گمراہ ہو جاتے ہیں۔

سوال:

تو یہ جو لوگ جھوٹے خواب بیان کرتے ہیں ان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی طرف آیا تھا اور حضور پاک ﷺ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میرا پیغام لانے والا جو ہے فلاں ہوگا یا وہ ہوگا۔ کیونکہ پیغام مکمل آ چکا ہے۔ رہ گئی بات محبت کی تو فقراء یا بزرگانِ دین نے یہ کام کیا کہ حالاتِ زمانہ کی ترقیوں کی وجہ سے جب انسان کے دل جو ہیں کجلا گئے تو ان کو حضور پاک ﷺ کی محبت سے نوازا۔ لوگوں کو محفلوں میں بلانا' انہیں حضور پاک ﷺ کی محبت کی باتیں سنانا اور پیار کے قصے بیان کرنا۔ وہ آدمی جو اپنی ناکامی کو یا اپنی خامی کو دور کرنے کے لیے اس ذات کا حوالہ دیتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ جیسے ایک مرتبہ ''نظام مصطفیٰ'' آ گیا' نازک نام' محبت والا نام استعمال کر لیا اور اس کا نام نظامِ مصطفیٰؐ رکھ دیا۔ نظامِ مصطفیٰؐ کے اندر نو آدمی یا نو جماعتوں کا اکٹھا ہونا بھی مانتا ہوں کہ یہ نظامِ مصطفیٰؐ کے لیے ہی تھا۔ چلو مان لو۔ مگر اس کے ٹوٹنے کا نام منافقت ہے۔ وہ ٹوٹے کیوں؟ تو ثابت یہ ہوا کہ یہ لوگ جو ہوتے ہیں' اولیاء قسم کے بنے ہوئے' علماء قسم کے بنے ہوئے' یہ بہت ظالم لوگ ہوتے ہیں۔ وہ گمراہ ہوتے ہیں جو غریبوں کو امیر کرنا چاہیں۔ امیر کیا اور غریب کیا' آپ اپنا ایمان پکا رکھو اور چلتے جاؤ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ سارے کا سارا واقعہ جو ہے یہ سارا

ہی غلط ہے۔ اتنی گڑبڑ ہوگئی ہے کہ اب اس کا ایک ہی علاج ہے۔ کیا علاج ہے؟ یا اسے Uproot کردو یا اُسے Destroy کر کے Reconstruct کردو یا کوئی فضل کی ہوا ہی چل جائے۔ اب یہ آپ کا فیصلہ ہے۔ فضل کی ہوا آ جائے تو یہ بہت بہتر ہے۔ یا پھر 25 سال تک سیاست معطل کر دو۔ پھر سیاست کس کی ہو گی؟ میرا خیال ہے طالب علموں کی ہوگی۔ یہ بھی جھوٹے ہو گئے' طالب علم بھی جھوٹے ہو گئے کیونکہ یہ کلاشنکوف سے کم بات نہیں کرتے' پڑھنے میں فیل ہو جاتے ہیں اور ان کا کام اپنا کام نہیں ہوتا۔ کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں صداقت موجود ہو اور وہ ابھی تک نظر نہیں آیا۔ تو کوئی شعبہ ایسا ہونا چاہیے جس میں مکمل صداقت موجود ہو اور جس کو آپ کہہ سکتے ہوں کہ یہ سچے لوگ ہیں۔ اب اس آدمی کی تلاش کرو یا دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام فرمائے کسی سچے آدمی کا یا سچے گروپ کے آنے کا' اس وقت جو موجود ہیں وہ تو کوئی قابلِ ذکر نہیں ہیں۔ اس لیے یا اللہ تو آپ ہی سبب بنا۔ یہ تو جتنے ہیں ساری سیاسی وابستگیاں ہیں۔ میں تو بڑا خاموشی سے گمنام ہوں' مجھے تین جماعتوں کی طرف سے' چار علاقوں کی طرف سے الیکشن لڑنے کی Request آئی ہے' کہتے ہیں ہمیں Candidate ہی نہیں مل رہے' آپ بن جاؤ قربانی کا بکرا' ہم کیوں لڑیں؟ میں لڑائی کرتا نہیں ہوں۔ میرا مطلب ہے کہ بے شمار لوگ کہتے ہیں یہ کرلو' وہ کرلو اور اس طرح الیکشن ہو جاتے ہیں۔ کہیں غلطی سے ہم ہاں کر دیں اور خدانخواستہ Elect بھی ہو جائیں' میرے جیسے تو سیاست کی بالکل ہی توڑ پھوڑ کر دیں۔ یہ ہمارا کام ہی نہیں ہے۔ ایک بچے سے کسی نے پوچھا کہ تجھے پاکستان کا صدر بنا دیں تو تم پہلا کام

کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں استعفٰی دے دوں گا۔ تو ہم ایسے ہی لوگ ہیں کیونکہ یہ ہمارا شعبہ نہیں ہے۔ آپ کو پتہ ہے ظلم کسے کہتے ہیں؟ ظلم جو ہے فطرت کے خلاف کام کرنے کو اور فطرت کے خلاف کام لینے کو کہتے ہیں اور جو تمہارا منصب نہیں ہے وہ اختیار کر لینا۔ اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں کہ جو آپ کا منصب نہیں تھا وہ منصب آپ اختیار کر گئے یا بیان کر گئے' کہ میرا یہ مقام ہے' جب کہ اللہ نے وہ مقام نہیں بنایا۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے' اللہ آپ ہی حیران ہے کہ اس کو میں نے ولی بنایا نہیں ہے اور یہ ولی Claim کر رہا ہے' یہ قصہ کیا ہے؟ وہ پھر لمبی کہانی میں ڈال دیتا ہے۔ آخری وقت میں وہ چیخیں مارتا ہے کہ مجھے انسان ہی رہنے دو۔ تو بات یہ ہے کہ ظلم سے بچو۔ مبالغہ ظلم ہے' مبالغہ ظلم ہے۔ جو آپ کو نہیں بنایا گیا وہ بننا ظلم ہے' کسی آدمی کے خلاف بلا سبب بولنا بھی ظلم ہے۔ اور سیاست میں یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گروپ کے خلاف بولتے ہیں' میں نے آپ کو بات سنائی تھی کہ سیاست کی سب سے بڑی تقریر کیا ہوتی ہے؟ یہ کہ ہمیں یہ تو نہیں پتہ کہ ہم کیا کریں گے لیکن ہم وہ نہیں ہونے دیں گے جو وہ چاہتے ہیں۔ تو سیاست ہے دوسروں کی بات کی مخالفت کرنا۔ تو آپ لوگ اپنے ایمان کو درست رکھو' آپ کو میں بتا رہا ہوں کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں' کیا کہا؟ کہ اچھے آدمی کے لیے اچھے حالات آ رہے ہیں۔ بُروں کے لیے بُرے آئیں گے۔ تو اللہ تعالٰی جو ہے یا اللہ تعالٰی کے جو خاص بندے ہیں' یہ براہِ راست واقعہ ہو رہا ہے' اس پر تمہارے الیکشن سے کوئی فرق نہیں پڑتا' اب ساری بات لیٹ ہو گئی ہے' اب پانی جو ہے وہ سر کے اوپر ہی ہے' اس لیے فکر نہ کرو۔ جس مکان کی

دیوار نہیں بنی اس کی چھت آپ کہاں سے ڈالو گے' یہ چھتیں بنا رہے ہیں جب کہ دیوار ہی کوئی نہیں ہے۔ اب دیوار کے بغیر چھت ڈالنا جو ہے وہ نیلی چھت والا ہی کرتا ہے' یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے۔ وہ دلوں کی کدورتیں دور کرے اور دلوں میں کسی سے محبت پیدا ہو' رحم پیدا ہو' ورنہ آج جو لوگ آ رہے ہیں یا آ جائیں گے' وہ آدھے لوگوں کو پھانسی لگانے کے لیے تیار ہیں' اور اگر دوسرے آ گئے تو وہ بھی پھانسی لگا دیں گے اور سو گناہ گاروں کے ساتھ پانچ سو معصوم پھانسی لگ جاتے ہیں۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن آپ نے دیکھا کہ دنیا میں ایسے ہوا ہے' مسلمان کے ساتھ ہوا ہے' ایک ملک کا دوسرے ملک کے ساتھ ہوا' پھر ایک کا اور کے ساتھ ہوا۔ پھر سارے واقعات ہو گئے۔

یہی کہو گے ناں آپ کہ مسلمان' مسلمان کے خون کا دشمن ہو گیا ہے۔ اس سے قدرت کو کوئی فرق نہیں پڑتا' قدرت کا اور ہی واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ بھروسہ رکھو اپنے مستقبل پر۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں کسی جھوٹے گروہ کے ساتھ ملنے کی توفیق نہ دینا اور ہمیں اپنی رحمت سے مایوس نہ کرنا' اگر ہم تمہیں اپنا نہیں بنا سکے تو تُو ہی مہربانی فرما' ہمیں اپنا بنا۔ تو مہربانی کر اور ہمیں اپنے قریب رکھ۔ جب ہمارے حالات ایسے ہو جائیں یعنی ہماری سمجھ سے باہر ہو جائیں' جب دلوں میں مایوسی ہو جائے' جب خوف پیدا ہو جائے' جب نگاہوں کے آگے اندھیرا آ جائے اور جب تیرے فضل کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے تو تُو ہی فضل فرما' اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ہماری عقل پر پردے پڑ چکے ہیں' ماؤف ہو گئی عقل سوچ سوچ کے' اس لیے اللہ تعالیٰ اپنا فضل کر اور روشنی عطا فرما' سکون عطا فرما اور

اس ملک پر اپنا رحم عطا فرما' اس کے جغرافیائی بارڈر بھی محفوظ کر اور خیال کے بارڈر بھی اور نظریاتی بارڈر بھی محفوظ فرما' اس قوم کو بھی اور ملت کو بھی عزت عطا فرما۔ یا اللہ اس کو وحدت عطا فرما' تو چاہے تو یہ قوم پھر واحد ہو جائے۔ اس لیے اپنا کرم فرما اور فضل فرما۔

دعا کرو کہ جن لوگوں کو کوئی پریشانی ہے صحت کے بارے میں' حالات کے بارے میں' ذاتی بارے میں' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضل سے نوازے۔ یا اللہ تو ہی زندگی دینے والا ہے' تو ہی صحت عطا فرما' تو رحم فرمانے والا ہے' تو اپنے فضل سے اور اپنے کرم سے ؎

رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں تے کم ہو جاندا اے میرا

تو مہربانی فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہ سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین. برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

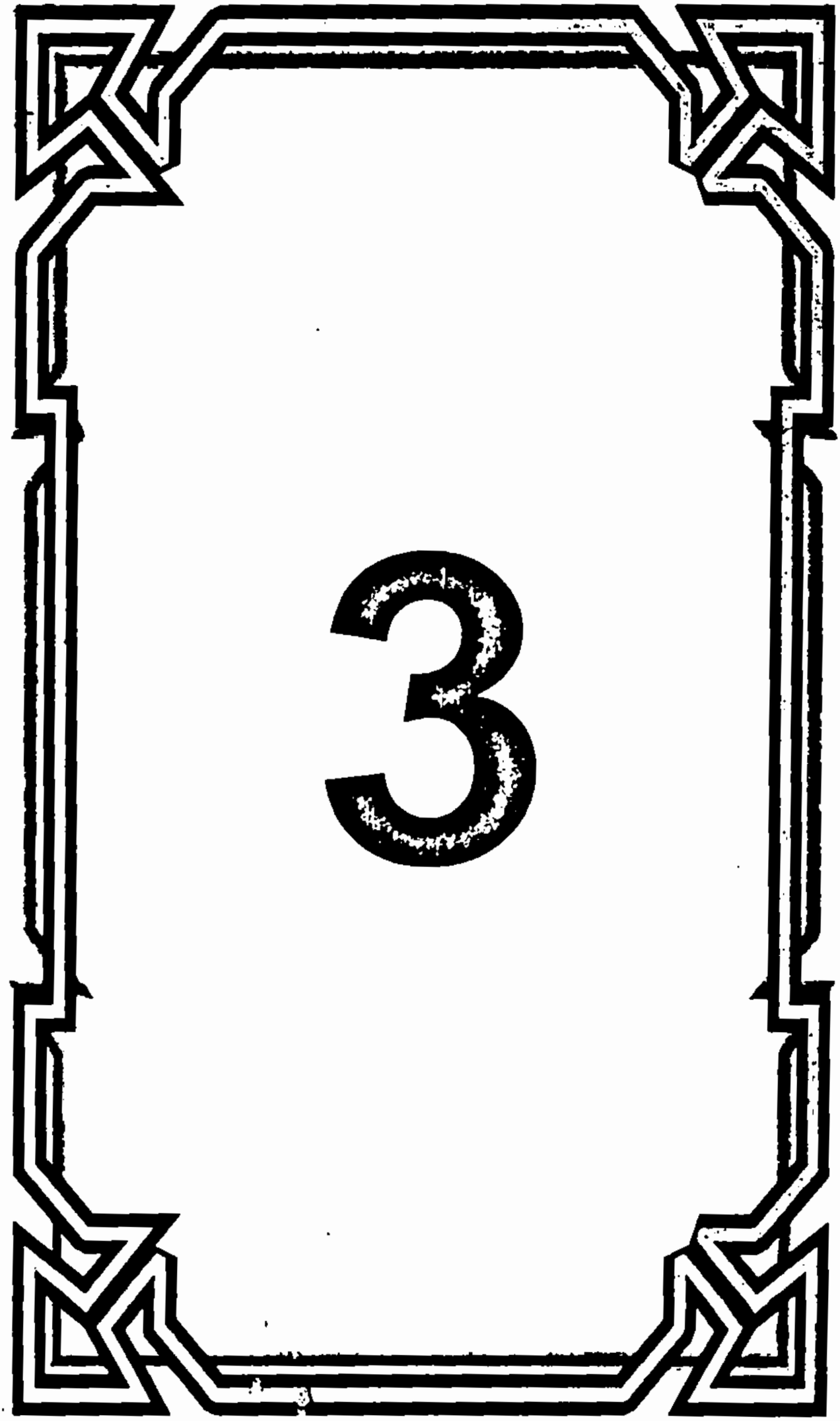

سوالات

1 ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اُسے کر گزرتا ہے؟

2 آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

3 فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے؟

4 یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

5 زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے اب کیا کر سکتے ہیں؟

6 آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

7 بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

8 جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

9 یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

سوال:

ایسا کیوں ہوتا ہے کہ انسان جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے اسے نہیں کرتا اور جسے بُرا سمجھتا ہے اسے کر گزرتا ہے؟

جواب:

انسان اپنی پیدائش اور وجہ تخلیق سے آشنا نہیں ہو سکا۔ جب تک اُسے اپنی پیدائش یا وجہ تخلیق سے آشنائی نہ ہو تو اس کا ہر عمل کسی نہ کسی چیز سے منسلک ہوتا رہتا ہے۔ اب جن چیزوں سے اس کا عمل منسلک ہوتا ہے اس کے نام آپ نے الگ الگ رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک تقسیم آتی ہے کہ اہلِ دانش، اہلِ دین، اہلِ ظاہر، اہلِ باطن، اہلِ عقل، اہلِ دل اور اہلِ نفس۔ تو یہ اسماء ہیں یعنی کہ نام۔ یہ انسان کی پہچان کے ابواب ہیں۔ اس کو ہم انسان کو پہچاننا کہتے ہیں۔ اب انسان کے نصیب پہ غور کریں۔ زندگی میں داخل ہونے اور زندگی سے نکلنے کے درمیان انسان نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ اس کا نصیب ہے۔ یعنی کہ جب وہ زندگی میں آیا تو کچھ چیزیں لے کے آیا تھا اور جب وہ زندگی سے رخصت ہو رہا ہے تو اس نے کچھ چیزیں زندگی میں حاصل کیں، عمل کی شکل میں، قواء کی شکل میں، Development کی شکل میں، ارتقاء کی شکل میں۔ بہر حال اس راہ کو آپ

دیکھیں کہ یہاں سے لے کر وہاں تک کا فیصلہ زندگی میں طے کیا تو اس کو نصیب کہیں گے۔ اب اگر یہاں یہ بات سمجھ آ جائے تو نصیب کو حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں' ایک یہ ہے کہ اپنی ذاتی کوشش یعنی نصیب حاصل کرنے کا طریقہ ہے کوشش' ایک ایک اینٹ لگاؤ اور مکان بنتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پیدا کرنے والے کا کیا منشا ہے۔ جب اس کا حکم ہو جائے کہ مکان بننا ہے تو وہ بن کے رہے گا۔ اب اس میں آپ کی مرضی یا لیبر کا دخل ہی نہیں ہے۔ اگر یہ عقیدہ کہیں کمزور ہو جائے تو زندگی پریشانیوں کی زد میں آ جاتی ہے۔ اگر آپ نے یہ کیا کہ کبھی کوشش کر لی' دوڑتے بھاگتے رہے اور پھر کبھی کہا کہ جو اس نے نصیب میں لکھا ہے وہ ٹھیک ہے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چیز کنفیوز ہو جائے گی۔ اب آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے مطابق کر رہے ہیں حالانکہ آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ یہ کس کے مطابق کر رہے ہیں۔ کام کے پیچھے عقل ہے یا دل ہے' یہ خود آپ کو معلوم نہیں ہوتا بلکہ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ یہ عقل سے کام کر رہا ہے یا دل سے کام کر رہا ہے۔ حقیقت میں کام کرنے والے کو خود پتہ نہیں چلتا کیونکہ اس کے پیچھے کتنے ہی محرکات عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ کام عقل سے ہو یا دل سے ہو' یہ دونوں صفات پیدائش سے عطا ہو جاتی ہیں یعنی آپ نے عقل سے کوئی کام کر لیا تو عقل بھی تو اُدھر سے ہے اور دل سے کوئی کام کر لیا تو دل بھی اُدھر سے ہے۔ اس لیے یہاں ایمان کا قائم ہونا بہت آسان ہے۔ اگر آپ یہ سمجھ لیں کہ زندگی میں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ الاّ باذن اللہ کوئی کام اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ ہے کہ الا ما سعٰی جو آپ کوشش کریں وہی آپ

کا حاصل ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ جو آپ کو اللہ کا حکم ہوگا وہی حاصل ہوگا۔ حالانکہ آپ جو کوشش کر رہے ہیں وہ بھی اللہ کا حکم ہے۔ یہ سب آپ کو سمجھانے کے لیے ہے تاکہ آپ اس مقام پر اپنے یقین کو اتنا پختہ کر لیں کہ عمل آپ کا ہو اور اس کا نام منشائے الٰہی ہو۔ تو عمل آپ کا ہی ہے مگر نام اس کا منشائے الٰہی ہو گا۔ حاصل آپ کا ہے، جو بھی آپ نے حاصل کیا اور نام اس کا کیا ہے؟ اللہ کا احسان۔ وہ حاصل کیا ہے؟ آپ ہی کا، کیونکہ کوشش آپ نے کی۔ اگر آپ اپنی زندگی کو کسی طریقے سے منشائے الٰہی ثابت کر دیں یا اپنے حاصل کو کسی طریقے سے اللہ کا احسان ثابت کر دیں تو آپ کی زندگی میں آسانی ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو کچھ حاصل کیا وہ کیا ہے؟ اس کا احسان۔ اب یہاں پر فقر کے درجات آتے ہیں۔ اچھائی کو تو سارے ہی احسان کہتے ہیں مگر نقصان کو احسان کہنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے یہ کہا کہ قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون یعنی جب آپ یہ کہیں کہ ہر چیز اُدھر سے ہی ہے، احسان ہے تو پھر تکلیف کیا ہے، یہ بھی احسان ہے۔ پھر باپ سے بیٹے کی جدائی کیا ہے؟ احسان ہے۔ پیغمبر کا کنوئیں میں گرنا کیا ہے؟ یہ بھی احسان ہے۔ پیغمبر پر خدانخواستہ کوئی الزام آ جائے تو؟ یہ بھی احسان۔ یعنی کہ اپنی زندگی کو اس کا احسان ہر حال میں ماننے والا تکلیف تو اٹھاتا ہے مگر درجے میں قریب ہوتا جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اپنی کوشش مانتے جاؤ تو کوششیں ختم ہوتی جائیں گی مگر آرزوئیں پوری نہیں ہوں گی۔ اس طرح آپ پریشان ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ اس کی بنیاد ہے کہ آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ کیوں کر رہے ہیں؟ زندگی کے اندر ایک عمل ہوتا ہے

زندگی میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کو پتہ ہی ہے۔ ابا جان سے پوچھو یا ان کے ابا جان سے پوچھو بزرگوں سے پوچھو ____ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دس سال کے بعد شہر بھرے رہتے ہیں لیکن چہرے بدل جاتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی بتایا تھا کہ پچاس سال کے بعد شہر میں کوئی پرانا بندہ رہتا ہی نہیں۔ شہر کی آبادی بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور پرانا بندہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ اگر انسان کی ایورج عمر ساٹھ سال ہے تو ساٹھ سال بعد آپ کو آج کا بچہ بھی نہیں ملے گا' لیکن شہر بھرا ہوا ہوگا' آبادی زیادہ ہوگی۔ گویا کہ آپ کی تمام کوششوں کے باوجود زندگی نے ٹھہرنا نہیں ہے۔ اور آپ کی محنت کس کام کی ہوتی ہے؟ یہاں ٹھہرنے کی۔ مگر آپ ٹھہر نہیں سکتے۔ آپ کی زندگی کی کوشش ہوتی ہے خوشی کے لیے مگر آپ جانتے ہیں کہ انسان غم سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اکثر اپنا غم تو ہوتا نہیں انسان کو بلکہ جب بھی غم آئے گا دوسرے کا آئے گا مثلاً آپ آرام سے گھر بیٹھے ہوتے ہیں اور اچانک کسی دوست کے انتقال پر ملال کی خبر آ جاتی ہے۔ یعنی کہ پیارا دوست کیا بنے گا؟ غم کی خبر بنے گا۔ تو زندگی غم سے نہیں بچ سکتی' زندگی موت سے نہیں بچ سکتی' زندگی زوال سے نہیں بچ سکتی' بینائی کمزور ہونے سے نہیں بچ سکتی اور آپ کی صحت جو ہے وہ ناقص ہونے سے بچ نہیں سکتی۔ ان باتوں کے بعد اب آپ یہ دیکھو کہ اب آپ کا سوال آتا ہے کہ ہم جو عمل کرتے ہیں اس میں ہمیں کیا مسئلہ ہو جاتا ہے؟ کہ ہمیں وہ اور طریقے سے کرنا چاہیے تھا مگر اور کر بیٹھتے ہیں۔ اگر عقل سے کرنا چاہیے تھا تو کسی اور طریقے سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو ہمارے کام آگے پیچھے ہو جاتے ہیں اس کے پیچھے کیا

ہے' اس کے پیچھے کون لگا ہوا ہے؟ آپ کیونکہ زندگی سے آشنا نہیں ہیں' دل اور دماغ آپ نے عمل کے نام رکھے ہوئے ہیں' وگرنہ تو دل اور دماغ الگ نہیں ہوتے کہ دماغ الگ سے کوئی کام کر رہا ہو اور دل الگ سے کوئی کام کر رہا ہو۔ ہر کام میں دونوں شامل ہوتے ہیں بلکہ دل' دماغ' نگاہ' احساس اور قواء سارے کے سارے شامل ہوتے ہیں۔ پھر یہ بتایا گیا کہ آپ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق سمجھیں' اپنی کوشش سے نہ سمجھیں بلکہ اس کے احسان سے سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ و عسیٰ ان تحبوا شیأ و ھو شر لکم و عسیٰ ان تکرھوا شیأ و ھو خیر لکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو وہ چیز جو نقصان دہ ہو تمہارے لیے اور ممکن ہے تم ناپسند کرو کوئی چیز جو تمہارے لیے مفید ہو۔ گویا کہ انسان کے اندر مفید چیز ترک کرنے کا امکان ہے۔ انسان کی پسند جو ہے عین ممکن ہے کہ وہ ایسی چیز کو پسند کرے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو۔ اگر انسان ایسا عمل کر بیٹھا جو نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خواہش نفس کی تھی۔ اپنے ساتھ دشمنی کا عمل نہ دل کا ہوتا ہے اور نہ دماغ کا ہوتا ہے بلکہ وہ بدنصیبی کا ہوتا ہے اور یہ بدنصیبی نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ غلط عمل کس کا ہوتا ہے؟ نفس کا۔ کہتے ہیں کہ یہ اس کا نفس تھا' خواہش نفس تھی' نفسانی خواہش تھی۔ تو جو نفس ہوتا ہے وہ دماغ بن کے بھی عمل کرتا ہے اور دل بن کے بھی عمل کرتا ہے۔ مثلاً ایک صاحب نفس ہے' یعنی نفس کا بندہ' اگر وہ مسجد میں جائے تو بھی نفس والا ہوگا۔ وہ مسجد میں اس وقت جائے گا جب دکھاوے کا وقت ہوگا۔ تو یہ صاحب نفس ہے اور یہ جو کام کرے گا اس میں نفسانی خواہش ہوگی۔ اور جو نیک آدمی ہے' دل والا آدمی ہے وہ ہر کام

میں نیکی کا انداز رکھے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا کہ اگر ایک آدمی بنیادی طور پر جھوٹا ہے' صاحب نفس ہے' وہ اگر نماز پڑھ رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' حج کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' تبلیغ کر رہا ہے تو بھی جھوٹا ہے' سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹا ہے۔ جھوٹا آدمی اگر سچ بول رہا ہو تو بھی جھوٹ ہے۔ اس کے سچ کے پیچھے بھی شرارت ہو گی۔ اب آپ اللہ کا حکم دیکھو کہ جب جھوٹے لوگوں نے مسجد بنائی تو اللہ کریم نے حکم دیا کہ اس مسجد کو گرا دو اس کے پیچھے شرارت ہے۔ تو جھوٹے نے سچ کہا مگر وہ بھی جھوٹ تھا۔ ایک اور جگہ اللہ کریم کا اپنا ارشاد ہے کہ جب یہ جھوٹے منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور آ کے یہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اے میرے حبیبؐ! میں تو جانتا ہو کہ آپؐ سچے رسول ہیں مگر میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ یعنی اگر جھوٹا آدمی رسالت کی گواہی دے دے تو بھی جھوٹا ہے۔ گویا کہ بنیادی طور پر Emphasis ہوتا ہے انداز پر۔ اسی طرح اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو صاحبان نصیب جو ہیں اگر ان کا عمل بظاہر کمزور ہو تو بھی ان کا نصیب بلند ہے' عروج پر ہے۔ جیسا میں نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں گرے تو بظاہر یہ گرنے کا عمل ہے مگر یہ عروج کا عمل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت ان کو آواز آئی کہ مبارک ہو' پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا۔ کیونکہ آپؑ کی پیغمبری کا سفر کنوئیں میں گرنے سے تھا۔ مدعا یہ ہے کہ صاحب عروج جو ہے وہ بظاہر زوال میں بھی صاحب عروج ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ یہ جو جنگ ہوتی ہے اگر اس میں کوئی پارٹی شکست کھا جائے تو اسے شکست ہی کہیں گے اور جیتنے والے کو فاتح کہیں

گے لیکن صاحب نصیب اگر کوئی جنگ ہار جائے تب بھی وہ تا قیامت فاتح ہے۔ اس کی مثال واقعہ کربلا ہے۔ کربلا میں حضرت امام عالی مقامؑ نے بظاہر جنگ نہیں جیتی لیکن تا قیامت' ہمیشہ کے لیے آپ فاتح ہیں۔ گویا کہ اصلی اور ازلی فاتح جو ہے وہ اگر شکست سے گزرے تو بھی فاتح ہے۔ تو عمل کی نیت آپ کا اپنا ہی نام ہے۔ عمل میں افادیت نہ دیکھو کہ فائدہ کیا ہے اور نقصان کیا ہے بلکہ عمل میں نیت کو دیکھو۔ اگر یہ عمل اپنی خوشی کے لیے ہے تو یہ نیت ہے اور یہ عمل اگر کسی کی رضا کے لیے ہے تو اس کی جزا وہی ہے جس کی رضا آپ چاہتے ہیں۔ مثلاً آپ کوئی سا عمل کر رہے ہیں تو یہ دیکھیں کہ عمل سے کس کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی خوشی نفس ہے' کسی اور کی رضا' آپ کے عمل کی جزا ہے۔ تو آپ کی جزا کون ہے؟ جس کی آپ رضا چاہتے ہیں۔ تو اپنے عمل کی بنیادی بات یہ دیکھیں کہ اس کے پیچھے نیت کیا ہے۔ نیت کو نفس کہہ لیں' دل کہہ لیں' دماغ کہہ لیں یا روح کہہ لیں۔ عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ عمل کے پیچھے نیت کیا ہے۔ آپ اس سے خود ہی محرم ہوتے ہیں' دوسرا نہیں جانتا۔ لوگ آپ کے عمل کو نتیجے سے پہچانیں گے اور اللہ آپ کے عمل کو نیت سے پہچانے گا۔ یعنی کہ آپ کا عمل جو مستقبل میں نتیجہ دے گا۔ دنیا والوں کے لیے یہی عمل ہے اور اللہ تعالیٰ عمل سے پہلے جو کچھ خیال میں ہے اس پہ انعام دے گا۔ یعنی ابھی عمل شروع نہیں کیا گیا لیکن اللہ نے جزا دے دی۔ مثلاً ایک آدمی حج کی نیت سے ذہنی طور پر تیار ہوا' اگر اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا حج ہو گیا اور اگر نیت دنیاداری ہے تو حج کر لینے کے بعد بھی نامُراد واپس آیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ یہ آپ کی نیت کی بات

ہے۔ یہ جاننا بڑا مشکل ہے کہ یہ دل ہوتا ہے یا دماغ ہوتا ہے' آپ اس بحث میں نہ پڑنا۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ دل کے اعمال کیا ہوتے ہیں اور دماغ کے اعمال کیا ہوتے ہیں؟ صاحب دل کون ہوتا ہے اور صاحب دماغ کون ہوتا ہے؟ کیسے جانیں گے کہ یہ دل والا عمل ہے یا دماغ والا عمل ہے۔ یہ تو آسان بات ہے۔ جس میں آپ کچھ لینا چاہیں تو یہ دماغ کا عمل ہے اور جب کچھ دینا چاہیں تو یہ دل کا عمل ہے۔ اہل دل ایثار کرتے ہیں اور اہل دماغ حاصل کرتے ہیں۔ تو اہل ظاہر کون ہیں؟ حاصل کرنے والے۔ انہیں کہیں گے اہل دماغ۔ اہل دماغ سے اگر اللہ میاں یہ کہے کہ تجھے دوزخ میں بھیجیں یا جنت میں تو اس نے کہنا ہے کہ جہاں پیسے زیادہ ملیں۔ یہ اہل دماغ ہوتا ہے۔ اہل دل کہتا ہے کہ جو تیری رضا ہے۔ تو اہل دل حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ رضا چاہتا ہے' ایثار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تیری مہربانی ہے کہ تو نے میری زندگی کی قربانی قبول کر لی۔ اور اہل دماغ کیا کہتا ہے؟ تو نے میری زندگی ضائع کر دی۔ اب دونوں احکام اللہ کی طرف سے ہیں' ایک تو یہ کہ جان بچانا فرض ہے' دوسرا یہ کہ اللہ کی راہ میں جان دینا فرض ہے۔ اب آپ خود سوچ لیں کہ آپ کے ذمے کون سا کام فرض ہے۔ تو ایک مقام یہ ہے کہ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور ایک جگہ یہ حکم ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں جان نثار کریں۔ یہ آپ کی اپنی ذاتی واردات کے مطابق ہے۔ گویا کہ آپ کے سوال کا جواب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال جو آپ نے کرنے تھے اور کہتے ہیں کہ نہیں کیے' تو وہ ہے نفس' جو صحیح کام نہ کرنے دے۔ اور بعض اوقات ایک ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ اگر انسان صحیح ہو' بنیادی طور پر سچا ہو اور عمل غلط ہو جائے تو

پھر وہ یہ انتظار کرے کہ آگے کوئی اچھی خبر آ رہی ہے۔ اگر اُسے لگے کہ ایسا کام آج تک نہیں ہوا' یہ بندہ سچا ہے' آخر یہ کیا حرکت کر گیا_____ تو آپ دیکھیں کہ اس کے اندر کوئی جواز ہوگا۔ ایک آدمی' بہت مشہور اور نیک آدمی کسی بستی میں جانے لگا۔ روزوں کا مہینہ تھا۔ اسے پتہ چلا کہ بستی کے لوگ استقبال کے لیے کھڑے ہیں تو ان کے سامنے اس نے پانی پینا شروع کر دیا' کھانا شروع کر دیا_____ لوگوں نے کہا یہ کیا فقیر' درویش ہے۔ ان کے مریدوں نے کہا کہ سرکار یہ آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میرے لیے ساٹھ روزے رکھنا بہتر ہے لیکن نفس کی جو خوراک ہے یعنی تعریف' تو میں اس سے بچ گیا ہوں' روزے تو ہم رکھتے ہی رہتے ہیں مگر یہ جو مقام آیا تھا کہ اپنی تعریف اپنے منہ پہ سننا' اس مصیبت سے ہم بچ گئے۔ تو اپنی تعریف سُننا ایک مصیبت ہے۔ اور عذاب کیا ہے؟ اپنی تعریف خود کرنا۔ تو اپنی تعریف سُننا کیا ہے؟ مصیبت۔ اور اپنی تعریف خود کرنا کیا ہے؟ عذاب۔ ان سے بچنا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ اعمال کریں جو اعمال ٹھہرنے والے ہیں' جن سے آپ زندگی کو ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ یہ عام طور پر دنیا کی بات ہے' ظاہر کی بات ہے' دماغ کی بات ہے۔ اور وہ عمل جن سے آپ دنیا سے نکلنے کی بات کریں' وہ ہے دین' وہ ہے دل اور وہ ہے نیکی۔

اب اور کوئی سوال _____ بولیں _____ پوچھیں۔

سوال:

آپ نے کچھ محفلوں میں حضرت علیؑ کے لیے "مولائے کائنات" استعمال کیا ہے۔

جواب:

یہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے لفظ ''مولائے کائنات'' استعمال ہوا ہے تو کچھ لوگ اسے کہیں گے کہ مولا تو آپ اللہ ہی ہے' پھر یہ کیا۔ یہ جو حضور داتا صاحبؒ کے بارے میں شعر کہا گیا ۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

کیا آپ کو پتہ ہے کہ اصل میں یہ شعر کیا تھا؟

گنج بخشِ ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا

تو خواجہ غریب نوازؒ سے لوگوں نے کہا کہ تھوڑی رعایت کر دیں اور بات کو سمجھ سے ذرا قریب کر دیں تو آپؒ نے کہا کہ ۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

اب ''گنج بخشِ فیضِ عالم'' ایسی جامع ترکیب ہے کہ آپ اسے اپنے مشائخ کے لیے استعمال کر سکتے ہیں' داتا صاحبؒ پر' داتا صاحبؒ کے پیر صاحبؒ پر' مولا علیؓ پر' سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ گرامی پر۔ تو حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی گنج بخش فیض عالم ہے اور مظہر نور خدا تو آپ ﷺ ہیں ہی سہی۔ مطلب یہ کہ یہ اتنی جامع بات ہے کہ آپ جہاں بھی چاہیں اسے استعمال کرتے جائیں لیکن اس شعر کا ایک جواز ہے۔ آپ لوگوں کا عالم آپ کی ذات ہی ہے۔ جب آپ فیضِ عالم کہتے ہیں تو فیضِ عالم میں آپ کافروں کو نہیں گنتے بلکہ یہ آپ کا اپنا ہی عالم ہے۔ ورنہ اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے سارے

جہاں کو اپنے دور میں اسلام کا فیض دے دیا ہو۔ اور یہ اللہ کی منشا میں بھی نہیں ہے۔ میں سوال یہ کرتا ہوں کہ کیا انسان مظہرِ نورِ خدا ہو سکتا ہے؟ کیونکہ وہ انسان ہے۔ آپ بتائیں کہ وہ ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھنا کہ یہ بات کہنے والے خواجہ غریب نوازؒ ہیں۔ کیا کوئی انسان غریب نواز بھی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی انسان مشکل کشا ہو سکتا ہے؟ اہلِ ظاہر کے لیے یہی دِقت ہے اور اہلِ باطن کے لیے بڑی آسان بات ہے کہ جس کو آپ الفاظ کا تاج پہنا رہے ہیں یہ دراصل آپ کی عقیدت کا نام ہے۔ آپ کا نام اگر اللہ کے پروگرام میں ہے کہ مسٹر سعید کو بھی ہم نے فلاں سال پیدا کرنا ہے تو آپ کے ساتھ اس سے بڑی نیکی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو آپ اللہ کے امر سے آئے ہیں' کبھی اُس کے اَمر میں تھے۔ آپ وہ ہیں جو اُس کے اَمر میں رہ گئے ہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ ونفخت فیہ من روحی اس میں ہم نے اپنی روح کو داخل کر دیا۔ اب مظہرِ نورِ خدا کو سمجھنے کے لیے اور کیا چاہیے۔ ہر آدمی یہ وابستگی رکھتا ہے لیکن ہر آدمی اس کو Discover نہیں کرتا۔ ''نُور'' کا مطلب نور ہی ہے' روشنی ہے۔ مثلاً فرشتے نُور ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کیا آپ کے ساتھ فرشتے وابستہ ہیں؟ دو کراماً کاتبین ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ کیا جبریل امینؑ فرشتہ ہیں؟ کیا جبریل امینؑ حضور پاک ﷺ کے غلاموں میں سے ہیں؟ یعنی کہ اگر نورانی فرشتہ غلام ہو تو پھر آپؐ کی ذات مظہرِ نور ہی ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ اس شعر کی ترکیب کیا ہے۔ گنج بخشِ فیضِ عالم جو ہیں وہ مظہرِ نورِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ''گنج بخش'' کا مطلب ہے باطنی خزانہ دینے والے اور ''فیضِ عالم'' سے مراد آپ کے وجود کا عالم ہے۔ تو وہ

فیض دینے والے ہیں۔ ہیں کون؟ نورِ خدا ﷻ کے مظہر ہیں۔ یعنی کہ یہ حضور پاک ﷺ کے مظہر ہیں۔ تو آپؐ نورِ خدا کے مظہر ہیں۔ سرکارؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ آپؐ اگر پیدا نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر حضور پاکؐ نے یہ ارشاد فرما دیا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں تو علیؓ اس کا مولیٰ ہے۔ اگر حضور پاکؐ مولائے کائنات ہیں تو حضرت علیؓ مولائے کائنات کیسے نہیں ہوں گے۔ حضور پاکؐ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔ اللہ کائنات کو تخلیق کرنے والا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ دو الگ ذاتیں نہیں ہیں۔ اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے حضور پاک تشریف لائے۔ اللہ اور اس کے فرشتے ایک نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ مقام آپ کو سمجھ آنا چاہیے؟ کب سے درود بھیج رہے ہیں؟ کب تک بھیجے جائیں گے؟ جب سے وہ درود بھیج رہے ہیں تب سے حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ اور اللہ کا کوئی عمل درمیان سے شروع نہیں ہوتا۔ اللہ کا جو عمل ہے وہ ہمیشہ سے ہے' درود ہمیشہ سے بھیج رہے ہیں' قرآن ہمیشہ سے ہے کیونکہ یہ لوحِ محفوظ سے ہے۔ تو اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیج رہے ہیں۔ تو یہ کب سے بھیج رہے ہیں؟ ہمیشہ سے۔ یہ مقام اگر سمجھ آ جائے تو پھر پتہ چلے گا کہ آپؐ کی ذات اگر وجود کے ساتھ موجود نہیں ہے تو پھر آپؐ کی موجودگی اور انداز سے ہے۔ تو وہ جو باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں وہ اور انداز سے ہیں۔ تو آپ ان باتوں پر پریشان نہ ہوا کرو۔ اگر مولائے کائنات کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر اپنا مولا' مولائے مَن کہہ دیا تو کوئی فرق نہیں پڑتا بشرطیکہ آپ ادب میں رہیں۔ آپ اپنے والد کو مولیٰ کہہ دیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا' کیونکہ یہ آقا اور مولا کے لفظ

ہیں۔ آپ جس کے غلام ہیں اس کو مولیٰ کہتے ہیں یعنی غلام' بندہ ہے اور آقا' مولیٰ ہے۔ اور معبود اللہ ہے' عبادت اس کی کرنی ہے' سجدہ اس کو کرنا ہے اور وہ قدیم ہے' باقی سب حادث ہیں۔ اس کے علاوہ سب باتیں ہیں' بحثیں ہیں۔ اس لیے "مولیٰ" کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے' شرعی طور پر اس میں کوئی فرق نہیں ہے' وقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ عقیدت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اللہ اور غیر اللہ کا مسئلہ ہے۔ اللہ کے علاوہ سب غیر اللہ ہے لیکن اللہ کے علاوہ غیر اللہ ہے ہی نہیں' کائنات کے اندر کوئی غیر اللہ نہیں ہو سکتا۔ پھر شرک کیا ہے؟ شرک تو کبھی ہو نہیں سکتا۔ کیا اللہ کے برابر کوئی اور اللہ کوئی بنا سکتا ہے؟ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو اللہ تم بناؤ گے وہ نظر آئے گا اور اصل اللہ جو ہے وہ نظر نہیں آتا۔ لہٰذا کوئی بھی برابر کا اور اللہ نہیں بنا سکتا۔ شرک تو صرف یہ ہے کہ حضور پاکؐ کے ارشاد کے مقابلے میں کوئی اور حکم لگا دینا۔ تو یہ شرک ہے۔ اور اس کو ہم شرک کہتے ہیں۔ اللہ ہمیں خود ہی سکھاتا ہے کہ مجھ سے یہ کہو ایاک نعبد و ایاک نستعین ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم ہمیں سیدھی راہ دکھا دے۔ پھر یہ کہو کہ "راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا"۔ اللہ کہتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت ہو۔ اس طرح شرک ہو جاتا ہے۔ اور ایک باپ جب اپنے بیٹے کی جدائی میں آنکھوں سے محروم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قصے کو احسن القصص فرمایا۔ یعنی کہ پیغمبر باپ اور پیغمبر بیٹا' باپ جدائی میں بینائی سے محروم ہو گئے۔ اللہ کو مائنڈ کرنا چاہیے تھا کہ بیٹے کی جدائی میں' محبت میں ہمارا خیال بھول گیا لیکن نہیں ____

اس قصّے کو احسن القصص کہا' کہ یہ بڑی محبت کی بات ہے۔ گویا کہ وہ محبت جو اس راستے پر چلنے والوں کو آپس میں ہو جاتی ہے' وہ محبت بھی الٰہیات کا حصّہ ہے۔ مسافر کی مسافر سے محبت سفر کا حصّہ ہے۔ ٹھہرنے والے سے محبت نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ کہ جو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے' جو زندگی کو حجاب بناتا ہے' اس سے محبت نہ کرنا۔ تو شرک کی یہ بات ہے کہ دنیا دار کا خیال ہی شرک ہے۔ ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ آپ فرمائیں کہ ہم دین سے کس طرح محبت کریں؟ آپؐ نے برملا جواب ارشاد فرمایا کہ جیسے دنیا دار اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے۔ دنیا دار دنیا سے ایسی محبت کرتا ہے کہ وہ کوئی موقع ضائع نہیں کرتا' تم دین سے ایسی محبت کرو جیسی دنیا دار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیا دار ہر موقع پر اپنے فائدے کا سوچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہی میں سے لوگ ہیں جو دنیا کی طرف رجوع کریں گے اور تمہی میں سے لوگ ہیں جو آخرت کی طرف رجوع کریں گے۔ زندگی سے نکلنے کی تمنا' زندگی کو چھوڑنے کی آرزو' زندگی سے بچ نکلنے کی آرزو' یہ الٰہیات کا حصّہ ہے۔ تو سفر کے دوران مسافروں کی آپس میں محبت غیر نہیں ہے بلکہ جائز ہے ___ تو ''مولائے کائنات'' ٹھیک لفظ ہے۔ اس کو اللہ نہ سمجھنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ ؎

علیؓ کو میں علیؑ کہہ دوں و لیکن
علیؓ سجدے میں خود تسبیح خواں ہے

تو ''علیؑ'' بہت بلند ذات ہے اور علیؓ جس ذات کا سجدہ کرتے ہیں تو آپ اُسے اللہ کہیں۔ تو جو مقام بیان فرما دیا گیا آپ وہی مقام سمجھیں۔ حضور پاکؐ سے

لوگوں نے بڑی وابستگی کی اور کہا کہ ہمیں تو لگتا ہے کہ آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الی۔ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ مثل تمہارے ہوں اور مجھ پر وحی آتی ہے۔ لیکن اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ جب آپؐ معراج پہ آئے تو "پھر ہوا جو ہوا" قاب قوسین او ادنیٰ تو ایسے مقامات تھے اور یہ فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ جو کنکری آپؐ نے پھینکی وہ آپؐ نے نہیں پھینکی ہے بلکہ ہم نے پھینکی ہے۔ تو جب ایسے ایسے مقامات آئے تو لوگ ذرا سا چونکے۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ _____ آپؐ نے فرمایا کہ تمہارا خیال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ' وہ ہے اور میں' میں ہوں' کہیں مجھے "وہ" نہ سمجھ لینا' یہی میری تعلیم ہے۔ تو آپؐ کو انسانوں کے بھیس میں دیکھا گیا' ایک تاریخ وصال ہے اور ایک تاریخ پیدائش ہے۔ اس طرح حادث اور قدیم کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اگر آپ لوگ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور محبت کی دنیا میں یہ لگتا ہے کہ آپ لوگوں کے اندر اُس ذات کا وجود ایسے ہے جیسے آپ ﷺ لوگوں میں موجود ہوں' گویا کہ وہ وجود موجود ہی ہے لیکن بیان میں نہیں ہے۔ بیان میں حادث ہی ہے لیکن عمل میں قدیم ہے۔ وہ ذات ہمیشہ سے رہنے والی ہے اور ہمیشہ تک رہنے والی ہے۔ لیکن اگر بیان کرو گے تو "انسان"۔ کہیں بات کو کنفیوز نہ کرنا۔ تو حادث اور قدیم کو کنفیوز نہ کرنا۔ حادث وہ ہے جس کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وصال ہو۔ قدیم وہ ہے جو ہر آغاز سے پہلے ہو اور ہر انجام کے بعد ہو۔ قدیم اللہ کی ذات ہے۔ اللہ بھی قدیم' اللہ کی محبت بھی قدیم اور اللہ کے محبوب ﷺ بھی قدیم۔ لیکن بیان کرنے میں حادث ہیں' کہ ایک مقام پر

تشریف لائے' ایک مقام کے بعد چلے گئے' آپ کا ایک آستانہ ہے' روضہ ہے' مزار شریف ہے۔ سارے واقعات وہی ہیں لیکن بالکل نہیں۔ اگر کوئی شخص زندگی سے نکل کے کائنات کے دل میں اتر جائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے ناں؟ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مگر بیان میں نہیں ہے۔ کیوں؟ کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ مجھے ایسا نہ کہنا۔ بس یہی حد ہے۔ حد وہ ہے جو آپؐ نے ارشاد فرما دی۔ آپ بات سمجھ گئے۔ شرک کے ساتھ پھر غیب کا مسئلہ بھی آتا ہے غیب کی بات میں نے پہلے بھی بتائی تھی کہ اللہ کا غیب ہے ہی کوئی نہیں۔ کیا اللہ کی نگاہ میں کوئی غیب ہو سکتا ہے؟ اللہ کے سامنے کیا غیب ہوگا۔ جو خالق ہے اس کا کیا غیب ہو سکتا ہے۔ رہا آپ لوگوں کا غیب' تو وہ درجہ بدرجہ ہو گا۔ بچے کا غیب ماں باپ کا نہیں۔ جو جتنا جانتا ہے اس کا غیب اتنا کم ہوتا جاتا ہے۔ غیب جو ہے یہ اللہ جانتا ہے اور انسان یہ جان نہیں سکتا۔ انسان جتنا جانتا ہے تو یہ جاننا یا غیب اس انسان کا مسئلہ ہے۔ باقی یہ کہ اللہ اور اللہ کے محبوب ﷺ کتنا جانتے ہیں' اللہ نے آپؐ کو کتنا دکھایا' آدم علیہ السلام کو کتنے اسماء سکھائے' کیا کائنات کے سارے علوم سکھا دیئے' کیا ساری زبانیں سکھا دیں ـــــ اللہ چاہے اور اپنے محبوبؐ کو سیر کرائے تو کیا پتہ کون سے جہان کی سیر کرا دے' ماضی کی کرا دے' مستقبل کی کرا دے' حال کی کرا دے' ہر شے کے اسماء کی کرا دے' ہر شے کے جوہر کی کرا دے' باطن کی کرا دے ـــــ اللہ کے محبوب ﷺ کے پاس اتنا علم ہے کہ ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ غیب جانتے ہیں یا غیب نہیں جانتے۔ اس بحث میں کبھی نہ پڑنا۔ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے

مقامات پر کبھی بحث نہ کرنا۔ ہمارے لیے دونوں بہت ہی بلند مقامات ہیں۔

اب آپ بولیں _____ اور کوئی سوال _____

سوال :

فیض کے حوالے سے کچھ فرمادیں خاص طور پر داتا گنج بخشؒ کے حوالے سے۔

جواب:

فیض کا آپ ایک ابتدائی مسئلہ دیکھ لیں۔ جب تک آپ اپنی زندگی اور زندگی کے دفتر کی فائلیں' ساری کی ساری کسی بزرگ کے پاس پیش نہیں کر دیتے اور ان سے دستبردار نہیں ہوتے تو فیض کا تصور نہیں ملے گا۔ فیض آپ کی منشا کے مطابق نہیں ملتا۔ آپ Assistance نہیں لے رہے بلکہ فیض لے رہے ہیں۔ Assistance لینے کا کیا مطلب ہے؟ کہ جناب اس وقت بہت سخت پریشانی ہے' میرا خیال ہے کہ آپ اس میں میری یہ مدد کر دیں۔ تو وہ فیض نہیں ہوگا۔ فیض کا معنیٰ یہ ہے کہ جو وہ کرے۔ اور یہ جو "گنج بخشی" ہے یہ کسی ظاہر مال کی گنج بخشی نہیں ہے بلکہ یہ باطن ہے' نور ہے۔ تو داتا صاحبؒ کے پاس فیض کے لیے جانے والا یہ سمجھے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ فیض مانگنا بھی گستاخی کے باب میں ہے۔ کسی بزرگ سے یہ مانگنا ٹھیک نہیں ہے کہ ؎

لا اپنا ہاتھ دے میرے دست سوال میں

فیض ملتا ہے عطا کے باب میں۔ آپ اگر محبت کرتے جا رہے ہیں اور اپنی دنیاوی آرزوؤں سے نجات پاتے جا رہے ہیں اور محبت کے ایک سلسلے میں شامل ہو گئے ہیں تو فیض خود بخود ملے گا۔ فیض کیا کام کرتا ہے؟ آپ کو آپ کے اعمال

کی حیرت گاہ سے نکالتا ہے۔ فیض کا سوال نہیں ہوتا۔ فیض ان کی اپنی عطا ہوتی ہے۔ عام طور پر فیض مانگنے والے کو یہ بتایا جاتا ہے کہ مانگنے والا آدمی اگر محرم نہ ہو تو غلط چیز مانگ جائے گا۔ تو وہ فیض کے بغیر محرم ہو نہیں سکتا۔ جس دوکان سے آپ کوئی چیز لینا چاہتے ہوں تو پہلے تو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اندر کیا پڑا ہے' پھر ہی وہ چیز مانگیں گے۔ پھر یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس چیز کی افادیت کیا ہے۔ اس لیے جب تک آپ عالم نہ ہوں آپ فیض نہیں مانگ سکتے اور علم کا فیض جو ہے یہ عطا ہے۔ اس لیے آپ وہاں جا کے حاضر ہو جائیں' درود شریف پڑھیں اور خاموش بیٹھیں۔ نہ فیض مانگنے کا شور مچائیں' نہ کوئی اپنی آرزوئیں مانگنے کا شور مچائیں کہ ہمیں یہ دے دیں اور ہمیں وہ دے دیں۔ یہ کہو کہ ہم حاضر ہیں۔ صرف جا کر حاضری لگا دو وہاں پہنچ جاؤ اور چپکے سے واپس آ جاؤ۔ کبھی نہ کبھی' کچھ نہ کچھ' جلد ہی کوئی واقعہ ہو جائے گا۔ سوال کرنا بارگاہِ بلندی میں' گستاخی ہوتا ہے۔ تو سوال نہ کرنا۔ وہ خود بخود ہی عطا فرمانے والے ہوتے ہیں اور عطا فرما دیتے ہیں۔ اور یہ فیصلے ازل کے ہیں آج کے نہیں ہیں۔ جو فیض ہوتا ہے وہ پیچھے سے مقرر شدہ ہوتا ہے کہ کس کو کیا دینا ہے۔ اس لیے آپ خاموشی کے ساتھ وہاں چلے جائیں اور وہاں بیٹھ جائیں۔

آہ نہ کر لبوں کو سی

پھر فیض ہی فیض ہے۔ سوال نہ کرنا وہاں کسی قسم کا۔ تو جس آدمی پر فیض ہوتا ہے وہ سوال سے آزاد کرا دیا جاتا ہے۔ عام طور پر ان آستانوں پر آپ کو سوال ہی لے جاتا ہے' تکلیف لے جاتی ہے' کوئی واقعہ ہو تو آپ چلے جاتے ہیں۔ جب آپ

وہاں جاتے ہیں تو سوال بھول جاتا ہے۔ جس آدمی پر فیض ہو جائے وہ سوال ہی بھول جاتا ہے' وہ واقعہ ہی بھول گیا۔ اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ کیا بات ہو گئی۔ وہ گیا کسی کام اور مل کچھ اور گیا۔ فیض اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام آگ کے خیال سے گئے اور پیغمبری لے کے آ گئے۔ تو فیض اس طرح عطا ہوتا ہے ۔

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کر
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

چاہے کسی خیال میں گئے' کسی ضرورت سے گئے' وہاں جا کے خیال اور ضرورت بھول گئے۔ سب اس کے حوالے کر دو اور وہ جو عطا فرمائے وہ ٹھیک ہے۔ فیض مانگنے کے سلسلے میں آپ کو ایک حدیث شریف سناتا ہوں۔ یاد رہے کہ یہ بڑے راز کی بات ہے۔ سرکارؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم دعائیں مانگو تو دعا میں کسی ملک کی بادشاہت نہ مانگ لینا' اگر دعا کے ذریعے تمہیں بادشاہت مل گئی تو چلانے میں ذمہ داری تمہاری ہو گی۔ اور یہ بڑی دِقت والی بات ہوتی ہے۔ اور جب وہ خود عطا فرمائے تو ذمہ دار وہ آپ ہے۔ اس لیے یہ جو بات بادشاہی کے بارے میں ہے دراصل یہ باقی ہر چیز کے بارے میں بھی ہے۔ ایک واقعہ سناتا ہوں لیکن اس سے پہلے آپ کے لیے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جو دعائیں پوری کی ہیں وہ زندگی بھر قائم رہیں اور آپ کا نصیب خوش رہے۔ واقعہ جو سنا رہا ہوں وہ ذرا سخت ہے۔ ایک آدمی کو اس کے پیر صاحب نے کہا کہ تم حج کرنے جا رہے ہو' ایک کام کرنا کہ وہاں دعا نہ مانگنا۔ اس آدمی نے کچھ ہاں' کچھ ناں کہہ دیا۔ تو

وہاں جا کے اس نے دعا مانگ لی جو دعا اس کے دل میں تھی۔ دعا پوری ہو گئی اور بیٹا پیدا ہو گیا۔ اب وہ آدمی زندہ ہے جس نے یہ بات بتائی۔ پیر صاحب کا اس دوران وصال ہو گیا۔ آٹھویں جماعت میں جب وہ بیٹا تھا تو کسی حادثے میں فوت ہو گیا۔ خواب میں پیر صاحب ملے' انہوں نے کہا ہم نے یہ چیز Avoid کرنے کی کوشش کی تھی لیکن یہ لکھا ہوا تھا' اب کیا کر سکتے ہیں' ہم نے تو یہ کہا تھا کہ مانگنا ناں' اب تو غم سے بوجھل ہو گیا ہے' اب غم کیوں کرتا ہے' جس طرح تو نے بیٹا لیا اب اس طرح برداشت بھی لے _____ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کا شعور یہی ہے کہ یارب العالمین تو اپنی منشاء پر ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہماری منشاء بھی تیری منشاء کے مطابق ہو جائے' کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کوئی ایسی چیز مانگ لیں جس کے بعد ہمیں افسوس ہو' عام طور پر ایسا ہوتا ہے۔ دعا یہ مانگنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' تیرے فیصلوں پر ہم راضی رہیں _____

اب اور کوئی سوال _____

سوال:

یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا خوف کرو۔ تو یہ دونوں چیزیں کیسے ہوں گی؟

جواب:

بات یہ ہے کہ میرؔ کا ایک شعر ہے کہ ؎

دور بیٹھا غبارِ میرؔ اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

تو محبت ادب سکھاتی ہے۔ اور اگر محبت میں محبوب کے ناراض ہونے کا خوف نہ ہو تو پھر محبت کیا ہے۔ وہ جو ڈر ہوتا ہے وہ ڈر ہے محبوب کی محبت سے محروم ہونے کا۔ اس لیے آپ ضرور ڈرو۔ اور جو محبت میں داخل ہو گیا اس کے لیے تو اللہ کا اپنا ارشاد ہے کہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون تو جو لوگ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں ان کو خوف اور حُزن نہیں ہے۔ خوف سے مراد یہ ہے کہ کسی آنے والے وقت کا ڈر نہیں ہے اور حُزن سے یہ مراد ہے کہ کسی جانے والے وقت کا ڈر نہیں ہے۔ وہ ڈرتے تو ہیں مگر ڈر یہ ہوتا ہے کہ وہ بے نیاز ذات ہے' کہیں ایسا نہ ہو کہ بھری کڑاہی دودھ کی غیب کر دے۔ تو وہ مالک ہے' کہیں ساری محنتیں برباد نہ کر دے۔ اس لیے اللہ سے ڈر ہوتا ہے۔ ورنہ اللہ سے آپ نہیں ڈرتے بلکہ اللہ سے کوئی بھی نہیں ڈرتا۔ آپ اپنے خیال سے ڈرتے ہیں۔ کبھی آپ نے اللہ کو دیکھا؟ پھر ڈر کس بات کا؟ تو اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کے ساتھ ہے۔ جتنا آپ کا یقین ہے۔ اتنا ہی اللہ آپ کو سمجھ آتا ہے۔ تو آپ اپنے خیال کی Development کے مطابق اللہ کو جانتے ہیں۔ تو اللہ سے محبت کرو اور اس بات سے ڈرو کہ کہیں محبت سے محروم نہ کر دیئے جاؤ۔ محبت ادب سکھائے گی۔ محبت تقرب سکھائے گی۔ اور اللہ کے قریب رہنے والا اس سے زیادہ ڈرے تو بہت بہتر ہے۔ وہ یہ کہے کہ اگر میں ایک لمحہ' ایک قدم بھی آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں۔ جیسا کہ جبریلِ امینؑ نے کہا۔ آپ کو ایک مثال بتاتا ہوں' ایک حال

بتاتا ہوں۔ اگر سمجھ آ جائے تو بڑی بات ہے۔ ساری کائنات میں اللہ کے مستند محبوب حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ کے مستند محب بھی حضور پاک ﷺ ہیں اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ محبت کرنے والی حضور پاکؐ کی ذات ہے اور ساری کائنات میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والی بھی حضور پاکؐ کی ذات ہے۔ آپؐ ساری رات جاگتے اور روتے تھے' یہ آپؐ کا کام تھا۔ اور یہ ساری محبت بالکل مستقل ہے۔ لوگوں نے حضور پاکؐ سے کہا کہ آپ اتنے مقرب ہیں' پھر بھی ڈرتے ہیں اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر ادا نہ کروں کہ جو اس نے محبت عطا فرمائی ہے۔ اس لیے یہ جو ڈر ہے یہ تقرب کی نشانی ہے۔ ڈر کیا ہے؟ قریب ہونے کی نشانی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ ابلیس بے خوف ہو گیا تھا۔ اس نے کہا یا اللہ کل آپ نے اور حکم دیا تھا' اب اور حکم دے دیا ہے۔ وہ بحث کرنے لگ گیا۔ اور جو ڈرنے والے تھے انہوں نے سجدہ کر دیا۔ اس لیے سب سے اچھی بات کیا ہے؟ یہ ڈر۔ اور یہ ڈر کبھی محروم لطف نہیں ہوتا۔ جو اللہ کے زیادہ قریب ہو گا وہ ڈر میں رہے گا اور لطف میں رہے گا اور جو نڈر ہے وہ دور ہے اور گستاخ ہے۔ کافر کیوں کہ ڈرتا نہیں ہے اس لیے کافر ہے اور مومن چونکہ ڈرتا ہے اس لیے مومن ہے۔ آپ کا ایمان جتنا قوی ہوتا جائے گا اتنا ڈر پیدا ہوتا جائے گا۔ تو محبت کا ڈر اور ہے' یہ عبادت کے خوف سے آزاد ہے۔ محبت جو ہے یہ اور طرح کا نشہ پیدا کرتی ہے۔ اس میں یہ دیکھتے ہیں کہ محبوب کا مزاج کیسا ہے' وہ تخت سے اُٹھاتا ہے' تخت پہ بٹھاتا ہے' وہ مالک الملک ہے تو تی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء تعز من تشاء و تذل من

تشاء۔ وہ کہتا ہے کہ جس کو چاہوں میں بادشاہ بنادوں اور جس کو چاہوں مسترد کر دوں، جس کو چاہوں جو کروں ____ خبردار ہم جو بھی کریں۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اللہ سے محبت کرنے والے بہت ہی ڈرتے رہتے ہیں۔ یہ جو محبت کرنا ہے اور ڈرنا ہے، اصل میں یہ ایک ہی چیز ہے۔ جس نے آپ کو یہ کہا ہے اس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ محبت بھی کر اور ڈرتا بھی رہ۔ اللہ سے ڈرنے والا غیر اللہ سے کبھی نہیں ڈرتا۔ یہ اس کی خوبی ہے کہ وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ اگر غیر اللہ کا ڈر نکال دو تو یہی اللہ کا ڈر ہے۔ تو آپ غیر اللہ کا، دنیا کا اور خاص طور پر غریب ہونے کے اندیشے کا ڈر نکال دیں۔ اللہ کے تقرب کی یہ ایک نشانی ہے کہ اللہ کے قریب رہنے والے غریب ہونے سے نہیں ڈرتے۔ وہ کبھی نہیں ڈرتے کیونکہ ان پر اللہ کی مہربانی ہے۔

سوال:

زندگی کا زیادہ حصہ تو گزر چکا ہے اور تھوڑا باقی رہ گیا ہے اور پچھلا تو غلطی میں گزر گیا ہے، اب کیا کر سکتے ہیں؟

جواب:

آدھی سے زیادہ شبِ غم کٹ بھی گئی ہے
اب بھی اگر آ جاؤ تو یہ رات بڑی ہے

یہ ٹھیک ہے، ان کی بات ٹھیک ہے۔ زیادہ وقت تو گزر چکا ہے اور وہ وقت ؎

کچھ وقت تیری یاد سے غافل رہا تھا میں
وہ لمحے کر رہے ہیں مجھے شرمسار سے

راز کی ایک بات یاد رکھنا کہ جب انسان کو اپنے عمل اور نیکی کی کمزوری کا احساس ہونے لگ جائے تو سمجھو کہ وہ رحمت کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ گناہ دعا سے دور کر دیتا ہے۔ گناہ جب معاف ہونے لگ جائے تو انسان دعا کی طرف چل پڑتا ہے۔ دعا کی طرف چلنے والا انسان اپنے گناہ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور جب انسان کو یہ سمجھ آ جائے کہ میرے عمل کے دامن میں کچھ نہیں ہے تو سمجھو کہ اب اس کے اوپر احسان ہو گیا۔ اور جتنے صاحبانِ فضل آئے ہیں سب نے یہی کہا کہ ہمارا دامن تو خالی ہے' ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ہر ایک نے یہی کہا۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب تم دنیاوی غرور کی بجائے انکساری اور عاجزی میں آتے ہو تو میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ اگر انسان زندگی کے ننانوے سال ظلمات میں رہے اور آخری ساعت نور میں داخل ہو جائے تو اس کا خاتمہ نور میں ہو گا۔ یعنی کہ ایک آدمی' حضور پاکؐ کے خلاف جنگ لڑنے والا' اگر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو جائے تو وہ مسلمان ہی گنا جائے گا۔ اکثر جو بزرگ تھے وہ اس وقت غیر اسلامی دنیا سے آئے تھے اور آپؐ نے ان کو بلند مقصد عطا فرمایا۔ اس کو میاں محمد صاحبؒ نے یوں کہا ہے ؎

بھر لے پانی ہاریے رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

تو بات آخری قدم کی ہو رہی ہے۔ آخری قدم اگر اس کے گھر کی طرف چلا گیا تو بخشش ہو گئی۔ اس لیے جس دن آپ کو اپنے عمل کا سہارا ختم ہو گیا تو اس

کے فضل کے دائرے میں داخل ہو جائیں گے۔ اس لیے میں آپ سے کہتا ہوں کہ یہ کہو کہ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں بلکہ عبادت سے بھی توبہ کرتے ہیں' اس عبادت سے جو ہم نے کی' پتہ نہیں وہ ریاکاری تھی کہ کچھ اور تھا۔ تو اس کا فضل درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں ظلمات سے نور میں داخل کرتا ہوں۔ ایک اور جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم ان کے سیئات کو حسنات میں بدل دیتے ہیں یعنی کہ اس کو بالکل Inverted بنا دیتے ہیں اور اس کی برائیوں کو ہم نیکی میں Convert کر دیتے ہیں۔ دل بدل جائے تو سارا اعمال نامہ بدل جاتا ہے۔ بات دل کی ہے۔ دل سے مراد یہ ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی تمنا ختم ہوئی ہے یا نہیں' دنیا حاصل کرنے کی تمنا اگر ختم ہو گئی تو سمجھو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر ایثار کرنے کی تمنا ہو گئی تو سمجھو کہ آپ دل میں داخل ہو گئے۔ اگر آپ میں عاجزی پیدا ہو گئی تو آپ دل میں داخل ہو گئے۔ جو آدمی کمزور سے ڈرتا ہے' وہ دل والا ہے۔ وہ طاقت ور سے نہیں ڈرتا بلکہ کمزور سے ڈرتا ہے تو وہ دل والا ہے۔ تو آدمی اپنے نوکر سے ڈرتا ہے' کمزوروں سے ڈرتا ہے اور چھوٹوں سے ڈرتا ہے تو سمجھو کہ وہ دل والا ہو گیا اور اللہ کی رحمت میں آ گیا۔ جب اللہ کی رحمت میں آتے ہیں تو ہم ان لوگوں سے ڈرتے ہیں جو لوگ کسی کو ڈرا نہیں سکتے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے' اللہ کا احسان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنے اعمال نامے کے مطابق نہ دیکھنا۔ اس کا فضل Independant ہے۔ وہ تو

قطرے کو اگر چاہے سمندر ہی بنا دے

یہ اس کی مرضی ہے۔ بار بار وہ ارشاد فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔

یعنی کہ آپ اپنے اعمال کے درجات کی پرواہ نہ کرنا بلکہ اللہ کے فضل سے رجوع کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انّ رحمتی وسع علیٰ غضبی کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ جن لوگوں پر اللہ کی رحمت ہونی ہے ان لوگوں کو اللہ کریم نے رحمت اللعالمین ﷺ کی نسبت عطا فرما دی۔ جس کو یہ نسبت عطا فرما دی' کہ حضور پاک ﷺ سے نسبت ہے' وہ ان کی امت سے ہے' تو اس پر رحم ضرور ہوگا۔ تو رحمتہ اللعالمین ﷺ سے نسبت دراصل اللہ کی رحمت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اب حصول کا کیا طریقہ ہے؟ جب کبھی اعمال نامے میں دِقت ہو جائے تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ ؎

اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا

جب آپ کی پیشانی بارگاہِ حُسن وطُور میں جھکتی ہے' جو حضور پاکؐ کے نام کی ہے تو

سنگِ درِ حبیبؐ ہے اور سر غریب کا
کس اوج پر ہے آج ستارہ نصیب کا
اب احتساب چھوڑیے میرے گناہ کا
اب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

پھر یہ کہو کہ یا اللہ اب جانے دے' پکڑ دھکڑ والی بات جانے دے اور اپنے حبیب پاکؐ کے واسطے ہمیں جانے دے' ہم غریب لوگ ہیں۔ تو یہ نام یاد رکھو کیوں کہ اگر حضور پاک ﷺ کا نام ورد زباں ہو تو عذاب نہیں آتا۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ اے میرے حبیبؐ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب بھیجوں جب کہ آپؐ ان میں ہوں۔ جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہو' جس زبان پر حضور

پاک ؐ کا نام ہو، جس آنکھ میں ان جلووں کی پیاس ہو، وہ آدمی فضل کے باب میں نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے آپ اپنا خود ہی فیصلہ کر لو کہ آپ کے اندر اس نام کی محبت کس حد تک ہے۔ پھر فضل ہی فضل ہے۔ جس پہ اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا ہوتا ہے اس کو اپنے حبیب پاک ؐ کی محبت عطا فرما دیتا ہے اور جس کو عذاب آنا ہوتا ہے وہ اس نام کے لیے گستاخ ہو جاتا ہے۔ اس آدمی کی معافی نہیں ہوتی جو حضور پاک ؐ کا گستاخ ہو۔ اس لیے آپ کی جو عمر گزر گئی سو گزر گئی۔ اب توبہ کی جائے، حضور پاک ؐ کو یاد کیا جائے۔ پھر سب ٹھیک ہے، نیکی ٹھیک ہے۔ یہاں سے کچھ لے کے نہیں جانا بلکہ صرف آنا ہے اور جانا ہے۔ اللہ بخشنے والا ہے۔

اور کوئی سوال ____ پوچھو ____ کچھ پوچھو ____ کچھ نہ کچھ بولو ____

سوال:

آپ سے دعا کی درخواست ہے۔

جواب:

ضرور دعا کرتے ہیں ____ سوال پوچھو ____

سوال:

بعض اوقات کوئی بُرا آدمی سخت ناپسند ہوتا ہے۔

جواب:

یہ پسند کرنے یا ناپسند کرنے کی بات نہیں ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کسی کو ناپسند کرتے ہیں اس کے ماضی کے عمل کے مطابق۔ ناپسند کرنا

دراصل یہ اعلان ہے کہ اس آدمی کا مستقبل درست نہیں ہوگا۔ تو جس آدمی کا عمل خراب تھا اور آپ نے اُسے ناپسند کیا تو کیا اللہ اس کو معاف کر کے اُسے اچھا پھل دے سکتا ہے؟ اگر دے سکتا ہے تو پھر آپ کی ناپسند غلط ہے۔ آپ اُسے اللہ کے حوالے کریں۔ ناپسند کرنا دراصل آپ کا یہ اعلان ہے کہ اس کی اصلاح نہیں ہوئی۔ اس لیے عام دنیادار باقی انسانوں کو ان کے ماضی کے حوالے سے ناپسند کرتا ہے اور دین والے لوگ مستقبل کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اُسے ناپسند نہیں کرتا۔ پوچھا کہ کیوں؟ کہتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ اس نے دین کے لیے بڑا کام کرنا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ جو آدمی تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اس کو "سیف اللہ" بنا کے اسلام کے حق میں کر دیا گیا۔ اگر آپ کو معافی دینے میں مشکل ہو رہی ہے تو یہ تباہی ہے۔ اب جو سیاست کا وقت آ رہا ہے، جو حالات ہیں تو دل میں ہمیشہ یہ سوچنا کہ آپ کی نسبت ان لوگوں سے ہونی چاہیے جو اللہ کے رحم کے اندر ہوں۔ یہ اپنے طور پر ضرور پتہ چل جاتا ہے۔ کبھی کسی کو اللہ کی منشاء کے بغیر اچھا، بُرا نہ کہنا۔ تو نہ اچھا کہنا اور نہ بُرا کہنا بلکہ جو اللہ کو منظور ہے وہ کہنا۔ اگر سمجھ نہ آئے تو خموشی سے اس محلے سے گزر جاؤ، سیاست کے محلے سے چپکے سے نکل جاؤ۔ اگر سمجھ نہیں آئی تو نہ سہی۔ اس لیے انسان کو کبھی برا نہیں کہنا، پتہ نہیں اب کیا ہو جائے۔ اگر اچھا انسان ہو تو اس کی قدر ضرور کر لو۔ برا انسان ہو تو اس کی تحقیر نہ کرو، عین ممکن ہے کہ اس کو توبہ نصیب ہو جائے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:

جب سارا علم واضح ہے تو پھر خود عمل کرنے کی بجائے کسی پیر کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

ہر کام کو Exhibit کرنے کے لیے ایک انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہم کتاب سے الجبرا پڑھ لیتے ہیں لیکن وہاں میدان میں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو وہ راستہ بتاتے ہیں حل کر کے۔ شریعت ظاہر ہے۔ قرآن مجید اتنی بڑی حقیقت ہے' کوئی بندہ آج تک زیر زبر بدل نہیں سکا مگر تمہارا کمال یہ ہے کہ اس میں 72 تاویلیں ہو گئیں۔ حالانکہ اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں تھی مگر پھر بھی اس میں اختلاف اور فرق ڈال دیا۔ اس لیے کہ انسان کے اندر یہ دِقت ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے خیال کو بھی اپنے علم میں شامل کر دیتا ہے۔ جس طرح اگر ریفری نہ ہو تو کھیلنے والا قانون جاننے کے باوجود فاؤل کھیل لیتا ہے۔ وہ سیٹی بجائے گا تو پتہ چلے گا۔ اس لیے پیر اس وقت سیٹی بجائے گا جب تم فاؤل کر رہے ہو گے' کہیں پہ نیکی کی شاباش دے دے گا' Encourage کر دے گا' آپ کو یاد دلاتا رہے گا کہ ایسا کرنا ہے۔ یہ اس لیے ہے تا کہ آپ کا باطن روشن رہے۔ کبھی کبھی زندگی کی ابتلا میں رہنمائی بھی کرے گا۔ تو راہنما بنانا جائز ہے۔ اس کی کیوں ضرورت ہے؟ تا کہ وہ آپ کو آپ کے موجودہ زمانے کی مشکلات' مجبوریوں اور حالات کے ساتھ دین کا انطباق کر کے دکھائے۔ ورنہ تو بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ کے ایک طرف انگریزی سکول ہیں اور دوسری

طرف درس نظامی ہے۔ درمیان میں ملنا بڑا مشکل ہے۔ تو پیر صاحب کا یہ کام ہے کہ دنیا کے اندر آپ کیسے گزریں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے اس لیے کہ زندگی ایک بار ملنی ہے اور اس میں کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ پیر صاحب کے بغیر کامیاب ہونا ناممکن نہیں ہے اور پیر صاحب کی موجودگی میں بھی ناکام ہونا ممکن ہے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیر صاحب کی موجودگی میں کامیاب ہونے والا بہت ہی زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی بڑی ضرورت ہے' وہ وسیلہ ہے' سبب ہے' وہ بتاتا ہے اور پھر پہچان ہو جاتی ہے کہ کون سا کیا مقام ہے۔ وہ آپ کو آپ کی ذات سے آشنا کراتا ہے۔ جاگنے والے کو سونے والے کا مقام بتاتا ہے اور سونے والے کو جاگنے والے کا مقام بتاتا ہے تا کہ آپ کو باطن سمجھ آئے' زندگی کا مفہوم سمجھ آ جائے۔ اب تو کافر دنیا بھی مان گئی ہے کہ ایک گُرو ہونا چاہیے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کی کوئی اہمیت ہے۔ تو مسلمان کیوں نہ گُرو کو مانے۔ مگر تمہارے ہاں جھگڑا ہو گیا ہے' سارے پیر الگ الگ ہو گئے ہیں' پتہ نہیں چل رہا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ میں کہتا ہوں کہ سچے جھوٹے پیر کی بات چھوڑو' مُرید کو سچا ہونا چاہیے۔ سچا مُرید جھوٹے پیر کو بھی صداقت سکھا دے گا۔ مرید سچا ہونا چاہیے' مسافر سچا ہونا چاہیے' سفر ٹھیک ہے۔ وہ آدمی بدقسمت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے کوئی گُرو نہیں ملا۔ وہ جھوٹا مسافر ہے۔ سچا مسافر جو ہے وہ جھوٹے پیر کو بھی سیدھا کر دیتا ہے۔ اس لیے سفر کی کامیابی کے لیے رہنما ضرور ہونا چاہیے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اگر آپ ریگستان کے سفر میں جا رہے ہیں تو ایک آدمی بتائے گا کہ راستے میں کوئی نخلستان آئے گا' پانی آئے گا۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اس میں

نخلستان کوئی نہیں ہے' تیرے اپنے پاس پانی ہونا چاہیے۔ دانا آدمی وہ ہے جو چھاگل بھر کے جائے۔ اگر نخلستان آ گیا تو تیرا کیا نقصان' پانی گرا دینا۔ اور اگر نخلستان نہ آیا تو تُو پیاس سے نہیں مرے گا۔ تو یہ ایک وسیلہ ہے اور وسیلہ پکڑ لو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ آپ تھکے ہوئے ہوں اور بازار بھی جانا ہو تو مشکل لگتا ہے۔ اگر آپ کا دوست کہے کہ میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں' اگر گاڑی بھی نہیں ہے تو صرف چلنے سے آسرا ہو گیا' تھکاوٹ دور ہو گئی۔ اگر دو آدمی پیدل چلیں تو تھکتے نہیں ہیں۔ اگر کوئی ساتھ نہ ہو تو ہاتھ میں چھڑی پکڑ لو۔ تو چھڑی بھی ساتھی ہوتی ہے اور انسان تھکاوٹ سے بچ جاتا ہے۔ تو دو آدمیوں کا سفر آسان ہو جاتا ہے' یہ ساتھی' رفیقِ طریق ہو جاتا ہے۔ حالانکہ دوسرا آدمی صرف باتیں کرتا جاتا ہے اور آپ کو زندگی کا لطف آتا جاتا ہے ـــــ پیر کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ آپ کو مؤدب کر کے ادب سکھاتا ہے کہ جب آپ پر جلوے آشکار ہو جائیں تو کہیں آپ گستاخ نہ ہو جائیں۔ تو وہ ادب سکھاتا ہے۔ یہاں پر ادب کی بہت سخت ضرورت ہے۔ اس میں ایک ایسا مقام آ جاتا ہے کہ جس ذات کے ہم سب ماننے والے ہیں اس ذات کے سامنے رومی' رازی' غزالی سارے کے سارے ادب کے ساتھ دور بیٹھنے والے ہیں۔ تو پیر صاحب اگر بارگاہِ رسالت ﷺ کا ادب سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ عبادت کا مفہوم سکھا دیں تو بڑی بات ہے۔ تو یہ دل والی بات ہے ـــــ

سوال:

یہ جو بُرے آدمی کی بات ہوئی ہے تو کیا ہمیں اس کو سمجھانا نہیں چاہیے؟

جواب:

اس کو یہ بتانا کہ برے کام سے رُکو اور اچھے کام کا حکم دینا' یہ اس وقت آپ کریں جب آپ لم تقولون ما لاتفعلون وہ کام کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔ یعنی جس وقت آپ میں وہ اچھائی آ چکے اور آپ میں وہ برائیاں ترک ہو جائیں جن کا حکم دے دیا گیا ہے' جب آپ عمل والے ہو چکے ہوں' صرف کہنے والے نہ ہوں۔ جب کوئی انسان اللہ کے ارشادات پر چلنے والا ہو جائے تو اس کی زبان میں تاثیر ہو جاتی ہے۔ پھر وہ جو کہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ اس لیے برے آدمی کو محبت سے سمجھا کے اس کی برائی کو دور کرنا ہے' نفرت سے نہیں۔ نفرت اُسے اور بُرا کرے گی۔ بتایا یہ گیا ہے کہ برے آدمی سے نفرت نہ کرو۔ برے آدمی سے اس لیے محبت کرو کہ آخر وہ انسان ہے لیکن عمل اس کا برا ہے۔ اس سے محبت کرو اور اس کے ساتھ دوستی کرو۔ اس طرح اسے اپنی راہ پر لے آؤ۔ لوگ ایک دوسرے کا کہنا ماننے میں کچھ بھی کر سکتے ہیں مثلاً یہ کہ محبت میں انسان ایمان ترک کر دیتے ہیں۔ تو کیا وہ محبت میں اپنا ایمان نہیں بچائیں گے۔ آپ اس سے محبت کریں تو وہ برا آدمی ٹھیک ہو جائے گا۔ اچھے کی محبت ہی برے آدمی کو برائی سے بچائے گی۔ آپ پہلے اچھا بن کے اس سے محبت کرو' ڈانٹ ڈپٹ بعد میں کرنا۔ تو پہلے اُسے محبت کا پیغام دو۔ لوگ تو محبت میں اچھائی ترک کر دیتے ہیں' محبت کے باب میں گناہ بنا لیتے ہیں' اور لوگ دین کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کی محبت اس بے دین کو دین پر لا سکتی ہے۔ جس طرح برے آدمی کی محبت ایک اچھے آدمی کو برائی پر مائل کر سکتی ہے اسی طرح اچھے آدمی

کی محبت برے کو اچھائی کی طرف لے آئے گی۔ تو اس طرح اسے سمجھاؤ۔

_____ اور کوئی بات _____ کوئی سوال _____

ایک بات نصیحت کے طور پر یہ ہے کہ کوئی جان دار انسان کسی بے جان چیز سے معزز نہیں ہو سکتا۔ بے جان اشیاء جان دار انسانوں کو معزز نہیں کر سکتیں۔ تو آپ اپنی عزت کو اپنے عمل کے مطابق Judge کرو اللہ کے فضل کے مطابق Judge کرو اپنی عزت کو اشیاء سے Judge کرنے والا شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو اشیاء سے Judge نہ کرنا' مثلاً اشیاء پیسہ' حالات' واقعات وغیرہ۔ اس لیے آپ ذرا خیال رکھنا۔ جس نے لوگوں کو معاف کر دیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ والعافین عن الناس لوگوں کو معاف کرتے رہا کرو اور یہ کہ واللہ یحب المحسنین اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے۔ تو احسان کرو۔ احسان کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حق نہیں تھا مگر آپ نے مہربانی کر دی۔ بُرے آدمی کا حق تو نہیں ہے کہ آپ اس سے محبت کریں مگر یہ احسان ہے کہ محبت کریں۔ اگر بُرے سے بھی محبت ہو جائے تو کیا حرج ہے۔ آج کل تو یہ حال ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر میں جنت میں جاؤں تو وہاں کوئی اور میرا بہن بھائی نہیں ہونا چاہیے۔ تو آپ عبادت بھی کرتے ہیں تو اس قدر تنہا کہ بہن بھائی کو ساتھ لے کر نہیں چلتے۔ اگر کوئی بُرا آدمی آپ کا بھائی ہے' چچا کا بیٹا ہے' رشتے دار ہے' شہر میں رہنے والا ہے' دفتر میں ساتھ کام کرتا ہے تو یہ نہ کہنا کہ یا تو جنت میں وہ جائے یا میں جاؤں۔ اس لیے جنت میں جانے کے لیے صرف اپنے آپ کو مخصوص نہ سمجھو' عین ممکن ہے کہ اللہ اس کو بھی جنت میں لے جائے۔ نفرت نہ کرنا'

ضد نہ کرنا۔ یہ اللہ کے کام ہیں' وہ جس کو چاہے لے جائے' جس کو چاہے وہ پہنچا دے۔ ہم دخل دینے والے کون ہیں۔

اب آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے۔ آپ پر زندگی آسان ہو جائے' زندگی کا باطن آسان ہو جائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پھر وہی دعا کرتے ہیں کہ یا رب العالمین! اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما' اور ہم تجھ سے یہی سوال کرتے جائیں گے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔ یہی ہمارا پہلا سوال ہے اور یہی آخری سوال ہے۔ یا اللہ تمام حاضرین مجلس کی نیک تمنائیں پوری فرما۔ زندگی کی آسانی دے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه و نور عرشه سیدنا و سندنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آله و اصحابه اجمعین ـــــ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

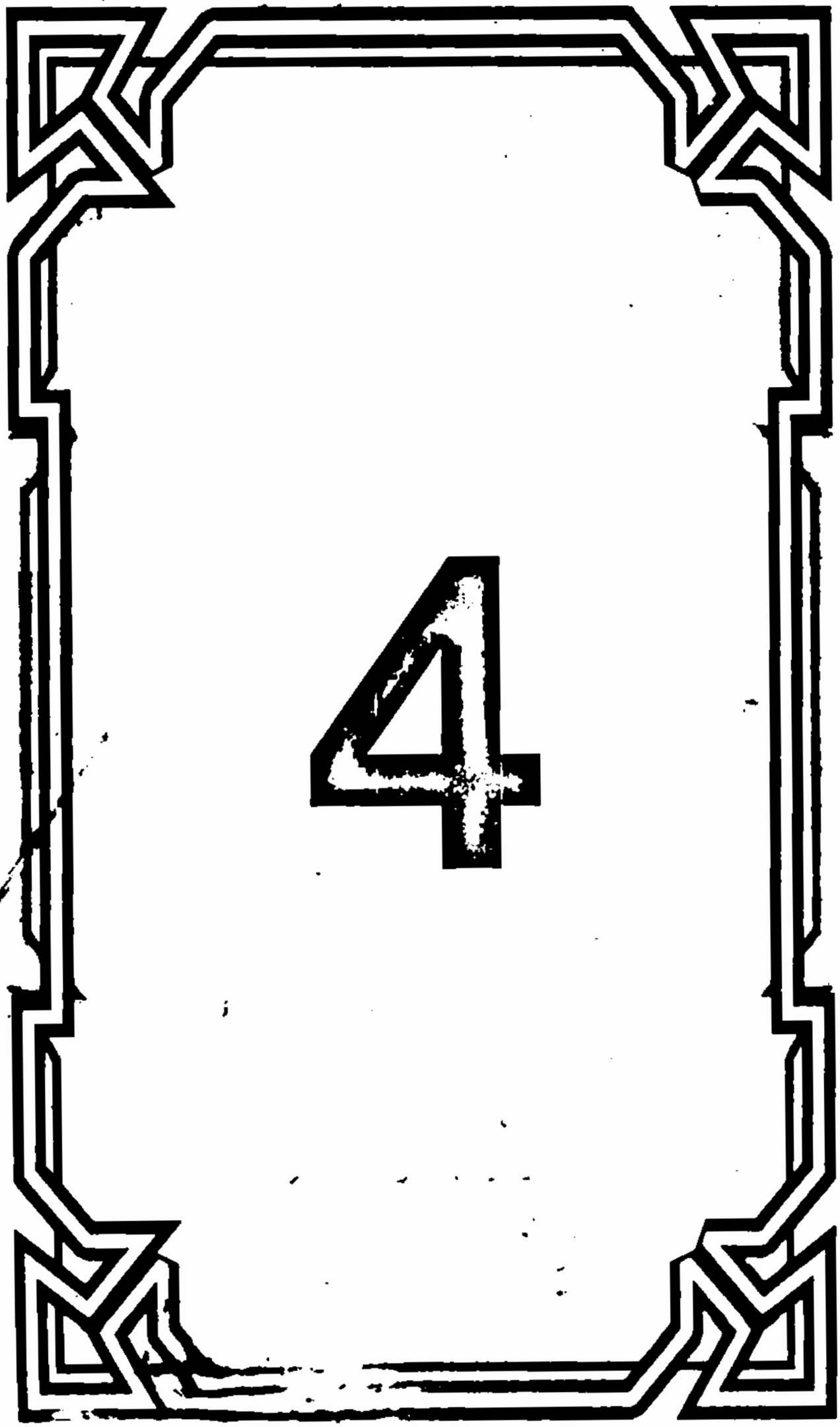

سوالات

1 بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

2 کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

3 وہ کون سے خیالات ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کون سے خیالات ہیں جو نفس کی طرف سے ہوتے ہیں؟

4 ہم مصنوعی سوال کیسے بنائیں؟

5 میں اچھا کام کرتا ہوں مگر اس پر بھی پچھتاوا ہوتا ہے کہ مجھے یہ تو اللہ کے لیے کرنا تھا' میں نے کون سا احسان کیا ہے۔

سوال:

بعض بزرگوں کے ہاں بظاہر شریعت پر مکمل طور سے عمل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میں کوئی راز ہے یا ہمیں ابھی سمجھ نہیں آ رہی؟

جواب:

سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کی محفل میں ابھی اور بیٹھیں۔ پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔ صرف سوال سے بات سمجھ نہیں آئے گی۔ وہاں شریعت کی پابندی ہے' شریعت کی پابندی ہوتی ہے۔ ہوا یہ ہے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ کہیں پہ شریعت کی پابندی کے باوجود دین کے بارے میں جھگڑا ہے' مثلاً یا رسولؐ اللہ کانفرنس اور محمدؐ رسول اللہ کانفرنس الگ الگ ہو گئیں تو پھر ان لوگوں نے بات کو خفیہ رکھ لیا۔ ورنہ تو وجہ نزاع بن جاتی' جھگڑا ہو جاتا۔ دین کے نام پر دین کے اندر جھگڑے موجود ہیں۔ نام دین کا ہے اور لڑتے جا رہے ہیں۔ مثلاً محرم دین کا نام ہے لیکن جھگڑا آج تک چلا آ رہا ہے۔ آج کے دور میں پیدا ہونے والوں کے درمیان جھگڑا کیوں ہے؟ ہوا یہ کہ دونوں ایک گھر میں پیدا ہوئے' ایک نے اپنی کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے اور کتاب پڑھ لی' پھر آپس میں بحث کرنے لگ گئے اور جھگڑا پیدا ہو گیا۔ اللہ کو شریعت مقدم ہے۔

اگر ایک آدمی کو آواز دی جائے' حضور اکرم ﷺ نے آواز دی' اس کو بلایا اور وہ کہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اس لیے آپ کی آواز کا جواب نہیں دیا تو آپ بتائیں کہ کیا یہ صحیح ہے' کیا ایسا ہونا چاہیے۔ تو آپ کی آواز پر لبیک ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ پہچان کی بات ہے۔ اگر فارمولا استعمال کیا جائے اور وہ محبت کے بغیر ہو اور اطاعت کے بغیر ہو تو فارمولا جو ہے وہ فارمولا دینے والے کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ مثلاً اللہ کریم نے حکم فرمایا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا۔ فرشتوں کو اس بات پہ پکا کر دیا۔ تب شریعت یہ بن گئی کہ اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرنا۔ کچھ عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انی جاعل فی الارض خلیفہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو تم اس کو سجدہ کرو۔ فسجدوا الا ابلیس تو سب نے سجدہ کر دیا سوائے ابلیس کے' وہ جو فارمولے والا تھا' اُس نے کیا کیا؟ وہ پچھلے فارمولے پہ رہا کہ یا اللہ' آپ کے حکم کے مطابق آپ کے علاوہ سجدہ تو نہیں ہے۔ اتنی سی بات پہ وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ تو فارمولا قائم رہنا چاہیے مگر اس فارمولے کا مقصد ضائع نہ ہو اور مقصد جو ہے وہ اطاعت بالمحبت ہے۔ اگر اطاعت رہ جائے اور محبت نہ ہو تو بہتر ہے کہ وہ اطاعت نہ کی جائے۔ مثلاً ایک فارمولا ہے مسجد بنانے کا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک مسجد کو گرانے کا حکم فرما دیا۔ وہ فارمولے کے مطابق صحیح تھی' مسجد تھی مگر مقصد میں صحیح نہیں تھی۔ تو دین کے نام پر دین میں مل جانے والے کئی لادین عناصر تھے' وہ جب شامل ہو گئے تو بزرگوں کو بہت ساری بات مخفی کرنی پڑ گئی۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ مگر یہ ان کی اپنی اپنی مصلحت ہے کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ تو اللہ کا تقرب

دیکھنا چاہیے کہ وہ کہاں پر ہے۔ وہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے دین پر پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی وجوہات ہوں کہ جن کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہونا چاہیں تو پھر یہ ان کی اپنی مصلحت ہے۔ تو یہ ان سے پوچھا جائے۔ اگر آپ لوگوں کو فارمولا مل گیا ہے' شریعت مل گئی ہے تو اب آپ کی تلاش کیا ہے؟ مثلاً یہ دین ہے' یہ قرآن شریف ہے اور یہ حدیث شریف ہے۔ اب اس کے بعد تلاش کی کیا ضرورت ہے۔ اگر بعد میں تلاش کی واقعی ضرورت ہے تو سمجھو کہ ساری بات بیان نہیں ہوئی۔ یہ باریک نکتہ ہے' ایسے سمجھ نہیں آئے گا۔ یعنی اگر ساری بات بیانؓ ہوگئی تو پھر Further کسی اور واقعے کی ضرورت نہیں ہے' کسی رومیؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی اقبالؒ کی ضرورت نہیں ہے' کسی رحمۃ اللہ علیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور آدمی کا نام' اسلام میں قابلِ ذکر ہونا' اس کی تو گنجائش ہی نہیں تھی۔ اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ سارے اسماء قابلِ ذکر ہیں بلکہ واجبِ ذکر ہیں۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرنی۔ غیر کا تو نام ہی اللہ نے مٹا دیا۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں اپنی راہ دِکھا' سیدھی راہ دکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی وضاحت فرمائی کہ اے اللہ صرف اپنی راہ دکھا یعنی کہ ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا ہے۔ تو اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اس کا انعام ہوا۔ اب وہ انعام کیا ہوتا ہے؟ اگر ایک آدمی شہید ہوگیا' اس کے عمل میں کچھ کمی تھی مگر اب شہادت مل گئی۔ یہ آدمی کس مقام پر چلا گیا؟ وہ مقربین میں شامل ہوگیا۔ اب مقربین کی جو راہ ہے وہ بعض اوقات فارمولے سے باہر بھی ہے۔ ایسا

واقعہ ہوسکتا ہے ناں۔ وہ نفس کے گنجلک سے آزاد ہوگئے۔ تو ایسے واقعات ہوتے ہیں۔ دیکھنے والا صرف یہ سوچتا رہتا ہے کہ نفس کیا ہے' یہ واقعہ کیا ہے' اس شخص میں یہ خامی کیا ہے ــــــ بجائے اس کے کہ وہ محبت سے بات کو سمجھے۔ سوال تو آپ کا مشکل ہے مگر آپ جواب پہ غور کریں تو سمجھ آ سکتی ہے۔ شریعت جو ہے وہ اللہ کے حکم کے ساتھ پیغمبر کے حکم کا بھی نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک واقعہ خود ہی بیان فرمایا ہے کہ اپنے دور کے ایک نامزد پیغمبر' اللہ کے حکم سے ایک انسان سے ملے۔ اللہ نے ان کو ملایا۔ اور واقعہ یہ ہوا کہ اس انسان نے ایک بچے کو قتل کر دیا۔ پیغمبر کا فرض کیا تھا؟ مقدمہ اور اس کو وہیں شوٹ کرا دینا' کہ تم نے شریعت نافذہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سارا راستہ ویسے نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھ رہے ہیں۔ شرعی حکم کیا ہے؟ قتل نہ کرنا۔ اور اخلاقیات میں بھی یہی ہے۔ ایک آدمی سے قتل ہوتا ہے اور وہ عمداً بھی ہے' وجوہات چاہے کچھ بھی ہوں' شریعت میں یہ جائز نہیں ہے' اور یہ واقعہ پیغمبر کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اور پھر وہی آدمی پیغمبر سے کہتا ہے کہ تو ہمارے ساتھ نہیں چل سکتا ھذا فراق بینی وبینکم "آپ چلیں اب' تشریف لے جائیں۔ حالانکہ پیغمبر وہ ہیں مگر وہ شخص یہ کہہ رہا ہے۔ اور پیغمبر ان کے کہنے پر چل رہے ہیں۔ شریعت اپنی جگہ پر بالکل مصدقہ ہے' فائنل ہے اور اس کے اندر وہ لوگ محبت اور سوز و گداز پیدا کرتے ہیں۔ وہ شریعت کو ترک نہیں کرتے کیونکہ شریعت ہی کو تو اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ لیکن وہ تشدد انہ شریعت سے گریز کرتے ہیں۔ مثلاً مکان میں آگ لگی ہوئی ہے لیکن لوگ کہتے ہیں کہ پہلے شریعت کے احکام کی پابندی

کرلو۔تو پہلے آگ کو بجھالینا چاہیے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر پیٹ کی آگ لگی ہے تو اسے بھی بجھالو' پہلے کھانا لو پھر نماز پڑھنا۔یعنی اگر بہت بھوک لگی ہوئی ہو تو زیادہ ڈسٹرب نہ ہونا۔تو اولیائے کرام نے کبھی شریعت کو مجروح نہیں کیا' نہ اُسے بائی پاس کیا ہے' نہ اسے Violate کیا ہے۔ بزرگوں کے جتنے بھی آستانے ہیں کوئی ایسا آستانہ آپ نے نہیں دیکھا ہوگا جہاں مسجد نہ ہو۔ہم نے تو کوئی نہیں دیکھا۔آپ نے شاید کوئی دیکھا ہو' مگر نہیں۔لاہور میں داتا صاحبؒ کا آستانہ دیکھیں تو مسجد سارے لاہور میں سب سے اچھی ہے۔' جد شریعت ہے' آستانے کو طریقت سمجھ لو۔تو انہوں نے طریقت کو مختصر کیا ہے اور شریعت کو زیادہ کیا ہوا ہے۔ ہر جگہ ایسا ہے۔میاں میر صاحبؒ کی مسجد دیکھ لو' شاہ جمالؒ کی مسجد دیکھ لو۔تو یہ لوگ شریعت کا احترام کرتے تھے بلکہ اپنے آستانے سے پہلے مسجد بنایا کرتے تھے۔تو وہ شریعت کو Violate نہیں کرتے۔آپ نے اس بات کا خیال نہیں کیا' غور نہیں کیا' اُن لوگوں کی محفل میں بیٹھا کریں' وہ اس کی کوئی نہ کوئی وجہ بتائیں گے' کوئی نہ کوئی بات سمجھائیں گے۔وہ کس طرح Violate کر سکتے ہیں۔جہاں بظاہر ترک ہے' وہاں کوئی اور بات ہوگی۔مثلاً کسی زمانے میں کوئی دل کا کافر ہو اور وہ مسجد کا نظام سنبھال کے بیٹھا ہو تو جو جاننے والا مومن ہے اُس سے اگر پوچھیں کہ تم کون ہو تو وہ کہے گا کہ میں تو اسلام سے باہر ہوں۔اس طرح وہ جان بھی بچاتا ہے اور ایمان بھی بچاتا ہے بلکہ ایمان کے کاغذات بچاتا ہے کیونکہ آنے والے دور کو اُس نے دینے ہیں۔اس کے پاس وہ پرزے ہوتے ہیں۔اگر ایک آدمی تلوار لے کے کھڑا ہوتا کہ وہاں سے کوئی صحیح مسلمان گزرے تو

اسے ذبح کردے تو اس بزرگ سے پوچھیں کہ تو کون ہے تو وہ کہے گا کہ میں تو ایسے ہی ہوں ۔

کافر عشق ہوں میں بندۂ اسلام نہیں

تو وہ کاغذات لے کے آگے چلا گیا اور پھر اگلے دور میں جا کے ساری بات کھل گئی۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ آنے والے دور کے لیے بات سنبھال کے رکھتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں کو بڑے غور سے دیکھا کرو۔ اگر انہیں احترام سے دیکھو گے تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا اور اگر تنقید سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ نہیں آئے گی۔ آپ کو بہت سارے اولیائے کرام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے کہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں داخل کرے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے اولیاء کا انکار کیا ان کو نور سے نکال کے ظلمات میں رجوع کرا دیتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے کسی کو اولیاء کہہ دیا' ولی کہہ دیا' بزرگ کہہ دیا اور پھر اس پر تنقید کر دی ہو۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کی بات وہ جانے اور تُو اپنی توڑ نبھا۔ تو ہر ولی سے وابستگی کی بجائے ایک سے وابستگی ہو اور وہ پوری ہو۔ وہ لوگ تو ٹھیک کر رہے ہیں۔ آپ بہت لوگوں سے نہ ملیں بلکہ ایک آدھ ہو۔ وہ کسی وجہ سے' کسی دور میں' کسی حساب سے کوئی بات مخفی رکھتے ہیں۔ باقی تو ہر جگہ مسجد کا احترام ہے' جماعت ہوتی ہے' ذکر ہوتا ہے' فکر ہوتا ہے' درس قرآن ہوتا ہے اور باقاعدہ ہوتا ہے۔ یہ ہر جگہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے۔

اب آپ اور پوچھو _____ بولو _____

سوال:

کسی ولی اللہ سے تعلق کیسے ہوتا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟

جواب:

پہلے بنیادی باتیں دیکھ لیں۔ پیدا ہونا ہے' یہاں کچھ عرصہ رہنا ہے اور پھر یہاں سے چلے جانا ہے۔ اور جانے سے پہلے کچھ کرنا ہے۔ جو کچھ کرنا ہے ان میں سے کچھ چیزیں تو یہیں کی یہیں چھوڑ جانی ہیں' ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک بڑھیا رو رہی تھی۔ اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہو؟ کہتی ہے وہ میری گٹھڑی لے گیا۔ تو اتنی زور سے کیوں رو رہی ہو؟ رو اس لیے رہی ہوں کہ وہ وہاں جا کے پھینک گیا' اگر اس نے پھینک جانی تھی تو پھر مجھ سے کیوں چھینی ہے۔ یہ بڑھیا جو ہے وہ دنیا ہے۔ اس سے آپ سامان چھینتے ہیں اور تھوڑی دور جا کے نامعلوم موڑ پہ پھینک جاتے ہیں اور آگے چلے جاتے ہیں۔ سامان کو آگے آپ لے جا نہیں سکتے۔ لوگ تو مرنے کے بعد آپ کا نام بھی چھین لیتے ہیں اور میّت کہتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ حالانکہ ساری عمر آپ اپنا نام اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ تو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ نام کی حد تک بھی یہ امانت آپ کو واپس لوٹانی ہے۔ باقی کیا کام رہ گیا؟ انسان نے ضرور جانا ہے۔ دوسری گنجائش آپ کے پاس یہ نہیں ہے کہ ساٹھ سال کی زندگی میں کم از کم بیس سال سونا ضرور ہے۔ عام طور پہ آپ دن تہرڈ یعنی آٹھ گھنٹے سوتے ہیں۔ کچھ سال نوکری میں بیچ دیتے ہیں تاکہ باقی کے سال گزریں۔ اس میں بچپن کی تعلیم اور بیماری کا وقت بھی نکال دیں۔ آپ کے پاس کچھ بنانے کے لیے چند سال ہیں کہ ان سالوں

میں کچھ بننا ہے۔ آپ کا لہجہ اور زبان عربی نہیں ہے۔ آپ اگر حلق سے بولیں تو آپ کے لیے ویسے ہی مشکل ہو جائے گی۔ کوئی عربی دان آئے گا اور اس میں ساری غلطیاں نکالے گا' کہے گا کہ کوئی بھی قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد اب تعلق باللہ کی ضرورت ہے اور تعلق بالدنیا کی ضرورت ہے' ماں باپ کے احکامات ہیں' اولاد کی ضروریات ہیں۔ تو اس زندگی میں آپ الجھن نہ ڈالیں۔ اللہ کے ساتھ تعلق اگر مفرد ہوتا' خالی توحید کا تعلق ہوتا تو شیطان بھی انس کے جلوے میں گم ہے' اللہ کو تو وہ مانتا ہے' سجدہ کے روپ میں۔ بہت سے اور لوگ ہیں جو رسالتؐ کے بغیر خدا کو مانتے ہیں۔ تو پھر آپ نے صرف اللہ کو ہی نہیں ماننا بلکہ اللہ کو ماننے کے ساتھ ہی رسالتؐ کو ماننا ہے۔ اب آپ اللہ کے ساتھ یک لخت انسان کے پاس آ گئے۔ اللہ نے خود فرمایا ہے کہ اگر مجھ سے محبت چاہتے ہو تو آپؐ سے محبت کرو' پھر میں تم سے محبت کروں گا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ تو اللہ اس محبت کی راہ دکھا رہا ہے یعنی محبت مصطفیٰ ﷺ کی راہ اللہ دکھا رہا ہے۔ پھر اللہ کا یہ بیان ہے کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اندازہ لگاؤ کہ اللہ ہو کر مخلوق پر درود بھیجنا' مخلوق میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا اور اس پر درود بھیجنا' بڑے غور والی بات ہے۔ تو تعلق بنانے سے پہلے یہ باتیں جاننی چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ایک فرد کا انتخاب کیا اور اتنا انتخاب کیا کہ ان کو باعث تخلیق کائنات کہا۔ یہ بات خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں اور اپنے فرشتوں سمیت درود بھیج رہے ہیں۔ پھر اللہ کا یہ کام ہے کہ ایک وقت مقررہ کے بعد آپؐ کو بلا لیا' دنیا چھوڑنے کو کہا' اور تکلیف سے بھی

گزارا' فتح سے بھی سرفراز کیا' کمزوری بھی دکھائی _____ اور لگاتار درود بھی بھیج رہا ہے۔ آپ لوگوں نے پڑھا ہوگا کہ حضور پاک ﷺ فاقہ سے بھی ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ درود بھی بھیج رہا ہے اور فاقہ بھی بھیج رہا ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھنی چاہیے کہ تعلق کی انتہا والے لوگ کون ہیں۔ جن کا اللہ سے سب سے بڑا تعلق ہے وہ یہ مقام رکھتے ہیں کہ فاقہ بھی ہے' یتیمی بھی ہے' منافقوں سے بھی معاملہ ہے' دشمن بھی ہیں' مشکلات بھی ہیں اور اللہ کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ تو یہ ہے تعلق باللہ کی شان۔ تعلق باللہ کی ایک اور شان یہ ہے کہ پیغمبر کو کنوئیں میں گرا دیا۔ وہ ایک پیغمبر کے بیٹے بھی تھے۔ بیٹا بھی ایسا کہ بہت پیارا' اور وہ بھی پیغمبر۔ یہ ہے تعلق باللہ والوں کی بات۔ یعنی جن کا اللہ سے تعلق ہے ان کا سفر کنوئیں سے شروع ہو رہا ہے۔ تو یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کنوئیں سے شروع ہو رہی ہے' پھر غلاموں کی طرح بکے۔ وہ حسن و جمال کا ایسا پیکر تھے جس کی تعریف اللہ خود فرماتا ہے۔ پھر اپنی مملکت میں غلام ہو کے جانا۔ اپنے دیس میں پردیسی ہو کے جانا' یہ خاص بات ہے' راز کی بات ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلق والوں کی بات بتائی ہے کہ تعلق ہوتا کیا ہے اور تعلق والے کس راہ سے گزرتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ تو آپ سب کو پتہ ہی ہے۔ تو یہ دیکھیں کہ تعلق باللہ کو کس راستے سے گزارا جاتا ہے۔ آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور دیکھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تعلق اور تذبذب اکٹھے ہو جائیں۔ پھر کچھ بھی نہیں ملے گا۔ تعلق یہ ہے کہ جس کے ساتھ آپ کو اپنے سے زیادہ لگن ہو' اس کے حکم پر لبیک کہنا۔ اس تعلق والے شخص کی Contribution صرف یہی ہے۔ یعنی اس کا تعلق ایک انسان کے ساتھ

ہے' جو اللہ کی طرف اس کا وسیلہ ہے' اللہ تعالیٰ انسانوں کو وسیلہ بنا رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ انعمت علیھم ـــــ جن لوگوں کی راہ اللہ کی راہ ہے' ان لوگوں کے ساتھ وابستہ ہو کے چلنا' ان کو وسیلہ بنانا' ان کے ساتھ تعلق بنانا۔ آپ نے تعلق کے جو فرائض پوچھے ہیں تو وہ یہ ہیں' مثال کے طور پر آپ کو ایک بیماری ہے' ڈاکٹر صاحب نے بیماری کے لیے ایک ایسا علاج تجویز کیا جو عام خیال کے مطابق بیماری کا باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر تو وہ ہے۔ اب کیا کیا جائے؟ ڈاکٹر کا تعلق بیماری سے ہے' لہٰذا وہ دوائی کھاؤ۔ دقت وہاں ہوتی ہے جب آپ کتاب سے کچھ شریعت پڑھ لیتے ہیں اور تعلق پیر صاحب سے بنا لیا' اس نے آپ کو ایک بات بتائی ہے جو آپ نے کتاب سے ابھی نہیں پڑھی' آپ کہیں گے کہ جو بات آپ کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ قرآن کے علاوہ ہے۔ تو آپ پیر صاحب کو بھی نصیحت کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تعلق آپ کو نہیں ملے گا۔ تو راز کیا ہوا؟ اُس سے اللہ کے لیے تعلق ہو۔ مولانا رومؒ کہتے ہیں ؎

ہر کہ پیرو ذات حق را یک ندید
نے مریدو نے مرید و نے مرید

اور یہ کہ ؎

پیرِ کامل صورتِ ظلِ الٰہ

تو یہ بات مولانا رومؒ کہہ رہے ہیں۔ تو اللہ کی راہ میں جس سے تعلق ہے' اس کے احکام کی اتنی اہمیت ہے جیسے کہ وہاں سے ہوں۔ اللہ کی بات اللہ جانے۔ اور حضور پاک ﷺ کی بات آپ لوگوں کے لیے کتنی اہم ہے؟ آپ کہیں گے کہ اتنی

ہی اہم ہے۔تو آپ فرق بیان نہیں کر سکتے۔ جہاں آپ کے ذہن میں فرق آ گیا وہاں آپ کا ایمان ختم۔اس طرح کا آدمی گمراہ ہو جائے گا' جو اللہ کو حضور پاک ﷺ پر فوقیت دے یا حضور پاک ﷺ کو اللہ پر فوقیت دے۔اس لیے یہ بڑی نازک بات ہے۔ یہ فوقیت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ صرف ماننے کی بات ہے۔ یہ جاننے کی بات بھی نہیں ہے۔آپ جان نہیں سکتے کہ یہ مقامات کیا ہیں۔ پھر حال پر جس شخص کے ساتھ آپ کا تعلق ہے اس کی بات مانو۔ یہ کہتے ہیں بزرگ۔وہ شریعت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ شریعت وہ لفظ ہے جو تمہارا شیخ تمہارے کانوں میں چپکے سے کہہ دے۔اب یہ بات بتانے والی نہیں ہے' یہ بات کتابوں میں نہیں ہے۔کسی صاحب طریقت کا بیان سنو ۔

چاچڑاں وانگ مدینہ ڈسے
تے کوٹ مٹھن بیت اللہ

تو وہ چاچڑاں شریف کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرے لیے مدینہ ہے اور وہ بیت اللہ ہے۔اور سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ۔

مرشد دا دیدار ہے باہوؒ مینوں لکھ کروڑاں حجاں ہُو

انہوں نے حج کو جو "حجاں" کہا ہے اس میں بڑے معانی ہیں۔اصل چیز یہ ہے کہ اُس شیخ کی بات اہمیت رکھتی ہے۔تو خواجہ غلام فریدؒ نے کہا کہ میرا عشق بھی تو ہے' ایمان بھی تو' دیدار بھی تو' میرا اللہ بھی تُو ہے اور دین بھی تُو ہے۔تو وہ شیخ جو بات کہے گا وہ پوری ہو گی۔ تعلق کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ملنے سے' اس کے ساتھ سفر کرنے سے' اس کی بات سننے کے لیے' اس سے پہلے کا علم ترک کر دو۔

شریعت کا آپ لوگوں کا جو Concept ہے یہ مفروضہ ہے اور وہ جو Concept دے گا' وہ وہاں سے ہوگا۔ وہاں پہ ابتدا سے کلمہ پڑھنا پڑتا ہے۔ سلطان العارفین فرماتے ہیں کہ

کلمہ پیر پڑھایا ہوتے میں سدا سہاگن ہوئی

تو وہ شروع سے بتاتے ہیں۔ ان لوگوں سے تعلق لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی بات سے اپنی بات کا آغاز کرو۔ ورنہ تو آپ انہیں سکھانے لگ جائیں گے کہ پیر صاحب آپ بتائیں کہ آپ کیا کرتے ہیں' یہ بتائیں کہ یہ کیوں نہیں کرتے ____ ایک بات یاد رکھنا کہ مسلمانوں کے کسی بھی گروہ کے خلاف مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی گروہ موجود ہے۔ اس طرح آپ بڑی مشکل میں ہیں۔ تو ہر گروہ کے مقابلے میں کوئی نہ کوئی گروہ بنے گا۔ اصل میں ہوا یہ کہ دو آدمیوں کا آپس میں اختلاف ہوا' وہ گروہ ساز بن گئے اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کش مکش شروع کرادی۔ فرض کرو کہ لوگ "یارسولؐ اللہ" کہتے ہیں تو دوسرے کو کیا تکلیف ہے جو نہیں کہتا۔ ان سے پوچھو کہ انہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ تو رسولؐ کا نام لیتے ہیں' اپنے پیارے نبیؐ کا نام لیتے ہیں' کھڑے ہو کر سلام پڑھتے ہیں اور ادب سے بات کرتے ہیں۔ تو کرنے دو۔ تمہیں ان سے کیا بحث ہے۔ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ ماضی ہیں اور انہیں حال نہ سمجھو۔ اگر حال نہ سمجھیں تو پھر کلمہ نہیں بنتا آپ کا۔ پھر کلمہ ہے ہی نہیں۔ آپ لوگ یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضورؐ اللہ کے رسولؐ تھے۔" "تھے" سے تو ایمان نہیں بنتا۔ بلکہ "ہیں" سے ایمان بنتا ہے۔ اور "ہیں" کو بھی آپ نے دیکھنا ہے۔ اپنے ایمان

کا جائزہ لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں یقیناً اندھا ہوگا۔ گویا کہ آپ اپنے ایمان کی صورت یہاں سے دیکھ کے جاؤ کہ جو ایمان آپ نے رکھا ہوا ہے وہ کیسا ہے' جس کو آپ مان رہے ہیں وہ کیسی بات ہے؟ آپ مستقبل کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں کہ ہم مستقبل کی بات کر رہے ہیں۔ آپ کو مستقبل میں یہ یقین ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب آپ نہیں ہوں گے' یا "نہیں" ہونے والے ہوں گے۔ مستقبل کے بارے میں دانا آدمی اتنا ضرور سوچے کہ وہ آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھ کے جائے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ تعلق کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو اس کا آخری وقت اس کے آخری وقت سے پہلے دکھائے۔ اگر آخری وقت کو آخری وقت سے پہلے دیکھا جائے' یہ پتہ چل جائے کہ یہ آخری وقت ہے تو اگر اُسے کہا جائے کہ دشمن کو معاف کر دے تو وہ کہے گا کہ میں جا تو رہا ہوں' لہٰذا اب اسے معاف کر دوں۔ تو آپ اُسے اگر زندگی میں معاف کر دیں تو کتنی اچھی بات ہے۔ یعنی کہ یہ غصہ تو آپ ساتھ لے کے جا نہیں سکتے۔ غصہ' نفرت' لالچ اور دوسری غیر اخلاقی باتیں جو ہیں دین والوں کو یا اخلاق والوں کو کیا ضرورت ہے کہ انہیں روکیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس لیے منع کر رہے ہیں کہ عاقبت کے سفر میں غصہ کرنے والا عافیت حاصل نہیں کر سکتا۔ غصہ خود ہی رکاوٹ ہے۔ ایسا آدمی اگر مر رہا ہو تو وہ کہے گا کہ میں اس کو معاف نہیں کرتا بلکہ روزِ محشر اس آدمی کے خلاف حساب ہوگا' اس کو ہم اللہ کے حوالے کریں گے۔ تم اس کے خلاف مقدمہ دائر کرنا اور پڑوسی تمہارے خلاف مقدمہ کرے گا۔ اگر اس کو معاف کر کے جاؤ تو

وہ تمہیں معاف کر کے جائے گا۔ اقبالؔ نے کہا تھا کہ ؎

نہیں بے گانگی اچھی رفیقِ راہِ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

دو مسافر اگر دشمن بھی ہوں' ایک سفر پر جا رہے ہوں' ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور جب دونوں کو یقین ہو جائے کہ کشتی ڈوبنے لگی ہے تو گلے مل مل کے روئیں گے۔ گرچہ وہ ہیں دشمن لیکن انہیں یقین آ گیا کہ کشتی اب ڈوبنے والی ہے' تو ڈوبنے کا اندازہ یا اندیشہ جو ہے وہ دشمنوں کو دوست بناتا ہے۔ اور سب زندگیاں تو ڈوب رہی ہیں مگر پھر بھی اَنا اور غصہ موجود ہے۔ یہ جو لالچ ہے اور خوف ہے' تو اللہ تعالیٰ نے بار بار تعلق والوں کو بتایا' ارشاد فرمایا کہ الاان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون میرے بندے ہیں ہی وہی جن کو خوف اور حزن نہیں ہے۔ خوف ہوتا ہے آنے والی چیز کا اور ملال ہوتا ہے گئی ہوئی چیز کا۔ گویا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو آنے والی زندگی میں اللہ کی ذات پر اعتماد ہے اور جانے والی زندگی میں استغفار سے معافی ہو گئی۔ جو ہو چکا ہے اس پر ملال نہ کر' اس پہ توبہ کر اور جو آنے والا ہے وہ اللہ بہتر فرمائے گا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو ہوا صحیح ہوا' جو ہو رہا ہے ٹھیک ہو رہا ہے اور جو ہو گا وہ بھی بہتر ہو گا۔ تو انہیں ملال اور حزن نہیں ہے' اور یہ اللہ کے دوست ہیں۔ تو اللہ کے دوست کون ہیں؟ جن کو اللہ پر بہت زیادہ بھروسہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت خود کہہ رہی ہے کہ مجھ سے مایوس نہ ہونا۔ رحمت کیا ہوتی ہے؟ اگر رحمت انسان کو اس کے اعمال کی زد سے نہ بچائے تو پھر رحمت کیا ہوتی ہے۔ رحمت

انصاف تو نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ انصاف کرنے پر آ جائے اور آپ کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہو جائے تو یہ تو غضب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انا انذرنکم عذابا قریباً یوم ینظر المرء ما قدمت یدہ ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا۔ ہم تمہیں اس وقت سے ڈرا رہے ہیں' ایسا وقت آئے گا جو عذاب کا وقت ہوگا جب انسان کو اس کے اعمال دکھا دیے جائیں گے' تو کافر کہیں گے کہ کاش ہم مٹی ہوتے۔ گویا کہ اگر آپ اپنے اعمال کے حوالے سے اپنا نتیجہ لینے جائیں تو یہ تو بڑے عذاب کی بات ہوگی۔ اور رحمت کیا ہے؟ یہ عذاب سے بچاتی ہے اور تمہیں تمہارے اعمال کے نتیجے سے بچاتی ہے۔ اعمال کے نتیجے سے بچانے والی شے کیا ہے؟ توبہ ____ تعلق میں توبہ کا ہونا تعلق کی ابتدا ہے۔ تعلق کی شرط یہ ہے۔ وہ جو توبہ کرائے' وہ جو آپ کو آپکا مستقبل دکھائے' Ultimate مستقبل دکھائے' وہ جو بھی کہے آپ اُسے پورا کرو۔ تعلق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حکم میں اس طرح آ جائیں جیسے آپ اللہ کے حکم میں ہوں۔ تعلق قائم رکھنا اسی بات کو کہتے ہیں کہ اس کا خیال ہو اور اس کا عشق ہو ؎

عشق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

گویا کہ نماز Sufficient نہیں ہے بلکہ نماز میں عشق Sufficient ہے' ضروری ہے۔ اقبالؔ نے کہا ہے کہ ؎

تیرے نقشِ پا کی تلاش تھی جو جھکا رہا میں نماز میں

وہ کہتے ہیں کہ نماز میں اگر غیر کا خیال آ جائے تو نماز فسخ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آسانی فرمائی کہ نماز میں اپنے ساتھ سب کا خیال دیا۔ سجدے میں اس کا خیال ہے اور ابتداء ہو رہی ہے رب العالمین کے نام سے' ہم سب پر رحم فرما' ہمیں راستہ دکھا' ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا اور ان کا راستہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب ہوا۔ پھر عباد الصالحین کا ذکر آتا ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آتا ہے' ان کی آل کا ذکر آتا ہے' حضور پاک ﷺ کا ذکر آتا ہے' آپؐ کی آل کا ذکر آتا ہے' نمازی کے والدین کا ذکر آتا ہے' اولاد کا بھی ذکر آئے گا۔ اب اس میں یکسوئی کی بات ہی کوئی نہیں۔ نماز تو ہے احوالِ واقعی۔ گویا کہ اللہ کے ساتھ آپ دنیاوی بات کر رہے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میرے ماں باپ پر رحم کر اور خود ان پر رحم نہیں کرتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اُس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ جو اللہ سے کہتا ہے کہ میری اولاد کو نمازی بنا اور خود انہیں نماز نہیں سکھاتا تو وہ جھوٹا ہے۔ اس لیے یہ ساری باتیں جاننے کے بعد تعلق کی ابتداء قوی دلیل سے ہونی چاہیے۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ بغیر قوی دلیل کے کسی انسان سے تعلق مت بناؤ۔ یہ یاد رکھنا کہ اللہ کی تلاش کرنے والا جب بھی پہنچے گا بندے کے پاس پہنچے گا۔ یعنی تلاش اللہ کی ہے مگر پہنچے گا بندے کے پاس۔ Throughout یہی واقعہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ ہے تعلق کا سارا راز۔ تو تعلق کو آپ کیسے Define کرو گے؟ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو' اُس کی بتائی ہوئی بات کو Follow کرو' اس کی خدمت بھی کرو' اس کا نام یا اس کا مضمون بھی چلاؤ کہ اس نے یہ فرمایا اور اس نے ہمیں یہ بتایا اور اس کی یہ بات ہے۔ اس طرح بتاتے جاؤ کہ اس روز

یہ ارشاد ہوا' پھر یہ ارشاد ہوا_____ اس طرح کتاب بن جائے گی۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے راستے میں اس وقت کا ضرور کوئی نہ کوئی ساتھی مل جاتا ہے جو آپ کے ساتھ سنگت بناتا ہے اور پھر آپ کے ساتھ واقعات ہوتے ہیں۔ تو تعلق جو ہے یہ ضروری ہے۔ آپ تعلق والوں کی حالت کو ضرور دیکھنا' تعلق والوں کی حالت کسی آسودگی کی وجہ سے نہیں ہے' غریبی ہو تب تعلق قائم ہے' دولت ہو تب تعلق قائم ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ تعلق قائم ہو جانے کے بعد دنیاوی حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں میں ہر حالت کر کے دکھائی ہے۔ پیغمبروں کو تکلیف دے کے بھی دکھائی ہے' دوسرے واقعات بھی کر کے دکھائے ہیں تا کہ یہ پتہ چل جائے کہ میرے ساتھ تعلق جو ہے اس میں نہ غریبی رکاوٹ ہے اور نہ دولت رکاوٹ ہے' نہ غریبی جواز ہے اور نہ دولت جواز ہے۔ غریب اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو غریبی مبارک ہے۔ ارشاد ہے کہ الفقر فخری مجھے غریبی پر فخر ہے۔ اور اگر غریبی میں اللہ کی رحمت سے مایوسی ہو جائے تو کاد الفقر ان یکون کفراً عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ اگر دولت تمہیں اللہ کی طرف جھکا دے تو اس سے بڑی رحمت کوئی نہیں ہے اور دولت تمہیں باغی بنا دے تو یہ عذاب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جو ہے وہ حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ اور شیخ سے تعلق بھی حالاتِ زمانہ کے بغیر جانچنا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم نے یہ بات کہی تھی مگر کام نہیں ہو رہا۔ وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا مگر تعلق تو تعلق ہے۔ اگر آپ کے ابا حضور آپ کا کہنا نہ

مانیں تو بھی وہ ابا تو رہیں گے' تعلق قائم رہے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا ہر کہنا مان لیتے تو پھر تمام کافر ختم ہو جاتے' یہودی بھی فی النار والسقر ہو جاتے اور پھر کائنات میں کوئی شے رہ نہ جاتی۔ مسلمانوں نے تو دعائیں مانگی ہوئی ہیں کہ ان کو دریا میں غرق کر' ان کی بستیوں کو غرق کر' ان کی آل کو غرق کر' یہودیوں کو تباہ کر دے بلکہ ہنود و یہود کو تباہ کر دے' مسلمانوں کو سرفراز کر دے' مسلمانوں کو دنیا کا بادشاہ بنا دے _____ حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ مجھ سے مانگو' میں دوں گا۔ یا تو مانگنے میں غلطی ہے' یا پھر اس نے دے دیا ہے' مگر سمجھ نہیں آ رہا۔ کوئی تو ایسی بات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ اللہ کی بات اور آپ کی سمجھ میں فرق ہے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو اور آپ بار بار مانگتے ہو مگر وہ پوری نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ کہیں نہ کہیں' کچھ نہ کچھ فرق ہے۔ آپ بتاؤ کہ وہ "کہیں نہ کہیں" کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں ضروری نہیں کہ دعا پوری ہو۔ عین ممکن ہے کہ نہ پوری ہو۔ اللہ کے ایک پیغمبر نے نو سو سال اللہ کی خدمت کی یعنی نوح علیہ السلام نے۔ اُنہوں نے محنت کی' خدمت کی اور ان پر اللہ کے احسانات بھی تھے۔ بیٹا طوفان کی نذر ہونے لگا تو نوح علیہ السلام نے خواہش کی' دعا کی' دل میں ملال تھا۔ اللہ نے کہا کہ کیوں ملال کرتے ہو' اب اس کے لیے پریشان ہو رہے ہو جو تم میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارا کہنا ماننے والا نہیں ہے۔ اللہ سے یہ تو کہہ سکتے تھے کہ اگر ہم میں سے نہیں ہے لیکن بیٹا تو ہے' اُسے دعا کے طور پر دے دے۔ لیکن پیغمبری کسے کہتے ہیں؟ پیغمبر آزردہ نہیں ہوتے' پیغمبری سے استعفیٰ نہیں دیتے' تو انہوں نے کہا کہ جو تیری رضا ہے وہی

والے کو ہر طرف حق نظر آئے گا۔ جو چیز آپ کو حق کے علاوہ نظر آ رہی ہے یہ آپ کے عقیدے کے علاوہ ہے۔ اور آپ کا پیر جو عقیدہ بنا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ تُو توحید کا عقیدہ رکھ۔ توحید کے عقیدے میں جھگڑا کوئی نہیں ہے' کافر بھی اس کے ہیں' مومن بھی اس کے ہیں' غریب بھی اس کے ہیں' امیر بھی اس کے ہیں۔ تُو درمیان میں کون ہے' تیرا ان باتوں سے کیا تعلق ہے۔ اب توحید میں یہ بات جائز ہے۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں آدمی کو مر جانا چاہیے' تو اس کے خیال میں آپ کو کب تک زندہ رہنا چاہیے۔ اس کے خیال میں تو آپ غیرِ حق ہیں۔ وہ بھی ایک حق رکھتا ہے۔ کافر بھی اپنا حق رکھتا ہے۔ کافر کا شعورِ حق موجود ہے۔ آپ کا شعورِ حق بھی موجود ہے۔ آپ کے خیال میں وہ کافر ہے' اس کے خیال میں شاید آپ ہی کافر ہوں۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ایک درویش نے یہ خیال کیا کہ یا اللہ یہ پہاڑ نہ ہوتے تو دوسرے علاقوں سے ہمارا رابطہ ہو جاتا۔ یہ بات میں نے پہلے بھی آپ کو سنائی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ آ گئی کہ تو ہماری کائنات میں نقص نکالتا ہے' آج سے تیرا نام ہم نے مردودوں میں لکھ دیا۔ وہ سمجھ دار تھا' اس نے سجدہ کیا اور کہا کہ آپ جہاں بھی نام لکھیں ہم راضی ہیں۔ وہ نفسیاتِ الٰہی پہچان گیا۔ اللہ نے کہا کہ جا تجھے ہم نے معاف کیا اور تیرے درجات میں اضافہ کیا اور انہیں بلند کیا۔ یہ بھی ایک مقام ہے۔ اس کائنات میں نقص نکالنے والوں کو اور تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کے بزرگ نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ تو اپنا راستہ طے کر' تیرے راستے میں حق ہی آئے گا۔ فرض کرو کہ ایک شخص غلط راستے سے جا رہا ہے اور وہ مشکل راستہ ہے' غلط راستہ ہے' ابتلا کا راستہ ہے' تھوڑا سا گناہ کا بھی راستہ ہے'

بیچارہ ملوث ہوگیا' اس پہ چل پڑا' اللہ پر بھروسہ بھی نہ تھا' اس کو کچھ شکوک وشبہات بھی رہے کہ خدا ہے کہ نہیں' چلتے چلتے کسی خوش قسمت لمحے میں اس کو حقیقت مل گئی' حقیقت کی منزل مل گئی۔ اب حق کی منزل پر پہنچنے والے کے لیے' اس کا سارا وہ سفر جو غیرِ حق تھا' وہ بھی حق ہے۔ انجام حق ہوگیا۔ جب انجام حق ہوگیا تو وہ انجام حق میں جاں بحق ہوگیا' تو سارے کا سارا سفر حق تھا' یہ بھی حق تھا اور وہ بھی حق تھا' پتہ نہیں کس کے طفیل کیا ہوا۔ وہ مڑ کے دیکھے گا تو سارا راستہ ہی حق ہوگا۔

سوال:

''جاں بحق'' کا لفظ بڑا خوب صورت استعمال ہوا ہے' کیا بات ہے۔

جواب:

کیسی بات ہے' یہ وصال ہوگیا۔ مطلب یہ کہ ایسا مقام آ جاتا ہے۔ اس لیے جس نے یہ کہا کہ ہر آواز کو آوازِ حق سمجھو اس نے ٹھیک کہا۔ ایک اور مقام بھی ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے لیے ایک پیغام بھی ہے۔ جب انسان کو ایک مقام میں کوئی دِقّت پیدا ہوگئی' ایسا سوال پیدا ہوگیا کہ جو سوال وہ کسی انسان سے برملا کہہ نہیں سکتا۔ سوال سخت ہے اور جواب فوری چاہیے مگر وہ کسی سے جا کے یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میرے گھر میں یہ فتور پیدا ہوگیا' یا دل میں یہ ہوگیا یا رُوح کے اندر ہوگیا۔ بس ایک خطرناک سوال ہے جسے وہ بیان نہیں کر سکتا لیکن جواب فوری چاہیے۔ ایسے میں جب وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر کسی رجال الغیب کو مامور کر دیا جاتا ہے کہ اس کو پیغام دے دو۔ چلتے چلتے اگر بس میں بیٹھے ہوں تو ایک آواز آتی ہے کہ اس کو یوں کر لو' چھوڑ دو اس بات کو۔ وہ کہہ کے چلا گیا۔ یہ

ایک Stray آواز تھی اور ہر آہٹ پہ آپ کے کان لگے ہوئے تھے۔ وہ آہٹ دے کے چلا گیا اور آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ وہ آواز عین حق ہے۔

سوال:

یہ بالکل بجا ہے کہ ایسے مرحلے آتے ہیں لیکن اس میں ڈر یہ ہے کہ بندہ شگون لینا شروع کر دیتا ہے۔

جواب:

شگون کی بات اور ہے۔ شگون آواز نہیں ہوتا۔ شگون کسی واقعہ کا ترجمہ ہوتا ہے۔ آواز اور چیز ہے' شگون اور چیز ہے۔ شگون کسی واقعہ کی آپ کے مزاج کے مطابق یا مزاج کے برعکس ایک Reading ہے۔ وہ تو ایک آواز آئی تھی۔ جو آواز آپ کو آ رہی ہے وہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔ شگون لینے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ آپ اپنے آپ کو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر خوش قسمت سمجھ لیں' تھوڑی دیر کے لیے سمجھ لیں' اگر زندگی کسی مشکل سے گزر رہی ہے تو خوش قسمت پر جو مشکل آ رہی ہے وہ اس کی خوش قسمتی کا حصہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خوش قسمت آدمی ہوں اور یہ جو ابتلا ہے یہ میری خوش قسمتی میں اضافہ ہے۔ جب یہ آپ کی Conviction نہ ہو تو آپ کے لیے بڑی مشکل ہو گی' Wavering mind ہو گا۔ اگر آپ نے اپنا نام مومن رکھا ہے تو غریبی کے باوجود مومن ہیں' امیری کے باوجود مومن ہیں' بیماری سمیت مومن ہیں بلکہ ہر حال میں' زندگی اور موت کے ہر درجے میں آپ مومن ہیں۔ فیصلہ آپ پکا کر لیں۔ اگر آپ یہ کہیں کہ کافروں کو تو اتنی آسانیاں ہیں' ہم کیا مومن ہیں' ہمیں تو وہ آسانیاں نہیں ہیں' تو آپ

کے مومن ہونے میں فیصلہ ابھی باقی ہے۔ اگر آپ نے فیصلہ کرلیا کہ ہم خوش قسمت ہیں تو ہر واقعہ خوش قسمتی کا باب ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ دنیا میں جتنے خوش قسمت آئے ان پر سب کچھ ہوا۔ بیماری کا دیکھو تو کیا کسی پیغمبر کو کوئی بیماری آئی؟ آپ کہیں گے کہ ضرور آئی تھی۔ گویہ کہ پیغمبر پر بیماری کا آنا ان کے لیے خوش قسمتی کی بات ہے' وصال کی بات ہے' اللہ کے تقرب کی بات ہے کیونکہ وہ خوش قسمت انسان ہیں۔ اور اگر آپ خوش قسمت ہیں تو ہر طرح کی ابتلا جو ہے یہ خوش قسمتی کی دعوت ہے۔ اور اگر آپ نے ابھی یہ فیصلہ کرنا ہے کہ میں خوش قسمت ہوں کہ بد قسمت ہوں تو پھر بہت مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حق والا جو ہے وہ ہر آواز کو حق سمجھے۔ ہر آواز جو ہے وہ اس کے لیے فطرت کی آواز ہے۔ اس پہ قرآنی آیت کا فیصلہ ہے۔ فاینما تولوا فثم وجه الله جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ کا چہرہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ سے محبت ہوگئی ہے لیکن اللہ کا چہرہ نظر نہیں آ رہا۔ یعنی کہ ان دیکھے محبت ہوگئی' بن دیکھے محبت ہوگئی' میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر اللہ کا ارشاد ہے کہ جدھر بھی دیکھو اللہ کا چہرہ ہے۔ اب اللہ تو چہرہ نہیں رکھتا مگر وہ خود کہہ رہا ہے کہ اللہ کا چہرہ ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ یہ راز کیا ہے۔ یہ کس کو بتایا جا رہا ہے؟ جس کو محبت ہو۔ محبت والے کے لیے دشمن کا چہرہ بھی پیغامِ الٰہی ہے' جلوۂ حق ہے۔ حالانکہ وہ دشمن کا چہرہ ہے۔ کافر کا چہرہ مومن کو ایمان سکھا سکتا ہے' حالانکہ وہ کافر کا چہرہ ہے۔ چہرے نہ کافر ہوتے ہیں نہ مومن ہوتے ہیں' چہرے صرف حسن ہوتے ہیں اور یہ اللہ کی نشانی ہوتی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ چہرے پہچان کے لیے ہیں لیکن اس میں کافر اور مومن کی

بات نہیں ہے۔ کافر یا مومن ایک عمل ہے' کوئی اور واقعہ ہے۔ سوال کا اگلا باب اور آسان ہے کہ آپ پہلے یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ نے اپنے آپ کو کس منزل کا مسافر رکھا ہوا ہے۔ حقیقت کی منزل جو ہے وہ حقیقت سے ہی گزرتی ہے۔ حقیقت کی منزل کا مسافر راستے کے ہر قدم کو منزل سمجھتا ہے۔ اس کی منزل دور نہیں ہوتی کیوں کہ اس کا ہر Step ہی منزل ہے۔ منزل جو ہے یہ حقیقت کے مسافر کی ہم سفر ہوتی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ ہم سفر ہوتی ہے تو وھُـــوَ معکم این ما کنتم تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ جس کی طرف تم جا رہے ہو وہ تو تمہارے ساتھ چل رہا ہے۔ وہ ایک ''طرف'' نہیں ہے بلکہ وہ تو ہمہ جہت ایک مضمون ہے' ایک واقعہ ہے۔ آپ جس طرف جا رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ چل رہا ہے۔ حج صرف وہاں جا کے کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ حج کی نیت سے ہی حج شروع ہو گیا' ارادے سے حج شروع ہو گیا۔ نیکی کی منزل کا سارا راستہ نیک ہے۔ نیکی کے سفر کا ارادہ نیک ہے' سفر نیک ہے' سفر کا ہر مقام نیک ہے' اور سفر کا انجام بھی نیک ہے۔ اس لیے آپ یہ بات سوچیں کہ آپ کی نیت درست ہو گئی تو کائنات میں ہونے والے سارے واقعات آپ کے حق میں ہوں گے۔ جب کوئی بہت ابتلا میں ہو تو اُسے ساری دنیا غم میں مبتلا نظر آتی ہے' سارے پریشان نظر آتے ہیں۔ جو بے ایمان ہو وہ کہتا ہے کہ سارے ہی بے ایمان ہیں' سارا سماج ہی خراب ہوا پڑا ہے' سارے ہی جھوٹ بولتے ہیں' سب کچھ غلط ہو رہا ہے' حکومت خراب ہے' عوام خراب ہیں' سیاست خراب ہے۔ یعنی کہ وہ بے چارہ اپنی خرابی کی سند تلاش کرتا پھرتا ہے۔ اس سے پوچھو کہ کیا تم بھی خراب ہو تو وہ

کہے گا کہ ہاں ہم بھی خراب ہیں۔ خراب آدمی ساری کائنات میں خرابی تلاش کر کے اپنے آپ کو مستند سمجھتا ہے۔ نیک آدمی کو کائنات میں ہر طرف نیکی نظر آتی ہے' جلوے والے کو کائنات میں جلوہ نظر آئے گا اور بزنس والا کہے گا کہ السلام علیکم' آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے۔ اب وہ تعلق کو بینک بیلنس میں ٹرانسفر کرے گا۔ کیوں کہ وہ بزنس والا ہے۔ بزنس والے کو تعلقات بزنس نظر آئیں گے' دوستی والے کو دوستی نظر آئیں گے اور جس کو کوئی خطرہ ہے وہ کہے گا کہ آپ میرے دوست بن جائیں' کیا آپ کے پاس کوئی کلاشنکوف ہے' کوئی پستول ہے۔ اس بیچارے کو لڑائی جھگڑا اور فساد نظر آئے گا۔ جس کو جیسی خواہش ہوگی وہ اپنے تعلقات کو اسی طرح بناتا جائے گا' جس کو وظیفے کی ضرورت ہو وہ پوچھے گا کہ آپ کو کسی وظیفے کا پتہ ہے۔ پھر وہ کتاب کھولے گا کہ اس میں کون سا وظیفہ ہے' میرا خیال ہے کہ اس کتاب میں سر درد کا وظیفہ ہے' جلدی جلدی وہ کتاب منگواؤ' کتاب پڑھی اور پڑھنے کے بعد وظیفہ شروع کر دیا۔ نیکی کے شوق والا کہے گا کہ نیکی کا کوئی اور باب بتاؤ' نیکی کی کوئی اور خبر بتاؤ۔ نیک آدمی کو اس کائنات میں نیک راہیں ملیں گی اور بدی والا بدی تلاش کر لیتا ہے' جو نیک ہو اس کو بدی ملتی ہی نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میرے شہر میں تو بدی نہیں ہوتی' ہے ہی نہیں۔ تو یہ ہے آپ کی نیت کا پھل۔ اگر آپ حق کی طرف جا رہے ہیں تو آپ کو ذرہ ذرہ' پتہ پتہ' سارے کے سارے حق کا پیغام دیں گے کہ یہ حق کا پیغام ہے اور ہر رنگ میں اس کا جلوہ ہے۔ جو جلوے کی تلاش میں نکلا اس کو ہر طرف جلوہ نظر آئے گا۔ نیت ہی آپ کا انجام ہے۔ اس راہ میں پہلا قدم ہی آخری قدم ہے۔

آپ یہ فیصلہ کرلیں۔ بات سمجھ میں آئی؟ جس وقت قدم اٹھایا' اس وقت ایک نیت ہے کہ قدم کیوں اٹھایا۔ قدم اس لیے اٹھایا کہ ایک بدراستے کی بجائے نیک راستے کی طرف جانا ہے۔ یہ خود بخود ہی توبہ ہوگئی۔ نیکی کی تمنا بھی بعض اوقات تو بہ ہے۔ بعض اوقات ایک گناہ گار آدمی دل میں سوچتا ہے کہ شاید میرا انجام نیک ہوجائے' تو یہ بھی توبہ ہے۔ برا آدمی' برائی میں مبتلا' اپنے تصوّر میں سوچتا ہے کہ شاید میرے ساتھ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمادے' تو یہ توبہ ہے اور یہ بخشش کا بڑا طریقہ ہے۔ یعنی کہ آپ رحم کی اُمید لگا کے بیٹھے ہیں جب کہ آپ کا عمل خراب ہے' جس کو رحم کی اُمید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس اُمید کے مطابق وہ رحم کر جاتا ہے۔ آپ اس پہ غور کریں۔ یہ ایک راز ہے کہ تم جیسا عمل کروگے ویسا نتیجہ ہوگا۔ مذہب کا قانون بھی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نیکی ذرہ برابر ضائع نہیں کی جائے گی اور بدی بھی ذرہ بھر **فمن یعمل مثقال ذرة خیرًا یرہ ومن یعمل مثقال ذرة شرا یرہ** اور ہو کے رہے گا فیصلہ۔ وزن اور ترازو ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ تمہارا انصاف تمہارے عمل کے مطابق ہوگا۔ پھر بار بار ارشاد ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ ہم تو مایوس نہیں ہوتے مگر ہمارا عمل اس کی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ جب وہ کہتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا تو اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ تو اپنے عمل کی بے عملی سے مایوس نہ ہونا' بداعمالیوں سے مایوس نہ ہونا۔ تیری بداعمالی اللہ کی رحمت کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتی' وہ بے معنی ہے۔ تو اللہ نے یہ فرمادیا۔ وہ بار بار تو نہیں کہے گا' Openly تو نہیں کہے گا ورنہ کوئی نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ نہ ہو' یہ سب ختم

ہو جائیں۔ نظام بھی تو قائم رکھنا ہے۔ ورنہ تو ایک بار حضور پاک ﷺ نے جوشِ رحمت میں یہ ارشاد فرمادیا من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا جنت میں داخل ہو گیا۔ حقیقت تو آپ ﷺ نے بیان فرمادی۔ جب فرمانے والے فرمارہے ہیں تو یہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جب یہ پتہ ہے کہ حساب کے ساتھ بات ہونی ہے پھر یہ کہنے کی ضرورت کیوں ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ یہ بار بار کہا۔ اب بھی آپ کو سمجھ نہیں آئی تو پھر اس نے اپنے بارے میں خود فرمادیا کہ ان رحمتی وسعت علی غضبی تحقیق میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کسی ایک طاقت کا دوسری طاقت کے ساتھ تو مقابلہ نہیں کرتا مگر یہاں پہ کرتا ہے' ایک صفت کو دوسری صفت کے مقابلے میں پیش فرمارہا ہے۔ جب تمہیں یقین ہو گیا کہ اللہ کی رحمت اس کے غضب سے وسیع ہے تو پھر تمہارے اعمال کیا شے ہیں۔ یہ ہو گئے دو مقام' تیسرا مقام یہ ہے کہ سرکار ﷺ کا ٹائٹل ہے رحمۃ اللعالمین' ساری کائنات کے لیے رحمت۔ اگر تمہیں کوئی چیز تمہارے اعمال سے نہیں بچاتی تو رحمت کسے کہتے ہیں۔ مسلمان ہو' یہ بتاؤ کہ رحمت ہے کیا چیز۔ رحمت ہے ہی یہی کہ تمہیں تمہارے اعمال کی عبرت سے بچایا جائے اور وہ رحمت ساری کائنات کے لیے ہے۔ رحمت کا مطلب کیا ہے؟ کہ جو حق نہ ہو اور وہ مل جائے' جو آپ کے اعمال کی دسترس میں نہیں ہے وہ رحمت کے باب میں آپ کو مل جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کے اعمال کی عبرت اتنی اہم نہیں ہے کیوں کہ اس کی رحمت وسیع تر ہے۔ پھر سب نے دیکھا کہ ابتلا والے معاشرے کو سرکار ﷺ نے بچایا اور اس

معاشرے کو ممتاز فرما دیا۔ آپ یہی کہتے ہیں ناں کہ اسلام سے پہلے عرب کے حالات کیا کیا تھے' وہ معاشرہ ابتلا میں تھا' گناہ میں مبتلا معاشرہ تھا اور رحمت کے آنے سے وہ معاشرہ اس طرح ممتاز ہو گیا کہ نصیب بدل گئے۔ اب یہ ہے رحمت اللعالمینی کا عملی پہلو کہ یہاں سے اُٹھا کے وہاں پہنچا دیا۔ یہاں سے اُٹھا کے وہاں پہنچا دینا ہی رحمت کا کام ہے۔ اگر آپ رحمت کو صرف یاد کریں تو رحمت آپ کو بچا دیتی ہے۔ اگر گناہ گاروں نے اپنے حساب سے لینا ہے تو لیتے جائیں' پھر شفاعت کیا ہے' اس میں شفاعت کا باب کیا ہے؟ شفیع المذنبین کا باب کیا ہے؟ رحمۃ اللعالمین کا باب کیا ہے؟ اور یہ فرمان کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے' پھر اگر اللہ انصاف ہی کرے گا تو اس کی رحمت کہاں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا اور ہم تو اپنے اعمال کو جانتے ہیں کہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ ہم توقع کریں کہ کوئی انصاف ہو جائے کیوں کہ وہ تو ہمارے لیے سخت ہو گا۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میرے پاس ایک چیز ہے رحمت' اس رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اگر کوئی آدمی کچھ کہہ رہا ہے تو اس کی بات کو سننے کے بعد یاد رکھو کہ شاید وہ کسی اور وقت کام آئے۔ اس کائنات کو یوں حق سمجھنا ہے۔ اس کائنات کے اندر ہر بات آپ کے لیے بہت بہتر ہے۔ بہتر انسان کے لیے سب بہتر ہے۔ بدتر تو اعمال ہوتے ہیں اور اعمال کی عمر' گناہ کی عمر توبہ تک ہے' گناہ گار کی عمر معاف کر دینے والے تک ہے۔ جب معاف کر دینے والا دروازہ مل جائے پھر گناہ کو گناہ کہنا بڑا ہی گناہ ہے' پھر یہ ظلم ہے' کیوں کہ اگر آپ توبہ میں چلے گئے تو پھر کیا رہ گیا۔ ایک آدمی نے معاف کر دیا

اور وہ پھر بھی روتا جا رہا ہے تو اب رونے کا مقام ہی نہیں ہے۔ اب الحمدللہ کا مقام ہے۔ اس لیے معافی کے بعد گناہ کو یاد کرنا بھی ایک گناہ ہی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے آپ اپنے آپ کو معاف کرتے ہیں' یہ جانتے ہوئے کہ میرا بدلنا ممکن ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جو ممتاز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سابقون الاولون اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کے سارے سفر کے ساتھی تھے' سارے کے سارے ایک کلمے کے حوالے سے اسلام میں داخل ہوئے۔ گویا کہ ایک کلمہ سے ساری Previous زندگی اتنی سرفراز ہوئی کہ صحابہ کرام کا مقام مل گیا۔ آپ نے زندگی میں کبھی کلمہ پڑھا ہے؟ آپ نے کبھی توبہ نہیں کی؟ اب آپ کو کس بات کی دقّت ہوئی؟ شاید آپ کو یہ دقّت ہے کہ آپ نے یقین کے ساتھ کلمہ نہیں پڑھا۔ گناہ بھی تو غلطی سے ہو گیا۔ اس کا یہ معنیٰ ہے کہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ پہلے آپ اپنے آپ کو معاف کرو کہ ہم ان گناہوں کو اس کی رحمت کے باب میں کچھ نہیں سمجھتے۔ اس آدمی کی بخشش نہیں ہوتی جو گناہ جاری رکھنے کی نیت رکھتا ہے۔ اس کو پریشانی ہو سکتی ہے۔ کسی کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ جس نے اپنی غلطی کا راستہ چھوڑ دیا وہ تو ایسا معاف صاف کیا گیا کہ جیسے نیا پیدا ہوا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ ہے اس کی رحمت کا باب کہ اللہ کی رحمت کے سامنے مایوس ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بہت بڑا آدمی جو نیکی میں مشہور ہے کیا پتہ اس کا کون سا قدم کہاں گر جائے۔ آدمیوں کے بارے میں آخری سانس تک آپ نیک و بد کا فیصلہ نہ کرنا۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ کیا بتا رہا ہوں کہ کب تک؟ آخری سانس تک۔ ایک بندہ جو آپ سے ملا ہے وہ بہت

برا ہے لیکن اگر اس کا اگلا قدم نیکی میں چلا جائے تو کیا پتہ کیا ہو جائے۔ اس لیے اگر آپ کو برا انسان مل جائے تو اس کے لیے نیکی کی دعا آپ کا فرض ہے۔ اس سے نفرت نہیں کرنا بلکہ اس کے لیے نیکی کی دعا آپ پر فرض ہوگئی۔ جب اسے اگلا قدم نیکی کا مل گیا' توبہ کا مل گیا تو وہ اتنا ہی نیک ہے' اتنا ہی اچھا ہے جتنا کہ آپ۔ اس پر بڑی Investment ہونی ہے' ایک تو اس آدمی کے لیے رحمت اللعالمین ﷺ کی سفارش' دوسرا اس کے لیے اللہ کا حکم کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہونا' پھر یہ حکم کہ اس کی رحمت اس کے غضب سے وسیع تر' توبہ کا دروازہ کھلا' اس کے ماں باپ اس کے لیے دعا کر رہے ہیں' ممکن ہے اولاد بھی دعا کر رہی ہو اور اگر اُمتِ مسلمہ میں کوئی آدمی کسی جگہ اُمت کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ اس میں بخشا جا سکتا ہے۔ آپ اس سے نفرت کیسے کر سکتے ہیں۔ گناہ کے حوالے سے نفرت کرنے والا بڑا خطرناک ہے۔ اسلام کی بات تو اتنی آسان سی ہے کہ آپ مسلمانوں کو اپنی نگاہ میں معافی دیے رکھو اور ان کے اعمال کی نسبت سے نہیں بلکہ ان کے اسلام کے حوالے سے ان کو دیکھو۔ اسلام بذاتِ خود ہی ان کے لیے شفاعت کا ذریعہ ہے' اسلام اِن کے لیے پوری سند ہے۔ اپنے آپ کو دِقت میں ڈالنا' روتے رہنا' پریشان ہونا اور گناہوں پر برملا افسوس کا اظہار کرنا' یہ ساری کی ساری غلط باتیں ہیں۔ گناہ پہ توبہ کافی ہے۔ پھر گناہ کا ذکر اور تذکرہ نہ کرنا۔ گناہ کو Retrospectively relish کرنا گناہ ہے' اس کی یاد کو Relish کرنا گناہ ہے۔ گویا کہ اس نے توبہ نہیں کی ہے۔ جس مقام سے آپ توبہ کر کے نکل آئے ہو اس مقام میں کسی کو مبتلا دیکھ کر اس کے ساتھ دوستی نہیں کرنی۔ اس کے لیے دعا

کرو اس کے لیے یہ خطرے کا مقام ہے' اُسے کہو کہ ہم پہ اللہ نے مہربانی کی تھی تم بھی یہاں سے نکل جاؤ۔ اُسے اُس مقام سے بچانے کی فکر کرو۔ اب یہاں پر داتا صاحبؒ کا قول کہ ایک آدمی توبہ کرتا جاتا ہے' گناہ کرتا جاتا ہے' پھر توبہ کرتا ہے اور گناہ کرتا ہے تو وہ کیا کرے؟ اس کا جواب انہوں نے کیا دیا؟ توبہ کرو تا کہ اگر سانس ابھی ختم ہو جائے تو انسان حالتِ گناہ میں نہ مرے بلکہ حالتِ توبہ میں مرے۔ لہٰذا ہر وقت حالتِ توبہ ہونی چاہیے۔ میں تو بلکہ یہاں تک کہتا ہوں کہ توبہ ہی آپ کا اصل راز ہے' اس گناہ سے توبہ جو ہو گیا اور اس نیکی اور عبادت سے بھی توبہ جو دنیا کو دکھانے کے لیے کی۔ اس میں ریاکاری شامل تھی۔ انسان بیچارہ مجبور ہے' اس سے ریاکاری ہو جاتی ہے۔ انسان کے پاس چند پیسے ہوں تو نمائش لگا دیتا ہے' کوئی روشنی لگا دے گا' کچھ اور لگا دے گا' تو کچھ نہ کچھ اظہار کر کے رہتا ہے۔ جب اس کے پاس نیکی ہو تو پھر بھی یہی کرے گا۔ کہتا ہے کہ آج طبیعت ذرا غیر مانوس ہوئی پڑی ہے' غیر شگفتہ ہوئی پڑی ہے' رات کو تہجد کے وقت طبیعت تھوڑی سی خراب ہو گئی تھی' تہجد تو پڑھی مگر صبح کی نماز رہ گئی' بڑی مشکل سے وہ پڑھی۔ بس اس بیچارے نے کہیں سے تہجد کا لفظ سن لیا اور اس لفظ پر ایک کہانی بناتا ہوا پوری ہی داستان بنا رہا ہے۔ فرض کرو پڑھ لی ہے تو بھی بیان کی کیا ضرورت ہے۔ انسان کے پاس جب کوئی خزانہ آئے مثلاً وہ شکل کی صورت میں ہو تو وہ بھی اچھا خزانہ ہے' وہ اس کو بھی بنا سنوار کے Present کرتا ہے' اس کی سجاوٹ کرتا رہتا ہے' سجا کے پیش کرتا رہتا ہے اور اگر نیکی ہو تو اس کو بھی پیش کرتا رہتا ہے۔ نیکی کی نمائش ہی نیکی کی نفی ہے۔ گناہ کا اظہار گناہ کو برقرار رکھنے کا

ذریعہ ہے۔ گناہ کو چھپاؤ۔ جس نے اپنے گناہ کو چھپایا اس کی بخشش کا امکان فوراً ہوگیا۔ گناہ پر گواہ بنانا غلط ہے۔ عام طور پر لوگ کسرِ نفسی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم گناہ گار ہیں رُوسیاہ ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف کرے۔ ایسا بھی کہتے ہیں کہ حقیر فقیر پُرتقصیر بندۂ بے دام' سگ کو چہ وگدا ـــــ ایسے لفظ بھی کہتے رہتے ہیں۔ اپنی اتنی بھی تحقیر نہ کرو کہ تم انسانیت سے باہر ہو جاؤ۔ اگر گناہ ہوگیا تو اپنے آپ کو معاف کردو۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ہم برے آدمی ہیں' تو وہ برائی دور کرلے' کہتا کیوں ہے۔ اب وہ برائی کی سند چاہتا ہے کہ برا ہونا چاہیے۔ اس لیے جس نے اپنے گناہ پر پردہ ڈالا اس کی معافی کے امکان ہیں۔ یہ بات پھر سن لینی چاہیے۔ اپنے گناہ کو چھپانے والا اللہ کی رحمت کے قریب ہوسکتا ہے اور اپنے گناہوں کو ظاہر کرنے والا گناہ کا Propagate کرنے والا ہے' گناہوں کو رائج کرنے والا ہے۔ اگر خدا کرے کہ آپ کو کوئی Status مل جائے تو Status والا آدمی' اس مقام اور مرتبے والا اگر اپنی غلطی کا یوں اظہار کرتا ہے کہ سننے والے اس غلطی سے نفرت نہ کریں تو وہ غلطی کو Propagate کررہا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کچھ نیکیاں تو اپنے لیے کرو اور کچھ نیکیاں اس لیے کرو کہ آپ کی اولاد آپ کو نیک سمجھتے ہوئے نیکی کرلے۔ اللہ کی نماز تو پڑھو ہی پڑھو' کبھی اولاد کی خاطر بھی کچھ نیکی کرو تا کہ اولاد کہے کہ نیکی کا راستہ اچھا راستہ ہے' یہ ابا حضور کرتے تھے۔ اس طرح اولاد سماج کے عذاب سے بچ جائے گی۔ بدی عام طور پر تباہ کن ہوتی ہے اور نیکی عام طور پر عافیت والی ہوتی ہے۔ اولاد کے سامنے بنا سنوار کے نیکی کرو اور انہیں سند دو کہ نیکی کا راستہ بہتر ہے۔ اولاد سے اپنی

معمولی خامیوں کو بھی چھپاؤ۔ خامی چھپانے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ خامی کو دور ہی کردو۔ ورنہ آپ نے برائی کی تو اولاد اس کو تماشہ بنادے گی۔ آپ نے ڈرامہ دیکھا تو اولاد وی سی آر منگالے گی' کیوں کہ یہ اولاد کے لیے سند ہوجاتی ہے۔ اس طرح اولاد کو درست رکھو۔

اس لیے آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا' گناہ کو کوئی طاقت ور شے نہ سمجھنا' گناہ ایسی کوئی شے نہیں ہے کیوں کہ وہ معاف کرنے والا ہمیشہ سے معاف کرتا آرہا ہے' معاف کرنا جو ہے وہ اس کا شوق ہے۔ ایک جگہ اللہ فرماتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم انسان ہو' میں نے خود پیدا کیا ہے' میں جانتا ہوں کہ تم ضعیف ہو' کمزور ہو' اس لیے میں نے تمہارے لیے اپنی رحمت بنائی ہے۔ ورنہ اللہ کا کام یہ تھا کہ وہ وارننگ دینے والا ہے۔ آپ ﷺ بشیرًا و نذیرا بشارتیں دینے والے اور وارننگ دینے والے آئے مصدقاً سچ بولنے والے اور سچ ثابت کرنے والے بن کے آئے مگر آپ ﷺ کا ٹائیٹل کیا ہے؟ رحمۃ للعالمین! ورنہ وارننگ ہوجاتی ہے اور جس وقت اسلام آیا تھا اسی وقت فیصلہ ہوجاتا کہ دودھ ایک طرف کردو اور پانی ایک طرف کردو' کافروں کو ہلاک کردو۔ بات ختم ہوجاتی۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ کافر جو ہیں یہ آپ کے لیے نرسری ہیں' اس سے آپ کو خوراک چاہیے۔ یہیں سے اسلام کے پودے باہر آنے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو بھی سچا نہیں سمجھتے ہو۔ پھر خود کو اتنا سچا سمجھتے ہو کہ باقی سب کو جھوٹا سمجھنے لگ جاتے ہو۔ یہ بھی افسوس کی بات ہے۔ تمہیں کہتے ہیں کہ سچے ہوجاؤ تو کہتے ہو کہ ہم سچے نہیں ہوسکتے۔

پھر کہتے ہیں کہ ہو جاؤ۔ چلو ہو گئے۔ اب کیا ہے؟ کہتا ہے کہ اب باقی سارے جھوٹے نظر آ رہے ہیں۔ بابا جی نے آپ کو اس بات سے بچایا تھا' کہ تم اتنے حق والے نہ ہو جانا کہ سارے ہی برے نظر آئیں۔ حق کی آواز حق ہے' عین حق ہے بلکہ پورا برحق ہے' ساری چیز ٹھیک ہے' ہم بھی حق ہیں' تم بھی حق ہو' تجھے بھی اسی اللہ نے بنایا' مجھے بھی اسی اللہ نے بنایا اور اس کے سارے کام صحیح ہیں۔ اس کے کسی کام کو ہم برا نہیں کہہ سکتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یارب العالمین تیری سب باتیں سمجھ آ گئی ہیں' یہ نہیں پتہ چلا کہ چھپکلی کیوں پیدا فرمائی۔ اللہ نے فرمایا کہ ابھی چھپکلی پوچھ رہی تھی کہ موسیٰ کو کیوں بنایا۔ یعنی کہ اس کی دنیا میں تیرے جیسے انسان کا وجود نہیں ہے۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ چھپکلی بنانے والا موسیٰ علیہ السلام کو بھی بناتا ہے۔ اس لیے چھپکلی بھی حق ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھی برحق ہیں۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ وہ شیر پیدا کرتا ہے تو گیدڑ بھی وہ پیدا کرتا ہے۔ شیر گیدڑ اور لومڑ جو ہیں یہ سارے انسانوں کے نام ہیں' شکلیں جانوروں کی ہیں۔ یہ آسان بات ہے' مشکل نہیں ہے۔ ہر انسان کی جتنی صفات ہیں' کائنات کے جتنے پرندے ہیں' جتنے جانور ہیں' ان میں مکمل طور پر وہ صفت موجود ہے۔ شیر تو ہے ہی انسان کا ٹائیٹل۔ آپ کہتے ہیں ناں کہ شیرِ الٰہی' قطبِ ربانی اور شیرِ ربانی اور اسد اللہ الغالب مطلوب کل طالب۔ یہ ایک مقام ہے۔ کوئی بھی جانور لے لو' اس میں کوئی نہ کوئی صفت خصوصیت کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ کسی انسان میں ضرور پائی جاتی ہے۔ آپ نے آستین کا سانپ تو دیکھا ہی ہوا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہمارے اکثر دوست ہوتے ہیں۔ دوستوں کے خلاف بول رہے ہو کیا؟ مطلب

یہ ہے کہ ہر چیز جو ہے وہ موجود ہے۔ کمزور کو گیدڑ کہتے ہیں۔ شاہین کی جھپٹ' چیتے کی آنکھ' یہ ساری انسانوں کی باتیں ہیں۔ جتنی بھی ایسی صفات ملیں گی' وہ انسانوں میں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفات کو پوری شکل دے کے یہ مظاہرہ کیا کہ دیکھ لو یہ کیا ہے۔ محنت کرنے کی صفت چیونٹی میں ڈالی' بیچاری نے یہاں سے ایک دانہ اٹھایا اور وہاں جا کے رکھ کے آ گئی۔ بیچاری چیونٹی شاہین کے ساتھ مکالمہ کرتی ہے کہ تو اتنا بلند ہے اور میں زمین پر ہوں' تو بات کیا ہے۔ شاہین نے کہا کہ بات بڑی آسان ہے

تو رزق اپنا ڈھونڈتی ہے خاکِ راہ میں
میں نہ سپہر کو نہیں لاتا نگاہ میں !

یہ تیرا میرا فرق ہے' میرا مقام ستاروں سے یوں بلند ہے کیوں کہ میں آسمانوں کو نگاہ میں نہیں لاتا' سورج کو نگاہ میں نہیں لاتا اور تو خاک کے اندر رینگتی ہوئی دانے اکٹھے کرتی جا رہی ہے۔ دانے کا معنیٰ ؟ رزق' دولت' چُگنا' پیسہ' جمع' گننا۔ یہ چیونٹی کی زندگی ہے۔ اور ہر شے سے بے نیاز ہو کے بلند نگاہی شاہین کا تصور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اس کائنات میں انسان ہو کے توبہ کرو اور گناہ کا ذکر نہ کرو۔ توبہ کرنے کے بعد اگر یہ کہتے ہیں کہ اللہ معاف نہیں کر سکتا تو پھر یہ بڑا ہی کلمۂ کفر ہے۔ اللہ کیسے معاف نہیں کر سکتا۔ اللہ چاہے تو سب کر سکتا ہے۔ آپ معاف کرو اور اپنے آپ پر رحم کرو۔

اب آپ اور سوال کرو_____

سوال:

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہوتی ہے تو وہ ہمیں کیسے معاف کرے گا۔

جواب:

اس انسان کو بھی یہی پیغام ہے کہ وہ اپنے آپ کو معاف کر دے۔ جب اپنے آپ کو معاف کرنے کا عمل سمجھ میں آ گیا تو اللہ تعالیٰ گناہ سے نجات دے گا۔ جب وہ گناہ سے نجات دیتا ہے تو وہ ہر انسان کو معاف کر دیتا ہے۔ اُسے کہو کہ اپنی جان بچا' وہاں رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے' اب یہاں کیا حساب کتاب کر رہا ہے' سب کو معاف کر دو' چھوڑو۔ بس معاف کر دیا اور معافی مانگ لی۔ جن لوگوں نے آپ کا جرم کیا ہے انہیں آپ معاف کر دو' اس کو بھی یہی پیغام ہے کہ آپ نے اس سے جو زیادتی کی ہے وہ آپ کو معاف کر دے گا۔ سب کے لیے یہ پیغام ہے کہ معاف کرنا اور معافی مانگنا۔ یہی بچت کی راہ ہے۔ آپ ایسا کرتے جائیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرتا جائے گا۔ اللہ کے بندوں میں نقص نکالنے والا' اصلاح کی صلاحیت رکھے بغیر' بہت مجرم ہے۔ یہ فقرہ پھر دُہرا لو۔ نقص نکالنا اور اصلاح کی صلاحیت نہ ہونا بہت خطرے کی بات ہے۔ ایسے آدمی کے لیے بچت کی راہ نہیں ہے۔ اگر نقص نظر آیا اور نکال سکتے ہو تو چپکے سے نکال دو۔ اگر نہیں نکال سکتے تو اس کے لیے دعا کرو۔ جو نفرت کرتا ہے وہ آدمی کمزور ہے۔ اگر نفرت کرنی ہے تو گناہ سے کرو' گناہ گار سے نہ کرنا' جس طرح ہم مرض کو برا کہتے ہیں لیکن مریض کو تو برا نہیں کہتے۔ ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ مرض

کسی کے پاس نہ آئے' مرض بری شے ہے۔ اور مریض؟ اس کے پاس ہمدردی کے ساتھ جاؤ' کیوں کہ اس کے پاس بری شے آ گئی' آدمی تو اچھا ہے' اس کے پاس جاؤ' ہمدردی کرو' رحم کرو' اچھے کلمات بولو' اس کے پچھلے گناہ معاف کر دو' اس سے معافی مانگ لو' ناراض ہے تو اس سے کہو کہ راضی ہو جا۔ یہ اس لیے ہے کیوں کہ اس کے اوپر اب ایک برائی آ گئی ہے' مرض آ گیا ہے۔ اور گناہ سے بڑا مرض کوئی نہیں ہے۔ جس پہ گناہ آ جائے وہ مرض میں مبتلا ہے' تو مریض سمجھ کے اس کے ساتھ رعایت کرو۔ رعایت بھی کرو اور اس کے صحت مند ہونے کے لیے نشان دہی بھی کرو۔ گناہ بری شے ہے لیکن گناہ گار جو ہے وہ قابلِ معافی ہے۔ یہ تو عذاب میں ہے' اپنے آپ کو بگاڑ رہا ہے' نقصان پہنچا رہا ہے' اس کا ہاتھ روکو اور اس کا ارادہ بدلو اور اس کے ساتھ نیکی سے محبت کرو۔ جس طرح برے کی صحبت برا اثر کرتی ہے اچھے کی صحبت اچھا اثر کرے گی۔ آپ کون لوگ ہیں؟ اچھے ہیں ناں' تو اس کا ساتھ دیں' اچھے بن کے اس کا ساتھ دیں تو اچھائی اپنا اثر کرے گی۔ اس میں اچھا علم پیدا کریں اور اسے یہ راستہ بتا دیں کہ برائی جو ہے وہ توبہ کے بعد نہیں رہتی۔ توبہ کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ موڑ مڑ جانا۔ کہتا ہے وہ کون تھا جو گناہ گار تھا؟ وہ کہتا ہے کہ وہ تو نہیں ہے۔ آپ کی عمر؟ کہتا ہے کہ ہم آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔ وہ کیسے؟ آج ہی توبہ کی ہے۔ توبہ سے پہلے کی زندگی کو تو پھاڑ کے پھینک دیتے ہیں۔ جب زندگی توبہ کے قابل ہو گئی تو اسے Scratch out کر دو' زندگی توبہ کے قابل ہو گئی تو توبہ کر کے معاف کر دیا۔ توبہ کے بعد ماضی کی ورق گردانی کرنے والا Relish کرتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ بس پھر بات

آسان ہے۔

اور سوال؟ اور لوگ بولیں ____ ہاں جی ____ اختر صاحب کہاں ہیں؟ وہ بولیں ____

سوال:

بعض اوقات وہ گناہ جس سے ہم توبہ کر لیتے ہیں وہ ہم سے چمٹ جاتے ہیں۔ مثلاً ایک برا کام کرتے ہوئے کسی کی ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے تو وہ ٹوٹی ہوئی ٹانگ اس کو ساری عمر گناہ کی یاد دلاتی ہے۔

جواب:

شاباش! بڑا اہم سوال ہے۔ اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو آپ ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھیں جس نے آپ کو اللہ کا دروازہ دکھایا۔ گناہ میں ٹوٹی ہوئی ٹانگ آپ کو اللہ کے گھر تک لے گئی ہے' اللہ کے دَر تک لے گئی ہے' یہ ٹانگ آپ کو ایسے مقام تک پہنچا گئی ہے کہ آپ آفرین کرو اور اس ٹوٹی ہوئی ٹانگ کو مبارک دیتے جاؤ۔ پھر وہ کہے گا کہ کیا ٹانگ ٹوٹی ہے کہ زندگی بن گئی ہے۔ اس لیے گناہ میں ٹوٹی ہوئی ٹانگ جو ہے وہ یادِ گناہ نہیں ہے بلکہ وہ راستے کا سفر ہے' پاسپورٹ ہے' ٹکٹ ہے اور ویزہ ہے' Secret Badge ہے' اس کی رحمت کی نشانی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ہے وہ مقام جہاں اس کی رحمت نے پکارا تھا' ٹانگ توڑ کے بلایا تھا۔ آپ کو اب میں یہ پیغام دے رہا ہوں کہ گناہ کے بغیر ہی آپ توبہ کر کے اللہ کے پاس چلے جائیں۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ منزل مسافر کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔

جواب:

بالکل ساتھ ساتھ چلتی ہے لیکن حق کے مسافر کے ساتھ۔

سوال:

وہ چلتا ہی جاتا ہے اور اس کو استحکام بڑی دیر سے ہوتا ہے۔

جواب:

اس مقام کو اقبالؔ نے بیان کرنے کی کوشش کی تھی کہ ایک مچھلی تھی جو سمندر میں رہتی تھی۔ اس نے سوچا کہ پانی کیا ہے اور میں یہ دیکھوں کہ سمندر کسے کہتے ہیں۔ اُسے کہا گیا کہ تُو تو سمندر میں رہتی ہے تو اُس نے کہا کہ میں نے آج تک دیکھا نہیں ہے۔ اس نے پھر دعا کی' فریاد کی اور خضر علیہ السلام سے بات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ میں تمہیں سمندر تو دکھاؤں گا لیکن جب تمہیں سمندر نظر آئے گا اور جب باہر نکلے گی تو تُو مر جائے گی۔ تو وصالِ بحر جو ہے یہ آشنائیِ بحر نہیں ہے۔ وصال تو ہے لیکن خبر نہیں ہے۔ اور جب تو دیکھے گا کہ یہ کیا رحمت ہے جو یہ زندگی ہے تو یہ اس وقت پتہ چلے گا جب زندگی ختم ہو جائے گی۔ یہ بڑا راز ہے۔ آپ اس کو یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کے باب میں فراق ہی وصال ہے۔ اور کوئی وصال نہیں ہے' کہیں غلط فہمی میں نہ رہنا۔ دوسرا وصال تو فراق ہے۔ اللہ کے باب میں کہیں وصال نہ سمجھ لینا ورنہ یہ بالکل ہی فراق ہو جائے گا' ختم ہو جاؤ گے' بھسم ہو جاؤ گے۔

کیوں جل گیا نہ تابِ رُخِ یار دیکھ کر

وہ تو ناممکن ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ انسان کو مشاہدۂ حق جنت میں نصیب ہوا' یہ آدم علیہ السلام کو نصیب ہوا۔ یہاں اس دنیا میں مشاہدۂ حق نہیں ہے بلکہ یہاں یادِ حق ہے۔ یاد فراق کو کہتے ہیں۔ یاد کسے کہتے ہیں؟ فراق کو کہتے ہیں۔ اور اس دنیا کا وصال ہی فراق میں ہے۔ گویا کہ منزل ساتھ چل رہی ہے لیکن آپ آشنا نہیں ہو سکتے۔ منزل کی طرف جانے کی تمنا ہی منزل ہے۔ آپ چل رہے ہیں ناں۔ یہ جو ہے آپ کے دل کی کیفیت ہے۔ پہلے بھی میں نے یہ فقرہ بتایا تھا کہ سفر الی اللہ ہی دراصل سفر مع اللہ ہے یعنی اللہ کی طرف سفر جو ہے دراصل یہ اللہ کے ساتھ سفر ہے۔ اس کا اور راز یہ ہے کہ وہ جس کو اپنا سفر نصیب کرتا ہے اس کے قریب رہتا ہے۔ اللہ کی طرف سفر کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کا اپنا ہی کام ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر کبھی نیکی کی تمنا ہو جائے تو یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے۔ جس طرح یہ کہتے ہیں کہ حج کرنے جا رہے ہیں' مدینہ شریف جا رہے ہیں کیونکہ بلاوا آیا ہے۔ درخواست آپ نے دی ہے تو بلاوا ادھر سے کیسے آیا؟ ایمان کا حصہ یہ ہے کہ جب تک بلاوا نہ آئے تو وہ سفر نصیب نہیں ہوتا۔ جب تک اللہ نہ بلائے یہ سفر نصیب نہیں ہوتا۔ اگلی بات دیکھو' کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ میں انسان ہونے کی حیثیت سے کبھی غیر اللہ نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اس کا حسنِ خیال ہوں اور اس کے حسنِ خیال میں رہنے کے بعد اس کے اِذن کے مطابق دنیا میں حاضر ہوا

؎ نہ آیا ہوں نہ میں لایا گیا ہوں
میں حرفِ کن ہوں فرمایا گیا ہوں

مطلب یہ ہے کہ اس کے خیال میں رہ کے ہم یہاں پر آئے۔ کبھی آپ نے کوئی تصویر بنائی۔ تصویر کیا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ یہ مصوّر کا تصوّر ہے۔ آپ کس کا حسنِ خیال ہیں؟ اللہ کا شاہکار ہو اللہ کا حسنِ خیال ہو بلکہ مصوّری کا کمال ہو بلکہ عین مظہرِ وصال ہو۔ یہی تو آپ کی خوبی ہے۔ گویا کہ آپ کبھی اس سے جدا نہیں ہو۔ جدائی کا احساس ہی آپ کا وصال ہے۔ تو وہ ساتھ ہے' ساتھ چلتا ہے۔

؎ کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل
ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل

بس اتنی سی کہانی ہے کہ دل میں اگر اللہ کی یاد ہے تو آپ چل رہے ہو ورنہ جغرافیائی فاصلہ تو طے نہیں کرنا کہ تین سو میل کے بعد اللہ آ جائے گا۔ وہ تو دل کے اندر خیال کا نام ہے۔ جب آپ اللہ کی یاد میں چل رہے ہیں تو اللہ ساتھ ہے۔ یاد ہی تو اللہ ہے۔ مشاہدہ تو وہاں تھا جہاں سے آپ نکل کے آئے ہیں۔ اب اللہ کیا ہے آپ کے لیے؟ اگر یاد ہے تو آپ چل رہے ہیں' تو یاد ہی عطا ہے۔ یاد تیز ہو جائے تو پھر یہ آپ کا مشاہدہ بن جاتا ہے' یہ واردات بن جاتی ہے' رقّت طاری ہو جاتی ہے' او رواقعات ہو جاتے ہیں۔ مشاہدۂ حق یوں نہیں ہے جیسے آپ بہشت میں کرتے تھے یا پھر بہشت میں جا کے کریں گے۔ اس لیے وہ آپ کے ساتھ ہے' ہر دم ساتھ ہے۔ خواجہ صاحبؒ نے یہ کہہ دیا

خلقت کوں چیندی گول ہے
ہر دم فرید دے کول ہے

فریدؔ یہ بیان کر گیا' اور آپ بیان نہیں کر سکتے۔ بات تو وہی ہے کہ جس کی آپ ''گول'' کر رہے ہیں' تلاش کر رہے ہیں' وہی آپ کے ساتھ ہے۔ آپ جس کی تلاش کر رہے ہیں وہ متلاشی کے ساتھ ہے۔ بس' حقیقت کی بات یہ ہے۔

اور کوئی بات ____ آپ بولو ____

سوال:

بات ہو رہی تھی رحمت کی' اس کی دوسری جو طرف ہے وہ تو گناہ ہے۔ اس میں شیطان کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:

آپ سے زیادہ باشعور انسان کائنات میں ضرور آئے ہوں گے۔ یہ نہ کہنا کہ سارے ہی ہیں بلکہ انہیں پہچان کے پھر بولنا۔ یہ بات یاد رکھنا کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا آپ سے کوئی بڑا انسان ہے' آپ سے کوئی بہتر انسان ہے تو جو آدمی اپنے رب کو بہتر سمجھتا ہے وہ پتہ ہے کہ کیا کہتا ہے؟ سارے ہی بہتر ہیں جی! دراصل وہ اپنے آپ کو بہتر سمجھتا ہے۔ آپ کو اس انسان کا نام پتہ ہونا چاہیے جو آپ سے بہتر ہے۔ بس یہ یاد رکھنا۔ ایسا انسان آپ کے اپنے علاوہ ہونا چاہیے۔ آپ سے بہتر کسی انسان نے اللہ تعالیٰ سے یہ سفارش نہیں کی کہ شیطان کو معاف کر دیں۔ یہ اس کا راز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ شیطان نے سجدے سے انکار کیا۔ آدم علیہ السلام بھی ایک حکم کی انکاری ہو گئے۔ انہیں کہا گیا کہ

ولا تقربا هذه الشجرة مگر کوئی ایسا واقعہ ہوگیا کہ آدم علیہ السلام بھول گئے۔ بے شک وہ بھول گئے لیکن حکم عدولی تو ہوگئی۔ لیکن اللہ نے آدم علیہ السلام کو ہمیشہ کے لیے گرفت میں نہیں رکھا بلکہ معاف کر دیا۔ معافی کا راستہ آدم علیہ السلام کو سکھایا ہے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ ابلیس پر معافی کے راستے کا باب نہیں کھولا ہے۔ ابلیس وہ ہوتا ہے جس پر معافی کا باب نہ کھلے۔ ابلیس کون ہوتا ہے؟ جس پر معافی کا باب نہ کھلے وہ ابلیس ہے۔ ابلیس کا وہ مکالمہ یاد رکھنا کہ انا خیر منہ میں اس سے بہتر ہوں۔ جو اپنے آپ کو باقیوں سے بہتر سمجھے وہ ابلیس ہے۔ اب گنتے جاؤ کہ ابلیس کی صفات کیا ہیں' جس پر معافی کا باب نہ کھلے' جو اپنے آپ کو باقیوں سے بہتر سمجھے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں آگ سے پیدا ہوا اور انسان مٹی سے پیدا ہوا۔ جس کے مقدر میں یہ آگ ہوگی اس پر سجدہ حرام ہے۔ جو آدمی توبہ نہیں کرتا اس کا مقدر کیا ہوا؟ آگ۔ اور جو توبہ کرے؟ وہ آگ سے نجات پا گیا۔ یہ راز ہے۔ اس لیے کسی نے ابلیس کے لیے سفارش نہیں کی ہے۔ ابلیس کا مقام یہ ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس انسان کا نام ہے ابلیس۔ ابلیس کسے کہتے ہیں؟ جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے۔ جو بھی جہاں مایوس ہو جائے وہ ابلیس ہے۔ وہ ابلیس ہے جو تسلیم کے بعد انکاری ہو۔ جس نے اللہ کو تسلیم کر لیا' یہ حکم مان گیا' معاہدہ ہوگیا' فیصلہ ہوگیا لیکن بعد میں کہتا ہے کہ اب نہیں۔ تسلیم کے بعد امر کا انکاری شیطان ہے۔ اگر آپ کا اپنے ابا حضور سے یہ معاہدہ ہوگیا کہ آپ کا ہر حکم مانیں گے لیکن بعد میں یہ کہنا کہ یہ حکم ہم نہیں مانیں گے' تو یہاں سے شیطان بنتا ہے۔ شیطان کہاں پہ بنتا ہے؟ جو سارے حکم مانے لیکن ایک حکم پہ اٹک جائے۔

یہ شیطان ہے۔ ماننے کے بعد انکاری' شیطان ہے۔ شیطان نے معاف تو ہو جانا تھا لیکن کیا ہوا تھا؟ محفل کے اندر انکار معاف نہیں ہوتا۔ ایسا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ شیطان سب کے سامنے انکار کر گیا۔ فسجدوا سب نے سجدہ کر دیا الا ابلیس سوائے ابلیس کے۔ وہ یہ برملا کر گیا۔ اب سزا دینا ضروری تھا۔ ابلیس کی سزا دراصل سجدہ کرنے والوں کا انعام بھی تھا۔ تو یہ بات ہے۔ ورنہ گناہ تو اللہ معاف کرتا رہتا ہے اور یہ آدم علیہ السلام کے لیے ہے' انسان کے لیے ہے' مٹی کے لیے ہے' عناصر کے لیے ہے اور ظہورِ ترتیب کے لیے ہے۔ آدم علیہ السلام نے دنیا میں آ کے جو پہلا کلمہ کہا وہ یہ تھا کہ ربنا ظلمنا انفسنا ہم نے اپنی جان پر ظلم کیا اے ہمارے رب۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔ یہ دیکھو کہ آدم علیہ السلام کا زمانہ کتنا پرانا ہے اور Language کتنی Developed ہے' اس میں ادب ہے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخسرین ۔ اب یہ کسی پرانے زمانے کی بات نہیں لگتی' بہت ادب کی بات ہے۔ پھر معافی ہو گئی۔ گویا کہ معافی مانگنے سے معافی ملتی ہے۔ معافی کا یہ راز انسان کے لیے ہے۔ انسان کو اس نے معاف کرنا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ابلیس کا کیا مقام ہو گا اور اس کی حقیقت کیا ہے تو اب آپ کو ابلیس کی پانچ حقیقتیں پتہ چل گئی ہیں۔ یہ کافی ہیں؟

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ ابلیس نے خدا کو سجدہ کیا لیکن جب خدا نے انسان کو سجدہ کرنے کے لیے کہا تو وہ انسان سے انکاری ہو گیا' یہ بھی ابلیس کی صفت ہے کہ اس نے خدا کا اقرار کیا لیکن انسان کا انکار کیا۔

جواب:

یہ بات یوں ہے کہ اللہ کا سجدہ اور اللہ کے امر سے انکار۔ اس نے آدم کا سجدہ نہیں کیا بلکہ امر کو سجدہ نہیں کیا' امرِ الٰہی کو سجدہ نہیں کیا۔ یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی روح جو ہے وہ اللہ کے امر کی شکل میں آدم علیہ السلام میں موجود تھی۔ یعنی کہ امر کا انکاری شیطان ہے۔ آدم کا انکاری شیطان نہیں ہے بلکہ آدم امرِ الٰہی ہے۔ جس خدا کا تو سجدہ کرتا ہے اگر اس کا کوئی حکم آ جائے تو کیوں انکار کرتا ہے۔ جو نماز پڑھتا ہے اگر اسے کوئی بیماری آ جائے تو وہ جھگڑتا کیوں ہے۔ بیماری امر ہے۔ جب کوئی تکلیف آ جائے تو تُو خدا سے جھگڑتا ہے۔ خدا کو ماننے کے بعد خدا کے کسی حکم سے انکار نہ کرنا۔ مثلاً بیٹا پیدا ہوا' بیٹی پیدا ہوئی یا کچھ بھی نہ پیدا ہوا' تو یہ اس کا حکم ہے۔ اگر شادی ہوئی' نہیں ہوئی' یا لیٹ ہوگئی' چار سال بعد ہوئی تو یہ سب اللہ کے امر کے قصّے ہیں۔ اب اس امر کو تسلیم کرنے والا مومن کہلائے گا۔ وہ کہے گا کہ ہم نے اللہ کو مانا اور ہم نے اللہ کے احکام کو مانا۔ جس دل میں اللہ کی یاد ہو اس دل میں نفرت نہیں ٹھہرتی۔ بس یہ یاد رکھ لینا۔ اپنے دلوں کا جائزہ' یا کرو۔

اس کو ضرور معاف کردو۔ اس بیچارے پہ رحم کرو۔ کس پر؟ ظالم پر۔ جب آپ کو موقع ملے اور اختیار ملے تو آپ کبھی ظلم نہ کرنا۔ اپنے دلوں کو صاف کرو' دلوں کو رنجش سے صاف کردو۔ اپنے آپ پر رحم کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ معاف کرنے والا معاف کیا جائے گا۔ یہ چھوٹا سا فقرہ ہے' اسے یاد رکھ لینا۔ رحم کرنے والے پر رحم ہوگا انصاف کرنے والے پر انصاف ہی ہوگا اور

انصاف آپ کے حق میں اچھا نہیں ہے۔ انصاف نامۂ اعمال کی بات ہے۔ اپنے نامۂ اعمال پر زعم نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ سمجھیں کہ آپ بہت نیک ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کون سی بدی کہاں پر ہے۔ اس لیے اللہ سے رحم مانگو۔ رحم مانگنے والا کون ہوگا؟ جو رحم کرلے جائے۔ معافی مانگو۔ معافی کون مانگے گا؟ جو معاف کر کے جائے۔ اس دنیا کا آپ کے ذمے جو واجب الادا ہے یا ان کے ذمے واجب الادا ہے وہ سب معاف کر کے جاؤ۔ جانا کہاں ہے؟ جانا تو ہے ہی سہی، وہاں جانا ہے۔

سوال:

ورنہ تو معافی مشکل ہو جائے گی۔

جواب:

ہاں، معافی مشکل ہو جائے گی۔ یعنی کہ جب آپ اللہ سے معافی مانگ رہے ہیں تو معافی کے عمل کو آپ پسند کرو۔ کسی انسان کو معاف کرنا دراصل اپنے آپ کو معاف کرنا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ معاف نہ کیا تو اندر شانتی پیدا نہیں ہوگی۔ اندر رنج پیدا ہوگا تو Development ختم ہو جائے گی، اگر Revenge پیدا ہوگا تو ذہن کی ترقی ختم ہو جائے گی، Vengeance پیدا ہو جائے گی، Bitterness پیدا ہو جائے گی اور زہر پیدا ہو جائے گا۔ ایسے ہو جاؤ کہ نہ کسی سے دوستی، نہ کسی سے بَیر، نہ کوئی جھگڑا نہ کوئی اور بات۔ سب کو معاف کر دو۔ پھر آپ کا دل شانتی میں آ جائے گا۔ الٰہیات رکھنے والے رنجش نہیں رکھتے۔ اللہ جو آ گیا۔ جس دل میں محبت آ جائے اس دل میں نفرت ٹھہر نہیں سکتی۔ جاء الحق وزھق

الباطل محبت حق ہے اور رنجش جو ہے وہ باطل ہے' نفرت باطل ہے۔ حق اگر آپ کے دل میں آ گیا تو آپ کے دل سے سارے رنج نکل گئے' سب کدورتیں صاف ہو گئیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ کا سفر بہت آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف انگریزی نہیں سنتا' نہ صرف عربی مانتا ہے بلکہ اللہ نے آپ کو جس زبان میں پیدا کیا اس زبان کے سارے لوازمات جانتا ہے' اس زبان کو خود ہی پیدا کرتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی زبان میں رجوع کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے گرد انسانوں سے Deal کرتے ہوئے اللہ کو پہچان سکتے ہیں۔ کبھی آپ اللہ والے سے پوچھو کہ آپ کو اللہ کہاں سے ملا تو یہ بتائیں گے کہ میری ماں راضی تھی' بہت دعا کرتی تھی۔ ماں اگر ان پڑھ تھی تو بھی پڑھے لکھے بیٹے کو جنت کا راستہ دکھا گئی۔ ماں کی دعا سارے علوم پر حاوی ہے۔ اگر بیٹے کے علم یا عمل کی وجہ سے رنجش پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ بیٹے کی دانائیوں کا راستہ مسدود ہو گیا۔ وہ بیٹا بھی ہو سکتا ہے اور بیٹی بھی۔ یعنی ماں کی رنجش سے دانائیوں کا راستہ مسدود ہو جائے گا اور اس کی ساری زندگی حجاب میں اور مسدود گزرے گی۔ جہاں بھی ماں ہو' زندہ ہو یا مردہ ہو اس سے فوری طور پر معافی مانگ لینی چاہیے۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔

سوال:

اگر کوئی بچہ غلط ہو تو ماں کیا کرے؟

جواب:

اگر ماں کو اپنے بچوں سے کوئی دقت ہونے لگ جائے تو وہ ماں اپنی ماں سے رجوع کرے۔

سوال:

میری ماں تو مرگئی ہے اب میں کیا کروں؟

جواب:

اپنی مری ہوئی ماں کے ساتھ رجوع کرو۔ اس کی یاد مناؤ۔ اس سے رجوع کرو۔ آپ کی اولاد کا فیض آپ کے ماں باپ کے پاس ہے۔

سوال:

میں اپنی ماں سے کیا کہوں؟

جواب:

آپ اس کو کہو کہ اگر میرے بارے میں آپ کے دل میں کوئی بھی رنجش ہے تو آپ مجھے معاف کردو تا کہ میری اولاد میرا ادب کرے۔

سوال:

اگر میری اولاد مجھے چنگی نہیں لگتی تو میں کیا کروں؟

جواب:

اگر وہ آپ کا ادب کرے گی اور آپ کے کہنے کے مطابق چلے گی تو آپ کو ''چنگی'' لگے گی' اولاد آپ کو اچھی لگے گی' اس میں صرف ایک کیس ہوتا ہے جو شاید آپ کا ہو کہ جب کبھی اولاد کسی ایسے خاوند سے ہو جو اولاد کے پیدا ہونے کے بعد کسی وجہ سے ناپسند ہو تو اس وقت اولاد ناپسند ہو جاتی ہے۔ بات سمجھ نہیں آئی؟ اولاد جس خاوند سے ہوتی ہے اگر وہ خاوند کسی وجہ سے ناپسند ہو جائے تو کچھ لوگوں کو وہ اولاد ناپسند ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی اولاد کو پسند رکھنا

جو ہے یہ نیک انسانوں کی فطرت ہے۔ اپنی اولاد کو پسند رکھا جائے' اولاد سے محبت کی جائے اور اولاد کی عاقبت کی دعا کی جائے چاہے اولاد کے والدین میں سے ایک نہ بھی ہو یا کوئی ایک الگ ہو گیا ہو یا جدا ہو گیا ہو۔ اس کا فیصلہ بھی اپنے ماں باپ سے محبت کے ذریعے ہو جاتا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ اولاد اس کی یاد ہے وہ جو دھوکہ باز چلا گیا۔ حالانکہ یہ آپ کی اولاد ہے۔ انسان کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ اولاد جہاں بھی ہو گی یہ میری یاد ہو گی۔ تاریخ میں ایک واقعہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لے کے جا رہے تھے۔ آپؐ نے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ یہ فلاں شخص کی ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی رشتہ دار زندہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کی صرف ایک ماں ہے۔ آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ وہ جو تمہارا بیٹا ہے تم اس کو معاف کیوں نہیں کرتی۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے اچھا نہیں لگتا' اس کی طرف سے مجھے کبھی سکون نہیں ملا' کبھی چین نہیں ملا' میں اس کو کبھی پسند نہیں کرتی' وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس طرح کرو کہ تم میرے ساتھ چلو' تمہیں ایک بات دکھاتا ہوں۔ پھر اُسے قبر پر لے آئے۔ اس عورت نے جب اپنے بیٹے پر عذاب دیکھا تو دل سے فریاد نکلی کہ رحم فرما۔ ماں کبھی ظالم نہیں ہو سکتی۔ ماں بے خبر ہو سکتی ہے لیکن ماں کبھی ظالم ہو نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال دی ہے کہ ماں ایسے ہوتی ہے۔ اگر اپنی کوئی اولاد ناپسند ہو تو اس کے حق میں دعا کرو۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ اولاد کے لیے دعا کرو۔

سوال:

ساری دنیا جانتی ہے کہ میں ظالم ماں نہیں ہوں۔

جواب:

نہیں ایسا نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی کوئی حرکت پسند نہ آئے۔ میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا۔ کبھی اولاد کسی وجہ سے والدین کے مزاج میں نہ آئے تو اس کے لیے دعا کرو۔ آپ کے مزاج میں نہ آنے سے اولاد کی عبرت خراب ہوجاتی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ والدین کے دل سے نکل کے اولاد کی عبرت خراب ہوجاتی ہے۔ والدین اچھی امید سے بچوں کا خیال رکھیں۔ والدین کا خیال ہی اولاد کا مستقبل ہے۔ میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا۔ آپ جتنے بھی سوال کرتے ہیں میں کسی سوال کو ذاتی سوال نہیں سمجھتا۔ اگر ذاتی سوال ہو تو میں اس سے کہتا ہوں کہ آپ اکیلے آجاؤ میں آپ سے بات کرلوں گا۔ بات ان کے سوال سے شروع ہوئی ہے اور جواب میں آپ کو دے رہا ہوں۔ اس لیے یہ ذاتی بات نہیں ہوتی۔ اور کوئی بات ____

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ شیطان انسان کو بہکاتا ہے تو شیطان کے پاس اتنی طاقت کیسے ہے کہ وہ دنیا میں سب کو بہکاتا پھرے؟

جواب:

شیطان کی جمع ہے شیاطین۔ گویا کہ شیطان کی جمع بھی ہے یعنی شیاطین۔ قرآن پاک کو آپ سمجھیں تو اس میں ابلیس کا لفظ بھی ہے، شیطان کا لفظ

بھی ہے اور شیاطین کا لفظ بھی ہے۔ آپ اس کو یوں سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے باب میں جس شیطان کا ذکر ہو رہا ہے وہ ابلیس تھا۔ آپ لوگوں کا شیطان جو ہے وہ انسانوں کی شکل میں موجود رہے گا۔ آپ اتنی بات سمجھ لو کہ شیطان کسی انسان کی شکل میں ہوگا' کسی خواہش کی شکل میں ہوگا۔ وہ بڑا شیطان آپ کو نہیں بہکا رہا ہے بلکہ آپ اپنے قریب قریب شیطان ڈھونڈ لو۔ آپ کی زندگی میں بہکانے والا کوئی انسان ہوگا یا بہکانے والا کوئی خیال ہوگا۔ بس یہی شیطان کافی ہے۔ وہ بڑا ابلیس تو خدا کے مقابلے میں تھا۔ بڑوں کا مقابلہ بڑے شیطان کرتے ہیں اور چھوٹوں کے مقابلے میں چھوٹے شیطان ہوتے ہیں اور شیطان ان لوگوں کے بارے میں پرواہ نہیں کرتا جو پہلے ہی شیطانی کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ تو ہیں ہی اپنے۔ اگر کہیں نیکی پیدا ہو تو پھر شیطان آتا ہے بہکانے کے لیے۔ ورنہ تو وہ جانتا ہے کہ میرا کام خود بخود ہی ہو رہا ہے۔

سوال:

جناب آپ نے فرمایا تھا کہ تسلیم کے بعد انکار جو ہے وہ گناہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں سب نے تسلیم کر لیا ہے کہ سود بری بات ہے لیکن سب اس کا انکار کر رہے ہیں۔

جواب:

یہاں پر ذات کی بات ہو رہی ہے یعنی ذات کی تسلیم۔ کہ ذات کی تسلیم کے بعد ذات سے انکار۔ احوال کی تسلیم سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حکومت نظام چلا رہی ہے' بے چارے مجبور ہیں' گھر میں پیسہ رکھ نہیں

سکتے' نہ وہاں رکھ سکتے ہیں اور نہ Interest چھوڑ سکتے ہیں۔ یہ مجبوری ہے۔ حکومتوں کے اوپر ابتلا ہے کہ معاشرے میں سود کا لکھنا یا سود کا کاروبار کرنا ایک بغاوت ہے اور اللہ کے خلاف ایک قسم کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے سبب بنائے کہ پیسوں کی ضرورت ہی نہ پڑے اور ضرورت پڑے تو سب کے پاس پیسے ہوں۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے۔ اب تو کسی کے پاس پیسے ہیں اور کسی کے پاس نہیں ہیں' کچھ بیچارے لوگ سود سے گزارہ کر رہے ہیں' غریب ہیں' فکسڈ ڈیپازٹ کیا ہوا ہے۔ بے چاروں کا مشکل سے گزارا ہوتا ہے۔ اس لیے فی الحال آپ ان لوگوں کو معاف ہی کردو۔ یہ بہت ہی بڑا باب ہے۔ کبھی موقع ہو تو اس کا حل تلاش کرو۔ حکومتوں کا جھوٹ الگ ہے۔ بس ایک بات یاد رکھیں کہ Status والے سے جو جرم سرزد ہوتا ہے وہ جرم اتنے ہی Status کا ہوتا ہے۔ بڑے آدمی کی غلطی جو ہے وہ اتنی ہی بڑی گنی جائے گی جتنا اس کا مقام ہے۔ جہاں جہاں آپ کو اللہ تعالیٰ مرتبے دیتا جائے آپ اپنی بہت احتیاط کرنا کیونکہ مرتبے کے مطابق تھوڑی غلطی بھی اتنی ہی Multiplied ہوگی جتنا وہ مرتبہ ہے۔ کیونکہ وہ تاثیر بن جاتا ہے۔ الناس علی دین ملوکھم لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر چل پڑتے ہیں۔ اگر بادشاہ میں غلطی پیدا ہو جائے تو لوگوں میں جتنی غلطی پیدا ہوگی اس کے لیے بادشاہ ہی مجرم گنا جائے گا۔ مثلاً ایک رائٹر ہے' رائٹر کی کتابوں کو پسند کرنے والے یا کتاب کو پسند کرنے والے اس کے Status کا حصہ ہیں۔ اگر وہ غلطی پیش کر رہا ہے' گناہ پیش کر رہا ہے اور لوگوں میں گناہ کی خواہش پیدا ہو رہی ہے تو اس کی عبرت جو ہے وہ رائٹر کو جا سکتی ہے۔

آپ کی تحریر اپنی تاثیر کی نسبت سے گنی جاسکتی ہے' آپ کی تقریر تاثیر کی نسبت سے گنی جاسکتی ہے' مرتبے کی نسبت سے گنی جاسکتی ہے۔ لوگوں کے اندر گناہ کی رغبت پیدا کرنے والے مجرم گنے جائیں گے اور نیکی کی تاثیر پیدا کرنے والے نیک گنے جائیں گے۔ اگر آپ کوئی ایسی چیز چھوڑ جائیں جو بعد میں کسی کی زندگی میں کوئی شرارت پیدا کرے تو وہ آپ کی عاقبت پر اثر کرے گی۔ اس لیے عام طور پر آپ کے اندر مرنے کے بعد بھی تاثیریں بنتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات آپ ایسا گناہ چھوڑ جاتے ہو جو ہوتے ہوتے آپ کے گناہ میں اضافہ کرتا جاتا ہے اور ایسی نیکی چھوڑ جاتے ہو جو آپ کی عاقبت کا حصہ بن جاتی ہے۔ اگر آپ نے مسجد بنادی تو جو بھی نماز پڑھے گا وہ آپ کی روح کے لیے ثواب ہوگا۔ اگر گناہ والی کوئی چیز بنادی تو گناہ آپ کے باب میں آجائے گا۔ اگر کوئی ایسی کتاب لکھ دی جو اچھا لٹریچر نہ ہو' اس کو جتنے لوگ پڑھیں گے ان ساروں کے گناہ کے اندیشے آپ کے باب میں شامل ہو جائیں گے۔ ایسا ہوسکتا ہے۔

اور بولو_____

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ لوگ ریاکاری کی نیکی بھی کرتے ہیں۔

جواب:

آپ نیکی کریں تو ریاکاری کی نہ کریں۔ میں آپ سے بات کررہا ہوں۔ نیکی دو قسم کی ہوتی ہے' ایک ریاکاری کی اور ایک اصل کی۔ میں اصل نیکی کی بات کررہا ہوں۔ ریاکاری کی مسجد گرادو' اگر آپ کو یقین ہو کہ یہ

ریاکاری کی ہے۔ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ جو شخص اصل میں نیکی کر رہا ہے اس کی نیکی کا کوئی ایسا حصہ جو اس کے بعد ٹھہر جاتا ہے وہ اس کے نامۂ اعمال میں اضافہ کرتا ہے۔اور جو ریاکاری کی نیکی ہے وہ تو ریاکاری ہی کی نیکی ہے اور وہ ریاکاری گنی جائے گی۔لیکن جو انسان جائز نیک ہے اس کا مقام ذہن میں ضرور رکھو اور آپ ریاکاری کی نیکی نہ کرنا۔دوسروں کو ریاکار سمجھنے سے پہلے اپنی طرف دیکھ لو کہ کوئی کمی بیشی تو نہیں رہ گئی۔آسان نسخہ یہ ہے کہ اگر نیکی تلاش کرنی ہو تو دوسروں میں دیکھو دوسروں کی خوبیاں دیکھو اور اگر خامی کی تلاش ہو تو وہ اپنے آپ میں دیکھ لو کہ شاید وہ اپنے گھر میں پڑی ہو۔خامی تلاش کرنے کے لیے قریب کا سفر ہے اور نیکی کے لیے دور جاؤ اور باہر جا کے تلاش کرو۔وہ دوسروں میں نظر آئے گی۔

سوال:

گناہِ کبیرہ اور گناہِ صغیرہ میں کیا فرق ہے؟

جواب:

اس کا آپ کے لیے آسان جواب یہ ہے کہ وہ گناہ جو معاشرہ شکن ہوتے ہیں انہیں کبیرہ کہیں گے اور وہ گناہ جو آپ کی ذات شکنی کرتے ہیں وہ صغیرہ ہوتے ہیں۔بس اس میں آپ زیادہ بحث میں نہ پڑیں۔معاشرہ توڑ جو گناہ ہیں وہ سارے کبیرہ ہیں۔ان میں معاشرے کو توڑنے کی گنجائش ہوتی ہے۔جو گناہ آپ کی ذات کو نقصان پہنچائیں وہ صغیرہ گناہ گنے جائیں گے۔آپ جیسے بھی دیکھو گے Ultimately اس کا یہی جواب آئے گا۔ورنہ تو یہ نام

ہیں کہ یہ گناہِ صغیرہ ہے اور وہ گناہِ کبیرہ ہے بلکہ جھوٹ بولنا بھی گناہِ کبیرہ ہے۔ وہ ایک لمبی بات ہے۔ لیکن آپ دیکھو کہ معاشرے کو نقصان پہنچ رہا ہے تو وہ گناہ کبیرہ ہی ہوگا اور جہاں آپ کی ذات کو نقصان ہے اور آپ دوسروں کے لیے نقصان دہ نہیں رہے ہو تو پھر آپ کے لیے بچت کی راہ ہو جائے گی۔ داتا صاحبؒ کا فرمان ہے کہ ایک مقام ایسا آتا ہے کہ مبلغ اپنی تبلیغ کے حوالے سے تقویت چاہتا ہے' مرتبے چاہتا ہے اور لوگوں میں اپنی شہرت چاہتا ہے' ایک ایسا مقام آ سکتا ہے کہ ایک آدمی شراب خانے میں اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے پہنچاتے بے ضرر کر لے' تو وہاں پہ داتا صاحبؒ کا قول ہے کہ شراب خانے میں بے ضرر ہونے والا انسان اس عالم دین سے بہتر ہے جو مسندِ رسالت پر بیٹھ کر طاقتِ دنیا حاصل کرنا چاہے۔ مثال کی طرح انہوں نے Gravity بنائی ہے کہ یہ مثال یوں ہے اور سارے کا سارا Emphasis جو ہے یہ سماج سازی پر ہے۔ اسلام نے آپ کو ذاتی طور پر کلمہ پڑھایا اور نماز میں کیا پڑھایا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی سارے جمع کے صیغے' کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ سجدہ جو ہے یہ آپ کا ذاتی ہے۔ ربی الاعلیٰ واحد ہے ربی العظیم واحد ہے۔ باقی سارے کے سارے جمع کے صیغے ہیں۔ اسلام نے جمع بندی کرائی تھی اور اس جمع کو توڑنے والے کو سزا دی جاتی ہے تا کہ وہ اجتماع کو نہ توڑے۔ جس نے پہلا فرقہ بنایا اس نے اجتماع توڑ دیا' دوسرا فرقہ بنایا تو بھی اجتماع توڑ دیا' تیسرے نے بنایا' چوتھے نے بنایا تو بھی اجتماع توڑ دیا۔ ایک آدمی نے ایک سیاسی جماعت سے الگ ہو کے اپنی جماعت بنائی اور اس کا نام اتحاد

پارٹی رکھ دیا۔ وہ ایک بزرگ کے پاس آیا جو ہمارے پاس بیٹھے تھے' ان کو بتایا کہ میں نے ایک جماعت بنائی ہے' یہ سب کی جماعت ہوگی' آپ لوگوں کی جماعت ہوگی اور میں پی ڈی پی سے علیحدہ ہوگیا ہوں۔ بزرگ نے پوچھا کہ جماعت کا نام کیا رکھا ہے' تو کہتا ہے کہ اتحاد پارٹی۔ وہ بزرگ بہت ہنسے اور کہنے لگے کہ تُو تو توڑ کے آیا ہے اور پھر اس کا نام اتحاد کیسے رکھ لیا' اتحاد تو تب ہوتا اگر تم وہیں بیٹھے رہتے۔ یعنی کہ جماعت توڑنے کے بعد نام اتحاد رکھو تو پھر بات بنتی نہیں ہے۔ ہمارے فرقے یہاں سے بنے ہیں۔ صداقت یہ ہے کہ تو نے گروہ کو چھوڑ دیا' اب تیرے پاس کیا صداقت رہ گئی۔ اس لیے آپ کو راز کی یہ بات بتاؤں کہ تمام سلاسل برحق ہیں لیکن اگر سلاسل جمع نہ ہوئے تو سارے مٹ جائیں گے۔ بس اتنی سی کہانی ہے اور یہ راز ہے۔ یہ جمع سلاسل کا وقت ہے۔ اب سارے سلاسل جمع ہو جائیں' فرقے اکٹھے ہو جائیں او کمزور بھائی کو اٹھالو' جس سے کوئی غلطی ہو گئی اسے معاف کردو' جو غریبی میں رہ گیا' پسماندہ ہوگیا' اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو اس کی مدد کرو' جو گناہ میں ہے اس کو توبہ کی راہ دکھاؤ' بزرگوں کا ادب کرو' چھوٹوں کو ساتھ ملالو۔۔۔۔۔

آپ یہ دیکھیں کہ اجتماع کیسے ٹوٹا ہے۔ اجتماع نہیں ٹوٹنا چاہیے۔ اب آپ کا اجتماع ٹوٹ گیا ہے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ بری صحبت سے دور رہنا چاہیے مگر جو بری صحبت سے دور ہوتا ہے وہ بھی بعض اوقات اچھا نہیں ہوتا۔

جواب:

یہ نہیں کہتے کہ صرف بری صحبت سے دور ہونا چاہیے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اچھی صحبت اختیار کرو۔ صرف بری صحبت چھوڑنے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بات یہ ہے کہ اچھی صحبت اختیار کرو۔

سوال:

کیا کائنات میں ایسی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں جو ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں اور کیا ان کا کوئی موسم ہوتا ہے۔

جواب:

آپ کون سی کائنات کا کہہ رہے ہیں۔

سوال:

پوری کائنات کا

جواب:

کیا ہماری دنیا کے علاوہ؟

سوال:

دنیا تو ہم Earth کو سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ہے۔

جواب:

یہ کیا سوال بنا۔ مثلاً یہ ہماری زمین ہے اور اس پر جو روشنی ہے یہ زمینی چیز گنی جائے گا' حالانکہ یہ آسمان کی روشنی ہے۔ آپ سورج کو زمین کے علاوہ کیسے گنیں گے۔

سوال:

اس کے لیے کائنات کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔

جواب:

زمین کے علاوہ باقی کیا کائنات ہے۔آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

سوال:

وہ جو بڑا نظام ہے اس کے بارے میں' یہ دنیا کا جو Planet ہے' اس کے علاوہ جو پورا نظام ہے' کیا اس میں کچھ تبدیلیاں اور تغیر آئے ہیں۔

جواب:

یہ تو سائنس کا بڑا ہی واضح سوال ہے کہ Universe کی کیا University ہے۔

سوال:

سائنس کے حوالے سے بھی۔

جواب:

سب کو پتہ ہے کہ Universe میں کیا ہوتا ہے۔

سوال:

سائنس تو بتاتی ہے اور پتہ نہیں سائنس کب اور کیا بنا دیتی ہے۔

جواب:

آپ سوال تو سائنس سے لے رہے ہیں۔اگر سوال سائنس کا نہ ہو تو پھر جواب سائنس کا نہیں ہوگا۔یہ سوال سائنس کا ہے۔ہمارے اس سفر میں آپ

کواس سوال کی ضرورت کیسے ہوئی۔

سوال:

بس محسوس ہوئی۔

جواب:

کیسے محسوس ہوئی اور کہاں پر محسوس ہوئی؟

سوال:

آپ جب بیان فرما رہے تھے تو اس دوران کسی وقت محسوس ہوا۔

جواب:

کیا محسوس ہوا؟

سوال:

ایک انسانی زندگی میں ایک تو دنیاوی زندگی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور زندگی ہے اور ہر ایک کا اپنا دائرہ ہے اور جو بڑی حقیقت ہے اس میں بھی کچھ ہوتا رہتا ہے۔

جواب:

وہ تو صبح شام ہوتا رہتا ہے۔

سوال:

صبح شام تو ہماری دنیا میں ہوتے ہیں۔

جواب:

آپ کی دنیا اسی کی دنیا ہے' یہی بات تو آپ کو سمجھ نہیں آ رہی۔ یہ جو آپ

کی دنیا ہے اس کی دنیا ہے۔ سوال کی ذرا اور وضاحت کریں کہ سوال کیا ہے۔

سوال:

سوال تو موجود ہے لیکن اس کو زبان نہیں مل رہی۔

ایک اور سوال:

کیا یہ اندر اور باہر کے موسم کی بات ہے؟

جواب:

انہوں نے یہ نہیں کہا۔

سوال:

جی ہاں' میں نے یہ نہیں کہا۔

جواب:

پھر آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

ایک اور سوال:

یہ آپ تو سمجھ رہے ہوں گے کہ سوال کیا ہے۔

جواب:

اگر آپ کو سوال سمجھ آ گیا تو پھر جواب سمجھ آ جائے گا۔ سوال کو زبان دیں۔

ایک اور سوال:

یہ ایک بار پھر سوال کو دہرائیں۔

جواب:

سوال دہرائیں' شاید کوئی بات نکل آئے۔

سوال:

کرۂ ارض کے اپنے موسم ہوتے ہیں۔کیا کائنات میں بھی کوئی موسم ہوتے ہیں؟ شاید مجھے خیال اس لیے آیا ہے کہ ہر صدی کو ایک خاص نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یا خصوصیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اسی حوالے سے میں نے اسے اور آگے بڑھا کے پوچھا ہے کیونکہ صدی تو وقت کا فاصلہ ہے۔

ایک اور سوال:

کیا یہ جو مختلف زمانے ہوتے ہیں' Ages ہوتی ہیں ان کے حوالے سے؟

سوال:

صرف Ages ہی نہیں بلکہ موسم کے حوالے سے۔

ایک اور سوال:

کیا آپ موسم سے سردی گرمی کی بات کر رہے ہیں۔

سوال:

موسم تو تبدیلی کا نام ہے۔

ایک اور سوال:

یہ جو لفظ ''موسم'' ہے اس کی ذرا وضاحت کر دیں۔

سوال:

موسم تو گرمی سردی ہے لیکن میں نے تبدیلی کے بارے میں' کائنات میں تبدیلی اور تغیر کے بارے میں دریافت کیا ہے کہ وہ کہاں تک ہوتا ہے اور ہم

اس سے کس حد تک متاثر ہوتے ہیں۔

جواب:

اب سوال کیا بنا؟

ایک اور شخص:

انسان جو زمین پہ رہتا ہے' وہ دنیا جو اپنے گرد اور سورج کے گرد گھومتی ہے' اس کی تبدیلیوں کا وہ شکار ہوتا ہے اور متاثر ہوتا ہے لیکن یہ دنیا یہ زمین خود اس بڑی کائنات کا حصہ ہے اور اس کا اپنا سورج ہے' چاند ہے اور سیارے ہیں' اکثر یہ ہوتا ہے کہ چاند ستارے اور سیارے جو ہیں ان کے اثرات زمین پر ہوتے ہیں' جس طرح زمین اپنے رنگ بدلتی ہے کیا کائنات میں بھی ایسے لمحے آ جاتے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہو کہ زندگی زیادہ زور سے پرورش پانے لگے' زمین پر فصلیں زیادہ اچھی ہونے لگیں' کوئی طوفان آنے لگیں.....

جواب:

یہ جو زمین کے موسم آپ کہہ رہے ہیں اس میں یہ جواب کافی ہے' مکمل ہے' زمین پر ہونے والے واقعات کو آپ زمین کے محرکات سے نسبت دے دیں۔ اس میں آپ کائنات کو کیوں ملاتے ہیں۔ آپ کائنات کا اثر زمین پر دیکھ رہے ہیں تو زمین پر تو اپنی تاثیر موجود ہے۔

سوال:

آپ جو فرماتے ہیں اس کے مطابق ہم نہ دیکھیں تو بھی Relationship تو اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔

جواب:

کائنات سے کیا تعلق ہے آپ کا۔ زمین پر تبدیلیاں ہوتی ہیں تو ہونے دیں۔ آپ زمین سے کائنات تک کیسے پہنچے؟

سوال:

کچھ Consciousness تو ہے ناں۔

جواب:

Consciousness کس بات کی؟ اگر زمین پر تبدیلی نہ ہو تب بھی کائنات بدلتی ہے۔ پھر کیا ہوا؟ ان دونوں کو آپ ملاتے کس طرح ہیں؟

ایک اور سوال:

سر! اگر میں ٹرین کے ڈبے میں بیٹھا ہوں تو ایک چیونٹی میرے پیروں سے سر کی طرف سفر کرتی ہے۔ میں ایک طرف سفر کر رہا ہوں اور چیونٹی ایک اور طرف سفر کر رہی ہے۔

جواب:

یہ سب ٹھیک ہے لیکن اس سے سوال کو کیا فرق پڑا؟

ایک اور سوال:

بظاہر وہ چیونٹی نیچے سے اوپر جا رہی ہے لیکن چونکہ میرے اوپر چڑھی ہوئی ہے اور میں اِدھر سے اُدھر جا رہا ہوں، ریل ایک طرف جا رہی ہے، تو ہم دونوں اسی طرف جا رہے ہیں جس زمین پر ہم بیٹھے ہیں۔ اگر ہم اس زمین پر نظر رکھیں تو ہمیں لگے گا کہ زمین مشرق سے مغرب کی طرف جا رہی ہے، ہو سکتا ہے

کہ زمین سورج اور کہکشاں سمیت کہیں اور رُخ میں جا رہی ہے۔

جواب:

اس سے آپ کو فرق کیا پڑا؟ آپ کی لائف کو کیا فرق پڑا؟ یہ سارا سوال ایک فاؤل ہے۔ کچھ ستارے اتنے دور ہیں کہ ان کی روشنی ابھی زمین تک آنی ہے جب کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ کچھ رپورٹ زمین پر کئی سو سال کے بعد آنی ہے۔ کائنات میں اتنی وسعت ہے۔ سیارے اور ستارے ایسے ہیں کہ جن کا فاصلہ ہمیشہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ لامحدود سیارے اور لامحدود ستارے ہیں۔ کائنات میں ٹائم Infinite ہے۔ اب یہ کہ کائنات کا ہم پر اثر پڑتا ہے کہ نہیں پڑتا تو آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ اتنی وسیع کائنات کا خالق وہ اللہ ہے جس نے آپ کو یہاں پیدا کیا۔ آپ فطرت میں نہ اُلجھ جانا بلکہ آپ کا تعلق فاطر کے ساتھ ہو، جس نے یہ کائنات تخلیق فرمائی ہے اور زمین کی پروڈکشن یا کائنات کی سب سے بڑی پروڈکشن یہ انسان ہے۔ اب کائنات تو ایک طرف رہ جاتی ہے۔ آپ کے ساتھ کائنات کی تاثیر خالق کے حوالے سے ہے، Planets کے حوالے سے نہیں ہے، یہاں ستارے اور سیارے کی نہیں بلکہ ایمان کی اور بے ایمانی کی بات ہو رہی ہے۔ وہ جس نے کائنات بنائی ہے اُسے فاطر کہتے ہیں اور کائنات کو فطرت کہتے ہیں۔ فطرت تاثیر دیتی ہے۔ کچھ لوگ فطرت شناس ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا مضمون نہیں ہے، ہمارا مضمون ہے فاطر، فاطر کے ساتھ، بنانے والے کے ساتھ۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ کائنات کے Planets کی جو Interplanetory Situation ہے اس سے

ہمیں فرق پڑ رہا ہے' کیا ہم کسی کی پروڈکشن تو نہیں ہیں' کیا کہیں اور سیاروں کا جھمگھٹ ہے اور ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور پھر وہ سیارے الگ ہو جائیں گے' پتہ نہیں کیا ہو گا' کیا کوئی ستارہ آ رہا ہے جو صدی کو Produce کرنے والا ہے ____ تو ایسا نہیں ہے۔ یہ منشائے الٰہی کا واقعہ ہے۔ یہ سیارگان کی بات نہیں ہو رہی۔ اس لیے یہ سوال ایک فاؤل ہے۔ یہ واقعہ کس کا ہے؟ یہ اللہ کی منشا کا واقعہ ہے' کسی سیارے کا اثر نہیں ہے' نہ یہ کوئی سیارگان کی پوزیشن کا اثر ہے کہ ہم کیا بن گئے اور ہم کیا نہ بن گئے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ کیا سمجھ آئی ہے؟

سوال:

انسان کا تعلق.....

جواب:

انسان کی بجائے مومن کا تعلق

سوال:

مومن کا تعلق اللہ سے ہے۔

جواب:

مومن کا تعلق اس حوالے سے ہے جس نے یہ وسیع کائنات بنائی اور جس کے سیارے اور ستارے اثر کرتے رہتے ہیں۔ وہ کریں یا نہ کریں ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

سوال:

اب آپ نے فرمایا ہے کہ وہ اثر کرتے رہتے ہیں لیکن ہمیں اس سے

کوئی غرض ہے۔

جواب:

وہ کریں یا نہ کریں' جو شخص فطرت تک محدود ہے اس کا یہی مضمون ہوگا کہ ستارہ بدل گیا

؎ عبس ہے شکوہِ تقدیرِ یزداں
تو خود تقدیرِ یزداں کیوں نہیں ہے

یہ اقبالؔ نے کہا ہے۔ اقبالؔ کا ایک اور شعر ہے

؎ ستارہ کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں

اُسے تو خود راستہ نہیں مل رہا' وہ تمہیں کیا راستہ بتائے گا۔ آپ کون سے چکر میں پڑ گئے' اگر ستارے سازگار نہ ہوں' ایک آدمی سجدہ کر رہا ہے اور دوسرا سجدہ نہیں کر رہا تو دونوں ایک ہی کائنات میں ایک جیسے ہیں' ایک جنت میں چلا گیا اور دوسرا دوزخ میں چلا گیا۔

سوال:

جیسے ہم یہاں سے بھاگ کے دبئی چلے جائیں یا زُہرہ سیارے میں چلے جائیں۔

جواب:

وہ الگ بات ہے۔ لیکن آپ خدا کے حوالے سے بات کریں۔ اب آپ سوال کو خدا کے حوالے سے دہرائیں۔

سوال:

پھر تو سوال ہی نہیں رہتا کیونکہ خدا کے حوالے کی بات آ گئی۔

جواب:

پھر آپ نے خدا کے علاوہ حوالہ کیوں ڈھونڈا۔ کائنات میں تو بہت سیارے ہیں' گرم بھی ہیں اور سرد بھی ہیں' موسم بدلتے رہتے ہیں' کوئی کائنات کسی لمحے اپنے Previous لمحے کے برابر نہیں رہتی۔ اس میں اتنی تیز تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ کائنات میں کوئی مقام دوبارہ واپس نہیں آتا۔ اگر آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ستارے کی پوزیشن واپس آئے گی تو کبھی نہیں آئے گی' قیامت تک نہیں آئے گی' وہ صدیوں بعد بھی نہیں آئے گی۔ یہ واقعہ پھر نہیں ہوتا۔ ہر شے تیزی سے بدل جاتی ہے۔ یہ تو Mutability کا قانون ہے اور آپ کو نیچر کے قانون کی سمجھ نہیں آتی۔ کوئی چیز اپنی اصل جگہ پر دوبارہ واپس نہیں آتی۔ زمین جو اپنی حالت پہ واپس آتی ہے وہ بھی نہیں آتی۔ سیارے اور سورج بظاہر نظر آتے ہیں کہ اپنی حالت میں واپس آئے ہیں مگر کبھی نہیں آتے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ آپ یہ جو دن مقرر کرتے ہیں کہ یہ دن فلاں دن کی یاد ہے تو یہ دن وہ دن نہیں ہے۔ یعنی آپ جو دن مناتے ہیں' لیلۃ القدر مناتے ہیں لیکن لیلۃ القدر جو اِس رمضان میں آئی ہے یہ وہ نہیں ہے جو اُس رمضان میں تھی' پہلے رمضان میں تھی۔ بڑا فرق ہے۔ کہیں آپ اسے وہ لیلۃ القدر نہ سمجھ لینا۔ یہ وہ نہیں ہے۔ دسویں محرم آئی تو یہ محرم تو ہم اسی طرح منائیں گے لیکن یہ وہ محرم نہیں ہے جو وہ محرم تھا۔ اس کائنات میں کوئی واقعہ دوبارہ Repeat نہیں ہوتا۔ کل یوم ھو

فی شان ساری کائنات ہی بدلتی جارہی ہے۔آپ کہیں انہیں ملانے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ اس کائنات کی Setting دوبارہ اس حالت میں ہورہی ہے جیسے آج سے کچھ صدیاں پہلے' زمین بننے سے پہلے یہ سنگم ہوا تھا اور یہ واقعہ یوں ہوا تھا۔خدانخواستہ ایسی بات نہ سوچ لینا۔ یہ نہ کہنا کہ یہ دور غالباً وہی دور ہی جس میں لارڈ کرشنا آئے تھے۔ایسی بات نہیں ہے۔ایسی سوچ مت رکھو۔ایسا نہیں ہے۔کوئی واقعہ بالکل Repeat نہیں ہوا۔اب آپ بتائیں کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔'موسم کی تبدیلی سے آپ کی کیا مراد تھی۔

سوال:

صرف یہ دیکھنا تھا کہ جو واقعات ہورہے ہیں وہ کیسے ہورہے ہیں۔

جواب:

ان کا تعلق خدا کے حکم سے ہے یا آپ کے عمل سے ہے اور کائنات کے کسی سیارے کی پوزیشن سے نہیں ہے۔ستارے بدلتے ہیں۔اصل میں ستارہ جو ہے وہ آپ کے عمل کا نام ہے۔سیارے اور ستارے جو ہیں یہ گنتی کے ہوتے ہیں کہ اتنے دن میں پیدا ہونے والے کا یہ حساب کتاب ہوتا ہے۔بہت سارے لوگوں کا اگر ستارہ اور سیارہ ایک جیسا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ کسی کی زندگی سسک کے گزرتی ہے اور کسی کی مر کے گزرتی ہے اور کسی کی پریشان ہو کے گزرتی ہے۔ 25 دسمبر کو پیدا ہونے والے سارے تو Christ نہیں ہوں گے' نہ وہ سارے عظیم آدمی ہو جائیں گے۔ایک نام والوں میں سے کوئی کچھ بن جائے گا اور کوئی کچھ بن جائے گا۔ایک جیسے ٹائم میں پیدا ہونے والے' ایک وقت میں پیدا

ہونے والے ایک Moment میں پیدا ہونے والے جو ہیں ان کی زندگیوں میں بڑا فرق ہوگا بلکہ قیامت کا فرق ہوگا۔ کہیں آپ ایسے علم میں نہ پڑ جانا کہ کائنات میں کون سا واقعہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ہم کسی واقعہ میں مبتلا ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔

سوال:

یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کا اچھا نام رکھو تو یہ نام اس کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

جواب:

بچہ وہ نام سن سن کے تاثیر لے لیتا ہے۔ اس کے لیے ایک قسم کا وظیفہ ہو جاتا ہے۔ جب اس کا نام پکارا جائے تو اس پہ یہ اثر پڑ جاتا ہے جیسے وظیفے کا اثر پڑتا ہے۔ اچھے نام کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ جب آپ نام بگاڑ کے کسی کو غنڈہ کہتے ہیں تو چار دن پکارنے کے بعد وہ غنڈہ ہو جائے گا۔ اس لیے کہتے ہیں کہ نام بگاڑ کے نہ پکارا کرو۔ بہت سے غنڈوں کے نام الگ الگ رکھ دیے جاتے ہیں۔ پورا نام پکارو تو وہ آدمی اپنے برے ہونے میں بہت احتیاط کرتا ہے اور بچت کرتا ہے۔ اس لیے اچھا نام رکھنا بہتر ہے۔ اچھے نام کی نسبت بہتر ہوتی ہے' اچھے نام کی آواز بہتر ہوتی ہے' اچھے نام کی تاثیر بہتر ہوتی ہے۔ اچھا نام ایک طرح سے وظیفے کا کام دیتا ہے۔ اچھا نام رکھنا چاہیے۔ نام بگاڑنا نہیں چاہیے۔ لاڈ میں عام طور پر نام بگاڑ دیتے ہیں' یہ بگاڑنا نہیں چاہیے ورنہ کردار بگڑ جاتا ہے۔ کسی کو برے نام سے پکارو تو تیسرے دن ہی وہ برا ہو جائے گا۔ جب خود ہی اپنے آپ

کو کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم ناکام ہیں' ہم نے پاس نہیں ہونا تو آپ فیل ہو جائیں گے۔ جب خود ہی کہتے ہو کہ پاس نہیں ہونا تو کیسے پاس ہو گے۔ اس لیے اچھا خیال رکھنا چاہیے' اچھا نام رکھنا چاہیے' اچھی امید رکھنی چاہیے اور اچھا سفر کرنا چاہیے۔

اب آپ بولیں ____ آپ پچھلے سوال کی گرفت سے تب بچیں گے جب آپ ایک اور سوال کریں گے۔

سوال:

ہمیں اکثر یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ حقیقت پسندانہ بات کرنی چاہیے لیکن یہ سمجھ نہیں آتا کہ حقیقت کیا ہے۔

جواب:

حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کچھ ہے' یہ باطل نہیں ہے' اس کائنات میں باطل شے کوئی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ حقیقت وہ ہے جو Real ہو۔

سوال:

کبھی لگتا ہے کہ ہر چیز تو تیزی سے تبدیل ہوتی ہے پھر کس چیز کو حقیقت کہتے ہیں۔

جواب:

جو چیز بدل گئی اس کے بعد جو حقیقت آ گئی آپ اس کو دیکھو۔ بچے کا بچپن حقیقت ہے' بڑا ہو جائے تو پھر جوانی حقیقت ہے' ملنا حقیقت ہے اور الوداع ہونا حقیقت ہے ____ اصل میں انہوں نے یہ سوال کرنا تھا کہ جب Real اور

Ideal میں فرق ہوتو پھر کیا کرنا چاہیے۔ یہ جو کہتے ہیں وہ Ideal کا کہہ رہے ہیں جب کہ Real اور ہے اور Ideal اور ہے۔ وہ Ideal کو حقیقت کہتے ہیں اور یہ Real کو حقیقت کہتے ہیں۔ یہ فرق ہے دونوں کا۔ یہ فرق قائم رہے گا۔ Ideal جو ہے وہ خیال میں ایک چیز کی انتہائی شکل ہے اور Real جو ہے وہ اس کی ظاہری شکل ہے اور ان کا فاصلہ رہنا اچھی بات ہے' یہ کبھی بھی برابر نہیں ہونا چاہیے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ Real وہ ہے جتنا حاصل ہوگیا اور Ideal وہ ہے جو آگے ہوگا

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا

آپ بلند نگاہی قائم رکھو۔ جنہوں نے آپ کو حقیقت پسندی کا کہا ہے وہ سچ کہہ رہے ہیں۔

سوال:

جب انسان آئیڈیل کو سامنے رکھے تو پھر وہ Limitations کو بھول جاتا ہے۔

جواب:

وہ Idealism کیا ہے۔

سوال:

وہ تو Abstaract ہے

جواب:

وہ Abstaract نہیں ہے بلکہ اس شخص کا Real ہے۔ Idealist کا

جو Idialism ہے وہ Real ہے۔شاعر کے حوالے سے شاعر کا خیال Real ہے۔

سوال:

Reality تو With Limitations ہے۔

جواب:

Reality جو ہے یہی Reality ہے۔With Limitations اس کی اپنی Proper ہے' اس کا حسنِ خیال Real ہے۔اس کو یہ کائنات کسی کا عکس نظر آتی ہے اور اس کو اپنا عکسِ خیال Real نظر آتا ہے۔

سوال:

بچوں کو سمجھانے میں بڑی مشکل پیش آتی ہے کیونکہ وہ Idealism کی بات کرتے ہیں اور ہم Realism کی بات کرتے ہیں اور ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی۔

جواب:

ہاں وہ نہیں آتی ہے۔

سوال:

خاص طور پہ مجھے تو اپنے بچوں کو سمجھانے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ ہم بچوں سے کہتے ہیں کہ سچ بولو' جھوٹ نہ بولنا۔پھر کوئی آ جائے تو انہیں کہتے ہیں کہ یہ نہ بتانا کہ ابا جان ادھر ہیں۔بچے کہتے ہیں کہ ابھی تو آپ نے سچ کا کہا تھا اور اب جھوٹ بولنے کا کہہ دیا ہے۔اس بات سے بڑا سخت Conflict پیدا ہوتا ہے۔

جواب:

جو یہ بات کہہ رہا ہے یہ اس کے بچوں میں ہے۔ سارے لوگ یہ بات نہیں کہتے۔

سوال:

اکثر گھروں میں یہ ہے۔

جواب:

اکثر گھروں میں تو بڑا فساد ہے۔

سوال:

میرا مطلب ہے کہ ہم بچوں کے دل میں خود ایک Conflict پیدا کر رہے ہیں۔

جواب:

آپ یہ نہ کرو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اس بات کو نہ کرو۔ بچوں کو اگر سچ بولنے کا حکم دیا ہے تو پھر خود بھی بولو۔ آپ بچوں کو ایسی بات کیوں بتاتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

سوال:

بچے بڑے سخت Idealist ہوتے ہیں اور Idealism پہ یقین رکھتے ہیں۔

جواب:

بچے زیادہ دانا ہوتے ہیں۔ انہیں سمجھاؤ۔

سوال:

ہم جب ان کو Limitations بتاتے ہیں اور ان کو Realist بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

جواب:

آپ نے بچوں کو جو کچھ بتانے کی کوشش کی ہے اور پھر اللہ نے انہیں جو بنایا وہ بن گئے۔ سکولوں میں اور کالجوں میں بچوں کو آپ نے بہت سکھایا مگر انہوں نے کتنا سیکھا۔

سوال:

اس طرح تو خرابی پیدا ہو رہی ہے۔

جواب:

بچے مذہب میں Uneducated تو ہیں لیکن Ill-educated نہیں ہیں۔

سوال:

ان کو Educate کرنا تو ہمارا مقصد ہے۔

جواب:

اس کے لیے پہلے آپ کو ایجوکیشن چاہیے۔ پہلے خود مذہب کا شعور حاصل کرو، پھر بچوں کو کہو۔ جو عالمِ دین Ill-Educated ہیں وہ زیادہ تباہ کن ہیں۔

سوال:

وہ تو تباہ کن ہیں، زہر ہیں۔

جواب:

پھر تو ایک صحیح انسان چاہیے' ایسا معاشرہ چاہیے جو صحیح علم رکھتا ہو۔ آپ صحیح علم لیں اور بچوں کو صحیح علم دیں۔ بچوں کو جھوٹ کی تلقین نہ کریں۔ یہ اگر آپ کی مجبوری ہے تو یہ تو ایسی بات نہیں ہے کہ اس کے لیے کوئی علم ہونا چاہیے۔ سوال کو سوال کی حد تک ڈھونڈو۔

سوال:

یہ جو جھوٹ کہتے ہیں کہ ''ابا گھر میں نہیں ہے'' تو اس کے پیچھے بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔

جواب:

اگر ابا گھر میں ہو تب بھی اماں اُسے نہیں مانتی کہ وہ گھر میں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ گھر میں نہیں ہے۔ وہ بے چارہ گھر میں ہے تب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ سچ ہے اور جھوٹ نہیں ہے۔ اس کا علاج یوں نہیں ہونا کہ آپ درمیان میں سے علاج شروع کر دیں۔ یہ اور ہی علاج ہونا ہے۔

سوال:

یہ جو آپ نے Ill- Educated اور Un-educated کی بات کی ہے تو جو Un-educated ہے وہ کم از کم نیچر کے تو قریب ہوتا ہے۔

جواب:

Un-educated جو ہے وہ نیچر کے قریب ہوتا ہے اور وہ بہت اچھا انسان ہے اور Ill- Educated بہت برا انسان ہے۔ اس وقت آپ کے دین میں

تقریباً یہ یلغار ہو چکی ہے۔ آپ کبھی اندازہ لگاؤ کہ شروع میں مسلمانوں کے لیے کیا کیا ہوگا' کافروں کو اللہ کی ترغیب دی ہوگی' کہ ہمارے پاس اچھا مذہب ہے جس سے تمہاری زندگی بھی بن جائے گی' آخرت بھی بہتر ہو جائے گی' ماحول بھی اچھا ہو جائے گا۔ یہی دعوت دی ہوگی۔ انہوں نے ڈرایا تو نہیں ہوگا۔ اور آج آپ مسلمانوں کو ایسا علم دے رہے ہو جو ڈرانے والا علم ہے۔ مسلمان دوسرے مسلمان کو خوش نہیں کرتا۔ یہ درمیان کا جو عالمِ دین ہے وہ آدمی ہے جو حکومت کو اپنی ذات تک منسوب کرے اور علم سے اپنی ذات تک وابستہ رکھے۔ وہ لوگ جو ہیں وہ آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یعنی کہ مسلمانوں کو کمزور سمجھنا اور انہیں غلط کہنا' گمراہ کہنا' یہ غلطی ہے۔ مسلمان یہی ہیں جیسے ہمارے پاس ہیں۔ اگر ہے تو انہی سے دین کی شان ہے۔ یہ جیسے بھی ہیں' جب وقت آتا ہے تو کوئی علم الدین کام کر جاتا ہے۔ ورنہ تو پھر یہ سارے علماء نے خراب کیا ہے' جھگڑا فساد ان کے اندر ہے۔ آپ لوگ ٹھیک ہو جاؤ تو یہ کافی ہے۔ اسلام کو اپنی ذات تک رکھو اور اپنے آپ کو پہچانو۔ آپ اپنی زندگی کو خراب نہ کر لینا' زندگی بھی اللہ کا حکم ہے' یہ بھی یاد رکھنا' میرا پیغام ہے۔ جس طرح اللہ کا حکم ہے کہ کلام الٰہی پڑھو' نماز پڑھو' روزہ رکھو' حج کرو' اسی طرح زندگی کو بھی دیکھو' یہ بھی اللہ کا فرمان ہے' زندگی ضائع نہیں کرنی' خراب نہیں کرنی' اسے نقصان نہیں پہنچانا' اسے بڑے آرام سے گزارنا ہے۔ یہ کب خراب ہوتی ہے؟ جب اپنی استعداد سے زیادہ بوجھ ڈالو تو یہ خراب ہو جاتی ہے۔ یا اگر اپنی ہستی سے کم گزارو تو بھی خراب۔ اس میں جھوٹ شامل نہ کرو اور نہ اس میں کوئی کمی بیشی کرو۔ نہ بہت چھپانا پڑے اور نہ بہت

مبالغہ کرنا پڑے۔ زندگی یہ ہے۔ کیا ہے؟ نہ چھپاؤ نہ مبالغہ کرو۔

سوال:

میانہ روی رکھیں؟

جواب:

ہاں____

اور سوال____

سوال:

جناب ہم صبح اُٹھتے ہیں تو ایک مسجد سے آواز آ رہی ہوتی ہے' دوسری مسجد سے اور آواز آ رہی ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں۔ تو ایسے میں ہم ہر آواز کو آوازِ حق کیسے سمجھیں؟

جواب:

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آواز اپنی جگہ پر حق ہے اور اس کے علاوہ بھی حق ہے۔ آپ اپنے آپ کو Consult کریں کہ آپ نے کس حق پہ چلنا ہے۔ ایک اُس کو غلط کہہ رہا ہے اور وہ اِس کو غلط کہہ رہا ہے لیکن یہ بھی غلط ہے کہ آپ کسی تیسری طرف بھی نہیں جا رہے یعنی آپ کسی اور مسجد کی طرف بھی تو نہیں جا رہے۔ یہ بات بھی تو غلط ہے۔ کس کی غلطی سے' مولوی صاحب کی غلطی سے آپ کو ایک غلط کام کرنے کا جواز تو نہیں مل گیا۔ اگر وہ دونوں غلط ہیں تو بھی آپ کی نماز اپنی جگہ پہ ہے' وہ آپ پڑھ لو۔ آپ مجھے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ہم نے نماز گھر پر پڑھ لی ہے۔ لیکن یہ نہ کہنا کہ مولوی غلط کہتا ہے لہٰذا مسجد

نہیں جاتے۔ یہ غلط ہے۔

سوال:

لیکن وہ آوازِ حق تو نہ ہوئی۔

جواب:

آوازِ حق تو تب ہوتی ہے جب آپ حق کے حوالے سے بات کریں لیکن یہ تو شریعت کی بات ہے۔ وہ میں نے توحید کے حوالے سے بتایا تھا۔ توحید کے حوالے سے وہ ٹھیک ہو رہا ہے' بالکل ٹھیک ہو رہا ہے' یہ جتنا اجتماع ہو رہا ہے' جھگڑا ہو رہا ہے وہ ہونے دو' اسی کے اندر سے اصل بات نکل آئے گی۔ یہ سب بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں کہ اسلام کے حوالے سے ایک دوسرے سے جھگڑا ہو رہا ہے' تو یہ ہو رہا ہے اور آپ دیکھ رہے ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حل بہت جلد ہو جائے گا۔ اب یہی تو راز ہے اس کا۔ آپ دیکھنا یہ حل ہو جائے گا' بہت جلد حل ہو جائے گا' آپ کو ایک ہی آواز آ جائے گی۔ آپ کسی طریقے سے مسجد سے لاؤڈ سپیکر نکالو۔ دعا کرو اور کوشش کرو۔ صرف لاؤڈ سپیکر نکال دو گے تو آپ کا بہت سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ نکل جائے گا۔

سوال:

یہ تو لوڈ شیڈنگ کے ساتھ بھی نہیں جاتا۔

جواب:

انشاء اللہ تعالیٰ نکل جائے گا۔

سوال:

لاؤڈ سپیکر نکل گیا تو یہ بات نہیں رہتی۔

جواب:

ساری خرابی اسی وجہ سے ہوئی ہے۔

سوال:

ٹیپ لگائی ہوتی ہے اور ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ٹیپ کیا ہوا ختم ہو گیا تو پھر گانا چل پڑا۔

جواب:

ایسا ہوتا ہے۔ بہر حال یہ کہنا نہیں چاہیے لیکن یہ ادارہ جو ہے یہ کمزور ہو گیا ہے۔ اس جگہ سے جو فلاح ہونی تھی وہ نہیں ہو رہی۔ اب اس کا کوئی انتظام ہونا چاہیے۔ اللہ کے آگے ہم دعا کر رہے ہیں' درخواست کر رہے ہیں کہ یا اللہ اس ادارے کو صحیح معنوں میں Revive کر۔ اب کیا کہیں کہ ایک آدمی جھوٹا ہے کہ نہیں ہے لیکن اس ادارے کی فلاح جو ہے وہ عوام الناس تک نہیں پہنچ رہی۔ یہ ہونا چاہیے' خانقاہ بحال ہونی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ بحال ہونی چاہیے کیونکہ وہ اپنے مقام سے ہٹ گئی ہے۔ وہ بھی بحال ہو۔ جو جو Institutions ہیں وہ دوبارہ بحال ہونے چاہییں۔

سوال:

اگر ہم ظالم کو معاف کر دیں تو کیا ظلم بڑھ تو نہیں جائے گا؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ معاف کرنے سے ظلم بڑھتا نہیں بلکہ رُکتا ہے۔

سوال:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو ظلم برداشت کرتا ہے وہ بھی ظالم ہے۔

جواب:

یہ ساری Situations بالکل صحیح ہیں اور اسلام نے بہت صحیح مقام بیان فرمائے ہیں۔ آپ کے پاس بہت سارے عناصر موجود نہیں ہیں۔ آپ ایک چیز کو لے لیتے ہیں اور اسلام ایسے نافذ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً یہ کہ آپ ایک چیز کو لے لو رزق کے پیچھے پڑ جاؤ' جب کہ حرام بھی نہیں ملتا' لوگوں کا گزارہ نہیں ہوتا۔ جب آپ ایک چیز کو لے لیں گے تو دوسری چیزیں رہ جائیں گی۔ اسلام میں ساری کی ساری زندگی مربوط ہے۔ صرف ایک چیز نافذ نہیں ہوسکتی۔ ہو ہی نہیں سکتی۔ آپ صرف نماز شروع کرادیں تو نہیں چل سکتی کیونکہ ہر چیز مربوط ہے۔ اگر کہیں ظلم ہو رہا ہے تو نہیں ہونا چاہیے۔ ملک کے سربراہ پر کسی کا اعتماد نہیں ہے تو پھر نماز کیسے پڑھے گا' کسی کو حق نہیں ملا تو وہ عبادت نہیں کرسکتا کیونکہ اسے حق ملنا چاہیے اور اس پر ظلم نہیں ہونا چاہیے۔ ظلم کی صرف یاد انسان کو عبادت سے محروم کردیتی ہے۔ ہر چیز ہونی چاہیے۔ آپ دعا کرو کہ کوئی ایسا موقع آجائے' کسی انسان میں کوئی آگہی آجائے یا انسانوں میں آجائے تو ایک پورا نظام نافذ ہوجائے۔ وہ آسانی کا نظام' خوبی کا نظام' سلامتی کا نظام ہو۔ سلامتی سے مراد یہ ہے کہ زندگی میں جو سب سے چھوٹا انسان ہے سب کی زندگی اس کے برابر ہو یا

پھر سب کی زندگی سب سے بڑے کے برابر ہو۔ آسان سی بات ہے کہ یا تُو بھی ہماری طرح غریب ہو یا ہم بھی تیری طرح حاصل کریں۔ یہ دو صورتیں ہیں' لہٰذا لائف میں کوئی نہ کوئی توازن پیدا ہو جانا چاہیے جو نہیں پیدا ہو رہا۔ اس کے لیے دعا ہے ____

سوال:

کہتے ہیں کہ خیال میں بڑی طاقت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ مل کے سوچیں تو وہ بات ہو جاتی ہے' تو خیال کی طاقت کے بارے فرمائیں۔

جواب:

ایک تو خیال کی طاقت پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس میں بہت طاقت ہے بلکہ طاقت ہی خیال کی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ دیکھو کہ آپ کی ذاتی زندگی میں آپ کو حرکت دینے والا آپ کا خیال ہے۔ نیند ہو' بیداری ہو' سفر ہو' تلاش ہو' کھانا ہو' یہ سب خیال سے ہیں۔ اگر خیال آپ کے وجود میں حرکات پیدا کرتا ہے تو خیال باقی جگہ بھی اثر کرے گا۔ خیال ہی اگر نیکی بدی ہے تو ساری دنیا میں خیال ہی کارگر ہے۔ خیال سے نیکی ہے' خیال سے بدی ہے اور خیال سے بے شمار واقعات ایسے ہیں جو انسان کو کرنے نہیں پڑتے بلکہ ہو جاتے ہیں۔ خیال میں اتنی طاقت ہے۔ اگر آپ درود شریف پڑھ رہے ہیں تو آپ کا تعلق خیال کا ہے یعنی نسبتِ رسول ﷺ کا تعلق خیال کا ہے۔ اللہ سے آپ کا جو تعلق ہے وہ خیال کا ہے مشاہدے کا نہیں ہے اور یہ بڑا طاقت ور تعلق ہے۔ بلکہ اس حد تک کہتے ہیں کہ آپ کے خیال کا نام ہی اللہ ہے۔ کہنا نہیں چاہیے لیکن یہ سب آپ

کا خیال ہی تو ہے اور اگر خیال نہ ہو تو آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ اللہ کیا ہے۔ تو خیال ہی طاقت ور ہے اور حسن خیال کی انتہا جو ہے وہ اللہ ہے۔ یہ پوری طاقت ہے۔ ساری کائنات میں خیال نازل فرمانے والا وہی ہے ____

اور کوئی بات ____

سوال:

ہم آج خوش ہیں۔

جواب:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ خوشی کو اپنے پاس محفوظ رکھو۔

سوال:

اسے بانٹنا بھی چاہیے۔ دوسروں کو بھی دینا چاہیے۔

جواب:

پھر بتائیں ناں کہ کیا خوشی ہے؟

سوال:

یہ Radiate ہو رہی ہے۔

جواب:

ہم ہمیشہ خوش ہیں۔

سوال:

ہفتے میں کوئی دن چھوٹے بچوں کے لیے بھی ضرور Reserve فرمائیں۔

جواب:

ٹھیک ہے یہ ہونا چاہیے۔

ایک اور سوال:

میرا دس گیارہ سال کا ایک بھانجا ہے وہ بڑا Curious تھا اور مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ کیا میں نہیں آ سکتا ہوں۔

جواب:

کیا آپ نے مجھ سے پوچھا تھا؟ آپ نے پوچھا ہی نہیں ____

آخر میں دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ چھوٹوں اور بڑوں سب پر اپنا کرم فرمائے۔ آمین

برحمتک یاارحم الراحمین۔


٢٨
واصف

واصف علی واصف

گفتگو-28

کاشف پبلی کیشنز
301-A جوہر ٹاؤن، لاہور

رُخ بدل جاتا ہے ہر طوفان کا
بات کیا ہے نالۂ شب گیر کی

(واصف علی واصفؒ)

عرض ناشر

دنیائے علم کی تاریخ گواہ ہے کہ علم کی ترسیل کیلئے سوال و جواب سے بہتر کوئی میڈیم میسر نہیں آسکا۔ طالب علم درحقیقت علم کا طالب ہوتا ہے۔ علم کا طالب سوال کا کشکول لے کر درِ ارشاد پر حاضر ہوتا ہے.....اور صاحبِ ارشاد اُس کی طلب اور ظرف کے مطابق اس کے کاسۂ شعور میں تصرف کرتا ہے اور اِرشاد کی صورت میں جواب دان کرتا ہے۔ قطبِ اِرشاد حضرت واصف علی واصفؒ نے بے تعلق تبلیغ سے منع فرمایا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سوال اور جواب کا تعلق علم کی اشاعت کو ایک بے تعلق تبلیغ نہیں رہنے دیتا۔ ترسیلِ علم میں تاثیر جہاں صاحبِ اِرشاد کی موجِ علم اور کرامتِ کردار کا کرشمہ ہے' وہاں طالب کی شدتِ طلب اور صدق بھی مہمیز کا کام کرتی ہے۔ آپؒ کا ارشاد ہے کہ سننے والے کا شوق بولنے والے کی زبان کو تیز کرتا ہے۔ گفتگو کی محفل میں آپؒ حاضرینِ محفل سے فرمایا کرتے کہ یہ سوالات اور اِن کے جوابات صرف آپ لوگوں ہی کیلئے نہیں ہیں، بلکہ آپ کا جتنا حصہ ہے' وہ آپ لوگ لے لیں گے اور پھر یہ دریا

آگے بڑھ جائے گا، اِسے آنے والی صدیاں بھی سیراب کرتا ہے۔

؎ واصفی فکر میں ہر سوچ بھی لگتی ہے
یہ صدی حضرت واصفؒ کی صدی لگتی ہے

اہلِ فکر و دانش اس بات پر متفق ہیں کہ دَورِ حاضر میں رواج پا لینے والی ژولیدہ خیالی اور ڈیپریشن کے فکری اور رُوحانی علاج کیلئے حضرت واصف علی واصفؒ کے اقوالِ پُرحکمت تیر بہدف نسخہ جات ہیں۔

کلامِ واصف تحریر کی صورت میں ہو یا بیان کی شکل میں، اہلِ ہنر کیلئے ایک گنجینۂ معانی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت واصف علی واصفؒ کے تحریری اَقوال معانی کے قلزم کو ایک قطرے کی صورت میں منتج (culminate) کرتے ہیں جبکہ ''گفتگو'' انہی قطروں کو شعور کے اُفق پر کچھ اس طرح بکھیر (sublimate) دیتی ہے کہ معانی کی ایک قوسِ قزح پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال و جواب کے سلسلے کی ۲۸ ویں کتاب حاضر ہے۔ اُمید ہے کہ طالبینِ علم و حکمت اِس سے مستفید ہوں گے اور راہِ حق میں اِرشاد اور صاحبِ اِرشاد سے بتوفیقِ اِلٰہی اِستمداد حاصل کریں گے۔

فہرست

[1]

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	سر! کئی بار سنتے ہیں کہ یہ غیب ہے، تو غیب سے کیا مراد ہے؟	16
2	..... جو غیب ہے وہ ذاتی تجربے یا احساس کی بات ہے.....	18
3	کیا غور کرنے اور تحقیق کرنے میں کوئی فرق ہوتا ہے؟	31
4	سر! یاد اور یادداشت کا کیا مقام ہے؟	38
5	سر! کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے عدم موجودگی کے زمانے کو موجودہ زمانے میں یاد کرے.....	36
6	.... کیا روح کا جو تجربہ ہے وہ اس زندگی میں ہوسکتا ہے؟	37
7	کیا ہر سوال کا جواب کوئی عالم آدمی دے سکتا ہے؟	44
8	سر! یہ جو تقلید ہے وہ تمام Mental Complexities کی Simplicity تو نہیں۔	45

9 ..... اگر کسی انسان کی تھوڑی سی Help کر دیں تو وہ انسان کا بہت ممنون ہوتا ہے 46

10 سر! کیا سیاست شوق کا نام ہے یا خبط کا نام ہے؟ 50

11 آپ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو کہ اچھا گروہ آ جائے..... 61

[2]

1 ..... شہادت کا فلسفہ اصل میں کیا ہے؟ 69

[3]

1 ایسا کیوں ہے کہ انسان کبھی بولنا چاہتا ہے اور کبھی خاموش رہنا چاہتا ہے؟ 107

2 Concentration کے بارے میں پوچھنا تھا۔ 112

3 فیض کیا ہے اس کے بارے میں کچھ فرما دیں۔ 142

[4]

1 ہم مسلمان اللہ پر عقیدہ رکھتے ہیں اور..... 151

2 میں سمجھتا ہوں کہ اسلام تسلیم و رضا کا مذہب ہے..... 176

[5]

1	کوئی غریب کسی مال دار سے نفرت کیوں کرتا ہے۔	183
2	..... ایسٹ میں رہنے والوں کی عزت کم ہے	
3	میں سارے گلوب کی بات کر رہا ہوں۔ وسعت مال کی وجہ سے ہر معاشرہ ایسے بندوں کی عزت کر رہا ہے.....	200
4	..... قوت بھی عزت حاصل کرنے کے لیے Attain کی جاتی ہے.....	18;
5	..... ایسٹ میں رہنے والوں کی عزت کم ہے	189

..... O .....

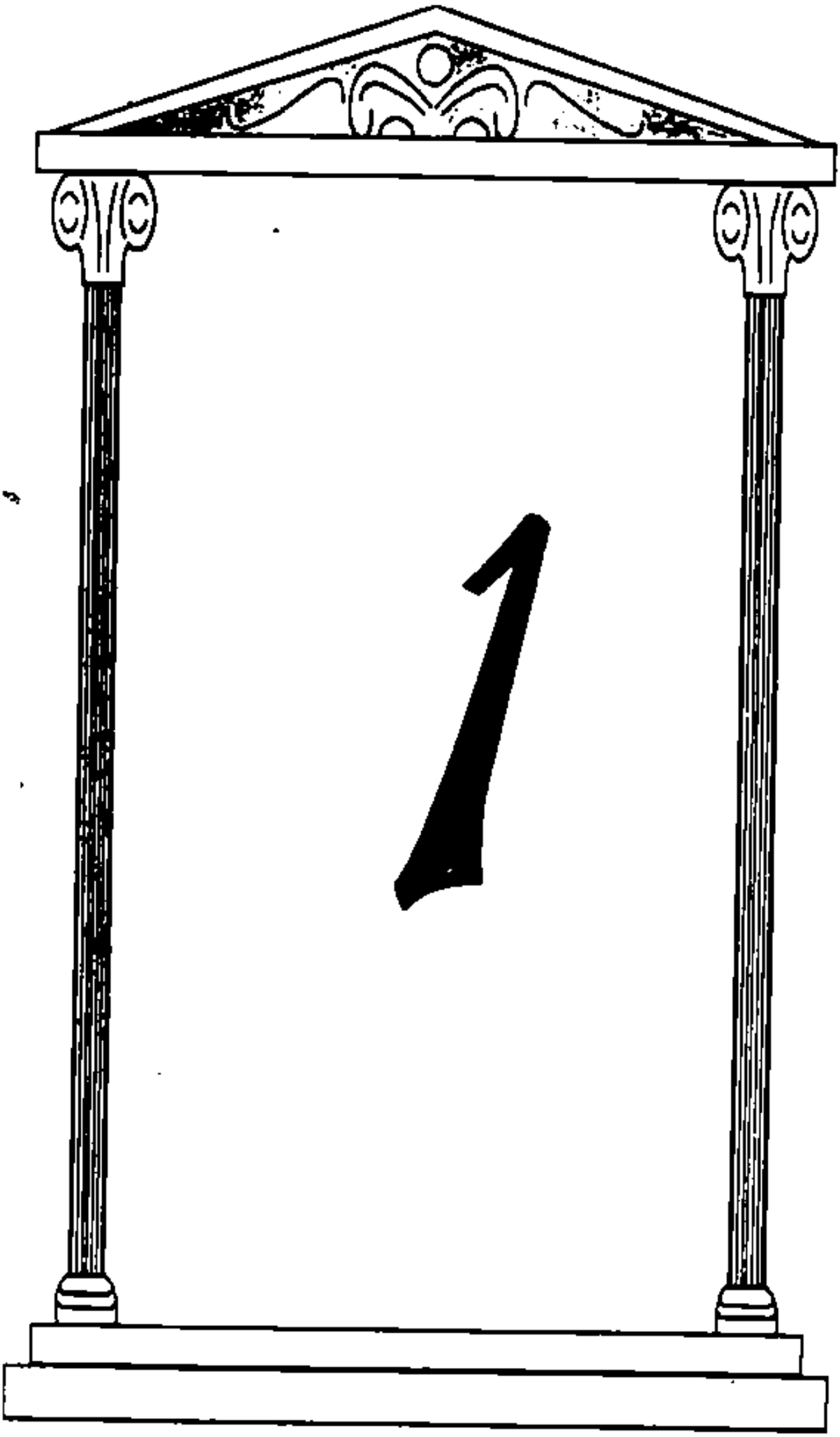

1

(1)

1 سر! کئی بار سنتے ہیں کہ یہ غیب ہے تو غیب سے کیا مراد ہے؟

2 ..... جو غیب ہے وہ ذاتی تجربے یا احساس کی بات ہے

3 کیا غور کرنے اور تحقیق کرنے میں کوئی فرق ہوتا ہے؟

4 سر! یاد اور یادداشت کا کیا مقام ہے؟

5 سر! کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ انسان اپنے عدم موجودگی کے زمانے کو موجودہ زمانے میں یاد کرے.....

6 ..... کیا روح کا جو تجربہ ہے وہ اس زندگی میں ہوسکتا ہے؟

7 کیا ہر سوال کا جواب کوئی عالم آدمی دے سکتا ہے؟

8 سر! یہ جو تقلید ہے وہ تمام Mental Complexities کی Simplicity تو نہیں۔

9 آپ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو کہ اچھا گرو آ جائے.....

10 ..... اگر کسی انسان کی تھوڑی سی Help کر دیں تو وہ انسان کا بہت ممنون ہوتا ہے .....

11 سر! کیا سیاست شوق کا نام ہے یا خبط کا نام ہے؟

یہ ہم نے مان لیا کہ اللہ کریم زندگی دینے والا ہے اور زندگی لینے والا بھی وہی ہے۔ اس نے اپنا اظہار کتاب کی شکل میں فرمایا' کتاب مبین کی شکل میں فرمایا اور اس نے پیغمبروں کے ذریعے یہ بتا دیا کہ لوگوں سے اُسے کیا توقعات ہیں' کہ ہم تم لوگوں سے یہ چاہتے ہیں اور تم یہ یہ کام کرو۔ اگر آپ تحقیق کرنے لگ جائیں کہ یہ کام کرنے چاہئیں یا نہیں کرنے چاہئیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ آپ نے جب مان لیا تو اس کے مطابق چلو۔ تحقیق کرنے والا جو محقق ہے وہ ساری عمر تحقیق کرتا رہے اور جب وہ کسی مذہب کا قائل ہو جائے تو اس کے بعد تحقیق بند ہے۔ پھر آپ ہی مذہب کا Defence ہو۔ بجائے اس کے کہ آپ Question کرو' پھر آپ ہی کے ذریعے وہ بات چلے گی۔ پھر اگر آپ سے پوچھا جائے کہ خدا کا ثبوت کیا ہے تو کہو کہ خدا کا ثبوت یہ ہے کہ میں مانتا ہوں۔ یعنی جب آپ نے بات تسلیم کر لی۔ اگر تسلیم نہیں کی تو پہلے یہ بتاؤ کہ میں نے تسلیم نہیں کی۔ یہ اللہ کریم نے پیغمبروں کے ذریعے فرما دیا ہے کہ یہ یہ واقعات ہیں' خدا کو ماننا ہے' یہ تسلیم ہے' یہ روزہ ہے اور یہ دوسری چیزیں ہیں' ان سے یہ واقعات بہتر ہو جائیں گے۔ اب پتہ نہیں کہ اس سے واقعات بہتر ہوتے ہیں کہ

نہیں ہوتے' مسلمانوں کی حالت باقی قوموں سے بہتر ہوتی ہے کہ نہیں ہوتی ـــــ یہ مقابلہ نہیں ہے بلکہ مقابلہ یہ ہے کہ اعمال کا حیات مابعد میں کیا فرق پڑے گا۔ کافروں کی زندگی مسلمانوں سے بہتر لگتی ہے لیکن ان کے لیے ایک سخت اور دردناک ٹھکانہ بنا کے رکھا گیا ہے۔ اس لیے اگر آپ ان باتوں کی تحقیق کرنے لگ جائیں گے تو تسلیم سے باہر ہو جائیں گے اور پھر وہاں سے بحث شروع کر لیں گے۔ اگر تسلیم کر لیا تو اس کے مطابق چلتے جاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تسلیم کرنے کے بعد تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے' پھر اللہ تعالیٰ آپ ہی سمجھ عطا فرماتا ہے ـــــ

ثاقب صاحب بولیں ـــــ

سوال:-

سر! کئی بار سنتے ہیں کہ یہ غیب ہے' تو غیب سے کیا مراد ہے؟

جواب:-

غیب کی ضد جو ہے وہ ظاہر ہے' ظہور ہے یعنی غیاب وظہور۔ وہ چیز جو آپ کی نگاہوں پر بظاہر آشکار نہ ہو اس کو آپ اپنے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ غیب ہے۔ دیوار کے پرے جو کچھ ہے' حالانکہ وہ ہے' دوسرے پر وہ آشکار ہے۔ مثلاً باہر کا کیا موسم ہے؟ باہر سے آنے والے کو پتہ ہے کہ یہ موسم ہے۔ یہ اس کا ظاہر ہے اور آپ کے لیے یہ غیب ہے۔ اور اگر وہ بیان کر دے تو وہ آپ کے لیے بھی ظاہر ہو گیا۔ اس کو Define کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے علم کی سرحد کے

اندر یا مشاہدے کی زد کے اندر جو کچھ ہے اس کو آپ ظاہر یا حادث کہو۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ حالانکہ ہے لیکن آپ کے لیے وہ غیب ہے۔ اگر قربانی کا دن ہے اور آپ کے ہاتھ میں چھری ہے تو آپ کی وہ چھری بکرے کا غیب ہے اور آپ کا حاضر ہے کیونکہ آپ بکرا قربانی کی نیت سے لائے ہو۔ بکرے کے لیے وہ غیب ہے کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ یعنی کہ بکرا اس بات سے لاعلم ہے جس بات کا آپ کے پاس علم ہے۔ عام طور پر جو لوگ کہتے ہیں کہ غیب سے آشنا ہونا یا نہ ہونا' یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ انسان اپنے دائرہ معلومات میں موجود رہتا ہے۔ معلومات احساس کو بھی کہتے ہیں اور یہ Intuition کو بھی کہتے ہیں۔ جتنی جتنی بات آپ کی تحقیق کی زد میں آتی ہے اُسے آپ اپنا علم کہہ لیں یا اپنا مشاہدہ کہہ لیں اور اس کے بعد بھی بہت کچھ ہے' وہی آپ کے لیے غیب ہے۔ جو ایک آدمی کا غیب ہے ممکن ہے کہ وہ دوسرے کا ظہور ہو۔ مثلاً

؎ آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اس کی آنکھ کچھ اور ہی دیکھتی ہے۔ ہم نے تو اپنے آپ کو محو حیرت نہیں دیکھا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے ـــــ اب جس کو وہ آنے والا وقت کہتا ہے اس کی نگاہ پہ عالم اسرار موجود ہو گیا اور وہ باقیوں کو بتا تا رہتا ہے۔ تمام بشیر نذیر اور جتنے بھی Warner ہیں یہی کام کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ طوفان آئے گا اور سارے ڈوب جائیں گے۔ اُس

سے پوچھو کہ تجھے کیسے پتہ چلا کہ ایسا وقت آنے والا ہے' ہمیں تو پتہ نہیں چلا ___ یہ ہے آپ کا علم جو کہ معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس کا علم ہو ہے ممکن ہے کہ وہ Calculation میں ہو' ممکن ہے کہ سائنس کے ذریعے ہو' ممکن ہے کہ Intuition کے ذریعے ہو اور ممکن ہے کہ

؎ از کجا می آید ایں آوازِ دوست

کہیں اور سے اُسے مشاہدہ ہو جائے' یا خواب میں اس کو علم ہو جائے' یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی Little Bird آ کے Whisper کر جائے' ایک پرندہ آیا اور اس کے کان میں بات کہہ گیا کہ دیکھو ایسا واقعہ ہوگا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟

سوال:-

سر! اس کا مطلب یہ ہے کہ جو غیب ہے وہ ذاتی تجربے یا احساس کی بات ہے اور ہر ایک کے لیے وہ غیب نہیں ہے۔

جواب:-

وہ جو غیب ہے وہ آپ کے لیے غیب ہے یعنی ایک آدمی کے لیے۔ اس کی جتنی نظر ہوگی وہاں تک اس کا ظہور ہوگا اور نظر کے باہر' ماورائے نظر جو ہے وہ اس کا غیب ہے۔ اب دوسرا انسان جو کہ Calculate کرنے والا ہے اس کی نگاہ آگے' دور تک جاتی ہے۔ وہ اس کا ظاہر ہوگا۔ تیسرا آدمی کچھ اور ہی بات جانتا ہے کہ یہ ہونے والا ہے' تو اس کے لیے وہ ظاہر ہے۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ کل سے بے خبر ہیں یعنی آنے والے کل سے' انہیں پتہ نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ اور

کچھ لوگوں کو اپنے پروگرام کا پتہ ہے کہ کل یہ ہونے والا ہے' ایسا دن ہوگا' موسم ایسا ہوگا' یہ ہوگا' وہ ہوگا۔ اس کا اندازہ' مفروضہ اور خیال ہوتا ہے کہ ایسا ہوگا' کل ضرور یہ بات ہوگی۔ یہ اس کا ظاہر ہے۔ یہ کیسے ہے؟ روٹین کے دم سے' تجربات کی روشنی میں۔ لیکن کچھ اچانک واقعات ہوتے ہیں جو کچھ لوگوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ پر نہیں ہوتے۔ اس لیے پیغمبروں کا جو علم ہے وہ موجود سے بہت دور تک ہے۔ کیونکہ موجود والے تو اس پہ جھگڑا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ ایک ایسا واقعہ ہوگا' مرنے کے بعد ایک اور زندگی آئے گی۔ مرنے کے بعد جو واقعہ ہوگا وہ مرنے سے پہلے کیسے معلوم ہوسکتا ہے۔ مرنے کے بعد کا واقعہ آپ کے لیے غیب ہے اور جو لوگ یہ بتا رہے ہیں ان کے لیے یہ حاضر ہے۔ اللہ کریم جو کہ خالق ہے اس نے اپنے لیے علام الغیوب کا لفظ کہا تا کہ آپ کو بات سمجھ آ جائے ورنہ تو وہ خالق الغیوب ہے اور اس کا غیب ہے ہی نہیں۔ خالق کے لیے کیا غیب ہوسکتا ہے' ماضی حال اور مستقبل' سارے زمانے وہ خود پیدا فرمانے والا ہے۔ اس لیے اللہ کا غیب کے ساتھ یوں تعلق نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ غیب جاننے والا ہے۔ وہ تو خالق ہے اور خالق کی نگاہ سے کسی امر کے پوشیدہ ہونے کا قطعاً سوال پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور خالق اپنے محبوب ﷺ پر درود بھیجتے ہیں' محبت کرتے ہیں' پیار کرتے ہیں' پاس بلاتے ہیں' اپنے آسمان دکھاتے ہیں' سیر کراتے ہیں' عرش دکھاتے ہیں' لامکان دکھاتے ہیں' سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کراتے ہیں' قاب قوسین کی سیر کراتے ہیں' مقام محمود کی سیر

کراتے ہیں بلکہ بڑے انعامات اور تجلیات عطا فرماتے ہیں ـــــ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کراتے ہیں ـــــ اس میں کیا بعید ہے کہ اللہ آپ ﷺ کو زمانوں کی بھی سیر کرادے۔ آسمانوں کی سیر تو کراتے ہیں اور اگر وہ زمانوں کی سیر کرادے آنے والے دور کی سیر کرادے گزرے ہوئے زمانے کی سیر کرادے تو پیغمبر ﷺ کے لیے غیب کے نہ جاننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ کیا واقعہ ہوا لشکر والوں کا۔ یعنی کہ "کیا آپؐ نے دیکھا نہیں ہے" محاورہ بھی ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ نے دیکھا ہو۔ اس لیے پیغمبر ﷺ کے لیے بھی یہ بات نہیں کہہ سکتے کہ آپؐ کا غیب کیا ہے کیونکہ عطا فرمانے والے نے جتنا عطا فرما دیا وہ اس کی مرضی ہے۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ ان کا بھی غیب ہے تو آپ کی بتائی ہوئی جو Warnings ہیں وہ معنی سے باہر ہو جائیں گی۔ اس لیے علم کی شکل میں آپ جو عطا فرما رہے ہیں وہ ان کا مشاہدہ ہے بلکہ فقراء کہتے ہیں کہ وہ آپؐ کا تجربہ ہے۔ پیغمبر ﷺ آنے والی زندگی بھی گزار کے آتے ہیں۔ یعنی کہ آنے والا زمانہ بھی ان کا گزرا ہوا زمانہ ہوتا ہے۔ یہ ایک الگ کہانی ہے، غور طلب ہے کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ یعنی گزرا ہوا زمانہ بھی ان کا موجود زمانہ ہوتا ہے اور آنے والا زمانہ بھی ان کا گزرا ہوا زمانہ ہوسکتا ہے۔ وہ بیک وقت حال، مستقبل اور ماضی سب کے مسافر ہوتے ہیں، سب کا علم رکھتے ہیں اور سب ان کا حاضر ہوتا ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ یہ جو اسی سفر ہے، عمودی سفر ہے، زمین سے آسمان تک کی بلندیوں کا سفر ہے

یا انسان سے خدا تک کا جو سفر ہے یہ جتنا بلند ہوگا اتنا اس کا پھیلاؤ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر زمین سے سدرۃ المنتہیٰ کا فاصلہ طے کرایا جا سکتا ہے تو ماضی سے مستقبل کے فاصلے میں کیا دیر ہے۔ اس لیے آپؐ پر غیب کا آشکار ہونا ہمارا ایمان ہے۔ ورنہ Perfection نہیں آئے گی۔ Calculation یہ بتا سکتی ہے' سائنس بتا سکتی ہے کہ پانچ ہزار سال بعد یہ واقعہ ہونے والا ہے' سائنس کے اندازے تقریباً صحیح ہو سکتے ہیں کہ یہ شکست و ریخت ہو رہی ہے' پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں ___ سائنس یہ بتاتی ہے' سائنس یہ بتاتی ہے کہ یہاں سے دریا روانہ ہونے والا ہے' یہاں سے چشمے پھوٹ جائیں گے' یہاں Barrenness ہو جائے گی' Wilderness ہو جائے گی' یہ صحرا بن جائے گا' یہاں سمندر آنے والا ہے' یہ واقعات ہونے والے ہیں' سائنس یہ بتاتی ہے اور سائنس کے یہ اندازے سچ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کچھ ملین ائیرز کے بعد ایسا واقعہ ہو جائے گا' تو وہ ہو بھی جائے گا۔ سائنس کی بتائی ہوئی بات پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ سائنس بھی اس کے علوم میں سے ایک علم ہے اور جو Intuition ہے یا الہام ہے یا وحی ہے وہ بھی اللہ کے عطا کیے ہوئے علوم میں سے ایک علم ہے۔ جن کو اللہ نے وحی سے نوازا تو وحی کا جو Concept ہے یا وحی کی وسعت ہے یا وحی کی Depth ہے یہ صاحبِ وحی جان سکتا ہے۔ وہ جان سکتا ہے کہ وحی کیا ہوتی ہے اور صاحبِ الہام جو ہے وہ الہام کو جان سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ پاک کی تفسیر جو ہے اس میں کمی بیشی رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کتاب اور اللہ کی طرف سے وحی

کے ذریعے آنے والی کتاب کی تفسیر کرنے کے لیے کم از کم صاحب الہام ہونا ضروری ہے۔ یہ کتاب یوں نہیں ہے کہ کسی پریس سے نکلی ہو ایسا نہیں ہے کہ یہ کسی کتاب پر Depend کر رہی ہو یہ کتاب وحی کے ذریعے آ رہی ہے آسمانوں سے نازل ہو رہی ہے۔ اس لیے مفسرین جو تفسیر بیان کر رہے ہیں کم از کم ان کا آسمان کے ساتھ تھوڑا سا رابطہ ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ تفسیروں میں فرق ہے جب کہ کلام ایک ہے۔ صاحبانِ تفسیر جو ہیں وہ قرآن پاک کو دورِ جدید کے Concept میں بیان کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے سامنے اپنے دور کے سامعین ہوتے ہیں یا پڑھنے والے قارئین ہوتے ہیں' اس لیے وہ ایسی تفسیر کرتے ہیں کہ جس سے وہ حال میں خود Popular ہو جائیں' نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنے والے زمانے میں وہ تفسیر جو ہے اپنا ماضی بدلنا چاہتی ہے۔ اس لیے جتنے درویش ہیں اور فقیر ہیں انہوں نے کم ہی تفسیر لکھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ تفسیر ہو جانا بہتر ہے' تفسیر کی ضرورت کوئی نہیں جب کہ کلام موجود ہے۔ اس لیے پیغمبر ﷺ کو اگر عالم الغیب کہہ دیا جائے تو یہ گناہ نہیں ہوگا' عین ایمان ہوگا۔ اللہ کو کہا جائے عالم الغیب و الشہادۃ تو اللہ کے حبیب ﷺ کو بھی کہہ دیا جائے عالم الغیب و الشہادۃ۔ اور اپنے آپ کے لیے تم کیا کہو گے؟ کہ ہم ماننے والے ہیں عالم الغیب و الشہادۃ کے۔ ہم جانتے تو نہیں کہ عالم الغیب کتنا ہے لیکن ہم مانتے ہیں کہ ایک عالم الغیب ہے۔ اللہ کریم جس پر جو آشکار کر دے۔ یہ جو ہمارے ہاں باطن کا لفظ آیا ہے تو یہ باطن کیا ہوتا ہے؟ من

کی دنیا کیا ہوتی ہے؟ باطن کا معنی ہے کہ جو ظاہر کے برعکس ہو۔ ظاہر کا علم بھی کچھ لوگوں کے لیے باطن ہی ہے' کسی نے ایک کتاب پڑھی ہے جو دوسرے نے نہیں پڑھی' اُس کے لیے یہ ظاہر اور اِس کے لیے یہ ظاہر نہیں ہے' غیب ہے۔ کتنی ہی کتابیں ہیں جو انسان نے نہیں پڑھیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے' دوسرا کہتا ہے کہ کیا پتہ کیا لکھا ہوا ہے۔ پرندوں کے بارے میں اتنی کتابیں ہیں کہ وہ سارا آپ کے لیے غیب ہے۔ آپ نے جو علم حاصل نہیں کیا وہ آپ کا غیب ہے اور آپ نے جو علم حاصل کرلیا وہ آپ کا ظاہر ہوسکتا ہے' ممکن ہے کہ وہ بھی پورا نہ ہو کیونکہ اس علم کے کتنے ہی گوشے آپ کے لیے غیب ہوں گے۔ اور علم پیدا کرنے والے کا غیب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اپنی محبت کے ذریعے علم بتانے والے کا کیا غیب ہوسکتا ہے ـــــ باقی یہ کہ کائنات کی وسعتیں کسی سائنس کے بس میں نہیں ہیں' کسی جاننے والے انسان کے بس میں نہیں ہیں بلکہ یہ خالق اور خالق کی مہربانی کے بس میں ہیں۔ جیسا میں نے بتایا تھا کہ اقبالؔ جو ہے وہ کتنا نکتہ داں اور نکتہ رس ہوگیا اور اس نے یہ کہہ دیا کہ یہ مولانا رومؒ کی توجہ سے ہے۔ کہ پیر رومیؒ نے کردیا آگاہ۔ ''آگاہ'' کیا ہوتا ہے' باطن کیا ہوتا ہے' یہ ہوتا ہے کہ اچانک کوئی واردات ہوجائے

گاہ میری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ اُلجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

''نگاہِ تیز'' سے باطن کی طرف چلا گیا' غیب کی طرف چلا گیا اور ''الجھ کے رہ گئی''

جو ہے یہ ظاہر ہے' توہمات ہیں۔ ظاہر جو ہے وہ توہم ہے' ظاہر جو ہے موجود ہے اور غیب کیا ہے؟ توہم سے آگے یقین کی منزل' الہام کی منزل' حیطن کی منزل اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کی منزل' وہ جب چاہے پردہ اُٹھا دے۔ یہ پردہ کیا ہوتا ہے؟ سب انسانوں کو پتہ ہے کہ ہم نے جانا ہے' جانے اور آنے میں پردہ ہے۔ جانے سے پہلے کوئی نہیں جاتا اور جب نہیں جاتے تو اس وقت خیال ہوتا ہے کہ جا سکتے ہیں۔ اور جانے کے بعد یہاں رہنے کے بارے میں ہم کیا سوچیں گے' یہ ابھی پردہ ہے۔ یہاں پر مانتے ہیں کہ کسی وقت بھی جانا پڑ سکتا ہے' وہاں پر کیا سوچیں گے کہ ہم کہاں سے آئے ہیں' کیا انسان کچھ یادیں دے کے جاتا ہے یا کوئی علم دے کے جاتا ہے۔ یہ پردہ ہے۔ ابھی یہ غیب ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بتا دیتے ہیں کہ یہ جگہ ہمارا مزار شریف ہے' یہ ہمارا دن ہوگا' یہاں پر ہمارا عرس ہوگا' ہم نے یہاں اس ٹائم پر جانا ہے ___ ایسا ہوتا ہے' لوگ یہ بتاتے رہتے ہیں' کہ اتنے بجے پر ہم نے رخصت ہونا ہے اور آپ لوگوں نے فلاں جگہ پر پہنچ جانا ہے' وہاں ملاقات ہوگی' پھر ہم وہاں سے چلے جائیں گے ___ لوگ یہ بتاتے رہتے ہیں۔ ان پر وہ آشکار ہو گیا۔ یہ جو غیب ہے یہ حاضر بنتا رہتا ہے اور غافل آدمی کے لیے حاضر جو ہے وہ غیب بنتا رہتا ہے۔ اس کی Daily life میں مثال یہ ہے کہ نیند سے پہلے کا حاضر نیند میں غیب ہو جاتا ہے اور نیند کے اندر خواب کا حاضر جاگنے پر غیب ہو جاتا ہے۔ سونے سے پہلے جتنا حاضر ہے یہ سونے سے غیب ہو جاتا ہے۔ جب آپ سو گئے تو اگر آپ کو بلا رہے ہوں تو نیند میں پتہ نہیں ہوتا کہ

کیا کہہ رہے ہیں' آواز ہی نہیں سنتے۔ پہلے وہ Whisper سن لیتا ہے پھر Loud آواز بھی نہیں سنتا۔ پہلے اشارہ سمجھ لیتا ہے' آنکھ سے بلاؤ تو آجاتا ہے اور شور بھی مچادو تو نہیں سنتا' اُسے پتہ ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ سو گیا ہوتا ہے۔ اب یہ جو دن کی روشنیوں والا حاضر ہے یہ رات کے اندھیرے میں غیب ہو جاتا ہے' جو نمودار تھا وہ غیب ہو گیا۔ وہ حاضر سورج کے دم سے تھا اور اُسے آنکھ دیکھ رہی تھی' بینائی دیکھ رہی تھی اور جب سورج چلا گیا تو بینائی بھی خاموش ہو گئی۔ وہی منظر جو نظر آ رہا تھا وہ غیب ہو گیا کیونکہ سورج چلا گیا۔ پھر نیند کے اندر اور بھی غیب ہو گیا' خواب میں جو نظر آ رہا ہے جاگنے پر وہ بھی غیب ہو گیا۔ کہتا ہے رات کو اچانک خیال آ گیا' خوب صورت خواب تھا' دھندلا سا یاد ہے' ٹھہر جاؤ ذرا یاد کر لوں۔ کہاں یاد آتا ہے۔ اگر یاد بھی آ جائے تو کیا ہوتا ہے۔ تو غیب' حاضر اور حاضر' غیب ہوتا رہتا ہے' زندگی اور موت ہوتی رہتی ہے' بس' بے بس ہوتا رہتا ہے' اطلاع اور عدم اطلاع ہوتی رہتی ہے' کبھی جواب آتا رہتا ہے' کبھی جواب نہیں آتا ہے'

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

آخر جواب آجاتا ہے' کہ دعا وہاں گئی اور وہاں سے تاثیر لائی۔ دعا سے پہلے وہ غیب تھا اور تاثیر مل گئی تو حاضر ہو گیا۔ بات کبھی آپ کے پردۂ خیال میں ہوتی ہے اور کبھی وہ پردۂ ظہور میں آجاتی ہے۔ دعا سے پہلے ہم یہ خواہش کرتے جا رہے تھے اور اچانک وہ واقعہ ہو ہی گیا۔ یہ ہے غیب اور حاضر۔ اس لیے اس کے

اندر وقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ غیب کو نہ جاننا ہمارے لیے مقدر ہے اور غیب کو جاننا ہمارے اوپر احسان ہے اور اللہ یہ کرتا رہتا ہے' Exception ہوتی رہتی ہے' جاننے والے آگاہ کر دیے جاتے ہیں بلکہ اس راز میں ان کو راز سے ہم راز کر دیا جاتا ہے۔ راز کیا ہے؟ بے شمار راز ہیں' کہ کیا ہونے والا ہے' کیا ہوتا رہا ہے' میرے آنے سے پہلے کیا ہوا' میرے جانے کے بعد کیا ہوگا بلکہ میرے دور میں کیا ہوگا۔ اخبار میں جو خبر آتی ہے آپ سمجھتے ہیں کہ ابھی واقعہ ہوا ہے حالانکہ وہ رات کا واقعہ ہوتا ہے' ایک دن پہلے کا واقعہ ہوتا ہے۔ غیب اگر اطلاع بن جائے تو حاضر سمجھا جاتا ہے حالانکہ وہ غیب ہوتا ہے اور اگر حاضر آپ کی اطلاع سے غیب ہو جائے تو وہ غیب ہی کہلائے گا۔ یہ سب غیاب وظہور کے جلوے ہیں اور یہ بڑی رونقیں ہیں۔ اس لیے اس کو اللہ کے فضل کے ذریعے جاننا چاہیے ورنہ تو آپ سمجھ نہیں پائیں گے۔ کچھ لوگ جو جانتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا' میں نہیں مانتا۔ جو یہ کہہ رہا ہے کہ میں نہیں جانتا وہی تو جانتا ہے۔

؎ اور جب جانا تو یہ جانا کہ کچھ بھی نہ جانا ہم نے

جب جان گئے تو کیا معلوم ہوا؟ کہ ہم جان نہیں سکتے۔ غیب کے بارے میں کوئی بحث نہیں کرنی ہے۔ یہ کچھ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ غیب کیا ہے اور غیب کیا نہیں ہے۔ ہر چیز حاضر ہوتی جا رہی ہے۔ جتنا آپ کا حاضر ہے سچ پوچھو تو اتنی ہی آپ کی زندگی ہے اور باقی سب خیال ہے۔ باقی کا سب خیال ہے' احساس ہے' امید ہے' یقین ہے' دعا ہے' Intuition ہے' اللہ کی مہربانی ہے' اور جو کچھ آپ

دیکھ رہے ہیں یہ آپ کی زندگی ہے' آپ کی اتنی زندگی ہے جتنا آپ اس میں Travel کر رہے ہیں' یہ دریا جتنا پھیل رہا ہے وہی اس کا Base ہے۔ جہاں دریا نہیں پھیل سکتا' وہاں پھیل سکنے کا امکان بہت تھا لیکن نہیں پھیلا۔ اب جہاں وہ پھیلا نہیں وہ دریا کا علاقہ ہے۔ آپ بہت کچھ کر سکتے تھے لیکن آپ نے یہی کچھ کیا ہے جو آپ نے کیا۔ اردگرد کی دنیا میں آپ جو کر سکتے تھے وہ نہیں کیا' وہ غیب کی غیب رہی حالانکہ وہ آپ کی حاضر ہو سکتی تھی۔ اس لیے اس حاضر کے اندر ہی بات غیب ہوتی جا رہی ہے' غیب کے اندر سے ظہور ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی خاص مہربانی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو وہ آگاہِ راز کر دیتا ہے۔ دعا یہ مانگنی چاہیے اور بڑے کام کی دعا ہے کہ یا اللہ آگاہ راز کر دے۔ ایک تو آپ کائنات کے راز سے آگاہ ہو جاؤ اور اس ساری تفصیل کے بعد یا اس سے پہلے آپ ایک چھوٹی سی چیز دریافت کر لو کہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے' خیال کہاں سے پیدا ہو رہا ہے' پیدا ہی کیوں ہو رہا ہے' بینائی کیا گل کھلا رہی ہے' انسان اچانک غصے میں کیوں آ جاتا ہے' انسان اچانک بے بس کیوں ہو جاتا ہے' یہ بتاؤ کہ آنسو کیا ہوتے ہیں' کہاں سے چلتے ہیں اور کدھر چلے جاتے ہیں یعنی کہ آنسو پیدا کیوں ہوتے ہیں اور ہر انسان جو آنسو بہاتا ہے اس کا کیا حال ہوتا ہے' وجہ کیا ہوتی ہے' کبھی غم کے آنسو اور کبھی خوشی کے' عجیب بات ہے' کبھی کوئی انسان اچھا کیوں لگ جاتا ہے' یہ جو اچھا لگنا ہے یہ کیا ہے۔ آپ چلتے جاتے ہیں' سارے لوگوں سے آپ کی ایک Indifference ہے' سارے لوگوں سے واجبی سا تعلق

ہے' اچانک ایک انسان نظر سے گزرا اور اس سے تعلق ہو گیا۔ یہ واجبی تعلق کے علاوہ کا تعلق ہے' خصوصی تعلق پیدا ہو گیا۔ آپ نے ایک انسان کو صرف دیکھا اور آپ کے پاؤں کی رفتار ڈگمگا گئی۔ یہ کیا قصہ ہو گیا؟ اب بتاؤ کہ یہ کیا ہے؟ آپ کے اندر یہ چھوٹا سا واقعہ ہو رہا ہے۔ اس چھوٹے سے واقعے میں اچانک خیال آیا اور آپ نے زندگی کا نظریہ بدل دیا۔ اچانک آپ نے چھوٹا سا مشاہدہ کیا اور سب کچھ بدل گیا۔ بڑے بڑے ظالم لوگ ایک چھوٹے سے واقعے سے رحم دل ہو گئے۔ کسی کا چھوٹا سا بچہ بیمار ہو گیا تو وہ بڑا رحم دل ہو گیا۔ کسی کا دوست پردیس چلا گیا تو اس کا مزاج ہی بدل گیا۔ بعض اوقات ساتھ رہنے والے مزاج بدل دیتے ہیں اور بعض اوقات ساتھ رہنے والے چلے جائیں تو مزاج بدل جاتا ہے۔ کبھی کبھی تیری یاد تجھ سے بھی زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ یہ سب غیب کی کہانیاں ہیں جو ظاہر ہوتی جا رہی ہیں۔ سارا جلوہ جو ہے وہ آہستہ آہستہ بتدریج آپ کے ساتھ غیاب سے ظہور میں آ رہا ہے۔ آپ کی لائف میں ظہور میں آ رہا ہے۔ یہ سارا کہاں سے آ رہا ہے؟ غیاب سے آ رہا ہے۔ اس سے آپ Calculate کر سکتے ہو کہ آگے کیا آنے والا ہے۔ اگر نصیب ہو تو Calculation مل جائے گی' اور Calculation نہ ملے تو Intuition مل جائے گی۔ اور اگر اچانک پتہ چل جائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی کا نام ہے باطن' اسی کا نام ہے مشاہدۂ باطنی' اسی کا نام ہے عطائے الٰہی' اسی کا نام ہے Intuition کا' الہام کا اور وحی کا استحقاق۔ ممکن ہے ''رف رف'' کوئی کھٹکھٹانے والی شے آئے' جبریل امین

آئیں اور ممکن ہے کہ یہ خیال کا نام ہو۔ یہ آج کل لوگ کہتے ہیں۔ بہرحال جس چیز کا یہ نام ہے وہ جبریل ہی ہے۔ جبریل کا آنا' چاہے وہ Concrete Form میں آئے یا Abstract Form میں آئے' بہرحال جبریل ایک خیال لانے والی چیز ہے' ذات ہے' علیہ السلام بھی ہے' وہ آ کے آپ کو خیال اور علم عطا فرماتے ہیں کہ یہ من جانب رب عظیم ہے' کہ یہ بات یوں ہے۔ جاننے والے اور بیان کرنے والے سن کے بیان کر رہے ہیں اور یہ بیان کی عظمت ہے۔ بیان کیا کر رہے ہیں؟ نزل من غفور الرحیم ۔ یہ اللہ کا کلام ہے' اللہ کی طرف سے آپ کو دعوت ہو رہی ہے' اللہ کی طرف سے بیان ہو رہا ہے' فرمانے والے نے یہ نہیں کہا کہ یہ میں بیان کر رہا ہوں۔ گویا کہ کہیں سے کوئی چیز علم کی شکل میں آ رہی ہے۔ خیال Ascending Order میں موجود ہے اور یہ Decending Order میں موجود ہے۔ جس طرح آسمان پر بڑی دل آ جاتا ہے' بادل چھا جاتے ہیں' اسی طرح خیال کے پرندے بھی آپ کے سروں کو تلاش کرتے رہتے ہیں' ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ کہیں پر کوئی مناسب سر مل جائے' ایسا سر جو سرفراز ہونے والا ہو اور وہ تھوڑا سا سرنگوں رہے' فخر میں نہ آئے۔ جب اس پر خیال کا پرندہ بیٹھ گیا تو وہ اچانک ہی بدل جائے گا۔ یہ علوم کے پرندے' مشاہدات کے پرندے آسمان سے آتے ہیں اور نازل ہوتے ہیں۔ تنزل الملئکته والروح فیها باذن ربهم فرشتے اور ارواح نازل ہوتے ہیں رب کے حکم سے۔ اب یہ فرشتوں کا نازل ہونا کیا ہوا؟ فرشتے کیا کرتے ہیں؟ یہ آپ کا خیال بدلیں گے'

آپ کا احساس بدلیں گے' آپ کے حجابات اٹھائیں گے اور آپ کے اندر کی سیاہی کو اُجالے میں بدلیں گے۔ روح کا نازل ہونے کا مطلب کیا ہے؟ عین ممکن ہے کہ کسی کمزور روح کے اوپر کوئی حاوی روح نازل ہو جائے اور اس کا کمزور خیال جو ہے وہ حاوی ہو جائے' طاقت ور ہو جائے۔ یہ میں آپ کو اطلاع کے طور پر بتا رہا ہوں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آپ کے اندر آپ کی زبان سے بیان ہونے والا علم ایسا ہوتا ہے کہ آپ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ یہ آپ کا علم نہیں ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ بات کدھر سے آ گئی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی اور روح کا کرشمہ ہو۔ اسی کو فیض کہتے ہیں۔ آپ کسی خانقاہ پہ جاتے ہیں تو کیا وہاں سے کوئی چیز اُٹھاتے ہیں بلکہ وہاں پہ آپ کا خیال بدل سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا پراسیس ہے تنزیل العزیز الرحیم یہ وہاں سے آنے والی چیز ہے' وہ وہاں سے آپ کا Link ملا دے تو آپ کا خیال روشن ہو جائے گا۔ جہاں سے خیال عطا کیا جاتا ہے اگر خیال کا Link وہاں مل جائے تو وہاں غیب کو جھانکنے کا موقع مل جاتا ہے۔ غیب بہر حال غیب ہے' بیان کرنے سے پہلے غیب ہے اور اگر بیان ہو جائے تو یہ ظہور ہو گیا۔ جب غیب بیان ہو جائے تو کیا ہوتا ہے؟ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ مشاہدہ ہے۔ گویا کہ کسی بات کو تجربے اور مشاہدے کے بغیر اگر تسلیم کر لیا جائے تو بھی وہ مشاہدہ کہلائے گا۔ جتنی قوی تسلیم ہو گی اتنا ہی آپ کا علم جو ہے مشامدہ بنتا جائے گا۔ تسلیم کے قوی ہونے کا نام ہے مشاہدہ۔ کہتا ہے کہ انہوں نے فرمایا اور میں نے یہ دیکھا کہ میں جان

گیا۔ کہتا ہے کہ تُو نے دیکھا نہیں ہے' دیکھا تو انہوں نے ہے' تُو کیسے مان گیا؟ کہتا ہے کہ مستند انسان کی بات ہی سند ہوتی ہے۔ سند کسے کہتے ہیں؟ مستند کا فرمایا ہوا۔ مستند کا فرمایا ہوا آپ کے لیے سند ہوگا۔ یہ پکی بات ہے۔ اب یہ آپ کے لیے غور کرنے کے مقامات ہیں اور آپ غور کیا کرو کہ غیب ہوتا کیا ہے' غیب کب تک ہوتا ہے' غیب سے پہلے دائرہ معلوم کتنا ہوتا ہے' جوں جوں دائرہ معلوم پھیلتا جائے گا آپ غیب کے اندر داخل ہوں گے' آپ کی نگاہ غیب میں داخل ہوتی ہے اور اس کا فضل آپ کو غیب کی سیر کرا سکتا ہے ـــــ آپ کو وہ شعر سنا دیا جائے کہ

؎ اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

جب شہود' شاہد اور مشہود ایک ہیں تو پھر مشاہدہ کیا ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ

؎ جب دید کی تلاش ہے آنکھوں کو بند کر

وہ کہتے ہیں کہ جب سے ہم نے دیکھنا شروع کیا ہم نے آنکھ بند ہی کر لی۔ اب آنکھ بند کرنے کے بعد دیکھنا کیسے ہے؟ یہ ہے اصلی مشاہدہ۔ ایسا واقعہ ہو سکتا ہے ـــــ

اختر صاحب بولیں ـــــ پوچھیں ـــــ

سوال:-

کیا غور کرنے اور تحقیق کرنے میں کوئی فرق ہوتا ہے؟

جواب:-

غور کرو اور ضرور کرو، تحقیق کرو اور ضرور کرو، لیکن جو تسلیم کے دائرہ کار ہیں ان کو نہ چھیڑنا۔ پھر جتنی مرضی تحقیق کرتے جاؤ۔ بے شک آپ اللہ کے رُوبرُو ہو جاؤ اور رُوبرُو ہو جاؤ لیکن اس کو چھوڑنا نہیں۔ ماننے کا عمل اور ماننے پر اگر ایمان جاری رہے تو جتنی مرضی تحقیق کرو۔ عام انسان جب تحقیق کرتا ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ پہلے یہ تحقیق کرو کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے۔ اللہ کا کوئی ثبوت نہیں ملے گا سوائے اس کے کہ مستند انسان کا فرمایا ہوا سند ہے۔ اس لیے صاحبانِ عقل جو ہیں ان کو تحقیق کی اجازت ہے بشرطیکہ وہ تسلیم کے مخالف نہ ہوں۔ تسلیم کے اندر رہ کے جو مرضی تحقیق کرو۔ ابا جی کے ساتھ اتنی بحث نہ کرنا کہ وہ ابا ہی ثابت نہ ہو۔ اس لیے بحث کرنے کی اجازت ہے، تحقیق کرنے کی اجازت ہے، غور کرنے کی اجازت ہے بلکہ دعوت ہے۔ یہ دعوت ہے بلکہ یہ ہماری خواہش ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ غور کرو۔ لیکن کس کو فرماتا ہے؟ مسلمانوں کو۔ جو بار بار یہ تحقیق کرتا ہے کہ پتہ نہیں اسلام ہے کہ نہیں ہے، تو یہاں سے بات بگڑ جاتی ہے۔ لہٰذا مسلمان، اسلام میں رہ کے تحقیق کرے۔ ہمارے ہاں جو Intellect ہے، جو ذہین لوگ ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ تحقیق کرتے کرتے یہ کہتے ہیں کہ وہ ہے ہی نہیں۔ اس سے بچنا ہے، ایسی تحقیق نہ کر لینا کہ آپ کا مذہب ہی نہ رہے۔ اس لیے میں نے کہا تھا کہ سادہ سے بچے کی طرح مذہب کو مان لو، مذہب کو جب مان لیا جائے تو پھر آگے جو مرضی تحقیق کرو۔ تحقیق کرنے

کے لیے یہ باتیں یاد رکھنا' نمبر ایک پہلی تحقیق یہ کرو کہ میں کہاں سے آیا' نمبر دو یہ کہ میں نے کہاں جانا ہے' نمبر تین یہ کہ کس نے مجھے اس سفر پہ روانہ کیا ہے' نمبر چار یہ کہ اس اجنبی دنیا میں میرا کردار کیا ہے' دنیا نے مجھے کیا دیا اور میں دنیا کو کیا دینے والا ہوں۔ اس پہ غور کرنا ہے۔ پھر آپ نے یہ غور کرنا ہے کہ میرے ظہور کا میرے بطون کے ساتھ کیا تعلق ہے' کیا میرا ظاہر میرے باطن کی خواہش کے مطابق چل رہا ہے' میرے باطن کی Wish کیا ہے اور ظاہر کا عمل کیا ہے؟ اس پہ آپ نے تحقیق کرنی ہے۔ کہ ظاہراً میں یہ کام کر رہا ہوں اور باطناً میں کچھ اور چاہ رہا ہوں' ظاہراً میں فرعون کی زندگی چاہ رہا ہوں اور باطناً میں موسیٰ علیہ السلام کے حق میں جا رہا ہوں' اس لیے میرا ظاہر کیا ہے اور میرا باطن کیا ہے؟ یہ تحقیق والی باتیں ہیں۔ یہ تحقیق کرو کہ خیال میرے اندر کہاں سے راجعون ہو جاتا ہے' خیال کدھر سے آ گیا' کس نے مجھے یہ خیال عطا کیا کہ میں ایک Optimist ہوں' کیوں؟ جب کہ Pessimists سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ اور یہ کہ میں Pessimist ہوں جب کہ Optimist لوگ بھی ملیں گے' میں ایسا کیوں ہوں اور میرا وہ بھائی ویسا کیوں ہے؟ یہ تحقیق والی باتیں ہیں۔ اور یہ جو میں دنیا کا علم حاصل کر رہا ہوں اس علم سے میرے عمل میں کیا فرق آتا ہے اور میرے عمل سے دوسروں کے علم میں کیا فرق آئے گا؟ یہ تحقیق والی باتیں ہیں۔ دنیا کی تمام لائبریریاں جو میرے علم میں اضافہ کرنے والی ہیں کیا وہ میرے عمل میں بھی کوئی اصلاح کرتی ہیں؟ یہ تحقیق کی بات ہے۔ میرا ہونا کس بات کا مرہون ہے؟ کون

ہے جو مجھے پسند کیے جاتا ہے اور کون ہے جس کو میں ناپسند کرتا ہوں؟ یہ کیوں ہے؟ ایسا کیوں ہوا؟ یہ ساری تحقیق والی باتیں ہیں۔ اگر دور کی تحقیق کرو گے کہ چاند کے ساتھ کتنے سیارے ہیں اور سیاروں کے ساتھ کتنے چاند ہیں تو وہ ایک اچھی بات ہے لیکن اس کا حساب Millions کے ساتھ ہے' وہ Millenium کا حساب ہے' وہ Light Years کا حساب ہے اور آپ Light Years تو کیا آپ ایک Spark بھی نہیں۔ اس لیے تحقیق میں یہ یاد رکھنا کہ ساٹھ سال' Sixty Years کے Span میں آپ نے وہ کام کرنا ہے جو تقریباً مکمل ہو جائے یا مکمل نہ بھی تو مکمل نما ہو جائے۔ تو اُسے اس عمر میں طے کر لینا۔ یہ نہ ہو کہ آپ Immensity کے اوپر تحقیق کرنے لگ جاؤ۔ ورلڈ کا اس کے بارے میں جو Concept ہے وہ اور ہے اور عین ممکن ہے کہ آنے والے زمانے میں اس نظریے کا کچھ اور ہو جائے' وہ زمانہ کچھ اور ہو جائے۔ اپنی زندگی کی حدود کا بھی خیال رکھنا کہ آپ نے جو کچھ کرنا ہے وہ موجود زمانے میں کرنا ہے۔ تحقیق کر لو' تسلیم کر لو' خوش ہو جاؤ یا غم کر لو' جو مرضی کرو لیکن اس Span کو یاد رکھنا' اس کے اندر ہی کرنا ہے۔ آپ کے ٹائم کی ایک Allocation ہے' اس کے علاوہ آپ کو ٹائم نہیں ملے گا۔ زندگی ایک بار ملی ہے' ایک بار آپ نے آنا ہے' دوبارہ موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے اس کو بیکار خیال میں رائیگاں نہ کر دینا۔ سب سے بدقسمت انسان وہ ہے جس کی زبان پہ ہو

؎ مگر وہ لمحے جو دانستہ رائیگاں گزرے

لمحات کو دانستہ رائیگاں نہ کرنا۔ لمحات کا نام زندگی ہے۔ بس لمحات ضائع نہ کرنا۔ تحقیق ضرور کرو بلکہ آج سے تحقیق کرو۔ اپنے اندر کی گردشوں کو دیکھو باہر کی گردشوں کو دیکھو کبھی باہر کا موسم آپ پر اثر کرتا ہے اور کبھی آپ کا اندرہ موسم باہر پر اثر کرتا ہے۔ یہ سارے واقعات کیا ہیں؟ یہ تحقیق ضرور کرو۔

سوال:-

سر! یاد اور یادداشت کا کیا مقام ہے؟

جواب:-

یاد اور یادداشت دونوں میں مَیں نے فرق بتایا تھا اور آپ نے انہیں یہاں پر اکٹھا کر دیا ہے۔ یاد کسی انسان کی ہوتی ہے اور یادداشت تو علوم کا نام ہوتا ہے۔ یاد ہوتی ہے گزرے ہوئے انسان کی عدم موجودگی میں اس کے ہونے کے زمانے کو یاد کرنا۔ اس کو یاد کہتے ہیں۔ یاد کا معنی یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ انسان یہاں موجود ہو اور وہ انسان اس وقت یہاں موجود نہیں ہوتا۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ یاد ___ یعنی کہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کی موجودگی کی خواہش۔ یاد کیا ہے؟ کسی کی عدم موجودگی میں اس کی موجودگی کی تمنا کا نام یاد ہے۔ یہ پکی Definition ہے کہ عدم موجود کے موجود ہونے کی تمنا۔ جس طرح چاند ہے تو چاندنی کو یاد کہہ سکتے ہیں۔ ہے وہ چاند ہی کے دم سے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ چاند پر چاندنی نہیں ہوتی۔ جس کی یاد ہو اس کی موجودگی میں یاد نہیں ہوتی۔ وہ انسان جس کی موجودگی میں یاد نہ ہو اور جس کی عدم موجودگی میں اس

کے موجود ہونے کی تمنا ہو اس کو ہم یاد کہتے ہیں۔ یاد بعض اوقات اپنے Object سے زیادہ قوی ہوتی ہے یعنی وہ انسان اپنے جانے کے بعد زیادہ طاقت ور ثابت ہو گیا۔ جب وہ انسان ہمارے ساتھ تھا تو معمولی سا لگتا تھا لیکن جانے کے بعد تو بڑا طاقت ور ثابت ہوا اور اس نے بڑے گل کھلائے اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہی محسوس ہوتا رہتا ہے۔ اس کو یاد کہتے ہیں۔ یاد کیا ہے؟

؎ مجھ کو کسی کی انجمنِ ناز کی قسم
محسوس کر رہا ہوں کہ اب تک وہیں ہوں میں

یعنی کہ ایسی یاد ہے اب تک لگ رہا ہے کہ وہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں۔ اس کو یاد کہتے ہیں۔ اس کو گئے ہوئے مدت ہو گئی لیکن آپ کہو گے کہ وہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں وہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ یاد ـــــ یعنی ہونے کے زمانے کو نہ ہونے کے زمانے میں ملانا۔ اس کو یاد کہتے ہیں۔

سوال:-

سر! کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے عدم موجودگی کے زمانے کو موجودہ زمانے میں یاد کرے اور آنے والے زمانے کو موجودہ زمانے میں یاد کرے؟

جواب:-

اگر اچانک بیٹھے بیٹھے یہ خیال آ جائے کہ میں ایک اور زندگی گزار آیا ہو

تو اچانک اُسے شناخت مل جاتی ہے کہ یہ واقعہ میرے ساتھ پہلے ہو چکا ہے یا میرے ساتھ ہونے والا ہے۔ کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا ہوسکتا ہے اور کچھ لوگوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ بہرحال یاد کا عام فہم مطلب یہی ہے جو آپ کو بتایا ہے۔ اور جو آپ کہہ رہے ہیں اُسے Intuition کہیں گے یا کسی اور شناخت میں کہیں گے یا گزرے ہوئے زمانے کی یاد کہیں گے۔ وہ اور حساب ہے۔ اور یاد جو ہے وہ انسان کے ساتھ ہے۔ وہ جو آپ بات کر رہے ہیں وہ Recollection کی بات ہے' ایسے ہی Recollections آ گئیں' کسی زمانے کا خیال آ گیا' کہ میں تھا' صدیوں پر محیط تھا۔ ایسا ہوسکتا ہے ـــــ

بس یاد یہی ہے کہ جانے والے کی تمنا کہ وہ موجود ہو۔ یہ بڑی آسان آسان باتیں ہیں' غور کرنے والی باتیں ہیں۔

اور کوئی سوال ـــــ بولیں ـــــ

سوال:-

انسان کی زندگی اس کے جسم اور روح کا اشتراک ہے' جسم کی زندگی تو محدود سی مدت کے لیے ہوتی ہے لیکن روح تو صدیوں سے موجود ہے اور موجود رہے گی' تو کیا روح کا جو تجربہ ہے وہ اس زندگی میں بھی ہوسکتا ہے۔

جواب:-

اب سوال یہ ہے کہ کیا جسم میں آنے سے پہلے روح کو کوئی تجربے ہو چکے ہیں؟

سوال:-

جی ہاں!

جواب:-

کیا یہ روح کا Once for all تجربہ ہے؟ کہ My Soul جو ہے وہ My Body میں Once for all کے لیے کیا یہ تجربہ کافی ہے؟ کیا اس Soul کو اس سے پہلے کچھ تجربات ہوئے ہیں' کوئی Development کی یا Evolution کی کوئی فارم آ رہی ہے یا اس کی آئندہ کسی اور جسم کے ساتھ تجربہ کرنے کے بعد تکمیل آرزو ہوگی؟ اس میں ہمارے بیان کے مطابق یہ نہیں ہے کہ یہ جو ایک جسم کا تجربہ ہے یہ تجربہ روح کی تعلیم کے لیے یا اس کے حاصل کے لیے یا اس کی آرزو کے لیے مکمل ہے اور اس کے لیے Sufficient ہے۔ روح ماضی کے تجربات سے گزر کے آئی ہے' حال کے اندر گزر رہی ہے اور مستقبل میں جا رہی ہے۔ اب آپ سوال کر سکتے ہیں کہ یہ Concept کیوں آیا؟ یہ سوال ذرا مشکل ہے' اس پہ ذرا غور کر لو۔ جو سوال آپ نے نہیں کیا میں اس کا بھی جواب دینے لگا ہوں' کہ آپ کے حال کا زمانہ یعنی یہ موجود زمانہ اور آپ کے حال کے زمانے کے لوگ' یہ موجود لوگ' ساری کائنات کے ماضی' حال' مستقبل کے تمام لوگوں کے برابر ہیں۔ سمجھ نہیں آئی؟ تمام واقعات جو ہو چکے ہیں وہ سارے واقعات اب ہو رہے ہیں۔ تمام انسان جو گزر چکے ہیں وہ سارے واقعات اب گزر رہے ہیں۔ تمام انسان جو آئیں گے روح کے لیے وہ سارے واقعات

موجود ہیں۔ ماضی میں کسی منزل کو طے کر آنے والی روح اپنی اسی زندگی میں کسی اور حوالے سے طے کر رہی ہے۔ آپ کا بچپن کا Cultured زمانہ ماضی کا زمانہ ہے۔ آپ کا مستقبل کا نفیس الطبعی کا زمانہ آئندہ کسی Sophisticated وجود کا مرہونِ منت ہے۔ جسم کی Evolution کے ذاتی طور پر جو واقعات آپ کے ساتھ چل رہے ہیں' یعنی ''میں'' اور میں جو دونوں چل رہے ہیں' یہ بذاتِ خود ماضی' حال اور مستقبل ہیں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی میں مختلف وجودوں کی روح کے ساتھ رہتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ روحیں کسی پرانے وجودوں کے ساتھ Identical ہو جائیں۔ عین ممکن بھی ہے اور یہ ضروری بھی ہو سکتا ہے۔ ایک روح ایک وجود میں رہتی ہوئی ہزاروں روحوں اور ہزاروں وجودوں میں ایک ہی زمانے میں کام' عمل کر سکتی ہے۔ اس کے لیے نئے زمانے کی کوئی چیز درکار نہیں ہے۔ جن کو ہم ماضی کی گریٹ روحیں کہتے ہیں وہ ساری کی ساری ایک ہی زمانے میں لگاتار پھر رہی ہیں' وہ روحیں نہ آتی ہیں نہ جاتی ہیں بلکہ وہیں ٹھہری ہوئی ہیں۔ اور وہ وجود بھی شاید موجود ہوں' جن کے ساتھ ہم آشکار ہونا چاہتے ہیں' آشنا ہونا چاہتے ہیں وہ آشنا ہونے کے قابل روحیں اب بھی شاید اپنے وجود میں موجود ہوں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ شاید وہ اپنے وجود میں موجود ہوں اور آپ کا تجربہ مکمل ہو جائے۔ آپ اسے یوں سمجھیں کہ جیسے آپ کہتے ہیں کہ ماضی میں ہم فلاں روح سے رابطہ کرنا چاہتے تھے تو وہ آپ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور ہم آئندہ کسی اور روح کے ساتھ

آشکار ہونا چاہتے ہیں تو وہ بھی حال میں آسکتی ہے۔ روح کے تجربات اپنی Evolution میں اور زمانے کی Immensity میں تقریباً اسی وجود میں مکمل ہوں گے اور وہ ہو جاتے ہیں۔

اب آپ بولیں ـــــ

سوال:-

ٹائم جو ہم پر بیت رہا ہے وہ Temporal انداز سے چل رہا ہے لیکن جو Infinity ہے، جو زمانہ دائم ہے وہ بھی تو موجود ہی ہے، یہ ٹائم اسی ٹائم کا حصہ ہے، تو اسی ٹائم میں رہتے ہوئے ہم زمانہ دائم سے کبھی کبھی ہم کنار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت پھر آگے اور پیچھے کا سارا تجربہ جو ہے وہ ہم تک آجاتا ہے۔ وہ جو ایک لمحہ ہے جسے لمعہ بھی کہتے ہیں، اگر تو وہ نصیب ہو پھر تو یہ آگے اور پیچھے کے زمانے کی کیفیت محسوس ہو سکتی ہے اور اگر نصیب نہ ہو تو ـــــ

جواب:-

اگر وہ نصیب نہ ہو تو پھر وہ آپ کا سوال ہی نہیں ہے۔ جس کا خیال ہوگا اس کو بات نصیب ہو سکتی ہے، باقی لوگوں کا نہ وہ پرابلم ہے اور نہ ان کی ضرورت ہے۔ جس کو یہ خیال ہے کہ کسی ایک Sane Moment میں ایک Temporal moment میں جسم جو ہے یہ Infinity میں کہیں داخل کر دیا جا سکتا ہے تو وہاں سارے زمانے ہو سکتے ہیں، سارے وجود ہو سکتے ہیں بلکہ سارے تجربات ہو سکتے ہیں، تو یہ اس شخص کا مسئلہ ہے جس کا کہ یہ مسئلہ ہے۔ اسی آدمی کے لیے یا ان

روحوں کے لیے ایک ہی زمانے میں سارا واقعہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہاں ایک ہی زندگی ہے۔ اس لیے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روح جو ہے ایک ہی روح ہے ساری۔۔۔۔

سوال:-

یہ اتو علم سے سرسری واسطہ رہا لیکن صاحبانِ علم سے قربت کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے نصیب میں لکھا ہوا تھا۔ کئی دفعہ بڑے بڑے صاحبانِ علم اس لمحے کے موجود ہونے سے انکاری ہوتے ہیں کیونکہ ان کی اپنی زندگی میں یہ لمحہ نہیں آیا تھا۔ ان سے جب یہ باتیں کی جاتی ہیں تو انہیں یہ سب پاگل پن لگتا ہے۔ اور جن کو یہ تجربہ ہے وہ اس پر ایمان کی حد تک یقین رکھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم لوگ تسلیم کی حد تک تو اسے مانتے ہیں لیکن جب تک یہ ہمارا تجربہ نہ بنے تو کیسے مانیں۔۔۔۔

جواب:-

اس تجربے کو نمائش کے طور پر عطا نہیں کیا جاتا۔ تسلیم اس لیے ضروری ہے کہ Infinity جو خالق ہے اس کی مرضی سے آپ کو یہ حاصل ہو۔ تسلیم ہے مالک کی اجازت' کہ اس کی ملکیت میں ہم داخلہ چاہتے ہیں۔ بس یہ اس کی تسلیم ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کو بھی داخلہ دے دیتا ہے۔ یہ اس کے کام ہیں' اس کے جلوے ہیں۔ یہ لمعات ہوتے ہیں۔ لمعات کا مطلب ہے روشنی' جلوہ' تجلی ـــــ وہ تجلی جس کو عطا کر دے یہ اس کی مرضی

ہے۔ وہ کافر کو بھی عطا کر دیتا ہے' یہ اس کے کام ہیں' اس کے کام نرالے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مومن کو محروم کر دے۔ یہ بھی اس کے کام ہیں۔ مقصد یہ کہ وہ جو جو کر سکتا ہے اُسے کرنے دو۔ آپ اس کے گھر میں' علم کے گھر میں' مشاہدے کے گھر میں' تجربات کے گھر میں' اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے اور اس کی اجازت سے پہلے آپ کے اندر تسلیم کا ہونا ضروری ہے۔ تسلیم قوی ہو ورنہ آپ کے لیے بڑے خطرے کی بات ہے۔ آپ اگر اس کے گھر کی یعنی روح کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو یہ اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوگا۔ یہ آپ کے لیے ہے۔ دوسروں کو وہ کر سکتا ہے۔ آپ کے لیے خطرہ یہ ہے کہ آپ دوسرے بننا چاہیں تو دوسرے نہیں بن سکتے بلکہ منافق بن جائیں گے۔ اب کہیں گے کہ ہم کہاں پھنس گئے۔

آئی جان شکنجے اندر

مومن جب کافر بننے کی کوشش کرے گا تو منافق بن جائے گا۔ ممکن ہے کہ کافر بخشا جائے' مومن تو بخشا ہی جائے گا لیکن منافق نہیں بخشا جائے گا۔

اب آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے آپ کی روح کو سیراب کر دے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے آپ کی جہالت کو علم سے نواز دے۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے آپ کو دنیا کی سیر کرا دے' دین کی سیر کرا دے' اپنے آسمانوں کی سیر کرا دے' اپنے علوم کے دسترخوانوں سے سیر کرا دے —— جو اس کی مرضی ہو۔ اس کے کام نرالے ہیں' وہ جو چاہے کرے۔ آپ اپنی تسلیم قائم

رکھیں۔ جلوہ یہیں پر ہے' ماضی بھی یہیں ہے۔ اگر ماضی یہاں نہ ہو تو آج کا علم جو ہے وہ محروم ہو جائے' Disconnected ہو جائے۔ پھر ہر زمانہ نیا علم شروع کرے گا۔ پرانا علم تو ختم ہو جائے گا۔ پرانا علم جو ہے وہ آپ کے ساتھ چلا آ رہا ہے' خمیر اور ضمیر میں چلا آ رہا ہے۔ جو چیز خمیر اور ضمیر میں آ گئی وہ آپ کا علم ہے۔ ماضی کے زمانے مشکلات اُٹھاتے رہے ہیں اور اب آپ کو علم دے رہے ہیں' اس طرح آپ کا کام بنتا جا رہا ہے۔ پرانے لوگوں کی ریاضتیں کس کام آ رہی ہیں؟ یہیں کام آ رہی ہیں' وہ ریاضتیں مزار کی شکل میں آپ کے کام آ رہی ہیں۔ ریاضت کرنے والا ریاضت کر کر کے اپنا ایک مرقد بنا گیا۔ بابا صاحبؒ نے بڑے روزے رکھے' معکوس عبادت کرتے رہے' کنوئیں میں لٹک کے عبادت کرتے رہے' پھر ایک روضہ بن گیا' مقبرہ بن گیا' اب آپ کے لیے وہاں سے فیض کا چشمہ ہو سکتا ہے۔ یہ سارے کے سارے لوگ اس لیے محنتیں کرتے رہے تا کہ حال کے پیاسے وہاں سے سیراب ہوں۔ شرط یہ ہے کہ آپ حال کے پیاسے ہوں' آپ تو محقق بھی نہیں بنتے بلکہ آپ صرف معترض بن جاتے ہیں۔ محقق تو بہت تسلیم والا ہوتا ہے' وہ کہتا ہے کہ باباجی ہم آپ کے پاس آئے ہیں' آپ بتائیں تو سہی کہ آپ کون ہیں۔ محقق کی بڑی بات ہے' وہ ادب سے بات کرتا ہے اور جو کافر ہوتا ہے وہ گستاخی سے بات کرتا ہے کہ تُو ہے کون' یہ کیا فراڈ ہے۔ یہاں وہ گمراہ ہو جائے گا اور محروم ہو جائے گا اور اس پہ جہالت طاری ہو جائے گی۔ جہالت اندھیرے کو کہتے ہیں اور علم روشنی کو کہتے ہیں۔ عام طور پر عقل

جو ہے یہ اندھیرے کا راستہ ہے' جہالت کا راستہ ہے۔ آپ کا علم' عقل کے ذریعے آ رہا ہے۔ اس لیے ہم اس کو جہالت کہتے ہیں۔ جو علم دل کے ذریعے آ رہا ہے ہم اس کو نور کہتے ہیں۔

سوال:۔

کیا ہر سوال کا جواب کوئی عالم آدمی دے سکتا ہے۔

جواب:۔

لفظ ایک ہی ہے لیکن عالم' عالم کا بڑا فرق ہے۔ بہر حال جو علم' عقل کے ذریعے آ رہا ہے وہ حجاب ہو سکتا ہے اور جو دل کے ذریعے آ رہا ہے یہ حجاب نہیں ہوگا بلکہ یہ نور ہے۔ دل کے اندر واردات آ گئی تو الحمدللہ۔ اب یہ علم ہے' بڑا علم ہے۔ دعا یہ مانگا کرو کہ اللہ تعالیٰ وہ علم عطا فرمائے جو دل کے ذریعے آتا ہے۔ وہ عبادت جو دل کے ذریعے آتی ہے وہ اللہ کی رحمت ہے۔ اس لیے میں آپ کو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہاں زندگی میں آپ کا Stay بہت کم ہے۔ اپنا وقت جھگڑے میں نہ گزارنا۔ اللہ تعالیٰ کو ثابت نہ کرنا۔ آپ ہی اللہ کا ثبوت ہیں۔ یہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اللہ کا ثبوت کون ہے؟ آپ خود ہی ہیں۔ عبادت کے ذریعے آپ اللہ سے سوالات کرنے کی کوئی بات نہ کرو۔ عبادت جو ہے یہ آپ کی زندگی میں عطا ہے' یہ حضور پاک ﷺ کی ادا ہے۔ بس اس ادا کے مطابق آپ چل پڑو۔ تو عبادت کیا ہے؟ یہ آپ کی ادا ہے کہ وہ اس طرح اللہ کو یاد کیا کرتے تھے اور ہم بھی ویسے یاد کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ تقلید ہے اُن کی جو تسلیم میں مقام محمود پر

پہنچے۔

سوال:

سر! یہ جو تقلید ہے وہ تمام Mental Complexities کی Simplicity تو نہیں۔

جواب:

یہ کوئی فارمولا نہیں ہے بلکہ یہ بنانے والے کا فیصلہ ہے کہ اسے یوں کرلو۔ جبریل امین علیہ السلام آ کے بتاتے تھے کہ عبادت یوں کرنی ہے اور اللہ پاک کو اس طرح سے پسند ہے۔ ویسے اس کا ایک فارمولا ہے۔ مثلاً آپ کا جو رکوع ہے وہ کچھ فرشتوں کے برابر ہے۔ سجود جو ہے وہ کچھ اور فرشتوں کے برابر ہے اور قیام جو ہے یہ بھی کچھ فرشتوں کے برابر ہے' انسان کو ان تینوں کا بتا دیا گیا اور اسے افضل کر دیا گیا۔ وہ جو فرشتے ہمیشہ سے اللہ کے دربار میں قائم تھے ان کو یہ کہا گیا کہ انسان بھی قائم ہے' یہ رکوع بھی کر رہا ہے' سجود بھی کر رہا ہے' تم تینوں سے بہتر ہے کیونکہ کاروبارِ دنیا بھی کر رہا ہے اور ہمیں یاد بھی کر رہا ہے۔ فرشتوں نے کہا تھا کہ انسان جو ہے یہ یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک یہ فساد کرے گا' جھگڑا کرے گا' خون خرابہ کرے گا اور ہم تیری عبادت کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انی اعلم مالا تعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح یہ فرق دکھاتا رہتا ہے۔ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کا Confidence ہو فرشتوں کے سامنے ـــــ لیکن افسوس ہے

کہ آپ وہ نہیں ہو' آپ جھگڑے میں پھنسے ہوئے ہو۔ فرشتے کہتے تھے کہ یہ گمراہ ہے' یہ جھگڑا کرے گا' یہ اللہ کے ساتھ بھی جھگڑا کرے گا' دنیا میں خون بہائے گا' اللہ کے ساتھ جھگڑالو ہو جائے گا اور بحث کرے گا۔ اللہ نے کہا کہ یہ ماننے والا ہے' محبت کرنے والا ہے' تم دیکھو کہ کیا بنتا ہے۔ پیغمبروں کی حد تک تو بات مکمل ہوگئی' Followers میں اولیائے کرام آ گئے' وہاں بھی اللہ کی بات ٹھیک ہوگئی۔ لیکن ہمارے ہاں جو Intellect ہے یہ الجھن میں ہے۔ ذہین آدمی کا مومن ہونا بہت لازم ہے۔ ایمان کے فوائد اصل میں صرف ذہین کو مل سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ذہین آدمی جو ہے وہ گستاخ ہو جاتا ہے۔ ٹریجڈی یہ ہے۔ یہ بھی ٹریجڈی ہے کہ سیاستدان خودغرض ہو جاتا ہے۔ ذہین آدمی اگر تسلیم میں آ جائے تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ ذہانت ہی تو اللہ کے قریب لے جاتی ہے۔

سوال:

اللہ تعالیٰ کی انسان پر اتنی نعمتیں ہیں۔ اگر کسی انسان کی تھوڑی سی Help کر دیں تو وہ انسان کا بہت ممنون ہوتا ہے مگر خدا کا ممنون نہیں ہوتا۔

جواب:

بندہ جو بندے کی Help کرتا ہے اگر وہ نہ کرتا تب بھی بندہ رہتا اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرے تو وہ اللہ نہیں ہے' وہ تو اللہ ہے ہی' اللہ تو احسان کرنے والا ہے' ہم اس کا احسان عام طور پر Taken for granted لیتے ہیں۔ احسان اس لیے کرتا ہے کیونکہ وہ ہمارا اللہ جو ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ نیکی تو نے

ہمارے ساتھ کردی تُو تو اللہ ہے اب ہم پر مزید احسان کرنا۔ اس لیے ہم مزید دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ انسان شکر ہی شکر ہے۔ یہ گھبرانے والی بات نہیں ہے۔ سب سے بڑا شکر جو ہے وہ یہ ہے کہ تم کافر دنیا میں مسلمان بن کے رہو۔

سوال:

ذاتی حالات سے لے کر ملکی حالات میں جو تکلیف نظر آ رہی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُسے ٹھیک کر دیں لیکن کوئی صورت نظر نہیں آتی ____

جواب:

میں بتاتا ہوں کہ Easy ہونے اور Difficulty میں ہونے میں کیا فرق ہے۔ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ یہ Temporal Life ابھی ابھی ختم ہونے کے قریب آ جائے تو آپ کو کون سے مقام پر Answerable کیا جائے گا۔ یہ آپ نے اپنے پاس سے نہیں کرنا بلکہ اللہ نے آپ کو Answerable کرنا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ میرے خیال کے مطابق Answerable ہے اور اس کے خیال میں وہ اور ہے۔ اس نے آپ کو واقعی Answerable کرنا ہے اس نے آپ کو جواب دہ کرنا ہے۔ جس مقام پر آپ سے Answerability ہو رہی ہے وہاں یہ پوچھا جائے گا ان سوالات کے جواب ضرور مہیا کر کے جانا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ آپ کا تین قسم کا شغل ہوتا ہے۔ ایک تو آپ کا پیشہ ورانہ شغل پیشہ ورانہ کھانا پینا رزق اور کھانا وغیرہ۔ یہ پیشہ ورانہ بات ہے۔ دوسرا آپ کا سماجی رشتہ ہوتا ہے جیسے کہ دنیا میں شہرت مشہوری پہچان لوگ آپ کی عزت

کرتے ہیں' سلام کرتے ہیں' آپ کا مرتبہ مقام یہ ہے۔ تیسرا آپ کا شعبہ ہے خود آگہی۔ ان تین کے علاوہ اور کوئی شعبہ نہیں ہے ـــــ اب پہلا شعبہ کون سا ہوا؟ رزق کمانا۔ دوسرا شعبہ سماج سے آپ کا رابطہ اور تیسرا شعبہ ہے اپنی ذات سے رابطہ۔ میں آپ لوگوں سے جب خاص طور پر بات کرتا ہوں تو میں کبھی ایک شخص سے بات کر رہا ہوتا ہوں اور کبھی دوسرے سے۔ آپ جو بات کر رہے ہیں وہ نمبر دو شعبے کی بات کر رہے ہیں یعنی سماج میں آپ کا رابطہ اور Stability۔ اگر آپ سماج کے بارے میں بات نہ کریں تو اس میں منافقت کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ کچھ لوگوں کے مسائل نمبر ون میں ہیں یعنی کہ کھانے پینے کے مسائل بیان کیے جائیں' رزق کہاں سے آئے گا' ضرورت کہاں سے پوری ہوگی' بچوں کا کیا معاملہ ہوگا' ابا جان کا کیا بنے گا' علیٰ ہذ القیاس۔ کچھ لوگوں کی ضرورت یہ ہے کہ ہم آگاہی کہاں سے لیں' ہم عبادت کیسے کریں' وظائف کیسے کریں' اللہ کو کس طرح یاد کریں' Meditation کیا ہوتی ہے؟ اس لیے آپ اس بات پہ غور کریں کہ وہ جو سماج کا شعبہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا Answerability ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے سماج کے شعور سے نوازا ہے وہ اپنے فرائض پورے کرے۔ وہ علم خدائی ہے' اس میں کامیابی یا ناکامی کی کوئی بات نہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ تُو یہ بیان کر' وہ اللہ کی رضا کے لیے اور اللہ کی خوشنودی کے لیے بیان کرتا جائے۔ اس میں حاصل' نا حاصل' مقام' نا مقام' اور مرتبہ' نا مرتبہ کی کوئی بات نہیں۔ جتنا اللہ نے مجھے بتایا تھا وما علینا الا البلاغ ہم نے بیان کر

دیا۔ یہ تو ایک بات ہوگئی۔ پھر جو رزق ہے وہ کماتے چلے جاؤ۔ اور خود آگہی جو ہے یہ آپ کو ہونی چاہیے۔ یہاں آپ کا واقعہ ہے' یہاں آپ اپنے آپ سے آشنا ہو جاؤ کہ آپ کیا ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے پاس وہ علم ہی نہ ہو جس کے حصول کے لیے آپ کو کوشش کرنی چاہیے تھی اور اگر وہ علم نہ ہوا اور اس کے حوالے سے بیان کر دیا تو بیان کرنے والا خود بھی گمراہ ہو جائے گا اور لوگوں کو بھی گمراہ کر دے گا۔ اکثر لوگوں نے ایسے علم کے ذریعے گمراہ کیا۔ اکثر سیاستدانوں نے ملک کو تباہ کر دیا۔ یہ آپ خود بتائیں گے کہ جی وہ پچھلا سیاستدان تباہ کر گیا۔ اب اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ As a سیاست دان تم ملک کو Further تباہ نہیں کرو گے۔ اس کا جواب چاہیے۔ آپ غور کریں۔ مجیب الرحمٰن ایک سیاست دان تھا' اس نے برباد کیا۔ مجیب الرحمٰن کے ساتھ ایک اور سیاستدان تھا جس نے ''اُدھر تم' اِدھر ہم'' کہا' دونوں نے مل کے برباد کیا۔ اس کے بعد ایک اور دور آیا جس میں ملک کو Mortgage کرا دیا گیا۔ اب ایک اور دور آ گیا ہے۔ اس میں چپقلش ہے اور کشمکش ہے' پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ آپ بالکل بجا کہہ رہے ہیں لیکن اب آپ چوتھے سیاستدان کے طور پر بات کر رہے ہیں' آپ خود کیا ہیں؟ اس پہ ذرا غور کرو۔ اپنے آپ کو آئینے کے سامنے روبرو کیا کرو بلکہ دُوبدو کیا کرو' آئینے میں شکل دیکھا کرو۔ پاکستان میں ایک دور آ گیا' پھر دوسرا دور آیا تو اور حالات آ گئے' پاکستان جو ہے وہ Military Jackboots کے ماتحت ہو گیا۔ پھر ایک اور زمانہ آیا جو چپقلش کا تھا' کشمکش کا تھا' جھگڑے کا تھا۔

پتہ نہیں کہ کیا ہوتا رہا ہے' کبھی پنجاب بڑا ہو جاتا ہے اور کبھی سینٹر بڑا ہو جاتا ہے' کبھی سینٹر میں کچھ ہوتا ہے' یہ پنڈولم کا Centre of Oscillation ہے' کبھی ٹک' کبھی ٹک' پتہ نہیں کیا ہوتا جا رہا ہے۔ آپ یہ سارے واقعات تو بیان کر رہے ہیں لیکن یہ چوتھا دور آپ اپنے آپ سے منسوب کر رہے ہیں' کبھی ایسا نہ ہو کہ اس دور میں آپ کے دم سے Fall ہو جائے' خدانخواستہ ___ اس لیے میں ابھی اس چوتھے دور کی داد ہی نہیں دیتا' ابھی آپ غور کر لیں' پہلے تین دور جو ہیں ان کا تجزیہ کر لو کہ پہلا دور کیسے تباہ ہوا' درمیان والے دور میں Military Jackboots کیسے آئے' اس کے بعد کشمکش کا دور کیوں آیا اور تم جو معالج ہو ایسا نہ ہو کہ تم پرانے مسیحاؤں کی طرح مریض کو دم توڑنے پر مجبور کر دو۔ یہ مریض بیچارہ مسیحاؤں کا مارا ہوا ہے۔ اس لیے معالج صاحبان کے طور پر آپ لوگوں سے بڑی توقعات ہیں۔ یہ سب بڑے غور سے کرو۔ اگر اللہ نے آپ کو کہا ہے' شعور نے کہا ہے تو یہ کام کرو۔ اگر نہیں کہا تو نہ کرو۔

سوال:

سر! کیا سیاست شوق کا نام ہے یا خبط کا نام ہے؟

جواب:

یہ شوق ہوتا ہے۔ خبط بھی شوق ہی ہوتا ہے۔

سوال:

کیا یہ ذمہ داری کا نام ہے؟

جواب:

یہ ذمہ داری بھی ہوسکتی ہے' شعور بھی ہوسکتا ہے' یہ لازم بھی ہوسکتا ہے' ہر آدمی سیاست دان ہوتا ہے۔ سیاست وہاں سے شروع ہوتی ہے جب آپ گھر میں داخل ہوتے ہو اور السلام علیکم کہتے ہو' اور سارے کہتے ہیں وعلیکم السلام۔ محلے میں سے گزرتے ہو تو کہتے ہو السلام علیکم۔ وہ کہتے ہیں وعلیکم السلام۔ بندہ مر جائے تو سارے مل کے جنازہ پڑھتے ہیں۔ اس طرح سیاست شروع ہوگئی۔ مسجد میں باجماعت نماز پڑھتے ہو تو یہ سیاست شروع ہوگئی۔ عیدگاہ میں نماز پڑھتے ہو تو یہ سیاست شروع ہوگئی۔ حج کرتے ہو تو سیاست شروع ہوگئی۔ مارکیٹ میں ایک جگہ دکانیں بناتے ہو تو سیاست شروع ہوگئی۔ جہاں پر انسانوں کا رابطہ ضابطے کے مطابق ہوگا وہاں سیاست شروع ہو جائے گی۔ اس لیے رابطہ ضابطے کے ساتھ ہو' کسی مقصد کے لیے ہو اور جمیع قوم کے لیے ہو تو یہ سیاست ہے۔

سوال:

ہمارے ہاں رابطے کا فقدان ہے۔

جواب:

ہمارے ہاں رابطے کا فقدان ہوسکتا ہے۔ کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ہاں فقدان نہیں ہے' ہم کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم پیاسے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم ٹیوب ویل لگا رہے ہیں' منصوبہ بن رہا ہے' انتظار کرو' حکومت بنا رہی ہے' بجٹ اب آنے والا ہے' اس کے بعد اور آسانی ہو جائے گی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آسانی نہیں ہوگی۔ آپ کا کام تو ہو رہا ہے' یہ دونوں گروپ آپس میں باتیں کرتے جا رہے ہیں' تیسرا گروپ ابھی آرام سے بیٹھے' انہیں اپنا فیصلہ کرنے دو۔

سوال:

وہ سب ہمارے بارے میں باتیں کر رہے ہیں۔

جواب:

کیا آپ بڑے مقبول لوگ ہیں کہ آپ کے بارے میں باتیں کر رہے ہیں' آپ کی عاقبت اور عافیت کے لیے' آپ کی تنخواہوں کو مہنگائی سے بچانے کے لیے یا مہنگائی کی زد میں لانے کے لیے کر رہے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کو میں یہ بتا رہا ہوں کہ زندگی میں دن بھر کام کرو' کھانے کمانے کے لیے کام کرو' لوگوں سے ملنے کا کام کرو لیکن کم از کم کچھ لمحات اپنی ذات میں تنہا بیٹھنے کے لیے نکالا کرو۔ کچھ لمحات ضرور ہوں۔ پھر آپ کو اپنے لیے کچھ نہ کچھ خبر ملتی رہے گی۔ یہ خبر ضرور رکھنی چاہیے۔ یہ خبر اس حوالے سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خدا ہو کے ایک بندے کی محبت کو بیان کر دیا کہ میں اور میرے فرشتے محبت بھیجتے ہیں' پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اللہ ہو کے' ساری کائنات کا خالق ہو کے اس نے اپنی محبت کو ظاہر کرنے اور بیان کرنے میں لطف لے لیا۔ اس نے کہا کہ ہم اس ذات سے محبت کرتے ہیں اور ان لوگوں سے کہہ دو جو مجھ سے محبت کرنا چاہتے ہیں وہ پیغمبرؐ کی اطاعت کریں۔ اللہ نے محبت کا دعویٰ کوئی نہ کرے' اللہ تم سے

محبت کرے گا' تم کیا کرو؟ پیغمبرؐ کی اطاعت کرو۔ اب اس بات پہ غور کرو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے محبوب ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ اللہ تم سے خود محبت کرے۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ تم اللہ سے اس لیے محبت کرتے ہو تا کہ اللہ تم سے محبت کرے تو اللہ نے اس کا آسان راستہ بتا دیا کہ مجھ سے محبت کرنے کی بجائے میرے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تو میں تم سے محبت کر لیا کروں گا۔ بات آسان ہو گئی' اللہ ہو کے اس نے اپنے محبوب ﷺ سے محبت بیان کی ہے' تو آپ انسان ہو کے اللہ کے محبوب ﷺ کے لیے کچھ دیر تنہا بیٹھ جاؤ تو آپ کا کام بن جائے گا۔ اللہ والا ایک کام تو یہی ہے' باقی تو وہ خالق ہے' اس کی مخلوق ہے' اس کی عبادتیں ہیں' بڑے کام ہیں۔ ایک کام یہاں اللہ والا ہے جو اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت والا ہے' یہاں تم وہی کام کر رہے ہو جو اللہ کر رہا ہے۔ اتنا تو آپ کر لو کہ یا اللہ ہم تیرے محبوب ﷺ پر درود بھیج رہے ہیں' تو بھی بھیجتا جا اور ہم بھی بھیجتے جا رہے ہیں۔ اس ذات پر ہمہ حال درود ہے' اللہ بھی' اللہ کے فرشتے بھی' ماضی والے بھی' حال والے بھی' مستقبل والے بھی' نہ ماننے والے بھی نعت کہتے ہیں۔ یہ اس ذات کی شان ہے۔ اس سے بڑی شان کیا ہو سکتی ہے کہ آسمان والا تمام فرشتوں کے ساتھ' زمین والے اپنی تمام رعنائیوں سمیت' ماضی حال اور مستقبل والے بھی' ہندو سکھ تمام نعت کہنے والے ہیں۔ اس ذات کی شان دیکھو۔ وہ ذات کسی علم کے دم سے نہیں ہے۔ اس ذات کا کوئی ایسا راز ہے جو آپ کے دلوں میں اُتر آتا ہے۔ یہ کوئی خاص بات ہے۔ اس پہ ضرور غور کیا کرو۔ آپ کو

غور کرنے والی چیزیں بتا رہا ہوں' ان سوالوں کا آپ خود ہی جواب دیا کرو۔ وہ کیا مقام ہے جب کسی انسان کو آپ پہلی بار دیکھتے ہی پسند کر لیتے ہو؟ پہلے سے کوئی تجربہ ہو یا علم ہو' کوئی واردات ہو' اس کے ساتھ کوئی سفر کیا ہو' پھر تو اور بات ہے۔ یہ تو صرف دیکھنے سے پسند کر لیا جاتا ہے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ جب میں اسے پہلی بار دیکھ رہا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہوا ہے۔ پہلی بار دیکھ کے یہ کیسے جانا کہ پہلی بار سے پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔ انسان کی زندگی میں یہ بڑا راز ہے کہ فرسٹ ٹائم دیکھو تو پتہ چلے کہ پہلے بھی دیکھا ہوا ہے۔ یہ ہے دوست کو قبول کر لیا تحقیق کے بغیر۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص بات ہے کہ آپ نے کس طرح قبول کر لیا' آپ نے کس طرح پہچان لیا' دوستی کس طرح ہو گئی ـــــ اس پہ غور کیا کرو۔ یہ آپ کا کام نہیں ہے' یہ اللہ کا کام ہے۔ ہمارا کام ہے تجربے کی رُو سے کسی کو اچھا کہنا' واردات کی رُو سے اچھا کہنا مگر کسی کو دیکھ کر قبول کر لینا ہمارے بس کی بات نہیں ہے' یہ کسی اور ذات کا عمل ہے' وہ ذات جو تمہیں دیکھنے والا بنا رہی ہے وہ ذات ہی دوسرے کے چہرے کو ویسا بنا رہی ہے' وہ ذات ہی تمہارے درمیان Affinity پیدا کر رہی ہے' یہ جو Affinity آ رہی ہے۔ اس بات پہ بھی غور کیا کرو کہ تمہاری زندگی تو ہے تھوڑی سی۔ تمہیں محبت کرنے والا بنایا اور اس ذات کو بنایا۔ دونوں کو اللہ نے بنایا۔ آپ کی محبت بھی آپ کے جانے سے پہلے مقرر ہو چکی ہے' زندگی میں اگر مل جائے تو محبت مل جاتی ہے' قبول کرنا مل جاتا ہے۔ اسی طرح اس ذات پاکؑ سے محبت جو ہے وہ اللہ

تعالیٰ کی مہربانی سے ہو جائے گی۔ اس ذات پاکؑ سے ساری کائنات محبت کرتی ہے۔ اب آپ دیکھو کہ دین کا راستہ آسان ہے' اللہ کے محبوب ﷺ سے محبت کرو تو دین مل جائے گا۔ جس طرح فرمان ہے کہ انا مدینة العلم وعلی بابها اُن سے محبت کرو تو راستہ مل جائے گا' آلِ محمدؐ سے محبت کرو تو راستہ مل جائے گا' ان کے راستے پر چلنے والے کسی سے محبت کرو تو راستہ مل جائے گا۔ اگر علم کا راستہ نہیں ملتا تو محبت کا راستہ لے لو۔ آپ کو اور آسان بات بتاتا ہوں۔ علم کا راستہ' عبادت کا راستہ' گہرائی کا راستہ' توجہ کا راستہ بڑا لمبا راستہ ہے اور محبت کا راستہ آسان راستہ ہے' وہ نگاہ کا راستہ ہے۔ یہ ہوسکتا ہے۔ ایسا ہو جاتا ہے۔ اب سوال پوچھنے والے کو میں ایک ذاتی بات بتاتا ہوں کہ جب تم صادق بنو' صداقت کرو یا سچ بولو اور تنقید بھی کرو اور چاہو کہ تمہیں قبول بھی کیا جائے تو یہ تمہاری زیادتی ہے۔ اس دور میں' سیاست کی دنیا میں' تم کسی پر تنقید کرو اور وہ تمہیں قبول کر لے تو یہ ناممکن ہے۔ بس یہ ناممکن ہے' کوئی شخص قبول نہیں کرے گا۔ ناقد کو یا نقاد کو کوئی رائٹر کبھی قبول نہیں کر سکتا۔ اور آپ تنقید کرنے کے بعد محبوب کہلانا چاہتے ہو تو یہ آپ کے لیے بڑا ہی مشکل وقت ہے' بہت مشکل ہے۔ خوشامد والے لوگ تو قبول ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ماشاء اللہ آپ بڑے خوب صورت نظر آ رہے ہیں' آپ اسے یہ کہیں گے کہ ہاں ایسی ہی بات ہے' آپ کب ملیں گے؟ آپ تو دوسرے کو یہ کہتے ہیں کہ تو نے آ کے سارا پروگرام ہی رَد کر دیا' تیرے دم سے ہماری سیاست ہی اُکھڑ گئی ہے۔ تو وہ آپ سے کیا کہے گا؟

شاباش؟ آفرین؟ وہ کہے گا کہ میں تجھ سے مل لوں گا ـــــ یہ ہے دِقّت ۔اس لیے آپ غور کرو۔ یا تو چاہا جانا چھوڑ دو اور تقریر کرتے جاؤ۔ آپ چاہے جانے کا عمل بھی رکھتے ہو اور کسی طرف جاتے بھی نہیں ہو' یہاں یہ دِقّت ہو رہی ہے۔ کہیں جا کے ملنا ہے تو ملو۔ گروپ کی سیاست میں آ کے آپ کی انفرادی دانائی ختم ہو جائے گی۔ آپ میں انفرادی طور پر جو دانائی ہے اور روشنی ہے وہ گروپ کی سیاست میں دَب جائے گی۔ جب گروپ کا فیصلہ ہوتا ہے تو سارے کے سارے گروپ اور لوگوں کی سربراہی میں ہوتے ہیں' آپ کی سربراہی میں نہیں ہیں۔ پھر آپ کی ذہانت کسی گروپ کے ماتحت یا گروپ کے لیڈر کے ماتحت ہو جائے گی اور ماتحت آ جانے کے بعد یہ ذہانت کام نہیں کرے گی۔ اس لیے یہ پرابلم غور طلب ہے۔ میرا خیال ہے اب آپ کو سمجھ آ گئی ہو گی کہ آپ کا پرابلم کیا ہے۔ ہم یہ داد تو دیتے ہیں کہ آپ میں صداقت ہے۔ لیکن صداقت کے سرفراز ہونے کا ابھی ٹائم نہیں ہے۔ گروپ میں ملنے سے آپ کی یہ افادیت بھی ختم ہو جائے گی۔ یا تو ویسے ہی مل جاؤ ایک Follower کے طور پر۔ آپ کے لیے یہ بھی ایک راستہ ہے۔ آپ اُسے کہو کہ یہ جو آپ کا گروپ ہے' سیاسی گروپ ہے' ہم اس میں مل جاتے ہیں' جو آپ کا حکم ہو گا ہم مانتے جائیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ مرتبے بھی مل جائیں گے اور شہرتیں بھی مل جائیں گی لیکن یہ As a camp follower ہوں گی۔ لیڈر ہونا اور راہنما ہونا جو ہے وہ کسی گروپ میں کیسے شامل ہو گا' وہ نیا گروپ Form کرے گا جو صادقین کا ہو گا۔ یا اس کا نام مخلصین رکھ لو۔

اور کوئی سوال ..... اب ہم لوگ جانے والے ہیں ..... بولو .....

ایک اور سوال:

یہ سوال پوچھنے والے کا راستہ بہت خوب صورت ہے لیکن بہت مشکل ہے۔ آپ اس کو آسان بنا دیں۔

جواب:

آسان بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سوال کرنے والا ایک اعلان ضرور کرے یا ایک فیصلہ ضرور کرے کہ ان کا خیال صرف ان کا اپنا خیال ہے۔ ان کی زبان سے صرف اپنا خیال بیان ہونا چاہیے اور ان کا فیصلہ ان کا اپنا فیصلہ ہو۔ یہ کسی کو Obey نہ کریں' اللہ تعالیٰ سے رابطہ رکھیں' لَو لگا لیں۔ میں بار بار سمجھاتا چلا آ رہا ہوں کہ بڑے بڑے ذہین راہ نما وقت کے مسائل کی وجہ سے آگے پیچھے ہو گئے۔ اس لیے ٹائم کا انتظار کرنا چاہیے' یہ Feasibility بھی دیکھنی چاہیے۔ بات تو ان کے پاس ہے اور یہ ٹھیک بیان کر رہے ہیں لیکن یہ دیکھیں کہ بات بیان کرنے کا کون سا صحیح وقت ہے۔ یہ نہ ہو کہ غلط ٹائم پہ صحیح بات کر دی جائے' اس سے نقصان ہوتا ہے۔ یہ ضرور غور کرنا چاہیے۔ یہ خیال بھی کرنا چاہیے کہ کتنے لوگ ساتھ دیتے ہیں' یہ دیکھنا چاہیے کہ وفادار کتنے ہیں اور یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ کتنے Magnitude کی مخالفت ہے۔ جس کو Dispose کرنا چاہتے ہیں وہ لیور لگا کے دیکھنا چاہیے کہ کتنا وزنی پتھر ہے۔ صرف اخبار کے بیان سے سیاست نہیں کرنی' عوام میں Roots ہونی چاہییں۔ ان کے ساتھ یہ ہو سکتا ہے' لوگ

چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ اچھا واقعہ ہو۔ ان کا کام انشاءاللہ تعالیٰ دعا سے حل ہو جائے گا۔ پہلے مجھے ان سے پوچھ کے یہ بتا دو کہ اس وقت جو دو گروہ موجود ہیں کیا یہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ ملتے ہیں' ایک گروہ مرکز میں ہے اور ایک پنجاب میں ہے۔ ہماری طرف سے یہ ہے کہ کوئی ایک ان کو قبول کر لے' پسند کر لے یا چاہ لے' پھر ان کو مرتبے میں بھی شامل کر لے۔ اب یہ کچھ عرصے کے لیے خاموش ہو جائیں۔ ان کے پاس جو دانائی ہے یہ ٹکراتی ہے اپنے سے سینیئر کے ساتھ۔ اللہ کے ساتھ تو انسان کو ویسے ہی احتیاط کرنی چاہیے۔ کچھ لوگ جو پیپلز پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پیپلز پارٹی کے اندر شامل ہیں' ہم کسی خاندان کے ماتحت نہیں ہیں۔ پیپلز پارٹی ایک قسم سے خاندان میں آ گئی ہے۔ اس بات پہ جو دانا لوگ پیپلز پارٹی میں واپس جانا چاہتے ہیں یا شامل ہو جاتے ہیں' وہ اپنا منشور یہ بنا رہے ہیں کہ ہم پیپلز پارٹی میں جا کے پیپلز پارٹی کو عوام کے حوالے کر دیں گے کیونکہ پیپلز پارٹی کو ایک خاندان نے Hijack کیا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ Peopls party is not Bhutto, peopls party is not the family of Bhutto, it is not the wife of Bhutto, not the daughter of Bhutto but peopls party is common man's party تو وہ لوگ پیپلز پارٹی کو Common man کی پارٹی بنانا چاہتے ہیں۔ تو اس کا بھی ابھی ٹائم نہیں۔ For your purpose۔ اس کا بھی فی الحال موقع نہیں ہے۔ پنجاب کی بات کرتے ہیں تو لوگ کہتے ہیں

کہ یہ جو مسلم لیگ ہے یہ کسی اسلامی جماعت کے چنگل میں آ گئی ہے۔ اس وقت یہ دونوں ایک ہیں۔ For Your information ان دونوں کا دشمن ایک ہے اور وہ دشمن ان میں دوستی پیدا کر رہا ہے۔ یہ Common policy ہے' سیدھی سادی بات ہے کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔

سوال:

ایسی دوستی میں تو منافقت ہوتی ہے۔

جواب:

وہ دوستی تو ضرورت کی ہے۔ یہ سیاست ہے۔

سوال:

اس لیے میں اسے دوستی نہیں کہتا۔

جواب:

''دوستی'' کا لفظ اچھا ہے' وہ تو تعلق ہوتا ہے۔ دو منافقوں میں بھی آپس میں دوستی ہو سکتی ہے۔ میں نے تو یہ Define کیا ہے کہ دشمن کا دشمن تمہیں دوست بنا رہا ہے۔ پیپلز پارٹی کے دونوں دشمن ہیں۔ بہر حال ملک کے لیے دعا کرو کہ ملک پر آسانی آئے۔ ایک چیز کی ضرور دعا کرو کہ ایک طرف کی حکومت ہو' ان کی کشمکش اچھی نہیں ہوتی۔ کوئی اچھا سا گروہ آ جائے' اچھا سا انسان آ جائے' Common man کے حالات بہتر ہوں' بجٹ بھی اچھا گزرے' یہ بھی دعا کرنی چاہیے غریب لوگوں کے لیے۔ اپنے لیے بھی آپ دعا کیا کریں کہ آپ کا دل

روشن ہو جائے۔ روشن دل کے لیے ضرور دعا کرنا۔ روشن دماغ اور چیز ہے' روشن دل اور چیز ہے۔ اس کی ضرور دعا کرنی چاہیے۔ روشن دل کی نشانی میں آپ کو ضرور بتاؤں گا۔ روشن دل کی تعریف یہ ہے کہ غریبی میں بھی سکون ہو' دولت میں بھی سکون ہو۔ جس شخص کو غریبی میں سکون نہیں ہے اس کا دل روشن نہیں ہو سکتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ غریبی ضرور ہو' توڑ دو غریبی کو' چھوڑ دو غریبی کو' پھاڑ دو غریبی کو' غریبی کا دامن چاک کر دو لیکن اگر غریبی قائم ہے تو سکون میں رہو۔ تیری کوشش کے باوجود اگر تیرا حال غریبی میں ہے تو اپنے دل کو پریشان نہ کر۔ کوشش کرتے جاؤ' محنت کرتے جاؤ اور اگر پھر بھی پریشانی ہے تو سمجھو کہ دل روشن نہیں ہوا۔ روشن دل کی تعریف کر رہا ہوں کہ اگر حالات زبوں حال ہوں تب بھی وہ سکون میں رہتا ہے۔ وہ روشن ضمیر کہلاتا ہے۔ کیونکہ اُسے پتہ ہوتا ہے کہ میرے ساتھ مالک ہے۔ جس آدمی کو یہ پتہ چل جائے کہ مالک میرے ساتھ ہے وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لیے روشن دل کا مطلب ہے مالک کے ساتھ ہونا اور روشن دماغ کا معنیٰ ہے ملکیت کے ساتھ ہونا۔ اس لیے روشن دماغی سے بچو اور روشن دل ہو جاؤ۔ روشن دل لوگ مالک کے ساتھ ہوتے ہیں اور لوگ ملکیت کے ساتھ ہونا چاہتے ہیں۔ کسی سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ میں سٹور کا مالک ہوں۔ بولا کہ السلام علیکم' تمہارے ساتھ دوستی ہونی چاہیے۔ دوسرا کہتا ہے کہ سٹور والے کو چھوڑو' ہمیں سٹور سے کوئی چیز ہی لے دو۔ اب یہ جو مالک سے دوستی ہے یہ بہت اچھی چیز ہے۔ آپ ساری کائنات

کے مالک سے دوستی کرو تو کائنات آپ کو اپنی نظر آئے گی۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ آپ گھبراؤ ناں' غریبی اور امیری والا وہاں ہوسکتا ہے۔

آپ اپنے گھروں میں عافیت رکھو' اپنے دل کو کدورت سے آزاد رکھو' اللہ کے اسماء میں سے کسی اسم کی آپ باقاعدگی سے تلاوت کرتے جاؤ' اس ذات کا کوئی اسم ہو' سارے اس کے اپنے نام ہیں' سب روشن چراغ ہیں' اس کا ہر اسم جو ہے اسمِ اعظم ہے۔ وظیفوں میں سے سب سے اچھا وظیفہ بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم یہ پڑھتے جاؤ' تو بڑے واقعات ہو جائیں گے۔ اللہ الصمد پڑھتے جاؤ تو بڑے واقعات ہو جائیں گے۔ آپ کوئی چیز باقاعدگی سے کرتے جاؤ۔ اللہ پر تنقید نہ کرو' بس یہ کافی ہے۔ مسلمانوں پر بھی تنقید نہ کرو' یہی تمہارا نور ہے۔ جیسا ہے سو ہے۔ بس کوئی کام کرتے جاؤ۔

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو کہ اچھا گروہ آ جائے۔ دعا یہ بھی کرنی چاہیے کہ وہ گروہ ہم میں سے ہونا چاہیے۔

جواب:

وہ اپنے ہی ہوتے ہیں۔ یہی دعا کرلو۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ہی ہیں۔ کیا آپ یہ دعا کرنا چاہتے ہیں کہ آنے والے لوگوں میں سے Effective لوگ جو ہیں وہ ہمارے گروہ میں سے ہوں؟

سوال:

نہیں سر!

جواب:

اللہ مہربانی فرمائے۔ اللہ فضل فرمائے۔ اللہ آپ کو اپنا جلوہ ضرور دکھائے۔جلوہ ضرور دیکھ کے جانا۔ جلوہ کیا ہوتا ہے؟ فارمولے کے علاوہ بھی مطمئن زندگی گزارنا۔ یہ جلوے کی تعریف ہے' کہ فارمولے کے علاوہ بھی اگر زندگی گزرے تو مطمئن گزرے' فارمولے سے ہٹ کر بھی اطمینان ہو۔ یہ جلوہ ہے۔ جلوے کے بغیر یہ نہیں ہوسکتا۔ اس میں کمال یہ ہے کہ وہ بندہ دار پر مطمئن ہو جاتا ہے' باقیوں کو پھانسی سزا کے طور پر لگی اور جلوے والا مسکراتا ہوا چلا گیا کیونکہ وہاں پر جلوہ تھا۔ تو دار پر کیا تھا؟ وہاں پر اس کا جلوہ تھا۔ جلوے والے تلوار کے نیچے سجدہ ادا کر گئے۔ کیا بات ہے! تلوار کے سائے کے نیچے سجدہ ادا کرنا سوائے مشاہدے کے نہیں ہوسکتا۔ تو کربلا میں کیا تھا؟ جلوہ تھا۔ سرِ دار کیا تھا؟ جلوہ تھا۔ پتھر کھا کے بھی اس قوم کے لیے بددعا نہ کرنا اور اللہ کی تعریف اور توصیف بیان کرنا کیا ہے؟ یہ جلوہ ہے۔ جسم کے اندر اگر بیماری کے کیڑے آ گئے اور اللہ کو نہیں چھوڑا تو یہ کیا ہے؟ یہ جلوہ ہے۔ بغیر جلوے کے یوسف علیہ السلام قید خانے میں لطف نہیں لے سکتے۔ تو فارمولے کے علاوہ جو اطمینان حاصل ہو رہا ہے یہ سب جلوے سے ہو رہا ہے۔ اس لیے آپ دعا کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جلوہ عطا کرے۔

سوال:

سر! آپ نے جتنے جلووں کے نام بتائے ان کا تعلق.....

جواب:

بڑے لوگوں سے ہے۔ Common man کا تعلق یہ ہوتا ہے کہ

؎ زخموں پہ زخم کھا کے جی
اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی
عشق ہے دل لگی نہیں

تو Common man اس طرح گزار لیتا ہے۔ Common man زندگی کو Properly گزار جاتا ہے۔ Common man بڑے کام کی چیز ہوتا ہے۔ Common man کب پریشان ہوتا ہے؟ جب وہ ہے کامن آدمی لیکن کسی کی اطاعت نہیں کرتا۔ یہاں سے وہ معتوب ہو جاتا ہے۔ Common man ضرور اپنا لیڈر تلاش کرے جس کا اس نے حکم ماننا ہے۔ Common man کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی حکم کے مطابق چلے اور کسی زندہ انسان کے حکم کے مطابق چلے۔ Common man کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ وہ کیا کرے؟ کسی زندہ انسان کے حکم کے مطابق چلے اور Proper Man کے لیے ضروری ہے کہ وہ جلوہ تلاش کرے اور زندہ انسانوں کو بتائے۔ سارے یہ کرتے رہے ہیں۔ اس طرح بات آسان ہو گئی۔

اب آپ لوگوں کے لیے دعا ہے۔اس گھر والوں کے لیے دعا ہے۔جو بیمار ہیں یا طبیعت ناساز ہے ان کے لیے دعا۔سب لوگ ٹھیک ٹھاک رہیں۔ آپ اپنے آپ میں راضی رہا کریں' اللہ پر راضی رہا کریں۔سب مل کے دعا کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکٰفرین۔اٰمین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

O

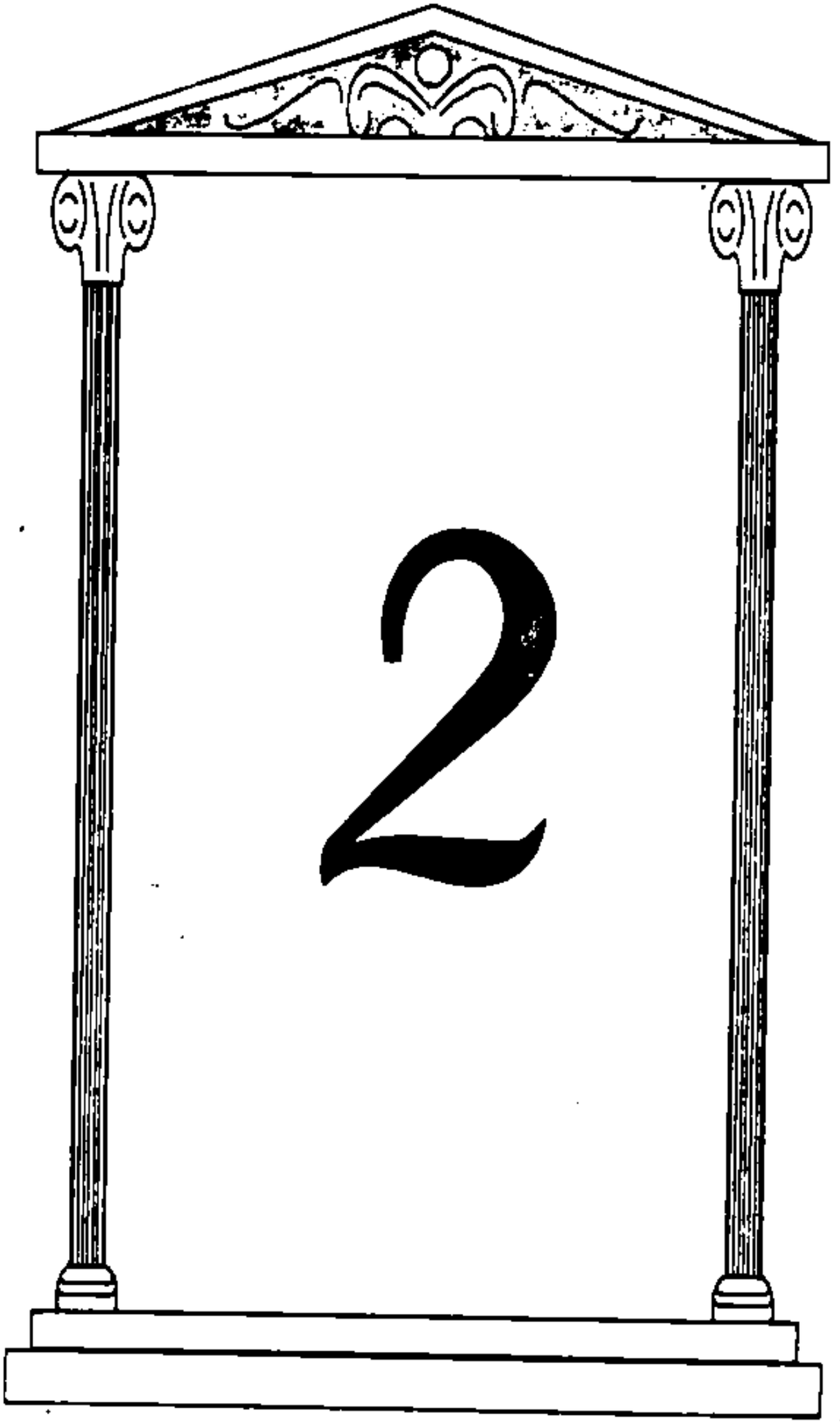
2

(2)

..... شہادت کا فلسفہ اصل میں کیا ہے؟

سوال:

واقعہ کربلا کو دیکھیں تو حسینیت کا جو فلسفہ ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ازلی طور پر شقاوت اور محبت ملتی ہے لیکن یہ سب سمجھ نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شہادت کا فلسفہ اصل میں کیا ہے؟

جواب:

آپ یہ سمجھیں کہ ماننے والے ہوتے کون ہیں اور وہ کس چیز کو مانتے ہیں۔ جو مقابل ہیں وہ بھی تو مانتے ہیں۔ یہ بڑے غور والی بات ہے۔ ایک آدمی درخت کی پوجا کر رہا ہے اور دوسرا آدمی جو اللہ کا مقرب ہے' اُسے درخت ہی سے آواز آتی ہے' وہ رب ہے' اللہ ہے۔ مقرب جانتا ہے کہ درخت سے آواز نہیں آسکتی' لیکن آواز آ رہی ہے اور وہ صداقت ہے اور حقیقت ہے۔ اگر نہ ماننے والا ہو اور نہ پہچاننے والا ہو کہ یہ کون ہے تو وہی چیز دین سے منع کر رہی ہے اور اسی چیز کے اندر سے دین پیدا ہو رہا ہے۔ دین کو کسی نظریے کے حوالے سے پہچاننا بڑا مشکل ہے' نظریہ تو قدم قدم پر آپ کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ آپ یہ اندازہ لگاؤ کہ جتنی تعلیم دنیا کے اندر پیغمبروں کے ذریعے ہوئی وہ ساری ریکارڈ میں ہے

اور جتنی Social Reformers کے ذریعے ہوئی وہ بھی ریکارڈ میں ہے۔ نہ ماننے والوں کے لیے یہ دونوں علم ہیں اور ان میں کوئی عجیب بات نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہے' اللہ کی ذات کا ذکر ہے اور باقی ساری کی ساری انسانی صفات ہیں۔ مقصد یہ کہ آپ ذرا اپنے دین سے ہٹ کے یا عقیدے سے ہٹ کے دیکھو تو ایک تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کو منوایا جا رہا ہے اور باقی ساری صفاتِ انسانی ہیں کہ پڑوسی کا خاص خیال رکھا کرو' بیماروں کی بیمار پرسی کرو' غریبوں کو غریب ہونے سے بچاؤ' تکلیف والے کی تکلیف دور کرو' یتیم کو کھانا دو۔ یہ سارے واقعات ہیں۔ ہر عقیدہ آپ کو یہ کہے گا کہ یہ کرو۔ اب ماننے والا یہ سمجھتا ہے کہ یہ راستہ ہے میری فلاح کا کہ یتیم کو کھانا کھلاؤ اور نہ ماننے والا کہتا ہے کہ یہ جو اللہ کہہ رہا ہے کہ یتیم کو کھانا کھلاؤ تو اللہ اُسے یتیم ہی نہ بنائے' اُسے آپ ہی کھانا کھلا دے۔ جب اللہ کائنات کا مالک ہے اور رزق دینے والا ہے تو آپ ہی اُسے رزق عطا فرما دے' پھر ہمیں کہنے کی کیا ضرورت ہے' مالک تُو ہے اور کہتا ہم کو ہے۔ اب یہاں ازلی انکاری آ گیا اور ازلی اقراری آ گیا۔ ازلی اقراری نے کہا کہ یہ جو اللہ نے کہا ہے کہ یتیم کو کھانا کھلاؤ تو یتیم کی موجودگی میری فلاح کا باعث ہے اور انکار والے کے لیے یتیم کی موجودگی اُس کے کفر کا باعث بنی۔ ایک ہی واقعہ دونوں کے لیے الگ الگ نتیجہ پیدا کر گیا۔ یہ کائنات آپ کو عین حقیقت کا جلوہ دکھائے گی' نورٌ علی نور ساری کائنات منور ہے' روشن ہے۔ اس میں اچھے انسان رہتے ہیں' پاکیزہ نفوس رہتے ہیں' دن رات تسبیح

ہورہی ہے' اور واقعات ہورہے ہیں۔ اور جو شقی القلب ہے اُس کے لیے یہ کائنات ایک ظلم ہے' ایک حجاب ہے' ایک اندھیرا ہے اور ہر طرف بکھرے ہوئے اور بے ترتیب واقعات ہیں۔ اب ان دونوں کو بتایا کسی نے نہیں ہے بلکہ یہ دونوں پر خود بخود ہی آشکار ہوتا جارہا ہے۔ سورہ الشمس کی تلاوت کریں تو اللہ کریم نے اس میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ اس میں پہلے سورج کا ذکر ہے' وہ نکلتا ہے اور چاند اُس کے پیچھے آتا ہے' زمین آسمان کے واقعات ہیں' انسان کا ذکر ہے' اُس کے نفس کا بیان ہے' پھر اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات فرمادی کہ **فالهمها فجورها وتقوها** پھر ہم نے اُس کے اوپر الہام کردیا نیکی اور بدی کا' ایک میں بھی دونوں اور دونوں میں بھی دونوں۔ کیونکہ یہ انسان ہے اور ہر انسان میں نیکی اور بدی کا شعور نازل ہوگیا اور کچھ لوگوں پر بدی کا شعور نازل ہوگیا۔ آگے پھر حکم آ گیا' کہ بتایا کسی بتانے والے نے کہ یہ جو اونٹنی ہے اس کو آپ نے نہیں چھیڑنا۔ اونٹنی تو دنیا کی ہے وہ اللہ کی کیسے ہوسکتی ہے؟ اللہ کی تو ہر چیز ہے' اور بندے بھی اللہ کے ہیں۔ اُن لوگوں میں ایک باغی اور سرکش تھا' اُس نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اونٹنی اللہ کی ہو' یہ ہمیں بے وقوف بنایا جارہا ہے' چلو اس کو ذبح کردو۔ تو انہوں نے ذبح کردیا یعنی قتل کردیا۔ اس کا نتیجہ اللہ کریم نے یہ فرمایا کہ ہم نے سب کو پیوندِ خاک کردیا۔ اب اللہ کا حکم جو ہے اور اللہ کے بارے میں اطلاع جو ہے یہ ایک پیغمبر کے ذریعے مل رہی ہے۔ اطلاع اللہ کی ہے' حکم اللہ کا ہے اور بتانے والا کون ہے؟ انسان۔ اور انسان جو بتانے والا ہے وہ یہ بتارہا ہے

کہ انسانوں کی بات میں نہ آنا۔ اور وہ پیغمبر خود انسان ہونے کی حیثیت سے اپنی بات منوا رہا ہے۔ کمال تو یہ ہے' صرف یہ بتایا جا رہا ہے کہ انسانوں کے داؤ میں نہ آنا' انسان انسان کو دھوکا دیتے ہیں۔ اللہ کا حکم ہے کہ میری اطاعت کرو اور میرے حبیب پاک ﷺ کی اطاعت کرو اور جس نے اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت کی اللہ اُس پر راضی ہوا۔ آپ بتا رہے ہیں کہ انسانوں کی زیادہ فکر نہ کیا کرو' انسان آخر انسان ہی ہیں' برابر ہیں۔ اور اپنی بات اُس طور پر منوائی جا رہی ہے کہ یہ بات جو ہے قُدس کی بات ہے' یہ آسمانی بات ہے۔ اب یہاں نہ ماننے والے کے لیے بڑا تعجب ہے کہ ایک طرف تو Equality بتائی جا رہی ہے اور دوسری طرف اپنا Status منوایا جا رہا ہے۔ ماننے والوں نے اسی بات کو مان لیا اور انہیں ایمان مل گیا۔ ماننے والے مانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں سچے رسولؐ ہیں۔ ماننے والے یہ مان رہے ہیں اور جب صلح حدیبیہ کا مقام آیا تو وہاں کافروں نے کہا کہ یہ Title نکال دیں اور اپنا Pure اور Simple نام لکھیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ نکال دو۔ یعنی کہ امتیاز کی جو وجہ ہے وہ بظاہر نکال دی گئی۔ اب وقت ہے کہ جو کمزور عقیدہ ہے وہ واپس چلا جائے۔ وہ کہے گا کہ ہمارا آپؐ کے ساتھ تعلق رسالت کی وجہ سے تھا اور آپؐ نے درمیان میں سے رسالت کا سلسلہ ہی نکال دیا' آپؐ خود ہی اس کو نکال رہے ہیں تو پھر ہماری وجہ تعلق کیا رہ گئی۔ ماننے والوں نے کہا کہ آپؐ اسے نکالیں یا رکھیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ یہ ہے ازلی عقیدہ۔ ازلی عقیدہ یہ ہے' ایمان کی تعریف یہ ہے کہ اللہ کو

ماننا' اللہ کے حبیب پاک ﷺ کو ماننا' فرشتوں کو ماننا اور جوازلی عقیدہ رکھتا ہے وہ کہتا ہے کہ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ ایمان بھی آپؐ پر نثار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کی بات اللہ کے حوالے سے احکام الٰہی ہے اور جو احکامِ نبیؐ ہیں وہ بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنے کہ احکام الٰہی ہیں' حالانکہ وہ احکام ہیں کسی عبد کے جو رسول بھی ہیں اور پیغام لا رہے ہیں۔ لیکن یہ وہی احکام ہیں کہ تم وہاں جاؤ اور تم وہاں نہ جاؤ' یہ کھانا کھالو اور وہ کھانا نہ کھاؤ۔ یہ عام فہم بات ہے۔ اس بات سے جو انکار ہے وہ اتنا ہی باعثِ عذاب ہے جتنا اللہ کی عبادت سے واضح انکار ہے۔ ہر چند کہ یہ عبادت نہیں ہے لیکن اس کے برابر ہے۔ اب یہ جو مقام آیا ہے کہ درمیان میں انسان کو پہچاننا' یہ بڑا مشکل ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ اگر آپ تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو انسانوں کی آوازوں میں سلسلہ وار' دین کے حوالے سے ایک آواز جو ہے وہ اللہ ہی کی آواز چلی آ رہی ہے۔ اللہ نے کہا کہ ''ان سے کہہ دیجیے'' اور آپؐ نے کہہ دیا' تو یہ کس کی آواز تھی؟ اللہ کریم کی۔ اس کے ساتھ آپؐ نے اپنی زبان میں بھی بات سمجھا دی' اور یہ زبان وہی ہے کہ ''یہ تو اپنی مرضی سے بولتے نہیں ہیں' ان پر وحی نازل ہو تو بولتے ہیں''۔ گویا کہ وہ بولنے والا جو اللہ کی طرف سے بول رہا ہے اس کا اپنا بولا ہوا بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ اللہ کا بولا ہوا ہے' ہر چند کہ اللہ جانے اور اللہ کے حبیب ﷺ جانیں۔ ہمیں تو اتنا پتہ ہے کہ آپؐ کی زبان سے نکلا ہے' یا تو میتھیمیٹکس ہو کہ ہم فارمولا لگا لیں لیکن نہیں۔ آپؐ نے جب فرمایا کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے تو ہم یہ مانتے ہیں اور جب

آپ کا اپنا ارشاد ہے تب بھی ہم مانتے ہیں۔ اور جو نہیں مانتے وہ نہ اللہ کا ارشاد مانتے ہیں اور نہ آپ کا مانتے ہیں۔ انہوں نے تحقیق بھی نہیں کرنی' وجہ بھی نہیں دیکھنی کیونکہ یہ ایسی چیز ہے کہ اگر ازلی ایمان نہ ہو تو ماننے کا امکان نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے؟ ہم یہ مانتے ہیں کہ آج شام کو ایک جلسہ ہوگا' وہاں آپ کو لڈو ملیں گے۔ اگر لڈو مل گئے تو آپ جلسے کو مان لو اور نہ ملے تو آپ انکار کر دینا۔ اب یہ Statement کیا ہے؟ کہ جس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا بیان ہو جس کا مشاہدہ ممکن ہو تو آپ تصدیق کر سکتے ہیں۔ اب یہ دونوں واضح بیان ہیں اور دونوں کا مشاہدہ نہیں ہے' کہ ایک اللہ ہے اور دوسرا یہ کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہے۔ زندہ انسان کے پاس مشاہدہ ان دونوں کا نہیں ہے۔ اب سوائے اعتبارِ شخصیت کے ماننے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے' اور وہ شخصیت ایک انسان ہے۔ گویا کہ انسان کے اپنے اندر ماننے کا جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس انسان کی بات اسی طرح مانتا ہے جس طرح اس انسان کے پاس آئے ہوئے اللہ کی طرف سے جو احکام ہیں وہ ان کو مانتا ہے۔ اور جو نہیں مانتا وہ انہیں انسان کی طرح کا کہتا ہے کہ یہ تو انسان ہیں' ہم نے کیا ماننا ہے۔ اعتراض کرنے والے نے اعتراض کیا کیا؟ کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ بازار جاتے ہیں' سودا خریدتے ہیں اور اگر یہ اللہ کے نبی ہوتے تو اللہ ان کے ساتھ فرشتے لگا دیتے۔ اللہ نے جواب دیا کہ تم لوگوں نے یہ کیسا سوال کیا' کہ اگر میں ان کے ساتھ فرشتے بھی بھیج دیتا تو انسانی دنیا میں ان کا انسانی روپ ہوتا اور تم کب مانتے۔ انسانی دنیا میں اگر سچ مچ کا

فرشتہ آ جائے تو آپ لوگ پاگل ہو جائیں گے۔ جن لوگوں کے بزرگ فوت ہو چکے ہیں مثلاً کسی کا باپ فوت ہو گیا' اُسے پتہ ہوتا ہے کہ دفن کر کے آئے ہیں' اگر وہ اُسے یاد کر رہا ہو اور اُس کا باپ اچانک کمرے میں آ جائے تو وہ تو ویسے ہی مر جائے گا حالانکہ وہ اپنے باپ کو یاد کر رہا تھا۔ اس لیے جس چیز کو آپ یاد کر رہے ہیں' ناممکنات میں ممکن ہو جائے تو آپ پاگل ہو جائیں۔

مطلب یہ کہ یہ ایسی چیز ہے کہ ماننے والا اس طرح مانتا ہے کہ اُس کے ہاں تحقیق کا مقام ہی نہیں ہے' بس اللہ کو مانا کہ اللہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے تو اُنہوں نے کہا کہ بس وہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہم معراج پہ گئے' پھر ایک مقام آیا سدرۃ المنتھیٰ اور پھر قاب قوسین آیا بلکہ اُس سے بھی آگے۔ یہ بیان کس کا ہے؟ اللہ کا۔ اگر یہ بندے کا اپنا بیان ہوتا تو آپ اُس پر سوچتے مگر یہ اللہ کریم کا اپنا بیان ہے کہ سبحن الذی اسریٰ بعبدہ پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ یہ Statement کس کا ہے؟ اللہ کا' کہ ہم نے ایسا کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اللہ ایسا کر سکتا ہے؟ ماننے والے کے لیے وہ کر سکتا ہے اور نہ ماننے والے کے لیے یہ کوئی بات نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک ایسا مقام آیا کہ ہم قریب چلے گئے' اور قریب چلے گئے اور جو پھر جو ہوا سو ہوا۔ ماننے والے سبحان اللہ کہہ کے خاموش ہو گئے اور مان گئے۔ عبد کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ صرف روح ہے اور نہ خالی جسم ہے بلکہ عبد جو ہے وہ جسم اور روح کی ملاقات ہے۔ اب یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہو گیا۔ اللہ نے کہا کہ ہم نے اپنے

عبد کو سیر کرائی۔ اور عبد جو ہے یہ جسم اور روح دونوں کا نام ہے گویا کہ وہ بالوجود موجود ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ اسے بالروح مانتے ہیں تو اگر اللہ یہ سیر بالواسطہ کرادے تو اس میں آپ کو کیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ کبھی اللہ خود آ جائے اور کبھی بلا لے

کبھی بلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا

اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ جن کا رابطہ ہے' رابطہ یہاں ہو جائے یا رابطہ وہاں ہو جائے' آپ لوگوں کے لیے دونوں باتیں مشکل ہیں اور دونوں آسان ہیں' ماننے والے کے لیے یہ آسان ہے اور نہ ماننے والے کے لیے بڑی مشکل بات ہے۔ ازلی مشکل کہاں پیدا ہوتی ہے؟ مثلاً کتاب تو ایک ہے اور یہ مالک کی کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آنی اور نہ کوئی کتاب آئی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ کتاب گمراہ بھی کر سکتی ہے اور ہدایت بھی دے سکتی ہے یضل به کثیرا ویهدی به کثیرا مطلب یہ کہ یہی کائنات' یہ زندگی' یہی راستے' یہی کتابیں اور یہی مساجد کو گمراہ کر رہی ہیں اور راہ تلاش کرنے والے کے لیے راستہ بن رہا ہے جب کہ وہ دونوں ایک ہی سفر کر رہے ہیں' ایک آواز ایک کے کان میں حلاوت پیدا کر دیتی ہے اور دوسرے میں بغاوت پیدا کر دیتی ہے۔ اب یہ جو چیز ہے ازلی ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں کہ عشق کا قطرہ جو ہے یہ ازلی انعام ہے' اسی طرح تحقیق بھی ایک انعام ہے اور جو بغاوت ہے وہ سزا کے طور پر ایک انعام ہے۔ شیطان جو ہے وہ باقی فرشتوں میں سے ایک باغی نکلا' اس سے پہلے تو کوئی

شیطان نہیں تھا جس نے اُسے گمراہ کیا۔ آپ کہیں آگے پیچھے ہو جائیں تو کہتے ہیں کہ شیطان نے گمراہ کر دیا یا کسی بندے نے گمراہ کر دیا۔ شیطان سے پہلے تو کوئی شیطان نہیں ہے۔ شیطان نے کہا تھا کہ آپ نے مجھے اغواء کر لیا ہے' گمراہ کر لیا ہے' مجھے بتائیں تو سہی کہ میرے ساتھ ہوا کیا ہے۔ اللہ نے کہا کہ تیرے اپنے اندر طاغوت بولا ہے۔ اگر شیطان سے پہلے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے تو یہ ازلی ہوا۔ اب یہ ازلی کیوں ہے؟ یہ سوال بند ہے۔ بلکہ تم سے سوال ہوگا کہ تم نے ایسا کیوں کیا' مجھ سے یہ سوال کیسے کر سکتے ہو کہ میں نے ایسا کیوں کیا' میں جانوں اور میری مصلحتیں جانیں' ہم جانیں اور ہمارے کام جانیں' تم اس کو صرف پہچان سکتے ہو اور اس پر عمل کر سکتے ہو' یہ نہ کہنا کہ اسے میں نے یتیم کیوں کیا بلکہ اس کو کھانا کھلاؤ' یہ نہ پوچھنا کہ میں رازق کیسے ہوں بلکہ میرے بیان کو تسلیم کرو کہ میں رازق ہوں۔ اگر تمہیں کل سے یا پچھلے مہینے سے رزق نہیں ملا تو بھی رازق کون ہے؟ اللہ ہے۔ اب عبادت میں فرق نہ آنے پائے اور یہ کہو کہ اللہ کا بیان سچا ہے۔ اگر رزق نہیں ملا تو اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' جہاں ایک رزق بند ہو جاتا ہے وہاں دوسری قسم کا رزق ملنا شروع ہو جاتا ہے مثلاً ایمان کا رزق مل گیا۔ اس لیے اس بات پہ بڑا غور کرنا کہ ماننے والا مشکل بات کو بھی آسانی سے مانتا ہے اور نہ ماننے والا آسان بات کو بھی نہیں مانتا۔ اسے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہوگی۔ فرض کرو کہ اگر نہ ہوئی' استدلال کیا اور وہ نہ نکلی تو عبادت تمہیں کون سا نقصان دے گی اور اگر وہ زندگی ہوئی تو عبادت تمہیں

بچالے گی۔ جس طرح صحرا کے مسافر کو ہم یہ کہتے ہیں کہ راستے میں نخلستان نہیں ہے' چھاگل بھرلو۔ دوسرے کہتے ہیں کہ راستے میں نخلستان بہت ہیں' ایسے میں پانی نہ لے جانا' وقت ضائع نہ کرنا۔ اب آپ احتیاطاً چھاگل بھر ہی لو' نخلستان آ گیا تو بھی یہ پانی تم پہ کون سا بوجھ بنا ہوا ہے۔ اور اگر نخلستان نہ آیا اور ہماری بات سچی ہوئی تو یہ پانی تمہاری جان بچائے گا۔ لہٰذا گھر سے عقیدہ لے کے چلو' آگے کوئی زندگی نکل آئی تو یہ عقیدہ تمہیں بچائے گا اور اگر نہ نکلی تو عقیدے نے تیرا کون سا نقصان کیا۔ اس میں تیری بہتری ہے۔ اس طرح یہ دلیل دی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ماننے والے ازلی طور پر مانتے ہیں اور نہ ماننے والے نہیں مانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پیدا فرمانے والے نے فیصلہ فرما دیا کہ **ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ** آپ نے ازلی شقاوت کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ بڑا سخت لفظ تھا' تو ماننے کے بعد بھی جو شقی ہے شقی رہتا ہے منافق ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب آپؐ کے پاس منافق آتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور یہی تو ایمان ہے کہ یہ گواہی دینا کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر اللہ کریم نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں' میں نے خود بنا کے بھیجا ہے لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافق جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ جھوٹا آدمی سچ بولے تب بھی جھوٹ ہے۔ جھوٹا جو ہے وہ ازلی ہے' جھوٹا جب ازلی ہے تو وہ اگر سچ بولے تب بھی ازلی جھوٹا ہے۔ جھوٹا اگر نماز بھی پڑھے تو یہ جھوٹ

ہے۔ جھوٹا اگر بظاہر امیر المومنین بن جائے تب بھی جھوٹا ہے' جھوٹا اگر شریعت میں رہ کر یزیدیت کرے تو بھی جھوٹ ہے۔ یزید کی نماز اور ہے' امام علیہ السلام کی نماز اور ہے۔ ماننے والے جو ہیں وہ ازلی طور پر اور طرح سے مانیں گے اور انکاری اور طرح سے رہیں گے۔ یہاں جس شخص نے حضور پاک ﷺ کی ذات پر درود بھیجنا ہے کیا اس کو پتہ نہیں ہے کہ یہ نسبت کیا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جلدی سے امام علیہ السلام کو شہید کرو کیونکہ ہم نے نماز بھی ادا کرنی ہے تو اس سے پوچھو کہ تم کون سی عبادت کر رہے ہو۔ مدعا یہ ہے کہ یہ کون سی عبادت ہو رہی ہے۔ عبادت اگر بغیر پہچان کے اور کسی لالچ کی بنا پر کی جائے تو یہ ازلی شقاوت ہے۔ یہ عبادت نہیں ہے۔ عبادت یہ ہے کہ دل سے تسلیم کرو۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اے ایمان والو! ایمان لے آؤ۔ یعنی کہ ایمان لاؤ۔ گویا کہ ایمان لانے کے بعد بھی ممکن ہے کہ ایمان آپ کے قلب میں داخل نہ ہو۔ ایمان قلب میں کب داخل نہیں ہوتا؟ جب انسان اللہ کریم کی باتوں کو دیکھتا ہے' سمجھنے کی کوشش کرتا ہے' سمجھ نہیں آتی تو گلہ کرتا ہے۔ یہ انسان پوری طرح ایمان میں داخل نہیں ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ ہم غریب ہو گئے' حالات خراب ہو گئے' پچھلے چھ دن سے باقاعدہ نماز پڑھ رہا ہوں لیکن ابھی تک منی آرڈر نہیں آیا..... مطلب یہ کہ انسان پریشان ہو جاتا ہے اور اپنے عقیدے کو اپنی زندگی کے مقابلے میں بیچتا ہے یا استعمال کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ عقیدہ آئندہ زمانے کے لیے تیری فلاح ہے۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ اس زندگی میں تم کلمہ پڑھو تو تمہیں پیسہ ملے گا' یہ نہیں بتایا گیا کہ

اگر نماز پڑھو گے تو تمہیں بادشاہی ملے گی۔ ہوا یہ واقعہ یہ ہوا کہ بادشاہوں نے نماز کے ذریعے یہ اعلان کر دیا کہ ہمیں اللہ نے بادشاہی دی ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ غریب کو اس کی عبادت سے محروم کر دیا۔ یہ بڑے غور کی بات ہے۔ جو شخص ایک برے ماحول میں پیسہ کمار ہا ہے' رشوت کا پیسہ کمار ہا ہے' وہ لوگوں کو گھر بلا کے یہ کہتا ہے کہ اللہ نے میرے پر بڑا احسان کیا ہے' اللہ کی بڑی کرم نوازی ہو گئی ہے کہ ہمارے حالات بدل گئے' بس اللہ اور اللہ والوں نے مہربانی کر دی..... حالانکہ اس نے دفتر سے رشوت لی ہے۔ تب غریب یہ کہتا ہے کہ اس کی عبادت تو منظور ہو گئی اور ہماری عبادت منظور نہیں ہو رہی۔ گویا کہ اس نے عبادت کو کسی غلط چیز کے ساتھ' فوری نتیجے کے ساتھ منسوب کر کے اصلی عبادت کو مخدوش کر دیا۔ اور یہی آپ کے ملک میں ہوا ہے' ہنگامہ یہ ہوا کہ غریب تو غریب تھا ہی سہی مگر اس سے عبادت کا ذائقہ بھی چھین لیا گیا' عبادت کا لطف بھی اس سے لے لیا گیا۔ کس نے؟ امیر آدمی نے' جس نے اپنی دولت کو اللہ کا فضل بنا کے پیش کر دیا اور وہ دولت ناجائز کمائی کی تھی۔ یتیم کا مال لے کے حج کرنے چلا گیا اور اللہ کے گھر میں بڑے غرور کے ساتھ جا پہنچا کہ ہم اس بات کا انکار کر کے جو کہ آپ کا حکم تھا' آ گئے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ کے دربار میں آ گیا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ کے دربار سے کوئی بات ملی نہیں ہے۔ اس کو کیا بات ملے گی۔ مدعا یہ کہ اللہ کے حکم سے انکار کر کے اس کے سامنے آ جانا تو بڑی گستاخی کی بات ہے۔ ہمارے سماج میں جو دراڑ پڑی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ جو بادشاہ ہوتے

ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو اسلام سے بڑی محبت ہے' اسلام کی خاطر بادشاہت کر رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم اسلام کی خاطر بادشاہت کر رہے ہو تو ہمیں اسلام کی خاطر تھوڑی سی وزارت ہی کرنے دو۔ نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ یہ آدمی جو غریب ہے اور عبادت میں مصروف تھا اس کی عبادت کے رُخ موڑ دیے جاتے ہیں۔ عام طور پر دنیا میں جتنے بھی بادشاہ آئے ہیں وہ سارے کے سارے طاغوت کا Symbol رہے ہیں۔ ہمارے اپنے مسلمانوں کے بادشاہ جو ہیں جیسے بابر' اکبر' دینِ الٰہی وغیرہ وغیرہ' ان لوگوں نے جو ظلم یا مظالم کیے ہیں' انہوں نے آسائش کی جو زندگی گزاری ہے' یا مساجد کے ساتھ جو گانا وغیرہ ہوا ہے' تو ان لوگوں نے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ بڑی دیر ہو گئی ہے کہ ایسا کوئی آدمی نہیں آیا جس کا مرتبے میں ہونا لوگوں کی عقیدت میں ہونے کے برابر ہو۔ کیونکہ وہ آدمی نہیں آیا لہٰذا سب لوگ پریشان ہیں۔ یہاں جو مرتبے میں آیا ہے وہ جھوٹا نکل آیا ہے۔ لوگوں کا ایک آئٹم کبھی پورا نہیں ہوا' اللہ کو ماننا' اللہ کے حبیب ﷺ کو ماننا مگر ظاہر میں موجود کوئی ایسا انسان نہیں ہے جس پر ان کا فی سبیل اللہ اعتماد ہو جائے۔ اگر کسی پر فی سبیل اللہ اعتماد ہو جائے تو پھر یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے' کہ ہم اس پر ویسے ہی اعتماد کرتے ہیں جیسے باقی کے اعتماد ہیں۔ اس لیے ایمان اور انکار دونوں ازلی ہیں۔ جس کو آپ ازلی کہہ رہے ہیں اس میں ایک باریک پوائنٹ ہے کہ ماننے والوں کے لیے لفظ ''ازلی'' ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے تو ازلی کوئی نہیں ہوتا۔ گویا کہ آپ کے لیے یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپ کو ایمان کی دولت

اللہ کے فضل سے ملی ہے اور یہ آپ کے تقاضے کا نتیجہ نہیں ہے۔ آپ کے تقاضے کا شعور بھی ابھی پیدا نہیں ہوا تھا اور اللہ نے آپ کو مسلمان گھرانے میں پیدا کیا اور آپ کو اس امت میں پیدا کیا۔ یہ احسان جو ہے اس احسان کو ازلی احسان سمجھو اور اللہ کا شکر بجا لاؤ۔ یہ آپ کی تحقیق کا مقام نہیں ہے کہ آپ کسی اور مذہب میں تھے اور وہاں سے سفر کرتے کرتے اللہ کے قریب آئے' یہ تو اللہ ہی قریب آیا ہے۔ یعنی کہ اللہ آپ کے قریب آیا ہے اور وہ آپ کو بتا رہا ہے کہ میرے احسان کا شکر ادا کر اور تو بھی ہمارے قریب ہو جا' سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ اللہ کریم کا یہ ارشاد ہے کہ پہلا احسان اس کا اپنا ہی ہے۔ اللہ کے احسان پر پورا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہمیں یہ جو ایمان عطا ہوا ہے یہ ازلی ہے' جو تسلیم عطا ہوئی ہے یہ ازلی ہے اور آپ کے خیال میں جن کو نہیں ملی وہ بھی ازلی ہے۔ ہونا یہ چاہیے' وہ اللہ کا کام ہے کہ ان کو عطا نہیں کیا۔ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان دیتا ہے' جس کو نہ چاہے' وہ اللہ کا کام ہے کہ ان کو عطا نہیں کیا۔ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان دیتا ہے' جس کو چاہے ظلمات سے نور میں داخل کر دیتا ہے' جس کو جو چاہے وہ کرتا ہے' چاہے تو قلب پہ مہر لگا دے۔ ختم اللہ علی قلوبھم ان کے دلوں پر مہر لگا دے اور کبھی چاہے تو

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

زندگی انکار میں گزرے' بت پرستی میں گزرے اور بعد میں اعلیٰ مقام پہ ہوں' شان والے بزرگ ہوں' اس حد تک شان والے کہ ان کے پرانے نام بھی اسی

طرح مقدس کر دیے گئے۔ مطلب یہ کہ یہ اللہ کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں کہ یہ ازلی ہے۔ ان کو فیض دینے کے لیے اللہ نے اپنی رحمتوں کو مجسم بنا کے بھیجا۔ اللہ نے کہا کہ میں نے تو اس معاشرے کو ازلی فیض دینا تھا مگر یہ معاشرہ تو کہیں اور جا رہا ہے' لہٰذا اللہ نے وہاں اپنی رحمت کو بھیجا' رحمت اللعالمین ﷺ کو بھیجا کہ یہ اس معاشرے کا ازلی حصہ ہے' اس کو جا کے دے آئیں۔ اسی طرح نصیب کا ازلی حصہ ہے۔ آپ کو اس کا ہر روز ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً ابھی آپ نے امام عالی مقام علیہ السلام کا ذکر کیا' امام عالی مقام علیہ السلام آپ کا مشاہدہ تو نہیں ہے بلکہ آپ کا علم ہے۔ علم جو ہے گفتگو میں آیا' علم جو ہے تحریر میں آیا اور اس علم سے تو وابستگی پیدا نہیں ہوئی ہے' وابستگی جو ہے یہ ازلی پیدا ہوئی ہے کیونکہ علم بیان کرنے سے تو محبت پیدا نہیں ہو جاتی' کربلا تو ایک واقعہ ہے' اگر صرف علم کے طور پر آپ پڑھو تو یہ ایک واقعہ ہے لیکن آپ کے لیے تو یہ واقعہ ہمہ حال ہے۔ اس واقعہ کا ہمہ حال ہونا اللہ کا احسان ہے' یہ اس کا احسان ہے کہ آپ کو ماضی کے کسی بزرگ سے نسبت ہو جائے' شوق کی نسبت ہو جائے' عقیدت کی نسبت ہو جائے۔ کوئی بیان یہ نہیں کر سکتا کہ ماضی کے کسی بزرگ سے عقیدت پیدا کرا دے جب تک یہ ازلی نصیب نہ ہو۔ گویا کہ یہ ازلی نصیب ہے اور یہ ازلی ہی رہے گا۔ آج بھی کچھ لوگوں میں یہ ازلی طور پر ہے۔ جو ان کو نہیں مان رہا اُسے آپ کہیں کہ اسے ہمارا عقیدہ سمجھ لو' ہمارا احترام کر لو' ہم بھی اسی معاشرے میں رہنے والے ہیں' اس احترام کا کچھ خیال کر لو' تم نے امام پاک علیہ السلام کے

خلاف کوئی بات نہیں کی ہے بلکہ تم نے ہمارے ایمان کے خلاف بات کی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ تو نے ہمیں نظر انداز کیا ہے۔ جو شخص آپ کے سامنے اللہ کے خلاف بات کر رہا ہے وہ تو اللہ کو مانتا نہیں ہے' وہ اللہ کے خلاف نہیں ہے' وہ تو آپ کے خلاف بات کر رہا ہے۔ دراصل وہ آپ کے نظریے کے خلاف بات کر رہا ہے اور آپ کے خلاف بات کر رہا ہے۔ آپ تو اللہ کو مانتے ہیں اور وہ تو مانتا نہیں ہے' اس کا اللہ کوئی ہے ہی نہیں۔ گویا کہ جب بھی کوئی شخص کسی عقیدے کے خلاف بات کر رہا ہو تو اصل میں وہ آپ کے عقیدے کے خلاف بات کر رہا ہوتا ہے۔ اس کو ذاتی طور پر جواب دیا کرو۔ یہ الگ بات ہے' ضروری ہے' وہ واقعاتی بات نہیں ہے بلکہ ذاتی بات ہے۔ اس طرح زندگی میں یہ سمجھنا چاہیے کہ عقیدہ کس طرح Develop ہوا اور آپ تک یہ عقیدہ کس طرح آیا تو پھر آپ قدم قدم پر ہر ابتلا کے اندر ایک مقام دیکھیں گے۔ جس کو آپ نے حسینیت کا فلسفہ کہا یا شہادت کہا یہ فلسفہ نہیں ہے یہ Otherwise ایک حقیقت ہے' یہ ایک حدیثِ قدسی ہے' ایک واقعہ ہے' ایک واردات ہے' یہ اللہ کریم کی اپنی ایک بات ہے' ایک خودنوشت سوانح ہے' ایک اور قسم ہے۔ اگر آپ اس واقعہ کو یزید کی طرف سے سمجھیں تو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی اور امام پاک کی طرف سے واقعہ کو سمجھیں گے تو بھی سمجھ نہیں آئے گی مگر جب اللہ کی طرف سے سمجھیں گے تو پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ یہ قصہ کیا ہے۔ یعنی کہ اسلام کے اندر اس واقعہ سے شہادتِ اسلام یعنی اسلام کی گواہی جو ہے وہ کیسے ادا ہوئی ہے' مشاہدۂ حق کس

طرح ادا ہوا۔ اور مشاہدۂ حق کے بغیر قربانی نہیں ہوسکتی۔ اس کے بغیر کوئی قربانی کر ہی نہیں سکتا۔ مقصد یہ کہ جس کے نام کی قربانی ہے اگر وہ نظر میں ہو تو پھر یہ قربانی ہوسکتی ہے۔ گویا کہ دنیا کے اندر اگر کبھی معتبر شہادت ہوئی ہے تو وہ یہ شہادت ہے' کہ جس کے اندر مشاہدہ ساتھ ساتھ قائم ہے۔ اگر مشاہدہ قائم نہ ہو تو پھر اس کے اندر ابتلاء آ جاتی ہے اور ابتلا اس مقام سے گزر نہیں سکتی۔ یہ ابتلاء نہیں ہے بلکہ یہ انعام کا مقام ہے۔ اس لیے آپ اس سوال پہ ذرا غور کریں تو آپ کو سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ مقام کیا ہے' پھر یزید ایک سیکنڈری چیز بن جاتا ہے۔ اُس سے تو آپ بالکل ہی لاتعلق ہو جاؤ۔ بات صرف اتنی ساری ہے کہ ایک انسان نے دین کی صداقت کی شہادت کا حق کس طرح ادا کیا یعنی اُس کی گواہی کا حق ادا کیا' کہ یہ ہے اس کی گواہی۔ ایک تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ اور یہ کہنے کا انداز کربلا ہے۔ اور یہ انداز آج تک معتبر ہے اور ہمیشہ کے لیے معتبر ہے۔ اور کہنے والوں نے بہت کچھ کہہ دیا کہ

؎ اے دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیاء
یعنی حسین ابنِ علیؓ جانِ اولیاء

بات صرف اتنی ساری ہے کہ اہلِ فکر حضرات' اہلِ شوق حضرات یا اہلِ درد حضرات جو ہیں ان کو درد کا وافر سرمایہ یہاں سے ملا ہے اور اُن کی ولایت کو یہیں سے خوراک ملی ہے۔ مقصد یہ کہ اُن کے لیے یہ خوراک یہیں ہے اور یہی اُن کے

لیے ایک سرمایہ ہے یہ یاد جو ہے ان کے ایمان کا ایک سرمایہ ہے۔ اس لیے اس کو آپ ایک واقعہ کے طور پر نہ دیکھنا بلکہ کوشش یہ کرنا کہ آپ کو یہ کبھی ایک مشاہدہ کے طور پر نظر آئے۔ دعا یہ کرنا کہ یہ مشاہدہ ہو واردات میں ہو یا نگاہ میں ہو دونوں باتیں ممکن ہیں اور یہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے اس واقعہ کو بڑے ہی ذوق کے ساتھ دیکھیں' غم کے طور پر دیکھیں' واقعات کے طور پر دیکھیں' اللہ کے احسان کے طور پر دیکھیں اور اللہ کی مہربانی کے طور پر دیکھیں۔ اگر ظلم کے حوالے سے دیکھیں گے تو پھر انتقام پیدا ہوگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ اس کو اللہ کی مہربانی کے حوالے سے دیکھیں' نفرت کو نکال کے دیکھیں۔ مخالف اس قابل نہیں ہیں کہ آپ کا اُن سے نفرت کا تعلق ہو اور وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یزید کو تو آپ ایک تلوار ہی سمجھو جو ایک بے جان سی تلوار ہے۔ اگر آپ حق کے حساب سے دیکھیں تو اللہ جیسی مرضی تلوار استعمال کر لے۔ مخالف جو ہے وہ سیکنڈری چیز ہے اور اس پر ہمیشہ کے لیے الزام آ گیا۔ اللہ نے ریت کو عزت دے دی اور فرات کو پشیمانی دے دی۔ یہ اُس کے اپنے کام ہیں کہ وہ دریا ہو کے ہمیشہ کے لیے بدنام اور پشیمان رہے گا اور یہ ریت ہو کے ہمیشہ کے لیے سرخرو رہے گی۔ مدعا یہ کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے' یہ اللہ کے کام ہیں کہ وہ جب چاہے کوئی واقعہ کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے عجب حساب ہیں اور یہ ایک عجب داستان ہے' اہلِ فکر کے لیے یہ واقعہ ہے' اہلِ درد کے لیے یہ واقعہ ہے' اہلِ سوز کے لیے اور اہلِ نظر کے لیے' شب بے داروں کے لیے اور اعتراض سے بچنے والوں کے لیے یہ واقعہ

ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسی انداز میں سوچو کہ یہ واقعہ ہے کیا' یہ واقعہ کس طرح لکھا گیا' اللہ ریگستان پر کیا لکھ رہا ہے' یہ وہ قرآن ہے جو اللہ لکھ رہا ہے۔ گھبرانہ جانا' اس حوالے سے کائنات بھی قرآن ہے یعنی کہ

؎ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اور مومنوں میں سے امام عالی مقام علیہ السلام کو آپ اوّل مومن مانو۔ اس لیے اگر اُن کو قرآن کا لفظ کہہ دیا جائے تو حرج نہیں ہے' آپ انہیں ناطق قرآن کہہ دو' کچھ کہہ دو۔ مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ واقعہ آپ لوگوں کے لیے' اہلِ فکر حضرات کے لیے لکھ رہا ہے کہ Compromised نہیں ہونا۔ ایک بات تو یہ ہے اور پھر دوسری بات کہ فرار نہیں ہونا اور جب گواہی کا وقت آئے تو وہاں خاموش نہیں ہونا **لا تلبسوا الحق بالباطل و لا تکتموا الحق و انتم تعلمون** تو حق کو باطل کا لباس نہ پہناؤ اور خاموش نہ ہو جائے۔ یعنی کہ

؎ اگر مے کدے پہ حرف آئے
تو خاموشی اک جرم ہے

جب ہر چیز گم نام ہونے لگ جائے تو خاموشی نہیں ہونی چاہیے' اُس صداقت پہ خاموشی اب نہیں ہو سکتی۔ صادق اُس وقت بولے گا جب بولنا ضروری ہو گیا۔ گویا کہ آپ اس انداز سے سوچو کہ یہ صداقت کس طرح گویائی کر رہی ہے' یہ واقعہ کس طرح ہو رہا ہے۔ اگر ایسے تسلیم و رضا کے طور پر سوچو تو یہ انتہا ہے۔ تسلیم و رضا

کا مطلب یہ ہے کہ یہ واقعہ یزید اور امام پاک علیہ السلام کے درمیان میں نہیں ہو رہا بلکہ یہ اللہ اور امام پاک علیہ السلام کے درمیان ہو رہا ہے۔ یعنی کہ

؎ خود روی با نگِ انا الحق

اور یہ کہ

؎ بہر رنگ کہ تُو رقصانیم اے یار می رقصم

جس انداز میں تو آ ہم اُسی انداز میں حاضر ہیں' یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ اولاد ۔۔ والے سے آ رہے ہیں' یہ احسان ہے کہ آپ نے اولاد دی' یہی احسان ہے کہ آپ نے زندگی دی' یہی احسان ہے کہ آپ نے عزت دی' مگر آپ کی دی ہوئی اس عزت کو یہ چند آدمی نہیں مان رہے' اس عزت کو Withdraw کر رہے ہیں مگر ہم اس کو Withdraw نہیں کرتے۔ اب نتیجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے لبیک کہنی تھی مگر لبیک کی آوازیں اب اوپر سے آ رہی ہیں۔ یہ تسلیم جو ہے اب یہ سرفراز ہو رہی ہے۔ اللہ کے سارے احسان ایک ایک کر کے Withdraw ہو رہے ہیں مثلاً اولاد ہے' بچے ہیں' عزت ہے' پہچان ہے' سماج میں سلام ہے۔ لیکن یہی سماج اب سامنے تلوار لے کے کھڑا ہوا ہے۔ سماج کا آپ کو سلام ہے مگر اتنی تنہائی ہے کہ اب یہ تنہائی یکتائی کے اندر ہے اور یکتائی میں اللہ کا اپنا جلوہ ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کریم نے خود ہی اپنا جلوہ دکھایا ورنہ تو ایسے میں انسان وہاں سے بھاگ جائے اور اولاد کے لیے معافی مانگ لے۔ مگر نہیں' اولاد بیچ میں نہیں آئی۔ اللہ کے لیے جب وقت آ گیا تو گواہی دینے والے نے وہ گواہی

اپنے بچوں کے خون سے بھی لکھی ہے تا کہ آپ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ گواہی دینے والے نے گواہی کیسے لکھی ہے اور یہ شہادت گواہی کی شہادت ہے ورنہ تو اللہ کی راہ میں لوگ شہید ہوتے رہتے ہیں۔ ہر جہاد میں جانے والا اللہ کی راہ میں شہید ہے۔ آپؑ نے یہ گواہی ہر رنگ کے جلوے کے ساتھ لکھی ہے' ہر انداز کے جلوے کے ساتھ لکھی ہے۔ یہ جلوہ بڑا رنگین ہے۔ اس لیے آپ اس واقعہ کو اللہ اور اللہ کے بندے کے درمیان دیکھو' تسلیم و رضا میں دیکھو' اور فرار نہ ہونے کے انداز میں دیکھو۔ پھر اِسے خطبات میں دیکھو' ایک ہی خطبہ تھا جو ہر چیز کو سرفراز کر گیا۔ اب اگر آپ اِس نسبت سے چلو تو پھر یہ تعلق آپ کے اندر کیا کیا رنگ دکھائے گا۔ پھر آپ خود دیکھو گے کہ آپ کے اندر کیا پیدا ہو جائے گا۔ آپ ادب سے اور عقیدت کے ساتھ چلو۔ ایک بات یہ یاد رکھ لینا کہ یہ جو سجدۂ شبیری ہے یہ الا اللہ کا ایک مقام ہے' ایک بڑا مقام ہے' وہاں اپنا گلہ نہیں ہے' اولاد کا گلہ نہیں ہے' کسی چیز کا گلہ نہیں ہے اور یہ سجدہ اتنا واحد ہے' اتنا توحید میں ہے اور ایسے انداز میں ہے کہ تمام چیزوں سے ہٹ کے اور تمام غم بھول کے اللہ کریم کا سجدہ ہو رہا ہے۔ اگر آپ کو یہ پتہ ہو کہ اُسی اللہ نے یہ سب میرے ساتھ کیا ہے اور پھر اسی اللہ کا سجدہ ہو تو یہ انتہا کی تسلیم ہے۔ اگر تو وہ بندے نے کیا ہے تو اللہ کا شکریا جو سجدہ ہے وہ تو ہوتا ہے۔ انسان کہتا ہے کہ کسی بندے نے بڑا ظلم کیا ہے اور ہم آپ کا سجدہ کرتے ہیں۔ مگر یہاں پر پتہ ہے کہ اللہ نے کیا ہے اور اللہ ہی کو سجدہ ہے۔ یہاں ایک مقام دیکھو' حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قصیدے

کے دو شعر جو کہ اس کس مپرسی کی حالت ہے' یہ چیز جو ہے جو واقعہ ہے، وہ مکمل ہو چکا' واحد انسان ہیں جو باقی رہ گئے اور اس حالت میں اور زنجیر میں ہیں لیکن وہاں گلہ نہیں کیا' کسی قسم کا گلہ نہیں کیا۔ وہاں ایک قصیدہ کہا جس کا ایک شعر ہے

ان نلت یا ریح الصبا یوماً الی ارض الحرم

اے ہوا اب تو جا خراماں خراماں اور ایک پیغام لے جا ارض حرم میں

بلغ سلامی روضۃ فیھا النبیّ المحترم

اور اُن کو اس روضے پہ جا کے سلام کہو' نبی محترم کو آج سلام۔

اس حالت میں سلام کہنا انہی کا کام ہے' یہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ اس حال میں سلام کہنا انہی کا کام ہے اور یہ انہی کا مقام ہے' اُن کے علاوہ کوئی آدمی یہ مقام طے نہیں کر سکتا۔ یہ ان کا احسان ہے کہ آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ اس حال میں جب کہ ہر حال بے حال ہو چکا ہے' پھر اس پر سلام کہنا جو اس حال میں شریک ہے' یہ ہے مقام۔ اور یہ مقام' پہچان والوں کے لیے ہے۔ سب کیا اُس نے آپ نے ہی ہے' مگر پھر بھی اس کو سلام ہے' اس کو سجدہ ہے۔ تسلیم و رضا کا یہ سجدہ دنیا کو صرف ایک دفعہ ہی نظر آیا ہے۔ اس تسلیم و رضا کا ایک حصہ جو ہے وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ایک واقعہ ہے جب باپ کو بیٹے کی قربانی کے لیے اللہ کا حکم بتایا گیا ہے۔ یہاں کسی بیٹے کو نہیں بتایا گیا' یہاں کسی کو کچھ نہیں بتایا گیا کہ کون قربانی مانگ رہا ہے۔ یہاں پہ ایک انسان خود تو محترم ہے اور ایک اور انسان کو بھی بتایا گیا مگر سب کو محترم نہیں کہا' جتنے بھی ساتھی ہیں ان کو خاموش رکھا' ان

ساتھیوں کو عقیدے کی نسبت سے قربانی ملی اور آپ کو مشاہدے کے دم سے یہ واقعہ ملا اور آپ کے مشاہدے کی گواہی ہے کہ آج میں اپنے خون سے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ سچے ہیں۔ یہ ایک مقام ہے جس کو آپ ہر انداز سے سوچو۔ آج اس قسم کا سوچنے والے مانگنے والے اس ذات سے رجوع کریں اور کہیں کہ آپ کو اپنے اسی صبر رضا اور تسلیم و رضا کا واسطہ ہے کہ اس انداز سے کوئی چیز عطا ہو جائے۔ تسلیم و رضا کا مطلب یہ ہے کہ جہاں بظاہر ابتلا ہو وہاں شکر یہ ہو۔ عام آدمی کے لیے اسلام میں حکم ہے کہ صبر کر مثلاً کوئی واقعہ ہو گیا تو صبر کر اللہ تیرے ساتھ ہے وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ان اللہ مع الصابرین۔ اور جب مقرب آئے گا وہاں صبر کا مقام نہیں ہے وہاں شکر ہی شکر ہے۔ گویا کہ مقرب پہ ایک ایسا مقام آتا ہے کہ تقدیر بھی اور کاتب تقدیر بھی ساتھ ہوتے ہیں خود مقدر ساز ہے اور خود اپنی طرف سے ہے۔ اور سب سے بڑی بات جو میں کہہ رہا تھا کہ یہ سجدۂ شبیری ہے انہی کے پاس سیف ہے انہی کے پاس یداللہی ہے اور انہی کے پاس ذوالفقار کی طاقت ہے۔ گویا کہ اب تمہیں ایک اور بات سمجھ آئے گی کہ طاقت اور قوت میں امام پاک علیہ السلام اس سے بڑے ہیں جو کہ مقابلے میں ہے لیکن تسلیم کا مقام ہے کہ طاقت استعمال نہیں کرنی قوت یداللہی استعمال نہیں کرنی۔ یہ ہے صبر و رضا کا مقام۔ صبر و رضا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے تمام افعال اور تمام ممکنہ قواء اللہ کی ذات کے سامنے تسلیم و رضا میں رکھ دیئے کہ یہ تلوار ہے لیکن آپ کا حکم نہیں ہے تو یہ لیں تلوار۔ تلوار کا

معنی ہے Attack کرنے کی صلاحیت' ڈھال کا معنی ہے Defence کرنے کی صلاحیت۔ دونوں چیزیں اللہ پر نثار کردیں' If you so intend then so is my will یعنی اگر اللہ کی یہ خواہش ہے تو یہی ہماری خواہش ہے۔ گویا کہ اس مقام سے' تسلیم و رضا کے مقام سے گزرنا' اتنی خاموشی کے ساتھ اور اتنے یقین کے ساتھ گزرنا ناممکن ہے جب تک مشاہدہ نہ ہو۔ گویا کہ چلنے والا جو ہے وہ چلانے والے کے ساتھ' اُسی کے پاس چل کے جارہا ہے جو خود چلنے والے کے ساتھ ہے اور جو اس کی اپنی منزل بھی ہے۔ گویا کہ اس سفر میں منزل جو ہوتی ہے وہ مسافر کے ہم سفر ہو جاتی ہے۔ یہ وہ سفر ہے' شہادت کا سفر ہے۔ شہادت کا سفر کون سا ہے؟ جس میں منزل جو ہے مسافر کے ہم سفر ہے۔ ہر حال میں اللہ ساتھ ہے اور مسافر جانتا ہے کہ میرے ساتھ ہے۔ گویا کہ مسافر کا جو سفر الی اللہ ہے وہ سفر مع اللہ ہے' اللہ ساتھ ہے اور اللہ کی طرف وہ رجوع کررہا ہے۔ یہی مشاہدے کا مقام ہے اور یہی تسلیم و رضا کا مقام ہے اور یہیں سے فیض کے سارے چشمے پھوٹتے ہیں' یہیں سے ولایت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور یہیں سے سارے مقام طے ہو جاتے ہیں' اس محبت کا فیض ہے کہ مقام مل جاتا ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آپ کے ذمے اتنا کام ہے کہ آپ اس کو اس انداز سے سوچو کہ فیض تسلیم کرو' ان سے رجوع کرو' ان کو محبت سے یاد کرو' ان سے فیض کا کوئی سلسلہ ہو' ان سے فیض کی خیرات فی سبیل اللہ مانگو۔ تب جا کے یہ بات سمجھ آتی ہے۔ یہ واقعہ زندگی میں بڑی دیر کے بعد سمجھ آتا ہے۔ یہ سمجھ آتا ہے کہ وہ جو

تھا' جس کے آگے ہم نے دعا کرنی تھی' اُسی نے تو وہ واقعہ پیدا کیا تھا۔ اب دعا اس کے سامنے مانگ رہے ہیں جو یہ کر رہا ہے' اُدھر دعا سنتا ہے اور اِدھر آپ کا مکان گرا جاتا ہے۔ یہ بات پہچاننے والی ہے۔ جب آپ کو یہ پتہ چل جائے کہ سب کرنے والا وہی ہے تو پھر لُطف لو۔ پھر کہو کہ اگر آپ کی یہی رضا ہے تو ہماری بھی یہی رضا ہے۔ یہاں سے تسلیم شروع ہو جاتی ہے' کہ اگر تیری یہی رضا ہے تو ہماری بھی یہی رضا ہے۔ بس آپ کو یقین ہو جائے کہ اُسی کی رضا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد یہ سمجھ آ جاتی ہے۔ پہلے آپ کو بیٹیاں دیتا ہے' پھر ان کی شادی کے مسائل پیدا کرتا ہے' پھر آپ دُعا کرتے رہتے ہو' کیا اس کو یاد نہیں؟ یاد ہے۔ اس کو مسائل کا پتہ ہے۔ بہر حال دعا مانگنا' آپ کے لیے شرعی ضرورت ہو جاتی ہے۔ اگر آپ تسلیم کے ساتھ چلو تو وہ اور سبب بنا دے گا جس طرح آپ کی ذاتی زندگی میں سبب بنے ہیں' آپ کے زمانے میں سبب بنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو ہر زمانہ ایک ہی زمانہ ہے' وہ کوئی نہ کوئی سبب بنا دے گا۔ آپ خود ہی اندیشہ پیدا کرتے ہو' پہلے آپ سامان اکٹھا کرتے ہو اور پھر لازمی بات ہے کہ کوئی سامان لینے والا آ جائے گا۔ اس لیے کسی لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہیں ہے' بس اللہ کے فضل پر بھروسہ لے کے چلو .....

شہادت کا فلسفہ صرف یہی ہے کہ شہادت جو ہے اللہ کے لیے اپنے خون سے گواہی لکھنا۔ شہادت دونوں معنوں میں ہے' کہ شہید ہو جانا اور گواہی لکھ جانا۔ یعنی کہ معتبر شہادت یہ ہے۔ اور اس کا آپ کے لیے فیض ہے' کوئی لمبا بیان

نہیں ہے۔ یہ مشاہدے کا مقام ہے اور تب سمجھ آتا ہے جب مشاہدے سے آپ رجوع کرو۔ آپ کانوں کو استعمال نہ کرو' صرف نگاہوں کو استعمال کرو۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ یہ واقعہ ہے کیا۔ یہ بڑا عجب واقعہ ہے اور بڑی خوب صورت بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اہل فکر کے لیے اور اہل ذکر کے لیے غم کے وافر سامان پیدا کر دیے۔ یہ ذکر کا مقام ہے' فکر کا مقام ہے' عبادت کا مقام ہے' شہادت کا ذکر جو ہے یہ شہادت ہی کا مقام ہے' اور تسلیم و رضا کا ذکر تسلیم و رضا ہی کا مقام ہے۔ آپ کے لیے۔ تسلیم و رضا یہ ہو سکتی ہے کہ آپ تسلیم و رضا والے کو تسلیم و رضا میں مان لو۔ اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ گویا کہ امام پاک علیہ السلام کی کربلا تو امامؑ کی کربلا ہے' ہماری کربلا چھوٹی چھوٹی کربلائیں ہیں' کہ جہاں چھوٹا سا واقعہ ہو جائے وہاں تسلیم و رضا کر جا۔ اگر پیٹ میں درد ہے تو خاموش ہو جا' اللہ کا گلہ نہ کر۔ یہاں آپ کی کربلا کامیاب ہو گئی۔ یعنی جہاں چھوٹی سی ابتلا میں آ گیا وہاں خاموش ہو جا' اگر تکلیف میں آ گیا تو خاموش ہو جا کیونکہ تکلیف اُسی کی طرف سے آ رہی ہے' اور اس خاموشی اور تکلیف میں اللہ کی عبادت کر۔ یہ بھی ایک کربلائی مقام ہے۔ اس لیے جب آپ اپنی کربلا سے گزر رہے ہوں تو پھر شہنشاہِ کربلا کا واقعہ آپ کی نگاہوں میں ہو' اور اگر وہاں خاموش ہو جاؤ تو آپ کو فیض مل جائے گا۔ زندگی کے ہر راستے میں آپ کو کربلا ملتی ہے' کرب و بلا ملتے ہیں۔ جہاں ایسی کربلا ہو وہاں اس کربلا کا واسطہ ہے' خاموشی سے گزر جاؤ۔ پھر آپ کو تسلیم و رضا کے تمام فیوض مل جاتے ہیں۔ فیوض کیا ہیں؟ اس کربلا کے

مالک سے نسبت یہ فیض ہے۔ فیض کی کوئی Definition نہیں دیتے' تسلیم کا مطلب یہ ہے کہ حرفِ آرزو نہ رہے۔ بس یہ یاد رکھنا۔ تسلیم کا مطلب کیا ہے؟ حرفِ آرزو نہ رہے اور مزاجِ آرزو بھی نہ رہے۔ بس انسان اتنا خاموش ہو جائے کہ حرفِ آرزو نہ رہے۔ اُسے کہیں کہ کیا چاہتے ہو تو وہ کہے کہ یہی چاہتا ہوں جو آپ کی مرضی ہے۔ اور اللہ اپنی مرضی کرتا جا رہا ہے۔ وہ جو کرتا جا رہا ہے اُس کو مانتے چلے جاؤ۔ بس یہی آپ کی عبادت ہے اور یہی فیض ہے۔ اس لیے جب آپ اللہ تعالیٰ کا سجدہ کرتے ہیں تو یہ کہو کہ میں نے تمام گلے ختم کر دیے اور آرزوئیں آپ کے حوالے کر دیں' میری ضرورتیں آپ بہتر جانتے ہیں' میرے حالات آپ پر بہتر آشکار ہیں' علاج میرے بس میں نہیں' علاج بھی آپ بہتر جانتے ہیں' اور ہم آپ کے بندے ہیں' ہم پہ مہربانی فرمائیں۔ وہ خود ہی مہربانی فرماتا ہے۔ اس لیے آپ اس پہ غور کرو .....

یہ دونوں سوال اصل میں ایک ہی سوال تھے کہ ازلی شقی وہ ہے جس کو میدانِ کربلا میں نواسۂ رسول' نواسہ نظر نہیں آیا۔ یہ عجیب بات ہے۔ یہ ازلی بات تھی۔ اس لیے دنیا میں جتنے واقعات ہو رہے ہیں یہ ازلی ہیں۔ آپ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو۔ اگر آپ کو نماز کا موقع ملا' اگلی نماز مل گئی تو سمجھو کہ پچھلی نماز منظور ہو گئی۔ اب سجدہ کیا ہے تو پھر ایک اور سجدہ یہ کرو کہ اس نے آپ کو سجدے کا شوق عطا کیا اور جب آپ شکر کرو تو ایک شکر اور کرو کہ آپ کو شکر کرنے والا بنایا۔ اس لیے جب پانچ نمازیں قائم ہو جاتی ہیں تو فقراء شکر ادا کرنے کے لیے چھٹی

نماز کی طرف آ جاتے ہیں کہ تُو نے پانچ نمازیں عطا فرما دیں۔ گویا کہ جب وہ عطا کرے تو اس کا شکر ادا کرو' وہ جو چیز عطا کرے اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح آپ اپنی نعمتوں کو شکر کے ذریعے محفوظ بھی کرتے ہو اور ان کو بڑھاتے بھی ہو۔ اس لیے شکر کے ذریعے اپنی نعمت کو قائم رکھو پھر اللہ تعالیٰ آپ کی باقی ضروریات پوری فرمائے گا۔ جو اُس نے پہلے دیا ہے اس کا شکر ادا کر یعنی اگر آپ کو ایک نظارہ برا نظر آیا' ایک آدمی آپ کو برا لگتا ہے' آپ کی آنکھیں وہ منظر دیکھ رہی ہیں جو آپ کو بُرا لگا۔ یعنی کہ آپ کی یہ جو آنکھیں منظر دیکھنے والی ہیں اس کے استعمال سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور آپ کو تکلیف ہو گئی' تو آپ آنکھیں واپس کرو۔ جب آپ آنکھیں رکھتے ہو اور اللہ کے نظاروں کا لطف نہیں لیتے اور اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور ہمیشہ گلہ ڈھونڈتے ہو تو پھر آپ کیا کرتے رہتے ہو۔ آپ کو ذہن ملا' اگر یہ کفر کی طرف مائل ہے تو ذہن واپس کر دو' پھر یادداشت فراموش ہو جائے گی۔ آپ کو زبان ملی ہے اور یہ زبان گلہ ہی کرتی رہتی ہے' کبھی شکر بھی نہیں کرتی اور اللہ کی تسبیح بھی بیان نہیں کرتی' اللہ کا نام نہیں لیتی ہے تو اگر آپ کی گویائی سلب ہو گئی تو آپ چیخیں مارو گے۔ اگر آپ کو چار پیسے ملے ہیں تو اُس کا حصہ اُسے دو اور اپنا حصہ اپنے پاس رکھو۔ اس طرح آپ کو نیکی کی توفیق مل جائے گی۔ اپنی اولاد کا شکریہ ادا کرو' اپنے ماحول کا شکریہ ادا کرو اور ہر حال میں اپنے ساتھ رحم کیا کرو' اپنے آپ کو مشکل میں نہ ڈالو۔ جہاں جس جگہ تکلیف ہو رہی ہے اس کے بالکل ساتھ ہی دوسرے نقطے پہ راحت ہے۔ آپ بالکل دور

نہیں کیونکہ یہیں پہ عین راحت ہے۔ یعنی جہاں آپ گلہ کر رہے ہیں وہیں شکر کا مقام ہے' جہاں آپ صبر کر رہے ہو وہیں سجدے کا مقام ہے اور صبر کو بالکل شکر بنانے کا مقام ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ بڑے غور والی بات ہے کہ جب آپ اپنی استعداد کو دیکھتے ہیں' مثلاً ذہن ہے' اس کی ایک رسائی ہے' آپ سوچتے سوچتے ایک مقام پہ عاجز ہو جاتے ہیں۔ جہاں آپ عاجز ہو جاتے ہیں تو اس کے آگے کی Range اَن حد کی ہے۔ اگر آپ کی عقل کی حدود اَن حد تک جا کے ماؤف ہو جاتی ہے اور اَن حد سے رابطہ نہیں ہوتا تو سمجھو کہ آپ کمزور ہو گئے۔ اس لیے ذہن کو Stretch کرنے کا حکم ہے کہ اس ذہن کو ایک ایسے مقام تک لے جا جہاں پہ اس ذات کا مقام شروع ہوتا ہے اور وہاں جا کے آپ اس کو Link کرو تو آپ کی عقل جو ہے عقلِ سلیم ہو جائے گی۔ یعنی کہ زبان سے آپ اتنا سچ بولنا شروع کرو کہ اُس کی بات آپ کی زبان سے نکلنا شروع ہو جائے۔ دل کو اتنا صاف کرو' آئینہ اتنا صاف کرو کہ اس آئینے میں کبھی کبھی اس کی جھلک نظر آ جائے۔ تو آپ اپنی استعداد کو اس مقام تک لے جاؤ جہاں سے اس کی حد شروع ہو جاتی ہے اور وہاں پہ Link ملا لو۔ آپ صرف اپنی حد بتاتے رہتے ہیں اور Link نہیں ملاتے' تو یہاں سے ایک جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے' ابتلا ہوتی ہے اور یقین ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے اپنی تمام سرحدوں کو' نگاہ کی وسعتوں کو دور تک لے جاؤ تو وہ زیادہ دور تک نہیں جائے گی' آگے نہیں جائے گی۔ پھر آپ اللہ کا شکر ادا کرو اور اتنا سوچو کہ وہ کون ہے جس نے یہ حد لگا دی

ہے۔ ومن بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا ان کے سامنے بھی دیوار ہے اوران کے پیچھے بھی دیوار ہے۔ یہ کیا ہے؟ یعنی کہ ایک تو اُن کو آگے بھی رکاوٹ نظر آ رہی ہے اور آگے کچھ نظر نہیں آتا کہ کیا ہونے والا ہے' آگے کیا چیز موجود کھڑی ہے اور پیچھے ہم کیا کیا نظارے دیکھ کے آئے ہیں۔ دونوں طرف دیواریں ہیں۔ اللہ کریم فرماتا ہے کہ اپنے آپ پہ غور کرو' اس آئینے میں دیکھو کہ تمہارے پاس کیا کیا نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کی آپ ذرا Stretch کر کے دیکھو گے تو پھر آپ کو خیال آئے گا کہ کون ہے جو دیوار بنا ہوا ہے۔ جب آپ اس مقام پہ آؤ گے تو سادہ سا یہ جواب ملے گا کہ جو دیوار بنا رہا ہے وہی تو تجھے آنکھ دے رہا ہے۔ جب یہ سمجھ آ گئی کہ میری آنکھوں کے سامنے دیوار حائل کرنے والا کون ہے تو پتہ چلے گا کہ جس نے آنکھیں دی تھیں اس نے دیوار حائل کر دی' اب اس کا شکر ادا کر۔ پھر وہ پوچھتا ہے کہ کون ہے جس نے ہمارے ساتھ یہ واقعہ کیا' ہم اتنے طاقت ور تھے' ہمیں کم زور کرنے والا کون ہے؟ وہ کہے گا کہ جس نے طاقتیں دی ہیں اُسی نے کم زور کیا۔ اگر وہ ایک ہی ہے تو شکر ادا کر کہ وہ کبھی طاقت دے رہا ہے اور کبھی کم زوری' کبھی بینائی دے رہا ہے اور کبھی بینائی چھین رہا ہے' کبھی زندگی میں لطف دے رہا ہے اور کبھی لطف چھین رہا ہے۔ جس طرح باہر دھوپ اور سایہ ہے اسی طرح آپ کے اندر کبھی سایہ ہے اور کبھی روشنی ہے۔ آپ کے اندر ہی دھوپ چھاؤں ہے' آپ کے اندر رات دن گزرتے ہیں' کبھی بیٹھے بیٹھے خیال روشن ہو جاتا ہے اور کبھی بیٹھے بیٹھے خیال تاریک ہو جاتا ہے۔ کہتا

ہے کہ آج بڑا مغموم ہوں۔ کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ سمجھ نہیں آتی۔ سمجھنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں۔ اُس نے یہ نہیں کہا کہ آپ کو سمجھ آئے گی۔ یہ چھوٹا سا دن ہے چوبیس گھنٹے کا' اس میں روز کے کام روز کر لو۔ اگر آج صحت ذرا کم زور ہے تو اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' پچھلی صحتوں کا آج شکر ادا کر۔ ابھی وقت ہے' ابھی بہت وقت ہے' آج شکر ادا کرو۔ گویا کہ جہاں حد آ جائے اور وہاں پچھلی سرحد کا شکر ادا نہ کیا جائے تو Link نہیں ملتا۔ اب میری یہ بات بڑے غور سے یاد رکھنا۔ جب حد سامنے آ جائے' آپ اتنے ذہین ہو کے بھی مسئلہ حل نہیں کر سکتے کیونکہ ایک حد آ گئی' حد آ گئی تو اپنے ذہن کی رسائیوں کا اب شکر ادا کر جو پیچھے آپ گزار آئے ہو' جس یقین سے گزار آئے ہو' اب اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح Link مل جائے گا اور پھر آپ اس حد سے آگے نکل جاؤ گے۔ آپ اس کے انداز سے جب سوچنا شروع کر دو گے تو پھر آپ کے مسائل حل ہو گئے۔ جب آپ اس کے انداز سے سوچنا شروع کر گئے تو سمجھو کہ آپ کے سارے مسائل حل ہو گئے۔ وہ پہلے زبان میں لکنت دیتا ہے' بڑی عجیب سی بات ہے' اور پھر بنا دیا کلیم اللہ۔ اندازہ لگاؤ کہ کیسی بات ہے۔ کسی کو آخری دم تک پتہ نہ چلا کہ یہ بچہ جو ہے یہ ساری کائنات کا مالک ہے اور اُسے یتیم پیدا فرما دیا' سماج میں تھوڑا سا نظر انداز کر کے پال لیا اور صداقت کا سب سے بڑا دعویٰ آپ ﷺ ہی کے ذریعے کر دیا۔ تو وہ ایسے کام کرتا ہے۔ جہاں تمہیں دِقت ہو رہی ہے وہیں سے راحت کا راستہ ہے۔ یہی وہ وقت ہے' کہ کبھی آپ کو پیار سے بلاتا ہے اور آپ

اس کے پاس جاتے ہو اور کبھی کبھی وہ تکلیف دیتا ہے۔ اور اس تکلیف میں فوراً اللہ کی طرف رجوع کرلیا جائے تو وہ تکلیف ہمیشہ کے لیے سعادت ہی سعادت ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ اس تکلیف کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں خدا کی طرف رجوع کرایا' شکر کرو اس غم کا جس نے آپ کو اللہ والا بنادیا' شکر کرو ان نامہربانوں کا جنہوں نے اصلی مہربان کی طرف رجوع کرادیا۔ گویا کہ اس نامہربان نے اصلی مہربان سے ملادیا۔ اس لیے اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے آپ کو اپنے مالک تک لانے کے لیے ایسے ایسے انتظام کیے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مبتلا ہوا پڑا ہے' بڑا بیمار ہے' بڑا پریشان ہے لیکن اس پریشانی کے اندر دنیا کو ہٹا کے اپنا کام کردیا اور تمہیں اپنا ہم راز بنالیا' کبھی جگا کے مل گیا اور کبھی سُلا کے مل گیا۔ یہ اس کے اپنے کام ہیں۔ اس لیے آپ اللہ سے اپنا تعلق کبھی فراموش نہ کرنا۔ اللہ کب آپ کے ساتھ ہوتا ہے؟ جب آپ اس کے ساتھ ہوں۔ اللہ کب آپ کو یاد کرتا ہے؟ جب آپ اس کو یاد کررہے ہوں فاذکرونی اذکرکم تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا یا تم میرا ذکر اسی وقت کرو گے جب میں کررہا ہوں گا۔ اس لیے تم اکثر ذکر کرو تو وہ اکثر ذکر کرے گا۔ مل کے محفلوں میں ذکر کرو گے تو وہ محفلوں میں کرے گا' تنہائی میں ذکر کرو گے تو وہ تنہائی میں کرے گا۔ یہ بڑی عجب سی بات ہے۔ تم اگر رجوع کرو تو تیرا اللہ کے ساتھ رجوع کرنا ہی اللہ کے ساتھ وصال ہے۔ اور تو کوئی بات ہے ہی نہیں۔ تو اللہ کیا ہے؟ تیرا خیال' تیرا حسن خیال' تیرا خیالِ حسن جو ہے تیرا اپنا ہی ہے' تُو جتنا رجوع کرتا جائے گا تیرا

اللہ اُتنا ہی تیرے ساتھ ہے

؎ خلقت کوں ہیندی گول اے
ہر دم فریدؒ دے کول اے

خلقت اُسے ڈھونڈ رہی ہے اور وہ فرید کے ساتھ ہے کیونکہ فرید ہر وقت اللہ کے ساتھ ہے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہر وقت میرے ساتھ ہے.....

آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل میں شامل رکھے اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا سائل بنائے اور دنیا کا سائل نہ بنائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا کی ضرورتوں سے آسانی سے گزار دے' یہ دنیا مشکل بازار ہے۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کا محتاج نہ بنائے۔ دعا کرو کہ یا اللہ اپنا محتاج بنا' دنیا والوں کا محتاج نہ بنا' تُو نے مسائل خود ہی پیدا کیے ہیں' انہیں تُو خود ہی حل کر' یہ سارے ہماری سمجھ سے باہر ہیں' اس لیے تو آپ ہی کچھ انتظام فرما اور آپ ہی رحم فرما' ایمان بھی عطا فرما اور یقین بھی عطا فرما اور جہاں یقین کی کمی ہے وہاں پہ سہولت عطا فرما اور جہاں کبھی کبھی دنیاوی ضرورتیں پریشان کرتی ہیں وہ بھی آسان فرما اور کبھی ہم نامہربانوں کے ساتھ رہتے ہیں تو ان سے مہربانی کا تعلق تُو ہی عطا فرما.....

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا وسندنا ومولنا حبیبنا وشفیعنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

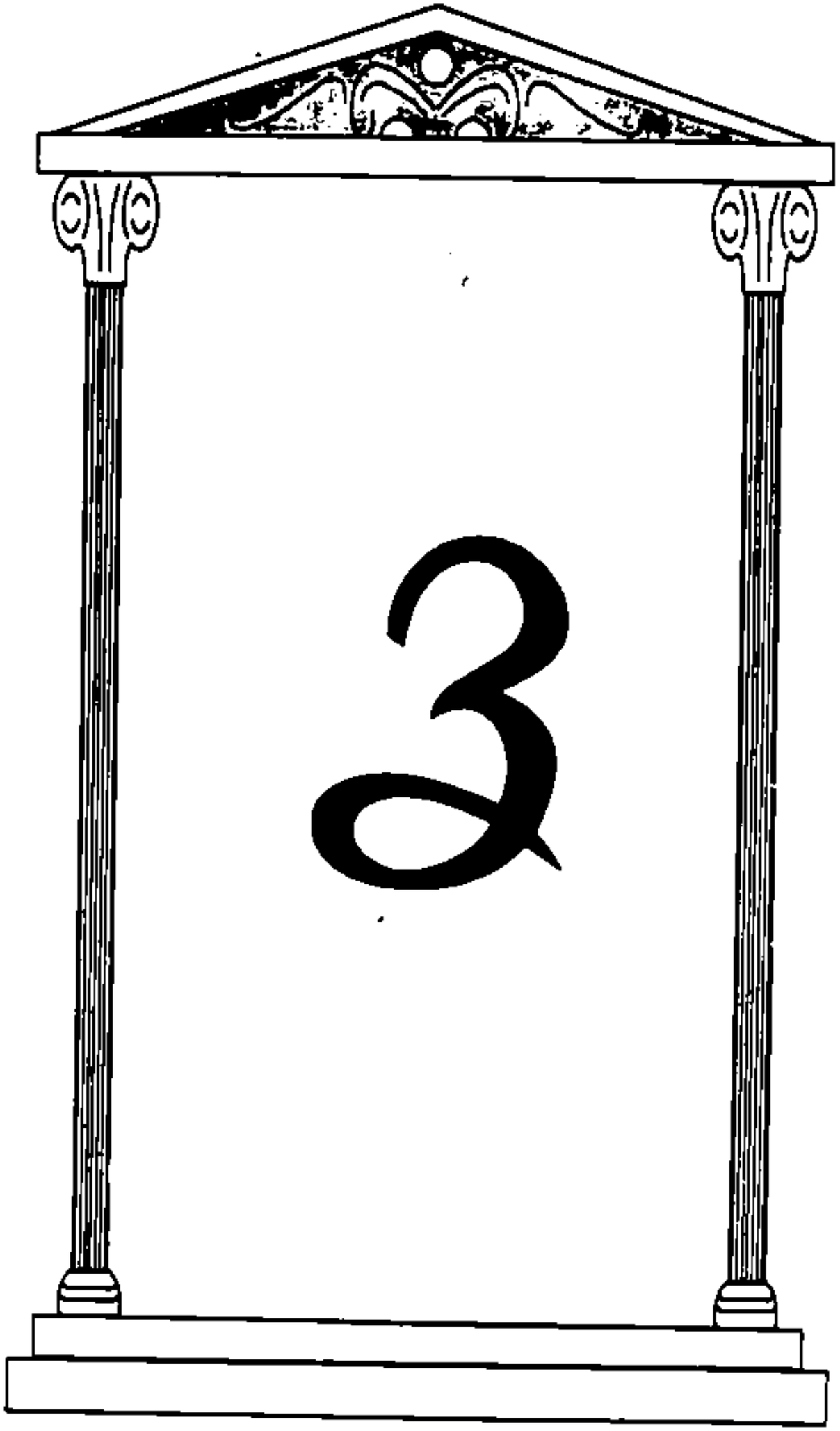

(3)

1 ایسا کیوں ہے کہ انسان کبھی بولنا چاہتا ہے اور کبھی خاموش رہنا چاہتا ہے؟

2 Concentration کے بارے میں پوچھنا تھا۔

3 فیض کیا ہے اس کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

سوال:

ایسا کیوں ہے کہ انسان کبھی بولنا چاہتا ہے اور کبھی خاموش رہنا چاہتا ہے؟

جواب:

اس کائنات کے ساتھ وابستگی دو ہی طریقوں سے ہے' ایک یہ ہے کہ ہم کائنات کو اپنا تعارف کرالیں' ہم چھپا ہوا خزانہ بنیں' ہم اظہار کریں یا ہم اس کا نظارہ دیکھیں اور ظاہر اُدھر سے ہو اور ہم اُس کی پہچان کریں۔ پہچان کرنا اور پہچان کرانا دو چیزیں ہیں' دونوں بڑی اہم ہیں۔ ایک وقت ہوتا ہے جب ہم پہچان کرانے پہ آتے ہیں' یہ ہمارا حق ہے۔ داتا صاحبؒ نے ایک جگہ حق کے بارے میں لکھا ہے' فرماتے ہیں کہ ''کشف المحجوب'' لکھ رہا ہوں' ایک تو اس لیے کہ تمہارے سوالوں کے جواب مل جائیں کہ فقر کیا ہے اور دوسرا اس لیے کہ میری پہچان ہو جائے' میرا نام رہ جائے کیوں کہ یہ میرا حق ہے۔ گویا کہ آپ کا حق یہ بھی ہے کہ آپ اپنے وجود کی موجودگی کا کوئی اظہار کریں۔ آپ یہ دیکھو کہ کائنات کے اندر تمام پرندے اور چرند میں ایک آواز ہے حالانکہ وہ جو کام کرتے

ہیں خاموشی سے کرتے ہیں' شکار کرنا اور پھاڑنا۔ لیکن شیر ایک چنگھاڑ ہے اور یہ شیر کا تعارف ہے۔ شیر کا تعارف پنجہ بھی ہے' شیر کا تعارف دانت بھی ہیں' جھپٹ بھی ہے' اور اس کا ایک تعارف دھاڑنا بھی ہے۔ یہ اُس کا اظہار ہے اپنی ذات کی پہچان کا' کہ شیر دھاڑے گا' بوڑھا ہو جائے گا تب بھی دھاڑے گا۔ ایک مقام آتا ہے جب ہم اپنی پہچان کرانے پہ مجبور ہو جاتے ہیں اور یہ مقام جو ہے اس کے دو حصے ہو سکتے ہیں۔ اپنی پہچان سے پہلے' ذاتی پہچان سے پہلے' اپنے تعارف کا شوق یا تو ایک کمزور ادیب بنا دے گا یا ایک خودغرض سیاست دان بنا دے گا یا گھٹیا قسم کا امیر افسر بنا دے گا کہ خود اپنی پہچان نہیں کی ہے لیکن اپنی پہچان کرانے میں لگا ہوا ہے' تو وہ کہے گا کہ فلاں صاحب نے اپنی کتاب میں یہ کہا ہے اور اس کے اندر یہ ہے۔ اس طرح وہ کسی کا فقرہ یا کسی کی بات سنانے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہ ہے تعارف اپنی ذات کا لیکن کسی کے حوالے سے۔ عام طور پر کمزور مرید کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب نے یہ فرمایا ہے' ان کی یہ کرامت ہوگئی ہے' ایسا واقعہ ہو گیا ہے۔ چونکہ اُن کا اپنا تعارف نہیں ہوتا اس لیے ایک اور ذات کا تعارف کرا دیا۔ اپنی پہچان کرنے سے پہلے اپنے تعارف کی خواہش انسان کو اکثر نقصان پہنچاتی ہے۔ بہرحال یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنا تعارف کراتا ہے اور اُس پر وہ مجبور ہے۔

اب تک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کائنات کے ساتھ ہمارا Relation دو طرح کا ہے' یا ہم اظہار چاہتے ہیں یعنی اظہارِ ذات' اسی تقلید میں

کہ ہم چھپا ہوا کوئی راز ہیں اور اس راز دروں کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں' اپنے جوہرِ ذاتی کو اظہار کائناتی بخشتے ہیں۔ ہے یہ جوہر ہمارا ہی لیکن ہم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی کبھی تو یہ خواہش ہوتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کائنات کے راز کو دریافت کریں' سہما ہوا انسان' خاموش' اور اتنی وسیع دنیا' عریض دنیا' تو ہم اس میں کیسے پہچان کریں۔ پھر انسان Learn کرتا ہے' نظاروں کو دیکھتا ہے' آوازوں کو سنتا ہے' لوگوں کو دیکھتا اور ان سے آہستہ آہستہ سیکھنا چاہتا ہے۔ میں اظہار کرنے کی بات کر رہا تھا' اپنی ذات کی پہچان کیے بغیر تو انسان کمزور ادیب بنے گا' کسی کا لکھا ہوا بیان کر دے گا یا پیسے کے ذریعے اظہار کرے گا یا فرعون بن جائے گا۔ اظہار تو اُس نے کرنا ہے' اب اُس میں اور صفت تو ہے نہیں' تو وہ لاٹھی دے مارے گا کیوں کہ بادشاہ ہی بھی اس کا ایک اظہار ہے گرچہ یہ ایک ظلم ہے۔ انسان جب پہچان کے بغیر اظہار کرتا ہے تو کہیں نہ کہیں اُس میں نفس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ فیل ہو جاتا ہے اور ناکام ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنی ذات کی پہچان کی' باطن سے آشنائی کی' اُن سب نے اظہار کیا۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ دنیا کے اندر جتنا باطن ہے وہ سارا ظاہر ہوا۔ کمال تو یہ ہے کہ وہ سارا ہی باطن مگر سارا ہی ظاہر ہوا۔ فقیروں کے جتنے بھی مکاشفات ہیں حالانکہ وہ ذاتی طور پر ہیں لیکن سارے بیان ہوئے۔ باطن کی آشنائی ضرور ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ کریم کے یہ کام ہیں کہ کسی ایک دل میں جلوہ گری کر کے کائنات کے اندر وہ اظہار کرا دیتا ہے۔ یہی طریقہ رہا ہے پیغمبروں کا' ولیوں کا اور Reformers کا کہ اُن کو آشنائی ملی

اور اُنہوں نے وہ آشنائی' اظہار کر کے آگے چلائی۔ اور جب انسان سوچتا ہے تو سوچنے کے زمانے خاموشی کے زمانے ہیں۔ وہ ایسے زمانے ہیں کہ جیسے کہ انسان نہیں ہے' گونگا' سہما ہوا' آنکھیں حیرت میں ہیں' جلووں میں گم ہیں اور وہ کوئی راز سوچ رہا ہے۔ اسے یوں سمجھو کہ خطاب سے پہلے' دعوت سے پہلے' دعوتِ اسلام سے پہلے' دعوتِ اسلام جو ہے وہ اظہار ہے' بولنا ہے اور دعوتِ اسلام سے پہلے خاموشی کی غارِ حرا سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ خاموشی کا زمانہ ہے اور وہ حاصل کرنے کا زمانہ ہے اور وہ تعلق کا زمانہ ہے اور اظہار کا زمانہ بعد میں آئے گا۔ اور یہ ضرور ہوتا ہے۔ اس لیے اگر آپ میں خاموش رہنے کا جذبہ ہو تو پھر اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ غار میں غور کرنا۔ غار میں غور کو آپ کوئی نام دے دو' یہ غور کا زمانہ ہے اور خاموشی کا زمانہ ہے' سہما ہوا زمانہ ہے' گرد و پیش سے آشنائی کا زمانہ ہے۔ یہ ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے جب آپ بولنے پہ آؤ تو حقیقت بولو اور اگر سمجھنے پہ آؤ تب بھی حقیقت سمجھو اور اگر آپ کی سمجھ حقیقت ہے تو گویائی بھی حقیقت ہو گی' اگر سمجھ کچھ اور ہے تو گویائی بھی غلط ہو جائے گی۔ اس لیے وہ لوگ قسمت والے ہیں جن کی خاموشی بھی حقیقت ہے اور جن کی گویائی بھی حقیقت ہے۔ لہٰذا اُن کا خاموش رہنا بھی حقیقت ہے اور اُن کا بولنا بھی۔ یہ تو آپ کی اپنی بات ہوئی اور اس کو اگر اللہ کی طرف سے دیکھا جائے تو وہ جب چاہے خاموش کرا دے اور جب چاہے بلوا دے حتیٰ کہ یہ بات یہاں تک ہے کہ جب وحی نہ آئے تو پیغمبرؐ بھی نہ بولے' جب بلوانے والے نے نہیں بلوایا تو آپؐ خاموش ہو گئے' وہ اپنی

مرضی سے نہیں بولتے' جب تک اُنہیں بلوایا نہ جائے وہ نہیں بولتے۔ اس لیے یہ ایک زمانہ آتا ہے کہ جب وہ بلوائے تو بولو۔ اُس نے تمہیں گویائی دی ہے' گویائی کا خیال دیا ہے' اظہار دیا ہے اور اگر جرأت اظہار دے دے تو بولو اور بے باکی اور اظہار کرو اور اگر نہیں دیا تو آپ کسی مصلحت کی بنا پر نہ بولو' کسی ضرورت کی بناء پر نہ بولو۔ انسان سوال بھی بولتا ہے' انسان حال بھی بولتا ہے اور انسان ارشاد بھی بولتا ہے۔ اب یہ آپ کا فیصلہ ہے کہ آپ سوال بولو یا ارشاد بولو یا اپنی حالت بولو۔ جس مقام پر آپ کو حکم ملا ہے اسی مقام سے آپ بولو' اس کے علاوہ نہ بولو۔ یہ تو بولنے کی بات ہوگئی اور خاموشی کی بات یہ ہے کہ جو جلوہ دکھایا جا رہا ہے اس جلوے کو آپ دیکھو' اس سے آشنائی کرو اور سکوت سے کلام کرو اور خاموشی کی زبان سننے کی صلاحیت پیدا کرو۔ خاموشی بھی ایک آواز ہے بلکہ بڑی گہری آواز ہے' خاموشی بڑی گہری آواز ہے۔ آواز بھی ایک آواز ہے لیکن خاموشی بہت گہری آواز ہے' اس کے اندر ذکر کی آواز ہے' تسبیح کی آواز ہے۔ راتوں کی خاموشی میں زیادہ دل والے' فکر والے' غور والے اکثر نیم شب کو اُٹھتے ہیں' اس وقت خاموشی ہوتی ہے اور اس خاموشی میں وہ حقیقت کی آواز کو سن لیتے ہیں۔ اور وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ ان کو دور کی آواز آجایا کرتی ہے۔ اس لیے یہ ایک راز کی بات ہے کہ اگر آپ خاموشی پر آجاؤ تو خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ بولنے میں یا خاموش رہنے میں اپنے پاس سے تکلف نہیں کرنا۔ کوشش والی خاموشی بھی صحیح نہیں ہے اور کوشش سے بولنا بھی صحیح نہیں ہے۔ آپ اپنے زمانوں

کو Learn کرو۔

یہ تو تھا اس بچے کا سوال ..... آپ اپنی کوئی بات سنائیں ..... کوئی اور سوال.....

سوال:

Concentration کے بارے میں پوچھنا تھا۔

جواب:

آج کل یہ ایک مضمون چلا ہوا ہے Concentration کا' ارتکازِ فکر' توجہ یا خیال کی طاقت یا غور کا۔ آپ کو میں جو راز بتاتا ہوں وہ سنو کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو یہ زندگی عطا فرمائی۔ پہلے آپ یہ دیکھو کہ اس کی جو عطا ہے آپ کے اپنے حوالے سے اس کی صفت کیا ہے۔ اللہ کریم نے آپ کو آپ کے ماننے اور آپ کے مانگنے اور آپ کے جاننے سے پہلے ایک شکل عطا فرما دی۔ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ اس نے آپ کو کیا عطا فرما دیا۔ آپ کو ایک ماحول عطا فرما دیا' ماں باپ عطا فرما دیے اور ذہن عطا فرما دیا' آپ سوچو نہ سوچو اس میں خیالات آئے چلے جاتے ہیں۔ آپ کو آنکھ عطا فرمائی' آپ دیکھو یا نہ دیکھو' نظارے آپ کی آنکھ کے اندر ہی آتے جاتے ہیں اور آتے ہی جاتے ہیں۔ اب یہ بات اللہ تعالیٰ کے احسانوں میں سے ہے کہ آپ کو پتہ نہیں چلتا اور آپ کی زبان بولنا شروع کر دیتی ہے۔ آپ اپنے دھیان میں جا رہے ہوتے ہیں اور کہیں سے آپ کے کان میں آواز آ جائے گی۔ گویا کہ آپ کو جتنی

صفات عطا ہوئی ہیں وہ آپ کے احساس کے علاوہ عطا ہوئی ہیں۔ ابھی احساس نہیں تھا' ابھی تقاضہ نہیں تھا اور آپ کے خیال کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ چیزیں عطا فرما دیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا احسان۔ اس احسان کو آپ غور سے دیکھو کہ اس نے شعور بھی عطا فرمایا' فکر بھی اس نے عطا فرمائی اور آپ کے لیے دین بھی اس نے عطا فرمایا۔ یا تو دین آپ نے دریافت کیا ہو مگر آپ کے ہاں تو یہ بھی عطا کے اندر ہے۔ سارا احساس آپ کو آپ کے تقاضے کے علاوہ عطا ہوا۔ حتیٰ کہ حضور پاک ﷺ سے جو محبت ہے یہ بھی آپ نے Inherit کی اور یہ آپ کی دریافت نہیں ہے۔ تمہارا ماحول ہی ایسا تھا کہ یہ واقعہ اس انداز سے بیان ہوا' نعت میں بیان ہوا' بچپن میں بیان ہوا اور والدین سے بیان ہوا۔ اس عشق اور محبت میں آپ لوگوں کی پرورش ہوئی ہے۔ اب اس کے اندر کسی اور قسم کے خیال کا Compromise نہیں ہے۔ اللہ کے بارے میں تو سن سکتے ہیں لیکن حضور پاک ﷺ کے بارے میں مسلمان کوئی دوسرا خیال نہیں سن سکتے' ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ ساری باتیں آپ کو مفت ملیں اور آپ نے یہ Inherit کیا۔ یہ اللہ کا احسان ہے۔ اب ارتکاز خیال آپ نے کس لیے کرنا ہے؟ یہ احسانات تو وہ کرتا ہی جا رہا ہے۔ جن لوگوں کو دین کی طرف سے کوئی احسان میسر نہ آیا ہو وہ حقیقت کے لیے توجہ کا ارتکاز کرتے ہیں' Concentration کرتے ہیں اور آپ کو تو حقیقت پیدائشی طور پر ملی ہے۔ اب اس میں توجہ کی بات نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ وہ چیز جو آپ کے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہ آ جائے۔ مسلمانوں کو

Concentration کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ پارسیوں کو ضرورت ہے' عیسائیوں کو ضرورت ہے آزاد خیال لوگوں کو ضرورت ہے' لامذہب لوگوں کو ضرورت ہے تاکہ Concentration سے انہیں حقیقت کا پتہ چلے اور ہمارے پاس تو حقیقت ہی حقیقت ہے' پیدائشی حقیقت ہے۔ اب ہمیں Concentration کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس سکول سے ہم پہلے ہی سرٹیفکیٹ لے چکے ہیں۔ اب جب ساری دنیا کے مذاہب مل کر توجہ کریں گے تو اس حقیقت پر پہنچیں گے کہ اسلام ایک سچا دین ہے۔ اور یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ میں آپ کو بالکل حقیقی بات بتا رہا ہوں۔ Concentration ان لوگوں کو اس مقام کی انتہا پہ پہنچائے گی جہاں سے آپ کی ابتداء ہو رہی ہے۔ لہٰذا آپ تو Concentration نہ کریں۔ آپ نے بالکل توجہ نہیں کرنی' غور نہیں کرنا' فکر نہیں کرنا۔ آپ کو اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ زندگی جو آپ کو میسر ہے اس زندگی کی طرف آپ توجہ لگاؤ' یہ جو شب و روز کی زندگی ہے۔ دیکھو کہ اس میں کیا واقعات ہو رہے ہیں' کیا حالات ہو رہے ہیں۔ دین اور حقیقت کے بارے میں آپ پورا یقین کرو کہ یہی دین ہے اور یہی حقیقت ہے۔ اس پہ کسی دوسرے خیال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ زندگی کے اندر آپ کو یہ دیکھنا چاہیے جیسا کہ اللہ کریم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ زندگی آپ کو حاصل ہوئی' آپ پیدا ہوئے اور آپ کو مر ضرور جانا ہے۔ کبھی اس بات پر غور نہ کرنا کہ کوئی توجہ' کوئی دعا' کوئی تاثیر' کوئی ڈاکٹر' کوئی پیر کبھی موت کو ٹال سکے گا۔ اس میں جو فیض ہے وہ یہ فیض ہے کہ آپ میں موت کو

خوشی سے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے' ٹالنے کی بات نہ پیدا ہو۔ ٹالنے والی تو بات ہی جھوٹی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ موت کو اپنی خوشی کے ساتھ قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ یہ بات جو ہے آپ کے اندر حقیقت کی Concentration کے بعد بھی یہی بات آئے گی۔ آپ کے لیے ساری Concentration جو ہے وہ آپ کے پیغمبر ﷺ نے غار حرا میں مکمل کر لی۔ Concentration ہوتی ہے حقیقت کے لیے اور حقیقت آپ کے پاس کتاب کی شکل میں آ گئی ہے اور کتاب بھی ایسی جس میں کوئی شک نہیں' لاریب ہے' زبر زیر بدل نہیں سکتے اور یہ کتاب آپ کو آپ کی Concentration سے بچانے کے لیے ہے۔ وہ جو ''غور'' والی بات ہے تو وہ اللہ کریم نے فرمایا کہ اس طرح اس کائنات میں غور کرو' تم یہ میلہ دیکھنے کے لیے آئے ہو' آنکھیں بند ہونے سے پہلے نظاروں کی قدر کر لو۔ اس سے پہلے کہ ذائقے ختم ہو جائیں اچھی خوراک کھا لو اور شکر ادا کرو۔ اس دنیا کا میلہ دیکھ لو سیروا فی الارض جب تک آنکھیں ہیں سیروا کر لو' سیر کرو زمین میں فانظروا پس دیکھو کیف کان عاقبة المکذبین کہ جھوٹوں کی عاقبت کیا ہوئی۔ آپ کی عاقبت تو آگے ہے اور ان لوگوں کی عاقبت آپ کو یہاں نظر آئے گی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں جھوٹی قومیں Rule کرتی تھیں' Reign کرتی تھیں اور دعوے کرتی تھیں اور یہ ان کے انجام کا مقام ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو پہنچ گئیں اور ان کی حقیقت یہی کچھ ہے۔ اللہ کریم نے بتایا کہ دنیا کی سیر کرو اور ان کے مکذبین کو دیکھو جو جھوٹ بولنے والے تھے'

جھوٹے اعلان کرنے والوں کی عاقبت کیا ہوئی اور ان کا حشر کیا ہوا۔ اللہ کریم نے پرانی امتوں کا بیان فرمایا کہ ان پر عذاب آیا جو ان کی بداعمالی پر آیا' وہ ایک عذاب تھا' مثلاً ایک آواز تھی جو لوط علیہ السلام کی قوم کو اُڑا کے لے گئی۔ وہ ایک عذاب تھا اور عذاب کا نام آپ ایڈز کی بیماری رکھو تو یہ موجود قوموں کی وہی بیماری ہے' اُڑا کے رکھ دے گی۔ فطرت کے کسی حکم کو Violate کرنا' اس کی حکم عدولی کرنا جو ہے وہ ساری امتوں کے حوالے سے ہے اور جہاں کوئی گروہ فطرت کے قوانین کو توڑے گا تو اُس کا حشر اُسی طرح ہوگا جس طرح اُس امت کا ہوا تھا جس نے پہلے فطرت کے ان قوانین کو توڑا تھا۔ اب یہاں راز کا نکتہ یہ آ گیا کہ ہر پیغمبر ایک فطرت کی آواز ہے یعنی فطرت کے ایک اصول کا نام ایک پیغمبر ہے اور فطرت کے مکمل اور ہمہ اصولوں کا نام حضور پاک ﷺ ہے۔ یعنی کہ کوئی ایک اصول بتا رہا ہے' کوئی دوسرا اصول بتا رہا ہے' کوئی تیسرا اصول بتا رہا ہے' کوئی ایک اور بات پہ Concentrate کر رہا ہے لیکن زندگی کے تمام شعبوں پر حقیقت میں پوری Concentration یا ارتکاز ہمیں آپ ﷺ نے بتا دیا اور اِس طرح مکمل فطرت تمہارے سامنے آ گئی۔ انسان کا زمین سے اور آسمان سے کیا تعلق ہے' زمین کا آسمان سے کیا تعلق ہے' یہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرما دیا کہ انسان وہاں تک جا سکتا ہے' یہ بشر کی طاقت ہے کہ زمین سے نکلے اور آسمان کی وسعتوں تک جا پہنچے۔ یہاں پر آپ کی Lavitation کیا کرے گی اور Gravitation کیا کرے گی' تو یہ امکان بتا دیا گیا۔ حضور پاک ﷺ کے نام لیوا اُن کے دو قدم

پیچھے پیچھے چل سکتے ہیں۔

؎ دور بیٹھا غبار میر اُن سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

مطلب یہ کہ یہ سب بتایا جارہا ہے۔ دشمن سے کیسے سلوک کرنا ہے؟ یہ آپ ﷺ نے کر کے دکھایا' ظالم جو ظلم کر رہا ہے اُس کے لیے بد دعا کیسے کرنی ہے؟ اُس کے لیے دعا کرو۔ اُس کے لیے یہی بد دعا ہے کہ وہ اپنا دین' ظلم والا دین چھوڑ دے۔ آپ ﷺ نے وہی دعا کی کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوتے تو ان کی اولادوں میں سے مسلمان ہوں گے۔ آپ بھی تو اولاد یں ہیں' نہ ماننے والوں کی اولاد ماننے والی ہوجاتی ہے۔ اس طرح نہ ماننے والوں کی اگلی نسل ٹھیک ہوجائے گی۔ اور پھر ایسا ہوا' وہ لوگ مسلمان ہوئے۔ گویا کہ دشمن کے ساتھ کیسے سلوک کرنا ہے' شاید یہ کسی دوست کا باپ ہو' وہ دشمن تو ہے لیکن ممکن ہے کہ وہ کسی دوست کا باپ ہو۔ اس لیے ان باتوں پہ غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ دشمن سے یوں Deal کرنا ہے اور دوستوں سے یوں Deal کرنا ہے۔ فطرت کے جتنے قوانین ہیں' جتنی Possibilities ہیں اور جتنے امکانات ہیں اُن کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ غریبی میں بادشاہی کیسے کرنی ہے اور بادشاہت میں غریبی کیسے کرنی ہے' سفر کیسے کرنا ہے' غلاموں سے کیا سلوک کرنا ہے' آقاؤں سے کیا سلوک کرنا ہے' سجدہ کیسے کرنا ہے' خدا کو کس انداز میں ماننا ہے اور دنیا کو کس انداز سے گزارنا ہے۔ یہ سارا بتایا گیا ہے۔ اب اس کے بعد آپ کو نئی حقیقت کی

ضرورت نہیں ہے۔ سوال آپ کے ذہن میں آتا ہے اور جواب موجود ہوتا ہے۔ مثلاً سوال ہے کہ میرے پاس غریبی آ گئی ہے' تو شادی کرلو۔ پھر کہا کہ غریبی بڑھ گئی ہے' تو اور شادی کرلو۔ پھر اور غریبی آئی تو اور شادی کا حکم ہوا۔ حالات ٹھیک ہو گئے تو وہ صحابیؓ گیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ فرمائیں کہ آپ نے شادی کا حکم فرمایا' تین شادیاں ہو گئیں' اب حالات بہتر ہو گئے تو یہ کیسے بہتر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے رزق میں کسی خوش نصیب کو شامل کرلو تو تیرا رزق بڑھ جائے گا۔ تیرا رزق اگر نہیں بڑھ رہا ہے تو اُسے شامل کر۔ اسی طرح اگر اولاد ہو جائے' کوئی بچہ آ جائے تو رزق پھیل جاتا ہے' کوئی اچھا مہمان آ جائے تو رزق پھیل جاتا ہے۔ رزق کی بات عجیب ہے کہ جہاں آج کی دنیا میں رزق کے امکانات زیادہ ہوئے' مارکیٹ زیادہ ہو گئی' مارکیٹ کی Definition وسیع ہو گئی' پھیلاؤ آ گیا' ہر طرف رزق کا پھیلاؤ بہت ہو گیا' وہاں غریبی کا اندیشہ بہت ہوتا ہے۔ جہاں علم کی کثرت ہو وہاں جہالت بہت زیادہ ہوتی ہے بلکہ جہالت بادشاہی کرتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایسا ہو۔ اندازہ لگاؤ کہ جس چیز کی آپ کو کثرت نظر آ رہی ہے اُسی کی کمی ہے' مسجدیں زیادہ ہیں اور عبادت کی کمی ہے' اسلام کی آوازیں زیادہ ہیں اور اسلام کو ماننے کی کمی ہے' مارکیٹ زیادہ ہے اور غریبی بڑھ گئی ہے' پیسہ بہت زیادہ ہے اور لوگوں کی زندگی تلخ ہو گئی ہے' پیسہ زیادہ ہے اور لوگ محتاج ہو گئے ہیں' اس طرح آپ کبھی غور کرو تو یہ ایک عجیب وغریب سلسلہ ہے جو آپ کو نظر آئے گا' کہ جس چیز کی بہتات ہے' اُسی کی کمی ہے۔ کسی

نے کسی سے پوچھا کہ آج کل کے زمانے میں تنہائی تلاش کرتا ہوں لیکن نہیں مل رہی۔ اُس نے کہا کہ یہ کون سی بات ہے ہم آپ کو تنہائی تلاش کرنے کا ایک نسخہ بتاتے ہیں۔ اُس نے پوچھا تنہائی کہاں ملے گی تو بولا کہ بھیڑ میں چلے جاؤ تو تنہائی مل جائے گی' ہر کوئی اپنے اپنے کام میں لگا ہوگا اور تمہیں کوئی پوچھے گا ہی نہیں۔ اس طرح تنہائی مل جائے گی۔ یعنی جلوس میں چلے جاؤ تو کسی کو کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ کدھر جا رہے ہیں' آپ اکیلے سفر کرتے ہو۔ بھیڑ میں چلے جاؤ تو کوئی نہیں پوچھے گا۔ گویا کہ جہاں زیادہ جمِ غفیر ہو وہاں پر آدمی تنہا ہوتا ہے۔ یہ بالکل برعکس ہے۔ جہاں بھیڑ زیادہ ہے وہاں تنہائی زیادہ ہوگی۔ اسی طرح جہاں پیسہ زیادہ ہوگا وہاں غریبی زیادہ ہوگی' جہاں امکانات بڑھتے ہیں وہاں امکانات معدوم ہوئے ہیں' جہاں انسان خوشی کا اظہار کر رہا ہے وہاں انسان زیادہ غم میں مبتلا ہے۔ آج کل جتنی زیادہ ہنسی آتی ہے اتنا زیادہ رونا آتا ہے۔ آج کل زندگی کو جتنا زیادہ Defence ملا' پناہ ملی' زندگی کو بچانے کے امکانات ملے' زندگی کو ڈاکٹری ایڈ ملی' میڈیکل ایڈ ملی' زندگی اُتنی ہی تباہ ہو رہی ہے۔ سائنس نے سب سے بڑا احسان کیا کہ زندگی کو بچایا اور اگر کوئی زندگی کو تباہ کر رہا ہے تو وہ سائنس ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب انسان فطرت کے اندر دخل دے گا تو وہ چیز جو اس کا Aim ہوگی اُس کے برعکس جا نکلے گا۔ اگر آپ فطرت کے قوانین میں دخل دو گے تو جس نام سے دخل دو گے اس کے برعکس جاؤ گے اور جب اللہ آپ کو دخل دلائے تو وہ اور بات ہے۔ خود دخل دو تو یہ اور بات

ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس زندگی کا آپ کو بتایا گیا کہ آپ نے کوئی حقیقت دریافت نہیں کرنی' صرف زندگی کی حقیقت کو سمجھو جو کہ موجود ہے اور اس کے امکانات کو سمجھو۔ اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرٰت وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی کہ یہ ابتلا ہر ایک کے اوپر آئے گی۔ کیا کیا آئے گی؟ سب سے پہلے خوف آئے گا۔ اب یہ آپ کو خبر دی جا رہی ہے کہ خوف آئے گا' تو زندگی سے خوف دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ خوف کی وجہ سے انفرادی سیکورٹی اور اجتماعی سیکورٹی کے اندر انسان Insecure ہو گیا۔ خوف آ گیا اور پھر خوف سے نکلنے کی کوشش میں سے خوف آ گیا۔ خوف کے بعد بھوک ہے۔ اب اندازہ لگا لو' بیسویں' اکیسویں صدی آ گئی' پندرہویں صدی آ گئی' ایڈوانس زمانہ آ گیا' ہر چیز کی کمیونی کیشن بہت تیز ہے' ٹرانسفر بہت تیز ہے اور آج ہی آپ نے بتایا' اخباروں میں بتایا گیا کہ کسی علاقے میں قحط آیا پڑا ہے۔ کیا یہ اس زمانے میں ممکن ہے؟ اتنی ڈیولپمنٹ کے زمانے میں ممکن ہے؟ اور قحط بھی ایسا کہ آپ کے سامنے ٹی وی کے اندر لوگ مرتے چلے جا رہے ہیں۔ آج کے زمانے میں جہاں ہر طرف Plenty ہے وہاں ہر طرف Poverty بھی نظر آئے گی۔ الجوع کا آنا یعنی بھوک کا آنا اور اس Fertile علاقے میں آنا عجب بات ہے۔ ونقص من الاموال اور اموال کا ضائع ہونا۔ روز ہی آپ کو نظر آ رہا ہے' ہر روز نظر آ رہا ہے' کوئی ادھر غائب

ہو رہا ہے' کہیں مال کم ہو رہا ہے۔ والانفس اور زندگی اور موت' آپ کے نفس کا ختم ہونا و الثمرات اور پکے ہوئے پھل کا ضائع ہونا۔ آپ کو یہ خبر دی جا رہی ہے وبشر الصابرین اور جو صبر کرنے والے ہیں اذا اصابتھم مصیبۃ جب مصیبت آتی ہے۔ گویا کہ یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ جانتا ہے کہ یہ مصیبتیں ہیں اور بھیجنے والا خود آپ ہے۔ پھر وہ لوگ یہ کہتے ہیں ہم اللہ کے ہیں اور اللہ کے پاس جانے والے ہیں' ان باتوں سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے۔ یعنی کہ کوئی زندہ ہو گیا یا کوئی مر گیا تو اس سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے' ہم خود ہی آ رہے ہیں۔ ایک بیٹا اپنے باپ کی موت پر بہت چلا رہا تھا تو گرو کہنے لگا کہ روتا کیوں ہے' گھبراتا کیوں ہے' تو بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا' دو چار دن کی بات ہے' اس میں اتنا گھبرانے والی کیا بات ہے' آخر تو پہنچ ہی جاؤ گے۔ گویا کہ اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ اسی طرح غریبی کی کوئی بات نہیں' بھوک کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ جو صبر کر گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی طرف سے ہیں تو ان صبر والوں کا مقام بیان ہو گیا۔ گویا کہ اس Cultured اور مہذب زندگی میں اندازہ لگاؤ کہ یہ چیز آ کے رہے گی اور آپ نے دیکھا کہ وہ آتی ہے۔ اس Developed زمانے میں یہ واقعہ دیکھا۔ آپ کو غور کرنا چاہیے کہ آپ جو زندگی کو حاصل کر رہے ہو اس کا کہتے ہو کہ ہم کیسے چھوڑیں یہ مہذب زندگی جو ہم نے بنائی ہے' یہ زمانہ ہے اور یہ ہمارا تعارف ہے۔ اندازہ لگا لو کہ اگر آپ نے ساٹھ سال میں' گرچہ ساٹھ سال تو نہیں ہوتے' زیادہ سے زیادہ دس سال کی

بہار ہوتی ہے جس میں اپنی زندگی کو آسائش میں رکھنا ہوتا ہے اور مکانوں کی آرائش کرنا دس بار سال کا کھیل ہوتا ہے کہ ہم نے یہ بنایا ہے۔ ان دس سالوں کے اندر چیزوں کا خریدنا' چیزوں کا سیٹ کرنا' بنانا سنوارنا اور سجانا' جو آپ روز کرتے رہتے ہو۔ دس سال میں سے پانچ سال آپ اس آرائش سے باہر ہوتے ہو۔ یعنی کہ آپ ہر روز آدھا دن تو سوتی جاتے ہو اور پھر اس کو چھوڑ گئے۔ نیند میں آپ کا آرائش کا حاصل جو ہے یہ بیکار گیا۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم یہ ضرور لیں گے' وی سی آر لیں گے' ٹی وی لیں گے اور آپ کے دس گھنٹے سونے کی نذر ہو گئے۔ آپ نے اس پر خ[illegible]ں دیا۔ گویا کہ آپ اس کو نیند کے وقت چھوڑ گئے۔ پھر ایک دن غم آ گیا [illegible]ن میں تکلیف آ گئی اور آپ کو کہیں کہ آج وی سی آر دیکھنا ہے تو آپ کہیں گے کہ نہیں' تکلیف آ گئی ہے۔ تکلیف میں بھی آپ وہ زندگی چھوڑ جاتے ہو۔ یہ Civilized Life کا بتا رہا ہوں۔ آپ یہ سب نیندیں چھوڑ گئے' غم میں چھوڑ گئے اور خوشی میں چھوڑ گئے۔ آپ کے دوست کی شادی ہے اور آپ کہیں دور کے علاقے میں چلے جائیں گے اور گھر چھوڑ گئے۔ آپ یہ سب چیزیں غم میں چھوڑ گئے' خوشی میں چھوڑ گئے' نیند میں چھوڑ گئے اور اپنی کسی اور خواہش کے وقت چھوڑ گئے' کبھی سفر کی خواہش ہو گئی' کوئی اور خواہش ہو گئی۔ پھر آپ نے یہ جو آرائش پہ وقت لگایا اس کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے زندگی میں یہ پہچاننا ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور اگر آپ نے بنانا ہی ہے تو اتنا بنایا جائے کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ زندگی کو سمجھ جاؤ۔ Concentration کہاں

کرنی ہے؟ یہاں پر کہ ہم نے کیا کیا اور ہم نے کیا کرنا ہے اور کیا بنا کے ہم نے کہاں کو جانا ہے' جہاں جانا ہے اس کے لیے بھی کوئی اہتمام کر کے جانا ہے۔ اس کا آسان سا طریقہ ہے کہ یہیں زندگی میں اس کا کوئی اہتمام کر کے جاؤ' تو میں آپ کو بتا رہا تھا کہ توجہ اور Concentration پہ اگر آپ غور کریں تو آپ کے پاس اس کا نتیجہ موجود ہے۔ آپ یہ کریں کہ یہ جو لالچ ہے' کینہ ہے اور غصہ ہے اس کو نکالو۔ اس طرح کی بے شمار بیماریاں ہیں۔ ان کو نکالو۔ آپ کی زندگی سے غصہ ہی نہیں نکلتا' اس کو نکالو۔ آپ دیکھو کہ سرکار ﷺ کو زندگی میں بہت کم غصہ آیا۔ اور پھر لکھنے والے کہتے ہیں' جو کہ حضور پاک ﷺ کی احادیث لکھتے تھے' کہ آپ ﷺ جو چیز فرماتے ہیں وہ ہم لکھ لیا کرتے ہیں' کبھی کبھی کافروں کا جب وقت ہوتا ہے تو آپ ﷺ کی طبیعت تھوڑی سی تیز ہوتی ہے' اس وقت بھی آپ ﷺ جو فرمائیں کیا وہ وحی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت بھی تم لکھ لیا کرو کیونکہ میں اس وقت بھی سچ بولتا ہوں۔ جب تک تم لوگ غصے میں سچ بولنے کی عادت نہ ڈالو تو غصہ تمہیں گمراہ کر دے گا۔ اور غصے میں سچ بولنا بڑا مشکل ہے کیونکہ غصے میں انسان صرف جذبات بولتا ہے اور سچ نہیں بولتا۔ مقصد یہ کہ اپنے آپ کو اس طرح کی ٹریننگ دو' ان حالات میں سے گزرو کہ کیا کرنا ہے۔ آپ کی پوری زندگی' پوری الٰہیات' گھر کے چار افراد میں گم ہو جاتی ہے۔ زندگی کا سارا واقعہ ہے اپنی زندگی' ماں باپ کی زندگی' اولاد کی زندگی اور زیادہ سے زیادہ دو چار دوست کہ ان کے ہاں ہم چلے گئے اور کبھی وہ ہمارے ہاں آ گئے۔ That's all۔ یہی کچھ زندگی

ہے۔اس کے علاوہ آپ کی وابستگی دور تک تو ہے ہی نہیں' کہ آپ نے کسی بادشاہ کو خط لکھنا ہو یا کسی اور بادشاہ نے ہمیں جواب دینا ہو۔اس لیے اپنی زندگی' ماں باپ کی زندگی' اولاد کی زندگی' دوست کبھی آیا اور کبھی ہم چلے گئے۔

کبھی بلا کے کبھی پاس جا کے دیکھ لیا

بس اتنی ساری کہانی ہے اور اس کے اندر پورا احساس Develop ہوتا ہے۔اس میں تنہائی بھی ہے' محفل بھی ہے' قرآن پاک بھی ہے' حدیث بھی ہے' نماز بھی ہے' عبادت بھی ہے' دین بھی ہے اور دنیا بھی ہے۔اپنے اس سیٹ پہ اگر آپ پوری طرح غور کریں تو اسی کے اندر ایمان داری بھی پیدا ہو جائے گی اور بے ایمانی بھی پیدا ہو جائے گی۔اگر آپ نے کسی کو دھوکا دینا ہے تو امریکہ کے کسی آدمی کو دھوکا نہیں دیں گے بلکہ پاس والے کو دے جائیں گے اور ساتھ والے آدمی سے نیکی کر جائیں گے۔گویا کہ نیکی بھی قریب ہے اور بدی بھی قریب ہے۔اس لیے یہ دیکھو کہ آپ کی وابستگیوں کا جو دائرہ ہے اس کے اندر آپ کی زندگی اگر Ideal نہ ہو تو کم از کم Real ضرور ہو۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ مصنوعی زندگی بالکل نہ ہو' اول تو زندگی مثالی ہو اور اگر مثالی نہ ہو تو حقیقی تو ہو' اور مصنوعی بالکل نہ ہو۔اس کا ضرور خیال رکھو۔زندگی کو سمجھنا ہے اور دین کو سمجھنا ہے کہ اللہ کو ہم نے مان لیا' اب جاننے کی ضرورت کیا ہے۔اگر جاننے کی کوشش کرو گے تو بڑے Confuse ہو جاؤ گے۔اتنی سی مسجد ہے اور اندر جو نماز پڑھ رہا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے سامنے ہوں اور مسجد کے باہر جو دوکان دار

ہے وہاں اللہ نہیں ہے' اللہ صرف اندر ہے۔ اس پہ غور کرو۔ بات کیسے سمجھ آئے گی۔ اب یہ بات سمجھ نہیں آسکتی ہے کہ آپ کی زندگی عبادت میں اللہ کے قریب اور ہے اور عبادت کے تھوڑی دیر بعد آپ اور طرح سے Deal کرتے ہو۔ پھر یہ آپ کو کیسے سمجھ آئے گا۔ آپ اللہ کو مان لو اور ماننے کے بعد جیسے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا ویسے کرنے کی کوشش کرو۔ اور آپ کو میں عملی نسخہ بتا رہا ہوں کہ کوئی سا ایک کام' کوئی سی ایک عادت ایسی اختیار کرو جو حضور پاک ﷺ کی اطاعت میں شروع کرو' کہ میں یہ کام شروع کر رہا ہوں حضور پاک ﷺ کی اطاعت میں' اور کوئی ایک عادت ترک کردو کہ حضور پاک ﷺ کے حکم کی وجہ سے میں یہ عادت ترک کر رہا ہوں۔ لو آپ کا سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ یعنی کہ زندگی میں کوئی ایسا عمل رائج کرو جس عمل کی نسبت حضور پاک ﷺ کی ذات سے ہو۔ عمل تمہارا اور نسبت حضور پاک ﷺ سے۔ پھر کوئی پوچھے کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہو تو کہو کہ میں نے سنا ہے کہ یہ حدیث شریف ہے' ایسی بات میں نے سنی ہے' لہٰذا میں یہ کام ایسے ہی کروں گا۔ کوئی کام آپؐ کے نام سے منسوب کرتا ہوا شروع کر دیا جائے تو الٰہیات کا پورا سفر محفوظ ہے۔ کوئی سی عادت ترک کر دی جائے کہ حضور پاک ﷺ کو یہ عادت ناپسند ہے تو آپ کا الٰہیات کا سفر مکمل ہو گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے اپنے طور پر فیصلہ کرتے ہوئے ایک عادت اور صفت دریافت کر لو جو آپ نے چھوڑنی ہو یا جو آپ نے اختیار کرنی ہو۔ یعنی ایک کام شروع کر دو حضو پاک ﷺ کی وجہ سے اور دوسرا کام ترک کر دو سرکار کی

وجہ سے۔ پھر آپ کو پورے کا پورا فیض سمجھ آ جائے گا کہ فیض کیا ہے۔ اللہ کریم کو آپ نے دریافت نہیں کرنا۔ اللہ آپ کی دریافت نہیں ہے۔ یہ حضور پاک ﷺ جانیں اور اللہ جانے' ہمیں جو حکم ہے وہ ہم کرتے جا رہے ہیں' نماز پڑھتے جا رہے ہیں۔ عبادت کا کیا فائدہ؟ ہمیں اس کا فائدہ پتہ نہیں ہے' ہمیں یہ پتہ ہے کہ یہ عبادت ہے۔ بس عبادت جو ہے وہ عبادت ہی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس کو ہم نے جاننا ہے۔ باقی یہ کہ مریخ پر زندگی ہے یا نہیں ہے' کیا پتہ کب وہ زندگی نکلے اور کب نہ نکلے۔ کیا پتہ جمہوریت کب آئے اور کب نہ آئے' ہم جمہوریت کے انتظار میں باہر بیٹھ کے اپنی دوکان بھی ضائع کر بیٹھے' دوکان بھی خراب ہوگئی۔ اس لیے آپ اپنی دوکان کو ابھی یہ سمجھو کہ یہی مقدر ہے جو ہے۔ جمہوریت کا سفر ہوگا کہ نہیں ہوگا' مارشل لاء لگا رہے گا کہ نہیں لگا رہے گا پتہ نہیں کیا ہوگا' اور اس دوران آپ کی زندگی پتہ نہیں کہ کیا ہو جائے۔ یہ ضروری ہے کہ اپنی زندگی کا یہ فیصلہ کر لو کہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں' اُس کو جانتے نہیں ہیں مانتے ہیں' اور حضور پاک ﷺ کی کسی صفت کے تابع ہم اپنا عمل شروع کرنا چاہتے ہیں' اور دنیا کے اندر کسی انسان کو ہم حضور پاک ﷺ کے برابر نہیں مان سکتے' یہ شرک ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ ہم نہیں مان سکتے۔ جس بات کا حوالہ آ جائے کہ یہ سرکار ﷺ کی بات ہے تو یہ فائنل ہے۔ وہاں ہم جذباتی ہیں۔ باقی رہی زندگی تو اس میں ہم نے کچھ حاصل کرنا ہے اور جو حاصل کرنا ہے' اس میں سے کچھ ہم نے کسی اور کو دے دینا ہے۔ اللہ کا حصہ اللہ کو دے دیا' ماں باپ کا حصہ ماں باپ کو

دے دیا' اولاد کا حصہ اولاد کو دے دیا اور پھر خالی ہاتھ اللہ کے پاس چلے جانا ہے۔ خالی ہاتھ آئے اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ آپ دیکھو کہ آپ نے اس میں کرنا ہی کیا ہے۔ آپ کی ساری کمائی جو ہے وہ اولاد کھا جائے گی یا ماں باپ کے استعمال میں آئے گی۔ کچھ بچا ہوا فقیروں کو یا غریبوں کو عطا کر دو اور اپنے محسنوں کی خدمت کر دو' کسی کو کچھ دے دو اور کسی کو کچھ اور دے دو۔ پھر یہاں کا سفر مکمل ہو گیا۔ اگر یہاں سے کوئی چیز لے جا سکتے تو ہم آپ کو ایک ایسا مقبرہ بنا دیتے جس میں فرعون کی وصیت کے مطابق دولت رکھ دی جاتی۔ ہمارے ہاں ایسا ہے ہی نہیں' ہمارے ہاں میت کا نام بھی ختم کر دیتے ہیں' انگوٹھیاں بھی اُتار لیتے ہیں لوگ' آرام سے خالی ہاتھ جاؤ اور لطف کی زندگی بسر کرو۔ اس لیے کوئی گھبراہٹ والی بات نہیں ہے۔ ہماری زندگی بہت سادہ زندگی ہے اگر ہم اس میں سے بہت سے لوازمات نکال دیں کیونکہ یہ عارضی لوازمات ہیں۔ ہمیں کوئی Concentration نہیں چاہیے۔ Concentration یہ ہے کہ جب سونے لگ جاؤ' نیند آ رہی ہے تو یہ سمجھو کہ یہی عبادت ہے اور جب جاگو تو جاگنا عبادت ہے' جب نماز پڑھو تو نماز عبادت ہے اور نماز سے باہر آؤ تو یہ عبادت ہے' گاہکوں سے اچھا Deal کر رہے ہو تو یہ عبادت ہے' آپ جو کام کر رہے ہیں وہ پوری عبادت ہے۔ آپ کی زندگی سے عبادت کے واقعات نکالے جائیں گے تاکہ وزن کیا جائے اور اگر زندگی ساری عبادت میں نکلی تو پھر وزن کیا کرنا ہے۔ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ عبادت سمجھ کے کر رہے ہیں اور عبادت جو ہے ہر طرح سے عبادت ہے' تو پھر

دِقّت کیا ہے۔اس لیے ہم زندگی کو برداشت کرتے ہیں' جبر کو برداشت کرتے ہیں' غریبی کو برداشت کرتے ہیں' کبھی دولت ہوتو وہ بھی ہم برداشت کر جاتے ہیں۔ہم سب کچھ اللہ کا حکم سمجھ کے برداشت کر جاتے ہیں' یہی زندگی ہے اور یہی بندگی ہے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ یہ کوئی دِقّت والی بات نہیں ہے۔اولاد میں اگر بیٹی ملی ہے تو سبحان اللہ کہ بیٹی ملی ہے۔اب اگر بیٹی جو ہے یہ حقیقت ہے تو پھر یہی حقیقت ہے۔اگر بیٹا مل جاتا تو وہ حقیقت ہے' تو وہی حقیقت ہے۔اس لیے گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ جو اُدھر سے آ رہا ہے وہ حقیقت ہے اور آپ کی طرف سے جو بھی ہونا ہے اُس کو پہچان کے کرو' فطرت کے معاملات میں اپنے پاس سے کوئی دخل نہ دینا۔پھر آپ کو بہت باتیں سمجھ آئیں گی۔جو آپ کے لگائے ہوئے گلاب ہیں وہ ایک کہانی ہے اور فطرت نے جو گلاب کھلائے ہیں وہ دوسری کہانی ہے۔پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ بات کیا ہے۔ Concentration جو ہے اُس پہ کرو جو موجود ہے' اپنی ذات پہ کرو' اپنی اکائی پر کرو' اپنی توحید دریافت کرو' اپنی وحدت فکر دریافت کرو اور یہ دریافت کرنا بہت ضروری ہے نہ اللہ کریم کا کیا منشاء ہے۔اللہ کریم کا منشاء یہ ہے کہ آپ خوش رہو اور زندگی سے گلہ نکال دو' شکوہ نکال دو۔زندگی کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ کوئی تکلیف دیتا ہے تو بسم اللہ اور اگر تکلیف دور کر دیتا ہے تو الحمدللہ۔یعنی کہ جو چیز اُدھر سے آ رہی ہے وہ آپ نے قبول کرنی ہے اور گلہ نہیں کرنا۔پھر آپ دیکھنا کہ یہ زندگی پوری عبادت ہے۔اپنے آپ سے آپ نکال دیا جائے تو اپنا آپ توہین

جاتا ہے۔ یہ راز ہے۔ مَیں سے مَیں نے مَیں نکالا تو مَیں میں تُو رہ گیا۔ اب مَیں نکال دو تو تُو رہ گیا۔ اس لیے اتنی سی بات ہے' Concentration اس لیے کرنی ہے کہ میرے اندر جو میری خواہشات ہیں ان کو اگر نکالا جائے تو میرے اندر اُس کی خواہشات کیا ہیں؟ بس یہ حقیقت ہے اور یہی حقیقت ہے۔ میرے اندر میری خواہشات غلط ہو سکتی ہیں اور اُس کا جو ارادہ میرے لیے ہے وہ حقیقت ہے اور یہی عبادت ہے۔ اس لیے اپنی زندگی میں اُس کی حقیقت اور اُس کا ارادہ دریافت کرو۔ تو مَیں میں تُو کو دریافت کرنا حقیقت ہے اور میں سے مَیں کا دریافت کرنا جو ہے یہ غلطی ہو سکتی ہے۔ مَیں میں جو مَیں ہے' مَیں میں جو ہو ہے' اُس کو دریافت کرو کہ اُس میں کیا ہے۔ یہ دریافت کرو کہ آنسو جو آنکھ سے نکلتا ہے وہ کدھر سے چلا ہے' یہ دریافت کر کے دیکھ کہ وہ آیا کدھر سے ہے' دور سے آیا' قریب سے آیا' یہ کیا ہے؟ اور غم کدھر سے آیا' خوشی کدھر سے آئی' عبادت کہاں سے آ رہی ہے' روح کدھر سے آ رہی ہے' اللہ کی یاد کہاں سے آ گئی' اُسے دیکھا نہیں ہے تو یاد کیسے کرتے ہو اُس کو' جس چیز کو دیکھا ہوا ہو تو وہ یاد آتی ہے اور دیکھے بغیر یہ یاد کیسے ہے اور سرکار ﷺ سے محبت ہے' دیکھے بغیر محبت ہے۔ اَن دیکھے کی محبت لاجواب محبت ہے اور یہ حقیقی محبت ہے اور عجب محبت ہے اور یہ ہے! یہ ایسے ہی بات نہیں بلکہ یہ ہے! تم نے اُنہیں نہیں دیکھا لیکن وہ تو تمہیں دیکھ رہے ہیں' وہی محبت عطا کر رہے ہیں اور یہی اِک راز ہے۔ اصل راز صرف اتنا ہے کہ تمہارے دل میں عشقِ نبی ﷺ پیدا ہو جائے تو یہ سمجھو کہ...

ے گئے ہیں اور جو خود دے گئے ہیں سمجھو کہ کہیں نہ کہیں وہ واقعہ کر گئے ہیں۔ یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ جب یہ ہو گیا تو سمجھو کہ کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ واقعہ ہو گیا اور وہ واقعہ جو ہے' آپ کی داستان کوئی اور سنا کے چلا گیا' بات ہی ختم ہو گئی۔ اب اس میں دقت والی کیا بات رہ گئی۔ سارا راز ہی اتنا ہے۔ ورنہ آپ کو تو دیکھی ہوئی چیزیں بھی یاد نہیں رہتیں' دیکھے ہوئے نظارے یاد نہیں رہتے' تو بن دیکھے کی یاد کیسے یاد ہے۔ یہ کوئی دے گیا ہے اور جو دے گیا ہے وہ خود ہی دے گیا ہے' جو خود ہی دے گیا ہے تو اُس نے چُن لیا ہے' تو آپ چنے ہوئے لوگ ہو۔ اب کیا جھگڑا ہے۔ اب شکر ادا کرو' بس یہی عبادت کافی ہے۔ اور چننے والا جب چن لیتا ہے تو پھر وہ چھوڑتا نہیں ہے۔ وہ تو کافروں کے لیے دعا کرتا نہیں چھوڑتا تو تمہیں کیسے چھوڑے گا۔ اس لیے یہ بڑی مبارک بات ہے' بڑی حقیقی بات ہے۔ تم مت گھبراؤ' تم نے کچھ نہیں کرنا' صرف شکر ادا کرتے جاؤ کہ

؎ یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا اِدھر ہے

تمہارے رُخ ہونے کی ضرورت ہی نہیں ہے' تم کیا رُخ کرو گے' تم ہو کس شمار میں۔ اس لیے اُن کی اپنی مہربانی ہے' وہ خود ہی عطا کر رہے ہیں۔ تمہیں اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ یہ اُن کی مہربانی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ زیادہ سے زیادہ باوضو رہنے کی کوشش کرو اور زبان کو صاف رکھا جائے اور تمہارے سامنے سرکار ﷺ کی تمام صفات بیان ہوتی رہی ہیں' اُن میں سے کوئی صفت پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ کریم اس بات پہ خوش ہوتے ہیں کہ تم درود شریف

بھیجو۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کے سامنے کیسے اتنی بڑی Commitment کردی۔ مقصد یہ کہ مخلوق تو ساری برابر کی ہے' کچھ اسلام کو مانتی ہے اور کچھ نہیں مانتی اور اُس نے اللہ ہوتے ہوئے اور خالق ہوتے ہوئے اتنا بڑا بیان دے دیا کہ میں اور میرے فرشتے درود بھیجتے ہیں' اے ایمان والو تم بھی بھیجو۔ اللہ نے ساری دنیا کے لیے یہ اعلان کیا ہے' اللہ اس معاملے میں Biased ہے کہ اللہ کریم ایک نبی ﷺ پر درود بھیج رہا ہے' اُس نے سارے پیغمبروں کے بارے میں وقتاً فوقتاً سلام" علیٰ لکھا مثلاً سلام علیٰ نوح اور یہ کہ سلام" علیٰ ابراھیم اور ایمان والوں پر بھی سلامتی۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے لیے کتنی آسان بات ہے کہ اللہ Committed ہے Non-believers کی موجودگی میں اور آپ لوگ Believers کی موجودگی میں Committed نہیں ہو۔ یہ راز سمجھ آیا؟ تو اللہ Non-believers کی موجودگی میں Committed ہے کہ میں حضور پاک ﷺ پہ درود بھیجتا ہوں اور آپ لوگ Believers کی موجودگی میں یہ Commitment کرتے ہوئے ڈرتے ہو' سارے مسلمان ہیں اور آپ اُن میں درود شریف سے گریزاں ہو۔ کیوں گریزاں ہو؟ اللہ یہ بیان کرتا ہے حالانکہ اُس کی یہ صفت یوں نہیں ہوسکتی لیکن اُس کی یہ صفت ہے کہ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیج رہے ہیں نبی پاک ﷺ پر' اے ایمان والو تم بھی بھیجو۔ اللہ یہ اعلان ساری کائنات میں کرتا ہے' اللہ نے جب یہ

کہا تو اُس کو کلام میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے' مالک ہونے کی حیثیت سے ساری کائنات کو اللہ نے یہ کہا ہے' Even کہ Non-believers کے سامنے بھی کہا اور تم اپنے Believers کے سامنے یہ اعلان کرو کہ ہم درود بھیجتے ہیں' اللہ کے حکم کے مطابق اور اللہ کی خواہش کے مطابق۔ یاد کا نام درود ہے' ادب کا نام درود ہے' آپؐ کی بات پر کسی اور بات کو فوقیت نہ دینا درود ہے' آپؐ کے خیال میں محو ہو جانا درود ہے۔

منم محوِ خیالِ اُو نمی دانم کجا رفتم

اس کے خیال میں ہمیں پتہ نہیں چلا کہ کہاں سے کہاں چلے گئے۔ نام لیں یا نہ لیں بس یہی درود ہے۔ آپؐ کی یاد میں آنکھ کا بھر آنا درود ہے' آپؐ کی یاد میں سر کا جھک جانا درود ہے' آپؐ کی یاد میں رہنا درود ہے۔ درود تو بس درود ہے' یہ الفاظ سے بے نیاز بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپ اس بات کا خیال رکھو کہ یاد رکھنا جو ہے یہ درود ہے۔ اور یہ کہ طاقت بھی یہی ہے۔ اگر آپ غور سے سمجھو تو اندازہ لگاؤ کہ آج تک ہم اسلام میں ضربِ یداللّٰہی کو مانتے آ رہے ہیں۔ یہ طاقت ہے

؎ اسلام کے دامن میں دو ہی تو چیزیں ہیں
اِک ضربِ یداللّٰہی اک سجدۂ شبیری

ضربِ یداللّٰہی ایک طاقت ہے اور طاقت کی وابستگی یہ ہے کہ حضور مولا علیؑ کے ساتھ وابستہ کی جاتی ہے' طاقت اور مشکل کشائی۔ آپ اندازہ لگا لو کہ جس ذات سے ہم مشکل کشائی وابستہ کرتے ہیں وہ خود سجدے میں شہید ہو رہے ہیں۔ بات

مشکل ہے لیکن وہ مشکل کشا ہیں۔ اب آپ اندازہ لگاؤ کہ بات مشکل ہوگئی کہ آپ شہید ہو رہے ہیں اور ہیں مشکل کشا۔ اگر کوئی عام آدمی ہوتا تو یہ کہتا کہ خنجر مارنے والے کو فوراً گرفتار کرلیا جائے' اس کے ساتھ اس کے خاندان کو برباد کردیا جاتا' وہاں کوئی واقعہ ہو جاتا۔ مگر اس مشکل میں آپ نے یہ مشکل کشائی کردی' فرمایا کہ میں نے اس کو معاف کردیا۔ یعنی کہ قاتل کو آخری سانس میں معاف کردینا ہی مشکل کشا کا کام ہے۔ چھوٹا بندہ یہ نہیں کرسکتا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہ مشکل کشائی ہے۔ اور مشکل کشائی کی طاقت آپ کے صاحب زادگان میں Inherit ہو رہی ہے۔ حضرت امام عالی مقامؑ کے پاس مشکل کشائی کی طاقت بھی ہے' ضربِ یداللّٰہی بھی ہے لیکن ساتھ ہی سجدہ شبیری بھی ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ وہ مشکل کشائی طاقت ہے کیا' قوت کیا ہے؟ بس آپ یہ سمجھو کہ اسلام میں سب سے بڑی قوت جو ہے' یداللّٰہی بھی' وہ قوتِ برداشت کا نام ہے۔ اسلام میں رہنے والا مسلمان قوی تب ہوتا ہے جب گلے کی زبان نہ کھولے۔ برداشت کرنے والا' ستم سہنے والا' اللہ کے پاس رہنے والا' اللہ کی بات پر کچھ نہ کہنے والا جب بولے گا تو پھر اسی کے پاس طاقت ہوگی۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ طاقت یہ ہے کہ آپ جانتے ہو کہ اللہ کے پاس طاقت ہے اور اللہ نے یہ کام کیا' تو اب آپ بولو نہیں۔ برداشت کر جاؤ تو پھر اسی مے کدے میں آپ کو وراثت مل جاتی ہے۔ یعنی کہ جو پیاسا ہے وہی ساقی ہے' جو زخم کھا رہا ہے وہی زخموں سے نجات دینے والا ہے' طاقت اُسی کے پاس ہے جو برداشت کر رہا

ہے۔ اتنی سی بات اگر سمجھ آ جائے تو اسلام آپ کو سمجھ آ جاتا ہے۔ داتا صاحبؒ کی آپ مثال دو۔ یہ قریب ترین کی مثال ہے' ان کا عرس شریف بھی آ رہا ہے۔ آپ کا نام نامی ہندوستان' کمبائنڈ انڈیا میں' سارے ایشیا میں اور ساری ورلڈ میں موجود اور مقبول ہے۔ یہاں پر آپ کو ایک آستانہ نظر آ رہا ہے' وہاں رونق بھی ہے' کھانا پینا بھی ہے' سنگ مرمر بھی ہے' پنکھے بھی ہیں لیکن آپ اس وقت کی زندگی دیکھو کہ آپ غزنی سے پیدل چل کر آ رہے ہیں اور پردیس میں تن تنہا' اکیلی ذات شہر کے دروازوں کے باہر' درخت کے نیچے' اللہ کا نام لے کر' اللہ کی یاد کا چراغ جلانے والا' کتنی قوتِ برداشت رکھتا ہوگا۔ والدین کو چھوڑا' اپنے وطن کو چھوڑا' گاؤں کو چھوڑا' شہر کو چھوڑا' ملنے والوں کو چھوڑا' اجنبی دیس میں اجنبی زبانوں میں سفر کیا' اجنبی عادات میں رہا' ان کے واقعات میں رہا' اللہ کا حکم خوشی سے برداشت کرنے والے کو آج اگر میں نہیں جانتا تب بھی میں کہتا ہوں کہ

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

یعنی کہ اندازہ لگا لو کہ وہ برداشت آج کمانڈ کر رہی ہے۔ وہ جو برداشت انہوں نے کی ہے وہ آج بھی کمانڈ کر رہی ہے کہ پاس سے اگر کوئی Non Believer بھی گزرے گا' خانقاہ کو نہ ماننے والا بھی' داتا صاحبؒ کو سلام کرتا جائے گا۔ کہتا ہے کہ فاتحہ پڑھ کے جائیں گے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ طریقت کیا ہے' کہتے ہیں کہ مزار پہ لوگ سجدہ کرتے ہیں' پتہ نہیں کیا ہوتا ہے لیکن وہ بڑے بزرگ ہیں' سلام کرو' فاتحہ پڑھو' ان کے پاس چلے جاؤ۔ کوئی آدمی گستاخ

طریقے سے نہیں بول سکتا۔ آج بھی وہ ذات کمانڈ کرتی ہے' وہ برداشت کمانڈ کرتی ہے۔ جس کے پاس برداشت کی وہ قوت ہے آج بھی مشکل کشا اسی کو کہتے ہیں بلکہ پرانے زمانے میں ہندو بھی نعرے لگاتے تھے کہ ''نعرہ حیدری'' سکھ بھی لگاتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ برداشت کی اتنی قوت ہے کہ یہ دور تک پھیلنے والی ہے۔ اسلام کے اندر اگر آپ برداشت شروع کردو' گلہ کرنا شروع کردو' اپنے آپ کے ساتھ صلح کرلو' اپنے ساتھ مہربانی کرو' اپنی ذات کے ساتھ صلح کرلو' اپنی بیوی کو سچ مچ کی بیوی مان لو' برداشت تو کر ہی رہے ہیں' اب ان کی زندگی کو پوری پوری زندگی مان لو' اپنی اولاد کو واقعی اولاد مان لو' ان کی خدمت کرنی شروع کردو' دوستوں سے سچ مچ کی دوستی کرلو' یہ ہو رہا ہے کہ آپ کا دوست ہے' اور اس کے ساتھ آپ دوستی کے پورے آداب کر رہے ہیں' پورے واقعات کر رہے ہیں لیکن دوستی بنتی نہیں ہے' یعنی دوست کے ساتھ پوری عمر گزر گئی لیکن دل میں دوستی نہیں ہوئی' اب دوست کو واقعی دوست کہہ لو' ہر چیز کو واقعی وہی کرلو یعنی اس کو اس کے اصل نام سے پکارو۔ اگر آپ اشیاء' افراد اور صفات کی ان کے اصل نام سے پہچان شروع کردو تو آپ کی درویشی مکمل ہو جاتی ہے' یہ کون ہے؟ اختر صاحب ان کا نام ہے' دوست ہے۔ اگر میں نے اسے دوست کہہ دیا تو پھر زندگی میں کسی دن اس کو غیر دوست نہ کہوں۔ یہ اس کی پہچان ہے۔ یہ تو افراد ہو گئے۔ پھر ہیں صفات۔ وہ کیا ہے؟ یہ صفت ہے۔ مثلاً صفت یہ ہے کہ وہ سخی ہے۔ سخی اگر غریب ہو گا تب بھی سخی ہے۔ وہ مہمان نواز ہے' اتنا مہمان نواز ہے کہ گھر میں آنے

والے کو کھانا کھلاتا ہے اور اس کا عالم یہ ہے کہ ایک دن اس کے پاس بڑی دور سے مہمان آ گئے' ذرا شاہانہ انداز کے لوگ مہمان آ گئے' کھانا Serve کیا سخی نے' جو کہ مہمان نواز تھا۔ کھانے کے بعد اپنے لنگر خانے کے انچارج سے پوچھا کہ آج کھانا کس نے پکایا۔ انہوں نے کہا کہ آج تو کھانا نظام الدین نے پکایا۔ یہ بابا فریدؒ کا واقعہ ہے نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں۔ آپ نے بلایا اور پوچھا کہ نظام کیا آپ نے آج کھانا پکایا ہے؟ انہوں نے کہا جی! کہتے ہیں کہ لنگر خانے میں نمک تو تھا نہیں' نمک کہاں سے ڈالا تُو نے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کے بڑے معزز مہمان تھے' میں نے نمک مانگ لیا' اس نے مجھے دے دیا اور میں نے ڈال دیا۔ کہنے لگے کہ اس لنگر کا کیا فائدہ جس نے تجھے محتاج بنا دیا ہو' ہم محتاج تو نہیں ہیں ہم تو سخی ہیں۔ جب یہ بات نظام الدین اولیاءؒ کو سمجھ آ گئی تو پھر سب نے دیکھا کہ اُن کا دلّی میں شاہانہ لنگر آج تک جاری ہے اور شاہانہ جمال کے ساتھ جاری رہا۔ کہتے ہیں نظام الدین اولیاءؒ کا لنگر اتنا تھا کہ اس کی سبزیوں کے چھلکے اونٹوں پر لاد کے لے جایا کرتے تھے۔ بادشاہ کا لنگر بھی اتنا نہیں تھا۔ مطلب یہ کہ ان کو لنگر پکانا سکھایا گیا جن کو پہلے استغناء سکھائی اور استغناء ایسی سکھائی کہ مانگنا نہیں' سوال نہیں کرنا بلکہ جاری کر دو۔ اور جب جاری ہو گیا تو پھر جاری رہا۔ یہ صفت کی پہچان ہے' پہچاننے والے نے پہچان لیا کہ یہ صفت ہے کہ یہ سخی ہے' مانگنے پہ آئے تب بھی مانگ کے کھلا دیتا ہے' تو اس کو لنگر عطا کیا۔ اور جو بابا صاحبؒ کے بھانجے صابر' علی احمدؒ یعنی علی احمد صابرؒ تھے اور بعد میں داماد بھی

ہوئے' بابا صاحبؒ کی بہن ان کو آپ کے پاس چھوڑ گئی کہ یہ آپ کا بھانجا ہے' ہمارے گھر میں کچھ ہے نہیں' آپ کے لنگر چلتے ہیں' ان کی صحت ٹھیک ٹھاک ہو جائے گی۔ آپ نے کہا کہ جاؤ لنگر تقسیم کر۔ کتنے ہی سال گزر گئے اور اماں آئی تو وہ بچہ بالکل ہی فاقے میں تھا۔ انہوں نے بابا صاحبؒ سے پوچھا کہ یہ کیا ہے' تو انہوں نے بلایا اور کہا کہ تجھے میں نے لنگر پہ لگایا تھا اور تیری یہ حالت ہے۔ جواب دیا کہ آپ نے کہا تھا کہ تقسیم کرو تو میں تقسیم ہی کرتا رہا ہوں۔ آپ نے کہا کہ اچھا' میں سمجھ گیا' تم روٹی رکھ لیا کرو۔ پھر کتنے ہی سال گزر گئے اور وہ پتلا پتنگ ہو گیا۔ ماں نے کہا کہ اب کیا ہے۔ انہوں نے پھر بلایا اور پوچھا کہ اب کیا ہو گیا۔ کہنے لگے کہ آپ نے کہا تھا کہ روٹی رکھ لو' میں رکھتا ہی جا رہا ہوں۔ بابا صاحبؒ نے کہا کہ تیرا لقب ہے ''صابر''۔ ان کو صابر کا لقب دیا' اور صابرؒ کا یہ عالم ہے کہ جب وہ عالمِ حیرت میں کھڑے ہوئے تھے تو سامنے سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔ یہ ایک ہی نگاہ کی ٹریننگ ہے جس نے نظامؒ کو جمال بنا دیا اور ان کو جلال بنا دیا۔ یہ ہے صفت کی پہچان۔ اب دونوں کی صفات الگ الگ ہیں' ایک جو ہے مانگ کے بھی کھلا دیتا ہے اور ان کو رکھنے کا حکم ہے اور یہ حکم کے مطابق ہیں کہ رکھتے جاؤ' رکھتے جاؤ اور پھر وہ ''صابر'' ہو گئے۔ اس لیے صفت کی پہچان آپ کا کام ہے' صفت کی پہچان ہو' اشیاء کی پہچان ہو اور افراد کی پہچان ہو' ان کے نام رکھ دیے جائیں تو نام بدلنا نہیں چاہیے۔ یہ ہے آپ کی شان۔ جس صفت کا' فرد کا نام آپ نے بیوی رکھا وہ بیوی ہی کہلائے' جس کو بیٹا کہہ دیا وہ بیٹا

ہی کہلائے' جس کو دوست کہہ دیا وہ دوست ہی کہلائے' جس کو ماں کہہ دیا وہ ماں ہی کہلائے' جس کو باپ کہہ دیا وہ باپ ہی کہلائے' جس کو کچھ کہہ دیا وہ ہی کچھ کہلائے اور جس کو سب کچھ کہہ دیا وہ سب کچھ ہی رہا۔ یہ پہچان آپ نے کرنی ہے' اتنی سی Concentration ہے' اتنی سی کہانی ہے' زیادہ فکر کی بات کوئی نہیں ہے' بڑا آسان کام ہے۔ بس یہی آپ نے کرنا ہے زندگی میں۔ اس لیے اسلام نے آپ کو بہت آسانیاں عطا فرمائیں۔ آپ چیزوں کو ان کے اصلی نام سے یاد کیا کرو' منافقت' ملاوٹ' بلاسبب فقیری بیان کرنا اور ولایت بیان کرنا جو ہے خدا کے لیے ان سے بچو۔ پہلے ہی قوم برباد ہوئی ہے ان باتوں سے۔ لمبی چوڑی فقیری کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ انسان ہونا بڑی اچھی بات ہے' صرف انسان ہونا بہت اچھی بات ہے' فقیری نہ ہو لیکن انسان تو ہے۔ مسلمان ہونا بڑی اچھی بات ہے۔ ولی ہے یا نہیں ہے' مسلمان تو یہ ہے۔ اگر صحیح مسلمان ہو تو اس سے بہتر ولی اللہ کوئی نہیں ہے۔ صحیح مسلمان ہونا' یہی ولی اللہ ہے۔ کرامت نہ ہو تو استقامت ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ اس کائنات میں سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔ استقامت کی کرامت حاصل کر لو اور ایمان کی ولایت حاصل کر لو' چیزوں کے مفاہیم کو سمجھنے کا علم حاصل کر لو اور حضور پاکؐ پر کسی کو ترجیح دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' اللہ کو جاننے کی کوشش نہ کرنا' خدا کے لیے یہ جاننے کی کوشش نہ کرنا' بس مانتے چلے جاؤ۔ اللہ پہلے چیز دیتا ہے پھر لے لیتا ہے۔ یہی اس کا کام ہے۔ دن کو آپ کے پاس سورج بھیجا۔ بڑی خوشی کے

ساتھ ہم اس کا استقبال کرتے ہیں کہ روشنی کا مینار' یہ سورج آ گیا اور جب شام ہو گئی تو کہتا ہے کہ ادھر اٹھا کے لے گیا۔ کہتا ہے کہ میں واپس لے آیا ہوں۔ بس وہ لے جاتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ جج ان کو روشنی دے دو۔ یعنی کہ وہ بتا چلا جاتا ہے۔ اس کے کام ہی ایسے ہیں' یہ اُتار چڑھاؤ کے ہیں۔ وہ اللہ ہے ناں۔ اس نے صفات کا تضاد رکھا ہوا ہے' رحمٰن ہے' قہار ہے' رحیم ہے اور جلال اس میں ہے۔ اس کے اسماء کے اندر کتنا ہی تضاد ہے' دن پیدا کرتا ہے' رات پیدا کرتا ہے' چھوٹی چیز پیدا کرتا ہے' مچھر پیدا کرتا ہے' پہاڑ بناتا ہے' دریا بنایا ہے' چھوٹی بڑی اور بڑی چھوٹی ہر چیز بناتا ہے' ہر شے کا مالک ہے' بادشاہ ہے' شہنشاہ ہے۔ فرعون بنا دیا اور موسیٰ علیہ السلام بنا دیا۔ کہتا ہے تم آپس میں بات کر لو۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُسے برباد کر کے رکھ دیا' اُڑا کے رکھ دیا۔ پوری بادشاہی اُلٹا دی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ جب فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تھے تو اللہ تعالیٰ کی موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو ہوئی تھی' اللہ نے کہا کہ فرعون پر قہر تو ہے لیکن یہ اچھا لگتا ہے کہ یہ علم والوں کی عزت کرتا ہے اور ہر آئے گئے کو کھانا ضرور کھلاتا ہے اور اس کی یہ دو چیزیں مجھے اتنی اچھی لگتی ہیں کہ اس پر عذاب ڈالنے کا دل نہیں کرتا لیکن یہ مانتا نہیں ہے' اس لیے اس کے اوپر عذاب ہے۔ اور جب عذاب قریب تھا' عذاب کے Actual آنے سے پہلے وہاں پر قحط ہوا۔ قحط کے اندر لوگ آگے پیچھے ہو گئے اور اس کی ذاتی محفل ٹوٹ گئی' علم دوست چلے گئے اور قحط کی وجہ سے لنگر بند ہو گیا۔ جب لنگر بند ہو گیا تو عذاب قریب تھا۔ جب تک کسی کے نام کا لنگر چل رہا ہے' انسانوں کی

خدمت کی جارہی ہے تو عذاب نہیں آتا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں۔ عذاب کو ٹالنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ روٹی پکاؤ' تندور کی روٹی پکاؤ۔ کسی ایک بھوکے کے پیٹ میں اگر کھانا چلا گیا تو سمجھ لو کہ تمہارے سر سے دوزخ ٹل گئی۔ یہ اتنے بڑے راز کی بات ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جن کے لنگر چلتے ہیں ان میں بڑا راز ہے۔

جس نے پہلی دفعہ کلمہ پڑھا اور علاقۂ کفر سے آ کے اسلام قبول کیا' اور اس کے بعد اس کا انتقال ہو گیا' اب وہ کدھر جائے گا۔ جنت میں۔ یہ پکی بات ہے۔ کیا کلمہ پڑھ پڑھ کے دوزخ میں جائیں گے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے بھلا؟ وہ ایک کلمہ پڑھے اور جنت میں جائے گا اور کیا ہم کلمہ کا وِرد کر کے دوزخ میں جائیں گے؟ یہ کیا بات بنی؟ ایسا نہیں ہے۔ یہ ساری کی ساری تعلیم غلط ہو گئی۔ اور یہ بات آپ پر آشکار ہونی چاہیے کہ آپ اپنے آپ کو یا تو پھر کوئی چیز الاٹ نہ کرو' نہ جنت نہ دوزخ۔ یہ کہو کہ ہم عمل کر رہے ہیں' اس کا حکم مان رہے ہیں اور ہم شوق سے اس کے پاس جا رہے ہیں۔ میں واضح طور پر آپ کو یہ بتاتا ہوں' یہ بڑے راز کی بات ہے کہ جس دل میں اللہ کا خوف آیا' چاہے اس کے معنی کچھ نہیں ہیں' جس دل میں اللہ کا شوق آیا چاہے اس کا مفہوم سمجھ نہیں آیا' اس پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں آپ میں پائی جاتی ہیں' اس کا خوف بھی رہتا ہے اور شوق بھی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کو اپنے بڑا قریب کرتا ہے۔ جو اللہ سے ڈرے وہ بہت ہی قریب ہوئے۔ اللہ کا قرب اللہ کا ڈر ہی پیدا کرتا ہے۔ اللہ کے شوق میں بھی خوف کا پہلو رہتا ہے اس لیے جو لوگ اللہ سے

ڈرتے ہیں وہ اللہ کے قریب رہتے ہیں' جولوگ اللہ کا شوق رکھتے ہیں وہ اللہ کے قریب رہتے ہیں اور قریب رہنے والوں کو دوزخ کا جو ڈر ہے یہ اندیشہ اسلام سے باہر کے علم کا ہے' اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام میں سلامتی ہے' یہاں کی بھی اور وہاں کی بھی۔ اس لیے کبھی یہ اندیشہ نہ رکھنا' بلکہ اس قسم کا اندیشہ گناہ ہے۔ جب آپ یہ کہتے ہو کہ توبہ کر لی گئی' تو توبہ کے بعد انسان نیا ہو گیا' گناہ معاف ہو گئے۔

اور پوچھو ..... بولو .....

سوال:

ایک تو اس محفل کا علم ہے اور پھر جو دوسرے سیکشن ہیں .....

جواب:

دوسرے کا دائرہ چننا۔

سوال:

چُنا تو نہیں لیکن ہم کیا کریں کیونکہ وہ چیز مطالعے میں تو آتی ہے۔

جواب :

دوسرا جو ہے وہ اپنا دائرہ چُنے گا اور آپ اپنا دائرہ اختیار کریں۔

سوال؟

اس سے پھر کیا Relevance رہے گی؟

جواب:

آپ نے لیے؟

سوال.

جی ہاں!

جواب:

آپ کے لیے یہ نہیں ہے۔ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید قرآن پاک سے آپ کا نام نکلے گا مگر آپ نے نام پہلے رکھنا ہے۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد آپ نے یہ فیصلہ نہیں کرنا کہ ہم مسلمان ہیں کہ نہیں ہیں' یہ فیصلہ پہلے کر لینا ہے۔ جب آپ نے فیصلہ کر دیا کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا دین اسلام ہے' ہم مومن ہیں تو اب قرآن شریف آپ کے لیے ہے۔ ورنہ کافر قرآن شریف پڑھے تو اس کو فیض نہیں ہوگا۔ اس لیے متقی ہونا پہلے ہے۔ اور متقی میں پورا اسلام ہے۔ **یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون** یہ سارا اسلام ہے اور یہ پہلے ہونا چاہیے اور پھر اس کے بعد آپ قرآن شریف سے ہدایت پائیں۔ ہدایت اس زندگی کی اور آنے والی زندگی کی۔

سوال:

فیض کیا ہے' اس کے بارے میں کچھ فرما دیں۔

جواب:

فیض کی Domain یہ ہے کہ اس زندگی میں اس کے اعمال آپ کے

لیے جو نتیجہ مرتب کر رہے ہیں اس نتیجے میں کبھی کبھی کرب شامل ہوتا ہے' نتیجے میں کبھی کبھی اذیت شامل ہوتی ہے اور کبھی کبھی یہ سمجھ نہیں آتا کہ نیکی کا نتیجہ کہاں ہے۔ فیض کا مطلب یہ ہے کہ آپ پر ایسا احسان کہ آپ کو اپنے حقوق سے زیادہ کوئی چیز حاصل ہو جائے' ایسا احسان جس میں کسی انسان کی Contribution شامل ہو تو اسے فیض کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے انسان کا شکر ادا نہ کیا اس نے میرا شکر کیا ادا کرتا ہے۔ گویا کہ انسان محسن ہو سکتا ہے۔ محسن کا معنی یہ ہے کہ اس سفر کے اندر آپ میں جو تقویتِ سفر پیدا کر دے' وہ فیض ہے۔ ایک بات بڑی یاد رکھنے والی ہے کہ ایک آدمی کو ایسی چیز عطا ہو جائے جو اس کو دنیا سے وابستہ کر دے تو یہ فیض نہیں ہے۔ فیض یہ ہے کہ وہ اس نشاطِ آرزو سے اُسے بے نیازِ آرزو کا سفر کرائے۔ یہ زندگی آرزوؤں کا سفر ہے لیکن اس سے بے نیازِ آرزو ہونے کا سفر بتایا جائے۔ ایک بزرگ نے دنیا کی ایک کہانی سنائی ہے' سادہ سی کہانی ہے اور کتنی آسانی سے سمجھ آتی ہے۔ ایک بستی میں ایک گرو اور چیلہ گئے۔ ہندوؤں کا زمانہ تھا۔ اس زمانے کی کتاب میں تھا کہ وہاں ہر چیز ٹکے سیر بکے۔ گرو نے چیلے کو کہا کہ اس بستی میں کچھ نہ کھانا' ہر چیز سستی ہے' کہیں تو پریشان نہ ہو جائے۔ اس نے پیر کی بات نہ مانی اور اُس بستی میں خوب کھایا پیا حتیٰ کہ اپنے وجود میں بہت موٹا ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک قتل ہو گیا۔ وہ اندھیر نگری تھی اور اس کا چوپٹ راجہ تھا' تو راجہ نے فیصلہ کیا کہ قاتل کو پھانسی لگاؤ۔ پھندا ذرا موٹا بن گیا' کھلا بن گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کو تو پورا نہیں آتا' یہ تو کھلا بن گیا۔ راجہ نے

کہا کہ جس کو پورا آتا ہے اس کو لگا دو۔ وہ پھندا اُسی مرید کو پورا آیا۔ جب اس کی پھانسی کا دن تھا تو اُس نے اپنے گُرو کو یاد کیا' بولا کہ گرو مہاراج بڑی غلطی ہوگئی' معافی دے دو' میری آرزو کا سفر مجھے لے کے بیٹھ گیا' اب مجھے کسی طریقے سے معافی دلا دو۔ گُرو وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ اب بچنا بڑا مشکل ہے' اچھا ایک بات تمہیں بتاتا ہوں' میں جو کہوں گا تو وہی کہنا۔ اب یہ گُرو کی تعلیم ہوتی ہے کہ جو وہ کہے تم وہی کہنا۔ اس نے کہا کہ میں اُدھر ایسے ہی کہوں گا۔ جب پھانسی کی طرف جانے لگے' راجہ موجود تھا' گُرو کہنے لگا کہ پہلے مجھے پھانسی دو۔ چیلہ کہنے لگا پہلے مجھے پھانسی دو۔ گُرو نے کہا کہ جو میں کہوں گا تُو وہی کہتا جا۔ وہ کہتا کہ مجھے پھانسی دو اور یہ کہتا کہ مجھے پھانسی دو۔ راجہ بڑا حیران پریشان تھا کہ بات کیا ہے۔ گُرو نے کہا کہ آج خاص وقت ہے' جو اس وقت پھانسی لگے گا وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ راجہ کہتا ہے کہ پھر مجھے موقع دو۔ یہ ہے اندھیر نگری کا کام۔ اس کے اندر بڑا ہی غور کرنا چاہیے کہ آرزو جو ہے اسے نجات کی راہ ملنی چاہیے ورنہ آرزو تباہ کر دیتی ہے۔ اپنے آپ کو بے آرزو کر دو۔ کیونکہ آپ نے بے آرزو ہو کے زندگی کو ختم کرنا ہے۔ حاصل رکھو' زندگی رکھو لیکن اس میں آرزو کا سفر نہ ہو' اپنے آپ کو بے آرزو کر دو۔ یہ بہت ضروری ہے۔ پھر آپ کے لیے بڑی ہی آسانی ہے۔ باقی یہ ہے کہ سارا نیت کا سفر ہے' آپ کی نیت اللہ کی طرف رجوع کرے' آپ نے سمت درست کرنی ہے' رُخ درست کرنا ہے' جہاں آپ نے رُخ دریافت کر لیا وہیں آپ کا سفر شروع ہو گیا۔ آپ نے صرف رُخ دریافت

کرتا ہے فاینما تولوا فثم وجہ اللہ جہاں آپ کا وہ رُخ ہو گیا اللہ تعالیٰ کی ساری بات وہیں سمجھ آ جائے گی۔ اس لیے اب آپ دعا کرو۔

دعا یہ کرو کہ وہ آرزوئیں جو فرائض ہیں' وہ پوری ہو جائیں۔ ہماری وہ آرزوئیں جو فرائض ہیں اللہ تعالیٰ وہ پوری فرمائے۔ وہ آرزوئیں جو ہمیں حقیقت سے دور لے جاتی ہیں ان آرزوؤں سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ ہم پر آسانیاں نازل فرمائے۔ ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ ہم کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے اور ہم سے ایسی کوئی غلطی نہ ہو جس سے وہ ناراض ہو جائے۔ اللہ سے یہی دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنی پسند کی زندگی عطا فرما اور ہمیں اس قابل بنا کہ ہم تیری رضا کو سمجھیں اور اپنی رضا کو تیری رضا کے تابع کریں' ہم تجھ سے وہ چیز نہ مانگیں جو تو دینا پسند نہ فرمائے' ہم ان دعاؤں سے بھی توبہ کرتے ہیں جو تجھے ناپسند ہوں' اس لیے ہمیں تُو وہی چیزیں عطا فرما جو تجھے پسند ہوں اور پھر ان پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ ہم پر احسان فرمائے۔ ہم مسلمانوں کے لیے کچھ کام کریں' اسلام کے لیے کچھ کام کریں اور اپنے آپ کے لیے کچھ کام کریں۔ یا اللہ یہ زندگی ہم پر آسان فرما اور وہ زندگی ہم پر آسان فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه و نور عرشه اشرف الانبیاء والمرسلین حبینا وشفیعنا وسیدنا ومولنا محمد وعلیٰ آله واصحابه وازواجه واهل بیته اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

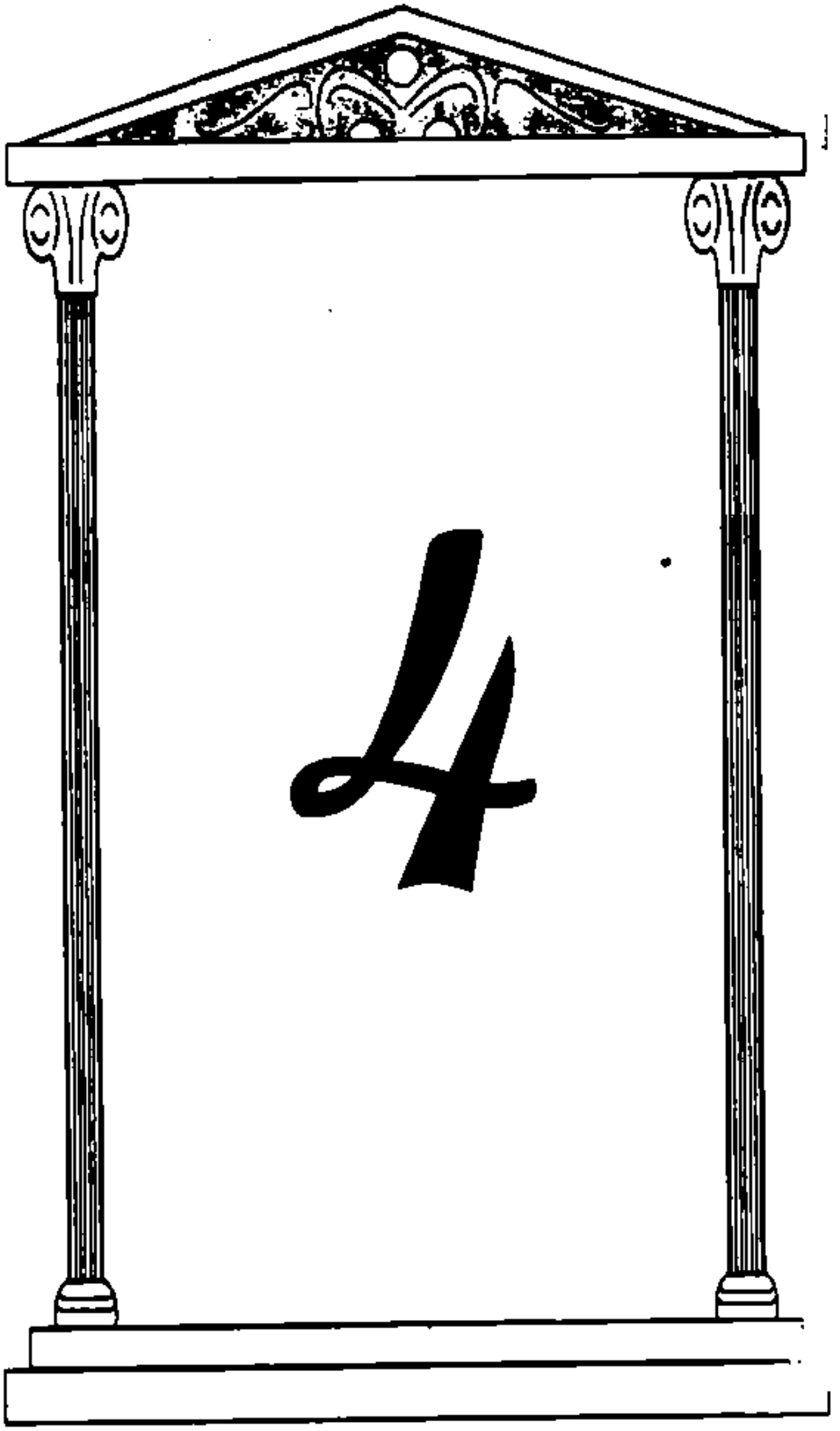
4

(4)

1 ہم مسلمان اللہ پر عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے کہنے پر عمل کرتے ہیں مگر ہمیں نتیجہ وہ نہیں ملتا جو دوسروں کو ملتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

2 میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسلام تسلیم و رضا کا مذہب ہے.....

سوال:

ہم مسلمان اللہ پر عقیدہ رکھتے ہیں اور اس کے کہنے پر عمل کرتے ہیں مگر ہمیں نتیجہ وہ نہیں ملتا جو دوسروں کو ملتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

آپ نے اتنا سوچنا ضرور ہے کہ اگر اللہ کریم پر ایمان فرض بھی ہے اور مجبوری بھی ہے اور Actual حقیقت بھی ہے کہ ہم اس فرض سے دوچار ہوئے ہیں اور اس واردات سے گزر رہے ہیں کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے یعنی کسی نہ کسی حقیقت پر ہمارا عقیدہ ہے جس کا نام ہم نے اللہ رکھا ہے۔ اب اس پر ایمان رکھو۔ اگر اللہ پر ایمان ہو اس کے احکام کے مطابق ایمان ہو اور پھر اپنے کام میں تھوڑی بہت کمی بیشی بھی کی جائے اس کے احکام کے مطابق عمل میں کچھ کمی بیشی بھی کی جائے اور ہمارے جو کام رہتے ہیں اس کے متعلق بھی یہ سنا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا پھر اگر کام بھی نہ ہوں تو سوچنا پڑ جاتا ہے کہ ہمارا اعتقاد کیا ہے۔ اب یہ بڑی خطرناک سی بات ہے۔ آپ اعتقاد کی بنیادیات پر غور کرو کہ اعتقاد دینے والے نے جو اعتقاد دیا ہے تو یہ کیا چیز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس کام کی

ضرورت ہے اس کام کے بارے میں اطلاع یہ ہے کہ وہ کام اللہ ہی کرتا ہے اور اللہ وہی ہے جو اسلام نے بتایا ہے اور اسلام وہی ہے جو ہمارا دین ہے اور اللہ کو ماننے والے ہم ہی لوگ ہیں' اللہ کو مانتے ہیں' بچپن سے اب تک اللہ کی بات سنتے آئے ہیں یا کرتے آئے ہیں اور ہماری خواہش کو پورا کرنے کی طاقت بھی اللہ ہی کو ہے' یہ بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ کام اس کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا مگر ہماری کوئی خواہش ہی پوری نہیں ہوتی۔ یا تو اس اطلاع پر از سرِ نو غور کرو کہ کیا یہ کام اللہ کا ہے کہ وہ آپ کی خواہش کو پورا کرے یا پھر یہ آپ کا اپنا کام ہے یا درمیان میں خواہش پوری ہونے کی کوئی اور شرط رہتی ہے کہ اگر ایسا کام ہو تو وہ عمل پورا ہو جائے گا۔ مثلاً چار دن کی زندگی ہے اور اس میں غریبی آ جائے اور یہ پتہ ہو کہ رزق اللہ نے دینا ہے اور اللہ وہ اللہ ہے جو ہمارا اللہ ہے' وہ کافروں کا اللہ تو نہیں ہے' ان کا مالک تو ہے لیکن ان کے اعتقاد میں نہیں ہے' تو ہمارے اعتقاد میں وہ ہمارا اللہ ہے۔ اور ہم اُسے ماننے کے باوجود اس زندگی کے اندر بھی اپنی ضرورت کی سہولت حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور آخرت کا اندیشہ Extra ہے۔ وہ اپنی جگہ پر الگ قائم ہے مثلاً اس زندگی میں آپ کے اعمال پورے Level پر نہیں آئے' لہٰذا آپ کی آخرت بھی مخدوش ہے اور جس Level کا آپ کا اعتقاد تھا آپ کو اس Level کی کوئی نہ کوئی سہولت بھی آنی چاہیے تھی مگر وہ بھی نہیں آئی۔ اس لیے آپ اپنے عقیدے پر از سرِ نو غور کریں کہ عقیدہ ہوتا کیا ہے۔ یہ غور کریں کہ جب آپ نے اپنے عقیدے میں اللہ کریم کو

مان لیا تو یہ تسلیم جو ہے وہ کسی شرط کے بغیر ہے۔ اس لیے آپ کو یہ علم نہیں دیا گیا کہ اللہ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا اور پھر آپ نے ایک ایسے اللہ پر ایمان رکھا جس کے بارے میں اللہ کے حبیب پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ ایک ہے' واحد ہے' وہ آج ہے اور آپ پر اس کی عبادت فرض ہے' وہی رب المشرق والمغرب ہے' وہی زمین کو حرکت دے رہا ہے' وہ آسمان کا بنانے والا ہے اور زمین کا بنانے والا ہے اور یہ جو کائنات ہم دیکھ رہے ہیں وہ اس کا مالک بھی ہے اور خالق بھی ہے' اس کی ہم نے عبادت کرنی ہے اور عبادت کا یہ یہ انداز ہے۔ آپ کا Contract بس یہیں تک ہے۔ آپ کو یہ نہیں کہا گیا کہ اگر آپ اس کی عبادت کریں گے تو آپ کو کشادہ رزق مل جائے گا۔ یہاں پر جو اضافہ ہے وہ آپ خود کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں تو صرف اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ اس زندگی میں ایسے اللہ کو مان لو جس اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اللہ کو کیوں مان لیا جائے؟ اللہ کو اس لیے مان لیا جائے کہ آپ کی یہ زندگی ایمان میں گزرے گی اور آپ کی آخرت بھی بہتر ہو جائے گی اور آپ کی بخشش کا سامان ہو جائے گا۔ اس میں اگر کوئی گارنٹی دی گئی ہے تو وہ آخرت کی گارنٹی دی گئی ہے مگر آپ اس گارنٹی کو اس زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ بس یہیں سے گڑبڑ ہو جاتی ہے اور سارا عقیدہ ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کو ماننے کے بعد یہ چیز آپ کے ایمان کے Contract میں نہیں ہے۔ ہے وہ اللہ ہی جو رزق دینے والا ہے اور اللہ ہی مریض کو شفا دینے

والا ہے مگر یہ آپ کے ایمان کے Contract میں نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عقیدہ بغیر کسی شرط کے آپ نے قبول کیا اور اس کا معاوضہ آپ کو زندگی میں بالعموم سکون کی شکل میں اور آخرت میں نجات کی شکل میں حاصل ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور آپ جو صاحبانِ عقیدہ ہیں وہ عقیدے کی مدد حاصل کر کے دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جو کوشش کرتے ہیں ان کے لیے یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ جو چیز کافر کو اُس عقیدے کے بغیر حاصل ہے وہ چیز آپ صرف عقیدے کی وجہ سے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تو آپ کے عقیدے کی کمزوری ہے۔ مقصد یہ کہ کافر کو کوئی سہولت حاصل ہے اور آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ سہولت ہمیں مل جائے کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے تو کافر کو تو وہ چیز عقیدہ نہ ہونے کے باوجود ملی ہے۔ وہ جسے آپ نعمت سمجھ رہے ہیں وہ کافر کو بغیر عقیدے کے حاصل ہوئی ہے' کافر کو عقیدے کے بغیر Scientific ترقی حاصل ہوئی ہے' کافر کو عقیدے کے بغیر دنیاوی معاش کا کنٹرول ملا' دنیاوی معیشت کا کنٹرول ملا' دنیا کی جتنی Energy ہے اس کا کنٹرول کافر کے پاس ہے۔ اور آپ عقیدے کے دم سے وہی کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کافر کو بغیر عقیدے کے حاصل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی نااہلی کو' اپنی نااہلیت کو عقیدے کی وجہ سے اہلیت میں بدلنا چاہتے ہیں حالانکہ وہ محنت سے ہے اور Scientific ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کافر نے بیماری کی شفا کا انتظام کیا ہے' اس نے ہسپتال بنائے اور علاج کیا' M.B.B.S ڈاکٹر بنائے' اس نے یہ علاج سوچا اور آپ اس علاج

کو مانتے بھی ہیں مگر پھر آپ ساتھ ہی عقیدہ بھی شامل کرتے ہیں۔ آپ جب علاج Afford نہیں کر سکتے تو اس وقت عقیدہ شامل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ علاج پر آپ کا ایمان ہے' یا تو آپ کا ایمان نہ ہوتا۔ ایسے ہزار ہا لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں یہ کہا کہ ہم انجکشن نہیں لگواتے' دوائی کھانا گناہ ہے' بیماری خود بخود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔ بابا جی بیمار تھے اور کہتے ہیں کہ پھر وہ ٹھیک ہو گئے۔ آپ کو بے شمار ایسے لوگ ملیں گے' کئی بزرگ ملیں گے جن کا کسی دوائی پر کوئی عقیدہ نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیماری دینے والا اللہ ہے اور شفا دینے والا بھی وہی ہے۔ یا تو یہ عقیدہ ہو' کہ بیماری بھیجنے والا بھی وہ ہے اور وہ اسے Withdraw بھی کر لے گا۔ آپ کا عقیدہ دوائی پر ہے' آپ کا اعتقاد میڈیسن پر ہے' Afford آپ کر نہیں سکتے' لہٰذا آپ دل میں کڑھتے رہتے ہو کہ دعا تو کی ہے لیکن ٹھیک نہیں ہوا۔ مدعا یہ ہے کہ آپ عقیدے کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ عقیدہ جو ہے یہ آپ کی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے دیا گیا ہے مگر عقیدے کی وجہ سے آپ کی صلاحیت کمزور ہو گئی ہے۔ اس لیے آپ اس کو Reconsider کرو کہ جو دنیاوی امور ہیں ان کو آپ دنیاوی طریقوں سے طے کرو اور جو حصولِ نعمتِ دنیا ہے اس کو آپ اپنی عقل کے ذریعے' اپنی محنت کے ذریعے طے کرو۔ جہاں آپ کے عقیدے کا تعلق ہے تو آپ کا عقیدہ تقربِ الٰہی کا دعویٰ ہے۔ یہی دعویٰ ہے ناں؟ تقربِ الٰہی آپ کا تجربہ نہیں ہے' تو دعویٰ ہے لیکن تجربہ نہیں ہے۔ جتنی آپ کی عمر ہے' جو آپ کا ماحول ہے' اس میں آپ دیکھو تو کہیں بھی آپ کا دعویٰ یہ دلیل مہیا

نہیں کرسکا۔ اگر ہندوستان کے ساتھ جنگ ہو یا اسرائیل کے ساتھ جنگ ہو' آپس میں کوئی بات ہو یا کوئی اور واقعہ ہو تو آپ کا یہ عقیدہ کوئی ایسی دلیل' قوی دلیل مہیا نہیں کرسکا جس سے آپ یہ کہہ سکو کہ ہمارے عقیدے کی وجہ سے یہ واقعہ ہوا ہے یا یہ کہہ سکو کہ عقیدے کی وجہ سے اتنے راکٹوں کی موجودگی کو ایک ہی آدمی کنٹرول کر گیا۔ 1965ء کی جنگ میں کچھ دن کا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عقیدے کی وجہ سے آپ کو شکست نہیں ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ عقیدے کو بڑے غور سے دیکھو کہ آپ کا عقیدہ تقرب الٰہی کا دعویٰ ہے لیکن تقرب الٰہی کا تجربہ نہیں بنا۔ پھر تقرب الٰہی ہے کیا؟ یہ عقیدے پر اعتقاد ہے۔ اب جو آپ کا عقیدہ ہے اُس پر اور اعتقاد کرو۔ آپ تو اپنے عقیدے میں روز اضافہ کرتے ہو' ہر روز شرط کا اضافہ کرتے ہو اور عقیدے پر اپنا اعتقاد قوی نہیں کرتے۔ With the result کہ عقیدہ بھی ٹوٹ گیا' دنیاوی سہولت بھی نہ ہوئی اور آخرت بھی مخدوش ہوگئی۔ مقصد یہ ہے کہ اس وقت مسلمان سب سے زیادہ مشکل میں ہے' لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو عقیدے کی وجہ سے پست ہوا' کافر اُسے کہتے ہیں کہ تمہارے عقیدے میں کوئی کمی ہے اس لیے تم پست ہو حالانکہ یہ تو Science کی کمی ہے یا پھر حالات کی کمی ہے۔ ہم چونکہ عقیدے کے دم سے کوئی فروغ چاہتے ہیں مگر وہ فروغ ملتا نہیں اور جو ہمارے صاحبانِ بصیرت اور صاحبانِ اختیار ہیں وہ عقیدے کو بیان کرتے ہیں' عقیدہ اُن کو تو راس آتا ہے مگر محکوموں کو راس نہیں آتا۔ حالانکہ عقیدہ میں یہ بیان ہے کہ عقیدہ سب کو ہموار کرتا ہے اور سب کو برابر

کرتا ہے۔اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جو بھی جس مقام پر اور مرتبے میں بیٹھا ہوا ہے فرعونی عمل کرتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ عقیدے کے دم سے مجھ کو یہ فروغ ملا۔ فرعون کون ہے؟ جو مرتبے میں ہو اور جو پیسے میں ہو' جس کے پاس پیسہ زیادہ ہو اور اختیار زیادہ ہو۔ جو آدمی جس جگہ پر Rank اور Authority اور پیسہ لے کر بیٹھا ہوا ہے اُس نے اوپر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اللہ کے فضل سے مجھے حاصل ہوا۔ اور اصل میں یہ ہے کیا؟ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے علاوہ کوئی بات ہے۔ تو فرعونی عمل جو ہے اُس کا لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے اعتقاد کی Harvest ہے' حالانکہ یہ اعتقاد کے علاوہ ہے۔ لہٰذا غریب آدمی جو ہے وہ یہ کہتا ہے کہ ہم نے اسلام سے کیا لینا ہے اور اسلام نے ہمیں کیا دینا ہے۔ اسلام جو ہے یہ پیغمبروں کے ذریعے آیا اور پیغمبروں کے ذریعے دولت تقسیم نہیں ہوئی بلکہ ایمان تقسیم ہوا۔ اب آپ یہ غور کرو کہ ایمان اور دولت میں کیا فرق ہے۔ پیغمبر تو یہ کہتے تھے کہ اگر تمہارے پاس پیسے ہیں تو لے آؤ کیونکہ دشمن کے لیے تلوار خریدنی ہے۔ وہاں پیسہ کبھی ہوا اور کبھی نہ ہوا۔ مطلب یہ کہ عقیدہ جو ہے وہ وسائل کے مہیا کرنے کی Guarantee نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے' اور دوسرا ہم یہ غور کرتے ہیں کہ ہمارا جو عقیدہ ہے اور اعتقاد ہے وہ اللہ کے قرب کا دعویٰ ہے۔ ہم قرب حاصل کرنے کے لیے عقیدہ رکھتے ہیں مگر ہمیں قرب کبھی نظر نہیں آیا۔ پھر ہم مقربین کی تلاش کرتے ہیں کیونکہ ہمیں تو قرب نہیں ملا۔ اس لیے جب قرب ہمیں نظر نہیں آتا تو پھر ہم مقربین کی تلاش کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں قرب نہیں ملا' ہم صرف سنتے

آئے ہیں' معاشرے سے پوچھتے ہیں' سماج سے پوچھتے ہیں' ماحول سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کے قرب کا اسلام میں دعویٰ ہے مگر ہم لوگ تو حاصل نہیں کر سکتے۔ کیا کبھی کسی نے یہ حاصل کیا ہے؟ پھر آپ کو یہ بتایا جاتا ہے کہ وُہ خانقاہ ہے' وہ مزار ہے' وہ بزرگ ہیں۔ پھر آپ اُن کی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب آپ مقربین کو مانتے ہیں اور قرب حاصل نہیں کر سکتے تو عقیدے میں یہیں سے خرابی ہو جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقیدہ تو سب کے لیے تھا مگر آپ کو مقرب بننے کا خیال ہی نہیں آیا بلکہ مقرب کی تلاش کا خیال آیا۔ اگر آپ کو مقرب مل جائے گا تب بھی آپ دنیاوی شے مانگو گے' مقرب سے قرب کا فارمولا نہیں مانگو گے۔ آپ مقربین کی تلاش کرو گے لیکن ان سے مقرب ہونے کی دلیل نہیں مانگو گے' فارمولا نہیں مانگو گے۔ داتا صاحبؒ کو ماننے والوں نے اُن کے مزار پر سنگِ مرمر لگانے کے بعد اور چادریں بچھانے کے بعد اوپر پنکھا لگا دیا۔ مقصد یہ ہے کہ وہ جو ماننے والا ہے وہ اپنے ہی خیال سے اس لطیف روح کے بارے میں کچھ اپنے اندازے کر لیتا ہے۔ یعنی کہ وہ اُس ذات کے اندازے کے مطابق زندگی نہیں گزارے گا بلکہ اپنے اندازے اور اپنے فارمولے کے مطابق اُس کے بارے میں سوچے گا۔ یہیں سے خرابی ہوتی ہے۔ آپ جب بھی کبھی اللہ کے قرب میں جاتے ہیں تو آپ اللہ کو اپنے فارمولے کے مطابق استعمال کرنا چاہتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کے فارمولے میں آپ استعمال نہیں ہوتے۔ آپ کے ایمان میں یہ دِقّت ہے کہ آپ اللہ کے فارمولے میں استعمال نہیں ہوتے

بلکہ اس کو اپنے فارمولے میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہی اللہ تعالیٰ کا تقرب ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے جو آپ کا وجود ہے وہ اللہ کے قریب ہونے سے ختم ہو جائے گا' بھسم ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس وجود نے اللہ کا تقرب وجودی طور پہ حاصل نہیں کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ وجودی طور پر Exist ہی نہیں کرتا۔ آپ کا وجودی تقرب تو ہونا ہی نہیں ہے بلکہ یہ اعتقادی تقرب ہے۔ جب اعتقاد پختہ ہوگا تو یہ تقرب ملے گا اور اعتقاد جو ہے یہ آپ کے اندرونی سفر کا نام ہے۔ آپ اپنا اعتقاد قوی نہیں کرتے تو نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ آپ اللہ کو Externally تلاش کرتے ہیں اور Internally اُس سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لیے آپ یہ غور کریں کہ آپ کا اللہ کا سفر کوئی بیرونی سفر نہیں ہے بلکہ یہ ایک اندرونی سفر ہے اور اسی اعتقاد کے اندر قوی اور پختہ ہونا ہے۔ آپ یہ غور کریں کہ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ کے قرب کی اطلاع ہے' آپ سب کو بھی یہ اطلاع ہے' اللہ تعالیٰ نے جب اپنے مقربین کو بیان کیا تو سب سے پہلے پیغمبر ہیں جن کے بارے میں کہا کہ یہ میرے مقرب ہیں اور ان کے ذریعے میں اپنا علم دنیا میں بھیجتا ہوں' یہ دنیا کو تعلیم دیتے ہیں اور علم دیتے ہیں اور انسانوں میں سب سے بڑا دنیی منصب پیغمبر کا ہے۔ اگر پیغمبر دنیاوی زندگی میں کمزور ہوں تو آج کے انسان کو سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ منصب کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ پیغمبر غریب الدیار ہیں' پیغمبر کو ٹھہرنے کی جگہ نہیں مل رہی ہے' سر پر کوئی چھت نہیں ہے' پیغمبر کے پاس کھانے کی بجائے فاقہ ہے ایک دن کا' دو دن کا یا کئی دن کا' پیغمبر دعا کرتے جا رہے ہیں

مگر دُعا کی منظوری میں دیر ہوتی جارہی ہے' پیغمبر کا بیٹا دریا میں ڈوب رہا ہے اور اللہ کا جواب ہے کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ بیٹا ٹھیک نہیں تھا تو اللہ اُس کو ٹھیک کر دیتا اور پیغمبر کی خواہش کے مطابق اُسے چلا دیتا۔ پھر یہ بھی ہوا کہ ایک پیغمبر کنوئیں میں گر گیا اور دوسرے پیغمبر کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دعا تو مانگی ہوگی کہ میرا بیٹا جلد ملا دے مگر بیٹا ملا بھی تو سالوں کے بعد ملا اور یہ قصہ اللہ کو بہت پسند ہے کہ بڑا پیارا قصہ ہے۔ باپ بیٹا دونوں ہی بے قرار ہیں' اس لیے یہ ایک پیارا قصہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ایک پیغمبر ہیں اور انہیں اللہ کے تقرب کا علم ہے۔ مگر ایک اور آدمی آجاتا ہے جس کو زیادہ معلوم ہے۔ یہ اللہ کریم کا اپنا بیان ہے کہ موسیٰ" میرے پیغمبر ہیں' اُن کے پاس بڑا علم ہے اور ہم اُس سے ہم کلام ہوا کرتے تھے۔ اپنے پیغمبر سے ہم کلام ہونا اور پھر ایک اور بندہ آجانا جس کے پاس ایسا علم کہ وہ پیغمبر کو کہتا ہے کہ تو اس بات کو نہیں سمجھتا۔ یعنی کہ ایک آدمی جو پیغمبر نہیں ہے وہ پیغمبر کو یہ کہہ رہا ہے کہ یہ بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے' آپ علیحدہ ہو جائیں اور ہم علیحدہ ھذا فراق بینی وبینکم یعنی یہ تیرے میرے درمیان جدائی ہے' تیری سمجھ میں نہیں آتی کہ بات کیا ہے۔ پیغمبر بے تاب ہو گئے کہ سمجھ نہیں آتی کہ بچہ کیوں مار دیا' کشتی کیوں توڑ دی اور پیغمبر کو کدال پکڑا دی کہ چلو گارا بناؤ اور دیوار بناؤ۔ وہ آدمی کتنے علم والا ہوگا جو وقت کے پیغمبر کو' جو کہ صاحب کتاب ہے اور رسول ہے' کہتا ہے کہ ہم گارا بناتے ہیں اور دیوار بناتے ہیں۔ اُس نے پیغمبر کو ڈیوٹی پہ

لگا دیا' کام پہ لگا دیا۔ یہ کیسا علم تھا اور کیسی بات تھی؟ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی پیغمبر ہیں اور ایک پرندے کے پاس علم زیادہ ہے یعنی ہُدہُد کے پاس' وہ آ کے کہتا ہے کہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ حالانکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہواؤں اور فضاؤں کے بادشاہ ہیں مگر ایک پرندہ آ کے کہتا ہے کہ وہاں ایسا حسن ہے اور ایسی خوب صورتی ہے' جو اُن کے علم میں نہیں ہے۔ وہ تخت کو لانا چاہتے ہیں مگر قدرت نہیں ہے اور قدرت رکھنے والا ایک آدمی پاس ہی بیٹھا ہے جو کہ کئی سالوں سے خاموش ہے' وہ بولا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں' پھر پلک جھپکنے میں تخت حاضر کر دیا۔ وہ شخص اُن کے پاس ہی بیٹھا تھا' ان کا مرید ہی ہوا' اس کو کنٹرول کرنے کی قوت ہے مگر تخت کو لانے کی قوت نہیں ہے' تو پیغمبر کا کمال یہ ہے کہ جنات کو اور قوتوں کو کنٹرول کیا مگر خود قوت استعمال نہیں کی۔ اپنے پاس قوت رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ قوی کو اپنے پاس رکھو۔ کمال یہ ہے! جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ قوی کو اپنے پاس رکھتے ہیں مگر قوت نہیں رکھتے تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ غنی کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور خزانہ اپنے پاس نہیں رکھتے۔ پیغمبر کا کمال یہی ہے کہ صدیق ؓ کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور اپنی پرواہ ہی نہیں' اُن کو اختیار دیا کہ وہ جو کچھ کہتے جائیں' کسی کو شجاعت دے دی گئی' قوت دے دی گئی' پیغمبرؐ کی موجودگی میں اس قلعے کو کون فتح کرے گا؟ اس قلعے کو حیدرِ کرارؓ فتح کرے گا۔ حالانکہ قوت دینے والے آپؐ ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ Distribution ہے ..... میں کہنا چاہتا ہوں کہ پیغمبروں کے ہاں بھی دنیاوی طور پر حالات میں کمی بیشی رہتی ہے لیکن اُن کا

مرتبہ سب سے بلند رہتا ہے۔ پیغمبروں کی عام زندگی کا اگر آپ مشاہدہ کرو تو اُنہوں نے اپنے ماننے والوں کے مقابلے میں اپنی زندگی کا معیار بلند نہیں رکھا۔ یعنی کہ یہ نہیں کیا کہ چونکہ وہ پیغمبر ہیں تو اُن کا مکان بہت بلند ہونا چاہیے۔ اپنے ماننے والوں کے مقابلے میں انہوں نے اپنی زندگی کا معیار بلند نہیں رکھا جب کہ اُن کا مرتبہ ہمیشہ ہی بلند ہے۔ ایمان کی تعریف یہی ہے کہ تقرب ہو اور دنیاوی طور پر اس کا ظہار نہ ہو اظہار نہ کیا جائے آپ لوگ ایمان کو یا ایمان کے حصول کو آرزوؤں اور دنیاوی خواہشات میں Convert کرنا چاہتے ہیں مگر یہ چیک کیش نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو لاکھ دفعہ درود شریف پڑھا مگر کارا بھی بھی نہیں ملی۔ اب آپ اندازہ لگاؤ کہ درود شریف کا کار سے کیا تعلق' درود شریف کا تعلق تو منظوری سے ہے اور تیری عاقبت بہتر ہو جائے گی' تو درود شریف کو دنیاوی خواہشات میں کہاں لے آیا۔ یہاں سے انسان اُکھڑ گیا' کہ میں نے بڑی نمازیں پڑھی ہیں مگر کام نہیں ہوا۔ حالانکہ نماز تیرا فرض ہے اور اگر وہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا کر دے تو تُو سمجھ لے کہ تیری عاقبت بن گئی۔ تو یہ نہ کہنا کہ بڑی نمازیں پڑھی ہیں مگر مسئلہ حل نہیں ہوا۔ یہ نماز سے مسئلہ حل کرنے کی بات نہیں تھی' اس لیے اگر وہ مسئلہ حل نہیں ہوا تو اللہ کرے تیرا مسئلہ حل ہی نہ ہو۔ مقصد یہ ہے کہ وہ مسئلہ نماز کے ساتھ تعلق ہی نہیں رکھتا۔ نماز کی بات تو یہ ہے کہ اگر تجھے نماز پڑھنے کی فرصت مل جائے تو یہ بڑا ہی تعلق ہے' تجھے اگر قرآن شریف پڑھنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو تیرے لیے یہ بڑی عاقبت ہے اور اگر تو اپنے ایمان پر خود

ہی ایمان لے آئے' خود ہی اپنے آپ کو کلمہ پڑھائے تو یہ تیرے لیے بہت کافی ہے۔ تو جس کو ایمان سمجھتا ہے ابھی وہ ایمان نہیں آیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ایمان والو ایمان لے آؤ اور تم ایمان والے ہونے کی حیثیت سے ہر روز اپنے آپ سے کہو کہ آؤ ہم ایمان لے آئیں۔ اپنے ایمان پر ایمان لاؤ اور اپنے ایمان پر پختہ یقین رکھو کیوں کہ تمہارے لیے عاقبت کا راستہ ہی ایمان ہے۔ جہاں تم نے اپنے ایمان پر شک کیا تو پچھلی عبادت بھی ضائع ہو گئی اور آگے بھی کچھ نہ ملے گا۔ اس لیے آپ سب سے پہلے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر کے' اپنے آپ میں یہ اعلان کر لیں کہ ہم اللہ پر یقین رکھتے ہیں' ہم اس کا کلمہ پڑھتے ہیں' ہم مسلمان ہوتے ہیں' ہم اسلام میں کلمہ پڑھ کے داخل ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق نہیں' معبود نہیں اور حضور کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں۔ یہ اتنا سارا حکم ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ___ جب آپ نے یہ مان لیا تو اب جو ہو سو ہو' وہ مسلمان ہونے سے ہوا' اگر غریبی آئے تب بھی مسلمان ہونے کی حیثیت سے برداشت کرنا سیکھو اور اگر امیری آئے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ جب پیسے آئیں تو انہیں یوں تقسیم کرو۔ زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں' زکوٰۃ لینے والا بھی رہے گا اور دینے والا بھی رہے گا۔ کیا بات سمجھے؟ زکوٰۃ کا لفظ یہ ثابت کرتا ہے کہ کوئی لینے والا بھی رہے گا اور دینے والا بھی رہے گا اور دونوں مسلمان ہونے چاہییں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں

دولت مند بھی رہے گا اور غریب بھی رہے گا۔ آپ امیری کو غریبی میں Convert کرانے کے لیے اسلام کو استعمال نہ کرو' غریبی کو امیری میں بدلنے کے لیے اسلام کو استعمال نہ کرو اور اسلام کو کسی اور بات میں استعمال نہ کرو سوائے اس کے کہ یہ تمہارے پاس عافیت کا ایک پاسپورٹ ہے' یہ تمہاری عاقبت کے لیے ایک معرکہ ہے اور یہ تمہارے پاس اس گروہ میں شامل ہونے کا ذریعہ ہے جس گروہ کے سربراہ حضور پاک ﷺ ہیں۔ بس اس گروہ میں شامل ہونے کی آپ کے پاس ایک ضمانت ہے۔ اس کے علاوہ آپ اس کو اور تجویزیں پیش نہ کرو اور ہمت کے ساتھ کام کرو' جب دریا آئے تو تیر کے گزر و یا کشتی لے لو۔ زندگی میں ہمت سے کام تو کرو۔ آپ میں ہمت ہے نہیں' صرف دعاؤں سے تو دریا کراس نہیں ہوتے۔ یا پھر زندگی ایسی ہو کہ کچھ لوگوں نے دریا کراس کیا' بغیر کسی ہمت کے کیا' دعا کے ساتھ کیا' تو ان کی زندگی ختم ہو چکی تھی۔ ایسا آدمی زندگی کی ضرورت سے نکل چکا تھا' ضرورتیں تو دعا سے پوری ہوتی ہیں مگر اس کی ضرورت ہی کوئی نہیں رہی۔ جس آدمی کو ضرورت ہی نہ ہو تو اس کی دعا اگر پوری ہو تو پھر کیا پوری ہو۔ جتنے بھی مقامات ہیں' جب بھی لوگوں کو تقرب الٰہی ملا' اس وقت تقرب ملا جب دنیاوی خواہشات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ورنہ تو وہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کو استعمال کرنا شروع کر دے گا' اللہ کریم کے تقرب کی وجہ سے پہلے اپنے گھر کو بہتر کر لے گا اور اپنے ماحول کو بہتر کر لے گا۔ آپ وہ تقسیم کر ہی نہیں سکتے جو اللہ کریم نے کی ہوئی ہے۔ اس لیے تقرب کی تعریف یہ ہے کہ جب آپ کو اللہ کا

تقرب ملے تو آپ حالات میں Change کی تجویز پیش نہ کرو۔ تبدیلیٔ حالات جو ہے یہ آپ کی اپنی کوشش سے ہو اور دعا سے ہو لیکن یہ اللہ کے تقرب کے دم سے نہ ہو' کہ اللہ کا قرب حاصل ہو گیا تو اس آدمی نے اپنے کاروبار شروع کر دیے۔ وہ کہے گا کہ اللہ کا قرب مل گیا ہے' کاروبار چمک اُٹھا ہے لیکن جس کو اللہ کا قرب مل گیا اس کا پچھلا کاروبار بھی اللہ کے حوالے ہو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے' کاروبار بند ہو گیا ہے' اب اللہ ہے اور ہم ہیں' دو ہی تو ہیں' دوکان میں ہیں' نہ کوئی گاہک ہے نہ سامان ہے' بس ایک اللہ ہے اور ایک ہم ہیں۔ تو یہ تقرب کی قسمیں ہیں۔ بعض اوقات لوگ دعاؤں میں یہ گستاخی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ آرزو مانگتے ہیں جس آرزو کے ذکر سے بھی اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہوا ہے۔ آپ کے لیے جو ممنوعہ چیزیں ہیں' آپ کے لیے جو ناپسندیدہ چیزیں ہیں' ان کی آپ خواہش کرتے ہیں' برملا کرتے ہیں کہ دعا میں کرتے ہیں۔ شکر کرو کہ گرفت نہیں ہوتی۔ آپ جو کچھ مانگتے رہتے ہیں اگر اس کا آپ Openly اظہار کریں تو پتہ چلے گا کہ آپ بہت ساری ناروا خواہشات مانگتے ہیں' اور وہ بھی اللہ سے مانگتے ہیں۔ اس لیے یہ سوچنا چاہیے کہ آپ اعتقاد کو کہاں تک لے جا چکے ہیں' کہ اعتقاد کے ذریعے ناروا خواہش کو پورا کرنے کا آپ مانگتے ہیں' اعتقاد اللہ پر ہے اور آپ دنیا مانگتے ہیں' دین سے دنیا مانگ رہے ہیں۔ آپ آخرت کے اور عاقبت کے مسافر ہیں مگر یہاں کا قیام مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو سادہ کر دیا کہ یہاں سے تم نجات پا جاؤ مگر تم

یہاں نجات پانے سے گریز کر رہے ہو' یہاں پہ ٹھہرنے کا پروگرام بنا رہے ہو۔ دین نے یہ کہا کہ تم زمل اور عمل سے گریز کرلو' مستقبل بینی سے گریز کرو کہ یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا' وہ کبوتر اُڑ جائے گا' آپ کا یہ لکی نمبر ہو جائے گا' یہاں پر یہ داؤ ٹھیک ہو جائے گا' وہ گھوڑا جیت جائے گا۔ ان سب باتوں سے اسلام نے منع کیا ہے' ایسے اعمال جن کا تعلق چانس کے ساتھ ہے وہ منع ہیں' مگر آپ اُس کے اوپر چل پڑے ہو' کسی کے پاس جاتے ہو کہ میرا کیا ہوگا' تجھے موت آ جائے گی اور کیا ہوگا۔ تم پوچھتے ہو کہ مستقبل میں میرا کیا ہوگا' مستقبل اگر Tomorrow کا یا کل کا نام ہے تو پھر اُس کے بعد آنے والے وقت کا کیوں نہیں پوچھتے کہ میرا کیا ہوگا۔ کل تو جو ہوگا سو ہوگا' ہم آپ کو اُس سے آگے کا بتاتے ہیں کہ آپ کے ساتھ کیا ہوگا اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ آپ کے جانے کے بعد کیا ہوگا۔ تو ہم وہ بھی بتاتے ہیں۔ اگر پوچھنا ہے تو یہ پوچھ کہ تیری آخرت کے وقت کیا ہوگا جو کہ تمہارا اگلا دن ہے۔ اس لیے یہ نہ پوچھ کہ کل کیا ہوگا بلکہ یہ پوچھ کہ پرسوں کیا ہونے والا ہے اور تیرے بعد کیا ہوگا' تجھ سے پہلے یہاں کیا تھا' نہ تجھ سے پہلے زندگی میں کوئی کمی تھی اور نہ تیرے بعد کوئی کمی ہوگی۔ نہ تیرے آنے سے ویرانیوں میں کمی آئی ہے اور نہ تو آبادیوں میں اضافہ کر گیا ہے۔ تو یہ سوچ کہ تجھے اللہ نے جو ایمان عطا فرمایا' وہ اپنے نبیؐ کے ذریعے' اپنے نیک بندوں کے ذریعے اور تمہارے ماں باپ کے ذریعے عطا فرمایا' تو اس کا شکر ادا کرتا جا' اپنی ہمت کرتا جا' محنت کرتا جا' جو مل جائے اس پر شکر ادا کرتا جا ـــــ یہ نہ ہو کہ اگر اللہ کریم کا

قرب مل جائے تو تم اللہ سے وہ چیزیں مانگتے جاؤ جو اس نے منع کی ہیں۔ تم یہ مانگتے ہو کہ یا اللہ کسی منسٹر سے واقفیت ہو جائے' یا اللہ پیسہ دے دے۔ کتنا پیسہ ہو؟ جتنا فرعون کو دیا تھا اور عاقبت کون سی ہو؟ موسیٰ علیہ السلام کی۔ زندگی فرعون کی ہو اور عاقبت موسیٰ علیہ السلام کی' یہ بات جو تم مانگتے ہو یہ غلط ہے۔ آپ یہاں سے رخصت ہونے والے ہیں لیکن آپ یہاں قیام مانگ رہے ہیں۔ اس لیے اے مسلمانو! اپنے ایمان کو اور قوی کرو اور اپنے باطن کا سفر اور مضبوط کرو اللہ پر پختہ یقین کرو۔ آپ کا اللہ جو ہے وہ دعا کے پورا ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ آپ کے یقین کا نام ہے۔ آپ کی آج کل کی دعا آپ کی محرومیٔ ہمت ہے۔ دعا کیا ہے؟ دشمن گھر جا کے مر جائے۔ کیوں مر جائے؟ تیری کمزوری جو ہے یہ دعا بن گئی ہے' کہ دشمن مر جائے' دشمن تباہ ہو جائے۔ پرانے زمانے میں کہتے تھے کہ جرمنی کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں۔ کبھی توپوں میں بھی کیڑے پڑے ہیں؟ اس لیے آپ ہمت کرو۔ اپنے آپ کو مضبوط کرو اپنے اعتقاد کو پختہ کرو اور یقین کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکو' کہ اس نے جھکنے کا موقع عطا کیا۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے جھکنے کا موقع عطا کیا۔ اس لیے یہ نہ کرنا کہ ہر نماز کے بعد کوئی نہ کوئی شے مانگنا شروع کر دو۔ یہ کہو کہ یا اللہ سب تیرا فضل ہے' تو مہربانی کر' میری نماز کو قبول فرما۔ یہ دعا کافی ہے' بجائے اس کے کہ آپ کوئی اور ہی دعا کرتے جائیں۔ آپ یہ دیکھو کہ اللہ کریم نے آپ کے ساتھ دعا کے بغیر کیا کیا کام کیا' آپ کو زندگی دی جو کہ آپ نے نہیں مانگی' آپ کو تمام اشیاء دیں جو آپ نے نہیں مانگی' ماں باپ

دیے جو مانگے نہیں، چہرہ دیا جو نہیں مانگا، بینائی عطا کی جو آپ نے مانگی نہیں، آپ کو عقل دی، شعور دیا، زندگی دی، اسلام دیا، ایمان دیا جو کہ آپ نے نہیں مانگے۔ یہ سب مانگے بغیر دیا۔ کیا وہ آپ کو مانگے بغیر روٹی نہیں دے گا۔ جب کہ اتنا کھا کھا کہ تم بوڑھے ہو گئے ہو، کیا اب وہ اور نہیں دے گا۔ مقصد یہ ہے کہ جب اتنا عرصہ گزر گیا، آدھی سے زیادہ زندگی جب گزر گئی ہے، اب آپ کو باقی زندگی کا خطرہ کیا ہے، سوائے ایمان کی کمزوری کے۔ اب آپ کو جو خطرہ ہے وہ صرف ایمان کی کمزوری ہے۔ اب اور خطرہ کوئی نہیں ہے۔ اس بات پہ غور کرلو کہ جس کو آپ خطرہ کہہ رہے ہو وہ ایمان کی کمزوری ہے۔ آپ اپنے ایمان کو قوی کرو تو خطرہ کوئی نہیں ہے۔ زندگی جیسے گزر رہی ہے یہ اللہ کا فضل ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالی غافل ہو جائے۔ نعوذ باللہ۔ اگر غافل ہو جائے تو ہوسکتا ہے کہ کسی کو موت سے چھوڑ دے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی آدمی اللہ کو بھول گیا اور اب وہ مرتا نہیں ہے۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی آدمی چھپ جائے اور موت سے بچ جائے۔ نہ تم چھپ سکتے ہو اور نہ تم بچ سکتے ہو، نہ وہ تمہارے حال سے غافل ہے۔ لہٰذا وہ خود بخود ہی کام کر رہا ہے۔ آپ گھبراؤ ہی ناں۔ اس لیے اللہ کریم خود ہی مہربانی کر رہا ہے، خود ہی اُس نے آپ کو انسان بنایا ہے اور خود ہی سب انتظام کر رہا ہے۔ یہ اس کا فیصلہ ہے کہ وما من دابة في الارض الا على الله رزقها زمین پر کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو۔ اس کے پاس رزق ہے اور وہی مہربانی فرمائے گا۔ آپ اپنے ایمان میں نقص کر بیٹھے ہو۔

آپ کا رزق اس طرح نہیں بڑھتا اور نہ کم ہوتا ہے۔ جو کچھ آنا ہے وہ تو آئے گا۔ اس لیے آپ یقین کے ساتھ پہلے یہ کہو کہ یارب العالمین ہمیں آپ کا ہر فیصلہ منظور ہے اور وقتی طور پر یہ جو حالات کی تنگی ہے یہ بھی ہمیں منظور ہے' اگر ہمارے حالات بہتر ہو جائیں تو وہ بھی ہمیں منظور ہے' ہمیں آپ کا ہر فیصلہ دل سے قبول ہے۔ جب اعتقاد قوی ہو جائے گا تو قوت پیدا ہو جائے گی اور قوت سے آپ کا عمل جو ہے وہ قوی ہو جائے گا' حالات کھلتے جائیں گے۔ حالات تو کھل جائیں گے۔ اب حالات اس لیے نہیں کھل رہے کیونکہ آپ پس ماندہ ہو گئے ہیں' آپ بجھ چکے ہیں' آپ کا Confidence جو ہے وہ Shatter ہو گیا ہے کیونکہ آپ کو اپنے ایمان میں ہی نقص نظر آ رہا ہے۔ اس لیے دعا یہ کرو کہ آپ کا اپنے ایمان پر ایمان آ جائے۔ اور یہ بڑی ضروری بات ہے۔ اپنے ایمان پر اگر آپ غرور نہیں کرتے تو فخر ضرور کیا کرو۔ یہ کہا کرو کہ یا اللہ ہمیں خوشی ہے کہ ہمیں یہ ایمان ملا اور ہم اس پر بہت مطمئن ہیں۔ اور ہم راضی ہیں۔ اب اللہ کا تقرب کیا ہے؟ آپ کا ایمان۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کا اور ثبوت کوئی نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ کی پیشانی سجدے میں ہو۔ صرف یہی ثبوت ہے۔ اور اب بھی اللہ پر ایمان لانے کا ثبوت کیا ہے؟ کہ آپ کے پاس ایمان ہے۔ تو آپ اپنے ایمان کو کمزور نہ ہونے دو اور اپنے ایمان کو شک سے بچاؤ ——

اس بات کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنے ایمان کو شک سے بچاؤ' اپنے

آپ پہ شک نہ کرو۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کریم کا بار بار ارشاد ہے کہ تم میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ میں نے اس کا ترجمہ کر کے آپ کو بتایا تھا کہ رحمت سے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ کہ اپنے مستقبل۔ ، مایوس نہ ہونا۔ آپ جب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کل جو چاہے وہ کر سکتا ہے' اب بھی جو چاہے وہ کر سکتا ہے تو پھر آپ جو اندیشہ کر رہے ہو کہ کل کا پتہ نہیں کیا ہونا ہے' کچھ نہیں ہونا ___ اب آپ اپنے آپ کو ایک نیا مستقبل دے رہے ہو۔ یہ جو Fear پیدا ہو رہا ہے وہ Hope کی جگہ پر پیدا ہو رہا ہے یعنی جہاں اُمید پیدا ہونی تھی وہاں ڈر پیدا ہو گیا۔ گویا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو ایک قسم کا Stay Order کر رہے ہو کہ یہاں یہ واقعہ نہیں ہو سکتا۔ ڈر کا مطلب کیا ہے؟ کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں' حالات محنت کے بغیر ٹھیک نہیں ہوتے' خود بخود پیسے کہاں سے آئیں گے جب آپ کو یہ یقین ہے کہ حالات محنت سے ٹھیک ہوتے ہیں تو پھر محنت کی کمی کو دور کر۔ اور اگر اللہ کے فضل سے ٹھیک ہونے ہیں تو پھر تجھے کیسے پتہ ہے کہ کل ٹھیک نہیں ہونے۔ پھر تو تجھے یقین ہونا چاہیے۔ حالات کیسے ٹھیک ہوتے ہیں؟ جیسے ابھی دھوپ ہو اور ابھی بارش ہو جائے۔ اللہ جب فضل کرنے پہ آ جائے تو بارش ہو جائے گی۔ اور ایسے ہوتا ہے! اگر آپ کا ایمان قوی ہو تو آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ اگلے لمحے آپ کے حالات ٹھیک ہونے والے ہیں۔ جتنا آپ کا ایمان قوی ہو گا اس کے اندر وہ امکان بھی پیدا ہو جاتا ہے اور وہ واقعہ بھی ہو جاتا ہے۔ اچانک ایک آدمی آتا ہے اور آپ کے حالات کو بدلتا ہوا پاس سے گزر جاتا

ہے۔آپ بتاؤ ایسے ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ اچانک ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ اس کا کوئی سبب ہوتا ہے؟ نہیں' وہ بے سبب ہی ہوتا ہے۔صرف یقین کو پختہ کیا تھا اور پھر یقین کے پختہ ہونے میں حالات کیسے ہو گئے؟ خود بخود ہی ٹھیک ہو گئے۔ حالات کو بدلنے والا سبب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔اور اچانک ہی ایسے ہو جاتا ہے اور پھر حالات کہاں سے کہاں نکل جاتے ہیں۔اس لیے آپ اپنے یقین کو قوی کرو اور پختہ کرو۔۔۔۔

میں آپ کو یہ بات بتا رہا تھا کہ مقربین کی تلاش کو فیشن نہ بنالو' بلکہ مقرب بنو۔مقرب سے مراد کیا ہے؟ وہ جو آپ کا پہلے زمانے کا ایمان تھا اُسے دوبارہ زندہ کرو' اور اپنی تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاؤ' پھر ایک بار اس کے قریب ہو جاؤ۔اللہ کے بندوں کا قرب بڑی اچھی بات ہے لیکن وہ اس لیے اچھی بات ہے اگر آپ کو اللہ کا تقرب ملے۔اللہ کے بندوں سے دنیاوی راستے مت پوچھو بلکہ صرف تقرب کی راہ پوچھو۔اب میں نے کیا کہا ہے کہ مقرب سے کیا پوچھنا ہے؟ اس سے راہِ تقرب پوچھو۔مقرب سے راہِ تقرب اس لیے پوچھو تا کہ آپ کو تقرب ملے۔تقرب یہ ہے کہ آپ کا اپنے ایمان پر ایمان رکھنا' اپنے ماں باپ کا مرتبہ عزت کے ساتھ قائم رکھنا' اپنے حالات کو اللہ کا فضل سمجھنا۔اس کے فضل کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا' آپ اپنے ایمان پر قائم رہو' وہ اپنے فرض پورا کرتا جائے گا۔فکر نہ کرو۔اس لیے الجھن کی کوئی بات نہیں ہے۔اس رزق سے بچو جو گرفتار ہی نہ کرادے۔بچوں کی ایک بڑی مشہور کہانی ہے۔ایک بارہ سنگھا

تھا' اس کو اپنی ٹانگیں ناپسند تھیں اور سینگ بڑے پسند تھے کہ وہ پیارے ہیں۔ ایک دن وہ سینگوں کی وجہ سے پھنس گیا تو ٹانگوں نے اس کو نجات دلائی' جب شکاری آیا تو دوڑ لگائی اور بھاگ گیا۔ جب وہ الجھا تو اپنے خوب صورت سینگوں کی وجہ سے۔ تمہارے سینگ ہیں تمہاری عقل کی باتیں۔ جب بھی تُو پھنستا ہے تو اپنی عقل کی وجہ سے پھنستا ہے اور جب حالات سے بچتا ہے تو اپنے ایمان کی وجہ سے بچتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ پہ' اپنی عقل پہ بھروسہ نہ کرو' یہی آپ کو پھنسا دیتی ہے۔ اپنی عقل کو چھوڑو اور اللہ کے فضل کی بات کرو' رجوع کرو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ مثلاً ایک آدمی کے پاس دولت ہے اور جھوٹ ہے۔ اس کے پاس دولت بھی ہے اور وہ جھوٹ بھی بولتا ہے' وہ دولت کسی کو خیرات بھی نہیں کرتا یعنی کہ ظالم بھی ہے۔ امیر آدمی بخیل تو ضرور ہی ہو جاتا ہے' کنجوس بھی ہو جاتا ہے اور اس میں کتنی ہی برائیاں اور بیماریاں آ جاتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اس کا ایک بھائی غریب ہے اور نیک ہے اور اپنی عبادت کرتا جا رہا ہے۔ آخرت کے حوالے سے جو غریب ہے اگر وہ نجات پا گیا اور امیر گرفت میں آ گیا تو وہ دولت کس کام کی جو اس کے سینگ بن گئے' جنہوں نے اُسے گرفتار کرا دیا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ زندگی کے ہر حال میں' چاہے غریبی ہو' امیری ہو' بچپن ہو' جوانی ہو' ہر حال میں تقرّب کی راہ ہے۔ اگر آپ غریب ہیں تو اللہ کا قرب حاصل کرو۔ آج اللہ تعالیٰ کو ماننے والا غیر اللہ سے ڈرتا ہے' یہ ایمان کی کمزوری ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے لگتا ہے کہ کوئی شیر میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ یہ غیر اللہ ہے۔

اللہ سے ڈرنے والا تین باتوں کا پورا یقین رکھے۔ میں یہ بار بار کہتا آ رہا ہوں۔ نمبر ون یہ کہ زندگی کے دن مقرر ہیں اور کون سے گھڑی آپ نے یہاں دنیا کو چھوڑ جانا ہے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہاں Overstay کا کوئی مقام نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ اگر وہ مقام کسی پیغمبر پر آئے گا تو وہ یہاں سے رخصت ہو جائے گا' کسی ولی پر آئے گا تو وہ رخصت ہو جائے گا' دنیادار پر آئے گا اور کافر پر بھی وہ مقام آئے گا' جب بھی وہ گھڑی آئی تو وہ یہاں سے موڑ مڑ گیا۔ پھر کدھر چلا گیا؟ نامعلوم دنیا میں چلا گیا۔ یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ کہ رزق مقرر ہو چکا ہے۔ یہ ایسی زندگی ہے کہ جب اس کو بھیجا گیا تو اس کے ساتھ اُس کا رزق بھیجا گیا۔ اس لیے ایمان کے طور پر اپنے رزق کا کوئی اندیشہ نہ کرو۔ آپ کا ایمان ہو کہ جب آپ کو زندگی ملی ہے تو اس زندگی کا رزق مقرر ہے۔ محنت جو ہے یہ آپ کی مجبوری ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو محنت کرا دیتا ہے۔ بعض اوقات وہ محنت سے دیتا ہے اور بعض اوقات وترزق من تشاء بغیر حساب ۔ جب وہ دینے پہ آ جائے تو بغیر حساب ہی دے دے۔ بغیر حساب کا معنٰی ہے جب آپ کی محنت نہ ہو۔ اس طرح وہ بغیر حساب نیکی دیتا ہے اور پھر وہ کبھی کبھی کسی کے گناہ معاف فرما دیتا ہے' عاقبت اچھی کر دیتا ہے۔ یہ الگ باتیں ہیں ـــــ رزق مقرر ہو چکا ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تیسری بات یہ کہ عزت اور ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے وتعز من تشاء وتزل من تشاء ۔ تیرا عمل جو ہے وہ تیرے لیے عزت کا باعث نہیں ہے' عزت اللہ کی طرف سے

ہے۔ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی بہت ہی نیک ہو اور دنیا سے بہت ہی بدنام ہو کے گزر جائے۔ آپ کو اس بات پہ تعجب ہو رہا ہوگا لیکن یہ تعجب کی بات نہیں ہے' پیغمبروں پر جیل آ گئی۔ یہ تعجب کی بات نہیں ہے' یوسف علیہ السلام بڑے محبوب پیغمبر تھے' جیل بھی ہوگئی اور جیل کے ساتھ الزام بھی آ گیا۔ حالانکہ نہ الزام صحیح ہے اور نہ جیل صحیح ہے۔ دونوں ہی تقرب ہیں۔ اللہ اس الزام کو خود ہی بیان کر رہا ہے کہ ہم قریب تھے اور ہم ہی بچانے والے ہیں' ہم ہی مہربانی کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے یوسف علیہ السلام کہتے ہیں کہ قال معاذاللہ ہم تو اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ بچانے والا ہے۔ جیل کے اندر ان کو تاویل الاحادیث یعنی خوابوں کی تفسیر بیان ہو رہی ہے' اللہ تعالیٰ کا قرب بیان ہو رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا تقرب مل جائے تو پھر نہ کوئی جیل ہے اور نہ کوئی کھلا میدان ہے۔ تو مقرب کو ہر حال میں تقرب ملتا ہے۔ دنیادار یہ شرط لگاتا ہے کہ پہلے میرے حالات بہتر کر' پھر تقرب ہو جائے گا۔ اس لیے اس بات سے اپنے ایمان کو نکالو اور ایمان سے یہ بات نکال دو کہ تقرب جو ہے وہ حالات کے ساتھ مشروط ہے۔ حالات کچھ بھی ہوں' آپ کو اللہ کا تقرب ملے گا۔ اب دعا یہ کرو کہ آپ کو اپنی موجود زندگی پسند آئے۔ جس شخص کو اپنی زندگی پسند نہیں ہے وہ اللہ پر یقین نہیں رکھے گا۔ اللہ پر جس کا ایمان ہے اس کو یہ زندگی پسند آتی ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو اس کو اپنے چہرے پہ گلہ نہیں ہوگا جو کہ اللہ کا بنایا ہوا ہے' اس کو زندگی سے کوئی گلہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ اللہ کی بھیجی ہوئی زندگی ہے۔ جس

آدمی کو اپنی زندگی میں قدم قدم پر شکایتیں ہیں' سمجھو کہ وہ خالق کے عمل کو نہیں مان رہا۔ اس کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے؟ اپنی زندگی پر ایمان اور اس پر خوش ہونا ـــــ

اور کوئی بات؟ کسی کو کوئی خیال آئے تو ـــــ

سوال:

اسلام کو میں اب تک جو سمجھ چکا ہوں ـــــ

جواب:

پہلے آپ اپنے آپ کو سمجھو' ہمارا مضمون صرف اپنی ذات ہے۔

سوال:

میں اپنی ذات کے حوالے سے بتاتا ہوں۔

جواب:

اپنی ذات کے حوالے سے ٹھیک ہے۔ اگر اپنی کوئی الجھن ہے تو وہ بتاؤ۔

سوال:

مجھے یہ سمجھ آئی ہے کہ اسلام تسلیم و رضا کی بات بتاتا ہے۔

جواب:

یہ تو بتانے والی بات ہے۔ آپ پوچھنے والی بات پوچھو۔

سوال:

میں اس کی تائید یا تردید نہیں کر رہا۔

جواب:

میں آپ کو بتا رہا ہوں کیوں کہ آج آپ کا پہلا دن ہے۔ اسلام میں تسلیم و رضا بھی ہے' تحقیق بھی ہے' بہت ساری باتیں ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ اسلام پوری زندگی ہے' ایک فقرہ نہیں ہے۔

سوال:

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اسلام تسلیم و رضا کا مذہب ہے اور انسان اپنی زندگی میں خوش اخلاقی پیدا کر لے اور وہ تکبر سے بچ جائے تو کافی حد تک اسلام کا مفہوم اس کی زندگی میں پورا ہو جاتا ہے۔

جواب:

اسلام کے بارے میں بیانات کرنے چھوڑ دو کہ اسلام یہ ہے' اسلام وہ ہے۔ بس تیری زندگی کا نام ہے اسلام اور تُو زندگی گزار' جو سمجھ آتی ہے وہ کرتا جا' اپنے ایمان کو قوی کرو۔ ہر آدمی دوسرے آدمی کو ہر وقت ہی اسلام سمجھا رہا ہے۔ اس بات سے بچنا چاہیے۔ جو بات آپ کو سمجھ آ گئی ہے اس پر ایمان رکھو۔ سمجھانے والوں نے اسلام بڑے واضح طور پر سمجھا دیا ہے کہ یہ اسلام ہے' یہ اسلام کی زندگی ہے' یہ اسلامی معاشرہ ہے۔ بس آپ چلتے جاؤ۔ یہاں یہ حالت ہوئی پڑی ہے کہ ہر آدمی ہمہ وقت کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی اسلام سمجھا رہا ہے۔ ٹی وی پر بھی اسلام سمجھا رہے ہیں۔ اب چودہ سو سال بعد اسلام سمجھا رہے ہیں۔ اسلام سمجھا دیا گیا ہے اور جو بعد کی سمجھ ہے اس کو اسلام میں سے نکال ہی دو۔ جس

دن اسلام مکمل ہوا تھا' ایمان مکمل ہوا تھا' اس دن کا اسلام کافی ہے' کہ ''آج آپ کا دین مکمل ہوگیا''۔ اس وقت دین پر کوئی کتاب نہیں لکھی ہوئی تھی۔ صرف ایک کتاب تھی اور ایک کتاب بیان فرمانے والے تھے اور ایک ماننے والا تھا۔ اتنا سارا ایمان ہے۔ بس آپ باقی زندگی گزارتے جاؤ۔ اس میں لمبی چوڑی تفسیروں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ چلتے جاؤ' کتاب بھیجنے والے پر یقین کرلو' کتاب بیان فرمانے والے پر یقین کرلو اور آپ یہ بھی جان لو کہ اللہ کے علم میں ہے کہ آپ تک یہ کتاب آنی ہے چونکہ یہ پوری کائنات کے لیے ہے' اور آپ عربی نہیں جانتے۔ آپ کے لیے بھی اس میں فارمولا ہے' اس میں تمہارا ذکر بھی ہے فیہ ذکرکم اس میں تمہیں بھی سمجھنے کے لیے طریقے بتائے جائیں گے۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ اعتقاد ہی اس کی تفسیر ہے۔ آپ کتاب کو لوگوں سے پڑھتے ہو اس لیے سمجھ نہیں آتی ہے۔ آپ اسے یقین سے پڑھو۔ وہی اللہ جو باقی زندگی سمجھا رہا ہے یہ بھی سمجھا دے گا۔ اس لیے زندگی میں اسلام بیان کرنے سے بچو۔ اسلام بولنے والی بات نہیں ہے بلکہ کرنے والا کام ہے۔ بولنے والی بات سے بچو اور کرنے والا کام کرو۔ اسلام میں کرنے والی جو چیز ہے وہ کرڈالو۔ یہ چونکہ بولنے والی بات نہیں اس لیے اس سے بچو۔ یہ کرنے والا کام ہے' مثلاً کوئی مٹھائی لے آیا ہے' اسے کھالو' شوق سے کھالو' لانے والا شوق سے لایا اور کھانے والا شوق سے کھالے۔ یہ کرنے والا کام ہوگیا۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ بس اپنے آپ کو خود ہی مطمئن کرلو۔ ایک شعر سنو ۔

کیا کیا فریب دیے اضطراب میں
ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

اللہ کی طرف سے آپ اپنی تسکین آپ کرلیا کرو' خود ہی۔ کوئی کہے کہ حالات تو ٹھیک نہیں ہیں تو آپ کہو کہ گھبراتا کیوں ہے' یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اس طرح آپ کا ایمان قوی ہو جائے گا۔ اور اگر اللہ کے ساتھ بحث کرنے لگ گئے تو اللہ کی طرف سے جواب کون دے گا؟ تُو خود ہی دے گا۔ یہ ہے تیرا ایمان۔ اس لیے سوال بھی تو آپ ہے اور جواب بھی تُو آپ ہے۔ آپ اپنے سوال کو اپنے جواب سے عطا بنا دو۔ آپ خود ہی سوال ہو اور خود ہی جواب ہو۔ جواب دینے کے لیے اور کسی نے نہیں آنا۔ تُو ہی جواب دِہ ہے۔ اگر تُو نے نماز پڑھی' دعا مانگی اور دعا منظور نہیں ہوئی تو تُو اسلام کو چھوڑ دے۔ تُو کہے گا کہ میں اسلام کو نہیں چھوڑوں گا۔ تیری دعا تو منظور نہیں ہوئی۔ پھر تو کہے گا کہ منظور ہو جائے گی۔ اس لیے اپنے سوال کا آپ ہی جواب بن۔ اللہ سے رابطہ رکھ اور اس سے مانگ۔ وہ سب کچھ دینے والا ہے ـــــ

وما علینا الا البلاغ المبین

O

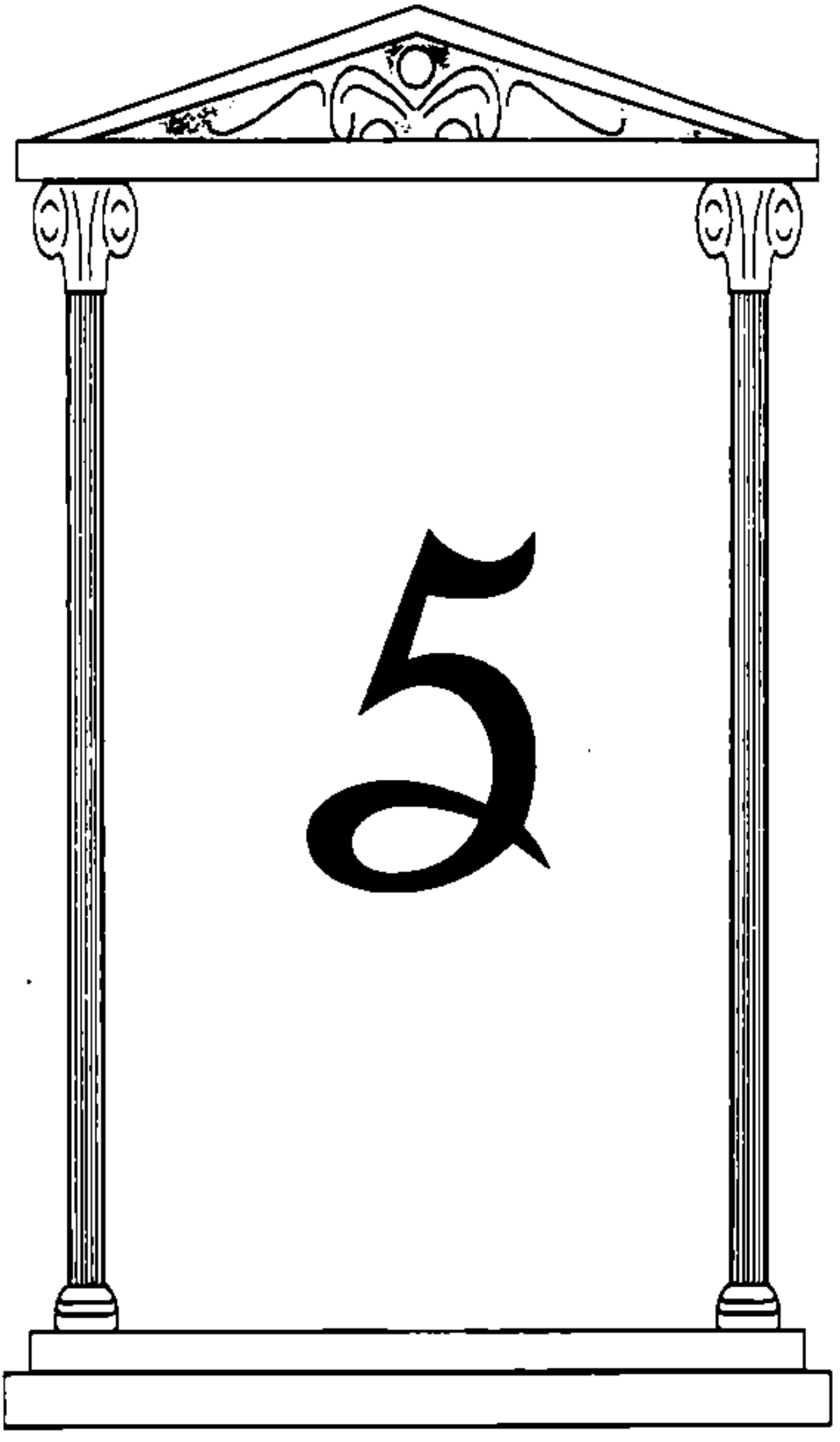

(5)

1 کوئی غریب کسی مال دار سے نفرت کیوں کرتا ہے جب کہ مال دار کو سب لوگ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے معاشرے میں اس کی عزت ہوتی ہے۔

2 میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ قوت بھی عزت حاصل کرنے کے لیے Attain کی جاتی ہے.....

3 میں یہ کہہ رہا ہوں کہ فلسفے کے طور پر تو بات بالکل ٹھیک ہے اور جتنے ادیان ہیں انہوں نے بھی یہی کہا ہے.....

4 اگر ہم مارگریٹ تھیچر کو دیکھیں' ڈاؤننگ سٹریٹ میں رہنے والے لوگوں کی اور بون سٹریٹ میں رہنے والے لوگوں کی زیادہ عزت ہے' ایسٹ میں رہنے والوں کی عزت کم ہے

5 ہم یہ جانتے ہوئے کہ وہ ذلیل ہے لیکن سب اس کو سلام کہتے ہیں۔

6 میں سارے گلوب کی بات کر رہا ہوں۔ وسعتِ مال کی وجہ سے ہر معاشرہ ایسے بندوں کی عزت کر رہا ہے.....

7 جو آپ سے مانگ رہے ہیں آپ نے ابھی تک ان کو وہ نہیں دیا۔

سوال:

کوئی غریب کسی مال دار سے نفرت کیوں کرتا ہے جب کہ مال دار کو سب لوگ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مال کی وجہ سے معاشرے میں اس کی عزت ہوتی ہے۔

جواب:

غریب کو مال دار ہونے تک چار زندگیاں چاہئیں۔ پھر بھی وہ نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے پاس وہ وسائل ہیں اور نہ اس کے پاس وہ راستہ ہے۔ اس کے لیے ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ مال دار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ کیونکہ یہ مال دار ہیں۔ حتٰی کہ جب راستے پر چلتی ہوئی گاڑی اگر پانی کے اوپر سے گزرے اور کوئی چھینٹ پڑ جائے تو سب مال داروں کو وہ Pedestrian گالی دے گا۔ اور اسی طرح علیٰ ہٰذا القیاس۔ صرف ایک مال دار عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے جو مال کے ذریعے فیض کا مضمون کھولے خدمتِ خلق کا مضمون کھولے۔ گنگا رام کو آپ جتنا برا بھلا کہو وہ فیض کا ایک نظام قائم کر گیا۔ ہمارے ہاں جو جمع کرنے والے اور مال دار لوگ ہیں ان کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ وہ

اپنے آپ کو بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کیونکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ مال کس طریقہ سے آیا ہے۔ مال کبھی سخت دلی کے بغیر نہیں آ سکتا۔ نرم دل انسان کے پاس مال آ نہیں سکتا یا اس کے پاس جمع نہیں رہ سکتا کیونکہ وہ جہاں بھی ضرورت دیکھے گا' درد اور تکلیف دیکھے گا تو جو اس کے پاس ہے وہ تکلیف کو رفع کرنے کے لیے خرچ کرنے کو تیار ہو جائے گا۔ یہ ضروری ہے کہ مال جو ہے انسان کو سنگ دل بنا دیتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ مال کی محبت الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر غافل کر دیا تجھ کو کثرتِ مال نے حتیٰ کہ تم قبروں میں جا گرے۔ تو مال کی محبت انسان کو کمزور کر دیتی ہے اور اپنے آپ میں وہ بزدل Feel کرتا ہے بلکہ Insecure سا Feel کرتا ہے۔ Insecure آدمی جو ہے محسوس کرتا ہے کہ وہ عزت والا نہیں ہے۔ عزت کا مضمون یہ نہیں ہے' عزت تو Security میں ہے یا Sterling Value کی کوئی چیز ہو۔ مال کے اندر بذاتِ خود آنا جانا لکھا ہوا ہے' دولت ٹھہرتی نہیں ہے' یہ دھوپ چھاؤں والا معاملہ ہے۔ مال دار نے اپنے سے زیادہ مال دار دیکھا تو وہ خود بخود غریب ہو گیا چاہے اس کے پاس نسبتاً اور مقابلتاً اس کا اتنا مال رہ گیا ہو۔ سوال یہ ہے کہ کیا کوئی معاشرہ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہیں کہ جہاں کثرتِ مال باعثِ عزت نہ ہو؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کہیں کوئی ایسا معاشرہ ہوا ہی نہیں ہے جہاں کثرتِ مال عزت کا باعث ہو۔ دنیا میں' ماضی کے اندر جتنے بھی پسندیدہ اسماء آئے' مفکرین ہوں یا کوئی اور لوگ ہوں وہ تمام کے تمام مال کے علاوہ تھے۔

پیغمبروں کو دیکھ لیں، مفکروں اور Social Reformers کو دیکھ لیں، سارے کے سارے مال دار تھے، بہت کم لوگ ایسے تھے جو مال دار بھی تھے اور مفکر بھی تھے۔ ورنہ فکر جو ہے یہ وہاں نہیں پلتا، یہ دِیا وہاں نہیں جلتا

؎ یہ وہی گُل ہے جو کھِلتا ہے بیابانوں میں
راس آتا نہیں رہنا جسے ایوانوں میں

یہ مال والے کے ہاں نہیں ٹھہرتا۔ مال کی محبت جو ہے افکار کو ختم کر دیتی ہے۔ جہاں مال کی محبت ہو وہاں اور کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی کیونکہ وہاں تو آہِ سحر گاہی، اپنا فکر اور دوسروں کا فکر، ہمدردی، Sympathies ہوتے ہیں۔ مال میں تو سختی ہو جائے گی، مال فرعونیت کرے گا، مال تکبّر پیدا کرے گا اور غرور پیدا کرے گا۔ جہاں تکبّر پیدا ہوگا وہاں انسان اپنی نظروں میں عزت والا نہیں ہوگا۔ اگر کوئی معاشرہ مال دار ہو جائے تو اس کو دوسرا معاشرہ جا کے Hit کرے گا۔ جس طرح کہ یہودی معاشرہ ہے، وہ شر پسند ہوگا اور دنیا کے اندر کوئی نہ کوئی فساد مچائے گا، اسلحہ سے یا جنگ سے یا کسی اور طریقے سے فساد مچائے گا۔ شدتِ مال یا شدتِ محبتِ مال جو ہے یہ لامحالہ انسان سے محبت کی نفی ہے کیونکہ یہ اپنی ذات کی تسکین ہے بلکہ غرور کا مقام ہے۔ اس طرح وہ انسان کی محبت سے رہ جاتا ہے۔ مال کا ہونا بُری چیز نہیں لیکن مال دار بننے کی خواہش بُری ہے۔ اس سے غرور اور تکبّر پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ کس جگہ پہ ایسا ہوا ہے کہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ ہی ہوا ہے۔ دنیا میں ایسا معاشرہ کبھی ہوا ہی نہیں کہ مال کی وجہ سے اس میں عزت ہو۔ وہ اپنی

نگاہ میں کرتے ہیں' باقی تو یہ ہے کہ اسی معاشرے میں مال والے سے Hate کرنے والا پورے کا پورا گروہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا' توڑنے کی کوشش کرے گا اور جب موقع ملے گا اُسے توڑ دے گا۔ اس لیے مال بذاتِ خود ایک Insecurity ہے اور اس میں اندیشہ ہی اندیشہ ہے۔ جہاں جتنا زیادہ مال ہوگا وہاں اتنا زیادہ اندیشہ ہوگا۔ مال دار اپنے مال کو استعمال کرے گا اور جو کم مال دار ہے اس کی نگاہ میں اس کی عزت نہیں ہوگی۔ وہ کہے گا کہ اس نے وسائل روکے ہوئے ہیں اور یہ فلاں سکول میں اور کالج میں بچے پڑھاتا ہے' اس کے پاس وسائل بہت ہیں ____ اور پھر آہستہ آہستہ بات چلتے چلتے کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ دنیا میں عزت والی چیزیں مکمل ہو چکی ہیں' یہ سب آ چکا ہے' کہ عزت افکار سے ہے' عزت جو ہے ایمان سے ہے' عزت اعمال سے ہے' عزت ہمدردی سے ہے ____ انہی کا نام عزت ہے۔ اب عزت کا نام بدلنا یا اسے نئے سرے سے Define کرنا کہ عزت والی کیا چیز ہوتی ہے' میرا خیال ہے کہ یہ بڑی مشکل بات ہے۔ قابل عزت کون لوگ ہوتے ہیں؟ یہ تو نئے سرے سے Define نہیں کرنا۔ عزت والا کون ہے؟ یہ تو دنیا میں Define ہو چکا ہے۔ آج تک دنیا میں جتنے علوم آئے ہیں انہوں نے بہت زیادہ Definition دے دی ہے کہ عزت یا Respect کیا ہوتی ہے' کن لوگوں میں ہوتی ہے اور کن لوگوں میں ہونی چاہیے۔ اس کی تعریف ہو چکی ہے یہ کون آدمی عزت والا ہے اور کن نگاہوں میں اس کی عزت ہونی چاہیے۔ وہ اپنی نگاہ

میں عزت والا ہے؟ مالک کی نگاہ میں عزت والا کون ہے؟ یا سماج میں عزت والا ہے؟ اور سماج بھی کون سا؟ سماج بذاتِ خود عزت والا ہونا چاہیے۔ اگر عزت والے سماج میں عزت ہے تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آدمی عزت والا ہے۔ ورنہ سماج کے اندر اگر برائی زیادہ ہے تو برائی کے اندر یہ پیسہ Instrumental ہے۔ اس لیے عزت کی تعریف کرنی پڑے گی کہ عزت کیا چیز ہے اور عزت والا کون ہوتا ہے اور عزت کرنے والے کون لوگ ہوتے ہیں' کن نگاہوں میں وہ معزز ہے کیا وہ عین الخلائق میں معزز ہے؟ پیسے والا عین الخلائق میں کبھی معزز نہیں ہوا' کہ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ مال دار تو ایک گروہ ہے جو ایک دوسرے کو Dominate کرنے والا یا ڈرانے والا یا طاقت استعمال کرنے والا ہوتا ہے ____ پیسہ آج تک ایک قوت کے طور پر تو استعمال ہوا ہے لیکن عزت کا ذریعہ نہیں ہوا۔

سوال:

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ قوت بھی عزت حاصل کرنے کے لیے Attain کی جاتی ہے۔ آپ دنیا پر نگاہ دوڑائیں اور ہمارے اپنے ملک میں بھی دیکھیں تو ہر آدمی عزت حاصل کرنے کے لیے دولت کے پیچھے لگا ہوا ہے' اپنا ایک بڑا گھر بناتا ہے تاکہ لوگ اس کو دیکھ کے اُسے سلام کریں اور اس سے خوف زدہ رہیں' تو جس کے پاس جتنا زیادہ پیسہ ہوتا ہے اس کی عزت ہوگی اور ایک اچھا اور نیک آدمی جس کا ذکر فلاسفہ نے کر دیا ہے' دین نے کر دیا ہے' وہ تقویٰ کے مطابق

زندہ ہے تو اس شخص کو کبھی بھی شالامار باغ میں دی گئی Civic Reception میں نہیں بلایا جائے گا۔ نہ محلے والے اُسے اچھا کہیں گے۔ وہ کہیں گے کہ بابا ریوڑیاں بیچتا ہے' نیک آدمی ہے' اس کا ادب کرو کیونکہ اس نے کسی کا بُرا نہیں چاہا' بچے بھی سکول جاتے ہوئے اسے سلام کر جاتے ہیں۔ لیکن Civic Life میں اس کی کوئی عزت نہیں ہوگی۔

جواب:

اس میں جو Uninspiring چیز ہے وہ Awe پیدا کرتی ہے تو Awe کے ساتھ ہی Hatred ہے۔

سوال:

Hatred تو بجا ہے لیکن عزت تو ہے۔

جواب:

اس عزت کو Define کریں جو Love کو Create کرے یا Love پیدا کرے۔

سوال:

بالکل ٹھیک ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ فلسفے کے طور پر تو بات بالکل ٹھیک ہے اور جتنے ادیان ہیں انہوں نے بھی یہی کہا ہے۔ بالکل ٹھیک۔ بسم اللہ۔ لیکن Human History میں' جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا تھا' جو ہماری نگاہوں سے گزری ہے اور اب بھی جو دور گزر رہا ہے' اس میں مال ایک بہت بڑا

سہارا ہے جس کے اوپر چڑھ کر انسان اپنی عزت حاصل کرتا ہے اور اسی کے لیے ہم دور دراز کا سفر کرتے ہیں' بھاگے جاتے ہیں کہ وہاں پیسہ چونکہ زیادہ ہے۔ ایک انجینئر یہاں پر دو ہزار روپے لیتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے دوبئی میں پینتیس ہزار روپیہ لیتا ہے۔

جواب:

یہ تو معاشرے کا Reflection ہے کہ معاشرہ کیسا ہے۔

سوال:

اگر ہم مارگریٹ تھیچر کو دیکھیں' ڈاؤننگ سٹریٹ میں رہنے والے لوگوں کی اور بون سٹریٹ میں رہنے والے لوگوں کی زیادہ عزت ہے' ایسٹ میں رہنے والوں کی عزت کم ہے۔

جواب:

یہ تو آسان سی بات ہے۔ مثلاً ایک لڑکی ہے جو گانا گاتی ہے' گھنگرو باندھ کے پیسے کماتی ہے' ہزار ہا روپے کماتی ہے' اس کے مقابلے میں ایک نیک عورت جو بہت پاکیزہ ہے' تو اگر اس کی عزت ہم زیادہ سمجھیں تو ہمارے سارے مضمون کا Reversal Order ہو جائے گا۔

سوال:

یہ ہوا ہے اور اب بھی ہے۔

جواب:

پھر اس Reversal میں صرف پیسہ ہی کیوں' ہزار ہا اور چیزیں بھی ہیں۔ اگر اس Order کو Reverse کرنا ہی ہے تو اس میں ہر چیز ہی Absent ہو جائے گی۔ اگر آپ نے Moral Order بدلنا ہے تو پھر ہم اس میں عزت کا لفظ کیوں رکھیں۔ عزت تو ایک خاص قسم کا طبقہ ہے یا ایک خاص انداز ہے۔ عزت تو اخلاقیات کی دنیا کا ایک لفظ ہے۔ اخلاقیات سے ہٹا کر اگر اس کو عزت ہی کہا جائے تو اس کو کچھ اور نام دے دو۔ یہ Fear Create کرتا ہے' پاور پیدا کرتا ہے۔ یہ لفظ Respect کا نہیں ہے۔ ایک لفظ دو انداز سے استعمال نہیں ہو گا۔ یہ Moral Plan کا لفظ ہے' یہ Moral Order کا لفظ ہے۔ عزت' تقویٰ' پرہیز گاری' نیکی اور پاک دامنی ـــــ پاک دامنی اور لفظ ہے' ناپاکی اور لفظ ہے' چاہے وہ Fear ہی Create کر لے۔ ایک آدمی اگر شراب پی کے تقریر کرتا ہے چاہے وہ بڑا Orator ہو' تو شراب تو شراب ہی ہے اور نماز تو نماز ہی ہے اور اخلاقیات تو اخلاقیات ہی ہے۔ بیٹے چاہے باپ سے زیادہ علم حاصل کر لیں' باپ کے سامنے اگر کوئی گستاخی سے بولنے والا بیٹا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ بیٹا غلطی کر رہا ہے' ہر چند کہ وہ باپ کو تنبیہ کر رہا ہے کہ میرا ادب کر' میں علم والا ہوں' تیرے پاس علم بہت کم ہے' تجھے ہوش کرنا چاہیے' میں مرتبے والا ہوں اور تُو معمولی مرتبہ رکھتا ہے' اللہ نے مجھے Status دے دیا ہے تو تُو پھر احتیاط کر اور ہمیں سلام کہہ ـــــ اگر وہ یہ کہے گا تو ہم کہیں گے کہ بچہ Moral Order کے

مطابق گستاخی کر رہا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی آدمی آپ کے گاؤں کا رہنے والا ہو' محلے میں رہتا ہو اور وہ آجائے تو عزت نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ابھی تک تو یہ بات قائم ہے کہ اس کو بُرا ہی کہا جائے گا۔ اگر بیٹا پاور میں ہے' بیٹے میں طاقت آ گئی تو اس نے کہا کہ ابا خاموش ہو جا۔ اُس نے باپ کو قوت دکھا دی کہ اب آرام سے بیٹھ' مجھے مارنے کا وقت ختم ہو گیا اور اب تُو دیکھ کہ میں بدلہ لینے والا ہوں۔ یہ بات آج تک کبھی بھی پسندیدہ نہیں ہوئی ہے ہر چند کہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے دونوں طرح کے الفاظ کو ایک طرف رکھا جائے' اخلاقی دنیا کے الفاظ الگ رکھے جائیں۔ اس کو پھر ہم یہ نہ کہیں کہ یہ عزت ہے۔ اس میں کچھ ہے ضرور' آدھی سے زیادہ دنیا کو مال کی محبت ضرور ہے' لیکن اس میں ہم عزت کا لفظ نہیں لگنے دیں گے۔ عزت بہر حال عزت ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم عزت وہی ہے جو اللہ کے ہاں ہو۔ عزت جن لوگوں کی نگاہ میں ہونی چاہیے ان لوگوں کی نگاہ سے Judge ہو جائے گا۔ یہ نہیں ہوگا کہ کسی گانے والے بازار میں وہ چلا جائے اور کہے کہ اس کی وہاں بڑی عزت ہے' بڑے چرچے ہیں' یہ اس علاقے کا دولہا ہے۔ اس طرح نہیں ہے۔ وہ پھر عزت گنی نہیں جائے گی۔ اس لیے یہ لفظ اس طرف کا نہیں ہے۔ ''عزت'' عربی کا لفظ ہے العزۃ للہ جمیعا ساری عزت اللہ کے لیے ہے۔ اسی حوالے سے یہ لفظ آئے گا۔ اس کا مخرج یا اس کا مرکز جو ہے اس کو دیکھنا ہے کہ ''عزت'' کا لفظ آیا کیسے' اس کا مفہوم کیا ہے اور اس کے معانی کیا ہیں۔ اگر ہم غلط جگہ پر ایک صحیح لفظ

استعمال کر دیں تو سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ مثلاً انسان' اخلاقیات' ادب' احترام' یہ سارے الفاظ ہیں۔ پیسے کی محبت تو لوگوں میں آ گئی ہے اور پیسے کی محبت سے انسان کی محبت ختم ہو گئی ہے۔ یعنی آج کے آدمی کی انسانوں کے ساتھ محبت نہیں رہی ہے اور پیسہ جو ہے یہ غرور پیدا کرتا ہے اور ضرور کرتا ہے' اس کے ذریعے کچھ لوگوں میں Fear بھی ہوتا ہے' کچھ لوگ پیسے کو سلام کرتے ہیں لیکن ہر سلام عزت نہیں ہوتا' ہر عقیدت جو ہے عقیدت نہیں ہوتی' ہر آدمی جو کسی کو عزت دار کہے اس سے وہ عزت دار نہیں ہو جاتا۔ آپ کے مکان کے پاس سے گزرنے والا ضروری نہیں ہے کہ وہ آپ کو پسند کرے۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ ہمارا معیار کیا ہے اور ہمیں اپنے آپ کو کیسے Judge کرنا ہے۔ ہم نے کن نگاہوں سے اپنے آپ کو Judge کرنا ہے' کہ آپ عزت والے ہو گئے کہ نہیں ہو گئے ورنہ ہر فرعون عزت والا تھا' حکومت بھی اس کے پاس تھی اور مال بھی تھا' قوت بھی تھی اور وہ بڑا Effective تھا' جو چاہتا تھا وہ کر سکتا تھا۔ ان کے پاس کن فیکون کا تھوڑا سا انداز ہوتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کبھی بھی نہیں ہوا۔ اس لیے ہم عزت کو ایک معیار کے مطابق Judge کریں گے ورنہ ہر کافر اپنے کافروں میں عزت والا ہے' ہر یہودی اپنے یہودیوں میں عزت والا ہے' ہر بداخلاق اپنے بداخلاقوں میں عزت والا ہے' غنڈہ جو ہے اپنے غنڈوں کا چوہدری ہوتا ہے' لوگ اس کی بڑی عزت کرتے ہیں' سلام کرتے رہتے ہیں اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن نیک معاشرے میں غنڈے کو اچھا نہیں

سمجھا جائے گا۔ اسی طرح بااخلاق معاشرے میں بداخلاق کو اچھا نہیں سمجھا جائے گا۔ عزت والے معاشرے میں دولت مند کو عزت دار نہیں مانا جائے گا کیونکہ وہ معاشرہ عزت والا ہے۔ پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کن نگاہوں میں اور کن نگاہوں سے Judge کر رہے ہیں۔ ہر جماعت کو ماننے والے لوگ ہیں' ہر انسان کو زندہ باد کہنے والے لوگ مل جائیں گے' ہر آدمی کے پیچھے کچھ نہ کچھ Following ہوگی' اس کے لیے For اور Against me بھی ہوگی۔ کوئی آدمی مکمل طور پر ذلیل نہیں ہے' اس کو ماننے والا کوئی نہ کوئی مل جائے گا۔ پھر نہ عزت رہ جائے گی اور نہ کوئی ذلت رہ جائے گی۔ ہر عزت کرنے والے کو کوئی نہ کوئی Hate کرنے والا مل جائے گا' ہر ذلت والے کو کوئی نہ کوئی سلام کرنے والا مل جائے گا' وہ کہے گا کہ میں تو آپ کو سلام کرتا ہوں۔ اگر اُسے کوئی نہ ملا تو شیطان ہی سلام کر جائے گا اور کہے گا کہ ماشاءاللہ You are a great man' اتنا بڑا آدمی ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ تو خیر اور شر کے مسائل ہیں۔ اس تقسیم کو تو نہ بدلا جائے جو کہ ہو چکی ہے۔ شر جو ہے وہ شر میں عزیز ہے اور خیر خیر میں عزیز ہے۔

سوال:

خوب ہے!

جواب:

آپ جب خیر کو شر سے Judge کریں گے تو سارا نظام ہی اُلٹ

پلٹ ہو جائے گا۔ اس لیے اُس کے انداز سے Judge کرو۔ دودھ دو گز تو نہیں ہوتا بلکہ دو لیٹر ہوگا۔ اس کا ایک معیار ہے۔ یہ الگ الگ ہیں۔

سوال:

یہ بالکل بجا ہے۔ میں تو موجودہ مشاہدے کی بات کر رہا ہوں۔ اس میں ہے بھی ایسے۔ اور یہ لوگوں کے دلوں کا بہت بڑا بوجھ ہے۔

جواب:

یہی تو بوجھ کا باعث ہے' اس کا حاصل بھی بوجھ ہے اور اس کا نہ حاصل بھی بوجھ ہے۔ کیونکہ یہ طلب بذاتِ خود غلط ہے' نفی ہے۔

سوال:

پھر تو اس کا حصول بھی بوجھ ہے۔

جواب:

اس کا حصول بھی بوجھ ہے اور اس کا سفر بھی بوجھل ہے۔ کیونکہ یہ فنا ہے۔ فنا کا بوجھ اور فنا کی طلب جو ہے وہ کبھی سرور اور کبھی کشادگی عطا نہیں کر سکتے۔ اس کا حاصل کرنا' اس کا جمع کرنا اور پھر اس کو چھوڑ جانا' ہر طرف تباہی ہی تباہی ہے۔ انسان نے تو وہی پیٹ بھر کے کھانا ہے' زیادہ سے زیادہ تین وقت کھانا کھالے گا۔ مشکل سے ہی کھائے گا۔ جوں جوں عمر گزر جائے گی میرا خیال ہے وہ کم ہی کھائے گا۔ پھر انسان کھانے کے قریب ہی نہیں جاتا۔ وہ کھانے کے نام سے ہی باغی ہو جاتا ہے۔ پھر ایسے واقعات ہو جاتے ہیں۔ اس لیے یہ بڑا خیال

رکھنا چاہیے کہ باپ' باپ ہے' بیٹا' بیٹا ہے اور درمیان میں ایک نظام قائم ہے' بیٹے کا کام ہے کہ اس پہ سلام واجب الادا ہے۔ ماں' ماں ہے اور بیٹی' بیٹی ہے' بیٹی کو ماں کا ادب کرنا ہی چاہیے۔ کیوں کرنا چاہیے؟ اس کی وجہ نہیں بتائی گئی۔ یہ بتایا گیا ہے اور یہ ہوتا بھی اسی طرح ہے۔ تو انہی کی عزت ہونی چاہیے۔ بڑا بھائی جو ہے وہ بڑا بھائی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ اتفاق سے پہلے آ گیا۔ بس وہ بڑا بھائی ہے اور اس کا ادب ہے' احترام ہے۔ اگر کوئی استاد ہے تو اس کا ادب ہے' احترام ہے۔ ورنہ استاد میں ایسی کون سے بات ہے' اُستاد تھوڑا پڑھا ہوتا ہے اور شاگرد پڑھتے پڑھتے کہاں نکل گئے۔ لیکن جب بھی اُستاد آ گیا تو شاگرد نے کہا کہ سب بند کردو' اُستاد آ گئے ہیں۔ یہ علم کا ادب نہیں ہے بلکہ استاد کا ادب ہے۔ علم تو شاگرد کے پاس زیادہ ہے۔ استاد ایک مقام ہے' ایک شخص ہے' علم تو کوئی اور چیز ہے' اصول ہے۔ استاد ایک رشتے کا نام ہے۔ اسی طرح اپنا وطن' چاہے امریکہ' امریکہ ہی ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے وطن سے جو محبت ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔ یہاں پر بے شمار ایسے لوگ رہتے ہیں جو چار چار میل سے پانی بھر کر لاتے ہیں۔ اُنہیں کہا گیا کہ یہ جگہ چھوڑ دو' اچھے علاقے میں چلتے ہیں تو کہتے ہیں کہ نا بابا معافی دے دو' ہمیں یہیں رہنا ہے۔ ڈی جی خان کے علاقے اور دوسرے علاقے' پانی نہیں ہے اور دور دور سے لایا جا رہا ہے۔ پہاڑوں میں ایسے علاقے بے شمار ہیں۔ صرف کریانہ کی دکان اور چار چار میل پہاڑیاں ہیں' ہفتے کے ہفتے نمک مرچ اور چھوٹی چھوٹی چیزیں جا کے لے آتے ہیں۔ وہ وہاں جا رہے ہیں

اور وہاں رہ رہے ہیں' وہ جگہ چھوڑتے نہیں ہیں۔ یہ وطن کی محبت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ Values کی کہانی ہے' یہ کسی لگن کی داستان ہے' یہ دل کے قصے ہیں۔ اور اگر بڑا وجود ہو جائے' بڑی پوشاکیں ہو جائیں اور دل اندر سے خوش نہ ہو تو کوئی لطف تو نہ ہوا۔ اس لیے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ہم کن Values کو Values کہہ رہے ہیں۔ ورنہ ہر Values کے علاوہ بھی تو Values ہیں۔ یہ دیکھنا ہے کہ آپ معاشرہ کو کن نگاہوں سے Judge کریں گے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ ہر انسان ایک انداز سے ایک جیسا ہوگا اور دوسرے انداز سے وہی انسان دوسرا نکل آئے گا۔ اس کائنات میں جتنے علوم وارد ہوئے ہیں تمام کا وارث انسان ہے اور ہر مسلمان کے پاس کفر موجود ہے۔

سوال:

جی؟

جواب:

وہ سمجھتا ہے کہ کیا ہے لیکن وہ جو کفر کی پہچان ہے وہ کرتا نہیں ہے۔ وہ کافر نہیں ہے لیکن اس کے پاس کفر ہے' وہ علم کی شکل میں ہے لیکن عمل کی شکل میں نہیں ہے کیونکہ عمل ہو گیا تو وہ کافر ہو گیا۔ اس کو کفر کا علم ہے اور جتنا یہ علم اس نے رکھا ہوا ہے اتنا اس کے پاس کفر کا باقاعدہ مضمون ہے۔ اور اگر وہ اظہار میں آ جائے تو یہ فوراً کافر ہو جائے۔ لیکن وہ جانتا ہے۔ جاننا جو ہے یہ اس کا حصہ ہے' ہر چیز کو جاننا' کہ عزت کیا ہے' بے عزتی کیا ہے' ذات کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ

کوئی Sane آدمی جس نے کوئی مطالعہ کیا ہو سماج کا اور Anthropology کا وہ جانتا ہے کہ عزت کسے کہتے ہیں اور عزت والی کیا چیز ہے۔ بادشاہ ہونا اور چیز ہے اور دل کی دنیا اور چیز ہے یہ خاص مقام کی بادشاہی ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ من کی دنیا اور ہے تن کی دنیا اور ہے دھن آتا ہے اور دھن جاتا ہے یہ چھاؤں ہے۔

؎ یہ سبب کچھ اور ہے جس کو تو خود سمجھتا ہے
کہ زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں

کلام الٰہی میں بھی کہا گیا ہے۔ اگر آپ الٰہیات میں داخل ہو جائیں تو الٰہیات موت ہے موت سے شروع ہوتی ہے تو موت کا یقین ہو جائے اپنے مر جانے کا مشاہدہ اگر نہ ہو تو یقین تو ہو۔ جب مشاہدہ ہو جائے تو آپ فقر میں داخل ہو گئے۔ آپ کو اپنی موت کا مشاہدہ ہو جائے گا کہ آپ نے کہاں کب کیسے اور کیا ہونا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کیونکہ یہ وجود کا خاص حصہ ہے یعنی یہ اس شکل کا ایک اور حصہ ہے۔ موت کا مشاہدہ ہو جائے تو انسان فقیر ہو جاتا ہے۔ اگر یقین آ جائے تو انسان اچھا ہو جاتا ہے نیک ہو جاتا ہے۔ انسان کو موت کی اطلاع ہو جائے تو وہ سنبھلا رہتا ہے۔ قدم قدم پر ہر جنازے پر ہر جنازے میں اطلاع ہوتی ہے۔ لوگ بتاتے رہتے ہیں کہ ہم وہاں گئے تھے کسی کا عزیز فوت ہو گیا تھا۔ یہ واقعات روز ہی ہوتے رہتے ہیں جنازہ چالیسواں وغیرہ۔ کسی کا باپ فوت ہو گیا کہیں اور واقعات ہو گئے۔ اگر موت کا یقین ہو جائے اور یقین

مشاہدے کی حد تک ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ مال کی محبت ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ پتہ چل جاتا ہے کہ یہ Ultimate منزل ہے۔ اس منزل کے لیے اللہ نے کبھی Facilitate نہیں کیا' نہ ہی اس نے کوئی تعاون کیا۔ اگر یہاں تک آنا تھا تو پھر اتنا بڑا کیا ہنگامہ تھا۔ لہٰذا مال نہ محبت کا ذریعہ ہے اور نہ عزت کا ذریعہ ہے۔ یہ آپ کے زندگی کے سفر کے لیے ایک سہولت ہے' تو اس سہولت کو حاصل کرو' مال کو استعمال کرو۔ مال کا بے سبب جمع رکھنا جو ہے اس سے انسان اپنی نگاہ میں عزت والا نہیں رہتا۔ آپ خود ہی دیکھ لو' ہمارا اپنا معاشرہ کسی وجہ سے ترتیب میں صحیح نہیں ہے۔ کوئی آدمی زیادہ پیسہ لینے کے لیے پاکستان کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں چلا جاتا ہے تو وہ کتنی چیزیں یہاں چھوڑ جاتا ہے' ماں' باپ' مٹی' مٹی کی خوشبو' یہاں کی Values چھوڑ گیا' ہر چیز کو چھوڑ گیا۔ ایک لگن اس کو لے کے باہر چلی گئی۔ یہاں واپسی پر عزت حاصل کرنے کے لیے وہاں ذلت کی زندگی گزارتا ہے۔ وہاں تو عزت کی زندگی نہیں گزار رہا جہاں سے وہ مال کما رہا تھا۔ وہ وہاں کے درجات میں امیر نہیں ہے' یہاں کے درجے میں وہ امیر ہو گیا سو ہو گیا۔ وہاں ان لوگوں کے Grades میں کیا ہو گا' شیوخ کے سامنے کیا امیر ہو گا۔ وہاں اس نے کیا دولت مند ہونا ہے۔ کہتا ہے کہ شیخ مجھ پر بڑا خوش ہو گیا اور اس نے مجھے گھڑی دے دی ہے' دس ہزار کی گھڑی آتی ہے۔ وہاں عید پہ بڑے بڑے بونس آ جاتے ہیں۔ شیخ خوش ہو گیا تو پانچ سو آدمیوں کو حج کرا دیا۔ وہ کیا حج ہے اور تمہارا کیا ایمان ہے۔ وہاں کی دنیا اور ہے۔ میرا خیال ہے کہ اپنے علاقے میں

عزت کے سمجھنے کا طریقہ پہلے ہی طے ہو چکا ہے' موجود ہے' وہ Change نہیں ہونا۔ انشاءاللہ تعالیٰ!

اور بولیں ـــــ پوچھیں ـــــ

سوال:

سوال کا جواب تو کافی حد تک مل چکا ہے۔

جواب:

اگر مال کو ذریعہ عزت بنالیا جائے' تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے' تو ایک ان پڑھ انسان نے مال کی وجہ سے ایک پڑھے لکھے آدمی کو ملازم رکھا ہوا ہے اور اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا جیسے وہ دولت کی وجہ سے جو دوسروں سے کرتا ہے' تو اس طرح اگر اس کو عزت کا ذریعہ مان لیا جائے تو باقی ساری Activities جو ہیں وہ ختم ہو جائیں گی۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کا عمل بنیادی طور پر بُرا ہے لیکن اس کے پاس مال ہے تو آپ اس کو کیسے Rationalize کریں گے۔ ایک آدمی ہے' ہے وہ ذلیل اور اس کے پاس مال ہے تو اب آپ اس کو ذلیل عزت والا کیسے مانیں گے۔ ''ذلیل'' کوئی عمل ہے ناں' کہ کوئی علم ہے ناں؟

سوال:

بالکل صحیح ہے۔

جواب:

اگر ایک آدمی ذلیل ہے لیکن اس کے پاس مال ہے تو ذلت کی وجہ سے

ذلیل ہے۔

سوال:

مگر اس کی عزت بنی ہوئی ہے۔

جواب:

اب اس کے مال کی وجہ سے اس کی عزت کیسے کریں گے' اس کو کیا کہیں گے؟

سوال:

ہم یہ جانتے ہوئے کہ وہ ذلیل ہے لیکن سب اس کو سلام کہتے ہیں۔

جواب:

یہ تو The fault lies with us ____ یہ دیکھیں کہ کون لوگ ہیں جو اس کی عزت کرتے ہیں۔

سوال:

میں سارے گلوب کی بات کر رہا ہوں۔ وسعت مال کی وجہ سے ہر معاشرہ ایسے بندوں کی عزت کر رہا ہے۔ پہلے بھی یہ ہوتا رہا۔ صحیفوں سے بھی پتہ چلتا ہے۔ فرعون کے واقعہ سے' قارون کے واقعہ سے اور تاریخ میں بھی پتہ چلتا ہے۔ میرا سوال اپنی جگہ پر ویسے ہی ہے۔

جواب:

بے شک آج تک ہوا ہے' ہمیشہ سے ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن Opinion

والے لوگ اور Judgement والے لوگ آج تک کبھی ختم نہیں ہوئے۔ اخلاقی اور مذہبی Order کبھی بھی ختم نہیں ہوا۔ فرعون بھی ختم نہیں ہوا۔ معنی بھی موجود ہیں۔ یعنی کہ اس کائنات میں ہر چیز اپنی پوری اور اصلی حالت میں موجود ہے۔ ایک طبقہ موجود ہے جو Judgement دینے والا ہے۔ ہم اس چیز کو روک رہے ہیں کہ پیسہ ہی عزت کا ذریعہ ہے۔ عزت بہرحال ایک الگ چیز ہے۔ عزت کے مضامین الگ ہیں' عزت کو Judge کرنے کا طریقہ الگ ہے' اس کی Values اور ہیں۔ پیسے کے خوبی اور خامی کو Judge کرنے کا الگ مضمون ہے۔

اور کوئی سوال ____ پوچھیں ____

سوال:

اب تو ذہن میں کچھ نہیں آ رہا۔ کچھ سوچ بھی نہیں رہے ____

جواب:

اگر آپ کچھ نہیں سوچتے تو یہ تو بے عملی ہے اور یہ آپ کے لیے Advisible نہیں ہے۔

سوال:

ہم نے تو کچھ سوچا ہی نہیں۔

جواب:

یہ تو موت ہے' خاموش موت۔ ذہین آدمی کے لیے یہ اچھی چیز نہیں

ہے کہ وہ چپکے سے مر جائے۔ جانے سے پہلے کچھ نہ کچھ واقعہ ہونا چاہیے۔ اگر آپ کو کوئی واقعہ سوچ میں نہیں آ رہا اور خاموشی سے مرنا بھی نہیں چاہتے تو پھر آپ عمل میں داخل ہوں' پھر تو آپ کے لیے یہ عمل بنتا ہے۔ یا پھر اس کے متبادل کوئی عمل ڈھونڈو۔

سوال:

متبادل تو کوئی نہیں ہے۔ متبادل اگر ذہن میں آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ چونکہ ہم ہسٹری کے سٹوڈنٹ رہے ہیں اور خاص طرز سے سوچنے کے عادی ہو گئے ہیں' اس لیے ہم کو تو وہی متبادل سمجھ میں آتا ہے جو متبادل چلا آ رہا ہے' مثلاً سیاسی پارٹیوں کے روپ میں یا کسی سماجی گروپ کے روپ میں۔

سوال:

آپ کو اس وقت بات سمجھ آئے گی جب آپ کسی چیز کے محرک بنیں گے۔ کیا آپ سیاسی عمل کر سکنے کے قائل ہیں۔

سوال:

جی بالکل نہیں۔

جواب:

پھر آپ باقیوں کا حوالہ چھوڑ دیں۔ اس وقت ساری کائنات سمٹ کے ہم ہی لوگ ہیں جو یہاں ہیں۔

سوال:

ایک ہماری مینٹل ٹریننگ ہے۔ یہ میں اپنی ذہانت' اپنی Intellect اور مشاہدے کے زور پر کہہ رہا ہوں کہ میں سیاست کا بالکل قائل نہیں ہوں اور وہ ایک Futile exercise ہے لیکن میری ایک Orientation بھی ہے جو مجھے کبھی کبھی مجبور کرتی ہے۔ میں رسالہ اکانومسٹ پڑھتا ہوں' ٹائم پڑھتا ہوں یا پھر نیوز ویک پڑھتا ہوں تو ایک Orientation بنتی ہے۔

جواب:

آپ کی یہ Orientation بالکل نہیں ہے اور آپ نے کسی پولیٹیکل پارٹی کا ممبر بننے کے لیے اپنی چشم التفات اور نگاہِ التفات سے غور ہی نہیں کیا۔ اب یہ Orientation کہاں ہے۔

سوال:

میں رسالہ اکانومسٹ بہت پڑھتا ہوں۔ اسی طرح رسالہ ٹائم اور نیوز ویک بھی Orientation تو کرتے ہیں۔

جواب:

آپ کی جو Orientation اب تک ہوئی ہے آپ وہ بتائیں۔ یہ تو آپ ان لوگوں کی Faculty کا بتا رہے ہیں۔ آپ کہیں کہ اتنے بتانے والے ہیں اور اتنا بڑا واقعہ ہوا ہے لیکن مجھ پر اثر نہیں ہوا اور اس کے برعکس میں اس طور پر Safe ہوں اور بہتر محسوس کرتا ہوں۔

سوال:

میرے ساتھ بھی تو یہ آدمی بیٹھے ہیں۔

جواب:

ساتھ والے سے تو ہم نے بات نہیں کی۔

سوال:

مثلاً یہ ساتھ ہی میرا چھوٹا بھائی بیٹھا ہے۔

جواب:

ان سے تو آج ہی ملاقات ہوئی ہے۔

سوال:

مجھ سے تو ان کی بات ہوتی رہتی ہے۔

جواب:

آپ بات کو مکمل طور پر سمجھے بغیر Convey کرنے لگ گئے ہیں۔ اس طرح آپ اندیشے Convey کر جائیں گے۔

سوال:

میں نے ان کی بات تو Convey نہیں کی بلکہ اپنے والی بات کی ہے۔

جواب:

آپ کی بات تو ٹھیک ہے یہ آپ کا اپنا حق ہے اور ان کا بھی حق ہے۔

لیکن جب تک ان کے ساتھ وابستگی نہ ہو تو بات نہیں کرنی چاہیے۔

سوال:

جی بالکل نہیں کرنی چاہیے۔

جواب:

اب ان سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ یہ آپ کی طرف سے مہمان آئے ہیں اور آج ان سے ملاقات ہے۔ پھر ان سے دو ملاقاتیں ہوں گی' تین ملاقاتیں ہوں گی اور پھر اس کے بعد سارا فیصلہ ان پہ چھوڑ دیں گے۔ آپ نے بات سمجھی؟ کیا اب آپ کی تسلی ہوتی ہے؟ آپ کسی اور کا حوالہ نہ دیں۔

سوال:

میں صرف ان کا کہہ رہا ہوں۔

جواب:

وہ تو ان کے اپنے مقام پہ ہوگا جو بھی ہوگا۔

سوال:

میں یہ بات ntellectually، کہہ رہا ہوں۔ یہ بھی بڑا سہارا ہے۔ یہ سہارا نہیں ہے بلکہ یہ لائف کا فائنل عمل ہو جاتا ہے۔

سوال:

پھر فائنل عمل سے بسم اللہ کر لیتے ہیں۔

جواب:

اب آپ نے اپنے عمل کا یا مستقبل کا یا واقعات کا یا خیال کی روشنی کا فیصلہ اپنے آپ پر چھوڑا ہے۔ یہی ہے ناں۔ اب مسئلہ حل ہوگیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات_____

سوال:

میں تو حاضر ہوں۔

جواب:

حاضر کی بات نہیں۔ آپ نے میرے حاضر نہیں ہونا بلکہ آپ نے اپنے مسئلے کے حاضر ہونا ہے۔

سوال:

میں آپ کو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ میں نے اپنے مسئلے کے حاضر ہونا ہے۔

جواب:

اس میں کسی ایک کا Concern نہیں ہے بلکہ ہر آدمی کا Concern ہے۔ ایک آدمی کی تو بات ہی نہیں ہے۔ ایک آدمی تو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے آپ سے یہ بات کرنی ہے۔ یہ Concern تو آپ سب کا بن جاتا ہے۔ اس میں کوئی بھی چیز Unimportant رہ نہیں جاتی۔

سوال:

سیاست میں بڑے عجیب وغریب خدشات آتے ہیں۔ ہمارے ایک

دوست بڑے مشہور سیاست دان ہیں' انہوں نے کہا کہ سیاست کرنی ہے' ان میں بڑی نیک نیتی سے قوم کا درد تھا۔ ان کا دین کا اور قرآن کا مطالعہ بھی تھا' اب بھی میں ان سے ملتا ہوں تو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

جواب:

آپ اپنے ذہن میں حکومت لینے کی خواہش نہ رکھیں۔

جواب:

ہرگز نہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ آ گئی تو پھر کیا ہوگا۔

جواب:

کون آ گئی؟ خواہش یا حکومت؟

سوال:

اگر خواہش آ گئی تو ـــــ

جواب:

اگر خواہش آ جائے اور حکومت نہ آئے تو یہ عذاب ہے۔

سوال:

بالکل' یہ عذاب ہے۔

جواب:

اگر حکومت آ جائے اور خواہش نہ آئے تو یہ عین عطا ہے اللہ کی۔

ایک اور سوال:

یہ صاحب جو آپ سے مانگ رہے ہیں وہ ابھی تک ان کو نہیں ملا۔

جواب:

میں نے ابھی تک ان کو دینے کا وعدہ ہی نہیں کیا۔

سوال:

جی ہاں' یہ جو آپ سے مانگ رہے ہیں آپ نے ابھی تک ان کو وہ نہیں دیا۔

جواب:

میں نے یہ نہیں کہا کہ میں نے دے دیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خود ہی سمجھ لو' ڈھونڈ لو' یہاں ایک بات ہے اور اس بات میں آپ کا حصہ ضرور ہے' اگر حصہ نہ ہوتا تو میں بات ہی نہ کرتا۔ آپ کی سمجھ کے مطابق یہ بات ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں آپ سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں' میں کہہ دیتا ہوں کہ یہ لڑکا جو بیٹھا ہے اس کو اگر کوئی پرابلم ہو تو یہ شفیع صاحب سے Discuss کرے' اللہ کے فضل سے پرابلم دور ہو جائے گا۔ اب شفیع صاحب بھی یہیں پہ بیٹھے ہیں اور وہ اس سے زیادہ دانا بھی نہیں ہیں لیکن میں ایک بات کہتا ہوں کہ اس شخص کو ایسا کوئی Obsession ہو' اس کا کوئی پرابلم حل نہ ہو رہا ہو تو یہ شفیع صاحب سے بات کرے تو وہ حل ہو جائے گا۔ اس لیے ہر آدمی کو میں بتاتا رہتا ہوں۔ مثلاً یہ نواز صاحب ہیں' ان کا کوئی مسئلہ حل نہ ہو رہا ہو تو نیازی صاحب سے بات کریں تو

مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اس کو فیض کہتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ مسئلہ موجود ہو' کوئی Obsession ہو جائے' ذہن میں' قلب میں یا دماغ میں کچھ سمجھ نہ آ رہا ہو' زمین و آسمان کی فریادیں سمجھ نہ آ رہی ہوں تو ایک آدمی وہ مسئلہ حل کر دیتا ہے۔ اب اس کی جو بوٹی ہے' اس کا جو علاج ہے یہ شخص علاج کے قریب بیٹھا رہے تو بھی قیامت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کا علاج فیض والے کے پاس ہے اور وہ واقعی یہ بات سمجھا سکتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ ذاتی طور پر کسی فیصلے پر پہنچنا چاہو اور وہ سمجھ نہ آ رہا ہو تو آپ صرف سوال تک پہنچ سکتے ہیں۔ ایک سوال ایسا ہو کہ میں کیا کروں؟ اور پھر اس فیض والے کے اعتماد میں آ کر یا ڈھل کر یا اس اعتماد میں اُتر کر آپ عمل کر کے دیکھیں۔ اگر وہ عمل آپ کو شفا نہ دے تو پھر فیصلہ آپ ——

سوال:

میں تو بالکل حاضر ہوں۔

جواب:

آپ تو احسان کرتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔

سوال:

جی ہاں' اس میں احسان کی تھوڑی سی Tone بھی ہے۔

جواب:

آپ یہ میرے کہنے پر کر رہے ہیں لیکن میں آپ کی خواہش کو

Cater کر رہا ہوں۔ آپ میرے پہ احسان کر رہے ہیں۔ اگر آپ کچھ نہیں کرنا چاہتے تو خاموشی کے دن گزاریں' شام کو وقت سے پہلے کھانا کھائیں اور سونے سے پہلے جلدی سو جائیں۔ صحت کا خیال رکھنا اچھا ہوتا ہے۔ پھر آپ کیوں اتنی بے تابیاں کرتے ہیں اور شب بیداریاں کرتے ہیں۔ اگر آپ کے اندر کوئی Urge ہے' کوئی Quest ہے' کوئی خواہش ہے' کچھ کرنے کی خواہش اندر ہی لگی ہوئی ہے تو پھر آپ پہلے جو کر کے آئے ہیں اگر وہی دوبارہ کرنا ہے تو یہ ہمارے لیے کچھ نہ کرنے کے برابر ہے۔ اگر آپ آج سکرپٹ لکھیں گے تو یہ تو کوئی بات نہ بنی کیونکہ یہ تو آپ پہلے سے لکھتے جا رہے ہیں۔ اس سے کبھی آپ کی تعریف ہو جائے گی اور کبھی بدتعریفی ہو جائے گی۔ جب بھی آپ کو آدھا ملک پسند کرے گا تو آدھا مخالف ہو کے کھڑا ہوگا۔ ہم نے ملک کو پہلے ہی دو حصوں میں رکھا ہوا ہے' آدھے لوگ پسند کریں گے اور آدھے ناپسند کریں گے۔ آپ کا مزاج ہی اس طرح ہے' آپ پہلے ہی House divided ہیں۔ اگر وہ کام کرنا ہے تو آپ بے شک کرتے رہیں لیکن آپ ذاتی سوال تک تو پہنچیں' کہ میں مستی' فلاں انسان ہوں' میرا یہ ذاتی سوال ہے' میرے ساتھ یوں ہے ـــــ یہاں سے پہچان ہوتی ہے' دنیا میں جو مصائب' مسائل' حادثات' تکالیف' اذیتیں یا بیماریاں ہوتی ہیں وہ ساری کی ساری قدرت کے ساتھ تعلق کا امکان ہوتی ہیں۔ آپ بات سمجھے؟

سوال:

واہ!واہ! بالکل ٹھیک ہے۔سبحان اللہ!

جواب:

یہ سارے واقعات اس طرح ہوتے ہیں۔مثلاً ایک پتھر سر پہ آ کے لگا تو وہ کہتا ہے کہ یا اللہ یہ کیا ہوگا۔اب وہ پتھر نہیں تھا بلکہ ایک دعوت نامہ تھا کہ تُو پہچان کہ یہ کیا ہے۔آپ پتھر کی تحقیق کرتے کرتے اس ہاتھ تک پہنچ جائیں گے جس ہاتھ میں اور بھی پتھر تھے' سبحان اللہ اتنا Beautiful ہاتھ۔یعنی کہ اس میں اللہ سے تعلق کا امکان ہے۔بعض اوقات ذاتی اذیت ہوتی ہے اور آپ اس کا کھوج لگاتے لگاتے اللہ کی بارگاہ میں پہنچ جاتے ہیں' تکلیف کو دور کرتے کرتے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔بچہ بیمار ہو تو ماں کو نہ بتاؤ کہ اللہ کہاں ہے' ماں خود جانتی ہے کہ اللہ کہاں ہے۔بس اتنی سی بات ہے۔بچہ بیمار ہو تو ماں کے علم میں ہوتا ہے کہ خدا کہاں ہے۔یہ خداداد چیزیں ہیں۔اس لیے جب آپ کا سوال ایسا بن جائے گا کہ آپ نے اللہ کو پہچاننا ہے تو پھر جواب آپ کو اپنی حقیقت تک یا تحقیق تک پہنچا دے گا۔یہ تب ہوگا جب وہ سوال پیدا ہو جائے اور اگر نہ بنے تو یہ آپ کو دعوت ہے' آپ کی مرضی کہ اسے قبول کریں یا نہ کریں۔میرے ہاں تو ایسی کوئی دعوت نہیں ہے کہ کچھ اچھے اچھے لوگ ممبر بنانے ہیں۔اس کے لیے تو ایک دعوت نامہ ہوتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ سوال ہے مگر سوال تو ہے ہی نہیں۔آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایسا واقعہ تو آپ کے ہاں خود ہونا چاہیے۔اگلا سوال یہ ہے

کہ پہچان کراؤ کہ کون ہو' کیا ہو۔ یہ پہچان کرنے کا طریقہ ہے اور اس کا طریقہ سوال ہے۔ سوال سے پہچان ہوتی ہے۔ کوئی ایسا سوال ہو جو آپ کا ذاتی سوال ہو' اٹکا ہوا ہو' اُلجھن کو سلجھانے کے لیے ہو اور کوئی مسئلہ ہو۔ جس طرح میں نے کہا ہے کہ ان کو کوئی مسئلہ ہو تو اُن سے پوچھیں اور اُن کا کوئی مسئلہ ہو تو ان سے پوچھیں' اس طرح مسئلہ حل ہو جائے گا۔ یہاں پہ میں نے ''فیض'' کا لفظ کہا تھا۔ جہاں پہ فیض میسر ہے وہاں اس کے سوال کا جواب' اس بیماری کی شفا اور اس اُلجھن کا حل موجود ہے۔ وہاں پر خرد کی گتھی کو سلجھایا جاتا ہے۔ جہاں ایسا واقعہ ہو وہاں پہ خود کو منسوب کر لو تو سب حل ہو جائے گا۔ وہاں جو مسئلہ ہے وہ کہا جائے اور بیماری کا علاج بھی پوچھ لیا جائے۔ وہاں یہ کہیں کہ میری ذاتی بات یہ ہے اور آپ فرمائیں کہ اب میں کیا کروں۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ الحمدللہ آپ کو تو کوئی اُلجھن نہیں ہے۔ اگر اُلجھن نہ ہو تو بات کو تحقیق سے پہلے ماننا بہت مشکل ہے' تحقیق کرنے کے ٹائم تک ماننا ضروری ہے۔ وقت یہ ہے۔ اس کی تحقیق زندگی کے میدان میں ہوگی۔

سوال:

ہو جائے گی ایسی ہوگی کہ بس ____

جواب: ...

اس کی تحقیق زندگی کے واقعات میں ہو جاتی ہے۔ بیان ہی قوت ہے۔ وعلمہ البیان ۔ تلوار قوت نہیں ہے بلکہ بیان قوت ہے۔ بیان سے آپ نے

قائل کر لینا ہے اور بیان سے آپ نے مائل کر لینا ہے۔ بیان ہی سارا واقعہ ہے۔ بیان کا Link کسی نہ کسی ذات کے ساتھ ہونا چاہیے' کسی نہ کسی ذات کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے۔ آپ جب کچھ بیان کرتے ہیں تو اس بیان کا نفس کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے' بیان کا ذہن کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے' بیان کا دل کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے' بیان کا روح کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے اور بیان کا رضائے الٰہی کے ساتھ بھی تعلق ہوتا ہے۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ آپ اپنا بیان کس طرف منسوب کر رہے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ آئے ہیں جن کا بیان اللہ کا اپنا بیان تھا۔ ایسے واقعات رہے ہیں۔ ایسے واقعات رہے ہیں کہ جن کا بیان Destiny بنا گیا اور ایسے انسان بھی آئے کہ ان کا بیان تباہ کر گیا' قوموں کو ضائع کر گیا۔

سوال:

بے شمار واقعات ایسے ہیں۔

جواب:

بیان اگر نفس سے متعلق ہو تو نفس تو بڑی Beautiful Vocabulary کا بادشاہ ہے' تباہ کر جاتا ہے۔

سوال:

توبہ' توبہ! ہم تو اس سے روز گزرتے ہیں۔

جواب:

نفس کے پاس بہت ہی رنگین Language ہے۔ نفس کی Language زیادہ سے زیادہ Beautiful ہے۔ الفاظ تو یہی ہیں جو دنیا میں آپ کی Vocabulary ہے' اسی کی ترتیب کے اندر آپ کی حقیقت ہوتی ہے اور اسی کی ترتیب کے اندر ہی حجاب حقیقت ہوتا ہے۔ سب کچھ الفاظ کے اندر ہی ہے۔ یہیں یہ ہوتا ہے کہ وہ کون تھا' کیا تھا اور کیا کہہ گیا

وہ کون تھا جو میرے ساتھ ہم کلام ہوا

تو وہ کون تھا؟ ایسا ہو جاتا ہے۔ آپ اگر مائل ہو جائیں یا سمجھ جائیں یا پہچان جائیں تو اس کا اگلا حصہ تو پھر ہے ہی نہیں۔ اس کا اگلا حصہ کوئی نہیں ہوتا۔

سوال:

میں تو مائل ہوں جی۔ بس یہ عید گزر جانے دیں' اس کے بعد کریں گے۔

سوال:

اس میں کچھ کرنے والی بات نہیں ہے۔

سوال:

یہ کیسے کہ اس میں کچھ کرنے والی بات نہیں ہے؟

جواب:

اس میں صرف اپنے آپ کو اللہ کے فضل سے ایک مظہر بنانا ہے۔

سوال:

واہ واہ! ہم تو سمجھے تھے کہ کوئی مشین سی چلانی ہے جیسے پٹھان چھریاں چاقو تیز کرتے ہیں' یہ کوئی اس قسم کا کام ہے۔

جواب:

آپ کا یہ راستہ تو کبھی رہا ہی نہیں۔ میں بار بار کہہ رہا ہوں۔

سوال:

واقعی یہ نہیں رہا۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں دروازے دروازے جا جا کے یہ کروں گا۔

جواب:

آپ کی اتنی عمر ہوگئی ہے مگر آپ کبھی گئے ہیں نہیں۔ اس عمر تک آپ نے کچھ اختیار نہیں کیا۔ کیا اب ہم آپ کے سامنے اپنی لیبر Waste کریں گے؟ اگر ایک پولیٹیکل ورکر ہو اور اس کے سامنے میں Non-Political بات کرنے لگ جاؤں' کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ یوں تو بالکل نہیں ہے۔ جو چیز آپ کے اندر ہے ہم اُسی سے گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس وقت یہاں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں بیٹھا جو اس روحانی عمل سے باہر ہو۔ اللہ کے فضل سے آپ کے اندر جو چیز ٹِک ٹِک کرتی جا رہی ہے یہ اُسی کی خوراک ہے۔ دوسرا آدمی یہاں ایک منٹ نہیں بیٹھ سکتا۔ وہ گھبرا جائے گا۔ یہ ہے ہی آپ کے لیے۔ آپ پہلے بھی بزرگوں کے پاس' درویشوں کے پاس اور خانقاہوں میں جاتے رہے

ہوں گے۔ وہاں کیوں جاتے رہے ہیں؟ اگر اندر کچھ پیدا ہو گیا تو پھر اس کے بعد آپ کیوں وہاں گئے؟ مقصد یہ کہ پھر وہاں کیوں جاتے رہے ہیں؟ آپ کو کیا چاہیے تھا؟

سوال: .

میں تو یہ سمجھتا تھا کہ کیونکہ میں ایک لکھنے والا ہوں' ایک Rowing Journalist ہوں' تو میں تو ایسے ہی یہ دیکھتا ہوں' وہ تو میں بعد میں پھنس گیا۔

جواب:

مطلب یہ کہ آپ ان لوگوں کے تجسس میں وہاں گئے۔

سوال:

یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کیا ہوتا ہے' لکھنے کے لیے دیکھوں کہ یہ کیوں ہے' یہ جو ہماری Wisdom ہے۔

جواب:

کچھ لکھنے کے لیے؟

سوال:

جی!

جواب:

آپ نے اس چیز کے بارے میں لکھنا تھا جس کو آپ جانتے نہیں ہیں۔

سوال:

قریب رہ کے جاننے کی کوشش کی ہے۔

جواب:

جاننے والا تو اس میں عامل ہو جاتا ہے۔

سوال:

جتنے ہو سکتے تھے اتنے ہو گئے۔

جواب:

یہ تو اس میں ہے پھر۔

سوال:

حالانکہ مجھے ایک بڑا سمجھ دار آدمی ملا' اُس نے کہا کہ برخوردار تُو یہاں نہ آیا کر' تم کیوں اپنے دانتوں سے اپنی قبر کھود رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں کیا کر رہا ہوں تو اس نے کہا کہ تم نے پھنس جانا ہے۔ پھر میں بڑے جی جان سے پھنسا اور بڑے شوق سے پھنسا۔ اس میں میری جرنلزم تو بیچ میں ہی رہ گئی۔

جواب:

اس میں جرنلزم نہیں ہے۔

سوال:

جی' جرنلزم تو اس میں رہ گئی۔

جواب:

ان بزرگوں کے علاوہ بھی آپ کے اندر ایک چیز ہے۔ چاہے آپ کتنے ہی ایڈوانس ہو جائیں لیکن آپ لوگوں کے اندر سرکار کی محبت بہت زیادہ ہے۔ یہ ہے!

سوال:

الحمدللہ!

جواب:

ہاں یہ ہے!

سوال:

مجھے اپنے دوستوں اور ساتھیوں پہ ایک Advantage ہے کہ اس معاملے میں میرے پاس اب ''لیکن'' کوئی نہیں ہے۔ یہ ہٹ گیا ہے۔

سوال:

یہ تو مٹھائی بانٹنے والی بات ہے۔

جواب:

جی' کافی ساری مٹھائی بانٹنی ہے' میں پوری تنخواہ سے مٹھائی کا ٹوکرا بانٹ دوں گا۔

جواب:

ٹھیک ہے۔

سوال:

میں بالکل یہ واضح اعلان کرتا ہوں۔

جواب:

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہی فضل ہے' یہ کسی کی Contribution نہیں ہے کہ وہ اس قابل ہو۔ انسانی زندگی میں اتنے اتنے مسائل آتے ہیں کہ معمولی سا واقعہ ہوتا ہے تو قیامت تک مشکل لگتی ہے اور جب اللہ حل فرمانے لگتا ہے تو بات ایک جھٹکے میں حل ہو جاتی ہے۔ اگر ایک مسئلہ ایسا ہو جس کے لیے انسان پھرتا رہتا ہے' کائنات کے ہر حصے میں گیا' یہاں گیا وہاں گیا' درویشوں کے پاس گیا۔ آخر کسی نے کہہ دیا کہ میاں یہ تو یوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر یہ یوں تھا تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا' اگر میں جانتا کہ یہ یوں ہے تو میں پانی میں نہ گلتا' میں اتنا عرصہ پانی میں کھڑا رہا' اگر یہ بات یوں تھی تو پہلے کیوں نہ بتائی۔ وہ کہتے ہیں کہ بات پہلے نہیں بتاتے بلکہ بتاتے بعد میں ہی ہیں۔ بیتاب کرنے والے جو واقعات ہیں یہ اللہ کی طرف سے عطا ہیں۔ وہ پہلے بیتابی عطا فرماتا ہے' پھر بے تابیوں کو تسکین عطا فرماتا ہے۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ اُس نے جتنے محبوب بنائے ہیں ان کو آرام سے سونے نہیں دیا ہے۔ اُس نے سونے ہی نہیں دیا اور پھر خود وضاحت فرماتا ہے کہ آپ نصف شب جاگیں اور نصف شب آرام کر لیا کریں یعنی نصف شب ضرور جاگو' محبوب جو ہوئے۔ مطلب یہ کہ Throughout یہ واقعہ ہے۔ کسی کو کوئی اذیت لگا دی' بیماری' پھوڑا' اور وہ ساری رات جاگ رہا ہے۔ صرف پھوڑا

یا صرف کوئی درد۔ کسی کو خیال کا کوئی درد پیدا ہو گیا کہ یہ کیا ہے' یہ کیوں ہے' ایسا ہے کہ ایسا نہیں ہے' ہو کہ نہ ہو ____ مطلب یہ کہ اُس نے جگانا تھا تو جگا لیا۔ تسکین کا ہاتھ لگائے گا تو اتنے میں سفر ہو چکا ہوگا۔ اتنی سی بات سمجھ آ سکتی ہے۔ اُس کے جگانے کا کبھی کوئی انداز ہے اور کبھی کوئی اور انداز ہے۔ وہ عطا فرماتا رہتا ہے۔ غافل پر جو مشکل ہے وہ ایک قسم کی سزا ہے اور بیدار پر جو مشکل ہے وہ اس کا انعام ہے۔ اور یہ جو فرمایا گیا کہ مجھے فخر ہے غربت پر' وہ جو قریب ہے' جو ساتھ ہے اور جو ماننے والا ہے۔ جو ماننے والا نہیں ہے اس کے لیے غربت ایک Punisment ہے۔ پھر تو غریبی نہیں ہونی چاہیے' نہ ماننے والے کے لیے غریبی ایک سزا ہے' جو تجھے مانتا نہیں ہے اب اسے غریب کیا کرنا ہے' نہ ماننے والے کو رزق دینا چاہیے۔ ماننے والوں پر اذیتیں آتی ہیں اور وہ اس سے گزارے جاتے ہیں۔ انہیں بے تابی ملتی ہے۔ اگر بے تابی نہ ہو تو آپ کا کنٹری سے کیا تعلق' ملک سے واسطہ کیا ہے۔ ہمارا ملک تو ہماری آنے والی قبر ہے۔ پھر وہ آبائی قبرستان میں چلا جائے گا۔ ہمارے والد صاحب ہمارے دادا جان کے ساتھ چلے گئے کیونکہ وہ اُن کا انتظار کر رہے تھے' اب ہمارے بابا ہمارا انتظار کریں گے۔ آسان سی بات ہے۔ سب ساتھ ساتھ ملتے جائیں گے۔ ایسے ہی ہوتا ہے ناں؟ قبرستان ہی ہمارا ملک ہے' وہاں ہمارے دشمن بھی رہتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ہیں۔ اگر آپ کی بیتابی میں ملک شامل ہو گیا' اگر آپ کی بیتابی میں ملت شامل ہو گئی اور آپ یہ دیکھنا چاہیں گے کہ اسلام ہے کہ نہیں ہے' ہونا چاہیے کہ

نہیں ہونا چاہیے' اگر یہ آپ کے احساس میں آ گیا تو آپ یہ احساس کھرا کر کے جائیں۔ آپ یہ فیصلہ کر کے جائیں۔ میری طرف سے یہ رائے ہے کہ فیصلہ ضرور کر کے جانا۔ رعایت نہ کرنا' مثلاً یہ کہ یہ ہے کہ نہیں ہے' یہ ہو کہ نہیں ہو' بلکہ فیصلہ ضرور کرنا لیکن صرف حقیقت کا۔ یعنی کہ یہ ہے تو پھر ہے! پھر جو فیصلہ ہوتا ہے وہ ایسا فیصلہ ہوتا ہے کہ کمال ہوتا ہے۔ تکلفاً یہ نہ کہنا کہ یہ پاکستان ہے' کیونکہ ہمارا ملک ہے اس لیے بہت اچھا ہے۔ کہتا ہے کہ آپ کا بیٹا کہاں ہے تو وہ کہتا ہے کہ بیٹا باہر گیا ہوا ہے۔ دوسرا بیٹا؟ کہتا ہے کہ وہ بھی باہر گیا ہوا ہے۔ تیسرا بیٹا بھی باہر چلا گیا۔ سارے باہر رہنے والے باہر کے ہیں تو پھر آپ کون ہو؟ پھر آپ کا ملک کیا ہے؟ یہ تو نہ ہو کہ سارے ہی باہر چلے گئے۔ اگر نسبت نہیں ہے تو پھر ملک کیسا؟ ملک ہو' نسبت ہو' واقعات ہوں' احساس ہو اور بے تابی ہو تو اللہ کا فضل و کرم ہو جائے گا۔ اور آپ کے اندر تحقیق کا مادہ ہو تو آپ دیکھیں گے کہ ادھر ہی جلوے ہیں۔ وہ آپ دیکھیں گے۔ یہ جو آپ نے مانا ہے تو یہ تو تکلفاً مانا ہے۔ اگر اللہ کو مان لیا ہے تو اب آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر اللہ کچھ دکھائے۔ اگر حجابات ویسے کے ویسے رہیں' اندیشے ویسے رہیں' ہر آدمی ہر دوسرے آدمی سے بدگماں ہے' ہر آدمی پریشان ہے' ہر آدمی دُکھی ہے ـــــ پھر یہ کیا بات ہے۔ ہم تو یہ آہستہ سے کہہ رہے ہیں مگر آگے آنے والی نسل ویسے ہی بول پڑے گی۔ اگر آپ درمیان میں نہ بولے تو وہ بول پڑے گی۔ اگر نسل بول پڑی تو سارا واقعہ گیا' ختم ہو جائے گا۔ اس لیے آپ تحقیق کر لیں اور تحقیق کرنے

کے بعد آپ بسم اللہ پڑھ کے بولیں۔ بس یقین کی منزل ہو۔ اور کچھ نہ کرو تو صرف یقین ہی Restore کر جاؤ۔ اس میں مشکل ہے۔ چلو Hope کو ہی Restore کر جاؤ' لوگوں کو اللہ کے فضل سے مایوس نہ ہونے دو۔ ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ حکومت فوج کرے یا سول کرے یا سیاست دان کرے مگر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس تو نہ ہونے دو۔ سادہ سادہ اور شریف لوگ ہیں' اپنے اندیشوں میں مبتلا ہیں۔ ان کو بلاوجہ ہی مبتلا کر دیا گیا۔ کوئی اِدھر سے بات کر گیا اور کوئی اُدھر سے بات کر گیا' کوئی اِدھر سے واقعہ ہو گیا اور کوئی اُدھر سے واقعہ ہو گیا اور بیچارے غریب آدمی کا اللہ پر بھروسہ گیا۔ اور ملت اسلامی کی خبریں جو ہیں یہ ہمارے احساس کے اندر گھر کرتی جا رہی ہیں۔ اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے اندیشوں سے بچائے' اللہ تعالیٰ اپنا فضل عطا فرمائے اور ہم اس کے فضل کی روشنی میں سفر طے کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل کے پاس رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یارب العالمین کرم فرما۔ یارب العالمین ہماری رہنمائی فرما' حقیقت سے آگاہ فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرٰحمین۔

O

ترتیب : ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

مطبوعات کاشف پبلی کیشنز

تصانیف

حضرت واصف علی واصفؒ

1	کرن کرن سورج	(نثر پارے)
2	دل دریا سمندر	(مضامین)
3	قطرہ قطرہ قلزم	(مضامین)
4	حرف حرف حقیقت	(مضامین)
5	شب چراغ	(اردو شاعری)
6	The Beaming Soul	(Aphorisms)
7	Ocean in a drop	(Essays)
8	بھرے بھرے دلے	(پنجابی شاعری)
9	شب راز	(اردو شاعری)
10	بات سے بات	(نثر پارے)
11	گمنام ادیب	(خطوط)
12	مکالمہ	(مذاکرے، مقالات، انٹرویو)
13	ذکرِ حبیبؐ	
14	در تے چکے	(نثر پارے)
15	گفتگو-1	(سوال جواب)
16	گفتگو-2	(سوال جواب)
17	گفتگو-3	(سوال جواب)
18	گفتگو-4	(سوال جواب)
19	گفتگو-5	(سوال جواب)
20	گفتگو-6	(سوال جواب)
21	گفتگو-7	(سوال جواب)

22	گفتگو-8	(سوال جواب)
23	گفتگو-9	(سوال جواب)
24	گفتگو-10	(سوال جواب)
25	گفتگو-11	(سوال جواب)
26	گفتگو-12	(سوال جواب)
27	گفتگو-13	(سوال جواب)
28	گفتگو-14	(سوال جواب)
29	گفتگو-15	(سوال جواب)
30	گفتگو-16	(سوال جواب)
31	گفتگو-17	(سوال جواب)
32	گفتگو-18	(سوال جواب)
33	گفتگو-19	(سوال جواب)
34	گفتگو-20	(سوال جواب)
35	گفتگو-21	(سوال جواب)
36	گفتگو-22	(سوال جواب)
37	گفتگو-23	(سوال جواب)
38	گفتگو-24	(سوال جواب)
39	گفتگو-25	(سوال جواب)
40	گفتگو-26	(سوال جواب)
41	گفتگو-27	(سوال جواب)

﴿کاشف پبلی کیشنز﴾

A-301، جوہر ٹاؤن-لاہور

http://www.wasifaliwasif.org

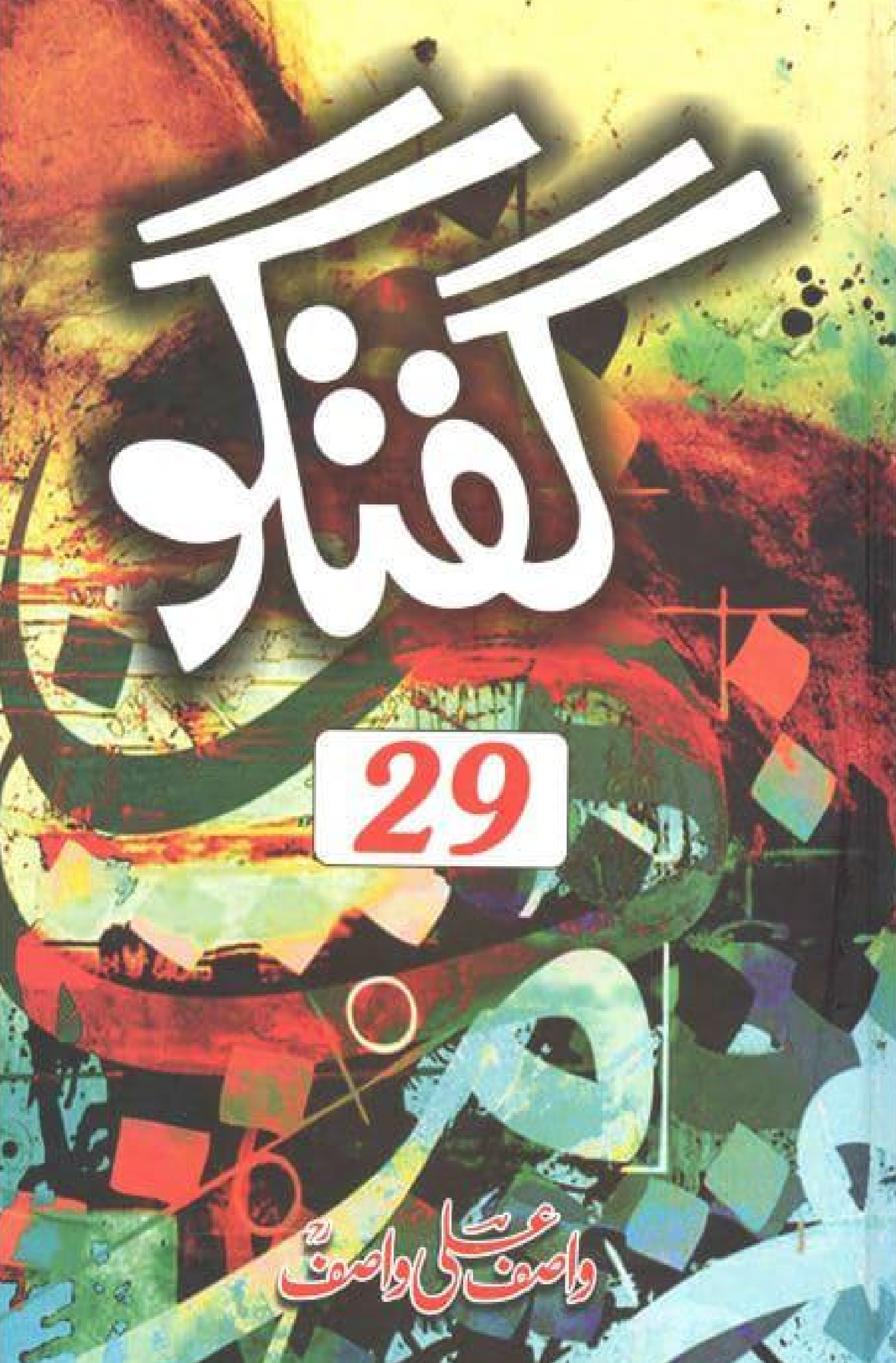
آفٹر
29
واصف علی واصف



گفتگو۔29

گفتگو_29

واصف علی واصف

ناشر

کاشف پبلی کیشنز

301-A محمد علی جوہر ٹاؤن، لاہور

فون: 0300-4003726

واحد تقسیم کار

علم و عرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40۔ اُردو بازار، لاہور

فون: 37352332-37232336

میرا نام واصفؔ باصفا میرا پیر سیّدِ مرتضےٰ
میرا وِرد احمدؐ مجتبےٰ میں سدا بہار کی بات ہوں

(حضرت واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

جب بنسری سے نغمہ نکلتا ہے تو سُننے والے نہال ہو جاتے ہیں اور نغمے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یوں نغمہ اُن کے اندر اور وہ نغمہ کے اندر سرایت کرتے جاتے ہیں۔ نغمہ سُننے والے اُنہی لوگوں کے اندر ایک شخص ایسا بھی بیٹھا ہوتا ہے جو اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ بنسری تو خوب ہے' نغمہ خوب تر ہے لیکن یہاں پہ غور کا مقام یہ ہے کہ اس آواز اور آواز کے درد میں ایک کہانی چھپی ہوئی ہے۔ کہانی یہ ہے کہ یہ بنسری اپنی جدائی کی داستان بیان کر رہی ہے۔ ''داستانِ الفراق'' یہ ہے کہ میں محض بنسری نہیں ہوں بلکہ اپنے جنگل میں اُگے ہوئے ایک بانس کا ٹکڑا ہوں جسے کاٹ کر اُس سے جدا کر دیا گیا ہے اور میں اس جدائی کا رونا رو رہی ہوں' مجھ میں جو سوز تم محسوس کر رہے ہو وہ دراصل میرے فراق کا درد ہے۔ افراد کے ہجوم میں موجود کوئی ایک شخص جب اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے تو وہ اس تناظر میں انسانی زندگی کو' زندگی کے سفر کو اور اس سفر کے انجام کو غور سے دیکھتا ہے۔ اس طرح اُس پر کتنے ہی مخفی راز آشکار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ادراک کی اس روشنی میں وہ مخفی اور مکنون علوم کے موتیوں کے خزانے سے متعارف ہوتا ہے۔ جلد ہی اُسے کائنات کی ایک بہت بڑی حقیقت سے آشنائی ہوتی ہے کہ تمام علوم کا مالک اور خالق اللہ تعالیٰ ہے جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ اُسی کی سُنت ہے کہ وہ چھپا ہوا خزانہ رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ جوشِ رحمت میں آ کر آشکار اور اظہار ہو جاتا ہے۔ اس کام کے لیے وہ کسی کو صاحبِ اذن بنا دیتا ہے تاکہ بھٹکے ہوئے راہی اپنے اپنے حصے کی روشنی لے کر سیدھا راستہ چلنے کے قابل ہو جائیں۔ ہمارے زمانے میں قبلہ محترم واصف صاحبؒ کو اِس نعمتِ اولیٰ سے جب سرفراز فرمایا گیا تو ہر سطح' ہر طبقے اور ہر خیال کے افراد نے اُن سے رجوع کیا' ذاتی پرابلم سے لے کر ملکی' ملّی' دینی اور روحانی مسائل اُن کی خدمت میں عرض کیے اور اُن کا حل پایا۔ ایک روز آپؒ نے فرمایا کہ اس وقت تم سوال ہو' تمہیں اس کا جواب مل رہا ہے' پھر سب چلے جائیں گے مگر آنے والے زمانوں میں جس کسی کا یہ سوال ہو گا اُس کو کتاب سے جواب مل جائے گا۔ فیض اس کو کہتے ہیں اور یوں یہ فیض جاری ہے۔ سوال و جواب کا یہ سلسلہ آج 29 ویں منزل پہ آن پہنچا ہے اور انشاء اللہ جاری و ساری رہے گا اور پڑھنے والے اپنے اپنے حصے کا فیض پاتے جائیں گے۔

فہرست

1

نمبر شمار	سوالات	صفحہ نمبر
1	سر! انسان کی مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟	10
2	نحن اقرب من حبل الورید ___ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔	20
	2	
1	یہ کیسے پتہ چلے گا کہ انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ اُس کی آزمائش ہے۔	24
2	لوگ Circumstances کا Victim بھی تو ہو سکتے ہیں۔	26
3	اگر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں تو بات یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ صرف اس کا کرم ہے' اس کے آگے تو سوچنے کی ہمت نہیں۔	28
4	..... کیا انسان جس کو الہام آشنائی ہو وہ دوسروں کو اس چیز سے آشنا کرا سکتا ہے؟.....	30
5	وہ آدمی جو تسلیم و رضا کے راستے کا مسافر ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔	39
6	بخشے جانے سے کیا مراد ہے؟	44
7	میں اللہ کو جب بہت قریب پاتا ہوں تو پھر اس کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔	61
	3	
1	سر! میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے حوالے سے صبر' شکر اور اللہ کے فضل کی وضاحت فرمادیں۔	66
2	دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھنا کیا ہے۔	70
3	دل مثلِ کعبہ ہے۔	71
	4	
1	سر! آپ نے فرمایا تھا کہ ظلم نہ کرنا' تو یہ ظلم کیا ہے؟	77
2	اگر ظلم لاعلمی میں ہو جائے تو کیا اس کی بخشش ہو جاتی ہے؟	79
3	سر عورت اور مرد دونوں کی اسلام کی کیا حیثیت ہے؟	79
4	قرآن پاک میں جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو یہ کیا ہے؟	81
5	مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت اس کا ہر حکم مانے اور نہ بولے اور وہ مرد جو کام کر رہا ہے وہ سب ٹھیک کر رہا ہے۔	82
6	عورت بہت سے مراحل سے گزرتی ہے'..... پھر بھی اس کو وہ عزت کیوں نہیں دی جاتی۔	83
7	سر! قرآن کا حکم تو یہ ہے ادفع بالتی ھی احسن	87

8	..... ایک دفعہ خدا سے قربت کا لمحہ جو انہیں نصیب ہوتا ہے اُس کے بعد عمر دوسرے لمحے کے انتظار ہی میں کٹتی ہے۔	97
9	سر! آنسوؤں کا زمانہ بھی تو عطا ہی ہے۔	98
10	انسان فطرت کیسے پہچانے؟	100
11	پہچان کیسے کریں؟	100
12	سر! کیا نصیب جو ہے دعا یا عبادت سے بدل سکتا ہے۔	101
13	کیا جنت اور دوزخ بھی نصیب سے ہیں؟	102
14	پیدائش سے پہلے سب انسان بچے کی صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں' پھر اللہ نے کسی کو اچھا نصیب اور برا نصیب کیوں دیا ہے؟	103
15	اگر نصیب نہیں بدل سکتا تو پھر نہ کوئی عبادت کرے اور نہ حساب کتاب کرے' نہ کوئی کوشش کرے ___	105
16	وہ رب جو احسن الخالقین ہے' وہ رب جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہتا ہے' وہ انسان کو بدصورت کیوں پیدا کرتا ہے۔	107
17	اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب اچھے نہیں ہیں۔	107
18	ایک شخص کو درد انگیز کیفیت میں کیوں پیدا کیا جاتا ہے اور دوسرے شخص کو کیوں ایک خوب صورت ماحول میں پیدا کیا جاتا ہے؟	108
19	اگر نصیب نے بدلنا ہی نہیں ہے تو کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟	109

———...———

(1)

1 سر! انسان کی مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟

2 نحن اقرب من حبل الورید ___ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

03-10-85

مجبوری' آزادی اور تقرب

سوال:

سر! انسان کی مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟

جواب:

زندگی میں مضامین اتنے ہیں کہ بے انتہا۔ ہر چیز ہر آدمی کے لیے نہیں ہے۔ اس کو ذرا غور سے دیکھیں' حتیٰ کہ جو سارا قرآن پاک ہے وہ بھی آپ کے عمل کرنے والی یا عمل کی دعوت یا عمل کا حکم دینے والی کچھ آیتیں ہیں۔ کچھ آیات ہیں جو صرف اطلاع کے لیے ہیں' کہ ہم نے پہلی اُمتوں کے ساتھ کیا کیا۔ اُس سے نتیجہ نکلتا ہے جو آپ کے عمل کی اصلاح کرے' لیکن دین صرف عمل کی اصلاح نہیں ہے' خیال کی اِصلاح بھی ہے' عقیدے کی اصلاح بھی ہے۔ آپ کا رجوع اگر صداقت کی طرف ہو گیا' سفر نہ بھی کر سکے' پھر بھی آپ صداقت میں ہی مرے' کیونکہ بہت ساری کثیر وسعتوں اور جہتوں سے نکل کر آپ نے صداقت کی طرف رُخ کر لیا۔ آپ نے یہ رُخ کرنا ہے' فاصلے تو یہاں ہیں نہیں کہ Geographical فاصلہ ہو کہ آپ دس میل چلتے تو اللہ کا آستانہ آ جاتا۔ یہاں تو حقیقت کا آستانہ آپ کی پیشانی میں ہے۔ یعنی کہ یہ پاؤں چلانے کا نام تو نہیں ہے' وہ آپ کی پیشانی میں ہے یا آپ کے دل میں ہے' جس طرح کہ وہ فلک آپ کی آنکھ کے تِل میں ہے۔ اب یہ آپ غور کرو کہ آپ کے لیے ایک دعوت یہ ہے کہ آپ اگر کوئی کام بھی نہ کرو' نیکی بھی نہ کرو' بدی بھی نہ کرو' کام ہی نہ کرو' جیسے پیدا ہوئے ویسے چلتے جاؤ' جیسے پیدائش میں تھے اگر ویسے موت آ جائے تب بھی آپ بخشے گئے۔ معصوم بچہ' معصوم موت۔ گویا کہ جو بگاڑ ہے یہ آپ کے عمل' آپ کے ارادے اور آپ کے علم میں ہی ہے۔ باقی تو اس میں کوئی فرق نہیں۔ زندگی کا سارا مدعا یہ ہے کہ معصوم پیدا ہوئے' معصوم انتقال ہو جائے۔ معصوم جو ہے وہ تقرب الٰہی کا نام ہے' اگر اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو بڑی بخشش کی بات ہے۔ اب ہم نے جو کیا ہے' اس زندگی میں ہم نے کچھ علم حاصل کیا' کچھ عمل کیا۔ ہمیں عمل کا تو پورا بھروسہ نہیں ہے کہ صحیح ہے کہ نہیں ہے لیکن علم ہم چھوڑتے نہیں ہیں۔ ہم اُس کو اپنا سرمایہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ علم صحیح ہے حالانکہ اُس کے نتیجے میں عمل غلط ہو گیا۔ اس لیے سکون نہیں ہے۔ اب عمل غلط جو ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں اچھا عمل ملنا چاہیے تاکہ وہ میرے علم کے مطابق Agree کرے۔ اگر میں یہ کہوں کہ وہ علم ہی صحیح نہیں ہے تو پھر ساری بنیاد ہی متزلزل ہو گئی۔ مدعا یہ ہے کہ اس پہ غور کریں کہ کون سا علم ہے جو ضروری ہے اور کون سا عمل ہے جو ضروری ہے تاکہ آج کا انسان اس کرب اور پریشانی سے نکل جائے۔ سب سے پہلے آپ نے اتنی سی بات کرنی ہے کہ یہ جو آپ کا اپنا وجود ہے' جو آپ کی زندگی ہے' جو آپ کی ذات ہے' اِس ذات' اِس زندگی' اِس وجود کو احترام سے دیکھو۔ پرستش سے نہ دیکھو۔ احترام سے اس لیے دیکھو کہ آپ کے ذہن میں واجب الاحترام وہ ذات ہوتی ہے جو یکتا بھی ہو اور جو تقرب الٰہی میں بھی ہو۔ جتنی بھی قابلِ احترام باتیں ہیں وہ ساری کی ساری اس وجود میں موجود ہو سکتی ہیں۔ یعنی آپ کے وجود میں' ذاتی وجود میں۔ یعنی کہ توبہ کر کے یہ گناہ سے نکلتا ہے' رُخ صحیح کر کے یہ صحت کا راستہ طے کرتا ہے' صحتِ علمی اور صحتِ عملی دونوں کا راستہ طے کرتا ہے' ایمان حاصل کر کے یہ مومن ہو جاتا ہے اور اُس کی یاد کے ساتھ یہ تقرب الٰہی میں چلا جاتا ہے۔ یعنی کہ یہ وجود تمام صفات' بلند صفات' ساری کی ساری صفات حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ نے میری بات پہ غور کیا؟

جتنی بھی صفات ہیں' ذات کی صفات جو بیان کی گئی ہیں' آپ اپنی ذات کے اندر اُن تمام صفات کا ذائقہ لے سکتے ہو۔ آپ میری بات نہیں سمجھے۔ مدعا یہ کہ آپ یہ کہتے ہو کہ وہ رحمٰن ہے' رحم کرے گا' رحم کر کے بھی دیکھو تھوڑا سا۔ جب آپ رحم کر کے دیکھتے ہیں تو پھر سمجھ آتی ہے کہ آپ نے رحمٰن کو تسلیم کر لیا۔ اگر اس کو رحمٰن مانتے ہو اور رحم کرتے نہیں ہو تو نہ تم نے اس کو مانا اور نہ اپنے آپ کو مانا۔ اب یہاں دِقت آئی پڑی ہے کہ ہم اس کو رحمٰن کہتے ہیں' کہ یارحمٰن رحم فرما' اور جب ہمارا وقت آتا ہے تو ہم رحم نہیں کرتے۔ وہ کہتا ہے کہ رحمٰن کو پکار رہے ہو' رحیم کو پکار رہے ہو' یعنی کہ رحمت کرنے کی خواہش ہے' تم میں صرف رحمت لینے کی خواہش ہے' آگے کرنے کی خواہش نہیں۔ یہاں پہ آ کے تمہارے علم اور عمل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جتنی بھی صفات ہیں' ذات کی صفات ہیں' وہ ساری کی ساری جو ہیں' اس ذات کے اندر اُن کا عکس موجود ہے۔ وہ خالق ہے' خالق بڑی ذات ہے' بڑی صفت ہے' بڑا عمل ہے۔ اور آپ اپنی Domain میں خالق ہو' وہ خالق تو نہیں ہو لیکن آپ کے پاس تخلیق کے مراحل' معیار اور درجے تو ہیں' کتاب ہو' اولاد ہو' کوئی چیز بنالو' کوئی اور خیال تخلیق کر لو۔ کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہو۔ اگر آپ کو حُسنِ تخلیق پر یقین ہے تو حُسنِ تخلیق کرو۔ جب آپ کی تخلیق کا وقت آتا ہے تو آپ ملاوٹ کر دیتے ہو۔ پھر آپ کہتے ہو کہ وہ خالق ہے' وہ بے نیاز ہے۔ جو جو صفات آپ کہہ رہے ہو تبھی پکارو کہ وہ صفات آپ نے اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ اس سفر کے اندر یہ پہلا پوائنٹ ضروری ہے کہ جس صفت کو آپ پکار رہے ہو اُس صفت کا اگر آپ کو فیض مل جائے تو وہ صفت آپ نے آگے رائج کرنی ہے۔ اگر رائج کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو پھر پکارنا کیا ہے۔ یہاں پر ایک واقعہ پیدا ہوتا ہے جس سے پھر تمہارے اندر ایک انقباض طاری ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اُس کی صفت مانتے ہو رزق دینے والا' رزاق۔ اب یہی ایک مشکل مرحلہ تھا جس کو بیان کرنا آپ کے خیال میں مشکل تھا' وہ رزق دیتا ہے' آپ کو بھی دیتا ہے۔ اب کیا کرو گے؟ پیسہ تو نہیں کھانا تم نے' کھانی تو روٹی ہے۔ رزق کا مطلب ہے کہ آگے تم کسی اور کے لیے تقسیم کرنے کے انداز سے رازق ہو۔ یعنی اُس رزق کو آپ پہنچاتے ہو' اولاد کو' رشتے داروں کو' اتفاقیہ آنے والے مہمانوں کو ____ جس کو بھی آپ دو' آپ دیتے رہتے ہو۔ اگر آپ اُس سے رزق لیتے ہو اور دیتے نہیں ہو تو بخیل ہو کے مارے گئے' جمع مال و عددہ پھر تو آپ پر وہ رزق' فیض کے بعد ایک عذاب بن گیا۔ وہ رزق فیض نہیں ہے جس رزق کی تقسیم تم پر مشکل ہو' وہ رزق عذاب نہیں تو آزمائش ضرور ہے۔ لہٰذا اس رزق سے گریز کر جو تیرے لیے آزمائش بن جائے' وہ تیرے راہ کی رکاوٹ ہے' تیرے سفر کا حجاب ہے اور تیری منزل کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔ اگر تمہیں لے کے دینا بھی آسان ہے' رزق دینا بھی آسان ہے تو صفت کے اندر شامل ہو گئے۔ اگر صفت میں شامل ہو گئے تو پھر تم وہ تو نہیں ہو لیکن اُس کے تو ہو گئے۔ وہ ہونا تو مشکل ہے لیکن اُس کا ہو جانا تو آسان ہے۔ اس کو آپ Sum Up کرتے ہیں۔ آپ جس صفت کو پکار رہے ہو وہ صفت اگر کبھی اتفاق سے آپ کے لیے فیض رساں ہو جائے تو جن کے پاس اُس صفت کا فیض نہیں ہے وہ اُن تک پہنچاؤ۔ اگر آپ کے پاس قوت آ جاتی ہے' تو وہ تو قوی ہے اور شدید بھی ہے۔ قوی سے آپ نے کیا لینا ہے؟ قوت ہی لینی ہے ناں۔ قوی سے جب آپ نے قوت لے لی اور قوت آپ نے کمزور کو ڈرانے میں لگا دی تو پھر آپ اچھے مقام کی قوت لے کر اُسے غلط انداز سے استعمال کر رہے ہو۔ یہ آپ کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ دینے والا جو ہے وہ سب کے لیے دینے والا ہے' تم اُسی سے لے کر اُسی کے بندوں کو اُسی صفت سے محروم کر رہے ہو۔ یہ چیز تمہارے لیے ایک آزمائش بن جاتی ہے۔ اب آپ دیکھو کہ جتنی بھی نعمتیں آپ کے پاس ہیں' کسی انداز کی ہوں' اگر وہ آپ اپنے تک رکھتے ہو تب بھی وہ نعمت اپنے اندر' وجود میں دفن ہو جاتی ہے۔ اور اگر غلط مقام پر دیتے ہو تو پھر آپ کی تقسیم غلط ہو جاتی ہے۔ نعمت کا مقام صرف صحیح مقام تک اس کی Distribution ہے' یہی تیرا کام ہے۔ اور تیرا کام ہی کوئی نہیں ہے۔ نعمت وصول کر اور اس تک پہنچا جس کے پاس وہ نعمت نہیں ہے۔ غلط مقام پر نہیں پہنچانا۔ یہ کام جتنی نفاست سے اور دیانت سے کرو گے اتنا ہی تمہیں تقرب ملتا جائے گا۔ اور کچھ بھی نہیں کرنا۔ ہمارے

ساتھ ایک آدمی جو ہے' اُس نے انسان کے ساتھ' اللہ والے کے ساتھ' ایک انسان نے زیادتی کردی۔ اُسے غصہ آ گیا۔ اُس نے اُسے چھوڑ دیا۔ وہ کافر تھا جسے اُنہوں نے گرایا ہوا تھا۔ کافر نے کہا کہ آپ نے چھوڑا کیوں ہے جب کہ آپ کے پاس تلوار بھی ہے اور میں کافر بھی ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اس میں میرا غصہ شامل ہو گیا تھا اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اپنے غصہ کی وجہ سے' اُس کے غصہ کا جو میں مظہر تھا' اُس میں مَیں ملاوٹ نہیں کرنا چاہتا۔ گویا کہ اُس کے جلال کے اندر بھی اپنا جلال شامل نہ کرنا۔ بات سمجھ آئی؟ صرف اس کو Distribute کرنا ہے۔ اگر وہ کہے کہ جنگ کرو تو جنگ کرو' وہ کہے بند کرو تو بند کردو۔ یہی آپ کا کام ہے۔ آپ صفات کے حوالے سے بھی ناقص Distributor ہو۔ طلب کرتے رہتے ہو اور پھر طلب آگے تقسیم نہیں کرتے ہو۔ جو چیز موجود ہے اُس کو آپ Proper Quarter تک تقسیم نہیں کرتے ہو۔ یہ ایک مقام ہے۔ ہر انسان کے اندر وہ تمام چیزیں موجود ہیں جس کا اس کو علم ہے یا کبھی گمان ہے۔ جو آپ چاہتے ہو' کتنا ہی ناممکن ہو چاہنا بذاتِ خود ہی ممکن ہے۔ جو آپ نے چاہا ہے وہ ناممکن' آپ کی خواہش ہو گئی' تو خواہش کا ہونا ہی اس کا امکان ہے۔ لہٰذا ہر خواہش' پوری ہو سکنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اب اس کا عمل کیا ہے؟ اس کے عمل دو ہیں۔ ایک تو خواہش کو اُس کے Proper Action کے مطابق لے چلو' وہ پوری ہو جائے گی۔ پھر دُعا کے ذریعے بھی پوری ہو جائے گی۔ اور اگر وہ پوری نہیں ہوتی تو پھر سوچنا پڑے گا کہ کہیں مجھے خواہش سے دست بردار ہونے کا تو نہیں کہا جا رہا۔ پھر اُس کے حکم سے دست بردار ہونا اِتنا ہی آسان ہونا چاہیے جتنا تم نے اُس کو اُٹھایا ہوا ہے۔ اگر خواہش سے دست بردار ہونا نہیں آتا تو خواہش کو نہ پیدا کرنا۔ اس سفر کے اندر یہ بات بہت مشکل ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ آپ کا ارادہ' آپ کی خواہش' بڑی نیک چیزیں ہیں لیکن اگر آپ کی خواہش کے اندر دست بردار ہونے کی صلاحیت نہیں ہے تو خواہش سے فوراً گریز کرلو' کیونکہ وہ ایسا بادشاہ ہے کہ خواہش پیدا ہونے دیتا ہے اور جب خواہش پروان چڑھتی ہے تو کہتا ہے کہ تم میرے بڑے مخلصین ہو' ایک چھوٹا سا کام کرو۔ انسان کہتا ہے کہ حکم فرمائیں' آپ تو کائنات کے مالک ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ خواہش چھوڑ دے۔ کہتا ہے کہ جی یہی تو مشکل ہے' یہ خواہش چھوڑ نہیں سکتا۔ یہاں آ کے پھر تم الٰہیات کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق توڑ دیتے ہو۔ خواہش کو اُس کے حکم پر ترک نہیں کرتے۔ ضروری یہ ہے کہ اُس کے حکم پر خواہش اُٹھانا اور پھر جب وہ کہے تو ترک کرنا۔ ایک مثال بتاتا ہوں آپ کو۔ ایک آدمی کو اُس کے بزرگ نے حکم دیا کہ تم ذکر کرو اللہ کا ذکر۔ اُس نے بڑا ذکر کیا اور کیفیت میں آ گیا' جذب میں آ گیا۔ چلتے چلتے اُس کو کسی دیوار کے ساتھ کہیں ٹھوکر لگی تو سر سے جو خون نکلا اُس سے بھی اللہ کا ذکر جاری ہو گیا۔ پیر نے بُلایا۔ کہتا ہے کہ السلام علیکم یا حضرت' ہمارا کام ہو گیا۔ پیر صاحب نے کہا کہ اب تُو ذکر بند کر۔ کہتا ہے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ ذکر دینے والا اور کرانے والا پیر صاحب خود آپ ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کہتے ہیں کہ اس کو بند کرو ___ گویا کہ اگر ایک حکم ماننا آتا ہے اور دوسرا ماننا نہیں آتا تو تمہاری پیروی آدھی رہ گئی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ دین کی تعریف یہ ہے کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہیں کہ تم ذرا ٹھہر کے یہ کام کرو تو تم یہ نہ کہنا کہ میں عبادت میں مصروف ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ذرا بھی تذبذب کرنے سے حبطت اعمالھم۔ سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ وہ اعمال عبادت کے ہیں۔ اور اعمال کیا ضائع ہونے ہیں۔ یعنی کہ یہ وارننگ کے طور پر ہے کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ اگر تو پیسہ ضائع ہو تو اللہ کو تو پرواہ نہیں ہوتی کہ اس کو اعمال ضائع کہے۔ یعنی کہ وہ جو تم نے عبادت کے اعمال مرتب کر رکھے ہیں اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو انکار ہو جائے تو حبطت اعمالھم۔ وہ ایسی ذات جن کے سامنے اونچا بولو تب بھی آپ کے اعمال ضائع ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ ہر چیز کا خیال رکھو کہ کس مقام پر کیا ہونا ہے اور کسی اور مقام پر کیا ہونا ہے۔ میں آپ کو یہ مضمون بتا رہا ہوں کہ آپ کے وجود کے اندر تمام صلاحیتیں ہیں اور آپ اپنے وجود کو یا اپنی ذات کو ہمیشہ کچھ بنانا چاہتے ہو۔ تکلیف بنانے کے خیال میں غلط نہ

بنا بیٹھنا۔ اس لیے میں نے یہ بتایا تھا کہ تین چیزیں بہت ضروری ہیں۔ نمبر ون یہ کہ آپ میں اللہ کے نام پر ایک تو یہ روٹین کی زندگی ہے جیسے ہم چل رہے ہیں' کمایا' کھایا' محنت کی' ٹائم ٹیبل اور پھر پروگرام کے مطابق۔ زندگی میں ایک ایسا مقام ہے جس کو آپ کہتے ہو کہ آپ کی خواہش' آپ کے عزائم' جو دیکھے ہوئے نہیں ہیں' آپ کا عقیدہ' جو نظر نہیں آیا اور آپ کا اس ذات پر ایک حسن اعتقاد' جو آپ کے اعمال کے علاوہ نتیجہ دے۔ اعمال کا نتیجہ تو ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ اعمال کا نتیجہ تو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے ہم یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے اعمال سے اس کے علاوہ اور اس سے بہتر کوئی نتیجہ عطا فرمائے۔ اگر خدا کرے تو اس کو رحمت کہتے ہیں اور بندے کی طرف سے کوئی بات ہو تو وہ فیض ہے۔ اب اس کی تعریف میں یہ بتا رہا ہوں کہ جب آپ کوئی سا کام' کوئی سا سفر' کوئی سا مقام مقرر کر دیتے ہیں کہ یہ مقام' یہ سفر' یہ ذات' یہ واقعہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ نماز تو فرض ہے' وہ آپ سارے پڑھ رہے ہو۔ حج روزہ زکوٰۃ یہ سارے فرائض آپ پورے کر رہے ہیں۔ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ایک چیز آپ مقرر کر دیں کہ یہ کام صرف اللہ کے لیے ہے۔ کوئی سا کام' کوئی سی ذات جس سے ملاقات صرف فی سبیل اللہ ہو یا کوئی سا ارادہ جو صرف الٰہیات کے لیے ہو یا کوئی سا Visit یا کوئی سی جگہ جو آپ نے مقرر کر رکھی ہے۔ وہ وجود ہو' وہ زندہ ہو' وہ بے شک غیر زندہ بھی ہو یعنی کوئی جگہ ہو۔ وہ آپ جب مقرر کرتے ہیں کہ میرا یہ کام صرف اللہ کی خاطر ہے' اگر اُس میں استقامت ہو' وہ لگاتار ہو' بار بار ہو بلکہ ہزار بار ہو اور اس ہزار بار ہونے میں پوری تکرار کے ساتھ قائم ہو اور اُس میں آپ برقرار رہ گئے تو سمجھو کہ آپ کے لیے بہتری شروع ہوگئی۔ کہتا ہے کہ ہم پچیس آدمی اس سفر پر چلے تھے' وہ سارے ایک ایک کر کے چلے گئے۔ کہتا ہے کہ انہیں بھی کچھ نہ ملا اور مجھے بھی کچھ نہ ملا لیکن میں چلتا رہا اور وہ واپس چلے گئے۔ اب جو چلتا رہا اس میں کیا چیز ہے؟ استقامت۔ اگر آپ کے اندر استقامت ہے تو اسی استقامت سے چلنا ہے' تمہارے اندر یہ بات ہے۔ استقامت ہو اور اُس کام کا شوق ہو جس کام کی خاطر آپ چل رہے ہو۔ شوق کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ راستے کی کسی رکاوٹ کی پرواہ نہیں کرتا' کسی مجبوری کی پرواہ نہیں کرتا' کسی معذرت کو قبول نہیں کرتا اور وہ لگاتار چلتا ہی رہتا ہے' کبھی مدہم نہیں ہوتا۔ شوق کی تعریف یہ ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مجھے کل تک بڑا شوق تھا اور اب شوق ہی ختم ہوگیا۔ اس سفر میں یہ نہیں ہوتا۔ شوق قائم رہے اور آپ کے اندر استقامت جاری رہے اور پھر جس چیز کا شوق ہے اس کے لیے ادب بھی پیدا ہو جائے۔ شوق بھی ہو' ادب بھی ہو اور استقامت کے ساتھ وابستگی بھی ہو' اگر یہ عمل قائم ہوگیا تو اسی کا نام فیض ہے۔ فیض جس سے لینا ہو اس سفر کے لیے شوق ہونا چاہیے اور پھر استقامت ہونی چاہیے' اس کے اندر پھر ادب ہونا چاہیے تاکہ بے باکی جو ہے وہ قائم نہ ہو۔ اور یہ تینوں صفات جس شخص میں قائم ہوگئیں اس شخص کے اندر سے فیض نکل آئے گا۔ متلون مزاجی سے آپ اپنی استقامت کو توڑتے رہتے ہو کہ یہ کام کریں' یہ کام آج نہ کریں۔ یعنی کہ اپنی استقامت کو خود قائم کر' اپنے شوق کو خود محفوظ رکھ اور تو جو ادب کر رہا ہے یہ تیرے لیے اس سفر میں ضروری ہے کیونکہ اس سفر میں صرف اللہ ہی نہیں ہے' اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہیں۔ ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں ادب کی کمی جو ہے وہ عبادت بھی فیض سے محروم کر دیتی ہے۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہے۔ آپ جب ان تین چیزوں کو قائم کر لیتے ہیں تو فیض آپ کا حق بن جاتا ہے۔ اور فیض ہے کیا؟ آپ کو آپ کے اعمال سے ماسوا مل جائے' ماورا مل جائے۔ اعمال کی عبرت سے بچ گئے اور آپ نے ایک ایسی چیز حاصل کی جو اس وجود میں ممکن تھا۔ وہی آپ کا حق ہے' وہی حاصل ہے۔ اس لیے میں یہ بتا رہا ہوں۔ یہ آپ کے لیے ضروری ہے۔ آپ کو بتانے والی بات یہ ہے کہ آج میں آپ کو چھوٹی چھوٹی باتیں بتا رہا ہوں تاکہ یہ یاد رکھو۔ اس میں یہ دیکھو کہ آپ اپنی ذات' اپنے وجود اور اپنی زندگی کو خود ہی مظلوم بنا رہے ہو' خود ہی اسے کرب میں مبتلا کر رہے ہو' خود ہی اسے پریشانیوں میں مبتلا کرتے ہو۔ یہ پریشانی جو ہے یہ تیرے اپنے احساس سے پیدا ہوتی ہے' تیرے اپنے عمل کے بگاڑ کا نتیجہ ہے اور تیری اپنی Reception کا نتیجہ ہے اور یہ تیرے اپنے اندر ہی یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کرب میں مبتلا ہو گیا' میں

پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ یہ جو اپنے آپ کے اندر ایک بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اس سے بچنے کا آپ کو ایک طریقہ بتا دیتا ہوں۔ سب سے پہلے اپنے وجود کا احترام کرو۔ اب دیکھو کہ احترام کیا ہے۔ یعنی کہ اس کے اندر' آپ کی ذات میں' آپ کے جسم میں' آپ کے وجود میں' آپ کی زندگی میں' ایک ایسی یکتائی ہے جو یکتائی بہت کم زندگیوں کو نصیب ہوئی ہے۔ دو میزیں برابر ہو سکتی ہے لیکن دو انسان آج تک زندگی میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ کریم نے آپ کو اتنا یکتا بنایا کہ آپ جیسا کوئی انسان نہ کبھی آیا نہ آئے گا۔ یہ اللہ نے اتنی بڑی مہربانی کی ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ لاکھوں میں ایک۔ آپ تو اربوں میں ایک ہیں' بے شماروں میں ایک ہیں۔ یعنی اتنا واحد اُس نے بنا دیا کہ آپ کے اندر اُس نے پوری Distinction قائم کر دی۔ اب اس کا آپ احترام کرو یعنی اپنے آپ کا۔ اپنی عزت بھی کرو۔ اپنی پرستش نہ کرو۔ جب آپ اپنی عزت کر رہے ہیں' جب اپنے آپ کو پہچان رہے ہیں' جب آپ اپنے لیے تعلق رکھ رہے ہیں تو آپ یہ دیکھو کہ اس کی Insult کہاں سے ہو گی؟ اپنے احساس سے۔ مطلب یہ کہ ایک آدمی نے آپ کو گالی دے دی۔ اُس کا بُرا عمل آپ کے لیے برائی پیدا نہیں کر سکتا۔ اب آپ کے احساس کے اندر نقص پیدا ہو گیا۔ آپ اپنے احساس کو درست رکھو' اپنے احساس کو قائم رکھو اور اپنی زندگی کو اپنی نگاہوں میں باعزت کرنے کے لیے اس میں آپ ایسے ایسے عمل دیکھو' ایسے ایسے خیال لاؤ' ایسے ایسے اعمال پیدا کرو کہ یہ زندگی باعزت رہے۔ آپ پہلے اپنی نگاہوں سے خود گرتے ہو پھر سماج میں بعد میں گرتے ہو۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو اپنی نگاہوں سے نہ گرانا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو انصاف میں رکھو اور اس کو حدود میں رکھو اور اپنے خیال کے حساب سے اپنی عزت کرو۔ مثلاً آپ مسلمان ہو' تو اور بھی لوگ مسلمان ہیں۔ کئی کافر بھی ہیں۔ اگر آپ سمجھتے ہو کہ یہ اسلام باعثِ احترام ہے جو آپ کے پاس ہے تو آپ اسلام کی نسبت سے باعثِ احترام ہو گئے۔ آپ اسلام رکھنے کے بعد بھی اپنے آپ کو باعثِ احترام نہیں سمجھتے۔ آپ اللہ اللہ کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو قابلِ احترام نہیں سمجھ رہے۔ گویا کہ آپ کا اللہ اللہ کرنے کا جو عمل ہے اس کے پیچھے پوری نیت شامل نہیں ہے ورنہ تو آپ اپنے آپ کو باعثِ احترام سمجھتے۔ اس لیے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو باعثِ احترام سمجھنا' اس کی عزت کرنا' اس کو ضائع ہونے سے اور اس کو ٹوٹنے سے بچانا۔ ٹوٹتا کب ہے؟ جب یہ پریشان حال' کثرتِ خیال اور بے شمار خواہشات رکھتا ہے۔ کوئی نہ کوئی' کہیں نہ کہیں خواہش ٹوٹ جاتی ہے تو سمجھتا ہے کہ میں ٹوٹ گیا۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے اللہ کریم کا یہ ارشاد ہے کہ آپ لوگ اپنے آپ کو یوں پہچانو کہ جیسے آپ کی تخلیق میں اُس کا منشا ہے۔ اس کے علاوہ پہچانو گے تو ٹوٹ جاؤ گے۔ مقصد یہ ہے کہ اُس نے جس انداز سے' جس کام کے لیے بنایا' وہ تو تم سمجھتے نہیں ہو۔ تم اپنے آپ کو ایک نیا کام الاٹ کر دیتے ہو۔ نتیجہ یہ ہے کہ ٹوٹ جاتے ہو' کیونکہ تم اس کام کے لیے بنے نہیں ہو۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ پیسہ آپ کو موت سے بچائے گا۔ اس نے کبھی کسی کو نہیں بچایا۔ لہٰذا آپ کا یہ عمل بھی غلط ہو گیا۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ صحت ہمیشہ رہے گی۔ کبھی کسی کی نہیں رہی ہے۔ آپ یہ سمجھتے ہو کہ آپ زندگی میں ہمیشہ رہیں گے' کبھی نہیں رہتے۔ جس آدمی نے آپ کے ساتھ ظلم کیا آپ اس کو معاف کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہو' اور آپ یہ سمجھتے ہو کہ اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔ قطعاً ایسا نہیں ہو گا۔ اس دنیا میں کم از کم لوگوں کو معاف کرنے کی کوشش کرو اور اپنے دل کو شانتی میں لاؤ' اس کے اندر تھوڑا سا اطمینان پیدا کرو۔ نفرت جو ہے یہ آپ کو اندر سے توڑ دے گی۔ نفرت کس سے؟ جس سے بھی مرضی ہو۔ اس سے تمہارا اپنا احترام ٹوٹ جائے گا' اپنی ذات کا احترام۔ جس دل کے اندر نفرت ہے اس کو یوں سمجھ لو کہ نفرت تعفن ہوتا ہے۔ غصہ کیا ہوتا ہے؟ تعفن۔ دوسرے کے غلط عمل سے آپ کے اندر تعفن پیدا ہو گیا اور آپ کی زندگی متعفن ہو گئی۔ اس لیے آپ یہ فیصلہ کرو کہ نفرت نہیں کرنی' غصہ نہیں کرنا' ناراضگی نہیں کرنی' معاف کر دینا ہے۔ جب آپ کو اتنی بات سمجھ آ گئی تو پھر وجود کا Base جو ہے Clear ہو گیا۔ اس کے بعد پھر آپ کلمہ پڑھتے ہو' اللہ کا نام لیتے ہو' تو اللہ کا نام لینے میں آپ کو اگر فیض نہیں مل رہا تو پھر نام لینا ہی غلط ہو گیا۔ آپ کو سمجھ نہیں آئی۔

آپ اللہ سے مانگتے کیا ہو؟ وہ چیزیں جو اللہ سے دور لے جاتی ہیں۔ اللہ نے خوش ہو کے کہا کہ بول' کیا چاہیے؟ کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو کہ میں دنیا میں کام کروں۔ یعنی کہ اللہ کے تقرب والی کوئی شے نہیں مانگو گے۔ اور نتیجہ یہ ہے کہ آپ جب بھی مانگو گے دنیا مانگو گے' دوری مانگو گے' طاقت مانگو گے' پیسہ مانگو گے' دنیاوی خواہشات مانگو گے' عارضی زندگی مانگو گے اور اس کے ساتھ Permanent تعلق نہیں مانگو گے کہ اپنے پاس ہی رکھ' اپنا بنا کے رکھ۔ جتنے لوگوں نے اللہ سے دعا مانگی' اللہ جب دعا سنتا ہے تو کہتا ہے کہ بول کیا چاہتا ہے؟ کہتا ہے کہ فلاں فلاں مجھے یہ چیزیں دے اور میں جاؤں۔ یہ نہیں کہتا کہ آپ کے ساتھ مجھے ہمیشہ کے لیے وابستگی چاہیے۔ انسان یوں ٹوٹتا ہے۔ اور آپ ذرا غور کرو' آپ کے سوال کی طرف آ رہے ہیں' کہ انسان مجبور بھی آپ ہے۔ سوال آج یہ ہے کہ مجبوری کی حد کیا ہے اور آزادی کی انتہا کیا ہے؟ یہی سوال ہے ناں؟

سوال:

جی!

جواب:

مجبوری کس مقام پر ہے؟ سب سے بڑی مجبوری یہ ہے کہ تم انسان ہو ۔

ہم تجھ کو دکھا دیتے خدائی کا تماشہ
سو بات کی اک بات کہ انساں ہوئے ہم

مجبوری یہ ہے کہ ہم انسان ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور مجبوریوں کی سب سے بڑی انتہا یہ ہے کہ ہم انسان ہیں۔ ہمارا قد اپنی حد میں ہے' یہ بھی ایک مجبوری ہے۔ ہم والدین نہیں بدل سکتے' یہ بھی مجبوری ہے۔ وقت سے زیادہ کھا نہیں سکتے' یہ بھی مجبوری ہے۔ ہم بڑا دماغ استعمال کرتے ہیں' ایک بڑا ذہین دماغ اور بڑا افلاطون دماغ' بڑی عقل اور پھر شام کو کہتے ہیں کہ نیند آ گئی۔ تیری عقل کو کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ نیند آ گئی۔ تیرے دماغ کی تمام صلاحیتیں نیند کی ایک گولی ضائع کر دیتی ہے۔ بہت بڑا دماغ تھا' بڑے علم والا تھا' بڑا خیال تھا' آسمان سے افکار لاتا تھا' روشن خیالی کرتا تھا۔ کہتا ہے کہ اب کیا ہو گیا؟ کہتا ہے کہ اس نے ایک گولی کھالی تھی' Ativan کھالی تھی۔ یہ ہے آپ کا آخر۔ میں مجبوری کی بات کر رہا ہوں۔ آزادی یہ ہے کہ

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

اور یہ کہ

غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

اور مجبوری کیا ہے؟ کہ نیند آ گئی' بے ہوش ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ جو آپ کا ذہن ہے یہ ایک حد کے بعد خاموش ہو جاتا ہے۔ آپ کا وجود ایک حد سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ان تمام مجبوریوں کو Define کرنے کے بعد وقتاً فوقتاً' تم بدل نہیں سکتے' تمہاری یہ ہیئت ہے جو بدل نہیں سکتی' تم اپنے آپ سے باہر نہیں نکل سکتے' اللہ کریم نے فرمایا کہ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض۔ یہ سادات جو ہے یہ مجبوری ہے' کہ تم اپنی مجبوریوں کے حصار سے نکل نہیں سکتے' نکل سکتے ہو تو پھر نکل جاؤ۔ اب آزادی کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ لاتنفذون الا بسلطٰن اگر سلطان کے ساتھ ہو جاؤ تو پھر آپ نکل بھی سکتے ہو۔ سلطان پھر اُس کی ذات ہے۔ اگر اُس کی ذات چاہے تو وہ جہاں چاہے لے جائے۔ اب یہاں آ کے لوگوں کو سمجھ نہ آئی کہ ایک بندہ' حدود میں رہنے والا' پیغمبر کیسے ہوا۔ وہ نکل گیا' انسانوں سے باہر آ گیا اور اس کو ایک علم عطا ہو گیا' تعلق عطا ہو گیا' وہ اللہ کی زبان بن گیا اور اللہ نے اس کی زبان سے بولنا شروع کر دیا' وحی ہو گئی' الہام ہو گیا اور پھر

نزول فرقان ہوگیا ۔

جس ذات پر نزولِ کلامِ مجید ہو
وہ ذات کم نہیں ہے مقدس کتاب سے

پھر اس میں کیا کمی رہ گئی' اس کا اپنا بولا ہوا ہو یا اللہ کا بولا ہوا ہو' ہیں تو دونوں ہی اس زبان کی باتیں۔ آدھی باتوں کو قرآن کہہ لو اور باقی آدھی باتوں کو حدیث کہہ لو۔ اس میں کون سی دقت کی بات ہے۔ حدود تو اب نکل گئیں۔ دوسرا اس سوال کے اندر جو سب سے بڑی اہمیت ہے جس کو میں نے Entertain کیا کہ حدود جو ہیں' مجبوری' مجبوری یہ ہے کہ آپ اپنے دور میں رہتے ہو' 1985ء میں رہتے ہو اور آزادی یہ ہے کہ ایسا کام کر جاؤ تو لازوال زمانوں تک یاد رہے گا۔ اب یہاں سے حد نوٹ جاتی ہے' کہ ایک ایسا عمل' ایسا خیال جو آنے والے زمانوں میں سے تیر بن کے نکل جائے۔ جس طرح آج آپ یاد کر رہے ہو' یہاں بیٹھے ہوئے کہتے ہو یا علی مدد' تو علی آج تو نہیں ہوتا' وہ آج کا زمانہ تو نہیں ہے ناں۔ درود شریف پڑھ رہے ہو تو یہ آج کا زمانہ تو نہیں ہے۔ کسی پرانے زمانے کے پرانے اسم کو آج کے زمانے کا انسان آج ہی میں پڑھ رہا ہے۔ اب یہ انہوں نے حصارِ وقت کو توڑ کر دکھایا۔ آپ لوگوں کے لیے تھوڑا سا مشکل ہے۔ آپ لوگوں کے لیے ایک شعر ہے ۔

حصارِ وقت کو میں توڑ کر نکل نہ سکا
تیرے جمال کا پہرہ لگا رہا ہر سُو

اور آپ اس کے پہرے میں ہیں' اس لیے آپ اپنے حصار کو توڑ نہیں سکتے۔ حصار ہے وابستگی کا نام' مجبوری ہے وابستگی۔ کہتا ہے کہ شام ہوگئی۔ پھر کیا ہوگیا۔ کہتا ہے کہ اب واپس چلیں' گھر۔ صبح گھر سے باہر اور شام کو واپس گھر۔ To and from, To and from ___ آپ کی زندگی یوں ختم۔ بس یہ To and From میں ختم ہوتی ہے۔ یہ To and From جو ہے یہ آپ کا دائرہ ہے' آپ کے سفر کا دائرہ ہے' گھر سے گھر تک اور گھر سے گھر تک۔ اس سفر کو آپ نے جتنا گھر سے اپنے دفتر تک کیا ہے سارے کو اگر گنو اور واقعی جوڑو تو تم شاید دنیا کے تین چکر لگا لو۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر' یہ آپ کا سفر ہے' یہ سفر نامہ ہے اور اتنا ہی آپ کے لیے مجبوری ہے۔ آزادی یہاں نہیں ہے۔ آزادی کو آپ اپنے بچوں کے خیال سے ترک نہیں کر سکتے۔ یہاں آزادی نہیں ہے۔ ماں باپ زندہ ہوں کہ وصال پا جائیں' آپ ان کے خیال سے بچ نہیں سکتے' ان کی یاد قائم رہتی ہے۔ یہ مجبوری ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ تُو انسان ہے۔ اور آزادی کب ملے گی؟ اگر ماضی سے تعلق جوڑنا آیا تو آپ کے لیے مستقبل کی آزادی بھی ہے۔ بس یہ یاد رکھنا' یہ راز کی بات ہے۔ اگر حال میں ماضی سے نسبت قائم کرنا آ گیا تو آپ کے لیے مستقبل بھی آسان ہے' آپ حد سے باہر ہوگئے۔ یعنی کہ زمین اور آسمان کے درمیان آپ کا کھیل ہے۔ زمین آپ کی مجبوریاں ہیں اور آسمان آپ کی آزادیاں ہیں۔ آپ جب دونوں کا موازنہ کرتے ہو تو آپ بے سکون ہو جاتے ہو۔ بے سکون اس لیے ہو جاتے ہو کہ آپ کہتے ہو کہ اِدھر ہماری زندگی گزر رہی ہے اور اللہ نے حکم نامہ جاری کر رکھا ہے ۔

سفر زمین کا حکم آسماں سے ملے
سکوں ملے بھی تو انسان کو کہاں سے ملے

کہتا ہے کہ یہی سفر ہے' یہاں بھی اللہ کا حکم اور وہاں بھی اللہ کا حکم' اب بچوں کا حکم مانوں کہ اللہ کا حکم مانوں' یا اللہ میں کس کی لاج نبھاؤں۔ یہاں پہ آ کے وہ پریشان ہوگیا۔ اگر آپ سیدھا' ایک طرف ہو جاؤ تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ففروا الی اللہ اللہ کی طرف بھاگ کے آ جا۔ انسان کہتا ہے کہ میرے کام سارے نامکمل ہیں' اللہ کہتا ہے کہ بھاگ کے آ' چھوڑ ہر چیز کو۔

جب آپ اُس کا رُخ کرتے ہو تو اللہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر آپ یہاں سے مجبوریاں توڑ دیتے ہو۔ مجبوری توڑنا ہی تو آپ کا عمل ہے۔ کہتا ہے کہ جی اُس نے مجھے مجبور کر رکھا تھا۔ پھر؟ نماز کا ٹائم تھا' میں چھوڑ کے آ گیا۔ مجبوری چھوڑ کے آپ آ گئے' نماز یہی تو سکھاتی ہے' اور کیا سکھاتی ہے۔ اگر کوئی نمازی بڑا ہی گمراہ ہوگا تو دو نمازوں کے درمیاں گمراہ ہوگا اور اگلی نماز آئی تو گمراہی ختم ہوگئی۔ گویا کہ وہ توڑنے کے لیے ہے' آپ کی زندگی کے حصار کو توڑنے کے لیے ہے۔ پیسہ آپ کی مجبوری ہے اور خیرات آپ کا حصار توڑتی ہے۔ یعنی کہ جو آپ کی مجبوری ہے اس کو آپ کے دین نے توڑنے کی خواہش رکھی ہے' کہ یہاں سے توڑ دے' وہاں سے توڑ دے۔ توڑنا ضرور ہے اس حصار کو۔ انسان یہاں پر غلام ہے۔ اور آزاد کہاں پر ہے؟ اب آزادی شروع ہوگئی۔ آزادی یہ ہے کہ اگر تو مکمل محض مجبور ہوتا تو پھر کسی نیکی کا معاوضہ نہ ہوتا۔ پھر یہ ہوتا کہ نیکی بھی مجبور ہے اور گناہ بھی مجبور ہے تو پھر گناہ کی سزا کس بات کی؟ اگر گناہ کی سزا ہے اور نیکی کا انعام ہے تو وہ مجبور محض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ وہ آپ کو گناہ پر مجبور کردے اور پھر سزا دے اور پھر آپ کو انسان بھی بنائے جس نے چھپکلیاں بنائی ہیں' وہ اتنا احسان کرے کہ انسان بنائے' آپ کو نیک بنائے' آپ کو اچھی شکلیں عطا فرمائے اور پھر آپ کے ساتھ دھوکا ہو' یہ ناممکن ہے۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ آپ جانتے ہو کہ آپ مجبور کہاں ہو' آپ جانتے ہو کہ آپ آزاد کہاں ہو۔ اگر آپ کو یہ یقین آ جائے کہ آپ صرف مجبور ہو تو بھی آپ کو دوسرا سانس نہیں آئے گا۔ یہ آپ کی آزادی ہے جو آپ کو زندہ رکھ رہی ہے۔ ورنہ مجبور محض کا تو حبس کے ساتھ دم گھٹ جائے۔ آپ کو خود پتہ ہے کہ آپ آزاد ہو اور آپ کو خود پتہ ہے کہ مجبوری کہاں ہے۔ اس لیے یہ سوال جو ہے اپنے جواب کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ مجبوری ہے اور یہ آزادی ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ کسی کی مجبوری ہے کہ وہ غصہ ترک نہیں کرسکتا لیکن آپ کی آزادی ہے کہ آپ ترک کردیں۔ یہ بھی تو آزادی ہے کہ ترک کردے۔ کہتا ہے کہ اُسے فی سبیل اللہ معاف کردے۔ یہ نہیں ہو سکتا'' اور کوئی بات کرو' جان لے لو' معاف نہیں کرسکتا''۔ یہ کیا انصاف ہے۔ معاف کردو۔ یعنی کہ شکار کو آزاد کردو اور اُس کو بالکل اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ یعنی کہ جو ہو گیا وہ اللہ کی طرف سے ہو گیا' جو ہو رہا ہے اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے' تُو تو کم از کم دنیا کے اندر ایک معاف کرنے والا انسان بن جا۔ آپ تو معاف کرتے جاؤ ناں۔ اگر زیادتی ہوگی تبھی معاف کرو گے۔ اللہ کا واضح اور Operative حکم ہے کہ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین اور وہ لوگ جو غصے کو ترک کرتے ہیں' اور وہ جو لوگوں کو معاف کردیتے ہیں۔ جو غصے کو کنٹرول کرتے ہیں کس کو معاف کریں گے؟ غلطی کو کریں گے' اور کس کو کریں گے۔ غلطی ہوگی تو معاف کریں گے۔ اور پھر آگے انعام ہے واللہ یحب المحسنین اور جس نے یہ کام کیا' غصہ روکا' معاف کردیا' وہ کون ہوگا؟ محسن۔ اور جس نے احسان کیا اس غریب پر جس پر اُسے غصہ ہے' احسان کیا اُس پر جس کا حق تو نہیں بنتا تھا' جب احسان کر دیا تو اب آپ انتظار کرو واللہ یحب المحسنین اللہ پیار کرتا ہے محسنوں سے۔ جب اللہ آپ سے پیار کرے گا تو اللہ کی راہ تب سمجھ آئے گی۔ اللہ پیار نہ کرے تو پھر تمہیں اللہ کی راہ کیسے سمجھ آئے۔ اللہ خود ہی اپنی راہ کی طرف بلاتا ہے' تم نہیں جاسکتے۔ اللہ کی یہ مہربانی ہے کہ آپ کو اپنی راہ کی طرف بلائے۔ تم فی الحال اپنے آپ کو دست بردار کرلو۔ کس سے؟ خیال سے' غصے سے' نفرت سے' لالچ سے' اور کئی واقعات سے ___ آپ نے صرف آزاد کرنا ہے' یہاں آپ آزاد ہو گئے' وہاں آپ کی بات پوری ہوگئی۔ مجبوریاں قدم قدم پر ٹوٹتی ہیں اور آزادیاں قدم قدم پر رُکتی ہیں۔ یہ چلتا چلا جاتا ہے' اور چلتا چلا جاتا ہے۔ ہر سفر میں ہم گئے' آزادی کا سفر ہے لیکن آخر مقام ایک ہے' مجبوری یہ ہے کہ دنیا کو رخصت کرنا ہے' اس سے آپ نے نکلنا ہے۔ اس لیے اس بات کا خیال رہے۔ پھر انسان اپنی بات سمجھ جاتا ہے کہ میری مجبوری کہاں پر ہے' آزادی کہاں پر ہے۔ بعض اوقات آزادی کی خواہش بھی مجبوری بن جاتی ہے۔ اس کا بھی خیال رہے کہ میں آزاد ہونا چاہتا ہوں' توڑنا چاہتا ہوں بندھن سارے۔ مگر' توڑ نہیں سکتا۔ اللہ کہتا ہے کہ نکل' کِدھر نکل کے جائے گا' کس کس کو توڑے گا۔ اللہ کریم کے بعض

عجیب کام ہیں' کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہر چیز جو ہے ہر دوسری چیز کے ساتھ مربوط ہے' وابستہ ہے' پیوستہ ہے۔ جانور کو لے لو' اینٹ گارے کو لے لو' ہر چیز ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔ خیال کے ساتھ بُنی ہوئی ہے۔ اس میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو Isolate نہیں کر سکتا۔ ایک مربوط نظام ہے۔ مثلاً اللہ کا سمجھو کہ اُس نے آپ کو مجبور نہیں کیا' چلو مان لیا۔ آپ اللہ کے خیال سے' آپ اور خیال سے' آپ ماں باپ کے خیال سے آزاد ہو گئے' سب کچھ سے آزاد ہو گئے لیکن والد ہونے کی حیثیت سے چھوٹے بچے کی چیخ تمہیں پابند کر دے گی۔ معمولی سی بات ہے۔ وہ جس نے دریاؤں کو عبور کیا' آگ کے دریا سے نکل گیا' پانی کے دریا سے نکل گیا' اُسے کچھ نہیں پرواہ

؎ زبادشاہ و گدا فارغم بحمداللہ

سب کچھ توڑ دیا۔ پھر؟ بچے کی فریاد مجھ سے نہیں سُنی جاتی' میں وہاں مجبور ہو گیا' تو مکمل آزاد ہو کے مجبور ہو گیا۔ یہ اللہ کریم کے کام ہیں۔ کبھی کبھی چھوٹی سی آواز جو ہے آپ کی انتہا کی آزادیوں میں ایک ہنگامہ بپا کر دیتی ہے۔ اس لیے یہ اللہ کریم کے کام ہیں کہ آزاد کب کر دے اور مجبور کب کر دے۔ یہ سارے اُس کے کام ہیں' تیرا کام اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ آزاد ہونا تیرا کام ہے اور نہ مجبور ہونا۔ تیرا کام تو ہے حکم ماننا۔ آزادی تیرا کام نہیں ہے۔ حکم ماننا اور اس ذات کا حکم ماننا اور ادب کرنا اور اس کے ساتھ استقامت کے ساتھ وابستگی کرنا کوئی دور کی بات نہیں ہے' کسی انسان کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے' تیری اپنی استقامت نے ہی تجھ کو فیض دینا ہے۔ استقامت ہونی چاہیے۔ اس لیے آپ کی آزادیاں اور مجبوریاں بہت آسان ہیں۔ دیکھو یہ کمال کی بات ہے' کتنی آزادی ہے اور کتنی پابندی ہے۔ پابندی اور مجبوری یہ ہے کہ تم انسان ہو۔ سجدہ کر رہے ہو' یہ آپ کی مجبوری ہے۔ آزادی یہ ہے کہ سجدہ سیدھا اللہ کے پاس ہے۔ یعنی کہ کائنات بنانے والے کے ساتھ رابطہ ہے آپ کی پیشانی کے سجدے کا۔ یعنی کہ یہ مجبوری ہے اور اس کا سجود جو ہے وہ انتہا کی آزادی ہے' اور اس وقت دونوں منسلک ہیں۔ اب بات سمجھ رہے ہیں؟ آزادیاں عطا کرنے والے کے ساتھ آپ منسلک ہو۔ آپ مجبور ہو اور سجدہ آزاد کا ہے اور دونوں متعلق ہو۔ جب مجبوری آزادیاں پیدا کرنے والے سے متعلق ہو جائے تو مجبوری کس بات کی؟ ایسی مجبوری پر ہزار آزادیاں قربان کر دو' کہ وہ مجبوری جس نے آپ کو آزادیاں پیدا کرنے والے کے ساتھ ملا دیا۔ گویا کہ آزاد ہونے کا راستہ آپ کی پیشانی میں ہے' آزاد ہونے کا راستہ آپ کے آنسو میں ہے۔ آپ آزاد ہو گئے' یعنی کہ آنسو جو ہے یہ تقرب الٰہی کا بہت قریب ترین مشاہدہ ہے' آپ کے اندر ہے' آپ کے دل کی دھڑکن کے ساتھ ہے۔ یہ آزاد بھی ہے اور مجبور بھی ہے۔ مجبور اس لیے ہے کہ یہ انسان ہے' آزاد اس لیے ہے کہ اصل میں یہ انسان نہیں ہے' بات کچھ اور ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ

؎ اس پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا

اس سے پہلے میں نے کیا شعر سُنایا تھا؟ ؎

ہم تجھ کو دکھا دیتے خدائی کا تماشہ
سو باتوں کی اک بات کہ انسان ہوئے ہم

اور اب یہ کہ ؎

اس پردۂ ہستی کو کیا چاک تو دیکھا
انسان کہاں مظہرِ یزدان ہوئے ہم

اب انسان کدھر ہے' صرف اِس پردۂ ہستی کو چاک کرنا ہے۔ چاک گریبان کی بات نہیں کر رہے' پردۂ ہستی کو چاک کرنا ہے۔ جب آپ اس ہستی کے پردے سے باہر نکلیں گے تو پھر آپ وہی ہو' جو اُس نے بنایا۔ اور اُس کا مظہر وہی ہے' یعنی کہ وہ نمائندہ ہے آزاد کا' مالک کا' قوی کا' رحیم کا' رحمٰن کا' رازق کا ___ دنیا میں اس کا مظہر کون ہے؟ بیچارہ یہ مجبور' جو کہ اصل میں

آزاد ہے۔ اس لیے آپ کی مجبوریاں جو ہیں یہ آزادی ہی کی علم بردار ہیں۔ وہ آزادی کہ آپ ہر چیز کو ویسے ہی توڑ کے چلے جاؤ' تو یہ ممکن نہیں ہے اور یہ خواہش بھی نہیں ہونی چاہیے۔ آزاد سے نسبت ہی آزادی ہے۔ یعنی کہ کمزور کی نسبت قوی سے ہو جائے تو یہی قوت ہے۔ ایک واقعہ ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک بستی میں قحط پڑا ہوا تھا۔ سارے لوگ سراسیمہ' بدحال' پریشان' گم صُم اور خوفناک حالت میں۔ وہ ایک آدمی کو دیکھتے ہیں' ایک درویش کہہ رہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک غلام تھا جو خوش خوش جا رہا ہے۔ میں نے کہا کہ سارے شہر پر ایک خطرہ ہے' قحط ہے' فاقے ہیں اور تُو بہت مسرور جا رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں جس کا غلام ہوں اُس کے گھر میں دانے ہیں۔ درویش نے کہا کہ ہم جس کے غلام ہیں وہ تو مالکوں کا مالک ہے' ہمیں کس بات کا خوف ہے۔ تم اس کو مالک بناتے نہیں ہو' لہٰذا تمہیں مجبوریاں ڈستی ہیں۔ اُس کو مالک مان لو تو مجبوری کوئی نہیں ہے۔ پھر حصارِ وقت ختم ہے اور تم اس کو توڑنے والے ہو اور تم اِسی کو جوڑنے والے ہو' تمہارے دم سے یہ کائنات ہے۔ ہم نہ ہوتے تو کائنات کدھر سے ہوتی۔ لیکن اگر یہ ہے کہ تم مجبور ہو گئے' کہو گے کہ اس کائنات میں میرا دم حبس ہو رہا ہے' میرا دم گھٹتا جا رہا ہے۔ اس طرح تو مجبور ہے۔ اور آزاد اس طرح ہے کہ یہ کائنات کیا چیز ہے' ہم اور بھی کئی کائنات جانتے ہیں۔ یہ آپ کے عرفان اور آپ کے ایقان کی بات ہے' کہ آپ کا ایقان وابستہ کہاں پر ہے۔ اگر آپ کی وابستگی میں دراڑ نہیں ہے تو آزادیاں اور مجبوریاں ساری آپ کی غلام ہیں۔ اور اگر آپ کی آزادی اور آپ کے تعلق میں کچھ کمی بیشی ہے تو مجبوری بھی عذاب ہے اور آزادی بھی پریشانی ہے۔ یہ احساس ہے' اس ذات سے وابستگی کا۔ اس ذات سے وابستہ ہو جاؤ تو سب مجبوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ٹھیک بات ہے؟ ہاں ٹھیک بات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی مجبوریوں کو Limitations کو اور امکانات کو ضرور پہچانو۔ اس لیے میں آپ کو یہ دعوت دے رہا ہوں کہ اپنے آپ پر ذرا اپنی نگاہ رکھو اور اپنے آپ کو ذرا پہچاننے کی کوشش کرو کہ اس کائنات میں آپ کا ایک ہی Visit ہے یعنی اس دنیا میں۔ اور یہ دوبارہ نہیں آنا۔ اس میں موت کا خوف بھی نہیں ہے۔ چلو ہم اپنے بچوں کے پاس نہیں ہوں گے تو پھر باپ کے پاس چلے جائیں گے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ اِدھر ہوں گے یا اُدھر ہوں گے' کہیں تو ہوں گے۔ یہ خوف کی بات نہیں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ یہ آپ کا Visit ایک ہی بار ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک ہی بار یہ Visit ہے' دوبارہ اس میں آنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے' اِمکان ہی نہیں ہے۔ اور اس وجود میں آپ نے ایک ہی بار آنا ہے۔ جب ایک Visit ہے اور بھیجنے والے نے بھیجا ہے' اُس نے کہا کہ میری کائنات کا مشاہدہ کرو' اُس کو جا کے دیکھو کہ یہ میلہ کیسا ہے۔ تم میلے پہ جھگڑا کرتے جا رہے ہو۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہ بیچ رہا ہوں' تم کہتے ہو کہ قیمت ٹھیک نہیں ہے' سودا صحیح دو ___ کہتا ہے تُو میلے کا میلہ پن تو قائم رکھ' اِس کا نظام تو قائم رکھ' یہ لطف کی بات تھی اور تم نے اس کو آزمائش بنا لیا۔ زندگی انعام تھا اور تم نے سزا بنا لی۔ زندگی اُس نے ازراہِ عنائت عطا کی تھی' تم نے کہا کہ یا اللہ تُو نے آزمائش میں ڈال دیا۔ اس میں آزمائش کیا ہے۔ آزمائش تیرا اپنا ہی بوجھ ہے تیرے اُوپر۔ اپنے اُوپر سے اپنا بوجھ اُتار۔ تو خود ہی اپنے اوپر سوار ہوا ہے اور تو خود ہی اپنے خوابوں کو پریشان کر رہا ہے' کبھی کبھی اتنے اونچے خواب دیکھتا ہے کہ زندگی محدود ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی اتنی ناممکنات کی طرف جاتا ہے کہ پریشان ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کو سمیٹ کے گزار۔ دل کے ساتھ اس سفر کو کر' شوق سے کر۔ ختم ہونے کے امکانات ہیں' کبھی بھی ختم ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی طرف آپ کا رجوع ہے تو اس کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ اللہ کے کسی بندے کی' انسان کی' اللہ کے زُمرہ' اس کی شکایت بن کے نہ پیش ہو۔ شکایت کیا ہے؟ کہ آپ ناراض ہو' اللہ کے زُمرہ آ گئے۔ اللہ پوچھے گا کہ کیوں ناراض ہو؟ کہتا ہے کہ مجھے نہیں پتہ' اُس سے پوچھو۔ یعنی کہ اُسے تو تکلیف دی۔ اُس کے زُمرہ تکلیف کا کانٹا نکال کے جاؤ' محبت میں جاؤ۔ جس دل میں اللہ کی محبت آ جائے' انسان کی محبت آ جائے تو اُس دل میں نفرت نہیں ٹھہرتی۔ اور آپ کے دل میں بیک وقت محبت اور نفرت قائم ہے' مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ

آپ کا دل کیا ہے۔ آپ اپنے دل کو اگر محبت کے لیے وقف کردو تو نفرت نکل جائے گی۔ محبت کی تعریف ہی یہ ہے کہ نفرت نکل جائے اور اپنے دل کو خالی کردو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم نے آپ کو معاف کیا لیکن میرے سامنے نہ آنا ___ یہ تو معاف کرنے کی کوئی بات نہ ہوئی۔ معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہو جیسے ہمارے اپنے ہیں' اب وہ اپنا ہوگا۔ پچھلی جنگ میں وہ آپ کے خلاف تھا اور اب کلمہ پڑھ کے آپ کے ساتھ ہو گیا۔ کہتا ہے کہ معاف کردیا۔ اب تُو ہماری فوج کا سربراہ ہو جا' سیف اللہ ہو جا ___ معاف کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُسے زندگی میں اپنا بنا کے دیکھ۔ انسان ذرا غور کرے تو یہ نفس کی کہانی ہے' یہ نکل جاتی ہے اور پھر اس کے اندر نورٌ علیٰ نور کا واقعہ ہو جاتا ہے ___

اور کوئی بات پوچھو ___ معین صاحب ___ سوال کی دعوت ہے ___ بولو ___

سوال:

نحن اقرب من حبل الورید ___ کے بارے میں کچھ فرمادیں۔

جواب:

یہ بات تو بعد میں کریں گے' آپ کو دعوتِ خیال دے رہا ہوں کہ اللہ کریم جس نے کلام نازل فرمایا جو رحمتوں والا ہے' نور والا ہے۔ کہیں تو وہ اپنی ذات کو Singular کہتا ہے کہ میں نے تمہارے لیے یہ پیدا کیا' میں نے تمہیں تخلیق کیا۔ کبھی کبھی یہ ہے کہ نحن کا لفظ ہے یعنی ہم نے ایسا کیا۔ ایک تو وہ مالک ہے' اُسے زیب دیتا ہے جمع کا صیغہ۔ اور کبھی کبھی جمع کے صیغے میں راز بھی ہے۔ جب راز ہو تو راز کا بھی خیال رکھو کہ یہ امکان ہے کہ نحن میں ایک سے زیادہ ہو' دو ہو سکتے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے' اس کا خیال رکھا کرو۔ کہا یہ ہے کہ ہم تیری شہ رگ کے قریب ہیں' تو ہم کا معانی اللہ بھی ہو سکتا ہے اور ساتھ ایک اور ذات بھی ہو سکتی ہے۔ نحن جو ہوا۔ نحن میں گنجائش تو ہے ناں۔ کہ "ہم ہیں"۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ امکان ہو سکتا ہے اور جب ایک ذات قریب ہو جائے تو دوسری خود بخود قریب ہے۔ اس لیے جب اللہ کچھ بات کہہ رہا ہے تو پھر آپ بات سمجھو کہ ایک ذات کے قریب ہو جاؤ تو دوسری خود بخود قریب ہے۔ اس لیے یہاں آ کے آپ کے لیے آسانی پیدا ہو جاتی ہے کہ جب آپ درود شریف پڑھتے ہو تو اصل میں آپ ثنا خوانی کر رہے ہو اور آپ تسبیح حق بیان کر رہے ہو۔ کیونکہ آپ یہ اللہ کے حکم میں کر رہے ہو۔ اس لیے ایک ذات کا اگر تقرب ہو جائے تو دوسری ذات قریب ہو جاتی ہے۔ اس لیے درود شریف کثرت سے پڑھنے والوں کے لیے یہ خوش خبری ہے کہ جب آپ کے لیے اِدھر سے کوئی پیغام آ جائے تو آپ سمجھو کہ اُدھر سے ہی پیغام ہے۔ یہ دونوں ذاتوں کے درمیان ہے کہ جس کسی کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقرب مل جائے وہاں سے اس کو اللہ کا تقرب ملتا ہے اور اللہ کی طرف چل پڑو تو وہیں سے آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رجوع کرا دیا جاتا ہے۔ آپ اس کے درمیان ہو۔ یہ تین کا کھیل ہے' ایک آپ ہو' ایک اللہ کریم ہے اور ایک اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اب آپ جدھر سے چلو' بات صاف ہے' یہ تقرب ہے۔ تقرب الٰہی جو ہے وہ تقرب رسالت ہے' ہر چند کہ دونوں مقامات الگ ہیں لیکن آپ کے لیے دونوں مقامات میں برابر کی آسانی ہے۔ اس لیے آپ ان باتوں پہ ذرا غور کرو' آپ اپنے آپ پہ غور کرو اور سوچو' جو چیز مشکل ہے اُس کو آسانی سے کر جاؤ۔ آپ بھی تھوڑا سا خیال کرو ناں۔ فرض

کرو اللہ کریم نے آپ پر تھوڑی سی مشکل ڈال دی تو آپ برداشت ہی نہیں کرتے۔ اُس سے رحمتیں تو مانگتے ہو' اُس کی رحمتیں بے شمار ہیں اور اگر کبھی تھوڑی سی تکلیف آ گئی ہے تو اس میں سٹپٹانے کی کیا بات ہے۔ تکلیف کو یا پریشانی کو یا اس کی طرف سے واقعات میں جو الجھن آ رہی ہے' اس کو حسنِ خیال کے ساتھ اور کھلے دل کے ساتھ برداشت کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے' یہ سمجھنا کہ یہ بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ ناگوار کو گوارا کرنا بھی اللہ کے

رستے والوں کے لیے عبادت کا حصہ ہے کہ ناگوار کو ہم نے گوارا کیا۔ ناگوار کیا تھا؟ کہ اُس کا سلوک ناگوار تھا۔ داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں گئے' ایک مقام نہیں کھل رہا تھا۔ ایک آستانے پر گئے' وہاں ہم بیٹھے' دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں جو دو چار صوفی بیٹھے تھے انہوں نے مجھے نہ پہچانا' مَیں نے ان کو پہچان لیا۔ خربوزے کھا کے وہ چھلکے میرے اُوپر پھینکتے گئے اور مجھے مارتے گئے۔ خربوزہ نہیں کھلایا۔ افسوس بڑا ہوا' غصہ بڑا آیا۔ میں اُن کا مقام جانتا تھا' میں انہیں پہچانتا تھا' وہ مجھے نہیں پہچانتے تھے۔ پوری بات یہ کہ میرا مقام اُن سے بلند تھا' لیکن آپ نے ایسا کہا نہیں۔" پھر میں نے کہا کہ جس کے پاس میں آیا ہوں وہ جانے اور یہ جانیں۔ یہ سلوک وہی کر رہا ہے میرے ساتھ جس کے پاس میں آیا بیٹھا ہوں' تو یہ گوارا کر۔ ہم نے کہا بسم اللہ' اُس نے کہا ماشاء اللہ' آ تجھے بات سمجھاؤں"۔ وہ جو تھا حجاب وہ سارا رخصت ہو گیا' بات سمجھ آ گئی۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے سفر میں چلنے والوں کو راستے میں جو تکلیف آتی ہے یہ اللہ کی رحمت سمجھ کے برداشت کر جاتے ہیں۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اُس کو برداشت کر جاؤ۔ دنیا کے اندر انتقام بھی لو' بدلہ بھی لو اور دنیا کے اندر حکم ہے کہ آپ آنکھ کے بدلے آنکھ نکالو لیکن اللہ کا سفر کرنے والے' اللہ سے محبت کرنے والے' دنیا کے اندر اُلجھتے نہیں ہیں۔ بس اس بازار میں کوئی گرمی نہیں ہوتی۔ ایک معمولی سی بات ہے' مثلاً آپ کی فلائٹ ہے کل شام ساڑھے سات بجے' اور پونے سات بجے کہیں آپ کا جھگڑا ہونے لگ جائے تو آپ جھگڑا نہیں کرو گے' کہو گے کہ میں تو فلائٹ پہ جا رہا ہوں۔ اب آپ جھگڑا نہیں کرو گے کیونکہ اس فلائٹ کا پردیس میں کوئی محبوب انتظار کر رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس وقت آپ سے معاملہ کرنا ضروری ہے' بولو اب کرنا چاہیے۔ کہتا ہے کہ اس وقت معافی دے' ہم جا رہے ہیں۔ جب آپ کسی اور کام کے لیے Committed ہوں تو آپ راستے کا جھگڑا نہیں کرتے۔ گویا کہ جن لوگوں کو عظیم کارنامے کرنے ہیں' بڑی جنگ لڑنی ہے' واٹرلو کرنی ہے' وہ چھوٹا محاذ کبھی نہیں کھولتے۔ یہ کیا محاذ ہے کہ یہ تیری قبر اور وہ میری قبر۔ یہ کوئی محاذ ہے۔ اس لیے اگر محاذ بناؤ تو پھر ایک بناؤ۔ جب اللہ سے بات ہو رہی ہے تو درمیان میں یہ باتیں نہ کرو۔ لمبے سفر اور دور کے سفر پر جانے والے آپس میں' درمیان میں اُلجھتے نہیں ہیں۔ درمیان میں اُلجھنے والے الٰہیات میں جاتے نہیں ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ دو آدمی آپس میں اُلجھ رہے ہوں' ایک دوسرے کے گریبان پکڑے ہوں' اور اللہ دونوں پر رحم کر دے' یہ کیسے ہو۔ فساد کے لیے حکم ہے' فساد کو منع کیا گیا۔ فساد کا معنی ہے کہ تیرے دل میں فساد آ گیا' اُس کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی۔ اس لیے اپنے دل سے نفرت نکال اور اپنے لیے بخشش کا کوئی اہتمام کر۔ یہی بات ہے کہ ؎

اپنے سکونِ قلب کا کچھ اہتمام کر
اِس خانۂ خدا سے کدورت نکال دے

دل سے کدورت نکال دے تو یہ الٰہیات خود بخود ہو گیا۔ باقی رہ گئی گناہ کی بات تو وہ معاف کرنے والا ہے۔ آپ توبہ کرنے والے ہو اور وہ معاف کرنے والا ہے۔ یہیں توبہ کی تو یہیں معاف ہو گیا۔ اس لیے گناہ جو ہے یہ اللہ کریم کے لیے کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اللہ تو آزاد ہے' اُس نے کسی سے پوچھنا نہیں ہے۔ تم نے جب بھی معافی مانگی اُس نے تجھے معاف کر دیا۔ اس لیے اللہ نے ایسی بات رکھی ہے کہ ہر انسان اپنے گناہ کی مجبوریوں سے آزاد ہو کے نیا انسان بن کے نکلتا ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ تیری عمر کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری عمر دو منٹ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اُس نے ابھی ابھی توبہ کی ہے۔ اس لیے توبہ کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور فرماتے ہیں فرمانے والے کہ گناہ بھی ہوتا ہے اور توبہ بھی ہوتی ہے تو یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حالتِ گناہ میں نہ مرنا کبھی' توبہ کر کے مرنا۔ اس لیے ہر سانس میں توبہ جاری رکھنی چاہیے۔ اللہ والوں کے لیے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی کے خلاف نفرت رکھنا۔ نفرت نہ رکھو۔ اُس نے کی تو زیادتی ہے لیکن جتنی زیادتی کی ہے اُتنا ہی معاف کرنا تیرے لیے باعثِ فلاح ہے۔ تبھی تو تجھے معاف کرنے والا بنایا۔ بلکہ شکر کرو

اُس کا۔ کیا شکر؟ اُس انسان کا شکر کرو جس نے تجھے محسن بنایا' محسنین میں شامل کر دیا۔ کہتا ہے کہ میں شکر کرتا ہوں اس انسان کا جس نے مجھے محسنین میں شامل کر دیا' شکر کرتا ہوں اُس انسان کا جس نے میرا راستہ روکا اور مجھے صحیح راستے پر چلا دیا۔ شکر کرتا ہوں اُس انسان کا جس نے مجھے آنسو عطا کیے کیونکہ یہ آنسو مجھے بارگاہِ الٰہی کی طرف لے گئے' شکر کرتا ہوں اُن انسانوں کا جنہوں نے ہمارا کوئی کہنا نہ مانا اور پھر ہم ٹوٹا ہوا دل لے کے آگے چلے گئے۔ آپ نے ٹوٹا ہوا دل لے کے جانا ہے' اور کیا کرنا ہے۔ آپ تو آدمیوں کو توڑتے ہو۔ آپ کا اللہ اسی بات میں ہے کہ آپ معافی نامہ بولو۔ آپ سمجھ رہے ہو؟ اُسی کو معاف کرنا ہے جس کو معاف کرنا مشکل ہے۔ یہ آسان بات ہے۔ آپ اپنے بچے کی غلطی Mind نہیں کرتے کیونکہ وہ تو اپنا بچہ ہے' بھائی کی غلطی بھی کوئی نہیں ہے' والدین کی غلطی بھی کوئی نہیں ہے' وہ جو پڑوسی ہے اُس کی بات غلط ہے۔ اس لیے اُس کو معاف کرو۔ جہاں معاف کرنا مشکل ہے اگر وہ معاف کر دو تو وہیں اللہ کا فضل ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں معین صاحب؟ جہاں مشکل آ رہی ہے وہیں آسانی کا راستہ ہے۔ جب آپ دیکھو کہ یہاں بہت مشکل ہے تو آپ معافی دے کے آگے نکل جاؤ۔ اگر مال دیکھ رہے ہو تو مال کی تمنا چھوڑ کے آپ الٰہیات کی طرف چلے جاؤ۔ آپ اللہ کو جب یاد کرتے ہو تو یہ مان لو کہ اللہ تمہیں یاد کر رہا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ یعنی کہ آپ اُسی وقت اللہ کو یاد کرتے ہو جب اللہ آپ کو یاد کرے۔ جب آپ اللہ کو یاد آئے تو خدا کا شکر ادا کرو کہ تُو نے مجھے اپنے آپ کو یاد کرنے کی توفیق دی۔ یا اللہ میں تجھے یاد کر رہا ہوں تو یہ بھی تیرا احسان ہے ورنہ ہم بھٹکے ہوئے انسان کیسے تمہیں یاد کر سکتے ہیں۔ ہر بار اللہ کا شکر ہو' ہر بار اُس کی رحمت ہو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے خیال کی زد سے بچائے' آپ کو اپنے اعمال کی عاقبت سے بچائے' عبرت سے بچائے ___ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو معافی کی توفیق عطا فرمائے۔ معافی مانگنے کی اور معاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے' یہ دونوں توفیقیں عطا فرمائے۔

آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

———...———

(2)

1 یہ کیسے پتہ چلے گا کہ انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ اُس کی آزمائش ہے۔

2 لوگ Circumstances کا Victim بھی تو ہو سکتے ہیں۔

3 اگر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں تو بات یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ صرف اس کا کرم ہے' اس کے آگے تو سوچنے کی ہمت نہیں۔

4 ..... کیا انسان جس کو الہام آشنائی ہو وہ دوسروں کو اس چیز سے آشنا کرا سکتا ہے؟.....

5 وہ آدمی جو تسلیم و رضا کے راستے کا مسافر ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔

6 بخشے جانے سے کیا مراد ہے؟

7 میں اللہ کو جب بہت قریب پاتا ہوں تو پھر اس کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

05-12-86

عائشہ اختر کے گھر 3+2+1

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ انسان کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ اُس کی آزمائش ہے۔

جواب:

میں نے یہ کہا ہے کہ اگر آپ مزاج آشنائی کے بغیر یہ فیصلہ کرلو کہ ظلم ہو رہا ہے تو ایمان کمزور ہو جائے گا۔ یہ فیصلہ پیغمبر کرسکتا ہے یا وہ جو مزاج آشنا ہو' کہ کہاں تک آزمائش ہوسکتی ہے اور کہاں سے ظلم شروع ہوتا ہے۔ آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ آپ لوگ ہر آزمائش اور ہر ظلم کے درمیان تمیز نہیں کرسکتے۔ آزمائش اپنوں کی کی جاتی ہے اور ظلم جو ہے یہ دوسروں کے ساتھ ہے۔ اس کا دار و مدار آپ کے تعلق پہ ہے۔ ہر آدمی کے لیے الگ راز ہے۔ وہ ابتلا جو آپ کو یادِ الٰہی میں معروف کردے وہ ابتلا' ابتلا نہیں۔ وہ آزمائش ہوسکتی ہے۔ آزمائش محبت کا درجہ ہے۔ ایسی تکلیف جس سے آپ کے ایمان کو خطرہ محسوس ہونا شروع ہو جائے' بگاڑ پیدا کردیتی ہے' تو سمجھنا کہ وہ آزمائش نہیں ہے بلکہ وہ کوئی اور ہی شے ہے۔ وہ کسی عاقبت یا کسی عبرت کی بات ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ جس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ غریبی بڑی رحمت ہے' غریب ہونا بڑی رحمت ہے لیکن غریب ہونا بڑا عذاب بھی ہے۔ کون سی غریبی رحمت ہے؟ اور کون سی غریبی عذاب ہے؟ وہ غریبی جو آپ کو خدا کے قریب لے جائے اس غریبی کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ وہ تو آپ کی دولت سے بہت زیادہ قیمتی ہے اور وہ غریبی جو آپ کو کفر سکھا دے وہ غریبی آپ پر ابتلا ہے' عبرت ہے اور یہ آپ کو کافر بنا دے گی۔ اس لیے فرمایا گیا الفقر فخری و الفقر منّی کہ یہ ہم سے ہے اور ہمیں اس پر ناز ہے' فقیر یا غریب ہمارے قریب ہے۔ یعنی اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب ہے۔ اور یہ بھی فرمان ہے کہ کادالفقر ان یکون کفرا ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ غریبی کافر بنا دیتی ہے' مایوس کردیتی ہے۔ جو ابتلا یا غریبی آپ کے اندر اُمید روشن کردے وہ اللہ کی عنایت ہے۔ اور جو مقام آپ کے اندر مایوسی پیدا کردے تو سمجھو کہ آپ وہاں سے کسی اور مقام پہ چلے گئے۔ اس لیے پیغمبر جانتے ہیں یا اللہ کے قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ کہاں تک آزمائش ہوسکتی ہے اور کہاں پہ آزمائش نہیں ہے' وہ کوئی اور ہی بات ہوسکتی ہے۔ اس لیے یہاں سے بات مُڑ جائے گی۔ پھر وہ کہیں گے کہ میرا اللہ یہ نہیں کرتا جو اَب ہو رہا ہے' مثلاً یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسرا بیٹا بھی جدا ہو جائے۔ پھر تو نبوت پہ حرف آجاتا ہے۔ ایک بیٹا تو آزمائش کے لیے کھو گیا اور اگر دوسرا بھی گم ہو جائے تو یہ حرف آ گیا۔ اس لیے نبی جانتا ہے کہ یہ کیا مقام ہے' یہ دوسرے بیٹے کا گم ہونا پہلے بیٹے کے ملنے کے برابر ہے۔ اس کی نوید ہو جاتی ہے۔ گویا کہ اس میں راز یہ کھلا کہ کچھ تکالیف ایسی ہوتی ہیں جو نوید کی ابتدا ہوتی ہیں۔ اگر پہچان ہو جائے کہ اب یہ تکلیف آئی ہے تو سمجھو کہ مبارک آ گئی' اس کا سندیس آ گیا ہے۔ اس طرح آپ بچ جاتے ہیں۔ اگر نہ سمجھ آئے تو پھر جدائی ہے۔ زندگی میں سمجھنا صرف یہ ہے۔ یہ سمجھنا ہے' اور آپ نے کیا سمجھنا ہے۔ آپ کے ایمان کی تعریف یہ ہے کہ وہ آپ کو رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا اور آپ نے یہی بات پہچاننی ہے کہ جس کو آپ ہمت سے زیادہ کہہ رہے ہیں یہ کیا مقام ہے' جو چیز ہو گئی ہے وہ ہمت سے باہر کیسے ہے' اور جو ہو رہا ہے یہ کیا ہو رہا ہے۔ جب میں نے کہا کہ آپ نے اس کو پہچاننا ہے تو آپ اپنے آپ پہ یہ ظلم کرتے ہو' وہ خود ہی آپ کی برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔ کبھی آپ خود ہی اپنے آپ کو آزمائش میں ڈال دیتے ہو۔ آپ اپنی ذات کے ساتھ بلاوجہ

Commitment کرتے رہتے ہو۔ آپ آسانی کے ساتھ اس سے بچ سکتے تھے۔ مثلاً یہ وعدہ کرلیا کہ میں شام کو آپ کے پاس آؤں گا۔ آپ نہیں جاؤ گے' یہ وعدہ نہ کرو۔ ایسے ہی وعدہ کرلیا اور پھر وہ جھوٹ ہو گیا۔ یہ بلاوجہ وعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ وعدوں میں بڑے کنجوس ہو جاؤ اور ایفا میں سخی ہو جاؤ۔ وعدہ نہ کرو' بالکل نہ کرو۔ کچھ لوگ وعدے میں جلدی کرتے ہیں اور پورا نہیں کرتے۔ بلاوجہ پریشانی کا عالم ہوتا ہے۔ آپ ایسا نہ کہو' ایسا مت کہو کہ ایسا ہو جائے گا' ایسا کرلیں گے۔ ایسا نہ کہو۔ ایسا مت کہو۔ آپ نے آدھی زندگی خود ساختہ بیان دے کے پریشان کی ہے' کہ ایسا کردیں گے' ویسا کردیں گے' تیرے حالات درست کردیں گے' تیرے حالات ٹھیک ہو جائیں گے' تمہیں بھی ٹھیک کردیں گے اور اُسے بھی ٹھیک کردیں گے۔ یہ ہیں خود ساختہ بیان۔ اور جب وہ پورا نہیں ہوتا تو یہ پریشانی ہے۔ یا وہ جھوٹ ہو جائے گا یا پھر سر پر کوئی اور مصیبت آ جائے گی۔ دوسرا آدمی ایسا ہوتا ہے جو کرتا ہے لیکن کہتا نہیں ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ یہ کہنے کی بجائے کہ ہم آپ کے حالات بہتر کردیں گے۔ اگر حالات بہتر کرنے کی طاقت ہے تو بہتر کردو' کہو کچھ ناں۔ اس طرح کا آدمی بہت بہتر ہے۔ اس لیے آپ ایک کام ضرور کرو کہ اپنے وعدوں کے ذریعے اپنے آپ پر بوجھ نہ ڈالو۔ یہ بہت آسان نسخہ ہے۔ اس میں آپ ضرور احتیاط کیا کرو۔ آپ کہیں نہ کہیں وعدے کے بوجھ کے نیچے دَب جاتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ کان وعدہ' مسئولا یعنی وعدے کے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔ اور اپنے وعدے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا وعدہ ہو چکا ہوتا ہے۔ کان وعدہ' مفعولا یعنی ہمارا وعدہ مفعول ہے' وہ ضرور فعل میں آتا ہے' ہمارا وعدہ پورا واقعہ ہوتا ہے' ان وعداللہ حق اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے۔ اللہ والوں کا وعدہ حق ہے۔ اور تم لوگوں سے وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کن وعدوں کے بارے میں پوچھا جائے گا؟ جو ایفا نہیں ہوئے۔ اس لیے آپ ایک بات یاد رکھنا کہ وعدوں کی Commitment بہت احتیاط کے ساتھ' تدبّر کے ساتھ' تحمل کے ساتھ اور رکاوٹ کے ساتھ کیا کرو' جلد بازی نہ کیا کرو۔ آپ کی آدھی اصلاح ہو جاتی ہے اگر وعدوں میں کثرت نہ ہو۔ پھر یہ آسان بات ہے ــــــ باقی یہ ہے کہ جب انسان کو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہاں تک اللہ کی آزمائش ہو سکتی ہے تو یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ آگے کوئی کھیل نہیں ہے۔ اگر دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ مذاق کر رہے تھے' تو یہاں تک تو مذاق ٹھیک تھا مگر اب یہ بات مذاق نہیں ہو سکتی کہ دوسرے کا بیٹا ہی لے جاؤ۔ پہلے تو پیغمبر کا ایک بیٹا لے گیا' پیغمبر کی آزمائش تھی۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یوسف ؑ نے کچھ سال جیل میں گزارنے ہیں' تو دوسرا بیٹا کیسے لے گیا۔ دوسری بات اور تھی۔ وہ سارے بھائی جو یعقوب ؑ کے بیٹے تھے وہ دوبارہ جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ انہوں نے پہلے ہی ایک جھوٹ بول لیا تھا کہ بھائی کو بھیڑیا لے گیا۔ اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے تھے' انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ صداقت میں بات کر رہے ہیں کہ اُس کو مصر کے بادشاہ نے روک لیا تھا۔ پھر انہوں نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ کیوں روک لیا' کون روک سکتا ہے اُس کو۔ اُس کو بھائی ہی روک سکتا ہے کیونکہ وہ بھائی تو جھوٹا نہیں ہے۔ جب یوسف ؑ اپنے دیس میں قریب کے کنوئیں میں تھے تو اللہ نے اس وقت ظاہر نہیں کیا ہوگا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ دور کی بات آشکار کر دیتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ پیغمبر تھے' ان کے اظہار میں یہ بات آ گئی۔ اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یہ بات آزمائش سے نکل کے ظلم میں جاتی ہے۔ یہ وہ وجہ ہے جو آپ نے ڈھونڈی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ لوگوں کی آدھی زندگی ان باتوں میں پریشان ہوتی ہے۔ پہلے تو آپ زندگی کے معاملات کو چھوڑتے نہیں ہیں' کرتے رہتے ہو' یعنی زندگی کی ضروریات کو۔ پھر وہ ضروریات جو ہیں اپنے طریقوں سے پوری نہیں ہوتیں۔ پھر آپ اس طریقے سے ضروریات پوری کرنا چاہتے ہو۔ اور یہ طریقہ اُس کے لیے ہے ہی نہیں۔ مقصد یہ کہ جو کام ہمت سے ہوتا ہے' جو کام طریقے سے ہوتا ہے' اُس کو آپ صرف دعا سے کرتے ہو۔ دعا تو آپ کو سب سے پہلے اللہ کی رضا پر راضی رہنے کی توفیق بتائے گی۔ اگر رضا نہیں ہے' آپ تسلیم میں نہیں آئے تو پھر منوانے کا جذبہ کیا ہے۔ اس لیے

جو شخص اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو قبول نہیں کرتا وہ اپنی ضرورت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کیسے کروا سکتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے کہنے پر کوئی کام کر دیا' تو وہ کون آدمی تھے؟ جن لوگوں نے اپنی زندگی میں اللہ کے فیصلوں کو تسلیم کیا۔ ہوتا انہی لوگوں کے ذریعے سے ہے' کہ جب کسی ملک میں کوئی ابتلا آ جائے تو وہ بندہ دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اُس سے دعا کرواتے ہیں۔ یہ آدمی وہ ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی ذاتی زندگی میں اپنے لیے دعا کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ وہ دوسروں کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو تسلیم کرانے کا آسان طریقہ بتا رہا ہوں کہ آپ اللہ کی بات کو مانتے جاؤ۔ آپ کی خواہشات خود بخود چلتی جائیں گی۔ اپنی خواہشات کی وجہ سے آپ زندگی میں بوجھ نہ بنالو۔ آپ کی خواہشات زیادہ ہو جاتی ہیں۔ زندگی میں اُن سب کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اصل میں تو آپ نے زندگی گزارنی ہے۔ لطف کی بات تو یہ ہے کہ زندگی گزر رہی ہے اور خواہش پوری نہیں ہوئی۔ کیا بات ہے۔ آپ نہیں سمجھے؟ اللہ نے خواہش کیوں دی؟ کہ اس سے زندگی گزرے۔ اور اب؟ زندگی گزر رہی ہے لیکن خواہش پوری نہیں ہو رہی۔ وہ خواہش جس کے پورا نہ ہونے سے زندگی ختم نہ ہو وہ خواہش صحیح نہیں ہے۔ وہ خواہش جس کے پورا ہونے سے زندگی جاری ہو وہ خواہش صحیح ہے۔ وہ خواہشات جن سے زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ خواہشات پوری نہ ہوں تب بھی زندگی گزر جاتی ہے۔ زندگی اور عبادت کسی خواہش کے ساتھ مشروط نہیں۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ مثلاً اتنی دولت ہو تو پھر زندگی گزرے گی۔ نہیں' غریب کی زندگی بھی گزر جائے گی اور امیر کی بھی گزر جائے گی۔ یا یہ کہنا کہ اتنی دولت ہو تو پھر ہم عبادت کریں گے۔ ہر معیار پہ ہر طرح کے لوگوں نے عبادت کی ہے۔ ہر دور کا آدمی رویا بھی ہے اور ہنسا بھی ہے۔ ہر طبقے کا آدمی روتا بھی ہے اور ہنستا بھی ہے۔ ہر طرح کے انسان کی خواہشات پوری بھی ہو جاتی ہیں اور خواہشات رہ بھی جاتی ہیں۔ آنسو اور مسکراہٹ سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ غم اور خوشی سے انسان بچ نہیں سکتا' زندگی اور موت سے بچ نہیں سکتا۔ پھر آپ نے آزمائش کے لیے کیا خواہشیں رکھی ہوئی ہیں۔ انہیں اللہ کے حوالے کرو۔ یا پھر انہیں پورا کر لو' خواہشات پوری کر لو۔ اگر وہ پوری بھی نہیں ہوتیں اور چھوڑی بھی نہیں جاتیں تو یہ مصیبت ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ کوئی چیز حاصل ہو تو وہ لے لے' حاصل کر لے۔ اور اگر حاصل نہیں ہوتی تو چھوڑ دو۔ اگر چھوڑی نہیں جاتیں تو پھر عذاب ہے۔ وہ چیز عذاب ہے جو حاصل بھی نہیں ہوتی اور چھوڑی بھی نہیں جاتی۔ یہ فیصلہ آپ خود ہی کر لو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیصلے پر مہربانی کرے گا۔

سوال:

لوگ Circumstances کا Victim بھی تو ہو سکتے ہیں۔

جواب:

Circumstances کی سٹڈی آپ General طور پر کرتے ہیں۔ اصل میں Circumstances آپ کی Feelings کے ہوتے ہیں۔ دیکھنے والا کہتا ہے کہ یہ Victim ہے۔ مثلاً Circumstances نے کسی کا ذہن Crush کر دیا۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے ناں۔ اور آپ یہ بھی دیکھتے ہو کہ غریبی کے اندر کتنے بڑے عظیم مفکر پیدا ہوئے کہ دنیا کو ہلا کے رکھ دیا۔ وہ Circumstances سے باہر ہو گئے۔ آپ دیکھتے ہو کہ پیغمبر یتیم ہو گئے اور دنیا کو کلمہ پڑھا دیا۔ ایسے سائنس دان ہوئے' ریفارمر ہوئے اور فلسفی ہوئے جن کا حالات کے ساتھ زیادہ تعلق نہیں ہوگا۔ وہ لوگ جو ہیں Circumstances سے باہر ہیں۔ وقت جو ہے یہ کمزور آدمی کو چکی کی طرح پیستا ہے اور طاقت ور آدمی جو ہے یہ وقت کا شہسوار ہے۔ جو شہسوار ہے وہ غریب بھی ہو سکتا ہے اور امیر بھی ہو سکتا ہے۔ اس کا حالات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حالات ہمیشہ اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کو فاقہ ہو سکتا ہے لیکن حالات خراب نہیں ہو سکتے۔ فاقے کے ساتھ Circumstances کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فاقہ بہت سی Energy کو

Generate کرتا ہے اور بہت سی Activity کو Create کرتا ہے۔ حالات کب خراب ہوتے ہیں؟ جب پیسہ ہو اور آرزو زیادہ ہو۔ حالات تب خراب ہوتے ہیں جب حال اور توقع میں بڑا فرق ہو۔ حالات اس وقت خراب ہوتے ہیں۔ آپ یہاں پر اس گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں' کسی دور دراز کے گاؤں سے آنے والے آدمی سے پوچھو جو آپ کو ملنے کے لیے آیا ہے کہ تم کیسے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں آسودگی میں ہوں۔ آپ شہر لاہور کے اندر اتنے بڑے مکان میں ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا حالات ہیں۔ اور آپ اپنے آپ کو اور لوگوں کے حوالے سے دیکھو گے تو کہو گے کہ یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے' حالات خراب ہو گئے ہیں۔ حالات تو دیکھنے کا نام ہے۔ دنیا میں کبھی یہ وقت نہیں آیا کہ آپ سے غریب کوئی نہ ہو۔ ایسا وقت بھی کبھی نہیں آئے گا کہ آپ سے زیادہ امیر کوئی نہ ہو۔ امیروں کے حوالے سے دیکھو گے تو غریب ہو جاؤ گے اور اپنے سے کم آدمی کو دیکھو گے تو اپنے آپ کو بہتر محسوس کرو گے۔ حالات صرف یہ نہیں ہوتے کہ جیب میں پیسہ ہو' شکل بھی حالات ہیں' صورت بھی حالات ہیں' بیوی بچے بھی حالات ہوتے ہیں' آپ کے خیالات بھی آپ کے حالات ہیں' آپ کا ایمان آپ کے سب سے بڑے Circumstances ہیں۔ ان سب کو Circumstances میں شامل کرو' ان سب دولتوں کو شامل کرو۔ کون کون سی دولت؟ مثلاً آپ کے پاس بعض اوقات پیسہ بھی نہیں' کوئی لمبا چوڑا خیال بھی نہیں مگر آپ کے تعلقات بہت اچھے لوگوں کے ساتھ ہو سکتے ہیں' تو یہ بھی دولت ہے۔ ایسے Circumstances بھی ہیں۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک اچھا دوست میسر آ گیا۔ اچھے دوست کا میسر آ جانا Circumstances میں بڑا Evidence ہے۔ اگر کوئی اچھا انسان مل جائے تو یہ رزق سے بہت زیادہ ہے۔ بعض اوقات اگر کوئی اچھی بات آپ کے کان میں پڑ جائے تو یہ ہزار دولت سے زیادہ ہے۔ پرانی کہانی ہے' ایک آدمی سفر کرتا کرتا ایک جگہ گیا' دوسری جگہ گیا اور کئی سال بعد اُسے راز مل گیا۔ راز کیا ملا؟ اُسے ایک بات ملی کہ یہ یوں نہیں ہے بلکہ یوں ہے۔ اس ایک بات کا ہو جانا Circumstances کی بات ہے۔ یہ Circumstances کیا ہیں؟ واقعات' Chances' Situations' حالات اور خیالات۔ حالات پیسے کا نام بھی ہے اور خیالات جن کا پیسے سے کوئی تعلق نہیں' اور آپ کے تعلقات جن کا پیسے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعض اوقات Circumstances ہوتے ہیں مستقبل ____ غریب ماضی اگر امیر مستقبل میں جا رہا ہے تو سبحان اللہ' یہ بہت شاندار ہے۔ ایک آدمی جو آپ کے شہر سے گزر کے جا رہا ہے' اجنبی ہو کے جا رہا ہے۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہے' کل کو یہ آدمی خدا جانے کون ہو گا۔ یہ Circumstances عجیب ہیں' فطرت کا اپنا کام ہے۔ بعض اوقات Circumstances یہ ہوتے ہیں کہ آپ کے دل میں قوتِ ایمانی ہے۔

حضرت امام عالی مقامؑ کے Circumstances بہت اچھے نہیں تھے لیکن تاریخ گواہ ہے کہ یزید کے ان حالات کے باوجود اس کے حالات خراب ہو گئے۔ تو Cirumstantial evidence آپؑ کے خلاف تھی کہ اس وقت امام عالی مقامؑ لڑ رہے ہیں۔ یہ کوئی لڑنے کی حالت ہے؟ لیکن یہ کسی کو پتہ نہیں کہ وہ Victorious Battle ہے' اُن کو پہلے دن ہی فتح کا مقام مل گیا۔ سقراط نے کہا تھا کہ مجھے مارنے والوں کے Spelling بھی کسی کو یاد نہیں ہوں گے' نام تو کہاں رہ گیا۔ کسی کو یاد نہیں کہ اس کو الزام دینے والے کون لوگ تھے۔ سقراط کو یہ نام اُردو میں کہتے ہیں' انگریزی والے یہ نہیں کہتے۔ وہ نام رہ گیا۔ حالانکہ ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ سقراط کون ہے لیکن اتنا پتہ ہے کہ اس کو مارنے والوں کے نام کا پتہ نہیں ہے۔ یہ اس کے لیے کافی ہے' کریڈٹ ہے۔ یہ حالات ہیں زہر پینے والے کے۔ زہر پینے والے کے حالات اُمرت کھانے والوں کے حالات سے بہت بہتر ہیں۔ اس لیے Circumstances کا Victim جو ہے اگر کمزور ہے تو وہ اپنے آپ کو Victim محسوس کرتا ہے ورنہ وہ Victim نہیں ہے۔ یہ آپ کا احساس ہے۔ Victim ہونا جو ہے یہ آپ کے احساس کا نام ہے ورنہ آندھیاں سارے چراغ نہیں بجھاتیں۔ کہیں نہ کہیں کوئی چراغ جلتا رہتا ہے۔ کہیں نہ کہیں اُمید کا

کوئی روشن چراغ رہ جائے گا۔ ہزار مایوسیاں ہوں گی لیکن کہیں نہ کہیں Hope نکل آئے گی۔ اس لیے آپ اپنے آپ کو Bank کے حوالے سے نہ پہچانو' ایمان کا جائزہ بھی لیا کرو کہ کیا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو تسلیم کرنے کا حوصلہ ہے' کیا اللہ سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرنے کی ہمت ہے' اگر وعدے پورے نہیں کیے تو کیا معذرت کرنے کی جرأت ہے' استغفار کی جرأت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر رضامندی بڑی جرأت کی بات ہے۔ اُس نے جو کچھ کیا وہ قبول کرلو۔ اگر صرف گلہ چھوڑ دو تو آپ کے لیے بڑی فراوانیاں ہیں۔ زندگی میں اپنے ماضی پر نظر دوڑائیں تو آپ نے ایک پوری لائف گزاری ہے' بڑی لمبی زندگی گزاری ہے اور اگر دیکھا جائے تو زندگی ایک لمحے کا نام ہے' زندگی تو لمبی گزارنی تھی مگر اب تھوڑا سا ٹائم رہ گیا' یہ سب آپ کا خیال ہے۔ انسان نہ تو حالات کا Producer ہے اور نہ حالات کا Product ہے۔ حالات اور انسان الگ الگ چلتے ہیں۔ کبھی کبھی آپ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حالات کدھر جارہے ہیں اور ہم کدھر جارہے ہیں۔ دونوں چلتے جارہے ہیں۔

سوال:

اگر اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائیں تو بات یہ سمجھ آتی ہے کہ یہ صرف اس کا کرم ہے' اس کے آگے تو سوچنے کی ہمت نہیں۔

جواب:

ٹھیک ہے۔ یہاں تک بات ٹھیک ہے' لیکن جب دامنِ اُمید ہاتھ سے نکل جائے یا نکلنے لگ جائے تو پھر چیخ لگا دو۔ پھر لحاظ نہ کرنا۔ جب تک اُمید قائم ہے تو جو مرضی ہوتا ہے وہ ہونے دو' جو ٹریکٹر چلنے ہیں وہ چلنے دو لیکن اگر اُمید ہاتھ سے جارہی ہے پھر شور مچانا ضروری ہے۔ پھر ایسی فریاد کرو کہ ہر چیز کو اُڑا کے رکھ دو۔ پھر یہ لازم ہے کیونکہ پھر یہ کوئی اور شے ہے۔ غریبی انعام ہے اور غریبی سزا ہے۔ یہی تو میں بتا رہا ہوں۔ بیماری انعام ہے اور بیماری سزا ہے۔ ایسے واقعات آتے ہیں کہ جب آپ اپنا وجود اس کے سپرد کردو تو پھر وہ جانے' صحت جانے اور بیماری جانے۔ اگر یہ آپ کا اپنا وجود ہے تو پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع کریں' اب آپ بیمار ہیں۔ اگر زندگی آپ اپنے ذمے لگاتے ہو' اس کی اصلاح اور اس کی کامیابی' تو پھر ناکامی تمہارے لیے افسوس کی بات ہے۔ اگر کامیابی اور ناکامی' حاصل اور محرومی' سب اُدھر لگاتے ہو تو پھر جو کچھ ہورہا ہے ٹھیک ہورہا ہے۔ اس خیال میں چلنے والے ایک مقام پر اسی خیال میں اٹکتے ہیں۔ میں یہ وارننگ دے رہا ہوں۔ وہ اچھا خاصا ٹھیک سے مانتا چلا آرہا تھا اور پھر اُسے کیا ہوگیا؟ کہتا ہے کہ میرا ایمان اُٹھ گیا ہے' اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ اب یہ بڑے راز کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ایمان کب اُٹھتا ہے؟ اللہ پر اعتماد کہاں اُٹھتا ہے؟ جہاں سے اعتماد بنتا ہے وہیں سے اُٹھتا ہے۔ بات نہیں سمجھے؟ مثلاً نماز سے آپ کو اللہ ملا' احساس ملا کہ اللہ کے قریب بات جارہی ہے اور پھر نماز کے رہ جانے سے اللہ رہ گیا۔ ماں کی رضامندی سے اللہ ملا اور ماں کی ناراضگی اللہ سے دوری ہے۔ کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس پہاڑ پہ چلتا ہوں تو اللہ کے بہت قریب ہوتا ہوں۔ حالانکہ وہ پہاڑ ہے۔ جس دن اس پہاڑ پہ چلنے کا حکم بند ہوگیا وہ اللہ سے دور ہوگیا۔ کسی آدمی کو جھوٹا شیخ مل گیا تو اُس کے تصور میں اس نے اپنا اللہ طے کرلیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ اب اُسے بزرگ کہا ہے تو چپکے سے اس کے لیے دعا کر' تیرے پاس عرفان آگیا ہے تو اس کے لیے دعا کر۔ اگر تیرے پاس بھی عرفان نہیں آیا اور اس کے پاس بھی نہیں ہے تو ادب کا تعلق قائم رکھ۔ خاموش ہوجا۔ انسان یہاں پر ٹوٹتا ہے۔ مثلاً چھوٹی جماعت میں آپ کا ایک استاد ہے' ٹیچر ہے' وہ آپ کو بہت بڑا علم دیا کرتا تھا۔ تب آپ کی جماعت چھوٹی تھی۔ پھر آپ نے زیادہ علم پڑھ لیا۔ اب آپ ٹیچر سے بھی زیادہ علم حاصل کر گئے' لیکن جب بھی وہ سامنے آئے تو آپ اسی طور پر' اسی ادب میں وہیں بیٹھو۔ اگر آپ کا علم آپ کے اندر پھلانگیں لگاتا ہے تو سمجھو کہ محروم ہوگئے۔ اللہ کب دور ہوگا؟ جب آپ استاد سے زیادہ علم حاصل کرنے

کے بعد اپنے آپ کو استاد سے زیادہ محترم جانو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ وہ اُستاد جو ہے وہ اپنے علم میں کم ہونے کے باوجود آپ کو استاد کے انداز سے ملا' سامنے سے آ کے ملا۔ جو انسان سامنے سے آ کے ملا اس کو ہمیشہ ہی سامنے رکھو' چاہے آپ اس سے آگے نکل جاؤ۔ جو آپ کے چچا تھے چاہے وہ کتنے ہی کمزور ہو جائیں اور آپ کتنے ہی بڑے ہو جائیں' ان کو چچا ہی کہو۔ جو استاد تھے انہیں استاد ہی کہو۔ جس کے ساتھ آپ نے کسی طور پر بھی ادب کا رشتہ قائم رکھا ہو' اس کی خامی کے بعد بھی ادب کا وہ رشتہ بے ادبی کا نہ بنانا۔ خاموش ہو جانا لیکن بے ادبی نہ کرنا۔ اللہ کو آپ جانتے ہو کہ وہ جانتا ہے' آپ گھر سے اچھی نیت لے کے اللہ کی تلاش میں چلے' اللہ نے ایک موڑ میں سے گزار دیا۔ وہ جاننے والا ہے' جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے' آپ کو کہاں سے گزارا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو محسوس ہوا کہ یہ تو میں غلط راستے سے گزر گیا۔ اب غلط راستے سے گزرنے کا احساس' صحیح ہونے کی ایک دلیل ہے۔ یہ جو صحیح ہونے کی دلیل ہے یہ اُس جھوٹے شخص کا فیض ہے' اسی راستے کا فیض ہے' اس کو سلام کرو۔ وہ جو جھوٹا نظر آ رہا ہے خدا جانے کیا راز ہے' وہ آپ کے اندر سچ Produce کر گیا۔ اگر اعتقاد قائم رہے تو سچے آدمیوں کو غلط مقامات سے بھی بہت صحت مند منزلیں ملی ہیں۔ اس لیے اللہ سے کب مایوس ہوتے ہیں؟ جب انسان اپنے راہبروں سے مایوس ہو گیا' جب انسان اپنے سفر کے حوالے سے مایوس ہو گیا۔ جس جگہ سے اللہ مرتب ہوا وہیں اللہ غیر مرتب ہو جاتا ہے۔ جن مقامات سے آپ کو اللہ کا قرب ملتا ہے انہیں مقامات سے آپ دور ہوتے ہیں۔ یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہوتا ہے۔ انسان چونکہ یہ فیصلے بدلتا ہے' جب بدلنے لگ جائے گا تو وہ دور ہو جائے گا۔ اگر آپ دو شخص ایک راستہ چل رہے ہیں اور جب آپ کو وہ رابطہ مل جائے تو اُن کو یہ رابطہ ضرور دکھاؤ۔ یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ آپ اور ہم دونوں صداقت کے لمبے سفر پر چلے ہیں اور آپ اور مجھے کسی آدمی کو کوئی سا فیض بہت وسیع مل جائے تو وہ دوسروں تک پہنچائے گا۔ اس نیت سے چلو گے تو ادب قائم رہے گا۔ مثلاً آپ کا بچہ باہر چلا گیا' باہر اُس کو خزانے مل گئے' اب خزانے مل گئے ہیں تو وہ اپنے غریب ماں باپ کو فیض پہنچائے' غریب ماں باپ کے ساتھ فخر نہ کرے' یہ نہ کہے کہ تم غریب تھے' ہم امیر ہو گئے۔ یہ نہ کہے بلکہ فیض پہنچائے۔ اس لیے اس سفر میں آپ کو جو جو کچھ ملا وہ آپ کے لیے ایک بہتر راستے کا ساتھی تھا۔ جب کبھی آپ کو اُس سے آگے کوئی چیز مل جائے تو آپ اس کو بھی فیض پہنچاؤ۔ میں نے آپ کو ایک چھوٹی سی کہانی سنائی تھی۔ ایک آدمی اپنے گُرو کی تلاش میں گیا' جا کے کسی سے پوچھا کہ مجھے کون سا گُرو ملے گا۔ اس نے کہا کہ اس طرح کرو کہ یہاں بیٹھ جاؤ۔ اُس کو درخت کی ایک شاخ دی اور کہا کہ یہاں بیٹھو اور جو جو آتا جائے اس کے چرنوں کا پانی اس کو دیتے جاؤ۔ جس کے چرنوں کے پانی سے یہ شاخ پھل گئی' پھول نکل آیا تو وہی تمہارا گُرو ہو گا۔ وہ کرتا گیا' کرتا گیا' آخر ایک دن آ گیا جب ایک آدمی کے چرن دھونے سے اس شاخ سے شگوفہ پھوٹا۔ اس نے گرو کو پکڑ لیا کہ جناب آپ میرے گُرو ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا' وہ بولا کہ ابھی ابھی آپ کے چرن دھونے کے پانی سے یہ ہوا ہے۔ اُس نے کہا کہ ٹھیک ہے' میں ہی تمہارا گرو ہوں۔ وہ بولا گرو جی اب گُر کی بات بتا دو۔ گرو نے کہا کہ گُر کی بات سن لو۔ گُر کی بات یہ ہے کہ جتنے بھی اس راستے میں پہلے آدمی ملے تھے وہ سارے ہی سچے تھے' یہ سب کا اجتماعی پانی ہے جو اس شاخ کو پھول دار بنا رہا ہے۔ یہ ہے گُر کی بات۔ اگر گمراہی کے سفر کے بعد منزل مل گئی' کذب کے سفر کے بعد صداقت کی منزل مل جائے تو اس منزل پر پہنچ کر اُس کاذب راستے کو بھی سلام کہہ دو۔ اگر صداقت کے سفر پر جا رہے ہو اور آخری منزل جھوٹ مل جائے تو اس کو دُور سے سلام کہنا ہے' کہ میرا دُور سے ہی سلام ہے۔ اگر آپ کو انجام اچھا مل جائے تو سارے سفر کو سلام۔ اس میں جو غلط تھا وہ بھی شامل ہے۔ وہ کیا غلط تھا کہ جس کا نتیجہ اچھا نکل آیا۔ اس لیے یہ بڑے راز کی بات ہے۔ کون اچھا؟ جس کا آخر اچھا۔ اس لیے آپ جو اس راستے پہ چل رہے ہو' اس سے پہلے جتنے لوگوں نے آپ سے اس قسم کی بات کی ہے یا اس قسم کا واہمہ دیا ہے یا بچپن میں جن لوگوں نے آپ کو اس راستے کی ترغیب دی ہے' جن کتابوں نے آپ کو اس راستے پر چلنے کا شعور یا ذائقہ دیا ہے' ان

سب کو سلام۔ یہ آپ کے سفر کے اندر سارے اس کے determinants ہیں۔ ان سب کو سلام ہونا چاہئے۔ اس میں کاذب بھی ہیں' جھوٹے بھی ہیں' کچھ اور کتابیں ہیں' کچھ کافروں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں' وغیرہ وغیرہ علی ہذا القیاس ___ وہ سب جو ہیں شوق کو Produce کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کو منزل مل گئی تو یہ سارے آپ کے لیے بہتر ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی کی منزل مل گئی۔ ایک آدمی اگر بحری جہاز پہ جا رہا ہے' جہاز طوفان کی زد میں آ گیا' جہاز ڈوبنے کے قریب تھا لیکن نہیں ڈوبا' ٹوٹنے والا تھا مگر نہیں ٹوٹا۔ بڑا خطرہ تھا لیکن ساحل پہ آ گیا اور دوست کے ساتھ دوست مل گیا۔ اب کیا یاد رکھو گے؟ طوفان یاد رکھو گے یا ملاقات یاد رکھو گے؟ وہ Journey اچھا کہ برا تھا؟ جس کو Journey کے اختتام پر دوست ملا وہ بڑا کمزور انسان ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ Journey خراب تھا۔ یہ سفر خراب کیسے تھا؟ اگر دوست مل گیا تو پھر سفر بہت مبارک تھا۔ اگر دوست ہی نہیں ملا تو پھر سفر کی آسودگی کس کام کی۔ بس یہ اس کا راز ہے۔ یاد رکھ لو۔ اگر انجام اچھا ہے تو سارا سفر اچھا ہے۔ یہ میں بہت سارے ان لوگوں کو بھی بات بتا رہا ہوں کہ جن کا گھر میں جھگڑا ہے۔ اگر گھر کا انجام مبارک ہے تو وہ جھگڑا وغیرہ سب ٹھیک ہے۔ اگر اللہ مہربانی کر دے' آپ کی عاقبت درست کر دے' آپ کو اپنی رحمت میں قبول کر لے تو چھوٹے موٹے جھگڑے کی خیر ہے۔ نیکی کی قیمت تو کوئی نہیں ہو سکتی اور نیکی کا بدل بھی کوئی نہیں ہے' عبادت کا بدل کوئی نہیں ہے۔ لیکن ایک مقام پر عبادت کا بدل ہے' اگر کوئی عبادت نہ کر سکے اور زندگی کی تلخی برداشت کر جائے تو یہ عبادت کا بدل ہو سکتا ہے۔ تلخی کو برداشت کر لو' ابتلا ہے تو برداشت کر لو' دقت ہے تو برداشت کر لو' گھر میں بڑی ہی پریشانی ہے' تو اللہ کے نام پر برداشت کر لو۔ کامیاب ہو جاؤ گے' دنیا میں اور کچھ نہ کرو' دنیا فساد سے بھری ہوئی ہے اور آپ کہو کہ میں اس میں ایک اور فساد کیوں کھول دوں۔ پہلے ہی زمانہ فساد سے بھرا پڑا ہے۔ الفساد فی البرّ والبحر اب میں اس میں سے اپنا فساد کم کر دیتا ہوں۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ اس کی دنیا پہلے ہی فسادات سے بھری ہوئی ہے' میں نیا فساد تھنہ نہیں کھولنا چاہتا' میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ کیوں چھوڑا؟ کہتا ہے کہ اب نیا مقدمہ کون کرے' پہلے ہی عدالتیں بھری پڑی ہیں۔ اپنا حق چھوڑ دینا بھی احسان ہے' اپنے آپ پر بھی۔ زندگی میں یہ ایک مقام بھی آتا ہے۔ اس لیے میری نصیحت یہ ہے کہ اس سفر میں جو جو سچے بزرگ ملے ہیں ان کو سلام' جو جھوٹے ملے ہیں ان کو بھی سلام۔ کیونکہ اگر جھوٹ کی تعلیم نہ ہوتی تو سچ سمجھ نہ آتا۔ اس میں جھوٹ کی تعلیم ہوتی ہے۔ میری بات آپ سمجھ رہے ہیں؟ سچ کی پہچان میں جھوٹ کی پہچان کرائی جاتی ہے اور جو جھوٹ آشنا نہیں ہوتا اُسے سچ سے آشنائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لیے جھوٹ آشنائی کے لیے کوئی نہ کوئی بات ضرور زیغ کی جاتی ہے۔ وہ انسان جو جھوٹ کی تعلیم دے رہا ہے وہ بہت ضروری انسان ہوتا ہے۔ وہ ایک راز ہوتا ہے۔ اس کو بہت معذرت کے ساتھ قبول کرنا۔ آپ ویسا نہ بننا لیکن اُسے بُرا نہ کہنا۔ وہ علم دے رہا ہے' صداقت کے سفر میں جھوٹ کا علم دے رہا ہے۔ اور صداقت کے سفر میں جھوٹ کا علم شامل ہونا ضروری ہے' جھوٹ کی پہچان ضروری ہے۔ اچھے کی پہچان میں برے کی پہچان ضروری ہے۔ اس بات کی احتیاط چاہیے۔ مطلب یہ کہ آپ At peace with everyone ہوں۔ ٹھیک ہے؟ خدا کے ماننے والے' خدا کی محبت میں سفر کرنے والے ہر ایک کے ساتھ صلح' ہر ایک کو سلام۔ اُس کو بھی سلام جو چور آپ کے گھر سے چوری کر کے مال لے گیا۔ اللہ کی منشا ایسی ہے۔ وہ Recover کر لو لیکن جھگڑا نہ کرو۔ اُس سے اپنا مال لینے کی کوشش کر لو لیکن اُسے گالی نہ دو۔ At peace رہو۔ اب آپ بات کرو ___ آپ لوگ بولو ___

سوال:

ایک محفل میں آپ نے فرمایا تھا کہ الہام کو سمجھنے کے لیے یا اس کی تفسیر بیان کرنے کے لیے الہام آشنائی ضروری ہے' تو کیا انسان جس کو الہام آشنائی ہو وہ دوسروں کو اس چیز سے آشنا کرا سکتا ہے؟ یا یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے؟ کیا اندر سے اس کی کوئی Preparation کی جا سکتی ہے؟

جواب:

نہیں' اس کی پریکٹس کوئی نہیں ہے۔ سائنس کے تمام کمالات کے باوجود شہد مینوفیکچر نہیں ہوا۔ سائنس جتنی مرضی کمال کرتی جائے لیکن شہد وہ ہے جو شہد کی مکھی پر الہام ہوا۔ دھوکہ کر سکتے ہیں' اس کے قریب کر سکتے ہیں لیکن وہ بات نہیں ہو سکتی۔ الہام جو ہے یہ الہام ساز نہیں ہوتا۔ وحی جو ہے وہ آپ کو وحی والا نہیں بنا سکتی۔ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے۔ الہام آشنائی یہ ہے کہ جہاں عقل ماؤف ہو جائے' یعنی عقل کام نہ کرے اور بات پھر بھی ہو تو سمجھو کہ وہ الہام کی بات ہے۔ مثلاً یہ بات پہلے سمجھ نہیں آئی لیکن ہے بالکل صحیح' تو اُس کو الہام کہتے ہیں۔ وہ صداقت جو ذہن کی رسائی میں نہ آئے اور Suddenly آپ پر آشکار ہو جائے وہ الہام ہے کہ جس کے سوچنے کا طریقہ کوئی نہ ہو۔ اچانک جی میں آ جانا اور بات کا صحیح نکلنا' یہ الہام ہے۔ الہام جو ہے Intuition نہیں ہے۔ Intuition تو آپ حاصل کر سکتے ہو۔ الہام یہ ہوتا ہے کہ کوئی بات منشائے ربی کے ساتھ آئے۔ Awareness اور چیز ہے۔ ان میں فرق ہے۔ Awareness اور ہے' Awareness کا مطلب ہے آشنا ہونا۔ مثلاً کسی کی نیت سے آپ آشنا ہو جائیں' اس کے علم سے آشنا ہو جائیں' اس کے ارادے سے آشنا ہو جائیں' چیزوں کی ماہیت سے آشنا ہو جائیں' لیکن یہ منشائے ایزدی کے ساتھ آشنا ہونا نہیں ہے' یعنی اب اللہ تعالیٰ نے آگے کیا کرنا ہے' یہ کوئی نہیں جان سکتا۔ انسانوں کی منشا سے انسان آشنا ہو سکتا ہے لیکن الہام کا تعلق فطرت کے پیغام کے اوپر کان رکھنا ہے۔ جب فطرت بولتی ہے تو وہ الہام ہے۔ وحی یہ ہے کہ جب اللہ بندے کو کسی اپنے فرشتے کے ذریعے پیغام دیتا ہے۔ پیغمبر صاحبِ مرتبہ ہیں' ان پر جب الہام ہوتا ہے وہ وحی کہلاتی ہے۔ عام آدمی پر جو ہوتا ہے وہ الہام ہو سکتا ہے۔ الہام تو ہو سکتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص یہ کہہ دے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک وقت آیا پڑا ہے کہ دور دور تک کوئی چراغ جلتا ہوا نظر نہیں آتا' اگر ایسی بات ثابت ہو جائے تو یہ الہام ہو سکتا ہے۔ اس نے بہت پہلے یہ کہا تھا۔ یا کسی جنگل میں کھڑا ہو کے کوئی یہ کہتا ہے کہ میں اس جنگل پر ایک بہت اچھا شہر آباد ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ دس سال بعد وہاں شہر بن جاتا ہے۔

سوال:

وحی میں کیا ہوتا ہے۔

جواب:

وحی لوگوں کے لیے ایک باقاعدہ پیغام ہے جو اُس انسان کے ذریعے اللہ کا بھیجا ہوا پیغام ہے۔ الہام آپ کی آشنائی کے لیے ہے۔ یہ لوگوں کی اصلاح کا مقام نہیں ہے۔ وحی جو نازل ہوتی ہے وہ ہر آدمی کے لیے ماننا ضروری اور لازمی ہے اور آپ پر جو الہام ہوا وہ ضروری نہیں ہے کہ باقی لوگ اس کو Follow کریں۔ پیغمبرؐ پر جو وحی ہوئی ہے وہ میرے لیے قرآن ہے۔

سوال:

کیا وہ سب کے لیے ضروری ہے

جواب:

وہ سب کے لیے ضروری ہے۔ اور آپ پر جو الہام ہوا وہ ضروری نہیں کہ میں اُسے مانوں کہ نہ مانوں۔

سوال:

یہ تو صرف آگہی ہوئی؟

جواب:

ہاں یہ آپ کی آگہی ہے۔ وہ صرف آپ کے ساتھ ہے۔ وحی سے انکار کرنے والا کافر ہو جائے گا لیکن الہام سے آپ انکار کر سکتے ہیں کہ میں تو نہیں مانتا کہ پتہ نہیں یہ کیا ہے۔

سوال:

جناب کیا کشف اور الہام ہم معنی ہیں یا نہیں؟

جواب:

نہیں نہیں۔ کشف جو ہے Awareness کے قریب ہے۔ کشف کا معنٰی ہے اوپر سے پردہ کا اُٹھ جانا۔ اس کی جو پہلی سطح ہے وہاں دونوں برابر ہیں' پہلے حصے میں صرف ایک حصے تک۔ اس کی Range میں فرق ہے۔ الہام کی Range زیادہ ہے۔ Flight زیادہ ہے۔

سوال:

کیا کشف کو Intuition کہیں گے؟

جواب:

کشف جو ہے یہ آپ کی Effort کے ساتھ ہے۔ اس کے لیے فارمولا ہوسکتا ہے۔ آپ پر نزول انکار ہوسکتا ہے لیکن نزول منشاء جو ہے یہ اللہ کی اپنی مرضی ہے۔ کشف حاصل ہوسکتا ہے لیکن الہام کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ الہام ایک مرتبہ ہے۔

سوال:

پھر الہام تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی۔

جواب:

ہاں یہ بات ہے' وہ مرضی ہے۔ کشف آپ کی کوشش ہے۔ آپ کر سکتے ہیں۔ ہر آدمی کرسکتا ہے۔ مراقبہ کشف کے لیے ہے۔ مراقبہ ہوسکتا ہے' Awareness ہوسکتی ہے' Intuitive Awareness ہوسکتی ہے۔ آپ یہ سب کچھ کرسکتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ Leading to the facts ہوگی؟

جواب:

آنے والے یا جو ہو چکے ہیں' ان سارے کا کرسکتے ہیں' یا یہ کرسکتے ہیں کہ آپ پر' آپ کے اوپر کوئی خیال نازل ہو جائے۔ لیکن الہام اللہ کی طرف سے نازل ہوجاتا ہے' اچانک آواز آئی کہ یہ یوں کردو۔ یہ آواز جو ہے یہ الہام ہے۔

سوال:

وہ تو باقاعدہ Instructions ہوں گی۔

جواب:

باقاعدہ' یہ الہام ہے' کہ Instruction آئے' اطلاع آئے یا جو کچھ بھی آئے۔ لیکن سب اُدھر سے آئے۔ اس میں کرنے والے کا کوئی کام نہیں ہے' یہ اللہ کی مہربانی ہے۔ باقی سارے کرنے والے کام ہیں' کشف کرنے والا کام ہے' Awareness کرنے والا کام ہے' Intuition کرنے والا کام ہے۔ اس کے لیے ضرور فارمولے بنے ہوئے ہیں کہ ایسا کردو تو ایسا ہوجائے گا' خالی پیٹ ہوں گے تو بہتر ہوجائے گا' بھرا ہوا پیٹ جو ہے اس پہ نہ کشف ہوتا ہے اور نہ

Awareness ہوتی ہے' نہ Intuition ہوتی ہے۔

سوال:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میرے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے وہ پوری ہو جاتی ہے' اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب:

ایسی بات ہوسکتی ہے لیکن یہ بات درست نہیں بھی ہوسکتی۔ جن کی کہی ہوئی بات درست ہوتی ہے وہ اپنی بات اپنے منہ سے نہیں کہتے۔

سوال:

یہ جو Psychic ہیں' انگلینڈ میں یا امریکہ میں' وہ بتا دیتے ہیں۔ ایک جگہ قتل ہوا تو پتہ نہیں لگ رہا تھا۔ اس عورت کو لایا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے فلاں جگہ لے جاؤ' تو پھر ایک پُل کے نیچے وہ لاش ملی جس کا سر کچلا ہوا تھا۔

جواب:

یہ تو معمولی بات ہے۔

سوال:

یہ کیسے ہوتا ہے؟

جواب:

یہاں پہ Fall of Dacca سے پہلے ایک درویش پھرتا تھا' وہ کہتا تھا کہ میرے بازو میں درد ہے' میرا بازو کٹ گیا۔

سوال:

کہاں تھا وہ؟

جواب:

اِدھر تھا' لاہور میں۔

سوال:

اب نہیں ہے؟

جواب:

نہیں ___ یہ لوگ تو عام پھرتے رہتے ہیں۔

سوال:

یہ کیا بات ہوتی ہے' اس کے پیچھے کیا راز ہے؟

جواب:

بعض اوقات یہ Sincerity کا انعام ہوتا ہے۔

سوال:

وہ عورت' جس نے Murder کے بارے میں بتایا وہ تو کوئی اتنی نیک عورت نہیں تھی۔

جواب:

یہاں کتنے ہی مؤکلات والے لوگ ہوتے ہیں' اگر آپ ان کے پاس چلے جائیں اور کہیں کہ یہ واقعہ سمجھ نہیں آیا'

چوری ہوگئی ہے' کچھ گم ہوگیا ہے' تو وہ عام آدمی' ان پڑھ سا' ایسا عمل کرتا ہے' پوچھتا ہے کہ آپ کی کیا چیز گم ہوگئی ہے' سانس لینے والی ہے یا سانس کے بغیر ہے۔ پھر کہتا ہے کہ گم کس طرح ہوئی ہے' وہ تو فلاں شخص آپ کا گھوڑا چوری کر کے لے گیا' کہتا ہے کہ ان کی حویلی میں بندھا ہوگا' جا کے لے لو۔ یہ تو عام طور پر لوگ کرتے رہتے ہیں۔

سوال:

اس کی کیا وجہ ہوتی ہے' اس کے پیچھے کیا چیز ہوتی ہے؟

جواب:

یہ مؤکلات ہوتے ہیں۔ مؤکلات جو ہوتے ہیں وہ آنا جانا' اس کا لینا دینا کرتے رہتے ہیں۔ آپ بتاؤ کہ مؤکل کیا ہوتا ہے؟ آپ بتاؤ کہ جنات کیا ہوتے ہیں؟ جن کی شکل کیا ہوتی ہے؟ جن شکل تو نہیں رکھتا۔ انسانوں کی دنیا میں جب بھی آئے گا وہ انسان بن کے ہی آئے گا۔ فرشتہ جب بھی آئے گا انسان کی شکل میں آئے گا۔ مؤکل جو ہے وہ Aerial ہے' اس کا نام ہی Aerial ہے۔ اس کو Aerial ہی کہتے ہیں' Airy Spirit ۔ یہ آنا جانا کرتی رہتی ہے۔ بہت پرانے لوگ اس کو بیان کرتے آرہے ہیں۔

سوال:

کیا ایک آدھ ہمارے کمرے میں نہیں آسکتی۔

جواب:

آپ کے کمرے میں آپ کے ساتھ دو فرشتے تو آئے بیٹھے ہیں۔ کراماً کاتبین ہیں ناں۔ جتنے لوگ ہیں ہر ایک کے ساتھ دو ہیں' اتنے فرشتے تو موجود ہیں۔ مؤکلات تو بہت چھوٹی Agencies ہیں۔ یہاں تو فرشتے موجود ہیں۔ حساب لگالو۔

سوال:

وہ تو کچھ کام ہی نہیں کرتے' نہ ہمارا کہنا مانتے ہیں۔

جواب:

وہ نااہل ہوں یا اہل ہوں یہ علیحدہ بات ہے' فرشتے تو ہیں۔ یہ آپ کا اعتقاد ہے ناں۔

سوال:

وہ ہمارے قبضے میں ہوں۔

جواب:

وہ آپ کے قبضے میں ہیں' جب تک آپ زندہ ہیں وہ ہیں۔

سوال:

وہ ہمارا کہنا تو نہیں مانتے' اپنی مرضی سے لکھتے ہیں۔

جواب:

آپ کا مطلب ہے کہ مؤکل جو ہیں وہ آپ کا کہنا مانیں۔ اس کے لیے باقاعدہ کچھ کرنا ہوتا ہے' چلہ کشی وغیرہ۔ پھر وہ مؤکل قابو کیے جاتے ہیں۔ کرنے والے قابو کرتے ہیں۔ بعض اوقات مؤکل جو ہے وہ Nausty ہو جاتا ہے۔ اگر آپ نے وہ تدارک نہ کیا' یا لہسن کھالیا' گوشت کھالیا' وہ جو قیمہ تھا وہ نامناسب گوشت تھا' مؤکل خفا ہوگیا اور اس نے سارا

سامان ہی توڑ دیا۔اس لیے ان کاموں کا نہ ہونا بھلا ہے۔ یہ حجاب ہے' اس سے بچ جانا ہی بہتر ہے۔ وہ ہزار خبریں دے دے گا کہ کل یہ ہو جائے گا' وہ ہو جائے گا' تم کہاں سے آئے ہو' تم یہ کھانا کھا کے آئے ہو ___ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس کے قریب ہی نہ جاؤ۔ یہ تمہارے راستے کی رکاوٹ اور حجاب ہے۔ لوگ یہ کرتے رہتے ہیں' آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:

جیسا آپ نے فرمایا کہ وہ راستہ اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہے' انجام خاتمے پہ ہے یا درمیان میں بھی ہے۔

جواب:

انجام کا لفظ ایک معنٰی رکھتا ہے۔

سوال:

اس کا مطلب خاتمہ ہے۔

جواب:

ہاں' خاتمہ ہی ہے۔

سوال:

اس کی سمجھ پھر اُس آدمی کو سفر کے خاتمے پر ہی ہوگی؟

جواب:

ناں' اس کی سمجھ اُس کو ہر سانس کے خاتمے پر ہو جاتی ہے۔

سوال:

اس طرح وہ چلتا رہا۔

جواب:

ہاں' چلتا رہا۔

سوال:

۴ ، کہ انجام اچھا ہے' اس کی بخشش ہوگی۔

T کا نام نہیں ہے' Today کا نام ہے' کہ کیا آپ کو اس موجود حالت میں اپنے مالک
اس ہے تو انجام اچھا ہے۔ کیا آپ کو اپنے اعمال کی عبرت کے طور پر گرفتار
نہیں ہے؟ اگر گرفت کا ڈر ہے تو اس میں وقت کا مقام ہے۔ گرفت

یہ غلطی ہوئی ہے۔

بشہ پیدا ہو گیا تو عبادت

سوال:

پھر تو انجام حال ہی میں ہو گیا۔

جواب:

یہ اس شخص کا خاتمہ آیا ہے' اس کا انجام ہے۔

سوال:

پھر تو انجام Moment سے Moment کی Evaluation کا نام انجام ہے۔

ایک اور کا سوال:

پھر تو جس کا حال اچھا ہے اس کا انجام اچھا ہے۔

جواب:

حال کا فیصلہ کرتے وقت اُسے انجام ہی انجام کہیں گے۔ ہوگا وہ حال ہی۔ اس میں آپ نے اپنا جائزہ لینا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ پریشان کہاں ہوتے ہیں۔ زندگی کی کل چار پانچ چیزیں ہیں۔ آپ کے ملنے والے' دوست' اقربا آپ کی بداعمالی کے Victim نہ ہوں' وہ آپ کے کسی ظلم کا شکار نہ ہوں' آپ ان سے کوئی Dishonest Bargain نہ کریں۔ یہ ملنے والوں کی بات ہے۔ قریب رہنے والے رشتے دار' پاس رہنے والے' ان لوگوں کے ساتھ Behaviour کرتے وقت ان میں گلہ یا نارضامندی پیدا نہ ہونے دو۔ ان کو راضی رکھو۔ اگر یہ صاحب راضی ہو گئے تو آدھی سے زیادہ زندگی راضی ہو گئی۔ اس سفر میں یہ ضروری ہے۔ ان کی رضامندی ہو جن کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔ وہ لوگ آپ کی دسترس سے محفوظ رہیں جن کو آپ کبھی کبھی گاہے گاہے ملتے ہیں۔ اور آپ کی تنہائی جو ہے یہ اندیشوں سے محفوظ رہے۔ پیشانی جو ہے یہ سجدوں سے سرفراز ہو جائے۔ بس سمجھو کہ کام مکمل ہو گیا۔ پیشانی میں سجدوں کی خواہش ہو۔ جس پیشانی میں سجدے کی خواہش ہے اس کو خدا کی تمنا ہے۔ ورنہ خدا' سجدہ تو نہیں ہے۔ سر جھکانے کی خواہش ہو تو یہ خدا کا تقرب ہے۔ لوگوں کو اپنی دسترس سے محفوظ رکھنا۔ یعنی جمیع خلائق کو۔ یہ نیکی کی بات ہے۔ اپنے عزیزوں کو اور رشتے داروں کو گلہ پیدا نہ ہونے دینا۔ یہ آپ کا کل کام ہے۔

سوال:

بعض رشتے دار حسد کی وجہ سے گلہ کرتے ہیں۔

جواب:

ان کا حسد روکو۔ اس بے چارے کے دل سے حسد کا ظلم دور کرو۔ یہ مہربانی بھی کرو۔ یہ کرو۔ آپ کی نمائش کی وجہ سے اس میں حسد پیدا ہوا۔ اگر آپ نمائش کو ذرا کمزور کر دو تو حسد پیدا نہیں ہوگا۔ نمائش کو کم کر دو۔ آپ نے اس بے چارے کو خواہ مخواہ حسد کی تکلیف دے دی۔ اس کے ساتھ تھوڑی سی رعایت کرو۔ اس کا چھوٹا دل ہے۔

سوال:

اس کو شکایت ہوتی ہے کہ ہم اس سے ہر بات چھپاتے ہیں۔

جواب:

اللہ نے رشتے میں اس کو آپ کے پاس رکھا' اس کے ساتھ تھوڑی سی رعایت کرو۔ آپ رعایت کر سکتے ہیں۔ اس کا دل چھوٹا ہے۔ چھوٹے دل والے کے ساتھ ذرا اچھی بات کرو۔ آپ نے محنت کی اور پیسہ بنایا' محنت کی اور نیک نامی بنائی'

محنت کی اور بہت کچھ بنایا۔ جو کچھ آپ نے بنایا اگر وہ چیز آپ کو عذاب میں ڈال دے تو پھر آپ نے کیا بنایا۔ محنت کے ساتھ کیا بنایا؟ پیسہ۔ اگر پیسہ ہی آپ کو تکلیف میں مبتلا کردے تو آپ نے کیا بنایا۔ پیسے نے دقت پیدا کردی' جائز کے ساتھ ناجائز شروع ہوگیا' تو یہ ایک عذاب بن گیا۔ آپ نے محنت کے ساتھ عذاب پیدا کرلیا۔ پہلے رشتے بنائے اور پھر رشتوں کو برا کہنا شروع کردیا۔ یہ ایک اور مصیبت آ گئی۔ رشتہ کرنے سے پہلے وہ قبول تھا اور کرنے کے بعد اب مجبوری ہے' دقت شروع ہوگئی۔ اب اس کو ٹھیک کرو' راضی کرو۔ آپ اپنی صلاحیت کو اس حد تک بہتر سمجھتے ہو کہ لوگوں کو Underrate کر رہے ہو۔ مہربانی کرو۔ بزرگوں کی خوبی یہ ہے' بڑے آدمی کی خوبی یہ ہے کہ وہ چھوٹے سے نباہ کرے۔ علم کی تعریف یہ ہے کہ وہ جاہل کے ساتھ گزارا کرے۔ آپ علم والے ہو ناں۔ اب جاہلوں کے ساتھ گزارا کرو۔ آپ بہت اچھے لوگ ہیں' تو برے کے ساتھ گزارا کر کے بتاؤ۔ برے سے نفرت کرتے ہو اور پھر اپنے آپ کو اچھا کہتے ہو۔ کوئی اچھے نہیں ہو۔

سوال:

ہم برے سے ڈرتے ہیں نفرت نہیں کرتے' بڑا خوف آتا ہے۔

جواب:

ڈرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

سوال:

وہ بڑا تنگ کرتا ہے۔

جواب:

یہ نفرت ہے' یہ کہنا کہ وہ بڑا تنگ کرتا ہے۔

سوال:

آپ کی بات درست ہے کہ نفرت تو نہیں کرنی چاہیے لیکن جو بڑا تنگ کرتا ہے اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔

جواب:

فرض کرو کہ برا آدمی آپ کا بھائی نکل آئے تو کیا کریں گے۔ فرض کرو کہ بیٹا نکل آئے' اس سے کیسے معافی مانگو گے۔ اسی طرح کا اور نکل آئے تو کیسے معافی مانگو گے۔ جو بہت پسندیدہ آدمی ہے اگر اس میں برائی نکل آئے تو پھر؟ اس کے لیے دعا کرو کہ یارب العالمین مہربانی کر۔ اگر آپ کو گھر میں رکھا ہوا اپنا پالتو کتا پسند آ جائے اور وہ اگر کسی مہمان کو کاٹ لے تو آپ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ خیر ہے یہ کتا ہے' وہ ٹھیک ٹھاک ہوجائے گا' آپ اسے معاف کردیں۔ یعنی اس کے ساتھ بھی آپ Recommendation کرتے جائیں گے۔ آپ کو کوئی چیز پسند نہیں آئی۔ آپ کی ناپسندیدگی بڑھ گئی ہے۔ پسند کی تعریف یہ ہے' ہم اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس کی خامیاں ہم نظرانداز کریں۔ محبت کی تعریف کیا ہے؟ جب اس شخص کی خامی' خامی نہ نظر آئے۔ اپنے علاوہ لوگوں سے محبت کرنی شروع کردو۔ آپ کو اپنے آپ میں خامی نظر نہیں آتی اور دوسروں میں خوبی نظر نہیں آتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال:

ہم تو خودغرض ہیں' جب تک محبت کا Response نہ ملے' محبت نہیں کرتے۔

جواب:

آپ محبت نہیں کرتے ہو۔ محبت نہیں کرتے ہو تو یہ حالت ہے۔ اس حالت کا تو یہی انجام ہے جو ہے۔ اس کو بدلو پھر' جب تک نہیں بدلو گے حالات نہیں بدلیں گے۔ آپ کی جو تعلیم اب تک ہوئی ہے یہ اس کا شگوفہ ہے۔ آپ مہربانی کرو

اپنے آپ پر۔

سوال:

ہم تو محبت کی کوشش کرتے ہیں لیکن.....

جواب:

یہ یک طرفہ محبت نہیں ہے۔ آپ کو بتا رہے ہیں کہ دیکھو آپ اپنے آپ سے اور کچھ نہیں تو لالچ نکال دو۔ آپ کے سارے کام ہو جائیں گے' پیسے کی تمنا نکال دو۔ دوسرے کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا ترک کر دو۔ خیال میں بھی یہ نہ ہو۔ اپنے جسم کے اندر یہ فانوس روشن کرو۔ بس پھر بچ گئے' بہت سارا فرق پڑ گیا۔ اور اللہ کی بنائی ہوئی اس کائنات میں نقص نہ نکالو اس کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ کیا کہا؟

سوال:

پہچاننے کی کوشش کرو۔

جواب:

اور اس میں نقص نہ نکالو۔ نقص نکالنے کا مطلب کیا ہے؟ پہچان سے محروم ہونا۔ کہتا ہے تم نے اس تصویر میں نقص دیکھے تھے۔ کہتا ہے کہ اس میں تیرہ نقص دیکھے تھے۔ کہتا ہے کہ کس کی بنی ہوئی ہے؟ کہتا ہے کہ دنیا کا جو سب سے بڑا پینٹر ہے اس کی بنی ہوئی ہے۔ اب اس میں اگر تم نقص نکالو گے تو تم نقش آشنا نہیں ہو سکتے۔ کہتا ہے کہ میں نے اس راگنی میں تین نقص نکالے۔ راگنی کس کی تھی؟ کہتا ہے کہ امیر خسروؒ کی بنی ہوئی ہے۔ جو امیر خسروؒ کی راگنی میں نقص نکالے وہ کون ہوتا ہے؟ وہ راگ آشنا نہیں ہے۔ خدا کے بندوں میں جو نقص نکالے وہ کون ہے؟ یہ کس کی کائنات ہے؟ اُسی کی ہے۔ اب آپ کے ذہن کی بات یہ ہے کہ جو بات سمجھ نہیں آ رہی وہ تمہاری غلطی ہے۔ اس لیے جو کچھ اُس نے پیدا کیا اس پہ آمین کہو' جو کچھ کیا وہ صحیح' بار بار کہتا جا رہا ہوں کہ ربنا ما خلقت هذا باطلا ہمارے رب یہ چیز تو نے باطل پیدا نہیں کی۔ ہر بات راز ہے۔ اُسے قبول کرو۔

سوال:

تھوڑی سی بات وضاحت طلب ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے مطابق بات ہے کہ وہ اُسے تسلیم نہیں کرتے تھے' وہ اس بات کو باطل سمجھتے تھے۔

جواب:

جو لوگ سفر کر رہے ہیں' مقام اور مرتبے کی طرف جا رہے ہیں' یہ جو کسی کے خلاف محاذ یا جہاد کرنا ہے' جہاد جو ہوتا ہے وہ اپنے امام کے حکم سے ہوتا ہے۔ اپنے حالات کے بارے میں اپنے بزرگوں سے پوچھو کہ اب مجھے کیا Behave کرنا چاہیے۔ کہیں اَمر اور نہی کی شکل میں Fight نہ کرو۔

سوال:

میرا یہ مقصد نہیں تھا' میں اس سے بہت نیچے Level پہ ہوں۔ عام نارمل آدمی کی زندگی کے لیول پہ مجھے مشکل یہ پیش آئی کہ میرا بیٹا' میرا بھائی' میرا عزیز' میرا دوست جو ہے اُسے اپنی سمجھ سے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ حق ہے۔ ہر آدمی اپنی سمجھ کو حق کہتا ہے۔ اس کو Analyze کر کے اور Rationalize کر کے وہ اس کو صحیح سمجھتا ہے اور پھر اس کی جو مخالف قوتیں آتی ہیں وہ ان کو باطل سمجھتا ہے۔ اس کے راستے میں جو رکاوٹ آتی ہے اس رکاوٹ کا وہ کہتا ہے کہ یہ میرا حق ہے کہ میں ان رکاوٹوں کی پرواہ نہ کروں۔ اُس کے راستے کا یہ سفر ہے۔ زندگی کے ہر مسئلے میں' اولاد کی پرورش میں' رشتے داروں کی

نگہداشت میں' اپنے فرائض ادا کرنے میں بھی' بھائی کے ساتھ تعلق رکھنے میں بھی اُسے ایک رکاوٹ پیش آ جاتی ہے۔اس وقت دو پہلو اُس کے سامنے آ جاتے ہیں' ایک کو وہ حق سمجھتا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے' بھائی تو ہے ٹھیک ہے' بیٹا تو ہے ٹھیک ہے لیکن یہ غلط بات کہہ رہا ہے۔ وہ آدمی جو تسلیم و رضا کے راستے کا مسافر ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔

جواب:

یہ سوال بڑے سخت مقام کا سوال ہے۔اس میں پہلی بات یہ دیکھو کہ جو شخص حق کو حق جانتا ہے اسی کو بتایا جا رہا ہے کہ جس کا حق تم حق نہیں سمجھ رہے' کہیں اس پہچان میں کمی نہ ہو' کہ جس کو تم جو کچھ سمجھ رہے ہو کہیں بات اس کے برعکس نہ نکل آئے۔ایک مقام تو یہ ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ صداقت کا فیصلہ نافذ کرنے والے نے اپنے بیٹے کو بھی سزا کے حوالے کر دیا۔ تاریخ گواہ ہے۔ کیا ایسا واقعہ ہوا؟ تاریخ کہتی ہے' یہ اسلام کے شروع شروع کا واقعہ ہے۔ ایک اور واقعہ یہ ہے کہ جن کے نام سے صداقتیں چل رہی ہیں ان پہ اپنے اللہ کی عبادت کا سجدہ کرتے ہوئے' ایک بچہ آ کے کندھے پہ بیٹھ گیا' تو انہوں نے سجدہ Delay کر دیا۔عبادت کا نظام بدل دیا۔ یہ محبت کا مقام ہے۔ محبت کرنے والا جو ہے وہ قانون سے ہٹ کر محبت کر رہا ہے۔ قانون جب نافذ کرو گے کہ یہ حقیقت کا قانون ہے تو پھر آپ قانون کی زد میں رہو گے۔ ہم جو آپ کو پیغام دے رہے ہیں' کیونکہ آپ نے مجھ سے پوچھا ہے اور میں ذاتی طور پر جواب دے رہا ہوں' یہ ضروری نہیں کہ یہ تاریخ کا جواب ہو۔ آپ کو جواب دے رہا ہوں کہ معاف کرنے کا سفر بہت بہتر ہے۔ یہ اپنے لیے معافی مانگنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر تم بداعمالی کی وجہ سے کسی کی گرفت کرو گے تو اپنی بداعمالیاں جو ہیں یہ گرفتار ہو جائیں گی۔اس لیے آپ سے یہ بات ہے کہ آپ ان کو معاف کرو' جو ناجائز حقوق مانگ رہا ہے اس کو بھی تھوڑے سے جائز حقوق دے دو۔

سوال:

میں نے حق کے مسافر کے بارے میں پوچھنا تھا۔

جواب:

اگر وہ مسافر آپ ہیں تو حکم یہ ہے کہ معاف کر دو' کوئی Frontier نہیں کھولنا' بُرے کو برا ہونے دو' پرواہ نہ کرو۔

سوال:

برے کا مسئلہ نہیں ہے' میرے اپنے سفر کی بات ہے۔

جواب:

آپ کا سفر مکمل ہو جائے گا اگر آپ Conflict چھوڑ دیں۔ جو چیز آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں وہ تو میں بتا رہا ہوں' آپ اسے پہچانو۔آپ نے مجھ سے پوچھا ہے تو میں نے آپ کو بتایا ہے۔میں تو حکم رکھتا ہوں ناں۔

سوال:

بالکل صحیح۔

جواب:

میں حکم دے رہا ہوں کہ چھوڑ دو۔ ہاتھ اُٹھا لو۔ ہاتھ سے مُراد یہ ہے کہ خیال کا ہاتھ بھی اُٹھا لو۔ محبت کا ہاتھ بھی اُٹھا لو۔

سوال:

ارادہ بھی؟

جواب:

ارادہ بھی چھوڑ دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مقام جو ہے آپ کے لیے بہت سے اور خزانے انتظار کریں گے۔

سوال:

اگر اس راستے میں ایک آدمی کی غلط سوچ جو ہے اس میں کوئی برائی کی بات نہیں ہے' اس کی برائی نہیں ہے' لیکن ایک کی غلط سوچ سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے۔

جواب:

اُس کے لیے دعا کرو۔

سوال:

کس کے لیے؟

جواب:

جو حق تلفی کر رہا ہے۔ دعا کرو کہ اس کو حق تلفی کی توفیق نہ ہو۔ آپ Fight نہ کرنا۔ دونوں کے لیے آپ دعا کرو۔ جو حق سے محروم ہے اس کو حق مل جائے اور جو غاصب ہے وہ حق دے دے۔

سوال:

یہ تو ذمہ داری ہے۔

جواب:

ہاں' ذمہ داری ہے۔

سوال:

پھر تو اللہ اپنے کام خود کرتا رہے گا' ہم پھر اس میں کیا کریں۔

جواب:

مقصد یہ ہے کہ آپ دعا کرو۔

سوال:

دعا تو کرتے رہیں گے۔

جواب:

آپ کی دعا چلے گی۔

سوال:

وہ راستے سے ہٹ جائے گا۔

جواب:

راستے سے ہٹنا تو ایک قسم کی بغاوت ہے۔ یہ نہ ہو کہ راستے میں تلوار نہیں چلانے دی تو ہٹا دیا۔ آپ دعا کرو۔ جو کام طاقت سے نہیں ہوتا وہ دعا سے ہو جائے گا۔ دعا یہ ہے کہ آپ کے دور میں ناانصافی نہ ہو۔ یہ ہو جائے گا۔

سوال:

اس معاشرے میں جھوٹے برسر اقتدار ہیں' زیادتی ہو رہی ہے۔

جواب:

آپ کو میں یہ بات بتا رہا ہوں' آپ کو وقت پتہ ہے کہ کیا ہو رہی ہے؟ آپ علم سیکھ گئے ہیں اور میں عمل کا

فارمولا بتا رہا ہوں۔ عمل کا فارمولا یہ ہے کہ اب اس علم کو تھوڑا سا روکو۔ جب تک آپ وہ Fight کرنے کے قابل نہ ہوں' پہلے آپ چلنے کی کوشش کرو۔ اکیلے اکیلے فائٹ شروع کرو گے کہ میں نیکی کر رہا ہوں' میں بدی کے خلاف لڑ رہا ہوں تو تباہ ہو جاؤ گے۔

سوال:

ہم تو Issues کے سلسلے میں Mobilize کریں گے کہ یہ غلط آدمی ہے۔

جواب:

میں آپ کو ایک Opinion دے رہا ہوں کہ نہیں دے رہا ہوں۔ میں کیا Opinion دے رہا ہوں؟

سوال:

آپ کہتے ہیں کہ یہ سب چھوڑ دیں۔

جواب:

میں کہتا ہوں کہ پہلے تسلیم کرو۔

سوال:

جی ہاں۔

جواب:

آپ یہی Opinion چلاؤ گے۔ آپ خیر شر کا جھگڑا نہ کھولو۔ آپ سب سے پہلے انسانوں کو اللہ کے فیصلوں کا احترام بتاؤ کہ پہلے انسان ہونے کی حیثیت سے اپنے آپ کو قبول کریں۔ پھر اگر فائٹ کرنی ہوگی تو وہ فائٹ ہو جائے گی۔ اللہ کرے گا ضرورت ہی نہیں ہوگی' یہ فائٹ کرنے کے نتیجے ہیں کہ روز کوئی بچہ مر جاتا ہے' کبھی ان کا بچہ مر جاتا ہے۔ ہم نے بچے بھیجے پڑھنے کے لیے اور وہاں جا کے For اور Against ہو جاتے ہیں' لڑتے رہتے ہیں۔ کیا نتیجہ نکلا؟ یہ راستے کی تعلیم ہے کہ جھگڑا شروع کر دیتے ہیں۔ انسانوں کے ساتھ محبت کرو۔

سوال:

یہ تو آپ ہدایت کی بات کر رہے ہیں۔ یہ جو ایک لہر چل رہی ہے کہ بچے کو مار دیتے ہیں یہ باتیں وہ کیوں کرتے ہیں۔

جواب:

اس لیے کہ آپ لوگوں نے بچوں کو محبت نہیں سکھائی۔ انہیں یہ کہو کہ تم آئے ہو چار دن کے لیے' پڑھنے کے لیے اور اس کے بعد تم نے یا فیل ہو جانا ہے یا پاس ہو جانا ہے' تمہارے ماں باپ نے قرضہ' اُدھار لے کے تمہیں پڑھنے کے لیے بھیجا ہے' بظاہر تم بڑے شاندار آدمی ہو لیکن اندر سے تم سارے غریب آدمی ہو' جس کام کو آئے ہو یہ کام نہ کیا تو تم نے کون سا جھنڈا لگا دینا ہے۔

سوال:

بچے یہ بات نہیں سنتے۔

جواب:

آپ کی نہیں سنتے تو استاد کی سنیں۔ کوئی بچے کو بتائے تو سہی۔ آپ کہتے ہیں ناں کہ جب پاکستان بن رہا تھا تو سول سیکرٹریٹ پر لڑکیوں نے جھنڈا لگا دیا تھا۔ کہتے ہیں ناں؟ میرے حساب سے غلط کیا ہے۔ مت جھنڈا لگاؤ۔ اگر طالب علم ہیں تو علم حاصل کرو اور اپنا اللہ اللہ کرو۔ اگر سیاست کے میدان میں نکل گئے ہیں تو اب بچوں کو سیاست سے کیسے نکالو گے؟ بچوں کے

سامنے اپنی "سیاست دانیت" بیان نہ کرو ان کو پڑھنے دو۔ بڑی مشکل ہے پڑھائی۔

سوال:

اب تو جن بوتل سے نکل آیا ہے اب کیا کریں۔

جواب:

اب اگر وہ بوتل سے نکل آیا ہے تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ اُسے نہ چھیڑو ناراض ہو جائے گا۔

سوال:

اُسے بوتل میں واپس ڈالا جائے۔

جواب:

یہ آپ نہیں کر سکتے۔ یہ کوئی اور کرے گا۔ آپ مہربانی کر کے لوگوں کو تسلیم اور رضا کا پیغام سکھاؤ کہ جنگل مین یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے آپ لوگ خاموشی سے دیکھو کہ اب کیا ہوتا ہے۔ آپ کوئی نیا Waterloo لڑائی نہ کرو خوشی سے بیٹھو۔ جب بات آپ کے بس سے باہر ہے تو جس کے بس میں ہوگا وہ کرلے گا۔

سوال:

مائیں بے بس ہیں اور پریشان ہیں کہ ان کے بیٹے ہیں۔

جواب:

مائیں پریشان ہیں تو اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اس سے بہتر اور کون سا وقت ہوتا ہے خدا کو یاد کرنے کا۔

سوال:

ہوتا یہ ہے کہ بیٹا پڑھنے گیا اور پھر گھر میں لاش آ گئی۔

جواب:

یہ کون کر رہا ہے؟ لڑکے لڑکوں سے کر رہے ہیں۔ اور لڑکوں کو پتہ ہی نہیں ہے کہ بھائی کو کیوں مار رہے ہیں دوسرے لڑکے کو کیوں مار رہے ہیں۔

سوال:

اب انہیں کون ہدایت کرے گا کہ عقل آ جائے۔

جواب:

آپ اس بات کو لے کے آگے چلو۔ آپ اپنے خیال کو ہی نہیں چھوڑتے ہو۔

سوال:

ہم تو کہتے ہیں کہ آپ کا کام پڑھنا ہے آپ پالیٹکس میں نہ پڑیں۔ بہت کہتے ہیں۔

جواب:

اگر آپ یہ کریں گے تو ایک بچہ تو بچ جائے گا۔ بس یہی آپ کی جواب دہی ہے۔ That's all آپ زیادہ کچھ نہیں کر سکتے جتنا کر سکتے ہو اتنا کرو۔ جو نہیں کر سکتے آپ اس کے لیے افسردہ نہ ہوں۔ جو کر ہی نہیں سکتے اُس کے لیے کیوں مغموم ہیں۔ جہاں آپ Answerable نہیں ہو وہاں کیوں اُداس ہو گئے۔ دیکھو اس وقت ایران میں دو آدمی مر گئے اب کیا کر سکتے ہیں آپ۔ کہتا ہے کہ ایران میں دو آدمی مر گئے ہیں آپ اُداس نہیں ہوئے؟ ایران میں مر گئے ہیں اور پھر پیرس میں بھی مر گئے ہیں کار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ اب آپ اس میں کیا کر سکتے ہیں؟ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم کچھ نہیں

کر سکتے۔ جہاں آپ کچھ نہیں کر سکتے وہاں آپ خاموش ہو جاؤ اور جہاں آپ کر سکتے ہو وہاں کرو۔ کچھ نہیں کر سکتے تو دعا کرو۔ آپ اپنے آپ کو وہاں Answerable بنا رہے ہو جہاں آپ کا اختیار نہیں ہے۔ یہ وقت ہے۔

سوال:

ہم Answerable تو نہیں بنا رہے' پریشان ہو رہے ہیں۔

جواب:

کس بات کے لیے۔

سوال:

وہ جو لڑکا مر گیا ہے۔

جواب:

وہ لڑائی کے ساتھ مرے ہیں۔ کیا لوگ ویسے نہیں مرتے؟ آپ کو بات سمجھ نہیں آ رہی۔ یہ تو مارنے والے نے پستول کا طریقہ اختیار کیا ہے ورنہ مارنے والا پستول کے بغیر بھی مارتا رہتا ہے' ہر روز لاہور میں مارتا ہے۔ آپ کو کیا پتہ کہ لاہور میں کتنے آدمی روز مرتے ہیں۔ آپ کو پتہ ہے؟ آپ کو تو پتہ نہیں ہے۔ آپ میں سے کسی اور کو پتہ ہے؟

سوال:

دو چار مرتے ہوں گے۔

جواب:

نہیں' بہت زیادہ مرتے ہیں۔ یہ روز ہی واقعہ ہوتا رہتا ہے۔ جتنے پیدا ہوتے ہیں اس سے زیادہ مرتے ہیں۔ یہ حساب لگا لو۔ آپ اس بات کا فکر نہ کرو۔ مارنے والے نے کمال کر دیا ہے کہ اب بندوق شروع کر دی ہے۔ یہ عزرائیل کا کام ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ آدمی کا نام ہے' اُس کو جا کے لے آؤ' Instrument خود ہی ایجاد کر لینا۔ کبھی تو ویسے سانس نکال لیتا ہے اور کبھی کوئی Instrument ایجاد کر لیتا ہے' کبھی عزرائیل ؑ کسی شہر میں جائے ڈنڈ لگا دیتا ہے۔ کہتا ہے اب Wholesale کام ہے۔ وبا کی شکل میں' ابتلا کی شکل میں' عراق ایران میں بھی تخت لگا رکھا ہے' بنگلہ دیش میں بڑا عرصہ لگائے رکھا ہے۔ اِدھر وہ جگہ تلاش کر رہا ہے کہ کہاں پر بیٹھا جائے۔ وہ عزرائیل ؑ ہے۔ یہاں اُسے موقع نہیں مل رہا' درویش لوگ اور آپ جیسے اچھے لوگ اُسے موقع نہیں دے رہے۔ سب دعا کرتے جا رہے ہیں۔ اس لیے اُس کو جگہ نہیں مل رہی' کہیں بیٹھنے کا مقام نہیں۔ ورنہ تو وہ تخت ہی لگا دے۔

سوال:

اگر محبت کے پیغام کو عام کر دیا جائے تو نفرت کم ہو جائے گی اور پستول وغیرہ سے لوگ نہیں مریں گے۔

جواب:

پھر مرنے کا اور طریقہ آ جائے گا۔ وہ موت کا طریقہ ایجاد کر لے گا۔ یعنی کہ دوائی صحت کو ایجاد کرتی رہتی ہے اور بیماری جو ہے وہ اپنا رستہ ایجاد کرتی رہتی ہے۔ روز ہی کوئی نیا تماشہ ہو جاتا ہے۔ ایک آدمی بیٹھا بیٹھا مر گیا' پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حرکتِ قلب بند ہو گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیوں بند ہو گئی؟ یہاں آ کے انسانی عقل بے بس ہو جاتی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں چل رہا' آپ اپنے پرانے آشنا کبھی کبھو جو آپ کے ساتھ اسی طرح مل کے بیٹھے ہوتے تھے' کبھو کہ کتنے لوگ ہاتھ سے نکل گئے' بچپن سے یاد کرو۔ چلو کل ہی کے زمانے سے یاد کرو۔ کیا آپ کے کوئی ملنے والے رخصت ہوئے؟ اتنے

واقعات ہو گئے اور آپ کو اپنے نہ ہونے کا ابھی شک ہی نہیں پڑ رہا۔ حالانکہ یہ یقینی بات ہے۔ اس لیے محبت کا پیغام دینا آپ کی اپنی نجات ہے۔ آگے کوئی محبت کرے یا نہ کرے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ موت سے بچانے کی کوشش آپ کی اپنی فلاح ہے' آگے کوئی بچے یا نہ بچے۔ یہ کائنات آپ کے اختیار میں نہیں ہے۔ آپ کے اختیار میں آپ کی اپنی ذات ہے۔ اب آپ بتاؤ کہ کیا پیغام دینا چاہتے ہو؟ یہ حضور پاکؐ کی اُمت ہے' سارے کے سارے مسلمان ہیں۔ اگر آپ نے یہ دل میں سوچا کہ اس میں کچھ طبقہ جو ہے اس کی نجات نہیں ہونی چاہیے تو آپ کی نجات مخدوش ہو جائے گی۔ بس اُس کی بھی نجات ہونی چاہیے جو نہیں مان رہا۔ حکومت سیکولر ہو یا Religious ہو یا Etheism ہو یا کوئی Monotheism ہو' اس کو چھوڑ دو۔ جو مانے یا نہ مانے' آپ سب کے لیے دعا کرو کہ یا اللہ اس کی بھی نجات بہتر کر۔ سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ آدمی ہے جو حضور پاکؐ کی اُمت کے آخری آدمی کے لیے بھی بخشش کی دعا کرے۔

سوال:

حضور پاکؐ کی اُمت کے لیے؟

جواب:

ہر شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے۔ اب بتاؤ' مسئلہ سمجھ آ گیا۔ جس کا نام محمد ابراہیم ہے اُس کو دو دفعہ بخش دیا جانا چاہئے۔ کیا کہا؟

سوال:

محمد ابراہیم کو بخش دینا چاہئے۔

جواب:

چاہے وہ آپ کے "اسلام" کو نہ مانے۔ وہ اسلام کو مانتا ہے لیکن آپ کو نہیں مانتا۔ بات ہے کیا؟ بات آپ نے خود اُلجھا دی ہے۔ کہتے یہ ہو کہ تم لوگ اسلام کو مانتے ہو؟ ہم مانتے ہیں۔ کہتا ہے پھر بادشاہ کون ہوگا؟ ہم ہوں گے ___ جو شخص سیاست میں آپ کے ساتھ اختلاف کرے اُس بیچارے کو اسلام چھوڑنا پڑتا ہے' کیونکہ اسلام آپ کے حق میں آ گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے اُس کا قصور کوئی نہیں ہے۔ محمد ابراہیم بخشا جائے گا۔ محمد ابراہیم کا کیا ہوگا؟

سوال:

بخشا جائے گا۔

جواب:

اس لیے آپ اس کو ابتلا میں نہ لاؤ۔ اللہ تعالیٰ پاکستان میں رہنے والے سب کا محافظ ہو۔ اگر یہ کشتی سلامت رہی تو سارے ہی کنارے لگ جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ یہاں جو عیسائی رہتے ہیں وہ بھی بخشے جائیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ کیا ہرج ہے۔ اپنے پیغمبر کے حوالے سے وہ پہلے بھی بخشے ہوئے ہیں لیکن آپ کے ساتھ کی وجہ سے بھی بخشے جائیں۔ یہی کہہ رہے ہیں آپ؟ چلو بخشے جائیں' کیا ہرج ہے۔

سوال:

بخشے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب

بخشے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کی آخرت کے اندر بھی' Life Hereafter جو ہے وہ محفوظ ہو۔ Here تو جو ہے سو ہے' یہ ابتدائی طور پر ایمان کا حصہ ہے کہ ایک لائف جو ہے Hereafter ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ آپ

سمجھتے ہیں ناں؟ Hereafter ' بعد میں' آنے والی زندگی۔ اُسے مابعد کہتے ہیں۔ اگر ایک بندہ نوے سال کفر کرتا رہا اور پھر ایمان قبول ہو گیا' کلمہ پڑھ کے صحابہ کرامؓ میں شامل ہو گیا' نوے سال کا کفر جو ہے اب اُسے رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ دیا۔ پچاس سال کا کفر تلوار لے کے اسلام کے خلاف آیا اور اسلام کا مجاہد بن کے گیا۔ اس کو کہتے ہیں ساری عمر ظلمات میں گزرے' نور انجام ہے۔ اللہ کے کام ہی ایسے ہیں۔ ساری عمر ظلمات میں گزری' عمر تاریکیوں میں کاٹی ہے' انجام اُجالا ہے۔ یہ اللہ کی مرضی ہے۔ یہ ہو سکتا ہے۔ یہ دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ ایسا کیا کرے' ہمارے ساتھ ایسا ہی کرے کہ ہمیں ہمارے اعمال کے حساب سے نہ دیکھے' اپنے فضل کے حساب سے دیکھے ___

انسان کے ذہن میں کوئی نہ کوئی ایسی چیز اَٹک جاتی ہے جو پریشانی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ میرا خیال ہے انسان نے پریشان رہنا سیکھ لیا ہے' اب یہ پریشان ہی رہے گا۔ انسان کہتا ہے کہ پہلے خدا کو راضی کرو' خدا کو منواؤ۔ خود اُس کی بات نہیں مانے گا۔ منوانا شروع کر دے گا۔ انسان پریشان ہے' بہت پریشان ہے۔ اور انسان بڑا ظالم ہے' اپنی خواہش نہیں چھوڑتا' اور یہ بڑا ہی ظالم ہے۔ اگر خواہش چھوڑ دے تو آسان راستہ ہے' جو بچا ہوا ہے اس پہ گزارہ کر لے۔ یہ کہے کہ چھوڑتا ہوں۔ خاص طور پر وہ صلاحیتیں جو حاصل نہیں ہیں انسان ان کا دامی ہے۔ مقصد یہ کہ عید کو انسان عید کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے اور روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں ہے عید تو روزے کا انجام ہے۔ اللہ سے انسان اس طرح بات منوانا چاہتا ہے جیسے اس سے بہت رشتہ ہے اور اللہ کے حکم کو ذرا بھی نہیں مانتا۔ منوانے والے نے ماننا بھی تو ہے' اور یہ منوانے کو نکل آیا ہے مانے بغیر۔ آج کے انسان کے پاس علم بہت زیادہ آ گیا اور عمل مفقود ہوتا گیا۔ یہی وجہ ہے' اس کی پریشانی صرف یہی ہے۔ میرا پیغام تو یہ ہے آپ لوگوں کے لیے ہے کہ آپ اپنی زندگی کو' وہ جیسے ہے' قبول کرو۔ اس میں Improvement نہیں ہوتی' میری طرف سے جواب ہے ___ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کیا ہے؟

سوال:

جواب ہے۔

جواب:

اس میں Improvement نہیں ہو سکتی' جیسے ہے ایسے ہی قبول کرو۔ کیا کہا؟

سوال:

جیسے ہے قبول ہو۔

جواب

جو زندگی ہے اُسے قبول کرو۔ بس As it is۔

سوال:

ایک گستاخی کر لوں؟

جواب

ہاں۔

سوال:

ایک گستاخی کر لوں معافی مانگ کر؟

جواب:

ٹھیک ہے۔

سوال:

آپ ہمیں یہ کہہ کہہ کر تھک نہیں گئے۔

جواب:

نہیں۔ یہ میں نے کہنا ہے۔ ابھی اور بھی کہنا ہے۔ اسے قبول کرو As it is۔

ایک اور سوال:

ہم خوشی سے اسے مانیں یا خفگی سے مانیں یا خوف سے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔

جواب:

غور کرو۔ ایک طرف اللہ ہے ناں' اللہ کہتا ہے کہ ہمیں منوانے سے پہلے ذرا یہ تو دیکھو کہ بندے مانتے ہیں کہ نہیں مانتے۔ ہم بڑے عزم کے ساتھ' یقین کے ساتھ نکلے اور کہا کہ بندے اللہ کی بڑی بات مانتے ہیں۔ آگے یہ پتہ چلتا ہے کہ بندے نہیں مانتے' اللہ ہی مانتا ہے۔ آپ نے کہا ہے ناں کہ میں کب تک کہتا رہا ہوں گا۔ اتنے بندے ہیں' اتنی واقفیت کے بعد' اتنا عرصہ کہتا رہا ہوں' پھر بھی وہی بات جو پہلے دن کہی تھی آج پھر وہی کہنی پڑ رہی ہیں۔ پیغام پھر بھی وہی ہے کہ جو کچھ ہے اسے مانو۔

سوال:

اتنا عرصہ ہوا کہتے کہتے' کیا کچھ ماننے والے ہوئے؟

جواب:

ہاں بڑے ہیں۔

سوال:

واقعی؟

جواب:

بڑے۔ اور انہوں نے بہت سارا مانا۔ آپ نے بھی بڑا مانا۔ میں آپ کے نہ ماننے کا پردہ آج چاک کر رہا ہوں جس کے اندر ماننے والا ہے۔ نہ ماننے والا سردی کے موسم میں یہاں کدھر بیٹھتا ہے' ان واقعات میں' میں کوئی محبت نامہ بھی نہیں کرتا' میں ڈانٹ ڈپٹ تو سب سے پہلے کر دیتا ہوں۔ ان واقعات کے باوجود اس عمر میں' آپ لوگ اس خیال کے ساتھ بیٹھے ہیں' تو بڑا مانا ہے آپ نے۔ اس لیے سب ماننے والے ہیں۔ ہم اس لیے بار بار یاد کرا رہے ہیں کہ اصل میں ہم اللہ سے بھی ساتھ ساتھ کہتے جا رہے ہیں کہ یا اللہ جو باتیں نہ ماننے پر مجبور ہیں وہ آپ مانتے جاؤ۔ بات اتنی ساری ہوتی ہے کہ جو درویش ہو اس کا حق کیا ہوتا ہے؟ کہ اللہ سے بندوں کے حق میں بات منوائے اور بندوں سے اللہ کے حق میں بات منوائے۔ اگر وہ صاحب مرتبہ پیغمبر ہو تو پھر یہ امت شروع ہو جاتی ہے اور اگر نہ ہو تو امت میں رہنے والا کوئی بھی درویش ہو سکتا ہے۔ درویش کا مرتبہ نہیں ہوتا۔ کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ یہ غوث ہے' قطب ہے' ابدال ہے' قلندر یا کوئی اور ہے۔ درویش پھر درویش ہی ہوتا Well 'Human Being اچھا ہوتا ہے۔ اس لیے آپ مرتبوں سے آزاد ہو جاؤ۔ کسی کا مرتبہ آگے کسی کام آتا

سوال:

''کرن کرن سورج'' کتاب میں آپ نے لکھا ہوا ہے کہ صاحب وقت ہوتا ہے۔

جواب:

کون؟

سوال:

کوئی بھی ہو۔

جواب:

کوئی بھی ہو لیکن آپ نہیں ہو سکتے۔

سوال:

نہیں نہیں، اپنے لیے نہیں کہا۔

جواب:

میں نے کہا ہے کہ صاحب وقت وہ ہوتا ہے جس میں یہ بات ہو گی۔ کیا آپ ہیں؟

سوال:

نہیں نہیں، میں بالکل نہیں ہوں۔

جواب:

پھر کون ہے؟

سوال:

آپ۔

جواب:

یہ آپ فیصلہ کر رہے ہیں۔

سوال:

میں نے کتاب کے حوالے سے کہا ہے۔

جواب:

کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ صاحب اذن کی ساعت ہوتی ہے، تو ہونے دو۔ بے نظر آدمی بانظر کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اور آپ میں بانظر ہونے کا جو زعم بھرا ہوا ہے یہ نکالو یہ جھوٹ ہے۔

سوال:

یہ بالکل نہیں ہے۔

جواب:

کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ آپ درویش ہو۔ تم کیسے جانتے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں درویش نہیں ہوں۔ پھر تم کیسے جانتے ہو؟ کہتا ہے کہ بس یہ میرا خیال ہے۔ جو درویش نہیں ہے وہ درویش کو نہیں پہچانتا۔ چور کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تم چور ہو کیونکہ پچھلی دفعہ مل کے چوری کی تھی۔ چور نے چور کو پہچانا۔ قطب نے قطب کو پہچانا۔ غوث نے غوث کو پہچانا۔ درویش نے درویش کو پہچانا۔ ابھی میں نے کہا کہ مرتبوں سے آزاد ہو جاؤ۔ کیا کہا؟ آپ حوالہ دے رہے ہیں ماضی کا۔ اور میں جب پہلے دن آپ کے پاس آیا تھا تو میں نے یہ کہا تھا کہ پچھلی بات کا حوالہ دینے والا موجودہ حکم کا انکاری ہوتا ہے۔ کہا تھا؟ بلکہ میں نے بڑا سخت لفظ کہہ دیا تھا۔ آپ کو یاد ہے؟ کہ وہ طاقت جس نے یہ کہا تھا کہ کل تک تو آپ یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے علاوہ سجدہ نہ کرنا اور آج آپ کہہ رہے ہیں کہ میرے سجدہ کے علاوہ بھی کرو۔ اتنی بات یاد دلانے پر اُس کی تنبیہ ہو گئی، تنبیہ تو کیا جاہی

ہوگئی۔ کل تک جو بات مانی تھی آج اُس سے زیادہ مانو۔ ''کرن کرن سورج'' کو لکھے عرصہ ہوگیا' اب نئے سال میں نئی بات کر رہا ہوں' آج کی بات مانو گے یا کل کی مانو گے؟

سوال:

آج کی۔

جواب:

کیا کہا میں نے؟ درویش کیا ہوتا ہے؟ صرف درویش ہوتا ہے۔ اتنی بات کہنے کے بعد وہ پھر درویش ہوتا ہے۔ کیا کہا؟ پھر بھی وہی ہے جو میں نے کہا۔ یہ نہ کبھی کہہ دینا کہ غوث' قطب' ابدال' قلندر ____ یہ سارے مرتبے جو ہیں پہچان کے نام ہیں۔ اصلی نام یہ ہے کہ وہ آدمی جس کو اللہ کے فیصلوں کا احترام ہو وہ درویش ہوتا ہے۔ آسان سی بات ہے۔ جس کو اپنی خواہش کا احترام ہو وہ دنیا دار ہوتا ہے۔ جس کو تمہارے راستے کا احترام ہو وہ درویش ہوتا ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہے کہ وہ درویش ہے جو ہم کہہ رہے ہیں یہ صحیح ہے' یہ دنیا دار ہے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

پتہ نہیں۔

جواب:

اب اس میں یہ کہا ہے اس نے کہ آپ کہیں تو میں درویش ہو جاؤں۔ یعنی کہ کسی کو دنیا دار کہنا' یہ درویش کا کام ہے۔ یہ درویشی تھی اگر آپ اپنے آپ کو دنیا دار کہتے تو۔ لیکن کیسے؟ کس طرح کہہ سکتا ہے انسان؟ آپ کون ہو؟ سچ بولنا بڑا مشکل ہے۔ یہاں مدد نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ دور ہے جس میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ ہم اس میدان میں بیٹھے ہیں۔ یہاں تو اپنا اپنا بوجھ ہے۔ آپ کون ہیں؟ دنیا دار ہیں یا درویش ہیں؟ درویش وہ ہے جس کو اللہ کے فیصلوں کا احترام ہو اور دنیا دار وہ ہے جو اپنی خواہش اور ضرورت کا احترام رکھے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

دنیا دار ____

جواب:

پھر؟

سوال:

سوچا تھا کہ شاید خواہش سُدھر گئی ہو۔ لیکن اب ہنسی آ رہی ہے۔

جواب:

یہ خفت ہے' یہ دنیا دار کو دنیا دار کہلانے میں خفت ہے۔

سوال:

اب ہے۔

جواب:

آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اور درویش بننے کی جرأت نہیں ہے۔

ایک اور سوال:

کہیں ایسا تو نہیں کہ سچ نہ ہو اس لیے ہنسی آئے۔

جواب:

نہیں' سچ نہیں ہے۔ Funny کی بات بھی نہیں ہے۔ سوال اتنا سارا ہے کہ مجھے پتہ ہے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ آپ اس کو پچانو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ انہیں سمجھ آ رہی ہے کہ جو حقیقت ہے اس کو کہنا مشکل ہے بڑا۔ اور جیسے میں سمجھا رہا ہوں وہ سمجھنا بھی بڑا مشکل ہے کہ اس خواہش سے دست بردار ہو جانا فوراً داخل ہونے کے برابر ہے۔ یہ کتاب کا نسخہ نہیں ہے' یہ فوری نسخہ ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ زکام لگ گیا ہے تو اس نے کہا کہ اچار کھالو۔ جب اُس نے کہہ دیا ہے تو ٹھیک ہو جائے گا۔ اب اس میں حکمت کی بات نہیں ہے' یہ کوئی اور ہی بات ہے۔ یہ فارمولے سے باہر باہر ہے۔ اب آپ ذاتی طور پر کون ہو؟ بسم اللہ' بولو!

سوال:

آپ کو بہتر معلوم ہے۔

جواب:

میں یہ پوچھ رہا ہوں' آپ کے علم میں کیا بات آتی ہے؟ اللہ کا فیصلہ مانا جائے تو کیا ہے؟ درویش ___ دنیادار کون ہے؟

سوال:

جس کی اپنی خواہش ہو۔

جواب:

یعنی جو اپنی خواہش بھی ساتھ ساتھ چلائے' اپنی خواہش اور اپنی رضا ساتھ چلائے۔ آپ کون ہو؟

سوال:

پتہ نہیں۔

جواب:

خواہش ترک کرتے ہو؟

سوال:

کوشش کریں گے۔

جواب:

ابھی کوشش کرنی ہے۔

سوال:

کوشش تو کرنی ہے۔

جواب:

اب چھوڑ دو اس کو۔ یک لخت فیصلہ کر لو۔

سوال:

صرف کوشش کافی نہیں ہوتی۔

جواب:

کوشش کی بات نہیں ہے' اللہ کے فیصلے اس پر چھوڑ دو۔

سوال:

چھوڑے تو ہیں۔

جواب:

پھر منظور کرو۔

سوال:

منظور بھی کیے ہیں۔

جواب:

پھر جو نہیں رہا اس پر مغموم نہ ہو۔

سوال:

مغموم نہیں ہوں۔

ایک اور سوال:

وہ بس کی بات نہیں ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ وہاں پر بے بسی ہے۔ کتنی بے بسی ہے۔ پھر تو دنیاداری ہے۔ اب یا تو کوئی متبادل خواہش پیدا کرو جو اس سے نجات دے یا پھر اسے پورا کرنے کا جلدی جلدی اہتمام کرلو۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ اس لیے بہتر کیا طریقہ ہے؟

سوال:

خواہش سے دست بردار ہو جائیں۔

جواب:

دست بردار ہونا بہتر ہے۔ یا اس سے نکلنے کے لیے ایک اور خواہش پیدا کرلو۔

سوال:

وہ بھی تو خواہش ہوگی۔

جواب:

میں یہی کہہ رہا ہوں کہ خواہش کو خواہش ختم کرتی ہے۔ یہ جو موجود خواہش ہے مجھے پتہ ہے کہ یہ کیا ہے۔ یہ موجود جو ہے یہ پریشان کر رہی ہے' عبادت میں رکاوٹ بنتی ہے۔ عبادت تسلیم کا نام ہے۔ اُس کو مالک ماننا ہے' جب کہ آپ خود اپنے مالک ہیں۔ یہ جو کچھ آپ نے بینک میں رکھا ہوا ہے' رسید بک آپ کے پاس ہے' اس کا مالک اُس کو مان لیا جائے' یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کا اور اُس کا' سب کا مالک مان لیا جائے تو وہ مالک جو آپ کے وجود میں سے ایک چیز اُٹھالیتا ہے' اُسے مان لو۔ آپ کے ساتھیوں میں سے ایک ساتھی بلالیتا ہے' مان لو۔ مالک اُسے کہتے ہیں۔ ساری خواہشات میں سے ایک خواہش پوری نہیں کرتا' تو مان لو۔ اگر نہیں ماننا تو اپنی زندگی میں آپ خود Perfection پیدا کرو۔ اس میں خدا کی کیا ضرورت ہے۔ کافر اپنے کام کر رہا ہے' تم بھی کرلو۔ کافر بھی کام کرتا ہے' فیکٹری لگاتا ہے' کاروبار کرتا ہے' سارے ہی کام کرتا ہے' بلکہ Administration کی کتابیں وہ لکھتا ہے۔ پھر بولو کہ کون سے زندگی بہتر ہے۔

سوال:

ہم دست بردار ہو جاتے ہیں۔

جواب:

ہوجاؤ ___ دست بردار ہوجانا یعنی کہ راضی ہوجانا۔ آپ دعا کرو کہ یارب العالمین میں تیرے ہر فیصلے پر راضی ہوں۔ اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ یہاں سے اُٹھ جائیں تو کیا اُٹھ جاؤ گے؟ چلو یہ فیصلہ ہوگیا۔ کیا فیصلہ ہوگیا؟ کہ وہ جو کر رہا ہے' آپ کی زندگی میں جو کر رہا ہے اُسے کرنے دو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی کرے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہو؟ آپ کچھ عرصہ تو بات مان لو۔

سوال:

وہ ہمیں کچھ نہیں کرنے دے گا' وہ تو اپنی مرضی کرے گا۔

جواب:

جب وہ ''ڈاڈھا'' ہے تو تم مان ہی لو۔

سوال:

بس مجبوراً مانتے ہیں' اور کیا کریں ہم۔

جواب:

آپ نے مجبوراً مان لیا ناں' اب اسی مجبوری کو Pleasure بنالو۔ اسے درویشی کہتے ہیں۔

سوال:

Pleasure تو ہے لیکن ___

جواب:

مجبوری ہر Human Being کے لیے ہے۔ مجبوری کو جو اپنی رضا دے دے وہ ہے درویش۔ مجبور تو ہر آدمی ہے' بے بس ہے۔

سوال:

عورتیں تو درویش نہیں بن سکتیں۔

جواب:

نہیں' عورتیں بھی بہت بنتی ہیں۔

سوال:

بالکل نہیں بن سکتیں۔ جہاں اولاد کا معاملہ آ گیا وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ دیں گی۔

جواب:

اولاد تو آپ کو درویش بناتی ہے۔

سوال:

وہ کیسے۔

جواب:

اولاد جس وقت تکلیف میں ہوتی ہے عورت ہی خدا کے پاس دوڑتی ہے۔ عورت بہت جلد خدا کے پاس پہنچتی ہے۔

سوال:

وہ بات تو ٹھیک ہے۔

جواب:

آپ کی اولاد اگر گمراہ ہوگئی تو اب تو آپ کو خداوالا' اللہ والا بننا چاہیے۔ اب وہ وقت آ گیا کہ مائیں درویش بنیں۔ اولاد مصیبت میں ہے' اولاد ضرورت میں ہے' اولاد پریشانی میں ہے' اولاد گمراہی میں ہے' اولاد خطرے میں ہے' یہ سارے واقعات ہیں' اب آپ کو جاگنے کی ضرورت ہے۔ اگر اولاد خوش قسمت ہے تو آپ جاگنا شروع کردو گے۔ اگر آپ کی اولاد خوش قسمت نہیں ہے تو آپ غافل ہو کے سوجاؤ گے۔ اب بتاؤ کہ آپ کون ہو؟ جاگو گے کہ نہیں جاگو گے۔

سوال:

بالکل جاگیں گے۔

جواب:

جاگیں گے ناں' اب آپ درویش بن گئے۔ آپ اس کے دربار میں جاؤ' سلام لے کے' کہ یا اللہ اپنے بارے میں تو ہم نے کچھ نہیں مانگا' ہماری اولادوں کی اصلاح فرما' ان کے ساتھ مہربانی فرما۔ پھر اولاد کا شکریہ ادا کرو' ایسی گمراہ اولاد جس نے تمہیں راہ دکھادی۔ یہ بھی کمال کی بات ہے' کہ آپ کو ماں باپ عبادت کرنے والا نہ بنا سکے لیکن اس گمراہ اولاد نے آپ کو بنا دیا۔ بچہ خطرے میں تھا تو آپ خدا والے ہوگئے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ زندگی کو قبول کرو۔ اس میں بڑے راز ہیں۔

سوال:

اصل میں ہم گنہگار ہوتے ہیں تو بھی اولاد کی وجہ سے اور اللہ کی طرف جاتے ہیں تو بھی اولاد کی وجہ سے۔

جواب:

تو آپ نے راز پہچان لیا۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ اب آپ کے لیے وقت یہ ہے کہ صرف اب درویش ہونے کا وقت آیا ہے۔ آپ کی دنیاداری نے آپ کے بچوں کو خطرے میں ڈال دیا۔ اب وقت آیا ہے کہ آپ اپنی اصلاح کرو' اب وقت آیا ہے کہ آپ کو بہتر ہونا چاہیے' اللہ کے فیصلوں کو قبول کرنا چاہیے۔

سوال:

ایسے میں بچوں کے لیے کیا کریں۔

ایک اور سوال:

ہم لوگ تو.....

جواب:

ہم تو بچہ سمجھ کے آپ سے بات کرتے ہیں۔ آپ ان بچوں کو لایا کرو' ان کے ساتھ بھی بات کریں گے۔ بچے بے باک ہو چکے ہیں۔ اُن کے ساتھ بات کی جائے گی۔ ضرور کی جائے گی۔ شاید میدان میں کی جائے۔ اب اُن کے ساتھ اور طرح سے بات کی جائے گی۔ جس آدمی کو نیند آتی ہے' بھوک لگتی ہے' وہ بیمار نہیں ہے۔ جس آدمی کی آنکھ میں آنسو آتے ہیں وہ گمراہ نہیں ہوسکتا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جو آدمی اولاد سے محبت کرتا ہے وہ ضرور اللہ کے پاس جاتا ہے' دعا کرتا ہے۔ اولاد سے محبت آپ سے دعا کرائے گی۔ اللہ کے فیصلوں کو ماننے والا تکلیف میں خاموش رہتا ہے اور جو تکلیف میں خاموش رہ گیا اُس کا نام ماننے والوں میں لکھا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد پھر جاننے والوں میں۔ یہ کچھ عرصہ کتنا سارا ہے؟ یہ تھوڑا نہیں ہوتا۔ ماننے والا پھر جاننے والا بنا دیا جاتا ہے۔ جاننے والا بننے کے لیے جان کی قربانی بھی آپ کے لیے بہت آسان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ داخل ہوگیا' داخل کر دیا گیا۔ ہر آدمی کسی انوکھے عمل یا انوکھے واقعہ کے انتظار میں ہے۔ کسی نے

واقعہ کے انتظار میں پرانی زندگی گزرتی جارہی ہے' اور واقعہ نہیں ہورہا۔ اصل واقعہ کیا ہے؟ کہ زندگی ختم ہوتی جارہی ہے' ہر روز گزرتا جارہا ہے' ایک ایک دن کرتے کرتے انسان بیٹھے بیٹھے اپنی عمر سے باہر ہو گیا۔ اب اس کو چاہیے کہ ذرا دھیان کرے۔ زندگی کے تین حصے کرلو' پہلا آتا ہے' بے شعور زندگی' مجبوری کی زندگی' جیسے والدین چلا رہے ہیں چل رہا ہے۔ پھر ایک باشعور زندگی ہے' اپنے ذائقے' اپنی پسند' اپنے انتخاب' اپنی خوشیاں' اپنے آپ کو کچھ بنانا۔ یہ دوسرا حصہ ہے۔ تیسرا حصہ یہ ہے کہ موڑ مڑ جاؤ' اب جانا ہے اُس کے پاس' بھیجنے والے کے پاس۔ میرا خیال ہے کہ ہم تیسرے حصے میں ہیں' زندگی کے آخری حصے میں ہیں' اب اس کو پہچانو۔ اب آپ پہلے حصے میں نہ داخل ہو جاؤ کہ اب کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے۔ جو کچھ کھیل کھیلنا تھا وہ کھیل لیا' زندگی بنانی تھی وہ بن گئی' گزر کرنا تھا تو گزر کرلیا' فیصلے کرنے تھے تو کرلیے۔ شادیوں کے فیصلے کرلیے' میاں کے فیصلے کرلیے' بیویوں کے فیصلے کرلیے' اولاد کی پروڈکشن کے فیصلے کرلیے' مکان بنانے یا نہ بنانے کے فیصلے ہو گئے۔ سارے واقعات ہو گئے۔ اب اس زندگی کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلو۔ آخری دور ہے۔ اس کے اندر حسرت نکالو' یہ دَور بہتر ہو جائے گا' خواہشات نکالو' بہتر ہو جائے گا' توبہ کیا کرو' بہتر ہو جائے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اب آپ نے اپنے پاس بلانا ہے تو میرا حساب کم از کم یہاں کا تو برابر ہو۔ یہاں سے منفی ہو کہ نہ نکلنا۔ انسان کتنا ہی بڑا ہو جائے' بہت بڑا افلاطون ہو جائے سب چھوڑنا پڑے گا۔ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ' کتنا بڑا علم' ان کو وطن چھوڑنا پڑا۔ کیا سمجھے آپ؟ میرا خیال یہ ہے کہ علم اور مرتبہ کے حساب سے ایشیا میں اس پائے کا کوئی درویش نہیں ہے یعنی علم کا' عرفان کا' نور کا اور علم بھی تو نور کا' ہدایت کا' ان کو وطن چھوڑنا پڑا۔ آپ کو یہ کام کرنا پڑے تو سمجھ آجائے گی کہ پردیس کی حالت کیا ہوتی ہے۔ اس زمانے میں پیدل چلنے کے واقعات کیا تھے۔ غزنی سے پیدل چلتے چلتے یہاں پر آرہے ہیں اور اجنبی دیس' پردیس میں جاکے اپنا کام کررہے ہیں۔ کیا کام کیا اُنہوں نے۔ اور پھر زندگی میں جو تبلیغ کی اُن کے ماننے والے اُس کے برعکس ایک آستانہ بنائے بیٹھے ہیں۔ عجب مصیبت ہے ناں۔ کہ سنگِ مرمر کا آستانہ بنادیا۔ انہوں نے نہیں کہا۔ وہ شہر سے باہر آکے بیٹھے۔ شہر والوں نے اس کو بالکل برعکس بنادیا۔ اب یہ ایک عجب مصیبت ہے۔ اُس آدمی کی پسند کی یہ زندگی نہیں ہے جو تم نے ان کے اوپر چڑھادی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ وہ مسجد جو تم نے مسجد دینار بنادی ہے یہ مسجد اُن کی پسند کی مسجد نہیں ہے' لیکن تمہاری پسند جو ہے وہ اس مقام پر بھی کچھ اور کرگئی۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت آنا چاہیے کہ درویشوں کی اصلی پسند ظاہر ہو۔ کافی ہو گیا اب۔ دھوکا بہت کافی ہو گیا۔ داتا صاحبؒ کی پسند یہ تو پسند نہیں ہے کہ ان کی قبر کے اوپر پنکھا لگا ہو۔ سارے درویش کہیں گے کہ یہ تم کیا کرتے ہو۔ اب قرآن کا منشا یہ تو نہیں ہے کہ قرآن کا ماڈل بنا کے بُت بنا دو۔ قرآن کا بُت بنانا تو مقصد نہیں ہے۔ قرآن کو مہنگا چھاپنا تو مقصد نہیں ہے۔ قرآن کو Preserve کرنا تو مقصد نہیں ہے۔ قرآن کا مطلب یہ تھا کہ اس کو پڑھنے کے بعد زندگی کو بہتر بناؤ۔ زندگی ضائع کرکے بھی قرآن پڑھنے کا مقصد نہیں تھا۔ قرآن کی پروڈکشن زندگی تھی۔ عبادت کا مفہوم کیا تھا اختر صاحب؟ کہ آپ کی زندگی بہتر ہو۔ اور آپ نے زندگی کو عبادت کے لیے لگادیا' زندگی گزاری کہ عبادت بہتر ہو۔ ہونا کیا چاہیے تھا؟ عبادت کررہے ہیں کہ زندگی بہتر ہو۔ آپ نے کھیل اُلٹ کردیا۔ اب وقت ہے کہ حالات بہتر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس لیے کہ زندگی بہتر ہو۔ آج کے مسلمانوں نے عبادت کے نام پر زندگی کو بڑا ہی بدتر کردیا۔ یہ زیادتی کی ہے مسلمانوں نے' کہ زندگی ضائع کردی۔ اور عبادت کے نام پر ضائع کی۔ اللہ نے زندگی دی ہے اور تم نے اللہ کے نام پر زندگی ضائع کردی۔ اور آج تم کافروں کے محتاج ہو' حتیٰ کہ لڑائی کرنے کے لیے بھی ان سے بندوق چاہیے۔ استغفراللہ' توبہ' توبہ' توبہ ____ لڑائی بری شے ہے۔ یہودی اور ہندو ہمارے دو دشمن ہیں۔ ہنود و یہود دو دشمن ہیں ناں۔ ہم ہندو کو مارنا چاہتے ہیں' لہٰذا یہودی تُو ہمیں بندوق دے۔ اللہ تجھے عقل دے اور تو عقل کے ناخن لے۔ ہندو کے ساتھ لڑنے کے لیے یہودی سے بندوق مانگ رہا ہے' تُو پاگل تو پہلے ہی ہو گیا۔ تیرے اندر خوبی کوئی نہیں ہے اور لڑائی ہی لڑائی ہے۔ اس لیے محتاجی

ہی محتاجی ہے۔اسلحہ مانگ کے دشمن کے ساتھ تُو لڑ رہا ہے تو کیا لڑے گا۔نہیں لڑسکتا۔ اور اگر مومن بیمار ہو تو ایکسرے مشین کہاں سے آنی چاہیے؟ جاپان' جرمنی سے' اُدھر سے آنی چاہیے۔ان لوگوں سے فنڈ آنے چاہییں' دوائی وہ لوگ بنائیں' مشینیں وہ لوگ بنائیں بلکہ کاریں بھی وہ لوگ بنائیں اور آپ بسم اللہ پڑھ کے اس میں بیٹھ جائیں۔کار پارک کرنے کی جگہ کوئی نہیں ہوتی۔ اور آپ مسلمان بڑے ہی اعلیٰ قسم کے مسلمان ہو' باطن آشنا نہیں ہو اور ظاہر آپ کا پریشان ہے۔ ظاہر بین الاقوامی ہے۔ باطن آپ کے عروج کا حصّہ تھا جس میں ہمیں تھوڑا سا زعم تھا کہ ہم آشنائے راز ہیں۔آپ کیا آشنائے راز ہیں' کیا راز اور کیا آشنا۔کیا پاگل اور کیا پاگل خانہ۔آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ لہٰذا آپ وہاں سے بھی رہ گئے۔اب بتاؤ کہ آپ نے کیا کیا؟ وہ مغرب والے Saint ہونے میں بھی باہر آ گئے' ان کے صوفی باہر آ گئے۔کوئی رجنیش ہو گیا' کرشنا مورتی ہو گیا' اور اُوٹ پٹانگ بھی۔لیکن وہ کچھ نہ کچھ کرتے جا رہے ہیں۔اس طرف بھی آپ رہ گئے' دین میں بھی رہ گئے' دنیا میں بھی رہ گئے اور اب آپ کے سارے واقعات یہاں تک آ گئے۔جھوٹ کو آپ پھر بھی ترک نہیں کرتے۔ خدا آپ کو سچا بنائے۔ دَم خم کرنے لگ جاتے ہیں تو بس ابنِ حضور کی باتیں کرتے رہتے ہیں' کہ ہم بادشاہ ہوتے تھے' سلطان ہوتے تھے' ہم بابر ہیں' ہم غزنوی ہیں' ہم غوری ہیں ____ آپ پاگل ہیں' جاہل ہیں اور بالکل کچھ بھی نہیں۔ درویشی میں بھی نام نہ رہ گیا اور دنیاداری میں بھی نام نہ رہ گیا۔ رہ گئی تو ایک اَنا رہ گئی بیچاری اکیلی۔تنہا کھڑی ہوئی۔ درخت گر گیا لیکن اَنا کا سایہ ابھی تک قائم ہے۔ یہ آپ کی حالت ہے۔ خدارا خوف کرو۔ اب بدلو۔ اگر چار آدمی ہو تو آپ بدل جاؤ۔ اس لیے میری یہ خلق میں اپیل ہے۔ آپ بات سمجھے؟ اس وقت آپ کے علاوہ کوئی نہیں سوچ رہا۔ یہ میں ٹوٹل ملتِ اسلامی کی بات کر رہا ہوں۔ دریا سمٹا ہوا ہے' ایک لائن بن کے رہ گیا ہے۔آپ اگر قائم رہ گئے تو پھر یہ طوفان دوبارہ آ سکتا ہے۔ پھر دَم خم ہو سکتا ہے۔اور آپ خود اس کے ذمہ دار ہو۔آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے اندر خواہشات کی انا ہے۔ کہتے ہو کہ دعا کریں کہ پہلے میرا کام ہو جائے۔اللہ کرے تیرا کام تمام ہو جائے۔اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

سوال:

آمین!

جواب:

تمہارا کام ابھی تمام نہیں ہوگا' ابھی تُو اور رہے گا۔

سوال:

سب کے لیے دعا کی ہے۔

جواب:

باقیوں کے لیے ہو سو ہو۔آپ ابھی نہیں جاتے۔ابھی ہم آپ کو جانے نہیں دیتے۔آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ ابھی انہوں نے بڑے کام کرنے ہیں۔آپ سمجھ گئے؟ وِژن کیا ہے؟ آپ Genuinely ٹھیک ہو جاؤ۔اب آپ کی بات کی طرف آتے ہیں کہ یہ جو ہم ملتے ہیں' ایک تو یہاں ہم اجتماع کرتے ہیں اور اس اجتماع کو اگر آپ پھیلانا چاہو تو ہم اس کو پھیلا سکتے ہیں۔لیکن میں کیوں نہیں پھیلاتا؟ اس لیے کہ آپ Dependable نہیں ہو۔ Dependable کسے کہتے ہیں؟ کہ جو ہم بات لے کے چلے اُس بات کے برعکس آپ میں خواہش نہ پائی جائے۔میری بات سمجھے؟ اس میں وہ صلاحیت نہیں ہے۔اس لیے جب آپ مکمل فیصلہ کر لو کہ ہم یہ ہیں' پھر ہم ایک تاریخ ہیں' پھر ہم ایک بات ہیں' پھر ہم ایک باب ہیں' پھر ہم ایک موڑ ہیں ____ یہ ہے بات اور پیغام۔کر کے دیکھ لو ____

سوال:

یہ عمل میں لانے کی تو آپ سے درخواست کی تھی کہ کس طرح ہم اس کو عمل میں لائیں۔

جواب:

آپ نہیں لا سکتے' آپ خواہش ترک نہیں کر سکتے۔ آپ کو ذاتی طور پر جو کچھ میں کہوں آپ وہ کرتے نہیں ہو۔

سوال:

جن چیزوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے تو بالکل منع ہو گئے ہیں۔

جواب:

جو چیز میں نے کہی تھی کہ کرنی ہے وہ نہیں کی۔

سوال:

وہ کبھی تھوڑا سا رہ جاتا ہے۔

جواب:

یہ Presentability ہے کہ یہ لوگ ہیں ابتدا میں' جو تیار ہو گئے۔ فرض کرو کہ میں بات Withdraw کرتا ہوں' میں کسی اور طرف جاتا ہوں۔ آپ نے جس طرح بات سنی ہے آپ کو اپنی صداقت کا تو یقین ہو گیا ناں۔ اگر میں نہیں بولتا تو آپ بولو گے؟ انسان کب بولے گا؟ جب اُسے اپنے حصول کی تمنا نہ ہو۔ انسان کب بولتا ہے؟ اپنا ترک کرے گا تو بولے گا۔

ایک اور سوال:

ایک کیفیت شاید اور بھی ہو۔

جواب:

وہ اَمر کی ہے۔

سوال:

اگر اپنے آپ میں صداقت کا یقین ہو جائے تو پھر شک نہیں ہو گا۔

جواب:

وہ ٹھیک ہے۔ اس کو ہم مانتے ہوئے' صداقت کا یقین مانتے ہوئے' صداقت کا یقین ہونے کے بعد کچھ لوگ اپنی Perfection در Perfection کرتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ وہ اس میں شامل کرتے ہیں' یہ اَمر کا طریقہ ہے۔ ایسے بے شمار لوگ آئے جن کے علم ہمارے علم سے بہت زیادہ تھے لیکن انہیں بولنے کا اَمر نہیں تھا۔ جس نے جان لیا اُس نے بہت کچھ جان لیا۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ بہت کچھ نظر آیا ہے' اس سائیڈ میں بہت کچھ پڑا ہوا ہے اس میں۔ بولنے والے کو اُس نے کہا کہ بول' بتاؤ۔ ورنہ علم تو ہر دَور میں اتنا ہی پڑا رہتا ہے جتنا پڑا ہوا ہے۔ دس سیر کا دس سیر ہی رہے گا۔ علم میں کمی بیشی نہیں ہو گی

سوال:

آپس میں جب بھی ہماری بات ہوتی ہے تو سوائے اس کے کہ جو کوئی Specific ہو تو آپ ہی کے حوالے سے بات ہوتی ہے۔

جواب:

ہمارے لحاظ سے غلط بات ہو رہی ہے۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ذاتی طور پر آپ لوگوں کے ساتھ' اس اجتماع کے

علاوہ' میری آپ لوگوں سے بہت کم ملاقات ہے۔ کیا کہا؟ اور آپ کی خواہش کے باوجود میری ملاقات نہیں ہے۔ آپ کہتے ہو کہ ملاقات کا موقع ہو تو میں کہتا ہوں کہ نہیں۔ اس بات کا آپ کو پتہ ہے؟ آپ نے فرداً فرداً خواہش کی اور میرے پاس فرداً فرداً جواب تھا کہ میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میرے پاس ٹائم یہ ہے' اجتماع کا۔ پھر میں کون آدمی ہوں؟

سوال:

اجتماع کا۔

جواب:

آپ ذاتی طور پر اجتماع میں کیا Contribution کرتے ہیں؟ یہ اجتماع بھی میں ہی بلاتا ہوں۔ میں ہی ٹیلی فون کرتا ہوں۔ آپ نے ٹیلی فون کیا؟

سوال:

تین ٹیلی فون کیے تھے۔

جواب:

اجتماع تین کا نام تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ جب اجتماع کرنا ہو تو' محفل جب بنانی ہو تو ہر ایک کو جو واقف ہو اس کو بتانا چاہیے۔ اجتماع ایک کرنے کا کام ہے۔

سوال:

اس میں شاید غلط فہمی تھی' مجھے اور خیال تھا۔

جواب:

میں نے آپ کو کبھی کہا تھا؟ کیا کہا تھا؟ اب یہ آپ کی اور میری راز کی بات ہے جو سب کے سامنے ہو رہی ہے۔ کیا کہا تھا؟ کہ اطلاع ہونے کے باوجود سب کو فون کرو۔ کبھی کہا تھا؟

سوال:

جی۔

جواب:

ہاں میں نے آپ کو کہا تھا۔ میری کہی ہوئی بات کا یاد رہنا مشکل ہو گیا ناں۔

سوال:

جی یاد تو تھی۔

جواب:

پھر نہیں مانا ناں۔ میں پبلک کے سامنے آپ کو پیش کر رہا ہوں کہ یہ Perfection ہم نے پیدا کر لی ہے۔ کیا Perfection ہوئی ہے ابھی؟

سوال:

نہیں۔

جواب:

نہیں ہوئی۔ یہ میری کوتاہی ہے۔

سوال:

یہ میری کوتاہی ہے۔

جواب:

جب تک یہ نہ ہو میں کیسے اور آگے جاؤں۔

سوال:

اس کے لیے دعا کریں۔

ایک اور سوال:

اگر آپ نے کہہ دیا تو آپ کی دعاؤں کا وزن ہوگا۔ اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو یہ ہوتا کہ آپ نے جب کہہ دیا ہے تو میرے خیال میں آپ کا کہا بہت ہے

جواب:

میں نے لوگوں سے نہیں کہا' ان سے کہا کہ آپ سب کو کہا کرو۔ میرا مطلب ہے کہ انسان اجتماع سے نکل کے تنہائی کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ذاتی طور پر میرے لیے یہ دعا ہونی چاہیے' وہ دعا ہو۔ میں ذاتی طور پر نکلنے کی بجائے اجتماع کرتا ہوں اور آپ کو یہ دعوت عطا کرتا ہوں کہ آپ مہربانی کر کے مجتمع ہو جاؤ۔ مجتمع ہونے سے انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی انفرادیت محفوظ رہے گی' ترقی ہوگی۔ یہ پیغام آسان ہے ناں اختر صاحب؟

سوال:

اگر اجتماع میں کہہ دیا جائے تو کیا فرداً فرداً ہر ایک یہ کہے۔

جواب:

میں نے ہر ایک سے نہیں کہا' میں نے ایک کی ڈیوٹی لگائی تھی۔

سوال:

اگر ہم سب سے کہہ دیں تو_____

جواب:

وہ الگ بات ہے' وہ تو ہم خود کہہ دیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ایک کو انچارج بنایا ہے۔

ایک اور سوال:

ایک اور بات یہ ہے کہ ابھی آپ نے فرمایا کہ جو آپ کے جاننے والے ہیں اُن سب کو بلا لیں' اس وقت تھوڑی سی بے یقینی ہوتی ہے کہ کہیں محفل نہ ہو۔

جواب:

وہ نہیں' وہ الگ بات ہے۔ میں جو حوالہ دے رہا تھا یہ نہیں تھا کہ میں سب سے بات کر رہا تھا' میں یہ کہہ رہا تھا کہ جس آدمی کو جو کام سپرد کیا جائے اس میں جب معذرت آتی ہے تو پھر ہم سوچتے ہیں کہ ابھی تھوڑا سا اور ٹائم لگے گا ورنہ یہ جو بات ہے' آپ لوگوں سے صرف سند لینی تھی کہ یہ بات ہے' آگے تو پھر ہم نے نرملا ہو جانا تھا۔ نرملا ہونے میں دیر صرف یہ ہے کہ کہ آپ کے اندر تائید میں ذرا کمی آئی ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ ورنہ جو بات یہاں کمرے میں کر رہے ہیں اس کو ہم پبلک' سٹیج پر کر سکتے۔ ایک بار کی جائے' دوبار کی جائے تو بات پھر نکل گئی۔ اب بات کے ساتھ پھر واقعات بھی نکل گئے۔ اس لیے آپ سے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ذاتی خواہش کو تھوڑی دیر کے لیے ترک کر کے اجتماع سازی میں رجوع کرو۔ یہ پیغام

ہے۔

سوال:

میں نے ایک فارم بنایا ہے۔

جواب:

کیا؟

سوال:

اس میں ایڈریس وغیرہ ہیں۔

جواب:

لکھ لو ناں۔ دعا یہ ہے کہ آپ کا آپس میں ایک گروہ ہو جائے۔ طریقہ بھی یہی ہے۔ ہم خالی کوئی پیر خانہ نہیں بنا رہے۔ ہم یہ بنا رہے ہیں کہ ایک Effective اجتماع آپس میں ایک دوسرے کے لیے مفید ہو۔ جب ایسا گروہ بن جاتا ہے تو وہ سماج میں اگر ایمان داری سے کام کرے تو انقلاب لا سکتا ہے۔ یہ ہمارا Statement ہے۔ اور ضرور لا سکتا ہے۔ کوئی فکر' نیا فکر' اگر اُس میں Sincerity ہو اور اس کا Effective Instrument گروپ ہو تو وہ کارگر ہو جاتا ہے۔ یہ بات آپ سے کر رہا ہوں۔ فکر کی ہمارے پاس اللہ کے فضل سے کوئی کمی نہیں ہے' فکر مکمل آ رہا ہے اور اس کی تائید بھی ہے' اعزاز بھی ہے' وہ Instrument جو گروپ ہوگا وہ آپ لوگ تھوڑی سی اور توجہ کرو۔ باقی بات پھر میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔ اگر اس حال میں بتا دی جائے تو آپ کی ذاتی خواہش ہوگی اور آپ اس کو اپنی خواہش میں لگا دو گے ____

ہاں جی ____ اور سوال ____

سوال:

میری ایک گزارش ہے کہ میں نے ایک چھوٹی سی جگہ کا انتظام کیا ہے' اگر آپ کی اجازت ہو تو اگلا جمعہ وہاں اس جگہ بسم اللہ کر کے شروع کر دیں۔ آپ کی اجازت ہو تو۔

جواب:

دیکھو جی ہمیں کوئی انکار بھی نہیں ہے۔ آپ اس کو دیکھ لو' جو کہہ رہے ہیں یا کیا ہے یا جو کرنا ہے' دیکھ لو۔ کیا اُس میں آپ کو کوئی دِقت ہے! بعض اوقات ہوتا ہے کہ کوئی دِقت ہو۔

سوال:

جی دِقتیں تو بہت ہوتی ہیں لیکن زندگی میں یہی ہوا ہے کہ دِقتیں بھی ساتھ ساتھ چلتی گئیں اور کام بھی ہوتا گیا۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں۔

جواب:

نہیں' ہم تو ہر طرح سے آپ کے ساتھ چلتے رہے ہیں۔ اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اُس کو بنا کے چابی حوالے کر دو اور ایک یہ ہے کہ چابی اپنے پاس رکھو' جس دن ہم نے اجتماع کرنا ہو چابی سے کھول دو۔ ہمیں تو وہ بھی منظور ہے۔ ایک اور یہ ہے کہ نہ کھولو اور نہ ہم سے بات کرو' ہم یہیں بیٹھے ہیں جہاں بیٹھے ہیں۔ ہم تیسری حالت میں بھی راضی ہیں۔ ہم ہر حال میں آپ پر راضی ہیں۔

سوال:

آپ کی بڑی مہربانی ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ اس میں کوئی شرط نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ کوئی شرط نہیں لگانی۔ کوئی ایسا کام آپ کو نہیں کہنا کہ جس میں آپ کو کوئی دِقت محسوس ہو۔

سوال:

دِقت کی بات نہیں ہے۔

جواب:

مطلب یہ کہ ہم بولنے والے ہیں' ہم اجتماع کرنے والے لوگ ہیں' اگر اجتماع سازی میں کوئی جگہ آسانی سے آپ کو Available ہوتی ہے تو اس کو وقف کردو۔ ایک طریقہ یہ ہے۔ چابی کے ساتھ حوالے کردو۔ نہیں کر سکتے ہو تو اس کا Use' اس کا استعمال ہمارے حوالے کردو۔ ہم اُس وقت تک اُسے قبول کر لیتے ہیں جب تک ہم ذاتی طور پر اپنی کوئی جگہ نہیں بنا لیتے۔ ٹھیک ہو گیا؟ آپ والا ایک Temporary ٹرسٹ والا Arrangement ہے۔

سوال:

میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اجتماع تو ہر جمعہ کہیں نہ کہیں ہوتا ہے۔ سب کرتے ہیں جیسا بھی ہو سکے۔

جواب:

آپ سائل ہو گئے؟ غریب ہو گئے؟ غریب آدمی کو جیتاب کیوں ہونا چاہیے۔

سوال:

اور کسی چیز کے لیے بے تابی نہیں ہے۔ جب ایک مقصد بنا لیا ہے تو پھر اس مقصد میں دیر نہ ہو۔

جواب:

مقصد کا پتہ ہے کہ کیا ہے؟ مانگنا۔ کیا مقصد ہے؟ مانگنا۔ نہیں؟ مانگے بغیر بنا لیں گے؟

سوال:

مانگنے کی تو ضرورت نہیں۔

ایک اور سوال:

Voluntary ہو جائے گا۔

جواب:

یہ کہہ دینا کہ Voluntarily دو تو کیا یہ مانگنا نہیں ہوتا؟ یہ کہنا کہ Voluntarily اور Willingly دے دو' مانگنا اور کیا ہوتا ہے؟

سوال:

مانگنا اس لیے نہیں ہوگا کہ جب آپ نے کہہ دیا تو_____

جواب:

کیا کہہ دیا؟ مانگا_____

سوال:

آپ نے کہا کہ بنا لو تو بس بن جائے گا۔

جواب:

اچھا جی بنالو۔ چلو بنالو۔ ہم پتہ ہے کہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کے ذہن میں نیک مقصد ہے تو مانگنا جرم نہیں ہے اور اگر مقصد برا ہے تو پھر مانگے بغیر بھی آپ بُرے ہیں۔ یہ سارا نیت پہ دار و مدار ہے کہ آپ کے ذہن میں کام کیا ہے۔ اگر آپ کا مطلب اپنی ذات ہے تو پھر عرفان بھی غلط ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ پھر اسلام بولنا بھی غلط ہے۔ اور اگر آپ کا مقصد واقعی نیک ہے تو اس کے لیے جس راستے سے گزرو وہ نیک ہی ہے' حجاب کوئی نہیں ہے۔ مانگنا جرم نہیں ہوتا' اس کام کے لیے کیا مانگنا پڑے گا؟

سوال:

مقصد تو اللہ کے فضل سے نیک ہے۔

جواب:

پھر اس کے لیے تو مانگنا پڑے گا ناں۔

سوال:

میرا کہنا یہ ہے کہ مانگنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی' یہ جتنا اجتماع بیٹھا ہے' جو موجود ہیں یہ کافی ہیں۔

جواب:

یہ لوگ کیا کریں؟

سوال:

سوال خود کرلیں۔

ایک اور سوال:

ان کا کہنا ہے کہ لفظ "مانگنا" نہ استعمال کرنا پڑے۔

جواب:

میں تو وہ پہلے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

سوال:

آپ نے ایک دفعہ فرمادیا ہے کہ یہ کریں تو بات ختم ہوگئی۔

جواب:

میں یہ لفظ استعمال کرنا چاہتا ہوں' کہ سائل ہونا ہی آپ کے لیے ضروری ہے۔ اَنا کو ختم کرو' اَنا نکالو۔

سوال:

میں اس کی مثال تو نہیں دینا چاہتا لیکن یہ گلبرک والی مسجد تقریباً پندرہ بیس برس سے ایسے چل رہی ہے۔

جواب:

ساتھیوں کو چاہیے کہ اس کو Acknowledgement دیں۔ یہ نہیں ہے کہ اس نے کرنا تھا تو کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ من یشکر الناس لم یشکر اللہ جس نے انسان کا شکریہ ادا نہ کیا اُس نے اللہ کا کیا شکر ادا کرنا ہے۔ اگر بیٹا ہو اور Contribute کرے تو اس کا شکریہ ادا کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ شکریہ قبول کرنا آپ کی عظمت ہے۔ انسان کا انسان کے ساتھ یہ واقعہ ہونا چاہیے۔ اب آپ دیکھ لو۔

سوال:

آپ نے جو فرمایا ہے کیا یہ ضروری تو نہیں سب برابر جمع کرائیں۔

جواب:

نہیں' ہم اُس مقام کو Contribution کے انداز سے قائم نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تسلیم کا مقام ہے۔

سوال:

وہ تسلیم کا مقام آئے گا تو پھر ذمہ داری ہو جائے گی۔

جواب:

وہ مقام آیا ہوا ہے۔ میں بتاتا ہوں' ایک آدمی غریب ہے لیکن وہ ماننے میں' تسلیم میں قریب ہے۔

سوال:

میں نے یہ نہیں کہنا چاہا' کہنے کا صرف یہ مقصد تھا کہ جب اپنا اپنا مقام پہچان لیں گے تو Contribution کی بات تو ہو گئی۔

جواب:

ہاں' ہو گئی۔

سوال:

سوال جو سمجھے کہ یہ میری ذمہ داری ہے' وہ اس طرح کرلے۔

جواب:

ٹھیک ہے_____ اور سوال پوچھو۔ بولو_____

سوال:

میں اللہ کو جب بہت قریب پاتا ہوں تو پھر اس کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔

جواب:

تقرب کا ایک مقام ہے۔ عرفان کے اندر ایک مقام آتا ہے جب اللہ کے قریب ہونے کا احساس ہوتا ہے اور خوف موجود ہوتا ہے۔ لگتا ہے کہ اللہ کہیں آس پاس قریب ہے۔ اور ایک مقام اس سے آگے آتا ہے کہ کہیں اردگرد موت کا احساس ہوتا ہے اور وہ خدا کا خوف بن جاتا ہے۔ کہیں ایک مقام آتا ہے کہ اپنا ماضی' اپنا عمل یا کوئی صورت' اپنی نگاہ میں موجود رہتے ہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کہیں ہمارے اعمال یا کوئی عمل عبرت نہ بن جائے۔ ایک اور صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی محسن کے ناراض ہونے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اللہ ناراض ہو گیا۔ یہ خشیت اللہ ہے۔ ایک یہ ہوتا ہے کہ عبادت میں تسلسل پیدا کرنے کے لیے خشیت اللہ عطا کی جاتی ہے۔ اس سے بچنے کی راہ نہیں ڈھونڈنی چاہیے۔ یہ اچھی چیز ہے۔ لیکن اگر خشیت اللہ زیادہ محسوس ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ درود شریف پڑھو۔ کثرت درود ہو۔ پھر اللہ سے محبت ہو گی لیکن خشیت نہیں ہو گی۔ اللہ سے ہمارے دو ہی تعلقات ہیں' صرف دو۔ ایک یہ کہ استغفار کا رشتہ ہے اور دوسرا الحمد کا رشتہ ہے۔ استغفار کے زمانے میں خوف ہے اور الحمد کے زمانے میں خوشی ہے۔ یہ شوق کا زمانہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ جب احسان کرنے پر آجائے گا تو پھر شوق پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے آپ الحمد للہ کا وظیفہ رکھو' استغفار سے جان چھڑاؤ۔ یہ بھی ایک خاص مقام ہے۔ استغفار پر بھی استغفار پڑھو۔ پھر توبہ پر بھی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسی توبہ سے بھی توبہ۔ اپنے آپ کو اُس کے حوالے کردو' خوف نہیں رہے گا۔ خوف دو مرضیوں کا نام ہے۔

کون سی؟ اُس کی مرضی اور ہماری مرضی۔ دو ہوں گی تو خوف' اور ایک مرضی ہو تو خوف نہیں ہے۔ کیا کہا؟

سوال:

ایک مرضی ہو۔

جواب:

پھر خوف نہیں ہے۔ جب دو مرضی ہوں تو خوف ہے۔ اگر اللہ کی مرضی اور ہمارے مرضی میں ذرا بھی فرق ہو تو خوف آ جائے گا۔ اس لیے دعا کرو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کو اپنی مرضی بنانے میں دقت محسوس نہ ہو۔

سوال:

انسان اللہ کی عظمت کے ساتھ Adjust نہیں ہو سکتا ہے۔

جواب:

نہیں ہو سکتا۔ کبھی ہوا ہی نہیں۔ اُس کی عظمت آپ پر ہیبت بن گئی۔ ہیبت' جلال' جلالِ خداوندی کا احساس جو ہے ناں وہ ہیبت طاری کر گیا

تیری ہیبت سے کانپتا ہے جہاں

اُس کی ہیبت سے یہ ہے۔ آپ نے ٹھیک کہا ہے' Overawed ہو گئے۔ جب اللہ کے آپ قریب ہوں گے تو دیکھیں گے کہ اُس کے اندر بھی محبت ہے۔ جس ذات سے محبت ہے وہ ذات آپ کی محبت کا انتظار کرتی ہے۔ وہ واحد ذات ہے کائنات میں' حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ درود شریف جو ہے وہ پھر اس کا علاج ہے۔ ایک علاج یہ ہے اور دوسرا علاج ہے کہ سجدہ' طویل سجدہ اور تنہا سجدہ ہو۔ طویل ہو۔ یہ اچھا ہے۔ بعض اوقات یہ مجذوب کا تقرب ہوتا ہے۔ آپ کیا کرو۔ درود شریف پڑھا کرو۔ سلام کیا کرو۔ یہ ہو جاتا ہے۔ ایک مقام آتا ہے۔ اللہ محفوظ کرے اپنی جلالت سے۔ اس سے آشنا تو کرائے لیکن جلالت طاری نہ کرے۔ ہیبت ہوتی ہے۔

ایک اور سوال:

جلالت کا پتہ تو وہاں چلتا ہے لیکن میں دوسری طرف جاتا ہوں تو سکون ہو جاتا ہے۔

جواب:

یہ اس وقت کعبہ میں ہیں' ہم بتا رہے ہیں کہ مدینہ شریف کا رجوع کرو۔ یہ بالکل وہی تو میں بتا رہا ہوں۔ وہی مقام آیا پڑا ہے۔ وہ Geographical ہے اور یہ Symbolical ہے۔

سوال:

وہاں تو ڈر آتا ہے۔

جواب:

اب مقام دوسرا آ گیا۔ آپ جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جاؤ گے تو پھر آپ کو سکون ہو گا۔ آپ نے کبھی دیکھا ہے کہ لاہور میں جتنے بھی مزار ہیں' کچھ مزار جلالی ہیں اور کچھ جمالی ہیں۔ کبھی آپ نے نوٹ کیا ہے۔ شاہ جمالؒ جو ہیں یہ جلالی ہیں۔ نام شاہ جمالؒ ہے' اصل میں یہ جلال ہیں۔

سوال:

جمالی کون سے ہیں؟

جواب:

جمالی جمال والا ہوتا ہے۔ کبھی آپ جا کے دیکھو تو پتہ چلے۔

سوال:

میاں میرؒ جائیں تو۔

جواب:

آپ جاؤ گے تو پتہ چلے گا۔ جا کے دیکھو۔

سوال:

کیا ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ پہ کسی کو ایک جمال کی کیفیت ملتی ہو اور دوسرے شخص کو جلال کی۔

جواب:

ناں۔

سوال:

مطلب یہ کہ ایک ہی کیفیت ہوتی ہے۔

جواب:

ہوا جب چلتی ہے تو ایک ہی جگہ چلتی ہے' برابر چلتی ہے سب کے لیے۔ ان کے لیے وہی کیفیت ہے۔ یہ نہیں کہ ایک کے لیے اور ہو اور دوسرے کے لیے اور ہو۔ اگر کوئی بندہ ایسا کہے کہ مدینہ شریف میں اس کو جلال نظر آیا تو جھوٹ کہے گا۔ مدینہ شریف میں جلال نہیں آئے گا' جمال ہی ہوگا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ اس طرح کچھ درویش جو ہیں اُنہیں اللہ کا رنگ ملا اور کچھ درویشوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ ملا۔ کسی کے ہاں اللہ کا جلال ہے' کسی کے ہاں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال ہے۔ ہیں دونوں ہی درویش۔ اس لیے آپ جا کے دیکھو ان باتوں کو۔ کبھی کبھی جایا کرو ناں۔

اب آپ سب لوگ دعا کرو۔ ہاں جی' آپ نے کیا دعا کرانی تھی؟

سوال:

ثمینہ بی بی کی بیماری کے لیے۔

جواب:

کرو اُس کے لیے دعا ____ اور ____ دعا کے لیے آپ کسی کی کوئی ذاتی بات تو نہیں؟

ایک اور سوال:

مغفرت کے لیے دعا کرانی ہے۔

جواب:

ذاتی تو نہیں ہے؟ اچھا' ذاتی بات ہے۔

سوال:

میرے بچے کے لیے دعا کریں کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔

جواب:

دعا کرو ____ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ یا رب العالمین تُو بہتر جانتا ہے کہ ہم کیا مانگ رہے ہیں۔ وہ عطا فرما۔

سب موجود کی حاجتیں پوری فرما رب العالمین۔ آسانی عطا فرما۔ ہماری کسی غلطی کی وجہ سے ہمیں اس راستے سے دور نہ فرمانا' ہمیں اپنے قریب رکھ۔

صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونورعرشہٖ سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ اصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک

یا ارحم الراحمین۔

(3)

سر ا میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے حوالے سے صبر' شکر اور اللہ کے فضل کی وضاحت فرما دیں۔
دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھنا کیا ہے۔

07-06-85

شکر اور فضل

سوال:

سر! میری گذارش یہ ہے کہ ہمارے اعمال کے حوالے سے صبر' شکر اور اللہ کے فضل کی وضاحت فرما دیں۔

جواب:

انسان نے چند محدود ایام کے لیے اور چند محدود حرکات کے لیے اور چند محدود خواہشات کے لیے یہاں دنیا میں قیام کرنا ہے۔ قیام بھی محدود ہے اور خواہشات بھی محدود ہیں' جو وسائل ہیں وہ بھی محدود ہیں اور حرکات بھی محدود ہیں۔ انسان بہت زیادہ حرکات نہیں کرسکتا۔ اگر سیر کرنے جائے گا تو گھر نہیں بیٹھ سکتا' گھر بیٹھے گا تو دنیا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ محدود ہے۔ پہاڑوں پر جائے گا تو میدان میں نہیں ٹھہر سکتا۔ مقصد یہ ہے کہ دنیا کے اندر اتنی لامحدود خواہشات ہیں' لیکن لامحدود انسانوں کے حصے میں لامحدود خواہشات میں سے محدود خواہشات ہی ملیں۔ ہر آدمی تو ہر چیز کی خواہش نہیں کرسکتا۔ وہ خواہش نہیں کرسکتا اور وہ جو خواہش کرتا ہے وہ حاصل نہیں کرسکتا۔ اس لیے کچھ خواہشات ایسی ہیں جو صرف خواہش کی عزت افزائی کرتی ہیں' خواہش کہلاتی ہیں' نہ انہوں نے پورا ہونا ہے اور نہ پورا کرنے کی ہماری کوئی کوشش ہوسکتی ہے۔ صرف خواہش ہوسکتی ہے۔ کبھی کسی دن ایک سہانی صبح ہو' عین ممکن ہے کہ وہ جو گم ہونے والا دوست ہے اچانک مل جائے۔ یہ اتفاق کی بات ہے۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ یہ خواہش ہے' اس میں ہمارا عمل کوئی نہیں ہے۔ غریب آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ اچانک ایسا دن آئے گا کہ میرے حالات بدل جائیں گے۔ اگر تو حالات بدلنے ہوں اُس محنت کے ذریعے جو وہ کر رہا ہے تو وہ نہیں بدلتے کیونکہ پچھلے پانچ سال سے جو محنت کر رہا ہے اُس سے تو کچھ پیسے جمع نہیں کیے۔ اور خواہش جو ہے وہ بہت سارا حاصل کرنے کی ہے۔ لہٰذا خواہش جو ہے وہ ایک خواب قسم کی چیز بن جاتی ہے' کہ کبھی تو ایک اچھا وقت آجائے گا' سہانا وقت۔ اسی طرح آرزوئیں' روحانیات' مشاہدات' لوگوں کو ملنا' اچانک گمنامی سے نکل کر شہرت کے آسمان پہ چلے جانا۔ ہر آدمی کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ شاید میں اس محجوب زندگی سے یا حجاب والی زندگی سے اچانک نکل کر ایک شہرت کی زندگی میں چلا جاؤں' عزت کی زندگی میں چلا جاؤں' غریبی سے نکل کر دولت کی زندگی میں چلا جاؤں' جہالت کی زندگی سے علم کی زندگی میں چلا جاؤں بلکہ ظلمات کی زندگی سے نکل کر نور کی زندگی میں چلا جاؤں۔ یہ خواہش ہوتی ہے اور اس کا عمل کچھ نہیں ہے۔ اس کا عمل سوائے انتظار کے اور کوئی نہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اُس خواہش کا عمل کیا ہے؟ انتظار ___ مثلاً کھانا اگر کھانا ہے تو اس کا عمل کیا ہے؟ پکاؤ۔ ہم پکائیں گے یا پکا پکایا لائیں گے' کچھ نہ کچھ عمل کریں گے۔ لیکن ایسی کچھ خواہشات ضرور ملیں گی جن کا عمل کوئی نہیں ہے سوائے اُن کے انتظار کے۔ عام طور پر ان خواہشات کا انتظار اللہ کے فضل کا انتظار ہوتا ہے کہ کہیں ہمیں انتظار ہے' حق نہیں ہے اور عمل بھی نہیں ہے۔ صرف انتظار ہے۔ اگر وہ انتظار یقین بن جائے تو پھر انسان کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی آرزو جس کا عمل کوئی نہیں ہے سوائے انتظار کے' اور وہ انتظار شدید ہے' انسان صرف انتظار کرتا جا رہا ہے تو وہ اللہ کے فضل کا انتظار ہے۔ کسی نہ کسی دن وہ فضل ہوسکتا ہے اور اکثر ہو جایا کرتا ہے۔ جس طرح آپ کسی آستانے پہ جاؤ تو صاحبِ آستانہ کی زیارت کا انتظار ہو۔ عمل تو کوئی نہیں کرسکتے آپ۔ جب کبھی کوئی چاہے تو دیدار ہو جائے۔ یہ خواہش ہے' تو ایسی خواہشات جن کا عمل سوائے انتظار کے کوئی نہ ہو' اُن کا تعلق اللہ کے فضل سے ہوتا ہے۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس زندگی میں انسان محدود ایام کے لیے آیا' محدود خواہشات کے لیے' محدود ایام کے لیے' محدود حرکات کے لیے' اُس نے یہاں پر دن

گزارنے ہیں۔ کچھ خواہشات ایسی ہیں جن کا عمل ہی کوئی نہیں سوائے انتظار کے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ اور کچھ خواہشات ایسی ہوتی ہیں جو انسان جانتا ہے کہ یہ اچھی نہیں ہیں۔ وہ خواہش رکھتا ہے اور ساتھ استغفار کرتا ہے کہ یہ خواہش ٹھیک نہیں ہے۔ دل کے اندر ہی ایسی خواہش کو روک دینا نیکی کی بات ہے۔ کیونکہ نفس ساتھ موجود ہے اس لیے ایسی خواہشات رہتی ہیں' کہ دوسروں کے باغ کا پھل' جب پاس سے گزرتے ہیں' تو کبھی توڑ ہی لیا جائے۔ پھر کہتا ہے کہ نہیں' توڑنا اچھی بات نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ایسی خواہشات بھی رہتی ہیں جن کا منفی رُخ ہوتا ہے۔ اُس خواہش کو اندر ہی اندر کاٹ دینا نیکی ہے۔ بری خواہش کو اپنے اندر عمل سے پہلے بند کر دینا بھی نیکی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ یہ نیکی کا ایک حصہ ہے۔ اب باقی جو Indispensible خواہشات ہیں' جو ناگزیر ہیں' وہ آپ کن لیں۔ اب جب یہاں پر آپ آئے تو آپ نے رہنا ہے' کھانا کھائیں گے اور اپنے وجود کے کسی حصے کو عمل میں لائیں گے تاکہ باقی حصے پرورش پائیں۔ مشکل بات ہے؟ آپ اپنے ہی وجود کے کسی حصے کو عمل میں لائیں گے تاکہ باقی وجود کے حصے پرورش پائیں۔ مثلاً ایک آدمی بولتا جا رہا ہے' زبان استعمال ہو رہی ہے' تو بولنے سے اُس کو جو ذریعہ معاش ملا اس ذریعہ معاش سے وجود کے باقی حصے پرورش پا گئے۔ کچھ لوگ بولتے نہیں ہیں وہ صرف دماغ استعمال کرتے ہیں۔ دماغ کے اندر اُن کا رزق موجود ہے۔ کچھ لوگ سماعت کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ Message آ گیا۔ پھر Message ریکارڈ کر لیا۔ اس طرح رزق موجود ہے۔ کچھ لوگ جو ہیں وہ ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں۔ کچھ لوگ دوڑتے جاتے ہیں' یہ رزق ہے کہ کھیل کو بھی ذریعہ رزق بنا لیا۔ ایسا پروفیشن بن جاتا ہے۔ اس طرح انسان کا رزق اس کے اپنے وجود کی حرکات میں ہے' وہ دریافت ہو جاتی ہیں اور باقی حصے پرورش پا جاتے ہیں۔ ایک تو انسان کی زندگی میں یہ دریافت کرنا ہے کہ اُس نے کمائی کرنی ہے اور جسم کے حصوں کو استعمال کرنا ہے تاکہ باقی حصوں کی پرورش ہو جائے۔ آپ لوگ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک تو یہ طریقہ ہے۔ اب اس کے اندر اُس کے پاس وقت نہیں رہتا' کہ دفتر گیا' آٹھ گھنٹے کام کیا' پھر آرام کیا' پھر اس کے پاس تھوڑا سا وقت رہ گیا۔ اب اس میں اُس نے کیا حاصل کرنا ہے۔ جو چیز کمائی ہے اس کو پھر استعمال کرنا ہے۔ گویا کہ اللہ کریم نے اس کو جس کام کے لیے اُسے یہاں دنیا میں بھیجا ہے اُس کے اندر آپ کے پاس ٹائم بھی تھوڑا ہے' محدود ایام ہیں۔ مثلاً نفس کا استعمال ہوگا' ضرور ہوگا' نگاہوں کا استعمال ضرور ہوگا' بیماری کا استعمال ضرور ہوگا' صحت کا استعمال ضرور ہوگا' واقعات کا استعمال ضرور ہوگا ___ مقصد یہ ہے کہ یہ جو مجبوریاں ہیں' اپنی بھی' والدین کی بھی' اولاد کی بھی' ان مجبوریوں سے گزرتے گزرتے آپ کے پاس وقت اور تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اور پھر آپ جتنے بھی قویٰ استعمال کرتے ہیں وہ استعمال ہوتے ہوتے کمزور ہو جاتے ہیں۔ پھر انسان کمزور ہو گیا' بوڑھا ہو گیا۔ اب اس سارے کے اندر دریافت کرنے والی بات یہ ہے کہ کون سا ایسا عمل کر لیا جائے۔ باقی کے سارے اعمال جو Routine کے ہیں' ہندو کے ساتھ بھی وہی ہیں' مومن کے ساتھ بھی وہی ہیں۔ اُن کے علاوہ ایمان پھر کیا ہے؟ کھانا کھائے گا تو ہندو بھی کھائے گا' کافر بھی کھائے گا' مومن بھی کھائے گا' کمائے گا بھی وہ' دونوں کمائیں گے۔ سائنس کے ذریعے کھائیں گے' آپ بھی سائنس کے ذریعے کھاؤ گے۔ سائنس ہی ہے ناں فیکٹری' جیسے اُن کی فیکٹری ہے ویسے آپ کی فیکٹری ہے' جیسے وہ دفتر میں جاتے ہیں ویسے آپ دفتر میں جاتے ہیں' کھانا جیسے وہ پکاتے ہیں آپ بھی پکاتے ہو۔ دوائیاں وہ کافر بناتے ہیں اور آپ استعمال کرتے ہو' کمپنیاں ساری وہی کی وہی۔ ڈاکٹر سارے اُسی انداز سے' ایم بی بی ایس کی وہی کتابیں۔ گویا کہ یہ زندگی تو ایمان کے علاوہ ہے۔ آگ جو آپ جلاتے ہیں کھانے کے لیے یہ مسلمانوں کی آگ ہے کہ کافروں کی آگ ہے۔ لکڑی کی آگ ہے' تیل کی آگ ہے' چولہے کی آگ ہے' گیس کی آگ ہے' یہ کیا آگ ہے؟ اس میں تو نہ اسلام ہے اور نہ اس میں کفر ہے' بس آگ ہے۔ آگ ہے' کھانا پکے گا۔ گائے جو ہے وہ جو دودھ دیتی ہے نہ وہ مسلمان ہے نہ وہ ہندو ہے۔ ہندوؤں کی ماں ہو سکتی ہے' تمہارے ساتھ اس کا تعلق ہی نہیں۔ اس کا دودھ جو آپ استعمال کرتے ہو وہ صحت کے لیے ضروری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ

زندگی' صحت کا تعلق' بیماری کا تعلق' تعلیم کا تعلق' آنے جانے کا تعلق' اس میں تو کوئی دین شامل نہیں ہے۔ بس جو ہے یہ چیکو سلواکیہ سے آتی ہے' بس جو ہے اٹلی سے آتی ہے' پتہ نہیں کہاں کہاں سے آتی ہے اور آپ اس میں اسلامی پیسے دے کے سفر کرتے ہو۔ بسیں جو گورنمنٹ کی چل رہی ہیں' جاپان کی گاڑیاں چل رہی ہیں' اس میں اسلام کا تو کوئی تعلق نہیں ہے' نہ ایمان کا تعلق ہے۔ آپ گئے اور بس میں بیٹھے' رکشے میں بیٹھے۔ دیسپا کس علاقے کا ہے؟ کدھر کا رکشہ ہے؟ اٹلی کا۔ اندازہ لگالو یہ رکشہ اٹلی سے آتا ہے۔ اٹلی مسلمانوں کا علاقہ ہے؟ ناں۔ یہ مسلمانوں کی بات نہیں ہے۔ گویا کہ وہ پاک لوگ ہیں یا ناپاک لوگ ہیں' انہوں نے رکشہ بنایا اور آپ کی پاکیزہ زندگی اُس پر سفر کررہی ہے۔ یہ تو کوئی بے تعلق سی بات ہے۔ گویا کہ اس زندگی کی بہت ساری حرکات جو ہیں اس کا اسلامی اور غیر اسلامی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان کو تو نکال دو۔ اب باقی جو بچا تو نیند کے عالم میں انسان نہ مومن ہے نہ کافر ہے۔ غافل ہے ناں اب' سو ہی گیا۔ اسی طرح بیماری کے عالم میں' بچپن کے عالم میں' اس طرح کے اور واقعات میں شعور کی موجودگی نہیں ہے۔ اب جو ہے ناں باقی اُن خواہشات میں سے' محدود خواہشات میں سے' دیکھو کہ کون سی ایسی خواہش ہے جس کا تعلق آپ کے ایمان سے ہے۔ وہ خواہش وہ ہونی چاہیے جو کافروں میں نہ ہو۔ وہ ضرورت کی خواہش بھی ہوسکتی ہے اور ضرورت کافر میں بھی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو بنایا اور سارے انسان برابر بنادیے۔ سب انسانوں کو یکساں آنسو ملے' یکساں تکلیف ملی' یکساں زندگی ملی۔ کچھ عرصہ کے بعد سارے چلے گئے۔ پہلے فرعون چلا گیا اور اُس کے بعد موسیٰ علیہ السلام بھی آ گئے۔ فرعون جا کے ملا ہوگا راستے میں' دوزخ میں جارہا ہوگا' موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ تم کہاں؟ کہتا ہے تم نے مجھے بھیج دیا میں اِدھر دوزخ میں جارہا ہوں۔ اور آپ کہاں؟ کہتے ہیں کہ اللہ نے مجھے بھی بُلالیا۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ رہے نام اللہ کا۔ اب اپنی خواہشات میں سے آپ دیکھو کہ دن محدود ہیں' زندگی محدود ہے' رہنا یہاں پر نہیں ہے' روٹین کی خواہشات ہیں' کچھ دیر ٹھہرنا ہے آپ نے۔ اور وہ خواہشات نہ دینی ہیں' نہ غیر دینی ہیں' ضرورت کی خواہشات ہیں۔ نیلی وژن جو ہے یہ آپ کی ضرورت کی خواہش ہے' نہ یہ مسلمان ہے نہ کافر ہے۔ یہ نیلی وژن ہے اور نیلی وژن لفظ ہی انگریزی کا ہے۔ مقصد یہ کہ آپ سوچو کہ اب آپ کے پاس ایسی کون سی خواہش رہ گئی اور کون سا ایسا وقت رہ گیا اور کون سا ایسا جُز و زندگی رہ گیا' کون سے ایسے اجزائے جسم رہ گئے جس سے آپ نے اسلام حاصل کرنا ہے۔ بس اس پہ آپ نے سوچنا ہے۔ میرا سوال سمجھ آ گیا آپ کو؟ اب جو روٹین کی زندگی ہے اُسے آپ دیکھو۔ اُس کے بعد آپ غور کرو کہ انہیں مقامات پہ کافر اور مومن میں کیا فرق ہے۔ کافر جو ہے الدنیا سجن المومن وجنت الکافر دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ جو شخص اس دنیا میں ہمیشہ ٹھہرنا چاہے اور جو شخص یہاں سے نکلنا پسند کرے یہ دو مختلف لوگ ہوگئے۔ ٹھہرنے کا مزاج اور ہے' یہاں سے نکلنے کا مزاج اور ہے۔ ٹھہرنے کا مزاج' ہمیشہ کے لیے ٹھہرنے کا مزاج' یہ عام طور پر کافرانہ مزاج ہے۔ ہمیشہ ٹھہرنے کا مزاج اور پختہ ٹھہرنے کا مزاج اور Concrete ٹھہرنے کا مزاج۔ لیکن جب یہاں سے نکلنے کا مزاج بنائیں گے کہ ہم اللہ کی طرف سے آئے انا للہ وانا الیہ راجعون جب آپ اللہ کی طرف رجوع کرو گے' نکلنے کا مزاج بناؤ گے تو یہاں سے آپ کا دین شروع ہوجاتا ہے کہ یہ زندگی عارضی ہے اور ہم ایک ابدی زندگی کی طرف رجوع کررہے ہیں۔ اِسی زندگی میں ٹھہر کر اُس زندگی کی طرف رجوع کرنا ایمان کی ابتداء ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یہاں سے ایمان شروع ہوجاتا ہے۔ پھر اُس کے بعد وہی وسائل جن کو ہم حاصل کررہے ہیں' مثلاً بڑی مشکل سے کھانا پکایا' کھانے لگا تھا تو فقیر نے صدا دے دی۔ اُس نے اپنا کھانا اُٹھا کے دے دیا۔ اب کھانا اپنے لیے پکایا ہے' مانگا کسی نے جس کا حق بھی نہیں ہے۔ جس نے کمایا' پکایا' اُس کا کھانے کا حق تھا۔ کھانے سے پہلے اُس نے ایک صدا کا حق لگالیا۔ اگر آپ نے اُٹھا کے اس کو دے دیا تو یہ دین شروع ہوگیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ گویا کہ اِسی زندگی کو اگر آپ شعور کے ساتھ استعمال کرو تو یہ زندگی جو ہے یہ دینی بن جاتی ہے۔ مثلاً آپ اللہ کا حکم سمجھ کے اس زندگی سے گزر رہے ہو

تو یہ دین ہوگیا' اُس کے فضل کے سہارے آپ چل رہے ہو تو یہ دین ہوگیا۔ زندگی میں آپ کو جو انعامات ملے ہیں اگر آپ شکر کرنے لگ جاؤ تو یہ دینی زندگی ہوگئی۔ مثلاً آپ کو آنکھیں ملیں' بینائی ملی' اب بینائی کا فائدہ؟ یہ اُس وقت محسوس ہوگا جب کوئی نظارہ آپ کو پسند آئے۔ نظارہ پسند نہ آئے تو بینائی بے کار ہے۔ اگر آپ کو یہ نظارے پسند آنے شروع ہوگئے' چہرے پسند آنے شروع ہوگئے' زندگی کے ساتھ کوئی دلچسپیاں شروع ہوگئیں تو پھر آپ کو اپنی بینائی کا لطف آئے گا۔ اس وقت بینائی کا شکر ادا کرنا اصل میں نظارے کا شکر ہے۔ نظارہ بھی اُس نے دیا اور نظر بھی اُس نے دی۔ دونوں کا آپ نے شکر ادا کیا کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ مجھے دیکھنے والا بنایا اور میرے دیکھنے کے لیے نظارہ بنایا۔ یہ دونوں چیزیں جو ہیں اس کا ہم شکر ادا کر رہے ہیں۔ صرف بینائی کا شکر ادا نہیں کر رہے بلکہ بینائی کے ساتھ اُس نے ایک منظر بھی دکھایا۔ گویا کہ بینائی ہو اور منظر نہ ہو تو یہ بھی آدھی زندگی ہے۔ بینائی بھی ہو' منظر بھی ہو اور شکر نہ ہو تو یہ زندگی بھی نامکمل ہے۔ یہ سائنس والے یا انگریز یا کافر بینائی بھی رکھتے ہیں' نظارہ بھی دیکھتے ہیں لیکن شکر ادا نہیں کرتے۔ اس لیے وہاں پہ وہ کافر ہیں اور اس منظر کے لیے آپ اللہ کا شکر ادا کرتے ہو جو آپ کی بینائی کو پسند آیا' یہاں سے آپ ایمان والے ہوگئے۔ اس لیے جو کھانا کھاتے ہیں اگر آپ اس کا شکر ادا کر رہے ہو' شکر ادا کرنے والے ہو تو آپ ایمان میں داخل ہوگئے۔ حتیٰ کہ کہتے یہ ہیں کہ مومن تکلیف میں بھی شکر ادا کرتا ہے' کہ تکلیف ہی اس کو اللہ کے قریب کر رہی ہے۔ تکلیف جو ہے اس کو اور رجوع کرا رہی ہے' غم اُس کو اور رجوع کرا رہا ہے۔ خدانخواستہ کوئی بچہ بیمار ہے' اصل میں تو ڈاکٹر کے پاس دوڑنا چاہیے۔ اُس کا بابا ڈاکٹر کے پاس چلا گیا اور ماں چلی گئی مصلّے پہ۔ اب مصلّے پہ کون سا ڈاکٹر ہے۔ یہ جو خیال ہے کہ دنیاوی تکلیف کے لیے مصلّے کی طرف رجوع کرنا' ایک الگ سا ہے' یہ مزاج ہے' یہاں سے دین شروع ہو جاتا ہے۔ ورنہ تو کوئی بیمار ہو تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ' پہلے فیسوں کا انتظام کرو' پھر ڈاکٹر نے کہا کہ جی یہ رخصت ہی ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ رخصت ہوگیا تو ہوگیا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس میں ایک اور بات ہے۔ تکلیف کہاں ہے اور علاج کہاں پر ہے؟ مسجد میں۔ اب بات سمجھے؟ تکلیف کہیں ہو رہی ہے اور اپنی تکالیف میں ایک ایسی ذات سے رجوع کرنا جس کا آپ کو مفہوم سمجھ نہیں آ رہا' بظاہر دیکھ بھی نہیں رہے۔ اُس کو ٹھیک کرنے والے جو دوسرے وسائل ہیں آپ اُن کے علاوہ کسی وسیلے کی طرف چلے جاتے ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں ناں؟ یعنی کہ وہ وسیلہ جو بظاہر متعلق ہی نہیں ہے۔ بجائے اس کے کہ تُو دعا کر رہا ہے تُو فیکٹری میں ملازم ہو جاتا کہ تجھے تنخواہ ملے۔ کہتا ہے ہمیں فیکٹری والی بات سمجھ نہیں آئی' ہم اللہ کی طرف ہیں۔ اللہ برکت دے گا' انہی پیسوں میں برکت دے گا۔ گویا کہ تکلیف کے اندر بھی وہ شکر ادا کرتے ہیں' رجوع الی اللہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد ہے کہ جو میرے بندے ہیں ان کو جب میں تکلیف میں' خوف میں آزماتا ہوں **ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرت** یعنی خوف میں' بھوک میں' مال کے نقصان میں' کوئی جانی نقصان ہوگیا اور پھل کا نقصان ہوگیا' پھل کا معنیٰ کھیت بھی ہے' کپاس کی فصل کا نقصان ہوگیا۔ تو وہ لوگ صبر کرتے ہیں اور پھر ان کے لیے اللہ کی طرف سے بشارت ہے۔ اس کا ترجمہ دانا یا فقیر لوگ یہ کرتے ہیں کہ مومن جتنا ایمان میں داخل ہوتا جائے گا' اُس کو صبر کا مقام جو ہے وہ شکر کا مقام نظر آئے گا۔ عام دنیا دار کے لیے جو مقامِ صبر ہے وہ اللہ کے بندوں کے لیے مقامِ شکر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تُو تو بیمار ہوگیا تو وہ کہتا ہے کہ الحمدللہ ___ کہتا ہے کہ الحمدللہ کس بات کا؟ وہ کہتا ہے کہ چٹھی آئی ہے اُدھر سے' چاہے جو بھی لکھا ہو ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے۔ چٹھی تو اُس کی طرف سے ہے۔ گویا کہ صبر کا مقام عام درجہ ہے۔ جب تکلیف ہوتی ہے تو دنیا دار غصہ کرتا ہے۔ یہ حقیقت سے بہت دُور ہے۔ غصہ کرنا اور جھگڑا کرنا خصیم مبین ہے' جھگڑالو ہے انسان۔ اگلا درجہ یہ ہے کہ انسان غصہ نہیں کرتا گلہ کرتا ہے۔ یہ بھی حقیقت سے دُور ہے۔ تیسرا جو ہے وہ برداشت کرتا ہے' صبر کرتا ہے۔ یہ بھی دُور ہے۔ چوتھا جو ہے وہ شکر ادا کرتا ہے کہ آپ جو کر رہے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں' جو تجھے میرے لیے منظور نہیں اپنے لیے مجھے بھی وہ

منظور نہیں' جو تجھے منظور ہے میرے لیے وہ مجھے بھی منظور ہے میرے لیے۔ یعنی کہ میں اس مقام سے توبہ کرتا ہوں کہ میں اپنے لیے کوئی ایسی چیز پسند کروں جو تجھے میرے لیے پسند نہ ہو۔ اے خدا میری دعا یہ ہے کہ میں ان دعاؤں سے توبہ کرتا ہوں جو تجھے منظور ہی نہیں ہیں۔ اس لیے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دعا کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو' مجھے اس خواہش کی توفیق عطا فرما جو تجھے پسند ہو۔ اس لیے میں اپنا Case اور اپنی زندگی جو ہے تیری خواہش کے تابع کرتا ہوں۔ یہاں سے ایمان شروع ہو جاتا ہے۔ آگے اس کی تفصیل ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہو؟ اگر انسان کلمہ پڑھنے کے بعد ایمان میں داخل ہو گیا تو پھر بھی آپ دیکھو کہ آپ کی زندگی' آپ کا وجود' سارا تو مومن ہو نہیں سکتا۔ اس میں آلائشیں ہیں' وجود کے اندر قباحتیں ہیں' اس میں ناپاکیاں بھی ہیں' تو سارا وجود کہاں سے پاکیزہ ہو۔ یہ پوتر ہونا بڑا مشکل ہے۔ جس طرح ایک گھر ہے' گھر کے اندر باتھ بھی ہیں' بلندیاں بھی ہیں' پانی بھی ہے۔ جس طرح شہر ہیں اسی طرح وجود بھی شہر ہے' اس کے اندر ہر طرح کی لغزشیں ہیں۔ وجود کے اندر ایسے حصے موجود ہیں جو ظاہر ہو جائیں تو ناپاکی ہے' چھپے رہیں تو پاکیزہ ہیں۔ گویا کہ ناپاکی کو چھپانا بھی پاکیزگی ہے۔ اس لیے اپنی ناپاکیوں کو اور ناپاک خواہشات کو اور ناپاک ارادوں کو چھپا دینا بھی پاکیزگی ہے۔ اس لیے اپنی برائیوں کا اظہار نہ کرنا۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ انسان کی ساری زندگی جو ہے وہ پاکیزگی میں استعمال ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کے اندر ہزار واقعات آ جاتے ہیں' صحت بھی خراب ہو جاتی ہے' صحت ٹھیک ہو جاتی ہے' بعض اوقات انسان مجبور ہو جاتا ہے' جیسا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ رشوت مجبوری ہے۔ یہ واقعات کی مجبوریاں ہیں۔ یہ جو آپ کا ہاتھ ہے اس نے کیا عبادت کرنی ہے۔ پھر عبادت کیا ہوئی؟ کون سا حصہ ہے جو عبادت کے لیے مخصوص ہے۔ سر آپ کا جھک گیا۔ اب عبادت کیا ہوئی؟ گویا کہ وجود کا سارا حصہ عبادت کی طرف رجوع نہیں کرتا اور نہ اس کو کرنا ہے۔ آپ یہ محسوس کرو کہ عبادت کے لیے کون سا حصہ مقرر کیا گیا ہے؟ وہ آپ کے دل کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں ہے۔ یعنی دل کا رجوع کرنا۔ اگر آپ دنیاوی کام بھی کر رہے ہو اور آپ کا دل جو ہے رجوع الی اللہ ہے تو پھر آپ کے لیے نیکی شروع ہو گئی۔ بات سمجھ گئے؟ اپنا دل سوائے یادِ الٰہی کے اور کسی کام میں لگانا نہیں چاہیے۔ آپ اپنا کام کر رہے ہیں' دنیاوی کام کر رہے ہیں لیکن اپنا دل اُدھر ہی لگا رہے۔ دل کی عبادت جو ہے یہ ظاہر بھی نہیں ہوتی اور محسوس ہی نہیں ہوتی۔ باقی جسم کا سارے کا سارا حصہ عابد نہیں ہوتا' باقی ساری زندگی عابد نہیں ہوتی۔ جس نے عابد ہونا ہے وہ آپ کے وجود کا وہ حصہ ہے جو سب سے زیادہ لطیف ہے اور وہ آپ کا دل ہے۔ اُس حصے کو اللہ کے قرب کی طرف رجوع کراؤ۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟ اس میں ایسی کوئی خواہش نہ آنے دو جو والہانہ پن پیدا کرے۔ ایسی خواہش نہ ہو جو جنون پیدا کرے۔ کوئی بھی دنیاوی خواہش۔ کہتے یہ ہیں کہ اپنے دل کے دروازے پر دربان بن کے کچھ عرصے کے لیے بیٹھ جاؤ۔ آپ بات سمجھے کہ میں نے کیا کہا؟

سوال:

دل کے دروازے پر دربان بن کے بیٹھ جاؤ۔

جواب:

ہاں' دربان بن کے کچھ عرصہ کے لیے بیٹھ جاؤ اور سوچو کہ یہ خواہش جو پیدا ہو رہی ہے یہ کیا ہے۔ خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر تو اُس خواہش کا تعلق اللہ سے ہو تو دل میں آنے دو اور اگر اس کا تعلق دنیا سے ہو تو اُسے دل کی دنیا سے باہر کر دو۔ کچھ عرصہ تک یہ کام کرو تو آپ کا دل مصفا ہو جائے گا' صفا ہو جائے گا۔ خواہشات کو آپ Sort Out کرو گے۔ مثلاً یہ جو خواہش ہے یہ چیز کیا ہے؟ یہ خواہش ہے کہ یہ ٹیپ ریکارڈر ہے۔ اگر اس خواہش کا تعلق میوزک کے ساتھ ہے' ڈانس کے ساتھ ہے یا اور واقعات کے ساتھ ہے تو یہ دنیا کی خواہش ہے۔ اگر اس کا تعلق کوئی اچھے واقعات کو ریکارڈ کرنے سے ہے تو یہ دنیا کے علاوہ کی خواہش ہے۔ اُس عمل کو آپ اس وقت ہو جانے کی اجازت دو' اُس کے لیے "کُن"

آپ کے پاس ہے۔ آپ بھی تو "کُن" کہتے رہتے ہو۔ کسی عمل کو ہونے کی اُس وقت اجازت دو جب آپ کا یہ خیال ہو کہ اس کے ہونے سے نیکی میں اضافہ ہے۔ یہ عمل جو ہے آگے کی طرف لے جائے گا۔ اس لیے دل کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کا دل جو ہے یہ کعبہ کے مثل ہے۔ اب اس کو ذرا غور سے سمجھو۔ یہ کعبہ کے مثل ہے یعنی مثال' اور اس کے اندر قبل از اسلام بُت موجود ہیں۔ قبل از اسلام کا زمانہ جو ہوا۔ بُت کا معنٰی ہے خواہشات' وہ خواہشات جن کا تعلق یہاں ٹھہرنے سے ہے۔ مثلاً پاور ہے' دولت ہے' آئے کا' غلّے کا سٹور ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں تو لمبا عرصہ ٹھہرنا پڑے گا' پتہ نہیں کب تک ٹھہرنا پڑے گا' اس لیے سب کچھ بھرلو۔ ایک آدمی نے دوپہر کا کھانا پکایا۔ کہتا ہے شام کا کھانا؟ اُس نے کہا کہ جس نے دوپہر کا دیا ہے شام کا بھی وہی دے دے گا۔ ایک کہانی بھی سُن لو' یہ یاد رکھنا کہ میں کیا کہہ رہا تھا تاکہ کہانی میں وہ بات ہی نہ بھول جائے۔ ایک درویش نے کسی درویش کی بڑی تعریف سُنی کہ فلاں علاقے کا درویش بڑا نیک ہے اور بزرگ ہے۔ وہ اس کی تلاش میں گیا' جا کے ملا اور مغرب کی نماز اُس کے پیچھے پڑھی۔ مہمان درویش اور میزبان درویش دونوں مل رہے ہیں۔ گفتگو کے دوران میزبان نے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ کہتا ہے کہ میں بہت دُور سے آیا ہوں' آپ کی تعریف سنی تھی' آ گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ یہ بتایئے کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ مہمان درویش نے کہا کہ اچھا' ذریعہ معاش تو میں بتاؤں گا' پہلے میں وہ تین فرض لوٹا لوں جو میں نے تمہارے پیچھے پڑھے ہیں' تُو تو درویش ہی نہیں لگ رہا یعنی کہ درویش ہو کے یہ پوچھتا ہے کہ ذریعہ معاش کیا ہے' دنیا اللہ کے کام ہیں' جس طرح وہ دیتا ہے اُس طرح لو۔ درویش جو ہیں وہ ذریعہ معاش کے بارے میں Worry نہیں کرتے۔ اب یہ ایک ایسی چیز ہے جو اس وقت دنیا میں کہنا بڑا مشکل ہے۔ لوگ پریشان ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہے۔ یہ بات [illegible] اگر آپ اسی سوال کو اور غور سے دیکھو تو جو شخص ذریعہ معاش کے لیے پاکستان سے باہر چلا گیا وہ آمدن جو آپ نے استعفاں [illegible] آمدن جو آپ [illegible] کو غیر ضروری کہہ دیا جائے' جرم کہہ دیا جائے' بینکوں کو بند کر دیا جائے' اس کی ضرورت ہی نہ رہے' پھر سوائے ضرورت کے اور کوئی ضرورت ہی نہ رہے تو ہر شے پوری ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ کوئی وقت کی بات نہیں ہے۔ بہرحال درویش جو ہیں وہ Worry نہیں کرتے۔ اس طرح لوگوں نے اور بڑی بڑی مثالیں دی ہیں کہ ایک درویش بڑے متوکل تھے انہوں نے ٹکڑا بھگو کے کھالیا اور پھر جو بچا وہ صبح کے لیے رکھ لیا۔ ان کی بیوی ناراض ہوگئی کہ تو کیسا متوکل ہے' اب تو کھایا ہے اور صبح کے لیے کیا رکھنا' اس کو کسی کو دے دو۔ ایک اور درویش کا واقعہ ہے کہ تہجد پڑھ رہا تھا' اُسے Concentration نہ ہوئی' توجہ نہ ہوئی۔ بڑا پریشان ہوا کہ آج لطف نہیں آ رہا۔ دوڑا بھاگا' گھر گیا کہ کوئی چیز تو نہیں رہ گئی۔ دیکھا کہ تھوڑا سا روٹی کا ٹکڑا پڑا تھا۔ وہ جا کے تقسیم کر آیا' پھر آ کے تہجد ادا کی۔ مقصد یہ ہے کہ جمع کرنے والا انسان جو ہے وہ عبادت کے لطف سے محروم رہتا ہے کہ جمع مال وعددہ مال جمع کیا اور گنتا رہا۔ بہرحال یہ الگ سی بات ہے ___

ہاں تو بتایئے کہ میں کیا کہہ رہا تھا؟ بولیں۔

سوال:

دل مثل کعبہ ہے۔

جواب:

اس کے اندر اسلام سے قبل جو بُت موجود ہیں' آپ کے دل میں اسلام ابھی داخل نہیں ہوا' تو جو بُت موجود ہیں وہ خواہشات ہیں۔ اگر آپ اُن خواہشات کے بتوں کو ایک ایک کر کے Eliminate کرتے جاؤ' نکالتے جاؤ تو یہ عین کعبہ ہے۔ ایک حدیثِ قدسی ہے کہ قلب المومن عرش اللہ مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔ اور یہ کہ مومن جو ہے اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کا قلب ہوتا کیا ہے؟ مومن کا قلب یا مومن کا دل وہ ہوتا ہے جس دل کے اندر دنیاوی خواہشات ٹھہر نہ

سکیں ۔ گویا کہ انہیں نکالنا ہے' آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا' آپ نے صرف اُس کی صفائی کرنی ہے یعنی اپنے وجود کی۔ اللہ خود بخود ہی آتا ہے۔ آئینہ جو ہے اِسے آپ نے پالش کرنا ہے' خواہشات کو ترک کرنا ہے' باقی واقعہ خود بخود ہونا ہے۔ اللہ تلاش کا نام نہیں ہے' اللہ انتظار کا نام ہے۔ یہ انتظار کا نام ہے اور پاکیزگی کا نام ہے۔ ایک بندہ اللہ کو تلاش کرنے گیا' اُس کو درویش ملا۔ کہتا ہے کہ کہاں؟ کہتا ہے کہ اللہ کی تلاش میں ۔ کہتا ہے کہ پھر اُس علاقے کے اللہ کو میرا سلام کہنا' اس علاقے کے اللہ کو چھوڑ چلے ہو' جب ایک ہی اللہ ہے تو پھر قصہ کیا ہے۔ اس لیے جہاں سے تم علاقہ چھوڑ کے جا رہے ہو وہاں اللہ نہیں ہے؟ اللہ ہر حال میں ہے۔ اسی طرح رازق ہر حال میں ہے' توجہ چاہیے۔ دل جب صفا ہو جاتا ہے تو اس کا عرش ہے۔ پھر مومن جو ہے اپنے دل کے رجوع کے اندر جب نماز پڑھے تو وہ نماز کعبہ میں ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہاں بیٹھ کے اُس نے کیسے کہہ دیا کہ میں کعبہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ کہتے ہیں کہ یہ جو فقیر تھا اس نے جھوٹ بولا" وہ تو وہیں تھا' ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اب کہتا ہے کہ میں کعبہ میں نماز پڑھ کے آیا۔ وہ ٹھیک کہتا ہے کہ' وہ نماز اُس نے اپنے دل میں پڑھی ہے ۔

بٹھا کے دل میں انہیں اُن کی ہی نماز پڑھی
انہی کے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا

اس لیے وہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اُن کی نماز اپنے دل کے حرم کے اندر ادا ہو۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نماز کعبہ میں ادا ہوئی۔ یہ تب ہے اگر اُن کو ایسا مقام ملے تو۔ بہر حال ایسا ہو سکتا ہے۔ Possible تو ہے ناں۔ یہ دل جو ہے اس کو ہمیشہ اس دنیا میں نہ لگاؤ۔ اس کا رجوع اُدھر کی طرف ہے اور خود بخود ہی ہے۔ اس لیے ایمان کی بات صرف اتنی ہے کہ اس زندگی کے اندر' زندگی کے احکامات جو ہیں ان کی بجا آوری میں دل Involve نہ ہو۔ مثلاً بچے ہیں' بچوں سے محبت کرنا فطری بات ہے' اللہ کا حکم ہے' محبت کرو' پرورش کرو لیکن اللہ اور بچوں کے درمیان اگر کبھی Choice ہو جائے تو پھر اللہ ہو۔ اور یہ چانس اکثر ہو جائے گا کہ اولاد کا تقاضہ یہ ہے اور دین کا تقاضہ وہ ہے۔ انسان اکثر اولاد کے لیے چلا جاتا ہے اور دین کا تقاضہ چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے وہاں پر جو اللہ کے دوست ہیں وہ پھر وہاں پر دین کا تقاضہ پورا کرتے ہیں' اولاد کا نہیں۔ مثلاً آپ کربلا کے اندر دیکھو' بڑوں کے ساتھ جو ہوا سو ہوا' ایک بچہ معصوم ہے' بچے کے لیے سارا واقعہ چھوڑ دینا چاہیے تھا لیکن نہیں۔ انہوں نے اپنا مقصد قائم رکھا' بچہ بھی اپنے ہاتھ سے قربان ہونے دیا۔ مقصد تو یہ واقعہ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اس دنیا کے تقاضوں کو دین کے تقاضے میں حائل نہیں ہونے دیتے۔ بس اتنی سی بات آپ نے کرنی ہے۔ اسی زندگی کو عبادت بنا لیا کہ آپ جا رہے ہیں' دنیا کے کام کرتے جاؤ' کماؤ کھاؤ پیو وغیرہ وغیرہ۔ لیکن رجوع اللہ کی طرف رکھو۔ جس طرح گھڑا بھرنے والی لڑکی ہوتی ہے کہ وہ سب سے بات کرتی ہے لیکن اس کا دھیان گھا گھر کے اندر ہی ہو کہ وہ گر نہ جائے۔ اس لیے آپ کا دھیان اپنے اندر ہو کہ ہم یہاں پر آئے ہیں اور یہاں سے نکل جانا ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے' چار دن کے بعد یہاں ہر شے ختم ہو جائے گی۔ اور آپ دیکھ رہے ہو کہ آپ سے پہلے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ نے کتنے جنازے دیکھے ہیں تو میرا خیال ہے کہ بہت جنازے دیکھے ہوں گے۔

سوال:

سینکڑوں دیکھے ہیں۔

جواب:

سینکڑوں جنازے دیکھنے کے بعد اپنے جنازے کا امکان ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ بس اتنی سی کہانی ہے۔ جب یہ امکان ہی ہے تو پھر جو کچھ آپ نے حاصل کیا وہ تو یہیں رہ گیا۔ جو یہیں رہ جانا ہے اُس کو آپ نے اُٹھایا کیا۔ مقصد یہ ہے کہ جو چیز آپ نے یہاں سے حاصل کی ہے وہ یہیں کی چیز تو یہیں رہ جانی ہے اور آپ مسافر ہو' آپ نے نکل جانا ہے۔ نکل

جانے والے نے ٹھہر جانے والے سے دوستی کیسے کی؟ تعجب تو یہ ہے کہ وہ نکل جانے والا تھا اور یہ ٹھہر جانے والا ہے تُو نے یہ Combination بنایا کیسے؟ بس اتنی سی بات سمجھ آ جائے تو دین شروع ہو جاتا ہے کہ نکل جانے والا کون ہے اور ٹھہر جانے والا کون ہے۔ روح نکل جانے والی شے ہے اور وجود ٹھہر جانے والی شے ہے۔ اپنے وجود کی محبت آپ میں نہیں ہونی چاہیے آپ کے اندر روح کی محبت ہونی چاہیے۔ روح جو ہے وہ راجع الی اللہ ہے۔ اس لیے دنیا کے اندر دنیا کے ساتھ محبت نہیں ہونی چاہیے اپنی مسافرت سے محبت ہونی چاہیے کہ ہم مسافر ہیں

مسافر ہے تو اے بازارِ امکاں کے تماشائی

کہاں تک خود پسندی اور خود رآئی ہوگی آخر تجھے جانا ہی ہے۔ جب جانا ہے تو جانے کا انتظام کرو۔ آپ نے یہاں سے کچھ لے نہیں جانا۔ وہ کہتے ہیں ناں کہ یہاں سے نیک عمل لے کے جائیں تو کچھ بھی نہیں لے کے جائیں گے نیک عمل چھوڑ کے جائیں گے۔ یہاں سے تو کچھ لے کے نہیں جانا۔ جتنا آپ نے یہاں نیکی کا عمل کیا ہے وہیں آپ کے وصال پر بٹن دیا جائے گا کہ نیکی اتنے نمبر پہ ہے بدی اتنے نمبر پہ ___ گویا کہ نیکی وہ ہے جو آپ یہاں کر چلے ہو نیکی وہ جو آپ اس دنیا میں کر چلے ہو اگر آپ کو ایک بات بتا دی جائے کہ دنیا لامحدود ہے اور آپ لامحدود ہو یہ دنیا جو ساری انسانوں کی دنیا ہے وجود کی دنیا کائنات کی دنیا سورج چاند ستاروں کی دنیا یہ ساری ___ یہ کیا ہے آپ کے مقابلے میں؟ لامحدود اور آپ محدود۔ اگر تھوڑا سا یہ خیال آ جائے کہ سارا لامحدود الٰہیات ہے اور تم انسانیات ہو تو پھر یہاں اس سارے کے ساتھ تمہارا جو عمل ہے وہی عبادت ہے۔ کیونکہ وہ لامحدود ہے اور تم محدود ہو تو لامحدود جہاں بھی ہوگا الٰہی ہوگا۔ آپ کے خیال میں لامحدود ہے۔ اس لیے قطرہ جہاں ہوگا محدود ہوگا سمندر قلزم جہاں ہوگا وہ لامحدود ہوگا۔ قطرے کے اندر قلزمیت کا جو خیال ہے یہ عبادت ہے۔ جہاں قطرے نے کہا کہ انا البحر وہاں وہ لامحدود ہو گیا۔ اس لیے کبھی کبھی آپ کے اندر اس کائنات اور اس زندگی اور ان انسانوں کے ساتھ نیکی کی خواہش پیدا ہو جائے گی وہی الٰہیات ہے۔ اور اگر آپ کا انسانوں کے ساتھ جھگڑا ہے نفرت ہے تو سمجھو کہ آپ کا ایمان کمزور ہو گیا۔ آپ کے پاس چند سال کی زندگی ہے اور کائنات میں وقت لامحدود ہے۔ وقت الٰہیات ہے اور تم انسان ہو۔ اس وقت کے ساتھ آپ نے کیا Contribute کیا یہ آپ کی عبادت ہے۔ گویا کہ لامحدود ایام ہوں اعمال ہوں وقت ہو زمانہ ہو زمانہ دنیا کے طور پر زمانہ قائم کے طور پر زمان و مکان کے طور پر ___ اُس کے اندر آپ نے جو کچھ عمل کیا یہ عبادت ہے اور یہی آپ کا نتیجہ ہوگا۔ آپ محدود ہو اور باقی سب لامحدود ہیں۔ محدود کا عمل لامحدود کے ساتھ یہی نتیجہ لائے گا۔ اس لیے آپ آہستہ آہستہ اس میں نیکی کرتے جاؤ۔ کبھی اتفاق سے کوئی ایسی نیکی ہوگی جو بڑھنے والا درخت ہو گیا تو آپ کی نیکی پھیل جائے گی۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ نیکی کرتے جاؤ اور ایک یہ ہوتا ہے کہ نیکی کا بیج کسی مناسب جگہ پر بو دو۔ اب وہ درخت بن جائے گا تو وہ ساری نیکی آپ کے نام۔ کسی انسان کے ساتھ اگر ایسی نیکی کر دی جو اُس کی Development میں کام آ جائے تو یہ نیکی بڑھتی جائے گی۔ مثلاً کسی بچے کی تعلیم بند ہو گئی تھی وہاں اُس کی فیس آپ نے دے دی۔ اُس کا ساری عمر کا حاصل جو ہے وہ آپ کے نام ہوگا۔ اس لیے آپ اس زندگی میں بڑی توجہ سے دیکھو بڑے موقعے ملیں گے آپ کو عبادت کے بڑے موقعے ملیں گے آپ کو اپنی زندگی میں ترقی کرنے کے اور الٰہیات کو سمجھنے کے۔ اس کا اور طریقہ یہ ہے یہ بڑا غور طلب طریقہ ہے غور کرنے والا۔ کہ آپ یہاں زندگی میں موجود ہیں اور آپ کی ساری نسبتیں وصال میں ہیں پھر آپ اگر وصال میں جانا نہیں چاہتے تو آپ کی نسبت ہی کمزور ہے۔ آپ کلمہ پڑھتے ہو بزرگوں کو یاد کرتے ہو فقراء کو یاد کرتے ہو یہ نسبتیں ہیں حجرہ شاہ مقیم کو یاد کرتے ہو داتا صاحبؒ کو یاد کرتے ہو اور اجمیر شریف کو یاد کرتے ہو۔ اب یہ سارے کے سارے جو بزرگ ہیں کہاں ہیں؟ پردے کے پرلی طرف۔ پردے کے پرے تم جانا نہیں چاہتے اور کہتے ہو محبت اُن کے ساتھ ہے۔ یہ محبت تو غلط ہو گئی۔ لہٰذا اس زندگی کے ساتھ محبت کرنے والا اگر دعویٰ پردے کے

پار والے لوگوں سے محبت کا کرے تو وہ جھوٹا ہو جاتا ہے۔اس لیے اگر آپ کو پردے سے پار والوں کے ساتھ محبت ہے' آپ نے کلمہ پڑھا ہے اور آپ رجوع کرنا چاہتے ہو تو پردے کے پار جا کے دیکھو۔اور یہ پردہ زندگی ہے۔اس لیے آپ کو دیدار کی تمنا ہے' زیارت کی خواہش ہے تو پھر زندگی کے پردے سے نکلنے کی خواہش ہونی چاہیے۔کہتا ہے کہ زندگی کا پردہ چاک نہیں کرنا اور زندگی کے پرے بھی دیکھنا ہے' تو یہ جھوٹا ہے۔اس لیے آپ کو دین کی بات تب سمجھ آئے گی جب آپ اس زندگی کے دامن کو چاک کرنے کی خواہش پیدا کرو گے۔اس دامنِ ہستی کو چاک کرنے کے بعد ہی ہستی کا راز آشکار ہوتا ہے اور ہستی کا راز آشکار ہو جائے تو حقیقت سمجھ آ جاتی ہے۔آپ میری بات سمجھ رہے ہیں کہ نہیں؟ اب آپ اپنی خواہشات کو دیکھو۔ حافظ صاحب اگر ہم آپ کو یہ کہہ دیں کہ تعالیٰ آپ کو دیدار کرائے اور آپ رخصت ہونے کا جلدی انتظام کریں' آج ہی' تو آپ کیا کہیں گے؟ کہ تھوڑے سے کام رہتے ہیں' بچوں کا خیال' دیکھ بھال وغیرہ ___ آپ کو فوری طور پر جانے کی تمنا نہیں ہوتی' خواہش ضرور ہے۔بس یہ جو رکاوٹ ہے یہی آپ کا پردہ ہے۔اس کو دُور کرو۔کبھی فرائض کے نام پر' کبھی مجبوریوں کے نام پر' کبھی کسی اور چیز کے نام پر۔اگر آپ کو یہ کہا جائے کہ ہم یہاں بیٹھے ہیں اور وہ دوست جس کی آپ کو تمنا تھی وہ باہر ہے' تو پھر نکل جاؤ ناں کمرے سے۔لیکن نکلتا نہیں ہے۔آپ کو کہا جائے کہ آپ کے دوست آئے ہوئے ہیں' باہر چلو۔کہتا ہے کہ دھوپ کا موسم ہے ورنہ دوست کی تو بہت تمنا ہے۔اس لیے آپ لوگ اگر کلمہ پڑھتے ہو' اگر آپ کو یقین ہے اور محبت ہے' بانیٔ دینِ مبیں سے محبت ہے تو پھر جہاں اُن کا مقام ہے اُس طرف رجوع کرنے کی خواہش ہونی چاہیے۔یہاں جو آستانہ ہے' مدینہ شریف ہے' یہ تو آستانہ ظاہر ہوا ناں' سفر کا مقام ہوا' لیکن جو ذات کے ساتھ تعلق ہے' جس مقام پر بھی وہ ذات ہو' اس سے رجوع کرنا چاہیے۔جس آدمی کو ماضی کے کسی بزرگ سے کوئی نسبت ہو جائے اُس کو حال کی زندگی ترک کرنے میں کوئی دیر نہیں ہے۔بات سمجھ آ رہی ہے کہ نہیں آ رہی؟ اس لیے یہ حال کی زندگی جو ہے یہ آپ کے لیے سرمایہ ہے' سرمایۂ ایثار' قربانی کا سرمایہ ہے۔آپ یہ دُنبہ پال رہے ہو اور جب قربانی کا موسم آ جائے تو اِسے ذبح کر دینا۔آپ کہتے ہیں کہ اگلے سال کریں گے۔یہ نہیں ہونا چاہیے۔دین کی اتنی سی خواہش ہے کہ آپ اپنی زندگی میں یہ کریں۔ساری زندگی جو ہے یہ دین نہیں' سارا وجود دین نہیں ہے' ممکن ہی نہیں ہے۔ایک عمل' دل کی خواہش' رجوع الی اللہ' رجوع الی الرسول ہو۔رجوع ہی کرنا ہے۔جس نے فضل کا انتظار کیا اُس پر فضل شروع ہو گیا۔جس نے تکلیف پر شکر ادا کیا اُس کا شکر منظور ہو گیا۔وسیلہ جو ہے وہ عمل بھی ہے اور ذات بھی ہے۔یہ چغتائی صاحب کا سوال تھا۔لیکن سب سے بڑا وسیلہ فضل ہے۔اُس کا فضل ہو جائے تو یہ وسیلہ ہے۔ہمارا' مومنوں کا وسیلہ جو ہے نہ عمل ہے' نہ کوئی پیر ہے' نہ شیخ ہے' سب سے بڑا وسیلہ کون ہے؟ فضل! کہ یا اللہ تیرا فضل ہونا چاہیے۔فضل ہو جائے تو سارا مقام ہی ٹھیک ہے۔اگر وہ عدل کرے تو سب تھر تھر کانپ جائیں اور فضل کرے تو سب ٹھیک ہے۔یا اللہ تُو مہربانی فرما' ہم پر فضل کر۔یارب العالمین ہماری زندگی کو ہمارے اعمال کی روشنی میں نہ جانچنا' اپنی رحمت کی روشنی میں ہم پر فضل کر۔تُو رحم کرنے والا ہے اور تُو فضل کرنے والا ہے۔فضل کا مطلب یہ ہے کہ حق کے علاوہ دینا۔ انصاف کا مطلب کیا ہے؟ حق کے مطابق دینا۔رحم کا مطلب کیا ہوا؟ اُس کے لیے رعایت کرنا۔فضل کا مطلب ہے کہ بالکل ہی ماسوا ہو' بندہ کدھر جا رہا ہے اور اُس کو کچھ اور دے دینا۔ظلمات سے نور میں داخل کرنا فضل ہے۔انسان اندھیرے میں جا رہا تھا' اُس کو وہاں سے اُٹھا کے نور میں داخل کر دیا۔یہ کیا ہے؟ فضل۔اندھیرے کو کم کرنا' روشنی کرنا' یہ رحم ہے' یہ آہستہ آہستہ بتدریج ہے۔لیکن یک لخت' Categorical Change جو ہے یہ فضل ہے۔کہ ہم اس قابل ہی نہیں تھے کہ تیری رحمت نے ہم پر فضل کیا۔اس لیے دعا کرو کہ یا اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرما اور ہمیں ہمارے اعمال کی عبرت سے بچا' اعمال کی ''چونڈی'' سے بچا' اعمال ہمیں پکڑے بیٹھے ہیں' ہم غلطی سے بہت غلطیاں کر بیٹھے ہیں لیکن اب ہم تیرے سامنے آئے ہیں تو ہماری غلطیاں تُو اپنے فضل سے دُور کر دے' غلطیوں کی یاد بھی دور کر دے' وہ احساس بھی دور کر دے' ہمیں اپنے فضل میں

داخل کر لے تا کہ ہم ایک نئی زندگی بسر کریں نیا زمانہ بسر کریں اور ہمیں اپنے دامن رحم میں جگہ دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونورعرشه حبیبنا وشفیعنا وسیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآله واصحابه اجمعین. آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

———•••———

(4)

1 سر! آپ نے فرمایا تھا کہ ظلم نہ کرنا' تو یہ ظلم کیا ہے؟

2 اگر ظلم لاعلمی میں ہو جائے تو کیا اس کی بخشش ہو جاتی ہے؟

3 سر عورت اور مرد دونوں کی اسلام کی کیا حیثیت ہے؟

4 قرآن پاک میں جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو یہ کیا ہے؟

5 مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت اس کا ہر حکم مانے اور نہ بولے اور وہ مرد جو کام کر رہا ہے وہ سب ٹھیک کر رہا ہے۔

6 عورت بہت سے مراحل سے گزرتی ہے..... پھر بھی اس کو وہ عزت کیوں نہیں دی جاتی۔

7 سر! قرآن کا حکم تو یہ ہے ادفع بالتی ھی احسن .....

8 ایک دفعہ خدا سے قربت کا لمحہ جو انہیں نصیب ہوتا ہے اُس کے بعد عمر دوسرے لمحے کے انتظار ہی میں کٹتی ہے۔

9 سر! آنسوؤں کا زمانہ بھی تو عطا ہی ہے۔

10 انسان فطرت کیسے پہچانے؟

11 پہچان کیسے کریں؟

12 سر! کیا نصیب جو ہے دعا یا عبادت سے بدل سکتا ہے۔

13 کیا جنت اور دوزخ بھی نصیب سے ہیں؟

14 پیدائش سے پہلے سب انسان بچے کی صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں' پھر اللہ نے کسی کو اچھا نصیب اور برا نصیب کیوں دیا ہے؟

15 اگر نصیب نہیں بدل سکتا تو پھر نہ کوئی عبادت کرے اور نہ حساب کتاب کرے' نہ کوئی کوشش کرے ___

16 وہ رب جو احسن الخالقین ہے' وہ رب جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہتا ہے' وہ انسان کو بدصورت کیوں پیدا کرتا ہے۔

17 اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب اچھے نہیں ہیں۔

18 ایک شخص کو درد انگیز کیفیت میں کیوں پیدا کیا جاتا ہے اور دوسرے شخص کو کیوں ایک خوب صورت ماحول میں پیدا کیا جاتا ہے؟

19 اگر نصیب نے بدلنا ہی نہیں ہے تو کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

12-05-89

بلال صاحب کے گھر (2+1)

سوال:

سر! آپ نے فرمایا تھا کہ ظلم نہ کرنا' تو یہ ظلم کیا ہے؟

جواب:

میں نے کہا تھا کہ گدھے پر زین نہ کسو اور گھوڑے پر وزن نہ لادو۔ جو عربی النسل گھوڑا ہے وہ زین کے لیے ہے' سواری کے لیے ہے اور گدھا بوجھ کے لیے۔ دونوں کی فطرت الگ الگ رکھو اور ماسوائے فطرت کام نہ لو۔ استعداد سے زیادہ کام نہ لو' یہ ظلم ہے۔ ایسا کام نہ لو جو اپنے ساتھ نہیں چاہتے' یہ ظلم ہے۔ باقی یہ تو Define کر دیا گیا ہے کہ یہ چیز ظلم ہے' وہ ظلم ہے ___ ظلم نہ کرنے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ کے قریبی حلقے میں' نزدیک کے دائرے میں' دور کے دائرے میں' جمیع عوام الناس کے دائرے میں' بین الاعم دائرے میں' آپ کے گھر میں رہنے والے' آپ کے قریب رہنے والے' آپ سے منسوب رہنے والے' آپ سے وابستہ رہنے والے جو ہیں ان تمام لوگوں کو غلط استعمال نہ کرنا۔ ان لوگوں پر بوجھ نہ لادنا۔ یعنی کہ ان پر ایسا ظلم نہ کرنا کہ یہ لوگ زندگی سے اُکتا جائیں۔ ان کو زندگی میں خوش خیال اور خوش حال رہنے دو۔ جو گانے والے پرندے ہیں ان کو گانے کا موقع دو' جو اُڑنے والے پرندے ہیں ان کو اُڑنے کا موقع دو۔ مطلب یہ کہ ہر چیز کو اس کے قدرتی مزاج کے مطابق ماحول فراہم کرو' ورنہ ظلم ہو جائے گا۔ بات سمجھ میں آئی آپ کو؟ تو ظلم کیا ہوا؟ اگر کسی شے کو اس کا قدرتی 'Natural' ماحول فراہم نہ کیا جائے تو یہ ظلم ہوتا ہے۔ ہر آدمی اپنے اپنے دائرے میں ہوتا ہے' تو اس کو دائرے کے اندر آسانی فراہم کرو تاکہ وہ آدمی اپنی زندگی پر خوش اور خراماں خراماں چلتا جائے ورنہ ظلم ہو جائے گا۔ اپنی استعداد کے علاوہ کام کرنا خود پہ ظلم ہے۔ اسے کیا کہیں گے؟ اپنے آپ پر ظلم۔ اپنے آپ پر ظلم یہ ہے کہ جس کام کے لیے آپ Meant for نہیں ہیں وہ کام آپ کرنے لگ جائیں' جو کام آپ سے منسوب نہیں ہے' آپ وہ کرنے لگ جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ صاحبان' قدردان میں فلاں چیز آپ کے لیے لایا ہوں ___ جو آپ لا نہیں سکتے وہ کہاں سے لائیں گے۔ جس کام کے لیے آپ وقف نہیں ہیں یا مقرر نہیں ہیں یا آپ مامور نہیں ہیں' وہ کام کرنا اپنی جان پر ظلم ہے' ہلاکت ہے۔ آدھے سے زیادہ لوگ یہی کرتے ہیں۔ اسی لیے فرمان ہے کہ "اور تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا"۔ بے شمار لوگ ایک لفظ کی ہلاکت میں ہیں' لفظ آپ کو بتاتا ہوں "مبالغہ" تو وہ مبالغے کی ہلاکت میں ہیں۔ یہ بڑا ظلم ہے۔ اگر مبالغہ نکال دیا جائے تو میرا خیال ہے کہ زندگی کا معاملہ طے ہو جاتا ہے۔ مبالغے کا مطلب کیا ہے؟ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے بلند ظاہر کرنا۔ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے کم ظاہر کرنا ایک طرح سے ظلم ہے مگر وہ برداشت کے قابل ہے۔ لیکن اپنے آپ کو اپنی ہستی اور اپنے Status سے بلند ظاہر کرنا بہت ظلم ہے۔ آدھے لوگ تو اس ظلم میں گرفتار ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے زیادہ بلند کرنے میں وقت گزارتے ہیں اور دوسرے کو تکلیف دینے میں وقت گزارتے ہیں۔ یہ ظلم ہے۔ بلکہ بہت سارے لوگ اپنا بہت سارا وقت اور بہت سا پیسہ ضائع کر کے صرف دوسروں کو تکلیف پہنچانے میں مصروف ہیں۔ اس سے پوچھا کہ تُو روتا کیوں ہے تو وہ کہتا ہے کہ تُو ہنستا کیوں ہے؟ ہنسنے والے کو اس کے رونے پر ہنسی آ رہی ہے اور رونے والے کو اس کی ہنسی پہ رونا آ رہا ہے۔ جس کو ہنسی پہ رونا آ رہا ہے وہ ظالم ہے۔ جس کو رونے پہ ہنسی آ رہی ہے ممکن ہے کہ وہ غیر جانب دار ہو' ظالم نہ ہو لیکن یہ ظلم ہے کہ کسی کی ہنسی پہ تم رونے لگ جاؤ۔ کہتا ہے کہ میں اُداس ہوں اس لیے کہ تم خوش ہو۔ کسی کی خوشی کو برداشت نہ کرنا ظلم ہے۔ اکثر لوگ

دوسرے کو خوش دیکھ کے' مسرور دیکھ کے ظلم کرنے لگ جاتے ہیں۔ ظلم کی تعریف بڑی آسان ہے' یہ کہ قدرت کے حکم کے علاوہ کام کرنا' اللہ کے مقرر کیے ہوئے انصاف کے علاوہ کام کرنا' کسی انسان سے اس کی فطری صلاحیتوں کے علاوہ کام لینا اور اس پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ڈالنا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں تمہاری استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور انسان ہے کہ وہ استعداد سے زیادہ بوجھ ڈالتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ ایک ظلم ہے کہ آپ کسی کو خوراک مہیا کرو' لباس بھی مہیا کرو بلکہ تمام آسانیاں مہیا کرو لیکن اس کا جوہر ضائع کردو۔ یہ سب سے زیادہ ظلم ہے اور یہ ظلم بڑے ہی ظالم لوگ کرتے ہیں۔ وہ کیا کرتے ہیں؟ کہ اس کو ہر فراوانی دے دی' ہر آسانی دے دی' ہر آسائش دے دی' بلبل کو کھانا دے دیا' بلبل کو دانہ دے دیا لیکن گانا نہ دیا۔ اگر بلبل کو گانے نہ دیا تو نتیجہ یہ ہے کہ یہ ظلم ہے' ہر چند کہ ہر چیز موجود ہے۔ وہ چیز جو فطری صلاحیت ہے یا جو فطری خواہش ہے وہ روک دی گئی یا اصلی' ذاتی جوہر کو روک دیا۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو تو ہر چیز ملی ہوئی ہے' آپ کے پاس بہت دانے ہیں' بہت گندم ہے' دوسری چیزیں بھی ہیں لیکن یہ بتاؤ کہ وہ جو شب بیداری ہے وہ کہاں ہے۔ تمہاری نیم شبی کی آہ' آہ نیم شبی جو ہے وہ کدھر ہے۔ کہتا ہے کہ اس سے تو اللہ نے بچالیا۔ اللہ نے تمہیں بچالیا ہے یا اللہ نے تجھے محروم کر دیا ہے؟ مطلب یہ کہ وہ جو اصلی بات تھی' جو ہر تھا' وہ Nip ہوگیا' ضائع ہوگیا۔ گلاب کے اندر رنگ بہت آگئے' سائز بڑا ہوگیا لیکن خوشبو نہیں ہے۔ اگر گلاب میں رنگ ہے اور خوشبو نہیں ہے تو یہ ظلم ہوگیا۔ گلاب کا جوہر کیا ہے؟ اس کا جوہر خوشبو ہے۔ یہ اس کا ذاتی جوہر ہے۔ تیرا ذاتی جوہر اگر ضائع ہوگیا تو یہ ظلم ہے۔ اگر تم نے کسی کا ذاتی جوہر ضائع کردیا تو تم نے اس پر ظلم کیا۔ وہ کون ہے جو تمہارے خلاف فریاد کررہا ہے؟ وہ جو فریاد کررہا ہے وہ تمہارا ظلم ہے۔ گویا کہ ظلم کیا ہوگا؟ اگر قیامت کا دن ہو اور دربار عام خاص ہو اور وہ شخص جو تمہارے خلاف فریادی بن جائے تو تُو نے اس پہ ظلم کیا ہوگا۔ ظلم کی بعض اوقات ایک اور قسم ہوتی ہے کہ ظالم کو خبر نہیں ہوتی اور مظلوم جو ہے ظلم محسوس کررہا ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔ یہ کون سی کیفیت ہے؟ کہ دوسرا شخص جہاں کسی عمل کی توقع کررہا ہے اور تم اس عمل پر نہیں پہنچ پا رہے ہو تو یہ غفلت یا لاعلمی کی وجہ سے ہوسکتا ہے اور یہ بڑا ظلم ہے۔ گویا کہ غیر متوقع توقع پر بھی نہ پہنچنا ظلم ہے۔ میں نے غیر متوقع کیوں کہا؟ کہ تمہیں خبر نہیں ہے' اس سٹیج پر تم ایسے محسوس کروگے کہ تمہارے ہاں کھانا پکا ہوا ہے اور ایک آدمی ملنے کے لیے آیا تو تم نے اس کو دعوت نہیں دی۔ وہ Flavour لے کے' خوشبو لے کے چلا گیا اور اگر اس نے وہاں جاکے خود کو مظلوم محسوس کیا کہ تم نے اس کی توہین کردی ہے۔ حالانکہ یہ کوئی ایسا خاص واقعہ نہیں تھا۔ ایسی جو توقع ہے اس توقع کو رد کرنا یا توقع کو Cater نہ کرنا بھی ظلم ہے۔ یہ ظلم بار بار ہوتا رہتا ہے اور تمہیں علم نہیں ہوتا۔ اس سے ضرور بچنا چاہیے۔ جو صاحبانِ علم ہیں اور حساس طبیعت والے ہیں وہ اس سے بچتے ہیں کہ کہیں دوسرا شخص اپنے آپ کو مظلوم محسوس نہ کرے ہر چند کہ میں ظلم نہیں کررہا۔ یہ خطرناک بات ہے اور سمجھنے والی بات ہے۔ جب تک یہ نہیں سمجھو گے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ بھی ظلم ہے جس سے ظالم بے خبر ہو اور مظلوم اس کی خبر رکھتا ہو۔ کون سا ظلم ہے؟ کہ ایسا واقعہ جس میں ظالم کو خبر نہیں ہو رہی کہ وہ ظلم کررہا ہے لیکن مظلوم جو ہے وہ محسوس کررہا ہے کہ ظلم ہوگیا۔ تو وہ بھی ظلم گنا جائے گا۔ اس لیے ظلم کی بڑی قسمیں ہیں۔ اس سے بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ ہمیں ظالم ہونے سے بچا' وہ ظلم جو ہماری خبر میں ہے اُس سے بھی بچا اور جو خبر میں نہیں ہے اس سے بھی بچا۔ اگر تمہارے چلتے وقت پاؤں کے نیچے آکے چیونٹی مرگئی تو یہ بھی ظلم ہے۔ یا اللہ اس سے بھی بچا۔ جو ظلم سہوا ہوگیا یا عمداً ہوگیا یا خطا یا نسیان سے ظلم ہوگیا' جو بھی ہوگیا یا اللہ اس سے بچا۔ بعض اوقات ایک اور ظلم ہوجاتا ہے کہ تُو نے دوسرے کو اس کی شان کے مطابق استقبال ادا نہ کیا۔ یہ ظلم ہوگیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک اور ظلم بھی ہوتا ہے' وہ بے شک برداشت کرلیا جائے یعنی کسی کو اس کی ہستی سے ماسوا دینا' ماورا دینا۔ اس کو کہتے ہیں نیچ نوازی۔ اگر نیچ نوازی کا موقع آجائے تو برداشت کرلو لیکن حق والے کو حق سے محروم نہ کرنا۔ ناحق والے کو بے شک عطا کردو' ہے وہ بھی ظلم ہے کیونکہ برے کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہے جیسے نیک

کے ساتھ برائی کرنا۔ یہ ظلم ہے لیکن یہ راز آخر سمجھ آجائے گا۔ بہرحال پنج نوازی بھی ایک ظلم ہوتا ہے لیکن حق والے کو حق سے محروم نہ کرو' توقع والے کو توقع سے محروم نہ کرو' استعداد سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو' دوسرے کو آزردہ نہ کرو' پژمردہ نہ کرو' اس کو افسردہ نہ کرو۔ اپنے آپ کو بہت بلند نہ بناؤ۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

بعض اوقات ایسا ظلم بھی ہوتا ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا' تم صرف پاس سے گزر گئے اور ظلم ہوگیا۔ اب یہ پاس سے گزر جانے والا ظلم کیا ہے؟ کہ تم نے اس کی صلاحیت کو درخورِ اعتنا ہی نہیں کیا' آنکھ سے گرادیا' پاس سے ایسے گزرے کہ حقارت و تحقیر سے گزر گئے' لاعلم اور بے علم گزر گئے' تو یہ ایک ظلم ہوگیا۔ دنیا میں تجھے بھیجا گیا تھا کہ تم اسے دیکھو لیکن تم دنیا سے آنکھیں بند کر کے گزر گئے۔ یہ بڑا ظلم کیا' اپنی جان پر تم نے ہلاکت ڈالی۔ تم نے دنیا کو دیکھا نہیں' اللہ کے ستارے نہ دیکھے' چاند نہ دیکھا' آسمان نہ دیکھا' اپنی اوقات نہ دیکھی' اپنا آغاز نہ دیکھا' اپنا انجام نہ دیکھا' زندگی کی ماہیت' زندگی کی اصلیت اور اس کی پیدائش کا مقصد نہ دیکھا۔ تم نے یہ کیا کیا؟ تم نے اپنے آپ کو ہلاک کردیا' ظلم کردیا ____

آپ یہ ظلم کا سوال کہاں سے لے آئے؟ آپ کو رحم کی بات سمجھ نہیں آئی؟ ظلم جو ہے رحم کے برعکس ہے۔

سوال:

اگر ظلم لاعلمی میں ہوجائے تو کیا اس کی بخشش ہوجاتی ہے؟

جواب:

بخشش تو ہوجاتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی قوالی سُنی ہے یا دیکھی ہے؟ دیکھنے اور سننے کے علاوہ یہ ہوتا ہے کہ قوالی آپ پر وارد ہوئی ہو اور آپ صاحبانِ حال میں شامل ہوگئے ہوں۔ حال کا معنٰی یہ ہے کہ اپنے آپ سے غافل ہو کے اُس مصرعے کی اصلیت کے اندر وارد ہو کر آپ اپنے حال سے بیگانہ ہوجائیں۔ اُس وقت آپ صاحبانِ حال بن گئے۔ وہ آدمی جو اُس حال میں ہو وہ اپنے آپ میں رقص کرے یا اپنے آپ سے باہر ہوجائے یا جیسے بھی ہوجائے سو ہوجائے' تو اس کو حال ہوگیا۔ بزرگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی محفلِ قوالی میں صاحبِ حال ہوجائے' اُس پہ حال وارد ہوجائے' یعنی کہ اپنے آپ سے غافل ہوجائے' جذب میں چلا جائے' اس کے بعد اس کی یہ حالت ہو کہ وہ پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی پتی سے غافل ہوجائے اور اُسے روند ڈالے تو وہ صاحبِ حال نہیں رہے گا۔ یعنی کہ اتنا بے خبر ہو اور اتنا باخبر ہو' اُسے پھول کی پتی سے بھی باخبر ہونا چاہئے کہ وہ پاؤں کے نیچے نہ آجائے۔ یا اُسے پتہ ہونا چاہئے کہ پاؤں کے نیچے کچھ آئے تو اُسے پتہ لگ جانا چاہئے کہ کیا ہورہا ہے۔ اس لیے اپنی غفلت' اپنی لاعلمی اور اپنے جذب میں اُسے اتنا باخبر ہونا چاہئے کہ اُسے ذرہ ذرہ کا احساس ہونا چاہئے کہ وہ اس وقت بھی ظلم نہ کرے' تو ایسے واقعات کا بڑا خیال ہونا چاہئے۔ انسان ضرور غور کرے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو حکم دیا وہ اس کے اندر ہے' جہاں نہیں جانا اگر وہاں جاؤ گے تو یہ ظلم ہوگا۔ اور جہاں جانا چاہئے تھا وہاں اگر نہ جاؤ گے تو یہ ظلم نہیں ہوگا بلکہ وہ غفلت ہوگی۔ آپ کو یہ فرق سمجھ آیا؟ جو کرنا تھا وہ نہیں کیا' یہ ظلم نہیں ہے مگر جو نہیں کرنا تھا اور وہ کر گئے تو یہ ظلم ہے۔ اس فرق کو ذرا یاد رکھنا۔ غفلت اور کمزوری کو یاد رکھنا' اس کی اور طرح سے معافی ہے اور یہاں ظلم اور طرح سے ہے کہ تم نے چیز کو بگاڑ دیا' اس کا غلط استعمال کردیا۔

اب بولو ____ اور سوال؟

سوال:

سر عورت اور مرد دونوں کی اسلام میں کیا تعریف ہے؟

جواب:

اسلام میں تو دونوں کی بالکل ٹھیک حیثیت ہے۔ اس سوال میں کہاں وقت پیدا ہوئی ہے؟

سوال:

یعنی کہ عورت کم تر ہے یا مرد برتر ہے۔

جواب:

یہ دونوں کے لیے مقرر ہے اور آدمی اس کے بغیر چل نہیں سکتا۔ یہ تو اس زمانے کا جھگڑا ہے' یہ اسلام میں جھگڑا نہیں ہے۔ اسلام میں تو دونوں کا احترام ہے اور عزت ہے۔ وہ اس کے بغیر نہیں چل سکتا اور یہ اُس کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اللہ نے فرمادیا ہے کہ ھن لباس لکم وانتم لباس لھن وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ دونوں' دونوں کے بغیر ایسے ہیں جیسے بے لباس ہو جائیں۔ دونوں' دونوں کے بغیر نہیں چلا سکتے۔ اب یہ جو کم تری اور برتری کا سوال ہے یہ تو کوئی اور ہی سوال ہے' غفلت کا سوال ہے۔ دونوں' دونوں کے لیے Indispensible ہیں۔ دونوں' دونوں کے لیے احترام والے ہیں۔ دونوں' دونوں کے لیے باعثِ عزت ہیں۔ فرض کرو کہ مرد بہت بڑا ہوگیا' بہت بڑا ہو کے بھی اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اگر یہ بہت چھوٹا ہوگیا تو بھی وہ اس کے بغیر نہیں ہے۔ یہ ایک شعبہ ہے جہاں وہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہیں' وہ رسہ کشی اور Competition ہوتا ہے' وہاں پہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کم تر ہے اور وہ برتر ہے۔ ورنہ کوئی بیٹا یہ ثابت نہیں کرنا چاہے گا کہ وہ ماں سے فوقیت رکھتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ وہ نہیں مانے گا کہ ماں Inferior ہے کیونکہ وہ عورت ہے اور ہم مرد ہیں اس لیے بڑے ہیں۔ اس لیے کوئی بیٹا یہ نہیں کہے گا کہ ہم Superior ہیں اور ماں Inferior ہے۔ بیٹی کو بھی کوئی نہیں کہے گا کہ وہ Inferior ہے۔ یہ جو جھگڑا ہے Superior اور Inferior کا' گھر میں اس کی اور وجوہات ہیں۔ وہاں دونوں کے درمیان Equation نہیں ہوتی۔

ایک اور سوال:

کوئی مانے یا نہ مانے لیکن جو Male chauvinistic سوسائٹی بنی ہوئی ہے اس میں مرد یہ Impose کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ بہت سے Areas میں وہ عورت کے مقابلے میں Superior ہے اور یہ بحث آئے روز سوسائٹی میں ہوتی رہتی ہے۔ حکومت سے لے کر گواہی تک تمام مسائل میں مرد کی کوشش ہے کہ عورت کو اپنے سے کم تر مخلوق ثابت کرے۔

جواب:

سوال اپنے Premesis سے باہر نکل گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ اسلام میں یہ کیا ہے۔ باقی یہ کہ Chauvinism میں اور واقعہ ہوگا' سوسائٹی میں اور واقعہ ہوگا۔

سوال:

سر! مصیبت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کہا جارہا ہے۔

جواب:

ہم تو یہ نہیں کہہ رہے کہ یہ سب اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔

سوال:

یہ سارا شریعت آرڈی ننس اور گواہی کا معاملہ جو ہے یہ تمام اس بات پہ لائے جاتے ہیں کہ اسلام میں یہ ہے۔

جواب:

آپ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ لانے والے صحیح لا رہے ہیں یا نہیں لا رہے۔

سوال:

جی میں یہی پوچھ رہا ہوں۔

جواب:

لانے والے صحیح نہیں لا رہے۔

ایک اور سوال:

یہ صاحب یہی پوچھ رہے تھے۔

جواب:

نہیں' یہ پوچھ رہے تھے کہ اسلام میں یہ کیسے ہے۔اسلام تو پھر بنیادی بات ہے۔ اسلام تو جہاں سے شروع ہوا ہے آپ وہاں ہی جاؤ گے۔ جہاں سے اسلام کا آغاز ہو رہا ہے وہاں پر عورت کا مقام بہت بلند ہے۔ اور جہاں یہ انجام ہوگا وہاں بھی یہ مقام بہت بلند ہوگا۔ درمیان میں تمہاری سوسائٹی کے اپنے نشیب و فراز ہیں اور تمہاری سیاست کی ضرورت ہے' Exigencies ہیں۔ یہ تم آپس میں کرتے ہو۔اس سے ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے ____

اور بولو ____ پوچھو۔

سوال:

قرآن پاک میں جہاں تک شہادت کا تعلق ہے تو یہ کیا ہے؟

جواب:

وہاں یہ نہیں کہا گیا کہ عورت Inferior ہوگئی ہے یا آدھی ہوگئی ہے یا تمہارے برابر نہیں ہے۔ صرف یہ کہا گیا کہ جہاں گواہی کا معاملہ ہو اگر کوئی بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔ بھول جانے کا کیوں کہا گیا؟ تم اس کی زندگی کو دیکھو' اس کی ساخت کو دیکھو' اس کی افادیت اور ضرورتوں کو دیکھو۔ جہاں وہ افادیت میں آ رہی ہے وہاں وہ Pain سے گزر رہی ہے۔ جہاں وہ مفید ہوگی وہاں Pain میں ہوگی اور جہاں Pain میں ہوگی تو آپ کو پتہ ہے کہ اگر دانت میں درد ہو' سر میں درد ہو تو یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ اس لیے دوسری عورت کا کہا گیا کہ یہ اس کی گواہی میں اضافہ کرے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ آدھا مرد ہو یا مرد کا سرکاٹ کے رکھ دو تو وہ عورت کے برابر ہوگا۔ ایسی بات نہیں کہی گئی۔ مطلب یہ کہ یہ کہا گیا کہ اس کو ضرورت ہی ایسی ہے کہ کبھی یہ بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔ اس میں آسانی ہے' وقت کی کوئی بات نہیں۔

سوال:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرجال قوامون علی النساء

جواب:

قوامون کا مطلب ہے کہ مرد کی قوت زیادہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قوت زیادہ ہے' بے شک رسہ کشی کرالو۔ قوت اگر زیادہ ہے تو یہ عورت پر فوقیت کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ اگر جنگ کا موقع آ جائے' دشمن کے ساتھ جنگ ہو جائے تو مردوں کو گھر میں نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ اور اگر عورتوں کو کہیں کہ تم طاقت ور ہو اور تم جا کے میدانِ جنگ میں لڑو تو یہ بے غیرتی ہو جائے گی۔ قوامون کا مطلب یہ ہے کہ جہاں Defence کی ضرورت آ جائے یا اور واقعات آ جائیں تو اپنی قوت کا استعمال کرو' اپنی قوت کو عورتوں کو مارنے میں استعمال نہ کرو۔ قوامون کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری ساخت ایسی ہے' تمہارے وجود کی کیفیت ایسی ہے۔ یعنی کہ اگر باکسنگ کا انٹرنیشنل مقابلہ ہو جائے تو کیا مرد اور عورت کی آپس میں باکسنگ ہو سکتی ہے۔ اگر اسے مارو گے تو یہ کمزور ہو جائے گی۔ یعنی کہ مرد میں فزیکل فوقیت ہے اور طاقت ہے کہ یہ قوامون علی النساء ہے۔

اللہ نے اس کو عورت کے مقابلے میں زیادہ قوت دی ہے۔ لیکن افادیت کا نہیں کہا گیا ہے' عورت کی افادیت زیادہ ہے۔ تمہاری دنیا کے رنگ و بو کے ساتھ اس کا بہت تعلق ہے۔اب ایسی وجوہات نکالنا کہ مرد لوگ اپنے آپ کو بہت Superior سمجھنے لگ جائیں تو اس سے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ایسا ہے ہی نہیں ہے۔ Best بات وہی ہے کہ تم ایک دوسرے کا لباس ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ تمہارا تعلق ہے۔ اس میں دِقت کی کوئی بات نہیں ہے۔

سوال:

Inheritance میں بھی اس کو آدھا رکھا گیا ہے۔

جواب:

یہ جو Inheritance میں اس کو آدھا رکھا گیا ہے اس کی وجوہات الگ ہیں۔ لوگوں نے اس بارے میں بڑی بڑی باتیں لکھی ہیں' بڑے بڑے Jurists نے بہت کچھ لکھا ہے اور پھر Jurisprudence میں کتنے کتنے Chapter لگے ہوئے ہیں۔ تو اس کی کوئی وجوہات ایسی ہیں۔ اس کا بہتر علاج یہ ہے کہ اسلام کے نام پر اس کو قبول کر لو اور اگر وہ پسند ہے تو اپنا حصہ بھی اس کو دے دو۔ قانون کو نہ چھیڑو' وہ جیسا ہے ٹھیک ہے۔ اس کی افادیت وہ جانیں جنہوں نے قانون دیا ہے اور ہم ان کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فرمایا ہوا مستند ہے۔ ہم سے پہلے جو فقیہہ آئے ہیں جو وہ فرما گئے ہیں یہ صحیح ہے۔ اس کو اس طرح ہی رہنے دو۔ آپ کے پاس اپنی ذات کو چلانے کے' Develop کرنے کے بہت سے واقعات ہیں۔ آپ وہ کر لو۔ اپنے پرانے علم کی اصلاح نہ کرنا' دین کی اصلاح نہ کرنا بلکہ دین کے مطابق اپنی اصلاح کرنا۔

سوال:

مرد یہ کیوں چاہتا ہے کہ عورت اس کا ہر حکم مانے اور نہ بولے اور وہ مرد جو کام کر رہا ہے وہ سب ٹھیک کر رہا ہے۔

جواب:

کچھ لوگ آپ کو ایسے بھی ملیں گے جو یہ کہیں گے کہ مرد جو ہیں وہ عورتوں کا حکم مانتے چلے جا رہے ہیں' جو وہ کہتی ہے وہ کرتے جا رہے ہیں' جب اُس نے کہا کہ آ جاؤ تو آ گئے اور کہا کہ چلے جاؤ تو چلے گئے۔ وہ Shut up & get out کرتی رہتی ہیں۔ یہ اپنا اپنا واقعہ ہے' اپنی اپنی Equation ہے۔ نہ کوئی عورت آپ کو ایک جیسی نظر آئے گی اور نہ کوئی مرد۔ ہر کسی کی زندگی الگ الگ چلی جا رہی ہے۔

سوال:

میں نے یہ اسلام کی برتری کے حوالے سے کہا ہے کہ مرد کے ذہن میں یہ ڈالا گیا ہے کہ اس کو فوقیت ہے۔

جواب:

اسلام نے مرد کے ذہن میں یہ نہیں ڈالا ہے۔ اسلام میں کہیں بھی مرد کے ذہن میں یہ نہیں ڈالا گیا۔ اسلام میں تو دونوں کی عزت کا معاملہ ہے۔ بلکہ اسلام میں مرد کو عورت کی عزت کا محافظ بنایا گیا ہے۔ مرد کی غیرت جو ہے وہ عورت کی عزت ہے۔ مرد اور عورت کو اگر چھوڑ دیا جائے اور یہ بحث نہ کی جائے تو مرد کو بہن کی گالی اس کے لیے قیامت ہے۔ اس کی عزت ہی یہی ہے۔ اس کی اور عزت ہی کوئی نہیں ہے۔ مرد کے لیے اس کی بیٹی اس کی غیرت ہے' اس کی ماں اس کی غیرت ہے۔ اگر کسی نے ماں کی بے حرمتی کر دی ہے تو وہ اسے فنا فی السقر کر دے گا۔ مرد جو ہے وہ ماں بہن اور بیٹی کے حساب سے غیرت کے اندر للکارا جاتا ہے۔ وہ ان کی پوری طرح عزت کرتا ہے۔ بیوی کے ساتھ اس کا لین دین کا جھگڑا ہوتا ہے' بحث ہوتی ہے' اخباریں پڑھ پڑھ کے یہ خراب ہو گئے ورنہ تو یہ عزت کا معاملہ تھا۔ جو مرد اور عورت گھر میں جھگڑا کرتے ہیں اور جو مرد اپنی بیوی کو

Inferior سمجھتا ہے تو اس کی ماں اُسے کیا سمجھتی ہے؟ اس کا باپ اس کو کیا سمجھتا ہے؟ اس کے بھائی اسے کیا سمجھتے ہیں؟ کیا بھائی اسے Inferior سمجھتے ہیں۔ عام طور پر مرد جن عورتوں کو گھر میں Inferior سمجھتے ہیں ان کے بھائی کیا کہتے ہیں؟ کیا وہ Inferior کہتے ہیں؟ کبھی نہیں کہتے۔

سوال:

وہ کہتے ہیں کہ یہ تو زن مُرید ہے۔ اس کی ماں سے پوچھیں' اس کی بہنوں سے پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی اور ہمارے بیٹے سے زیادہ دنیا میں عورت کا کوئی غلام پیدا نہیں ہوا۔

جواب:

اندازہ لگاؤ کہ یہ سارے واقعات کیا ہوئے پڑے ہیں۔

ایک اور سوال:

عورت بہت سے مراحل سے گزرتی ہے' ایک عورت جو ماں بھی ہے' بہن بھی ہے' بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی ہے' پھر بھی اس کو وہ عزت کیوں نہیں دی جاتی۔

جواب:

ہر جگہ عزت ملی ہوئی ہے۔ صرف ایک جگہ ہے جہاں کہہ سکتے ہیں اور وہ خاوند والی بات ہے۔ باقی تو ہر جگہ عزت ملی ہوئی ہے۔ خاوند کے ساتھ تعلق کی یہ ٹریننگ ہوئی ہے کہ اس کے برابر ہونا ہے' ایک دوسرے پر فوقیت جتانی ہے' اس لیے عزت نہیں ملتی۔ فرض کرو کہ تم عزت دینے والے ہو تو جو عزت دے گا اس کو عزت مل جائے گی۔ تم رسہ کشی بند کرو۔

سوال:

اکثر بھائی بھی اپنے آپ کو بہنوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مرد ہوں اور یہ عورت ہے۔

جواب:

نہیں' وہاں مرد عورت کا ہوش نہیں ہوتا۔ وہاں یہ بات نہیں ہوتی کہ Better سمجھتے ہیں یا کم سمجھتے۔ بھائی تو بہن کی غیرت کے نام پر چلتا ہے۔ اب Inferior ہونا یا Superior ہونا جو ہے یہ کسی بیان کی بات نہیں ہے کہ آپ Inferior ہو گئے یا Superior ہو گئے۔ یہ بات یوں ہے کہ اگر اسلام کے نظام پر چلا جائے تو مرد کی عزت ہے۔

سوال:

کہتے ہیں کہ عورت کو حکم ہے کہ مرد کو سجدہ کرے۔

جواب:

سجدے کرنے کا حکم کہاں ہے۔

سوال:

شاید یہ حکم تھا یا جیسے بھی تھا۔

جواب:

یہ ہندو تعلیم ہے۔ وہاں پر پتی کی عزت ہے بلکہ پتی کی پوجا ہے۔ یہ ہندو سماج میں ہے۔

سوال:

کیا اسلام میں ایسا نہیں ہے؟

جواب:

نہیں' ایسا کہاں ہے۔

سوال:

یہ جو مجازی خدا والا لفظ ہے یہ کیا ہے؟

جواب:

مجازی خدا والا لفظ اس لیے ہے کہ اس کی عزت کرو' یہ اچھی بات ہے۔

سوال:

لیکن ''خدا'' کا لفظ کیوں استعمال ہوا ہے؟

جواب:

خدا کس نے کہا ہے؟ ''خدا'' تو فارسی کا لفظ ہے۔ اسلام تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اللہ ہے۔ وہاں مجازی اللہ نہیں کہا گیا۔ ''خدا'' کا جو لفظ ہے وہ ''خداوندانِ مکتب'' میں استعمال ہوا ہے۔ بچوں کا جو سکول ہوتا ہے وہاں سکول کے استاد کو بھی خداوند کہتے ہیں۔ خاوند سے خداوند ہے۔ خداوند اس کو کہتے ہیں جو Lead کرنے والا ہو' گھر کو کنٹرول کرنے والا ہو' اس کو خدا تو نہیں بنا لیا گیا۔ یہ وہ خدا نہیں ہے۔ اس کا نام اللہ ہے۔

سوال:

لیکن سر یہ جو لڑکی اور لڑکے کے حصے کی بات ہے تو ہم خود سے تو نہیں کہہ رہے بلکہ یہ قرآن میں لکھا ہوا ہے۔

جواب:

میں نے بتایا تو ہے کہ جو کہا ہوا ہے' اسلام نے جو کہا ہوا ہے وہ مان لو۔ بس! بحث نہ کرو۔ اگر یہ کہا گیا کہ الرجال قوامون علی النساء تو مان لو۔ اگر قرآن پاک میں یہ کہا گیا کہ وہ تمہارا لباس ہے اور تم اس کا لباس ہو تو یہ مان لو۔ میں نے یہ کہا ہے کہ مذہب کو دوبارہ Discuss نہ کرو' تمہارے پاس Discuss کرنے کے بہت شعبے ہیں' دین کو چھوڑ دو' دین کو قبول کرو' پھر قبول کرلو۔ اس میں بحث نہ کرو۔ اگر آدھا حصہ رکھا گیا ہے تو آدھا حصہ قبول کرو۔ اس کی افادیت وہ جانے جس نے دین دیا ہے۔ یہ بحث نہ کرو کہ اللہ کو لا الٰہ الا اللہ کہنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ بس قبول کرلو۔ اللہ کے ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے اور کیا نہیں پڑتا؟ بس یہ قبول کرلو۔ اللہ کے رسولؐ، پیغمبر ہیں تو یہ ماننے سے زندگی میں کیا فرق پڑے گا؟ بس یہ قبول کرو۔ یہ عاقبت کی باتیں ہیں' وہ باتیں ہیں جو تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ قبول کرنے سے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے ہیں تو تم مان لو۔ دیکھا تو ہم نے ہے نہیں۔ مان لو تو بہتر ہے۔ اس میں بحث کی بات نہیں ہے۔ تحقیق کرنے کے لیے پوری زندگی پڑی ہے۔ اس میں تحقیق کرو_____

آپ کے ذہن میں کیا کوئی اور بات آئی ہے؟ سوال آیا ہے؟

سوال:

یہ جو بات ہو رہی ہے تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ مرد اور خواتین کے درمیان.....

جواب:

اب یہ بحث نہیں ہو رہی۔ وہ تو ختم ہو گئی ہے۔

سوال:

میں یہ کہہ رہا تھا کہ مردوں اور عورتوں کے رہن سہن میں جو فرق ہے اس کی وجہ سے یہ تقسیم ہوئی ہے۔ مردوں کا

رہن سہن عورتوں کے رہن سہن سے بالکل مختلف ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی وجہ سے گواہی اور وراثت کا قانون بنا ہے۔

جواب:

پہلے آپ اس کو مان لو جو اسلام نے کہا ہے۔ پھر اس کو دوبارہ بھی مان لو اور اسے چلنے دو۔ جب اس کی افادیت سمجھ آئے گی تو بات سمجھ آجائے گی۔ اسے قبول کرو۔ اسلام کے اندر داخل ہونے کا آپ کو یہ فائدہ ہے کہ اسلام کے جو Orders ہیں آپ انہیں بغیر چون وچرا کے قبول کرلو۔ اور جہاں بزرگوں نے جو فیصلے کیے ہیں ان کو قبول کرلو۔ پھر باقی زندگی بے شمار فیصلے کرنے کے لیے بچ جائے گی' تو وہاں فیصلہ کرو۔

سوال:

آج کل محبت کم ہوگئی ہے اور ذہن میں نفرت آگئی ہے۔

جواب:

ذہن میں کیسے آتی ہے؟ مجھے یہ بتاؤ ناں_____

سوال:

اگر مجھے یہ پتہ ہوتا کہ ذہن میں کیسے آتی ہے تو پھر وہ نہ آنے دوں۔

جواب:

آپ کے ذہن میں آتی ہے؟

سوال:

بالکل آتی ہے۔ غصہ بن کے بھی آتی ہے۔

جواب:

کس کے ساتھ آتی ہے؟

سوال:

بہت سے لوگوں کے ساتھ آتی ہے۔

جواب:

اُتنے ہی لوگوں کے ذہن میں آپ کے ساتھ نفرت ہے۔ آپ کو ان کے ساتھ نفرت ہے اور انہیں آپ کے ساتھ ہے۔ نفرت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ناپسند کرنا یا شکل کی وجہ سے ناپسند کرنا۔ شکل تو اپنی بھی تقریباً اُسی طرح ہوتی ہے۔ پسند اور ناپسند برابر ہوتی ہے۔ رہ گئے اعمال تو وہ آدمی دوسرے کے اعمال کو ناپسند کرے جس کو یہ دعویٰ ہو کہ اُس کے پاس کوئی برا عمل نہیں ہے۔ یعنی کہ وہ شخص نفرت کرنے کا حق رکھتا ہے جس کے پاس اپنا کوئی عمل قابل نفرت نہ ہو۔ جب آپ میں یہ بات آجائے تو آپ ضرور نفرت کرو۔ یہ اس وقت ہو جب آپ کے اندر کوئی بات قابل نفرت نہ رہ جائے۔ ورنہ دوسرے سے نفرت جو ہے یہ اپنی قابل نفرت بات کو چھپانے کا ذریعہ لگتا ہے۔ یہ Contrivance ہے' آپ نفرت کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو پتہ نہ چل جائے کہ آپ کے اندر کیا چیز قابل نفرت ہے۔ لوگوں کو اس وقت برا کہو جب تمہارے اندر برائی نہ ہو' اس وقت لوگوں کو گناہ گار کہو جب آپ کے پاس گناہ نہ ہوں۔ عام انسانوں کو آپ ان کے حال پر چھوڑ دو۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے' یہی انسان اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ اللہ سے محبت کرنے والے جو ہیں وہ اللہ کی مخلوق کو برا نہیں کہتے۔ وہ دل جو محبت کے لیے وقف ہو اس دل میں نفرت کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ نفرت کی گنجائش دراصل محبت سے محرومی کی دلیل ہے۔ آپ محبت کرتے جائیں تو نفرت کو موقع ہی نہیں ملے گا' نفرت کو

مقام ہی نہیں ملے گا۔محبت کرنے والے جتنے لوگ ہیں وہ نفرت نہیں کر سکتے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک دل Part time محبت بھی کرتا جائے اور نفرت بھی کرتا جائے۔محبت کرنے والے محبت کرتے جاتے ہیں۔اللہ سے محبت کرنے والے اللہ سے محبت کرتے جارہے ہیں۔ان پر پتھر برس رہے ہیں اور وہ محبت کرتے جارہے ہیں۔تمہیں سرکارِ دوعالمؐ نے انتباہ بتادی کہ پتھر برس رہے ہیں اور آپؐ ان لوگوں کے لیے دعا کررہے ہیں کہ یا اللہ اس قوم کو ہدایت دے اور اس قوم کو عذاب سے بچا۔ نفرت کا سوال کہیں بھی پیدا نہیں ہوا۔یعنی کہ سرکار دوعالمؐ نے کسی انسان کو نفرت سے کبھی دیکھا ہی نہیں۔تم لوگ اسلام کے اتنے نام لیوا ہو اور ابھی تک نفرتوں میں پڑے ہوئے ہو۔نفرت جو ہے یہ نفس ہے اور تم نفس سے بچو۔یہ فسادِ نفس ہے۔کون کون سی چیزیں فسادِ نفس ہیں؟ نفرت' غصہ' حسد' لالچ' کینہ' انتقام' پیسے کی جمع تفریق ____ یہ ساری باتیں آپ بند کردو۔ ان کو چھوڑ دو آپ ____

اور کوئی سوال ____

ایک دوسرے کے ساتھ Discussion کا مقابلہ نہ کرو۔آپ نے کوئی Debate تو نہیں کرنی۔میں ایک بات پھر یاد دلاتا ہوں' کہ یہ جو زندگی ہے اس میں تمام چیزیں موجود ہیں' اس زندگی میں' اس دنیا میں' دوزخ کی خوراک موجود ہے' جنت کا انتظام موجود ہے' جنت میں جانے والے لوگ موجود ہیں' برے لوگ ہیں' اچھے لوگ بھی ہیں' کافر ہیں' مومن ہیں' ہر چیز ہے ____ آپ ایک خاص انداز کا سفر کررہے ہیں۔اس میں اُن چیزوں پہ غور کرو جو آپ کو آپ کے سفر کے مطابق کام آنے والی چیزیں ہیں۔اس میں گھبرانے والی بات نہیں ہے۔یہ نہ ہو کہ نفرت کا مضمون چل پڑے' پھر یہ نہ سوچ لو کہ گمراہی کیا ہوتی ہے۔اب گمراہی کی وضاحت کرتے کرتے کہیں آپ گمراہ نہ ہوجائیں۔آپ یہ پوچھو کہ سیدھا راہ کیسے چلنا ہے۔اس سیدھے راستے پہ لوگوں کو اپنے سفر کے ساتھ لے کے چلو۔وہ خیال ہونا چاہئے جس کو آپ Positive خیال کہتے ہیں۔اثبات والے خیال میں آؤ اور نفی خیال سے بچو۔حسد کیا ہوتا ہے؟ اس پہ آپ پورا مضمون بول دیں گے۔مگر حسد کو آپ نے کیا کرنا ہے۔آپ اس بات کو چھوڑ دو کہ لالچ کیا ہوتی ہے۔اس سے نکلنے کی کوشش کرو۔اس سے بچو۔حسد بری شے ہوتی ہے' لالچ بری شے ہوتی ہے۔انتقام سے بچو ____

اور سوال کرو ____ بولو ____ غور کرو ____

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ برے کے ساتھ نیکی نہ کرنا' یہ سمجھ نہیں آئی ____ اگر ہم برے کے ساتھ نیکی کریں تو ممکن ہے کہ اس کا دل نیکی کی طرف مائل ہو۔

جواب:

آپ کا نیکی کرنے کا جو جذبہ ہے وہ تو اچھی بات ہے۔میں نے یہ کہا تھا کہ ایک مقام پر ایسا ہوتا ہے کہ جھوٹے آدمی کے ساتھ سچ بولنا منع ہے۔

سوال:

وہ کیا مقام ہے؟

جواب:

جس طرح جھوٹے آدمی کے ساتھ سچ بولنا منع ہے اسی طرح سچے کے ساتھ جھوٹ بولنا منع ہے۔ورنہ تو سچ' سچ ہی ہے۔آپ یہ غور کیا کرو' پہچانا کرو' کہ یہ آدمی اتنا جھوٹا ہے کہ اگر اس کو سچی بات بتادی تو یہ تمہارا راز خراب کردے گا۔ وہاں سے نجات کا راستہ لے لو۔ہر آدمی کو ہر وقت ہر بات بتانا مناسب ہی نہیں ہے۔جو چور ہے وہ کل کو تمہارے گھر میں

چوری کرلے گا' اس لیے اس کو مت بتاؤ کہ تم کون ہو اور کیا ہو۔ اُسے یہ مت بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنا مال ہے۔ اس لیے جو جھوٹا آدمی ہے اس کو سچ مت بتاؤ۔ وہاں سے نکل جاؤ۔ برے کے ساتھ نیکی جو ہے اُس کا مطلب ہے اُس برے انسان کو پالنا۔ ایک کہانی بڑی مشہور ہے جو شیخ سعدیؒ نے لکھی ہے کہ ایک بادشاہ تھا' اُس نے کچھ ڈاکوؤں کو مارا' گرفتار کرلیا' ڈاکو قتل ہوگئے۔ وہاں سے ایک بچہ لے کر اُس نے پال لیا۔ وزیر نے کہا کہ ایسا نہ کرو' یہ ڈاکوؤں کا بیٹا ہے' ڈاکو ہی ہے۔ اس نے کہا ہم اس کے ساتھ نیکی کرلیں تو کیا ہے' بچہ ہے' چھوٹا سا معصوم ہے' پھر بادشاہ نے اُس کو پالا۔ لوگ اُسے کہتے رہے' دانا یانِ فرنگ و ایران کہتے رہے کہ جانے دو' اس کو نہ پالو' یہ ڈاکوؤں کا بیٹا ہے' برا ہے' اس کا بیج برا ہے' جانے دو۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں' ہم اس سے نیکی کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ بڑا ہوا تو اندر سے genes کا مضمون شروع ہوگیا۔ اُس نے بادشاہ کے بیٹے کو اپنے لیے الگ رکھا اور باقی سب کو تہہ تیغ کر دیا۔ تو بد کے ساتھ نیکی جو ہے اتنی بری ہے جتنی نیک کے ساتھ برائی۔ یہ مثالیں بتائی ہیں مثالیں بتانے والوں نے کہ دھیان کرو' بیج نوازی نہیں کرنی چاہیے۔ اُس کا مطلب یہ ہے' بیج نوازی یہ ہوتی ہے کہ بیج کے ساتھ نیکی نہ کرو۔ اگر ایک آدمی کو شوق ہے' اُس کو ایک پیارا سانپ مل جاتا ہے' خوب صورت سانپ' جس کے بڑے اچھے رنگ ہوتے ہیں۔ ایسے سانپ بڑے رنگیلے چمکیلے اور زہریلے قسم کے ہوتے ہیں اور بڑے خوب صورت ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا میرا دل کرتا ہے کہ میں اس کو پالوں' دودھ پلاؤں۔ ہزار بار پلاؤ' کروڑ بار پلاؤ مگر یہ نہیں سوچتا کہ وہ ڈسے گا نہیں۔ بُرے آدمی کے ساتھ تم نے نیکی کی تو وہ تمہیں ڈسے گا ضرور۔ کافی لوگ ہیں جو برے آدمیوں کے ساتھ نیکی کرنے کے ڈنگ کھائے ہوئے ہیں' ڈسے ہوئے ہیں۔ سماج میں کبھی نظر دوڑاؤ تو پتہ چلے گا۔ کہتا ہے کہ میں نے اُس کے ساتھ نیکی کی' اُس نے کیا کیا؟ میرے ساتھ برائی کردی۔ پھر دوسرے سے پوچھو کہ تمہیں کیا تکلیف ہے؟ کہتا ہے کہ میں نے نیکی کی تھی اس کے ساتھ اور وہ برائی کرگیا۔ وہ تھا ہی برا۔ تو برے آدمی کے ساتھ نیکی نہ کرنا۔ اگر ایسا لاعلمی میں ہو تو ہو' ورنہ جانتے ہوئے کہ یہ برا ہے آپ اُس سے بچو۔ نیکی نیک کے ساتھ کرو۔ مدد پہنچانی ہے تو اُس کو طاقت ور بناؤ جو کسی وقت سماج میں نیکی پھیلائے۔ برے آدمی سے بچو' اسے اپنی عاقبت کے ساتھ جانے دو یا اُس کی اصلاح کرو۔ لیکن اُس کو اتنا تعاون نہ دو کہ وہ اپنی بدی میں پکا ہو جائے' پختہ ہو جائے۔ اب بات آسان ہوگئی؟ سمجھ آ گئی؟

ہاں جی! بولیں_____ اور پوچھیں_____

سوال:

سر! قرآن کا حکم تو یہ ہے ادفع بالتی ھی احسن یعنی برائی کو آپ اچھائی سے ختم کریں اور نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ بھی اور بزرگانِ دین کا شیوہ بھی یہی رہا کہ برے سے برے آدمی سے بھی وہ اچھے سے اچھے رہے۔

مجھے پتہ ہے آپ نے اسے ایک Exception کے طور پر بیان کیا ہے۔ آپ نے Rule وہی رکھا ہے کہ اچھائی کرنی ہے اور سچ ہی بولنا ہے اور مجھے آپ کی ساری گفتگو یاد ہے کہ آپ نے اسے Exceptional طور پہ بیان کیا ہے' Rule کے طور پر بیان نہیں کیا۔ لیکن جو سوال اُن کے ذہن میں آیا ہے اور میرے ذہن میں بھی آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حکماً یہی ہے اور نبی کریمؐ کا اور بزرگانِ دین کا بھی یہی ہے کہ بدی کے مقابلے میں بھی ہم نے اچھائی ہی کرنی ہے۔

جواب:

پھر!

سوال:

پھر Technically تو یہ ٹھیک ہے!

جواب:

اب میں اس کا پس منظر بتا رہا ہوں کہ کہاں پر منع ہے یعنی جہاں پر نیکی جو ہے وہ منع ہے' نیکی جو ہے وہ آپ ایسی نہ کرو جس سے اسلام کو نقصان ہو جائے۔ آپ تو ایسے آدمی کے ساتھ نیکی کر رہے ہو جو اسلام کا دشمن ہے۔ وہاں سر قلم کر دو۔ آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں' آپ کے کان میں یہ بات سمجھا رہا ہوں کہ جہاں آپ کی State کے خلاف کوئی آدمی ہو اُس کے ساتھ نیکی نہ کرو' وہ State کے خلاف ہے' جہاں آپ کے ماں باپ کے خلاف کوئی آدمی ہو اُس کے ساتھ نیکی نہ کرو' جہاں پر تو قیریں ہوں اور عزتوں کا معاملہ ہو وہاں پر اُس برے آدمی کے ساتھ نیکی نہیں کرنی ہے۔ یہ پوری کی پوری تفسیر بتا رہا ہوں اور آپ کو Points بتا رہا ہوں۔ اُس کو سمجھ لو کہ برے آدمی کے ساتھ نیکی جو ہے ایسے ہے جیسے نیک آدمی کے ساتھ برائی۔ بس فقرہ ایسے ہی ہے اور یہ پکا یاد رکھو ہے ہی ایسے۔ برے آدمیوں سے بچنے کا کہا گیا ہے۔ اب اگر آپ اتنے نیک ہو گئے ہیں کہ برے کے ساتھ بھی نیکی کر رہے ہیں تو دھیان کرو کہ ایسی نیکی نہ کرو جس سے وہ تمہارا پایہ تخت اُلٹا دے۔ اگر یہ ہوتا تو کبھی بھی اسلام میں کافروں کے خلاف جہاد نہ ہوتا۔ ورنہ حکم ہوتا کہ اُن کے ساتھ نیکی کرو' جہاد نہ کرو۔ اب یہ قتل کرنا نیکی ہے۔ اب یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آئے گی کہ کافر کو قتل کیوں کیا گیا؟ یہ نیکی اور طرح کی ہے۔ ''کافروں کو تباہ کر دو'' اور اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ کہاں پر فرمایا' ''تبت ید ابی لھب ''اندازہ لگاؤ اس کا۔ پورے کا پورا جو ہے یہ نیکی کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بد دعا کی قسم کی بات ہے۔ دعا تو اللہ آپ ہی ہے۔

سوال:

بلکہ بعض سزاؤں کے سلسلے میں بھی حکم ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کرو۔

جواب:

اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتا ہے کہ جو لعین ہیں' لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ خود فرما رہے ہیں اور انسانوں کو حکم ہے کہ اس پر لعنت کرو۔ برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

سوال:

یہ تو ٹھیک نہیں ہے کہ اگر ایک برے بندے کو آزاد کر دیا جائے جو دو ہزار بندوں کی زندگی اجیرن کر دے۔ بات سوسائٹی کے خلاف ہے۔

جواب:

وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔ یہ سوسائٹی کے خلاف ہے۔

سوال:

اور یہ ہے بھی Society کے خلاف۔

جواب:

یہ Society کے خلاف ہی تو ہے۔ اچھی بات نہیں ہے۔ میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ برے آدمی کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہے جیسے نیک آدمی کے ساتھ برائی کرنا۔ پھر بھی اس کو میں نے Exception میں رکھا ہے تا کہ یہ قانون نہ بنے۔ بہر حال آپ ایسے نہ بن جاؤ کہ ہر ایک کے ساتھ نیکی کرتے جاؤ۔ نیکی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نیکی ایک As a قوت قائم ہو جائے۔ اگر آپ نے نیکی As a قوت کمزور کر دی تو پھر آپ نے کیا نیکی کی۔

سوال:

اسی لیے شاید یہ Balance جو اسلام میں ہے کہ جہاں امر معروف کا حکم ہے وہاں نہی منکر سے انکار بھی جو

ہے اتنا ہی ضروری ہے۔ اسی طرح جو اچھی چیز ہے اُس کی پائیداری کے لیے ضروری ہے کہ جو بری چیز ہے وہ نیست و نابود ہوتی رہے بیچ میں۔

جواب

ہم نے یہ نہیں کہا۔ ہم نے یہ کہا کہ آپ کا نیکی کرنے کا جذبہ جو ہے وہ کسی نیک کے کام آئے۔ آپ کا مال جو ہے وہ اچھے لوگ کھائیں برے لوگوں کو مت کھلاؤ۔ تمہاری محنتیں جو ہیں نہ وہ غلط لوگوں کے کام نہ آئیں بلکہ اچھے لوگوں کے کام آئیں۔ تم نے اگر خرچ کرنا ہے' کچھ بنانا ہی ہے تو اچھی قسم کی چیزیں بناؤ' کوئی اچھا سا محفل خانہ بناؤ' بدی کے مضامین میں آپ شامل نہ ہوں۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو بات؟

سوال:

جی۔

جواب:

ہاں بولو اب سوال پوچھو۔ ثاقب صاحب آپ بولو! کیا کوئی جھگڑا ہوا ہے؟

سوال:

سر! جھگڑا تو نہیں ہوا۔ اصل میں دو چار دنوں سے یہ نفرت کا سوال میرے ذہن میں یوں آیا تھا کہ جس جگہ میں ملازم ہوں وہاں کئی لوگوں سے ایسا رابطہ ہو جاتا ہے کہ غصہ اپنی ذات کی بناء پر نہیں آتا کہ کوئی میری ذات کو جھٹلائے یا میں کسی کے ساتھ ذاتی ہو جاؤں' یہ بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ کوئی آدمی آئے اور وہ دین کے بارے میں ایسی بات کہے گا' خدا کے بارے میں ایسی بات کہے گا' نبی کریمؐ کے بارے میں ایسی بات کہے گا جو برداشت نہیں ہوتی' میں یہ پوچھ رہا تھا_____

جواب:

اب آپ وہ سب برداشت کر کے آئے ہو' نہ قتل کر کے آئے ہو' نہ قتل ہو کے آئے ہو۔ ہمارے پاس آ گئے ہو وہ واقعہ دیکھ کر قتل نہیں کیا آپ نے' نہ آپ کو کسی نے قتل نہیں کیا۔ وہ شخص جس کے اندر غیرت جاگنے کے بعد غیرت استدلال میں آ جائے یا سوال بن جائے یا پوچھنا پڑ جائے تو پھر اُس میں غیرت نہیں ہے اُس Topic پر۔ میں آپ کو جیسی جیسی بات سمجھا رہا ہوں۔ آپ اُسے ایسے سمجھ جاؤ جیسے میں سمجھا رہا ہوں۔ مثلاً آپ کو بڑا غصہ آیا لیکن آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اب میں اِسے جھوٹا کہوں یا کیا کہوں۔ لیکن میں پھر بھی نرم بات کرتا ہوں۔ آپ یہی کہہ رہے ہو ناں کہ غصہ آیا تھا۔ غصہ کرنا تھا اور اگر نہیں آیا تھا تو نہیں کرنا تھا۔ اب اگر مجھ سے جواز مانگ رہے ہو غصہ نہ کرنے کا تو میرے پاس جواز نہیں ہے۔ اگر جواز مانگ رہے ہو غصہ کرنے کا تو یہ بھی میں نہیں دوں گا۔ آپ اپنی فطرت اور اپنے دین کے ساتھ نسبت کے حوالے سے فیصلہ کر لیا کرو۔ جہاں برداشت ہوتا ہے وہاں برداشت کر لو' جہاں نہیں ہوتا وہاں نہ کرو۔ میرے جذبات سے آپ وہاں نہیں چل سکتے۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ کہ لوگ دین کے خلاف بول رہے تھے' پھر؟ وہ خلاف بول رہے تھے اور میں واپس آ گیا۔ اب بتاؤ میں اس میں کیا بتاؤں۔ نہ شاباش دے سکتا ہوں نہ آپ کو برا بھلا کہہ سکتا ہوں۔

یہ الگ بات لُٹ گئی عزت
قیمتی جان تو بچالی ہے

چلو جان بچا کے آ گئے' یہ کافی ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ قتل کر دو' میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر تم کمزور ہو تو دعا کرو یا اللہ مجھے دین کی حفاظت کے لیے کوئی قوت دے۔ اگر طاقت ور ہو تو طاقت دین کے تحفظ میں استعمال کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح ایک آدمی نے آپ کے ابا

حضور کو گالی دے دی' اب مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو؟ اب یہ نہ کہنا کہ ایک آدمی نے میرے والد صاحب کو گالی دے دی' اب میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں۔ پوچھنے کیا آنا ہے؟ اب کیا Reaction ہوگا؟ آپ بولو۔ وہاں Reaction ہوگا کہ پوچھنے آؤ گے۔ طاقت کا استعمال کرو۔

سوال:

سر! Reaction تو ہوسکتا ہے' یہ قوت کی بات ہے۔ اگر قوت ہو تو ___

جواب:

ہاں قوت کی بات ہے' اب یہ قوت کی بات ہے تو پھر قوت حاصل کرو' یا تو برداشت کرو یا پھر Out burst ہو جاؤ۔ دونوں ہی طریقے ہیں۔

سوال:

سر! یہ قوت کی بات ہے یا جذبات کی بات ہے' جذبے کی بات ہے؟

جواب:

جذبے کی بات بھی ہوسکتی ہے۔ اب اس میں دقت کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو جو محسوس ہوتا ہے ویسا ہی کرے۔

سوال:

سر! اس قسم کے Flare up کرنے والے Elements تو ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں آج کل ____

جواب:

آپ پھر وہی بات کر رہے ہیں' Flare up والے جو ہیں آپ اس طرح کے نہ بنو۔ آپ کے اندر ابھی ہوش کا پہلو ہے۔ جس میں ہوش نہیں ہے وہ Flare up ہوگا۔ دقت کیا ہوئی؟ سمجھ نہیں آ رہی بات؟ آپ Flare up ہونا چاہتے ہو اور ہوتے نہیں ہو یا پوچھ رہے ہو کہ ہونا چاہیے کہ نہیں ہونا چاہیے۔

سوال:

وہاں ہو جانا چاہیے تھا۔

جواب:

کیا ہو گئے تھے؟ Flare up ہو گئے تھے؟

سوال.

میں تو صرف اپنی بات کر رہا ہوں۔

جواب:

اپنی ہی بات کرو' دوسرے کی چھوڑو۔ بے شمار لوگ ہیں جو Flare up ہوتے ہیں اور جو نہیں ہوتے۔ اپنی بات بتاؤ۔

سوال:

جتنی میری قوت ہے اُتنا میں ہو گیا تھا۔

جواب:

اگر جتنی قوت تھی اُتنے ہو گئے تھے تو پھر آپ کے لیے داد ہے' یہ اچھی بات ہے۔ پھر آپ کا سوال تو کوئی نہ رہ

گیا۔

سوال:

میرے سوال کا مقصد یہ ہے' صرف یہ پوچھنا تھا کہ اگر یہ حالات چلتے رہے تو یوں گذارہ نہیں ہوتا۔

جواب:

پھر گذارہ نہ کرنا۔ یہ آسان سی بات ہے۔ گذارہ نہیں ہوتا تو گذارہ نہ کرنا۔ پھر کیا ہوگا؟ اُس کا انتظار کرو۔ کہتے ہیں کہ گذارہ نہیں ہوگا' جب گذارہ نہ ہوا پھر کوئی بات شروع کر دینا' تب کوئی واقعہ ہو جائے گا۔ ابھی تو آپ کا گذارہ ہو رہا ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ برداشت نہیں ہوگا۔ کب؟ جب برداشت نہیں ہوگا۔ اُس وقت بتانا کہ یہ برداشت نہیں ہوا۔ ابھی تو آپ برداشت کرتے جا رہے ہو۔ ابھی آپ کے جذبات جو ہیں ذرا کمزور ہیں۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ پہ رحم فرمائے اور سب پر بھی۔ سماج کے ساتھ نفرت نہ کرو' آپ اللہ اللہ کرو۔ آپ گھبرا کیوں گئے ہو؟ دِقت کیوں ہوگئی ہے؟ آپ تو نفرت میں بیٹھے ہیں' غصے میں بیٹھے ہیں۔

سوال:

سر! یہ بات نہیں ہے۔

جواب:

پھر کیا بات ہے' بتاؤ نا آپ!

سوال:

بات یہ ہے کہ یہاں آپ کے پاس اس نشست میں بیٹھتے ہیں تو ایک بہت خوبصورت تجربے سے گذرتے ہیں اور آپ سے سنتے ہیں' سیکھتے ہیں اور اُس کے بعد کسی دوسرے ماحول میں جاتے ہیں تو وہ Contrast اتنا ہوتا ہے کہ وہ زیادہ تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

جواب:

پھر!

سوال:

تو آپ سے جو یہ سوال کر رہے ہیں وہ شاید کوئی Strength مانگنے کے لیے ہے یا دعا کے لیے کہہ رہے ہیں۔

جواب:

ایک بات تو یہ ہوئی کہ اس نشست میں آنے کے بعد آپ اُس دوسری طرف چلے گئے تو بڑا کمزور واقعہ ہو گیا اور دوسری بات یہ ہے کہ ان کمزور واقعات میں رہنے کے بعد آپ اس نشست میں آ گئے اور یہ اچھی بات ہوگئی۔ آپ کون سی بات اچھی سمجھتے ہیں؟ یہاں پر آپ رہتے ہو تو ٹھیک ہوتے ہو اور پھر آپ وہاں جاتے ہو تو وہاں بڑا برا لگتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ وہاں پر رہنے والے لوگ ہو اور پھر آپ یہاں آ جاتے ہو تو یہ کتنی اچھی بات ہے۔ اس کو اچھی بات سمجھو کہ آپ اُس ماحول سے چلتے چلتے یہاں آ گئے اور آپ کو قدرت کی طرف سے ہفتے میں ایک آدھ گھنٹے کا یہ ماحول مل جاتا ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ وہاں آپ زیادہ وقت گذارتے ہو' مہینے کے زیادہ دن آپ وہاں گذارتے ہیں اور ایک آدھا دن یہاں گذارتے ہو تو یہ آپ کے لیے بہتر ہے۔ یا تو اُتنے دن آپ یہاں گذارنے والے بنتے تو پھر میں آپ کو بتاتا کہ دیکھو وہاں کا وقت کیسا ہے۔ میرے پاس آپ نے آنا ہے' میں اگر آپ کو جذبات کی آگ لگا کر بھیج بھی دوں تو وہاں جا کر آپ بجھ جاؤ

گے۔تمہارے پاس نہ وہ وقت ہے اور نہ وہ قوت ہے۔تھوڑی دیر کے لیے آپ آئے ہو اور اپنی پریشانی سے آسودہ ہونے کے لیے آپ آ گئے' ہفتے میں ایک دن یا دو ہفتے میں ایک دن تھوڑی دیر کے لیے آپ آ جائیں۔ میری طرف سے یہاں کا ماحول وہاں لے جانے کی تو تمہیں اجازت ہی نہیں ہے۔اور نہ میں نے کہا ہے کہ وہاں جا کے تم چراغ جلاؤ۔ابھی تو میں نے کہا یہاں ہم ملتے ہیں' بیٹھتے ہیں' آؤ ہم اُس پریشان حالی سے گذر کر اب آسودہ حالی کا تھوڑا تجربہ کریں۔یہ تو ہم نے کہا نہیں ہے کہ ہم نے کوئی انقلاب بپا کر دیا ہے۔ ہم نے کچھ بھی نہیں کہا' صرف آرام سے بیٹھے ہیں۔اس لیے اس بیٹھنے کو غنیمت سمجھیں۔وہاں کے حالات جو ہیں وہ تو ابھی رہیں گے آپ کے ساتھ۔ یا تو یہ ہو کہ یہاں کوئی آپ نے ایسا فیصلہ کر لیا ہو کہ کل سے ہم سماج میں یہ کام کریں گے مگر ایسا نہیں ہے۔آپ یہاں ہفتے کا انتظار کرو' پھر یہاں اپنی بات ہونی ہے' باقی اور باتیں ہونی ہیں۔ بات سمجھ آئی۔ پھر آپ نے یہاں گھنٹہ آدھا گھنٹہ بیٹھنا ہے۔آپ Service کرتے ہو؟ Service آپ نہیں چھوڑ سکتے۔ Retirement کے بعد آپ کو Extension ملنی بہت ضروری ہے۔آج کے واقعات کے بعد آپ کو اور واقعات ملتے ہیں۔اگر دو دن آپ Service سے باہر رہو پھر تیسرے دن آپ ہم سے دعا کراتے ہو کہ یا اللہ رحم فرما۔ہم یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ تعالیٰ اس کو نوکری دے دے' اللہ تعالیٰ اُس کو اچھے واقعات دے دے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اُس دنیا میں آپ کو آباد کر دے جس دنیا کو ترک کرنے کا بھی خیال آپ کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ غریبی آپ سے برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔اب واقعات کا عالم تو یہ ہے۔تنہائی آپ سے برداشت نہیں ہو سکتی ہے۔اب آپ زندگی وہی گذارو جو کہ گذار رہے ہو۔ پھر کیا کیا جائے؟ یہی غنیمت جانو جو یہ ملاقات ہو رہی ہے۔یا آپ کو بادشاہ بنا دیا جائے؟ کیا خیال ہے؟ یا ملک میں انقلاب برپا کر دیا جائے۔ جب تک انقلاب بپا نہیں ہوتا آپ آرام سے گذارہ کرو' ابھی اسی میں گذارہ کرو' ابھی یہی وقت ٹھیک ہے۔سماج کے ساتھ ہمارا جھگڑا نہیں ہے۔بڑے بڑے لوگ یہ جھگڑا کر رہے ہیں' انہیں جھگڑا کرنے دو ____ آپ اپنا سوال پوچھو! ____ بولو ____

Independent سوال پوچھو' بغیر کسی بحث کے۔ہاں آپ بولو!

پرویز صاحب پوچھیں ____ ثاقب صاحب بولیں ____ اور سوال کرو ____ حنیف صاحب!

سوال:

سر منطق اور سچائی میں کیا فرق ہے؟

جواب:

پھر وہی بات' کیا آپ نے کتاب لکھنی ہے۔

سوال:

سر ہم نے دیکھا ہے کہ .....

جواب:

کیا دیکھا ہے آپ نے؟

سوال:

سر یہاں یہ Confusion آ رہی ہے۔

جواب:

منطق میں یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص فلاسفی جاننے والا ہو تو منطق کی Definition پر پہلے دس کتابیں لکھی جاتی ہیں۔آپ سمجھ رہے ہیں ناں بات کو؟ یہ نہ ہو کہ میں آپ کو کوئی غیر منطقی Definition دے دوں۔اتنا تو مجھے پتہ ہے

کہ Logic کیا چیز ہوتی ہے اوراس پر کم از کم پندرہ کتابیں پڑھنے کے بعد کی Definition پھر بھی ادھوری رہتی ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آئی؟ سوال تو آپ نے بادشاہی والا کردیا کہ منطق کیا ہوتی ہے؟ اور یہ کہ Logic ہے Truth کیا ہوتا ہے' سچائی کیا ہوتی ہے' ؟ اب یہ جو ہے اتنا بڑا سوال ہے کہ اس کا جواب نہیں سمجھ آئے گا' منطق آپ کو کہاں پر Matter کرتی ہے؟

سوال:

جھوٹا آدمی بڑا منطقی ہوتا ہے اور خود کو سچا بتاتا ہے۔

جواب:

کس کو؟

سوال:

ہم لوگوں کو' کم علم لوگوں کو_____

جواب:

آپ کو جھوٹا آدمی سچا نظر آتا ہے۔ کیا وہ جھوٹا بھی ہوتا ہے؟

سوال:

کیا پتہ کہ وہ کیا ہوتا ہے۔

جواب:

کیا وہ جھوٹا ہوتا ہے؟

سوال:

نہیں Sir' ہم نے یہ تو Detrmine کرنا ہے کہ وہ غلط آدمی ہے' جھوٹا آدمی ہے۔

جواب:

آپ بات کو سمجھو۔ آپ تو منطق کی بات کررہے ہیں۔ کیا جھوٹا آدمی آپ کو سچا نظر آتا ہے یا وہ جھوٹا ہے؟ کیا یہ آپ کے علم میں ہے؟

سوال:

نہیں یہ تو پتہ ہی نہیں چلتا سر! یہی تو Determine کرنا ہے۔

جواب:

اب سوال کیا ہوا؟

سوال:

سچائی یہ ہے ایک آدمی منطق کی رُو سے سچا نظر آتا ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے؟

جواب:

کیا وہ سچا نظر آتا ہے' کیا وہ بندہ آپ کو سچا نظر آتا ہے؟ اور پھر آپ کو شک پڑتا ہے کہ سچا ہے کہ نہیں ہے۔

سوال:

یہ Doubt ہے؟

جواب:

اچھا یہ Doubt ہے۔آپ اس کو یوں حل کریں کہ آپ اپنی وفا کی وابستگی رکھیں۔ جو سچا نظر آئے اس کے ساتھ آپ بھی سچائی کرو' جھوٹے کو اُس کی عاقبت کے حوالے کرو' لیکن اپنے اندر جو ہے منافقت نہ پیدا کرلینا' اس زندگی میں بے شمار سچے ہیں اور بے شمار جھوٹے ہیں مگر آپ کو جہاں کہیں سچ کا شائبہ ملے' سچ کا ذرا بھی Doubt ملے' آپ اُس کے ساتھ وابستگی کریں' اپنے آپ کی اصلاح کریں ورنہ بے شمار سچائیوں سے آپ محروم ہو جائیں گے۔ یہ سوچا کہ پتہ نہیں وہ جھوٹا ہی ہو تو اسے آپ نے چھوڑ دیا۔پھر سوچا کہ سچا لگتا ہے لیکن پتہ نہیں وہ جھوٹا ہی ہو۔اس طرح ساری دنیا پھر آپ کو ایسی ہی لگے گی جیسے یہ بھی جھوٹا ہی ہو اور وہ بھی جھوٹا ہی ہو۔ اس طرح آپ کی عمر ختم ہو جائے گی۔اگر وہ جھوٹا ہے کہ نہیں ہے' اور سچا لگ رہا ہے تو اس کے ساتھ ذرا چل کے دیکھو کہ کیا حالات ہیں۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ سچائی کے بارے میں ایک ہی بات آپ کو یاد ہونی چاہئے کہ سچا اُس وقت ملے گا جب آپ سچے ہو جائیں گے۔سچائی کیا ہے؟ آپ کا نام۔ سچ کس کا نام ہے؟ آپ کا نام ۔جب آپ سچے ہوں گے تو کائنات خود بخود سچی ہوتی جائے گی۔ اپنی منافقت سے بچو۔ اپنے اندر سے Hypocritical attitude نکالو۔آپ سچے ہو جاؤ۔ سچا آدمی جو ہے وہ سچ کو پائے گا یا سچا آدمی ہی سچے کو پائے گا۔ جب تک آپ سچے نہیں ہوں گے آپ کو سچا نہیں ملے گا۔کوئی جھوٹا آدمی کسی سچے آدمی کے ساتھ تعارف نہیں کرسکتا۔اس لیے یہ اپنے اندر کا خیال ہے۔اپنے آپ کا خیال ہے۔ اپنی اصلاح کرو۔ اپنے اندر The Truth پیدا کرو۔ وہ پیدا ہو جائے گا۔ باقی یہ کہ Logic کے اندر نہ پڑو۔Logic کیا ہے۔فلسفی نے کبھی خدا کو دریافت نہیں کیا۔فلسفی صرف فلسفی ہوتا ہے۔کیا آپ ابھی غصے میں آئے ہیں؟ آپ ابھی Irritated ہیں' کیا کسی سے جھگڑا کیا ہے؟ ابھی ابھی ہوا ہے یہ۔آج آپ دیر سے بھی آئے ہیں۔ کہیں کوئی بات ہوگئی ہے اور آپ کو معاف کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے اور یاد رکھنے کی طبیعت نہیں چاہتی اُس کو۔ یہ آدمی اچھا ہے مگر برے خیال میں پھنس گیا۔اسے کہو کہ اچھا ہو جائے ۔آپ ہر چیز کو معاف کردو۔اپنے آپ کو بھی معاف کردو۔واپس آ جاؤ۔اس ماحول میں واپس آ جاؤ۔بس اتنی بات کافی ہوتی ہے۔آپ نے تو اپنا ذہن ہی خراب کرلیا۔

سوال:

معاف کردیا۔

جواب:

شاباش۔ یہ ٹھیک ہوگیا۔

ایک اور سوال:

انہوں نے مجھے لینے آنا تھا لیکن آ نہیں سکے۔اس لیے پریشان نہ ہوں۔

جواب:

کیا آپ سے پوچھا ہے میں نے؟

سوال:

نہیں آپ نے نہیں پوچھا۔

جواب:

آپ اپنا سوال کریں۔ واقعات بیان نہ کریں۔انسان کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو Project کرے۔

وہ سمجھتا ہے کہ میرے دم سے کائنات میں رونقیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ اپنے دم سے ہی ہے۔ بات بھی ٹھیک ہے' یہ اپنے دم تک ہی ہے۔

ہاں جی ____ رامے صاحب بولیں ____ سوال کا موقع ہے بس۔ ایک بات یاد رکھنی ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو کوئی صفت عطا فرمائی وہ اُس صفت کے Acknowledge ہونے کا اہتمام بھی خود فرماتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ آپ کو نظر عطا فرماتا ہے تو نظارے بھی خود ہی مہیا کرتا ہے۔ اب اپنی نظر کو محتاجِ نظارہ نہ بنانا۔ یہ میں وارننگ کے طور پر بات کر رہا ہوں کہ عطائے نظر کو محتاجِ نظارہ مت بناؤ۔

یہ نسخہ لکھ لو کتابوں میں کہ جس نے نظر عطا کی ہے نظر کو نظارہ وہ ہی عطا فرمائے گا' جس نے آپ کو ذہن عطا فرمایا' خیال وہ خود ہی عطا فرمائے گا' جس نے دل عطا فرمایا ہے وہ دلبر بھی عطا فرمائے گا' جس نے گلا عطا فرمایا ہے وہ سامعین خود ہی پیدا کر دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ آج تک ایسے کبھی نہیں ہوا کہ گلا عطا فرمائے اور سامعین کا ذوقِ سماعت نہ پیدا کرے۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے کہ ذوقِ سماعت وہی پیدا کر رہا ہے جو آپ کے اندر نغمہ پیدا کرے گا۔ اس لیے آپ اپنی صلاحیتوں کو دریافت کرو' اپنی خوبیوں کو دریافت کرو' خوبیوں کا تحفظ کرو لیکن خوبی Acknowledge کرانے میں زور نہ لگانا کیونکہ وہ خود بخود ہو جائے گی۔ عین ممکن ہے کہ ابھی وہ Time نہ ہو Acknowledge ہونے کا۔ اس لیے خوبیوں کو Preserve کرو۔ میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ انہیں Preserve کرو Destroy نہ کرو۔ خوبی Preserve ہو گئی تو Acknowledgement کا Time وہ خود ہی پیدا کرے گا۔ ایک آدمی جو حکیم تھا آپ کو ملا' وہ ایک بوٹی اکٹھی کر رہا تھا اور اُس میں سے کوئی دوائی بنا رہا تھا۔ وہ کہتا ہے یہ دوائی ایک خاص قسم کی بیماری کو دور کرے گی۔ کہتا ہے کہ وہ بیماری تو دنیا میں ہے نہیں' آپ کون سی بیماری کی بات کر رہے ہیں' ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں۔ کہتا ہے کہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں یہ ایک واقعہ یوں ہو جائے تو یہ اُس کا علاج ہے۔ ابھی وہ بیماری پیدا نہیں ہوئی جس کا علاج اُس نے پیدا کر لیا ہے۔ اب ادھر سے علاج پیدا کیا اور اُدھر سے بیماری پیدا کر دی' تو علاج اور بیماری ضرور مل جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے کمال کیا ہے' دنیا کے اندر فن پیدا کر دیا ہے' خوب صورت بات رکھی ہے کہ جس کو جو چیز عطا فرمائی ہے اُس کی Market خود پیدا کر دی ہے اور اُس کی پذیرائی کرنے کا موقع بھی خود پیدا کیا۔ کوئی حسن ایسا نہیں ملے گا جس کو چاہنے والا نہ ملا ہو۔ ہر حسن کو چاہنے والا ملے گا۔ اب گمراہ کہاں ہوتا ہے انسان؟ جو یہ سمجھتا ہے کہ میں حسن ہوں اور چاہنے والے اندھے ہو گئے ہیں، یہ جھوٹ بولتا ہے۔ حسن اگر ہے تو خود بخود چاہنے والا مل جائے گا۔ اپنے آپ کو حسن سمجھنا اور چاہنے والوں کے اندھے پن کا گلہ کرنا' یہاں سے گمراہ ہوتا ہے انسان کہ میں سب سے اچھا آدمی ہوں' لوگوں کو سمجھ نہیں آتی' یہ بیوقوف لوگ ہیں۔ اب یہاں سے گمراہ ہو گیا بندہ۔ اچھے کو اللہ تعالیٰ خود بخود Acknowledge کرا دیتا ہے۔ آپ اندازہ لگاؤ پیغمبروں کی بات' حضور پاکؐ کی بات دیکھو کہ کون سے زمانے میں کلمہ ہم پر آیا' صداقت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی اتنے دور ہم کھڑے ہوئے اس کلمے پر اپنی جان نثار کرتے جا رہے ہیں۔ صداقت کہاں سے چلی' کس زمانے سے چلی ہے اور آج تک ہمارے پاس چلی آ رہی ہے۔ صداقت کے اندر اعتبارِ صداقت کا یہ عالم ہے کہ آج تک آپ لوگوں کے اندر' یہ آپ کا ایمان ہے۔ اندازہ لگائیں۔ اس پر آپ نے اور کوئی تحقیق نہیں کی۔ بس یہ ہمارا ایمان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں پیغمبری عطا ہوئی' وہاں اُمت ضرور عطا ہو گی۔ یہ اللہ کے کام ہیں' اور عطا ہو جائیں گے Followers ان لوگوں کو جن کے پاس خوبی ہوتی ہے۔ حسین کو چاہنے والا مل جائے گا' عقل والوں کو سمجھنے والے مل جائیں گے اور صاحبانِ مرتبہ کو مرتبے مل جائیں گے۔ آپ ایک Time کا' اچھے وقت کا' اچھی خوبی کے ساتھ انتظار کرو۔ اپنی صلاحیتوں کو قائم رکھو۔ اور کسی نے ٹھیک کہا تھا They also serve to only stand and wait اور یہ بڑی سروس ہے۔ اپنی خوبی کا تحفظ کرو۔ خوبی کی مارکیٹ جو ہے وہ

خود بخود پیدا ہوجائے گی۔ یہ میری بات یاد رکھ لینا' خوبی کو ضائع نہ ہونے دینا۔ مایوسی سب سے بڑا گناہ ہے خوبی کے لیے۔ خوبی کہاں ضائع ہوتی ہے؟ مایوسی سے اور غصہ سے' ان دو باتوں سے خوبی ضائع ہوجاتی ہے۔ یہ خوبی کے تباہ کن Elements ہیں۔ خوبی چاہے شکل کی ہو۔ کبھی شکل کی خوبی دیکھی ہے آپ نے؟ یعنی کوئی خوب صورت شکل۔ اور جب غصہ آجائے تو وہ شکل خراب ہوجائے گی۔ وہ شکل مایوس ہوجائے گی تو تباہ ہوجائے گی۔ اپنے آپ پر اعتماد کرو' Wait کرو اس وقت کا جب یہ چیزیں Acknowledge ہوجائیں۔ Acknowledge کس نے کروانی ہیں؟ جس نے خوبی عطا کی ہے۔ اپنی خوبیوں کو مالک کے حوالے سے پہچانو۔ اور اس کو Acknowledge کروانے والا بھی وہی ہے۔ پس انتظار کرو کہ آپ کو صحیح وقت پر ہر چیز مل جائے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔ اگر گلا ہے' گاؤ گے تو سامعین پیدا ہوجائیں گے۔ Wait کرو۔ بے وقت گانا نہ گاؤ۔ ہر چیز کا اپنا وقت ہے۔ بس اس کو پہچاننا ہے تم لوگوں نے۔ اور تم نے کچھ نہیں کرنا۔ اپنی خوبی کو پہچانو' اُسے Preserve کرو اور Wait کرو۔ پھر وہ Acknowledge ہو جائے گی۔ گلہ نہ کرنا۔ ادھر سے اپنے حسن کا دعویٰ کرتے ہو' ادھر سے گلہ کرتے ہو کہ چاہنے والا کوئی نہیں۔ حسن ہوتا ہی چاہنے والے کا نام ہے۔ بس یہی خوبی ہے کہ انتظار کرو۔ ہم اپنے حوالے سے زمانے کو ماپتے رہتے ہیں مگر زمانہ اپنے حوالے سے چل رہا ہے۔ اگر وہ تمہیں اپنے ادراک کا موقع دے تو یہ بڑی بات ہے۔

سوال:

لیکن سر! انتظار کے لیے صبر کی ضرورت ہے؟

جواب:

انتظار کی بات کر رہے ہیں؟

سوال:

انتظار کوئی آسان چیز تو نہیں ہے۔

جواب:

دیکھو کمال کی بات ہے' اس کا ایک فقرے میں جواب دیتا ہوں۔ جس چیز کا آپ انتظار کر رہے ہیں وہ چیز آپ کے پاس ہے۔ یعنی جس چیز کا آپ انتظار کر رہے ہو وہی چیز آپ کے پاس ہے۔ کیونکہ انتظار بے تعلق نہیں ہوتا۔ کیا کہا؟ انتظار بے تعلق نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایک چیز بے تعلق نہیں ہوتی ہے اور وہ انتظار ہے۔ محبوب کا انتظار' محبوب کا حصہ ہے۔ محبوب کی یاد' محبوب کا حصہ ہے۔ یاد ماضی سے تعلق رکھتی ہے اور انتظار آنے والے وقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہ دونوں محبوب کے حصے ہیں۔ بلکہ یہ محبوب ہی ہیں۔ اگر محبوب کا ترجمہ کیا جائے کہ محبوب کیا ہے تو یاد + انتظار = یہ محبوب ہے۔ وہ انسان جو آپ کی یاد اور آپ کے انتظار میں ہو' وہی محبوب ہے۔ تو محبوب سلامت رہنے کا مطلب کیا ہے؟ کہ یاد سلامت رہے اور انتظار سلامت رہے۔ یاد ہے اس کے ساتھ گزرا ہوا زمانہ اور انتظار ہے آئندہ ملاقات کا اہتمام۔ چاہے وہ کسی انداز سے بھی ہو۔ یہی محبوب ہوتا ہے۔ اس لیے وہ انتظار تو بہت آسان چیز ہے۔ انتظار جو ہے اعتماد کے ساتھ ہوتا ہے' اگر اعتماد نہ ہو تو انتظار نہیں ہے۔ اعتماد کس بات کا؟ اپنی صداقت کا۔ اس کے لیے رعایت نہیں مل سکتی۔ اب انتظار میں ہم رعایت نہیں کر سکتے۔ انتظار تو انتظار ہے۔ میں نے آپ کو ایک فقرہ بتایا تھا کہ انتظار ایک ایسا زمانہ ہے جس کو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ وصال کے نام پر فراق کا سفر ہے۔ وصال کی امید پر فراق کا سفر ہی انتظار کہلاتا ہے۔ کیا آپ فراق میں سے گزر رہے ہیں؟ کس کے انتظار سے؟ وصال کے انتظار سے۔ اور یہ بڑی عطا ہے۔ یہ محبوب کی عطا ہے۔ اُس کی یاد میں یہ سفر کٹ رہا ہے۔ انتظار کو تو لوگوں نے بعض اوقات وصال سے بھی زیادہ Prefer کیا ہے۔ آرزو کے سلسلے میں یہ بات آتی ہے کہ آرزو کا

قیام انتظار سے ہے۔ بعض اوقات کہتے ہیں کہ جب محبوب مل گیا تو یہ بھی آرزو کا بجھنا ہے۔ انتظار جو ہے یہ آرزو کے شعلے کو قائم رکھتا ہے۔ انتظار آپ کو قائم رکھتا ہے اور اُس کو فراق کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہمیشہ ہمیشہ کا انتظار ہے۔ یہ ختم نہیں ہوتا۔ وہ داستانِ فراق ہی ہے' داستانِ الفراق ہے' زندگی ہے داستانِ الفراق۔ وہاں مسلسل فراق ہے۔ جتنا زیادہ فراق ہوگا اتنا Divine ہوگا۔ جتنا زیادہ فراق ہوگا اتنی زیادہ Divinity ہوگی' کیونکہ مکمل Divine مکمل انتظار ہے۔ آپ نے غور کیا ہے بات پہ کہ مکمل Divine کیا ہوتا ہے؟ مکمل انتظار۔ کہ ہم اللہ کو کبھی نہیں پا سکے' ہم اُس کو یاد رکھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں۔ اللہ کا محبت سے انتظار اور یہ انتظار قیامت تک ختم نہ ہو ۔

خدا کرے کہ یہ دکھ دور ہی نہ ہو ہرگز

اور یہ دکھ دور نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ اس کو طویل کرتا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وصال جو ہے یہ آرزو کو واپس لینے کا نام ہے۔ دینے والے اپنی آرزو واپس لے لیتے ہیں جب وصال ہو جاتا ہے۔ اس لیے وصال والی بات نہیں ہوتی۔ دلیر روحیں جو ہیں وہ فراق اور انتظار کو ترجیح دیتی ہیں۔ اچھا ہوتا ہے سفر انتظار کا۔ انتظار' آشنا ہوتا ہے۔ یاد آشنائی ہوتی ہے ___ بلال صاحب بولیں ___ اور کوئی بولے۔

سوال:

دین اور محبت میں کیا Dynamics کچھ اس طرح کی ہیں کہ ابتدا میں تو کچھ قربتیں کچھ صحبتیں اور کچھ ملاقاتیں میسر ہوتی ہیں اور جب انسان ان کا اعلان کر بیٹھتا ہے' اقرار کر بیٹھتا ہے تو پھر فاصلے بڑھ جاتے ہیں' دُوریاں بڑھ جاتی ہیں؛ پھر انتظار شروع ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ دین سے تعارف سے پہلے تو کچھ انتظار جلدی پورا ہو جاتا ہے لیکن جب واقعی دین کی دہلیز میں داخل ہو جاتے ہیں تو پھر انتظار کے لمحے زیادہ طویل ہو جاتے ہیں۔

جواب:

دیکھو یہ سوال سمجھنا مشکل ہے۔

سوال:

جی۔

جواب:

سوال یہ ہے کہ دین میں جب ذات کا' محبت کا مقام آ جائے' تو اور کیفیت ہے۔ جب ذات کے بعد Code کا' ضابطہ کا عمل ہے پھر اس کی اور کیفیت ہی ہو جاتی ہے۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ اب اس میں سارا راز یہ ہے کہ دین کی طرف راغب کرنے والی وہ ذات ہی ہے اور جس کو آپ کہتے ہیں کہ بعد میں کچھ کمی بیشی ہو جاتی ہے' انتظار کروایا جاتا ہے' تو وہ ذات آگے پھر ضابطہ نافذ کر دیتی ہے یعنی قانون' ضابطہ نافذ ہو جاتا ہے کہ یہ کرو وہ کرو' یہ ضابطۂ اخلاق ہے' یہ قانون ہے' ایک خاص نظام پر اللہ اکبر کرو' رکوع کرو' سجود کرو۔ پھر انسان اس میں لگ جاتا ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے آپ سے غافل ہو جائے' یہ اُس کو ہوشیار کرنے کے لیے ہے۔ وہ جسے آپ کہتے ہیں کہ دوری ہو جاتی ہے تو دوری نہیں ہوتی۔ یہ اُس کا پورا حصہ ہے۔ وہ ایک بار' پہلی بار جب وہ پکارتا ہے تو وہ پکارتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے پہل ہمیشہ اُس کی طرف سے ہے اور وہ ہمیشہ ہی ساتھ دیتا ہے۔

سوال:

لیکن بزرگانِ دین کے ملفوظات میں اور ان کے کوائف میں بیشتر تو یہی کیفیت ہے کہ ایک دفعہ خدا سے قربت کا لمحہ جو انہیں نصیب ہوتا ہے اُس کے بعد عمر دوسرے لمحے کے انتظار ہی میں کٹتی ہے۔

جواب:

یہ ٹھیک ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا' پھر سن لو کہ تلاش اُس نے کیا جس نے پالیا۔ تلاش کس نے کیا؟ جس نے پالیا۔ پائے بغیر تلاش نہیں کر سکتے ۔آپ جس کو تلاش کر رہے ہو اُس کو آپ پا چکے ہیں۔ یہ ایسا سفر ہے جس میں منزل ہمسفر ہوتی ہے۔

سوال:

سر! اُس میں احساس تو یوں ہو جاتا ہے کہ ایک چیز جو ملی تھی وہ گم ہو گئی ہے۔

جواب:

نہیں وہ گم نہیں ہوتی۔ گم کا تو بتا رہا ہوں۔ اسی کو آپ تلاش کہہ رہے ہیں ناں۔

سوال:

جی۔

جواب:

اصل میں آپ نے تلاش کرنا ہے۔ جو ملی تھی وہ بھی آپ کا تصور تھا۔ اور جو گم ہو گئی ہے یہ بھی آپ کا خیال ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تلاش کا نام ہی ملنا ہے۔ دین میں تلاش کا ہی نام ہے ملنا۔

سوال:

سر یوں لگتا ہے کہ یہ محبوب اور خدا شکل دکھا کے گم ہو جاتے ہیں۔

جواب:

یہ تو آپ کے الفاظ ہیں ناں۔ وہ شکل دکھا کر گم نہیں ہو جاتے بلکہ شکل دکھا کر ہمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اس طرح ہمراہ ہوتے ہیں جیسے آپ کی روح آپ کے ساتھ چل رہی ہو اور آپ اس سے غافل ہو۔ کہتا ہے کہاں ہے میری روح۔ کہتا ہے کہ میں روح کی تلاش میں جا رہا ہوں حالانکہ روح ساتھ ساتھ ہے۔

سوال:

جی وہ ٹھیک ہے کہ دل سے ہر وقت کوئی کہتا ہے کہ ؎

میں نہیں تجھ سے جدا غور سے سن
یہ کہتا تو ہے سامنے نہیں آتا

جواب:

دیکھو یہ کیسی بات ہے' سامنے اُس نے آنا ہی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اُس کے سامنے آنے کا طریقہ ہی اور ہوتا ہے کہ جب تک تیرے سامنے دنیا ہے اُس نے تیرے سامنے نہیں آنا۔ جب ہر چیز تیری نگاہ سے ہٹ جائے گی وہ سامنے آ جائے گا۔ اس کا آمنا سامنا اس وقت ہوتا ہے جب آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوتے ہیں اور آپ اردگرد کے ماحول سے غافل ہوتے ہیں اس وقت وہ سامنے آتا ہے۔ اُس کی Visible form جو ہے آپ کے آنسوؤں کے زمانے میں ہے۔ باقی یہ کہ اس نے سامنے نہیں آنا۔

سوال:

سر! آنسوؤں کا زمانہ بھی تو عطا ہی ہے۔

جواب:

ہاں عطا ہوا' کیوں نہ عطا ہوا' یہ بڑی عطا ہے اور بڑی ہی عطا ہے۔ میرا خیال ہے سب سے بڑی چیز جو ہے وہ یہی عطا ہے۔ جس کو آہِ سحر گاہی عطا ہو جائے اور یہ بڑی عطا کی بات ہے' عبادت سے زیادہ عطا ہے۔ اگر عبادت عطا ہو جائے تو بڑی بات ہے' محبت عطا ہو جائے بڑی بات ہے اور اگر آہِ سحر گاہی عطا ہو جائے تو یہ بہت ہی بڑی بات ہے۔ میں نے آپ کو ایک شعر سنایا تھا پھر سن لو ؎

دشوارئ حیات کبھی مختصر نہ ہو
تیری نگاہِ لطف اگر ہمسفر نہ ہو

اب آپ یہ دیکھو کہ ؎

اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ ستم
اتنا کرم نہ کر میری آنکھ تر نہ ہو

اب آپ وہ شعر سنو ؎

میری شبِ فراق نے دی مجھ کو یہ دعا
دامن میں تیرے آہِ سحر ہو سحر نہ ہو

تو آہِ سحر ہی رہتی ہے' اور سحر نہیں ہوتی۔ یہ عطا ہوتی ہے کہ وہ آپ کو آہِ سحر دے۔ اقبالؔ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اس سے آپ کا ہر چیز کا مسئلہ حل ہو جائے گا ؎

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ پھر شاید کوئی مشکل مقام آیا

یہ عطا اُدھر سے آتی ہے۔ مشکل مقام حل ہو جاتے ہیں جب وہ عطا فرماتا ہے تو۔ تو یہ بھی ایک عطا ہے۔ اور کوئی سوال_____ اچھا ایک بات دیکھو کہ گدھا' گھوڑا کبھی نہیں بنے گا۔ بس اسی کے اندر ہی سارا راز ہے۔ کوشش' فطرت نہیں بدلتی باقی سب کچھ بدل سکتی ہے۔ کوشش نصیب نہیں بدلتی باقی سب کچھ بدل سکتی ہے۔

سوال:

کوشش تو ہم کرتے ہیں۔

جواب:

کوشش ایک خاص نصب العین کے مطابق Effort کرنے کو کہتے ہیں اور پھر آگے نصیب کیا ہے؟ یہ پھر اللہ کے کام ہیں' جو ناکام ہوگا وہ بھی کوشش ہی کرے گا اور کامیاب آدمی بھی کوشش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ ناکام آدمی زیادہ کوشش کرے بلکہ ہو سکتا ہے کہ چور کی زیادہ محنت ہو جس نے پرائے گھر میں چوری کرنی ہے۔ دوسرے کے گھر میں داخل ہونا' اس وقت جب انسان اپنے گھر میں داخل نہیں ہو سکتا' رات کے وقت تاریکیوں میں۔ کوشش کو گمراہی کہا گیا ہے اُس وقت تک جب تک نصب العین کی صحت نہ ہو۔ اگر نصب العین گمراہی ہے تو کوشش گمراہی ہے۔ اگر نصب العین صحیح ہے' مقصدِ حیات صحیح ہے تو کوشش ناکام ہو جائے تب بھی صحیح ہے۔ اس کو پورا انعام ملے گا۔ کوشش کو Achievement بنانے پر اصرار نہ کرنا۔ آپ سمجھ رہے ہیں بات؟ اگر مقصد نیک ہے تو نیک مقصد میں کوشش کا ناکام ہونا بھی قبول ہے اور اگر مقصد برا ہے تو کامیابی سے بدتر اور کوئی چیز نہیں۔ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

آپ کہہ رہے تھے کہ فطرت نہیں بدل سکتی تو انسان فطرت کیسے پہچانے؟

جواب:

یہ تو اور سوال ہو گیا۔ آپ کو پچھلا سوال سمجھ آ گیا؟ میں نے کیا کہا ہے؟ اگر مقصد برا ہو تو کامیابی سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ یہ بات سمجھ آ گئی؟ سب سے بُری چیز ہے کامیابی جب کہ مقصد بُرا تھا اور اگر مقصد نیک ہے تو ناکامیابی بھی اچھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ اپنی Intention کے مطابق ماپے جاؤ گے' آپ کا عمل جو ہے وہ نیت سے ماپا جائے گا۔ اب یہ کہ فطرت کو پہچانو' یہ تو الگ کہانی ہے' لمبی داستان ہے۔ ایک دفعہ پہلے یہ سوال ہو چکا ہے' آپ کو یاد ہوگا۔ انسان اپنی فطرت کیسے پہچانے؟ یہ سوال ہوا تھا؟ غالباً آپ ہی نے کیا تھا۔

سوال:

بالکل! بالکل! سب سے زیادہ مشکل بات یہ ہے کہ پہچان کیسے کریں؟

جواب:

پہلی بات یہ پہچانو کہ میں انسان ہوں۔ انسان ہونے کا شرف پہچاننا چاہئے کہ انسان ہونے کا شرف آپ کو کیسے ملا۔ صرف آپ کی بات کر رہا ہوں' یہ جمیع الناس کی بات نہیں کر رہا ہوں۔ آپ ایک تو یہ کہ انسان ہونے کے ناطے سے اپنے اندر شرف دریافت کریں۔ پھر مسلمان ہونے کے حوالے سے اپنے اندر جو ہے اسلامیت دریافت کرو۔ اور استعداد کے حوالے سے اپنی صلاحیتوں کو دریافت کرو' غور کیا کرو کہ کون سی چیز کیا ہے۔ مثلاً یہ پرندہ ہے' اس کی پرواز کہاں تک جا سکتی ہے' یہ جانور ہے جو فلاں جگہ تک دوڑ سکتا ہے اور آگے نہیں جائے گا۔ ایسے آپ دیکھتے رہتے ہیں۔ اب اسی انسان کو دیکھو کہ یہ کہاں تک جا سکتا ہے' کس Extreme تک یہ انسان جا سکتا ہے۔ اس کو پہچانا کرو۔ پھر اس کے اندر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی استعداد کیا ہے یا آپ کی فطرت کیا ہے' اللہ کے حوالے سے کیا ہے' اللہ کے دین کے حوالے سے کیا ہے' اپنے آغاز کے حوالے سے کیا ہے' اپنے انجام کے حوالے سے کیا ہے' کون سا مال کب چھوڑ کے جانا چاہتے ہو' کون سے حوالے سے آپ جانا چاہتے ہو۔ اس میں اگر Sincere ہو جائیں تو کوئی Confusion نہیں ہے۔ یہ دیکھو کہ چاہتا کیا ہے انسان؟ انسان خواہش کے حوالے سے پہچانے اپنے آپ کو' اپنی آرزوئیں لکھ لے کہ میں یہ چاہتا ہوں' وہ چاہتا ہوں' پھر نتیجہ نکل آئے گا۔ کسی دانا سے پوچھو کہ یہ میری خواہشات ہیں' اب میں کون ہوں؟ پتہ چل جائے گا کہ آپ کون ہیں۔ یہ خواہشات کے حوالے سے ہوگا۔ خواہشات جو ہیں یا تو یہاں رہنے والی ہوں گی یا یہاں سے نکلنے والی ہوں گی۔ جس آدمی کے پاس یہاں رہنے کی خواہشات زیادہ ہیں وہ اور طرح کا آدمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقسیم کر دیا کہ" ومنکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ۔" تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں" دنیا کا طلب گار جو ہے جب اُسے یہ محسوس ہو جائے کہ میں دنیا کا طلب گار ہوں پھر اپنے آپ کو دریافت کرنے میں آسانی ہوگی۔ اور اگر محسوس ہو کہ میں آخرت کا طلب گار ہوں تو آپ آسانی سے اپنے آپ کو دریافت کر لو گے۔ آپ آخرت والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ تو دریافت ہو جائے گا۔ اگر آپ دنیا دار ہو تو دنیاداروں کے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ اس طرح آپ دریافت ہو جاؤ گے۔ جو چیز آپ کو آزردہ کرنے لگے تو سمجھو کہ یہ End ہے۔ یہ سمجھ لو کہ یہاں میں اداس ہو جاتا ہوں اور اس سے آگے میں نہیں جا سکتا۔ یہاں پہ آپ دریافت کر لیں۔ یہ سب اپنی پسند اور ناپسند کے حوالے سے بھی دریافت ہو جاتا ہے' خوشی اور غم کے حوالے سے بھی دریافت ہو جاتا ہے اور اپنے بزرگوں کے حوالے سے دریافت ہو جاتا ہے۔ پتہ چل جاتا ہے۔ آپ مسلمان تو ہو' مسلمان ہونے کے حوالے سے آپ اپنے آپ کو پہچان لو۔ مسلمان ہو تو بس مسلمان رہو' یہ کافی ہے آپ

کے لئے۔

آپ کو میں نے پچھلی بار بتایا تھا کہ کوشش سے نصیب بدلتا ہے یا نہیں بدلتا۔ سمجھ آئی بات؟ کوشش سے نصیب نہیں بدلتا۔ نصیب کی الگ داستان ہے۔ انسان کوشش کرتا جائے آخر وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے۔ میں نے کہا تھا کہ ناکام لوگوں نے یا بدنصیب لوگوں نے زندگی میں بڑی کوشش کی ہے۔ بدنصیب جو ہے وہ بدنصیب ہی رہا۔ اُس کو کامیابی والا دائرہ ہی نہیں ملتا۔ وہ کولہو کے بیل اور کنوئیں کے مینڈک کی طرح محنت کرتا رہتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے دائرے میں رہتا ہے اور جن کو نصیب مل گیا اُنہیں بلند پرواز مل جائے گی۔ بس دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کوشش کی بجائے آپ کو نصیب کا مسافر بنائے۔ کوشش کا مسافر ذرا مشکل میں رہتا ہے بیچارہ۔ جو اللہ عطا کرے وہ بہتر ہے۔ ہر آدمی کوشش کرے گا کہ زندگی کو کامیاب کرے' کسی کی ہوتی اور کسی کی نہیں ہوتی۔ ہر آدمی کوشش کرے گا کہ خوش رہے' کچھ لوگ خوش ہوتے ہیں' کچھ نہیں ہوتے۔ کوشش تو سارے کرتے ہیں ____ ہاں حنیف صاحب بولیں۔

سوال:

سر! کیا نصیب جو ہے دعا یا عبادت سے بدل سکتا ہے۔

جواب:

میں نے آپ کو جو بتایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اُس کو نصیب کہہ رہے ہیں جو بدلتا نہیں ہے۔ دعا اور عبادت جو ہے یہ آپ ہی کے نام ہیں' راستے والے مسافر کے نام ہیں۔ جو دعا کر رہا ہے اُسے کرنے دو' عبادت کر رہا ہے تو کرنے دو' کوشش کر رہا ہے تو کرنے دو۔ آپ کے حوالے سے جو Ultimate رزلٹ ہے ہم اُس کو نصیب کہہ رہے ہیں۔ آپ کے لیے ہم کے نصیب کہہ رہے ہیں' جو آپ کا Ultimate End ہوگا۔ راستے میں کوششیں ہیں' دعائیں ہیں' نصیب ہے' اتفاقات ہیں' حادثات ہیں اور واقعات ہیں' سب کو ہونے دو۔ اور Ultimate انجام کیا ہے کہ رامے صاحب فلاح پا گئے۔ اسے ہم نصیب کہیں گے۔ نصیب کسے کہیں گے؟ کہ نجات ہوگئی۔ ہمارے حساب سے یہ نصیب ہے۔ درمیان میں کیا تھا؟ وہ آپ کی Effort تھی۔ کیا نصیب بدل گیا؟ ہم نہیں مانتے کہ یہ بدل جائے کیونکہ نصیب اگر بدل گیا تو پھر ہم دو نصیب مانیں گے' ایک بدلنے سے پہلے اور دوسرا بدلنے کے بعد۔ تبدیل ہونے سے پہلے کیا تھا؟ نصیب تھا۔ اور تبدیل ہونے کے بعد کیا ہو گیا؟ وہ بھی نصیب ہے۔ پھر تو دو نصیب ہو گئے۔ مگر ہم تو ایک نصیب مانتے ہیں' ایک تقدیر مانتے ہیں۔ اس لیے نصیب کی تبدیلی کو ہم نہیں مانتے۔

سوال:

سر! کیا کوشش کو نصیب نہیں کہہ سکتے؟

جواب:

نہیں' کوشش کو نصیب نہیں کہہ سکتے۔

سوال:

جس کا نصیب ہی کوشش کا ہے۔

جواب:

آپ بات کو سمجھا کرو' بحث نہ کیا کرو۔ کوشش کو ہم نصیب نہیں کہیں گے۔ ہم نصیب کو ہی نصیب کہیں گے۔ وہ نصیب جو آپ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ کو مل چکا ہے اُس کو ہم کیسے کوشش میں شامل کریں۔ ہمارے ہاں' ہم جو مسلمان ہیں' ہمیں تو کوشش کے بغیر ہی اسلام مل گیا۔ اس میں آپ کی کوشش کیا ہے؟ یہ نصیب ہے۔ کوشش کے علاوہ تمہارے انسان

بننے میں تمہاری کیا کوشش ہے۔ تمہاری کوشش کتنی شامل تھی آنکھ حاصل کرنے میں' کوئی ناں۔ دماغ حاصل کرنے میں' آنکھ حاصل کرنے میں' علم حاصل کرنے میں اور والدین کے حاصل کرنے میں' اولادوں کی کیا کوشش ہے۔ آپ کوشش کریں گے تو میرا خیال ہے کہ غلطی کریں گے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے گناہ کے لیے کوشش کی ہو۔ باقی تو ہر چیز آپ کو خود بخود ملتی آ رہی ہے۔ سورج نکلتا ہے' سورج ڈوبتا ہے۔ یعنی کہ آپ گھر میں بیٹھے ہو اور آپ کا سفر سورج طے کر رہا ہے۔ آپ کہیں نہ آتے ہو' جاتے ہو وہی آپ کا سفر طے کر رہا ہے۔ آپ کی زندگی کا سفر جو ہے سورج طے کر رہا ہے۔ آپ گھر میں بیٹھے ہو اور وہ آپ کو چلا رہا ہے۔ سورج چلتا جا رہا ہے اور بوڑھے آپ ہوتے جا رہے ہو۔ مدعا یہ ہے کہ یہ کوشش کس کی ہے؟ یہ کسی کی کوشش نہیں ہے۔ کوشش جو ہے یہ ایک بھرم ہے' ایک وہم ہے' ایک خیال ہے۔

سوال:

کیا جنت اور دوزخ بھی نصیب سے ہیں؟

جواب:

جنت اور دوزخ نصیب سے نہیں ہیں۔ جب اللہ نے بتا دیا ہے کہ جنت اور دوزخ کیا ہے تو جس آدمی کے پاس شعور ہے وہ ذمہ دار ہے۔ اگر شعور نہیں ہے تو ذمہ دار نہیں۔ جو آدمی پروگرام بناتا ہے وہ ذمہ دار ہے اور جو پروگرام نہیں بناتا وہ ذمہ دار نہیں۔ اتنی بات سمجھ آ رہی ہے؟ نہیں سمجھ آ رہی! جو آدمی پروگرام بناتا ہے وہ ذمہ دار ہے۔ اگر آپ پروگرام میں چلنے والے ہو تو پہلے Calculate کرتے ہو پھر چلتے ہو' تو آپ ذمہ دار ہو۔ دوزخ میں جانے سے بچ جانا' کیونکہ تم جانتے ہو دوزخ میں جانا بہت بری بات ہے۔ اور ایک آدمی جو ہے وہ پروگرام نہیں بناتا اُس کا پروگرام فطرت خود بنا دیتی ہے۔ تو چلنے دو اس کو۔ جواب وہ وہی ہے جو بااختیار ہو۔ اگر آپ بااختیار نہیں ہیں تو دوزخ جنت یہ آپ کا کام نہیں ہے بلکہ یہ دینے والا کا ہے۔ اب آپ سوچ لو کہ اگر بااختیار رہتے ہو تو ذمہ دار کون ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جو دنیا میں بااختیار نہیں رہتے' وہ ذمہ دار نہیں ہیں دوزخ' جنت کے۔ پھر جو ہو' سو ہو۔ اگر آپ بااختیار ہو' آپ جمع تفریق سوچتے ہو' آمدن خرچ کا حساب کرتے ہو دن ضائع کرنے اور دن بچانے کا جانتے ہو تو پھر آپ دوزخ جنت کو ضرور سمجھو۔ اگر آپ اللہ کے حوالے سے چل رہے ہو تو اللہ آپ کو جنت میں ہی پہنچائے گا۔ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ یہاں زندگی میں آپ کو پیسہ حاصل کرنے اور خرچ کرنے کا فرق معلوم ہو جائے اور دوزخ جنت کا فرق معلوم نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے' وہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ بات سمجھ آ رہی ہے آپ کو؟ کون ذمہ دار ہے دوزخ جنت کا؟ انسان۔ اور جو انسان پروگرام کے ذمہ دار نہیں ہیں تو وہ اور ہیں۔

سوال:

سر! کیا کوشش اور عبادت کہیں یکجا بھی ہو جاتے ہیں؟

جواب:

کوشش اور عبادت یکجا ہو جاتے ہیں' کہیں کہیں یہ یکجا ہو سکتے ہیں۔ عبادت کبھی کبھی آپ کے اندر از خود پیدا ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی کوشش سے پائی جاتی ہے۔ کوشش کرو' جاگو' سو جاؤ' نصف شب ہوگئی ہے' باوضو ہو جاؤ' رونقیں لگا دو' اللہ کو یاد کرو۔ یہ سب کوشش سے ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی آپ کے علم میں نہیں ہوتا اور آپ چل رہے ہیں۔ کبھی کبھی بغیر کوشش کے ہوتا ہے۔ کوشش سے عبادت ہوسکتی ہے۔ عبادت کوشش سے ضرور ہو بلکہ آدھی عمر تو عبادت' کوشش سے ہی ہوتی ہے۔ اس کو کہتے ہیں حیلہ ۔

عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب
گاہ بہ حیلہ می بُرد گاہ بزور می کشد

پہلا حصہ یہ ہے کہ آپ حیلہ سے چلتے ہو کہ کوشش کوشش ۔اور آخری حصہ آگے وہ زور آور۔ خود لے جاتا ہے۔ آپ ایک Magnetic Line میں آجاتے ہو۔ بس پھر ٹھیک ہے۔ اب Magnetic Field میں جانا جو ہے یہ ایک واقعہ ہے۔ اُس سے پہلے کیا ہوگا؟ کوشش۔ آگے کیا ہے؟ آگے اُس کا دائرہ ہے وہ لے جائے جہاں مرضی لے جائے۔ ہاں بولو۔ پوری بات پوچھو ____ کوشش سے ہر بات اچھی ہو جاتی ہے۔

سوال:

پیدائش سے پہلے سب انسان بچے کی صورت میں ایک جیسے ہوتے ہیں' پھر اللہ نے کسی کو اچھا نصیب اور برا نصیب کیوں دیا ہے؟

جواب:

کوے نے پوچھا اللہ میاں سے کہ مور کو رنگین پر دیے اور میرے سیاہ کیوں دیے۔ یہ سوال ابھی طے نہیں ہوا۔ جواب نہیں دیا اللہ تعالیٰ نے۔ یہ کہ آپ نے پہاڑ بنائے تو دریا کیوں بنا دیے۔ اس کا جواب اُس نے نہیں دیا۔ اُس نے کہا اس کو پہلے پہچانو' دیکھو پھر ہم آپ کو جواب دیں گے۔ کہ جب تم اپنی زندگی چھوڑو گے پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ میں نے کیسی خوب صورت کائنات پیدا کی ہے۔ یہ وہی سوال ہے کہ اگر ستارے بنائے ہیں تو زمین کیوں بنائی ہے

سوال:

نہیں تھوڑا سا فرق ہے کہ سب انسان تو ایک جیسے ہیں۔

جواب:

یہ کس نے کہا؟

سوال:

مطلب ہے کہ بظاہر وہ ایک جیسے ہیں۔

جواب:

اللہ تعالیٰ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ مذہب اور دین آپ کا ہے لیکن یہ بتائیں کہ فلاں شخص کو پیغمبر کیوں بنایا' ہم میں سے کسی کو بنا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہے کہ مجھ سے نہ پوچھو کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے بلکہ یہ تیاری کرو کہ میں پوچھوں گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کیا کہا؟ تم تیار رہو کہ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا' مجھ سے مت پوچھو کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ اب "کیوں" نہ کرو اور باقی بات سمجھ لو۔ باقی بات کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرق فرق پیدا کیا' رنگ رنگ پیدا کیا' کسی کو پھول بنا دیا' کسی کو پھل بنا دیا' کوئی درخت بنا دیا' کوئی دریا بنا دیا' کیسے کیسے بندے پیدا کر دیے' کوئی چاہنے والا بنا دیا اور کوئی چاہے جانے والے بنا دیے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ سب اس کی رونق ہے۔ مثلاً پیدائشی طور پر بندہ سیاہ پیدا کر دیا' پیدائشی طور پر اس کا رنگ اور کر دیا۔ وہ کرتا رہتا ہے۔ کسی کو Follower' اُمتی بنا دیا اور کسی کو پیغمبر بنا دیا۔ کسی کو دنیا میں بدنصیب کر دیا اور کسی کو خوش نصیب کر دیا۔ کہیں فرعون بنا دیا' کسی کو موسیٰ بنا دیا۔ بڑے بڑے درویش اس مقام پر آ کر اٹکے۔ پھر انہوں نے کہا کہ

کیہہ جاناں میں کون

کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ میں کون ہوں اور یہ کیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ وہ اللہ ہے جو سب کرتا رہتا ہے' آپ ہی فرعون بناتا ہے اور آپ ہی موسیٰ بناتا ہے۔ پھر جھگڑا ہو جاتا اور ہم کہتے ہیں کہ واہ سبحان اللہ۔ موسیٰ علیہ السلام کو کمزوری دے دی اور فرعون کو طاقت دے دی۔ اور وہ خود دور بیٹھ کے یہ دیکھتا رہتا ہے۔ وہ کیا کرتا رہتا ہے؟ یہی کرتا رہتا ہے۔ اب اس کی باتوں پر اعتراض نہ کرو

اور اُسے مانتے جاؤ کہ ایسے ہی ہے۔ اُس نے آپ کو ذاتی طور پر خوش قسمت بنایا۔ الحمدللہ پڑھو شکر ادا کرو۔ آپ لوگوں کے خوش قسمت ہونے کے امکانات بڑے روشن ہیں۔ آپ لوگوں کو اللہ نے بڑا فیض عطا کر دیا کہ اپنے پیغمبر ﷺ کی اُمت سے پیدا کر دیا۔ یہ بڑا ہی احسان ہے؛ بڑا ہی احسان ہے' بہت کافی بات ہے۔

سوال:

یہ نصیب جو ہے وہ جنت اور جہنم تک ہے یا اُس سے آگے بھی ہے۔

جواب:

اگر آپ وہاں تک نہ جائیں تو کیا گزارہ نہیں ہوتا۔

سوال:

وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں یہ پوچھ رہا تھا کہ کیا بدنصیبی آگے بھی چلے گی۔

جواب:

کیا دوزخ آگے جانی چاہیے۔ میں یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگوں کی بدنصیبی ہے ہی نہیں۔ آپ بدنصیبی کی طرف کہاں سے آ گئے۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدائش سے پہلے ہی اسلام میں داخل کر دیا وہ خوش قسمت ہیں۔ خوش نصیب آدمی جنت سے بھی آزاد ہے' وہ اللہ کے قرب میں ہے۔ اب آپ کو اس میں کیا دِقت ہے؟ بولو____ آج کھل کے بات کرلو____

سوال:

پھر تو حق کے بغیر ہی مل گیا۔

جواب:

نصیب تو کبھی نہیں بدلے گا۔ کمال تو یہ ہے۔ معافی نصیب میں ہے۔

سوال:

یہ آخرت تک ہو تو ٹھیک ہے۔

جواب:

آخرت سے پہلے آپ عذاب میں سے کیوں گزر رہے ہو۔ یہ بات آپ کو کس نے بتادی ہے۔ اب آپ ایسی بات کر رہے ہو کہ آخرت سے پہلے تھوڑی سی Punismhment تو ہو جائے گی' پھر ہم بخشے جائیں گے۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ Punismhment نہیں ہوگی۔ انسان آخرت سے پہلے کسی عذاب میں سے گزرنا چاہتا ہے' لیکن نہیں؛ آپ لوگوں کے لیے بخشش ہے۔ اگر آپ کے پاس آج کا دن توبہ کا دن ہے تو آج سے پہلے کے گناہ معافی کے لیے تیار کھڑے ہیں۔ اب توبہ کے بعد آپ نے اپنے آپ کو ضرور پریشان کرنا ہے کہ دوزخ کی سیر کرنی ہے۔ سیر کیوں کرنی ہے' آپ کہیں کہ ہمارے پاس ٹائم نہیں ہے۔ کیا آپ کے پاس وقت ہے؟ توبہ کی توفیق ہے؟ جس کے پاس توبہ کی توفیق ہے اس کو جنت کے چھوڑنے کی جرأت کیوں پیدا ہوئی۔ دوزخ اس کے لیے ہے جو توبہ کے مقام پر اکڑ جائے' مقامِ استغفار پر نہ رُکے۔ کہتا ہے کہ میں نے توبہ نہیں کرنی ہے۔ یہ ابلیس ہے' شیطان ہے۔ انسان جرم بھی کرتا ہے' گناہ بھی کرتا ہے' شیطان نے بھی کیا مگر اس کو استغفار نصیب نہیں ہوئی۔ کہتا ہے کہ میں نے استغفار نہیں کرنی' میری غلطی کوئی نہیں ہے' میرا کیا جرم ہے۔ اور انسان نے کہا کہ یا اللہ ہمیں تو معاف کر دے' استغفراللہ! تو جانے اور تیری کائنات جانے' مجھے تو معاف کر دے۔ جس نے معافی مانگ لی اس کا نصیب درست ہے۔ اگر آپ کے پاس معافی مانگنے کا عمل موجود ہے تو آپ استقامت سے

پہلے کس مقام سے گزرنا چاہتے ہیں۔ آسودہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ آگے آپ کے لیے معافی ہے۔ آپ نے اگر کسی کا حصہ رکھا ہوا ہے تو اُسے واپس پہنچا دو ورنہ بخشش ذرا مشکل ہو جاتی ہے۔ کسی اور کا مال' کسی اور کا حق اور کسی کی امانت اگر آپ کے پاس ہے تو اس کو واپس کر دو۔ یہ یاد رکھنا' امانتیں لوٹا دو۔ امانت نہیں رکھنی۔ باقی پھر آسانی ہے۔ اب کوئی سوال رہ گیا؟

سوال:

۔اگر نصیب نہیں بدل سکتا تو پھر نہ کوئی عبادت کرے اور نہ حساب کتاب کرے' نہ کوئی کوشش کرے۔۔۔۔

جواب:

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ نصیب نہیں بدلتا آپ ان کی طرف سے بات کر رہے ہیں۔ وہ ایسا نہیں سوچتے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب بھی کہہ رہا ہوں۔ اور جن کا نصیب نہیں بدلتا وہ کوشش کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ مفروضہ بنا رہے ہیں' کہ کوشش چھوڑ دیں گے تو مضمون خراب ہو جائے گا۔ آپ کوشش چھوڑ کے تو دیکھیں۔ مگر آپ نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر آپ کوشش چھوڑنے والے بن جائیں تو نصیب پھر بھی محفوظ ہے۔ یہ بات علمی طور پر سمجھ نہیں آتی۔ اگر یہ بات سمجھ لو تو آدھا مسئلہ یہیں حل ہو جائے گا' قیامت سے پہلے حل ہو جائے گا۔ اگر یقین ہو جائے کہ کوشش سے نصیب کا کوئی تعلق نہیں ہے اور آپ کوشش کر دو تو پھر بھی نصیب آپ کے ساتھ ہو گا۔ نصیب ضرور آئے گا۔ آپ کوشش نہ کرو تب بھی آئے گا۔ اور اگر آپ کوشش کریں' جو نصیب میں نہیں ہے وہ کوشش کے باوجود بھی نہیں ملے گا۔

سوال:

آپ نے فرمایا تھا کہ اگر کوشش کا مقصد درست ہے تو پھر تو کوشش کرنا ٹھیک ہے اور اگر کوشش کا منتہیٰ غلط ہے تو کوشش کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

جواب:

یہ تو ایک بات مکمل ہو گئی۔ اب آپ وہ آدمی نہ بدل دیں جس سے یہ بات ہوئی ہے۔ یہ ایک آدمی کا' ایک شبے کا ذکر ہے جس کو میں نے بات بتائی تھی۔ اب دوسرا آدمی آ گیا۔

سوال:

اگر ایک آدمی کو یہ پتہ چل گیا کہ کوشش سے نصیب نہیں بدلتا تو وہ کوشش بھی چھوڑ دیتا ہے اور اس کو Faith بھی نہیں ہے' اللہ پر ایمان نہیں ہے جس نے اس کا نصیب بنایا ہے اور جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ شخص ایمان کے بغیر اگر چھوڑ دیتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا چھوڑنا بے کار ہے۔ اگر اُسے خدا پر ایمان ہے اور وہ توکل پر چھوڑتا ہے تو پھر تو ٹھیک ہے۔

جواب:

نصیب کا تعلق End سے نہیں ہے بلکہ نصیب کا تعلق اللہ کے بھیجے ہوئے انعام کے ساتھ ہے۔ نصیب یہ نہیں ہے کہ فائنل End کیا ہے۔ ہم مسلمان سے یہ بات کر رہے ہیں کہ نصیب وہ ہے جو اس کا انجام ہے۔ اب آپ اس بات کو غیر اسلامی نہ بناؤ۔ جو آپ کا آخری انجام ہے وہ نصیب ہے۔ "آپ" سے مراد آپ مسلمان ہیں۔ اب بات کیا ہوئی؟ جو آپ کو Ultimate ملے گا وہ آپ کا نصیب ہے۔ اگر آپ جنت میں جا رہے ہیں' جیسا کہ آپ ضرور جا رہے ہیں' تو یہ آپ کا Ultimate End ہے۔ اب راستے کا عمل آپ کے لیے Meaningless ہے۔ آپ کو سمجھنے میں دقت ہو رہی ہے؟

سوال:

دقت اس لیے ہو رہی ہے کہ ہم تو عمل پر مجبور ہیں۔

جواب:

عمل کرو۔ضرور کرو۔

سوال:

جتنے دن جیتے ہیں عمل تو کرنا ہے۔

جواب:

عمل کرو۔ضرور کرو۔وہ آپ کا مشغلہ ہے۔

سوال:

بے عملی بھی تو ایک عمل ہے۔ہم کچھ نہ کچھ کرنے پر تو مجبور ہیں۔

جواب:

آپ بے شک کرو۔ضرور کرو۔ change? What are you going to آپ کس کو بدل رہے ہو؟ آپ کچھ نہیں بدل رہے' صرف نیکی کا عمل کر رہے ہو۔اچھے انجام کے لیے یہ کرتے جا رہے ہو' کرتے جاؤ۔وہ جو آپ کی Destiny ہے وہ فائنل ہے۔

سوال:

اس کے دوران جو رہا ہے وہ پھر.....

جواب

بات کو سمجھو۔یہ کہنا کہ کیا یہ Destiny کے مطابق ہو رہا ہے یا اس کے خلاف ہو رہا ہے' جو اس کا Net Result ہوگا وہ Destiny ہے۔

سوال:

اگر یہ دوران میں ہو جائے تو۔

جواب:

دوران ہی ہو جائے' کیا فرق پڑتا ہے اس سے۔اپنے حالات کو تراش خراش کر کے جہاں آپ انجام تک پہنچا دیں گے وہی آپ کی Destiny ہے۔عمل سے پہنچاؤ یا بے عملی سے پہنچاؤ۔اس نے پہنچنا وہیں ہے۔اب اس میں گھبراہٹ کیا ہے۔آپ اپنے آپ کو بہت Change کر لو' بہت کوشش کر لو لیکن آپ نے اس نصیب میں پہنچنا ہے۔ایک آدمی اگر کہتا ہے کہ میں نے دنیا کو ترک کر دینا ہے تو اس کو دنیا کی بادشاہی مل سکتی ہے۔وہ ترک کرنے کے باوجود وہاں تک جائے گا۔فرعون نے کوشش کی' ایک دن میں بہت سے بچے مارتا رہا لیکن وہ بچہ جو نصیب کا بچہ کہلاتا تھا وہ سیدھا اس کے گھر میں تیرتا ہوا آ گیا' ہوا کے دوش پر' پانی کے اوپر۔

سوال:

یہ کیا ہے کہ کسی کے حق میں خوش نصیبی لکھ دینا اور کسی کے حق میں بدنصیبی لکھ دینا۔

جواب:

یہ تو اور آسان سوال ہے۔یہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے براہ راست مراسم کی بات ہے' اس میں ہم Involved نہیں ہیں۔ہمارا اس سے تعلق کوئی نہیں ہے۔

سوال:

میں نے اور سوال کیا تھا۔

جواب:

بے شک کریں۔

سوال:

وہ رب جو احسن الخالقین ہے' وہ رب جو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہتا ہے' وہ انسان کو بدصورت کیوں پیدا کرتا ہے۔

جواب:

وہ رحمٰن اور رحیم رب جو ہے' وہ غفورالرحیم جو ہے' اس کی اور بھی صفات ہیں' آپ ذرا اس پہ غور کریں۔ صفات میں کچھ وزنی بات بھی ہے' کچھ واقعات اور بھی ہیں۔ بلکہ اس کی صفات میں ایک لفظ ''منتقم'' بھی ہے' عزت دینے والا بھی ہے اور اس کا اپنا ارشاد ہے کہ ذلت دینے والا بھی وہی ہے مُذل عظیم بھی وہ ہے۔ اُس اللہ کو اس ذہن سے ماپنا جو ذہن اپنے آپ کو بھی نہیں ماپ سکا' یہ انصاف سے بعید ہے۔

سوال:

بے شک یہ زیادہ بعید ہوسکتا ہے لیکن یہاں سوال پیدا ہوا ہے نصیب کا۔ اس صورت میں دل میں یہ سوال آتا ہے کہ جو کم نصیب انسان ہے.....

جواب:

اس کو کس نے کم نصیب کہا ہے۔

سوال:

اس دنیا میں رہتے ہوئے بہت سے لوگ ہیں جن کے نصیب اچھے نہیں ہیں۔

جواب:

پہلے آپ نصیب کو سمجھ لیں۔ آپ نصیب کو سمجھ نہیں رہے۔ اگر ایک انسان دنیا میں بادشاہ ہے' بااختیار ہے' بڑا صاحب اقتدار ہے اور وہ فرعون ہے' تو ہمارے خیال میں وہ بدنصیب ہے' نصیب کا تعلق آخرت کی فلاح سے ہے۔ اب بتاؤ کہ کون سا رنگ ہے جو اس کی فلاح میں رکاوٹ بن رہا ہے۔ کالا رنگ؟ نہیں ہے۔ کون سی غریبی ہے جو آخرت کی راہ میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ یہ Chances اور Choices آپ لوگوں کے اپنے بنے ہوئے ہیں۔ فلاح کے لیے کہیں بھی رکاوٹ نہیں ہے' کوئی شے رکاوٹ نہیں ہے۔ یہ جو آپ سمجھ رہے ہیں یہ یہاں کی' دنیا کی رکاوٹیں ہیں اور اس کا تعلق اصل بات سے نہیں ہے۔ یہ تو آپ کے اپنے پہناوے ہیں' یہ کہ کہاں بیٹھو اور کیا کھاؤ' کیا کرو اور کیا نہ کرو۔ جس طرح ایک سفر ہو اور آپ گاڑی خریدتے جاؤ' Ultimate انجام تو یہ ہے کہ سفر کا End ہوجائے گا۔ آخر مسجد جاؤ گے۔ کیا اللہ نے کہا ہے کہ میں تمہیں انصاف کر کے دوں گا' میں تمہیں اس کائنات کو برابر پیدا کردوں گا۔ وہ تو آسمان کو بنانے والا ہے' زمین کو بنانے والا ہے' رفعتوں کو بنانے والا ہے' پستیوں کو بنانے والا ہے' دن کے ساتھ رات بنانے والا ہے' اُس نے کب کہا ہے کہ میں برابری پیدا کروں گا۔ کہتا ہے کہ میں تو Variety اور تضادات کا مالک ہوں۔ جہاں اتنا بڑا سورج پیدا کیا وہاں ایک ذرے کو ایٹم کو پیدا کردیا۔ کہتا ہے کہ کیا تم نے دیکھا ہے میری کائنات کو' یہ پہاڑ ہیں اور یہ ساتھ ہی دریا ہے۔ اب اندازہ لگاؤ' پہاڑ اور دریا' ایک بلند ہے اور دوسرا بہتا ہوا چلا جارہا ہے' بادل رواں دواں ہیں' زمین بے چاری پست ہے' ہموار ہے۔ اُس نے

آپ کو برابری کا تو کہا ہی نہیں ہے۔

سوال:

دراصل ہم لوگ دنیاوی کامیابی اور ناکامی کو خوش نصیبی اور بدنصیبی سمجھتے ہیں۔

جواب:

دنیاوی کامیابی کے لحاظ سے خوش نصیبی اور بدنصیبی تو آپ کا شعبہ ہے۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ اگر ایک آدمی دنیاوی طور پر خوش نصیب ہے اور انجام میں بدنصیب ہے تو اس سے میرا کیا تعلق ہے۔ یہ تو آپ کے اپنے حاصل ہیں۔

سوال:

جن حالات میں انسان پیدا ہوتے ہیں' بعض اوقات پورے پورے طبقات پیدا ہوتے ہیں' بعض پورے کے پورے بلکہ پیدا ہوتے ہیں' ان کا انجام بھی اچھا نہیں ہوتا' ان کی عاقبت بھی اچھی نہیں ہوتی' اس کے مقابلے میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوتے ہیں جو شکل سے لے کے' عقل سے لے کے' اقتدار سے لے کے' عروج سے لے کے' عاقبت بھی اچھی لے جاتے ہیں۔ ایک شخص کو دردانگیز کیفیت میں کیوں پیدا کیا جاتا ہے اور دوسرے شخص کو کیوں ایک خوب صورت ماحول میں پیدا کیا جاتا ہے؟

جواب:

یہ کوئی دردانگیز کیفیت نہیں ہے۔ یہ کیفیت صرف اس وقت دردانگیز محسوس ہوتی ہے جب آپ Destiny کا کوئی مفروضہ بنالیں اور اس مفروضے کو کسی مفروضہ کوشش سے آپ آگے پیچھے کرنا چاہیں۔ اُس نے آپ کو ایک خاص نظام کے تحت پیدا کیا ہے اور ایک خاص مدت کے بعد آپ کے کام کے بیچوں بیچ اُس نے واپس بلالینا ہے' کام کے دوران واپس بلا لینا ہے۔ پہلے اس سے پوچھو کہ تم نے بھیجا کیوں ہے' پھر پوچھو کہ اس وقت واپس کیوں بلاتا ہے۔ اس Duration کے اندر جہاں آغاز پابند ہے' جہاں انجام پابند ہے' وہاں تم کتنی آزادی حاصل کر سکتے ہو۔ جو یہ دو Ends قابو میں رکھنے والا ہے اس نے تمہیں بھیجا ہے۔ جب تک بھیجنے والے کا پتہ نہ چلے تو بھیجی ہوئی شے اپنا کیا حساب کر رہی ہے۔ یہ نصیب ہے۔ ایک خاص وقت پر چلے جانا ہے۔ اور درمیان میں جو تمہاری کوششیں ہیں وہ ساری کی ساری اپنی جگہ پر بجا ہیں۔ انہیں ہونے دو۔ نصیب کیا ہے؟ یہی نصیب ہے' جس کا اچھا نصیب ہے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں عزت دیتا ہوں وتعز من تشاء وتذل من تشاء گویا کہ عزت حاصل کرنے کی تمہاری جو کوششیں ہیں وہ بھی اس نے دی ہوئی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں کوشش سے عزت ملے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کوشش کے بغیر ہی عزت مل جائے۔

سوال:

یہ اس دنیا کی بات ہے؟

جواب:

میں دنیا ہی کی بات کر رہا ہوں' دنیا سے باہر کی بات نہیں کر رہا۔ اس دنیا میں کوشش کے بغیر عزت مل سکتی ہے۔ اور جو کوشش سے عزت ملتی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اب یہ جو ذلت والی بات ہے یہ سمجھنے والی بات ہے کہ ایسے کیوں ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک سوال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مسلمان کیوں نہیں کیا۔ یہ بھی سوال ہے۔ اللہ اگر اسلام کو چاہتا ہے تو پھر کافروں کو کیوں طاقت دیتا ہے۔ یہ بھی سوال ہے مگر اللہ تعالیٰ سے آج تک کسی نے نہیں پوچھا۔ شیطان نے پوچھا تھا کہ میں نے تو آدم علیہ السلام کو گمراہ کیا تھا مگر مجھے کس نے گمراہ کیا تھا۔ اللہ نے کہا کہ تو ابلیس ہے' تو Out Get ہوجا۔ آپ سمجھے بات؟ یہ سوال اللہ تعالیٰ سے یوں نہیں پوچھتے۔ آپ کے پاس کوشش ہے تو آپ کرتے جاؤ' انجام اچھا سوچو' نیت اچھی

رکھو اور کوشش کرتے جاؤ۔ آپ کا نصیب' Destiny مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس فی کتاب مکنون' وہاں لکھا ہوا ہے' تیار ہے۔ اُسے معلوم ہے۔ کیا اس میں کوئی وقت ہے؟ آپ نصیب کو مان لو اور کوشش آپ کرتے جاؤ، میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اصرار نہ کرنا' تکرار نہ کرنا۔

سوال:

اگر نصیب نے بدلنا ہی نہیں ہے تو کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:

بدلنے کے بارے میں دوبارہ میں بتا رہا ہوں کہ اگر نصیب بدل گیا تو پھر دو نصیب ہوں گے' تبدیلی سے پہلے اور تبدیلی کے بعد۔

سوال:

تبدیلی سے پہلے وہ نصیب تھا جو ہم سمجھتے تھے کہ بدلنا چاہئے۔

جواب:

اب فرق واضح ہوا' جس کو ہم نصیب سمجھتے ہیں وہ نصیب نہیں ہے۔ یہی تو میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ جسے ہم سمجھ رہے ہیں وہ نصیب نہیں ہے بلکہ جو اللہ دے رہا ہے وہ نصیب ہے' وہ Final ہوتا ہے۔

سوال:

کیا اُس میں کوشش اور دعا شامل ہیں؟

جواب:

وہ اگر نہ ہوں پھر بھی فائنل ہے۔ آپ کے ساتھ دعا ہے اور آپ کے ساتھ کوشش ہے اور دوسرے آدمی وہاں بغیر کوشش کے پہنچ جائیں گے۔

سوال:

پتہ نہیں کس کی دعا سے پہنچیں گے؟ وہ آپ کی دعا سے پہنچیں گے۔

جواب:

آپ بچوں والی بات کرتے ہیں۔ بہرحال وہ پہنچ گئے۔ اگر آپ کو دعا بھی مل جائے تو بھی اللہ کے فضل سے پہنچیں گے۔ یہاں جھگڑا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے کوشش سے حاصل کیا ہے۔ کوشش دینے کا جذبہ بھی اللہ کا ہے۔ مسافر کا سفر عطائے منزل ہے۔ کیا کہا؟ جو مسافر کا سفر ہے اور سفر کی کوششیں ہیں یہ ساری منزل کی عطا ہیں۔ منزل خود ہی جذبۂ سفر عطا فرماتی ہے۔ اب بات آسان ہوگئی کہ تم منزل پر پہنچ گئے اور جب پوچھا کہ جو سفر کیا تھا وہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ وہ ہم نے عطا کیا تھا۔ کبھی آپ منزل پر پہنچ جاؤ' اللہ کرے پہنچ جاؤ' اور اگر منزل بولنے والی ہو تو آپ اُس سے پوچھو کہ میں نے یہاں تک بڑی محنت کی ہے' خاص طور پر جب اُس پہاڑی پر چڑھے تو بڑی مشکل تھی' بڑی ہی مشکل سے ہم پہنچے۔ وہ کہے گا کہ وہاں سے ہم نے تمہیں راستہ بتا دیا تھا۔ تم کہو گے جی ہاں۔ وہ کہے گا کہ ہم خود ہی ساتھ تھے۔ کہتا ہے کہ ہم وہاں ایک دریا سے گزرے' وہ آگ کا دریا تھا' ہم آپ کی یاد میں چلتے آئے۔ وہ کہتا ہے کہ تمہیں محفوظ کرنے والا جو واقعہ ہوا وہ ہم خود ہی تھے۔ تم کہو گے کہ آپ یہاں ہیں یا آپ وہاں ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یہاں ہیں' ہم وہاں ہیں' ہم تیرے ساتھ ہی رواں دواں ہیں۔ آپ کو بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ منزل وہ ہے جس میں منزل خود ہی مسافر کی ہمسفر ہوتی ہے۔ یہ منزل وہ ہے جہاں پہ منزل خود ہمسفر ہوتی ہے' یہ منزلِ دل ہے۔ یہ کون سی منزل ہے؟ یہ دل کی منزل ہے۔ آپ اگر Ph.D کرو گے تو ڈاکٹر کہلاؤ

گئے یہ تو آسان سی بات ہے' اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ کہتا ہے کہ اب مجھے سروس چاہئے۔ تو وہ قانون کے مطابق کرلو۔ اُس کے لیے آپ کوشش کرتے رہتے ہو اور پھر نوکری مل جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے MBA کیا ہے تب جا کے مجھے سروس ملی ہے۔ آپ یہ کرتے رہو۔ نہ یہ منزل ہے اور نہ وہ کوشش ہے۔ ہم جس منزل کی بات کررہے ہیں اُس میں کوئی کوشش نہیں ہوتی۔ کس کوشش سے تم نے محبوب کو محبوب کہا؟ وہ تو بنا بنایا محبوب ملا۔ اور چاہنے والا دل بنا بنایا ملا۔ اور پھر سارے کا سارا راستہ بنا بنایا ملا۔ محبت نامہ بنا بنایا ملا ؎

کیا ملے گا سراغ منزلِ دل
ہم سفر ہوگئی ہو جب منزل

اس لیے سراغ نہیں ملتا۔ پھر نصیب کیا ہے؟ کیا کوشش اور کیا نہ کوشش' کیا نصیب اور کیا نہ نصیب' آپ اس سے بھی نکل جاؤ' وہ جو آپ بات کررہے ہیں وہ اپنی جگہ پر ہے کہ بی ایس سی کی ہے' ایم ایس سی کب کی ہے' پی ایچ ڈی کیا ہوتی ہے اور ڈاکٹریٹ کیا ہوتی ہے۔ چھوڑ دو اس کو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نوکریاں قائم رکھے۔ یہ تو قانون ہے' چلتا جائے گا۔ اس میں مَیں کیا دخل دوں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دل کو دلبری کے ساتھ جو نسبت ہے وہ نصیب ہے۔ اس میں کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ دل کو دلبر سے جو نسبت ہے اس میں کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اب اس میں مَیں کیا کروں۔ اس کے لیے دعا ہے۔ بڑی کوشش کرو تب بھی کوشش سے آج تک کوئی محبوب نہیں بنا۔ کسی نے بڑی کوشش کی کہ کوئی محبوب بن جائے مگر اُسے وہ کہتا ہے کہ وہ چاہنے والا دوسرے کا محبوب بنے گا۔ اب یہاں پر کوشش کیا کرے گی۔ اس لیے نقلی محبوب' نقلی محبّ اور نقلی محبتیں ہوں گی تو روز جھگڑے ہوں گے۔ یہ واقعہ ہے آپ کی تباہی کا کہ محبت نقلی' محبوب نقلی' محبّ نقلی' چاہت نقلی' جھگڑا نقلی' فسادات ہی فسادات ہیں۔ ہر چیز عذاب ہے اور ہر چیز اپنے مقصد سے باہر ہوگئی ہے۔ وفا بھی نقلی ہوگئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے جو آپ کے سامنے ہے' کہ کوئی کسی کا ساتھی نہیں ہے' کوئی کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ پھر نصیب کیا ہے؟ ازلی! ازل کیا ہوتا ہے؟ جو مل کے رہے' نہ چاہو تب بھی مل کر رہے' آپ Negative کوشش کرو اور رزلٹ Positive ملے۔ میں اس کو نصیب کہہ رہا ہوں۔ اور ایسا ہے! اور ایسا ہوتا ہے! اور ایسا ہوگا! اور ایسا ہو کے رہتا ہے! کوشش چاہے خلاف ہو مگر تقدیر پھر سامنے ہے' وہ نصیب ہے۔ ایک جگہ بم گر رہے تھے۔ ایک آدمی بھاگ کے پشاور چلا گیا۔ اتفاق سے وہاں بم گر گیا۔ نصیب تمہارا استقبال کرتا ہے۔ نصیب ہی تمہیں روانہ کرتا ہے اور نصیب ہی آگے سے تمہارا استقبال کرتا ہے۔ اس پہ غور کرو کہ اس سفر پر روانہ کرنے والا ہی تھا جو آگے منزل پر استقبال کرنے والا ہے۔ یہ بالکل صحیح بات ہے۔ آپ ذرا مشاہدہ کرکے دیکھو تو آپ کو معلوم ہوجائے گا۔ آپ کو کبھی ایسا انسان مل جائے جس کی وجہ سے آپ نے سفر کیا ہو اور جو باعثِ سفر ہو اور جو ہم راہِ سفر ہو اور اگر منزل پر بھی وہ Available ہو اور آپ کی کیفیت وہ بیان کرے تو پھر بات بن جاتی ہے۔ ایسا ہوجائے گا۔ تو نصیب کیا ہے؟ کوششوں سے آزاد ہے۔ نصیب کیا ہے؟ جو تم پیدائش سے لے کے آئے ہو۔ وہ پہچان لے گا اور کہے گا کہ یہ وہ ہے۔ کہے گا کہ اچھا آپ آگئے' ہم آپ کا انتظار کررہے تھے۔ وہ کیسے انتظار کررہا تھا؟ اُسے پتہ ہوتا ہے۔ وہ کہے گا کہ آپ بڑی دیر لگا کے آئے۔ مولانا رومؒ جب ملاقات کے بعد شمس تبریزؒ سے جا کے ملے تو کہتے ہیں کہ آج میں نے آپ کو تین سال کے بعد پایا ہے' آپ کہاں چھپ گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تم نے تو مجھے تین سال کے بعد پایا مگر میں نے تمہیں بارہ سال کی تلاش کے بعد پایا ہے۔ یعنی کہ پیر جو ہے مرید کی تلاش میں تھا' مرید اپنے پیر کی تلاش میں تھا' دونوں' دونوں کی تلاش میں تھے۔ اب نصیب اور صاحبِ نصیب کیا ہے؟ دونوں' دونوں کی تلاش میں ہیں۔ یہ بات یاد رکھ لینا۔ تم نصیب کی تلاش میں ہو اور نصیب تمہارا شکاری ہے' وہ آکے رہتا ہے۔ تم اس کو ڈھونڈ رہے ہو اور وہ خود ڈھونڈ کے آجاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کو خود ہی آنے دو۔

سوال:

بے شک آئے ____

جواب:

آنے دیا جائے۔ آپ اس کی عطا پر اعتماد کرو۔ بس یہ بات یاد رکھنا' اس کی عطا پر اعتماد کرنا' دینے والا دے گا۔ بعض اوقات تو کیا وہ اکثر اوقات دے گا۔ وہ عطا کرنے والا سوال کرنے والے کے سوال سے بھی بے نیاز ہے۔

تیری عطا کی خوبیاں میری طلب میں بھی نہیں

اس کی عطا تمہاری طلب سے بھی آزاد ہے' تم مانگو یا نہ مانگو' دینے والا دے کے رہے گا۔ بات مشکل تو نہیں ہے؟ اس لیے سوال کر کے بات خراب نہ کر لینا کہ اُس نے کیا دینا ہے اور کیا نہیں دینا۔ وہ ساری بات پہلے لکھ چکا ہے۔ وہ عطا کرتا رہتا ہے ____ اب سوال Clear ہو گیا۔ اور کوئی بات ____ بولو ____

سوال:

لگتا ہے کہ یہ سب ایک پیکٹ میں ہے جو Unfold ہوتا رہتا ہے۔

جواب:

یہ سوال پوچھ رہے ہیں یا بات بتا رہے ہیں۔ اور کوئی سوال ____ پرویز صاحب بولیں ____ نہیں تو دعا کریں۔ کیا دعا کریں؟ ____ یہ بات دعا کرنے والی ہے کہ یا اللہ ہمیں یقین ہے کہ آپ نے ہمارا نصیب اچھا بنایا ہے' ہمیں زندگی میں ہمارے نصیب کے ساتھ آشنائی فرما دے۔ ہمیں نصیب آشنا کر دے تا کہ ہم دیکھیں کہ ہماری کوششیں ہم کو نصیب کے رُخ سے برعکس تو نہیں لے کے جا رہی ہیں۔ یا رب العالمین ہمیں ہمارے نصیب سے آشنا فرما دے۔ ہمیں اس سے آگاہ فرما کہ ہمارا نصیب کیا ہے۔ تُو جانے اور تیری کائنات جانے' ہم اس پہ راضی ہیں۔ ہماری طرف سے جو گلہ ہے وہ ہم بات سمجھنے کے لیے تھوڑی سی بے باکی کر جاتے ہیں' اس سے گستاخی مدعا نہیں ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی کائنات پر راضی سمجھ' ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سمجھ۔ ہم تیری کائنات پر' کائنات کے رموز پر' کائنات کے تضاد بلکہ مخفی رموز پر ہر حال میں راضی رہنے والے ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنے راضی رہنے والے بندوں میں شامل کر۔ یا رب العالمین رحم فرما' ملک پر رحم فرما' ملک والوں پر رحم فرما' اس کے حالات بہتر فرما' حاضرینِ مجلس سب لوگوں کو ایک اچھی زندگی عطا فرما' ان کی گھریلو زندگی کو آسان فرما' سماجی زندگی کو آسان فرما' ملکی زندگی کو آسان فرما' ملکی سطح پر کوئی Contribution کرنے کی توفیق مزید عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه ونور عرشه واصحابه اجمعین۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الرحمین۔

ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

ترتیب:

صاحبزادہ کاشف محمود

ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس گروپس لنکس

گروپ میں ایڈ ہونے کے لیئے گروپ کے نام یا تصویر پہ کلک کریں

 ڈائمنڈ اردوبکس	 ڈائمنڈ اردوبکس
 ڈی یوبی میڈیا	 کاروانِ شعروادب
 اردوتحاریر کاگلدستہ	 ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
 کتابوں پر تبصرے	 حمدونعت آفیشل
 ڈی یوبی ٹیلی گرام 300,000+ books	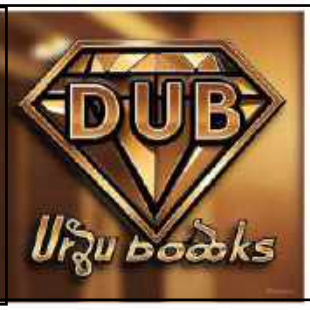 فیس بک گروپ ڈائمنڈ اردوبکس

لنک ری سیٹ ہونے یا کام نہ کرنے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ کریں

شاہ زر خان: 03176699066



ڈائمنڈ اردو بکس
واٹس ایپ کمیونٹی



بچوں کا کارواں
بچوں کی منفرد کہانیاں



ڈائجسٹ اینڈ میگزین کلیکشن
ٹیلی گرام کا منفرد اور واحد چینل جہاں
ہر قسم کے ہزاروں ڈائجسٹس اور میگزینز
ہمہ وقت دستیاب ملیں گے

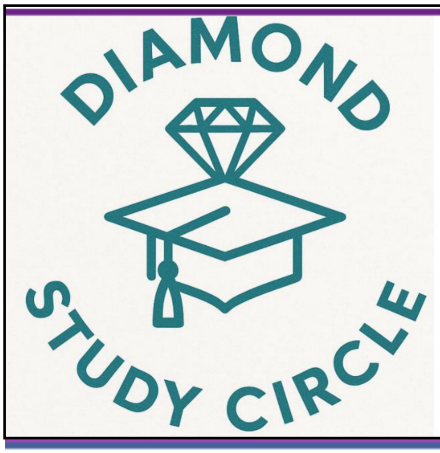

ڈائمنڈ سٹڈی سرکل
ایجوکیشنل بکس / نصابی کتب

لنک ری سیٹ ہونے یا کام نہ کرنے کی صورت میں اس نمبر پر رابطہ کریں

شاہ زر خان: 03176699066



ڈائمنڈاردوبکس

تمام کتب فی سبیل اللہ

ایڈمن ٹیم:

شاہ زر خان + کول فائر

جہاں ملیں آپ کو نایاب کتب نایاب ویب سائٹس سے

Rekhta	ناول + کھانیاں
Scribd	ماھانہ ڈائجسٹ
Slide Share	عمران سیریز
Kitab Ghar	بچوں کی کھانیاں
English Book,s	سکول وکالجزبکس
English Novel,s	نوٹس + مواد

اس گروپ میں ایڈمنز 24/7 دستیاب ہوتے ہیں

اورآپ کی ڈیمانڈ پر بروقت کام کیا جاتا ہے

03176699066
SHAHZAR KHAN
TEAM DIAMOND URDU BOOKS

COOL FIRE/WAQAS AHMED
TEAM DIAMOND URDU BOOKS
03256699979

تمام کتب انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ کرکے مہیا کی جاتی ہیں جو کتاب پیڈ ہو یا پی ڈی ایف میسر نہ ہو وہ شیئر نہیں کی جاتی

DUB

یا اللہ عزوجل　　بسم اللہ الرحمن الرحیم　　یا رسول اللہ ﷺ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معزز اراکینِ ڈائمنڈ اردو بکس !

آپ سب کو ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس کے گروپس میں خوش آمدید کہا جاتا ہے۔

گروپس کے قواعد و ضوابط :

گروپس میں کسی بھی قسم کی تصاویر ، ویڈیوز ، آڈیوز ، فیس بک/واٹس ایپ لنکس ، یا وائس میسجز شیئر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

کوئی بھی ممبر کسی دوسرے ممبر سے ذاتی رابطہ (بغیر اجازت) نہ کرے۔ شکایت کی صورت میں متعلقہ ممبر کو تمام گروپس سے نکال دیا جائے گا۔

تمام ممبران اور ایڈمنز کے ساتھ خوش اخلاقی، عزت و وقار اور بہترین تربیت کا مظاہرہ کریں۔

گروپس میں سیاسی ، مذہبی یا کوئی بھی ایسی بحث جس سے انتشار پیدا ہو یا جھگڑے کا خدشہ ہو ، سختی سے منع ہے۔

یہ قواعد سخت ضرور ہیں، لیکن ان کا مقصد گروپ کے نظم و ضبط اور ممبران کی سہولت کو یقینی بنانا ہے۔

انتہائی اہم اعلامیہ

گروپ میں قادیانی، مرزائی، احمدی، مرتد، گستاخِ رسول، گستاخِ صحابہ و اہلِ بیت، گستاخِ اولیاء، دہشت گرد تنظیموں، پاکستان و اسلام مخالف افراد، فوج یا سرکاری اداروں کے خلاف بولنے والوں کا داخلہ سختی سے ممنوع ہے۔ ایسے افراد کی شناخت کی صورت میں انہیں فوری طور پر تمام گروپس سے نکال دیا جائے گا۔

ہم صرف معیاری کتب فراہم کرتے ہیں، تاہم درج ذیل کتب ہماری پالیسی کا حصہ نہیں ہیں:

شیعہ مکتبہ فکر کی کتب , انتشار پھیلانے والی تحریریں , اداروں اور ریاست پاکستان کے خلاف مواد , لادین، ملحد یا فتنہ پرور مصنفین کی کتب

نوٹ :

تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش کر کے فی سبیل اللّٰہ اور بغیر کسی معاوضے کے فراہم کی جاتی ہیں (خود سکین نہیں کرتے)۔ اگر کسی کتاب سے متعلق کاپی رائٹ مسئلہ ہو تو براہِ کرم ایڈمنز سے رابطہ کریں، متعلقہ کتاب گروپ سے حذف کر دی جائے گی۔

رابطہ برائے شمولیت یا گروپ لنک ری سیٹ

سپر ایڈمن شاہ زر خان

+92 317 6699066

ایڈمن وقاص احمد/کول فائر

+44 7716 717193

+994 40 729 52 41

ڈائمنڈ اردو بکس

DiamondUrduBooks.com

اردو ادب، علم اور ثقافت کا بہترین آن لائن ڈیجیٹل ذخیرہ

✦ ویب سائٹ کا جامع تعارف

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کردہ ایک ممتاز اور بین الاقوامی آن لائن ڈیجیٹل لائبریری ہے۔ ہمارا بنیادی مقصد دنیا بھر میں موجود اردو دان طبقے، بالخصوص قارئین، محققین، اور طلبہ کو اعلیٰ معیار کی کتب بالخصوص تاریخی، مذہبی، اصلاحی، جاسوسی اور ادبی شاہکار پی ڈی ایف (PDF) فارمیٹ میں بالکل مفت اور آسان رسائی کے ساتھ فراہم کرنا ہے۔

✦ ڈائمنڈ اردو بکس کی نمایاں خصوصیات

📚 وسیع ڈیجیٹل لائبریری

ہزاروں کی تعداد میں تاریخی، اسلامی، رومانی اور جاسوسی ناولز کا اعلیٰ ذخیرہ۔

⚡ ایچ ڈی (HD) کوالٹی

تمام کتب انتہائی صاف ستھرے اور ایچ ڈی پی ڈی ایف فارمیٹ میں دستیاب ہیں۔

📱 آسان اور تیز رسائی

موبائل اور کمپیوٹر پر بغیر کسی دشواری کے آن لائن مطالعہ اور ڈاؤن لوڈنگ۔

💎 مفت مطالعہ سروس

قارئین کے لیے تمام مواد مکمل طور پر مفت دستیاب ہے تاکہ علم ہر جگہ پہنچے۔

💡 ہمارا بنیادی عزم و مقصد

اردو زبان کی بقا اور کتاب سے دوستی کے کلچر کو عام کرنا ہمارا اولین مقصد ہے۔ ہم جدید ترین ڈیجیٹل ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اردو ادب کو ہر جگہ پہنچانے کے لیے کوشاں ہیں۔

دستیاب کتب و تحاریر کی اقسام

DiamondUrduBooks.com

✦ دستیاب کتب کے اہم شعبہ جات

شعبہ / کیٹیگری	موضوعات	قارئین کی پسندیدگی
تاریخی ناولز	اسلامی تاریخ، فاتحین کے کارنامے اور عظیم سلطنتیں	★★★★★ (بہت اعلیٰ)
سلسلہ وار کتب	اسلم راہی ایم اے، عنایت اللہ التمش وغیرہ	★★★★★ (ممتاز)
شاعری و ادب	کلاسک اور جدید شعراء کے منتخب مجموعے	★★★★☆ (بہترین)
مذہبی و اصلاحی	تربیتی کتب، سیرت النبی ﷺ اور سوانح حیات	★★★★★ (مقبول)

مصنفین، شعراء اور اہل قلم کو دعوت!

کیا آپ ایک مصنف، ناول نگار، شاعر یا کالم نگار ہیں؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی تحریر یا کتاب دنیا بھر کے لاکھوں اردو قارئین تک پہنچے؟

ڈائمنڈ اردو بکس ڈاٹ کام (DiamondUrduBooks.com) تمام نئے اور تجربہ کار لکھاریوں کو یہ سنہری موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی تخلیقات کو ہماری معتبر ویب سائٹ اور پلیٹ فارم کے ذریعے قارئین تک پہنچائیں۔

ہم درج ذیل شعبہ جات میں تحاریر کا خیر مقدم کرتے ہیں:

اردو ناولز (تاریخی و معاشرتی) | شاعری و غزلیں | افسانے و کہانیاں | مذہبی و اصلاحی مضامین | تحقیقی مقالے

ہمارے پلیٹ فارم کے ساتھ جڑیں

DiamondUrduBooks.com

✦ مصنفین کے لیے خصوصی سہولیات

🌐 عالمی سطح پر رسائی

آپ کی تحریر پاکستان سمیت پوری دنیا کے اردو قارئین تک فوری پہنچے گی۔

🛡️ محفوظ پی ڈی ایف پیشکش

آپ کے نام، تعارف اور حقوق کے مکمل احترام کے ساتھ کتاب کی پیشکش۔

📈 مفت شائعات اور تشہیر

ویب سائٹ اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر آپ کی تحریر کی مفت تشہیر۔

🤝 مستقل تعاون

نئے اور ابھرتے ہوئے قلمکاروں کی مکمل حوصلہ افزائی اور رہنمائی۔

رابطہ کریں اور اپنی تحریر پہنچائیں

اپنی کتاب، مقالہ، شاعری یا تحریر بھیجنے کے لیے ہماری ایڈمن ٹیم سے واٹس ایپ پر براہ راست رابطہ کریں۔

👇 واٹس ایپ پر آٹو پیغام بھیجنے کے لیے نیچے کلک کریں 👇

واٹس ایپ نمبر: 03176699066

✓ بٹن پر کلک کرنے پر آٹو پیغام کے ساتھ واٹس ایپ چیٹ اوپن ہو جائے گی۔

💎 ڈائمنڈ اردو بکس 💎

آفیشل سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، واٹس ایپ گروپس ڈائریکٹری

🌐 مرکزی پورٹل و آفیشل چینل

آفیشل ویب سائٹ
آن لائن پی ڈی ایف کتب کا وسیع ذخیرہ

ویب سائٹ وزٹ کریں 🔗

آفیشل واٹس ایپ چینل
اہم ترین اپڈیٹس اور خبریں

چینل فالو کریں 📢

💬 آفیشل واٹس ایپ گروپس

ڈائمنڈ اردو بکس 1️⃣
مرکزی کتابی بحث و شیئرنگ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ اردو بکس 2️⃣
ثانوی کتابی اپڈیٹس گروپ

گروپ جوائن کریں 👥

ڈائمنڈ بکس کمیونٹی
مرکزی کمیونٹی حب

کمیونٹی جوائن کریں 🌐

اردو تحاریر کا گلدستہ
منتخب ادبی تحاریر

گروپ جوائن کریں ✍️

کاروان شعر و ادب
شاعری اور شاہکار ادب

گروپ جوائن کریں 📜

کتابوں پر تبصرے
ادبی ریویوز اور تبصرے

گروپ جوائن کریں 📚

ڈی یو بی میڈیا
جنرل پوسٹنگ گروپ

گروپ جوائن کریں 🎬

ڈائمنڈ لنکس ورلڈ
مختلف مفید لنکس کا مجموعہ

گروپ جوائن کریں 🔗

حمد و نعت آفیشل

اسلامی حمد، نعت و کلام

گروپ جوائن کریں 🕌

بچوں کا کارواں

بچوں کا ادب اور کہانیاں

گروپ جوائن کریں 🎈

📱 دیگر سوشل میڈیا اکاؤنٹس

ٹیلی گرام چینل

ڈائریکٹ پی ڈی ایف ڈاؤن لوڈز

ٹیلی گرام چینل 🚀

ٹیلی گرام گروپ

ڈسکشن اور گفتگو گروپ

ٹیلی گرام گروپ 💬

فیس بک پیج

آفیشل فیس بک اپڈیٹس

فیس بک پیج 👍

فیس بک گروپ

کمیونٹی فیس بک گروپ

فیس بک گروپ 👨‍👩‍👧‍👦

انسٹاگرام

بصری اقتباسات اور پوسٹرز

انسٹاگرام فالو کریں 📸

ٹک ٹاک

مختصر ویڈیو اپڈیٹس

ٹک ٹاک فالو کریں 🎵

⚠️ کسی بھی لنک کے کام نہ کرنے یا ری سیٹ ہونے کی صورت میں فوری رابطہ کریں:

رابطہ منتظم: شاہ زر خان | +92 317 6699066

© 2026 ٹیم ڈائمنڈ اردو بکس — تمام حقوق محفوظ ہیں۔